اترپردیش اردو اکادمی
उत्तर प्रदेश उर्दू अकादमी

سلسلۂ مطبوعات ۲۷۸

سلسلۂ ابوالکلام آزاد صدی تقریبات
(۱۰)

الہلال

(۳)

(جلد پنجم، جلد ششم (البلاغ) و جلد ہفتم)

ابوالکلام آزاد

اترپردیش اردو اکادمی
لکھنؤ

پیش لفظ

جون ۱۹۸۰ء میں جب اتر پردیش اردو اکادمی کی تشکیلِ نو ہوئی اور میں کوئی چار سال کے وقفے کے بعد اس کی مجلس انتظامیہ کا ایک بار پھر چیرمین نامزد کیا گیا تو میرے ذہن نے اس کا جو ترقیاتی منصوبہ مرتب کیا، اس میں مولانا ابوالکلام آزاد کی صدسالہ جشنِ ولادت کی تقریبات کو سرِفہرست جگہ ملی، اور سچ بات تو یہ ہے کہ میں کسی طرح یہ عہدہ قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں تھا لیکن چھ ماہ کی طویل کشمکش کے بعد میرے اندازِ فکر میں تبدیلی رونما ہوئی اور اِس جذبے نے میری انفعالی کیفیتوں کو شکست دے دی کہ مولانا کی شخصیت اور ان کی تعلیمات کو عام کرنا ہمارے واجبات میں ہے اور اردو اکادمی اس قومی کام میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

میں نے جب اکادمی کی مجلس انتظامیہ کے اراکین سے آزاد صدی کے مختلف پہلوؤں پر غیررسمی گفتگو کی تو ان کے اندر اس منصوبے کی تکمیل کا ذوق مجھ سے کہیں زیادہ ملا اور آخر کار مجلسِ انتظامیہ اپنی پہلی نشست میں الہلال کی مکمل فائلوں کے عکس کی طباعت و اشاعت کا منصوبہ بڑے عزم و حوصلے کے ساتھ منظور کر لیا۔ مجلس انتظامیہ نے محسوس کیا کہ مولانا آزاد کو اس سے زیادہ مخلصانہ خراجِ عقیدت اور کیا ہوگا کہ الہلال کا عکس ملک کے کونے کونے میں پہنچا دیا جائے۔

اکادمی کا سالانہ بجٹ محدود اور متعین ہوتا ہے۔ اس کی مدیں مقرر ہیں اور ریاستی حکومت ان مدوں کے پیشِ نظر ہر سال گرانٹ دیتی ہے۔ آزاد صدی کا بجٹ الگ سے مرتب کیا گیا اور حکومت کو منظوری اور اضافی گرانٹ کے لیے بھیج دیا گیا۔

بجٹ، ضمنی بجٹ، گرانٹ، اضافی گرانٹ، متواتر اور غیرمتواتر گرانٹ ـــــ یہ ایسے موضوعات ہیں جن کی جزئیات ہمیشہ میرے دائرہ فہم سے باہر رہی ہیں۔ ایک مدت تک جب اضافی گرانٹ کے سلسلے میں حکومت سے کوئی جواب نہیں ملا اور اکادمی کے افسروں نے اس کے مالہ وماعلیہ کی تفصیلات مجھے بتائیں تو میرے شب و روز کے معمولات متاثر ہو گئے اور سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ الہلال کے عکس کی اشاعت کیوں کر ممکن ہوگی۔ عوام و خواص سے کسی طرح کا چندہ وصول کرنا ہمیشہ اور ہر حال میں میرے معمولات سے خارج رہا ہے۔ جب کوئی راستہ نظر نہیں آیا تو میں نے گرانٹ کی منظوری کی توقع پر کام کا آغاز کر دیا۔

اسی اثنا میں گورکھپور ایئرپورٹ پر جناب ویر بہادر سنگھ (سابق وزیر اعلا) سے ملاقات ہوگئی اور میں نے آزاد صدی کا ذکر چھیڑ دیا۔ انھوں نے اِس خیال سے اتفاق کیا کہ اتر پردیش میں "آزاد صدی تقریبات" اس طرح منائی جائیں جو ہر لحاظ سے مولانا آزاد کے شایانِ شان ہوں۔ انھوں نے اضافی گرانٹ کے سلسلے میں کہا کہ اس کی فکر نہ کیجیے، لکھنؤ آ جایئے، گرانٹ مل جائے گی۔ میں نے ۲۲ مارچ ۱۹۸۸ء کو جب شری ویر بہادر سنگھ سے لکھنؤ میں ملاقات کی تو انھیں ایئرپورٹ والی بات یاد آگئی۔ بجٹ کے جو کاغذات اکادمی سے بھجوائے گئے تھے، ابھی ان کی نظر سے نہیں گذرے تھے مگر انھوں نے بطیبِ خاطر ایک دوسرے کاغذ پر پانچ لاکھ کی رقم منظور کی اور کہا کہ جتنی مزید رقم کی ضرورت ہوگی، حکومت ادا کرے گی۔

جون ۱۹۸۸ء میں جناب نراین دت تیواری نے وزیر اعلا کا عہدہ سنبھالا۔ ۱۸ جولائی ۱۹۸۸ء کو اکادمی کی مجلس عام کا اجلاس منعقد ہوا جس میں تیواری جی نے بھی شرکت کی۔ اکادمی کی صدر بیگم حامدہ حبیب اللہ نے آزاد صدی تقریبات کے لیے مزید پانچ لاکھ کی رقم کا مطالبہ کیا۔ تیواری جی نے اسی اجلاس میں اس مطالبے کو منظور کر لیا اور اس طرح آزاد صدی تقریبات کے لیے ریاستی حکومت نے مجموعی طور پر دس لاکھ روپے کا عطیہ منظور کیا۔

الہلال کے عکس کی اشاعت کوئی اہمیت رکھتی ہے کہ نہیں، اس سوال کا جواب ـــ منفی تو ہرگز نہیں۔ ہمارے سامنے اس کے بہت سے مثبت پہلو ہیں۔ پہلی بات تو یہی ہے کہ مولانا آزاد پر کوئی تحقیقی اور تنقیدی کام اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک الہلال کے سارے شماروں کا بالاستیعاب مطالعہ نہ کر لیا جائے۔ مولانا آزاد کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں صرف اس لیے راہ پا گئی ہیں کہ الہلال کی فائلیں کمیاب ہیں اور خواہش کے باوصف لوگوں کو اس کے مطالعے کا موقع نہیں ملتا۔ الہلال مولانا کی دینی، سیاسی، علمی اور ادبی شخصیت کا حرفِ آغاز بھی ہے اور حرفِ آخر بھی۔

الہلال (۳)

جلد پنجم، جلد ششم (البلاغ) و جلد ہفتم

پہلا ایڈیشن	۱۹۸۸
تعداد	۱۰۰۰
ہاف ٹون نگیٹو	احمد حسین انصاری گراف آرٹ بلاکس، گورکھپور

قیمت

(مکمل سیٹ تین حصوں میں)

چھ سو روپے

AL - HILAL edited by Abul Kalam 'Azad' (Part III)
Price (complete set in 3 parts) : Rs. 600.00

رام کرشن ورما، سکریٹری اتر پردیش اردو اکادمی نے میسرس وجیتا آفیسٹ پرنٹرس ۲۵۴۵، جٹواڑہ، دریا گنج، نئی دہلی
سے چھپوا کر نہرو ہاؤس قیصر باغ لکھنؤ سے شائع کیا

اہم معروضات

- البلال کے عکس کی اشاعت سات جلدوں میں کی جا رہی ہے جن کی تفصیل یہ ہے :

جلد اوّل	۱۳ جولائی ۱۹۱۲ء	تا	۲۵ دسمبر ۱۹۱۲ء	۲۳	شمارے
جلد دوم	۸ جنوری ۱۹۱۳ء	تا	۲۵ جون ۱۹۱۳ء	۲۴	شمارے
جلد سوم	۲ جولائی ۱۹۱۳ء	تا	۲۴ دسمبر ۱۹۱۳ء	۲۵	شمارے
جلد چہارم	۷ جنوری ۱۹۱۴ء	تا	۲۴ جون ۱۹۱۴ء	۲۱	شمارے
جلد پنجم	یکم جولائی ۱۹۱۴ء	تا	۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء	۱۸	شمارے
جلد ششم	البلاغ ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء	تا	۳۱ مارچ ۱۹۱۶ء	۱۱	شمارے
جلد ہفتم	۱۰ جون ۱۹۲۷ء	تا	۹ دسمبر ۱۹۲۷ء	۲۴	شمارے

شماروں کی مجموعی تعداد ۱۴۶

- البلاغ کو تسلسل قائم رکھنے کے لیے البلال میں شامل کر لیا گیا ہے اور اکادمی نے اس کا ذکر جلد ششم کی حیثیت سے کیا ہے۔
- البلال کی سات جلدوں کو تین مجلدات میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے تاکہ ان کی مجموعی قیمت کچھ کم ہو جائے۔ مجلدات کی تفصیل یہ ہے۔

جلد اوّل اور جلد دوم ——————— ایک ساتھ مجلد ہیں

جلد سوم اور جلد چہارم ——————— ایک ساتھ مجلد ہیں

جلد پنجم، جلد ششم اور جلد ہفتم ——————— ایک ساتھ مجلد ہیں

- البلال کا متن لائن نگیٹو سے طبع ہوا ہے، تصویریں ہاف ٹون نگیٹو سے چھپی ہیں۔
- کوشش کی گئی ہے کہ البلال میں شائع شدہ سارے اشتہارات کا عکس بھی شائع ہو جائے۔
- متن میں اور صفحات کے تسلسل میں بھی، کہیں کہیں غلطیاں نظر آئیں لیکن ان کی تصحیح صرف اس لیے نہیں کی گئی کہ ہم نقل مطابق اصل کے اصول سے انحراف نہیں کرنا چاہتے۔
- بعض جلدوں کی فہرست البلال میں شائع ہوئی تھی۔ اسے متعلقہ جلدوں کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ جن جلدوں کی فہرست البلال نے شائع نہیں کی تھی، اسے اکادمی نے مرتب کر کے متعلقہ جلدوں میں شامل کر دیا ہے۔
- یوں تو البلال میں صفحہ نمبر کی صراحت ہوتی تھی لیکن اشتہارات صفحہ نمبر سے عاری ہوتے تھے۔ آسانی کے لیے اکادمی اڈیشن کے صفحہ نمبر کا بھی اندراج کر دیا گیا ہے جو اشتہارات اور تصاویر کو بھی محیط ہے۔ اکادمی اڈیشن کا صفحہ نمبر نیچے نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔
- البلال کی فروخت سے اکادمی اپنی آمدنی میں کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہتی اس لیے لاگت سے کم قیمت پر فراہم کیا جا رہا ہے۔

ان موضوعات کا کون سا ایسا نکتہ ہے جس کی تصریح الہلال میں نہیں ہے۔ آزاد اور الہلال لازم و ملزوم ہیں اس لیے اگر آزاد صدی کے موقع پر بھی مولانا آزاد کا مطالعہ ادھورا رہتا ہے تو موجودہ نسل ہمیشہ موردِ الزام رہے گی کہ وہ اپنے فرائض سے عہدہ برآ نہیں ہوئی۔ اترپردیش اردو اکادمی اس الزام سے اپنے معاصرین کو بری کر رہی ہے۔

الہلال کسی الف لیلوی داستان کے زمرے میں شامل ہوتا جا رہا ہے۔ اردو کے مختلف درجات کے نصاب میں مولانا آزاد کی تحریریں بجا طور پر شامل کی گئی ہیں اور جب اساتذہ ان تحریروں پر درس دیتے ہیں تو الہلال اور اس کی گوناگوں خصوصیات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ طلبہ کے اندر الہلال کے دیدار کی خواہش بیدار ہو جاتی ہے۔ مگر اساتذہ ان کی یہ خواہش پوری نہیں کر سکتے کہ الہلال ایک جنسِ نایاب ہے۔ اگر کہیں کسی کے پاس کوئی شمارہ ہے بھی تو وہ اتنے پر اسرار طریقے سے اس کی جلوہ گری کا سامان بہم کرتا ہے کہ یہ "جلوہ گری" ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے" کے ذیل میں آ جاتی ہے۔ الہلال کے عکس کی اشاعت سے نئی نسل کی شکایت دور ہو جائے گی۔ کم از کم اتنا دعویٰ تو وہ کر سکتی ہے کہ اصل الہلال کو نہ سہی اس نے اس کا عکس تو دیکھا ہے۔ الہلال کی یہ نئی جامہ پوشی اس کے اندازِ قد کی بہرحال غمازی کرے گی۔

اسلاف علم و ہنر اور بیم و زر کے مابین جو امتیازی لکیر کھینچتے آئے ہیں، اس کی حقانیت کا بارہا تجربہ ہوا لیکن الہلال کی فائلوں کی تلاش نے اسے آئینہ کر دیا۔ اس کی اشاعت کے لیے ریاستی حکومت سے گرانٹ تو مل گئی لیکن اس کے صحیح سالم اوراق کی فراہمی معلوم ہوئے جوئے شیر ثابت ہوا۔ میں ۱۹۵۵ء میں گورکھپور آ گیا تھا اور برابر یہاں کے ذاتی کتب خانوں کی تلاش اور ان سے استفادے میں مصروف رہا۔ بعض ذاتی کتب خانوں کی فہرستیں بھی میں نے مرتب کرائی تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ الہلال کے سارے شمارے مجھے گورکھپور میں مل جائیں گے اور اگر دو چار شماروں کی کمی ہوگی تو وہ باہر کے کتب خانوں سے پوری ہو جائے گی۔ میرے اس یقین نے دھوکا نہیں دیا۔ قریب قریب سارے شمارے یہاں مل گئے بلکہ بعض بعض شماروں کی تو چھ چھ کاپیاں ملیں لیکن دستبردِ زمانہ نے ان شماروں کی جو گت بنا دی تھی، اس نے میرے عزم و حوصلے کو متاثر کر دیا۔ کسی کا سرورق غائب ہے، کسی کے بیچ کے صفحات غیر حاضر۔ بعض فائلیں ناقص الاول، بعض ناقص الآخر اور بعض ناقص الطرفین نکلیں۔ بعض شماروں سے تصویریں غائب تھیں ——— اور عجوبے کی حد یہ تھی کہ بعض شماروں کے ایک کالم کو دیمک چاٹ گئی تھی اور بعض کے دوسرے کالموں کو۔ غرض الہلال کی دستیابی کی جہاں خوشی تھی وہاں اس کا غم تھا کہ اس کا عکس کیوں کر لیا جائے گا۔

بہت سی تدبیریں اور ترکیبیں ذہن میں آئیں لیکن میں نے یہ کیا کہ سب سے پہلے سارے شماروں کے کارڈ بنا لیے اور اس کے اندراجات اس طور پر مکمل کیے جن سے بعض علمی اشارات کی نشاندہی بھی ہو جائے اور عاریت دینے والوں کے نام اور شماروں کی ہیئت کذائی بھی واضح ہو جائے۔ اس کے بعد ایک ایک کر کے میں نے سارے شماروں کے الیکٹرو اسٹیٹ عکس حاصل کر لیے۔ اصل مرحلہ اس کے بعد پیش آیا جسے میں تنہا طے نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اپنی بیوی کے سامنے مسائل رکھے اور اس سے کہا کہ میں ہفتے دو ہفتے کے لیے سارے گھر کو اس کام میں لگانا چاہتا ہوں۔ تم ایسا کرو کہ گھر کے معمولات میں فرق بھی نہ آنے اور اپنی اپنی بساط کے مطابق گھر کا ہر فرد اس کام میں میری مدد بھی کرے۔ ماں کا حکم ہوا تو میرا بیٹا مسعود اور بیٹیاں عذرا، بشریٰ، قدسیہ، فوزیہ اور زیبا الہلال کے کام میں لگ گئیں۔ سارا گھر الہلال کی اصل فائلوں اور ان کی الیکٹرو اسٹیٹ کاپیوں سے بھر گیا۔ کرسیوں پر، میزوں پر، فرش پر، ہر جگہ الہلال کے شمارے بکھرے ہوئے تھے اور اللہ کا نام لے کر ہم سب نے ہر شمارے کے ایک ایک ورق کو دیکھنا شروع کیا اور جہاں کوئی نقص نظر آتا اسے فوراً اسی شمارے کی دوسری کاپیوں کی مدد سے درست کر لیا جاتا۔ اس کی صورت یہ اختیار کی گئی کہ متاثرہ عبارت پر صاف عبارت والا فوٹو چپکا دیا جاتا اور پھر اس طرح کے اوراق کا دوبارہ الیکٹرو اسٹیٹ کرا لیا جاتا تاکہ اس کی نگیٹیو بننے میں دشواری نہ ہو۔ دن بھر بلیڈ سے کاٹ کاٹ کر زخمی اوراق پر پینبہ مرہم رکھا جاتا اور شام کو ان کا الیکٹرو اسٹیٹ کرا لیا جاتا۔ صبح کو تین چار بجے جب میں سو کر اٹھتا تو ان نئے اوراق کا حرفاً حرفاً مطالعہ کرتا اور اوریجنل سے موازنہ کرتا کہ کہیں کوئی نقطہ یا حرف متاثر تو نہیں ہو گیا ہے۔

ہر چند ہم نے کوشش کی ہے کہ الہلال کا ایک ایک لفظ اصل حالت میں قارئین کے سامنے آ جائے لیکن ہم انسان ہیں، ہم سے ضرور غلطیاں سرزد ہوئی ہیں، ہم عفو اور درگذر کے مستحق ہیں۔

جن لوگوں نے الہلال کی فراہمی اور اس کی ترتیب میں میری مدد کی ہے ان کا شکریہ ادا کرنا میرے واجبات میں داخل ہے۔ احسان کرنے والوں کی فہرست بہت طویل ہے لیکن جن لوگوں کے احسانات مجھے ہر موقع پر اور ہر حال میں یاد رہیں گے، اُن میں سب سے پہلے جناب مصطفےٰ کمال، اسسٹنٹ لائبریرین، گورکھپور کا نام آتا ہے۔ موصوف ایم۔ اے میں میرے شاگرد رہ چکے ہیں۔ انھوں نے الہلال کی فراہمی میں بڑی گرم جوشی کا مظاہرہ کیا۔ روزنامہ قومی آواز کے سب ایڈیٹر جناب قطب اللہ نے الہلال کے بعض شمارے صرف فراہم نہیں کیے بلکہ لکھنؤ کے ہرے ہو کر ان کی فوٹو کاپیاں نکلوائیں۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ کے مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب نے بھی بعض شماروں کی فراہمی میں بروقت مدد کی۔ ڈاکٹر رضیہ حامد نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ الہلال کی ایک فائل میرے پاس بھجوا دی۔ میں ان سب کا اپنی طرف سے اور اکادمی کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ڈاکٹر ریاض احمد اور ڈاکٹر تحریر انجم نے فہرست سازی اور ترتیب میں غیر معمولی دلچسپی لی۔ ڈاکٹر محمد شعیب نے کتابت اور تزئین کا بار سنبھالا۔ یہ تینوں میرے شاگرد رہ چکے ہیں۔ شاگرد بھی اولاد کا درجہ رکھتے ہیں لیکن ان کا شکریہ ادا کیے بغیر میں اپنے فرض سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

یہ کام مجلس انتظامیہ کے فیصلے سے انجام پذیر ہوا ہے۔ اس نے مجھے جو حکم دیا، میں نے اس کی تعمیل کی۔ میں مجلس انتظامیہ کے ہر رکن کا فرداً فرداً شکریہ ادا کرتا ہوں۔

آزاد صدی تقریبات کے لیے مجلس انتظامیہ نے جس سب کمیٹی کی تشکیل کی تھی، اس میں ڈاکٹر عابد رضا بیدار، ڈائرکٹر خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، جناب احمد سعید ملیح آبادی، چیف ایڈیٹر آزاد ہند، کلکتہ اور پروفیسر ریاض الرحمن شیروانی، صدر شعبۂ اسلامیات، کشمیر یونیورسٹی، سری نگر خصوصی مدعوئین کی حیثیت سے شامل کیے گئے تھے۔ ان حضرات کے سرگرم تعاون کو اکادمی ہمیشہ یاد رکھے گی۔

الہلال کے اس عکسی ایڈیشن کی پذیرائی ہوئی تو جناب سید انور مسعود رضوی، پبلیکیشن آفیسر اور جناب رام کرشن ورما، سکریٹری اکادمی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ طباعت و اشاعت کا سارا بار انھوں نے اٹھا لیا تھا۔ اس میں جو خامیاں ہیں تو صدقِ دل سے میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہ مجھ سے سرزد ہوئی ہیں۔ میں اتنا ضرور یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنے احساسِ فرض کو کبھی مرنے نہیں دیا۔ میں نے اپنی علمی زندگی کی تشکیل میں مولانا آزاد کی تحریروں سے ہمیشہ کام لیا۔ میری خواہش رہی ہے کہ نئی نسل بھی ان تحریروں سے استفادہ کرے۔ الہلال کی اشاعت تو میں مجھے اس خواہش کی تکمیل کے آثار نظر آتے ہیں!

اترپردیش اردو اکادمی
قیصر باغ، لکھنؤ
یکم اگست ۱۹۸۸ء

محمود الٰہی
چیرمین، مجلس انتظامیہ

مضامین و تصاویر کی فہرست

الہلال

جلد پنجم

یکم جولائی ۱۹۱۴ء تا ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء

فہرست مضامین

فہرست تصاویر

جلد پنجم

الہلال

یکم جولائی تا ۱۸؍ نومبر ۱۹۱۴

ابوالکلام آزاد

اترپردیش اردو اکادمی

لکھنؤ

Proprietor & Chief Editor,

Abul Kalam Azad

14 MC Leod Street.
CALCUTTA.

Yearly Subscription Rs 8

Half yearly „ 4-12

الهلال

مدیر مسئول و رئیس قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی
مقام اشاعت
۱۴ — مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ — ۸ — روپیہ
ششماہی — ۴ — ۱۲ — آنہ

جلد ۵ | کلکتہ چہار شنبہ ۶ شعبان ۱۳۳۲ ہجری | نمبر ۱

Calcutta : Wednesday, July, 1. 1914.

Said Halim

پرنس سعید حلیم پاشا صدر اعظم دولۃ علیۂ عثمانیہ

جنکی وزارت نے امۃ و حکومت کی عالمگیر ہلاکت و بربادی کے بعد اپنے حسن تدبیر اور قوت، نظم و ادارہ سے ترقی و اصلاح کا ایک محیر القول دور شروع کیا ؛ اور جنگ طرابلس و بلقان کے بعد بھی باب عالی کی قوت کو اس حالت میں قائم رکھا کہ وہ یونان کو ایک نئی بحری جنگ کیلیے تہدید کرسکے -

و نادى المنادي بشعارها في جو السماء بين الخافقين: "اشهد ان لا إله الا الله و اشهد ان محمداً عبده و رسوله" صارخاً بالشهادتين!

هذا كان شان الاسلام و المسلمين و الامر على ذلك، حتى عمل الشيطان مكائده عليهم، و القى باسهم بينهم، و افشى فيهم فتنة الشبهات و الشهوات، و زينت لهم التقاليد و العادات و المبتدعات - فدب الفساد الاجتماعى فى جسم الامه، و عم الظلم و الطغيان و الفتنه - و فسد الاخلاق، و ضعف النفوس، و تقاعست الهمم، و خرت العزائم، و طبع القلوب بالتعبد و التذلل، و الخضوع و الخشوع - حتى لا امر بمعروف و لا نهي عن منكر، و لا تعاون على بر، و لا تناصر على رفع ضر - فتمزق شمل المسلمين، و اضاعو السياسة و الدين، و ردوا الامة اسفل سافلين، فخسروا الدنيا و الاخرة: ذالك هو الخسران المبين (٢٢ : ١١)

اما خسرانهم للدنيا، فان معظم شعوبهم و بلادهم قد استولي عليها الكفرة الفجرة، و ما بقى منها في ايديهم قد اوغلت سلطة الكفر في احشائه، وهي تهدده بسلب دمائه - واما خسرانهم الاخرة، فبما ابتدع جماهيرهم في الدين، و اتبعوا غير سبيل المسلمين الاولين، فقد وعد الله بنصر الحق و ما هم منصورين، وكتب الغلب لحزبه و ما هم بغالبين، و نراهم قد غلب عليهم الذل، و لله العزة و لرسوله و للمومنين (٦٣ : ٨).

ان دين الله العظيم، و شريعة رسوله الكريم، شانه يعلو عن ان يكون مهباً للاهواء، او مثاراً لاختلاف الاصول و الارا، او الة لسلطان الرؤساء، فهو حنيفية السمحة ليلها كنهارها، و ظاهرها كباطنها - و قال سبحانه و تعالى في كتابه الميمون: ان الذين فرقوا دينهم و كانوا شيعاً لست منهم في شي، انما امرهم الى الله، ثم ينبئهم بما كانوا يعملون (٦ : ١٥٩)

مضى زمن النبي صلى الله عليه وسلم، و الصحابة رضوان الله عليهم، و اهل الاسلام على غاية من الاستقامة في دينهم - و هم متعاضدون متناصرون، متحابون متعاشرون - و لم يكن للناس من الفراغ ما يخلو فيه مع عقولهم ليبتلوها بالبحث في بيان عقائدهم، و ما كان من اختلاف قليل رد الى السنة و الكتاب: اولائك الذين هداهم الله و اولائك هم اولوالالباب (٢٩ : ١٧)

كان الامر على ذلك، و لكن خلف من بعدهم خلف اضاعو الصلوات و اتبعو الشهوات (١٩ : ٤٠) ففرقوا بين المومنين، و مزقوا شمل المسلمين، و صاروا شيعاً كل شيعة تعادى الاخرى لمخالفتها اياها في المذهب، و مباينتها فيما احدثت من المشرب - يتنابزون و يتلاعنون، و يزعمون في ذلك انهم بحبل الله مستمسكون - فقالوا سني و شيعي، و عربي و عجمي، و هندي و تركي، و هذا خارجي يلعن امير المومنين، و هذا شيعي يلعن الخلفاء الراشدين - و السني يكفر الشيعي و يقول انهم الفاسقون، و الشيعي يقتل السني و يقول انهم الكافرون - و الامم الطامعة من ورائهم يقول انكم مسودون و مستعبدون: الذين فرقوا دينهم و كانوا شيعاً، و كل حزب بما لديهم فرحون (٣٠-٣٢) و يحسبون انهم على شي الا انهم هم الخاسرون (٧ : ١٧٧)

* * *

و قد طفق المسلمون يشعرون في هذه الايام بانهم ما فقدوا مجد سلفهم الصالحين، و تلك السعادت التي كانت لابائهم الاولين، الا لانهم لم يهتدوا بالقرآن، و لم ياخذوه بقوة و ايقان - و ان الامة في مرض، و الدول في حرض، فاذا لم تبادر بالعلاج، تم فساد المزاج -

اما ذالك الشعور الطفيف الذي لاح بارقة في آفاق العالم الاسلامي، فان هو الا اعدادا بطئيا للانتقال الى طور اخر مصيره مجهول لعامتهم، و مرتاب فيه عند خاصتهم، لا يدرون ايكون ذلك دواء ناجعاً تعقبه السعادة و الهناء، ام داء عضال ينتهى الى موت زوام؟ فمنهم اليائس يزيد فى الافساد، و منهم الراجي يدعو الى سبيل الرشاد - يستوى في ذلك جميع البلاد الاسلاميه، حرة كانت او مستعمرة، محتلة كانت او مستقله -

و اما اهل الرجاء (و نحن منهم) فانهم يعرفون ما يحتج به اهل الياس و لا ينكرونه و لهم نظر اخر ابعد، و راى اسد و ارشد، يويدونه بايات الكتاب المجيد - و يستدلون عليه بوعد الله العليم الشهيد: و هو الذي ينزل الغيث من بعد ما قنطوا و ينشر رحمته و هو الولي الحميد (٤٢ : ٢٨)

فهذه الدعوة الاصلاحية القرانية التى دعانا اليها المصلحون المرشدون، و هى التي يدعو اليها "الهلال" من اول نشره و لو كرها الجامدون الجاهلون، و المتفرنجون المفسدون -

و قد بلغ الهلال الثالثة من عمره في هذا الشهر و هو دائب على صادق الخدمة، التي يعتقد بها فلاح الملة و نجاح الامه - متبعاً سنن الحق بعلمه و ايقانه بان الحق احق ان يتبع، و ان ينصت له و يستمع - و الباطل اجدر بالدثور، و اقتلاع الجذور: و الله ولي الذين امنوا يخرجهم من الظلمات الى النور (٢ : ٢٥٧)

اللهم انقذنى من عالم الشقاء، و اجعلنى من اخوان الصفاء، و اصحاب الوفاء، و سكان السماء، مع الصديقين و الشهداء، انت الله الذي لا اله الا انت فاطر الاشياء، و نور الارض و السماء، امنحني فيضا من العلوم الالاهيه، و هذب نفسي با نوار الحكمة النبوية! وارني الحق حقا و الهمني اتباعه، وارني الباطل باطلا و احرمني اعتقاده!!

اللهم ايد دينك القويم بالعلماء العاملين، و اكشف ببركتهم جهل الجاهلين، و ارفع بجميل سعيهم غفلة الغافلين، وهب لمرشديها وجداناً صادقاً، و علما نافعا، و قلبا صافيا، و لسانا بالحق ناطقا - يجاهدون في سبيل الله و لا يخافون لومة لائم! انك انت السميع مجيب - و اخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين - و العاقبة للمتقين -

بسم الله الرحمن الرحيم

فاتحة السنة الثالثة

المجلد الخامس

الحمد لله الذى رضي لنا الاسلام ديناً و نصب لنا الدلالة على صحته برهانا مبينا - و وعد من قام باحكامه و حفظ حدوده اجراً حسيما - و ذخر لمن و افاه به ثواباً جزيلاً و فوزاً عظيما - و فرض علينا الانقياد له و لاحكامه - و التمسك بدعائمه و اركانه - و الاعتصام بعراه و اسبابه - فهو دينه الذى ارتضاه لنفسه ' و لانبيائه و رسله ' و ملائكة قدسه ' و لجميع مخلوقاته ' فبه اهتدى المهتدون - و اليه دعا الانبياء و المرسلون : افغير دين الله يبغون ؟ و له اسلم من فى السماوات و الارض طوعا و كرها و اليه ترجعون (۳ : ۸۳) فلا يقبل من احد دينا سواه من الاولين و الآخرين : و من يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه و هو فى الآخرة من الخاسرين (۳ : ۸۵) و حكم سبحانه بانه احسن الاديان و لا احسن من حكمه و لا اصدق منه قيلا : و من احسن دينا ممن اسلم وجهه لله و هو محسن و اتبع ملة ابراهيم حنيفا و اتخذ الله ابراهيم خليلا (۴ : ۱۲۵) -

فسبحان من جعل دين الاسلام عصمة لمن لجاء اليه - و جنة لمن استمسك به و عض بالنواجذ عليه - فهو حرمه الذى من دخله كان من الامنين - و حصنه الذى من لاذ اليه كان من الفائزين - و من انقطع دونه كان من الهالكين : فمن اهتدى فانما يهتدى لنفسه ' و من ضل فقل انما انا من المنذرين (۲۷ : ۹۲)

و اشهد ان لا إله الا الله وحده لا شريك له ' شهادة اشهد بها مع الشاهدين - و اتحملها عن الجاحدين !

و اشهد ان محمدا عبده المصطفى ' و نبيه المرتضى ' و رسوله الصادق المصدوق الذي لا ينطق عن الهوى ' ان هو الا وحي يوحى (۵۳ : ۴) ارسله كافة للناس بشيرا و نذيرا ' و داعياً الى الله باذنه و سراجاً منيرا (۳۳ : ۴۶) فهدى به من الضلالة ' و بصر به من العمى ' و ارشد به من الغي ' و فتح به اعيناً عميا ' و اذاناً صما ' و قلوباً غلفا - فبلغ الرسالة ' و ادى الامانة ' و نصح الامة ' و جاهد في الله حق جهاده ' و عبد ربه حتى اتاه اليقين - فصلى الله عليه و على آله الطيبين الطاهرين - و اصحابه المهتدين - و اتباعه الصادقين - و علمائه العاملين - و جميع الشهداء و الاولياء و الصالحين - صلوة و سلاماً دائمة بدوام السماوات و الارضين !!

* * *

(و بعد) فان الله جل ثناءه ' و تقدست اسماءه ' بعث محمداً صلى الله عليه و سلم على فترة من الرسل ' و طموس من السبل - و استوجب اهل الارض ان يحل بهم العقاب - و نظر الله سبحانه اليهم ' فمقتهم عربهم و عجمهم الا بقايا من اهل الكتاب (۱) و استند كل امة الى ظلم ارائهم ' و حكموا على الله باباطيلهم و اهوائهم - و ظهر الفساد في البر و البحر بما كسبت ايدي الناس (۳۰ : ۴۱) - من جميع الشعوب و الاجناس - و ملاءت الارض بشرك المشركين ' و ضلالة المضلين ' و ظلم الظالمين ' و هداية الضالين ' و قيادة الغاوين ' و سياسة المستبدين - و اصبحت الدماء مسفوكة ' و الاعراض مهتوكة ' و القوى منهوكة ' و الاموال مسلوبة و منهوبة - و العدل ممقوتاً و العدوان مرموقا - حتى انت الارض من جور الظالمين - و استغاثت السماء من طغيان الكافرين - و سمع رب العزة انين المظلومين و بكاء الباكين : و اوحى اليهم ربهم لنهلكن الظالمين (۱۴ : ۱۳)

ففلق الله سبحانه بمحمد (صلى الله عليه وسلم) صبح الايمان - و طلع شمس الهداية من مشرق العرفان - و ملاء الافاق نوراً و ابتهاجا - و دخل الناس في دين الله افواجا - انزل عليه كتابا ' احتج على صحة العقائد في الانفس و الافاق - و بين فوائد ما دعا اليه من العبادة و مكارم الاخلاق - و اشار الى مصالح الناس فيما شرعه من الاحكام و السنن - و نبه على مفاسد ما حرمه عليهم من المنكرات و الفواحش ما ظهر منها و ما بطن - و جعل النظر و الفكر اساس الدين - و قضى على الوثنية التي اذلت البشر و استعبدتهم الملوك المستبدين ' و رؤساء الروحانيين ' و امراء الظالمين - و قرر حرية الوجدان و الاجتهاد - في جميع الاعمال و الاعتقاد - و جاء بالبينات و الهدى - فنهى عن التقليد و اتباع الهوى - و عظم شان الفكر و العقل ' و جعله هو المخاطب بفهم النقل - فامتاز دينه على سائر الاديان ' و بطلت دعوة الشيطان ' و تلاشت عبدة الاوثان ' و ذل المثلثة عباد الصلبان ' و تقطعت الامة الظالمة في الارض كقطع السراب في القيعان - حتى ارتفع دين الله غاية الارتفاع و الاعتلاء ' بحيث صار اصلها ثابت و فرعها في السماء (۱۴ : ۲۴)

---

(۱) الحديث خرجه مسلم عن عياض بن حمار -

الہلال

۶ - شعبان - ۱۳۳۲ ہجري

خطبات و مواعظ

(۱)

ان الحکم الا للہ

ان الحکم الا للہ (۱۲ : ۴۰)	فالحکم للہ العلي الکبیر!
افحکم الجاھلیۃ یبغون ؟	(۴۰ : ۱۲)
ومن احسن من اللہ	و ھو خیر الحاکمین
حکما لقوم یومنون	(۱۳ : ۱۰۹)
(۵ : ۵۳)	الا ' لہ الحکم ' و ھو
و لہ الحکم والیہ ترجعون !	اسرع الحاسبین !
(۲۸ : ۷۰)	(۶ : ۶۲)

لوگ دنیا میں سیکڑوں قوتوں کے محکوم ھیں - ماں باپ کے محکوم ھیں ' دوست و احباب کے محکوم ھیں ' استاد اور مرشد کے محکوم ھیں ' امیروں ' حاکموں اور پادشاھوں کے محکوم ھیں ' اگرچہ وہ دنیا میں بغیر کسي زنجیر اور بیڑي کے آے تھے ' مگر دنیا نے انکے پانوں میں بہت سي بیڑیاں ڈال دي ھیں

لیکن مومن و مسلم ھستي وہ ہے جو صرف ایک ھي کي محکوم ہے - اسکے گلے میں محکومي کي ایک بوجھل زنجیر ضرور ہے پر مختلف سمتوں میں کھینچنے والي بہت سي ہلکي زنجیریں نہیں ھیں - وہ ماں باپ کي اطاعت اور فرماں برداري کرتا ہے ' کیونکہ اسکے ایک ھي حاکم نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے - وہ دوستوں سے محبت رکھتا ہے ' کیونکہ اسے رفیقوں اور ساتھیوں کے ساتھہ سچے برتاؤ کي تلقین کي گئي ہے - وہ اپنے سے ھر بزرگ اور ھر بڑے کا ادب ملحوظ رکھتا ہے ' کیونکہ اسکے ادب آموز حقیقی نے اسے ایسا ھي بتلایا ہے - وہ پادشاھوں اور حاکموں کا حکم بھي مانتا ہے ' کیونکہ حاکموں کے ایسے حکموں کے ماننے سے اسے نہیں روکا گیا ہے جو اسکے حاکم حقیقي کے حکموں کے خلاف نہوں - وہ دنیا کے ایسے پادشاھوں کي اطاعت بھي کرتا ہے جو اسکي آسماني پادشاہت کي اطاعت کرتے ھیں کیونکہ اسے تعلیم دي گئي ہے کہ وہ ھمیشہ ایسا ھي کرے - لیکن یہ سب کچھہ جو وہ کرتا ہے ' تو اسلیے نہیں کرتا کہ ان سب کے اندر کوئي حکم ملنتا اور انکو جھکنے کي جگہ سمجھتا ہے ' بلکہ صرف اسلیے کہ طاعت ایک ھي کیلیے ہے ' اور حکم صرف ایک ھي کا ہے - جب اس ایک ھي حکم دینے والے نے ان سب باتونکا حکم دیدیا ' تو ضرور ہے کہ خدا کیلیے ان سب بندوں کو بھي مانا جاے ' - اور اللہ کي اطاعت کي خاطر وہ اسکے بندوں کا بھي مطیع ھوجاے !

* * *

پس فی الحقیقت دنیا میں ھر انسان کیلیے بے شمار حاکم اور بہت سي جھکا نے والي قوتیں ھیں - لیکن مومن کیلیے صرف ایک ھي ہے - اسکے سوا کوئي نہیں - وہ صرف اسی کے آگے جھکتا ہے ' اور صرف اسي کو مانتا ہے - اسکي اطاعت کا حق ایک ھی کو ہے ' اسکي پیشاني کے جھکنے کي چوکھٹ ایک ھي ہے ' اور اسکے دل کي خریداري کیلیے بھي ایک ھي خریدار ہے - وہ اگر دنیا میں کسي دوسري ھستي کي اطاعت کرتا بھي ہے تو صرف اسي ایک کیلیے ' اسلیے اسکي بہت سي اطاعتیں بھي اس ایک ھي اطاعت میں شامل ھو جاتي ھیں :

مقصود ما ز دیر و حرم جز حبیب نیست
ھرجا کنیم سجدہ بدان آستان رسد !

حضرت یوسف (علیہ السلام) نے قید خانے میں اپنے ساتھیوں سے کیا پوچھا تھا ؟

ارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار ؟ (۱۲ : ۳۹)	بہت سے معبود بنالینا بہتر ہے یا ایک ھي قہار و مقتدر خدا کو پوجنا ؟

یہي وہ خلاصۂ ایمان و اسلام ہے ' جسکي ھر مومن و مسلم کو قران کریم نے تعلیم دي ہے کہ :

ان الحکم الا للہ ' امر الا تعبدوا الا ایاہ !	" تمام جہان میں اللہ کے سوا کوئي نہیں جسکي حکومت ھو - اس نے ھمیں حکم دیا ہے کہ اسکے سوا اور کبھي کسي کو نہ پوجیں اور نہ کسي کو اپنا معبود بنائیں "

یہي " دین قیم " ہے جسکي پیروي کا حکم دیا گیا :

ذالک الدین القیم ' و لکن اکثر الناس لا یعلمون (۱۲ : ۴۰)

* * *

حدیث صحیح ہے کہ فرمایا :

لا طاعۃ لمخلوق في معصیۃ الخالق ! (بخاري و مسلم)	جس بات کے ماننے میں خدا کي نافرماني ھو ' اسمیں کسي بندے کي فرماں برداري نہ کرو !

اسلام نے یہ کہکر فی الحقیقت ان تمام ما سوی اللہ اطاعتوں اور فرماں برداریوں کي بندشوں سے مومنوں کو آزاد و حر کامل کردیا ' جنکي بیڑیوں سے تمام انسانوں کے پانوں بوجھل ھو رہے تھے ' اور اس ایک ھي جملہ میں انساني اطاعت اور پیروي کي حقیقت اس وسعت اور احاطہ کے ساتھہ سمجھا دي کہ اسکے بعد اور کچھہ باقي نہ رہا - یہي ہے جو اسلامي زندگي کا دستور العمل ہے ' اور یہي ہے جو مومن کے تمام اعمال و اعتقادات کي ایک مکمل تصویر ہے - اس تعلیم الہي نے بتلادیا ہے کہ جتني اطاعتیں ' جتني فرماں برداریاں ' جتني وفا داریاں ' اور جسقدر بھي تسلیم و اعتراف ہے ' صرف اسي وقت تک کیلیے ہے ' جب تک کہ بندے کي بات ماننے سے خدا کي بات نہ جاتي ھو ' اور دنیا والوں کے وفادار بندے سے خدا کي حکومت کے آگے بغاوت نہ ھوتي ھو - لیکن اگر کبھي ایسي صورت پیش آجاے کہ اللہ اور اسکے بندوں کے احکام میں مقابلہ آ پڑے ' تو پھر تمام طاعتوں کا خاتمہ ' تمام عہدوں اور شرطوں کي شکست ' تمام رشتوں اور ناطوں کا انقطاع ' اور تمام دوستیوں اور محبتوں کا اختتام ہے - اس وقت نہ تو حاکم حاکم ہے نہ پادشاہ پادشاہ ' نہ باپ باپ ہے نہ بھائي بھائي - سب کے آگے تمرد ' سب کے ساتھہ انکار سب کے سامنے سرکشي ' سب کے ساتھہ بغاوت - پہلے جسقدر نرمي تھي ' اتني ھي اب سختي چاھیے ! پہلے جسقدر اعتراف تھا اتنا ھي اب تمرد چاھیے - پہلے جسقدر فرماں برداري تھي ' اتني ھي اب نافرماني مطلوب ہے - پہلے جسقدر جھکاؤ تھا ' اتنا ھي اب غرور ھو - کیونکہ رشتے کٹ گئے اور عہد توڑ ڈالے گئے - رشتہ دراصل ایک ھي تھا اور یہ سب رشتے اسي ایک رشتے کي خاطر تھے - حکم ایک ھي کا تھا ' اور یہ سب اطاعتیں اسي ایک کي اطاعت کیلیے تھیں - جب

ادبیات

آثار علمیۂ خطیہ

مرزا غالب مرحوم کی ایک غیر مطبوعہ غزل (۱)

ممکن نہیں کہ بھول کے بھی آرمیدہ ہوں * میں دشت غم میں آہوے صیاد دیدہ ہوں
ہوں دردمند، جبر ہو یا اختیار ہو * گہ نالۂ کشیدہ گہ اشک چکیدہ ہوں
جاں لب پہ آئی تو بھی نہ شیریں ہوا دہن * از بسکہ تلخی غم ہجراں چشیدہ ہوں
نے سبحہ سے علاقہ نہ ساغر سے واسطہ * میں معرض مثال میں دست بریدہ ہوں
ہوں خاکسار پر نہ کسی سے ہے مجھکو لاگ * نے دانۂ فتادہ ہوں نے دام چیدہ ہوں
جو چاہئے نہیں وہ مری قدر و منزلت * میں یوسف بقیمت اول خریدہ ہوں
ہرگز کسی کے دل میں نہیں ہے مری جگہ * ہوں میں کلام نغز و لے نا شنیدہ ہوں
اہل ورع کے حلقہ میں ہرچند ہوں ذلیل * پر عاصیوں کے زمرہ میں میں برگزیدہ ہوں

پانی سے سگ گزیدہ ڈرے جس طرح (اسد)
ڈرتا ہوں آئینہ سے کہ مردم گزیدہ ہوں

التجائے پروانہ

وہ زمانہ بھی ہے تجھکو یاد، اے شمع حرم؟ * نور کے سایہ میں تیرے جبکہ آسودہ تھے ہم؟
اب مگر تجھہ میں نہیں ہے وہ گداز سیل نم؟ * یا ہمیں میں درد آسا آگئی ہے خوے رم؟

دیدۂ خونناب کی وہ دجلہ باری کیا ہوئی؟
کیا ہوئی راتوں کی میری آہ و زاری کیا ہوئی

تو وہی ہے، اور ترے شعلہ کی رعنائی وہی * عارض روشن کی تیری محفل آرائی وہی
تیرے جلوہ میں نہاں ہے سوز فرمائی وہی * ذرہ افزائی وہی حسن تپش زائی وہی

در خور آہنگ سوزش بال پروانہ نہیں
ورنہ یہ تیری ضیا تو اب بھی بیگانہ نہیں

ہاے وہ دن، جب ترا شعلہ ادھر تھا برق کوش * اور ادھر تھا وقف سوزش خرمن صد صبر و ہوش
طور پرور تھا ادھر گر جلوۂ خورشید جوش * رشک موسی تھا ادھر ہر ذرۂ آئینہ پوش

وہ ہجوم ناز کی ہر لحظ جلوہ تازیاں!
اور وہ انبوہ نیاز عشق کی جانبازیاں!

سینہ جوشش گاہ سیل وسعت آمال تھا * ولولوں کی موج سے ہر قلب مالا مال تھا
یہ سکون نکہت و ذات جو دور از حال تھا * کارگاہ صد تپش آسودہ زیر بال تھا

سوز نغمہ سے غرض معمور تھا ہستی کا ساز
دل مثال آئینہ تھا گریہ بردار گداز

* * *

تجھکو کیا، اک ہم نہیں تو اور پروانے بہت * حسن تیرا چاہیے، مجھہ سے ہیں دیوانے بہت
لطف ساقی ہو تو ساغر اور پیمانے بہت * پردہ داری ہو ترے شب کی تو افسانے بہت

ہر پتنگے میں کہاں لیکن وہ شعلہ باریاں؟
خاک میں اب بھی لگن کے ہونگی کچھہ چنگاریاں!

(نیاز فتحپوری)

(۱) اسکی اصلی سرخی " آثار ادبیۂ خطیہ " ہے لیکن اسکا بلاک اس وقت طیار نہ تھا - آثار علمیۂ خطیہ کا دیدیا گیا -

ہمارے اسلاف کرام کی یہ تعریف کی گئی تھی کہ :

اشداء علی الکفار ، رحماء بینہم !

کافروں کے لیے نہایت سخت ہیں پر آپسمیں نہایت رحم والے اور مہربان !

پر ہم نے اپنی تمام خوبیاں گنوا دیں ، اور دنیا کی مغضوب قوموں کی تمام برائیاں سیکھہ لیں - ہم اپنوں کے آگے سرکش ہوگئے اور غیروں کے سامنے ذلت سے جھکنے لگے - ہم نے اپنے پروردگار کے آگے دست سوال نہیں بڑھایا لیکن بندوں کے دستر خوان کے گرے ہوے ٹکرے چننے لگے - ہم نے شہنشاہ ارض و سما کی خداوندی سے نافرمانی کی مگر زمین کے چند جزیروں کے مالکوں کو اپنا خداوند سمجھہ لیا - ہم پورے دن میں ایک بار بھی خدا کا نام ہیبت اور خوف کے ساتھہ نہیں لیتے ، پر سیکڑوں مرتبہ اپنے غیر مسلم حاکموں کے تصور سے لرزتے اور کانپتے رہتے ہیں !

یا ایہا الانسان ما غرک بربک الکریم ، الذی خلقک فسواک فعدلک ، فی ای صورۃ ما شاء رکبک ، کلا ، بل تکذبون بالدین ، و ان علیکم لحفظین ، کراماً کاتبین ، یعلمون ما تفعلون - ان الابرار لفی نعیم ، و ان الفجار لفی جحیم ، یصلونہا یوم الدین ، و ما ہم عنہا بغائبین ، و ما ادراک ما یوم الدین ؟ ثم ما ادراک ما یوم الدین ؟ یوم لا تملک نفس لنفس شیأ ، و الامر یومئذ للہ ! (۸۲ : ۶)

اے سرکش انسان ! کس چیز نے تجھے اپنے مہربان اور محبت کرنے والے پروردگار کی جناب میں گستاخ کر دیا ہے ؟ وہ کہ اس نے تجھے پیدا کیا ، تیری ساخت درست کی ، تیری خلقت کو اعتدال بخشا ، اور جس صورت میں چاہا تیری شکل کی ترکیب کی ، پھر یہ کس کی وفاداری ہے جس نے تجھے اس سے باغی بنا دیا ہے ؟ نہیں ، اصل یہ ہے کہ تمہیں اسکی حکومت کا یقین ہی نہیں ، حالانکہ تم پر اسکی طرف سے ایسے بزرگ نگرانکار متعین ہیں ، جو تمہارے اعمال کا ہر آن احتساب کرتے رہتے ہیں ، اور تمہارا کوئی فعل بھی انکی نظر سے مخفی نہیں - یاد رکھو کہ ہم نے ناکامی اور کامیابی کی ایک تقسیم کردی ہے - خدا کے اطاعت گذار بندے عزت و مراد اور فتح و کامرانی کے عیش و نشاط میں رہینگے ، اور بدکار و نا فرمان خدا کی پادشاہی کے دن نامرادی و ہلاکت کے عذاب میں مبتلا ہونگے ، جس سے کبھی نکل نہ سکیں گے - یہ خدا کی پادشاہی کا دن کیا ہے ؟ وہ دن جسمیں کوئی کسی کے لیے کچھہ نہ کر سکے گا اور صرف خدا ہی کی اُس دن حکومت ہوگی !

اس سے پہلے کہ خدا کی پادشاہی کا دن نزدیک آے ، کیا بہتر نہیں کہ اسکے لیے ہم اپنے تئیں طیار کرلیں ؟ تاکہ جب اُس کا مقدس دن آے تو ہم یہ کہکر نکال نہ دیے جائیں کہ تم نے غیروں کی حکومت کے آگے خدا کی حکومت کو بھلا دیا تھا ، جاؤ کہ آج خدا کی پادشاہت میں بھی تم بالکل بھلا دیے گئے ہو ! لا بشری یومئذ للمجرمین :

و قیل الیوم ننساکم کما نسیتم لقاء یومکم ہذا ، و ماواکم النار و ما لکم من ناصرین - ذالکم بانکم اتخذتم آیات اللہ ہزواً و غرتکم الحیاۃ الدنیا ، فالیوم لا یخرجون منہا ولا ہم یستعتبون ! (۴۵ : ۳۴)

اور اُس وقت ان سب سے کہا جائگا کہ جس طرح تم نے اِس دن کی حکومت الہی کو بھلا دیا تھا ، آج ہم بھی تم کو بھلا دینگے - تمہارا ٹھکانا آگ کے شعلے ہیں اور کوئی نہیں جو تمہارا مددگار ہو - یہ اس کی سزا ہے کہ تم نے خدا کی آیتوں کی ہنسی اڑائی ، اور دنیا کی زندگی اور اسکے کاموں نے تمہیں دھوکے میں ڈالے رکھا - پس آج نہ تو عذاب سے تم نکالے جاوگے ، اور نہ ہی تمہیں اسکا موقع ملے گا کہ توبہ و استغفار کرکے خدا کو منا لو - کیونکہ اسکا وقت تم نے کھو دیا !

* * *

آج خدا کی حکومت اور انسانی پادشاہتوں میں ایک سخت جنگ برپا ہے - شیطان کا تخت زمین کے سب سے بڑے حصے پر بچھا دیا گیا ہے - اسکے گھرانے کی وراثت اسکے پوجنے والوں میں تقسیم کردی گئی ہے ، اور " دجال " کی فوج ہر طرف پھیل گئی ہے - یہ شیطانی پادشاہتیں چاہتی ہیں کہ خدا کی حکومت کو نیست و نابود کر دیں - انکی دہنی جانب دنیوی لذتوں اور عزتوں کی ایک ساحرانہ جنت ہے ، اور بائیں جانب جسمانی تکلیفوں اور عقوبتوں کی ایک دکھائی دینے والی جہنم بھڑک رہی ہے - جو فرزند آدم خدا کی پادشاہت سے انکار کرتا ہے ، یہ دجال کفر و ظلمت اسپر اپنی جادو کی جنت کا دروازہ کھولدیتے ہیں کہ حق پرستوں کی نظر میں فی الحقیقت خدا کی لعنت اور پھٹکار کی جہنم ہے : لابثین فیہا احقاباً لا یذوقون فیہا برداً و لا شرابا (۷۸ : ۲۳) اور جو خدا کی پادشاہت کا اقرار کرتے ہیں ، انکو اپنی ابلیسی عقوبتوں اور جسمانی سزاؤں کی جہنم میں دھکیل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ : حرقوہ و انصروا الہتکم (۲۱ : ۶۸) مگر فی الحقیقت سچائی کے عاشقوں اور راستبازی کے پرستاروں کیلیے وہ جہنم جہنم نہیں ہے - لذتوں اور راحتوں کی ایک جنۃ النعیم ہے ، کیونکہ انکے لسان ایمان و ایقان کی صدا یہ ہے کہ :

فاقض ما انت قاض ! انما تقضی ہذہ الحیاۃ الدنیا ، انا آمنا بربنا لیغفرلنا خطایانا (۲۰ : ۷۵)

اے دنیوی سزاؤں کی طاقت پر مغرور ہونے والے پادشاہ ! تو جو کچھہ کرنے والا ہے کر گذر ! تو صرف دنیا کی اس زندگی اور گوشت اور خون کے جسم ہی پر حکم چلا سکتا ہے - پس حلا دیکھہ ! ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان لاچکے ہیں تاکہ ہماری خطاؤں کو معاف کرے - تیری دنیاوی سزائیں ہمیں اس کی راہ سے باز نہیں رکھہ سکتیں !

جبکہ یہ سب کچھہ ہو رہا ہے ، اور زمین کے ایک خاص ٹکرے ہی میں نہیں بلکہ اسکے ہر گوشے میں آج یہی مقابلہ جاری ہے ، تو بتلاؤ ، پرستاران دین حنیفی ان دجاجلۂ کفر و شیطنت اور اس حکومت و امر الہی میں سے کس کا ساتھہ دینگے ؟ کیا ان کو اُس آگ کے شعلوں کا ڈر ہے جو دجال کی حکومت اپنے ساتھہ ساتھہ سلگاتی آتی ہے ؟ لیکن کیا انکو معلوم نہیں کہ انکا مورث اعلی کون تھا ؟ دین حنیف کے اولین داعی نے بابل کی ایک ایسی ہی سرکش حکومت کے مقابلے میں خدا کی حکومت کو ترجیح دی ، اور اُسے آگ میں ڈالنے کیلیے شعلے بھڑکاے گئے ، پر اُسکی نظر میں ہلاکت کے وہ شعلے گلزار بہشت کے شگفتہ پھول تھے : قلنا یا نار کونی برداً و سلاماً علی ابراہیم ! (۲۱ : ۶۹)

کیا انکے دلمیں دنیوی لذتوں اور عزتوں کی اُس جھوٹی جنت کی طمع پیدا ہوگئی ہے جسکے فریب باطل سے یہ جنود شیطانی انسانی روح کو فتنہ میں ڈالنا چاہتی ہے ؟ اگر ایسا ہے تو کیا انہیں خبر نہیں کہ مصر کا پادشاہ حکومت الہی کا منکر ہوکر اپنی عظیم الشان گاڑیوں اور بڑی بڑی رتھوں سے اور اُس ملک سے جس پر اسے " رب اعلی " ہونے کا گھمنڈ تھا ، کتنے دن متمتع ہوسکا ؟

ان فرعون علا فی الارض و جعل اہلہا شیعاً یستضعف طائفۃ منہم یذبح ابناءہم و یستحی نساءہم ، انہ کان من

فرعون ارض مصر میں بہت ہی بڑھہ چڑھہ نکلا تھا - اس نے ملک کے باشندوں میں تفریق کرکے الگ الگ گروہ قرار دے رکھے تھے - ان میں سے ایک گروہ بنی اسرائیل کو استقدر کمزور اور بے بس

انکے ماننے میں اُس سے انکار' اور اِنکی وفاداری میں اُس سے بغاوت ہونے لگی' تو جس کے حکم سے رشتہ جوڑا تھا' اُسی کی تلوار نے کاٹ بھی دیا' اور جسکے ہاتھہ نے ملایا تھا' اسی کے ہاتھہ نے الگ بھی کر دیا کہ لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق !

سرور کائنات اور سید المرسلین (صلعم) سے بڑھکر مسلمانوں کا کون آقا ہوسکتا ہے ؟ لیکن خود اُس نے بھی جب عقبہ میں انصار سے بیعت لی' تو فرمایا کہ والطاعة في معروف (۱) میری اطاعت تم پر اُسی وقت تک کیلیے واجب ہے' جب تک کہ میں تم کو نیکی کا حکم دوں - جب اس شہنشاہ کونین کی اطاعت مسلمانوں پر نیکی و معروف کے ساتھہ مشروط ہے تو پھر دنیا میں کون پادشاہ' کونسی حکومت' کون سے پیشوا' کون سے رهنما' اور کونسی قوتیں ایسی ہوسکتی ہیں' جنکی اطاعت ظلم و عدوان کے بعد بھی ہمارے لیے باقی رہے ؟

آدم کی اولاد دو کی محکوم نہیں ہوسکتی - وہ ایک سے ملیگی' دوسرے کو چھوڑیگی - ایک سے جوڑیگی' دوسرے سے کٹیگی - پھر خدا را مجھے بتلاؤ کہ ایک مومن کس کو چھوڑیگا اور کس سے ملیگا ؟ ایک ملک کے دو پادشاہ نہیں ہوسکتے - ایک باقی رهیگا - ایک کو چھوڑنا پڑیگا - پھر مجھے بتلاؤ کہ مومن کی اقلیم دل کس کی پادشاہت قبول کریگی ؟ کیا وہ اس سے ملیگا جسکی حالت یہ ہے کہ :

و يقطعون ما امر الله به ان يوصل ؟ (۲ : ۲۵)

خدا نے جنکو جوڑنے اور ملانے کا حکم دیا ہے وہ اُسے توڑتے اور جدا کرتے ہیں !

کیا اُسکی پادشاہت قبول کریگا جسکی حالت کی تصویر یہ ہے ؟

و يفسدون في الارض' اولائك هم الخاسرون ! (۲ : ۲۵)

وہ دنیا میں فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں اور انجام کار وہی ناکام و نامراد رهینگے !

اور کیا اُسکی پادشاہت سے گردن موڑ لیگا جو پکارتا ہے کہ :

یا ایها الانسان ! ما غرک بربک الکریم ! (۸۲ : ۶)

اے غافل انسان ! کیا ہے جسکے گھمنڈ نے تجھے اپنے مہربان اور پیار کرنے والے آقا سے سرکش بنا دیا ہے ؟

مگر آہ' یہ کیسے ہوسکتا ہے ؟

کیف تکفرون بالله وکنتم امواتا' فاحیاکم' ثم یمیتکم' ثم یحییکم' ثم الیه ترجعون ! (۲ : ۲)

تم اُس شہنشاہ حقیقی کی حکومت سے کیونکر انکار کروگے جس نے تمہیں اُس وقت زندہ کیا جبکہ تم مردہ تھے - وہ تم پر پھر موت طاری کریگا - اسکے بعد دوبارہ زندگی بخشیگا' پھر تم سب اُسی کے پاس بلا لیے جاؤگے !

دنیا اور اسکی پادشاہیاں فانی ہیں - انکے جبروت و جلال کو ایک دن مٹنا ہے - خداے منتقم و قہار کے بھیجے ہوے فرشتہ ہاے عذاب انقلاب و تغیرات کے حربے لیکر اُترنے والے ہیں - اُنکے قلعے مسمار ہوجائینگے - انکی تلواریں کند ہوجائینگی' انکی فوجیں ہلاک ہونگی' انکی توپیں انکو پناہ نہ دینگی - انکے خزانے انکے کام نہ آئینگے - انکی طاقتیں نیست و نابود کردی جائینگی - انکا تاج غرور انکے سر سے اُتر جائیگا - انکا تخت جلال و عظمت واژگوں نظر آئیگا !

و یوم تشقق السماء بالغمام و نزل الملائکة تنزیلا - الملک یومئذ للرحمن و کان یوماً علی الکافرین عسیرا (۲۵ : ۲۸)

اور جس دن آسمان ایک بادل کے ٹکڑے پر سے پھٹ جائیگا' اور اس بادل کے اندر سے فرشتے جوق جوق اُتارے جائینگے - اس دن کسی کی پادشاہت باقی نہ رهیگی - صرف خداے رحمن ہی کی حکومت ہوگی' اور یاد رکھو کہ وہ دن کافروں کیلیے بہت ہی سخت دن ہوگا !!

پھر اُس دن جبکہ رب الافواج اپنے ہزاراں ہزار قدوسیوں کے ساتھہ نمودار ہوگا اور ملکوت السماوات والارض کا نقیب پکاریگا :

لمن الملک الیوم ؟ لله الواحد القهار ! (۴۰ : ۱۶)

آج کے دن کس کی پادشاہی ہے ؟ کسی کی نہیں' صرف خداے واحد و قہار کی !!

تو اس وقت کیا عالم ہوگا اُن انسانوں کا' جنہوں نے پادشاہ ارض و سماء کو چھوڑ کر مٹی کے تودوں کو اپنا پادشاہ بنا لیا ہے' اور انکے حکموں کی اطاعت کو خدا کے حکموں کی اطاعت پر ترجیح دیتے ہیں ؟ آہ اُس دن وہ کہاں جائینگے جنہوں نے انسانوں سے صلح کرنے کیلیے خدا سے جنگ کی' اور اپنے اُس ایک ہی آقا کو ہمیشہ اپنے سے روٹھا ہوا رکھا ؟ وہ پکارینگے پر جواب نہ دیا جائیگا - وہ فریاد کرینگے پر سنی نہ جائیگی وہ توبہ کرینگے پر قبول نہ ہوگی - وہ نادم ہونگے پر ندامت کام نہ دیگی !

اے انسان ! اُس دن کیلیے تجھہ پر افسوس ہے ! ویل یومئذ للمکذبین (۸۶ : ۱۵)

وقیل ادعوا شرکاءکم فلم یستجیبوا لهم !

انسے کہا جائیگا کہ اب اپنے اُن خداوندوں اور حاکموں کو پکارو جنکو تم خدا کی طرح مانتے تھے اور خدا کی طرح اُنسے ڈرتے تھے - وہ پکارینگے' پر کچھہ جواب نہ پائینگے !

پس وہ معلم الہی' وہ داعی ربانی' وہ مبشر و منذر' وہ رحمة للعالمین' وہ محبوب رب العالمین' وہ سلطان کونین' آگے بڑھیگا' اور حضور خداوندی میں عرض کریگا :

وقال الرسول :- یا رب ان قومی اتخذوا هذا القران مهجورا ! (۲۵ : ۳۲)

اے پروردگار ! افسوس ہے کہ میری اُمت نے قرآن کی ہدایتوں اور تعلیموں پر عمل نہ کیا اور اس سے اپنا رشتہ کاٹ لیا - اسی کا یہ نتیجہ ہے جو وہ آج بھگت رہے ہیں !

اللهم صل وسلم علیه وعلی اله و صحبه و اتباعه الی یوم الدین !

* * *

پس سفر سے پہلے زاد راہ کی فکر کرلو ! اور طوفان سے پہلے کشتی بنا لو - کیونکہ سفر نزدیک ہے' اور طوفان کے آثار ظاہر ہوگئے ہیں : جنکے پاس زاد راہ نہوگا وہ بھوکے مرینگے' اور جنکے پاس کشتی نہوگی وہ سیلاب میں غرق ہو جائینگے - جب تم دیکھتے ہو کہ مطلع غبار آلود ہوا اور دن کی روشنی بدلیوں میں چھپ گئی' تو تم سمجھتے ہو کہ برق و باراں کا وقت آ گیا - پھر تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ دنیا کی امن و سلامتی کا مطلع غبار آلود ہو رہا ہے' دین الہی کی روشنی ظلمت کفر و طغیان میں چھپ رہی ہے' مگر تم یقین نہیں کرتے کہ موسم بدلنے والا ہے' اور طیار نہیں ہوتے کہ انسانی پادشاہتوں سے کٹ کر خدا کی پادشاہت کے مطیع ہو جاؤ ؟ کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا کے تخت جلال کی منادی پھر بلند ہو' اور اسکی زمین صرف اسی کیلیے ہو جاے' حتی لا تکون فتنة و یکون الدین لله (۲ : ۱۸۹) ؟

* * *

آہ ! ہم بہت سوچکے اور غفلت و سرشاری کی انتہا ہوچکی ہم نے اپنے خالق سے ہمیشہ غرور کیا لیکن مخلوقوں کے سامنے کبھی بھی فروتنی سے نہ شرماے - ہمارا وصف یہ بتلایا گیا تھا کہ :

اذلة علی المومنین اعزة علی الکافرین ! (۵ : ۵۷)

مومنوں کے ساتھہ نہایت عاجز و نرم مگر کافروں کے مقابلے میں نہایت مغرور و سخت -

---

(تصحیح) پہلے فارم کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ عربی ناتصحیح جلد خامس میں کئی غلطیاں رهگئی ہیں - دوسرے صفحہ - سطر ۳۲ میں " یستوی فی ذلک جمیع البلاد " ہے - حالانکہ " جمیع " کا لفظ اوپر کی سطر کیلیے پروف میں لکھا تھا گیا جو وہاں دیدیا گیا - اصلی عبارت یوں ہے : تستوی فی ذالک البلاد الاسلامیه -

مقالات

باب التفسیر : قسم علمی

اختلاف الوان

صفحة من علم الحیوان

(۲)

هم نے گذشته نمبر میں قرآن کریم کی وہ آیتیں جمع کردی تهیں جن میں رنگوں کے اختلاف و ظهور کی طرف اشارہ کیا ہے - اور آخر میں حسب ذیل نتائج اخذ کیے تهے :

(۱) قرآن کریم کی آیات سے واضح هوتا ہے که مثل اور بے شمار مظاهر خلقت کے رنگتوں کا اختلاف بهی خدا کی قدرت کی ایک بہت بڑی نشانی ہے -

(۲) اختلاف الوان کے اندر قدرت الهی کی حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ هیں جنکو صاحبان عقل و فکر هی سمجهہ سکتے هیں -

(۳) اختلاف الوان ایک قانون ہے جو هر نوع میں جاری و ساری ہے - پس یه کیسے هوسکتا ہے که ایک ایسا عام ظهور مصالح و اسرار پر مبنی نہو ' جبکه قدرت الہیه کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ؟

اسکے بعد هم نے لکها تها که شارحین علم کی تحقیقات اس بارے میں معلوم کرنی چاهیے که وہ اختلاف الوان کو کس نظر سے دیکهتے هیں ؟

اب هم صرف حیوانات کی رنگتوں کے اختلاف پر نظر ڈالینگے -

(اختلاف الوان اور علم الحیوان)

یه مسئله علم الحیات (بایو لوجی) اور علم الحیوانات (زوا لوجی) کا مشترک موضوع ہے -

جسقدر تحقیقات اس وقت تک هوئی هیں وہ گو ایک مرتب صورت میں مدون کردی گئی هیں ' تاهم انهیں ابتدائی درجه سے آگے بڑهنے کا موقع نہیں ملا ہے ' کیونکه مقاصد و علل کا بہت کم حصه سامنے آیا ہے اور بہت بڑا میدان ابهی باقی ہے -

علماے " وظائف الاعضا " (فزی یوا لوجی) کے ایک گروہ کی تحقیقات یه ہے که حیوانات میں اختلاف الوان محض فزی یوا لوجیکل اسباب سے پیدا هوا ہے ' اور اسمیں قدرت کے کسی ارادے اور قصد یا تقدیر و تخمین کو دخل نہیں ہے (فزی یوا لوجی کا صحیح ترجمه " علم وظائف الاعضا " ہے - " فزی یوا لوجیکل اسباب " یعنی وہ اسباب و موثرات جنکا تعلق علم وظائف الاعضا سے ہے) پس هم ذیل انکی تحقیقات کا خلاصه درج کرتے هیں :

(فزی یوا لوجیکل اسباب)

" مادی اشیاء خواہ وہ حیوانات هوں یا نباتات و جمادات " انکے لیے اکثر حالتوں میں رنگ لازمی ہے حیوانات اور نباتات ایک طرف رہے جمادات میں بهی بمشکل کوئی ایسی مثال ملیگی جسکا پانی اور بعض خاص غازوں (گیس) کی طرح کوئی خاص رنگ نه هو - چونکه تمام حیوانات اور نباتات کے جسم جمادات سے مرکب هیں ' اسلیے طبیعی طور پر انکے جسموں میں ان جمادات کے رنگوں کا موجود هونا ضروری ہے - البته هماری آنکهوں کو صرف وهی رنگ نظر آتا ہے جو جسم کی بالائی سطح سے قریب هوتا ہے - مگر جب کسی جسم کی تشریح کی جاتی ہے تو اسمیں ان تمام جمادات کے رنگ یا انکے آثار نظر آجاتے هیں جنسے انکا قوام مرکب هوتا ہے -

علم الحیات کی اصطلاح میں حیوانات کی ایک قسم پروٹوزوا (Protozoa) (۱) یا حیوانات اولی ہے - جس قسم کے حیوانات پر اس اصطلاح کا اطلاق هوتا ہے انکی نسبت ایک اهم سوال یه ہے که کیا در حقیقت وہ سلسلۂ حیوانات کا اولین حلقه هیں یا ان سے پہلے بهی کوئی اور کڑی هونی چاهیے ؟ قطعی جواب تو اسکا کوئی نہیں دیا گیا اور غالباً دیا بهی نہیں جا سکتا - البته به معلومات موجودہ یه مسلم ہے که اس وقت تک جسقدر حیوانات دریافت هوے هیں ' ان سب میں بسیط ترین اور اولین حیوان یہی هیں -

ان حیوانات کے جسم سے ایک خاص قسم کا لیس دار مادہ نکلتا ہے - اس مادہ سے جب بالو کے ذرہ ملتے هیں تو فوراً چپک جاتے هیں اور ان سے ایک خول (کیس) سا تیار هوجاتا ہے - عموماً اس خول کا رنگ حیوان کے جسم کا رنگ سمجها جاتا ہے - غور کرو که اسمیں رنگ کس شے کا هوگا ؟ ظاهر ہے که بالو کے علاوہ اور کسی شے کا نہیں هوسکتا -

حیوانات کے ظاهری اعضاء کی طرح اندرونی اعضاء کے رنگ بهی مختلف هوتے هیں - مثلاً جگر کا رنگ اور ہے آنتوں کا اور ' دل کا رنگ ایک ہے اور گردہ کا دوسرا - وهلم جرا - مگر ظاهری اعضاء کی طرح انکے رنگوں کا اختلاف بهی فزیا لوجیکل اسباب هی کا نتیجه ہے - چنانچه انکی کیمیاوی تشریح کے نتائج اسکی تشفی بخش شہادت دیتے هیں " انتهی

(تحقیق مزید)

یہاں تک علم وظائف الاعضا کی اس جماعت کے بیان کا خلاصه تها جو کہتی ہے که اختلاف الوان محض حیوانات کی جسمانی ترکیب کا ایک اتفاقی نتیجه ہے - اسمیں فطرة کے کسی خاص ارادہ اور مقصد کو دخل نہیں -

لیکن اگر اس تحقیق کو تسلیم کرلیا جاے تو اسکے معنی یه هونگے که قرآن کریم کا اختلاف الوان کو قدرت الہی کی ایک نشانی قرار دینا اور بار بار " ان فی ذالك لایات لقوم یتفکرون " ' " ان فی ذالك لایات للعالمین " اور " ان فی ذالك لذکری لاولی الالباب " کہنا (نعوذ بالله) بالکل باطل ہے ' کیونکه نشانی وهی چیز

(۱) " پروٹوزوا " کا مایۂ ترکیب دو یونانی لفظ (Protos) اور (Zoa) هیں جنکے معنی علی الترتیب " ابتدائی " اور " حیوان " هیں - عربی میں پروٹوزوا کا ترجمه " حیوانات اولی " هوا ہے جو اس اصطلاح کے ٹهیک لفظی معنی هیں -

المفسدین - و نرید ان نمـــن علی الـذیـــن استضعفـوا فی الارض و نجعلهم ائمة و نجعلهم الوراثین - و یمکن لهـم فی الارض و نری فرعون و هامان و جنـــودهمـا منهم ما کانوا یحذ رون - (۲۸ : ۳)

سمجهه رکها تها که انکے فرزندوں کو قتل کرتا اور انکے اعراض و ناموس کو برباد کرتا - اسمیں شک نہیں که وہ زمین کے مفسدوں میں سے بڑا هي مفسد تها - لیکن با این همه همارا فیصلہ یہ تها که جو قوم اس کے ملک میں سب سے زیادہ کمزور سمجهي گئي تهي ' اسي پر احسان کریں ' اُسي قوم کے لوگوں کو وهاں کي سرداري و ریاست بخشیں ' اُنهی کو وهانکي سلطنت کا وارث بنائیں ' اور انهي کي حکومت کو تمام ملک میں قائم کرا دیں - اس سے همارا مقصد یہ تها فرعون و هامان اور اسکے لشکر کو جس ضعیف قوم کي طرف سے بغاوت و خروج کا کهٹکا لگا رهتا تها ' اسي کے هاتهوں انکے ظلم و استبداد کا نتیجه انکے آگے آئے !

* * *

مسلمانو ! کیا متاع آخرة بیچ کر دنیا کے چند خزف ریزوں پر قناعت کي خواهش هے ؟ کیا الله کي حکومت سے باغي رهکر دنیا کي حکومتوں سے صلح کرنے کا اراده هے ؟ کیا نقد حیات ابدي بیچکر معیشت چند روزه کا سامان کررهے هو ؟ کیا تمهیں یقین نہیں که :

ما هذه الحیاة الدنیـــا الا لهو و لعـــب ' و ان الـــدار الاخـــرة لهی الحیوان (۲۹ :)

یہ دنیا کي زندگي (جو تعلق الهي سے خالي هے) اسکے سوا اور کیا هے که فاني خواهشوں کے بہلانے کا ایک کهیل هے ؟ اصلي زندگي تو آخرة هي کي زندگي هے جسکے لیے اس زندگي کو طیار کرنا چاهیے -

اگر تم صرف دنیا هي کے طالب هو ' جب بهي اپنے خدا کو نه چهوڑو - کیونکه وہ دنیا و آخرت دونوں بخشنے کیلیے طیار هے - تم کیوں صرف ایک هي پر قناعت کرتے هو ؟

و من کان یرید ثواب الدنیا فعند الله ثواب الدنیا و الاخرہ (۴ : ۱۳۳)

اور جو شخص دنیا کي بهتري کا طالب هے ' اس سے کہو که صرف دنیا هي کیلیے کیوں هلاک هوتا هے ؟ حالانکه خدا تو دنیا اور آخرة دونوں کي بهتري دیسکتا هے - وہ خدا کے پاس آئے اور آخرة کے ساتهه دنیا کو بهي لے !

مسلمانو ! پکارنے والا پکار رها هے که اب بهي خداے قدوس کي سرکشي و نافرماني سے باز آجاؤ ' اور پادشاه ارض و سماء کو اپنے سے روٹها هوا نه چهوڑو ' جسکے روٹهنے کے بعد زمین و آسمان کی کوئي هستي بهي تم سے من نہیں سکتي ! اس سے بغاوت نکرو ' بلکه دنیا کي تمام طاقتوں سے باغي هوکر صرف اسي کے وفادار هوجاؤ '

پهر کوئي هے جو اس آواز پر کان دهرے ؟ فهل من مستمع ؟ آسماني پادشاهت کے ملائکۂ مکرمین اور قدوسیان مقربین اپنے نوراني پروں کو پهیلاے هوے اُس راست باز روح کو ڈهونڈه رهے هیں جو مخلوق کي پادشاهت چهوڑکر خالق کي حکومت میں بسنا چاهتي هے - کون هے جو اُس پاک مسکن کا طالب هو ' اور پاکباز روحوں کي طرح پکار اٹهے که :

ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم ' فآمنا - ربنـــا فاغفرلنا ذنوبنا و کفر عنا سیاتنا و توفنا مع الابرار ! ربنا و آتنا ما وعدتنـــا علی رسلک و لا تخزنا یوم القیامـــة ' انـــک لا تخلف المیعـاد ! ! (۳ : ۱۹۰)

اے همارے حقیقي پادشاه ! هم نے ایک پکارنے والے کي آواز سني جو تیري پادشاهت کي آواز دے رها تها - اے همارے ایک هي پادشاه ! هم نے تیري پادشاهت قبول کي پس همارے گناه معاف کر ! همارے عیوب پر پرده ڈال ! اپنے نیک بندوں کي معیت میں همارا خاتمه کر ! تو نے اپنے منادي کرنے والوں کي زباني هم سے جو وعدے کیے تهے ' وہ پورے کر ! اور اپني آخري پادشاهت میں همیں ذلیل و خوار نکر که تو اپنے وعدوں سے کبهی ٹلتا نہیں ! !

زمینـــدار کـی اپیـــل

گذشته هفته کي اشاعت میں قارئین کرام یہ خبر پڑهچکے هیں که " زمیندار پریس " لاهور کی اپیل کا فیصلہ هوگیا - ضمانت اور ضبطي ' دونوں کي اپیلیں نا منظور هوئیں -

اس خبر کو سنکر نه تو همیں افسوس هوا اور نه تعجب - هم نے اسکو سنا اور بالکل اسي سنجیدگي اور اطمینان کے ساتهه سنا جس طرح ایک عامة الورود اور متوقع واقعه کي خبر کو سننا چاهیے - تعجب همیشه اس واقعه پر هوتا هے جو توقع کے خلاف هو ' اور شکایت اُسي وقت آتي هے جب امید آگے جاچکي هو - لیکن جبکه توقع پیدا هي نه هوئي تو تعجب کس بات پر کیا جاے ؟ اور جهاں امید نے قدم نہیں رکها وهاں اسکے جانے کا صدمه کیوں هو ؟ نظائر و نتائج کا وافر ذخیره همارے سامنے موجود هے ' اور وہ اس درس حقیقت کیلیے کافي هے که بحالت موجوده همیں کیا توقعات رکهني چاهییں ؟ هندوستان اپني سیر حیات اور دوران بقاؤ ممات کي جس منزل سے گذر رها هے ' وہ دنیا میں همیشه قوموں اور ملکوں کو پیش آچکي هے ' اور همارا معامله نیا نہیں هے - اس منزل کے سوانح تاریخ میں بهي پڑهے جاسکتے هیں جبکه وہ گذشته حکایتیں سناتي هے اور موجوده عهد کے واقعات میں بهي دیکها جاسکتا هے جو دنیا کے مختلف حصوں میں پیش آرهے هیں - یہ منزل پہلي هے جهاں پهنچکر آینده منزلوں کیلیے طیار هونا چاهیے - پہلي منزل هي کے مشاهدات سے کے همت هوکر رهروان مقصود کو گریز نہیں کرنا چاهیے

اس منزل میں پهنچکر توقعات کا پیمانه اولٹ دیا جاتا هے اور اُمیدیں یکسر منقلب هوجاتي هیں - یهاں جسقدر بهي ناکامي و مایوسي اور سخط و مشار هو ' عین متوقع اور بالکل امیدوں کے مطابق هے ' اور جب کبهي حق و حقیقت کي صورت نظر آجاے ' بالکل خلاف توقع اور محض غیر مترقبه هے - پہلي صورت کو پوري سنجیدگي کے ساتهه جهیلنا چاهیے ' مگر دوسري حالت پر تعجب و حیرت کرنا چاهیے !

پس اگر تم دیکهو که کلکته هائي کورٹ میں رساله مظالم مدریه کا مقدمه نا کام رها تو تم کو بالکل متعجب نه هونا چاهیے کیونکه دراصـل ایسا هي هونا چاهیے تها - لیکن جب تم چیف جسٹس کي اُس راے کو پڑهو جو پریس ایکٹ کے متعلق دي گئي هے ' تو سخت تعجب کرو کیونکه یہ بالکل توقع کے خلاف هے !

اسي طرح اگر نرمل کانت کلکته هائي کورٹ سے رهائي پاگیا تو یہ بالکل خلاف توقع هے - لیکن اگر زمیندار کي اپیل چیف کورٹ لاهور میں نا منظور کردي گئی تو یہ بالکل ٹهیک هے ' اور کوئي وجه نہیں که اسپر تعجب کیا جاے کیونکه ایسا هی هونا بهي چاهیے تها :

و ما تخفي صدور هم اکبر ' قد بینا لکم الایات ان کنتم مومنین !

پس همیں زمیندار کي اپیل کے خارج هوے پر ذرا بهي تعجب نہیں هے اور نه اس سے هماري تاسف انگیز معلومات میں کوئي اضافه هوا هے - جب پریس ایکٹ کے تسلط و احاطۂ مستبدانه کے آگے کلکته هائي کورٹ کي شاندار عدالتي روایات بهي کچهه کام نه دیسکیں ' اور وہ جماعت جس کے گورنمنٹ هند کے ایک کرور روپیه سے زیاده قیمت کے مقدمات کو انصاف اور حقیقت کے آگے کوئي چیز نه سمجها تها ' بالکل مجبور هوگئي که پریس ایکٹ کے ایک محض بے قیمت عمل کے آگے اپني بے بسي کا اعتراف کرے ' تو پهر ظاهر هے که اور عدالتوں سے کیا امید هوسکتي هے ؟

البته نهایت ضروري هے که واقعات مقدمه پر تفصیل و بسط سے نظر ڈالي جاے ' کیونکه وہ بهت هي عجیب هیں ' اور کامیابي و ناکامي سے قطع نظر ' جس طریقه سے اثبات جرم کا کام لیا گیا هے ' اسکا اثر نهایت وسیع اور مخدوش هے - هم انشاء الله تفصیلي نظر ڈالنے سے باز نہیں رهینگے -

جب حیوانات اُن حصوں میں رهنے لگے تو قانون مطابقة نے جس طرح انکي تمام جسماني حالت اور قوی کو انکے وسط (گرد و پیش) کے مطابق بنا دیا " اسي طرح ضرور تها که انکي رنگت بهي انکے وسط کے مطابق هوتي - کیونکه قانو... مطابقة هر جسماني انفعال پر موثر هے -

چنانچه تحقیقات سے نظر آتا هے که ایسا هي هوا - حیوانات کي ایک بهت بڑي تعداد کے متعلق ثابت هوچکا هے که انکے جسم کي رنگت بعینه ویسي هے ' جیسي رنگت انکے گرد و پیش کے درختوں ' پهولوں ' پتوں ' پتهر اور زمین کي هے - یا اُن طبیعي موجودات کي هے جنسے وه خطه گهرا هوا هے - علماء نشوؤ ارتقاء نے اس حالت کو ایک خاص موثر طبیعي تسلیم کیا هے - وه کهتے هیں که یه " مماثلت وسط " هے - یعنے گرد و پیش کے مطابق حیوانات کے جسم کے رنگ کا بهي هونا -

مثلاً شیر نیستان میں رهتا هے - اسکا اصلي وطن وهی هے گو وه کسي غار کے اندر یا دریا کے کنارے بهي لیٹا هوا نظر آجاے - پس اُسی لیے اسکی کهال کے بالوں کا رنگ دهاري دار ' خاکی ' یا مٹیالا هوتا هے -

بعض شیر ایسے هیں جو ریگستان میں رهتے هیں - ریت کی رنگت تمهیں معلوم هے - پس انکے جسم کی رنگت بهی گرد آلود ' زردي مائل ' اور بالکل ریت کی سی هوتی هے !

قطب شمالی کی دب کی رنگت دیکهی گئی هے که بالکل سفید هوتي هے ' کیونکه اسکے وطن کی زمین همیشه برف سے سفید رهتی هے - اسی طرح بے شمار پرند هیں جو درختوں میں آشیانے بناتے هیں ' اور انکی رنگت بالکل ان پتوں کی سی هوتی هے جو ان درختوں کي شاخوں میں لگتے هیں -

یه مماثلت خواة حیوانات اولی (Protozoa) کے لیس دار جسم کے ساتهه خارجي اجزاء ارضیه کے ملجانے کا نتیجه هو جیسا که علماء وظائف الاعضا کا قول اوپر گذرچکا هے ' یا کسي مخفي قانون طبیعي کا نتیجه هو جیسا که بحمد الله همارا اعتقاد هے ' مگر بهرحال قانون نشو و ارتقا کے علما تسلیم کرتے هیں که اسکے اندر بعض بیش بها منافع اور حکمتیں نظر آتي هیں !

از انجمله ایک حکمت جس تک فهم انساني دسترس پاسکی یه هے که یه مماثلت حیوانات کي زندگي کے بقا اور دشمنوں سے حفظ کا ایک بهت بڑا وسیله هے - یه اگر نه هوتي تو هزارها حیوانات دنیا سے نابود هوجاتے - اس مماثلت کي وجه سے وه اپنے دشمنوں اور اپنے سے قوي تر حیوانات کي نظروں سے پوشیده هوجاتے هیں - کیونکه انکي رنگت اور انکے گرد و پیش کے اشیا کي رنگت ایک هي هے ' اسلیے انکے دشمن کي نظریں انکے وجود کو ارد گرد کي چیزوں سے الگ کرکے نهیں دیکهه سکتیں اور وه انکے حملے سے محفوظ رهجاتے هیں - گویا رنگت انکے لیے ایک بهترین کمین گاه کا کام دیتي هے !

برفستان کے اندر ان جانوروں کو دیکهه لینا کسقدر مشکل هے جنکي رنگت کي سفیدي اور برف کي سفیدي میں کچهه فرق نهیں ؟ ریگستان کے اندر ان جانوروں کو کیونکر دور سے پهنچانا جاسکتا هے جو ریت کے کسي ٹیلي کے ساتهه لگ کر لیٹ گئے هیں ' اور انکي کهال بالکل اسي رنگ کي هے ' جو رنگت که ریت کي هوتي هے ؟

اسکا صحیح اندازه ان لوگوں کو هوسکتا هے جو شکار کے شائق هیں اور بسا اوقات جنگلوں میں سانپ کي نکلي هوئي دم کو ایک خوشنما اور رنگین پته سمجهه کر پکڑ لیا هے ' حالانکه وه اُس رنگت والي جلد کا سانپ تها ' جس رنگت کے پتوں اور گهانس سے جنگل کا وه ٹکڑا بهرا هوا هے !

یه دنیا تنازع للبقا (Struggle for Existence) کا میدان کارزار هے ' اور هر حیوان اپنے دشمنوں کي بڑي بڑي صفیں اپنے سامنے دیکهتا هے جو اسکے قرب و جوار هي میں پهیلي هوئي هیں ' یا اس فضا میں اڑتي پهرتي هیں جو اسکے اوپر پهیلا هوا هے - پس غور کرو که اگر ان حیوانات کي رنگت اُس زمین اور وسط کے مطابق نه هوتي جسمیں وه رهتے هیں ' تو انکے لیے اپنے گهروں سے نکلکر تلاش غذا میں پهرنا اور زنده رهنا کسقدر مشکل هو جاتا ؟ لیکن قدرت الهیه اور حکمت ربانیه نے انکي رنگت کو انکے وسط کي رنگت کے مثل بناکر انهیں دشمنوں کی نظروں سے آڑ میں کردیا - وه نکلتے هیں ' زمین پر پهرتے هیں ' ایک درخت سے اڑکر دوسرے درخت پر جاتے هیں ' مگر انکے دشمن اکثر اوقات پهچان نهیں سکتے - وه کبهي درخت کي شاخ یا مٹي کے ٹیلے کے ساتهه لگ کر چهپ جاتے هیں ' اور انکا رنگ ان چیزوں کے ساتهه ملکر دشمنوں کي نظروں کو دهوکا دیدیتا هے : ان في ذالک لایات لقوم یتفکرون !

یه مماثلت کیونکر پیدا هوتي هے ؟

اگر ایک طبیعیانه مذاق رکهنے والا قدرت کي نوازش و مهرباني کے علاوه کسي دوسرے جواب کا بهي طالب هو تو اسکا جواب یه که ان حیوانات میں پہلے وه تمام رنگ پیدا هوے جنهیں علم وظائف الاعضاء کے قاعده سے پیدا هونا چاهیے تها ' مگر بعد کو انتخاب طبیعي کا عمل شروع هوا جسکے معني یه هیں که فطرة صرف قوي ' موافق ' مناسب ' موزوں ' اور صحیح و سالم چیزوں هي کو باقي رهنے دیتي هے اور نشو و نما کیلیے چهانٹ لیتی هے - باقي معدوم و نابود هوجاتے هیں - پس یه انتخاب جب نافذ هوا تو صرف وهي رنگ رهگئے جو انکے وسط و محیط کے مناسب تهے ' اور بقیه رنگ بهت سے اعضاء کي طرح ناپید هوگئے -

(انتخاب جنسي)

اِس سے بهي بڑهکر اختلاف الوان کے مصالح و اسرار کا سراغ اُس نظریه سے لگتا هے جسے انتخاب جنسي (Sexual Selection) کهتے هیں -

خواه اسباب کچهه هوں ' مگر واقعه یه هے که هر قسم کے حیوانات کي خاص خاص اور الگ الگ غذائیں هیں - علم وظائف الاعضاء کي رو سے جسم پر جن چیزوں کا اثر پڑتا هے ' انمیں ایک بهت بڑي شے غذا بهي هے - غذا کا اثر رنگ پر بهي پڑتا هے جو بقدر استعداد طبیعي کم و بیش هوتا رهتا هے -

چنانچه دیکها گیا هے که حیوانات کي غذاؤں کے رنگ اگر روشن هیں تو خود انکے جسم کے رنگ بهي روشن هیں - اگر غذا کا رنگ تاریک هے تو خود انکا رنگ بهي تاریک هے -

مثلاً طوطا زیاده تر پهل کهاتا هے ' اسلیے اسکا قیام پهل والے درختوں میں رهتا هے - درختوں کے رنگ عموماً روشن هوتے هیں اسلیے اسکا رنگ بهی روشن هے - یا بعض قسم کي مکهیاں هیں جو اصطبلوں میں رهتي هیں - چونکه وه نجاست پر زندگي بسر کرتي هیں جسکا رنگ تاریک هوتا هے ' اسلیے خود اُنکا رنگ بهي تاریک هو جاتا هے -

ایک عرصے کے استعمال سے جانوروں کو اپني غذاؤں کے رنگ سے ایک خاص قسم کي موانست و الفت پیدا هو جاتي هے ' اسلیے جب ان کي تناسلي خواهش میں حرکت هوتي هے تو وه دوسري جنس کے انهیں افراد کی طرف بالطبع زیاده مائل هوتے هیں جنمیں

هوسکتي هے جسکے اندر خلقت قدرت و فطرة کے اسرار و حکم اور معارف و مصالح پوشیده هوں ' لیکن اگر وہ محض حیوانات کے جسماني حالات کا ایک ایسا نتیجه هے جسمیں فطرة کے کسي خاص مقصد اور غرض کو دخل نهیں ' تو اسکے وجود و حکمت کي نشاني کیونکر هوسکتي هے ؟

به حیثیت مسلمان هونے کے هم اس تحقیق پر قانع نهیں هوسکتے ' کیونکه همارا اعتقاد یه هے که " ربنا ! ما خلقت هذا باطلا ! " خدایا ! تونے اس عالم کائنات کي کوئي چیز بهي بغیر کسي مقصد و مصلحت کے نهیں بنائي هے - اور هم کو بتلایا گیا هے که : وما خلقنا السماء و الارض و ما بینهما لاعبین (۲۰ : ۱۶)

پس هماري تشفي صرف وهي علم کرسکتا هے ' جو قدرت کے اسرار خلقت کو هم پر منکشف کردے - هماري کتاب هدایت نے هم کو ایسي هي تحقیقات کا عادي بنایا هے ' اور همارا معیار علم به حیثیت حامل قران هونے کے اس بارے میں حاملین علم سے بهت ارفع و اعلی هے - فتعالی الله عما یقولون : ما لهم بذلک من علم ان هم الا یظنون ! (۴۵ : ۳۰) بل هم فی شک یلعبون ! (۴۴ : ۹)

(قانون مقایسه)

خود علماے حیوانات و علم الحیات هي نے همیں یه بتلایا هے که جاندار چیزوں کي بالیدگي ایک عام قانون کے ماتحت هوتي هے جسکو " موازنه " یا " مقایسه " کهسکتے هیں - یعنے مختلف اشیا کو باهم قیاس میں لانا اور انکا موازنه کرنا - یه قانون جسطرح حیوانات کے قد ' حجم ' اور اندروني ساخت میں نافذ هے ' بالکل اسیطرح رنگ میں بهي جاري هے - چنانچه جب هم مختلف اللون حیوانات کو غور سے دیکهتے هیں ' تو انکي رنگا رنگي اسي قانون کے ماتحت نظر آتي هے -

اگر ایک جانور کے دهنے بازو پر کوئي خاص رنگین خط یا گل هے تو ضرور هے که دوسرے بازو پر بهي بعینه ' اسي جگه ' ویسا هي رنگ هوگا ' کیونکه دونوں بازوؤں کا خمیر ایک هي قسم اور ایک هي مقدار کے مادے سے بنا هے -

شیر اور چیتے کے جسم کو دیکهو - مور کے پروں کا مطالعه کرو - کس نظام و ترتیب اور تناسب و تقابل کے ساتهه ایک بهتر سے بهتر نقاش کي طرح نقاشي کي گئي جس سے زیاده متناسب اور با قاعده نقش و نگار هو نهیں سکتے - مختلف قسم کے هوائي پرندوں پر نظر ڈالو ' اور ان چهوٹي چهوٹي تتلیوں کو دیکهو جو شام کو اڑتي هوئي دیواروں پر آکر بیٹهه جاتی هیں ! انکے پروں میں نقش و نگار رنگین کا نمود کیسا باقاعده ' کیسا منظم ' کیسا مرتب ' کس درجه با اصول هے ؟ ایک معمولي نقاش چند لکیریں بهي کهینچتا هے تو کسی نه کسی تصویر و نقش کے مقصد اپنے کو سامنے رکهتا هے - پهر کیا قدرت کي اتنی بڑي نقاشي محض ایک بے قصد و مقصد اتفاق اور ترکیب جسمي هي کا نتیجه هے اور کوئی غرض اور کوئي حکمت اسمیں پوشیده نهیں ؟ هل عندکم من علم فتخرجوه لنا ؟ (۶ : ۱۴۸) فما لکم کیف تحکمون ؟ (۱۰ : ۴۵) و یجعلون لله ما یکرهون ؟ (۱۶ : ۶۲)

علماے حیوانات قانون مقایسه کو رنگوں میں ایک باقاعده موثر قانون تسلیم کرتے هیں اور کهتے هیں که اگر شیر کے خطوط میں ایک محسوس تسویه اور نظام محفوظ هوتا هے ' تو اسکي وجه صرف یهي قانون هے جسکے سبب سے اسکے دونوں پهلوؤں میں مماثلت و مشابهت نظر آتي هے -

بیشک ' بعض مثالیں ایسي بهي ملینگي جهاں یه قانون بظاهر غیر موثر نظر آئیگا ' لیکن جب زیاده دقت نظر سے کام لیا جائیگا تو معلوم هو جائیگا که در اصل وهاں بهي یه قانون محفوظ هے مگر کسي غیر طبیعي سبب سے (مثلاً مختلف قسموں کے باهمي اختلاط سے ' یا گرد و پیش کے بعض موثرات خارجیه سے ' یا بعض عوارض او انکے توارث وغیره سے) یه حالت پیدا هوگئي هے -

(مماثلت وسط)

پس هم تلاش و جستجو میں آگے بڑهتے هیں ' اور علم الحیوانات کي بلند تر تحقیقات و معلومات کو ڈهونڈهتے هیں - همارے سامنے محققین فائزین کا ایک گروه آتا هے جس نے اسرار الوان کا غائر تر نظر سے مطالعه کیا هے ' اور اسے محض فزیالوجیکل موثرات کا نتیجهٔ بے قصد سمجهه لینے پر هماري طرح قانع نهیں هے - اس بارے میں همیں سب سے زیاده مشهور معلم ' چارلس ڈارون کا ممنون هونا چاهیے جس نے اپنے سفر امریکه کے جمع کرده جانوروں کے متعلق تحقیقات کرتے هوے اس موضوع کي طرف اشاره کیا ' اسکے بعد بعض حکماء حال هیں جو علم الحیوانات کي تحقیق طلب راهوں میں تلاش منزل مقصود کیلیے تگ و دو کر رهے هیں -

قانون نشو و ارتقا یا ڈارون ازم کا ایک بنیادي مسئله (Felealogy) هے جس کا ترجمه " قانون مطابقة " کیا گیا هے ' اور " تاثرات وسط " سے بهي اسے تعبیر کرتے هیں - الهلال جلد ۳ نمبر ۲۴ میں ڈاکٹر رسل ویلس پر مضمون لکهتے هوے هم اس قانون کي تشریح کرچکے هیں -

مختصر لفظوں میں اسکا خلاصه یه هے که حیوانات پر انکے گرد و پیش اور مولد و موطن کے تمام حالات کا اثر پڑتا هے اور رفته رفته انکے اعضا اور جسم میں تغیرات پیدا کردیتا هے - جس قسم کي آب و هوا میں رهتے هیں ' جس طرح کا مکان انهیں ملتا هے ' جیسی غذا انکے اندر جاتي هے ' اسي کے مطابق انکے اندر جسمي تغیرات بهي هوتے رهتے هیں ' اور اسي کے مناسب انکے جسم کي هر شے هو جاتي هے - گرد و پیش کے حالات کو عربي میں " وسط " کهتے هیں جو انگریزي کے لفظ (Middle) کا ترجمه هے - اسي اصطلاح کو هم نے بهي اختیار کیا هے -

اسي قانون مطابقة سے اختلاف الوان کے ایک بهت بڑے بهید کا سراغ لگتا هے -

علماے حیوانات کي تحقیق ابهي هم لکهه چکے هیں که اشیا کا رنگ ان اجزاء کے رنگ کا نتیجه هوتا هے جنسے وہ ترکیب پاتے هیں - مثلاً پته سبز هوتا هے اسلیے که اسمیں کلوروفیل (Chlorophyll) هوتا هے جو سبز هے - خون سرخ هوتا هے کیونکه وہ بے شمار چهوٹے چهوٹے کریوات دمویه سے مرکب هے اور انکا رنگ سرخ هے (۱)

پس صرف نباتات و جمادات کو پیش نظر رکهو اور غور کرو که کرهٔ ارض کے مختلف حصوں میں عالم نباتات و جمادات کي جسقدر پیداوار هیں ' انکي رنگت ان اجزاء کي وجه سے ایک خاص قسم کي هوگئي هے جنکي ان حصوں میں قدرت نے کثرت و فراواني رکهی هے - اور اسیلیے هر حصهٔ زمین میں کسی خاص رنگت کا غلبه و احاطه هے -

---

(۱) " کریوات دمویه " سے مراد وہ بے شمار چهوٹے چهوٹے کرے هیں جو خون میں پائے جاتے هیں اور خوردبین سے نظر آتے هیں - ترکی کے بعض مترجمین " جیبات خورده بینی " کی اصطلاح سے بهي انهیں موسوم کرتے هیں - علماے تشریح نے دریافت کیا هے که خون کے ایک ایک قطره میں کئی کئی کرور کریوات دمویه هوتے هیں ! !

یہ صحیح ہے کہ ان میں سے بعضوں کي مشابہت بہت ہي وہمي ہے مگر اسکے مقابلہ میں بعض کي مشابہت حیرت انگیز طور پر نہایت نمایاں بھي ہے اور یقیناً دقت نظر کے ساتھہ تفتیش کي متحمل هوسکتي ہے - مثلاً بي آرکڈ (Bee Orchid) جسکا اصطلاحي نام افرس اپیفرا (Aphrys Apifera) ہے' کیا ہے؟ ایک چھوٹا سا اعلی درجه کا رنگین بھونرا ہے - بازو' سر' مونچھیں (Antinnea) رواں دار جسم' سبھي کچھہ اسمیں موجود ہے - اسي طرح نام نہاد فلائي ارکڈ (Fly Orchid) کا' جسکا اصطلاحي نام (Aceras Anthropphoria) ہے' عام اثر بہت هي تعجب انگیز ہے - پھولوں کي قطاریں سبز پتلیوں کي صفیں معلوم هوتي هیں - البته وہ بہت هي عجیب و غریب فلائي ارکڈ جسکو آفرس میو سیفرا (Ophrys Muoifera) کہتے هیں' اسمیں' اس قسم کي مشابہت چنداں قوي نہیں ہے - تاهم ایک قوي تخیل اپني ساحرانه طاقت سے اگر چاہے تو اسکے پروں' مونچھوں' اور آگے کي طرف نکلے هوے سر کو بلا سکتا ہے - اسکے پروں کا زیریں حصه ایک پتلي کے مانند ہے جو شب خوابي کے کپڑے پہنے هوئي ہے' اور اسکے سینه پر ایک پٹکا بندها ہے!

ان مثالوں میں مشابہت کا اصلي سبب انکي کلیوں کي نچلي پنکھڑوں (Labellum) کي خاص قطع ہے -

مسلمہ طور پر آرکڈ کي کسي صنف کا شمار بہت مخصوص و ممتاز پھولوں میں نہیں کیا جاتا' حالانکه انکے حیرت انگیز تغیرات اگر تمامتر نہیں تو زیادہ تر کیڑوں کي مداخلت کا نتیجه هیں - ان میں سے اکثر پھولوں کي تلقیم (۱) (Pollination) محض کیڑوں کي آمد پر موقوف رهتي ہے - چنانچه جب تک کیوپڈ کے (یوناني علم الاصنام میں عشق کا دیوتا ہے - الهلال) یه پردار پیامبر نہیں آتے اسوقت تک وہ اس قابل نہیں هوتے که ان میں ایک بیج بھي پیدا هو -

نچلي پنکھڑي کے ایک نباتاتي پلیٹ فارم پر یه کیڑے آکر اترتے هیں' اور رس (Nectar) کے لیے پھول کا کونه کونه تلاش کرتے وقت اس پر کھڑے رهتے هیں - چونکه آرکڈ کو ان کیڑوں سے شدید تعلق ہے' اسلیے همیں تسلیم کرلینا چاهیے که هر موقع پر نچلي پنکھڑي کي مخصوص قطع کا مقصد کم و بیش انهي مهمانوں کیلیے سہولت پیدا کرنا هوگا جنکي ضیافت زیر بحث پھول خاص طور پر کیا کرتے هیں -

برے آرکڈ کے تمام خاندان کي شکلوں میں بیحد اختلاف ہے اس کے مطالعه سے معلوم هوتا ہے که هر شکل ایک خاص قسم کے کیڑے کو اپني طرف کھینچنے یا اسے سنبھالے رکھنے کے لیے بنائي گئي ہے -

بہت سے لڑکے گل طائر کینري (canary bird flower) یا زحاف کینري (canary creeper) سے واقف هونگے - اس کو اصطلاح میں (Tropolum canuriense) (۱) کہتے هیں - یہاں هم دیکھتے هیں که اسکي کلیونکي غیر معمولي شکل صرف کیڑے هي کي آمد کے لیے ہے - معلوم هوتا ہے که اس قسم کے پودوں کي کلیاں خاص طور پر ایک لمبي زبان والے کیڑے کي حاجت روائي کے لیے بنائي گئي هیں جو پھول پر نہیں بیٹھتا - صرف اسکے سامنے اپنے جلد جلد حرکت کرنے والے پروں پر معلق رهتا ہے - اسي حالت میں وہ اپني زبان نکالتا ہے اور پھول کي "مہمیز" میں (یعني پھول کا وہ حصه جو مہمیز کے کانٹے کي طرح ابھرا هوا هوتا ہے) چبھو دیتا ہے' اسوقت اس کا سر پھول کے اندام نہاني (۲) (Pistil) یا عضو رجولیت (Stamer) پر هوتا ہے' اور پہلي صورت میں مادہ تولید جمع کرتا ہے اور دوسري صورت میں مادہ تولید نکالتا ہے -

---

(۱) قدرت نے حیوانات کو نر اور مادہ' دو صنفوں میں تقسیم کیا ہے - موجودہ علماء نباتات کا یه خیال ہے که یه تقسیم حیوانات کي طرح نباتات میں بھي جاري ہے - چنانچه جب پھولوں کو خورد بیني آلات سے دیکھا جاتا ہے تو ایک هي قسم کے پھولوں میں ایسے اجزا نظر آتے هیں جو اپني ساخت اور وظائف طبیعي میں ایک دوسرے سے مختلف هوتے هیں - ان مختلف اجزا کے اندر مختلف نوعیت کے مادے هوتے هیں - جب یه مادے باهم ملتے هیں تو پھل یا بیج پیدا هوتا ہے - یهي پھول کي ولادت ہے -

انگریزي میں اس اختلاط و امتزاج کو Pollination کہتے هیں -

نباتات میں نر اور مادہ کي تقسیم کوئي نیا نظریه نہیں ہے - عربوں کو آج سے بہت قبل یعني عین عهد جهل و بدویت میں بھي اس کا علم تھا اگرچه اسکا دائرہ صرف کھجور تک محدود تھا - اسکو وہ اپني اصطلاح میں "تابیر" کہتے تھے -

یهي شے ہے جس سے جناب رسالت پناہ (صلعم) نے مدینه والوں کو منع فرمایا تھا' مگر جب اس سال پھل نہیں آئے تو پھر اجازت دیدي اور فرمایا که انتم اعلم بامور دینا کم -

تابیر کا دوسرا نام تلقیم ہے -

تلقیم کا مادہ "لقم" ہے' لقم کا استعمال محاورات عرب میں مختلف طور پر هوتا ہے - لقم اونٹ اور اونٹني کے اجتماع تناسلي کو کہتے هیں - یهي لقم کھجوروں کي تابیر کے لیے بھي استعمال کیا جاتا ہے - اسي کا ایک مشتق یعني "لاقم" اس هواء کے لیے بھي بولا جاتا ہے جسکے چلے بغیر بادل نہیں برستے - آخر الذکر محاورہ قرآن حکیم میں بھي استعمال کیا گیا ہے - سورہ حجر میں خدا تعالی نے اپنے احسانات کے سلسله میں جہاں زمین کي روئیدگي اور آسمان کي بارش کا ذکر کیا ہے' وهاں فرمایا: و ارسلنا الریاح لواقح فارسلنا من السماء ماء

[بقیه حاشیه پہلے کالم کا]

تلقیم کا لفظ ابتداً نباتات میں سے صرف کھجور کے لیے استعمال جاتا تھا' مگر جب سے عربي نباتات کي تذکیر اور تانیث کا نظریه رائج هوا ہے' اسوقت سے یه لفظ توسعاً (Pullination) کي جگه بھي استعمال کیا جاتا ہے - منه -

---

(۱) (Topalolum) ایک قسم کي بیل ہے جو جنوب امریکه میں هوتي ہے - اسکي بہت سي قسمیں هیں - ایک کا ذکر مضمون میں آیا ہے - جنوب امریکه میں اس بیل کي کاشت بھي هوتي ہے - اسکے پھولوں کے متعلق مشهور ہے که وہ بہت بے قاعدہ هوتے هیں - "کینري برڈ فلاور" اور "کینري کریپر" اسکے انگریزي نام هیں -

(۲) گذشته حاشیه میں هم لکھه آئے هیں که ایک هي قسم کے پھولوں میں بلکه بسا اوقات ایک هي پھول میں دو ایسے جزء هوتے هیں جنکي شکل اور فرائض طبیعي مختلف هوتے هیں اور اسي بنا پر علماء نباتات نے درختوں میں نر اور مادہ کي تقسیم کي ہے -

جو جزء یا عضو نر کے فرائض ادا کرتا ہے اسے (Staman) اور جو مادہ کے فرائض ادا کرتا ہے اسے (Pistil) کہتے هیں -

مثلاً گلاب کا پھول لیجیے اور اسکے درمیاني حصه کو بغور دیکھیے جہاں آپکو بہت سے زیرے مجتمع نظر آئینگے - یهي مقام ہے جہاں اعضاء تذکیر و تانیث هوتے هیں - یه زیرے نہایت هي

مذاکرۂ علمیہ

اسي غذاؤں کے رنگ زیادہ نمایاں ہوتے ہیں - یہي شے ہے جسکو انتخاب جنسی کہتے ہیں - پس جس طرح قانون ارتقا کا انتخاب طبیعي ایک مدت مدید کے بعد پوري نوع کي نوع میں انقلاب پیدا کردیتا ہے' اسیطرح انتخاب جنسي بھی انواع کے رنگ پر حیرت انگیز تغیرات طاري کردیتا ہے -

بہت سے جانور ایسے ہیں جنکے رنگ عام طور پر تو معمولي حالیت میں رہتے ہیں' مگر جب انکے توالد و تناسل کا موسم آتا ہے اور نر اور مادے کي یکجائي ضروري ہوتي ہے تو رنگوں میں ایک دلفریب چمک دمک اور ایک خاص رونق و حسن پیدا ہوجاتا ہے - حیوانات کي بعض انواع یعنی ابوتر' فاختہ' مور' ایسي ہیں جو اتحاد تناسلي سے پہلے اپني مادہ کو اپنے طرف مائل کرنے کے لیے مستانہ رقص و تواجد کرتے (یعنے ناچتے) اور اپنے پروں کے دلفریب رنگوں کي ایک خاص انداز سے نمایش کرتے ہیں - اسکي وجہ سے انکے اندر دلفریبي و رعنائي کي کشش پیدا ہوجاتي ہے جو بے اختیار مادہ کو اپني طرف کھینچتي ہے اور جذبۂ طبیعی کیلیے اختلاف الوان ایک بہت بڑا معین خارجي ہوجاتا ہے !

غرضکہ حیوانات کي جنسي خواہش پر رنگوں کا اثر پڑتا ہے' اور زیادہ تر وھي رنگ موثر ہوتے ہیں جو محبوب و دلفریب' نظر افروز اور دلپسند ہوتے ہیں - اس سے ثابت ہوا کہ حیوانات کي نسل کي افزایش و حفاظت کیلیے قانون انتخاب جنسي اپنا کام کرتا رہتا ہے اور حیوانات کي رنگت ایک بہت بڑے مقصد حیات کو پورا کرتي ہے !

(خلاصۂ مباحث)

ہم نے بہت اختصار و ایجاز سے کام لیا کیونکہ ابھي اختلاف الوان کا بہت بڑا میدان یعنے عالم نباتات کي بحث باقي ہے امید ہے کہ مندرجۂ ذیل امور قارئین کرام کے سامنے آگئے ہونگے :

(۱) اختلاف الوان کے متعلق شارحین و حاملین علم نے جو کچھہ تحقیق کیا ہے' اسمیں ابھي تحقیقات مزید کي بہت بڑي گنجایش باقي ہے - تاہم موجودہ تحقیقات سے بھي ثابت ہوتا ہے کہ اختلاف الوان کے اندر حکمت الہیہ نے بعض عجیب و غریب اسرار و مصالح رکھے ہیں' اور آگے چلکر نہیں معلوم اور کسقدر اسرار منکشف ہوں ؟ قرآن حکیم اسي لیے انہیں حکمت الہي کي نشاني کہتا ہے -

(۲) قرآن حکیم نے اُس زمانے میں جبکہ انسان کي معلومات محدود تھي' اسرار خلقت کے چہرے پر نقاب پڑا تھا' اور اسکے مخاطب وہ لوگ تھے جو علم و حکمت سے بالکل نا آشنا تھے' اختلاف الوان کو اللہ کي قدرت و حکمت کي نشاني قرار دیا اور فرمایا کہ اسمیں صاحبان عقل و فکر کیلیے بڑے بڑے اسرار و بصائر ہیں - آج علم الحیوان اور علم الحیات کي تحقیقات اسکي تصدیق کرتي ہے اور انسان نے صدیوں کي تحقیق و تفتیش کے بعد چند مصالح کا سراغ لگایا ہے - یہ خدا کے کاموں کي انساني تحقیق ہے اور وہ خدا کے کلمات کا مجموعہ ہے - پھر کیا یہ اسي کا "قول" نہیں جسکے "فعل" کے اسرار و مقاصد کي تحقیقات کي جا رہي ہے ؟

لا تبدیل "لکلمات اللہ" ولا تبدیل "لخلق اللہ" !

صحیفۂ فطرت کا ایک دلچسپ صفحہ

عالم نباتات اور حیوانات

مختلف الجنس اشیاء میں حیرت انگیز مشابہت

(مقتبس از سائنٹیفک امریکن)

دنیا کی جن اشیاء میں کوئي حقیقي تعلق نہیں ہے' انکي شکل یا ساخت میں مشابہت کا سراغ لگانا ایک دلچسپ علمي مشغلہ ہے - چاہے ابتداء میں یہ کام ایک طفلانہ حرکت معلوم ہو' مگر اس حیثیت سے اسکے مفید ہونے میں تو کسي کو کلام نہیں ہوسکتا کہ اس سے تخیل کو تحریک ہوتي ہے اور نفس کو تحقیق کي ایک ایسي راہ اپنے سامنے نظر آجاتی ہے جو بہت سے اہم اکتشافات تک پہنچا دیسکتي ہے -

اس مشغلہ کا تعلق خاص کو کم سن طلبہ کي تربیت سے ہے' کیونکہ ایک درجہ کے لڑکوں کے اندر فہم آمیز مطالعہ سے دلچسپي پیدا کرنے میں جو دقتیں پیش آتي ہیں' انہیں وہ لوگ فوراً تسلیم کرلینگے جنہیں مدرس کي حیثیت سے کوئي تجربہ حاصل ہے - بالفاظ دیگر انکے لیے ایک ایسي شے کي ضرورت ہے جو نفس کي کل کو چلائے' اور یہ خدمت اس مشغلہ سے بخوبي انجام پاسکتي ہے -

مثلاً ممکن ہے کہ ایک پھول یا کیڑے کے صرف دیکھنے سے یہ مقصد حاصل نہ ہو لیکن اگر ہم اس پھول یا کیڑے اور کسي دوسري مانوس و مالوف شے میں کوئي ایسي مشابہت بتلاسکیں جس سے تعجب اور حیرت پیدا ہو یا بے اختیار ہنسي آجاے' تو صرف اسي ایک ابتدائي نقطہ سے چلکر اور مختلف درمیاني مراحل سے گذرکر' ہم بڑے بڑے سوالات ساخت طبیعي' رشتہ باہمي' گرد و پیش کے حالات کے ساتھہ مطابقت' وغیرہ وغیرہ تک طالبعلم کو لیجاسکتے ہیں - اور اسکے اندر ایک ایسي دلچسپي پیدا کرسکتے ہیں جو خشک علمي مباحث میں ہر دماغ کو نہیں ہوسکتي !

مثال کے طور پر آرکڈ (Orchid) (۱) نامي پھول کو لیجیے - اسکي چند قسموں کے عام نام ایسے ہیں جنسے خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ حیوانات کے بعض اعضاء سے مشابہت رکھتے ہیں - آرکڈ کي قسمیں یہ ہیں:

- مین آرکڈ (Man Orchid) -
- اسپائڈر آرکڈ (Spider Orchid) -
- لیزرڈ آرکڈ (Lazard orchid) -
- مونکی آرکڈ (Mankey Orchid) -

---

(۱) Orchid ایک درخت ہے جسکا دوسرا نام Aphry's ہے - اسکي بہت سي قسمیں ہیں جن میں سے بعض مشہور اور دلچسپ اقسام کا ذکر اس مضمون میں کیا گیا ہے -

یہ درخت زیادہ تر ان ممالک میں ہوتا ہے جو بحر میڈیٹرین کے کنارہ پر واقع ہیں - ان کي پیدایش کا موسم فصل بہار اور آغاز گرما کا زمانہ ہوتا ہے -

مطبوعات جدیدہ

رباعیات عمر الخیام

ایک نیا امریکن ایڈیشن

(۲)

ان رباعیوں کے کی تعداد اختلاف نے یہ مسئلۂ پیدا کردیا کہ اصلی رباعیوں کی تعداد کتنی ہے ؟ اور یہ جو زیادہ سے زیادہ تعداد تک رباعیاں موجود ہیں ' یہ سب کی سب عمر خیام ہی کی ہیں یا نہیں ؟

مستشرقین عمر یین کا عرصہ تک یہی خیال رہا کہ جسقدر زیادہ رباعیاں نکلتی آتی ہیں ' وہ سب کی سب عمر خیام ہی کی ہیں ' اور جن نسخوں میں تعداد کم ہے ' وہ یا تو ناقص ہیں یا کسی شخص نے اپنے مذاق کے مطابق اصل دیوان رباعیات کا انتخاب کرلیا ہے - چنانچہ جب کبھی کسی زیادہ تعداد والے نسخہ کی ان میں سے کسی کو اطلاع ملی تو وہ اس درجہ خوش ہوا ' گویا علوم و حکمت قدما کا کوئی گم شدہ ذخیرہ ہاتھہ آگیا ہے ' یا برباد شدہ مدرسۂ اسکندریہ کے کتب خانے کا سراغ ملگیا ہے !

غالباً سب سے پہلے مستشرق بزرگ و شہیر ' پروفیسر والا نتین ژوکوفسکی (Valentin Zhukovski) نے اس غلطی کو محسوس کیا ' اور ایک محققانہ رسالہ عمر خیام پر لکھکر ثابت کیا کہ بڑی تعداد رباعیات منسوبۂ خیام کی الحاقی ہے ' اور بعد کو کسی غلط فہمی کی وجہ سے خیام کی جانب منسوب ہوگئی ہے -

یہ رسالہ سنہ ۱۸۹۷ع میں " المظفریہ " کے رسائل کے ساتھہ سینٹ پیٹرزبرگ سے چھپ کر شائع ہوا - اس وقت سے یورپ اور امریکہ کے عمر یین و خیامیین کے حلقہ میں الحاقی رباعیات کی تحقیق و تجسس کی ایک نئی کاوش پیدا ہوگئی ہے -

پروفیسر ژوکوفسکی نے اپنے دعوے کے ثبوت میں ۸۲ رباعیاں پیش کی ہیں جو مختلف معروف و متداول نسخوں میں خیام کی طرف منسوب ہیں ' حالانکہ خیام سے انہیں کوئی تعلق نہیں - وہ در اصل شیخ عطار ' خواجہ حافظ ' مولانائے روم ' شیخ عبد اللہ انصاری ' اور انوری وغیرہ متوسطین شعرائے ایران کی ہیں -

اس مضمون کو پڑھکر مستشرقین فرنگ نے الحاقی رباعیات کی تلاش شروع کردی - پروفیسر براؤن نے ۴۲ رباعیوں کا اور ثبوت بہم پہنچایا ہے - انکے بیان کے مطابق اسوقت تک کل ۱۰۱ رباعیاں الحاقی ثابت ہوچکی ہیں - (ان نئی الحاقی رباعیوں کی تفصیل کیلیے پروفیسر براؤن کی تاریخ ادبیات ایران : Literary History of Persia, باب ۱۲ - صفحہ ۲۴۶ سے ۲۵۹ تک دیکھیے)

اسمیں شک نہیں کہ پروفیسر والانتین ژوکوفسکی کی تلاش و جستجو قابل تحسین ہے ' لیکن افسوس کہ مستشرقین کے بعض دیگر مباحث خیامیہ کی طرح یہ بحث ہمارے لیے چنداں قیمتی نہیں ہوسکتی ' اور نہ اس بارے میں پروفیسر مذکور کی تحقیقات کے ہم محتاج تھے -

اگر وہ مشرق کے کسی ایسے شخص کی اعانت بہم پہنچا لیتے جو فارسی شاعری کا تھوڑا سا بھی ذوق رکھتا ہے اور عام تذکروں اور دیوانوں کا مطالعہ کرچکا ہے ' تو اس مشکل کی قیمت چند سطری تحروں کی نظر سے زیادہ نہ نکلتی اور بغیر کسی زحمت و تلاش کے اس سوال کا حل ملجاتا - بلکہ جس حد تک وہ حل کرسکے ہیں ' اس سے کہیں زیادہ وسیع و تشفی بخش ہوتا -

اصل یہ ہے کہ الحاقی کلام کا سوال صرف خیام ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ ایک حد تک عام ہے - الحاقی منسوبات کی عام بلا سے شاید ہی کوئی مشہور شاعر بچا ہو - اس درجہ سے بھی نظر بلند ترکیجیے اور عام طبقۂ مشاہیر و اعاظم مصنفین متقدمین و متوسطین کو دیکھیے ' ہر علم و فن کے ارباب کمال اسی مصیبت سے دوچار نظر آئیں گے - آج کتنی ہی تصنیفات ہیں جو امام ابو حنیفہ ' جابر طرطوسی ' ابن قتیبہ ' امام غزالی ابو معشر فلکی ' فخر الدین رازی بوعلی سینا ' معلم ثانی ' ابن عربی محقق طوسی وغیرہ سے منسوب ہیں جنکی مصنفات ہر عہد اور ہر حصۂ عالم میں معروف و متداول رہیں ' لیکن نظر دقت سے دیکھا جائے تو از سر تا پا الحاقی ہیں !

حکیم عمر الخیام (۱)

ناصر خسرو ' فردوسی خواجہ حافظ ' جلال الدین رومی حکیم سنائی ' سب کے دیوانوں کا یہی حال ہے - لیکن جن لوگوں کو ایک ادنی ذوق بھی فارسی شاعری اور مختلف اعصار ادب و علوم کے متعلق حاصل ہے ' اور ہر شاعر کے انداز مخصوص اور افکار مختصہ کے متعلق نظر و بصیرۃ رکھتے ہیں ' وہ بغیر کسی زحمت و کاوش کے باول نظر اندازہ کرلیتے ہیں کہ کس قدر کلام اصلی ہے اور کس قدر بعد کو اغلاط رواۃ و کاتبین اور سہو و التباس ناقلین یا بعض دسائس و اغراض شخصیہ و دینیہ سے ملادیا گیا ہے ؟

علی الخصوص عمر خیام کے متعلق تو یہ مسئلہ کچھہ بھی دشوار نہ تھا - اسکا انداز بیان و نظم ایک خاص طرز کا ہے - وہ اپنے افکار شعریہ و حکمیہ میں بعض ایسی خصوصیات رکھتا ہے جو چند رباعیوں کے مطالعہ کے بعد ہی نمایاں ہوجاتی ہیں اور کسی دوسرے کا کلام سامنے آکر دھوکا نہیں دیسکتا -

---

(۱) مصورین یورپ نے ابتک عمر خیام کی جسقدر تصویریں کھینچی ہیں ' ان سب میں مسٹر گلبرٹ جیمس کے قلم صنیع کا عموماً زیادہ اعتراف کیاگیا ہے جس نے کئی سال ایک ایرانی فیلسوف کے تصور میں بسر کرڈالے - یہ تصویر اسی تصویر کو پیش نظر رکھکر منشی رحمت اللہ صاحب رعد نے " سوانح نظام الملک سلجوقی " کیلیے بنائی تھی - جو فی الحقیقت ہندوستان میں سنگی طباعت و مصوری کے ایک کہنہ مشق ماہر ہیں -

ڈراپیولم نامی ایک پھول ہے جو سبز پتیوں کے ایک بیرونی لفافہ میں رهتا ہے - اس لفافے کو اصطلاح میں (Calyx) (۱) کہتے هیں - اس کا رنگ چمکدار اور اسکی شکل اسطرح لمبی هوتی ہے که مہمیز کا کانٹا سا معلوم هوتا ہے - اسی کا زیریں تنگ حصہ رس کا مخزن ہے - اسمیں کبھی کبھی اس قدر کثرت سے رس هوتا ہے که از خود اُبلکے دیڑے تک آجاتا ہے - اسی " مہمیز " سے طائر کینری کا سر اور گردن بنتا ہے - رهی دم تو وہ پھیلی هوئی پنکھڑیوں سے پیدا هوجاتی ہے - اسکی شکل هو بهو ایک جاندار مخلوق کی سی هوتی ہے - جب وہ تلی کی حالت میں هوتا ہے تو معلوم هوتا ہے که ایک چڑیا بیٹھی ہے !

(گرم ممالک کا Birth worth)

(Arlisolochia gigas) نامی ایک اور پھول ہے جس کی نا شگفتہ کلی راج هنس سے مشابہت کا ایک دلچسپ نمونہ پیش کرتی ہے - یہ اور اسکے ساتھه کی اکثر اور قسمیں گرم مکانوں (۱) (Hot house) میں ملینگی .... یہ تمام عجیب و غریب پھول جو اعجوبگی میں آرکڈ کے حریف هیں' ان دو پر والی مکھیوں کو اپنی طرف کھینچتے اور پھر انکو گرفتار کرنے کے لیے بنائے گئے هیں جو نجاست اور مردار کھاتی هیں' اور اسے دوسری بہتر غذا پر ترجیح دیتی هیں - انکی بدبو اور زردی تعفن کی طرف خیال کو متوجہ کرتی ہے جس سے انسان کو سخت نفرت پیدا هو جاتی ہے -

اس پھول کی مختلف قسموں کی ساخت میں ایک گونہ اختلاف ہے' تاهم ان کی مشابہت کے اصلی مناظر یہ هیں :

(۱) ایک ترغیب دینے والا رقبہ (۲) وہ چیز جو ایک حلق یا ڈیوڑھی کی طرف رهنمائی کرتی ہے (۳) وہ راہ جو ایک اندرونی کمرہ یا قید خانہ میں لیجاتی ہے -

راج هنس سے " اے - بی گاس " نامی مکھیوں کی مشابہت همیں مذکورۂ بالا تشریح کے سمجھنے کے قابل بنا دیتی ہے - راج هنس (یعنی وہ کلی جو راج هنس معلوم هوتی ہے) کا جسم پھیلکے ترغیب دینے والا رقبہ بنجاتا ہے - یہ ایک وسیع کشادگی ہے جو ۲۶ انچ لمبی اور ۱۱ - انچ چوڑی هوتی ہے - تمام سطح پر خون نما ارغوانی رنگ کی رگوں کا جال پھیلا هوا ہے - اور اسپر اس قسم کے بالوں کی صفیں بچھی هیں جنکی نوکیں اندر کی طرف مائل هیں -

جو مکھی اس ترغیب دینے والے رقبہ پر بیٹھتی ہے' اسے پھول کی بدبو کلی کی گردن میں جانے کی ترغیب دیتی ہے - یہ گردن ایک عجیب طلسم ہے - وہ آتے وقت تو مکھی کو بے تکلف آنے دیتا ہے اور بال جانے میں سہولت پیدا کردیتے هیں' مگر جب باهر نکلنا چاهتی ہے تو رهی بال روک لیتے هیں اور مجبوراً اندر کے کمرہ میں جو راج هنس کی گردن کے نیچے هوتا ہے' گھستی چلی جاتی ہے - یہاں اسے اصلی یا صنعتی اعضاء سے ملنا پڑتا ہے -

اس کمرہ میں مکھیاں قید هوجاتی هیں - ان میں سے جو مکھیاں دوسرے پھولوں سے آتی هیں وہ اپنے همراہ مادۂ تولید بھی لاتی هیں - اسطرح اندام نہانی (Pistil) کی تلقیم وجود میں آ جاتی ہے -

اعضاء تناسل جب بلوغ کو پہنچتے هیں تو ان مقید مکھیوں کے جسم پھر مادۂ تولید سے آلودہ هوجاتے هیں' اور جب تک پھول پژمردہ اور اسکے حلق کے بال خشک نہیں هو جاتے' اسوقت تک انہیں اس قید سے رهائی نہیں ملتی - [البقیۃ تتلی]

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳ کا]

باریک خطوط یا ریشوں میں قائم هوتے هیں - ان زیروں اور ریشوں کے اجتماع سے ایک نیزہ سا بنگیا ہے جسکے سرے پر ایک بھرا هوا مشکیزہ ہے - اسکا وسط نیزہ کے سرے پر ہے' اور دونوں گوشوں میں سے ایک گوشہ ایک طرف کو زیادہ مائل ہے - یہی وہ عضو ہے جو فرائض رجولیت ادا کرتا ہے - اس مشکیزہ نما زیرے میں زرد رنگ کا ایک غبار سا هوتا ہے جسکو انگریزی میں (Pollen) اور عربی میں " طلع " کہتے هیں - خود اس مشکیزہ نما زیرہ کا اصطلاحی نام (Anther) ہے - عربی میں کبھی تو بعینہ یہی الفاظ استعمال کرتے هیں اور کبھی اسے " مخزن الطلع " سے بھی تعبیر کرتے هیں -

لیکن کبھی ریشے اور زیرے کی اجتماعی صورت یہ هوتی ہے که ایک نیزہ ہے جسکے سرے پر ایک دهانہ سا پیدا هوگیا ہے' اور وہ بالکل کھلا هوا ہے - یہ عضو فرائض نسائیت ادا کرتا ہے - اسی واسطے هم نے اس کا ترجمہ رحم کیا ہے - انگریزی میں اس عضو کو (Pistal) اور اس دهانہ کو اسٹیگما (Stigma) کہتے هیں - یہی وہ حصہ ہے جو مادۂ تولید کو لیکے اندر پہنچاتا ہے - اسٹیگما ایک ریشہ پر قائم هوتا ہے اور اندر سے کھوکلا هوتا ہے - اسلیے عربی میں اسے " قناۃ " کہتے هیں - انگریزی میں اس کا نام (Style) ہے - اسکے بعد ایک تھیلی سی هوتی ہے جسمیں بیج پیدا هوتے هیں اور ابتدائی پرورش پاتے هیں اسے (ovary) کہتے هیں - عربی میں اسکا ترجمہ " مبیض " کیا گیا ہے - اسٹیگما میں هر وقت ایک لیسدار مادہ رهتا ہے - مادۂ تولید جب اُس میں داخل هوتا ہے تو اس لیسدار مادہ کے ساتھه مل کے " قناۃ " کے راستہ سے " مبیض " تک پہنچ جاتا ہے -

(۱) یعنی وہ غلاف یا لفافہ جسمیں کلی کھلنے سے پہلے ملفوف هوتی ہے - اور جو کھلنے کے بعد بھی اکثر باقی رهتی ہے - اسکو انگریزی میں (calyx) کہتے هیں اور عربی میں " کمامہ " اکمام اسکی جمع ہے -

(مسئلۂ قیام الهـــلال)

براے خدا و رسول الهلال کے بند کرنیکے خیال کو بالکل ترک کردیں - خدا کے لیے قوم کی حالت پر رحم کریں - اگر یہ رسالہ بند هوگیا' تو یقین جانیے که قوم پھر مردہ کی مردہ هو جائیگی - میرا ایمان ہے که اس رسالہ جیسا مفید کوئی رسالہ یا اخبار هندوستان میں نہیں نکلا اور نہ ہے - اگر آپکے دل میں قومی درد ہے تو ضرور اسکی اشاعت بدستور جاری رکھئیگا - اگر اسکی آمدنی سے ضروریات پوری نہیں هوتیں تو کیوں نہیں اسکی قیمت بڑھا دی جاتی ؟ یا تو آپ چندہ قبول کریں یا اسکی قیمت بڑھائیں -
آپکا دلی تابعدار - عبد الغنی - از لاهور

حضرۃ المحترم - آپکے اخبار الهلال کی مالی حالت کے ضعف نے میرے دل پر بہت گہرا اثر کیا - ارادہ تو یہی تھا که البلاغ بیروت یا العدل قسطنطنیہ کو اپنے نام جاری کراتا' مگر اب التماس کرتا هوں که جون کا پہلا پرچہ مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں -

نیــاز منــد

عبد العزیز - عربک پروفیسر مشن کالج - پشاور

مفصلہ ذیل تین اصحاب کے نام الهـــلال جاری فرمائیں -
خریدار نمبر ۲۱۰۲ از سری نگر کشمیر

مدارس اسلامیہ

۱۰ مئی کا جلسۂ دہلی

(از جناب حاذق الملک حکیم محمد اجمل خانصاحب)

(۲)

(۲) اب جلسہ کے واقعات سنیے :

(الف) سب سے پہلے پریسیڈنٹ کے انتخاب کا مسئلہ ہے - جلسہ ہی میں جناب پریسیڈنٹ صاحب سے صدارت کیلیے استفسار کیا گیا اور انہوں نے مہربانی فرما کر اپنی رضامندی ظاہر فرمائی - پھر ان کے نام کی تحریک و تائید کی گئی - اس وقت کسی بزرگ نے کھڑے ہوکر اختلاف نہیں کیا - چونکہ یہ جلسہ ندوۃ العلماء کے متعلق تھا اس لیے یہ بہتر سمجھا گیا کہ کسی عالم کا انتخاب کیا جائے - میں بالکل یقین دلاتا ہوں کہ پریسیڈنٹ صاحب کے خیالات کے متعلق کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ کیا ہیں، نہ اس لحاظ سے ان کا انتخاب کیا گیا تھا - خدا کے فضل سے جناب پریسیڈنٹ صاحب اس وقت ہم میں موجود ہیں - ان سے دریافت کرلیا جائے کہ کس کس نے ان سے جلسے سے پہلے کیا کیا کہا تھا، اور انہیں کیا کیا ہدایت کی تھی ؟ بہرحال ان کا انتخاب کیا گیا - گو اور اچھے اچھے علماء بھی جلسہ میں تشریف رکھتے تھے، لیکن قومی جلسوں کے قواعد و ضوابط کے متعلق (تحریک صدارت کرنے والوں کی ناقص رائے میں) جناب پریسیڈنٹ صاحب کو گروہ علماء میں نسبۃً زیادہ واقفیت معلوم ہوتی تھی - فرض کرلیجیے کہ اگر ان کا انتخاب نہ ہوتا، تو میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جس بزرگ کو دوسرے اصحاب اس جلسہ کی صدارت کیلیے پیش کرتے تو کیا اس قسم کے اعتراضات سے ان کا اسم گرامی محفوظ رہسکتا تھا - مثلاً اگر کسی تعلیم یافتہ شخص کو اہل جلسہ پیش کرتے تو سب سے پہلے اسکی نسبت بھی یہ اعتراض نہیں کیا جاتا ؟ کم سے کم مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ صدر انجمن صاحب جلسہ سے بہتر ایسے جلسہ کو زیر انتظام رکھہ سکتے، جیسا کہ ۱۰ مئی کا جلسہ تھا -

(ب) اس کے بعد میرے خطوط پیش کرنے کا واقعہ ہے - میں نے جلسہ میں وہ خطوط اور مضامین پیش کیے تھے جو اس کی موافقت و مخالفت میں میرے پاس آئے تھے - جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے کسی ایک خط کو بھی نہیں چھوڑا تھا - مجھے معلوم تھا کہ جلسہ کی موافقت کے خطوط زیادہ ہیں اور اسیطرح مختلف شہروں کی انجمنوں نے جو کارروائیاں اپنے اپنے جلسوں کی بھیجی تھیں وہ بھی جلسہ کی موافقت میں زیادہ تھیں - اگر میں ان تمام کو پڑھتا تو کم از کم ڈیڑہ گھنٹہ جلسہ کا صرف ہوتا اور مجھے معلوم تھا کہ جلسہ کو تھکا دینے والی طوالت ہی جائیگی - اس لیے میں نے یہ کہکر کہ "یہ خطوط جلسہ کی موافقت میں میرے پاس آئے ہیں لیکن ان کے پڑھنے میں آپ صاحبوں کا وقت ضایع ہوگا - اس لیے ان موافق اور مخالف خطوط کو میں میز پر رکھ دیتا ہوں، جس صاحب کا دل چاہے انہیں دیکھہ لے" کہکر میں نے کاغذات میز پر رکھدیے - کسی صاحب نے اتنی تکلیف نہیں فرمائی کہ انہیں دیکھتے نہ کسی شخص نے مجھہ سے خواہش کی کہ انہیں پڑھنا چاہیے - لیکن کہا تو یہ کیا کہ جلسہ کے بعد یہ اعتراض کرنے لگے کہ ان خطوط کو جو ندوہ کی موافقت میں زیادہ تھے نہیں پڑھا گیا - اب بھی وہ سب فایل میں موجود ہیں - جن صاحب کا دل چاہے انہیں پڑھکر اپنا اطمینان فرمالیں، اور دیکھہ لیں کہ موافقت کا حصہ ان میں زیادہ ہے یا مخالفت کا ؟

(ج) جلسہ کی بد نظمی کا بوجھہ بھی جلسہ کرنیوالوں کی گردن پر ڈالدا ایک تسلیم شدہ بات سمجھی گئی ہے - مگر واقعات کبھی چھپانے سے نہیں چھپ سکتے - اصل واقعہ یہ ہے کہ اس جلسہ کو برہم کرنے کا قدرتی طور پر بعض اصحاب کے دلوں میں خیال تھا اور انکی دلی خواہش تھی کہ اس جلسہ میں کوئی کارروائی نہ ہوسکے - اس کے ثبوت میں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے بولنے کے لیے جو صاحب کھڑے ہوے تھے وہ ندوہ کے ایک معزز رکن تھے، اور پیہم جو کوشش اس فریق کی طرف سے بولنے کی ہوئی وہ بھی کسی شخص پر پوشیدہ نہیں ہے - یہانتک کہ اسٹرایک کا ریزولیوشن جو سراسر اس گروہ کے لیے مفید تھا، اسپر کم سے کم دو گھنٹہ تک جھگڑا کیا گیا - بالآخر پیش کرنیوالے نے اسے واپس لے لیا - اس کے علاوہ ہر ایک شخص بولنے کے لیے کھڑا ہوتا تھا، اور جب اسے روکا جاتا تھا تو وہ کہتا تھا کہ ہمیں بولنے سے روکا جاتا ہے - لیکن بولنے کی یہ حالت تھی کہ صرف اسٹرائک کے ریزولیوشن پر دو گھنٹے لیلیے تھے، اور آخر میں وہ واپس لے لیا گیا تھا - خبر نہیں واپس نہ لینے کی صورتمیں اور کتنی دیر لگتی - صاحبان ندوہ میں سے بعض اصحاب نے علی الاعلان یہ کہا کہ جلسہ کو جلد ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، حالانکہ ہم ایک مہینہ تک بحث کیے جائینگے - پھر شاید اس مدت کو بڑھا کر انہوں نے ایک سال یا قیامت تک کی ایک چھوٹی سی قید بھی لگادی تھی - (مجھے الفاظ و مضمون ٹھیک یاد نہیں) -

ایک طرف یہ حالت تھی - دوسری طرف لوگ ان بحثوں سے تنگ آگئے تھے اور ان مقرروں کی تقریروں میں آخر کار دراندازی کرنے لگے تھے - ایک اور گروہ تھا، جو اس وجہ سے کچھہ خوش نہ تھا کہ ابھی تک ان میں سے بعض مقرروں کو صدر انجمن صاحب نے بولنے کی اجازت نہیں دی تھی - اس گروہ کے بعض اصحاب بھی جلسہ کی بدنظمی کے ایک حد تک ذمہ دار تھے - اب ان واقعات کو پیش نظر رکھکر فیصلہ کرلیا جائے کہ کون کس حد تک جلسہ کی بدنظمی کا بوجھہ اٹھا سکتا ہے -

ایک بزرگ رکن ندوہ نے جو درویش و عالم بھی ہیں، مجھہ سے خود فرمایا کہ بس اب ہماری رائے تو یہ ہے کہ اس جلسہ کو ختم کردیجیے، کیونکہ گڑبڑ ہو رہی ہے - میں نے ان سے عرض کیا کہ اگر آپ کو جلسہ میں بیٹھنے سے تکلیف ہو تو آپ مکان جاکر آرام فرمائیں، یہ جلسہ اپنا کام کرکے ختم ہوگا - کیا یہ واقعات نہیں تھے ؟ اور کیا ان سے یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ دراصل جلسہ کو کون بدنظمی کا شکار بنارہا تھا، اور جلسہ بغیر نتیجہ کے ختم کرنے کا کون خواہش مند تھا ؟ اس کے بعد یہ بھی سنیے کہ جب پریسیڈنٹ صاحب نے کمیٹی کے انتخاب کے ریزولیوشن پیش ہوتے وقت یہ فرمایا کہ میں مخالف اور موافق پانچ پانچ حضرات کو بولنے کی اجازت دوں گا، اس کے بعد ووٹ لے لونگا - تو اس کی بھی مخالفت کی گئی - مگر جب پانچ پانچ حضرات دونوں طرف کے اپنی اپنی تقریریں ختم کرچکے اور پریسیڈنٹ صاحب راے لینے کے لیے آمادہ ہوے، تو ارکان ندوہ میں سے اکثر حضرات اسی وقت جلسہ میں سے تشریف لیگئے -

(د) صدر انجمن صاحب پر یہ غلط الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے لکھنو کے کسی نواب زادہ کو جلسہ سے علیحدہ کرنیکا حکم دیا - حالانکہ اسکی کچھہ بھی اصلیت نہیں ہے -

(ھ) یہ کہا جاتا ہے کہ جلسہ میں بہت سے اصحاب سکھائے ہوے تھے - اس کے متعلق گذارش ہے کہ [illegible] ذریعہ سے آپ

تصوف و اخلاق سنائي اور عطار' دونوں کہتے هیں - رزم و جنگ فردوسي اور نظامي' دونوں نے لکھا ہے - خمریات اور جام و صراحي حافظ کي طرح سب کے هاتهه میں ہے - تغزل اور راز و نیاز عشق سے سعدي کي طرح خسرو اور نظیري کي طرح عرفي کي کائنات شعر بهي معمور ہے' لیکن اس سے کیا هوتا ہے ؟ گو ان سب کا لباس اور شکل و صورت ایک هو لیکن ادائیں تو خاص خاص هیں جو کسي طرح صاحبان نظر سے چھپ نہیں سکتیں :

من انداز قدت را مي شناسم ! .

میں تو کہتا هوں کہ اُس شخص کیلیے فارسي شاعري کے ذوق و مطالعہ کا دعوا حرام ہے جسمیں اتني ادا شناسي بهي نہو کہ صرف کلام سنکر ایک شاعر کو اسکے دوسرے هم رنگ و هم فکر شاعر سے تمیز کرلے :

هر کہ خواهد میل دیدن' در سخن بیند مرا !

علاوہ بریں جو رباعیات عمر خیام کے نام سے منسوب کي گئي هیں' انکا بڑا حصہ فارسي کے تذکروں اور دیوانوں میں دیگر شعرا کے نام سے موجود ہے جسکے لیے کسي بڑے علمي تجسس کي ضرورت نہیں - تذکرہ دولت شاہ' مراۃ الخیال' آتشکدہ' مجمع الفصحا' والہ داغستاني' اس درجہ کي مشہور کتابیں هیں کہ معمولي درجہ کے فارسي دانوں نے بهي اُنهیں ضرور دیکھا هوگا - ان میں وہ رباعیات دوسروں کے کلام میں هر شخص دیکھہ سکتا ہے - شیخ بو علي سینا کي یہ رباعي همارے یہاں بچہ بچہ کي زبان پر ہے :

در دهر چو یک مني و آن هم کافر
پس در همہ دهر یک مسلمان نبود

لیکن بعض نسخوں میں اسے عمر خیام کے نام سے لکھدیا ہے - همارے یورپین محققوں کو یہ ثابت کرنے کیلیے بڑي هي جانکاہ محنتیں گوارہ کرني پڑیں کہ یہ رباعي خیام کي نہیں بلکہ شیخ کي ہے !

اسي طرح شیخ جامي کي لوائح' لمعات' شرح ابن فرض وغیرہ رسائل میں جو رباعیات وحدۃ الوجود وغیرہ کے متعلق بکثرت درج کي گئي هیں' انکو بهي بعض ناقلین نے خیام کي طرف منسوب کردیا - پروفیسر ژوکفسکي نے انکي تحقیقات میں کئي سال بسر کردیے اور سینٹ پیٹرز برگ کے کتب خانے کي ایک ایک کتاب دیکھہ ڈالي' حالانکہ شیخ جامي کے یہ رسائل نہایت عام اور کثیر الاشاعۃ هیں' اور بمشکل کوئي فارسي داں شخص ایسا هوگا جس نے انهیں نہ پڑھا هو !

شیخ جامي کے بعد سب سے زیادہ التباس شیخ الاسلام انصاري کي بعض رباعیات میں هوا ہے - شیخ کي مناجاتوں کا عام انداز یہ ہے کہ وہ پہلے نثر مسجع میں ایک دعا مانگتے هیں یا رحمت و رافت الہیہ سے مخاطبہ کرتے هیں - اسکے بعد ایک قطعہ یا رباعي مناسب مقام ایراد کر کے دوسرا مخاطبہ شروع کرتے هیں - یہ رباعیات اکثر خود انهی کي هوتي هیں - کہیں کہیں دوسروں کي بهي لے لیتے هیں - سوز و گداز' والہانہ طلب و سوال' عاشقانہ شکوہ و شکایت' اور عارفانہ و حکیمانہ حکم و مقابلہ' شیخ الاسلام کي نظم و نثر کي خصوصیات هیں مگر یہي باتیں ایک دوسرے فلسفیانہ رنگ میں خیام کے هاں بهي هوتي هیں - عوام کو اسمیں دهوکا هوا اور شیخ کي بہت سي رباعیاں خیام کے نام سے نسخوں میں لکھدیں - رباعیات خیام کا جو نسخہ آجکل ایران اور هندوستان میں رائج ہے' اسمیں بهي شیخ کي متعدد رباعیات ملگئي هیں -

(ایک نئي دریافت)

یہاں تک توهم نے اُن الحاقي رباعیات کے متعلق لکھا ہے جنکي تعداد ایک سو سے متجاوز ہے اور جنکا بڑا حصہ پروفیسر والنتین ژوکفسکي نے تحقیق کیا ہے' مگر اب هم مستشرقین یورپ کي تحقیقات سے الگ هوکر خود نظر ڈالنا چاهتے هیں - خیام کي مسلمہ رباعیات میں سے جنکو تمام ناقدین و محققین و عمریین نے خیام کے مخصوص نوادر فکر و شعر میں سے شمار کیا ہے' ایک رباعي یہ ہے :

من بندۂ عاصیم' رضاے تو کجاست ؟
تاریک دلم' نور و صفاے تو کجاست ؟
ما را تو بهشت اگر بطاعت بخشي
آن بیع بود' لطف و عطاے تو کجاست ؟

اکثر تذکرہ نویسوں نے بهي اس رباعي کو خیام کے ترجمہ میں لکھا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ایک نہایت هي بلند ترین مقام عبودیۃ و تذلل و اعتراف ہے جو بہتر سے بہتر طریقے' اور موثر سے موثر انداز میں شاعر نے اسمیں بیان کیا ہے - اسکا حقیقي لطف صرف انهي صاحبان حال و کیفیت کو حاصل هو سکتا ہے جو اس مقام تک پہنچ چکے هیں -

قرآن حکیم میں برادران یوسف (علی نبینا و علیہ السلام) کا عزیز مصر سے یہ کہنا اسي نکتہ کي طرف اشارہ ہے :

جئنا ببضاعۃ مزجاۃ فاوف لنا الکیل' و تصدق علینا' ان اللہ یجزي المتصـــدقین !	هم ایک ناقص پونجي لیکر تیرے سامنے حاضر هوے هیں' لیکن تو اُسکے نقص اور کمي کو نہ دیکھہ

بلکہ اپنے لطف و کرم پر نظر رکھکر همیں بهرپور غلہ دیدے - یہ خرید و فروخت اور برابر کا معاوضہ نہیں ہے' تجهسے بطور صدقہ و عطیہ کے طلبگار هیں - خدا صدقہ دینے والوں کو اسکا بدلہ ضرور هي دیتا ہے ! " بدریوزہ گري آمدہ ایم نہ بہ تجارت "

و قال المتنبي :

وهبت علی مقـــدار کفی زماننـــا
و نفسي علی مقـــدار کفك یطلب !

لیکن خیام کے مطالعہ کرنے والے تعجب سے سنینگے کہ یہ رباعي خیام کي نہیں ہے بلکہ عارف مشہور و جلیل سلطان ابو سعید ابو الخیر قدس اللہ سرہ کي ہے !

سلطان ابو سعید کا کلام نظم غالبا ایک جگہ جمع نہیں کیا گیا - صرف تـــذکروں میں چنـــد رباعیات مل جاتي هیں - ان مشہور رباعیات میں یہ رباعي نہیں ہے - اسي لیے کسي شخص کو اسکي نسبت شبہ پیدا نہیں هوا - لیکن شیخ کے حالات و مقامات میں ایک نہایت ضخیم کتاب انکے پوتے شیخ محمد بن المنور بن ابو سعید نے لکھي ہے جسکا نام " اسرار التوحید في مقامات الشیخ ابي سعید " ہے - اسکا مطالعہ کرتے هوے یکایک اس رباعي پر میري نظر پڑگئي - اسکے مصنف نے تصریح کردي ہے کہ ایک خاص وجداني حالت میں یہ دو بیتي شیخ کي زبان پر جاري هوئي تهي -
اگر مزید تلاش کي جاے تو عجب نہیں کہ اسي طرح الحاقي رباعیات کے متعلق غیر متوقع معلومات جمع هوجاے -

(نیا امریکن ایڈیشن)

اس تفصیل سے مقصود یہ تها کہ نئے امریکن ایڈیشن کي منتخبہ رباعیات کي مقدار پر نظر ڈالي جاے - بیان کیا گیا ہے کہ اسمیں ۴١٨ رباعیوں کا ترجمہ دیا گیا ہے -

اس سے معلوم هوتا ہے کہ اس ایڈیشن کے مولفین کے نزدیک اصلي مقدار اتني هي ہے - مگر هم کو یقین ہے کہ اسمیں ایک بڑي تعداد الحاقي رباعیات کي هوگي - کیونکہ اگر سر گور اوسلي کے نسخے کي تمام رباعیات اصلي تسلیم کرلي جائیں' جب بهي اتني تعداد اصلي رباعیات کي ثابت نہیں هوتي

بهر حال همیں تکمیل و اشاعت کا انتظار کرنا چاهیے - مطالعہ کے بعد صحیح راے قائم کي جاسکے گي -

کنیـڈا میں هنـدوستـــانیوں کي حـالت زار

کنیڈا میں هندوستانیوں کے رهنے کے مکان -

" تم لوگ همـارے ملـک میں حاکم بننے کیلیے آتے هو - هم تمهارے یهاں قلي بننے کیلیے جاتے هیں - اسپر بهي تم همیں آنے کي اجازت نهیں دیتے ؟ "

[گردت سنگه]

اُن چار جانباز هندوستانی عورتوں میں سے ایـک عورت جو جـابرانه قانون کا مقابله کرنے کیلیے کنیڈا میں داخل هوگئی هیں !

سردار تیجا سنگه جو کنیڈا کے نو اباد هنـدوستـانیوں کے ایـک با اثر لیڈر هیں -

بهر زمین که رسیدیم آسماں پیدا ست !

کنیڈا میں جو جهاز نوآباد هندوستانیوں کو لیکر سردار گردت سنگه گئے تے اور جو بالآخر ظلم اور جنسیت قومی کے تعصب سے شکست کها کر غالباً واپس آجانے والا هے ' اسکے ساحل کنیڈا تک پهنچنے سے پیشتر مندرجه ذیل مراسلت مشهور اهل قلم سیته نهال سنگه نے گریفک للڈن کو بهیجي تهي ' جو تازه ولایت کی ڈاک میں آیا هے :

"کنیڈا میں هندوستانیوں کي نو آبادي کا مسئله سخت خطرے کي حالت میں نظر آتا هے - ۳۷۵ هندوستاني ایک جاپانی جهاز میں کولمبیا روانه هوگئے هیں - هندوستان کے ایشیائیوں نے یه جهاز جاپان کے ایشیائیوں سے کرایه پر لیا هے ' اور دونوں یکساں طور پر کنیڈا سے اپنے حقوق کے داد خواه هیں !

هندوستاني نهایت استقلال و جوش اور جاں نثاري کے ولولوں کے ساتهه روانه هوے هیں ' اور اس بات پر تلے هوے هیں که برطاني رعایا هونیکی حیثیت سے اپنے حقوق حاصل کرینگے - انکا مقصود ایک عملی آزمایش کے ذریعه اس سوال کو حل کرنا هے که آیا سلطنت برطانیه کا ایک جز هونے کے لحاظ سے انهیں کنیڈا میں رهنے کا حق حاصل هے یا نهیں ؟

ان هندوستانیوں میں زیاده تعداد اُن سپاهي پیشه سکهوں کی هے جو زمانهٔ حال کی انگریزي لڑائیوں میں ایک تاریخي افتخار حاصل کرچکے هیں - وہ تاج انگلستان کے لیے هندوستان کے اندر اور هندوستان سے باهر (مثلاً سرحد ، افغانستان ' تبت ' چین صومالي لینڈ) میں لڑچکے هیں اور بارها اپنا خون بهاچکے هیں - ان لوگوں میں شاید هي کوئي شخص ایسا هوگا جسکو یه دعوا نه هوگا که اسکے قریب اور محبوب رشته داروں میں سے کوئي نه کوئي سر فروش اس سلطنت کے لیے اپنا خون بها چکا هے ' جسکے تاج سلطنت کا سب سے زیاده قیمتي نگینه هندوستان هے - بهر حال اس بحث کو چهوڑ دو که سکهوں کے حقوق ایک وفادار برطاني سپاهی هونے کي حیثیت سے خاص نوعیت رکهتے هیں - عام قومي اور قانونی لحاظ سے دیکهو ' جب بهی یه ایک نهایت هي افسوسناک اور ناقابل تحمل منظر هے - هندوستان هی کے باشندے هیں جنهوں نے محنت و مزدوري کرکے ان نو آبادیوں کو یورپ کي دار الحکومتوں کا هم سر بنا دیا هے ' لیکن آج نهایت بے دردي کے ساتهه ان پر اسکا دروازه بند کیا جا رها هے - بظاهر ایسے پر فریب قواعد وضع کیے گئے هیں جنسے معلوم هوتا هے که یه دروازه چند رکاوٹوں کے ساتهه ابتک کهلا هے ' مگر فی الحقیقت وه پوري طرح بند کردیا گیا هے - مثلاً ایک طرف یه قاعده رکها هے که نو آباد هندوستاني کلمبیا میں ایک هي ٹکٹ پر نه آے ' دوسري طرف حکم دیدیا گیا هے که اگر وه کسي جگهه جهاز بدلے تو اسکو آگے بڑهنے کي اجازت نه دي جاے - اسکا صاف مطلب یهي هوا که کوئی هندوستانی کولمبیا نه جاے - یه قانون یهاں تک سخت کردیا گیا هے که نو آباد هندوستانیوں کي بي بیاں بهي اپنے شوهر کے پاس جانے سے روک دي گئي هیں - یه ایک ایسي کهلي وحشت هے جسے اسکی حالت پر چهوڑ دینا کوئي انسان گوارا نه کریگا !

جو هندوستانی پیشتر سے وهاں موجود هیں ' ان پر بهي نوکریوں کا دروازه بند کردیا گیا هے - ساتهه هي ایک طرف تو حکام نے هندوستانیوں کي بیبیوں کو اندر

مظلوم هندوستانیوں کي بے بسي کا ایک منظر ! کینـڈا کے حکام مهاجرۃ نے نو آباد هندوستـانیوں کو یهان مقید کردیا هے !

حضرات چاهیں اس امر کو تحقیق فرمالیں که جو صاحب باهر سے بلائے هوے تشریف لاے تھے' ان میں سے کسي صاحب سے بھی هم لوگوں نے کچھه فرمایش کی تھی؟ دهلی میں جو پانچسو کے قریب ٹکٹ تقسیم کیے گئے تھے' کیا ان کے پاس هم لوگوں نے کسی آدمی کو کچھه سمجھانے کے لئے بھیجا تھا؟ کیا مدرسه طبیه کے طلباء سے هماري کمیٹی کے کسی شخص نے کچھه فرمایش کی تھی؟ بیشک کمیٹی کے سب ممبر ایک خیال کے تھے اور ان کے اکثر احباب ان کے هم خیال تھے اخبارات میں کافی مضامین نکل چکے تھے - دهلی کے بہت سے پڑھے لکھے حضرات ان مضامین کو پڑھ پڑھکر اپنی اپنی رائیں قائم کرچکے تھے - ایسي حالت میں اکثر اصحاب کا اصلاح ندوه پر اتفاق تھا - جس کی ضرورت کو ندوه کے انصاف پسند حضرات نے خود بھی تسلیم کرلیا تھا اور ۱۰ - مئی کے جلسه میں اس کا باقاعده اعلان بھی هوچکا تھا - ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھکر دهلی کے جلسه کي عام راے کے متعلق صرف یهي صحیح قیاس هوسکتا هے که وه اصلاح ندوه کے مرید تھے اور کسی سے سبق لینے کے محتاج نه تھے -

(و) یه تو بار بار لکھا جاتا هے که جلسه میں مدرسه طبیه کے طلبه موجود تھے' لیکن کسی منصف مزاج نے یه نہیں لکھا که مدرسه امینیه کے اور بعض دیگر اسلامی مدارس کے طلبه بھی جلسه میں اچھی تعداد میں موجود تھے' جو بغیر ٹکٹ کے آگئے تھے' اور جنھیں جلسه میں شریک هونے سے کسی نے بھي نہیں روکا تھا - ایک طرف کسي طالب العلم کو داخل هونے سے منتظمین نہیں روکتے تھے - اور دوسري طرف وه یه دیکھه رهے تھے که حامیان ندوه میں سے بعض اصحاب ایک ایک ٹکٹ کو بار بار استعمال کررهے هیں' اور ان لوگوں کو داخل کررهے هیں جنھیں وه کسی نه کسی خاص غرض سے داخل کرنا چاهتے تھے - کیا کوئی شخص یه کہه سکتا هے که منتظمین نے رواداري کے برتاؤ کے سوا کچھه بھی ان امور پر نوٹس لیا -

(ز) یه بھی اعتراض کیا جاتا هے که ریزولیوشن زبردستی پاس کرلیے گئے حالانکه اکثر حاضرین جلسه ان کے خلاف تھے - یه اعتراض اور اسی قسم کے بعض دوسرے اعتراضات حقیقت میں اس قابل هیں که ان کا کوئي جواب نه دیا جاے تو زیاده بہتر هے - اگر یه بات سمجھه میں آسکتی هے که جلسه خلاف هو اور کوئي ریزولیوشن پاس کرلیا جاے' تو اعتراض بھی سمجھه میں آسکتا هے - واقعه یه هے که جب موافقت کے لیے هاتھه اٹھانیکو کہا گیا تو تقریباً سب نے هاتھه اٹھاے' لیکن جب مخالفت کے لیے هاتھه اٹھاے گئے تو میں نے خوب غور کرکے دیکھا' صرف دو هاتھوں کے سوا کوئي تیسرا هاتھه هوا میں بلند نه تھا! جلسه میں سینکڑوں آدمي تھے اور وه اس امر کي آسانی کے ساتھه شہادت دے سکتے هیں - ان سے دریافت کرلیا جاے تو اور بھی بہتر هوگا -

(نتائج جلسه)

میں مختصر طور پر جلسه کے حالات بیان کرنے کے بعد اس جلسه کے نتائج پر بحث کرنا چاهتا هوں جس کا وعده میں نے اپنے اس مضمون کے ابتدائی حصه میں کیا تھا -

میں اس جلسه کا نتیجه سمجھتا هوں که ان بزرگان ندوه نے جو انصاف پسند هیں' اصلاح کي طرف قدم بڑھایا هے' اور وه اب اچھي جد و جهد اصلاح کیلیے کررهے هیں - ۱۴ جون کو انھوں نے اپنی انتظامی کمیٹی کے جلسه کو بلایا هے' اور اجنڈے میں حسب ذیل امور درج کئے هیں - جن میں سے اکثر امور اصلاح سے تعلق رکھتے هیں -

(۱) (الف) منظوري کارروائي جلسه هاے انتظامیه گذشته -

(ب) حساب نه ماهه دار العلوم و ندوة العلماء پیش هوگا -

(۲) جن مدرسین کي نسبت مهتمم صاحب دارالعلوم نے اپني رپورٹ شائع شده میں لکھا هے که انھوں نے طلبه کي اسٹرایک میں حصه لیا هے' ان کا معامله بعرض تصفیه پیش هوگا -

(۳) جن طلبه نے اسٹرایک کي تھي انکي وه درخواستیں پیش هوں گي جن میں انھوں نے اپنے قصور کي معافي چاهي هے' میں نے (ناظم صاحب نے) تا تصفیه جلسه انتظامیه ان کو دار العلوم اور دار الاقامة دونوں سے مستفیض هونیکا عارضي حکم دیا هے -

(۴) سالانه ندوة العلماء کے طلب کرنے کي جلد سے جلد ضرورت هے' لہذا اس کے لئے تاریخ اور مقام کا تعین کیا جائیگا -

(۵) مراسله ریاست بھوپال و رامپور مشعر التواء امداد تعدادي ۵۰۰ روپیه سالانه بلا تعین مدت (پیش هوگا)

(۶) یه میر مفتي عبد الله صاحب اور قاضي تلمیذ حسین صاحب کي رخصت کے متعلق هے)

(۷) ماسٹر دین محمد صاحب کے متعلق هے)

(۸) (فقیه اول کي جگه کے انتظام کے متعلق هے)

(۹) انتخاب ممبران مجلس هاے دار العلوم و مال و کونسل نظامت و فہرست انتخاب ارائین نامزد شده (جو منسلک هے)

(۱۰) تجویز متعلق نگراني بورڈنگ هاوس -

(۱۱) معامله جلسه دهلي منعقده ۱۰ مئي سنه ۱۹۱۴ و مراسله مولوي ثناء الله صاحب پریسیڈنٹ جلسه دهلي بابت اطلاع تقرر کمیٹي براے اصلاح ندوه -

(۱۲) دیگر ضروري امور جو اس وقت تک هنگامي طور پیش آجائیں یا ضروري تحریرات -

اس اجنڈا سے صاف معلوم هوتا هے که ارکان ندوه اپنے فرائض کے ادا کرنیکے کا اهتمام کررهے هیں جو امید هے که پورے هوں گے - اگر وه پورے هوگئے تو جسقدر انھیں خوشي هوگي اسیقدر هندوستان کے ان تمام مسلمانوں کو بھی هوگی جو ندوه کے ساتھه دل چسپی رکھتے هیں -

اس کے علاوه ناظم صاحب ندوه نے اعلان کردیا هے که هم قواعد و ضوابط کو درست کرنا چاهتے هیں اور اس غرض کے لیے وه عام مسلمانوں کو دعوت دے رهے هیں - پس ۱۰ - مئي کي منتخب شده کمیٹي بھي اپنے خیالات کو ان حضرات کي خدمت میں پیش کرے گي' اور یهي اس کا فرض هے - ان تمام باتوں کا جو نتیجه هوگا' امید هے که بہتر هوگا اور ۱۰ - مئي کے جلسه کي غرض کسي نه کسي طرح پوري هوجائیگي - کیونکه معزز ارکان ندوه میں چند حضرات خاص طور پر معامله فہمي میں ممتاز هیں - وه اچھي طرح جانتے هیں که هٹ اور ضد سے ندوه کو نقصان پہونچنے کا اندیشه هے' اور صحیح مطالبات کو قبول کرنا ندوه کي فلاح اور بہبود کا باعث هوگا - دوسري صورت میں قوم کے ایک حصه کی دل چسپي ندوه کے ساتھه ساقط هوجانیکا خوف هے - بس مجھے امید هے که خدا نے چاها تو تمام معاملات درست هوجائیں گے' اور آخرکار سب ملکر ندوه کے ایسے هي خادم بن جائیں گے - جیسے کے پہلے تھے' اور واقعات کو متفق هوکر بالکل بھلا دیں گے -

بہت سے ایسے اعتراضات میں نے چھوڑ دیے هیں جو گو صحیح نہیں مگر میں انھیں مهتم بالشان نہیں سمجھتا هوں - نیز میں نے ایسے واقعات بھي ترک کردیے جن کا اس وقت ذکر کرنا مصلحت کے خلاف هے اور وه فریقین میں پھر ناگوار بحث کے باعث هوجائیں گے - اگر ذمه دار اشخاص ایسی بحثوں کو چھیڑیں گے تو میں واقعات کو دهرانے کے لئے حسب ضرورت مجبور هونگا -

محمد اجمل

میرے خیال میں جو خریدار اس وقت ہیں اُنہی کو بذریعہ الہلال اطلاع دیکر قیمت ڈیوڑھی یا دوگنی کردینے کی خبر دینی چاہیے - میں اُمید رکھتا ہوں کہ جتنے خریدار اس وقت الہلال کے موجود ہیں وہ انشاء اللہ تعالی بڑی خوشی اور رضا و رغبت کے ساتھہ اضافہ کو منظور کرکے قیمت ادا کرینگے -

میری عرض کرنے کی کچھہ ضرورت نہ تھی' جن جن اشخاص نے الہلال دیکھا ہوگا وہ جانتے ہونگے ' اور آپ بھی اچھی طرح واقف ہیں - بے شک دعوۃ دینی اپنی پہلی منزل سے گذر چکی ہے مگر اسکا قیام و استحکام صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ تعلیمات برابر جاری رہیں اور ترغیب و تحریص کا سلسلہ نہ ٹوٹے - خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے الہلال کو قائم و بر قرار رکھے اور اوسکے دلی ارادوں کو کامیاب فرماوے -

محمد زمان ' معرفت محمد ابراہیم ' ٹھیکہ دار
از کلو - ایس - ایس - برما

افسوس مسئلہ الہلال پر خریداران الہلال نے پوری توجہ نہ کی ' اگر ایک ایک خریدار بناتے تب بھی مسئلہ الہلال کی بابت آپ کو نمبر ۱۹ و نمبر ۲۰ میں درج کرنا نہ پڑتا - خدا تعالی اس چراغ کو قائم رکھیگا - میرے نام الہلال کی قیمت بجاے آٹھہ روپیہ کے بارہ روپیہ درج کی جاوے - دوسرا پرچہ زیادتی چندہ کا وی - پی - روانہ فرماویں ایک خریدار پہلے دیچکا ہوں - دوسرے کا پتہ درج ذیل ہے -

فضل الہی از کلو - ایس - ایس - برما

الہلال کی نسبت میری راے یہ ہے کہ یہ پرچہ ملک کیواسطے رحمت الہی ہے' اسکی کسیطرح کی کمزوری ملک کے واسطے سب سے بڑی مصیبت ہوگی ! لہذا اگر آپ اسکی قیمت میں اضافہ کردیں تو میں نہایت خوش ہونگا تا کہ مالی کمزوری باقی نہ رہے - دو خریدار جدید پیش کرتا ہوں -

محمد یونس عفی عنہ - از ملیح آباد - لکھنؤ

[illegible]

مسئلـــۂ قیـــام الهـــلال

الهلال نمبر ۱۰۲ کا مضمون بعنوان " مسئلہ قیام الهلال کا آخري فیصلہ " پڑھکر ایسا صدمہ ہوا کہ اسکا اظہار احاطۂ تحریر سے باہر ہے - نہیں معلوم کونسا جادو اس مضمون میں تھا کہ پڑھتے ہي دل ہاتھہ سے جاتا رہا اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا - مولانا ! سچ سچ عرض کررہا ہوں کہ اول تا آخر ایک ایک لفظ مکرر سہ کرر پڑھا ' اور غور کرتا رہا اور کرتا ہوں کہ نہ معلوم ہم عاجزوں کیلیے کونسا انقلاب اور کیا حشر ہونے والا ہے ؟

جناب نے فرمایا ہے کہ " الهلال نے خدا سے مہلت مانگي تھي کہ اپنے سامنے اپنے بعض مقاصد کو دیکھہ لے " اور " اب دیکھتا ہوں کہ الهلال اپنا پہلا کام پورا کرچکا ہے اور اپنے بعض مقاصد اپنے سامنے دیکھہ رہا ہے " لیکن مولانا ! خود اپنے ہي ضمیر سے فیصلہ طلب کیجیے کہ کیا " بعض مقاصد " ہي کے پورا کردینے سے کام انجام پاسکتا ہے ؟ اگر نہیں تو پھر کیا ہم گم گشتگان ضلالت کو نیم بسمل چھوڑنے ہي کے لیے الهلال جاري کیا گیا تھا ؟ اگر ایسا تھا (خدا نہ کرے کہ ایسا ہو) تو بہتر تھا کہ اس کام کا بیڑا ہي نہ اٹھا یا جاتا - یہ کہاں کا انصاف اور قانون ہے کہ ادھورا چھوڑ کر اعراض کیا جاے -

میں نہایت عاجزي سے گذارش کرتا ہوں کہ " مسئلۂ قیام الهلال کے آخري فیصلہ " کا فیصلہ جلدي سنا دیجیے تاکہ انتشار و تردد رفع ہو جواب نہایت شاق گذر رہا ہے - اگر فیصلہ موافق ہوا تو خیر' اور اگر نفي میں ہوا تو پھر بہ تعمیل آپکے اس بقول کے کہ " ایک قطعی فیصلہ کرنے میں میرے ساتھہ ہو جائیں " یہ احقر بھي آپکا ساتھہ دینے سے گریز نہیں کریگا - انشاء اللہ تعالی - الحمد للہ میں بھي پہلي منزل پوري کرچکا ہوں اور میرے سامنے بھي دوسري منزلیں کھول دي گئي ہیں - میں بھي آنکے طے کرنے کے لیے کمر بستہ ہوجاؤنگا - ناظرین الهلال بھي اپني پہلي منزلیں ختم کرچکے ہونگے اور دوسري کے طے کرنے کیلیے تیار ہونگے ' اگر وہ خدا نخواستہ اپني آیندہ منزلیں طے کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو انا للہ و انا الیہ راجعون -

آخر میں ناظرین الهلال سے درخواست ہے کہ ۱۲ روپیہ سالانہ قیمت دینے پر تیار ہوجائیں - اگر وہ رضامند نہیں ہیں تو ایک پیسہ کا کارڈ ڈالکر خریداري سے سبکدوش ہوجائیں - اگر کوئي ایسا خط وصول نہ ہو تو ۱۲ - روپیہ پر رضامند سمجھہ لیا جاے اور آیندہ ۱۲ روپیہ سالانہ قیمت مقرر کردي جاے -

تین خریداروں کي فہرست منسلک عریضہ ہذا ہے -

احمد علي خریدار نمبر ۳۸۹۲ - از بھٹنڈا -

آپکے اخبار کے مضامین نے جو اثر میرے دل پر کیا ہے اسکا حال مجھے ہي معلوم ہے - آپکا اخبار بے علموں کیلیے ایک ایسا مقدس ذریعہ علم ہے' جس سے بہت دین اسلام کی حقیقي اور روحاني معلومات حاصل ہوتي ہیں - خداوند کریم آپکو جزاے خیر دے - ایسے اخبار کیلیے قیام و عدم قیام کا سوال پیدا ہونا ہم مسلمانوں کیلیے حیف ہے - میرا تو یہ خیال ہے کہ ہر مسلم کے ہاتھہ میں یہ پرچہ ہونا چاہیے - فی الحال تین اصحاب کے نام اخبار روانہ کیجیے آیندہ بھي انشاء اللہ کوشش کرونگا - وما توفیقي الا باللــہ -

براے خدا الهلال کے بند کرنیکا ہرگز ارادہ بلکہ وہم بھي نہ فرمائیں اللہ مددگار ہے فقط والسلام -

عزیز الدین - خریدار نمبر ۳۹۹۳ از لاہور

آج اتفاق سے ایک بزرگ سے الهلال کا پرچہ نمبر ۲۰ اور ۱۹ جو ایک ساتھہ شائع ہوا ہے' چند منٹ کے لیے دیکھنے کو ملگیا - الهلال کي توسیع اشاعت کیلیے اہل دل حضرات جان و دل سے کوشاں ہیں - خاکسار ایک غریب طالب العلم ہے' عربي پڑھتا ہے' اتني اوقات نہیں جو آٹھہ روپیہ گھر سے دیکر الهلال کا خریدار بن جاؤں - کیا یہ ممکن ہے کہ آپ میرے اس عریضہ کو اپنے پرچہ کے کسي گوشہ میں جگہہ دیدیں ؟ بہت ممکن ہے کہ میري عرضي شرف قبولیت کو پہونچ جاے' اور کوئي صاحب دل حضرت ایک سال کے لیے الهلال میرے نام آپکو قیمت بھیجکر جاري کرادیں -

خاکسار سید محمد منصور احمد

مقام اورین - ڈاکخانہ کجرہ - ضلع مونگیر

الهـــلال :

ادارۂ الهلال کا آغاز اشاعت سے یہ طریقہ رہا ہے کہ توسیع اشاعت اور اعانت طلبا وغیرہ کي غرض سے بھي کسي پر بار ڈالنا پسند نہیں کیا گیا اور پہلے سال پانچ سو پرچے طلبا کو نصف قیمت پر' اور سو کے قریب مفت' اور اسي طرح دوسرے سال چھہ روپیہ قیمت پر کئي سو پرچے جاري کردیے -

یہ پہلي درخواست ہے جسکا جواب ادارۂ الهلال نے خود نہیں دیا بلکہ قارئین کرام کے آگے بغرض جواب پیش کیا ہے -

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۹ کا)

آنیکي ممانعت کردي' دوسري طرف یہ رپورٹ عام طرحسے پھیلادي گئي کہ ہندو (ہندوستانیوں کو کنیڈا میں ہندو کہا جاتا ہے خواہ وہ مسلمان ہي کیوں نہ ہوں - جس طرح عرب ہر باشندہ ہند کو ہندو کہتے ہیں - الہلال) بالطبع نہایت اوباش ہیں - اور انکي اخلاقي و معاشرتي حالت کی متمدن ابادي متحمل نہیں ہو سکتي !

وہ ہندؤں کی جماعت جو کنیڈا میں کوماگا تومارو جہاز پر روانہ ہوئي ہے' صرف یہ دکھلانا چاہتي ہے کہ کنیڈا کي گورنمنت کیسے پیچیدہ طریقوں سے ہندوستاني نو آبادیوں کو روک رہي ہے ؟

یہ جہاز جو ہندوستان سے روانہ ہوا ہے اسمیں کوئي کاریگر نہیں' مستري نہیں - فقط اہمیت کے قلی ہیں - یہ غیر معمولي ملازم نہیں ہیں' اسوجہ سے انہیں مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ ہندوستان لوٹ جائیں -

اس بات دو ذاتي طور پر تحقیق کرنے کے بعد ہمیں پتہ لگا ہے کہ سکھوں کے ساتھہ کلمبیا میں جو اسقدر سختي کي جاتی ہے' اسمیں ایک حد تک غلط فہمي کو بھي دخل ہے - وہ ایسے وقت میں آئے جبکہ وہاں کے لوگ چینیوں اور جاپانیوں سے بگڑے ہوے تھے - چونکہ یہ بھي مشرقي تھے اسلیے انکے ساتھہ بھي چینیوں اور جاپانیوں کي طرح سلوک کیا گیا اور اس بات کا خیال کیا نہیں کیا گیا کہ ہندوستاني برطاني رعایا ہیں -

سلطنت کے نقطہ خیال سے ہر خیر خواہ برطانیہ اس واقعہ کو افسوس کي نظروں سے دیکھیگا - اگر کنیڈا نے یہ اشتعال انگیز طریقہ قائم رکھا تو بہت ممکن ہے کہ ہندوستان میں سخت بے چیني اور اضطراب پھیل جاے " (نہال سنگہ)

حکمت بالغہ ! حکمت بالغہ !

مولوی احمد مکرم صاحب عباسی چریا کوٹی نے ایک نہایت مفید سلسلہ جدید تصنیفات و تالیفات کا قائم کیا ہے - مولوی صاحب کا مقصود یہ ہے کہ قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کے متعلق آجتک جس قدر دلائل قائم کیے گئے ہیں اُن سب کو ایک جگہہ مرتب و مدون کردیا جاے - اس سلسلہ کی ایک کتاب موسوم بہ حکمۃ بالغہ تین جلدوں میں چھپ کر تیار ہو چکی ہے -

پہلی جلد کے چار حصے ہیں - پہلے حصے میں قرآن مجید کی پوری تاریخ ہے جو اتقان فی علوم القرآن علامۂ سیوطی کے ایک بڑے حصہ کا خلاصہ ہے - دوسرے حصہ میں تواتر قرآن کی بحث ہے ' اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوا تھا وہ بغیر کسی تحریف یا کمی بیشی کے ویسا ہی موجود ہے ' جیسا کہ نزول کے وقت تھا ' اور یہ مسئلہ کل فرقہاے اسلامی کا مسلمہ ہے - تیسرے حصہ میں قرآن کے اسماء و صفات کے نہایت مبسوط مباحث ہیں - جن میں ضمنا بہت سے علمی مضامین پر معرکۃ الارا بحثیں ہیں - چوتھے حصے سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے - اس میں چند مقدمات اور قرآن مجید کی ایک سو پیشین گوئیاں ہیں ' جو پوری ہو چکی ہیں - پیشین گوئیوں کے ضمن میں علم کلام کے بہت سے مسائل حل کئے گئے ہیں ' اور فلسفۂ جدید جو نئے اعتراضات قرآن مجید اور اسلام پر کرتا ہے ان پر تفصیلی بحث کی گئی ہے -

دوسری جلد - ایک مقدمہ اور دو بابوں پر مشتمل ہے - مقدمہ میں نبوت کی مکمل اور نہایت محققانہ تعریف کی گئی ہے - آنحضرت صلعم کی نبوت سے بحث کرتے ہوے آیۃ خاتم النبیین کی عالمانہ تفسیر کی ہے - پہلے باب میں رسول عربی صلعم کی ان معرکۃ الارا پیشین گوئیوں کو مرتب کیا ہے ' جو کتب احادیث کی تدوین کے بعد پوری ہوئی ہیں ' اور اب تک پوری ہوتی جاتی ہیں - دوسرے باب میں ان پیشین گوئیوں کو لکھا ہے ' جو تدوین کتب احادیث سے پہلے ہو چکی ہیں - اس باب سے آنحضرت صلعم کی صداقت پوری طور سے ثابت ہوتی ہے -

تیسری جلد - اس جلد میں فاضل مصنف نے عقل و نقل اور علماے یورپ کے مستند اقوال سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم امی تھے ' اور آپ کو لکھنا پڑھنا کچھہ نہیں آتا تھا - قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کی نو عقلی دلیلیں لکھی ہیں - یہ عظیم الشان کتاب ایسے پر آشوب زمانہ میں جب کہ ہر طرف سے مذہب اسلام پر نکتہ چینی ہو رہی ہے ' ایک عمدہ ہادی اور رہبر کا کام دیگی - عبارت نہایت سلیس اور دل چسپ ہے ' اور زبان اردو میں اس کتاب سے ایک بہت قابل قدر اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر سہ جلد (۱۰۶۴) لکھائی چھپائی و کاغذ عمدہ ہے - قیمت ۵ روپیہ *

نعمت عظمی ! نعمت عظمی !

امام عبد الوہاب شعرانی کا نام نامی ہمیشہ اسلامی دنیا میں مشہور رہا ہے - آپ دسویں صدی ہجری کے مشہور ولی ہیں - لواقح الانوار صوفیاے کرام کا ایک مشہور تذکرہ آپ کی تصنیف ہے - اس تذکرہ میں اولیاء - فقراء اور مجاذیب کے احوال و اقوال اس طرح پر کانٹ چھانٹ کے جمع کئے ہیں کہ ان کے مطالعہ سے اصلاح حال ہو اور عادت و اخلاق درست ہوں اور صوفیاے کرام کے بارے میں انسان سوء ظن سے محفوظ رہے - یہ لا جواب کتاب عربی زبان میں تھی - ہمارے محترم دوست مولوی سید عبد الغنی صاحب وارثی نے جو اعلی درجہ کے ادیب ہیں اور علم تصوف سے خاص طور سے دل چسپی رکھتے ہیں اس کتاب کا ترجمۂ نعمت عظمی کے نام سے کیا ہے - اس کے چھپنے سے اردو زبان میں ایک قیمتی اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر دو جلد (۷۲۶) خوشخط کاغذ اعلی قیمت ۵ روپیہ *

مشاہیر الاسلام ! مشاہیر الاسلام ! !

یعنی اردو ترجمہ وفیات الاعیان مترجمۂ مولوی عبد الغفور خان صاحب رامپوری ' جس میں پہلی صدی ہجری کے اواسط ایام سے ساتویں صدی ہجری کے خاتمہ تک دنیاے اسلام کے بڑے بڑے علماء فقہا قضاۃ شعراء متکلمین نحوایین لغوئین منجمین مہندسین مؤرخین محدثین زہاد عباد امراء فقراء حکماء اطبا سلاطین مجتہدین و صناع و مغنین وغیرہ ہر قسم کے اکابر و اہل کمال کا مبسوط و مفصل تذکرہ - جیسے بقول (موسیو دی سیلن) کے

" اہل اسلام کی تاریخ معاشرتی و علمی کی واقفیت کے واسطے اہل علم ہمیشہ سے بہت ہی قدر کی نگاہوں " سے دیکھتے آئے ہیں "

یہ کتاب اصل عربی سے ترجمہ کی گئی ہے ' لیکن مترجم صاحب ممدوح نے ترجمہ کرتے وقت اس کے اس انگریزی ترجمہ کو بھی پیش نظر رکھا ہے ' جسے موسیو دی سیلن نے سنہ ۱۸۴۲ع میں شائع کیا تھا - سواے اس کے اصل کتاب پر تاریخ ' تراجم ' جغرافیہ ' لغت ' انساب اور دیگر مسائل دینی کے متعلق کثیر التعداد حواشی اضافہ کئے ہیں - اس تقریب سے اس میں کئی ہزار اماکن و بقاع اور قبائل و رجال کا تذکرہ بھی شامل ہو گیا ہے - علاوہ بریں فاضل مترجم نے انگریزی مترجم موسیو دی سیلن کے وہ قیمتی نوٹ بھی اردو ترجمہ میں ضم کرتے ہیں جن کی وجہ سے کتاب اصل عربی سے بھی زیادہ مفید ہو گئی ہے - موسیو دی سیلن نے اپنے انگریزی ترجمہ میں تین نہایت کار آمد اور مفید دیباچے لکھے ہیں مشاہیر الاسلام کی پہلی جلد کی ابتدا میں ان کا اردو ترجمہ بھی شریک کر دیا گیا ہے - اس کتاب کی دو جلدیں نہایت اہتمام کے ساتھہ مطبع مفید عام آگرہ میں چھپوائی گئی ہیں ' باقی زیر طبع ہیں - قیمت ہر دو جلد ۵ روپیہ -

(۴) مآثر الکرام یعنی حسان الہند مولانا میر غلام علی آزاد بلگرامی کا مشہور تذکرہ مشتمل بر حالات صوفیاے کرام و علماے عظام - صفحات ۳۳۸ مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ خوشخط قیمت ۲ روپیہ -

(۵) افسر اللغات - یعنی عربی و فارسی کے کئی ہزار متداول الفاظ کی لغت بزبان اردو صفحات (۱۲۴۹) قیمت سابق ۹ روپیہ قیمت حال ۲ روپیہ -

(۶) فغان ایران - یعنی اردو ترجمہ کتاب اسٹرینگلنگ آف پرشیا - مصنفۂ مسٹر مارگن شوسٹر سابق وزیر خزانہ دولت ایران صفحات ۴۶۲ مع ۲۱ تصاویر عکسی قسم اعلی - جلد نہایت خوبصورت اور عمدہ ہے قیمت صرف ۵ روپیہ -

(۷) داستان ترکتازان ہند - کل سلاطین دہلی اور ہندوستان کی ایک جامع اور مفصل تاریخ ۵ جلد کامل صفحات (۲۶۵۶) کاغذ و چھپائی نہایت اعلی قیمت سابق ۲۰ روپیہ قیمت حال ۹ روپیہ

(۸) تمدن عرب - قیمت سابق ۵۰ روپیہ قیمت حال ۳۰ روپیہ

(۹) الفاروق - علامہ شبلی کی مشہور کتاب قیمت ۳ روپیہ -

(۱۰) آثار الصنادید - سرسید کی مشہور تاریخ دہلی کانپور کا مشہور اڈیشن با تصویر قیمت ۳ روپیہ -

(۱۱) قواعد العروض - مولانا غلام حسین قدر بلگرامی کی مشہور کتاب علم عروض کے متعلق عربی و فارسی میں بھی کوئی ایسی جامع کتاب موجود نہیں - نہایت خوشخط کاغذ اعلی صفحات ۴۷۴ - قیمت سابق ۴ روپیہ قیمت حال ۲ روپیہ -

(۱۲) جنگل میں منگل - انگلستان کے مشہور مصنف روڈیارڈ کپلنگ کی کتاب کا اردو ترجمہ از مولوی ظفر علی خان صاحب بی - اے - قیمت سابق ۴ روپیہ - قیمت حال ۲ روپیہ -

(۱۳) علم اصول قانون - مصنفۂ سر ڈبلیو - ایچ - رینگن - ال - ال - ڈی کا اردو ترجمہ جو نظام الدین حسن خان صاحب بی - اے - بی - ال - سابق جج ہائیکورٹ حیدر آباد اور مولوی ظفر علی خانصاحب بی - اے کی نظر ثانی کے بعد شائع ہوا ہے - مترجمہ مسٹر مانک شاہ دین شاہ ششن جج دولت آصفیہ - آخر میں اصطلاحات کا فرہنگ انگریزی و اردو شامل ہے کل تعداد صفحات ۸۰۸ - قیمت ۸ روپیہ -

(۱۴) میڈیکل جیورس پرو ڈنس - حضرت مولانا سید علی بلگرامی مرحوم کی مشہور کتاب یہ کتاب وکیلوں - بیرسٹروں اور عہدہ داران پولیس و عدالت کے لئے نہایت مفید و کار آمد ہے - تعداد صفحات ۳۸۰ مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ قیمت سابق ۹ روپیہ قیمت حال ۳ روپیہ -

(۱۵) تحقیق الجہاد - مصنفۂ نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم بزبان اردو - مسئلہ جہاد کے متعلق ایک عالمانہ اور نہایت مفصل کتاب صفحات ۴۱۲ قیمت ۳ روپیہ -

(۱۶) شرح دیوان اردو غالب - تصنیف مولوی علی حیدر طبا طبائی - یہ شرح نہایت قیمتی معلومات کا ذخیرہ ہے - غالب کے کلام کو عمدہ طریقہ سے حل کیا گیا ہے صفحات ۳۴۸ مطبوعہ حیدر آباد قیمت ۲ روپیہ -

(۱۷) تیسیر الباری - یعنی اردو ترجمہ صحیح بخاری بین السطور حامل المتن صفحات تقریباً (۳۷۵۰) نہایت خوشخط کاغذ اعلی قیمت ۲۰ روپیہ -

جلاب کی گولیاں

اگر آپ قبض کي شکايتوں سے پريشان هيں تو اسکي
دو گولياں رات کو سوتے وقت نگل جائيے صبح کو دست
خلاصه هوگا ' اور کام کاج کهانے پينے نهانے ميں هرج اور
نقصان نه هوگا کهانے ميں بدمزه بهي نهيں هے -

قيمت سوله گوليوں کی ايک ڈبيه ۵ آنه محصول
ڈاک ايک ڈبيه سے چار ڈبيه تک ۵ آنه

يه
دو دوائيں
هميشه
اپنے
پاس
رکهيں

درد سر رياح کی دوا

جب کبهي آپکو درد سرکي تکليف هو يا رياح کے
درد ميں چهٹ پٹاتے هوں تو اسکے ايک ٹکيه نگلنے هي
سے پل ميں آپکے پهاڑ ايسے درد کو پاني کرديگي -

قيمت باره ٹکيونکي ايک شيشي ٦ آنه محصول
ڈاک ايک سے پانچ شيشي تک ۵ آنه -

نوٹ ـــ يه دونوں دوائياں ايک ساتهه منگانے سے
خرچ ايک هي کا پڑيگا -

ڈاکٹر ایس کے برمن ـ نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

مسیحا کا
موہنی کسم تیل
سر کے بالونکے لیے
نہایت مفید اور خوشبودار

تيل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا هي کرنا هے تو اسکے
ليے بهت سے قسم کے تيل اور چکني اشيا موجود هيں اور جب
تهذيب و شايستگي ابتدائي حالت ميں تهي تو تيل - چربي -
مسکه - گهي اور چکني اشيا کا استعمال ضرورت کے ليے کافي سمجها
جاتا تها مگر تهذيب کي ترقي نے جب سب چيزوں کي کاٹ
چهانٹ کي تو تيلوں کو پهولوں يا مصالحوں سے بسا کر معطر
و خوشبودار بنايا گيا اور ايک عرصه تک لوگ اسي ظاهري تکلف
کے دلداده رهے - ليکن سائينس کي ترقي نے آج کل کے زمانه
ميں محض نمود اور نمايش کو نکما ثابت کرديا هے اور عالم متمدن
نمود کے ساتهه فائدے کا بهي جوياں هے بنابريں هم نے سالها سال
کي کوشش اور تجربے سے هر قسم کے ديسي و ولايتي تيلوں
جانچکر " موهني کسم تيل " تيار کيا هے اسميں نه صرف خوشبو
سازي هي سے مدد لي هے بلکه موجوده سائنٹيفک تحقيقات سے
بهي جسکے بغير آج مهذب دنيا کا کوئي کام چل نهيں سکتا -
يه تيل خالص نباتاتي تيل پر تيار کيا گيا هے اور اپني نفاست اور
خوشبو کے ديرپا هونے ميں لاجواب هے - اسکے استعمال سے بال
خوب گهنے اگتے هيں - جڑيں مضبوط هوجاتي هيں اور قبل از وقت
بال سفيد نهيں هوتے درد سر ' نزله ' چکر ' اور دماغي کمزوريوں
کے ليے از بس مفيد هے اسکي خوشبو نهايت خوشگوار و دل آويز
هوتي هے نه تو سردي سے جمتا هے اور نه عرصه تک رکهنے سے
سڑتا هے -

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے هاں سے مل سکتا هے
قيمت في شيشي ١٠ آنه علاوه محصولڈاک -

مسیحا انٹی ملریا مکسچر
اکسیر دافع بخار ہر قسم

. هندوستان ميں نه معلوم کتنے آدمي بخار ميں مرجايا کرتے
هيں ' اسکا بڑا سبب يه بهي هے که ان مقامات ميں نه تو دواخانے
هيں اور نه ڈاکٹر ' اور نه کوئي حکيمي اور مفيد پٹنٹ دوا ارزاں
قيمت پر گهر بيٹهے بلا طبي مشوره کے ميسر آسکتي هے - همنے
خلق الله کي ضروريات کا خيال کرکے اس عرق کو سالها سال کي
کوشش اور صرف کثير کے بعد ايجاد کيا هے ' اور فروخت کرنے کے
قبل بذريعه اشتهارات عام طور پر هزارها شيشياں مفت تقسيم کردي
هيں تاکه اسکے فوائد کا پورا اندازه هوجاے - مقام مسرت هے که
خدا کے فضل سے هزاروں کي جانيں اسکي بدولت بچي هيں اور هم
دعوے کے ساتهه کهه سکتے هيں که همارے عرق کے استعمال سے
هر قسم کا بخار يعني پرانا بخار - موسمي بخار - باري کا بخار -
پهر کر آنے والا بخار - اور وه بخار ' جسميں ورم جگر اور طحال بهي
لاحق هو ' يا وه بخار ' جسميں متلي اور قے بهي آتي هو - سردي
سے هو يا گرمي سے - جنگلي بخار هو - يا بخار ميں درد سر بهي
هو - کالا بخار - يا آسامي هو - زرد بخار هو - بخار کے ساتهه گلٹياں
بهي هوگئي هوں - اور اعضا کي کمزوري کي وجه سے بخار آتا هو -
ان سب کو بحکم خدا دور کرتا هے ' اگر شفا پانے کے بعد بهي
استعمال کيجاے تو بهوک بڑهه جاتي هے ' اور تمام اعضا ميں خون
صالح پيدا هونے کي وجه سے ايک قسم کا جوش اور بدن ميں چستي
و چالاکي آجاتي هے ' نيز اسکي سابق تندرستي از سر نو آجاتي
هے - اگر بخار نه آتا هو اور هاتهه پير ٹوٹتے هوں ' بدن ميں سستي
اور طبيعت ميں کاهلي رهتي هو - کام کرنے کو جي نه چاهتا هو -
کهانا دير سے هضم هوتا هو - تو يه تمام شکايتيں بهي اسکے استعمال
کرنے سے رفع هوجاتي هيں - اور چند روز کے استعمال سے تمام
اعصاب مضبوط اور قوي هوجاتے هيں -

قيمت بڑي بوتل - ايک روپيه - چار آنه
" چهوٹي بوتل باره - آنه

پرچه ترکيب استعمال بوتل کے همراه ملتا هے
تمام دوکانداروں کے هاں سے مل سکتي هے
المشتهر ونيز ڈاکٹر
ايم - ايس - عبد الغني کيمسٹ - ٢٢ و ٧٣
کولو ٹوله اسٹريٹ - کلکته

[6]

S.C. MITRA & Co

بہترین طباعت اور عمدہ تیاری

ہندوستان میں فرد

کارخانہ

ہاف ٹون - لائن اور رنگین بلاک کے واسطے

ہمارا یہ کارخانہ شروع کیا گیا جسکے تمام آلات و سامان اور بنانے کی
دوائیں یورپ سے منگوائی گئی ہیں ... ضرورت پوری کر سکتے ہیں

کارخانے کی خصوصیات

(۱) وقت مقررہ پر چیز کو تیار کرنا (۲) کم قیمت
(۳) بہتر ... اور ... کی خواہش کی پوری طرح تعمیل کرنا۔

اگر آپ ... ضرورت ہو تو ...
نمونہ اور نرخ ... نام ... اخبار کا حوالہ دیا جائے

المشتہر - ایس سی مترا اینڈ کو نمبر ۲ - نارکل بگان لین - کلکتہ

12 NARIKELBAGAN LANE

CALCUTTA.

تمام مسلمانوں کو ان کتابوں کا پڑھنا نہایت ضروری ہے

الاسلام - سب سے پہلی بات جو مسلمانوں کے لیے ضروری ہے یہ ہے کہ وہ مذہب اسلام کے عقاید ضروریہ سے واقف ہوں' اور ان کو خدا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق درست رکھیں - کیونکہ اگر عقائد درست نہیں تو اعمال برباد ہیں - آجتک بچوں اور عورتوں کو ایمان و اعتقاد کی باتیں سکھا نے کے لیئے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی تھی - مولانا فتح محمد خان صاحب مترجم قرآن مجید نے الاسلام لکھکر اس ضرورت کو پورا کردیا ہے - خدا کی توحید کا جس کو آمیزش شرک سے پاک رکھنا نہایت ضروری ہے' بچوں کی سمجھ کے مطابق چھپا عمدہ بیان اس کتاب میں ہے - یقیناً کسی کتاب میں نہیں - علماے کرام نے اس کتاب کو بہت پسند فرمایا' اور نہایت مفید بیان کیا ہے - مولوی نذیر احمد صاحب نے تو انداز بیان سے خوش ہوکر جا بجا الفاظ تحسین سے داد سخن شناسی بھی دی ہے - بعض اسلامی ریاستوں اور انجمنوں نے اسکو اپنے مدارس میں داخل نصاب دینی کردیا ہے - پس اگر آپ اپنے اہل و عیال کو صحیح الاعتقاد اور خالص مومن بنانا چاہتے ہوں تو یہ کتاب انکو ضرور پڑھوا لیجیے - قیمت آٹھ آنے -

نفائس القصص و الحکایات پہلا حصہ

اس کتاب میں وہ قصے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں اردو میں لکھے گئے ہیں - اول تو قصے جو انسان کو با لطبع مرغوب ہیں' پھر خلاق فصاحت کے بیان فرمائے ہوئے' نا ممکن تھا کہ جو شخص کلام خدا سے ذرا بھی محبت رکھتا ہو' اور اس کے دل میں قرآن مجید کی کچھ بھی عزت و عظمت ہو وہ ان کے پڑھنے یا سننے کی سعادت حاصل نہ کرتا - یہی سبب ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں یہ کتاب اب چوتھی بار چھپی ہے - پڑھنے والا انکو پڑھکر پاکیزہ خیال اور صالح الاعمال بنتا ہے - مسلمانوں کے لیے یہ کتاب نعمت عظمی ہے قیمت چھ آنے -

نفائس القصص و الحکایات دوسرا حصہ

اس کتاب میں وہ قصے اور حکایتیں جو کتب حدیث میں مرقوم ہیں' انتخاب کرکے اردو میں جمع کی گئی ہیں - اور ان سے بھی وہی فائدہ حاصل ہوتا ہے' جو قرآن مجید کے قصوں سے ہوتا ہے - نہایت پر لطف اور بیش بہا چیز ہے - قیمت پانچ آنے
یہ تینوں کتابیں بہ نشان ذیل دستیاب ہوتی ہیں :

نذیــر محمد خان کمپني - لاهـور

الہلال کی ایجنسی

ہندوستان کے تمام اردو' بنگلہ' گجراتی اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے' جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں تو ایجنسی کی درخواست بھیجیے -

منیجر

روغن بیگم بہـــار

حضرات اہلکار امراض دماغی کے مبتلا وگرفتار' وکلا' طلبہ' مدرسین' معلمین' مولفین' مصنفین' کیخدمت میں التماس ہے کہ یہ روغن جسکا نام آپ نے عنوان عبارت سے ابھی دیکھا اور پڑھا ہے' ایک عرصے کی فکر اور سونچ کے بعد بہترے مفید ادویہ اور اعلی درجہ کے مقوی روغنوں سے مرکب کرکے تیار کیا گیا ہے' جسکا اصلی ماخذ اطباے یونانی کا قدیم مجرب نسخہ ہے' اسکے متعلق اصلی تعریف بھی قبل از امتحان و پیش از تجربہ مبالغہ سمجھی جا سکتی ہے صرف ایک شیشی ایکبار منگواکر استعمال کرنے سے یہ امر ظاہر ہو سکتا ہے کہ آجکل جو بہت طرحکے ڈاکٹر کبیراجی تیل نکلے ہیں اور جنکو بالعموم لوگ استعمال بھی کرتے ہیں آیا یہ یونانی روغن بیگم بہار امراض دماغی کے لیے بمقابلہ تمام مروج تیلونکے کہانتک مفید ہے اور نازک اور شوقین بیگمات کے گیسوونکو نرم اور نازک بنانے اور دراز و خوشبو دار اور خوبصورت کرنے اور سنوارنے میں کہانتک قدرت اور تاثیر خاص رکھتا ہے - اکثر دماغی امراض کبھی غلبۂ برودت کیوجہ سے اور کبھی شدت حرارت کے باعث اور کبھی کثرت مشاغل اور محنت کے سبب سے پیدا ہوجاتے ہیں' اسلیے اس روغن بیگم بہار میں زیادہ تر اعتدال کی رعایت رکھی گئی ہے تاکہ ہر ایک مزاج کے موافق ہو مرطوب و مقوی دماغ ہونیکے علاوہ اسکے دلفریب تازہ پھولوں کی خوشبو سے ہر وقت دماغ معطر رہیگا' اسکی بو غسل کے بعد بھی ضائع نہیں ہوگی - قیمت فی شیشی ایک روپیہ محصول ڈاک ۵ آنہ درجن ۱۰ روپیہ ۸ آنہ -

بٹیکا

بادشاہ و بیگموں کے دائمی شباب کا اصلی باعث یونانی مڈیکل سائنس کی ایک نمایاں کامیابی یعنی -
بٹیکا ـــ کے خواص بہت ہیں' جن میں خاص خاص باتیں مبر کی زیادتی' جوانی دائمی' اور جسم کی راحت ہے' ایک گھنٹہ کے استعمال میں اس دوا کا اثر آپ محسوس کرینگے - ایک مرتبہ کی آزمایش کی ضرورت ہے -
ہمارا نرنجن تیلہ اور برنمیر انجن تیلا - اس دوا کو میں نے ابا و اجداد سے پایا جو شہنشاہ مغلیہ کے حکیم تھے - یہ دوا فقط ہمکو معلوم ہے اور کسی کو نہیں درخواست پر ترکیب استعمال بھیجی جائیگی -
" ولکر فل کالیھو " کو بھی ضرور آزمایش کریں - قیمت دو روپیہ بارہ آنہ -
مسک پلس اور الکٹریک ویکر برسٹ پانچ روپیہ بارہ آنہ محصول ڈاک ۹ آنہ -
یونانی کوہ بازار کا ساحیل یعنی سر کے درد کی دوا لکھنے پر مفت بھیجی جاتی ہے - فوراً لکھیے -
حکیم مسیح الرحمن - یونانی میڈیکل ہال - نمبر ۱۱۴/۱۱۵ مچھوا بازار اسٹریٹ - کلکتہ

Hakim Masihur Rahman
Yunani Medical Hall
No. 114/115 Machuabazar Street
Calcutta.

دہلی میں علمی خزانہ

(۱) عظیم الشان قرآن شریف جس پر [illegible] روپے والی تفسیر حقانی کا خلاصہ - سنہا و [illegible] و اعراب چڑھے ہوئے ہیں - ہدیہ مجلد آٹھ روپے غیر مجلد ساڑھے چھ روپے
(۲) داستان پاستان - خاتمہ عربی ہسپانیہ چار جلد قیمت ساڑھے چار روپے
(۳) چمنستان عرب حج کے مکمل حالات قیمت سوا روپیہ
(۴) لباب الاحادیث مسایل اسلام قیمت بارہ آنے
(۵) اولیائے دہلی - بزرگان دہلی کے مسلسل حالات قیمت [illegible]
(۶) مجلد مجموعہ کلام اقبال قیمت اٹھارہ آنے
(۷) [illegible] متعلقات دنیا ایک افسانے کے [illegible] قیمت [illegible]
(۸) [illegible] مستورات کیلئے [illegible] قیمت [illegible]
(۹) [illegible] زبان کی [illegible] قیمت [illegible]
(۱۰) اتالیق نسواں [illegible]
(۱۱) حامی النسواں [illegible]
(۱۲) انقلاب ترکی - قیمت [illegible]
(۱۳) سکندر نامہ فارسی مکمل - قیمت چودہ آنے
(۱۴) آثار دہلی و دربار دہلی - قیمت چھ آنے
(۱۵) طب - اخلاق - ادب - اشعار وغیرہ کی جملہ کتب - کتب سرکاری و کتب انجمن حمایت الاسلام و کتب [illegible] اسلامی
(۱۶) [illegible] کارڈ - [illegible] درجن و ۱۲ درجن
(۱۷) سراج الاخبار کابل فارسی [illegible]
[illegible] سالانہ [illegible]
ملنے کا پتہ - جنرل نیوز ایجنسی اینڈ بک [illegible] دہلی

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين — القرآن الحکیم

الہلال

تار کا پتہ
"الہلال کلکتہ"
ٹیلیفون نمبر ۶۴۸

Telegraphic Address,
" Alhilal Calcutta "
Telephone, No. 648

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

میر مسئول و خصوصی
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

مقام اشاعت
۷-۱ مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

نمبر ۲ | کلکتہ چہار شنبہ ۱۳ شعبان ۱۳۳۲ ہجری | جلد ۵

Calcutta: Wednesday, July, 8. 1914.

جہان اسلام

جہان اسلام کے پرچے
دفتر الہلال سے ۳ آنہ کا
ٹکٹ بھیجکر منگوائیں -

منیجر

شہبال

ایکو ہفتہ وار مصور رسالہ - جو خاص دار الخلافت سے ترکی زبان میں نکلتا ہے - ادبي - سیاسي - علمی اور سائنٹفک مضامین سے پرهے۔ گرافک کے مقابلہ کا ہے - ہر صفحہ میں تین چار تصاویر ہوتے ہیں - عمدہ آرٹ کاغذ نفیس چھپائي اور بہترین ٹائپ کا نمونہ - اگر ترکوںکے انقلاب کا زندہ تصویر دیکھنا منظور ہو تو شہبال ضرور منگائیے - ملنے کا پتہ :

پوسٹ آفس فوزم بک نمبر ۹ نمبر ۱۰ نمبر ۱۳
استامبول - Constantinople

ایک سنیاسی مہاتما کے دو نادر عطیئہ

حبوب مقوي — جن اشخاص کي قوی زائل ہوگئے ہوں وہ اس دوائي کا استعمال کریں - اس سے ضعف خواہ اعصابي ہو یا دماغي یا کسي اور وجہ سے بالکل نیست نابود ہو جاتا ہے - دماغ میں سرور و نشاط پیدا کرتي ہے - تمام دلي دماغي اور اعصابي کمزوریوں کو زائل کر کے انساني ڈھانچہ میں معجز نما تغیر پیدا کرتی ہے قیمت ۴۰ گولي صرف پانچ روپیہ -

منجن دندان — دانتوں کو موتیوں کیطرح آبدار بناتا ہے - امراض دندان کا قلع قمع کرتا ہے - ہلتے دانتوں کو مضبوط کرتا ہے - دانت نکلتے وقت بچے کے مسوڑھوں پر ملا جاے تو بچہ دانت نہایت آساني سے نکالتا ہے - منھہ کو معطر کرتا ہے - قیمت ایک ڈبیہ صرف ۸ آنہ -

تریاق طحال — تپ تلي کیلیے اس سے بہتر شاید ہی کوئي دوائي ہوگي - تپ تلي کو بیخ و بن سے نابود کر کے بتدریج جگر اور تلی کي اصلاح کرتا ہے - قیمت في شیشي ۱ روپیہ ۴ آنہ -

ملنے کا پتہ - جي - ایم - قادري اینڈ کو - شفاخانہ حمیدیہ
منڈیالہ ضلع گجرات پنجاب

ہندوستاني دوا خانہ دہلي

جناب حاذق الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب کي سرپرستی میں یوناني اور ویدک ادویہ کا جو مہتم بالشان دوا خانہ ہے وہ عمدگی ادویہ اور خوبي کار و بار کے امتیازات کے ساتھہ بہت مشہور ہوچکا ہے - صدہا دوائیں (جو مثل خانہ ساز ادویہ کے صحیح اجزاء سے بني ہوئی ہیں) حاذق الملک کے خاندانی مجربات (جو صرف اسي کارخانہ سے مل سکتے ہیں) عالي شان کار و بار، صفائی، ستھرا پن ان تمام باتوں کو اگر آپ ملاحظہ کریں تو آپ کو اعتراف ہوگا کہ :

ہندوستانی دوا خانہ تمام ہندوستان میں ایک ہي کارخانہ ہے -

فہرست ادویہ مفت، (خط کا پتہ)

منیجر ہندوستانی دوا خانہ دہلي

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

الہلال کي ششماہی مجلدات قیمت میں تخفیف

الہلال کي شش ماہي مجلدیں مرتب و مجلد ہونے کے بعد آٹھہ روپیہ میں فروخت ہوتي تھیں لیکن اب اس خیال سے کہ نفع عام ہو، اسکي قیمت صرف پانچ روپیہ کردي گئي ہے -

الہلال کي دوسري اور تیسري جلد مکمل موجود ہے - جلد نہایت خوبصورت ولایتي کپڑے کي - پشتہ پر سنہري حرفوں میں الہلال منقش - پانچ سو صفحوں سے زیادہ کي ایک ضخیم کتاب جسمیں سو سے زیادہ ہاف ٹون تصویریں بھي ہیں - کاغذ اور چھپائي کي خوبی محتاج بیان نہیں اور مطالب کے متعلق ملک کا عام فیصلہ بس کرتا ہے - ان سب خوبیوں پر پانچ روپیہ کچھہ ایسي زیادہ قیمت نہیں ہے - بہت کم جلدیں باقي رہگئی ہیں -

(منیجر)

جہان اسلام

یہ ایک ہفتہ وار رسالہ عربي ترکی اور اردو - تین زبانوںمیں استنبول سے شایع ہوتا ہے - مذہبي سیاسي اور ادبي معاملات پر بحث کرتا ہے - چندہ سالانہ ۸ روپیہ ہندوستاني اور ترکوں سے رشتۂ اتحاد پیدا کرنیکے لیے ایک ایسے اخبار کي سخت ضرورت ہے اور اگر اسکے توسیع اشاعت میں کوشش کي گئي تو ممکن ہے کہ یہ اخبار اس کمي کو پورا کرے -

ملنے کا پتہ ادارۃ الجریدہ في المطبعۃ العثمانیہ چنبرلي طاش
نمبرہ صندوق البوستہ ۱۷۳ - استامبول
Constantinople

اڈیٹر الہلال کي راے

(نقل از الہلال نمبر ۱۸ جلد ۴ صفحہ ۱۵ [۳۶۱]

میں ہمیشہ کلکتہ کے یوروپین فرم جیمس مرے کے یہاں سے عینک لیتا ہوں - اس مرتبہ مجھے ضرورت ہوئي تو میسرز - ایم ان - احمد - اینڈ سنز [نمبر ۱/۱۵ رپن اسٹریٹ کلکتہ] سے فرمایش کي - چنانچہ دو مختلف قسم کي عینکیں بنا کر انہوں نے دي ہیں ، اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ وہ ہرطرح بہتر اور عمدہ ہیں اور یوروپین کارخانوں سے مستغني کردیتي ہے - مزید بر آں مقابلۃ قیمت میں بھي ارزاں ہیں ، کام بھي جلد اور وعدہ کے مطابق ہوتا ہے -

[ابو الکلام آزاد ۲ مئي سنہ ۱۹۱۴]

صرف اپني عمر اور دور و نزدیک کي بینائي کي کیفیت تحریر فرمانے پر ہمارے لائق و تجربہ کار ڈاکٹروںکي تجویز سے اصلي پتھر کی عینک بذریعہ وي - پي ارسال خدمت کي جائیگي - اسپر بھي اگر آپکے موافق نہ آئے تو بلا اجرت بدل دي جائیگي -

عینک نکل کماني مع اصلي پتھر کے قیمت ۳ روپیہ ۸ آنہ سے ۵ روپیہ تک -
عینک رولڈ گولڈ کماني مع اصلي پتھر کے قیمت ۶ روپیہ سے ۱۲ روپیہ تک
عینک اسپشل رولڈ گولڈ کماني مثل اصلي سونے کے ، ناک چوڑي خوبصورت حلقہ اور شاخیں نہایت عمدہ اور دبیز مع اصلي پتھر کے قیمت ۱۵ - روپیہ محصول وغیرہ ۶ آنہ -

ایم - ان - احمد اینڈ سنز تاجران عینک و گھڑي - نمبر ۱ / ۱۵ رپن اسٹریٹ
ڈاکخانہ ویلسلي - کلکتہ

AL-HILAL.
Proprietor & Chief Editor,
Abul Kalam Azad
14. McLeod Street.
CALCUTTA
Yearly Subscription Rs. 8
Half yearly 4-14

الهلال

مدیر مسئول و رئیس قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی
مقام اشاعت
۱۴ — مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸
سالانہ — ۸ — روپیہ
ششماہی — ۴ — ۱۲ — آنہ

نمبر ۲ — کلکتہ: چہار شنبہ ۱۳ شعبان ۱۳۳۲ ہجری — جلد ٥
Calcutta: Wednesday, July, 8. 1914.

شذرات

حادثۂ کرانچی

کرانچي کي بائسکوپ کمپني کے مقدمے کے متعلق پچھلے ہفتے ہم نے کچھہ نہیں لکھا - باوجودیکہ ہمیں معلوم ہوچکا تھا کہ مجسٹریٹ نے مقدمہ خارج کردیا ہے -

اسکا سبب یہ تھا کہ تفصیل صحیح کے منتظر تھے اور اُن وجوہ کو معلوم کرنا چاہتے تھے جنکي بنا پر مقدمہ خارج کیا گیا ہے -

جس تار میں مقدمے کے خارج کیے جانے کي خبر دي گئي تھي ' اسي میں میر محمد ایوب صاحب بیرسٹرات لا کرانچي کا یہ بیان بھي نقل کیا تھا کہ " اس فلم کو (حضرة) پیغمبر اسلام (صلے الله علیه وسلم) سے کوئي تعلق نہیں " نیز ظاہر کیا تھا کہ انہوں نے یہ راے فلم کے دیکھنے کے بعد قائم کي ہے -

مجسٹریٹ شہر نے خود جاکر اس فلم کو دیکھا اور اسکے بعد مدعي سے کہا کہ مقدمہ اُٹھالے - اُس نے انکار کیا اور مقدمہ خارج کردیا گیا -

اس تار کے پڑھنے سے یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ بہت ممکن ہے ' اس معاملے میں عام مسلمانوں کو کچھہ غلط فہمي ہوگئي ہو' اور انہوں نے عربي لباس میں تصویریں دیکھکر بجاے خود یہ نتیجہ نکال لیا ہو کہ پیغمبر اسلام (صلے الله علیه وسلم) کو اس عالم میں دکھلایا گیا ہے -

یہ بھي بالکل سچ ہے کہ مراکش ' مصر ' سوڈان ' اور بلاد عرب کے بعض امرا ؤ رؤساء کے متعلق فرانس میں صدہا حکایتیں تصنیف کي گئي ہیں اور ان میں مسلمانوں کي بدویت ' خونریزي ' ظلم و سفاکي ' نفس پرستي ' اور حرم کي فرضي زندگي کے مکروہ واقعات دکھلائے گئے ہیں - بعض حکایتوں میں آخري نتائج کسی قدر تحسین نما ہوتے ہیں - مثلاً ایسي حکایتیں جن میں انکي شجاعت ' دوست نوازي ' وفاے عہد ' اور مہمان پرستي کے مناظر بھي آتے ہیں ' تاہم چونکہ مسلمانوں کے متعلق صدہا غلط بیانیوں کا اعتقاد عام طور پر راسخ ہوگیا ہے - اسلیے ان میں بھي کثرت ازدواج ' شدت و افراط طلاق ' اور حرم کي مکروہ و وحشیانہ عیش پرستي کا تذکرہ ضرور ہي آجاتا ہے -

کئي سال ہوے ' ایک باہر کي کمپني بمبئی میں آئي تھي - میں نے اسکا چھپا ہوا پروگرام دیکھا تھا جسکی سرخی " مولائی حفیظ کا انصاف " تھی - پڑھنے سے معلوم ہوا کہ ایک مراکشی امیر اور ایک فرانسیسی جنرل کی بیوي کا قصہ ہے - مراکشی امیر مولائی حفیظ سلطان مراکش کے ہاں اسے دیکھکر عاشق ہوجاتا ہے اور صحرائی بدوں کی ایک جماعت بھیجکر گرفتار کرلیتا ہے - فرانسیسی جرنل اپني حکومت سے طالب اعانت ہوتا ہے مگر وہ کچھہ نہیں کرسکتی ' اور بڑي تلاش و جستجو کے بعد بھی مفقود الخبر عورت کا پتہ نہیں لگتا - آخر وہ سلطان کے پاس جاتا ہے اور اسکے تخت کا پایہ پکڑکے روتا ہے - سلطان متاثر ہوکر وعدہ کرتا ہے اور بادیہ نشین قبائل کے ایک شیخ کو بلاتا ہے - شیخ جاتا ہے اور ایک پرانے کھنڈر کے غار نما تہ خانے سے عورت کو نکالکر رہا کر دیتا ہے -

اسکے بعد مراکشي امیر گرفتار ہوتا ہے اور سلطان کے آگے مقدمہ پیش کیا جاتا ہے - وہ حکم دیتا ہے کہ ایک خونخوار شیر کے پنجرے میں زندہ ڈالدیا جاے -

اس حکایت میں بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان سلطان کے انصاف ' مساوات ' اور عدالت میں عدم امتیاز مسلم و مسیحي کا نمونہ پیش کیا گیا ہے - لیکن در حقیقت اس سے ایک طرف تو مسلمان امرا کي وحشت و نفس پرستي دکھلانا مقصود ہے ' دوسري طرف انصاف کے پردے میں مولاے عبد الحفیظ کي خونخواري اور درندگي ' کہ مجرم کو زندہ شیر کے آگے ڈالدیا !

میں اس فلم کو دیکھنے کیلیے گیا - میرے ساتھہ ایک پارسي شخص تھا - جب مراکشي امیر کے حرم کے وحشیانہ مناظر آنے تو وہ ہنسنے لگا - میں نے کہا کہ واقعات میں جو جزئیات دکھلاے گئے ہیں وہ عقلاً مستبعد ہیں ' اور کوئي مسلمان ایسا نہیں کرسکتا - اُس نے کہا : " اس حکایت کا مصنف مسلمانوں کا دوست ہے - ایک مسلمان پادشاہ کا انصاف دکھلا رہا ہے - وہ انپر تہمت نہیں تراش سکتا " میں نے کہا کہ اگر تمہارا عقیدہ یہ ہے تو جس غرض سے حکایت لکھي گئی تھي وہ حاصل ہوگئي !

غرض اسمیں شک نہیں کہ اس بارے میں غلط فہمي بھي ہوسکتي تھي ' اور میر محمد ایوب صاحب کی شہادت اسکي توثیق میں بیان کي گئي تھي -

مگر دوسري طرف مسلمانوں کي درخواست تھي ' جسمیں نہایت وثوق کے ساتھہ دعوا کیا گیا تھا اور پروگرام کی نقل شامل کردي تھی - سینی میٹوگراف کا قاعدہ ہے کہ ہر منظر سے پہلے ایک صفحہ سادہ سامنے آتا ہے جسپر اسکے متعلق مختصر حالات لکھے ہوتے ہیں - صدہا آدمي جو تماشا گاہ میں برافروختہ ہوگئے تھے' اُن میں کوئي نہ کوئي تو ضرور انگریزي جانتا ہوگا اور اُس نے پڑھا ہوگا کہ کیا لکھا ہے ؟

ایسي حالت میں یہ مان لینا بھي مشکل تھا کہ دعوا سرے سے ایک جاہلانہ حماقت کا نتیجہ ہے اور اُسکي کوئي اصلیت نہیں -

SEWING MACHINES

WINDERS

THE ADARSHA KNITTING Co.

Importers Manufacturers

General Merchant & Commission Agent

CALCUTTA

تلو کا پلسہ - ادرشہ

نواب ڈھاکہ کي سرپرستی میں

— :*: —

یہ کمپنی نہیں چاهتي ہے کہ هندوستان کي مستورات بیکار بیٹھي رهیں. اور ملک کي ترقي میں حصہ نہ لیں لهذا یہ کمپنی امور ذیل کو آپ کے سامنے پیش کرتي ہے : —

(۱) یہ کمپنی آپکو ۱۲ روپیہ میں بٹل کٹنگ (یعنے سپاري تراش) مشین دیگي ' جس سے ایک روپیہ روزانہ حاصل کرنا کوئی بات نہیں -

(۲) یہ کمپنی آپکو ۱۵۰ روپیہ میں خود باف موزے کی مشین دیگي ' جس سے تین روپیہ حاصل کرنا کهیل ہے -

(۳) یہ کمپنی ۱۲۰۰ روپیہ میں ایک ایسي مشین دیگي جس سے موزہ اور گنجي دونوں تیار کی جاسکے تیس روپیہ روزانہ بلا تکلف حاصل کیجیے -

(۴) یہ کمپنی ۹۷۵ روپیہ میں ایسي مشین دیگي جسمیں گنجي تیار هوگي جس سے روزانہ ۲۵ روپیہ بلا تکلف حاصل کیجیے

(۵) یہ کمپنی هر قسم کے کاتے هوے اون جو ضروري هیں محض تاجرانہ نرخ پر مهیا کردیتي ہے - کام ختم هوا - آپنے روانہ کیا اور اسی دن روپے بهي مل گئے ! پهر لطف یہ کہ ساتهہ هي بننے کے لیئے چیزیں بهي بهیج دي گئیں -

---

لیجئے دو چار بے مانگے سرٹیفکٹ حاضر خدمت هیں -

— :*: —

آنریبل نواب سید نواب علي چودهري (کلکتہ) :— میں نے حال میں ادرشہ نیٹنگ کمپنی کي چند چیزیں خریدیں مجهے ان چیزونکي قیمت اور اوصاف سے بہت تشفي ہے -

مس کشم کماري دیوي - (ندیا) میں خوشی سے آپکو اطلاع دیتي هوں کہ میں ۶۰ روپیہ سے ۸۰ روپیہ تک ماهواري آپکی نیٹنگ مشین سے پیدا کرتي هوں -

---

نواب نصیر الممالک مرزا شجاعت علی بیگ قونصل ایران

—(*)—

ادرشہ نیٹنگ کمپنی کو میں جانتا هوں - یہ کمپنی اس وجہ سے قائم هوئي ہے کہ لوگ محنت و مشقت کریں - یہ کمپنی نہایت اچهي کام کر رهي ہے اور موزہ وغیرہ خود بنواتي ہے - اسکے علاوہ کم قیمتي مشین منگا کر هر شخص کو مفید هونے کا موقع دیتي ہے - میں ضرورت سمجهتا هوں کہ عوام اسکي مدد کریں -

---

چند مستند اخبارات هند کی راے

— * —

بنگالي — موزہ جو کہ نمبر ۲۰ کالج اسٹریٹ کے کمپني نے بنائے هیں اور جو سودیشي میلہ میں نمایش کے واسطے بهیجے گئے تھے نہایت عمدہ هیں اور بناوٹ بهي اچهي ہے - محنت بهي بہت کم ہے اور ولایتي چیزوں سے سر مو فرق نہیں -

انڈین ڈیلي نیوز — ادرشہ نیٹنگ کمپنی کا موزہ نہایت عمدہ ہے -

حبل المتین — اس کمپني نے ثابت کردیا کہ ایک شخص اس مشین کے ذریعہ سے تین روپیہ روزانہ پیدا کرسکتا ہے -

اس کمپني کي پوري حالت آپکے سامنے موجود ہے اگر آپ ایسا موقعہ چهوڑ دیں تو اس سے بڑهکر افسوس اور کیا هوسکتا ہے -

برانچ سول کورٹ روڈ سنگاپور -

نوٹ — پراسپکٹس ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بهیج دیا جائیگا -

ادرشہ نیٹنگ کمپنی ۲۶ ایچ - گرانٹ اسٹریٹ کلکتہ

عام طور پر ایسا باور کرنے کے وجوہ پائے جاتے ہیں یا نہیں ؟ تو اسکا فیصلہ کرانچی کے مسلمان ہی بہتر کرسکتے ہیں - باہر کے لوگوں کیلیے بہت مشکل ہے کہ وہ تمام وجوہ و دلائل کا اندازہ کرسکیں - لیکن اب جبکہ وہ خود انکار کرتا ہے اور بقول سندھ گزٹ کے " تعلیم یافتہ " مسلمانوں کی اعانت اسکے ساتھہ ہے' تو کم از کم یہ بتلانا اسکا فرض ہے کہ " دیپ پرافت " سے خود اس نے کیا سمجھا تھا ؟ اور کس " نبي " کا قصہ دکھلا رہا تھا ؟ اگر وہ صحیح جواب نہیں دیسکتا تو سمجھہ میں نہیں آتا کہ مقدمہ کس بنا پر خارج کردیا گیا ؟

کامرید میں ایک آرو تار چھپا ہے' اسمیں لکھا ہے کہ سیر محمد ایوب صاحب اب مسلمانوں کے ساتھہ اعتراض میں شریک ہوگئے ہیں اور آیندہ اعتراضي جلسہ میں حصہ لینگے - یہ اگر سچ ہے تو اس معاملے میں انکي راے کا اضطراب و اختلاف بالکل نا قابل فہم ہے - سمجھہ میں نہیں آتا کہ جبکہ انکي شہادت مسٹر کرین فیلڈ کیلیے اسقدر مفید ہوئي ہے' تو ہم کس قسم کا فائدہ حاصل کریں ؟

موجودہ حالت یہ بیان کی گئي ہے کہ کلکٹر کرانچي نے فلم کي ضبطي کا وعدہ کیا ہے' گو قانوناً اسکے دکھانے کیلیے پیکچر پیلس کو پوري آزادي ملگئی ہے -

لیکن ہمارے خیال میں مسلمانان کرانچي کو صرف وعدوں ہی پر مطمئن نہ ہو جانا چاہیے' بلکہ کوشش کرني چاہیئے کہ ایک قطعي فیصلہ حاصل کریں - اگر انکي کوشش بے سود نکلی تو باہر کے مسلمان انکي اعانت کیلیے ہر وقت طیار ہیں -

---

بابو گنگا پرشاد ورما

آنریبل راے بہادر بابو گنگا پرشاد ورما کي وفات ہندوستان کي ان ضائعات عظمیہ میں سے ہے' جنکے ماتم میں ملک کے ہر فرد کو حصہ لینا چاہیے -

وہ ہندوستان کے اُن مخصوص افراد عالیہ میں سے تھے جنھوں نے اپني زندگی کے ہر عمل کو سچی خدمت اور بے لوث ملک پرستي کا نمونہ بنایا تھا' اور جنکا وجود اس صداقت کي ایک زندہ شہادت تھی کہ سچائی کے ساتھہ کام کرنے والے کیونکر اپنے لیے راہ عمل و رفعت پیدا کرتے ہیں' اور کس طرح اُن مدارج کو استحقاق و اہلیت کے ساتھہ طے کرتے ہیں' جنھیں بغیر حق و فضیلت کے حاصل کرنے کیلیے نادان انسان مضطرب رہتا ہے ؟

انکي زندگي کي ابتدا ایک ایسے بے شان و حیثیت طالب العلم کي زندگی سے ہوتي ہے' جو میٹریکولیشن کے امتحان میں ناکام رہچکا تھا - اسکے بعد انہوں نے " ہندوستانی " نکالا' اور صوبجات متحدہ کے ایک اردو اخبار نویس کی زندگي سے پبلک میں آئے -

اس واقعہ پر پورے تیس سال گذر چکے ہیں - ایک قرن تک یہ بے حقیقت ابتدا مختلف راستوں سے اپنے شاندار انتہائی مقصود کی طرف بڑھتی رہي -

لیکن آج ہم " ہندوستاني " کے ایڈیٹر اور ایک میٹرک فیل ہندوستاني کی وفات پر ماتم نہیں کر رہے ہیں' بلکہ ہمارے سامنے تیس سال کي ایک شاندار عملي زندگي کے فقدان کا دلخراش ماتم ہے' جو اولو العزمیوں اور فضائل و محاسن سے معمور تھي - وہ اردو کے بہترین ملکی اخبار کے ایڈیٹر تھے - ملک کي سب سے بڑي سیاسي جماعت کے سرگرم رکن تھے - ہندوستان کے ایک اہم ترین صوبے کے پولیٹکل اور تعلیمي رہنما تھے' جس نے تیس سال تک ملک کي مصیبتوں کو کم کرنے کے جد و جہد میں بڑے آدمیوں کي طرح حصہ لیا' اور اپني قابلیت' دانشمندي' فہم و تدبر' اصابت راے' اعتدال فکر' عزم و ثبات' سچي خدمت' اور بے لوث محنت کا ایسا ذخیرہ فراہم کردیا' جو بجا طور پر ہندوستان کی جدید سیاسي و عملي زندگي کی ایک پر فخر سوانح عمري ہوسکتا ہے !

ملک کی ہر بہتر اور مفید تحریک کیلیے انھوں نے اپني زندگي کو وقف کردیا تھا - وہ ایک ایسي زندگي رکھتے تھے' جو کسي وقت بھي محنت سے خالی نہ تھي -

پچیس تیس برس سے ہمارے ملک میں ملکي کاموں کي زندگی بسر کرنے کا شوق پیدا ہوگیا ہے اور اسمیں مقبولیت و مرجعیت اور جلب توجہ حکام و حکومت کي بعض ایسي دلکشیاں ہیں' جنکي وجہ سے ہر شخص اس زندگي کے خواب دیکھنے لگتا ہے -

مگر بابو گنگا پرشاد ہندوستان کے ان مخصوص لوگوں میں سے تھے جنکا وجود اس خواب کي سچی تعبیر تھي' اور بہت کم ایسے خوش نصیب ہیں جنکے لیے ملکي خدمت کا خواب' خواب پریشاں کي جگہ ایک رویاء صادقہ ثابت ہوا ہے !

اسمیں شک نہیں کہ انکا احسان صوبجات متحدہ پر اور علی الخصوص لکھنؤ پر سب سے زیادہ ہے' مگر في الحقیقت وہ تمام ہندوستان کے خادم تھے' اور ہمیں چاہیے کہ انکي زندگي کي عزت کو صوبوں کی تقسیم سے بالا تر سمجھیں - بلا شبہہ انہوں نے لکھنؤ کو اپني بے نظیر دانشمندي اور محنت و جانفشاني سے بہت شاندار بنا دیا' لیکن وہ جو کچھہ لکھتے پڑھتے رہے' اسمیں تمام ہندوستان کے شاندار بننے کا بھي بیج موجود ہے' اور وہ اس سے کم نمایاں نہیں ہے جسقدر لکھنؤ میونسپلٹي کے کاموں میں نظر آتا ہے - وہ تیس سال تک ایک ایسے عمدہ اخبار کو مرتب کرتے رہے جسکي نسبت ہمیشہ ہمارا خیال یہ رہا کہ وہ اردو کا بہترین اخبار ہے - جسقدر صحیح سیاسي تعلیم اور خالص معلومات وہ اپنے پڑھنے والوں کیلیے فراہم کرتا رہا' شاید ہي کوئي اور اخبار ایسا کرسکا ہو - انکي وفات اردو پریس کیلیے خاصة ایک حادثۂ شدیدہ ہے -

ہندو مسلمانوں کے اتحاد کے متعلق انکے خیالات نہایت قیمتي تھے' اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے' ہم وثوق کے ساتھہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے کبھی بھي حملہ آورانہ قومیت کا وہ افسوس ناک رویہ اختیار نہیں کیا' جو بعض ہندو اور مسلمان لیڈر اختیار کرتے ہیں - وہ ہمیشہ پنجاب کے اُن ہندو اخبارات کو ناپسند کیا کرتے تھے جنکي پالیسي کي موجودگي متحدہ ہند کے تصور کے ساتھہ کبھی بھی جمع نہیں ہوسکتي - خود مجھسے انہوں نے بارہا کہا کہ ایسے لوگوں اور اخبارات سے بڑھکر ملک کا کوئي دشمن نہیں خواہ وہ مسلمان ہوں خواہ ہندو -

پچھلے دنوں جب میں رامپور سے دھلي جا رہا تھا تو امروہہ کے اسٹیشن پر انسے سرسري ملاقات ہوئی - افسوس کہ یہی آخري ملاقات تھی - ہندو مسلمانوں کے اتحاد کے عملی کام کی نسبت عرصے سے میرے بعض خاص خیالات ہیں - اس ملاقات میں سرسري طور پر انکا تذکرہ کیا اور کہا کہ آپ اپنے صوبے میں سب سے پہلے اس کی آزمایش شروع کردیں - انہوں نے پوري مستعدي کے ساتھہ اس سے اتفاق کیا تھا اور کہا تھا کہ خاص اسی کام کیلیے ایک مرتبہ لکھنؤ آؤ اور صوبے کے بعض دیگر لیڈر بھی شریک صحبت کیے جائیں تو غور و مشورہ کے بعد کام شروع کیا جاے -

اخبار " ہندوستاني " کو قائم رکھنا انکي اولین یادگار ہے - اسکے بعد صوبے کے ارباب راے کو غور کرنا چاہیے کہ زیادہ مفید اور موزون صورت میں اور کونسي یادگار ہوسکتي ہے ؟ ہمیں امید ہے کہ اگر فنڈ کھولا گیا تو بلا استثنا ہندو مسلمان' سب شریک ہونگے -

هم نے کرانچي کے بعض باخبر اور موثق اشخاص کو تار دیا - اسکے جواب میں جو تحریر آئي ' وہ مراسلات کے صیغہ میں درج کردي گئي ہے - اسکے مطالعہ سے اس مشکل کا اصلي حل منکشف هوجا تا ہے -

اس اثنا میں جو مراسلۂ مسٹر محمد علي نے کي تھي ' وہ بھي معزز معاصر " کامریڈ " نے شائع کردي ہے ' اور علی الخصوص اسکا وہ حصہ قابل غور ہے جسمیں میر ایوب صاحب کا آخري تار درج ہے -

ان تمام بیانات کے پڑھنے سے معلوم هوتا ہے کہ جو پروگرام شائع کیا گیا تھا ' اسمیں حسب قاعدہ صرف فلیم کا نام دیا تھا اور لکھا تھا کہ " عظیم " کا واقعہ دکھلایا جائیگا - کوئي تصریح نہ تھي کہ اس واقعہ کا تعلق کس شخص سے ہے ' اور کس نے عظیم کي بیوي کے ساتھہ وحشیانہ سلوک کیا تھا ؟ لیکن جب تماشہ دکھلایا گیا تو اسمیں " دي پرافت " (النبي) کا لفظ موجود تھا ' اور صدھا آدمیوں نے اسے اپني آنکھوں سے دیکھا - خود میر محمد ایوب (جنکا اضطراب حال اور متضاد و متبائن طرز شہادت اس بارے میں نہایت افسوس ناک ہے) " کامریڈ " کو لکھتے هیں کہ " تماشے میں پرافت کا لفظ دکھلایا گیا تھا "

معزز مراسلہ نگار کرانچي وثوق کے ساتھہ اپني چشم دید شہادت پیش کرتے هیں کہ تماشے کے پورے هال میں " دي پرافت " کے معنی " عرب کے نبي " هي کے سمجھے گئے ' تمام یورپین اور پارسي شرکاء نے ایسا هي یقین کیا ' اور مختلف مناظر کو دیکھکر باواز بلند ایسے جملے کہے جن میں " پیغمبر عرب " کي طرف اشارہ کیا گیا تھا - تماشے کا " پرافت " بالکل عربي لباس میں تھا ' اونٹ پر سوار تھا ' معجزات دکھلا رہا تھا ' اور لوگوں کو مخاطب کرکے ملکوں کے فتح ' قوموں کي تسخیر ' مال غنیمت کے حصول ' اور پادشاهت کے قیام کي بشارت دیتا تھا - سب سے زیادہ یہ کہ " خوني جہاد " کا حکم بھي اسکے احکام خاص میں سے دکھلا یا گیا تھا ' اور لوگوں کو لونڈي غلام بنا لینا اسکا دائمي مشغلہ تھا - یہ دونوں چیزیں اس تصویر کے نمایاں خال و خط هیں جو عموماً یورپ کے سوانح نویس اور علی الخصوص مشنري مصنف پیغمبر اسلام (صلے اللہ علیہ وسلم) کي اپنے ذهنوں میں بناتے هیں - ان تمام حالات کي موجودگي میں قدرتي طور پر هر شخص وهي نتیجہ نکالیگا جو عام مسلمانان کرانچي نے نکالا ' اور کوئي وجہ نہیں کہ ایسا نتیجہ نہ نکالا جاتا - اگر " دي پرافت " سے مقصود کوئي اور شخص تھا ' تو فلم میں اسکي تشریح کردیني چاهیے تھي - تشریح کسي طرح کي نہیں کي گئي - ایک عرب کو مشہور عربي خصائص کے ساتھہ پیش کیا گیا ' اور وہ تمام باتیں اسکے ساتھہ دکھلائي گئیں جو معاندین شیاطین اسلام کے باني کي نسبت بیان کیا کرتے هیں - پھر کہا گیا کہ یہ ایک " نبي " کا قصہ ہے - ایسي حالت میں سواے ان عجیب الخلقت عقلوں کے جو شاید کرانچي کے بعض تعلیم یافتہ مسلمانوں کو دي گئي هو ' دنیا بھر کي عقلیں تو یہي سمجھیں گي کہ باني اسلام پیغمبر عرب کا قصہ دکھلایا جا رہا ہے "

رها میر محمد ایوب بیرسٹرایٹ لا کي شہادت کا بیان تو همیں افسوس کے ساتھہ کہنا پڑتا ہے کہ میر صاحب نے کرانچي سے باهر کے مسلمانوں کو پہلي مرتبہ اپني نسبت معلومات دیتے هوے کوئي مناسب حالت اختیار نہیں کي ' اور بہتر تھا کہ وہ مسئلہ کي اهمیت اور نتائج کو پوري طرح محسوس کرکے ایک اصلي راہ اعتدال اختیار کرتے - انھوں نے پیکچر پیلس کے منیجر کي وکالت کا بار لا حاصل اپنے سر لے لیا ' حالانکہ بغیر اس نا مناسب پوزیشن کے وہ اصلي حقیقت کو غلط فہمیوں سے الگ کرسکتے تھے - وہ کہتے هیں کہ " جب انھوں نے یہ فلم دیکھي تو خیال کیا کہ ان بہت سے احمقانہ فلموں میں سے ہے جو فرانس میں مراکش کي زندگي دکھلانے کیلیے تیار کي گئي هیں ' اور جنھیں فرانس کے لوگ اپنے اخلاقي اور مذهبي معیار کے مطابق سمجھکر بنایا کرتے هیں "

لیکن ساتھہ هي وہ اپنے اس تار میں جو کامرید کو بھیجا ہے ' صاف صاف یہ بھي تسلیم کرتے هیں کہ " فلم کے مناظر میں " دي پرافت " (النبي) کا لفظ دکھلا یا گیا تھا "

یقیناً جس وقت فلم کے مناظر کي نسبت انھیں " مراکشي زندگي " کي تفسیر و توجیہ کا خیال هوا تھا ' اسي وقت " دي پرافت " کا لفظ بھي انکي نظر سے گذرا هوگا -

پھر یہ کیسي عجیب بات ہے کہ فلم کے پورے مناظر میں کہیں بھي " مراکش " کا نام نہیں آیا ہے ' تاهم میر صاحب نے اپنے ذهني قیاس اور خیالي توجیہ کي بنا پر سمجھہ لیا کہ یہ مراکش کي وہ تصویر ہے جو " فرانسیسی معیار اخلاق و مذهب " کے مطابق بنائي گئي ہے ' لیکن " دي پرافت " کا لفظ بے شمار اشارات و قرائن کے ساتھہ خود فلم کے اندر دکھلایا جا رہا تھا ' اسکو دیکھکر اور پڑھکر بھي کیا مسٹر محمد هاشم یہ راے قائم نہیں کرسکتے تھے کہ یہ پیغمبر عرب کا قصہ ہے ؟ ان هذا لشی عجاب !

میر محمد ایوب صاحب کا بغیر کسي تصریح و تحریر کے " مراکشي زندگي " کي توجیہ کرا لینا تو قطعاً معقول ہے - کیونکہ وہ (بقول مقامي اینگلو انڈین معاصر کے) ایک " تعلیم یافتہ " اور " انگلینڈ ریٹرن " جنٹلمین هیں ' مگر دو سو سے زیادہ عام مسلمانوں کا " دي پرافت " کے لفظ کي موجودگي ' عربي زندگي ' عربي لباس ' اور نبوت کے اظہارات اور معجزات کے ادعا کے معائنہ کے بعد بھي " پیغمبر عرب و اسلام " سمجھنا اور یقین کرنا معقول نہیں هوسکتا - کیونکہ بدقسمتي سے وہ ایسي قابلیتیں حاصل کرنے سے محروم رہے هیں ' جو ایک مسلمان کو باوجود مسلمان هونے کے اسلام کے " خطر ناک مذهبي جوش و هیجان " سے غیر متاثر بنا دیتے هیں ! ساء ما یحکمون !

اس سے همارا مقصود یہ نہیں ہے کہ هم میر صاحب کے بیانات کو سر تا سر غلط سمجھتے هیں ' یا همارا خیال ہے کہ کرانچي پیکچر پیلس میں جو فلم " عظیم " کي دکھلائي گئي ' وہ یقیناً پیغمبر اسلام (علیہ الصلوۃ والسلام) هي کے متعلق تھي - بلکہ هم صرف یہ ظاهر کرنا چاهتے هیں کہ میر صاحب نے اپني راے ظاهر کرنے میں نہایت نادانشمندانہ بے احتیاطي کي ' اور غیر مسلم معاصرین کو بغیر کسي قصور کے مسلمانوں پر هنسنے کا موقعہ دیا - اگر انکي راے میں فلم کا پیغمبر اسلام کے متعلق هونا قطعي الثبوت نہ تھا ' تو وہ پوري آزادي کے ساتھہ راے دیتے ' لیکن ساتھہ هي " دي پرافت " کے لفظ کي تصریح اور دیگر قرائن و اشارات کے مجموعي اثر کو نظر انداز بھي نہ کرتے - انکے لیے معتدل راہ عمل یہ تھي کہ وہ ایک طرف تو مسلمانوں کو سمجھاتے کہ واقعہ کي اصلیت میں غلط فہمي اور اشتباہ کي گنجایش نظر آتي ہے ' اسلیے صبر و تحقیق سے کام لیں ' اور وہ خود هي صبر سے کام لے رہے تھے - دوسري طرف حکام کو توجہ دلاتے کہ نبي کے لفظ کا هونا ایک نہایت وزني شہادت اس بات کیلیے ہے کہ دیکھنے والوں کا انتقال ذهني پیغمبر اسلام کے طرف هو - ایسي حالت میں یہ فلم یقیناً توهین آمیز ہے اور دفعہ (۲۹۸) تعزیرات هند اور دفعہ ۱۲ پریس ایکٹ تک پہنچ جاتي ہے - گرین فیلڈ اس بات کیلیے ذمہ دار ہے کہ وہ بتلاے کہ " نبي " کے لفظ سے اسکا مقصود کیا ہے ؟ گو وہ اس فلم کا مخترع نہیں ' لیکن قانوناً اسکي تمام ذمہ داري اسی کے سر ہے کیونکہ وہ اس فلم کو دکھلا رہا ہے -

رها اس امر کا قطعي فیصلہ کہ في الحقیقت گرین فیلڈ نے اس فلم کو پیغمبر اسلام کا قصہ سمجھکر دانستہ دکھلا یا یا نہیں ' اور

لیکن اگر اُس مقام کے مسلمانوں کي حالت ایسي نہیں ہے که روپیه کا انتظام ہو سکے یا کوئي انجمن اور جماعت کارکن موجود نہیں ہے که پورا انتظام کر سکے، تو اس صورت میں ہمیں اطلاع دیني چاهیے که کم از کم اسقدر انتظام وہاں کے مسلمانوں سے ممکن ہے - باقي کا انتظام جماعت خود کرلیگی -

اگر کسي وجه سے ایسی حالت ہے که کچهه بهي انتظام ممکن نہیں مگر وہاں کام کي ضرورت بهي شدید ہے، تو یه تیسري صورت ہے - اس صورت میں بهي متوکلاً علي الله ہم اعلان کرتے ہیں که ہم سے بلا توقف خط و کتابت کي جاے - انشاء الله تمام مصارف اپنے ذمے لیکر حسب ضرورت دعاۃ و سیاحین کا انتظام کردیا جایگا -

(۸) " حزب الله " کیلیے کوئي فنڈ قائم نہیں کیا گیا ہے اور نه اسکے شرکاء سے ابتک کوئي رقم دائمي یا یکمشت طلب کي گئي ہے - دنیا پہلے روپیه مانگتي ہے - پهر کام کرتي ہے - لیکن ہمارے نزدیک ترتیب برعکس هوني چاهیے - ہمارا اعتقاد یه ہے که جس طرح روپیه کاموں کیلیے سب سے زیاده ضروري چیز ہے، اسي طرح اسکا وجود بہتر سے بہتر کاموں کیلیے سخت و شدید مہلکات و موانع میں سے بهي ہے - ہم ابتدا سے اس کام کو آجکل کي انجمنوں اور مجلسوں کے عام قواعد و رسوم سے بالکل الگ ہو کر کر رہے ہیں، اور ہمارے پیش نظر اپنے گذشته اور بهلاے ہوے نمونے ہیں :

لب تشنگي ز راه دگر برده ایم ما !

(۹) ہم مختصراً یه بهي بتلادینا چاهتے ہیں که ان دعاۃ و سیاحین کا کام کیا ہوگا ؟ کیونکه ابتک اسکا کوئي نمونه قوم کے سامنے نہیں آیا ہے - بہت ممکن ہے که وه " وعظ " و " تعلیم " اور " تبلیغ و دعوۃ " کے نام سے کسي غلطي میں پڑجاے -

یه محض وعظ فروشي کي بساط تجارت بچهانے والا کوئي گروه نہوگا جو چند دنوں کیلیے ایک دکاندارانه دوره کرکے آگے بڑهجاتے ہیں، بلکه جماعۃ دعاۃ و سیاحین سے مقصود ایسے ارباب صدق و خلوص ہیں، جو انشاء الله تعالے اپنے کاموں اور اپني سچي اور راست بازانه زندگي میں قوم کیلیے ایک نمونه ثابت ہونگے - وه مجاهدین فی سبیل الله کا گروه ہے جس نے اپني تمام بہتر سے بہتر اور اعلی سے اعلی دنیوي امیدوں اور توقعات و تعلقات سے کناره کش ہوکر اور لذائذ و نعائم حیات کي امنگوں اور خواہشوں سے دل کو صاف کرکے، اپني پوري زندگي خدمت دین و ملت کیلیے وقف کردي ہے، اور الله اور اسکے ملائکۂ مقربین کو اپني قرباني اور جاں فروشي کے عہد و میثاق کا گواه قرار دیا ہے - وه نه تو دنیا کے طالب ہوسکتے ہیں اور نه دنیوي عز و جاه کے خواستگار، نه آرام و راحت کے متلاشي ہوسکتے ہیں، نه عمده بستروں اور لذیذ و قیمتي غذاوں کے آرزومند، کیونکه اِن تمام چیزوں کو وه اپنے پیچهے چهوڑ آے ہیں - اگر ان چیزوں کے طالب ہوتے تو خود بخود انہیں کیوں چهوڑ دیتے ؟ وه الله کي رضا اور اسکے کلمۂ حق کي خدمت کي راه میں سیر و سیاحت کرینگے، اور تمام دقتیں اور مصیبتیں جو اس راه میں پیش آئینگي، انہیں خوشي خوشي برداشت کرینگے - کیونکه یہي وه کانٹے ہیں جنکي تلاش میں انہوں نے پهولوں کو چهوڑا ہے، اور یہي وه درد و بیقراري ہے جسکي محبت میں انہوں نے آرام و راحت کي زندگي کو اسکے دشمنوں کي طرح ٹهکرا دیا ہے -

وه فقیروں کي طرح نکلینگے - دیوانوں کي طرح آواره گردي کرینگے - اور جہاں کہیں ٹهیرینگے، خاکساروں کي طرح ٹهیرینگے - نه تو وه کسي سے نذر و نیاز لینگے اور نه کسي پر ایک پیسه کا بار ڈالینگے -

ضرورت کے مطابق انکے کام ہونگے - وه قرآن کریم کا درس دینگے، حدیث نبوي کي تعلیمات بیان کرینگے، عام دیني مسائل و معتقدات سے لوگوں کو باخبر کرینگے، تعلیم یافته اصحاب کے مذهبي شکوک اور موجوده عہد کے اعتقادات و اعمال العادیه کي اصلاح کرینگے - عام مجلسوں میں، انجمنوں میں، مسجدوں میں ایک واعظ کي طرح جاینگے - ذکر میلاد کي مجلسوں میں مولود پڑهینگے، اور ہر موقعه پر لوگوں کو الله اور اسکي مرضات کي طرف بلائینگے - مساجد کي جماعت و جمعه کا صحیح و شرعي انتظام اور اس سے ہر طرح کے فوائد و نتائج حاصل کرنا انکا ایک بہت بڑا کام ہوگا -

صرف انہي کاموں تک انکي ہمت ختم نہو جائیگي - بلکه ضرورت پڑیگي تو وه بیماروں کے شب باش تیمار دار، ضعیفوں کیلیے بلا عذر خادم، مسجدوں کیلیے بلا تنخواه کے خطیب و موذن، بچوں کے لیے مفت کے معلم، غرضکه ہر حال میں مسلمانوں کے خادم اور مخدوم، دونوں ہونگے، اور ہر خدمت کو انجام دینے کیلیے مستعد رہینگے -

یه تو انکے کاموں کي ایک مختصر سي تفصیل تهي - جامع لفظوں میں انکا مقصد یوں بیان کیا جاسکتا ہے که " مسلمانوں کے دیني اعتقادات و اعمال کي اصلاح و درستگي، اور انہیں اعتقاداً و عملاً ایک سچا مسلمان، راسخ الاعتقاد مومن، اور اولوالعزم و بلند اراده مجاهد في سبیل الله بنادینے کي سعي کرنا، اور مسلمانوں کے عام طبقات کے اندر وه تمام معلومات ضروریه وعظ و بیان سے پیدا کردینا، جو ایک عالم و صاحب فضل شخص کو از روے علم و کتاب حاصل میں "

اسکے لیے ضروري ہے که ایسے لوگ مختلف مقامات میں رهجائیں، اور عرصے تک کیلیے اس طرح مقیم ہوجائیں، گویا وہي انکا اور وہیں انکو آخر تک بسنا اور زندگي گذارنا ہے - سلف صالحین کے داعیوں کا یہي اسوۂ حسنه ہمارے سامنے ہے - محض ادعائي واعظوں کي چند روزه گشتوں اور دوروں سے نه تو کبهي کوئي اثر پیدا ہوا ہے - اور نه کسي گروه کے اندر اس سے کوئي تبدیلي پیدا ہوئي - تبدیلي تعلیم سے پیدا نہیں ہوتي بلکه اُن چیزوں سے حاصل ہوتي ہے جنکے لیے بجاے شریعت کے بهیجدینے کے انبیاء کرام علیہم السلام کے ظہور و قیام کو الله نے ضروري قرار دیا تها -

پس وه اپنے تمام تعلقات و محبوبات سے بے پروا ہوکر خدمت اسلام و مسلمین کے رشتے کو ترجیح دینگے، اور ایک روز سے لیکر سالہا سال تک کیلیے مقیم ہوجائینگے، تا آنکه انکي خدمات کے قابل اطمینان نتائج پیدا ہوجائیں اور مزید قیام کي ضرورت باقي نه رہے -

انکا طریق درس قرآن و سنت و عموم تعلیم و تبلیغ انہی اصولوں کے ماتحت ہوگا جو دعوۃ الهلال کے اصل الاصول ہیں -

فقیر ابو الکلام - کان الله له -

اطلاع

عرب کمپني سے اطلاع ملي ہے که جده (پہلوان) آگبوٹ ۲۱ جولائي کو حجاج لیکر جده جانیوالا ہے

نرخ بتفصیل ذیل ہے :

تنق ٦۰ روپیه - چهتوپي ۹۰ روپیه - سکنڈ سلون فلور ۱۰۹ روپیه - فرسٹ سلون فلور ۱۲۰ روپیه - سکنڈ کلاس ۱۴۰ روپیه - فرسٹ کلاس ۲۰۰ روپیه - مگر تنق کا ٹکٹ ۴۰ روپیه کو بک رہا ہے

محافظ حجاج بمبئی

مسئلۂ قیام الهلال

" مسئله قیام الهلال " ابتک میں کوئی قطعی فیصله نه هوسکا - میں نے لکھا تھا که پہلی جولائی تک فیصلے کو ملتوی رکھا جاتا ہے - آج ۶ جولائی ہے لیکن میرا تذبذب بدستور باقی ہے -

ایک طرف اُن کاموں کو دیکھتا هوں جنکا وقت هاتهه سے نکلا جا رہا ہے اور الهلال کی گرفتاري مہلت نہیں دیتی که انکے لیے کافي وقت صرف کروں - " حزب الله " کے متعلق تمام ابتدائي مراحل طے هوچکے هیں ' کام شروع هوچکا ہے ' اور آینده کاموں کے اجراء کیلیے ضرورت ہے که کم ازکم چهه سات ماه کلکته سے باهر رها کروں اور تمام کاموں سے الگ هوکر صرف اسي کیلیے وقف هو جاؤں ' لیکن اگر ایسا کروں تو الهلال کو کس پر چھوڑوں ؟

دوسري طرف الهلال کي بقا و ضرورت کا سوال ہے - سچي بات یه ہے که خود میري طبیعت بھی گوارا نہیں کرتي که اسے بند کردیا جائے -

اگر کسي نه کسي طرح جاري رکھا جائے ' تو سب سے پہلا سوال مالي مسئله کا سامنے آتا ہے - اس دو سال کے اندر جسقدر مجهه سے هوسکا خاموشي کے ساتهه روپیه لٹاتا رہا - خداے علیم هي بہتر جانتا ہے که کس طرح اب تک وه چلا ہے اور کس قدر مالي قربانیوں کے بعد اسکا ایک ایک نمبر نکالا گیا ہے ؟ اب اقلاً اتنا تو هو جانا چاهیے که جمع و خرچ برابر هو جائے ' یا آینده نقصان بهی هو تو جزئي هو -

میري طبیعت کسی طرح منظور نہیں کرتی که قیمت بڑھائي جائے یا احباب پر کوئي اور مالي بار ڈالا جائے - حتی که کبھی اسکي بهي خواهش نه کي که غیر مستطیع شائقین اور طلبا تک الهلال کو پہنچانے کیلیے کوئي اعانتی فنڈ قائم کیا جائے - همیشه خود هي صدها پرچے مفت ' صدها نصف قیمت پر ' اور اسکے بعد چهه روپیه پر جاري کرتا رہا - اسکي وجه سے مالي نقصان اور زیاده وسیع هوگیا ہے -

میں نے توسیع اشاعت کي خواهش کي که هر طرح موزوں اور آسان تهي - میں سچے دل سے اعتراف کرتا هوں که احباب کرام نے اس بارے میں پوري طرح کوشش کي ' اور جسقدر سعي وه اپنے اپنے حلقے میں کرسکتے تھے ' اس سے ذرا بهي دریغ نہیں کیا - لیکن مشکل یه ہے که نقصانات اسقدر زیاده هیں که ایک معین و محدود زمانے کي سعي اسکي تلافي کر نہیں سکتي - دو هزار نئے خریداروں کا جلد پیدا هو جانا آسان نہیں ہے - نتیجه یه نکلا که اب تک مطلوبه تعداد کے مقابلے میں رفتار اشاعت بہت هي کم رهي - میں سمجھتا هوں که زیاده سے زیاده چهه سات سو خریدار نئے فراهم کیے گئے هونگے -

بهر حال اکثر مراسلات میں زور دیا گیا ہے که چار هفتے تک اور نتائج کا انتظار کیا جائے اور فیصلے میں جلدي نه کي جائے - میں اسکی تعمیل کرتا هوں اور مزید انتظار اور غور و فکر کیلیے آماده هوں - لیکن یه قطعي اور بالکل ناگزیر ہے که اگست کے پہلے هفتے تک آخري فیصله هو جائے - میرے دوستوں کو یه نہیں بھولنا چاهیے که آج نہیں ' تین هفتے کے بعد سہي ' لیکن ایک قطعی فیصله بهر حال ناگزیر ہے -

---

اعلان

جماعۃ حزب الله

الا ' ان حزب الله هم الغالبون !

۱۳۳۱ هجري

(۱) " حزب الله " کے مختلف مدارج اور جماعتوں میں سے ایک جماعت " السائحون العابدون " کي ہے - جنکا کام یه ہے که تبلیغ و هدایت اور نشر و اشاعت تعلیم قرآن و سنت کیلیے همیشه سفر و گردش میں رهیں ' اور جس جگه زیاده ضرورت دیکھیں ' وهاں ایک روز سے لیکر سالہا سال تک کیلیے اس طرح مقیم هوجائیں که :

نشسته ایم که از ما غبار بر خیزد !

(۲) جو چند طالبان حق اس جماعت میں منتخب هوے هیں ' انہوں نے اپني سیاحت شروع کردي ہے -

(۳) یه سیاحت هندوستان اور بیرون هند ' دونوں کیلیے ہے ' لیکن هندوستان کو مقدم رکھا گیا ہے ' اور اسي سے کام شروع کیا گیا ہے -

(۴) کن مقامات میں تبلیغ و تعلیم اور احتساب و دعوت کي زیاده ضرورت ہے ؟ اور کن مقامات میں کس قسم کي ضرورتیں مقدم هیں ؟ اسکي نسبت صحیح معلومات حاصل کرنے کیلیے " حزب الله " کے مفتشین سال گذشته اور سال رواں میں تحقیقات کرچکے هیں - صرف دو صوبوں کے متعلق رپورٹ کي تکمیل باقي ہے - تاهم اس اطلاع کے ذریعه عام اعلان کیا جاتا ہے که مختلف مقامات کے باخبر مسلمان اپني مقامي معلومات کي بنا پر بهی همیں اطلاع دیکر دعاة و سیاحین طلب فرما سکتے هیں -

(۵) جن شہروں ' قصبوں ' اور دیہاتوں میں مسلمانوں کي مذهبي حالت افسوس ناک هو ' اعمال دینیه کي پابندي بالکل مفقود هو ' رسم و رواج ' بدعات و زوائد ' فتنه و فساد کا نسبتاً زیاده ظهور هو ' عام اخوت و همدردي ' مصائب اسلامي کا احساس ' جماعتي کاموں کا شوق ناپید هو ' تو ایسے مقامات میں سب سے پہلے دعاة کو جانا اور قیام کرنا چاهیے - پس هم چاهتے هیں که اس طرح کے مقامات کے لوگ همیں فوراً اطلاع دیں ' اور حسب ضرورت ایک یا دو " داعي " طلب کریں -

(۶) اسکے علاوه جن مقامات کے مسلمان اپنے یہاں قرآن کریم کا باقاعده درس جاري کرانا چاهتے هوں ' مواعظ و خطبات صحیحه و صادقه کے آرزومند هوں ' مجالس میلاد اور عام تقریبات میں سچے اور حقیقی اسلامي مواعظ کو سننا چاهتے هوں ' وه بهي همیں فوراً اطلاع دیں - بحمدالله سال بهر کی سعي کے بعد هم طیار هیں که اپنے پیش نظر معیار سے نسبتاً اقرب اشخاص بهیج سکیں -

(۷) دعاة و سیاحین کے طلب کرنے کے دو طریقے هیں :
پہلي صورت یه ہے که جن مقامات کے مسلمان انهیں طلب کریں ' اقلاً انکے ضروري مصارف کا انتظام خود کرلیں ' اور ایسا کرنا کچهه مشکل نہیں ہے - صرف ایک محلے کے مسلمان بهي جمع هوکر چاهیں تو کرسکتے هیں - اکثر مقامات پر اسلامي انجمنیں قائم هیں اور وه اتنا روپیه فراهم کرسکتي هیں جو ایک یا دو شخص کي ضروریات کیلیے کافي هو -

میں ظاهر هونگي : فقال صلی الله علیه وسلم : لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق ' لا یضرهم من خذلهم ' حتی یاتي امر الله وهم غالبون - (مسلم ' ترمذي ' ابن ماجه ' بروایت ثوبان)

وکم من فئة قلیلـة غلبت فئة کثیرة باذن الله و الله مع الصابرین ! (۲ : ۲۵)

اور کتني هی چهوٹي جماعتیں هیں جو الله کي نصرة پاکر بڑي بڑي جماعتوں پر غالب آگئیں اور الله همیشه صبر کرنے والوں کے ساتهه هے !

* * *

اسکے بعد تیسري جلد شروع هوئي - اسکے فاتحة آغاز میں بیان کیاگیا تها که حق و صداقت کا ظهور ایک قانون روحاني اور سنة الهی کے ماتحت هوتا هے جو اپني غیر متغیر حقیقت کے ساتهه اس وقت سے کام کررها هے ' جس وقت سے که انسان کیلیے هدایت و ضلالت کي راهیں کهولي گئي هیں - علی الخصوص امة مرحومه کی هدایت و احیاء کیلیے اس نصرة فرماے حق و عدالة کے کاروبار عجیب و غریب رهے هیں - وه همیشه قیام حق و خذلان باطل کیلیے اپنے چند بندوں کو چن لیا کرتا هے اور انکے دلوں کو حق و هدایت کیلیے کهولدیتا هے - وه گو بظاهر حقیر و ضعیف هوتے هیں لیکن به باطن الله کي روح قاهره انکے اندر کام کرتي هے ' اور نصرة غیبی کے ملائکۂ مسومه انکے ساتهه ساتهه چلتے هیں - خدا انکے تمام کاموں کو اپنا کام بنا لیتا هے اور انکي تمام انساني قوتوں کي جگه اپنی الهي قوتیں رکهدیتا هے - انکی هر اواز حق و صداقت کي اواز هوتي هے ' اور انکا هر قدم جو اٹهتا هے ' دست الهي کی رهنمائی میں اٹهتا هے - وه چونکه ان بندوں کے ذریعه هدایت امة و قیام حق و عدالة کا کام لینا چاهتا هے ' اسلیے انکے کاموں میں کچهه اس طرح کي قوت فاتحانه و مسخرانه رکهدیتا هے که وه شهنشاهوں کي طرح حکم کرتے اور صاحبان تخت و تاج کي طرح بے خوف و هراس کام کرتے هیں ' اور کوئي انساني قوت نهیں هوتي جو انهیں نقصان پهنچا سکے ' یا انکے ان کاموں میں مانع هوسکے جنکو مشیت الهي نے انکے هاتهوں انجام دینا قرار دے لیا هے - وه جب بولتے هیں تو انکي اواز میں صداے حق کي روح بولتي هے جو انساني دلوں کو مسخر اور ارواح متمرده کو مفتوح کر لیتي هے - اور جب نظر اٹهاتے هیں تو انکي انکهوں سے نور الهي کے شعلے چمکتے هیں جسکي خیره کن روشني کے مقابلے کي کوئي نظر تاب نهیں لاسکتي - انکي تعلیمات و بیانات کا ایک حرف بهي خدا رائگاں هونے نهیں دیتا ' اور هر لفظ جو صادق نیتوں اور الهي ارادوں کے ساتهه انکي زبان سے نکلتا هے ' ایک روحاني امانت هوتي هے جو مومنین مخلصین اور مسلمین قانتین کے دلوں میں محفوظ و مصئوں کردي جاتي هے !

ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا ' تتنزل علیهم الملائکـة الا تخـافوا ولا تحزنوا ' و ابشروا بالجنة التي کنتـم توعدون - نحن اولیاؤکم في الحیاة الدنیا وفي الاخرة ' ولکم فیها ما تشتهي انفسکم ولکم ما تدعون ' نزلا من غفور رحیم - ومن احسن قولاً ممن دعا الی الله وعمل صالحاً وقال انني مـن المسلمیـن ! (۴۱ : ۳۱)

"جن لوگوں نے اقرار کیا که صرف الله هي همارا پروردگار هے اور پهر اپنے کاموں کے اندر اس اعتقاد کا ثبوت دیکر درجۂ استقامت حاصل کرلیا ' سو الله کي طرف سے انپر طمانیة اور سکینة کے فرشتے نازل هونگے اور انکو مطمئن کر دینگے که نه تو کسي طرح کا خوف اپنے دلوں میں لاؤ اور نه غمگین هو ! اور اس جنت کي زندگي کي نعمتوں میں رهو جسکا تم ایسے استقامت والے مومنوں سے وعده کیا گیا تها - دنیا کي زندگي میں بهي هم تمهارے مددگار هیں اور آخرة میں بهي - تم کو طاقت و زور اختیـار بخشـدیا گیـا - نجس

چیـز کو تمهارا جي چاهے تمهارے لیے مهیا هے ' اور جو چیز تم الله سے مانگوگے تمهیں ملجالیگي - یه درجه تمهیں خداے غفور الرحیم کے طرف سے مرحمت هوا هے - اور اس سے بڑهکر اور کس شخص کي بات هو سکتي هے جو لوگوں کو خدا کے نام کی دعوة دے ' نیز اعمال صالحه انجام دے ' اور اسکا دعوا صرف اتنا هي هو که میں مسلمانوں میں سے ایک مسلم هوں ؟ "

پس انکا وجود سرتا سر ایک تائید الهی اور نصرة غیبي هوتا هے جو عام حالات و خیالات سے بالکل متضاد و متخالف حقیقتوں کے ساتهه ظاهر هوتا هے ' اور فتح صداقت و غلبۂ حقانیت کے نئے نئے سامانوں او ر بندو بستوں کے ساتهه کام کرتا هے - تا انکه مشیت الهي پوری هوتي هے ' حق و صداقت کي روشني کفر و ضلالت کي تاریکي پر غالب آتي هے ' " یوم الله " کي عظمت " ایام ابلیسیه " کے کارخانوں کو درهم و برهم کردیتي هے ' اور شیطان اور اسکے مظاهر خبیثیه کي جگه خداے رحمان کي دعوة کي فتح مندي دو پهر کے سورج کی طرح عالم آشکارا هو جاتی هے :

یومئـــذ یفرح المومنون بنصر الله ینصر من یشـاء و هو العـــزیز الحکیـم - وعد اللـــه ' لا یخلف وعده ' و لکن اکثر الناس لا یعلمون - یعلمون ظاهراً من الحیاة الدنیا وهم عن الاخرة هـــم غافلون ! (۳۰ : ۴)

وه دن هوگا که الله کي مدد و نصرت کے ظهور سے ایمان والوں کیلیے خوشی اور راحت هوگي - وه جس کو چاهتا هے مدد کرتا هے - وه عزیز و رحیم هے - یقین رکهو که یه الله کا وعده هے - اور الله اپنے وعده کے خلاف کبهي بهي نهیں کرتا - البته بهت سے لوگ هیں جو اس حقیقت کو نهیں سمجهتے - یه وه لوگ هیں که انکا علم دنیا کي ظاهري زندگي تک محدود هے - اور اخرة سے بالکل غافل هو گئے هیں !

* * *

آخري فاتحۂ جلد جدید ' گذشته جنوري کے مقالات افتتاحیه تهے جو غالباً تین نمبروں میں مسلسل نکلے - اب وقت آ گیا تها که اس دعا کو دهرایا جاتا جو الهـــلال نے اپنا سفر شروع کرتے وقت علانیه مانگي تهي ' اور اس لطف الهي اور توفیق رباني کے عجائب و خوارق اشکارا کیے جاتے که کیونکر اس نے الهلال کے " بعض مقاصد " کو ڈیڑه سال کي اقل قلیل مدت کے اندر تکمیل و بلوغ تک پهنچا دیا ' اور کس طرح اسکي غیبي نصرت و تائید نے ان تمام مهیب اور طاقتور قوتوں کے استیلا و تسلط سے هر موقعه پر اسکي حفاظت کي ' جو اسکي هستي کو بالکل نیست و نابود کردینا چاهتي تهیں ؟ وه کلمۂ حق کا ایک بیج تها جسے ایک نهایت درمانده و مسکین هاتهه نے محنتوں اور مشقتوں کي راتیں جاگ کر اور بے چیني و اضطراب کے دن کاٹ کر اس امتحان زار صداقت میں تن تنها بویا تها ' اور نهیں جانتا تها که هلاکتوں اور بربادیوں کے طوفان اسکے منتظر هیں ' یا فتح و مراد کے فرشتے اسپر اترنے والے هیں ؟ تاهم جبکه اسکا هاتهه زمین پر دانه پهینک رها تها ' تو اسکي نظریں آسمان پر لگي تهیں - اور جبکه وه زمین سے اپنا معامله شروع کر رها تها ' تو اسکا اصلي رشته آسمان والے سے تها - قبل اسکے که زمین بیج کو قبول کرے ' اس نے دعا مانگي تاکه وه آسمانوں میں قبول کرلیا جاے :

و اذا سالک عبادي عني فانـي قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان ' فلیستجیبـــوا لـــي و لیومنوا بي ' لعلهـــم یرشدون (۲ : ۱۸۲)

اور جب میرے بندے میرے بارے میں تم سے سوال کریں تو انهیں کهدو که میں تو ان سے بالکل هي قریب هوں - جب کوئي بنده میرے سامنے آتا اور دعا مانگتا هے تو میں هر دعا مانگنے والے کي دعا کو سنتا اور قبول کرتا هوں - دیکهو ! تمهارے ساتهه میرا سلوک کیسا لطف و محبت کا .

الهلال

۱۳ - شعبان - ۱۳۳۲ هجري

فاتحة السنة الثالثة

هذا بیان للناس

و هدي و رحمة لقوم یوقنون !

فیضي گماں مبرکه غم دل نهفته ماند
اسرار عشق انچه تواں گفت گفته ایم !

الهلال' یا دعوة دینیة الاهیه " امر بالمعروف و نهي عن المنکر" کي زندگي کے تیسرے سال کا یه عهد ابتدائي هے - چار جلدیں مکمل هوچکیں اور اس رسالے سے پانچویں جلد کا آغاز هے :

فالحمد لله فی البدایة و الانتهاء ' و الشکر له في الضراء و السراء ' و نسأل الله ان یرزقنا ' کمال الحسنی ' و سعادة العقبی ' و خیر الاخرة و الاولی ! '

میں نے اس سفر کو جس دعاء مقدس سے شروع کیا تھا ' اور اسکي هر شش ماهي منزل کے وصول پر جس دعاء کو همیشه دهراتا رها ' وهي دعا آج بھی رفیق کار و مونس راه و ملجاء آمال هے :

رب ادخلني مدخل صدق	اے پروردگار ! اس سفر میں جو
و اخرجني مخرج صدق '	میں نے شروع کیا هے ' ایک بهتر
وجعلني من لدنک سلطانا	مقام تک پهنچائیو ' اور دشمنوں کے
نصیرا ! (۱۷ : ۷)	هجوم سے نکالیو تو فتح و مراد کے

ساتھه نکالیو ! گو میں ضعیف و ناتواں هوں مگر تو اپني توفیق و نصرة سے کارزار حق و باطل میں مجھے غلبهٔ و فتح عطا فرما !

(فواتح سنین و مجلدات جدیدة)

آغاز اشاعت الهلال سے اس عاجز کا طریقه یه رها هے که هر نئي جلد کا آغاز ایک مبسوط و مفصل فاتحة الکتاب سے هوتا هے جو نئي جلد کیلیے مثل دیباچه یا مقدمه کے هوتا هے ' اور ادبیات عربیه کے خطبات حکمیه کے طرز پر لکھا جاتا هے - اردو میں اس طرز کے فواتح سنین و مجلدات کي تحریر منجمله الهلال کي مخصوصات و اولیات کے هے -

یه فواتح سنین في الحقیقت الهلال کے تمام مقالات و فصول میں اپنے مطالب و مقاصد کے لحاظ سے ایک خاص اهمیت رکھتے هیں ' اور اسکے تمام مقاصد کا لب لباب اور اسکے تمام جهاد لساني و قلمي کا خلاصهٔ امور و حاصل معتقدات هیں - اگر ایک طالب حق و بصیرة الهلال کي تمام جلدوں کو نظر انداز کردے ' اور صرف ان فواتح مجلدات هي کو نظر و تفکر کے ساتھه ایک بار پڑھلے ' تو میں سمجھتا هوں که اسکے لیے بس کرتا هے - کیونکه کار و بار دعوة و اصلاح کے قیام و ظهور ' هدایة الاهیه کے اعلان و نتائج ' قوانین ربانیه کے اثرات و نفاذ ' اور ناموس نصرة حق و خذلان باطل کے عجائب و خوارق متذکرۂ قران حکیم کے متعلق جو معنویات و معارف ان میں بیان کیے گئے هیں ' اگر گوش حق نیوش باز اور دیدهٔ بصیرة وا هو تو ان میں سے هر بیان موعظة و حکمت کا ایک دفتر درس اور تصفیهٔ قلوب و تنویر افکار کیلیے ایک صحیفهٔ هدایت هے :

فیضي گماں مبرکه غم دل نهفته ماند
اسرار عشق انچه تواں گفت گفته ایم !

اور ایسا کهنا خود میرے لیے کسي فضیلت و ادعا کا موجب نهیں هوسکتا - کیونکه ان میں جو کچھه لکھا گیا هے ' وه یکسر قران حکیم سے ماخوذ هے ' اور اسي کے ارشادات کي حرف بحرف ترجماني هے - پس اگر دلوں کے ایقان و بصیرة کیلیے اسمیں هدایت نهیں هے تو پھر دنیا میں اور کونسي آواز هے جو انسانوں کو پکاریگي ؟ کونسا هاتھه هے جو گمراهوں کو تھامے گا ؟ اور کون هے جو تاریکي سے نکالکر روشني میں پهنچائیگا ؟ و من لم یجعل الله له نورا فماله من نور :

لقد جاء کم من الله نور	بیشک تمھارے پاس الله کي طرف سے
و کتاب مبین - یهدي	روشني اور هر بات کو بیان کرنے والي
به الله من اتبع رضوانه	کتاب آئي - الله اسکے ذریعه سلامتي کے
سبل السلام و یخرجهم	راستے اس شخص پر کھول دیتا هے جو
من الظلمات الي النور	اسکي رضا چاهتا هے اور ' پھر اسے هر
و یهدیهم الي صراط	طرح کي تاریکي سے نکالکر روشني
مستقیم (۵ : ۱۸)	میں لاتا اور صراط مستقیم پر چلاتا هے !

ان في ذالک لذکری لمن کان له قلب او القي السمع و هو شهید ! (۵۰ : ۳۷)

* * *

اس سلسلے میں سب سے پہلے الهلال کي اولین جلد پر نظر پڑتي هے جسکا مقالهٔ افتتاحیه چند ارادوں کے اظهار و اعلان کے بعد حضرة باري (عز اسمه) میں ایک خاص دعا مانگتے هوے ختم کردیا گیا تھا ' اور فی الحقیقت اس مختصر سي دعاء کے دس باره جملوں کے اندر هي الهلال کے کاموں کی پوري تاریخ پوشیده هے -

* * *

اسکے بعد جنوري سنه ۱۹۱۳ میں دوسري جلد شروع هوئي - یه وقت وه تھا که ایک شش ماهي کے اندر هي اندر الهلال کي دعوت هندوستان کے مشرق و مغرب تک پهنچ چکي تھي ' اور اعلاء کلمه ' و رفع ذکر ' و رجوع قلوب ' و اجتماع اناس ' و سلطان تبلیغ ' و نفوذ دعوة کا ایک ایسا ما فوق العادة ظهور ارباب حق کیلیے بشارت فرما اور معاندین و منکرین کیلیے حسرت افزا تھا ' جو دعوة و انقلاب کي تاریخ میں همیشه تعجب و تحیر کے ساتھه یاد کیا جائیگا : و ما جعله الله الا بشری لکم و لتطمئن قلوبکم به ' و ما النصر الا من عند الله العزیز الحکیم ' لیقطع طرفا من الذین کفروا او یکبتهم فینقلبوا خائبین ! (۳ : ۱۲۲)

پس اس جلد کا آغاز دعوة امر بالمعروف و نهي عن المنکر کي تاریخ سے هوا ' اور اس سلسلهٔ الهي کے بقا و قیام پر توجه دلائي گئي جو حفظ کلمهٔ حق ' و دفع منکرات ' و احیاء امة ' و هدایت عموم الناس کیلیے تاریخ اسلام میں همیشه اپني دائمي زندگي کا ثبوت دیتا رها هے ' اور جسکي پیشین گوئي زبان وحي نے روز اول هي سے کردي تھي - جب که فرمایا که امة مرحومه کي حیات ایماني و بقاے معنوي کیلیے همیشه ایک طائفهٔ مهتدین اور گروه مومنین صالحین باقي رهیگا - اسکي بهت بڑي علامت یه هوگي که بارجود قلت تعداد و فقدان اسباب و ضعف ظاهري کے ' وه جیوش ضلالت اور سلطان کفر و فساد پر فتح پائیگا ' اور اسکے مخالفین و منکرین کی تمام کوششیں رائگاں جائینگي جو اسکي مقاومت

مقالات

علوم القرآن

یعنی مسلمانوں نے قرآن مجید کے متعلق کون کون علوم ایجاد کیے اور ان پر کتنی کتابیں لکھیں ؟

(٤)

مباحث باقیه متعلق الفاظ القرآن

از مولانا السید سلیمان الزیدی پروفیسر عربی پونا کالج

علوم القران کے عنوان سے ایک سلسلۂ مقالات اس جلد کے ابتدائی نمبروں میں شروع ہوا تھا جسکا آخری نمبر ۲۵ فروری کی اشاعت میں نکلا تھا - ان نمبروں میں قران حکیم کے متعلق ۲۰ علوم کا تذکرہ ہوچکا ہے - آخری عنوان الفاظ القران تھا - اسکا بقیه حصه آج سے پھر شروع کیا جاتا ہے -

(۲۱ — هجاء القرآن)

عجائب قدرت الٰهي کا ایک نمونه یه ہے که دنیا میں تقریباً ۵۰۰۰ زبانیں بولی جاتی هیں جو باوجود اختلاف شدید ' حروف هجاء کي آواز میں (باستثناے چند حروف) بالکل متحد و مشترک هیں - لیکن یهه اتحاد و اشتراک انکے الفاظ کے اتحاد و اشتراک پر ذرا بھي موثر نہیں ہے - زیاده سے زیاده ۳۲ یا ۳۳ حروف هیں جو کم و بیش دنیا کي پانچ هزار زبانوں کے لیے همیشه جدید اور غیر مشترک الفاظ کا ذخیرہ فراهم رکھتے هیں !

عربي زبان تمام السنۂ سامیه سے زیاده حروف رکھتي ہے - عبري جو باعتبار ادبیات و علوم تمام سامي زبانوں میں سب سے زیاده قدیم ہے ' اوسکي بنیاد صرف ان ۲۲ حروف پر ہے :

اب ج د - (گ) ہ و ز - ح ط ي - ک ل م ن - س ع ف (پ) ص - ق ر ش ت -

انکا مجموعه ابجد - هوز - حطي - کلمن - سعفص - قرشت - ہے - عربي زبان میں ۶ حرف زیاده هیں : ث خ ذ - ض ظ غ - جنکا مجموعه ثخذ اور ضظغ ہے -

اس تفصیل سے تم نے سمجھه لیا هوگا که عربي زبان میں حروف هجاء کي به تبعیت عبري ترتیب کیا تھي ؟ یعني در اصل اسطرح تھي :

اب ج د ' ہ و ز ' ح ط ي ' ک ل م ن ' س ع ف ص ' ق ر ش ' ت ث خ ذ ' ض ظ غ -

بعد از اسلام سب سے اول جس چیز کو عربي زبان حیطۂ تحریر میں لائي ' وہ قران مجید ہے - کسي چیز کو لکھنے کے لیے حروف هجا کي ترتیب و تحسین کوئي ضروري شے نہیں ' لیکن اسکے پڑھنے کے لیے یقیناً سب سے اول حرف هجاء کي ' اور پھر اسکو بحسن و صحت پڑھسکنے کے لیے حروف هجاء کي ترتیب صحیح و آسان کي ضرورت هوتي ہے - چنانچه سب سے پہلے مسلمانوں نے حروف هجاء کو آسان ترین و بہترین ترتیب میں مبدل کیا ' اور تمام هم شکل و متحد الصورت حروف کو یکجا کردیا - مثلاً :

ا ' ب ت ث ' ج ح خ ' د ذ ' ر ز ' س ش ' ص ض ' ط ظ ' ع غ ' ف ق ' ک ' ل ' م ' ن ' ہ ' و ' ي -

حروف هجاء کے تلفظ کي ایک اور مصیبت تھي - عبري میں که السنه سامیه کي مہذب ترین شاخ تھي ' تلفظ کي صورت یه تھی -

الف - بتھه ' گیمل ' دالھه ' ہے ' واو ' زین ' حتھه ' طتھه ' یود ' کاف ' لامید ' مم ' نن ' سن ' عین ' فے ' صدی ' قف ' رش ' شن ' تاو -

قران مجید کے لیے حروف هجاء کي تهذیب و ترتیب میں اس اختلاف تلفظ کو بھي دفع کیا گیا اور حتي الامکان ایک متحد و متساوي الصوت تلفظ وضع کیا گیا مثلاً الف ' بے ' تے ' ثے - الخ - یا الف ' با ' تا ' ثا ' الخ -

الغرض یه مباحث ایسے تھے ' جو مسئله تدوین علوم قرانیه میں سب سے اول بحث و ترتیب کے لائق تھے ' چنانچه دوسري اور تیسري صدي کے علمانے ان مباحث پر بھی منفرد و مخصوص کتابیں لکھیں جنکا نام عموماً " هجاء المصحف " ہے - ابن ندیم جو چوتھي صدي کا مصنف ہے ' اوس نے اس موضوع پر متعدد تصنیفات کا ذکر کیا ہے ' جیسے : هجاء المصحف یحیی بن حارث ' هجاء المصحف ابن شیب ' هجاء المصحف احمد بن ابراهیم الوراق - وغیر ذلک -

(۲۲ — النقط و الشکل في القران)

عربي زبان میں ابتداءً حروف هجا میں نقطے نہیں هوتے تھے ' اسلیے اکثر اهل عجم کي نظر میں حروف باهم متشابه معلوم هوتے تھے اور وہ صحیح نہیں پڑھ سکتے تھے - حجاج بن یوسف ثقفي کے تمام اوراق عمل میں سیاهي کے سوا اور کچھه نہیں ' تاهم اگر ان میں کچھه اجالا ہے تو یهي ہے که اوس نے قران کو اس مشکل سے نجات دي -

چنانچه چند علما کي مدد سے اوس نے نقطے ایجاد کرائے - اس پر بھي غلطي رفع نهوئي تو قران کے الفاظ پر شکل یعني زبر ' زیر اور پیش لگائے - اکثر عربي کتابوں میں تم نے " اعجام " اور حروف " معجم " پڑھا هوگا - اسکے اصلي معني یه هیں که " لفظ عربي کو عجمي بنانا " چونکه یه نقطے عجمیوں کي خاطر ایجاد کیے گئے تھے ' اسلیے حروف هجاء پر نقطے لگانا گویا " اعجام " هونا تھا - یعني عربي لفظ کو عجمي بنانا تھا -

چونکه یه علامات بالکل نئي تھیں اسلیے ان کے قواعد و اصول کیلیے مستقل تصنیفات کي ضرورت تھي - علماے اسلام نے یه ضرورت بھی باحسن وجوہ پوري کي اور حسب ذیل کتابیں یادگار چھوڑیں :

کتاب النقط و الشکل خلیل بن احمد (واضع علم عروض) المتوفي سنه ۱۷۰ ھ - کتاب النقط و الشکل محمد بن عیسی ' کتاب النقط و الشکل یحیي بن مبارک یزیدي النحوي المتوفي سنه ۲۰۲ ھ - کتاب النقط و الشکل ابو حاتم سجستاني المتوفي سنه ۲۴۸ ھ (یه کتاب جداول و دوائر پر مشتمل ہے) کتاب النقط و الشکل ابن قتیبه دینوري المتوفي سنه ۲۷۶ ھ

ہے ؟ پس چاہیے کہ تم بہی میری سنو اور مجھپر سچا ایمان لاؤ - کچھہ عجب نہیں کہ ہدایت و ارشاد کا دروازہ تم پر کہل جاے "

اور پیشتر اسکے کہ اس نئے باہر رد و قبول' فتح و شکست' اور موت و حیات کا فیصلہ ہو' اس نے خود اپنے اندر ہی اسکا فیصلہ کرلیا - اُس نے دعا مانگی کہ اگر اسکی امۃ مرحومہ اور اسکے کلمۃ الحق کی خدمت کی کوئی حقیقی طلب اسکے اندر موجود ہے' اور نیت کے خلوص اور ارادے کی سچائی کا ایک ادنی حصہ بہی اسے ملا ہے تو اسکو مہلت دی جاے' اور غیبی نصرتوں کا دروازہ اسپر کہل جاے - لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو پہر اسکے ساتھہ وہی کیا جاے جسکا ہر تخم باطل اور اعلان فساد مستحق ہے : لا تستوی الحسنۃ و لا السئیۃ (۴۱ :) -

ان اللہ سیبطلہ ' ان اللہ لا یصلح عمل المفسدین (۱۰ : ۸۱)

اللہ تعالے کا قانون ہے کہ وہ بہت جلد جہوٹے کاموں کو باطل کردیگا - اللہ کبہی مفسدوں کے کاموں کو کامیاب ہونے نہیں دیتا !

پس اُسکی دعا قبول ہوئی : فستجاب لہ ربہ (۱۲ : ۳۴) اور اُسے مہلت بہی دی گئی اور نصرت بہی مرحمت ہوئی - اسکے " بعض مقاصد " تکمیل کو پُہنچے' اور انکی تکمیل کی راہ میں کوئی طاقت مانع نہ ہوسکی : و یحق اللہ الحق بکلماتہ و لو کرہ المجرمون - (۱۰ : ۸۲)

ضرور تہا کہ یہ دعا دہرائی جاتی اور اسکے نتائج نے جو فیصلہ حق و باطل کا کیا ہے وہ عالم آشکارا ہوتا - چنانچہ یہی اعادۂ صحیحہ اور تکرار حقیقت تہی جس سے گذشتہ فاتحۃ الکتاب شروع ہوا -

اسکے ساتھہ ہی " قانون نصرۃ حق و خذلان باطل " کے متعلق قرآن حکیم کی تصریحات اور انکے بعض مخصوص معارف بیان کیے گئے تہے' اور اُن علائم و آثار کی توضیح کی تہی جو دعوۃ الی الحق کیلیے خدا کی بتلائی ہوئی نشانیاں ہیں - پہر " کلمۃ طیبہ " اور " کلمۃ خبیثہ " کے دو درختوں کا حال لکہا تہا جو زمین میں یکساں اسباب و عزائم کے ساتھہ بوئے گئے' پر ایک نے اپنی شاخوں میں فتح و مراد کا پہل پایا اور دوسرے نے اپنے اوپر ہلاکت اور خسران کی آندہیاں چلتی ہوئی دیکہیں ! و مثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض' ما لہا من قرار (۱۴ : ۲۶) کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ' اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء (۱۴ : ۲۵)

* * *

پہر ان تمام بیانات سے بہی بڑہکر ایک امر اہم و عظیم تہا جس کو واضح و بین کردینا بہت ضروری تہا - پس تیسرے نمبر میں اس سوال پر بحث کی گئی کہ یہ سب کچھہ جو ہوا اور ہو رہا ہے' اور یہ تمام اظہارات و تصریحات جو بہتوں کی نظروں میں ما فوق العادہ قوتوں کا ادعا اور غیر معمولی مدارج کا اعلان ہے' آغاز کارسے کیے جا رہے ہیں' تو انکا مقصود حقیقی کیا ہے' اور اُن تمام کامیابیوں کی فضیلت کس کو پہنچتی ہے ؟

چنانچہ اچہی طرح واضح کردیا تہا کہ نہ تو یہ کوئی غیر معمولی دعوا ہے اور نہ مخفی طاقتوں اور روحانی خوارق کے ظہور کا کوئی اعلان ہے - بلکہ ایک نہایت ہی عام اور معمولی بات ہے - اتنی معمولی بات کہ ہمیشہ اسکی حقیقت کو تمام انسانوں نے تسلیم کیا ہے - اور اب بہی ہر زبان سے کہلوا دی جاسکتی ہے - اور ہر شخص ایک عام بات کی طرح اسے کہتا اور مانتا ہے - تم میں سے کون ہے جسکا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ سچی اور نیک بات ہمیشہ کامیاب ہوتی ہے اور حق جس زبان سے نکلے' فتح و مراد کو اپنا منتظر پایگا ؟ پہر اگر ایسا ہی ہوا تو یہ کوئی ایسی نئی بات نہیں ہے جسپر تعجب کیا جاے اور اسے ایک ما فوق العادہ دعوا سمجھا جاے - اسمیں نہ تو سچ بولنے والے کیلیے کوئی فضیلت ہے' اور نہ یہ داعی حق کی غیر معمولی بزرگی و کمال کا کوئی ثبوت ہے - کیونکہ سچ خود ہی اپنا راستہ پیدا کرتا ہے اور دعوا حق خود ہی اپنے خواص دکہلاتی ہے - عام اس سے کہ اسکا بولنے والا کون ہے اور کتنی فضیلت رکہتا ہے ؟

ایک مومن روح کا اعتقاد تو یہ ہونا چاہیے کہ خدا اگر چاہے تو اپنی سچائی کیلیے' پتہر کے ٹکڑوں اور جلانے کی لکڑیوں سے بہی وہ کام لیلیے جو بڑے بڑے انسان نہیں کرسکتے - پہر اگر ایک عاجز و قصورمند ہستی کے ہاتہوں اسکا کوئی کام انجام پاگیا تو یہ کونسی عجیب بات ہے ؟ اگر ایمان مر نہ گیا ہو اور دلوں نے اعتقاد الہی کہو نہ دیا ہو تو نہ صرف ہر مسلمان کو اسے مان ہی لینا چاہیے' بلکہ خود کرکے قوۃ حق و صداقت کے معجزوں کو آزمانا چاہیے - اور دیکہہ لینا چاہیے کہ خداے ناصر و قیوم انکے ساتھہ کیا کرتا ہے ؟

ایمان و حقانیت تو وہ چیز ہے کہ اسکی پکار بلند کرنے والے کو حق پہنچتا ہے کہ تمام دنیا کو اپنے آگے مسخر اور تمام طاقتوں کو اپنے آگے سربسجود بتلاے - وہ اگر ایسا دعوا کرے تو اسمیں رائی برابر بہی غرور نہ ہوگا - بلکہ ایک ایسی بات ہوتی جیسے کوئی دن کو دن اور رات کو رات کہے - یا یہ کہے کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں اور جب پانی برستا ہے تو اناج پیدا ہوتا ہے - کیونکہ وہ مومن ہے اور صرف مومن ہی کو ساری عزتیں' ساری فتح مندیاں' اور ہر طرح کی عظمتیں اور رفعتیں پہنچتی ہیں :

و للہ العزۃ و لرسولہ و للمومنین - و لکن المنافقین لا یعلمون (۶۳ : ۸)

عزت صرف اللہ کیلیے ہے' اسکے رسول کیلیے ہے' اور مومنوں کیلیے - مگر افسوس کہ جو لوگ منافق ہیں وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں !

(فاتحۃ السنۃ الثالثۃ)

ان تمام فواتح سنین میں دعوۃ الہلال کی کامیابیوں کا ذکر کرتے ہوے مناسب نہ سمجہا گیا کہ کامیابی کے اُن حالات و حوادث پر بہی تفصیل کے ساتھہ نظر ڈالی جاے جن سے اس دعوۃ الہیہ کی مدت دو سالہ معمور ہے' اور واضح کیا جاے کہ یہ کامیابی کن کن راہوں اور کن کن صورتوں میں نمودار ہوئی ؟ کیونکہ اول تو یہ موضوع نہایت اطناب طلب تہا - ثانیاً الہلال کے کاموں کے نتائج و سوانح اسقدر روشن اور آشکارا تہے کہ محض سرسری اشارہ اور اجمالی تذکرہ کردینا ہی انکے لیے کافی تہا -

لیکن آج پانچویں جلد کو شروع کرتے ہوے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع پر بہی ایک اجمالی نظر ڈالی جاے اور کاروبار دعوت کے تمام دیگر پہلوؤں سے قطع نظر کرکے صرف اسکی کامیابی اور تکمیل مقاصد کے واقعات کو بحث و نظر کیلیے مخصوص کرلیا جاے - تقریباً تین جلدوں سے برابر دعوۃ الہلال کی کامیابی اور مخالفین منکرین اور معاندین مفسدین کے عدم تسلط و استیلا' و خذلان اعمال' و خسران آمال کا ذکر کیا جا رہا ہے - پس ضروری ہے کہ الہلال کی مخالفت و معاندت کی تاریخ و سوانح پر بہی ایک بار نظر ڈال لی جاے - عجب نہیں کہ ضمناً اسمیں بہت سے ایسے مواعظ و بصائر حوالہ قلم ہوں جو شاید کسی مستقل عنوان کے ساتھہ بمشکل تحریر میں آتے -

لیکن قبل اسکے کہ اصل بیان شروع ہو' ایک مختصر تمہید ضروری ہے - اور اسلیے یہ مضمون تین نمبروں میں ختم ہوگا - مگر اس کا ہر ٹکڑا بجاے خود مستقل ہوگا -

و الحمد للہ رب العالمین -

مذاکرۂ علمیہ

صحیفۂ فطـرت کا ایک دلچسپ صفحــہ

عــالــم نبــاتات اور حیــوانات

مختلف الجنس اشیاء میں حیرت انگیـز مشـابہت

(۲)

پہولوں کي مشابہت کي جتني صورتیں هیں' ان میں سب سے زیادہ حیرت انگیز (Schuberati (1) grandiflora) نامي پہول کي مشابہت هے - اسے دور سے دیکھیے تو معلوم هوتا هے کہ ایک مہربان شکل اور کہن سال آدمي آپکو دیکھہ رها هے !" هر انساني خط و خال کي شبیہ نہایت مکمل طور پر اسمیں موجود هے اور هو بہو ایک انسان کا چہرہ بنگیا هے - اسکي هر شاخ میں متعدد پہول هوتے هیں' اور شاخ خم کھا کر عرض میں دهنے سے بائیں طرف چلي جاتي هے - اسلیے هر شاخ میں بجاے ایک چہرے کے مسلسل کئي چہرے پیدا هوگئے هیں !

آرکڈ کي طرح یہاں بھي مادہ تولید کے ذرات ملکر چھوٹے چھوٹے ڈلے بنجاتے هیں جنہیں مناسب قد کے کیڑے توڑ کے مادہ کو دوسرے پہولوں تک لیجاتے هیں - اس درخت کے پہول میں جو رس هوتا هے اسی کي تلاش میں کیڑے آتے هیں' اور عضو رجولیت کے کالم (ستون) پر بیٹھہ جاتے هیں - بیٹھتے هي انکے پیر ان طویل اور عمیق شگافوں میں چلے جاتے هیں جو اُسکے تمسخر انگیز چہرے کے هر طرف پیدا هوگئے هیں - جب کیڑا بہاگنا چاهتا هے تو اُسکے پیر اوپر کي طرف جا کے سیاہ قرصوں (یعنی چہرہ کي آنکھوں) کے ایک تنگ سوراخ میں پہنس جاتے هیں' اور وہ اپنے پانوں نکالنے کیلیے سخت جد و جہد کرنے لگتا هے - اس کشمکش میں آنکھوں کے قرص مع مادۂ تولید کي دونوں ڈلیوں کے ٹوٹ جاتے هیں اور اسطرح عروس گل کے حاملہ هو جانے کا سامان پیدا هو جاتا هے !

جب کبھي کوئي بڑا اور طاقتور کیڑا پہنستا هے تو یہ تدبیر پوري طرح انجام پاتي هے' لیکن اگر چھوٹا اور کمزور کیڑا گرفتار هوا تو پھر وہ نہیں نکل سکتا - وهیں مر کے رهجاتا هے' اور وہ مقصد (یعنے تلقیح) فوت هوجاتا هے جسکے لیے یہ تدبیریں کي گئي تھیں - اسي لیے ان پہولوں کو " ظالم " یا " صیاد " (Pinching trop) پہول بھي کہتے هیں جو اپنے عشق و محبت کي کامجوئیوں میں اسقدر جلاد اور خونریز هیں !

جب کوئي طاقتور کیڑا مادہ تولید نکالکے لیجاتا هے تو اُس مادہ میں ایک ایسي حرکت پیدا هوتي هے جسکي وجہ سے انکے پھیلے هوے اجزا سمٹکے مختصر هو جاتے هیں - اس سے یہ فائدہ هوتا هے کہ جب کیڑا دوسرے پہول پر جا کے بیٹھتا هے تو اُسکے رحم میں یہ مادہ بآساني داخل هو جاتا هے - ان پہولوں کے قرب و جوار میں بکثرت بھڑیں اور دوسرے قسم کے کیڑے ملینگے جنکے پیروں میں مادۂ تولید کي ڈلیاں یا اُن آنکھوں کے ٹکڑے لگے هونگے جن سے یہ مادۂ تولید نکالا گیا هے -

(Acarus calmus) (۱) کے کھلنے کا طریقہ بھي عجیب و غریب هے - اسوقت اسکے پہولوں کا تختہ حیرت انگیز طور پر ایک گول صف کے مشابہ هوجاتا هے !

اس پہول کا تعلق (Orantiaceal) کي قسم سے هے - یہ در اصل مشرقي ایشیا کا پہول هے مگر اب دوسرے ملکوں میں بھي هونے لگا هے' اور جنوبي روس میں تو اسکا مربہ بھي بنایا جاتا هے - وهیں سے اُسکي جڑیں آتي هیں - ان جڑوں سے ایک قسم کا خوشبودار' محرک' مقوي' مگر تلخ عرق نکلتا هے جو بعض شربتوں میں طبي طور پر ملایا جاتا هے -

تلقیح نفس (یعني از خود تلقیح کا هونا اور کسي دوسرے پہول کے مادہ تولید کا عدم شمول جسکو اصطلاح میں Self-pollination کہتے هیں) یا ازدواج نفس (یعني نر اور مادہ الگ الگ نہ هوں - خود هي نر بھي هو اور مادہ بھي جسے اصطلاح میں Autogamy کہتے هیں) همارے سوال کے دائرہ سے خارج هے کیونکہ هر پہول کا رحم مرکز مادۂ تولید کے نکلنے سے پہلے هي مرجھا جاتا هے - هاں یہ صحیح هے کہ تختہ کے بالائي پہولوں کے رحم میں نیچے کے پہولوں کے عضو رجولیت سے مادہ تولید نکالا جاسکتا هے' مگر یہ اسیوقت تک بار آور هو سکتا هے جب تک کہ اسمیں کیڑوں کي اعانت شریک نہ هو -

لڑکے نہایت شوق سے اس پہول کے بھچے هوے جبڑوں کو

---

(۱) Schubertia ایک درخت هے جو جنوبي امریکہ میں هوتا هے - اسکے پتے پیچ و خم دار هوتے هیں - پتیوں کي سطح پر بکثرت باریک بال هوتے هیں اور توڑا جاے تو اندر سے دودھ کي طرح سفید عرق نکلتا هے - اسکي مختلف قسمیں هیں جنمیں سے ایک مشہور قسم Schu. Grandiflora هے -

(۱) Acarus یعني ایکرس ایک قسم کا درخت هے جسکي مختلف قسمیں هیں - ان اقسام میں سب سے زیادہ دلچسپ قسم Acarus Calmus هے جسکا ذکر مضمون میں آیا هے - ایکیرس انگلستان میں زیادہ تر ساحلي اور مرطوب مقامات میں هوتا هے - انگلستان کے علاوہ هندوستان اور شمال امریکہ کے سرد حصوں میں بھی پایا جاتا هے -

(۲۳ ـــ اجزاء القـــرآن)

هر کتاب تفصیل فوائد اور تسهیل مطالب کي غرض سے مختلف ابواب و فصول پر منقسم هوتي هے - صحف الهیه بهي اس اصول سے مستثنی نہیں - تورات مختلف پرق (فرق) یعني منازل ' اور مختلف اصحاح یعني سوز پر منقسم هے - قران مجید کي اصلي تقسیم معنوي تو سورتوں پر هے ' لیکن لوگوں نے تلاوت کی آساني کے لیے مختلف اجزاء پر اوسکو منقسم کردیا هے - ان تقسیمات کا مبنی صرف الفاظ و عبارات کي متساوي تقسیم هے ' تاکه پڑهنے والوں اور حواله دینے والوں کو سہولت و آساني هو -

قرون اولی کے عباد و زهاد علی العموم قران کي کامل تلاوت ایک هفته میں ختم کردیتے تهے - اس مناسبت سے قران کي سب سے پہلي لفظي تقسیم یه هوئي که سات ٹکڑوں پر منقسم کیا گیا جن میں سے هر ایک کو " حزب " (ٹکڑا) یا " منزل " کہتے هیں که تلاوت قران کا مسافر هر روز وهاں اپنے سفر الی الله کي ایک منزل ختم کرتا هے -

تلاوت کا اس سے زیاده سهل طریقه یه هے که هر مهینے میں ایک بار ختم کیا جاے - اس بنا پر لوگوں نے قران کو تیس روز کے حساب سے برابر برابر تیس حصوں پر تقسیم کردیا ' جن کا نام " پاره " یا " جزو " هے -

پهر هر پاره دو برابر حصوں میں منقسم هوتا هے - جنکو " نصف " کہتے هیں - نصف کے بهی دو ٹکڑے هیں جن میں سے هر ایک کا ایک ایک " ربع " هے - لیکن اصلاحاً ایک ٹکڑے کو ربع ' دو ٹکڑے کو نصف ' تین ٹکڑے کو ثلث ' اور چاروں ٹکڑوں کو ملاکر ایک " پاره " کہتے هیں -

قران مجید کے ان مختلف اجزا و اقسام کي تعیین که کہاں سے شروع هوتے هیں ؟ کہاں ختم هوتے هیں ؟ کہاں تک نصف هے ؟ کہاں ربع هے ؟ کہاں ثلث هے ؟ محتاج تالیف و ترتیب تهي ' اسلیے دوسري اور تیسري صدي کے علماے نحو و ادب نے اس احتیاج سے بهي قران کریم کو مستغني کردیا - اجزاء القران ابو بکر بن عیاش الموجود سنه ۱۲۷ ح (یه کتاب ۳۰ پاروں کي تقسیم میں هے) اجزاء القران حمید بن قیس الهلالي ' اسباع القران (۷ منازل کي تفصیل) حمزه زیات المتوفی سنه ۱۵۶ - اجزاء القران سلیمان بن عیسی ' اجزاء القران کسائي نحوي المتوفی سنه ۱۸۸ ' اجزاء القرآن ابو عمر الدوري الموجود سنه ۲۰۲ -

(۲۴ ـــ مقطوع القران و موصوله)

کسي ایسي کتاب کے لیے جو متنوع المعاني اور مختلف المطالب هو ' اوس کو پڑهتے وقت نهایت ضروري هے که عبارت کا توڑ جوڑ اور ختم و شروع ایسے نقره پر کیا جاے ' جس سے عبارت بے ربط اور معني مختلط نهوں ' اسي کا نام قطع و وصل هے - قران مجید کي تلاوت کے لیے بلکه صحیح طور مطالب سمجهنے کے لیے نهایت ضروري هے که قران مجید کي مقطوعات و موصولات سے واقفیت هو - حسب ذیل کتابیں اسي واقفیت کا ذریعه هیں مقطوع القران و موصوله عبد الله عامر یحصبي قاري شام المتوفی سنه ۱۱۸ ' مقطوع القرآن و موصوله حمزه بن حبیب الزیات قاري بصره المتوفي سنه ۱۵۶ ' مقطوع القران و موصوله علي بن حمزه کسائي قاري کوفه المتوفی سنه ۱۸۸ -

(۲۵ ـــ عدد آي القران)

جسطرح عام کتابوں کي هر فصل و باب کي ترکیب فقروں سے هوتي هے - اسي طرح قران مجید کي هر سورة آیتوں سے مرکب هوتي هے - " آیة " عربي میں (اور آوة عبري میں) لغة ' نشان و علامت ' کے مرادف هے ' اور اصطلاحاً عبري میں تورات کے ایک حرف کو بهي آوة کہتے هیں که وه اپنے مدلول علیه کے لیے صرف ایک قسم کا نشان اور علامت هے - لیکن عربي کي اصطلاح اس سے زیاده وسیع قرار دي گئي هے ' اور وه قرآن کے پورے ایک فقره پر حاوي هے -

آیت یا فقره کسکو کہتے هیں ؟ کسي کلام مسلسل کے اوس مختصر ٹکڑے کو جو اداے مطلب اور تفهیم معني میں مستقل هو - اس تعریف کي رو سے ممکن هے که کلام کا ایک ٹکڑا جسکو هم اداے مطلب کے لیے مستقل سمجهتے هوں ' تم نه سمجهتے هو ' پس یه بالکل ممکن هے که اگر ایک فریق کے نزدیک سوره فاتحه کے سات ٹکڑے هوں یعني سات آیتیں ' تو دوسروں کے هاں چهه هوں یا آٹهه ' اسي پر پورے قرآن مجید کي تمام آیات کي تعداد کو قیاس کر لو -

قران مجید کے تحفظ و صحت کي آخیر حد یهه هے که مسلمانوں نے اس کے ایک ایک حرف ' ایک ایک لفظ ' اور ایک ایک آیت کا شمار کر لیا هے - حروف اور الفاظ کی تعداد میں تو زیادت و نقص نہیں هو سکتي ' لیکن بر بناے تفصیل ما مرق ' آیات کي تعداد میں اختلاف راے ممکن هے ' چنانچه " علم عدد آي القرآن " کا موضوع یهي مسئله هے -

علم القرءة کي تفصیل میں اوپر گذر کر چکا هے که مدون قران کے لیے قرون اولی میں ۵ مشهور اسکول (درسگاه) تهے : مکه معظمه ' مدینه مبارکه ' بصره ' کوفه ' شام - ان میں سے هر اسکول نے اپني تحقیق و راے کے مطابق آیات قرانیه کي تعداد و شمار پر مستقل رسائل ترتیب دیے هیں -

مکه معظمه

کتاب العدد عطاء بن یسار الفقیه ' کتاب العدد فزالی ' کتاب حروف القرآن خلف البزاز -

مـدیـنـه مبارکـه

کتاب العدد نافع قاري مدینه المتوفی سنه ۱۶۹ ' کتاب العدد عیسی المدني ' کتاب العدد اسماعیل بن ابی کثیر القاري -

کـــوفـــه

کتاب العدد حمزة الزیات قاري کوفه المتوفي سنه ۱۵۶ ' کتاب العدد خلف النحوی الکوفی ' کتاب العدد محمد بن عیسی الکوفي ' کتاب العدد علي بن حمزه الکسائي النحوي قاري کوفه المتوفی سنه ۱۸۹ ه -

بصـــره

کتاب العدد ابن معافا ' کتاب العدد عاصم الجحدري ' کتاب العدد حسن بن حسن بصري ' عدد اي القرآن محمد بن مستنیر قطرب المتوفي سنه ۲۰۶ -

شـــام

کتاب العدد یحیی بن حارث الذماري ' کتاب العدد خالد بن معدان ' کتاب اختلاف العدد وکیع الفقیه -

یه قدما کي تصنیفات هیں ' متاخرین میں موصلي (نام نہیں معلوم) کي ذات الرشد ' اور ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد الطبري المتوفی سنه ۶۷۸ کي تعداد الاي القران وغیره اسي فن کی کتابیں هیں -

[الباقي یاتی]

هندوستان میں ایک بڑا کیڑا هوتا هے جسے " سانپ " (Attacus attas) کہتے هیں - اسے یہ لقب اسلیئے ملا هے کہ اسکے اگلے پر کے سرے ایسے نظر آتے هیں جیسے ایک پر غضب کوبرا (ایک قسم کے زهردار سانپ) کا سر هے جو کسي تصویر کے خانے میں دکھایا گیا هے !

اس خاندان کے دوسرے کیڑوں کے اگلے پروں پر بھي بہت سے خوشنما اور تعجب انگیز صفیں هوتي هیں - چنانچه اس ترپنگ برد (Drooping bird مرجھانیوالي کلي) کو دیکھیے جو " چاند " نامي کیڑے کے اگلے پروں پر نظر آتي هے - یه اور اسي قسم کے اور نمونے جو تتلیوں اور کیڑوں کے پروں پر هوتے هیں ' گونه گوں وضعوں اور طرح طرح کے نمونوں کا ایک ایسا ذخیرہ جمع کردیتے هیں جن سے مصور بہت فائدہ اٹھا سکتے هیں - جب انہیں نئي نئي وضعوں کے القا و الہام کي ضرورت هوتي هے تو فطرة کي یه مصنوعات عجیبه و غریبه انکے سامنے نمونه کیلیے آجاتي هیں - اگر یورپ کي بہت سي صنعتوں اور نقش و نگار کے کاموں کے اصل کا سراغ لگایا جاے تو یقیناً انهي کیڑوں کے پر نکلینگے - کشمیر اور هندوستان کي مشہور شالوں کے نمونوں میں (cethocia) نامي جنس کے نقش و نگار تتلیوں هي کے رنگ میں جنکي نقل اتاري گئي هے -

(مــرقــع)

اس مضمون کے ساتھه اُن پھولوں اور کیڑوں کا ایک مرقع بھي دیا جاتا هے جنکا ذکر گذشته اور آج کے نمبر میں آیا هے - بائیں جانب سے به ترتیب دیکھتے آئیے - تصویریں دو کالم میں کردي گئي هیں - پہلے کالم کو ختم کرکے دوسرے کالم کو شروع کیجیے گا :

(۱) " سانپ " نامی هندوستاني کیڑا جو کوبرے کا سر معلوم هوتا هے -

(۲) یه " موت کے آوارہ گرد کیڑے " کي تصویر هے ' جسکے جسم پر انسان کي کھوپڑیوں کي متقاطع هڈیوں کی شکل هوتي هے -

(۳) یه " مرجھانے والي کلي " هے ' جو " چاند " نامی کیڑے کے اگلے پروں پر نظر آتي هے -

(۴) وہ تتلي جس کے پروں پر انگریزي کے (80) هندسه کی شکل هوتی هے -

(۵) یه گل ترو پیولم هے - اسکي شکل هو بہو ایک نہایت عمدہ لقا کبوتر کي سي هوتي هے - اس پھول کي دو تصویریں دي گئي هیں - ایک تصویر پوري طرح کھلے هوے پھول کي هے - اسي لیے اسمیں مشابهت بہت واضح هے - دوسري تصویر ایک نیم شگفته کلي کي هے ' اسلیے زیادہ نمایاں نہیں هے -

(۶) اولین نظر میں یه معلوم هوتا هے که بہت سي انساني کھوپڑیاں هیں ' جو یکے بعد دیگرے رکھدي گئي هیں ' مگر درحقیقت یه وہ پھلیاں هیں جنمیں اسنیپ ڈراگن Snap-dragon نامي درخت کے بیج هوتے هیں -

(۷) یه ایکرس کیلمس نامي درخت کے پھول کی تصویر هے جس کا ذکر گذشته نمبر میں کیا گیا هے -

(۸) یه اس پھول کي تصویر هے جو ایک پیر مرد کے مشابه هوتا هے - اس کا ذکر اس نمبر کے گذشته حصه میں آیا هے -

(۹) Aristolochia کا ذکر اس مضمون کے گذشته نمبر میں آیا هے - یه اسي کي کلي هے - اس کلي کو اگر ایک رخ سے دیکھیے تو معلوم هوتا هے که راج هنس کے چہرے کا ایک غیر مکمل خاکه هے -

بريد فرنگ

اقتـراعيـات

حقوق پرستان انگلستان کے تازہ ترین سوانح و حوادث

اقتراعیة (یعني عورتوں کے سیاسي حقوق کے تحریک) دراصل حق انتخاب کا مطالبه هے - یه اس صنف کي طرف سے کیا گیا هے - جسے تورات مقدس کي روایت کے بموجب محض مرد کے دل بہلانے کے لیے پیدا کیا گیا تھا - لیکن اس دل بہلانے والے کھلونے کے مطالبات نے اب ایسي خطرناک صورت اختیار کرلي هے که سارا انگلستان درد و اضطراب سے چیخ اٹھا هے ' اور جیسا که مقامي اینگلو انڈین معاصر کے مراسله نگار لندن نے لکھا هے " انکا وجود انگلستان کے لیے ایک سخت ترین اجتماعي خطرہ هوتا جاتا هے جسکي برباد کن ترقي کي رفتار بہت هي تیز هے - اس اجتماعي خطرہ کا اگر جلد تدارک نه کیا گیا تو مسٹر ترابل کا یه اعلان عملاً سامنے آجائگا که " لوگ قانون کو اپنے هاتھوں میں لے لینگے ' اور ان عورتوں کو خود سزا دینگے جو مردوں کو سزا دینے میں اب بالکل ناقابل برداشت هوگئي هیں " -

اقتراعیه کي دراز دستیوں کا دائرہ اسقدر وسیع هوگیا هے که ایک ادنی پولیسمین سے لیکر شاہ عهد تک ' اور گولف اور ٹینس کلبوں کے خیموں سے لیکر مصنوعات نفسیه کي گیلریوں اور مقدس مذهبی مقامات و آثار تک انکي دست درازي سے محفوظ نہیں !

(پولیسمین)

وہ لال پگڑي والی طاقت جسکے کمر کے چھوٹے سے ڈنڈے کي ایک معمولی جنبش هزارها هندوستاني مردوں کے بھڑے مجمع کو منتشر کر دیتي هے ' انگلستان میں خوبصورت هیلمٹ اور رعب انگیز قیمتي وردي کے اندر بہت با قاعدہ هے - تاهم گرفتاري کا قصد ایک طرف رها ' اگر محض بچانے کے خیال سے بھي کوئی پولیسمین ان عورتوں کو پکڑتا هے تو بقول مراسله نگار انگلشمین " اس حفاظت کا صله اُسے ایک زنانه ایڑي کے بوٹ کي ٹھوکر کي شکل مین ملتا هے " ؟

یه کسي نازک اندام کي لا ابالانه ٹھوکر نہیں هوتي که " ضرب حبیب ضبیب " کا لطف آئے ' بلکه ایک ایسي عورت کی جس نے اچھي طرح اس عجیب اسلحه کے استعمال کي مشق کرلي هے ' اور جو وزن میں ۹ اسٹون (۱) سے بھي کہیں زیادہ هے ! وہ اسقدر زور سے بے محابا اور اسطرح تاک کے با اصول ٹھوکر مارتي هے که جنگ پیشه سپاهي حیرت سے مبہوت رهجاتا هے !

هندوستان میں پولیس کے کسي غیر قانونی حکم کي بھي نافرماني کم ازکم ۲۴ گھنٹه حوالات میں رکھنے کے لیے کافي هوتي هے - ممکن هے که آپ انگلستان کو بھي اسي پر قیاس کرلیں ' اور کہیں که چونکه اس نے اداے فرائض حکومت میں مداخلت کي هے اسلیے دفعه (۲۲۴) عاید کي جاتي هے اور یقیناً دو سال قید کي مستحق هے - مگر یه قیاس صحیح نهوگا ۔ گوري رنگت کي پولیس گوري آبادي کیلیے هم سیاہ رو وحشیوں کا سا قانون نہیں رکھه سکتي - انگلستان کا ضابطه فوجداري ایسے موقع پر پولیسمین کو

(۱) ایک اسٹون ۱۴ - پونڈ کا هوتا هے -

چٹکي سے نوچتے هیں' جسکا نام (Antirrhinum) (١) نهایت هي مناسب اور موزوں ہے -

لارڈ اوبیري اس پهول کو ایک ایسے مضبوط صندوق سے تشبیه دیتے هیں جسکي کنجي صرف بهونرے هي (Humble bee) کے پاس ہے ' کیونکه چهوٹے چهوٹے کیڑے تاج (Corolla) (٢) کی بند پنکهڑیوں میں سے اپنا راسته نکالنے میں کامیاب نہیں هوسکتے -

اس پهول کي تلقیح کے لیے ایک بڑي زبان والی مکهي کي ضرورت هوتي ہے - اسکا عضرنسائي ایک قسم کي زیر زمین راہ ہے جسمیں سے هوکے کیڑا رس تک پهنچسکتا ہے اور جو بالکل اسکے کنارے میں هوتا ہے - اس راہ کے سرے پر اسکي چهت کي طرف دبے هوے مادہ تولید میں ملفوف اینتهر هوتے هیں - پهول کے امتحان سے صاف نظر آتا ہے که اگر کیڑے اندر جا سکتے تو وہ ان مرکز هاے مادہ تولید کو مس کیے بغیر اس تک پهنچ جاتے -

بڑي مکهي سے یه راہ بالکل بهر جاتي ہے ' اسلیے جب وہ باهر نکلتي ہے تو خود بخود اسکي روئیں دار پیٹهه کے ساتهه مادہ تولید کے ذرات بهي لگ کے چلے آتے هیں -

یه واقعات هیں جن سے اس پهول نے ان بهچے هوے جبڑوں کے حالات کي تشریح هوتي ہے جو اپنے کهلنے کے لیے شه زور کیڑوں کو همیشه صلاے زور آزمائي دیتا رهتا ہے -

اس پهول کا سب سے زیادہ دلچسپ حصه کیپسیول ہے (٣)

---

(١) یه ایک قسم کا درخت ہے جسکي ١٤ قسمیں هیں - اسکا اصلي وطن بحر میڈیٹرینین ہے مگر بسا اوقات کالوفرنیا میں بهي نظر آجاتا ہے -

(٢) " کارولا " پهول کا وہ حصه ہے جو کلي کے اندر اور بار آور حصه کے گرد هوتا ہے : اسکا وجود عموماً محض دو تین پتیوں هي سے عبارت هوتا ہے جو تکمیل نشو کے بعد بڑي هوجاتي ہے - یه پتیاں بالائي غلاف (کمامه) کي پتیوں سے زیادہ خوشنما اور پر رونق هوتي هیں - انگریزي میں انکو (Corolla) کہتے هیں جو ایک لاطیني نژاد لفظ ہے - لغت میں اسکے معني تاج کے هیں - اسي لیے هم نے بهي تاج هي ترجمه کیا ہ

(٣) وہ ایک تهیلی ہے جسمیں بیج رهتے هیں - عربي میں اسکو " خریط " کہتے هیں -

اس مضمون کا یه مقصد نہیں که اس میں تمام تعجب انگیز مشابهتوں کي ایک مکمل فهرست پیش کي جائے - اگر ایسا کیا جاے تو اس موضوع پر ایک مبسوط کتاب لکهنے والے مصنف کا بوجهه هم اپنے سر لے لینگے حالانکه اسکے لیے بالکل طیار نہیں هیں - همارا مقصود صرف یه ہے که چند دلچسپ صورتوں کا اجمالي تذکرہ کردیں اور اسپر توجه دلائیں که اس موضوع سے تعلیم میں کیونکر فائدہ اٹهایا جا سکتا ہے ؟ پڑهنے والے اپنے تخیل اور مشاهدہ کي قوت سے کام لینگے تو انهیں اس موضوع کے متعلق قریباً بے پایاں سلسلوں کے دریافت کرنے میں کوئی دقت نه هوگي -

(عالم حیوانات)

اب تک تو نباتات کا ذکر تها - اب هم حیوانات کو لیتے هیں -

کیڑوں کے پر جس قسم کے نقش و نگار کے نمونے پیش کرتے هیں' اگر انکو جمع کیا جائے تو انمیں بہت سي مختلف صنعتوں اور تصویروں کا سراغ ملیگا - هم نے اپنے مضمون کے ساتهه صرف ایک دو پروں کي تصویر دي ہے - غالبا ان تصویروں میں سب سے زیادہ تعجب انگیز نشان وہ ہے جو بالکل رومن اعداد کا عدد ٨٠ - یعنے 80 لکها هوا دکهائي دیتا ہے - اور جو جنوبي امریکه کي تتلي (Catagramma) نامي کے پچهلے پروں پر هوتا ہے - بے شک یه عدد اس جنس کي تمام انواع میں پوري طرح واضح نہیں ہے' مگر عموماً پچهلے پر کي اندروني سطح پر 80 یا 88 کا نشان ضرور هوتا ہے - اسیواسطے جو لوگ برازیل میں ان تتلیوں کو پکڑتے هیں' وہ انهیں " ایٹتي ایٹ " (اٹهاسی) کہتے هیں -

وہ کیڑے جو موت کا سر (Death's Head) کہلاتے هیں' انکے سینے کے نقش و نگار بهي ایک نهایت دل نشیں منظر ہے - کیونکه وہ انساني کهوپڑیوں اور انکي متقاطع هڈیوں کي نهایت عمدہ نقل هوتي هیں' اور انهیں دیکهکے جرمن سواروں کے مشهور رسالے کا نشان یاد آجاتا ہے !

جرمني اور پولینڈ میں (جهاں یه کیڑے کثرت سے هوتے هیں) انکو (Death's head phantom " موت کے سر کي تصویر " یا (Wandering death bird) یعنی " موت کے آوارہ گرد کیڑے " کہتے هیں - وهاں کے جاهل کسانوں کا عقیدہ ہے که وہ بہت هي منحوس اور بد اثر هیں !

تھي اور کچھہ زمين پر کھنچتي چلي جاتي تھي - انھي کے ساتھہ ساتھہ ليڈي بلوم فيلڈ اور انکي همشير بھي باهر نکل آئيں -

بيان کيا جاتا هے که اس واقعه پر شاه يا ملکه نے چنداں توجه نه کي - دربار اس طرح اپني حالت پر رها "گويا کچھه هوا هي نهيں - چنانچه جو لوگ پيچھے تھے جب انھوں نے مس بلوم فيلڈ کو مع اپني والده اور همشيره کے اسطرح جاتے ديکھا تو وه سمجھے که يه بے هوش هوگئي هے -

يه بيانات هيں جو شائع کيے گئے هيں ' ليکن اصلي واقعه اب اسقدر مختلف اور مخفي هوگيا هے که کچھه نهيں کھلتا ' عورت حال کيا پيش آئي تھي ؟

(ايک تاريخي کليسا)

يه دن انگلستان کے ليے ايک منحوس و نامبارک دن تھا ' کيونکه ايک طرف تو دربار کي اسطرح توهين هوئي - دوسري طرف وه اپنے ايک نهايت تاريخي و ديني سرمايه سے محروم هوگيا -

اقترامي عورتوں نے ڈربي شائر کے مشهور اور تاريخي گرجے ميں آگ لگادي - ريورينڈ جان رهاليٹيکر اسکے ريکٹر (ايک مذهبي عهده هے) بلاے گئے - ڈربي کا آگ بجھانے والا انجن بھي آيا ' مگر کيا حاصل ؟ بهت گرچکي تھي ' شعلے هوا ميں بلند هو هو کے گاؤں بھر ميں آتشزدگي کا اعلان کر رهے تھے - آفتاب طلوع هوا تو لوگوں نے اس عظيم الشان تاريخي کليسا کي سوخته اور برهنه ديواريں ديکھيں - مشهور طبيعي چارلس ڈارون ' اسکے چچا کي ياد گاريں ' اور انکے علاوه اور جسقدر آثار عتيقه اس کليسا ميں موجود تھے ' سب کے سب جلکر خاک سياه هو گئے - وه پرانا خوشنما پرده جو اس کليسا کے آثار محفوظه ميں ايک نهايت ممتاز يادگار تھي ' وه قديم کتابيں جنکو اهل شائر نهايت تقديس و احترام کي نظر سے ديکھتے تھے اور جو پوهنے کے ڈيسک ميں رکھي رهتي تھيں ' وه اسکي عظيم الشان ' محکم ' خوبصورت عمارت جسکو ديکھنے کيليے سياح آتے تھے ' آه ! سب برباد هوگئے ! عورت ' نازک ' حسين ' دلربا ' محبت طلب عورت نے سب برباد کر ديا ! کليسا کي عمارت نارمن طرز تعمير کي ايک خاص ياد گار تھي - اگرچه اس عهد کي بني هوئي چيزوں ميں سے صرف ايک جنوبي دروازه هي باقي رهگيا تھا ' مگر وه بھي کچھه کم با عظمت نه تھا - اس دروازه کے متعلق اثريين (آرکيا لوجسٹس) کا اندازه تھا که وه سنه ۱۱۵۰ ع کا بنا هوا هے -

مگر اس تذکره سے کيا حاصل ؟ "عورت" اب بربادي و هلاکت کي ديبي بنگئي هے - وه سب کچھه جلاديگي ! سب کچھه برباد کريگي !

(گيلري)

تصاوير کے عجائب خانوں اور گيلريوں پر تو اتنے حملے هو چکے هيں که اب معمولي حملوں کا تذکره کوئي خاص دلچسپي نهيں رکھتا - ليکن هم جس واقعه کا ذکر کرنا چاهتے هيں وه اس عام حکم سے مستثني هے - کيونکه اسکے ساتھه ايک خط بھي ملا هے جو اقتراميات کے جذبات و حيات کا ايک عبرت انگيز آئينه هے -

بونڈ اسٹريٹ ميں مصنوعات نفيسه کي ايک گيلري هے جو "ڈور گيلري" کہلاتي هے - هفته کي ڈاک ميں ايک کم سن اور حسين عورت اپنے کپڑوں ميں ايک کلهاڑي چھپاے هوے آئي ' اور نظر بچا کے دو تصويروں کو کلهاڑي سے کھرچ ڈالا - ان دونوں تصويروں ميں سے ايک کا نام " مجروح عشق " تھا - يه بارٹولوزي نامي مشهور مصور کي کنده کاري (انگريوينگ) کا نمونه تھي ' اور بالآخر اسي حسن کے هاتھوں مجروح هوئي جو دنيا ميں عشق کا حريف قديم هے !

دوسري گرينڈ کيسلي وينس کي تصوير تھي - اس پر آبي رنگ (واٹر کلر) تھا - يه تصوير جان شيپلينڈ کے زور قلم کا نتيجه تھي اور سو پونڈ ميں خريدي گئي تھي - گيلري کے نگران و مهتمم کو کسي طرح اسکا علم هوگيا - اس نے اپنے حسين مجرم کو پکڑ لينا چاها - ليکن يهاں حسن کا ظهور ويسا نرم و لطيف نه تھا جيسا که ابتک رها هے - عورت کے پوري طرح گرفتہ ميں آنے سے پہلے ايک نهايت سخت کشمکش هوئي ' حتى که غريب گيلري کا مهتمم زخمي هو گيا !

جسکا تو قاتل هو اسکے واسطے
کونسي لذت هے خنجر سے لذيذ !

يه عورت مارلو اسٹريٹ کے مجسٹريٹ کي عدالت ميں حاضر کي گئي - گواهي ميں زخمي مهتمم نے تفصيل کے ساتھه بيان کيا که کيونکر اس نے گيلري کے جنوبي و مغربي حصے ميں شيشه ٹوٹنے کي آواز سني ' اور جب وه آيا تو اس نے ديکھا که ايک هاتھه کلهاڑي ليے شيپلينڈ کي تصوير کے پاس متحرک هے - پھر آگے آتے ديکھکے کس طرح عورت نے کلهاڑي اس پر بھي اٹھائي مگر اس نے نهايت هشياري سے کام ليا اور فوراً ٹوٹ پڑنے کے بدلے دريافت کيا که اس نے يه حرکت کيوں کي ؟ جسکے جواب ميں عورت نے کہا که بس يهي ايک راسته هے جو همارے واسطے اب باقي رهگيا هے -

اس نے کہا که دوسري تصوير بھي خراب هوگئي هے -

اسکے بعد ايک خط اسي گيلري ميں پڑا ملا جسکا مضمون يه تھا :

" اگر تم ان حرکتوں کو روکنا چاهتے هو تو همارا انصاف کرو - هم اپنے مطالبه سے دست بردار هونے سے پہلے اپني جان ديدينے کے ليے تيار هيں - هم تمام دروازوں کو کھٹکھٹا چکے هيں ' اور هر جگهه سے مايوس هوکے ادهر آئے هيں - بيشک هم گذشته زمانے ميں بهت هي نرم تھے مگر همارا وه دور ختم هوگيا - اب هم مردوں سے بھي بہتر جنگ کے ليے تيار هيں - تم همکو قتل کرنے کا حکم ديسکتے هو ' ليکن همارے مرنے سے هماري تحريک مرده نهيں هوسکتي - اگر هم ميں سے ايک مرجائيگي تو اسکي جگهه دس بهنيں اور پيدا هوجائينگي - مهر (يعني کاتبۂ خط) بھي جنگ ميں شريک هوگئي هوں "

(خانقاه ويسٹ منسٹر)

ليکن ان سب ميں بربادي کي شديد ترين کوشش وه تھي جو حال ميں کي گئي هے - خانقاه ويسٹ منسٹر اپني اهميت و عظمت کے لحاظ سے انگلستان کي سب سے بڑي خانقاه هے - يهي جگهه هے جهاں کے کليسا ميں شاه انگلستان کي تاجپوشي هوتي هے -

اس ميں ايک بمب کا گولا رکھا گيا تاکه اسکي عمارت کا خاتمه کردے - حسن اتفاق سے اسکي ساخت نامکمل رهگئي تھي ' اسليے وه ناقص طور پر پھٹا ' اور خانقاه کي بهترين اشياء مثلاً سکوں کا پتھر ' تاجپوشي کي کرسي ' شاه ايڈورڈ کنفيسر کا چيپل وغيره ' بچ گئے - ورنه يه تمام عظيم الشان يادگاريں دھواں بنکر اوڑ جاتيں ' اور اس عظيم الشان عمارت کے بهترين حصے بھي گرکر ريزه ريزه هو جاتے !

حق نہیں دیتا کہ اپنی حفاظت کے لیے اس حملہ آور عورت کو ترکي بہ ترکي جواب دے !

(مجسٹریٹ)

مجسٹریٹ جو ہندوستان میں اپنے زیر انتظام شہر کا پادشاہ ہوتا ہے' اور بغیر کسي تامل کے مچھلي بازار کانپور کے ایک نہتے مجمع پر مسلسل ۱۰ منت تک ۶۰۰ کارتوسوں کي بارش کراسکتا ہے' اسکي وقعت یہ عورتیں اتني بھي تو نہیں کرتیں جتني ہندوستان کے کسی بڑے شہر میں پولیس کے جمعدار یا داروغہ کي ہوتي ہے !

" نیلي ہال " اور " گریس رو " دو اقتراعیہ عورتیں ہیں جنکا چالان چند اقتراعي سازشوں کے سلسلے میں پولیس نے کردیا تھا - جب پیشی کا دن آیا تو مسٹر پال ٹیلر نامي مجسٹریٹ کي عدالت میں حاضر کي گئیں - ابھي مسٹر باڈکن وکیل استغاثہ نے کھڑے ہوکے مجسٹریٹ کو مخاطب ہی کیا تھا کہ " نیلي ہال " نے پولیس کے جبریہ کھانا کھلانے کا افسانہ چھیڑ دیا - مسٹر ٹیلر سر جھکا لے سنا کیے - تھوڑي دیر کے بعد انہوں نے سر اٹھایا ہي تھا کہ ہال چیخ اٹھي :

" تم کو اچھي معلوم ہے کہ ہم پر کیا کیا ظلم کیے گئے ہیں (یعني کس طرح بجبر کھانا کھلایا گیا ہے ؟) اسلیے اگر تم غیرت مند ہوگے تو ہم سے آنکھیں چار نہ کرسکوگے "

اسکے جواب میں مسٹر ٹیلر نے کہا :

" قصور معاف - بہ خود کردہ مصائب ہیں "

اس پر ہال برہم ہوکے بول اٹھي : " اس کا مزہ تم نہیں جانتے - کیونکہ تم پر کبھي پڑي ہي نہیں "

مسز نیلی ہال پولیس کے قبضے میں - کشمکش' مقابلہ' اور بالاخر شکست !

" رو " نے بھي اپني سہیلي کي تائید کي' اور نہایت بے باکي سے ظاہر کیا کہ اسے مجسٹریٹ کا چہرہ دیکھکے خوف آتا ہے - گویا مجسٹریٹ آدمي نہیں ہے - ایک مونسٹر (عجیب الخلقت جانور) ہے - اس پر مسٹر ٹیلر نے ایک زہر خند ہنسي کے ساتھہ کہا :

" تم نہیں چاہتیں کہ میں تمھیں برابر دیکھتا رہوں ؟ کیوں ؟ ایسا ہي ہے نا ' یا چاہتی ہو ؟ بولو ! "

ہال اور برہم ہوگئي - جھلا کے بولي .

" اگر تمھیں دن بھر میں تین بار زبردستي کھانا کھلایا جاتا تو تم اسطرح نہ ہنستے "

اب مجسٹریٹ صاحب بھي ذرا ہلے اور کسي قدر غضب آلود سنجیدگي کے ساتھہ کہا :

" میں بھي تم پر ہنستا ہوں پھر کیا تم مجھے بھي الزام دیتي ہو ؟ بولو ! "

اتنا سننا تھا کہ " ہال " اور " رو " دونوں آگ بگولا ہوگئیں' اور کئي دفعہ زور زور سے چلائیں " مسٹر باڈکن اسے (یعنی غریب مجسٹریٹ کو) روکو "

اسکے بعد اس عجیب الخلقت مقدمے کی کارروائي شروع ہوئي - اثناء شہادت میں دونوں نے کئي بار کہا :

" ہم نہیں چاہتے کہ ہمارا مقدمہ چلایا جاے - ہمکو یوں ہي سزا دیدو "

مگر مقدمہ کي کارروائي ہوتي رہي - ایک پولیس کا گواہ پیش ہوا - اسکے بعد مقدمہ آیندہ کے لیے ملتوي کردیا گیا - جب " ہال " اور " رو " باہر لائي گئیں تو دونوں بہت زور سے چلائیں :

" خیر' کچھہ پروا نہیں - ہم لوگ برابر لڑتے رہینگے ! لڑتے رہینگے !! لڑتے رہینگے !!!

(شاہ اور ملکہ)

ان واقعات کا ذکر ہم نے اس خیال سے کیا کہ وفاکیش اور اطاعت بردار ہندوستان کي ہمت کے لیے یہي واقعات لرزہ انداز و دہشت انگیز ہیں' ورنہ جس جماعت کا اسوقت ذکر ہو رہا ہے' وہ تو خود وزیر اعظم مسٹر ایسکویتھہ کو بر سر مجلس بارہا ذلیل و رسوا کرچکي ہے' اور پھر اتنا ہي اسکے طائر جرأت کا سدرۃ المنتہی نہیں ہے - وہ اس عرش عظمت و جلال تک بھي پرواز کرچکي ہے' جو انگلستان کي دنیا میں احترام و اجلال کي آخرین منزل ہے !!

پادشاہ کے ساتھہ گستاخانہ جرأت کي ابتدا تو اس سرفروشانہ اقدام سے ہوتی ہے جو ایک اقتراعیہ نے گھڑ دوڑ کے میدان میں دکھلایا تھا' اور شاہي گھوڑے کو پکڑنے کي لاحاصل کوشش میں اپني جان تک گنوا دي تھي' مگر اسکے بعد ایک دوسرا واقعہ پیش آیا جسکے متعلق انگریزوں کا خیال ہے کہ " وہ مہذب دنیا کي نظروں میں انگریز عورت کي گستاخي اور بد تہذیبی کا ایک شرمناک ترین منظر ہے " - شاید ایسا ہي ہو !

ڈرائنگ روم کا شاہي دربار تھا - شاہ اور ملکہ رونق افروز تھے اور درباري باري باري سے گذر رہے تھے - کوئي گیارہ بجنے والے تھے کہ لیڈي ڈارن شینڈ اپني ہمشیرہ مسز والڈریڈ کي طرف سے مراسم دربار ادا کرکے ہٹیں' اور انکے بعد لیڈي بلوم فیلڈ مع اپني دونوں لڑکیوں کے آگے بڑھیں -

لیڈي بلوم فیلڈ شاہ کے حضور آداب بجا لاچکي تھیں اور ملکہ کے لیے جھکنے والي ہي تھیں کہ یکایک ایک شیریں اور پر از نغمہ و موسیقیت آواز بلند ہوئي' اور تمام دربار حیرت زدہ ہوگیا :

" یور مجیسٹیز ! خدا کے واسطے !! .... "

لیڈي بلوم فیلڈ نے مڑکے دیکھا تو انکي لڑکي گھٹنوں کے بل بیٹھي ہوئي ہے' اور دونوں ہاتھہ شاہ اور ملکہ کے آگے پھیلا ہوے ہے !

یہ منظر دیکھکے وہ گھبراہٹ میں پیچھے مڑي - اتنے میں اسکي دوسري لڑکي نے بڑھکے اپني بہن کا ہاتھہ پکڑلیا - جب تک سر ڈي - ڈاسن بھي آ گئے جو لارڈ چمبرلین کے ساتھہ شاہ کے بائیں جانب کھڑے تھے - ان دونوں نے چند دیگر اشخاص کي مدد سے مس بلوم فیلڈ کو اسطرح باہر نکالا کہ کچھہ تو لوگوں کے ہاتھہ میں

هـوائی ریـل

(ایک گھنٹہ میں ۳۰۰ میـل کی رفتـار)

ایک عظیم الشان اختراع

قوۃ دفع کے نتائج معیرہ

فرانس کے ایک مشہور مخترع و موجد نے ایک ایسی ریل طیار کی ہے جو موجودہ صدی کا سب سے بڑا محیر العقول معجزۂ علم سمجھی جائیگی - فاصلے کی تکالیف کو دور کرنے اور وقت کی طاقت کو مغلوب کرنے والے آلوں میں کوئی بھی اس ریل کا مقابلہ نہیں کرسکتا - یہ ایک معلق ہوا پر چلنے والی ریل ہے جو فی منٹ ۵ میل تک مسافت طے کریگی -

عام ریلوں کی طرح اسمیں سٹیم سے مـدد نہیں لی گئی ہے - جس طرح یورپ میں سٹیم کی جگہہ برقی طاقت سے اب بکثرت کام لینے لگے ہیں اور اس کو ہر جگہہ قدرت کی سب سے بڑی طاقت تسلیم کرتے ہیں، اسی طرح ہوائی ریل میں بھی برق ہی کا دست اعجاز کام کرتا ہے -

اس ریلوے کا نام (Lavitated Railway) ہے - اسکا موجد ایک فرانسیسی ہے جسکا پورا نام عمائل بیشیل (Emile Bachelet) ہے - بیشیل ۲۲ سال تک امریکا کے سرکاری محکمۂ تعمیرات میں ملازم رہچکا ہے -

(۲۲ - سالـہ جہاد علمی)

بیشیل کو ایک بار خیال ہوا کہ اگر ہم ثقل کو اسطرح اپنے اختیـار میں کرنا چاہیں کہ وہ وسط ہوا میں بغیر کسی محسوس سہارے کے معلق رہے تو ایسا کیونکر کرسکتے ہیں؟ اس خیال میں وہ ۲۲ سال تک غلطاں و پیچاں رہا - گو اسکی جد و جہد سخت عرقریز و جانفشاں، اور اسکے مقابلے میں نتائج ہمیشہ مایوس کن اور ہمت شکن رہے، تاہم اس نے کبھی بھی سررشتۂ صبر و استقلال ہاتھہ سے نہ دیا اور اپنی کوششوں کو برابر جاری رکھا - یہاں تک کہ بالاخر وہی ہوا جو ہر مستقل اور مسلسل کوشش کے لیے وعدہ کیا گیا ہے، یعنی فرانسیسی اخبارات نے اسکی کامیابی کا اعلان ایک غلغلہ انداز مضمون کے ذریعہ کردیا !

(ایجـاد کی روح)

قدرت نے مقناطیس میں قوت دفـع وجذب، دونوں رکھی ہیں جنکو اصطلاح میں علی الترتیب (Attraction) اور (Repulsion) کہتے ہیں -

یعنی جس طرح مقناطیس اپنی کشش کی طاقت سے کسی شے کو اپنی طرف کھینچ سکتا ہے، اسی طرح اسے پیچھے بھی ہٹا سکتا ہے -

انسان نے مقناطیس کی قوت جذب کو دریافت کرلیا اور اس سے فائدہ بھی اتھایا - چنانچہ قطب نما اسی کا صدقہ ہے جسکی برکت سے بڑے بڑے طوفان خیز اور ناپید کنار سمندروں کے قلب کو چیرتے ہوے جہاز گزر جاتے ہیں - لیکن اسکی قوت دافعہ عرصے تک مخفی رہی - بعضوں کو علم ہوا بھی تو بیشیل سے پہلے کسیکو اس سے فائدہ اتھانیکی توفیق نہ ملی -

بیشیل پہلا شخص ہے جس نے اس معطل قوت کی طرف توجہ کی، اور ۲۲ سالہ شب ہاے انتظار اور روز ہاے امید پر ماتم کرنے کے بعد وہ آج تمام عالم سے خراج تحسین لے رہا ہے ! - فنعم اجر العاملین !

(ریل کا نظام)

بیشیل کی ریل میں نہ تو انجن ہوتا ہے اور نہ معمولی پہیے ہیں، نہ دندانہ دار پہیوں کا کوئی مربوط و باہم وابستہ سلسلہ ہے اور نہ وہ احتکاک (رگڑ) جو بیجان جسم میں حرکت پیدا کردیتی ہے -

پھر یہ ریل کیونکر چلتی ہے ؟

گاڑی ایک پٹری پر رکھی رہتی ہے - اس پٹری میں خم ہوتے ہیں جنمیں مقناطیس کی قوت دافعہ بھری ہوتی ہے - جب چلانا مقصود ہوتا ہے تو ایک بٹن کو دبا دیتے ہیں، جسکے بعد قوت دافعہ کی رو گاڑی میں ساری ہوجاتی ہے اور گاڑی اسکے دھکے سے ہوا میں بلند ہو جاتی ہے - گاڑی کے ہوا میں بلند ہونے کے بعد قوت دافعہ کا کام ختم ہو جا تا ہے -

لیکن صرف گاڑی کے اچھل جانے سے نہ تو اصلی مقصد پورا ہو سکتا ہے، اور نہ اسکے لیے یہ ایجاد کسی قابل تحسین اعجوبگی یا ندرت کی مستحق ہے - اسلیے در حقیقت ایجاد کا اصلی کمال اسکے بعد سے شروع ہوتا ہے -

موجد نے یہ انتظام کیا ہے کہ گاڑی کے ہوا میں بلند ہونے کے بعد اسے معاً برقی رو ملجاتی ہے جسکے سہارے پر وہ تھمی رہتی ہے، لیکن دیکھنے والا کو یہ سہارا نظر نہیں آتا -

لیکن برقی رو بھی صرف اسیقدر کر سکتی ہے کہ اسے گرنے نہ دے - آگے بڑھنے کا سوال پھر بھی باقی رہجا تا ہے -

اسکے لیے موجد نے یہ انتظام کیا ہے کہ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر سولینائڈ رہتے ہیں - یہ سولینائڈ مقناطیس کے ہوتے ہیں - گاڑی کی رفتار جب مـزید قوت کی طالب ہوتی ہے تو فوراً ان میں قوت پہنچائی جاتی ہے، اور اس قوت کی وجہ سے گاڑی برابر آگے بڑھتی رہتی ہے !

(ہوائی ریل کا نمونہ)

لندن کے عین وسطی حصہ میں ایک عالیشان عمارت کے اندر ہوائی ریل کا نمونہ رکھا گیا ہے - گـریفک کا نامہ نگار خاص اپنے مشاہدہ کو نہایت دلچسپ طرز سے بیان کرتا ہے - یہ نمونہ ہلکا سا قریباً ۲۰ سیر پختہ وزن کے برابر ہوگا - اسکی گاڑیاں سگار کی طرح گاؤ دم شکل کی ہیں تاکہ حرکت کے وقت ہوا سے زیادہ رگڑ نہ پیدا ہو - گاڑیاں زمین سے دو فٹ فاصلے پر برقی آلے کے پیچ در پیچ تاروں کے سہارے پر قائم رہتی ہیں - جب برقی بٹن کو

ادبیات

اسوہ حسنہ

هجرة نبوي (صلیٰ الله علیه و سلم)

جب که آمادۂ خوں هوگئے کفار قریش ' * لاجرم سرور عالم نے کیا عزم سفر
کوئي نوکر تها ' نه خادم ' نه برادر ' نه عزیز ' * گهر سے نکلے بهي تو اس شان سے نکلے سرور !
اِک فقط حضرت بوبکر تهے همراه رکاب * اُن کي اخلاص شعاري تهي جو منظور نظر
رات بهر چلتے تهے ' دن کو کہیں چهپ رهتے تهے * که کہیں دیکهه نه پالے کوئي آمادۂ شر
چونکه سو اونٹ کا انعام تها قاتل کے لیے ' * آپ کے قتل کو نکلے تهے بہت طالب زر
انهي لوگوں میں سراقه خلف جعشم تهے * جن کو فاروق [۱] نے کرے کے پنهائے تهے گهر
تین دن رات رهے ثور کي غاروں میں نہاں * تها جہاں عقرب و افعي کي حکومت کا اثر
بیم جاں ' خوف عدو ' ترک غذا ' سختی راه ' * اِن مصایب میں هوئي اب شب هجرت کی سحر

* * *

یاں مدینے میں هوا غل که رسول آتے هیں * راه میں آنکهه بچهانے لگے ارباب نظر
لڑکیاں گانے لگیں ذوق میں آکر اشعار * نغمه هاے " طلع البدر " سے گونج اٹهے گهر
ماں کي آغوش میں بچے بهي مچل جانے لگے ! * نازنینان حرم بهي نکل آئیں باهر !
آل نجار [۲] چلے شهر سے هوکر تیار * زره و جوشن و چار آیینۂ و تیغ و سپر !

* * *

دفعتاً کوکبۂ شاه رسل آ پهنچا * غل هوا : صل علی خیر الناس و بشر
جلوۂ طلعت اقدس جو هوا عکس فگن * دفعتاً تار شعاعي تها هر اِک تار بصر
طور سے حضرت موسیٰ کي صدا آتي تهي : * آج ایک اور جهلک سي مجهے آتي هے نظر !

* * *

سب کو تهي فکر که دیکهیں یه شرف کسکو ملے * میہمان هوتے هیں کس اوج نشیں کے سرور ؟
سینے کہتے تهے که خلوت که دل حاضر هے ! * آنکهیں کہتي تهیں که در آور بهي طیار هیں گهر !

* * *

هاں مبارک تجهے اے خاک حریم نبوي * آج سے تو بهي هوئي خاک حرم کي همسر !

صل یا رب ' علی خیر نبي و رسول !

صل یا رب ' علی افضل جن و بشر !

[۱] جب ایران فتح هوا اور کسری کے ملبوسات اور موتیوں کے هار غنیمت میں هات آے تو حضرت عمر نے حضرة سراقه کو پہناکر دیکها تها - کیونکه یه پهت جامه زیب تهے -

[۲] نجار کا خاندان آنحضرت سے ننهالي رشته رکهتا تها -

مراسلات

اعلان از جانب خدام کعبه

میں حسب الحکم جناب خادم الخدام صاحب به اجلاس ارکان اصلیه یه درخواست کرتا هوں. که جو جو برادران ملت امسال حج بیت الله شریف کو اپنے اپنے اخراجات سے تشریف لیجانیوالے هیں - وه براه کرم انجمن کے دفتر کو جسقدر جلد ممکن هو اطلاع دیں که وه کس وقت روانه هونیوالے هیں؟ یهاں یه تجویز زیر عمل هے که اُن حضرات کا جو انجمن میں داخل هوچکے هیں ایک منتخب وفد بدین غرض ترتیب دیا جائے که وه دوران سفر کے کل حالات و ضروریات پر حسب منشاء انجمن خدام کعبه ایک ایسی تحقیقات فرمائے جو انجمن کو آئنده خدمات کے لیے مشیر راه کا کام دے - نیز جناب شریف مکه اور افیسران دولت عثمانیه سے تبادلۂ خیالات کرکے صاف صاف بتلائے که حجاج و زوار کو کس کس قسم کی تکالیف و ضروریات سے سابقه پڑتا هے' اور اُنکے دفع کرنے اور آسانیاں بهم پهنچانے کے کیا ذریعے اور وسائل هوسکتے هیں؟ اس وفد کی ترتیب کے متعلق بهتر صورت یه هوسکتی هے که جب جانیوالے حضرات کے نام معلوم هوجائیں تو اُن میں سے چند پرجوش' جفا کش' هر معامله پر غائر نظر ڈالنے اور هر معامله کی حقیقت دریافت کرنیوالے حضرات کا انتخاب عمل میں لایا جائے' اور اُنکو پهلے دهلی شریف لانے اور باهم مشوره کرنے کی تکلیف دی جائے - یا اگر یه ممکن نهو تو ایک وقت و تاریخ مقرر کی جائے تاکه بمبئی میں اس وفد کی ترتیب اور انتخاب ممکن هوسکے -

میں حسب الحکم ارکان اصلیه به تعمیل فقره نمبر ۵ روئداد مذکور الصدر ۲۶ جون سنه ۱۹۱۴ ع کو بمبئی بدیں غرض حاضر هوگیا هوں که حجاج و زوار کے واسطے دوران ایام قیام بمبئی میں خرید ٹکٹ وجاے قیام و روانگی وغیره میں انجمن کی جانب سے مع دیگر شیدائیوں کے اپنی خدمت بجا لاؤں - انجمن خدام کعبه کی جانب سے گورنمنٹ بمبئی حج کمیٹی کی خدمت میں ایک مراسله بدیں استدعا بهیجدیا گیا هے که انجمن کی خدمات سے فائده اُٹهایا جائے - پس امیدوار هوں که جانے والے حضرات جس قدر جلد ممکن هوسکے اپنے اپنے ارادوں سے دفتر کو مطلع فرمادیں -

شوکت علی بی - اے - معتمد انجمن خدام کعبه
جمعیت اصلیه دهلی

(بمبئی کا پته :- نمبر ۱۳ اسپلینڈ روڈ - مکان انریبل سر فاضل بهائی کریم بهائی - بمبئی)

اپیل براے وظائف

هماری قوم کو ابهی پورے طور سے معلوم نهیں هے که علیگڈه کالج میں صدها طلبا نے جو اعلی تعلیم حاصل کی هے ان میں بهت بڑی تعداد ایسے طلبا کی هے جنکو اگر کالج اور کانفرنس سے مالی مدد نه دی جاتی تو وه علم کی نعمت سے قطعاً محروم ره جاتے - انجمن "الفرض" اور آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کو جسقدر آمدنی قوم کے روشنضمیر اصحاب کی فیاضی کی بدولت هوتی رهی هے اسکا بڑا حصه قوم کے هونهار غریب طلبا کی امدادمیں صرف هوتا رها هے' جسکا نتیجه یه هے که ملک کے تمام صوبجات میں قومی کالج کی تعلیم اور تربیت یافته نه صرف نظر آتے هیں بلکه با اثر اور با وقعت مدارج پر ممتاز هیں -

سر سید علیه الرحمة اور نواب محسن الملک مرحوم کے زمانه میں وظائف کیلیے خاص چنده هوتا تها' اور اس کا فنڈ علحده رهتا تها - لیکن اسکے بعد جب کانفرنس کے کام میں وسعت هوئی اور اسکی آمدنی مین اضافه هوا تو اسی میں سے وظائف کے لئے بڑا حصه صرف هوتا رها - لیکن سنه ۱۹۱۱ ع میں مسلم یونیورسٹی کیوجه سے کانفرنس کیلیے چنده قطعاً وصول نهیں کیا گیا' اور سنه ۱۲ و ۱۹۱۳ ع میں جنگ بلقان اور عام قومی انتشار کے سبب سے کانفرنس کی آمدنی بهت کم هوئی - با وجود اسکے وظائف کی تعداد اور مقدار میں کمی نهیں کیگئی' اور پچهلے سال تک تقریباً ایک هزار روپیه ماهوار وظائف پر صرف هوتا رها - لیکن گذشته تین سالوں میں چونکه آمدنی نهیں هوئی اسلیے یه خرچ اس رقم میں سے کیا گیا' جو گذشته چهه سال میں پس انداز کی گئی تهی - مگر اب سب خرچ هوچکی هے' اور اب نه کانفرنس فنڈ میں گنجایش هے' اور نه وظائف فنڈ میں' اور حالت یه هے که کالج میں داخله کا وقت قریب آنے کی وجه سے درخواستوں پر درخواستیں طلباء کی چلی آرهی هیں' اور ان میں بهت سے ایسے هیں جن کی اگر مدد نه کی جاے تو ان کو تعلیم ترک کرنا پڑیگی - میں عرصه سے ممبران سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کی توجه اسطرف مبذول کررها هوں اور رؤسا کی خدمت میں عرضداشتیں بهیج رها هوں لیکن اسوقت تک کچهه نتیجه بر آمد نهیں هوا -

ممکن هے که کسی کو یه خیال هو که یه مدد صرف ایک کالج کے لیے چاهی جاتی هے' اور مسلمانوں کی تعلیمی ضرورتیں سب جگه یکساں هیں - اگر کسیکا ایسا خیال هو تو وه قابل اصلاح هے' کیونکه علیگڈه کالج میں طلبه علیگڈه خاص کے تعلیم نهیں پاتے بلکه جو مدد دی جاتی هے وه هندوستان کے کل صوبجات کے مستحق طلبه کو دی جاتی هے - علاوه اسکے یه خوب سمجهه لینا چاهیے که تمام صوبجات کے هونهار طلبه کی خواهش هوتی هے که وه علیگڈه کالج میں تعلیم پاویں - لیکن اگر ان کی مدد نه کی جاوے تو ان میں سے بهت سے نا کام رهتے هیں - اسلیے اس کالج کے غریب طلبا کی مدد کرنا فی الحقیقت کل ملک کے مسلمانوں کی تعلیم میں مدد کرنا هے - آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس اس کالج کے طلبه کی مدد اسی وجه سے کرتی که یه دار العلوم مرکزی هے' اور اسکے ذریعه سے کل صوبجات کے هونهار مسلمانوں کی مدد هوسکتی هے - علاوه ازیں کانفرنس کے وظائف صرف کالج تک محدود نهیں هیں بلکه یه وظائف تمامی صوبجات هیں اور مختلف کالجوں میں دیے جاتے هیں - اسوقت علاوه علیگڈه کے لاهور' بریلی' میرٹهه' لکهنؤ' اله آباد' کلکته' پونا بمبئی' ناگپور' جےپور - وغیره میں یه وظائف دیے جاتے هیں' بلکه بعض طالبعلموں کو انگلستان کی تعلیم کے لیے بهی وظیفه دیا جاتا هے - ماسواء اسکے وظائف کسی خاص تعلیم کے لیے مخصوص نهیں هیں' بلکه آرٹ کی تعلیم انجنیری' ڈاکٹری' ٹریننگ وغیره کے لیے هر قسم کی مدد دی جاتی هے - ان وجوه سے کانفرنس کے وظائف کو مقامی وظیفه خیال کرنا بالکل غلط هے -

پس اب یه اپیل قوم سے کی جاتی هے' اور استدعا هے که وظائف فنڈ کے لیے جو جس سے هوسکے وه جلد عطا کرے - اس مصرف سے بهتر هماری قوم میں اور مقاصد بهت کم هو سکتے هیں - بیسیوں درخواستیں رکهی هوئی هیں اور انکی منظوری کا انحصار اسی پر هے که وظائف فنڈ میں کچهه روپیه وصول هو -

(آفتاب احمد آنریری جائنٹ سکریٹری آل انڈیا
محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس)

دباتے هیں تو فوراً گاڑیاں الیومینیم کے تاروں سے علحدہ هوکر هوا میں معلق هوجاتي هیں - اس کے بعد آلۂ دافع (پروپیلر) کے ذریعہ حرکت کہاتے هي تیر کیطرح اس تیزي سے دوڑنے لگتي هیں کہ انساني نظر ان کا پیچہا نہیں کرسکتي -

(شرح رفتار)

اس قسم کي ریل گاڑیوں میں نہ تو خود گاڑیاں کوئي وزن رکھتي هیں ' نہ سڑک کوئي مقاومت (Resistance) کرتي ہے ' اور نہ پہیوں اور انکي رگڑ کا جھگڑا ہے - اسلیے یہ کہنا بالکل بجا هوگا کہ رفتار کي سرعت کا دار و مدار صرف هوا کي مقاومت پر ہے - جہاں هوا کا فشار اور دباؤ Pressure یا تصادم کم هوگا ' وهاں یقیناً اسکي رفتار بھی زیادہ هوگي ' اور جہاں یہ دونوں یا ان میں سے کوئي ایک زیادہ هوگي ' اسي کے تناسب سے رفتار میں بھی کمی هوتی جائیگی -

خیر ' یہ تو اصولی بحث تھی - سوال یہ ہے کہ اسوقت تک اسکی رفتار کا اوسط کیا رها ہے ؟ اسوقت تک جسقدر تجربے هوچکے هیں انکی بنا پر موجد کا اندازہ یہ ہے کہ اس ریل کی شرح رفتار ۳ سو میل فی گھنٹہ هوگی !

(مراسلات اور مسافر)

موجد نے اسوقت تک جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ صرف نامہ بري کے لیے موزوں ہے - چنانچہ خود موجد کو بھی اس کا اعتراف ہے - وہ اس ریل کو صرف ڈاک کے لیجانے کے لیے پیش کرتا ہے ' البتہ اسکا دعوی ہے کہ یہ نظام اصلاً مسافروں کے لے جانے سے بھی عاجز نہیں ہے - اسمیں کسیقدر اضافہ و ترمیم کي ضرورت هوگي - اسکے نزدیک جن گاڑیوں پر مسافروں کو لیجانا هو ' ان میں ایک پٹري کے بدلے دو پٹریاں اور سوالے نالڈ کے بدلے آلۂ محرک Motor اور هوائي دافع Aerial propellor لگانا چاهیے -

(پیرس سے سینٹ پیٹرزبرگ دس گھنٹوں میں)

هوائي ریل کے ذریعہ پیرس سے پیٹرز برگ میں (جن کا باهمي فاصلہ ۳۰۰۰ میل ہے) صرف ۱۰ گھنٹے کے اندر جاسکتے هیں - اسي طرح هوائي ریل لندن سے برلن تک ۵ گھنٹوں میں پہنچ جائیگي - پلائي موتھہ سے ایک خط کا جواب تین گھنٹہ کے اندر آسکیگا !

(هوائی ریل کا مستقبل)

اس کا موجد اس بات کا مدعي ہے کہ اگر پروپیلر مضبوط هو اور برقي طاقت کافي پیمانہ پر طیار هوسکے ' تو هوائی ریل کے ذریعہ في گھنٹہ ۶۰۰ میل تک جاسکتے هیں ' یعني اسکی رفتار ایک منٹ میں ۱۰ میل هوگی - اس کا خرچ بھي بہت کم هوگا - یعني ۳۰۰ میل تک آدھ سیر وزن لے جانے میں صرف ۲ پیسہ خرچ هوتا ہے -

(تین تصویریں)

اس مضمون کے ساتھہ تین تصویریں دي گئي هیں :

(۱) پہلي تصویر میں اس ریل کے داخلي آلات دکھلائے گئے هیں - ماسٹر کیتھہ الدرٹن نامی ایک بچہ بٹھا دیا گیا ہے - کیونکہ ابھي ریل اسقدر چھوٹي ہے کہ بڑے آدمي کي اسمیں گنجایش نہیں -

(۲) دوسري تصویر " گریفک " لندن کے نامہ نگار نے بنا ئي ہے ' اس سے ریل کي بیروني شکل کا جو مثل سگار کے گاؤ دم ہے ' اندازہ کیا جا سکتا ہے - اگر ریل لندن میں جاري هوئي تو اسکي صورت ایسي هوگي -

(۳) تیسري پیرس کے رسالہ " السٹریشن " سے نقل کي گئي ہے جو اس ریل کے نمونے کي آصلي تصویر ہے ' اور خود موجد نے شائع کي ہے -

(مسئلہ قیام الهلال)

آج الهلال مورخہ ۱۳ و ۲۰ ماہ مئي سنہ ۱۹۱۴ ع کا ڈبل پرچہ ملا - پہلے هی صفحہ پر شذرات کے ضمن میں جو نوٹ مسئلہ قیام الهلال کي نسبت تھا ' اُسے پڑھکر از حد بیقرار هوں ' مگر کیا کروں مجبور هوں - آپ کسي کو اس کار خیر میں حصہ لینے کا موقعہ دیتے هي نہیں -

آپنے جو دو هزار نئے خریداروں کے واسطے لکھا ہے تو اول تو یہ تعداد اگر برابر کوشش کیجاوے جب بھي کہیں عرصہ میں جاکر پوري هوگي ' کیونکہ حق و صداقت کے جویاں صادق اور سچے دل والے لوگ بہت کم هونگے - اور اگر خریدار هو بھي جائیں ' تو یہ معلوم نہیں کہ وہ دائمي خریدار هیں یا عارضي ؟

میرے خیال میں جو خریدار اس وقت هیں آنھي کو بذریعہ الهلال اطلاع دیکر قیمت ڈیوڑھي یا دوگنی کردینے کي خبر دیدیني چاهیے - میں اُمید رکھتا هوں کہ جتنے خریدار اس وقت الهـــلال کے موجود هیں وہ انشاء اللہ تعالی بڑي خوشي اور رضا و رغبت کے ساتھہ اضافۂ قیمت کو منظور کرکے قیمت ادا کردینگے -

میري عرض کرنے کي کچھہ ضرورت نہ تھی ' جن جن اشخاص نے الهـــلال دیکھا هوگا وہ جانتے هونگے ' اور آپ بھي اچھي طرح واقف هیں - بے شک دعوۃ دیني اپني پہلی منزل سے گذر چکي ہے - لیکن اسکا قیام و استحکام صرف اسي صورت میں ممکن ہے کہ تعلیمات برابر جاري رهیں اور ترغیب و تحریص کا سلسلہ نہ ٹوٹے - خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے الهلال کو قائم و بر قرار رکھے اور اوسکے دلي ارادوں کو کامیاب فرماوے -

محمد زمان ' معرفت محمد ابراهیم ' ٹھیکہ دار

از کلو - ایس - ایس - برما

" كتاب مرقوم يشهده المقربون (۸۳ : ۱۸)
" في ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال

في

مجلدات الهلال

تو اے کہ محو سخن گستران پیشینی
مباش منکر " غالب " کہ در زمانہ تست !

(۱) " الہلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیہ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید ' اعتصام بحبل اللہ المتین و وحدۃ کلمۂ امۂ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و مقالات سیاسیہ و غیرہ کا مصور و مرصع مجموعہ ہے - اسکے درس قرآن و تفسیر و بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الٰہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید و اعدی عدو مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرنے کیلیے ساعی ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ علم طریق تعبیر و ترکیب و اسلوب و اسلوب بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الٰہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا و حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی ' اور سیاسی آزادی و حریت کو بھی تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر اسے ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و صحائف سے معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الٰہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ پیدا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار متشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد درس بڑی بڑی آبادیاں اور شہر ایسے ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت ' متلاشیان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الٰہیہ و علوم نبویہ غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و افضل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہیں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے ' جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(۷) چھہ مہینے میں ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی جاتی ہے - ولایتی کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپ رہی ہے تیسری اور چوتھی جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں ' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو انکی قیمت دس روپیہ قرار دی جاتی ہے -

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف پانچ روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے -

بہت ممکن ہے کہ الہلال کی قیمت بڑھا دی جاے - اگر ایسا ہوا تو پھر مکمل جلدوں کی قیمت بھی زیادہ ہو جائیگی .

تاریخ احیاء اسلام

مسئلۂ قیام الهلال

اردو پریس اور کم ازکم اسلامي پریس میں صرف الهلال هي کو یہ خاص شرف حاصل تها کہ اسکے مالک و اڈیٹر نے خدا کا نام لیکر بغیر اپیلیں شایع کرنے اور بغیر طویل و عریض اشتہاري مضامین چھپوانے کے چپ چاپ اور یک بیک ایک نہایت سخت کڑے وقت میں :

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

الهلال جاري کر دیا اور اس مسخرانہ قوت کے ساتھہ جاري کر دیا کہ هندوستان کي اخباري دنیا میں اسکي نظیر ملني مشکل ہے - مگر هماري بد بختي ہے کہ تھوڑے عرصہ سے الهلال میں بهي اس قسم کے مضامین نکلنا شروع هوگئے هیں جنسے معلوم هوتا ہے کہ اسکي مالي حالت قابل اطمینان نہیں - حقیقت یہ ہے کہ الهلال کے مضامین " صدا بصحرا " کے ناظرین الهلال کے دل هلا دیے هیں' اور اس سلسلہ میں اڈیٹر صاحب کے آخري نوٹ نے جو الهلال کي ۱۳ اور ۲۰ - مئي کي یکجائي اشاعتوں میں شایع هوا ہے ' دلوں پر اور بهي بجلي گرا دي ہے - معلوم نہیں مولانا ناظرین الهلال کي اس محبت و الفت کا امتحان کرنا چاهتے هیں جو ان کو اپنے پیارے الهلال سے ہے ' یا کوئي اور ایسي بات پیدا هوگئي ہے کہ اب الهلال کي خدمت سے کنارہ کشي اختیار کرنا چاهتے هیں - بہرحال کچھہ بهي هو مولانا کے اس خیال اور عذر سے تو کم ازکم مجھے اتفاق نہیں کہ " پہلي منزل آپ طے کر چکے هیں ' احیاے ملت اور دعوت دیني کے اعلان و اشاعت کا احساس اب اپنی ابتدائي منزلوں سے گزر چکا ہے .. .. اور الهلال کي دعوت نے اپنا پہلا کام پورا کر دیا ہے "

میں نہیں جانتا الهلال سا اخبار هو ' اور پھر اسکي کمي اشاعت کي شکایت اور رونا هو ؟ اگر ایسا ہے تو پھر صاف ظاهر ہے کہ الهلال کا یہ دعوا (کہ اس نے پہلي منزل اپنے کام کي ختم کرلي ہے اور اب اسے دوسرے زیادہ ضروري کاموں کي طرف جانا ہے) بالکل غلط اور سراسر بے بنیاد ہے - اگر قوم میں ابهي تک الهلال جیسے اخبار کو زندہ رکھنے کي ضرورت کا احساس پیدا نہیں هوا ' تو میں کہونگا کہ الهلال نے ابهي پہلي منزل کیا معنی پہلي منزل کا پہلا میل بهي طے نہیں کیا - " صدا بصحرا " جیسے زبردست مضامین شایع هوں ' اور پھر دو هزار جدید خریدار مہیا نہ هوں ؟

مسلمانوں کي سیاسي ' ادبي ' اور مذهبي زندگي میں انقلاب پیدا کرنے والے الهلال کي زندگي کا فیصلہ آیندہ جولائي اور اخیر جون میں کیا جایگا - دیکھیے اس دن هماري قسمت کا کیا فیصلہ هوتا ہے ؟ لیکن میں قوم سے بالعموم اور ناظرین الهلال سے بالخصوص اپیل کرتا هوں کہ اس فیصلہ کي اهمیت کا وہ خدا را بر وقت اندازہ لگا لیں - اگرچہ اڈیٹر صاحب نے اسقدر وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ایک بار اور عام مشورہ کرکے اپني راہ اختیار کرینگے - لیکن اس سے بڑھکر شرمناک بات اور کیا هو سکتي ہے کہ آیندہ جولائي تک مطلوبہ تعداد جدید خریداران کي پوري نہ هو ؟ اس مشورہ کي ضرورت هي پیش نہیں آئیگي اگر موجودہ ناظرین الهلال تھوڑي سي کوشش اور توجہ سے بهي کام لیں گے - خاکسار اس سلسلے میں چار خریدار الهلال کي نذر کرتا ہے ' اور اڈیٹر صاحب سے میري درخواست ہے کہ آیندہ جولائي سے وہ میرے نام ایک پرچے کي جگہ جو اسوقت جاري ہے ' ۵ پرچے الهلال کے بھیجا کریں - امید ہے کہ دیگر اصحاب بهي اس طرف فوراً توجہ فرمالینگے ' اور مسئلۂ قیام الهلال جو اسوقت بے انتہا تشویش اور پریشاني کا موجب هو رہا ہے خود بخود حل هو جائیگا - ورنہ خدا نخواستہ اگر الهلال بند هوگیا تو اس سے جو نقصان عظیم قوم کو برداشت کرنا پڑیگا ' اسکي تلافي کسي طرح ممکن نہ هوگي -

الهلال اگر بوجہ کمي اشاعت اور زیادتي اخراجات کے مزید مالي قربانیوں کا متحمل نہیں رہا ہے تو قوم کا فرض ہے کہ وہ اس بارہ میں الهلال کو هر طرح امداد دے اور هر ممکن کوشش الهلال کو زندہ رکھنے کي جاے -

مقبول از کشمیر

جہان اسلام

جہان اسلام کے پرچے دفتر الہلال سے ۳ آنہ کا ٹکٹ بھیجکر منگوائیں -

منیجر

شہبال

ایکپ ہفتہ وار مصور رسالہ - جو خاص دار الخلافت سے ترکی زبان میں نکلتا ہے - ادبي - سیاسي - علمی اور سائنٹفک مضامین سے پر ہے گرافک کے مقابلہ کا ہے - ہر صفحہ میں تین چار تصاویر ہوتے ہیں - عمدہ آرٹ کاغذ نفیس چھپائي اور بہترین ٹائپ کا نمونہ - اگر ترکونکے انقلاب کا زندہ تصویر دیکھنا منظور ہو تو شہبال ضرور منگائیے - ملنے کا پتہ :

پوسٹ آفس فوزخ بک نمبر ۹ نمبر ۱۰ نمبر ۱۳

Constantinople - استامبول

ایک سنیاسی مہاتما کے دو نادر عطیئہ

حبوب مقوي — جن اشخاص کي قوي زائل ہو گئے ہوں وہ اس دوائي کا استعمال کریں - اس سے ضعف خواہ اعصابي ہو یا دماغي یا کسي اور وجہ سے بالکل نیست نابود ہو جاتا ہے - دماغ میں سرور و نشاط پیدا کرتي ہے - تمام دلي دماغي اور اعصابي کمزوریوں کو زائل کر کے انساني ڈھانچہ میں معجز نما تغیر پیدا کرتي ہے قیمت ۰ ۰ گولي صرف پانچ روپیہ -

منجن دندان — دانتوں کو موتیوں کیطرح آبدار بناتا ہے - امراض دندان کا قلع قمع کرتا ہے - ہلتے دانتوں کو مضبوط کرتا ہے - دانت نکلتے وقت بچے کے مسوڑھوں پر ملا جاوے تو بچہ دانت نہایت آساني سے نکالتا ہے - منہہ کو معطر کرتا ہے - قیمت ایک ڈبیہ صرف ۸ آنہ -

تریاق طفال — تپ تلي کیلیے اس سے بہتر شاید ہی کوئي دوائي ہوگي - تپ تلي کو بیخ و بن سے نابود کر کے بتدریج جگر اور تلي کي اصلاح کرتا ہے - قیمت في شیشي ۱ روپیہ ۴ آنہ -

ملنے کا پتہ - جي - ایم - قادري اینڈ کو - شفاخانہ حمیدیہ منڈیالہ ضلع گجرات پنجاب

ہندوستاني دوا خانہ دہلي

جناب حاذق الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب کي سرپرستي میں یوناني اور ویدک ادویہ کا جو مہتم بالشان دوا خانہ ہے وہ عمدگی ادویہ اور خوبی کار و بار کے امتیازات کے ساتھہ بہت مشہور ہوچکا ہے - صدہا دوائیں (جو مثال خانہ ساز ادویہ کے صحیح اجزاء سے بني ہوئی ہیں) حاذق الملک کے خانداني مجربات (جو صرف اسي کارخانہ سے مل سکتے ہیں) عالي شان کار و بار' صفائی' ستھرا پن' ان تمام باتوں کو اگر آپ ملاحظہ کریں تو آپ کو اعتراف ہوگا کہ :

ہندوستانی دوا خانہ تمام ہندوستان میں ایک ہي کارخانہ ہے -

فہرست ادویہ مفت، (خط کا پتہ)

منیجر ہندوستانی دوا خانہ دہلی

الہلال کي ششماہی مجلدات

قیمت میں تخفیف

الہلال کی شش ماہي مجلدیں مرتب و مجلد ہونے کے بعد آٹھہ روپیہ میں فروخت ہوتي تھیں لیکن اب اس خیال سے کہ نفع عام ہو' اسکی قیمت صرف پانچ روپیہ کردي گئي ہے -

الہلال کي دوسري اور تیسري جلد مکمل موجود ہے - جلد نہایت خوبصورت ولایتي کپڑے کي - پشتہ پر سنہري حرفوں میں الہلال منقش - پانچ سو صفحوں سے زیادہ کی ایک ضخیم کتاب جسمیں سو سے زیادہ ہاف ٹون تصویریں بھي ہیں - کاغذ اور چھپائي کي خوبی محتاج بیان نہیں اور مطالب کے متعلق ملک کا عام فیصلہ بس کرتا ہے - ان سب خوبیوں پر پانچ روپیہ کچھہ ایسي زیادہ قیمت نہیں ہے - بہت کم جلدیں باقی رہگئی ہیں -

(منیجر)

جہان اسلام

یہ ایک ہفتہ وار رسالہ عربي ترکی اور اردو - تین زبانوںمیں استنبول سے شایع ہوتا ہے - مذہبي سیاسي اور ادبي معاملات پر بحث کرتا ہے - چندہ سالانہ ۸ روپیہ ہندوستاني اور ترکوں سے رشتۂ اتحاد پیدا کرنیکے لیے ایک ایسے اخبار کي سخت ضرورت ہے اور اگر اسکے توسیع اشاعت میں کوشش کي گئي تو ممکن ہے کہ یہ اخبار اس کمي کو پورا کرے -

ملنے کا پتہ ادارۃ الجریدہ في المطبعۃ العثمانیہ چنبرلي طاش نمبرہ صندوق البوستہ ۱۷۳ - استامبول

Constantinople

اڈیٹر الہلال کي راے

(نقل از الہلال نمبر ۱۸ جلد ۴ صفحہ ۱۵ [۳۶۱])

میں ہمیشہ کلکتہ کے یوروپین فرم جیمس مرے کے یہاں سے عینک لیتا ہوں - اس مرتبہ مجھے ضرورت ہوئي تو میسرز - ایم ان - احمد - اینڈ سنز [نمبر ۱/۱۵ رپن اسٹریٹ کلکتہ] سے فرمایش کي - چنانچہ دو مختلف قسم کي عینکیں بنا کر انہوں نے دي ہیں' اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ وہ ہر طرح بہتر اور عمدہ ہیں اور یوروپین کارخانوں سے مستغني کر دیتي ہے - مزید بر آں مقابلۃ قیمت میں بھي ارزاں ہیں' کام بھي جلد اور وعدہ کے مطابق ہوتا ہے -

[ابو الکلام آزاد ۲ مئي سنہ ۱۹۱۴]

صرف اپني عمر اور دور و نزدیک کي بینائي کي کیفیت تحریر فرمانے پر ہمارے لائق و تجربہ کار ڈاکٹرونکي تجویز سے اصلي پتھر کی عینک بذریعہ وي - پي ارسال خدمت کي جائیگي - اسپر بھي اگر آپکے موافق نہ آئے تو بلا اجرت بدل دي جائیگي -

عینک نکل کماني مع اصلي پتھر کے قیمت ۳ روپیہ ۸ آنہ سے ۵ روپیہ تک - عینک رولڈ گولڈ کماني مع اصلي پتھر کے قیمت ۶ روپیہ سے ۱۲ روپیہ تک عینک اسپشل رولڈ گولڈ کماني مثل اصلي سونے کے' ناک چوڑي خوبصورت حلقہ اور شاخیں نہایت عمدہ اور دبیز مع اصلي پتھر کے قیمت ۱۵ - روپیہ محصول وغیرہ ۶ آنہ -

ایم - ان - احمد اینڈ سنز تاجران عینک و گھڑي - نمبر ۱/۱۵ رپن اسٹریٹ ڈاکخانہ ویلسلي - کلکتہ

در جنون بیکار نتواں زیستن
آتشم تیزست و داماں می زنم !

یہ بالکل سچ ہے اور یہی میرے دل کا اصلی زخم ہے - لیکن افسوس کہ وہ یہ کہتے ہوے اپنی اور اپنے گرد و پیش کی حالت بھول گئے - میں صرف اس حالت پر توجہ دلا دینا انکے جواب کیلیے کافی سمجھتا ہوں -

اس قسم کے تمام کاموں کیلیے اولین شے تقسیم عمل ہے - یعنے متعدد اشخاص اور جماعتوں کا موجود رہنا جن میں سے ہر شخص یا جماعت کام کے ایک ایک حصے کو اپنے ذمے لیلیے ' اور ان سب کی مجموعی مساعی و اعمال سے تکمیل مقصد ظہور میں آے -

پس صورت یہ ہونی چاہیے کہ ایک جماعت تو ہمیشہ صرف تحریک و دعوت اور تنبہ و ایقاظ کے کاموں میں مشغول رہے' تاکہ بیداری قائم اور غفلت کا استیلاء مقہور و مخذول رہے - دوسری جماعت اس تحریک کے نتائج سے کام لے ' اور جو استعداد پیدا ہوتی جاے اسے ضائع نہونے دے -

ہماری اصلی بدبختی یہی ہے کہ اس قسم کے کام کرنے والے نا پید ہیں اور کوئی حقیقی تقسیم عمل ہو نہیں سکتی - میں دو سال تک اسی چیز کی تلاش میں رہا کہ کسی طرح دونوں کاموں کو ایک ہی وقت میں انجام دیا جاسکے مگر اپنی مجبوری سے کامیاب نہوا -

* * *

اب میرے سامنے صرف دو ہی راہیں ہیں - پہلی راہ یہ ہے کہ محض تحریک و قیام دعوۃ ہی کے کام میں مشغول رہوں ' اور اسکے علاوہ جو دینی' علمی ' ادبی ' سیاسی' اور عام اصلاح و ترقی کی شاخوں میں الہلال کام کر رہا ہے یا کرسکتا ہے ' اس پر قناعت کرلوں - یہ میدان بھی کام کرنے والے کیلیے کچھہ کم قدر و قیمت نہیں رکھتا اور بجاے خود ایک بڑی سے بڑی خدمت ہے - مگر کیا کروں' دل ہمت طلب صرف اتنے پر قناعت نہیں کرتا - میں دیکھہ رہا ہوں کہ وقت کم اور فرصت مفقود ہے - آمادگیاں ضائع جا رہی ہیں ' اور استعداد بغیر جمعیت افکار و عمل کے بھٹک رہی ہے - بیج ڈالا جاچکا ہے مگر کوئی نہیں جو آبپاشی کا سامان کرے - کس دل سے گوارا کروں کہ ایسا دیکھوں اور آنکھیں بند کرلوں ' اور اپنے تمام بہترین عزائم کو سپرد خاک کردوں ؟

پھر یہ بھی ہے کہ ہماری حالت آور دن کی سی نہیں ہے - اب وقت اسکا نہیں رہا کہ آہستہ آہستہ ایک ایک منزل کو طے کیا جاے - اب تو معرکۂ جنگ درپیش ہے - ہر سپاہی جو کچھہ کرسکتا ہے کرے' اور صرف اپنے ایک ہی فرض پر قناعت نہ کرلے -

پس خواہ کچھہ ہی کیوں نہو ' میں نے تو روز اول جو فیصلہ کرلیا ہے اور جسکے اندر اس قادر قیوم نے میرے دل کا اصلی سکھہ اور میری روح کی حقیقی لذت رکھدی ہے' اسے ترک نہیں کرسکتا - ممکن ہے کہ میں اپنی قوت اور اپنے بس سے تن تنہا زیادہ کام کرنے کی طلب میں پوری طرح کامیاب نہوں ' لیکن وہ ناکامی جو تلاش کے بعد ہو' اس سے بہتر ہے کہ ناکامی کے خوف سے تلاش ہی نہ کی جاے - کامیابی محض اشخاص و تعینات سے وابستہ نہیں ہے - وہ کہ حقیقی یقین کی آواز صرف اسی کے منہہ سے نکلتی ہے ' کہہ رہا ہے کہ صادق نیتوں کے لیے نا کامی نہیں ہوسکتی - مجھے کامیابی نہو' مگر یہ تو طے شدہ ہے کہ میرے مقصد کو طلب و جستجو کی ہر منزل میں فتح مندی اور کامیابی ہی ہوگی : ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر !

ربنا لا تجعلنا فتنة للذین کفروا ' و اغفرلنا ربنا ' انک انت العزیز الحکیم !! (٦٠ : ٥) ربنا افرغ علینا صبراً و ثبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکافرین ! (٢ : ١٨٢)

* * *

رہی دوسری صورت یعنے اپنے ارادوں اور طلب و اضطراب کے مطابق "دوسری منزل" کے جن کاموں کو شروع کرچکا ہوں' انہیں تکمیل تک پہنچانے میں لگ جاؤں اور اسکے سوا چارہ بھی نہیں' تو حقیقت یہ ہے کہ متضاد سمتوں کی کشمکش و کشاکش سے میں عاجز آگیا ہوں - ایک ہی وقت میں تن تنہا اعلان و دعوت کے کاموں اور خدمات علمیہ و ادبیہ کو بھی قائم رکھنا ' نیز دوسری منزل کے کاموں کو بھی کرنا بہت دشوار ہے - جو کام اب درپیش ہیں انکے لیے پورے وقت کے صرف کردینے کی ضرورت ہے ' اور اکثر اوقات کلکتہ سے باہر رہنے کی اور ایسے کاموں سے گھر جانے کی جن میں شغل تحریر و کتابت و ترتیب و تدوین رسائل کی مہلت نہیں ملسکتی -

میں دو سال تک اس فکر میں رہا کہ اقلاً اتنا ہی انتظام ہو جاے کہ الہلال جاری رہے ' اور اگر پورا وقت نہیں نکال سکتا تو اور کاموں کیلیے نصف وقت تو نکال سکوں - لیکن تجربے سے ثابت ہوا کہ ایسا ہونا بحالت موجودہ آسان نہیں - پس اگر ان کاموں میں مصروف ہوتا ہوں تو الہلال کا مسئلہ سامنے آ جاتا ہے ' اور حیران رہجاتا ہوں کہ کیا کروں ؟

* * *

الہلال کی ترتیب اور دائمی مشغولیت کیلیے جس طرح ایک پوری جانکاہ اور دماغ پاش زندگی چاہیے ' اسکا اندازہ میرے دوستوں کو نہیں ہے :

بخرام سوے کلبۂ احزان من شبے
تا بنگری کہ عشق تو با ما چہ میکند ؟

ایک پرچہ الہلال کا اٹھا کر دیکھیے اور اسکے تمام ابواب پر نظر ڈالیے - اگر اسقدر مواد محض نقل ہی کیا جاے - جب بھی اسکے لیے ایک دو آدمی کافی نہیں ہوسکتے - چہ جائیکہ دماغ کا بہ یک وقت ان سب کو مدون کرنا اور تمام شرائط و خصائص کے تحفظ کے ساتھہ لکھنا - پھر انکی ترتیب و نگرانی اور نظر عمومی و نظم مجموعی -

بلا شبہ مجھے بعض حضرات سے مدد بھی ملتی ہے جسکے لیے میں انکا ممنون ہوں ' لیکن وہ مدد ایسی نہیں ہے جو الہلال کو بہ حیثیت الہلال میری عدم موجودگی میں قائم رکھے -

* * *

یہ کشمکش ہے جسمیں گرفتار ہوں ' اور اسی کے طرف میں نے اشارہ کیا تھا - افسوس ہے کہ بعض حضرات نے اسپر غور نہیں فرمایا اور متعجب ہوکر پوچھنے لگے کہ الہلال کو بند کر دینے کا خیال کیوں پیدا ہوا ہے' اور " پہلی منزل " سے مقصود کیا ہے ؟ حالانکہ مقصود تو صاف تھا اور حالات بالکل غیر پیچیدہ -

* * *

یہ دوسری منزل " جماعۃ حزب اللہ " کی تکمیل ہے -

" حزب اللہ " کے اعلان کو ایک سال ہو گیا - اس عرصے میں جو ابتدائی مراحل اسکے متعلق ضروری تھے ' رفتہ رفتہ طے ہوتے رہے ' اور متعدد اہم الامور مراتب کی انجام دہی کی حق سبحانہ نے توفیق دی - ایک بڑا کام کلکتہ میں کسی مرکزی درسگاہ اور " دار الجماعۃ " کی تعمیر و تاسیس تھی' سو الحمد للہ کہ اسکے متعلق بھی تمام انتظامات تکمیل کو پہنچگئے ہیں اور انشاء اللہ پہلی رمضان المبارک کو اسکا بنیادی پتھر نصب کردیا جائیگا : الذی انزل فیہ القران -

اب اسکے بعد جو کام ہیں' انکے لیے ضرورت ہے کہ کچھہ عرصے تک کیلیے اپنا پورا وقت صرف کروں' اور یکسوئی کے ساتھہ اسکی تکمیل کیلیے وقف ہو جاوں -

یہی " دوسری منزل " ہے جسمیں اب کسی طرح توقف نہ ہونا

شذرات

مسئلـــهٔ قیـــام الهــلال

" پہلـی منزل "

مسئلۂ قیام الہلال کو پیش کرتے ہوے اس عاجز نے لکھا تھا کہ " دعوت الہلال اپني پہلي منزل سے گذر چکي ہے" بعض احباب کرام کو اسکے سمجھنے میں غلطي ہوي - حالانکہ " صدا به صحرا " کے عنوان سے جو مضمون شائع ہوا تھا ' اسمیں ایک حد تـک اِسکي تصریح کر دي گئي تھي -

میں تفصیل کےساتھہ نہیں لکھہ سکتا - مختصر یہ ہے کہ الہلال متعدد حیثیتیں رکھتا ہے - از انجملہ ایک حیثیت دعوۃ و تحریک کي ہے - تحریـک کے لیے پہلي منـزل یہ ہے کہ دلوں کي غفلت دور کي جاے' عام احساس و بیداري پیدا ہو جاے ' اور جن مقاصد کیلیے پکارا جا رہا ہے وہ ہزاروں دلوں میں اپنا گھر بنا لیں -

جب ایسا ہو جاے تو دعوت اپني " پہلي منزل " سے گذر گئي - اسکے بعد اس سے سخت تر اور مہم تر منزلوں کي طرف بڑھنا چاهیے - استعداد و قبول مثل تخم ریزي کے ہے - اسکے بعد آبپاشي کي فکر کیجیے - تا کہ کھیت پوري طرح نشو و نما پاے' اور فصل آے تو کاٹنے کے لیے ہر شاخ اپنا ذخیرہ پیش کر سکے -

* * *

اِس آبپاشي کي مختلف صورتیں هیں اور اسي کو میں " دوسري منزل" قرار دیتا ہوں -

الہــلال به حیثیت داعي الی الحق ہونے کے اسلیے آیا تھا تا کہ سنۃ مقدسۂ حریۃ اسلامیہ کا احیاء کرے' اور اسلام کی تعلیمات حقہ کو انکي اصلي وسعت اور محیط کل صورت میں پیش کردے - نیز بتـلاے کہ تعلیم الہي محض چند احکام وضو و طہارت هي سے عبارت نہیں ہے جیسا کہ بد بختي سے سمجھا جا رہا ہے' بلکہ وہ ایک نظام اجتماعي و مدنیۃ صالحہ کا نام ہے' جو انسانوں کے فلاح و نجاح کے لیے سنن الہیہ کے ماتحت ہر قسم کي اعلي ترین هدایات اپنے اندر رکھتي ہے' اور اس نے مقام انسانیت کو اسقدر ارفع و اعلی کر دیا ہے کہ دنیا کي کوئي دوسري الہامي و حکمي تعلیم اسکي نظیر پیش نہیں کر سکتي - وہ اصلاح عالم او ر نظام کائنات کا ایک قانون ہے جو تمام مخلوقات و موجودات پر حاوي ہے' اور جب کبھي کسي گروہ یا ملـک نے رفعت و عظمت حاصل کي ہے تو اسي نظام کے ما تحت آکر' گو اس نے اسلام کي حقیقت نہ پہچاني ہو اور طرح طرح کے مختلف ناموں سے اُسے تعبیـر کیـا ہو:

فاقم وجہک للدین حنیفا ' فطرۃ اللہ التي فطر الناس علیہا - لا تبدیل لخلق اللہ' ذلک الدین القیم' و لکن اکثر الناس لا یعلمون (۳۰:۲۹)

* * *

چنانچہ اس نے اپني آواز بلند کي اور تمام مخالف و مفسد قوتوں کے خلاف اعلان جہاد کردیا - اس راہ میں سب سے بڑا بت وہ هیبت اور مرعوبیت تھي' جو کفر و ارباب کفر اور انکے خلفاء مضلین کي مسلمانوں کے دلوں پر چھا گئي تھي' جسکو بعض منافقین مفسدین اور ملحدین مارقین نے اپني ابلیسانہ مساعي سے اور زیادہ محکم و جا گرفتہ کردیا تھا' اور جسکي وجہ سے اس پوري نصف صدي کے اندر کسي مسلمان کي زبان اُن کلمات الہیہ کي دعوۃ و احیاء کیلیے نہ کھل سکي جو مذہب اسلام کي اصل اساس و بنیاد نظام هیں ' اور جن سے کتـاب و سنت کے تمـام اوراق و صحائف بھرے ہوے هیں' اور سلف صالحین نے اپني بڑي بڑي مقدس [illegible] کي دعوت اور پکار میں بسر کردي هیں -

پس سب سے پہلے اس نے اسي طاغوت اعظم اور ابلیس شرک و کفر مجسم کو اپني بے پردہ دعوۃ کا نشانہ بنایا ' اور اتبـاع اسوۂ مقـدسۂ ابراهیمي کي روح سے معمور ہوکر علانیـہ پکار اٹھا :

تا للہ لا کیدن اصنامکم بعد ان تولوا مدبرین (۲۱ : ۵۸)

افتعبـدون مــن دون اللہ ما لا ینفعکـم شیئـاً ولا یضـرکم ؟ اف لکـم ولما تعبدون من دون اللہ افلا تعقلون ؟ (۲۱ : ۶۷)	کیا تم خداکو چھوڑ کر ایسے (لوگوں) کي غلامي کرتے ہو جو نہ تو تم کو کچھہ نفع پہنچا سکتے هیں اور نہ نقصان ؟ تف ہے تم پر اور تمہارے اُن خداوندوں پر جنہیـں خدا کو چھوڑ کر تم پوجنے لگے ہو ! تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ ایسي سچي بات بھي تمہاري عقلوں میں نہیں سماتي ؟ "

* * *

الحمد للہ دہ ضلالت و افساد کے بہت سے چھوٹے بت دو نیـم ہوکر گرچکے هیں ؛ " طاغوت اعظـم " کي هیبت و مرعوبیت کي جگہہ ہزار ها قلوب مومنین مخلصین میں خداے ابراهیم و محمد (علیہما الصلواۃ و السلام) کی عظمت حقیقي اور عبودیۃ صادقہ جا گزیں ہو چکي ہے' اور احساس و افکار کے انقلاب عام کا ایک ایسا عدیم النظیر اور محیر العقول منظر سامنے ہے جو کسي کے وهم و گمان میں بھي نہ تھا !

پس اتباع اسوۂ ابراهیمي و محمدی (علیہما الصلوۃ و السلام) و اطاعت اوامر اسلامیہ ' و جوش خدمت کلمۂ اسلام و مسلمین ' و دفع بدعات و زوائد ' اور تبلیغ دین الخالص کتاب اللہ و سنۃ رسولہ کي جو دعوۃ شروع کی گئي تھي ' الحمد للہ کہ وہ عام طور پر " قبول " کرلي گئي ہے - اسي قبولیت کو میں " پہلي منزل" سے تعبیر کرتا ہوں -

اب دوسري منزلیں اسکے بعد کي هیں - ازانجملہ یہ کہ اس استعداد کو فوراً ایک ایسي منظم و نافذ صورت میں منتقل کردیا جاے کہ اعمال و افعال میں اسکا ظہور پوري قوت و تآثر کے ساتھہ نمایاں ہو جاے ' اور یہ جو تبدیلي مختلف گوشوں اور افراد میں پھیلي ہوئي اور متفـرق ہے ' اسے یکجـا و مجتمع کرکے ایسی جماعتیں پیدا کي جائیں جو قولاً و عملاً دعوۃ اسلامیہ کي حامل ہوں' اور سلف صالح و مسلمین اولین کے فراموش کردہ طریقوں کے مطابق چلکر ایک عام تبدیلي مسلمانوں کے دیني معتقدات و اعمال میں نافذ و ساري کر دیں -

* * *

ہر کام کیلیے دعوت ضرورري ہے' اور اسلیے اعلان و اظہار بھي ضروري - لیکن اعلان و اظہار کا عہـد ختم ہو گیا - اب خاموشي و گمنامي کا دور حقیقي شروع ہونا چاهیے - آگ جب تک نہیں ملي تھي' اُسکي طلب میں شور و هنگامہ تھا - پر جب ملگئي تو اب جلنے اور سوز و تپش کي لذت حاصل کرنے کے سوا اور کوئي مشغلہ نہ ہونا چاهیے :

کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیا مد !

الحمد للہ کہ یہ عاجز شور و هنگامہ کے عین عروج میں بھي سکوت و خاموشي کے اعمال کي لذت سے بے خبر نہ رہا' البتہ ضرورت جس استغراق و استہلاک کي ہے' اسکي مہلت بوجہ مشغولیت الہلال نہ ملسکي -

* * *

اکثر حضرات اس امر پر زور دیتے هیں کہ دعوۃ و تحریک کے قیام کیلیے ضروري ہے کہ اُسکا سلسلہ همیشہ جاري رہے - میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ ایک واقعي صداقت ہے جسے اسکے صحیح و اصلی موقعہ پر وہ دهرا رہے هیں - اگـر الفاظ بدل دیے جائیں تو انکا مقصود زیادہ واضح ہو جایگا - آگ کے شعلے مطلوب هیں تو سلگا کر چھوڑ نہ دینا چاهیے - ہر وقت اسے هوا پہنچانے اور پنکھا جھلتے رہنے کا بھی بندو بست کرنا ضروري ہے :

الهلال

٢٠ - شعبان - ١٣٣٢ هجري

بسلسلۂ فاتحۃ السنۃ الثالثہ

اولياء الله و اولياء الشيطان

اصحاب النار و اصحاب الجنة

تفسير القرآن کا ایک باب

قرآن حکیم کے تدبر و مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حق و باطل، ایمان و کفر، نور و ظلمت، تعلق علوي و رشتۂ سفلی، اور اعمال صالحہ و کاروبار مفسدہ و سیئہ کے اختلاف کے اعتبار سے دو بالکل متضاد اور باہمدگر مخالف گروہ دنیا میں ہمیشہ سے ہوتے چلے آے ہیں، اور جب کبھی حق و باطل کا معرکہ گرم ہوتا ہے تو انہیں دو جماعتوں کی قطاریں ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا ہوتی ہیں - قرآن حکیم نے مختلف ناموں سے ان دونوں جماعتوں کا ذکر کیا ہے اور جابجا انکے آثار و علائم اور خواص و اعمال کی تشریح کی ہے -

مثلاً ٣٢ سے زیادہ مقامات میں ایک ایسی جماعت کا ذکر کیا ہے جس نے اپنے دلوں کو حق کے قبول کیلیے مستعد کرلیا ہے اور جو اپنی تمام قوتوں اور تمام جذبوں سے اللہ اور اسکی صداقت کو چاہنے والی اور پیار کرنے والی ہے، اور اسلیے اللہ نے بھی اسے اپنا دوست اور ساتھی بنا لیا ہے -

اس جماعت کو "اولیاء اللہ" کے لقب سے پکارا گیا ہے - یعنے وہ خدا کے دوست ہیں اور اسکے چاہنے والوں کے گروہ میں داخل ہیں - چنانچہ سورہ بقر میں فرمایا :

الله ولی الذين امنوا يخرجهم من الظلمات الى النور (٢ : ٢٥٧)	اللہ تعالی مومنوں کا ولي (دوست) ہے - وہ انہیں تاریکي سے نکال کر روشني میں لاتا ہے -

آل عمران میں کہا :

و الله ولی المومنين (٣ : ٦٨)	اور اللہ مومنوں کا "ولي" یعني دوست ہے -

سورۂ جاثیہ میں متقین کہا :

والله ولی المتقين -	اللہ متقي انسانوں کا ولي ہے -

سورہ اعراف میں صالحین کہا :

وهو يتولى الصالحين (٧ : ١٩٥)	اللہ صالح انسانوں کا دوست ہے -

اولیاء اللہ کی پہچان -

سورۂ جمعہ میں اس گروہ کیلیے ایک آزمایش بتلائي جسمیں پڑکر معلوم ہو جایگا کہ کون اولیاء اللہ میں سے ہے اور کون اولیاء الشیطان میں سے ؟

قل يا ايها الذين هادوا ان زعمتم انكم اولياء لله من دون الناس فتمنوا الموت ان كنتم صادقين (٦٢ : ٦)	اے پیغمبر یہودیوں سے کہدو کہ اگر تم کو اس بات کا دعوا ہے کہ تمام بندوں میں سے صرف تم هي اللہ کے ولي اور دوست ہو، تو اسکي آزمایش یہ ہے کہ خدا کي راہ میں موت کي آرزو کرو - اگر تم سچے ہوگے تو ضرور ایسا هي کروگے -

اس آیۃ سے ثابت ہوا کہ اللہ کے دوستوں کي سب سے بڑي پہچان یہ ہے کہ جب انہیں جان دینے اور زندگي اور اسکي لذتوں سے دست بردار ہوجانے کي دعوت دي جاتی ہے تو وہ لبیک کہتے ہوے اسطرح دوڑتے ہیں، گویا بھوکوں کو غذا کي اور پیاسوں کو پانی کي پکار سنائي دي - پر جو جھوٹے ہیں اور اللہ کي ولایت سے محروم، وہ انکار کر دیتے ہیں اور یہ انکے جھوٹے ہونے کی مہر ہے جو خود انہوں نے اپنے اوپر لگا دي :

ولا يتمنونه ابدا بما قدمت ايديهم والله عليم بالظالمين !	اور یہ اللہ اور اسکي صداقت کي دوستي کا جھوٹا دم بھرنے والے کبھي بھي موت کي تمنا کرنے والے نہیں -

کیونکہ انہوں نے ایسے کام کیے ہیں جو انہیں موت کے تصور سے ڈراتے ہیں اور زندگي کي مہلت کو غنیمت سمجھے ہوے ہیں -

موت کي تمنا سے مقصود ہرگز یہ نہیں ہے کہ کوئي آدمي موت کو پکارے اور اسکے لیے التجا کرے - اللہ کا مقصود اس سے یہ تھا کہ سچے اور جھوٹے کي پہچان کیلیے ایک کسوٹي دیدے - پس فرمایا کہ اگر خدا کے دوست ہو تو موت کي تمنا کرو - یعنے اسکے لیے اور اسکے کلمۂ حق کیلیے ایسے کاموں میں پڑو جن میں جان دینے، اپنا خون بہانے، اپنے جسم کو طرح طرح کي مہلک مشقتوں میں ڈالنے، اور زندگي کے عیش و نشاط سے محروم ہونے کي ضرورت ہے - اسکے بعد پھر خود هی فیصلہ کیا کہ یہ کام اولیاء اللہ کا ہے - اولیاء الشیطان کبھي بھي ایسا نہیں کرینگے - کیونکہ یہ موت کے نام سے ڈرتے اور کانپتے ہیں، اور زندگي کے عشق میں پاگل ہو گئے ہیں :

قل ان الموت الذي تفرون منه، فانه ملاقيكم، ثم تردون الى عالم الغيب والشهادة، فينبئكم بما كنتم تعملون ! (٦٢ : ٨)	انسے کہدو کہ اے نفس پرستو ! جس موت سے کہ تم اسقدر بھاگتے ہو، وہ کچھہ تمہیں چھوڑ نہ دیگي - ایک دن ضرور هي آئیگي - پھر تم اسي خدا کے طرف لوٹاے جاؤگے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کچھہ جانتا ہے -

لاخوف عليهم ولا هم يحزنون

سورۂ یونس میں انکي ایک بہت بڑي علامت یہ بتلائي کہ انکے لیے خوف اور غم نہ تو دنیا میں ہوتا ہے اور نہ آخرۃ میں :

الا، ان "اولياء الله" لا خوف عليهم ولا هم يحزنون - الذين آمنوا و كانوا يتقون - لهم البشرى فى الحياة الدنيا و فى الاخرة، لا تبديل لكلمات الله، ذالك هو الفوز العظيم ! (١٠ : ٦٢)	یاد رکھو کہ "اولیاء اللہ" پر نہ تو کسي طرح کا ڈر اور خوف طاري ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے - یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ پر سچي روحوں کی طرح ایمان لاے اور اپنے اعمال میں اسکا خوف پیدا کیا - پس انکے لیے دنیا کي زندگي میں بھي خوشخبري ہے اور آخرۃ میں بھي - یہ اللہ کا قانون ہے، اور اللہ کے کلمات میں ذرا بھي تبدیلي نہیں ہوتي - انسان کیلیے یہي سب سے بڑي کامیابي ہے !

دارالسلام

سورۂ انعام میں اُن ارباب حق کا ذکر کیا جنکے دلوں کو خدا نے اسلام کیلیے کھولدیا ہے : فمن يرد الله ان يهديه، يشرح صدره للاسلام - اور جو اُن لوگوں کے مقابلے میں ہیں جنکے دل فشار کفر و ضلالت سے

چاهیے - نہیں کہہ سکتا کہ کیونکر یہ تمام کام انجام پائینگے ؟ بجز اسکے کہ اللہ تعالی ہی کوئي ایسا سامان مہیا کردے جس سے ایک طرف الہلال کي صداے دعوت و خدمات علمیہ و ادبیہ کا سلسلہ بھي قائم رہے - دوسري طرف اسکا وجود " دوسري منزل " کي تکمیل و اعمال میں بھي مانع نہو !

ربنا اتنا من لدنک رحمة و هئي لنا من امرنا رشدا ! (۱۸ : ۱۰) ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا ‘ و هب لنا من لدنک رحمة ‘ انک انت الوهاب ! ربنا انک جامع الناس ليوم لا ريب فيه ‘ ان الله لا يخلف الميعاد (۳ : ۸) ربنا انک اتيت فرعون و ملاه زينة و اموالا في الحياة الدنيا - ربنا ليضلوا عن سبيلک ‘ ربنا اطمس على اموالهم ‘ و اشدد على قلوبهم ‘ فلا يومنوا حتى يروا العذاب الاليم ! (۱۰ : ۸۸)

مشہد اکبر

مواعید باطلہ کا خاتمہ

مسجد کانپور کی تعمیر جدید کا نقشہ پیش کردیا گیا

متولیان مسجد جواب دیں

الذين يتخذون الكافرين اولياء من دون المومنين ‘ ايبتغون عند هم العزة ؟ فان العزة لله جميعا - (۴ : ۱۳۹)

هز ایکسلنسي لارڈ هارڈنگ کے فیصلے کے بعد مسجد مچھلي بازار کانپور کي از سر نو تعمیر کا مسئلہ چھیڑ دیا گیا تھا - هز آنر سر جیمس مسٹن نے کانپور میں متولیان مسجد سے ملاقات کرکے بعض رقوم کا اعلان کیا تھا اور کہا تھا کہ تیس چالیس هزار روپیہ صرف کرکے از سر نو مسجد کي تعمیر کي جاے - بعض متولیوں نے کہا کہ هم بغیر مسلمانوں کے مشورہ کے کچھہ نہیں کہہ سکتے - اسپر انہوں نے " مسلمانوں " کے لفظ کي تعریف دریافت فرمائي اور کہا کہ کیا تمام دنیا کے " مسلمانوں " سے راے لي جائیگي ؟

جواب میں کہا گیا کہ اگر ممکن هو تو ایسا بھي کیا جاسکتا ہے -

اسکے بعد بالکل خاموشي رہي اور کچھہ معلوم نہ هوا کہ کیا هو رہا ہے ؟ بعض اصحاب سے هم نے تحقیق کیا تو معلوم هوا کہ ابھي کوئي فیصلہ نہیں هوا - همیں یقین تھا کہ مسجد مچھلي بازار کے متولي حادثۂ گذشتہ کے بعد اسقدر جلد خود راے اور شتر بے مہار نہ هو جائینگے کہ ایک ایسے اهم معاملہ کے متعلق جسکي قیمت میں مسلمانوں کا خون ‘ بیواوں کي آهیں ‘ اور یتیم بچوں کے اشک هاے حسرت دیے جا چکے هیں ‘ بغیر مسلمانوں کے علم و حصول راے کے آخري فیصلہ کر دینگے -

لیکن اسي اثنا میں برتھہ ڈے کي فہرست خطابات شائع هوئي اور کانپور کے دو مسلمانوں کو " خان بہادر " اور " خانصاحب " کا خطاب دیا گیا - بظاهر یہ ایک بے تعلق بات تھي اسلیے هم نے زیادہ توجہ نہ کي - صلہ همیشہ پچھلي خدمتوں کا ملتا ہے نہ کہ مستقبل خدمات کا - اور ایسے مزدور جنھیں پوري ایک شش ماهي کے بعد کام کي اجرت ملي هو ‘ بہر حال رحم کے مستحق هیں - انہیں چھوڑ هي دینا بہتر ہے -

مگر هم ایران کے ایک صائب الراے حکیم کا قول بھول گئے تھے :

که مزدور خوش دل کند کار بیش !

۷ جولائي کي صبح کو ڈپٹي محمد علي " خان بہادر " اور عنایت حسین " خانصاحب " کلکٹر صاحب کے هاں گئے - وهاں سے واپس آکر مسجد کے چار متولیوں کو جن میں سب سے زیادہ قابل ذکر مجید احمد اور بساطي بازار کا مشہور " کریم احمد " ہے ‘ اپنے ساتھہ لیا - ان لوگوں کے پاس مجوزہ تعمیر مسجد کا ایک سادہ نقشہ تھا ‘ نیز کلکٹر کے نام ایک درخواست تھي - درخواست میں لکھا تھا کہ " بحضور ‘ فیض گنجور ‘ غریب پرور ‘ خداوند بندگان " وغیرہ و غیرہ من التعبد والتذلل والخرافات - آستاں بوسي و باریابي کے بعد نقشہ اور درخواست پیش کي گئي اور آسي وقت " منظور کر کے " بغیر حق استمال مینوسپل بورڈ واپس بھي کردي گئي : يخادعون الله والذين امنوا ‘ وما يخدعون الا انفسهم وما يشعرون ‘ (۲ : ۸)

مسئلۂ مسجد کانپور کا آغاز جس قوت و استیلا و عظمت و نفوذ کے ساتھہ هوا تھا ‘ اور جس طرح مسلمانوں کے اجتماع علم اور قوۂ دیني نے مقامي حکومت کے استیلاء کو شکست فاحش دي تھي ‘ افسوس کہ اسي طرح اسکا خاتمہ بھي کمال غفلت و نادانی اور لغزش و تزلزل پر هوا - لے دیکے اب تمام امیدیں صرف مسجد کي مستقبل حالت پر رهگئي تھیں اور چونکہ علانیہ وعدہ کیا گیا تھا کہ سڑک کي تعمیر کے وقت مینوسپل بورڈ میں بہتر تجاویز منظور هو جائینگي ‘ اسلیے مسلمان خاموش تھے اور سمجھتے تھے کہ اس مرتبہ متولیان مسجد اپني گذشتہ سنۃ نفاق کی تجدید نہ کرینگے ‘ اور انہیں غافل رکھکر ملت فروشي کا سودا نہ چکا ینگے - مگر افسوس کہ انکي غفلت سے پورا پورا فائدہ اٹھا یا گیا ‘ اور نفاق کا درخت وهی پھل لایا جو بہر حال آے لانا تھا -

تاهم متولیان مسجد اور انکے خداوند ان نعمت کو هم مطلع کردیتے هیں کہ انہوں نے مسلمانوں کي غفلت کو جسقدر مفید مطلب سمجھہ لیا ہے ‘ خوش قسمتی سے ابھي اسدرجہ نہیں ہے - سمندر کي سطح کو ساکن دیکھکر مغرور نہ هو جانا چاهیے - بہت ممکن ہے کہ اسکي تہہ میں لہریں چھپي هوئي هوں - وہ اگر ساکن و پر امن هونا جانتا ہے تو هیجان و تلاطم بھی اسکے خواص میں داخل هیں - یہ کسي طرح ممکن نہیں کہ اس مسجد کي قسمت کا فیصلہ چار متولیوں کے هاتھوں میں چھوڑ دیا جاے جسکے لیے هم اپنا خون بہا چکے هیں ‘ اور جسکے دھبے ابتک مسجد کي دیوار پر باقي هیں گو انکے محو کر دینے کی غرض سے جدید تعمیر کیلیے فیاضانہ اصرار کیا جا رہا ہے - مسجد خدا کي ہے اور علی الخصوص مسجد کانپور تو تمام مسلمانوں کا مسئلہ بنگئي ہے - اسکے لیے انہوں نے اپني جانیں دي هیں ‘ روپیہ لٹا یا ہے ‘ خطرات میں پڑے هیں ‘ اور مہینوں آگ کے انگاروں پر لوٹے هیں - بساطي بازار کے چند دکانداروں کو خان بہادر اور خانصاحب اپنے همراہ لیجاکر نقشے منظور کراتے هیں تو کرا لیں - مسلمان ایک منٹ کیلیے بھی انہیں کوئي وقعت نہیں دیسکتے - وہ کبھی اپني رضا و خاموشي سے موقع نہ دینگے کہ بغیر عام اعلان و منظوري کے مسجد کي عمارت میں ایک رائي برابر بھي تبدیلي هو ‘ اور اس بارے میں انتہائی جد و جہد جو وہ کر سکتے هیں ضرور کرینگے -

هم اس مضمون کے ذریعہ متولیوں کو توجہ دلاتے هیں کہ وہ اس وقت تک کي تمام کارروائي فوراً شائع کر دیں اور بتلائیں کہ انہوں نے کس قسم کا نقشہ پیش کیا ہے ‘ اور کیا طے پایا ہے ؟ هم کبھي بھي اس مسئلہ کو غفلت میں گم هو جانے کیلیے نہیں چھوڑ سکتے -

هم کو مسجد کي نئي تعمیر اسطرح منظور نہیں - نہ هم اسکي شاندار عمارت بنانے کیلیے صوبجات متحدہ کي " فیاض " گورنمنٹ کو زحمت دینا چاهتے هیں - همیں همارے افلاس و فقر پر چھوڑ دیا جاے - هم مسجد کو اسکي موجودہ حالت پر رهنے دینگے ‘ اور شرعاً بھي وهاں کسي بڑي مسجد کی ضرورت نہیں ہے جسکے لیے غیر مسلم ارباب فیض کي اعانت منظور کي جاے -

اکتفا کرونگا - امید ہے کہ عنقریب بسلسلۂ " باب التفسیر " ایک مستقل مضمون اس موضوع پر لکھہ سکوں -

ما وجدنا علیــــه آبائنا

ازانجملہ اس جماعت کا ایک خاصہ یہ ہے کہ جب کبھی اولیاء اللہ اسے برائیوں اور معصیتوں سے روکتے ہیں تو وہ کہتی ہے کہ :

وجدنا علیه اباءنا و اللہ امرنا بها ' قل : ان اللہ لا یامر بالفحشاء اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون ؟ (۷ : ۲۷)

ہم نے اپنے باپ دادا کو اسي طریقہ پر پایا اور اسي کا ہمیں حکم دیا گیا ہے - اسکے جواب میں ان گمراہوں سے کہدو کہ خدا نے کبھی بھي اپنے بندوں کو برائیوں اور فواحش کا حکم نہیں دیا - کیا تم اللہ کي نسبت وہ باتیں کہتے ہو جنھیں نہیں جانتے ؟

خسران عاقبت

اولیاء الشیطان کي ایک بہت بڑي علامت یہ بھي ہے کہ کامیابي و فلاح انھیں نصیب نہوگی اور عاقبت کار کھاٹے ٹوٹے ھي میں رھینگے :

و من یتخذ الشیطان ولیــاً من دون اللــه فقد خسر خسراناً مبینا - یعدهــم و یمنیهم و ما یعدهــم الشیطــــان الا غرورا (۴ : ۱۱۸)

" اور جس شخص نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنایا تو یقیناً بڑے ھی سخت کھاٹے ٹوٹے میں پڑا - شیطان اپنے دوستوں اور پجاریوں سے طرح طرح کے وعدے کرتا اور بڑي بڑي امیدیں دلاتا ہے لیکن جان رکھو کہ شیطان جو کچھہ وعدے کرتا ہے اُن میں دھوکے اور فریب کے سوا کچھہ نہیں ہے "

تخویف شیطانی !

شیطان اپنے ولیوں اور پجاریوں کے ذریعہ اللہ کے ولیوں اور پرستاروں کو ھمیشہ ڈراتا اور دھمکاتا رھتا ہے - مگر مومنوں کیلیے کوئي خوف نہیں :

انما ذالکــم الشیطان یخوف اولیاءہ ' فلاتخافو هم و خافون ان کنــتم مومنین ! (۳ : ۱۷۵)

" بیشک ' یہ شیطان تھا جسکا قاعدہ ہے کہ اللہ کے دوستوں کو اپنے دوستوں کي جماعت کا ڈراؤ دکھلاتا ہے - مگر اے مسلمانو ! تم اس سے ذرا بھي نہ ڈرنا - اگر تم سچے مسلمان ہو تو بس ھماري ھي حکومت کا خوف کرو ! "

یخرجونهم من النور الی الظلمات

ایک بہت بڑا فرق حالت یہ بھي ہے کہ " اولیاء اللہ " ایسے عہد میں ہوتے ہیں جبکہ حق اور سچائي معدوم ' مگر باطل اور فساد عام ہوتا ہے ' اور گمراھي کي تاریکي اس طرح پھیل جاتي ہے کہ کوئي گوشہ بھي پوري طرح روشن و منور نہیں ہوتا - ایسي ھي سوسائٹي اور اسي طرح کے گرد و پیش میں وہ پرورش پاتے ہیں ' اور انھي خیالات و اعتقادات کو آنکھیں کھولکر ہر طرف دیکھتے ہیں - انکے سامنے جو کچھہ ہوتا ہے وہ بھي یکسر گمراھي ہوتي ہے ' انکے کان جو کچھہ سنتے ہیں اسمیں بھی ضلالت ھي کي صدا آتھتي ہے ' اور دماغ و فکر جو کچھہ سونچتا ہے اُسکا سامان بھي سرتا سر گمراھي و باطل ھي کے واسطے سے میسر آتا ہے !

لیکن جبکہ وہ اس طرح چاروں طرف کي پھیلي ہوئي اندھیاري میں گھرے ہوتے ہیں تو یکایک خدا کا ھاتھہ چمکتا ہے ' اور انھیں گمراھي سے نکالکر حق و ھدایت کے اُجالے میں لے آتا ہے - انکي ھدایت کي مثال بالکل ایسي ہوتي ہے جیسے کوئي معذور آدمي اندھیري رات میں ٹھوکروں سے قریب اور غاروں کے کنارے کھڑا ہو اور اندھوں کي طرح دیکھنے اور چلنے سے معذور ہوگیا ہو - اتنے میں ایک واقف راہ اور باخبر ھاتھہ ظاہر ہوکر اُسکا ھاتھہ تھام لے ' اور ٹھوکروں سے بچاتے ہوے اور گڑھوں اور غاروں سے نگراني کرتے ہوے ایک سیدھے اور محفوظ شاھراہ سے منزل مقصود تک پہنچا دے -

یا یوں سمجھنا چاھیے کہ جبکہ گمراھي اور باطل پرستي کي رات آنکھوں کو اندھا اور بصارت کو بے فائدہ کردیتي ہے ' تو اُس وقت خدا تعالی اپنے دوستوں کیلیے ھدایت کا سورج چمکا دیتا ہے ' اور انکے دلوں کا اسکي روشني کے اخذ و انعکاس کیلیے انشراح کردیتا ہے !

لیکن جو لوگ قواے الہیہ کي جگہہ قواے شیطانیہ کو اپنا مولی اور آقا بناتے ہیں ' اور شیطان کے عاشقوں اور پیار کرنے والوں کے جرگے میں شامل ہوجاتے ہیں ' سو آنکي حالت ان لوگوں سے بالکل برعکس ہوتي ہے - پہلي جماعت تاریکی سے نکل کر روشني میں آتی ہے - پر یہ جماعت روشني سے نکال کر تاریکي میں ڈالي جاتي ہے - پہلی جماعت کي اصلي اور ابتدائي حالت تاریک ہوتي ہے مگر اللہ اُنھیں سعادت و ھدایت کي نورانیت میں نکال لاتا ہے - دوسري جماعت کے لیے ابتدا میں تو ھدایت و سعادت موجود ہوتي ہے لیکن بعد کو شیطان سعادت سے نکالکر شقاوت میں دھکیل دیتا ہے - چنانچہ سورۂ بقر کي آیۃ کریمہ اوپر گذرچکي ہے - اسکے لفظوں پر غور کرو :

اللہ ولي اللہ الذین امنــوا یخــرجهــم من الظلمــات الی النور ' والذین کفروا اولیــاءهم الطــاغوت ' یخرجونهــم من النور الی الظلمات -

اللہ مومنوں کا دوست اور ولي ہے - وہ آنھیں تاریکي سے نکالکر روشني میں لاتا ہے - مگر جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کي ' انکے دوست طاغوت ہیں جو انھیں اللہ کي روشني سے نکالکر شیطان کي اندھیاري میں ڈالتے ہیں !

اولیاء اللہ کي نسبت کہا کہ یخرجهم من الظلمات الی النور - اور اولیاء الشیطان کیلیے کہا : یخرجونهم من النور الی الظلمات -

و یحسبون انهم مهتدون

ایک علامات انکي یہ بھي ہے کہ وہ ھمیشہ اپنے زعم باطل میں اپنے تئیں حق و ھدایت پر سمجھتے ہیں - اسکا انھیں بڑا دعوا ہوتا ہے اور بڑا ھي گھمنڈ ' حالانکہ وہ ھدایت سے اسقدر دور ہوتے ہیں جسقدر باوجود اتصال کے روشني سے تاریکي :

انهم اتخذوا الشیاطین اولیــاء من دون اللہ و یحسبــون انهــم مهتدون (۷ : ۲۹)

انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطاني قوتوں کو اپنا دوست بنا لیا ہے - با ایں ھمہ اس زعم باطل میں گرفتار ہیں کہ وھي راہ ھدایت پر ھیں !

وحي شیطـــاني

شیاطین ھمیشہ اپنے اولیاء پر وحي کرتے رھتے ہیں تاکہ خدا کے دوستوں سے شیطاني الہامات کے مطابق بحث و جدل کرسکیں اور انھیں اللــہ کي پادشاھت سے نکالکر شیطــاني حکومتوں میں داخل ہونے کي ترغیب دیں :

و ان الشیاطین لیوحون الی اولیاءهم لیجادلوکم ' و ان اطــعــتــموهـــم انکــم لمشــرکون ! (۶ : ۱۲۱)

اور شیاطین اپنے ولیوں کي طرف وحي کرتے رھتے ہیں ' تاکہ وہ تمھارے ساتھہ شیطاني القا کے بموجب بحث و جدل کریں - لیکن اگر تم نے انکي باتوں کي اطاعت کرلي تو جان رکھو کہ پھر تمھارا شمار بھي مشرکوں میں ہوگا !

(حزب اللہ و حزب الشیطان)

قران کریم ان دو جماعتوں کو ایک دوسري اصطلاح سے بھي موسوم کرتا ہے - سورۂ مائدہ میں مسلمانوں کو اس سے منع کیا ہے کہ اللہ اور اسکي شریعت کے مقابلے میں یہود و نصاری کو اپنا ولي بنائیں :

لا تتخذوا الیهود و النصاری اولیاء - اسکے بعد فرمایا ہے کہ اگر لوگ اللہ کي دوستي کي راہ چھوڑ کر الگ ہوجائیں ' تو اسلام کے کاموں کا کچھہ بھي نقصان نہ ہوگا - خدا ایک دوسري جماعۃ سچے مومنوں اور اپنے دوستوں کي پیدا کردیگا ' جنکي ولایت الہي اور محبت رباني یہاں تک بڑھي ہوگي کہ وہ اللہ کے چاھنے والے ہونگے اور اللہ اُنسے پیار کریگا : یحبهم و یحبونه - پھر کہا کہ :

اسقدر تنگ ہوگئے ہیں کہ اب انکا انشراح روحانی ہو نہیں سکتا :

و من یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقاً حرجاً - اسکے بعد اول الذکر جماعت کے لیے بشارت دی :

لهم دار السلام عند ربهم و هو " ولیهم " بما کانوا یعملون (۶ : ۱۲۷)	انکے پروردگار کے پاس انکے لیے امن اور سلامتی کا گھر ہے اور انکے نیک عملوں کے صلے میں وہی انکا " ولی " ہے !

قال انني من المسلمین

سورہ حم سجدہ میں ان مومنین کاملین کا حال بیان کیا ہے جنھوں نے پہلے مقام عبودیۃ و اعتراف ربوبیت حاصل کیا - پھر مقام استقامت و ثبات عمل و ایمان تک مرتفع ہوے : ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا - انکی نسبت فرمایا کہ : تتنزل علیهم الملائکۃ الا تخافوا و لا تحزنوا و ابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون - یعنی ایسے صاحبان استقامت و کاملین پر نزول ملائکہ ہوتا ہے' جو طمانیۃ و سکینۃ اور بے خوفی و بے غمی کا مقام انپر طاری کردیتے ہیں اور جس نعمۃ جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اسکی انہیں بشارت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ :

نحن " اولیاؤکم " في الحیاۃ الدنیا و في الاخرۃ ' و لکم فیها ما تشتهي انفسکم و لکم فیها ما تدعون - نزلاً من غفور رحیم - و من احسن قولاً ممن دعا الی اللہ و عمل صالحاً و قال انني من المسلمین !! (۴۱ : ۳۰)	ہم تمھارے مددگار ہیں دنیا میں بھی اور آخرۃ میں بھی - اور تمھیں اس حیات بہشتی میں ہر طرح کا اختیار اور حکم بخشدیا گیا ہے - جس چیز کو تمھارا جی چاہے تمھارے لیے مہیا ہے' اور جو نعمت اللہ سے مانگو گے تمھیں عطا ہوگی - یہ مقام تمھیں خداے غفور الرحیم

کی طرف سے عطا ہوا ہے - اور ظاہر ہے کہ اس شخص سے بڑھکر اور کس کی بات ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف لوگوں کو دعوۃ دے اور اعمال صالحہ اختیار کرے - نیز کہے کہ میں مسلم ہوں ؟

اولیاء الشیطان

لیکن اس جماعت کے مقابلے میں ایک دوسری جماعت ہے جو اپنے خواص و اعمال میں بالکل اسکی ضد اور مخالف واقع ہوئی ہے - قران کریم اسے " اولیاء الشیطان " سے تعبیر کرتا ہے - قران کی اصطلاح میں وہ تمام قوتیں جو تعلق الہی اور رشتۂ حق و صداقت کے مخالف ہیں ' شیطانی قوت ہیں' اور ان میں ہر قوت اور ہر عمل شیطان لعین کا ایک مظہر خبیث ہے - پس جو لوگ حق و عدالۃ کی راہ روشن سے ہٹکر اعمال باطلہ کی تاریکی میں گم ہوگئے ہیں اور اللہ کا رشتہ انکے ہاتھوں میں نہیں ہے' وہ خواہ کسی حال اور کسی شکل میں ہوں' لیکن درحقیقت شیطان کے ولی' اسکے پرستار' اسکی نسل کے چاکر' اور اسکی پادشاہت کے غلام ہیں -

یہی وہ شیطان کی ولایت اور پرستش ہے' جسکے متعلق بنی آدم سے ربوبیۃ الاهیہ نے عہد لیا تھا :

الم اعهد الیکم یا بنی آدم ان لا تعبدوا الشیطان انہ لکم عدو مبین - وان اعبدوني ' هذا صراط مستقیم ؟ (۳۶ : ۵۹)	اے اولاد آدم ! کیا ہمنے تمھیں تاکید نہیں کردی تھی کہ شیطان کی پوجا نہ کرنا - وہ تمھارا کھلا دشمن ہے ؟ اور یہ کہ صرف ہماری ہی بندگی کرنا یہی انسان کیلیے سیدھا راستہ ہے ؟

چنانچہ سورہ اعراف میں صاف صاف اسکی تصریح کی :

فریقاً ہدی ' و فریقاً حق علیهم الضلالۃ ' انهم اتخذوا الشیاطین اولیاء من دون اللہ و یحسبون انهم مهتدون ! (۷ : ۲۸)	خدا نے دو فرقوں میں سعادت و شقاوت کو تقسیم کردیا - اسنے ایک جماعت کو ہدایت دی ہے اور ایک فریق ہے کہ گمراہی اسپر چھا گئی ہے - یہ وہ لوگ ہیں (یعنی دوسری جماعت کے گمراہ)

کہ انھوں نے خدا کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا ولی بنا لیا ہے' اور با این ہمہ اس زعم باطل میں گرفتار ہیں کہ وہی راست پر چل رہے ہیں -

اسی سورۃ میں اس سے کچھہ پہلے ایمان و مومنین کے مقابلے میں " اولیاء الشیطان " کا ذکر کیا ہے -

انا جعلنا الشیاطین اولیاء للذین لا یؤمنون (۷ : ۲۷)	ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا ولی یعنی آشناء و ہمدم بنادیا ہے جو ایمان سے محروم ہیں -

معرکۂ قتال و جدال

پس اس آیۃ سے صاف صاف ہمارا استدلال واضح ہو گیا - یعنی دو فرقے ہیں جن میں سے ایک کو خدا نے اولیاء اللہ کے نام سے پکارا' اور دوسرے کی نسبت تصریح کی کہ اس نے شیطان کو اپنا ولی بنا لیا ہے -

سورۂ کہف میں شیطان کا ذکر کر کے فرمایا :

افتتخذونہ و ذریتہ اولیاء من دوني وهم لکم عدو بئس للظالمین بدلا ؟ (۱۸ : ۵۱)	کیا تم ہم کو چھوڑ کر شیطان کو اور اسکی نسل کو اپنا ولی بناتے ہو حالانکہ وہ تمھارا دشمن ہے ؟ ظالموں کیلیے یہ کیا ہی برا بدلہ ہے کہ وہ

خدا کی جگہ نسل شیطانی کے ماتحت آگئے !

معرکۂ قتال و جدال

پس ایک طرف تو " اولیاء اللہ " ہیں' اور دوسری طرف " اولیاء الشیطان " - " اولیاء الشیطان " کے بھی مثل اولیاء اللہ کے مختلف مدارج و مراتب ہیں - آخری مرتبہ درجہ " کفر " ہے اور اسکا سب سے بڑا اضل و اشقی گروہ " الکافرین " کا ہوتا ہے - یہ دونوں جماعتیں ہمیشہ ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا رہتی ہیں اور باہم معرکۂ جنگ و قتال گرم رہتا ہے :

الذین آمنوا یقاتلون في سبیل اللہ ' والذین کفروا یقاتلون في سبیل الطاغوت - (۴ : ۷۵)	پس جو لوگ مومن اور اللہ کے ولی ہیں' وہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں مگر جن لوگوں نے " کفر " اختیار کیا وہ " طاغوت " کی راہ میں لڑنے کیلیے نکلتے ہیں !

طاغوت

" طاغوت " سے مراد بھی قوۃ ابلیسی و شیطانی اور اسکے مختلف مظاہر ہیں - خواہ وہ پتھر کے بت ہوں یا بولنے والے انسان - اسی لیے سورۂ بقر کی آیۃ کریمہ میں اولیاء اللہ کا ذکر کرکے اولیاء الشیطان کی نسبت فرمایا کہ والذین کفروا اولیاؤهم الطاغوت (۲ : ۲۵۷) جن لوگوں نے حق سے انکار کیا' انکا دوست اور ولی خدا نہیں ہے - طاغوت ہیں -

حکم قتال

غرضکہ پہلی جماعت اللہ کی راہ میں اپنے تئیں قربان کرنے کے لیے نکلتی ہے' اور دوسری جماعت شیطان کی راہ میں جنگ و قتال کرنے کے لیے :

فقاتلوا اولیاء الشیطان ' ان کید الشیطان کان ضعیفا - (۴ : ۷۵)	" پس اولیاء الشیطان کو قتل کرو تاکہ دنیا ظلم و فساد سے نجات پاے اور صرف اللہ کیلیے ہو جاے - شیطان کے مکر و فریب

خواہ کتنے ہی مہیب اور ڈراونے نظر آئیں' تاہم یقین کرو کہ اولیاء اللہ کے مقابلے میں بالکل کمزور و ضعیف ہیں "

اگر ان تمام آیتوں کو جمع کیا جاے جن میں ان متضاد و متخالف دو جماعتوں کے خواص و اعمال کا اور انکی پہچان کی نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے تو مضمون اسقدر بڑھجاے' کہ اصل مطلب کی گذارش کی نہیں معلوم کتنی اشاعتوں کے بعد نوبت آے - پس میں نہایت اختصار سے کام لونگا اور صرف اشارات موجزہ پر

حادثـه اليمـه بحريـه

ایمپریس اف ائر لینڈ کا ماتم !

حفظ ما تقدم کی ایک نئی تجویز

آیندہ جہاز کا ہر تختہ بجاے خود ایک جہاز ہوگا !

جہاز ایمپریس کي مہیب تباهي کے حالات اخبارات میں شائع ہوچکے ہیں - لیکن ہم منتظر تھے کہ ولایت کي ڈاک میں جزئیات حادثہ کے متعلق پوري تفصیل اور مصور رسائل میں ضروري مناظر آجائیں تو الہلال کیلیے مضمون ترتیب دیں -

ولایت کي گذشتہ ڈاک میں اسکے متعلق نہایت مفصل اور دلچسپ مواد آگیا ہے -

موجودہ فن مصوري کي ایک شاخ واقعات و حوادث کي تعبیر مرسومہ و مصورہ ہے - یعنے کسي واقعہ کے تمام حالات و جزئیات سامنے رکھکر اسکي تصویر بنانا ' اور اسکے ذریعہ اُن دقیق و مشکل جزئیات واقعہ کو ذہن نشین کر دینا جو محض عبارت و بیان سے ذہن نشیں نہیں ہوسکتیں -

قدیم زمانے کے مصور خیالي قصص و حکایات کیلیے تصویریں بناتے تھے - انکا مقصود بھي یہي تھا - لیکن اب یہ فن اسقدر ترقي کرگیا ہے کہ چھوٹے چھوٹے واقعات اور معمولي حوادث بھي بڑے بڑے مصور صفحات و مرقعات کے ذریعہ سمجھاے جاتے ہیں - اور ایک ایک واقعہ کے متعلق دس دس تصویریں بنالي جاتي ہیں تاکہ اسکا ہر حصہ نظروں کے سامنے آجاے -

جہاز " ایمپریس " کے حادثے کے متعلق بھي یورپ کے مصور رسائل نے بے شمار تصویریں شائع کي ہیں اور اُن میں ہر تصویر کسي نہ کسي اہم اور پر از معلومات پہلو کو واضح کرتي ہے - اگر ایک سو صفحے حادثہ کي تفصیل بیان کرنے میں سیاہ کردیے جائیں ' جب بھي اسقدر صحیح اور تشفي بخش معلومات حاصل نہونگي جسقدر ان تصویروں میں سے ایک چھوٹي سی تصویر بتلادیسکتي ہے - ہم چند تصویریں شائع کرتے ہیں -

(تفصل حادثہ)

مگر پہلے حادثہ کي اصلي صورت ذہن نشیں کرلیني چاہیے - حادثہ دو جہازوں میں تصادم سے ہوا - دونوں کے کپتان زندہ بچ گئے جو موجود ہیں اور اپني اپني بریت کي کوشش کر رہے ہیں - اسلیے دونوں کے بیانات میں اختلاف ہے اور ایک دوسرے کو ملزم قرار دیتے ہیں - صحیح واقعہ کا معلوم کرنا مشکل ہوگیا ہے - ہم نے کوشش کي ہے کہ دونوں بیانات کے متفق علیہ حصے کو اختیار کریں -

جہاز ایمپریس آف آئرلینڈ مقام کیوبک (آسٹریلیا) سے ۱۴۶۷ مسافر لیکر لیورپول کي طرف روانہ ہوا - ۱۸۰ - میل راستہ طے کیا تھا کہ شب کے وقت کہر کي زیادتي کي وجہ سے اسے رک جانا پڑا - یہ مقام جہاں وہ رکا ' فادر پوئنٹ Father point (۱) سے زیادہ دور نہ تھا -

لیکن اسي اثناء میں ناروے کا ایک جہاز سامنے سے آرہا تھا جس کا نام " اسٹوارسٹیڈ " ہے - ایمپریس کے کپتان کا بیان ہے کہ اس نے دو میل کے فاصلے سے اسے دیکھا ' اور لاسلکي (بے تارکي خبر رساني) کے ذریعہ اپنے وجود سے مطلع کیا -

ایمپرس کا خیال تھا کہ اسٹوارسٹیڈ دھنے ہوکر نکل جائیگا - اسٹوارسٹیڈ کہتا ہے کہ میں نے اس اطلاع پر عمل کیا لیکن خود ایمپریس سامنے آگیا - بہر حال جب دونوں جہاز قریب ہوے تو غالباً دونوں نے ایک دوسرے کو کترا کر نکل جانے کی کوشش کي - لیکن کہر بہت زیادہ تھا اور انجن پوري قوت میں تھے - ایمپریس نے اسٹوارسٹیڈ کو اپنے دھنے چھوڑنے کي کوشش کي اور اسلیے (بقول خود) جہاز کا رخ اور زیادہ بائیں جانب کردیا - اسٹوارسٹڈ بجاے اسکے کہ دھني جانب ہوکر نکلجاتا ' سیدھا بڑھا چلا آیا ' اور عین اُس وقت جبکہ ایمپریس دھني طرف مڑنے کي وجہ سے اسٹوارسٹیڈ کے سامنے عرض میں آگیا تھا ' بخط مستقیم بڑھکر اسکے درمیاني حصے کے سامنے پہنچ گیا -

یہي موقعہ اس وقت تک حادثہ کا اصلي وقت سمجھا گیا ہے - دونوں جہاز ٹکراے - مگر بالمقابل ہوکر نہیں ٹکراے - کیونکہ اسٹوارسٹیڈ سیدھا آرہا تھا اور ایمپریس اُسکے عرض میں آگیا تھا - اگر دونوں کو انسان فرض کرلیں جو لیٹے ہوے تھے' تو صورت حادثہ یوں ہوگئي کہ اسٹوارسٹیڈ کے سر کي ایمپریس کے سینے سے ٹکر لگي' اور پچھلي جانب کي دیوار کا تختہ انڈے کے چھلکے کي طرح ٹوٹ کر الگ ہوگیا !

(لا سلکي)

جس وقت یہ حادثہ ہوا ایمپریس لاسلکي تار (بے تار کي خبر رساني) کے مرکزي اسٹیشن سے بہت قریب تھا - حادثے کے ساتھہ هي اس نے اپني مصیبت کي اطلاع بھیجي ' اور فوراً دو دخاني کشتیاں اعانت کیلیے روانہ ہوگئیں - ان میں سے ایک کا نام لیڈي ایولن اور دوسرے کا نام یوریکا تھا -

(۱) فادر پوینٹ دریاے سینٹ لارنس کے ایک لاسلکي (بے تارکي خبر رساني) کے اسٹیشن کا نام ہے - یہاں ہر وقت متعدد چھوٹے اسٹیمر موجود رہتے ہیں -

اس صفحہ کي چار تصویروں میں دھني جانب کي پہلي تصویر جہاز اسٹوارسٹیڈ کي اور دوسري ایمپریس کي ہے -

بائیں جانب میں پہلي لیڈي ایولن اور دوسري یوریکا کي ہے -

انما وليكم الله و رسوله و الذين آمنوا ' الذين يقيمون الصلوة و يوتون الزكـواة و هم راكعون - و من يتول الله والذين امنوا فان "حزب الله" هم هم الغالبون (۵ : ۶۱)

" مسلمانو ! تمهارا دوست اللـه اور اسكا رسول هے ' اور وه مومن جو ايمان لاچكے هيں ' جو صلوة الهي كو دنيا ميں قائم كرتے هيں ' جو خدا كي راه ميں اپنا مال خرچ كرتے هيں ' اور جو هر وقت الله اور اسكے حكموں كے آگے جهكے رهتے هيں - پس جو شخص الله ' اسكے رسول ' اور مومنوں كا دوست و ولي هوكر رهيگا " حزب الله " وه ميں سے هے ' اور يقين كرو كه " حزب الله " هي كے لوگ غالب هونے والے هيں ! "

اس آية كريمه سے معلوم هوا كه جو لوگ الله كے ولي اور اسكے دوست هيں ' انكا ايك نام لسان الله الحكيم ميں " حزب الله " بهي هے - " حزب " كهتے هيں گروه اور جماعت كو - حزب الله سے مقصود وه لوگ هوے جو الله كي جماعت هيں -

چنانچه سورة حشر ميں فرمايا كه جو لوگ الله كي محبت كي راه ميں دنيا كے تمام رشتوں كي كچهه پروا نه كريں ' حتى كه ماں باپ اور عزيز و اقربا كي محبت اور دامنگيري كو بهي هيچ سمجهيں ' اور خدا كي پكار جب انكے كانوں ميں پڑ جاے تو سب كو چهوڑ چهاڑ كر اسي كي طرف دوڑ جائيں ' تو ايسے لوگ " حزب الله " هيں :

اولئك " حزب الله " الا ان حـزب الله هـم المفلحون - (۵۸ : ۲۲)

يهي لوگ " حزب الله " هيں - سن ركهو كه يقيناً " حزب الله " هي كے افراد فلاح پانے والے هيں !

جس طرح اولياء الله كا ايك نام يا ايك درجه " حزب الله " هے - اسي طرح " اولياء الشيطان " كا بهي دوسرا نام " حزب الشيطان " هے :

استحوذ عليهم الشيطان فانساهم ذكـر الـلـه ' اولائـك " حـزب الشـيطـان ' الا ان " حـزب الشـيـطـان " هـم الـخـاسـرون ! (۵۸ : ۱۹)

شيطان اور اسكي قوتيں ان پر مسلط هوگئي هيں - پس انهوں نے خدا كے ذكر اور رشتے كو فراموش كرديا هے - يهي لوگ " حزب الشيطان " هيں - اور جان ركهو كه حزب الشيطان كيليے آخر كار نقصان اور خسران هي هے !

(اصحاب النار و اصحاب الجنه)

اور يهي وه دو جماعتيں هيں جنكو صدها مقامات ميں " اصحاب النار " اور " اصحاب الجنة " كے لقب سے بهي ياد كيا گيا هے ' اور انكے اعمال و خواص كي جابجا توضيح كي هے - چنانچه سورة بقر والي آية كو ايك بار اور پڑهو اور اسكے بقيه ٹكڑے كے الفاظ پر غور كرو :

و الذين كفروا اولياء هم الطاغـوت ' يخرجونهم من النور الى الظلمات ' اولائك " اصحاب النار " هم فيهـا خالـدون ! (۲ : ۲۵۸)

اور جن لوگوں نے راه كفر اختيار كي ' سو انكے اولياء طاغوت هيں جو انهيں نور و هدايت سے نكال كر ظلمات ضلالت ميں مبتـلا كرتے هيں - يـه لوگ " اصحاب النـار " هيں اور هميشه دوزخي عذابوں ميں رهينگے -

اس آية كريمه سے معلوم هوا كه جن لوگوں كے اوليا و سردار " طاغوت " هوں (اور " طاغوت " سے مراد بهي شيطان اور اسكے خلفاء و مظاهر هي هيں) تو ايسے لوگ " اصحاب النار " هيں ' كيونكه انكي زندگي هميشه آگ ميں جلتے رهنے كي اور سوختني هوگي - روح كي راحت اور دل كا سكهه انهيں نصيب نه هوگا -

اس سے پہلے ايك آية گذر چكي هے جسميں " اولياء الله " كي نسبت فرمايا كه : تتنزل عليهم الملائكة الا تخافوا ولا تحزنوا ' وابشروا بالجنة التي كنتم توعدون

اس آية كريمه ميں خاص طور پر اولياء الله كو " جنت " كي بشارت دي گئي هے - پس في الحقيقت وهي " اصحاب الجنة " بهي هيں - كيونكه انكي حيات دنيوي و ديني ' جسمي و روحي ' ظاهري و معنوي ' هر حال اور عهد و دور ميں كاميابيوں ' فتح منديوں ' آرام و رحت ' نعائم و لذائذ ' اور عيش و نشاط كي زندگي هوگي !

اعمـال و خصـائص

سورة يونس ميں " اصحاب الجنة " اور " اصحاب النار " كي تعريف پوري وضاحت كے ساتهه بتلا دي هے ' اور يه بهي واضح كرديا هے كه دونوں جماعتوں كے اعمال كيسے هوتے هيں ؟ اور كن نتائج كي بنا پر ايك كو جنت والوں كي اور ايك كو نار والوں كي زندگي ملتي هے ؟

الذين احسنوا الحسنى وزيادة ولا يـرهـق وجوههم قتـر و لا ذله ' اولائك " اصحاب الجنة " هـم فيهـا خالـدون - (۱۰ :)

" اور جن لوگوں نے دنيا ميں اچهے اور بهلائي كے كام كيے ' انهيں نيك كاموں كے بدلے ميں ويسي هي بهلائي اور فلاح مليگي ' بلكه انكے حق سے بهي زياده مليگي - انكو كبهي بهي ناكامي كا غم ' شكست كي رسوائي ' اور نامرادي و تذلل كي ذلت پيش نه آئيگي - يهي لوگ " اصحاب الجنة " هيں جو هميشه بهشتي زندگي ميں رهينگے "

اسكے بعد دوسرے گروه كي حالت بتلائي :

والذين كسبوا السيئات ' جزاء سيئة بمثلها و ترهقهم ذلة ' ما لهـم من الله من عاصم ' كأنما اغشيت وجوههم قطعاً من الليل مظلماً ' اولائك " اصحاب النار " هم فيها خالدون ! (۱۰ :)

اور جن لوگوں نے دنيا كے كاموں ميں برائي حاصل كي اور بدي كا راسته اختيار كيا ' تو يه ظاهر هے كه فطرة الهي برائي كا بدله ويسي هي برائي سے ديگي - ذلت اور نامرادي سے انكے چهرے ايسے كالے پڑ جائينگے گويا رات كي چادر ظلمت كا ايك ٹكڑه پهاڑ كر انكے چهروں پر ڈالديا گيا هے - الله كے اس عذاب سے انهيں كوئي نهيں بچا سكتا - يهي لوگ " اصحاب النار " هيں جنكے ليے هميشه دوزخي زندگي هوگي "

ان دو آيتوں كي اگر اپنے مذاق كے مطابق تفسير كروں تو ايك مستقل كتاب هوجاے - اسلامي تعليم كي حقيقت اور قرآن حكيم كے اصول درس حقائق و معارف كا ايك بحر ذخار هے جو ان دو چار جملوں كے اندر بند كرديا گيا هے : ختامه مسك ' و في ذلـك فليتنافس المتنافسون !

ثواب و عذاب كي حقيقت ' نتائج افعال اور مكافات عمل كے فطري اور طبيعي اصول كي تشريح ' مذهب و اخلاق كي اساسات اصليه اور امتيازات عمليه ' قانون تعالى و تسفل بشري كے مبادي حقائق ' اصحاب جنة و ارباب نار كي قدرتي تقسيم ' فطرة كا قانون عمل بالمثل ' اور انسان كيليے راه سعادت و هدايت كي كلي اور اصولي تعليم ' غرضكه شريعت و اخلاق اور حكمت و تعليم كي كوئي اصولي بحث ايسي نهيں هے جو ان دو آيتوں پر متفرع نهوتي هو ' اور انكي طرف ايك واضح و بين اشاره ان ميں نه كرديا گيا هو - تا وقتيكه تفسير القرآن كي تحرير و ترتيب كا مستقل انتظام نهو ' ضمني طور پر يه چيزيں بيان ميں نهيں آسكتيں (۱)

(۱) يہاں كا حاشيه ايك مستقل مضمون كي صورت ميں زير عنوان مقالات درج هے -

ایک نئی اسکیم

جہاز ایمپریس کی تباہي کے اسباب حسب ذیل تھے :

(۱) تقابل کي حالت میں متقابل جہازوں کي غلط فہمي اور کہر کی شدت کي وجه سے معائنه کي مشکلات -

(۲) جہاز کے تختوں کے ٹوٹ جانے کي حالت میں جہاز کي بالکل بے بسی -

(۳) اس قسم کے اسباب کا نه ہونا جنکي وجه سے تھوڑے عرصے کے اندر بڑي تعداد مسافروں اور اسباب و سامان کي بچائي جاسکے -

(۴) حوادث کے وقت محض اُن چھوٹي چھوٹي کشتیوں پر اعتماد جنھیں نه تو بڑي تعداد میں جہاز رکھہ سکتا ہے اور نه بڑي تعداد مسافروں کي اُن میں آسکتي ہے -

(۵) انجن کے ٹوٹ جانے کے بعد کسي دوسرے وسیله کا باقي نه رهنا جو جہاز کو غرق ہونے سے بچا سکے -

ان اسباب میں آخري اسباب کو سب سے زیادہ دخل تھا - اگر غفلت اور غلط فہمي کي وجه سے تصادم ہوگیا تھا' تو محض تصادم ہي سے اتني بڑي انساني تعداد ہلاک نہیں ہو سکتي تھي - تصادم کے بعد صدھا انسان زندہ جہاز میں موجود تھے - اگر ایسے اسباب مہیا ہوتے جو جہاز کو انجن ٹوٹنے کے بعد بھي کھینچکر لاسکتے یا مسافروں کو جہاز سے الگ کر لیتے' تو حادثه کوئي بڑا نقصان نه پہنچا سکتا -

ان تمام اسباب پر غور کرکے بعض مخترعین بحریه نے ایک نئي اسکیم نکالي ہے' جسکے مطابق آیندہ جہاز بنائے جائینگے' اور اُن تمام خطرات کا انسداد ہو جائیگا جو اسطرح کے حوادث کے وقت موجب ہلاکت و بربادي ہوتے ہیں -

فن آلات بحریه و جہاز رانی کے مشہور ماہر فن' مسٹر فرانک ٹي - بولین Frank T. Bullen نے اس اسکیم کو پسند کیا ہے -

اس اسکیم کا ماحصل یه ہے که جہاز کي بالائي سطح کے تمام حصے آیندہ سے ایسے بنائے جائیں' جو جہاز سے الگ ہونے کي صورت میں ایک بہت بڑے تیرنے والا تختے کا کام دیں' اور جڑے ہونے کي صورت میں معمولي ڈیک ہوں - انکي وجه سے نه تو جہاز میں کوئي نئي چیز بڑھاني پڑیگي اور نه کوئي نیا آله لگانا پڑیگا - جیس طرح اب جہاز کي بالائی سطح پر تختے ہوتے ہیں' ویسے ہي تختے اس وقت بھي رہینگے - لیکن انکي تعداد تو پھر تو زیادہ ہوگي' اور جہاز کے ہر حصے کو (جو اسطرح کا تخته بن سکتا ہے) تیرنے والا تخته بنا دیا جائیگا [illegible]

جہاز کي بالائي سطح کے تمام حصے' مثلاً [illegible] اوپر کي نشست کي جگه' ڈائیننگ ہال' ڈرائینگ روم' بال روم' اور اسي طرح [illegible]

[بقیه ملاحظه ہو صفحه [illegible]]

تمام بڑے بڑے مکانوں کی چھتیں' سب ایسے تختوں سے بنائي جائیں گي جو ہر وقت اپني جگه سے الگ ہوسکیں' اور مستقل حالت میں ایک بہت بڑے تیرنے والے کشتي نما تختے کي صورت اختیار کرلیں- علی الخصوص جہاز کي چھت صرف انہي سے بنائي جائیگي -

تصویر نمبر ۲ کسي واقعي جہاز کي تصویر نہیں ہے بلکه یه فرض کرکے که اسکیم کے مطابق ایک جہاز بنگیا ہے اور وہ حادثه میں مبتلا ہوگیا ہے' دکھلایا گیا ہے که کیونکر اس اسکیم کي بدولت اسے بچایا جاسکتا ہے' اور کس طرح جہاز کے تیرنے والے تختے دریا میں ڈالے جارہے ہیں ؟

(۱) یه جہاز کا تیرنے والا تخته نمبر [۱] ہے - جہاز کے ٹوٹنے کے بعد یه پاني میں تیرنے لگتا ہے - اسکے اوپر آہني جالیاں ہیں -

(۲) یه تیرنے والا تخته نمبر [۲] ہے - یه اس طرح بنایا گیا ہے که جس رخ ہوا چلتي ہے اس طرف کو نکلا ہوا ہے - چند ڈھیلی جالیوں کے ذریعه اسے جہاز سے وابسته کردیا گیا ہے - جالیاں اسلیے بنائي گئي ہیں تاکه تیرنے میں سہولت ہو - عموماً ہر تیرنے والے تختے میں مستول' بادبان' متحرک ڈانڈے' اور پاني کے حوض تیار رہتے ہیں تاکه جہاز سے الگ ہوکر معاً دریا میں تیرنا شروع کردیں -

(۳) یه جہاز کي پوري دیوار ہے جو طول میں چلي گئي ہے مگر دراصل تیرنے والے تختوں کا مجموعه ہے - ان تختوں کی مجموعي طاقت سے مزخمي جہاز کھینچ کر لایا جاسکتا ہے - اگر یه تختے ہوتے تو ایمپریس انجن کے بیکار ہونے سے ڈوب نه جاتا - ان میں سے ہر تختے کا طول ۱۰ - فٹ اور عرض ۴۰ - فٹ ہے - اس حساب سے تمام تختوں کا مجموعي رقبه ۲۴ - ہزار مربع فیٹ ہوا - اتني بڑي قوت یقیناً جہاز کھینچ کر لیجا سکتي ہے -

(۴) جہاز سے ڈاک کے تھیلے اور سامان خورونوش وغیرہ اتارا جا رہا ہے -

(۵) یه وہ جھولے ہیں جنمیں بیٹھکر مسافر ان تختوں پر چلے آئینگے - دکھلایا ہے که مسافر جھولوں میں بیٹھے ہوئے اتر رہے ہیں -

(۶) مستول کا باد بان -

(۷) ملاحوں سے بھري ہوئي کشتیاں جو تیرنے والے تختوں کو کھینچنے کیلیے اتر رہي ہیں -

(۸) یه ایک خاص قسم کا تخته ہے جسکے اندر کاگ بھرا ہے تاکه پاني میں کسي طرح ڈوب نه سکے -

(۹) آفتاب سے بچنے [illegible] تیرنے والے تختے کي [illegible] بنتے رہیں -

(۱۰) یه وہ [illegible] ہیں جہاں سے [illegible] کیلیے تیار کیا [illegible]

(۱۱) ایک تخته اتارا جاچکا ہے [illegible] جا رہا ہے [illegible] بالکل تیار ہوچکے ہیں - [illegible]

(۱۲) ایسے تختے [illegible] صورت نه [illegible]

(۱۳) [illegible] ہوگي - [illegible] کي صورت [illegible]

لیکن ان دونوں کشتیونکا پہنچنا کچھہ مفید نہ ہوا - تصادم نے ایمپریس کو بالکل برباد کردیا تھا - جہاز کا ایک تہائي حصہ ٹوٹ گیا تھا جسکي وجہ سے ڈوبنے میں بہت کم وقفہ لگا - صرف چار کشتیاں اُتاري جا سکیں جن میں ۴۴۴ آدمي سوار ہوگئے اور بچ گئے - باقي ۱۰۲۳ انسانوں کو چند لمحوں کے اندر، خشکي سے صرف ۱۸۰ میل کے فاصلے پر، نئي دنیا کے تمام سامانوں اور بندوبستوں کے ساتھہ، بالاخر قعر سمندر کا گوشہ نصیب ہوا !!

(حادثـہ کا اثـر)

ٹـکرانے کے ساتھہ ہي ایمپریس کے پچھلے حصے کي دیوار بالکل ٹوٹ گئي - یہ وہ حصہ تھا جسکے اندر انجن کا گھر تھا، اور اسکے بعد ہي مسافروں کے داخلي کمرے (کیبن) تھے - حادثہ رات کے وقت ہوا - تمام لوگ بے خبر بستروں پر لیـٹے تھے - ٹـکر کا اثر سب سے پہلے انجن پر ہوا، اسکے سامنے کا تختہ ٹوٹ کر الگ ہوگیا، اور پاني کے سیلاب نے اندر پہنچکر انجن کو بیکار کردیا - بحري سفر میں مغرور انسان کا سب سے زیادہ اعتماد دخانی انجن اور بھاپ کے اس بت ہي پر ہوتا ہے - سب سے پہلے قدرت نے اسي دیوتے کو بیکار کردیا !

اسکے ساتھہ ہي وہ حصہ پھٹا جو جہاز کے داخلي کمروں کے بالمقابل تھا - انـکے اندر کے تمام مسافر یا تو اندر ہي مرگئے یا پاني کے سیلاب میں غرق ہوکر بہہ گئے !

تصـــویـر نمبر [۱]

اس تصویر میں حادثہ کي صورت دکھلائي گئي ہے - تصویر میں نمبر دیدیے ہیں - انکي تشریح حسب ذیل ہے :

(۱) مقام کیوبک جہانسے ایمپرس روانہ ہوا -

(۲) ریموسکی - یہ وہ جگہ ہے جہاں ایمپرس کي تباہي کے بعد بقیہ ۴۴۴ مسافر اُتارے گئے -

(۳) لیڈي ایریلن لا سلکي کے ذریعہ خبر پاکر اعانت کیلیے جا رہا ہے !

(۴) دریاے سینٹ لارنس -

(۵) اس خط کے ذریعہ وہ راستہ بتلایا ہے جس سے ایمپرس گذرا -

(۶) ایوریکا جو اعانت کے لیے روانہ ہوا -

[اب نمبر ۷ سے لیکر نمبر ۹ تک ایمپرس کا وہ حصہ دکھلایا ہے جو تصادم سے ٹوٹ گیا تھا -].

(۷) ان تمام کمروں میں جتنے مسافر تھے یا تو اپنے بستروں ہي پر مرگئے یا ڈوب گئے - سیکڑوں کو تو اٹھنے اور حادثے کو سمجھنے کا موقعہ ہي نہیں ملا -

(۸) اس حصے میں جو سوراخ ہوا، زیادہ تر اسي راہ سے سمندر کو اندر جانے کا موقع ملا -

(۹) یہاں سب سے پہلے ٹکر لگي اور انجن میں پاني بھر گیا -

(۱۰) اس خط کے ذریعہ وہ راہ دکھلائي ہے جسپر سے گذرکر اسٹوارسٹیڈ جہاز ایمپرس سے متصادم ہوا اور پھر پیچھے ہٹا -

(۱۱) اسٹوارسٹیڈ پیچھے ہٹ رہا ہے (ایمپرس کا بیان ہے کہ ٹکر لگنے کے ساتھہ ہي اُس نے اسٹوارسٹیڈ کو لا سلکي کے ذریعہ کہا کہ پیچھے نہ ہٹے اور اسي طرح ایمپرس سے لگا ہوا آگے بڑھتا جاے - اس سے مقصود یہ تھا کہ اگر معاً پیچھے ہٹ گیا تو ایمپرس کا جسقدر حصہ ٹوٹ گیا ہے، وہاں سے فوراً پاني بھرنا شروع ہوجائیگا اور بچنے کے لیے مہلت نہ ملیگي - اگر تصادم کے بعد اسي طرح دونوں جہاز ملے رہے تو شکستہ تختے کچھہ عرصے تک نہیں گرینگے اور کچھہ مہلت درستگي یا بچاؤ کي مل رہیگي -

اسٹوارسٹیڈ کا بیان ہے کہ بیشک مجھسے ایسا چاہا گیا تھا مگر میں قوانین طبیعة کے آگے مجبور تھا - ٹکر کے بعد ہي جہاز خود بخود پوري طاقت سے پیچھے ہٹا، اور میں نے ہرچند روکنا چاہا مگر کامیابي نہوئي - یہ جواب بالکل صحیح ہے - اسٹوارسٹیڈ کا کپتان طبیعة کي قوۃ دفع کو کیونکر روک سکتا تھا ؟

بہرحال تحقیقات ہو رہي ہے - لارڈ میرسی کی زیر ریاست کمیشن مصروف تفتیش ہے - ممکن ہے کہ کمیشن کا فیصلہ اس اختلاف بیان کا تصفیہ کرے -)

مذاکرۂ علمیہ

ریڈیم اور اسکے اثرات

(از جناب مولوي محمد عبد الله صاحب وکیل
سکریٹري انجمن اصلاح تمدن - ناندیر - دکن)

عجائب زار کائنات جن معجزۂ نما اشیا سے معمور ہے' انمیں ایک عجیب شے ریڈیم بھي ہے جو ایم - کوري آف پیرس (M. Curie of Paris) نے اپنے مرنے سے آٹھہ سال پیشتر سنه ۱۸۹۸ع میں دریافت کیا تھا - ریڈیم خالص سونے سے تین ہزار مرتبه زیاده وزني ہے' اوسکا رنگ معمولي ٹیبل سالت (نمک) کے مانند ہے - ابتک صرف چند اونس ریڈیم زمین سے نکالا اور صاف کیا گیا ہے -

چند دن ہوے امریکه کے رساله میکلیورس میگزین (Maclurss Magzine) نے وہ گفتگو شائع کي تھي' جو مسٹر کیلیو لینڈ مفت (Mr. Clevelrss moffet) اور ایم - کوري اور اوسکے لیبوریٹري اسسٹنٹ مسٹر ایم - ڈین (M. Danve) میں ہوئي تھي - رساله مذکورہ سے اوسکا ترجمه درج ذیل کیا جاتا ہے - یقین ہے که قارئین کرام کي دلچسپي کا موجب ہوگا :

" مسٹر موفٹ " جب ایم - کوري سے ملے تو آنھوں نے اس موقع سے فائده آٹھا کر آسکے مددگار مسٹر ڈین سے چند ابتدائي سوالات ریڈیم کے متعلق کیے - مسٹر موفٹ اگرچه ریڈیم کے تمام حالات کا مطالعه کرچکے تھے' با این همه یه سوالات اسلیے کیے که وہ ریڈیم کے حالات ایسي زبان سے سننا چاهتے تھے جو آسکے متعلق نہایت صحیح ترین معلومات بیان کرنیکا حق رکھتي ہے -

مسٹر موفٹ — کیا یه سچ ہے که ریڈیم سے حرارت اور روشني همیشه اور مسلسل پیدا ہوتي رهتي ہے اور یه که وہ ایک بے اندازہ قوت کا منبع ہے ؟

مسٹر ڈین — هاں یه بالکل سچ ہے که صاف شده ریڈیم بغیر کسي مضر اثر کے پیدا کیے' هماوي ایجاد کرده خوشنما آلات کے ذریعه روشني اور حرارت دونوں پیدا کرتا ہے -

مسٹر موفٹ — کیا یه روشني چمکتي ہوئي ہوتي ہے ؟

ایم ڈین — هاں یه روشني بالکل چمکتي ہوئي ہوتي ہے - ایم - کوري آپکو اسکي روشني بتلائینگے -

مسٹر موفٹ — کیا دوسرا شخص اسکو نہیں بتلا سکتا ؟

ایم - ڈین — اسکے متعلق اگرچه بہت سے نظریے قائم کئے گیے ہیں لیکن آنکے ذریعه بتلانا کسیقدر مشکل ہے -

ایم - ڈین نے مسٹر موفٹ سے ریڈیم کي چند اور تاثیرات کا ذکر کیا جو نہایت هي عجیب ہیں - علاوہ روشني اور حرارت کے اس عجیب دھات سے تین قسم کي نا معلوم شعاعیں بھي نکلتي رهتي ہیں' اور جس سرعت کے ساتھه روشني حرکت کرتي ہے' اوسي سرعت سے یہه بھي حرکت کرتي ہیں - اگر ان شعاعونکو خاص طریقے سے استعمال کیا جاے تو حسب ذیل اثار پیدا کرتے ہیں :

ان شعاعونکے اثار مفید اور مضر دو قسم کے ہوتے ہیں -

مفید آثار:

(۱) زندگي کو قوت بخشتا ہے -

(۲) ایسے جراثیم کو هلاک کرتا ہے جو زندگي کے لیے خطرناک ہیں - کسي درد کا خصوصاً خوفناک (Lupus) کا نہایت عمده علاج ہیں -

مضر آثار:

(۱) جسم میں نا قابل محسوس درد پیدا کرتا ہے -

(۲) زندگي کو فنا کردیتا ہے -

دوسرے دن مسٹر موفٹ نے دیکھا که ایم - کوري ایک چھوٹے سے چیني کے برتن پر جھکے ہوے ہیں جسمیں سات سو پونڈ ریڈیم آهسته آهسته گھولا جا رہا ہے - مسٹر موفٹ کے دریافت کرنے پر اونہوں نے کہا که ریڈیم کو غلیظ دھاتوں سے پاک کرکے خالص ریڈیم اسي طرح حاصل کیا جاتا ہے - لیبوریٹریوں دار التجارب یا معمل میں ماهرین کي آزمایش کیلیے ریڈیم کي انتہائي صفائي اور اسمیں بلور کي سي چمک پیدا کرنے میں سخت احتیاط کي ضرورت ہے' کیونکه آسکے ضائع ہوجانے کا خوف هر وقت دامنگیر رهتا ہے - چنانچه اسي بے احتیاطي کي وجه سے چند هفته پیشتر مجھه سے ½۱ گرین ریڈیم ضائع ہوچکا ہے - یه ضائع شده ریڈیم ایک چھوٹي سی نلکي میں رکھا ہوا تھا - یه نلکي ایک دوسري نلکي میں ڈالکر اسمیں سوراخ کردیا گیا تھا - ان دونوں نلکیوں کو ایک برقي انگیٹھي پر رکھکر گرم کرنا شروع کیا - جب دو ہزار درجه تک حرارت پهونچ گئي تو یکایک دونوں نلکیاں ٹوٹ گئیں اور یه گراں بہا شے ضائع ہوگئي - بظاهر میري غفلت کے سواء اس حادثه کا اور کوئي سبب معلوم نہیں ہوتا -

مسٹر موفٹ نے پھر دریافت کیا که جب ریڈیم میں صلابت آجاتي ہے تو کیا وہ اپني شکل بدلدیتا ہے ؟ ایم - کوري نے جواب دیا که نہیں' اسوقت بھي اسکي شکل بلور کے سفید ٹکڑے کے مانند ہوتي ہے' اور سفید سفوف میں صاف کرنے کے بعد معمولي نمک کي طرح معلوم ہوتا ہے - ریڈیم کے چند ٹکڑے یہاں پڑے ہیں - آنکے دیکھنے سے تم پر واضح ہوجائیگا -

اب پروفیسر کوري نے ریڈیم کي شعاعوں کے آثار دکھلانے کے لیے میز کے خانے سے شیشه کي ایک چھوٹي نلکي نکالي جسکے اندر سفید سفوف تھا' نلکي دیا سلائي سے زیاده موٹي نه تھي - اس کے دونوں طرف مُہریں لگي تھیں اور اسپر سیسے کي ایک ته چڑھي ہوئي تھي - سیسه نلکي پر اس غرض سے چڑھایا گیا تھا که جب کوئي شخص نلکي کو پکڑے تو ان مضر شعاعوں سے محفوظ رہے جو هر وقت نلکي سے نکلتي رهتي ہیں - سیسه مضر شعاعوں کو روکدیتا ہے - پروفیسر نے کہا که نلکي کے اندر ریڈیم ایک مضطرب حالت میں رهتا ہے اور اسکي حرارت ۵,۰۰,۰۰۰ درجه ہوتي ہے - اگر میں اسکو تمهارے هاتھه یا جسم کے کسي دوسرے حصے پر رکھدوں تو تم اس حرارت سے واقف ہوجاؤگے -

مسٹر موفٹ — مجھے تو کچھه حرارت محسوس نہیں ہوتي -

پروفیسر — بے شک' ابھي محسوس نہیں ہوگي اور جب که ریڈیم کو میں نے پہلے بار چھوا تھا تو مجھے بھی محسوس نہیں ہوئي تھی -

مقالات

باب التفسير :

بعض مباحث مهمة

(حاشیه متعلق مقالۂ افتتاحیه)

اس هفته کے مقالۂ افتتاحیه میں دو آیتیں ایسی آگئي هیں جن پر مستقل عنوان سے نظر ڈالني تهي - لیکن اسکي ابهي الهلال میں گنجایش نهیں - حاشیے میں کسی قدر تفصیل کی گئي ' مگر حاشیه اسقدر بڑهگیا که ایک مستقل مضمون کی طوالت پیدا هوگئي - خیال هوا که اسے ایک مستقل مضمون کي طرح باب التفسیر کے تحت میں دیدیا جاے - قارئین کرام پہلے ملاحظه فرمالیں که مقالۂ افتتاحیه کے صفحه ۴ کالم ۲ سطر آخري میں نمبر (۱) دیا گیا هے - اسي کے متعلق یه حاشیه هے -

(۱) الذین احسنو' الحسنی و زیادة ' ولا یرهق وجوههم قتر ولا ذله ' اولائك اصحاب الجنة هم فیها خالدون (۱۰ : ۶۳)

اِس آیة میں " ولا یرهق وجوههم قتر " کا لفظ آیا هے " قتر " کے معني تاریک غبار کے هیں - چهرے کی سیاهي اور دهویں کے معنوں میں بهی بولتے هیں - کم کرنے کے معني میں بهی آتا هے - " ذلة " خضوع و انکسار اور انتها درجه کی عاجزي اور اپنے تئیں حقیر کرنے کو کهتے هیں - پس آیة کا لفظی ترجمه یه هوا که جو لوگ اصحاب الجنة هیں " انکے چهروں پر سیاهي اور ذلت کبهي نه چهائیگي " حاصل مطلب یه هے که کبهي انکي حالت ایسي نهوگي جو رسوائي ' حقارت ' مایوسي ' اور شکستگي کی هو - هر طرح کي انساني اور قومي ذلتیں اسمیں داخل هیں - سب سے بڑي ذلت محکومي و غلامي هے جو کبهي الله اپنے دوستوں اور مومنوں کیلیے پسند نهیں کرسکتا بشرطیکه اسکے سچے مومن هوں -

دوسري آیة میں " اصحاب النار " کیلیے فرمایا که " ترهقهم ذلة " اور کها که " کانما اغشیت وجوههم قطعاً من اللیل مظلما " - " قطع " بفتح الطاء " قطعه " کی جمع هے - ایک قرات میں بسکون طاء بهي آیا هے - " قطع " کے معني ایک ٹکرے اور حصے کے هیں - اسلیے اس آیة میں " قطعاً من اللیل " کا ترجمه " رات کا ایک ٹکڑہ " هوگا (قال ابن السکیت : القطع طائفة من اللیل) اسي لیے هم نے ترجمه میں " رات کی چادر ظلمت کا ایک ٹکڑہ " لکها هے - (دیکهو ترجمۂ آیت مقالۂ افتتاحیه میں) مقصود یه هے که انکے چهرے شدت ذلت و ناکامي اور شکست و مایوسي سے ایسے کالے کلوٹے هوجائینگے ' گویا رات کي اندهیاري انکے منهه پر چها گئي هے !

اس تشبیه کي اصل یه هے که قرآن حکیم نے هر جگه ایمان کو " روشني و نور " اور ضلالت و کفر کو " تاریکي و ظلمت " قرار دیا هے ! لقد جائکم من الله نور و کتاب مبین (۵ : ۱۸) الله نور السماوات والارض (۲۴ : ۳۵) و من لم یجعل الله له نوراً فماله من نور (۲۴ : ۴۰) هو الذي ینزل علی عبده آیات بینات لیخرجکم من الظلمات الی النور (۵۷ : ۹) الحمد لله الذي خلق السماوات و الارض و جعل الظلمات و النور (۶ : ۱)

اس آیة میں اصحاب النار کی نسبت کها که انکے چهرے تاریک هونگے - یه ٹهیک ٹهیک اُس حالت ایماني و اسلامي کي ضد هے جو دوسري جگه مومنوں کیلیے فرمائي هے - یعني انکے ایمان و اعمال حسنه کي روشني و نورانیت کی شمع انکے سامنے روشن رهیگی :

یوم لایخزي الله النبي والذین آمنوا معه ' نورهم یسعی بین ایدیهم و بایمانهم : یقولون ربنا ! اتمم لنا نورنا ! (۶۶ : ۸)	وہ عاقبت کار اور ظهور نتائج کا وقت که خدا اس دن اپنے نبي کو اور اُن لوگوں کو جو اسکے ساتهه ایمان لائے هیں ' کبهي شرمنده و رسوا نه کریگا - انکا نور انکے آگے اور انکے دهني طرف ساتهه ساتهه چلے گا ' اور وہ الله سے التجا کرینگے که اے پروردگار ! همارے اس نور کو کامل کردے اور آخر تک قائم رکهه !

اسي طرح سورۂ حدید میں ایمان و کفر اور مومنین و منافقین کی تقسیم کرکے نور و ظلمت هي کی مثال دي هے :

یوم تری المومنین والمومنات یسعی نورهم بایدهم و بایمانهم ' بشراکم الیوم ! (۵۷ : ۱۲)	اُس دن تم مسلمان مردوں اور عورتوں کو دیکهوگے که انکا نور انکے آگے آگے اور انکے ساتهه ساتهه چل رها هوگا ' اور انسے کها جائیگا که آجکے دن تمهارے لیے فتح و مراد کي بشارت هے !

لیکن منافقین و مضلین اس " نور " سے محروم هونگے اور نهایت حسرت کے ساتهه مومنوں کی حالت دیکهینگے - اسکي مثال یوں فرمائي :

یوم یقول المنافقون والمنافقات للذین آمنوا : انظرونا نقتبس من نورکم ! قیل ارجعوا وراءکم فالتمسوا نوراً (۵۷ : ۱۳)	اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کهینگي که ذرا همارا انتظار کرو که هم بهي تمهارے اس نور سے کچهه روشني حاصل کرلیں - مگر انسے کها جائیگا که ایسا نهیں هوسکتا - آگے مت بڑهو - پیچهے هٹو اور کوئي اور روشني تلاش کرلو -

اندلس کے ایک شاعر نے اپنے نقاب پوش خلیفه کو مخاطب کرکے اس آیت کو نظم کر دیا تها :

انظرونا نقتبس من نورکم
ان هذا نور رب العالمین !

بهر حال اس " نور " سے مراد وہ الهي روشني هے جو " اولیاء الله " اور " اصحاب الجنة " کو اپنے اعمال صالحه کے نتائج سے حاصل هوتي هے اور انکے تمام اعمال و افعال کو ضلالت کي تاریکي سے پاک کر دیتي هے - اسکا ساتهه ساتهه چلنا اس طرف اشارہ هے که جس آدمي کے ساتهه اندهیري رات میں روشني هو ' اور وہ اسکے ساتهه اس طرح کردي جاے که جهاں جائے ایک مشعل راہ دکهلاتي اسکے آگے آگے هو ' تو وہ کبهي ٹهوکر نهیں کهائیگا اور نه کبهي بهٹکے گا - اسي طرح سچے مومنوں اور الله کے پرستاروں کیلیے هدایت و سعادت کي ایک مشعل روشن هو جاتي هے ' جو همیشه انکے ساتهه رهتي هے ' اور جهاں جائیں انکے ساتهه ساتهه حرکت کرتي هے - نه تو کبهي انپر تاریکي چها سکتي هے ' اور نه انکے لیے ٹهوکر اور گمراهي هے -

[بقیه مضمون کے لیے صفحه ۱۷ ملاحظه هو]

باب الصحۃ و تدبیر المنزل

خطرناک مکھی !

ان اللہ لا یستحي ان یضرب مثلا ما بعوضۃ (۲ : ۲۴)

حال میں مکھیوں کے متعلق ڈاکٹر اڈورڈ راس کي تحقیقات نے علمي و طبي حلقوں کو اس موضوع پر خاص توجہ دلائي ہے - ڈاکٹر موصوف مشہور سر رونا لڈ راس کے بھائي ہیں اور علم الجراثیم (بکٹریوالوجي) کے مسایل کي تکمیل و تحقیق سے خاص دلچسپي رکھتے ہیں -

ایک مختصر سا مضمون انکا "گریفک" میں نکلا ہے جسمیں عام پبلک کي واقفیت کیلیے سرسري طور پر اپني تحقیقات کی طرف اشارہ کیا ہے - ہم اسکا خلاصہ مع ایک دلچسپ تصویر کے شائع کرتے ہیں - (الہلال) -

(تندرستي کا جہاد)

سائنس کے تجارب سے یہ بات ثابت ہوگئي ہے کہ گھر کي معمولي مکھیاں سخت خطرناک چیزیں ہیں - یہي ہوائي سیّاح ہیں جو ایک شخص کي بیماري دوسرے تک لیجاتي ہیں ' اور اسلیے اسقدر حقیر نہیں ہیں جسقدر کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے - ہر گھر کیلیے جسمیں صحت اور تندرستي کي قیمت محسوس کي جاتي ہو ضروري ہے کہ انکي تعداد کم کرنے کیلیے ایک سخت جہاد شروع کرديں تاکہ وہ بیماریاں جو ایک جگہ سے دوسري جگہ منتقل ہوتي ہیں کم ہو جائیں اور کچھہ دنوں کے بعد بالکل معدوم ...

(ہلاک کرنے کي کوشش)

ایک طریقہ ان بیماري پھیلانے والي مکھیوں کے کم کرنے کا یہ ہے کہ انہیں ہلاک کردیا جائے ' اور اسي لیے "مکھي مار" کاغذ کا استعمال بہت سے مقامات میں ' خاصکر امریکہ کے شہروں میں شروع ہوگیا ہے - لیکن تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چنداں مفید نہیں - اسطرح کے وسائل سے مکھیاں اتني تعداد میں ہلاک نہیں ہو سکتیں ' جس سے انکي مہیب تعداد میں کوئي بڑي کمي واقع ہوسکے - گھراؤ مکھیوں کے بچے گرمي کے موسم میں بہت زیادہ مقدار میں پیدا ہوجاتے ہیں ' اور انکي ہلاکت اور پیدائش کا مقابلہ کرنے سے پیدائش کي تعداد ہر حال میں زیادہ ہي رہتي ہے -

پس دراصل مارنے کي کوشش کي جگہ اس بات کي سعي کرني چاہیے کہ کسي طرح انکي پیدائش کو کم کیا جائے - کسي بیماري کے علاج سے پیشتر اس بیماري کے نہ ہونے کي تدبیر ہی کیوں نہ کی جائے؟ سب سے بہتر طریقہ اس کا یہ ہے کہ صفائی کا بہت زیادہ لحاظ رکھا جائے - صفائي سے یہ فائدہ ہوگا کہ کیڑے آپ ہي آپ دور ہو جائینگے اور بیماریاں جو انکے ساتھہ آتي ہیں بالکل غائب ہوجائینگي - یہ طریقہ پناما اور نہر سویس کے کنارے مچھروں کے دفعیہ کے لیے برتا گیا ' اور نہایت کامیاب ثابت ہوا -

(موطن و مولد)

گھراؤ مکھیاں میلي اور گندي جگھوں میں انڈے دیتي ہیں - موسم گرما میں ایک مادہ مکھي قریب ڈیڑھہ سو انڈے سڑے ہوئے پھلوں یا مکان کے کوڑے کرکٹ یا غلیظ راستوں میں دیتي ہے - ان انڈوں سے کچھہ دنوں کے بعد بے شمار چھوٹے چھوٹے کرم پیدا ہوجاتے ہیں - پانچ دن گذرنے کے بعد انکي شکل چنے کے مانند گول ہوجاتي ہے - دسویں دن دو پاؤں اور چھہ پر مکمل طور پر نکل آتے ہیں - اسي کا نام مکھي ہے -

نیلے پیٹ والي مکھي بھي اسي طرح انڈے دیتي ہے - مگر فرق صرف اسقدر ہے کہ وہ زیادہ تر سڑے ہوئے گوشت میں انڈا دیتي ہے -

(جراثیم)

گھراؤ مکھي اور چھوٹي مکھي اپنے پاؤنکو مریض مقامات میں آلودہ کرکے بیماري کے کیڑے اپنے ساتھہ لے لیتي ہے اور غذا کي تلاش میں اڑتي ہے - بیماري کے کیڑے بکثرت اسکے پاؤں میں لپٹے ہوتے ہیں ' اور اسکي ڈنک بھي مہلک جراثیم کي ایک پوري آبادي ہوتي ہے - پھر وہ دودھہ کے جگ میں ' چاے کي پیالي میں ' روٹي کے ٹکڑے پر اور ہر طرح کي غذاؤں اور انساني جسم کے اعضا پر آکر بیٹھتي ہے اور بغیر بعد کے فوراً مہلک کیڑوں کو پھیلا دیتي ہے جو فوراً اپنا کام شروع کردیتے ہیں - بعض مکھیاں کیڑے کو نگل لیتي ہیں - وہ اس کے اندر جاکر اور بڑھتے ہیں اور اسکے بعد جب مکھي بیٹھتي ہے تو زہري کیڑے نکل کر جمع ہوجاتے ہیں !

(ان اللہ یحب المتطہرین)

ہم لوگ تھوڑي سي توجہ بھي باقاعدگي کے ساتھہ اس طرف کریں تو بربادیوں کي اس بہت بڑي فوج سے نجات پاسکتے ہیں - ہم لوگوں کو چاہیئے کہ اپنے رہنے کے تمام مقامات کو ہر طرحکي کثافت اور میلے پن سے پاک کردیں - اگر ہم نے ایسا کردیا تو اسکے یہ معني ہونگے کہ اپنے دشمنوں کو بیخ و بنیاد سے نیست و نابود کردیا - کیونکہ اصلي سوال پیدایش کا ہے ' اور مکھي صرف کثافت اور غلاظت ہي میں انڈے دیتي ہے - ہر گرد آلود اور میلي جگہ کم سے کم ہفتہ میں ایک بار ضرور ہي صاف کر دیني چاہیے -

حال میں اخبارات نے مکھیوں کے خلاف اعلان جنگ کیا ہے - نیز حفظان صحت کے محکموں کے ڈاکٹر ان کے دور کرنے کي تدابیر محنت کے ساتھہ ڈھونڈ رہے ہیں ' لیکن جب تک لوگوں کو خود صفائي کي طرف توجہ نہوگي ' یہ کوششیں کچھہ مفید نہیں ہو سکتیں -

یه کهکر پرروفیسر نے اپني قمیص آتاري اور اپنا بازو مجهے دکهلایا جسمیں زخم کي وجه سے ابهي تک سرخي اور گهرا داغ موجود تها -

اسي سلسله میں انهوں نے اپنے دوست پرروفیسر بیکرل (Pro. Becquerel) کا تجربه بیان کیا که وه لندن کے سفر میں اپنے تجارب دکهلانے کے لیے ریدیم کي ایک نلکي اپني واسکت کي جیب میں رکهکے لیگئے - اثناے سفر میں تو انهیں کچهه تکلیف نهیں هولي - لیکن دو هفته کے بعد پرروفیسر نے دیکها که جیب کے نیچے کي جلد سرخ هوگئي هے اور جهڑ رهي هے - آخر کار اس جگهه ایک گهرا اور تکلیف ده زخم هو گیا جو کئي هفته تک اچها نه هوا - ریدیم کے ان زخموں میں یه ایک عجیب خاصیت پالي جاتي هے که شعاعوں کے اثر کرنے کے بعد وه ایک عرصه تک بالکل نظر نهیں آتے !

مستر موفت نے ایم - کوري سے دریافت کیا که کیا اسوقت بهي ریدیم حرارت اور روشني پیدا کرتا هے ؟

ایم کوري — بے شک ' روشني اور حرارت دونوں پیدا کرتا هے - روشني کے تجربه کے لیے میں تمهیں ایک تاریک کوٹهري میں لیجاؤنگا اور وهاں اسکي روشني دکهاؤنگا - حرارت کے متعلق جو دریافت کرنا چاهتے هو تو تهرمامیٹر کے ذریعه تم معلوم کر سکوگے که به نسبت اطراف کي هوا کے ریدیم کي نلکي ڈیوه درجه زیاده گرم هے !

مستر موفت — کیا یه نلکي همیشه اتني هي گرم رهیگي ؟

ایم - کوري — جهانتک مجهے علم هے یه همیشه گرم رهیگي - اب میں اس نلکي کو یونهي رکهه دیتا هوں اور تم دیکهوگے که منجمد ریدیم خود بخود رقیق هوتا چلا جالیگا -

مستر موفت — یه همیشه رقیق هوتا رهتا هے ؟

ایم کوري — میں اپني تجربه کے بناء پر کهه سکتا هوں که یه همیشه هوتا هے -

اسکے بعد پرروفیسر ایم - کوري مجهے ایک تاریک حجره میں لیے گئے ' اور میں نے نلکي سے نهایت صفالي کے ساتهه روشني نکلتے دیکهي - یه روشني اتني چمکتي هولي تهي که ایک مطبوعه کتاب باساني پڑهي جاسکتي تهي - پرروفیسر نے کها که ۱/۱۰ گرام ریدیم ایک مربع انچه سطح زمین کو روشن کردیتا هے جو پڑهنے کے لیے بالکل کافي هے - اسي طرح ایک کیلوگرام (۲٫۲۰۴ پونڈ) ریدیم میں تیس مربع فیت رقبه کا حجره روشن هوجاتا هے - یه روشني اور زیاده چمکنے لگے اگر سلفائڈ اف زنک کے پردے ریدیم کے نزدیک رکهے جائیں - لیکن اس قسم کي روشني کے پیدا کرنے کے لیے بهت صرف هوتا هے - کسي آبادي میں اگر ریدیم کي روشني کیجاے ' تو وه آبادي فالج اور دوسري اعصابي امراض میں مبتلا هو جالیگي - اور اسي وجه سے آینده ایک زمانے تک ریدیم کي روشني صرف تجربه گاهوں کے عجائبات هي میں رهیگي -

کچهه دیر تاریک حجره میں ٹهیرنے کے بعد ایم - کوري نے ریدیم کي نلکي دبیز کاغذ میں لپیٹ کر مستر موفت کے هاتهه میں دیدي اور کها که آنکهیں بند کرکے اس نلکي کو اپني پلکوں پر رکهو اور زور سے دباؤ - مستر موفت نے انکے کهنے پر عمل کیا اور آنکهه کے بیروني حصے میں روشني کا اثر محسوس هونے لگا - ایم - کوري نے انکو یقین دلایا که یه روشني آنکهه کے بیروني جانب نهیں بلکه اندروني حصه میں هے - پرروفیسر نے مستر موفت کو هدایت کي که ریدیم کي نلکي کو زیاده عرصه تک پلکوں پر نرکهے کیونکه اسکا نتیجه یهه هوگا که یا تو بصارت کو سخت صدمه پهنچیگا یا بصارت بالکل جاتي رهیگي - دوسرا تجربه ریدیم کو پیشاني پر رکهکر کیا گیا - اس مقام پر بهي باوجود آنکهیں بند هونیکي مدهم روشني کا اثر نظر آنے لگا - شعاعوں نے سر کي هدیوں میں سے نفوذ کرکے آنکهه کے ڈهیلے پر اپنا اثر ڈالا تها -

ریدیم کي شعاعیں ابتک امراض چشم میں استعمال کي گئي هیں ' اور موتیا بن کي تشخیص کا نهایت عمده ذریعه ثابت هولي هیں ' ان سے معلوم هو جاتا هے که رٹینا (Retina) بے نقص هے یا نهیں ' اور عمل جراحي کهاں تک کامیاب هوگا ؟

موتیا بن کي وجه سے اگر کسي شخص کي بصارت جاتي رهي هے اور وه ریدیم کي روشني میں دیکهه سکتا هے ' تو اسکي بصارت واپس هوسکتي هے - اگر ریدیم کي روشني میں بهي نهیں دیکهه سکتا تو بصارت کي واپسي کي امید نهیں -

ابتک زمین سے بهت کم ریدیم نکلا هے ' اور ایم - کوري کو زمین کے اندر زیاده مقدار میں ریدیم موجود هونیکے متعلق شک هے - انکا بیان هے که قرب و جوار کي کانوں میں ریدیم اتني کم مقدار میں پایا جاتا هے که کئي سو مربع گز چٹانوں میں کهیں کهیں اوسکے آثار پاے جاتے هیں -

کان سے ریدیم نکالنے کي اجرت بهي اسکے نکالے جانے میں مانع هے -

الهـــلال :

ریدیم کے متعلق الهلال کي دوسري جلد میں ایک مفصل مضمون نکل چکا هے ' جسمیں بتلایا هے که کیونکر ڈاکٹر ایم کوري اپنے انکشافات میں کامیاب هوا ؟ قارئین کرام اسپر بهي ایک نظر ڈال لیں -

---

دیـــوان وحشـــت

(یعني مجموعهٔ کلام اردو و فارسي جناب مولوي رضا علی صاحب - وحشت)

یه دیوان فصاحت و بلاغت کي جان هے ' جسمیں قدیم و جدید شاعري کي بهترین مثالیں موجود هیں ' جسکي زبان کي نسبت مشاهیر عصر متفق هیں که دهلي اور لکهنو کي زبان کا عمده نمونه هے ' اور جو قریب قریب کل اصناف سخن پر مشتمل هے - اسکا شائع هونا شعر و شاعري بلکه یوں کهنا چاهیے که اردو لٹریچر کي دنیا میں ایک اهم واقعه خیال کیا گیا هے - حسن معاني کے ساتهه ساتهه سلاست بیان ' چستي بندش اور پسندیدگي الفاظ نے ایک طلسم شگرف باندها هے که جسکو دیکهکر اکثر سخندان سخن نے بے اختیار تحسین و آفرین کي صدا بلند کي هے -

مولانا حالي فرماتے هیں ..... " آیندہ کیا اردو کیا فارسي دونوں زبانوں میں ایسے دیوان کے شائع هونے کي بهت هي کم امید هے ...... آپ قدیم اهل کمال کي یادگار اور انکا نام زنده کرنے والے هیں " قیمت ایک روپیه -

المشتهر

عبد الرحمن اثر - نمبر ۱ - کرایه روڈ - ڈاکخانه بالیگنج - کلکته

میــرٹهـــه کي قینچـــي

میرٹهه کي مشهور و معروف اصلي قینچي اس پته سے ملیگي جنرل ایجنسي آفس نمبر ۱۰۶ اندر کوٹ شهر میرٹهه

عالم اسلامی

جـديـد عـثماني كارخـانـه هـائے صنـاعي

جدہ میں آب شور کو شیریں بنانے کا کارخانہ

جدہ سے سرزمین حجاز کي سرحد شروع ہوتي ہے ' جہاں آب شیریں ہمیشہ سے ناپید ہے - مکۂ معظمہ اور مدینہ منورہ (زاد الله شرفہما) میں چند کنوؤں اور نہر زبیدہ کے سوا اور کوئي منبع آب نہیں - جدہ اگرچہ ساحلی مقام ہے لیکن سمندر کا نمکین پاني پینے کے کام میں نہیں آسکتا -

دولۃ عثمانیہ نے سرزمین حجاز کي ترقي و اقتصاد پر از سرے نو توجہ شروع کردي ہے - اس سلسلے میں ایک قابل ذکر شے سمندر کے پاني کو میٹھا پانی بنانے کا دخانی کارخانہ ہے جو نہایت وسیع پیمانہ پر قائم ہوا ہے - اور اب بغیر صرف و مشقت کے صدہا گیلن میٹھا پانی ہر شخص حاصل کر لے سکتا ہے -

یہ تینوں تصویریں اسی کارخانے کي ہیں - پہلي تصویر کارخانے کے ایک خاص حصہ کو نمایاں کرتي ہے' جہاں پاني لینے والوں کا ہجوم ہے - دوسري تصویر کارخانے کے آلات اور مشینري کا نمونہ دکہلاتي ہے' جہاں سمندر کے پانی سے نمک نکال لیا جاتا ہے' اور چند لمحوں کے اندر پاني میٹھا ہوجاتا ہے

تیسري تصویر صناعي آب شیریں کا مرکزي حوض ہے جہاں ہر وقت پاني موجود رہتا ہے' اور اہل شہر میں تقسیم ہوتا ہے -

[بقیہ مقالات صفحہ ۱۶]

پس اس ایۃ میں " اصحاب النار " کي نسبت جو یہ کہا ہے کہ انکے چہروں پر تاریکي چھا جائیگي ' تو یہ ٹھیک ٹھیک " اصحاب الجنۃ " کي اس حالت کے مقابلے میں ہے جو پچھلي آیتوں میں بیان کي گئي ہے : نورہم یسعي بین ایدیہم و بایمانہم !

آیۃ متذکرۂ متن کے متعلق ایک اور نکتہ بھي قابل درس و فہم ہے جسپر توجہ دلائے بغیر نہیں رہسکتا - فرمایا کہ " للذین احسنوا الحسنی و زیادۃ " جن لوگوں نے نیکي اور بھلائي کے کام کیے ' انہیں ویسا ہي نیک اجر بھي ملیگا - نیز اس سے بھي کچھہ زیادہ - یعني جسقدر عمدہ کام کیے ہیں انکے مطابق تو نتائج حاصل ہي ہونگے ' لیکن اسکے علاوہ بطور لطف و مرحمت کے بھي بہت کچھہ عطا کیا جائیگا -

اس آیۃ کریمہ میں نیکي کے بدلے نیکي کی مقدار سے کہیں زیادہ معاوضہ ملنے کي بشارت دي ہے' لیکن دوسري آیت میں جب برائي اور بد عملي کا ذکر کیا ہے تو وہاں صرف اسیقدر ہے : " والذین کسبوا السئیات جزاء سئیۃ مثلہا - جن لوگوں نے برائي حاصل کي تو جیسي برائي کي ' ویسا ہي اسکا بدلہ بھي پائینگے -

یہاں " زیادۃ " نہیں کہا بلکہ " مثلہا " کا لفظ کہا - جس سے ثابت ہوا کہ نیکي کا بدلہ نیکي کے مقدار سے زیادہ ملیگا ' پر بدي کیلیے اتني ہي سزا ہوگي جتني کہ بدي کي گئي ہے - اسي قسم کي ہوگي جس قسم کي وہ بدي تھي -

اللہ کي عدالۃ حقہ کا یہي اصول لطف و مرحمت ہے - وہ نیکي کے معاوضہ میں فیاض و رحیم ہے لیکن بدي کي سزا دینے میں صرف عادل - اگر ثواب کي طرح عذاب میں بھی یہ " زیادتي " کا اصول عمل میں آتا ' تو نہیں معلوم اس معصیت سرائے عالم کا کیا حال ہوتا ؟ شاید ایک ہستي بھي زمین پر باقی نہ رہتي - کمال قال سبحانہ :

ولو یواخذ الله الناس بظلمہم ما ترک علیہا من دابۃ ولکن یوخرہم الی اجل مسمي (۱۶ : ۹۳).	اور اگر اللہ انسانوں کو انکے ظلم و گناہ پر پورا پورا پکڑتا اور سزا دیتا تو زمین پر ایک حیوان بھي باقي نہ رہتا اور اپني بد اعمالیوں کي پاداش میں سب کے سب برباد و ہلاک ہوجاتے - لیکن

وہ عفو و درگذر سے کام لیتا ہے اور انکے معاملے کو چھوڑ دیتا ہے - یہاں تک کہ انکے کاموں کے قدرتي نتائج کے ظہور کا وقت آجائے اور وہي سزا انکے لیے بس کرتي ہے !

قران حکیم میں دوسري جگہ اسے کھول کر بالکل واضح کر دیا ہے :

من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا ' و من جاء بالسئیۃ فلا یجزي الا مثلہا - (۹ : ۱۶۰)	جو شخص نیکي اور بھلائي کے ساتھہ ہمارے سامنے آئیگا تو اسکا بدلہ دس گنا زیادہ ملیگا - اور جو بدي لیکر آئیگا تو اسکے لیے کچھہ زیادتي نہوگي' بلکہ

ٹھیک ٹھیک اتني ہي سزا پائیگا جتني کہ اس نے بدي کی ہے !

اسي طرح سورۂ نمل اور سورۂ قصص میں کہا : من جاء بالحسنۃ فلہ خیر منہا (۲۷ : ۸۹ و ۲۸ : ۸۴)

کاش " البصائر " نکلتا اور مباحث کلام اللہ کیلیے کافی میدان بحث و نظر ہاتھہ آتا - اسطرح ضمناً نہ تو جي بھر کر لکھا جاسکتا ہے ' اور نہ کوئي مرتب اور منظم سلسلہ شروع ہوسکتا ہے -

هم لوگوں میں سے هر شخص مکهي کے مقابلے میں حصہ لے سکتا ہے - کیونکہ هم سے هر شخص خواہ وہ کتنا هي غریب هو ' اپنے گهروں کو مکهیوں سے پاک رکهہ سکتا ہے - هفتے میں ایک بار صبح کے وقت اپنے گهر کو اچهي طرح دیکهہ لو کہ صفائي اورچیزوں کي ترتیب کا کیا حال ہے ؟ سب سے پہلے باورچي خانے سے معائنہ شروع کیا جاے - برتن رکهنے کي جگهوں کو دیکهیں ' موري خانہ کهلوائیں ' جنس او ر اشیا کے ظروف کا تجسس کریں - تفتیش اس بات کي هوني چاهیے کہ هر گوشہ صاف ہے یا نہیں ؟ اسکے بعد خصوصیت کے ساتهہ گهر کے ان تمام موقعوں کو بذات خاص دیکهنا چاهیے جو کوڑا کرکٹ پهینکنے اور کثافت جمع هونے کي جگهیں هیں - هماري زندگي کي سلامتي کا رشتہ گهر کے انہیں ادنے اور حقیر گوشوں کے هاتهہ میں ہے - اگر انکو جلد جلد صاف کرنے کا انتظام کرلیا گیا تو پهر اس معرکے میں فتح هي فتح ہے - چاء کي پتیاں اور بچا هوا کهانا پهینک دینا مکهیوں کو انڈے دینے کیلیے بلانا ہے - اسکي بڑي احتیاط رکهني چاهیے -

(غطـــو الاناء !)

ایک بہت بڑا اصولي نکتہ یہ ہے کہ کهانے کي هر چیز هر حال میں ڈهانپ کے اور بند کرکے رکهني چاهیے - انهیں کهلا چهوڑ دینا هي اسکا سبب هوتا ہے کہ مکهي آکر بیٹهے اور اپنے پانوں کے لپٹے هوے قاتل کیڑوں کو ڈالدے !

(زندگي کا مسئلہ)

صفائي کا مسئلہ زندگي کا مسئلہ ہے ' اور اس شخص سے بڑهکر کوئي احمق نہیں جو اپني زندگي نوکروں کے اعتماد پر چهوڑ دے -

جنگي جهازوں کا قاعدہ ہے کہ هر اتوار کي صبح کو کپتان اور دیگر افسر جهاز کے گوشے گوشے کو صفائي کیلیے دیکهتے هیں - هم لوگوں کو بهي چاهیے کہ اپنے گهر کے کپتان بن جائیں ' اور اسي طرح هفتہ میں چند گهنٹے زندگي اور صحت کیلیے صرف کریں -

یہ بهي ضروري ہے کہ هم اپنے همسایونکو مکهیوں کي خطرناک حالت سے اچهي طرح مطلع کردیں اور ان سے التجا کریں کہ وہ بهي همارے مقابلے میں شریک هوں - اسطرح ایک مجموعي طاقت مکهیوں کے دفعیہ میں سرگرم جهاد هوني چاهیے - بچوں کو بهي اسکے متعلق ابتدا سے تعلیم دینا نہایت ضروري ہے ' اور ان صدها تعلیموں سے یقیناً مقدم جو اسکولوں کے اندر دي جاتي هیں -

اگر هم لوگ اپنے گهر کو پاک و صاف رکهیں تو همارے بچوں کي صحت اچهي رهیگي ' گرمي میں جو بیماریاں بکثرت هوتي هیں بالکل نہ هونگي ' ٹائیفوڈ کم هوجائیگا ' ڈاکٹر کا بل بهي کم آیا کریگا ' گهر کا هر فرد چین اور سکهہ کي زندگي بسر کریگا - خدا اور اسکے بندے ' دونوں کي خدمت صرف تندرست آدمي هي کرسکتا ہے - پس آؤ ' هملوگ اسي کے مطابق عمل کریں !

(مــلاحظـــات)

آج جبکہ علوم کي انتہائي ترقیات و کشفیات سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ مکهیوں سے غذا کو بچانا چاهیے ' اور سخت تاکید کي جا رهي ہے کہ غذا کو ڈهانپ کر رکها کرو ' تو اُن احادیث نبویہ کو بهي یاد کرلینا چاهیے جن میں نہایت اصرار سے تاکید کي گئي ہے کہ کوئي چیز کهانے کي کهلي نہ رکهو -

اس قسم کي احادیث بکثرت وارد هیں ' اور عموماً کتب حدیث کے ابواب اطعمہ و آداب اکل و شرب میں درج کي گئي هیں -

بعض کتابوں میں " تغطیۃ الاواني " کا مستقل باب رکها گیا ہے اور اسکے تحت میں اس قسم کي تمام حدیثیں جمع کردي هیں - ان سب پر نظر ڈالنے کیلیے بہترین کتاب جمع الجوامع ہے - امام غزالي نے بهي احیاء میں ذکر کیا ہے - هم صرف بخاري و مسلم کي ایک متفق علیہ حدیث یہاں نقل کردیتے هیں :

جاء رجـل من الانصار باناء من لبن الی النبي صلی اللہ علیہ و سلم - فقـــال الا خمـــرتـــہ و لـــو ان تعـــرض علیـــہ عـــوداً -	آنحضرت (صلعم) کي خدمت میں ایک شخص برتن میں دودہ لایا - آپنے دیکهکر فرمایا کہ تونے اسے ڈهانکا نہیں - کسي تنکے هي سے سهي - لیکن ڈهانک دینا ضروري ہے !

اسکے علاوہ متعدد حدیثوں میں " غطو الاناء " (یعني برتنوں کو ڈهنکا هوا رکهو) بهي آیا ہے -

اس سے همارا مقصود اُس مسلک کو اختیار کرنا نہیں ہے ' جو آجکل کے بعض مصنفین و اهل قلم حضرات کا هر نئي تحقیق کو کسي قدیمي تعلیم سے تطبیق دینے کا ہے - اکثر صورتوں میں ایسي کوششیں محض بے معني و لغو هوتي هیں - هم صرف یہ دکهلانا چاهتے هیں کہ احادیث نبویہ میں مفید تعلیمات کا بہت بڑا حکیمانہ ذخیرہ موجود ہے -

(مـــوتــــع*)

اس مضمون کے ساتهہ ایک تصویر بهي دي گئي ہے ' جسمیں دکهلایا ہے کہ مکهي کیونکر انڈے دیتي ہے اور مہلک کیڑے کس طرح اسکو اپني قاتل سیاحت و نفوذ کا مرکب بناتے هیں ؟ تصویر میں جابجا نمبر دیدیے هیں - یہاں انکي تشریح کردي جاتي ہے - تصویر سامنے رکهہ لیجیے :

(۱) مکهي کے انڈے اپني اصلي مقدار میں -

(۲) مکهي کے بچے انڈوں سے نکل رہے هیں -

(۳) مکهي کے بچے -

(۴) انڈے اصلي حالت سے بہت بڑا کرکے دکهلاے هیں -

(۵) مکهي کے پانوں جن میں بیماري کے خورد بیني کیڑے (میکروب) لپٹ جاتے هیں - دونوں جانب پروں کے نیچے اُسکي ٹانگیں دکهائي دیتي هیں - ٹانگونکے سروں پر × کا نشان بنا دیا ہے - اسي طرح سامنے کي چار ٹانگوں کے سروں پر بهي یہي نشان ہے - نیز منہ کے سامنے بهي نشان دیا ہے - یہ تمام مقامات خورد بیني کیڑوں کے جمع هونے کے هیں -

(۶) یہ بیماري کے خورد بیني کیڑوں کي صورت ہے - انکے اصلي جسم کو بجلي سو مرتبہ بڑا کرکے دکهلایا ہے -

(۷) مکهي کي زبان - اصل سے بدرجها بڑي کرکے دکهلائي ہے -

(۸) مکهي کي زبان کا وہ حصہ جو خورد بیني کیڑوں کو جمع کرتا ہے -

(۹) خورد بیني کیڑے لپٹے هوے هیں -

(۱۰) مکهي کا پانوں - اصل سے بدرجها بڑا کرکے دکهلایا ہے -

روزانـہ الهـــلال

کیسا سنجهتا هوں اور وہ کونسي بعض خوبیاں هیں جو مجهے نظر آئی هیں؟ مختصراً عرض کرونگا - یه ایک نهایت ضروري مبحث ہے - ضرورت تهي که اسپر تفصیلي نظر ڈالي جاتي اور مشرح کهاجاتا - مگر با وجود اختصار ملحوظ رکهنے کے تحریر طویل هوئي جاتي ہے' اور یه بهی چاهتا هوں که جلد سے جلد وہ شائع هوجاے - پس مختصر اشارات عرض کرونگا -

اسلام اور اسلامیونکو خداے کریم و رحیم نے منجمله بیشمار نعمات و عطاے دیني و دنیوي کے ایک نعمت غیر مترقبه قران کریم عطا فرمائی ہے جو همارے تمام امراض روحاني و جسماني کي ایک هي دوا و علاج ہے' اور هماري روزانه زندگی کا ایک هي قابل تعظیم دستورالعمل ہے - هماري هر ضرورت خواہ وہ دیني هو خواہ دنیوی' اسي کے زیر حکم هوني چاهیے -

مگر صد حسرت و افســوس هماری غفلتوں اور گمراهیوں پر! اس زریں و متبرک اصول کو جب سے هم فراموش کر بیٹهے هیں' کونسي تباهي ہے جو نازل نہیں هوئي' اور کونسا حادثه ہے جو همپر نہیں گذرا؟ فن طبابت میں تشخیص مرض دشوار ہے اور جب مرض کی تشخیص صحیح هوجاے تو پهر ازالۂ سبب مرض مشکل نہیں رهجاتا - الهلال کي پهلي اور قابل تعظیم خصوصیت یهي ہے که آسنے سب سے اول سبب اصلي کي تشخیص کی - اور بلاشبه الهـلال هي وہ مصلح اعظم و اول ہے جسنے اخباری اجسام میں قران کریم کي روح پهونکدی اور گم کشتگان بادیه ضلالت کو صراط مستقیم بتا دی - یعنی مدتوں کي سوئی هوئي قوتونکو چند ماہ کے اندر بیدار کردیا' اور یهي آسکا وہ مسلک محبوب ہے جسپر همیں هزار جان سے نثار هونا چاهیے -

دوسری خصوصیت آسکي امر بالمعروف و نهي عن المنکر کا وعظ ہے - یعنی وہ برائیوں سے بچنے اور بهلائیوں کے اختیار کرنے کي تعلیم و تلقین کرتا ہے - یهي وہ تعلیم ہے جو همارا لباس کار هو تو تمام روگ دور هو جائیں -

تیسری خصوصیت آسکي راہ حق و صداقت میں مجاهدہ و بے نظیر استقلال و ثبات ہے - میں بلا خوف تردید کهه سکتا هوں که اگر اس عصیاں آباد هند میں ایک متنفس بهی آسکے مطابق آواز بلند کرنیوالا باقی نه رهے' اور تمام دنیا کي حاکم و قاهر قوتیں آسکي دشمن هو جائیں' پهر بهی آسکے پاے ثبات و استقلال کو فضل الهی سے جنش نهوگي: وذلك فضل الله یوتیه من یشاء!

ان تین عظیم و جلیل خصوصیتوں کے بعد بیشمار خصوصیات اور بهی هیں جو هر هفته نئے نئے انداز و کرشمونکے ساتهه جلوہ آرا هوتی هیں -

پهر آنکا طرز نو و جدید' آسکی رزم و بزم' آسکی متانت و ظرافت' آسکی انشاپردازی و بلاغت' همدردي انام' خدمات اسلام' واقفیت عامه' تبحر علمي' علوم و فنون' بصائر و حکم' با قاعدہ و منظم اشاعت' تقسیم ابواب و فصول' تسمیه عناوین وغیرہ وغیرہ' بے شمار خصائص هیں که هر صفت کو تمام مطبوعات میں عدیم النظیر و بیمثال پا تا هوں -

اگر مفصل لکها جاے تو الهلال کي هر هر خوبي بجاے خود ایک مبحث ہے - مختصر یه که وہ امۃ مرحومه کیلیے چودهویں صدی کی ایک قابل صد فخر و نازش نعمت ہے - آسکي خوبیاں اور فضایل گنانے سے یه کهیں زیادہ بہتر ہے که جنهوں نے ابتک نه دیکها هو دیکهیں' اور پڑهیں' سوچیں' اور سمجهیں -

الهلال کے قیام کے مسئله کا اختیار آپکو نہیں' مشتاقان و شیفتگان هلال کو ہے - اگر وہ مالي دقتوںسے بند کیا جاتا هو تو جاں نثاران هلال کو ایثار مال سے نه روکیے - ایک طرف تو آپ کي غیور طبیعت کي یه سختی که قبول خدمات سے انکار شدید' اور دوسري طرف آسکے بند کردینے کي تنبیه و تهدید!

هم بهی منهه میں زبان رکهتے هیں
کاش پوچهو که مدعا کیا ہے؟

خریدار نمبر ۴۰۷۳

تاریخ حیات اسلامیہ

خصایص مقدسہ الهلال

طرز دگراں و داع کردی ! * طرز دگر اختراع کردي !

آپ جیسے بلند نظر اور مستقل خیال بزرگ کیخدمت میں دفعۃً کچھہ عرض کرنیکي جرات کرنا شاید نتیجہ خیز نہیں ہوسکتا - جب سے کہ صدا بصحرا کے عنوان سے الهلال میں مضمون شایع ہوا ہے ' میں مضطرب رہا ہوں اور سخت متفکر - چاہتا رہا کہ کچھہ عرض کروں ' مگر مانع گذارش یہ فکر رہي کہ عرض کروں تو کیا عرض کروں ؟ ابتک جسقدر مکاتیب اس بارے میں سیفتگان و دلدادگان ہلال کے شائع ہوچکے ہیں ' اُنمیں صاحبان ہمت و حیثیت کیا کیا کچھہ نہ کرچکے ' اور اب کیا باقي رہگیا ہے جسکے عرض کرنے کے لیے میں اپنے قلب کو مضطر پاتا ہوں ؟

ہلال کا ہر نمبر جب نظر افروز چشم نظارہ گیاں ہوتا ہے تو اپنے ساتھہ کچھہ جملے ' کچھہ الفاظ ایسے بھي رکھتا ہے جسکے خیال سے قلب کا کچھہ عجیب حال ہوجاتا ہے - خصوصاً نمبر ٢١ دیکھنے کے بعد عرض حال کیلیے مجبور ہوگیا ہوں -

میں ایک نہایت ناچیز حیثیت رکھتا ہوں - الحمد للہ کہ خداے کریم نے جمع مال کي فکر سے مجھے آزاد رکھا ہے - الهلال عرصہ سے بالالتزام دیکھتا ہوں ' مگر کسي خریدار سے مانگ کر - الهلال کے پہونچنے کا دن جب آتا ہے تو خریدار صاحب کے مکان پر جاتا ہوں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یا تو وہ نہیں ملتے یا پرچہ نہیں ملتا ہے - ادھر شوق و اشتیاق کا یہ تقاضا ' اور ادھر بے بضاعتي کا یہ حال کہ میں بقیمت اُسے خرید نہیں سکتا ! بالآخر جنوري سنہ ١٤ع سے ادارۂ الهلال نے مجھے اطلاع دي کہ تمہارا چندہ وصول ہوگیا - آیندہ پرچہ پہونچیگا - اب خریداران الهلال کي آستاں بوسي موقوف ہوئي اور ڈاکخانہ کي حاضري مقرر ہوگئي :

خود ہي چلکر نہ بلا لائیں گر آنے میں ہے دیر !

پرچہ پہونچنے میں جب کبھي ایک روز کي دیر ہوجاتي ہے تو عرض نہیں کیا جا سکتا کہ وہ انتظار کسدرجہ شدید ہوتا ہے ؟ اور اگر دو پرچے ایک ساتھہ آنے کا حال معلوم ہو تو دوسرا ہفتہ بڑي ہي دقت سے ختم ہوتا ہے -

پس جس محبوب و مطلوب کي تلاش میں کوچہ گردي کرني پڑتي ہو ' جس حسن مجسم کا یکروزہ فراق بھي بیتاب کردیتا ہو ' جس محبب رنگیں ادا کي چند روزہ جدائي آنکھونکو انتظار کا روگ لگا دیتي ہو - یعني جس شاہد مقصود کي چند لمحوں یا چند دنوں کي مفارقت بھي برہم زن متاع ہوش و خرد ہو ' خدارا ' انداز کیجیے کہ اُسکے فراق دایمي کا خیال دل و دماغ پر کیا کیا بجلیاں نہ گراتا ہوگا ؟ پھر یہ حالت میري ہي نہیں ہے بلکہ خریداران الهلال کے بیشتر حصے کا بعینہ یہي حال ہے :

ہم ہوے تم ہوے کہ میر ہوے
انہیں زلفونکے سب اسیر ہوے

مشاہدات کي بنا پر کہنا پڑتا ہے کہ الهلال ایک ہي مقبول انام اور محبوب خواص و عوام پرچہ ہے اور لوگ اُسے حرز جاں بنا کر رکھتے ہیں - میں نے اُسکا کوئي ورق ناکارہ ہوتے نہیں دیکھا - کوئي حصہ ناقابل حالت میں نہیں پایا - ہاں یہ اکثر دیکھا ہے کہ شوقین طبع اور نفاست پسند لوگ نہایت خوشنما و بیش قیمت جلد بندي کراکے اپنے کتب خانے میں ایک ممتاز اضافہ کرلیا کرتے ہیں - موجودہ عالم اسلامي کي ہر چھپنے والي شے میں جو شرف و قبولیت عامہ اسکو حاصل ہے ' وہ عدیم النظیر و بدیع المثال کہا جا سکتا ہے - ہر بات کي کوئي وجہ ضرور ہوا کرتي ہے - محبت کسي شے کي بلحاظ اُسکي خوبیوں کے ہوتی ہے - ارباب بصیرت و اصحاب قابلیت کا فرض تہا کہ الهلال کو نقد نظر سے دیکھتے تاکہ بدفعۃ واحدۃ اُسکے خصایص و فضایل سامنے آجاتے ' اور اُسکي وہ خوبیاں جو اُسے وحید الوجود و عدیم المثال بناے ہوے ہیں ' عام ہوجاتیں - میں الهلال کو اپني ناچیز اور ناقص خیال میں

جلاب کی گولیاں

اگر آپ قبض کی شکایتوں سے پریشان ہیں تو اسکی دو گولیاں رات کو سوتے وقت نگل جائیے صبح کو دست خلاصہ ہوگا، اور کام کاج کھانے پینے نہانے میں ہرج اور نقصان نہ ہوگا کھانے میں بدمزہ بھی نہیں ہے -

قیمت سولہ گولیوں کی ایک ڈبیہ ۵ آنہ محصول ڈاک ایک ڈبیہ سے چار ڈبیہ تک ۵ آنہ

یہ دو دوائیں ہمیشہ اپنے پاس رکھیں

درد سر ریاح کی دوا

جب کبھی آپکو درد سر کی تکلیف ہو یا ریاح کے درد میں چھٹ پٹاتے ہوں تو اسکے ایک ٹکیہ نگلنے ہی سے پل میں آپکے پہاڑ ایسے درد کو پانی کردیگی -

قیمت بارہ ٹکیونکی ایک شیشی ۶ آنہ محصول ڈاک ایک سے پانچ شیشی تک ۵ آنہ -

نوٹ — یہ دونوں دوائیاں ایک ساتھ منگانے سے خرچ ایک ہی کا پریگا -

ڈاکٹر ایس کے برمن - نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

مسیحا کا موہنی کسم تیل

سر کے بالونکے لیے نہایت مفید اور خوشبودار

تیل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا ہی کرنا ہے تو اسکے لیے بہت سے قسم کے تیل اور چکنی اشیا موجود ہیں اور جب تہذیب و شایستگی ابتدائی حالت میں تھی تو تیل - چربی - مسکہ - گھی اور چکنی اشیا کا استعمال ضرورت کے لیے کافی سمجھا جاتا تھا مگر تہذیب کی ترقی نے جب سب چیزوں کی کاٹ چھانٹ کی تو تیلوں کو پھولوں یا مسالحوں سے بسا کر معطر و خوشبودار بنایا گیا اور ایک عرصہ تک لوگ اسی ظاہری تکلف کے دلدادہ رہے - لیکن سائینس کی ترقی نے آج کل کے زمانہ میں محض نمود اور نمایش کو نکما ثابت کردیا ہے اور عالم متمدن نمود کے ساتھہ فائدے کا بھی جویاں ہے بنابریں ہم نے سالہا سال کی کوشش اور تجربے سے ہر قسم کے دیسی و ولایتی تیلوں جانچکر " موہنی کسم تیل " تیار کیا ہے اسمیں نہ صرف خوشبو سازی ہی سے مدد لی ہے بلکہ موجودہ سائنٹیفک تحقیقات سے بھی جسکے بغیر آج مہذب دنیا کا کوئی کام چل نہیں سکتا - یہ تیل خالص نباتاتی تیل پر تیار کیا گیا ہے اور اپنی لطافت اور خوشبو کے دیرپا ہونے میں لاجواب ہے - اسکے استعمال سے بال خوب گھنے اگتے ہیں - جڑیں مضبوط ہوجاتی ہیں اور قبل از وقت بال سفید نہیں ہوتے درد سر، نزلہ، چکر - اور دماغی کمزوریوں کے لیے از بس مفید ہے اسکی خوشبو نہایت خوشگوار و دل آویز ہوتی ہے نہ تو سردی سے جمتا ہے اور نہ عرصہ تک رکھنے سے سڑتا ہے -

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے ہاں سے مل سکتا ہے قیمت فی شیشی ۱۰ آنہ علاوہ محصولڈاک -

مسیحا انٹی ملیریا مکسچر
اکسیر دافع بخار ہر قسم

ہندوستان میں نہ معلوم کتنے آدمی بخار میں مرجا یا کرتے ہیں، اسکا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ان مقامات میں نہ تو دوا خانے ہیں اور نہ ڈاکٹر، اور نہ کوئی حکیم اور مفید بخش دوا ارزاں قیمت پر گھر بیٹھے بلا طبی مشورہ کے میسر آسکتی ہے - ہمنے خلق اللہ کی ضروریات کا خیال کرکے اس عرق کو سالہا سال کی کوشش اور صرف کثیر کے بعد ایجاد کیا ہے، اور فروخت کرنے کے قبل بذریعہ اشتہارات عام طور پر ہزارہا شیشیاں مفت تقسیم کردی ہیں تاکہ اسکے فوائد کا پورا اندازہ ہوجائے - مقام مسرت ہے کہ خدا کے فضل سے ہزاروں کی جانیں اسکی بدولت بچی ہیں اور ہم دعوے کے ساتھہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے عرق کے استعمال سے ہر قسم کا بخار یعنی پرانا بخار - موسمی بخار - باری کا بخار - پھرکر آنے والا بخار - اور وہ بخار، جسمیں ورم جگر اور طحال بھی لحق ہو، یا وہ بخار، جسمیں متلی اور قے بھی آتی ہو - سردی سے ہو یا گرمی سے - جنگلی بخار ہو - یا بخار میں درد سر بھی ہو - کالا بخار - یا آسامی ہو - زرد بخار ہو - بخار کے ساتھہ کلٹھیاں بھی ہو گئی ہوں - اور اعضا کی کمزوری کی وجہ سے بخار آتا ہو - ان سب کو بحکم خدا دور کرتا ہے، اگر شفا پانے کے بعد بھی استعمال کیجائے تو بھوک بڑھ جاتی ہے، اور تمام اعضا میں خون صالح پیدا ہونے کی وجہ سے ایک قسم کا جوش اور بدن میں چستی و چالاکی آجاتی ہے، نیز اسکی سابق تندرستی از سرنو آجاتی ہے - اگر بخار نہ آتا ہو اور ہاتھہ پیر ٹوٹتے ہوں، بدن میں سستی اور طبیعت میں کاہلی رہتی ہو - کام کرنے کو جی نہ چاہتا ہو - کھانا دیر سے ہضم ہوتا ہو - تو یہ تمام شکایتیں بھی اسکے استعمال کرنے سے رفع ہوجاتی ہیں - اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوی ہوجاتے ہیں -

قیمت بڑی بوتل - ایک روپیہ - چار آنہ
" چھوٹی بوتل بارہ - آنہ

پرچہ ترکیب استعمال بوتل کے ہمراہ ملتا ہے
تمام دوکانداروں کے ہاں سے مل سکتی ہے

المشتہر و ہول سیل ایجنٹ
ایم - ایس - عبد الغنی کیمسٹ ۲۲ و ۷۳
کولو ٹولہ اسٹریٹ - کلکتہ

[6]

S. C. MITRA & Co

بہترین طباعت اور عمدہ تیاری

ہندوستان میں فرد

کارخانہ

ہاف ٹون - لائن اور رنگین بلاک کے واسطے

کارخانے کی خصوصیات

کم قیمت

پوری طرح تعمیل کرنا -

المشتہر ایس سی مترا اینڈ کو نمبر ۱۲ نارکل بگان لین کلکتہ

NARIKEL BAGAN LANE

CALCUTTA.

20 **هر فـرمايش مـيں الهــلال کا حواله دينا ضروري هے**

ريفلق کي مسٹريز آف دي کورٹ آف لندن

يه مشهور ناول جو که سولـه جلدونميں هے ابهي چهپ کے نکلي هے اور تهوڑي سي رهگئي هے - اصلي قيمت کي چوتهائي قيمت ميں ديجاتي هے - اصلي قيمت چاليس ۴۰ روپيه اور اب دس ۱۰ روپيه - کپڑيکي جلد هے جسميں سنهري حروف کي کتابت هے اور ۳۱۶ هاف ٹون تصاوير هيں تمام جلديں دس روپيه ميں وي - پي - اور ايک روپيه ۱۴ آنـه محصول ڈاک -

امپيريل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سريگوپال ملک لين - بهو بازار - کلکته

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullik Lane, Bowbazar Calcutta.

پٹن ٹائين

ايک عجيب و غريب ايجاد اور حيرت انگيز شفا ، يه دوا کل دماغي شکايتونکو دفع کرتي هے - پژمرده دلونکو تازه کرتي هے - يه ايک نهايت موثر ٹانک هے جوکه يکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے هيں - اسکے استعمال سے اعضاء رئيسه کو قوت پهونچتي هے - هسٹريه وغيره کو بهي مفيد هے چاليس گوليونکي بکس کي قيمت دو روپيه -

زينو ٹون

اس دوا کے بيروني استعمال سے ضعف باه ايک بارگي دفع هو جاتي هے - اس کے استعمال کرتے هي آپ فائده محسوس کرينگے قيمت ايک روپيه آٹهه آنه -

هائی ڈرولن

اب نشتر کرانے کا خوف جاتا رها -

يه دوا آب نزول اور فيل پا وغيره کے واسطے نهايت مفيد ثابت هوا هے - صرف اندروني و بيروني استعمال سے شفا حاصل هوتي هے -

ايک ماه کے استعمال سے يه امراض بالکل دفع هو جاتي هے قيمت دس روپيه اور دس دنکے دوا کي قيمت چار روپيه هے

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هر قسم کا جنون خواه نوبتي جنون ، مرگي والا جنون ، غمگين رهنے کا جنون ، عقل ميں فتور ، بے خوابي و مزمن جنون ، وغيره وغيره دفع هوتي هے اور وه ايسا صحيح و سالم هوجاتا هے که کبهي ايسا گمان تک بهي نهيں هوتا که وه کبهي ايسے مرض ميں مبتلا تها -

قيمت في شيشي پانچ روپيه علاوه محصول ڈاک -

S. C. Roy M. A. 167/3 Cornwallis Street, Calcutta.

ايک بولنے والي جڑي

اگر آپ اپنے لا علاج مرضوں کي وجه سے مايوس هوگئے هوں تو اس جڑي کو استعمال کرکے دوباره زندگي حاصل کريں - يه جڑي مثل جادو کے اثر ديکهاتي هے - بيس برس سے يه جڑي مندرجه ذيل مرضوں کو دفع کرنے ميں طلسمي اثر دکها رهي هے -

ضعف معده ، گراني شکم ، ضعف باه تکليف کے ساتهه ماهوار جاري هونا - هر قسم کا ضعف خواه اعصابي هو يا دماغي ، آب نزول وغيره -

جڑي کو صرف کمر ميں باندهي جاتي هے - قيمت ايک روپيه ۸ آنه

ايس - سي - هر - نمبر ۲۹۵ - اپر چيتپور روڈ - کلکته

S. C. Har 295, Upper Chitpor Road Calcutta

عجيب و غريب مالش

اس کے استعمال سے کهوئي هوئي قوت پهر دوباره پيدا هوجاتي هے - اسکے استعمال ميں کسي قسم کي تکليف نهيں هوتي - مايوسي مبدل بخوشي کر ديتي هے قيمت في شيشي دو روپيه چار آنه علاوه محصول ڈاک -

HAIR DEPILATORY SOAP

اسکے استعمال سے بغير کسي تکليف اور بغير کسي قسم کي جلد پر داغ آنے کے تمام روئيں اڑجاتي هيں - قيمت تين بکس آٹهه آنه علاوه محصول ڈاک -

آر - پي - گوش

R. P. Ghose, 206, Upper Chitpore Road, Calcutta.

سنکاري فلوٹ

تين سال کي گارنٹي

بهترين اور سريلي آواز کي هارمونيم سنگل ريڈ C سے C تک يا F سے F تک

قيمت ۱۵ - ۱۸ - ۲۲ - ۲۵ روپيه

ڈبل ريڈ قيمت ۲۲ - ۲۷ - ۳۲ روپيه

اسکے ماسوا هر قسم اور هر صفت کا هرمونيم همارے يهاں موجود هے -

هر فرمايش کے ساتهه ۵ روپيه بطور پيشگي آنا چاهيے -

R. L. Day. 34/1 Harkata Lane, Calcutta.

امـراض مسـتـورات

کے ليے ڈاکٹر سيام صاحب کا اوبهرائين

مستورات کے جمله اقسام کے امراض - کا خلاصه نه آنا - بلکه اسوقت درد کا پيدا هونا - اور اسکے دير پا هونيسے تشنج کا پيدا هونا - اولاد کا نهونا غرض کل شکايات جو اندروني مستورات کو هوتے هيں - مايوس شده لوگونکو خوشخبري ديجاتي هے که مندرجه ذيل مستند معالجونکي تصديق کرده دوا کو استعمال کريں اور ثمره زندگاني حاصل کريں - يعني ڈاکٹر سيام صاحب کا اوبهرائن استعمال کريں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاهر - ڈاکٹر ايم - سي - ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کيميکل اگزامنر مدراس فرماتے هيں :- " مينے اوبهرائن کو نهايت مفيد اور مناسب پايا امراض مستورات کيليے " -

مس ايف - جي - ويلس - ايل - ايم - ايل - آر - سي - پي اينڈ ايس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتي هيں : - " نمونے کي شيشياں اوبهرائن کي اپنے مريض پر استعمال کرايا اور بيحد نفع بخش پا " -

مس ايم - جي - ايم - براڈي - ايم - ڈي - (برن) بي - ايس - سي - (لنڈن) سينٹ جان کا اسپتال اوکارکاڈي بمبئي فرماتي هيں :- " اوبهرائن بهت عمده اور کامياب دوا هے زنانه شکايتوں کيليے جسکو که ميلے استعمال کيا هے "

قيمت في بوتل ۲ روپيه ۸ آنـه - نو بوتل کے خريدار کيليے صرف ۲ روپيه -

پرچه هدايت مفت درخواست آنے پر روانه هوتا هے -

Harris & Co Chemists, Calcutta,

خوش قسمتي اگر انسان حاصل کرنا چاهے تو " رائے صاحب " ڈاکٹر سي والس کا سيکسوئيل سائنس نامي زبردست بکار آمد و مفيد رساله کا ملاحظه کرے - جسميں صحت و تندرستي اور تمدن کے بيحد نسخے درج هيں - يه رساله جوان بوڑهے سب کيليے مفيد بلکه هادي هے - اوسپر لطف يه که بالکل مفت يهانتک کے محصول ڈاک بهي نهيں - جلد درخواست ذيل کے پته سے روانه کرو :-

Swasthasahaya Pharmacey, 30/2 Harrison Road, Calcutta.

مرض قبض بهي ايک بلاے بے درمان هے - اسکي وجه سے جس جس بڑے امراض کا سامنا هوتا هے خدا کي پناه - اندروني و جلدي دونوں قسم کے امراض کي جڑ هے - اسکے ليے نهايت جستجو کے بعد يه دوا طيار هوئي هے - اسکے وجه سے کوئي مرض کتنا هي پرانا کيوں نهو - حکماً دور هوجاتا هے - قيمت في شيشي ۴ روپيه -

(سفيد داغ کا لاجواب علاج)

اسکے استعمال سے شفا حکمي طور پر حاصل هوتي هے - اس مرض ناپاک کيليے يه انمول دوا بيحد محنت سے طيار هوتي هے - مايوسو جلد دوڑو موقع نادر هے اسے حاصل کرو اور ثمره زندگاني اوٹهاؤ - قيمت ۴ روپيه -

White & Co. 50, Tallygunge, CALCUTTA.

Printed & Published by A. K. AZAD, at the HILAL Electrical Prtg. & Publg. House, 14 Mcleod Street, CALCUTTA.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و محرر خصوصی
احمد المکنیٰ بابی الکلام الدہلوی

تار کا پتہ
" الہلال کلکتہ "
ٹیلیفون نمبر ۶۴۸

Telegraphic Address,
" Alhilal CALCUTTA "
Telephone, No. 648

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

نمبر ۴ — کلکتہ : چہار شنبہ ۲۷ - شعبان ۱۳۳۲ ہجری — جلد ۵
Calcutta : Wednesday, July, 22 1914.

مولائي مراكش كو فرانسيسي قنصل دنيا كا نقشه دكهلا رها هے
كه اب كس قدر حصه اسلام كے زير اثر باقي رهگيا هے ؟

" كتاب مرقوم يشهده المقربون (۸۳ : ۱۸)

" وفي ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال

في

مجلدات الهلال

تو اے کہ محو سخن گستران پیشینی
مباش منکر " غالب " کہ در زمانۂ تست !

(۱) " الهلال " تمام عالم اسلامي میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک هي وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیہ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کي تجدید ' اعتصام بحبل اللہ المتین و وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کي تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۂ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ ہے - اسکے درس قرآن و تفسیر و بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تعریف نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآني سے تعلیمات الاهیہ کي محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید و اعدی عدو مخالفین و منکرین تک اسکي تقلید کرنے کیلیے ساعي هیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور هیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و رسم بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کي تعلیمات اور شریعۃ الالہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا و حاوي سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپني خصوصیات کے لحاظ سے کوئي قریبي مثال تمام عالم اسلامي میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام هندوستان میں پہلي آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکي تمام سیاسي و غیر سیاسي معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کي تلقین کي ' اور سیاسی آزادي و حریت کو عین تعلیمات دین و مذهب کي بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر هي اندر اسے هزاروں دلوں ' هزاروں زبانوں ' اور صدها اقلام و مخالف سے معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ هندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادي و عملي الحاد کے دور میں توفیق الہي سے عمل بالاسلام والقرآن کي دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار متشککین من مذہبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاهد في سبیل اللہ مخلص هوگئے هیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر هیں جن میں ایک نئي مذهبي بیداری پیدا هوگئي ہے : ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد في سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاهر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و هدایت ' شائقان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الاهیہ و علوم نبویہ غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئي نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکي خبریں اور بحثیں پراني هوجاتي هوں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے ' جن میں سے هر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور هر زمانے اور وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید هوتا ہے -

(۷) چھہ مہینے میں ایک جلد مکمل هوتي ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجي ابتدا میں لگا دی جاتي ہے - ولایتي کپڑے کي جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام هندوستان میں وحید و فرید چھپائي کے ساتھہ بڑي تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلي اور دوسري جلد دوبارہ چھپ رهي ہے تیسری اور چوتھي جلد کے چند نسخے باقی رهگئے هیں تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھي جلد میں (۱۲۵) سے زاید هاف ٹون تصویریں بھي هیں ' اس قسم کي دو چار تصویریں بھي اگر کسي اردو کتاب میں هوں میں تو انکي قیمت دس روپیہ قرار دی جاتي ہے -

(۹) با این همہ قیمت صرف پانچ روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کي اجرت ہے -

بہت ممکن ہے کہ الهلال کی قیمت بڑھا دی جاے - اگر ایسا هوا تو پھر مکمل جلدوں کی قیمت بھی زیادہ هو جائیگی .

Telegraphic Address - "Alhilal" Calcutta
Telephone No 648.

AL-HILAL.

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad

14 Mcleod Street.
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8
Half yearly - Rs. 4-12

الہلال

مقصد وحید

الامر بالمعروف والنھی عن المنکر

مدیر مسئول و رئیس قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی
مقام اشاعت
۱۴ — مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸
سالانہ — ۸ — روپیہ
ششماہی — ۴ — ۱۲ — آنہ

نمبر ۴ | کلکتہ: چہار شنبہ ۲۷ شعبان ۱۳۳۲ ھجری | جلد ۵

Calcutta: Wednesday July, 22. 1914.

مسئلہ قیام الہلال

اس مسئلہ کا اب ایک قطعی اور آخری فیصلہ کر ہی دینا چاہیے - تذبذب میرے لیے بھی تکلیف دہ ہے اور احباب کرام کیلیے بھی -

اس وقت تک جسقدر خطوط اور مضامین اس مسئلہ کے متعلق آے ہیں اور جن میں سے بہت تہوڑے خطوط شایع کیے جا سکے ' ان سب کا خلاصہ مندرجۂ ذیل تجاویز ہیں :

(۱) الہلال ہفتہ وار کو بند کردیا جاے اور اسکی جگہہ الہلال ماہوار یا البصائر ایک ضخیم ترین ماہوار رسالے کی صورت میں شایع ہو -

(۲) دو ہزار نئے خریداروں کے فراہم ہونے کیلیے مدت بڑھا دی جاے (اسکی تعمیل کی جا چکی)

(۳) لوگوں سے قیمت کے علاوہ بھی مالی اعانت لی جاے (جزاکم اللہ تعالی)

(۴) الہلال پریس کو ایک مشترکہ کمپنی بنادیا جاے اور دس دس بیس بیس روپیہ کے اسہام قرار دیے جائیں - (اول تو الہلال جس قسم کا کام کر رہا ہے بہ کمپنی کی صورت میں ممکن نہیں - پھر میں اور لوگوں کے روپیہ کا بوجھہ اٹھانے کیلیے اپنے تئیں طیار بھی نہیں کرسکتا - آدمی ملینگے نہیں - پس بحالت موجودہ کمپنیوں کے خواب کو بھلا دینا ہی بہتر ہے)

(۵) الہلال کی قیمت بڑھا دی جاے (یہ سب کی راے ہے ' لیکن غیر مستطیع خریداروں کیلیے بعض بہ سبب نا واقفیت مصارف ایک ارزاں ایڈیشن نکالنے کی راے دیتے ہیں حالانکہ محض کاغذ کے اختلاف سے مصارف میں کچھہ کمی نہیں ہوسکتی ' اور بعض ایک اعانتی خنک کھولنے کی)

(آخری فیصلہ)

میں نے بہت غور کیا اور تمام پہلوؤں پر نظر ڈالی - اگر الہلال کو آیندہ جاری رکھا جاے تو حسب ذیل دفعات ناگزیر ہیں :

(۱) زمانہ جانتا ہے کہ باوجود اشد شدید نقصانات کے قیمت بڑھانے کا میں ابتدا سے سخت مخالف رہا ہوں - اسی لیے دو ہزار نئے خریداروں کی تجویز کی گئی تھی - اسکے لیے احباب کرام نے جو مخلصانہ اور بلا شائبۂ ریا و مزد خدمات انجام دیں ' انکے لیے نہایت شکرگذار ہوں - لیکن تجربہ سے ثابت ہوا کہ ایک محدود زمانہ اسکے لیے کافی نہیں ہے - ابتک کل سات یا آٹھہ سو نئے خریدار ہوسکے ہیں - پس اب فی الحقیقت اضافۂ قیمت کے سوا چارہ نہیں رہا - یہی آخری تدبیر ہے - میں اپنے عقیدے میں پہلی منزل طے کرچکا اور دعوۃ الہلال کا کام پورا ہوگیا ہے - پس مجبور نہیں ہوں کہ مزید مالی قربانیوں کا اسے مستحق سمجھوں - اگر ایسا نہ ہوتا میں پورے یقین کے ساتھہ کہتا ہوں کہ اسی حالت میں کئی سال تک اور کسی نہ کسی طرح الہلال کو جاری رکھتا -

بہر حال اب ناگزیر ہے کہ آئندہ سے ۱۲ - روپیہ سالانہ قیمت قرار دی جاے - اس قیمت میں بھی الہلال اسقدر ارزاں ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں - اسی کا ہم نام عربی رسالہ قاہرہ سے نکلتا ہے - باوجودیکہ ماہوار ہے لیکن سالانہ قیمت ۱۰ روپیہ علاوہ محصول رکھی گئی ہے -

یہ اضافہ عارضی ہوگا - یعنی صرف اس وقت تک کیلیے جب تک کہ الہلال کی اشاعت کافی نہو جاے - اگر اسکی اشاعت مطلوبہ حد تک پہنچ گئی تو پھر بدستور ۸ - روپیہ بلکہ اس سے بھی کم قیمت کردی جائیگی -

(۲) یہ تو مالی مسئلہ کا حل تھا ' لیکن اصلی مسئلہ باقی رہگیا ہے - یعنی دوسرے کاموں کیلیے علی الخصوص " حزب اللہ " کیلیے فرصت کا طالب ہوں اور کسی طرح اب اپنی اس طلب سے باز نہیں آسکتا -

سر دست اسکا صرف یہی علاج ہے کہ حتی الامکان ایڈیٹوریل اسٹاف کو وسیع کرنے کی ایک اور کوشش کروں - اور ساتھہ ہی احباب کرام سے سال میں ایک ماہ کی فرصت بھی حاصل کروں -

ایک ماہ کی فرصت سے مقصود یہ ہے کہ آیندہ الہلال کا سال اشاعت گیارہ مہینے کا قرار پاے - نومبر میں اسکی جلد ختم

لیڈی ہارڈنگ
جنکی وفات پچھلے ہفتے ایک
افسوس ناک واقعہ ہے -

دارالعلوم کے مکان میں آگ لگا دیتے یا لکھنؤ سے اپنے وطن و مکان کو چھوڑ کر ھجرت کر جاتے ' یا ندوہ کو ایک مردہ لاش بناکر گومتی میں غرق کردالتے ؟ پھر یہ کیا عقل کی تضحیک اور سمجھہ کا تمسخر ہے جو بے تامل کیا جا رہا ہے ' اور کسی کو خیال نہیں آتا کہ دنیا کو بھی اتنا ھی عقلمند سمجھے جتنا اپنے تئیں سمجھنے کے حسن ظن میں مبتلا ہے ؟

کسی کام کے مرجانے کے یہ معنی ھیں کہ اسکی ھستی کا اعتراف مفقود ھوجاے ' اور زندگی کے معنی یہ ھیں کہ اسکے وجود کا احساس و اعتراف عام طور پر ھونے لگے - تمام باتیں اسی کا نتیجہ ھوتی ھیں - پس ' سر انٹونی کے الزام بغاوت کے بعد حالت اس درجہ افسوس ناک تھی کہ ندوہ کا وجود کالعدم ھوگیا تھا اور لوگوں نے بھی اُسے اُسکی قسمت پر چھوڑ دیا تھا - اسکے بعد مالی حیثیت سے سب سے پہلی اعانت ریاست بھوپال نے کی ' اس کے اعلان کے ساتھہ ھی لوگوں کو معلوم ھوا کہ ندوہ پھر اٹھہ سکتا ہے اور کام کر سکتا ہے - بند ٹوٹا تو سب طرح کے اسباب جمع ھوگئے اور مالی حالت رفتہ رفتہ درست ھوگئی -

بہر حال یہ بحث فضول ہے - اس سے کوئی فائدہ نہیں - اصلی مسئلہ ندوہ کے حال و مستقبل کا ہے - اگر کچھہ لوگ ایسے ھیں جنھوں نے ندوہ کی بڑی بڑی خدمتیں انجام دی ھیں تو چشم ما روشن دل ما شاد - لیکن اسکے صرف یہی معنی ھونے چاھئیں کہ وہ اب بھی اسکے خادم بنیں نہ کہ مالک ' اور پرانی باتوں کو بھلاکر اصلاح کیلیے آمادہ ھوجائیں -

اصلی ضروری بات جو اس مضمون میں لکھی گئی ہے وہ ریاست بھوپال کے ماھوار عطیہ کے التوا کی شکایت ہے -

اول تو مجھے نہایت رنج کے ساتھہ کہنا پڑتا ہے کہ میرے عزیز دوست نے غالباً ناواقفیت کی وجہ سے اس واقعہ کی تعبیر بالکل غلط اور خلاف واقعہ لفظوں میں کی ہے - یعنی " التوا " کو " بندش " اور " روک دینے " سے تعبیر کیا ہے -

حالانکہ یہ بالکل غلط اور صریح اتہام ہے - نہ تو ریاست بھوپال نے " نــدوہ کا رزق " بند کیا ہے اور نہ عطیہ کو بالکل روکدینا چاھا ہے - جو ریاست اس وقت بلا مبالغہ اپنے محاصل کا بڑا حصہ مسلمانوں کی عام خدمت دین و علم میں صرف کررھی ھو ' اسکے متعلق ایسا خیال کرنا معصیت سے کم نہیں -

البتہ ریاست نے دیکھا کہ ندوۃ العلما کی حالت روز بروز خراب ھو رھی ہے - قوم کا ایک بڑا حصہ اصلاح کا طالب ہے - خود ارکان ندوہ کا ایک حصہ برسوں سے اصلاح اصلاح چیخ رھا ہے اور کوئی نہیں سنتا ' حتی کہ بقول خواجہ غلام صادق خاں بہادر " اصلاح کی طرف سے مایوس ھوکر لوگ بیٹھہ رہے ھیں " پس اُس نے قانون ' اخلاق ' اور شریعت کی تعلیمات حقہ کے ٹھیک ٹھیک مطابق ' ایک سچی اور راست باز اسلامی ریاست ھونے کی حیثیت سے اپنی اعانت کو " تا اصلاح " ملتوی کردیا - اور یہ ایک ایسا اعلی و اشرف عمل اسلامی و شرعی ہے ' جسکو فی الحقیقت ریاست بھوپال کا سب سے بڑا کار نامہ سمجھنا چاھیے ' اور انتہائی جد و جہد کرنی چاھیے کہ تمام دیگر ریاستیں اور تمام مسلمان امرا اس اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں - نیز تمام قوم بھی اُسکی پیروی و تقلید کیلیے اٹھہ کھڑی ھو - تاکہ افساد شکست کھاے اور اصلاح کو فتح ھو - اور تاکہ اعــانت افساد و تضعیف اصــلاح کی معصیت سے ارباب دول نجات پالیں -

میں علانیہ اعلان کرتا ھوں کہ تمام ھندوستان میں جس شخص کو ریاست بھوپال کے اس اشرف و اعلی عمل شرعی و اسلامی پر اعتراض ھو ' وہ بے معنی و ظاھر فریب بیانات کو چھوڑ کر دلیلوں اور احکام و حقائق کی روشنی میں آے ' اور ثابت کرے کہ کس دلیل شرعی ' کس دلیل اخلاقی ' کس دلیل قانونی کی بنا پر ریاست بھوپال کا یہ فعل مستحسن نہیں ہے ؟ اور کیوں ایک ایسے کام کی اعانت روک نہ دی جاے جسکا درست و صحیح ھونا مختلف فیہ ھوگیا ھو ' اور ایک بہت بڑی جماعت مسلمانوں کی (جن میں ھر طبقہ کے معتمدین ملت شریک ھوں) دلائل و واقعات کی بنا پر اُسے مفسد بتلا رھی ھو ' اور جسکو ایک خود مختار اور بے قاعدہ جماعت (جو سرے سے ندوہ کی رکن و عضو ھی نہ رھی ھو) چلا رھی ھو ' اور پھر سب سے اخر یہ کہ ایک عظیم الشان اجتماع اسلامی کمال صلح و صلاح اور عفو و تسامح کے ساتھہ اُس سے طالب اصلاح ھوتا ھو مگر وہ اسکی کچھہ پروا نہ کرتی ھو ؟ ایک منٹ ' ایک دقیقہ ' ایک عشر دقیقہ کیلیے بھی کیوں اُسے روپیہ دیا جاے ' اور کیوں تمام اعانتوں کو روک کر مجبور نہ کیا جاے کہ اصلاح کو اسکے صحیح اور حقیقی طریقوں سے وہ منظور کرے ؟

یا للعجب ! جس قوم کی اصلاح طلبی کی حکام ندوہ کو ذرا بھی پروا نہ ھو ' وھی قوم اسکے لیے مجبور بھی کی جاے کہ ندوہ کو رزق دیتی رہے ؟ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ! ([illegible])

بہت سی باتیں ھیں کہ لوگ جاے واے کرنے کیلیے کہدیتے ھیں ' اور اس حد تک رھیں تو سننے میں اچھی بھی معلوم ھوتی ھیں لیکن حقیقت انسے اتنی ھی دور ھوتی ہے جتنی کہ ندوہ کے صدر مقام سے مسٹر قبدوائی کی موجودہ قیام گاہ لفتن - میرے بے خبر اور مبتلاے سوء فہم دوست نے بھی اسی طرح کی چند باتیں لکھدی ھیں ' اور انکو پڑھکر تعجب ھوتا ہے کہ ایک صاحب فہم و راے آدمی کیونکر ایسی باتیں لکھہ سکتا ہے ؟ مثلاً وہ لکھتے ھیں کہ سر انٹونی میکڈانل نے ندوہ کی اعانتیں رکوادی تھیں - بیگم صاحبہ نے بھی روک دیں - گویا انکے خیال میں گورنمنٹ کا ندوہ کو باغی سمجھکر مخالف ھونا اور ریاست بھوپال کا بغرض اصلاح اعانت کو ملتوی کردینا دونوں ایک ہے ! ویقذفون بالغیب من مکان بعید ! (۳۴ : ۵۳)

یا مثلاً بڑے ھی سوز و گداز کے متوکلانہ و عارفانہ لہجہ میں لکھتے ھیں کہ اگر ریاست بھوپال نے اعانت بند کردی ہے تو خیر ' اسلام کے کاموں کا اللہ مالک ہے !

میں تسلیم کرتا ھوں کہ میرے دوست جنگ بلقان کے موقعہ پر اور مصائب اسلامی کے گذشتہ قریبی عہد میں اظہار عظمت اسلامی و نصرت الہی کے بہت سے موثر جملے دل سے لکھتے رہے ھیں ' اور میں نے انھیں بہت پسند کیا ہے ' لیکن براہ کرم انکے مواقع استعمال کے متعلق ذرا سمجھہ سے کام لیں ' اور اس حقیقت کے ماننے سے انکار نہ کریں کہ ایک ھی جملہ ھر جگہ مزہ نہیں دیسکتا - کجا اصلاح کی غرض سے اعانت کا ملتوی کرنا اور کجا شان توکل و استغناء اسلامی کا اظہار ! کل کو اگر ایک شخص کسی مسجد کے امام کی تنخواہ اسلیے بند کردیگا کہ وہ ٹھیک نماز نہیں پڑھاتا اور مسجد کو اس نے برباد کردیا ہے ' تو غالباً میرے دوست اس پیش امام کو بھی یہی صلاح دینگے کہ تم اخبارات میں چھپوادو : " میری تنخواہ اگر بند کی گئی ہے تو بند ھوجاے ' خیر ' اسلام کا بھی خدا مالک ہے - وہ تنخواہ بند کردینے سے ھلاک نہیں ھو جائیگا "

هوجائیگي اور دسمبر میں کوئی نمبر (بغیر اشد ضرورت یا کسي اهم مسئله کے پیش آجانے کے) شائع نهوگا - پهلی جنوري سے نئي جلد شروع هوگی -

یه ایک مهینه میں کلکته سے باهر بسر کیا کرونگا اور الهلال کے طرف سے فارغ البال رهونگا - مصر کے بعض پرچے ایسا هي کرتے هیں - الهلال قاهره نے اپنا سال دس ماه کا رکها هے -

لیکن یه ایک ماه کي تعطیل بهي خریداران الهلال سے بالکل رائگاں نهیں مانگي جاتي - اگر الهلال کے چار پرچے آنهیں نهیں ملینگے تو اسکے معاوضے میں ان سے کهیں بهتر و اعلی چیزیں پیش کي جائینگي - یعنی جنوري کے پہلے هفته میں کوئي ضخیم اور مفید کتاب (جو غالباً تفسیر القران کے مستقل اور مبسوط سلسلے کي ایک ضخیم جلد هوگي) بلا قیمت نذر کي جائیگی - یا جنوري کا نمبر غیر معمولی ضخامت و مضامین کے ساتهه نکلنے کا' اور اس طرح ایک ماه کي کمی پوري هو جائیگي -

اخوان کرام کو اس پر بهي نظر رکهنی چاهیے که اس عاجز کا اور انکا معامله کوئي تاجرانه اور دکاندارانه معامله نهیں هے که قیمت اور جنس کا سوال سامنے آے - ایک خدمت دینی هے جسمیں وه میرے معاون هیں' اور حتی المقدور میں اسے انجام دینا چاهتا هوں - اگر ایک مهینے کي فرصت انسے چاهتا هوں تو وه بهي اپنے ذاتي آرام و آسایش کیلیے نهیں' بلکه ویسي هي کاموں کیلیے جیسا که الهلال هے - پس اگر انهوں نے بخوشي فرصت عطا فرما دي تو یه بالکل اسي طرح کي اعانة حق و عمل هوگي' جسطرح کي اعانت الهلال کے کام میں وه کر رهے هیں -

آرام و راحت کا سوال میرے لیے بالکل غیر موثر هے - میرا حال تو اُس قیدي کي طرح هوگیا هے جو بیس سال تک قید خانے میں رها تها اور جب رها کیا گیا تو اُس نے کہا که مجهے پهر قید خانے میں بهیجدو - قید کي محنت و مشقت کا اس طرح عادي هوگیا هوں که اب آزادي کی زندگي مجهے تکلیف دیتي هے -

اگر میں بیکار رهکر آرام اٹهانا چاهوں بهي' جب بهي نهیں اٹها سکتا - اسکي بارها آزمایش کرچکا هوں جبکه ڈاکٹروں نے اپني حاکمانه نصائح کي کثرت و تواتر سے مجهے مجبور کرکر دیا هے -

میرا آرام اور چین کام کرنے میں هے - کام سے الگ هونے میں نهیں هے - میں دن بهر مزدوروں کي طرح کاموں میں ڈوبا رهنے کا لذت شناس هوں' اور راتوں کو سونے کي جگه چراغ کے آگے بیٹهے رهنے کا عاشق - خواه الهلال کو مرتب کروں' خواه اور کسي شکل میں مشغول کار رهوں - لیکن هر حال میں مقصود کام هي هے - اطبا کي نصیحتوں کو بارها سن چکا هوں' مگر کبهي بهی ان کے احکام میں جي نه لگا :

لو یسمعون کما سمعت کلامها
خروا لعزة سجداً و رکوعبا !

(مشوره)

پس احباب کرام سے ملتجي هوں که میں نے آخري فیصلے سے پہلے مشورے کا وعده کیا تها' چنانچه اسیکے مطابق اپنے آخري فیصله کو آج پیش کردیا هے - اگست کي پهلي تک چاهتا هوں که انقطاعي فیصله هو جاے - پس براه کرم وه ان سطور کو بغور ملاحظه فرمالیں' اور مجهے اطلاع دیں که اس پر انهیں کوئي اعتراض تو نهیں هے ؟ اطلاع دینے کي آسان صورت یه هے که جن بزرگوں کو اختلاف هو' وه اس نمبر کو ملاحظه فرماتے هي ایک کارڈ لکهکر مطلع فرمادیں - جو متفق هیں انکي خاموشي انکے اتفاق کي ترجمان هوگی - خط لکهنے کی ضرورت نهیں : وما تشاءون الا ان یشاء الله ان الله کان علیماً حکیما -

مسئلهٔ اصلاح و بقاء ندوه

اور ریاست بهوپال' ادامها الله بالعز و الاقبال !

اولئک ینادون من مکان بعید (۴۱ : ۴۴)

میرے عزیز و اعز دوست مسٹر مشیر حسین قدوائي کي ایک تحریر روزانه معاصر زمیندار میں شائع هوئي هے جسمیں انهوں نے ندوة العلماء کے مختلف عهدوں کي تاریخ بیان کي هے' اسکے اصلي خدمت کرنے والوں کے نام گنائے هیں' اسکے مقاصد کي تشریح کی هے' اور اسي طرح کي بهت سي باتیں لکهي هیں - ان میں بعض باتیں مشتبه هیں' بعض اغلاط آمیز هیں' بعض میں بیجا حسن ظن یا سوء ظن کام کررها هے - بعض باتیں انکی دائرهٔ معلومات و راے سے خارج هیں - مثلاً مسئلهٔ اصلاح و تجدید' و جمع علوم و حکمت و اعمال دینیه' و تربیت علمي و دیني که بنیاد مقاصد ندوه هیں - اسلیے وه صحیح راے قائم کرنے سے معذور هیں -

کچهه حصه اسپر مشتمل هے که ندوه سے گورنمنٹ کي بدظني کے دور هونے اور سرکاري اعانت ملنے کا اصلي سبب خود مسٹر موصوف تهے' چنانچه تمام واقعات کو وه بصیغهٔ جمع متکلم تعبیر کرتے هیں - مثلاً "هم نے مولانا شبلي کو پیش پیش کیا" "هم نے اس وقت یهی مناسب سمجها" "هم نے یه حالت دیکهي" مجهے اسکے مان لینے میں کچهه عذر نهیں' کیونکه اس سے مسئلهٔ اصلاح و بقاء ندوه پر کوئي اثر نهیں پڑتا - اور جهاں تک مجهے یاد هے میں نے کبهي بهی یه نهیں لکها هے که گورنمنٹ کے تعلقات محض مولانا شبلي کي وجه سے اچهے هوے - البته میرے دوست کو یه مشکل ضرور پیش آئیگی که اس "صیغه متکلم" کے حصه دار خود ندوه کے اندر اور بهي بهت سے حضرات موجود هیں' اور بعینه اسي طرح' اسي بے پروائي کے ساتهه' ایسے هی بیان واقعه کے لب و لهجے میں' وه بهي غریب ندوه کی هر بات کو بصیغه متکلم بیان کرتے آئے هیں - میرے دوست ان لوگوں سے اپنے "جمع متکلم" کے معاملے کو صاف کرلیں - میں انهیں مطلع کیے دیتا هوں که اس مقدمے میں بڑي بڑي مشکلات پیش آئینگي -

رهي خود میري معلومات تو وه یه هے که مسٹر مشیر حسین کو واقعي ابتدا سے ندوه کے ساتهه خاص دلچسپي رهي هے اور جیساکه انکا قاعده هے برابر اسکے لیے لکهتے پڑهتے رهے هیں - اس بات کو بلا تامل مان لینا چاهیے -

انهوں نے یه بهي لکها هے که ندوه کا ابتدائي دور ایسا تها اور ویسا تها' اور پهر جب سر انٹوني منکڈانل مخالف هو گیا تو صرف فلاں فلاں اشخاص هي اسکے "ساتهه" رهے -

یه پڑهکر مجهے اپنے عزیز دوست کي غلط فهمي پر نهایت افسوس هوا - اور بهي بعض لوگوں سے بارها ایسا سن چکا هوں - لیکن کوئي مجهے یه نهیں بتلاتا که ندوه کے ابتدائي دوروں میں سب کچهه هوا مگر "کام" کتنا هوا اور کیا هوا ؟

رها سر انٹوني میکڈانل کا دور' تو سمجهه میں نهیں آتا که ندوه کے "ساتهه دینے" کا مطلب ان بزرگوں نے کیا سمجها هے ؟ ندوه تباه هوگیا تها - دار العلوم میں خاک اڑ رهي تهي - ایک پیسه کهیں سے آتا نه تها - تحریک کا یه حال تها که کل کا خدا حافظ - لوگ بهي چپ تهے اور بحال خود غرق - ایک متنفس بهي نه تها که اٹهے اور نڈر هوکر قوم کو متوجه کرے - جنکا تعلق ندوه سے تها وه سب کے سب خاموشي کے ساتهه اپني مجبوریوں میں پڑے تهے - اگر اسي کا نام ساتهه دینا هے تو شاید ساتهه نه دینے اور چهوڑ دینے کا مطلب میرے دوست کے ذهن میں یه هوگا که

الهلال

۲۷ - شعبان ۱۳۳۲ هجري

بسلسلۂ فاتحۃ السنۃ الثالثۃ

اولیاء اللہ و اولیاء الشیطان

اصحاب الجنۃ و اصحاب النار

اصحاب المشئمہ و اصحاب المیمنہ

(بقیہ - اصحاب الجنۃ)

گذشتہ مضمون کے آخر میں " اصحاب الجنہ " اور " اصحاب النار " کی تقسیم کرتے ہوے سورۂ یونس کی ایک آیۃ درج کی تھی :

الذین احسنوا ' الحسنی و زیادہ ' ولا یرھق وجوھھم قتر ولا ذلہ ' اولئک " اصحاب الجنۃ " ھم فیھا خالدون - (۱۰ :)

جن لوگوں نے دنیا میں اچھے اور بھلائی کے کام کیے ' انہیں ویسی ہی بھلائی اور فلاح بھی ملیگی - بلکہ انکے استحقاق سے کہیں زیادہ بدلہ ملیگا - یہی لوگ " اصحاب الجنۃ " ہیں جو ہمیشہ بہشتی زندگی میں رہینگے !

اسکے بعد ایک دوسرے گروہ کا حال بیان کیا جو اس گروہ کے مقابلے میں بالکل اسکی ضد واقع ہوا ہے .

والذین کسبوا السیئات ' جزاء سیئۃ مثلھا و ترھقھم ذلہ ' ما لھم من اللہ من عاصم - کانما اغشیت وجوھھم قطعاً من اللیل مظلماً ! اولئک " اصحاب النار " ھم فیھا خالدون ! (۱۰ :)

اور جن لوگوں نے برائیوں کا اکتساب کیا تو یہ ظاہر ہے کہ برائی کا نتیجہ بھی ویسی ہی برائی ہے جیسی وہ کی گئی - انکے چہرے ذلت اور نامرادی کی پھٹکار سے ایسے کالے پڑ جائینگے گویا رات کی چادر ظلمت کا ایک ٹکڑہ پھاڑ کر انکے چہروں پر ڈالدیا ہے ! اللہ کے اس عذاب سے انہیں کوئی نہیں بچا سکتا - یہی لوگ " اصحاب النار " ہیں جو ہمیشہ دوزخی زندگی میں رہینگے ! "

ان آیات کے درج کرنے سے مقصود یہ تھا کہ " اصحاب الجنہ " اور " اصحاب النار " کی کھلی کھلی تقسیم کرکے انکے کاموں اور کاموں کے نتائج کو صاف صاف بتلا دیا ہے - بس یہ دو آیتیں میری بحث و استدلال کی اصل و اساس ہیں - انسے واضح ہوگیا کہ دونوں گروہ بالمقابل اور بالضد واقع ہوے ہیں - ایک کیلیے کامیابی ' فتح و مراد ' اور فوز و فلاح ہے اور ذلت و رسوائی سے ہمیشہ محفوظ ہے - دوسرے کے لیے شرمندگی ' خجالت ' ناکامی اور ہمیشہ آگ میں سوکھی لکڑی اور خشک پتوں کی طرح جلنے کا عذاب الیم ہے !

دونوں جماعتوں کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ " اصحاب الجنۃ " ہمیشہ کامیاب و فتح مند ہونگے اور اصحاب النار کے حصے میں ہمیشہ عاقبت کار اور انجام امور کا خسران و نقصان آئیگا :

لا یستوي اصحاب النار و اصحاب الجنہ ' اصحاب الجنۃ ھم الفائزون - (۵۹ : ۲۰)

اصحاب الجنۃ اور اصحاب النار اپنے کاموں اور انکے نتیجوں میں ایک طرح نہیں ہوسکتے - اصحاب الجنۃ ہی کامیاب ہونے والے ہیں !

موقع تفصیل کا نہیں - تقریباً ۸۰ مقامات پر " اصحاب النار " اور " اصحاب الجنۃ " کے اعمال و علائم اور آثار و نتائج بہ تفصیل بیان کیے گئے ہیں - پھر ان جماعتوں کے بھی مختلف مدارج ہیں اور اسی بنا پر " اصحاب النار " کو " اصحاب الجحیم " اور " اصحاب السعیر " بھی کہا گیا ہے - مگر میں بحث کو طول نہ دونگا -

تمام آیتوں کے جمع کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ نفوس مومنہ و صالحہ جو " اعتقاد حق " اور " عمل صالح " کے ساتھہ متصف ہیں ' اور جنھوں نے اللہ کے رشتے اور تعلق کے آگے تمام باطل اور خبیث قوتوں کے رشتوں کو توڑ ڈالا ہے ' اور اسکی بخشی ہوئی قوتوں کو اسی کے بتلائے ہوئے صالح اور صحیح کاموں میں خرچ کرتے ہیں ' سو ایسے تمام لوگ اصحاب الجنۃ میں داخل ہیں : ھم فیھا خالدون ہمیشہ ہر طرح کی کامیابیاں اور خوبیاں انہی کیلیے ہیں - لیکن جو لوگ اعتقاد حق اور عمل صالح سے محروم ہیں ' اور اللہ کے تاج و تخت قدوس سے باغی ہوگئے ہیں ' خواہ کسی بھیس اور کیسی ہی روپ میں ہوں ' لیکن وہ سب کے سب " اصحاب النار " میں داخل ہیں - انکے تمام کاموں کیلیے آگ کی تپش اور سوختگی کے سوا اور کچھہ نہیں ہے - جنگل کی سوکھی لکڑی اور درختوں کے خشک پتے جس طرح بھڑکتے ہوئے شعلوں میں جلتے ہیں - ٹھیک ٹھیک اسی طرح وہ بھی جلینگے :

(اصحاب المیمنہ و اصحاب المشئمہ)

پھر ایک اور تقسیم بھی ہے جو ان دو جماعتوں کے متعلق قرآن حکیم میں نظر آتی ہے - بعض خاص حالات و خصائص کی بنا پر انہیں " اصحاب المیمنہ " اور " اصحاب المشئمہ " کے ناموں سے بھی موسوم کیا گیا ہے ' یعنی دہنی جانب کی جماعت اور بائیں جانب کا گروہ :

فا صحاب المیمنہ ' ما اصحاب المیمنہ ! و اصحاب المشئمہ ما اصحاب المشئمہ و السابقون السابقون - اولئک المقربون - في جنات النعیم - (۵۶ : ۸)

اصحاب المیمنہ ' اور اصحاب المیمنہ کے مدارج کیا کہنا ہے ' بڑے ہی عالی مرتبہ ہیں ' اور اصحاب المشئمہ ' اور اصحاب المشئمہ کی بد بختیوں کو کیا کہیے کہ انکی کوئی حد و انتہا ہی نہیں ! اور پھر سابقون السابقون کہ بارگاہ الہی کے وہی مقرب بندے ہیں '

یہاں تین جماعتوں کو ذکر کیا ہے - پہلی دو جماعتیں " اصحاب المیمنہ " اور " اصحاب المشئمہ " ہیں - اور تیسری " السابقون السابقون " - چنانچہ اس سے پہلے کہدیا ہے کہ : و کنتم ازواجا ثلاثہ -

" سابقون السابقون " سے وہی لوگ مراد ہیں جنکی نسبت سورۂ انبیاء میں فرمایا ہے : ان الذین سبقت لھم منا الحسنی اولئک عنھا مبعدون - لیکن اس جماعت کا حال میں

مسئلـۂ اسلامیـۂ کانپـور

مسجد مچھلی بازار

مسجد کے متنازع فیہ حصے کے نقشہ کی دو صورتیں ہیں - ایک وہ جسکے متعلق جناب مولانا عبد الباري کا بیان ہے کہ پہلے وہی صورت فیصلہ کیلیے پیش کی تھی' اور جسپر پچھلے دنوں الہلال میں کافي بحث ہو چکي ہے - یعنے اوپر چھجہ نکالکر نیچے ایک سہ درہ سا بنا دیا جاے اور مسجد کا زینہ وہیں رکھا جاے - مولانا عبد الباري صاحب کا اس سے مقصد یہ تھا کہ سیڑھي کے ہونے کي وجہ سے عام مرور کي صورت قائم نہ رہیگي - اور مقدس حصے کا یک گونہ تحفظ ہو جایگا -

بار بار وعدہ کیا گیا تھا کہ سڑک کي تعمیر کے وقت اسکا لحاظ رکھا جایگا' اور اگر ہماري یاد غلطی نہیں کرتي تو خود سر علی امام اور سر بیلي قائم مقام لفٹنٹ گورنر کا وعدہ اس بارے میں بہ تصریح نقل کیا جاتا تھا -

دوسري صورت یہ ہے کہ نیچے کا تمام حصہ فٹ پاتھ میں شامل کردیا جاے اور زمین کی مسجد کامل طور پر شامل راہ ہو جاے -

اصولاً اس مسئلہ کا تعلق مینوسپل بورڈ سے ہے' نہ کہ حکام سے -

ہم کو نہایت صحیح اور موثق ذریعہ سے جو اطلاعات ملي ہیں انکا خلاصہ یہ ہے :

مسجد مچھلي بازار کی تولیت پہلے صرف منشی کریم احمد یا کسی اور شخص سے متعلق تھی' لیکن جب قصہ بڑھا تو اور آدمی بڑھائے گئے اور کل بارہ متولی قرار پاے - شیخ احمد اللہ اور مولوي عبد القادر صاحب سبحاني کا اسي وقت تقرر ہوا تھا -

لیکن ہز ایکسلنسي کے فیصلہ کے بعد متولیوں نے دیکھا کہ سخت کشمکش میں جان پڑگئی ہے - ایک طرف مسلمانوں کے آگے جوابدھی ہے - دوسري طرف " حضور' فیض گنجور' غریب پرور " وغیرہ وغیرہ ہیں - کون اس مصیبت میں پڑے ؟ نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ مستعفی ہونا شروع ہوگئے' اور بارہ متولیوں میں سے صرف پانچ آدمی باقی رہگئے : مولوي عبد القادر سبحانی' شیخ عبد الرحیم' منشی مجید احمد' منشی کریم احمد (متولی قدیم و مشہور - ہداہ اللہ تعالی) اور ایک اور صاحب -

سخت اصرار اور تعجیل اس بارے میں ہونے لگي - بالاخر مسجد اور سڑک کے تعلقات کے متعلق با قاعدہ اور بے قاعدہ جلسے شروع ہوے - مولوي عبد القادر سبحاني اور شیخ عبد الرحیم نے یہ راے دي کہ نقشہ ایسا بنایا جاے جسمیں زینہ مسجد کے مقدس حصے پر تعمیر ہو اور اسے حسب قاعدہ مینوسپل بورڈ میں پیش کیا جاے - لیکن مجید احمد سکریٹري کو اصرار تھا کہ ایک سادہ نقشہ کلکٹر صاحب کے سپرد کردینا اور انہیں کے لطف و کرم اور " غریب پروري " پر سب کچھ چھوڑ دینا چاہیے - یقیناً یہ اس شخص کے نفس کا خود ساختہ خیال نہوگا' بلکہ اُن کي طرف سے القا کیا گیا ہوگا جنسے مسلمانوں نے ہمیشہ پناہ مانگي ہے :

الذي یوسوس في صدور الناس ' من الجنة و الناس !

کریم احمد متولي بھي ابتدا میں اس خیال کا مخالف تھا مگر بعد کو ساتھہ ہوگیا : اولیاء بعضہم اولیاء بعض (۵ : ۵۴)

۴ - جولائی کو آخري جلسہ ہوا - اس میں غالباً شیخ عبد الرحیم صاحب نے بھي راے بدلدي (قطعي طور پر ہمیں نہیں بتلایا گیا ہے) اور اس طرح چار متولیوں نے ملکر " حضور' فیض گنجور' غریب پرور " کي خدمت میں پیش کرنے کیلیے سادہ نقشہ منظور کرلیا - ڈپٹي محمد علي " خان بہادر " اور عنایت حسین " خان صاحب " رہنماے طریقت ہوے' اور ۸ - کي صبح کو کلکٹر صاحب کے بنگلہ کي جبہہ سائي چاروں متولیوں کو نصیب ہوگئی :

از بخت شکر دارم و از روزگار ہم !

افسوس کہ ان تمام نتائج کا الزام سب سے پہلے ان لوگوں پر عائد ہوتا ہے جنھوں نے ایک ایسے اہم معاملے کو صرف چار آدمیوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا' اور ایسے آدمیوں کے ہاتھوں میں جنکا تجربہ اچھی طرح پہلے ہوچکا ہے -

ہم نے شخصي طور پر ہمیشہ کانپور سے حالات دریافت کیے مگر کبھي بھي کوئي ایسي اطلاع نہیں دي گئي جس سے معلوم ہوتا کہ بہت جلد فیصلہ ہوجانے والا ہے -

کانپور کے معززین سے کیا شکایت کي جاے کہ انہوں نے معاملہ کو کوئی با وقعت کمیٹی بنا کر اپنے ہاتھوں میں نہیں لیا' کیونکہ وہ بیچارے تو ایسے سہمے ہوے اور اپني اپني فکر میں پڑے ہیں نہ کوئی ذمہ داري کا کام کر ہي نہیں سکتے - البتہ تمام مسلمانان ہند کا مطالبہ اُن اصحاب سے ہے جنھوں نے اس مسئلہ میں خود پڑکر اپني ذمہ داري پر فیصلہ کرایا تھا اور مسلمانوں کو ہمیشہ سمجھایا تھا کہ کسي نہ کسي طرح اس فیصلہ پر خاموش ہو رہیں - یعنی سر راجہ صاحب محمود اباد' مولانا عبد الباري فرنگي محلي' اور مسٹر مظہر الحق بیرسٹر ایٹ لا -

ہم ان بزرگوں کو توجہ دلاتے ہیں کہ کم از کم آیندہ کیلیے تو اس معاملہ کو اپنے ہاتھوں میں لے لیں یا ایک معتمد کمیٹي بنا کر اسکے سپرد کردیں - شہداء کانپور کے پس ماندوں کي اعانت وغیرہ بھي اسي کمیٹی کے متعلق ہوجائیگی - نیز اُس روپیہ کي بھي وہي امین بنا دي جائیگي جسکا بوجھہ ابتک تنہا صرف مسٹر مظہر الحق ہي کے سر ہے - مجھے معلوم ہے کہ اگر وہ انگلستان نہ چلے گئے ہوتے تو تمام روپیے کو باسم " بیت المال ملي " ایک کمیٹي کے سپرد کر دیتے -

یہاں تک لکھہ چکے تھے کہ ایک اشتہار ملا جو الہلال کی گذشتہ تحریر کے رد میں شیخ مجید احمد نے شائع کیا ہے - اسمیں لکھا ہے کہ جو کارروائي کي گئي وہ سر راجہ صاحب' مسٹر محمد علي ایڈیٹر کامریڈ' اور مولوي فضل الرحمن صاحب وکیل کے مشورہ سے کي گئي' اور نقشہ مینوسپل بورڈ میں بھي پیش ہوگا -

ہم اشتہار دینے والوں کو مطلع کرتے ہیں کہ ہم نے جو کچھہ لکھا ہے' وہ ایسے موثق اور معتبر ذرائع سے معلومات حاصل کرکے لکھا ہے جس سے زیادہ قابل اعتماد ذریعہ بحالت موجودہ معاملات کانپور کیلیے نہیں ہوسکتا - جن بزرگوں کي نسبت اشتہار میں لکھا ہے کہ وہ شریک کار ہیں' جب تک انسے دریافت نہ کرلیں. کچھہ نہیں کہہ سکتے - اب ہم اس معاملہ کو آخر تک پہنچائینگے اور جو کچھہ اصلیت ہوگي بہت جلد منکشف ہوجائیگي - متولیوں کو چاہیے کہ بہت جلد اپني کارروائیوں کي رپورٹ شائع کردیں -

آیندہ نمبر میں زیادہ تفصیل سے بحث کي جائیگي -

(مسٹر محمد علی کا جواب)

مسٹر محمد علي کا جواب آگیا - لکھتے ہیں کہ " مجید احمد نے اشتہار میں جو کچھہ لکھا ہے بالکل غلط اور گمراہکن ہے - کریم آیا تھا مگر ہر ایک امر میں میري راے کے خلاف کیا گیا " مفصل آئندہ -

دعوۃ خدا کي پادشاهت اور اسکا کلمۂ علیا هوتا ہے' پس وہ خدا کے حکموں کو بیان کرتے اور اسکے پاک اور مقدس اوامر کے ترجمان هوتے هیں - اولیاء الشیطان کي چیخ پکار اور جد و جہد کا مقصد شیطاني حکومت هوتا ہے' پس وہ شیطان کے احکام مفسدہ کي اشاعت کرتے اور اسکے اوامر خبیثہ کے سفیر هوتے هیں - اسي لیے اولیاء اللہ کي دعوۃ دنیا کي اصلاح و فلاح اور قیام انسانیۃ کاملہ و مدنیۃ صحیحہ کا سرچشمہ ہے' اور اولیاء الشیطان کي دعوۃ شر و فساد' عدوان و طغیان' معاصي و فسوق' اور تخریب انسانیۃ و مدنیۃ مفسدہ و ردیہ کا منبع !

اب دیکھو کہ اللہ کے احکام کیا هیں اور شیطان کیا حکم دیتا ہے ؟

اللہ کا حکم یہ ہے :

ان اللــہ یـامــر بـالعــدل والاحسان و ایتاء ذي القربی و ینهی عن الفحشاء والمنکر - (۱۶ : ۱۵۳)

اللہ حکم دیتا ہے کہ عدل کرو اور تمام نیک باتوں اور هر طرح کي راست بازیوں کو اختیار کرو' اور اسي طرح روکتا ہے کہ هر طرح کے فواحش اور ظلم و معصیت سے بچو !

لیکن شیطان کا حکم اس کے بالکل متضاد و مخالف ہے - چنانچہ فرمایا :

لا تتبعـوا خطوات الشـیطان فـانہ یـامر بالفحشاء و المنکر (۲۴ : ۲۱)

شیطاني وسوسوں کي پیروي مت کرو کیونکہ وہ فواحش اور ظلم و عصیان کے کرنے کا حکم دیتا ہے -

پس اللہ کا دوست اور ولي وهي هوسکتا ہے جو اسکے حکم کا پیرو اور داعي هو' اور اسي طرح شیطان کا ولی وہ ہے جو اسکے حکموں کي منادي کرے - اللہ کا حکم یہ ہے کہ " یـا مر بـالعدل والاحسان " اسلیے اولیاء اللہ کي پہچان بهي یهي ہے کہ وہ " آمر بالمعروف و نا هي عن المنکر " هوتے هیں - کیونکہ وہ اللہ کے دوست' اسکے سفیر' اور اسکي حکومت کے خلیفہ هیں' اور سفیر وهي ہے جو اپنے پادشاہ کے حکموں کا ترجمان هو - یهي سبب ہے کہ امر بالمعروف اور نهي عن المنکر پر جا بجا زور دیا گیا' اور اسے مومنوں کے تمام اعمال حسنۃ کي بنیاد اور اساس بتلایا :

الذین ان مکنا هم في الارض اقـامو الصلوۃ و اتـوا الزکواۃ و امروا بـالمعروف و نهوا عــن المنکر' و الی اللــہ عاقبــۃ الامـــور (۲۲ : ۵۴)

" وہ مسلمان کہ اگر هم انهیں دنیا میں قائم کردیں تو انکا کام یہ هوگا کہ صلواۃ الهي کو قائم کرینگے' اللہ کي راہ میں اپنا مال خرچ کرینگے' اور امر بالمعروف اور نهي عن المنکر انکي دعوت هوگي' اور تمام کاموں کا انجام اللہ هي کے هاتهہ میں ہے "

[ایک اهم آیۃ]

اور یهي سبب ہے کہ سورۂ اعراف میں جہاں یهود و نصارا کو خاص طور پر اسلام کي دعوۃ دي ہے' وهاں حضرۃ ختم المرسلین کي دعوۃ کے اهم اور نمایاں کام یہ بتلاے هیں :

الـذین یتبعون النبـي الامي الـذي یجدونہ مکتوباً عند هـــم في التـــورات و الانجیـــل : یامرهـم بالمعروف وینها هم عن المنکر' ویحل لهم الطیبـــات ویحـــرم الخبائث ' ویضع عنهم اصرهم و الاغــلال التي کانت علیهم ' فالـذین امنوا بہ و عزروہ و نصروہ واتبعوا النور الذي انزل معــہ ' فاولئـــک هـــم المفلحون (۷ : ۱۵۶)

وہ لوگ کہ انہوں نے اللہ کے رسول و نبي امي کي پیروي کي' جنکي بشارت انکے پاس تورات و انجیل میں لکهي هوئي مــوجـود ہے - وہ رسـول اچهے کاموں کا حکـم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے ۔ پاک چیزوں کو انکے لیے حلال کرتا اور خبائث کو انپر حرام کرتا ہے - اور سخت حکموں کے جو بوجهہ انکے سروں پر تهے انسے رهائي بخشتا' اور غلامي و استبداد اور تقلید اشخاص کے جو پهندے (ا) انکے گلوں میں پڑے تهے' انسے نجات دیتا ہے - پس جو لوگ اسپر ایمان لاے' اسکي حمایت کي' اور اسکي نصرت کي راہ میں نکلے' اور جو نور صداقت اسکے ساتهہ بهیجا گیا ہے (یعنے قران و اسلام) اسکي متابعت کي' تو یهي لوگ هیں جو هر طرح کي فلاح اور فتح و کامیابي پائیں گے "

یہ آیۃ کریمہ تمام تعلیمات اسلامیہ کا ایک جامع و مانع خلاصہ ہے جو خود قران حکیم نے پیش کردیا ہے - اور دین الهي و شریعۃ فطریہ کا کوئي رکن ایسا نہیں ہے جو اس کے اندر بیان نہ کردیا گیا هو - اسمیں داعي اسلام کا اولین کام امر بالمعروف و نهي عن المنکر فرمایا - کیونکہ اسکي دعوۃ اللہ کي طرف ہے اور اللہ کا حکم یهي ہے -

[امـر بـالمـنـکر]

لیکن شیطان ایک قوۃ خبیثہ ہے جو سعادت عالم کي دشمن اور هدایت انساني کو روکنے والي ہے - پس وہ اپنے گهرانے کو اور اپني نسل کے چاکروں کو حکم دیتي ہے کہ اولیاء اللہ کي منادي کي مخالفت کریں اور عدل و احسان کي جگہ ظلم و عدوان کي طرف لوگوں کو بلائیں : فانہ یامر بالفحشاء والمنکر - اسلیے جو لوگ شیطاني حکموں کے سامنے گر جاتے هیں اور اللہ کو چهوڑ کر اسکي سفارت و خلافت اختیار کرلیتے هیں' انکا کام امر بالمعروف کي جگہ امر بالمنکر اور نهي عن المنکر کی جگہ امر بالمنکر هوتا ہے - یعنے اولیاء اللہ تو نیکیوں کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے هیں' لیکن وہ برائیوں کا حکم دیتے اور نیکیوں سے روکتے هیں - قران کریم نے صاف صاف لفظوں میں اسکي تصریح کردي ہے :

المنافقون و المنافقات بعضهم من بعض: یامرون بالمنــکر و ینهون عـــن المعــروف و یقبضـــون ایـدیهـم' نسـو اللــہ فنسیهم' ان المنـافقین هم الفاسقون - (۹ : ۶۸)

منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک هي قسم کي هیں - برائي کا حکم دیں' نیکیوں سے روکیں' اور اللہ کي راہ میں خرچ کرنے کا وقت آے تو مٹهیاں بهینچ لیں - حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کو بهلایا - نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے بهي انهیں بهلا دیا - کچهہ شک نہیں کہ یہ منافق هي هیں جو سخت فاسق هیں !

حالانکہ مومنوں کا حال یہ ہے :

والمومنـــون والمومنــات بعضهــم اولـیـــاء بعض : یامـــرون بـالمعــروف و ینـهون عــن المنــکر و یقیمون الصــلاۃ و یوتون الـزکواۃ و یطـیعون اللہ و رسولہ - اولائک سیرحمهم اللہ - ان اللہ عزیز حکیم -

برخلاف منافقوں کے مومن مرد اور مومن عورتوں کا حال یہ ہے کہ نیک کاموں میں ایک کا ساتهي ایک ہے - نیکي کا حکم دیتے هیں' برائي سے روکتے هیں' صلوۃ الهي کو قائم کرتے هیں' اللہ کي راہ میں مال خرچ کرتے هیں' غرضکہ اللہ اور اسکے رسول کے حکم پر چلتے هیں - یهي لوگ هیں کہ انپر عنقریب اللہ رحم کریگا - کچهہ شک نہیں کہ اللہ عزیز و حکیم ہے -

پہلي آیۃ میں " منافق " کا لفظ فرمایا - نفاق ایمان کے مقابلے میں اور کفر اسلام کے مقابلے میں قران کي [illegible] ہے - پس یہ اُن لوگوں کا حال ہے جو مومنوں کے ضد و مخالف هیں' اور مومنوں کا دوسرا نام " اولیاء اللہ " ہے -

فرمایا کہ " نسو اللہ فنسیهم " انہوں نے اللہ کو بهلادیا ہے اسلیے وہ بهي بهلا دیے گئے -

یہاں نہیں لکھونگا (۱) مقصود صرف پہلي دو جماعتیں هیں- ان جماعتوں کے اعمال و خصائص کي تشریح یہاں تو نہیں کي گئي - لیکن سورۂ بلد میں صاف صاف بتلا دیا ہے :

وما ادراك ما العقبة ؟ فك رقبة او اطعام في يوم ذي مسغبة ، يتيماً ذا مقربة ، او مسكيناً ذا متربة ، ثم كان من الذين آمنوا و تواصوا بالصبر و تواصوا بالمرحمة ، اولائك اصحاب الميمنة " (۹۰ : ۱۲)

" تم سمجھے کہ هم نے جو یہاں " عقبہ " کا لفظ کہا ہے سو اس سے کیا مقصود ہے ؟ " عقبہ " سے مراد یہ ہے کہ انسان کي گردن کو غلامي کے پھندے سے چھڑا دینا ، بھوکوں کو کھانا کھلانا ، اور یتیم کي (علی الخصوص جبکہ اپنے قریبي لوگوں میں سے هو) اور محتاج و مسکین کي مدد کرنا - پس جو انسان کہ اپني بڑائي کا مدعی ہے ، اسے چاهیے تھا کہ اس آزمایشي گھاٹي کي منزل سے گذرتا اور اسکے علاوہ اس جماعة کے لوگوں میں سے هوتا جو اللہ پر ایمان لاے هیں اور ایک دوسرے کو صبر و برداشت کي اور باهم مرحمت کي وصیت کرتے هیں - یہي لوگ " اصحاب المیمنہ " هیں "

اسکے بعد دوسرے گروہ کے کاموں اور نتائج کي تعریف بیان کي :

والذین کفروا بآیاتنا ، هم " اصحاب المشئمة " . علیهم نار موصدة ! (۹۰ : ۱۷)

مگر جن لوگوں نے هماري نشانیوں کو ، هماري تعلیمات کو ، همارے احکام کو ، اور هماري بھیجي هوئي هدایت کو ، قول سے اور عمل سے جھٹلایا ، تو وہ لوگ " اصحاب المشئمة " هیں -

ان آیات سے پہلے انسان کي خلقت کے ضعف اور پھر نفس و هوی کي ابلیسانہ گمراهي کا ذکر کرکے غافل انسانوں کو ملامت کی ہے اور کہا ہے کہ خدا نے انسان کے آگے هدایت و ضلالت ، دونوں راهیں کھولدي هیں - آ نے دیکھنے ، سونچنے ، امتیاز کرنے کیلیے عقل و تمیز بھي دیدي ہے - پس باوجود اسکے یہ کیسي شقاوت ہے کہ هدایت کي راہ چھوڑکر ضلالت کا راستہ اختیار کیا جاے ، اور اللہ کي آیات و بصائر سے بالکل آنکھیں بند کرلي جائیں ؟ اسکے بعد فرمایا ہے کہ اس گمراہ انسان کو دیکھو جو بڑے بڑے دعوے اور گھمنڈ کي باتیں کرتا ہے ، پر آزمایش کی اس گھاٹي تک کو طے نہ کرسکا ہے جو انسان کي هدایت کي پہلي منزل ہے - یہاں اصلي لفظ " عقبہ " کا آیا ہے - اسکے معني دشوار گذار کام یا گھاٹي کے هیں - چونکہ " اصحاب المیمنہ " کے کاموں میں دشوار اور مشکل امتحانات هیں اسلیے انھیں " عقبہ " (۲) کے لفظ سے تعبیر کیا ہے -

اس آیة سے معلوم هوا کہ " اصحاب المیمنہ " کے کاموں کے دو درجے هیں - پہلا درجہ جو اس سفر میں بطور آزمایش کي ایک گھاٹي (عقبہ) کے ہے ، وہ یہ ہے کہ بندگان الہي کو غلامي و محکومي سے نکالنے کیلیے سعي کرنا ، اور انکي گردنوں کو انسانوں کے تسلط و حکومت کے بوجھہ سے آزاد کرانا - نیز اپنے مال کو مسکینوں ، محتاجوں ، اور یتیموں کیلیے خرچ کرنا ، اور بھوکوں کو افلاس و فقر کے زمانے میں کھانا کھلانا ہے - جب اس منزل سے گذر جائیں تو اسکے بعد دوسري منزل آتي ہے - جسے تواصوا بالصبر و تواصوا بالمرحمة سے تعبیر کیا ہے - اور یہي مقام ہے جسے سورۂ عصر میں و تواصوا بالحق و تواصو بالصبر کہا ہے - تمام وہ نضائل و اعمال جنکے لیے صرف قربي ، و تحمل مصائب ، و نظارۂ آلام ، و ثبات و استقامت کي ضرورت ہے ، مفہوم " صبر " میں داخل هیں - " مرحمة " سے مقصود تمام اعمال حسنہ و فاضلہ هیں - والقصة بطولها -

" اصحاب المشئمة " ان دونوں مقاموں سے محروم هوتے هیں یہي انکي علامت ہے -

(اصحاب الیمین و اصحاب الشمال)

" اصحاب المیمنہ " کو " اصحاب الیمین " بھي کہا ہے اور " اصحاب المشئمة " کو " اصحاب الشمال " کے نام سے بھي موسوم کیا ہے - دونوں کا مفہوم ایک هي ہے - چنانچہ سورۂ واقعہ میں اصحاب المیمنہ اور اصحاب المشئمة کا ذکر آگے چلکر یوں کیا گیا :

و اصحاب الیمین ، ما اصحاب الیمین ! في سدر مخضود ، و طلح منضود ، و ظل ممدود ، و ماء مسکوب ، و فاکهة کثیرة ، لا مقطوعة و لا ممنوعة (۵۶ :) کہ اصحاب الیمین کے لیے باغ و بہار کی دائمي خوشیاں اور نظارے هیں - جو نہ تو کبھي رکے جاسکیں گے اور نہ کبھي انکا سلسلہ ٹوٹے گا -

پھر کہا کہ : اصحاب الشمال ، ما اصحاب الشمال ! في سموم و حمیم ، و ظل من یحموم ، لا بارد و لا کریم ، انهم کانوا قبل ذالك مترفین - الخ - (۵۶ :) یعني اصحاب الشمال وہ هیں جو انکے لیے تپش و سوزش اور کھولتے هوے پاني کي سي گرمي ہے - یہ وہ لوگ هیں کہ پہلے بڑے آسودہ حال تھے ، مگر پاداش عمل میں انکا یہ حال هوگیا -

پہلی آیة میں لا مقطوعة و لا ممنوعة اور دوسرے میں انهم کانوا من قبل ذالك مترفین قابل غور ہے -

(دعوۃ الی اللہ و دعوۃ الی الشیطان)

ایک اهم موضوع بحث ان دونوں جماعتوں کے خصائص و اعمال ، آثار و نتائج ، اور عوائد و عواقب کا ہے - چونکہ یہ دونوں جماعتیں باهم ایک دوسرے کي ضد هیں اسلیے انکے تمام کام بھي ایک دوسرے سے بالکل متضاد و مخالف واقع هوے هیں -

قرآن حکیم نے اس کثرت سے انکے متضاد و متباین خصائص و اعمال کا جا بجا ذکر کیا ہے کہ اگر ان سب کو یکجا کیا جاے تو اقلاً سو آیتیں ضرور هوجائیں ، اور انسان کے اعمال هدایت و ضلالت کے متعلق عجیب عجیب اسرار و معارف منکشف هوں - مگر چونکہ اس مضمون میں یہ تمام تذکرہ ضمناً و تبعاً ہے نہ کہ اصلاً ، اسلیے صرف سرسري نظر سے کام لے رها هوں اور انھي امور کي طرف اشارہ کرتا هوں جنسے آگے چلکر اصل موضوع کے فہم و درس میں مدد ملیگي - شاید ایک مستقل مضمون " اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان " کے عنوان سے بسلسلۂ باب التفسیر لکھکر اپنے تمام خیالات کو بہت جلد یکجا کرسکوں -

از آنجملہ ایک سب سے بڑا نمایاں اور بنیادي اختلاف جو ان دونوں جماعتوں کے کاموں میں هوتا ہے اور جسکو قرآن کریم نے انکا امتیازي نشان قرار دیا ہے ، یہ ہے کہ یہ دونوں جماعتیں دنیا کو اپنے اپنے دوستوں اور معبودوں کي طرف بلاتی اور دعوت دیتي هیں - " اولیاء اللہ " اللہ کے دوست اور ساتھي هیں ، اسلیے وہ اپني تمام قوتوں کو اللہ کي پکار بلند کرنے اور اسکي طرف انسانوں کو بلانے میں صرف کر دیتے هیں - پر اولیاء الشیطان ، قواے شیطانیہ کے پجاري اور والہ و شیفتہ هوتے هیں ، اسلیے انکا جہاد خدا کي جگہ شیطان کي راہ میں هوتا ہے اور اسي کي طرف خدا کے بندوں کو دعوۃ دیتے اور پکارتے هیں - اولیاء اللہ اور اصحاب الجنة کا مقصد

(۱) سورۂ واقعہ کی مستقل تفسیر مرتب ہے اور متعدد اهم مطالب و مقاصد پر مشتمل - بسلسلۂ باب التفسیر شائع هوگي - نیز بصورت رسالہ -

مدارس اسلامیہ

بازگو از نجد و از یاران نجد

دستور العمل ندوۃ العلما کی بے نتیجہ ترمیم

عام راے کے اظہار اور اصلاح ندوہ کا اصلی وقت

حضرات ندوہ کی جانب سے ایک دستور العمل اخبارات میں بعرض حصول آرا شائع کیا گیا ہے - برسوں سے ندوۃ العلما کی منتظمہ کمیٹی ترمیم ترمیم کہہ رہی تھی - خدا خدا کرکے اب کہیں اس نے مسودہ کی تصنیف سے فراغت پالی - اگر ندوہ کوئی ضروری شے ہے اور اگر اسے زندہ رہنا چاہیے تو فی الحقیقت اصلی نقطۂ کار یہی ہے جو ہمارے سامنے آیا ہے - یعنی مسئلۂ اصلاح دستور العمل و مسئلہ نظام و قواعد -

لیکن قبل اسکے کہ دستور العمل پر نظر ڈالی جاے ' ایک مرتبہ اُن مفاسد کو مجملاً دہرا لینا چاہیے جنکی اصلاح مطلوب ہے اور جنکے دفع کرنے کیلیے نیا دستور العمل بنایا جا رہا ہے - جب تک لوگوں کے سامنے وہ امور صاف صاف طور پر نہ آجائینگے ' وہ دستور العمل کے متعلق کوئی صحیح راے قائم نہیں کرسکتے -

(مفاسد کار)

ندوہ کے مفاسد اصولاً دو قسموں میں بیان کیے جاسکتے ہیں :

(۱) دستور العمل اور قانون اساسی (کانسٹی ٹیوشن) کا اصول قوانین عامہ مجالس کے لحاظ سے انتہائی حد تک بے قاعدہ ' بے اصول ' غیر منظم ' اور یکسر مستبدانہ ہونا ' جو ایک لمحہ کیلیے بھی کسی جماعتی اور اسلامی و شرعی کام کا دستور العمل نہیں ہوسکتا - اسکی اکثر دفعات شریعۃ حقہ اسلامیہ کی صریح مخالف ہیں - کیونکہ اصول مقدس شوری امۃ کو (کہ بغیر اسکے کوئی جماعتی کام اسلامی نہیں ہوسکتا) بالکل نظر انداز کردیا گیا ہے -

مثلاً دستور العمل میں ایک مجلس علاوہ مجلس انتظامیہ کے " مجلس خاص " کے نام سے بڑھائی گئی ' اور کانسٹی ٹیوشن کا تغیر و تبدل ' منیجنگ ممبروں کا انتخاب ' صیغۂ مال کے حسابات کی جانچ ' اور اسی طرح کے تمام اہم اور بنیادی امور اسکے ہاتھہ میں دیدیے گئے - لیکن اسکے نظام کا یہ حال ہے کہ کوئی وقت اور کوئی زمانہ معین اسکے لیے ضروری نہیں " حسب تحریک ارکان یا ناظم یا نائب ناظم جب ضرورت پیش آے منعقد ہوسکتا ہے " (دفعہ ۲۸)

اس عجیب الخواص " مجلس خاص " کے قائم کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ندوہ کی تمام ہستی بیکار ہوگئی - نہ تو ارکان انتظامی کچھہ چیز رہے - نہ شوری و اکثریت کی کوئی حقیقت باقی رہی - جب ناظم یا نائب ناظم چاہے ' چند آدمیوں کو اکٹھا کرکے اپنے حسب منشا نئے ممبر بنا لے ' یا قواعد منسوخ کرڈالے ' یا حسابات کے متعلق موافق و مخالف رزولیوشن پاس کرلے - چنانچہ بارہا ایسا ہی ہوا اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ندوہ چند اشخاص کے زیر تسلط آگیا ہے - جب چاہتے ہیں مجلس خاص منعقد کرکے بغیر اطلاع ممبران انتظامیہ و حصول راے ' پندرہ پندرہ شخص ممبر بنا لیتے ہیں ' تاکہ اپنے مذاق کی اکثریت پیدا کرکے مخالف کو شکست دیدیں -

جمہوری اور جماعتی کاموں کا کبھی بھی یہ منشا نہیں ہوا ہے کہ تعداد کے لحاظ سے کل افراد قوم کو کسی کام میں شریک کرلیا جاے - عملاً بھی یہ ناممکن ہے - جمہوریت اور شوری سے مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ حتی الامکان ایسے قوانین وضع کیے جائیں جنکی وجہ سے کسی ایک شخص یا چند آدمیوں کو تسلط و تغلب کا موقع نہ ملے ' اور راے زیادہ سے زیادہ ممکن الاجتماع افراد میں بٹ جاے - ان افراد میں پہلا گروہ وہ ہوتا ہے جو شریک کار ہوتا ہے - دوسرا وہ وسیع تر گروہ جو پہلے گروہ کو منتخب کرتا ہے - اسی طرح معاملہ بہت سے آدمیوں کے حلقوں میں چلا جاتا ہے " شخصیت " اسمیں کم ہوجاتی ہے ' اور علی سبیل الاستیفال تمام افراد قوم و جماعت اسمیں شریک ہوجاتے ہیں یا ہوسکتے ہیں -

یہی معنی اصول شوری اور اجتماع حل و عقد کے ہیں اور اسی اصول پر آج تمام دنیا کے مشترکہ اور مجلسی کام ہو رہے ہیں - کوئی چھوٹی سے چھوٹی مجلس بھی ایسی بمشکل ملیگی جو اپنے تئیں " شخص " کی جگہ " مجلس " کہتی ہو ' اور پھر " مجلس خاص " کی طرح ایک خود مختارانہ کمیٹی بھی اس نے بنا لی ہو -

یا مثلاً سکریٹری کی معزولی کا حق عام مسلمانوں کی جگہ ایک خود ساز جماعت انتظامیہ کے ہاتھہ میں دیدینا جو مسلمانوں کا حق دینی و شرعی ہے - اور جبکہ وہ خلیفۂ وقت کو معزول کرسکتے ہیں تو کسی انجمن کے سکریٹری کو بھی معزول کرسکتے ہیں بشرطیکہ شرائط عزل بیان کردیں - ندوہ کا اصلی دستور العمل جسپر سالہا سال تک عمل ہوتا رہا ' اسمیں بھی حق عزل جلسۂ عام کو دیا گیا تھا - جلسۂ عام میں ہر شخص شریک ہوسکتا ہے ' اور اضافی کثرت و عمومیت اسے حاصل ہوتی ہے ' اسلیے اطلاق عام راے کا اسی پر کیا جائیگا -

یا مثلاً منیجنگ کمیٹی کے ممبروں کا انتخاب عام ممبروں کی راے لیکر ہونا چاہیے - جو لوگ کسی مجلس کی تمام ہستی اپنے دست اقتدار میں لینے ہیں ' قانوناً و شرعاً و اخلاقاً ' انہیں مسلمانوں کے وسیع گروہ کی جانب ہی سے منتخب ہونا چاہیے - اسمیں مصلحت یہ ہے کہ خاص خاص شخصوں اور محدود جماعتوں کو اپنا غلبہ پیدا کرنے کا موقعہ نہ ملے اور ہر شخص اپنے تئیں منتخب کرکے ندوہ کے کام میں حصہ لے سکے - قدیم دستور العمل میں ایسا ہی تھا لیکن نئے دستور العمل سے یہ دفعہ نکال دی گئی -

اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ جلسۂ انتظامیہ کوئی شے نہ رہا - اسکو " جلسہ " کہنا مجلسی و مشترکہ کاموں کی حقیقت کو مشتبہ کرنا ہے - وہ چند آدمیوں کی ایک بے قاعدہ بھیڑ ہوگئی جسے آپس کے مبادلۂ انتخاب سے اکٹھا کرلیا گیا ہے - جن مسلمانوں کی جانب سے نیابت کا اُسے دعوا ہوتا ہے ' انہیں یہ تک نہیں معلوم کہ کون ہمارا مختار کل ہوا ہے ؟ کب ہوا ہے ؟ اور کب اسکے پنجے سے چھٹکارا نصیب ہوگا ؟

یا مثلاً ندوہ کسی خاص صوبے یا شہر کی مخصوص انجمن نہ تھی - تمام مسلمانان ہند کیلیے کام کرنا چاہتی تھی ' پس ضرور تھا کہ تمام صوبوں سے اسمیں ممبر لیے جاتے اور اس طرح صحیح انتخابی اصول کی تعمیل کے ساتھہ عام دلچسپی اور واقفیت بھی مسلمانوں کو ہوتی ' مگر اسکا کچھہ لحاظ نہیں رکھا گیا اور تمام کاموں کو صرف چند ہاتھوں کے ذریعہ انجام دینے کی باسم مجلس ایک نئی مثال مشئوم قائم کی گئی -

غرضکہ اسی طرح کے مفاسد سے موجودہ دستور العمل لبریز ہے ' اور اسی کا نتیجہ ہے کہ جب تک یہ پتھر راہ سے نہ ہٹے ' کوئی اصلاح نہیں ہوسکتی - یہی ندوہ کی ریڑھہ کا اصلی مرض ہے اسی نے اُسے تمام مقاصد دینی و تعلیمی کے حصول سے یک لخت محروم کردیا ہے اور وہ کام ہو نہیں سکتا - خواہ انسانوں کی جگہ آسمان سے فرشتے بھی اتر آئیں لیکن ایسے دستور العملوں کی موجودگی میں وہ کچھہ نہ کرسکینگے -

طبیعۃ کی اگر کسی شے کی مفسد ہو تو وہ اپنے تئیں کبھی بھی صالح نہیں بنا سکتی - انجمنوں کیلیے انکا کانسٹی ٹیوشن بمنزلۂ طبیعۃ و فطرۃ کے ہے جب یہ قائم ہوگئی تو پھر جبلت میں تبدیلی نہیں ہوسکتی - پس سب سے پہلا سوال بنیاد کا ہے نہ کہ در و دیوار کا -

[نسیان ذکر الہي]

الله اور اسکے ذکر کو بھلانا ایک حقیقی شیطاني عمل ہے - هر جگه قران حکیم میں نسیان و ذهول کو شیطان کي طرف نسبت دي ہے - حضرة موسى علیه السلام اپنے بعري معلم کی تلاش میں جب نکلے اور دو دریاؤں کے جمع هونے کي جگه پر مچھلي بھول آے تو انکے ساتھی نے کہا : وما انسانیه الا الشیطان (۱۸ : ۶۴) شیطان نے مجھپر نسیان طاري کردیا - حضرت یوسف علیه السلام نے اپني قید خانے کے ساتھي سے کہا تھا که " اذکرني عند ربک " عزیز مصر سے میرا ذکر کردینا - اگر وہ عزیز مصر سے ذکر کردیتا تو عجب نہیں که حضرة یوسف کو جلد رهائی ملجاتی - لیکن شیطان نے بھلا دیا اور اُسے یاد نه رها : فانساه الشیطان ذکر ربه فلبث فی السجن بضع سنین (۱۲ : ۴۲) شیطان نے اسپر نسیان طاري کردیا اور وہ اپنے آقا سے حضرة یوسف کا تذکرہ کرنا بھول گیا -

اسي طرح سورہ انعام میں فرمایا : و اما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین (۶ : ۶۴)

اصل یه ہے که نیکي کا سر چشمه الله کی یاد اور اسکا ذکر ہے - قوة شیطاني اس ذکر کو بھلا دیتي ہے اور هر کام جو نیک اور صالح هوتا ہے اسکے لیے نسیان و ذهول طاري هوجاتا ہے - گذشته صحبت میں " حزب الشیطان " کا ذکر آچکا ہے جو اولیاء الشیطان کي جماعت کا نام ہے - اسکا ذکر کرتے هوے خدا نے فرمایا که " استحوذ علیهم الشیطان فانساهم ذکر الله - اولائک حزب الشیطان " (شیطان انپر مسلط هوگیا ہے - پس انہوں نے خدا کے ذکر کو بھلا دیا ہے - یہي لوگ حزب الشیطان هیں) - آیة بالا میں بھي " نسیان شیطاني " کا ذکر کیا ہے اور اس آیة میں بھي حزب الشیطان کیلیے " نسیان ذکر " کي طرف اشارہ کیا ہے - اس سے واضح هوتا ہے که جن منافقین و منافقات کا یہاں ذکر کیا گیا ہے ' وہ بھي حزب الشیطان ہے : اولائک هم الخاسرون !

[عود الی المقصود]

غرضکه اولیاء الشیطان اور حزب ابلیسي کا کام دنیا میں یه هونا ہے که امر بالمعروف والعدل کے مقابلے میں امر بالمنکر و الافساد کریں اور نہي عن المنکر کي جگه امر با لمنکر کیلیے پکاریں :

هل یستوي هو و من یامر بالعدل و هو علی صراط مستقیم ؟ (۱۶ : ۷۶)

(پھر) کیا ایسا شخص اور وہ مومن مخلص اپنے کاموں میں برابر هوسکتے هیں جو دنیا کو عدل کا حکم دیتا ہے اور خود بھي صراط مستقیم پر چل رها ہے ؟

اور چونکه دونوں جماعتوں کي تعلیم اور دعوة ایک دوسرے کے ضد اور مخالفت میں هوتي ہے ' پس هر اعلان صداقت و دعوة الی الله کے موقعه پر دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا هوجاتي هیں - ایک صف کے هاتھ میں امر بالعدل والمعروف کا علم صلح و اصلاح هوتا ہے - دوسري صف کے اوپر منکر و فساد اور فواحش و منکرات کا جھنڈا لہراتا ہے - ایک سے امر بالمعروف و دعوة الی الله کي صدا اٹھتي ہے - دوسرے سے امر بالمنکر و دعوة الی الشیطان کي منادي بلند هوتی ہے - ایک الله کي راہ میں اپنا خون بہاتا اور حق کیلیے جہاد کرتا ہے - دوسرا شیطان کی راہ میں لڑتا اور ظلم کیلیے قتال کرتا ہے :

الذین آمنوا یقاتلون فی سبیل الله ' و الذین کفروا یقاتلون في سبیل الطاغوت (۴ : ۷۶)

مومن الله کي راہ میں قتال کرتے هیں اور صاحبان کفر شیطان اور اسکے خلفا و مظاهر کي راہ میں -

پس مومن اور الله کا ولی وهي ہے جو شیطان کے ولیوں کو قتل کرے ' اور انکے فساد و طغیان سے ارض الہي کو پاک کردے ' کیونکه اسکے ایک هي آقا اور خداوند نے حکم دیا ہے :

فقاتلوا " اولیاء الشیطان " ان کید الشیطان کان ضعیفا ! (۴ : ۷۵)

شیطان کے دوستوں اور پجاریوں کو قتل کرو - شیطان کے مکر و فساد خواہ کتنے هی قوي اور مہیب نظر آئیں لیکن الله کے ولیوں کے سامنے بالکل هي ضعیف و بے طاقت هیں !

اور ایسا کرنا قتل و خونریزي نہیں بلکه عین صلح و اصلاح اور امن و نظام ہے - کیونکه فساد و ظلم کے روکنے کیلیے جو شخص خون بہاتا ہے ' وہ دنیا کا حقیقی مصلح اور محسن ہے - کیونکه اُس نے ایک جماعت کا خون بہا کر تمام عالم کو زندگي بخشدي - اور جو شخص ظلم و فساد کو زندگي بخشتا ہے وهي دنیا کا دشمن اور انسانیت کا عدو ہے ' کیونکه چند انسانوں کي خاطر تمام انسانوں سے دشمنی کررها ہے :

و لکم في القصاص حیاة یا اولی الالباب ! (۲ : ۱۹۳)

اور قتل کے بدلے قتل کرنے میں اے صاحبان عقل ' تمهارے لیے زندگي ہے - کیونکه ایک کو قتل کرکے اسکے شر و ظلم سے تم نے تمام دنیا کو نجات دلادي !

نیز فرمایا که :

و قاتلوهم حتي لا تکون فتنة و یکون الدین لله (۸ : ۳۹)

اور اولیاء الشیطان کو قتل کرو یہاں تک که دنیا میں فتنه و فساد باقي نه رهے اور دین صرف الله هي کا قائم هوجاے -

اولیاء الشیطان کا بھي کام یہي هوتا ہے که وہ اُن لوگوں کو قتل کرتے هیں جو عدل و معروف کا وعظ کرتے اور اسکي منادي بلند کرتے هیں : و یقتلون الذین یامرون بالقسط (۳ : ۲۱) یعني وہ ان لوگوں کو قتل کرتے هیں جو عدل و انصاف کا حکم دیتے هیں - پس ضرور ہے که داعیان حق و عدل کے هاتھوں وہ بھي قتل کیے جائیں :

فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم ! (۲ : ۱۹۴)

جو تم پر زیادتي کرے ' تم بھي اسي طرح اور اسي قدر اسپر زیادتي کرو تا که ظلم و عدوان الله کے بندوں کو نیست و نابود نه کردے -

(اولیاء الله سے مقصود)

لیکن واضح رهے که " اولیاء الله " سے قران کریم کا مقصود کوئي خاص مصطلحه جماعت " اولیاء الله " کي نہیں ہے ' بلکه هر مومن صادق جس نے شیطاني قوی سے اپنے تئیں الگ کرلیا ہے اور الله اور اسکے رسول کے احکام کي اطاعت کرتا ہے ' وہ الله کے اولیاء اور دوستوں میں شامل هوجاتا ہے - ایسے هي لوگوں کا اِن آیتوں میں ذکر کیا گیا ہے -

البته اولیاء الله کے مقامات و مدارج کے خاص خاص حالات ضرور هیں ' اور کتاب و سنت سے ایسے مقامات کا پته چلتا ہے جو ایمان الہي اور ذهاب الی الله کے انتہائي مراتب هیں - احادیث صحیحه علی الخصوص صحیح بخاري کے کتاب التواضع کي حدیث " ولي " میں اسکي طرف اشارہ کیا گیا ہے - نیز حضرة فاروق رضي الله عنه کو " محدث " فرمانا اسي کے ایک مرتبهٔ اعلی کي صراحت تھي لیکن اسکی تشریح کا یہاں موقعه نہیں - اولیاء الله کے مدارج اس مشہور آیة شریفه میں بیان کردیے گئے هیں که : و من یطع الله و الرسول فاولائک مع الذین انعم الله علیهم من النبیین و الصدیقین و الشهداء و الصالحین - وحسن اولائک رفیقا -

وثایق و حقایق

جهـــاز ایمپرس کی تبـاهـي
اور
مطالعـۀ قران حکیم کا ایک لمحـۀ فکریه

دنیا کي نئي بحري ترقیات ' سمندرونکي قاهرانـه تسخیر عظیم الشان اور آهنین جهازوں کي طیاریاں ' اور قوۃ سفاني کے احاطۀ و تسلط کے مناظر دیکهه کر بارها مجهے خیال هوا که کیا دنیا کي ترقي نے قرآن حکیم کي بهت سي موثر مثالوں کا اثـر کهو دیا هے ؟

* * *

مصیبت کا انتهائي نزول اور اسباب و تدابیر کا بکلي انقطاع انساني قلب کیلیے توجه الی الله کا ایک هي خالص اور بے ریا وقت هوتا هے - یه وقت اگر دنیا میں نه آے تو شاید بهت کم هستیاں هوں جو عمر بهر میں ایک مرتبـه بهي خدا کا نام لیں - نیکي کا حقیقي سرچشمه خدا کا تصور هے - اگر انسان خدا کو بهول جالیگا تو قطعاً وه نیکي کو بهي بهول جائیگا - مگر نیکي کا درخت مصیبت هي کي آبیاري سے قائم رهتا هے !

* * *

اگر بیماریاں معدوم هوجائیں ' اگر بے چیني کي کروٹ ' اضطراب کي آه ' درد و بیقراري کي تڑپ ' اور درد مند بیماروں کا بستر الم باقي نه رهے - اگر سفر کے قافلے بے خوف هوجائیں ' او قهار و نا پیدا کنار سمندروں میں مسافروں کیلیے کوئي کهٹکا باقي نه رهے ' تو کیا پهر بهي دنیا اُتنا هي خدا کو یاد رکهیگي جیسا که همیشه سے رکهتي آئي هے ؟

اسکي سچي یاد کا مقدس وقت صرف درد دکهه کي پر حسرت گهڑیوں هي میں آتا هے ' اور جب وه گهڑي ٹل جاتي هے تو پهر تکلیفوں کے ساتهه تکلیفوں کا دور کرنے والا بهي بهلا دیا جاتا هے - یه حوادث الیمه اور سوانح محزنه جو انسانوں کو همیشه پیش آتے رهتے هیں ' یه هولناک آتشزدگیاں ' یه لا علاج زلزلے ' یه هلاکت بار وبائیں ' یه آتش فشان پهاڑونکي آتش افشانیاں ' یه اجسام عظیمه کا تصادم اور کائنات بحر و بر کا تلاطم و تضارب ' غور کرو که فی الحقیقت کیا هے ؟ یه هدایت انساني اور سعادت عالم کیلیے ملائکۀ معذبین هیں جو دنیا میں بهیجے جاتے هیں تا که دنیا کو غفلتوں سے چونکائیں ' گمراهیوں سے نکالیں ' سرشاریوں سے بچائیں : باطنه فیه الرحمة و ظاهره من قبله العذاب (۵۷ : ۱۳)

* * *

چنانچه قرآن حکیم نے انسان کي اس فطرۃ کي طرف جا بجا اشاره کیا هے :

و اذا مسه الشر فذو دعاء عریض ! (۴۱ : ۵۱)

اور جب انسان کسي مصیبت اور شر میں مبتلا هوجاتا هے تو اُس وقت اپني سرکشي اور غفلت کو بهول جاتا هے اور لنبي چوڑي دعائیں مانگنے لگتا هے !

سورۂ یونس میں فرمایا :

و اذا مس الانسان الضر دعانا لجنبه او قاعدا او قائما ' فلما کشفنا عنه ضره مر کان لم یدعنا الي ضر مسه ! (۱۰ :)

اور جب انسان کسي دکهه اور مصیبت میں گرفتار هوتا هے تو خواه کمزوري سے لیٹا هوا هو ' یا بے چیني اور اضطراب سے بے حال و مضطرب بیٹها هو ' یا هر طرف هلاکت اور بربادي کو دیکهکر حیران کهڑا هو ' کسي حال میں هو ' مگر معاً الله کي طرف متوجه هوجاتا هے اور بے اختیار اسے پکارنے لگتا هے - لیکن جب هم اُس کي مصیبت دور کر دیتے هیں تو پهر ایسا بے پروا هوکر چل دیتا هے ' گویا اس نے اپني مصیبت کیلیے کبهي همیں پکارا هي نه تها !

سوره اعراف ' انعام ' بني اسرائیل ' روم ' زمر ' حم سجده وغیره میں بکثرت اس آیت هي کے هم مطلب آیات موجزه و مفصله موجود هیں -

* * *

پهر مصیبتوں کا بهي یک ساں حال نهیں - جس مصیبت میں جسقدر مایوسي اور بے بسي زیاده هوتی هے ' اُتني هي زیاده الله کي طرف توجه بهی پیدا هوتي هے - علي الخصوص ایسے مصائب جن میں دنیوي وسیلوں اور مادي تدبیروں کي طرف سے بالکل مایوسي هو جاے اور کوئي رشته امید کا باقي نه رهے - ایسے مواقع انسان کي ملکوتیت اور قدوسیت کے اصلي اوقات هوتے هیں - وه همه تن فریاد و دعا بن جاتا هے ' اور انتهاء خلوص و صداقت اور حضور قلب و ابتهال و تضرع سے الله کو پکارنے لگتا هے - لیکن جب وه ساعت ٹل جاتي هے تو پهر اسکي ابلیسیت عود کر آتي هے - اُس وقت کے مصائب کے ساتهه اُس هستي کو بهي بهلا دیتا هے جسے هر طرف سے مایوس هوکر اس نے پکارا تها : و کان الانسان کفورا (۱۷ : ۶۹)

* * *

ایسے وقتوں میں سے ایک خاص سخت و شدید وقت وه هوتا هے ' جب انسان زمین کے پر امن کناروں سے دور هو جاتا هے ' اور سمندر کي قهار و بے امان اقلیم کے اندر طوفانوں اور موجوں میں گهر جاتا هے - جبکه جهاز کے تختے ٹوٹنے لگتے هیں ' پاني کي چادریں هر طرف سے اٹهه اٹهه کر دوڑنے لگتي هیں ' اور آسمان اور سطح سمندر کے اندر کوئی هستي نهیں هوتي جو اس قریب فنا هستي کو بچاسکے اور هلاکت کے منه سے نکال لے - اُس وقت غفلت انساني کي سرکشي اور بغاوت کا سر عاجزي سے گر جاتا هے اور یه دیکهکر که اب دنیا میں کوئي نهیں جو اُسے بچاسکے ' وه دنیا کے اس مالک حقیقي کو پکارنے لگتا هے جسکی نسبت اُسے یقین هوتا هے که وه هر حال میں اپنے پکارنے والوں کو بچا سکتا هے !

چنانچه اسي لیے قران حکیم کي موثر ترین مثالوں میں ایک بڑي تعداد اُن مثالوں کي هے ' جنمیں دریا کے مایوس مسافروں کي حالت کا نقشه کهینچا هے ' اور دکهلایا هے که کس طرح بے بسي کے عالم میں انکي فطرۃ اصلیه ایک مافوق هستي کے تصور سے پهر جاتي هے ' اور پهر جب وه کنارے پر سلامتي کے ساتهه پهنچ جاتے هیں تو کس طرح نسیان و ذهول عود کر آتا هے ؟ فقال سبحانه :

هو الذي یسیرکم في البر و البحر حتی اذا کنتم في الفلك و جرین بهم بریح طیبة و فرحوا بها ' جاءتها ریح عاصف ' و جاءهم الموج من کل مکان و ظنوا انهم احیط بهم ' دعو الله مخلصین له الدین : لئن انجیتنا من هذه لنکونن من الشاکرین ! فلما انجاهم اذا هم یبغون فی

" وه خدا هی تو هے جسنے خشکي اور تري میں تمهاري سیر و سیاحت کے سامان پیدا کر دیے هیں - یهاں تک که بعض اوقات تم جهاز میں هوتے هو اور وه باد موافق کی مدد سے مسافروں کو لیکر چلتا هے ' اور لوگ اسکي پر امن چال سے خوش هوتے هیں - ناگهاں هوا کا ایک جهونکا آ لگتا هے اور موجیں هر طرف سے امنڈ امنڈ کر محاصره کر لیتي هیں - اُس وقت لوگ سمجهتے هیں که اب تباهي میں آ گهرے - پس مایوسی انکے دلوں کو اسباب دنیوي کی طرف سے هٹا کر

(۲) دوسرا سرچشمۂ مفاسد ایسی طبائع کا سوال ہے جو قواعد کی پابندی کو ضروری نہیں سمجھتیں' اور یہ مرض پہلے سے بھی زیادہ مہلک ہے - کیونکہ صحیح و صالح کاموں کیلیے جس درجہ صحیح و صالح قانون کی ضرورت ہے ' اتنی ہی ایسے صالح و صحیح العمل لوگوں کی بھی ضرورت ہے جو قانون کی پابندی کریں اور انکا دماغ اسی با قاعدہ کام کے کرنے سے انکار نہ کرے - اگر ایسا نہ ہو تو پھر قانون بیکار ہے اور قواعد کی حقیقت محض بے سود - آپ بہتر سے بہتر قانون بناکر کاغذ پر لکھہ لیں' لیکن وہ صرف کاغذ ہی تک رہیگا اگر اسپر عمل نہ کیا گیا - یہی نکتہ ہے جسکی طرف قرآن حکیم نے اشارہ کیا جبکہ آغاز قرآن میں فرمایا :

ذالک الکتاب لاریب فیہ ' ھدی للمتقین - الخ (۲ : ۲)

قرآن کریم بلا شک و شبہہ خدا کی کتاب ہے - اُن لوگوں کو ہدایت بخشنے والی ہے جو متقی ہیں اور احکام الہیہ پر عمل کرتے ہیں - مثلاً ایمان بالغیب و قیام صلواۃ و ایتاء زکواۃ -

فرمایا کہ قرآن " ھدی للمتقین " ہے - متقی روحوں کو ہدایت دینے والا ہے - یہ نہیں فرمایا کہ " ھدی للمضلین و الکافرین " ہے - یعنے گمراہوں اور کافروں کو ہدایت دینے والا ہے حالانکہ ہدایت کی ضرورت تو گمراہوں کو ہوتی ہے نہ کہ انکو جو متقی ہیں ؟ نسخہ بیمار کو چاہیے نہ کہ تندرست کو ؟

لیکن حقیقت اسکی یہی ہے کہ کتاب الہی ایک قانون ہے - قانون اسی کام کو درست کرسکتا ہے جو قانون کے مطابق کیا جاے اور اسکی تعلیمات عمل و نفاذ میں آلیں - لیکن اگر ایک شخص قانون کی پروا نہیں کرتا اور اسپر عمل کرنے کیلیے طیار نہیں تو ایسے شخص کیلیے وہ قانون اسی طرح بیکار ہے جیسا اس بیمار کیلیے دوا جو طبیب سے نسخہ لیکر اُسے استعمال نہیں کرتا ' اور ہوسہ طریقہ کے مطابق پرہیز کرنے کیلیے مستعد نہیں -

متقی وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے اور ڈرتا وہی ہے جو اللہ کے احکام کو مانتا اور اسپر عمل کرتا ہے - پس فرمایا کہ قرآن کے قانون الہی اور نسخۂ شفا ہونے میں تو کوئی شک نہیں - البتہ یہ قانون اسی کیلیے قانون ہے جو اسپر عمل کرے ' اور یہ نسخہ اسی کیلیے وسیلۂ شفا ہے جو اسے استعمال کرے : یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام و یخرجھم من الظلمات الی النور و یھدیھم الی صراط مستقیم (۵ : ۱۸)

ورنہ اکثر اوقات تو گمراہوں کیلیے قانون کی موجودگی اور زیادہ موجب گمراہی ہو جاتی ہے - کیونکہ قانون سے انہیں عناد ہو جاتا ہے' اور اور زیادہ اسکی مخالفت کرنا چاہتے ہیں : یضل بہ کثیراً و یھدی بہ کثیرا وما یضل بہ الا الفاسقین ! (۲ : ۲۶)

پس ندوہ کے موجودہ مفاسد میں اعتقاد اور عمل ' قول و فعل' قلب و اعضاء ' قانون و نفاذ ' دونوں قسم کے مفاسد موجود ہیں - اسکا دل اور جسم دونوں بیمار ہیں - اول تو اسکے پاس کوئی صحیح قانون ہی نہیں ہے جو بمنزلۂ اعتقاد کے ہے اور جسپر اعضا و جوارح کے تمام اعمال مرتب ہوتے ہیں - پھر جیسا کچھہ بھی ناقص و بے قاعدہ قانون موجود ہے' ستم پر ستم یہ کہ اسپر بھی عمل نہیں ہوتا - وللہ در ما قال :

لاگ ہو تو اسکو ہم سمجھیں لگاؤ
کر نہ ہو کچھہ بھی تو دھوکا کھائیں کیا ؟

پس اسکی بیماری نہ صرف قانون کی ہے ' بلکہ قانون کے عمل و نفاذ کی بھی ہے - اگر ہم دیکھتے کہ جیسا کچھہ بھی قانون موجود ہے' اسکے مطابق ندوہ میں کام ہو رہا ہے تو ہمارا ماتم صرف اسی قدر ہوتا کہ قانون کی ترمیم یا تجدید کر دیں - ایک بہتر قانون بنا کر یا خود انہی لوگوں سے بنوا کر ندوہ کے سپرد کردیں اور پھر فارغ البال ہوکر بیٹھہ رہیں - لیکن بلا شدید سے اشد ہے' اور مصیبت وسیع سے وسیع تر - دستور العمل کی درستگی کے بعد [illegible] مسئلہ سامنے آتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ نہ

صرف فروعات و جزئیات ہی میں بلکہ یکسر بنیادی اور اساسی امور میں ندوہ کا مسلمہ دستور العمل بالکل بے اثر اور قطعاً بیکار ہے - کبھی بھی اسپر پورا نہ ہوئی نہ اقلاً اسکی موٹی موٹی دفعات اور اصولی نظم و قواعد ہی کی پیروی کرائی جاے ' اور کم سے کم اس مجلس کی بنیاد اور اساس تو باقاعدہ ہوجاے -

بلا شبہہ مسلمانوں کے دوسرے مجالسی کاموں میں بھی بے قاعدگیاں اور خلاف ورزیاں دیکھائی ہیں - پونا کی مسلم لیگ سے لیکر علی گدہ کالج کے عظیم الشان ٹرسٹیوں تک کا یہی حال ہے - شاید ہی کوئی انجمن ایسی نکلے جسمیں ٹھیک ٹھیک قواعد وضوابط کی پیروی کی جا رہی ہے اور کوئی بات قابل اعتراض نہ ہوتی ہو - لیکن بے قاعدگیوں کی بھی قسمیں ہیں اور قانونی خلاف ورزیاں بھی یکساں نہیں ہوتیں - ایک بے قاعدگی جزئی اور فروعی امور میں ہوتی ہے - ایک اصولی اور اساسی امور میں -

ایک بے قاعدگی یہ ہے کہ کام اصلاً تو با قاعدہ بنیادوں پر قائم ہوچکا ہے - اساسی دفعات عمل میں آچکی ہیں اور اسدرجہ مستحکم ہوچکی ہیں کہ ان میں کوئی ایک فرد واحد یا کوئی محدود جماعت متغیر و متبدل نہیں کرسکتی - لیکن اسکے طریق کار و عمل میں بعض فرعی دفعات نظر انداز کردی جاتی ہیں' یا چند اشخاص اپنی کسی خاص غرض کو حاصل کرنے کیلیے چند مخصوص قواعد کے عمل میں مانع ہونے لگتے ہیں - یا عمل کراتے بھی ہیں تو انکی اصلی حقیقت پیدا نہیں ہونے دیتے وغیرہ وغیرہ -

لیکن ایک بے قاعدگی یہ ہے کہ سرے سے کام کی بنیادی دفعات ہی پر عمل نہیں کیا گیا ہے - جن قواعد کی بنا پر اُس کام کی بنیاد رکھی گئی ہے' اور جنکے عمل میں لانے کے بعد وہ ایک انجمن اور ایک باقاعدہ مجلس بنتی ہے' سرے سے انہی کو یک قلم چھوڑ دیا ہے - نہ صرف فروعات بلکہ اصول مفقود ہیں - نہ محض طریق عمل ہی غلط ہے بلکہ عمل کیا ہی نہیں گیا ہے - سالہا سال گذر گئے لیکن ایک نظیر بھی نہیں پائی جاتی جو ان اصولی دفعات کے عمل و نفاذ کا یقین دلاے !

ان دونوں قسم کی بے قاعدگیوں اور خلاف ورزیوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے' گو بے قاعدگی دونوں ہیں - ایک شخص فرض نماز پڑھتا ہے ' سنت چھوڑ دیتا ہے - ایک کو فرض رکعتیں ادا کرنے کی بھی توفیق نہیں :

یزید سلیم والاعز ابن حاتم !

بلا شبہہ پہلی قسم کی بے قاعدگی عام ہے اور بد قسمتی سے اکثر کاموں میں پائی جاتی ہے جسے دور کرنا چاہیے - لیکن ندوہ کی بے قاعدگی دوسری قسم کی بے قاعدگیوں میں سے ہے' اور اسلیے اسکی حالت مجالس و انجمن کی عام بے قاعدگیوں سے بالکل مختلف ہے :

وشتان ما بین خل و خمر !

یہ کہنا کہ یہ بے قاعدگی فلاں نے کیوں دور نہ کی اور فلاں پر اسکا الزام زیادہ ہے ' بالکل بے معنی ہے - سوال مفاسد کا ہے - اگر اسکا وجود ہے تو جب اور جس وقت اور جن لوگوں کو مہلت ملے انکی اصلاح کرنی چاہیے - خواہ کسی عہد میں پیدا ہوئی ہوں اور خواہ زید انکا پرورش کنندہ ہو یا عمر ؟

ہم ایندہ نمبر میں ایسی بے قاعدگیوں کی چند مثالیں بھی پیش کرینگے تاکہ لوگوں کو صحیح راے قائم کرنے میں مدد ملے - اور سمجھہ سکیں کہ اصلاح ندوہ کے مسئلہ میں اصلی بل کیا پڑ گیا ہے ؟

اسکے بعد اُس دستور العمل پر نظر ڈالینگے جو شائع کیا گیا ہے' اور بتلاینگے کہ وہ کس بنا پر محض بیکار ہے اور بعض اصولی امور میں تو پہلے سے بھی بدتر ہے - ندوہ کے اصلی مفاسد میں سے کسی ایک فساد کی بھی اس سے اصلاح نہیں ہوسکتی - اسکے بعد مسلمان راے قائم کریں کہ ندوہ کی موت و حیات صرف انہی کے ہاتھہ میں ہے

مکتــــوب اسقــانه علیــــه

(ازدائرۂ مقدسۂ مشیخت اسلامیۂ کبری زاد الله شرفها)

(شیـــخ الاســلام فیلی پائن)

حضرة الشیخ محمد وجیه الجیلاني (جنکا تذکرہ ایک سے زیادہ مرتبه الهلال میں هو چکا ہے اور جو گذشته دسمبر میں براہ هند فلي پائن گئے تھے) حال میں اُنکا ایک خط آیا ہے جس سے معلوم هوتا ہے که فیلي پائن کي آب و هوا اُنکے سخت ناموافق هوئي اور مجبوراً بغرض علاج قسطنطنیه واپس آنا پڑا - چنانچه تحریر فرماتے هیں :

اے استاذ حکیم ! السلام علیک و رحمة الله و برکاته !

و بعد ' در جزائر فیلي پائن دو ماہ و نیم قیام کردہ بودم - مرض مزمن — که در اواخر قیام آثار پر خطرہ اش ظهور یافته بود — عاجز مسکین را بدار الخلافة مجبور عودت کرد -

لاکن لله مزید المنه که الان ان خطر زائل ' و صحت بدو را ضعف و نقاهت داخل شد - ان وقت که از جزائر حرکت کردم ' مشغول بالنفس بودم ' و بجانب اشرف حضرة عالي عریضۂ جوابیه نتوانستم تقدیم کنم - اما انچه نوشته بودند بوضوع انجامید ' و اکثرے از مطالب مهمه را........................تحریر نمودم - و الان بالمشافه یک صحبتی مفصلی میسر آمد.............

در روز مفارقت از فیلي پائن جریدۂ یومیۂ محلیه " دي منیلا تائمس " یک مقالۂ مطوله متعلق بایں عاجز نشر کردہ بود که مقطوعش را (یعني اُسکے کٹینگ کو) همراہ ایں عریضه ارسال دارم - اگر مناسب است ترجمه اش را نشر نمایند -...............

از طرف ایں عاجز جمیع اخوان مسلمین هند را تحیة و سلام ' و بر سبب مفارقت از فیلي پائن مطلع فرمایند - امید دارم از لطف و کرم حضرة عز اسمه که در وقت قریب بایں عاشق خدمت صحت و توانائي حاصل ' و بجزائر مذکورہ عودت میسر خواهد شد -

عضویت مجلس گزین مقدس تبشیر را با کمال فخر و مباهات قبول کردم و انشاء الله العزیز دریں قیام دار الخلافة نقاط مهمۂ این مطلب با تمام و تکمیل خواهد انجامید - از غیرت و حمیت اسلام پرورانه و خدمات عظیمۂ اسلامیۂ حضرة عالي حضرة اجل و اعظم شیخ الاسلام و المسلمین بسیار ممنون و متشکر اند ' و در مجالس حضرة ایشاں ذکر جمیل شما بکرات و مرات مي آمد - متع الله الاسلام و المسلمین بطول حیاتکم !

از دعوات صالحه ایں مریض را فراموش نفرمایند - الله سبحانه حافظ و ناصر شما باشد - و السلام علیکم و علی جمیع اخواننا المسلمین -

اخوکم : محمد وجیه الجیلاني

شیخ الاسلام فیلي پائن - قسطنطنیه

اس خط میں فیلي پائن کے روزانه اخبار " منیلا تائمس " کے جس مضمون کا حواله دیا ہے ' اسکا خلاصه حسب ذیل ہے :

(شیخ الاسلام جــزائـــر)

(شیخ محمد وجیه الجیلانی)

" افسوس ہے که شیخ الاسلام جزائر فیلیپائن اپني ناز سازي مزاج اور موسم جزائر کي عدم موافقت کي وجه سے مجبوراً قسطنطنیه واپس چلے گئے - روانگي سے قبل " زیمبوگا " میں ایک عظیم الشان وداعي جلسه منعقد هوا تھا جسمیں ۵ هزار سے زاید مسلمانان جزائر شریک تھے -

اس عظیم الشان مجلس میں لوگ جوش عقیدت سے زمین پر جھک جھک کر ان کے قدموں اور انکے دامن کو نهایت ادب و احترام اور ارادت و عقیدت سے بوسه دیتے تھے اور بمنت و الحاح التجا کرتے تھے که خدا کے لیے یہاں سے نه جائیے !

جو لوگ مسلمانان جزائر کي حالت کا مطالعه کرتے رهتے هیں انکا خیال ہے که شیخ الاسلام کي آمد سے مسئله مورو (مسلمانان جزائر) کے حل کا آغاز هوگیا ہے - انکي راے ہے که اگر مسلمان ان نیم وحشي لوگوں پر انهي کے مذهب کي راہ سے اثر ڈالنا چاهیں تو ان پر بڑي حد تک اقتدار حاصل هوسکتا ہے اور اسطرح یه نیم وحشي پر امن اور کارکن شهري بن جا سکتے هیں -

شیخ الاسلام کي قسطنطنیه سے روانگي بھي ایک ممتاز اور نمایاں واقعه تھا کیونکه انکو رخصت کرنے کے لیے مشاهیر مذهب اور اعیان و اشراف ملت آئے تھے اور انهیں بعض گرانبها تحائف بطور یادگار کے دیے گئے تھے - انهوں نے شکریه کے ساتھه تحائف واپس کر دیے اور کہا :

" مجھے اپني ذات کے لیے ان تحائف کي یا کسي اور شے کي ضرورت نهیں - میں اگر آپ لوگوں سے کچھه چاهتا هوں تو وہ یه ہے که اُن لوگوں کي اصلاح میں میري مدد کیجیے جنکے لیے میں جا رها هوں "

شیخ الاسلام جب آئے تو " زیمبوگا " اور اسکے قرب و جوار کے ناواقف اور بے خبر فیلي پائني امریکی عام طور پر ڈرتے تھے که یه کوئي نئے نبي یا ایک نئے مهدي هیں جو اسلیے آئے هیں تاکه مسلمانوں کے غولوں کو لیکے مقدس جنگ شروع کردیں -

مگر جب انکا قیام هوا تو یه خوف محض بیجا نکلا اور ثابت هوگیا که وہ نه صرف خلیفة المسلمین کے نائب اور شریعۃ اسلامیه کے ایک مفتي هي هیں ' بلکه ان فضائل کے ساتھه ایک نهایت شریف خصائل و بهترین تعلیم یافته شخص بھي هیں جو اس عهد کا ایک مسلمان هوسکتا ہے -

همارے اخبار کے نامه نگار نے مسلمانان جزائر فیلي پائن کے سیاسي مستقبل کے متعلق شیخ موصوف سے دریافت کیا تھا - انهوں نے جواب دیا :

" جب میں نے یہاں کے مسلمانوں کي حالت دیکھي تو میرا دل فرط غم و تاسف سے چور چور هوگیا - انکو مدد کي سخت ضرورت ہے - انهیں هر طرح کي عمدہ تعلیم دیني چاهیے - اسوقت عالم اسلامي میں ان لوگونکي اصلاح و ترقي سے زیادہ افضل و اشرف کوئي کام نهیں "

مراسله نگار نے اس وحشیانه قتل و خونریزي کے متعلق پوچھا جسے یہاں " جورا مینتیڈو " کہتے هیں - شیخ الاسلام نے کہا که یه انکي ایک وحشیانه عادت ہے جو بطور آثار عهد جاهلیت کے اب تک ان میں باقي ہے - چنانچه جو لوگ حج کر آئے هیں وہ اس حرکت کے سخت خلاف هیں - اسلامي تعلیم کي اشاعت سے اس مذموم عادت کي بیخکني هوسکتي ہے - قرآن شریف میں یه کہا گیا ہے که جو آدمي ایک انسان کو قتل کرتا ہے ' گویا وہ سب کو قتل کرتا ہے (من قتل نفساً بغیر نفس او فساد في الارض فکانما قتل الناس جمیعاً) -

الارض بغیـــر الحـــق (۱۰ : ۲۲)

خدا کی طرف متوجه کردیتي هے' اور نهایت خلوص اور عبودیت کے ساتهه دعائیں مانگنے لگتے هیں که خدایا ! اگر اس مصیبت سے تو همیں بچالے تو هم پهر کبهي تجهے نه بهلائینگے اور همیشه تیرا شکر کرتے رهینگے !

لیکن جب خدا انهیں اس بلا سے نجات دیدیتا هے تو وه خشکي پر پهنچتے هي سرکشي اور بغاوت کرنے لگتے هیں' اور اپنی مصیبت کی گهڑي اور وعدے کو بهول جاتے هیں "

* * *

قرآن حکیم نے تقریباً دس باره موقعوں پر یه مثال بیان کي هے- یه اس وقت کي مثالیں تهیں جبکه جهازوں اور کشتیوں کي سلامتي کا دار و مدار محض هوا پر تها' جبکه سمندر کي قهرمانیة کے آگے انسان کي بے بسی بهت هی زیاده تهي' اور جبکه هوا کي مخالفت' سمندر کي طغیاني' بحري راستوں کي ناواقفیت' اور خوفناک دریائی حیوانات کی خونخواری کے مقابلے کیلیے چهوٹے چهوٹے تختوں کي کشتیاں کچهه کام نهیں دے سکتي تهیں - لیکن اب دنیا تیره سو برس آگے بڑهگئي هے' اور انسان نے اپني مصیبتوں کو دور کرنے کیلیے مجنس اور علم کے بڑے بڑے معجزات دکهلاے هیں - اسٹیم کي ایجاد نے هوا کي موافقت و مخالفت سے بے نیاز کردیا هے جسکے آگے انسان کي کوئی کوشش کارگر نهیں هوتی تهی - تمام دریائي راستے اس طرح معلوم کرلیے گئے هیں که پچهلے زمانے کے لوگوں کو خشکی کی راهوں کا بهی اتنا علم نه هوگا - روشني کے منارے' جهازوں کی دائمی آمد و رفت' حرکت و سکون کے عجیب الخواص آلات' بے تار کي خبر رسانی' اور نئي نئي ایجادات و انکشافات نے دریائي سفر کو زمین کے سفر کي طرح بالکل پر امن کردیا هے' اور اتنے بڑے بڑے جهاز سمندروں میں ڈالے جاتے هیں که مثل ایک پوري بستي اور آبادي کے هوتے هیں' اور تمام بحري حوادث و خطرات سے بے خوف و خطر هر طرف پهرتے اور دنیا کے ایک گوشے کو دوسرے گوشے سے متصل کرتے رهتے هیں :

پس اگر ایسا هي هوا هے تو کیا یه تمام مثالیں جو قرآن حکیم نے دریائي سفر کے متعلق دي هیں بیکار هوجائینگي ؟ کیا اب انسان کي عبرت کیلیے لسان الهي کے بیانات کام نه دینگے ؟ کیا انسان نے اپني بے بسي کی مصیبتوں کو نابود کردیا' اور خدا کے پکارنے کي اسے کچهه احتیاج نه رهي ؟

* * *

بارها میرے دل میں یه سوالات آئے' مگر سچ یه هے که انسان نے ابتک کچهه بهي نهیں کیا هے - اسکے غرور اور گهمنڈ کو کچلنے کیلیے ابتک حوادث ارضیه و بحریه کا هاتهه متحرک هے- زمین اسي طرح بے بس کردینے والي مصیبتوں سے معمور هے جس طرح که پهلي تهي' اور دریا ٹهیک ٹهیک اسي طرح مایوسی و نا امیدي کي هلاکت کے بے شمار مواقع رکهتا هے جسطرح که قران حکیم نے بتلایا هے - مصیبت و عجز انساني کي ایک مثال بهي ابتک بے اثر نهیں هوئی - انسان نے بهت ترقي کي هے' لیکن وه خدا کے سامنے ابتک بےبس اور لاچار هے- وه خواه کتنے هي طاقتور اور ناقابل تسخیر جهاز بنالے' لیکن جیسا که اسکے خدا نے کها هے' اسے سمندروں کی مصیبتوں سے دوچار هونا هي پڑیگا - وه طوفانوں میں ضرور گهریگا' موجوں کے احاطے سے بے بس هوگا' پاني کی چادریں اسپر سے گذرینگي' لهروں کي طغیانی اسکا محاصره کریگي' بالاخر اسکو اپنے گهمنڈ اور تمرد کا سر جهکانا پڑیگا' اور بے بس اور عاجز هوکر خدا کو پکارنا هي پڑیگا - ٹهیک اسي طرح جسطرح که ایسے بهت پہلے انسانوں نے خدا کو پکارا تها جبکه وه چهوٹي چهوٹي کشتیوں میں بند بانوں کے ٹکڑے جمع کر رهے تهے' اور سمندر کي قهرمان هستي کے مقابلے کے لیے عظیم الشان جهازوں اور مهیب انجنوں کي جگه صرف لکڑي کے چند بکهرے هوئے تختے اپنے ساتهه رکهتے تهے !

* * *

مصیبت کیلیے کچهه ضرور نهیں که وه ایک هي راستے سے آئے - حالات کے بدلنے سے وسائل و بواعث بهي بدلتے رهینگے - یه سچ هے که اب باد باني جهاز نهیں هیں جنکي سلامتی هوا کی موافقت پر موقوف تهي - تاهم بحر اطلانطک میں بهتي هوئي برف کي کوئی نه کوئي چٹان تو اب بهي نکل آسکتي هے جو " ٹائٹنیک " جیسي انسان کي مغرور اور عظیم الشان صناعي قوت کو فنا کردیگي ؟

اگر یه صورت بهي نهو تو خود وهي انجن جسکے اعتماد پر انساني غرور نے تسخیر بحر کا اعلان کیا هے' موت اور تباهي کا وسیله بن جاسکتا هے اور پهٹکر تمام جهاز میں آگ لگا دیسکتا هے - جهاز " والٹرنو " کي آتشزدگی سے بربادي چند ماه پیشتر کي بات هے !

* * *

حال میں " ایمپرس آف آیرلینڈ " کی درد انگیز تباهي نے اس حقیقت کو بالکل واضح کردیا هے - نه تو قوة دخاني کا عظیم الشان دیو کچهه کرسکا' نه تو بے تار کي خبر رساني کچهه کام آئي' اور نه بیسویں صدي کے سائنس اور تمدن نے کچهه فائده پهنچایا - وه سب کچهه هوا جو ان مثالوں میں قرآن حکیم نے بیان کیا هے - دریا کي موجیں هر طرف سے آٹهیں' لهروں نے بڑهکے سطح جهاز پر قبضه کرلیا' سمندر کی قهرمانیت هر طرف سے محیط هوگئي' اور چند گهنٹوں کے اندر ایک هزار تئیس متمدن انسان انتهائي بے بسي اور درماندگي کے ساتهه دریا کے اندر فنا هوگئے - انساني علم و ایجادات کا غرور ایک متنفس کو بهي نه بچا سکا : ما لهم من الله من عاصم !

* * *

یه فی الحقیقت الله تعالی کے طرف سے انساني غرور اور گهمنڈ کے پشت غفلت پر ایک تازیانۂ عبرت هے جو کبهي کبهي حرکت کرتا هے تا که دنیا کو معلوم هو جاے که بڑي بڑي ترقیوں کے بعد بهی انسان اسی طرح فطرة کے پنجے میں هے جیسا که خلقت کائنات کے پہلے دن تها' اور خدا کے پکارنے کیلیے ابتک اسی طرح مجبور هے جیسا که هزاروں برس پہلے تها - خواه وه کتنا هی اپنی تدبیروں میں غرق اور اپنی فتح مندیوں پر نازاں هو لیکن جسطرح خدا اسے اپنی حفاظت کیلیے یکے بعد دیگرے نئی نئی تدبیریں سوجهاتا رهتا هے' اسی طرح وه نئی نئی تدبیروں سے اسکے سر غرور کو کچل بهي سکتا هے - ادهر کوئی نئي تدبیر بچاؤ کی نکلیگی' ادهر قدرت هلاک کی کسي نئی صورت کو مسلط کردیگی :

و اذا مسکم الضر فی البحر ضل من تـدعون الا ایاه فلما نجاکم الی البر اعرضتم' و کان الانسان کفورا - افامنتم ان یخسف بکم جانب البر او یرسل علیکم حاصباً ثم لا یجدوا لکم وکیلا ؟ (۱۷ : ۶۸)

" اور جب سمنـدر کے اندر تم مصیبت مین مبتلا هو جاتے هو تو جن قوتوں پر تمهیں اعتماد تها' ان میں سے کوئي بهي تمهارے کام نهیں آتي - تم سب کو بهول جاتے هو - صرف خدا هي تمهیں یاد آتا هے - لیکن پهر جب خدا تمهیں خشکي تک پهنچا دیتا هے' تو اس سے گردن موڑ لیتے هو اور اپني مصیبت کي گهڑي بهول جاتے هو !

لیکن اگر تم اپني مصیبتوں کي طرف سے مطمئن هو گئے هو اور سمجهنے لگے هو که اب اور کونسي مصیبت هم پر آسکتي هے تو یه تمهاري بڑی هي غفلت هے - کیا یه ممکن نهیں که خدا تمهیں دریا کي جگه خشکي هی میں هلاک کرڈالے اور زمین کو دهنسا دے ؟ یا خوفناک آندهیاں چلا دے اور اس وقت تم کسی کو اپنا مددگار نه پاؤ ؟ اسکے عذاب کي تو هزاروں صورتیں هو سکتي هیں- وه کچهه تمهاري طرح اپنے کاموں میں عاجز و درمانده نهیں هے "

پروفیسر موصوف نے بہت سے ایسے عجیب و غریب آلات بنالیے ہیں جو نہایت صحت دقت کے ساتھہ ان تمام حرکات و تغیرات کو قلمبند کر لیتے ہیں جو پودوں میں خارجی اثرات سے پیدا ہوتے ہیں یا خارجی اثر کے بغیر خود بخود اندر ہی اندر پیدا ہوتے رہتے ہیں - روایل سوسائٹی کے صدر جب پروفیسر موصوف کی پرائیوٹ تجربہ گاہ میں آئے تو ان پر سب سے زیادہ اثر انہی آلات کا پڑا - چنانچہ انہوں نے خود اس کا اظہار کیا اور کہا کہ اس سلسلے میں علم وظائف الاعضاء (فزیو لوجی) کے متعلق جو تحقیقات ہوئی ہے وہ بہت اہم ہے - نیز انہیں امید ہے کہ یہ تحقیقات ایک ایسے انداز میں جاری رہیگی جو اس مسئلہ کے شایان شان ہے -

" اسٹینڈرڈ ورک ان فزیو لوجی " (علم وظائف الاعضاء میں ایک مستند کتاب) کے مصنف پروفیسر اسٹارلنگ (Professer Starling) اور علم " وظائف اعضاء نباتات " (Plant Physiology) کے مشہور ماہر پروفیسر الیور (Olwer) بھی پروفیسر بوس کی لیبوریٹری میں آئے تھے - انکے ساختہ آلات کی دقت وصنعت عملی سے بیحد متاثر ہوے - انہوں نے اعتراف کیا کہ پروفیسر بوس کا عملی اور علمی طریق دونوں بہت اہم اور عظیم الشان ہیں !

(عام دلچسپی اور اعتراف)

یہ عجیب بات ہے کہ اس دلچسپی کا دائرہ محض علم النباتات اور اسکے ہمرشتہ علوم کے حلقوں ہی تک محدود نہیں ہے ' بلکہ طبعیات کے دیگر حلقوں میں بھی نہایت گہری توجہ پیدا ہوگئی ہے -

پروفیسر نارتھہ ریڈ ایک ماوراء طبیعی (Metaphysician) ہیں - یعنی انکا موضوع بحث و فکر مسائل ما وراء الطبعیات ہوا کرتے ہیں - فطرۃ (نیچر) کے ماوراء الطبیعی مسائل پر انہوں نے ایک کتاب بھی لکھی ہے جسکا نام " میٹافزکس آف نیچر " ہے -

وہ کہتے ہیں کہ علمی دنیا میں سالہا سال سے کوئی کام اس قدر اہم نہیں ہوا ہے جیسا کہ اس ہندوستانی عالم نے کیا - انکی راے میں یورپ کے موجودہ فلسفیانہ خیالات پر اس انکشاف کا نہایت گہرا اثر پڑیگا - اور اب تک ہم جس نظرے سے روح اشیاء کو دیکھتے آئے ہیں ' اسمیں یقیناً بہت کچھہ تغیر ہو جائیگا -

مسٹر آرتھر بالفور بھی پروفیسر بوس کے نظریے سے بہت متاثر ہیں - اور انکی پرائیویٹ تجربہ گاہ میں کئی بار آچکے ہیں پروفیسر نے انکو درختونکی زرد رنجی اور چڑ چڑے پن کے متعلق جو تجارب دکھلاے ' انمیں انہوں نے نہایت گہری دلچسپی لی - مسٹر بالفور کو حیرت ہے کہ یہ نظریہ علماے وظائف الاعضاء کے لیے کسقدر اہم و عظیم الاثر ہے !

ادبیات

آثار علمیہ خطیہ

مرزا غالب مرحوم کا غیر مطبوعہ کلام

شب وصال میں مونس گیا ہے بن تکیہ
ہوا ہے موجب آرام جان و تن تکیہ
خراج بادشہ چین سے کیوں نہ مانگوں آج ؟
کہ بن گیا ہے خم جعد پر شکن تکیہ
بنا ہے تختۂ گلہاے یاسمین بستر
ہوا ہے دستۂ نسرین و نسترن تکیہ
فروغ حسن سے روشن ہے خوابگاہ تمام
جو رخت خواب ہے پرویں ' تو ہے پرن تکیہ

قطعہ

مزا ملے کہو کیا خاک ساتھہ سونے کا ؟
رکھے جو بیچ میں وہ شوخ سیم تن تکیہ
اگرچہ تھا یہ ارادہ مگر خدا کا شکر
اٹھا سکا نہ نزاکت سے گلبدن تکیہ
ہوا ہے کاٹ کے چادر کو ناگہاں غائب
اگر چہ زانوے نل پر رکھے دمن تکیہ
بضرب تیشہ وہ اس واسطے ہلاک ہوا
کہ ضرب تیشہ پہ رکھتا تھا کوہکن تکیہ
یہ رات بھر کا ہے ہنگامہ صبح ہونے تک
رکھو نہ شمع پر اے اہل انجمن تکیہ
اگرچہ پھینکدیا تم نے دور سے لیکن
اٹھاے کیونکہ یہ رنجور خستہ تن تکیہ
غش آگیا جو پس از قتل میرے قاتل کو
ہوئی ہے اسکو میری نعش بے کفن تکیہ
شب فراق میں یہ حال ہے اذیت کا
کہ سانپ فرش ہے اور سانپ کا ہے من تکیہ
روا رکھو نہ رکھو تھا جو لفظ " تکیہ کلام "
اب اسکو کہتے ہیں اہل سخن " سخن تکیہ "
ہم اور تم فلک پیر جسکو کہتے ہیں
فقیر غالب مسکین کا ہے کہن تکیہ

(مسٹر بوس کا کارنامہ)

یہ مضمون ہم نے صرف اسلیے اجد اشاعت میں شائع کیا تاکہ پروفیسر بوس ایک سرسری تعارف الہلال کے حلقۂ مطالعہ سے ہوجاے - ورنہ اصلی موضوع بحث پروفیسر موصوف کی تحقیقات و انکشافات کی تشریح ہے اور اسکا باتصویر سلسلہ آئندہ اشاعت سے شروع ہوگا -

شذرات علمیہ

کوا پریٹو سوسائٹی

شکر ہے کہ کوا پریٹو سوسائٹی کی تحریک ہندوستان میں آگے بڑھہ رہی ہے اگرچہ رفتار افسوسناک طور پر سست ہے - اس تحریک کے آغاز کو دس سال ہوگئے - اسوقت کل ١٢ ہزار سوسائٹیاں ہیں ' اور انکے ممبروں کی تعداد قریباً ٦ لاکھہ - کار و بار میں لگے ہوے سرمایہ کی مقدار ٥ کرور ہے -

یہ نظام اعانت ہندوستان کے علاوہ مصر جرمنی ' اور اطالیا میں بھی رائج ہے - مصر میں ہندوستان کے بعد اور اسی کے نمونہ پر روشناس کیا گیا ' اسلیے اسکے نتائج قابل ذکر نہیں - البتہ اطالیا اور جرمنی کے موازنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زراعتی آبادی میں سے ہر ٢٠ ہزار کے لیے اطالیا میں ١٥ اور جرمنی میں ٥٢ ' ہیں مگر بدبخت ہندوستان میں صرف " ایک " !

اسکی وجہ کچھہ تو اس تحریک کی نو عمری اور زیادہ تر ملک کی وسعت ' جہل استیلاء ' اور تعلیمیافتہ طبقہ کی اقتصادی و اجتماعی تحریکوں سے غفلت و بے رغبتی ہے -

دول یورپ اور فوج

آیندہ سال امن کی حالت میں جرمن فوج کی کل تعداد ٨ لاکھہ ٧٠ ہزار ہوگی لیکن جنگ کے زمانہ میں ٥٣ لاکھہ تربیت یافتہ اشخاص کی خدمت حاصل کرسکیگی با این ہمہ فوجی حلقوں میں مزید اضافہ کی فرمایش ہورہی ہے - جرمنی کو دیکھہ فرانس نے بھی اپنی فوج میں معقول اضافہ کرلیا ہے مگر وہ اضافہ کے بعد بھی جرمنی سے بہت کم ہے - اسکی وجہ یہ ہے کہ فرانس جرمنی کی طرح فوجی مصارف کا متحمل نہیں ہوسکتا یہی سبب ہے کہ وہ اپنے حلیفوں کی طرف اعانت طلب نظروں سے دیکھہ رہا ہے -

روس بھی اپنے فوج میں اضافہ کا انتظام کر رہا ہے جسکی تعداد ٤ لاکھہ ٥٠ ہزار ہوگی سب ملاکر امن کی حالت میں روسی فوج کی تعداد ١٧ لاکھہ ہے - گویا جرمنی سے کوئی دو چند -

لیکن سچ یہ ہے کہ جرمنی کو اس تھوڑے معمولی اضافہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوا - کیونکہ اب بھی مفاہمت ثلاثہ کی فوجی طاقت اتحاد ثلاثہ کی فوجی طاقت سے دو چند زیادہ ہے -

مذاکرۂ علمیہ

مشہـور پـروفیسر جے - سی - بـوس
اور
علماء انگلستـان کي قـدرداني

آجکل مشهور بنگالي عالم پروفیسر بوس انگلستان میں مقیم هیں اور اپنے نودریافت نظریه پرجا بجا تقریریں کررهے هیں - انکي پرائیویٹ برطاني تجربه گاہ (لیبوریٹري) علما و محققین انگلستان کا مرکز شوق و شغف بنگئي هے !

آج دنیا کے سب سے چهوتے براعظم (یورپ) اور بقیه کرۂ زمین کي هرشاخ حیات ملي میں جو عظیم الشان فرق نظرآتا هے' وہ قدرت کی کسي غیر عادلانه تقسیم کا نتیجه نهیں هے - قدرت نه تو بخیل هے اور نه متعصب - اسکے نزدیک امتیاز مرزوبوم اور تفریق رنگ و نسل کوئي شے نهیں -

سیاہ افریقه ' گلفام ایران ' زرد رو مشرق اقصی (چین و جاپان) بوقلموں هندوستان ' اور سفید یورپ ' سب اسکے نزدیک ایک هیں :

کلکم من آدم و آدم من تراب !

اس کا ابرکرم سب پریکساں برستا هے - البته جولوگ اپنے باغ و چمن کو اس سے سیراب کرلیتے هیں ' انکا دامن همت گل و ثمرسے مالا مال رهتا هے - لیکن جنکے یهاں برسات کا موسم غفلت میں کاٹ دیا جاتا هے ' انکے وهاں همیشه خاک اُڑتي رهتي هے :

من عمل ' فلنفسه - و من عسی فعلیه!

مواهب ذهنیه قدرت نے یورپ اور غیر یورپ ' دونوں کو یکساں دیے هیں - یورپ میں انکي تربیت و پرداخت کي جاتي هے - اسلیے جلیـل القدر فلسفی ' عظیم الشان طبیعی ' عالي مرتبـة مخترع ' بلند پایه مصنف ' جادو نگار انشاء پرداز ' اور سحر آفریں ادیب پیدا هوتے هیں ' لیکن مشرق نے اپنے تمام خصائص تعلیم و تربیت کهودیے - نتیجه یه نکلا که وہ تمـام فطري قوتیں جو قدرت کي بخشش سے اُسے ملي هیں ' ضائع جاتي هیں ' اور هم میں اکابر و ابطال (هیروز) کا هر طرف قحط هے : وما کان الله لیظلمهم ولکن کانوا انفسهم یظلمون !

* * *

اس حقیقت کي مثالوں کي کمي نهیں اور نه همیں کسي غیر معمولی تفحص و تلاش کی ضرورت هے - کیونکه اسکي تازہ ترین مثال پروفیسر بوس همارے سامنے موجود هیں - وہ ایک ایسی قوم کے ممبر هیں جو صدیوں سے خوابیده و افتادہ پري تهی - مگر ایک صدي سے کم کي بیداري نے آج اسمیں ارتقاء معاشی کی بهترین مثالیں پیدا کردي هیں !

(اکسفورڈ)

پروفیسر موصوف کي اولین تقریر غالباً آکسفورڈ میں هوئي هے - اس تقریر کي کامیابي کا غلغله جب سے بلند هوا هے ' اسوقت سے تمام علمي حلقوں کي نظریں دفعةً اٹهگئي هیں اور دوسرے علمي معاهدوں (انسٹیٹیوشنز) سے بهي دعوتیں آرهي هیں که اپنی تحقیقات سے اُنهیں افادہ کا موقعه دیں !

(کیمبرج)

آکسفورڈ کے بعد انهوں نے کیمبرج میں تقریر کي - کیمبرج والوں نے اسقدر اهتمام کیا که انکے تجربه کے پودوں کے لیے خاص هندوستان کي مٹي مهیا کي !

کیمبرج کا بٹانیکل تهیٹر (تماشا گاہ نباتات) ایک وسیع اور کشادہ عمارت هے - پروفیسر موصوف اسي عمارت میں اپنی تقریر کے متعلق تجربے دکها رهے تهے - ریوٹر کا بیان هے که یه عمارت بڑے بڑے طبیعیین اور خصوصیین (اکسپرٹس) سے اس طرح بهري هوئي تهي که تل رکهنے کي جگه نه تهي - اور یه تمام مجمع اساتذۂ علم همه تن گوش هورها تها !

کیمبرج کا قاعدہ هے که جب کوئي طالب علم کسي خاص شاخ میں فضیلت (آنرز) کا درجه حاصل کرتا هے تو ایک خاص امتحان لیا جاتا هے - اسے ٹریپوس (Tripos) کهتے هیں -

پروگرام کے قرار دادہ وقت کي رو سے تقریر کا وقت آگیا تها مگر اسوقت بعض مستعد طلبه ٹریپوس میں بیٹهے تهے - اسلیے پروفیسر بوس سے درخواست کي گئي که وہ صرف دس منٹ اور توقف کریں تاکه طلبه امتحان سے فارغ هوکے آجائیں اور محروم نه رهیں -

(سر ایف - ڈارون)

اثناء تقریر میں هر تجربه اور اسکے مظاهرہ (Demonstration) کا استقبال گرمجوشي اور پر زور چیرز سے کیا جاتا تها - چیرز کے متعلق یه امر قابل ذکر هے که انکي ابتداء موجودہ انگلستان کے مشهور عالم نباتات (Botanist) سر فرانسس ڈارون کرتے تهے - عموماً پہلے انهي کے هاتهوں کو تالیوں کیلیے بے اختیارانه جنبش هوتی تهی ' اور پهر تمام هال گونج اٹهتا تها !

سر ایف - ڈارون نے آخر میں یه تجویز پیش کي که پروفیسر بوس کے لیے شکریه کا ووٹ پاس کیا جاے - ووٹ تجویز کرتے هوے انهوں نے کها که وہ قدردانی کے جذبات سے لبریز هیں - نه صرف اسلیے که یه کام نهایت درخشاں و یادگار هے ' بلکه اس لیے که تجارب کی نوعیت ایسي هے که انسان کو ناگزیر طور پر قائل هوجانا پڑتا هے - انهوں نے اعتراف کیا که مقرر ایک نادرالوجود ذهن و دماغ رکهنے والا صاحب عملیات هے - نیز حاضرین کو اس امر کي طرف توجه دلائي که انهوں نے جو کچهه ابتک کیا هے محض اپني جیب خاص کے مصارف سے کیا هے - حتی که انکو اپنے تجارب کے لیے بهت سے خاص خاص آلات بنانا پڑے جو اسقدر قیمتی اور نازک هیں که دیکهکے حیرت هوتي هے -

نفس موضوع کے متعلق انهوں نے کها که اپنے اندر ایک وسیع دلچسپي رکهتا هے اور اگر یه کام آگے بڑها تو اس سے بهت کچهه امید کي جاسکتی هے -

(مسٹر بوس کی تجربه گاہ)

پروفیسر بوس کے مسئله کے متعلق انگلستان کے علمي حلقوں میں اسقدر دلچسپي بڑهگئي هے که بهت سے اجله علماء و مشاهیر انکي پرائیوٹ تجربه گاہ (لیبوریٹري) میں آتے هیں اور انکے مخصوص و مابه الافتخار مسئله کا درس و مطالعه کرتے هیں !

جو کرے اٹھتے ھیں وہ انسے زیادہ بے خطر دوڑتے ھیں جنھیں راہ کی ٹھوکروں کی خبر نہیں -

وہ ھمیشہ کیلیے بندھگیا - یہی حملہ کیوپڈ کا ناقابل دفاع ہوتا ھے ' حالانکہ جنگل کی عورتوں نے اسے پہلی مرتبہ دیکھکر کہا تھا : " تو اپنی کمان کھینچ مگر زنجیر سے کام نہ لے " (۱)

عشق چوں برسرکسی حملۂ بیداد آرد
ارلش قــوت بگـــریختــن از پا بـرود

* * *

" کریٹک " لندن کے مشہور انتقاد نگار مسٹر فلپ کیس نے اس کتاب پر نہایت دلچسپ ریویو لکھا ھے اور بعض قابل غور اقتباسات پیش کیے ھیں - ہم اسکا خلاصہ درج کرتے ھیں :

" پارنل " اپنے وقت میں آئرش تحریک کا سب سے بڑا لیڈر تھا - اسوقت کسی کو اسکا وھم بھی نہیں ھوسکتا تھا کہ وہ ایک عورت کے لیے تمام دنیا کو کھو بیٹھیگا ؟ یا یہ کہ ایک قوم جو انتہائی قانون شکنی کے لیے اٹھی ھے' اپنی قومی قسمت کے ایک نہایت ھی نازک وقت میں اپنے ایک ھی لیڈر کو صرف اسلیے چھوڑ دیگی کہ اس نے ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی کی تھی ؟

مگر ایسا ھی ھوا - پارنل سے لغزش ہوگئی - عشق کے حملے کو وہ نہ روک سکا - اسکے متبعین نے اسکا ساتھہ چھوڑ دیا - نتیجہ یہ نکلا کہ آئرش تحریک کم از کم بیس سال پیچھے ھٹگئی -

مسز " اوشے " ھی وہ عورت ھے جسکے لیے پارنل نے اپنا مستقبل برباد کیا ' اسلیے اسکے اس قول کو ضرور باور کیا جاسکتا ھے کہ وہ (یعنی مسیز اوشے) " پارنل کی روح کے خلوتکدوں میں اسکی پیچیدہ تاریکیوں اور نظر خیرہ کن روشنیوں کے باوجود داخل ہوئی " -

پارنل ایک دراز قامت ' عمیق و سنجیدہ چشم ' مسرور مگر خوشنما چہرہ انسان تھا - تعجب یہ ھے کہ جب وہ ان لوگوں سے ملتا تھا جن کو اس سے ھمیشہ سابقہ پڑتا تھا ' تو اسوقت بھی وہ معمولی انسان نہیں معلوم ہوتا تھا !

اسمیں اپنے انگریزی آبا و اجداد کی نخوت اور مغرورانہ کم سخنی تھی جسکی تائید اسکے حیاء پرور اور ذکی الحس مزاج سے ہوتی تھی' لیکن ساتھہ ھی اسکے کریکٹر میں چیلینج کا بھی انداز تھا - آئرش قوم کی روح پوری طرح اسمیں موجود تھی - اسکی گہری اداسی' اسکی وھم پرستی ' اسکا دسانوں کا سا اندر ھی اندر سلگنے والا جذبہ کیسا عجیب تھا ! وہ رومن کیتھولک نہ تھا ' مگر انکی اسرار پرستی کی ھوا اسے لگ گئی تھی - تاھم وہ انکے عقائد سے اتفاق نہ کرسکا -

مسز اوشے لکھتی ھیں : " اسکا (پارنل کا) ارادہ سخت خود مختار تھا - وہ جب ایک دفعہ کسی کام کا ارادہ کرلیتا تو پھر نہ کسی کو اسمیں مداخلت کرنے دیتا تھا ' اور نہ کسی شے کو اپنی راہ میں حائل ہونے دیتا "

مسز مذکور بتلاتی ھیں کہ " جب اسکی جماعت میں سے کوئی شخص اسے روکتا تھا ' تو وہ کس طرح خوفناک سفید ہوجاتا تھا ؟ اور کس طرح اس شخص کو اپنی جماعت سے ایک ایسی خاموشی اور سرد مہری کے ساتھہ نکالدیتا جو اسکے ارادہ کی اندیشیدہ مخالفت سے پیدا ہوتی "

اسکا قول تھا کہ " جب تک میں لیڈر ہوں ' لوگ میرے آلات اور اوزار ھیں - اگر انہیں یہ منظور نہیں تو چلے جائیں " اس نے بیرحمی سے ان " آلات " کو اپنی خطرناک سرد طاقت سے تمام کے سد راہ ہونے اور ڈرانے کا وہ معرکہ شروع کیا جو انگریزی ارباب سیاست کے لیے ایک " خواب پریشان " ہوگیا -

---

(۱) یونانی علم الاصنام میں کیوپڈ عشق کا دیوتا ھے جسکے ھاتھہ میں عشق کا تیر و کمان ھے - ایک منظر میں دکھلایا ھے کہ صحرا میں حسین عورتوں نے سب سے پہلے اسے دیکھا اور فریاد کی کہ کمان کھینچ مگر زنجیر سے کام نہ لے -

لیکن یہ اتفاق دیکھو کہ جب وہ اپنے سے باہر اس طرح محشر بپا کر رھا تھا تو خود اپنے اندر عشق کا شکار ہوگیا - اسی کی داستان الم کا دفتر کیتھرائن اوشی نے اپنی کتاب میں کھولا ھے -

پہلے کیتھرائن کیپٹن اوشی آئرش ممبر پارلیمنٹ کی بیوی تھی - اس نے پارنل ' بہت لمبے ' دبلے ' اور خوفناک زرد رو پارنل کو سب سے پہلے " پیلس یارڈ " میں دیکھا - وہ لکھتی ھے :

" اس نے (پارنل نے) ایک تبسم کے ساتھہ میری طرف سیدھی نظروں سے دیکھا - اسکی شعلہ مثال آنکھوں نے کچھہ ایسے حیرت انگیز شوق کے ساتھہ دیکھا تھا کہ معا میرے دماغ میں اسکی عجیب ھستی کا تصور پیدا ہوگیا - میں نے خیال کیا یہ شخص عجیب و غریب اور مختلف قسم کا ھے "

اسی وقت سے یہ معلوم ہونے لگا کہ ان دونوں میں بہت گہری ملاقات ہوگئی ھے - اسکے بعد ھی باقاعدہ مگر مخفی خط و کتابت بھی شروع ہوگئی -

سنہ ۱۸۸۰ع میں جب پارنل کو خوف پیدا ہوا کہ اسے بغاوت کے جرم میں گرفتار کرلیا جائیگا ' تو وہ ایک دن شب کو مسز اوشی کے مکان پر آیا اور اس سے اپنے تئیں چھپانے کی فرمایش کی -

پارنل مسز اوشی کے ڈریسنگ روم میں دو ھفتہ تک چھپا رھا - مکان والوں میں سے کسی کو اسکی خبر نہ ہوئی - البتہ نوکروں نے صرف اسقدر کہا کہ " بیوی (مسٹریس) پہلے جسقدر گوشت کھاتی تھیں - اب ڈریسنگ روم میں اس سے زیادہ کھانے لگی ھیں ! "

مسز اوشے کے یہاں سے جب پارنل جانے لگا تو اس نے تمام سیاسی مراسلات مسز اوشی کے حوالے کردیں - مسز اوشی نے ایک مجوف کنگن بنوایا اور اسمیں ان مراسلات میں سے دو مراسلتوں کو جو خاص طور پر اھم اور خطرناک تھیں' رکھکر اپنے بازو پر پہن لیا - یہ کنگن اسیطرح تین برس تک اسکے بازو پر بندھے رہے -

مسز اوشے پارنل کے تمام رازوں کی محرم تھی - یہ اسی کا مکان تھا جہاں پارنل اپنی جماعت کے جلسوں کو چھوڑ کے آ جایا کرتا تھا ' اور گھنٹوں اس عجیب عورت کے ساتھہ بیٹھا رھتا تھا جسکو وہ اپنی زبان میں " ملکہ " کہتا تھا - وہ بھی اسے اپنا " بادشاہ " کہتی تھی !

بارھا ایسا ہوا کہ وہ نہایت اھم جلسوں میں صرف اسلیے نہ جا سکا کہ اسکی " دلربا ملکہ " نے اسے اجازت نہ دی - آہ ! وہ کس قدر ظالم تھی جبکہ اس انسان کو روک رھی تھی ' جسکے جانے پر ایک پورے ملک کے مستقبل استقلال کا دار و مدار تھا !

مسز اوشی جب کبھی اسے لعنت و ملامت کرتی تو وہ ھمیشہ یہ جواب دیتا کہ ملکہ ! تم آئین بادشاھی سے واقف نہیں " نہ کبھی وجہ بیان کرے اور نہ کبھی معذرت کرے " !

اسکے ساتھہ ھی ھنسکے (جو اسکے لیے عام طور پر ایک نادر الوقوع امر تھا) ان الفاظ کا اضافہ کردیتا : " اگر میں معذرت کی انسانی کمزوری سے بالاتر نہ ہوتا تو اپنی جماعت کو قائم نہ رکھہ سکتا "

اس قصہ کا وہ حصہ بہت دلچسپ ھے جہاں مسز اوشی نے یہ بتایا ھے کہ وہ کیونکر پارنل اور گلیڈسٹون میں ایک متوسط کی حیثیت سے کام کیا کرتی تھی اور کس طرح حسن و عشق سیاست' اور قومی تحریک کا نامہ بر تھا ؟

مسز اوشی کا دعوا ھے کہ اس محبت کے بارے میں وہ پارنل کو (جس نے اپنی تمام عمر ایک عورت کے لیے خطرہ میں ڈالدی) اور اپنے آپ کو (جس نے اپنے جاں نثار عاشق کے لیے شریف شوہر سے بیوفائی کی) ھرگز مجرم نہیں سمجھتی - اور وہ ان لوگوں کے نفاق کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ھے جو اس قصہ کے طشت ازبام ہونے اور طلاق کے منظور ہونے کے بعد ان دونوں کی محبت کو برا کہتے ھیں - حالانکہ وہ اس سے پہلے بھی انکے باھمی تعلقات سے واقف تھے مگر کبھی انھوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا

مطبوعات جدیدہ

تاریخ استقلال ائرلینڈ کی ایک عشق امیـــز داستان

مسٹر اوشي

مسز اوشي

چــــارلس اسٹـــوارٹ پــارنـــل

(ایک پــولیٹکل لیڈر اپنے عشق و محبت کی زندگی میں !)

آجکل آئرلینڈ کي آزادي و استقلال کي تحریک اپني آخرین منزلوں سے گذر رهي هے - اس موقعه پر اگر اس تحریک کے ایک مشہور لیڈر کا تذکرہ کیا جاے تو غالباً وقت اور موسم کے خلاف صحبت نہ هوگي - علی الخصوص ایسي حالت میں کہ اسکے اندر انساني حیات کے بہت سے دلچسپ اور مطالعہ طلب اسرار کا انکشاف هو !

* * *

اس تحریک کے مشہور لیڈروں میں ایک جانباز شخص " چارلس اسٹوارٹ پارنل" تھا - اس نے مسٹر گلیڈ اسٹون کے زمانے میں بے انتہا شہرت حاصل کي جبکہ وہ آئرلینڈ کا " هوم رول بل" ترتیب دے رہے تھے - موجودہ تحریک کي زندگي آسي کي جانفروشیوں کا نتیجہ هے -

آئرش تحریک کے تمام هوا خواهوں میں اسکي پرستش کي جاتي تھي اور تمام قوم آسکي مطیع و منقاد تھي !

* * *

لیکن اسکے بعد کچھ ایسے واقعات پیش آگئے جنکي وجہ سے پارنل یکایک نظروں سے گر گیا ' اور خود اسنے بھي محسوس کیا کہ اسکي عملي قوت شکست کھاکے اسے چھوڑنا چاھتي هے -

پبلک اس سے بدظن هوگئي ' عزت و اطاعت کي جگہ حقارت و تذلیل کے ساتھ اسکا ذکر هونے لگا - خود انھي لوگوں نے ساتھ چھوڑ دیا جنکے استقلال کیلیے اس نے اپني زندگي خطرات و مهالک میں ڈالدي تھي - نتیجہ یہ نکلا کہ آئرلینڈ کا مسئلہ کامیابي سے قریب تر هوکر پھر گر گیا ' اور ائرش تحریک بیس سال کیلیے پیچھے رهگئي - یہ مسلم هے کہ اگر مسٹر پارنل کو اسکي قوم نے چھوڑ نہ دیا هوتا تو آئرلینڈ کي موجودہ حالت ابسے ایک چوتھائي صدي پہلے هو رهتي -

* * *

یہ انقـلاب جو ایک محبوب القلـوب اور پر عظمت و رفعت زندگي میں هوا اور جس سے آفتاب شہرت کو عین نصف النہار کے وقت گہن لگ گیا ' اسکي علۃ صرف ایک عورت کي نگہ ساحر کي افسوں طرازي تھي ' جسکے آگے آئرلینڈ کو استقـلال دلانے والے دماغ نے اپنے تئیں بالکل بیدست و پا پایا ' اور همت و عزائم کے جس تاج و تخت کو حکومت کي سطوت و هیبت مرعوب نہیں کرسکتي تھي ' وہ ایک متبسم چہرے ' ایک شگفتہ چشم و ابرو ' ایک پر از عشق نگہ ناز ' اور ایک دلستاں و شکیب ربا صداے مترنم کے آگے اضطراب و تزلزل سے کانپنے لگا !

اس عورت کا نام " مسز اوشي " تھا - مسٹر اوشي ممبر پارلیمنٹ کي بیوي تھي مگر پارنل کے لیے اس نے اپنے شوهر کو چھوڑ دیا ' اور جب عرصے تک خفیہ تعلقات رهچکے تو طلاق لیکر صرف اسي کي هوگئي - یہ حالات جب مشہور هوے تو لوگوں کو سخت افسوس هوا اور افسوس نفرت و حقارت بنکر یکایک تمام ملک میں پھیل گئي !

حال میں خود " مسز اوشي " نے ایک نہایت دلچسپ کتاب مسٹر پارنل کے متعلق شائع کي هے جسکا نام " پارنل ' آسکے عشق کا افسانہ ' اور اسکي سیاسی زندگي " هے - یہ کتاب نہایت دلچسپ هے - علی الخصوص اس لیے کہ گویا ایک صید و نخچیر کي سرگذشت هے جو خود صیاد کي زبان سے نکلي هے - اور اس خصوصیت کے اعتبار سے شاید اپنے رنگ میں ایک هي کتاب هے -

فرهاد و شرین ' لیلي و مجنوں ' جمیل و سلمی ' اور قیس و لبنی کا عهد گیا :

دور مجنوں گذشت و نوبت ما ست !

اب اس عهد نے مجنوں و فرهاد مسٹر پارنل جیسے عشاق هیں ' اور لیلي و شیریں کا حجلۂ حسن مسز اوشي جیسي نکتہ شناس اور کتاب طراز فتنہ گروں کو ملا هے - پہلے عشق کي داستانیں صرف زبان عشق هي سے سني جاتی تھیں - اب زبان حسن انکي ترجماني کریگي - یہ گویا فرهاد کي سوانح عمري هے جو اس عهد کے شیریں کے قلم سے نکلي هے !

یا رب کس آشناے کسے نکتہ داں مباد !

* * *

سب سے بڑي خصوصیت جو اس سوانح عمري میں هے ' وہ ایک سیاسي زندگي کا حیات عشقیہ سے آمیز هونا هے - اس سے اندازہ کیا جا سکتا هے کہ حسن و عشق کي خود فراموشانہ صحبتوں میں آکر ایک پولیٹکل لیـڈر کا کیا حال هوتا هے ؟

بظاهر یہ دونوں چیزیں متضاد نظر آتي هیں مگر حقیقت میں سرچشمہ دونوں کا ایک هي هے - ایک نہ هو جب بھي عشق کي روح تو وہ جوهر حیات هے جو هر جسم کو زندہ کردیتا هے :

یکے دوا ست بدار الشفاء میکدہ ها
ز هر مرض کہ بنالد کسے شراب دهند !

کرامویل نے بھي محبت کے نمود کي تقدیس کي ' اور اٹلي کے پاک نژاد " میـزیني " کي نسبت بھي کہا جاتا هے کہ ایک زلف صد کمند تھي ' جسکي لٹوں میں کبھي کبھي اسکي بے مهر انگلیاں محبت سے شانہ کیا کرتي تھیں - نپولین جب ماسکو کو تباہ کرکے واپس آ رها تھا تو اس نے کہا: " میں عشق سے انکار نہیں کرتا ! "

لیکن پارنل کي مصیبت دوسري قسم کي تھي - وہ گر کر اٹھہ نہ سکا حالانکہ

CHARLES STEWART PARNELL
His Love Story and Political Life
By KATHARINE O'SHEA
Vol. I.

CHARLES STEWART PARNELL

CHARLES STEWART PARNELL
His Love Story and Political Life
By KATHARINE O'SHEA
Vol. II.

مسٹر اسٹوارٹ پارنل

مراسلات

دولـة عثمـانيـة كا مستقبـل

اور تعليم و تربيت و نظام عمومي

حضرت مولانا - السلام عليكم و رحمة الله - جب خالد خليل بے بمبئي ميں تشريف فرما تھے ‏، تو ميں نے اونكي خدمت ميں چند خيالات ظاهر كرنے چاهے تھے ' مگر افسوس كه وه يهاں سے چلے گئے اور مجهكو وقت نه ملا كه اپنا ارادہ پورا كرسكتا -

اسميں كچهه شبه نهيں كه نصراني يورپ اس باقي مانده اسلامي سلطنت تركي كي تباهي كے درپے هے اور انساني قوموں كي رفتار پر غور كرنے سے يه نتيجه نكلتا هے كه بفرض محال اگر تركي كي اسلامي رعايا ميں وه جوش پيدا بهي هوجاے ' جو قرون اولى كے مسلمانوں ميں تها يا اب جاپان ميں هے ' تو بهي انكا ترقي كرکے كسي ايک نصراني سلطنت كے هم پله هونا بهي ممكن نهيں -

يه سب كچهه تسليم كرنے كے بعد بهي دل محض سكوت اور خاموشي پر مائل نهيں هوتا - ميرا يه عقيده هے كه اسلام كا دار مدار صرف اب تركي تلوار هي پر هے - اگر خدا نخواسته تركي نهيں تو مسلمانوں كا بهي خاتمه هے - يهودي سلطنت كهوكر تاجر بن گئے ' مگر بدبخت مسلمانوں ميں تو يه ماده بهي نهيں اور نه هوسكتا هے كه وه بنيے بقال بن جائيں - پس همكو اس پرچم اسلام كي حفاظت كے ليے جو كچهه هوسكے كرنا چاهيے ' اگرچه موجوده علائق كي بيڑيوں كي وجه سے هماري كوشش كا دائره كتنا هي محدود اور تنگ كيوں نه هو -

ميں نے آپكي خدمت ميں پہلے بهي لكها تها كه خدام كعبه كي تحريک ايک اصلي اور بهترين تجويز هے ' بشرطيكه اسكو صحيح اصول اور غير متزلزل ديانت كے ساتهه چلايا جاے - ميں يه هرگز نهيں كهتا كه خدا نخواسته بانيان خدام كعبه كي ديانت مشتبه هے مگر جبتک كه روپيه كا انتظام اس سے بهي زياده باقاعده نهو جيسا كه اب هے ' پبلک كو اطمينان نهيں هوسكتا ' اور اگر ايسا هي هوجاے تو پهر ديگر عوائق كے پيش آنے كا احتمال هے جسكو يه جماعت ابهي سے محسوس كررهي هے - خير ' يه تو بيروني مساعي هيں مگر حقيقت يه هے كه جبتک اندروني كوششيں نهونگي ' اسوقت تک تركي كي موجوده حالت قائم رهتے نظر نهيں آتي - حكومت كا انتظام بالكل ناقص هے جسكي وجه كاركن اشخاص اور حكام كي نالائقي هے - سول سروس باقاعده نهيں - مشرقي اصول پر با اثر وزرا كے متوسلين اور رشته دار عهدوں پر مامور هيں ' اور چونكه ايسے اشخاص عموماً نا قابل هوا كرتے هيں اسليے اپنے فرائض منصبي كو وه ادا نهيں كرتے ' جسكا نتيجه يه هے كه اجنبي نصارى كو دخل دينا كا موقع ملتا هے - اسكے انسداد كے ليے ميں ايک تجويز پيش كرتا هوں :

قسطنطنيه ميں ايک كالج قائم كيا جاے ' يا يوں كهيے كه امتحان كا ايک بورڈ هو ' اور اسميں كل عثماني رعايا كے اشخاص مقابله كا امتحان ديسكيں ' اور امتحان ميں كامياب هوكر سول سروس كے ادنى درجه سے ترقي كريں - انكے سوا كسي كو سول كے عهدے نه دیے جائيں - انكے واسطے ايک يورپين زبان مثلاً انگريزي يا جرمن وغيره لازمي هو - اسكے علاوه انكے نصاب ميں يورپين قانون ' قانون بين الاقوام ' قرآن شريف كل معه ترجمه تركي فقه كا وه حصه جو معاملات سے متعلق هے ' اور عربي علم ادب هو - گهوڑے كي سواري اور امتحان صحت هي كيا جاے جيسے يورپ كے تعليم يافته تين مسلمان ڈاكٹر كيا كريں - اس امتحان ميں كامياب هونے كے بعد ان اميدواروں كو تنخواه ملني شروع هوجاني چاهيے جو مقدار ميں بهت كم هو مگر ضروري مصارف كے ليے كافي هو - پهر ان سے كها جاے كه جس ملک كي زبان انهوں نے امتحان ميں لي هو ' اوسي ملک ميں ايک سال تک رهكر وهانكا قانون اور عدالتونكي عملي كارروائي كا مطالعه كريں - اسكے بعد ايک سال كيليے وه هندوستان ميں آكر كسي ضلع ميں بطور آنريري مجسٹريٹ كام كا تجربه حاصل كريں - اردو زبان چنداں مشكل نهيں - دو تين مهينے ميں سيكهي جا سكتي هے - البته لكهنا مشكل هے ' ليكن آنريري مجسٹريٹ كو اپني هي قلم سے لكهنا ضروري نهيں هے - اسكے بعد وه اپنے ملک ميں جاكر كام كريں - اكيس برس سے كم عمر كا آدمي امتحان مقابله ميں شريک نهوسكے ' اور ۲۳ سال سے زياده عمر كا آدمي نه ليا جاے - دو سال تجربه كے ليے كافي هونگے - هاں رياضي انٹرنس كے درجه تک كے لازمي كيجائے - اگر ترک ايسا كوئي انتظام كر سكيں تو ميں يقين كامل ركهتا هوں كه نه تو يورپ سے انسپكٹر لينے كي ضرورت اونكو پيش آئيگي اور نه وه عهده دارونكے ليے بهيک مانگتي پهريگي - اس امتحان ميں هندوستان اور كابل كے مسلمانوں كو بهي شامل هونے كي اجازت ديجاے ' بشرطيكه وه تركي زبان ميں مهارت حاصل كرليں ' اور پندره برس كي عمر سے اكيس سال كي عمر تک سلطنت عثمانيه كے حدود ميں سكونت ركهيں -

دوسرا اهم مسئله ترقي تجارت كا هے ' اور شايد اس سے بهي زياده مشكل هے ' كيونكه بلاد عثمانيه كے نصارى يورپ كي خاص ملک هے - اور اسكو آپ سے زياده غالباً كوئي هندوستان ميں نهيں سمجهه سكتا ' مگر پهر بهي ايشياے كوچک ميں ترقي تجارت كے وه موقع هيں جو شايد اور كسي يورپ كے ملک ميں نهوں - كتني بڑي شرم كي بات هے كه ابتک تركي ٹوپياں تركي ميں نهيں بن سكتي تهيں - اب كچهه كارخانے كهلے هيں - ليكن سوتي اور اوني كپڑا اب بهي وهاں مطلق نهيں بنتا - اسكے ليے جائنٹ سٹاک كمپني كے طريق پر جا بجا ايشياے كوچک ميں باقاعده طور پر كارخانے كهولنے چاهئيں ' اور قبل اسكے كه ايسے كارخانے جاري كيے جائيں ' تين اشخاص كو جنميں سے ايک مصري تاجر ضرور هي هو ' هندوستان ميں آكر كانپور ' بمبئي ' دهاريوال ' اور كلكته ميں اس قسم كے كارخانوں كا مطالعه اور معاينه كرنا چاهيے ' اور انتظام كا طرز ديكهنا چاهيے - ان كارخانوں كے منيجر ابتداً جرمن اور انگريز بنائے جاسكتے هيں ' ليكن اگر روپيه عثماني هو تو مالک كارخانه صرف مسلمان هو يا عثماني رعايا هو - اجنبي نصرانيونكو حصے بهي نه دیے جائيں - يه كپڑا اگر معمولي قيمت پر هندوستان ميں آئيگا ' تو لاكهوں مسلمان خوشي خوشي خريد لينگے ' اور اوسكو زيب تن كرنا موجب فخر سمجهينگے -

ميں نے ايک كتاب ميں پڑها هے كه جاپان كي ترقي كا بڑا محرک اسمائل كي كتاب سلف هلپ ' ڈيوٹی ' اور كيركٹر ' هے ·

آثار عتيقه

اس صفحه ميں پانچ تصويريں آپکے سامنے هيں - سر صفحه كي دو تصويريں عمر سري بك اور نجم الدين بك دو مشهور عثماني ماهرين فن آثار كي هيں ' جنكي زير ادارت آثار عتيقهٔ عثمانيه كا صيغه قائم هوا هے اور جس كا ذكر هم " آثار قونيه " كے عنوان سے كسي گذشته اشاعت ميں كر چكے هيں -

آثار عتيقه كے اجتماع كے لحاظ سے دنيا ميں كوئي حكومت دولت عثمانيه سے بڑهكر صاحب خزائن و اموال نهيں - يونان ' روم ' مصر ' كالڈيا ' بابل ' يمن ' جو قديم تمدن كا منبع تهے ' اسي كے زير حكومت آے ' اور خود اپنا تخت خلافت بهي اس نے ايك ايسے شهر ميں بچهايا جو يوناني و روماني تهذيب كا آخري سرچشمه تها -

اسي طرح تاريخ اسلام كے تمام آثار و نوادر بهي اسي كے قبضے ميں آئے - على الخصوص قرون متوسطه و اخيرهٔ اسلاميه كا تمام عهد اسكي آنكهوں كے سامنے گذرا -

پس اگر وه اپني اس دولت كي قدر پهچانتي اور اسے محفوظ ركهتي تو آج يورپ كے بڑے بڑے عجائب خانوں كے تمام خزائن علميه صرف اسي كے قبضه ميں هوتے -

حال ميں دولة عثمانيه نے آثار و نفائس كے حفظ و جمع پر توجه كي هے اور متعدد صيغے باقاعده كهل گئے هيں - ازانجمله ايك صيغه خالص " آثار عثمانيه " كا هے جسميں خاندان عثماني كے آثار اوائل عهد سے ليكر اس وقت تك كے يكجا كرديے هيں -

آخر صفحه كي دونوں تصويريں اسي صيغے كا ايك قيمتي مرقع هے جو سلطان محمد فاتح كے عهد ميں مصورين عجم نے طيار كيا تها - اسميں دو مطربه اور رقاصه عورتوں كي تصويريں دكهلائي هيں جن سے اس زمانه كے لباس اور طرز و شباهت كے متعلق دلچسپ تاريخي معلومات حاصل هوتي هيں -

(شاه قسطنطين كا علم)

وسط صفحه ميں مشهور شاه قسطنطين (جسكے نام سے قسطنطنيه آباد هوا) كے علم كي تصوير هے - جرمني كے مشهور اثري (اركيو لوجست) ولپرٹ (Wilpert) نے جب اس علم كے متعلق اپني تحقيقات كي اطلاع قيصر جرمني كو دي تو قيصر نے ميريا لاش (Marialaach) كے پادريوں كو حكم ديا كه اس كي جسقدر صحيح سے صحيح نقل ممكن هو تيار كرديں - پادريوں نے تعميل ارشاد ميں علم كے متعلق ان بيانات سے بهي مدد لي جو مشهور اسرائيلي مورخ يوسيفوس نے لكهے هيں - وه كهتا هے كه متقاطع سوراخ ميں روايل وف كا (ايك قسم كا كپڑا هوتا هے) ايك ٹكڑا لگايا گيا هے اور وه نهايت درخشاں جواهر سے مرصع اور طلائي تاروں سے زركار هے - اس مرصع كاري و زر كاري سے نظروں كے ليے ايك عجيب و غريب خوشنما منظر پيدا هوگيا هے - اس كا طول و عرض برابر هے -

اس نقل ميں تين ميٹر كا ايك نيزه بنايا گيا هے - نيزه پر طلائي پتر منڈها هوا هے - اول ايك قسم كا درخت هوتا هے - اسكا طلائي هار بنا كر وسط ميں شاه قسطنطين كے نام كا طغرا X T I نقش كيا هے - طغرا اور هار دونوں بيش بها جواهرات سے آراسته هيں

متقاطع نيزے سے قديم قرمزي ريشم كا پرچم آويزاں كيا گيا هے آسير زر خالص كي جالي هے ' اور اسكے هر حلقه ميں نهايت قيمتي جواهر بٹهائے گئے هيں -

پرچم كے نيچے ايك طلائي جهالر هے - جهالر كے بعد تين تمغے هيں - ايك خود قسطنطين اعظم كا هے اور بقيه اسكے تين چا نشين لڑكوں كے جنكے نام يه هيں - قسطنطين ' قسطنطياس ' قسطينس -

يه علم ميريالاش كي خانقاه (ايبے) كي طرف سے قيصر جرمني كي خدمت ميں ۲٦ جنوري كو ايك خاص دربار ميں پيش كيا گيا تها - اسكے دوسرے دن قيصر كي سالگره تهي - اسي سالگره كے روز اسے شاهي عبادتكده ميں ممبر كے متصل نصب كر ديا گيا -

سلطان محمد فاتح آٹهويں صدي هجري ميں اس علم و صاحب علم كے تخت كا مالك هوا اور الحمد لله كه ابتك صليب كي يه قديمي متاع فرزندان توحيد سے واپس نهيں لي جاسكي هے -

جلاب کی گولیاں

اگر آپ قبض کی شکایتوں سے پریشان ہیں تو اسکی درگولیاں رات کو سوتے وقت نگل جائیے صبح کو دست خلاصہ ہوگا ' اور کام کاج کھانے پینے نہانے میں هرج اور نقصان نه ہوگا کھانے میں بدمزہ بھی نہیں ہے -

قیمت سوله گولیوں کی ایک ڈبیه ۵ آنه محصول ڈاک ایک ڈبیه سے چار ڈبیه تک ۵ آنه

یہ
دردوائیں
همیشه
اپنے
پاس
رکھیں

درد سر ریاح کی دوا

جب کبھی آپکو درد سر کی تکلیف هو یا ریاح کے درد میں چھٹ پٹاتے هوں تو اسکے ایک ٹکیه نگلنے هی سے پل میں آپکی بیمار ایسے درد کو پانی کرینگی -

قیمت بارہ ٹکیونکی ایک شیشی ۲ آنه محصول ڈاک ایک سے پانچ شیشی تک ۵ آنه -

نوٹ — یہ دونوں دوائیاں ایک ساتھ منگانے سے خرچ ایک هی کا پڑیگا -

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵و۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

تیل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا هی کرنا ہے تو اسکے لیے بہت سے قسم کے تیل اور چکنی اشیا موجود هیں اور جب تہذیب و شایستگی ابتدائی حالت میں تھی تو تیل - چربی - مسکه - گھی اور چکنی اشیا کا استعمال ضرورت کے لیے کافی سمجھا جاتا تھا مگر تہذیب کی ترقی نے جب سب چیزوں کی کانٹ چھانٹ کی تو تیلوں کو پھولوں یا مصالحوں سے بسا کر معطر و خوشبودار بنایا گیا اور ایک عرصہ تک لوگ اسی ظاہری تکلف کے دلدادہ رہے - لیکن سائینس کی ترقی نے آج کل کے زمانہ میں محض نمود اور نمایش کو نکما ثابت کردیا ہے اور عالم متمدن نمود کے ساتھ فائدے کا بھی جویاں ہے بنابریں هم نے سالہا سال کی کوشش اور تجربے سے ہر قسم کے دیسی و ولایتی تیلوں جانچکر " موہنی کسم تیل " تیار کیا ہے اسمیں نہ صرف خوشبو سازی هی سے مدد لی ہے بلکہ موجودہ سائنٹیفک تحقیقات سے بھی جسکے بغیر آج مہذب دنیا کا کوئی کام چل نہیں سکتا - یہ تیل خالص نباتاتی تیل پر تیار کیا گیا ہے اور اپنی نفاست اور خوشبو کے دیرپا ہونے میں لاجواب ہے - اسکے استعمال سے بال خوب گھنے اگتے ہیں - جڑیں مضبوط ہوجاتی ہیں اور قبل از وقت بال سفید نہیں ہوتے درد سر' نزلہ' چکر' اور دماغی کمزوریوں کے لیے از بس مفید ہے اسکی خوشبو نہایت خوشگوار و دل آویز ہوتی ہے نہ تو سردی سے جمتا ہے اور نہ عرصہ تک رکھنے سے سڑتا ہے -

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے هاں سے مل سکتا ہے قیمت فی شیشی ۱۰ آنه علاوہ محصولڈاک -

مسیحا انٹی ملریا مکسچر
اکسیر دافع بخار ہر قسم

هندوستان میں نه معلوم کتنے آدمی بخار میں مرجایا کرتے هیں' اسکا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ان مقامات میں نہ تو دواخانے هیں اور نہ ڈاکٹر' اور نہ کوئی حکیم اور مفید پٹنٹ دوا ارزاں قیمت پر گھر بیٹھے بلا طبی مشورہ کے میسر آسکتی ہے - همنے خلق اللہ کی ضروریات کا خیال کرکے اس عرق کو سالہا سال کی کوشش اور صرف کثیر کے بعد ایجاد کیا ہے' اور فروخت کرنے کے قبل بذریعہ اشتہارات عام طور پر ہزارہا شیشیاں مفت تقسیم کردی هیں تاکہ اسکے فوائد کا پورا اندازہ ہوجائے - مقام مسرت ہے کہ خدا کے فضل سے ہزاروں کی جانیں اسکی بدولت بچی هیں اور هم دعوے کے ساتھ کہہ سکتے هیں کہ همارے عرق کے استعمال سے ہر قسم کا بخار یعنی پرانا بخار - موسمی بخار - باری کا بخار - پھرکر آنے والا بخار - اور وہ بخار' جسمیں ورم جگر اور طحال بھی لاحق ہو' یا وہ بخار' جسمیں متلی اور قے بھی آتی ہو - سردی سے ہو یا گرمی سے - جنگلی بخار ہو - یا بخار میں درد سر بھی ہو - کالا بخار - یا آسامی ہو - زرد بخار ہو - بخار کے ساتھ گلٹیاں بھی ہوگئی هیں - اور اعضا کی کمزوری کی وجہ سے بخار آتا ہو - ان سب کو بحکم خدا دور کرتا ہے' اگر شفا پانے کے بعد بھی استعمال کیجائے تو بھوک بڑھ جاتی ہے' اور تمام اعضا میں خون صالح پیدا ہونے کی وجہ سے ایک قسم کا جوش اور بدن میں چستی و چالاکی آجاتی ہے' نیز اسکی سابق تندرستی از سرنو آجاتی ہے - اگر بخار نه آتا هو اور هاتھ پیر ٹوٹتے هوں' بدن میں سستی اور طبیعت میں کاہلی رہتی ہو - کام کرنے کو جی نہ چاہتا ہو - کھانا دیر سے ہضم ہوتا ہو - تو یہ تمام شکایتیں بھی اسکے استعمال کرنے سے رفع ہوجاتی هیں - اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوی ہوجاتے هیں -

قیمت بڑی بوتل - ایک روپیه - چار آنه
" چھوٹی بوتل بارہ - آنه

پرچہ ترکیب استعمال بوتل کے همراہ ملتا ہے
تمام دوکانداروں کے هاں سے مل سکتی ہے

المشتہر ونیرو ہرانٹر
ایم - ایس - عبد الغنی کیمسٹ - ۲۲ و ۷۳
کولو ٹولہ اسٹریٹ - کلکتہ

[6]

جاپان میں اس وقت کوئي گھر شاید مشکل سے ملے گا جسمیں یہ کتابیں بزبان انگریزي یا جاپاني موجود نہ ہوں - میں نے بھي ان کتابوں کو پڑھا ہے - في الحقیقت اگر ان کتابوں کا عام رواج ترکي میں ہوجاے تو ممکن ھي نہیں کہ انکا اثر نہ پڑے - گولڈن ڈیڈز (Golden Deeds) ایک اور کتاب ہے جسکا ترکي میں ترجمہ ہونا چاھیے - اگر ان کتابوں کا ترکي میں ترجمہ ہونے کا کوئي انتظام صورت پذیر ہو تو میں ایک مختصر رقم سو روپیہ کي اپنے پاس سے دینے کو آمادہ ہوں (اسمائل کی تصنیفات کا ترجمہ ابسے پچیس برس پہلے ترکي میں ہوچکا ہے - اور اسکے علاوہ اور بھی صدھا مصنفات جدیدہ کا - تراجم کے اعتبار سے ترکی کا جو پایہ ہے اسیر جناب کی نظر نہیں - اصلی مرض صرف ڈیوٹی اور سلف ھلپ کے مطالعہ ھی سے دور نہیں ہوسکتا - الہلال)

ہر سال مکۂ معظمہ میں قرباني کي لاکھوں کھالیں ضائع ہوتي ہیں اگر کوئي ڈھالونکے رنگنے کا کارخانہ خاص مکۂ معظمہ میں یوریپین طریق پر جاري کیا جاے ' تو بلا مبالغہ لاکھوں ھي روپیہ کا نفع ہوسکتا ہے - اسکي طرف بھي سلطنت کو توجہ دلاني چاھیے - مگر اسکي بابت میں یہ عرض کرونگا کہ براے مہرباني کلکتہ کے کسي مسلمان سوداگر چرم کو مائل کریں کہ وہ مکۂ معظمہ میں ایک چرم سازي و دباغي کا کارخانہ کھولے -

آپکا خادم

محمد فضل متین

الہلال :

آپکے خیالات نہایت قیمتي ہیں - کئي سال سے ان امور پر بذریعہ مراسلات طویلہ و مبسوطہ اولیاء حکومت کو توجہ دلا رہا ہوں - لیکن علم و تجارت سیکھنے کیلیے ترکونکو ہندوستان آنیکي دعوت دینے کي ضرورت نہیں - سول سروس کے امتحانات اور نظم تعلیم کے متعلق آپنے حکومت عثمانیہ کو جس قدر مفلس سمجھہ لیا ہے اس قدر نہیں ہے - ایک بہت بڑا سوال امن و فرصت اور صحیم العمل جماعت کا ہے

تاریخ حسیات اسلامیہ

مسئلہ قیام الہلال

الہلال کي اشاعت نے مسلمانوں میں جو احساس مذھبي پیدا کردیا ہے وہ بلا شبہ بے نظیر ہے اور آسکے لیے آپ خاص طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں - الہلال کا بند کرنا بلا شبہ مسلمانوں کے لیے سخت جانکاہ صدمہ ہوگا - خواہ آسکي قیمت میں اضافہ کرکے اور خواہ اشاعت میں ترقي کراکے لیکن براے خدا جاري رکھیں' اور آسکے بند کرنے کا خیال بھي دل میں نہ لائیں - یہ سچ ہے کہ ایسے عدیم المثال رسالہ کا جاري رکھنا بدون کافي سرمایہ یا ترقي تعداد اشاعت کے محال بلکہ ناممکن ہے - لیکن ہندوستان کے مسلمان تو دونوں باتوں پر راضي ہیں' پھر کیوں نہیں آپ اس کا ایک دفعہ فیصلہ کر دیتے ؟ قیمت میں اگر اضافہ دس روپیہ سالانہ تک ہو جاے ' تو بمقابلہ حیثیت الہلال کے کچھہ زیادہ نہیں ہے - تعداد اشاعت میں ترقي کے لیے آپ جا بجا اسکے ایجنٹ مقرر فرمائیں - کم سے کم اگر دس ہزار کي اشاعت مستقل طور پر ہوجاے تو پھر باطمینان یہ رسالہ اسي قیمت پر جاري رہ سکتا ہے -

خاکسار عطا محمد خان گورنمنٹ پنشنر امرتسر- کٹرہ اہلو والیہ نیومارکٹ

تاریخ حسیات اسلامیہ کے عنوان سے جو خطوط شائع ہوے ہیں آن سے معلوم ہوتا ہے کہ خریدار پیدا کرنیکي کوشش جاري ہے - لیکن وہ رفتار جو الہلال جیسے ملي و قومي مصلح کے لیے ہوني چاھیے تھي نہیں ہے - اگر آنجناب آن خریداروں کي تعداد بذریعہ الہلال ظاہر فرمادیتے جو ابتک ہوچکے ہیں' تو بقیہ کے لیے زیادہ جوش سے کوشش کیجاتي - چار خریدار حاضر خدمت ہیں -

نیاز مند رحیم حسین قدوائي - بارہ بنکی

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

Al-Hilal.

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad,

7-1, MacLeod Street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

میر مسئول و مدیر خصوصی

احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت

۷-۱ مکلاوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۵ — نمبر ۵

کلکتہ: چہار شنبہ ۵ - رمضان المبارک ۱۳۳۲ ہجری

Calcutta : Wednesday, July, 29 1914.

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ، وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ! (۱۰ : ۸۶)

رَبَّنَا اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا، رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ، رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ، وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ !! (۱۰ : ۸۸)

"كتاب مرقوم يشهده المقربون (۸۳ : ۱۸)
وفي ذالك فليتنافس المتنافسون !" [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال

في

مجلدات الهلال

تو اے که محو سخن گستران پیشینی
مباش منکر "غالب" که در زمانهٔ تست !

(۱) "الهلال" تمام عالم اسلامي میں پہلا هفته وار رساله ہے جو ایک هي وقت میں دعوة دینیة اسلامیة کے احیاء ' درس قرآن و سنت کي تجدید ' اعتصام بحبل الله المتین و وحدة کلمة امة مرحومه کي تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیه ' و فصول ادبیه ' و مضامین و عناوین سیاسیة و فنیه کا مصور و مرصع مجموعه ہے - اسکے درس قرآن و تفسیر و بیان حقائق و معارف کتاب الله الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اُردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشهاد قرآني نے تعلیمات الٰهیه کي محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونه پیش کیا ہے ' وہ اسدرجه عجیب و موثر ہے که الهلال کے اشد شدید و اعدی عدو مخالفین و منکرین تک اسکي تقلید کرنے کیلیے ساعي هیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور هیں اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جمله ' ایک ایک ترکیب ' بلکه عام طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و اسمِ بیان اس وقت تک کے تمام اُردو ذخیرہ میں مجددانه و مجتهدانه ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعة الٰهیه کے احکام کو جامع دین و دنیا و حاوي سیاست و اجتماعیة ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپني خصوصیات کے لحاظ سے کوئي قریبي مثال تمام عالم اسلامي میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام هندوستان میں پہلي آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکي تمام سیاسي و غیر سیاسي معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کي تلقین کي ' اور سیاسی آزادي و حریت کو عین تعلیمات دین و مذهب کي بنا پر پیش کیا - یہاں تک که دو سال کے اندر هي اندر اسے هزاروں دلوں ' هزاروں زبانوں ' اور صدها اقلام و صحائف سے معتقدانه نکلوا دیا !

(۴) وہ هندوستان میں پہلا رساله ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادي و عملي الحاد کے دور میں توفیق الٰهي سے عمل بالاسلام والقرآن کي دعوت کا از سر نو غلغله برپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغه کے کہا جاسکتا ہے که اسکے مطالعه سے بے تعداد و بے شمار مشککین مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاهد في سبیل الله مخلص هوگئے هیں - بلکه متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور قصبے شہر هیں جن میں ایک نئي مذهبي بیداری پیدا هوگئی ہے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء و الله ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد في سبیل الله کے جو حقائق و اسرار الله تعالی نے اسکے صفحات پر ظاهر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و هدایت ' متلاشیان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الٰهیه و علوم نبویه غرضکه سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعه اور کوئي نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکي خبریں اور بحثیں پراني هوجاتي هیں - وہ مقالات و فصول عالیه کا ایک ایسا مجموعه ہے ' جن میں سے هر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور هر زمانے اور وقت میں اسکا مطالعه مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید هوتا ہے -

(۷) چھه مہینے میں ایک جلد مکمل هوتي ہے - فہرست مواد و تصاویر به ترتیب حروف تہجي ابتدا میں لگا دی جاتي ہے - ولایتي کپڑے کي جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام هندوستان میں صحیح و فرید چھپائي کے ساتھه بڑي تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلي اور دوسري جلد دوبارہ چھپ رهي ہے تیسری اور چوتھي جلد کے چند نسخے باقی رهگئے هیں تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھي جلد میں (۱۲۵) سے زاید هاف ٹون تصویریں بھي هیں ' اس قسم کي دو چار تصویریں بھي اگر کسي اردو کتاب میں هوں هیں تو انکي قیمت دس روپیه قرار دی جاتي ہے -

(۹) با ایں همه قیمت صرف پانچ روپیه ہے - ایک روپیه جلد کي اجرت ہے

بہت ممکن ہے که الهلال کی قیمت بڑھا دی جاے - اگر ایسا هوا تو پھر مکمل جلدوں کی قیمت بھی زیادہ هو جائیگی .

Telegraphic Address-"Alhilal" Calcutta.
— Telephone No 648.

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad

14 Mcleod Street.

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8

Half yearly. .. Rs. 4-12

الهلال

مدیر مسئول و رئیس تحریر

احمد المکنی بابی الکلام الدهلوی

مقام اشاعت

۱۴ — مکلوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ — ۸ — روپیہ

ششماہی — ۴ — ۱۲ — آنہ

جلد ۵ | کلکتہ: چہار شنبہ ۵ شعبان ۱۳۳۲ ہجری | نمبر ۵

Calcutta: Wednesday July, 29. 1914

شہداے ادرنہ کی یادگار

یہ اُس جدید عثمانی درسگاہ کا مرقع ہے جسے شہداے ادرنہ کی یادگار میں غازی انور پاشا نے ادرنہ (ایڈریا نوپل) میں قائم کیا ہے - اور جسکے ساتھہ ہی پس ماندگان جنگ کے لیے ایک دارالیتامی کی بھی بنیاد ڈالی ہے - اس مرقع کیلیے ہم مرزا محمود علی بیگ وکیل ہائی کورٹ حیدر آباد کے ممنون ہیں جنہوں نے سفر قسطنطنیہ کے اثنا میں اس مدرسہ کی زیارت کی ' اور اس مرقع میں بھی دھنی جانب ہندوستانی لباس میں موجود ہیں -

مسئلۂ قیام الہلال

گذشتہ نمبر میں ہم نے اضافۂ قیمت ازفرصت یک ماھہ کے متعلق آخری تجویز بغرض شوری پیش کی تھی اور معاونین کرام سے درخواست کی تھی کہ بصورت اختلاف بہت جلد اپنی راے سے اطلاع بخشیں -

اس وقت تک متعدد تحریریں اتفاق و منظوری کی آچکی ہیں جیسا کہ ہمیں احباب کرام کے لطف و کرم سے امید تھی - مخالفت میں صرف ایک بزرگ نے راے دی ہے -

اب ہم چاہتے ہیں کہ جن حضرات کا سال خریداری جون یا جولائی کے کسی ہفتہ سے شروع ہوا ہے اور ۸ روپیہ کے حساب سے انہوں نے قیمت روانہ کی ہے یا وی - پی - وصول کیے ہیں ' وہ ۱۲ - روپیہ قیمت تصور فرماکر بقیہ روپیہ خود ارسال فرمادیں یا وی پی بھیجنے کی اجازت دیں - انمیں سے اکثر حضرات نے لکھا تھا کہ ۱۲ - روپیہ کا وی پی بھیجا جاے لیکن چونکہ اس وقت تک کوئی آخری راے قرار نہیں پائی تھی ' اسلیے انکے نام حسب معمول ۸ - روپیہ کے حساب سے وی - پی - روانہ کیے گئے - اب جبکہ انکی تجویز اور اظہارات کریمانہ کے مطابق مجبوراً قیمت بڑھانے کا فیصلہ ہوگیا ہے ' تو یہ خواہش بیجا نہیں اگر کی جاے کہ وہ اسی سال سے اس قیمت

SEWING MACHINES
KALNERS WINDERS
THE ADARSHA KNITTING CO.
Importers Manufacturers
General Merchant & Commission Agent
CALCUTTA

تار کا پتہ - ادرشہ

نواب ڈھاکہ کي سرپرستی میں

— :o: —

یہ کمپنی نہیں چاھتي ہے کہ ھندوستان کي مستورات بیکار بیٹھي رھیں اور ملک کي ترقي میں حصہ نہ لیں لھذا یہ کمپنی امور ذیل کو آپ کے سامنے پیش کرتي ہے :—

(۱) یہ کمپنی آپکو ۱۲ روپیہ میں بٹل کٹنگ (یعنے سپاري تراش) مشین دیگي جس سے ایک روپیہ روزانہ حاصل کرنا کوئی بات نہیں -

(۲) یہ کمپني آپکو ۱۰۰ روپیہ میں خود باف موزے کی مشین دیگي جس سے تین روپیہ حاصل کرنا کھیل ہے -

(۳) یہ کمپنی ۱۲۰۰ روپیہ میں ایک ایسي مشین دیگي جس سے موزہ اور گنجی دونوں تیار کی جا سکے تیس روپیہ روزانہ بلا تکلف حاصل کیجیے -

(۴) یہ کمپنی ۹۷۵ روپیہ میں ایسي مشین دیگي جسمیں گنجی تیار ہوگي جس سے روزانہ ۲۵ روپیہ بلا تکلف حاصل کیجیے

(۵) یہ کمپنـي ہر قسم کے کاتے ہوے اون جو ضروري ھیں محض تاجرانہ نرخ پر مہیا کردیتي ہے - کام ختم ہوا - اچھے روا نہ کیا اور اسی دن روپے بھي مل گئے ! پھر لطف یہ کہ ساتھہ ھي بننے کے لیے چیزیں بھي بھیج دي گئیں -

---

لیجئے دو چار بے مانگے سرٹیفکٹ حاضر خدمت ھیں -

— :o: —

آنریبل نواب سید نواب علي چودھري (کلکتہ) :— میں نے حال میں ادرشہ نیٹنگ کمپنی کي چند چیزیں خریدیں مجھے ان چیزوںکي قیمت اور اوصاف سے بہت تشفي ہے -

مس کھم کماري دیوي - (ندیا) میں خوشی سے آپکو اطلاع دیتي ھوں کہ میں ۶۰ روپیہ سے ۸۰ روپیہ تک ماھواري آپکی نیٹنگ مشین سے پیدا کرتي ھوں -

---

نواب نصیر الممالک مرزا شجاعت علی بیگ قونصل ایران

—(*)—

ادرشہ نیٹنگ کمپنی کو میں جانتا ھوں - یہ کمپنی اس وجہ سے قائم ہوئي ہے کہ لوگ صنعت و مشقت کریں - یہ کمپنی نہایت اچھي کام کر رھي ہے اور موزہ وغیرہ خود بنواتي ہے - اسکے علاوہ کم قیمتي مشینیں منگا کر ہر شخص کو مفید ہونے کا موقع دیتي ہے - میں ضرورت سمجھتا ھوں کہ عوام اسکي مدد کریں -

---

چند مستند اخبارات ھند کی راے

— * —

بنگالي — موزہ جو کہ نمبر ۲۰ کالج اسٹریٹ کے کمپني نے بنائے ھیں اور جو سودیشي میلہ میں نمایش کے واسطے بھیجے گئے تھے نہایت عمدہ ھیں اور بناوٹ بھی اچھي ہے - صنعت بھی بہت کم ہے اور ولایتی چیزوں سے سر مو فرق نہیں -

انڈین ڈیلي نیوز — ادرشہ نیٹنگ کمپنی کا موزہ نہایت عمدہ ہے -

حبل المتین — اس کمپني نے ثابت کردیا کہ ایک شخص اس مشین کے ذریعہ سے تین روپیہ روزانہ پیدا کرسکتا ہے -

اس کمپنی کي پوري حالت آپکے سامنے موجود ہے اگر آپ ایسا موقعہ چھوڑ دیں تو اس سے بڑھکر افسوس اور کیا ھوسکتا ہے -

برانچ سول کورٹ روڈ سنگاپور -

نوٹ — پراسپکٹس ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بھیج دیا جائیگا -

ادرشہ نیٹنگ کمپنی ۲۶ ایچ - گرانٹ اسٹریٹ کلکتہ

فیصله کرنا چاهیے که آینده مقامي دباؤ اور تلقینات و وساوس سے اس مسئله کو کیونکر محفوظ رکها جاے ؟

اشتهار میں بڑے زور سے اپنا یه بهادرانه کارنامه بهي لکها هے که هم نے درخواست میں مولانا عبد الباري صاحب کے عکسي تار کا حواله دیا تها که " بوقت تعمیر اسلامي جذبات کا لحاظ رکها جائے" مگر معلوم نهیں که اسلامي جذبات سے مقصود کیا هے ؟ اگر " اسلامي جذبات " سے مقصود چند مسلمانوں کے جذبات هیں تو اسمیں شک نهیں که گذشته فهرست خطابات میں ان جذبات کا کافي لحاظ رکها گیا ' اور اگر آینده بهي مسلمانوں کو استرضاء کفر ونفاق کي توفیق ملی تو انشاء الله بهت کچهه لحاظ رکها جائیگا - لیکن اگر اسلامي جذبات سے وه جذبات مراد هوں جنکا لحاظ ۲ - جولائي اور ۱۱ - اگست کو رکها گیا تها ' تو هم سمجهتے هیں که مسلمان اب اپنے جذبات کي رعایت کے معني اچهي طرح سمجهه چکے هیں ' اور وه مسٹر ٹائیلر کو اس بارے میں مزید احسانات کیلیے زحمت دینا نهیں چاهتے -

یه بالکل ایک واضح بات هے که مسجد کي زمین کا جو فیصله کیا گیا اس سے حقیقت بین مسلمانوں کو ذرا بهي اطمینان نه هوا ' اور اگر بهت سے رزولیوشن اظهار شادمانی کے پاس کیے گئے تو لاکهوں مسلمان غم و غصه میں متالم و متاسف بهی رهے - تاهم بار بار اطمینان دلایا گیا که فٹ پاتهه کي تعمیر کے وقت کوئی نه کوئی ایسی بات ضرور کي جائیگي جس سے ایک حد تک حکم شرعی کا تحفظ هو جائیگا ' اور صرف یهي سبب هے که بڑي بڑي شدید مخالفتوں کے طوفان جو اس فیصله کے متعلق اٹهنے والے تهے ' بڑي دقتوں کے بعد سمجها بجها کے روکے گئے - پهر کیا اب فیصله کرانے والوں کا یه فرض نهیں هے که وه اپنے تئیں مسلمانوں کے آگے تکمیل کار و ایفاء مواعید کا ذمه دار سمجهیں ' اور مسجد کے معاملے کو اپنے هاتهوں میں لیکر آخر تک پهنچائیں ؟

اشتهار میں یه بهي لکها هے که متولیوں نے صرف اس منظوري کیلیے نقشه پیش کیا تها که ویسراے کے فیصله کے خلاف تو نهیں هے؟ اول تو یه محض جهوٹ هے اور اسقدر صریح جهوٹ جس سے زیاده بیباکانه جهوٹ نهیں هو سکتا - نقشه کا پیش کرانا محض اندروني تلقینات و وساوس کا نتیجه تها جو متصل و پیهم جاري تهیں ' اور اسي کیلیے شیخ کریم احمد لکهنو اور دهلي گیا تها تا که کسي طرح اور لوگوں کو بهي اپنا ساتهی بنا لے - جب اس میں کامیابي نه هوئي تو پهر یه کیا دي کی گئي که تین ممبروں کا کورم قرار دیکر ایک براے نام جلسه قرار دیدیا اور نقشه منظور کرکے پیش کردیا -

لیکن اگر بالفرض اسے تسلیم بهي کرلیا جاے ' جب بهي سوال یه هے که متولیوں کو کس قانون اور عدالت نے مجبور کیا تها که خواه مخواه نقشه کلکٹر کے سامنے پیش کریں ؟ اسکي ضرورت هي کیا تهي ؟ حسب قاعده میونسپل بورڈ میں پیش هوتا ' اور پهر اسکے بعد حکام کو بهي مداخلت کا موقع حاصل تها - جو کچهه هونے والا هوتا هو رهتا -

پهر اس حماقت پر انسان روے یا هنسے ؟ ابتدا میں تو یه نادان شخص یه لکهتا هے که منظوري کیلیے کلکٹر صاحب بهادر کو نقشه دکهلایا گیا ' مگر آخر میں کهتا هے که " نقشے طیار کراے جارهے هیں - اس وقت تک طیار نهیں هوے هیں جو میونسپلٹي میں داخل کیے جاتے "

سوال یه هے که اگر نقشے ابتک طیار نهیں هوے هیں تو وه کمبخت نقشه کونسا تها جو کلکٹر صاحب کي " غریب پرور " پیشگاه میں به معیت " خاں صاحب " و " خان بهادر " حاضر کیا گیا ؟

مدارس اسلامیه

باز گو از نجد و از یاران نجد

دستور العمل ندوة العلماء

هم نے گذشته نمبر میں ندوه کے مفاسد پر نظر ڈالتے هوے انهیں دو قسموں میں منقسم کردیا تها - ایک اصل قانون اور کانسٹي ٹیوشن کے مفاسد - دوسرا عدم نفاذ قانون کا افساد عظیم که جیسا کچهه دستور العمل موجود هے ' اسپر بهي عمل نهیں هوتا - پهلي قسم کي چند مثالیں دي نهیں - دوسري قسم کي مثالیں پیش کرنا باقي هیں -

دستور العمل کي خلاف ورزیوں کي مختلف صورتیں هیں - هم صرف چند نهایت اهم اور بنیادي باتوں کو لے لیتے - اگر جزئیات و عام طرز عمل کو پیش نظر رکهیں تو یه داستان بهت طول طویل هے -

مثلاً دستور العمل حال کي دفعه ٥ هے :

" رکن ندوة العلما وه شخص هوگا جسکو جلسهٔ انتظامیه متذکرهٔ دفعه ۱٥ منتخب کرے "

دفعه ۱٥ جسکا اس دفعه میں حواله دیا هے یه هے :

" ندوة العلماء کی تین قسم کی مجلسیں هونگي : مجلس انتظامی ' مجلس خاص ' مجلس عام "

اسکے بعد " رکن " کے متعلق حسب ذیل بیان اور هے :

" (الف) رکن وه شخص منتخب هوسکیگا جو علاوه خیرخواه ندوة العلماء هونے کے طبقهٔ علما یا مشائخ میں سے هو - تقریر یا تحریر میں با کمال مشهور هو ' یا کسي قسم کي قابلیت خاص رکهتا هو - (ب) هر رکن پابند اداے زر چنده کم از کم دو روپیه سال هوگا بشرطیکه مجلس انتظامي اسے مستثني نه کردے "

ان دفعات سے واضح هوا که ندوة العلما کي ترکیب تین قسم کے ممبروں سے هے : ممبران انتظامي ' ممبران خاص ' ممبران عام -

ممبران عام وه هیں جو اقلاً دو روپیه سالانه دیں ' اور علما و مشائخ سے هوں ' مقررین و کاملین میں سے هوں ' یا کوئي اور نمایاں قابلیت رکهتے هوں -

ایسے ممبروں کو مجلس انتظامیه حسب دفعه ۱٥ " منتخب " کریگی -

لیکن لوگ اس واقعه کو سنکر حیرت و تعجب سے چیخ اٹهینگے که ندوة العلماء میں آجتک دستور العمل کي اس بنیادي اور اساسي دفعه تک پر کبهي عمل نهیں کیا گیا ' اور آجتک مجلس انتظامي نے نه تو ارکان کو کبهي با قاعده منتخب کیا هے اور نه انکی کوئي فهرست بنائي هے ' اور نه ان میں سے کسي شخص کو اسکا احساس اور خیال هے !

جس مجلس کے کارکنوں کا یه حال هو که آجتک ممبروں کا انتخاب تک نهوا هو اور کسي رکن انتظامي کو اسکا حس بهي نهو ' ظاهر هے که اس سے عام دفعات قانون کي پیروي اور دیانت دارانه پابندي کي کیا امید کي جاسکتي هے ؟

کو منظور کریں ' اور بقیه قیمت روانه فرمادیں - اگر انکي قیمت ششماهي تهي تو جدید اضافه کے بعد ۹ - روپیه - ۱۲ - آنه قیمت شش ماهي هوگی -

یه ممکن تها که نیا اضافه آیندہ ششماهي جلد سے قرار دیا جاتا لیکن اس صورت میں دفتر کي مشکلات کو اس سے کچهه بهي فائده نه هوتا - اصلي سوال تو موجوده مالی مشکلات اور نقصانات کا هے - اگر قیمت بڑهانے کے بعد اس وقت مدد نه ملي تو یه اضافه بحالت موجوده بالکل بے سود هوگا -

هم ایک مرتبه اور احباب کو یقین دلانا چاهتے هیں که قیمت کي زیادتي بڑي هی مجبوري کے عالم میں کی گئي هے - اگر همارى پہلي تجویز تکمیل تک پہنچ جاتی تو هم کبهي بهي ایسا نه کرتے - اب بهی اس اضافے کو محض عارضي اور موقت سمجهتے هیں اور جس وقت اسکي اشاعت مطلوبه تعداد تک پہنچا دي جائیگي هم معاً اسکي قیمت کم کردینگے ' اور بہت ممکن هے که سابق سے بهيْ زیاده تخفیف هوجاے -

همیں احباب کرام کی اس محبت و لطف سے جسکی ناقابل فراموش شہادتیں اپنے دل میں محفوظ پاتے هیں ' پوري امید هے که انپر یه اضافه شـــاق نه گذریگا کیونکه انهیں کے اصرار کی تعمیل کی گئی هے ' اور جون اور جولائی کے تمام قدیم و جدید خریدار نئی قیمت کے حساب سے بقایا روانه کردینگے -

مسـئـلـۂ اسـلامـيـــۂ کانـپـــور

فریب کذب و افســـاد افـتـراء

جبکه بڑے بڑے عقلمند و دانا ' مدبر و هوشمند ' داراے علم و فضیلت' صاحبان تجربۂ و خبرۃ ' نفس و شیطان کے استیلا و تسلط سے مجبور هوکر بے وقوفوں کی سی باتیں' بچوں کی سی نا دانیاں' اور دیوانوں کي سی هرزہ سرائیاں کر بیٹهتے هیں ' تو بساطي بازار کانپور کے دو شخصوں کي نادانی پر افسوس کرنا لا حاصل هے' جنهوں نے گذشته هفتے ، اپنی مجرمانه بے بسي سے عاجز آکر کذب و افتراء کے دامن میں پناه لینی چاهي هے ' اور یه دیکهکر که عین موقعه پر مسجد کا معامله انکے هاتهه سے نکل گیا هے' الهـــلال کے بیانات کی تغلیط کیلیے ایک اشتهار شائع کیا هے - حالانکه اگر ان میں قبول هدایت کي ایک رائي برابر بهی صلاحیت باقي هوتی ' تو بریت کی کذب پرستي کی جگه توبۂ و اعتراف کا طریق صالح و مسلک مومنینْ اختیار کرتے : وطبع علی قلوبهم فهم لا یفقهون (۹ : ۸۸)

جهوٹ انسان کیْ ایک عالمگیر کمزوری هے اور کروڑها انسان اسمیں مبتلا هیں ' لیکن کذب و افترا کی بے باکانه جسارت فقدان ایمان کا وہ مرتبۂ بلند هے جو هر کذب پرست کو نصیب نہیں هوسکتـــا !

ایں شقاوت بزور بازو نیست !

مگر تعجب هے که مسجد مچهلي بازار کے دو متولیوں کو صرف ایک سال کي حیات نفاق آمیز و پرستش ائمۂ کفر سے یه مرتبۂ بلند کیونکر حاصل هوگیا ؟

شیخ مجید احمد نے اپنے دستخط سے جو اشتهار شائع کیا هے اسمیں نہایت، بے باکی اور دلیري کے ساتهه لکها هے که " بعد مشورۂ راجۂ صاحب محمود آباد ' مسٹر محمد علی ' مولوی فضل الرحمن و چند مسلمانوں کے ' جولائی کو ایک نقشه فٹ پاتهه کا .... صاحب کلکٹر بہادر کیخدمت میں پیش کیا گیا "

اس عبارت کا صاف مطلب یه هے که انهوں نے جو کچهه کارروائي کي وہ مندرجۂ صدر اشخاص کے مشورے سے کی - اگرچه یه بیان عقلاً بهي صحیح نہیں معلوم هوتا تها' اور شیخ مجید احمد اور اسکے رشتۂ نفاق کے حقیقی بهائی کریم احمد کی تمام پچهلي کارروائیاں پیش نظر تهیں ' تاهم خیال هوتا تها که ایک شخص خواه کتنا هي آبرو باخته اور ایمان فروش هو' لیکن اسطرح ایک چهپے هوے اعلان میں یکسر جهوٹ بولنے سے ضرور شرمائیگا - کچهه نه کچهه اسکی اصلیت ضرور هوگي - اسی خیال سے هم نے نامبردہ اشخاص سے پہلے تحقیق کرلینا چاها - اور بذریعه تار دریافت کیا :

مسٹر محمد علی لکهتے هیں : " مجید احمد کا بیان بالکل غلط اور گمراہ کن هے - کریم احمد میرے پاس آیا تها لیکن میں نے اسے موجوده کارروائی کے بالکل خلاف مشوره دیا ' جسپر عمل نہیں کیا گیا "

سر راجه صاحب محمود آباد لکهتے هیں : " اس کارروائی میں میرے مشوره یا راے کو ذرا بهی دخل نہیں "

مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی کا بیان هے : " مجهے اس کارروائی کی کوئی اطلاع نہیں "

مولوي سید فضل الرحمن تار دیتے هیں : " میري نسبت مجید احمد کا بیان بالکل غلط هے - هرگز هرگز میرا یه مشوره نه تها "

اب ذرا اس شخص کے جهوٹ بولنے کی همت دیکهو که لاکهوں مسلمانوں کو علانیه دهوکا دینے سے نہیں شرماتا ' اور کیسي ماتم انگیز اخلاقي و ایمانی موت اسپر طاري هوگئی هے که چار مسلمانوں کی نسبت تہمت و افتراء کرنے کے خلاف کوئی ایمانی صدا اسکے دل سے نہیں اٹهتی ؟ چند منافقین مفسدین کي وسوسه اندازي اور بعض شیاطین الانس کے پیهم القاء ابلیسی نے اسے اس طرح اپنے قابو میں کرلیا هے که نه تو مسلمانوں کے دل سے کسی بات کو سوچ سکتا هے' نه مسلمانوں کي آنکهوں سے کسی چیز کو دیکهه سکتا هے' اور نه مسلمانوں کے کانوں سے کسی آواز کو سن سکتا هے - بلکه از فرق تا بقدم ایک خول بنگیا هے ' جسکے اندر سے صرف " حضور' فیض گنجور' غریب پرور سلامت " هی کي روح بول رهي هے :

انهم اتخذوا الشیاطین اولیاء من دون الله و یحسبون انهم مهتدون (۷ : ۲۹) کاش ان دونوں کی آنکهیں اپنے اوپر روئیں اور انکا دل اپنے ایمان و صداقت کي موت پر ماتم کرے !

بهر حال هم اس اشتهار کے حصے پر زیاده وقت ضائع کرنا نہیں چاهتے که یه کوئي چیز نہیں هے ' اور اگر کچهه هے تو صرف مسلمانوں کي بد بختی هے که جس مسجد کیلیے موجوده سنین میں انهوں نے سب سے زیاده جان و مال کا انفاق و ایثـــار کیا هو ' وہ صرف ان لوگوں کے هاتهوں میں چهوڑ دي گئی هے ' تاکه چند بے حقیقت شرارتیں لاکهوں مسلمانوں کو احمق بنائیں ' اور بالا نمر کام کرنے والوں کو ان کے پیچهے مارا مارا پهرنا پڑے ' اور انکي مخاطبت میں وقت ضائع کرنا پڑے -

یه سچ هے که ان لوگوں کیلیے ۱۱ - اگست کے مسٹر ٹائیلر کي نگه مهر بڑي قیمتي هے ' مگر انهیں یاد رکهنا چاهیے که مسلمانوں کیلیے ۱۱ - اگست کا خون بهي محض بے قیمت نہیں هے اگرچه بد قسمتي سے اسے بے قیمت بنایا گیا - وہ کسي طرح بهی راضی نہیں هوسکتے که اس مسئله کي آخریں منزل کو بغیر جد و جهد انتهائي کے چهوڑ دیں !

پس في الحقیقت اصلي سوال شیخ مجید احمد و کریم احمد کے اعلانات و مزخرفات و مکذوبات کا نہیں هے ' بلکه مسجد کے مقدس حصۂ متنازع فیه کي تعمیر کا هے - اور اب فوراً هم کو اسکا

حزب الله

الا ان حزب الله هم الغلبون !

۱۳۳۰

" دار الجمـــاعـــة " كـي تاسيس

شهر رمضان الذي انزل فيه القران !

" واذ يرفع ابراهيم القواعد من البيت و اسماعيل : ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم ! ربنا واجعلنا مسلمين لك و من ذريتنا امة مسلمة لك ' و ارنا مناسكنا و تب علينا ' انك انت التواب الرحيم ! " (۲ : ۱۲۲)

الحمد لله كه توفيق الهي مسبب الاسباب هوئي ' اور گذشته اتوار كے دن كه رمضان المبارك كا آغاز تها ' عصر و مغرب كے درمياني وقفه ميں حزب الله كے " دار الجماعة " كا بنيادي پتهر نصب كرديا گيا : ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم !

(مسئلۂ تعميرات)

" حزب الله " كے تمام كاموں كي تكميل كيليے سب سے مقدم كام ايک مركزي دارالجماعة كي تاسيس تهي - بغير اسكے نه تو جماعة كے مختلف مدارج كي تعليم و تربيت كا انتظام هوسكتا تها ' اور نه اخوان جماعة كي مجتمعه مجاهدات كا سلسله شروع هوسكتا تها -

اسكي تكميل كي آسان اور قدرتي صورت تو يه تهي كه علم طور پر چنده كي فهرست كهولي جاتي ' يا اقلاً جو مخلصين ملت جماعة ميں شريک هوچكے هيں ' انكو اطلاع دي جاتي كه وه ايک ابتدائي رقم كا اس كام كيليے انفاق كريں - اگر ايسا كيا جاتا تو الحمد لله اخوان جماعة كا اتنا وسيع حلقه موجود هے كه دو هفته كے اندر ايک گرانقدر رقم جمع هو جاسكتي تهي -

آجكل كے تمام كاموں كا طريق عمل يهي هے - ليكن يه كام ابتدا سے جس اسلوب پر اٹهايا گيا هے اور اسلاف صالحين و مومنين اولين (الذين سبقونا بالايمان - رضي الله عنهم و رضوا عنه) كے جو نمونے پيش نظر هيں ' الحمد لله وه اس سے بهت ارفع و اعلى هيں كه اس كام كو رسمي طريقوں سے آلوده كيا جاے - انجمنوں كے چندوں اور ممبري كي فيس كے روپيوں سے كالج بن سكتے هيں ' اور لوگوں كو اسكولوں كے بورڈنگ هاوسوں ميں كرايه ديكر ركهوايا جا سكتا هے ليكن دين كي خدمت نهيں هو سكتي - خدا كے كاموں كيليے صرف خدا كے بخشے هوے جوش اور دل كے خود بخود اٹهے هوے ولولوں هي كي ضرورت هے - چندوں كي فهرستوں كي رقميں دل كا ولوله اور قربانى كا عزم كهاں سے لائينگي ? همارے ليے خدمت دين و ملت كا اصلي اسوۂ حسنه صحابۂ كرام اور مومنين اولين رضوان الله عليهم اجمعين كي زندگي هے - بلا شبه ان ميں سے ايک ايک مومن قانت نے اپنا تمام مال و متاع راه حق ميں لٹا ديا ' اور بلا شبه جماعتوں اور گروهوں نے مل جلكر بڑے بڑے ملي جهادوں اور اسلامي دفاعوں كے سازو سامان كي فراهمي ميں حصه ليا ' مگر

اس طرح نهيں كه لوگوں سے چندے لكهواے گئے هوں اور فهرستوں پر جبر آميز الحلح و التجا سے دستخط كرائے گئے هوں ' بلكه حالت يه تهي كه خدا نے انكے دلوں كو خود بخود خدمت حق كيليے كهولديا تها - اور انكے سينوں كا انفاق في سبيل الله كيليے كچهه اسطرح انشراح هوگيا تها كه خود آنحضرة صلى الله عليه وسلم بارها انهيں روكتے تے اور حقوق اعزاء و اقارب كا خيال دلاتے تے ' مگر وه اپنا تمام مال و متاع لا كر آپكے قدموں پر نثار كردينا چاهتے تے ! حضرت صديق رضي الله عنه كا انفاق سب كو معلوم هے - جب آپ سے پوچها گيا كه گهر ميں كيا چهوڑ آے هيں ? تو فرمايا كه الله اور اسكے رسول كو :

آنكس كه ترا جويد ' جانـرا چه كند ?
فرزند و عيال و خان و مان را چه كنـد ?
ديوانه كني هـر دو جهـانش بخشي
ديوانۂ تو هر دو جهـان راچه كنـد ?

يهي وه درجۂ عظيم اور مقام رفيع تها ' جسكي بنا پر آنحضرة نے فرمايا تها : " اني احب ابابكر لا بكثرة صلاته و لا بكثرة صيامه ولكن بشي وقع في قلبه " ميں ابو بكر كو دوست ركهتا هوں مگر نه تو اسليے كه وه بهت نماز پڑهتا هے ' نه اسليے كه بهت روزه ركهتا هے بلكه صرف اس چيز كے ليے جو اسكے دل ميں هے - ان الله لا ينظر الي صوركم و اعمالكم و لكن ينظر الي قلبكم و نياتكم !

معمورۂ دلے اگـر هست بازگـوے
كيں جا سخن به ملک فريدوں نمي رود !

غربۃ اولى و عود الى الغربة

اسلام كي ابتدا غربت سے هوئي تهي ' اور اسے غربت ميں دوباره مبتلا هونے كي خبر ديگئي هے - بدء الاسلام غريباً و سيعود الي الغرباء - آج پهر اسلام پر غربۃ اولى كا سا عالم چها گيا هے - پس وهي مومنين مخلصين اسكے سچے خادم هوسكتے هيں ' جو اسكے عهد ابتدائي كے خادموں اور جاں نثاروں كي طرح اپنے جان و مال كو اسپر نثار كردينگے - آج اگر هر طرف ابو سفيان اور ابو جهل كي ذرية نے ديار اسلاميه كا احاطه كرليا هے ' تو ضرورت هے كه مهاجرين مكه اور انصار مدينه كے متبعين صادقين بهى هر طرف پيدا هوجائيں ' اور اگر دشمنوں نے دوباره حمله كيا هے تو دوستوں كو بهي دوباره نكلنا چاهيے - آج هميں نه محض مامون الرشيد كا بيۃ الحكمة فائده ديسكتا هے ' نه صرف صلاح الدين

دھلي میں ۹ مئي کی شام کو ایک جلسۂ شوریٰ حسب تحریک نواب محمد اسحاق خاں صاحب منعقد ہوا تھا - اسمیں اکثر حضرات ندوہ و عہدہ داران حال موجود تھے اور انکے سامنے ایک ایک کرکے اصلاح طلب امور بیان کیے گئے تھے - مغرب کے بعد کي صحبت میں جب اس مسئلۂ کو پیش کیا گیا تو مسٹر ظہور احمد وکیل لکھنؤ و رکن انتظامي ندوۃ العلما نے جواب دیا کہ " چونکہ آجتک کسي شخص نے ہم سے اسکا مطالبہ نہیں کیا ' اسلیے جلسۂ انتظامیہ نے ممبر منتخب نہیں کیے " !! اسکا صاف مطلب یہ ہے کہ جب تک عام پبلک ندوہ سے اپنا حق بزور و جبر طلب نہ کریگي ' اس وقت تک اسکے حقوق پا مال ہوتے رهینگے - اور مجلس کي اساسي و بنیادي دفعات تک پر عمل نہیں کیا جائیگا !

یہ جواب اس لحاظ سے تو صحیح ہے کہ اب پبلک اسي اصول پر عمل کرنا چاهتي ہے ، اور ندوہ کو اشخاص سے واپس لینے کیلیے آمادہ ہوگئي ہے ' لیکن اس سے ارکان ندوہ کے اخلاق و اصول کا جو ثبوت ملتا ہے ' وہ نہایت مکروہ و افسوس ناک ہے -

یہ تو ارکان عام کا حال تھا - ارکان انتظامیہ کا حال اس سے بھي زیادہ تمسخر انگیز ہے -

مجلس انتظامیہ سے مقصود منیجنگ کمیٹي ہے - یہي کمیٹي مجالس کا جزو کل انجام دیتي ہے ' اور اسي کے ممبر اسکي هستي کے اصلي ارکان و جوارح ہوتے هیں - ندوہ کا کانسٹي ٹیوشن اس اصول پر قرار دیا گیا ہے کہ منیجنگ کمیٹي کے ممبروں کا انتخاب دو سال کیلیے ہوتا ہے - پس ایک مدت کے ختم ہونے کے بعد پھر از سر نو انتخاب ہونا چاهیے - ممبروں کي تعداد ندوہ کے سابق و حال ' دونوں دستور العملوں میں ۳۵ یا ۳۶ رکھي گئي ہے - لیکن دار العلوم کے سنگ بنیاد رکھنے کے موقعہ پر ایک بے قاعدہ جلسہ کرکے ۱۵ ممبر اور بڑھا لیے گئے تھے - اسطرح ۳۶ کي جگہ اب ۵۱ سمجھي جاتي ہے -

تمام دنیا میں دو سالہ یا سہ سالہ ممبروں اور عہدہ داروں کے انتخاب کے یہي معني سمجھے جاتے هیں کہ کسي عام تر گروہ سے ایک خاص تعداد کے اعضاء منتخب کیے جائیں ' اور دو سال کے بعد یا تین سال کے بعد جب انکا زمانہ ختم ہوجاے تو پھر از سر نو انتخاب کیا جاے - اس انتخاب میں اگر سابق هي کے ممبر اور عہدہ دار پھر دوبارہ منتخب ہوگئے تو وهي ممبر ہوجائینگے - ورنہ نئے اشخاص رائیں حاصل کرکے اپنے تئیں منتخب کرالینگے -

لیکن ندوہ میں انتخاب کے معني یہ سمجھے گئے هیں کہ ایک مرتبہ جو شخص انتظامي ممبر منتخب ہوجاتا ہے گو قانوناً وہ صرف دو سال کے لیے ہوتا ہے ' لیکن عمراً لالف ممبر ہوتا ہے - جب ۳۶ یا ۵۱ ممبروں کا زمانہ ختم ہوتا ہے تو وهي لوگ باهمدگر رائیں دیکر پھر اپنے تئیں منتخب کرلیتے هیں ' اور جب چاهتے هیں اور آدمیوں کیلیے بھي رائیں دیدیتے هیں !

لیکن ایسا کرنا قانون کي هنسي اور مجلس کا تمسخر ہے - اور اس درجہ کي خلاف ورزي ہے جس سے زیادہ قانون کي خلاف ورزي تصور میں نہیں آسکتي - جو لوگ دو سال کیلیے منتخب ہوتے هیں ' بمجرد انقضاء مدت دو سالہ ' انکي ممبري ختم ہوجاتي ہے اور اسکے بعد وہ ممبر رهتے هي نہیں - پس نہ تو انہیں ووٹ دینے کا حق ہوتا ہے اور نہ وہ کسي طرح کي باقاعدہ کارروائي کرنے کے مجاز هیں - اسکے بعد پھر از سر نو انتخاب ہونا چاهیے اور کسي دوسري جماعت کي آواز اسکے لیے حاصل کرني چاهیے - اگر دوبارہ وهي لوگ منتخب ہوجائیں ، تو البتہ رکن انتظامي هیں - لیکن جبکہ وہ ممبر رہے هي نہیں تو انکا ووٹ کیا معني رکھتا ہے ؟

۹ - مئي کے جلسۂ شوریٰ منعقدۂ دھلي میں جب یہ مراتب پیش کیے گئے تو تمام جلسہ حتی کہ حضرات ندوہ کے اعوان و انصار تک حیرت و تعجب سے دم بخود رهگئے ' اور تمام ارکان ندوہ میں سے ایک شخص بھي کوئي معقول جواب نہ دیسکا ' اور بالآخر تسلیم کرنا پڑا -

اصل یہ ہے کہ ندوۃ العلما میں قانون اور عمل عرصے سے الفاظ مہمل هیں - مولانا شبلي نعماني ' شیخ عبد القادر - بي اے ' بابو نظام الدین ' خواجہ غلام صادق وغیرہ ارکان نے اندر هي اندر اسے درست کرنا چاہا - ایک جماعت انکي مخالف ہوگئي - وہ انکي مخالفت میں قانون کي جگہ خود مختاري اور بے قاعدہ جتھا بندي سے کام لیتي رهي - مذهبي الزامات کو آلۂ کار بنایا گیا ' اور ہر سعي اصلاح کي جو اس جانب سے ظہور میں آئي مخالفت ہوئي - نتیجہ یہ نکلا کہ آٹھ برس کي نئي جد و جہد میں بھي ندوہ کا نظام درست نہوسکا - مولانا شبلي نے غلطي یہ کي کہ ان تمام باتوں کو گوارا کرتے رہے ' اور همیشہ یہ خیال کیا کہ کسي نہ کسي طرح کام کو چلاتے رهنا چاهیے - وہ سمجھے کہ دار العلوم کے اندر کام کرنے کي مہلت ملتي رہے تو کافي ہے - حالانکہ جس وقت تک ایک چیز کا کانسٹي ٹیوشن هي درست نہو ، اس وقت تک وہ کیونکر مستحکم ہوسکتا ہے ؟

چند موٹي موٹي مثالیں قانوني خلاف ورزیوں کي اور بھي هیں جنھیں اس سے پہلے بہ تفصیل بیان کیا جاچکا ہے ' اور انکي واقعیت کو جلسہ شوریٰ دھلي میں حضرات ندوہ کو تسلیم کرنا پڑا - مثلاً ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - جولائي سنہ ۱۹۱۳ کے جلسۂ خاص و انتظامي میں جو کارروائي کي گئي ' وہ نہ صرف دستور العمل ندوہ کے خلاف تھي بلکہ مجالس و مجامع کے علم قوانین و نظام کے لحاظ سے بھي یکسر باطل ہے -

(حاصل مطالب)

ان چند مثالوں کے پیش کرنے سے مقصود یہ تھا کہ ندوہ کا فساد صرف قانون کے نقائص هي کا نہیں ہے بلکہ اسکے عمل کا بھي ہے - موجودہ حالت میں نہ تو دستور العمل درست ہے اور نہ دستور العمل پر کوئي عمل کرتا ہے - اب اگر اسکي اصلاح اور درستگي ہوسکتي ہے تو صرف اس طرح کہ پہلے ایک صحیح اور صالح قانون بنایا جاے ' اور پھر اُن وسائل کو بھي عمل میں لایا جاے جنکے بعد ندوہ کا قانون صرف روئدادوں کے ساتھ تقسیم کردینے یا دفتر کي کہنہ الماریوں میں غذاے کرم ہونے کیلیے نہ رهجاے بلکہ اسپر ٹھیک ٹھیک عمل بھي ہو - اور جس طرح ایک اسلامي مجلس کو نظام شرعي و دیني کے مطابق ہونا چاهیے ' ٹھیک ٹھیک اسي طرح وہ اپنے کاموں کو انجام دے -

اگر ایسا ہوگیا تو ندوہ کا نظام درست ہوجائیگا اور اغراض و مقاصد کو تخریب کار کی ویسی مہلت نہ ملسکے گی جیسی کہ اب تک بدبختانہ ملتی رهی ہے - اسکے بعد اسکے مقاصد کی حقیقي تکمیل اور اسکے کاموں کي معنوي روح عمل کا مسئلۂ اهم و اعظم ہے جسپر متوجہ ہونا چاهیے ' لیکن جب تک نظام درست نہوگا اور استبداد و خود مختاري اور شخصیت و حکومۃ مطلقہ کا شجرۂ خبیثہ بالکل جڑ سے کاٹ نہ دیا جائیگا ' اس وقت تک ہر طرح کی تخم ریزي اور آبپاشي اس سر زمین میں بالکل بیکار ہوگی -

آئندہ نمبر میں هم ترمیم شدہ دستور العمل پر نظر ڈالینگے -

چاهیے' اور پبلک کي طرف سے کوئي ایسي ذمه داري نہیں لے لیني چاهیے جو اصل مقصد میں خلل انداز هو اور جسکے بعد کام' وقت' مصالح عمل' اور مقتضیات پر نظر نہیں رکھي جاسکے' بلکه تاجروں اور دکانداروں کي طرح هر وقت شراکت داروں کو بتلاتے رهنا پڑے که کیا کام کیا جا رها هے؟ کیونکر کیا جا رها هے؟ اور اس وقت تک تحویل میں کتنا آیا هے؟

اس طرح تمام قومي کام کیے جاسکتے هیں مگر دعوۃ و تبلیغ کے کام نہیں هوسکتے جن میں بسا اوقات متجسس سوالوں کا جواب دینا بھي جائز نہیں هوتا:

کیں زمیں را آسمانے دیگر ست!

ان تمام باتوں سے بھي بڑھکر یه که اس وقت تک تجویزوں کے اعلان اور اعانتوں کے غلغلوں کے بہت سے تجربے هوچکے - اب ایک ایسا تجربه بھي کرنا چاهیے که پہلے کام شروع هوجاے اسکے بعد لوگوں کو اعانت کي دعوت دي جاے -

(اذا اراد الله شیئاً هیئاله اسبابه)

سو الحمد لله که الله تعالی کي توفیق راهنماے کار هوئي - اس نے اسکا سامان حسب التجا و آرزو خود بخود کردیا' اور وہ اپنے دروازوں کے سائلوں کو کبھي دوسروں کے دروازوں پر نہیں بھیجتا:

و من یتوکل	اور جس نے الله پر بھروسه
علی الله فهو	کیا سو الله کي اعانت
حسبه	و نصرت اسکے لیے بس کرتي
(۶۵ : ۳)	هے! اور کیا اسکے خزائن
الیس الله	رحمت اسکے بندے کیلیے
بکاف عبده	کافي نہیں که وہ اسے دوسروں
(۳۹ : ۴۲)	کے دروازوں پر بھیجے؟

دارالجماعۃ کیلیے سب سے پہلا سوال زمین کا تھا - زمین کا مسئله کلکته اور بمبئي میں جس درجه مشکل مسئله هے اسکا اندازہ صرف وهي لوگ کرسکتے هیں جنھیں ان شہروں میں رهنے کا اتفاق هوچکا هے -

قیمت کے بعد پھر دوسرا اهم سوال زمین کے محل و موقع کا تھا - اس کام کیلیے سب سے پہلی شرط یه تھی که زمین شہر سے باهر اور آبادي سے دور هو - دلوں کی بستی همیشه ویرانوں هی میں آباد هوئی هے' اور شہروں کی آبادي سکون خاطر اور استغراق قلب کے کاموں کیلیے سب سے بڑا مہلکه هے - آبادي کے پر شور میدانوں میں کام کرنے سے پہلے ضرور هے که باهر کی خاموشي اور سناٹے میں اپنے تئیں طیار کرلیا جاے' کیونکه شہروں کے اندر صرف انهی لوگوں نے کام کیے هیں جنہوں نے شہروں سے باهر اپنی زندگی کا کچھه حصه بسر کرلیا هے - بلا شبه شہروں کی رونق بڑي هي کار آمد اور قیمتي هے مگر کاموں کے اتمام کیلیے نه که آغاز کیلیے -

بعض مصالح عظیمه کي بنا پر دار الجماعه کیلیے کلکته هی کو سردست منتخب کرنا پڑا تھا' تاهم ضرور تھا که آبادي کے کسي غیر آباد کنارے میں اسکے لیے جگه نکلتي -

ابسے اٹھارہ سو برس پہلے رومیوں کے عظیم الشان شہر انطاکیه کے ایک کنارے سے دعوۃ حق کي صدا اٹھي تھي - وہ ایک پاک روح تھی جس نے لوگوں کو نبیوں اور رسولوں کے اتباع کي طرف بلایا تھا' اور کہا تھا که ان بتوں کی پوجا چھوڑ دو جو تمھیں کچھه بھي نفع و ضرر نہیں پہنچا سکتے:

وجاء من اقصی المدینة	اور شہر کے کنارے سے ایک آدمي دوڑتا
رجل یسعی' قال یا قوم	هوا بڑھا - اس نے کہا که اے میري قوم
اتبعوا المرسلین اتبعوا	کے لوگو! سچائي کے ان رسولوں کے حکموں
من لا یسئلکم اجراً وهم	کو مان لو' ایسے لوگوں کي اطاعت
مهتدون - وما لی لا اعبد	کرو جو تمھیں گمراهي سے نجات بخشتے
الذی فطرني و الیه	هیں اور پھر اپني محنت اور خدمت
ترجعون؟ ء اتخذوا من	کا کوئي بدله بھي نہیں مانگتے -
دون الله آلهة ان یردن	مجھے کیا هوگیا هے که میں ایسي کھلي
الرحمن بضر لا تغن	اور صریح تعلیم سے آنکھیں بند کرلوں
عني شفاعتهم شیئاً ولا	اور جس پروردگار نے مجھے پیدا کیا هے
ینقذون - (۳۶ : ۲۳)	اسکي پرستش سے انکار کروں؟ حالانکه

تم سب اسي کي طرف لوٹا کر لاے جاؤگے -

رومیوں کے عظیم الشان شہر کے کنارے سے یه آواز اٹھي جبکه خدا کے رسولوں کو جھٹلایا جا رها تھا اور احکام الهیه کي هنسي اڑائي جارهي تھي - اس نے "امنت بربکم" کا اقرار کیا' اور سچے رسولوں کي پیروي کي راہ میں ان بڑي بڑي دنیوي سزاوں اور جسماني عقوبتوں کي پروا نه کي جو بت پرستوں کي آبادي میں خدا پرستوں کو دي جا رهي تھیں - حتی که اسي راہ میں شہید هوگیا - کلکته بھي آج هندوستان کي سب سے بڑي آبادي هے اور دنیا خداے واحد کو بھلا کر ضلالت و باطل پرستي کے بہت سے بتوں کو اسکي جگه دے رهي هے - پس آؤ که هم سب بھي یک جا مجتمع هوں' تاکه شہر کے ایک کنارے سے نمودار هوکر رسولوں کے اتباع کي دعوۃ دیں' اور مقدس حکموں کے ایمان و عمل کي پکار بلند کرکے خدا کے بندوں کو خدا کي طرف بلائیں - عجب نہیں که هماري عاجز و درمانده بندگي قبول کرلي جاے' اور انطاکیه کي اس شہید روح کي طرح هم بھی بشارت پائیں:

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۚ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۚ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۚ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ ۖ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ! (۲۲ : ۷۸)

قیل ادخلی الجنه! قال	پس اسے بشارت ملی که جنت کي
یالیت قومي یعلمون	حیاۃ طیبه میں داخل هوجا! اس
بما غفرلي ربی وجعلني	وقت اس نے کہا که کاش میري قوم
من المکرمین!	جانتي که میرے پروردگار نے مجھے
(۳۶ : ۲۵)	کس طرح بخش دیا اور اپنے نوازے
	هوؤں میں شامل کرلیا!

(مخلص قدیم حاجي مصلح الدین صاحب)

چنانچه الله تعالی نے اسکا یه سامان کیا که مخلص و محب قدیم جناب حاجي مصلح الدین صاحب کو اس خدمت جلیل و عظیم کیلیے بلا تحریک و تشویق خود بخود طیار کردیا - انکي ملکیت میں ایک وسیع قطعۂ زمین شہر کے مشرقي کنارے میں موجود تھا - یه حصه برخلاف شہر کے تمام اطراف کے اب تک نسبتاً غیر آباد هے' اور حدود میونسپلٹي سے کچھه فاصلے پر واقع هے حاجي صاحب نے اس خدمت کیلیے اس قطعه کو وقف کردیا -

حاجي صاحب موصوف کے تعلقات اس فقیر کے خاندان سے نہایت قدیمي هیں' اور اس زمانے سے هیں جبکه اب سے چالیس سال پہلے حضرۃ والد مرحوم پہلي مرتبه مکۂ معظمه سے کلکته تشریف لاے

ایوبي کي تلوار اور نه ابن سبکتگیں کا خزانه - کیونکه یه درمیانی عہد کي کڑیاں تھیں اور اب هم پھر اپني ابتدائی غربت کي طرف ھٹ آـــہ هیں - هم کو اُن سب کي جگه مهاجرة و ذهاب الی الله کا وہ ولوله چاهیے جو جعفر طیار نے هجرۃ حبشه میں دکھلایا - هم کو وہ خلوص و جاں نثاري چاهیے جو غار ثور میں صدیق اکبر اور اسد الله الغالب نے دکھلائي : اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا - هم کو وہ جوش انفاق فی سبیل الله چاهیے جو هجرت مدینه کے دن انصار مدینه نے دکھلائي ' اور اپنے مهاجر بھائیوں کو اپنا گھر بار تک سونپ دیا : فسوف یاتی الله بقوم یحبهم و یحبونه - هم کو وہ جذبۂ جهاد اور عشق قتال فی سبیل الله درکار ہے جسکي لسان الهي نے مدحت سرائي کي : اذلة علی المومنین اعزة علی الکافرین - یجاهدون في سبیل الله و لا یخافون لومة لائم ( ) هم کو وہ بھائیوں کي سي برادري اور سپاهیوں کی سی فوج چاهیے جسکي نسبت وحي الهي پکار اٹھي تھی :

اشداء علی الکفار رحماء بینهم ! کافروں کیلیے نہایت سخت مگر آپسمیں نہایت رحم والے !

هم کو " بدر " چاهیے اور هم " احد " کے دامن کے متلاشي هیں - همارے دکھه کی دوا انصار مدینه کی اُن عورتوں کے پاس ہے جو اپنے سات سات عزیزوں کی موت کی خبر سنتي تھیں ' مگر محبوب رب العالمین کی سلامتی کا مژدہ انکی آنکھوں کو اشکبار هونے کی جگه خوشی سے چمکا دیتا تھا - هم مردوں کو اُن جاں فروش حجله نشینوں کے آگے گرنا چاهیے جو اپنے سینوں کو تیروں کي بارش سے چھلنی کردیتی تھیں مگر رسول الله کے جسم مبارک کے سامنے سے نہیں ہٹتي تھیں که مبادا دشمنوں کا نشانه اُس وجود مقدس کو صدمه نه پہنچادے جسکے قیام سے تمام کرۂ ارضی کی سعادت کا قیام ہے !!

من و دل گر فنا شدیم چه باک
غرض اندر میاں سلامت اوست !

همارے اسلاف کرام میں بڑے بڑے فاتح ' بڑے بڑے سلاطین ' اور بڑے بڑے مالک خزائن و اموال گذرے هیں مگر اب هماري زندگي بغداد کے دار الخلافة اور دهلي کے تخت عظمت و جلال کي یاد میں نہیں ہے ' بلکه مدینه کي ایک خس پوش مسجد کے فقرا و صعا لیک کي یاد کے اندر ہے - الله اکبر ! وہ فقراء مقدسین که انکا واسطه دیکر سید المرسلین حضرة الهي میں دعاء فتح مانگتے تھے ! وکان رسول الله صلی الله علیه و سلم یستفتح بصعالیك المهاجرین !

مگر آہ " میں تنہا هوں اور میرے دل کا ساتھي کوئي نہیں - کس کے پاس جاؤں اور جو سمجھتا هوں وہ کسے سناؤں ؟ نه تو قسطنطنیة میں اُن صداؤں کیلیے کان هیں ' نه رود نیل کا کنارہ انکے لیے طیار ہے ' اور نه اس کفر زار هند کي گلیوں میں کوئي راهگیر ہے جو ان صداؤں کے سننے کیلیے ٹھہر جاے :

کس زبان مرا نمي فهمد
بعزیزاں چه التماس کنم ؟

زمانه جن کاموں میں مبتلا ہے اور کام کرنے والي قوتیں جن راهوں میں بھٹک رهے هیں ' وہ همیں کچھه بھي نفع نہیں پہنچا سکتیں - لوگوں نے نه تو منزل مقصود کو پایا ہے اور نه اسکي راہ هي پہچاني ہے - مکان معلوم هو تو راہ میں بھٹک جانے کا چنداں غم نہیں ' کیونکه کبھي نه کبھي ٹھیک راہ پر لگ هي جائینگے - لیکن مصیبت یه ہے که اپنے گھر هي کو بھول بیٹھے هیں - پھر راہ خواہ کتني هي پر فضا اور خوشنما هو ' مگر جس قدر چلتے رهینگے ' منزل سے دور هي هوتے جائینگے - کیونکه راہ اچھي ہے مگر منزل فراموش کردي گئي ہے - ممکن ہے که کسي عالیشان محل کے دروازے پر پہنچ جائیں مگر اس طرح چلکر همیں همارا گم شدہ جھونپڑا تو نہیں ملسکتا !

عجب مصیبت ہے - نه تو کھول کر بیان کیا جاسکتا ہے اور نه بغیر کہے چین پڑتا ہے :

مثال ما لب دریا و آب مستسقي ست
دهند شوق ولے رخصت نظر نه دهند !!

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ، وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ! (۱۰ : ۸۶)

رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا، رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ، رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ !! (۱۰ : ۸۸)

الله کے هاتھه میں ہے که وہ تنہائي کو جماعة سے ' انفراد کو کثرت سے ' غربت کو عظمت سے ' اور التجاؤں کو اجابت سے بدلدے : و لقد نصرکم الله ببدر و انتم اذلة !

(اتباع اسوۂ " محمد رسول الله و الذین معهم ")

بہر حال آج جو کام مختلف شاخوں میں هو رهے هیں ' اُنھیں هونے دو - لیکن خدمت دین و ملت کیلیے ضروري ہے که اپنے عزائم کو بلند کرو ' اپني نظروں کو سامنے سے هٹا کر اوپر کرو ' اپنا قبلۂ رخ سامنے کے مناظر کو نہیں بلکه عقب کی چھوٹي هوئي منزلوں کو بناؤ ' اور اپنے تمام کاموں میں صحابۂ کرام اور سلف صالح کي پیروي و اتباع کی حقیقت ثابته پیدا کرو - خواہ وہ مسئلۂ مال و متاع هو ' یا مسئلۂ جان و دل - خواہ وہ کاموں کا آغاز هو یا ارادوں کا اتمام ' اور خواہ وہ امن کی طیاري هو یا جنگ کی پکار -

اس سلسلے میں روپیه کي فراهمي کا مسئله بڑا هي نازک مسئله ہے - یه ظاهر ہے که هر طرح کے کاموں کیلیے اسکي ضرورت هوتي ہے اور دعوۃ و تبلیغ اور اعلاء کلمه و تحریک ملت کے کام بھي بغیر اسکے انجام نہیں پا سکتے - لیکن ساتھه هي اسکا وجود اور اعانة کا عام پھیلاؤ طرح طرح کے مہلکات و موانع کا موجب بھي هو جاتا ہے ' اور همتوں کیلیے اسمیں بڑي هي ٹھوکریں اور نیتوں اور طمانیتوں کیلیے اسمیں بڑے هي خدشات هیں -

سب سے زیادہ یه که کام کا دار و مدار دل کي جگه جیب پر هوجاتا ہے ' اور نیتوں اور ارادوں میں وہ سکون و انشراح باقي نہیں رهتا جو بغیر اسکا قدم درمیان آے لوگوں کو حاصل ہے - اسلیے اقلاً اس طرح کے کاموں کي ابتدا کو تو ضعفاء قلوب کیلیے آزمایش نه بنانا

عـــالم اســلامی

مسئلۂ اصــلاح و تجدیـد علوم اسـلامیـہ

بخارا میں دعــوۃ اصـــلاح کا آغاز

بخارا اسلام کے تمدن و تہذیب ' علم و فضل ' جاہ و جلال ' عظمت و شوکت کا نہایت قدیم مرکز ہے - اب اگرچہ دنیا کے سامنے تمدن و تہذیب کے دوسرے مناظر آ گئے ہیں ' اسلیے وہ اسلام کی تمام تمدنی یادگاروں کی طرح بخارا کو بھی بھول گئی ہے ' لیکن بخارا کی خاک سے جس درجہ کے اہل کمال پیدا ہوے ' جس پایہ کے فضلاء اوٹھے ' اسلامی مصنفات و قرون علمیہ میں جیسا عظیم الشان حصہ انھوں نے لیا ' تاریخ اب تک اسکا تذکرہ ادب کے ساتھہ کرتی ہے ' اور جب کبھی اسلام کے قدیم علوم و فنون کی مرثیہ خوانی کی جاتی ہے ' تو بخارا کے اوراق اشک شوئی کیلیے اپنے دامن کو پھیلا دیتے ہیں !

یہ سچ ہے کہ بخارا کی قدیم عظمت ' دولت و ثروت ' اور زرخیزی کے افسانے اب داستان پارینہ ہوگئے ہیں ' لیکن اگر ہم انکو یاد دلانا چاہیں تو کسی مطول تاریخ کی اوراق گردانی کی ضرورت نہوگی ' بلکہ خواجہ حافظ کا ایک مصرعہ کافی ہوگا :

بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

اگرچہ ایشیاء و یورپ کی زبانوں میں اختلاف ہے ' اور فرانس و جرمنی کی طرح روس نے مشرقی علوم و فنون کے احیاء و ترویج میں بہت زیادہ شہرت حاصل نہیں کی ہے ' تاہم اوسکو حافظ کا یہ مصرعہ ضرور یاد تھا ' اور ایشیاء کی فیاضی کی داستان کا خلاصہ اوسکے پیش نظر تھا ' جس سے وہ اب کام لے رہا ہے - یورپ کا دامن حسن و جمال دولت و ثروت کے سمیٹنے کی غیر معمولی وسعت رکھتا ہے - بخارا میں روسی عورتیں بکثرت آتی ہیں ' اور اپنے خال و خط دکھا کر کہتی ہیں کہ تمھارے آباء و اجداد نے فیاضی کا جو معیار قائم کردیا تھا ' تم بھی اُسے قائم رکھو - انسان بے قابو ہو جاتا ہے ' اور کہتا ہے کہ ہم اس سے بھی اعلی معیار قائم کرسکتے ہیں :

ناخلف باشم اگر من بجوے نفروشم

چنانچہ بخارا میں فسق و فجور کا بازار گرم رہتا ہے ' حدود شرعیہ بالکل معطل ہوگئے ہیں ' جس نے ہوا و ہوس کا میدان اور بھی وسیع کردیا ہے اور وہ برابر پانوں پھیلاتی جاتی ہیں ' من یتعد حدود اللہ کی وعید کسی زبان سے نہیں نکلتی !

عملی نتائج کے لحاظ سے بخارا کی قدیم علمی عظمت بھی اخلاقی حالت کی طرح پامال اور مذہبی حدود کی طرح بے اثر ہے - قدیم علمی ترقی کا افسانہ صرف تاریخ کے اوراق و بطون میں باقی رہگیا ہے - یا دلوں میں ہے ' یا زبانوں پر ہے - مگر افسوس کہ اعمال ' اور اعمال کے نتائج میں اس کھوئی ہوئی دولت کا سراغ نہیں لگ سکتا !

بخارا کی موجودہ تعلیمی حالت نہایت افسوسناک ہے مدارس قائم ہیں ' تعلیم جاری ہے ' طلباء پڑھتے ہیں ' اساتذہ پڑھاتے ہیں - ایک نصاب تعلیم بھی ہے - لیکن تعلیم کی وہی فرسودہ حالت ہے جسکا رونا اسقدر رویا گیا ہے کہ اب روتے ہوے ہنسی آتی ہے - نصاب تعلیم میں قدماء کی ایک کتاب بھی نہیں - علوم و فنون میں کمال پیدا کرنے کی جگہہ محض فقہ و فروع کی کتابی تعلیم پر قناعت کرلی گئی ہے - قران و حدیث کے ساتھہ بالکل اعتناء نہیں ' علوم شرعیۂ حقیقیہ کا علم و فہم یکسر مفقود ہے - موجودہ علوم و فنون و موجودہ ضروریات کا مطلق لحاظ نہیں رکھا جاتا - غرض ہندوستان کی جو حالت ہے اور جس غرض سے ندوۃ العلماء قائم کیا گیا تھا ' وہاں کا بھی یہی حال ہے ' اور حالات کے لحاظ سے اسی قسم کے اصلاح کی ضرورت ہے -

لیکن مسلمانوں کو خوش ہونا چاہیے کہ حال میں والی بخارا نے اس ضرورت کی طرف غیر معمولی توجہ مبذول کی ہے ' اور اس طرز تعلیم کو بدلنا چاہا ہے جو علوم اسلامیہ کے قالب کو دیمک کی طرح کھا رہا ہے -

ہندوستان میں چند اصلاح طلب علماء نے اس ضرورت کو محسوس کیا تھا اور قدیم طرز تعلیم کی اصلاح کرنا چاہی تھی ' لیکن افسوس کہ ندوۃ العلماء انھی کے ہاتھوں برباد بھی ہوگیا - تاہم ندوہ نے گو خود کوئی عظیم الشان تبدیلی پیدا نہ کی ہو ' مگر اسکے اس فخر کو کوئی چھین نہیں سکتا کہ جو فرض تمام عالم اسلامی حتی کہ جہل اباد بخارا و خیوا تک میں آج محسوس کیا جا رہا ہے ' اسکی تشخیص کی توفیق سب سے پہلے اسی کی نباض نظر و فکر کو ملی !

لیکن بخارا کے علمی جمود کا یہ کتنا شرمناک منظر ہے کہ جب والی بخارا کو اصلاح تعلیم کا خیال پیدا ہوا تو بخارا کی تمام جغرافیائی وسعت اور قدیم مدارس و جوامع کی چار دیواریوں کے اندر سے ایک ہاتھہ بھی نہ اوٹھا کہ جو کچھہ والی بخارا کے دل میں تھا اوسکو عملی قالب میں ڈال کر نمایاں کردیتا - بخارا کے تمام علما اس کام سے عاجز و درماندہ تھے - مجبوراً ترکستان و قفقاز کے روشن خیال علما طلب کیے گئے - اب انکی ایک خاص کمیٹی اس غرض سے قائم ہوئی ہے - ترکستان کے علماء عالم اسلامی میں نہایت روشن خیال اور معتدل الفکر ہیں - ان میں نہ تو جمود و تقلید کا وہ اشتداد ہے کہ اصلاح کو کفر و بدعت قرار دیں ' اور نہ الحاد و تفرنج کی وہ روشن خیالی ہے کہ اصلاح کے نام سے تخریب دین و شریعت کا عمل شیطانی انجام دیں - اسلیے امید ہے کہ یہ کمیٹی اپنا مقصد صحت و اعتدال فکر کے ساتھہ پورا کریگی !

مسلمانوں کو اس علمی انقلاب کا خیر مقدم کرنا چاہیے - کیونکہ ایک کھوئی ہوئی دولت ڈھونڈھی جا رہی ہے ' اور ایک گڑا ہوا خزانہ کھودا جا رہا ہے - اگر مل گیا تو ہر مسلمان اوسکا کلید بردار ہوسکتا ہے ' بشرطیکہ سعی جاری رہے اور ارباب اصلاح کا قدم جادۂ حقیقت و عمل سے نہ ڈگمگاے -

اس تحریک کے عملی نتائج سے اگر قطع نظر بھی کرلی جاے جب بھی یہ خیال بجاے خود اس قدر رفیع ہے کہ والی بخارا کے چہرے پر ہر مسلمان کو محبت آمیز نگاہ ڈالنی چاہیے -

تھے - والد مرحوم کو انکي محبت و خلوص پر بڑا ھي اعتماد دیا کیا تھا ' اور وہ ھمیشہ انکے جوش ایماني اور محبت دیني کو اور لوگوں کے سامنے بطور نمونے کے پیش کیا کرتے تھے - اس سلسلۂ ارشاد اور اخوان طریقت کي خدمت و اعانت میں بارھا انھوں نے بڑي بڑي گرانقدر رقموں سے انفاق کیا ' مگر سچ یہ ہے کہ " حزب اللہ " کے دار الجماعہ کي تاسیس کا شرف ان تمام خدمات سے بدرجہا ارفع و اعلی تھا ' اور جزو کے مقابلے میں کل کا حکم رکھتا تھا - پس کچھہ شک نہیں کہ یہ اللہ تعالی کا فضل مخصوص ہے کہ اس خدمت کي توفیق بھي بالآخر انھي کے حصے میں آئي : و ذلك فضل اللہ یوتیہ من یشاء ' واللہ ذوالفضل العظیم !

پھر صرف اتنا ھي نہیں ' بلکہ دار الجماعۃ کي عمارتوں میں سے دار الارشاد کي تعمیر کے تمام مصارف بھي انھوں نے اپنے ذمے لے لیے ھیں اور یہي سب سے زیادہ مقدم و اہم عمارت تھي : الذین ینفقون اموالھم في سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منا و لا اذی ' لھم اجرھم عند ربھم و لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون ! (۲ : ۲۶۴)

(دار الارشاد)

بالفعل " دار الجماعہ " کو صرف تین عمارتوں میں تقسیم کیا گیا ہے تاکہ جلد سے جلد کام شروع ھوسکے - بقیہ عمارات کیلیے کافي زمین مناسب و موزوں تقسیم کے ساتھہ چھوڑ دي گئي ہے -

اولین عمارت " دار الارشاد " ہے جسکو آجکل کي اصطلاح میں لکچر روم یا ایوان درس سمجھنا چاھیے - یہ ایک بہت بڑا وسیع ھال ھوگا جسمیں بہ یک وقت کئي سو آدمیوں کے درس کي گنجایش ھوگي - تعلیم و ارشاد کا صیغہ بغیر اس عمارت کے شروع نہیں ھوسکتا تھا ' اسلیے اسے مقدم رکھا گیا - حاجي صاحب نے علاوہ زمین کے اس عمارت کے تمام مصارف بھي اپنے ذمے لیلیے ھیں -

دار الارشاد کے بالکل سامنے ایک نہایت خوشنما اور شاندار مسجد ہے جسکي تعمیر گذشتہ سال ختم ھوگئي - مسجد کا ھال ۵۰ فٹ لنبا ہے اور ایک وسیع صحن اسکے علاوہ ہے - مسجد مقدس کي تعمیر سب پر مقدم تھي ' سو الحمد للہ وہ مکمل موجود ہے -

دار الارشاد کے ساتھہ ھي کتب خانہ ھوگا اور اس عاجز نے ارادہ کرلیا ہے کہ اپنا ذاتي کتب خانہ وھیں منتقل کردے -

دار الارشاد اور کتب خانے کے دونوں جانب مسلسل کمروں کي قطاریں ھونگي - جنمیں سامنے برآمدہ ' عقب میں غسل خانہ ' اور وسط میں ایک کشادہ کمرہ ھوگا - اسکے لیے اتني جگہ موجود ہے کہ انشاء اللہ بہ یک وقت کئي سو آدمیوں کے رھنے کي جگہ نکل آئیگي - سر دست کام کے جلد جاري کردینے کیلیے اقلاً ایک سلسلہ مکمل ھوجانا چاھیے ' تاکہ ایک کافي تعداد دعاۃ و مہاجرین کي وھاں مقیم ھوسکے - ایک بڑے کمرے کي لاگت ایک ایک ھزار روپیہ قرار پائي ہے ' اور امید ہے کہ اللہ تعالی بہت سے ایسے لوگوں کو بھیج دیگا جو کم از کم ایک ایک کمرے کي تعمیر اپنے ذمے لے لینگے -

(تاسیس دار الارشاد)

جناب حاجي صاحب کا اصرار شدید تھا کہ جہاں تک جلد ممکن ھو بنیادي پتھر نصب کردیا جاے ' مگر بعض وجوہ سے میں تاخیر کررھا تھا -

لیکن اسي اثناء میں رمضان المبارک کا ورود ھوا - یہ وہ ماہ مبارک ہے جو برکات سماویہ کے نزول کا منبع اور سعادت عالم کے آغاز کا عہد اولی ہے - : شھر رمضان الذي انزل فیہ القرآن !

پس اس ماہ مبارک سے بڑھکر دار الجماعہ کي تاسیس کیلیے اور کونسا وقت مبارک و میمون ھوسکتا تھا ؟ چنانچہ اتوار کا دن اس غرض سے قرار پایا اور عین اس وقت جبکہ چودہ گھنٹے کي بھوک پیاس کے بعد افطار کے وقت کا انتظار تھا ' ان ادعیۂ مقدسہ کي تلاوت کے بعد جو دین حنیفي کے باني اول نے خانۂ کعبہ کي بنیاد رکھتے ھوے مانگي تھیں ' اور ان دعاؤں کي پکار کے ساتھہ جو ایک مومن و مسلم زندگي کي حقیقي التجائیں اور آرزوئیں ھیں ' دار الارشاد کا سنگ بنیاد نصب کردیا گیا -

(دعاے موسوي)

سنگ بنیاد نصب کرنے کے بعد تمام حاضرین نے جناب الہی میں مکرر دست نیاز اٹھایا - افطار کے وقت میں صرف چند منٹ باقي رھگئے تھے اور ایک عجیب و غریب وقت متبرکۂ الہیہ کے برکات و انفعال اور خشوع و تضرع کا ھر شخص کو احساس روحاني ھو رھا تھا - اس موقعہ پر اللہ تعالی نے وہ دعاے جلیل و عظیم بے اختیار ھماري زبانوں پر جاري کردي جو حضرۃ موسی اور انکے ساتھیوں نے مانگي تھي - جبکہ انھیں مصر سے نکلنے کي جگہ مصر ھي میں اپنا گھر بنالینے اور تبلیغ و تبشیر کے ذریعہ قوم کو طیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا ' اور جبکہ فرعون کے ظلم و طغیان سے اسرائیل کي نسل عاجز و درماندہ ھوگئي تھي :

ربنا لا تجعلنا فتنۃ للقوم الظالمین ! و نجنا برحمتك من القوم الکافرین ! و اوحینا الی موسی و اخیہ ان تبوالقومکما بمصر بیوتا واجعلوا بیوتکم قبلۃ واقیموا الصلواۃ و بشر المومنین - وقال موسی : ربنا انك اتیت فرعون وملاہ زینۃ و اموالاً فی الحیاۃ الدنیا ' ربنا لیضلوا عن سبیلك ' ربنا اطمس علی اموالھم واشدد علي قلوبھم فلا یومنوا حتي یروا العذاب الالیم (۱۰ : ۸۸)

اس عہد کے مظلوم مومنوں نے دعا مانگي کہ " اے ھمارے پروردگار ! ھمیں ان ظالموں کے ظلم کا تختۂ مشق نہ بنا اور اپني رحمت سے ھمیں کفار کے تسلط سے نجات دے ! " اسکے بعد ھم نے حضرۃ موسی اور انکے بھائي کي طرف وحي بھیجي کہ مصر میں اپني قوم کي ھدایت و ارشاد اور تحریک و تبلیغ کیلیے گھر بنالو اور انھیں کو اپني عبادت گاہ قرار دو اور صلوۃ الہی کو قائم کرو ' اور اس طرح ارباب ایمان کو خوشخبري دو کہ فرعون کے تسلط سے نجات پانے کا وقت قریب آگیا - پس حضرۃ موسی نے دعا مانگي کہ " خدایا ! تو نے فرعون اور اسکے حاکموں کو بڑي ھي شان و شوکت اور جاہ و دولت دے رکھی ہے تاکہ لوگ انکي دنیاوي حالت سے دھوکا کھالیں - اور سمجھیں کہ خدا کفر و ظلمت سے خوش ھوتا ہے جبھي تو کافروں کو ایسی عظمتیں دے رکھي ھیں ' اور اسطرح وہ لوگوں کو راہ حق سے بہکالیں - تو اے پروردگار ! حق کي مظلومي اور ضلالت کي طاقت اب تک رھیگي ؟ اپنا وقت جلد بھیج ' انکے مال و دولت اور طاقت و جبروت کو فنا کردے ' اور انکے دلوں کو سخت کردے کیونکہ یہ لوگ عذاب دردناک دیکھے بغیر کبھي حق کو قبول نہ کرینگے "

یہ ایک عجیب و غریب دعا ہے جو بني اسرائیل کی نجات کا وسیلہ بني ' اور جسکے بعد ھي حکم الہي کے مطابق انھوں نے گھر بنا کر دعوۃ و تبشیر کا کام شروع کردیا - حدیث نبوي میں آیا ہے کہ امۃ مرحومہ پر ایک ایک کرکے وہ تمام حالتیں طاري ھونگي جو بني اسرائیل پر گذر چکي ھیں ' اور في الحقیقت آج امۃ اسلامیہ کي حالت ٹھیک ٹھیک بني اسرائیل کے اس عہد کي سي ھوگئي ہے جبکہ وہ مصر میں گرفتار مصائب و الم تھے - پس چاھیے کہ ھم بھي آج انھي دعاؤں میں اپني عالمگیر مصیبت کی نجات ڈھونڈیں ' اور اسوۂ مقدسۂ موسویہ کو اپنے سامنے رکھکر پورا پورا اسکا اتباع کریں - یہی سبب ہے کہ دار الجماعۃ کی تاسیس کے وقت یہ دعا زبانوں پر جاري ھوئی - اور کچھہ عجیب طرح کا تضرع و خشوع تمام حاضرین کو میسر آیا جسکي کیفیت اب لفظوں میں بیان نہیں کي جاسکتي -

جو بعض کاغذات بطور آثار اساس کے بنیاد میں رکھے گئے ' انمیں ایک بوتل کے اندر سورۂ حج کي پانچ آیتیں اور یہ ادعیۂ مقدسہ بھي تھي ' اور اسي لیے ان دونوں آیتوں کو اس مضمون کے وسط میں درج کیا گیا ہے کہ حاصل مقاصد دار الجماعۃ یہي ھیں !

مذاكرۂ علمية

روح ' اسكا مسكن اور حكمـاء ماديين

(مشاهير علمـا كے احكام و آراء)

جو لوگ علم الحيات كي تاريخ سے واقف هيں' انكے ليے يه كهنا ضروري نهيں كه نباتات ميں بهي روح فرض كي گئي هے - اريزو (Arezzo) كا مشهـور طبيعي انڈريا سيـل نينس Andrea Cæsalpinus (۱۵۱۹—۱۶۰۳) جو اس وقت تک اطاليا ميں دوران خون كا مكتشف سمجها جاتا هے' اس نے اپني كتاب ڈي پليـنٹس ليبري De Plantis Libri ميں نباتاتي روح كي ماهيت اور اسكے مسكن كے متعلق ايک طويل بحث چهيڑي هے -

روح كو كهـاں رهنا چاهيے؟ اسكے متعلق هميں دقيقه رس سيسلپنس كے تفصيلي دلائل كے تتبع كي چنداں ضرورت نهيں هے - صرف اسقدر جان لينا كافي هو گا كه بالآخر روح نباتاتي كو وه اس مقام پر ركهتا هے جهاں تنا اور جڑيں آكے ملتي هيں -

يه مقام جو بعد كو كوليٹ (Collet) يا گردن كے نام سے مشهور هوا ' اسكے متعلق (Linnæus) كے بعد بهي ايک توهم پرستانه عزت كے ساتهه يه خيال كيا جاتا رها كه يهاں زندگي كا كوئي خاص مركز قائم نهيں كيا گيا هے -

ليكن فرانس كا ايک مشهور عالم (Burgundian Marriotte) المتوفی سنه ۱۶۸۴ ع اپني كتاب Sur Le Sujetdes Plantes) ميں صاف صاف كهتا هے :

" هم نباتات كي روح كے متعلق كچهه نهيں جانتے - اسليے نبـاتات كے علم وظائف الاعضاء ميں اسـكا فـرض كرنا ذرا بهي مفيـد نهيں "

روح اور ماده كے زيريں طبقه (Material substratum) ميں جو باهمي تعلق هے' اسكي تاريخ كے گذشته اوراق اگر كافي مقدار ميں الٹيں تو هميں نظر آئيگا كه ابتدأ عقلي كاموں كے ليے نظام عصبي ميں كوئي جگه تسليم نهيں كي گئي تهي - قديم مصري سمجهتے تهے كه روح دل ميں رهتي هے - ارسطو كا بهي يهي خيال تها -

يه خيـال عهد نيپوليں كے مشهور فلسفي ويكو (Vico) كے وقت تـک زنده رها - چنانچه وه ڈيكارٹ (Descartes) كے علی الرغم هميشه يهي كهتا رها كه نفس كا مسكن دماغ نهيں بلكه دل هے -

(حجـاب حاجز)

يونانيوں كا ايک دوسرا قديم خيال يه هے كه روح يا نفس' حجاب حاجز كا مسكن Diaphragm (۱) هے' جسكى يادگار هماري زبان كے ايک لفظ Phrensy (جنون) ميں ابهي تـک باقي هے - كيونكه وه لفظ فرين Phren سے مشتق هے جو يوناني زبان ميں حجاب حاجز كو كهتے هيں - فرين سے بهت سے الفاظ مشتق هوے جن ميں سے بعض متداول اور بعض قليل الاستعمال هيں - مثـلا Phreno-pathia جو اب عقل كے علاج كے ليے بهت كم استعمال كيا جاتا هے - يا Phrenetsc جو اسوقت تـک عام طور پر ايسے شخص كو كهتے هيں ' جسكي عقل ميں باساني هيجان اور برانگيختگي پيدا كي جاسكے - يا Phrenitis جو در حقيقت اشتعال دماغ (Inflammation of brain) كے بالكل مرادف هے - اسي طرح Phrenology جو ايک فرضي علم كا نام هے ' اسي فرين سے مشتق هوا هے -

يه خيال كه روح كا مسكن حجاب حاجز هے' كيونكر پيدا هوا ؟ اسـكا سمجهه ميں آنا چنداں مشكل نهيں " يه حجاب حاجز سانس كے ليے اسـدرجه ضـروري هے كه اس پر جذبات كے شديد هيجان كا بهت سخت اثر پڑتا هے - هر جاندار محسوس كرتا هے كه جذبات كے هيجان سے سينه ابهر آتا هے اور سانس پهولنے لگتي هے ' اسليے جذبات كا هيجان سينے اور اسكے خاص عضله حجاب حاجز ميں پيدا هوتا هے يا رهتا هے " يه هے وه دليل جو قدما اس خيال كي تائيد ميں بيان كرتے تهے !

(جذبـات اور مختلف اعضـاء شكم)

كيا اتنے قديم زمانه سے جسكا آغاز همارے حافظه كی دسترس سے باهر هے' تلي (طحال) كے متعلق يه خيال نهيں كيا جاتا هے كه وه غيـظ وغضب اور رشـک وحسد كا گهر هے ؟ هم ابهي تـک (Splenotice) اور (Fit of spleen) بولتے هيں جس سے مراد غصه ور آدمي اور غصه كا دوره هوتا هے - حالانكه انكي لفظي تركيب ميں اسی خيال كا اثر موجود هے - انگلستان كا سب سے بڑا شاعر شيكسپير بهي پيٹ كے مختلف حصوں ميں تقسيم جذبات كے مذهب كو تسليم كرتا تها - مثلاً وه محبت كي جگه جگر كو قرار ديتا هے - البته وه دوسرے نظريه سے بهی ناواقف نهيں هے - بلكه يقيناً دماغ كے متعلق بهي سن چكا هے كه وهي روح كا گهر هے - چنانچه - وه " شاه جان " كے ڈرامے ميں پانچويں ايكٹ كے ساتويں سين ميں كهتا هے :

" بهت دير هوگئي - اسكی تمام خونيں زندگي فساد پذير طور پر متاثر هوچلي هے - اور اسكا دماغ (جسكے متعلق بعض لوگ كهتے هيں كه وه روح كي ناپائيدار قيام گاه هے) اپني هرزه سرائيوں سے فاني هستي كے ختم هونے كي پيشينگوئي كر رها هے "

(روح اور معده)

بيلجيم كا قديم كيميا داں وان هيلمنٹ (van Helmont) (المتوفي ۱۵۷۷ - ۱۶۴۴) غالباً ارباب علم ميں سب سے آخري شخص هے جو روح كي جگه سر كے باهر مانتا هے - وان هيلمنٹ كے نزديک روح قعر معده (Pylorus) ميں رهتي هے' اور اسكے ثبوت ميں جو دلائل پيش كرتا هے وه ايک عجيب و غريب قسم كا ذخيرۂ دلائل هے - اسكے نزديک " اگرچه روح كے تمام حركات اور احساسات دماغ اور اعصاب كے ذريعه ظاهر هوتے هيں مگر اسكا اصلي تخت حكومت قعر معده

(۱) دائي ايفرم Diaphragm ايک يوناني نژاد لفظ هے - يه ايک حيواني عضله كا نام هے جو سينے اور شكم ميں حائل هے - علوم طبيه كا جب عربي ميں ترجمه هوا تو اسوقت اسكے ليے كوئي نيا لفظ نهيں وضع كيا گيا بلكه اسيكو معرب كرليا - چنانچه متقدمين كي تصانيف ميں دائي ايفرم بصورت "ديي ايفرغما" اكثر ملتا هے - متاخرين نے اسكے ليے " حجاب حاجز " وضع كيا ' جو ڈائي ايفرم كا قريباً لفظی ترجمه هے - (الهـلال)

اکتشـــاف و اختـــراع

وائر لیس ٹائپ رائیٹر

" وائر لیس " اور " ٹائپ رائیٹر " علحدہ علحدہ کوئی نئی شے نہیں ہیں - آپ ان دونوں سے اچھی طرح واقف ہیں - وائر لیس بے تار کی خبر رسانی کو کہتے ہیں جسکی " لاسلکی " کے نام سے ہم بارہا معرفی کرچکے ہیں - البتہ ان دونوں کا مجموعہ یعنی " وائر لیس ٹائپ رائیٹر " ایک تازہ ترین اختراع ہے جسکو خود یورپ میں بھی لوگوں نے اس وقت تک صرف اخباروں ہی کے صفحات میں دیکھا ہے -

وائر لیس ٹائپ رائیٹر ایک مشین ہے ' جسکا کام یہ ہے کہ لاسلکی کے ذریعہ جو پیغام آتا جائے وہ ساتھہ ہی ساتھہ قلمبند بھی ہوتا جاے ' اور اسطرح چھپتا جاے جسطرح ٹائپ رائیٹر مشین میں چھپ جاتا ہے -

اسکے موجد ناروی (نارویجین) بیڑے کا کپتان اے - این - هولینڈ ہے - کپتان هولینڈ کو جب اس مشین کی ایجاد میں کامیابی ہوگئی ' تو اس کا تجربہ لاسلکی تاروں پر کیا گیا - مگر پہلا نتیجہ مشکوک اور نا قابل اعتماد نکلا -

ٹیلیگرافی میں ایک آلہ ہوتا ہے جسکو ریلے (Relay) کہتے ہیں - اس آلہ کے پاس برقی قوت کی ایک بیٹری ہوتی ہے اس کا کام یہ ہے کہ جب تار کے اشارات اس پر سے گذرتے ہیں تو وہ بیٹری کی مدد سے مزید قوت پیدا کردیتا ہے اور کمزور اشارے بھی دور دراز مقامات تک پہنچ جاتے ہیں -

مسٹر هولینڈ کو جو اپنے اولین تجربہ میں قابل اعتماد کامیابی نہیں ہوئی ' تو اسکی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے کوئی ایسا " ریلے " استعمال نہیں کیا تھا جسمیں اسقدر احساس ہو تاکہ کمزور لاسلکی اشاروں کو بھی محسوس کرلیتا ' اور انمیں مزید قوت پیدا کردیتا تاکہ وہ آگے بڑھسکتے یا ٹائپ رائیٹر کو چلا سکتے -

موجد کو جب اپنی ناکامی کی وجہ معلوم ہوگئی تو اس نے از سر نو کوشش شروع کردی - حال میں اس نے اعلان کیا ہے کہ میں نے ایسے " ریلے " بہم پہنچا لیے ہیں جو کمزور لاسلکی اشاروں کو تقویت دیسکتے ہیں ' اور امید ہے کہ عنقریب ٹیلیگراف ٹائپ رائیٹر کی طرح وائر لیس ٹائپ رائیٹر بھی ہر لاسلکی اسٹیشن میں نظر آنے لگے گا !

اس وائر لیس ٹائپ رائیٹر کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا استعمال مختلف مخفی کوڈوں (مصلحات خصوصی) میں بھی ہوسکتا ہے - چنانچہ اس طرح کے کوڈز کے ۷۲۰ حروف ابجد ترتیب دیے ہیں ' اور انکے ساتھہ ایک اور آلہ بھی درست کیا گیا ہے جو حسب خواہش حروف کو بدلدیتا ہے -

کپتان هولینڈ کے ٹائپ رائیٹر میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ خواہ کسی کوڈ کے حروف استعمال کریں مگر قلمبند کرنے والا حصہ ہمیشہ اسے معمولی کتابی و طباعی حروف میں لکھیگا ' اور اسطرح جب تار مرسل الیہ کو ملیگا تو وہ بغیر کسی مزید تکلیف کے اسے پڑھلیگا !

(کہربا اور خزائن الارض)

گوٹنجن یونیورسٹی کے دو پروفیسر ڈاکٹر لیمباچ Dr. Leimbach اور ڈاکٹر لوی (Dr. Lowy) نے ایک ایسا طریقہ دریافت کیا ہے جسکے ذریعہ زمین کی ساخت ' اسکے اندر بہنے والے چشمے ' مدفون خزانے وغیرہ وغیرہ ' بغیر کھودے ہوے محض لاسلکی تار کی برقی رو کے ذریعہ معلوم ہوسکتے ہیں -

اس کا تجربہ مقام ہینوور (Hanover) میں کیا گیا تھا ' جسمیں خاطرخواہ کامیابی ہوئی - چنانچہ ایک مہم بسرپرستی صیغۂ مستعمرات (کالو نیز) مغرب و جنوبی افریقہ میں فلزات اور پانی کی جستجو میں گئی ہے ' اور ایک دوسری عنقریب ممالک متحدہ امریکا میں بھی جانے والی ہے -

اس اکتشاف کا سراغ کیونکر لگا ؟ اسکو خود ڈاکٹر لیمباچ نے ایک شخص سے بیان کیا ہے - انہوں نے کہا کہ " برقی رو کے ذریعہ اندرونی زمین کے آشکارا کرنے کیلیے میں اور ڈاکٹر لوی سنہ ۱۹۱۰ ع سے ایک اسکیم پر عمل کررہے تھے - ہمیں گوٹنجن کی ایک سوسائٹی سے مدد ملتی رہتی تھی - اس نے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ جو طریقہ تجویز کیا جائیگا اسکے تجربہ کو اپنے ذمہ لے لیگی -

اس اسکیم پر عمل کرتے ہوے ابھی صرف چند ماہ ہوے تھے کہ نہایت غیر متوقع کامیابی ظاہر ہوئی - ہم نمک کی کانوں میں سیلاب کو یقینی طور پر روکنے لگے ' اور ایجاد نے عملیات کا کام شروع کردیا -

اس سال ہم نے ان کانوں میں تجربہ شروع کیا ' جہاں سیلاب کے انسداد کے لیے پانی کو منجمد کردینے یا سمینٹ لگانے کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے - ہم نے دیکھا کہ منجمد یا سمینٹ لگی ہوئی محافظ دیواروں میں اگر شگاف ہوجاتے ہیں تو وہ برقی رو سے صاف صاف معلوم ہو جاتے ہیں - ہمارے اکتشاف کی یہی ابتدا ہے "

(خورد بینی دوربین)

" خورد بین " اور " دور بین " دونوں کے فرائض علحدہ علحدہ ہیں - خوردبین کا کام یہ ہے کہ وہ چھوٹی شے کو بڑا کرکے دکھاتی ہے - دور بین سے دور کی شے بڑی ہوکر نظر آتی ہے - کچھہ عرصے سے یہ کوشش ہورہی تھی کہ ایسا جامع آلہ طیار کیا جاے جس سے دونوں کام لیے جاسکیں -

چنانچہ ایک ایسی دور بین تیار ہوگئی ہے جو خوردبین کا کام بھی دیسکتی ہے - اسے (Davon micro-telescope) کہتے ہیں - ہم نے اسکا نام " خورد بینی دور بین " تجویز کیا ہے -

ڈاوڈ اینڈ کمپنی نے جو دور بین اس وضع کی بنائی ہے اسمیں ایک خاص اضافہ اور بھی کیا ہے - یعنی بعض شیشے ایسے لگادیے ہیں کہ خواہ ستارہ کتنا ہی بے رخ ہو ' مگر دور بین سے دیکھنے والا (راصد) اپنی نشست بدلے بغیر اسے دیکھہ سکیگا -

مقالات

الحسبة في الاسلام

(يعني احتساب اور اسلام)

انسان كي انكهوں پر غفلت كے پردے پڑ جاتے هيں' اوسكے دل پر جهل و ضلالت كى مهر لگ جاتي هے' اوسكى قوت سامعه بے حس هوجاتي هے' تاهم وه اس قدر اندها نهيں هوجاتا كه نور و ظلمت كا بديهي فرق محسوس نه كرسكے' اسقدر جاهل نهيں بن جاتا كه خير و شر ميں تميز نه كرسكے' اس قدر بهرا نهيں هوجاتا كه نغمه هاے شيريں اور دشنامهاے تلخ سے اوسكے كان كے پردوں ميں دو مختلف تموج پيدا نه هوسكيں - وه ديكهتا هے' سنتا هے' سمجهتا هے - با اينهمه كبهي نهيں ديكهتا ' نهيں سنتا ' اور نهيں سمجهتا ' كيونكه :

ذهب الله بنورهم و تركهم في ظلمات لا يبصرون - صم بكم عمي فهم لا يرجعون (۲ : ۱۳)	خدا نے ان لوگوں كي آنكهوں كا نور سلب كرليا اور ان كو تاريكي ميں چهوڑ ديا - اب انكو كچهه نهيں نظر آتا - بهرے' گونگے' اندهے هوگئے هيں - پس وه كسي طرح راه راست پر نهيں آسكتے !

يه اجتماع الضدين نهيں هے' بلكه پردۂ كائنات كا ايك چهپا هوا راز هے جسكا فاش كرنا عيب نهيں بلكه هنر هے - دنيا كي هر چيز ميں خير و شر ملا هوا هے - دامان گل كانٹوں سے الجها هوا هے' شهد كا ذخيره نيش هاے زهر آلود سے گهرا هوا هے' نور' ظلمت سے مخلوط هے - آب شيريں اور آب شور ايك ساتهه بهتے هيں :

مرج البحرين يلتقيان (۵۵ : ۱۸)	اوس نے كهارے پاني اور ميٹهے پاني كے دو سمندر نكالے كه آپس ميں ملتے هيں -

ليكن اس اختلاط و التباس كے باوجود دونوں كے درميان ايك هلكا سا پرده بهي ڈالديا گيا :

بينهما برزخ لا يبغيان	دونوں كے درميان ايك پرده پڑا هے كه اوس كي وجه سے ايك دوسرے كي طرف بڑهه نهيں سكتا !

يه ايك جزئي تمثيل هے' اور قرآن حكيم كا طرز خطاب يهي هے كه كليات كو جزئيات كے ذريعه سمجهاتا هے اور كليات كو حذف كرديتا هے -

يه التباس و امتياز عبادات ' معاملات ' سياست ' اخلاق ' غرض تمام چيزوں ميں صاف نظر آتا هے' اور نبوت كي ضرورت اور انبياء كرام كے وجود كا صرف يهي مقصد هے كه خير و شر كے درميان جو چلمن نهڑي كي گئي هے اوسكو صرصر ضلالت سے بچائيں اور قائم ركهيں ' تاكه قانون الهي كے تحفظ كے ساتهه دنيا ميں عدل و اعتدال قائم رهے -

ليكن آندهي چلتي هے' طوفان آتا هے' موجيں ساحل سے ٹكراتي هيں - اسوقت ادا شناسان فطرت گهبراتے هيں كه كهيں خير و شر' نور و ظلمت' يمين و شمال ' آب شيريں و آب شور' باهم مل نه جائيں ' پس وه هاتهه بڑهاتے هيں كه ان پردوں كو روكيں - تب آندهي تهم جاتي هے ' سيلاب رك جاتا هے ' اور موجيں ٹهر جاتي هيں - كيونكه جو هاتهه حق كي حمايت كيليے اوٹهتا هے' وه پل هاے آهنيں كى طاقت ركهتا هے جن پر سے سيلاب گذر جاتے هيں مگر وه كچه نهيں هوتے -

خير و شر' هدايت و ضلالت ' اور حق و باطل كا يهى اختلاط امر بالمعروف و النهي عن المنكر كي راه كهولتا هے' اور جو لوگ ان كے درميان امتيازات قائم كرنے كي كوشش كرتے هيں' اونهي كا نام " آمرين بالمعروف والناهين عن المنكر" هے- انبياء كرام كا صرف يه كام هے كه اشياء كے مضار و منافع كو جو سيكڑوں پردوں كے اندر چهپے هوے هيں' بے نقاب كرديں - تاكه دنيا كي تشنه كامي آب شيريں كو پالے اور محروم نه رهے -

و هو الرسول النبي الامي المكتوب في التوراة والانجيل : يامر بالمعروف و ينهي عن المنكر و يحل لهم الطيبات و يحرم عليهم الخبائث - (۷ : ۱۵۶)	اور وه پڑهي نبي امي رسول خدا هے' جسكي نسبت تورات و انجيل ميں بشارت دي گئى هے- وه نيكي كا حكم ديتا هے' برائي سے روكتا هے' اچهى چيزوں كو حلال اور خبائث كو حرام كرتا هے -

(تمدن اور احتساب)

مذهب كے تمام اجزاء اگرچه بالواسطه يا بالذات تمدن سے تعلق ركهتے هيں' ليكن " احتساب" تمام تمدني دنيا پرحاوي هے' بلكه سيادت وحكومت كو بهي (جو تمدن كے محافظ هيں) احتساب هي نے پيدا كيا هے - فطرت كا يه قانون تم كو معلوم هوگا كه هر چيز خير و شر سے ملي جلي هے' اسليے انسان كو هر وقت هشيار رهنے اور جگاتے رهنے كي ضرورت هوتي هے' تاكه وه شهد كے بدلے زهر نه پي لے' اور لعل كي جگه انگارے كو نه اٹهالے - اگر ايك شخص وحي كے ذريعه اس فرق اور پهچان كو قائم كرتا هے تو وه پيغمبر هے- اگر ايك شخص فلسفه و اخلاق كے پيرايه ميں يه راز بتانا چاهتا هے تو وه حكيم هے' اگر ايك شخص حكومت كي قوت سے اس فرض كو ادا كرتا هے تو وه حاكم هے' اگر ايك شخص راستے ميں بيٹهكر اندهوں كو راه دكهاتا هے تو وه خدا كا نيك بنده هے' اگر ايك شخص لوگوں كو بازار كا نرخ ٹهيك بتا ديتا هے تو وه تاجر امين هے' اور اگر ايك شخص صرف صداقت كي خاطر صداقت كا وعظ كرتا هے اور نيكي كا دروازه كهولتا هے تو وه مومن و مسلم هے : و من احسن قولا ممن دعا الى الله و عمل صالحا و قال انني من المسلمين '

اسي تعاون و تناصر كا (يعني باهم ايك دوسرے كي مدد كرنے كا اور آپ نقصان اور خرابي سے بچانے كا) نام تمدن هے' پس احتساب كي ضرورت صرف تمدن حقيقي كي حفاظت كيليے هے ' اگر وه مفقود هوجاے تو تمدن بهي قائم نه رهے -

تعاون و تناصر چونكه هر مسلمان كا فرض هے' اسليے هر مسلم بالطبع محتسب هوتا هے اور اسيليے هر مومن محافظ تمدن عالم هے- اگر ايمان و اسلام كي حقيقت دنيا سے ناپيد هو جاے تو تمام دنيا برباد هو جاے - اسي بنا پر الله تعالى نے هر مسلمان كو ايك دوسرے كا ناصر و مددگار كها :

والمومنون والمومنات بعضهم اولياء بعض يامرون بالمعروف و ينهون عن المنكر -	مسلمان مرد اور مسلمان عورتيں ايك دوسرے كے مددگار هيں - نيكي كا حكم ديتے هيں اور برائي سے روكتے هيں -

هي ميں ہے ' اور وہ خود بهي دهن معدہ ميں رهتي ہے " اسكي تائيد ميں وہ كهتا ہے : " جذبات كا عظيم الشان هيجان هميشه بالاے معدہ پر محسوس هوتا ہے " نيز يہ كہ " اگر ايک شخص كا سر توپ كے گولنے سے اُڑ جاے تو اسكا دل تهوڑي دير تک حركت كرتا رهيگا ليكن اگر بالاے معدہ كوئي شديد صدمه پهنچے تو فوراً دل كي حركت بند هوجاليگي ' اور اسي كے ساتهه اسكا شعور يا آگهي بهي رخصت هوجاليگي " -

اپنے اس خيال كي تعبير وہ اس نازک انداز ميں كرتا ہے :

" اگرچه وہ ايک جگه رهتي ہے ' مگر مقامي حيثيت سے نہيں رهتي - تم ديكهتے هو كه بتي ميں روشني رهتي ہے - ٹهيک يهي مثال معدہ اور روح كي ہے "

(روح اور مـــركــزي نظام عصبي)

روح كے سر سے باهر كسي دوسري جگه رهنے كے متعلق ان خيالات كے ساتهه خيالات كے بعض دوسرے مدرسے بهي موجود هيں جنكے نزديک نفس كا تعلق مركزي نظام عصبي سے ہے - ولادت مسيح سے تين سو برس قبل اسكندريہ كے هيرو فلس كا خيال يہ تها كه مقدمة الـراس كے سوراخوں ميں (جو تمام جسم ميں سب سے زيـادہ انـــدروني سوراخ هيں) جو سيال مادہ هوتا ہے ' اسي ميں روح رهتي ہے - خاصكر چوتهے سوراخ كو وہ مسكن عقل سمجهتا تها -

هيرو فلس كا يہ خيال همارے ليے بهت هي دلچسپ ہے - كيونكه يقيناً اس سوراخ كے نيچے نظام عصبي كے بعض نهايت اهم مراكز موجود هيں - انصاف يہ ہے كه سب سے پہلے كلاڈيس گيلن Claudius Galen (متوفي سنه ۲۰۰ ع) نے يہ تعليم دي تهي كه " دماغ هي وہ جگه ہے جهاں روح اور ذهن دونوں رهتے هيں "

هم گيلن كي موت اور ويسيلي اس Vesalius كي عظيم الشان تصنيف De Corporis Humani Fabrica كي درمياني صديوں كو نظر انداز كرسكتے هيں ' كيونكه دماغي خواص كے ليے كسي مقام كے تعين كے متعلق وضاحت كے ساتهه غور كرنے ميں ان سے كسي قسم كي مدد نہيں ملتي -

علم تشريح كا اب الاباء ويسيلي اس (۱۵۱۴ - ۱۵۶۴) جسكے ليے علم وظائف الاعضاء كے مسائل كسي طرح بهي دلچسپي سے خالي نہ تهے ' نفس كے متعلق اس حيثيت كو ملحوظ ركهتے هوے كه اس كا تعلق دماغ سے ہے ' حسب ذيل ملحمانه ريمارک كرتا ہے :

" ليكن دماغ اپنے وظائف تخيل (۱) استدلال ' غور ' اور حافظه

(۱) اصلي عبارت ميں لفظ Function ہے - انگريزي ميں فنكشن اور ڈيوٹي دو ايسے لفظ هيں جنكے معني اگرچه متحد هيں مگر محل استعمال مختلف ہے - عربي ميں فنكشن كے ليے بحالت مفرد " وظيفه " اور بحالت جمع " وظائف " آتا ہے - ڈيوٹي كے ليے بحالت مفرد " واجب " اور بحالت جمع " واجبات " استعمال كيا جاتا ہے - ليكن اردو ميں فنكشن اور ڈيوٹي دونوں كے ليے لفظ " فرض " هي بولا جاتا ہے جو اگرچه اصولاً غلط نہيں ہے مگر توسع زبان اور تدقيق علمي كے لحاظ سے صحيح نہيں - اسي ليے ايک عرصے سے هم وظيفه اور وظائف كو فرائض كے معنوں ميں استعمال كرتے هيں تا كه اپنے صحيح معنوں ميں يہ الفاظ رائج هوجائيں - يہ نهايت افسوس كي بات ہے كه اردو كے بڑے بڑے مترجموں نے بهي آجتک اس فرق كو محسوس نہيں كيا ' اور هر جگه فرض هي كا لفظ لكهتے رہے - جب تک ملک ميں عربي دان مترجم علوم جديدہ پيدا نهونگے ' اردو كي بد بختي لا علاج رهيگي - اس حقيقت پر روييے تو بهت سے مدعيان علم و تراجم كو شاق گذرتا ہے - يہ دوسري مصيبت ہے -

(يا اور كسي طرح ' غرضكه خواہ تم اِس شخص كا مذهب اختيار كرو يا اُس شخص كا ' اور چاهے تم اصلي روح كي چند قيام گاهوں كا نام لينے كو ترجيح دو يا كوئي ترتيب و درجه بندي قائم كرلو) كيسے انجام كرديتا ہے ؟ ميں اسكے متعلق كوئي بهي راے قائم نہيں كرسكتا ' اور نہ ميرے خيال ميں اسكے متعلق كوئي امر علم تشريح سے يا ان علماء الهيات كے انداز سے دريافت هوسكتا ہے جو حيوانات كو قوت استدلالي بلكه ان تمام قوى سے محروم سمجهتے هيں جنكو هم اصلي روح كهتے هيں "

" اسليے كه دماغ كي ساخت كے لحاظ سے بندر ' كتا ' بلي ' گهوڑا ' اور تمام چوپائے جنكا امتحان ميں نے اب تک كيا ہے بلكه تمام پرندے اور هر قسم كي مچهلياں تک انسان سے هر ايک شے ميں مشابهت ركهتي هيں ' اور تشريح كے وقت همیں كوئي ايسا فرق نظر نہيں آتا جس سے يہ معلوم هوسكے كه حيوانات كے فرائض سے هميں اسطرح بحث كرنا نہيں چاهيے ' جسطرح كه هم انسان كے فرائض سے بحث كرسكتے هيں "

" اور اگر جسم و دماغ كے باهمي تناسب كے لحاظ سے ديكهيے تو سب سے زيادہ ايپ اور اسكے بعد كتے كا دماغ بڑا نظر آتا ہے - اس سے ثابت هوتا ہے كه جن جانوروں كے متعلق معلوم هوگيا ہے كه انهيں اصلي روح كے قوى ملے هيں ' انكے دماغ بهي نسبتاً (۱) بڑے هيں "

" ميں نے مدرسه نشين علماء الهيات اور دنيا دار فلاسفه كي تحريروں ميں تين جوفوں Ventricles كے متعلق جو كچهه پڑها ہے اس پر مجهے حيرت هوتي ہے "

اس آخري فقرہ ميں ويسيلي اس جس خاص راے سے اتفاق نہ كرسكا ' وہ لوگوں كا يهي خيال تها كه دماغ كا ايک بهت هي اندروني جوف قدرت نے صرف احساسات كے ليے ركها ہے - مثلاً اسكا درمياني حصه تخيل كے ليے ہے - آخري حصه حافظه كے ليے - وغيرہ وغيرہ -

در اصل اس خيال كے موجد علماء عرب هيں جسے بعد ميں ڈنس اسكوٹس Duns Scotus اور طامس آكنيونس Thomas Aquinas وغيرہ نے اختيار كيا -

(روح اور پي نی ال گليند)

ان كوششوں كے بعد روح ميں ايک مقامي حيثيت پيدا كرنے كيليے جو كوشش كي گئي ' اسكا باني ايک فرانسيسي عالم ريني ڈيكارٹي Rene Descartes ہے - يہ كوشش جس قابليت سے كي گئي تهي اسي قدر اسے شهرت بهي حاصل هوئي - ٹورين Touraine كے فلسفي اعظـــم نے روح كو Pineal gland (۲) ميں ركها ہے -

(۱) " نسبتاً ' فطرتاً ' دفعتاً ' قدرتاً " وغيرہ الفاظ كا صحيح رسم الخط " نسبة ' فطرة ' دفعة ' قدرة " ہے كيونكه انكے آخر ميں صرف تنوين ہے نہ كه الف - ليكن چونكه همارے ٹائپ ميں تاء مدورہ تنوين والي نہيں ہے ' اسليے مجبوراً اظهار تنوين و تسهيل قرات كيليے اس عام غلطي كو گوارا كرليتے هيں - هم نے صحت رسم الخط و سهولت قرات كيليے هر طرح كے حروف و اشكال ڈهلوا ليے ليكن يہ حرف كارخانے كي غفلت و تساهل سے ابتک نہيں بنا - الهـــلال -

(۲) دماغ كے بالكل اندروني حصے ميں ايک چهوٹا سا غدود مٹر كے دانے كے برابر هوتا ہے ' جسكو موجودہ علم تشريح كي اصطلاح ميں " پي ني ال گليند " كهتے هيں -

لا تدركه الابصار و هو يدرك الابصار - (۶ : ۱۰۳)

اوسکو آنکهیں نہیں دیکهه سکتیں مگر وہ آنکهوں کو دیکهتا ہے -

وہ آنکهوں کي نگراني کرتا ہے کہ کہیں مغز کو چهوڑ کر چهلکے پر تو نہیں پڑیں' اسلیے جب نگاهوں کو بهٹکتا دیکهتا ہے تو ٹوک دیتا ہے :

ان اکرمکـــم عنـد الله اتقا کم - (۴۹ : ۱۳)

تم میں سے زیادہ شریف وهي ہے جو سب سے زیادہ پرهیزگار ہے -

یا بالفاظ دیگر جو سب سے زیادہ " ناهي عن المنکر " یعنے محتسب ہے !

اب حر و عبد' مالک و مملوک' اور آقا و غلام کي اصلي صورت دیکهو - تم کو ضعف بصارت کي شکایت تهي' عینک تمهارے سامنے ہے' کیا تم عینک کو بهي نہیں دیکهتے ؟

امام ابو حنیفه (رحمة الله علیه) نے کہا کہ الحجر علی الحر (آزاد کو کوئي استعمال آزادي سے روک نہیں سکتا) اسلیے وہ سب کچهه کرسکتا ہے' اور فرض احتساب سے اُسے کوئي نہیں روک سکتا - لیکن غلام اس مقدس فرض کو پوري طرح ادا نہیں کرسکتا تها - یہي ایک غلام اور ایک ازاد زندگي کا حقیقي فرق و امتیاز ہے - اسلیے اسلام نے غلامي کو تو مٹادیا' مگر اس پابندي اور ضروري انقیاد کو قائم رکها جو تعاون کے لیے ضروري ہے - اب اگر ایک شخص سلطنت سے اسلیے آزادي کا طلبگار ہے کہ وہ بهي اوسي گلاس میں شراب پیے جس میں فرانس کا ایک متوالا پیتا ہے' تو وہ صالح آزادي کا طالب نہیں ہے بلکه غلامي کا عارضي طوق آتار کر ابدي لعنت کا طوق پہننا چاهتا ہے :

انا جعلنا في اعناقهم اغلالاً فهي الي الاذقان فهم مقمحون - (۳۶ : ۷)

هم نے انکي گردنوں میں طوق ڈالدیے هیں' جو انکي ٹهڈیوں تک آگئے هیں اور اون کے سر اُلل کے رهگئے هیں -

هاں' اگر وہ احتساب کا میدان وسیع چاهتا ہے کہ اپنی آزادي کا صحیح استعمال کرے' دنیا کو بري باتوں سے بچاے' اور نیک کاموں کی هدایت کرے' تو وہ خدا کا سچا بندہ ہے اور اوسکو سچي آزادي کا سچا سکهه ملنا چاهیے -

اسلام حریت و مساوات کي تعلیم اسي اصول کي بنا پر دیتا ہے اور چونکه هر مسلمان طبعاً امر بالمعروف و النهي عن المنکر کرتا ہے' اسلیے مساوات اوسکا مایۂ خمیر ہے -

الهلال اسی مساوات اسلامي کی دعوت دیتا ہے' اور حریۃ افرنجیه اور حریۃ اسلامیه کا یہي فرق عظیم اوسکے طریق دعوت کو دنیا کے دوسرے احرار کے طریقوں سے مختلف کردیتا ہے -

دنیا نے ابهي حریت کے مفهوم تک کو نہیں سمجها ہے وہ اوس حریت کو کیونکر سمجهه سکتي ہے جو تعلیمات شرعیه کے غلاف کے اندر مستور ہے - یہی سبب ہے کہ اس طریق دعوت میں گرہ پر گرہ کهولني پڑتي ہے پر نہیں کهلتي - اسي گرہ کے کهولنے کیلیے حضرت موسیٰ علیه السلام نے دعا مانگی تهي :

و احلل عقدة من لساني ! (۲۰ : ۲۷)

خدایا میري زبان کي گرہ کهولدے !

پس مساوات کا دوسرا نام ہے احتساب' اور احتساب کا نام ہے اسلام' اسلیے اسلام مساوات کا پیکر حقیقي ہے -

(ایک فضیلـــت مخصـــوصـــه)

دنیا کے تمام مذاهب میں اختلافات موجود هیں - اهل کتاب کے علاوہ بعض مذاهب ایسے بهي هیں جو سزا و جزاے اخروي کے قائل نہیں لیکن دنیوي آرام و راحت کے وسائل میں کسي کو بهي اختلاف نہیں ہے - اسلیے احتساب هر مذهب کا جزو ہے - اسکي سزا دنیا کے معیار اخلاقي کو قائم رکهتي ہے - سلطنت کي اطاعت' والدین کی فرمانبرداری' قانون کی پابندي' هر مذهب کي اولین تعلیم ہے :

ومن یعص الله ورسوله و یتعد حدوده یدخله نارا خـــالدین فیهـــا ولـــه عـــذاب مهین -

جو شخص خدا اور اوسکے رسول کي نافرماني کرتا ہے' اور اوسکے قوانین کي خلاف ورزي کرتا ہے تو خدا اسکو آتشیں عذاب میں ڈالدیگا جس میں وہ همیشه رہے گا اور اسکے لیے ذلیل کرنے والا دکهه ہے !

لیکن اس باب میں اسلام کو ایک فضیلت مخصوصه حاصل ہے' یعنے اسلام احتساب کے تمام ابواب و شرائط کا جامع ہے :

و یحل لهم الطیبـــات ویحرم علیهم الخبائث (۷ : ۱۵۶)

اور اونکے لیے تمام پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور تمام خبائث کــو حرام قرار دیتا ہے -

آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے اپني بعثت کی غرض ان جامع الفاظ میں بیان فرمائي :

انما بعثت لاتمـــم مکارم الاخـــلاق - (الحدیث)

میں صرف اسلیے مبعوث هوا کہ مکارم اخلاق کي تکمیل کروں -

اس سے ثابت هوا کہ مکارم اخلاق کي تکمیل اب تک باقي تهي - قصر شریعت کي آخري اینٹ نے اس عمارت کو مکمل کردیا -

حقیقت یہ ہے کہ احتساب قدیم مذاهب کا بهي جزو تها لیکن جزو ناقص - کسی شریعت نے دنیا کي تمام چیزوں کے فائدوں اور نقصانوں کو دنیا کے سامنے اس جامعیت کے ساتهه نہیں پیش کیا تها جو اسلام کا طغراے امتیاز ہے - بعض مذاهب نے تو سرے سے کوئي پرهیز هي نہ رکها حالانکہ " الحمیة راس الدواء " پرهیز دوا کی اصل ہے :

کل الطعام کان حلا لبني اسرائیـــل الا ما حـــرم اسرائیـــل علی نفسه - (۳ : ۹۳)

تمام کهانے کي اشیا بني اسرائیل کیلیے حلال تهیں مگر وہ جسکو اسرائیل نے خود اپنے اوپر حرام کرلیا تها -

یعنی دوسرے مذاهب و شرائع میں خاص خاص احکام دائرۂ احتساب کے اندر آگئے تهے' مگر هر شخص اس فرض کو ادا نہیں کرتا تها' اور نہ وہ اسکا فرض قرار دیا گیا تها - منطق کي زبان میں اسے یوں سمجهنا چاهیے کہ صرف جزئي قوت جزئي مادہ میں عمل کرتي تهي -

مگر اسلام کي اصلي فضلیت کبریٰ اور مزیت عظمیٰ یہ ہے کہ تمام دنیا میں صرف وهي اخلاق اور نیکي کي پهلي بادشاهت ہے جس نے ایک طرف تو انسان کے هر عمل کو محکمۂ احتساب کے ماتحت کردیا - دوسري طرف هر انسان پر احتساب فرض کرکے قوت محتسبه کو بالکل عام کر دیا - جس طرح ایک مومن نماز پڑهتا ہے' روزہ رکهتا ہے' زکواۃ دیتا ہے' کیونکہ یہ تمام باتیں شخصاً اسپر فرض هیں - ٹهیک اسي طرح اُسے امر بالمعروف اور نهي عن المنکر کیلیے ایک دائمي محتسب بهي هونا چاهیے' کیونکہ مومن وهي ہے جو نیکي اور عدالت کیلیے محتسب هو -

رمضان المبارک کے متعلق

نہایت معتبر و مفید مسائل و فضائل وغیرہ بڑے کاغذ پر اشتهار کي صورت میں چهاپ کر شائع کیے گئے هیں - جن حضرات کو عام مسلمانوں کیلیے تقسیم کرنی اور مساجد میں چسپاں کرنے کیلیے ضرورت هو تو صرف محصول ڈاک بهیجکر طلب فرما لیں -

راقم فقیر اصغر حسین از دار العلوم مدرسه اسلامیه دیوبند ضلع سہارن پور

یہاں " ولي " کا لفظ فرمایا - " ولي " کا صرف یہي کام ہے کہ وہ جس کا ولي ہے اوسکو نیک راہ بتائے' برائي سے روکے' اوسکے مصالح کا لحاظ رکھے' اوسکي ضروریات و مصالح کا محافظ ہو' اور تمام خباثت و رذائل اور تسلط شیطاني و بہیمي سے اسکو بچانے کا آرزومند رہے -

حکومت کے مختلف صیغوں کي تقسیم اسي امر بالمعروف او ر نہي عن المنکر کا نتیجہ ہے - کانٹے راہ میں بچھے ہوے ہیں' ہر شخص کا قدرتي فرض ہے کہ چلنے والوں کو بتائے کہ قدم سنبھال کے رکھیں - لیکن ایک ہي شخص ہر جگہ موجود نہیں رہ سکتا اور ہر کام کو نہیں کرسکتا - اسلیے تقسیم عمل کي رو سے صیغے فرائض ' پیشے ' تقسیم ہو جاتے ہیں - یہي وجہ ہے کہ تمدن جس قدر ترقي کرتا ہے' اوسي قدر ان تقسیمات کو بھي ترقي ہوتي جاتي ہے - چنانچہ اسلام نے احتساب کے اس بہترین اصول کو ہر موقع پر قائم رکھا اور کہا کہ نظم و قوام امور کیلیے ہمیشہ ایک شخص کو اپنا امیر بنا لیا کرو - یہاں تک کہ اگر صرف تین مسلمان کسي مقام پر جا رہے ہوں تو انکے لیے بھي ضروري ہے کہ اپنے میں سے ایک کو امیر بنا لیں :

لا یحل لثلاثـة یکونون بفلاة من الارض' الا امروا احدهم - (الحدیث - ابوداود)	تین آدمیوں تک کیلیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسي میدان میں ہوں اور ایک کو اپنا امیر نہ بنالیں

کیونکہ ہدایت و ارشاد کي ہر وقت ضرورت ہے' اور بادیۂ ضلالت کے رہروؤں کو تو اور بھي زیادہ ضرورت ہوجاتي ہے' پس امیر یا حاکم کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ پھولوں کي سیج پر لیٹ کے ہدایت و ارشاد کرے - اوسکو آبلہ پا رہروں کے ساتھہ اپنے تئیں بھي کانٹوں پر ڈالدینا چاہیے تاکہ دوسروں کے تلوؤں میں کانٹے نہ چبھنے پائیں !

(عبادات اور احتساب)

اسلامي عبادات کي حکمتوں اور مصلحتوں کے متعلق بہت کچھہ کہا گیا ہے' لیکن اگر غور کیا جاے تو یہ تمام مصالح و اسرار ایک محیط کل قانون کي جزئیات و فروع ہیں - احتساب تمدن کا محافظ ہے اور اسلام ایک خالص حقیقي مدنیۂ فاضلہ ہے - اس بنا پر احتساب کا قانون بھي اسلام کي تمام تعلیمات میں یکساں قوۃ و نفوذ کے ساتھہ کام کر رہا ہے - نماز بجاے خود ایک محتسب اعظم ہے :

ان الصلوة تنہي عن الفحشاء و المنکر (۲۹ : ۴۵)	نماز بري باتوں اور تمام بد اخلاقیوں سے روکتي ہے -

اور محتسب کا بھي یہي نام ہے -

احتساب تمدن کا محافظ ہے اور تمدن باہم ایک دوسرے کي مدد و معاونت کا نام ہے - اسلیے زکوۃ میں احتساب یہ ہے کہ اس سے فقراء کو مدد ملتي ہے' اور اسلیے وہ نماز کي شفیق ہے :

یقیمـــــون الصلــوة و مما رزقنہم ینفقون - (۲ : ۳)	نماز کو قائم کرتے ہیں اور ہم نے جو کچھہ انہیں دے رکھا ہے اسمیں سے لوگوں کو بھي دیتے ہیں -

تمام قران حکیم کو پڑھجاؤ - ہر جگہ قیام صلوۃ کے ساتھہ ایتاء زکوۃ کا بھي ذکر پاؤ گے -

حج تعاون و تناصر کي بہترین نمایش گاہ ہے - کلي طور پر وہ ایک وسیلۂ تجارت بھي ہے :

لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم - (۲ : ۱۹۸)	تمہارے لیے کوئي حرج نہیں کہ خدا کے فضل (مال و تجارت) کي تلاش کرو !

اور تجارت اعانت باہمي کا نام ہے - رہي زکواۃ کي بھي راہ کھولتا ہے :

فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسـه ففـدیة من صیام او صدقة او نسک (۲ : ۱۹۶)	تم میں سے جو شخص مریض ہو' یا اوسکے سر میں کوئي دکھہ ہو تو اُسے چاہیے کہ فدیہ میں روزہ رکھے' یا صدقہ دے' اور یا قرباني کرے -

روزہ تقوی کي طرف دلالت کرتا ہے' اور تقوی کے لغوي معنے بچنے کے ہیں - اصطلاح شریعت میں ہر برائي سے بچنے کا نام تقوی ہے' اور بچنے بچانے ہي کا نام احتساب ہے :

یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علي الذین من قبلـکم لعلکم تتقون (۲ : ۱۸۳)	مسلمانو ! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا کہ تم سے پیشتر کے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا - تاکہ تم تقوی حاصل کرو -

یہ محتسب تمہارے پاس پانچ وقت آتے ہیں' ہر سال آتے ہیں' تمام عمر میں ایک بار آتے ہیں' افسوس کہ پھر بھي تمکو ہدایت نہیں ملتي ؟

فاین تـذهبون ؟ (۸۱ : ۲۶)	تم سرشاري ضلالت میں کہاں بہکے جا رہے ہو ؟

(جزئیـــات تعلیمـــات اسلامیـــہ)

اسلام کي اخلاقي جزئیات اسي احتساب کي شاخیں ہیں - میرے پاس چاے کا چمچہ نہیں ہے' میں تم سے مانگتا ہوں - تم نہیں دیتے - اور اس طرح احتساب یعنے تعاون کے ایک نہایت ارزاں موقع کو کھو رہے ہو - تمکو یہ موقع حقیر معلوم ہوتا ہے کیونکہ تم بیش قیمت چیزوں کے قدر داں ہو' لیکن شریعت کي چشم عتاب کچھہ اور اشارہ کرتي ہے :

الـــذین هـــم یراؤن و یمنعـــون الماعون - (۱۰۷ : ۶)	پھٹکار ہے اُن لوگوں پر جو ریاکاري کرتے ہیں اور حقیر چیزوں کے دینے میں اُنھیں دریغ و تامل ہے -

تم ایک شخص کیلیے سودا تولتے ہو' اور اپنے ہاتھہ کي خذافت آمیز گردش سے جنس میں ایک تولہ کم کردیتے ہو' کیا ایک تولہ کوئي بڑي چیز ہے ؟ ہاں مادہ تو بڑا نہیں' لیکن روح بہر حال بڑي ہے - تعاون میں اس سے خلل آگیا' احتساب کا اصول ٹوٹ گیا' اسکے توڑنے کیلیے ایک رتي کا معاملہ بھي ویسا ہي ہے جیسا ایک من کا :

ویل لـلمطففین الـذین اذا اکتـالوا علی الناس یستوفون' و اذا کالوهم او وزنوهم یخســـرون ! (۸۳ : ۳)	کم تولنے والوں کیلیے پھٹکار ہے جو لوگوں سے لیتے ہوے تو ناپ کے پورا لیتے ہیں' مگر جب دیتے ہیں تو کم کر کے !

راستے میں ایک تنکا پڑا ہے - تم اوٹھا لیتے ہو - یہ تمھیں ایک دل بہلاؤ مشغلہ معلوم ہوتا ہے' لیکن کیا تم نے کسي زخم رسیدہ پاؤں کو بھي اس سے نہیں بچا دیا ؟ اگر بچا دیا تو فرض احتساب ادا کر دیا - اسلیے یہ صدقہ ہے جسکا تمھیں ثواب ملے گا -

اگر تم کوئي صیغۂ احتساب قائم کرو تو اسکے لیے یورپ کے قانون کا اتباع ضروري نہیں' صحاح ستہ کافي ہیں -

(مســـاوات اســـلامي)

حضرت عمر رضي اللہ عنہ نے فرمایا تھا :

لم استعبدتم النـــاس و ولدتهم امهم احرارا ؟	تم نے لوگوں کو کیوں غلام بنا لیا ہے' حالانکہ اونکي ماؤں نے تو اونھیں آزاد جنا تھا -

آزاد و غلام میں تمھیں کیا فرق معلوم ہوتا ہے ؟ تم کرسي پر بیٹھے ہو' وہ زمین پر - تم گوشت کھاتے ہو وہ سوکھي روٹي - تم حریر پہنتے ہو وہ گاڑھا - ہاں مغرور انسان ایسا ہي دیکھتا ہے' لیکن خدا کي آنکھہ اُس سے زیادہ روشن ہے :

یہ اس طول طویل بحث کا نہایت مختصر خلاصہ ہے جو فوضوئین استعمال قوت کي ضرورت پرکرتے هیں ' اور پھراسي اصول کا وہ مہلک استغراق اور خونیں غلو ہے جو قتل و خون تک پہنچ جاتا ہے اور انسانوں کے امن اور آرام کو نابود کردیتا ہے -

* * *

قوت کا استعمال کیونکر کیا جائے ؟

اسکے متعلق فوضوئین کا یہ خیال ہے کہ اگر طاقت اسقدر وسیع پیمانہ پر موجود ہو کہ عام انقلاب پیدا کیا جاسکے تو فوراً سرکشي اور طغیاني سے کام لینا چاهیے' ورنہ اسکو بتدریج و بدفعات استعمال کرنا چاهیے کہ یا تو جان و مال کا نقصان ہو یا کم ازکم خوف و دهشت پیدا هوسکے ' اور ملک قوۃ مستبدہ کي کمزوري اور درماندگي کو دیکھکے اس سے برداشتہ خاطر هوجائے -

انکے اس اصول کے مطابق نقصان کا نشانہ صرف انھي لوگوں کو هونا چاهیے جنکو حکومت سے تعلق ہے ' مگر فوضوئین کے نزدیک بسا اوقات عام پبلک هي کو نشانہ بنانا مقتضاے مصلحت هوتا ہے' کیونکہ اس صورت میں وہ حکومت کي پالیسي کے خلاف متفقہ آواز بلند کریگي -

یہ خیالات هیں جو ان خطرناک لوگوں کو اخلاق کي تمام امن طلبانہ تعلیمات سے بے پروا کردیتے هیں' اور وہ نہایت افسوس ناک اور وحشیانہ طور پر قتل و غارت شروع کردیتے هیں -

* * *

کلیسائے وارگریو کي آتشزدگی کے سلسلے میں جو تین خطوط ملے هیں ' انمیں ایک کا پتہ یہ ہے :

" حکومت کے زرخرید غلاموں اور عورتوں پر ظلم کرنے والوں کے نام "

یہ ایک کارڈ ہے - اسکے دوسرے رخ پر یہ عبارت لکھي ہے :

" هم خوف انگیزي کا تجربہ کر چکے مگر وہ بے اثر ثابت هوئي' اسلیے اب هم نے مال و دولت کو نقصان پہنچانا شروع کیا ہے- یہ کارروائیاں حکومت کي درندگي اور ستمراني کا ترکي بہ ترکي جواب ہے - قبل اسکے کہ زیادہ دیر هو کلیسا کو خود اپنے احکام کي پیروي کرنے دو - هم اپني حرکتیں آخر تک نہ چھوڑ ینگے - پبلک کو دیکھنا چاهیے کہ حکومت جو همارے فوجي جماعت کو فخریہ اور بجبر روکنا چاهتي ہے ' اسکا نمونہ یہ ہے "

دوسرے کارڈ کی سرخي یہ ہے :

" ظلم کا جواب "

" هم نے اب تک جانوں پر حملہ کرنے سے احتراز کیا تھا - لیکن معلوم هوتا ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ هم جانوں پر بھي حملہ کریں' اور اسکي ابتداء ان سنگدل اور ضمیر فروشوں سے هو جو قید خانوں میں هم پر ظلم کرتے هیں " -

تیسرا خط نہایت مختصر ہے مگر با ایں همہ اس سے یہ معلوم هوتا ہے کہ یہ جماعت اپنے مصائب کا کیا صلہ سمجھتي ہے ؟

" تمھارے مظالم همارے لیے حوصلہ شکن نہیں هوسکتے- همارا عقیدہ ہے کہ جو لوگ حق و صداقت کي راہ میں مصائب جھیلتے هیں ان پر خدا کي رحمت نازل هوتي ہے ' اور انھیں بہشت کي حکومت ملتي ہے "

(ایـــدیٹـــر)

هندوستان میں ایک ایڈیٹر کي حیثیت خواہ کچھہ هي هو' مگر انگلستان میں وہ خیال اور راے پر حکومت کرنے والي طاقت ہے - اشخاص کي نیک نامي و بد نامي ' تجاویز کي منظوري و نا منظوري ' حکام کا عزل و نصب ' وزارتوں کي شکست و فتح ' اور ملکوں کي جنگ و صلح ' ایک ایڈیٹر کي جنبش قلم کے عامۃ الوقوع کرشمے هیں !

لیکن جبکہ تمام انتظامی طاقتیں اقتراعیات کي زد میں آچکي تھیں ' تو یہ قلمي طاقت باوجود شدید مخالفت کے بھي اسوقت تک انکے حملوں سے محفوظ تھي - اب اسکي سرزنش کي بھي ابتدا هوگئی ہے - بیلفاست سے ایک اخبار نکلتا ہے جسکا نام " بیلفاسٹ نیوز لیٹر " ہے - اس اخبار میں یہ خبر شائع هوئي تھي کہ گولف کے بعض کلبوں کے ممبروں نے یہ طے کرلیا ہے کہ اگر اب اقتراعیات نے ان پر یورش کي تو وہ قانون کو اپنے هاتھہ میں لیکے خود اُنھیں سزا دینگے -

ایک عورت جو تنومند' شہزور' پوري ۶ فیٹ لنبي تھي' دفعۃ اس اخبار کے ایڈیٹر کے کمرہ میں داخل هوئي - اور نہایت تہدید آمیز لہجہ میں پوچھنے لگی : " کیوں جي ! کیا تم کو اس خبر کے ساتھہ همدردي ہے ؟ "

ایڈیٹر نے کہا " هاں "

هاں کا منہہ سے نکلنا تھا کہ اس مرد نما عورت نے اُس کے منہہ پر اس زور سے ایک گھونسا مارا کہ اُسکے لمبے اور تیز ناخن (جو اسي غرض سے بڑھاے گئے تھے) ایڈیٹر کے گالوں میں پیٹھہ گئے ! !

ایڈیٹر فوراً اس حملہ آور عورت کے لپٹ گیا اور دونوں میں کشا کش شروع هوگئي - اس کشاکش میں عورت گر پڑي اور اُسکا سر پھل گیا' تاهم اسکي همت یا جوش انتقام میں ذرا بھی فرق نہ آیا - وہ برابر حملے کیلیے کوشش کرتی رهي !

شور و غل سنکے اور لوگ بھي باهر سے آگئے اور انھوں نے کشاں کشاں اس عورت کو بہزار مشکل باهر نکالا -

* * *

بیل فاست سے ایک اور اخبار نکلتا ہے جسکا نام " بیلفاسٹ ایوننگ ٹیلیگراف " ہے - اسکے ایڈیٹر نے بھي اقتراعیات کے خلاف کوئي حرکت کي تھي - اسکي سزا میں ایک عورت اسکے دفتر میں گھس گئي اور خوب هي زد و کوب کرکے کرسي کے نیچے ڈالدیا !

مسئلۂ مسجد گلبرگہ

عالیجناب نے گلبرگہ کي مسجد کے متعلق بذریعہ تار برقي گورنمنٹ نظام کو جو توجہ دلوائي تھی الحمد للہ کہ بالاخر اسکا نتیجہ ظاهر هوا اور ارکان ریاست نے کمال عدل و انصاف سے توجہ فرمائي - جو حکم اب جاري هوا ہے وہ حسب ذیل ہے :

" فہمائش نامہ مورخہ ۲ سہریور سنہ ۲۳ ف

ذریعہ هذا فہمایش دیجاتي ہے کہ پیشگاہ اقدس و اعلی خلد اللہ ملکہ سے تصفیہ فرمایا گیا ہے کہ مسجد زیر تعمیر کي تکمیل کی اجازت دیجاے -

حسبہ ضلع کو ذریعہ مراسلہ لسان ۱۵۶۱ مورخہ ۱۷ خور داد سنہ ۱۳۲۳ف لکھدیا گیا ہے - بہرحال آپ مسجد زیر تعمیر کي تکمیل کرسکتے هیں - جسقدر حصہ تکمیل طلب رهجائیگا اسکو سرکاری خرچ سے بنوا دیا جائیگا ۱۲ شعبان سنہ ۳۲ -

مولوی فصیح الدین احمد خاں صوبہ دار صوبہ گلبرگہ -

اقتـــرا عيـــات

حـــوادث و ســـوانـــح

(کليسـاے وار گريو اور تين خطوط)

اقتراعيه عورتوں نے اب يه طريقه اختيار کيا ھے که وہ اپنے حملوں کے بعد بعض تحريريں چھوڑ جاتي ھيں تا که پبلک کو اس روح کا اندازہ ھوسکے جو انکے قانون شکن اعمال کے اندر کار فرما ھے - چنانچه وار گريو کے گرجا کي آتشزدگي کے بعد تين کارڈ ملے ديں - يه کارڈ درحقيقت فوضويت (انارکی) کے تين اساسی و بنيادي اصولوں کا ايک اجمالي بيان ھے -

* * *

وار گريو ايک ساحلي مقام ھے جو درياے تيمس کے کنارے واقع ھے - يہاں نہايت قديم اور تاريخي گرجا تھا - اسکي ديرينه عہدي کا اندازہ اس سے کيا جا سکتا ھے که جو مختلف قسم کے رجسٹر يہاں محفوظ تھے انکا آغاز سنه ۱۵۳۸ سے ھوتا تھا - گرجے ميں ايک خوشنما اور پر فضاء چمن بھي تھا جسکي تاريخ قديم کے متعلق علماء آثار برطانيه ميں اختلاف ھے - بعض اسکو ملکه اليزبتھه کے عہد کا قرار ديتے ھيں - بعض شاہ چارلس سوم کی طرف منسوب کرتے ھيں -

اتوار کا دن ' صبح ۹ بجے کا وقت تھا که اس گرجے کے قريب تين عورتيں نظر آئيں - وہ بظاھر شريف و شايسته معلوم ھوتي تھيں -

انگلستان اب ان فوضويت کي ديبيوں نے اس قدر ترساں اور لرزاں ھوگيا ھے که (بقول مراسله نگار انگلشمين) يه تصور کرتے ھي که فلاں قومي معہد (نيشنل انسٹيٹيوشن) ميں ايک عورت آگئی ھے ' خوف پيدا ھوجا تا ھے که کہيں اسکے نکلنے کے بعد بمب کے پھٹنے يا کسي تاريخي اور گراں بہا ياد گار کے برباد ھونے کي خبر نه آے !

چنانچه اکثر عمارتيں بند پڑي رھتي ھيں - بعض کھلي ھيں مگر انکي مراقبت و نگراني اسقدر شديد ھے که اگر ايک شريف مرد کسي شريف صورت ليڈی کے ھمراہ اندر جا نا چاھتا ھے تو اسے پہلے دروازہ پر پاسبانوں سے ايک اچھا خاصه مناظرہ کرنا پڑتا ھے !

* * *

مگر جب بربادي آنے والي ھوتی ھے تو اسکا راسته ھموار کرنے کے ليے غفلت پہلے آجاتي ھے - ان عورتوں کو متعلقين کليسا نے ديکھا مگر کچھه خيال نه کيا -

۵ گھنٹے کے بعد يعنی ۲ بجے ايک خاندان نے جو گرجے کے سامنے رھتا تھا ' يکايک دھما کے کي آواز سني اور تمام لوگ گھبرا کے باھر نکل آے - ديکھا تو آگ کے شعلوں سے تمام افق شفق آلود ھو رھا ھے ' اور گرجے کي عمارت ميں آگ لگ گئي ھے - فوراً آگ بجھا نے والے انجن کے اسٹيشن کو ٹيلي فون ديا گيا - مقامي اور اسکے بعد ھينلي وکنگھم کے انجن بھي پہنچ گئے - انجن والوں اور متعلقين کليسا کی سخت عرقريز کوششوں کے بارجود آگ گرجے کے اور حصوں ميں دوڑ گئي ' اور جب بمشکل بجھي تو يه گرجا ' انگلستان کے محبوب و دلپسند درياے تيمس کا تاريخي گرجا ' اپني برباد و سوخته حالت ميں ' بمنزلۂ صنف انساني کے غضب و انتقام کی ايک سبق آموز ياد گار تھا !

البته وہ نہايت قديم رجسٹر جو حسن اتفاق سے ايک آھني الماری ميں بند تھا ' اور خوشنما و پر فضا چمن جسکے عہد تعمير ميں اختلاف ھے ' يه دونوں چيزيں بچ گئيں -

جب آگ فرو ھوئي تو گرجے کي کھڑکي کے نيچے ايک تيشه اور تين خطوط ملے -

(خطوط اور بعض اصول فوضويت)

فوضويت درحقيقت استبداد کا علاج بالمثل ھے ' اور اگر استبداد کوئي درخت ھے تو اسکا ثمرۂ تلخ فوضويت کو سمجھنا چاھيے - چنانچه جسقدر استبداد زيادہ ھوتا ھے ' اتنا ھي اس کے درخت ميں يه کڑوا پھل بھي زيادہ لگتا ھے !

مثلاً فوضويت سب سے زيادہ روس ميں ھے جہاں اسکی شدت ظہور و استہلاک کی وجه سے اسکا نام عدميت (نہلزم) رکھديا گيا ھے - ليکن غور کرو که يورپ ميں مستبد ترين سلطنت بھي وھي رھگئي ھے -

فوضوئين کہتے ھيں که " عدل و انصاف " کے الفاظ خواہ کتنے ھي خوش آھنگ اور دلفريب معلوم ھوں ' مگر افسوس ! که انکي حقيقت مکر و فريب سے زيادہ نہيں -

وہ کہتے ھيں که دنيا کي بہت سي قوميں ھيں جنکو غلامی کے بعد آزادي ملی ھے ' اور بہت سے حقوق ھيں جو غصب ھونے کے بعد انکے مالکوں کو واپس کيے گئے ھيں اور انکے حالات آج بھي ھماري عبرت و بصيرت اور سبق آموزي و رھنمائي کے ليے موجود ھيں ' مگر کيا کوئي بتلاسکتا ھے که انميں سے ايک قوم کي گردن سے بھي عدل کے ھاتھه نے غلامي کا طوق اتارا ھے ' يا ايک حق بھي کسي غاصب کے پنجے سے نکالکے مظلوم مالک کو واپس دلايا ھے ؟ يقيناً اس کا جواب سواے " نہيں " کے کچھه نہيں ھوسکتا - اگر تمام تاريخ ميں کوئی مثال اس کليه کے جزئي استثنا کي ملتي ھے تو وہ صرف جاپان ھے -

جب کبھي حقوق کے ليے ضمير سے اپيل کي گئي ھے اور عدل و انصاف يا ترحم و تلطف کا استبداد کو واسطه ديا گيا ھے تو ھميشه اسکے جواب ميں تغافل و تجاھل ھي کيا گيا ھے ' اور جب کبھي صداے حق طلبي کا خروش زيادہ بڑھا ھے تو قانون کي لگام منھه ميں ڈالدي گئي ھے - " عدل و انصاف " ايک تماشه ھے جس سے کوتاہ انديش اور بيخبر جماعتوں کي بڑي بڑي اميديں وابسته ھوتي ھيں ' مگر حقيقت بيں دھوکا نہيں کھاتے !

طاقت جب تک مجبور نہيں ھوتي ' اپنے فوائد سے دست بردار ھونا نہيں چاھتي !

وہ کہتے ھيں که جب کبھي عدل و انصاف کے حق پژوہ اور رحمدل فرشته کے بدلے ' طاقت کے خون آشام اور سنگدل ديو سے مدد طلب کي گئي ھے ' تو ھميشه صدائيں رسا ' خواھشيں کامياب ' اميديں فتح مند ' اور مطالبات منظور ھوے ھيں - ماضي کا تمام تجربه اور انساني فطرت کا پورا مطالعه بتلاتا ھے که اگر کوئي شے ھے جو ناله و فغاں ميں اثر اور مطالبات ميں زور پيدا کرتي ھے ' اگر کوئي شے ھے جو ذليل کو معزز ' سربسجود کو سر بلند ' خاک نشيں کو سرير آرا ' غلام کو آزاد ' اور محکوم کو حکمراں بناتي ھے ' تو وہ طاقت اور صرف طاقت ھی ھے !

اسي ليے طاقت ھی ھماري اميدوں کا قبله ھے - ھم اپني اعانت و مدد کے ليے صرف اسي کي طرف رجوع کرتے ھيں - ھمارے تمام عزائم و مقاصد کي روح و رواں يہي طاقت ھے ' ھمارے تمام افعال و اعمال اسی محور کے گرد گردش کرتے ھيں -

اور خرید و فروخت نکرےگا ' اون سے هم کلام نہوگا ' وغیرہ وغیرہ (۱)

اس عہد نامہ پر تمام قریش نے مہریں لگائیں ' اور وہ اطلس میں لپیٹ کر خانہ کعبہ میں لٹکا یا گیا - اس معاهدہ کے بعد حضرت ابو طالب اپنے تمام خاندان کو لیکر شعب ابو طالب میں چلے گئے ' اور آنحضرت بھی مسلمانوں کے ساتھہ وهیں اقامت پذیر هوے - قریش کا یہ معاهدہ تین برس تک قائم رہا ' اور اس وسیع مدت میں آنحضرت نے شعب ابی طالب هی میں قیام فرمایا ' چنانچہ یہ درد انگیز واقعہ سیرت کی تمام کتابوں میں مذکور ہے - اور وہ لوگ بھی مسٹر امیر علی کی کتاب سے اس کی تحقیق کرسکتے هیں ' جو کتب حدیث و سیر سے روایات کے فراہم کرنے کی اهلیت نہیں رکھتے -

خود اسلام میں جب کسی شخص نے قومی منافع پر شخصی فوائد کو ترجیح دی ہے ' تو اسکے خلاف صحابہ اور خود آنحضرت نے اسی قسم کا طرز عمل اختیار فرمایا ہے - اسلام کی تاریخ میں غزوۂ تبوک بعض خصوصیات کے لحاظ سے ایک خاص تاریخی اهمیت رکھتا ہے - چونکہ یہ لڑائی سخت گرمی کے موسم میں واقع هوئی تھی اور مقابلہ بھی شدید تھا ' اسلیے عموماً منافقین اوسکی شرکت سے علحدہ هوگئے ' بلکہ خود بعض مسلمانوں نے بھی شرکت سے جان چرائی - چنانچہ جب آنحضرت تبوک سے واپس آے ' تو مخلفین کو (وہ لوگ جو لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے) طلب فرمایا جنکی تعداد ۸۰ سے متجاوز تھی ' اور هر ایک سے عدم شرکت کی وجہ پوچھی - سب نے اپنا اپنا عذر پیش کیا ' اور آپ نے اوسکو قبول فرما لیا - پھر اون سے بیعت لی اور اونکے لیے استغفار کیا - (یہ سب منافق تھے) لیکن کعب بن مالک ' مرارہ بن الربیع ' هلال بن امیۃ الواقفی کا عذر مقبول نہ هوا ' حالانکہ یہ لوگ مخلصین مومنین میں سے تھے - چنانچہ آنحضرت نے ان تینوں بزرگوں پر سخت ناراضی ظاهر کی اور تمام صحابہ کو اون کے ساتھہ سلام ' کلام ' اور نشست و برخاست سے منع فرما دیا - پورے پچاس دن تک یہ حالت قائم رهی - اسکا دو بزرگوں پر یہ اثر هوا کہ تنگ آکر گھر میں گوشہ نشیں هوگئے - صرف کعب بن مالک بازاروں میں اس امید میں پھرتے رهتے تھے کہ کوئی سلام کرے - خود مسجد میں آتے اور آنحضرت کو سلام کرتے ' مگر جواب نہ ملنے پر بہ حسرت دیکھتے کہ لب مبارک پر حرکت کے آثار ظاهر هوے یا نہیں ؟ پھر آنحضرت کے قریب جا کر نماز پڑھتے اور دزدیدہ نظروں سے آپکی طرف دیکھتے جاتے ' جب وہ مصروف نماز هوتے تو آنحضرت انکی طرف متوجہ هوتے ' اور جب وہ آپ کی طرف دیکھتے تو آپ منہ پھیر لیتے - اس واقعہ نے اس قدر شہرت حاصل کی کہ بادشاہ غسان کے قاصد نے بازار میں ارنکو ایک خط دیا جسکا مضمون یہ تھا کہ " محمد صلعم تم کو ذلیل کر رہے هیں ' تم هم سے ملجاؤ - هم تمہارے ساتھہ همدردی کرینگے " لیکن اونکے جوش اخلاص نے اس خط کو تنور میں ڈالدیا - ۴۰ دن کے بعد اس حالت میں اور اشتداد پیدا هوا - یعنی آنحضرت نے حکم دیا کہ یہ لوگ اپنی بی بیوں سے بھی علحدگی اختیار کرلیں جو اس مصیبت میں اونکی شریک و رفیق تھیں - چنانچہ کعب بن مالک نے اپنی بی بی کو کمال اطاعت سے اسکے میکے روانہ کردیا - جب دس روز اس حالت میں بھی گذر گئے ' تو ایک دن کعب بن مالک اسی حالت تنہائی میں

(۱) آپنے غالباً اسٹرائک اور بائیکاٹ میں فرق نہیں کیا ہے - انکی مثالیں نہایت موثر هیں لیکن اس انقطاع تعلقات و تعاون تمدنی کیلیے موزوں تر هیں جسے آجکل بائی کاٹ کہتے هیں - اسٹرائک بھی گو اسمیں شامل ہے مگر اسکی صورت دوسری ہے - بہر حال آخر میں اپنا خیال ظاهر کرونگا - الہلال

اپنے کوٹھے پر بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے پہاڑ کی چوٹی سے باواز بلند پکارا : " یا کعب بن مالک ابشر " یعنی اے کعب تم کو خوشخبری هو - وہ فوراً سجدے میں گرپڑے اور سمجھہ گئے کہ مصیبت کا خاتمہ هوا ' چنانچہ آنحضرت نے بعد نماز فجر اونکی توبہ کے قبول هونے کا اعلان فرمایا - اور لوگ جوق جوق آکر اونکو بشارت دینے لگے - ایک شخص گھوڑا دوڑاتا هوا آیا اور یہ مژدہ جانفزا سنایا - ایک شخص نے پہاڑ کی چوٹی سے بشارت دی ' چونکہ اوسکی آواز گھوڑے سے پہلے پہونچی تھی اسلیے بطور انعام کے اوسکو کعب بن مالک نے اپنا کپڑا اوتار کر پہنا دیا - خود عاریتاً کپڑے مانگ کے پہن لیے ' اور بے اختیار دوڑتے هوے آنحضرت کی خدمت میں حاضر هوے - لوگ انکو مبارکباد دیتے جاتے تھے - طلحہ بن عبید اللہ نے دوڑ کر مصافحہ کیا - آنحضرت کی خدمت میں پہونچے تو آپ کا چہرہ فرط مسرت سے چمک اوٹھا اور آپ نے بھی بشارت دی - اس مسرت میں کعب بن مالک نے اپنا تمام مال صدقہ میں دینا چاہا ' لیکن آنحضرت کے فرمانے سے کچھہ مال اپنے پاس بھی رکھہ لیا (دیکھو بخاری جلد ثالث مطبوعہ مصر ص ۹۱ ذکر غزوہ تبوک)

ان تمام واقعات پر بہ ترتیب غور کرنے سے حسب ذیل نتائج مستنبط هوتے هیں :

(۱) " زبردست گروہ کو کمزور فرقہ کے خلاف اسٹرائک کرنا سزاوار نہیں " جیسا کہ قریش مکہ نے کیا تھا اسلیے زمانہ اسٹرائک میں طلباء کا کھانا بند کردینا یا انکو بورڈنگ سے نکال دینا جائز نہیں

(۲) اسٹرائک صرف یورپ کی پیداوار نہیں بلکہ وہ ایک فطری چیز ہے - اور تاریخ عرب و عہد نبوت میں اسکی مثالیں پائی جاتی هیں -

(۳) اسٹرائک صرف جمہوری اصول کی تائید میں کرنی چاهیے - جیسا کہ انحضرۃ صلی اللہ و سلم نے ان لوگوں کے خلاف کیا جنھوں نے ایک قومی جہاد میں شرکت سے گریز کیا تھا -

(۴) اگر اسٹرائک استقلال کے ساتھہ قائم رکھی جاے ' تو اسکا اثر نہایت شدید هوتا ہے -

(۵) اسٹرائک کیلیے حقوق طلبی بھی ضروری نہیں بلکہ وہ کسی جرم کی سزا بھی هو سکتی ہے -

(۶) اسٹرائک تجارت پیشہ گروہ کیلیے مخصوص نہیں ہے بلکہ خالص مذهبی گروہ بھی کر سکتا ہے -

(۷) اسٹرائک کے لیے مساوات لازمی نہیں ہے ' کعب بن مالک آنحضرت اور دیگر صحابہ کے مساوی نہ تھے - جب کہ قوی گروہ ضعیف کے مقابلے میں اسٹرائک کر سکتا ہے تو ضعیف کو قوی کے مقابلے میں اسکا حق مرجح حاصل ہے -

(۸) جو شخص جتنا مذهب میں سخت هوگا اور اوس سے جسقدر خیر خواهی (۱) و حمایت کی توقع هوسکیگی ' اوسکے مقابل میں اسٹرائک بھی اتنی هی سخت هونی چاهیے - البتہ اگر بیگانہ لوگ مدد میں کمی کریں تو انکو معذور رکھنا چاهیے ' جیسا کہ آنحضرت نے منافقین کو معذور رکھا - فتح الباری میں ہے " و فیها ان القوي في الدين يواخذ باشد ما يواخذ الضعيف " کعب بن مالک کی حدیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قوی المذهب اور مخلص شخص سے بہ نسبت ضعیف کے سخت مواخذہ کرنا چاهیے (ص ۹۴ جلد ۸)

(۹) جمہوری فوائد کیلیے اون اخلاق و آداب کی پابندی

(۱) لیکن بعض لوگ اسی خیر خواهانہ تعلقات کی بنا پر تعلیمی اسٹرائک کے عدم جواز کا فتوے دیتے هیں : و ما اوتيتم من العلم الا قليلا - منہ

مراسلات

الاعتصاب في الاسلام

(از مولانا عبد السلام - ندوي)

طلباے دار العلوم ندوة العلماء کی استرائک نے جو مباحث پیدا کردیے ' . اون میں ایک اهم بحث یه ہے که استرائک شرعاً مسلمانوں کیلیے جائز ہے یا نہیں؟ صاحبزادہ افتاب احمد خاں صاحب نے جو مضامین اخبارات میں لکھے تے ان میں بہت افسوس کیا تھا که استرائک کے عدم جواز کے خلاف کوئي دلیل پیش نہیں کي جاتي - هم چاهتے هیں که انکے ارشاد کي آج تعمیل کریں -

هندوستان میں بلکه تمام بلاد اسلامیه میں جب اس قسم کے مسائل پر بحث شروع هوتی ہے ' تو اکثر طبقه قدیمه و طبقه جدیدہ میں اختلاف پیدا هوجاتا ہے اور آزاد خیالی کی بنا پر آخر الذکر گروہ اکثر جواز کا فتوی دیدیتا ہے ' لیکن حسن اتفاق سے استرائک کو دونوں گروہ نے نا جائز قرار دیا ہے - دونوں فرقوں کے دلائل حسب ذیل هیں :

(۱) استرائک تمدن جدید کی پیداوار ہے - . ایشیاء کی قدیم تہذیب اسکو جائز نہیں رکھتي ' بالخصوص طلباے مدارس عربیه کیلیے تو بالکل نا جائز ہے : من تشبه بقوم فهو منهم -

(۲) استرائک اون اصول کے مخالف ہے جو اسلام نے استاد اور شاگرد کے تعلقات کے متعلق قائم کیے هیں - جدید فرقه اسکو ڈسپلن کی مخالفت سے بھی تعبیر کرتا ہے -

پہلي دلیل اگرچه طبقه قدیمه کے لیے کافی ہے ' لیکن جدید گروہ کے نزدیک کسي چیز کے نا جائز هونے کی صرف یه وجه نہیں هوسکتي که " وہ جدید تمدن کی پیداوار ہے " اس بنا پر وہ اس دلیل کو ایک محدود شکل میں پیش کرتا ہے اور کہتا ہے که :

(۳) تمدن جدید صرف سیاسي و تجارت پیشه گروہ کو استرائک کي اجازت دیتا ہے ' اور اوستاد و شاگرد کے تعلقات یورپ میں بھي محض اخلاقي حیثیت رکھتے هیں -

ان دلائل پر نقد و بحث کرنے کیلیے امور ذیل تنقیح طلب هیں :

(۱) کیا استرائک تمدن جدید کي محدثات و بدعات میں سے ہے؟

(۲) کیا استرائک صرف تجارت پیشه گروہ هی کیلیے مخصوص ہے ؟

(۳) اسلام نے استاد و شاگرد کے تعلقات کے متعلق کیا اصول قائم کیے هیں جنکا اتباع طلبا پر واجب ہے ؟

(تنقیح اول)

(کیا استرائک تمدن جدید کے محدثات میں سے ہے ؟)

انسان فطرتاً مدنی الطبع پیدا هوا ہے ' اسلیے وہ تمدني ' مالي ' اخلاقي ' غرض متعدد حیثیتوں سے دوسرے افراد کے تعاون کا محتاج ہے - اعانت باهمي کا یهي اصول تمدن کا سنگ بنیاد ہے ' اور یه اصول جس قدر منضبط و مستحکم هوتا ہے ' اوسي قدر انساني زندگي پر لطف ' خوشگوار ' دلچسپ ' بلکه دیر پا هوجاتي ہے - اگر کشمکش حیات میں اس اصول کو نظر انداز کردیا جاے تو دفعتاً حیات انساني خطرے میں پڑ جاے -

لیکن اس فطري اعانت سے انسان کو جو فوائد و منافع حاصل هوتے هیں ' کبھي کبھي خود غرضي اونکي مساویانه تقسیم میں خلل انداز هوجاتي ہے - یعنے ایک گروہ صرف لینا چاهتا ہے اور دینا نہیں چاهتا - اسلیے دوسرا گروہ اپني مالي یا جسماني یا اخلاقي اعانت سے اوسکو محروم کردیتا ہے - اسیکا نام استرائک ہے - اس بنا پر صرف ایک ایک فرد بھي اپني ذاتي اعانت سے دوسرے فرد کو محروم کرسکتا ہے - چنانچه حضرت عائشه رضی الله عنها پر جن لوگوں نے اتهام لگایا تھا اون میں حضرت ابوبکر کے غلام مسطح بھي تے - انکي معاش کا دار مدار صرف حضرت ابوبکر کي ذات پر تھا - حضرت ابوبکر نے اونکو نفقه سے بالکل محروم کردیا ' اور اسپر قسم کھالي - چنانچه صحیح بخاري میں ہے :

فحلف ابوبکر ان لاینفع مسطحا بنافعة ابدا	حضرت ابوبکر نے قسم کھالي که مسطح کو کبھي کسي قسم کا فائدہ نه پهونچائینگے -

حضرت ابوبکر کا یه فعل اگرچه بالکل جائز تھا ' تاهم چونکه مسطح کا کوئي دوسرا سر پرست نه تھا ' اور اس جرم کي بنا پر کوئي شخص سر پرستي کیلیے آمادہ بھي نہیں هو سکتا تھا ' اسلیے حضرت ابوبکر کے طرز عمل سے اوسکي زندگي خطرے میں پڑ گئي تھي ' پس خدا تعالی نے اخلاقي حیثیت سے (نه که نهیاً و وجوباً) اونکو اس سے روکدیا :

ولا یاتل اولو الفضل منکم والسعة ان یوتوا اولی القربي والمساکین والمهاجرین في سبیل الله و لیعفوا و لیصفحوا الا تحبون ان یغفر الله لکم والله غفور رحیم - (بخاري مطبوعه مصر جلد ۳ ص ۱۱۶)	اهل دولت قرابت داروں اور غرباء اور مهاجرین کو دینے سے دریغ نه کریں ' اور آنهیں معاف کردیں - کیا تم لوگ یه نہیں پسند کرتے که خدا تمکو معاف کردے ؟ خدا تو بڑا رحم و مغفرت کرنے والا ہے -

لیکن اصطلاحاً اس قسم کے تمدني قطع تعلق پر اوسیوقت استرائک کا اطلاق کیا جاتا ہے ' جب ایک گروہ دوسرے گروہ یا فرد کو اپني اعانت سے محروم کردیتا ہے - اسي بنا پر جدید عربي زبان میں استرائک کو " اعتصاب " کہتے هیں جسکے معني گروہ بندي کے هیں - آجکل اگرچه یورپ اکثر اس اصول پر عمل کرتا ہے ' لیکن اعانت باهمي کسي نه کسي صورت میں هر تمدن کا جزو مشترک رهي ہے - پس هر تمدن استرائک کي گنجایش رکھتا ہے ' اس میں یورپ و جاپان کي تخصیص نہیں -

دنیا میں سب سے زیادہ سادہ تمدن دیہات کا هوتا ہے جہاں تعلیم و تربیت کي هلکي سي شعاع بھي نہیں پڑتي - لیکن عموماً تمام دیہاتوں میں کوندات کرنے کا طریقه جاري ہے جسکے روسے ایک شخص کا حقه ' پاني ' کھانا ' پینا بند کردیا جاتا ہے ' اور وہ اوسکي زندگي کو تمام تمدني منافع اور تعلقات صحبت سے محروم کردیتا ہے - ابتداء بعثت میں قریش نے بھي آنحضرت کے ستانے کیلیے اسی قسم کا معاهدہ کرلیا تھا - یعني تمام قریش نے اس مضمون کا ایک عهد نامه لکھا تھا که قریش میں کوئي شخص بنو هاشم و بنو عبد المطلب کو اپني لڑکي ندیگا - اون سے لین دین

جلاب کی گولیاں

اگر آپ قبض کی شکایتوں سے پریشان ہیں تو اسکی دو گولیاں رات کو سوتے وقت نگل جائیے صبح کو دست خلاصہ ہوگا ' اور کام کاج کھانے پینے نہانے میں ہرج اور نقصان نہ ہوگا کھانے میں بدمزہ بھی نہیں ہے -

قیمت سولہ گولیوں کی ایک ڈبیہ ۵ آنہ محصول ڈاک ایک ڈبیہ سے چار ڈبیہ تک ۵ آنہ

یہ دو دوائیں ہمیشہ اپنے پاس رکھیں

درد سر ریاح کی دوا -

جب کبھی آپکو درد سر کی تکلیف ہو یا ریاح کے درد میں چھٹ پٹاتے ہوں تو اسکے ایک ٹکیہ نگلنے ہی سے پل میں آپکے پہاڑ ایسے درد کو پانی کردیگی -

قیمت بارہ ٹکیونکی ایک شیشی ۶ آنہ محصول ڈاک ایک سے پانچ شیشی تک ۵ آنہ -

نوٹ —— یہ دونوں دوائیاں ایک ساتھ منگانے سے خرچ ایک ہی کا پڑیگا -

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

تیل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا ہی کرنا ہے تو اسکے لیے بہت سے قسم کے تیل اور چکنی اشیا موجود ہیں اور جب تہذیب و شایستگی ابتدائی حالت میں تھی تو تیل - چربی - مسکہ - گھی اور چکنی اشیا کا استعمال ضرورت کے لیے کافی سمجھا جاتا تھا مگر تہذیب کی ترقی نے جب سب چیزوں کی کانٹ چھانٹ کی تو تیلوں کو پھولوں یا مصالحوں سے بسا کر معطر و خوشبودار بنایا گیا اور ایک عرصہ تک لوگ اسی ظاہری تکلف کے دلدادہ رہے - لیکن سائنس کی ترقی نے آج کل کے زمانہ میں محض نمود اور نمایش کو نکما ثابت کردیا ہے اور عالم متمدن نمود کے ساتھہ فائدے کا بھی جویاں ہے بنابریں ہم نے سالہا سال کی کوشش اور تجربے سے ہر قسم کے دیسی و ولایتی تیلوں جانچکر " موہنی کسم تیل " تیار کیا ہے اسمیں نہ صرف خوشبو سازی ہی سے مدد لی ہے بلکہ موجودہ سائنٹیفک تحقیقات سے بھی جسکے بغیر آج مہذب دنیا کا کوئی کام چل نہیں سکتا - یہ تیل خالص نباتاتی تیل پر تیار کیا گیا ہے اور اپنی نفاست اور خوشبو کے دیرپا ہونے میں لاجواب ہے - اسکے استعمال سے بال خوب گھنے اُگتے ہیں - جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں اور قبل از وقت بال سفید نہیں ہوتے درد سر' نزلہ ' چکر' اور دماغی کمزوریوں کے لیے از بس مفید ہے اسکی خوشبو نہایت خوشگوار و دل آویز ہوتی ہے نہ تو سردی سے جمتا ہے اور نہ عرصہ تک رکھنے سے سڑتا ہے -

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے ہاں سے مل سکتا ہے قیمت فی شیشی ۱۰ آنہ علاوہ محصولڈاک -

مسیحا انٹی ملیریا مکسچر اکسیر دافع بخار ہر قسم

ہندوستان میں نہ معلوم کتنے آدمی بخار میں مرجایا کرتے ہیں ' اسکا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ان مقامات میں نہ تو دوا خانے ہیں اور نہ ڈاکٹر ' اور نہ کوئی حکیمی اور مفید پٹنٹ دوا ارزاں قیمت پر گھر بیٹھے بلا طبی مشورہ کے میسر آسکتی ہے - ہمنے خلق اللہ کی ضروریات کا خیال کرکے اس عرق کو سالہا سال کی کوشش اور صرف کثیر کے بعد ایجاد کیا ہے ' اور فروخت کرنے کے قبل بذریعہ اشتہارات عام طور پر ہزارہا شیشیاں مفت تقسیم کرچکی ہیں تاکہ اسکے فوائد کا پورا اندازہ ہوجاے - مقام مسرت ہے کہ خدا کے فضل سے ہزاروں کی جانیں اسکی بدولت بچی ہیں اور ہم دعوے کے ساتھہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے عرق کے استعمال سے ہر قسم کا بخار یعنی پرانا بخار - موسمی بخار - باری کا بخار - پھرکر آنے والا بخار - اور وہ بخار ' جسمیں ورم جگر اور طحال بھی لاحق ہو ' یا وہ بخار ' جسمیں متلی اور قے بھی آتی ہو - سردی سے ہو یا گرمی سے - جنگلی بخار ہو - یا بخار میں درد سر بھی ہو - کالا بخار - یا آسامی ہو - زرد بخار ہو - بخار کے ساتھہ گلٹیاں بھی ہو گئی ہوں - اور اعضا کی کمزوری کی وجہ سے بخار آتا ہو - ان سب کو بحکم خدا دور کرتا ہے ' اگر شفا پانے کے بعد بھی استعمال کیجاے تو بھوک بڑھ جاتی ہے ' اور تمام اعضا میں خون صالح پیدا ہونے کی وجہ سے ایک قسم کا جوش اور بدن میں چستی و چالاکی آجاتی ہے ' نیز اسکی سابق تندرستی از سرنو آجاتی ہے - اگر بخار نہ آتا ہو اور ہاتھہ پیر ٹوٹتے ہوں ' بدن میں سستی اور طبیعت میں کاہلی رہتی ہو - کام کرنے کو جی نہ چاہتا ہو - کھانا دیر سے ہضم ہوتا ہو - تو یہ تمام شکایتیں بھی اسکے استعمال کرنے سے رفع ہو جاتی ہیں - اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوی ہو جاتے ہیں -

قیمت بڑی بوتل - ایک روپیہ - چار آنہ
" چھوٹی بوتل بارہ - آنہ

پرچہ ترکیب استعمال بوتل کے ہمراہ ملتا ہے تمام دوکانداروں کے ہاں سے مل سکتی ہے

المشتہر وہرو ہرا انگر

ایم - ایس - عبد الغنی کیمسٹ - ۲۲ و ۷۳ کولو ٹولہ اسٹریٹ - کلکتہ

---

[6]

ضروري نهيں جو حالت شخصيت ميں باهمی تعلقات كيليے ضروري تهي ' چنانچه حافظ ابن حجر فتح الباري ميں لكهتے هيں :

رفيها ترك [۱] السلام على من اذنب و جواز هجره اكثر من ثلاث و اما النهي عن الهجر فوق الثلاث فمحمول على من لم يكن هجره شرعيا (جلد ۸ ص ۹۴)

اس حديث سے ثابت هوتا هے كه جو گنهگار هو اسكو سلام نهيں كرنا چاهيے ' اور تين دن سے زياده اوس سے جدائي اختيار كيجا سكتي هے ' ليكن شريعت ميں تين دن سے زياده كي جدائي كي ممانعت اوس شخص كيليے هے ' جسكي علحدگي مذهبی نه هو -

تاهم غير مذهبي اور ذاتي اغراض كيليے بهي تين دن تك اسٹرائك جاري ركهي جاسكتی هے - [لها بقية صالحه]

عـــرب اسٹيمـــر كمپنـــی

مخدوم بنده جناب ايڈيٹر صاحب الهلال كلكته السلام عليكم - اخبار اتحاد مطبوعه ۲۳ جون ميں جو مضمون مذكوره بالا كمپني كے متعلق شايع هوا هے ' اسميں يه بات ظاهر كيگئي هے كه عرب اسٹيمر كمپني ٹرنر موريسن كمپني كے هاتهوں (جو اس سے پيشتر پرشين اسٹيم نيويگيشن كمپني كے خريدنے ميں كامياب هوچكي هے) فروخت كرڈالي گئي هے - ليكن يه خبر غلط اور واقعه كے خلاف هے - عرب اسٹيمر كمپني اب تك اپني اصلي حالات پر قائم هے ' اور وه پبلك بالخصوص حجاج كی ويسي هی خدمت بجا لانے كی كوشش كر رهي هے جيسا كه پيشتر بجا لاتي رهی هے - البته ٹرنر موريسن كمپني كے ڈائركٹروں سے هماري كمپني كے فروخت كيے جانے كي بابت كچهه گفتگو هوئي تهي جو نا تمام رهي - بات يه هے كه عرب كمپني نے حال ميں پی اند او كمپني كے دو نهايت عمده جهاز خريد كيے هيں - اميد تهي كه مسلمان اس مفيد كام ميں هماري مدد كرينگے اور سوارياں اور مال همارے هي جهازوں كے ذريعه حجاز كو بهيجا جاوے گا ' مگر افسوس هے كه اس معامله ميں هم لوگوں كو بڑي هي - مايوسي هوئي - مسلمانوں نے هماري امداد اور كمپني كے حصص خريدنے ميں بڑي سرد مهري كا اظهار كيا - اگر خدا نخواسته ايسي هي عدم همدردي كا سلسله جاري رها تو انديشه هے كه يه اسلامي كمپني اپنا كام كم كردے اور حجاج كو صرف كثير برداشت كرنے كے علاوه ديگر آفتوں ميں بهی مبتلا هونا پڑے عرب اسٹيمر كمپني تجارتي فوائد كو مد نظر ركهنے كے ساتهه ساتهه خدمت اسلام بالخصوص امداد حجاج كو اپنا فرض عين تصور كرتي هے اور ٹكٹ ميں قيمت حجاج كي آسايش و سهولت كيليے هميشه معقول رعايت كي هے ليكن كمپني كي ترقي اور حجاج كي راحت اسيوقت ممكن هے جبكه مسلمان اسلامی همدردي اور حميت سے كام ليں اور كمپني كي امداد ميں پوري پوري سعي فرمائيں -

راقم محمد مشاري - منيجنگ ڈايركٹر عرب كمپني بمبئي

(۱) يه جو بعض مدعيان علم و حديث شكايت كرتے هيں كه اسٹرائك كے دوران ميں سلام و كلام بزرگوں كو ضرور كرنا چاهيے حالانكه نهيں كيا گيا ' تو اوسكا مبني بخاري كا وه نسخه هوگا جسكو مولانا احمد علي مرحوم والد بزرگوار مولوي خليل الرحمن صاحب سهارنپوري نے چهپوايا تها - اوس ميں شايد يه حديث نهوگي كيونكه اسكا اثر حقوق اولاد پر پڑنے والا تها - مگر هم نے مصر كے نسخه مطبوعه سے اس روايت كو ليا هے - (منه)

سر جيمس مسٹن اور متوليان مسجد كانپور

تصحيح و تشريح

مسجد مچهلي بازار كانپور كے نقشه تعمير كے متعلق آپكے اخبار ميں ايك مضمون شائع هوا هے ' جسميں لكها هے كه لفٹننٹ گورنر بهادر نے چاليس هزار روپيه اور جگه دينے كا اعلان كيا تها - يه صحيح نهيں هے - اصليت يه هے كه جسوقت سر جيمس مسٹن بهادر كانپور آنيوالے تهے اونسے ايك روز قبل ماسٹر بشير الدين اڈيٹر البشير كانپور آئے ' اور مجهسے اور نيز دو ايك متوليوں سے بيان كيا كه جناب لفٹننٹ گورنر صاحب آماده هيں كه تعمير مسجد كيليے جانب شمال كا كل ميدان بلا قيمت اور مبلغ پچيس هزار روپيه نقد بطور عطيه عنايت كريں تاكه مسجد عاليشان تعمير هوجاوے ' ليكن جزو مسجد منهدمه پر برآمده كے متعلق كوئی رعايت اس قسم كے نهيں كرينگے جو حسب منشاے مسلمانان زينه وغيره اندرون برآمده هونے سے خيال كيا جاتا هے ' بلكه نيچے عام راسته رهيگا -

هم لوگوں كا يه خيال تها كه نيچے كے برآمده ميں نصف حصه مسجد ميں جانيكے ليے زينه هوجاے ' اور نصف حصه رهگذر عام كيليے رهے اور يه خيال كسي طرح فيصله وايسراے كے خلاف بهی نهيں تها - دوسرے روز حضور لفٹننٹ گورنر بهادر رونق افروز كانپور هوے ' اور جمله متوليان بلائے گئے - نواب لفٹننٹ گورنر بهادر كے سامنے گفتگو كرنے كيليے كمترين منتخب كيا گيا - وقت پيشي ديكها كه ماسٹر بشير الدين صاحب دست راست پر رونق افروز هيں - هم لوگوں كے پهنچ جانے پر لارڈ صاحب بهادر نے دريافت فرمايا كه مولوي بشير الدين صاحب نے بهت كوشش كي هے ' اور نيز مولوي صاحب ايك با اثر مسلمان هيں (۱) لهذا مولوي صاحب نے آپ لوگوں سے جو كها هے اسميں كيا راے هے ؟ ميں نے عرض كيا كه مولوي صاحب نے تذكرة مجهسے ضرور حضور كے خيال كا كچهه ذكر كيا هے - ممكن هے اور بهي دو چار اصحاب سے كها هو - ليكن عام طور پر لوگ بے خبر هيں - اسليے تا وقتيكه هم لوگ استصواب كافي نكريں كچهه راے ظاهر نهيں كرسكتے هيں - اسپر حضور ممدوح نے فرمايا كه " كيا تمام دنيا كے مسلمانوں سے راے حاصل كرنيكي ضرورت هے " ميں نے جواباً عرض كيا كه اگرچه زياده وقت حصول جواب كيليے نهيں هے تب بهی كم سے كم مقامي اهل الراے سے راے لينا تو بهت ضروري هے - هم لوگ تنها راے سے ايك مذهبي كام ميں دخل دينے سے قاصر هيں - اسپر فرمايا كه بهتر هے -

اسكے بعد بذريعه راجه صاحب محمود آباد (كه وه بهي اس روز تشريف لائے هوئے تهے) حضور لفٹننٹ گورنر بهادر سے معلوم هوا كه ماسٹر بشير الدين صاحب كا بيان ٹهيك نهيں هے - نقل سماعت كے باعث انهوں نے وه سمجها جو كها ' ورنه لارڈ صاحب نے انسے پچيس هزار كا وعده نهيں كيا تها -

نيازمند محمد نثار الدين تاجر لٹهه كانپور مستعفي متولی مسجد مچهلي بازار كانپور

(۱) بعض راويوں نے هز انر كا يه جمله بهي نقل كيا هے كه " مولوي بشير الدين صاحب مسلمانوں كے بهت بڑے عالم اور ليڈر هيں ! (الهـلال)

" كتاب مرقوم يشهده المقربون (۸۳ : ۱۸)
" في ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال

في

مجلدات الهلال

تو اے کہ محو سخن گستران پیشینی
مباش منکر " غالب " کہ در زمانۂ تست !

(۱) " الہلال " تمام عالم اسلامي میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہي وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیہ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کي تجدید ' اعتصام بحبل اللہ المتین و وحدۃ کلمۂ امۂ مرحومہ کي تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۂ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ ہے - اسکے درس قرآن و تفسیر و بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآني سے تعلیمات الٰہیہ کي محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید و اعدی عدو مخالفین و منکرین تک اسکي تقلید کرنے کیلیے ساعي ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و اسع بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الٰہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا و حاوي سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپني خصوصیات کے لحاظ سے کوئي قریبي مثال تمام عالم اسلامي میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلي آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکي تمام سیاسي و غیر سیاسي معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کي تلقین کي ' اور سیاسی آزادي و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کي بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہي اندر اسے ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و مخالف سے معتقدانہ نکلوا دیا ! -

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادي و عملي الحاد کے دور میں توفیق الٰہي سے عمل بالسنۃ والقرآن کي دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا اغراق ' مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار متشککین مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام اسلام الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد في سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئي مذہبي بیداری پیدا ہوگئی ہے : ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد في سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فصل مخصوص اور موہبت و رحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت ' متلاشیان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الٰہیہ و علوم نبویہ غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئي نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکي خبریں اور بحثیں پراني ہوجاتي ہوں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے ' جن میں سے ہر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(۷) چھہ مہینے میں ایک جلد مکمل ہوتي ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجي ابتدا میں لگا دی جاتي ہے - ولایتي کپڑے کي جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائي کے ساتھہ بڑي تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلي اور دوسري جلد دوبارہ چھپ رہي ہے تیسری اور چوتھي جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھي جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھي ہیں ' اس قسم کي دو چار تصویریں بھي اگر کسي اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو انکي قیمت دس روپیہ قرار دی جاتي ہے -

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف پانچ روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کي اجرت ہے -

بہت ممکن ہے کہ الہلال کی قیمت بڑھا دی جاے - اگر ایسا ہوا تو پھر مکمل جلدوں کی قیمت بھی زیادہ ہو جائیگی .

Telephone No 648

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad

14 Mcleod Street.

CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 8

Half yearly - Rs 4 12

الہلال

احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت

۱۴ - مکلوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ — ۸ — روپیہ

ششماہی — ۴ — ۱۲ — آنہ

نمبر ٦ | کلکتہ : چہار شنبہ ۱۲ - رمضان ۱۳۳۲ ھجری | جلد ۵

Calcutta : Wednesday, August, 5 1914.

نار اللہ الموقدة ، التی تطلع علی الافئدہ !!

عفـــریت جنگ کا عالمگیر تسلط

مدینة مدنیة کا خذلان و خسران !

بلقـــان کے کوہ آتش فشاں کا ایک شرارہ
تمـــام یورپ میں آگ لگا دیگا

(پرنس بسمـــارک)

بالاخر استعمار کے اس شجرہ ملعونہ میں پھل آگئے' جسے آج سالہا سال سے یورپ مشترق کے خون سے سینچ رہا ہے - اب ان پھلوں کی تلخی اسکے کام و دھن کے لیے ایک عذاب الیم ثابت ہورہی ہے - فسبحان من بطشہ شدید ' و اخذہ و بیل -

* * *

یعنی یورپ میں موعود و منتظر عالمگیر جنگ چھڑ گئی -

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ آگ اس چنگاری کی لگائی ہوئی ہے جو عشق " سرریہ عظمی " کی راہ میں ایک سر فروش سرری طالب العلم کی ریوالور سے نکلی تھی اور ولی عہد آسٹریا کے دل و جگر سے پار ہوگئی تھی' مگر یورپ اب شاہ پرست نہیں ہے - وہ وابستگان شاہ بلکہ خود شاہ کے انتقام کو بھی اتنا ضروری نہیں سمجھتا کہ اسکے لیے قوموں اور ملکوں کو قربان کردے - پس ہم کو اسباب جنگ کے سراغ میں اور آگے بڑھنا چاہیے -

(جنـــگ کا ابتـــدائی ســـر رشتـــہ)

تاریخ عالم کے گذشتہ صفحات الٹیے اور سنہ ۱۸۷۸ ع یعنی جنگ روس و دولت علیہ ' معاہدہ سینٹ اسٹی فانو ' اور بالاخر برلن کانگریس تک آیئے - یہ وہ زمانہ تھا جبکہ فرانس اور انگلستان دونوں روس کے نہایت شدید رقیب تھے - دونوں انتہائے اضطراب و حسرت کے ساتھہ دیکھہ رہے تھے کہ روس کلید عالم (قسطنطنیہ) پر عملاً قابض ہوا چاہتا ہے -

انگلستان اور فرانس دولة عثمانیہ کے حامی بنکے آئے تھے' مگر انگلستان بقول نیپولین ایک تجارت پیشہ اور بقال سرشت قوم ہے اسلیے خواہ وہ کتنا ہی شریف المقصد اور بلند پایہ کام کرے تاہم " نفع و ربح " کا نقطہ اسکے پیش نظر رہتا ہے' اور جب کبھی وہ علم' انسانیت' مسیحیت ' یا امن کی خدمت انجام دیتا ہے تو اسکے خرمن حرص میں کوئی نہ کوئی دانہ ضرور بڑھجاتا ہے -

انگلستان نے دولت عثمانیہ سے اپنی حمایت کی فیس میں جزیرہ قبرس لے لیا -

لارڈ بیکنسفیلڈ اور لارڈ سالسبری نے اس معاہدہ پر دستخط کیے تھے جسکا مفاد یہ تھا کہ وہ کانگریس میں ترکوں کے ساتھہ کوئی پوشیدہ منصوبہ یا خفیہ انتظام کیے بغیر داخل ہوتے ہیں ' حالانکہ جو کچھہ کرنا تھا وہ کرچکے تھے -

اتفاق سے گلوب نامی ایک اخبار کو معاہدہ قبرس ملگیا اور اس نے اسکا اقتباس شائع کردیا -

اس عین وقت پر پردہ دری کا اثر فرانس اور روس پر یہ پڑا کہ دونوں ملکوں میں نفرت و حقارت اور غیض و غضب کا ایک طوفان بپا ہوگیا ' اور فرانسیسی و روسی وکلا نے کہا کہ وہ فوراً برلن چھوڑ دیتے ہیں -

اسوقت داھی زمانہ پرنس بسمارک " ایماندار دلال " کے بھیس میں آیا اور اس معاملہ کو معاہدہ برلن کی صورت میں طے کرا دیا -

اسی معاہدہ برلن میں ھرزی گونیا اور بوسینیا آسٹریا کو دلوایا گیا -

سلافی روس کے لیے جرمن نسل کے ہاتھوں یہ دوسرا چرکا تھا جو آسٹریا کے اقتدار سے لگایا گیا ' مگر وہ بالکل مجبور تھا - کیونکہ دول یورپ میں کسی نے اسکا ساتھہ نہیں دیا -

لیکن اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت سے روس اور جرمنی کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوگئی -

سنہ ۱۸۷۰ ع کی جنگ کے بعد سے جرمنی اور فرانس کے تعلقات نہایت درجہ خراب ہورہے تھے - فرانس نے اس فرصت کو مغتنم سمجھا اور روس سے تعلقات پیدا کرنے کی کوشش شروع کی - ادھر بسمارک نے بھی اپنی غلطی محسوس کی اور تلافی مافات کرنا چاہی ' مگر اس مسابقت و مقابلہ میں فرانس کامیاب ہوا -

پس آسٹریا اور روس کے باھمی تعلقات میں برلن کانگریس کے بعد سے ایک غاصب و مغصوب یا فائزالمرام و حرمان نصیب حریفوں کی نسبت پیدا ہوگئی -

جزیرہ نمائے بلقان کی آزادی کا تخیل برلن کانگرس سے پیشتر نہ تھا مگر کانگرس کے بعد سے یہ خیال سلافی نسل میں پیدا ہوگیا' اور نہ صرف پیدا ہوگیا بلکہ انکے دلوں میں پوری طرح جاگزیں بھی ہوگیا - چنانچہ اسکے بعد ہی سے اسکی تیاریاں ہونے لگیں -

بغرض اختصار ہم سنہ ۱۸۷۸ سے سنہ ۱۹۱۲ ع تک کا درمیانی زمانہ نظر انداز کر دیتے ہیں -

سنہ ۱۲ ع میں ایک طرف تو تیاریاں پایہ تکمیل کو پہنچ چکی تھیں' دوسری طرف ترک جنگ طرابلس میں الجھے ہوے تھے - سلافی نسل کو خیال آیا کہ اس مقصد کے لیے ایک طلائی فرصت انہیں حاصل ہے - روس نے جنگ بلقان کی تجویز پیش کی

(آسٹریا اور جرمنی)

ولیعہد کے قتل نے یہ ثابت کردیا کہ پانی سر تک پہنچ چکا ہے اور اگر آج ہی انتظام نہ کرلیا گیا تو کل سر سے گزر جائیگا -

بقول جان بل نامی اخبار کے' آسٹریا کو بہ تحقیق معلوم تھا کہ اس سازش میں سرویا شریک ہے - اس نے شاہنشاہ آسٹریا کو ہر ممکن نقصان پہنچانیکے لیے ایک انجمن لنڈن لیگیشن ۴۰ پرانٹ اسٹریٹ میں اور پھر بلگراد میسن ہوٹیل' اور اسکے بعد کونلس گیٹ میں قائم کی تھی جسکا نام " سیکریٹ سروس بیوریا " ہے اور یہ قتل اسی مجلس کی کوشش و انتظام سے ہوا -

سازش قتل میں سرویا کی شرکت کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے . کہ جان بل کو خود اس تحریر کا ایک حصہ ملگیا جسمیں ولیعہد کے قتل کی تجویز لکھی تھی - یہ تحریر کیونکر ملی؟ اسکا ایک عجیب قصہ ہے - سیکریٹ سروس بیوریا کا دفتر جب بلگراد میسن ہوٹل سے کونلس گیٹ کو منتقل ہونے لگا ہے تو بہت سے کاغذات جلائے گئے تھے جنمیں یہ تحریر بھی تھی - مگر سرویا کی بدقسمتی سے اسکا ایک حصہ نہیں جلا' اور اتفاق سے جان بل کے دفتر تک پہنچ گیا - اسمیں مصارف قتل کے لیے ۴ ہزار پونڈ کے دینے کا وعدہ کیا گیا تھا -

پس اسوقت آسٹریا کے سامنے دو راہیں تھیں: فیصل کن جنگ کی شمشیر' یا دائمی سازش کا پھندا' اور کون ہے جو میدان جنگ میں عزت کی موت کو سازش گاہوں میں ذلت و بے بسی کے ساتھہ مرنے پر ترجیح نہ دیگا؟

یہ صحیح ہے کہ سرویا تحقیقات کے لیے مستعد نظر آتی تھی مگر خود مجرم اپنی تحقیقات کیا کریگا؟ اگر سرویا ان چند افسروں یا عہدہ داران حکومت کو معزول بھی کردیتی' تو اس سے آسٹریا کے آیندہ مصائب کا خاتمہ نہیں ہوسکتا تھا' کیونکہ چند اشخاص کے سزا یاب ہونے سے وہ تحریک کو مردہ نہیں ہوجاتی جو خود حکومت کی آغوش میں پرورش پا رہی ہے؟

ادھر جرمنی بھی جنگ کے لیے مجبور تھی - ایک طرف آسٹریا کی اعانت اسکے لیے ناگزیر تھی - کیونکہ وہی اسکا اصلی دست بازو ہے اور بقول اسکے میدان جنگ کے دنگل میں جرمنی کا " بے مثل ثانی " - دوسری طرف خود اسکی آبادی روز افزوں ہورہی ہے جسکے لیے نو آبادیاں نہایت ضروری ہیں' اور اتفاق سے مفاہمت کچھہ اسطرح دنیا پر چھایا ہوا ہے کہ جرمنی کو قدم رکھنے کی نہیں جگہ نہیں ملتی

یہ حالت تھی جسکی وجہ سے آسٹریا نے سرویا سے چند دلت آفریں اور نا ممکن القبول مطالبات کیے' جنھیں سرویا نے اعتراض کے ساتھہ منظور کرلیا - تاہم آسٹریا کے لیے یہ منظوری تشفی بخش نہ ہوئی' اور قبل اسکے کہ ڈپلومیسی اپنی کارگزاریاں دکھلائے' اعلان جنگ کردیا گیا -

(آغـــاز جنـگ)

۲۵ جولائی کو سرویا اور آسٹریا کے تعلقات منقطع ہوگئے - سرویا جو جنگ بلقان کے زخموں سے چور چور ہورہی تھی' یہ جانتی تھی کہ وہ ایک تازہ دم فوج کا کہاں تک مقابلہ کرسکتی ہے؟ پس اعلان جنگ سے پہلے ہی وہ اپنا دار السلطنت کراگیر جیوکس نامی شہر میں لیگئی جو بلغراد سے ۶۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے -

آسٹریا نے اپنی تمام قلمرو میں فوجی قانون کا اعلان کر دیا - سرویا کے' کمانڈر انچیف کو جو اسوقت ہنگری میں سفر کر رہا تھا آسٹریا نے گرفتار کرلیا ہے -

(ترانـــہ امن کی افســـردہ لے)

" ڈپلومیسی میں سب سے آگے اور جنگ میں سب سے پیچھے " انگلستان کی قومی مزیت ہے - اسلیے انقطاع علائق کی خبر سنتے ہی وہ پر عظمت و افتخار دور آ گے یاد آگیا جو جنگ بلقان میں تمثیل کر چکا تھا - ایک امن سازانہ انداز میں پسل کو جنبش ہوئی - اور روم' پیرس' اور برلن سے پوچھا گیا: " کیا تم اسکے لیے راضی ہو کہ دار السلام لندن میں تمہارے سفراء جمع ہوں' اور موجودہ مشکلات کے حل کی تدبیر سونچیں؟ " مگر یہ دار الاسلام کے آخری نشاں یا (ٹرکی) کی قسمت کا فیصلہ نہ تھا بلکہ آسٹریا کی پالیسی تھی - فرانس نے اپنے حلیف کی خاطر اور اطالیا نے جنگ سے جان بچانے کے لیے ڈاوننگ اسٹریٹ کے طواف کی ذلت گوارا کرلی' مگر موجودہ یورپ کے عفریت اجلال و عظمت یعنی جرمنی نے یہ کہکر ٹالدیا کہ آپ اصولاً تو اتفاق ہے' مگر یہ تدبیر کارگر نہ ہوگی - کیونکہ آسٹریا اپنی پالیسی کو کسی ثالث کے ہاتھہ میں دینے کے لیے تیار نہیں -

یوں بالا خوانی و خود فروشی کی اور بات ہے - ورنہ سچ یہ ہے کہ دیگر دول یورپ بھی امن یورپ کے انگلستان سے کم خواستگار نہیں ہیں - ۲۵ جولائی ہی کو فرانس اور روس کے سفراء نے وائنا میں ملاقات کی اور آسٹریا کو اپنے ارادہ (اعلان جنگ) سے باز رکھنا چاہا - جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو روس نے آسٹریا سے براہ راست گفتگو شروع کی اور بعض تجاویز بھی پیش کیں' اسکے علاوہ خود زار اور قیصر میں بھی مبادلہ آراء ہوا -

مگر ان تمام مساعی میں سے ایک بھی کارگر نہ ہوئی' کیونکہ روس کا منشاء یہ تھا کہ آسٹریا سرویا کو اسکے اس سنگین جرم کی سزا نہ دیسکے' اور جرمنی کا مقصد یہ تھا کہ جنگ کا رقبہ محدود رہے -

(اتحـــاد و مفاہمت کا اعـــلان جنـــگ)

غرض روس نے مداخلت پر اصرار کیا اور آسٹریا پر حملہ آور ہوگیا' اسلیے جرمنی نے بھی اسکے حلیف فرانس کے مقابلہ میں اعلان جنگ کردیا -

اب جنگ یورپ اپنے پورے معنی میں شروع ہوگئی ہے سرویا آسٹریا' روس اور فرانس پوری طرح میدان جنگ میں اتر آئے ہیں - بلغراد جلکے خاک سیاہ ہوچکا ہے -

جرمن فوج نے ۲ - اگست کو سیری پر حملہ کیا اور ایک لاکھہ کی تعداد میں لکز سبرگ [یہ ایک نا طرفدار مقام ہے] کی راہ سے فرانسیسی سرحد کے برابر کوچ کردیا - لانگوے کے قریب فرانسیسی قلمرو میں جو جنگ ہوئی' اسمیں جرمن افسر کام آے ہیں - روسی فوج نے جنمیں کاسک بھی ہیں' ایک جرمن مقام بیالانی کو تاراج کردیا ہے - آج ۵ اگست کے تاروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی جنوبی ہالینڈ پر قابض ہوگئی ہے اور لی بوا نامی مقام پر گولہ باری کررہی ہے - فرانس میں عام تیاری کا سلسلہ نہایت سرعت سے جاری ہے -

اطالیا نے ابتدا میں اپنے حلفاء کی اعانت کا اعلان کیا تھا مگر جنگ میں شرکت کے باب میں اسکے وزیر خارجیہ اور وزیر اعظم میں سخت اختلاف و مناقشہ ہوا بالآخر یہ نتیجہ نکلا کہ وہ اسوقت تک نا طرفدار ہے -

۳ - اگست کو سر ایڈورڈ گرے نے دارالعوام میں ایک مفصل و اہم تقریر کی - تقریر کے وقت خوف و فکر سے انکے چہرہ کا یہ عالم تھا کہ وہ معمول سے زیادہ بوڑھے معلوم ہوتے تھے - اس تقریر میں انہوں نے موجودہ اور گذشتہ حالات پر ایک نظر ڈالنے کے بعد یہ اعلان کیا کہ ہم نے فرانس سے وعدہ کرلیا ہے کہ اگر بحر شمالی (ناروہہ سی) میں جرمنی نے قدم رکھا' تو ہم اسکی ہر ممکن مدد کرینگے - چنانچہ اس مضمون کا اعلان جرمنی کو بھی دیدیا گیا ہے تمام انگریزی مستعمرات نے انگلستان کو اطلاع دی ہے کہ وہ ہر قسم کی اعانت کے لیے تیار ہیں - آسٹریلیا نے تو اپنا پورا بیڑہ امیر البحر کے ہاتھ دیدیا ہے -

آج کلکتہ ہائی کورٹ میں چیف جسٹس نے کورٹ کی تحریر سنائی کہ انگلستان نے پوری طرح اعلان جنگ کردیا ہے -

انگلستان نے جو ساحل باسفورس پر اپنے اثر کي امي اور جرمن نفوذ کي روز افزوں ترقي ديکهه ديکهکے خار کها رها تها اور ترکونکو زک دينے کيليے چالاک بلي کي طرح اشتغال و مصروفيت کا منتظر تها ' اس تجويز کي نهايت شد و مد سے تائيد کي ' اور بالاخر فرانس بهي راضي کرليا گيا -

اتحاد ثلاثه (تريل الائنس) ميں سے اطاليا کو تو يه سمجها کر راضي کرليا گيا که اگر دولت عثمانيه جنگ بلقان ميں پهنسگئي تو پهر طرابلــــس ميں تمهارے ليے ميدان صاف هوگا - آسٹريا کو مخالفت کي گنجايش نه تهي کيونکه جب اس نے هرزي گونيا اور بوسينيا کا الحاق کيا هے ' تو باوجوديکه اسميں بڑي آبادي سلافي عنصر کي تهي مگر پهر بهي روس نے کوئي اعتراض نہيں کيا تها - بظاهر جرمني کے رام هونے کي کوئي وجه معلوم نهيں هوتي - خصوصاً ايسي حالت ميں که نوجوان ترکوں کے اور اسکے تعلقات نهايت درجه بڑهے هوے تهے ' مگر اغلباً اطاليا کے پاس حلف نے اسے مجبور کر ديا هوگا -

اگر اتحاد ثلاثه کو ان غير متوقع نتايج کا وهم بهي هوتا تو وه يقيناً اس جنگ کو منظور نه کرتا ' مگر بهر حال اعلان جنگ هُوا اور وه سب کچهه هوا جو هونا تها -

(موجودہ جنگ کي ابتدا)

يه خلاف اميد فيروز منديان موجوده جنگ کي تمهيد تهيں کيونکه ايک طرف آسٹريا کي جرمن نسل کو (جو تعداد ميں زائد سے زائد ۸ - ملين هے) اپنے سامنے حريف قاهر کا اور اپنے سے تعداد ميں سه چند زياده سلافي نسل کا ايک امنڈتا هوا عظيم الشان سيلاب نظر آيا - دوسري طرف اهل سرويا "ساحل ايڈرياٹک سے لب بحر روم تک پهيلي هوي سروية عظمى " کا خواب پريشاں ديکهنے لگے ا

آسٹريا نے اتحاد ثلاثه کي پاليسي کي غلطي اور اس کے آنے والے خطره کو اسي وقت محسوس کر ليا اور چاها که بڑهتے هوے سيلاب کے ليے ايک بند باندهے - چنانچه سرويا نے ان خوش آيند اور شاندار اميدوں کي پامالي کے ليے البانيا کو اپنا آلۂ عمل بنايا -

اس کار روائي ميں مقتول ولي عهد سرويا نے غير معمولي حصه ليا تها - اس سے اور زياده سرويوں ميں آسٹريوں کي طرف سے بغض و عداوت کي آگ بهڑک اٹهي - بالاخر اسے قتل کرکے چهوڑا -

(اتحاد و مفاهمت)

يورپ کي چهوٹي چهوٹي سلطنتوں کو چهوڑ کے کل ۶ - بڑي سلطنتيں هيں - انميں سے جرمني ' آسٹريا هنگري ' اور اطاليا کا باهمي اتفاق اتحاد ثلاثه (ٹرپل الائنس) کهلاتا هے - روس اور فرانس کے باهمي اتحاد کو اثنين (ڈيوال الائنس) کهتے هيں - اور روس ' فرانس ' اور انگلستان ' تينوں کے باهمی اتحاد کا نام مفاهمت ثلاثه (ٹرپل اينٹی ٹنے) هے -

اتحاد ثلاثه کے معاهده کي رو سے اگر کسي ايک رکن پر حمله کيا جاے تو بقيه ارکان کا فرض هوگا که وه اسکي مدد کريں - اتحاد اثنين کے عهد نامه کي بموجب جب دونوں ميں سے کسي ايک سے جنگ هو تو دوسرے کو بهي حصه لينا پڑيگا - ليکن مفاهمت ثلاثه کي رو سے ضروري نهيں که اگر ايک رکن عهد جنگ ميں پڑجاے تو دوسرے ارکان بهي جنگ ميں ضرور هي حصه ليں -

مفاهمت ثلاثه اور اتحاد ثلاثه کے بحري اور بري قوی کا موازنه ذيل کي جدول سے هوسکتا هے :

(قواے بحريــــه)

نام جهاز	مفاهمت	اتحاد ثلاثه
ڈريڈ ناٹ	۳۵	۲۲
چهوٹے ڈريڈ ناٹ	۹۷	۵۷
کروزر	۸۴	۲۱
هلکے کروزر	۹۲	۶۰
تباه کن کشتياں	۴۲۷	۲۶۷

چهوٹي چهوٹي جنگي کشتياں مفاهمت کے پاس اتحاد ثلاثه سے بهت زياده هيں -

يه ياد رکهنا چاهيے که اگر برطانيــه کو علحده کرليـا جاے تو مفاهمت کي قوت نصف سے بهي کم رهجاتي هے -

(قــواء بـــريه)

جرمني

فوج ميدان (فيلڈ ارمي)	۱۵۰۰۰۰۰
مستحفظ	۲۵۰۰۰۰
لينڈر هير	۱۸۰۰۰۰۰
لينڈ سٹرم	۸۰۰۰۰۰
	۴۳۵۰۰۰۰

آسٹريا

فوج ميدان	۱۳۶۰۰۰۰
مستحفظ (غير تربيت يافته)	۱۶۸۰۰۰۰
هوايند	۲۲۰۰۰۰
لينڈر هير	۲۴۰۰۰۰
	۳۵۰۰۰۰۰

اطاليا

فوج ميدان	۲۵۰۰۰۰
غير محدود رخصت پر	۴۵۰۰۰۰
مليشيا	۳۲۰۰۰۰
ٹر ٹيوريال مليشيا	۲۲۰۰۰۰۰
	۳۲۲۰۰۰۰

ان ميں سے صرف ۱۰۲۰۰۰۰ کم و بيش تربيت يافته هيں -

روس

فوج ميدان	۲۹۰۰۰۰۰
مستحفظ	۱۰۶۴۰۰۰
سرحدي بٹالين	۴۱۰۰۰
کاسک	۱۵۰۰۰۰
قديم مستحفظ	۱۲۴۵۰۰۰
	۵۴۰۰۰۰۰

ليکن روس اپني فوج کا بيشتر حصه سلطنت کے کسي ايک حصه ميں بمشکل جمع کرسکتا هے -

فرانس

فوج ميدان	۱۴۰۰۰۰۰
مستحفظ	۱۱۰۰۰۰۰
قديم مستحفظ	۲۰۰۰۰۰۰
	۴۵۰۰۰۰۰

انگلستان

فوج مهم (ايکسپڈ يشنري جسوريں) تقريباً	۱۷۰۰۰۰۰

* * *

يه بري قوی کا ايک سرسري و تخميني نقشه هے - ان دونوں نقشوں سے اندازه هوگيا هوگا که بحري قوت ميں مفاهمت زياده هے اور بري قوی ميں اتحاد کا پله بهاري هے - مجموعي حيثيت سے دونوں ميں ايک بهي اسقدر قوي تر نهيں که بغير ضرورت شديد بلکه انتهائي مجبوري کے دوسرے پر حمله آور هو ' کيونکه يه حمله ايک مايوسانه جانبازي هوگي -

جب حالت يه هے تو پهر آسٹريا اور جرمني نو جنگ پر اصرار کيوں هے ' اور وه ايک غير متيقن اور مشتبه کهيل ميں کيوں اپنے تئيں ڈال رهي هے ؟

الهلال

١٢ - رمضان ١٣٣٢ هجري

تذکار نزول قران

شہر رمضان الذي انزل فيه القران

اسوة النبي صلى الله عليه و سلم

دنیا ایک تماشا گاہ حوادث ہے جسکے مناظر دمبدم متغیر ہوتے رہتے ہیں - اسکا نقاب جسم و صورت ایک جلوۂ نیرنگي و بو قلموني ہے' جو حوادث و انقلابات عالم کے ہاتھوں ہمیشہ بدلتا رہتا ہے - یہ تغیر عام ہے' اور تجدد و تبدل کے قانون سے کائنات کي کوئي شے خالي نہیں - جسطرح انسان کي عظیم الشان آبادیوں اور بحر و بر کے بڑے بڑے رقبوں میں انقلابات و تبدلات ہوتے رہتے ہیں' اسي طرح ان غیر مرئي ذروں میں بھي ایک مسلسل تغیر اور رستخیز تجدد بپا ہے' جس سے جسم کائنات کے اجزاء طبیعیہ ترکیب پاتے ہیں' اور جو اسقدر چھوٹے ہیں کہ انہیں انسان کي چشم غیر مسلم (١) نہیں دیکھہ سکتي !

ان انقلابات کا ایک بڑا نمونہ مظاہر فطرة کا نمود اور کائنات ہستي کے تغیرات طبیعیہ ہیں جو آغاز تکوین سے جاري ہیں اور جنہوں نے نہیں معلوم کتني مرتبہ کرۂ ارضي کا نقشہ بدلدیا ہے ؟ مثلاً وہ حوادث طبیعیہ جنکي وجہ سے دریا خشک ہوگئے' زمین کے بڑے بڑے رقبے سمندر میں ملکر فنا ہوگئے' دریاؤں نے اپنا رخ بدلدیا' اور اپني رواني کي جگہ خشکي کے بڑے بڑے ٹکڑے چھوڑ دیے - بحر اٹلانٹیک میں کبھي بے شمار جزیرے تھے - آج سب کے بڑي دریائي موجیں اسي میں اٹھتي ہیں - بحر عرب اور قلزم کے درمیان بہت بڑا حصۂ ارضي حائل تھا مگر چند قرون حوادث بحریہ کے بعد اتنا کم رہگیا کہ بآساني ملادیا گیا - یا مثلاً وہ انقلابات جو آتش فشاں پہاڑوں کے پھٹنے سے آے اور دور دور تک انہوں نے زمین کي سطح بدلدي - یا وہ ہولناک زلزلے جنہوں نے ایک پورے اقلیم کو تہہ و بالا کردیا' اور خشکي کے نشیب میں بالائي سطح کے دریا امنڈ آے - اسي طرح وہ انقلابات ارضیہ جو علم طبقات الارض کے موثرات طبعیہ سے ہمیشہ آتے رہتے ہیں' اور جنکي وجہ سے دریاؤں کے رخ بدلتے' خشکیوں کے قطعات غرق ہوتے' اور آبادي کي جگہ ویراني اور زندگي کي جگہ موت طاري ہوجاتي ہے !

(انقلاب اقوام و امم)

اسي طرح تماشا گاہ ہستي کا ایک بہت بڑا منظر وہ تغیرات بھي ہیں جنکے طوفان قوموں اور ملکوں کے اندر اٹھتے ہیں اور بڑي بڑي آبادیوں کو تہہ و بالا کردیتے ہیں - حتی کہ آبادیوں کي جگہ ویرانیوں سے مبدل ہوجاتي ہے' صحرا ونکي جگہ شہر بس جاتے ہیں' زندگي کی رونق پر موت کا سناٹا چھا جا تا ہے' اور انساني عیش و نشاط کے بڑے بڑے محل مدفن قبور و مقبرۂ اموات و خرابۂ سلب و نہب ہوکر نابود و مفقود ہوجاتے ہیں :

وكم اهلكنا من قرية بطرت معيشتها فتلك مساكنهم لم تسكن من بعدهم الا قليلا وكنا نحن الوارثين (٢٨ : ٥٨)

اور کتني ہي آبادیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کردیا حالانکہ اسباب حیات و معیشت سے وہ مالا مال تھیں - یہ بربادي کے خرابے اور تباہي کے کھنڈر انہي لوگوں کے گھر ہیں جو پھر آباد نہوسکے اور آخر کار انکے مال و متاع کے ہم ہي وارث ہوے !

سکندر اعظم نے ایران کو جلاکر تباہ کر دیا' ایرانیوں نے بابل کي اینٹیں بجا دیں' بخت نصر نے بیت المقدس کو ویران کرکے بني اسرائیل کو کئی قرنوں تک مقید رکھا' رومیوں نے ایشیا اور افریقہ کی آبادیاں بارہا غارت کیں' اور فینس نے شمالي افریقہ کے ریگ زاروں کے اندر عالیشان شہر آباد کیے - تاتاریوں کے اولیں ظہور نے رومة الکبری کي تاریخ ختم کردي تھی' اور جرمني کے وحشیوں نے تمدن قدیم کا نقشہ بدلدیا تھا : وتلك الايام نداولها بين الناس -

(انقلاب جسماني و روحاني)

لیکن یہ تمام انقلابات عالم جسم و ظاہر کے تغیرات ہیں جو صرف دریاؤں اور خشکیوں کو' آبادیوں اور صحراؤں کو' پہاڑوں اور جنگلوں کو' انسانوں کے بسائے ہوے شہروں اور انکے مکانوں کي اینٹوں اور پتھروں کو بدلدیتے ہیں' اور انکے اندر سلطاني تغیر و تقلب کي قوت اس سے زیادہ طاقتور نہیں ہوتي -

لیکن ان انقلابات سے بھي بالا تر ایک عالم تغیر و تبدل ہے' جسکے انقلابات کي حکومت صرف مادے کي نمود اور جسم کي صورت ہي تک محدود نہیں ہے' بلکہ اس سے بھي آگے تک نکل گئي ہے - پہلے قسم کے انقلابات مٹي کے ذروں' اینٹ پتھر کے مکانوں' اور انسان کے جسموں اور صورتوں کو بدلدیتے ہیں' پر یہ انقلابات روحوں اور دلوں کي کائنات کو منقلب کر ڈالتے ہیں - اس عالم کے بحر ذخار کے طوفان دنیا کے طوفانوں کي طرح نہیں ہیں جو سمندروں میں اٹھتے ہیں اور کناروں سے ٹکرا کے رہجاتے ہیں' بلکہ اسکي موجوں کا منبع آسمان کے اوپر ہے' جہاں سے وہ جوش کھاتي ہوئي ابلتي ہیں' اور کرۂ ارضی کي سطح پر گرتي ہیں !

اسکے اندر جب زلزلے اٹھتے ہیں تو صرف زمین کے محدود رقبوں ہي کو جنبش نہیں دیتے' بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پورے کرۂ ارضي کو ہلا دیتے ہیں - کیونکہ انکی پیدا کي ہوئي جنبش نظام اعتقاد و عمل کے اندر حرکت پیدا کردیتي ہے - اسکے آتش فشاں پہاڑوں کي آتش افشاني صرف پتھروں کے اڑانے ہي میں صرف نہیں ہو جاتي' بلکہ جب اسکے پہاڑ پھٹتے ہیں تو انساني اعتقادات و اعمال کي بڑي بڑي اقلیموں کو اڑا کر نابود کر دیتے ہیں - پہلے قسم کے انقلابات شہروں کو ویران کرتے ہیں' پر یہ انقلاب وہ ہیں جو دلوں کي اجڑي ہوئي بستیوں کو آباد کر دیتے ہیں - انکي فتح و تسخیر جسم و زمین کي ہوتي ہے' مگر انکا احاطہ قلب و معني کا ہوتا ہے - وہ زمین کي تبدیلیاں ہیں جو زمین والے انجام دیتے ہیں' مگر یہ آسماني تبدیلی ہے جسے ارواح سماریہ کا نزول و ورود پورا کرتا ہے - وہ ویراني اور موت لاے ہیں مگر یہ آبادي اور زندگي کي بشارت دیتے ہیں - وہ جسموں کو بدلتے ہیں جو فاني ہیں - مگر یہ روحوں کو بدلدیتے ہیں جو دائمي زندگي پاتي ہیں - انکا شہریار زمین کے رقبوں اور انسان کے جسموں کو مسخر کرتا ہے تا اپني پادشاہت کا تخت بچھاے' پر اس اقلیم کا فاتح جب اٹھتا ہے تو زمین کي جگہ آسمان کي برکتوں کو اور انسان کے جسموں کي جگہ انکي روحوں کو فتح کرتا ہے تا خدا کے تخت جلال و کبریائي کا اعلان کرے !

(١) چشم غیر مسلم یعنے بغیر کسي آلہ کے دیکھنے والي آنکھہ -

مسئلۂ اسلامیۂ کانپور

تشریح مزید

هز ایکسلنسی لارڈ هارڈنگ نے ۱۴ - اکتوبر کو مسئلۂ مسجد کا فیصلہ کرتے ہوے مندرجۂ ذیل الفاظ میں دالان کی مستقبل حالت قرار دی تھی :

" ۸ فیت بلند ایک چھت بنائی جاے جس پر دالان اسی طرح بنا دیا جاے جس طرح پہلے تھا ' اور نیچے کی زمین گذرگاہ کیلیے چھوڑ دی جاے ' بغیر اسکے کہ مسجد کے دالان کی هیئت میں کوئی دست اندازی کی جاے -

اس زمین کو استعمال کرنے کی عام پبلک بھی مستحق هوگی ' اور وہ لوگ بھی جو نماز پڑھنے کیلیے آئینگے "

صحن مسجد

زینہ

دکھن

اس فیصلہ کے خط کشیدہ الفاظ قابل غور هیں - انسے صاف طور پر واضح هوتا ہے کہ یہ تعمیر اس طرح عمل میں آئیگی کہ سڑک کا حصہ مسجد میں جانے والوں اور عام راهگیروں دونوں میں مشترک رهیگا -

هز ایکسلنسی کے یہ الفاظ اس تجویز کا نتیجہ تھے جو مولانا عبد الباری نے بذریعہ راجہ صاحب محمودآباد پیش کی تھی یعنی متنازع فیہ حصے میں مسجد کا زینہ تعمیر کیا جاے اور بقیہ ٹکڑہ راستہ کا عام راهگیروں اور اس زینہ کے ذریعہ مسجد میں جانے والوں کیلیے مشترک راستہ هو - اکثر مکانوں میں یہ صورت موجود ہے - اگر هز ایکسلنسی کا یہ مقصود نہ هوتا تو وہ صراحت کے ساتھہ سڑک کی مشترک حیثیت پر کیوں زور دیتے اور یہ کیوں کہتے کہ " وہ نمازیوں اور عام راهروؤں میں مشترک رهیگا " ؟

اگر اس جانب زینہ نہیں ہے تو نمازیوں سے اسے کیا تعلق ؟ نمازی اسی راستہ سے فائدہ اٹھا سکتے هیں جو مسجد میں جانے کا ذریعہ هو -

هم ایک نقشہ درج کرکے اس صورت کو اچھی طرح واضح کردینا چاهتے هیں -

مسجد کی موجودہ صورت یہ ہے کہ اسکا اصلی دروازہ شمالی رخ ہے ' اور شرقی جانب مجوزہ اے بی روڈ کیلیے عمارتیں گرائی گئی هیں - اسی سلسلے میں مسجد کی زمین بھی لی گئی اور دیوار گرادی گئی -

تجویز یہ کی گئی کہ ایک نیا دروازہ جانب شرق زمین متنازع فیہ پر نکالا جاے تاکہ نئی شاهراہ کی جانب سے نمازی آ سکیں - اس دروازے کی جگہ نقشے میں حرف (د) سے پہچانی جاسکتی ہے - دروازے کے سامنے زینہ بنایا جاے جو متنازع فیہ ۸ - فیٹ زمین میں سے ۴ - فیٹ پر تعمیر هو - اسکی جگہ نقشے میں حرف (ت) ہے -

یہی نقشہ ہے جسے اس مسئلہ کے ارباب حل و عقد نے " مخلص " کے لفظ سے تعمیر کیا تھا ' اقلاً اس سے اتنا هوگیا تھا کہ مسجد کی زمین اسکے زینے اور دروازے کے کام آگئی تھی ' لیکن موجودہ متولیوں سے جو نقشہ پیش کرایا گیا ہے اسمیں دروازہ اور زینہ بالکل نہیں ہے -

پھر کیا مسلمان ۳ - اگست کو بھولکر اس آخری حق سے بھی دست بردار هوجائینگے ؟ اسکا جواب مستقبل دیگا -

مسئلۂ قیام الهلال

(۱) گذشتۂ اشاعت میں هم نے لکھا تھا کہ جن حضرات کا سال خریداری جون اور جولائی سے شروع هوا ہے اور انسے حسب معمول ۸ - روپیہ کے حساب سے قیمت وصول کی گئی ہے ' وہ ۱۲ روپیہ قیمت قرار دیکر بقیہ روپیہ بھیجدیں -

چنانچہ اس هفتہ متعدد بزرگوں نے اسپر توجہ کی - هم انکی محبت فرمائی کے شکر گذار هیں اور امید کرتے هیں کہ تمام احباب کرام اسی طرح بقیہ روپیہ روانہ فرما دینگے - ان میں سے اکثر بزرگ اضافہ قیمت کیلیے دو سال سے مصر تھے ' اور بعض حضرات نے تو یہاں تک لکھدیا تھا کہ ۲۵ - روپیہ تک بھی اگر اضافہ کردیا جائے تو بھی انہیں کوئی اعتراض نہوگا - پس هماری یہ امید کیا بیجا ہے اگر هم ۱۲ روپیہ قیمت قرار دیکر منتظر هیں کہ وہ بقیہ روپیہ روانہ کردیں ؟

(۲) قیمت میں اضافہ اسلیے کرنا پڑا کہ موجودہ مصارف کیلیے ۸ - روپیہ سالانہ قیمت بہت کم تھی - پس اگر اضافۂ قیمت کے بعد ضخامت وغیرہ میں بھی اضافہ کیا جاے تو پھر وهی سوال کثرت مصارف اور قلت قیمت کا پیش آجائیگا ' اور نیا اضافہ ادارہ کیلیے کچھہ مفید نہوگا -

تاهم هم نے قیمت کے اضافہ کے ساتھہ هی اسکا بھی فیصلہ کرلیا کہ اخبار کے مضامین و تصاویر میں بھی کچھہ نہ کچھہ اضافہ ضرور کیا جاے -

یہ اضافہ مختلف صورتوں میں هوگا - باب التفسیر مستقل طور پر بڑھا دیا جائیگا ' ممالک اسلامیہ کے حالات و حوادث اور ترقی و تنزل کے متعلق زیادہ کاوش کی جائیگی - تصویروں میں بھی ندرت موضوع اور کثرت تعداد و حسن طباعة کے لحاظ سے محسوس اضافہ و تغیر هوگا -

لیکن یہ تغیرات انشاء اللہ رمضان المبارک کے بعد سے شروع هونگے - کیونکہ انکے لیے مزید صرف وقت و توجہ کی ضرورت ہے اور رمضان المبارک کی وجہ سے زیادہ وقت نہیں نکالا جاسکتا -

(۳) آیندہ پرچہ ماہ رمضان المبارک کے تذکار کی مخصوص اشاعت هوگی اور اکثر مضامین اسی موضوع پر هونگے -

(۴) جنگ یورپ کے متعلق مضامین و تصاویر کا بہت بڑا ذخیرہ فراهم کیا جارها ہے - جو بہت جلد شائع هونا شروع هو جایگا -

و مخذول نہیں رہی - آسمانوں کے وہ دروازے جو صدیوں سے زمین پر بند کردیے تھے، یکایک کھل گئے - خزائین فیضان و برکات سماویہ جنکی بخشش کا سلسلہ رک گیا تھا، پھر مساکین ہدایت و سائلین رحمت کے منتظر ہوگئے - خداوند سینا اپنے دس ہزار قدوسیوں کو ساتھہ لیکر فاران پر نمودار ہوا تا آتشیں شریعت کو ہویدا کرے، اور کوہ سعیر کی روح القدس فارقلیط اعظم کی ہیکل میں متشکل ہوئی تا اسکو بھیجدے جو ناصرہ کے نبی کے آئے بغیر نہیں جاسکتا تھا:

انا انزلنـــاه فی لیلـــة القدر و ما ادراک ما لیلة القدر؟ لیلة القدر خیر من الف شهـــر - تنزل الملائکـــة والروح فیها باذن ربهم من کل امر، سلام هی حتی مطلع الفجر

ہم نے قرآن کو لیلة القدر میں آتارا اور تم سمجھے کہ لیلة القدر کیا شے ہے؟ لیلة القدر ایک عہد رحمت و دور برکت ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے - ملائکہ سماوی و روح الہی کا اسمیں ہر طرف سے نزول ہوتا ہے - سلام اسپر، یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاے -

وہ آتش فشان پہاڑوں کا پھٹنا نہ تھا جنکی چوٹیوں سے آگ ابلتی اور ہلاکت و موت بنکر اجسام حیوانیہ پر برستی ہے، بلکہ وہ فاران کی چوٹیوں پر نمودار ہونے والا ابر رحمت تھا جو انسانیة کی سوکھی کھیتیوں کو سرسبز کرنے اور کائنات ارضی کی تشنگی سعادت کو سیراب کرنے کیلیے امنڈا تھا، تا کہ جس طرح یروشلیم کے مرغزاروں کو ہدایت کی بہشت بنایا گیا تھا، اسی طرح عرب کی ریتلی اور بنجر زمین کو بھی شگفتہ و شاداب کردے:

فانظر الی آثار رحمت الله! کیف یحیی الارض بعد موتها؟ ان ذالک لمحی الموتی، وهو علی کل شی قدیر (۳۰ : ۴۹)

پس رحمت الہی کی نشانیوں کو دیکھو کہ کس طرح وہ موت کے بعد زمین کو حیات بخشتا ہے - بیشک وہ مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر بات پر قادر ہے!

(نزول قرانی)

یہ قرآن حکیم اور فرقان مبین کا نزول تھا جس نے قلب محمد ابن عبد الله علیه الصلوٰة والسلام کو اپنا مہبط و مورد بنایا - جبکہ وہ غار حراء کے اندر بھوکا پیاسا، تمام مادیات عالم سے کنارہ کش ہوکر، اپنے پروردگار کے حضور میں سر بسجود تھا:

انه لتنزیل رب العالمین، نزل بـه الروح الامین، علی قلبك لتکون من المنذرین، بلسان عربی مبین، و انـه لفی زبر الاولین! (۲۶ : ۱۹۱)

بیشک وہ پروردگار عالم کا آتارا ہوا کلام ہے - روح الامین نے تیرے قلب پر نازل کیا تا کہ تو ضلالت و فساد کے نتائج سے دنیا کو ڈرانے والوں میں سے ہو اور سعادت و فلاح کی طرف دعوت دے - یہ کلام نہایت کھلی ہوئی اور واضح زبان عربی میں نازل ہوا، اور پچھلی کتابوں میں اسکی خبر دی جا چکی تھی"

وہ غذاے اسمانی کی طلب میں زمین کی پیداوارے کنارہ کش ہوکر بھوکا پیاسا تھا - پس خداوند نے اسکی بھوک کو دنیا کی سیرابی کیلیے قبول کرلیا (و هو یطعمنی و یسقینی) - وہ انسانیة کی غفلت و سرشاری کے دور کرنے کیلیے راتوں کو اٹھہ اٹھہ کر جاگتا تھا، پس الله نے اسکی بے خواب آنکھونکو اپنے نظارۂ جمال سے ٹھنڈک بخشی (قرة عینی فی الصلوة) اور تمام عالم کیلیے بصیرت عطا کی (قد جائکم بصائر من ربکم) - وہ انسانوں کو سرکشی اور تمرد کے عصیان سے نکالنے کیلیے شہنشاہ ارض و سما کے آگے سر بسجود تھا، پس رب الافواج نے اسکے سر کو الفت و یگانگت کے ہاتھوں سے اٹھایا، اور زمینوں اور آسمانوں میں سربلندی دی، تا اسکی روح اسکے کلام کی حامل ہو، اور اسکے منہہ سے خدا کی آواز نکلے: وما ینطق عن الهوی، ان هو الا وحی یوحی (۵۳ : ۴)

سعادت بشری کا یہ پاک پیغام جسکی تبلیغ نبی امی کے سپرد ہوئی، وحی الہی کا یہ فتح باب جو غار حراء کے عزلت گزیں پر ہوا، خدا کا یہ مقدس کلام جو بلسان عربی مبین اسکے منہہ میں ڈالا گیا، سب سے پہلے جس رات میں اسکا ظہور ہوا وہ لیلة "القدر" تھی، اور لیلة القدر جس مہینے میں آئی وہ رمضان المبارک تھا:

شهر رمضان الذی انزل فیة القـــران هـــدی للنـــاس و بینـــات من الهـــدی والفرقان (بقـــر)

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا جو انسانوں کیلیے سر تا پا ہدایت ہے اور جسکی تعلیم ہدایت و تمیـــز اور حـــق و باطـــل کی نشانی ہے -

(انقـــلاب اعـــظـــم)

قرآن حکیم، فرقان مجید، نور و کتاب مبین، بصائر للناس هدی و موعظة للمتقین، شفاء لما فی الصدور کے نازل ہوتے ہی تاریخ عالم کا صفحہ اولٹ دیا، اور کشور انسانیة کی از سر نو تعمیر شروع کی - وہ تمام تاریکیاں جنہوں نے نور سعادت سے دنیا کو محروم کردیا تھا اور عالم ارضی یکسر شب تاریک ہو رہا تھا، اس آفتاب ہدایت کے طلوع ہوتے ہی نابود ہوگئیں اور ظلمت و تاریکی کی جگہ نور اور روشنی کا عہد رحمت شروع ہوا - اس نے کفر و وثنیت کے طوق سے انسانوں کو نجات دلائی، انسانی غلامی و استبداد کی زنجیروں سے انہیں رہا کیا - نیکیوں کا ایک لشکر ترتیب دیا جس نے صدیوں کی پھیلی ہوئی بدیوں اور جمی ہوئی گمـراہیوں کو شکست دی - اور خدا کی بندگی اور پرستش کی ایک ایسی پادشاہت قائم کردی جسکے آگے دنیا کی تمام ما سوا الله طاقتیں سرنگوں ہوگئیں -

قد جاءکم من الله نور و کتاب مبین - یهدی به الله من اتبع رضوانه سبل السلام و یخرجهم من الظلمات الی النور بـاذنه و یهدیهـم الی صـــراط مســتـقـیـم (۵ : ۱۸)

بیشک الله کے طرف سے تمہارے پاس نور اور واضح و روشن کتاب آئی - الله اسکے ذریعہ ان لوگوں پر سلامتی کی راہیں کھولدیتا ہے جو اسکی رضا کی متابعت کرتے ہیں - وہ انہیں تاریکیوں سے نکالکر روشنی میں لاتا ہے اور صراط مستقیم کی طـرف انکی ہدایت کرتا ہے!

(ماہ مقدس)

پس رمضان المبارک کا مہینہ فی الحقیقت اس سعادت انسانیة اور ہدایت امم کے ظہور کی یادگار ہے جس کا دروازہ قران حکیم کے نزول سے دنیا پر کھلا، اور خدا اور اسکے بندوں میں ہجر و حرماں کی جگہ وصل و محبت کے راز و نیاز شروع ہوے - یہی مہینہ ہے جو اس آسمان کی سب سے بڑی برکت کے نزول کا ذریعہ بنا، اور یہی مہینہ ہے جو اپنے ساتھہ زمین کی سب سے بڑی سعادت لایا - اسی موسم میں خدا کی رحمتوں کی پہلے پہل بارش ہوئی اور اسی عہد میں دنیا کی وہ سب سے بڑی خشک سالی ختم ہوئی جو صدیوں سے کائنات روح و قلب پر چھائی ہوئی تھی - ہدایتوں کے فرشتے اسی میں اترے، سعادت کے قدوسی اسی میں زمین پر پھیلے - خدا نے سب سے پہلے اسی مہینے میں بندوں کو پیار دیا اور بندوں نے بھی سب سے پہلے اسی ماہ میں اسکی محبت کا جام پیا - یہ پاکی اور بزرگی کا وقت تھا کہ پاک تعلیمات کا منبع بنا، اور عظمت و شرف کا عہد مقدس تھا کہ خدا کا کلام اسکے بندوں پر نازل ہوا -

فی الحقیقت یہی تغیرات دنیا کے اصلی انقلابات هیں جن سے کائنات انسانیۃ کا نقشۂ حیات و ممات مٹتا اور بدلتا رهتا ہے ' اور جنکی بدولت دنیا کی سعادت و هدایت کا قیام اور عالم انسانیۃ کی ابدیت روحانی و امنیت قلبی کو بقا ہے - ان روحانی انقلابات کے آگے مادی انقلابات بالکل هیچ هیں اور انکے سلطان تجدد و تبدل کی دائمی و عالمگیر طاقت کے آگے زمینوں اور مکانوں کے انقلابات کچھہ حقیقت نہیں رکھتے - انکی هستی اس سے زیادہ نہیں ہے کہ زمین کے چند رقبوں کو بدلدیں یا چند لاکھہ انسانوں کو نابود کردیں لیکن یہ انقلابات کروروں انسانوں کے اُن اعتقادات و اعمال کو بدل دیتے هیں جو صدیوں سے انکے دلوں میں جاگزیں هوتے هیں ' اور اُن عالمگیر گمراهیوں اور تاریکیوں کو نابود کردیتے هیں جو تمام سطح ارضی پر چھائی هوئی هوتی هیں - دریاؤں کو خشک کر دینا آسان ہے اور زمین کو سمندر بنا دینا مشکل نہیں ' پر کروروں روحوں اور دلوں کو بدلدینا بہت مشکل ہے جسکی قوۃ مادہ کی طاقتوں کو نہیں دی گئی -

سکندر اعظم نے نصف دنیا فتح کرلی ' لیکن وہ ایک دل کو بھی فتح نہ کرسکا - رومیوں نے کیسے کیسے عظیم الشان شہر بسا دیے لیکن دلوں کی اجڑی هوئی بستی نہ بسا سکے - بخت نصر اتنا طاقتور تھا کہ ایک پوری قوم کو اُسنے قید کرلیا اور ستر برس تک غلام بناے رکھا ' لیکن با اں همہ وہ ان میں سے ایک دل کو بھی اپنا غلام نہ بناسکا - ایرانیوں نے بابل کے لاکھوں انسانوں کو قتل کردیا لیکن وہ ایک روح کی گمراهی کو بھی قتل نہ کرسکے - بلا شبہ دنیا میں بڑے بڑے مادی انقلابات گذر چکے هیں ' جنھوں نے عجب نہیں کہ درمیان کی زمینیں کاٹ کے سمندروں کو باهم ملا دیا هو ' لیکن کسی کی طاقت یہ نہ هوسکی کہ ایک انسان کو بھی اسکے خدا سے ملا دے ' حالانکہ وہ اس سے دور نہیں : و نحن اقرب الیہ منکم و لکن لا تبصرون (۵۶ : ۸۳)

پس مادی طاقتوں کی تبدیلیاں کتنی هی مہیب اور هولناک هوں مگر وہ عظمت و جلال نہیں پاسکتیں جو روحانی انقلابات کے ایک چھوٹے سے چھوٹے ظہور کو بھی حاصل ہے - سکندر اعظم کو تم دنیا کا سب سے بڑا فاتح کہتے هو ' لیکن بتلاؤ ' اس نے اپنی تمام عمر میں بدیوں کے کتنے لشکروں کو شکست دی ' اور ضلالتوں کے کتنے بت توڑے ؟

(بقاے ذکر و دوام تذکار)

اسی کا نتیجہ ہے کہ انقلابات و تغیرات کے " تنازع للبقا " میں اُن انقلابوں کے تذکرے کو رفعت ذکر اور زندگی دوام نہیں ملتی جو صرف کائنات کی صورت کو بدلنا چاهتے هیں ' پر وہ جو اسکی روح و معنی کو بدلتے هیں ' ایک ایسی حیات قائم و دائم اور هستی عام و غیر محدود لیکر آتے هیں کہ نہ تو وقت کا امتداد و بعد انکی یاد کو فنا کرسکتا ہے اور نہ حوادث و تغیرات کا هاتھہ انکے ذکر کو مٹا سکتا ہے - صدیوں پر صدیاں گذر جاتی هیں مگر انکا ذکر دنیا کو ایسا هی یاد هوتا ہے جیسا کہ انکے ظہور کے پہلے دن تھا -

وہ اپنی یاد اور تذکار کو ایندہ باقی رکھنے کیلیے جمعیۃ بشری کے سپرد کر دیتے هیں جو نسلاً بعد نسل اس مقدس امانت کی حفاظت کرتی رهتی ہے اور کروروں انسان اپنے تئیں اسکی یاد کا پیکر و تمثال بنا لیتے هیں - پس جو قوت کہ ایک کی جگہ کروروں میں هو ' اور جس امانت کے حامل و محافظ اوقات و ایام نہیں بلکہ ارواح و قلوب هوں ' اسکو کون مٹا سکتا ہے اور وہ کب نابود هو سکتی ہے ؟ ان نحن نحی الموتی و نکتب ما قدموا و آثارهم و کل شیأ احصیناہ فی امام مبین (۳۶ : ۱۲)

سکندر کا نام تاریخ کے کہنہ صفحوں کے باهر کتنوں کو یاد ہے ؟ روما کے فاتح اعظم کو آج کون ہے جو عمر بھر میں ایک مرتبہ بھی یاد کرلیتا هو ؟ شہروں کے بسانے والے ' ملکوں کو فتح کرنے والے ' دریاؤں کو کاٹنے والے اور پہاڑوں میں سے راہ نکالنے والے اپنے اپنے وقتوں میں بڑے هی طاقتور هونگے جبکہ انھوں نے ایسے ایسے عظیم الشان انقلابی کام کیے تھے ' با ایں همہ وقت کے گذرنے کے ساتھہ هی انکا وجود اور انکے انقلابات کا ذکر بھی فنا هوگیا ' اور دنیا نے انھیں یاد رکھنے کی ذرا بھی پروا نہ کی - حتی کہ وہ آج مٹ جانے والی قبروں اور نابود هوجانے والے نشانوں کی طرح گمنام هیں اور کسی کو اتنا بھی یاد نہیں ہے کہ وہ کب تھے ؟ کہاں تھے ؟ اور انھوں نے دنیا میں کیا کیا انقلابات کیے ؟ کانہ لم یکن شیئاً مذکورا -

(سنہ ۶۰۰ عیسوی)

ایسا هی ایک انقلاب روحانی تھا ' جواب سے ٹھیک ۱۳ - سو ۴۴ برس پہلے دنیا میں هوا ' جبکہ دنیا تغیر کیلیے بیقرار اور تبدیلی کیلیے تشنہ تھی - اور جبکہ کوئی نہ تھا جو اسکی پیاس کو بجھاے اور اُسکے لیے مضطرب هو - وہ سمندروں کی طغیانی نہ تھی جو زمین کی بستیوں پر چڑھہ آتے هیں ' بلکہ سرچشمۂ هدایت و فیضان الہی کا ایک سرجوش آسمانی تھا جو برسات کے پانی کی طرح زمین پر برسا تا اُسے سیراب کردے - وہ زمین کی سطح کو هلانے والا بھونچال نہ تھا جس سے ڈرکر انسان روتا ہے اور پرند اپنے گھونسلوں سے نکلکر چیخنے لگتے هیں ' بلکہ عالم روح و معنی کا ایک آسمانی زلزلہ تھا جسکی جنبش نے دلوں کو غفلت سے بیدار کیا اور بیقرار روحوں کو امن اور راحت بخشی ' تا وہ سونے کی جگہ بیدار هوں اور رونے کی جگہ خوشیاں منائیں - وہ انسانوں کی درندگی نہ تھی جو اپنے ابناے جنس کو سانپوں کی طرح ڈستی اور بھیڑیوں کی طرح چیرتی پھاڑتی ہے ' بلکہ خدا کی محبت اور فرشتوں کی برکت کا ایک الہی ظہور تھا ' جو نسل آدم کے بچھڑے هوے گھرانوں کو یک جا کرتا اور زمین کو اسکی چھنی هوے امنیت اور سعادت واپس دلاتا تھا -

لقد جاءکم رسول من انفسکم	تمھارے پاس تم هی میں سے
عزیـــز علیہ ما عنتـم حریص	ایک رسول الہی آیا جسپر تمھاری
علیکم بالمومنین رؤف رحیم	تکلیف بہت هی شاق گذرتی ہے
(۹ : ۱۹۲)	اور تمھاری اصلاح کی اسے بڑی

هی تمنا ہے - مسلمانوں پر نہایت شفیق اور بیحد مہربان !

(لیلۃ القدر)

یہ انقـلاب جس نے دنیـا کے لیـالی و ایام هدایت کی تقویم بدلدی ' فی الحقیقت ایک مقدس رات تھی جو وادی بطحا کے کنارے جبل بوقبیس کی ایک تنگ و تاریک غار کے اندر نمودار هوئی - اور اس شبستان لاهوتی کے اندر مشرق ربوبیت اعلی سے آفتاب کلام اللہ طلوع هوا !

یا ایها الناس قـد جاءکم	اے لوگو! تمھارے پروردگار کے طرف
برهان من ربکـــم و انزلنا	سے تمھارے پاس " برهان مقدس "
الیکم نوراً مبینا (۴ : ۱۷۴)	بھیجی گئی - اور هم نے تمھاری

طرف ایک نہایت روشن اور کھلا نور نازل کیا !

دنیا پر چھہ صدیاں ضلالت کے سناٹے اور کفر کی خاموشی کی گذر چکی تھیں لیکن اب وقت آگیا تھا کہ سینا کے بیابان کا خداوند اور کوہ زیتون کی روح القدس پھر گویا هو ' اور ایام اللہ کا ایک نیا موسم بہار پر آے - پس ایسا هوا کہ فضـاے وحی الہی کے افق مبین پر نور روشنی کی بدلیاں چھاگئیں ' فیضان الہیہ کے بحور و انہار جوش میں آ گئے ' ملاے اعلی اور قدوسیان عالم بالا میں هل چل مچ گئی ' مدبرات روحانیہ اور ملائکۂ سماویہ کو حکم هوا کہ زمین کی طرف متوجہ هوجائیں کیونکہ اب وہ آسمانوں میں مقہور

مقالات

الحسبة في الاسلام

(یعنی احتساب اور اسلام)

(۲)

(عموم احتساب)

بعض مذاهب کو صرف بعض چیزوں سے پرهیز بتایا گیا تها :

فبظلم من الذین هادوا حرمنا علیهم طیبات احلت لهم - (۴ : ۱۵۸)

پس یهودیوں کے ظلم کے سبب هم نے اون پر اون پاک چیزوں کو حرام کردیا جو اونکے لیے حلال تهیں -

لیکن اسلام نے تمام چهوٹی چهوٹی چیزوں تک پر حلت و حرمت کا فتوی لگایا ' اور اسی لحاظ کے ساتهه که نفع و ضرر کا کوئی پہلو باقی نه رها : یحل لهم الطیبات و یحرم علیهم الخبائث -

حلت و حرمت کی تفریق و تمیز محتسب کیلیے لازمی هے - کیونکه طبیب وهی هے جو اشیا کے خواص سے واقف هو - اس فرض کو اگرچه تعلیمات اسلامیه نے تمام چیزوں پر محیط کردیا تها ' لیکن ابتدا میں طریق دعوت عام نه تها - حجة الوداع نے احتساب کے تمام راستے کهولدیے اور دنیا نے احتساب کا کهلا هوا میدان پا لیا - پس حامل وحی آسمانی کی زبان کهلی اور زمین والوں کو مژدۂ تکمیل شریعت سنا دیا :

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا - (۵ : ۴)

آج کے دن مینے تمهارا دین کامل کردیا ' اپنی نعمتیں تمکو بهرپور دیدیں اور تمهارے لیے اسلام کا مذهب پسند کیا !

احتساب کا یه تعلق صرف ماده کے ساتهه تها - قوت فاعلی اب تک غیر متعین تهی - ماده کی تعمیم کے متعلق جو آیة تهی وه اوپر بارها گذر چکی - اب قوت فاعلی کی تعمیم پر نگاه ڈالو :

و المومنون و المومنات بعضهم اولیاء بعض یامرون بالمعروف و ینهون عن المنکر - (۹ : ۷۰)

مسلمان مرد اور عورت ایک دوسرے کے نیکی میں مددگار هیں - نیکی کا باهم حکم کرتے هیں اور برائی سے روکتے هیں -

دوسری جگه فرمایا :

کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنکر - (۳ : ۱۰۶)

تم بهترین امت هو جو دنیا میں هدایت انسانی کیلیے بهیجی گئی ' نیکی کا حکم دیتے هو اور برائی سے روکتے هو -

تم کهوگے : کیا اندهے ' لنگڑے ' لولے ' گونگے بهی محتسب هیں ؟ کیا ایک دست شل ماده عالم کو حرکت دے سکتا هے ؟ لیکن تم نے انسانی قوتوں کی غیر محدود وسعت و طاقت کو بالکل محدود کردیا - اگر هاتهه نهیں حرکت کرتے ' اگر پانوں نهیں اوٹهتے ' اگر زبان نهیں هلتی ' تو کیا دل بهی حرکت نهیں کرتا ؟ کیا تم مرده هو ؟ کیا تم روشنی و تاریکی میں کچهه بهی فرق نهیں کرتے ؟ کیا شهد کی مٹهاس اور اندرائن کی کڑواهٹ تمهیں الگ الگ محسوس نهیں هوتی ؟ یعنی کیا تمکو برائی بری نهیں معلوم هوتی ؟ اگر معلوم هوتی هے تو اسی احساس خیر و شر ' معروف و منکر ' صلاح و فساد ' اور نور و ظلمت کا نام احتساب هے اور تم محتسب هو - اگر یه احساس فنا هوگیا هے تو تم مومن هی نهیں :

و لیس وراء ذلک من الایمان حبة خردل (الحدیث)

اسکے سوا ایمان رائی کے دانے کے برابر بهی نهیں !

(طرق احتساب)

دعوت احتساب کے مختلف طریقوں کے لحاظ سے بهی اسلام کو دوسرے مذاهب پر فضیلت حاصل هے - امم قدیمه میں سب سے زیاده مکمل مذهب حضرت موسی کا هے - دین و دنیا کی جهلک اس مذهب میں موجود هے - اسلیے اسلام کا مقابله اوسی سے کرنا چاهیے -

امر بالمعروف کا آخری طریقه قتال هے جو جهاد دینی کی آخرین منزل هے ' لیکن دنیا کی کسی قوم نے اسلیے کبهی جهاد نهیں کیا که نیکی کو پهیلاے - حضرت موسی نے اپنی امت کو جهاد پر ابهارا تو پہلے انهوں نے یه جواب دیا :

ان فیها قوما جبارین و انا لن ندخلها حتی یخرجوا منها - (۵ : ۲۵)

اس ملک میں تو ایک نهایت سخت و جابر قوم رهتی هے - هم اسی وقت وهاں جاسکتے هیں جب وه لوگ وهاں سے نکل جائیں - اسطرح هم انکا مقابله نهیں کرینگے -

ایک مدت کے بعد آماده بهی هوے تو اس لیے نهیں که نیکی اور عدالت کا گهر آباد کرینگے ' بلکه اسلیے که همارا گهر اوجاڑ دیا گیا هے - اسے پهر بسا لینگے :

و ما لنا ان لا نقاتل فی سبیل الله و قد اخرجنا من دیارنا و ابنائنا -

هم کیوں خدا کی راه میں نه لڑیں - حالانکه هم اپنے گهر بار سے نکال دیے گئے هیں اور هماری اولاد بهی نشانۂ ظلم هوئی هے -

اسپر بهی یه حال تها که :

فلما کتب علیهم القتال تولوا الا قلیلا منهم (۲ : ۲۴۷)

جب انپر قتال فرض کردیا گیا تو انهوں نے اس سے اعراض کیا الا ایک تهوڑی سی تعداد جو اطاعت کیلیے طیار هوگئی -

لیکن اسلام صداے جهاد بلند کرتا هے اور تمام مدینه امنڈ آتا هے - کیا مدینه کے لوگ بهی بنی اسرائیل کی طرح گهر سے نکالے هوئے تهے ؟ کیا کوئی وسیع سلطنت انکے پیش نظر تهی ؟ اگر حضرت خالد کا نام لیتے هو تو حضرت ابوذر کو بهی نه بهولو ' اگر مهاجرین کی فهرست پر نظر ڈالتے هو تو انصار کو بهی یاد کرلو - بلا شبه مکه کے مهاجرین ظلم و ستم کا بدله لے سکتے تهے ' لیکن مدینه کے انصار کو تو قریش نے انکے گهروں سے نهیں نکالا تها ؟ پس نیکی کی حمایت ' مظلوموں کی نصرت ' حق کے اعلان ' معروف کے اظهار ' اور باطل و فساد کے خذلان کے سوا اور انکا مقصود کیا هوسکتا تها ؟ هاں ' انکا جهاد صرف اسلیے تها که :

و یکون الدین کله لله (۸ : ۳۹)

تا که دین صرف الله هی کیلیے هوجاے -

جو گهر کیلیے لڑے تهے ' خدا جاے اونکو گهر ملا یا نهیں ؟ لیکن هم کو یه معلوم هے که غنیمت نهیں ملی - اونکو صرف اپنے بال بچوں کا رونا تها ' وه مل گئے هونگے - لیکن ایک قوم جو اپنا گهر بار ' متاع

پس جبکہ دنیا طرح طرح کی مادي یادگاروں کو مٹا نا چاھتي تھي ' تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اس روحاني انقلاب کي یادگار کے امانت دار بنیں ' اور جس ماہ مبارک کو اپني برکتوں اور رحمتوں کے نزول کي وجہ سے خداوند نے قبول کرلیا ہے ' اسکي قبولیت سے انکار نہ کریں - دنیا خونریزیوں کي یادگار مناتي ہے لیکن یہ سچے امن اور حقیقي رحمت کی یادگار ہے - دنیا لڑائیوں کو یاد رکھنا چاھتي ہے ' یہ صلح و امنیت کے ورود کي یادگار ہے - دنیا نے تخت نشینوں کو سب سے بڑا سمجھکر یاد رکھنا چاھا مگر یاد نہ رکھہ سکی - خدا نے بتلایا کہ سب سے بڑا انسان ایک غار نشیں تھا جسکي یادگار زندہ رکھي گئي اور ھمیشہ زندہ رھي - دنیا نے ملکوں کی فتح اور زمینوں کی تسخیر کو بڑا واقعہ سمجھا اور اسکي یاد میں خوشیاں منالیں ' مگر ھمیں تعلیم دیا گیا کہ دلوں کي فتح اور روحوں کی تسخیر ھی سب سے بڑي بات ہے اور اسي کي یادگار منانی چاھیے :

و رفعنا لــــك ذكرك (۹۴ : ۴) — اور ھم نے تیرے ذکر کو رفعت اور بقاے دوام عطا فرمایا !

(اسوۂ ابراھیمي و اسوۂ محمدي)

اللہ تعالی کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنے قدوسوں اور محبوبوں کے کسي فعل کو ضائع نہیں کرتا ' اور اسے مثل ایک مظہر فطرۃ کے دنیا میں ھمیشہ کیلیے محفوظ کردیتا ہے - حضرۃ خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے خانہ کعبہ کی دیواریں چنیں ' اور حضرۃ اسماعیل علیہ السلام نے اس قربانگاہ کا طواف کیا - خدا کو اپنے دوستوں کی یہ ادائیں کچھہ اس طرح بھاگئیں کہ اس موقعہ کی ھر حرکت کو ھمیشہ کیلیے قائم کردیا اور اسکی یادگار منانا تمام پیروان دین حنیفی پر فرض کردیا - ھر سال جب حج کا موسم آتا ہے تو لاکھوں انسانوں کے اندر سے اسوۂ خلیل اللہ جلوہ نما ھوتا ہے ' اور ان میں سے ھر متنفس وہ سب [illegible] کرتا ہے جو ایسے کئي ھزار سال پہلے خدا کے دو دوستوں نے وھاں کیا تھا - یہي معني ھیں اس بیان الہي کے کہ :

ووھبنا لهم من رحمتنا وجعلنا لهم لسان صدق عليا (۱۹ : ۱۴) — ھم نے حضرت ابراھیم اور انکي ذریۃ جسماني و روحاني کو اپنی رحمت میں سے بڑا حصہ دیا ' اور وہ یہ تھا کہ انکے لیے ایک اعلی و اشرف ذکر خیر دنیا میں باقی رکھا -

یہ تو " اسوۂ ابراھیمي " کي یادگار تھي - لیکن جب وہ آیا جسکے لیے خود ابراھیم خلیل نے خداوند کے حضور التجا کي تھي :

ربنا و ابعث فيهم رسولا منهم يتلوا عليهم اياتك و يعلمهم الكتاب و الحكمة ' و يزكيهم ' انك انت العزيــز الحكيم ! (۲ : ۱۲۴) — اے پروردگار ! میري ذریۃ میں ایک ایسا رسول بھیج جو اللہ آیتیں پڑھکر سناے ' کتاب اور حکمت کي تعلیم دے ' اور دلوں اور روحوں کا تزکیہ کردے ' بیشک تو توھي عزیز و حکیم ہے !

تو دنیا کیلیے " اسوۂ محمدي " کي حقیقۃ الحقائق اعلی رونما ھوئي ' اور ھدایت و سعادت کي [illegible] حقیقتیں بے اثر ھوگئیں - اس اسوۂ عظیمہ کا سب سے پہلا منظر وہ عالم ملکوتي کا استغراق و استہلاک تھا ' جبکہ صاحب فرقان نے انسانوں کو ترک کرکے خدا کي صحبت اختیار کرلي تھي ' اور انسان کے بناے ھوے گھروں کو چھوڑ کر غار حراء کے غیر مصنوع حجرے میں عزلت گزیں ھوگیا تھا - وہ اس عالم میں متصل بھوکھا پیاسا رھتا تھا اور پوري پوري راتیں جمال الہي کے نظارے میں بسر کردیتا تھا - تا آنکہ اس تنگ و تاریک غار کي اندھیاري میں طلیعۂ قراني کا نور بے کیف طلوع ھوا ' اور مشرقستان الوھیت سے نکلکر اسکے قلب مقدس میں غروب ھوگیا :

تبارك الـذي نـــزل الفرقـان علي عبـــده ليكون للعالمين نـذيرا (۲۵ : ۱) — تمام حمد و ثنا اس خدا کیلیے جسنے فرقان اپنے بندے پر نازل کیا - تا کہ وہ دنیا جہان کیلیے ڈرانے والا ھو !

پس جسطرح خدا تعالی نے دین حنیفي کے اولین داعي کے اسوہ کو حیات دائمي بخشي تھي - اسي طرح اس آخري متمم و مکمل وجود کے اسوۂ حسنہ کو بھي ھمیشہ کیلیے قائم کردیا :

لقد كان لكم في رسول اللــه اسوة حسنـــة — بیشک ' تمہارے لیے رسول اللہ کے اعمال حیات میں ارتقاء انسانیۃ کا اعلی ترین نمونہ رکھا گیا ہے -

وہ بھوکا پیاسا رھتا تھا ' پس تمام مومنوں کو حکم دیا گیا کہ تم بھي ان ایام میں بھوکے پیاسے رھو ' تا ان برکتوں اور رحمتوں میں سے حصہ پاؤ جو نزول قرآني کے ایام اللہ کیلیے مخصوص تھیں - وہ اپنا گھر بار چھوڑ کر ایک تنہا گوشے میں خلوت نشیں تھا ' پس ایسا ھوا کہ ھزاروں مومن و قانت روحیں ماہ مقدس میں اعتکاف کیلیے مسجد نشیں ھونے لگیں اور اسطرح غار حرا کے اعتکاف کي یاد ھر سال تازہ ھونے لگي - وہ راتوں کو حضور الہي میں مشغول عبادت رھتا تھا ' پس پیروان اسوہ محمدیہ و متبعان سنت احمدیہ بھي رمضان المبارک کي راتوں میں قیام لیل کرنے لگے ' اور تلاوت و سماعت قرآني کے وسیلہ سے وہ تمام برکتیں ڈھونڈھنے لگے ' جو اس ماہ مبارک کو اسکے نزول و صعود سے حاصل ھیں !

فمـــن شهـــد منكم الشهر فليصـــمـــه — پس تم میں سے جو اس مہینے کو پاے ' اسے چاھیے کہ روزہ رکھے -

جس طرح اسوۂ ابراھیمي کي یادگار حج کو فرض کرکے قائم رکھي گئي اور لاکھوں انسانوں کو اسوۂ ابراھیمي کا پیکر بنایا گیا ' اسي طرح اسوۂ محمدي کي بھي یہ یادگار ہے جو ماہ رمضان کي صورت میں قائم رکھي گئي اور جو تیرہ سو برس کے گذر جانے کے بعد بھي زندہ ہے اور ھمیشہ زندہ رھیگي !

خدا کي قائم کي ھوئي یادگاریں کاغذوں ' اینٹ ' اور پتھر کی دیواروں ' اور فاني زبانوں کی روایتوں میں باقی نہیں رھی جاتیں کہ یہ انسانوں کے کام ھیں ' وہ اپنے جس بندے کو بقاے دوام کیلیے چن لیتا ہے اسکی یادگار کو مجمع انسانیۃ کے سپرد کردیتا ہے اور نوع بشري اسکي حامل بن جاتي ہے ' پس نہ تو وہ مٹ سکتی ہے اور نہ کوئي اسے مٹا سکتا ہے - آج بھي کروڑوں انسان کرۂ ارض پر موجود ھیں جو ماہ مقدس کے آتے ھي اپني زندگي کو یکسر بدلدیتے ھیں ' اور اس یادگار عظیم و قدوس کو اسطرح اپنے جسم و دل پر طاري کرلیتے ھیں کہ اسوۂ محمدي کی روحانیت کبری کروڑوں روحوں کے اندر سے " انا الحي بالحي الذي لا يموت " (میں زندہ و باقی ذات میں فنا ھوکر خود بھی ھمیشہ کیلیے زندہ و باقی ھوگیا ھوں) کی صداے حقیقت سے غلغلہ انداز عالم و عالمیاں ھوتی ہے -

پھر کیسی مقدس و اقدس تھی وہ بھوک ' جس ایک بھوک کی یاد میں خدا نے اپنے لا تعد و لا تحصی بندوں کو بھوکا رکھا ' اور کیسی پاک اور بزرگ تھی وہ ذات جسکی حیات طیبہ کا کوئی فعل گمنامی کیلیے نہیں چھوڑا گیا ! پس اے پیروان دین حنیفی ' و اے وابستگان اسوۂ محمدي ' آؤ کہ نــزول ھدایت و سعادت کے اس انقلاب عظیم کي یادگار منائیں ' اور جس طرح صاحب قران اس ذات حی و قیوم میں فنا ھوگیا تھا ' ھم بھي اسکے اسوۂ حسنہ کے اتباع میں اپنے تئیں فنا کردیں - کیونکہ محض جسم کی بھوک اور پیاس سے وہ حقیقت ھم پر طاري نہیں ھوسکتي جب تک کہ روح اور دل پر بھي جسم کي طرح روزہ نہ طاري ھوجاے : فسبحان ذی الملك والملكوت ' سبحان ذی العزة والعظمة والهيبة والقدرة والكبرياء والجبروت ' سبحان الملك الحي الذي لاينام ولا يموت ' ابد ابدا ' سبوح قدوس ربنا و رب الملائكة والروح !!

بهي ايسي زبان كو اپنا مهبط نهيں بناسكتے جس نے سب سے پہلے خود اپنے نفس كو امر بالمعروف و نهي عن المنكر كا مخاطب نه بنايا - ممكن هے كه ايسے محتسب كا وعظ چند لمحوں كيليے دوچار دلوں كو گرم كردے ليكن دلوں كے اندر سچي قبوليت اور اعمال كے اندر حقيقي تبديلي پيدا كرنے ميں وه كبهي كاميـاب نهيں هوگا - اس بارے ميں اصلي اساس صرف انبياء كرام كا اسوۂ حسنه هے - انكا حال يه تها كه جو صدا زبان سے نكلتي تهي ' اعمال و افعال اسكا يكسر پيكر و نمونه هوتے تهے !

(ايک ضروري نكته)

البته ايک سخت اور عالمگير غلط فهمي كا ازاله بهي ضروري هے جسنے بدبختي سے آج تمام مسلمانوں كے دلوں ميں گهر كرليا هے اور جسكي وجه سے امر بالمعروف اور احتساب عمومي و انفرادي مفقود هے -

بلا شبه محتسب كيليے ضروري هے كه وه سب سے پہلے خود عمل صالح اختيار كرے اور اپنے نفس كے احتساب سے غافل نهو ليكن اسكے يه معني نهيں هيں كه جب تک كوئي شخص تمام بديوں سے منزه اور تمام لغزشوں سے پاک نهوجاے ' اس وقت تک امر بالمعروف كيليے زبان نه كهولے ؟ اسلام نے احتساب هر مسلمان پر فرض كرديا هے اور يه ظاهر هے كه هر مسلمان ابوذر و سليمان نهيں هوسكتا اور نه جنيد و شبلي بن سكتا هے - ٹهوكريں سب كو پيش آتي هيں اور نفس كا فريب اور اراده كے زلات بڑے هي سخت هيں - پس اگر احتساب كے ليے محتسب كا بهمه وجوه كامل و اصلح هونا شرط سمجها جاے تو يه فرض كيونكر عام هوگا اور هر مسلمان كيونكر محتسب بنےگا ؟

بد قسمتي سے ايسا هي سمجهه ليا گيا هے اور اسي كا نتيجه هے كه لوگ امر بالمعروف كيليے بڑے بڑے زهاد و عباد كے درجوں كے متلاشي رهتے هيں اور كهتے هيں كه بهلا هم گناهگاروں كي كيا هستي هے كه لوگوں كو نيكي كي دعوت ديں ! يهي سبب هے كه دعوة معروف كي صدائيں مفقود هوگئي هيں ' منكرات كے صلاء عام كيليے كوئي مانع نهيں ' اور ايک شخص باوجود مسلمان هونے كے اسے جائز ركهتا هے كه اپنے سامنے بديوں كو ديكهے مگر منافقوں كي طرح اور گونگے شيطان كي مانند چپ هو رهے !

حقيقت يه هے كه انسان مكلف كو دو چيزوں كا حكم ديا گيا: خود گناهوں كا چهوڑ دينا ' اور دوسروں كو گناهوں كے چهوڑنے كي ترغيب دينا - يه ضروري نهيں كه اگر انسان ايک فرض كو ابهي پوري طرح ادا نهيں كرسكا هے ' تو دوسرا فرض بهي ادا نه كرے -

(شـــرائـط احتساب)

اگر تمهيں جنـگ كرنا هے تو جنـگ سے پہلے مسلح هوجانا چاهيے - جهل و ضلالت ' فتن و فساد ' طغيان نفس ' افساد ضمائر ' اعمال فاسده ' اخلاق غير مرضيه ' بدعات و محدثات ' غرضكه تمام منكرات كي تاريكي نے دنيا كے چهرے پر تاريک پردے ڈالديے هيں - جنود ابليس اسي ظلمت زار ميں شبخوں مار رها هے - تمهيں اوس سے جهاد و قتال كرنا هے - اسليے تم كو هتيار سنبهال لينا چاهيے -

اگرچه يه بالكل سچ هے كه :

آهن بآهن توان كرد نرم !

اسليے جو مخلوق آگ سے پيدا كي گئي هے اوس پر شهاب ثاقب هي كے گولے برسانے چاهئيں ' ليكن اپني فطرت كو هر موقع پر محفوظ ركهنا بهي اخلاقي فتح مندي هے ' اور وقتي فتحيابيوں پر طرق احسنه كو مقدم ركهنا چاهيے - تم كو خدا نے طين لازب سے پيدا كيا هے - اسليے تمكو اوسكے قواء و خواص كا بهترين مظهر بننا چاهيے -

احتساب كيليے علم سب سے مقدم شرط هے - اگر ايک جاهل طبيب مريض كيليے علاج تشخيص كرتا هے اور بعض اشياء سے پرهيز كرنے كي هدايت كرتا هے ليكن وه اشياء كے خواص و تاثير كا عالم نهيں تو يقين كرو كه وه مريض كو هلاک كر رها هے - اوسكو كيا خبر كه مريض كو جس چيز سے روكتا هے ' وه شهد هے ' اور جس شے كو استعمال كراتا هے وه زهر هے ؟ يهي وجه هے كه آنحضرت صلي الله عليه وسلم نے ازدياد علم كي دعا فرمائي :

رب زدني علمـــا !	خدايا ميرے علم ميں زيادتي كر !

ايک بار حضرت ابن عباس كو گود ميں اوٹها كر دعا دي تهي :

اللهم تفقه في الدين !	خدايا اوسكو دين ميں قوة فكر و نظر دے !

علم كے بعد وعظ و تلقين ' ارشاد و هدايت ' دعوة و عمل كي باري آتي هے - مخاطبين كي حالت مختلف هوتي هے - كوئي سخت كوئي نرم ' كوئي معاند كوئي جنگجو ' كوئي ضدي ' كوئي هٹ دهرم ' كوئي عالم ' كوئي جاهل - غرض تمكو دنيا كے تمام قواے متضاده سے مقابله كرنا هے - پهر كيا تم هر شخص سے لڑتے پهروگے ؟ نهيں تمكو نرمي اختيار كرني چاهيے !

ادفع بالتي هي احسن (۲۳ : ۹۷)	بهتـرين طريقے سے مدافعت كرو
لو كنت فظاً غليظ القلب لا انفضوا من حولــك (۳ : ۱۵۹)	اگر تم اكهڑ اور سخت هوتے تو لوگ تمهارے پاس سے بهاگ جاتے
ما كان الرفق في شي الا زانه ولا كان العنف في شي الاشانه ( )	نرمي هي هر چيز كو زينت ديتي هے اور سختي اسكو بد نما كرديتي هے '
ان الله رفيق يحب الـرفق في الامر كلــه و يعطي مــا لايعطي علــي الـعـنــف	خدا نرم هے اور هر چيز ميں نرمي پسند كرتا هے - اور نرمي پر وه كچهه ديتـا هے جو سختي پر نهيں ديتا -

سمندر ميں طوفان آتا هے ' موجيں بلند هوتي هيں ' پهاڑوں سے تكراتي هيں اور وه چور چور هوجاتا هے ' ليكن تمكو اس مثال پر مغرور هوكر سختي كا استعمال نهيں كرنا چاهيے - تمكو پهاڑ سے ٹكر لڑانا نهيں هے ' بلكه شيشۂ دل ميں عكس كي طرح نيكي كو مرتسم كرنا هے ' اسليے تمكو بجلي كي رو كي طرح چلنا چاهيے كه كسيكو خبر نه هو مگر دنيا كے تمام پرزے حركت ميں آجائيں ' يهاں تک كه دل كا شيشۂ لطيف اوس رو كو جذب كرلے !

دنيا ميں برائي مخفي طريقوں سے پهيلي هے ' تم نے گوساله سامري كو نهيں ديكها كه كسطرح بني اسرائيل كے دل ميں چپكے چپكے گهر كرليا تها ؟

اشربت في قلوبهم العجل (۲ : ۹۳)	اونكے دلوں ميں گوساله پلا ديا گيا

پهر نيكي تو بدي سے زياده سريع النفوذ هے :

انما المومنون الذين اذا ذكر الله وجلت قلـوبهم اذا تليت عليهـم آياتــه زادتهم ايمانا (۸ : ۲)	اور سچے مومن وه هيں كه جب الله كا ذكر كيا جاتا هے تو انكے دل لرز اٹهتے هيں - جب خدا كي آيتيں اون پر پڑهي جاتي هيں تو اونكے ايمان كو اور بڑها ديتي هيں -

جو دل خود زخمي هورهے هيں ' اونپر زخم كيوں لگاتے هو ؟ روئي كا پهاها بن جاؤ كه زخم رسيدوں كو اسي كي ضرورت هے -

ليكن دنيا بلكه خود قانون فطرت اخلاق حسنه كا قدردان نهيں هے دنيا ايک بحر ظلمت خيز هے جو خاموشي كے سنهه نهيں بهتا اگر موتي كي طرح عزلت گزيني مقصود هوتي تو هم تمهيں ايک

؛ اموال' اور اهل و عیال چهوڑکر حق کیلیے جهاد کرتي هے' جسکے بچے یتیم هوجاتے هیں' جسکي عورتیں بیوه هوجاتي هیں' جسکا اثاث البیت برباد هوجاتا هے' ضرور هے که خدا تعالی دل تعا و توازن کو قائم رکهے' اور اسکا معارضه غنیمت اور ملک یمین کي صورت میں انهیں دیدے - تم اسکو غلامي کهتے هو' هم اسکو ایک قسم کي جبري تعلیم کا ذریعه سمجهتے هیں - انسان اگر خود اپني خوشي سے نیک نهیں بنتا تو هم اسے جبراً نیک بنائینگے - تم غلاموں سے چاؤشي و دربانی کا کام لیتے تهے' هم نے انسے خداے واحد کیلیے اذان دلوائي !

لیکن اسلام مادیات پر قانع نهیں هوسکتا - اوسکو غذاے روحاني کا معارضه ملنا چاهیے - تم کهوگے که اس سے جنت مراد هے ؟ بے شبهه هے مگر تمکو اس فضل الهي کے دیکهنے کا موقع کیونکر مل سکیگا ؟ اسلیے انعام روحانیت کے ساتهه انعام محسوس بهي هونا چاهیے اور وه دنیا میں حق کي کامیابی کا ظهور هے - جس قوم کا هر فرد صداقت مجسم هے' جو دنیا میں صرف نیکي پهیلانے کیلیے آیا هے' اوسکي مجموعي قوت کبهي بوڑک نهیں سکتي - جس قوم کا هر فرد آمر بالمعروف اور ناهي عن المنکر هے' جب وه قوم باهم مل جلکر ایک چیز سے روکتي هے اور ایک چیز کي طرف لیجاتي هے' تو اسمیں ایک ایسی الهی طاقت پیدا هوجاتي هے جسے کوئي قوت مسخر نهیں کرسکتی - : ید الله علی الجماعة (الحدیث) اجماع امت اسي کا نام هے یه شرف کسي امت کو حاصل نه هوا' کیونکه کسي امت نے فرض احتساب کو کامل طور پر ادا نهیں کیا -

(ترتیب احتساب)

لیکن کسي محتسب کو صرف اتنے هي پر قناعت نه کرلیني چاهیے که هر برائي پر کسیکا هاتهه پکڑلے' یا زبان سے اوسکا انکار کردے' یا دل سے برا سمجهه لے - بلکه احتساب ایک خاص ترتیب کا پابند هے - اوسي ترتیب سے اس مقدس فرض کو ادا کرنا چاهیے - سب سے مقدم اپنے نفس کي اصلاح هے که :

ان النفس لامارة بالسوء (۱۳ : ۵۳)
نفس برائي کا بهت بڑا حکم دینے والا هے !

اسلیے جب خود اپنے دامن میں گرد لگي هوئي هے تو سب سے پہلے اسي کو جهاڑ لینا چاهیے' ورنه اس سے دوسروں کا گرد آلود چهره کیونکر پاک هوسکے گا ؟ الله تعالے نے دوسرے موقع پر اس سے زیاده وضاحت کے ساتهه فرمایا :

قد افلح من زکاها و قد خاب من دساهـا (۹۲ : ۹)
وه کامیاب هوا جس نے اپنے نفس کا تزکیه کیا اور وه نا مراد هوا جس نے اپني قوت خیر کو برباد کردیا !

نیز عام طور پر فرمایا :

یا ایهـا الـذین آمنوا قوا انفسکم و اهلیکم نارا (۲۲ : ۶)
مسلمانو! اپنے آپکو اور اپنے اهل و عیال کو عذاب آتش سے بچاؤ !

آنحضرت صلی الله علیه و سلم کو جب تبلیغ رسالت کا حکم دیا گیا تو الله تعالے نے اوسکي ترتیب یه قرار دي :

یا ایها المدثر ! قم فانذر و ربك فکبر' و ثیابك فطهر و الرجز فاهجر (۷۴ : ۳)
اے چادر اوڑهه کر سونے والے ! اوٹهه پهر لوگوں کو ڈرا' اپنے خدا کي تکبیر کهه' اپنے کپڑوں کو پاک کر' اور بتوں سے دوري اختیار کر!

اصلاح نفس کے بعد آل' اولاد' اعزه' اور اقارب کا درجه هے :

وانـذر عشیـرتـك الاقربین (۲۶ : ۲۱۴)
اپنے اقرباء و قبیله کے لوگوں کو گمراهي و ضلالت کے نتائج سے ڈراؤ!

ان مراتب کے بعد اپني قوم هے :

و هـذا کتـاب انزلنـاه مبارك مصدق الذي بین یـدیه و لتنـذر ام القـری و مـن حـولها - (۶ : ۹۲)
اور یه قران کتاب الهي هے جسے هم نے نازل کیا' وه برکت دینے والي هے اور اُن کتابوں کي تصدیق کرتي هے جو اس سے پہلے کي موجود هیں - اور اسے پیغمبر هم نے قران اسلیے اتارا تاکه تم مکه کے اور اسکے اطراف کے لوگوں کو اعمال بد کے نتیجوں سے ڈراؤ اور دین حق کي دعوة دو !

قوم کے بعد تمام دنیا :

وما ارسلناك الا کافـة للنـاس (۳۴ : ۲۸)
اور هم نے تم کو نهیں بهیجا مگر تمام عالم انسانیة کي نجات کیلیے -

وما ارسلناك الا رحمـة للعالمین (۲۲ : ۱۰۷)
اور هم نے اسے پیغمبر تم کو تمام جهان کیلیے رحمت بنا کر بهیجا -

چنانچه حضرة داعي اسلام علیه الصلوة و السلام نے اسي ترتیب سے احتساب حق شروع کیا اسي اسوهٔ حسنه کے اندر سلسلهٔ احتساب کي قدرتي ترتیب مضمر هے -

(محتسب کی شخصیت)

احتساب کا اصلي طریقه جو مستفد به کتاب و سنت هے وه یهي هے' لیکن ایک ایسا شخص بهي فرض کیا جاسکتا هے جو خود معاصي میں منهمک هے' عزیز و اقارب کي اصلاح سے بے خبر هے' لیکن وه پبلک اسٹیج پر آتا هے' اور تمام دنیا کو دعوت احتساب دیتا هے - وه پرکار کي طرح پہلے ایک نقطه پر قدم نهیں رکهه لیتا' بلکه هوا میں معلق هوکر پورے دائرے کے گرد گردش کرتا رهتا هے - پهر کیا اوسکا یه دعوی صحیح هے ؟ کیا اوسکي دعوت قبول کرلیني چاهیے؟

علما میں باهم اختلاف هے - ایک گروه نفي میں جواب دیتا هے اور قرآن مجید اوسکي تائید کرتا هے :

اتا مرون النـاس بالبر و تنسـون انفسکم
کیا تم لوگ دنیا کو نیکي کا حکم دیتے هو اور اپنے آپ کو بهول جاتے هو؟

دلائل عقلي بهي اوسکا ساتهه دیتے هیں ؛

(۱) احتساب کا مقصد یه هے که غیروں کو مصالح کي طرف هدایت کي جاے اور مفاسد سے بچایا جاے - یه ایک احسان عظیم هے جسکو محتسب دنیا پر کرنا چاهتا هے' لیکن اپنے اوپر احسان کرنا غیروں سے مقدم هے -

(۲) اگر ایک شخص کسیکو ایک چیز سے منع کرتا هے مگر خود اوسکا مرتکب هوتا هے' تو اسکا اثر اولٹا پڑےگا - وه سمجهیگا که باوجود اس علم کے جب وه خود اس کام کو کررها هے' تو اوسکے ترک' شوک اور منع کرنے کي کوئي اصل نهیں معلوم هوتي - یقیناً وه کام بیان کرده مضرتیں نهیں رکهتا' یا رکهتا هے تو انکا ترک اسقدر ضروري نهیں که فوراً چهوڑ دیا جاے - اگر ایسا هوتا تو معلم و ناصح سب سے پہلے چهوڑ دیتا - غرضکه بچنے کي جگه وه اور بهي اس عمل کے کرنے کا حریص هوجائیگا : الانسان حریص علی ما منع -

(۳) جو شخص وعظ کهتا هے اوسکا مقصد یه هوتا هے که اثر پڑے' لیکن جب وه خود گناهوں میں ڈوبا هے' تو اثر کي جگه اوسکے وعظ سے اور نفرت پیدا هوگي -

(۴) اگر ایک فاسق فرض احتساب ادا کرسکتا هے' تو هم فرض کرتے هیں که وه ایک عورت سے زنا کرتا هے' لیکن اوسي سے یه بهي کهتا هے که نا محرم کو منهه دکهانا حرام هے - اس سے بڑهکر اور کیا حماقت هو سکتي هے ؟

(۵) سب سے زیاده یه که فرض احتساب و دعوة الی الحق ایک الهي مقصد اور ایک رباني عمل هے اور اسکے انوار و برکات

اس سلسلے میں ایک امر اور بھي قابل ذکر ہے - اگرچه هیجان کے دماغ تک پہنچا دینے کے بعد عصب کا کام ختم هوجاتا ہے ' مگر یه هیجان خود ختم نہیں هوجاتا بلکه عضلات کي طرف بھي منتقل هوسکتا ہے اور اس صورت میں متقلص (سکڑنے والے) عضلات میں ایک قسم کا جھٹکا پیدا هوجاتا ہے -

(ایک عجیب تجربه)

یه صرف قیاس اور نظریه هي نہیں ہے بلکه علماء وظائف الاعضاء نے اس کا مشاهده کرا دیا ہے -

یه لوگ مینڈک کي سرین سے ایک عضله اسطرح کاٹ لیتے هیں که جو اعصاب اسکے ساتھه کٹتے هیں ' وہ عضله کے ساتھه ملے رهتے هیں - پھر ان میں سے کسي ایک عصب کے ایک سرے پر برقي رو یا کسي دوسرے میکانیکي طریقه سے (یعني آلات کے ذریعه سے) تحریک پیدا کرتے هیں - اس تحریک کا هیجان فوراً ایک سرے سے دوڑ کے دوسرے سرے تک چلا جاتا ہے اور وهاں سے عضله میں منتقل هوتا ہے - عضله میں تحریک هوتے هي ایک جھٹکا سا لگتا ہے جو دیکھنے والے کو صاف نظر آجاتا ہے !

شاید کسي کو یه خیال هو که جب یه عضله اور عصب جسم سے قطع کرکے علحده کرلیے گئے تو وہ زنده نه رہے هونگے ' اسلیے جو تجارب مقطوع عضلات و اعصاب پر کیے جاتے هیں اُن پر ایک زندہ جسم کي حالت کو قیاس کرنا صحیح نه هوگا -

مگر ایسا خیال کرنا اصول علمي سے بے خبري کا نتیجه هوگا - بعض دوائیں ایسي هیں که اگر انکو کسي سیال شے میں حل کردیا جائے اور اس محلول (Solution) میں کٹے هوے اعضاء کو رکھا جائے تو وہ کئی کئي گھنٹے تک زنده رهسکتے هیں - اور ڈاکٹر کارل کا تو یه بیان ہے که انکے پاس بعض بعض خلایا اس طرح کے صناعي محلول میں کئي کئي دن تک زنده رہے هیں -

(روح نباتاتي کا ابتدائي منظر)

غالباً اب یه ذهن نشیں هوگیا هوگا که اعصاب کا وظیفه اصلي کیا ہے ؟

اس تفصیل سے همارا منشا اس نکته کو واضح کرنا تھا که نباتات میں اعصاب کے وجود کا جب دعوا کیا جاے تو اسکا یه مطلب نہیں قرار دینا چاهیے که درختوں میں بھي کوئي ایسي شے موجود ہے جو اپني ساخت اور مابهٔ خمیر میں بعینه حیواني عصب کے مانند ہے ' بلکه یوں سمجھنا چاهیے که درختوں میں بھي بعض ایسے ریشے موجود هیں جو بعینه وهي کام کرتے هیں جو جسم حیواني میں اعصاب کا کام ہے -

Mimosa (ممosa) ایک ذکي الحس اور سریع التاثیر درخت ہے جسے ٹھیٹ اردو میں چھوئي موئي کہنا چاهیے - اسکي ذکاوت حس کي یه حالت ہے که هاتھه لگتے هي کسي شرمگیں و حیا سرشت دوشیزہ لڑکي کي طرح اسکي پتیاں کمھلا کے جھک جاتي هیں -

ممosa میں مس کرنے سے جو هیجان پیدا هوتا ہے وہ بھي قریباً اسی طرح مس کرده مقام سے مرکز تک منتقل هوتا ہے جسطرح که حیوانات کے مس کردهٔ عضو سے دماغ تک پہنچتا ہے -

مثلاً آپنے ایک پتي کو چھوا - بمجرد لمس ایک قسم کا هیجان پیدا هوگا جو کہربا کي سرعت کے ساتھه اس عضو تک پہنچ جائیگا جسکو عضو حرکت پذیر (Motile organ) کہتے هیں - ممosa میں یه عضو پتیوں کے جوڑ کے پاس هوتا ہے - اسي کے پاس پل وي نس (Pulvinus) نامي ایک عضو نباتاتي هوتا ہے جسکي خاصیت یه ہے که هیجان کي حالت میں عضلات کي طرح اسمیں بھي تقلص و انقباض (کھنچنا اور سکڑنا) هوتا ہے - جب هیجان اس عضو حرکت پذیر تک پہنچتا ہے ' تو اس سے منتقل هوکے پل وي نس میں آتا ہے اور سمٹنے لگتا ہے - اسکے سمٹتے هي مینڈک کے عضلهٔ مقطوع کي طرح اسمیں بھي ایک جھٹکا لگتا ہے - یهي جھٹکا ہے جو دفعتاً پتیوں کے کمھلا کے گرجانے کي شکل میں هم کو نظر آتا ہے -

هم اوپر بیان کر آئے هیں که حیوانات میں نقل هیجان کا اصلي ذریعه وہ ریشے یا خیوط هیں جن سے اعصاب مرتب هوتے هیں - نباتات میں بھي ایک قسم کے ریشے هوتے هیں جنکو انگریزی میں (Tissue) اور عربي میں نسیج کہتے هیں - یهي ریشے هیں جو هیجان کو منتقل کرتے هیں - ممosa میں یه ریشے تنے یا شاخ میں هوتے هیں اور اسطرح چسپاں هوتے هیں که بمشکل علحده هوسکتے هیں - البته فرن (Fern) میں نہایت آسانی سے علحده هوجاتے هیں -

(۱) مینڈک کا کٹا هوا حصهٔ جسم جسکے تجربه کا ذکر مضمون میں آیا ہے - اور ممosa کے درخت کے عضلات -

اوپر مینڈک کا زیریں حصهٔ مقطوع ہے - اسمیں جو خطوط نظر آتے هیں یهي عضلات هیں جو هیجان اور تنبه کو دماغ تک پہنچاتے هیں - انکي شناخت کیلیے انگریزي کا حرف N بنا دیا گیا ہے -

اسکے نیچے ممosa کي شاخ ہے - شاخ کے اندر خطوط دکھلائے هیں - یهي خطوط بمنزلهٔ عضلات کے هیں جو هر اثر و هیجان کو پل وي نس تک پہنچا دیتے هیں (دیکھو N) - اس تصویر میں یه دونوں چیزیں سکون کي حالت میں دکھلائي هیں -

(۲) لیکن نیچے کي تصویر هیجان اور تنبه کي حالت کو پیش نظر کرتي ہے - مینڈک کا وهي مقطوع حصه هیجان اور اهتزاز کي حالت میں ہے - اسي طرح ممosa کي پتیاں بھي سکڑ کے جھک گئي هیں - دونوں کے اندر خطوط انکے نسج و عضلات هیں -

مذاکرۂ علمیہ

تنگ حجرہ بنائے ' لیکن تم تو حباب کی طرح سطح دریا پر تیرنا چاہتے ہو ' اسلیے موج کے تھپیڑے ناگزیر ہیں - تم برق کی رو کی طرح تمام کارخانۂ دنیا میں حرکت پیدا کرنا چاہتے ہو ' اسلیے تصادم ' مقاومت ' کڑک ' چمک سے دو چار ہونا ہی پڑیگا - تم نرمی کے ساتھہ بولوگے - جواب سخت دیا جائیگا - تم جھکوگے - تمہارے سامنے سر اوٹھایا جائیگا - ایسی حالت میں کیا تم کو بھی تن جانا چاہیے ؟ اسکا جواب حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو دیدیا ہے :

و امر بالمعروف و انہ عن المنکر و اصبر علی ما اصابک ان ذلک من عزم الامور -	نیکی کا حکم دے - بدی سے روک ' اور جو دکھہ تجھکو پہونچیں اونپر صبر کر - یہ تو بڑے کٹھن کام ہیں -

چنانچہ خود حضرۃ داعی اسلام علیہ السلام کو بھی فرائض رسالت کی تعلیم کے بعد حکم دیا گیا :

و لربک فاصبر (۷۴ : ۷)	اپنے خدا کیلیے صبر کر -

دوسری جگہ فرمایا :

فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل (۴۶ : ۳۵)	صبر کر ' جس طرح کہ تجھہ سے پہلے تمام اولوالعزم رسول کرتے آئے ہیں !

پس احتساب کیلیے علم ' رفق ' صبر ' حلم ' وقار کی اشد ضرورت ہے

(احتساب ہر حال میں چاہیے)

لیکن اگر تم علم نہیں رکھتے ' اگر تم نرمی اختیار نہیں کرسکتے ' اگر تم میں حلم و صبر نہیں ہے تو کیا فرض احتساب یتیم ہوکر دنیا میں اسی مپرس ہوجایگا ؟ یہ سچ ہے کہ علم ایک جوہر ہے ' رفق ایک زیور ہے ' صبر ایک کوہ الماس ہے ' لیکن حسن کبھی کبھی بغیر زیور کے بھی دنیا کے سامنے نمایاں ہوتا ہے - اسلیے تمکو خدع نفس میں مبتلا نہ ہونا چاہیے - بلاشبہ یہ اوصاف پیدا کرو ' لیکن ان کے بغیر بھی خدا کا کام جاری رکھا جاسکتا ہے -

برائی ہر حال میں برائی ہے ' نیکی ہر حال میں نیکی ہے - اسلیے ایک کا مٹانا اور ایک کو قائم رکھنا ہر حال میں فرض ہے - کارخانۂ احتساب کبھی معطل نہیں رہ سکتا -

غور کرو ' تین صورتیں تمہارے سامنے ہیں :

(۱) عدم احتساب کا ضرر کبھی ان اوصاف کے فقدان کے ضرر سے زیادہ ہوگا ' جو شرائط ضروریہ احتساب ہیں -

(۲) کبھی برابر -

(۳) کبھی کم -

پہلی دونوں صورتیں زیادہ عام و متداول ہیں ' اسلیے با وجود ان اوصاف کے ہونے کے احتساب کا کام جاری رکھنا چاہیے - البتہ تیسری صورت میں زبان حق گو اور دست عمل خواہ کو روک لینا چاہیے - پھر بھی دل کی حرکت لازمی ہے ' اور ایمان کا یا بالفاظ دیگر حیات روحی کا آخری درجہ یہی ہے -

اب تمکو معلوم ہوگیا ہوگا کہ کفر خاموش ہے مگر ایمان علغلہ انداز - باطل ساکت ہے ' مگر حق شور انگیز - ضلالت جمود میں ہے مگر ہدایت حرکت کا نام ہے - حرکت ہی میں برکت ہے اسلیے ایک مسلمان کبھی خاموش اور ساکن نہیں رہ سکتا :

قال النبی صلعم اصدق الاسماء حارث و ہمام	آپ نے فرمایا : سچا نام حارث (کمی کرنے والا) اور ہمام (قصد کرنے والا ہے)

علم النباتات کا ایک جدید صفحہ

روح نباتات اور احساس

(مسٹر بوس کا اکتشاف جدید)

ہم نے گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں پروفیسر جے - سی - بوس کی تقریب کرتے ہوے وعدہ کیا تھا کہ ہم انکی اکتشافات و تحقیقات کو اردو زبان کے حلقۂ علمی تک پہنچانے کی کوشش کرینگے - آج اس سلسلۂ مضمون کی طرف متوجہ ہوتے ہیں :

تم بارہا باغ گئے ہوگے ' گھانس کے مخملین فرش پر آزادانہ بیٹھے ہوگے ' چمن کی سرخ روشوں پر گلگشت تفرج کی ہوگی ' پھولوں سے دامن بھر بھر کے لطف گلباری اٹھایا ہوگا ' لیکن اس چمن طرازی و گلستاں فرمائی میں یہ خیال شاید کبھی نہ آیا ہوگا کہ ہم جس وجود پر اپنی عشرت جوئیوں کی لا ابالانہ مشقیں کررہے ہیں ' خود اسپر کیا گزرہی ہے ؟

مگر آج علم کچھہ اور کہتا ہے !

کیا نباتات میں بھی احساس ہے اور کیا اسکے پاس بھی وسائل حس یعنی اعصاب ہیں ؟

(وظائف عصبیہ)

اسکے جواب سے پہلے ہم یہ بتادینا چاہتے ہیں کہ اعصاب کا وظیفۂ اصلی کیا ہے ؟

عصب کا اصلی کام یہ ہے کہ ہر ہیجان excitement جو اسکے کسی حصے میں پیدا ہو ' اسے وہ جسم کے دوسرے حصے تک پہنچاے -

اعصاب نہایت چھوٹے چھوٹے ریشوں سے مرکب ہیں جنکو انگریزی میں Fiber اور عربی میں خیط کہتے ہیں - خیوط اسکی جمع ہے - جب جسم کے کسی حصے میں ہیجان پیدا ہوتا ہے تو اسکے معنے یہ ہیں کہ اس مقام کے خیوط میں ایک حرکت پیدا ہوگئی ہے - یہی حرکت برقی رو کی طرح آگے دوڑتی ہے ' اور جسطرح کہ برقی تار کے ایک سرے کی حرکت بسرعت تمام دوسرے سرے تک آجاتی ہے ' اسیطرح ہر ریشہ اپنے بعد کے ریشے کو حرکت دیتا ہوا چلا جاتا ہے - یہاں تک کہ یہ حرکت مرکز اعصاب یعنی دماغ تک پہنچ جاتی ہے - ان تمام سلسلوں کا منبع اور مخزن تاثرات دماغ ہے - اقلیم جسم پر اسکی سلطنت انہیں اعصاب کی بدولت قائم ہے !

مثلاً تم نے گلاب کا ایک پھول دیکھا - اب سونچو کہ کیونکر دیکھا اور اسمیں کون سے فزیولوجیکل (وظائف الاعضاء) اعمال انجام پائے ؟

جب تم نے آنکھیں کھولیں تو شعاعیں شبکیہ (۱) پر پڑیں اور ان شعاعوں کی وجہ سے شبکیہ میں ایک ہیجان سا پیدا ہوا - اسکے بعد اعصاب کا فعل شروع ہوا - اعصاب بصارۃ نے اس حرکت کو لے لیا ' اور بطریق مذکورۂ بالا دماغ تک پہنچا دیا -

---

(۱) یہ آنکھہ کا ایک پردہ ہے جسمیں نہایت باریک باریک رگوں کا جال ہوتا ہے - یہی وہ پردہ ہے جو شے مرئی کا عکس قبول کرتا ہے - انگریزی میں اسے Retina کہتے ہیں -

مدارس اسلامیہ

باز گو از نجد و از یاران نجد !

ندوہ کا جدید دستور العمل

آندھیاں چل چکیں، گرد اڑچکی، فضا غبار آلود ہوکر صاف ہوگئی، دروغ بیانی، اتہامات، انتقامی جذبات کا زمانہ گذر چکا - اب وقت آگیا ہے کہ قوم اس اصلی راز تک پہنچ سکے کہ ندوہ کیا کررہا ہے، اور قبول اصلاح کی آمادگی جو اسنے ظاہر کی ہے، وہ کہاں تک واقعی ہے ؟ اصلاحی مطالبات میں سے کارکن اشخاص نے صرف دستور العمل کی ترمیم منظور کی ہے اور جدید دستور العمل طیار کرکے شائع کردیا ہے - اسلیے ہم مختلف پہلوؤں سے اسپر نظر ڈالتے ہیں - ندوہ کے مفاسد ہم بیان کرچکے ہیں پس اصلاح کا وہی قدم صحیح ہوگا جو اُن دونوں قسموں کے مفاسد کو دور کرے -

سب سے پہلا امر یہ ہے کہ دستور العمل کے شروع میں کوئی تمہید نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ ترمیم کی کیا ضرورت تھی اور نمایاں طور پر کن خاص امور کی شکایت تھی جن کو جدید دستور العمل میں رفع کردیا گیا ہے ؟ اس سے بڑھکر یہ کہ دستور العمل میں لکھا ہے کہ قدیم دستور العمل جہاں تک کہ اس دستور العمل کے خلاف نہ ہو، قایم رہیگا - مگر اس دستور العمل کے ساتھہ قدیم دستور العمل شائع نہیں کیا گیا ہے، اسلیے عام پبلک اور اخبارات وغیرہ کو معلوم نہیں ہوسکتا کہ موجودہ قواعد کے ساتھہ اور کیا کیا قواعد ہیں، اور وہ کہاں تک صحیح یا غلط ہیں ؟ -

اسی ابہام اور عدم انکشاف حالت کا اثر یہ ہے کہ دستور العمل کو شائع ہوئے ہفتوں گذرگئے، لیکن کوئی اخبار اسپر کچھہ نہ لکھہ سکا - اتنی فرصت کسکو ہے کہ تمام دستور العمل پڑھے، قدیم اور جدید کا موازنہ کرے، اور پھر انتقاد اور جرح و تعدیل کرے ؟

(۱)

لیکن پیشتر اسکے کہ ترمیم شدہ دستور العمل پر بحث کی جاے، اس سوال پر غور کرنا چاہیے کہ موجودہ کمیٹی ندوہ قاعدہ کی رو سے کوئی با ضابطہ کمیٹی ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں ہے تو وہ خود قائم رہکر ترمیم و تغیر کی مجاز ہے یا نہیں ؟

جدید دستور العمل میں قواعد کی دفعہ اول یہ ہے کہ " قواعد و ضوابط ھذا کا نفاذ اس تاریخ سے ہوگا جب کہ جب اراکین انتظامی موجودہ ندوۃ العلماء اسکو مجلس انتظامی سے منظور کریں "

لیکن اصلاحی گروہ کا سب سے پہلا مطالبہ یہ ہے کہ دستورالعمل قاعدہ کی رو سے موجودہ ارکان انتظامی، ارکان انتظامی ہی نہیں ہیں - اور ندوہ کی کوئی جائز منیجینگ کمیٹی موجود ہی نہیں ہے -

اس بنا پر سب سے پہلے یہی مسئلہ طے ہونا چاہیے - کیونکہ دستورالعمل کی دیگر دفعات تمامتر اسی ایک مسئلہ پر مبنی ہیں -

ندوہ کا سب سے پہلا دستور العمل تقریباً ۶ - ۷ برس تک نافذ رہا پھر منسوخ کرکے نیا دستور العمل مرتب کیا گیا جو اسوقت تک جاری ہے - ان دستور العملوں میں ندوہ کی انتظامی کمیٹی کی ترکیب یہ ہے کہ اسکے ممبر صرف دو برس کے لیے منتخب ہوتے ہیں - ان کی مدت کے انقضاء کے بعد جدید انتخاب ہوتا ہے - ممبروں کی تعداد دونو دستور العملوں کی رو سے ۳۵ یا ۳۶ تھی -

لیکن ندوہ کی جدید عمارت کا جب سنگ بنیاد رکھا گیا تو ایک جلسہ خاص کیا گیا، اور اس میں دفعۃً دستور العمل میں یہ ترمیم کردی گئی کہ ممبروں کی تعداد ۳۶ سے بڑھا کر ۵۱ کردی جاے، اور پھر اسی جلسہ میں فوراً ۱۵ ممبر انتخاب بھی کرلیے گئے - یہ کارروائی بغیر اسکے کی گئی کہ کوئی اجنڈا شائع کیا جاتا اور باہر کے ارکان سے راے طلب کی جاتی - چونکہ یہ کارروائی تمام تر خلاف ضابطہ تھی اسلیے یہ جدید ممبر بالکل خلاف ضابطہ ہیں اور حقیقت میں ان کا کوئی قانونی وجود نہیں ہے - لیکن اسوقت سے اب تک یہ زاید شدہ تعداد موجود ہے، اور کثرت آرا کے بنا پر جسقدر فیصلے ہوے ہیں، ان میں زیادہ تر، انہی کی تعداد نے کام دیا ہے - یہ بے ضابطگی کا پہلا اساس الامور ہے -

لیکن خیر اسکو بھی جانے دیجیے - اس سے آگے بڑھانے کے بعد بھی ندوہ کی کوئی جائز منیجنگ کمیٹی نہیں ملتی -

* * *

دستور العمل کی رو سے ارکان انتظامی کا انتخاب جلسہ خاص کا کام ہے (دیکھو دفعہ ۳۲) جلسہ خاص میں ارکان کا نصاب ۱۵ رکھا گیا ہے - ارکان انتظامیہ کا پچھلا انتخاب جو جولائی سنہ ۱۹۱۳ع میں ہوا، وہ بھی بالکل بے ضابطہ تھا، اور ندوہ کی کمیٹی بالکل شکست ہوچکی تھی -

تفصیل اسکی یہ ہے کہ جولائی سنہ ۱۹۱۳ع سے دو مہینے پہلے ۴۲ ارکان انتظامیہ کی مدت ممبری گذر چکی تھی اور وہ ممبری سے خارج ہوچکے تھے - پس اُن کو ووٹ دینے کا کوئی حق نہ تھا - صرف ۹ ممبر باقی رہ گئے تھے جو ووٹ دینے کے مجاز تھے - لیکن چونکہ دستور العمل دفعہ ۳۳ کی رو سے جلسہ خاص میں ۱۵ ارکان کی موجودگی ضرور ہے - اسلیے یہ جلسۂ خاص قانوناً بالکل بے ضابطہ اور بے اثر تھا -

اگر یہ کہا جاے کہ جلسہ خاص میں جو ارکان مشروط ہیں اس سے ارکان عام مراد ہیں تو انکے لیے بھی حسب دفعہ ۵ دستور العمل یہ ضرور ہے کہ جلسہ انتظامیہ نے اُن کا انتخاب کیا ہو، لیکن ارکان عام کا انتخاب کسی جلسہ انتظامیہ میں نہیں ہوا -

غرض جولائی سنہ ۱۹۱۳ع سے پہلے ندوہ کی کمیٹی کے صرف ۹ ممبر باقی رہ گئے تھے اور وہ جلسہ خاص کرنے کے مجاز نہ تھے (کیونکہ اسکے لیے ۱۵ کی تعداد درکار ہے) ایک سال کے اندر ان میں سے بھی کئی کی مدت ممبری ختم ہوگئی، اور اب قاعدہ کی رو سے یہ تعداد ۷ سے بھی کم ہے -

اسلیے ندوہ کا کوئی جلسہ منعقد نہیں ہوسکتا کیونکہ جلسہ خاص جو جدید ممبر انتخاب کرسکتا ہے، اسکے لیے ۱۵ ارکان کی تعداد ضروری ہے، اور مجلس انتظامی کیلیے بھی کم از کم ۷ - لازمی ہیں، لیکن اس وقت با قاعدہ ممبروں کی تعداد ۸ - بھی کم ہے -

پس دنیا کو تعجب اور حیرت سے سننا چاہیے کہ قانوناً ندوہ کا اس وقت وجود ہی نہیں ہے، محض ایک بے قاعدہ اجتماع ہے جو ندوہ کو چلا رہا ہے - اسلیے سب سے پہلا کام یہ ہونا چاہیے کہ ندوہ کا ممبروں کا انتخاب بالکل نئے سرے سے عمل میں آے اور از سر نو اسکا نظام درست ہو - جب تک یہ مرحلہ طے نہوگا، اس وقت تک ندوہ کی تمام کارروائیاں حتی کہ اصلاح دستور العمل بھی محض بے قاعدہ اور بے معنی ہونگی - اگر یہ بیان صحیح نہیں ہے تو ارکان ندوہ کو اس کی تصحیح کردینی چاہیے -

مكتــــوب استـــانــــة عليـــة

سالنامـــة جمعيـــة هـــلال احمـــر قسطنطنيه
اور
ارسيـــاليـــات مـــاليــــة هنـــــد

جنرل سكريٹري هلال احمر قسطنطنيه كا مراسله

بخدمت اديب اريب و فاضل لبيب مولانا ابو الكلام آزاد متعنا الله ببقاه -

پس از ستايش آں فاضل محترم عرض مي شود كه نامهٔ نامي مورخهٔ ١١ - جون رسيده - مطالعه شد - از مضمون مكتوب آگاهي حاصل گشت - چندى است كه در مطبوعات هندوستان پارهٔ مقالات و بياناتى ديده مي شود كه جمله متعلق مناقشات اعانهٔ - چندهٔ - هلال احمر ميباشد - مي تواں گفت كه تمام ايں قيل و قالها را وقع و صحتى دركار نيست - چه كه سالنامهٔ هلال احمر كه موجب ايں همه گفتگوها گشته ' عبارت از راپورت هائى است كه دو سال قبل طبع و انتشار يافته ' و هنوز اسمآء خيلى از اعانه دهندگاں در آں كتاب درج و اشاعهٔ نيافته است كه در سالنامهٔ آيندهٔ متعلقهٔ سالهاى ١٣٢٩ و ١٣٣٠ ديده و يافته خواهد شد -

ديگر آنكه مبالغى كه در سالنامه محرر و مندرج است ' عبارت از مبالغى ميباشد كه از راه راست بدوں توسط و مداخلهٔ كسى و منبعي ' يكسره باداره مركز عمومي جمعيت هلال احمر قسطنطنيه واصل و اخذ و قبض گرديده - دريں شكى نيست كه بسيارى مبالغ ديگر نيز كه براسطهٔ اشخاص و منابع متعدده فرستاده شده است هنوز داخل سالنامهٔ مذكوره نگرديده است - يكى ديگر آنست كه مبالغى بدوں اينكه نام هلال احمر از طرف اعانت دهنده و فرستندة ذكر شود ' بنام صدارت عظمى رسيده ' و ايشاں آں مبلغ را طورى كه صلاح ديده اند براى صرف مجروحين و غزاة راساً بوزارت جنگ تسليم و سپرد فرموده اند كه در دفترخانهٔ وزارت مذكوره مضبوط و مقيد ميباشد ' و بجاے لازم خود خرچ و مصروف رسيده است -

پس چناں مناسب است كه ' مطبوعات محليهٔ هند تا هنگام انتشار سالنامهٔ آينده دم از مناقشات و مطاعنات و بدگوئي و اتهام همديگر بربسته ' مترصد و منتظر استقبال باشند - آنگاه سليم از سقيم و غث از سمين معلوم و آشكار خواهد گشت -

در ختام ايں نامه از گفتن چند جمله ناگزير هستيم كه آں ايں است : برادران محترم ما مسلمانان هندوستان يقين كنند و مطمئن باشند كه تمام مبالغ مرسوله كه بنام اعانهٔ هلال احمر فرستاده اند - خود شاں كاملاً بايں جمعيت انسانيت پرور رسيده و يک فلس آں حيف را حذف نشده ' و تماماً صرف غازياں و مجروحاں در اثناء جنگ شده - و ازيں روے ملت نجيبهٔ عثمانيه و دولت عليه از همهٔ مدد كنندگاں كمال منت و شكرگذاري را داشته و هيچ وقت نيكي و خوبيهاے آں برادران نيكنام را فراموش نخواهند نمود -

بديں وسيلهٔ حسنه تقديم احترامات فائقه نموده موفقيت جنابعالي را در كافهٔ امور خواهانم - والسلام

كاتب عمومي هلال احمر عثماني در قسطنطنيه :
دكتور عدنان

(تـــرجمـــه)

گذارش هے كه آپكا خط مورخه ١١ - جون پهونچا اور مطالب مندرجه سے آگاهي هوئى -

كچهه عرصے سے هندوستان كے اخبارات ميں چند ايسے بيانات و مضامين ديكهے جاتے هيں جو تمام تر چندهٔ هلال احمر كے جهگڑوں كے متعلق هيں - ليكن اس تمام قيل و قال ميں كسي طرحكي واقعيت و صحت نهيں هے - اسليے كه هلال احمر قسطنطنيه كي رپورٹ جو ان مناقشات كا موجب هوئي هے ' اب سے دو سال قبل طبع هوئي ' اور بهت سے روپيه بهيجنے والوں كے نام اسميں درج نه هوسكے - وه ١٣٢٩ اور ١٣٣٠ كي رپورٹ ميں درج هونگے جو شائع هونے والي هے -

دوسري بات يه هے كه رپورٹ ميں جو رقميں درج كي گئي هيں ' وه صرف وهي رقوم هيں جو براه راست و بغير توسط ' اور بلا كسي درمياني شخص كے وسيله اور كسي دفتر كے دخل كے ' يكسر دفتر انجمن هـلال احمر قسطنطنيه ميں پهنچيں اور وصول كي گئيں - اسميں شک نهيں كه انكے علاوه اور بهي بهت سا روپيه ديگر اشخاص اور دفاتر كے واسطه سے بهيجا گيا هے كه هنوز رپورٹ ميں درج نهيں كيا گيا هے - ايسا بهي هوا هے كه بعض رقوم انجمن هلال احمر كي جگه وزير اعظم كے نام بهيجي گئيں اور انهوں نے جس طرح مناسب سمجها مجروحين جنگ كي اعانت كيليے براه راست وزارت جنگ كے سپرد كرديا اور حكم ديا كه دفتر وزارت ميں درج كيا جاے ' اور وه بهي اپنے مقصد خاص ميں يعنى مجروحين جنگ كي اعانت ميں خرچ و صرف كيا گيا -

پس مناسب هے كه هندوستان كے اخبارات اپنے جهگڑوں كو اور باهمدگر طعن و قدح كو اور اتهام و بدگوئي كے سلسلے كو دوسري رپورٹ كي اشاعت تک بند كرديں اور اسكي اشاعت كا انتظار كريں - اس وقت حقيقت ظاهر هوجائيگي اور كهرے كهوٹے ميں تميز كي جا سكيگي -

خط كے خاتمه ميں چند جملے زر اعانة كے خرچ و تصرف كي نسبت كهدينا ضروري سمجهتا هوں - همارے محترم بهائى يعنى مسلمانان هند يقين كريں اور مطمئن رهيں كه تمام روپيه جو انهوں نے هلال احمر فنڈ كيليے بهيجا هے ' وه سب كا سب انجمن كو وصول هوچكا هے اور ايک پيسه بهى اس ميں سے ضائع يا نذر خيانت نهيں هوا - اور تمام تر صرف غازيان مجروح كي تيمار و اعانت ميں خرچ كيا گيا - ملة عثمانيه اور نيز دولة عليه تمام مدد كرنے والوں اور زر اعانت بهيجنے والوں كي كمال درجه ممنون و شكرگذار هے اور كبهى بهي هندوستان كے نيک نام بهائيوں كي اس سچي نيكي اور حميت كو فراموش نهيں كرسكتي -

اس تقريب مراسلة كے موقعه پر احترامات فائقه كا تحفه پيش كرتے هوے ' جناب عالي كے تمام امور و مقاصد كي كاميابي كي دعا مانگتا هوں - والســـلام -

جنرل سكريٹري انجمن هلال احمر قسطنطنيه :
ڈاكٹر عدنان

" یه لوگ تھے جنھیں بھرتی کرکے یونان کے مقابله کے لیے جنوب کی طرف بھیجدیا تھا " !

" اسکا یه قدرتی نتیجه نکلا که تمام وقت ' روپیه' اور محنت ان پر صرف ہوگئی ' اور البانیا کے دوسرے حصوں میں پاے عمل لنگڑا نے لگا "

" مصیبت بالاے مصیبت ' ویلونا پر بعض ترکی افسروں کا حمله ' ترانا اور البیسن میں اندیشه ناک اجتماع افواج ' اسد پاشا کی مشکلات ' اور سب سے آخر مگر سب سے بڑھکر موجودہ بغاوت ! "

اس اعتذاری تمهید کے بعد انھوں نے تیج مشن کی مشکلات اور تا هنوز ناکامی کی داستان چھیڑی اور بتلایا که انکا سارا وقت مسائل کی درهمزلی ' اشخاص کے انتخاب ' انکی تربیت ' اور انھیں مرکزی وابستگی و اتحاد کے رنگ میں رنگ دینے میں صرف ہوتا رہا - ان کوششوں کے نتائج کا ذکر کرتے ہوے انھوں نے

کہا که جب تک ہمارے تمام افسر ' جو اسوقت اطراف و جوانب میں پراگندہ ہیں ' کسی ایک مرکز پر مجتمع نه ہو جائیں ' اسوقت تک ہمیں یه نہیں نظر آسکتا که کتنی ترقی ہوچکی ہے ؟

بین القومی قبضه کیا ہوگا ؟

جنرل موصوف نے کہا که یه ایک بہت بڑا مشکل مسئله ہے - یقیناً بعض ماہرین سیاست کا خیال ہے که یہی آخرین حل ہے ' مگر چونکه یه ایک خالص سیاسی سوال ہے اسلیے جواب دینا میرا کام نہیں -

جب اسد پاشا کے متعلق پوچھا گیا " تو پہلے تو انھوں نے نہایت احتیاط اور احساس مسئولیت کے ساتھه کہا که " صاف دلائل ملنا مشکل تھے " لیکن اسکے بعد کچھه کچھه احتیاط کی بندشیں ڈھیلی کردیں ' اور ایک قیاس مزاج غیر مامون پر بیٹھکے وہاں پہنچگئے جہاں آج تمام یورپ مصروف گلگشت ہے "

درورزہ میں اهل البانیا کا اجتماع اور " یا مسلمان حکمراں یا دوبارہ ترکونکی حکومت " کا نعرہ ! !

قطب جنوبی

غالباً یاد ہوگا که ہم نے الهلال (جلد چهارم) میں سر ارنسٹ شیکلٹن کی سرگردگی میں ایک نئی مہم کے جانے کی اطلاع دی تھی ' جو قطب جنوبی کے مسئله کو انتہا تک پہنچا دینے کی کوشش کریگی -

چنانچه سر شیکلٹن تجربه کے طور پانچ آدمیوں کے همراہ ناروے کی طرف گئے - اس مختصر اور آزمایشی سفر سے وہ حال ہی میں واپس آے ہیں - خود شیکلٹن اور انکے رفقاء کے چہروں پر سفر کے جو اثار نظر آتے ہیں ان سے انداز ہوتا ہے که اثناء سفر میں انھیں کیسے کیسے مصائب و شدائد کا مقابله کرنا پڑا ہے ؟

ایک اخبار کا نامه نگار ان سے ملنے گیا تھا - اس نے جب سفر کے حالات و نتایج کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا :

" میں اپنے تجربه کے نتائج سے خوش ہوں - قطب جنوبی کے متعلق یه پہلا کام ہے جو ان حالات میں کیا گیا ہے - ہمارے امتحان نے یه واضح کردیا ہے که ہماری تیاریوں کا رخ صحیح ہے - ہم اپنی کمزوریوں کو معلوم کرنے گئے تھے جو ہمیں معلوم ہوگئیں ' اور اب ہم انکا انسداد کردینگے - ہمارے ساز و سامان میں موٹرکار اور خیمے دو سب سے زیادہ کامیاب چیزیں ثابت ہوئی ہیں - یه دونوں چیزیں آیندہ تجارب میں اور زیادہ کامیاب ثابت ہونگی -

در اصل ہم نے تمام شعبوں میں کام کیا ' اور جہاں تک ممکن ہوا بحر انطراطیک کے سے سخت و خطرناک حالات میں کیا !

منجمله شدید واقعات کے ایک یه واقعه قابل ذکر ہے که ایک بہت ہی ڈھالو اتار پر سے گزرتے وقت موٹر سیلج (موٹر کی طاقت سے برف پر چلنے والی گاڑی) الٹ گئی - مگر غنیمت ہے که کسی شخص کو نقصان نہیں پہنچا - سطح کی حالت نے جہاں جہاں اجازت دی ہماری جماعت نے گاڑیاں خوب کھینچیں ' مگر عموماً یہاں کی سطح انطراطیک کی سطح سے زیادہ نرم ہے - جو سطحیں اسوقت تک تجربے میں آچکی ہیں ' ان میں سب سے بہتر متوسط درجه کی انطراطیکی سطح کو سمجھنا چاہیے -

غذا تھیلوں کے بدلے ٹین کے بکسوں میں رکھی گئی تھی جو ان تھیلوں سے زیادہ ہلکے اور ہاتھه میں رکھنے کے قابل تھے - لوگوں کو کھانا تین وقت یعنی صبح ' دوپہر اور شام کو ملتا تھا - پینے کے لیے صرف چاے یا دودھ تھا "

سر شیکلٹن کا یه سفر محض ایک آزمایشی سفر تھا - وہ چاہتے تھے که نئے سامانوں کا تجربه کر دیکھیں که ان سے کس قدر مدد ملتی ہے - اب تک اس سفر میں برفستانی کتوں کی گاڑیوں سے کام لیا جاتا تھا مگر اس آزمایش نے ثابت کر دیا ہے که موٹرکار سے اس مہم میں بہت مدد ملسکتی ہے -

سر شیکلٹن

مسئلۂ البانیا

جنرل دي ويبر کا بيان

يورپ کو دوسري قوموں کي ملي عصبيت کي مذمت و هجو کرتے اب خود اپنے تعصب و تنگ دلي سے بهي شرم آنے لگي هے - اگرچه تعصب اسکے رگ و پے ميں جاري و ساري هے ' مگر جب کبهي اسکے منظر عام پر آنے کا موقع پيش آتا هے تو وه هميشه اسکے چهره پر فريب و خدع کا نقاب ڈالکر آتا هے -

البانيا کا اسلامي حکومت سے محروم هونا يورپ کے مسيحي تعصب اور ديرينه سازش کا نتيجه هے ' تاهم يورپ نے اسکي وجه يه بيان کي که اولا تو اصولاً هر قوم کو اپنے اوپر خود حکومت کرني چاهيے - ثانيا چونکه ترک يهاں امن و نظام قائم نهيں کرسکتے - اسليے يه سرزمين هميشه کشت و خون اور جنگ و جدل کے عذاب ميں گرفتار رهتي هے - پس ترکوں کو نکالدينا چاهيے -

وجه اول کهاں تک صحيح هے ؟ اسکا اندازه شهزاده ويڈ کے جبريه تقرر ' پهر فرار ' اهل البانيا کے خروج اور يورپ کے نامرادانه تغافل و سکوت سے هوگيا هوگا - اور دوسرے سبب کا اندازه جنرل دي ويبر کے بيان سے هوسکتا هے جو البانيا کي ڈچ جندرمه کے افسر اعلی هيں -

وه آجکل اپنے وطن واپس آئے هوے هيں - يه حالات انهوں نے هواليند دي گزيٹ کے مراسله نگار سے بيان کيے هيں -

انهوں نے کها که " البانيا کي سرزمين سازشوں اور چالاکيوں کي سرزمين هے - وهاں هر قبيله اپنے همسايه قبيله کے اور هر معزز آدمي اپنے معزز همسايه کے خلاف سازش ميں شب و روز مشغول رهتا هے - جس سے پراگندہ حالي بد سے بدتر هوگئي هے ' وجه يه هے که خارجي نفوذ و اثر باهم برسرکشاکش هيں - سچ يه هے که جس شخص نے البانيا بچشم خود نهيں ديکها هے اسکے ليے يه اندازه کرنا که يه سازشيں کسقدر غير متناهي هيں اور ان سے حکمراں جماعت کے فرائض ميں کس درجه اشکال و دقت پيدا هوتي هے ؟ محال نهيں تو محال سے دوسرے درجه پر ضرور هے "

اسکے بعد جنرل موصوف نے بتلايا که جب وه البانيا پهنچے هيں تو وهاں کے مناسب حال جندرمه (جنگي پوليس) کي ترتيب کے ليے کس طرح انهوں نے اس وسيع ملک کا ايک طويل دوره کيا ؟ اور کيا کيا حالات پيش آئے ؟ اسکے بعد انهوں نے کها :

" ليکن همارے دوره سے واپس آتے هي بين القومي کميشن کے قبضے نے هميں مجبور کيا که هم فوراً ايک طاقت تيار کريں جو يونان سے ان مقامات کو خالي کرائے جن پر وه اسوقت قابض تها -

يه همارے مشکلات کا آغاز تها - اب ذرا سوچيے که يه لوگ کس قسم کے هيں ؟ کامل فوضويت (انارکي) کے علاوه کسي دوسري حالت سے نا آشنائے محض هيں - " وطنيت " " ارض پدري " ان الفاظ کا تصور بهي انکے ذهن ميں نهيں - ان ميں نه تو تربيت هے اور نه وابستگي ' نه وفاداري کا احساس هے اور نه انجام انديشي و فرق مراتب کا خيال - وه افسر کو بهي بالکل اسيطرح بے باکي سے گولي مار ديںگے جسطرح وه ايک باغي کو مار ديتے هيں -

(۱) پرنس ويڈ مع اپني بيوي اور شيرخوار بچے کے جسکو يورپ کي حرية و مساوات کے عفريت نے البانيا کي غالب اسلامي آبادي پر مسلط کرنا چاها -

(۲) ليکن البانيا کے فريب خورده اور بد بخت قبائل بالاخر هشيار هوے اور پکار اٹهے که " هميں اس نصراني حرية و عدالة کي جگه پهر ترکوں کا ظلم واپس دلادو ! " عام خروج اور بد امني پهيل گئي - بالاخر پرنس ويڈ کو جسے پادشاهوں کا تاج پهنايا گيا تها ' چوروں اور مجرموں کي طرح بهاگنا پڑا - ديکهو ! وه پوشيده ايک کشتي پر سوار هو رها هے جو اسے ايک جنگي جهاز ميں پهنچا ديگي -

(۳) اب يورپ حيران هے - اور مسئلۂ البانيا کيليے ايک غير رسمي کانفرنس منعقد کي گئي هے -

میں تعلیم معاش کا ذریعہ ہے جو عصبیت کی عزت سے بمراحل دور ہے' اور معلم ضعیف اور مسکین شخص سمجھا جاتا ہے جسکو کوئی خاندانی عزت حاصل نہیں ہوتی - اس بنا پر بہت سے ذلیل اهل پیشہ اسکے ذریعہ سے وہ مناصب حاصل کرنا چاهتے هیں' جسکے وہ اهل نہیں هیں - اونکو حرص و طمع کہاں سے کہاں پھینک دیتی ہے' اکثر سر رشتہ امید اونکے هاتھہ سے چھوٹ جاتا ہے وہ هلاکت کے گڑھے میں گر پڑتے هیں اور وہ غریب یہ نہیں جانتے کہ اونکے لیے یہ مناصب محالات سے هیں اور وہ صرف پیشہ ور لوگ هیں - لیکن تعلیم کا ابتداے اسلام میں یہ حال نہ تھا - وہ کوئی پیشہ نہ تھی' صرف شارع کی باتوں کا دوسروں تک پہونچانا' اور اون باتوں کی جن سے لوگ ناواقف هیں تبلیغ کرنا' تعلیم کا حقیقی مفہوم تھا - اس لیے خاندانی معزز لوگ جو دین کی حفاظت کے ذمہ دار تھے' وهی قران و حدیث کی تعلیم بھی دیتے تھے - بحیثیت تبلیغ نہ بحیثیت پیشہ' کیونکہ وهی اونکی منزل کتاب تھی' اوسی سے اونکو هدایت ملی تھی' اوسی کا نام اسلام تھا' اوسیکے لیے اونہوں نے جنگ کی تھی' اور اوسی نے اونکو دوسری قوموں سے ممتاز کر دیا تھا - اسلیے وہ اوسکی تبلیغ کے حریص تھے - اونکا غرور' اونکی حمیت اس راہ میں خلل انداز نہیں هوتی تھی - چنانچہ انحضرت نے وفود عرب کے ساتھہ کبار صحابہ کو خود حدود اسلام کی تعلیم کیلیے بھیجا تھا' اور عشرہ مبشرہ کوبھی یہ خدمت تفویض هوئی تھی - ان مثالوں سے اسکی تصدیق هوتی ہے - لیکن جب اسلام کو استحکام حاصل هو گیا' اور دوسری قومیں اوسکے حلقے میں داخل هوئیں اور کثرت وقائع سے استنباط احکام کی ضرورت هوئی' تو اسکے لیے ایک قانون کا محتاج هونا پڑا جو غلطی سے محفوظ رکھے - اب علم ایک ملکہ کا نام هوگیا' جسکے لیے تعلیم ضروری تھی' اسلیے وہ ایک پیشہ بن گئی جیسا کہ اوسکا ذکر تعلیم و تعلم کی فصل میں آئیگا - چنانچہ معزز لوگ امور سلطنت کے انجام دینے میں مشغول هوگئے' اور اونکے علاوہ دوسرے لوگ تعلیم دینے لگے - اب وہ ایک پیشہ بن گئی اور امراء کو اس سے شرم معلوم هونے لگی' اور وہ غربا کیلیے مخصوص هوگئی' اور معزز لوگوں نے اوسکو حقیر سمجھہ لیا - حجاج بن یوسف کا باپ شرفاے ثقیف میں تھا' اور عرب کی عصبیت اور قریش کے مقابلہ کا جو شرف قبیلہ ثقیف کو حاصل تھا وہ مخفی نہیں - وہ قران مجید کی تعلیم اوس حیثیت سے نہیں دیتا تھا جو اس زمانے میں بطور ذریعہ معاش کے رائج ہے - بلکہ اوس طریقہ پر جو ابتداء اسلام میں جاری تھا" - (مقدمہ تاریخ - ص - ۲۹) -

اس بنا پر علماء کی ذلت و نظام تعلیم کی بے اثری کی یہ نوبت پہونچی کہ معلمین کے معائب میں حدیثیں وضع کیگئیں :

شرارکم معلموکم اقلهم رحمة علی الیتیم و اغلظهم علی المسکین-	سب سے برے تمهارے معلم هیں' جو یتیموں پر بہت کم رحم کرتے هیں' اور غرباء کیلیے سب سے زیادہ سخت هیں (کیونکہ وہ تنخواہ نہیں دیتے) -
لاتستشیر والحاکة و المعلمین فان اللہ سلبهم عقولهم و نزع البرکة من اکسابهم (موضوعات شوکانی ص : ۹۱)	جولاهوں اور مدرسوں سے مشورہ نہ کیا کرو کیونکہ خدا نے اونکی عقل سلب کرلی اور اونکی کمائی سے برکت کو اوٹھا لیا -

لیکن با اینہمہ طلباء پر اثر و اقتدار کا قائم رکھنا ضرور تھا' اسلیے خود علماء نے اپنے فضائل میں حدیثیں وضع کیں

لا حسد و لا ملق الا فی طلب العلم (تعقبات سیوطی علی موضوعات ابن جوزی ص ۴۸)	حسد اور چاپلوسی صرف علم هی میں ہے
حضور مجلس عالم افضل من صلوة الف رکعة -	عالم کی مجلس میں حاضر هونا هزار رکعت نماز سے افضل ہے -
مداد العلماء افضل من دماء الشهداء	علماء کی روشنائی شهیدوں کے خون سے افضل ہے -
علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل -	میری امت کے علماء مثل انبیاء بنی اسرائیل کے هیں -
من جالس عالما فکانما جالس نبیا (موضوعات ملا علی قاری - ص ۴۲ ' ۵۷ ' ۸۲)	جو شخص کسی عالم کے ساتھہ بیٹھا وہ گویا کسی نبی کے ساتھہ بیٹھا -

نظام تعلیم کا یہی انقلاب اب تک قائم ہے' بلکہ امتداد زمانہ سے اور بھی ابتر هوگیا ہے - اب همکو غور کرنا چاهیے کہ یہ نظام تعلیم اسٹرائک کا متحمل هوسکتا ہے یا نہیں ؟ خوب غور کرو' اساتذہ کا ذریعہ معاش صرف طلباء هیں - مدارس کا چندہ صرف طلباء کی کثرت کی بناپر وصول کیا جاتا ہے' علماء کا کوئی وقار نہیں' اونکا طلباء پر کوئی احسان نہیں' با اینہمہ هر مدرس تعظیم و وقار کا متمنی ہے - هر طالب العلم جانتا ہے کہ اساتذہ اجرۃ درس لیتے هیں' اس بنا پر اگر تمام طلباء متفقہ طور پر مدرسہ سے علحدگی اختیار کرلیں تو اساتذہ کا بہترین ذریعہ معاش هاتھہ سے جاتا رہے' چندہ کے مدارس دفعۃ برباد هوجائیں' مدرسین کا فرضی وقار و عزت خاک میں مل جاے' اب هم تسلیم کرلیتے هیں کہ اسٹرائک صرف تجارت پیشہ اصحاب کا حق ہے - لیکن سوال یہ ہے کہ خود همارا نظام تعلیم تجارتی اصول پر قائم ہے یا نہیں ؟ اگر ہے اور قطعاً ہے تو وہ اسٹرایک کی گنجائش کیوں نہیں رکھتا ؟ یورپ کی تعلیم گاهوں میں اگر اسٹرائک نہیں هوتی تو اوسکی وجہ صرف یہ ہے کہ یورپ کا نظام تعلیم تجارتی اصول پر قائم نہیں ہے' مدرسین کو تنخواهیں ملتی هیں' لیکن اونکی حیثیت هندوستان سے مختلف ہے - اگر همارا نظام تعلیم ایک هفتہ کے لیے بھی وهاں قائم کر دیا جاے تو تمام یورپ میں دفعتاً هنگامہ برپا هو جاے - هندوستان کے انگریزی مدارس پھر بھی غنیمت هیں' لیکن - مدارس عربیہ کی حالت ناگفتہ بہ ہے -

همارا قدیم نظام تعلیم بھی اخلاقی اصول پر قائم تھا اور اب اس اصول کو ڈسپلن کے پردے میں بجبر قائم رکھا جاتا ہے' لیکن اس حقیقت کو فرا موش نہیں کرنا چاهیے کہ قدیم نظام تعلیم کو خود اخلاق هی نے قائم کیا تھا - اور جبر قانون کی حفاظت کرسکتا ہے' لیکن اخلاق کا محافظ خود اخلاق هی هوسکتا ہے - اس بنا پر اگر هم اپنے نظام تعلیم کو اخلاقی اصول پر چلانا چاهتے هیں' تو هم کو سب سے پہلے اساتذہ کے اخلاق و عادات کی نگہداشت کرنی چاهیے' اور اگر هم ایسا نہیں کرتے تو هم کو اعلان کردینا چاهیے کہ همارا نظام تعلیم اخلاق کے بجاے ایک اور قانون کے زیر اثر ہے' اور وہ قانون اسٹرائک کی اجازت نہیں دیتا - اس اعلان کے بعد هم بھی تعلیمی اسٹرائک کو ناجائز تسلیم کرلینگے - لیکن هم اسکو بھی تسلیم کرلیتے هیں کہ همارا نظام تعلیم خالص اخلاقی اصول پر قائم ہے' اساتذہ مفت تعلیم دیتے هیں' طلباء کو اساتذہ کی طرف سے وظائف ملتے هیں' طلباء و اساتذہ کے درمیان خالص علمی تعلقات قائم هیں لیکن سوال یہ ہے کہ علمی تعلقات میں بھی اختلاف' نفرت' بلکہ عداوت غرض تمام اسباب اسٹرائک کا احتمال ہے یا نہیں ؟ جو طلباء قاعدہ بغدادی اور پرائمر پڑھتے هیں وہ بے شبہہ اساتذہ پر کوئی اعتراض نہیں کرسکتے' لیکن ایک بی - اے کا طالب العلم پروفیسروں سے کیوں نہیں اختلاف کرسکتا ؟ چند طلباء ایک عالم سے شمس بازغہ کا درس حاصل کرتے هیں' اونکو اس سے تسکین نہیں هوتی' اور اونکو اسکا صحیح احساس بھی ہے' پھر وہ اوس عالم کے حلقہ درس سے علحدہ هوکر اپنی تعلیم کا دوسرا بہتر انتظام کیوں نہیں کرسکتے ؟ اور اگر اونکے نزدیک اسٹرائک کے ذریعہ سے یہ انتظام هوسکتا ہے تو اونکو کون سی چیز اسٹرائک سے روک سکتی ہے ؟

مراسلات

الاعتصاب في الاسلام

از مولانا عبد السلام ندوي

(۲)

(تنقیم سوم)

(کیا اسٹرائک صرف تجارت پیشہ گروہ هي کرسکتا ہے ؟)

تصریحات متذکرہ بالا سے اگرچہ ثابت ہوگیا ہے کہ اسٹرائک تجارتي تعلقات رکھنے والوں کے ساتھہ مخصوص نہیں ہے ' لیکن ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ طلباء کي مخصوص حالت تمام دنیا سے مختلف ہے اور وہ اونکو اسٹرائک کي اجازت نہیں دیتي - اس بنا پر سب سے مقدم سوال یہ ہے کہ اوستاد و شاگرد کے تعلقات اسٹرائک کے متحمل ہوسکتے ہیں یا نہیں ؟

اسلام کے نظام تعلیم میں ابتدا سے لیکر آجتک جو تغیرات وانقلابات ہوے ہیں' اونکي تاریخ اگرچہ نہایت دلچسپ ہے لیکن یہ مضمون اوسکي گنجایش نہیں رکھتا' اجمالاً صرف یہ بیان کردینا کافي ہوگا کہ صحابہ کرام بلکہ تابعین کے زمانہ تک تعلیم پر اجرت لینا سخت ننگ و عار بلکہ گناہ خیال کیا جاتا تھا ' اور محدثین نے مدت تک اس روش کو قائم رکھا - چنانچہ ایک محدث کي آنکھہ میں آشوب تھا - ایک طالب العلم نے سرمہ پیش کرنا چاہا ' انہوں نے صاف انکار کردیا. کہ علم حدیث اس ظاہري معاوضہ کا بھي متحمل نہیں ہو سکتا حالانکہ یہ معاوضہ نہ تھا - (۱)

— ایک مرتبہ حضرۃ حسن بصري نے بازار میں کپڑا خریدنا چاہا - بزاز نے کہا کہ " آپ کو اس قیمت پر دیتا ہوں ورنہ دوسرے کو ہرگز ندیتا " چونکہ اس رعایت کا سبب صرف یہ تھا کہ وہ بہت بڑے محدث تھے ' اسلیے بظاہر یہ تخفیف ' علم حدیث کا معاوضہ تھي ' لیکن یہ غیر محسوس معاوضہ بھي اونکو اس قدر شاق گذرا کہ پھر تمام عمر خرید و فروخت کیلیے بازار نہ گئے (۲) -

محدثین میں اگر کوئي ماہوار وظیفہ لیتا بھي تھا تو اسکو طلباء پر صرف کردیتا تھا (۳) بعض محدثین خود طلباء کو مالي اعانت دیتے تھے (۴) اس استغناء و قناعت کا یہ اثر تھا کہ علماء کو سلاطین کا مطلق خوف نہ تھا (۵) بلکہ اسکے برعکس خود شاہزادے محدثین سے ڈرتے تھے (۶) بعض محدثین علانیہ سلاطین کو گالیاں دیدیتے تھے (۷) یہ استغناء صرف مال و دولت تک هي محدود نہ تھا' بلکہ علماء کو عزت ' شہرت ' اور جاہ طلبي سے بھي سخت نفرت تھي - امام اعمش کا بیان ہے کہ ہم نے ابراہیم کو مجبور کیا کہ وہ مسجد میں ستون کے پاس بیٹھہ کر درس دیں - چونکہ اس ذریعہ سے گویا اپنے آپ کو نمایاں کرنا تھا - اسلیے اونہوں نے انکار کردیا. حارث بن قیس جعفي کا یہ حال تھا کہ جب ایک یا دو آدمي اون سے درس حدیث حاصل کرتے تھے تو وہ بیٹھے رہتے تھے ' لیکن جب مجمع ہوجاتا تھا تو شہرت و جاہ طلبي کے خوف سے اوٹھہ جاتے تھے - ربیع کے پاس جب طلباء حاضر ہوتے تھے تو کہتے تھے کہ خدا تمہارے شر سے بچاے (۱) -

تذکرۃ الحفاظ وغیرہ میں اس قسم کے واقعات بکثرت منقول ہیں لیکن اس موقعہ پر ہم محدثین کے فضائل و مناقب کا باب باندھنا نہیں چاہتے' بلکہ اس تفصیل کا مقصد یہ ہے کہ جب تک یہ نظام تعلیم قائم تھا ' طلباء و اساتذہ کے تعلقات اسٹرائک کي گنجایش نہیں رکھتے تھے' کیونکہ اسٹرائک کا مقصد (جیسا کہ اوپر گذر چکا) یہ ہوتا ہے کہ تمدني فوائد و منافع سے دوسرے گروہ کو محروم کردیا جاے - لیکن اس نظام تعلیم میں اساتذہ کو طلبا کے ذریعہ سے کوئي ذاتي فائدہ حاصل نہ تھا - مال و دولت سے وہ بیزار تھے' جاہ و شہرت سے اونکو نفرت تھي ' خود بعض محدثین طلباء کو مالي مدد دیتے تھے' ایسي حالت میں اسٹرائک اونکو کس فائدہ سے محروم کرسکتي تھي ؟ بلکہ اسکا اثر خود طلباء پر نہایت مضر پڑسکتا تھا - اخلاقي حیثیت سے اس بے نیازي اور بے نفسي کا طلباء پر جو اثر پڑتا تھا وہ کسي قسم کي سرکشي کي اجازت نہیں دیسکتا تھا - لیکن تاریخ اسلام کے یہ ایام بیض جب گذر گئے تو دفعۃً نظام تعلیم میں انقلاب پیدا ہوا اور اوس نے شاگرد و اوستاد کے علمي تعلقات کو مبدل بہ تجارت کردیا - علماء کو ماہوار تنخواہیں ملنے لگیں' بیش قرار وظائف مقرر کیے گئے - اور اس انقلاب نے رفتہ رفتہ انہیں حرص و طمع کا خوگر بنا دیا ' جس نے اون کے وقار کو دفعۃً بالکل مٹا دیا -

علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں روایات کي تنقید کا ایک خاص اصول یہ قائم کیا ہے کہ " تاریخي روایات میں زمانے کے تغیرات کو نظر انداز کردینا سخت غلطیوں کا باعث ہوا کرتا ہے " چنانچہ لکھتے ہیں :

ومن الغلط الخفي في التاریخ ' الذهول عن تبدل الاحوال في الامم والاجیال بتبدل الاعصار ومرور الایام وهوداء دوي شدید الخفاء اذ لایقع الا بعد احقاب متطاولة فلا یکاد یتفطن له الا الاحاد من اهل الخلیفة

تاریخ میں ایک مخفي غلطي یہ ہے کہ تغیرات زمانہ سے قوموں میں جو تغیر ہوتا ہے اوسکو بھلا دیا جاتا ہے' اور یہ سخت مرض ہے جو نہایت مخفي طور پر پیدا ہوتا ہے کیونکہ اوسکا ظہور ایک زمانہ ممتد کے بعد ہوتا ہے اسلیے اوسکو صرف چند مخصوص افراد سمجھتے ہیں -

علامۂ موصوف نے اس کلیہ کے جزئیات کی جو تشریحی مثالیں دي ہیں' اون میں ایک مثال تعلیم کا مسئلہ بھي ہے - جس سے اس انقلاب کي حقیقت اور اوسکا عملي اثر اچھي طرح واضح ہوسکتا ہے ' اسلیے ہم اوسکا خلاصہ درج کرتے ہیں :

" اسي قبیل سے یہ واقعہ بھي ہے جسکو حجاج کے متعلق مورخین نے بیان کیا ہے کہ اوسکا باپ معلم تھا ' حالانکہ اس زمانہ

(۱) تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ - ص ۳۶۳
(۲) مسند دارمي صفحہ ۷۵
(۳) تذکرۃ الحفاظ جلد ۴ - ص ۱۹۱
(۴) تذکرۃ الحفاظ جلد ۴ - ص ۲۵۰
(۵) تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ - ص ۳۴۳
(۶) تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ - ص ۱۸۹
(۷) تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ - ص ۲۹۵

(۱) دارمي صفحہ ۷۱

[6]

کیا اسٹرائک کے عدم جواز پر کوئي شرعي دلیل قائم ہے ؟ حضرت موسی علیه السلام نے بغرض تحصیل علوم حضرت خضر علیه السلام کے ساتھه به التعام و منت سفر کرنے کي اجازت چاهي' اعتراض و اختلاف نه کرنے کا باهم معاهده بھي ہوگیا' لیکن حضرت موسی علیه السلام نے اون سے ہرجگه اختلاف کیا - یہاں تک که اونکو ناگواري کے ساتھه حضرت خضر علیه السلام کي رفاقت سے الگ ہونا پڑا - اس قصه کي تفسیر میں امام رازي نے نہایت نکته سنجي کے ساتھه طلباء و اساتذه کے اختلاف کا فطرتي اصول بتا دیا ہے' چونکه اس سے ہمارے بیان کي تائید ہوتي ہے' اسلیے ہم اس موقع پر امام رازي کي تقریر کا خلاصه درج کرتے ہیں -

" جاننا چاهیے که طالب العلموں کي دو قسمیں ہیں' ایک وہ طالب العلم ہے جو بالکل علم نہیں رکھتا - وہ بحث و مباحثه کا خوگر نہیں ہوتا' اعتراض کرنے کي اوسکو عادت نہیں ہوتي - دوسرا وہ طالب العلم ہے جس نے بہت سے علوم حاصل کرلیے ہیں' دلیل قائم کرنے اور اعتراضات کرنے کا عادي ہے - پھر وہ اپنے سے کامل تر انسان سے تعلق پیدا کرتا ہے تاکه درجه کمال کو پہونچ جاے' اس دوسري صورت میں تعلیم حاصل کرنا نہایت دشوار ہے' کیونکه جب ایسا طالب علم کوئي ایسي چیز دیکھتا ہے یا کوئي ایسا کلام سنتا ہے' جو اوسکو بظاہر ناپسندیده معلوم ہوتا ہے - لیکن در حقیقت صحیح اور ٹھیک ہوتا ہے تو یه طالب العلم چونکه بحث مباحثه' مجادله و مناظره کا خوگر ہوتا ہے اور اوس شے کي ظاهري ناپسندیدگي اور اپنے عدم کمال کي بنا پر اوسکي حقیقت سے واقف نہیں ہوتا' اسلیے نزاع' بحث اور اعتراض کي جراءت کر بیٹھتا ہے' اور اس اعتراض کا سننا اوستاد ماہر فن پر گراں گذرتا ہے' جب اس قسم کا واقعه دو تین مرتبه پیش آ جاتا ہے' تو اوستاد و شاگرد میں سخت نفرت پیدا ہوجاتي ہے -

خضر علیه السلام نے حضرت موسی سے یه کہکر " که تم صبر کي طاقت نه رکھوگے " اس طرف اشاره کیا تھا که تم بحث و مباحثه کے خوگر ہوچکے ہو (اسلیے اعتراض کروگے) اور اپنے اس قول سے " که تم دو جس چیز کي حقیقت معلوم نہیں اوس پر کیونکر صبر کرسکتے ہو "

یه اشاره کیا تھا که آپ حقایق اشیاء کے عالم نہیں' اور ہم بیان کرچکے ہیں که جب یه دونوں باتیں جمع ہوجاتي ہیں تو سکوت مشکل اور تعلیم دشوار ہوجاتي ہے اور آخر کار اوستاد و شاگرد میں نفرت و بغض پیدا ہوکر قطع تعلق ہو جاتا ہے -

(تفسیر کبیر جلد ٥ - ص - ٧٤١)

اگر حضرت موسی علیه السلام نے باوجود معاهده کے خضر علیه السلام پر اعتراضات کیے اور ناگواري کي یه نوبت پہونچي که ارنکا ساتھه چھوڑنا پڑا' تو ہمارے طلبا کو اسٹرائک کرنے پر کیوں لعن و طعن کیا جاتا ہے ؟ کیا اونھوں نے بھي اساتذه کے ساتھه کوئي معاهده کیا ہے ؟

یه یاد رکھنا چاهیے که مقدمه دائر کرنے کیلیے مدعي کا صرف یه اعتقاد کافي ہے که وہ حق پر ہے وہ اسکا ذمه دار نہیں ہے که قانون بھي اسکي تائید کریگا یا نہیں ؟ ورنه اگر یه ذمه داري بھي اُس پر عائد کر دي جاے' تو مدعي مدعي نرہے گا' بلکه جج ہو جائیگا - (لها بقیة ما لعدة)

خریـــداران الهـــلال سے التمـــاس

نیاز مند ایک یتیم اور بالکل غریب لڑکا ہے والد کو فوت ہوے دس سال کامل گذر گئے - نه کوئي ہماري جائداد ہے اور نه کوئي بیروني آمدني' باوجود ان سب باتوں کے مجھے اخبار بیني کا اسقدر شوق ہے که تحریر نہیں کر سکتا - بالخصوص جناب کے اخبار الهلال کو جس شوق سے میں پڑھتا ہوں اور جناب کي تحریر پر جس طرح شیدا ہوں اسے کیا عرض کروں؟ پہلے تو جناب کا اخبار مجھے دیکھنے کو مل جاتا تھا' لیکن اب عرصه تین چار ماه سے محروم ہوں - میري تعلیم اسوقت عربي میں کافیه اور اردو و انگریزي میں میٹرک تک ہے اگر کوئي صاحب دل بزرگ مجھه غریب یتیم کے حال پر نظر توجه فرما کر في سبیل الله اخبار جاري فرمادیں تو عند الله ماجور اور عند الناس مشکور ہونگے -

فقیر حافظ محمد شریف طالب علم معرفت مولوي محمد عبد اللطیف صاحب امام مسجد حضرت شاہ - متصل ڈاک خانه - از کہرور پکا - ضلع ملتان

إن الله مـع الصـابـرین

حضرت مولانا ! نمبر ۴ کھولتے هي مضمون " مسئله قیام الهـــلال " نظر پڑا -

آخر خدا خدا کرکے مہر سکوت ٹوٹي - جب تک تمام مضمون نه پڑھ لیا - بے حد بے چیني رہي - کبھي یه خیال ہوا که الهلال (خدا نخواسته) بند ہو جائیگا - کبھي یه تذبذب که ماہوار نکلیگا - کبھي یه که کاغذ کم درجه کا لگایا جائیگا - قصه مختصر یه که ایک خیال آتا تھا اور ایک جاتا تھا - آخر کار یه پڑھکر که الهلال ہفته وار قائم رہیگا - تمام امیدیں بر آئیں - فالحمد لله علی ذالک -

اِس کو جناب کا لکھا ہوا تصور کروں یا یه کہوں که خاکسار کي هي تجویز کو شرف قبولیت بخشا گیا - احقر کا جو مضمون نمبر ایک میں نکلا ہے - اُسمیں " ایک پیسه کا کارڈ ڈالکر خریداري سے سبکدوش ہوجائیں " کا مطلب بھي یہي تھا که دیکھوں کون آزمایش میں کامیاب ہوتا ہے ؟ تاہم صاف صاف لکھنا مناسب نه سمجھا - خیر یه تو جمله معترضه تھا - اصل مطلب یه ہے - که اِسي میں قارئین کرام کے لیے آزمائش ہے - اگر وہ اس آزمایش میں پورے اُترے - تو آینده مقاصد کے پورا ہوجانے کي امید ہے - اور اگر نہیں تو میري طرف سے الهلال چاہے جاري رہے یا بند ہو جائے - یکساں حال ہے -

احمد علي از مکلوڈ گنج روڈ — بہاولپور

خـــدام کعبه

جناب خان بہادر سید جعفر حسین صاحب ریٹائرڈ اگزیکیٹو انجنیر یونائیٹڈ پرونس جنکو آزي گیشن ورکس (آبپاشي) کے کاموںمیں ۳۲ سال کا تجربه ہے - آپ انجمن خدام کعبه کو آئنده جنوري سنه ۱۹۱۵ میں اپني خدمات سپرد فرماتے ہیں که حجاز کا ملاحظه فرمائینگے اور زبیده کنال (نہر) کا ملاحظه فرما کر اپني رپورٹ پیش کرینگے جس سے مکه معظمه میں آب رساني میں ترقي ہو -

" كتاب مرقوم يشهده المقربون (۸۳ : ۱۸)
" في ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال

في

مجلدات الهلال

تو اے کہ محو سخن گستران پیشینی
مباش منکر " غالب " کہ در زمانہ تست !

(۱) " الہلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۃ اسلامیۃ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید ' اعتصام بحبل اللہ المتین و وحدۃ کلمۂ امۂ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و مقالات سیاسیۃ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ ہے - اسکے درس قرآن و تفسیر و بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اُردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الٰہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید و اعدی عدو مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرنے کیلیے ساعی ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و اسمِ بیان اس وقت تک کے تمام اُردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الالٰہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا و حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی ' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر اُسے ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و صحائف سے معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الٰہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاهد في سبيل الله مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد دور دور کی آبادیاں اور قصبے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد في سبيل الله کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت ' دلدادگان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الٰہیہ و علوم تدبریہ غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہیں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے ' جن میں سے ہر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(۷) چھہ مہینے میں ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی جاتی ہے - ولایتی کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپ رہی ہے تیسری اور چوتھی جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں ' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو انکی قیمت دس روپیہ قرار دی جاتی ہے -

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف پانچ روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے -

بہت ممکن ہے کہ الہلال کی قیمت بڑھا دی جاے - اگر ایسا ہوا تو پھر مکمل جلدوں کی قیمت بھی زیادہ ہو جائیگی.

Tel. Address "Alhilal," Calcutta
Telephone No. 648

AL-HILAL.

Proprietor & Chief Editor:
Abul Kalam, Azad,
14, McLeod Street,
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

الهلال

مقصد وحید
الامر بالمعروف والنہی عن المنکر

مدیر مسئول و رئیس قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۱۴ - مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر ۷ | کلکتہ : چہار شنبہ ۱۹ - رمضان ۱۳۳۲ ہجری | جلد ۵
Calcutta : Wednesday, Augst, 12 1914.

اعتذار

(۱) یورپ کي منتظر و موعود جنگ شروع ہوگئي - اسکے متعلق بحث و مذاکرہ اور اعتبار و بصائر کے بکثرت اطراف و مواضیع ہیں' جنکو مسلسل لکھنا چاہیے' مگر مجھے ابتک بہ تفصیل لکھنے کي مہلت نہ ملي - ضروري حالات و اخبار درج کردیے گئے ہیں تاکہ قارئین کرام کي معلومات کے تسلسل میں انقطاع نہو - آیندہ مقالات افتتاحیہ اسي موضوع پر شایع ہونگے - احباب منتظر رہیں -

(۲) الہلال اردو پریس میں پہلا رسالہ ہے جو ہفتہ وار رسائل کا صحیح نمونہ پیش کرنا چاہتا ہے - ایک ایسے جرنل کے فرائض صالحہ میں یہ داخل نہیں کہ وہ جنگ وغیرہ کے موقعہ پر تمام خبروں کو اکٹھا کرتا رہے- یہ کام روزانہ اخباروںکا ہے اور اسي لیے ایک روزانہ ضمیمہ شائع کردیا گیا ہے - ہفتہ وار رسالے کا کام زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ ہفتے بھر کے حوادث و سوانح پر ایک جامع نظر ڈالکے اسکا خلاصہ پیش کردے -

چنانچہ اس لحاظ سے الہلال کي نسبت ہم جنگ بلقان کے زمانے کو یاد دلاتے ہیں' اور موجودہ جنگ کے متعلق بھي اطمینان دلاتے ہیں کہ جیسی معلومات' جیسے مفید اور بلند مباحث' جیسي دقیق اور پر از نتائج نظر و نقد' اور جیسي دلچسپ تصویریں اور مناظر الہلال فراہم کریگا' انشاء اللہ تعالی وہ اسکے معیار و درجہ سے کمتر نہیں بلکہ بلند تر ہي ہونگے -

تذکار ماہ مقدس !

(۱) ہمنے گذشتہ اشاعت میں وعدہ کیا تھا کہ آیندہ اشاعت میں ماہ رمضان المبارک کے متعلق غیر معمولی تعداد میں مضامین مرتب کرنے کی کوشش کرینگے - چنانچہ اس نمبر میں اکثر ابواب اسی کے مذاکرات و مباحث پر مشتمل ہیں -

(۲) ان مضامین کی کثرت کی وجہ سے تصاویر کي گنجایش نہ نکل سکی - پچھلي چند اشاعتیں بھي تصاویر کے اعتبار سے قلیل البضاعۃ تھیں - ہمیں اسکا خیال ہے - آیندہ اشاعت میں ان سب کي تلافي کردي جائیگی' اور اسکا تقریباً ہر باب مصور ہوگا - تقریباً بیس پچیس تصویریں ترتیب دي جارہی ہیں - اور بعض مرقع علحدہ بطور ضمیمہ کے آرٹ پیپر پر چھپ رہے ہیں - علے الخصوص جنگ یورپ کے متعلق -

(۳) مگر احباب کرام کو بھی توجہ کرنی چاہیے کہ قیمت کے اضافہ کے بعد بقیہ روپیہ کا بھیجدینا ہم نے انکے ذمے چھوڑ دیا ہے - اپنے طرف سے سعي نہیں کي - پس جن حضرات نے ابتک توجہ نہ کي ہو وہ توجہ فرمائیں - دفتر الہلال روپیہ پیسے کیلیے بار بار اصرار کرنے کا عادي نہیں ہے -

روزانہ ضمیمہ

—:*:—

مقامي پبلک کے اصرار سے مجبور ہوکر دفتر الہلال نے ایک روزانہ ضمیمہ شایع کرنا شروع کردیا ہے - محض روزانہ تار برقیوں کا ترجمہ عین وقت پر شایع کرنا مقصود تھا لیکن ضمناً جنگ کے متعلق ضروري مباحث و مضامین بھي درج کیے جاتے ہیں

(۱) رائل سائز کے چار صفحوں پر شائع ہوتا ہے - في صفحہ چار کالم -

(۳) کلکتہ سےلیکر بنارس تک کیلیے یہ ضمیمہ یکساں مفید ہے-

(۴) صوبۂ بہار کے تمام شہروں نیز مظفر پور' مرزا پور' اور بنارس وغیرہ کیلیے ایجنٹوں کی ضرورت ہے جو منگواکر متفرق فروخت کریں - معقول کمیشن قرار دیا گیا ہے -

SEWING MACHINES
BALLERS WINDERS
AUTO KNITTING
THE ADARSHA KNITTING Co.
Importers Manufacturers
CALCUTTA

تار کا پتہ - ادرشہ

نواب ڈھاکہ کي سرپرستی میں

— :*: —

یہ کمپنی نہیں چاھتي ہے کہ ھندوستان کي مستورات بیکار بیٹھي رھیں۔اور ملک کی ترقی میں حصہ نہ لیں لھذا یہ کمپنی امور ذیل کو آپ کے سامنے پیش کرتي ہے :—

(۱) یہ کمپنی آپکو ۱۲ روپیہ میں بٹل کٹنگ (یعنے سپاري تراش) مشین دیگي جس سے ایک روپیہ روزانہ حاصل کرنا کوئی بات نہیں -

(۲) یہ کمپني آپکو ۱۵۰ روپیہ میں خود باف موزے کی مشین دیگی جس سے تین روپیہ حاصل کرنا سہل ہے -

(۳) یہ کمپنی ۱۲۰۰ روپیہ میں ایک ایسي مشین دیگی جس سے موزہ اور گنجی دونوں تیار کی جاسکے تیس روپیہ روزانہ بلا تکلف حاصل کیجیے -

(۴) یہ کمپنی ۹۷۵ روپیہ میں ایسي مشین دیگي جسمیں گنجي تیار ہوگي۔جس سے روزانہ ۲۵روپیہ بلا تکلف حاصل کیجیے

(۵) یہ کمپنی ہر قسم کے کاتے ہوے اون جو ضروري ھوں محض تاجرانہ نرخ پر مہیا کردیتي ہے - کام ختم ہوا - آپنے روانہ کیا اور اسی دن روپے بھی مل گئے ! پھر لطف یہ کہ ساتھہ ھي بننے کے لیے چیزیں بھي بھیج دي گئیں -

---

لیجئے دو چار بے مانگے سرٹیفکٹ حاضر خدمت ھیں -

— :*: —

آنریبل نواب سید نواب علي چودھري (کلکتہ) :— میں نے حال میں ادرشہ نیٹنگ کمپني کی چند چیزیں خریدیں مجھے ان چیزونکي قیمت اور اوصاف سے بہت تشفي ہے -

مس کھم کماري دیوي - (ندیا) میں خوشی سے آپکو اطلاع دیتي ہوں کہ میں ۶۰ روپیہ سے ۸۰ روپیہ تک ماھواري آپکی نیٹنگ مشین سے پیدا کرتي ہوں -

---

نواب نصیر الممالک مرزا شجاعت علی بیگ قونصل ایران

—(*)—

ادرشہ نیٹنگ کمپني کو میں جانتا ہوں - یہ کمپني اس وجہ سے قائم ہوئي ہے کہ لوگ محنت و مشقت کریں - یہ کمپنی نہایت اچھي کام کررھي ہے اور موزہ وغیرہ خود بنواتي ہے - اسکے ماسواے کم قیمتی مشین منگا کر ہر شخص کو مفید ہونے کا موقع دیتي ہے - میں ضرورت سمجھتا ھوں کہ عوام اسکي مدد کریں -

---

آنریبل جسٹس سید شرف الدین - جج ہائیکورٹ کلکتہ

میں نے ادرشہ نیٹنگ کمپنی کي بنائی ہوئي چیزونکو استعمال کیا اور پائیدار پایا - دیکھنے میں بھی خوبصورت ہے - میں امید کرتا ہوں کہ بہت جلد اس کمپني کي سرپرستی ایسے لوگ کرینگے جنسے انکے کام میں وسعت ہو -

---

ہز اکسیلنسی لارڈ کارمائیکل گورنر بنگال کا حسن قبول

انکے پرائیوٹ سکریٹري کے زباني -

آپنے اپني ساخت کي چیزیں جو حضور گورنر اور انکي بیگم کے لیے بھیجا ہے وہ پہونچا - ہز اکسیلنسي اور حضور عالیہ آپکے کام سے بہت خوش ھیں اور مجھکو آپکا شکریہ ادا کرنے کہا ہے -

برنچ — سول کورٹ روڈ ٹنگائیل -

نوٹ — پراسپکٹس ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بھیج دیا جائیگا -

ادرشہ نیٹنگ کمپنی ۲۶ ایچ - گرانٹ اسٹریٹ کلکتہ

طرح بحر ابیض میں بهی جنگ شروع هو جاتي' اور اسطرح برطاني بیڑه کي طاقت کو دو ٹکڑوں میں بٹ جانا پڑتا -

لیکن اب بحر ابیض پر سکون رهیگا اور بحر شمالي میں فرانسیسي اور برطاني' دونوں بیڑے جرمن بیڑے کے مقابلے میں صف آرا هونگے -

آسٹریا اور جرمني دونوں مشترکه طور پر جنگ میں شرکت کے لیے اطالیا پر دباؤ ڈال رهے هیں لیکن ابهي تک اسکی طرف سے ناطرفداری هي پر اصرار هے -

(الوالعزم جرمنی)

جرمني کي انجام اندیشي کي خواه داد نه دیجاے' مگر اسکي اسکندرانه حوصله مندي اور اولو العزمانه نپولین فرمائی کا اعتراف کرنا پڑتا هے - ایک طرف تو وه بلجیم کو تاراج کررهي هے' دوسري طرف فرانس سے معرکه آرا هے' تیسري طرف مشرقي یورپ کے عفریت (روس) سے پنجه آزما هے' چوتهي طرف سب سے بڑي طاقت یعنی انگریزي بیڑے پر بے باکانه حمله آور هے - پهر لطف یه که هر جگه فاتحوں اور حاکموں کي طرح هجوم و اقدام هے' نه که دفاع و جواب ! !

حقیقت یه هے که خواه نتیجه کچهه هي نکلے' لیکن تاریخ قرون جدیده میں اولوالعزم اور فرزند همت جرمني کي بے جگري همیشه عظمت و شرف اور تکریم و احترام کے ساتهه یاد کي جائیگي - اس نے اس تاریخي صداقت کو پهر زنده کردیا که اصلی طاقت دل و دماغ کی طاقت هے' اور اصلی قوت جذبات و حسیات کی هے - آهن پوش جهازوں سے بڑهکر همت کو قوي هونا چاهیے - اور قیمتي توپوں کی کثرت کی جگه عزم و ارادے کی فضاء میں وسعت درکار هے !

(بحر شمالي کا معرکه زار)

بحر شمالی میں جسقدر مناوشات هوے هیں' انمیں ابتک دونوں فریق برابر رهے - اگر جرمنی کا جهاز کوایننجن غرق هوگیا هے تو انگلستان کا ایمفن بهي ڈوبا هے - کوایننجن کے علاوه جرمني کے دو کروزر اور ایک زیر آب کے غرق هونے کي بهي اطلاع دي گئي هے - لیکن جس زمانه میں " ۱۹ جهازوں کي گرفتاري" اور جرمن بیڑے کے فرار هونے کي بے بنیاد خبریں شائع هورهي هوں اس زمانے میں ان غیر سرکاري تاروں کا کون اعتبار کرسکتا هے؟ لیکن اگر یه تسلیم کرلیا جاے که جرمني کے دو کروزر اور زیر آب غرق هوگئے - تب بهي جرمني کي بلند همتي کي داد دینا پڑیگي - کیونکه با این همه اس نے پهر ۹ ماه حال کو برطانی اسکوڈرن پر حمله کردیا هے - اگرچه کها گیا هے که یه حمله ناکام رها اور خود جرمنی کی ایک زیر آب کشتی غرق هوگئی -

(جرمنی اور فرانس)

اس هفته جرمنی اور فرانس میں بحري اور بري' دونوں قسم کي جنگیں هوئیں - ریوٹر کے تمام تاروں کا خلاصه یه نظر آتا هے که مجموعي حیثیت سے دونوں قسم کي جنگوں میں جرمني هي کو شکست هوئي' مگر اصلیت یه هے که هندوستان میں بیٹهکر فتح و شکست کي صحیح خبروں کا معلوم کرنا اب تقریباً محال هوگیا هے - کیونکه کوئي خبر بغیر سرکاري نگراني کے نهیں آ سکتي - حتی که اسٹیسمین وغیره کي پچهلي خاص ڈاک بهی بمبئي میں روک لي گئي که کهیں حکومت کے عظمت خلاف کوئي خبر اسمیں نه دیدي گئي هو -

بحري جنگ کے متعلق ریوٹر الجزائر سے تار دیتا هے که فرانسیسي بیڑے نے پینتهر نامي جرمن کروزر کو غرق کردیا - ڈیلي کرانکل نے جوش مسرت میں اپنے نامه نگار پیرس کي روایت پر اتنا اضافه اور کردیا هے که "کوبین" اور "پریسلا" نامي جرمن جهازوںکو فرانس نے گرفتار کر لیا هے - لیکن تهوڑے هي دیر کے بعد اسکي تغلیط کرني پڑي' کیونکه یه دونوں جهاز اسوقت تک اپنے اصلي مالک کے قبضه میں بدستور مصروف جنگ و پیکار هیں !

السیس اور لورین فرانس کے دو صوبے هیں جن پر جرمني نے سنه ۷۰ کي جنگ میں قبضه کرلیا تها' لیکن اعلان کیا گیا هے که فرانسیسي پیشقدمیاں اس طرف کامیاب هوئیں' اور جرمني کے استحکام سے پہلے فرانس کو بڑهنے کا موقعه ملگیا -

لورین میں فرانسیسي فوج نے " ول " اور " موانیوک" پر قبضه کرلیا هے - الٹکرچ میں بهي وه داخل هوگیا - فرانس نے الٹکرچ میں فرانسیسي فوج کي " حیرت انگیز همت مردانه " کي خود ستایانه داد دي هے -

(روس و جرمنی)

روس اور جرمن فوجیں بهي اس هفته باهم معرکه آرا رهیں - سینٹ پیٹرسبرگ کے ایک مبهم و مجهول تار سے معلوم هوتا هے که روس اور جرمني کا کسي خاص مقام پر باهم مقابله هوا مگر جرمن فوج کو شکست هوئي' اور وه بهت سے گاؤں جلا کے پیچهے هٹگئي هے -

لیکن لندن سے ۷ - اگست کا چلا هوا ایک تار مظهر هے که روس کے نقصانات بهت شدید هیں' اور جرمني کي سوار فوج نے وربیلن کے قریب مقام کبرلي پر حمله کر دیا هے -

(آسٹریا اور روس)

آسٹریا نے سرویا پر حمله موقوف کرکے اپني تمام قوت کا رخ روس کی طرف پهیر دیا تها' مگر سرویا اور جبل اسود (مانٹي نیگرو) کے اتحاد نے پهر اسطرف متوجه کردیا هے - آخرین خبروں سے معلوم هوتا هے که سروي فوج اسوقت وسي گرد اور سنجک کولي بازار پر قابض هوگئي هے -

علی هذا جبل اسود کي فوج نے بحر ایڈریاٹک کے ایک ساحلی شهر اسپیزا نامي اور اسکے قرب و جوار کے اور دو شهروں پر بهي قبضه کرلیا هے - ادهر آسٹریا نے بهي کئي بار دریاے ڈینیوب کو عبور کرنے کي کوشش کي' اور گو اسمیں کامیابی نه هوئي مگر جبل اسود کے بندرگاه اینٹي ودي پر گوله باري شروع کردي هے' جس کا آغاز جنگ میں اس نے محاصره کرلیا تها -

روس اور آسٹریا کے متعلق سب سے آخرین اور سب سے زیاده قابل ذکر خبر یه هے که روسي فوج وادي اسٹائر کي راه سے آسٹریا کي قلمرو میں داخل هوگئي هے -

(تغیرات تازه)

۱۱ - اگست کے تاروں سے معلوم هوتا هے که جنگ کے موجوده نقشه میں عنقریب ایک خاص تغیر هونے والا هے - سرویا نے جرمني کے مقابله میں بهی اعلان جنگ کردیا هے - آسٹریا فرانسیسي سرحد پر نهایت سرعت کے ساتهه فوجي تیاریاں کررها هے - جاپاني بیڑا بهي امیر البحر ڈیدا کے زیر کمان دریا میں آ گیا هے اور عجب نهیں که اتحاد کي طرف سے جرمني اور آسٹریا کے جهازوں پر حمله آور هو یا اس وقت جنگ میں حصه لے' جب بحر هند یا بحر ابیض پر حمله کیا جاے -

آسٹریا اور انگلستان کے تعلقات هنوز منقطع نهیں هوے هیں - لیکن اگر منقطع هوگئے اور اطالیا کو بهي جرمني کے انذار و تهدید یا قوم کے اصرار و ضد سے میدان جنگ میں اترنا پڑا' تو جنگ کا نقشه اس نقشه سے بالکل مختلف هوجائیگا جو تمام دنیا بلکه خود جرمني اور آسٹریا جنگ سے پہلے اور آغاز جنگ کے وقت سمجهتي تهي -

(شعاع امید)

موجوده دولة عثمانیه کي حکومت جس حسن تدبیر اور سیاست و حکمت جنگي کا نمونه ابتدا سے پیش کررهي هے' وه تاریخ میں همیشه یادگار رهیگا -

دول عظمی کے طرف سے باهمي اعلان جنگ هوتے هي دولة علیه کے آلات عمل میں ایک نئي حرکت شروع هوگئي تهي اور تمام یورپین سرحدوں پر جنگي طیاریوں کا حکم دیدیا گیا تها - اب ۱۱ - اگست کے ایک تار سے معلوم هوتا هے که ترک طیاریوں سے گذر کر اقدام و عمل کے میدان میں پهنچ گئے هیں یعنے دیدي اغاچ کے قریب بلغاري قلمرو کے اندر عثماني فوجیں جمع هورهي هیں -

ظهر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس !

هفتہ جنگ

خون اور گوشت کا کھیل جو دنیا کی شریر روحوں اور خباثت و درندگی کی پیدا کی ہوئی قوتوں کے درمیان شروع ہوا ' پوری سرعت اور تیزی کے ساتھہ جاری ہے - خون کی پیاس جو سرخ سمندروں کی تلاش میں بھڑکی ' اور ہلاکت کی بھوک جو انسانی لاشوں کی ڈھونڈھہ میں نمودار ہوئی ' اپنی تلاش میں سرگرم اور اپنی جستجو میں بدستور عرق ہے - آگ کے شعلے سمندروں کے اوپر تنور کی چھت کی مانند دکھائی دے رہے ہیں ' اور لہو کی بدلیوں سے زمین کی فضا چھپ گئی ہے - یہ سب کچھہ ہوا اور ہو رہا ہے ' اور بجلی کی چمک کی طرح اس آتشیں اور خونیں تماشے کے پردے بدلے جا رہے ہیں - تاہم اب تک خونریزی کا حلق تشنہ اور بربادی اور موت کا معدہ خالی ہے - یہ شعلے چولہے کی ابتدائی حرارت کی چنگاریاں ہیں ' اور یہ طوفانوں اور موجوں کا نمود آنے والے وقت کیلیے مثل چھوٹی چھوٹی لہروں کے ہے جو اپنے عقب کے شور و شر کا پیغام لاتے ہیں - پس زمین پر افسوس اور اسکے رہنے والوں پر ماتم ' کیونکہ شیطان آ گیا ' اور خدا کی رحمت اور انسان کی محبت کا دور ختم ہوا - اب تمدن کی تعمیر اور علم و تہذیب کی آبادی کی جگہ ہلاکتوں کے احاطہ اور بربادیوں کے تسلط کا قصد ہم سنائیں گے - آج اس داستان وحشت کا پہلا ہفتہ ہے -

(جنگ کا پہلا ہفتہ)

آغاز جنگ پر ایک ہفتہ سے زیادہ وقت گذر گیا مگر ہنوز وہ اپنی پہلی منزل سے آگے نہیں بڑھی - اسوقت تک کوئی لڑائی ایسی نہیں ہوئی ہے جسکو صحیح معنوں میں اس خونخواری کی سب سے بڑی ٹکر کا " معرکہ " کہا جاسکے -

(بلجیم کا ثبات)

جنگ کی یہ سست رفتاری بظاہر اسلیے ہے کہ بعض امور بالکل خلاف توقع و قیاس پیش آئے - بلجیم نے ان سرحدوں کے استحکام و تحصین کی طرف بہت کم توجہ کی تھی جو جرمنی کی سرحدوں سے ملحق ہیں - اسلیے خیال کیا گیا تھا کہ اپنی کمزوری سے مجبور ہو کر وہ جرمن فوج کو راستہ دیدیگا ' اور اگر اس نے روکا تو جرمنی کا محض ایک ابتدائی حملہ اسکی راہ صاف کردیگا -

مگر دونوں خیال غلط نکلے - نہ تو بلجیم نے جرمن فوج کو گزرنے دیا ' اور نہ وہ جرمن فوج کی سخت کوشش کے باوجود اب تک مغلوب ہوا ہے - جرمنی کی پیشقدمی لیج تک آ کے رک گئی ہے جو بلجیم کا سب سے بڑا مستحکم اور قلعہ بند دروازہ ہے -

آخرین خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی کی فوج لیج کے اندر داخل ہوگئی لیکن قلعے اسوقت تک غیر مسخر ہیں - جرمنی نے دھمکی دی ہے کہ اگر قلعہ بند فوج نے اپنے آپ کو حوالے نہ کیا تو شہر جلا کر خاک سیاہ کردیا جائیگا - لیکن اسکا جواب یہ ملا کہ مزید بلجین فوج لیج کی طرف پیشقدمی کو رہی ہے -

(اطالیا کا تخلف عہد)

ادھر تو بلجیم نے خلاف امید استقامت دکھائی - ادھر اطالیا نے باوجود ایک بار اعانت کا علانیہ وعدہ کرلینے کے کھلم کھلا ناطرفداری کا اعلان کردیا ' اور آسٹریا اور جرمنی کی شرکت پر آمادہ نہ ہوئی - مسیحی مذہب میں ممکن ہے کہ حفظ میثاق اور وفاے عہد کی اخلاقی عزت تسلیم کی گئی ہو ' لیکن مسیحی اقوام میں تو من حیث القوم نقض عہد سے زیادہ کوئی شے آسان نہیں - انکے عہد و میثاق تار عنکبوت ہیں جنمیں اپنے کمزور حریف کو تو گرفتار کر لیا جاتا ہے ' پر خود کبھی نہیں گرفتار ہوتے -

اسلیے جو دنیا یہ دیکھہ چکی ہے کہ علم و تمدن کی چھہ علم بردار سلطنتوں نے دولۃ عثمانیہ کے بقاے رقبۂ حکومت کا وعدہ کیا تھا مگر بزرگ ترین مسیحی حواری سینٹ پیٹر کی طرح " تین بار مرغ کی بانگ دینے سے پہلے " اس سے منھہ موڑ لیا تھا - اسکے لیے یہ بات ذرا بھی تعجب انگیز نہوگی کہ انہی چھہ سلطنتوں میں سے ایک سلطنت نے پھر اسی فعل کا تنہا اعادہ کیا ہے جسکو وہ سب کی معیت میں کرچکی تھی - اور باوجود باہمی مفاہمت میں شریک ہونے کے اپنے ساتھیوں کی اعانت سے انکار کردیا ہے !

تاہم یہ خلش ضرور پیدا ہوتی ہے کہ اطالیا نے ایسا کیوں کیا ؟

بہت کم نظریں اسکی تہہ تک پہنچی ہونگی ' مگر آؤ ہم اس عقدہ کو حل کریں !

انگلستان کی پالیسی یہ ہے کہ اس نے اپنے تمام حریفوں میں سے مقابلہ کے لیے صرف جرمنی کو انتخاب کیا ہے اور بقیہ کے ساتھہ مقابلہ کے بدلے مصالحۃ کرتا رہا ہے - اس نے اپنے حریفوں کے منھہ خوان یغما (عالم اسلامی) کے لقموں سے بند کردیے - مراکش فرانس کو دیدیا اور اسکے مقابلہ میں مصر کا میدان اپنے لیے صاف لیا - ایران کو روس کے پیروں تلے ڈالدیا تاکہ وہ اسے روندے ' اور اسکے خون سے اپنے فتح و استعمار کی پیاس بجھاے -

اطالیا اگرچہ اسکی حریف نہ تھی مگر اسکے حریف (جرمنی) کی حلیف ضرور تھی - انگلستان نے چاہا کہ اسے بھی اپنے ساتھہ ملا لے اور اتحاد ثلاثہ کے مقابلے میں مفاہمت کی قوت کو اختلاف و تفرقہ ڈالکر ضعیف کر ڈالے - اسلیے وہ الحاق طرابلس میں اسکا دست و بازو بنگیا ' اور اس قزاقانہ دستبرد میں معاون ہوا جو تاریخ انسانیت میں ہمیشہ موجودہ عہد کی سب سے بڑی قومی بد اخلاقی تسلیم کی جائیگی -

مصر اگرچہ دولۃ عثمانیہ کا ایک جزء تھا مگر اسے ناطرفدار قرار دیکے عثمانی فوج کو طرابلس جانے سے روکدیا گیا - پھر جب یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی تو جنگ بلقان شروع کرائی گئی اور کامل پاشا کے ذریعہ طرابلس کو اندرونی خود مختاری دلوا دی - اسکے بعد جب اطالیا نے الحاق طرابلس کا اعلان کیا تو سب سے پہلے انگلستان ہی نے لبیک کہا اور اسے باقاعدہ تسلیم کرلیا ! اگر انگلستان ایسا نہ کرتا تو اٹلی کبھی بھی کامیاب نہوتی -

پس اطالیا کی موجودہ ناطرفداری ان گراں بہا احسانات کا احسانمندانہ معارضہ ہے ' اور ایسا ہونا ناگزیر تھا - جس انگلستان نے اسکی خاطر تاریخ عالم کی ایک یادگار قزاقی کو جائز رکھا ' جس انگلستان نے اٹلی کی خاطر دولۃ عثمانیہ کی نئی دستوری قوت کو عین تولید و نشئۃ کے عہد میں پامال کردیا ' جس انگلستان نے اسکے لیے مصر کا راستہ مسدود کرنے میں کچھہ پروا نہ کی کہ وہ ابتک قانوناً عثمانی ملک اور ایک ترکی مقبوضہ ہے ' اور پھر جس انگلستان نے جنگ بلقان کی فرصت دلا کر اسے سخت مایوسی اور ہراس کے عالم میں طرابلس دلادیا ! یہ کیسے ممکن تھا کہ اسکے آگے خیرہ چشمی کے ساتھہ وہ حریفانہ بڑھتی ' اور اسقدر جلد اپنے فوائد کے سب سے بڑے خداوند سے بغاوت کرتی ؟

اطالیا کی علحدگی نے بحری جنگ کا نقشہ بدلدیا - اطالیا بحیرۂ ایڈریاٹک کی طرح بحر ابیض (میڈیٹیریین) کی بھی طاقت بنگئی ہے - پس وہ ناطرفدار نہ ہوجاتی تو بحر شمالی کی

میں آکر اُسکے آگے جھک جائیں - خدا کے رشتے کی کوئی زنجیر انکے پاؤں میں نہیں رہی ' کیونکہ نفس و شیطان کی غلامی کے طوق انکی گلوں میں پڑگئے ہیں :

انا جعلنا في اعناقهم اغلالاً فهي الي الاذقـــان فهـم مقمحون (۳۸ : ۸)

ہم نے گمراہی اور شیطـان کی غلامی کے طوق انکی گردنوں میں ڈالدیے جو انکے ٹھڈیوں تـک آگئے ہیں ' انکے سر پھنس کے رهگئے ہیں ؟

پس انکی فطرت کو عبودیۃ الہی سے کچھہ اسطرح کی اجنبیت ہوگئی ہے کہ اگر ایک لمحہ اور ایک دقیقہ بھی اسکی عبادت و ذکر میں بسر کرنے کے لیے کہا جاتا ہے ' تو انھیں ایسا معلوم ہوتا ہے ' گویا کسی بڑی ہی سخت مصیبت اور بڑے ہی جانکاہ عذاب میں پڑگئے ہیں - حالانکہ اصلی عذاب کی انہیں خبر نہیں جسمیں واقعی پڑنے والے ہیں اور جو واقعی سخت و جانکاہ ہے :

قـل افا نبئکم بشر من ذلکم ؟ النـــار ' وعدها الله الـذین کفروا ' وبئـــس المصیـــر ! (۲۲ : ۷۰)

اے پیغمبر انسے کہدے کہ تمہیں ذکر الہی سے بڑی ہی تکلیف ہوتی ہے لیکن اس سے بھی بڑھکر ایک مصیبت کی تمہیں خبر دوں جو آنے والی ہے ؟ آتش دوزخ ! جسکا خدا نے منکروں سے وعدہ کیا ہے اور جو بڑا ہی برا ٹھکانا ہے !

انکی فطرۃ پر شدت عصیان اور استغراق ضلالت و فساد سے ایک ایسی تاریکی چھا گئی ہے جو نور ایمان سے بکلی مغائر ہے اور اسکے ساتھہ عبودیۃ الہی کا نور جمع نہیں ہوسکتا - پس نماز سے بھی اسے انکار ہے اور روزہ کی بھی اسے توفیق نہیں - شریعت کے تمام حکموں کو اس نے چھوڑ دیا ہے اور اسکی زنـدگی یکسر ابلیسی ہوگئی ہے جسمیں خـدا پرستی کیلیے چنـد گھڑیاں اور چند منٹ بھی نہیں ہیں :

اولائک الذین طبع الله علی قلوبہـم و سمعهم و ابصارهم ' و اولائـک هم الغافلون (۱۲ : ۱۰۹)

یہ وہ لوگ ہیں کہ خدا نے انکے دلوں ' انکے کانوں ' اور انکی آنکھوں پر مہر لگادی ہے اور یہ وہ ہیں کہ غفلت میں گم ہوگئے ہیں !

(امراء فساق و روساء فجار)

پس رمضان المبارک میں ایک گروہ تو تارکین صیام کا ہے جنکے لیے ماہ مقدس کی برکتوں میں کوئی حصہ نہیں رکھا گیا ' اور جن کی نفس پرستی پر روزہ رکھنا بہت ہی شاق گذرتا ہے - ان میں ایک جماعت امرا و روساء کی ہے جو فسق و فجور کی تاریکی میں ایسے ڈوبے گئے ہیں کہ تقوی اور احتساب کی ایک ہلکی سی شعاع بھی انکے سیاہ خانۂ عمل پر نہیں پڑتی ' اور استغراق لہو و لعب اور انہماک شہوات و لذات نے انہیں بالکل اپنی طرف مشغول کر لیا ہے - روزہ کی اصل صبر اور تقوی ہے - صبر کی حقیقت یہ ہے کہ خواہشوں میں ضبط و تحمل پیدا ہو اور کسی مقصد اعلی کیلیے شدائد اور تکالیف برداشت کی جائیں - پس اسکے لیے ضبط و تحمل کی ' ایثار و احتساب کی ' اتقاے روح اور طہارت نفس کی ضرورت ہے ' مگر انکا نفس شریر اپنی بہیمی خواہشوں میں اسدرجہ بے قابو ہوگیا ہے کہ وہ تکلیف اور ایثار کا متحمل نہیں ہوسکتا - انکی طبیعت خواہشوں کی غلام ہے اور نفس پرستیوں کی عادی ہوگئی ہے - پس وہ ایک گھنٹہ بھی ضبط جذبات و تحمل نفس کے ساتھہ بسر نہیں کرسکتے -

وہ ماہ مقدس جو نزول سعادت کی یادگار تھا ' جو مومنوں کیلیے نیکیوں اور خدا پرستیوں کا سرچشمہ تھا ' جو ہمیں تحمل مصائب اور مرضات الہیہ کی راہ میں ایثار نفس کی تعلیم دیتا تھا ' آتا ہے اور گذر جاتا ہے ' پر انکے اعمال شیطانیہ اور افعال خبیثہ میں رائی برابر بھی تبدیلی نہیں ہوتی - پھر ان میں کتنے ہی ہیں جو عین رمضان المبارک کے اندر شرب خمر اور زنا و فسق میں چار پایوں اور حیوانوں کی طرح ڈوبے رهتے ہیں ' اور ماہ مقدس کی برکتوں کی جگہ آسمانی لعنتوں کی انپر بارش ہوتی ہے !

حدیث شریف میں تو آیا ہے کہ " اذا دخل شهر رمضان فتحت ابواب الجنۃ و اغلقت ابواب النار و صفدت الشیاطین " (رواہ البخاري) جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو نیکیوں کے بہشتی دروازے کھل جاتے ہیں ' برائیوں کے جہنمی دروازے بند ہو جاتے ہیں ' اور ارواح شریرہ و شیطانیہ کا عمل باطل ہوجاتا ہے - لیکن انکی حالت اسکے بالکل برعکس ہے - انکے لیے جہنمی دروازے اور زیادہ وسعت کے ساتھہ کھل جاتے ہیں ' اور ارواح شریرہ کا تسلط انپر اور زیادہ سخت ہو جاتا ہے - و من یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطاناً فهو لہ قرین (۴۳ : ۳۵)

(حلقۂ شیاطین و مجمع ابالسہ)

انکے وہ مصاحب اور ندیم جو ہر وقت ذریۃ شیطانی کی طرح انکے اردگرد رهتے ہیں ' اور انکے وہ عمال و حکام جو خدا کی طرح انھیں پوجتے اور مشرکوں کی طرح انکے آگے زمیں بوس ہوتے ہیں ' یہ سب کچھہ دیکھتے ہیں ' مگر شیطان نے انکی زبانوں پر مہر لگادی ہے اور انسان کی بندگی کی خباثت نے خدا کا خوف انکے دلوں سے محو کر دیا ہے - پس ان میں سے کسی کی بھی زبان نہیں کھلتی کہ حق و معروف کی صدا بلند کرے ' اور گونگا شیطان نہ بنے جو ایمان کی موت اور خدا پرستی کا خاتمہ ہے -

(فتنـۂ علـــماء سوء)

پھر اس سے بھی بڑھکر ماتم انگیز منظر یہ ہے کہ ان امراء فاسقین و رؤساء فاجرین کے حاشیہ نشینوں اور وابستگان ' دولت کی فہرست میں بہت سے علما و صوفیا کے نام بھی نظر آتے ہیں ' جو اپنے تئیں مسند نبوت کا جانشیں اور فضائل رسالت کا وارث حقیقی سمجھتے ہیں ' اور اپنے اتقا و تقدس کے دامنوں کو ہزاروں انسانوں سے سنگ اسود کی طرح بوسہ دلاتے ' اور اپنے بڑے بڑے دامنوں کی عباؤں کو عہد مسیح کے فریسیوں اور صدوقیوں کی طرح غرور فضیلت و کبر تقدس سے حرکت دیتے ہیں !

انکو اپنی فضیلت و پیشوائی کا بڑا ہی گھمنڈ ہے - وہ جب اپنے مریدوں اور معتقدوں کے جمگھٹے میں تسبیح مکر و سجادۂ زور کے ساز و سامان فریب کے ساتھہ بیٹھتے ہیں تو کسی طرح خدا کی الوہیت اور رسولوں کی قدوسیت سے اپنے تقدس و کبریائی کو کمتر نہیں سمجھتے - مگر حقیقت یہ ہے کہ انکا وجود شریعت کی توہین اور دین الہی کی سب سے بڑی تذلیل ہے - قوم کا بد تر سے بدتر اور جاهل سے جاهل گروہ بھی ان خلفاء شیاطین و نائبین ابلیس لعین سے زیادہ نیک اور زیادہ راستباز ہے - کیونکہ یہ علماء سوء ہیں ' اور انکے فتنہ سے بڑھکر قوم کیلیے کوئی فتنہ نہیں - ہواء نفس انکی شریعت ہے ' درہم و دنانیر انکا قبلہ ہے ' نفس و شیطان انکا معبود ہے ' اور طلب جاہ و مال انکا ذکر و فکر ہے - چونکہ انکو امراء فساق اور روساء فجار کے دربار سے بڑے بڑے وظائف و مناصب ملتے ہیں اور نذر و نیاز کی فتوحات کا پیہم سلسلہ جاری رهتا ہے ' اسلیے انکی زبانیں گونگی ہوگئی ہیں ' اور اپنے منصبوں اور تنخواہوں اور نذر و نیاز کی لعنت کے بند ہوجانے کے خوف سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نہیں نکالتے - وہ اپنی آنکھوں سے رمضان المبارک کی توہین کا تماشہ دیکھتے ہیں اور چپ

الهلال

۱۹ - رمضان ۱۳۳۲ هجري

ماه مقدس

اور جماعة هاے ثلاثه

قران کریم نے اعتقاد و اعمال اور تعلق الهي کے لحاظ سے انسانوں کو تین جماعتوں میں تقسیم کردیا هے :

فمنهم ظالم لنفسه ' و منهم مقتصد و منهم سابق بالخیرات باذن الله - ذالک هو الفضل الکبیر (۳۵ : ۳۲)

پس اُن میں سے ایک گروه تو احکام الهي سے سرتابي کرکے اپنے نفس پر ظلم کرتا هے - ایک گروه درمیاني حالت میں هے ' اور ایک ایسا بهی هے که خدا کے حکم سے نیکیوں کے کرنے میں آگے بڑها هوا هے - سو یه آخري حالت خدا کا بہت هي بڑا فضل هے جو وه اپنے بندوں پر کرتا هے !

فی الحقیقت انسان کے اعمال و اخلاق کي یه ایک ایسي جامع اور قدرتي تقسیم هے ' جسکي صداقت هر حیثیت اور هر پہلو سے دیکهي جاسکتي هے ' اور نیکي کے کار و بار کا کوئي میدان ایسا نہیں هے جہاں یه تین گروه نظر نه آتے هوں - ماه رمضان المبارک کے احترام و تعظیم اور حکم صیام کي تعمیل کے لحاظ سے بهي غور کرو تو آج هم میں یه تینوں گروه موجود هیں - ایک گروه تارکین صیام کا هے جو روزه رکهتا هي نہیں - دوسرا صائمین کا هے جو روزه تو رکهتا هے پر افسوس که اسکي حقیقت اپنے اوپر طاري نہیں کرتا - تیسرا گروه اُن مومنین صالحین کا هے ' جنهوں نے روزه کي اصلي حقیقت کو سمجها هے ' اور وه احتساب اور تقوی کے ساتهه ماه مقدس بسر کرتا هے - و هم قلیل : فمنهم ظالم لنفسه و منهم مقتصد ' و منهم سابق بالخیرات باذن الله -

میں آج ان جماعتوں کے متعلق چند کلمات کہنا چاهتا هوں -

(تارکین احکام و طاعات)

ان میں سب سے پہلا گروه " ظالم لنفسه " کا هے - یه اپنے نفس کیلیے اسلیے ظالم هیں که انهوں نے خدا کو اور اسکے ذکر کو بهلانا چاها - نتیجه یه نکلا که خود اپنے نفس هي کو بهول گئے :

الذین نسو الله فانسا هم انفسهم - اولئک هم الخاسرون (۵۹ : ۱۹)

وه لوگ که انهوں نے الله کو بهلا دیا - نتیجه یه نکلا که اپنے نفس هي کي طرف سے غافل هوگئے - یهي لوگ هیں که دونوں جہان کے گهاٹے ٹوٹے میں هیں -

یه " ظالم لنفسه " اسلیے هیں که انهوں نے عدالة حقه کا راسته چهوڑکر اسراف و تبذر کا راسته اختیار کیا - ظلم کہتے هیں زیادتي کو ' اور عدالة حقه صرف اسي راه میں هے جسے صراط مستقیم ' میزان الموازین ' اور قسطاس مستقیم کہا گیا هے - یهي وجه هے که فرمایا :

الذین اسرفوا علی انفسهم (۳۹ : ۵۴)

وه لوگ که جنهوں نے اپنے نفسوں پر زیادتي کي -

هواے نفس کي لذتوں نے انهیں پاگل کردیا هے : کما یتخبطه الشیطان من المس - انکي زندگي کي غایت صرف غذا اور روٹي هے - خدا نے انهیں انسان بنایا تها تاکه وه قواے انسانیة اعلی سے کام لیں پر وه مثل چارپایوں کے بنگئے جو صرف اپنا چارا ڈهونڈهتا هے ' اور صرف اپني غذا کیلیے دن بهر دوڑتا اور لڑتا رهتا هے :

اولئک کالانعام بل هم اضل اولئک هم الغافلون ! (۸ : ۱۷۸)

یه لوگ مثل چارپایوں کے هیں بلکه ان سے بهي بدتر اور یهي هیں که غفلت میں پڑگئے هیں !

سو ان لوگوں کا حال یه هے که خدا کي حکومت سے باغي هیں ' اسکے قوانین سے انهوں نے علانیه سرکشي کي ' اسکے پاک حدود و مواثیق کو انهوں نے یکسر توڑ ڈالا - وه انسانوں کے آگے جهکتے هیں ' مگر فاطر الارض والسماوات کے آگے جهکنے سے انهیں شرم آتي هے - وه دنیاوي حاکموں سے ڈرتے هیں پر احکم الحاکمین کا انکے دلوں میں خوف نہیں - انساني بادشاهت کا اگر ایک چهوٹا سے چهوٹا قانون بهي هو تو اس سے سرتابي کرنے کي انهیں همت نہیں پڑتي - کیونکه انکو یقین هے که اگر وه ایسا کرینگے تو عدالت سزا دیگي اور حاکم وقت باز پرس کریگا - پر شہنشاه ارض و سما کے بڑے سے بڑے قانون کو بهي ٹهکرادینے اور ذلیل و حقیر کرنے سے وه نہیں ڈرتے - کیونکه خدا پر انهیں یقین نہیں رها اور اسکي سزاؤں کو وه نہیں مانتے - وه اپني نفساني خواهشوں کے پورا کرنے کا اختیار اگر کسي انسان کے هاتهه میں دیکهتے هیں ' تو کتے کي طرح اسکے پاؤں پر لوٹتے هیں ' گدهے کي طرح اسکا مرکب بن جاتے هیں ' اور غلاموں اور چاکروں کي طرح اسکے آگے هاتهه باندهکر کهڑے رهتے هیں ' تاکه وه انهیں کچهه عرصے کیلیے روٹي دے یا تانبے اور چاندي کے چند سکے حوالے کردے ' پر وه جسنے انهیں پیدا کیا ' جسکي ربوبیت انکے جسم کے ایک ایک ذرے اور خون کے ایک ایک قطره کو پالتي اور هلاکت سے بچاتي هے ' جو انکي فریادوں کو درد اور دکهه کے وقت سنتا ' اور جب وه هر طرف سے مایوس هوجاتے هیں تو انهیں امید اور مراد بخشتا هے ' سو اس رب الارباب کیلیے ان مغروروں کے پاس عاجزي کا ایک سجده ' بندگي کي ایک پیشاني ' بیقراري محبت کي ایک پکار ' تقوی اور احتساب کا ایک روزه ' اور خلوص و صداقت کے ساتهه انفاق في سبیل الله کا ایک کهوٹا پیسه بهي نہیں هے !

فویل للقاسیة قلوبهم من ذکر الله اولئک في ضلال بعید ! (۳۷ : ۶۲)

پس صد افسوس اور صد حسرت ان دلوں پر جو ذکر الهي کے طرف سے بالکل سخت هوگئے هیں ' اور یهي لوگ هیں که جو بڑے هي پلے سرے کي گمراهي میں مبتلا هیں ! !

(ایمان بالله)

انسان کے تمام کاموں کي جڑ یقین کا رسوخ اور اعتماد کا استحکام هے - اسي کو شریعت " ایمان " کے لفظ سے تعبیر کرتي هے - لیکن انکے دل میں ایمان کا درخت مرجها گیا هے ' اسلیے اعمال صالحه کے پهل نہیں لگتے - خدا کا تصور یا تو محبت کي شکل میں انسان کو اپني طرف کهینچتا هے یا خوف کي عظمت و هیبت دکهلا کر اپنے آگے جهکاتا هے - اسکے دیکهنے والوں نے همیشه انهي دو نقابوں میں سے اسے دیکها هے - پر نه تو انکے دلوں میں محبت هے که اپنے محبوب کیلیے دکهه اٹهائیں ' اور نه خوف هے که ڈر کر اور هیبت

(لمصلحون الدجالون)

پھر عجیب تر یہ کہ اس گروہ میں ایک جماعت مصلحین ملت و ائمۂ امت کی بھی ہے جو اپنے تئیں تمام قوم کا پیشوا اور ھادی تیقي سمجھتي ہے' اور چونکہ اسے یقین ہے کہ ابھي مسلمان احکام شریعت سے متنفر نہیں ہوے ہیں گو غافل ہیں' اسلیے جب بھي مجلسوں اور کانفرنسوں کے اسٹیجوں پر انکے سامنے آتي ہے تو یکسر پیکر اسلام و ایمان و مجسمۂ شریعت و اسلامیۃ بن جاتي ہے' اور جس شریعت کے اولین ارکان و عبادات تک سے اسے عملاً انکار ہے' اسکے ماننے والوں کے ادبار و غفلت پر نبیوں کي طرح روتی اور رسولوں کي طرح فغاں سنج ہوتي ہے - پھر نماز کا فلسفہ اسکی زبان پر ہوتا ہے - روزہ کي فلاسفي پر اس سے بہتر کوئي لکچر نہیں دیسکتا - اسلامي عبادات کے مصالح و حکم کے اعلان کا اس سے بڑھکر کوئي واعظ نہیں' حالانکہ خود اسکے نفس کا یہ حال ہے کہ احکام شریعت کي تذلیل و تحقیر کا اس سے بڑھکر کوئي فتنہ نہیں ہے اور اسکا وجود الحاد و زندقہ کے سوا اور کچھہ نہیں -

یخادعون اللہ والذین امنوا و ما یخدعون الا انفسہم و ما یشعرون - (۲ : ۱۰)

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ کو اور مسلمانوں کو اپنے نفاق سے دھوکا دینا چاھتے ہیں' مگر نہیں جانتے کہ درحقیقت وہ اپنے نفس ھي کو دھوکا دے رہے ہیں -

(ایک بشارت عظمی)

البتہ دو تین سال سے تعلیم یافتہ طبقہ میں ایک مبارک تغیر و انقلاب کے آثار ضرور نظر آرہے ہیں' اور میں بہت سے ایسے ارباب انابت و رجوع الی اللہ کو جانتا ہوں جنکے دلوں پر پچھلے مصائب اسلامی سے تنبہ و اعتبار کي ایک کاري چوٹ لگي ہے اور انکے اندر مذھبي اعمال کي طرف یکایک میلان و رجوع پیدا ہو چلا ہے - سر فی الحقیقت ایسے مبارک نفوس اس گروہ کی عام حالت سے بالکل مستثنی ہیں' اور اگر انکو استقامت و ثبات نصیب ہو تو کچھہ شک نہیں کہ ہم سب کو چاھیے کہ انکے ھاتھوں کو جوش عقیدت سے بوسہ دیں اور مقدس عباؤں کے دامنوں کي جگہ انکے فرنگي کوٹوں کے دامنوں کو آنکھوں سے لگائیں- کیونکہ موجودہ عہد میں اسلام و ملت کي خدمت کے لیے اس گروہ سے بڑھکر اور کوئی جماعت مفید تر نہیں ہوسکتي اور اسکي اصلاح سے بڑھکر عالم اسلامي کیلیے کوئي بشارت نہیں : و لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا -

---

قبـــول اســـلام

آہ ! اسلام کي روح الھي اور صورت رباني میں وہ کونسي دلفریبي ہے کہ مسلمانوں کے عالمگیر تنزل اور انتہائي تذلل و بیکسي کے باوجود' اسکے حلقے میں ابتـک بڑے بڑے ارباب عز و جاہ بطیب خاطر و بلا ترغیب و طمع داخل ہوتے جاتے ہیں !

" الفرید رستم بے" جو ایک معزز و ممتاز روسي ہیں' حال میں قسطنطنیہ میں مشرف باسلام ہوے - انکي والدہ کا تعلق ایک مشہور انگریزي خاندان سے ہے جو عرصہ سے قسطنطنیہ میں متوطن ہے -

رستم بے بہت سے اعلی عثماني مناصب پر فائض رہچکے ہیں - پہلے وہ عثماني سفارتخانہ واشنگٹن کے مشیر' عثماني سفارتخانہ لندن کے عضو' اور سٹنجي میں وزیر تھے - اب واشنگٹن کے سفیر مقرر ہوے ہیں -

اسکے ساتھہ ھي وہ ایک اعلی درجہ کے انشاء پرداز بھي ہیں اور بہت سے انگریزي رسائل میں انکے نہایت دلچسپ مضامین نکل چکے ہیں -

انھوں نے اپنا اسلامي نام احمد رکھا ہے -

انکے قبول اسلام پر عثماني پریس عام طور پر گرمجوشي کے ساتھہ اظہار مسرت کررہا ہے -

بصائر و حکم

عاملین احکام و صائمین رمضان

مقالۂ افتتاحیہ میں جو کچھہ پڑھچکے ہو' یہ حال تو تارکین صیام کا تھا - اب آؤ انکو دیکھیں جو عاملین و صائمین میں داخل ہیں- یہ سرگذشت انکي تھي جنھوں نے شریعت کو چھوڑ دیا ' لیکن آؤ اب انکی سراغ میں نکلیں جو ابتک دامن شریعت سے وابستہ ہیں - یہ وہ لوگ تھے جو پاني سے دور ہوگئے - اب آؤ انکو دیکھیں جو دریا کے کنارے خیمہ زن ہیں !

پھر کیا وہ سیراب ہیں ؟ کیا وہ پہلوں کي طرح پیاسے نہیں ؟

* * *

افسوس کہ حقیقت کي آنکھیں اب تک خونبار ہیں اور عشق مقصود کا قدم یہاں تک پہنچکر بھي کامیاب نہیں - یہ سچ ہے کہ پہلوں نے دریا کي راہ چھوڑ دي اور دوسرے نے اسکے کنارے اپنا خیمہ لگایا اور اسمیں بھي کچھہ شک نہیں کہ اسکا اجر انھیں ملنا چاھیے ' لیکن اگر دریا کا قرب دریا کیلیے نہیں بلکہ دریا کے پاني کیلیے تھا تو پہلا گروہ پاني سے دور رہکر پیاسا رہا' اور دوسرے اس تک پہنچکر پیاسے ہیں !

آنھیں کشتي نہیں ملتي' اِنھیں ساحل نہیں ملتا !

* * *

یہ وہ لوگ ہیں کہ اِنھوں نے شریعت کے حکموں کو تو لے لیا ہے' مگر اسکي حقیقت چھوڑدي ہے - یہ وہ ہیں کہ انھوں نے چھلکے پر قناعت کي اور اسکے مغز کو اُن لوگوں کي طرح چھوڑ دیا جنھوں نے چھلکا اور مغز دونوں چھوڑ دیا ہے - یہ جسم کو انسان سمجھتے ہیں حالانکہ جسم بغیر روح کے ایک سڑجانے والي لاش ہے - یہ نقاب کو چہرۂ محبوب سمجھے ہیں' حالانکہ عیش نظارہ اسنے پایا' جس نے نقاب کي جگہ صورت سے عشق کیا - کاشت کار پھل کیلیے بیج بوتا ہے' اور پھولوں کي ساري محبوبیت اسمیں ہے کہ اسکی خوشبو سے دماغ معطر ہوجاتا ہے - پس اگر بیج پھل نہ لایا اور پھولوں نے خوشبو نہ دي' تو کاشتکار کیلیے ہل جوتنے کي جگہ بہتر تھا کہ وہ گھر میں آرام سے سوتا ' اور بے خوشبو کے پھولوں سے وہ خشک ٹہني زیادہ قیمتي ہے جو چولہے میں جلائي جاسکے : فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھـــون ! (۱۰۷ : ۶)

* * *

نماز ہو یا روزہ ' شریعت کے جتنے احکام اور جتني طاعات ہیں' سب کا حال یہ ہے کہ ایک شے تو اُن میں مقصود بالذات ہوتي ہے اور ایک اُس مقصود کے حاصل کرنے کا وسیلہ -

نماز میں اصلي شے عبودیۃ الھي ' انـکسار و تذلل ' خضوع و خشوع ' ابتہال و توجہ الی اللہ' و انقطاع و تبتل ہے ' اور نتیجہ اسکا تمام فواحش و منکرات اور رذائل و خبائث سے اجتناب و تحفظ ہے - حج کا مقصود دعوۃ اسلامي کي نشئۃ اولی کي یاد کار' اسوۂ ابراھیمي کي تجدید ' مرکز توحید پر تمام شعوب و قبائل موحدین کا اجتماع ' اور وحدۃ اسلامی و اتحاد ممالـک و امم کا ظہور و قیام ہے' اور نتیجہ اِسکا تعلق الھي کي تقویت ' احکام شریعت کا انقیاد اور رفع انشـقاق و اختـلاف ' و انسداد تفریق و تشتت کلمۂ اسلام ہے -

ایسي طرح روزہ بھي صرف بھوک پیاس کا نام نہ تھا - اگر ایسا ہوتا تو ہر فقیر عابد ہوتا اور ہر فاقہ کش مومن کامل ' حالانکہ بہت سے بے نصیب مسکین ہیں جنکي فاقہ کشي انھیں وہ شے نہیں دیسکتي جو ایک خدا پرست پادشاہ لذائذ و نعائم کے

رهتے هيں - انکے سامنے ماه مقدس کے اندر حکم الهي کو ٹهکرايا جاتا هے اور وه خوش هوتے هيں - نه تو کسي شيطان اخرس کي زبان معروف کيليے کهلتي هے ' نه کسي خليفۂ ابليس کو شريعت کي علانيه توهين پر غيرت آتي هے - امر بالمعروف کو انهوں نے يکسر بهلا ديا هے اور نهي عن المنکر کو اپنے مقاصد نفسانيه کے خلاف ديکهکر نسياً منسيا کرديا هے - اگر وجود مقدس حضرة صادق مصدوق کا حکم باطل نهيں تو ميں کهتا هوں که قيامت کے دن سب سے زياده عذاب ايسے هی علماء سوء کو هوگا : و قال رسول الله صلي الله عليه و سلم : ان اشد الناس عذاباً يوم القيامة ' عالم لم ينفعه الله بعلمه - (رواه ابن عساکر عن ابي هريره والبيهقي في شعب الايمان و طبراني فی الصغير والحاکم في المستدرک)

(فتنۂ الحاد و متفرنجين)

پهر تارکين صيام کے گروه ميں اس سے بهی بڑهکر ايک فتنے نے سر اٹهايا هے ' جسکا اثر بهت شديد اور جسکی آفات سخت متعدي هيں ' اور جسکے اندر شريعت کا استخفاف و استهزا پہلے سے کهيں زياده اور حدود الله کے خلاف نفساني جسارت پهلوں سے کهيں بڑهکر هے - نهايت درد اور رنج کے ساتهه کهنا پڑتا هے که يه ان لوگوں کا فتنۂ الحاد و اباحة هے جنهيں افسوس هے که الحاد سے بهي جهل کے سوا اور کچهه نه ملا حالانکه الحاد نے اکثر غرور علم کے ساتهه ظهور کيا هے - يه لوگ نشئة مدنيۂ حديثه کي مهذب و متمدن مخلوق هيں جو نئي درسگاهوں کي کائنات جهل و غرور ميں پيدا هوئي هيں ' اور جو فی الحقيقت غرور ادعا اور جهل افساد کے سوا اور کچهه نهيں هيں - پهلي جماعت کي اگر غفلت شديد تهي اور معصيت جرأت و جسارت تک پهنچ گئي تهي ' تو افسوس که اس گروه کے اندر غفلت کي جگه جسارت ' اور اعتراف کي جگه انکار و سرکشي ' اور کهلم کهلا استخفاف شريعت و استهزاء حدود الله پايا جاتا هے - ان ميں سے اکثروں کے نزديک روزه عرب جاهلية کے فقر و فاقه کي ايک وحشيانه يادگار هے جو يا تو اسليے قائم کي گئي تهی که غذا ميسر نهيں آتي تهي ' يا منجمله اُن عالمگير غلط فهميوں کے ايک توهم پرستي تهي جو اهل مذاهب ميں ابتدا سے پهيلي هوئي هيں اور انهوں نے ترک لذائذ اور تعذيب جسم کو وسيلۂ نجات سمجهه ليا هے - فاعاذ نا الله سبحانه مما يعتقد الزنادقة ! ان ميں بهت سے لوگ اپنے الحاد کو شريعت کي نسبت سے انجام دينے کے شائق هيں - وه " تطبيق بين العقل والنقل ' العلوم الجديدة والاسلام ' اور الاسلام هوالفطرة والفطرة هي الاسلام " کا راسته اختيار کرتے هيں ' اور کهتے هيں که اگر فرض هوا بهي تها تو والذين يطيقونه طعام فديه نے ثابت کرديا که ايک مسکين کو کهانا کهلاکر هم روزے کے پنجۂ عذاب سے نجات پاسکتے هيں - پس يه همارے ليے بس کرتا هے : فاولائک هم المتفرنجون ' الذين يفسدون في الارض و لا يصلحون :

واذا قيل لهم لا تفسدوا في الارض قالو انما نحن مصلحون - الا انهم هم المفسدون ولکن لا يشعرون (۲ : ۱۱)	اور عجيب تر يه که جب انسے کها جاتا هے که زمين پر فساد نه پهيلاؤ تو کهتے هيں که هم تو قوم کے مصلح هيں ! يقين کرو که يهي لوگ هيں جو دنيا کيليے مفسد هيں مگر اپنے فساد سے واقف هيں !

پهر آه ميں ان لوگوں کی حالت تم سے کيا کهوں که ميرے سامنے صدها نمونے بڑے هي درد انگيز موجود هيں - جس ملحدانه جسارت ' جس مارقانه جرات ' اور جس مرتدانه شوخي کے ساتهه ميں نے انهيں عين رمضان المبارک کے ايام ميں (با وجود صحت و عافيت و قوت و توانائي و بغير سفر و عذرات شرعيه) اپنے دوزخ شکم کي ايندهن جمع کرتے ديکها هے ' ميں نهيں سمجهتا که اسے کيونکر بيان کروں ؟ وه اس بے پروائی کے ساتهه ماه مقدس ميں کهاتے پيتے هيں ' گويا انهيں اُس گروه سے کوئي تعلق هي نهيں جسکے ليے رمضان کا ورود صبر و اتقا کا پيام تها !

(جرم اور بغاوت)

ايک چيز غفلت و تساهل هے اور ايک انکار و تمرد هے - بلا شبهه پرانے لوگوں ميں بهي هزاروں اشخاص ايسے موجود هيں جن ميں تسلط نفس و شيطان سے معاصي و ذنوب کي نهايت کثرت هوگئي هے اور انپر غفلت و تساهل نے ايک ديني موت طاري کردي هے - علی الخصوص امرا و رؤسا مسلمين که اُن ميں سے اکثر احکام و اوامر شرعيه سے بے پروا و غافل هيں - تاهم ان ميں ايک فرد بهی بمشکل مليگا جو احکام الهيه کا صريح استهزا کرتا هو ' اور خدا کے شعائر کي بيباکانه هنسي اوڑاتا هو - مگر ميں نے " اس متمدن وروشن خيال " طبقه ميں بکثرت ايسے لوگوں کو ديکها هے جو علانيه احکام اسلاميه کي هنسي اوڑاتے هيں اور تعجب کرتے هيں که لوگ کيسے احمق اور نادان هيں جو مفت ميں بهوکے رهتے اور اپنے نفس کو تکليف و مشقت ميں ڈالتے هيں ؟ قالوا : ماهي الاحياتنا الدنيا ' نموت ونحيا وما يهلکنا الا الدهر (۴۵ : ۲۴)

قل ا بالله و اياته و رسوله کنتم تستهزؤن ؟ (۹ : ۶۵)	ان ملحدوں سے کهو که آيا تم الله ' اسکی آيات ' اور اُسکے رسولوں کے ساتهه هنسي کرتے هو ؟

آغاز اسلام ميں يهود و نصاریٰ احکام شريعت کي هنسي اوڑاتے تهے جنکا حال سوره مائده ميں خدا نے فرمايا هے :

يا ايها الـــذين امنوا لا تتخذوا الذين اتخذوا دينکم هزوا و لعبا (۵ : ۶۲)	اے مسلمانو ! ان لوگوں کا رشته نه پکڑو جنهوں نے تمهاري شريعت کو هنسي ٹهٹها اور ايک طرح کا کهيل بنا ليا هے -

انکا حال يه تها که :

و اذا نادتيم الی الصلواة اتخـــذوها هزوا و لعبا ذالک بانهم قوم لا يعقلون (۵ : ۶۳)	جب تم نماز کيليے صدا بلند کرتے هو تو يه هنسي اور ٹهٹها کرتے هيں - يه اسليے هے که اُنکی عقليں کهوي گئي هيں -

سورۂ بقر ميں انهيں کي نسبت فرمايا هے :

زين للذين کفروا الحياة الدنيا و يسخرون من الذين امنوا (۲ : ۱۰۸)	کافروں کي نظروں ميں صرف دنيا کي زندگي هي سما گئي هے - وه ان لوگوں کے ساتهه تمسخر کرتے هيں جو الله پر ايمان لاے هيں -

سو آج يه حالت خود مسلمانوں کا يه نيا متمدن فرقه هميں دکهلا رها هے ' اور ضمناً خبر ديتا هے که اسکا شجرۂ نسب ضلالت کن لوگوں سے ملتا هے ؟ نماز سے بڑهکر اس گروه کيليے کوئي مبغوض و مکروه حکم نهيں ' کيونکه علاوه ايک وحشيانه حرکت هونے کے اسکے اکثر اجزا ايسے هيں جو متمدن زندگي کے ساتهه جمع نهيں هوسکتے - وضو سے شرٹ کي آستينوں کا کلف خراب هوجاتا هے ' اور سجده ميں جانے سے پتلون پر گهٹنوں کے پاس شکنيں پڑجاتي هيں : و اذا قيل لهم ارکعو لا يرکعون (۷۷ : ۴۸)

جب نماز کے ساتهه يه سلوک هے تو روزه کي نسبت پوچهنا هي عبث هے - وه کهتے هيں که موجوده متمدن زندگي نے دن ميں پانچ مرتبه اقلاً غذا کا حکم ديا هے ' کوئي وجه نهيں که ايک مهينے تک کيليے انسان بالکل غذا ترک کردے : قاتلهم الله انی يوفکون (۹ : ۳۰)

مقالات

تاریخ فرضیت صوم

عبادات اسلامیہ کي ترتیب فرضیت اگر اسرار و مصالح پر مبني ہوتي تو تمام عبادات میں سب سے پہلے رمضان کے روزے فرض ہوتے -

تقدم زماني کے لحاظ سے تمام فرائض میں سب سے پہلے نماز فرض ہوئي - ابتداء میں وہ اگرچہ نہایت سادہ و مختصر عبادت تھي تاہم تکبیر و تہلیل اور قرات سے اوسکا پیکر روحاني خالي نہ تھا - جب کفر زار مکہ کي فضاء میں قران مجید کي نامانوس مگر مقدس آیتیں گونجتي تھیں تو کفار اس مختصر عبادت میں بھي رکاوٹ پیدا کرتے تھے - چنانچہ حضرت ابو بکر رضي اللہ عنہ کو کفار نے نماز میں قرات سے صرف اس بنا پر روکدیا تھا کہ اسکا اثر اونکے بال بچوں پر شدت کے ساتھہ پڑتا تھا اور انہیں خوف تھا کہ کہیں وہ مسلمان نہ ہو جائیں -

لیکن روزہ ایک غیر محسوس فریضہ الہي ہے - رکوع ' سجود ' قیام ' قعود ' تکبیر و تہلیل سے اسکي ترکیب نہیں ہے جسکي صدائیں دوسروں تک پہنچتیں اور انہیں خبردار کردیتي ہیں - وہ ایک عدمي چیز ہے - منہیات کے سلب و نفي سے اوسکي ترکیب و تقویم ہوتي ہے - یعني اسکا وجود محض بعض خواہشوں کے روک دینے اور بعض ضروریات جسمي کے حبس و ضبط سے متشکل ہوتا ہے ، پس ظاہر ہے کہ ایسی غیر محسوس چیز میں کسیکو رکاوٹ پیدا کرنے کا اور مانع آنے کا کیا موقع مل سکتا ہے ؟

اس سے ظاہر ہوا کہ جب اسلام ہر طرف سے تیروں اور برچھیوں کے حصار میں گھرا ہوا تھا تو اس حالت میں صرف روزہ ہي ایک ایسي عبادت تھي جو خاموشي کے ساتھہ بے روک ٹوک ادا کي جاسکتي تھي ' پس عقلاً سب سے پہلے اسي کو فرض ہونا چاہیے تھا کہ آغاز عہد کي مظلومیت و مسکنت میں بآساني ادا کیا جاسکتا تھا - لیکن تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز تو پہلے ہي دن فرض کردي گئي ' مگر روزہ سنہ ۲ ھ میں فرض ہوا ' جبکہ مال غنیمت سے مدینہ کا دامن بھر گیا تھا اور تکبیر و تہلیل کي صداؤں کو ایک فضاے غیر محدود مل گئي تھي -

آخر اسکے اندر کون سي حکمت پوشیدہ ہے ؟ کیا اسلام کا نظام عبادت ترتیب معکوس پر قائم ہے ؟

(علۃ تقدم صلوۃ)

اسلام ایک دین قیم ہے - ترتیب و نظام اوسکي حقیقت میں داخل ہے - پس ضرور ہے کہ عبادت کي فرضیت کي تقدیم و تاخیر میں بھي اسرار و علل پوشیدہ ہوں اور تدبر و تفکر سے کام لیا جاے تو فی الحقیقت نماز کي تقدیم اور روزے کي تاخیر میں ایک دقیق و اہم نکتہ پوشیدہ ہے -

اگر ہمارے پاس غذاے لطیف نہیں ' آب خوشگوار نہیں ' زوجۂ جمیلہ نہیں ' غرض وہ تمام چیزیں نہیں جنکے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو ایسي حالت میں ان تمام چیزوں سے منہہ موڑ لینا کوئی حقیقي تقوی نہ ہوگا ' بلکہ ایک مجبوري کي شکل ہوگي - کیونکہ اگر روزہ نہ رکھیں ' جب بھی دن بھر فاقہ ہی سے گذرتي ہے - پس اگر مکہ میں روزہ فرض کردیا جاتا تو وہ اسی قسم کا ایک مجبورانہ تقوی ہوتا ' لیکن مدینہ کي حالت اس سے مختلف تھي - وہاں زمین اپنے خزانے اوگل رہي تھی ' خوبصورت کنیزیں ہر طرف سے آ آ کر جمع ہو رہي تھیں ' فتوحات کے آغاز نے طرح طرح کي نعمتوں کے انبار لگادیے تھے اور آزادي کے احساس نے ان جذبات کو اور بھي مشتعل کردیا تھا - ایسي حالت میں اگر کوئي شخص ان لذائذ طیبہ سے احتراز کرتا تو یہ بے شبہہ اوسکے قوت ایمان و ضبط نفس کی دلیل ہوتي - اسلام درحقیقت صبر و توکل کی ایک آزمایش اور زہد و تقوی کا امتحان گاہ ہے ' اسلیے صبر و قناعت کیلیے اوس نے مسلمانوں کے زہد و تقوی کو روزے کے ساتھہ آزمایا ' اور ایسے وقت میں آزمایا جبکہ لغزش اور ٹھوکر کے اسباب فراہم ہونا شروع ہوگئے -

(آغاز صیام)

جمہور مفسرین کا بیان ہے کہ ابتداے اسلام میں مسلمانوں نے بھي روزہ بالکل اونہیں خصوصیات کے ساتھہ اختیار کیا تھا ' جسکي مثال عیسائیوں کے سلسلۂ عبادات میں قائم ہوچکي تھي - یعني عیسائیوں کے یہاں روزہ نہایت سخت شرائط کا پابند تھا - مثلاً اگر کوئي شخص افطار کرکے سوجاتا تھا ' تو اوسپر کھانا پینا ' عورت کے پاس جانا حرام ہوجاتا تھا ' اور اسي نیند کي ابتداء سے اوسکے روزہ کي ابتداء قرار پاتي تھي - شروع اسلام میں مسلمان بھي انھي شرائط کے پابند تھے ' لیکن بعض صحابہ نے حالت روزہ میں دن بھر کام کیا ' شام کے وقت پلٹے تو کھانا طیار نہ تھا - بی بي نے کھانا پکانا چاہا مگر اونکو کھانے سے پہلے ہي نیند آگئي اور بغیر افطار کئے ہوے سوگئے - اسي فاقہ کي حالت میں دوسرے روز کا روزہ بھي رکھنا پڑا ' نتیجہ یہ ہوا کہ بیہوش ہوگئے - یہ تو مجبوري کي صورت تھی ' لیکن بعض لوگ ضبط نفس بھي نکرسکے - خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپني بي بي سے علحدہ نہ رہسکے - اس بنا پر خداوند تعالی نے تشریع مزید کردي کہ شریعۃ اسلامیہ کا روزہ اقوام سابقہ کے سے شدائد پر مبني نہیں ہے - بلکہ اسمیں ہر طرح کي آسانیاں اور سہولتیں رکھي گئي ہیں :

احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم ھن لباس لکم وانتم لباس لھن - علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالان باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر - (۲ : ۱۸۳)	تمہارے لیے روزے کي راتوں میں بیوي کے پاس جانا جائز کر دیا گیا ہے ' کیونکہ عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم انکا لباس ہو - خدا کو معلوم ہوا کہ تم لوگ چھپ کے ایسا کرتے تھے - یہ گویا اپنے نفس کے ساتھہ خیانت تھی - پس خدا نے تمہاري توبہ قبول کرلي ' اور معاف کردیا - رات بھر اطمینان سے کھاؤ پیو ' یہاں تک کہ سفید دھاگا صبح کے سیاہ ڈورے سے ممتاز ہو جاے -

(صلوۃ و صیام)

نماز ایک محتسب ہے ' جو ہمکو ہر برائي سے بچاتي ہے -

ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر - (۲۹ : ۴۰)	نماز بري باتوں سے روکتي ہے -

لیکن محض احتساب سے تقوی حاصل نہیں ہوسکتا - طبیب ہمکو پرہیز بتاتا ہے اور ہم اوسکي ہدایت پر عمل نہیں کرتے ' اسکے پرہیز کا اصل مقصد یعنے صحت حاصل نہیں ہوتي - نماز ہمکو تقوی کي راہ دکھاتي ہے - لیکن روزہ ایک ایسي عبادت ہے جو ہمکو

خوان هاے پرتکلف کے سامنے بیٹھکر پالیتا ہے - اصل شے روح کا تقوی' نفس کي طهارت ' خواهشوں کا حبس ' قوتوں کا احتساب ' اور جذبات کا ایثار ہے ' اور چونکہ مخلوقات کیلیے غذا کي خواهش سب سے بڑي مجبور کن خواهش ہے ' اسلیے درس صبر' تعلیم تحمل ' تولید فضائل ' اور نفوذ اتقاء ' و ایثار نفس کیلیے اسي خواهش کے ترک کرنے کا حکم دیا گیا ' اور اسکو تمام روحانی فضائل کے کسب اور تمام اخلاقي رذائل سے اجتناب کا وسیلہ قرار دیا - یہی وجہ ہے کہ روزہ کا حکم دینے کے بعد اسکی علت ایک نہایت هی جامع و مانع اصطلاح شریعت میں واضح کردي گئي کہ : لعلکم تتقون ! یہ اسلیے ہے تا کہ تم تقوی حاصل کرو !

تقوی بچنے اور پرهیز کرنے کو کہتے هیں - قرآن حکیم کی اصطلاح میں اس سے مقصود تمام برائیوں اور رذالتوں سے بچنا اور پرهیز کرنا ہے -

* * *

پس روزہ وہ ہے جو همیں پرهیزگاري کا سبق دے' روزہ وہ ہے جو همارے اندر تقوی اور طهارت پیدا کرے - روزہ وہ ہے جو همیں صبر اور تحمل شدائد و تکالیف کا عادي بناے - روزہ وہ ہے جو همارے تمام بہیمی قوتوں اور غضبي خواهشوں کے اندر اعتدال پیدا کرے ' روزہ وہ ہے جس سے همارے اندر نیکیوں کا جوش ' صداقتوں کا عشق' راست بازي کی شیفتگي ' اور برائیوں سے اجتناب کي قوت پیدا هو - یہي چیز روزہ کا اصل مقصود ہے اور باقی سب کچھہ بمنزلۂ وسائل و ذرائع کے ہے - اگر یہ فضیلتیں همارے اندر پیدا نہ هوئیں تو پهر روزہ روزہ نہیں ہے بلکہ محض بهوک کا عذاب اور پیاس کا دکهہ ہے - کیا نہیں دیکهتے کہ احادیث نبویہ میں روزہ کی برکتوں کیلیے " احتساب " کي بهي شرط قرار دي گئي ؟

من صام رمضـــان ایمـــاناً و احتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه (رواہ البخاري)

جس شخص نے رمضان کے روزے احتساب نفس کے ساتهہ رکہے سو خدا اسکے تمام پچهلے گناہ معاف کردیگا -

* * *

پهر کتنے هیں جو روزہ رکهتے هیں اور ساتهہ هي ایک سچے صائم کي پاک اور ستهری زندگي بهي انهیں نصیب ہے ؟ آہ' میں اُن لوگوں کو جانتا هوں جو ایک طرف تو نمازیں پڑهتے اور روزے رکهتے هیں - دوسري طرف لوگوں کا مال کهاتے' بندوں کے حقوق غصب کرتے' اعزہ و اقارب کے فرائض پامال کرتے' بندگان الهي کي غیبتیں کرتے' انکو دکهہ اور تکلیف پہنچاتے' طرح طرح کے مکرو فریب کو کام میں لاتے' اور جبکہ انکے جسم کا پیٹ بهوکا هوتا ہے تو اپنے دل کے شکم کو گناهوں کی کثافت سے آسودہ اور سیر رکهتے هیں - کیا یہي وہ روزہ دار نہیں جنکي نسبت فرمایا تها :

کم من صائـــم لیس له من صومـــه الا الجوع والعطش (رواہ النسائي و ابن ماجه)

کتنے هی روزہ دار هیں جنهیں انکے روزے سے سوا بهوک اور پیاس کے کچهہ نہیں ملتا -

* * *

وہ راتوں کو تراویح میں قرآن' سنتے هیں اور صبح کو اسکي منزلیں ختم کرتے هیں ' لیکن اسکي نہ تو هدایتیں انکے سامعہ سے آگے جاتي هیں اور نہ اسکي صدائیں حلق سے نیچے اترتي هیں :

و رب قائـــم لیس له من قیـــامه الا السهـــر (رواہ ابن ماجه)

اور کتنے راتوں کو ذکر و تلاوت کا قیام کرنے والے هیں کہ انهیں اس سے سواے شب بیداري کے اور کچهہ فائدہ نہیں -

نیز فرمایا کہ " رب تال للقرآن والقرآن یلعنه " بہت سے قرآن تلاوت کرنے والے ایسے هیں کہ قرآن انپر لعنت بهیجتا ہے ؛ کیونکہ انهوں نے اپني بد کرداریوں اور بے عملیوں سے قرآن کي تلاوت و سماعت کو لہو و لعب بنا رکها ہے !

پهر کتنے هي روزہ دار هیں جنکا روزہ برکت و رحمت هونے کي جگہ بندگان الهي کیلیے ایک آفت و مصیبت ہے ' اور بہتر تها کہ وہ روزہ نہ رکهتے - دن بهر بهوکا رهکر اور رات کو تراویح پڑهکر وہ ایسے مغرور و بد نفس هو جاتے هیں گویا انهوں نے خدا پر' اسکے تمام ملائکہ پر' اور اسکے تمام بندوں پر ایک احسان عظیم کردیا ہے - اور اُسکے معاوضہ میں انهیں کبریائي اور خود پرستي کي دائمي سند ملگئي ہے - اب اگر وہ انسانوں کو قتل بهي کر ڈالیں جب بهي انسے کوئي پرسش نہیں - وہ تمام دن درندوں اور بهیڑیوں کي طرح لوگوں کو چیرتے پهاڑتے هیں اور کہتے هیں کہ هم روزہ دار هیں - سو ایسے لوگوں کو معلوم هونا چاهیے کہ زمین اور آسمان کا خداوند انکے فاقہ کرنے کا محتاج نہیں ہے ' اور انکے اس روزہ رکهنے سے اُس عاجز و درماندہ اور اپني خطاوں کا اعتراف کرنے والے گناهگار کا روزہ نہ رکهنا هزار درجہ افضل ہے جو گو خدا کا روزہ نہیں رکهتا مگر اسکے بندوں کو بهي نقصان نہیں پہنچاتا -

روزہ کا مقصود نفس کا انکسار اور دل کي شکستگي تهي - پهر اے شریر انسان ! تو روٹي اور پاني کا روزہ رکهکر خون اور گوشت کو کها نا کیوں پسند کرتا ہے ؟ ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتاً فکرهتموہ ؟ ایا تم میں سے کوئي پسند کریگا کہ وہ اپنے بهائي کا مردہ گوشت کهاے

من لم یدع قول الزور و العمل به فلیس لله حاجة في ان یدع طعامه و شرابه (رواہ البخاري)

جس شخص نے مکرو فریب نہ چهوڑا اور اتقاے صیام پر عمل نہ کیا سو خدا کو کوئي حاجت نہیں کہ اسکے کهانے اور پینے کو چهوڑا دے اور آسے بهوکا رکهے'

خدا فرماتا ہے کہ :

لن ینال الله لحومها و لا دماؤهـــا و لکـــن یناله التقـــوی منـــکم

الله تک تمهاري قربانیوں کا گوشت نہیں پہنچتا اور نہ انکا خون' لیکن تمهارا تقوی اور تمهاري نیت پہنچتي ہے -

اگر قرباني کا گوشت خدا تک نہیں پہنچتا' تو اے مغرور عبادت اور مردم آزار صائم ! تیري بهوک اور پیاس بهي خدا تک نہیں پہنچتي ' بلکہ وہ چیز پہنچتي ہے جو تیرے دل اور تیري نیت میں ہے - اگر تجهے وہ نعمت حاصل نہیں تو تجهے معلوم هو کہ تیري ساري ریاضت اکارت اور تیري ساري مشقت بیکار ہے -

پس وہ لوگ جنهوں نے روزہ نہ رکها اور خدا کا حکم توڑا ' اور وہ جنهوں نے رکها پر اسکي حقیقت حاصل نہ کي ' ان دونوں کي مثال اُن دو لڑکوں کی سی ہے جن میں سے ایک تو مدرسہ جانے کی جگہ گهر میں پڑا رهتا ہے' اور دوسرا مدرسہ میں تو حاضر هوتا ہے لیکن پڑهنے کی جگہ دن بهر کهیلتا ہے - پهلا لڑکا مدرسہ نہ گیا اور علم سے محروم رها - دوسرا گیا اور پهر بهي محروم رها - البتہ جانے والے کو نہ جانے والے پر ایک درجۂ فضیلت حاصل ہے ' لیکن اگر وہ مدرسہ جا کر لوگوں کو تکلیف پہنچاتا ہے - تو بہتر تها کہ وہ نہ جاتا -

* * *

پهر خدا را غور کرو کہ همارا ماتم کیسا شدید اور هماري بربادي کیسي المناک ہے ؟ کس طرح حقیقت نا پید اور عمل صحیح مفقود هوگیا ہے ؟ اس سے بڑهکر شریعت کي غربت اور احکام الهیہ کی بیکسي کیا هوگي کہ مسلمانوں نے یا تو اسے چهوڑ دیا ہے ' یا لباس لے لیا ہے اور روح چهوڑ دي ہے ! آہ' یہ کیسي رلا دینے والي بد بختي اور دیوانہ بنا دینے والا ماتم ہے کہ یا تو تم اسکے حکموں پر عمل نہیں کرتے یا کرتے هو تو اسطرح کرتے هو گویا خدا سے ٹهٹها اور تمسخر کرتے هو؟ فوا اسفا' وا حسرتا' وا مصیبتا ! جب حالت یہاں تک پہنچ چکي ہے تو تنزل کا شکوہ کیوں اور تباهی ملت کی شکایت کیا ؟ فهل من مدکر؟

الحسبة في الاسلام

(۳)

(مواقع احتساب)

افق عالم کو برائیوں نے گھیر لیا ہے ' نیکی کا چراغ اس تاریکی میں ٹمٹما رہا ہے ' اسلیے تمکو برائي ہر جگه مل سکتی ہے اور تم ہر جگه شیطان سے جہاد کرسکتے ہو ' لیکن جزئیات کا استقصاء مشکل ہے - بہتر ہوگا که چند ابواب مقسومه میں اصولي طور پر مواقع احتساب متعین کردیے جائیں -

سب سے اول درجه احتساب کا ایمان بالله اور توحید باري تعالی ہے - اور وہ تمام معتقدات جنسے ایمان بالله ترکیب پاتا ہے - لیکن یه حصه بہت وسیع ہے اور اسکے لیے ایک مستقل مضمون درکار ہے - ہم یہاں صرف اعمال کو لینگے -

(۱) عبادات و فرائض و سنن -

عبادات تمکو معلوم ہے که چار ہیں : نماز ' زکوۃ ' روزہ ' حج - سب سے پہلے ان کے قیام و استحکام کیلیے احتساب کرنا چاہیے - یه اگرچه نہایت ضروري ہے مگر پھر بھي آسان ہے - دشواري اسوقت پیش آتی ہے جب ان میں حشویات و زواید کا اضافه ہو جاتا ہے - اسیکا نام بدعت ہے ' اور انسان ان کے چھوڑنے پر به مشکل آمادہ ہوتا ہے - علماے اسلام کو اکثر انہی کیلیے جہاد کرنا پڑا - اس زمانے میں تو یه احتساب فرض عین ہوگیا ہے - کیونکه بدعات و زوائد سے شاید ہي کوئی عمل دینی محفوظ رہا ہو -

(۲) معاملات

تجارت میں بھی احتساب کي سخت ضرورت ہے - ایک شخص کم تولتا ہے ' ایک شخص اچھے کے ساتھه ردي مال ملا دیتا ہے ' ایک شخص غله روک لیتا ہے ' ایک شخص نرخ بڑھا دیتا ہے ' ایک شخص گھٹا دیتا ہے ' منڈي میں غله کي گاڑیاں آتی ہیں ' ایک شخص آگے بڑھ کر کل غله خرید لیتا ہے - ایک دیہاتي سودا لیکر آتا ہے ' ہوشیار شہري اوسکو دھوکا دیکر سستے داموں پر خرید لیتا ہے - اسلام میں یه تمام مواقع پیش آے ہیں اور ان پر احتساب کیا گیا ہے ' جیسا که کتب حدیث میں به تصریح مذکور ہے - تمدن جدید نے ان مخادعات و فریب کو اور با قاعدہ اور وسیع تر کردیا ہے ' - اسلیے جہاں جہاں اسلامي ابادیاں جدید تمدن کے رذائل و معائب کا شکار ہوئي ہوں ' وہاں اس احتساب کي بھی نہایت سخت ضرورت ہے - علی الخصوص ہندوستان اور مصر میں -

ملازمت کي ہر قسم کي بددیانتي قابل مواخذہ و احتساب ہے - رشوت خواري ' عدم اداے فرائض ' اور قبول رشوت بصورت ہدایا جو نہایت کثرت کے ساتھه جاری ہے اور جسکی نسبت نہایت صراحت سے احادیث کثیرہ و مشہورہ میں ممانعت کي گئی ہے ' وغیرہ وغیرہ -

(۴) اخلاق و عادات کی نگراني -

انسداد شراب نوشي ' قمار بازي ' ترویج فحاشي ' نا جائز گدا گري ' مسافروں کو خدع و فریب دینا ' اسکے علاوہ انکے مقدمات و دواعی کا استیصال بھي احتساب کا وسیع میدان ہے - یعني اُن تمام چیزوں کو بھي روکنا چاہیے جو گو خود ان مفاسد میں داخل نہیں ہیں لیکن ان مفاسد کا پیش خیمه اور وسیله ہیں - اس سلسلے میں مسلمانوں کي شادي و غمي کے رسم و رواج بہت بڑا موقعۂ احتساب ہیں - اکثر صورتوں میں انکي تفریحي مجالس کي نشاط فرمایان فسق و فجور اور کبائر و منکرات کا وسیله بن گئي ہیں - اسراف و تبذیر جو سب سے بڑي معصیت ہے ' نہایت مہلک اور برباد کن حد تک پہنچ گیا ہے - پس ارباب احتساب کي دعوت و تبلیغ اور سعي و مجاہدات کو اسپر متوجه ہونا چاہیے -

(۵) صیغه دیوانی و ملکي کا میدان بھی احتساب کا بہترین محمل ہے - صیغه مال ' صیغه دیواني ' خراج و مالگذاري کي تشخیص ' جیل خانوں کي اصلاح ' پولیس کے مظالم کا انسداد ' کونسلوں کی وسعت ' میونسپلٹي کي با قاعدگي ' محکمه زراعت و محکمه حفظان صحت کي نگراني ' غرض تمام محکمه ہاے حکومت جو انسان کي آرام و آسایش کے ذمه دار ہیں ' سب سے زیادہ قابل توجه و التفات ہیں - بدقسمتي سے اسمیں ہندوستاني رعایا کو بہت کم دخل ہے - اسلیے سر دست ہندوستان میں اسکا موقعه ناپید ہے -

(۶) تعلیمي یعني مدارس اسلامیه کي اصلاح ' مدارس سرکاري کا با قاعدہ مراقبه ' تعلیم عام کي اشاعت اور مضر تعلیم کو روکنا ' صحیح و صالح تعلیم و تربیت کو رواج دینا ' احتساب کے سلسلے میں داخل ہیں اور اس سفر کي نہایت اہم منزلیں ہیں -

غرض ہر وہ قوت فاعله جو دنیا پر بھلا یا برا اثر ڈال سکتي ہے احتساب کي طالب ہے - اسلیے تمام دنیا ایک عام صیغه احتساب ہے -

اسیلیے اسلام میں ہمیشه صیغه احتساب قائم رہا ' اور حدود شرعیه ' ضمان و قصاص ' عقدیات مالیه و بدنیه ' اسي غرض سے قائم کیے گئے تاکه دنیا کا معیار اخلاق اپنے توازن طبیعي کے ساتھه قائم رہے - دنیا میں حکومتوں اور سلطنتوں کو احتساب ہي نے قائم کیا ہے ' اور سلطنت کے تمام اجزاء احتساب ہی کے زیر اثر کام کررہے ہیں : کلکم راع و کل راع مسئول عن رعیته -

(احتساب اعظم)

دنیا میں جب تک اسلامي سلطنتیں قائم رہیں ' عبادات اخلاق ' تجارت ' ملازمت ' سیاست ' تعلیم ' غرض ہر چیز میں مذہب کا رنگ نمایاں طور پر نظر آتا تھا اور رشتۂ احتساب دین کے ہاتھه میں تھا ' لیکن اب جبکه تمھارے دلوں میں نور ایمان نہیں رہا تو تمھیں ہر چیز تاریک نظر آتی ہے - عبادات میں مذہب کي جھلک البته نظر آجاتي ہے اور رمضان میں مسجدوں کی قندیلیں گاہ گاہ اسے نمایاں کردیتي ہیں ' لیکن اگر یہي لیل و نہار ہیں تو ممکن ہے که یه چراغ بھي زیادہ عرصه تک روشن نه رہیں - لا قدر الله ! اسکے علاوہ تمام چیزوں پر سیاست کا رنگ چڑھ گیا ہے - تجارت ' ملازمت ' تعلیم ' غرض ہر چیز سے تم اسلیے بھاگتے ہو که یه سیاست کا میدان ہے اور ہمکو اس میں قدم نہیں رکھنا چاہیے ' لیکن تمکو گھبرانا نہیں چاہیے - سلطنت کے تمام اجزاء بھي احتساب ہي کا فرض ادا کر رہے ہیں - مجسٹریت سزا دیتا ہے که اخلاق کا معیار پست نه ہونے پاے ' جج حق دلواتا ہے که انصاف قائم رہے ' ڈاکٹر علاج تقسیم کرتا ہے که انسان کا مزاج اعتدال پر رہے ' پس تمکو خوش ہونا چاہیے که غیر تمھارا کام کر رہے ہیں ' البته چونکه تم مومن ہو - اسلیے تمکو محتسب اعظم بنکر خود انکا احتساب لینا چاہیے که وہ کیا کر رہے ہیں ؟ سچا احتساب انکے اندر ہے یا نہیں ؟

نماز کے احتساب کا نتیجہ عملي صورت میں دکھا دیتي ہے - نماز همکو تقوی سکھاتي تھي ' اور هم نے روزے میں تمام منہیات سے احتراز کرکے تقوی حاصل کرلیا - پس نماز کا اصلي نتیجہ روزہ ہے - یہي وجہ ہے کہ وہ نماز کے بعد فرض کیا گیا ' کیونکہ نتیجہ کبھي اصل علت سے منفک نہیں هوسکتا -

(زکواۃ و صیام)

روزہ اگرچہ نماز کا عملی نتیجہ ہے ' لیکن وہ خود زکوۃ کی علت بن جاتا ہے - انسان جب روزہ رکھتا ہے تو خود بھوکا پیاسا رهکر غریبوں اور مسکینوں کي بھوک پیاس کا اچھي طرح اندازہ کرلیتا ہے - پس اسے وہ فقراء و مساکین یاد آجاتے هیں جو بارہ مہینے اس تکلیف میں مجبوراً مبتلا رهتے هیں ' جس تکلیف کو روزہ دار نے اپني خوشي سے ایک ماہ کیلیے اختیار کیا - اسکا لازمي نتیجہ یہ ہے کہ اوسکے دل میں اونکي اعانت کا حقیقي جذبہ پیدا هوجاتا ہے - اور جب کبھي کسی بھوکے پیاسے کو دیکھتا ہے تو ٹھیک ٹھیک سمجھ لیتا ہے کہ اسپر کیسی مصیبت طاري ہے ؟

یہي وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم رمضان المبارک میں معمول سے زیادہ انفاق کیا کرتے تھے ' اور یہي سبب ہے کہ رمضان کے بعد صدقۂ فطر واجب کیا گیا -

اس لحاظ سے عبادات کے سلسلہ میں زکوۃ کا تیسرا درجہ اتفاقي نہیں بلکہ عقلي ہے ' کیونکہ وہ روزہ کا نتیجہ ہے - عبادات کے سلسلہ میں روزے کا چونکہ دوسرا درجہ تھا ' اسلیے اوسکے نتیجہ کا تیسرا اثر زکوۃ قرار پایا -

(حج و صیام)

حج ان تمام عبادات کا جامع ہے - اسکے علاوہ وہ اسلام کا آخري فرض ہے - نماز بھي اوسکا جزو ہے جو خطبہ و جماعت کے ساتھ ادا کي جاتی ہے - وہ روزہ و زکواۃ کا بھي ذریعہ بن سکتا ہے :

فمن کان منکم مریضا اوبہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ اونسک

تو تم میں سے جو مریض هو ' یا اوسکے سر میں کوئي مرض هو تو وہ روزے کا یا صدقہ کا یا قرباني کا فدیہ ادا کرے -

پس وہ اسلام کي عبادات سہ گانہ کا ایک جامع مرقع ہے جو دنیا کو علی الاعلان دکھایا جاتا ہے -

لیکن در حقیقت حج بھي روزے کا آخري نتیجہ ہے ' روزے کا بہترین نتیجہ ' یا تقوے کا ایک بہترین مظہر اعتکاف ہے ' جس میں انسان پر وہ چیزیں حرام هوجاتي هیں جو خود روزے کے زمانہ میں حلال تھیں -

ولا تباشروهن و انتم عاکفون في المساجد تلک حدود اللہ فلا تقربوها کذلک یبین اللہ آیاتہ للناس لعلهم یتقون -

اور اپني عورتوں کے پاس حالت اعتکاف میں نہ جاؤ یہ خدا کے حدود هیں انسے بچو ! اسي طرح خدا اپني آیتوں کو انسان کیلیے بیان کرتا ہے کہ وہ تقوي اختیار کریں -

اعتکاف تقوی کا بہترین مظہر ہے ' اسلیے اوسکے لیے وہ تمام شرائط لازمي هیں جنکے آغوش میں تقوي نشو و نما پاتا ہے - اعتکاف کیلیے روزہ ضروري ہے جو مجسم تقوی ہے - مسجد کے حدود سے باهر کوئي شخص معتکف نہیں هوسکتا ' اور مسجد هي وہ گھر ہے جسکو خدا نے موسس علی التقوي کہا ہے ' پس اعتکاف روزہ کا ایک جزو یا اسکي ایک اعلی ترین شکل ہے ' اور حج کي غرض سے هم جس مقدس گھر کی زیارت کو جاتے هیں اسکي تعمیر کا بھي ایک مقصد اعتکاف تھا -

و عهدنا الی ابراهیم و اسمعیل ان طهرا بیتي للطائفین و العکفین و الرکع السجود -

اور هم نے ابراهیم و اسمعیل کو وصیت کي کہ تم همارے گھر کو طواف کرنے والوں کیلیے اور مجاوروں کیلیے اور رکوع سجود کرنے والوں کیلیے پاک کرو !

(شہر رمضان)

لیکن همکو سب سے زیادہ اس چیز پر غور کرنا چاهیے جسکي بنا پر قرآن مجید رمضان میں نازل کیا گیا - هم نماز پڑھتے هیں ' زکوۃ دیتے هیں ' حج کرتے هیں ' لیکن هم پر کوئي آیت نازل نہیں هوتي - صرف روزہ هي ایک ایسي عبادت ہے جسکي برکت سے هم پر پورا قرآن نازل هوا : شہر رمضان الذي انزل فیہ القران :

اللہ تعالی نے قران کریم کو صرف متقین کے لیے نازل فرمایا ہے :

ذلک الکتاب لاریب فیہ هدی للمتقین الذین یومنون بالغیب ' و یقیمون الصلوۃ و مما رزقنهم ینفقون - (۲ : ۲)

اس کتاب میں کوئي شبہ نہیں - وہ ان پرهیزگاروں کیلیے رهنما ہے جو غیب پر ایمان لاتے هیں ' نماز پڑھتے هیں ' اور هم نے جو کچھ انہیں دے رکھا ہے ' اسمیں سے انفاق و صدقات کرتے هیں -

روزہ صرف تقوی کا نام ہے ' اس بنا پر قرآن مجید کا حقیقي ظرف رمضان ' اور اوسکا حقیقي مخاطب صرف روزہ دار هي هوسکتا ہے :

شہر رمضا الذي انزل فیہ القرآن هدی للناس و بینت من الهدی و الفرقان - (۲ : ۱۸۱)

رمضان کا وہ مہینہ جسمیں قرآن نازل کیا گیا - جو هدایت ہے لوگوں کیلیے ' اور اوس میں نہایت واضح اور روشن دلیلیں امتیاز و هدایت کي موجود هیں -

امام رازي نے لکھا ہے کہ خدا نے سورۂ بقرہ کے اول میں هدی للمتقین کہا تھا اور یہاں هدی للناس کہا ہے ' اسلیے ان دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم هوتا ہے کہ آدمي وهي ہے جو پرهیزگار ہے - جو پرهیز گار نہیں وہ آدمي نہیں - دوسرے الفاظ میں اس مفهوم کو یوں بھي ادا کرسکتے هیں کہ کامل انسان وهي ہے جو روزہ دار ہے - یعني ضبط و صبر اور ایثار کي قوت رکھتا ہے - جو روزہ دار نہیں وہ انسان هي نہیں - کیونکہ انسان وهي ہے جسمیں چارپایوں سے کچھ زیادہ جوهر هوں - وہ جوهر اسکي ملکوتیت ہے -

روزے سے انسان کے قلب میں تقوی و طہارت کي جو کیفیت الهیہ پیدا هوجاتي ہے ' اوسکا مظہر اگرچہ اوسکي زندگي کا هر حصہ هوسکتا ہے تاهم اوسکے اظہار کا حقیقي مرقع معاملات تمدني هیں جہاں انسان کا قدم ڈگمگا جاتا اور حلال و حرام کے درمیان جو مشتبہات هیں ' اونکي تمیز اوٹھ جاتي ہے - کسي نے امام محمد سے کہا کہ آپنے زهد میں کوئي کتاب نہیں لکھي - اونهوں نے فرمایا : میں نے معاملات میں کتابیں لکھي هیں - زهد کا مظہر اوس سے بڑھکر کیا هوسکتا ہے ؟

اس لحاظ سے تمہارے معاملات روزے کے نتائج کے اظہار کا بہترین ذریعہ هیں - یہي وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے روزے کے احکام کے بعد فرمایا :

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلوا بها الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم و انتم تعلمون - (۲ : ۱۸۴)

اور اپنے مال کو باهم ناجائز طریقہ سے نہ کھاو ' اور نہ حکام کو رشوت دو کہ وہ لوگوں کے مال کا ایک حصہ ناجائز طریقہ سے کھائیں -

نظم کلام و ترتیب آیات کے لحاظ سے ان احکام کو بظاهر روزے سے کوئي مناسبت نہیں معلوم هوتي ' لیکن حقیقت یہ ہے کہ روزے کي روح یہی اکل حلال ہے - روزہ نے انسان پر اکل حلال صرف اسلیے حرام کر دیا کہ وہ اگر سد رمق پر قناعت نہیں کرسکتا تو اوسکو کم از کم زهد و قناعت کا خوگر هوکر اکل حرام سے تو ضرور بچنا چاهیے - قرآن مجید کا طرز خطاب یہي ہے کہ وہ مقدمات قائم کر دیتا ہے ' اون کے نتائج پیش کر دیتا ہے ' لیکن یہ نہیں بتلاتا کہ اس میں کون سا مقدمہ ہے اور کون سا نتیجہ ؟ تاهم فطرت سلیمہ خود بخود ان کي طرف هدایت کرتي ہے - ان هذ القران یهدي للتي هي اقوم -

اس تمهيدي تفصيل کے بعد اب يه آساني سے سمجهه ميں آسکتا هے که انتقال مکانيکي اور انتقال عصبي ميں کيا فرق هے ؟

مثـــلا پاني جو ميکانيکي طور پر پائپ سے نکلتا هے ' اس پر موثرات طبيعيه يعني گــرمي سردي کا اثر نهيں پڑتا - نه پائپ کے احساس ميں (اگر اسميں احساس هو) کچهه فرق آتا هے ' اور نه پاني کي رواني ميں کچهه کمي هوتي هے - اگــر اسکے گرد سم آلود پٹی باندهديجـاے يا خود اسي ميں زهر کے قطرے ڈالديے جائيں - جب بهي اسکي قوت ايصال ميں کچهه فرق نه آئيــگا -

ليکن اگر انهي چيزوں کا استعمال کسي حيواني عصب پر کيا جائيگا تو وه ضرور متاثر هوگا -

اب اگر تم کسي انتقال کے متعلق يه معلوم کرنا چاهتے هو که يه ميکانيکي هے يا عصبي ' تو اسکي صورت يه هے که پہلے ديکهــو که وظائف الاعضائي تغيرات کا اثر اس پر پڑتا هے يا نهيں ؟ اگر نهيں پڑتا تو وه مکانيکي هے ورنه عصبي -

يورپ ميں مشهور جرمن عالم وظائف الاعضاء کے تجارب کي بناء پر به فيصله کرليا گيا هے که نبـاتات ميں صرف انتقال مکانيکي هے - حالانکه مسکين پفيفر کا تجربه صرف ايک مخدر و مذوم درا تک محدود هے - اسنے کلورو فارم ممومسا کے تنے کي بالائي سطح پر استعمال کيا اور اسکے بعد اسے مس کيا - پتياں بدستور اسهلا کے جهک گئيں - اس سے وه اس نتيجه پر پہنچا که نبـاتات ميں انتقال ميکانيکي هے نه که عصبي -

واقعي بظاهر يه تجــربه قابل استناد معلوم هوتا هے اور جو شخص سنتـا هے وه ابتـدا ميں باساني پفيفر کي راے سے اتفاق کرليتا هے - چنانچه ڈاکٹر بوس ايک موقع پر لکهتے هيں :

" خــود مجهه پر بهي اسکا اثر عرصے تک بهت قوي رها ليکن تهوڑے غور و خوض کے بعد اصل حقيقت منکشف هوگئي -

معلوم هوتا هے که پفيفر اپنے تجارب ميں ان داخلي نسيجوں کو متاثر نه کرسکا جو احساس کا اصلي سرچشمــه هيں - يه کوئي تعجب انگيز بات نهيں هے کيونکه يه کام نهايت مشکل تها - اسميں کچهه درختوں هي کي خصوصيت نهيں هے - حيوانات ميں بهي اسکي مثاليں بکثرت ملتي هيں - مثلا اگر حيوانات کي بالائي جلـد پر کلورو فارم کا استعمال کيا جاے تو اسکا اثر ان عصبي ٹهيليوں (Nerve trunk) تــک نهيں پهنچتا جو عضلات کے درميان هوتي هيں -

اسي خيـال سے ميں نے از سر نو اس مسئله پر غور کرنا شروع کيا ' اور اسکے ليے مختلف باره طريقے استعمال کيے - اب ان تمـام طريقوں سے يه امر ثابت هوگيا هے که نبـاتات ميں جس قسم کا تنبه هوتا هے اسکي نوعيت بعينه وهي هے جو حيوانات کے تنبه کي هے " -

(طرق دوازده گانه)

مسٹر بوس کے ان باره طريقوں ميں هم تين طريقوں کو نهايت اختصار کے ساتهه بيان کرينگے -

سرعت تاثر اور ذکاوت جس کے لحاظ سے هم نے ممومسا کو شروع ميں انتخاب کيا تها اور اسوقت بهي اسي کے تجربه و مثال کو قائم رکهتے هيں - ممومسا ميں جو تنبه هوتا هے ' ظاهر هے که وه عصبي قرار پائيگا بشرطيکه ثابت هوجاے که :

(۱) وظـائف الاعضـــائي تغيرات کا اثر تنبه کے انتقال کي رفتار پر پڑتا هے -

(۲) جن وظائف الاعضائي موانع کي وجه سے حيوانات ميں تنبه کو روکا جاسکتا هے ' بعينه انهي موانع کے ذريعه يهاں بهي تنبه کو روکا جاسکتا هے -

(۳) طبيعي انتشار کے بغير هيجـان کا آغاز اسکے دائره کي توسيع هوسکتي هے -

آخري تحقيقات نے همارے ليے ايسے آلات فراهم کرديے هيں جنکے ذريعه هم انتقال تنبه کي رفتار اور مختلف حالات ميں اسکے تغيرات معلوم کرسکتے هيں -

آينده نمبر ميں هم ان آلات کے متعلق تفصيل سے بحث کرينگے -

(۱) يه پٹي اور پچکاري کي دو مختلف حالتوں کا مرقع هے بالائي تصوير اس حالت کي هے جب پٹي اور پچکاري دونوں ايک دوسرے سے علحده هيں - دوسري زيريں تصوير ميں پچکاري کي گولي پٹي کے کنارے سے ملی هوئي دکهائي گئي هے - يهي حالت تجربه و عمل کي هے -

اس دوسري تصوير ميں نظريۂ انتقال ميکانيکي کو مصور کرکے دکهايا گيا هے -

يعني يوں فرض کيجيے که نباتات کے وه نسيج جو معمولي مقدار سے زياده ضخيم نظر آتے هيں مثل ايک پچکاري کے هيں - جب هم اس پچکاري کا ايک سرا دباتے هيں تو پاني زور کے ساتهه نکلنا چاهتا هے اور اسي کوشش ميں وه گولي نما سرے کو آگے دهکيلتا هے - يه دوسرا سرا آگے پٹي کے متقلص نسيج سے لگتا هے اور وه سکڑنے لگتا هے -

(۷) اس موقع ميں انتقال عصبي اور انتقال ميکا نيکي کي تصوير کهينچي گئي هے -

هم نے مضمون ميں يه بتا ديا هے که انتقال عصبي ان چهوٹے چهوٹے ذرات کے انتشار و آشفتگي کا نام هے جن سے اعصاب مرتب هوتے هيں - انکو اصطلاح ميں دقائق کيميا يه بهي کهتے هيں - چنانچه مندرجه بالا تصوير ميں آپ ديکهتے هونگے که بهت سے نقطے نقطے پريشان و منتشر هيں -

انتقال ميکا نيکي کی حقيقت يه هے که ايک سيال ماده متحرک هوتا هے - دوسري زيريں تصوير اسي انتقال کو واضح کرتي هے - اسميں سيال ماده کي موجيں خطوں کي شکل ميں دکهائي گئي هيں -

دونوں تصويروں کے وسط ميں آپ دو خط ديکهتے هيں - يهي وه مقامات هيں جهاں پر مخدر ادويه کا استعمال کيا گيا هے -

مذاکرۂ علمیہ

علم النباتات کا ایک جدید صفحہ

(مسٹر بوس کا اکتشاف جدید)

روح نباتات اور احساس

(۲)

(قدیم تحقق)

گذشتہ صحبت میں تم نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ حیوانات اور نباتات کے ہیجانوں میں کس درجہ مشابہت و مماثلت ہے ؟ اور اسلیے غالباً تم دونوں کو یکساں طور پر " ہیجان" اور "عمل عصبی" سمجھتے ہوگیے -

لیکن علماء وظائف الاعضاء نباتات کے سر خیل ' علامہ پیفر (Peffer) کے بعض تجارب کي بنا پر یورپ میں یہ امر قطعي طور پر طے پاگیا تھا کہ حیوانات میں جس شے کو دفع عصبي (Nervous in pulse) کہتے ہیں' اسکے مقابلہ میں نباتات کے اندر کوئي شے نہیں ہے - چنانچہ تمام علماء نباتات برابر یہی کہتے آئے ہیں کہ جسکو ہم بظاہر دفع عصبي سمجھتے ہیں' وہ عمل عصبي نہیں بلکہ ایک طرح کا عمل میکا نیکي ہے -

وہ کہتے ہیں کہ پودوں کے جو نسیج طبیعي مقدار سے زیادہ بڑے نظر آتے ہیں' انکي نسبت سمجھنا چاہیے کہ وہ گویا ربڑ کي نلکیاں ہیں جنمیں پاني بھرا ہوا ہے - جب ہم کہربا کے ذریعہ یا کسي اور مکا نیکي طریقہ سے تنبہ و تحریک پیدا کرتے ہیں تو گویا ان پاني سے بھرے ہوے نسیجوں کو نچوڑنے لگتے ہیں - اسلیے پاني اندر سے پورے زور کے ساتھہ اچھلکر نکلتا ہے اور نکل کے پودے کے اس عضو متعلق (پل وي نس) سے ٹکراتا ہے - اس تصادم کي وجہ سے پل وي نس سکڑنے لگتا ہے' اور باہر کي پتیاں کمھلا کے جھک جاتي ہیں -

ڈاکٹر بوس کی تحقیقات سے پیشتر تمام علمي دنیا کا ان بیانات پر ایمان کامل تھا مگر اب علم کي ایک مشرقي رسالت نے اس ایمان کو متزلزل کر دیا ہے !

اب ہم کو اس طرف متوجہ ہونا چاہیے کہ کیا در حقیقت نباتات میں ہیجان یا حرارت کا انتقال عصبي نہیں ہے بلکہ مکا نیکي ہے ؟ اسکے متعلق فیصلہ کرنے سے پہلے انتقال عصبي اور انتقال میکانیکي کا باهمي فرق سمجھہ لینا چاہیے -

(انتقال میکا نیکی اور انتقال عصبی)

کسي جسم کے ایک مقام سے دوسرے مقام پر صناعي اور آلي طریقہ سے (یعنی بذریعہ آلات کے) جانے اور منتقل ہونے کا نام " انتقال مکا نیکی " ہے -

مثلاً تمھارے شہر میں زمین کے نیچے آہني نلوں کا ایک جال پھیلا ہوا ہے جسے تم پایپ یا پم کہتے ہو - اسمیں ایک مخصوص مقام سے پاني ڈالا جاتا ہے اور بعض مشینوں کي وساطت سے تمھارے گھروں تک پہنچ جاتا ہے - یعنی ایک جسم سیال (پاني) بعض آلات کے عمل سے اپني جگہ سے چلتا ہے اور چلکر تم تک آجاتا ہے - یہي انتقال میکانیکي ہے -

انتقال عصبي میں بھي قریباً وہي ہوتا ہے جو انتقال مکانیکي میں ہوتا ہے - اعصاب نہایت چھوٹے چھوٹے ذرات سے مرکب ہیں ان ذرات میں حرکت و انتقال کی قابلیت موجود ہے - جب اعصاب میں کسي قسم کي تنبیہ یا تحریک ہوتي ہے تو ان ذرات میں آشفتگي و برہمي پیدا ہوجاتي ہے - اسي برہمي و انقلاب کا نام ہیجان ہے -

جب اعصاب اپني پوري زندگي یا بہتر و موافق وظائف الاعضائي حالت میں ہوتے ہیں' تو اسوقت یہ قوت اپنے اوج و شدت پر ہوتي ہے - ضعیف سے ضعیف تنبیہ اور خفیف سي خفیف تحریک بھي ذرات میں ایک انقلاب عظیم اور برہمي عام پیدا کردیتي ہے - اور اسلیے سخت ہیجان محسوس ہوتا ہے -

لیکن جب اعصاب کي وظائف الاعضائي حالت عمدہ نہیں ہوتي ' تو ذرات کي برہمي اور ہیجان کي شدت میں بھي فرق آجاتا ہے -

یہ حالت اعصاب موصلہ conducting nerves سے ہوکے گزرتي ہے' اور جہاں سے گزرتي ہے' اس مقام کے ذرات میں انقلاب و برہمي پیدا ہو جاتی ہے - یہي جا بجا اور منزل بمنزل بڑھنے والا انقلاب ذرات ہے جسے تنبہ عصبي nervous epulsim کے انتقال سے تعبیر کیا جاتا ہے -

(وظائف الا عضائی اعتدال)

ہم ابھي لکھہ آئے ہیں کہ ہیجان کي شدت اور اسکا ضعف اعصاب کی حیات تامہ اور موافق و سازگار وظائف الاعضائي حالت پر موقوف ہے ' اسلیے ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ " موافق وظائف الاعضائي حالت " سے ہماري مراد کیا ہے ؟

اس سے ہمارا مقصد اعتدال حرارت و برودت ہے -

اعصاب کے اداء وظائف پر حرارت و برودت کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے - جسوقت اعصاب کے کسي حصہ میں تنبہ یا تحریک پیدا ہوتي ہے' اگر اسوقت وہ معتدل حالت میں ہوتے ہیں تو انمیں ایک طبیعي و عادي ہیجان پیدا ہوتا ہے - لیکن اگر یہ اعتدال موجود نہو بلکہ برودت غالب ہو ' تو پھر جسقدر برودت کا غلبہ ہوتا ہے اسیقدر ہیجان میں بھي کمي ہوتي جاتي ہے - یہاں تک کہ جب برودت بہت زیادہ بڑھجاتی ہے تو پھر ہیجان بالکل باطل ہو جاتا ہے - یہي بطلان ہیجان ہے جس کو مرض فالج کہتے ہیں -

لیکن اگر برودت کے بدلہ حرارت کا غلبہ ہے تو اس سے ہیجان میں ایک غیر طبیعي حالت پیدا ہوتي ہے - اس حالت کے حد سے زیادہ ہونے کے بعد برودت کے نتائج کي طرح اسکے نتائج بھي سخت خطرناک ہو جاتے ہیں -

بعض ایسے وسائل بھي ہیں جنکے ذریعہ سے اعصاب میں ہنگامي طور پر فالج کی سي کیفیت پیدا کي جاسکتي ہے - انکو اصطلاح میں anacsthotics کہتے ہیں -

انکے اثرات کا اصلی عمل یہ ہے کہ وہ اعصاب کي قوت تنبہ پر قبضہ کر لیتے ہیں - اسي طرح بعض ایسي سمیات (زہریلي دوائیں) بھي ہیں جنکے ذریعہ اعصاب کي قوت ایصال کو فنا کردیا جاسکتا ہے -

تنزل الملئکة والروح فیہا باذن ربہم - | اوس رات میں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے اترتے ہیں -

فرشتے اور روح اس رات میں اترتے ہیں' مگر بتدریج پورے ایک مہینے میں اوترتے ہیں کیونکہ دنیا کا دامن دفعةً ان برکات و فضائل کے سمیٹنے کي وسعت نہیں رکھتا :

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچیں نگاہ تو ز داماں گلہ دارد

* * *

لیکن یہ ملائکہ کیا ہیں ؟ اور اس روح کي حقیقت کیا ہے ؟ اللہ تعالی نے خود اسي آیت میں اس حقیقت کو واضح کردیا ہے : من کل امر سلام یعنی وہ ملائکہ اور روح امن اور سلامتي ہیں - جو دنیا کو یکسر امنیة و سلامتي کي برکتوں سے معمور کردیتے ہیں !

* * *

یہ سکون' یہ اطمینان کامل' یہ سلامتي' یہ امن عام جو ہم پر آسمان سے اترا' صرف عرب کے لیے مخصوص نہ تھا بلکہ وہ مشرق و مغرب دونوں کو محیط ہے - ہمارا آفتاب اگرچہ مغرب سے طلوع ہوا تھا جو ہمارا قبلۂ ایمان ہے' لیکن اسکي شعاعوں نے مشرق کے افق کو بھی روشن کردیا جہاں سے دنیا کا سورج نکلتا ہے' اور جہاں سے شبنم کا ستارہ طلوع ہوتا ہے :

هي حتى مطلع الفجر - | وہ امن و امان کا پیغام صبح کے طلوع ہونے کي جگہ تک یعنے مشرق تک پہنچ جائیگا -

دنیا نے اس وعدے کي صداقت کو دیکھہ لیا' جب خدا کے پاک فرشتے یعنی قرآن نے مشرق و مغرب دونوں کو اپنے پروں کے نیچے چھپا لیا - ان اللہ علی کل شی محیط -

* * *

امن عام کا یہ پیغام کیا ہے ؟ اور وہ کیونکر مشرق و مغرب تک پہونچایا جائیگا ؟

قرآن حکیم نے دوسري آیتوں کے ذریعہ اس نکتہ کو حل کردیا ہے :

انا انزلناہ في لیلة مبارکة انا کنا منذرین فیہا یفرق کل امر حکیم امرا من عندنا انا کنا مرسلین - رحمة من ربک انہ ہو السمیع العلیم - (۴۴ : ۴) | ہم نے قرآن کو ایک مبارک رات میں اتارا کیونکہ ہم دنیا کو اسکي ضلالت کے نتائج سے ڈرانے والے تھے - تمام انتظامات الٰہیہ جو حکمت و مصلحت عالم پر مبني ہیں' اسی رات میں طے پاتے ہیں - از انجملہ قرآن کا نزول جو اسي رات میں شروع ہوا - نیز ہمیں اپنا رسول بھیجنا مقصود تھا' جسکا ظہور اللہ کي رحمت کا نزول ہے -

اب ان دونوں سورتوں کے تطابق و تشاکل پر غور کرنا چاہیے -

اللہ تعالی نے سورۂ قدر میں فرمایا : انا انزلناہ في لیلة القدر اور یہاں فرمایا : " انا انزلناہ في لیلة مبارکة اسلیے یہ دونوں راتیں ایک ہی ہیں - وہاں فرمایا تھا تنزل الملئکة والروح فیہا باذن ربہم من کل امر سلام اور فرمایا : فیہا یفرق کل امر حکیم امرا من عندنا - اس بنا پر یہ " امر سلام " اور یہ " امر حکیم " جسکي تنزیل و تقسیم لیلة القدر میں خدا کے حکم سے کي گئي ہے' دونوں ایک ہي چیزیں ہیں -

* * *

لیکن سوال یہ ہے کہ خود وہ " امر سلام " اور " امر حکیم " کیا چیز ہے ؟ دوسري آیتوں نے اسکي بھي تفسیر کردي ہے :

الرا : تلک آیت الکتب الحکیم - اکان للناس عجباً ان اوحینا الی رجل منہم ان انذر الناس وبشر الذین آمنوا ان لہم قدم صدق عند ربہم ؟ | یہ قرآن حکیم کي آیات ہیں' پھر کیا لوگوں کو تعجب ہے کہ ہم نے انہی میں سے ایک آدمي پر وحي کي تاکہ وہ لوگونکو ڈرائے اور مومنوں کو اس بات کا مژدہ سنائے کہ خدا کے تخت کے نیچے انکا قدم جم گیا ہے ؟

اسلیے یہ " امر حکیم " اور یہ " امر سلام " خود قرآن کریم ہے جو لیلة القدر میں نازل کیا گیا -

* * *

اللہ تعالی نے سورۂ قدر میں قرآن حکیم کي چند خصوصیات کا اجمالي ذکر فرمایا تھا' لیکن اس آیت میں وہ خصوصیتیں بہ تفصیل بیان فرمائي ہیں -

سورۂ قدر میں فرمایا تھا کہ " وہ سورج کے طلوع ہونے کي جگہ تک پھیل جائیگا " یہ نہایت مجمل طرز خطاب تھا - سورۂ دخان میں اوسکي تفسیر بھي کردي : فیہا یفرق کل امر حکیم امرا من عندنا یعنے قرآن حکیم کي آیتیں ہمارے حکم سے ایک پیغمبر پر تقسیم کي جاتي ہیں تاکہ وہ دنیا کے سامنے ان آیتوں کو لے کے جائے اور ہر شخص کے آگے اس خوان کرم کو بچھادے' تاکہ ہر شخص اپنا حصہ لے لے : انا کنا مرسلین رحمة من ربک - لیکن دنیا غفلت کي نیند میں سورہي تھي' اسلیے یہ ابر رحمت پہلے گرجا تاکہ دنیا جاگ اوٹھے - اوس نے اپني چادر غیب سے پہلے اوس ہاتھہ کو نکالا جس میں بجلي کا تازیانہ تھا :

یا ایہا المدثر! قم فانذر ! | او چادر اوڑھنے والے ! اوٹھہ' اور ڈرا !

پہلے اوسکو گرجنے اور تڑپنے کي ضرورت تھي' اسلیے وہ گرجا' چمکا' تڑپا : انا انزلناہ في لیلة مبارکة انا کنا منذرین لیکن درحقیقت اوسکا یہ وصف عارضي تھا' ورنہ رفق و ملاطفت اوسکا مایۂ خمیر اور عنصر حقیقي ہے : عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم - اسلیے وہ روئي کے گالے سے بھي زیادہ نرم و سفید بادل کا ایک ٹکڑا تھا' جو آب شیریں کا خزانہ اپنے ساتھہ رکھتا تھا اگرچہ ابتدا میں بجلي کي کڑک اسکا مظہر ورود ہوئي - یہ انذار و وعید' یہ قہر و غضب اوس قوم کي شامت اعمال کا نتیجہ تھي' ورنہ پیغمبر امی خدا کي طرف سے صرف بشارت رحمت اور لطف و کرم کا مجسمہ بنا کر بھیجا گیا تھا : انا کنا مرسلین' رحمة من ربک -

لیکن خدا کي یہ رحمت صرف عرب کے ساتھہ نہ تھي - بلکہ اس ابر کرم نے تمام مشرق و مغرب کو جل تھل کردیا - چنانچہ دوسري جگہہ رحمة من ربک کي تفسیر کردي گئي ہے -

ما ارسلناک الا رحمة للعالمین - | ہم نے تجھکو تمام دنیا کیلیے صرف رحمت ہي رحمت بنا کے بھیجا !

* * *

" لیلة القدر " کو تمام راتوں پر صرف اسی لیے فضیلت نہیں ہے کہ اوسمیں عبادت کا ثواب تمام راتوں سے زیادہ ملتا ہے بلکہ اس بنا پر بھي کہ اوسی میں ہمکو ایک کتاب دیگئي اور ہمکو مشرق و مغرب میں اوسکي منادي کرنے کا حکم دیا گیا - بادشاہوں کي منادي طبل و علم کے ساتھہ کي جاتي ہے' لیکن خدا کي منادي تہلیل و تکبیر کے ساتھہ ہوني چاہیے - رمضان کے بعد عید کا حکم اسي لیے دیا گیا تاکہ تہلیل و تکبیر کي مقدس صداؤں میں اسلام کے جاہ جلال' تفوق و قوت' اور وسعت و انبساط تمام دنیا کو نظر آجاے : ولتکبروا اللہ علی ما ہداکم و لعلکم تشکرون -

پھر آہ تمہاري غفلت کیسي شدید اور تمہاري گمراہي کیسي ماتم انگیز ہے کہ تم لیلة القدر کو تو ڈھونڈھتے ہو پر اس کو نہیں ڈھونڈھتے جو لیلة القدر میں آیا اور جسکے ورود سے اس رات کي قدر و منزلت بڑھي' - اگر تم اسے پالو تو تمہارے لیے ہر رات لیلة القدر ہے :

ہر شب شب قدر است اگر قدر بداني !

وثایق و حقایق

لیلۃ القدر

عالم تقدیر خاموش نہیں ہے - وہ ایک امام ناطق ہے - اُس نے مجموعی طور پر تمام عالم کی قسمت کا فیصلہ ازل ہي میں کردیا تھا ' لیکن اشخاص و اقوام کی تقدیر کا فیصلہ ہمیشہ ہوتا رہتا ہے -

کارکنان قضاء و قدر بہت سي قوموں کی قسمت کا فیصلہ کرچکے تھے ' مگر ایک بادیہ نشیں قوم پہاڑوں کے دامن میں دبی پڑي تھی - اُنھي پہاڑوں کے غار سے آتشیں شریعت کا ایک شرارہ اوڑا ' اور دفعۃً خرمن جہل و ضلالت پر برق خاطف بنکر گرا - اس مردہ قوم کی سوئی ہوئي تقدیر نے مدت کے بعد ایک خاص رات میں کروٹ بدلی ' اسلیے اس رات کو لیلۃ القدر کہا گیا ' کیونکہ اسي رات میں اوسکے کارنامہ اعمال کو قرآن حکیم کے ذریعہ سے معین و مقدر کردیا گیا تھا :

انا انزلناه فی لیلۃ القدر — ہم نے اوسکو لیلۃ القدر میں نازل کیا (۱)

لیلۃ القدر : قیل لیلۃ الشرف و الفضل و قیل لیلۃ التدبیر و التقدیر و ھو اقرب (احکام القران لابن عربی)

* * *

عربی زبان میں متکلم کیلیے " انی " و " انا " کي دو ضمیریں میں جو بہ ترتیب " واحد متکلم " و " جمع متکلم " کیلیے مستعمل ہوتي ہیں - اللہ تعالی نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا کي نشاۃ اولی کا موسس بنانا چاہا تو فرمایا :

انی جاعل فی الارض خلیفہ (۲ : ۲۸) — میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں -

اس آیت میں اللہ تعالی نے اپنے لیے معمولي صیغۂ واحد متکلم کا استعمال کیا ہے ' کیونکہ اشیا و امثال کا پیدا کرنا اسکي قدرت کاملہ کے نزدیک کوئي غیر معمولي اہمیت نہیں رکھتا تھا - لیکن بطون و ارواح کي نشاۃ جدیدہ دنیا کیلیے مایہ صد رحمت و برکت تھی ' اسلیے اللہ تعالی نے جب کسي پیغمبر کو اس نشاۃ حقیقہ کا ذریعہ بنایا ہے تو اس موقع پر اپنے لیے ضمیر جمع متکلم کا صیغہ استعمال کیا ہے جو واحد کیلیے تعظیم و شرف کا پہلو رکھتا ہے - یہ تعظیم در حقیقت اوس جدید روح سعادت و ہدایت کي اہمیت و عظمت کو نمایاں کرتي ہے جو دنیا میں ظہور پذیر ہونا چاہتی ہے -

حضرت آدم علیہ السلام نے دنیا کا قالب موزوں تیار کردیا تھا لیکن وہ روح سے یعني ترقي یافتہ دین الہی کي حقیقی روح سے خالي تھا - اللہ تعالے نے سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کو یہ امانت دیکر دنیا کي طرف بھیجا جو ایک عظیم الشان روحاني انقلاب تھا ' پس ضمیر تعظیمي سے اسکا اظہار کیا :

انا ارسلنا نوحاً — ہم نے نوح کو بھیجا -

* * *

لیکن یہ روح امتداد زمانہ سے فرسودہ ہوگئي تھی ' بلکہ سچ یہ ہے کہ بالکل مردہ ہوگئي تھي - اسلیے اللہ تعالے نے قران مجید کے ذریعہ اس روح مردہ کو ' اس گل پژمردہ کو ' اس بخت خفتہ کو ' پھر زندہ کیا ' شگفتہ کیا - بیدار کیا ' یہ ایک عظیم الشان انقلاب تھا جس نے نقشہ عالم کو یکسر پلٹ دیا تھا پس ہمیشہ اسکي اہمیت بھي ضمیر تعظیمي کے پردے میں نمایاں کي گئي :

انا نحن نزلنا الذکر (۱۵ : ۹) — ہمیں ہیں کہ ہم نے اپنے ذکر کو نازل کیا -

انا انزلناه في لیلۃ القدر — ہم نے اوسکو لیلۃ القدر میں نازل کیا -

* * *

اسي کتاب ذوالخطر والبال کو خدا نے " کوثر " بھي کہا ہے کہ وہ مایہ خیر کثیر ہے :

انا اعطیناک الکوثر — ہم نے تمکو کوثر یعنے قران عطا فرمایا -

یہاں بھي قران کا ذکر متکلم جمع تعظیمي سے کیا -

اسي کے ذریعہ دین ابراہیمي زندہ ہوا ہے ' اسلیے اس تیغ خیر کے عطا کرنے کے بعد اللہ تعالے نے اوسکي سب سے بڑي یادگار " قرباني " کے قائم کرنے کا حکم دیا :

فصل لربک وانحر — تو اپنے خدا کي نماز پڑہ اور قرباني کر!

اللہ تعالے نے اسي دین کے ذریعہ ابراہیم علیہ السلام کي یادگار اور ذکر عظیم کو قائم رکھا :

و جعلنا لھم لسان صدق علیا — اور ہم نے انکے ذکر خیر کو رفعت و بلندي عطا کي -

آنحضرت کا ذکر جمیل بھي اوسیکي برکت سے غلغلہ انداز عالم روح و ایمان ہے - و رفعنا لک ذکرک اسلیے ان دونوں مقامات میں بھي جمع متکلم کے ساتھہ ذکر کیا گیا ہے -

* * *

مذہب کي پاک روح مردہ ہوگئي تھي ' لیکن اس رات میں اعادہ معدوم اور حیات بعد الممات ہوا - وہ کتم عدم سے عالم شہود میں اوتري :

---

(۱) یہاں فرمایا کہ قران کریم لیلۃ القدر میں اترا - اور سورۂ بقر میں فرمایا کہ رمضان میں : شھر رمضان الذي انزل فیھا القران - پس اس سے ثابت ہوا کہ لیلۃ القدر سے رمضان ہي کي رات مراد ہے - نزول قراني سے مقصود یہ ہے کہ نزول کا اغاز لیلۃ القدر اور رمضان المبارک میں ہوا ورنہ یہ ظاہر ہے کہ پورا قران نجماً نجماً ۲۳ برس میں نازل ہوا ہے -

" قرآن " اور " الکتاب " کا اطلاق جس طرح کل پر ہوتا ہے اسي طرح اسکے ایک جز پر بھي ہوسکتا ہے - قران کے ہر ٹکڑے کو اللہ نے قران اور الکتاب کہا ہے -

لیکن بعض مفسرین کو خیال ہوا کہ " انا انزلناه في لیلۃ القدر " سے مقصود پورے قران کا نزول ہے ' اسلیے انہوں نے طرح طرح کي تاویلیں دیں - مثلا کہا گیا کہ قران کریم رمضان کي بیس راتوں میں جبریل علیہ السلام کو دیا گیا اور انہوں نے ۲۰ سال کے اندر انحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا - لیکن قاضي ابوبکر ابن عربي لکھتے ہیں :

و من جہالۃ المفسرین انہم قالوا ان السفرۃ القتہ الی جبریل فی عشرین لیلۃ و القاہ جبریل الی محمد علیہما السلام فی عشرین سنۃ و ھذا باطل لیس بین جبریل و بین اللہ واسطۃ ولا بین جبریل و محمد علیہما السلام واسطۃ (احکام القران جلد ۲ صفحہ ۳۱۷)

اور مفسرین کي یہ جہالت ہے جو وہ کہتے ہیں کہ قران کریم بیس راتوں کے اندر خدا نے جبریل علیہ السلام کو دیا اور انہوں نے بیس سالوں کے اندر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا - سو ایسا کہنا بالکل باطل ہے - نہ تو خدا اور جبریل میں کوئي واسطہ ہے اور نہ جبریل اور انحضرۃ علیہما السلام میں کوئي واسطہ -

ابتداے قیام مذھب میں اگرچه اکثرلوگوں پر مذهبي احکام کي پابندي نهایت شاق گذرتي هے' لیکن اس سے کوئي کلیه قائم نهیں کیا جاسکتا - هر مذهب کي ابتدائي تاریخ اپنے ساتهه پرجوش اور مخلص فدائیوں کي بهي ایک مختصر جماعت پیش کرسکتي هے' اور اسلام کے دامن کو تو ابتدا هي سے اس زرخالص نے مالا مال کردیا تها - پس جب روزه پہلے پہل فرض. کیا گیا تو الله تعالے نے چند آسانیوں کے ساتهه لوگوں کو اوسکی طرف مائل کیا - لیکن اکثر لوگ ایسے بهي تهے جو آساني کے متمني نه تهے- وه سختي چاهتے تهے که خلوص و جوش الهي کا جوهر آئینه سے زیاده لوهے کي تلوار میں نظر آتا هے - انبیاء گذشته کا اسوه حسنه اونکے سامنے تها' وه جوش ایثار و فدویت میں اونکي تقلید کرنا چاهتے تهے - حضرت نوح علیه السلام همیشه روزه رکهتے تهے' چنانچه حضرة عبد الله بن عمر نے بهي دن کو متصل روزه رکهنا' اور رات کو متصل قیام کرنا چاها - لیکن انحضرت کو خبر هوئي تو آپ نے فرمایا : تم میں اتني طاقت نهیں- روزه بهي رکهو' افطار بهي کرو! نماز بهي پڑهو' اور خواب شیریں کا بهي لطف اٹهاو! هر مهینے میں صرف ۳ دن روزه رکهو - نیکي کا معاوضه دس گنا ملتا - هے اسلیے ۳ روزوں کا ثواب ۳۰ دن کے برابر ملے کا جو صوم دهر کا مقصد اصلي هے' مگر اونهوں نے کہا که میں اس سے زیاده کی طاقت رکهتا هوں - اسپر آپ نے ایک دن روزه رکهنے اور دو دن افطار کرنے کي اجازت دي - اونکو اسپر بهي تسکین نه هوئي تو آپ نے ایک روز کے افطار اور دوسرے دن کے روزے کا حکم دیا انهوں نے اسپر بهي ترقي کرنا چاهي تو آپ نے فرمایا که اب اسکے بعد فضیلت کا کوئي درجه نهیں (بخاري کتاب الصوم صفحه ۳۷)

لیکن انبیاے گذشته سے زیاده احق بالاتباع خود جناب رسول الله صلی علیه وسلم کا اسوه حسنه تها - آپ متصل روزے رکهتے تهے جسکو صوم وصال کهتے تهے - چنانچه صحابه نے بهي اسکي تقلید کرني چاهي لیکن آپ نے منع فرمایا - اون لوگوں نے کہا که خود آپ بهي تو صوم وصال رکهتے هیں ؟ آپ نے جواب دیا که :

لست کاحد منکم انی اطعم و اسقی — میں تملوگوں کي طرح نهیں هوں' مجهکو تو خدا کي طرف سے کهلایا پلایا جاتا هے -

لیکن جب لوگوں نے زیاده اصرار اور غلو کیا تو آپ سخت ناراض هوے' اور عملاً اپني ناراضي کا اسطرح اظهار فرمایا که کئي کئي رات اور کئي کئي دن کے روزے رکهنے شروع کردیے اور صحابه نے بهي اسکي تقلید کي - اتفاق سے عید کا چاند هوگیا ورنه آپ کا اراده تها که برابر روزے رکهتے هي چلے جائیں تاکه لوگ خود گهبراکر باز آئیں-

آپ نے اگر کسي کو صوم وصال کي اجازت بهي دي هے تو صرف ایک شب و روز کي - اس سے زیاده روزه کسی کیلیے جائز نهیں رکها -

لیکن بعض محدثین کے نزدیک سرے سے رات کو روزه رکها هی نهیں جاسکتا اگر کوئي شخص رات کو بهي روزه رکهیگا تو وه روزه روزه نه هوگا - الله تعالی نے خود کہا هے :

اتموا الصیام الی اللیل - رات هونے تک روزے کو ختم کردو-

اس سے ثابت هوتا هے که رات روزے کی انتها هے - اوس سے آگے تجاوز نهیں کرسکتے - (مسلم جلد - ۱ - صفحه ۴۰۸)

ان آسانیوں کے علاوه اور بهي متعدد آسانیاں رکهي گئیں - مثلاً یهود سحر میں کهانے سے پرهیز کرتے تهے' لیکن آنحضرت نے سحر کو یهود اور مسلمانوں کے روزے کے درمیان مابه الامتیاز قرار دیا - (بخاري صفحه ۲۹)

افطار میں عجلت اور سحر میں تاخیر کرنا بهی سنت هے - احادیث سے ثابت هے که آنحضرت کي سحري اور نماز فجر میں صرف اسقدر وقفه هوتا تها که پچاس آیتوں کي تلاوت کرسکتے تهے - (بخاري - کتاب الصوم صفحه ۴۰)

ظهر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس !

جنگ یورپ کی پهلي منزل

فرانس کي شمالي سرحد

فرانس کي شمالي سرحد موجوده جنگ کے تماشه گاه کا ایک اهم ترین مقام هے - خصوصاً گذشته هفته میں جتنے مهتم بالشان معرکے هوے هیں' وه زیاده تر اسي حصے میں هوے هیں- اسلیے شمالي سرحد کے بعض سیاسي' جغرافي' اور فوجی حالات کا اجمالي بیان دلچسپي و فوائد سے خالي نه هوگا -

(لکسمبرگ)

یورپ کا نقشه نکالیے اور سامنے رکهه لیجیے ! اسمیں ایک مقام اپکو نظر آتا هے جهاں فرانس' جرمني' اور بلجیم کي سرحدیں آکر ملگئي هیں - اس مجمع الثغور کا وه حصه جو جرمن شاهنشاهي میں دکهایا گیا هے' لکسمبرگ هے- لکسمبرگ کا رقبه ایک هزار مربع میل اور اسکي آبادي ڈهائي لاکهه هے -

یه ریاست سنه ۱۸۱۵ع سے سنه ۱۸۶۶ع تک اس مشهور جرمن اتحاد میں شامل تهي جسکو " جرمانک کو انفیڈ یریشن" کهتے هیں - اسکي محافظ فوج جو جبل الطارق کے بعد دنیا کي قوي ترین فوج تسلیم کي جاتي تهي' اسوقت اهل پروشیا کے هاتهه میں تهي - ایک بار شاه هوالنیڈ نے (جو اسوقت لکسمبرگ کا ڈیوک تها) اسکو فرانس کے هاتهه فروخت کرنا چاها - اسپر اهل پروشیا سخت برهم هوے - اور قریب تها که جنگ هو جاے' مگر بعض دول کي مداخلت نے جنگ کو روکدیا اور اس نزاع کا فیصله ایک موتمر (کانفرنس) کے هاتهه میں دیدیا گیا جو لندن میں منعقد هوئي اور بالاخر سنه ۱۸۶۷ میں ایک معاهده پر دستخط هوگئے' اس معاهده کا مفاد یه تها که پروشیا کی فوج فوراً قلعه خالي کردے اور تمام قلعے مسمار کردیے جائیں - اسیکے ساتهه ساتهه دول عظمی نے اسکي ناطرفداري کي ذمه داري بهي لیلي -

لکسمبرگ کے تخت پر بالفعل میري ایڈ لیا سریرآرا هے -

ریاست کا پایه تخت خود لکسمبرگ هے جو ایک مختصر مگر خوشنما شهر هے اور ایک محدب (پلیٹو) حصه پر آباد ہے -

سنه ۱۸۷۰ کي جنگ جرمني و فرانس میں بهي جرمني نے اس پر حمله کیا تها' مگر اسکي سرحد جسکا طول ۱۲۰ میل هے' اسوقت ۴ لاکهه ۵۰ هزار آدمیوں کے لیے کافی تهی' اور اس جنگ میں جرمن فوج کی مجموعی تعداد اتني هي تهی - لیکن ادهر عرصه سے انگلستان اور فرانس محسوس کررهے تهے که اگر اس تعداد سے دو چند یا سه چند فوج جمع کردی گئی تو پهر ۱۲۰ میل کا کافي هونا ناممکن هوگا -

چنانچه اسوقت ایسا هي هوا هے - جرمنی کی اولین صف (فرسٹ لائن) نے جو ۱۵ لاکهه آدمیوں سے مرکب هے لکسمبرگ کی ناطرفداري کو درهم برهم کردیا هے -

فوج کي کثرت تعداد کے علاوه طاقت کی معنوي روح بهی

باب التفسير

و علی الذین یطیقونه طعام فدیة طعام مسکین (۲ : ۱۸۱)

اس آیة سے اجمالاً ثابت هوتا هے که اسلام میں ایک گروہ ایسا بهي قرار دیا گیاهے جو روزہ کا فدیہ ادا کرکے اس فرض سےمستثنی هوجاتا هے' لیکن گفتگو یه هے که وہ کونسا گروہ هے؟ مفسرین کرام نے متعدد وجوہ نقل کیے هیں :

(۱) ابتداء اسلام میں هرشخص کو روزہ رکهنے یا فدیہ دینے کا عام اختیار تها' جس کا جی چاهتا تها روزہ رکهتا تها اور جس کا جی چاهتا تها فدیہ دیدیتا تها - لیکن چند دنوں کے بعد فمن شهد منکم الشهر فلیصمه (جو تم میں سے یه مهینا پاے تو وہ روزہ رکهے) نے اس عام حکم کو منسوخ کردیا -

(۲) یه حکم ابتداء هي سے بوڑهوں کے ساتهه مخصوص تها' بعد کو ان کے لیے بهی منسوخ هوگیا' اس بنا پر " یطیقون " سے پہلے " لا " کو محذوف ماننا پڑیگا' یا طاقة کو باب افعال کي خاصیت سلب ماخذ پر قیاس کرنا هوگا - کیونکه " یطیقونه " کے معنی طاقت رکهنے کے هیں - حالانکه بوڑهوں کو یه آسانی اس لیے دیگئي هے که وہ طاقت نهیں رکهتے -

(۳) لیکن بعض اصحاب تفسیر نے " یطیقونه" کے بدلے " یطوقونه " پڑها هے' جسکے معنی یه هیں که جو لوگ بہ تکلف و به مشقت روزہ رکهه سکتے هیں انکو فدیہ دینا چاهیے - اس بنا پر اس آیة کے تحت میں بوڑهے' ضعیف' اپاهج' حامله عورت' اور دودہ پلانے والي عورتیں بهي داخل هوسکتي هیں - چنانچه امام سفیان ثوري' امام مالک' امام شافعي' اور امام احمد بن حنبل رحمهم الله کے نزدیک حامله اور دودہ پلانے والي عورتوں پر قضاء واجب نهیں - وہ بهي فدیہ دیسکتي هیں (۱)

(۴) یه آسانی مسافروں اور مریضوں کے ساتهه مخصوص هے - مسافروں اور مریضوں کي دو قسمیں هیں : ایک مسافر اور مریض تو وہ هیں جو روزہ رکهنے کي بالکل طاقت نهیں رکهتے - دوسرے وہ لوگ هیں جو طاقت تو رکهتے هیں' مگر روزہ رکهنا انپر نهایت شاق گذرتا هے - چنانچه الله تعالی نے پہلے قسم کے مریضوں اور مسافروں کا حکم بتا دیا :

فمن کان منکم مریضاً او علی سفر فعـــدة من ایام اخر — جو لوگ مریض اور مسافر هوں انکے لیے قضا کرنے کي دوسري مدت هے -

لیکن وہ مریض اور مسافر رہ گئے تهے' جو بہ تکلف روزہ رکهه سکتے تهے - چنانچه الله تعالی نے انکے لیے روزہ رکهنے یا فدیہ دینے کا اختیار دیا :

فمن کان منکم مریضاً او علی سفر فعدة من ایام اخر - و علی الذین یطیقونه فدیة طعـــام مسکین' فمن تطوع خیرا فهو خیر لـه و ان تصومـــوا خیر لکـــم ان کنتـــم تعـلمون (۲ : ۱۱۸)

جو شخص تم میں سے بیمار هو یا سفر میں هو تو وہ دوسرے دنوں سے روزے کي گنتي پوري کرلے - اور ان بیمار اور مسافروں کیلیے جو روزے کي طاقت نهیں رکهتے' یه حکم هے که ایک محتاج کو اپنے روزے کے بدلے کهانا کهلادیں - البته جو شخص اپني خوشي سے زیادہ نیکي کرنا چاهے تو یه اسکے لیے زیادہ بهتر هے' اور اگر غور کرو تو روزہ رکهنا تمهارے لیے بهر حال بهتر هے -

(قـــول مـــرجح)

اب همکو ان تمام اقوال میں سے قول مرجح کا انتخاب کرلینا چاهیے - یه ظاهر هے که پہلے دونوں احتمالات کیلیے نسخ لازم هےلیکن جو لوگ قائل نسخ هیں' ان میں بهي محققین کا مذهب یه هے که قرآن مجید میں باشد ضرورت و باحتیاط تمام نسخ کا دعوی کرنا چاهیے - پس جب هم واضح و بهتر تفسیر کرکے اس قسم کي احتیاط کرسکتے هیں' تو همکو ان دونوں اقوال کے ماننے کي کون سي ضرورت داعیه هے ؟

تیسري توجیهه اگرچه نسخ سے خالي هے' تاهم اوس میں بهی قرات شاذہ کا اتباع کرنا پڑتا هے - صرف چوتهي توجیهه البته نسخ و قرات شاذہ دونوں سے خالي هے' اور آیت کے سیاق و سباق سے مناسبت بهی رکهتي هے -

پہلے خدا نے مریضوں کا حکم بتایا هے - اسکے بعد یه آیت آتي هے - پس اگر یه آیت بهي کسي خاص قسم کے مریضوں کے ساتهه متعلق کردي جاے' تو آیت میں نظم و ترتیب پیدا هوجایگي' اسکے بعد الله تعالی فرماتا هے : و ان تصوموا خیر لکم اگر تم روزہ رکهو تو یه تمهارے لیے بهتر هے - اس سے ثابت هوتا هے که اس آیت سے بوڑهے مراد نهیں لیے جاسکتے کیونکه وہ تو سرے سے روزہ رکهنے کي طاقت هي نهیں رکهتے - انکی نسبت و ان تصوموا کهنا بالکل بے معنی هوگا -

عام خیال یه تها که اس آیت سے پہلي صورت مقصود تهي' لیکن بعد کو یه فیاضانه حکم فمن شهد منکم الشهر فلیصمه سے منسوخ کردیا گیا' لیکن اسي آیت کے بعد الله تعالی فرماتا هے -

یرید الله بکـــم الیسر — خدا تمهارے لیے آسانی چاهتا هے
ولا یرید بکـــم العســـر — سختي نهیں چاهتا -

پس اگر آیت کے یه معنی مراد لیے جائیں که پہلے هر شخص بجاے روزہ رکهنے کے فدیہ دیسکتا تها اور اب نهیں دیسکتا کیونکه اوسکو روزہ هي رکهنا چاهیے' تو یه اس آیت کے مفهوم سے بالکل مختلف هوگا - کیونکه یه تو آسانی نه هوئي' بلکه آسانی کو سختي کے ساتهه بدل دینا هوا - شیخ فاني' مرضعه' حامله' بهي اسي چوتهے قسم میں داخل هوسکتي هیں - وہ درحقیقت مریض هیں' یا کم از کم روزہ ان میں امراض کي استعداد پیدا کردیسکتا هے -

اسلام کے روح اعتدال کے ساتهه بهي یهي تفسیر مناسبت رکهتي هے - اسلام نه تو اسقدر فیاض هے که قوي' صحیح' تندرست' اور مقیم آدمي کو افطار کی اجازت دے' اور نه وہ اس قدر بخیل هے که هر شخص پر بلا استثنا مشقتوں کا بوجهه لاد دے - وہ ایک معتدل مذهب هے' اسلیے وہ اونهي لوگوں کے ساتهه نرمی کرتا هے' جو اسکے مستحق هیں - وان تصوموا خیر لکم کا تعلق بهی اسي قسم کے مسافروں اور مریضوں کے ساتهه موزوں معلوم هوتا هے' کیونکه وہ لوگ روزہ رکهنے کی طاقت نهیں رکهتے -

---

(۱) ترمذي ص ۱۲۵ کتاب الصوم -

مراسلات

الانتخاب فی الاسلام

از مولانا عبد السلام ندوی

(۳)

(اسلام نے اوستاد و شاگرد کے تعلقات کے متعلق کیا اصول قائم کیے ہیں ؟)

(تنقیح سوم)

تعلیمي اسٹرائک پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اوس سے اساتذہ کا احترام شرعي قائم نہیں رھتا لیکن ھمکو جہاں تک معلوم ہے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں بہ نص صریح اوستاد کا کوئي حق متعین ھي نہیں کیا گیا ' بلکہ اسکے خلاف اساتذہ کو غریب الوطن طلباء کے ساتھہ مدارات و مواسات کرنے کا حکم دیا گیا ہے -

قال سیاتیکم اقوام یطلبون العلم فاذا رایتموهم فقولوا لهم مرحبا مرحبا بوصیة رسول الله صلی الله علیه وسلم و اقنوهم -	آپنے فرمایا کہ تمھارے پاس کچھہ لوگ بغرض طلب علم آئینگے' جب اونکو دیکھو تو مرحبا مرحبا کہو' کیونکہ یہ رسول الله کي وصیت ہے اور اونکو تعلیم دو-
قال لنا ان الناس لکم تبع و انهم سیاتونکم من اقطار الارض یتفقهون في الدین فاذا جاء وکم فاستوصوا بهم خیرا - (سنن ابن ماجه ص ۲۲)	آپ نے صحابہ سے فرمایا لوگ تمھارے تابع ھیں' اسلیے تمھارے پاس اطراف ملک سے مذھبي علوم سیکھنے آئینگے - جب وہ آئیں تو اون کے ساتھہ بھلائي کرو-

آنحضرت نے خود اپنے طرز عمل سے اسکي بہترین مثال قائم کردي تھي اور صحابہ نے اوسکو محفوظ رکھا تھا' اسمعیل کا بیان ہے کہ "ہم لوگ حسن کي عیادت کو گئے - جب آدمیوں کي کثرت سے گھر بھر گیا ' تو انھوں نے اپنے دونوں پانوں سمیٹ لیے اور کہا کہ ہم لوگ ابو ھریرہ کي عیادت کو گئے تھے جب آدمیوں سے گھر بھر گیا تھا تو انھوں نے دونوں پانوں سمیٹ لیے تھے' اور کہا کہ ہم رسول الله کي خدمت میں حاضر ہوے' یہاں تک کہ گھر بھر گیا' آپ لیٹے ہوے تھے- جب ھملوگوں کو دیکھا تو دونوں پانوں سمیٹ لیے اور فرمایا کہ تمھارے پاس اچھہ لوگ طلب علم کیلیے آئینگے - اونکو مرحبا کہنا' تحیت بجا لانا ' اور تعلیم دینا" چنانچہ تاریخ اسلام میں جب کبھي اسکے خلاف کیا گیا ہے تو عموماً شکایت پیدا ہوئي ہے- اسي روایت میں اسمعیل کہتے ھیں کہ "ہم نے ایسے علماء کا زمانہ پایا ہے' جو نہ تو مرحبا کہتے ھیں' نہ تحیت بجا لاتے ھیں' نہ تعلیم دیتے ھین' بلکہ جب ہم اونکے پاس جاتے ھیں' تو رکھائي کے ساتھہ پیش آتے ھیں" (۱) ان روایات صحیحہ کي بنا پر اگر اس زمانہ میں طلباء کو اساتذہ سے شکایت پیدا ہو تو وہ بالکل بجا اور صحیح ہے -

طلباء و اساتذہ کے تعلقات کے متعلق سب سے اہم اور مقدم سوال جس پر تمام حقوق و اختیارات متفرع ہوتے ھیں یہ ہے کہ اوستاد کا حق انتخاب کسکو حاصل ہے ؟ اوستاد کي علمي' مذھبي' اور اخلاقي زندگي کا اثر براہ راست صرف طلباء ھي پر پڑتا ہے' اور وھي اسکا احساس بھي کرسکتے ھیں' اس بنا پر عقلاً طلباء ھي کو اونکے انتخاب کا حق حاصل ہونا چاھیے -

اسلام کے قدیم نظام تعلیم میں اسي اصول کي بنا پر اوستاد کا حق انتخاب ' صرف طلباء کو حاصل تھا ' اور اس پر تمام محدثین و فقہاء کا عمل تھا -

عن ابراهیم قال کانوا اذا اتو الرجل لیاخذوا عنه نظروا الی صلاته و الی سنته و الی هیاته یاخذون عنه -	ابراھیم سے روایت ہے کہ جب لوگ کسي عالم کے پاس بغرض تحصیل علم آتے تھے تو اوسکے نماز' اوسکے طریقے' اور اوسکي وضع کو دیکھتے تھے کہ اس سے علم حاصل کریں -
عن ابي العالیه : قال کنا ناتي الرجل لناخذ عنه فننظر اذا صلی فان احسنها جلسنا الیه و قلنا هو لغیرها احسن و ان اساءها قمنا عنه و قلنا هو لغیرها اسواء -	ابو العالیہ سے روایت ہے کہ جب ہم کسي عالم کے پاس بغرض تحصیل علم آتے تھے' تو جب وہ نماز پڑھتا تھا تو دیکھتے تھے' اگر وہ اچھي نماز پڑھتا تو اوسکے پاس

بیٹھتے تھے کہ وہ دوسري باتوں کو بھي بہتر طریقہ سے کرتا ہوگا اور اگر نماز ٹھیک طور پر نہ پڑھتا تو اوٹھہ کھڑے ہوتے کہ وہ دوسري چیزوں کو اس سے بھي بري طور پر کریگا -

عن محمد: قال انظروا عمن تاخذون هذا الحدیث فانه دینکم - (مسند دارمی ص ۹۱)	محمد سے روایت ہے کہ جس شخص سے تم لوگ روایت حدیث کرتے ہو اوسکي جانچ کرلو' کیونکہ یہ تمھارا مذھب ہے-

ان روایات سے بہ تصریح ثابت ہوتا ہے کہ اوستاد کے اخلاق و عادات ' مذھب' وضع ' غرض ہر چیز کي جانچ پڑتال کا طلباء کو حق حاصل ہے ' اور اگر اوستاد اس معیار پر ٹھیک نہیں اوترتا تو وہ اوس سے کنارہ کشي کرسکتے ھیں ' لیکن موجودہ نظام تعلیم میں یہ حق صرف منتظمہ جماعت کو حاصل ہے' اور اگر طلباء کبھي اوستاد کے متعلق زبان شکایت کھولتے ھیں' تو اسکو گستاخي اور بے ادبي خیال کیا جاتا ہے -

ہم کو سرکاري اسکولوں میں مداخلت کا کوئی حق حاصل نہیں' لیکن ہم قومي اور مذھبي مدارس میں اسلام کي اس قدیم خصوصیت کو قائم رکھہ سکتے ھیں' اور اسکو قائم رکھنا چاھیے -

اگرچہ قرآن مجید' احادیث صحیحہ' اور صحابہ و تابعین کے طرز عمل سے ثابت ہوگیا کہ اسلام نے اوستاد کا کوئي حق متعین نہیں کیا ' لیکن ہم تسلیم کرلیتے ھیں کہ اسلام نے اوستاد کے حقوق کي تعین کردي ہے' اونکے ادب و احترام کو واجب کردیا ہے' لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اوستاد کي شکایت کرنا یا اون سے علحدگي اختیار کرلینا اس ادب و احترام کے منافي ہے ؟ اسلام نے امام مسجد کو مقتدیوں سے افضل تسلیم کیا ہے' اور اونکے اقتداء کو واجب کردیا ہے -

قال رسول الله صلعم یوم القوم اقرأ هم لکتاب الله و اقدمهم قراءة فان کانوا في القراءة سواء	آنحضرت نے فرمایا کہ قوم کي امامت وہ شخص کرے ' جو قرآن کا سب سے زیادہ قاري ہو اور قرات میں ممتاز ہو- پھر اگر سب کے سب قرائۃ میں

(۱) سنن ابن ماجه ص ۲۲ کتاب العلم -

بالکل متغیر ہوگئی ہے- جو جرمن فیڈریشن (اتحاد المانی) اسوقت کار زار میں اترا تھا' وہ جرمن شاہنشاہی نہ تھی جو آج میدان جنگ میں اتری ہے -

غرض لکسمبرگ ایک ناطرفدار قلمرو تھی' مگر جرمنی نے اسکی ناطرفداری کو اسلیے زیر و زبر کردیا کہ اسکا وجود انگلستان کے فاتح کیلیے ایک ناگزیر مرحلہ ہے' اور سینٹ پال کے کلس پر عقاب کا علم نصب کرنے کیلیے اسے فتح کرنا ضروری ہے-

(بلجیم)

لکسمبرگ کی نا طرفداری کی برہمزنی درحقیقت اس سفر کی اولین منزل ہے جو جرمنی کے پیش نظر ہے- اسلیے کہن سال اور انجام اندیش انگلستان کے متعلق یہ سوء ظن نہ کرنا چاہیے کہ وہ محض جوش حفظ عہد میں خانہ بر انداز ہوگیا ہے اور صرف اسلیے کہ ایک چھوٹی سی قوم پامال کی جا رہی ہے یا ایک عہد نامہ کی توہین ہو رہی ہے' وہ برطانیہ کے ان فرزندوں کو جنگ کی آگ میں جھونک رہا ہے' جنمیں سے (بقول ٹائمز) "ایک گورے کی ہڈیاں تمام سرزمین ایران کی آزادی سے زیادہ قیمتی ہیں"

انگلستان کا یہ اضطراب و ہیجان اور جرمنی سے دست و گریباں ہونے کے لیے مستعدی صرف اسلیے ہے کہ لکسمبرگ کے بعد ہی بلجیم کا نمبر آیگا -

مگر آپ یہ بھی سمجھے کہ انگلستان بلجیم پر حملے کے خیال سے کیوں کانپ اٹھا ہے ؟ ذرا نقشۂ یورپ پر ایک نگاہ پھر ڈالیے - دیکھیے ! بلجیم کے ساحل سے آبنائے ڈوور کسقدر قریب ہے ؟ یہ وہی ابنائے ڈاور ہے جسکے متعلق نپولین تاسف کیا کرتا تھا کہ " اگر مجھے اس پر صرف چھ گھنٹے کے لیے حکومت ملجاتی تو میں تمام عالم کو فتح کرلیتا " اس ابنائے سے متصل دریاے ٹیمس ہے - اور اسکے سامنے ہی عظیم الشان لندن -

پس اگر جرمنی کی فوجیں بلجیم سے گذر سکیں اور ابنائے ڈور میں اسکے بیڑے کا مقابلہ بلجیم کے بیڑے سے نہ ہو تو وہ کسقدر آسانی کے ساتھ انگلستان کے پایہ تخت پر حملہ کرسکتا ہے ؟

بلجیم کی طرفداری و ناطرفداری کا مسئلہ آج سے نہیں بلکہ سالہا سال سے انگلستان کے لیے طمانیت سوز رہا ہے - اولاً تو اسلیے کہ اگر جرمنی ایک زبردست قوت کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوجاے تو وہ اسکی مدافعت سے بالکل مجبور ہے - ثانیاً اگر مدافعت کی طاقت پیدا کر بھی لے' جب بھی یہ کیا ضرور ہے کہ وہ جرمنی کا مخالف ہو اور انگلستان کے دروازے کی حفاظت سے انکار نہ کرے ؟

اس واقعہ سے انگلستان اور بھی خائف و مضطر تھا کہ ساحل انیورپ بلجیم میں انگلستان کی جانب واقع ہے- بلجیم نے اسکی قلعہ بندی کی اسکیم تو بہت ہی مستعدی و سرگرمی سے شروع کردی' مگر " می اوز " کی تحصین و استحکام میں نہ تو مستعدی دکھلائی گئی اور نہ دریا دلی کے مصارف کیے گئے جو جرمنی کے جانب کی بحری سرحد ہے -

مگر کیا عجیب بات ہے کہ جب وقت آیا تو بلجیم نہ صرف نا طرفدار' بلکہ انگلستان کا طرفدار نکلا ! انگلستان کی سرگرمی اور خفیہ ریشہ دوانیوں کے تاثیر و نفوذ کا یہ ایک بہت بڑا ثبوت ہے-

سچ یہ ہے کہ بلجیم جسطرح انگلستان کی طرف قلعہ بندی کررہا تھا' اسیطرح اسنے جرمنی کی طرف کے بھی مقامات لی' می اوز' ے' نامور وغیرہ میں مشکلات و عقبات پیدا کردیے تھے - البتہ بہت ممکن ہے کہ اس وقت جرمنی کے ساتھ انگلستان کے علی الرغم کوئی اتحاد پیدا ہوگیا ہو -

بلجیم کی مشرقی سرحد میں ایک حملہ آور کو جو مشکلات پیش آسکتی ہیں' ان میں سب سے زیادہ قابل توجہ یہ مراحل و مراتب ہیں :

ارڈنیس (جسکو بلجین لکسمبرگ بھی کہتے ہیں) نہایت دشوار گذار جگہ ہے' اور فوجی نقل و حرکت تو اسمیں قریباً ناممکن ہے - اس صورت میں بلجیم کا خط مدافعت می اوز نامی مقام ہوا جسکے پیچھے اسکی فوج ایک مناسب موقع پر جم جاسکتی ہے' یہاں تک کہ فرانس یا انگلستان سے (جیسا کہ اسوقت انگلستان ڈیڑھ لاکھ فوج بھیج رہا ہے) اسکی مدد کیلیے کمک پہنچ جاے -

مقام لی بھی قلعوں اور باٹریوں کے حلقہ میں ہے مگر محفوظ نہیں' کیونکہ جرمنی کی فوج میسٹر چٹ کے راستہ سے اندر آجا سکتی ہے -

یہ بلجیم کی فوجی اور جنگی حیثیت تھی - جغرافی حیثیت سے اسکا رقبہ ۲۹۵۰۰ کیلومیٹر ہے اور آبادی ۷۴۱۰۰۰۰۰ دارالسلطنت کا نام برازیل ہے' اور عام ملکی زبان فرانسیسی -

بلجیم سنہ ۱۸۱۵ع سے پہلے فرانس کے ماتحت تھا' مگر انگلستان نے اپنی حفاظت کے خیال سے اسکو اور ہوالینڈ کو فرانس کی محکومی سے آزاد کرایا - اسوقت سے وہ اپنے آپ کو انکی آزادی کا محافظ سمجھتا ہے -

(فرانسیسی سرحد)

بلجیم کے طرف جرمن پیشقدمیوں کا اصلی مقصد تو انگلستان ہے' لیکن دوسرا مقصد فرانس بھی ہو سکتا ہے - نقشے کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ برلن سے پیرس تک کا سیدھا راستہ ٹھیک بلجیم میں سے ہوکے گیا ہے - موجودہ فن جنگ میں سب سے بڑا حملہ آورانہ کام یہ ہے کہ پوری مستعدی کے ساتھ ابتداء کی جاے' اور جلد سے جلد اور مختصر سے مختصر راستے سے ہوتے ہوے ایک ایسی فوج کے قلب میں پہنچ جاے جو ہنوز طیار نہ ہوئی ہو - اسطرح ایک ہی حملے میں تمام فوج حریف پا مال ہوجائیگی -

اس لحاظ سے جرمنی کیلیے براہ بلجیم فرانس جانے کا راستہ بوجہ قرب مسافت ایک نہایت قیمتی خط جنگ ہے - اسوقت یورپ کی جنگ ایک قسم کی گھوڑ دوڑ ہے - اور تھوڑے دنوں تک یہی حالت رہیگی - اس دوڑ میں جو حریف سب سے زیادہ تیزرو ہوگا' وہی کامیاب جنگ جاری رکھ سکے گا -

اہل فرانس عموماً اس خیال میں تھے کہ انکی شمالی سرحد خطرہ سے محفوظ ہے - کیونکہ اولاً تو السیس اور لورین میں جرمنی کیلیے ہر قسم کی مشکلات موجود ہیں - پھر بلجیم نے می اوز' لے ہیو' اور نامور میں بھی جرمنی کے لیے سنگھلنے گراں نصب کردیے ہیں -

لیکن حالات نے بہت جلد اس اعتماد کو بے بنیاد ثابت کردیا- جرمنی آج تین سال سے میلریکس میں سفر و حرکت کیلیے طرح طرح کی آسانیوں کا سامان کررہا تھا اور اس درجہ مکمل و مستعد ہوچکا تھا کہ فرانس کی سرحدی مشکلات اور استحکامات اسکے سامنے کچھ بھی مدافعت نہیں کر سکتیں -

السیس اور لورین کی قلعہ بندیوں کے حالات حال میں فرانس کے ایوان مبعوثین (چیمبر آف ڈیپوٹیز) میں بیان کیے گئے تھے - اگر یہ صحیح ہے کہ ان قلعہ بندیوں کو تازہ ترین اصول پر رکھنے میں کامیابی نہیں ہوئی ہے تو سمجھنا چاہیے کہ انکی اہمیت زیادہ سے زیادہ دوسرے درجہ پر ہے- بہرنوع دائمی قلعہ بندی کی اہمیت خصوصاً اس حالت میں جب کہ اسکو مدد اور کمک نہ پہنچ سکے' ہمیشہ سے مشکوک سمجھی گئی ہے -

غرض جہاں تک قرائن صحیحہ سامنے آتے ہیں' شمالی سرحد پر فرانس کی قلعہ بندیوں کو محض بے اثر سمجھنا چاہیے - اور کچھ عجب نہیں کہ اولوالعزم اور سرمست عروج و شباب جرمنی بہت جلد ان قلعہ بندیوں کی حقیقت کا تجربہ دکھادے -

(السیس اور لورین دو فرانسیسی صوبے ہیں جن پر سنہ ۱۸۷۰ میں جرمنی نے قبضہ کرلیا تھا)

جلاب کی گولیاں

اگر آپ قبض کی شکایتوں سے پریشان ہیں تو اسکی دو گولیاں رات کو سوتے وقت نگل جائیے صبح کو دست خلاصہ ہوگا، اور کام کاج کھانے پینے نہانے میں حرج اور نقصان نہ ہوگا کھانے میں بدمزہ بھی نہیں ہے -

قیمت سولہ گولیوں کی ایک ڈبیہ ۵ آنہ محصول ڈاک ایک ڈبیہ سے چار ڈبیہ تک ۵ آنہ

یہ دو دوائیں ہمیشہ اپنے پاس رکھیں

درد سر ریاح کی دوا

جب کبھی آپکو درد سر کی تکلیف ہو یا ریاح کے درد میں چھٹ پٹاتے ہوں تو اسکے ایک ڈوپ نگلنے ہی سے پل میں آپکے پہاڑ ایسے درد کو پانی کردیگی -

قیمت بارہ ٹکیوں کی ایک شیشی ۶ آنہ محصول ڈاک ایک سے پانچ شیشی تک ۱۱ آنہ -

نوٹ — یہ دونوں دوائیں ایک ساتھ منگانے سے خرچ ایک ہی ڈاک کا پڑیگا -

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

دعوے کے ساتھہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے عرق کے استعمال سے ہر قسم کا بخار یعنی پرانا بخار - موسمی بخار - باری کا بخار - پھر کر آنے والا بخار - اور وہ بخار جسمیں ورم جگر اور طحال بھی لاحق ہو، یا وہ بخار جسمیں متلی اور قے بھی آتی ہو - سردی سے ہو یا گرمی سے - جنگلی بخار ہو - یا بخار میں درد سر بھی ہو - کالا بخار - یا آسامی ہو - زرد بخار ہو - بخار کے ساتھہ گلٹیاں بھی ہو گئی ہوں - اور اعضا کی کمزوری کی وجہ سے بخار آتا ہو - ان سب کو بحکم خدا دور کرتا ہے، اگر شفا پانے کے بعد بھی استعمال کیجائے تو بھوک بڑھ جاتی ہے، اور تمام اعضا میں خون صالح پیدا ہونے کی وجہ سے ایک قسم کا جوش اور بدن میں چستی و چالاکی آجاتی ہے، نیز اسکی سابق تندرستی ازسرنو آجاتی ہے - اگر بخار نہ آتا ہو اور ہاتھہ پیر ٹوٹتے ہوں، بدن میں سستی اور طبیعت میں کاہلی رہتی ہو - کام کرنے کو جی نہ چاہتا ہو - کھانا دیر سے ہضم ہوتا ہو - تو یہ تمام شکایتیں بھی اسکے استعمال کرنے سے رفع ہو جاتی ہیں - اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوی ہو جاتے ہیں -

قیمت بڑی بوتل - ایک روپیہ - چار آنہ
" چھوٹی بوتل بارہ - آنہ

پرچہ ترکیب استعمال بوتل کے ہمراہ ملتا ہے
تمام دوکانداروں کے ہاں سے مل سکتی ہے

المشتہر ڈاکٹر ..... اٹر
ایچ - ایس - عبد الغنی لیمیٹڈ - ۲۲ و ۷۳
کولو ٹولہ اسٹریٹ - کلکتہ

[6]

S. C. Mitra & Co.
COLOR ENGRAVERS & PRINTERS
11.12 K. NARKEL BAGAN
CALCUTTA

مسیحا کا موہنی قسم تیل
سر کے بالوں کے لیے
نہایت مفید اور خوشبودار

تیل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا ہی کرنا ہے تو اسکے لیے بہت سے قسم کے تیل اور چکنی اشیا موجود ہیں اور جب تہذیب و شایستگی ابتدائی حالت میں تھی تو تیل - چربی - مسکہ - گھی اور چکنی اشیا کا استعمال ضرورت کے لیے کافی سمجھا جاتا تھا مگر تہذیب کی ترقی نے جب سب چیزوں کی خاک چھانی کی تو تیلوں کو پھولوں یا مصالحوں سے بسا کر معطر و خوشبودار بنایا گیا اور ایک عرصہ تک لوگ اسی ظاہری تکلف کے دلدادہ رہے - لیکن سائنس کی ترقی نے آج کل کے زمانہ میں محض نمود اور نمایش کو نکما ثابت کردیا ہے اور عالم متمدن نمود کے ساتھہ فائدے کا بھی جویاں ہے بنابریں ہم نے سالہا سال کی کوشش اور تجربے سے ہر قسم کے دیسی و ولایتی تیلوں جانچکر " موہنی قسم تیل " تیار کیا ہے اسمیں نہ صرف خوشبو سازی ہی سے مدد لی ہے بلکہ موجودہ سائنٹیفک تحقیقات سے بھی جسکے بغیر آج مہذب دنیا کا کوئی کام چل نہیں سکتا - یہ تیل خالص نباتاتی تیل پر تیار کیا گیا ہے اور اپنی لطافت اور خوشبو کے دیرپا ہونے میں لاجواب ہے - اسکے استعمال سے بال خوب گھنے اگتے ہیں - جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں اور قبل از وقت بال سفید نہیں ہوتے درد سر، نزلہ، چکر، اور دماغی کمزوریوں کے لیے ازبس مفید ہے اسکی خوشبو نہایت خوشگوار و دل آویز ہوتی ہے نہ تو سردی سے جمتا ہے اور نہ عرصہ تک رکھنے سے سڑتا ہے -

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے ہاں سے مل سکتا ہے قیمت فی شیشی ۱۰ آنہ علاوہ محصولڈاک -

مسیحا انٹی ملریا مکسچر
اکسیر دافع بخار ہر قسم

ہندوستان میں نہ معلوم کتنے آدمی بخار میں مرجاتے ہیں، اسکا بڑا سبب یہ ہوتا ہے کہ اکثر مقامات میں نہ تو دوا خانے ہیں اور نہ ڈاکٹر، اور نہ کوئی حکیم اور مفید پٹنٹ دوا ارزاں قیمت پر گھر بیٹھے بلا طبی مشورہ کے میسر آسکتی ہے - ہمدردی خلق اللہ کی ضروریات کا خیال کرکے اس عرق کو سالہا سال کی کوشش اور صرف کثیر کے بعد ایجاد کیا ہے، اور فروخت کرنے کے قبل بذریعہ اشتہارات عام طور پر ہزارہا شیشیاں مفت تقسیم کردی ہیں تاکہ اسکے فوائد کا پورا اندازہ ہوجائے - مقام مسرت ہے کہ خدا کے فضل سے ہزاروں کی جانیں اسکی بدولت بچی ہیں اور ہم

فليومهم اقدمهم هجرة فان كانوا في الهجرة سواء فليومهم اكبر هم سنا (سنن ابو داؤد صفحه ۷۵)

هوں تو وہ شخص امامت کرے' جس نے سب سے پہلے هجرت کي هو' اگر سب کے سب هجرت میں بھي برابر هوں تو وہ شخص امامت کرے' جو سن میں سب سے بڑا هو -

اگر اوستاد کے ادب و احترام کو قطعي الثبوت تسلیم کرلیا جاے' تو اوسکو مختلف حیثیتوں سے امام کے ساتهہ مشابهت هوسکتي هے' اس بنا پر عهد نبوت میں صحابه کا جو طرز عمل امام کے متعلق رها هوگا' وہ امام کے ادب و احترام کے منافي نه هوگا' اسلیے طلباء بھي اساتذہ کے معاملات میں اوسي طرز عمل کي تقلید کرسکتے هیں' اور اسکو گستاخي یا بے ادبي پر محمول نہیں کیا جاسکتا -

عهد نبوت میں امام کے متعلق صحابه کا جو طرز عمل تها اوس پر صحیح بخاري کي ایک روایت سے کافي روشني پڑسکتي هے -

قال رجل یا رسول الله اني لا تاخر عن الصلوۃ في الفجر مما یطیل بنا فلان فیها فغضب رسول الله صلعم ما رایته غضب في موضع کان اشد غضبا منه یومئذ - ثم قال یا ایها الناس ان منکم منفرین فمن ام الناس فلیتجوز فان خلفه الضعیف و الکبیر و ذالحاجة (بخاري جلد اول مطبوعه - مصر ص - ۹۰)

ایک شخص نے کہا یا رسول الله میں نماز فجر میں اسلیے دیر کرکے شریک هوتا هوں که فلاں امام نماز کو بہت طول دیتا هے آپ اسقدر غصه هوے که کبھي کسي موقع پر اس قدر برهم نه هوے تهے پهر آپ نے فرمایا: لوگو ! بعض لوگ تم میں سے لوگوں کو بدکاتے هیں' جو شخص امامت کرے' وہ تخفیف کرے کیونکه اوسکے پیچهے ضعیف' بڈهے' اور اهل حاجت بھي هوتے هیں -

یه شکایت مجمع عام میں کیگئي' اور کسي نے اسکو ادب و احترام کے منافي نہیں سمجها' اور خود رسول الله نے امام هي کو تنبیه کي -

لیکن هم اوستاد و امام کي مشابهت کو بھي ناقص فرض کرلیتے هیں' اور اوستاد کو ایک ایسي ذات سے تشبیه دیتے هیں جسکو شریعت نے اس قدر واجب التعظیم تسلیم کیا هے که خدا کے بعد اوسکي پرستش کي جاسکتي هے -

لو کنت آمر احدا ان یسجد لاحد لامرت النساء ان یسجدن لازواجهن لما جعل الله لهم علیهن من الحق (ابو داؤد جلد ۱ - ص ۲۷۳)

اگر میں کسیکو سجدہ کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا که اپنے شوهروں کو سجدہ کریں' کیونکه خدا نے مردونکو عورتوں پر حق دیا هے -

لیکن بحث یه هے که عورت ایسے واجب التعظیم شخص کي شکایت کرسکتي هے یا نہیں ؟ اور اگر کرسکتي هے تو شکایت کا طریقه کیا هوسکتا هے ؟ روایات صحیحه سے ثابت هوتا هے که عورت مرد کي جائز شکایت کرسکتي هے اور بالکل اوسي طریقه سے کرسکتي هے جو اسٹرائک سے مشابهت رکهتا هے' سنن ابو داود میں هے (جلد اول - ص - ۲۷۳)

قال رسول الله صلعم لا تضربوا اماء الله فجاء عمر الی رسول الله صلعم فقال ذئرن النساء علي ازواجهن فرخص في ضربهن فاطاف بآل رسول الله صلعم نساء کثیر یشکون ازواجهن - فقال النبي صلعم لقد طاف بآل محمد نساء کثیر یشکون ازواجهن لیس اولئک بخیارکم -

آنحضرت نے فرمایا که خدا کي لونڈیوں کو نه مارو' حضرت عمر آپ کے پاس آے اور کہا که اس حکم سے عورتیں دلیر هوگئیں تو آپ نے مارنے کي اجازت دي - اسکے بعد آنحضرت کے مکان پر بکثرت عورتیں اپنے شوهروں کي شکایت لیکر آنے لگیں' تو آنحضرت نے فرمایا که بکثرت عورتیں اپنے شوهروں کي شکایت لیکر آتي هیں' ایسے شوهر صالح آدمي نہیں هیں -

اس روایت میں عورتوں نے علانیه مردوں کي شکایت کي هے اور آنحضرت نے عورتوں هي کے حق کا لحاظ رکها هے - اس کے پہلے جزو پر طلباء مذهبي حیثیت سے عمل کرسکتے هیں' دوسرے جزو پر عمل کرنے کا منتظمین مدارس کو اختیار هے -

لیکن هم اسپر بھي قناعت نہیں کرتے' هم اوستاد کا وهي حق اور وهي درجه تسلیم کرتے هیں' جو باپ کو بچے پر حاصل هے - هم بچوں میں طالب العلم کا وهي پست درجه فرض کرتے هیں' جو اولاد اناث کو اولاد ذکور کے مقابله میں حاصل هے -

لیکن گفتگو یه هے که اولاد باپ سے اپنے جائز حقوق کا مطالبه کرسکتي هے یا نہیں ؟ احادیث صحیحه سے ثابت هوتا هے که اولاد باپ سے اپنے حقوق کا مطالبه کرسکتي هے اور دلیرانه کرسکتي هے - سنن نسائي میں هے (جلد - ۲ - ص - ۲۲)

عن عائشة (رض) ان فتاة دخلت علیها فقالت ابي زوجني ابن اخیه لیرفع بي خسیسته و انا کارهة' فقالت اجلسي حتی یاتي النبي (صلعم) فجاء رسول الله صلعم فاخبرته فارسل الی ابیها فدعاه فجعل الامر الیها - فقالت یا رسول الله قد اجزت ما صنع ابي و لکن اردت ان اعلم ان للنساء من الامر شي - (۱)

حضرت عائشه (رض) سے روایت هے که ایک نوجوان عورت آنکے پاس آئي' اور کہا که میرے باپ نے اپنے بھتیجے سے میرا نکاح کردیا هے که وہ میري وجه سے معزز هوجاے' مگر میں اوسکو پسند نہیں کرتي - حضرت عائشه نے کہا : رسول الله کے آنے کا انتظار کرو - آپ آئے تو اوس نے واقعه بیان کیا - آپ نے اوسکے باپ کو بلا بهیجا' اور اوس عورت کو نکاح کا اختیار دیدیا - اوس نے کہا که یا رسول الله میں اپنے باپ کے فعل کو جائز رکهتي هوں' لیکن میں صرف یه معلوم کرنا چاهتي تهي که عورت کو بھي معاملات میں کچهه اختیار هے یا نہیں ؟

ان روایات کي مجموعي ترتیب سے حسب ذیل نتائج مستنبط هوتے هیں :

(۱) اسلام نے استاد کا کوئي حق تسلیم نہیں کیا - اسلیے اسٹرائک پر انکا کوئي اثر نہیں پڑتا -

(۲) استاد پر طلبا کے حقوق اسلام نے تسلیم کیے هیں -

(۳) اگر استاد کے آداب و حقوق تسلیم بھي کرلیے جائیں' تو اُن کي شکایت اور اُن سے علحدگي اُن آداب و حقوق کو پامال نہیں کرتي -

(۴) اوستاد کي شکایت علانیه مجمع عام میں کي جاسکتي هے -

(۵) ان تمام نتائج کي منطقیانه ترتیب سے وهي نتیجه پیدا هوگا جسکو اسٹرائک کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا هے - اس بنا پر اوستاد کي فضیلت' اوستاد کا ادب' اوستاد کا حق اسٹرائک کے منافي نہیں هے - (۲)

---

(۱) لیکن جو لوگ فن تعلیم کي مهارت کے ساتهه صاحب اولاد کثیرہ بھي هیں وہ ندوہ کي اسٹرائک سے زیادہ علي گڈہ کي اسٹرائک سے اور علي گڈہ کي اسٹرائک سے زیادہ صاحبزادوں کي اسٹرائک سے گهبراتے هیں -

(۲) لیکن هم تعلیمي اسٹرائک کو صرف قیاس سے ثابت کرنا نہیں چاهتے بلکه اس مضمون کے پانچویں نمبر میں تاریخ اسلام سے اسکي متعدد مثالیں دینگے -

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۸-۹ | کلکتہ: چہار شنبہ ۲۶ رمضان ۳ شوال ۱۳۳۲ ہجری | جلد ۵

Calcutta : Wednesday August, 19 & 26. 1914.

مقصد وحید

الامر بالمعروف والنہی عن المنکر

وجاهدوا فی الله حق جهاده ، هو اجتبٰکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ، ملة ابیکم ابرٰهیم ، هو سمٰکم المسلمین من قبل وفی هٰذا لیکون الرسول شهیدا علیکم ، و تکونوا شهدآء علی الناس ، فاقیموا الصلٰوة واٰتوا الزکٰوة ، واعتصموا بالله ، هو مولٰکم ، فنعم المولٰی و نعم النصیر ! (۲۲ : ۷۸)

قیمت فی پرچہ — چار آنہ

قبل سے نمبر ہونیکی وجہ سے قیمت آٹھ آنہ

" كتاب مرقوم يشهده المقربون (٨٣ : ١٨)
" وفي ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [٨٣ : ٢٣]

السحر الحلال

في

مجلدات الهلال

تو اے کہ محو سخن گستران پیشینی
مباش منکر " غالب " کہ در زمانہ تست !

(١) " الہلال " تمام عالم اسلامي میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہي وقت میں دعوۃ دینیۃ اسلامیۃ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کي تجدید ' اعتصام بحبل اللہ المتین و وحدۃ کلمۃ امۃ مرحومہ کي تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۃ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ ہے - اسکے درس قرآن و تفسیر و بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تصریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآني سے تعلیمات الاہیہ کي محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید و اعدی عدو مخالفین و منکرین تک اسکي تقلید کرنے کیلیے ساعي ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و سبج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(٢) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الالہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا و حاوي سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپني خصوصیات کے لحاظ سے کوئي قریبي مثال تمام عالم اسلامي میں نہیں رکھتا -

(٣) وہ تمام ہندوستان میں پہلي آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکي تمام سیاسي و غیر سیاسي معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کي تلقین کي ' اور سیاسی آزادي و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کي بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ ہر سال کے اندر ہي اندر اسے ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و مخالف سے معتقدانہ نکلوا دیا !

(٤) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادي و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہي سے عمل بالاسلام والقرآن کي دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا الخوف مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین متذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد في سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر ایسے ہیں جن میں ایک نئي مذہبي بیداری پیدا ہوگئی ہے : و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(٥) علی الخصوص حکم مقدس جہاد في سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے -

(٦) طالبان حق و ہدایت ' متلاشیان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الاہیہ و علوم نبویہ غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئي نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکي خبریں اور بحثیں پراني ہوجاتي ہوں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے ' جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(٧) چھہ مہینے میں ایک جلد مکمل ہوتي ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجي ابتدا میں لگا دی جاتي ہے - ولایتي کپڑے کي جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائي کے ساتھہ بڑي تقطیع کے (٥٠٠) صفحات !

(٨) پہلي اور دوسري جلد دوبارہ چھپ رہي ہے تیسری اور چوتھي جلد کے چند نسخے باقي رہگئے ہیں تیسری جلد میں (٩٩) اور چوتھي جلد میں (١٢٥) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھي ہیں ' اس قسم کي دو چار تصویریں بھي اگر کسي اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو انکي قیمت دس روپیہ قرار دی جاتي ہے -

(٩) با ایں ہمہ قیمت صرف پانچ روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کي اجرت ہے -

بہت ممکن ہے کہ الہلال کی قیمت بڑھا دی جاے - اگر ایسا ہوا تو پھر مکمل جلدوں کی قیمت بھی زیادہ ہو جائیگی .

الهلال

۱۹ و ۲۶ اگست ۱۳۳۲ هجري

الطـــامــــة الكـبرى !!

وقعت الواقعـة ، ليس لوقعتهـــا كاذبة !

و النازعات غرقاً ، والناشطات نشطـاً ، و السابحات سبحـاً ، فالسابقات سبقاً ، فالمدبرات امرا : موت اور هلاکت کے وہ اوقات الیمہ جو خون کي رگوں اور گوشت کے ریشوں کے اندر سے انسان کي جانوں کو کھینچ لیتے هیں اور آبادیاں اُجاڑ اور زندگیاں هلاک هو جاتي هیں - وہ ارواح حروب وقتال جو زندگی کیلیے موت کا اور آبادي کیلیے ویراني کا دروازہ ایسي عجلت اور ایسي آساني سے کھولدیتي هیں ، گویا کسي لپٹے هوے بند کو کھول دیا گیا - وہ هلاکت اور موت کی عظیم الشان هستیاں جن پر انسان پاش توپیں لدي هوئیں اور آگ اور خون کے خونخوار درندے شوار هیں ، اور جو سمندروں میں تیرتي پھرتي هیں اور ایک دوسرے سے بازي لیجانا چاهتي هیں تا اپنے اپنے شئوں و امور کی تدبیر کریں ، ان سب کی چھائي هوئی هیبت اور پھیلی هوئي وحشت کي قسم ، اور ان سب کی پھیلائي هوئی موت اور برسائی هوئی هلاکت کی گواهی ، نہ ارض الهی کا امن ڈوب گیا ، انسانیۃ کي بستی اُجاڑ هوگئی ، نیکی کا گھر لوٹ لیا گیا ، اور دنیا مثل اُس بیوہ کے هوگئی جسکا شوهر زبردستی قتل کردیا گیا هو اور اُسکے یتیم بچوں پر رحم نہ کیا گیا هو - اب وہ اپنے لٹے هوے سنگھار پر ماتم کریگی ، اور اپني پھٹي هوئی چادر کو سر سے اُتار دیگی - کیونکہ اسکا حسن زخمي هوگیا ، کیونکہ اسکا شباب پامال کر دیا گیا ، اور اسلیے کہ اسکے فرزندوں نے اسپر تلوار اٹھائی ، اور اسلیے کہ اوسکے دوستوں نے اسے کچل دیا - پس زندگی کی جگہ موت ، عیش و سلامتی کي جگہ اضطراب ، نغمۂ نشاط کي جگہ شور ماتم ، زمزمہ سنجي کي جگہ نوحہ خواني ، آب زندگي کي جگہ بحر خونین ، بستیوں کي جگہ قبریں ، اور زندگي کے کاروبار اور بازار رونکي چهل پهل کي جگہ موت نے وہ جنگل جنمیں لاشیں سڑینگي ، اور هولناک سمندروں کے وہ خونیں طوفان جنمیں انسان کي لاشیں مچھلیوں کي طرح اُچھلینگي - اور اے دنیا کے بڑے بڑے مغرور شہروں کے بسنے والو ! کل تک تمھاري ماؤں نے تمھیں جنا تھا ، تا زندگي پر گھمنڈ اور طاقت پر مغرور هو - پر آج تم موت کے کھلونے هو جنھیں بگاڑ دیا جالیگا ، اور هلاکت کي مورتیں هو جنھیں مٹا دیا جالیگا - اور پھر اے وہ کہ تمدن کي بهشت ، علم کے مرغزار ، اور عیش و نشاط زندگی کے حیرت آباد اور اعجوبہ زار تھے ! تم کل تک دوسروں کي موت و هلاکت کي خبریں سنتے تھے ، پر آج تمھاري هلاکت کي خبریں پڑھي جائینگي - کل تک تمھارے پاس کرۂ ارضي کي مصیبتوں کا قلم تھا ، پر آج تمھاري مصیبتوں کي تاریخیں مدون هونگي - تم کل تک دوسروں پر ظلم و قہر کرتے تھے پر آج تم پر ظلم کیا جائیگا - تم کل تک دوسروں کیلیے آگ سلگاتے تھے ، پر آج تمھارے لیے جہنم بھڑک رهي ہے - تم کل تک ضعیفوں اور نا توانوں کیلیے درندے تھے ، پر آج درندوں میں خود چلگئی اور بھیڑیوں نے آپسمیں ایک دوسرے پر پنجہ مارا - تم کل تک دنیا کیلیے موت کی بجلي اور هلاکت کي بدلي تھے ؛ پر آج کوئي نہیں جو تمھیں هلاکت کی بارش اور بربادي کے رعد و برق سے بچا سکے - کل مشرق کی بربادیوں کا تم نے تماشہ دیکھا تھا ، آج وہ تمھاري هلاکت کو دیکھہ رها ہے :

فالیوم الذین آمنوا من الکفـار یضحکون ، علي الارائک ینظرون ، هل ثوب الکفار ما کانوا یفعلون (۸۳ : ۳۶)

پس آج کا دن وہ دن ہے کہ مسلمان ارباب کفر پر هنستے هیں اور امن و راحت سے بیٹھے هوے تماشہ دیکھہ رہے هیں - هاں ! ابتو وہ وقت آگیا کہ انہوں نے اپنے اعمال کا بدلہ پا یا -

(ماتـم انسانیـــة !)

انسان کي سوئی هوئی سبعیت و بہیمیت پھر جاگ اوٹھي ہے - وہ اشرف المخلوقات کہ صورت سے آدمی مگر خواهشوں میں بھیڑیا ، محل سراؤں میں متمدن انسان مگر میدانوں میں جنگلي درندہ ، اور اپنے هاتھہ پاؤں سے اشرف المخلوقات ، مگر اپني روح بہیمی میں دنیا کا سب سے زیادہ خونخوار جانور ہے ، اب اپنی خونریزي کي انتہائي شکل اور اپني مردم خواري کے سب سے زیادہ برے وقت میں آگیا ہے - وہ کل تک اپنے کتابوں کے گھروں اور علم و تہذیب کے دار العلوموں میں انسان تھا ، پر آج چیتے کي کھال اسکے چہرے کي نرمي سے زیادہ حسین اور بھیڑیے کے پنجے اسکے دندان تبسم سے زیادہ نیک هیں - درندوں کے بھٹ اور سانپوں کے جنگلوں میں امن و راحت ملیگی ، مگر اب انسانوں کی بستیاں اور اولاد آدم کي آبادیاں راحت کي سانس اور امن کے تنفس سے خالی هوگئی هیں - کیونکہ وہ جو خدا کي زمین پر سب سے اچھا اور سب سے بڑھکر تھا ، اگر سب سے برا اور سب سے کمتر هوجاے تو جس طرح اس سے زیادہ کوئي اور نیک نہ تھا ، ویسا هي اس سے بڑھکر اور کوئي برا بھي نہیں هوسکتا :

لقد خلقنـا لانسان في احسن تقویم ، ثم رددناہ اسفل سافلین - الا الذین آمنوا وعملو الصالحـات فلهـم اجرا غیر ممنون - (۹۵ : ۶)

هم نے انسان کو ایک طرف تو بہترین قوتوں کي ترکیب اور اعلی ترین جذبات کي ساخت میں پیدا کیا لیکن پھر دوسري طرف بہیمي خواهشوں اور شریر قوتوں کے لحاظ سے نہایت هي ادنی درجہ کي مخلوق تک بھي لوٹا لاے - هاں وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لاے اور اعمال صالحہ و عادلہ اختیار کیے ، سو انکے لیے بے انتہا اجر ہے - کیونکہ وہ ان متضاد قوتوں کی کشاکش سے بچ نکلینگے -

شیر خونخوار ہے ، مگر غیروں کیلیے - سانپ زهریلا ہے ، مگر دوسروں کیلیے - چیتا درندہ ہے ، مگر اپنے سے کمتر جانوروں کیلیے - لیکن انسان ، دنیا کا اعلي ترین مخلوق ، خود اپنے هي هم جنسوں کا خون بہاتا اور اپنے هي ابناے نوع کیلیے درندہ و خونخوار ہے !

و علی ذالک قول بعض شعراء هذا العصر :

ولقد رایت الاسد احسن خلقـة
من جنس هذا الظالـم المتمرد
الانـــاس تقتل کل یوم بعضہا
والاسد تقـتل غیرها اذ تعتدي

انسان هي ہے جو فرشتوں سے بہتر ہے اگر اپنی قوتوں کو امن و سلامتي کا وسیلہ بناے ، اور انسان هي ہے جو سانپ کے زهر اور بھیڑیے کے پنجے سے بھي زیادہ خونخوار ہے اگر راہ امن و سلامتي

راجفه ' ابصارها خاشعه ' يقولون ءانا لمردو دون في الحافره ' اءذا كنا عظامـــاً نخـــره ؟ (۷۹ : ۱۰)

بھونچال آئیگا جب انسان کے دل دھڑک اٹھینگے' اور جب انکی ھولی نظریں جھک جائینگی' اور وہ کہیں گے کہ کیا ہم (دنیا میں اسقدر ترقي کرکے اور آگے بڑھکے) پھر (وحشت و خرابی کی طرف) لوٹائے جائیں گے ؟ اور وہ بھی ایسي حالت میں جب گل سڑکر کھوکھلی ھڈیاں ھوجائینگے ؟ (یقین کرو که ایساھی ھونے والا ہے)

(آلاية الكبرى)

اور دیکھو که قدرت الهي کي یه کیسي ھولناک نشاني ہے جو ایام الاهیه کي گذشته نشانیوں کو یاد دلاتي ھوي ' غفلت کي دنیا اور غرور انساني کي بستي پر بجلي کي طرح چمکي ہے ' اور رب الافواج کہتا ہے که میں اپنے ھاتھه کے جلال صولت اور جبروت انتقام کو نمایاں کرونگا - یه اسکے آواز کي ایسی گرج اور اسکے دست جلال کا ایسا معذب وار ہے جو ھزاروں برسوں کے عصیان و تمرد کے بعد ظاھر ھوتا ہے' اور اس بجلي کے مانند جو سر سبز کھیتوں پر گرتی' اور اس طوفان کي طرح جو یکا یک زمین پر چڑھتا ' اپنا کام پورا کردیتا ہے - یه اسکا قانون ہے جو ھمیشه سے ہے اور کبھي اسمیں تغیر نہیں ھوسکتا - اس قانون انتقام و تبدل نے آبادیاں بدلیں' بستیاں اجاڑیں' عمارتیں منهدم کیں ' قوموں کو ھلاک ' مملکتوں کو ویران' اور بسے بسائے شہروں کو نابود اور نئي آبادیوں سے اپني زمین کو معمور کردیا !

وكاين من قـــرية عتت عن امر ربهـــا ورسـله فحا سبنا ها حسابا شديـــدا وعـــذبنا ها عـــذا بــا نـــكـــرا (۶۵ : ۱۰)

اور کتنی ھي آبادیاں تھیں جنھوں نے اپنے پرور دگار اور اسکے رسولوں کي صداقتوں سے سرتابي کی اور عصیان و طغیان پر اتر آے - تب ھم نے بڑے ھي سختي کے ساتھه انکے کاموں کا حساب لیا اور بڑے ھي سخت عذاب میں گرفتار کیا -

اور وھی قانون ہے جسکے اندر سے خدا کا دست قہار پھر چمکا ہے اور وہ اپني زمین کے موجودہ مالکوں سے انکے کاموں کا حساب لینا چاھتا ہے جیسا که پچھلوں سے لیا گیا !

الـم نهلـك الاولـيـن ؟ ثـم نتبعهم الاخرين ' كـــذا لـــك نفعـــل بالمجرمين' ويل يومئذ للمكـــــذ بين ! (۷۷ : ۸)

کیا ھمنے طغیان و عصیان کي پاداش میں اگلی قوموں کو ھلاک نہیں کیا ؟ بس اسي طرح ھم پچھلی قوموں کو بھي انکی مانند عذاب میں مبتلا کرینگے - یه ھمارا قانون ہے که اپنے مجرموں کے ساتھه ایسا ھی کیا کرتے ھیں- پس اس دن الله کی سچائی کے جھٹلا نے والوں پر افسوس !

متمدن قوموں کا غرور انتہائي حد تک پہنچ چکا ہے- طاقتوں اور عجیب عجیب ترقیوں نے انھیں متوالا کردیا ہے - انکو حسب سنن الاهیه زمین کي حفاظت کا منصب دیا گیا - لیکن انھوں نے قوت پا کر جنگ و فساد کي راہ اختیار کي ' اور طغیان و عصیان سے ارض الهي کو بھر دیا : حتى انت الارض من جور المظالمين ' واستغاثت السماء من طغيان الكافرين ' وسمع رب العزة انين المظلومين وبكاء الباكين : واوحى اليهم ربهم لنهلكن الظالمين -

پس ضرور تھا که غرور و طغیان کیلیے کوئي حد ھوتي - عجب نہیں که مہلت ختم ھوگئي ھو ' اور کچھه اچنبھا نہیں اگر ارض الهي کے امن کیلیے ' بندگان خدا کي راحت کیلیے ' اور کمزوروں کو سکھه کي نیند سلانے کیلیے' انکا خون انھی کے ھاتھوں بہایا جاے جنھوں نے دوسروں کا خون اپنے ھاتھوں بہایا ' اور

اس طرح عدالة الهي ان قوتوں کا حساب لے جو صدیوں سے تمام دنیا کے اعمال کا حساب لے رھی ھیں :-

ونريد ان نمـن على الذين استضعفـوا في الارض ونجعلهـم ائمـة ونجعلهـــم الوارثـيـن (۲۸ : ۴)

ھم نے ارادہ کیا که جو لوگ کمزور و ضعیف کیے گئے ان پر احسان کریں' انھي کو سرداري اور برتري بخشیں ' اور انھی ناتوانوں کو طاقتور انسانوں کا وارث بنائیں -

یه دنیا کا غرور طاقت ہے جو اب رنگ لایا ہے ' یه قوت اور سیادت ارضي کي وہ غذا ہے جو اس نے بڑے ھي حرص و طمع سے کھائي پر ھضم نہو سکی ' اور اب اسی کا فساد اسکي تندرستی کیلیے مہلک ثابت ھوا ہے :

فــذاقت وبال امرهــا وكان عاقبـــة امرهـــا خسرا (۶۵ : ۹)

بالاخر انکے اعمال کا وبال انکے آگے آیا اور وہ گو طاقت اور عظمت میں بہت بڑھچکے تھے لیکن انجام کار گھاٹا ھي گھاٹا ھوا -

(ذالك بما قدمت ايديهم !)

یورپ کا تمدن ' اسکي طاقت ' اسکا جنگی اقتدار ' اسکے عجیب عجیب اسلحه ' اور برباد کن ھولناکیاں ' اسکے مہیب جہاز' اور نئي کروڑ تک پہنچ جانے والي متعدد فوج ' ایسی قاھر و جابر تھی که انکي تنبیه کیلیے خود انھی کے سوا اور کوئی نہیں ھوسکتا تھا - انھوں نے اپنے سوا ھر قوت کو پامال کیا ' اور اپنے سوا اور کچھه رھنے نه دیا ' پس کون تھا جو انکے مقابلے میں نکلتا اور دنیا میں کس کا ھاتھه اتنا قوي تھا جو انکے آھني پنجوں پر پڑتا ؟ وہ سب سے بڑے ھوگئے تھے ' انکے لیے وہ لوگ کیا کام دیسکتے تھے ' جو آج سب سے چھوٹے ھوگئے ھیں ؟ انکے جہازوں کے مقابلے کیلیے انکے جہازوں سے بڑھکر جہاز چاھیے تھے ' مگر وہ کہاں بنتے ؟ انکي توپوں کیلیے انکی توپوں سے زیادہ ھلاکت بار توپیں درکار تھیں ' مگر وہ کہاں ڈھلتیں ؟

پس جب زمین پر انسے بڑھکر اور کوئي نه تھا جسکے اندر سے خدا کا ھاتھه ظاھر ھوتا تو دیکھو که حکمت الهي نے کس طرح خود انھي کو انپر مسلط کردیا ' اور اسکي یه تدبیر کی که باھمي جنگ و قتال میں مبتلا ھوگئے - اب انکا ھولناک تمدن جسکو ایک ھزار سال کے اندر انھوں نے طیار کیا تھا' انھی کي تخریب میں کام آیا ' اور انکي ھر ترقي اور ھر بڑائي خود انھي کیلیے وسیلهٔ تعذیب ھوگئي - اگر انکي توپوں سے بڑھکر دوسروں کے پاس توپیں نه تھیں' تو انھي کي توپوں کے گولے انکے لیے اوڑنے لگے - اگر انسے بڑھکر جنگي جہاز دوسروں کے پاس نه تھے ' تو وھی جہاز انکے مقابلے کیلیے سمندر میں تیرنے لگے - ھر پتھر جو انھوں نے اٹھایا ' خود انھي کے لیے اوڑا ' اور ھر آله جو انھوں نے طیار نہیں وہ انھي کے لیے متحرک ھوا - انھوں نے بڑا سامان کیا تھا' مگر خدا کا سامان سب سے بڑا ہے :

انهم يكيـدون كيـداً واكيد كيــدا ' فمهل الكافرين امهلهم رويدا (۵۶ : ۱۲)

یه لوگ اپنا داؤ کر رہے تھے اور ھم اپنا داؤ کھیل رہے ھیں ' پس منکروں کو مہلت لینے دو ' زیادہ نہیں - تھوڑي سي

(یه کون ھیں ؟)

یه کون ھیں جو آپسمیں خون اور ھلاکت کرنے کیلیے دوڑتے ھیں ؟ یه وہ ھیں جنھیں " امن کے شہزادہ " نے انکے اولین ظہور کے وقت

ار چھوڑ کر بہیمیت اور خونخواري پر اُتر آے :

انا هديناه السبيـــل اما شاكرا و اما كفورا (۳ : ۷۶)	هم نے انسان کو راہ عمل و ترقی دکھلا دی ہے ' پھر یا تو هماري هدایت پر عمل کرنے والے هیں یا انکار کرنے والے -
الم نجعل له عينين ' و لسانا و شفتيـــن ' و هديناه النجديـــن ؟ (۹۰ : ۹)	پھر کیا هم نے انسان کو دیکھنے کیلیے دو آنکھیں اور زبان اور هونٹ نہیں دیے ؟ بیشک دیے اور خیر و شر کی دونوں راهیں اسے دکھلادیں

یہی انسانیۃ اعلی اور ملکوتیۃ عظمی ہے جسکی تقویم و تکمیل کیلیے دین الہی اور شریعۃ فطري کا ظہور هوا ' اور یہی پیغام امن ' رهنماے صلح و صلاح ' اور وسیلۂ فوز و فلاح ہے جسکا دوسرا نام " اسلام " ہے - یعني جنگ کي جگہ صلح ' خون و هلاکت کی جگہ عمران و حیات ' اور بربادي و خرابی کی جگہ سلامتی و اصلاح ہے ' وہ بتلاتا ہے کہ اگر انسان اپنی قوۃ ملکوتی اور فطرۃ صالحہ سے کام نہ لے ' تو وہ بڑے هی گھاٹے ٹوٹے میں ہے :

والعصر' ان الانسان لفي خسر' الا الذين آمنـوا وعملو الصالحات و تواصوا بالحق وتواصوا بالصبـر (۳ : ۱۰۳)	زمانہ اور اسکے حوادث گواهی دیتے هیں کہ انسان بڑے هي گھاٹے ٹوٹے میں ہے - مگر وہ لوگ کہ اللہ پر ایمان لاے ' اعمال صالحہ اختیار کیے ' اور حق اور صبر کي باهمدگر وصیت کی !

پھر اس سے بڑھکر خسران و نقصان کیا هوگا جسمیں آج دنیا مبتلا ہے ؟ وہ دنیا جس نے قوتوں کی صقیل کی ' جس نے فطرۃ کے قوانین مستورہ کو بے نقاب کیا ' جس نے عقل و ادراک کے خزانے کھلوا دیے ' جس نے ارتقاے فکر و علو مدرکہ سے دنیا کو علم کا گھر اور دریافتوں اور تحقیقوں کي مملکت بنادیا ' جو علم و مدنیۃ کے انتہاے عروج سے متوالي هوگئي ' جو قوتوں کے حصول کے نشے سے بد مست هوکر مغرورانہ جھومنے لگي ' جس نے کہا کہ انسان کے سوا کچھہ نہیں ' اور جس نے اعلان کیا کہ مادہ کے اوپر کوئي نہیں - کیا آج اسکا یہ علم اعلی ' یہ مدنیۃ عظمی ' یہ ایجادوں کا ڈھیر ' یہ مخترعات کا انبار ' یہ بے شمار کتابوں کی جلدیں ' اور یہ لا تعد ولا تحصی دماغوں کے افکار عالیہ و مدنیہ ' ایک لمحہ ' ایک دقیقہ کیلیے بھي اس هولنـاک بربادي ' اس خوفنـاک تصادم ' اس وحشت انگیز خونخواري ' اس خون کا سمندر بہانے والي ' اور لاشوں کے جنگلوں کو بھر دینے والي جنگ کو روک سکتے هیں ' اور نوع انساني کو عالمگیر نقصان و هلاکت سے بچا سکتے هیں ؟ کیا قانون کشش ثقل جس پر نئے علم کو ناز ہے ' اس سے بچالیگا ؟ کیا قوت برقي کا کشف اسے روکدیگا ؟ کیا بھاپ اور اسٹیم کی ایجاد کچھہ سفارش کریگي اور انسان کو عمگیني سے بچا لیگي ؟ آہ ! یہ ایجادات محیرہ ' یہ مصنوعات مدهشہ ' یہ محدثات منورہ ' جس پر مدنیۃ کو ناز اور علم انساني کو غرہ ہے ' امن و سلامتي کي جگہ خود هي هلاکت اور بربادي کا وسیلہ ' اور خون اور آگ کی افزایش و تضاعف کا ذریعہ هیں - اگر پہلے دنیا کیلیے صرف کمان کا تیر اور تلوار کی دھار تھی ' تو آج تمدن کی بدولت ایک ایک سکینڈ میں کئي کئي مرتبہ چھوٹنے والے هلاکت بار گولے ' اور لمحوں اور منٹوں کے اندر شہروں اور قلعوں کو مسمار کردینے والے آهن پوش جہاز هیں - پھر اے علم و مدنیۃ کا شیطان ! کیا تو اسلیے آیا تھا کہ خدا کي آبادي کي ویراني کو دوگنا اور اسکي هلاکت کے آلات کو زیادہ مہلک اور لا علاج بنا دے ؟ اور اے انسان کی غفلت اور اے اولاد آدم کي ناداني ! تو کب تک خدا سے لڑیگي ' اور کب تک اسکي زمین کے امن و راحت کو روکیگي ؟ حالانکہ تمدن اور علم تجھے قوي بناسکتا ہے پر نیک نہیں بنا سکتا :

يامعشر الجن و الانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطـــار السماوات و الارض فانفذوا ' لا تنفذو الا بسلطان ! (۲۷ . ۵۵)	اے مجمع جن و انس ! اگر تمهاري طاقت میں ہے کہ زمین و آسمان کے مدبرات و ملکوت کے اندر سے اپني راہ پیدا کرکے آگے کو نکل جاؤ ' تو ترمی کی بھی انتہا کیلیے بھی کوشش

کر دیکھو ' مگر بغیر سلطان الہی کے ایسا نہ کرسکوگے اور یاد رکھو کہ وہ قوت تمهارے بس میں نہیں هے :

(رستخیز تصادم)

اور دیکھو یہ کیسي آگ ہے جو بھڑک اٹھی ہے اور کس طرح تمدن کی حسین و جمیل آبادیاں آگ اور دھویں کی هولناکی کے اندر ویران هو رهی هیں :

يرسل عليكما شواظ من نار و نحاس فـــلا تنصران ! (۵۵ :)	تم پر آگ کا دھواں اور اسکی لپٹ چھاجائیگی ' اور تمهارے پاس کوئي انساني قوت ایسی نہیں کہ اسکے ذریعہ اس هلاکت کو دفع کرسکو !

یہ دنیا کی مغرور و فتح مند طاقتوں کی ٹکر ہے ' اور اتنی بڑی انساني درندوں کی لڑائی ' جتنے بڑے خونخوار اسباع و بہائم آجتک کرۂ ارضي پر پیدا نہیں هوے - دنیا نے ٹیٹس کے قصے سنے هیں جس نے یروشلیم کو تباہ کردیا ' دنیا نے بخت نصر کو دیکھا ہے جو بنی اسرائیل کو گرفتار کرکے بابل لے گیا ' دنیا میں ایرانیوں کے قہر و استیلا کے افسانے سنے گئے هیں جنھوں نے بابل کو مسمار کردیا تھا ' اور رومیوں کے عہد تسلط و عروج کے ایسے بہت سے فاتح خونریزوں کي روایتیں محفوظ رہ گئي هیں ' جنھوں نے خدا کی پیدا کی هوئی مخلوقوں کو بہت ستایا اور اسکی زمین پر بہت فساد کیا :

و كذالک جعلنا فی كل قرية اكبر مجرميها ليمكرو فيها -	اور اسي طرح هم نے هر آبادي میں اسکے بڑے بڑے سرکش گنہگار پیدا کیے تاکہ وہ فتنہ و فساد پھیلائیں -

لیکن خون بہانے کی اصلی شیطانی قوتیں ' آگ برسانے کے ایسے جہنمي آلے ' اور موت و هلاکت پھیلانے کي ایسي اشد شدید ابلیسیت کو کسي کو بھی نصیب نہ هوئي - زمین کی پشت پر همیشہ درندوں نے بھٹ بناے اور اژدھوں نے پھنکاریں ماریں ' مگر نہ تو ایسی درندگي آجتک کسي میں تھی جیسي موجودہ متمدن اقوام کي قوتوں کو حاصل ہے ' اور نہ ابتک ایسا سانپ اور اژدھا پیدا هوا ' جیسے کہ ان لڑنے والوں میں سے هر فریق کے پاس ڈسنے ' نگلنے ' اور چیرنے ' پھاڑنے کیلیے عجیب عجیب هتیار جمع هیں - پھر اُس اژدھے کو دیکھو جو جنوب سے منھہ کھولے هوے بڑھرها ہے ' اُس هاتھی کو دیکھو جسکي مستک غرور طاقت سے جھوم رهي ہے : سنسمه على الخرطوم - اور جسکے دانت هلاکت کے دو نیزوں کی طرح نکلے هوے هیں ' اُس بھیڑیے کو دیکھو جو مشرقي یورپ کی بھٹ سے چیختا هوا اٹھا ہے ' اور اُس خوفناک چیتے کو دیکھو جو ڈنمارک اور روس کي سرزمین میں خون اور گوشت کیلیے پلا ہے ! یہ کیسے مہیب هیں ؟ یہ کیسے خوفنـاک آلات سے مسلح هیں ؟ ان سب کا باهم ایک دوسرے پر گرنا اور چیرنا پھاڑنا کرۂ ارضي کا ایسا هولنـاک بھونچال هوگا ؟ ایسا بھونچال جو کبھي نہیں آیا ' ایسا طوفان جو کبھي بھي نہیں اٹھا ' ایسي آتش فشاني جو کبھی بھی نہ هوئي ' اور خداوند کا ایسا غصہ جو ابتک کبھی بھی زمین پر نہ هوا :

يوم ترجف الراجفـــة ' تتبعها الرادفـــة ' قلوب	وہ هولناک دن کہ جب زمین کانپ اٹھیگي ' جب ایک بھونچال کے بعد دوسرا

اسئلة واجوبتها

اولیاء اللہ و ارتقاء روحاني

(از جناب مولوی محمد عمر صاحب تھانوي)

صحیفۂ الہلال میں سال جدید سے جو سلسلہ مقالات افتتاحیہ کا به عنوان "اولیاء اللہ و اولیاء الشیطان" شروع ہوا تھا ' اس مضمون کے ایک خاص حصہ کے متعلق کسي قدر مزید شرح و تفصیل کا بھي طالب ہوں - مضمون کے دوسرے نمبر میں جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ "اولیاء اللہ سے مقصود کوئي خاص مصطلحہ جماعت نہیں ہے جیسا کہ سمجھا جاتا ہے - بلکہ قران کریم تمام مومنین صادقین کو اولیاء اللہ کے لقب سے پکارتا ہے - البتہ جو لوگ تزکیہ نفس اور اعمال صالحہ کے ذریعہ تقرب الی اللہ کي راہ اختیار کرتے ہیں ' وہ ارتقاے روحاني کے ماتحت مختلف مدارج و مراتب میں سے گذرتے ہیں ' اور ایۃ و من یطع اللہ الخ میں انھي کا ذکرکیا گیا ہے "

لیکن گذارش ہے کہ " ارتقاے روحاني " سے مقصود کیا ہے اور اسکا ذکر قران کریم میں کیونکر کیا گیا ہے ؟

الهــلال :

رمضان المبارک اور جنگ یورپ کي وجہ سے مقتضیات وقت بدل گئے' اور مقالات افتتاحیہ کي جگہ دوسرے مضامین نے لے لي' اسلیے سلسلۂ " اولیاء اللہ " غیر مکمل رہگیا - اب باب التفسیر کے سلسلے میں اسے بعنوان اکمل و احسن پورا کرنے کي کوشش کرونگا -

جناب نے " ارتقاے روحانی " کے متعلق سوال کرکے ایک بہت هي طولانی بحث چھیڑ دي ہے - جو بغیر ایک مستقل و مبسوط مضمون کے ممکن نہیں - مختصراً چند اشارات پر اکتفا کرونگا :

(ارتقـــاے روحانی)

قرآن کریم کے مطالعہ و تدبر سے واضح ہوتا ہے کہ اولیاء الرحمن اور الیاء الشیطان کے مختلف درجے اور مرتبے ہیں ' اور بہ لحاظ اپنے اعمال و خصائص اور تعلق و نسبت کے یہ دونوں جماعتیں ایمان و نفاق ' اسلام و کفر ' اور تقوی و فسق میں گھٹتي بڑھتي رہتي ہیں -

" اولیاء اللہ " کا گروہ جس قدر محبت الہي او رانقطاع ماسوي اللہ میں ترقي کرتا ہے' اتنا هي اسکے اعمال میں اخلاق الہي اور نور رباني کا ظہور بھي ترقي کرتا ہے' اور اسکي روح فیضان الہی سے نزدیک ترہوتي جاتي ہے - یہانتک کہ تکمیل مرتبۂ انسانیۃ تک اسکا ارتفاع ہوجاتا ہے - اور یہي " صراط مستقیم " اور " دین قیم " کا آخري مرتبہ ہے -

اسي طرح اولیاء الشیطان بھي جسقدر اپنے مرکز شقاوت و خباثت سے قریب ترہوتے جاتے ہیں اور انکي روح کو مقام ایمان باللہ و ذہاب الی اللہ سے بعد ہوتا جاتا ہے ' اتنا هي کفر و نفاق اور فسق و عدوان میں بھي ترقي کرتے جاتے ہیں' اور اسي ترقي کي نسبت سے انکے مختلف درجے اور مرتبے ہیں - پہلا گروہ اللہ کي طرف بڑھتا ہے - اسلیے اسکو الہي منزلیں پیش آتي ہیں اور اُن راہوں میں سے ہوکے گذرتا ہے جو اللہ کے دوستوں کي راہیں ہیں - لیکن دوسرے گروہ کا رخ قواہ شیطانیہ کي طرف ہوتا ہے اسلیے اُسے ابلیسي منزلیں پیش آتي ہیں اور اُن راہوں کو اختیار کرتا ہے جو شیطان کے عاشقوں اور پیار کرنے والوں کی راہیں ہیں - پس اولیاء اللہ جسقدر اللہ سے محبت کرتے اور غیر اللہ سے کٹنے میں ترقي کرتے جاتے ہیں' اتنا هي مدارج سیر الی اللہ میں بھي بڑھتے جاتے ہیں - اسي طرح اولیاء الشیطان یا اصحاب النار جسقدر شیطان سے عشق کرتے اور اسکے لیے اور اسکے کاموںکے لیے خدا کو چھوڑنے اور خدا کے کاموں سے دشمني کرنے میں دلیر اور جري ہوتے جاتے ہیں' اتنا هي ذہاب الی الشیطان میں انکے ابلیسي مراتب کي بھي ترقي ہوتي جاتي ہے : یعدہم و یمنیہم وما یعدہم الشیطان الا غرورا

اگر تم کہتے ہو کہ انسان کے جسم کي ترقي اور تکمیل کیلیے دنیا میں " قانون ارتقاء " جاري ہے ' اور اس نے ایک رینگنے والے کیڑے کو ترقي دیکر بتدریج انساني جسم و شکل کے حسن و جمال تک پہنچا دیا ہے ' تو پھر انسانی روح کی ترقي تکمیل کیلیے کیوں کوئي قانون ارتقاء تسلیم نہیں کرتے' اور کیوں انسان کي معنوي زندگي کو ادنی مرتبہ سے اٹھکر اعلی مراتب حیات الاهیہ تک پہنچنے نہیں دیتے ؟

فی الحقیقت وہ " قانــون ارتقـــاء " جسو لا مارک ' ہلیر ' ابن مسکویہ ' اور ڈارون نے دریافت کیا ہے' صرف مخلوقات کے جسم هي تک محدود ہے - وہ کچھہ نہیں بتلاتا کہ ارتقاء کي یہ زنجیر ہیکل انسانی کی کڑي تک پہنچکر پھر کہاں چلي جاتی ہے' اور اسکے بعد بھی ارتقاء کے مدارج باقی رہتے ہیں یا نہیں ؟ لیکن وہ قانون ارتقاء جسے محمد الرسول اللہ نے دریافت کیا (صلے اللہ علیہ و سلم) وہ بتلاتا ہے کہ بلاشبہ انسانیت کے مرتبہ تک پہنچنے کے بعد " ارتقاء جسمي " تو ختم ہو جاتا ہے لیکن اسکے بعد ایک " ارتقاء روحانی " کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے' اور جسم حیواني کو انسان کا ہیکل اختیار کرنے کے بعد بھي انسان بننے کیلیے بہت کچھہ بننا اور ترقی کرنا باقی رہتا ہے :

یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات' واللہ بما تعملون خبیـــر ! (۵۸ : ۱۲)

جو لوگ تم میں سے ایمان لاے اور جن لوگوں نے علم حق حاصل کیا ' سو اللہ تعالی انکے مدارج کو ترقي دیتا ہے اور ارتفاع بخشتا ہے -

یہي مدارج ہیں جو اولیاء اللہ اور اصحاب النار کے ذہاب الی اللہ کي مختلف منزلیں ہیں - ایمان باللہ اور محبت الہي اس ارتقاء روحاني کي اصل ہے' اور ارتقاء انساني کے معنی یہ ہیں کہ اللہ پر ایمان و ایقان ترقي کرے ' اور اللہ کي ولایت اور دوستي اپنے اونچے مرتبوں اور مقاموں تک بلند ہو جاے :

الیہ یصـــعد الکلم الطیب والعمل الصـالح یـرفعہ - (۳۵ : ۱۱)

کلمات طیبہ و صالحہ اللہ هي کي طرف بلند ہوتے ہیں اور وہ عمل صالح کرنے والوں کو ارتفاع بخشتا ہے -

اس آیۃ کریمہ میں دو چیزیں بیان کي ہیں : " کلم الطیب " اور " عمل صالح " پس انسانیت کي تکمیل و ارتقاء کي بنیاد بھي یہي دو چیزیں ہیں - " کلم الطیب " سے مقصود ایمان باللہ ہے' اور " عمل صالح " سے مقصود انسان کے وہ تمام کام جو صحت و اصلاح اور عدل و حقیقت کے مطابق ہوں - فرمایا کہ ایمان باللہ صعود کرتا ہے اور بلند ہوتا ہے' اور عمل صالح کو خدا اونچے درجوں تک لیجاتا ہے -

یہي ارتقاء روحی ہے جسکو قران کریم نے " نعمۃ " اور " انعام " کے لفظ سے تعبیر کیا ہے' اور اپنے فاتحہ الکتاب میں (کہ تمام قران اسي متن کي شرح ہے) مومنوں کو یہ دعا سکھلائي ہے :

اهدنا الصراط المستقیم : صراط الذین انعمت علیهـــم !

خدایا ! ہمیں صراط مستقیم پر چلا ' وہ صراط مستقیم جو اُن لوگوں کي راہ ہے جن پر تو نے انعام کیا!

وعظ سنایا تھا ' جبکہ وہ گلیل اور یہودیہ اور برون پہاڑ کی بھیڑ کو دیکھکر کوہ زیتون پر چڑھگیا ' اور اس نے اپنے شاگردوں کیلیے تعلیم دی :

" مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں ' کیونکہ وہ آسودہ ہونگے - مبارک ہیں وہ جو دل کے حلیم ہیں کیونکہ وہ زمین کو ورثہ میں پائینگے ' مبارک ہیں وہ جو رحم دل ہیں کیونکہ انپر رحم کیا جائیگا ' مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں ' کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائینگے (متی ۵ : ۱۰)

پس یہ غریب ہیں ' حلیم ہیں ' رحم دل ہیں ' زمین پر صلح اور امن کرانے کیلیے خداوند کے بیٹے ہیں ' کیونکہ انھیں کہا گیا تھا :

" تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا کہ خون نہ کرنا ' پر میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنے بھائی پر غصے ہوگا وہ سزا کے لائق ہوگا - (متی ۵ : ۲۱) تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا کہ آنکھہ کے بدلے آنکھہ اور دانت کے بدلے دانت ' پر میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا (۵ : ۲۳) تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا کہ اپنے پڑوسی کو پیار کرو ' اور اپنے دشمن سے عداوت رکھہ ' پر میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو اور اپنے ستانے والوں کیلیے دعا مانگو ' تاکہ تم اپنے آسمانی باپ کے بیٹے ٹھہرو " (۵ : ۴۴)

پس یہ ہے اس مقدس تعلیم کا آخری ظہور جو دنیا کے سامنے ہے ' اور یہ ہے وہ پاک امانت جو شہزادۂ امن نے اپنی نسل کو دی ' تاکہ وہ آسمانی باپ کے بیٹے کہلائیں - انکو غربت کا ' حلم کا ' تحمل کا ' صلح و امنیت کا پیغام دیا گیا تھا ' اور کہا گیا تھا کہ یہودیوں کو خون کرنے سے روکا گیا مگر ایک مسیحی اپنے بھائی پر غصہ بھی نہیں کریگا ' وہ شریر کے مقابلہ سے بچیگا ' اور دشمن تک کو پیار کریگا - مگر آج " مسیح " دنیا میں نہیں ہے جو دیکھے کہ خداوند کے بیٹے کہلانے والے کس طرح خداوند کی زمین کی سب سے بڑی خونریزی کیلیے اٹھے ہیں ' اور خون بہانے کے ایسے ایسے ہتھیار انکے کاندھوں پر ہیں ' جو زمین نے اجتک نہ دیکھے تھے -

آہ ' آج انکا وہ حال ہو گیا ہے جس کی زبور میں خبر دی گئی ' جسکے لیے یشعیاہ نبی نے نبوت کی ' جسپر یرمیاہ نبی نے نوحہ پڑھا ' جسپر خرقی ایل نے ماتم کیا ' اور جسکے لیے ملاکی نبی نے آخری آنسو بہائے - یہ سب کچھہ یہودیوں کیلیے اس سے زیادہ نہ تھا ' جتنا آج خود انکے لیے ہو سکتا ہے ' جو یہودیوں کو اس حالت سے چھڑانے آئے تھے :

" کوئی راستباز نہیں - ایک بھی نہیں - کوئی خدا کا طالب نہیں - ایک بھی نہیں - سب گمراہ ہیں - سب بیکار ہو گئے - کوئی بھلائی کرنے والا نہیں - ایک بھی نہیں - انکا گلا کھلی ہوئی قبر ہے - انکے ہونٹوں میں سانپوں کا زہر ہے - انکا منہہ لعنت اور کڑواہٹ سے بھرا ہوا ہے - انکے قدم خون بہانے کیلیے تیز ہیں - انکی راہوں میں تباہی اور بدحالی ہے - وہ سلامتی اور امن کی راہوں سے واقف نہ ہوے - انکی آنکھوں میں خدا کا خوف نہیں "

(زبور ۱۴ : ۱ - یشعیاہ ۵۹ : ۷)

برطانیہ کا بیڑہ

انگلستان کی جسقدر بحری طاقت آبنائے جزائر برطانیہ میں موجود ہے ' وہ تین بیڑوں میں منقسم ہے :

پہلے بیڑے میں ایک نشان کا جہاز اور چار اسکواڈرن ہیں اسکواڈرن ایک بحری اصطلاح ہے جسکا اطلاق جہازوں کے اس خاص مجموعہ پر ہوتا ہے جو ایک چھوٹے علم بردار کے ماتحت ہوتا ہے -

دوسرے اور تیسرے بیڑے میں صرف دو دو اسکواڈرن ہیں - یہ اسکواڈرن بیٹلشپ (جنگی جہاز کی ایک قسم) سے مرتب ہیں -

(پہلا بیڑا)

پہلے بیڑے کے اسکواڈرن میں جتنے جہاز ہیں وہ سب کے سب ڈریڈناٹ وضع کے ہیں - " آئرن ڈیوک " ایک نشان بردار جہاز کا نام ہے - اسمیں ۱۳ - ۵ ' انچ ' اور ۱۳ - ۶ ' انچ کی توپیں ہیں - ڈریڈناٹ " مارل برو " نامی اور بعض پرانی وضع کے ڈریڈناٹوں میں ۱۲ انچ کی توپیں ہیں -

دوسرے بیٹل اسکواڈرن میں جو دنیا میں جہازوں کا سب سے زیادہ یک رنگ اور قوی مجموعہ ہے ' " جارج ہفتم " اور " اوری " جہاز ہیں - ان میں سے ہر ایک میں ۱۳ - ۵ ' انچ کی توپیں ہیں -

چوتھا بیٹل کروزر اسکواڈرن میں اسوقت صرف چار جہاز ہیں ' جنمیں سے تین تو پرانی وضع کے ڈریڈ ناٹ ہیں اور چوتھا " آگا میمنن " ہے -

تیسرے بیٹل اسکواڈرن میں " شاہ ایڈورڈ " نامی ۸ - جہاز ہیں - یہ آٹھوں جہاز آہن پوشی ' اسلحہ برداری ' اور سرعت رفتار میں برابر ہیں اور سب سے آخرین قسم کے پری ڈریڈناٹ کی قسم اور درجے میں انکا شمار ہے ' اور معرکہ آرائی میں ابتدائی ڈریڈ ناٹوں کے برابر سمجھے جاتے ہیں -

ان چار اسکواڈرنوں کے ہمراہ اس بیڑے میں پہلا بیٹل کروزر اسکواڈرن جسمیں " لوائن " نامی جہاز بھی شامل ہے - دوسرا بیٹل کروزر اسکواڈرن ' اور تین اور جہاز بھی ہیں - اسکے علاوہ چار تارپیڈو فلوٹیلا بھی ہیں اور تیسرے میں سب سے آخری وضع کے جہاز ہیں - یہ بیڑہ عموماً ہارویچ اور نوارے میں رہتا ہے -

(دوسرا بیڑہ)

اسمیں دو بیٹل اسکواڈرن ہیں - انکے علاوہ پانچویں اسکواڈرن میں " فوار مڈایبل " نامی جہاز کے درجہ کے آٹھہ جہاز ہیں ' اسلیے اسکو بھی شاہ ایڈورڈ نامی جہازوں کے اسکواڈرن کے مثل سمجھنا چاہیے - گو یہ طاقت میں ان سے کسیقدر کم ہے - دو کروزر اسکواڈرن اور پیٹرول فلوٹیلا بھی ہیں مگر پٹرول فلوٹیلا آخر ترین وضع کی تارپیڈو کشتیاں ہیں -

دوسرے بیڑے کو پوری طاقت پہنچانے کے لیے ۵ ہزار آدمیوں کی ضرورت ہے -

(تیسرا بیڑہ)

تیسرے بیڑے میں بھی بیٹل شپ جہاز جو عموما ساحل میں پڑے رہتے ہیں اور کچھہ کروزر کے اسکواڈرن ہیں جو بحری تعلیم و تربیت میں کام آتے ہیں - ساتواں بیٹل اسکواڈرن جس پر دو سال تک امیر البحر اپنا علم بلند رکھتا ہے ' آٹھہ پرانی وضع کے جہازوں سے مرکب ہے - یہ جہاز " مجیسٹک " نامی جہاز کی وضع پر بنے ہیں ' اور وزن ' آہنی چادروں ' اسلحہ وضع ' اور شکل میں ڈریڈ ناٹ جہازوں سے بالکل مختلف ہیں -

زندگی محنت کشی' سنگدلی' خونخواري' اور نا عاقبت اندیشی کی طالب هے' اور تمدن اپنے ساتهه جو چیزیں لاتا هے وہ علم' راحت طلبی' تن آسانی' عشق پرستی' انجام اندیشی' اور حب نفس و مال هے -

چنانچه اس وقت یورپ کی مختلف قوموں میں جس نسبت سے تمدن ترقي کر رها هے' اسي نسبت سے انکے جنگي جوش اور فوجي زندگي میں بهي تنزل هو رها هے' اور اگرچه یورپ کے ایک متمدن سپاهي کا جسم پر شوکت پوشاک اور تازہ ایجاد اسلحه سے آراسته هوتا هے' مگر اسکا سینه اس دل سے خالي هوتا هے جو حقیقي سپاهي کا اصلي هتیار هے - هر حکومت اسکو محسوس کر رهي هے اور اسکے تدارک کي فکر میں هے' مگر عموماً جسقدر تدبیریں کي جا رهي هیں' وہ اسلیے چنداں سودمند نہیں هوتیں که انکا استعمال اسوقت هوتا هے جب طبیعت کے صفحۂ سادہ پر تمدن کا نقش بیٹهه جاتا هے -

یهي غلطي هے جس کا انسداد بواے اسکوٹ سسٹم کا اصلي مقصد هے -

بچوں کي تعلیم و تربیت کا اصلي گر یه هے که ان قدرتي قوی اور میلان سے کام لیا جاے جو بچے اپنے ساتهه لیکے پیدا هوتے هیں - اس اصول پر ان سے جو کام لیا جاتا هے' آسے هنسي خوشي بجالاتے هیں' اور چونکه بطیب خاطر کرتے هیں' اسلیے جلد کامیابي اور ترقي هوتي هے - اسي نکته کو نظیري نے اپنے شاعرانه انداز میں بیان کیا هے :

درس وفا اگر بود زمزمۂ محبتے
جمعه بمکتب آورد طفل گریز پاے را

(مسٹر بیڈن پاویل)

بواے اسکوٹ سسٹم کا سنگ بنیاد یهي اصول هے سب سے پہلے مسٹر بیڈن پاویل نے اسکی ضرورت کو محسوس کیا اور اس کے قیام کیلیے ملک کو توجه دلائي - مسٹر فلیپ گبس اس نظام کے آغاز پر بحث کرتے هوئے " گریفک " میں لکهتے هیں -

" اسکو (Baden-Powell بانی نظام کو) اپنا عهد طفلي یاد تها - اور اب وہ بڑا هوگیا تها - جنگ اور موت کو انکي حقیقي خوفناک شکلوں میں دیکهه چکا تها' اسے اپنے تندرست بچپن کے وہ شاندار خیالات یاد آگئے' جبکه وہ ریڈ انڈین کے نقش قدم پر چلتا تها' اور کینسنگٹن کے مرغزاروں میں شکار کهیلا کرتا تها -

اس نے اپنے ذهن ثاقب کي ایک فوري تابش سے یه محسوس کیا که بچوں کي زندگي کا آغاز منچلے پن کي روح سے هوتا هے جو تخیل کے حدود کے اندر محدود هوتي هے - پس اگر کوئي ایسا نظام ترتیب دیا جاے جو بچوں کو ادب نفس' (سیلف ڈسپلن) عزت' همت' اور مطمح نظر پر اعتقاد و اعتماد کي تعلیم دے' تو یه میدان طبیعي قابو میں آسکتا هے اور پهر اس سے نهایت مفید کام لیے جاسکتے هیں " -

(نظام کار)

اس نظام کا مایه خمیر کیا هے ؟ کیا مشاغل تجویز کیے گئے هیں ؟ انکي طرف کیونکر رهنمائي هوتي ؟ ان تمام سوالوں کے جواب میں مسٹر گبس لکهتے هیں :

" اس نے اپنے کیمپ اور جهاڑي کي زندگي اور شکاروں اور معرکه آرائیوں کے تجارب سے کهیل تجویز کیے جو ایسي عملي معلومات سے لبریز تهے جنهیں بچے پسند کرتے هیں اور جن سے انهیں شب کو ستارے پهچاننا' اوقات اور راستے معلوم کرنا' اپني آنکهوں کو ان حقیر چیزوں کیلیے کهلا رکهنا جو راستوں اور کهیتوں میں چلتے وقت پڑي ملتي هیں' کهلے میدانوں میں اپنے هاتهه سے اپنا کهانا پکانا' بغیر دیاسلائي کے آگ جلانا' اپنے رفیق کا سراغ اسکے نقش قدم یا کسي پڑي شے سے لگانا' عمدہ کرہ لگانا' ایک اچها نقشه کهینچ ڈالنا' غرض اسی طرح کی ایک هزار ایک کاموں کو سیکهنے کا موقعه ملتا هے' جو بکري کي کهال کے دستانوں' اسفلت کي کچکاري اور تمدن کے زچه خانوں کے بدبے هوے زمانوں کي ایجاد سے پہلے هر شریف آدمي کي تعلیم میں داخل تهے "

" چونکه اسے خود اپنا بچپن یاد تها - اسلیے اسے یه معلوم تها که بچے مخفي اشارات اور علامات و نشانات [بیج] جنگي آوازوں' اور اس قسم کي دوسري چیزوں کے عاشق هوتے هیں - اس نے یه سب چیزیں اپنے نظام میں رکهیں اور انکي مختلف جماعتوں کو مختلف حیوانات مثلاً بهیڑیا' ریچهه' عقاب' وغیرہ وغیرہ میں تقسیم کرکے هر ایک کے لیے ایک خاص علامت اور ایک مخصوص علم مقرر کیا تاکه هر بچه اپنے جرگے کے لڑکوں کو پهچانسکے "

" آنکهه اور هاتهه کي مهارت' نجاري کي تعلیم' کاشت کاروں کے کام' نهر' دریا' اور کمپ کے هنر' یه چیزیں هیں جو ان بچوں کي بٹالین میں جوهر شمار کي جاتي هیں "

" نشان (بیج) وہ لڑکا حاصل کرسکتا هے جو سیمافور (ایک قسم کا آله هے) کے ذریعه ایک پهاڑي سے دوسري پهاڑي پر اطلاع دیسکتا هے' یا گهوڑے کي ٹوٹي هوئي نعل جلد لگا سکتا اور پهر دوسري نئي باندهسکتا هے' یا ایک درخت کو جلد کاٹ سکتا هے یا ایک خیمه کو بهتر اور جلد نصب کر دے سکتا هے " :

(اخلاقی آمیزش)

لیکن جسطرح جنگي تعلیم اپنے اندر گونه گوں فوائد رکهتي هے اسیطرح اسمیں بعض نقصان و مضرات بهی هیں - سب سے بڑا عیب یه هے که اس سے انسان میں سنگدلی' تند خوئی' ستمراني' انتقام پسندي' اور اسی قسم کے دیگر اخلاق فاسدہ پیدا هوجاتے هیں -

بیڈین پاویل کا مقصد درندہ نما انسان پیدا کرنا نه تها بلکه وہ ایسے قوی' تندرست' اور شجاع شهري پیدا کرنا چاهتا تها' جو اپني اور اپنے وطن کي آزادي کے حامي و محافظ اور اپني سوسائٹي کیلیے مفید و کار آمد ثابت هوں -

اسلیے اس نے اس بادۂ تند و تلخ میں اخلاق کے عرق گلاب کي اس اندازہ سے آمیزش کی که اسمیں اعتدال تو پیدا هوگیا مگر اسکے کیف میں کچهه فرق نه آیا :

آمیختم به بادۂ صافي گلاب را !

چنانچه اس نے قرار دیا که هر بواے اسکوٹ کا یه فرض هے که هر روز وہ کوئي نیک کام کرے - اسکو چاهیے که اپنے آرام کو قربان کرکے دوسرے کو آرام پهنچائے - بلکه اگر خطرہ کا موقع هو تو اپنے کو خطرہ میں ڈالکر دوسرے کو بچاے - بوڑهوں' ناتوانوں' اور جانوروں کے ساتهه لطف و مهرباني اسکا اولین فرض هے - اسکو همیشه هنستے اور سیٹي بجاتے رهنا چاهیے - خواہ کتني هي سختي آپڑے مگر اسے کبهي شکایت نه کرني چاهیے - اسے اپنے خیالات' افعال' اور الفاظ میں پاک و صاف رهنا چاهیے -

اس نظام کو روشناس هوے ابهی زیادہ عرصه نهیں هوا' مگر با این همه یه اسقدر مقبول عام هوا هے که اسوقت تک دو لاکهه لڑکے اسمیں داخل هوچکے هیں -

اس نظام کو وسیع پیمانه اور پایدار بنیاد پر لانے کے لیے حال میں قوم سے ڈهائي لاکهه پونڈ کے لیے اپیل کي گئي تهي' جسکے جواب میں هر طرف سے چندہ کي بارش هو رهي هے - امید هے که بهت جلد یه رقم پوري هوجائیگی -

مقالات

تربیت اطفـال کا ایک صفحه

فوجی اور اخلاقی تعلیم کا ایک معتدل مجموعه

بواے اسکوٹ سسٹم

قوموں کی ترقي کے لیے تعلیم سے زیادہ تربیت اهم هے ' بلکه سچ یه هے که اسوقت تک تعلیم مفید نهیں هو سکتي جب تک نه اسکے ساتهه صحیح اور با اصول تربیت بهي نه هو -

تربیت کا اصلي وقت بچپن هے - اسلیے که اسوقت بچه کا مزاج ایک غیر متشکل ماده هوتا هے ' جس کا اچهے یا برے قالب میں ڈهالنا مربی کے اختیار میں هوتا هے - اسلیے جو قومیں زنده هونا چاهتي هیں یا اسوقت زنده هیں اور آئنده بهي زنده رهنا چاهتي هیں ' وه ان معصوم هستیوں کي تربیت غور و اهتمام اور اعتناء کامل کے ساتهه کرتي هیں جنکا نام آینده چلکے قوم هوگا -

صحیح تربیت کیا هے ؟ وه نظام پرداخت جسمیں اخلاق ' دماغ ' اور جسم تینوں کی پرورش و بالیدگي پیش نظر هو - کیونکه جس طرح اس کارزار حیات میں زنده رهنے کے لیے معلومات میں وسعت اور افکار و خیالات میں روشني کي ضرورت هے ' اسیطرح بلکه اس سے کئي چنـــد زیاده نظـــر میں ترفـع ' حوصله میں بلندي ' اراده میں جزم ' نیتوں میں اخلاص ' عمل میں ایثار ' دل میں شجاعت ' اور جسم میں صحت و قوت کي بهي ضرورت هے - پس جو نظام تربیت ان صفات کے اشخاص پیدا کرنے میں کامیاب نهیں وه نه صرف ناقص هے بلکه ایک داخلي خطره هے جو قومي حیات کے لیے تمام خارجي خطرات و اعداء سے کهیں زیاده مهلک و قاتل هے - کیونکه ناقص تعلیم و تربیت قومي زندگي کی بنیاد کو کهوکهلا کر دیتي هے ' اور جب کسي عمارت کی بنیادیں اندر سے خالي هو جائیں تو پهر اسکا انجام معلوم !

(هندوستان کی نئی نسل)

آج هندوستان میں جس قسم کی تعلیم و تربیت دي جارهي هے اسکے نقائص بار بار مدبرین تعلیم تک کی زباني بیان میں آچکے هیں - اس تعلیم و تربیت سے ایک طرف تو دماغ کا مبلغ علم چند کتابوں کي سطح سے آگے نهیں بڑهتا ' دوسري طرف جسماني قوتوں اور اخلاقي محاسن کے نشو و نما کا اسمیں کوئی انتظام نهیں -

هم ایک تعلیم یافته هندوستاني خصوصاً مسلمان تعلیم یافته کا جب تصور کرتے هیں جسنے نئے عهد تربیت میں نشو و نما پائي هے تو ایک ضعیف البصر ' نحیف الجثه ' کمزور دل ' محروم الحس ' اور اپنے تمام قومي اور مذهبي شعائر و خصوصیات سے متنفر انسان کي مکروه تصویر آنکهوں میں پهر جاتي هے !

لیکن جس معلم کی تربیت کے نتائج هندوستان میں به نظر آتے هیں ' وهي جب اپنے گهر میں فرائض تعلیم و تربیت انجام دیتا هے تو اسکے نتائج عموماً تندرست طاقتور ' شجاع ' جاں نثار ملک ' اور سر فروش وطن اشخاص اور بسا اوقات اعاظم ابطال و اکابر امجاد کي شکل میں ظاهر هوتے هیں !

اس اختلاف حالت کے اسباب کیا هیں ؟ اس سوال کے جواب کے لیے اس نظام تربیت و تعلیم کا مطالعه کرنا چاهیے جو یورپ اور علی الخصوص انگلستان اپنے لیے اختیار کرتا هے -

(بواے اسکوٹ سسٹم)

بواے اسکوٹ سسٹم جو اس مضمون کا موضوع بحث هے انگریزي تربیت کا ایک نو پیداوار مگر مقبول عام اور سریع الانتشار نظام هے - بواے اسکوٹ جسکو بچونکي فوج کهنا چاهیے ' درحقیقت اخلاقي اور فوجي تعلیم کا ایک بهترین مجموعه هے ' جسمیں دونوں قسم کي زندگیوں کي خوبیوں کو هر طرح کے نقصانوں اور خطروں سے پاک کرکے یکجا کردیا هے -

في الحقیقت یهي فوجي زندگي هے جسکے اشغال قومي تربیت کي اصلی روح هیں ' اور یهی روح هے جس سے هندوستان کا کالبد بالکل خالي هے -

فوجي زندگي پر تمدن کي ترقي کا اثر همیشه برا پڑا هے - جب کسي قوم میں تمدن آتا هے تو جسقدر تمدن بڑهتا جاتا هے اسیقدر جنگي جوش گهٹتا جاتا هے ' ایسا هونا ایک قدرتی امر هے - کیونکه فوجي

(بقیۂ مضمون صفحه ۱۳ کا)

" تو نے انعام دیا " یعنے جن اولیاء الله کو مقام الهیه و منازل ربانیه میں ارتقاء و صعود کي تو نے توفیق دي - دوسري جگه ان لوگوں کي نسبت صاف صاف تصریح کردي هے ' اور ارتقاء روحاني کے چار درجے بتلادیے هیں : و من یطع الله والرسول فاولئك مع الذین انعم الله علیهم من النبیین و الصدیقین و الشهداء والصالحین و حسن اولئك رفیقـــا

اس آیـه کریمه میں صاف صاف بتلا دیا هے که اس ارتقاء روحانی کے چار درجے هیں جو اوپر سے شروع هوتے هیں :

(۱) نبوت -
(۲) صداقت
(۳) شهادت
(۴) صالحیه

پس یه ارتقاء عمل صالح کے درجے سے شروع هوتا هے ' اور مقام نبوت کے فیضان پر ختم هوجاتا هے - " اولیاء الله " جس قدر اپنے اعمال حسنه اور تزکیه نفس و اتقاء میں ترقی کرتے هیں ' اتنا هي مقام نبوت کے انوار و تجلیات سے بهره اندوز هوتے جاتے هیں -

صحیح بخاري کي حدیث ولي میں اسي طرف اشاره هے ' حضرة فاروق رضي الله عنه کو اس ارتقاء کے مرتبۂ " محدث " کی خبر دیگئی ' تصریحات کتاب و سنت اس بارے میں بے شمار هیں - منتظر رهیے تاکه ایک مستقل مضمون لکهنے کی مهلت ملے - اس بارے میں اس عاجز کے سامنے بعض عجیب و غریب اور نادر و اهم بیانات قرانیه و تصریحات نبویه هیں ' جنکا اظهار بغیر مبسوط بحث و نظر کے ممکن نهیں -

۱۶۲۵ سے ۱۶۲۹ تک قائم رہا بالآخر کرستین نے بھی شکست کھا کر لیبک میں صلح کرلی -

اسکے بعد جنگ کا نیا دور شروع ہوا جو سنہ ۱۶۳۰ سے سنہ ۱۶۳۵ تک کی وسیع مدت کو محیط ہے - اس جنگ میں گستاف اڈلف شاہ اسوج نے شاہ جرمنی کی فوج پر سنہ ۱۶۳۱ میں بمقام لیپزگ اور سنہ ۱۶۳۲ میں بہ مقام لٹسن فتح پائی' لیکن وہ آخری معرکہ میں مقتول ہوا اور پروٹسٹنٹ گروہ نے سنہ ۱۶۳۴ میں فتح و ظفر کے بعد پھر شکست کھائی - آخری زمانہ میں کارڈینل ریشلیو نے اس جنگ کی سپہ سالاری کی - وہ پروٹسٹنٹ مذہب کی حمایت کیلیے لڑتا تھا اور اپنے ارادہ میں کامیاب ہوا - بالآخر برنرد ' دیمار ' ٹرنسی' اور تیورن کے حملوں نے شاہ کو ایک عہد نامہ لکھنے پر مجبور کیا جو سنہ ۱۶۴۸ ع میں لکھا گیا ' اور اسی پر جنگ کا خاتمہ ہوا -

(حرب الخلافہ)

اس کا اطلاق دو لڑائیوں پر کیا جاتا ہے - پہلی لڑائی حرب خلافۃ اسپین کے نام کے ساتھہ موسوم ہے جو سنہ ۱۷۰۱ ع سے سنہ ۱۷۱۳ ع تک جاری رہی -

اس جنگ کو تخت اسپین کے دعویدار خاندان اسٹریا نے اس بنا پر قائم کیا تھا کہ چارلس ثانی نے (جو اسپین کا آخری تاجدار تھا) اپنے بعد لوئیس چاردہم کے پوتے فیلیپ کو ولی عہد سلطنت بنایا تھا - لیکن چارلس ثانی کے انتقال کے بعد چارلس سادس نے اسکے متعلق جنگ کی چھیڑ چھاڑ شروع کردی - چنانچہ اسٹریا ' انگلستان ' ہالینڈ ' پروشیا ' اور پرتگال وغیرہ نے فرانس کے خلاف باہم اتحاد کرلیا - جنگ شروع ہوئی تو پہلے میدان فرانس کے ہاتھہ رہا (سنہ ۱۷۰۲ - سنہ ۱۷۰۳ تک) لیکن بعد کو اس کی نکبت و ادبار کا زمانہ شروع ہوا - یہاں تک کہ اس نے اٹلی اور جرمنی میں شکست کھائی - لیکن اسپین میں گر کے وہ پھر اٹھا - آخری نتیجہ یہ ہوا کہ چارلس سادس نے تخت سلطنت پر جلوس کیا ' اور سنہ ۱۷۱۳ - سنہ ۱۷۱۴ کے معاہدہ نے جنگ کا خاتمہ کر دیا -

اس سلسلہ کی دوسری لڑائی کا نام جنگ ہفت سالہ بھی ہے - اسکا ذکر اسی عنوان کے تحت میں آگے آئیگا -

تاریخ فرانس میں یہ ان آٹھہ مذہبی لڑائیوں کے مجموعہ کا نام ہے جو سولھویں صدی میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقے کے درمیان قائم ہوئیں -

ان میں پہلی لڑائی سنہ ۱۵۶۲ میں شروع ہوئی اور سنہ ۱۵۶۳ تک جاری رہی - اسکی ابتدا ایک کیتھولک عیسائی کے ظالمانہ خنجر نے کی تھی' جو ایک پروٹسٹنٹ کی گردن پر چلایا گیا تھا - اس جنگ میں کیتھولک فرقہ نے شہر روان پر قبضہ کرلیا - شہر درو پر فتح پائی' ایدا فرنسو اور گیز و کو قتل کردیا -

دوسری لڑائی سنہ ۱۵۶۷ سے قائم ہوئی اور سنہ ۱۵۶۸ تک جاری رہی - اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ کیتھولک مذہب کے قائم مقاموں کے مشورہ سے کاتھرینا دومیشی نے جو کانفرنس قائم کی تھی' اوس سے پروٹسٹنٹ فرقے کو طرح طرح کے خطرے پیدا ہوگئے تھے - اس جنگ کا مشہور نام معرکہ سان دینس اور معاہدہ لو نگو ہے -

تیسری جنگ کی ابتدا سنہ ۱۵۶۹ سے ہوئی اور سنہ ۱۵۷۰ تک قائم رہی - اس کا سبب یہ ہوا کہ کاندی اور کولینی نامی دو پادریوں کے گرفتار کرنے کا جو حکم دیا گیا تھا ' اسپر کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں میں جنگ ہوگئی -

چوتھی لڑائی سنہ ۱۵۷۲ میں قائم ہوئی اور سنہ ۱۵۷۳ تک قائم رہی' وہ حصار لیروشل کے نام سے مشہور ہے -

سنہ ۱۵۷۴ میں پانچویں جنگ کا آغاز اور سنہ ۱۵۷۶ میں اسکا خاتمہ ہوا - اس معرکہ میں ہنری گیزو نے پروٹسٹنٹ اور انکی حامی جرمنی کو شکست فاش دی - اسکے بعد صلح بولیو کا انعقاد کیا گیا -

چھٹی لڑائی کی آگ سنہ ۱۵۷۶ سے لیکر سنہ ۱۵۷۷ تک مشتعل رہی' اور بوانیہ دی صلح کے چھینٹوں نے اوسکو بجھایا -

ساتویں جنگ کا آغاز سنہ ۱۵۸۰ سے ہوا - یہ بھی مذہبی جنگ تھی لیکن اسکا جلد خاتمہ ہوگیا -

اس جنگ کو بعض عاشق مزاج لوگوں کی سازش نے قائم کیا تھا ' اسلیے وہ حرب عشاق کے نام سے بھی مشہور ہے -

آٹھویں لڑائی سنہ ۱۸۸۵ میں شروع ہوئی اور بہت پھیلی - پیرس پر حملہ کیا گیا اور ہنری رابع شاہ انگلستان نے مدت تک اسکا محاصرہ قائم رکھا -

سنہ ۱۵۹۴ میں اس جنگ کا انسداد ہوا اور پیرس سے محاصرہ اوٹھا لیا گیا '

اسکے چند سال کے بعد اور بھی مذہبی لڑائیاں پیدا ہوئیں جنکی ابتداء سنہ ۱۶۲۱ و سنہ ۱۶۲۵ میں ہوئی' اور سنہ ۱۶۲۹ میں ختم ہوگئیں -

(حرب ہفت سالہ)

یورپ کی ان لڑائیوں کا آغاز سنہ ۱۷۵۶ ع میں اور خاتمہ سنہ ۱۷۶۳ ع میں ہوا - ان لڑائیوں کی سلسلہ جنبانی ایک نئی سلطنت نے کی جو شمال جرمنی میں اسٹریا کے بالمقابل قائم ہوگئی تھی -

اسلیے آسٹریا نے رشک و حسد کے جذبات سے بے قابو ہوکر سیلیسیا کو واپس لینا چاہا ' حالانکہ سنہ ۱۷۴۰ میں پروشیا اوس پر قابض ہوچکا تھا -

یہ جنگ دو قسموں میں منقسم ہوگئی : ایک تو اون معرکوں پر مشتمل ہے جو فریڈریک ثانی نے بادشاہ پروشیا کے ساتھہ اس بنا پر کیں کہ انگلستان نے اسٹریا ' فرانس' اور روس کی حمایت کی تھی جیسا کہ اسوقت مفاہمہ ثلاثہ کی صورت میں ہورہا ہے -

دوسری قسم میں وہ جنگ داخل ہے ' جسکو انگلستان نے فرانس اور اسپین کے مقابل میں قائم کیا تھا -

لیکن فریڈریک نے باوجود حسن تدبیر اور دور اندیشی کے آخر میں شکست کھائی - یہاں تک کہ اوسکی دشمن ملکہ الیزبتھہ کی جگہ اگر پیٹرس ثالث روس کے تخت پر متمکن نہ ہوجاتا تو وہ سنہ ۱۷۶۲ میں ہلاکت کے قریب پہنچ جاتا - اس جنگ کا خاتمہ سنہ ۱۷۶۳ میں معاہدہ فرانس کے ذریعہ ہوا - اس معاہدہ کی رو سے سیلیسیا پروشیا کے قبضہ میں رہنے دیا گیا ' اور اسپین نے انگلستان کیلیے فلوریڈا کا تخلیہ کردیا -

لیکن آخر میں یہ جنگ فرانس کیلیے وبال ہوگئی' کیونکہ اس نے فرانس کی تمام بحری قوت کو برباد کردیا ' اور اسکی وجہ سے مقبوضات ہندوستان کے ۲۰ حصوں میں سے اوس نے ۱۹ حصے اپنے ہاتھہ سے ہمیشہ کیلیے کھودیے -

(حرب صد سالہ)

اس لڑائی نے فرانس اور انگلستان کے درمیان تقریباً ایک صدی تک خون کا دریا جاری رکھا اور طول امتداد زمانہ کی وجہ سے وہ فرانس و انگلستان کے متعدد پادشاہوں کے دور سلطنت کی یادگار ہے -

(بازگشت ماضی)

یورپ اپنی قدیم خونین تاریخ کو اب پھر اوسی آب و رنگ کے ساتھہ دنیا کے سامنے پیش کررہا ہے' اور دنیا اوسکو اوسی دلچسپی کے ساتھہ دیکھہ رہی ہے' جس انہماک و شغف کے ساتھہ یورپ نے مقدونیا میں خون کا فوارا اوچھلتے ہوے دیکھا تھا - گذشتہ بیانات کے پڑھنے سے واضح ہوا ہوگا کہ یورپ کا سب سے بڑا کشت و خون مسیحیت کی تحریک اصلاح (ریفارم) اور کیتھولک اور پروٹسٹنٹ مذہب کی کشمکش کا نتیجہ تھا - اب مذہب کا نام بدل دیا گیا ہے اور اسکی جگہ قومی اور جنسی حرص سیادت نے لےلی ہے -

الحـــــرب

یورپ کي تـاریخ حروب پر ایک نظر !

(قدیم حـرب اور اقوام قدیمه)

جنگ کي تاریخ نہایت قدیم ہے - نشاۃ انسانیہ کے دور اول ہي سے اوسکا وجود پایا جاتا ہے - چنانچہ فن حرب کا ذکر کتاب مقدس کے عہد قدیم میں موجود ہے ' اور اهل ایران کو بھي زمانه قدیم سے انکے جنگي کارناموں نے شہرت دے رکھي ہے - هندوستان کے کوہ پیکر ہاتھیوں نے بھي هنود کي جنگي طاقت کو نمایاں کیا تھا -

یورپ میں فن جنگ ایشیاء هي سے منتقل هو کر پہونچا اور اوس نے یونان ' اسپارٹا ' اتھنز ' اور مقدونیه میں بڑي ترقي کي - پھر رومیوں نے اس میں کمال کا درجه حاصل کیا اور فن اسلحه سازي کو بہت بڑي جلا دي ' لیکن قرون وسطی میں جب برابر کا سلسله جنگ قائم هوا تو فن جنگ دفعة اپنے اوج کمال سے گرگیا اور فوجوں کے نظم و ترتیب میں شہسواروں کي قابلیت کا جو جوهر نظر آتا تھا ' وہ بالکل مفقود هوگیا - لیکن پندرهویں صدي سے بارود کي ایجاد نے اس فن میں ایک نیا انقلاب پیدا کردیا ہے - اب پرانے هتھیاروں کے جوهر بالکل خاک میں مل گئے هیں -

سترهویں صدي میں جنگی کارناموں نے پھر شہرت حاصل کی اور لڑائیوں کا ایک وسیع سلسله قائم هوا ' جس میں فوج کي ترتیب و قلعه بندي کا فن ترقي یافته شکل میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے - اٹھارهویں صدي میں فریڈریک اعظم (جرمنی) نے فن جنگ کو نہایت وسیع پیمانے پر مرتب کیا ' اور اپنی فوج کو اوسکي ایسي اچھي تعلیم دي که اوسکے حریف بھي اوسکی نقل و حرکت اور هجوم و اقدام کي داد دیتے تھے -

جمهوریت و قومیت کي تولید نے بھی فن جنگ میں ایک نمایاں انقلاب پیدا کیا - چنانچه زمانه قدیم سے فوجوں کے گڈمڈ هوکر لڑنے کا جو طریقه چلا آتا تھا ' جمہوري لڑائیوں نے اونکو بالکل مٹادیا اور نپولین اعظم نے اپني فوج کو عظیم الشان ٹکڑوں میں تقسیم هو هو کر لڑنے کي تعلیم دي ' کیونکه یه طریقه فوج کي قوت کو مختلف مرکزوں میں تقسیم کردیتا تھا ' اور حمله و اقدام میں سرعت اور آساني پیدا هوجاتی تھي -

جنگ همیشه جماعۃ انسانی کیلیے ایک درد انگیز مصیبت خیال کیگئي ہے اسلیے ایک رحمدل جماعت نے قیام امن ' اور ائتلاف و اتحاد کے تحفظ کیلیے اپنے مساعي جمیله سے اسکا دائرہ تنگ کرنا چاها ' جسکا نتیجه قدیم یونان میں ایک اتحادي تحریک کي صورت میں ظاهر هوا تھا - قرون وسطي میں مسیحي چرچ نے بھي ایک اتحاد عام کي بنیاد ڈالي جسکا نام اتحاد سلمي تھا - اسکے ذریعه صرف سال کے مخصوص اوقات مثلاً عید وغیرہ میں جنگ کا سد باب کیا گیا تھا -

عرب جاهلیت نے بھی اسي اصول پر رجب میں جنگ کا انسداد کلي کردیا تھا ' اور اسی لیے اس مہینے کا نام اصم (بہرا) رکھا تھا که اوس میں هتھیاروں کے جھنکار کي آواز سننے میں نہیں آتي تھي -

عیسائی جماعۃ کویکرز (۱) کي بنیاد بھي ابتدا میں اسي مقصد کیلیے ڈالی گئی -

(۱) کوئکر مسیحی صوفیوں کا ایک خاص فرقه ہے جو کہتا ہے که روح القدس هر شخص پر نازل هوسکتی ہے اور وہ پادریوں کا بالکل محتاج نہیں -

پوپ دوسان نے بھي ایک دیوان عام کے ذریعه دنیامیں امن و امان کو قائم رکھنا چاها تھا -

اس سلسله میں سب سے اخیر وہ کانفرنس صلح ہے ' جو بعد عدل اور نشر امن و سلامتي کیلیے پچھلے دنوں قائم کي گئي ' او اسکے بعد هیگ میں بیت العدل کي بنیاد پڑي - لیکن حرص و هوا شر و فساد ' اور بغی و عدوان کے جھونکوں نے امن و سلامتی کے اس شجر ممنوعه کو دفعة جڑ سے اکھیڑ کے پھینکدیا اور تمام کوششیں رایگاں گئیں -

اصل یه ہے که یه عالمگیر صلح و امن کی کوشش بھی ایک جنگي فریب کا نتیجه تھی جسے دنیا کی سب سے بڑي جنگجو شہنشاهی نے کھیلا تھا - روس نے جنگ جاپان کے بعد دیکھا که وہ سخت ضعیف هو گیا ہے اور کسی بڑي جنگ کیلیے طیار نہیں ہے پس اس نے چاها که اتنے عرصے تک یورپ کي جنگ کو ملتوي رکھے جب تک وہ اپنی خونین هستی کو پھر ترو تازہ کرلے اسی غرض سے اسنے یورپ کے ایک مشہور صحافي مسٹر ولیم اسٹیڈ (ایڈیٹر ریویو اف ریویوز) کو بلا یا ' اور هیگ کانفرنس صلح کي بنیاد ڈلوائي - آج ایک طرف تو ریویو اف ریویوز میں هیگ کے " بیت الصلح " کي شاندار عمارت کا نقشه شائع هوتا ہے ' دوسري طرف دنیا کی سب سے بڑي خونریزي بھي شروع هوگئي ہے !

(حروب مشهورۃ و عظمیه)

دنیا کي مشہور لڑائیوں میں چند لڑائیوں نے خاص طور پر شہرت عام حاصل کي ہے ' اونکي مختصر تاریخ دلچسپي سے خالي نه هوگي -

(الحروب الاهلیه)

اس نام سے همارا مقصود وہ لڑائیاں هیں جنکو قرون وسطی میں بغض و انتقام کے جذبات نے یورپ کے دو خاندانوں کے درمیان قائم کیا - یه لڑائي کئي پشت تک قائم رهي ' اسکي وجه یه تھي که یورپ میں اب تک کوئي جامع و مانع قانون نه تھا جو ظلم و تعدي سے روکتا ' اور مجرمین سے قصاص لیتا -

فیوڈل سسٹم (۲) بھي ضعف کي حالت میں تھا ' اسلیے وہ بھي اسکے روکنے کي طاقت نہیں رکھتا تھا - نتیجه یه هوا که چودھویں صدي عیسوي تک فرانس اور جرمني کی زمین خون کي رنگین چادروں سے چھپي رهی -

شارلمین نے اپنے عہد سلطنت میں حروب اهلیه کیلیے ایک قانون بنایا لیکن اوسکي کوشش ناکامیاب هوئي - اسلیے چرچ کو ایک نظام اتحاد قائم کرنا پڑا جسکا ذکر اوپر گذر چکا ہے ' پھر لوئیس نے ایک ضابطه قانون مرتب کیا - جسکے رو سے ۴۰ دن تک کوئي شخص قاتل سے قصاص لینے کي جرات نہیں کرسکتا تھا -

(حرب سي ساله)

یه جنگ کا وہ عظیم الشان سلسله ہے جو سنه ۱۹۱۸ع میں جرمني کے امراء اصلاح اور امراء کیتھولک کے درمیان قائم هوا ' اور سنه ۱۹۴۸ تک جاري رها - اس جنگ کا اصلي سبب یه تھا که فرڈیننڈ ثاني نے اون تمام قوانین کو منسوخ کردیا تھا جو بوهیمیا کي مذهبي آزادي کي تحدید و تقید کرتے تھے - فریڈریک خامس جو پروٹسٹنٹ مذهب کا بہت بڑا حامي تھا ' سب سے پہلے اسکي مخالفت کیلیے کھڑا هوا ' اور سنه ۱۹۱۹ سے سنه ۱۹۲۳ تک جنگ جاري رکھی - بالآخر پروٹسٹنٹ لوگوں نے شکست کھائي اور فریڈریک کی قوت کا خاتمه هوگیا - پھر کرسٹیان رابع شاہ ڈنمارک نے جرمني کے معاملات میں مداخلت کي اور دوسرا سلسله جنگ شروع هوا جو سنه

(۲) فیوڈل سسٹم یعنی بجاے ایک مرکزي حکومت کے ملک کا متعدد امراء متعددہ میں منقسم هونا -

اس نے کہا کہ روح در حقیقت ایک "احساس ہوا" Anima sensitira ہے جو تمام جسم میں نافذ ہوکے ہر عضو اور ہر نسیج tissue پر قابض ہو جاتی ہے - اسکے ان خیالات کو ہوالیت (Anemism) اور ان خیالات کے قائل کو (Animiot) ہوالی کہتے ہیں -

اس مسئلہ کے متعلق موجودہ ارباب فکر اب اس سوال پر پہنچے ہیں کہ "کیا احساس کے لیے صرف دماغی عمل کی ہمراہی کی ضرورت ہے یا اسکے ساتھہ زیریں مرکزوں اور پی نی إل گلینڈ کی معیت بھی ہونی چاہیے ؟" اس سوال کا جواب اس مسئلہ کا حقیقی حل ہے -

اسوقت علماء حیات میں ایک شخص بھی نہیں ملیگا جو یہ کہتا ہو کہ احساس محض بیداری پی نی إل گلانڈ کی کارگزاری سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ نظام عصبی کے متعلق جو تجارب ہوے ہیں وہ اس نتیجہ کے منافی ہیں -

رہا ذہن اور ہیجان جذبات کیلیے کسی مقام کی تعین کا مسئلہ تو اسکی حالت یہ ہے کہ احساس کے ماسی تعلقات کے متعلق علمی (سائنٹفک) طور پر جو کچھہ تحقیق ہو چکا ہے اس سے علماء قیافہ (Phan josephgall) نہ آگے بڑھے ہیں اور نہ پیچھے ہٹے ہیں -

لیکن اس سے یہ نتیجہ نہ نکالنا چاہیے کہ جان جوزف گال (Jhon joseph gall) المتوفی سنہ ۱۸۲۸ ع (جسکے متعلق مشہور ہے کہ وہ علم القیافہ کا بانی ہے) وہ بھی اس کا قائل تھا - کیونکہ یہ تو اس پر ایک بہتان ہے - وہ بیچارہ نہ تو اس نام کا واضع ہے اور نہ ان خیالات و عقائد کا بانی جنکا نام علم القیافہ رکھا گیا -

یہ صحیح ہے کہ گال پر اس خیال کا رنگ چڑھگیا تھا کہ بعض عقلی اوصاف کا مسکن دماغ ہے مگر کب ؟ جب اس کا سن آگیا تھا -

اس نے بجا طور پر یہ فرض کیا ہے کہ عقلمندانہ گفتگو اور یاد داشت کے لیے خاص خاص مرکز ہیں -

بیشک گال نے جرمنی کی مختلف یونیورسٹیوں میں مختلف دماغی وظائف پر تقریریں کیں لیکن جس حیثیت سے آج ہم علم القیافہ کو جانتے ہیں یہ بات اسمیں گال کے ایک رفیق (Spurtjheim) نے پیدا کی جو کمتر ایک عالم اور زیادہ سے زیادہ ایک ہر دلعزیز خطیب تھا -

علم القیافہ کے عقائد یا اسکی ہوزرہ سرائیاں اسقدر مشہور اور انکی تغلیط اتنی بار ہوچکی ہے کہ اب ہم انکے دام تزویر میں تو نہیں آسکتے - البتہ یہ ممکن ہے کہ ہم میں سے بہت سے لوگ ایسے ہوں جنکو اس جوش و خروش کا علم نہ ہو جو علم القیافہ نے گذشتہ صدی کے ابتدائی سالوں میں پیدا کیا تھا -

ایڈنمبرا میں علم القیافہ کی جو سوسائٹی قائم ہوئی تھی اسمیں ۱۳۰ ممبر تھے - لندن کی سوسائٹی میں ۳۰۰ ممبر تھے - اور گلاسکو کے "اندرسن کالج" میں اسکی ایک کرسی (چیر) قائم کی گئی تھی -

اب یہ سوال نہیں ہے کہ روح کہاں رہتی ہے ؟ سوال صرف یہ ہے کہ دماغی نسیج کا کون سا تغیر ایسا ہے جسکی وجہ سے عقلی عمل کے لیے جسمانی عمل کا رفیق پیدا ہوتا ہے - یعنی جب قواء عقل کام کرتے ہیں تو انکے ساتھہ قواء جسمانی بھی کام کرنے لگتے ہیں - رہا یہ کہ ان دونوں عملوں میں نہایت شدید ارتباط و وابستگی ہے تو یہ ایک ایسا امر ہے جسمیں کسیکو شک نہیں -

ابھی تھوڑے عرصہ قبل تک علماء قیافہ اس پر قائم تھے کہ وہ احساس کے حالات کو ان عصبی خلایا (Neave-cell) کے حالات پر محمول کردیا کرتے تھے جو ایک گورے رنگ کے مادہ میں ہوتے ہیں - یہ مادہ ایک غلاف میں لپٹا ہوا ان نصف دائروں میں ہوتا ہے جو دماغ کے اندر ہوتے ہیں -

لیکن آکسفورڈ کے ڈاکٹر میک ڈوگل - (Mcdaugal) وظائف الاعضائی علم القیافہ کے ماہر ہیں - انہوں نے بعض ایسی شہادتیں پیش کی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ بعض ایسے نقطے ہیں جہاں عصبی خلایا کے اعمال آکے مل جاتے ہیں اس طرح جیسے احساس کا مرکز یہی خلایا ہیں -

یہ مسئلہ تمامتر خصوصیین (اکسپرٹس) کی دلچسپی کا ہے اور وہی اسکو حل بھی کرسکتے ہیں -

لیکن اگر یہ مسئلہ حل ہو جاے جب بھی یہ واقعہ تو بدستور باقی رہیگا کہ علم طبیعی (نیچرل سائنس) کو کسی ایسے نفس کا علم نہیں جو مادہ سے علحدہ ہو بلکہ جو کچھہ اسکے علم و تجربہ میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک خاص قسم کا مادہ ہے جس کا تعلق اس شے کی بقاء و ترقی سے ہے جسکو ہم نفس کہتے ہیں -

ظهر الفساد في البر و البحر بما كسبت ايدي الناس !

ملکـــۂ بحـــر

کوئن اف سی

آپ نے بارہا سنا ہوگا کہ انگریزی سلطنت کو سمندر کی ملکہ (کوئن آف سی) کہتے ہیں - مگر شاید یہ نہ معلوم ہوگا کہ اس بحری بادشاہی کے لیے وہ کتنے عظیم الشان مصارف برداشت کرچکی ہے اور اسوقت کررہی ہے ؟

انگلستان نے سنہ ۱۸۹۳ ع سے لیکر اسوقت تک یعنی ۲۱ سال میں ۷۰ کرور پونڈ جہازوں اور کشتیوں وغیرہ کی ساخت اور مرمت میں صرف کیے ہیں اور اسوقت اسکے صیغہ بحریہ کے ملازمین کی تنخواہوں کا روزانہ اوسط ۲۹ ہزار پونڈ ہے - یعنی انگلستان ہر روز اپنے بحری صیغہ کے ملازموں کو ۴ - لاکھہ - ۳۵ ہزار روپیہ صرف تنخواہ میں دیتا ہے !

اتنی بڑی بڑی رقمیں سنکے آپ کو حیرت ضرور ہوئی ہوگی مگر جب آپ انگریزی جہازوں اور کشتیوں کی تفصیل پڑھینگے تو آپ کو یہ خود معلوم ہوجائیگا کہ یہ رقمیں کچھہ بھی زیادہ نہیں -

حال میں "بیڑے کے جہازوں کی فہرست" کے عنوان سے انگلستان کے شاہی بیڑے کے جہازوں کی ایک فہرست شائع ہوئی ہے - یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تارپیڈو کشتیاں زیر آب کشتیاں توپ بردار کشتیاں (آگن بوٹ) چھوٹے جہاز جنکو انگریزی میں "ولیل" کہتے ہیں اور بحری سفر کی وہ تمام سواریاں جنکو انگریزی میں "شپ" نہیں کہتے اس فہرست میں شامل نہیں ہیں -

ان کشتیوں اور چھوٹے جہازوں کے علاوہ وہ جہاز بھی اس تفصیل میں شامل نہیں ہیں جو ہنوز غیر مکمل ہیں -

اسقدر وسیع حذف واخراج کے بعد بھی فہرست میں ۶۱۱ جنگی جہاز دکھائے گئے ہیں - ان جہازوں میں بیٹل شپ کروزر ڈیپوشپ اور ڈسٹروایر (تباہ کن) وغیرہ وغیرہ مختلف قسم کے جہاز شامل ہیں -

مذاکرۂ علمیہ

روح اور اُسکا مسکـــن

اور حکماء مادیین کے احکام و آرا

(سلسلے کیلیے ملاحظہ ہو الہلال نمبر (۵) جلد (۵)

Touraine تورین کے اس جلیل القدر فلسفي نے روح کے قیام کے لیے پی نی اِل گلینڈ کو تجویز کیا - مقامي مسکن کے اس انتخاب کی تائید میں دلائل نہیں دیے گئے تاہم اسکی ایک نمایش ضرور تھی - اس کے موجودہ خیال کے مطابق روح ایک ایسي شے تھی جو نہ تو تقسیم ہوسکتی تھی اور نہ جگہ میں پھیل سکتي تھی - اس لحاظ سے اسکے رہنے کے لیے جسم کا کوئي حصہ سادہ اور تنہا پی نی اِل گلینڈ کے برابر موزوں نہ تھا - ڈیکارٹ کہتا تھا کہ یہاں روح ایک حاکم یا نگران کي طرح رہتی ہے ' تمام حواس اسے اطلاع دیتے رہتے ہیں ' اور وہ ان اطلاعات کے مناسب ہر طرف احکام جاري کرتی ہے - مگر ڈیکارٹ کے خیالات کا ایک پہلو نہایت تاریک تھا - کیونکہ انکے متبعین کو ادنی درجہ کے حیوانات میں نفس ناطقہ کے وجود سے انکار تھا ' اور اس بنا پر انکي یہ تعلیم تھی کہ وحشي مخلوقات کے اعضاء کي حرکت نا دانستہ اور بلا ارادہ ہوتی ہے - اس فلسفیانہ حماقت کا عملي نتیجہ یہ نکلا کہ بعض ڈیکارٹیوں نے ادنی درجہ کے حیوانات پر صریح ظلم کیے *

ڈیکارٹ کي بڑي بدقسمتي سے جب اس خورد بین کے ذریعہ اس عضو کا امتحان کیا گیا ' تو معلوم ہوا کہ اسمیں کچھہ لاغر خلیے (Cells) ' کویلا ' چونا ' اور بعض اور ارضی مادہ کے باورات (Crgstolo) ہوتے ہیں - غرض روح کے لیے یہ ایک نہایت ہي نامموزوں قیامگاہ تھا کیونکہ انجیل میں " تو خاک ہے اور خاک میں ملجائیگا " روح کے متعلق کہا گیا ہے -

اسکے بعد اب ہمیں اس موضوع پر ایک جلیل القدر انگریز اور اپنے آغاز عمر میں ہاروے کے شاگرد طامس ولس ایم - ڈي کے خیالات پر توجہ کرنا چاہیے - ولس نے اگرچہ اعصاب پر بہت کچھہ لکھا ہے مگر عام قارئین کو ڈیکارٹ کي طرح اسکے خیالات بہت کم معلوم ہونگے - ڈیکارٹ کے خیال کے بموجب تو روح حتی الامکان قریباً ایک نا قابل تقسیم نقطہ ہے جو ایک ایسے عضو میں رہتا ہے جو بالکل بسیط و وحید ہے - مگر ولس کے نزدیک " دو روحیں ہیں جنمیں سے ایک خون میں وسیع پیمانے پر پھیلي ہوئي ہے اور دوسري نظام عصبي میں رہتي ہے - ولس کا دعوي تھا کہ روح خون میں اسطرح رہتی ہے جیسے آگ میں شعلہ ' اور نظام عصبي میں اسطرح جیسے آگ میں روشني - دماغ سے روح کا جس طرح کا تعلق ہے اسکي تشریح ولس نے یہ کي ہے :

" خون کا سب سے زیادہ ہلکا اور روح آمیز حصہ شرائین کے ذریعہ دماغ کي طرف چڑھتا ہے ' یہاں پہنچکے اسکي تقطیر ہوتي ہے اور حیواني روحیں نکلتی ہیں - یہ روحیں دماغ کے اگلے اور پچھلے حصوں پر چڑھتی ہیں اور وہاں سے تمام اعصاب میں اتر جاتی ہیں "

" اختیاري احساسات و حرکات کے لیے وہي روحیں ہیں جو دماغ کے اگلے حصہ میں رہتي ہیں ' اور پچھلے حصہ میں جو روحیں رہتي ہیں وہ غیر اختیاري حرکات کے لیے ہیں "

موجودہ تجارب کی روشنی میں یہ آخري خیال دلچسپ ثابت ہوا ہے -

اگرچہ جسطرح بیان کیاگیا ہے ' ہم حرف بحرف اسیطرح تسلیم نہیں کرسکتے ' تا ہم یہ خیال اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے جو اب ایک امر واقعہ ہے ' یعني یہ کہ دماغ کے پچھلے حصے کي تمام کارروائیاں شعور (Cons ciousness) کے دائرہ سے باہر ہوتي ہیں -

یقیناً ولس کو یہ خیال جھلملاتا ہوا نظر آیا تھا کہ احساسات اور انکي یادگاریں ' دماغ کے مایہ خمیر کے تغیرات ہیں - چنانچہ اس نے ان صورتوں کا تذکرہ اسي انداز میں کیا ہے -

ولس کي ایک کتاب جس کا نام " حیوانات کي روح کے متعلق " ہے اسم با مسمی ہے -

اس کتاب میں ولس نے روح کو دماغ کے نصف دائروں میں رہنے کي اجازت دي ہے -

لیکن بہر حال وہ یہاں بھي ان لوگوں کي بدولت چین سے رہنے نہ پائي ' جنکو یقین ہے کہ اسکے رہنے کے لیے کوئي محدود جگہ جسماني ڈھانچے کے اندر چاہیے - چنانچہ وہ ہمیشہ اس خیال کي مخالفت کرتے رہے -

جب ہم علم (سائنس) کے درخشاں نو جوان ' ڈین نیکولس سٹینسن (المتوفي سنہ ۱۶۸۶ع) کے پاس آتے ہیں تو ہم اس اولین کوشش کے پاس آتے ہیں جو موجودہ رائے کے اظہار کے لیے کي گئی ہے - یعنی یہ کہ " وظائف " کي جگہ دماغ کے اندر ہے - یہ ایک حقیقت ہے جسے علم القیافہ والے نقل کرتے ہیں اور علم وظائف الاعضاء والے مانتے ہیں -

اسٹینسن نے جہاں عصبی مادہ کے سفید مغز میں ریشوں کے وجود پر بحث کي ہے ' وہاں اس خیال کو اس طرح ادا کیا ہے :

" اگر درحقیقت سفید مادہ بالکل ریشہ دار ہے تو ہمکو یقیناً یہ تسلیم کرلینا چاہیے کہ ان ریشوں کی ترتیب کسي خاص ایسي وضع پر رکھی گئي ہے جس کے ساتھہ یقیناً حرکات کا اختلاف وابستہ ہے -

لیکن اس تجربہ کے ساتھہ اتنے مشکلات ہیں کہ نہ معلوم کسی خاص طرح کي تیاري کے بغیر ہم اس طریق امتحان کو عمل میں آتے کبھي دیکھہ بھی سکینگے یا نہیں ؟ " -

" ہم کو اس خاص طریقہ کي تیاري کے لیے دو سو برس تک انتظار کرنا پڑا "

یہ خیال علماء کے دل میں عرصہ سے جاگزیں تھا کہ ایک روح تو مرکزي ہے ' اور دوسري اعصاب ' حواس ' اور متحرک اعصاب میں کار فرما ہے - چنانچہ (Prineipia) نامی مشہور و مستند کتاب کي آخر میں سر اسحاق نیوٹن جیسے دماغي قوتوں کے دیوتے بھي فرض کیا ہے -

لیکن مشہور جرمن مفکر جارج ارنسٹ (Georg Ernst) المتوفي سنہ ۱۶۹۰ع جو احتراق (Phlogiston) کے خیال کا باني ہے ' اس نے پھر یہ خیال ظاہر کیا کہ روح تمام جسم میں ساري و نافذ ہے -

سابق آرک ڈیوک : فرڈنی ننڈ ولی عہد آسٹریا جو سراجیو میں قتل کیا گیا اور موجودہ جنگ اپنی یادگار چھوڑی
مع اسکی مقتول بیوی کے

سنه ۱۹۰۹ ع سے مابین بنوالئے گئے ھیں - ان پر ۲۹۱۸۵۵۸۴ پونڈ لاگت آئی ھے -

(جہازوں کے اولین مصارف)

ذیل میں ھم جہازوں کے اولین مصارف درج کرتے ھیں - یه اعداد ان اعداد سے ماخوذ ھیں جو سرکاری طور پر شائع کیے گیے ھیں -

نمبر	جہاز کی قسم	مصارف بحساب پونڈ
(۱)	ڈریڈ ناٹ بٹیل سپ	۳۶۴۳۹۰۲۴
(۲)	ڈریڈناٹ کروزر	۱۳۰۸۱۴۰۵
(۳)	بڑے ڈریڈناٹ بیٹل سپ	۲۴۱۵۳۲۷
(۴)	ذرعه پوش کروزر	۲۹۱۸۵۵۸۴
میزان		۱۲۰۷۰۹۲۸۹

یه مبلغ خطیر اس عظیم الشان رقم کا درحقیقت ایک حصه ھے جو بیڑے کے کل ۶۱۵ جہازوں پر صرف کی گئي ھے -

اسوقت ۹۰ محفوظ (پروٹیکٹیڈ) کروزر کام میں لگے ھوے ھیں جنکی لاگت ۱۸ ملین ھے - انکے علاوہ ۲۱۱ ڈسٹرایر (تباہ کن) ھیں' جنکے مصارف ساڑھے ۱۵ ملین ھیں - ۹۸ زیر آب کشتیاں جن پر ۴ ملین صرف ھوے ھیں - ۱۰۳ تار پیڈو کشتیاں ھیں جن پر ۳ ملین سے زاید لاگت آئي ھے -

جیسا که ھم لکھہ آئے ھیں' اس فہرست میں چھوٹے جہاز (ویسل) شامل نہیں ھیں - ان جہازوں کي لاگت کا تخمینه اگر نہایت اعتدال کے ساتھه کیا جائے' جب بھي ۱۰ ملین سے کم نه ھوگا - جہاز سازي کے مصارف اسقدر بڑھتے جاتے ھیں که اگر سب سے پرانے چھوٹے جہاز اور سب سے زیادہ نئے چھوٹے جہازوں کي قیمت کا موازنه کیا جاے تو دو چند کا فرق نظر آئیگا - بالفاظ دیگر ایک قدیم ترین چھوٹے جہاز کی طیاري میں جو لاگت آتی تھی' آج اسی قسم کے ایک چھوٹے جہاز کے بنانے میں اس سے دوگونه روپیه لگتا ھے - بلکه اب تو ایک چھوٹے جہاز کی صرف توپوں اور ان توپوں کي بعض اور ضروري لوازم کے لیے نصف ملین اسٹرلنگ چاھیے !

پھر ھر چھوٹا جہاز ۴ ھزار سے لیکر ۸ ھزار ٹن کي آھني درع میں ملبوس ھوتا ھے جو نہایت بیش بہا ھوتي ھے - اس کي قیمت کا اندازہ اس سے ھوسکتا ھے که اگر ایک شخص کي ھفته وار آمدنی دوگنی ھوجاے تو اسکي بارہ مہینه کي آمدني اس ذرع کے ایک ٹن کي قیمت ھوگی -

کچھه ویسل ھي کي قید نہیں' بیٹل شپ کي بھي یه حالت ھے که اسکي صرف مشنیري کي قیمت ایک ربع ملین اسٹرلنگ ھوتي ھے' اور اگر کہیں " لوائن" اور " کوئن میري" کي وضع کے جہاز ھوے تو پھر یه رقم دو چند ھوجاتي ھے -

جب ایک بڑي توپ سرھوتي ھے' تو گویا ۳ سو پونڈ دھواں بنکے اڑجاتا ھے - اس قسم کی توپیں صرف اس ایک بیڑے میں ۳۷۲ ھیں جو امیر البحر جیلکو کے زیر قیادت ھے - تار پیڈو کشتیوں کے مصارف اس سے دس گونه زیادہ ھیں' مگر ان میں خوبي یه ھے که انکے سر ھونے کے بعد انھیں پھر کام میں لایا جاسکتا ھے -

ھر جہاز میں تیل ضرور رھتا ھے - اگرچه عام طور پر کوئلا ھي جلتا ھے' لیکن زیرآب کشتیوں کے علاوہ ۱۲۷ تار پیڈو کشتیاں ھیں' جنمیں صرف تیل جلتا ھے -

ان سب کشتیوں میں ۱۵ سے ۲۰ ٹن تیل آتا ھے اور ایک ٹن تیل کی قیمت ۵ پونڈ دیجاتی ھے - اب غور کیجیے که

فیلنگ شپ : آئرن ڈیوک

انگلستان کا سب سے بڑا آھن پوش' جو امیر البحر کا جہاز ھے -

جرمني کے بحري قوی کا ایک منظر عمومي

نہر کیل کے قریب جرمن جہازوں کی نمایش

آج سے دو ہفتہ قبل ان ۴۱۱ جہازوں میں ۱۸ جہازوں کے علاوہ اور تمام جہاز بہمہ وجوہ تیار تھے -

جہازوں کے علاوہ انگلستان کے پاس چھوٹے جہاز (ویلیل) بھي ہیں' جنکی مدد سے وہ اپنے گھر اور باہر کے بحري مقامات میں اپنا قومي اقتدار قائم رکھتا ہے -

آغاز جنگ سے قبل اسکي ۱۰۳ تارپیڈو کشتیاں ' اور ۳۶۸ زیر آب کشتیاں' آبنا ے انگریزي ' بحر ابیض (میدیٹرینین) اور مشرق اقصي میں موجود رہتي تھیں ' اور ۱۴ سلوپ (ایک قسم کا چھوٹا جہاز) اور ایسي توپ بردار کشتیاں دنیا کے دریاؤں میں پھیلي ہوئي ہیں ' جہاں بڑے جہاز نہیں جا سکتے - ۱۰ هلکي توپ بردار کشتیاں ان دریاؤں کو پٹرول کرتي رہتي ہیں ' جو اندرون چین میں بہتے ہیں -

انگلستان

قیصر جرمني

انکے علاوہ اسیقدر اور جہاز ہونگے جو دنیا کے دریاؤں اور سمندروں میں پیمایش' عام تحقیقات ' اور نقشہ کشي کی غرض سے همیشہ سیر و سفر کرتے رہتے ہیں -

اسکے ساتھ ان ۱۵ تارپیڈو والي توپ بردار کشتیوں کا بھي اضافہ کیجیے جو آبناے انگریزي میں چھوٹے چھوٹے فرائض انجام دیتي رہتي ہیں - اور نیز ان مرمت کرنے والے جہازوں کو بھي شامل کر لیجیے جو همیشہ انگریزي بیڑے کے همراہ رہتے ہیں -

بیڑے کي اصلي جنگ آرا صف میں ڈریڈناٹ کی وضع کے بیس بٹیل شپ ہیں - یہ تمام جہاز ۷ سال میں یعني سنہ ۱۹۰۶ سے لیکر سنہ ۱۹۱۲ تک میں بنے ہیں - انکے ابتدائي مصارف ۲۴' ۳۹۰' ۹۳' ۳ پونڈ ہیں -

ان کے ڈریڈناٹوں کے ساتھہ بیٹل کروزر بھي بنوائے گئے تھے جنمیں سے ۷ تو اسوقت بہمہ وجوہ تیار ہیں اور ایک جسکا نام " انونسبل" ہے ہنوز زیر تعمیر ہے - ان کروزروں پر ۵' ۴۰' ۸۱' ۳۰' ۱ پونڈ صرف ہوے ہیں - انکے علاوہ کروزروں کي ایک اور تعداد بھی ہے جو بالکل تیار ہے - اور ۱۷ اور زیر تعمیر ہیں - جو کروزر اسوقت کام دیرہے ہیں انکے مصارف کا اوسط ۱۹ لاکھہ پونڈ ہے - جو بالفعل زیر تعمیر ہیں ' انکي لاگت فی جہاز ۲ ملین سے ساڑھے بائیس ملین تک ہوگي (ایک ملین دس لاکھہ کا ہوتا ہے) -

روس

اسٹریا

جیساکہ ہر شخص جانتا ہے " بڑے ڈریڈناٹ " کی قسم کے جہاز اب متروک الاستعمال ہوگئے ہیں ' با این همہ کوئي سلطنت بھي اس قسم کے جہازوں سے اپنے بیڑے کو خالي کرنے میں کوسے سبقت لیجانا نہیں چاهتي - انگلستان نے سنہ ۱۸۹۴ ع سے لیکر سنہ ۱۹۰۹ ع تک ۳۷ " بڑے ڈریڈناٹ " بنوالے تھے' جو اسوقت بہمہ وجوہ تیار ہیں -

ان پر ۴۲۱۰۳۲۷۹ پونڈ صرف ہوے ہیں - یہ بڑے ڈریڈناٹ جتنے بڑے ہیں ' اتنے هي بڑے زرہ پوش کروزر سنہ ۱۸۹۹ ع اور

فرانس

بلجیم

چلا گیا تھا - اسوقت انگریزی بیڑے کی بقاء و توسیع کے لیے ۷۰۰ ۱۸۰ ۹۹ ۲ پونڈ کی رقم منظور ہوئی تھی - ابتدائی گیارہ سال میں یعنی سنہ ۴ - ۹۳ ۱۸ سے لیکے ۴ - ۳ ۱۹۰ تک ۹۰۰ ۲۲۰ ۱۷۰ پونڈ بیڑے پر صرف کیے گئے ' اور سالانہ تخمینہ جو پہلے سال میں ۱۴۲۴۰۱۰۰ پونڈ تھا ' بڑھکر آخری سال میں ۳۴۴۵۷۵۰۰ پونڈ ہوگیا -

سنہ ۴ - ۵ - ۱۹ء اور سنہ ۱۵ - ۱۹۱۴ ء تک بیڑے کے لیے ۱۰۰ ۹۶۰ ۸ ۴۲ پونڈ وقف کیے گئے ہیں ' سالانہ قسط جو سنہ ۱ - ۱۹۴ ء میں ۵۰۰ ۸۸۹ ۳۶ پونڈ تھی ' اس سال ۵۱۵۵۰۰۰۰ پونڈ ہے -

غرض ۲۲ سال میں انگریزی بیڑے کے مصارف ۲۶۰ فیصدی بڑھگئے ہیں ' اور اگر یہ جنگ نہ ہوتی جب بھی آئندہ ان عظیم و مہیب مصارف میں ذرا بھی تخفیف کی امید نہ تھی -

اس زود افزوں ترقی مصارف کی وجہ یہ نہیں کہ فرداً فرداً جہازوں کے مصارف بڑھگئے ہیں ' بلکہ اسکا راز اس واقعہ میں مضمر ہے کہ انگلستان اپنے بیڑے کو ہر وقت مستعد و تیار دیکھنا چاہتا ہے - چنانچہ اعلان جنگ کے پہلے ہی یہ طے ہوچکا تھا کہ ۱۸ مہینہ کے اندر بحر ابیض کے چاروں کروزر واپس بلا لیے جائینگے' اور انکی جگہ ۸ بیٹل شپوں کا ایک بیڑا وہاں متعین کیا جائیگا - ان میں سے ہر ایک کے ہمہ وجوہ تیار رکھنے کے لیے سالانہ ۱۵۰۰۰۰ سالانہ پونڈ صرف ہوتے -

مختصراً یہ کہ دول یورپ میں سے صرف ایک انگلستان نے اپنے بیڑے پر ۷ سو ملین پونڈ صرف کیے ہیں جو موجودہ یورپ کے جنون سیاسی و حربی کی ایک درد انگیز مثال ہے -

(کل اور آج کی تار برقیوں کے متعلق)

جرمنی برسلز تک آگیا ہے اور بلجیم انٹورپ میں چلا گیا ہے -

عرفت ربی بفسخ العزائم !

عید کی وجہ سے ہم کبھی بھی تعطیل نہیں کرتے لیکن چونکہ عملہ دو دن کی چھٹی لیے بغیر نہیں رہتا ' اسلیے اکثر ایسا ہوا کہ دو نمبر ایک ساتھہ نکال دیے گئے -

(۲) اس مرتبہ ہم نے ارادہ کیا کہ ۲۶ - رمضان اور ۴ - شوال کا ڈبل نمبر عید سے پہلے ڈاک میں ڈالدیں اور عید کے متعلق اسمیں بکثرت مضامین و تصاویر ہوں - جنگ کی وجہ سے اگر کوئی اہم واقعہ پیش آگیا تو ۴ - شوال کا روزانہ ضمیمہ خریداروں کیخدمت میں بھیجدینگے - عید نمبر کا مدت سے ارادہ کر رہے تھے -

(۳) لیکن بغیر کسی سبب اور شکایت کے ' محض ایک خاص شخص کی شرارت کیوجہ سے تمام کمپوزیٹروں نے اسٹرائک کردی اور کام چھوڑدیا - کئی بار ایسا ہوچکا ہے لیکن جو شکایتیں صحیح تھیں انکو دور کیا گیا - افسوس کہ اس مرتبہ محض داخلی و بیرونی وسوسہ اندازیوں سے ایسا کیا گیا ہے -

(۴) تمام ضروری اور اہم مضامین لکھے پڑے ہیں مگر کمپوز نہوسکے - علی الخصوص جنگ اور عید کے مضامین و تصاویر جنکی تعداد دس گیارہ سے کسی طرح کم نہوگی اور جو نہایت ہی اہم اور ضروری تھے - سب سے زیادہ یہ کہ ہفتۂ جنگ بھی کمپوز نہوا جو جنگ کی وجہ سے اخبار کا بہت ہی ضروری حصہ ہوگیا ہے -

(۵) احباب یقین کریں کہ پرچہ کی بد نظمی کا انہیں جسقدر احساس ہوتا ہے' وہ اس داغ اور زخم کے مقابلے میں کچھہ بھی نہیں ہے جو انسے پہلے میرے دل پر لگتا ہے - انکو صرف اسی بات کا افسوس ہوگا کہ بعض معلومات حاصل نہ ہوئیں ' لیکن میرا ماتم انسے کہیں زیادہ ہے کہ ایک ضروری وقت پر نہایت ضروری خیالات قوم تک نہ پہنچاسکا اور اسطرح اپنی افضل ترین عبادت سے محروم رہا - یوں سمجھنا چاہیے کہ میری صبح کی نماز اس ہفتے قضا ہوگئی !

انتہائی کوشش جو کی جاسکتی تھی کی گئی - مجبوراً بغیر شذرات 'ہفتۂ جنگ' مضامین عید ' و مباحث و تصاویر متعلق جنگ کے' جتنے فارم چھپ گئے ہیں' صرف وہی شائع کردیے جاتے ہیں -

(۶) لیکن انشاء اللہ دو چار دن کے اندر ہی اندر اس مشکل کا خاتمہ ہے - پورا انتظام ہوگیا ہے اور آیندہ ہفتہ کی اشاعت دیکھکر امید ہے کہ اس نقصان کو بھلا دیا جائے -

(آخری خبر اس وقت کی یہ ہے کہ حکومت بلجیم جرمنی کی فوج کی کثرت کا بالآخر مقابلہ نہ کرسکی اور ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمت گئی - برزیل دار الحکومت بلجیم پر جرمنی قابض ہوگئی ہے اور بلجیم انٹیوورب میں آگیا ہے جسے آپ نقشہ میں دیکھہ لیں - بلجیم نے ایک اعلان شائع کیا ہے جسمیں تسلیم کیا ہے کہ جرمنی فوج دریاے میوز کے دونوں حصوں پر قابض ہوگئی ہے - تاہم لکھا ہے کہ یہ کوئی افسوس کی بات نہیں - اسکے اندر جنگی مصلحت پوشیدہ ہے -

فرانس اور جرمنی کا میدان التک ویلر ' السیس' اور لورین میں ہے اور جرمن شکستوں کی اطلاعیں دی جارہی ہیں -

روس اعلان کرتا ہے کہ مشرقی پروشیا (جرمنی) میں دور تک لڑائی ہو رہی ہے اور وہ بیس میل تک بڑھہ آیا ہے -

خبروں کے احتساب نے یقین کے ذرائع مسدود کردیے ہیں اور در اصل میدان جنگ بالکل تاریکی میں ہے - اب تک اصلی معرکوں کا انتظار ہے اور مدت کے بعد آج کے اعتراف سے بھی کچھہ اصلیت منکشف ہوگئی ہے -

انگلستان کے قواء بحریہ

بندرگاہ اسپیت هڈ کے قریب انگریزي جنگي جہازوں کا ایک عام منظر !

صرف تارپیڈو کشتیوں کے ایندھن کے مصارف کتنے هیں -

اگرچہ کوئلا اسقدر قیمت کا نہیں - تاهم اسمیں بھي کوئی بڑي کفایت نہیں هوتی - اسوقت ۲۷ جہاز بہمہ وجوہ تیار هیں - اگر یہ سب کے سب ۸ گھنٹہ کی پوري طاقت پر بهیجے جائیں تو ۴۳۲۰ ٹن کوئلا خرچ هوگا ' جسکا بل ۳ هزار پونڈ کا هوگا - ان حالات کو دیکھتے هوے یہ معلوم هوتا هے کہ اگر سنہ ۱۴ - ۱۵ ع میں صیغہ بحریہ کا صرف کوئلے اور تیل کا بل ۳ ملین سے زاید هوا تھا تو یہ کوئی تعجب انگیز امر نہیں -

اگر ایک اسکوالڈرن ۸ ڈرید ناٹ جہازوں سے ترتیب دیاجاے ' ۲۴ گھنٹہ تک پوري سرعت کے ساتھہ چلے ' اور انکي تمام توپیں اور تارپیڈو کشتیاں سر هوں ' تو اسمیں کوئي دو لاکھہ پونڈ صرف هونگے - اسوقت جو بیڑہ بہمہ وجوہ تیار هے ' اسمیں صیغہ بحریہ کے تمام ملازم مع ۱۸ هزار محفوظ اشخاص کے مشغول هیں -

سنہ ۴ - ۱۸۹۳ ع میں جب " میجیسٹک " جہاز کے درجہ کے جہازوں میں اشخاص مامور کیے گئے تھے ' تو اسوقت بیڑے کے اشخاص کي تعداد ۷۶۷۰۰ تھي - مگر اب اتنا فرق هوگیا هے کہ اس سال بیڑے میں ۱۵۱۰۰۰ - آدمي هیں - امیر البحر نے اگرچہ اُنکي تعداد کو پوشیدہ رکھا هے ' تاهم اگر ان لوگوں کو علحدہ کرلیا جاے جو ڈیپو میں کسي کام پر هیں یا کم عمر یا ناتواں هیں ' تو اس صورت میں بھي ان لوگونکي تعداد ۱۳۰۰۰۰ سے کم نہ هوگی جو اسوقت پانی میں کام کررهے هیں -

صرف ذرع پوش جہازوں کے لیے ۷۳۰۰۰ آدمي هیں - کروزروں میں ۲۱۰۰۰ ' اشخاص هوتے هیں - اور تارپیڈو کشتیوں اور تباہ کن جہازوں کے بکار آمد هونے کے لیے ۱۷۵۰۰ هاتھوں کي ضرورت هے - زیر آب کشتیوں میں سے هر ایک کے لیے دو پورے عملوں کی ضرورت هوتي هے - اس حساب سے ان میں ۴۰ هزار افسر اور آدمی لگے هوے هیں -

ان افسروں اور آدمیوں کي تعلیم و ترتیب میں کتنا صرف هوا هوگا ؟ اس کا صحیح اندازہ تو اسوقت بہت مشکل بلکہ قریبا نا ممکن هے - البتہ ایک نوجوان کو معمولي ملاحی کی تعلیم میں ۳ سال لگتے هیں ' یعنی اسے تو پھي کري یا کسی اور کام میں کوئي خاص ملکہ نہیں پیدا هوتا - اس ابتدائی تعلیم کی تنخواہ ۲ شلنگ اور ۳ پنس هے - (ایک شلنگ بارہ آنہ کا اور ایک پنس ایک آنہ کا هوتا هے)

ایک شخص کو جہاز راں جماعت کا حقیقي رکن بنانے کیلیے پانچ سال کی مدت چاهیے ' اور اگر جونیر لفٹننٹ بنا نا هے تو دس سال سے کم میں ممکن نہیں -

" آئیرن ڈیوک " نامي جہاز جو امیر البحر کا نشان بردار جہاز هے ' اسکے صرف افسروں کي روزانہ تنخواہ ۳۷ پونڈ ۱۹ - شلنگ دس پنس هے - اس رقم کے ساتھہ بھتے وغیرہ کي رقمیں ملکے پوري ۹۰ پونڈ روزانہ هوجاتي هے -

صیغہ بحریہ کے موجودہ مالی سال میں تنخواهوں کے لیے ۸۸۰۰۰۰۰ پونڈ منظور هوے هیں - جسکے معني یہ هیں کہ روزانہ تنخواهیں ۲۴۰۰۰ پونڈ کي هیں ' لیکن موجودہ حالت میں ۱۸ هزار محفوظ اشخاص کے اضافہ سے في ۱۰ - یوم ۵۰ هزار پونڈ کي رقم اور بھي بڑھگئي هے - اسلیے اب بیڑے کے اشخاص کی روزانہ تنخواهیں ۲۹ هزار پونڈ شمار کرني چاهیے -

اسوقت بیڑے سے صدها پرانے جہاز اور کشتیاں نکالدي گئي هیں - انکي جگہ نئے جہاز اور کشتیاں داخل کي گئي هیں - هزار ها افسر اور آدمي پنشن پر اپني خدمات سے کنارہ کش هوگئے هیں ' اور انکي جگہ نئے افسروں اور اشخاص نے لي هے - با ایں همہ یہ کہنا بیجا نہیں کہ اسوقت انگریزي بیڑا ۲۰ - سال کے وسیع تجربہ اور بے دریغ مصارف کا ماحصل اور قیمتي سے قیمتي نتیجہ هے -

سنہ ۴ - ۱۸۹۳ ع میں " میگنی فیسینٹ " اور " میجیسٹک " نامی دو بیٹل شپوں کا انتظام

فلیڈ مارشل : سر جان فرنچ - سپہ سالار افواج بریۂ برطانیہ

المراسلۃ والمناظرۃ

الاعتصــــاب فـــي الاســــلام

(از جناب مولوي شبير احمد صاحب عثماني - از ديوبند)

الهــلال مورخه ۲۹ - جولائي سنه ۱۹۱۴ع کے شعبه مراسلات میں ایک مضمون مولانا عبد السلام ندوي کا عنوان بالا کے متعلق شائع هوا هے جو اگرچه ابهي تک تمام نهیں هوا ' لیکن جتنا حصه اسکا چهپ چکا هے' وہ بهي مذهبي جماعت کي نظرونکو اپني طرف متوجه کرنے کیلیے کافي هے -

یه بتلانے کي مجهکو ضرورت نهیں که مولانا عبد السلام ندوي کون بزرگ هیں ؟ کیونکه انهیں چند ایام میں یه عام طور پر معلوم هوچکا هے که وہ دارالعلوم ندوۃ العلما کے درجه تکمیل کي سند حاصل کرچکے هیں' اور آجکل اپنے اوستاد مولوي شبلي نعماني کو سیرۃ کے لکهنے میں مدد دے رهے هیں' اور وهي بزرگ هیں جنکي طرف اس خط کی نسبت کیگئي تهي' جسکي بنا پر ندوہ کي اسٹرائک کا معرک اول مولوي شبلي نعمانی کو بتلایا جاتا هے ' اور جسکے اعتذار میں انهوں نے یه لکها تها که میں جسوقت یه خط لکهه رها تها تو سچ یه هے که اوسوقت غلبۂ جوش کیوجه سے میرے حواس اور میرا دماغ میرے قابو میں نه تها - (او کما قال) •

اگر غور کیا جاے تو بلاشبه اوس خط کیطرح یه تحریر بهي جو فاضل مضمون نگار نے اِسوقت الهــلال میں شائع کرائي هے اس اعتذار سے بے نیاز نظر نهیں آتي ' کیونکه جن روایات حدیث و سیر سے آپنے اسٹرائک کا شرعی جواز بلکه استحسان ثابت کرنا چاها هے وہ نهایت هي مضحکه انگیز هے - وہ دلائل یا تو آپکے مدعاء سے محض بے تعلق هیں' جنکو مسئله اسٹرائک یا اوسکی شرعی حیثیت سے کوئی لگاؤ نهیں ' اور یا اونسے جو نتیجه نکالا گیا هے وہ بالکل اولٹا نکالا گیا هے' یعني جس اسٹرائک سے آپ روکتے هیں اسکا تو اوس سے جواز نکلتا هے اور جس کی اباحت کے آپ درپے هیں' اوسکی صاف حرمت متشرح هو رهي هے -

فاضل مضمون نگار کا اصلي منشاء یه ثابت کرنا هے که طلباء دار العلوم ندوہ نے جو اسٹرائک ناظم وغیرہ کے مقابله میں کي وہ شرعاً بالکل حق بجانب هے' اور زمانه اسٹرائک میں اون طلبا کا کهانا بند کردینا یا اونکو بورڈنگ سے نکالدینا جائز نهیں - اسکے اثبات یا تائید یا تمهید میں آپنے مجموعي طور پر چار واقعات اسطرح ذکر کیے هیں که :

(الف) حضرت صدیق اکبر نے حضرت عائشه پر اتهام لگانیکے جرم میں مسطح کا نفقه بند کردیا ' اور قسم کهالي که اونکو کبهي کسي قسم کا فائدہ نه پهونچائینگے' لیکن خدا تعالے نے اونکو اخلاقی حیثیت سے روکدیا -

(ب) دنیا میں سب سے زیادہ ساده تمدن دیهات کا هوتا هے' لیکن عموماً تمام دیهاتوں میں کوذات کرنیکا طریقه جاري هے ' جسکے رو سے ایک شخص کا حقه پاني کهانا پینا بند کردیا جاتا هے (گویا یه بهي ایک ساده شکل کي اسٹرایک هے)

(ج) ابتداے بعثت میں تمام قریش نے اس مضمون کا ایک عهدنامه لکهکر خانه کعبه میں لٹکایا تها که قریش میں کوئی شخص بنو هاشم و بنو عبد المطلب کو اپني لڑکي ندیگا اونسے لین دین و خرید و فروخت نکریگا ' اونسے هم کلام نهوگا ' وغیرہ وغیرہ -

(د) اسلام میں جب کسي شخص نے قومي منافع پر شخصي فوائد کو ترجیح دي ' تو اوسکے خلاف صحابه اور خود آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے اس قسم کا طرز عمل اختیار فرمایا - غزوہ تبوک میں تن آساني کیوجه سے شریک نهونے پر آپ نے کعب ابن مالک ' مرارۃ بن الربیع ' اور هلال بن امیه پر سخت ناراضي ظاهر کي اور تمام صحابه کو ایک مدۃ تک اونکے ساتهه سلام و کلام اور نشست و برخاست کي ممانعت رهي - آخر کار جب خدا کے یهاں سے ان تینونکي معافي کا پروانه آ گیا - تب یه اسٹرائک ٹوٹي - (صحیح بخاري)

* * *

ان دلائل میں سے پهلي دلیل (یعني حضرت صدیق اکبر کا واقعه) تو قطع نظر اس سے که قرآن مجید نے اوسکو جائز و پسندیده قرار دیا یا نهیں ' اسٹرائک کے اصطلاحي مفهوم سے جو متنازع فیه هے کوئي تعلق نهیں رکهتا ' کیونکه آپ خود اقرار کرتے هیں که اس قسم کے تمدني قطع تعلق پر اوسیوقت اسٹرایک کا اطلاق کیا جاسکتا هے جبکه ایک گروہ کا گروہ دوسرے گروہ یا فرد کو اپني اعانت سے محروم کردیتا هے' اور اسي بناپر جدید عربي زبان میں اسٹرائک کو اعتصاب سے تعبیر کرتے هیں' جسکے معني گروہ بندي کے هیں -

باقي دوسري دلیل (یعنی دیهاتیوں کے کوذات کرنیکے طریق) سے بهي آپ خود اندازہ لگاسکتے هیں که شرعي جواز و عدم جواز پر کهانتک روشني پڑ سکتي هے' اور ایک مذهبي مسئله کے احتجاج میں دیهاتیوں کے اس طرز عمل کو پیش کرنا (اگرچه تمهیداً هي کیوں نهو) کس حد تک درست هے - البته تیسري اور چوتهي دلیلیں (یعني قریش مکه کا عمل آنحضرت صلی الله علیه وسلم کے مقابله میں اور آنحضرت صلی الله علیه وسلم اور صحابه کا عمل کعب ابن مالک وغیرہ کے مقابله میں) ایک خاص حد تک اس قسم کے مباحث کیوقت ذکر کیے جانے کا مساغ رکهتے هیں - (لیکن میں معاف کیا جاؤں اگر آپ هي کے الفاظ میں یه کهوں که) صرف انهیں لوگوں کے نزدیک جو کتب حدیث و سیر سے (باموقعه) روایات فراهم کرنیکي اهلیت نهیں رکهتے - میرا قصد اس مضمون میں اپنی طرف سے کچهه زیادہ کهنے سننے کا نهیں هے بلکه بجاے اسکے یهي بهتر سمجهتا هوں که فی الحال صرف آپ هي کے استنباط کیے هوے بعض نتائج کو دوبارہ ناظرین کے ملاحظه میں لاکر فی الجمله اونکي وکالت پر متنبه کردوں -

آپ نے پهلا نتیجه یه نکالا هے که :

" زبردست گروہ کو کمزور فرقه کے خلاف اسٹرائک کرنا سزاوار نهیں ' جیسا که قریش مکه نے کیا تها - اسلیے زمانه اسٹرائک میں طلبا کا کهانا بند کردینا یا اونکو بورڈنگ سے نکالدینا جائز نهیں "

لیکن نتائج کے نمبر ۷ میں یوں فرماتے هیں که :

" اسٹرائک کیلیے مساوات لازمي نهیں ' کعب ابن مالک آنحضرت اور دیگر صحابه کے مساوي نه تهے ' جب قوي گروہ ضعیف کے مقابله میں اسٹرائک کرسکتا هے تو ضعیف کو قوي کے مقابله میں اوسکا حق مرجح حاصل هے "

پس اب آپ خود هي انصاف فرمائیں که ان دونوں نتائج میں سے ' جو آپ نے بیان کیے هیں پبلک کس کو صحیح سمجهے یا کس کو کس قاعدہ سے ترجیح دے - اگر اسٹرائک کیواسطے مساوات کو ضروري سمجها جاے ' اور زبردست کي اسٹرائک ضعیف کے مقابله میں سزاوار نهو ' تو آنحضرت صلی الله علیه و سلم اور تمام صحابه کے (معاذ الله) اس ناسزاوار فعل کي جو کعب

جنگ کے رعد و برق میں حسن وعشق کا ایک نغمۂ الم !

مرسیو بوری : مسز کالیو کا بیرسٹر

مرسیو البانیل چیف جسٹس عدالۃ عالیہ پیرس

مرسیو کالمیٹ مقتول ایڈیٹر نگارر

مرسیو کالیو وزیر مال فرانس

دنیا کے مختلف بے تعلق واقعات میں بعض اوقات عجیب عجیب سلسلے ربط و تعلیل کے پیدا ہوجاتے ہیں - فرانس کے ایک مشہور مقدمۂ قتل کی سرگذشت الهلال میں شائع ہوچکی ہے' جسمیں موسیو کالیو کی بیوی نے ایڈیٹر فگارو کو قتل کردیا تھا - اسکے بعد گذشتہ ہفتے یہ تار برقی تعجب کے ساتھہ پڑھی گئی کہ عدالت نے مسز کالیو کو بری کردیا - اب ایک اور واقعہ سنیے - موجودہ جنگ یورپ میں فرانس کی بری فوج کا سپہ سالار جرنل جوفر ہے' جسکے بری اقدامات پر تمام دنیا کی نظریں لگی ہوئی ہیں -

لیکن جنرل جوفر کے تقرر کا واقعہ بھی ایک دلچسپ سرگذشت ہے - فرانس میں سنه ۱۹۱۱ ع تک سپہ سالاری کا عہدہ نہ تھا - ایک جنگی مجلس تھی جو اس خدمت کو انجام دیتی تھی -

لیکن اسی زمانے میں پبلک نے مجلس وزارت پر سخت اعتراضات کیے کہ اس نے سپہ سالاری جیسے اہم عہدے کی جگہ بالکل خالی چھوڑدی ہے -

اس اعتراض میں ایڈیٹر فگارو نے سب سے زیادہ حصہ لیا تھا -

چنانچہ مجلس جنگی ٹوٹ گئی' نئی مجلس وزارت ترتیب دی گئی' اور جنرل جوفر سپہ سالار عام مقرر ہوا -

یہ تمام مراتب اسی موسیو کالیو کے ہاتھوں انجام پاے - اور اعتراف کیا گیا ہے کہ اگر جنرل جوفر کا تقرر اس وقت نہوگیا ہوتا' تو موجودہ جنگ کے متعدد جنگی اقدامات ناقص رہجاتے -

مسز کالیو کے رہا ہوجانے میں بھی موجودہ جنگ کو بہت دخل ہے - کہا جاتا ہے کہ ایسے نازک موقعہ پر اگر اس مقدمہ کو زیادہ سنگین بنایا جاتا تو ملک کے اندر مضر اور خلاف وقت داخلی انہماک کے پیدا ہوجانے کا خوف تھا -

ان تمام الگ الگ واقعات کو جمع کیا جاے تو معلوم ہوتا ہے کہ مسز کالیو کا مقدمہ موجودہ جنگ کی داستان کا ایک باب تھا -

اگر مسز کالیو چاہے تو موجودہ واقعات کو تمام دنیا سے بالکل الگ ہوکر دیکھہ سکتی ہے - اسے حق ہے کہ اس دنیا کی سب سے بڑی جنگ کو محض ایک حسن پرستانہ شورش سمجھے' جو اسلیے کی گئی تاکہ ایک حسین قاتل عدالت کی سزا سے بچالیا جاے -

خونریز حسن : مسز کالیو

مقتول ایڈیٹر فگارو اور اسکا بدنصیب خاندان

الاعتصــاب فــي الاســلام

از مولانا عبــد الســلام نــدوي

(۴)

(آداب المعلمين والمتعلمين)

اگرچه تصریحات سابقه سے ثابت هوگیا هے که قرآن مجید اور احادیث صحیحه میں اوستاد کا بالتصریح کوئي حق متعین نهین کیا گیا' یهاں تک که امام غزالي نے اوستاد و شاگرد کے آداب و حقوق کے متعلق جو بحث کي هے' اوس میں کسي موقع پر احادیث سے استدلال نهیں کیا هے حالانکه وہ ضعیف بلکه موضوع حدیثوں سے بهي استدلال کرنے میں تامل نهیں کرتے - تاهم اس سے بهي انکار نهیں کیا جاسکتا که قرآن مجید کے اشارات و کنایات سے اوستاد کے ادب و احترام پر استدلال کیا جاسکتا هے - حضرت موسی علیه السلام نے چونکه حضرت خضر علیه السلام کي شاگردي کي اور وہ قصه قرآن مجید میں مذکور هے' اسلیے علما نے اوسي قصه سے استاد کے ادب و احترام کے متعلق بهي چند احکام مستنبط کیے هیں جنکي تفصیل یه هے :

(۱) موسی علیه السلام نے اپنے آپ کو اونکا تابع تسلیم کرلیا' کیونکه اونهوں نے کہا هل اتبعك ؟ کیا میں آپ کا اتباع کروں ؟

(۲) اونکے اتباع کي بهي اجازت طلب کي هل تاذن لی ان اجعل نفسي تبعا لك - کیا آپ مجهے اجازت دیتے هیں که میں اپنے آپ کو آپ کا تابع بناؤں ؟ یه انتها درجه کي خاکساري هے -

(۳) اونهوں نے کہا " علی ان تعلمني " یعنی اس بنا پر اتباع کرتا هوں که آپ مجهے تعلیم دیجیے' اور یه اپنے جهل کا اقرار اور اوستاد کے علم کا اعتراف هے -

(۴) اونهوں نے کہا " مما علمت " یعني اون کے علم کا بعض حصه سیکهنا چاها ' اور اس سے بهي تواضع کا اظهار هوتا هے - یعني اونهوں نے یه نهیں کہا که مجهے علم میں اپنے برابر بنا دیجیے' بلکه اون کے اجزاء علوم میں سے بعض اجزاء کي درخواست کي جس طرح فقیر دولت مندوں سے کہتا هے که کچهه دیدیجیے -

(۵) اونهوں نے کہا : رشدا - یعني اون سے صرف ارشاد و هدایت کی درخواست کي' اسلیے اوستاد مرشد و رهنما هوتا هے -

(۶) انهوں نے کہا " هل اتبعك علی ان تعلمني " کیا میں آپ کا اتباع اس شرط پر کرسکتا هوں که آپ مجهے تعلیم دیں ؟ اسلیے اونهوں نے پہلے اپنے آپ کو تابع تسلیم کرلیا هے پهر تعلیم کي خواهش کی هے' یعنی پہلے اونکي خدمت کرنے کا اقرار کرلیا هے' پهر تعلیم کي درخواست کي هے - (۱) (هم نے بعض احکام کو حذف کردیا هے)

لیکن اعتراض و اختلاف اس ادب و احترام کے منافی نهیں هے' جیسا که حضرت موسی علیه السلام کے طرز عمل سے ثابت هوتا هے'

ان ضمنی احکام کے علاوہ قرآن مجید کي بعض آیتوں سے به تصریح علماء کی فضیلت پر استدلال کیا جاسکتا هے - بعض کم درجه کی احادیث میں بهي علماء کي فضیلت بیان کي گئي هے' اور علماء نے اخلاقي حیثیت سے بهي اوستاد و شاگرد کے حقوق پر بحث کي هے' هم ان تمام آیات و احادیث' اور اقوال کو ایک ترتیب خاص کے ساتهه درج کرکے اوس پر تفصیلي بحث کرتے هیں :

یرفع الله الذین آمنوا منکم والذین اوتو العلـــم درجـــات	جو لوگ ایمان لاے' اور جن لوگوں کو علم دیا گیا' خدا اونکا درجه بلند کرتا هے -
انمـــا یخشي اللـــه مـــن عبـــاده العلماء	خــدا کے بنــدوں میں صــرف علماء هی خدا سے ڈرتے هیں -
فضل العـــالـــم علی العابد کفضـــلي علی ادنـــاکـــم (دارمی)	عالم کی فضیلت عابد پر اوسیطرح هے' جسطرح میں تم میں معمولی درجه کے آدمیوں سے افضل هوں ؟
لیس من امتی من لم یجل کبیرنا و یرحم صغیرنا و یعرف (۲) لعالمنـــا (ترغیب و ترهیب)	جو شخص بڑوں کی تعظیم نهیں کرتا ' چهوٹوں پر رحم نهیں کرتا ' علماء کي قدرداني نهیں کرتا ' وہ میري امت میں نهیں -
ثلاث لا یستخف بهم الا منافق ذو الشیبه فی الاسلام و ذو العلـــم و امـــام مقســـط (ترغیب و ترهیب)	تین آدمی کی توهین بجز منافق کے کوئي نهیں کرتا : مسلمان بوڑهے شخص کي ' صاحب علم کي ' امام عادل کی -
اذا کنت في قوم ... (۳) نتصفحت وجوههم فلم تر فیهم رجلا یهاب فی الله فاعـــلم ان الامـــــر قدرق	جب تم کسي قوم میں هو اور بغور هر ایک کا منهه دیکهو' تو اگر تمکو کوئی ایسا شخص نظر نه آے جسکي توقیر و هیبت محض خدا کیلیے کیجاے تو جان لو که دین کا حال پتلا هوگیا -

طلباء اگرچه بالتخصیص اُن روایتوں کے مخاطب نهیں هیں ' بلکه وہ لوگ بهی اس میں شامل هیں جنهوں نے علماء کي توهین کو همیشه اپنا شعار بنایا هے ' تاهم تخاطب عام کے لحاظ سے تمام امت کے ساتهه طلباء بهي اس میں داخل هیں -

علماء میں امام غزالي کي کتاب احیاء العلوم فلسفه اخلاق کي بهترین کتاب خیال کی جاتي هے ' امام صاحب نے اس کتاب میں طالب العلم کیلیے دس وظائف مقرر فرماے هیں ' انمیں صرف ایک وظیفه کا اثر اوستاد کے ادب و احترام اور استرالک پر پڑسکتا هے - اسلیے هم اوسکا خلاصه درج کرتے هیں :

" طالب العلم کو چاهیے که علم پر غرور اور اوستاد سے سرکشی نه کرے ' بلکــه اپني باگ اوسکے هاتهه میں دیدے ' اوسکي خیــرخواهي کا یقین رکـے ' اوس سے تواضع کرے ' اور اوسکي خدمت کو شرف و ثواب سمجهے' شعبي نے کہا هے که زید بن ثابت نے نماز جنازہ پڑهی ' پهر اونکا خچر اونکے قریب کردیا گیا که سوار هوجائیں تو ابن عباس آے اور رکاب پکڑلیا - زید نے کہا : آپ الـگ رهیے - ابن عباس نے' کہا همکو اسي طرح علماء کي توقیر کا حکم دیا گیا هے - زید ابن ثابت نے اونکا هاتهه چوم لیا اور کہا که همکو اهل بیت کي عزت کا بهي یهي طریقه بتایا گیا هے -

علم کا غرور یه بهي هے که طالب العلم اوستاد سے استفادہ کرنے کو عار سمجهے' مگر اون لوگوں سے نهیں جو شهرت طلب و جاہ پرست هیں' ...... اور جب اوستاد طالب العلم کو کوئي مشورہ تعلیم میں دے تو اوسکي تقلید کرے' اور اپنی راے کو چهوڑدے - کیونکه اوستاد کی غلطي طالب العلم کے صواب سے زیادہ مفید هے' اسلیے که تجربه سے عجیب و غریب باتیں ظاهر هوتي هیں ... حاصل کلام یه که جو طالب العلم اوستاد کي راے کے سوا کوئی راے اور اختیار کرتا هے تو اوسکي ناکامیابي کا فیصله کرلینا چاهیے - علی رضي الله عنه نے کہا هے که اوستاد سے سوال نه کرو' اصرار نه کرو - جب وہ سست هوجاے

---

(۱) لیکن انبیاء سابقین کے اقوال و افعال کا اتباع هم پر واجب نهیں -

(۲) لیکن ترمذي میں " یعرف لعالمنا " کا فقرہ نهین هے '

(۳) لیکن احادیث کے تتبع سے معلوم هوتا هے که هر وہ شخص جو طلب علم میں مصروف هو ان احادیث کا مورد هے اسلیے طلباء بهی اساتذہ کے ساتهه اس فضیلت میں حصه دار هیں -

ابن مالک وغیرہ کے مقابلہ میں اونسے ظہور پذیر ہوا ' کیا توجیہ ہوسکتی ہے ؟ اور اگر مساوات کا قاعدہ لازمي نہیں تھا ' تو پھر قریش مکہ کی اسٹرائک کو عدم مساوات کی وجہ سے ناروا کہنے میں آپ جیسے روشن خیال نے کیوں تعصب اور تنگدلی سے کام لیا -

* * *

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانونکے اعتقاد کے موافق آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم خداے تعالے کیطرفسے تمام مخلوقات جن و انس عرب و عجم کیلیے ہادي اور اوستاد اور معلم بناکر بھیجے گئے تھے (چنانچہ آپنے خود بھي اپنے منصب جلیل کو انما بعثت معلما کے الفاظ سے ھی ادا فرمایا ہے) اور اس اعتبار سے تمام بنی آدم کو طوعاً و کرھاً آپکے ساتھہ تلمذ کي نسبت اور شاگردي کا تعلق حاصل ہونا چاھیے - پس ہمارے نزدیک یہ کہنا غالباً فاضل مضمون نگار کی توجیہات سے زیادہ چسپاں ہوگا کہ قریش مکہ نے اپنی جہالت اور سفاہت کیوجہ سے جو اسٹرائک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کي ' چونکہ وہ شاگرد کي اسٹرائک اوستاد کے اور متعلم کي اسٹرائک اپني حقیقي معلم کے مقابلہ میں تھي ' اسلیے وہ بیشک قابل نفرین و ملامت تھی ' اور برخلاف اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیجانب سے جو اسٹرائک (بشرطیکہ وہ اسٹرائک ہو) چند شاگردوں کي غفلت اور خطا کاري کے مقابلہ پر عمل میں آئي ' وہ اوستاد کي اسٹرائک شاگرد کے مقابلہ میں ہونیکی وجہ سے ٹھیک ٹھیک حق بجانب رھی -

اس آخري اسٹرائک کے دباؤ کا نتیجہ کعب بن مالک رضي اللہ عنہ وغیرہ کے حق میں یہ برآمد ہوا کہ اونسے مسلمانونکے تمام رشتے ناتے توڑ دیے گئے ' اور اخوت و ارتباط باھمی کے سب سلاسل منقطع ہوگئے ' تو وہ اپنے سادے دل سے خدا کیطرف متوجہ ہوکر گڑگڑائے ' اور انہوں نے نہایت ہمت و استقلال کے ساتھہ ہر طرف کے عارضي سہارے چھوڑکر فقط ایک رب العزت کي جناب کو جا پکڑا ' انجام کار یا تو یہ حالت تذبذب تھي کہ :

وآخرون مرجون لامر اللہ اما یعذبہم و اما یتوب علیہم و اللہ علیم حکیم	اور کچھہ لوگ ہیں کہ حکم خدا کے انتظار میں اونکا معاملہ ملتوي ہے کہ یا تو اونکو عذاب دے یا اونکي توبہ قبول کرے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے -

اور یہ بشارت نازل ہوگئي کہ :

لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعة العسرة من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منہم ' ثم تاب علیہم انہ بہم رؤف رحیم - و علی الثلاثة الذین خلفـــوا حتی اذا ضاقت علیہم الارض بمـا رحبت و ضاقت علیہـم انفسہم وظنوا ان لا ملجاء من اللـــہ الا الیـــہ ثم تاب علیہـم لیتوبوا - ان اللـــہ ھو التـــواب الـــرحیـم -	البتہ خداے پیغمبر پر بڑاھی فضل کیا اور (نیز) مہاجرین و انصار پر جنہوں نے تنگدستی کیوقت پیغمبر کا ساتھہ دیا جبکہ ان میں سے بعض کے دل ڈگمگا چلے تھے - پھر اوس نے ان پر (بھی) اپنا فضل کیا (کہ انکو سنبھال لیا) اسمیں شک نہیں کہ خدا ان سب پر نہایت درجہ مہربان (اور اونکے حال پر اپنی) مہر رکھتا ہے - اور (علی ھذ القیاس) اون تیـــن شخصـــونپـــر بھي جو (با نتظار حکم خدا) ملتوي رکھے گئے تھے - یہاں تک کہ جب زمین

بارجود فراخي کے تنگي کرنے لگی اور وہ اپني جان سے بھي تنگ آ گئے اور سمجھہ لیے کہ خدا کي (گرفت) سے اوسکے سوا اور کوئي پناہ نہیں - پھر خدا نے اونکي توبہ قبول کرلي تا کہ (قبول توبہ کے شکریہ میں آیندہ کیلیے بھي) توبہ کریں - بیشک اللہ بڑا ھي توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے -

جن لوگون نے آجکل مسئلہ اسٹرائک پر اخبارات میں بحثیں کیں ھیں (مثلاً صاحبزادہ آفتاب احمد خاں وغیرہ) انھوں نے بارھا اوستاد و شاگرد کے تعلقات کو باپ بیٹے کے تعلقات سے تشبیہ دي ہے ' اور یہ تشبیہ اس اعتبار سے نہایت بلیغ ہے کہ باپ کي مادي تربیت سے اوستاد کي روحي تربیت کسیطرح کم نہیں - پس جبکہ اولاد کي اسٹرائک کا والدین کے مقابلہ میں یہ حال ہے کہ :

و ان جاھداک علی ان تشرک لي ما لیس لک بہ علـــم فلا تطعمـــا و صاحبہما فی الدنیـــا معروفـــا	اور (اے مخاطب) اگر تیرے ماں باپ تجھکو اسپر مجبور کریں کہ تو ہمارے ساتھہ کسیکو شریک خدائي بنائے ' جسکي تیرے پاس کوئي دلیل ھي نہیں (تو اسمیں) اونکا کہا نہ ماننا (مگر) ھاں دنیا میں سعادتمندانہ اونکي رفاقت کر -

تو شاگردونکو بھي اوستاذ کے مقابلہ میں (بالخصوص جبکہ اوستاد اپنے شاگردونکي اخلاقي اصلاح کا کفیل ہوتا ہے) اسٹرائک کا اس سے کچھہ زیادہ استحقاق نہیں ہوسکتا -

* * *

بناء علیہ قریش مکہ اور غزوہ تبوک کے جن دو واقعات سے فاضل مضمون نگار نے اپنا مدعا ثابت کرنا چاھا تھا اون سے برخلاف اسکے یہ ثابت ہوا کہ کسی قومي یا مذھبي درسگاہ کے طلباء کي اسٹرائک جو اپنے اساتذہ اور مصلحین و مربیین کے مقابلہ میں ہو سراسر نا جائز ہے اور اگر بالفرض اساتذہ اپنے بعض تلامذہ کے مقابلہ میں تعزیراً اسٹرائک کردیں تو یہ نہ فقط جائز بلکہ مستحسن ہے -

اولجھا ہے پانوں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

میں ان سطور کو اب ختم کرتاھوں کیونکہ في الواقع مجھکو اسوقت نہ تو " ندوہ " کے اسٹرائک کے خطا وصواب ہونے سے چنداں سروکار ہے اور نہ یہ تحقیق مطمح نظر ہے نہ اسٹرائک کا اصلی مفہوم اور اوسکي جامع مانع تعریف کیا ہے ' اور یہ نہ اوسکو شرعاً جائز ہونا چاھیے یا ناجائز - بلکہ اک ایسي تحریر کے بعض استدلالي کمزوریونکي طرف اشارہ کرنا منظور ہے ' جو آجکل بعض بخاري کے درس دے نیوالونکا علمي نمونہ ہے ' اور ابناء زمان کي حدیث داني اور سیرت فہمي کا اک بہترین نمونہ ہے ' تاکہ عام مسلمان محض اس قسم کے سطحي مضامین کے خوشدما ٹائپ کو دیکھکر جلدي سے متاثر نہو جایا کریں -

آخر میں میں ناظرین کي اور خصوصا محترم مدیر الہلال کي توجہ مضمون نگار کے اوس منہیہ کي طرف منعطف کرانا چاھتا ھوں ' جو صاحب مضمون کے بغض و نفسانیت کا آئینہ اور بدتہذیبي یا آجکل کي تہذیب کا پورا مجسمہ ہے ' اور جس سے اس مضمون کے لکھنے اور شایع کرنیکا اصلي مقصد پوري طرح واشگاف ہوجاتا ہے - لکھتے ھیں کہ :-

" یہ جو بعض مدعیان علم حدیث شکایت کرتے ھیں نہ اسٹرائک کے دور ان میں سلام وکلام بزرگونکو ضرور کرنا چاھیے ' حالانکہ ایسانہیں کیا گیا تو اوسکا مبني بخاري کا وہ نسخہ ہوگا جسکو مولانا احمـد علی مرحـوم والد بزرگوار مولوي خلیـل الرحمن سہارنپـوري نے چھپوایا تھا ' اوسمیں شاید یہ حدیث نہوگی کیونکہ اسکا اثر حقوق اولاد پر پڑنیوالا تھا ' مگر ھمنے مصر کے نسخہ مطبوعہ سے اس روایت کو لیا ہے "

میں نہیں سمجھتا کہ اس منہیہ کے لکھنے والے نے مولانا احمد علیصاحب مرحوم کي چھاپي ہوئي صحیح بخاري کو مولوي شبلي کي سیرة النعمان سمجھا ہے ' جسمیں حضرت سعد بن ابی وقاص کے واقعہ کو غلطي سے عمار بن یاسر کي طرف منسوب کردیا '

جہــان اســلام

یہ ایک ہفتہ وار رسالہ عربي ترکي اور اردو - تین زبانوں میں استنبول سے شایع ہوتا ہے - مذہبي سیاسي اور ادبي معاملات پر بحث کرتا ہے - چندہ سالانہ ۸ روپیہ - ہندوستاني اور ترکوں سے رشتۂ اتحاد پیدا کرنیکے لیے ایک ایسے اخبار کي سخت ضرورت ہے اور اگر اسکے توسیع اشاعت میں کوشش کی گئي تو ممکن ہے کہ یہ اخبار اس کمي کو پورا کرے -

ملنے کا پتہ ادارۃ الجریدہ في المطبعۃ العثمانیہ چنبرلي طاش
نمبرہ صندوق البوستہ ۱۷۳ - استامبول
Constantinople

شہبـــــال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ - جو خاص دار الخلافت سے ترکی زبان میں نکلتا ہے - ادبي - سیاسي - علمي اور سائنٹفک مضامین سے پر ہے - گرافک کے مقابلہ کا ہے - ہر صفحہ میں تین چار تصاویر ہوتے ہیں - عمدہ آرٹ کاغذ نفیس چھپائي اور بہترین ٹائپ کا نمونہ - اگر ترکونکے انقلاب کي زندہ تصویر دیکھني منظور ہو تو شہبال ضرور منگائیے - ملنے کا پتہ :

پوسٹ آفس فرخ بک نمبر ۹ نمبر ۱۰ نمبر ۱۳
Constantinople - استامبول

روزانہ الہـــلال

چونکہ ابھي شائع نہیں ہوا ہے ' اسلیے بذریعہ ہفتہ وار مشتہر کیا جاتا ہے کہ ایمبرائیڈري یعني سوزنی کام کے گل دار پلنگ پوش ' میز پوش ' خوان پوش ' پردے ' کامدار جوغے ' کرتے ' زنلي پارچات ' شال ' الوان ' چادریں ' لوئیاں ' نقاشی مینا کاري کا سامان ' مشک ' زعفران ' سلاجیت ' ممیرہ ' جدوار ' زیرہ ' گل بنفشہ وغیرہ وغیرہ ہم سے طلب کریں - فہرست مفت ارسال کي جاتی ہے - (مي کشمیر کو اپریٹیو سوسائٹی - سری نگر - کشمیر)

اخبار " اللہ اکبر دہلی " کا عید نمبر

اخبار ہذا کے عید نمبر کیواسطے تمام برادران اسلام سے عموماً ' اہل قلم حضرات - جماعت علما - طلبہ - شعرا سے خصوصاً گذارش ہے کہ اپنے بیش بہا مضامین مفید و دلچسپ اشعار و قلبي جذبات سے مطلع فرماکر اپنے پیارے اخبار اللہ اکبر کو زینت بخشیں - عید نمبر انشاء اللہ عین عید کے روز آپ کے پاس پہنچ جائیگا - جو صاحب اس سے پہلے منگوانا چاہیں پہلے بھي بھیجا جاسکتا ہے لیکن ۱۲ رمضان المبارک تک مضامین پہنچ جانا چاہیے - رائل سائز ۲۰ - انچہ طول ۱۲ - انچ عرض پر ہوگا - ٹائیٹل نہایت خوبصورت - سنہرے حروف - ولایتي چکنا کاغذ - مقدس خانہ کعبہ کے فوٹو سے مزین ہوگا ' مضمون کیلیے آٹھ صفحات چھوڑے جائینگے - قیمت صرف ۲ - آنہ (عید نمبر) ہر قسم کی درخواستیں -

بنام مولوي سید ممتاز علی ہاشمی محلہ بھوجلہ پہاڑی دہلی ۔

بیوٹیز آف اســلام

اسلام کي خوبیوں پر دیگر مذاہب کے احباب کي گرانقدر رایوں کا مجموعہ -

ہر شیدائي اسلام کو اسکا ایک نسخہ ضرور رکھنا چاہیے -
سنہري جلد - عمدہ چھپائی - قیمت صرف ۸ آنہ -
المشتہر :- نور لائبریري - ۱۲/۱ سیرانگ لین - کلکتہ

دہلی میں علمی خزانہ

(۱) عظیم الشان قرآن شریف - جس پر دیے والی تفسیر حقانی کا خلاصہ - سجاوندی لغت و اعراب چڑھے ہوئے ہیں - ہدیہ مجلد آٹھ روپے غیر مجلد ساڑھے چھ روپے ۔
(۲) داستان پاستان - فاتحہ فنی ہسپانیہ چار جلد قیمت ساڑھے چار روپے ۔
(۳) چمنستان عرب - حج کے مکمل حالات قیمت سوا روپیہ ۔
(۴) لباب الاحادیث مسائل اسلام قیمت بارہ آنے
(۵) اولیائے دہلی - بزرگان دہلی کے مکمل حالات قیمت آٹھ آنے
(۶) مجلد مجموعہ کلام اقبال - قیمت اٹھارہ آنے ۔
(۷) یاسمین - [illegible] تعلقات دنیا کا ایک افسانہ [illegible] قیمت [illegible]
(۸) راحت دہلی - مستورات کیلئے [illegible] قیمت [illegible]
(۹) مہر افروز - بیگماتی زبان کی شیرینی سے لبریز قیمت آٹھ آنے ۔
(۱۰) آتالیق نسواں - دس حصے قابل دید و دل قیمت پانچ روپے ۔
(۱۱) [illegible] نسواں - طرز تمدن سے معمور قیمت چھ آنے
(۱۲) انقلاب ٹرکی - قیمت ڈیڑھ روپے ۔
(۱۳) سکندر نامہ فارسی مکمل - قیمت چودہ آنے ۔
(۱۴) آثار دہلی و دربار دہلی - قیمت چھ آنے ۔
(۱۵) مذہب - تصوف - ادب - انشا وغیرہ کی جملہ کتب - کتب سرکاری و کتب انجمن حمایت اسلام - کتب تاریخ اسلامی ۔
(۱۶) راز و نیاز کے کارڈ - فی درجن و ۱۲ درجن ۔
(۱۷) سراج الاخبار کابل فارسی - دولت علیہ [illegible] افغانستان
[illegible] باتصویر [illegible] روزہ اخبار چندہ سالانہ دس [illegible]
[illegible] جنرل نیوز ایجنسی [illegible]

الہلال کی ایجنسی

ہندوستان کے تمام اردو' بنگلہ' گجراتي اور مرہٹي ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے ' جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے روزانہ اخبارات کي طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشي ہیں تو ایجنسی کی درخواست بھیجیے -

منیجر

روزانہ ضمیمہ

روزانہ ضمیمہ کیلیے بھي ایجنٹوں کي ضرورت ہے -

ترجمہ تفسیر کبیر اردو

—:o:—

حضرت امام فخر الدین رازي رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر جس درجہ کي کتاب ہے ' اسکا اندازہ ارباب فن ھي خوب کرسکتے ہیں اگر آج یہ تفسیر موجود نہ ہوتے تو صدہا مباحث و مطالب علیہ تھے جو ہمارے معلومات سے بالکل مفقود ہوجاتے -

پہلے دنوں ایک فیاض صاحب درد مسلمان نے صرف تفسیر کے اردو ترجمہ کرایا تھا ' ترجمے کے متعلق ایڈیٹر الہلال کی راے ہے کہ وہ نہایت سلیس و سہل اور خوش اسلوب و مربوط ترجمہ ہے "

لکھائي اور چھپائي بھي بہترین درجہ کی ہے - جلد اول کے کچھ نسخے دفتر الہلال میں بغرض فروخت موجود ہیں پہلے قیمت دو روپیہ تھی اب بغرض نفع عام - ایک روپیہ ۸ - آنہ کردي گئی ہے -

درخواستیں : منیجر الہلال - کلکتہ کے نام ہوں -

تو اوسکا دامن پکڑ کے نہ کھینچو' اوسکا راز فاش نہ کرو - اوسکی غلطیوں کے پیچھے نہ پڑو' اور اگر وہ لغزش کرے' تو اوسکا عذر قبول کرو' اوسکی توقیر کرو (جب تک وہ مذہب کی حفاظت کرے) اوسکے آگے نہ بیٹھو' اور اگر اوسکو کوئی ضرورت ہو تو سب سے پہلے تم اوسکی خدمت کے لیے بڑھو (احیاء العلوم جلد - ۱ ص ۰ ۳ -)

اوستاد کے حقوق اور ادب و احترام کے متعلق اب اس سے زیادہ کچھہ نہیں کہا جا سکتا' لیکن اسکے ساتھہ ہمکو یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ قرآن مجید اور احادیث نے طلباء کے بھی کچھہ حقوق متعین کیے ہیں یا نہیں ؟ آیا علماء اخلاق نے اساتذہ کو بالکل مطلق العنان چھوڑ دیا ہے' یا اون کو بھی کسی چیز کا پابند کیا ہے ؟ ہم دعوے کے ساتھہ کہہ سکتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اساتذہ کے مقابل میں طلباء کا پلہ بھاری ہے - قرآن مجید نے ایک بڑی امانت اساتذہ کے سپرد کی ہے :

ابلغکم رسالات ربی	میں تمکو خدا کا پیغام پہنچاتا ہوں' اور
و انا لکم ناصح امین -	میں تمہارا خیر خواہ اور امین ہوں -

اس امانت میں جس طرح خیانت کی جا سکتی ہے' احادیث نے اوسکی تصریح کردی ہے :

قال تناصحوا فی العلم فان	علم میں خیر خواہی کرو' کیونکہ
خیانة احدکم فی علمہ اشد	علم میں کسی کی خیانت اس
من خیانتہ فی مالہ	سے زیادہ شدید ہے کہ وہ اپنے مال
(ترغیب)	میں خیانت کرے -

اساتذہ کے لیے امین ہونا اسلیے ضروری ہے کہ اساتذہ کسی پیغمبر کے' کسی سلطنت کے' کسی قوم کے' یا کم از کم کسی معصوم بچے کے باپ کے خلیفہ ہوتے ہیں' اور خلیفہ کے لیے امین ہونا لازمی ہے - یہی وجہ ہے کہ آنحضرت حضرت ابوبکر(ض) و حضرت عمر(ض) کے بعد حضرت ابو عبیدہ جراح (ض) سے نہایت محبت رکھتے تھے -(۱) کیونکہ اون میں خلافت کا یہ جوہر نمایاں طور پر نظر آتا تھا - یہی وجہ ہے کہ اہل یمن نے جب آنحضرت سے ایک معلم کتاب و سنت کی درخواست کی' تو آپ نے ابو عبیدہ جراح (ض) کا ہاتھہ پکڑکر کہا کہ یہ اس اُمت کے امین ہیں (۲)

امام غزالی نے صرف ایک ایسا وظیفہ بتایا ہے جسکی خلاف ورزی کا اثر اساتذہ کے حقوق و ادب و احترام پر پڑتا ہے - لیکن اسکے مقابلے میں خود اونہوں نے اساتذہ کیلیے متعدد وظائف بتائے ہیں' جن سے اگر بے پروائی کی جاے' تو طلبا کے تمام حقوق پامال ہوجائیں چنانچہ اونکی تفصیل یہ ہے :

(۱) اوستاد طلباء پر شفقت کرے' اور اونکو بیٹے کے برابر سمجھے ...... اسیلیے اوستاد کا حق باپ ماں سے زیادہ ہے - کیونکہ باپ دنیوی زندگی کا سبب ہے' اور اوستاد اخروی زندگی کا - لیکن صرف دنیاً کمانے کیلیے تعلیم دینا تو خود ہلاک ہونا ہے اور دوسرے کو ہلاک کرنا ہے -

(۲) اوستاد متبع شریعت ہو' تعلیم پر اجرت نہ لے' اپنا احسان نہ جتاے' اگرچہ احسان لازمی طور پر ہوجاتا ہے' شکر گذاری اور معاوضہ کا خواستگار نہ ہو' بلکہ خود طلباء کا احسان مانے کہ اونہوں نے اشاعت علم کا موقع دیکر اوسکے دل کو صاف کیا ہے - کیونکہ معلم کو تعلیم میں طالب العلم سے زیادہ ثواب ملتا ہے - اون لوگونکو دیکھو جو وظائف کیلیے سلاطین کی خدمت میں طرح طرح کی ذلتیں برداشت کرتے ہیں' اور اگر بادشاہ لوگ وظائف دینا ترک کردیں' تو وہ لوگ تعلیم دینا بھی چھوڑ دیں - پھر اپنے معلم طلباء سے امید رکھتے ہیں کہ مصائب میں اونکی حمایت کریں' اونکی دوستوں کی مدد کریں' اور گدھے کی طرح اونکے سامنے فرمانبردارانہ کھڑے رہیں ؟ اگر اس میں کچھہ کمی کی جاے' تو وہ طلباء کے جانی دشمن ہوجاتے ہیں - پس کتنا کمینہ ہے وہ عالم جو اس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے' اور اسپر خوش ہوتا ہے - اور اوسے یہ کہتے ہوے شرم نہیں آتی کہ میں بغرض اشاعت علم تعلیم دیتا ہوں -

(۳) یہ فن تعلیم کا دقیق مسئلہ ہے کہ طالب العلم کو حتی الامکان صراحتاً زجر و توبیخ نہ کی جاے' بلکہ مہربانی سے تنبیہ کی جاے نہ بطور ملامت کے - کیونکہ تصریح سے اوستاد کا وقار جاتا رہتا ہے' اور طالب العلم کو مخالفت کی جرأت ہوتی ہے' اور یہ طریقہ جرم کرنے پر اور ہنت دھرم بنا دیتا ہے - تعریضاً تنبیہ کرنا ذہین طلباء کو اوسکے معانی کے استنباط کرنے پر مائل کرتا ہے' جب وہ مطالب تعریض سمجھہ جاتے ہیں تو استنباط نتیجہ پر اونکو علمی مسرت ہوتی ہے "

اوستاد و شاگرد کے حقوق و اداب کے متعلق قرآن مجید' احادیث صحیحہ' اور فلسفہ اخلاق کے تتبع و استقراء سے جو مواد فراہم کیا جاسکتا تھا وہ سامنے آگیا' اب ہم ان پر تفصیل سے بحث کرتے ہیں -

قرآن مجید و احادیث صحیحہ اور فلسفہ اخلاق نے اساتذہ و طلباء دونوں کیلیے خاص خاص پابندیاں لازمی کردی ہیں - لیکن شریعت کے تمام احکام یکساں حیثیت نہیں رکھتے - بعض کی تعمیل وجوباً و فرضاً ضروری ہوتی ہے بعض احکام اخلاقی حیثیت سے قابل عمل ہوتے ہیں' اور خود اخلاقی احکام میں بھی فرق مدارج ہوتا ہے اسلیے استحباب و وجوب میں باعتبار جزاء و سزا کے بڑا فرق ہے' ایک تارک صلاة کو وہی سزا نہیں دیجا سکتی جو اوس شخص کو دیجا سکتی ہے' جس نے مہمان کا حق ضیافت ادا نہیں کیا' بلکہ اول الذکر شخص کو شریعت نے عذاب شدید کی وعید سنائی ہے - اگر اس اصول کو فیصلہ کا معیار قرار دیا جاے تو صاف نظر آئیگا کہ طالب العلم پر اوستاد کی مراعاة ادب اخلاقی حیثیت سے فرض ہے جسکو شارع نے پرزور الفاظ میں بیان کرکے یہ ظاہر کردیا ہے کہ مدارج اخلاق میں سے یہ ایک اہم ترین درجہ ہے - لیکن اوستاد کی حالت اس سے مختلف ہے - اوس پر جن احکام کی پابندی لازم ہے' وہ واجب ہیں - مثلاً وہ مبلغ شریعت اور امین ودائع مذہب ہے اور خیانت بہ نص صریح قرانی حرام ہے - وہ حامل حدیث ہے اور کذب فی الحدیث کی نسبت خود حدیث میں وعید شدید موجود ہے - تمدنی حیثیت سے وہ اس زمانہ میں ایک اجیر کی حیثیت رکھتا ہے' اسلیے اگر وہ اپنے فرائض کو صحیح طور پر ادا نہیں کرتا تو نا جائز طریقہ سے کسب معاش کرتا ہے - اس بنا پر معاملات اسٹرائک کی تحقیقات میں صرف یہی نہیں دیکھنا چاہیے کہ طلبا نے اساتذہ کے ادب و احترام کا لحاظ نہیں کیا' بلکہ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اساتذہ نے اپنے فرائض صحیح طور پر ادا کیے یا نہیں ؟ اگر یہ ثابت ہو جاے کہ وہ بھی طلباء کی طرح مجرم ہیں' تو جس حیثیت سے اون پر پابندیاں لازم ہیں' اوسی حیثیت سے سزاء بھی مختلف اور شدید ہونی چاہیے -

(۱) ترمذی ص ۶۲۲ کتاب المناقب

(۲) مسلم مطبوعہ مصر ۳۳۰ کتاب المناقب

حکمت بالغہ ! حکمت بالغہ !

مولوي احمد مکرم صاحب عباسي چریا کوٹي نے ایک نہایت مفید سلسلہ جدید تصنیفات و تالیفات کا قائم کیا ہے - مولوي صاحب کا مقصود یہ ہے کہ قرآن مجید کے کلام الہي ہونے کے متعلق آجتک جس قدر دلائل قائم کیئے گئے ہیں اُن سب کو ایک جگہہ مرتب و مدون کردیا جاے - اس سلسلہ کي ایک کتاب موسوم بہ حکمة بالغہ تین جلدوں میں چھپ کر تیار ہو چکي ہے -

پہلي جلد کے چار حصے ہیں - پہلے حصے میں قرآن مجید کي پوري تاریخ ہے جو اتقان في علوم القرآن علامۂ سیوطي کے ایک بڑے حصہ کا خلاصہ ہے - دوسرے حصہ میں تواتر قرآن کي بحث ہے ' اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوا تھا ' وہ بغیر کسي تحریف یا کمي بیشي کے ویسا ہي موجود ہے ' جیسا کہ نزول کے وقت تھا ' اور یہ مسئلہ کل فرقہاے اسلامي کا مسلمہ ہے - تیسرے حصہ میں قرآن کے اسماء و صفات کے نہایت مبسوط مباحث ہیں - جن میں ضمنا بہت سے علمي مضامین پر معرکة الارا بحثیں ہیں - چوتھے حصے سے اصل کتاب شروع ہوتي ہے - اس میں چند مقدمات اور قرآن مجید کي ایک سو پیشین گوئیاں ہیں جو پوري ہو چکي ہیں - پیشین گوئیوں کے ضمن میں علم کلام کے بہت سے مسائل حل کئے گئے ہیں ' اور فلسفۂ جدیدہ جو نئے اعتراضات قرآن مجید اور اسلام پر کرتا ہے ان پر تفصیلي بحث کي گئي ہے -

دوسري جلد ایک مقدمہ اور دو بابوں پر مشتمل ہے - مقدمہ میں نبوت کي مکمل اور نہایت محققانہ تعریف کي گئي ہے - آنحضرت صلعم کي نبوت سے بحث کرتے ہوے آیة خاتم النبیین کي عالمانہ تفسیر کي ہے - پہلے باب میں رسول عربي صلعم کي ان معرکة الارا پیشین گوئیوں کو مرتب کیا ہے ' جو کتب احادیث کي تدوین کے بعد پوري ہوئي ہیں ' اور اب تک پوري ہوتي جاتي ہیں - دوسرے باب میں ان پیشین گوئیوں کو لکھا ہے ' جو تدوین کتب احادیث سے پہلے ہو چکي ہیں - اس باب سے آنحضرت صلعم کي صداقت پوري طور سے ثابت ہوتي ہے -

تیسري جلد - اس جلد میں فاضل مصنف نے عقل و نقل اور علماے یورپ کے مستند اقوال سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم امي تھے ' اور آپ کو لکھنا پڑھنا کچھہ نہیں آتا تھا - قرآن مجید کے کلام الہي ہونے کي نو عقلي دلیلیں لکھي ہیں - یہ عظیم الشان کتاب ایسے پر آشوب زمانہ میں جب کہ ہر طرف سے مذہب اسلام پر نکتہ چیني ہو رہي ہے ' ایک عمدہ ہادي اور رہبر کا کام دیگي - عبارت نہایت سلیس اور دل چسپ ہے ' اور زبان اردو میں اس کتاب سے ایک بہت قابل قدر اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر سہ جلد (۱۰۶۴) لکھائي چھپائي و کاغذ عمدہ ہے - قیمت ۵ روپیہ *

نعمت عظمی ! نعمت عظمی !

امام عبد الوہاب شعراني کا نام نامي ہمیشہ اسلامي دنیا میں مشہور رہا ہے - آپ دسویں صدي ہجري کے مشہور ولي ہیں - لواقح الانوار صوفیاے کرام کا ایک مشہور تذکرہ آپ کي تصنیف ہے - اس تذکرہ میں اولیاء - فقراء اور مجاذیب کے احوال و اقوال اس طرح پر کانٹ چھانٹ کے جمع کئے ہیں کہ ان کے مطالعہ سے اصلاح حال ہو اور عادات و اخلاق درست ہوں اور صوفیاے کرام کے بارے میں انسان سوء ظن سے محفوظ رہے - یہ لا جواب کتاب عربي زبان میں تھي - ہمارے محترم دوست مولوي سید عبدالغني صاحب وارثي نے جو اعلی درجہ کے ادیب ہیں اور علم تصوف سے خاص طور سے دل چسپي رکھتے ہیں اس کتاب کا ترجمہ نعمت عظمی کے نام سے کیا ہے - اس کے چھپنے سے اردو زبان میں ایک قیمتي اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر دو جلد (۷۲۹) خوشخط کاغذ اعلی قیمت ۵ روپیہ *

مشاهیر الاسلام ! مشاهیر الاسلام ! !

یعنے اردو ترجمہ وفیات الاعیان مترجمہ مولوي عبد الغفور خاں صاحب رامپوري ' جس میں پہلي صدي ہجري کے اواسط ایام سے ساتویں صدي ہجري کے خاتمہ تک دنیاے اسلام کے بڑے بڑے علماء فقہا قضاة شعراء متکلمین نحویین لغویین منجمین مہندسین مورخین محدثین زہاد عباد امراء فقراء حکماء اطبا سلاطین مجتہدین وصناع و مغنیین وغیرہ ہر قسم کے اکابر و اہل کمال کا مبسوط و مفصل تذکرہ -

جسے بقول (موسیو دي سیلن)

" اہل اسلام کي تاریخ معاشرتي و علمي کي واقفیت کے واسطے اہل علم ہمیشہ سے بہت ہي قدر کي نگاہوں سے دیکھتے آئے ہیں

یہ کتاب اصل عربي سے ترجمہ کي گئي ہے ' لیکن مترجم صاحب ممدوح نے ترجمہ کرتے وقت اس کے اس انگریزي ترجمہ کو بھي پیش نظر رکھا ہے ' جسے موسیو دي سیلن نے سنہ ۱۸۴۲ع میں شائع کیا تھا - سواے اس کے اصل کتاب پر تاریخ ' تراجم ' جغرافیہ لغت ' انساب اور دیگر مسائل دیني کے متعلق کثیر التعداد حواشي اضافہ کئے ہیں - اس تقریب سے اس میں کئي ہزار اماکن و بقاع اور قبائل و رجال کا تذکرہ بھي شامل ہوگیا ہے - علاوہ بریں فاضل مترجم نے انگریزي مترجم موسیو دي سیلن کے وہ قیمتي نوٹ بھي اردو ترجمہ میں ضم کردیے ہیں جن کي وجہ سے کتاب اصل عربي سے بھي زیادہ مفید ہوگئي ہے - موسیو دي سیلن نے اپنے انگریزي ترجمہ میں تین نہایت کارآمد اور مفید دیباچے لکھے ہیں مشاهیر الاسلام کي پہلي جلد کي ابتدا میں ان کا اردو ترجمہ بھي شریک کردیا گیا ہے - اس کتاب کي دو جلدیں نہایت اہتمام کے ساتھہ مطبع مفید عام آگرہ میں چھپوائي گئي ہیں ' باقي زیر طبع ہیں - قیمت ہر دو جلد ۵ روپیہ -

(۴) مآثر الکرام یعنے حسان الہند مولانا میر غلام علي آزاد بلگرامي کا مشہور تذکرہ مشتمل برحالات صوفیاے کرام و علماے عظام - صفحات ۳۳۸ مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ خوشخط قیمت ۲ روپیہ -

تمدن ہند ! تمدن ہند ! !

یعنے شمس العلما مولانا سید علي بلگرامي مرحوم کي مشہور کتاب جس کا غلغلہ چار سال سے کل ہندوستان میں گونج رہا تھا آخرکار چھپکر تیار ہوگئي ہے - علاوہ معنوي خوبیوں کے لکھائي چھپائي خط ' کاغذ ' تصاویر ' جلد مثل تمدن عرب کے قیمت ...... (۵۰) روپیہ -

(۵) صنمخانۂ عشق - یعني حضرت امیر مینائي کا مشہور دیوان بار سوم چھپکر تیار ہوگیا ہے - قیمت ۲ روپیہ ۸ آنہ -

(۶) قرآن السعدین یعني تذکیر و تانیث کے متعلق ایک نہایت مفید رسالہ جس میں کئي ہزار الفاظ کي تذکیر و تانیث بتائي گئي ہے ' قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

(۷) فہرست کتب خانہ آصفیہ - جس میں کئي ہزار کتب قلمیہ و مطبوعہ اور نیز مصنفین کا نام درج ہے - جو حضرات کتب خانہ جمع کرنا چاہیں اُن کو یہ فہرست چراغ ہدایت کا کام دے گي - صفحات (۵۰۰) قیمت ۲ روپیہ -

(۸) تمدن عرب - قیمت سابق ۵۰ روپیہ قیمت حال ۳۰ روپیہ (۹) تمدن ایران - مارگن شوسٹر کي مشہور کتاب کا ترجمہ صفحات ۴۶۲ مع ۲۱ عدد تصاویر عکسي عمدہ جلد اعلی - قیمت ۵ روپیہ -

(۱۰) قواعد العروض - مولانا غلام حسین قدر بلگرامي کي مشہور کتاب - عربي فارسي میں بھي اس فن کي ایسي جامع کوئي کتاب نہیں ہے - صفحات ۴۷۳ قیمت سابق ۴ روپیہ - حال ۲ روپیہ -

(۱۱) - میڈیکل جیورس پرودنس - مولانا سید علي بلگرامي مرحوم کي مشہور کتاب قیمت سابق ۶ روپیہ قیمت حال ۳ روپیہ -

(۱۲) علم اصول قانون - یعنے سر ڈبلیو - ایچ رینٹگن کي کتاب کا ترجمہ صفحات (۸۰۸) قیمت ۸ روپیہ -

(۱۳) تحقیق الجہاد - مصنفۂ نواب اعظم یارجنگ مولوي چراغ علي مرحوم - مسئلہ جہاد کے متعلق دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتي - صفحات ۴۱۲ - قیمت ۳ روپیہ -

(۱۴) شرح دیوان غالب اردو - تصنیف مولوي علي حیدر صاحب طبا طبائي صفحات ۳۴۸ قیمت ۲ روپیہ -

(۱۵) داستان ترکتازان ہند - کل سلاطین دہلي کي ایک جامع و مفصل تاریخ ۵ جلد صفحات ۲۶۵۶ قیمت سابق ۲۰ روپیہ قیمت حال ۶ روپیہ -

(۱۶) معرکۂ مذہب و سائنس - ڈریپر کي مشہور عالم کتاب مترجمہ مولوي ظفر علي خان صاحب بي - اے - قیمت ۴ روپیہ -

(۱۷) مآثر الکرام - مشتمل برحالات صوفیاے کرام تصنیف میر غلام علي آزاد بلگرامي - قیمت ۲ روپیہ -

(۱۸) تیسیر الباري ترجمہ صحیح بخاري اردو - حامل المتن صفحات (۳۷۵۰) نہایت خوشخط کاغذ اعلی قیمت ۲۰ روپیہ -

نوٹ — ایک روپیہ فی جلد کے حساب سے ہر کتاب کي جلد ہمارے یہاں تیار ہوسکتي ہے - جس پر کتاب کا اور مالک کا نام منقش ہوگا -

سوانح احمدی یا تاریخ عجیبہ

یہ کتاب حضرت مولانا سید احمد صاحب بریلوی اور حضرت مولانا مولوی محمد اسمعیل صاحب شہید کے حالات میں ہے - اپ آمی تھے باطنی تعلیم شغل برزخ - اور بیعت کا ذکر دیباچہ کے بعد دیا گیا ہے - پھر حضرت رسول کریم صلعم کی زیارت جسمی - اور توجہہ بزرگان ہر چہار سلسلہ مروجہ ہند کا بیان ہے - صدہا عجیب و غریب مضامین ہیں جسمیں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے آپکے گھوڑیکی چوری کی گھاس نہ اٹھانا - انگریزی جنرل کا میں موقعہ جنگ پسر اپکا لشکر میں لے انا - حضوری قلب کی نماز کی تعلیم - صوفی کی خیال مخالفرنکا افت میں مبتلا ہونا - آپکے جہاد اور انکی لڑائیاں - ایک رسالدار کا قتل کے ارادے سے انا اور بیعت ہو جانا - شیرونکی شکست - ایک ہندو سیٹھہ کا خواب ہولناک دیکھکر اپسے بیعت ہونا - ایک انگریز کی دعوت - ایک شیعہ کا حضرت سرورکائنات کے حکم سے اپکے ہاتھہ پر بیعت کرنا - حج کی تیاری اور فیضی آوروں کا مکہ پہونچانا باوجود آمی ہونیکے ایک پادری کو اقلیدس کی مسایل دقیقہ کا حل کردینا سمندر کے کھاری پانی کا شیرین ہوجانا سلوک اور تصوف کے نکات عجیبہ وغیرہ حجم ۲۲۴ صفحہ قیمت دو روپیہ علاوہ محصول -

دیار حبیب (صلعم) کے فوٹو

گذشتہ سفر حج میں میں اپنے ہمراہ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے بعض نہایت عمدہ اور دلفریب فوٹو لایا ہوں - جن میں بعض تیار ہوگئے ہیں اور بعض تیار ہو رہے ہیں - مکانوں کو سجانے کے لئے بیہودہ اور مخرب اخلاق تصاویر کی بجائے یہ فوٹو چوکھٹوں میں جڑوا کر دیواروں سے لٹکائیں تو علاوہ خوبصورتی اور زینت کے خیر و برکت کا باعث ہونگے - قیمت فی فوٹو صرف تین آنہ - سارے یعنے دس عدد فوٹو جو تیار ہیں اکٹھے منگانے کی صورت میں ایک روپیہ آٹھہ آنہ علاوہ خرچ ڈاک - یہ فوٹو نہایت اعلی درجہ کے آرٹ پیپر پر ولایتی طرز پر بنوائے گئے ہیں - بمبئی وغیرہ کے بازاروں میں مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے جو فوٹو بکتے ہیں - وہ ہاتھہ کے بنے ہوئے ہوتے ہیں - اب تک فوٹو کی تصاویر ان مقدس مقامات کی کوئی شخص تیار نہیں کرسکا - کیونکہ بدوی قبائل اور خدام حرمین شریفین فوٹو لینے والوں و مرتکب سمجھکر انکا خاتمہ کردیتے ہیں - ایک ترک فوٹو گرافر نے وہاں بہت رسوخ حاصل کرکے یہ فوٹو لئے - (۱) کعبۃ اللہ - بیت اللہ شریف کا فوٹو سیاہ ریشمی غلاف اور اسپر سنہری حروف جو فوٹو میں بڑی اچھی طرح پڑھے جاسکتے ہیں (۲) مدینہ منورہ کا نظارہ (۳) مکہ معظمہ میں نماز جمعہ دلچسپ نظارہ اور ہجوم خلایق (۴) میدان منا میں حاجیوں کے کمپ اور مسجد حنیف کا سین (۵) شیطان کو کنکر مارنے کا نظارہ (۶) میدان عرفات میں لوگوں کے خیمے اور قاضی صاحب کا جبل رحمت پر خطبہ پڑھنا (۷) جنت المعلی واقعہ مکہ معظمہ جسمیں حضرت خدیجہ حرم رسول کریم صلعم اور حضرت آمنہ والدہ حضور سرور کائنات کے مزارات بھی ہیں (۸) جنت البقیع جسمیں اہل بیت و امہات المومنین و بنات النبی صلعم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہداے بقیع کے مزارات ہیں (۹) کعبۃ اللہ کے گرد حاجیوں کا طواف کرنا (۱۰) کوہ صفا و مروہ اور وہاں جو القم زالتی کی آیت منقش ہے فوٹو میں صرف پڑھی جاتی ہے -

دیگر کتابیں

(۱) مذاق العارفین ترجمہ اردو احیا العلوم مولفہ حضرت امام غزالی قیمت ۹ روپیہ - تصوف کی نہایت نایاب اور بے نظیر کتاب [۲] هشت بہشت مجموعہ حالات و ملفوظات خواجگان چشت اہل بہشت اردو قیمت ۲ روپیہ ۸ آنہ - [۳] رموز الاطبا علم طب کے بے نظیر کتاب موجودہ حکماے ہند کے باتصویر حالات و مجربات ایک ہزار صفحہ مجلد قیمت ۴ روپیہ - [۴] نفحات الانس اردو حالات اولیاے کرام مولفہ حضرت مولانا جامی رح قیمت ۳ روپیہ -

(۵) مشاہیر اسلام چالیس صوفیاے کرام کے حالات زندگی دو ہزار صفحہ کی کتابیں اصل قیمت معہ رعایتی ۲ ۰ روپیہ ۸ آنہ ہے - (۷) مکتوبات و حالات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی پندرہ سو صفحے قلمی کاغذ بڑا سایز ترجمہ اردو قیمت ۶ روپیہ ۱۲ آنہ

منیجر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤ الدین
ضلع گجرات پنجاب

واٹر بری کا تیار کیا ہوا خوشگوار مچھلی کا تیل

ترکیب سے تیار کیا ہوا مزہ دار مچھلی کا تیل

کمھلے اور کمزور رگ و پٹھہ کو طاقتور بنانے اور پھیپڑا کی بیماری اور کھانسی و زکام سے خراب ہونے والے جسم کو درست کرنے کے لئے "کاڈ لیور وائل کمپاونڈ" یعنے ہمارے یہاں کے تیار کئے ہوئے مچھلی کے تیل سے بڑھکر کوئی دوسری دوا نہیں ہے -

ایک بڑی خرابی مچھلی کے تیلوں میں یہ ہے کہ اس سے اکثر لوگوں کو متلی پیدا ہوتی ہے اور کبھی کم مقدار کا ایک خوراک بھی کھانا ناممکن ہو جاتا ہے

واٹر بری کی کمپاونڈ یعنے مرکب دوا جسکے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ نرولے ملک کی " کاڈ " مچھلی کے تیل نکالکر خاص ترکیب سے اسکے مزہ اور بو کو دور کرکے اسکو " مالٹ ایکسٹراکٹ " و " ہائیپو فاسفائٹس " و " کلیسرین " و " اورمٹکس " (خوشبودار چیزیں) اور پھلکے " کریوسوٹ " اور " گوئیا کول ") کے ساتھہ ملانے سے یہہ مشکل حل ہو جاتی ہے - کیونکہ " کاڈ لیور وائل " کو اس ترکیب سے بنانے کے سبب سے نہ صرف اوسکی بدمزگی دور ہوگئی ہے بلکہ وہ مزہ دار ہوگیا ہے اور اس سے پھرتی اور چستی ہوتی ہے مگر یہ مرکب دوا " کاڈ لیور وائل " کے عمدہ فائدہ کو نہیں روکتی ہے - اسکو بہت عمدہ طور سے بنایا گیا ہے - اور اسکو جاننے والے اور استعمال کرنیوالے لوگ خوب پسند کرتے ہیں - اگر تمہارا جسم شکستہ اور رگ و پٹھے کمزور ہو جائیں جنکا درست کرنا تمہارے لئے ضروری ہو - اور اگر تمہاری طاقت زائل ہو رہے اور تمکو بہت دنوں سے شدت کی کھانسی ہوگئی ہو اور سخت زکام ہوگیا ہو جس سے تمہارے جسم کی طاقت اور اعضاے رئیسہ کی قوت نقصان ہوجانے کا ڈر ہے - ان حالتوں میں اگر تم پھر قوت حاصل کرنے چاہتے ہو تو ضرور واٹر بری کا مرکب " کاڈ لیور وائل " استعمال کرو - اور یہہ ان تمام دواؤں سے جنکو ہم اپنے خریداروں کے سامنے پیش کرسکتے ہیں کہیں بہتر ہے - یہ دوا ہر طرحسے بہت ہی اچھی ہے - یہ دوا پانی و دودھہ وغیرہ کے ساتھہ کھلجاتی ہے اور خوش مزہ ہونیکے سبب لڑکے اور عورتیں اسکو بہت پسند کرتے ہیں - نسخہ کو بوتل پر لکھہ دیا گیا ہے - قیمت بڑی بوتل تین روپیہ اور چھوٹی بوتل ڈیڑھہ روپیہ -

" واٹر بری " کا نام یاد رکھیے

یہہ سب دوا نیچے لکھے ہوے پتہ پر ملتی ہے :-

ایم - اس : عبد الغنی کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

چند نادر اور کمیاب کتابیں

آغا احمد علي ــــ رسالہ رانہ - در اوزان شعر - مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۲۸۳ ھجري صفحہ ۱۰۳ قیمت ایک روپیہ - (واقدي) فتوح المصر عربي کلکتہ سنہ ۱۸۹۱ع قیمت ایک روپیہ - صرف ایک ایک نسخہ ان دونوں کتابوں کا رهگیا ہے - (حمزہ بن الحسن الاصفہاني) تاریخ ملوک الارض - عربي کلکتہ سنہ ۱۸۹۹ صفحہ ۲۱۲ - ایک روپیہ ۸ آنہ - (عبد الرحیم گورکھپوري) پند نامہ بہرامي فارسي چھاپہ نہایت نفیس - کاغذ عمدہ - کلکتہ سنہ ۱۸۹۰ع صرف دو نسخہ رهگیا ہے صفحہ ۹۲ قیمت ۱۲ آنہ (عبد الرحیم) خزانۃ العلم - در هندسہ‘ اقلیدس‘ مساحت وغیرہ - صرف ایک نسخہ اخیر کے دو چار ورق نہیں هیں - صفحہ ۹۳۹ مطبوعہ کلکتہ ۵ روپیہ - (عبد الرحیم) تاریخ هندوستان - مارشمن صاحب کي کتاب کا ترجمہ فارسي - کلکتہ سنہ ۱۸۵۹ع صفحہ ۴۵۴ کاغذ اور چھاپہ نہایت عمدہ صرف ۴ نسخہ رهگیا ہے ۳ روپیہ - (تاریخ نادري) مع فرهنگ کلکتہ سنہ ۱۸۴۵ صفحہ ۳۸ صرف ایک نسخہ ۲ - روپیہ - ۸ آنہ (شرح مفصل) تصنیف علامہ محمود زمخشري - شارح مولوي عبدالغني صفحہ ۳۸۸ قیمت ۲ روپیہ ۸ آنہ (کلید دانش) - براے تعلیم اطفال فارسي خوانان حصہ سوم ۴ آنہ حصہ چہارم ۳ آنہ - هر دو حصہ ۴ آنہ - (رسالہ امثال مرادفہ) فارسي - عربي - اردو انگریزي - هندي - صفحہ ۵۵ ایک روپیہ صرف ایک نسخہ ہے - (اخوان الصفا عربي) - مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۲۹۲ھ صفحہ ۳۵۹ - ۲ روپیہ (عبد الکریم خان بہادر) رموز الاخلاق فارسي - ۴ آنہ

ایضاً ترجمہ اردو ۴ آنہ -

ایضاً موارد الکلم در علم البیان کلکتہ سنہ ۱۳۰۳ھ صفحہ ۱۲۰ ایک روپیہ -

ابن حجر المکي غبطۃ الناظر - حالات شیخ عبد القادر جیلاني عربي ایک روپیہ -

ملنے کا پتہ :- قطب الدین احمد - نمبر ۳ مارسکي اسٹریٹ - کلکتہ

مسلمان مستورات کی دینی‘ اخلاقی‘ مذہبی حالت سنوارنیکا بہترین ذریعہ

نہایت عمدہ خوبصورت ایکہزار صفحہ سے زیادہ کي کتاب بہشتي زیور قیمت ۲ روپیہ ساڑھے ۱۰ آنہ محصول ۷ آنہ -

جسکو هندوستان کے مشہور و معروف مقدس عالم دین حکیم الامۃ حضرت مولانا محمد اشرفعلی صاحب تھانوي نے خاص مستورات کي تعلیم کے لیے تصنیف فرماکر عورتوں کي دیني و دنیاوي تعلیم کا ایک معتبر نصاب مہیا فرما دیا ہے - یہ کتاب قرآن مجید و صحاح ستہ (احادیث نبوي صلی اللہ علیہ وسلم) و فقہ حنفی کا اردو میں لب لباب ہے - اور تمام اهل اسلام خصوصاً حنفیوں کیلیے بے حد مفید و نافع کتاب ہے - اسکے مطالعہ سے معمولی استعداد کے مرد و عورت اردو کے عالم دین بن سکتے هیں - اور هر قسم کے مسائل شرعیہ اور دینوي امور سے واقف هو سکتے هیں - اس نصاب کي تکمیل کیلیے زیادہ عمر اور زیادہ وقت کي ضرورت نہیں - اردو پڑھي هوئي عورتیں اور تعلیم یافتہ مرد بلا مدد استاد اسکو بہت اچھی طرح پڑھ سکتے هیں - اور جو لڑکیاں یا بچے اردو خواں نہیں وہ تھوڑے عرصہ میں اسکے حصہ اول سے ابجد پڑھکر اردو خواں بن سکتے هیں - اور باقي حصوں کے پڑھنے پر قادر هو سکتے هیں - لڑکیوں اور بچوں کے لیے قرآن مجید کے ساتھہ اسکی بھي تعلیم جاري کردي جاتي ہے‘ اور قرآن مجید کے ساتھہ ساتھہ یہ کتاب ختم هو جاتي ہے (چنانچہ اکثر مکاتب و مدارس اسلامیہ میں یہی طرز جاري ہے) - اس کتاب کو اسقدر قبولیت حاصل هوئي ہے کہ اسوقت تک بار بار چھپکر ساٹھہ ستر هزار سے زیادہ شائع هو چکي ہے - دهلي‘ لکھنؤ‘ کانپور‘ سہارنپور مراد آباد وغیرہ میں گھر گھر یہ کتاب موجود ہے - انکے علاوہ هندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں صدہا جلدیں اس کتاب کی پہنچ چکي هیں‘ اور بعض جگہہ مسجد کے اماموں کے پاس رکھي گئي ہے کہ نماز کے بعد اهل محلہ کو سنا دیا کریں - اس کتاب کے دس حصے هیں اور هر حصے کے ۹۹ صفحات هیں اور ساڑھے ۳ آنہ قیمت -

حصہ اول الف باتا - خط لکھنے کا طریقہ - عقائد ضروریہ مسائل وضو غسل وغیرہ -

حصہ دویم حیض و نفاس کے احکام نماز کے مفصل مسائل و ترکیب

حصہ سوم روزہ‘ زکوۃ‘ قربانی‘ حج‘ منت‘ وغیرہ کے احکام -

حصہ چہارم طلاق‘ نکاح‘ مہر‘ ولی عدت وغیرہ -

حصہ پنجم معاملات‘ حقوق معاشرت زوجین‘ قواعد تجوید و قرات -

حصہ ششم اصلاح و تردید رسوم مروجہ شادي غمی میلاد عرس چہلم مسوں وغیرہ -

حصہ هفتم اصلاح باطنی تہذیب اخلاق ذکر قیامت جنت و نار -

حصہ هشتم نیک بی بیونکی حکایتیں و سیرت نبوي -

حصہ نہم ضروري اور مفید علاج معالجہ تمام امراض عورتوں اور بچوں کا -

حصہ دهم دنیاوي هدایتیں اور ضروري باتیں حساب وغیرہ و قواعد ڈاک -

گیارهواں حصہ بہشتي گوهر ہے جسمیں خاص مردوں کے مسائل معالجات اور مجرب نسخے مذکور هیں - اسکی قیمت ساڑھے ۷ آنہ - اور صفحات ۱۰۷۴ هیں - پورے گیارہ حصوں کي قیمت ۲ روپیہ ساڑھے ۱۰ آنہ اور محصول ۷ آنہ ہے - لیکن پوري کتاب کے خریداروں کو صرف ۳ روپیہ کا ویلو روانہ هوگا‘ اور تقویم شرعي و بہترین جہیز مفت نذر هوگا -

بہترین جہیز - رخصت کے وقت بیٹي کو نصیحت حضرت مولانا کا پسند فرمایا هوا رسالہ قیمت دو پیسہ -

تقویم شرعي - یعني بطرز جدید اسلامي جنتري سنہ ۱۳۴۲ھ جسکو حضرت مولانا اشرف علي صاحب کے مضامین نے عزت بخشي ہے - دیندار حضرات کا خیال ہے کہ آجتک ایسی جنتري مرتب نہیں هوئي قیمت ڈیڑہ آنہ -

راقم

فقیر اصغر حسین هاشمي - دارالعلوم مدرسہ اسلامیہ دیوبند ضلع سہارنپور

جلاب کی گولیاں

اگر آپ قبض کي شکایتوں سے پریشان ہیں تو اسکي دو گولیاں رات کو سوتے وقت نگل جائیے صبح کو دست خلاصہ ہوگا ' اور کام کاج کھانے پینے نہانے میں ہرج اور نقصان نہ ہوگا کھانے میں بدمزہ بھي نہیں ہے -

قیمت سولہ گولیوں کی ایک ڈبیہ ۵ آنہ محصول ڈاک ایک ڈبیہ سے چار ڈبیہ تک ۵ آنہ

یہ
دو دوائیں
ہمیشہ
اپنے
پاس
رکھیں

درد سر ریاح کی دوا

جب کبھي آپکو درد سر کي تکلیف ہو یا ریاح کے درد میں چھٹ پٹاتے ہوں تو اسکے ایک ٹکیہ نگلنے ہي سے پل میں آپکے پھار ایسے درد کو پاني کردیگي -

قیمت بارہ ٹکیونکي ایک شیشي ۶ آنہ محصول ڈاک ایک سے پانچ شیشي تک ۵ آنہ -

نوٹ — یہ دونوں دوائیاں ایک ساتھہ منگانے سے خرچ ایک ہي کا پریگا -

ڈاکٹر ایس کے برمن - نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

مسیحا کا ... تیل
سر کے بالوں کے لیے
نہایت مفید اور خوشبودار

تیل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا ہي کرنا ہے تو اسکے لیے بہت سے قسم کے تیل اور چکني اشیا موجود ہیں اور جب تہذیب و شایستگي ابتدائي حالت میں تھي تو تیل - چربي - مسکہ - گھي اور چکني اشیا کا استعمال ضرورت کے لیے کافي سمجھا جاتا تھا مگر تہذیب کي ترقي نے جب سب چیزوں کي کاٹ چھانٹ کي تو تیلوں کو پھولوں یا مسالحوں سے بسا کر معطر و خوشبودار بنایا گیا اور ایک عرصہ تک لوگ اسي ظاہري تکلف کے دلدادہ رہے - لیکن سائینس کي ترقي نے آج کل کے زمانہ میں محض نمود اور نمایش کو نکما ثابت کردیا ہے اور عالم متمدن نمود کے ساتھہ فائدے کا بھي جویاں ہے بنابریں ہم نے سالہا سال کي کوشش اور تجربے سے ہر قسم کے دیسي و ولایتي تیلوں جانچکر " موہني کسم تیل " تیار کیا ہے اسمیں نہ صرف خوشبو سازي ہي سے مدد لي ہے بلکہ موجودہ سائنٹیفک تحقیقات سے بھي جسکے بغیر آج مہذب دنیا کا کوئي کام چل نہیں سکتا - یہ تیل خالص نباتاتي تیل پر تیار کیا گیا ہے اور اعلي نفاست اور خوشبو کے دیرپا ہونے میں لاجواب ہے - اسکے استعمال سے بال خوب گھنے اُگتے ہیں - جڑیں مضبوط ہوجاتي ہیں اور قبل از وقت بال سفید نہیں ہوتے درد سر' نزلہ' چکر' اور دماغي کمزوریوں کے لیے از بس مفید ہے اسکي خوشبو نہایت خوشگوار و دل آویز ہوتي ہے نہ تو سردي سے جمتا ہے اور نہ عرصہ تک رکھنے سے سڑتا ہے -

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے ہاں سے مل سکتا ہے قیمت في شیشي ۱۰ آنہ علاوہ محصولڈاک -

دعوے کے ساتھہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے عرق کے استعمال سے ہر قسم کا بخار یعني پرانا بخار - موسمي بخار - باري کا بخار - پھر کر آنے والا بخار - اور وہ بخار' جسمیں ورم جگر اور طحال بھي لاحق ہو' یا وہ بخار' جسمیں متلي اور قے بھي آتي ہو - سردي سے ہو یا گرمي سے - جنگلي بخار ہو - یا بخار میں درد سر بھي ہو - کالا بخار - یا آسامي ہو - زرد بخار ہو - بخار کے ساتھہ گلٹیاں بھي ہوگئي ہوں - اور اعضا کي کمزوري کي وجہ سے بخار آتا ہو - ان سب کو بحکم خدا دور کرتا ہے' اگر شفا پانے کے بعد بھي استعمال کیجائے تو بھوک بڑھ جاتي ہے' اور تمام اعضا میں خون صالح پیدا ہونے کي وجہ سے ایک قسم کا جوش اور بدن میں چستي و چالاکی آجاتي ہے' نیز آسکي سابق تندرستي از سر نو آجاتي ہے - اگر بخار نہ آتا ہو اور ہاتھہ پیر ٹوٹتے ہوں' بدن میں سستي اور طبیعت میں کاہلي رہتي ہو - کام کرنے کو جي نہ چاہتا ہو - کھانا دیر سے ہضم ہوتا ہو - تو یہ تمام شکایتیں بھي اسکے استعمال کرنے سے رفع ہوجاتي ہیں - اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوي ہوجاتے ہیں -

قیمت بڑي بوتل - ایک روپیہ - چار آنہ
" چھوٹي بوتل بارہ - آنہ

پورے ترکیب استعمال بوتل کے ہمراہ ملتا ہے
تمام دوکانداروں کے ہاں سے مل سکتي ہے

المشتہر ونیز دواساز

ایم - ایس - عبد الغني کیمسٹ - ۲۲ و ۷۳ کولو ٹولہ اسٹریٹ - کلکتہ

[6]

S. C. MITRA & Co.

بہترین طباعت اور عمدہ تیاری

ہندوستان میں فرد

کارخانہ

ہاف ٹون - لائن اور رنگین بلاک کے واسطے

کارخانے کي خصوصیات

(۱) وقت مقررہ پر ہر چیز کو تیار کرنا (۲) کم قیمت

(۳) ... کي پوری طرح تعمیل کرنا -

المشتہر ایس سي مترا اینڈ کو نمبر ۱۲ نارکل بگان لین کلکتہ

12 NARIKELBAGAN LANE

CALCUTTA.

مسیحا انٹی ملیریا مکسچر
اکسیر دافع بخار ہر قسم

ہندوستان میں نہ معلوم کتنے آدمي بخار میں مرجایا کرتے ہیں' اسکا بڑا سبب یہ بھي ہے کہ ان مقامات میں نہ تو دوا خانے ہیں اور نہ ڈاکٹر' اور نہ کوئي حکیمي اور مفید پٹنٹ دوا ارزاں قیمت پر گھر بیٹھے بلا طبي مشورہ کے میسر آسکتي ہے - ہمنے خلق اللہ کي ضروریات کا خیال کرکے اس عرق کو سالہا سال کي کوشش اور صرف کثیر کے بعد ایجاد کیا ہے' اور فروخت کرنے کے قبل بذریعہ اشتہارات عام طور پر ہزارہا شیشیاں مفت تقسیم کرچکے ہیں تاکہ اسکے فوائد کا پورا اندازہ ہوجائے - مقام مسرت ہے کہ خدا کے فضل سے ہزاروں کي جانیں اسکي بدولت بچي ہیں اور ہم

حسبنا الله و نعم الوکیل

ترکش سلطانه هیئرڈائی کمپنی

خضاب استمبولي

جسے تمام عالم نے ترکش امپیریلیل هیرڈائی کا لقب عطا فرمایا هے - یه بد ضرر بلا داغ جلد بلاے بوئي نا گوار بلکه فرحت افزاے دل و جان عطر بشار خوشبو دار خضاب کمیاب هے - سهولت کے ساتهه ۲ - ۳ قطرے برش یا انگلي سے لگا لیجیے اور چند منٹ میں بالونکو سیاه نما بنالیجیے ایک شیشي برسونکے لیے کافي هے - قیمت في شیشي کلاں تین روپیه - شیشي خرد دو روپیه -

سارٹیفیکٹ - ڈاکٹران ان - ڈي - صاحب ال - ارسي - اي - ایس ایڈنبرا مقیم نمبر ۱۰۳ رپن اسٹریٹ کلکته تحریر فرماتے هیں واقعي یه ایک تحفه بیش بها کمیاب بلکه نایاب استمبولی خضاب هندوستاني خضابوں میں اعلی و یکتا هے ' بیشک یه روسا امرا راجگان اور نوابونکے استعمال کے قابل قدر هے - اسکي جسقدر تعریف کي جائے بجا هے -

سول ایجنٹ - رجبی اینڈ کو منیجر ڈاکٹر عزیز الرحمن
نمبر ۱۵ مومن پور روڈ خضر پور کلکته

No. 15 Mominpure Road Khidderpure Calcutta.

یوتن ڈائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز شفا ' یه جوانی و صافی ... کو دفع کرتي هے - پژمرده دلونکو تازه کرتي هے - یه ایک نهایت موثر ٹانک هے جوکه ایکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے هیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسه کو قوت پهونچتی هے - هسٹریه وغیره کو بهي مفید هے چالیس گولیونکی بکس کی قیمت دو روپیه -

زینو تون

اس دوا کے بیروني استعمال سے ضعف باه ایک بار کی دفع هو جاتی هے - اس کے استعمال کر کے هی آپ فائده محسوس کرینگے قیمت ایک روپیه آٹهه آنه -

هائی ڈرولن

اب نشتر کرانے کا خوف جاتا رها -

یه دوا آب نزول اور فیل پا وغیره کے واسطے نهایت مفید ثابت هوا هے - صرف اندروني و بیروني استعمال سے شفا حاصل هوتی هے -
ایک ماه کے استعمال سے یه امراض بالکل دفع هو جاتی هے قیمت دس روپیه اور دس دنکے دوا کی قیمت چار روپیه -

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

امـراض مســتـورات

کے لیے ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبهرالین

مستورات کے جمله اقسام کے امراض - کا خلاصه نه آنا - بلکه اسوقت درد کا پیدا هونا - اور اسکے دیر یا هونیسے تشنج کا پیدا هونا - اولاد کا نهونا غرض کل شکایات جو اندروني مستورات کو هوتے هیں - مایوس شده لوگونکو خوشخبري دیجاتي هے که مندرجه ذیل مستند معالجونکي تصدیق کرده دوا کو استعمال کریں اور ثمرو زندگاني حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبهرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاهد - ڈاکٹر ایم - سي - ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کیمیکل اگزامنر مدراس فرماتے هیں - " میننے اوبهرالین کو امراض مستورات کیلیے " نهایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ویلس - ایل - ایم - ایل - آر - سي - پي اینڈ ایس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتي هیں :- " نمونے کي شیشیاں اوبهرالین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پایا " -

مس ایم - جي - ایم - براڈي - ایم - ڈي (برن) بي - ایس - سي - (لنڈن) سپرنٹنڈنٹ جان اسپنڈل ارکا کاٹسي بمبئي فرماتي هیں :- " اوبهرالین جسکو که میننے استعمال کیا هے " زنانه شکایتوں کیلیے بهت عمده اور کامیاب دوا هے "

قیمت في بوتل ۲ روپیه ۸ آنه - نو بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۲ روپیه -

پرچه هدایت مفت درخواست آنے پر روانه هوتا هے

Harris & Co Chemists, Kalighat Calcutta,

هر فـرمـایش میں الـهـلال کا حـواله دینـا ضروری هے

ریئلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ اف لنڈن

یه مشهور ناول جو که سوله جلدونمیں هے ابهي چهپ کے نکلي هے اور پوري سي رهگئي هے - اصلي قیمت کي چوتهائي قیمت میں دیجاتي هے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیه اور اب دس ۱۰ روپیه - هرایکي جلد هے جسمیں سنهري حروف کي کتابت هے اور ۳۱۶ هاف ٹون تصاویر هیں تمام جلدیں ۱۰ روپیه میں وي - پي - اور ایک روپیه ۱۳ آنه محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بو بازار - کلکته

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullik Lane,
Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت

ایک مهینه کے لیے رعایت تین دنکے اندر زر واپس اگر ناپسند هوے -

سائز فاکهن فلوٹ هارمونیم جسکي دهیمی اور میٹهي آواز بنگالي اور هندوستانی موسیقي سے خاص مناسبت هے - شیشم کي لکڑی سے بني هوئي ' اور نهایت عمده رنگ - تین برسکي گارنٹي - قیمت سنگل رنگ ۳۸ ' ۴۴ ' اور ۵۰ روپیه - حال - ۱۹ ' ۲۲ ' ۲۵ روپیه - ڈبل رینڈ ۶۰ ' ۷۰ ' ۸۰ ' ۹۰ ' روپیه - حال ۳۰ ' ۳۵ ' ۴۰ ' ۴۵ ' روپیه پیشگي ۵ روپیه -

نیشنل هارمونیم کمپنی - ڈاکخانه سمله A - کلکته

Nashnal Harmonum C°.
P.O. Simla A.
Calcutta

ایک بولنے والي جڑی

اگر آپ اپنے لا علاج مرضوں کي وجه سے مایوس هوگئے هوں تو اس جڑي کو استعمال کرکے دوباره زندگی حاصل کریں - یه جڑي مثل جادو کے اثر دیکهاتي هے - بیس برس سے یه جڑي مندرجه ذیل مرضوں کو دفع کرنے میں طلسمي اثر دکها رهی هے -

ضعف معده ' گراني شکم ' ضعف باه تکلیف کے ساتهه ماهوار جاري هونا - هر قسم کا ضعف خواه اعصابي هو یا دماغي ' آب نزول وغیره -

جڑي کو صرف کمر میں باندهي جاتی هے - قیمت ایک روپیه ۸ آنه

ایس - سی - هر - نمبر ۲۹۵ اپر چیتپور روڈ - کلکته

S. C. HAR 295, Upper Chitpor Road
Calcutta

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هر قسم کا جنون خواه موروثي جنون ' مرگی والا جنون ' غمگین رهنے کا جنون ' عقل میں فتور ' بے خوابي و مزمن جنون ' وغیره وغیره دفع هوتي - هے اور وه ایسا صحیح و سالم هوجاتا هے که کبهي ایسا گمان تک بهي نهیں هوتا که وه کبهي ایسے مرض میں مبتلا تها -

قیمت في شیشي پانچ روپیه علاوه محصول ڈاک -

S. C. Roy M. A. 167/3 Cornwallis Street, Calcutta

لا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۰

کلکتہ: چہار شنبہ ۱۰ شوال ۱۳۳۲ ہجری

Calcutta : Wednesday September 2. 1914.

جلد ٥

مقصد وحید

الامر بالمعروف والنهی عن المنکر

وجاهدوا فی اللہ حق جهاده . هو
اجتبىكم ، وما جعل علیکم فی الدین
من حرج ، ملة ابیکم ابرهیم ، هو
سمىكم المسلمین من قبل و فی هذا
لیکون الرسول شهیدا علیکم ، و
تکونوا شهداء علی الناس ، فاقیموا
الصلوة و اتوا الزکوة ، و اعتصموا
باللہ ، هو مولىكم ، فنعم المولى و
نعم النصیر (۲۲ : ۷۸)

Tel Address "Alhilal," Calcutta
Telephone No. 648

AL-HILAL.

Proprietor & Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
14, McLeod Street,
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly .. Rs. 6-12

الهلال

مدير مسئول و رئيس قلم تحرير
احمد المكني بابي الكلام الدهلوي

مقام اشاعت
۱۴ — مکلوڈ اسٹریٹ
کلکته

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانه — ۱۲ — روپیه
ششماهی — ۶ — ۱۲ — آنه

نمبر ۱۰ | کلکته چهار شنبه ۱۰ - شوال، ۱۳۳۲ هجري | جلد ۵

Calcutta : Wednesday, September, 2. 1914.

النبـــاء العظيـــم :

الذي هم فيه مختلفون !

سقـوط بلجيم و فتـح خـط پيـرس

جنـگ کے پهلے باب کا اختـتـام
اور
دوسـرے کا آغاز !!

(۱)

رشدوا شدة أخرى ، فجروا
بارجل مثلهـم ورموا جوينا !

عم يتســاءلون ؟ عن النبـاء العظيم الذی هم فيه مختلفون ؟ ايا ہے جسکو لوگ پوچهه رہے هيں اور جسکي حقيقت کيليے مضطر و بيقرار هيں ؟ يه سائلين حقيقت کا تحير، يه طالبين کشف و انکشاف کا تفحص، اور يه متلاشيان اصليت کي سرگرداني، کس حقيقت مستور، کس چهرۂ محجوب، کس مقصود مجهول، اور کس علم غير معلوم کيليے ہے ؟ کيا اس حادثۂ عظيم کيليے جو هوچکا اور جسکي واقعيت بهي ستر و حجاب سے بے پروا اور دست خدع و انکار کي دسترس سے بلند تر ہے ؟ کيا اس يوم عظيم کيليے جسکے قرب کي علامتيں ظاهر هوچکيں، اور جسکي برهنه حقيقة هائله عالم آشکارا هونے کيليے سر پر آگئي ہے ؟ کيا اس يوم الفصل کيليے جس نے ثبات و قرار کا فيصله کرديا، اور جو اپنے عواقب قريبه کي ترجماني ميں صريح البيان ہے ؟ کيا اس يوم التغابن کيليے جس نے بالاخر ضعف و قوت، انضباط و انهزام، اجتماع و افتراق، اقدام و ادبار، اور اميد و بيم کي تقسيم کردي، اور هر گروہ کو جو کچهه ملنے والا تها مل گيا ؟ و ذالک يوم التغابن (۶۴ : ۲۱) يعني کيا اس "نباء عظيم" کيليے جسکي روشني کي شعاعوں کو تاريکيوں کي بڑي بڑي ديواريں کهڑي کرکے روکنا چاها مگر وہ نه رکيں ؟ جسکي زبان حقيقت کي رمز فروش صداؤں کو هنگامۂ ادعا و تضليل ميں گم کردينا چاها مگر گم نه هوليں ؟ جسکے روے اصليت کو نقاب هاے توجيه و تعليل اور پرده هاے تفسير و تشريح سے دست تصرف و تعرف نے مستور کرنا چاها مگر مستور نه هوا ؟

سقوط بلجيم : سواے انٹورپ کے اور تمام مقامات پر جرمني قابض هوچکی ہے - (نقشه نمبر - ۳)

با اين همه معلوم ہے تجاهل ہے، اهليت سے ابا ہے، يقين کا اعتراف نهيں، اور حقيقت کيليے باهم اختلاف کيا جا رها ہے ؟ عن النباء العظيم الذي هم فيه مختلفون ؟ (۷۸ : ۱) خير، اگر تجاهل ہے تو علم اليقين بهي دور نهيں، اگر انکار مشکوک ہے تو اعتراف بهي کا بهي وقت آنے والا ہے، اگر يقين نهيں ہے تو ظن و شک بهي زياده دير کا مهمان نهيں، اگر اختلاف ہے تو حقيقة ثابته و مشهوده کے ظهور ميں بهي اب شايد اتني هي دير رهگئي ہے جتني دير آفتاب کے ايک طلوع و غروب ميں هوتي ہے - عجب نهيں که ان سطروں کي اشاعت سے پہلے لوگ اس حقيقت کو معلوم کرليں، جسکي نسبت وہ سوال کرتے اور باهم مختلف هيں : کلا سيعلمون، ثم کلا سيعلمون (۷۸ : ۴)

(انکم لفی قول مختلف !)

کرۂ ارضي کے کڑوروں انسان ايک امر واقع و محسوس کے متعلق آجکل جس طرح جهل و بے خبري، شک و ريب، ظن و تخمين، اور افکار مختلفه و متضاده کے عالم ميں زندگي بسر کررہے هيں، وہ دنيا کي نئي تاريخ ميں هميشه ايک عجيب واقعه سمجها جائيگا - نئے تمدن نے جسقدر عظيم الشان خدمتيں رسل و رسائل اور اخبار و روايت کي پچهلي ايک صدي ميں انجام دي تهيں، وہ سب کي سب اسطرح منهدم هوگئي هيں، گويا مفتوح ممالک کے آتش زده مکانوں اور زير جنگ آباديوں کي برباد شده رونق کي طرح انهيں بهي جنگ کے شعلوں کے نذر هوجانا تها - ريل اور تار کا وجود بالکل بيکار ہے - پريس، اخبارات، خبروں کي ايجنسياں، اور نامه نگاران جنگ کي صفيں کچهه بهي مفيد نهيں هوسکتيں - يه سب کے

تار کا پتہ - ادرشہ

نواب ڈھاکہ کی سرپرستی میں

—:•:—

یہ کمپنی نہیں چاہتی ہے کہ ہندوستان کی مستورات بیکار بیٹھی رہیں۔ اور ملک کی ترقی میں حصہ نہ لیں لہٰذا یہ کمپنی امور ذیل کو آپ کے سامنے پیش کرتی ہے :—

(۱) یہ کمپنی آپکو ۱۲ روپیہ میں بٹن کٹنگ (یعنے سپاری تراش) مشین دیگی ' جس سے ایک روپیہ روزانہ حاصل کرنا کوئی بات نہیں ۔

(۲) یہ کمپنی آپکو ۱۰۰ روپیہ میں خود باف موزے کی مشین دیگی ' جس سے تین روپیہ حاصل کرنا سہل ہے ۔

(۳) یہ کمپنی ۱۲۰۰ روپیہ میں ایک ایسی مشین دیگی جس سے موزہ اور گنجی دونوں تیار کی جاسکے تیس روپیہ روزانہ بلا تکلف حاصل کیجیے ۔

(۴) یہ کمپنی ۹۷۵ روپیہ میں ایسی مشین دیگی جسمیں گنجی تیار ہوگی جس سے روزانہ ۲۵ روپیہ بلا تکلف حاصل کیجیے

(۵) یہ کمپنی ہر قسم کے کاتے ہوے اون جو ضروری ہیں محض تاجرانہ نرخ پر مہیا کردیتی ہے ۔ کام ختم ہوا ۔ اچھا روپیہ لہ کہا اور ابھی تین روپے بھی مل گئے ! پھر لطف یہ کہ ساتھ ہی بننے کے لیے چیزیں بھی بھیج دی گئیں ۔

لیجئے دو چار بے مانگے سرٹیفکٹ حاضر خدمت ہیں ۔

—:•:—

آنریبل نواب سید نواب علی چودھری (کلکتہ) :— میں نے حال میں ادرشہ نیٹنگ کمپنی کی چند چیزیں خریدیں مجھے ان چیزونکی قیمت اور اوصاف سے بہت تشفی ہے ۔

مس کشم کماری دیوی - (ندیا) میں خوشی سے آپکو اطلاع دیتی ہوں کہ میں ۶۰ روپیہ سے ۸۰ روپیہ تک ماہواری آپکی نیٹنگ مشین سے پیدا کرلیتی ہوں ۔

نواب نصیر الممالک مرزا شجاعت علی بیگ قونصل ایران

—(•)—

ادرشہ نیٹنگ کمپنی کو میں جانتا ہوں - یہ کمپنی اس وجہ سے قائم ہوئی ہے کہ لوگ محنت و مشقت کریں - یہ کمپنی نہایت اچھی کام کررہی ہے اور موزہ وغیرہ خود بنواتی ہے - اسکے علاوہ کم قیمتی مشین منگا کر ہر شخص کو مفید ہونے کا موقع دیتی ہے - میں ضرورت سمجھتا ہوں کہ عوام اسکی مدد کریں

آنریبل جسٹس سید شرف الدین - جج ہائیکورٹ کلکتہ ۔

میں نے ادرشہ نیٹنگ کمپنی کی بنائی ہوئی چیزونکو استعمال کیا اور پائیدار پایا - دیکھنے میں بھی خوبصورت ہے - میں امید کرتا ہوں کہ بہت جلد اس کمپنی کی سرپرستی ایسے لوگ کرینگے جنسے انکے کام میں وسعت ہو ۔

هز اکسیلنسی لارڈ کارمائیکل گورنر بنگال کا حسن قبول

اُنکے پرائیوٹ سکریٹری کے زبانی -

آپنے اپنی ساخت کی چیزیں جو حضور گورنر اور انکی بیگم کے لیے بھیجا ہے وہ پہونچا - هز اکسیلنسی اور حضور عالیہ آپکے کام سے بہت خوش ہیں اور مجکو آپکا شکریہ ادا کرنے کہا ہے ۔

برنچ — سول کورٹ روڈ ٹنگائیل -

نوٹ — پراسپکٹس ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بھیج دیا جائیگا -

ادرشہ نیٹنگ کمپنی ۲۶ ایچ - گرانٹ اسٹریٹ کلکتہ

اس مقصد کے حصول کیلیے جرمنی کے آگے تین راستے تھے - ایک راستہ یہ تھا کہ فرانس کی براہ راست اس سرحد سے داخل هوجاے جو سوئٹزرلینڈ کے مجمع الثغور (یعنی سرحدوں کے ملنے کی جگہ) سے لیکے لکزمبرگ اور لکسمبرگ تک چلی گئی ہے - (دیکھو نقشہ نمبر ۲) دوسرا یہ کہ سوئٹزرلینڈ ہوکر گذرے - تیسرا راستہ براہ بلجیم تھا - جرمنی نے اپنے تمام مصالح جغرافیائی و فوجی کو ملحوظ رکھکے (جنکی تفصیل پہلے هوچکی ہے) آخری راستہ تجویز کیا جیسا کہ دس سال پہلے سے تجویز کرچکی تھی اور ۴ - اگست کو پانچ جرمن دستے بلجیم میں داخل هوگئے -

فرانس نے بظاہر اپنے لیے هجوم اور دفاع کے دو خط قرار دیے - ایک طرف تو حدود جرمنی میں میلوزی جانب بڑھا اور دوسری طرف بلجیم کے ساتھہ ملکر جرمنی کے هجوم کو روکنا چاہا جو بلجیم کو مسخر کرکے پیرس کی طرف بڑھنا چاہتی تھی -

فرانس کا مقصد هجوم اور حملے سے اسکے سوا اور کچھہ نہیں هوسکتا تھا کہ جہانتک ممکن هو جرمنی کے اندر بڑھتا جاے اور اسطرح اسکے شمالی حملہ کی مشغولیت میں (جو براہ بلجیم ہے) خلل ڈالدے -

لیکن اسکی انتہائی طاقت کا اصلی میدان بلجیم تھا اور یہاں پہونچکر اسکی منزل دفاع یہ تھی کہ جرمنی کو اول تو بلجیم کی تسخیر سے روکے اور اگر روک نہ سکے تو کم از کم اپنی سرحد میں داخل نہ هونے دے -

انگلستان نے فرانس کی حمایت کی اور جنگ کے میدان میں اترا - اسکا مقصد جنگ خشکی میں فرانس اور بلجیم کی حمایت تھا تاکہ جرمنی ان پر قابض نہو اور فرانس میں داخل نہ هوسکے اور دریا میں بحر شمالی کے اندر یا تو جرمنی پر حملہ کرنا یا اسکے حملہ کا دفاع -

روس ایک طرف آسٹریا سے متصل ہے دوسری طرف جرمنی سے - وہ دونوں طرف حملہ آور هوا - جرمنی کی سرحد پر مشرقی پروشیا کی طرف سے اور آسٹریا میں اسکے صوبہ گالیشیا کی جانب سے - روس نے اپنا خط جنگ یہ ظاہر کیا تھا کہ وہ مشرقی پروشیا میں بڑھتے هوے اسکے صدر مقام " کونگز برگ " پر قابض هو جائیگا اور پھر براہ راست برلن (دار الحکومت جرمنی) تک بڑھتا هوا چلا جائیگا - جس طرح جرمنی کی منزل مقصود پیرس ہے ٹھیک اسی طرح روس کی منزل جنگ برلن قرار دینی چاہیے -

(سد سکندری)

اب جبکہ بلجیم کی قسمت کا درد انگیز فیصلہ هوچکا ہے اور باستثناے انٹورپ تمام خاک بلجیم جرمن سواروں کا جولانگاہ بن چکی ہے هم اسکے لیے بالکل طیار نہیں هیں کہ بلجیم کی سد حقیقتی اور حقارت کے افسانے سنیں - ابھی ایک هفتہ کی بات ہے کہ لی یژ اور نامور کے قلعوں کے متعلق نہایت ادعاء اور ثرق کے ساتھہ بیان کیا جاتا تھا کہ " تمام دنیا میں اول درجہ کے جنگی اور دفاعی استحکامات هیں " اور علی الخصوص لی یژ کے بارہ قلعے جو علاوہ اپنے عدیم النظیر استحکام و تحصین کے دریا جنگل اور پہاڑوں کی طبیعی مشکلات سے بھی گھرے هوے هیں اور ایک ایسے آهنیں اور ناممکن التسخیر دائرے میں پھیلے هوے هیں جنسے زیادہ محکم دائرۂ دفاع نہ صرف یورپ بلکہ تمام دنیا کی جنگی تعمیرات میں شاید هی کوئی اور هوگا -

لی یژ کے بعد دوسرے درجہ پر بلجیم کا مستحکم ترین مقام نامور ہے جسکے نو قلعے تمام یورپ میں اپنی خصوصیات تحصین میں

ضرب المثل هیں - بلکہ بعض ماهرین جنگ کی نظریں (فتح نامور سے پہلے) اسے لی یژ سے بھی زیادہ دشوار گذار جگہ سمجھتی تھیں -

ان اسباب سے فرانس نے اپنی سب سے بڑی اولین کامیابی یہ سمجھی کہ بلجیم کو جرمنی کے مقابلہ کیلیے طیار کردیا جاے اور اسکے ناممکن التسخیر قلعے فرانس اور جرمنی کے درمیان سد سکندری کا کام دینے لگیں -

پس الائز (یعنی حلفاء متحدۂ فرانس و انگلستان و روس) نے ترتیب جنگ یہ قرار دی (جیسا کہ ۳ - اگست سے لیکے اس وقت تک کی تار برقیوں اور علی الخصوص پریس بیورا کے بہ تصریح اظہارات رسمیہ سے واضح هوتا ہے) کہ جرمن بلیجم کے استحکامات کے ثبات سے اس وقت تک روکی جاے جب تک کہ فرانس اور انگلستان کی فوجیں بلجیم میں لڑنے کیلیے نہ پہنچ جائیں اور وہ متحد هوکر اگر جرمنی کو بڑھنے سے روک نہ سکیں تو اقلاً سرحد فرانس تک تو نہ پہونچنے دیں -

اسکے بعد انکی نظریں روس کی طرف اٹھیں اور امید کا آفتاب مشرقی پروشیا کے افق پر طلوع هوا - اسکی کرنیں جسقدر پھیلتی جاتی تھیں اتنی هی اس " جنگی حقیقت " کا زیادہ بلند آهنگی سے صور پھونکا جاتا تھا کہ " بسٹیم رولر (روس) کو بہت دیر میں متحرک هوتا ہے مگر جب متحرک هوتا ہے تو حریف کو آٹے کی طرح پیس ڈالتا ہے "

الائز نے کامل وثوق کے ساتھہ اس امید کو قبول کیا کہ وہ جرمنی کو بلجیم میں روک لینگے اور اگر روک نہ سکے تو اقلاً سرحد فرانس و بلجیم سے تو گذرنے نہ دینگے - اتنے عرصے میں " سیٹم رولر " اچھی طرح متحرک هوکر زور سے گردش کھائیگا اور کونگز برگ سے برلن تک کے خط کو پیس کر رکھدیگا !

اگر آپ روزانہ اخبارات پڑھتے رہے هیں تو ۲۰ سے ۲۸ - اگست تک کی تاربرقیوں اور ان استخراجات پر ایک نظر ڈال لیں جو انگریزی پریس اس عرصے میں کرتا رہا ہے -

(انقلاب)

لیکن یہی فرانس اور جرمنی کا میدان جنگ ہے جب سنہ ۷۱ میں ایک فتح مند وزارت خانے کے اندر کہا گیا تھا :

" قلم کا بنایا هوا نقشہ پھاڑ دو کیونکہ صفحۂ زمین پر تلوار کی نوک نے دوسرا نقشہ کھینچ دیا ہے "

اور قریب قریب یہی جملہ ہے جسے نومبر سنہ ۱۹۱۲ کی شام کو گلڈ هال لنڈن میں مسٹر ایسکو یتھہ نے دهرایا تھا جبکہ انہوں نے جنگ بلقان کے بعد پہلی تقریر کی تھی اور فتح سلانیک کی خبر سنائی تھی : و تلک الایام نداولہا بین الناس !

یورپ کے وہ نقشے جو معرکۂ واٹرلو کے بعد سے اس وقت تک کاغذ پر بنائے گئے ابھی بالکل پارہ پارہ نہیں هوے هیں گو بیکار ضرور هوگئے هیں لیکن اسمیں کچھہ شک نہیں کہ ارادوں اور امیدوں کے جونقشے ادعا کے قلم سے یقین کے صفحوں پر کھینچے گئے تھے بالاخر ایک هفتے کے حوادث سریعہ اور انقلابات عدیدہ نے انہیں بالکل ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور حریف قاهر نے لی یژ سے نکلکر برسلز سے بڑھکر نامور کو کچل کر اور سرحد فرانس کو عبور کرکے کہا : " سچا نقشہ وهی ہے جو فتح مند سواروں کی اڑائی هوئی گرد کی چادر کے نیچے کامیاب تلوار کی نوک سے کھینچا جاے " ! اللهم مالک الملک ! توتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شی قدیر !

سب اسکے لیے بیکار محض هوگئے هیں که دنیا کے سب سے بڑے حادثه کے متعلق دنیا کو صحیح و یقینی خبریں پہنچالیں !

خبروں کے سرکاری احتساب نے تمام وسائل پر قبضه کرلیا ہے اور کوئی خبر بغیر حذف و اضافه ' تعریف و تحشیه " اور تصرف و تبدل کے دنیا تک نہیں پہونچ سکتی - هم اُن خبروں کے متعلق کچھه نہیں جانتے جو جرمنی اور آسٹریا کے ذریعه ملتی هونگی ' مگر همارے سامنے وہ ذخیرہ موجود ہے جو هم تک پہنچتا ہے ' اور افسوس که وہ فن روایت کی ناکام سعی تحریف و اخفا کے مختلف متضاد مناظر کا ایک ایسا مجموعه ہے جسکے کسی ایک چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑے کو بھی بمشکل " خبر " کے لفظ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے - اسکی خاموشی عجیب ہے مگر اسکی آواز عجیب تر ہے - وہ جب لاعلمی کا اظہار کرتا ہے تو ساتھه هی ایک شبهه انگیز علم کے دیدینے سے بھی نہیں بچ سکتا ' لیکن جب خبر دیتا ہے تو اسکی تصرف کردہ صورت میں اطمینان اور تشفی کے پیدا کرنے سے عموماً عاجز ثابت هوتا ہے اور اس سے واضح هوجاتا ہے که حقیقت کی قوت ناقابل تضعیف ہے اور اس سے بہت بلند تر ہے که تصرف کا هاتهه اسے نیچا کرسکے - سب سے زیادہ عجیب نمایش اس خبر رسانی کی وہ هوتی ہے جب صریح متضاد خبریں یکے بعد دیگرے آنے لگتی هیں ' اور معلوم هوتا ہے که کسی بڑی زنجیر کی درمیانی کڑیاں بے ترتیبی کے ساتھه نکال دی گئی هیں ' اور بقیه ٹکڑوں کو بغیر باهم ملانے اور جوڑنے کے جلدی میں پھینکدیا ہے - اب وہ کسی طرح بھی باهم نہیں جڑ سکتیں !!

(حقیقة قاهرہ !)

تاهم حقیقت کا اظہار جلد یا بدیر ناگزیر ہے ' اور واقعات اپنی قوت میں اٹل اور اپنے اظہار میں ناقابل تسخیر هیں - حوادث نے جلد جلد ورق الٹے اور دو هفته کے اندر هی اندر نقشۂ جنگ بالکل منقلب هوگیا - درمیان کی کڑیاں چھوڑ دی گئی هوں لیکن آخری سرا زیادہ عرصه تک مخفی نہیں رهسکتا اور وہ سامنے آهی جاتا ہے -

اب بہت سے پردے اٹهه چکے هیں ' بہت سے اٹھنے والے هیں ' اور عجب نہیں که علم صحیح کا افق اسقدر تاریک نه رہے جیسا که ابتک رهچکا ہے - اگر تمام خبروں کو ترتیب و تدقیق کے ساتھه سامنے رکھا جاے تو حقیقت بالکل منکشف هوجاتی ہے ' اور اُن لوگوں پر تعجب هوتا ہے جنھوں نے اپنی راے کو خبروں کے نتائج کی جگه محض انکی تفسیر و توجیه کرنے والوں کے اعلان و ادعاء کی ناکام بالا خانیوں پر چھوڑ دیا ہے -

(جنگ بست روزہ)

ممکن ہے که بہت سے لوگوں کا یه خیال نه هو ' مگر همارا یقین ہے که هم نے پچھلے تین هفتے ایک عظیم الشان جنگ " بست روزہ " کے عہد میں بسر کیے هیں جسکو حصۂ یورپ کا پہلا دور ختم هوگیا ' اور اگر اس جنگ کو دو حصوں میں تقسیم کردیا جاے تو اسکی پہلی اهم ترین منزل وهی تھی جو معاصرۂ لی یژ (یا لیج) سے شروع هوئی ' اور جرمنی کی سرحد فرانس تک پہونچنے پر ختم هوگئی ' اب صرف دوسری منزل باقی ہے جسکا مقصد گاہ پیرس اور اسکے حوالی و اطراف کی استحکامات ختم هوگئے ' اور اسوقت (یکم ستمبر) کی آخری خبروں نے اسکے قریب تر ہونے کی اطلاع دیدی ہے !

اس عہد کی جنگ کا یه حال کچھه کم عجیب ہے - لاکھوں انسان هیں جو اب تک اسی بے سروسامانی معرکه کے انتظار میں بے چینی کی کروٹیں بدل رہے هیں ' وہ اس تعلیم پر قانع هوگئے هیں جو انھیں دی جا رهی ہے ' اور جسمیں ایک هفته سے روزانه

تک جا رهی ہے که " اس وقت جو کچھه هوا ہے وہ کچھه بھی نہیں ہے ' اور جو کچھه هونے والا ہے وہ اب هوگا " لیکن یه کیسی عجیب غلط فہمی ہے اور کیسی عظیم الشان بے خبری ؟ وہ یقیناً تاریکی میں هیں اور انہیں روشنی کیلیے نکلنا چاهیے - وہ یقین کریں که جنگ اپنے نصف سے گذر گئی ' اور نصف آخر درپیش ہے - اب اس چیز کے بے فائدہ انتظار کی جگه جو هوچکی ہے ' انہیں چاهیے که اس معرکه کا انتظار کریں جو هونے والا ہے : ما ینظرون الا صیحة واحدة تاخذهم وهم یخصمون ! (۳۶ : ۳۴)

(تمدنشه گاہ جنگ)

هم چاهتے هیں که داستان کو کسی قدر ابتداء سے شروع کریں تاکه وہ تمام ترتیبات اچھی طرح واضح هوجائیں جنسے هم نے یه نتیجه اخذ کیا ہے -

سب سے پہلے ایک نظر یورپ کے نقشے پر ڈال لیجیے ' اور دیکھیے که فریقین جنگ کا جغرافیائی رشته کیا ہے ' اور جنگ کے خطوط کن کن مقامات سے شروع هوتے هیں ؟

آپکے مشرقی جانب روس کا عظیم الشان رقبه پھیلا هوا ہے ' اسکے بعد هی جرمنی ہے ' اور مغربی روس کی سرحدیں جرمنی کے حصۂ پر وشیا سے ' اور نیچے آکر جنوبی روس کی سرحدیں آسٹریا هنگری سے ملگئی هیں - روس و جرمنی شمال کی جانب بحر بالٹک سے متصل هیں ' اور روس اپنے جنوبی نشیب میں بحر اسود پر آکر مقام اودیسه میں ملگیا ہے -

جرمنی سے مغرب جانب فرانس ہے - جرمنی اور فرانس کی سرحد درمیان میں دو سو میل تک تو بالکل متصل ہے ' لیکن شمالی جانب ایک مثلث ٹکڑے کی شکل میں بلجیم حائل هوگیا ہے ' اور جنوبی نشیب میں سوئٹزر لینڈ ہے -

بلجیم کا مثلث اسطرح حائل هوا ہے که اسکا جنوبی کونا لکسمبرگ نامی ایک چھوٹی سی خود مختار ریاست سے متشکل هوا ہے -

(خطوط و منازل جنگ)

اعلان جنگ دو فریقوں میں هوا - یعنی فرانس ' روس ' انگلستان ' اور دوسری طرف جرمنی اور آسٹریا - پس یه پانچوں سلطنتیں اپنی اپنی سرحدوں سے هجوم و دفاع کے خطوط پر بڑھیں -

جنگ کے متعلق راے قائم کرنے کیلیے مقدم امر یه ہے که هر فریق جنگ کا خط جنگ اور منزل مقصود متعین کرلیا جاے - کیونکه فتح اور کامیابی کے معنی صرف یه هیں که اپنے خطوط پر قائم رهکر پیش نظر منزل مقصود تک رسائی حاصل کی جاے -

موجودہ جنگ رقبه اور ممالک کی جنگ نہیں ہے ' کوئی وسیع زمین فریقین کے سامنے نہیں اور نه محض کثرت مقتولین و شدت قتل و غارت کامیابی کا معیار هوسکتا ہے - دونوں فریقوں کی سرحدیں ملی هوئی هیں ' اور زیادہ سے زیادہ تین چار سو میل کے اندر رهکر انہیں اپنی قسمتوں کا فیصله کرنا ہے - پس فتح و کامیابی کا اندازہ صرف اسی سے کیا جاسکتا ہے که هر فریق کا مقصد سفر متعین کرکے دیکھه جاے که وہ کہاں تک اس سے قریب هوا ہے ' اور کس قدر راسته طے کرنے کیلیے باقی رهگیا ہے ؟

جرمنی کا خط جنگ اور منزل مقصود بالکل واضح هوگیا ہے اس سنه ۱۹۱۴ع میں بھی وهی ہے جو سنه ۷۰ اور ۱۸۷۱ میں تھا - یعنی بخط مستقیم سرحد جرمنی سے نکلنا اور پیرس پر قابض هوجانا

کردیا جو ارادوں اور امیدوں نے بڑے وثوق کے ساتھہ بنائے تھے : فقد سبق السیف العزل !

یہ معرکۂ عظیمۂ منتظرہ سرحد کا آخری میدان تھا اسکے بعد کسی دوسرے سرحدی معرکے کا انتظار باقی نہ رہا جسکی همیشه امید دلائی جا رهی تهی -

لیکن قبل اسکے کہ متحدہ فوج کے مزید تقهقر کی خبر آئے نامور کے تسخیر کی خبر آگئی (جسکا لینا بلجیم کی زبان میں "ابهی باقی تها" اور جو " لیے‌ یژ سے زیادہ مستحکم ہے") اور اسکے ساتھہ هی شارلی رواے کا وہ معرکہ عظیم پیش آیا جو همارے عقیدے میں متحدہ فوج اور جرمنی کے اس منتظر اور قریب الوقوع سرحدی معرکۂ عظیم کا پہلا ٹکڑہ تها جسکا دنیا انتظار کر رهی تهی اور جو بالاخر دو دن کے بعد اس درجہ وسیع هوا کہ اس نے فرانس کی سرحدی جنگ کا فیصلہ کرکے جنگ یورپ کا پہلا بست روزہ باب ختم کردیا !

اسی معرکہ میں پہلی مرتبہ همارے سامنے انگریزی فوج کے نقصانات کو شمار و اعداد کی صورت میں پیش کیا ہے اور اعتراف کیا گیا ہے کہ دو هزار سے زاید کا نقصان هوا -

اب آپ نقشہ نمبر ۲ کو دیکھیے - پرونا مارق ' مارشی نز ' ارچنز بارشیز تقریباً پچاس ساٹهہ میل سرحد فرانس کے اندر هیں - بس اس تار نے فیصلۂ جنگ کو بے نقاب کردیا ' اور وہ دنیا جسے روس کے برلن پر قابض هونے کی امید دلائی گئی تهی ' یہ سنکر مبهوت ہوگئی کہ جرمنی سرحد فرانس کو عبور کرکے پچاس میل آگے بڑھ آئی ہے اور پیرس سے صرف سوا سو میل کے فاصلے پر ہے !

پهر اسی کے ساتھہ " کیمبرے " کے دوسرے معرکۂ عظیم کی خبر آئی جو ارچیز کے بعد واقع ہے اور جس سے پیرس کا فاصلہ صرف ایکسو میل رهجاتا ہے - حسب اعلان ارل کچنر " یہ معرکہ تین چار دن تک متصل جاری رہا ' اور " انگریزی فوج کا ۵ - سے ٦ - هزار تک نقصان هوا "

(مزید پیش قدمی)

ناکامی کا رشتہ پهیلتا جاتا ' اور امیدوں اور قیاسوں کا چراغ گل هوگیا ہے - " کیمبرے " فرانسیسی سرحد میں ایک مستحکم مقام ہے ' لیکن جرمنی کی پیش قدمی هر نئے طلوع آفتاب کے ساتھہ ایک نئے اقدام کی خبر دیتے رهی ہے اور یہ بهی همارا حال ہے کہ اپنی آنکهیں اور کان نہیں رکھتے ' نہیں کہا جاسکتا کہ اصلیت خبر سے کس قدر زیادہ سریع السیر اور انقلاب انگیز هوگی ؟ کیمبرے سے مائل بہ مغرب تقریباً ۲۵ میل آگے پاپامے ایک مقام ہے ' جو لاپیس نامی فرانسیسی استحکام سے ۴۰ میل ادهر ہے -

۳۱ - کی تار برقی ہے کہ پاپامے میں جرمن اور متحدہ کے درمیان ایک جنگ کی اطلاع ملی ہے - اس سے صاف واضح هوتا ہے کہ جرمنی کیمبرے سے ۲۵ - میل اور آگے بڑھ آئی ہے !

افسوس کہ پہلی سپٹمبر کو اس سے بهی آگے جرمنی کے بڑھ آنے کا اعتراف کرنا پڑا ' یعنی " جرمن فوج دریاے سوامے پر کسی قدر بڑھ آئی ہے "

دریاے سوامے فرانس کے اندر سے گذرا ہے - اسکا ابتدائی دهانہ ملحق سے شروع هو کر اور " امینس " سے گذر کر بحر شمال میں گر جاتا ہے -

اس خبر نے واضح کردیا کہ جرمنی پاپامے سے بهی آگے بڑھ آئی اور اب پیرس سے صرف ۸۰ یا - ۹۰ میل دور ہے -

(محاصرۂ پیرس)

اسی تاریخ کو اس امر کا بهی صاف یقین دلا دیا گیا کہ فرانس نے پیرس میں محصور هونے کی طیاری شروع کردی ہے - کیونکہ " پیرس کے اطراف کے هزارها مکانات اسلیے گرادیے گئے هیں تاکہ پیرس کی توپیں دشمن پر گولہ باری کرسکیں " آج اسی وقت جبکہ هم یہ سطریں لکهہ رہے هیں ' دوسری خبر آئی ہے :

" پیرس کے اس کیمپ میں جو خندقوں سے گهرا ہے ' مدافعت کے سامان مکمل هوگئے " یعنی پیرس کا محاصرہ بالکل متوقع اور قریب تر ہے - اور اب دریاے سوامے سے پیرس تک جرمنی کیلیے اور کوئی مانع قوی باقی نہ رہا ہے !

(روس اور جرمنی)

اب آو دیکهیں ' امیدوں کا وہ آفتاب جو ٹهیک مشرق سے نکلا اور مشرقی پروشیا هی پر طلوع هوا ' اسی پهیلائی هوئی روشنی کا کیا حال ہے ؟ اور وہ حکومت جسکی سلطنت میں کبهی آفتاب نہیں ڈوبتا ' اسکے متعلق همیں کیا معلومات بخشتی ہے ؟ همارا مقصد روس سے ہے - جبکہ جرمنی پیرس کے سامنے آگیا ہے تو اس حملے کا کیا حال ہے جس کا " اسٹیم رولر " اتنی وسیع مدت کی مهلت پاکر اچهی طرح متحرک هوگیا تها ' اور جسکی نسبت همارے سنجیدہ بحث معاصر (اسٹیٹسمین) کی راے تهی کہ " وہ فرانس کے ساتھہ ملکر جرمنی کو چکی کی پاٹوں کی طرح پیس ڈالیگا ؟ " جنگ کی صورت متحدہ افواج کی یہ سمجهی جاتی تهی کہ وہ بلجیم میں جرمنی کو روکیں گے - تاآنکہ روس جرمنی میں بڑهتا هوا دور نکل جائیگا اور برلن کو دباکر جرمنی کی قوت منتشر کردیگا -

اس امید کی بنیاد وہ مسلسل خبریں تهیں جن میں بیان کیا گیا تها کہ روس مشرقی پروشیا میں کونگز برگ تک آگیا ہے اور اسکا محاصرہ کرلیا ہے -

اگر روس کونگز برگ کو فتح بهی کرلیتا - جب بهی وهاں سے برلن دو سو میل کی مسافت پر تها ' حالانکہ جرمنی پیرس سے ایک سو میل کے اندر آگیا ہے - لیکن افسوس کہ اتنا بهی نہ هوا - روسی فتحمندیوں کے اعلانات مهیب کے عین هجوم و عروج میں همیں نظر آیا کہ مشرقی پروشیا کی طرف چمکنے والا آفتاب اب زیادہ دیر تک نہیں چمک سکتا !

چنانچہ پہلی سپٹمبر کا تار ہے : " روس نے اپنا نقشہ بدل دیا اور کونگز برگ کو چهوڑ دیا - اب وہ مشرقی پروشیا کی جگہ براہ اسپرن حملہ کریگا " انا للہ و انا الیہ راجعون - اس سے واضح هوا کہ روس نے جو خط جنگ اپنا مقرر کیا تها ' اسپر اس وقت تک کا تمام سفر بیکار گیا ' اور وہ اب از سر نو جرمنی میں ایک بالکل دوسرے خط سے بڑهنا شروع کریگا جسکا نہیں معلوم کیا حشر هو !

(جنگ کا پہلا باب اور حوادث کا فیصلہ)

اس تمام ترتیب بحث سے جو نتائج صریحہ نکلتے هیں ' قارئین کرام انپر غور کریں :

(۱) سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ هر فریق نے اپنے لیے جو خط جنگ اور منزل مقصود قرار دیا تها ' اسکی طرف بڑهنے کا اسے کس قدر موقعہ ملا ؟

(۲) جرمنی کا خط جنگ یہ تها کہ بلجیم سے گذرے ' سرحد فرانس کو عبور کرے ' اور پیرس پر قبضہ کرکے اپنا سفر ختم کردے - فرانس اور انگلستان و بلجیم کی متحدہ فوج اسے بلجیم میں روکنا چاهتی تهی تاکہ وہ پیرس کی طرف نہ بڑهسکے - روس مشرقی پروشیا سے برلن کی طرف بڑهنا چاهتا تها - تاکہ قبل اسکے کہ جرمنی کامیاب هو اسے بدحواس کردے -

نقشہ نمبر (۲) میں جرمنی کا داخلہ واضح کیا ہے جو مقام لیل سے شروع ہوکر کیمبرے سے آگے تک ختم کرچکی ہے ' اور اس نقشہ کے بعد کے تار سے واضح ہوا ہے کہ امینس سے ۳۰ میل ادھر جنگ ہوچکی ہے امینس کیمبرے سے بہت آگے ہے - پس پیرس اب ۹۰ میل سے زیادہ دور نہیں

نقشہ نمبر (۱) میں صرف جرمنی اور فرانس کی سرحد دکھلائی ہے جو بل فورٹ سے لانگرے تک ۲۰۰ میل میں ختم ہوئی ہے - یہ تمام حصہ فرانس کے استحکامات سے معمور ہے

نقشہ نمبر (۱)

(۲)

محاصرہ پیرس کے قریبی آثار !

اور اعادۂ سنہ ۱۸۷۱ !!

جرمن فوج لی یژ کے قلعوں کو اپنی دھنی جانب چھوڑتی ہوئی بڑھی ' لیکن اس نے اپنے عقب کو مخدوش چھوڑ دینا پسند نہ کیا اور لی یژ کا محاصرہ کرلیا - اس اثنا میں بار بار یقین دلایا گیا کہ یہ بہت ہی دشوار گذار منزل ہے ' اور اس سے پہلے کہا گیا کہ دریاے می یوز جرمنی کیلیے مزید مشکلات پیدا کریگا ' لیکن جرمن فوج نے می یوز کو بمقام ایسڈن عبور کرلیا اور دو ٹکڑوں میں منقسم ہوکر ایک جنوب مغرب کو سیدھا فرانسیسی سرحد لانگرے کی طرف بڑھا - دوسرا کسی قدر شمال کی طرف ہوکر نکلا تاکہ باہمدگر ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے رہیں -

آفیشل پریس بیورا (سرکاری محکمہ خبر رسانی) نے اس اصول کو معلوم کرکے ہم نے تاربرقیوں کی تفسیر کا اپنے لیے عمدہ طریقہ قرار دے لیا ہے کہ وہ ایک انشا پرداز مگر بیحد اختصار پسند واقعہ نویس کی طرح واقعہ کی مختلف اہم منزلوں کو تو بتلا دیتا ہے مگر درمیان کی ظاہر اور قرائن سے معلوم ہو جانے والی جزئیات کو یک قلم ترک کر دیتا ہے تاکہ پڑھنے والوں کے دماغ کو بھی کسی قدر کاوش کا موقعہ ملے ' اور اسطرح سب کچھہ خود ہی بتلاکر مخاطب کو غور و فکر کی لذت سے محروم نہ کردیا جاے !

یہ اصول بلجیم کی تسخیر سے لیکر سرحد فرانس کے عبور تک ہر جگہ پیش آیا ہے - چنانچہ پہلے تو عرصہ تک برابر معلوم ہوتا رہا کہ بلجین کا دفاع " تاریخ میں یادگار رہنے والا واقعہ " ہے - لیکن اسکے بعد ہی ۱۸ اگست کی صبح کو یکایک ایک تار آیا :

" لی ایز کی حالت کیا ہے ؟ اسکی نسبت کچھہ نہیں کہا جا سکتا - البتہ نامور جو لے ایز سے زیادہ مستحکم ہے ' اسکا لینا ابھی جرمنی کے لیے باقی ہے " !!

اس تار میں گو لے یژ کی تسخیر کی خبر نہیں دی گئی لیکن کمال انشا پردازانہ بلاغت کے ساتھہ نامور کے نہ لینے پر زور دیکر دنیا کو بتلا دیا گیا کہ اب لے یژ کی نسبت کیا سمجھنا چاہئیے ؟

چنانچہ ہم نے اس خبر کی بلاغت شناسی میں ایک لمحہ کی بھی دیر نہ کی اور یہی سمجھا کہ لے یژ مفتوح ہوچکا ہے اور اب مرکز امید صرف نامور ہے !

یہ صبح کا تار تھا - لیکن شام کو بغیر کسی تمہید کے یکایک دوسرا تار پہنچا :

" شاہ بلجیم نے مع افواج و خاندان اپنا دارالحکومت (بروسلز) چھوڑ دیا "

دونوں تاروں کے درمیان میں اتنا حصہ اصول بلاغت کی بنا پر چھوڑ دیا گیا تھا کہ " جرمن لے یژ سے فارغ ہوکر آگے بڑھے اور برسلز پر قابض ہوگئے " لیکن ہم زنجیر کی درمیانی کڑیوں کو خود جوڑتے رہتے تھے -

اس اثنا میں فرانس اور انگلستان کی فوج بھی بلجیم میں پہنچ گئی اور جنرل فرنچ اور جنرل ژوفرے کی متحدہ قوت نے ایک وسیع خط مقابلہ قائم کیا جو ہٹتے ہٹتے سرحد فرانس و بلجیم کے پیچھے آگیا اور بالاخر خبر دی گئی کہ اب متحدہ فوج مقام لیل سے شروع ہوکر اور ویلنسی نے اور موبرگ سے گذر کر میزیرس تک ایک خط بنا کر جم گئی ہے (دیکھو نقشہ نمبر ۳ لیل کے نیچے خط سرحد کے مقامات ہیں)

یہاں ہم یہ دلچسپ فلسفہ جنگ بیان کئے بغیر آگے نہیں بڑہ سکتے کہ آجکل کی خبروں کے لٹریچر میں " پیچھے ہٹنے " " دشمن کے قابض ہوجانے " اور بعض اوقات " شہروں کے نکل جانے " کی تعبیر دائمی اور غیر مستثنی طور پر ہمیشہ " جنگی مصلحت " کے شاندار لفظ سے کی جاتی ہے ' گو دنیا بدقسمتی سے کچھہ اور سمجھتی ہو !!

اسکے بعد حسب عادت ہمیں یہ نہیں بتایا جاتا کہ جرمن فوج نے فرانس کی سرحد عبور کرلی لیکن یکایک ۲۹ - اگست کو ایک صاعقۂ تعبیر بنکر یہ خبر ہوش افگن آمال و قیاسات ہوتی ہے :

" اس وقت تک جرمن سپاہیوں کے سیلاب کو روکنے کا کوئی سامان نہیں معلوم ہوتا - انکا محافظ ہراول پولنٹا مسارق اور مارشینیز میں ہے - یہ سیلاب فرنچ سپاہ کے خطوط کو توڑ تا ہوا جاری ہوا ' اور ارشیز تک پہنچ گیا " !!

اور افسوس ہے کہ اس تار نے اس دماغی نقشہ کو بالکل پارہ پارہ

داخل هونے کي جرات کوئي بیڑا نهیں کرسکتا - اسے تعمیر اور مرمت دونوں قسم کي سهولتیں بکثرت حاصل هیں' کیونکه اسکے پاس " روائل ڈاک یارڈ " اور کمپنی کا " جرمانیا یارڈ " هے ' جو اپنے پیچھے " ایسهن " کے تمام سر چشمے رکھتا هے -

ڈچیز کے لیتے هی جرمن گورنمنٹ نے نہر کیل کي تیاري شروع کردي - نہر کیل " هوالٹینا " سے شروع هوتي هے' اور خلیج کیل میں سے " برنس بیٹل " تک چلي جاتي هے جو " ایلب " پر واقع هے - یه مسافت کوئي ۶۰ میل کي هے - اس نہر نے بحیرہ بالٹک اور بحر شمالي کا تعلق نہایت قریب کردیا هے' اور اب جرمن بیڑا ۶۰ گھنٹے سے لیکے ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر ایک سمندر سے دوسرے سمندر میں پوري آساني کے ساتھه چلا جاسکتا هے !

جس زمانے میں روس کے بحیرہ بالٹک کے بیڑے کي وجه سے جرمني کي بحري حالت میں تغیرات هورهے تھے ' اسوقت جرمن بحري قوی کا صدر مقام نہر کیل هي تها -

اسکا بیڑا بڑي بڑي توپوں کو پیچھے رکھکے (جنکے پهلو به پهلو حفاظت کیلیے خشکي پر آرمي کور موجود رهتے تھے) چاهے بحیرہ بالٹک پر ٹوٹ پڑتا اور خواہ بحر شمالي میں گھس آتا - جرمن بیڑے کي دلپسند جولانگاہ تو بحیرہ بالٹک تها مگر اس نے کیل سے گذرنے کي مسلسل مشق کي - بهترین واقف کار دیکھنے والوں کا تخمینه تها که اگر جرمن بیڑہ زمانه جنگ کي سرعت اور نقصان کا خیال کیے بغیر گزرے تو ۲۴ گھنٹے میں ایک سمندر سے دوسرے سمندر میں جا سکتا هے !

لیکن ادهر جنگ روس اور جاپان میں روسي بیڑے کي بربادي اور ادهر جرمني کے بحري حوصلوں کي ترقي نے جرمني کي بحري ترقیوں کا رخ بدلدیا اور " ولي هیلم شیوین " میں عظیم الشان تعمیرات کا سلسله شروع هوگیا - یہاں تک که وہ اس قابل هوگیا که بالائي سمندر کے پورے جرمن بیڑے کو اپنے یہاں جگه دیسکے -

نہر کیل اور زیادہ گهري کي گئي تا که موجودہ عهد کا بڑے سے بڑا جهاز اس سے گذر سکے - مزید لوک (پاني جمع کرنے کي احاطے) خلیج کیل میں بمقام " هوال ٹینا " اور " برنس بیٹل " بنائے گئے ' تاکه ان جهازوں کے کاموں میں سهولت هو -

ان آبي احاطوں کے متعلق ایک امر قابل ذکر هے - هوال ٹینا میں جوار بهاٹا بهت زیادہ نهیں هوتا ' اسلیے یہاں ان احاطوں کا کام صرف یه هے نه نہر کو طوفان سے محفوظ رکھیں - لیکن اگر یه تباہ بهي هو جائیں جب بهي چنداں نقصان نهیں هوگا - البته برنس بیٹل میں تموج و تلاطم برپا رهتا هے' اور وهاں نہر کے تمام کاموں کے لیے ان احاطوں کا وجود نهایت ضروري هے -

نہر سوئز کے بعد دنیا کی دوسری عظیم الشان صناعي نہر: کیل کا ایک منظر !
بائیں جانب خود قیصر جرمني مع شاهي اسٹاف کے کھڑا هے !

نہر کیل کي توسیع اور لوک کي تعمیر سے پہلے هي بالائی سمندر کے جرمن بیڑے کا صدر مقام نہر کیل کي جگه ولی هیلم شیوین قرار پاگیا - یعني اسکے خونفشاں نیزۂ جنگ کا سرا روس کي طرف سے انگلستان کي طرف پهیر دیا گیا - حیرت انگیز بحری طاقت بهت سے بیٹل شپ جهازوں کو بهمه وجوہ تیار رکھنے لگي اور تعداد بڑهادي گئي - ولی هیلم شیوین کي حفاظت اسطرح کي گئی که ایلبي سے جیڈ تک کے راستے کي مزید حفاظت کے لیے مقام بورکم کو قلعه بند کر کے ایک تارپیڈو اسٹیشن بنادیا گیا - اورهیلي گولینڈ جو ایک بحري سنتري اور تارپیڈو کا ڈیپو هے' اسکي اهمیت کو اور ترقی دیگئي - اس انتظام میں صرف ایک شے کي کمي تهي' یعني یه که ایلبي ایک نہر کے ذریعه جیڈ سے ملادیا جاتا - چنانچه اسکي تجویز کي گئي تهي مگر بعض اور اهم کاموں کی وجه سے ملتوي رهي - بورکم کي ترقی نے اسکی ضرورت کو بهي کم کردیا تها -

اس تشریح کو جب آپ نقشه کے ساتھه ملاکے پڑهینگے تو جرمن بیڑے کا جنگي پوزیشن بالکل واضح هوجائیگا - اسکي بنیاد " ولی هیلم شیوین " پر هے جو حمله کے خوف سے بالکل آزاد هے - هیلي گولینڈ تارپیڈو کشتیوں کا ایک جال هے جہاں سے صرف جرمني هي گذر کرسکتا هے - " هیلی گولینڈ " اور " ولی هیلم شیوین " دونوں میں حفاظت کي قلعه بندیاں کي گئیں اور هر وہ چھوٹي بڑي تدبیر کي گئي جو ایک جنگي ذهن سونچسکتا هے - جسقدر تارپیڈو اور زیر آب کشتیاں یہاں هیں ' انکے بعد ذهن میں نهیں آتا که کوئي بٹیل شپ جهاز ان دفاعي انتظامات کے علی الرغم یہاں آنے کي کوشش کریگا -

جرمنی چاهے تو اپنے بیڑے کو داخلي خطوط کے برابر برابر بحر بالٹک تک بهي بهیج سکتا هے - یه مسافت صرف ۸۰ میل کي هے - نہر کیل اسطرح بنائي گئي هے که جنگ کے زمانه میں جهاز اسمیں نهایت سرعت کے ساتھه گذر سکتے هیں - پورا جرمن بیڑا ڈیڑهه دن میں بحر شمال سے بحیرہ بالٹک میں آجا سکتا هے -

جرمني اور انگلستان میں بحري جنگ اسلحه کا ایک نیا اور نا آزمودہ میدان هے - لیکن تا هم بوثوق کہا جاسکتا هے که اگر جرمن بیڑا عام مقابله کے خطرہ میں نهیں پڑنا چاهتا تو اس سے کوئي کام نهیں لیا جاسکتا - اس صورت کہا جائیگا که جسطرح جنگ نیپولین میں فرنچ بیڑے کي نا که بندي کردي گئي تهي' اسي طرح جرمن بیڑے کي بهي نا که بندی کرلي جائیگي - اگرچه ایسا کرنا ممکن ضرور هے' مگر موجودہ زمانه میں آلات دفاع کي ترقي سے خود نا که بند بیڑے کے خطرات بهي بڑهگئے هیں -

جنگ نیپولین میں انگریزي امیر البحر نلسن اپنے جهازوں کو فرنچ بیٹریوں سے تین میل کے اندر لیجاسکا لیکن آج یه ممکن نهیں

اب دیکھیے کہ نتائج کا فیصلہ کیا ہے ؟ جرمنی نے بلجیم کو فتح کرلیا اور سرحد عبور کرکے پیرس کی طرف پوری سرعت سے بڑھرہی ہے - متحدہ افواج افسوس ہے کہ اسے نہ روک سکیں -

وہ اس وقت ھمارے اطلاع میں پیرس سے ۸۰ یا زیادہ سے زیادہ ۹۰ میل کے فاصلے پر ہے -

روس نے جو خط جنگ مقرر کیا تھا اسمیں بالکل ناکام رھا اور اسے چھوڑ دیا - برلن تک پہنچنا ایک طرف' وہ ابتک کچھہ بھی نہیں کرسکا ہے -

یہی فیصلہ ہے جو جنگ کی پہلی منزل کو ختم کردیتا ہے- جرمنی کیلیے زیادہ سے زیادہ تین منزلیں تھیں: تسخیر بلجیم' عبور سرحد' اور فتح پیرس' چنانچہ دو منزلیں اس نے طے کرلی ھیں - ایک باقي ہے- پس جنگ کا پہلا باب ختم ہوگیا -

یہ کہنا کہ " جرمنی کا پروگرام یہ تھا کہ ۴ اگست کو سرحد فرانس عبور کرلیگی ' اور یہ پروگرام ایک قیدي کے جیب سے نکلا " ایک ایسا استدلال ہے' جسے کوئی عقلمند تسلیم نہیں کرسکتا - کون کہسکتا ہے کہ جرمني نے کتنا زمانہ اپنے خط جنگ کے اختتام کیلیے قرار دیا تھا ؟ سچ یہ ہے کہ بحالت موجودہ یہ فیصلہ بالکل نہیں کیا جاسکتا کہ جو وقت اسے اپني دو منزلوں کے طے کرنے میں لگا ہے یہ اسکے اندازہ سے زیادہ تھا یا کم ؟ و لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا !

روس اور جرمني بالٹک میں

اس نقشے سے یہ واضح ہوگا کہ جرمنی نے روس کی تمام بحري طاقت کو کسی طرح بیکار کردیا ؟

۴ - اگست کو جرمنی جہازوں نے بالٹک میں بڑھکر روسی قوتوں کو خلیج فنلینڈ کے طرف دھکیل دیا اور جزائر ایلینڈ پر قبضہ کرلیا جو ٹھیک خلیج فنلینڈ کے دھانے پر واقع ھیں - اور اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ سینٹ پیٹرز برگ سے کوئی جہاز بالٹک میں نہیں نکل سکتا کیونکہ اسکا دھانہ جرمن جہازوں کي زد میں آگیا ہے -

نقشہ میں دھنی جانب سینٹ پیٹرز برگ ہے اور دھانہ خلیج کے مجازی جزائر ھیں -

بحر شمالي

نھر کیل

نقاط حربیہ فنیہ

بلجیم میں اسوقت فیصلہ کن واقعات' جنگ کی شکل میں ظاہر ہو رہے ھیں، بلکہ ہوچکے -

ھمیشہ یہہ خیال کیا گیا ہے کہ جب کبھي جرمني معرکہ شروع کریگا تو اسکے لیے وقت کا سوال سب سے زیادہ اہم ہوگا - کیونکہ اسے فرانس کو صرف شکست ھی نہیں' بلکہ جلد شکست دینا ہے ' تاکہ اپني مشرقي سرحد پر روسي فوج کے دباو کے سنگین ہونے سے پہلے وہ بلجیم اور فرانس کی فوجوں سے فارغ ہوجاے -

فرانس کو جلد شکست دینے ھي کے لیے اسوقت جرمني نے بلجیم کي نا طرفداري کو توڑ ڈالا ہے ' اور لیج اور نامور کے قلعے جن سے دریاے میوز کيْ وادي مستور ہو رھی ہے ' سرفروشانہ کوششیں کرکے مسخر کرلیے ھیں -

لیکن جب کہ جنگ کے رفتار کي حالت اسقدر نازک ہورھي ہے' تو قدرتا ہر شخص کي نگاھیں بحر شمالي کي طرف اٹھتي ھیں' جہاں اسوقت انگریزي اور جرمن بیڑے باہم برسر مقابلہ ھیں -

جرمني کي نمایاں طبیعي •زیت یہ ہے کہ وہ ساحل سمندر پر پھیلي تو دور تک ہے مگر اسکے پاس عمدہ بندرگاہ ایک بھی نہیں - بحر شمالی میں صرف دو قدرتي بندرگاہ ھیں' اور دوسرے بندرگاہ مثلاً ھیمبرگ ' ایلی' بریمن' دریاے ویزر پر واقع ھیں - یہ بندرگاہ تجارتي ھیں اور انگلستان کے اصلی بندرگاھوں یعني لندن اور لورپول کي طرح سطح دریا میں اچھي بلندي پر واقع ھیں -

اگرچہ یہ بندرگاہ تجارتي کہلاتے ھیں ' مگر ان میں ھیمبرگ کا بندرگاہ فن جنگ کي حیثیت سے بہت زیادہ اہم ہے - یہاں بلوم ' واس' اور ولکن کمپنیوں کے جہاز سازي کے کارخانے اور تیرتے ہوے ڈک ھیں' جو مرمت کے لیے جنگ کے زمانے میں نہایت قیمتی اھمیت رکھتے ھیں - نہر کیل کے باہر بحر شمالي تنگ ہوکے "نہر ایلب" بنجاتي ہے جو دھانہ ککس ھیوین سے ۱۸ میل کے فاصلہ پر ہے - ایلب اس دھانہ تک اسقدر سرعت کے ساتھہ تنگ ہوتی ہوئي چلي آتی ہے ' جہاز راني کے قابل اپنا اسقدر تنگ ہے کہ مخالف بیڑے کے لیے یہاں آنا ممکن ھي نہیں - بظاہر تو یہاں مدافعت کے لیے صرف توپیں نظر آتي ھیں جو کھلي گاڑیوں پر رکھي ہوئي ھیں' مگر یقیناً اسکے اندر بڑي بڑي سرنگیں ہونگي - بحر شمال میں جرمن بیڑے کي پائیگاہ صرف ایک ھی جگہ " ولي ھلم شیوین " نامي ہے - جب یہ مقام اولڈنبرگ کي ریاست سے سنہ ۱۸۵۴ ع میں لیا گیا تھا ' تو اسوقت پروشین گورنمنٹ نے اپنی بحري طاقت کا سنگ بنیاد رکھنا شروع کردیا تھا - مگر یہ کام نہایت مشکل اور بے انتہا صرف کا تھا ' کیونکہ خلیج کي کھاڑي پر قدرتي مواقع حاصل نہ تھے -

سنہ ۱۸۶۴ ع میں جب اولڈنبرگ سے جنگ ہوئي اور نہر حاصل کي گئی ' تو اسکی وجہ سے " ولی ھلیم شیوین " پیچھے پڑگئي -

کیل زمین سے گھرا ہوا ایک ایسا بندرگاہ ہے' جس سے خوبصورتي اور طاقت میں بڑھکے اور کوئي بندرگاہ نہ ہوگا - یہ ایک بہت ھی گہري کھاڑي ہے - اسکے ساتھہ ھی ایک تنگ آبناے ہے جسمیں جنگ کے وقت

ے مل جاتا ہے' اوسکے سامنے بے پردہ اور برهنہ لونڈیوں کي قطاریں بھري هو جاتي هیں ' اوسکے سامنے گنجینہ و دفائن کا ایک ڈھیر لگ جاتا ہے جنکو هر مجاهد کا دامن حرص و آز سمیٹ لیتا ہے !

یورپ کی قدیم و جدید تاریخ سے اگرچہ اسکا معارضانہ جواب نہایت آساني کے ساتھہ دیاجاسکتا ہے' یورپ کے جنون مذهبي کي یادگار صلیبي جنگ کي تاریخ کا هر صفحہ خون کي ایک چادر ہے جس نے ایک مدت تک دنیا کے امن و آشتي کو اپنے اندر چھپا لیا تھا - اس سے بھي بڑھکر یہ کہ یورپ کا موجودہ میدان کارزار ایک عرصۂ رستخیز ہے جسکی توپوں کے دهانے سے یہ زلزلہ انگیز صدائیں بلند هو رهي هیں :

یا ایها الناس اتقوا ربکم ان زلزلة الساعة شی عظیم - یوم ترونها تذهل کل مرضعة عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملها و تری الناس سکاری - وماهم بسکاری ولکن عذاب الله شدید (٢٢ : ١ - ٢)	لوگو ! اپنے خدا سے ڈرو کہ وقت موعودہ کا بھونچال ایک بڑي هي مصیبت ہے - اوس دن هر دودہ پلانے والي عورت اپنے شیر خوار بچے کو بھلا دیگي ' اور هر حاملہ عورت کا حمل ساقط هو جائیگا - اور تم لوگوں کو دیکھوگے کہ متوالے اور بدحواس هیں' حالانکہ وہ متوالے نہیں هیں - لیکن خدا کا عذاب بہت سخت ہے جسنے انهیں بدحواس کردیا ہے !

لیکن اس سوال کے تحقیقی جواب کے لیے همکو سب سے پہلے عرب کی قدیم تاریخ کي طرف رجوع کرنا چاهیے جہاں سے اسلام کا ظهور هوا تھا ' جس میں اسلام نے نشو و نما پائي تھي ' اور جس میں بزعم یورپ اسلام نے خون کا طوفان برپا کیا !

(الحــرب و العــرب)

عرب نے ابتداء هی سے مثل دیگر اقوام کے جنگ کا نہایت بد نما نمونہ قائم کیا تھا - اونکی اکثر لڑائیاں صرف لوٹ مار کے لیے هوتي تھیں جو لڑائیاں غیرت ' خود داري' حمیت' اور عزت نفس کے تحفظ کیلیے برپا هوتي تھیں' اون میں بھي غارتگري کا وحشیانہ منظر نمایاں طور پر نظر آتا تھا - بلکہ اس قسم کي لڑائیوں میں بغض و عداوت کا شعلہ ان کے وحشیانہ افعال کو اور بھي زیادہ روشن کردیتا تھا -

عرب کی لڑائیوں کي خصوصیات حسب ذیل هیں :

(١) عورتیں عموماً بے پردہ کردي جاتي تھیں ' اور اس پر علانیہ فخر کیا جاتا تھا :

وعقیلــة یسعی علیهــا قیم
متغطرس ابدیت عن خلخا لها

ترجمہ - بہت سي پردہ نشین عورتیں هیں جنکا خود دار شوهر باوجودیکہ اونکي حفاظت کي کوشش کرتا ہے ' لیکن مینے اون کے پازیب کھولدیے -

اس لیے اهل عرب عورتوں کي حفاظت و ستر پوشي کو اپنا سب سے بڑا کارنامہ خیال کرتے تھے - چنانچہ اوپر کے شعر سے اوسکي تصدیق هوتي ہے - ایک دوسرا شاعر بھي کہتا ہے :

وخمارغانیة عقــدت براسهــا
اصلا وکان منشــرا بشمالهــا

ترجمہ - اور ایک نو جوان عورت کو میں نے شام کے وقت دوپٹا اوڑھا دیا ' حالانکہ وہ دن بھر بے پردہ اور بدحواس رہ چکي تھی -

(٢) بغض و عداوت کے نشے میں تذلیل و تحقیر کے لیے میدان جنگ میں دشمنوں کي لاشوں کو گھسیٹنا لڑائیوں میں اکثر هوتا تھا - چنانچہ یہ کہنا کہ " میں نے حریف کو میدان جنگ میں پانوں پکڑ کر گھسیٹا " اس جملہ کا مرادف تھا کہ " میںنے اوسکو قتل کیا " کو قتال اور یہ تذلیل دونوں لازم و ملزوم تھے :

وشدداشدة اخری فجــروا
بارجل مثلهم و رموا جویدــا

ترجمہ - اور دشمنوں نے دوسرا حملہ کرکے اپنے حریف مقابل کے پانوں پکڑے اور گھسیٹا ' اور جوین کو تیر مارا -

(٣) دشمن کے ناک کان کاٹ ڈالنا اور اونکي صورت کو مسخ کردینا ' نہ صرف مردوں هي تک محدود تھا بلکہ عورتیں اس میں مردوں سے بھي آگے تھیں - چنانچہ تاریخ اسلام میں حضرت حمزہ کی لاش هندہ کے اس وحشیانہ طرز عمل کا درد انگیز منظر پیش کرسکتي ہے -

(٤) دشمن کو زندہ آگ میں جلادینا ایک بڑا تاریخي کارنامہ خیال کیا جاتا تھا - چنانچہ ایک شخص نے کسی قوم کو آگ میں جھونک دیا تھا جسکي یادگار میں عرب نے اوسکو " محرق " کا خطاب دیا ' اور اوس نے عرب کی تاریخ جنگ میں ایک نئي تلمیح پیدا کردي - چنانچہ ایک شاعر چند بہادران عرب کي مدح میں کہتا ہے :

کانوا علی الاعداء نار محــرق و لقــومهم حرما من الاحرام

ترجمہ — وہ لوگ دشمنوں کے لیے تو محرق کی آگ تھے جسنے ایک قوم کو زندہ جلادیا تھا - مگر اپنی قوم کیلیے منجملہ اور پناہ گاهوں کے ایک جاے پناہ تھے -

(استدلال لغوي)

جنگ اگرچہ همیشہ دنیا کیلیے ایک مصیبت خیال کی گئي ہے ' لیکن عرب کے وحشیانہ طریقہ جنگ نے مثل روم و بابل کے اوسکو اور بھي زیادہ مہیب اور خطرناک بنادیا تھا - چنانچہ عربی زبان میں جنگ کیلیے جو الفاظ' جو ترکیبیں' اور جو استعارے وضع کیے گئے تھے' اون سب سے اسکا اظهار هوتا ہے -

اهل عرب لڑائی کو آگ سے تشبیہ دیکر اوسکے لیے آگ کے تمام لوازم ثابت کرتے تھے :

و اوقد نارا بینهــم بضرامها لها وهج للمصطلي غیر طائل ·

ترجمہ — اور خدا دونوں قبیلوں میں لڑائی کی آگ کا شعلہ بھڑکاے جو تاپنے والے کیلیے سخت مضر هو !

قرآن مجید نے بھی اس استعارہ کا استعمال کیا ہے :

کلما او قدوا نارا للحرب اطفاها الله - (٥ : ٦٩)	جب جب اونھوں نے لڑائی کی آگ بھڑکائی ' خدا نے اوسکو بجھا دیا -

لڑائي کو اونٹ سے تشبیہ دیتے تھے جو سب سے زیادہ انتقام کیش جانور ہے ' اور جب زمین پر دفعۃ بیٹھتا ہے تو اوسکے عظیم الشان سینہ و گردن کا ثقل هر اوس چیز کو چور چور کردیتا ہے جو اوسکے اندر آ جاتی ہے :

انختم علینا کلکل الحرب مرۃ فنحن منیخوها علیکم بکلکل

ترجمہ - جس طرح تم نے همارے اوپر لڑائي کے اونٹ کو بٹھا کر همیں چور چور کردیا ' اسي طرح هم بھي تم کو پاش پاش کردینگے -

مفرد استعارے بھي اسي قسم کے مفهوم پر دلالت کرتے تھے - نطاح مینڈهوں کے ٹکر لڑنے کو کہتے هیں - لڑائیوں میں بھی چونکہ اسي قسم کي بہیمیت و سبعیت کا اظهار کیا جاتا تھا' اسلیے حملے کیلیے اس لفظ سے استعارہ کرتے تھے :

والکر بعــد الفــراذ کرہ المقدم و النطاح

ترجمہ — اور پہلو بچانے کے بعد حملہ' جب کہ آگے بڑھنا اور ٹکر لڑنا نا گوار معلوم هونے لگتا ہے -

آج سرنگوں اور تار پیڈو اور زیر آب کشتیوں کے طویل سلسلوں کی رجہ سے ناکہ بند بیڑا خود ھی سخت خطرہ میں مبتلا ہوجاتا ہے -

جاپانیوں کے بٹیل شپوں کا ایک ثلث حصہ محض ان سرنگوں کی وجہ سے ضائع ہوگیا تھا' جو پورٹ آرتھر کے باہر لگی ہوئی تھیں -
غرض بہ نسبت نیلسن کے زمانے کے آج ناکہ بندی بہت مشکل ہوگئی ہے اور اسلیے یہ شے چنداں قابل اعتماد نہیں -

ہمکو صحیح طور پر نہیں معلوم کہ دونوں حریفوں کے بیڑوں کی طاقت کتنی ہے ؟ تاہم جسقدر واقعات و حالات شایع ہوئے ہیں' انکی بنا پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انگلستان کی بحری قوی جرمنی کی بحری قوت سے زیادہ ہیں - پس اگر جرمن بیڑے نے معرکہ پیش کیا تو اغلب یہ ہے کہ انگریزی بیڑا انکے قبول کرنے میں پس و پیش نہ کریگا' لیکن اگر جرمن بیڑے نے اپنے مصالح جنگ کی وجہ سے معرکہ پیش کرنا مناسب نہ خیال کیا اور صرف یونہی چھیڑ چھاڑ کرتا رہا' تو پھر یہ مشکل ترین سوال سامنے آتا ہے کہ انگریزی بیڑا کیا کریگا ؟ کیا یہ کہ انتظار کی سختی اور تیاری کا بار گراں برداشت کرتا رہے ؟ لیکن بحر اسکے لیے نہایت ھی سخت آزمایش ہوگی - ایسا کرنا نا قابل اندازہ نقصانات اور مشتبہ نتائج کے خدشات سے پر ہے !

آجکل کی بحری جنگ محض طاقت جسمانی اور ذہانت کا کام نہیں ہے' بلکہ بڑی حد تک انمیں موجودہ تمدن و علم کے پیدا کیے ہوئے جہنمی اسلحہ کو بھی دخل ہے - ایک خوش قسمت تار پیڈو کشتی یا چھوٹی سی سرنگ ایک بڑے سے بڑے اور بہتر سے بہتر بٹیل شپ جہاز کو قعر دریا میں پہنچا دے سکتی ہے - جرمنی کا ایک ہوائی جہاز بم کا ایک گولا پھینک کے تمام برطانیہ میں تہلکہ مچا دیسکتا ہے' اور اس یقین کا خاتمہ کر دیسکتا ہے کہ برطانیہ اور جرمنی کی تماشہ گاہ جنگ محض بحر شمالی ھی تک محدود ہے !

اگر ایک اہلے شہر پر قرجیوں ہوائی جہاز سے بم کے گولے پھینکے جائیں یا کسی کروزر سے شیل گولا اتار آجاے تو بیشک اس شہر کے باشندوں میں خوف اور ہراس پیدا کیا جاسکتا ہے -

البتہ ان چیزوں سے سمندر کی کمان حاصل نہیں ہوسکتی اسلیے جرمنی اگر سمندر کی کمان اپنے ہاتھہ میں لینا چاہتی ہے تو ضرور ہے کہ اسکا بالائی سمندر کا بیڑا انگریزی بیڑے کو چیلنج دے -

الھــلال

۱۰ شوال ۱۳۳۲ ھجری

الحــرب والاســلام

انقــلاب مـــاھیت جنــگ

یقلب اللہ اللیل و النہار ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار (۲۴ : ۴۴)

" حرب " اور " اسلام " میں کسی قسم کا اتحاد و ائتلاف نہیں - ترکیب ہجائی کے لحاظ سے ان دونوں لفظوں میں ایک حرف کا بھی اشتراک نہیں پایا جاتا - مفہوم لغوی میں اس سے بھی زیادہ اختلاف ہے - حرب کے لغوی معنی سے ایک ایک بچہ واقف ہے' لیکن اگر کوئی بد قسمت انسان ایسا بھی ہے جسکو اسکی تحقیق کی ضرورت ہے' تو قاموس اور لسان العرب کی ورق گردانی کی جگہ اوسکو دنیا کی بربادیوں کی تاریخ کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے' جسکا ایک ایک صفحہ اس لفظ کی عبرت انگیز تفسیر کرتا ہے - اگر اوسکو اس سے بھی تسکین نہ ہو تو اسوقت یورپ کا میدان کارزار ایک مبسوط لغت کی طرح دنیا کے سامنے کھلا ہوا ہے - خون کی دھاریں اوسکی ایک ایک سطر کو نمایاں کر رہی ہیں - ان سطروں میں اس لفظ کی سرخی آسانی کے ساتھہ نظر آجاسکتی ہے !

لیکن ایسی حالت میں جبکہ ارض الہی کا امن سمندر کی خونین لہروں میں ڈوب گیا ہے' صلح و آشتی کی دیوی نے خون کی چادروں میں اپنا منہ چھپا لیا ہے' اور اطمینان و سکون کو خونخوار توپوں کا دھن آز نگل چکا ہے' لفظ اسلام کی لغوی تحقیق مشکل اور از بس مشکل ہے - ایسی حالت میں دنیا کو کیونکر یقین دلایا جاسکتا ہے کہ " اس لفظ کا مادہ سلم ہے جسکے معنے صلح کے ہیں " صلح کا آخری نتیجہ اطاعت و فرمانبرداری ہے' اسلیے اگر یہ صحیح ہے کہ اسلام کے معنے " گردن انداختن " کے ہیں' تو دنیا کے تمام مذاہب میں صرف وہی ایک ایسا مذہب ہے جو صلح و آشتی کا آخری نتیجہ ہے :

و اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا (۳ : ۹۸)

اور خدا نے اوس احسان کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو خدا نے تم میں باہم میل اور الفت پیدا کردی اور تم اوسکے فضل سے دشمنوں کی جگہ آپسمیں بھائی بھائی ہوگئے -

لیکن با اینہمہ تنافی و تباین' با اینہمہ تضاد و تقابل' با اینہمہ تخالف و تناقض' اب تک یورپ ان دونوں لفظوں کو مرادف سمجھہ رہا ہے - ایک یورپین کے سامنے جب اسلام کا نام لیا جاتا ہے تو جنگ کا ایک وسیع سلسلہ اوسکے پیش نظر آجاتا ہے - وحشت' خونریزی' غارتگری' اور بد امنی کا ایک خونیں منظر اوسکی نگاہ کے سامنے پھر جاتا ہے - وہ اوسکو دیکھتا ہے تو اوسکا رشتۂ نگاہ خون کی دھاروں

اکثر لوگ مذاحاً یا تحقیراً اشخاص کے نام بگاڑ دیتے ھیں ' اور رفتہ رفتہ یہی مسخ شدہ نام ان کا اصلی نام بن جاتا ہے - مدینہ میں اسکا عام رواج ہوگیا تھا - بظاہر یہ ایک معمولی بات تھی ' لیکن قرآن مجید میں اسکے متعلق ایک خاص آیت نازل ہوئی :

یا ایها الـذین آمنـوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکـونوا خیرا منهم ولا نساء من نساء عسی ان یکن خیـرا منهن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقـاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لـم یتب فاولئـک هم الظالمون - (۴۹ : ۸)

مسلمانو ! کوئی قوم کسی قوم کی هنسی نہ اڑائے ' شاید وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ کوئی عورت کسی عورت کی هنسی اڑائے ' شاید وہ عورتیں ان سے بہتر ہوں - آپس میں ایک دوسرے کی تحقیر کی غرض سے اشارہ بازیاں نہ کرو ' لوگوں کے نام نہ بگاڑو ' ایمان لانے کے بعد ایسے ناموں کا ہونا کیسی بری بات ہے ! اور جو لوگ اس سے رجوع نہیں کرتے وہ یقیناً ظالم ہیں -

یہ اصلاحیں ان خیالات کے طریق اظہار کے متعلق تھیں جن کی حقیقت کو اسلام نے نہیں بدلا تھا ' لیکن اسلام نے جنگ کی حقیقت ' اونکے اسباب ' اور آنکے مقاصد میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کردیا تھا جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے - اس لحاظ سے جنگ کے متعلق عرب کا لٹریچر اسکی اصلاح کا سب سے زیادہ مستحق تھا - عرب میں جنگ کیلیے سیکڑوں الفاظ ' سیکڑوں محاورے ' سیکڑوں ترکیبیں ' اور سیکڑوں استعارے پیدا ہوگئے تھے ' لیکن وہ سب کے سب صرف ایک وحشیانہ جنگ کیلیے موزوں تھے - ایک متمدن قوم ' ایک ترقی یافتہ نظام ' ایک صلح پسند مذہب ' ایک پیام وصل امن جماعت ' ان الفاظ کی متحمل نہیں ہوسکتی تھی -

(الجهــاد)

اسلیے حقیقت جنگ کے انقلاب کے ساتھہ اسلام نے ان تمام الفاظ و محاورات کو بھی یک لخت متروک کردیا ' اور غزوات اسلامیہ کیلیے صرف ایک سادہ لفظ " جہاد " کا استعمال کیا جس سے "حرب" کی طرح نہ تو غیظ و غضب کے جذبات ظاہر ہوتے تھے ' نہ لوٹ مار ' سلب و نہب ' اور وحشت کی بو آتی تھی - بلکہ وہ صرف اوس انتہائی کوشش پر دلالت کرتا ہے جو ایک اعلی مقصد کے حصول کیلیے کیجا سکتی ہے - خواہ بذریعہ قوی ہو ' خواہ بذریعہ زبان ' خواہ بذریعہ افعال جوارح ' یا بواسطۂ قبضۂ شمشیر :

لیس للانسـان الا ماسعی

انسان کو صرف اپنی کوششوں ہی کا صلہ مل سکتا ہے -

قرآن حکیم نے جنگ کے ہر موقع پر اسی لفظ کا استعمال کیا ہے ' اور قرآن مجید کی اصطلاح میں اس کا اطلاق صرف جنگ و خونریزی ہی تک محدود نہیں ہے ' بلکہ عموما اسکے ذریعہ سے عام ل ر ' ضبط ' خاموشی ' تزکیۂ نفس ' اور اخلاق کا اظہار کیا گیا ہے :

لکن الرسول و الذین آمنوا معه جاهدوا باموالهم وانفسهـم و اولئـک هم الخیـرات و اولئـک هم المفلحون (۹ : ۸۹) والذین جاهـدوا فینـا لنهدینهم سبلنا و ان الله لمع المحسنین (۲۲ : ۶۹)

لیکن رسول اور وہ لوگ جو رسول کے ساتھہ ایمان لائے ' یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے اپنی جان و مال دونوں سے جہاد کیا - تمام بھلائیاں صرف اونہی کے لیے ہیں - اور وہی کامیاب ہیں - اور جن لوگوں نے ہمارے لیے جہاد (ریاضت و سعی) کی ہم اونکو اپنے پانے کے راستے بتلائینگے ' اور خدا صرف ارباب احسان ہی کے ساتھہ ہے -

اس آیة میں جس جہاد نفس و روح کا ذکر کیا ہے ' اسے آنحضرة صلی اللہ علیہ وسلم نے ام الاحادیث یعنی حدیث جبریل میں بذیل تشریح " احسان " واضح تر کردیا ہے :

ان تعبد الله کانک تراه فان لم تـکن تراه فانـه یراک (مشکوۃ - ص - ۳)

خدا کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اوسکو دیکھہ رہے ہو ' اور اگر اسطرح نہیں ہوسکتا تو کم ازکم اس قدر استغراق تو ہو کہ گویا وہ تمہیں دیکھہ رہا ہے !

ثم ان ربک للـذین هاجروا من بعد مافتنـوا ثم جاهدوا و صبروا ' ان ربک مـن بعـدها لغفور رحیم - (۱۶ : ۱۱۱)

اونلوگوں کیلیے جنہوں نے سخت آزمایش کے بعد ہجرت کی ' پھر جہاد اور صبر کیا ' اللہ کا فضل طیار ہے - خدا ایسی صداقتوں کے بعد بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے -

وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر -

وہ مسلمان کامیاب ہیں ' جنہوں نے حق اور صبر کی وصیت کی -

ان الله یحب الذین یقاتلون فی سبیله صفا کانهـم بنیان مرصوص (۶۱ : ۴)

خدا اونلوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اوسکی راہ میں اس طرح استقلال کے ساتھہ صف بستہ لڑتے ہیں ' گویا وہ جڑی ہوئی دیوار ہیں !

(قتال اسلامی اور سلب و نہب)

ان آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاد اسلامی کی حقیقت صرف صبر و استقلال اور ضبط و ایثار سے متقوم ہوتی ہے - مال غنیمت اور اظہار غیظ و غضب وغیرہ اوسکی حقیقت میں نہ تو داخل ہیں - اور نہ اوسکا خاصہ لازمی ہیں - وہ محض بالکل عارضی چیزیں ہیں - جہاد کا اصلی مقصد ان سے بہت اعلی و اشرف ہے - یہی وجہ ہے کہ ابتداے اسلام میں طلب مال غنیمت پر عتاب الہی نازل ہوا تھا :

فلما کان یوم بدر وقعوا فی الغـنائم قبـل ان تحل لهم ' فانزل الله لولا کتاب من اللـه سبـق لمسکم فیمـا اخـذتم عذاب عظیـم (ترمذی کتاب التفسیر - ص - ۵۰۳)

جب واقعہ بدر پیش آیا تو صحابہ مال غنیمت کے جمع کرنے میں مصروف ہوگئے ' حالانکہ وہ اوسوقت تک حلال نہین ہوا تھا ' اسپر خدا نے یہ آیت نازل کی کہ لمسکم " اگر خدا کی مشیت نے اسکا فیصلہ نہ کردیا ہوتا تو جو مال تم نے بطور غنیمت کے لوٹا ہے ' اوسپر بہت بڑا عذاب نازل ہوتا "

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے سب سے پہلے اور سب سے بڑے معرکہ جہاد میں غنیمت حرام تھی ' حالانکہ اگر اسلامی جہاد کا مقصد لوٹ مار ہوتا ' تو قریش کا کاروان تجارت ' اسلام کے دامن مقصود کو اچھی طرح بھر سکتا تھا - اسلیے وہی اسکا بہترین موقع تھا -

اسکے بعد اگرچہ غنیمت حلال ہوگئی تاہم اوس سے جہاد کے ثواب اور نیتوں کے خلوص میں کمی آجاتی تھی :

مامن غازیة تغـزو فی سبیـل اللـه فیصیبون الغنیمه الا تعجلوا ثلثی اجرهم من الاخرة ویبقی لهم الثلـث و ان لـم یصیبـوا غنیمـة تم لهم اجرهم (مسلم جلد ۲ ص ۱۴۰)

جو فوج خدا کی راہ میں لڑکر غنیمت حاصل کرلیتی ہے ' اوسکے اخروی ثواب کا دو ثلث اوسکو فوراً مل جاتا ہے لیکن ایک ثلث باقی رہ جاتا ہے - پھر جب وہ لوٹ مار نہیں کرتی تو اوسکو یہ ثلث بھی مل جاتا ہے -

جذبۂ انتقام کے ایک اضطرارانہ اور بدرجۂ اخر اظہار پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی طرف سے متنبہ کیا گیا :

مفرد الفاظ بھی اسی قسم کے معانی پر مشتمل ہوتے تھے - عربی زبان میں لڑائی کیلیے ایک متداول لفظ " روع " ہے جسکے معنی خوف کے ہیں :

اذا حملتنی والســلاح مشيحــة
الی الروع لم اصبح علی سلم وائل

ترجمہ ـــ جب وہ گھوڑا مجکو مع ہتیاروں کے سوار کرکے میدان کی طرف دوڑیگا ' تو میں بکر بن وائل کی صلح کو تسلیم نکرونگا بلکہ لڑونگا -

لڑائی کو " یوم کریہہ " یعنے مصیبت کا دن بھی کہتے تھے ' اور جو لوگ مرد میدان ہوتے تھے اونکو " ابن کریہہ " کا خطاب دیا جاتا تھا - یعنے " فرزند مصیبت " -

اما فی بنی حصن من ابن کریھة
من القــوم طلاب الترات غشمشم ؟

ترجمہ - کیا قبیلہ بنی حصن میں کوئی مصیبت (جنگ) کا انتقام کیش اور اولوالعزم فرزند نہیں ہے ؟

(حــرب)

عربی زبان کی وسعت اس قسم کے سیکڑوں ہزاروں الفاظ پیش کرسکتی ہے ' لیکن سب سے زیادہ متد اول لفظ حرب تھا جو لغوی معنی کے لحاظ سے مقاصد جنگ کی ایک جامع تفسیر ہے دنیا میں صرف لوٹ مار یا بغض و انتقام کے لیے شعلۂ جنگ بھڑکایا جاتا تھا - پہلی قسم کی لڑایوں کو الف و عادت نے عرب کے لیے ایک معمولی چیز بنا دیا تھا ' اسلیے اونھوں نے کوئی تاریخی حیثیت نہیں پیدا کی - لیکن دوسری قسم کی لڑائیوں کی عبرت انگیز داستانوں کو تاریخ نے محفوظ رکھا ہے ' جنکے لیے اہل ادب کی اصطلاح میں " ایام العرب " کا لفظ وضع کیا گیا ہے -

" حرب " کا لفظ ان دونوں قسموں کی لڑائیوں کے اسباب و مقاصد پر محیط ہے ' جیسا کہ تصریحات لغت سے ثابت ہوتا ہے کہ حرب

حرب خشمگیں شدن تحریب بر انگیزانیدن و خشم گرفتن - و بخشم آوردن و تیز کردن سنان را ' حریبة الرجل ماله الـذی یعیش به حرب گرفتن مال کسے و بے چیز ماندن - وقد حرب ماله ای سلبه فهو محروب و حریب و الحــربته ای دللته علی ما یغنمه من عدو -

کے معنی غصہ ہونے کے ہیں ' اور تحریب کے معنے بھڑکانے ' غصہ کرنے غصہ دلانے ' اور نیزہ تیز کرنے کے - حریبہ اوس مال کو کہتے ہیں جس پر آدمی زندگی بسر کرتا ہے - حرب کا اطلاق کسی کے مال کے لے لینے اور مفلس رہ جانے پر بھی ہوتا ہے - کہا جاتا ہے کہ " حرب مالہ " یعنے اوسکا مال چھین لیا گیا - ایسے شخص کو " محروب " اور " حریب " کہتے ہیں - کہتے ہیں کہ " الحربتہ " یعنے میں نے کسی شخص کو دشمن کے مال کی طرف رہنمائی کی تاکہ اوسکو لوٹ لے -

یہی قوم تھی ' یہی لٹریچر تھا ' یہی زبان تھی ' جس میں قرآن مجید نازل ہوا - اب ہمکو دیکھنا چاہیے کہ اوس نے عرب کے عقائد ' عرب کے اعمال ' عرب کے تمدن ' عرب کی تہذیب میں جو اصلاحیں کیں ' عرب کی تاریخ جنگ پر اور پھر تمام دنیا کی تہذیب جنگ پر بھی ان تغیرات و اصلاحات کا اثر پڑا ہے یا نہیں ؟

(العرب و القرآن)

قرآن حکیم نے عقائد ' اعمال ' اخلاق اور تہذیب و تمدن کے متعلق جو اصلاحیں کیں ' وہ صرف اونکی سطح باطنی تک محدود نہیں ہیں ' بلکہ اونکے خال و خط ان چیزوں کی سطح ظاہری پر بھی نمایاں نظر آتے ہیں - الفاظ و اصطلاح اگرچہ کوئی حقیقی چیز نہیں ' بلکہ معانی کا غلاف ہیں جو اونکے اوپر چڑھا دیا گیا ہے - لیکن چونکہ اسلام کی اصلاحیں مغز و پوست دونوں کو شامل ہیں ' اسلیے اوس نے تمام چیزوں کے ساتھہ عربی لٹریچر اور عربی زبان کی بھی اصلاح کی ہے -

زبان درحقیقت ہماری کیفیات نفسانیہ کی سفیر ہے جو نہایت دیانت داری کے ساتھہ ہمارے دل کا پیغام دنیا کو پہونچا دیتی ہے - اس بنا پر وہ تمامتر ہمارے خیالات ' ہمارے عقائد ' اور ہمارے اخلاق و عادات کی تابع ہے - وحشت کے زمانے میں چونکہ انسان کے خیالات نہایت پست و ذلیل ہوتے ہیں ' اسلیے الفاظ و عبارات پر بھی اونکا اثر پڑتا ہے - کمینہ قوموں میں سیکڑوں فحش الفاظ اسی پستی اخلاق کی بنا پر رواج پا جاتے ہیں جنکو ایک متمدن انسان سن بھی نہیں سکتا - عرب کی وحشت اور بدویت نے اس قسم کے جو الفاظ پیدا کردیے تھے ' اوسکو وہ اعلی درجۂ کا تمدن نہیں گوارا کرسکتا تھا جسکو قرآن مجید پیدا کرنا چاہتا تھا - اس بنا پر قرآن مجید نے ان تمام الفاظ کی اصلاح کی اور اونکو بدل دیا -

اظہار خیالات کا سب سے زیادہ نازک موقع وہ ہوتا ہے جہاں انسان کے وظائف زوجیت اور اجتماع تناسلی کے بیان کرنے کی ضرورت ہوتی ہے - عرب کے مشہور شاعر امرء القیس نے جس فحاشانہ طریقہ سے اس خیال کو ظاہر کیا تھا ' تمام ادباء اسلام کی تہذیب اوس سے نالاں ہے -

و مثلک حبلی قد طرقت و مرضع فالهیتها عن ذی تمائم محول

لیکن قرآن حکیم میں خاص عورتوں کے متعلق سورۂ نساء نازل ہوئی - چونکہ اسمیں عورتوں کے نکاح و طلاق کے تمام احکام مذکور ہیں ' اسلیے قدرتی طور پر مباشرت کا بھی بیان بار بار آئے ہیں - لیکن قرآن مجید نے جن مہذب الفاظ اور لطیف اشارات میں اونکا ذکر کیا ہے ' اونکو شرم و حیا اپنے چہرے کا نقاب سمجھتی ہے !

مثلاً یہ مفہوم ادا کرنا تھا کہ خلوت صحیحہ کے بعد عورتوں سے پھر مہر واپس نہیں لیا جاسکتا ' اسکو قرآن مجید نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے :

و کیف تاخذونه و قد افضی بعضکم الی بعض واخذن منکم میثاقا غلیظا (۴ : ۲۴)

اور مہر کیونکر واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم میں ایک دوسرے تک پہونچ چکا ' اور عورتوں نے تم سے پکا وعدہ لے لیا -

قرآن حکیم نے دوسرے موقع پر اسکے لیے " لمس " کا لفظ استعمال کیا ہے جسکے معنی صرف " چھونے " کے ہیں مرد اور عورت کے اجتماع خاص کو وہ صرف " عورت کے چھونے " سے ادا کرتا ہے :

او لمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا - (۴ : ۴۶)

تم نے اگر عورتوں کو چھودیا ہو اور پھر غسل کیلیے پانی نہ مل سکے تو پاک زمین پر تیمم کر لیا کرو -

انسان کی بعض حوائج فطریہ کا ذکر بھی اکثر حالتوں میں تہذیب کے خلاف سمجھا جاتا ہے ' اسلیے قرآن مجید نے جائے ضرور کا ذکر " غائط " کے لفظ سے کیا ہے - جسکے معنی ہموار زمین کے ہیں ' کیونکہ انسان قضاے حاجت کیلیے اکثر ہموار زمین ہی کا انتخاب کرتا ہے :

او جاء احد منکم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا (۴ : ۴۶)

اور اگر تم میں سے کوئی شخص جائے ضرور سے آے یا تم عورتوں کو چھو لو اور پانی نہ مل سکے ' تو پاک زمین پر تیمم کر لیا کرو -

مقالات

موازنه قواء بحریه

سطح دریا پر جنگی جہازوں کی نمایش

یورپ نے غرور طاقت کے جو مجسمے (اسٹیچوز) قائم کیے هیں ' ان میں جدید جنگی جہازوں کے مستول سب سے زیادہ نمایاں نظر آتے هیں ' اور یہي هیں جنہوں نے آجکل گرجنے والی توپوں ' اور اڑنے والے گولوں سے سطح دریا پر برق و باد کا ایک تلاطم خیز طوفان بپا کر دیا ہے -

(برطانیه)

یورپ کی سلطنتوں نے چند دنوں سے مسابقت کیلیے میدان کی جگه سطح دریا کو انتخاب کیا تها اور هر سلطنت جنگي جہازوں کی تیاری میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانا چاهتي تهی ' لیکن آگے بڑه نکلنے کا فخر صرف انگلستان کو حاصل هوا - چنانچه سنه ۱۹۰۵ع میں سب سے پہلے انگلستان هي نے ایک نہایت عظیم الشان آهن پوش جنگي جہاز تیار کرایا جسکا نام ڈریڈناٹ (کسي سے نه ڈرنے والا) رکھا گیا - یه جہاز عظیم الشان توپوں سے مسلح کیا گیا تها ' اور لوهے کی وہ چادریں جن سے اسکي سطح کو ملڈها گیا تها ' ۳۰ - سینٹی میٹر دبیز اور بلند تهیں اور اسکے اندر ۱۷۰۰ ٹن وزن سما سکتا تها - اوس میں دس توپیں تهیں - جنکے دهانوں کا قطر ۳۰ - سینٹی میٹر سے بهي زیاده تها - اور اوسکا انجن ۲۳۰۰۰ گهوڑے کی طاقت رکهتا تها ' اور اسکی انتہائي رفتار فی گهنٹه ۲۱ میل بحري تهي -

اس سے پہلے جو جنگي جہاز موجود تهے ' اونکی رفتار في گهنٹه ۲۰ میل بحري سے بهی کم تهی ' اور صرف ایک جہاز پر ۴ بڑي توپیں تهیں ' لیکن اس ڈریڈناٹ نے جنگي جہاز کا ایک نیا نمونه قائم کردیا ' اور تمام سلطنتوں نے اسی وضع کے جہاز تیار کرانا شروع کردیا - خود انگلستان نے سنه ۱۹۰۵ اور ۱۹۰۶ ع میں اس وضع کے تین جہاز اور بنوائے - سنه ۱۹۰۶ اور سنه ۱۹۰۷ میں بهي برطانیه کي بحري قوت میں تین جہازوں کا اضافه کیا گیا - سنه ۱۹۰۷ اور سنه ۱۹۰۸ ع میں بهي ویسے هي تین جہاز تیار کرائے گئے ' اور علی سبیل الترتیب سنه ۱۹۰۸ ' سنه ۱۹۰۹ ' اور سنه ۱۹۰۹ سنه ' ۱۹۱۰ میں دو دو جہازوں کے سالانه اضافه سے انگلستان نے دفعتاً سطح سمندر کو بالکل چهالیا -

نیوزیلنڈ کي طرف سے بهي انگلستان کیلیے اس وضع کا ایک جہاز تیار کراکے پیش کیا گیا -

چهوٹي چهوٹي توپوں کے علاوہ ان تمام جہازوں میں آٹهه دس بڑي بڑي توپیں بهي لگائي گئي هیں جنکا قطر ۳۰ - سینٹي میٹر سے زیاده کا هوتا ہے - ان میں تین جہازوں کي رفتار ۲۷ میل (بحري) تک پہنچ گئی ہے جو بہت زیاده شرح رفتار ہے -

دولة علیه کا دوسرا آهن پوش جہاز " سلطان عثمان " جو موجوده عهد کا بہترین آهن پوش ہے مگر افسوس که جنگ یورپ کے چهڑ جانے کی وجه سے دولة برطانیه اسپر متصرف هوگئي ہے

(جرمنی)

سلطنت جرمني سنه ۱۹۰۷ سے سنه ۱۹۱۱ تک اپني بحري طاقت کے بڑهانے میں مصروف رهي - اس مدت میں اوس نے اسي قسم کے ۲۱ جہاز تیار کرائے ' جنکی بڑي توپوں کا دهانه ۲۷ سے لیکر ۳۰ سینٹی میٹر تک کا تها - اونکي شرح رفتار ۲۱ میل بحري سے ۲۸ میل بحري تک پهونچ چکي ہے -

(فرانس)

سلطنت فرانس نے سنه ۱۹۱۰ ع سے سنه ۱۹۱۱ ع تک کے زمانے میں چار جہاز تیار کرائے ' جن میں هر ایک باره بڑي توپوں کا خطرناک ذخیره اپنے ساتهه رکهتا تها ' اور ان توپوں کے دهانے کا قطر ۳۰ سینٹي میٹر تها - ان توپوں کے علاوه هر ایک جہاز میں چهوٹي چهوٹي توپیں بهي لگائي گئیں تهیں ' جنکے دهانوں کا قطر ساڑهے باره

ليس لك من الامر شی ا يتوب عليهم او يعذبهم فانهـــم ظالمون -

تمکو اسکا کولي حق نہیں' یا تو خدا اونکی توبہ قبول کرلیگا یا اونکو عذاب دیگا کیونکہ وہ لوگ ظالم ہیں -

(ایفـــاء عہـــد)

غدر و بیوفالي جنگ کا خاصہ لازمي تهي - عورتوں ' بچوں ' قاصدوں' اور نوکروں کے قتل میں کسي قسم کي تفریق نہیں کي جاتي تهي بلکہ سب کے سب نذر تیغ ہوجاتے تهے - دشمنوں کو زندہ آگ میں جلا دیا جاتا تها' دشمن کے ناک کان کاٹ کر بطور ہار کے پہنے جاتے تهے' دشمنوں کو باندهکر قتل کیا جاتا تها' کهانے پہنے کیلیے راستے میں کسیکو لوٹ لینا معمولي بات تهي' لیکن اسلام نے جنگ کي اس حقیقت کو بدلکر دفعتاً ان تمام وحشیانہ افعال کو مٹا دیا :

لكل غــادر لواء يـــوم القيامة يعرفـــ به يقال هذا غدرة فلان (مسلم جلد - ۲ - ص - ۶۴)

قیامت میں ہر بد عہد کیلیے ایک جهنڈا لہرا کیا جالیگا جس کے ذریعہ سے وہ پہچانا جالیگا اور کہا جالیگا کہ یہ فلاں کي عہد شکني کا جهنڈا ہے -

ایک اور حدیث میں ہے :

ان امراة وجدت في بعض مغازي رسول الـلـه صلى الله عليه وسلـم مقتولـة فـانكـر رسول الـلـه قتل امراة والصبيـان (مسلـم جلد ۲ - ص - ۶۵)

آنحضرت نے کسي غزوہ میں ایک مقتول عورت دیکهي' اسپر آپ نے بچوں اور عورتوں کے قتل سے منع فرمایا -

مسیلمۂ کذاب کا قاصد جب اوسکا خط لیکر آیا تو آپ نے فرمایا :

لولا ان الرسل لا تقتل لضربت اعناقكما (ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۲۴)

اگر قاصدوں کا قتل جائز ہوتا تو میں تمہاري گردن اوڑا دیتا -

ابو داؤد میں ایک اور تصریح ہے :

لا تقتلــن امراة و لا عتيفــاً (ابو داؤد جلد ۲ - ص - ۹)

عورتیں اور نوکر نہ قتل کیے جاویں -

آگ میں جلانے سے قطعاً روک دیا :

لا ينبغي ان يعذب بالنار الا رب النار (ابو داؤد جلد - ۲ - ص ۷)

آگ کا عذاب صرف خدا ہی دیسکتا ہے -

مسلمانوں کیلیے میدان جنگ میں اعلی ترین اخلاق قائم کیا :

قال : اعف الناس قتلة اهل الايمان (ابوداؤد جلد - ۲ - ص - ۹)

سب سے زیادہ محفوظ اور باپردہ مسلمانوں کے مقتول ہیں -

قطع اعضا کي وحشیانہ رسم کي ممانعت کے متعلق بے شمار تصریحات ہیں :

كان يحثنا على الصدقة و ينهانا عن المثلة (ابو داؤد - جلد - ۲ ص ۹ -)

آنحضرت صحابہ کو صدقہ کي ترغیب دیتے تهے' اور مثلہ سے یعنے انسان کے اعضاء کے کاٹنے سے منع فرماتے تهے -

دشمن کو باندهکر اور اذیت دیکر قتل کرنا آج کل کی متمدن قوموں کے لیے بهي مفاخر میں داخل ہے لیکن اب سے تیرہ سو برس پہلے ریگستان حجاز کا تمدن اسلامي یہ تها :

غزونا مع عبد الرحمن بن خالد بن وليد فاتى باربعة اعلاج من العدو فامربهم تقتلوا صبرا... فبلغ ذلك ابا ايوب الانصاري - فقال سمعت رسول الله (صلعم) نهى عن قتل الصبر فو الذي نفسي بيـده لـو كانت دجاجة مـا صبرتها - فبلغ ذلك عبد الرحمن بن خالد بن الوليـد فاعتـق اربعة رقاب (ابوداؤد جلد - ۲ ص - ۱۰)

ہم عبد الرحمن بن خالد بن الولید کے ساتهہ ایک غـــزوہ میں گئے تو چار کافر دشمنوں میں سے پکڑ لائے گئے - اونہوں نے اونکو باندہ کے قتل کرا دیا - ابو ایوب انصاري کو خبر لگي تو اونہوں نے کہا : آنحضرت نے اس قسم کے قتل سے منع فرمایا ہے' خدا کی قسم اگر مرغي بهي ہوتی تو میں کبهی باندہ کر اوسکا ذبح نہ لگاتا - خالد کو یہ معلوم ہوا تو چار غلام اسکے کفارہ میں آزاد کیے ! !

اللہ اکبر ! چهٹي صدی عیسوی کے صحرا نشین عربوں کا یہ اخلاق اور نوع پروري تهي جسکي مثالیں آج بلجیم کے متمدن میدانوں میں بهي نہیں ملسکتیں! اس سے بهی بڑهکر یہ کہ لوٹ مار اور غارت مال و متاع سے خاص طور پر مسلمانوں کو روکدیا گیا :

قال ان النهبة ليست باحل من الميتة (ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۱۳)

آپ نے فرمایا نہ لوٹ مار کا مال بالکل ایسا ہی ہے جیسے مردار لاش - وہ مردار گوشت سے زیادہ حلال نہیں -

اسکے علاوہ اور بهي بہت سي جزئي باتیں تهیں جو بظاہر معمولي معلوم ہوتي ہیں' لیکن درحقیقت اسي قسم کي چیزیں وحشت اور مدنیۃ صالحہ کے درمیان ایک دقیق حد فاصل قائم کردیتي ہیں - مثلاً عرب رومیوں اور قرطاجنیوں کي طرح لڑائیوں میں بہت غل مچاتے تهے' اسي بنا پر لڑائي کو عربي زبان میں وغی کہتے ہیں جسکے معنے شور و غل کے ہیں - ایک جاہلی شاعر کہتا ہے :

قدضجت معن بجمع ذی لجب قيساً وعبـد انهـم با لمنهب

ترجمہ - قبیلہ معن نے بني قیس اور اونکے تابعداروں کو مقام منہب میں ایک شور کرنے والے مجمع کے ساتهہ لوٹا -

لیکن اسلام نے شور و ہنگامہ کی جگہ غزوات میں سکون و وقار پیدا کیا :

كان اصحاب النبي (صلعم) يكرهون الصوت عند القتال (ابوداؤد جلد ۲ ص ۴)

صحابہ لڑائی کے وقت شور و غل کو ناپسند کرتے تهے -

ایک مرتبہ صحابہ نے کسي غزوہ میں زور سے تکبیر و تہلیل کے نعرے بلند لگائے تو آنحضرت نے فرمایا :

ار بعوا على انفسكم انكم لا تدعون اصم (بخاري جزو ۸ - ص - ۵۲ كتاب الدعوات)

یعنے آہستہ آہستہ ! خدا بہرا نہیں ہے جسکو تم چلا کر مخاطب کر رہے ہو -

عرب کي جنگجو فطرت ہمیشہ جنگ و فساد کی منتظر رہتي تهی اور اسکو حصول مال کا ذریعہ سمجهتی تهی - ایک جاہلی شاعر کہتا ہے :

فلئن بقيت لار حلن بغـــزوة تحوى الغنـــائم او يموت كريم

اب اگر زندہ رہا تو ایک ایسی جنگ کي تیاري کرونگا جو مال غنیمت کے جمع کرنے کا بہترین ذریعہ ہوگي' یا نہیں تو شریفانہ موت مرجاونگا -

لیکن آپنے صحابہ کو اس قسم کے ناگوار توقع سے منع فرمایا :

قال لا تمنـــوا لقاء العدو فاذا لقيتمـــوهم فاصبـــروا (مسلم جلد ۲ - ص - ۶۲۰)

آپ نے فرمایا کہ دشمنوں کے مقابلہ کي آرزو نکرو' لیکن جب سامنا ہوجاے تو صبر کرو -

(لہا بقية صالحة)

بنانے کا بھي حکم دیا تھا ' جو نہر رالین میں تیار ہو رہے ہیں ' اور پیررمیں ارنکے لیے آلات و ادوات بناے جا رہے ہیں -

کارخانہ نارمن کو بھي دولت عثمانیہ کي طرف سے ۱۲ ڈیسٹراویر. کے بنانے کی فرمایش کیگئي ہے ' جن میں ۱۰۴۰ ٹن کي گنجایش ہوگي ' اور في گھنٹہ ۳۴ میل بحري کي مسافت طے کرسکینگی - ارنکا ذخیرہ آلات جنگ ۵ . توپوں اور ۱۶ عدد تارپیڈو کشتیوں سے مرکب ہوگا -

دولت عثمانیہ کے یہ وہ جہاز ہیں جنکي بنانے کي جنگ بلقان کے بعد کوشش کی گئی ' لیکن اوسکا موجودہ جنگي بیڑا ذیل کے جہازوں سے مرکب ہے :

(۱) خیر الدین بربروس
(۲) طورغود رئیس

یہ وہ دو جہاز ہیں جنکو دستوري حکومت کے بعد دولت عثمانیہ نے جرمني سے خریدا - دونوں ایک ساتھہ تیار ہوے تے اور سنہ ۱۸۹۱ میں ایک ساتھہ دریا میں ڈالے گئے - ان میں ہر ایک اپنے اندر ۹۹۰۱ ٹن وزن کي وسعت رکھتا ہے ' اور ہر ایک کي مقدار رفتار في گھنٹہ ۱۷ میل بحري ہے - ان کا ذخیرہ آلات جنگ مختلف قسم کي توپوں پر مشتمل ہے ' جن میں ۶ توپوں کا قطر ۳۳ سنٹی میٹر ' ۸ توپوں کا قطر ۱۰ سنٹی میٹر ' اور آتھہ کا ۱۱ ہے -

(مسعودیہ)

یہ جہاز سنہ ۱۸۷۴ ع میں سمندر میں ڈالا گیا ' اور سنہ ۱۹۰۲ ع میں اسکي مرمت کیگئی ' اوسکا وزن ۹۱۲۰ ٹن اور مقدار رفتار في گھنٹہ سارہے ۱۲ میل بحري ہے - اوسکا ذخیرہ آلات ۱۴ توپوں سے مرکب ہے ' جن میں دو کا دہانہ تقریباً ۲۸ - سنٹي میٹر کا ' اور دو کا ۱۵ - سنٹي میٹر کا ہے -

(عصر توفیق)

سنہ ۱۸۸۶ میں سطح سمندر پر نمودار ہوا ' وزن ۴۹۱۳ ٹن اور مقدار رفتار في گھنٹہ ۱۳ میل بحري ہے - ذخیرہ آلات میں ۸ توپیں ہیں ' جن میں دو کا قطر ۲۸ - سنٹي میٹر سے کچھہ زیادہ اور ۶ کا قطر ۱۵ - سنٹي میٹر کا ہے -

(فتح بلند)

سنہ ۱۸۶۹ میں سمندر میں اتارا گیا - وزن ۲۷۲ ٹن - رفتار ۱۳ میل بحري ہے - چار توپیں رکھتا ہے ' جنکا قطر ۲۸ - سنٹي میٹر ہے - اسکے آلات جنگ میں بعض آخري سرعت کے ساتھہ چلنے والي توپیں بھی ہیں -

(۱) حمیدیہ
(۲) مجیدیہ

یہ دونوں چھوٹے کروزر ہیں جو سنہ ۱۹۰۶ میں دریا میں ڈالے گئے - ہر ایک کا وزن ۷۴۰ ٹن اور رفتار ۲۲ میل بحري ہے - آلات جنگ میں دو توپیں اور ۱۶ تارپیڈو کشتیاں ہیں -

(۱) ملت
(۲) معاونۃ ملت
(۳) محبت وطن
(۴) قومی حمیت

یہ چار تباہ کرنے والي کشتیاں (ڈیسٹرویر) ہیں ' جو سنہ ۱۹۰۹ ع میں دریا میں ڈالی گئیں - ہر ایک کا وزن ۶۱۰ ٹن - اور مقدار رفتار ۳۵ میل بحری ہے - ہر ایک اپنے ساتھہ صرف چار چار توپیں بھي رکھتی ہے -

(۱) سوری
(۲) بصرہ
(۳) تاسوس
(۴) یار حصار

یہ چاروں بھی تباہ کرنے والی کشتیاں ہیں ' جو سنہ ۱۹۰۷ - اور سنہ ۱۹۰۸ میں دریا میں ڈالی گئیں - ہرایک کا وزن ۳۸۰ ٹن اور سرعت رفتار ۲۸ میل بحری ہے - انکے ذخیرہ آلات میں مختلف پیمانوں کی تارپیڈو کشتیاں شامل ہیں - ان کے علاوہ اس بیڑے کے اجزاء ترکیبي میں چھوٹی بڑي ۸ چھوٹي کشتیاں بھي شامل ہیں ' جن میں چار کا وزن ۱۶۸ ٹن اور سرعت رفتار ۲۷ میل بحری ہے - چار اور جنگي کشتیاں جو ان چاروں سے بھی چھوٹی ہیں ' اونکا وزن ۹۷ ٹن اور مقدار رفتار ۲۶ میل ہے - یہ کشتیاں سنہ ۱۹۰۶ میں دریا میں ڈالي گئیں -

(یـــونان)

حکومت یونان کی بحری طاقت فی الحقیقت ناقابل تذکرہ ہے اور ترکي سے بھي گئي گذري ہے - البتہ اب مندرجہ ذیل تین چھوٹے کروزروں کي جرمن کے کارخانے کو فرمائش دي ہے لیکن جنگ کي وجہ سے انکي تعمیل غیر ممکن ہوگئي ہے تین

دولۃ عثمانیہ کے کروزر " باربروس " کی بالائی سطح اور ۲۷ سنٹی میٹر قطر کی توپوں کے دھانے ' جنھوں نے زمانۂ جنگ بلقان مشتبھہ کے خطوط کی حفاظت میں یادگار خدمات انجام دی تھیں . یہ جہاز پرانا اور جرمنی کا مستعمل ہے -

(دولة عثمانیه کا کروزر: حمیدیه)
جس نے باوجود کہنگی و شکستگی کے گذشته جنگ
بلقان میں حیرت انگیز کارنامے یادگار چھوڑے

سینٹی میٹر تھا - وہ فی گھنٹه ۲۱ میل بحری یا اس سے بھی زیادہ مسافت طے کرسکتے ہیں -

(امریکه)

امریکه نے سنه ۱۹۰۶ ع سے سنه ۱۹۱۴ ع تک کی مدت میں ۱۲ نئے جہاز تیار کرائے' ان میں سے آٹھہ جہازوں میں جو بڑی بڑی توپیں لگائی گئی تھیں' ان کے دھانوں کا قطر ۳۰ - سینٹی میٹر تھا - لیکن چار جہازوں کی توپوں کا نکل جانے والا دھانه ۳۵ - سنٹی میٹر کی وسعت رکھتا تھا - شرح رفتار فی گھنٹه ۲۰ میل بحری سے لیکر ۲۱ میل بحری تک ہے -

(جاپان)

جاپان بھی اس میدان میں اپنے حریفوں سے پیچھے نه رہا - اوسکے جدید جنگی جہازوں میں دو جہازوں پر جو توپیں قائم کیگئی تھیں' اونکا قطر ۳۰ سنٹی میٹر' اور طاقت رفتار فی گھنٹه ۲۰ میل بحری تھی' لیکن پانچ جہازوں کی توپوں کا قطر ۳۶ سنٹی میٹر تھا' اور شرح رفتار فی گھنٹه ۲۷ میل تھی - ان کا انجن ۸۶۰۰۰ گھوڑوں کی طاقت کا ہے - لیکن پانچویں جہاز کی رفتار ابھی تک متعین نہیں ہوسکی ہے -

(اٹلی)

اٹلی نے بھی سنه ۱۹۰۹ سے لیکر سنه ۱۹۱۲ ع تک جنگی جہازوں کی تیاری میں سرگرم زندگی بسر کی - چنانچه اوس نے اس مدت میں ۶ ڈریڈ ناٹ بنائے' جنکی مقدار رفتار فی گھنٹه ۲۳ میل سے لیکر ۲۵ میل بحری تک ہے -

(اسٹریا)

اسٹریا نے بھی سنه ۱۹۱۰ع میں ڈریڈ ناٹ کے نمونه پر چار جہاز بنوائے' جن میں سے ہر ایک پر ۱۲ عظیم الشان توپیں ۳۰ سنٹی میٹر قطر کی لگائی گئی تھیں' اور شرح رفتار فی گھنٹه ۲۰ میل بحری تھی -

(سپر ڈریڈ ناٹ)

لیکن ڈریڈ ناٹ کے علاوہ جنگی جہازوں کی ایک خاص قسم اور بھی ہے' جسکو " سپر ڈریڈناٹ " کہا جاتا ہے - اس قسم کے جہاز ڈریڈ ناٹ سے بھی بڑے ہوتے ہیں اور ان پر جو توپیں لگائی جاتی ہیں وہ پہلے سے بھی زیادہ عظیم الشان ہوتی ہیں - انکی مقدار رفتار بھی ڈریڈ ناٹ سے کچھہ زیادہ ہے -

سلطنت برطانیه نے اپنی بحری طاقت کی نمایشگاہ میں اس قسم کے ۲۱ - جہاز نمایاں کیے ہیں جو سنه ۱۹۰۹ع سے سنه ۱۹۱۳ع تک میں تیار ہوے' اور اس سال اس وضع کے ۵ جہاز اور بھی تیار ہونے والے ہیں' ان میں سے ۱۶ جہازوں کے اندر جو بڑی بڑی توپیں ہیں' اونکا قطر ۳۳ سنٹی میٹر کا ہے' اور پانچ جہازوں کی توپوں کا قطر تو ۳۸ تک پہونچ گیا ہے - انکی شرح رفتار مختلف ہے' جو فی گھنٹه ۲۱ میل بحری سے شروع ہوکر ۲۸ میل بلکه ۳۰ میل بحری تک پہونچ جاتی ہے - جن توپوں کے دھانے کا قطر ۳۸ سنٹی میٹر کا ہے' وہ ۱۹۵۰ رطل کا وزنی گوله پھینک سکتی ہیں' لیکن جن توپوں کا دھانه ۳۳ ہے' وہ ۱۴۰۰ رطل کا وزنی گوله پھینکتی ہیں -

اس قسم کے جنگی جہاز نہایت عظیم الشان ہوتے ہیں چنانچه مشہور انگریزی جہاز " الیزبتھه " کا طول ۶۵۰ انچ' عرض ۹۴ - انچ' اور بلندی ۳۳ سنٹی میٹر ہے

(دولت عثمانیه)

دولت عثمانیه کی جدید بحری طاقت جن تازہ ترین عظیم الشان جنگی جہازوں کے مجموعه سے عبارت ہے' اونکا نام رشادیه' عثمان اول' اور فاتح ہے - رشادیه گذشته ستمبر میں دریا میں ڈالا گیا - اوسکے اندر ۲۳ ہزار ٹن کی گنجایش ہے' اور شرح رفتار فی گھنٹه ۲۱ میل بحری -

عثمان اول وہی جہاز ہے جسکا پہلا نام ریوجانیر تھا' اور جسکو دولت عثمانیه نے برازیل سے خریدا تھا - وہ گذشته سال ۲۲ جنوری کو سمندر میں ڈالا گیا - اوسکے اندر ۲۷۵ ٹن کے وزن کی وسعت ہے اور مقدار رفتار فی گھنٹه ۲۲ میل ہے - اوس میں ۱۴ توپیں ہیں جنکا قطر ۳۰ سنٹی میٹر کا ہے -

" فاتح " ابھی دریا میں نہیں ڈالا گیا' بلکه دولت عثمانیه نے کارخانه کو اوسکے تیار کرانے کا حکم دیا ہے -

پہلے اور دوسرے جہاز لندن میں مکمل و مسلح کیے جارہے ہیں اور مملکت عثمانیه کا ہر فرد انکے ورود کا مجنوں وار مشتاق تھا - لیکن افسوس که جنگ یورپ کے چھڑ جانے کی وجه سے حسب قانون یورپ' انگلستان نے ان دونوں پر قبضه کرلیا' اور اسطرح دولة عثمانیه کی نئی بحری قوت کے تمام مواقع مسدود ہوگئے !

دولت عثمانیه نے ارمسٹرانگ اور وکرز کے کارخانوں کو ۶ تباہ کن کشتیوں (ڈیسٹرائر) اور دو لائٹ کروزروں کے

دولة علیه کا نیا ڈریڈناٹ " رشادیه " جو بالکل طیار ہوچکا تھا اور ساحل بوسفورس پر جانے کیلیے مستعد تھا که جنگ یورپ چھڑ گئی اور انگلستان نے آسے اپنے لیے روک لیا

السبق في الصحافة

موجودہ فن صحافة

نامة نگاران جنگ کی مسابقت

دنیا کے ایک بد قسمت حصے میں آتش جنگ بهڑکتي ہے ' خون کے چهینٹے اوڑتے هیں' تلواریں بجلیوں کي طرح چمکتي هیں' توپیں رعد آساگرجتي هیں' لیکن تمام دنیا میں اس برق و باد کے طوفان کي لهریں نهیں پهیل سکتیں - اسلیے اگر نامه نگاران جنگ کي سرخ پنسل دنیا کو یه خونین منظر نه دکهاتي ' تو مقتولین جنگ کے ساتهه یه واقعات بهي زمین کے نشیب و فراز میں دفن هوجاتے -

مشرق میں فن صحافة ابهي ترقي کي ابتدائي منزل میں ہے' همارے جرائد و مجلات کو ابهي تک ان خبروں کے توزیع و تقسیم کا بهي سلیقه نهیں آیا جو یورپ کے اخبارات همارے لیے فراهم کرتے هیں' لیکن یورپ کي حالت مشرق سے بالکل مختلف ہے - یورپ نے دنیا کے سامنے جد و جهد کا جو وسیع میدان عمل کهولدیا ہے ' یورپ کے هر کام میں جو حسن ترتیب اور سنجیدگي پائي جاتي ہے' فن صحافه میں بهي اسکا اثر نمایاں طور پر نظر آتا ہے -

یورپ کے نامه نگار اور ایڈیٹر خبروں کے حاصل کرنے ' اونکو پایه تحقیق تک پهونچانے ' اور اونکے شائع کرنے میں جو کدو کاوش اور دوڑ دهوپ کرتے هیں ' اوس نے اس فن کي تاریخ میں متعدد دلچسپ واقعات کا اضافه کردیا ہے - آج کل جب که جنگ یورپ کي وجه سے همارے کان همیشه نامه نگاروں اور ایڈیٹروں کي آواز کي طرف لگے رهتے هیں' ان واقعات کا ذکر دلچسپي سے خالي نه هوگا -

(۱) ٹائمز کے اڈیٹر جان والٹر اپنے دفتر میں بیٹھے تهے که فرانس کي ڈاک سے متعدد فرانسیسي اخبار آئے - ان تمام اخبارات میں وه تقریر شائع هوئي تهی جو شاه لوئس فیلیپ نے افتتاح پارلیمنٹ کے وقت کی تهي - ٹائمز نکل چکا تها اور اس تقریر کي اشاعت ضروري تهي - مسٹر جان والٹر نے دیکها تو ایک ایڈیٹر اور ایک کمپوزیٹر بهي دفتر میں موجود نهیں ہے - وه خود اوٹهے' خود هي اوس تقریر کا انگریزي میں ترجمه کیا ' اور خود هي کمپوز کیا ' یهاں تک که دو پهر تک ٹائمز کا ایک نیا نمبر چهپکر بازار میں آگیا -

(۲) طرابلس شام میں جهاز وکٹوریا ایک دوسرے جهاز سے ٹکراکر ڈوب گیا - لندن اور نیو یارک کے تمام اخباروں نے اجمالا اوسکے ڈوبنے کي خبر شایع کی اور قیاساً یه نتیجه نکالا که بهت سے لوگ ڈوب گئے' لیکن لندن میں ایک امریکن اخبار کا نامه نگار موجود تها ' اوسکے پاس مالک اخبار کا تار آیا که " فوراً واقعه کي تفصیل بهیجو " نامه نگار اور اوسکے اعوان و انصار واقعه کي تفصیل کے لیے اوٹهے' اور لندن کي ایک ایک گلي چهان ڈالي لیکن کچهه پته نه چلا - بلکه اور اخباروں کے ایڈیٹروں نے اونکي آواره گردي کي هنسي اوڑائي ' تاهم نامه نگار مایوس نهیں هوا - اسنے راتوں هي رات تلغراف بحري کے افسر کے پاس پهونچکر واقعه کی تفصیل حاصل کرنے کي کوشش کي ' اور اوسکو بهت بڑے معاوضه کي طمع دلائي - افسر مذکور نے اپني دشواریوں کا اظهار کیا ' لیکن نامه نگار کا اصرار اور بهی بڑهتا گیا - بالاخر وه راضي هوا اور طرابلس کے محکمه خبر رساني کے نام اس مضمون کا ایک تار بهیجا که " جهاز وکٹوریا کے حادثه کي تفصیل بهیجدیجیے - معاوضه جو کچهه هوگا میں دینے کیلیے تیار هوں " صبح کو اس کا جواب آیا : " همارے پاس تفصیل نهیں ہے " - اوس نے دوسرا تار دیا : " ایک کشتي کرایه پر کرلیجیے اور اوسکے ذریعه تفصیلي واقعه بهیجدیجیے - میں سرگنی معاوضه دونگا " وهاں سے جواب آیا که " پہلے معاوضه بهیجدو " اوس نے دو گهنٹے تک مختلف بنکوں کے مالکوں سے بذریعه تار گفتگو کي' اور آخرکار ایک بنک کو اس رقم کے ادا کرنے پر آماده کرلیا - غرض اس جد و جهد اور ان بے دریغ مصارف کے بعد چوتهے دن اوسکو واقعه کي تفصیل معلوم هوسکي ' اور اوس نے اپنے اخبار کو نهایت شرح و بسط سے روانه کردي حالانکه اب تک امریکه اور یورپ کے کسي اخبار نے یه تفصیل شائع نهیں کي تهی -

(۳) جنرل بوتهه اور جنرل دے لاري جب لندن آے ' تو تمام اخباروں کے قائم مقاموں نے اون سے ملنا چاها لیکن کسیکو ملاقات کا موقعه نهیں ملا - ایک اخبار کے ایڈیٹر نے نهایت غور و فکر اور جد و جهد کے ساتهه اونکي هر نقل و حرکت کا مطالعه کرکے یه پته لگایا که ان میں ایک شخص سوٹ سلانے کیلیے کسي خاص دن ایک درزي کي دکان پر آئیگا - چنانچه اوس نے اپنے نامه نگار کو درزي کے پاس بهیجا که وه درزی کی وساطت سے جنرل موصوف کے خیالات دریافت کرکے لاے -

نامه نگار ٹهیک وقت پر درزي کے پاس پهونچ گیا ' اور اوسکو اپنے مقصد سے اطلاع دي ' درزي نے کها که تم قلم اور کاغذ لیکر دکان کے ایک ملازم کي طرح بیٹهه جاؤ جب جنرل مذکور آئیگا تو میں اوسکا کپڑا ناپوں گا ' اور اسي حالت میں اون مسائل کے متعلق بهي سوال کرتا جاونگا جنکے متعلق تمکو جنرل موصوف کي راے معلوم کرني ہے - چنانچه تهوڑی دیر کے بعد وه آیا ' اور درزی سے ایک سوٹ کے سلنے کی فرمایش کي - درزي نے کپڑا ناپنا شروع کیا ' اور نامه نگار قلم کاغذ لیکر پهلو میں کهڑا هوگیا - درزي نے پہلے اوسکا هاتهه ناپ کر کہا " ۲۵ " نامه نگار نے بهي اس عدد کا دوباره اعاده کیا - درزي نے اوسکے هاتهه سے کاغذ لے لیا اور جنرل مذکور سے کہا : " دوباره ان کاغذات کو اسلیے دیکهه لیتا هوں که غلطي نه هونے پاے " یه کهه کر کاغذ کو دیکها تو اوسمیں لکها هوا تها " مسٹر چمبرلین کے متعلق جنرل موصوف کی راے دریافت فرمائیے ؟ " یه پڑهکر اوس نے کاغذ نامه نگار کو دیدیا اور پهر ناپنے میں مصروف هوگیا ' اسی حالت میں اوس نے جنرل موصوف کي راے دریافت کرلي جسکو نامه نگار نے لکهه لیا - پهر درزي نے " ۴۰ " کہا ' نامه نگار نے بهي حسب دستور اسکا اعاده کرکے کاغذ کو درزي کے حوالے کیا - ابکے اسمیں لکها هوا تها که " لندن کے متعلق جنرل موصوف کا کیا خیال ہے ؟ " درزي نے کاغذ واپس کردیا ' اور اسی طرح بلطائف الحیل هر مسئله کے متعلق جنرل موصوف کا خیال دریافت کرتا رها - نامه نگار نے دوسرے دن کے اخبار میں جنرل موصوف کي یه گفتگو شائع کردي ' جسکو پڑهکر تمام دنیا متحیر هوگئي -

(۴) عربي پاشا کے زمانۂ شورش میں جب انگریزي فوج نے مصري لشکر پر فتح پالي ' تو اوسوقت مسٹر برل نے ڈیلي ٹیلیگراف کے نامه نگار هونے کی حیثیت سے اخبار مذکور کے دفتر میں ایک تار بهیجا - اس میں اجمالاً اس فتح کي خبر دی تهي - اس مضمون کا یه پہلا تار تها جو لندن میں پهونچا - اسکے بعد نامه نگار موصوف نے واقعه کي تفصیل لکهنی شروع کي که اجمالي خبر کي طرح تفصیل کے بهیجنے کا فخر بهی سب سے پہلے اسي کو حاصل هو - اس خیال سے وه میدان جنگ میں آیا ' وهاں آکر معلوم هوا که انگریزي فوج نهایت تیزي کے ساتهه قاهره کي طرف روانه هوگي - وه فوراً گهوڑے پر سوار هوکر قاهره پهونچا - وهاں لڑائی کا خاتمه هوچکا تها ' اسلیے فوراً تار کے دفتر میں پهونچا

کرنیل رؤف بے کمانڈر " حمیدیہ "

جہازوں یا تین "لٹ کروزروں میں منقسم ہے ' جو یورپ میں تیار ہو رہے ہیں -

سلامیس

ان میں پہلے جہاز کا نام سلامیس ہے ' جسکے بننے کا جرمنی کے کارخانہ فلکان بستتنت کو گذشتہ سال حکم دیا گیا ہے - اسکا وزن ۱۹۵۰۰ ٹن ' اور مقدار رفتار ۲۳ میل بحری ہوگا - اس میں ۸ توپیں لگائی جائینگی جنکا قطر ۱۵ سنٹی میٹر کا بیان کیا گیا ہے -

دوسرا جہاز فرانس کے ایک کارخانہ میں تیار ہو رہا ہے ' جو فرانسیسی جہاز لورین کی طرز پر بنایا جائیگا - اسکا وزن ۲۳۰۰۰ ٹن اور مقدار رفتار ۲۱ میل بحری ہوگی - اس میں دس توپیں بھی ہونگی جنکا قطر ۳۷ سینٹی میٹر کا ہوگا -

یونان کو تیسرے جہاز کی تیاری میں غالباً انگلستان کے کارخانوں کا ممنون ہونا پڑتا ' لیکن جنگ نے یکایک حالت بدل دی -

ان کے علاوہ حکومت یونان نے ولایات متحدہ امریکہ سے دو جہاز اور خریدے ہیں ' جو سنہ ۱۹۰۴ میں ایک ساتھہ تیار ہوے ہیں ' اور ہر حیثیت سے باہم ایک دوسرے کے مشابہ و مماثل ہیں - ان میں سے ہر ایک کا وزن ۱۳۰۰۰ ٹن اور مقدار رفتار فی گھنٹہ ۱۷ میل بحری ہے -

ان جہازوں کے علاوہ یونان کے محکمہ بحری نے پارلیمنٹ سے چار لائٹ کروزروں کے اضافہ کی اور منظوری بھی حاصل کی تھی ' پہلا لائٹ کروزر وہ ہوگا جو ولایات متحدہ کے کارخانے میں سلطنت چین کے لیے بن رہا تھا ' لیکن یونان نے اسکو خرید لیا اور اسکا نام ھلی رکھا - غالباً چند دن ہوے کہ حکومت یونان کی طرف سے انگلستان کو بھی ایک لائٹ کروزر کی فرمایش بھیجی گئی تھی ' لیکن ابھی تک کسی کارخانے کو بقیہ لائٹ کروزروں کے بننے کا حکم نہیں دیا گیا ہے -

یونان کے محکمہ بحری نے ۱۲ تباہ کن کشتیوں (ڈیسٹرویر) کے بنوانے کی بھی اجازت حاصل کرلی ہے ' جن میں سے چار کے بننے کا حکم بھی انگلستان کے کارخانوں کو دیدیا گیا ہے -

ان کے علاوہ ۹ ڈوب کر چلنے والی کشتیاں اور دس دریائی ہوائی جہاز بھی فرانس اور انگلستان میں تیار ہورہے ہیں - تیے جو یقیناً اب ضبط کرلیے گئے ہونگے -

یونان کا موجودہ بیڑا حسب ذیل جہازوں سے مرکب ہے :

افیروف

آہن پوش جہاز ہے جو سنہ ۱۹۱۰ ع میں دریا میں ڈالا گیا ' اسکا وزن ۹۹۵۶ ٹن اور مقدار رفتار فی گھنٹہ ۲۷ میل بحری ہے - ذخیرہ آلات جنگ میں ۱۲ توپیں ہیں

(۱) ہیدرا
(۲) بسارا
(۳) سیتاسے

یہ تین جہاز ہیں ' جو حسب ترتیب سنہ ۱۸۸۹ ع ' سنہ ۱۸۹۰ ' سنہ ۱۸۹۱ ع میں دریا میں ڈالے گئے ' اور فرانس کے کارخانہ لا سالی میں سنہ ۱۸۹۷ اور سنہ ۱۹۰۰ کے درمیان اونکی مرمت ہوئی - ہر ایک کا وزن ۴۸۰۸ ٹن ' اور مقدار رفتار ۱۹ میل بحری ہے -

(۱) ایتوس
(۲) لیون
(۳) بروالوس
(۴) چارکس

چار تباہ کن کشتیاں (ڈیسٹرویر) ہیں جو سنہ ۱۹۱۱ ع میں دریا میں ڈالی گئیں ' ہر ایک کا وزن ۹۸۰ ٹن اور مقدار رفتار فی گھنٹہ ۳۲ میل بحری ہے ' اور چار تارپیڈو کشتیوں اور چار توپوں سے مسلح ہیں -

(۱) توا کرا تورا
(۲) تیالا
(۳) سنندونی
(۴) لونکی
(۵) نیکی
(۶) اسپیسیا
(۷) دوکسا
(۸) فالوس

یہہ آٹھوں تباہ کن کشتیاں ہیں جو سنہ ۱۹۰۶ میں دریا میں ڈالی گئیں - ہر ایک کا وزن ۳۵۰ ٹن اور مقدار رفتار ۳۰ میل بحری ہے - اونکے الات جنگ میں متعدد اور مختلف ضخامت کی تار پیڈو کشتیاں بھی ہیں -

(۱) کور فانوس
(۲) نیا جنیا

یہہ دونوں تباہ کن کشتیاں سنہ ۱۹۱۲ ع میں دریا میں ڈالی گئیں ہر ایک کا وزن ۷۵۰ ٹن ' اور مقدار رفتار ساڑھے ۳۲ میل بحری فی گھنٹہ ہے ' چار توپ اور دو تارپیڈو کشتیوں سے مسلح ہیں -

(۱) دلفن
(۲) ریکیس

دونوں ڈوبکر چلنے والی کشتیاں ہیں جو سنہ ۱۹۱۱ ' سنہ ۱۹۱۲ ع میں دریا میں ڈالی گئیں - ہر ایک کا وزن ۴۰ ٹن ' اور ۱۴ میل بحری فی گھنٹہ مقدار رفتار ہے ' اور پانچ تارپیڈو کشتیوں سے مسلح ہیں -

ان کے علاوہ چھہ کشتیاں اور بھی ہیں جنکا اب تک کوئی نام نہیں رکھا گیا - وہ گذشتہ سال دریا میں ڈالی گئیں ' ان میں ہر ایک کا وزن ۱۲۵ ٹن اور مسافت رفتار ۲۵ میل بحری فی گھنٹہ ہے - وہ متعدد تارپیڈو کشتیوں سے بھی مسلح ہیں -

اس تفصیل سے ظاہر ہوا ہوگا کہ موجودہ عثمانی بیڑا ۲۵ جہازوں سے مرکب ہے ' جنکا مجموعی وزن ۴۹۵۷۵ ٹن ہے ' اسکے مقابل میں یونان کا بیڑا ' (ان دو جہازوں کے علاوہ جو اوس نے امریکہ سے خریدے ہیں) ۲۹ جہازوں پر مشتمل نظر آتا ہے جنکا وزن ۳۳۴۱۵ ٹن ہے ' لیکن فی الحقیقت یہ مقابلہ محض ظواہر اور تعداد کا مقابلہ ہے ورنہ یونان کی بحری معدومیت بالکل مسلم ہے کیونکہ ترکی کی طرح اسکے پاس بحری فوج نہیں ہے جو بہتر سے بہتر جہاز میں بھی کام کرسکے -

مذاکرۂ علمیہ

شراب کا اثر حیوانات پر

(اختبارات جدیدہ و تجارب جدیدہ کے عملي نتائج)

(اثمهما اکبر من نفعهما !)

شراب کي مذمت مختلف طریقوں سے کي گئي ہے - لیکن اسکي مذمت میں سب سے زیادہ عام اور متداول فقرہ یہ ہے کہ " انسان شراب کے نشے میں انسان نہیں رہتا بلکہ جانور بنجاتا ہے "

لیکن سوال یہ ہے کہ خود جانور بھي شراب کي بد مستي میں جانور باقي رہتا ہے یا نہیں ؟

جدید طبي اختبارات سے ثابت ہوگیا ہے کہ شراب حیوانات کي قوت شعور اور حس و ادراک میں بہت بڑا انحطاط پیدا کردیتي ہے - اسلیے وہ باغیان احکام شریعت ' جو شراب کے نشے میں چور رہتے ہیں ' فی الحقیقت اوسي درجہ کے جانور ہیں ' جن کے پست درجہ کو شراب اور بھي پست تر کردیتي ہے : " ان هم " الا کالانعام بل هم اضل سبیلا - وہ لوگ بالکل جانور ہیں بلکہ اون سے بھي گمراہ تر !

(بلیوں پر تجربہ)

حال میں جدید طبي طریق سے ڈاکٹر کلینٹن ہوتج نے (جو کلارک کی یونیورسیٹي میں علم الحیات کے پروفیسر ہیں) چند بلیوں پر اسکا تجربہ کیا ہے - یہ بلیاں شراب کي عادت ڈالنے سے پہلے نہایت چست و چالاک اور تنومند تھیں - پہلي بار کے تجربہ سے ثابت ہوا کہ بلیاں فطرتاً شراب کي طرف مائل نہیں ہوتیں - اس لیے پروفیسر موصوف نے شراب میں دودھ ملایا جو بلیوں کي مخصوص غذا ہے ' لیکن بلیوں نے اس مخلوط دودھ کي طرف بھي رغبت ظاہر نہ کي - ڈاکٹر موصوف نے جبراً اونکو نلکي کے ذریعہ پلایا ' لکن دس هي روز شراب کے نشے میں گذرے تھے کہ بلیوں کي حالت اوس آدمي سے بھي بدتر ہوگئي جو شراب کے آخري نتائج کا عبرت ناک منظر دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے - پہلے وہ فطرتاً رقیق القلب و نرم خو تھیں - اب اون میں وحشت و قساوت آگئي - پہلے وہ ذکي الحس تھیں ' اب بالکل بلید الطبع ہوگئیں - اگر اونکے سامنے ایک گیند پھینک دیا جاتا تھا تو حسب دستور قدیم اوسکے طرف جھپٹنے کیلیے اون میں کسي قسم کي حرکت پیدا نہیں ہوتي تھي - چوہے اونکے سامنے سے گذر جاتے تھے ' مگر انھیں خبر تک نہیں ہوتي تھیں - کتے اپنا منہ اونکے منہ میں ڈالدیتے تھے ' مگر اونکو اتنا بھي محسوس نہیں ہوتا تھا کہ یہ اونکا قدیم دشمن ہے - نہ تو اچھي طرح بولتي تھیں ' نہ دوسري بلیوں سے چھل کرتی تھیں - اونکي عقل ' اونکا شعور ' اونکا نشاط اس طرح مفقود ہوگیا تھا گویا اونکے سر میں دماغ هي نہیں تھا - دس دن کے بعد پروفیسر موصوف نے اعادۂ صحت کیلیے اونکي شراب چھڑوادي ' لیکن اونکي برباد شدہ صحت پھر عود نہ کرسکي ! !

(دوسرا تجربہ)

ڈاکٹر موصوف نے کتوں پر بھي شراب کا تجربہ کیا ' اور نتائج اس سے بھي زیادہ افسوس ناک صورت میں ظاہر ہوے - چنانچہ اونہوں نے چار اسپینی کتوں کو (جن میں دو نر اور دو مادہ تھیں) اسکے لیے انتخاب کیا جو ایک هي دن پیدا ہوے تھے - اونھوں نے دو کتوں کو جو نسبتاً زیادہ قوي اور چاق و چست تھے ' اپنا تختہ مشق بنایا ' اور دو کو اُنکي اصلي حالت پر چھوڑ دیا تاکہ نتائج کے مقابلہ کا موقعہ مل سکے - تجربہ سے معلوم ہوا کہ کتے کي فطرت بھي شراب نوشی سے انکار کرتي ہے - آخر کار اونکو بھي جبراً شراب پلائي گئي ' تاہم اسکي مقدار اوس سے کم تھي جو عموماً شراب نوشوں کا روزانہ معمول ہے - چند هي دنوں میں وہ نتائج ظاہر ہونے لگے ' جنکو قرآن حکیم نے آج سے تیرہ سو برس پہلے ظاہر کردیا تھا :

انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ و البغضاء في الخمر و المیسر -	شیطان چاہتا ہے کہ تملوگوں کے درمیان شراب نوشی اور قمار بازي کے ذریعہ باہم عداوت قائم کرادے -

چنانچہ ان کتوں کے پنجرے میدان کارزار بن گئے ' جن میں شب و روز معرکۂ جدال و قتال گرم رہتا تھا - ابتداءً برہمي و تند خوئي کا اظہار دونوں شراب نوش کتوں هي کي طرف سے ہوتا تھا ' لیکن مقابلہ میں اون دونوں سے شکست کھا جاتے تھے جنکو اس مرض میں مبتلا نہیں کیا گیا تھا - ڈاکٹر موصوف نے جسماني ورزشوں کے ذریعے سے بھي ان کي قوتوں کا موازنہ کیا - سو قدم کے فاصلے پر گیند پھینک دیے جاتے تھے ' اور یہ کتے جھپٹ کے اونکو اوٹھا لاتے تھے ' لیکن متوالے کتے ایک بار بھي گوے سبقت نہ لیجا سکے - اور انکے پاوں شل سے ہوگئے !

کتے عموماً دلیر ہوتے ہیں ' لیکن شراب نے ان دونوں کو اس قدر بزدل بنا دیاتھا کہ ہوا کي کھڑکھڑاہٹ اور گھنٹي کي آواز سے بھي گھبرا کر بھونکنے لگتے تھے !

شراب کے اثر سے اون میں روز بروز وہم و خوف کا مادہ پیدا ہوتا جاتاتھا ' یہاں تک کہ اکثر اوقات بغیر کسي سبب کے بھي بھونکا کرتے تھے -

(شراب کا اثر توالد و تناسل پر)

ڈاکٹر موصوف نے توالد و تناسل کے لحاظ سے بھي اونکا مقابلہ کیا ' چنانچہ اونھوں نے شراب نوش جوڑے کو ایک پنجرے میں علحدہ رکھا ' اور غیر شراب نوش جوڑے کو ان سے الگ کرکے دوسرے پنجرے میں بند کردیا - شراب نوش مادہ نے پہلي بار سات بچے جنے ' جن میں دو مردہ تھے - دوسري مرتبہ صرف تین بچے پیدا ہوے ' جن میں دو اپنی روح کو ماں هي کے پیٹ میں دفن کر آے تھے - تیسري بار گیارہ بچے ہوے جن میں دو مردہ تھے ' اور چھہ جننے کے ساتھہ هي مرگئے - تین زندہ رہے ' مگر وہ بھي نہایت کریہ المنظر تھے - چوتھي دفعہ تین مردہ بچے پیدا ہوے ' مگر اس مرتبہ ماں کي زندگي کا بھي خاتمہ ہوگیا - غرض اس مادہ کے کل ۲۶ بچوں میں صرف چار صحیح و توانا تھے - باقي یا تو ماں کے پیٹ هي سے مردہ پیدا ہوے ' یا پیدا ہونے کے ساتھہ هي مرگئے - جو زندہ رہے ' اون میں بھی کوئي نہ کوئي جسمانی عیب ضرور تھا -

لیکن غیر شراب نوش مادہ کے بچوں کي مجموعي تعداد ۴۵ تھي جن میں ۴۱ بالکل صحیح و سالم تھے !

تار روانہ کرنا چاہا ' لیکن بدقسمتی سے ملازمین دفتر انگریزی زبان سے نا واقف تھے اور اسلیے تار بھیجنے سے معذور تھے - مجبوراً نامہ نگار نے اوسیوقت ایک گھوڑا مستعار لیا اور اندھیری راتوں میں باغیوں کے درمیان سے گذرتا ہوا مقام قصامیین کی طرف روانہ ہوگیا - جب منزل مقصود تک پہونچنے میں صرف دس میل کا فاصلہ رہ گیا تو گھوڑے نے زمین پر گر کر جان دیدی - اب وہ پیدل چلا اور متصل دو دن کی سواری اور ۱۴۰ میل کی قطع مسافت کے بعد اوسکو واقعہ کی تفصیل کے روانہ کرنے کا موقع ملا !

(۵) لندن میں ایک اخبار نویس اور ایک ڈاکٹر کو ایک ھی میز پر کھانا کھانے کا اتفاق ہوا - ڈاکٹرنے مختلف ملکوں کی آب و ہوا کے طبی اثرات پر گفتگوکرنا شروع کی - اثناء کلام میں کہا :

" اکثر لوگ ھندوستان کی آب و ہوا سے ڈرتے ھیں' چنانچہ آج میرے پاس ایک لارڈ آے اور ھندوستان کی آب و ہوا کے متعلق مجھہ سے طبی مشورہ لیتے رہے - "

اخبار نویس نے نہایت بے پروائی کے ساتھہ پوچھا :

" تو پھر آپ نے کیا جواب دیا ؟ "

ڈاکٹر نے کہا :

" مینے انکو ھندوستان جانے کا مشورہ دیا "

اخبار نویس نے اب اس سے زیادہ پوچھہ کچھہ نہیں کی - اپنے دفتر میں آیا اور فوراً یہہ خبر شایع کردی : " ھندوستان کی وایسرا ئلٹی کا عہدہ فلاں لارڈ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور اونھوں نے اوسے قبول کرلیا -

یہ اس دھین نامہ نگار کا محض قیاس تھا مگر اس نے جرأت سے کام لیکر اعلان کردیا اور بالکل صحیح نکلا - وہ اس زمانے میں سن چکا تھا کہ ھندوستان کی گورنر جنرلی کے لیے کسی نئے شخص کا تقرر درپیش ہے - جب ڈاکٹر نے کہا کہ ایک لارڈ نے ھندوستان جانے کی نسبت مشورہ کیا ہے تو اس نے قیاس کیا کہ وہ ھندوستان گورنر جنرل ہوکر جانے والا ہوگا - پھر جب ڈاکٹر نے کہا کہ میں نے اسے جانے کا مشورہ دیا تو اسے یقین ہوگیا کہ وہ اب ضرور جایگا - ان تمام حالات سے وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ " ھندوستان کی گورنر جنرلی کا عہدہ اسی لارڈ کو ملا ہے اور اس نے منظور کرلیا ہے !"

(۶) جنوبی افریقہ میں جب انگریزوں نے بوئروں سے صلح کی تو اوسوقت مسٹر اڈگررس ڈیلی میل کے نامہ نگار ہوکر وھاں گئے تھے - اسی زمانے میں مقام جوھنس برگ سے ۵۰ میل کے فاصلے پر وکلاے فریقین کا ایک جلسہ ہوا ' لیکن کسی اخبار کے نامہ نگار کو شرکت کا موقع نہیں دیا گیا تھا -

خبروں کے احتساب کا طریقہ بھی وھاں نہایت سخت تھا ' اور صیغہ احتساب کو مراسلات میں ہر قسم کے تصرف کرنے کا پورا اختیار حاصل تھا - اس لیے کوئی واقعہ اپنی اصلی صورت میں لندن تک نہیں پہونچ سکتا تھا - مسٹر وراس کا بیان ہے :

" ھم نے باھم چند اصطلاحی الفاظ وضع کرلیے تھے جنکا حقیقی مفہوم اونکے ظاھری مفہوم سے بالکل مختلف تھا - حسن اتفاق سے صیغہ احتساب نے عام اور سونے کی کانوں کے متعلق ہر قسم کے تجارتی مراسلات بھیجنے کی اجازت دے رکھی تھی' اسلیے تجارتی اصطلاح کے پردے میں پولیٹیکل خبروں کے بھیجنے کا پورا موقع مل سکتا تھا - چنانچہ ھم نے تجارتی اصطلاح ھی میں سلسلہ مراسلات شروع کیا ' اور ۱۲ اپریل سنہ ۱۹۰۲ ع کو ذیل کے الفاظ میں ایک مراسلہ ڈیلی میل لندن کو بھیج دیا :

" اوس زمین کے خریداروں کی جانب سے جس میں سونے کی کان ہے' میں تمکو اطلاع دیتا ھوں کہ دونوں فریق پریٹوریا کی طرف روانہ ہوگئے ' جہاں الف بھی بھاؤ چکانے کے لیے پہنچ گئے ھیں - مجھکو پورا یقین ہے کہ بیچنے والے بیچنے پر آمادہ ھیں " -

لندن میں یہ مصطلحہ تار پہونچا تو اسکا اصلی مطلب سمجھ لیا گیا اور ڈیلی میل نے اسکو ذیل کے الفاظ میں شائع کیا :

" گفتگوے صلح کی بنا پر میں آپ لوگوں کو اطــلاع دیتا ھوں کہ ڈیلیگیٹ پریٹوریا کی طرف روانہ ہوگئے ھیں - لارڈ الفرڈ ملز بھی اس غرض سے گئے ھیں کہ بہترین شرائط پر انعقاد صلح کرالیں - مجھکو کامل اعتماد ہے کہ بوئر مائل بہ صلح ھیں "

ٹرانسوال کی زمین سونے کی کانوں کی زمین ہے - پس نامہ نگار نے انگلستان کی فوج کو " سونے کی زمین کے خریداروں " سے تعبیر کیا - لارڈ الفرڈ کیلیے " الف " لکھدیا جو صلح کیلیے گئے تھے اور گویا اپنے مقاصد کا بھاؤ چکا رہے تھے - بوئر صلح پر آمادہ تھے اسلیے انھیں اپنی زمین فروخت کر دینے کیلیے آمادہ ظاھر کرنا نہایت صحیح استعارہ تھا - خبروں کے محتسبوں نے اس تار کو محض ایک تجارتی تار سمجھکر نہیں روکا ' اور اس طرح وقت سے پہلے ڈیلی میل کو صلح کی خبر شائع کرنے کا فخر ملگیا !

نامہ نگار مذکور اسکے بعد کہتا ہے :

" اسی طرح میں برابر مراسلات بھیجتا رہا - لیکن صرف لندن تک خبروں کے پہونچانے کیلیے یہ طریقہ مفید ہوسکتا تھا - اصلی اور صحیح ماخذوں سے خبروں کے حاصل کرنے میں اس سے کچھہ مدد نہیں ملسکتی تھی ' حالانکہ یہ کام خبروں کے بھیجنے سے بھی زیادہ اھم تھا - اسی غرض سے بعض نامہ نگاروں نے فوجی لباس پہنکر کانفرنس میں گھسنا چاھا ' لیکن اونکو ذلت کے ساتھہ نکال دیا گیا -

بالاخر میں نے ایک سپاھی سے جو میرا دوست تھا مدد لینا چاھی ' اور وہ مجھہ تک وکلاے صلح کے نتائج گفتگو پہونچانے کیلیے آمادہ ہوگیا - راے یہ قرار پائی کہ میں روزانہ جوھانس برگ سے ٹرین پر سوار ہوکر اوس مقــام سے گذرا کرونگا جہاں وکلا اجلاس کررہے ھیں' لیکن چونکہ شبہہ کے خوف سے وھاں اوتر نہ سکونگا اسلیے صرف اشارات کے ذریعہ مجھے نتائج بحث کی اطلاع دی جاے گی -

چنانچہ انھی اشاروں میں سلسلۂ کلام شروع ہوا - ھم نے باھم علامات مقرر کرلی تھیں - جب وہ نیلے رنگ کے رومال کو ھلاتا تھا تو میں سمجھتا تھا کہ گفتگوے صلح موقوف ہوگئی - سرخ رومال کی حرکت سے معلوم ہوتا تھا کہ صلح قریب ہے - سفید رومال کی جنبش انعقاد صلح کی خبر دیتی تھی - چنانچہ اسی غرض کیلیے ھزاروں بار جوھانسبرگ سے اس مقام تک کا سفر کرنا پڑا - بالاخر ایک دن میں نے ریل کی کھڑکی سے جھانکا تو اپنے دوست کے ھاتھہ میں سفید رومال ھلتے ہوے دیکھا - اوسیوقت میں نے ڈیلی میل کو تار دیدیا :

" میں نے ٹرانسوال کی کانوں کے حصوں میں سے تمھارے لیے ھزار حصے خریدے" یعنی ٹرانسوال کی سرزمین ھاتھہ آگئی اور صلح کا انعقاد ہوگیا !

لیکن یورپ کے نامہ نگار اور ایڈیٹر جس طرح نہایت تحقیق و جانفروشی کے ساتھہ واقعات کا مواد فراھم کرسکتے ھیں' اوسی طرح اونکو واقعات کے مسخ کرنے کی بھی قدرت حاصل ہے - چنانچہ ٹرکی اور چین کی لڑائیوں میں اسکا بارھا تجربہ ہوچکا ہے' اور ایک عظیم الشان نیا تجربہ ھمارے سامنے ہے - اس مرتبہ جنگ یورپ میں خبروں کی بندش کا ایسا شدید انتظام کیا گیا ہے کہ آجتک کسی لڑائی میں ایسا نہیں کیا گیا - نامہ نگاروں کا وجود بالکل بیکار ہوگیا ہے - اور خبروں کے معلوم کرنے کا صرف ایک ھی ذریعہ سرکاری محکمۂ احتساب اخبار ہے' جو اگر خبر دینے کی جگہ نہ دے تو یہ دنیا کی حقیقت طلبی کیلیے زیادہ بہتر ہوگا !

لیکن شراب کی مضرت صرف یہی نہیں ہے کہ وہ خود جزو بدن ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی - اسکا اصلی نقصان یہ ہے کہ دوسری غذاوں کو بھی جزو بدن نہیں ہونے دیتی - چنانچہ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ اگر کھانا کھانے کے بعد ایک شخص سے کوئی بوجھہ اوٹھوایا جاے تو وہ اوسکو متعدد بار اوٹھا سکیگا ' لیکن اگر کھانے کے ساتھہ اوسکو شراب بھی پلا دی جاے تو اوسکے جسم کی قوت کم ہوجائیگی ' اور وہ اوس بوجھہ کو متصل کئی بار نہ اوٹھا سکیگا -

اسکا اصلی سبب یہ ہے کہ طبیعت ہمیشہ مرغوب چیزوں کی طرف توجہ کرتی ہے ' اسلیے جب غذا کے ساتھہ شراب پی لی جاتی ہے تو تمام قواے طبیعیہ شراب ہی کے کیف و سرور میں رقص مستانہ کرنے لگتے ہیں ' اور اپنے وظائف ضروریہ کی طرف ملتفت نہیں ہوتے - نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غذا غیر منہضم رہ جاتی ہے اور جزو بدن نہیں ہونے پاتی - شراب میں بجاے خود ایسے اجزاء غذائیہ موجود نہیں ہیں جو اس کمی کا بدل ما یتحلل ہوسکیں ' اسلیے تمام نظام جسمانی دفعتاً کھوکھلے درخت کی طرح گر پڑتا ہے اور اعصاب کے ریشے بیخ و بن سے اوکھڑ جاتے ہیں !

احادیث کے اشارات و کنایات سے بھی شراب کی عدم غذائیت پر استدلال کیا جاسکتا ہے - یہ مسلم ہے کہ انسان کی فطری غذا دودھ ہے جو نہایت مفید اجزاے غذائیہ سے مرکب ہے - شب معراج میں حضرت جبریل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت سلیمہ کو ممتحن کرنے کیلیے دو پیالے پیش کیے تھے : ایک شراب کا ' دوسرا دودھ کا - آپنے دودھ کا پیالہ لے لیا ' اسپر حضرت جبریل نے فرمایا کہ آپ دین فطرت پر ہیں - یعنے اوسی چیز کو آپنے انتخاب کیا ہے جو فطرتاً اجزاے غذائیہ کا بہترین مجموعہ ہے -

جب بلی اور کتے کی فطرت شراب سے اباء کرتی ہے ' تو اوسکے غذاے غیر فطری ہونے میں کسکو کلام ہوسکتا ہے ؟ فطرت صرف اصلح کا انتخاب کرتی ہے ' اسلیے یہ فطری انکار اس بات کی دلیل ہے کہ شراب نوع انسان کیلیے غذاے صالح نہیں ہے !

حادثۂ ادبیۂ عربیہ

جارج زیدان

[سابق] ایڈیٹر الہلال - مصر

مصر کی پچھلی ڈاک کی ایک اطلاع محزن ' جارج زیدان ایڈیٹر الهــلال مصر کا انتقال ہے -

جارج زیدان کا اصلی وطن شام ہے - سنہ ۱۸۶۱ع میں پیدا ہوا اور ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد کلیۂ سوریہ (سوریا کالج) میں داخل ہوگیا یہ موجودہ عہد کی ایک بہت بڑی مشرقی درسگاہ ہے ' اور تمام ممالک اسلامیہ میں حتی کہ خود دار الخلافۃ قسطنطنیہ میں اس سے بہتر تعلیم جدید کا انتظام نہیں - اسی درسگاہ میں اس نے عربی اور ترکی کے علاوہ انگریزی اور فرنچ زبان کے علوم و ادبیات کو بھی حاصل کیا -

وہ غالباً سنہ ۱۸۷۹ع میں پہلی بار مصر آیا اور عربی زبان میں ایک دو ناول اور معمولی درجہ کی چند تاریخیں لکھیں - فری مسن لاج کی تاریخ ' مصر اور انگلستان کی مختصر تاریخیں ' سید مہدی سوڈانی کے متعلق ایک ناول (اسیر المتمہدی) غالباً اسی عہد کی تصنیفات ہیں -

اس زمانے میں مصر سے متعدد اخبارات نکلتے تھے ' لیکن " المقتطف " کے سوا کوئی علمی رسالہ شائع نہیں ہوتا تھا - جارج زیدان نے " البصیر " نامی ایک ہفتہ وار اخبار میں بعض علمی مضامین لکھے ' اور وہ اسقدر مقبول ہوے کہ ادارۂ البصیر نے ایک خاص ماہوار رقم معاوضہ میں دینے کیلیے منظور کرلی - اس واقعہ سے اسکی ہمت بڑھی اور سنہ ۱۸۸۲ع میں الهــلال جاری کردیا -

الہلال " المقتطف " کی طرح اعلی درجہ کا علمی رسالہ نہ تھا - اسمیں ابتدائی قسم کے ادبی مضامین (لائٹ لٹریچر) اور عام تاریخی و سیاسی معلومات اور تراجم و فوائد کا حصہ زیادہ ہوتا تھا - اسلیے عــام طور پر پسند کیا گیا اور روز بروز اسکی اشاعت بڑھنے لگی - سنہ ۱۸۸۵ع میں اسکا خاص پریس بھی قائم ہوگیا ' اور رفتہ رفتہ کتابوں کی اشاعت و تراجم کے بھی متعدد سلسلے شروع کیے گئے - عربی زبان کی انسائیکلو پیڈیا (دائرۃ المعارف) کی دسویں جلد سلیمان بستانی مرتب کررہے تھے - انھوں نے اسکی اشاعت بھی الهــلال پریس کے متعلق کردی ' اور ۱۰ - سے ۱۳ - جلدوں تک کی اشاعت کا اسے موقعہ ملا - اس طرح الہلال پریس کو بہت جلد شہرت ہوگئی - گذشتہ سال مجھے ایک خط میں لکھا تھا کہ " آجکل الہلال کی اشاعت انیس ہزار کے قریب پہنچ گئی ہے " !

الہلال کی ۲۲ جلدیں اس نے مرتب کیں - تاریخ اسلام کے ناولوں کے ۱۵ نمبر شائع کیے ' تاریخ و تمدن و علوم عربیہ کے متعلق ۸ کتابیں لکھیں ' عام تراجم و علوم پر بھی تقریباً آٹھہ دس چھوٹے بڑے رسالے موجود ہیں ' یہ تمام ذخیرہ اسکے لیے کافی ہے کہ اسکی علمی و ادبی خدمات کا اعتراف کیا جاے ' اور اسکے وجود کو موجودہ عربی زبان کے ممتاز اہل قلم میں جگہ دی جاے - اسکی علمی خدمات اگرچہ ابتدائی قسم کی تھیں اور شرف تحقیق و علو فکر و حسن اخذ و ترتیب سے اسکی تمام تصنیفات خالی ہیں ' تاہم اس نے کامل ایک چوتھائی صدی تصنیف و تالیف میں بسر کی ' اور عربی زبان میں ترجمہ و اقتباس سے ایک بہت بڑا ذخیرہ ادبیات علمیہ کا فراہم کردیا - پس وہ یقیناً موجودہ عہد کا ایک ممتاز مشرقی اہل قلم تھا ' اور اسکی وفات سے عربی زبان اپنے ایک بہت بڑے مستعد مسیحی خادم سے محروم ہوگئی ہے !

ہم آیندہ نمبر میں کسی قدر تفصیل کے ساتھہ مطبوعات الہلال پر اپنی راے ظاہر کرینگے ' کیونکہ اس نمبر میں زیادہ گنجائش نہیں ہے -

(نتائج تجارب)

ڈاکٹر موصوف نے ان کتوں کے تجارب سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جو شخص جسقدر قوي اور چست و چالاک هوگا ' اوسي قدر شراب کي مضرت کا اثر اوس پر زیادہ پڑے گا - اس بنا پر اونلوگوں کو شراب سے قطعاً احتراز کرنا چاهیئے جو لوگ اس قسم کے مشاغل میں مصروف رهتے هیں جن میں قوت و نشاط کي زیادہ ضرورت هوتي ہے - حالانکہ اکثر لوگ قوت و نشاط کے بڑهانے هي کے حیلے سے شراب نوشي کي ابتداء کیا کرتے هیں !

اسلام ایک دین الهي و فطري ہے - فطرت کے قوانین کے انکشاف کے ساتهہ اوسکے اسرار و مصالح بهي روز بروز نمایاں هوتے جاتے هیں -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچها کہ هملوگ سرد ملک کے رهنے والے هیں اور اعمال شاقہ میں مصروف رهتے هیں ' همکو حرارت اور قوت و نشاط کي زیادہ ضرورت ہے ' اسلیے هملوگ گیہوں کي شراب پیتے هیں - آپنے فرمایا کیا وہ نشہ آور ہے ؟ اونهوں نے کہا " هاں " آپنے سختي کے ساتهہ اونکو ممانعت کردي -

جدید طبي تحقیقات آج حرف بحرف اسکي تائید کرتي ہے انسان کے نظام عصبي پر شراب کا جو اثر پڑتا ہے ' اوسکا بهي مختلف طریقوں اور مختلف آلات سے تجربہ کیا گیا ہے -

(جهاز عصبی اور الکحل)

انسان اپنے اعضاء میں سب سے زیادہ دهنے هاتهہ کی انگشت شهادت سے کام لیتا ہے - ایک اطالي عالم نے ایک عجیب و غریب آلہ ایجاد کیا ہے - جب وہ هاتهہ میں لگادیا جاتا ہے تو هاتهہ کي حرکت کو بالکل روک دیتا ہے - صرف انگشت شهادت کهلی رهتي ہے ' اور آلہ کي قوت مانعہ کا اوسپر کوئی اثر نهیں پڑتا - اسلیے اوسکي حرکت سے بآساني اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شراب کا اثر اس انگلي کے عضلات پر کسقدر پڑتا ہے ؟

چنانچہ مختلف تحقیقات نے ثابت کردیا ہے کہ شراب اسکی قوت میں نمایاں کمي پیدا کردیتا ہے - ایک شخص کو پہلے ٹروین کهلا کر (۱) ایک کیلو گرام (۲) کا بوجهہ اوٹهوایا گیا - اسکے بعد اوسی شخص کو شراب پلا کر یهي تجربہ کیا گیا - نتیجہ میں سخت اختلاف نظر آیا - ٹروین کهانے کے بعد وہ متعدد بار اس بوجهہ کو اوٹها سکتا تها ' لیکن شراب پینے کے بعد اس میں دفعتاً کمی آگئي - اس سے صاف ثابت هوتا ہے کہ اگر شراب میں ٹروان جتنی بهي قوت هوتی تو نتائج میں اس قدر اختلاف نہ هوتا -

(قواء عقلیہ پر اُسکا اثر)

عام اعصاب دماغی پر شراب کا جو اثر پڑتا ہے ' اوسکے شواهد بهي بکثرت هیں - عام خیال یہ ہے کہ شراب قواے دماغي میں اشتعال ' رواني اور تیزي پیدا کردیتي ہے - لیکن علمی تجارب اسکی تائید نهیں کرتے - ایک شخص کو ایک سادہ حساب دیدو (مثلاً جمع کرنا) وہ ان اعداد کو جتني دیر میں جمع کرے ' اوسکو محفوظ رکهو - پهر اوسي شخص سے شراب پلا کر انهي اعداد کو جمع کراؤ - تم کو اوقات کي نسبت میں نمایاں اختلاف نظر آئیگا - یعني دوسري صورت میں بہ نسبت پہلي صورت کے زیادہ دیر لگیگي اور یہہ انحطاط قواے عقلیہ کي کهلي دلیل ہے -

اس سے بهي واضح تر مثال یہہ ہے کہ حالت صحت عقل میں ایک شخص سے اوسکے گهر کا تصور کراؤ (مثلاً) - اوسکا گهر مختلف چیزوں کا مجموعہ هوگا : خاندان ' بي بي ' بچے ' گهوڑے ' میز ' کرسي ' وغیرہ ' اسلیے اوسکو گهر کے ساتهہ ان تمام چیزوں کا تصور بهي لازمي طور پر کرنا پڑیگا ' کیونکہ گهر انهي اجزاء کے مجموعہ سے عبارت ہے - اب ان تمام خانگي اسباب کي (جو گهر کے تصور کے ساتهہ اوسکے ذهن میں آئے هیں) ایک فهرست مرتب کرلو ' پهر اوسي شخص کو شراب پلا کر ۱۲ گهنٹے کے بعد اسي قسم کا تجربہ کرو - تمکو متواتر تجربوں کے بعد دونوں حالتوں میں محسوس فرق نظر آئیگا - پهلي حالت میں گهر کي تمام چیزیں نهایت تیزي اور خاص ترتیب و نظام کے ساتهہ اوسکے ذهن میں آئینگي ' لیکن دوسري صورت میں نہ تو یہہ حسن نظام قائم رهیگا ' نہ اس دفعي انتقال ذهني کي شان نظر آئیگي !

(شراب اور علم الجراثیم)

انسان مختلف خطرات میں گهرا هوا ہے ' لیکن قدرت نے اوسکے اندر مختلف قواے دافعہ پیدا کردیے هیں جو ان خطروں مقابلہ کرتے رهتے هیں - انساني زندگي اسي کشمکش کا نتیجہ ہے ' لیکن انسان میں امراض متعدیہ (ایک سے دوسرے کو لگنے والے امراض) کے مقابلہ کرنے کي جو قوت ہے - شراب اوسکو بالکل فنا کردیتي ہے ' پروفیسر منٹی گوف نے اپنے تجربہ سے ثابت کیا ہے کہ انسان کے خون میں بہت سے سفید رنگ کے جراثیم هوتے هیں - وہ امراض متعدیہ کي مدافعت کرتے هیں ' اور شراب دفعتاً ان جراثیم کو هلاک کردیتي ہے - اسلیے امراض ساریہ و متعدیہ کي مقاومت کے لیے اور مهلک کیڑوں کے دفع کرنے کے لیے فطرت نے جو فوج همارے جسم کے اندر مرتب کردي ہے ' شراب کا پهلا تباہ کن حملہ اوسي پر هوتا ہے اور اسے برباد کر دیتا ہے -

(شراب اور قواء جسماني)

لیکن یہ تمام نتائج ایک دوسرے اصول کے هیں - اصل سوال یہ ہے کہ شراب میں اجزاے غذائیہ هیں یا نهیں ؟ اگر وہ اجزاء غذائیہ کي کافي مقدار رکهتی ہے ' تو یقیناً وہ تمام غذاوں کي طرح جسم کي قوت کے بڑهانے کا سبب هو سکتي ہے - لیکن یقیني اختبارات نے اسکا بهي مایوسانہ جواب دیا ہے - پروفیسر ولیم اٹارٹر نے (جو موجودہ زمانے کا بہت بڑا کیمیاداں ہے) ایک صندوق تیار کیا ہے جس سے غذا کے انفعال طبیعہ کا تجربہ کیا جا سکتا ہے - چنانچہ آدمي کو اگر اس صندوق میں بند کردیا جاے ' تو یہ معلوم هوجاتا ہے کہ غذا کا کسقدر حصہ جزو بدن هوا ' اور کس قدر فضلہ بنکر نکل گیا ؟ شراب کي غذائیت کا اس آلہ کے ذریعہ سے تجربہ کیا گیا تو معلوم هوا کہ وہ اپنے اندر غذائیت کي کافي مقدار رکهتي ہے ' اور اوسکے سو حصوں میں سے ۹۸ حصہ جزو بدن هوتا ہے -

جو لوگ انسداد شراب نوشي کے حامي تهے ' وہ اس تجربہ سے سخت گهبرا گئے " لیکن بعد کو خود پروفیسر مذکور کي تشریح سے معلوم هوا کہ وہ روٹی ' گوشت ' اور عام غلوں کي سي غذائیت نهیں رکهتي - یعنی وہ تحلیل کیماوي کی رو سے مختلف اجزاء نباتیہ و معدنیہ پر مشتمل نهیں ہے جو جسم کو لگتے هیں اور اُسکي قوت کو بڑهاتے هیں جیسا کہ تمام غذاؤں میں ان اجزاء کا کافي ذخیرہ هوا کرتا ہے - بلکہ وہ ایک غذاے ناقص یا صرف ایک هي قسم کی غذا ہے - بالخصوص اوس سے اعصاب کے ریشوں کي تولید تو بالکل هي ناممکن ہے ' کیونکہ یہ ریشے نیٹروجن اور دوسرے معدني اجزاء سے بنتے هیں ' مگر شراب میں ان اجزاء کا وجود نهیں پایا جاتا -

---

(۱) ایک غذا ہے جو عموما مریضوں اور ضعیفوں کو دیجاتي ہے -

(۲) کیلو گرام فرانس کا سیر ہے جو ۸۵ تولے سے کچهہ زیادہ کا هوتا ہے - هندوستان میں پکا سیر ۸۰ تولے کا سمجها جاتا ہے -

سرجان جیلیکو امیرالبحر برطانیہ

سرجان فرنچ - سپہ سالار افواج بریہ برطانیہ

مشاهیر افواج بریہ فرانس و المان

جنرل ژوفرے

سپہ سالار افواج بریہ فرانس

" امن کا دماغ ایک ایسے حفاظت کرنے والے کتے کے لیے نہایت عمدہ ہے جو اگرچہ ہمیشہ خاموش رهتا ہے' لیکن ساتھہ هي وقت پر کاٹ کھانے کے لیے بھی مستعد رهتا ہے " -

یہ وہ مختصر فقرہ ہے جسمیں ایک بہت بڑے نقاد نے جنرل ژوفرے کے تمام کریکٹر کا لب لباب بیان کردیا ہے -

فرانس کو امن کے زمانہ میں ایک وسیع فوج کی کمان لینے کے لیے اور اس سے زیادہ .م موص یعنی خارجی یا داخلی حملہ کے وقت فوج اور ملک کی حفاظت اور ایک فوج گراں سے کام لینے کے لیے ایک خاص قسم کے آدمی کی ضرورت تھی - اس میں کوئی شک نہیں کہ جنرل ژوفرے اسی طرح کا آدمی ہے -

جنرل ژوفرے اپنے باطنی اخلاق کی طرح اپنے چہرہ کے ظاهری شمائل میں بھی رعب و تاثر کی قوت رکھتا ہے - اسکا بالائی لب' گھنی' لمبی' سفید' اور سپاهی کے شایاں شان مونچھوں سے مستور ہے' جنکے نیچے اسکے سفید براق دانت تبسم کے وقت برق کی طرح چمکتے هیں - اسکی ناک اگرچہ مختصر ہے مگر اسکے ساتھہ هی موٹی اور بھاری ہے' اور اسطرح اسکے اختصار کی تلافی هوگئی ہے - اسکی یہ عادت ہے کہ وہ اپنی صاف آنکھوں سے اسطرح بغور اور خوفناک طور پر دیکھتا رهتا ہے' گویا وہ نظروں کو اس شے کے پار کردینا چاهتا ہے جسکو وہ دیکھہ رہا ہے !

جنرل ژوفرے سنہ ۱۸۵۲ع میں پیدا هوا - وہ ابھی ۱۸ سال هی کا تھا اور اسکی فوجی تعلیم هو رهی تھی کہ جنگ فرانس و جرمنی کی آگ شعلہ زن هوگئی - اسنے تعلیم موقوف کردی اور سکنڈ لفٹننٹ بنا دیا گیا - نو عمر ژوفرے اسوقت توپخانہ میں تھا جس نے محاصرۂ پیرس کے زمانے میں پیرس کی مدافعت کی تھی -

جنرل ژوفرے نے مشرق اقصی کے معرکہ ٹونکن میں اس حالت کے ساتھہ قلعے بنائے هیں' جبکہ چینی موجوں کے آتشیں گولے براہ راست اس پر آگ برسا رہے تھے !

اس جانبازانہ کارنامہ کے بعد وہ فرنچ انڈو چائنا میں بھیجدیا گیا - یہاں بھی اس نے تین جنگیں کیں - آخر میں پیرس واپس آنے سے قبل اسے مقام ٹمبکٹو میں اپنے وطن کی سرگرم خدمت انجام دینی پڑی -

جنرل ژوفرے اس داخلی پیچیدگی کے بعد فرنچ سپاہ کا سپہ سالار عام بنا دیا گیا جسکی وجہ سے فرانس کی جنگی مجلس کی زندگی کا خاتمہ هوگیا - سنہ ۱۹۱۱ع میں (جب تک کہ وہ کمانڈرانچیف نہیں بنایا گیا تھا) فرنچ سپاہ کا کوئی کمانڈرانچیف نہیں تھا - صرف ایک جنگی مجلس اس غرض کیلیے قائم تھی -

مونس کی مجلس وزارت پر یہ حملہ کیا گیا کہ اس نے قومی مدافعت کے اهم ترین کام کو نظر انداز کردیا ہے - وزیر جنگ جنرل گولزین نے کہا کہ جب تک جنگ نہ چھڑ جائے' اسوقت تک کسی خاص شخص کے متعلق سپہ سالار عام هونے کا فیصلہ کرنا دانشمندی کے خلاف ہے -

اس تجویز کی منظوری کا نتیجہ یہ هوا کہ مونس کی مجلس وزارت ٹوٹ گئی کیونکہ اخبارات نے اس جواب کا مضحکہ اڑایا اور نہایت سختی سے نکتہ چینی کی - بالاخر موسیو کایو نے نئی مجلس وزارت ترتیب دی اور موسیو میسمی وزیر جنگ قرار پائے -

یہی وہ زمانہ ہے جبکہ جنرل ژوفرے کا انتخاب عمل میں آیا اور اب وہ نپولین کے وطن کی عزت کا تنہا محافظ ہے !!

جنرل وان مولٹک

یہ مشہور شخص آج ۸ سال سے جرمن فوج کے بڑے جنرل اسٹاف کا چیف ہے - اور اس مشہور شخص کا بھتیجا ہے جسکا لقب " اورگنائزر آف وکٹری " (فتح کی تنظیم قائم کرنے والا) تھا اور جس نے موجودہ " فوجی جرمن " کی بنیاد مستحکم کی -

یہ جنگ جو جرمنی نے شروع کی ہے اس کا فیصلہ کردیگی کہ " اورگنائزر آف وکٹری " کا یہ بھتیجا اپنے اس مشہور و معروف چچا کے دوسرے لقب ونر آف وار (فاتح جنگ) کا مستحق ہے یا نہیں ؟

یکم جولائی سنہ ۱۹۰٦ع میں وان مولٹک ایک درخشاں سپاهی یعنی کونٹ وان شلی فین کی جگہ جنرل اسٹاف مقرر هوا - پہلے وہ فوج میں ایک معمولی درجہ پر تھا - لیکن جنگ جرمنی و فرانس میں حسن خدمات کے صلہ میں اسے لفٹننٹی کا عہدہ اور " آئرن کراس " کا تمغہ ملا - اسکے بعد وہ مختلف عہدوں سے گذرتا هوا سنہ ۱۹۰۲ع میں جنرل لفٹننٹ کے عہدہ پر فائز هوا - مگر یہ تقرری بنظر استحسان نہیں دیکھی گئی' کیونکہ خود فوج میں اور اسکے باهر عام طور پر یہ سوال زبانوں پر تھا کہ جس منصب پر " شلی فین " تھا' اس پر مولٹک کیسے فائز هوگیا ؟

لوگ علانیہ کہتے تھے کہ مولٹک کو یہ کامیابی محض قیصر کی نظر توجہ سے هوئی - قیصر کی دلی آرزو تھی کہ جرمن فوج کے اس صیغہ میں جو بمنزلہ دماغ کے ہے' ایک بار پھر " مولٹک " کا نام نظر آ جائے جو اس مولٹک کا چچا تھا - قیصر نے پرنس بلو کی علحدگی کے بعد اسے امپیریل چانسلر بنانا چاها تھا مگر اس نے اس بناء پر انکار کردیا کہ وہ ایک سپاهی ہے - اسلیے اسے همیشہ فوجی اور جنگی کاموں کے ساتھہ هی وابستہ رهنا چاهیے -

یہ وان مولٹک هی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ جرمنی کی فوج امن کے مصارف میں ۵ کرور پونڈ کا اضافہ هوگیا -

آج جرمنی کی قسمت کا فیصلہ جن هاتھوں کی کامیابی و ناکامی پر موقوف ہے' ان میں سب سے پہلا شخص یہی ہے - تمام کرۂ ارضی کی نگاهیں اسکی طرف اٹھی هوئی هیں !!

جنـــرل وان مـــونٹ ے -
سپہ سالار افواج جرمنی

امیــر البحـــر وان تــر پٹـــز
جرمن. وزیر بحریہ

معرض المشاہیر

رؤسـاء جنـــگ یورپ

انگلستان ' جرمنی ' اور فرانس کے رجال
بحرو بر جو کرۂ ارض کي ہلاکت و تباہي
کیلیے منتخب ہوے ہیں !

نـائب امیـر البحـر بـرطـانیـہ

سـر جـان جیلیکو

سر جان جیلیکو کے متعلق عرصہ سے یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ انگریزي بیڑوں میں ایک بہترین دماغ ہے - اسکا اصلي کمال یہ ہے کہ ماہرانہ معلومات کو سلیقہ شعاري کے ساتھہ اس طرح ملادینا ہے کہ اس مجموعہ کو بلا مبالغہ نادرہ روزگار کہا جاسکتا ہے -

اسکي یہ مزیت اس سال کی تمام نمایشي جنگوں میں ظاہر ہوچکی ہے -

سر جان جیلیکو آج سے نہیں بلکہ عرصہ سے اپنے حسن خدمات کي وجہ سے مشہور ہے جو اس نے اس جگہ پر انجام دي تھیں ' جس پر اسکا تقرر سنہ ۱۸۷۲ع میں ہوا تھا -

آج سے ۱۸ ماہ قبل یہ خبر عام طور پر مسرت و تشفي کے ساتھہ پڑھي گئی تھي کہ وہ (یعني سر جان جیلیکو) پرنس لوئس آف بیٹنبرگ کي جگہ سکنڈ سي لارڈ (ایک بحري عہدہ) بنایا گیا ' اور پرنس لوئس آف بیٹنبرگ سر فرانسیس برجمین کے کنارہ کش ہونے کي وجہ سے فرسٹ سي لارڈ قرار پاے -

(اُس نے توپخانے کي مدد کیونکر کی ؟)

بیڑے میں گولہ باري و نشانہ بازي کی ترقي کے متعلق بہت کچھہ کہا جاتا ہے - سچ یہ ہے کہ اس تعریف و توصیف کے ایک معقول حصہ کا مستحق سر جان جیلیکو ہے - اگر سر جان جیلیکو کي شرکت نہ ہوتي تو نائب امیر البحر سر پرسي اسکاٹ اس کار عظیم کو ترقي نہ دیسکتے - سر جان جیلیکو اسوقت ڈائرکٹر آف " نیول اور ڈیننس " تھا - قدرت نے اسکو ایسي طبیعت دي تھي جو نئے نئے خیالات پیدا کرتي رہتي تھي - اسکے ساتھہ ہی اس میں نشاط و سرگرمي بھي تھي - جس کام کو کرتا تھا ' فوراً ' اور پوري مستعدي کے ساتھہ کرتا تھا - ان سب پر مستزاد یہ کہ وہ خود بہت بڑا قادر انداز تھا -

یہ اسباب تھے جنکی وجہ سے انگریزي بیڑے میں توپخانہ نے اسقدر ترقي کي -

جس زمانہ میں " ڈریک " نامی جہاز کي کمان اسکے ہاتھہ میں تھي ' اسوقت اُسنے مستعدي و جانفشاني سے ڈریک کو بیڑے بھر میں سب سے زیادہ قادر انداز جہاز بنا دیا تھا - جب وہ ڈائریکٹر آف " نیول اور ڈنینس " ہوا تو اس نے بیڑے کي اولین جنگ آزما صف کي توپوں کو قابل اعتماد بنانے کیلیے ہر ممکن کوشش کي -

(حیرت انگیز تجارب)

سر جان جیلیکو طالب العلمي ہی کے زمانے سے ہونہار معلوم ہوتا تھا - چنانچہ اسي زمانہ میں اس نے " روائل نیوي کالج " میں ۸۰ پونڈ کا ایک گرانقدار انعام حاصل کیا -

اس نے اپني بحري زندگي کے آغاز ہي میں چند ایسے پر خطر اور قابل ستایش کام کیے جن کی وجہ سے اعلی افسروں کي نظریں اس پر پڑنے لگیں -

مثلاً ایک دفعہ ایک اسٹیمر ریت میں پھنس گیا اور کسی طرح نکالے نہیں نکلتا تھا - سر جان جیلیکو بے تحاشا اسے نکالنے چلا ' حالانکہ اسوقت پاني میں سخت تلاطم برپا تھا اور موجیں خلاف توقع و عادت بڑھي ہوئي تھیں - یہاں تک کہ سر جان جیلیکو کی کشتي الٹ گئي مگر خوش قسمتي سے وہ زندہ بچکر نکل آیا تھا -

اس سے زیادہ حیرت انگیز جراءت اس نے اسوقت کی تھي جب " کیمبر ڈون " نامي جہاز ٹوٹا تھا - اس کا واقعہ یہ ہے کہ انگریزي بیڑے کا موجودہ کمانیر اسوقت نائب امیر البحر " ٹرئي اون " کے نشان بردار جہاز کا کمانیر تھا - یہ نشان بردار جہاز " کیمپر ڈون " جہاز سے ٹکرایا اور وہ ٹوٹکے پاني میں غرق ہونے لگا - جسوقت یہ حادثہ پیش آیا ہے ' اسوقت جیلیکو اپنے کیبن میں بیمار پڑا تھا - لیکن جب جہاز الٹا ہے تو اس نے نہایت حیرت انگیز طور پر مسٹر رلیھت نامی ایک شخص کی اعانت سے اپنے آپ کو پانی پر سنبھالے رکھا ' اور بالآخر صحیح و سالم نکال آیا !

اس واقعہ کے چار سال کے بعد وہ اس مہم میں زخمی ہوا جو پیکن کے انگریزي سفارتخانوں کو چھڑانے کے لیے بھیجی گئی تھی - اس مہم میں جو خدمات اس نے انجام دي تھیں ' اسکے صلہ میں چیف اسٹاف آفیسر بنادیا گیا -

سر جان جیلیکو اگرچہ اڈمرلٹی (صیغہ امیر البحر) میں رہا ہے ' مگر اسکو وسیع عملي تجربہ حاصل ہے - اور بیڑے کی تیاري میں خاص دلچسپي ہے مختلف مواقع پر نمایشي جنگوں میں خود کمان کر چکا ہے -

منجملہ ان کثیر التعداد اعزازات کے جو سر جان جیلیکو کو حاصل ہیں ' ایک اعزاز یہ ہے کہ اسے قیصر جرمني نے عقاب سرخ کے دوسرے درجے کا تمغہ دیا تھا ' اور ابھی چند ماہ قبل ہی وہ سرکاري طور پر جرمني بھی گیا تھا اور خود قیصر کا مہمان رہا تھا - مگر حالات کا انقلاب دیکھو ! جو شخص کل تک مہمان تھا ' آج وہ بیڑا لیکے حملہ کرنے چلا ہے

سر جان جیلیکو حال میں دوسرے کروزر اسکواڈرن کا کمانیر مقرر ہوا ہے -

خـــط دریـاے می یـوز

جرمني اور فرانس کي سرحد مقام لوا نگوے سے لیکے بیلفورٹ تک طول میں ۱۵۰ میل ہے - اس سرحد کے پورے طول میں فرانس نے مدافعت کے لیے بعض ایسے سامان کیے هیں جنکي نسبت اسے دعوا تھا که اگر جرمني اس جانب سے حمله کریگي تو خواه وہ کسي جگه سے بھی چلے مگر بالکل الجھکے رهجائیگی اور آگے نه بڑھسکے گي - اس اثناء میں فرانس مهلت سے فائده اٹھایگا اور کسیقدر ہٹکے اس کے پیچھے اپنی فوجیں جمع کرلیگا -

لیکن گذشته هفته کے اخري اعترافات نے ظاهر کردیا که یه دعوا صحیح نه تھا

اهل جرمني کا یه خیال تھا که وہ فرانس کے خط مدافعت کے هر موقع پر غالب آ سکتے هیں - اگرچه یه خود انکو بھی تسلیم تھا که اس قسم کی پیشقدمیاں کوئي فیصله کن نتیجه نہیں پیدا کرسکتیں - چنانچه آخري واقعات نے ثابت کردیا ہے که جرمنی کا خیال بالکل صحیح تھا - وہ سرحد فرانس کو عبور کرکے پیرس کي صرف بڑھرهي ہے ۔

ان سرحدوں کي حالت کو پیش نظر رکھتے هوے یه بھي ضروري معلوم هوتا ہے که جرمني کے جنگي پروگرام کے مطابق فرانس پر روس سے پہلے حمله هونا چاهیے -

گذشته چند سالوں میں جرمني کے طرز عمل سے یه خیال یقین کي حد تک پہنچا دیا تھا که وہ بلجیم (اور اگر ضرورت و مصلحت مقتضي هو تو سوٹزرلینڈ) کي راہ سے فرانس پر حمله کرنا چاهتي ہے - چنانچه جب جنگ شروع هوگئی تو اس نے بلجیم کي راہ سے فرانس پر فوج کشی کرنا چاهي ' مگر بلجیم خلاف امید دست و گریباں هوگیا اور غیر متوقع درجه تک مدافعت کي -

جرمني کے سامنے دو راهیں تھیں : ایک بلجیم ' دوسري سوٹزرلینڈ - مگر اسکو معلوم تھا که سوٹزرلینڈ دشوار گزار اور دیر مغلوب راہ ہے - اسلیے اس نے اپني سرگرمي کا استعمال زیادہ تر بلجیم هي کي سرحد پر کیا ' اور اسکي اس دانشمندي سے کوئی انکار نہیں کرسکتا جبکه وہ باوجود سخت مزاحمتوں کے بلجیم کو فتح کرکے فرانس میں داخل هوگئي ہے -

اگرچه اس نے ایسی ریلوے لائنیں بنائی هیں جو بالکل سوٹزرلینڈ کی سرحد تک پہنچا دیتی هیں ' مگر بلجیم کي سرحد پر بھي اسے عجیب طرح کي مهلت حاصل تھي - بغیر اخفا اور اهتمام کے اور بلا کسي غیر معمولي کوشش کے اس نے اقدام و هجوم کي تیاریاں شروع کردي تھیں -

اس نے علانیه مقام ایکس لاچیپل اور بیزک کے مابین دو عظیم الشان کیمپ بنا لیے تھے - ایک مال میڈے نامي مقام کے قریب ایلسین بارن میں ' اور دوسرا ٹرریس سے متصل اسکون فیلڈر هاف میں -

موجوده جنگ میں انهي دونوں کمپوں سے کام لیا گیا ہے - ایلسین بارن کي فوج نے خط مي یوز کے خلاف لیشر پر حملہ کیا اور اسکون فیلڈر هاف کي فوج لکسمبرگ کي طرف سے لوانگوے کي طرف بڑھي جو سرحد فرانس کے استحکامات کا ابتدائي سرا ہے -

سرحدي ریلوے لائن کي طرح ایکس لا چیپل سے سینٹ و تھونگ نامي مقام تک بھي ایک لائن بن گئي ہے - " ویسمیس " ایلسین بارن کے کیمپ کا جنگشن ہے - ابھي چند سال کي بات ہے که یہاں سے ایک لائن تعمیر کي گئي ہے جو سرحد کو عبور کرتي هوئي استیویلاٹ تک چلي گئي ہے -

اس لائن کے متعلق یه امر قابل غور ہے که یه لائن اپنے ساتھ کسی طرح کے اقتصادي فوائد نہیں رکھتي - معمولي زمانه میں ٹرینوں کی ٹرینیں خالي جاتي هیں ' کیونکه اولاً تو آبادي کم ہے - اور جتني کچھه ہے بھي ' وہ محض کاشتکار هیں - انہیں سیر و حرکت کي بالکل ضرورت نہیں -

جرمني نے یه راسته محض اسلیے اختیار کیا تھا که وہ اسکو زیاده کامیاب سمجھتا تھا - اسکے خیال میں بلجیم اس قابل نہیں تھا که وہ کسي عظیم الشان فوج کے حمله کي تاب لاسکے -

مدافعت کا اصلي خط دریاے مي یوز کا خط ہے ' جسمیں لیشر ' میز اور نامور کے قلعے اور گڑھیاں بھي شامل هیں - اس خط کے استحکام اور قلعه بندي میں اسقدر کوشش کي جاچکي ہے که اس کے بعد دریا کے داهنے طرف جرمني کي پیشقدمي روکنے کے متعلق سوال کرنا بیکار سمجھا جاتا تھا -

بلجیم نے اپنی قوت سے زیاده جوانمردي کی لیکن بالاخر دریاے مي یوز کا یادگار خط دفاع اسکے کیلیے زیاده عرصه تک بند نه رهسکا - اور لیشر کے مستحکم ترین استحکامات کو مسخر کرکے وہ نامور پر قابض هوگیا اور وهاں سے آگے بڑھکر فرانس کے دروازے هلا دیے - اب آینده هفته خط دریاے مي یوز کي آخري تعبیر بتلا دیگا جسمیں چند دن پہلے جرمنی کو مي یوز کے کنارے ناکام دیکھا گیا تھا !

لا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصوّر رسالہ

نمبر ۱۱ | کلکتہ: چہار شنبہ ۱۷ شوال ۱۳۳۲ ہجری | جلد ۵

Calcutta : Wednesday September 9. 1914.

Tel. Address:—"Alhilal," Calcutta
Telephone No. 648.

AL-HILAL.

Proprietor & Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
14, McLeod Street,
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

الہلال

میر مسئول و رئیس التحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۱۴ — مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ — ۱۲ — روپیہ
ششماہی — ۶ — ۱۲ — آنہ

نمبر ۱۱ — کلکتہ : چہار شنبہ ۱۷ - شوال ۱۳۳۲ هجري — جلد ۵
Calcutta : Wednesday, September, .9 1914.

الاسبوع

انتظار کي رات کب کی ختم ہوچکی ہے مگر صبح نتائج کا انتظار کرنے والے ابتک کروٹیں بدل رہے ہیں - حوادث و سوانح کا آفتاب کب کا طلوع ہوچکا ہے مگر منتظرین طلوع ابتک ٹکٹکي لگاے ہوے ہیں - پھر یہ کب اٹھینگے ؟ کیا اس وقت جب اس صبح کي دو پہر پھیل جائیگی اور سورج سر پر پہنچکر نظروں کو خیرہ کردیگا ؟ فسینغضون الیک رؤسہم' و یقولون متی ہو ؟ قل " عسی ان یکون قریبا "

فرانس کے میدان جنگ کي سب سے قیمتي امید یعني روس کو بالآخر مشرقي پروشیا میں شکستیں ملنی شروع ہوگئیں اور ایسي شکستیں جنکو خود روس "شکست" کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے ! چنانچہ جو خبریں ۲ سپٹمبر کو لندن سے آئي ہیں وہ روسي اسٹاف کا یہ اعلان نقل کرتي ہیں کہ "پروشیا میں جرمن کمک پہنچ گئي اور اس نے روسي فوج کو تہہ و بالا کردیا "

کیا اب روس برلن نہیں پہنچیگا حالانکہ کمبخت جرمني پیرس سے ۲۵ میل کے فاصلے پر محاصرہ کی طیاریاں کررہا ہے ؟

آسٹریا کي شکستیں اگر ویسي هي ہیں جیسي بیان کي گئي ہیں تو فی الحقیقت اسکے طرف سے بالکل نا امید ہونا چاہیے - روسي پیش قدمی گلیشیا میں برابر بڑھتي جاتی ہے - بخت نصر کے بعد (جسنے بنی اسرائیل کو یروشلیم میں گرفتار کیا تھا) آج تاریخ نے دوسرا نام زار روس کا درج کیا ہے' جس نے لیمبرگ میں ۷۰۰۰۰ ہزار زندہ اسٹرین گرفتار کر لیے ہیں !

بحر شمال میں گو ابتک منتظرہ معرکہ نہیں ہوا لیکن ہیلي گولینڈ میں ایک معرکے کے گرم ہونے اور انگریزي فتح کي خبروں نے بحري توجہ پیدا کرادي ہے - یہ مقابلہ محض تیسرے درجہ کے کروزروں کا مقابلہ تھا - اسکے بعد بھي کبھي کسي جرمن جہاز کے ڈوبنے اور کبھی کسی انگریزي جہاز کے ڈوبنے کي خبریں آتی رہي ہیں -

---

جاپان کے متعلق بالکل سناٹا ہے بجز اس اعلان کے کہ کیا چوکے سات جزیروں پر قبضہ کرلیا گیا -

---

روس' فرانس' اور انگلستان نے آپس میں معاہدہ کرلیا ہے کہ ہم میں سے کوئی تنہا طاقت جرمني سے صلح کر لینے کي مجاز نہوگي - شاید اسکی ضرورت اسلیے پیش آئی ہے کہ جرمنی کے پیرس پر پہنچ جانے نے فرانس کے مضطربہ صلح ہونے کا خدشہ پیدا کر دیا ہے -

---

مسٹر ایسکویتھ نے ۴ ستمبر کو گلڈ ہال میں موجودہ حالات پر ایک مبسوط تقریر کی' اور کہا کہ انگلستان بلجیم کی حمایت کے لیے اٹھہ کھڑا نہوتا تو یہ ذلت کي انتہا تھی - انہوں نے جرمنی کے مفتوحہ ممالک پر جزیہ لگانے اور لوین کی آتشزدگی کے طرف اشارہ کرتے ہوے کہا : "قانون پر قوت اور آزادي پر بہیمیت کی حکومت دیکھنے سے پلے میں اپنے ملک کو صفحۂ تاریخ سے محو ہوتا دیکھنا زیادہ پسند کرتا ہوں "

یہہ بڑي موثر اور عمدہ بات ہے جو انہوں نے کہی مگر واقعہ یہی ہے کہ جرمنی سے باہر بھی ہر جگہہ حکومت قوت ہی کی ہے نہ کہ قانون کی - انگلستان کو قوت ہے اور وہ جرمني کے "وحشیانہ" اعمال پر معترض ہے - ٹرکی کو قوت نہ تھی - وہ طرابلس میں اٹلي کے لیے کچھہ نہ کرسکی -

---

پچھلے جرمن اور متحدہ افواج کے معرکوں کے متعلق اب زیادہ طولاني تار آرہے ہیں' لیکن سب کا خلاصہ یہي ہے کہ جرمنی باوجود فوجي ناقابلیت و نالائقي کے ہر معرکے میں کامیاب ہوئی اور متحدہ افواج باوجود انتہا درجہ و فوجي فضائل اور عسکري مناقب میں کامیاب ہونے کے بالآخر ناکام رہي !

خیر' عالم جسم و مادہ کے علاوہ ایک اقلیم روح و معني بھي ہے - کیا ہوا اگر دشمن زمین کے ٹکروں اور اینٹ چونے کے بنائے ہوئے قلعوں کے لینے میں کامیاب ہوگیا ؟ اخلاق و جذبات کی سرزمین مقدس میں تو اسے ایک انچ جگہہ بھي نہ ملسکي حالانکہ متحدہ افواج نے بلجیم کی محدود سرزمین کی جگہہ ایک پوري اقلیم محاسن و مناقب فتح کرلي ہے !

جرمني اگر بڑھتي بھي ہے تو بالکل بیہودہ طور پر' لیکن متحدہ افواج ہٹتي بھي ہیں تو شاندار طریقہ سے' یادگار سرد طبعي کے ساتھہ' بغیر کسي معقول نقصان کے - پھر جو لوگ محض زمین ناپنے کا فیتہ لیے ہوئے افسوس کررہے ہیں' کیا انکے پاس جنگي مصالح' فوجي فضائل' اور اخلاقي فتحمندیوں کي پیمایش کے لیے کوئي آلہ نہیں ؟

SEWING MACHINES

THE ADARSHA KNITTING Co.

Importers, Manufacturers

CALCUTTA

تار کا پتہ - ادرشہ

نواب ڈھاکہ کی سرپرستی میں

—:o:—

یہ کمپنی نہیں چاہتی ہے کہ ہندوستان کی مستورات بیکار بیٹھی رہیں اور ملک کی ترقی میں حصہ نہ لیں لہذا یہ کمپنی امور ذیل کو آپ کے سامنے پیش کرتی ہے : —

(۱) یہ کمپنی آپکو ۱۲ روپیہ میں بٹن کٹنگ (یعنے سپاری تراش) مشین دیگی ' جس سے ایک روپیہ روزانہ حاصل کرنا کوئی بات نہیں -

(۲) یہ کمپنی آپکو ۱۵۰ روپیہ میں خود باف موزے کی مشین دیگی ' جس سے تین روپیہ حاصل کرنا کھیل ہے -

(۳) یہ کمپنی ۱۲۰۰ روپیہ میں ایک ایسی مشین دیگی جس سے موزہ اور گنجی مونی تیار کی جاسکے تیس روپیہ روزانہ بلا تکلف حاصل کیجیے -

(۴) یہ کمپنی ۹۷۵ روپیہ میں ایسی مشین دیگی جسمیں گنجی تیار ہوگی جس سے روزانہ ۲۵ روپیہ بلا تکلف حاصل کیجیے

(۵) یہ کمپنی ہر قسم کے کاتے ہوے اون جو ضروری ہوں محض تاجرانہ نرخ پر مہیا کردیتی ہے - کام ختم ہوا - آپکا روا نہ کیا اور اسی میں روپیہ بھی مل گئے ! پھر لطف یہ کہ ساتھہ ہی بننے کے لیے چیزیں بھی بھیج دی گئیں -

---

لیجئے دو چار بے مانگے سرٹیفکٹ حاضر خدمت ہیں

—:o:—

انربیل نواب سید نواب علی چودھری (کلکتہ) :— میں نے حال میں ادرشہ نیٹنگ کمپنی کی چند چیزیں خریدیں مجھے ان چیزوں کی قیمت اور اوصاف سے بہت تشفی ہے -

مس کشم کماری دیوی - (ندیا) میں خوشی سے آپکو اطلاع دیتی ہوں کہ میں ۶۰ روپیہ سے ۸۰ روپیہ تک ماہواری آپکی نیٹنگ مشین سے پیدا کرتی ہوں -

---

نواب نصیر الممالک مرزا شجاعت علی بیگ قونصل ایران

—(o)—

ادرشہ نیٹنگ کمپنی کو میں جانتا ہوں - یہ کمپنی اس وجہ سے قائم ہوئی ہے کہ لوگ صنعت و مشقت کریں - یہ کمپنی نہایت اچھی کام کررہی ہے اور موزہ وغیرہ خود بنواتی ہے - اسکے ماسوا کم قیمتی مشین منگا کر ہر شخص کو مفید ہونے کا موقع دیتی ہے - میں ضرورت سمجھتا ہوں کہ عوام اسکی مدد کریں -

---

انربیل جسٹس سید شرف الدین - جج ہائیکورٹ کلکتہ

میں نے ادرشہ نیٹنگ کمپنی کی بنائی ہوئی چیزوں کو استعمال کیا اور پائیدار پایا - دیکھنے میں بھی خوبصورت ہے - میں امید کرتا ہوں کہ بہت جلد اس کمپنی کی سرپرستی ایسے لوگ کرینگے جنسے انکے کام میں وسعت ہو -

---

ہز اکسیلنسی لارڈ کارمائیکل گورنر بنگال کا حسن قبول

آپکے پرائیوٹ سکریٹری کے زبانی -

آپکے اپنی ساخت کی چیزیں جو حضور گورنر اور انکی بیگم کے لیے بھیجا ہے وہ پہونچا - ہز اکسیلنسی اور حضور عالیہ آپکے کام سے بہت خوش ہیں اور مجھکو آپکا شکریہ ادا کرنے کہا ہے -

برنیم — کرنل گورنمنٹ ہوس کلکتہ -

نوٹ — پراسپکٹس ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بھیج دیا جائیگا -

ادرشہ نیٹنگ کمپنی ۲۶ ایچ - گرانٹ اسٹریٹ کلکتہ

اب ریم کے بعد پیرس کے سوا اور کوئی مستحکم روک نہیں رهی تهی - چنانچه اسکے بعد هي جرمني کے لافرتے زوافرے نامي ایک مقام تک آجانے کی خبر ملی جو پیرس سے صرف ۳۰ میل کے فاصله پر هے -

آخری تار برقی موجوده حالات کو زیاده روشنی بخشتی هے اس سے معلوم هوتا هے که اب جرمنی فوج کے قرب و بعد کا سوال نہیں رها بلکه بالکل پیرس کے محاصرے کا - پیرس سے مشرق میں نان ٹیول' و میرس' وٹری' نامی مقامات کا ایک جنوب رویه خط چلا گیا هے اور اس سے اوپر مشرقی جانب فرانسیسي جرمن سرحد کا قلعه وردن هے - جرمن فوج نے اسی کو اپنا خط مقرر کیا هے اور فوج پهیلا رهي هے -

جرمن فوج نے پیرس کے سامنے دریاے اولس (یا اوے) کے کنارے قیام نہیں کیا اور اوسکے مشرق میں خط هجوم پهنچا - اس سے یه نتیجه نکالا جاتا هے که شاید اس جانب متعدد افواج نے آسے شکستیں دیدي هیں -

مگر نقشه دیکهنے سے اس خیال کی صحت مشتبه هوجاتي هے اور معلوم هوتا هے که اس طرح کرنے میں جرمنی نے اپنے اوس جنگی تدبیر اور دانشمندی کا ایک تازه ترین ثبوت دیا هے جو فوج کے سفر اور قوت کے پهیلاؤ میں ابتدا سے دکهلاتي آئی هے - پیرس کے مشرق میں آنے سے اسکا مقصد یه معلوم هوتا هے که اندرون جرمنی سے لیکر پیرس تک ایک ایسا قریبي اور مسلسل فوجي خط قائم ارسکے جو جرمنی اور اطراف پیرس کو ایک کردے ' اور وه هردم اپنے مرکز سے قوت پاتی رهی -

چنانچه نقشه کے دیکهنے سے واضح هوگا که پیرس کے مشرق میں جرمنی کا سرحدي قلعه " میٹز" ٹهیک پیرس کے محاذ میں واقع هے اور اسکے سامنے فرانسیسي سرحد کے اندر وردن هے - پیرس سے اگر ایک سیدها خط کهینچا جاے تو وه وردن هوتا هوا میٹز تک پهنچیگا اور وهاں سے مائل به شمال هوکر سیدها برلن تک چلا جائیگا - اسي میٹز کو آجکل قیصر جرمن نے اپنا هیڈ کوارٹر بنایا هے اور فوجي قوت کے ایک مرکزي سر چشمه کي حیثیت رهتا هے - پس جرمن فوج نے اندرون فرانس کي جرمن قوت کو مرکز سے بالکل وابسته کردینے کیلیے نان ٹیول' کولو میرس' وٹري' اور وردن کے خط مثلث کو اپنا قیام گاه بنایا ' اور وردن میں آکر بخط مستقیم و متصل ' میٹز سے ملگئی جہاں خود قیصر موجود هے !

پیرس سے میٹز تک کا خط ۱۸۰ میل کا هے - اسمیں سے ۲۵ میل نکالدینے چاهئیں جو پیرس اور نان ٹیول کا باهمي فاصله هے - باقي ۱۵۵ - رهے - پس اس سے ظاهر هوا که سرحد فرانس کے اندر اور پیرس کے سامنے ۱۵۵ میل طول تک جرمنی نے اپنا فوجي خط پهیلا دیا هے اور ساتهه هی اسے میٹز کے هیڈ کوارٹر سے بالکل ملادیا هے !!

خدا کے ارادوں کو کون جان سکتا هے ؟ وما تشاؤن الا ان یشاء الله - لیکن یه واقعات بتلاتے هیں که جرمني نے اپنے خط جنگ کی تمام منزلیں طے کرلي هیں ' اور اب صرف پیرس کا قبضه باقي هے - روس اسپر دباؤ ڈالنے میں ناکام رها ' اور فرانس کا ابتدائي حمله بهی کچهه نه کرسکا - انگریزي فوج نے فرانس کي مدد کی پوري کوشش کي ' مگر وه فرانسیسي فوج کي غلطیوں کو یا بے ثباتي کو کہاں تک دور کرتي ؟ کام کرنے کي اصلي جگه خود فرانس کي تهي نه که انگلستان کی - پهر بهي جرمني کو پیرس تک آنے میں جتنا وقت لگا ' معلوم هوتا هے که صرف انگریزي فوج کي موجودگي اسکا باعث هوئی ' ورنه اگر صرف تنہا فرانس هوتا تو نہیں معلوم واقعات کي صورت موجوده حالت سے بهي کسقدر افسوس ناک هوتی - قرائن صاف کہتے هیں کد اب آخري نتائج دور نہیں : بل الساعة موعدهم والساعة ادهى و امر

جنگ کے شروع هوتے هی ولایت کی ڈاک میں بے ترتیبی شروع هوگئی - جمعه کی جگه سنیچر اور اتوار کو اسٹیمر پهنچنے لگا اور ایک بار تو پیر کے دن پهنچا - اس سے بهی بڑهکر یه که ایک هفته کی ڈاک دوسرے هفته میں ملنے لگی - ادارۂ الہلال اور متعدد مقامات میں پچهلے هفته کی ڈاک بالکل نہیں آئی اور شہر میں لندن کے اخبارات و رسائل پانچ پانچ روپیه قیمت پر بهي نه ملے - بارے الحمد لله که کل دونوں هفتوں کی ڈاک یکجا ملگئی هے' اور اسمیں جنگ کے متعلق مضامین و تصاویر اور نقشوں کا نہایت مفید اور دلچسپ ذخیره هے - افسوس که اس هفته اس سے کچهه کام نہیں لے سکتے -

---

اس وقت کے ایک تار سے معلوم هوتا هے که خود قیصر جرمن فرانس کے اندر پہونچ گیا هے اور " نانسي " میں موجود تها - اس سے اندازه کیا جا سکتا هے که جرمن طیاریوں کا کیا حال هے ؟

ذیل کے نقشه میں جرمنی کا پیرس کے پاس موجوده خط هجوم دکهلایا گیا هے جو آج تک کی خبروں سے واضح هوتا هے - نان ٹیول سے یه خط کسي قدر نیچے وٹری نامی ایک مقام تک آتا هے - وهاں سے پهر وردن پر مائل به شمال بلند هوگیا هے - اس خط هجوم میں بڑي مصلحت یه رکهي گئي هے که وردن کے سامنے اور سرحد کے اندر میٹز هے جہاں قیصر جرمنی موجود هے اور جرمن هیڈ کوارٹر قرار پایا هے - پس اسطرح فرانس کے اندر جرمن قوت اپنے هیڈ کوارٹر سے بالکل متصل هوگئي - میٹز کو نمایاں کرنے کے لیے ایک جهنڈا بنادیا هے - انگریزي فوج کے متعلق اخری اطلاع جو ملي هے اسکے مطابق وه جرمن خط کے عقب میں هوگی جہاں نقشه میں دوسرا جهنڈا نمایاں کیا گیا هے -

نقشه یورپ جنگ سے پہلے

هفته جنگ

جنگ بست روزه کے بعد

(طلوع نتائج)

سورج جب اچهی طرح بلند هوجاتا هے تو اسکی روشنی تنگ اور نشیبی گوشوں تک پهنچ جاتی هے' مگر صبح کو روشنی کے نظارے کے لیے میدان چاهیے -

جنگ یورپ کے نتائج کی صبح شروع هوئی مگر میدان سے باهر نظر نه آئی - بهت کم آنکهیں جاگتی تهیں جو سفیدی کے ڈوروں کو دیکهه سکیں ' لیکن اب اچهی طرح روشنی پهیل گئی هے اور آفتاب اسقدر بلند هوچکا هے که اس سے انکار ممکن نهیں - مگر :

و غرتکم الامانی حتی جاء امر الله (۵۷ : ۳۲) افسوس که بیجا امیدوں نے تمهیں دهوکے میں رکها ' یهانتک که امر الهی آ پهونچا !

بهر حال اب موسم اچهی طرح بدل چکا هے' اور خود هندوستان کا انگریزی پریس میدان جنگ کے متعلق علانیه اُن رایوں کے اظهار پر مجبور هوگیا هے جو سرکاری محکمۂ خبر رسانی کی تفسیرات و تاویلات سے بالکل مختلف هیں -

مقامی مشاق تاویل و توجیهه معاصر (استیٹسمین) ۷ - کے لیڈنگ ارٹیکل میں اعتراف کرتا هے : "جهاں تک واقعات ظاهر هوے هیں' انکا موازنه نا گزیر طور پر یهی ظاهر کرتا هے که انگریزی اور فرانسیسی کمانیر ایدا کام نهیں جانتے" فاقبل بعضهم علی بعض یتلاومون ! قالوا یا ویلنا انا کنا طاغین !

یکم ستمبر کے ٹایمس آف انڈیا میں ایک طویل بحث کے بعد تسلیم کیا هے که جرمنی اپنا کام پورا کر رها هے - اس نے اپنا تمام راسته بالکل صاف کر دیا ' اور اب امید کا سهارا صرف روسی پیش قدمی پر هے - اگر ایک دن بهی جرمنی فرانس میں نه بڑهے تو خوش هونا چاهیے که روس کو چوبیس گهنٹه برلن جانیکی اور مهلت مل گئی !

لیکن افسوس هے که نه تو جرمنی رک سکا ' اور نه روس کو جرمنی کے اندر بڑهنے کی مهلت ملی - ساری امیدیں کونگز برگ کی طرف روس کے بڑهنے پر تهیں : کمثل العنکبوت اتخذت بیتاً (۲۹:۳۰) لیکن جرمنی نے اسے وهانسے بالکل هٹا دیا ' اور جبکه جرمنی پیرس سے ۲۵ میل پر هے تو روس کی پیش قدمی کا سرے سے کوئی وجود هي نهیں ! و ان اوهن البیوت لبیت العنکبوت لو کانوا یعلمون ! (۲۹ : ۳۱)

(مزید پیش قدمی)

بالاخر همارا خیال بالکل صحیح نکلا جو هم نے گذشته اشاعت کے افتتاحیۂ جنگ میں ظاهر کیا تها' اور قبل اسکے که پرچه ڈاک میں پڑے ' اطلاع آ گئی که " حکومة فرانس نے پیرس چهوڑ دیا اور بورڈو چلي گئی" بورڈو پیرس سے ۳ سو میل جنوب میں هے - اخبار طان وغیره کے دفاتر بهي وهیں چلے گئے هیں' اور

یه انتقال اس امر کا صریح ثبوت هے که فرانس پیرس کے محفوظ رهنے کي پوري امید نهیں رکهتا -

حسب معمول اس تار کے بعد هي اسکی تشریحات و توجیهات کا سلسله شروع هوگیا ' اور یکے بعد دیگرے اطلاعات شایع هونے لگیں - چند تاروں میں تو اُن " ماهرین جنگ" کي تشفي بخش رائیں هیں جو اجکل هر موقعه پر فنون جنگ اور مصالح حربیه کي بے تحاشا بخشش کے لیے همه تن مستعد رهتے هیں اور اچهی طرح جانتے هیں که فن جنگ کے دقائق کو ایسے موقعوں پر کیونکر خرچ کرنا چاهیے ' مگر بعض تاروں میں وهی " مصلحت جنگی " کا اعلان هے جو اس سے پہلے بهی هر ایسے موقعه پر هوچکا هے -

ان سب تاروں کا خلاصه یه هے که پیرس سے حکومت کا منتقل هونا کوئی پریشانی کی بات نهیں - یه نهایت عمده تدبیر هے اور ایک اعلی قسم کی "جنگی مصلحت"

" جنگي مصلحت " اسمیں شک نهیں که ایک قیمتی چیز هے لیکن شاید اُن لوگوں کیلیے اسکے دائمی اسراف میں چنداں تشفی نهو جو فن جنگ کے مصالح سے ناواقف هیں - وه کهتے هیں که نامور مسخر هوگیا - یه جنگی مصلحت تهی - برسلز سے مثل پیرس کے حکومت اٹهه آئی - یه جنگی مصلحت تهی -

متحده افواج نے شارلی راے کے معرکه میں اپنا خط چهوڑ دیا یه جنگی مصلحت تهی - پهر لیل اور امینس کے خط سے بهی پیچهے هٹ آئی - یه جنگی مصلحت تهی - و قس علی ذالک - پهر آخر اسکا سلسله کب تک رهیگا ؟ اور کیوں کمبخت جرمنی "جنگي مصلحت" سے ایک جگهه بهی نهیں چهوڑتی ؟

(موجوده خط حصار جرمنی)

هم نے گذشته اشاعت میں ظاهر کیا تها که جرمنی کیمبرے تک آگئی هے اور اب ۸۰ میل سے بهی کم فاصله پیرس سے رهگیا هے - لیکن هفته رواں میں اسکي پیش قدمي اسقدر تیزي سے جاري رهي جسنے هر چوبیس گهنٹے میں ایک نئے تغیر کی خبر سنائی -

کیمبرے کے بعد جرمن فوج اور آگے بڑهي - خبروں سے معلوم هوا که با پام پر لڑائي هو رهي هے جو کیمبرے کے عقب میں هے' اور دریاے سوامي کے اُس پار ایمینس ' لافیرے ' لیون ' هوتے هوے میزرس تک متحده افواج نے اپنا خط دفاع بنایا هے اور جرمني کو روکنے کی جانبازانه کوشش کر رهے هیں -

اب متحده افواج کیلیے سب سے بڑي امیدگاه " ریم " تها جو پیرس سے مشرق جانب نهایت مستحکم قلعه بند مقام هے' اور آبادی کے چاروں طرف آٹهه قلعے مدور بنے هوے هیں - بار بار تاروں میں اطمینان دلایا گیا تها که یهاں دشمن کچهه نه کرسکیگا - لیکن اسکے بعد هی جرمني کے ریم سے بهی آگے بڑه آنے کی اطلاع ملي اور همارے مستعد انگریزي معاصر (استیٹسمین) نے یه توجیهه کرلی که "جنگی مصلحت سے غالباً ریم چهوڑ دیا گیا"

(عالمگیر غلطی)

غلطي جب عام هوجاے تو صحت کے لیے اثبات وجود مشکل هو جاتا ہے' اور دنیا پر بعض ایسی گهڑیاں بهی آیا کرتی هیں جب دو اور دو کو چار ثابت کرنا بهي دقتوں سے خالی نہیں هوتا - اگر نیند کي غافل رات سب کو یک قلم سلا دے تو بیداري کی چند آنکهیں کس کس کی غفلت کے ماتم میں روئینگی ؟ موجودہ جنگ نے دنیا کے اُن تمام حصوں کے لیے جنگي معلومات کا ذریعہ صرف فریقین جنگ کي اطلاعات هیں' ایسي هي غفلت عام اور نظر محدود کي صورت اختیار کرلی ہے' اور کشف حقیقت و استخراج صحیح کے ارادوں کے لیے بڑي هی سخت ابتلائیں درپیش هیں -

تاهم کوشش کرني چاهیے کہ اگر حقیقت کو بے نقاب نہیں کر سکتے' تو اقلاً دو چار قدم آگے بڑهکر تو دیکهہ سکیں' اور بہ حیثیت واقعہ نگاري کے سخت خائن هونگے اگر اس سعي سے هم اعراض کریں -

اسی کي ایک ابتدائي کوشش تهي جو گذشتہ هفتہ کا افتتاحیۂ جنگ لکهتے هوے کي گئی تهي - هم نے وثوق کے ساتهہ یہ خیال ظاهر کیا تها کہ آغاز جنگ سے جس عظیم الشان اور جنگ کي ابتدائی منزلوں کیلیے فیصلہ کن معرکہ کا انتظار کیا جا رها ہے' وہ هو چکا' اور یہ سمجهنا کہ اسوقت تک جو کچهہ هوچکا ہے محض غیر اهم اور بے اثر ابتدائی مقابلے تهے' واقعات صریحہ کی روشنی سے انکار کي ایک ایسی تعجب انگیز کوشش ہے' جسکي مثال صرف اسي جنگ میں ملسکتي ہے' ورنہ دنیا اسقدر غافل کبهي بهي نہ تهي - همنے ظن و تخمین اور قیاس آفرینیوں کي جگہ ان اطلاعات پر اعتماد کیا تها جو سرکاري محکمۂ خبر رسانی کے ذریعہ اس وقت تک پہنچائي گئی هیں - انهی کي ترتیب و انطباق سے یہ نتیجہ نکالا تها کہ جنگ ابتدائي منزلوں میں اولجهی هوئي نہیں ہے بلکہ اپنے نصف اهم سے گذر چکي - اور اگر جنوبي یورپ کے معرکے کی تین منزلیں تهیں تو دو منزلیں بیس دن کے اندر ختم هوگئیں - اب صرف آخري منزل یعنے محاصرہ پیرس باقی رهگئی ہے - پس گذرے هوے واقعات کا مستقبل میں انتظار کرنا بالکل بے فائدہ هوگا -

(طلوع و غروب)

امیدونکا آفتاب ایک هي وقت میں طلوع کی روشني اور غروب کی تاریکی' دونوں رکهتا تها -

یهي خبریں هیں جنهوں نے همیں ابتداے جنگ سے جرمني کي پے درپے شکستوں کي خبریں سنائي هیں جنکا سلسلہ ۲۱ - اگست تک بالکل غیر منقطع رها' اور توجیہ و تاویل کے ساتهہ ابتک باقي ہے - هم نے همیشہ ان خبروں کو شوق و مسرت اور اطمینان کے ساتهہ سنا' اور اس انتظار کو قبول کیا کہ عنقریب ایک سرحدي فیصلہ کن معرکہ هوگا' اور جرمني کي پیش قدمي جو بلجیم کي تنہائي اور ضعف سے فائدہ اٹهاکر جاري ہے' روک دي جائیگي - هم اب بهي ایسا هي کرنا چاهتے هیں لیکن افسوس ہے کہ وهي ذریعہ خبر رسانی جو ایک طرف متحدہ افواج کے جذبات و عواطف کی اخلاقی اور عسکري فتح مندیوں کے کارنامہ هاے عظیم سے پر ہے' بد قسمتی سے دوسري طرف جرمنی کی جغرافیائی اور پیمایشي پیش قدمیوں کے واقعات کي بهي مضطربانہ خبر دے رها ہے' اور هم حیران هیں کہ زمین اور پیمایش کے نقصان کي تلافي اُس فوجي قابلیت' بے جگرانہ شجاعت' عسکري روح نشاط' اور اخلاقي اولو العزمي سے کیونکر کریں جو " فوجوں کے بالترتیب پیچهے هٹتے' " باوجود پسپا هوجانے کے کامیاب جوابی حملوں کے دینے " " باطمینان و جمعیت خاطر اپنے مقبوضہ خطوط خالی کرکے چلدینے " " نہایت ٹهنڈے هوکر دشمن کی سرگرمیوں کا جواب دیتے هوے رجعت کرنے " اور نہایت " کامیابی " کے ساتهہ دشمن کا شاندار مقابلہ کرکے بالاخر " پیچهے هٹ جانے " میں ابتک ظاهر هوتي رهي هیں - هم اس دلیرانہ اور " تاریخي " مقابلہ کے مداح هیں جو جنرل لیمان نے لیژ کے " ناقابل تسخیر " اور " دنیا کے اول درجہ کے استحکامات " میں دکهلایا - لیکن افسوس کہ وہ مسخر هوگیا اور جنرل لیمان دیواروں اور لاشوں کے نیچے سے بمشکل زندہ نکالا گیا - هم اُس کامیابي کي بڑے هي اطمینان سے داد دے چکے هیں جو بلجیم نے متحدہ افواج کے انتظار میں ثابت قدم رهکر دکهلائي' لیکن اسکو کیا کیجیے کہ برسلز " خالي " کردیا گیا جسکا مطلب حدود جنگ سے باهر کي زبان میں " لے لیا " ہے' اور جرمني فتحمندانہ آگے بڑهہ آئي - پهر وہ کوہ وقارانہ عظمت اور مافوق العادۃ جبروت و اجلال عسکري کیسی پر اثر تهي جو انگلستان اور فرانس کی متحدہ افواج کے داخلے سے میدان بلجیم میں رو نما هوئي ؟ اور کیسی عدیم النظیر شجاعت' فقید المثال صبر و ثبات' یادگار رهجانے والي سرفروشي و بے جگري' اور فن جنگ و نشانہ بازي کو یکسر پلٹ دینے والی جنگی قابلیت سے قدم قدم پر ناعاقبت اندیش اور مغرور و طاقت حریف کا مقابلہ کیا گیا اور کیسی مصلحت اندیشانہ مدافعت کي شاندار نمایش کي گئی ؟ اسکا هر واقعہ جنگی روایات کا پر فخر حاصل اور تاریخ دفاع امم کا ایک ناقابل فراموش نظارہ تها اور هر آن اور هر لمحہ هم کو توقع دلاتا تها کہ عنقریب جرمني کو اپنے غرور باطل کا خمیازہ بهگتنا پڑیگا' اور آنے والا معرکۂ عظیمہ تمام خط بلجیم کو دشمنوں سے خالی کردیگا - با این همہ افسوس ہے کہ کسی غیر معلوم اور مافوق العادۃ انقلاب کی وجہ سے نامور کے قلعے فتح هوگئے اور جرمنی باوجود شکستوں پر شکستیں کهانے کے اور بے شمار نقصانات اٹهانے کے برابر پیش قدمی هي کرتی رهي - حتی کہ میدان جنگ یکایک وسط بلجیم سے منتہاے سرحد فرانس میں منتقل هوگیا' اور پہلے مونس اور شارلی راے' پهر کیمبرے کے آخري معرکے شروع هوگئے - ان معرکوں میں بهي سرد تحمل (coolness) سرگرم شجاعت' عقلمندانہ دفاع' اور پر اسرار جنگي مصالح کے تحفظ نے حسب دستور کچهہ کمي نہ کي' اور جیسا کہ هر موقع پر هوا ہے' ایک کثیر ذخیرہ فوجي محاسن و مناقب کا فراهم کردیا گیا تاهم افسوس کہ زمین کي پیمائش اور جغرافیہ کے حقائق متعارفہ کے لحاظ سے جو آخري نتیجہ نکلنے والا تها وہ نہ رک سکا' اور باوجود جنگی قابلیت و محاسن میں نا کام رهنے کے' ناعاقبت اندیش دشمن بیس تیس میل اور آگے بڑهہ آیا: و اذ زاغت الابصار و بلغت القلوب الحناجر ! (۳۳ : ۴۸)

(نا عاقبت اندیش فاتح)

یہ مانا کہ جرمنی کي تمام پیش قدمیاں نا عاقبت اندیشي تهیں' اور متحدہ افواج نے جب کسي جگہ کو چهوڑا ہے اور دشمن کو " سپرد هونے دیا " ہے تو اسمیں کوئي نہ کوئی " جنگي مصلحت " اور " عسکري راز " ضرور پوشیدہ رها ہے اور ابتداے جنگ سے لیکر اسوقت تک هر هر قدم پر اس غیر مختتم توجیہ سے همنے اطمینان حاصل کرنا چاها ہے' لیکن افسوس کہ اب اس پر اسرار اور مجہول الحقیقۃ " جنگي مصلحت " پر غور کرنیکي مہلت بهي باقي نہ رهي' کیونکہ اطراف کیمبرے کے معرکوں نے دشمن کي " شکستوں سے معمور فتح مندي " کو اس حد سے بهي گذار دیا ہے' اور اب خط دریاے سوامے سے آگے بڑهکر اور ریم جیسے مستحکم

الہلال

۱۷ شوال ۱۳۳۲ ہجري

یوم التغابن !

مصاربہ عظیمہ منتظرہ موعودہ

اور

لیالی جنگ کی صبح نتائج !

(۲۶ - اگست سنہ ۱۹۱۴)

هذا الذی کنتم به تکذبون ! ۸۳ : ۱۷

وہ آزمایش ثبات اور امتحان قیام کا ایک یوم عظیم تھا جو آیا اور چلا گیا ' وہ اُمید و بیم ' استقرار و اضطرار ' اور اقدام و تقہقر کي ایک تقسیم و تقدیر تھي جو آئي اور چلي گئی ' وہ فوز و خسران اور اقبال و ادبار کا ایک پیغام تھا جو پہنچا اور سنادیا گیا ' وہ قتل و مقتولي ' حکم و محکومي ' امر و مامورِي ' اور قہر و مقہوري کا ایک تماشاگاہ تھا جو شروع ہوا اور ختم بھی ہوگیا ' وہ آنے والے وقتوں اور ہونے والے واقعات کے لیے ایک امر ناطق ' ایک حاکم فاصل ' اور ایک ترجمان مستقبل تھا جس نے اپنا حکم سنایا اور پورا ہوا ' وہ تسابق احزاب ' تصادم قوی ' اور تنافس سیوف و مدافع کا اولین فیصلہ تھا جو ہونے والا تھا اور ہوگیا - غرضکہ وہ شب ہاے انتظار اور لیالي خوف و طمع کي ایک صبح نتائج تھي ' جسکی ہولناک اور محشر خیز روشني دریاے "مي یوز" کي پر امن اور ساکن سطح کے افق پر نمودار ہوئي ' اور قلعۂ "میزیریں" اور "مونٹ میڈي" کي برجیوں تک پھیلکر آنے والے یوم عظیم میں مدغم ہوگئي :

واللیل اذا ادبر ! و الصبح	" (پس) قسم ہے (انتظار کے) رات
اذا اسفر ! انها لا حدی	کي جب وہ ختم ہونے لگے ' اور صبح
الکبر ' نذیراً للبشر '	(نتائج) کي جب وہ روشن ہوجاے '
لمن شاء منکم ان یتقدم	کہ دنیا کے عظیم الشان واقعات میں سے
او یتاخر ! (۷۴ : ۴۰)	یہ ایک عظیم الشان واقعہ ہے ' اور

(اپنے آنے والے نتائج و حوادث) سے انسان کو ڈرانے والا ہے - البتہ یہ انذار و تخویف انھي کیلیے ہے جو تم میں نظر عبرت رکھتے ہیں ' اور جنکا دماغ فہم و فکر کیلیے متحرک رہتا ہے - یعني جو تم میں سے آگے بڑھنا چاہتے ہیں یا پیچھے ہٹنا چاہتے ہیں ' پر ایک ہي خیال پر (پتھر کي طرح) منجمد نہیں " -

ہاں ' یہ سچ ہے کہ وہ " یوم الفصل " نہ تھا جو آخري فیصلہ کرنے والا دن ہے اور جو آنے والا ہے :

ان " یوم الفصل " کان	بیشک فیصلے کا ایک دن مقرر ہے -
میقاتا : یوم ینفخ فی	وہ دن جبکہ آخري نتائج کے ظہور کا
الصور فتاتون افواجا !	صور پھونکا جائیگا اور تم فوج در فوج
(۷۸ : ۱۹)	ہر طرف سے آ جمع ہوگے !

وہ " یوم عسیر " نہ تھا جو مصیبتوں کي انتہا اور سختیوں اور صعوبتوں کے نزول کا آخرین دن ہوگا ' اور جبکہ اُن ایام ہاے عیش و نشاط کا حساب لیا جائیگا ' جو کمال عصیان و طغیان اور فساد فی الارض میں بسر کیے گئے ہیں :

فذالک یومئذ یوم عسیر	پس وہي دن ہے کہ بڑے ہي سختي
علی الکافرین غیر یسیر !	اور مشکل کا دن ہوگا ' جسمیں کسي راہ
(۷۴ : ۱۰)	اور کسي شکل بھي آساني کي صورت
	نظر نہ آئیگی !

وہ " اجل مسمی " نہ تھي جو آخري فتح و شکست اور نصرت و خسران کا فیصلہ کردیگی اور جو لکھي جا چکی ہے :

وجعل لهم اجلا لا ریب	اور انکے لیے ایک وقت مقرر کردیا ہے
فیه (۱۷ : ۹۹)	جسکے آنے میں کچھہ شک نہ

البتہ وہ "یوم التغابن" تھا - کیونکہ اسمیں ہار جیت کا پہلا میدان گرم ہوا ' اور اسلیے جنگ یورپ کے ایام عظیمہ کي پہلي منزل جسکے لیے تمام سطح ارضی یکسر چشم انتظار تھي ' اُسي میں نمودار ہوئي ' اور حوادث و سوانح کا قافلہ منزل نتائج پر پہنچا اور گذر گیا :

ذالک یوم التغابن !	(یقیناً) یہی ہار جیت کا دن تھا !
(۶۴ : ۹)	

(انتظار غیر مختتم !)

لیکن جبکہ یہہ سب کچھہ جو ہونے والا تھا ' ہوچکا - جبکہ اس دن کے نتائج بجلي کی طرح چمک چکے اور بادل کی سي آوازے گرج چکے - جبکہ وہ آنے والا جس کا انتظار تھا آگیا ' اور جس تماشے کا منتظر بنایا گیا تھا وہ شروع بھي ہوا اور ختم بھي ہوگیا ' تو ضلالت فکر ' غفلت راے ' اور تساہل کار کا یہہ کیسا عجیب و غریب منظر ہے کہ انتظار کرنے والے ابتک بدستور مشغول انتظار ہیں اور انسے کہا جارہا ہے کہ انتظار کیے جاؤ ؟ عشق نتائج کي وہ شب تاریک جو تمام دنیا بڑی بے چینیوں اور بیقراریوں میں کاٹ رہي تھي اور روشني کے لیے یکسر چشم ہوگئي تھی ' بالآخر ختم ہوئي اور اگر فیصلہ کا روز روشن نہیں تو اُس کي صبح کي روشني تو ضرور پھیل گئي ' لیکن انسان کي جسارت غفلت کي اس سے بڑھکر اور کیا مثال ہوگي کہ آسمان کے طرف تکنے والے ابتک تک رہے ہیں ' اور انسے کہا جارہا ہے کہ صبح کے ستارے کے لیے تکتے ہي رہو اور جو روشني پھیلي ہے اسے نہ دیکھو ؟

پھر اگر یہہ سچ ہے کہ ابتک کچھہ بھي نہیں ہوا اور جس منزل کا انتظار تھا وہ ابتک نہیں آئي ' تو آخر وہ کب آئیگي ؟ منزلوں پر منزلیں گذرتي گئیں لیکن ہر مرتبہ کہا گیا کہ وہ نہیں آئي ' انقلاب پر انقلاب ہوتے گئے لیکن ہر تغیر پر یقین کیا گیا کہ وہ نہیں آیا بلکہ اب آئیگا - آخر یہہ انتظار کب تک ؟ اور یہہ تجاہل تا کے ؟

هل عندکم من علم فتخرجوه لنا ؟	پھر کیا تمہارے پاس کوئي
ان تتبعون الا الظن وان انتم الا تخرصون !	(اور) علم صحیح و

تشفي بخش ہے جو ہمارے (اطمینان و رفع شک کے لیے) تم پیش کرسکو ؟ افسوس کہ تمہارے پاس کچھہ بھي نہیں ہے - سوا اسکے کہ اپنے ظن و وہم سے لا یعني باتیں اڑاؤ !

اگر امید کا حکم اور قیاس کا فیصلہ ایسا ہي ہے تو یقین کرو کہ یہہ انتظار کبھي بھي ختم نہ ہوگا - یہاں تک کہ انتظار کرنے والے انتظار ہي میں رہینگے اور انقلاب اور حوادث کا آخري ورق اُلٹ دیا جائیگا ' اور اس سے پہلے کا ورق تو کب کا اُلٹا جا چکا :

هل ینظرون الا الساعة ان	کیا یہ لوگ اُس آخري وقت کے
تاتیهم بغتة و هم لا یشعرون	منتظر ہیں کہ ناگہاں اُنپر آجاے '
(۴۳ : ۲۱)	اور انکو خبر بھی نہو ؟

کے قلعه لانگوے تک پهیل گیا - جو ٹکرہ ایسٹن عبور کرکے نامور کي طرف بڑها تها ' غالباً ۱۵ - اگست کو نامور سے دس میل ادهر اس سے بلجین فوج کا ایک مقابله هو رها تها که اتنے میں متحدہ فوج بلجیم پهنچ گئي اور نامور کے پاس ایک مثلث شکل میں اپنا خط دفاع مقرر کیا -

نامور دریاے مي یوز کے مغربي جانب عین ساحل پر ہے - اسکے دوسري جانب کسي قدر نیچے هٹکے دینان ہے - جرمني فوج وهاں تک پهنچ چکي تهي اور اسکا ایک حصه مي یوز کے پار سے بهي مثل مغرب کے نامور کی طرف بڑهرها تها -

(فوج کي تعداد)

خبروں میں افواج کی تعداد کے متعلق بهی جابجا تضاد ہے - تاهم ۲۶ اگست کو ٹائمس لندن کے فوجی نامه نگار نے جو آخری تعداد بتلائی ہے ' وہ اس بارے میں صحیح روشنی بخشتی ہے :

" ۴ - لاکهه ۳۰ - هزار جرمن می یوز کو عبور کرچکے هیں - انکے علاوہ وہ تعداد ہے جو بلجیم فوج کی نگرانی کرتی ہے یا زخمیوں وغیرہ کے پاس ہے - یا لورین اور السیس وغیرہ میں کام کرنے کیلیے چهوڑ دي گئی ہے - پس نقصانات اور فوج ردیف کے علاوہ اس امر کی کوئی شهادت نهیں که کسی وقت بهی جرمنی کے ۱۳ لاکهه سے زیادہ آدمی جمع هوے هوں - مگر فرانسیسیوں کی فوج کے پہلے هی خط میں ۲۰ - لاکهه فوج ہے ' اور انگریزی اور بلجیم فوج اسکے علاوہ ہے ' پس کوئی وجه نهیں که هم فتحمند نهوں "

اس سے معلوم هوا که متحدہ فوج کي تعداد پہلے هي خط میں ۲۳ لاکهه سے زائد تهي اور جرمني کی تعداد ۴ لاکهه ۳۰ هزار سامنے ' اور اتني هي میوز کے مشرق میں اور مختلف نقاط پر پهیلي هوئي هوگي - پس اس سے اندازہ کرلیا جاے که تعداد کے لحاظ سے دونوں فریقوں کا باهمي تناسب کیا تها ؟

(متحدہ هجوم سے پہلے)

۵ - اگست سے ۱۵ تک صرف بلجیم کے دفاع کا پہلا دور ہے - سرکاري اطلاعات کے بموجب یه تمام زمانه اس عالم میں گذرا که جرمني برابر شکستوں پر شکستیں کهاتی رهي - رسد کا ذریعه مسدود هوگیا ' هر معرکه میں اسے بے تحاشا بهاگنا پڑا ' اسکے توپ خانے کي بست ساله عظمت غلط نکلي ' بڑي بڑي تعدادوں میں وہ قید کي گئي ' بے شمار جرمن قتل هوے ' اور انکے زخمیوں سے میدان بهر بهر گیا - غرضکه اسے ایک فتح بهي نصیب نه هوئي اور انتهاے ناکامي سے دوچار رهی -

بلجیم کي وہ حالت جب متحدہ افواج داخل هوئی - جرمني جس ترتیب اور راہ سے بلجیم میں بڑهتي آئي ' اسکو بذریعه نقطوں کے خطوط کے دکهلایا ہے - متحدہ افواج نے نامور کے قریب اپنا پہلا خط بنایا تها - سرحد بلجیم کے اندر دوهري جدول دریاے می یوز کا مشهور خط استحکامات ہے - سیڈان کا ذکر تاروں میں آیا ہے جهاں ۱۸۷۰ع کے حملے میں جرمني نے یادگار فتح حاصل کی تهي -

ایسي حالت میں ظاهر ہے که متحدہ افواج کا یه هولناک سیلاب جس دشمن کو بهانے کیلیے بڑها تها ' اسے گویا پہلے هی سے بلجیم نے بد حواس کردیا تها اور اب متحدہ فوج دشمن کو زخمي کرنے کے لیے نهیں بلکه اسکے زخم کو اور زیادہ گهرا کرنے کے لیے بڑهي تهی !

(معرکۂ مونس ' سقوط نامور و شارلي راے)

متحدہ افواج کے ورود کا جرمن پر کیا اثر پڑا ؟ اسکا جواب تو مشکل ہے ' البته واقعات سے یه ضرور معلوم هوتا ہے که اسکے قدم اور زیادہ تیز هوگئے - سب سے پہلے اس نے لیژ کے قلعوں کو مسخر کرلیا - پهر فوج کا ایک ٹکڑا مشرق میں بڑهکر برسلز (دارالحکومت بلجیم) پر قابض هوا - لیژ کي تسخیر کا تو ابتک اقرار نهیں کیا گیا ' مگر برسلز کے سقوط کي اطلاع دي گئي ' اور ساتهه هی انگلستان کے ماهرین جنگ نے دنیا کو پیام تشفي بهیجا که " یه محض جنگي مصلحت ہے نه که شکست " یقولون بافواههم ما لیس فی قلوبهم

بالاخر خدا خدا کرکے پردۂ انتظار چاک هوا ' اور اس معرکۂ عظیمه کا میدان هولناک نظر آیا ' جسمیں دنیا کي اعلی ترین تیس لاکهه فوج بیسویں صدي کي آخرین مهلک ایجادات سے مسلح هوکر نبرد آزما تهي ' اور جو آینده کے لیے متحدہ افواج کي بیس لاکهه سے زائد جمیعت کے مشن کا قطعي فیصله کرنے والا تها -

متحدہ افواج نے اپنا پہلا پڑاؤ نامور کے قلعوں کے سامنے میں ڈالا تها کیونکه لیژ کے بعد سب سے بڑا مستحکم مقام یهي تها بلکه تاروں میں ظاهر کیا گیا تها که وہ لیژ سے بهي زیادہ مستحکم ہے - ۱۸ - اگست کي ایک تاربرقی (جس نے زبان پنهاں میں سب سے پہلے لیژ کي تسخیر کي مخبري کي ہے) یه تهي :

" اب یهه دلچسپ سوال پیدا هوگیا ہے که کیا جرمني نامور پر حمله کرنے کي جرأت کریگي ' یا خوف کهاکر اسے چهوڑ دیگي ؟ نامور کے قلعے لیژ کے قلعوں سے کهیں زیادہ مستحکم هیں "

لیکن ظالم جرمني نے " خوف کهاکے بالاخر " نه چهوڑا اور جرأتوں سے معمور هو کے پوري تیز قدمي سے بڑهي - ۲۳ کو مونس میں جرمن اور متحدہ فوج کا مقابله هوا اور اس " عظیم الشان معرکه " کا سلسله شروع هوگیا جسکا اسقدر اضطراب ' اسقدر امیدوں ' اور اسدرجه ارادوں کے ساتهه انتظار کیا جا رها تها - ۲۵ کو اس معرکے کے جو حالات همکو سنائے گئے انکا دلچسپ اور تاریخ فن روایت میں یادگار رهنے والا خلاصه یه تها که " دن بهر لڑائي رهی اور (حسب قاعدہ) انگریزي فوج آخر تک اپنی جگهه پر قائم رهی " اور کو اس کامیابی کے ساتهه قائم رهنے

فرانسیسي مقام پر قابض هوکر وه پیرس کے سامنے هے : الهاکم التکاثر حتی زرتم المقابر !

و ان ادري ا قریب ما توعدون ام یجعل له ربي امدا ۔ (۱۸ : ۹۲)

اور میں نہیں جانتا که وه اخری وقت جو آنے والا هے اور جسکي خبر دي گئي' بالکل قریب هے یا پروردگار عالم اسمیں کچهه تاخیر ڈالدیگا !

هم اس فوج کي اخلاقي عظمت کے کارناموں پر نازاں هیں جس نے ایسے آتش افشاں اور ناعاقبت اندیش دشمن کے مقابلے میں (جو آگے بڑهنے کے مقابلے میں شدید نقصانوں کي بهي کچهه پروا نہیں کرتا) کبهي بهي اپني " ٹهنڈي " طبیعت اور پر تحمل عسکریت کي پر فخر روایتوں کو ضائع نه کیا - وه جب کبهي پیچهے هٹي تو فرار و انهزام کے اضطراب کی جگه حمله کے اجتماع کي طرح عمده ترتیب اور پر شان قاعده کے ساتهه هٹي' اور جب کبهی اس نے کسي مقام کو چهوڑ دیا اور پیچهے کے طرف تقهقر کیا تو اس میں بهي اسرار جنگ کا یه سر مخفی ملحوظ رکها که "دشمن کو بند اور محدود مقامات کي جگهه کهلے میدانوں میں لوکے تباه کرنا " چاها'

اس سر مخفي کے تباه کن نتائج کسي وجه سے همیں نه بتلاے گئے هوں یا اونکو ظاهر هونے کا موقعه نه ملا هو' تاهم تخم ریزي کي محنت کو پهل کے نه آنے سے بالکل نظر انداز نہیں کر دیا جاسکتا -

بلاشبه یه ایک عظیم الشان یادگار هے جو امید هے که تاریخ جنگ میں فوجي محاسن اور فني قابلیت کے ایک قیمتي باب کا اضافه کردیگي - لیکن چونکه اس وقت همارے سامنے جنگي فضائل کي تاریخ کي تدوین کا کام نہیں هے بلکه ایک جنگي پیش قدمي اور اسکي مدافعت کا میدان هے' اور همیں بد قسمتي سے ایک رقبه زمین کے قبض و سقوط کي پیمایش کرني هے' اسلیے سخت رنج کے ساتهه کهنا پڑتا هے که عالم فضائل جذبات و مناقب اخلاق کي خواه کتني هي اقلیمیں مسخر هوگئی هوں مگر بلجیم اور سرحد فرانس کا وه چهوٹا سا رقبه جسکو طے کرکے حریف مغرور فتح و شکست کا آخری فیصله کرنا چاهتا هے اور جسکي ایک ایک انچ زمین کیلیے خون کے سمندر اور لاشوں کے جنگل بهرے جارهے هیں' افسوس که کسي وجه سے قبضه میں نه رکها جاسکا ' اور هم میدان جنگ سے اسقدر دور رهکر جو کچهه سمجهه سکتے هیں وه قدرتي طور پر صرف یہی افسوس وتالم هے - قبل اسکے که روس کا حمله جرمني کو کچهه نقصان پهنچاتا' وه بلجیم کے پورے طول سے گذر گئي هے' سرحد فرانس میں میلوں آگے بڑه آئي هے ' پیرس کو محاصره کی دهمکی دے رهی هے ' اور جنگ کی موجوده منزلوں کیلیے اسقدر بس کرتا هے - و ان فی ذالک لایات لقوم یعقلون

یه آخري انقلاب جس نے جنگ کا نقشه منقلب کردیا هے ' قیاس صحیح و غالب کہتا هے که اسکا فیصله کن میدان وهي تها جو ۲۴ - اگست کو سوں ' شارلی رواے' اور دینان کے سرحدي خط پر گرم هوا' اور پهر کیمبرے تک پهنچکر دریاے سوامے تک پهنچ گیا - ابتداے اطلاع سے هماري راے هے که جنگ کي دوسري منزل یا نصف اول کا فیصله کن معرکه یهي تها ' اور گو اسکے تفصیلي حالات حسب عادت همیں کچهه نہیں بتلاے گئے هیں ' لیکن فرانس اور انگلستان کي سرکاري تصریحات اسکي اهمیت کے اعتراف پر مجبور هوگئي هیں - پس في الحقیقت یهي وه شب انتظار جنگ کي پہلي صبح تهي جس کي روشني سے نتائج اخیره کے نصف النهار کو متصل هونا چاهیے : و ذلک یوم التغابن

یه معرکه اگرچه ۲۴ سے شروع هوکر برابر ایک هفته تک جاري رها' یعنے پہلی سپتمبر تک جبکه جرمني کے "امینیس" سے قریب هونے اور پهر معرکۂ جنگ کے خط دریاے سوامے پر منتقل هوجانے کا با تصریح اعلان کیا گیا :

سخرها علیهم سبع لیال و ثمانیة ایام (۶۹ : ۷)

برابر سات رات اور آٹهه دن تک یه حادثه انپر طاري رها -

لیکن موجوده ذخیرۂ اطلاعات سے معلوم هوتا هے که ان تمام ایام میں " یوم التغابن " ۲۶ - اگست هي کو سمجهنا چاهیے جس نے خط پیرس کا دروازه کهول دیا' اور جرمني کو ۶۰' ۷۰ میل ادهر سے اپنے تیسرے سفر کو شروع کرنے کا موقعه ملا - اسکي نئي پیش قدمي (جو اب پیرس سے چالیس پچاس میل ادهر تک پهنچ چکی هوگي اور آجکل میں اسکي خبر ملنے والي هوگي) اسي تاریخ سے قرار دیني چاهیے -

(معرکه عظیمه کي ابتدا)

فرانس کی معرکے کو دو حصوں میں منقسم کردینا چاهیے - پهلا حصه ۴ - اگست سے شروع هوتا هے جب جرمني نے اولین قدم خاک بلجیم پر رکها اور لیژ کے قلعوں کا محاصره کرلیا -

بلجیم کي مقاومت سے فرانس اور انگلستان کا مقصد یه تها که وه دشمن کو آگے بڑهنے سے روک دے - اتنے عرصه کي فرصت میں انگلستان اور فرانس کی متحده فوجیں بلجیم میں پهنچکر مدافعت کیلیے موجود هوجائینگی - چنانچه ۱۵ - اگست کو اعلان کیا گیا که انگلستان اور فرانس کي فوجیں حدود فرانس میں داخل هوگئي هیں -

اس متحده فوج کے پهنچنے سے جنگ کی بلجیمی مدافعت کا دوسرا حصه شروع هوتا هے کیونکه اب فرانس ' بلجیم' انگلستان' تینوں فوجیں عمده فرصت پاکر دشمن کی روک کے لیے مستعد هوگئی تهیں - پس پہلا حصه ۴ - اگست سے شروع هوکر ۱۵ پر ختم هوجاتا هے جبکه پیرس میں سرکاري اعلان کیا گیا که اب متحده فوج نے اپنا خط قائم کرلیا هے اور ۲۵۰ میل کے رقبه کی جنگ شروع هونے والی هے - اور دوسرا ۱۶ سے شروع هوکر یوم " التغابن" پر ختم هوتا هے' جو غالباً ۲۶ - اگست تهی جبکه خط پیرس کی فتح و شکست کا فیصله هوگیا -

واقعات کے تفحص سے معلوم هوتا هے که غالبا نامور هی کے حوالي میں متحده فوج نے اپنا پهلا خط دفاع بنایا اور ۱۶ - اگست سے لڑے معرکے شروع هوگئے -

(ورود کے وقت)

جب متحده فوج بلجیم میں وارد هوئی هے تو اسوقت نقشۂ جنگ کي حالت یه تهی : جرمنی نے غالبا لیژ کے قلعوں کو تمام تر مسخر نہیں کیا تها لیکن اسکا میمنه سرحد جرمني و بلجیم سے نکلکر اور دریاے می یوز کے کنارے دنان میں پهونچ کر نیو شاٹو تک پهیل گیا تها ' اور میسره بمقام ایسکن می یوز کو عبور کرکے می یوز کے مغربي ساحل سے آگے بڑه رها تها - لیژ کے علاوه نامور کے نو قلعے بهي صحیح و سلامت موجود تهے اور می یوز کے مغربی کنارے سے شمال میں انٹورپ تک ' اور مغرب میں ساحل ڈوور تک تمام خطۂ بلجیم دشمن سے بالکل پاک تها (دیکهو نقشه صفحه ۷)

جرمني نے اپنا خط سفر یه مقرر کیا تها که وه کولوں سے نکلکر سرحد بلجیم میں ایلا شاپیل سے بڑهے' اور میمنه قلعه لیژ کے دهنی جانب ' میسره بالیس جانب ' اور قلب سامنے کي طرف بڑها - میمنه نے دریاے می یوز کو ایسکن پر عبور کیا اور جنوب کي طرف روانه هوگیا - میسره دنیاں پر قابض هوا اور وهاں سے شمال میں اترے اور نیوشا ٹو سے هوکر فرانسیسي سرحد

کے بعد جرمن کي فوج کو پیچھے ھٹنا چاھیے تھا نہ کہ کامیاب انگریزي فوج کو' تاھم چونکہ باوجود شکست کھانے کے جرمن فوج نے بد قسمتي سے " نامور کا خط مدافعت لے لیا ھے اسلئے ضرورتاً متحدہ فوج کا ایک حصہ ھٹکے خط دریا سیمبرے (سرحد فرانس) تک آگیا ھے " !!

فما استطاعوا من قیام و ما کانو منتصرین ! (۵۱ : ۲۲) پس وہ جم نہ سکے اور نہ اپنا بدلہ ھی لے سکے

" نامور" کي تسخیر نے فی الحقیقت جرمني کے مشن کو بلجیم میں آخري حد تک کامل کردیا' کیونکہ امیدوں کا آخري سہارا یہي مقام تھا' اور اب لیژ سے لیکر سرحد تک اسکے لیے میدان صاف ھوگیا ! نیز اس واقعہ سے متحدہ مشن کي ناکامي بھي اشکارا ھوگئي -

جنگ کے افق پر صبح امید کي یہ پہلي شام مایوسي تھي جو افسوس ھے کہ پھر ختم نہ ھوئي' اور برابر تاریکي کے بعد تاریکي بڑھتی ھي گئي - اُن عظیم الشان امیدوں کا جو متحدہ افواج کے ورود سے تمام دنیا میں پھیل گئي تھیں' اسقدر جلد خاتمہ کس درجہ درد انگیز ھے ؟ علي الخصوص ایسي حالت میں جبکہ میدان جنگ کي خبروں نے دشمن کو پہلے ھي سے سخت شکست خوردہ اور گویا آمادۂ فرار ثابت کردیا تھا' اور ھر شخص منتظر تھا کہ اب متحدہ فوج ایک آھني دیوار بنکر دشمن کے سیلاب کو روک دیگی' اور ایک انچ بھی آگے بڑھنے نہ دیگی - جرمني کے وہ کمبخت قیدي جو فرانس اور انگلستان میں اپني فوج کی پریشانیوں' فاقہ مستیوں' قلت رسد' اور فقدان نشاط و شجاعت کی روایات امید پرور اور بشارتہاے جشن انگیز پھیلاتے تے' یقیناً ھم سب کی اس مصیبت کیلیے ذمہ دار ھیں جو ان عظیم الشان امیدوں کی بلندي سے یکایک گرجانے سے ھمیں برداشت کرنی پڑي -

(آخری نتیجہ)

۲۳ سے ۲۶ تک اس عظیم الشان جنگ کا سلسلہ برابر جاري رھا' اور یہ اندازہ کرنا مشکل ھے کہ خون کے کتنے سیلاب بہے اور لاشوں کي کتني پہاڑیاں بلند ھوئیں ؟ سائنس نے اس وقت تک ھلاکت اور بربادي کے اعلی سے اعلی اور کامل سے کامل طریقے جسقدر ایجاد کیے ھیں' ان سب کي کامل ترین آزمایش کا یہ اصلي میدان تھا -

تاھم افسوس ھے کہ متحدہ افواج ایک انچ بھي دشمن کو پیچھے ھٹانے کا موقع نہ پاسکي' اور باوجود ان اعلانات کے جو افواج کي فوجی قابلیت اور عسکري مناقب کے متعلق جنرل ژوفرے اور جنرل فرنچ نے یکے بعد دیگرے بھیجے' جرمنی نے شارلي راے کے رستے ھي میں سرحد فرانس عبور کرلي جو اسکے خط جنگ کي دوسري منزل تھي' اور " معرکۂ عظیمہ" کا فیصلہ ھوگیا -

اب اعلان کیا گیا کہ متحدہ افواج سرحد کے ادھر آگئي ھے' اور اس نے لیل سے لیکر موبوژ تک سرحد کے پیچھے اپنا خط بنایا ھے - یہ متحدہ افواج کا دوسرا خط تھا - کاش اسي خط پر جمنے کا موقع ملجاتا ! لیکن افسوس کہ ۲۵ کو عظیم الشان معرکے کي دوسري قسط پیش آئی' اور متحدہ افواج نے گو اپني ھیبت و سطوت کے علم گاڑدیے' اور اپني شجاعت و بسالت کے سکے بٹھادیے' تاھم اسے پیچھے ھٹنا ھی پڑا اور دشمن کیمبرے تک پہونچ گیا !

اسکے بعد متحدہ افواج اور پیچھے ھٹي اور کیمبرے کے عقب میں آئي' لیکن ۲۶ کے قیامت خیز معرکۂ کیمبرے کے بعد یہاں سے بھي " شاندار مقابلہ کرکے " پیچھے ھٹنا پڑا' اور سابق اطلاع کے مطابق دریاے سوامے کے پاس ایمي نس سے لافیرے اور لیون ھوتے ھوے' ایک ثلث دائرے کي شکل میں میزیرس تک پھیل گئي - و ذلک یوم التغابن !

(یوم التغابن کے بعد)

جرمن فوج کہیں بھی روکي نہ جاسکي اور یکے بعد دیگرے متحدہ افواج کو پیچھے ھي ھٹنا پڑا : کانھم الی نصب یو فضون (۷۰ : ۴۳)

لافیرے اور لیون کے بعد قلعہ ھاے " ریم " کے استحکام نے بڑي بڑي امیدیں دلائي تھیں کیونکہ وہ ایک محفوظ و مستحکم مقام ھے :

الا في قری محصنة او من وراء جدر (۵۹ : ۱۷) گھري ھوی اور محفوظ بستیوں میں یا دیواروں کي آڑ سے !

لیکن : لن ینفعکم الفرار ان فررتم (۳۳ : ۲۰) متحدہ افواج نے اگرچہ جان توڑ کے داد شجاعت دي اور کوئي کسر اٹھا نہ رکھي لیکن یہاں سے بھي پیچھے ھٹنا پڑا اور ریم فتح ھوگیا !

(متحدہ افواج کي ناکامی)

یہہ کہنا کتنا ھي افسوس ناک ھو مگر واقعات مجبوراً کہلاتے ھیں کہ متحدہ افواج کو اور علی الخصوص فرانس کی ۴۰ لاکھ سے زیادہ جمعیت کو جرمني کے مقابلہ میں کامیابي حاصل نہ ھوئي' اور جس غرض سے وہ نکلی تھي یعنے جرمني کو روکنے کیلیے' اسکے لیے کچھہ بھي نہ کرسکي - اب جرمني پیرس کا محاصرہ کر رھي ھے اور کچھہ نہیں کہا جا سکتا کہ کل کیا ھو ؟ ممکن ھے کہ مشیت الہي کوئی غیر متوقع تبدیلی پیدا کردے :

انہ علی رجعہ لقادر ! (۸۶ : ۹) بیشک خدا تو اسپر بھي قادر ھے کہ اُسے لوٹا دے -

لیکن حالات کا قدرتي نتیجہ اسکے خلاف ھے والعلم عند اللہ -

* " جو ھونا چاھیے تھا اور جو کچھہ قبل از وقوع سونچا گیا تھا' اور جو کچھہ اس وقت ھو رھا ھے' ان دونوں کا موازنہ کرنے پر ھم سب مائل ھیں - جہاں تک واقعات ظاھر ھوے ھیں انسے ناگزیر طور پر یہ نتیجہ نکلتا ھے کہ انگریز اور فرنچ کمانیر اپنا کام نہیں جانتے "

(اسٹینسمین، ۷ ستمبر)

متحدہ افواج اپنے قیام کے خط بنا بناکر ھر بار پیچھے ھی ھٹتي آئی - اس نقشہ سے بہ یک نظر معلوم ھوتا ھے کہ نامور سے لیکر یکے بعد دیگرے پانچ خط قیام بناے گئے مگر جرمني انپر قابض ھوتی گئي - انکے بعد موجودہ خط دفاع ھے -

مراکب مخفیہ بحریہ ! اسطول متحدہ و مشترکہ بحر و فضاء آسمانی !!

سمندر کے نیچے مراکب مہلکۂ بحریہ کا استقرار!

اس مرقع میں دکھلایا ہے کہ جدید ایجادات بحریہ میں سے تحت البحر کشتیاں (سب میرین) کس طرح سمندر کے نیچے پھیل جاتی ہیں اور دشمن کے جہازوں کی آمد و رفت روک دیتی ہیں؟ سمندر کی سطح پر تحت البحر کشتیوں کے مستول لکلے ہوئے صاف دکھائی دیتے ہیں - سامنے پہاڑی کے کنارے پر جنگی جہاز حیران کھڑے ہیں اور گذر نہیں سکتے - اگر وہ گذریں تو چند لمحوں کے اندر ہی تباہ کردیے جائیں -

ہوائی جنگی جہازوں کا بالائے سمندر ایک منظر!

عالم آب و باد کا متحدہ حملہ!!

نیچے جرمنی کا ایک بیڑہ ہے اور اوپر ایک زپلن ہوائی جہاز، جہازوں کے ساتھ ساتھ سفر کر رہا ہے - بحری اور فضائی متحدہ حملے کو اسمیں واضح کیا گیا ہے

مقالات

تاریخ حروب اخیرہ کا ایک صفحہ

نفقـات جنـگ

اسلامي غزوات اور جدید دور تمدن کي لڑائیوں میں روحاني اور مادي مقاصد نے جو حد فاصل قائم کردي ہے' اسکو دور جدید کے مصارف جنگ اور بھي زیادہ نمایاں کردیتے ہیں - ہم نے کتب حدیث و سیر میں بارہا پڑھا ہے کہ ایک مقدس وجود اعلای "کلمة الله" کیلیے اوٹھا ہے' اور اس مقصد جلیل کی تکمیل میں اوسکی ایثار نفسی نے صرف ایک لقمۂ خشک پر قناعت کي ہے - ہمکو اوس مقدس گروہ کا حال بھي معلوم ہے جسکو اس پاک مقصد کي اشاعت کیلیے راستے میں درخت کي پتیاں چبانی پڑیں' اور اس نے خوانہاے نعمت سے سیر شکم اور زرہ و جوشن سے آهنی جسم بنکر لڑنے والوں کو صداے تکبیر کی ایک گرج میں بے دم کردیا ! کانهم بنیان مرصوص ایسےهي فاقہ مستوں کا وصف حال تھا -

لیکن موجودہ لڑائیاں دنیا کیلیے ایک ایسي لعنت ہیں جو جان و مال' دونوں کا خاتمہ کردیتی ہیں - اعلان جنگ ہونے کے ساتھہ هي یورپ کا اعلی ترین علم الاقتصاد صاف جواب دیدیتا ہے کہ وہ امن و صلح کے زمانے کا ایک خواب تھا' جسکو اب بالکل بھلا دینا چاہیے !

خوش قسمتي سے یہ دولت جو زمانۂ جنگ میں نہایت بیدردي کے ساتھہ صرف کي جاتی ہے' وہ خون کي طرح بالکل بہ نہیں جاتي بلکہ صفحۂ قرطاس پر نقش و نگار کي صورت میں اپني یادگار بھي چھوڑ جاتي ہے' اور اس نقش خونیں سے ہم اس زمانے کے مصارف جنگ کا ایک ہولناک نقشہ مرتب کرسکتے ہیں - دوران جنگ میں ملک کي اقتصادي حالت کو مختلف غیر منضبط طریقوں سے جو نقصان عظیم پہونچتا ہے' اوسکے اندازہ کرنے کا ہمارے پاس کوئي ذریعہ نہیں ہے لیکن لڑائیوں کے مصارف عظیمہ اور نتائج منحزنہ و الیمہ کا مکمل نقشہ پیش کیا جاسکتا ہے -

(قرون اخیرہ کے حروب عظیمہ)

یورپ میں جنگ کریمیا کے زمانے سے آج تک جو لڑائیاں ہوئیں اور اون میں جان و مال کا جو نقصان ہوا' اوسکی تفصیل یہ ہے :

(نام جنگ)	(سنہ)	(نقصان جان)	(نقصان مال)
جنگ کریمیا	۱۸۵۴	۷۸۰۰۰۰	۳۴۰ ملین گني
جنگ ازادي غلامان امریکہ	۱۸۶۱ - ۱۸۶۱	۸۰۰۰۰۰	۱۴۰۰ "
جنگ فرانس و جرمني	۱۸۷۰ - ۱۸۷۱	۸۵۳۰۰۰	۵۹۰ "
جـنگ روس و ترکي (پلیونا)	۱۸۷۷		
جنگ امریکہ و اسپین	۱۸۹۸	۰۰۰۰	۰۲۵۹ "
جنگ ٹرانسوال	۱۸۹۹ - ۱۹۰۲	۰۹۸۷۰۰	۲۷۰۰ "
جنگ روس و جاپان	۱۹۰۴ - ۱۹۵	۴۸۵۰۰۰	۵۰۳ "

(جنگ بلقان کے مختلف فریق) :

(نام جنگ)	(سنہ)	(نقصان جان)	(نقصان مال)
بلگیریا		۱۴۰۰۰۰	۰۰۹۰ ملین گني
سرویا		۰۷۰۰۰۰	۰۰۵۰ "
یونان		۰۳۰۰۰۰	۰۰۲۵ "
مانٹي نیگرو		۰۰۸۰۰۰	۰۰۰۱ "
		میزان	۳۸۵۲

جنگ بلقـان کے زمانے میں دولۃ عثمانیہ کے نقصانات کي اگرچہ صحیح تفصیل معلوم نہیں ہے' تاہم اس میں شبہ نہیں کہ لاکھوں سپاہیوں کي جانیں ضائع گئیں' تمام سامان جنگ برباد ہوگیا' اور مصارف جنگ کي تعداد کم از کم ۸۰ ملین گنی تک پہونچ گئي - (ایک ملین ۱۰ - لاکھہ کا ہوتا ہے)

(موجودہ جنگ کا قبل از جنگ تخمینہ)

جرمني' انگلستان و فرانس کے ساتھہ ایک مدت سے آمادہ پیکار تھی' اسلیے وہاں کے علماے اقتصاد و رجال حرب نے پہلےهي سے اوسکے مصارف جنگ کا ایک تخمینہ لگالیا ہے - علم الاقتصاد کے ایک مشہور جرمن عالم کا خیال تھا کہ جب حکومت جرمني دوسري سلطنتوں کے ساتھہ دست و گریباں ہوگی تو اوسکو جنگ کے پہلے ۶ ہفتوں میں فوج اور جنگي جہازوں کے مصارف کیلیے ۹۰ ملین گني کي ضرورت پڑیگي - اسکے علاوہ رسد وغیرہ کے مصارف ۵۰ ملین گنی سے کم نہونگے - خوف و بے اطمینانی کي وجہہ سے عام تجارت اور ملکی بازاروں کا جو نقصان ہوگا' اوسکي تعداد بھی ساڑھے بارہ ملین گنی ہوگي' اسطور پر جنگ کے پہلے چھہ ہفتوں میں جرمن کو ۱۴۲ ملین اور نصف ملین گنی کا نقصان برداشت کرنا پڑیگا !

چنانچہ آج وہ منتظرہ جنگ شروع ہوگئي ہے اور جرمني کے حملے پر چار ہفتے گذر چکے ہیں - اب مندرجہ بالا تخمینے سے اس ہولناک نقصان کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو اس جنگ میں ابتک صرف جرمني کو پہونچا ہوگا - دوسري حکومتیں ابھی باقي ہیں - اگر جنگ نے طول پکڑا تو عالم انسانیت کے اس نقصان کا آخري میزان کیسا ماتم انگیز ہوگا جو محض چند مغرور انسانوں کے فتنۂ افساد اور جوع سیادت سے کرۂ ارضی پر عالمگیر ہو رہا ہے ؟

(ضروریات زندگی کا اثر)

آج ۴۰ سال سے تمدني ضروریات بہت بڑھ گئی ہیں اور بڑھتی جاتی ہیں - موجودہ دور تمدن میں انسانی زندگي نہایت گران قیمت ہوگئی ہے جسکا اثر مصارف جنگ پر بھی شدت کے ساتھہ پڑا ہے - سنہ ۱۸۷۰ میں جرمني اور فرانس کے درمیان جو جنگ ہوئی تھی' اوس میں جرمنی کو فی سپاهی ۵ - روپیہ اور فرانس کو ساڑھے پانچ روپیہ روزانہ صرف کرنا پڑا تھا' لیکن آج ایک سپاهی کا روزانہ خرچ ساڑھے سات روپیہ سے کسی طرح کم نہوگا' جنگ ٹرانسوال میں تو انگریزوں کو فی سپاهی ایک گنی تک صرف کرنا پڑا تھا -

اسٹریا کے وزیر جنگ نے سنہ ۱۹۱۰ میں بیان کیا تھا کہ زمانہ جنگ میں ایک اسٹرین سپاهی کا خرچ روزانہ ساڑھے سات روپیہ

معرکہ زار بحر شمال! خوارق و عجائب ترقیات حربیہ بحریہ!

بحر شمالی آج دنیا کے قواء حربیۂ بحریہ کا سب سے بڑا بحری تماشہ گاہ ہے - کیونکہ دنیا کے دونوں زعماء بحر (برطانیہ و جرمنی) کی بحری طاقتوں کو اسی سے تعلق ہے - موجودہ جنگ میں سیادت بحری کا شاید آخری فیصلہ یہیں ہو - اس نقشہ میں برطانیہ اور جرمنی کے جنگی جہازوں کے مواقع ' حدود ' ترتیب ' اور تقابل کا ایک تخمینی منظر دکھلایا گیا ہے - دھنی جانب جرمنی کے جہاز ہیں اور بائیں جانب برطانیہ کے - درمیان میں نقطوں کی جدول سے انکے حدود بحری کو الگ کردیا ہے - بالکل سیاہ نقوش بیٹل شپ جہاز ہیں اور جنکے اندر سفیدی چھوڑ دی ہے ' وہ کروزر ہیں -

به یک تنویر دو تفتیش!

اس موقع میں موجودہ جنگی جہازوں کی روشنی کے برقی آلات کی قوت دکھلائی ہے - جہاز نے ایک ہی وقت میں آسمان اور زمین ' دونوں کو روشن کردیا ہے - سمندر کو روشن کرکے دیکھتا جاتا ہے کہ تارپیڈو کشتیوں کی زد میں نہ آجاے - ساتھہ ہی آسمان کی فضا کو روشن کرکے دیکھہ رہا ہے کہ کہیں اوپر سے دشمن کا ہوائی جہاز گولہ باری نہ کردے!

انگریزی بیڑے کی ہولناک توپ!

جسکا دہانہ ۱۳ × ۵ - انچ کا ہے - یہ توپ بڑے قریڈ ناٹ جہاز " اورین " نامی میں نصب ہے -

بائیں جانب تارپیڈو کشتی کا وہ آلہ دکھلایا ہے جسمیں ہوا بھری جاتی ہے اور جسکی قوت سے وہ حملے کے وقت نہایت آسانی سے اوپر نیچے ہوتی

مصارف جنگ کي وسعت ' کانوں کي پیداوار ' بینکوں کي درآمد برآمد ' اور مہاجنوں کے لین دین سے ثابت ہوگیا ہوگا کہ اس زمانے میں لڑائي کي باگ تمامتر مہاجنوں ہی کے ہاتھہ میں ہے ' وہ مالی مدد دیکر جس سلطنت کو چاہیں دوسري سلطنت سے لڑاسکتے ہیں ' یا جنگ روک دیے سکتے ہیں - ابھي دو برس کا زمانہ گذرا ہے کہ جرمني و فرانس میں جب جنگ کا اندیشہ پیدا ہوگیا تھا تو فرانس کے مہاجنوں نے اپنا تمام سرمایہ جرمن بنکوں سے نکال لیا تھا - مجبوراً جرمنی کو اس ارادہ سے باز آجانا پڑا - دولۃ عثمانیہ او ریونان میں بھي جنگ کے جب نئے خطرے پیدا ہوے ' تو مہاجنوں نے باب عالی کو دھمکی دي کہ " اگر جنگ جاري کیگئی تو قرض دینے سے اپنا ہاتھہ کھینچ لینگے "

لیکن افسوس ہے کہ اس قوت سے اُلٹا کام لیا جاتا ہے - دنیا میں جتني لڑائیاں قائم ہوتي ہیں ' اونکی تہ میں انھي مہاجنوں کا ہاتھہ کام کرتا ہے - اس سے انکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جب دوران جنگ میں لڑنے والی سلطنتوں کو قرض کي ضرورت پیش آئیگی تو قرض دیکر ان لوگوں کو سالانہ سود کے سمیٹنے کا موقع ملجائیگا ' یا اور متعدد اقتصادي اور مالي اغراض ہوتے ہیں جنکے لیے وہ کسي انقلابي حالت کي ضرورت دیکھتے ہیں - لارڈ سیسل اور جنگ ٹرانسوال کے تعلقات کي داستان قاریین الہلال میں سے بہت سے باخبر اور مطالعہ دوست اصحاب کو یاد ہوگي

باب التفسیر

الحرب في القران

(۲)

اس مضمون کا پہلا ٹکڑا گذشتہ اشاعت کے مقالہ افتتاحیہ کے صفحات میں " الحرب و الاسلام " کے عنوان سے درج کیا گیا تھا لیکن چونکہ اسکا اصلی موضوع درحقیقت تفسیر القرآن سے تعلق رکھتا ہے اسلیے آج باب التفسیر کے تحت میں شائع کیا جاتا ہے -

---

گذشتہ اشاعت میں ہم قدیم وحشیانہ اعمال حرب کی ایک اجمالی فہرست پیش کرکے اسلامی تعلیمات کو واضح کرچکے ہیں - مضمون کا خاتمہ اس مبحث پر ہوا تھا کہ عرب جاھلیۃ میں جنگ و فساد اور لوٹ مار کا فخر و انبساط کے ساتھہ انتظار کیا جاتا تھا ' اور یہ انتظار قومی زندگی کے خصائص میں داخل ہوگیا تھا -

(القتال والحرب)

جنگ کے یہي وحشیانہ افعال تھے جن پر " حرب " کا مفہوم لغوي مشتمل تھا ' اور اہل عرب نے عملي طور پر حرب کا یہي نمونہ قائم کیا تھا جیسا کہ دنیا کي اور تمام قوموں نے کیا - لیکن اسلام نے جنگ کے ان تمام آثار و علائم کو مٹاکر ایک نیا مدني نظام قائم کیا - اس بنا پر لغۃ و حقیقۃ ' کسی حیثیت سے بھی " جہاد اسلامي " پر حرب کا اطلاق نہیں ہو سکتا تھا - پس یہي وجہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاد پر ایک جگہہ بھي اس لفظ کا استعمال نہیں کیا گیا - البتہ جہاد کی ایک خاص صورت کی تعبیر " قتال " سے کیگئي ہے ' جو ظاہري مفہوم کے لحاظ سے کوتہ بینوں کے نزدیک نہایت خطرناک لفظ ہے - حالانکہ جہاد اور قتال میں ایک طرح کے عموم و خصوص کا فرق ہے :

فاقتلوا لمشرکین حیث وجدتموھم (۹ : ۵)	مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو -
و اقتلوھم حیث ثقفتموھم و اخرجوھم من حیث اخرجوکم (۲ : ۵-۱۸۷)	اور کفار کو جہاں پاو قتل کرو اور جہاں سے اونہوں نے تمکو نکال دیا ہے وہاں سے تم بھی انہیں نکال دو -

لیکن دوسري آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مشاکلۃ اللفظہ باللفظ ہے جو کلام میں زور پیدا کرنے کا ایک طریقہ ہے - خدا اپنے متعلق کہتا ہے : مکروا و مکروا للہ واللہ خیر الماکرین - حالانکہ خدا مکار نہیں ہے ' بلکہ پر زور طریقہ سے یہ کفار کے اعمال شنیعہ کا جواب دیا گیا ہے - ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں کہ برائي کا بدلہ برائي ہے ' حالانکہ برائي خود برائي ہے لیکن اوسکا بدلہ برائی نہیں ہے بلکہ وہ قانون عدل کا ایک احسن نتیجہ ہے : جزاء سیّئۃ سیّئۃ مثلھا (برائي کا بدلہ ویسي ھي برائي ہے) اسي طریقہ پر اس لفظ کا بھي استعمال کیا گیا ہے ورنہ اسکی حقیقت سئیہ مقصود نہیں ہے ' جسطرح خدا کے مکر کرنے سے حقیقي مکر مراد نہیں لیا جا سکتا - اسی طرح یہاں قتال سے بھی دنیا کا عام قتال مراد نہیں ہے :

فان قتلوکم فاقتلوھم (۲ : ۱۷۲)	اگر وہ تم سے مقاتلہ کریں تو تم بھي ان سے مقاتلہ کرو -

اور اگر اسکو تسلیم نہ کیا جاے ' تب بھی یہ خود کفار ہی کی شامت اعمال کا نتیجہ ہے - جہاد کا اصل مقصد نہیں ہے - چنانچہ دوسري آیت میں اس کي تشریح کردي گئي ہے :

فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم و اتقو اللہ ' واعلمو ان اللہ مع المتقین (۲ : ۱۹۱)	جو شخص تم پر زیادتي کرے ' تم بھي اوسي کے مثل زیادتي کرسکتے ہو لیکن اس سے زیادہ تجاوز کرنے میں خدا سے ڈرو ' اور یقین کرو کہ خدا پرھیزگاروں ھي کے ساتھہ ہے -

(آیات ستہ)

لیکن تمام قرآن کریم میں جہاد پر " حرب " کا اطلاق کہیں بھي نہیں کیا گیا ہے - صرف چھہ جگہ " حرب " کا لفظ آیا ہے ' حالانکہ تمام قرآن کریم جہاد کی ترغیب و تحریص سے بھرا ہوا ہے :

والذین اتخذوا مسجدا ضرارا و کفرا و تفریقا بین المومنین وارصادا لمن حارب اللہ ورسولہ من قبل (۹ : ۱۰۸)	جن لوگوں نے مسلمانوں کو نقصان پہونچانے کیلیے ' ان میں پھوٹ ڈالنے کیلیے ' اور اوس شخص کي گھات لگانے کیلیے جس نے خدا اور اسکے رسول سے پہلے لڑائی کي ہے ' نیز اپنے کفر کے اظہار کیلیے ایک مسجد بنالي ہے -
انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ ویسعون في الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم و ارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لھم خزي في الدنیا ولھم في الاخرۃ عذاب عظیم (۵ : ۳۷۵)	جو لوگ خدا اور اسکے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ' اونکي سزا یہ ہے کہ وہ قتل کردیے جائیں ' یا اونکو پھانسي دي جاے ' یا انکے ایک ایک دائیں بائیں ہاتھہ پاوں کاٹ ڈالے جائیں ' یا جلا وطن کردیے جائیں - دنیا میں بھي اونکے لیے یہ ذلت اور رسوائي ہے ' اور آخرت میں دوسرا بڑا عذاب ہونے والا ہے -

تک پہونچ جاتا ہے - بیوہ عورتیں، یتیم بچے، "قلاش" اور رسد کی فراهمی کا صرف اسکے علاوہ ہے - اس بنا پر اگر ۲۰ - لاکھ فوج ۹ ماہ تک متصل گرم پیکار رہے تو اوسپر ۱۸۰ ملین گنی صرف کرنا ہوگی!!

(گذشتہ جنگ فرانس و جرمنی)

یورپ میں سب سے تازہ ترین اور عظیم الشان جنگ فرانس اور جرمنی کی لڑائی خیال کی جاتی ہے - یہ جنگ مہاجنوں کی توقعات کے خلاف قائم ہوگئی تھی - اس بنا پر اونکو تاوان اوٹھانا پڑا - ابتدائی جنگ میں فرانسیسی بنکوں کی شرح قرض ۷۳ فی صدی تھی، لیکن اعلان جنگ ہونے کے ساتھہ ہی دفعۃً بازار نرخ گر گیا، اور شرح قرض ۶۶ فی صدی تک اتر گئی - جنگ کے ساتھہ ساتھہ شرح قرض کا یہ تنزل بھی برابر جاری رہا - یہاں تک کہ واقعہ سیدان کے بعد ۵۳ تک پہونچ گیا، اور اسکے بعد نوٹوں کی خرید و فروخت کا سلسلہ قریب قریب بالکل رک گیا - اگر کسیکو اسکی ضرورت پیش آتی تھی تو نقد قیمت ادا کرتا اور سخت نقصان اوٹھانا پڑتا تھا -

فرانس کے بنکوں سے ۹ - جون سنہ ۱۸۷۰ سے ۸ ستمبر سنہ ۱۸۷۰ تک کی مختصر مدت میں جو رقم نکال لی گئی اوسکی تعداد ۳۳ ملین گنی تھی - اعلان جنگ کے وقت پروشیا کے خزانے میں ۴۵۰۰۰۰۰ گنی موجود تھی، اور اوسنے قرض بھی لینا چاہا تھا جسکی قیمت ۱۸ ملین تک تھی، لیکن اس مدت میں دو ملین سے زیادہ جمع نہوسکا، اور پروشیا کی ہنڈیوں کا نرخ ۹۳ سے گر کر ۷۷ تک پہونچ گیا - قومی کمپنیوں کے حصے بھی فی صدی ۴۰ تک میں کم ہوگئے تھے - چنانچہ اسکے بعد پرنس بسمارک نے خود کہا تھا کہ "اگر ساڑھے چار ملین گنی خزانۂ سلطنت میں نہوتی تو جرمن دو دن بھی فرانس سے نہیں لڑسکتے - "

فتح کے بعد بسمارک نے فرانس سے ۵ لاکھہ ملین گنی کا تاوان جنگ طلب کیا تھا لیکن آخر میں دو لاکھہ ملین گنی پر راضی ہوگیا - فرانس نے یہ رقم خطیر دو سال کی مدت میں ادا کی اور اسکی وجہہ سے یورپ کے مالی بازار میں دفعتاً جہاز و پھرگئی -

(روس و جاپان)

زمانہ جنگ روس و جاپان میں مالی تحفظ کیلیے جاپان نے جو اهتمام اور تیاریاں پہلے سے کی تھیں وہ اوسکے لیے نہایت مفید ثابت ہوئیں - چنانچہ جاپان نے اعلان جنگ سے پہلے ہی ۱۱۶۹۶۰۰۰ گنی کی رقم خطیر بنک میں جمع کرلی تھی - روس کے بنک اور سلطنت کے خزانہ کا کل سرمایہ ۱۰۵۰۰۰۰۰ گنی تھا، لیکن اختتام جنگ پر جاپان کے خزانے میں ۱۰۴۴۴۰۰۰ گنی باقی رہگئی - حالانکہ وہ جنگ پر دو لاکھہ ملین گنی صرف کرچکا تھا - اس مالی فائدہ کی وجہ صرف یہ تھی کہ دوران جنگ میں جاپانی قوم اور جاپانی سلطنت اپنی تمام ضروریات کو ملکی ساخت کی چیزوں سے پورا کرتی تھی، اسکا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ روپیہ بنک سے نکل کر ملک کی جیب میں آجاتا تھا، اور ملک کی جیب سے نکل کر خزانہ سلطنت کو پر کردیتا تھا - خزانہ سلطنت اوسکو بنکوں میں منتقل کردیتا اور اسطرح جو کچھہ بنکوں سے برآمد کیا جاتا تھا، وہ ہر پھرکر پھر دوبارہ اونہی میں داخل ہوجاتا تھا - یہی وجہ ہے کہ جنگ کے اس طویل زمانہ میں جاپانی بنک کو صرف ایک ملین گنی کا خسارہ اوٹھانا پڑا جو تاریخ جنگ میں ہمیشہ اسکے لیے کار نامۂ فخر رہیگا!

جاپان کی حکومت نے اضافہ نرخ اشیاء بھی کو نہایت سختی کے ساتھہ روکدیا تھا، اسلیے حکومت کا سرمایہ حکومت ہی کے

خزانے میں محفوظ رہا اور وہ اوس سے نکل کر تاجروں کے خزانہ کا جزو نہ بن سکا -

(جنگ بلقان)

مالی بازار پر جنگ کا اثر بلقان کی آخری لڑائی سے ظہور پذیر ہوا ہے -

جب ریاستہاے متحدہ بلقان نے اخیر ستمبر سنہ ۱۹۱۲ع میں فوجی تیاریاں شروع کیں، تو برلن اور وائنا کے بنکوں پر اول اکتوبر ہی میں اسکا اثر پڑگیا، اور رفتہ رفتہ پیرس کے بنکوں تک متعدی ہوا، لیکن جب مانٹی نگرو نے بھی جنگ کے کیلیے ہتیار اوٹھاے، تو پیرس، برلن، اور لندن کے بنکوں کا سنگ استقامت بھی دفعتاً ہل گیا، اور ۹ ماہ تک یورپ کے تمام بنک اسی حالت تزلزل میں رہے -

اسی اثناء میں جرمنی اور فرانس نے فوج کی تعداد میں اضافہ کرنا چاہا - مالی حالت پر اسکا بھی نہایت گہرا اثر پڑا - چنانچہ ستمبر ۱۹۱۲ع سے اخیر جولائی ۱۹۱۳ع تک کی مدت میں کمپنی کے حصوں اور ہنڈیوں کا نرخ ۵۰۰ ملین گنی گھٹ گیا، اور تمام مہاجنوں نے بنک سے اپنے اپنے روپیے نکال لیے - نتیجہ یہ ہوا کہ جن بنکوں میں اوائل ستمبر سنہ ۱۹۱۳ع تک ۵۴۵۴۳۱۰۰۰ گنی کے نوٹ برآمد ہوئے تھے، اون میں اخیر دسمبر سنہ ۱۹۱۲ع تک صرف ۵۱۱۵۰۹۰۰۰ گنی رہگئی، یعنے راس المال میں ۳۳۹۰۰۰ گنی کی کمی آگئی!

جنگ بلقان سے یورپ کے بنکوں کو جو نقصان عظیم اوٹھانا پڑا اوسکی تعداد کم از کم ۷۰ ملین گنی ہے، کیونکہ لوگوں نے خوف اور بے امنی کی وجہ سے اپنا تمام سرمایہ بنکوں سے نکال کر اپنے گھروں میں بھر لیا - اسوقت سے تمام بڑی بڑی سلطنتیں آنے والے خطرات کے انسداد کے لیے اپنے اپنے خزانوں اور اپنے اپنے بنکوں کے سرمایہ میں اضافہ کرنے لگیں - چنانچہ ذیل کے نقشے سے اسکا اندازہ ہوسکتا ہے:

(آخر سنہ ۱۹۰۹ع سنہ ۱۹۱۰ ع)

نام بنک	سرمایہ اصلی	اضافہ	اضافہ کی مجموعی تعداد
بینک آف انگلینڈ	۲۸۴۲۵۰۰۰	۳۰۲۹۴۰۰۰	۹۵۵۸۰۰۰
امپریل بنک آف جرمنی	۲۲۳۲۵۰۰۰	۳۱۸۸۳۰۰۰	۳۰۳۷۰۰۰
بنک آف استریا ہنگری	۴۲۸۰۴۰۰۰	۵۳۴۹۹۰۰۰	۱۰۶۹۵۰۰
بنک آف فرانس	۷۴۲۳۱۰۰۰	۱۲۹۵۷۰۰۰۰	۵۴۳۳۹۰۰۰
بنک آف اٹلی	۱۵۳۸۱۰۰۰	۴۷۷۱۰۰۰۰	۳۲۴۱۹۰۰۰
بنک آف روس	۰۸۷۸۵۹۰۰۰	۱۲۶۸۰۱۰۰۰	۳۸۹۴۲۰۹۰
بنک آف یونائیٹڈ اسٹیٹ (۱۰ امریکہ)	۱۳۶۷۷۷۰۰۰	۲۸۲۱۴۴۰۰۰	۱۴۵۳۶۷۰۰۰

سنہ ۱۹۰۹ و سنہ ۱۹۱۰ع میں دنیا کی کانوں سے بقدر ۸۰۷۴۰۰۰۰۰ گنی کے سونا نکالا گیا - بینک و تجارت وغیرہ پر اوسکی تقسیم جس مقدار سے کیگئی، اوسکا اندازہ ذیل کے نقشے سے ہوگا:

تجارت وغیرہ	۱۹۱۷۰۰۰۰۰
هندوستان کو دیا گیا	۰۸۶۶۰۰۰۰۰
مصر کو	۰۰۲۹۰۰۰۰۰
بنک آف جاپان میں داخل کیا گیا -	۰۱۳۸۰۰۰۰۰
بنک آف سارتھہ جنوبی امریکا	۰۰۶۸۰۰۰۰۰
بنک آف میکسکو - (امریکہ)	۰۰۵۷۰۰۰۰۰
بنک آف یونائیٹڈ اسٹیٹ (امریکہ)	۱۴۵۳۰۰۰۰۰
بنک آف کنیڈا - (برطانی نو آبادی)	۰۱۷۱۰۰۰۰۰
بنک آف اسٹریلیا و جنوبی افریقہ	۰۱۹۱۰۰۰۰۰
بنک آف یورپ	۱۷۲۷۰۰۰۰۰
عام اور بقیہ بنک -	۰۵۷۶۰۰۰۰۰
میزان کل	۸۰۷۴۰۰۰۰۰

جنگ کي تپش میں تپتے ہوے چہروں پر پھر دائمی صلح کا ظل الغمام اپنا سایہ ڈال سکتا ہے ؟

یورپ کے بڑے بڑے ارباب سیاست اور ارباب حل و عقد نے اس سوال کا جواب مختلف طریقوں سے دیا ہے' لیکن ایک صلح پسند شخص کیلیے ان میں ایک جواب بھي تسکین بخش نہیں -

امریکہ کا سابق پریسیڈنٹ روز ویلٹ کہتا ہے :

" ہاں دنیا کو صلح و آشتي کے وسائل فراہم کرنے کی کوشش کرني چاہیے' لیکن ہر صلح بھي پسندیدہ نہیں ہوسکتي - دنیا میں بہت سے ظالم ایسے پیدا ہوگئے ہیں جنکا سینۂ تنگ فتح کا ایک ہولناک میدان ہے' لیکن وہ اس میدان کو صلح کا خوشنما سبزہ زار کہتے ہیں -

بہت سے لوگ بزدلي ' ضعف عزیمت ' اور مکر و فریب کو بھي صلح کے پردے میں چھپا رہے ہیں - اسلیے ہمارا فرض ہے کہ اپنے آپ کو اوس صلح سے الگ رکھیں جسکي ترکیب ظلم اور بزدلي سے ہوتي ہے - تاہم ظالمانہ لڑائیاں بہت اور ظالمانہ صلح کم ہیں - لیکن دونوں ہي دونوں قابل نفرت ہیں "

لارڈ اویبري (سر جان لبک) کی راے ہے :

" مجھے صلح کي توقع بہت کم ہے - خود ہم انگریز' اپنے بحري و بري مصارف جنگ کو بڑھا کر دنیا کے سامنے جنگ کي تیاري کا بدترین نمونہ پیش کر رہے ہیں "

سر فریڈریک پرالیک نے اپنے وسیع قانوني تجارب کي بنیاد پر جو اونکو زمانہ ججي میں حاصل ہوے ہیں' یہ راے قائم کي ہے :

" عام خیال ہے کہ سلطنتوں کے جھگڑے بھي شخصی نزاعوں کے مثل ہیں ' اس لیے حکم کے ذریعہ اسکا فیصلہ ہو سکتا ہے ' لیکن سلطنتوں کي اکثر حالتیں اشخاص سے مختلف ہوتي ہیں مثلا باہمی معاہدوں کے دفعات کي تشریح ' یا اونکی خلاف ورزي کا فیصلہ عدالتوں اور ثالثوں کے ذریعہ سے نہیں ہوسکتا - سب سے بڑا مسئلہ سیادت و اقتدار کا ہے جسکو ایک سلطنت کسي ملک پر قائم کرنا چاہتي ہے - ان تمام باتوں کا فیصلہ صرف تمام سلطنتوں کے اتفاق و اتحاد ہی سے ہو سکتا ہے ' اور اس اتحاد کو اوس قوت سے زیادہ مضبوط و مستحکم ہونا چاہیے جو اوسکي حریف بنکر اوسکا مقابلہ کرنا چاہتي ہے - پھر یہ اتفاق بھي صرف چھوٹي چھوٹی لڑائیوں ھي کو روک سکتا ہے - وہ عظیم الشان سلطنت جو دوسري سلطنت کو حقارت سے دیکھتي ہے ' یا اوسکو اپنے ساتھ ملالینے کي قدرت رکھتي ہے' اس اتفاق کي بھي پروا نہیں کرسکتي "

سر گلبرٹ پارکر نہایت دلیري سے صلح کانفرنس کے خلاف اپنا یہ خیال ظاہر کرتے ہیں :

" میں صلح کي خوشنما امیدوں سے اپنا دل بہلا نہیں سکتا' واقعات ہمکو ایک عظیم الشان جنگ کي دھمکي دے رہے ہیں' جب تک وحشت موجود ہے ' جب تک غیر مکمل طور پر تہذیب یافتہ قومیں سطح زمین پر آباد ہیں ' اتفاق و اتحاد نا ممکن ہے - ہمکو خدا پر بھروسہ کرکے اپنے بارود کو خشک رکھنا چاہیے "

مشہور سر ٹامس برکلی کا خیال ہے :

" دائمي صلح آسان نہیں' بعض لڑائیاں قانون ارتقاء کے ثابت شدہ اصول " تنازع للبقاء " کے لیے کی جاتی ہیں' نو آبادیوں کے لیے صرف اسي غرض سے لڑائیاں قائم ہوتي ہیں کہ انسان پر اپنے ملک کا دائرہ تنگ ہوجاتا ہے ' اور وہ دوسري قوموں کو دھکیل کر آگے بڑھنا چاہتا ہے - کیونکہ اسکے بغیر اوسکي زندگي ممکن ھي نہیں -

بعض لڑائیاں استبداد و استقلال کے لیے برپا ہوتي ہیں ' جنکی تحریک صرف ظلم کرتا ہے - بعض لڑائیاں تہذیب و تمدن کے استحکام کي غرض سے قائم کي جاتي ہیں - اگر وحشت و وحشیت اپنے انتہائي درجہ تک پہنچ گئی ہے' تو اس قسم کی لڑائیاں دنیا کي سعادت مدنیہ کے لیے مبارک فال ہیں -

اسکے علاوہ جہالت اور جذبات کا جوش بھي کلیتاً نہیں روکا جا سکتا ' پس اگرچہ جنگ کا انسداد کلی محال ہے ' تاہم ہر انگریز' ہر فرنچ' ہر امریکن ' ہر جرمن ' اب لڑائی کو حقارت کي نگاہ سے دیکھتا ہے ' اور اوس کي طرف اپنا میلان نہیں ظاہر کرتا "

مسٹر الزک امریکہ کے ایک سیاسی فیلسوف ہیں اُن کی تمناوں کا خوش نما سبزہ زار یہ ہے :

" میري بڑي خواہش یہ ہے کہ جنگ سے علحدگي اختیار کیجاے' لیکن یہ منزل ابھي بہت دور ہے' بہت سے مسائل ثالثي کے ذریعہ حل ہوسکتے ہیں ' لیکن آگے بڑھنے والے اقتدار و نفوذ کو کون روک سکتا ہے ؟ "

صلح و آشتي کی یہ آخري خدمت تھي جسکو یورپ کي ترقی یافتہ مدنیۃ نے انجام دیا لیکن امن کا یہ فرشتہ یورپ سے نکل کر بلقان ' طرابلس' اور ایران کا دورہ کرچکا ہے' اور اب خود اپنے مستقر یورپ کے تخت جلال کا پایہ پکڑ کر دنیا کو اپنا زخمي چہرہ دکھا رہا ہے :

وحملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ فیومئذ وقعت الواقعۃ وانشقت السماء فھي یومئذ واھیۃ (الحاقہ ١٤)	آسمان اور زمین اوٹھا کر ایک ساتھہ پٹک دیے گئے اور وہ دفعتاً چور چور ہوگئے پس آج ھي کے دن قیامت کا سب سے بڑا دن آگیا : آسمان پھٹ پڑے ' اور اونکي چولیں ڈھیلي ہوگئیں !!

(۳) يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا ان كنتم مومنين فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله و رسوله (۲ : ۲۷۸)

مسلمانو ! خدا سے ڈرو اور جو رقم سود کی تمھاری آوروں پر باقی ہے' اوسکو چھوڑ دو اگر تم مسلمان ہو' اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو یقین کرو کہ خدا اور اوسکے رسول کا تمھارے ساتھہ اعلان جنگ ہے -

(۴) و القينا بينهم العداوة و البغضاء الى يوم القيامة كلما او قدوا نارا للحرب اطفاها الله و يسعون في الارض فسادا و الله لا يحب المفسدين (۵ : ۶۴)

ہم نے یہود و نصاری میں قیامت تک کیلیے باہم دشمنی ڈالدی ہے - جب جب وہ آتش جنگ بھڑکاتے ہیں' خدا اوسکو بجھا دیتا ہے' مگر وہ دنیا میں فساد پھیلاتے ہیں' اور خدا مفسدوں کو دوست نہیں رکھتا -

(۵) الذين عاهدت منهم ثم ينقضون عهدهم في كل مرة و هم لا يتقون - فاما تثقفنهم في الحرب فشرد بهم من خلفهم لعلهم يذكرون (۸ : ۵۸)

وہ لوگ جن سے تمنے عہد لیا مگر وہ ہر مرتبہ اپنے عہد کو توڑ دیتے ہیں اور خدا سے بالکل نہیں ڈرتے' سو اگر تم اونکو جنگ میں پاؤ' تو چاہیے کہ انپر دباؤ ڈالو تاکہ جو لوگ انکے پیچھے ہیں انکو بھی بھاگنا پڑے -

(۶) فاذا لقيتم الذين كفروا فضرب الرقاب حتى اذا اثخنتموهم فشدوا الوثاق فاما منا بعد و اما فداء حتى تضع الحرب اوزارها (۴۷ : ۴)

جب تمھارا اور کفار کا جنگ میں مقابلہ ہو' تو اونکی گردن اڑادو یہانتک کہ جب خوب خونریزی ہوچکے تو اونکو غلام بناؤ' اسکے بعد یا تو احسان اونکو چھوڑ دو یا فدیہ لیکر رہا کردو' یہانتک کہ لڑائی موقوف ہوجاے -

پہلی آیت میں "حرب" کا جو استعمال کیا گیا ہے' اوسکو قتال اسلامی سے کوئی تعلق نہیں ایک عرب تھا ابو عامر راہب' جسکی ریاست مذہبی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے صدمہ پہونچا تھا - اُسنے اپنے عزو جاہ کو قائم رکھنے کیلیے متعدد لڑائیاں کیں - چنانچہ آیت میں " من قبل " کا لفظ خود اسپر دلالت کرتا ہے' لیکن جب قبیلہ ہوازن نے شکست کھائی تو وہ شام کی طرف بھاگ نکلا اور وہاں سے منافقین کو پیغام دیا کہ " تم آلات جنگ فراہم کرو' اور ایک مسجد بناؤ' میں قیصر کے پاس جاکر فوج گراں لیکے آتا ہوں اور محمد کو مدینہ سے نکال دیتا ہوں " - ظاہر ہے کہ اس جنگ کا مقصد محض بغض و انتقام' خدع و فریب' ظلم و عدوان' اور طلب ریاست تھا جس پر جنگ کی حقیقت لغویہ بالکل منطبق ہوسکتی ہے - اسلئے قرآن مجید نے اس لفظ کو اوسکے صحیح مفہوم لغوی کے مطابق استعمال کیا ہے' نہ کہ جہاد کیلیے -

(۲) دوسری آیت قاتلین قوم' مفسدین فی الارض' غارتگران امن و اخلاق' اور راہزنوں اور ڈاکوؤں کے متعلق ہے' اور لوٹ مار حرب کے مفہوم ہی میں داخل ہے' اسلیے یہ آیت پہلے سے بھی زیادہ واضح ہے - جہاد سے اسکو ذرا بھی مس نہیں -

(۳) تیسری آیت میں بے شبہہ خدا نے اپنے اور اپنے رسول کی طرف " حرب کا " انتساب کیا ہے' لیکن جہاد یہاں بھی مراد نہیں ہے - خود مفسرین کو شبہہ ہے کہ مسلمانوں سے یہ طرز خطاب بظاہر صرف کلام میں زور پیدا کرنے کا ایک طریقہ ہے' لیکن ہم نہیں ضروری سمجھہ لیا گیا ہے کہ اسلام کی ہر جنگ مقاصد جہاد ہی پر مشتمل ہو' کاکہ سیاسی حیثیات سے فوائد دنیوی بھی اسکا مقصد ہوسکتے ہیں اور اس لحاظ سے یہ لفظ بھی اس جگہ اپنی حقیقت لغویہ پر منطبق ہو سکتا ہے' سود خواری درحقیقت ایک راہ زنی ہے اور ہر سود خوار ایک ڈاکو ہے جو بندگان خدا کے مال کو بلا معاوضہ لوٹ لیتا ہے' اسلیے خدا نے فرمایا :

" جس طرح تم غریبوں کا مال لوٹ رہے ہو' ہم بھی اسی طرح تمھارا مال لوٹ کر انکو واپس دلادینگے " یہی " حرب " کے معنے ہیں -

(۴) چوتھی آیت کسی تاویل کی محتاج نہیں' وہ یہود و نصاری کے متعلق ہے - اونہوں نے باہم جو لڑائیاں قائم کی تہیں' ارنکا سبب صرف بغض و انتقام اور شر و فساد تھا جسپر لغوی حیثیت سے یہ لفظ دلالت کرتا ہے - با اینہمہ خدا نے اسکو پسند نہیں کیا اور اس مشتعل آگ کو بجھا دیا - كلما اوقدوا نارا للحرب اطفاها الله -

اب یہ آگ پھر مسیحی دنیا میں اس سخن الہی کی تصدیق دائمی کو محکم تر کرتی ہوئی مشتعل ہوگئی ہے -

(۵) پانچویں آیت قبیلۂ بنو قریظہ کے متعلق ہے' جنہوں نے اسلام کے ساتھہ متعدد بار معاہدہ کر کے عہد شکنی کی تھی' اور تمام قبائل عرب کو آنحضرت کے ساتھہ جنگ پر آمادہ کردیا تھا' آیت میں " حرب " سے وہی حرب مراد ہے جو بنو قریظہ کی ریشہ دوانیوں کا نتیجہ تھی اور یہ ظاہر ہے کہ اونہوں نے جو لڑائیاں قائم کرائی تہیں' اونکا سبب صرف بغض و فساد تھا' اسلیے یہاں بھی " حرب " سے جہاد اسلامی مراد نہیں ہوسکتا' بلکہ حرب کی وہی حقیقۃ لغویۃ سیئیہ و ملعونہ مراد ہے -

(۶) چھٹی آیت میں بے شبہہ بظاہر " جہاد اسلامی " پر حرب کا اطلاق کیا گیا ہے' لیکن تشریح و توضیح کے بعد معلوم ہوگا کہ یہی آیت جہاد اسلامی کا مقصد وحید ہے' اور جہاد کی حقیقت مقدس اسی لفظ میں مضمر ہے' چنانچہ اسکی تشریح آگے آتی ہے -

(جنگ میں صلح)

یورپ نے اگرچہ مذہب کے تمام راز ہاے سر بستہ فاش کر دیے' مگر وہ ابتک " التوحيد في التثليث و التثليث في التوحيد " کی گرہ کو نہ کھول سکا - لیکن اسلام " السلم في الحرب و الحرب في السلم " کے عقدہ لا ینحل کو حل کرچکا ہے' یعنے " امن و صلح میں جنگ اور جنگ میں صلح و امن !" مگر اس مسئلہ میں ہمکو پہلے یورپ ہی کے کارنامہ اعمال پر نظر ڈالنی چاہیے -

اسلام نے " امن و سلام " کا جو دور جدید قائم کردیا تھا' دنیا کی سبعیت اور بہیمیت نے اگرچہ اوسکو " جنگ و خونریزی " سے بدل دیا ہے' لیکن با اینہمہ کبھی کبھی سیاسی مصالح سے اس فراموش شدہ حقیقت کا نام زبانوں پر آ بھی جاتا ہے' اور اس بھولے ہوے خواب کی یاد تازہ کرلی جاتی ہے - انہی مصالح سے پچھلے دنوں تہ مقام ہیگ ایک عجیب و غریب مجلس صلح کا انعقاد ہوا تھا جسکا نام ارباب سیاست نے " ہتھیار بند صلح " رکھا تھا !

عرب کے ایک شاعر نے کسی قبیلہ کی ہجو میں کہا تھا " نہ وہ مرد ہیں نہ عورت' جسطرح شتر مرغ کہ نہ چڑیا ہے نہ اونٹ " اسی طرح اس صلح کی حقیقت بھی اگرچہ مشتبہ ہے' لیکن ہم " مشتقۂ امن " کے بجاے شتر مرغ کے پر کے سائے میں بھی زندگی بسر کرسکتے - تاہم اسکے بعد کے خونین واقعات نے ثابت کردیا کہ یہ شتر مرغ بھی صرف بعض خاص موسموں ہی میں اپنا سایہ ڈال سکتا ہے !

تاہم جنگ و صلح کی اس آمیزش نے دنیا کے لیے یہ بہت دلچسپ سوال پیدا کردیا کہ " کیا جنگ کا خاتمہ ہوسکتا ہے ؟ کیا

بیچ نے اب اگرچه گهنے شاخ و برگ پیدا کرلیے' لیکن اب تک تلوار کا پهل اونکے اندر چهپا هوا تها ' اسلیے جنگ قائم نه هوئي ' بلکه اس قضیه کا فیصله لندن میں ایک کانفرنس کے ذریعه کیا گیا -

اس کانفرنس نے تمام سلطنتوں کي ذمه داري میں لکسمبرگ کو ایک آزاد اور خود مختار صوبه قرار دیا - اس فیصله نے فرانس کے نفوذ و اقتدار کو بالکل مٹادیا ' اور پروشیا کي طاقت و نفوذ اور پرنس بسمارک کي شهرت میں غیر معمولي اضافه کردیا -

اس بنا پر اس فیصلہ کے بعد هي دونوں سلطنتوں میں سخت ناچاقي پیدا هوگئي - فرانس کو یقین هوگیا که سلطنتوں کي قسمت کا فیصله اب صرف تلوار هي کرسکتي هے - اسي دن سے فرانسیسیوں نے در پرده جنگي تیاریاں شروع کردیں -

داهیة سیاست " بسمارک "

اسي تهور و تاهب کے زمانے میں اسپین کا تخت ایک سریرآرا کے وجود کا محتاج هوا ' اور جنرل پریم وزیر اسپین نے ایک جرمن امیر لیوپولڈ وان زولن کو اس منصب کیلیے منتخب کیا ' لیکن فرانس نے اوسکو اپنے حقوق کے منافي سمجها ' اسپر سخت لهجه میں اعتراضات کیے' اور ان اعتراضات کو سفیر پروشیا مقیم پیرس کے پاس ایک یاد داشت کي صورت میں مرتب کرکے بهیجدیا - سفیر پروشیا نے ایمس میں جاکر شاه پروشیا سے ملاقات کی ' شاه نے جواب دیا که لیو پولڈ وان زولن کي تخت نشیني کا فیصله ابهی تک نهیں هوا هے - وه اسپین کي عام راے پر اوٹها رکها گیا هے' پروشیا اس معامله میں کوئي مداخلت نهیں کرسکتی ' اگر اسپین کی پبلک نے لیوپولڈ کو بادشاه منتخب کرلیا تو اسکے سوا چاره نهیں که وه اوسکی تائید کرے -

سوء اتفاق سے اسپین کے عام اجتماع نے لیوپولڈ کے سر پر تاج شاهي رکهدیا ' اور چونکه پرنس بسمارک جنگ جرمني و فرانس کا شدت کے ساتهه انتظار کررها تها اور یه واقعه اوسکا سب سے بڑا محرک هوسکتا تها ' اسلیے عام خیال یه هے که یه بسمارک کي ریشه دوانیوں هي کا نتیجه تها -

(ابتدائی جنگ)

فرانس بهي پہلے هي سے جنگ کي تیاري میں مصروف تها - اس واقعه کے بعد اوسکي مخفي طاقت علانیه ابهر آئي ' اور اپني تمام سرحدوں پر فوج جمع کرنا شروع کردی - بالخصوص دریاے رین کی طرف تو فرانسیسی لشکر کا ایک سیلاب عظیم روانه هوگیا اور جنرل مکمیهن اوس کا سپه سالار بنایا گیا - شاهی فوج کی سپه سالاري کا منصب جنرل بےزین کو عطا هوا تها -

اس جنگ کا اصلی سبب امیر لیو پولڈ تها جو اسپین کا تاجدار بنایا گیا تها - لیکن یه قابل صد هزار آفرین ایثار نفسي دنیا میں کبهی نه بهلائی جائیگي ده اس نے اپني تخت نشیني کی یادگار میں اس بد ترین جنگ کو چهوڑنا پسند نه کیا اور اس منصب سے کناره کش هوگیا !

بادشاه پروشیانے اسکي علحدگي کو صرف اوس خاص اقتدار کي بنا پر تسلیم کرلیا جو تمام ملک کیساتهه اوسکو لیو پولڈ کے خاندان پر حاصل تها - مگر اپنے عام ملکي اختیارات سے اسکي تصدیق نه کی - لیکن نپولین ثالث کو اسپر اصرار تها که اس علحدگی کو عام شاهي اختیارات کی بنا پر تسلیم کرانا چاهیے جسکے معنے یه تهے که سلطنت پروشیا اپنے اس حق سے دست بردار هوگئي ' مگر شاه پروشیا نے نپولین کے اس مطالبه کو منظور نه کیا اور دریاے رین کي طرف بالمقابل اپني فوجیں روانه کر دیں -

پرنس بسمارک موقع کا منتظر تها - اب وه موقع آگیا - اوپر گذر چکا هے که نپولین ثالث نے سنه ۱۸۶۷ میں الحاق بلجیم کے متعلق جو یاد داشت پیش کی تهی ' اوسکو پرنس بسمارک نے دبا رکها تها - اب اوس نے اسکو عام طور پر شائع کردیا جس نے تمام یورپ میں ایک تهلکه مچادیا - انگلستان نے چونکه بلجیم کي محافظت کي ذمه داري لي تهي ' اسلیے اوسپر نسبتاً اسکا اثر زیاده پڑا ' اور اوس نے فرانس سے زمانه جنگ میں بلجیم کے حفاظت کي ذمه داري لینے کا مطالبه کیا -

پرنس بسمارک جرمني کے داخلي اتحاد و اتفاق کا جو خواب پریشان ایک مدت سے دیکهه رها تها' یه جنگ اوسکي صحیح تعبیر تهي - چنانچه اعلان جنگ کے ساتهه هي جرمني کي پوري طاقت پروشیا کی حمایت کیلیے امنڈ آئي ' اور جرمني فوج کی سپه سالاري خود فریڈرک ولیم ولیعهد سلطنت اور اوسکے چچا زاد بهائي پرنس فریڈرک چارلس نے کي - کمانڈر انچیف (قائد عام) خود شاه پروشیا تها' لیکن اوسنے اس عهده جلیله کو جنرل کونٹ وان مولٹک کے سپرد کردیا ' جو دنیا کے سپه سالاروں میں سب سے بڑا سپه سالار خیال کیا جاتا هے - اور جو موجوده جنگ کے وان مولٹک کا چچا تها -

جرمن فوج کا یه سیلاب مےنس اور کوبلنس کے درمیان جمع هوا ' اور وهاں سے حدود فرانس کي طرف موجیں مارتا هوا بڑها - فرانسیسي لشکر نے بهی نانسی اور میٹز میں اپني قوت جمع کي' جنکا نام موجوده جنگ میں بهي سب سے پہلے آیا هے ' اور وهاں سے حدود جرمني کی طرف روانه هوگیا - خود نپولین نے اس کی سپه سالاري کی تهی -

ابهی جولائی کا مهینه ختم نهیں هوا تها که ۷۰۰۰۰۰ جرمن سپاهي حدود فرانس میں موسیل سے رین تک پهیل گئے - دوسری طرف ۳۰۰۰۰۰ فرنچ سپاهیوں کے ٹڈي دل نے حدود جرمني کو گهیر لیا -

(معرکه اولی)

پہلا معرکه مقام سار بیروکن میں ۳ - جولائی کو شروع هوا ' اور یکم اگست تک جاري رها - اس معرکه میں میدان فرانسیسیوں کے هاتهه رها اور انهوں نے اس مقام کو فتح کرلیا - لیکن دو هی تین روز کے بعد زمانه نے پلٹا کهایا ' اور اب پروشین فوج نے ایک نمایاں کامیابی کے ساتهه انهزام و شکست کے اس بدنما داغ کو اپنے دامن شجاعت سے مٹادیا - چنانچه ۴ - اگست کو وه ولی عهد کی سپه سالاري میں ویسن برگ پر قابض هوگئی - اور فرانس کا سپه سالار جنرل دوای اس معرکه میں کام آیا - نیز تقریباً ۸۰۰ فرانسیسی قیدي بهي گرفتار هوے -

اسوقت تک پروشین فوج صرف مدافعت کررهي تهي ' لیکن اس تاریخ سے اوس کي فاتحانه جنگ کا زمانه شروع هوا -

ولیم اول شاہ پروشیا

نپولین ثالث

تاریخ وعبر

اولین جنـــگ جـــرمنـی و فـــرانس

- سنه ۱۸۷۰ ، ۱۹۱۳ع میں

کہا جاتا ہے کہ زمانہ آگے بڑھتا ہوا چلا جاتا ہے اور ماضی مستقبل کی طرف مڑکے نہیں دیکھتا' لیکن حوادث کی قوت اوسکو پیچھے ہٹا سکتی ہے -

کہا جاتا ہے کہ شباب کا زمانہ گذر جاتا ہے اور پھر پلٹ کے نہیں آتا' لیکن دل کے اوبھرنیوالے ولولے اوسکو بلا سکتے ہیں -

کہا جاتا ہے کہ موج گل نکل جاتی ہے' اور پھر لوٹ کر نہیں آتی' لیکن ہوا کا جھونکا اس قافلہ کو لوٹا لاتا ہے -

یہ صرف دعوا ہی دعوی نہیں ہے' بلکہ بیسویں صدی کے ایک ہولناک حادثے' ایک اوبھرنیوالی قوت' اور ایک متحرک دائرہ خون و آتش نے ان محالات کو ممکن کر دکھایا ہے - سنه ۱۸۷۰ع میں جرمنی اور فرانس کے درمیان جو یادگار جنگ قایم ہوئی تھی' اوسکا نہ بھولنے والا زمانہ گذر گیا تھا' اور دنیا سمجھی تھی کہ شاید اب وہ دوبارہ پلٹ کے نہ آے' لیکن آج ۱۵ - اگست سنه ۱۸۷۰ع کا دن پھر پلٹ کے آگیا ہے' اور عنقریب اوسکا آفتاب اپنی پوری حرارت قاہرہ کے ساتھہ پیرس کے سر پر چمکنا چاہتا ہے -

(اسبـاب جنـــگ)

یہ جنگ جس زمانے میں قائم ہوئی' جرمنی اور فرانس کی حالت موجودہ دور سے بالکل مختلف تھی' اور سچ تو یہ ہے کہ جرمنی اور فرانس کو موجودہ حالت پر اسی جنگ نے پہونچایا -

جرمنی کے نظام اجتماعی میں آج جو اتحاد اور قومیت نظر آتی ہے' وہ اوس زمانے میں بالکل مفقود تھی - تمام سلطنت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگئی تھی' اور جرمنی کا دماغ اعظم یعنی پرنس " بسمارک " دیکھہ رہا تھا کہ ان بکھرے ہوے موتیوں کو صرف کوئی بڑی خارجی جنگ ہی ایک رشتہ اجتماع میں منسلک کرسکتی ہے -

اب اگرچہ فرانس کو جمہوریت کا موسس اول تسلیم کیا جاتا ہے' لیکن وہ اسوقت نپولین ثالث کے دست استبداد کے پنجۂ آھنیں میں گرفتار تھا - نپولین کا دور حکومت مادی ترقیوں کے لحاظ سے اگرچہ فرانس کی تاریخ میں ایک یادگار زمانہ خیال کیا جاتا ہے' اوسکے عہد میں فرانس نے تجارت میں خاص طور پر ترقی کی' ریلوے لائنوں کا جال ملک میں پھیل گیا' زمین کی تمام کانوں نے اپنا خزانہ فرانس کیلیے اوگل دیا' ملک میں کثرت سے کارخانے قائم ہوگئے' اور تمام یورپ میں پیرس نے ایک عظیم الشان دارالسلطنت کی حیثیت پیدا کرلی' تاہم ان ترقیوں کی وسعت اور اونکے وسائل نے ملک کو ٹکس کے بوجھہ سے گرانبار بھی کردیا تھا اور اسلیے ملک میں بے چینی بڑھتی جاتی تھی -

سوء اتفاق سے اسی زمانے میں اوس نے ایک کتاب لکھی' جس میں شخصی حکومت کو جمہوری حکومت پر ترجیح دی تھی اور تمام ملک کو یقین دلایا تھا کہ فرانس صرف اسی قسم کے طرز حکومت سے ترقی کرسکتا ہے - چونکہ اس قوت کی نشو و نما کیلیے فرانس کی زمین تنگ ہوگئی ہے' اسلیے فتوحات ملکی کے ذریعہ دوسری سلطنتوں کے حدود میں داخل ہوکر ترقی کرنے کا موقع حاصل کرنا چاہیے -

اوس کے بڑھاپے کے زمانے تک اگرچہ استبداد کا پنجہ آھنیں فرانس کا مالک الرقاب رہا' لیکن اخر میں لویس تیارے اور ژول فاور نے اوسکی سخت مخالفت کی - ٹکس کی کثرت نے ملک میں نپولین کی طرف سے جو ناراضی پیدا کردی تھی' اوس سے ان لوگوں نے پورا فائدہ اوٹھایا' اور اپنی ایک مستقل پارٹی پیدا کرلی - نپولین نے رفق و ملاطفت کے ذریعہ اس فتنہ کو دبانا چاہا اور نیابتی اصول پر ہاوس آف لارڈز (مجلس الشیوخ) کے ذریعہ ایک قانون مرتب کرکے ۱۵ - اگست سنه ۱۸۶۹ کو نافذ کردیا - اسی قانون نے پارلیمنٹ کی بنیاد ڈالی اور ایک نئی وزارت قائم ہوئی' جسکے اکثر ممبر جمہوریت پسند تھے -

(پروشیا اور جرمنی)

اسوقت جرمنی کے تمام اجزاء (جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے) بکھرے ہوے تھے - ملک میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم تھیں جن میں سب سے زیادہ طاقتور پروشیا تھی' اور ولیم اول فریڈریک سریر آراے تخت سلطنت تھا - پروشیا جنگ فرانس سے پہلے آسٹریا کو صرف سات ہفتوں میں شکست دیچکی تھی اسلیے ایک طرف تو نپولین ثالث اوسکو بد گمانی کی نگاہ سے دیکھہ رہا تھا' دوسرے طرف بسمارک جنگ فرانس کو جرمنی کے سلسلۂ اتحاد کی ایک نمایاں کڑی خیال کرتا تھا' پس جرمنی و فرانس دونوں کے دل میں بغض و عداوت اور رشک و حسد کا بیج پڑ گیا' جو آگے چلکر دیگر اسباب کے ساتھہ ملکر جنگ کا سبب بن گیا -

جنگ آسٹریا اور پروشیا کے یہی سات ہفتے اپنی یادگار میں ایک طویل و ممتد سلسلۂ جنگ چھوڑ گئے - چنانچہ اس فاتحانہ جنگ کے بعد پروشیا نے جن طبیعی حدود کا الحاق کرلیا تھا اونکے معاوضہ میں نپولین ثالث نے جرمنی کے اون حدود کا مطالبہ کردیا جو دریاے رین کے مغربی سواحل پر واقع تھے -

لیکن بسمارک نے قطعی انکار کردیا - اب مجبوراً نپولین نے اپنے اس مطالبہ سے دست بردار ہوکر سفیر برلن کے ذریعہ ایک یاد داشت پیش کی - اسمیں بلجیم اور جنوبی جرمنی کو فرانس کے ساتھہ ملحق کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا - یہ یاد داشت جب پرنس بسمارک کے سامنے پیش کیگئی تو اوس نے اس موقع کو مغتنم سمجھکر یاد داشت اپنے پاس رکھہ لی' اور کچھہ جواب نہ دیا -

(مسئلۂ لکسمبرگ و بلجیم)

اسی زمانے میں شاہ ہولینڈ ریاست (ڈچی) لکسمبرگ کو فروخت کرنا چاہتا تھا جسکو نپولین نے سنه ۱۸۶۷ع میں خریدنا چاہا' لیکن پرنس بسمارک نے اس پر اعتراض کیا کہ " وہ جرمنی کا ایک ٹکڑا ہے اور پروشیا کی فوج اوسکی حفاظت کی ذمہ دار ہے " اس پر دونوں سلطنتوں میں سخت نزاع قائم ہوگئی - بغض و عداوت کے

ربعکم واصبروا ان الله مع الصبرين - (۸ : ۴۷) | ایسا کروگے تو تمھاري قوت ضائع جائیگي' اور دشمنوں پر جو تمھارا بھرم قائم ہے وہ جاتا رہیگا - پس اپنے اندر ثبات و استقامت پیدا کرو - خدا کي مدد صبر کرنے والوں کے ساتھہ ظاہر ہوتي ہے !

حضرت موسی علیہ السلام کا جب فرعون سے مقابلہ ہوا' تو اسکی جماعت پر قہر الہی نے باھمي تنازع اور خانہ جنگي کي صورت ھي میں ظہور کیا تھا' جیسا کہ سورہ طٰہ میں ہے :

فتنازعوا امرھم بینھم و اسروا النجوی (۲۰ : ۶۲) | پس فرعون کے لوگ اپنے معاملہ کے بارے میں باھم نزاع کرنے لگے اور پوشیدہ اور سازشانہ سرگوشیاں ان میں شروع ھوگئیں -

---

یہ تعلیم تھي جو اسلام نے اپنے پیروؤں کو دی اور وہ اسپر کچھہ مدت تک کاربند رہے' لیکن افسوس کہ بہت جلد نزاع باھمی کے شیطان نے ظہور کیا' اور اب تو ھر طرف عالم اسلامي پر جامع المتفرقین کي جگہ اسي وسوسۂ مفرقہ و مشتتہ کي حکومت ہے !

وکل حزب بما لدیھم فرحون !

لیکن آج دنیا کي زندہ قومیں اسپر عامل ھیں اور موجودہ جنگ کے اندر بھي اسکا ایک یادگار منظر نظر آیا ہے -

جنگ سے چند گھنٹے پیشتر انگلستان کیسي عظیم الشان خانہ جنگي میں مبتلا تھا ؟ آئرلینڈ کے استقلال کي تحریک نے السٹر میں آگ لگادي' اور تمام آئرش پروٹسٹنٹ حکومت کي مخالفت پر آمادہ ہوگئے - حتی کہ معاملہ انتہائی حد تک پہونچ گیا' اور تمام السٹر نے بغاوت اور جنگ کا اعلان کردیا - بہتر سے بہتر فوجي طیاریاں جو ایک زندہ قوم کرسکتی ہے وہ السٹر میں نظر آرھي تھیں اور صلح کی تمام کوششیں بیکار گئی تھیں - آخر میں خود شاہ کی طرف سے کانفرنس کا انعقاد ھوا مگر پھر بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا - آسٹریا اور سرویا میں جنگ کا اعلان ۲۸ جولائی کو ھوا ہے - پہلي اگست کو یورپ کا عہد امن بالکلیہ ختم ھوگیا تھا - لیکن ۲۸ کی شام تک مشہور السٹرسٹ سر ایڈورڈ کارسن انگلستان سے جنگي مقابلہ کرنے کیلیے السٹر کے والنٹیروں کو جوش دلا رہا تھا !

اسی طرح اقتراعیہ (سفریجٹ) عورتوں کي جنگی جماعت نے تمام برطانیہ کے امن کو غارت کردیا تھا -

---

لیکن جونہی انگلستان کا خارجي مطلع غبار آلود ھوا اور جرمنی کي حرکت جنگی کی پہلی گرج سنائي دي' معاً تمام آئرلینڈ اور جزائر برطانیہ کی فضا پر انقلاب و تغیر کا ایک نیا موسم چھا گیا اور باھمي نزاع اور خانہ جنگی کي تمام صدائیں آناً فاناً اسطرح نابود و معدوم ھوگئیں' گویا دریاے ٹیمس کے کنارے داخلی جنگ کی کوئی آواز صدیوں سے آئھی ھی نہ تھی - اب تمام ملک ایک عضو واحد بنکر باہر کے دشمن کیلیے شمشیر بکف طیار ہے !

السٹر کی تمام فوجي طیاریاں جو پہلے حکومت انگلستان کیلیے تھیں' اب دشمنوں کے مقابل ھوگئیں' اور سر ایڈورڈ کارسن نے اعلان کردیا کہ جب تک باہر کا خطرہ باقي ہے' اس وقت تک ھمیں اپنا قصہ بالکل بھلا دینا چاھیے !

وھی سر ایڈورڈ کارسن جو پہلو شکست سے چند گھنٹے پیشتر کہہ رہا تھا کہ " یا جنگ یا موت کے حکم ھي اب بلفاسٹ میں اپنے پورے سابق جوش کے ساتھہ ھي کے پاس رہا ہے جبکہ السٹر کي جنگ آزمائی برطانیہ کونسل اخ - لیکن اماکہ :

محـــاصـــرہ پیرس !

استحــــکامات پیرس

جرمنی اسوقت پیرس سے ۳۰ میل پر موجود ہے اور محاصرۂ پیرس کا سوال غیر متوقع سرعت سے دنیا کے سامنے آگیا ہے -

جیسا کہ ایک جرمن مقالہ نگار نے لکھا ہے' پیرس فی الواقع دنیا کا سب سے بڑا قلعہ ہے - پیرس کے پاس مدافعت کے تین حلقے ھیں جو ایک دوسرے سے بالکل علحدہ ھیں' اور حملہ آور فوج کے لیے ایک حلقہ مدافعت کے فتح کرنے کے بعد دوسرے حلقہ کي ایک مستقل منزل باقی رہجاتی ہے -

اگر آپ پیرس کے اندر سے چلیں تو سب سے پہلے آپکو ایک شہر پناہ ملیگی - اسکے بعد ان قدیم قلعوں کا حلقہ ہے جنکا محاصرہ سنہ ۱۸۷۰ میں پروشیا کي فوجوں نے کیا تھا - اس حلقہ کے بعد وہ استحکامات ھیں جو بالکل جدید ترین اصول پر تعمیر ھوے ھیں اور اپنی وسعت میں اگر کسي کو حریف تسلیم کرسکتے ھیں' تو وہ صرف استحکامات اینٹورپ ھیں -

یہ استحکامات لورے سے ۱۱ میل پر اور شہر پناہ سے ۸ میل پر واقع ھیں - انکي شکل ایک دائرہ کي ہے جس کا دور ۷۵ میل مدور ہے -

اتنے وسیع دائرہ استحکام کے محاصرہ کے لیے اسقدر فوج کي ضرورت ھوگي ؟ ماھرین جنگ نصف ملین یعنی ۵ لاکھہ فوج تجویز کرتے ھیں' لیکن جہاں اس پر فوجکشی کے لیے اسقدر لشکر چاھیے' وہاں انکی مدافعت کے لیے پیرس کے اندر اس تعداد کے نصف حصہ کي بھی ضرورت نہیں - ان استحکامات کي حفاظت و مدافعت کے لیے ایک لاکھہ ۷۰ ھزار فوج کافي ہے -

ان قلعوں میں سے ھر ایک قلعہ میں ۲۴ سے لیکے ۹۰ تک وزنی توپیں اور ۶ سو سے لیکے ۱۲ سو تک آدمي ھوتے ھیں -

ان قلعوں کے متعلق جو مورچے اور باٹریاں ھیں' ان میں سے ھر ایک میں ۲ سو آدمي اور ۶ توپیں ھوتی ھیں -

(آتشگیر گولوں کا اثر)

ان قلعوں کی تاریخ تعمیر سنہ ۱۸۸۵ ع سے شروع ھوتي ہے - یہي وہ سال ہے جب قلعوں کی موجودہ طرز تعمیر کو قبول عام حاصل ھوا ہے -

---

(بقیہ مضمون پہلے کالم کا)

" ملک اور سلطنت کے فائدے کے لحاظ سے امن قایم رہنا بہت ضروري ہے - السٹر کے قومی والنٹروں کو چاھیے کہ ملک اور سلطنت کی اعانت کریں اور السٹر اور آیرلینڈ کے لیے عزت حاصل کریں - مجھے پوری امید ہے کہ السٹر کے والنٹیر انگلستان کے محکمہ جنگ کے ماتحت اپنے افسروں کے ساتھہ باقاعدہ ڈویژن بناکر جنگ پر جائینگے اور انگلستان کے دشمن کے سامنے ایک ھوکر لڑینگے "

انگلستان نے صرف ایک جرمني کیلیے اپنی خانہ جنگی موقوف کردي - لیکن آہ' آج عالم اسلامی جرمنی جیسے صدھا دشمنوں میں ھر طرف سے گھرا ہے' لیکن افسوس کہ مسلمان تعلیم اسلامي پر عمل کرنا ضروری نہیں سمجھتے' اور اپنے جنسي' وطنی' قومي' مذھبي' اور جماعتی اختلافات و نزاعات کے نزغات شیطانیہ بدستور انہیں عزیز ھیں ! فما لھا ولاء القوم' لا یکادون یفقھون حدیثا ؟

بصائر و حکم

هنـــا و هـــناک !

دنیا پر خون اور آگ کے عذاب کے دو هفتے اور گذر گئے' مگر معلوم هوتا هے که اسکي جوع خونین اور عطش آتشیں کے لیے نه تو انسان کے گوشت کا ڈهیر ابتک کافی جمع هوا هے' اور نه خون کي نهریں اچهي طرح بهي هیں - اسکي مثال اس مدت کے بهوکے پیاسے انسان کي سي هے جو چند ابتدائی لقمے کها کر اور دو چار گهونٹ اتار کر اپني بهوک پیاس کو اور زیاده مستعد اور طیار کرلیتا هے - پس ابتک جو کچهه هوا هے' یه خوان جنگ کے ابتدائي لقمے تهے - اس عهد الیم و معذب کي بهوک اس سے سیر نهیں هوئی هے' بلکه اور زیاده کهل گئی هے : فذرهـم حتی یلقوا یومهم الذین فیه یصعقون ' یوم لا یغنی عنهم کیدهم شئیاً و لا هم ینصرون - و ان للـذین ظلمـوا ' عذا با دون ذالـک ' و لا کـن اکثـرهم لا یعلمون (۵۲ : ۳۹)

لیکن اس عرصه میں هلاکت و بربادی کي دنیا سے کچهه دیر الگ هوکر بهتر هے که زندگي اور امن کي آبادیوں پر نظر ڈالیں - پچهلے تین هفتوں کا ایک سب سے زیاده عظیم الشان منظر یه هے که جبکه تمام انگلستان کي سرزمین صف بسته جنگ آوروں کي حرکت سے پر شور رهي هے ' تو هندوستان کے هر گوشے اور هر حصے میں عهد وفاداري کي تجدید کے لیے بهي هر باشندے نے متحده حرکت میں حصه لیا هے -

انگلستان میں جو کچهه هوا آسے یهي کرنا تها ' اور هندوستان نے جو کچهه کیا ' وه صرف اتنا هي کرسکتا تها -

اگر انگلستان کي موجوده فوجي زندگي کي حرکت اور حفظ وطن کا جوش اسقدر عظیم و وسیع هے' جسکي نظیر پوري ایک صدي کے اندر نهیں ملسکتي' تو هندوستان کا موجوده اظهار وفاداري بهي جس عام اتحاد اور وسعت کے ساتهه تمام ملک میں هوا هے' کوئي پچهلي نظیر نهیں رکهتا - ملک کي هر جماعت اور هر حصه نے اسمیں حصه لیا هے' اور بے شمار جلسوں میں لوگوں نے کها هے که هم اپنا سب کچهه انگلستان کو دیدینے کیلیے طیار هیں -

موجوده جنگ کا سب سے بڑا موثر منظر انگلستان کي داخلي حالت هے - جنگ سے چند گهڑي پیشتر تک السٹر کي بغاوت اور جنگ کا معامله اپني انتهائي منزلوں سے گذر رها تها اور شاهي دعوت پر جو کانفرنس صلح منعقد هوئي تهی' وه بهی ناکام رهي تهي - لیکن اعلان جنگ کے ساتهه هی انگلستان کي اس سب سے بڑي مهلک خانه جنگی کا خاتمه هوگیا ' اور اسطرح تمام آئرلینڈ اور برطانیه متحد هوگیا گویا اختلاف و نزاع کا صدیوں سے وجود هی نهیں -

بلا شبه یه بهت هي شاندار منظر هے اور السٹر کي بغاوت نے ایثار اور اتحاد وقت کی قدر شناسي کا یادگار ثبوت دیا هے' لیکن اسکے ساتهه هي هندوستان کو بهی نظر انداز نهیں کردینا چاهیے - اگر السٹر نے اپنی ایک هی آخري شکایت کو وقت کی مصیبت دیکهکر بهلادیا هے تو هندوستان نے بهی اپنی بهت سي ابتدائي شکایتیں بهلا دي هیں' اور گو اسکے درد کے افسانے بهت طول طویل تهے' مگر سب کو ملتوي کرکے سکون اور اعتماد کا علم اعلان کردیا هے -

البته اس اعلان میں نه تو سـر ایڈورڈ کارسن کی تلوار هے' جو اب خانه جنگی کی جگه خارجی دشمن کے دماغ میں چلیگی' اور نه حب الوطنی اور حفظ ملک کا وه زنده جوش هے جو برطانیا کے جزیروں سے لیکر نو آبادیوں کے دور افتاده اور منقطع میدانوں تک میں پهیل گیا هے - ایک همیشه کا اقرار هے جسکو زیاده مستعدي کے ساتهه دهرایا جارها هے ' اور ایک صبر اور ماضی فراموشی کا اعلان هے جسکے اندر اراده کے استحکام اور مستعدي کے ثبات نے تاثیر پیدا کردي هے -

لیکن افسوس که اسکے لیے هندوستان مجبور هے - وه اس سے بهی زیاده کرنا چاهتا هے مگر نهیں کرسکتا - اسکی جنگی زندگي قائم نه رهی - اور اس نے بد قسمتی سے ایسے حالات میں پرورش پائی' جنگی وجه سے اسکے اندر " برطانی شهري " کا قوي احساس پیدا نه هوا - اسکا دل شهریت کے جوش سے خالي هے' اور اسکا هاتهه روح شمشیر کے بغیر مرده هوچلا هے -

اگر الجیریا کے ترک فرانس کیلیے سب سے بهتر بندوقچي ثابت هوے اور ٹیونس کے ولي عهد نے اپني تلوار نیام سے نکالي تو هندوستان کے هندو مسلمان بهي اپنی گذشته جنگي روایتوں کو یاد رکهه سکتے تهے اور آج اپنے ملک اور اسکے امن کي حفاظت کیلیے اپنی تلواروں کے جوهر دکهلا سکتے تهے - مگر افسوس که انکو اسکا موقع نهیں دیا گیا اور گذشته زندگي ایسي سرگذشتوں میں بسر هوئي جنکے بعد اسکي وفاداري کا امتحان گاه اب زبان اور ارادے کے سوا اور کچهه نهیں هے - جبکه میدانوں میں جنگ آوروں کے کام کا اور حفاظت ملک کیلیے سرفروشوں کے کام کا وقت آیا هے' تو هندوستان اتنا هي کرسکتا هے که اپني وفاداري کا مکرر اعلان کردے ' اور اپنے نهتے هاتهوں اور بے ولوله دلوں کو پیش کردے که اگر انسے کچهه کام لیا جا سکتا هے تو وه حاضر هیں !

تاهم هندوستان جو کچهه کرسکتا تها - اوس سے دریغ نهیں کیا - اسنے ماضي کے بهولنے اور حال کیلیے ایثار کرنیکي ایک ایسی مثال پیش کردي هے ' جسے اگر روایتوں میں یاد رکها جاے تو ناموزوں نهوگا - وه اپني بے دست و پائي اور افسرده زندگي کے لحاظ سے صرف اتنا کرسکتا هے که انگلستان کو اس نازک وقت میں اپني جانب سے مطمئن کردے ' اور یقین دلادے که اسکي طرف سے ذرا بهي مشوش خاطر نه هونا چاهیے - وه اگر زندوں کي طرح شمشیر بدوش درز نهیں سکتا تو پر امن غافل کي طرح خاموشي اور امن و سکون کے ساتهه سوکر اپني جانب سے کام کرنے والوں کو بے کهٹکے کام کرنے کا موقع دیسکتا هے' اور وه ایسا هي کریگا -

اسلام نوع بشري کے حفظ و فلاح کیلیے ایک دین فطري اور صراط مستقیم هے - اس نے فلاح معاد کے ساتهه اصلاح معاش کے بهي اصول بتلاے هیں - جو جماعت ان اصولوں پر کار بند هوگي' انکے نتائج حسنه اسکا قدرتي ورثه هوگا - ایک زمانے میں انکے کامل ترین محافظ و عامل مسلمان تهے - لیکن اب انکي حقیقت دنیا کي بهت سے قوموں میں بٹ گئي هے -

اسلام نے قومي زندگي کے بقا و ثبات کے لیے ایک تعلیم اولین یه دي تهي :

لا تنازعوا فتفشلو و تذهب اور آپسمیں خانه جنگي نه کرو - اگر

مراسلات

اسکے بعد دهنے یا بالفاظ دیگر مشرق کی طرف قلعه آمبرولو واقع ہے جسکی کملی میں پونڈی کا مشہور جنگل ہے -

یہ چاروں قلعے نسبتاً پست زمین پر واقع هیں - شرقي استحکامات ۴ سو فٹ سے لیکے ۳ سو ۵۰ فیٹ تک بلند زمین پر قائم هیں - ان استحکامات میں ۴ قلعے اور مختلف چهوٹے برج هیں سینٹ مارلیس ' فوانسیس کے قریب دو برج هیں جو باهم ایک فصیل کے ذریعه سے وابسته هیں - اور مریانے سیں اور مارلے کے مابین قلعه شارلیلتي واقع ہے -

شہر کے جنوب میں شہر پناه سے ایک میل پر بهی قلعوں کا ایک سلسله موجود ہے - یہ قلعے اگرچه بجائے خود نہایت مستحکم طور پر بنے هیں ' مگر جیسا که سنه ۱۸۷۰ ع میں تجربه هوچکا ہے ' یه زاللفد توپوں کے مقابله میں محض بیکار هیں -

شہر کے مغرب میں قلعه مونٹ ویلیں ہے ' اسکا ارتفاع سطح سمندر سے ۵۳۶ فیٹ اور سطح دریا سے ۴۵۰ فیٹ ہے - یہاں پہنچکر قلعوں کے داخلي خط کي فہرست مکمل هو جاتي ہے - اس آخر الذکر قلعه کي تحصین و استحکام ان استحکامات کے ذریعه کي گئي ہے جو اثناء محاصره ۱۸۷۰ میں عارضي طور پر بنائے گئے تے مگر بعد کو مستقل کر دیے گئے -

خندقوں سے گهرا هوا کیمپ تین حصوں میں منقسم ہے : شمالی مغربي ' اور جنوبي و مغربي - شمالی حصه میں مقام سیں کے شمالي کناروں ' پر ایک بہت وسیع اور طویل پشته ہے جسکی شکل مقناطیس کے زور بڑهانے والے لوہے کي سي ہے -

یہ پشته کوئي ۵۹۰ فیٹ بلند ہے - اس پشته پر استحکامات کا ایک مجموعه ہے جو کارمیلس نامي گاوں کے نام سے موسوم ہے -

سینٹ کینس سے ۵ میل کے فاصله پر مونٹسگلنن ڈیومونبق کے استحکامات واقع هیں - مونٹسگلنن ۶ سو سے لیکے ۶ سو ۷۰ فیٹ تک بلند ہے - مقام ایکوین میں ایک علحده پہاڑي پر ایک قلعه اور ایک برج ہے ' اور انکے دهنے جانب قلعه سینٹي اور دو باٹریاں هیں -

مشرقي حصے میں مقام (پوزیشن) و ین جور ہے جو تمام قلعوں سے نمایاں تر قلعه ہے - اور شہر کے شمالي پہلو بنجور سے ۳ میل پر دهنے جانب شیلس میں واقع ہے ' جو وادي لورنے کے راستوں اور ریلوے لائینوں کو روکتا ہے مالر نے کے دوسري جانب ویلسر اور شمپگنی کے قلعے هیں - انکے دهنے جانب بوسي سینٹ لیجر کے قریب ایک اور قلعه ہے اور اس تمام حصه کے دهنے جانب ویلینیوسینٹ جوارج کے استحکامات هیں - جنوبي و مغربي حصه میں ایک طاقتور قلعه بنایا گیا ہے جسکا نام پیلی سن ہے اور اسکے ساتهه باٹریاں بهی هیں - اسکا اقتدار سینٹي ویلي پر ہے -

قلعه پیلی سین کے پیچهے ' اس قلعه کي اور قلعه شیلن کي درمیاني مسافت کے نصف حصه پر قلعهاے ویریرس کا مجموعه ہے - پیلی سین کے دهنے جانب ویرشلیس کي بلندي پر چند استحکامات هیں اور ویرسلیس کے گرد قلعه سینٹ سالر کے دهنے بائیں باٹریوں کا ایک نصف دائره پهیلا هوا ہے - مارلے کے گرد مختلف مقامات پر کوئی سات یا آٹهه باٹریاں اور بهي هیں -

---

الاعتصاب في الاسلام

از مولانا عبد السلام ندوی

(۵)

(مدارس قدیمه میں تعلیمي اسٹرائک)

قدیم نظام تعلیم اگرچه تجارتي اصول پر قائم نه تها ' تاهم مناظره اوسکا ایک ضروري جزو هوگیا تها جسنے طلباء کو نہایت آزاد اور دلیر بنا دیا تها - اس لیے وہ اساتذہ پر علانیه نکته چینی کرسکتے تے ' اور کبهی کبهی ناگواري کی نوبت یہاں تک پہنچ جاتي تهي که اساتذہ سے علانیه علحدگي اختیار کر لیتے تے - امام محمد ' امام شافعی کے اوستاد تے ' لیکن اونہوں نے ایک مجمع میں اهل مدینه کي هجو کسي اور کہا که " میننے اهل مدینه کے رد میں ایک کتاب لکهي ہے ' جسکے ایک نقطے کو بهي کوئی اپني جگه سے نہیں هٹا سکتا " امام شافعی ' اهل مدینه کي بڑي عزت کرتے تے ' اسلیے غصه سے بیتاب هوگئے اور کہا : " بسم الله " اور " صلي الله " کے سوا آپ کي کتاب کا ایک ایک حرف غلط ہے " (۱)

امام بخاري اور امام ذهلي میں مسئله خلق قرآن کے متعلق ایک لفظی نزاع پیدا هوگئی - ذهلي نے حکم دیدیا که همارے حلقه درس کا کوئی طالب العلم امام بخاري کے پاس درس حاصل کرنے کیلیے نه جائے - تمام طلبا رک گئے - لیکن امام مسلم باز نہیں آئے

امام ذهلي کو اسکي خبر هوگئی اور کہا گیا که حجاز و عراق میں بهي لوگوں کو اس عقیده سے روکا گیا تها مگر وہ اوس پر قائم رہے اس بنا پر امام ذهلي نے اپنے حلقۂ درس میں عام منادي کردي که " جو شخص الفاظ قرآن کو مخلوق کہتا ہے وہ همارے مجلس درس میں آنے نه پائے " (۱) امام مسلم سر پر چادر تان کر علانیه حلقۂ درس سے اوٹهه کهڑے هوے ' اور جو حدیثیں امام ذهلي کے حلقۂ درس میں لکهي تهیں ان سب کو جمع کر کے ایک مزدور کے ذریعه سے امام ذهلي کے پاس بهیجدیں (۲) واصل بن عطاء اور امام حسن بصري میں (وہ واصل کے اوستاد تے) ایک مسئله کے متعلق اختلاف پیدا هوگیا ' اور بات اسقدر بڑهي که واصل نے اوسي

(۲) لکهنو میں بخاري کے درس اور مولود کي رکاوٹ پر طلبا کے طرز عمل کو بهي اسي پر قیاس کرنا چاهیے -

حقیقت یه ہے که اسلام نے دو اصول قائم کردیے هیں ' ایک تو یه که معصیت پر اطاعت نہیں کرنا چاهیے ' دوسرے یه که ایک شخص کسیکا حق بخوشي نہیں دیتا ' تو اوسکو وہ جبرا لے سکتا ہے ' (دیکهو ابوداود جلد ۲ صفحه ۳۱۱ کتاب الجهاد ' و ص ۱۳۶ کتاب الاطعمه) پس جو لوگ اسٹرائک کو ناجائز قرار دیتے هیں ' انکو پہلے یه ثابت کرنا چاهیے ' که یه دونوں اصول غلط هیں ' انهیں دونوں اصولوں کي بنا پر بیٹا باپ پر مقدمه دائر کرسکتا ہے ' اور شریعت و اخلاق کي عدالت میں مجرم نہیں قرار پا سکتا -

(۱) مناقب الشافعي للرازي ص ۳۴ نسخه قلمي -

(۲) ابن خلکان مطبوعه مصر جلد ۲ ص ۹۱

سنه ۱۸۸۵ ع تاریخ جنگ میں همیشه ممتاز رهیگا ' کیونکه اسی سال وه انقلاب انگیز ایجاد (یعنی آتشگیر گولے) وجود میں آے جنهوں نے قدیم طرز تعمیر میں ایک تغیر عظیم پیدا کردیا ' اور موجوده طرز تعمیر کو دنیا سے قبول عام کی سند دلوائی -

ان گولوں کا تجربه سب سے پہلے فرانس میں قلعه مامليسن پر کیاگیا اور مختلف تجارب کے بعد قلعوں کے طرز تعمیر میں حسب ذیل تغیرات هوے :

(۱) کچکار چھتیں ۶ - انچ سے لیکے ۱۰ - انچ تک موٹی بنائی جانے لگیں - ان چھتوں کی اهمیت کا اندازه کرنے کے لیے یه سمجهه لینا چاهیے که انهی چھتوں پر وه تمام آگ برستی هے جو قلعه شکن توپوں کے دهانوں سے نکلتی هے - انمیں وه برج بهی شامل هیں جو فصیلوں میں هوتے هیں اور جنمیں شدید گوله باری کے وقت محافظ فوج آکے پناه لیتی هے -

(۲) توپوں کے لیے وه برجیاں روشناس کی گئیں جو بوقت ضرورت گردش کرسکتی هیں ' اور بسا اوقات نظر سے بالکل هی غائب هوجاتی هیں -

توپیں خود قلعوں میں بهت تهوڑی تعداد میں رکهی جانے لگیں اور بقیه کے متعلق یه انتظام کیا گیا که یا تو وه قلعوں کے باهر کسی مخصوص مقام پر رهیں ' یا پهر ایک مقام سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے مقام پر نقل و حرکت کرتی رهیں -

اس حرکت و انتقال کا فائده یه هے که اگر دشمن کو توپونکا صحیح مقام معلوم هوجاے اور وه سنگین گوله باری کرے تو صرف چند توپوں هی کو نقصان پهونچا سکتا هے ' ورنه دوسری صورت میں اکثر توپونکے ضائع هوجانے کا خوف تها -

(۴) یه طے کیا گیا که قلعے باهم وابسته هوں ' یعني انکے درمیان میں پیاده فوج کے خندقوں سے گهرے هوے مقامات ' موانع ' اور پیاده فوج کے ٹهرنے کیلیے بانس کی چهت کی پناه گاهیں هوں -

ان قلعوں میں یه خیال بهی عملاً تسلیم کیا گیا هے که قلعوں کے حلقه کو شهر کے باهر فاصله پر هونا چاهیے تاکه دشمن کی قلعوں پر گوله باری سے شهر کو کسی قسم کا نقصان نه پهونچے - چنانچه قلعه سینٹ سالر شهر پناه سے ۱۰ میل پر واقع هے -

(پیاده فوج کے فرائض)

اگرچه یه امر تعجب انگیز معلوم هوتا هے که قلعوں کی مدافعت میں بهی مدافعت کا سارا بار پیاده فوج هی پر پڑتا هے ' مگر کیا کیجیے که واقعه یهی هے -

اگرچه پیرس کی مدافعت میں قلعوں کے اندر سے توپوں کی آتشباری اور مختلف قلعوں کی آتشباری میں جو وقفے هونگے ' انکے اثناء میں باٹریوں کی آگے سے گوله باری هوگی اور یه دونوں آتشباریاں مهتم بالشان حصه لینگی ' مگر سچ یه هے که در اصل اعتماد تمامتر پیاده فوج هی کی مدافعت پر هوگا ' یعنی قلعوں کے درمیان میں انکے موانع هونگے اور لڑنے والی پیاده فوج کی صفوں کے مقابات کا سلسله هوگا -

ان آتشبار خندقوں کو برجوں سے مدد ملتی رهیگی - جو مختصر هیں ' هر طرف سے ساده وضع هیں ' بلکه یوں کهیں که درحقیقت پیاده فوج کے چهوٹے چهوٹے قلعے هیں - ان برجوں میں بهی سپاهیوں اور ساز و سامان کے لیے بانس کی چهت کی پناه گاهیں یا برجیاں هوتی هیں -

(ذرائع نقل و حرکت)

قلعوں کی مدافعت میں اول درجه کا اهم سوال ذرایع آمد و رفت کا سوال هے - کیونکه اس سے صرف یهی نهیں هوتا که ضروریات جنگ کے لیجانے میں سهولت هوتی هے ' بلکه مدافع فوج کو اس واقعه سے پورا فائده اوٹهانے کا موقع ملجاتا هے که وه داخلی خطوط پر لڑ رهی هے - یعنی جب که دشمن کی فوج ایک وسیع حلقه میں پهیلی هوئی هوتی هے ' تو اسوقت یه مدافع فوج قدرتاً ایک مقام پر مجتمع هوجاتی هے - پس اگر داخلی خطوط میں باهم آمد و رفت هوسکتی هو تو فوج بے تکلف حسب ضرورت ایک نقطه مدافعت سے دوسرے نقطه مدافعت تک جاسکتی هے ' یا دشمن کے کسی کمزور نقطه پر حمله کرنے کیلیے یکجا جمع هوسکتی هے -

یه یاد رکهنا چاهئے که جب تک شهر پناه اور قلعوں کے درمیان صف آرائی کی کافی گنجایش نه هو - اسوقت تک کسی ایک مقام پر حمله کے لیے جمع هونا مفید نهیں هو سکتا - یهی قلت وسعت تهی جسکی وجه سے سنه ۱۸۷۰ ع میں جنرل ٹروشو کے قلعوں سے نکل نکل کے حملے ناکام رهے ' اسلیے جب جنگ سنه ۱۸۷۰ کے بعد مدافعت کی دوباره اسکیم ترتیب دیگئی ' تو اسمیں یه امر خاص طور پر ملحوظ رکها گیا -

استحکامات پیرس کا ایک مجموعی منظر

دریاے مارن کے دوسرے جانب ولرس اور شیمپگنی کے قلعه میں - یه قلعه اسطرح بنائے گئے هیں که یهاں فوج دریاے مارنے کے آگے جوابی حمله کے لیے جمع هو سکتی هے -

شهر پناه کے حدود سته پیمایش میں ۲۲ میل هیں - اسمیں ۹۳ برجیں ' ۹۷ پهاٹک ' اور ۹ ریل کے راستے هیں -

اسکے بعد ان قلعوں کا حلقه هے جو سنه ۷۰ ع میں مشهور هوے تهے - انکے حدود ستہ ۳۴ میل میں هیں - ان میں سے هر ایک کی قطع چهوٹی کوهیونکی سی هے - البته انمیں بکثرت برجیں هیں اور سوار بهی رهتے هیں -

شمال کی طرف تین قلعے هیں جو باهم ایک فصیل کے ذریعه وابسته هیں - یه قلعے سینٹ ڈینس کے گرد واقع هیں - ان میں ایک قلعه اسطرح بنایا گیا هے که سیلاب و طغیانی پر وه پوری طرح اقتدار رکهتا هے -

مسجد کے ایک گوشے میں اپنا حلقۂ درس علحدہ قائم کرلیا (۴) -

لیکن جب اسلام کا نظام تعلیم تجارتی و سیاسی اصول پر قائم ہوا تو تجارت و سیاست کے تمام لوازم پیدا ہوگئے' جن میں ایک موجودہ دور کی اسٹرائک بھی تھی - چنانچہ مدرسہ نظامیہ بغداد میں دو طلباء کو ایک انتظامی معاملہ پر سزا دیگئی' اس پر طلبا نے برہم ہوکر جن افعال شنیعہ کا (باصطلاح مسٹر محمد علی) ارتکاب کیا' اسکو ابن اثیر نے ان الفاظ میں لکھا ہے :

ما غلق الفقہاء المدرسة و القوا کرسی الوعاظ فی الطریق' و صعدوا سطح المدرسة لیلاً و استغاثوا و ترکوا الادب و کان حینئذ مدرسہم الشیخ ابا النجیب السہروردی (سید الطائفة السہروردیة) (۱)

تو فقہاء نے مدرسہ کا دروازہ بند کرلیا' اور واعظوں کی کرسیاں راستے میں پھینکدیں اور رات کو مدرسہ کی چھت پر چڑہ گئے' اور شور و غل کیا اور ادب کو بالاے طاق رکھدیا - اسوقت اونکے مدرس شیخ ابوالنجیب سہروردی تھے

لیکن اوسوقت نہ تو اس جرم پر طلباء کو سزا دیگئی' نہ انکو فتنہ پرداز کہا گیا' نہ انکو مجنون و سفیہ بنایا گیا' نہ اون پر لعنت و ملامت کے ووٹ پاس کیے گئے' بلکہ خود مدرس اعظم کو سلطنت سے معافی مانگنی پڑی (۲)

(کمیشن تحقیقات)

جب کوئی گروہ اسٹرایک کرتا ہے تو اوسکے شکایات و مطالبات پر غور کرنے کیلیے ایک کمیشن مقرر کیا جاتا ہے جو ضروری شہادتیں لیکر مناسب فیصلہ کردیتا ہے - تعلیمی اسٹرائکوں میں کمیشن کا تقرر عملاً اصول ذیل کا پابند ہوتا ہے :

(۱) تقرر کمیشن یا کم از کم تحقیقات سے پہلے اسٹرایک بند کرادی جاتی ہے -

(۲) ارکان کمیشن وہی لوگ ہوتے ہیں' جو انتظام اندرونی سے تعلق رکھتے ہیں -

(۳) کمیشن خفیہ طور پر تحقیقات کرتا ہے' پبلک کو اسکی خبر نہیں ہوتی -

(۴) ہر کمیشن کا فیصلہ چند طلباء کے نام ضرور خارج کرتا ہے -

(۵) اساتذہ و منتظمین پر بہت کم آنچ آتی ہے' اور اگر باشد ضرورت کسیکو موقوف بھی کیا جاتا ہے' تو بلطائف الحیل -

لیکن ہمکو غور کرنا چاہیے کہ تحقیقات کا یہ طریقہ اصول شریعت کے مطابق ہے یا نہیں ؟ خوش قسمتی سے اسکے متعلق صحیح بخاری میں ایک مصرح واقعہ موجود ہے' جو اس بحث کا فیصلہ ناطق ہوسکتا ہے' (۲) " اہل کوفہ نے حضرت عمر (ض) سے حضرت سعد (ض) کی شکایت کی کہ وہ نماز اچھی نہیں پڑھاتے' حضرت عمر (ض) نے سعد (ض) کو فوراً معزول کرکے اونکی جگہ پر عمار (ض) کو بھیجدیا - پھر سعد کو بلا کر فرمایا کہ "یہ لوگ (اہل کوفہ) کہتے ہیں' کہ تم نماز اچھی نہیں پڑھاتے" - سعد نے کہا

(۱) ملل و للنحل زبدی ص ۵۳ - ابن اثیر جلد ۱۱ ص ۷۹ ارقعات سنہ ۵۴۷ھ -

(۲) یہ تحقیقات اگرچہ اسٹرائک سے تعلق نہیں رکھتی' تاہم وضع قصیہ و اظہار شکایت میں یہ واقعہ اسٹرائک سے مشابہت رکھتا ہے - یہ شکایت پبلک کام کے متعلق علانیہ کی گئی تھی جو اسٹرائک کے مقاصد سے بالکل مشابہ ہے' اسلیے دونوں کے طریقہ تحقیقات کو بھی یکساں ہونا چاہیے -

" خدا کی قسم میں اونکو بالکل آنحضرت کے طریقہ پر نماز پڑھاتا ہوں اس میں ذرہ برابر کمی نہیں کرتا' عشاء کی نماز پڑھاتا ہوں تو اول دو رکعتوں میں طول دیتا ہوں' اور آخر کی رکعتوں میں تخفیف کرتا ہوں' حضرت عمر (رض) نے فرمایا " تمہاری نسبت یہی حسن ظن تھا " پھر اون لوگوں کے ساتھہ تحقیقات کرنے کے لیے چند آدمی کردیے - وہ لوگ کوفہ گئے اور ایک ایک مسجد میں جاکر تحقیقات کی - تمام لوگوں نے سعد کی تعریف کی' لیکن جب بنوعبس کی مسجد میں پہونچے' تو ایک شخص نے جسکا نام اسامہ بن قتادہ تھا کہا : " اگر تم ہم سے قسم لیکر پوچھتے ہو تو واقعہ یہ ہے کہ سعد (ض) فوج کے ساتھہ نہیں جاتے - انصاف کے ساتھہ مال نہیں تقسیم کرتے - مقدمات کے فیصلہ میں عدل نہیں کرتے" - سعد (رض) نے اوسکو بددعا دی اور وہ اوسپر پڑ گئی ۔

(۱) اس واقعہ سے حسب ذیل نتائج مستنبط ہوتے ہیں :

(۱) تحقیقات سے پہلے اوس مدرس یا منتظم کو معزول کردینا چاہیے جسکے خلاف شکایت کی گئی ہے' جیسا کہ حضرت عمر (رض) نے کیا -

(۲) تحقیقات خارجی اشخاص کے ذریعہ سے ہونی چاہیے' جیسا کہ حضرت عمر (رض) نے خود مدینہ سے تحقیقات کے لیے چند آدمیوں کو روانہ فرمایا

(۳) تحقیقات پبلک طور پر ہونی چاہیے' جیسا کہ اون لوگوں نے ایک ایک مسجد میں جاکر تحقیقات کی -

(۴) تحقیقات دوران اسٹرایک ہی میں ہونی چاہیے چنانچہ حضرت عمر (رض) نے کوفہ والوں سے یہ نہیں کہا " کہ پہلے تم لوگ سعد (ض) کے ساتھہ نماز پڑھو پھر معاملہ پر غور کیا جائیگا" -

(۵) جو لوگ اسٹرائک کے ذریعہ سے اظہار شکایت کرتے ہیں اونکو کسی قسم کی سزا نہیں دینی چاہیے' چنانچہ کوفہ والوں نے جو شکایت کی تھی' باوجودیکہ وہ تحقیقات سے غلط ثابت ہوئی' تاہم حضرت عمر (ض) نے اونکو کوئی سزا نہیں دی -

(۶) یہ ضروری نہیں کہ جو شکایت ہو اوسی کا مطالبہ بھی کیا جاے' بلکہ خاص شکایت کو عام مطالبات کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے' چنانچہ اون لوگوں نے نماز کی شکایت کی تھی' لیکن مطالبہ یہ تھا کہ سعد فوج میں نہیں جاتے' انصاف نہیں کرتے -

شریعت کے ساتھہ عقل بھی اسی طریقہ تحقیقات کی تائید کرتی ہے - مقدمہ کے ختم ہونے کے بعد عدالت کا قائم کرنا ایک فعل مہمل ہے - جماعت منتظمہ بالذات یا بالواسطہ فریق ہوتی ہے' اور کوئی فریق جج نہیں ہوسکتا - جب شکایت کا طریقہ پبلک ہے تو تحقیقات بھی پبلک طور پر ہونی چاہیے - مقدمہ دائر کرنا یا افسروں کی شکایت کرنا کوئی جرم نہیں ہے جسکی سزا دی جاتی ہے - زیادہ سے زیادہ مقدمہ خارج کر دیا جا سکتا ہے - طلبا کا وجود مدرسہ میں عارضی ہوتا ہے' لیکن مدرسین و منتظمین مستقل ہوتے ہیں' اس لیے اونکے موقوف نہ کرنے کے یہ معنے ہیں کہ شر محکم کو اور مستقل کردیا گیا - سزا ہمیشہ عبرت کے لیے دیجاتی ہے' اور خفیہ موقوفی سے یہ مدعا حاصل نہیں ہوتا - کہا جاتا ہے کہ اس سے مدرسین کی توہین ہوگی جو اصول تعلیم کے مخالف ہے - لیکن سزا تو توہین ہی کے لیے دیجاتی ہے' اور انتظامی معاملات میں قانون کا احترام اخلاق سے زیادہ کیا جاتا ہے - لیکن ہمارے موجودہ نظام تعلیم کا طرز عمل بالکل ان مذہبی و عقلی اصول کے مخالف ہے' اور وہ لوگ بھی اسکی پیروی کرتے ہیں' جو ایک ایسے مدرسہ کو چلانا چاہتے ہیں' جو عقل و نقل میں تطبیق دینے کا مدعی ہے ! ان ہذا لشی عجاب -

(۱) بخاری جلد ۱ ص ۹۵ مطبوعہ مصر -

Printed And Published by A. K. AZAD, at the HILAL Electrical Prtg and Publg. House, 14 Mcleod Street, CALCUTTA.

"کتاب مرقوم یشهده المقربون (۸۳ : ۱۸)"

"و فی ذالک فلیتنافس المتنافسون !" [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال
فی
مجلدات الهلال

تو اے کہ محو سخن گستران پیشینی
مباش منکر "غالب" کہ در زمانۂ تست !

(۱) "الہلال" تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیہ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید ' اعتصام بحبل اللہ المتین و وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۂ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ ہے - اسکے درس قرآن و تفسیر و بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تعریف نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی سے تعلیمات الٰہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید و اعدی عدو مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرنے کیلیے ساعی ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترتیب ' بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و سبع بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الالٰہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا و حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی ' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر اسے ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و مخالف سے معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الٰہی سے عمل بالسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا اغراق مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار متشککین متذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر بشہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالیٰ نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت ' متلاشیان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الٰہیہ و علوم نبویہ غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلیٰ اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے ' جن میں سے ہر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(۷) چھہ مہینے میں ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی جاتی ہے - ولایتی کپڑے کی جلد ' اعلیٰ ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپ رہی ہے تیسری اور چوتھی جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں ' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوں تو انکی قیمت دس روپیہ قرار دی جاتی ہے -

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف پانچ روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے -

بہت ممکن ہے کہ الہلال کی قیمت بڑھا دی جاے - اگر ایسا ہوا تو پھر مکمل جلدوں کی قیمت بھی زیادہ ہو جائیگی

Tel Address :- "Alhilal," Calcutta
Telephone No 648

AL-HILAL.

Proprietor & Chief Editor :
Abul Kalam Azad.
14, McLeod Street,
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

الهلال

مدیر مسئول و رئیس تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدهلوی

مقام اشاعت
۱۴ — مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ — ۱۲ — روپیہ
ششماہی — ۶ — ۱۲ — آنہ

نمبر ۱۲ — کلکتہ : چہار شنبہ ۲۴ - شوال ۱۳۳۲ هجري — جلد ٥
Calcutta : Wednesday, September, 16. 1914.

هفتۂ جنگ

نقشۂ جنگ میں یکایک انقلاب

(جرمني کي رجعت)

بارے غنیمت ہے کہ اتنے عرصہ کي مایوس کن مصلحت فرمائیوں کے بعد اب واقعات میں ایک نئي تبدیلي نمایاں ہوئي ' اور متحدہ افواج کے پیچھے ہٹنے کي جگہ آگے بڑھنے کي خبریں آنا شروع ہوئیں -

فی الحقیقت یہ ایک غیر متوقع انقلاب ہے جو میدان جنگ میں یکایک رونما ہوا - جبکہ جرمن فوج پیہم اقدام کے بعد پیرس سے ۳٥ میل کے فاصلے پر پہنچ چکي تھي ' اور محاصرۂ پیرس اسقدر متوقع تھا کہ فرانس نے دار الحکومت چھوڑ دیا تھا ' تو یکایک جرمني کے مقبوضہ مقامات چھوڑ دینے اور متحدہ افواج کے آگے بڑھنے کي خبریں آنا شروع ہوگئیں - حتی کہ جرمني اپنے تمام آخری خط ہجوم کو چھوڑ چکي ہے ' اور فوج کے ایک بڑے حصہ کے کسي دوسرے مقام پر روانہ ہونے کي اطلاع آ رہي ہے -

" نمیڈنگن " کے معرکہ کے بعد سے جرمن فوجوں نے اپني پیشقدمی کا رخ بدلدیا تھا ' اور اوسوقت سے وہ براہ راست پیرس کیطرف جانے

(قیصر جرمني فوجي لباس میں)

جو اس وقت لکسمبرگ میں مقیم ہے -

موجودہ جرمن سرحد کا مشہور جنگی مقام " مینز " جو سنہ ۷۱ میں جرمني نے حاصل کیا ' اور جہاں قیصر کے ہیڈ کوارٹر قائم کرنے کي خبر آئی تھی

ایم سازا نوف وزیر خارجیہ روس

ڈاکٹر وان بیتمن - جرمن چانسلر

کے بدلے پیرس کے مشرق کی طرف بڑھرہی تھیں - چنانچہ دریاے مارنے کو عبور کرکے " کولومیرس " نامی ایک مقام تک پہنچ گئی تھیں - کولومیرس پیرس کے ٹھیک مشرق میں دریاے مارنے کے اس پار واقع ہے - اور آجکی اشاعت میں جو نقشہ دیا گیا ہے اس میں دیکھا جا سکتا ہے - لیکن نئی خبروں کا مفاد یہ ہے کہ کولومیرس جرمن پیشقدمی کی آخری منزل ثابت ہوا - کیونکہ اسکے بعد ہی پیرس سے فوجیں آگے بڑھیں اور " میرے اور مونٹمیریل نامی دو مقاموں کے درمیان نے جمعہ اور ہفتہ " ایک معرکہ بپا ہوا جو دو دن تک جاری رہا - جرمنی کا جو سرکاری تار نقل کیا گیا ہے اسکا بیان ہے کہ " جرمن فوج نے سختی کے ساتھہ اپنے حریفوں کو روکا اور آگے بھی بڑھیں ، مگر جب یہ اعلان کیا گیا کہ دشمن کے نئے کالم آ رہے ہیں تو اسوقت جرمن بازو پیچھے ہٹ گیا "

اس واپسی نے طول کھینچا اور جیسا کہ آج کے (۱۶ - ۷) تاروں سے معلوم ہوتا ہے ، ۱۰ تک برابر جاری رہی - اس اثناء میں جرمن فوج اور اسکے پیچھے پیچھے متحدہ فوجیں بہت سے مقامات سے گزریں جنمیں سے اکثر چھوٹے چھوٹے غیر اہم اور معمولی مقامات ہیں -

غالبا ۵ - ستمبر تک جرمن فوج کا دہنا بازو پیرس کے شمال و مشرق میں " سینلس " سے لیکے " پرووینس " کے قریب تک پہنچ گیا تھا - " پرووینس " پیرس کے مشرق و جنوب میں کولومیرس کے نیچے اور دریاے " سین " کے ساحل سے اسیقدر فاصلہ پر واقع ہے -

یہاں سے انکی فوجیں مشرق و جنوب میں " ٹروائس " سے گزرتی ہوئی پھیلی ہونگی - آگے چلکر " اور سن " ایک مقام ہے - " سین " اور " اور سن " میں ایک خط پیدا ہوتا ہے غالبا جرمن فوجیں اسی خط کے برابر پھیل گئیں -

نئی خبروں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آج سے تین دن قبل اس خط سے جرمن فوجیں تقریباً ۵۰ میل ہٹ چکی تھیں ، اسلیے اسوقت جرمن فوج کا خط " سواسنس " سے شروع ہوکر جنوب و مشرق میں ریمس کی طرف جاتا ہوگا -

خلاصہ یہ کہ اسوقت جرمن فوج کا دہنا بازو جو پہلے مقام " بنیاس " میں تھا ، اب ہٹکے " وایس سنس " میں آگیا ہے جو پیرس سے ۵۰ میل کے فاصلہ پر ہے - اسمیں غالباً چار آرمی کور یعنی تخمیناً ڈھائی لاکھہ آدمی ہیں ابھی جرمن فوج کا قلب اور بایاں بازو باقی ہے ، اور اگرچہ اسکے بھی ریمس اور ورڈن کی طرف جانے کی خبر دی گئی ہے ، مگر ابھی تک اسکو شکستہ نہیں کہا جا سکتا -

جرمنی کے دہنے بازو میں وہ فوج تھی جو معرکہ لکسمبرگ کے وقت سے لڑ رہی ہے ، لیکن قلب اور دہنے بازو کی فوج نے صرف معرکۂ " مونس " کے وقت سے لڑنا شروع کیا ہے -

متحدہ افواج نے اعلان کردیا ہے کہ اب انہوں نے مدافعت کی جگہہ حملے کا پہلو اختیار کرلیا ہے - " مونس " کے بعد متحدہ کا یہ پہلا جارحانہ اقدام ہے -

بحالت موجودہ واقعات کی صاف رفتار یکایک اسدرجہ الجھہ گئی ہے کہ کسی صحیح راے کا قائم کرنا بہت مشکل ہوگیا ہے - سول اینڈ ملیٹری گزٹ لاہور کے ایک تار سے معلوم ہوا تھا کہ جرمنی کے یکایک پیچھے ہٹنے سے انگلستان میں یہ سمجھا گیا ہے کہ وہ فرانس کے دہنے بازو پر حملہ کرنا چاہتی ہے ، مگر بعد کے تاروں سے اسکی مزید تصدیق نہ ہوئی -

یہ امر تو بالکل ظاہر ہے کہ جرمنی نے ابتک اپنی تمام قوت پیرس کی طرف کردی تھی لیکن ، اس اثناء میں روس نے آسٹریا کے اندر غیر معمولی فتوحات حاصل کرلیں - پس فوج کے ایک حصہ کی نقل و حرکت کے تو صاف معنی یہی ہیں کہ وہ آسٹریا کی مدد اور روس کے روکنے کیلیے روانہ کی گئی ہیں -

اسی طرح ایک عظیم الشان جرمن بیڑہ جسمیں ۴۸ جنگی جہاز ہیں ، بالٹک کی طرف بھی روانہ ہوگیا ہے ، اور غالباً دار الحکومت روس پر بحری حملہ کریگا -

لیکن ان اسباب کا صحیح تعین مشکل ہے جنکی وجہ سے بظاہر جرمنی نے اپنے قدیم خط جنگ کو بدلکر پیرس سے علحدہ ہونا شروع کردیا - جب تک کہ زیادہ صریح واقعات ظاہر نہوں - البتہ آخری دنوں کے تمام واقعات کو جمع کرنے کے بعد ایک نیا خیال سامنے آتا ہے -

جرمنی نے اپنا خط سفر یہ مقرر کیا تھا کہ سب سے پہلے پیرس کا محاصرہ کرکے یا تو اسپر قبضہ کرے یا فرانس کو صلح پر مجبور کرے ، لیکن فرانس نے دشمن کو سر پر دیکھکر پیرس خالی کردیا ، اور ساتھہ ہی انگلستان سے ایک نئی تدبیر یہ کی کہ باہم ایک نیا معاہدہ کرکے فوراً اس کا اعلان کردیا جسکا منشا یہ ہے کہ فریق متحدہ میں سے کوئی حکومت جرمنی سے تنہا صلح کرلینے کی مجاز نہوگی - ممکن ہے کہ ان دونوں کارروائیوں نے جرمنی کی پیش قدمی کو بے حاصل کردیا ہو - اس نے سوچا ہو کہ اگر انتہائی فوجی قربانی کے بعد پیرس پر قبضہ کر بھی لیا گیا تو محض ایک خالی شہر کی گلیاں ہاتھہ آئینگی ، جو جدید دارالحکومت سے ۳۰۰ میل کے فاصلہ پر سنسان ہو رہی ہیں ، اور بوجہ نئے معاہدے کے فرانس صلح بھی نہیں کرسکے گا - اس سے بہتر ہے کہ اب قوت کسی دوسرے جنگ پر صرف کی جاے - اسی خیال سے اب وہ پیرس کو چھوڑ رہا ہے - بہر حال

ہز ایکسیلنسی لارڈ هارڈنگ کے صاحبزادہ لفٹننٹ (آی - سی) ہارڈنگ جنکے زخمی ہونے کی خبر آئی تھی اور جو اب الحمد للہ روبصحت ہیں

اس جدید انقلاب کے متعلق هم بغیر مزید رفتار حال دیکھے هوے کچھہ نہیں کہہ سکتے -

(حادثۂ خلیج بنگال)

لیکن اس هفته میں سب سے زیادہ عجیب اور سب سے زیادہ غیر متوقع واقعہ ایک جرمن کروزر کا خلیج بنگال میں پہنچنا اور پانچ انگریزی تجارتی جہازوں کو غرق کردینا ہے - یہ واقعہ اسقدر غیر متوقع ہے کہ اگر اسکی اطلاع همیں خود پریس سنسر کے دفتر سے نہ ملی ہوتی تو بمشکل هم اسے تسلیم کرتے -

یہ حادثہ ۱۰ سے ۱۴ - ستمبر کے درمیان واقع ہوا ' لیکن اسکا اعلان اس وقت (۱۵ - کو) کیا گیا ہے غالباً - چین کے طرف سے یہ جہاز آیا تھا اور اپنا وار کرکے پھر مفقود الخبر ہوگیا ہے - اس واقعہ کی اطلاع کے ساتھہ جہاں ہم پبلک کو اطمینان دلاتے ہیں کہ جو ایک ثلث کروزر کے هندوستان آجانے کی خبر سے مشوش خاطر نہو اور مطمئن رہے کہ اس سے زیادہ وہ اور کچھہ نہیں کرسکتا تھا جو کر گیا - وهاں گورنمنٹ کی بھی غفلت پر متعجب ہوے بغیر نہیں رهسکتے جس کی افسوسناک بے خبری سے اتنے بڑے نقصان کے پہنچانے اور پریشانی کرنے کا دشمن کو موقعہ ملگیا - افسوس کہ اخبار کا لخری فارم چھپچکا ہے اور مزید گنجایش نہیں - اسلیے تفصیلی حالات آیندہ درج کرینگے -

---

(میدان جنگ سے پہلی رسمی مراسلۃ)

۹ ستمبر کو سر جان فرنچ سپہ سالار افواج برطانیہ نے میدان جنگ سے پہلی تفصیلی مراسلت بھیجی ہے ' جسمیں برطانی فوج کے اولین ورود سے اوائل ستمبر تک کے حالات درج ہیں - یہ پہلی مفصل سرگذشت ہے جو فوج کے اعلی ترین افسر کی زبانی همارے سامنے آئی ہے :

تار برقیوں میں صرف اسکا خلاصہ بھیجا گیا ہے - هم اسکا خلاصہ درج کردیتے ہیں :

" انگریزی فوج وقت معینہ کے اندر فرانس میں وارد ہوئی - فوجی اجتماع عملاً ۲۱ - اگست کی شام تک تکمیل کو پہنچ گیا - ۲۱ - کو میں نے موروچوں کی طرف جنگو میں مستحکم سمجھتا تھا اور جہاں سے لڑائی کی طرح ڈالی جانے والی تھی ' فوج کو حرکت میں لانے کے قابل ہوسکا - دوسری آرمی کورز " کونڈی " سے " مونس " تک لائن پر متصرف ہوئی ' اور اول کورز دوسرے کورز کے دهنے جانب متعین کیگئی - پنجم بریگیڈ رسالہ بنسی پر مسلط ہوا - میرے کرد لوری کے دستوں اور آلات پرواز کی دیکھہ بھال دشمن کے پھیلاو کا پتہ لگانے میں قاصر رهی - ۲۳ - اگست کی خبروں سے منکشف ہوا کہ دشمن نے کسی قدر طاقت سے حملے شروع کردیے ہیں - بالخصوص مونس اور بنسی میں همارے مورچہ کے دهنے بازو پر دشمن کا بہت بڑا زور ہے - اسپر رسالہ نے بنسی کو خالی کردیا ' اور دشمن اسپر مسلط ہوگیا - جنرل ژوفری نے پیغام بھیجا کہ فرانچ لشکر پیچھے هٹ رہا ہے ' کیونکہ دشمن نے ۲۲ - اگست کو شارلی اور نامور کے مابین دریاے سیمبر کے راستوں پر قبضہ کرلیا تھا -

۲۳ - اگست کی شب کو تمام لائن پر جنگ جاری رهی - " مربیوژ " کی طرف هٹتے ہوے دوسرے دستے کے تیسرے ڈویژن کو دشمن نے سخت نقصان پہنچایا ' اور مونس پر مکرر حملہ کیا -

لیکن دوسرا دستہ کسی قدر مورچہ بندی کے ساتھہ ٹہرا رها اور پلے دستے کو بتدریج مراجعت کرنیکا موقع ملگیا - شام کے سات بجے وہ مربیوژ پہنچا - میں پہلے سے میجر جنرل الینبائی کو اپنے بائیں جانب کام کرنیکا حکم دیچکا تھا جہاں دشمن بڑی مستعدی ظاہر کررہا تھا - صبح کو جنرل الینبائی کو سر چارلس فرگیوسن کا پیغام پہنچا کہ پانچویں ڈویژن پر بہت زور پڑا ہے - وہ اپنا رسالہ لیکر کمک کو پہنچے - اس لڑائی کے اثنا میں بریگیڈیر جنرل ڈی لسلی نے جرمنی کے آگے کی پیدل فوج پر حملہ کرکے اسے منتشر کرنیکا موزوں موقع تصور کیا - لیکن مقصود منزل سے پانچسو گز ادھر تاروں کے جال نے اسے روک لیا - اور اسطرح پیچھے هٹنے میں سخت نقصان پہنچا - اسکے بعد میں نے دریاے سوام یا اونس پہنچنے کا ارادہ کیا ' جسکی وجہ یہ تھی کہ میرے دهنی جانب فرنچ سپاہ مسلسل طور پر پیچھے ہی هٹتی جاتی تھی اور هماری فوج بالکل بے پناہ رهگئی تھی - دشمن کے مغربی دستوں کا منشا مجھے گھیر لینے کا تھا اور ان سب سے بڑھکر یہ کہ میری سپاہ بہت خستہ ہوگئی تھی -

۲۵ کو پہلا دستہ دن بھر سفر کرتا رہا اور دس بجے شب کے لانڈ ریسز میں پہنچا - میں چاهتا تھا کہ کسی قدر اور مغرب کی طرح بڑھکر لی کاٹو اور لانڈ ریسیز کے درمیانی حصے کو معمور کردیتا - مگر سپاهی تھکے ہوے تھے - اسلیے وہ ستانے کے بغیر آگے بڑھنے کے قابل نہ تھے -

مگر دشمن نے انہیں آرام لینے کی اجازت نہ دی -

۲۴ کو ساڑھے ۹ بجے شب کے لانڈ ریسیز میں محافظ بریگیڈ پر نہم جرمن دستہ نے سخت حملہ کیا ' مگر بریگیڈ نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا - دشمن شمالی جنگل سے نکلکر شہر کے بازاروں میں در آیا تھا - سات سوسے لیکر ایک هزار تک دشمن کے نقصان جان کا اندازہ کیا جاتا ہے "

اسکے بعد مراسلۃ میں چار روزہ جنگ کے سخت نقصانات پر اظہار افسوس کیا گیا ہے - مگر " یہ نقصان نا گزیر تھا ' کیونکہ مجتمع ہونے کے دو روز بعد ہی جرمن کے پانچ دستوں کے سخت حملوں کا برٹش سپاہ کو متحمل ہونا پڑا "

ممکن ہے کہ اس مراسلت میں متحدہ افواج کے بار بار پیچھے هٹتے رهنے کے اسباب سے کوئی تفصیلی بحث کی گئی ہو ' لیکن جو حصہ تاروں میں آیا ہے ' اس سے اس سوال پر کچھہ زیادہ روشنی نہیں پڑتی ' اور صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی فرانسیسی افواج کے پہنچنے کے بعد جرمن فوج نے طاقتور حملے کیے ' اور رفتہ رفتہ متحدہ افواج کو مونس سے هٹکر سرحد فرانس کے اندر کونڈی پر اور پھر دریاے سوام تک چلا آنا پڑا -

هم نے گذشتہ اشاعت کے افتتاحیہ میں متحدہ افواج کے معرکوں پر بحث کی تھی ' اور ان پانچ خطوط دفاع کے نتائج پر نظر ڈالی تھی جو یکے بعد دیگرے متحدہ افواج نے بنائے اور چھوڑے - ساتھہ هی انکا ایک نقشہ بھی دیا تھا - لیکن اسوقت تک کوئی یکجا مفصل بیان همارے سامنے نہ تھا - زیادہ تر قیاس اور متفرق خبروں کے منفرد واقعات سامنے تھے - اب سر جان فرنچ کی مراسلت

کولومیرس تک پہنچ گئي (جسکا صحیح فاصلہ پیرس سے اب ۳۵ میل کا متحقق ہوگیا ہے) تو قدرتي طور پر معاصرہ کا وقت الیم سامنے آگیا ' اور اسکے سوا کوئی صورت نجات نظر نہ آئي کہ پیرس کو خالی کر دیا جاے ' اور دشمن سے ۳۰۰ میل دور جا کر حکومت قیام کرے -

اگر " جنگی مصلحت " کا سر عظیم و مخفی یہي تھا تو یہ بالکل ٹھیک ہے ' اور اس خبر کے سنتے ہی ہر متنفس نے یہی سمجھا تھا ' مگر اسکے ساتھہ هی رسمی اطلاعات میں یہ ظاہر کرنا کہ " اسکو فرانس کا ضعف اور اضطراب نہ سمجھا جاے " واقعات کی قدرتی زنجیر میں ایک ایسی کڑي کو رکھنا ہے جو باقی کڑیوں سے بالکل مختلف ہے -

پیرس آدمیوں سے خالي هوگیا ہے - دنیا کا وہ حسین و جمیل شہر جو ابہی چند هفتے پیشتر تمام سطح ارضي کے لیے اپني رونق اور عیش و نشاط میں کشش رکھتا تھا ' اب ایک ایسي مصیبت بن گیا ہے جس سے انسان دور رہنا چاهتا ہے - چوبیس گھنٹہ میں ایک لمحہ بھي ایسا نہیں آتا جب دریا اور خشکي کي راهیں جانے والونکی پیہم قطاروں سے خالي هوں - حتی کہ ریلوے وغیرہ کے تمام کاموں میں مردوں کي جگہہ عورتیں کام پر لگائي گئي هیں - پیرس کي کل آبادی بیس لاکھہ آدمیوں کي بتلائي جاتي تھي - ساڑھے سترہ لاکھہ انسان چند دنوں کے اندر اس سے نکل گئے هیں - اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ موجودہ تاریخ عالم کا یہ سب سے بڑا هولناک تخلیہ ہے ' جسکي نظیر صدیوں سے دنیا میں نہیں ملتي -

اس مہیب منظر کو اپنے سامنے لاو کہ دنیا کے ایک عظیم الشان شہر کے پھاٹک هر طرف سے کھلے هوے هیں ' اور ساڑھے سترہ لاکھہ انسان جن میں عورتوں اور بچوں کی حیرانی بھی شامل ہے ' دو چار دن کے اندر هی اندر اس سے نکل جانا چاهتے هیں ! پھر جنگ کے هولناک نتائج کي یہ کیسی انقلابي قسط ہے جو اسقدر جلد دنیا کے سامنے آگئی ہے ' اور اگر اس اضطراب و دهشت کے اندر سے اولوالعزمانہ اطمینان اور فیروزمندانہ سکون و ثبات کی صدائیں آتھہ رهی هیں ' تو افسوس کہ ایسی عجیب و غریب صداؤں کے سننے کیلیے ماهرین تدابیر مخفیۂ جنگ کی طرح همیں قوت سامعہ نہیں ملی ہے !

اس هفتہ کے آغاز سے نقشہ جنگ میں جو یکایک انقلاب هوگیا ہے ' اسکی اطلاعات کے ضمن میں تخلیہ پیرس کي حقیقت زیادہ نمایاں هوگئی ہے - هم اس قسم کے واقع کے ابتدا سے شکر گذار رہے هیں ' جنکے ضمن میں بہت سے غیر معلوم واقعات خود بخود روشني میں آ جاتے هیں -

۸ - کا تار ہے کہ متحدہ افواج کی جدید کامیابی اور جرمن فوج کی واپسی نے معاصرۂ پیرس کے خوف کو بہت کچھہ دور کردیا ہے اور اب پیرس میں اطمینان پھیل رہا ہے - یہاں تک کہ خیال کیا گیا ہے کہ اب بورڈو سے حکومت کو واپس آجانا چاهیے !

اگر پہلے پریشاني نہ تھي تو اب اطمینان کس بات پر ہے ؟ اگر پیرس کا چھوڑنا محض محاصرے کے خوف سے نہ تھا ' تو اب دشمن کے دور هونے پر کیوں دوبارہ پیرس میں چلے آنے کا خیال پیدا هوا ہے ؟

اس بحث سے همارا مقصود صرف یہ ہے کہ واقعات کو بغیر انکی غیر منطبق توجیہات کے چھوڑدینا هي بہتر ہے ' اور اس قسم کی توجیہیں جو آگے چلکر واقعات کا ساتھہ نہ دیسکیں ' اطمینان کی جگہ دلوں میں اور زیادہ خلجان پیدا کر دیتی هیں - حالانکہ هم سب کو کوشش کرني چاهیے کہ پبلک میں شک و شبہہ پیدا نہ هونے دیں -

مسئلہ "وفاداری" اور "پایونیر"

عین اسوقت جبکہ امن و سکون کي ایک نازک آزمایش میں ملک کا هر گروہ صرف وقت کي ضرورت اور مصلحت کے سوال هي سے دلچسپي لینا چاهتا ہے ' هم میں سے یقیناً کسی شخص کو اسکي آرزو نہوگی کہ وہ خطرناک " فرانسس جوزف " کي طرح اعتماد اور باهمی صفائی کے حصار پر پہلی گولي چلانے کي ذمہ داري اپنے اوپر لے - کیونکہ کتاب پیدایش کے مقدس لٹریچر میں بدي کا جو هاتھہ قائن (قابیل) نے هابل (هابیل) پر اٹھایا تھا ' دنیا کی تمام آنے والي بدیوں کی ذمہ داري اسی پر ہے !

لیکن افسوس کہ گولي چل چکی ہے ' اور اسلیے " فرانسس جوزف " کي طرح نہیں جس نے پہلا قدم اٹھایا ' بلکہ " سر ایڈورڈ گرے " کی طرح جنھیں مجبوراً سفارتی تعلقات قطع کرنے پڑے ' هم اس ناگوار اور خلاف وقت بحث میں حصہ لینے کیلیے مجبور هوے هیں -

روس کی لیمبرگ کي طرف فتحمندانہ پیش قدمیوں کے بعد اسکا فیصلہ مشکل هوگیا ہے کہ دنیا کا یہ سب سے زیادہ تجربہ کار بادشاہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کي کہاں تک قابلیت رکھتا ہے جبکہ وہ دنیا کي صلح جویانہ درخواستوں کو مغرورانہ ٹھکراتا ہے ؟ تاهم اس سے پہلے ایسا نہ تھا - اسي طرح گو بحالت موجودہ اسکا فیصلہ مشکل هو کہ هندوستان کا ایک سب سے زیادہ تجربہ کار اینگلو انڈین پریس (پایونیر) اپنی ذمہ داریوں کے سمجھنے کے لیے کہاں تک مستعد ہے جبکہ اس نے ۱۰ - ستمبر کی اشاعت میں تیس کروڑ باشندگان هند کي وفاداری کو ٹھکرایا ہے ؟ تاهم اگر اس نے موجودہ " ٹیوٹینک اخلاق " کي تقلید اسي طرح جاري رکھي تو کچھہ عجب نہیں کہ گلیشیا کے میدانوں کي طرح الہ اباد کے ایک وسیع پرنٹنگ هاؤس کے صحن میں بھی " ذمہ داري " کا مفہوم سمجھا جا سکے !

چنانچہ حاکمانہ رد و قبول کي ایک ایسی بلندي پر سے جو بظاهر لارڈ هارڈنگ کو بھي نصیب نہیں ' وہ هندوستان کے موجودہ اظہار وفاداري کو طے شدہ مسئلہ کي جگہہ ایک بحث طلب سوال کي شکل میں دیکھتا ہے ' اور کونسل کے پچھلے اجلاس کي تقریروں کي نیابتی حیثیت پر حملہ کرنے کے بعد لکھتا ہے :

" هندوستان کي عام راے مصنوعي چیزوں کي طرح هر سال ترقي کر رهي ہے - یہ مشہور ہے کہ صوبوں کے خاص شہروں کے علاوہ بڑے شہروں میں بھي درجنوں ایسے اشخاص موجود هیں جو هر قسم کي نیابتی مجلسیں منعقد کرتے هیں - ایک جلسہ کی روئداد کي اشاعت کے ساتھہ هي هر مرکزي مقام اور ضلع میں اسي قسم کے جلسوں کے انعقاد کا سلسلہ جاري کردیا جاتا ہے اور انھي مضامین کي تجویزیں پاس هونا شروع هوجاتی هیں "

هندوستان کے اس سب سے بڑے حکم فرما کے عقیدے میں (جو اتنا بڑا ہے کہ هندوستان کي وفاداري کي بحث میں اسے لارڈ هارڈنگ اور مسٹر ایسکویتھہ کي صف میں بیٹھنے سے بھی عار آتي ہے) وفاداري کے موجودہ اعلانات " مصنوعي " چیزوں سے مثال پانیکے مستحق هیں - کونسل کے ممبروں کے اظہارات عام پبلک کے پوشیدہ جذبات سے مختلف هیں ' اور وہ صدہا جلسے اور رزولیوشن جو پچھلے پانچ هفتوں کے اندر هندوستان کے تمام طول و عرض میں ترتیب دیے گئے ' اس سے زیادہ قیمت پانے کے مستحق نہیں کہ

نے انگریزي اور فرانسیسي خطوط مدافعت کے مقامات واضح اور قطعي طور پر بتادیے هیں -

اب هم اس مراسلت کو سامنے رکھکر ایک دوسرا نقشه بناتے هیں- اسکے دیکھنے سے واضح هوجائیگا که هم نے جو صورت حال اس مراسلت کي اشاعت سے پہلے قرار دي تھي وہ بالکل صحیح نکلي البته بعض جزئیات اس میں زیادہ واضح هوگئے هیں جنکا تذکرہ تاربرقیوں میں نه تها -

دوهري جدولیں دریاؤں کي هیں - سب سے پہلے دریاے ميوز کا سلسله شروع هوتا ہے جسکے کنارے پر لیج اور نامور کے قلعے واقع هیں - نامور کے قریب آکر اسکا رخ مڑ گیا ہے اور مغرب کي جگہه جنوب مشرق هو کر فرانس میں چلا گیا ہے - فرانس کا مستحکم قلعه وردن بھي اسي پر واقع ہے -

لیکن نامور سے ایک دوسرے دریا کا خط بھي آپ دیکھه رہے هیں' جسکے کنارے پر "شارلي راے" اور سرحد فرانس کے اندر "موبیوژ" واقع ہے - اسکا نام " سامبرے " ہے - اسکا تذکرہ آغاز ورود افواج ملاصدہ کے وقت بار بار هوا تها -

نیچے سرحد فرانس کے اندر دریاے سوام' ایزن' اور مارنے بھي واضح طور پر دکھلاے هیں جنکا نام موجودہ جنگ نے صدیوں تک کیلیے مشہور کردیا ہے - ایزن اور مارنے کے درمیان فرانس کا مشہور قلعه "ریم" ہے -

سرجان فرنچ کي مراسلت سے معلوم هوتا ہے که انگریزي فوج نے سب سے پہلے مونس میں اپنا کام شروع کیا - ۲۲ کو جرمني فوج نے " طاقتور" حمله کیا اور وہ مجبوراً سرحد فرانس سے هٹ کر موبیوژ کے پاس چلي آگي - فرانسیسی فوج انکے دهنے جانب " لیل " میں موجود تھي نقشه میں لیل کا سیاہ مربع نشان آپ کے بائیں جانب خط سرحد بلجیم و فرانس کے نیچے موجود ہے' لیکن غلطي سے وهاں نام لکھنا رهگیا -

اسکے بعد هي جرمن فوج نے بھي سرحد فرانس کو عبور کرلیا' اور انگریزی فوج کو مع فرانسیسي افواج کے دو بارہ جگہه خالي کرنی پڑي- ۲۵ کو وہ کیمبرے پہونچي اور اس تمام عرصے میں عظیم الشان معرکه جاري رہا - بالاخر ۲۶ - کي صبح طلوع هوئي جسے هم نے " یوم التغابن " کے نام سے تعبیر کیا تها' اور ایک هولناک چار روزہ معرکے کے بعد یه خط بھي چھوڑ دیا گیا -

۲۹- کو انگریزي فوج دن بھر متصل کوچ کرنے کے بعد دریاے سوام کے پاس پہنچي - لیکن دشمن کے حملے نے اس جگہه کے ترک پر بھي مجبور کردیا

اسکے بعد " امینس " سے متحدہ کا خط مدافعت شروع هوا' جسمیں بمقام " لافیرے " دریاے اوئس کے کنارے انگریزي فوج مقیم تھي' لیکن یہاں سے بھي پیچھے هٹنے پر مجبور هوئي اور یکم سپتمبر کو " امپیگن " کے دونوں کناروں پر چلي آئي - ۳ - سپتمبر کو " سیلی " میں اسکي موجودگی کي اطلاع دي گئي تھي- یہاں سے بھي پیچھے هٹنے کے بعد آخري متحدہ خط "مارنے" سے لیکر وردن تک پھیلا دیا گیا - اسمیں پیرس سے قریب تر مقام کولومیرس تها جو صرف ۳۵ میل کے فاصلے پر ہے - اور خط " ریثري " هوتے هوے وردن تک پہنچ گیا تها- لیکن اخر کو جرمن فوج کے " افرقے" آنے' ریم پر قبضه کرکے مارنے کو عبور کرنے' اور نان ٹیوِل اور کولومیرس تک پہنچ جانے نے اس خط سے بھي پیچھے هٹا دیا' اور اسی خط کے تمام سلسلے پر جرمن نے اپنا خط هجوم مقرر کرکے وردن کو "میتز" سے ملادیا - گذشته هفته میں هم اسکا نقشه دے چکے هیں -

اس نقشه میں تاریخ وار صرف انگریزي خطوط دکھلاے هیں اور گذشته اشاعت کے نقشے میں فرانسیسي فوج اور انگریزي فوج دونوں کا متحدہ خط دکھلایا تها - مثلاً اس نقشه میں ۱ - سپتمبر کا خط صرف " کمپیگن " کے پاس نظر آتا ہے لیکن فرانسیسي فوج کے ساتھه ملکر وہ " ریم " تک چلا گیا تها -

اس مراسلة نے همارے گذشته افتتاحیه کے تمام بیانات کی تصدیق کردي -

تخلیۂ پیرس

هفتۂ زیر تحریر کا آغاز تخلیۂ پیرس کے واقعه کو بھي روشني میں لاتا ہے -

اس واقعه کا قدرتي طور پر جو مقصد واضح هوتا تها' انگلستان کے " ماهرین جنگ " کي راے میں فوجي اسرار و غوامض بالکل اسکے برعکس تھے - چنانچه حکومت فرانس کے بوردو منتقل هونے کے ساتھه هي اطلاع دي گئی تھی که " لندن میں عام طور پر اس انتقال کو ایک قابل صد تعریف فوجی تدبیر قرار دیا گیا ہے' اور فرانس کي تحسین کی جارهی ہے که اس نے بہت بہتر کیا "

یقیناً یه ایک فوجی تدبیر تھي' لیکن ویسی هی تدبیر جیسی کوئی جماعت دشمن کو سر پر پہنچتا دیکھکر اور اپنے ارد گرد کے سامان حفاظت کو ناقابل اطمینان پاکر آخري علاج کے طور پر قدرتاً عمل میں لاتی ہے - اسلیے اس واقعه کی اصلیت سمجھنے کیلیے غالباً کسی مزید توجیه کي ضرورت نه تھي -

اصل یه ہے که سنه ۱۸۷۱ کے محاصرۂ پیرس کے مصائب فرانس کے سامنے تھے' اور گو پیرس کے نئے استحکامات نے محاصرہ کی کامیابی کو اسقدر آسان نه رهنے دیا هو جیسا که اسوقت تها' تاهم استحکامات مکان کو مضبوط کرسکتے هیں' مگر محصوري کي مصیبتوں کو کم نہیں کر سکتے - اسلیے جب جرمن فوج

الهلال

۲۴ شوال ۱۳۳۲ هجري

غـــزوات اسلامية

اور اسکی یادگاریں

(۱)

سیلاب آتا ہے تو اوسکي سطح پر سر بفلک عمارتیں حباب کي طرح تیرتي پهرتي هیں - زلزله آتا ہے تو فقیروں کی جهونپڑی کے ساتهه قصر شاهی کے ستون بهي متزلزل هو جاتے هیں - آندهی چلتی ہے تو سب سے پہلے عظیم الشان محلوں کے کنگرے هی اونکے سامنے سر تسلیم خم کرتے هیں !

جنگ بهي ایک سیلاب ہے ' جو تمدن کے آثار کو بہا لے جاتا ہے - لڑائي بهی ایک زلزله ہے' جو نظام امنیة کی بنیادوں کو دفعتاً هلا دیتا ہے - معرکه کار زار بهی ایک آندهی ہے' جو علم و تہذیب کے ایک ایک ریشے کو بیخ و بن سے اوکهاڑ کر پهینکدیتی ہے !

دنیا کی تاریخ نے هر زمانے میں اسکی دردناک مثالیں بکثرت پیش کی هیں - بخت نصر اوٹها اور بیت المقدس کو برباد کردیا - ایرانی آے اور بابل کے قدیم تمدن کو تاراج کرکے چلے گئے - رومی نکلے اور کارتهیج کي سرزمین کو آگ اور خون سے بهردیا - سکندر یونان سے نکلا اور ایران کی در و دیوار کے ایک ایک نقش کو مٹا آیا - تاتاري اوبهرے اور بغداد کے قدیم آثار تہذیب کو دجله میں ڈبودیا -

اس قسم کے حملوں نے مادي یادگاروں کے ساتهه همیشه روحانی یادگاروں کو بهی فنا کردیا ہے - تاتاریوں نے بغداد کے کتب خانے کا ایک ایک حرف دجله کے بہتے هوے پانی سے دهو دیا ' اسکندریه کا عظیم الشان کتب خانه آگ کے شعلوں کی نذر هوگیا ' ایران نے تاج شاهی کے موتیوں کے ساتهه اپنے علمی جواهر بهی غارتگروں کے پانوں پر نثار کردیے ' سیکڑوں بت خانے منهدم هوگئے ' سیکڑوں مسجدیں ویران هوگئیں' هزاروں گرجے گرادیے گئے' لاکهوں صومعے اور مدارس برباد هوگئے !

(دارالعلم لووین کي بربادی)

آج خود یورپ هی کی روایت سے خود یورپ کي ایک وحشیانه مثال کا همارے معلومات میں اضافه هوا ہے - همارے سامنے موجوده علم و تمدن کی اس سب سے بڑی محافظ قوم کو بضرورت پیش کیا گیا ہے جو آج فلسفه اور صناعة کي نئی عمارتوں کا اصلی ستون ہے - جسکی سرزمین نے علم کی سب سے بڑي خدمت کي ' جسکے حکماء نے فلسفه کي نئی زندگي کیلیے سب سے پہلے نفخ روح کیا ' جس نے مشرقی علوم و آثار کو سب سے پہلے بچهایا ' جسکے فلاسفه نے ارسطو کي عظمت خاک میں ملادي اور یونان کے علمي تسلط کي جگه اپنے عرش فکر و ادراک کے آگے تمام دنیا کو مسجود کرا یا ' جسکا ملک سب سے بڑا دارالصنائع' جسکے دارالعلوم سب سے زیاده پایگاه علم' اور جسکي قوم سب سے زیاده پرستار معارف اور عشاق علوم ہے !

با این همه همیں یقین دلا یا گیا ہے که اس نے یورپ کے ایک بہت بڑے علمی پایگاه (لووین) کو جلا دیا - اسکا دارالعلوم' اسکا دار الکتب' اسکے علمي تجربه گاه ' سب آگ اور دهویں کے اندر فنا کردیے گئے - غیر محارب انسانوں کے قتل اور بے قصور علمي عمارتوں کی آتشزدگی پر آج علم و تمدن کا هر فرزند اپنے آپکو خونبار و ماتم سنج دکهلاتا ہے !

(یخرج الحی من المیت)

لیکن کبهي کبهی وهی پانی جو طوفان بن بنکر موجیں مارتا تها ایسا بهی هوتا ہے که ابر کرم کا چهینٹا بنجاتا ہے - کبهی زمین کی وهي حرکت جو زلزله بن جاتي ہے' ایسا هی انقلاب هوتا ہے که سبزه کي نکهت اور بوے گل کی موج هوجاتی ہے - کبهی کبهی هوا کا وهی تند جهونکا جو آندهی بن کے چلتا تها ' ایسا بهي هوا ہے که نسیم خوشگوار بنکر چلنے لگا ہے : یخرج الحي من المیت و یخرج المیت من الحی !

اسلام اسی ابر کرم کا چهینٹا ' اسی بوے گل کا قافله ' اسی نسیم سحر کی موج حیات تها - بخت نصر نے بیت المقدس کو برباد کر دیا تها ' ایرانیوں کے حملے سے بابل کا تمدن منهدم هوگیا تها ' ایران کے در و دیوار سکندر کے حملوں سے چور چور هوگئے تهے ' تاتاري بغداد میں اینٹ پتهر کا ڈهیر چهوڑ کر چلے آئے تهے ' لیکن فرزندان اسلام نے خدا کی راه میں جان و مال کو برباد کیا تاکه دنیا کو آباد کریں - انهوں نے اپنے آپکو مٹایا تاکه دنیا کي مٹي هوئی یادگاریں پهر زنده هوجائیں ' اونهوں نے اپنے خون کو بہایا تاکه دنیا کے چہرے کا وه آب و رنگ پهر عود کر آے جسکو وحشیانه حملوں کے سیلاب بہا لیگئے تهے !

اونهوں نے اس پاک مقصد کے لیے تلوار هاتهه میں لي' اور دنیا نے دیکهه لیا که جو چیز سررشتۂ حیات کو پہلے کاٹ دیتي تهي' وه اب تمدن کے بکهرے هوے اجزاء کو کیونکر جوڑ رهي ہے ؟

دنیا نے دیکهه لیا که عرب کے جن میدانوں میں خاک اوڑ رهي تهي ' اوس میں نسیم خوشگوار کے جهونکے چلنے لگے - ایران کے مٹے هوے نقش و نگار پهر ابهر آے' یونان کي برهم شده مجلس علم پهر گرم هوگئی' مصر و شام کا کاروان رفته پهر لوٹ آیا - بیت المقدس پهر تمدن کا قبلۂ مقصود بن گیا - پہلوں نے جو کچهه لوٹا تها' انهوں نے وه سب کچهه واپس دلادیا - پہلوں نے برباد کیا تها - انهوں نے زندگي بخشي - ٹیٹس رومی یروشلیم آیا تا که برباد کرے - لیکن اعراب حجاز یروشلیم گئے تاکه اسکے لٹے هوے باغوں کو سرسبز و شاداب کردیں - رومیونکی فوجیں افریقه اور ایران سے گذریں' لیکن انکي راهوں میں هلاکت اور بد حالي تهي - ٹهیک انهي زمینوں پر سے مسلمان بهي گذرے' مگر انکے ساتهه ساتهه تمدن و آرادي اور امن و نظام کے فرشتے سایه افگن تهے !

فانظــر الی اثار رحمت الله ! کیف یحی الارض بعد موتها - ان ذالک لمحی الموتی وهو علی کل شـــي قـــدیر ! (۳۰ : ۴۹)

پس الله کي رحمت کي ان نشانیوں کو دیکهو که اس نے کس طرح زمین کو از سر نو زندگي بخشي جبکه وه مرچکي تهي ؟ بیشک وه موت کو حیات سے بدلنے والا ہے اور سب کچهه کرسکتا ہے !

(مقصد ظهور امم)

لیکن جس قوم نے اعلاء کلمة الله کا جهنڈا بلند کیا تها ' جو ایک دین قیم کي صداقت کو دنیا کے تمام ظلم و فساد اور عصیان و طغیان پر غالب کرنا چاهتي تهي' اوسکے سینے کے اندر امن و اصلاح عالم کي جس روح القدس نے اپنا نشیمن بنایا تها ' وه صرف تمدن

محض چند لوگونکي ایک سازشی اور مصنوعي سلسله جنبانی ہے' جنہوں نے اپنے ایجنٹ ہر جگه رکھه چھوڑے ہیں !

اسکے بعد وہ افسوس کرتا ہے که گورنمنٹ اف انڈیا اس موقعه پر اپنے مرکز کو جو مدد دیسکتي تھي' اس سے کافي طور پر عہدہ برا نہوي' اور پھر اس هندوستاني فوج کے متعلق (جسکا تذکرہ ۳ سپٹمبر کو کلڈ هال میں کیا گیا) اور (غالباً) کلکته بار کے ان هندوستاني ممبروں کے متعلق جنہوں نے جنگ میں " قلیوں " اور " کہاروں " تک کا کام کرنے کیلیے اپنے تئیں بلا شرط ڈالدیا اگر وہ سپاهي کي ڈیوٹي بجالانے کے قابل نہوں' یہ نا قابل فراموش راے دیتا ہے :

" هم لوگ اطمینان کے ساتھه هر هندوستاني فوجي دستے کو جرمني کے مقابله پر نہیں بھیج سکتے اور اندروني امن کو بیرسٹر والنٹیروں پر نہیں چھوڑ سکتے - همکو معلوم ہے که هندوستان کے ایجي ٹیٹروں نے فوج کو بہکانے کی کوشش کی تھی' اور شاید ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو آج وفاداري کے رزلیوشن پاس کر رہے ہیں "

اسکے ساتھه هی وہ خوف ظاهر کرتا ہے که هندوستاني فوج کے اندر ان " ایجي ٹیٹروں " کے پھیلاے هوے " جراثیم " موجود هوسکتے ہیں اور اسلیے فرانس کے فیصله کن میدان میں انکا تجربه کوئي دانشمندانه عمل نہوگا -

یہ ہے ایک سرسري اندازہ اس قیمت کا جو " پایونیر " هندوستانیوں کو انکي موجودہ وفاداری کی جانچ کرلینے کے بعد دینا چاهتا ہے :

فما ربحت تجارتهم و ما كانوا مهتدين !

جنگ کا اعلان هوتے هی تمام هندوستان میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک جس تاریخی اتحاد اور سرعت کے ساتھه ملک کے هر گروہ نے عهد وفاداري کی تجدید کی' پایونیر کی نگاہ میں وہ ایک " مصنوعی " قسم کی پبلک اوپینین ہے اور ذرا بھی قابل لحاظ نہیں - ملک کے هر گوشے سے " جان و مال " کی غیر مشروط اور انتہائی درجه تک پہونچی هوئی صدائیں اٹھیں' مگر وہ اسے ایک سونچي سمجھی هوئي سازشی وفاداري قرار دینے میں بالکل بیباک ہے -

تمام ملک نے اپنی بڑي سے بڑي شکایتیں بھلادیں' اور ماضي کا پورا دفتر جو اکثر حالتوں میں خوش آیند نه تھا' یک قلم تہه کردیا گیا - گورنمنٹ نے افسردہ کن بے توجہی کے ساتھه پبلک او فوجی خدمات میں لینے سے اغماض کیا' مگر اسکے جوش میں فرق نه آیا - وہ اسکے لیے بھي طیار هوگئي که زخمیوں کے بستر اٹھانے اور انکی گاڑیوں کو کھینچنے هي کیلیے اسے قبول کرلیا جاے - اس سے بھي انکار کیا گیا' اور دو هزار آدمیوں کو لینے کي منظوري دیکر ملتوي کردي گئی - با ایں همه اسکی آمادگي میں ذرا بھي فرق نه آیا - پھر جان کے بعد مال کی منزل آئي' اور گو یورپ کی جنگ نے بے قصور هندوستان کو ناگہانی افلاس اور خوفناک بیکاري سے دوچار کردیا ہے' تاهم اسکے لیے بھی جماعت آگے بڑھی اور مہاراجه میسور کی یادگار رقم سے لیکر امپیریل ریلیف فنڈ کی چھوٹی رقموں تک' هندوستانیوں نے عام طور پر اسمیں حصه لیا - اسکي فوج سب سے زیادہ کم تنخواہ پر سب سے زیادہ جاں نثاری ظاهر کرنے میں کبھی بھی پیچھے نه رهی' اور اب بھی اپنی جانوں کو هتیلیوں پر لیکر اندرون فرانس کے اندر پھیل گئی ہے - یہ سب کچھه هو چکا ہے اور هو رها ہے - فضا صاف ہے اور موسم پر امن - سمندر کی سطح جیسی اب خاموش ہے کبھی نه هوئي' اور " وقت " نے حکم جیسا اعتراف اب کیا گیا ہے ویسا کبھی بھي نہیں کیا گیا - تاهم اعتماد اور یقین کے اس عام سکون میں یکایک شک اور فتنه کی ایک بے هنگم صدا اٹھتي ہے' اور کروروں دلوں کو شک اور ناقابل برداشت بے اعتمادی کے حملے سے مجروح کرنا چاهتی ہے -

یہ پایونیر ہے جو ان حقیقتوں سے کھلے طور پر انکار کرتا ہے' جنسے نه تو لارڈ هارڈنگ کو انکار ہے اور نه مسٹر ایسکویتھه کو' اور پھر اس وقت انکار کرتا ہے جبکه وقت کے تغیرات کے لحاظ سے بھي هندوستان کي وفاداري کو اسقدر حقیر نه هونا چاهیے جیسا که اس سے پہلے انگلو انڈین نقطۂ خیال سے رهي ہے - پھر کیا همیں بتلایا جا سکتا ہے که اگر شک اور خوف کا یہ بیج خدا نخواسته پھل لاے' تو اسکي کڑواهت کا ذمه دار کون هوگا ؟

اعتماد اور سکون کي دیواریں پوري طرح بلند هوچکي تھیں اور انسے ایک مستحکم قلعه کا کام لیا جا سکتا تھا' لیکن پایونیر اور اسکے هم آواز (اگر کچھه هوں تو) اس امر کے ذمه دار ہیں که انہوں نے ان دیواروں پر حملے کا سب سے پہلا قدم اٹھایا ہے - انکے لیے بہتر تھا که وہ سر ایڈورڈ گرے کي پالیسي کي پیروي کرتے جنکي امن جوئي کي سرگذشت ۳ سپٹمبر کو برطانی وزیر اعظم سے خوفناک " بیرسٹر والنٹیروں " کے تذکرہ سے کچھه پہلے سنائي تھي - نه که کونٹ بر چٹولڈ کے دیوان جنگ کي جس نے " پہلا قدم " اٹھانے کي ذمه داریوں میں اپني تمام عاقبت اندیشي گم کردي ہے -

بدقسمتي سے اس نئے علم الجراثیم (Bacteriology) کے متعلق همیں کچھه معلوم نہیں ہے' جنکے جرمس هندوستان کے فوجي اعضاء میں متعدي هوچکے ہیں' اور جنکو ایک پر آشوب جنگي عہد میں دریافت کرنیکي پایونیر کي اینگلو انڈین اکاڈیمي سے عزت حاصل کي ہے - البته بغیر کسي مائکرسکوپ (Microscape) کے هم ان خطرناک جراثیم کو دیکھه رہے ہیں' جو اس قسم کي زهریلي تحریروں کے هر لفظ کے اندر موجود ہیں' اور جنکے دیکھنے کے لیے پایونیر کي طرح کسي جدید ساخته " بغاوت نما " (Sedionoscope) آلے کي ضرورت نہیں ہے - کیونکه هر عقل اسے محسوس کر سکتي ہے' اور هر عاقبت اندیشي اسکےلیے دیدہ ور ہے -

اگرچه هندوستانیوں کي وفاداري کیلیے یہ ایک سخت دلشکن اور درد انگیز حمله ہے جو کیا گیا ہے' تاهم هم انہیں سمجھالینگے که یہ پہلا هي واقعه نہیں ہے جس سے وہ متاثر هوں - بد قسمتي سے اینگلو انڈین پریس کي تاریخ ایسے نظائر سے پر ہے - پس انکو چاهیے که وہ پایونیر اور اسکے هم مشربوں کے پاس اپني قسمت کي قیمت نه ڈھونڈهیں' بلکه انکي طرف دیکھیں جنہوں نے بالاتفاق انکے لیے کامل اعتماد اور یقین کے پے درپے اعترافات کیے ہیں' اور وهي انکي قسمت کے مالک ہیں - وہ هندوستان کے چاروں بڑے صوبوں کے حکمرانوں کي طرف متوجه هوں جنہوں نے انکي وفاداري کا بہتر سے بہتر لفظوں میں اعتراف کیا ہے - وہ هندوستان کے اس سب سے بڑے حاکم کی آواز سنیں جس نے پچھلے کونسل هال میں انکی جاں نثاریوں کی داد دي ہے' اور یہ بالکل بھلادیں که الہ آباد کے " پرنٹنگ هاوس " میں شمله کے " وایسرائگل لاج " سے زیادہ خطرناک عقلمندي کا دعوا پرورش پارها ہے - سب سے آخر مگر سب سے زیادہ انہیں تاج کے اس یادگار اعلان پر اپني نظریں جمادیني چاهئیں جو اسي هفته کے آغاز کا پہلا یادگار واقعه ہے -

لیکن ساتھه هي هم گورنمنٹ سے بھی یہ سوال کیے بغیر اس مضمون کو ختم کرنا نہیں چاهتے که کیا وہ ایسي زهریلي رائیوں کے نتائج پر غور کرنیکي جانب کوئي مستعدي دکھلائیگي ؟ کیا وہ اپنے ایسے مشیروں کو یہ مشورہ دیسکتي ہے که اگر انکے پاس همارے لیے اسکے سوا اور کچھه نہیں ہے' تو کم از کم اس موقع پر تو ایسے خیالات کا اظہار ملتوي رکھه سکتے ہیں ؟

افسوس که هندوستان کا پریس ایکٹ (بقول حکیم سولن کے) مکڑي کا جالا ہے' جو هندوستاني پریس کي مکھي کو تو اپنے اندر قید کرلیتا ہے' لیکن اینگلو انڈین پریس کي لاٹھی کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا !

مقالات

جنگ کے اسباب

هاتهي کے دانت!

هاتهي کے دانت دکهانے کے آور هوتے هیں کهانے کے اور- بعینه اسی طرح جنگ بهی ظاهري و باطنی' دو قسم کے اسباب کا نتیجه هوتي هے' لیکن سیاست کي زبان ظاهري اسباب دکها کر تمام دنیا سے اپنے هجوم و اقدام کے جواز کا فتوی لے لیتي هے' اور جنگ کے حقیقي اسباب کو اونکے پردے کي تاریک آڑ میں چهپا دیتي هے-

جنگ کا حقیقي سبب حرص و طمع کي وه فوج هے' جو همیشه اپنا کمینگاه بادشاهوں کے دلوں کو بناتي رهتي هے - یهي فوج دوسري همسایه سلطنتوں پر دهاوا مارتي هے' اور دنیا کی دوسری ضعیف قوموں کے دبانے کے گهات میں لگی رهتي هے -

لیکن جب تک حمله کا کوئی ظاهري سبب پیدا نهیں هوتا وه خاموشي کے ساتهه انتظار کرتی هے - جب خوش قسمتی سے اس قسم کا موقع هاتهه آجاتا هے تو پهر علانیه میدان جنگ میں آجاتی هے اور اپنے مظالم و وحشت پر ظاهري اسباب کا پرده ڈال کر دنیا کو خدع و فریب میں مبتلا رکهتی هے - حتی که قتل کرتي هے مگر کهتي هے که امن و تهذیب کے قیام کی ایک مقدس خدمت انجام دي جارهي هے !!

شخصي سلطنت کے زمانے میں جنگ کا اعلان صرف بادشاه یا سپه سالار کے اراده کی بنا پر کیا جاتا تها - کسیکو اوسکے اسباب کے دریافت کرنے کی جرات نهیں - هوتي تهي لیکن اکثر اس حمله کا تعلق بادشاه کی ذات اور شخصیت سے هوتا تها' ملک اور قوم پر اسکا کوئي اثر نهیں پڑتا تها - کبهي کبهی سلاطین قدیم میں صرف عاشقانه رقابت کي بنا پر عظیم الشان جنگیں هوگئي هیں' اور کبهي ایسا بهي هوا هے که چند ناگوار لفظوں نے بغض و انتقام کي آگ دفعتاً دنیا میں بهڑکا دي هے -

سلاطین جب تک انتقام لینے کي قدرت رکهتے هیں' شخصي سلطنتوں میں اونکو اظهار سبب اور توجیه و تعلیل کي ضرورت پیش نهیں آتي - تمام فوج اور تمام ملک انکے اشارهٔ چشم و ابرو کے ساتهه دفعتاً حرکت میں آجاتا هے - لیکن جب وه ضعیف هو جاتے هیں اور اونکا قدم میدان جنگ کي طرف نهیں بڑه سکتا تو اس وقت حیله آفریني کی ضرورت هوتي هے' اور بعض اختراعي اسباب کی بنا پر ملک کے جذبات کو بهڑکا کر آمادهٔ جنگ کیا جاتا هے - تمام قوم دهوکے سے یقین کرتي هے که وه اپني عزت' اپنے وطن' اور اپنے مصالح پر اپني جان قربان کر رهي هے' حالانکه در حقیقت میدان جنگ سلاطین کي اغراض شخصیه کا شکارگاه هے' جنکو همیشه مصالح مصنوعي برقع پوش رکهتے هیں -

اگرچه تمام دنیا کي لڑائیوں کے اسباب کی تفصیل نهیں کي کی جاسکتی' تاهم هر جنگ انهی ظاهري و باطني اسباب کا نتیجه هوتی هے' اور میدان جنگ کا غبار همیشه باطنی اسباب کو اپنے پردے میں چهپا هوا رکهتا هے -

(مصر کے دو فاتح ! -)

جب تک دنیا میں عرب کی ساده سلطنت قائم رهی' اوسکا دامن خدع و فریب' کذب و اختلاق' تدلیس و دسائس کے داغ سے پاک رها - حضرت عمرو ابن العاص نے زمانه جاهلیت میں مصر کی ثروت اور شادابی کے مناظر اپنی آنکهوں سے دیکهے تهے - جب اسلام لائے' اور اونکو حضرت عمر رضی الله عنه نے سپه سالاري کا منصب عطا فرمایا تو اونکو وه خواب یاد آگیا جسکو اونهوں نے مصر کے سبزه زاروں میں دیکها تها - چنانچه اونهوں نے حضرت عمر کی خدمت میں مصر پر چڑهائی کرنے کی درخواست کی' لیکن اوسکے سبب کا اظهار اوس ذوالوجهین پالیسی کي زبان سے نهیں کیا جو یورپ کے دهن حرص و آز میں ره کر تیغ دو دم کا کام کرتي هے' بلکه اونهوں نے صاف صاف کهدیا :

"اگر آپ نے مصر کو فتح کرلیا' تو وه مسلمانوں کی عظیم الشان قوت کا مرکز هو سکتا هے - مسلمانوں کو اوس سے بهت بڑي مدد مل سکتي هے - وه دولت و ثروت کا خزانه هے اور خوش قسمتي سے اسوقت وهاں کے باشندے جنگ کي طاقت بهی نهیں رکهتے" (۱)

چنانچه حضرت عمر رضي الله عنه نے بهت لیت و لعل کے بعد اجازت دیدي -

لیکن جب اسی مصر پر نپولین بونا پارٹ نے حمله کرنا چاها تو اوس برهنه حقیقت پر جسکو عمرو بن عاص نے صاف نمایاں کردیا تها تو برتو پردے پڑ گئے' اور فرضی و مصنوعی اسباب نے اصلي غرض کو چهپا دیا - جب فرانسیسي کونسل کے ممبروں نے اوسکي راے سے اختلاف کیا تها اور حمله کي اصلی وجه دریافت کي تهی تو اوس نے منجمله اور اسباب کے سب سے بڑا سبب وهي بتایا تها جو حضرت عمرو بن عاص نے حضرت عمر کو بتایا تها' لیکن جب وه اسکندریه میں داخل هوا تو معاً زبان حقیقت طراز کا لهجه بالکل بدل گیا' اور وهاں پهونچکر اوس نے جو اعلان جنگ دیا اوس میں حقیقي سبب پر یه غلاف چڑها یا گیا تها :

" سناجق جو اسوقت مصر کے بادشاه هیں ایک مدت سے فرانسیسیوں کے ساتهه نهایت ظالمانه اور اهانت آمیز سلوک کر رهے هیں' اور اب هم زیاده ظلم گوارا نهیں کر سکتے - همارا مقصد صرف یه هے که ظلم کا بدله لیں اور عدل و امن قائم کریں خود مصري بهی اونکے ظلم و ستم سے عاجز آ گئے هیں اور اب همارے ذریعه نجات حاصل کرسکتے هیں "

اٹلی نے طرابلس غرب پر جو ظالمانه حمله کیا تها اس وقت اگرچه اوسکے پهلو میں بونا پارٹ کا بهادر دل نه تها' تاهم اوسکے مونهه میں زبان اوسي کی تهی - اسلیے اوس نے بهی اسباب جنگ کے اعلان میں اسی قسم کے خداعانه فقروں کا اعاده کیا تها -

لیکن بونا پارٹ کے حملهٔ مصر کا ایک سبب اور بهی تها جو اوسکے دل میں مخفی تها' اور اوس نے پارلیمنٹ کے ممبروں کو بهي اوسکي خبر نهیں کی تهی - وه اوسکی شهرت طلبي اور ابقاے ذکر جمیل کا وه جذبه تها جو هر سپه سالار کے دل میں مدة العمر نشو و نما پا تا رهتا هے !

و تہذیب کی گلکاریوں هي پر فریفتہ نہیں هوسکتي تهي - اسکا مقصد ظهور اس بلندي سے جسکے بعد چشم مادہ کچهہ نہیں دیکهہ سکتي' اور اس وسعت سے جسکے بعد هماری بڑي سے بڑي رصد گاهیں جواب دیدیتي هیں' بہت بلند تر تها :

کنتم خیر امة اخرجت للنـــاس تامـــرون با لمعروف و تنهـــون عن المنکر' (۳: ۱۰۶)	تم کو خدا نے دنیا کی بہترین قوم بنا کر نمایاں کیا ہے - تم سچائي کا حکم دیتے هو اور دنیا کو برائیوں سے روکتے هو -

(تشریح مزید)

هم کو نہیں معلوم کہ عظیم الشان مصري دنیا میں کیوں آئے تھے؟ لیکن همنے هیرو غلیفي نقوش کے اندر پڑها ہے کہ انهوں نے بڑي بڑي قوموں کو غلام بناکر ذلیل و خوار کیا' انکو عجیب عجیب طرح کے آلہ هاے تعذیب کے شکنجوں میں کسا' جنکی تصویریں "منی فس" کے مندر میں دیکهکر هم اشک آلود هوے هیں' اور اسکے بعد بڑے بڑے میدار بنا کر اور حیرت انگیز عمـارتیں کهڑي کرکے دنیا سے چلے گئے - مگر ان تعمیري و صناعي کارناموں کا وجود بهی مظلومی کی اُن آهوں اور بے بسي کے اُن آنسوؤں کي یاد دلاتا ہے جو بلاد نوبہ اور کنعان کي مفتوح قوموں نے انکے لیے چار پایوں سے بهي زیادہ محنت کرتے هوے بہاے تھے !

هم نہیں جانتے کہ روم کے هولناک فاتحوں کا جنکے سر پر تمدن قدیم کا سب سے زیادہ درخشاں تاج نظر آتا ہے' کیا مقصد تها؟ مگر هم نے شمالی افریقہ میں کئي میلوں تـک پهیلا هوا ایک تودہ دیکها ہے' جسکے اندر سے کارتهیج کي دیواروں کي ٹوٹتي هوئي اینٹیں نکلتي رهتي هیں' اور ایران و شام کي خاک کے ذرے کہتے هیں کہ همیں سب سے زیادہ خون انهي رومي تلواروں کي لعنت سے نصیب هوا ہے !

تاریخ کے عہد قدیم کي تاریکي همیں کچهہ نہیں بتلاتي کہ وہ عظیم الشان ایراني جنهوں نے اصطخر کي عظیم الاثر محرابیں بنالیں اور اپني روایتوں کے اندر دیوؤں سے لڑے اور تمام بحر و بر کو تخت ایران کے آگے سر بسجود دیکها' دنیا میں کیوں نمایاں هوے تھے اور دنیا نے انسے کیا پایا؟ البتہ دریاے فرات کے کنارے کے وحشت ناک تودے اور کہیں کہیں سے ابهر کر نظر آجانے والي شکستہ دیواریں اپنے اندر ایک تاریخ عمل ضرور رکهتي هیں' اور ایران کا سب سے بڑا کارنامہ یہ بتلاتي هیں کہ عہد قدیم کے عظیم الشان کهور تمدن یعنے بابل پر خوفناک درندوں کی طرح وہ چڑهہ آے اور اسکي عجیب الصناعة دیواروں کے نیچے بربادي اور تباهي نے انکے مقصد ظهور پر نوحہ پڑها !

پهر خود وہ بابل (جو ایرانیوں کی خونخواري پر نوحہ خواں ہے) دنیا میں کس غرض سے آیا تها اور کیا کرگیا؟ یہ سچ ہے کہ اس نے معلق باغ بنائے جو بڑے هي عجیب تھے اور آج بهي عجیب سمجهے جاتے هیں' لیکن اس نے تمدن و انسانیت کے اُن باغوں کے ساتهہ کیا کیا جو کہ عجیب نہ تھے' لیکن باغبان دنیا کے هزارها برسوں کي محنت کی کمائي تھے؟ هولناک بخت نصر کا تاراج کن سیلاب جب شام میں پهیلا ہے تو یروشلیم (بیت المقدس) کي زمین کا چپہ چپہ شادابي و سرسبزي کي بہشت تها' لیکن بابل کے متمدن فرزند وهاں اسلیے آئے تھے کہ زندگي کی شادابي کي جگہ آگ کے حرفوں کے نقشوں میں اپنے ظهور کا مقصد لکهہ جائیں ! فجاسوا خلال الدیار - وکان وعداً مفعولا (۱۵ : ۹)

پهر وہ قوم جولان سب کي جا نشیں هوئي - شام سے اٹهي اور روم پہنچي' پهر یونان و مصر اور شمالي افریقہ تک پهیل گئي' اسکي نسبت بهي همیں نہیں معلوم کہ اسکے آنے کا مقصد کیا تها؟ اور گو وہ کوہ " زیتون " کي ایک چٹان پر بتلایا گیا هو' لیکن نہ تو روم کي تاریخ میں وہ قابل فہم ہے' اور نہ پانچویں صدي مسیحي سے لیکر (جبکہ اس نے تخت حکومت اور تلوار بے نیام کے ساتهہ اپني نمایش کي) پندرهویں صدي مسیحي تک (جبکہ اسپین میں مجلس تعذیب روحانئین (انکویزیشن) کام کر رهي تهي) وہ سمجها جا سکتا ہے - البتہ ڈریپر کي رهنمائی میں همنے قرطبہ اور غرناطہ کي وہ عمارتیں دیکهي هیں جهاں پہلے تمدن کي رونق' علم کی مجلسیں' اور عمران و تہذیب کي آبادیاں تهیں' مگر اسکے بعد وحشت و همجیت کا ایسا سناٹا چهایا' جسے بیسویں صدي کي عالمگیر چہل پہل بهي ابتک دور نہ کرسکي !

(امة وسط)

لیکن دنیا کي ان تمام بڑي سے بڑي قوموں کے بعد' همارے سامنے صرف ایک قوم ایسی آئي ہے جس نے اپنے ظهور کے پہلے هی دن اپنا مقصد بتلا دیا تها' اور جو محض قوتوں کا ایک هجوم' طاقتوں کا ایک اجتماع' اور قہر و استیلاے بہیمي کا ایک انقلابي سیلاب نہ تها جو آیا اور بہاکر چلاگیا' بلکہ طے شدہ کاموں کا ایک کهلا اور اعلان کردہ پروگرام تها' جسے اپنے هاتهوں میں لیکر وہ دنیا کي اجڑي هوئي آبادیوں اور برباد کردہ علم و تمدن کي یادگاروں کے سامنے نمودار هوئي :

الذین ان مکنـاهم فی الارض' اقامو الصلوة و اتو الزکواة و امروا بالمعروف و نهوا عن المنکر' و لله عاقبة الامور ! (۲۲ : ۳۵)	" یہ وہ قوم ہے کہ اگر همنے انهیں دنیا میں قائم کردیا تو انکا کام ابادیوں کو اجاڑنا' انسانوں کو قتل کرنا' عمارتوں میں آگ لگانا' اور قہر و استیلا کي لعنت میں عالم انسانیة کو مبتلا کرنا نہوگا' بلکہ

وہ کارگاہ عالم میں اسلیے قدم رکهیگی کہ صلوة الہی کو قائم کرے' محتاج اور کس مپرس انسانوں کو اپنے مال کا شریک بنائے' سچائي اور راست بازي کا حکم دے' اور هر طرح کي برائیوں اور ظلم و فساد کو دنیا میں روکے' اور سب کا انجام کار الله هي کے هاتهہ میں ہے !"

تاریخ موجود ہے اور کئي هزار سال تک کا سراغ هم نے لگا لیا ہے' لیکن دنیا میں آجتک کوئي قوم ایسی نہیں آئي جس نے اپنے ظهور کا مقصد یہ قرار دیا هو' اور اپنے ظهور کے اول دن ایسے صاف لہجے اور ایسی کهلی روشني میں اسکا عام اعلان کردیا هو !

(غزوات اسلامیہ کي یادگاریں)

پس جس قوم کے ظهور کا مقصد قیام صلواة' امر بالمعروف' اور نهی عن المنکر تها' ضرور تها کہ وہ جو کچهہ کرتي' صرف اسي مقصد کیلیے کرتی' اور اپنے سفر سعي کے هر قدم پر اسي کو ڈهونڈهتي - چنانچہ هم دیکهتے هیں کہ جبکہ دنیا کي تمام قوموں کی لڑائیوں کی یادگاریں بربادي و هلاکت اور شر و طغیان کي صورت میں صفحۂ زمین پر باقی هیں' تو اسلام کي غزوات و جہاد کي یادگاریں ایک اور هی رنگ اور ایک دوسري هي حالت میں نظر آتی هیں -

اگرچہ اوسکا نقش قدم جس سرزمین پر پڑتا تها' ایک یادگار علم و تمدن بن جاتا تها' لیکن وہ هر سفر جہاد سے اپنے ساتهہ صرف روحاني یادگاریں هي لیکر واپس هوئي -

اسکي مادي و علمي یادگاروں پر بہت کچهہ لکها گیا ہے مگر اس موضوع پر ابتک کسي نے توجہ نہ کي هم آئندہ نمبر میں اسکي روحاني یادگاروں کے چند منظر دکهلاینگے -

گھٹا دیں جنہوں نے اوسکے مفہوم' اوسکے اثر' اور اوسکے لہجے کو بالکل بدل دیا - اسکے بعد مارشل مولٹک کي طرف متوجه هوا' اور فوجي طاقت اور نتائج جنگ کے متعلق تفصیلي گفتگو کي - مارشل موصوف نے کہا : " اگر جنگ لابدي چیز ہے تو اب اس میں جلدي هي کرني چاهیے' کیونکه لیت و لعل سے روز بروز همارے خطرات میں اضافه هوتا جاتا ہے "

بسمارک نے جب اس گفتگو کے ذریعه اونکے دل کو ٹٹول لیا' تو پھر تلوار سے پہلے اپني دست سیاست کے جوهر دکھائے' اور اس تار کو نہایت وضاحت کے ساتھه پڑھکر سنایا جسکو سنکر اونکے چہرے فرط مسرت سے چمک - اور اونھوں نے کہا : " اب اس کا لہجه بالکل بدل گیا ہے " بسمارک کے دل کو اونکي داد نے اور بڑھاوا دیا اور اوس نے کہا که " یه تار آدھي رات کے قبل هي پیرس میں پہنچ جائیگا' اور فرانسیسي جذبات پر اوسکا وهي اثر هوگا' جو ایک سرخ جھنڈے کا هو سکتا ہے - هماري کامیابي تمامتر اس پر موقوف ہے که فرانس کي طرف سے جنگ کي ابتدا کي جاے' تاکه هم یورپ کو یقین دلاسکیں که هم صرف مدافعت کے لیے اوٹھے هیں " مولٹک نے مسکرا کر آسمان کي طرف آنکھه اٹھائي اور خوشي کے لہجے میں چیخ اوٹھا " اگر میں زنده رها تو اپني فوج کي سپہه سالاري کرونگا " یه کہکر فرط مسرت سے اپنے سینے پر زور سے ایک گھونسه مار کر اٹھه کھڑا هوا !

اس تصریح سے صاف ثابت هوتا ہے که جنگ کا اصل سبب بسمارک تھا' اور اوسیکے پر فریب هاتھوں نے پس پرده اس آگ کو بھڑکایا تھا - لیکن دیکھو که ظاهري اسباب نے اصلي حقیقت کو کیونکر چھپا دیا ؟ اگر پرنس بسمارک خود تصریح نه کرتا تو دنیا ابتک اس جنگ کي اصلي تاریخ سے واقف نه هوتي اور ظاهري حالات هی کو حقیقي یقین کرتي !

بالتفسیر

الحرب فی القران

(۳)

(اسباب جنگ کي تشریح)

سیاست کي زبان اگرچه بعض حالتوں میں جنگ کے اسباب و مقاصد کو نہایت پیچدار الفاظ میں بیان کرتي ہے - لیکن استقراء تام و استقصاء جزئیات سے اونکي تعیئن نہایت آساني کے ساتھه هوسکتي ہے -

(ابن ادم کی پہلی جنگ)

قرآن مجید سے ثابت هوتا ہے که دنیا کي سب سے پہلي جنگ کو صرف بغض و حسد کے جذبات نے قائم کیا تھا :

واتل علیهم نباء ابني آدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدهما ولم یتقبل من الآخر قال لاقتلنک قال انما یتقبل الله من المتقین لئن بسطت الی یدک لتقتلني ما انا بباسط یدي الیک لاقتلک اني اخاف الله رب العالمین اني ارید ان تبوء باثمی و اثمک فتکون من اصحاب النار وذلک جزاء الظالمین - فطوعت له نفسه قتل اخیه فقتله فاصبح من الخاسرین فبعث الله غرابا یبحث فی الارض لیریه کیف یواري سوأة اخیه قال یویلتي اعجزت ان اکون مثل هذا الغراب فاواري سوأة اخي فاصبح من النادمین -

من اجل ذلک کتبنا علی بني اسرائیل انه من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا ومن احیاها فکانما احیا الناس جمیعا (۶ : ۳۷)

اور آدم کے دونوں بیٹوں کا صحیح صحیح قصه ان لوگوں کو سنادو جب که ان دونوں نے خدا کیلیے قرباني کی' لیکن ایک کی مقبول اور دوسرے کي نا مقبول هوئي - اسپر دوسرے نے حسد سے بھر کر کہا: "میں تجکو قتل کردونگا" دوسرے نے جواب دیاکه "یه حسد ناحق کا ہے - اسمیں میرا کوئي قصور نہیں خدا تو صرف پرهیز گاروں هی کي قرباني قبول کرتا ہے - اگر تم نے میرے قتل کیلیے هاتھه بڑھایا تو خیر مجھے قتل کرڈالو' مگر میں تو اپنا هاتھه تمھارے قتل کیلیے کبھي نه اوٹھاونگا کیونکه میں دنیا کے پالنے والے خدائے برحق سے ڈرتا هوں - میں چاهتا هوں که تم هي پر میرے اور تمھارے' دونوں کے گناهوں کا وبال پڑے اور تم هي اصحاب النار میں داخل هو بالاخر اوسکے دل نے اوسکو اپنے بھائي کے قتل و خون پر آماده کردیا اور اس نے قتل کرکے اپنے سامنے نا کامیابي کا راسته کھول دیا - پھر خدا نے ایک کوے کو بھیجا جو زمین کرید تا تھا تاکه اسکو اپنے بھائي کے دفن کرنیکا طریقه بتاے اوسکو دیکھکر اوس نے کہا : حیف ہے که میں اس کوے سے بھي گیا گذرا ! وه تو اپنے ایک هم جنس کو گاڑنے کیلیے زمین کھود رها ہے لیکن میں انسان هوکر اپنے بھائي کے ساتھه ایسا سلوک کرتا هوں! غرضکه وه اپنے دلمیں نادم و متاسف هوا - اور اسی وجه سے هم نے بني اسرائیل پر یه فرض کردیا که جس شخص نے کسی کو بغیر قصاص کے یا بغیر کسي فساد کے قتل کردیا تو گویا اوس نے اپني گردن پر تمام

امیر جزائر فرنچ قنصل کے پنکھا مار رہا ہے

لیکن جمہوریت کے زمانے میں سلاطین کا اقتدار بالکل اوٹھہ جاتا ہے ' اور انکے شخصی ارادہ کی قوت کلیتاً ضعیف ہوجاتی ہے ' اسلیے جنگ پر اونکے انتقامانہ اور شخصی جذبات کا کوئی اثر نہیں پڑتا - تاہم اسباب ظاہری و باطنی کا پردہ بہی قائم رہتا ہے' اور گو تمام متمدن دنیا کو جنگ کے ظاہری اسباب کا یقین دلا کر حملہ کے جواز کا فتوی لے لیا جاتا ہے - لیکن تہ میں وہی فاتحانہ و غاصبانہ جذبات کام کرتے میں جو سلاطین قدیم کے دلوں میں موج زن رہتے تہے -

(جنگ جزائر اور ایک پنکھا)

فرانس نے گذشتہ صدی کے اوائل میں الجزائر پر جو حملہ کیا تہا ' وہ اس حقیقت کو بالکل بے نقاب کردیتا ہے - جزائر کی سرسبزی و شادابی کا خوشنما منظر ایک مدت سے فرانس کے پیش نظر تہا - اسلیے وہ اونکو اپنے مقبوضات میں شامل کرنا چاہتا تہا ' وسائل سیاسیہ ایک سہارا ڈھونڈہ رہے تہے - حسن اتفاق سے اس متمدن سلطنت کو وہی حیلہ ہاتھہ آگیا جو عرب کے وحشیانہ جذبات کو مشتعل کردیتا تہا - ایک خاص معاملہ کے متعلق گفتگو کرتے ہوے فرانس کے قنصل نے امیر جزائر کو کوئی سخت بات کہدی - امیر نے غصہ میں اوسکے مونہہ پر پنکھا مار دیا - قنصل نے سلطنت فرانس سے اس توہین آمیز برتاؤ کی شکایت کردی - اب فرانس کو حملے کا پورا موقع مل گیا ' اور اس پنکھے کی ہوانے تین برس تک جزائر میں آتش جنگ مشتعل رکہی - فرانس نے امتداد جنگ سے گہبرا کر آخری فیصلہ کیلیے سنہ ۱۸۳۰ میں امیر البحر دوپریہ کی سپہ سالاری میں ۳۷۱۰۰۰ پیادہ ' اور ۴۰۰۰۰ سوار فوج کے دستے روانہ کردے - جزائر اس فوج گراں کا مقابلہ نہ کرسکا - مجبوراً صلح کرلی ' اور عظیم الشان افریقی ملک رفتہ رفتہ فرانس کی نو آبادیوں میں شامل ہو گیا !

آخر میں امیر عبد القادر جزائری کے اندر سے حب الوطنی کی ایک طاقتور صدا اٹہی اور اسنے فرانس سے جزائر کا تخلیہ کرانا چاہا - اس واقعہ سے جنگ کا ایک نیا سلسلہ جاری ہوگیا جو سات سال تک قائم رہا - لیکن بالاخر فرانس نے فتح پائی ' اور امیر عبد القادر کو شام کے اطراف میں جلا وطن کردیا گیا -

(گذشتہ جنگ فرانس و جرمنی)

ان اسباب ظاہری و باطنی کا ایک بین نمونہ گذشتہ جنگ فرانس و جرمنی بہی ہے - پرنس بسمارک نے اس جنگ کو جن سیاسی مفادعات سے بہڑکایا تہا' اونکے نتائج نے اس جنگ کی تاریخ کو بالکل منقلب کر دیا -

بظاہر سب سے پہلے جرمنی پر فرانس نے حملہ کیا تہا ' اسلیے مورخین نے فرانس ہی کو اس جنگ کا محرک اول قرار دیا ہے - لیکن سنہ ۱۸۹۲ میں خود پرنس بسمارک نے ایک اخبار کے نامہ نگار کے سامنے جس حقیقت کا اظہار کیا' اوس سے اس جنگ کی تاریخ بالکل بدل - جاتی ہے بسمارک نے اوسکے سامنے اعتراف کیا کہ " ولیم اول شاہ پروشیا کے اوس برقی پیغام کو جو اوس نے فرانس کے متعلق بہیجا تہا' میں نے قصداً تحریف و تبدیل کرکے شائع کیا ' جسکا مقصد صرف فرانس کے فوجی جذبات کو بہڑکانا تہا " چنانچہ بسمارک نے ایک یاد داشت میں جو اوسکی وفات کے بعد شائع کیگئی' اس واقعہ کی عجیب تفصیل درج کی ہے - اس یاد داشت کا خلاصہ یہ ہے :

جب پروشیا اور فرانس کے درمیان اسپین کے تخت سلطنت کے متعلق نزاع قائم ہوئی ' تو نپولین نے اپنے سفیر مقیم برلن کو پیغام بہیجا کہ وہ شاہ پروشیا سے بالمواجہہ گفتگو کرکے معاملہ کو فرانس کی خواہش کے مطابق طے کرائے - ۹ جولائی سنہ ۱۸۷۰ کو سفیر نے شاہ پروشیا سے ملاقات کی ' لیکن اوس نے نہایت نرم لہجے میں اوسکے مطالبات سے انکار کردیا ' جو سفیر فرانس کی تحقیر و توہین کے اثر سے بالکل خالی تہا - بسمارک کو اس انکار کا حال پہلے سے معلوم تہا - لیکن وہ ایسے سخت لہجے میں اس انکار کا اظہار کرانا چاہتا تہا جو فرانس کے آتش غضب کو بہڑکا کر تمام فرنچ قوم میں آگ لگادے ' اور اوس جنگ کا سبب بن جاے جس کا وہ مدت سے انتظار کر رہا تہا -

اس جنگ کا انتظار پرنس بسمارک کو اسلیے تہا کہ اس وقت جرمنی کوئی متحدہ قوت نہ تہی اور ملک چہوٹی چہوٹی ریاستوں میں منقسم تہا - ان میں باہم لڑائیاں ہوچکی تہیں اور مرکزی اتحاد کی کوئی صورت نظر نہ آتی تہی - بسمارک نے سونچا کہ اگر اس وقت ایک بڑی خارجی جنگ شروع ہوجاے اور جرمنی پر باہر کا کوئی غنیم چڑھہ آے تو ملک میں حب الوطنی کے جذبات بہڑک اٹہیں گے' اور تمام قوتیں یک جا مجتمع ہو کر ایک مرکزی قومی طاقت حاصل کرلیں گے - چنانچہ اسی لیے وہ فرانس کو چہیڑنا چاہتا تہا -

لیکن شاہ پروشیا کے نرم جواب نے اوسکو بالکل مایوس کر دیا ' اور اب اوس نے دوسرے حیلے ڈھونڈھنے شروع کیے -

۱۳ جولائی سنہ ۱۸۷۰ کو اس نے مارشل وان مولٹک اور بعض دیگر ارکان حکومت کو کہانے پر مدعو کیا - وہ اونکے ساتھہ کہانا کہا رہا تہا کہ میز ہی پر آکر نوکر نے شاہ پروشیا کا ایک تار دیا جو فرانس کے نام روانہ کیا گیا تہا - بسمارک نے اوسکو تمام مہمانوں کے سامنے پڑہا بادشاہ نے سفیر فرانس کو جس نرم لہجے میں جواب دیا تہا' اوس نے ان لوگوں کو اس درجہ افسردہ اور مایوس کردیا کہ سب نے کہانے سے ہاتھہ کہینچ لیا - بسمارک تار کو بار بار پڑہتا رہا اور چونکہ بادشاہ نے اسکی اشاعت کی اجازت دیدی تہی اسلیے اوسیوقت ہاتھہ میں قلم لیا ' اور اوسمیں چند ایسی باتیں بڑہا

فرانسیسی قنصل شاہ پروشیا کے سامنے

يحسبون انهم يحسنون صنعا (۱۷ : ۱۰۴)	میں بھی بیکار گئیں اگرچہ وہ سمجھہ رہے ہیں کہ ایک بہت بڑا کام کررہے ہیں -

اس بنا پر درحقیقت اسلام سے پہلے جنگ کا پیکر خونیں روح حقیقت یعنی مقصد سے بالکل خالي تھا اور دنیا کے ہاتھہ میں کشت و خون کے بعد ندامت کے سوا کچھہ نہیں آتا تھا - چنانچہ ایک جاہلی شاعر جنگ کے آخري نتایج کا ذکر ان حسرت آمیز الفاظ میں کرتا ہے :

فآبوا بالرماح مكسرات   و ابنا بالسيوف قد انحنينا

وہ لوگ ٹوٹے ہوے نیزے اورہم کج شدہ تلواریں لیکر میدان جنگ سے واپس آے -

یہی وجہہ ہے کہ دنیا کی زبانوں میں جنگ کیلیے کوئي ایسا لفظ وضع نہیں کیا گیا جو اسکے مقصد پر دلالت کرتا ہو - بلکہ جنگ کے تمام نام محض اسکے اوصاف و نتائج ہی کا بیان تیے - لیکن اسلام نے جنگ کو "جہاد" کي وسیع اصطلاح کے ماتحت لا کر اسکے مقصد اور حقیقت کو اسکے نام ہی سے واضح کردیا -

یہي اعلی مقصد ہے جسکے لیے اسلام نے ہر موقع پر جد و جہد ' کوشش و سعی ' اور دوڑ دھوپ کي ترغیب دي ہے :

لا يستوي القاعدون من المومنين غير اولى الضرر و المجاهدون في سبيل الله باموالهم وانفسهم فضل الله المجاهدين باموالهم و انفسهم على القاعدين درجة و كلا وعد الله الحسنى و فضل الله المجهدين على القاعدين اجرا عظيما - (ن م ۹۷)	مسلمانوں میں جو لوگ مغذور نہ تیے باایں ہمہ گھر میں بیٹیے رہے ' وہ ان لوگوں کا مرتبہ نہیں پاسکتے جنہوں نے اپنے اموال اور اپني جانوں سے اللہ کي راہ میں جہاد کیا - ایسے مجاہدین کو گھر میں بیٹھہ رہنے والے مسلمانوں پر ایک خاص درجہ تک بزرگي دي اگرچہ دونوں کیلیے خدا نے بہتري کا وعدہ کیا مگر مجاہدین کیلیے بمقابلہ غیر مجاہدین کے اجر عظیم ہے -

(وہ اعلی مقصد کیا تھا ؟)

قرآن مجید نے اسکا جواب نہایت مختصر اور سادہ الفاظ میں دیا ہے :

حتي لايكون فتنة ويكون الدين كله لله	دنیا میں فتنۂ ظلم و فساد باقي نہ رہے اور دین اللہ کیلیے ہو جائے
هوالذي ارسل رسوله با لهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله (توبہ)	وہ خدا جسنے اپنے رسول کونوع بشري کي ہدایت اور دین حق کي دعوت کیلیے بھیجا ' تاکہ اوس کی سچائي کو دنیا کے تمام ادیان پر غالب کردے -

لیکن انہی سادہ اور مختصر الفاظ نے عرب کي تاریخ جنگ کا ڈھانچہ بدل دیا -

اقوام قدیمہ کي لڑائیوں کا اصل مقصد اکثر محض قتل و غارت ' سیادت ' ارضی وسعت ممالک ' عزت و نمود اور اظہار شجاعت ہوتا تھا - عرب کا بھي یہی حال تھا جسکے اندر اسلام کی دعوت شروع ہوئي :

و ايامنا مشهورة في عدونا
لهـا غرر معلومـة و حجول

"ہمارے معرکے ہمارے دشمنوں میں نہایت مشہور ہیں - اونکے بیل بوٹے اور نقش و نگار اب تک اچھي طرح چمک رہے ہیں "

و الا اكن كل الشجاع فانني
بضرب الطلى و الهام حق عليم

" اگرچہ میں بہت بڑا بہادر نہیں ہوں تاہم سر اور گردن اوڑا دینے کا خوب ماہر ہوں " (یہ گویا کسر نفسي ہے !)

مشينا مشية الليث
غدا والليث غضبـان

" ہم میدان جنگ میں شیر کي چال چلے ' ایسا شیر جو صبح کے وقت شدت گرسنگي میں نہایت غضبناک ہوکر شکار کی جستجو میں اٹھہ کھڑا ہوتا ہے -

اس مقصد کا اظہار صرف میدان جنگ ہي میں نہیں کیا جاتا تھا ' بلکہ وہاں سے پلٹ کر عورتوں کو اپنی اپني بہادري کے افسانے سنا کر آنہیں اپنے کارنامہ اعمال سے مرعوب کرتے تیے :

فانـك لورايت ولن تريه
اكف القوم تخرق با لقنيتا

" اے معشوقہ ! اگر تو دیکھتي (حالانکہ تیرا دل گردہ یہ نہ تھا کہ دیکھہ سکتي) کہ دشمنوں کي ہتیلیاں کیونکر نیزوں سے چھدي جا رہي ہیں ' تو تجھکو میدان قیامت کا منظر نظر آجاتا "

كفاك التالي ممن لم تريه   و رجبت العـواقب للبذينا

" اگر تو نے مجہے اس معرکہ میں نہیں دیکھا تو یہ بہتر ہے ' ورنہ اپنے اور اپنی قوم کے فرزندوں کیلیے تو دعاے خیر کرتي "

لیکن جسطرح عرب کا اصل مقصد " غارتگري " اس مقصد کے منافي نہیں تھا ' بلکہ دونوں ساتھہ ساتھہ پورے کیے جاسکتے تیے ' اسي طرح اشاعت و اعلان حق اور دعوت صداقت و عدالة کے ساتھہ بھي اس مقصد کو پورا کیا جاسکتا تھا - عرب کي لڑائیوں کي تمام خصوصیات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے سامنے موجود تھیں ' اور اونکا جوش اون کو اور زیادہ نمایاں کرنا چاہتا تھا - ایک صحابی نے آپ سے دریافت کیا :

الرجل يقاتل للمغنم والرجل يقاتل للذكر والرجل يقاتل ليري مكانه فمن في سبيل الله ؟ (بخاري جزو۴ - ص - ۴)	آدمی کبھی لوٹ مار کیلیے لڑتا ہے کبھي شہرت کیلیے اور کبھی میدان میں اپني شجاعت کے اظہار کیلیے ' لیکن حضور فرمائیں کہ انمیں سے کون شخص مجاہد فی سبیل اللہ ہے ؟

چونکہ اسلام نے ہر عمل کا اصول اولین یہ قرار دیا ہے :

انمـا الاعمـال بالنيات (الحديث)	ہر عمل کا ثواب تمہاري نیتونکي بنا پر ہے -

اسلیے اگرچہ یہ مقاصد اشاعت کلمۂ حق کے منافي نہ تیے ' تاہم اسلام جس خلوص اور جس عدالة حقہ کا واعظ تھا ' اسکے لحاظ سے ضرور تھا کہ اس بارے میں سب سے پہلے نیتوں ہی کو درست کرے - کیونکہ انہی کا اثر خارج کے تمام اعمال پر پڑتا ہے - چنانچہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ و سلم) نے اس سائل کو جواب دیا :

من قاتل لتكون كلمة الله هي العليـاء فهـو في سبيـل اللـه ! (بخاري جزو - ۲ - ۴)	جس شخص نے اس نیت سے لڑائي کی کہ خدا کا بول بالا ہو اور اسکی سچائي قائم کي جاے ' تو صرف اسیکا قتال خدا کي راہ میں ہے !

حقیقت اگر حقیقت ہے تو پردے میں نہیں رہ سکتي - حضرة داعی اسلام علیہ الصلوۃ و السلام نے جہاد اسلامي کي اس حقیقت کا اظہار کیا تو خدا نے عملی نمونہ قائم کرکے اونکے اشتباہ کو زائل بھي کردیا - ایک غزوہ میں ایک شخص نہایت بے جگري کے ساتھہ لڑا

دنیا کا خون لے لیا ' اور جس نے کسی ایک آدمی کو قتل سے بچایا تو گویا اوس نے تمام دنیا کو زندہ کردیا "

اس بیان کو تورات سے ملانے کے بعد واضح ہوتا ہے کہ وہ ادم کے بیٹے قابیل و ہابیل تھے - ہابیل کی قربانی قبول ہوئی کہ نیکی کی قربانی کبھی رد نہیں ہوتی' اور قابیل کی قربانی قبول نہ کی گئی کہ وہ دل کا نیک نہ تھا اور بدی کا عمل کبھی قبول نہیں کیا جاتا - یہ دنیا کی پہلی لڑائی تھی جسمیں اولاد ادم نے شیطان سے اپنی بہیمیت سیکھی -

لیکن وہ دونوں درحقیقت آدم کے بیٹے نہ تھے بلکہ " جنگ و صلح" کی مجسم تصویر تھے' اور ان میں سے ہر ایک تصویر دنیا کو جنگ وصلح" کا متضاد منظر ایک ہی وقت میں دکھا رہی تھی - ایک نے جذبۂ حسد سے اپنے بھائی کو قتل کرکے اوسکے گناہوں بلکہ تمام دنیا کے گناہوں ... اپنے سر پر لے لیا ' جذبۂ بہیمی و شیطانی کا بدترین نمونہ قائم کیا ' اور نوع انسانی کیلیے سب سے بڑی مصیبت کی بنیاد رکھی - کما ورد فی الحدیث: قال صلی اللہ علیہ و سلم:

لا تقتل نفس الا کان علی آدم کفل منہا (بخاری جزو ۹ ص ۳)	ہر وہ شخص جو قتل کیا جاتا ہے' اوسکے خون کا ایک حصہ آدم کے اوس بیٹے ہی کی گردن پر ہوتا ہے جس نے قتل و خونریزی کی سب سے پہلے بنیاد ڈالی تھی -

لیکن بعد کو اس نا پاک اور بوجھہ کے ثقل فرط ندامت سے اسکی گردن جھک جاتی ہے : فاصبح من النادمین -

لیکن دوسرے نے صلح کا ہاتھہ بڑھایا اور خون بہانے کیلیے آمادہ نہ ہوا - اوسنے کہا کہ تم میرے قتل پر ہاتھہ اٹھاتے ہو تو اوٹھاو مگر میں تمھارے قتل کیلیے ہاتھہ نہیں اوٹھا سکتا - آخر کار صلح و امن کی ملکوتیت پر جنگ کی بہیمیت غالب آگئی اور وہ قتل کردیا گیا - پھر عالم ہوا کا ایک مکروہ ' بد شکل' مردار خوار' اور ذلیل پرند جو مقتولین جنگ کی لاشوں کو نوچ نوچ کے کھایا کرتا ہے' آتا ہے اور اپنے ہم جنس کی لاش دفن کرکے قبر کھودنے کا طریقہ بتاتا ہے ' اسپر قاتل کی بہیمیۃ کو کوے کی حیوانیت سے بھی شرم آنے لگتی ہے کہ : یویلتی اعجزت ان اکون مثل ہذا الغراب فاواری سوأۃ اخیہ ! فاصبح من النادمین- آخر کار خدا اس اولین تمثیل جنگ و صلح کے بعد ہمیشہ کیلیے ایک نظام عدل قائم کردیتا ہے کہ : من اجل ذالک کتبنا علی بنی اسرائیل - الخ

(اســلام اور صلح)

اسلام اسی صلح ہابیلی کا آخری نتیجہ اور اسی نظام عدل کی آخری کڑی ہے - وہ اس ابتدائی عہد بشری سے برابر بڑھتی رہی اور مختلف صورتوں اور متعدد تعلیموں میں ظاہر ہوتی رہی - لیکن دنیا میں ہمیشہ نیکی برائی کے بعد پھیلتی ہے اور نور ہمیشہ ظلمت کے بعد جلوہ افگن ہوتا ہے- اسلام سے پہلے دنیا ابن آدم کی اوسی فطرت اولی پر عمل کررہی تھی۔ عرب کی تمام لڑائیاں بغض و انتقام' رشک و حسد' منافست و مباغضت کا نتیجہ ہوتی تھیں - حرب داحس اور غبراء نے صرف ایک گھوڑے کے بھڑکا دینے پر تمام عرب میں آگ لگا دی- حرب بسوس نے صرف ایک اونٹنی کیلیے تمام عرب میں قیامت برپا کردی!

مہذب سلطنتوں میں ملک گیری کیلیے جو سلسلہ جنگ قائم ہوجاتا ہے' وہ اگرچہ اپنی نمایشی خصوصیات میں غیر متمدن اقوام اور وحشیانہ لڑائیوں سے کسی قدر مختلف نظر آتا ہے' لیکن در حقیقت اسکی آخری کڑی بھی اوسی فطرت اولیہ سے جا کر ملتی ہے جسکا ظہور قابیل کی شیطنت کے اندر سے ہوا تھا اور جسکی تمثیل تورات اور قرآن دونوں نے دی -

اسلام دنیا میں آیا تو ان دونوں قسم کی لڑائیوں نے سطح ارض کو ایک معرکہ جنگ بنا رکھا تھا ' لیکن اسنے نے دفعتاً لڑائی کے حلق کی شہرگ کاٹ دی :

لا تباغضوا و لا تحاسدوا و لا تدابروا " ایک دوسرے سے دل میں عداوت اور کینہ نہ رکھو! باہمدگر حسد نہ کرو! اور نہ آپسمیں باہم ایک دوسرے کی جگہہ پر آگے پیچھے ہٹا کر قبضہ نہ کرو! "

وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا' کذالک یبین اللہ لکم آیاتہ لعلکم تفلحون -	اور تم لوگ باہم جنگ و جدل اور قتل و خونریزی کی وجہہ سے گویا آگ کے گڑھے پر کھڑے تھے اور وہ بھڑک رہی تھی' لیکن خدا نے اسلام کی تعلیم دیکر تمہیں اس آگ سے نکال لیا -

روم وفارس کی مہذب سلطنتیں ملک گیری کیلیے باہم دست وگریباں تھیں- اسلام نے انکے مقابلے میں پکارا کہ دنیا اور دنیا کی پرفضا زمین اسلیے نہیں بنائی گئی ہے کہ اوس پر بنی نوع انسان کے خون کا سیلاب بہایا جائے ' ایک فریق دوسرے فریق کو نکال کر تمام روے زمین پر خود قابض ہوجاے ' اور آدم کی بہت سی بے خان و مان اولاد کو نو آبادیاں ڈھونڈھنی پڑیں ' بلکہ دنیا کی سطح صرف اسلیے ہے کہ اوس میں آدم کا ہر بچہ اپنے اپنے مرکز پر قائم رہکر خدا کی عبادت میں مصروف رہے - اور جو خلقت عبادت الہی کے لیے پیدا کی گئی ہے' وہ جنگ و خونریزی کے کاموں کے لیے نہیں ہوسکتی :

وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون (۵۱ : ۵۶)	ہم نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت کیلیے پیدا کیا ہے' نہ کہ بغض اور لوٹ مار کیلیے وعداوت' قتل و غارت اور شر وفساد -

اوسوقت جب کہ دنیا نے نظام امن کو بالکل بدلدیا تھا ' جب کہ ایک فریق دوسرے فریق کو پامال ستم کر رہا تھا' جب کہ ایک سلطنت دوسری سلطنت کے ممالک مقبوضہ کو چھین رہی تھی' اسلام آیا اور اس ظالمانہ نظام کو بدل کر ایک نیا عادلانہ نظام قائم کیا جسکا مقصد دنیا کی تمام لڑائیوں سے بالکل مختلف تھا -

(مقصد جنـگ)

دنیا کی خونریز لڑائیوں کا مقصد جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے ' صرف بغض و انتقام کے تشنہ کام جذبات خبیثہ کی پیاس بجھانا تھا- انسان فرط غیظ وغضب میں اگرچہ جنگ کو ایک عظیم الشان مقصد خیال کرتا ہے' لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کو غضب انسانی مقصد عظیم خیال کرتی ہے ' مدنیۃ فاضلہ اوسکو کوئی مقصد ہی نہیں قرار دیتی - ڈاکہ اور راہزنی کسی متمدن انسان کا مقصد نہیں ہوسکتا ' ظلم و تعدی انسانیت کی غرض نہیں ہو سکتی ' بغض و انتقام کے بعد انسان کے ہاتھہ میں انسانیت کیلیے کیا رہ جاتا ہے ؟ اگر تمدن سچا اور شائستگی واقعی شائستگی ہے تو وہ قومی وجنسی بغض و انتقام کے ساتھہ کبھی جمع نہیں ہوسکتی-

عرب سے زیادہ اس قسم کی جنگ و خونریزی کیلیے کس نے دوڑ دھوپ کی ہوگی ؟ لیکن دیکھو خدا خود کہتا ہے :

ہل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا وہم	کیا ہم تمھیں سب سے زیادہ نقصان میں رہنے والونکا پتہ دیں ؟ یہ وہ لوگ ہیں جنکی کوششیں اس دنیوی زندگانی

مارشل وان مولتکے

اس قدر سپاهی ضائع هوے که میدان کا تمام نشیبي حصه لاشوں سے پٹ گیا - فرانس کے مجروحین و مقتولین و اسیران جنگ کی تعداد ۵۰۰۰۰ تک پهونچ گئي تهي ' لیکن پروشین فوج کا بهی بہت زیادہ نقصان هوا تها - آخر میں پروشین فوج نے میٹز کے قریب بازین کا محاصرہ کیا ' اور اوسکے تمام تعلقات پیرس کو منقطع کردیا -

اب وہ سخت مصیبت میں گرفتار هوگیا - دوسري طرف سے ولي عهد جرمنی دو لاکهه فوج لیکر شالون کے جنوب کي طرف پیرس کے محاصرہ کے لیے (میٹز سے آگے) بڑهتا چلا جاتا تها ' اور اوسکي مدافعت میں جنرل مکماهون کا هر قدم پیچهے تها - شاہ ولیم بهي اپني فوج کے ساتهه آگے بڑهکر میٹز کے قریب ولیعهد سے ملگیا ' اور اب اس اجتماعي قوت نے پیرس کے محاصرہ کو بالکل آسان کردیا -

جنرل مکماهون کو شالون سے هٹنے کے بعد کمک پهونچی ' اور اس نے میٹز کے قریب بازین کو مدد پهونچانا چاهي ' لیکن ولی عهد نے اپنا راسته بدل دیا - اب مکماهون نے شمال کی جانب حدود بلجیم تک اسکا تعاقب کیا اور ۲۸ سے لیکر ۲۹ - اگست تک دونوں فوجوں میں معمولی لڑائیاں هوتی رهیں - ۳۰ - اگست کو مکماهون موزِ میکسي کی طرف بڑها - پروشین فوج نے اس مقام پر اسکو شکست دیکر ۱۲ توپیں چهین لیں اور هزاروں قیدي گرفتار کیے ' لیکن اسي مقام پر جدید کمک نے دونوں فوجوں کی طاقت میں ایک نمایاں اضافه کردیا - جس سے اوسی رات کی صبح کو ایک عظیم الشان معرکۂ جنگ گرم هوا - لیکن فرانسیسیوں نے بالاخر شکست هي کهائی ' اور مقام سیدان تک پیچهے هٹ آے -

(یوم سیدان)

یکم ستمبر کي صبح کو مکماهون کو پهر کمک پهونچي ' اور وہ مقام سیدان کے قریب قلعه بند هوگیا - پروشین فوج نے صبح تڑکے پانچ هي بجے سے حمله شروع کیا ' اور ابتدا میں فرانسیسی فوج نے بہادرانه مدافعت کي - گو دوپہر تک لڑائي جاري رهي ' مگر پروشین کے حمله کو فرانسیسي فوج نے پسپا کردیا - پروشین فوج نے دوسري بار پهر حمله کیا ' لیکن اس مرتبه بهي ناکامیاب واپس هوئي -

فتح و ظفر کے حوصله مندانه جذبات پر یه ناکامي سخت شاق گذري - اسی دن ۳ - بجے کے بعد پهر پروشین فوج نے جانبازانه حمله کیا ' اور اسي حمله نے اس جنگ کا آخري فیصله کردیا - تمام فرانسیسي فوج کے پانوں اکهڑ گئے اور اونهوں نے راہ گریز اختیار کي - پروشین فوج نے تعاقب کیا اور کامیاب واپس آے - اس معرکه میں ۳۰۰۰۰ پروشین سپاهي مجروح و مقتول هوئے - اور فرانسیسي فوج کے ۲۰۰۰۰ جانوں کا نقصان هوا -

(اعتراف شکست)

اسی معرکه میں مارشل مکماهون بهي زخمی هوا اور اوسکی پوري لشکر پر مایوسي چها گئي - بالاخر اوس نے شاہ پروشیا کے سامنے اپنی شکست تسلیم کر لی - نپولین ثالث بهی مکماهون کے ساتهه شریک جنگ تها ' اوسکو بهی مجبوراً سپر ڈالدیني پڑي جن درد انگیز اور مایوسانه الفاظ کے ساتهه اوس نے شکست کا اعتراف کیا تها ' وہ تذکرۂ عبرت و بصیرت کیلیے همیشه تاریخ میں یادگار رهینگے -

" چونکه میں اپنی فوج کے آگے شریفانه موت مرنے کي قدرت نهیں رکهتا ' اسلیے حضور کے پانوں پر اپنی سپر ڈالدیتا هوں فاعتبروا یا اولي الابصار ! "

شاہ پروشیا نے اوسکے ساتهه نهایت شریفانه برتاو کیا - اور خاص اوسکے خاندان کے قیام کے لیے کاسل کے قریب ایک محل خالی کردیا -

(انقلاب حکومت فرانس)

پیرس میں جب شکست کی خبر پهونچي تو ایک تلاطم برپا هوگیا - تمام لوگ بازاروں میں دیوانه وار پهرنے ' اور قیام جمهوریت کے لیے شور و غل مچانے لگے - بادشاہ اور تمام شاهي خاندان سے عمداً نفرت ' بیزاري ' اور علحدگی کا اظہار کیا گیا - اسلیے که نپولین نے تلوار ڈالدي اور پروشیا کے آگے سر عجز خم کردیا -

۴ ستمبر کو تمام باشندوں کے ساتهه وطني والنٹیروں نے بهي جمهوریت کا مطالبه کیا - هاوس آف لارڈ اور مجلس قانون کے خاندان نے ملک کے ساتهه خیانت کي هے - بالاخر جمهوریت کے تمام ارکان نے دارالحکومت میں جاکر نوابان فرانس میں سے گیارہ اشخاص کي ترکیب سے ایک وقتي حکومت قائم کي - ملک میں اس انقلاب حکومت کا نهایت خوشي اور مسرت کے ساتهه استقبال کیا گیا ' اور جبراً بادشاہ کے تمام اعزازات چهین لیے گئے -

ان گیارہ شخصوں میں سے مشهور و نامور یه چهه اشخاص تهے : عمانوئیل اراگو ' عمانوئیل کریمیو ' ژول ویري ' ژول سیموں ژول کا متبنا - ان میں ژول سیموں مشهور مصنف هے -

مارشل مکماهون

تاریخ و عبر

اولین جنگ جرمنی و فرانس

سنه ۱۸۷۰ ، ۱۹۱۴ع مـــیں !

(۲)

(پہلا معرکہ)

پہلا معرکہ مقام سار برورک میں ۳۰ جولائي کو شروع ہوا ' اور یکم اگست تک جاري رہا - اس معرکہ میں میدان فرانسیسوں کے ہاتھہ رہا اور انہوں نے اس مقام کو فتح کرلیا - لیکن دو ھي تین روز کے بعد زمانہ نے پلٹا کھایا ' اور اب پروشین فوج نے ایک نمایاں کامیابي کے ساتھہ انہزام و شکست کے اس بدنما داغ کو اپنے دامن شجاعت سے مٹادیا - چنانچہ ۴ - اگست کو وہ ولي عہد کی سپہ سالاري میں ریسنس برگ پر قابض ہوگئی - اور فرانس کا سپہ سالار جنـرل دوای اس معرکہ میں کام آیا - نیز تقریباً ۸۰۰ فرانسیسی گرفتار بھی ہوے -

اسوقت تک پروشین فوج صرف مدافعت کررھي تھي' لیکن اس تاریخ سے اوس کي فاتحـانہ جنگ کا زمانہ شروع ہوا -

۶ - جولائی کے معرکہ میں پروشین فوج نے فرانسیسي لشکر کو شکست فاش دي' اور ۴۰۰۰ فرانسیسی قیدي گرفتار کرلیے - اس معرکہ میں فرانس کے ۱۱۰۰۰ سپاہی کام آے ' اور پروشیا کے صرف ۳۰۰۰ سپاہی ضائع ہوے - اب سارابرورک پھر پروشیا کے زیر علم آگیا -

فاتحانہ جوش میں پروشین فوج نے اس قوت کے ساتھہ حملے کرنے شروع کیے کہ فرانسیسی فوج کو کور باگ' و سان افوالد' اور تھیونویل سے نکلنا پڑا' اور انکے ۸۰۰۰ قیدي گرفتار ہوگئے - بالاخر فرانسیسی لشکر پیچھے ھٹا ' او ر پروشین فوج نے میتز تک فرانسیسی فوج کا تعاقب کیا جہاں سے اوس نے سب سے پہلے اپنے علم ہجوم کو بلند کیا تھا !

(پیرس میں اضطراب)

پیرس میں اس شکست کی خبر نے ایک طوفان بپا کردیا ' تمام رعایا بدحواس ہوگئی ' عام باشندوں میں اس قدر اضطراب پیدا ہوا کہ ارکان سلطنت کو شورش و بغاوت کا خوف پیدا ہوگیا ' چنانچہ اس فتنہ کے فرو کرنے کیلیے یہ جھوٹي خبر مشتہر کی گئي کہ پروشیا نے شکست پائی اور فرانس کو فتح حاصل ہوئي ' لیکن جھوٹ کب تک فتح پاسکتا تھا ؟ واقعہ کی اصلیت بالاخرہ ملوم ہوگئي اور اوس نے پہلے سے بھی زیادہ ھلچل پیدا کردي - یہانتک کہ تمام اہل شہر نے وزیر اعظم کے محل کو گھیر لیا ' اور واقعہ کی اصلیت دریافت کی - وزیر اعظم نے مجبوراً صرف وینسبرگ کی شکست کا اعتراف کیا - دوسرے دن ورتھہ اور کووبرگ کے شکست کی خبر معلـوم ہوئي تو تمام پیرس وزارت خانہ میں اومنڈ ایا - اسوقت پیرس میں نپولین ثالث کي بیگم اپنے شوہر کي قائم مقام تھی - اوس نے ۹ - اگست کو فرانسیسي دار الامراء او ر کونسل قانون ساز (مجلس تشریعي) کا انعقاد کیا - وزیر اعظم جو نہي تقریر کیلیے کھڑا ہوا ' لوگوں نے شور مچاکر روک دیا بالاخر - سابق وزارت توڑ دیگئی اور کونٹ پوالک کي صدارت میں جدید وزارت قائم ہوئي - اسی زمانے میں جنرل مارشل لابو نے بھی استعفاء دیدیا اوسکي جگہ جنرل مارشل مازین فرنچ افواج کا سپہ سالار مقرر ہوا -

(واقعہ و وقعہ ؤتیو نویل)

اب پروشین فوج پرنس فریڈرک چارلس کي سپہ سالاري میں لورین کے دار السلطنت میتز کی طرف بڑھی جو موجودہ جنگ میں مشہور جرمن سرحدي مرکز ہے ' اور جرنل ولی وردرشتین بھي جنوبي جرمن فوج کو لیکر اسٹرا سبرگ کي طرف روانہ ہوگیا' جو الزاس کا سب سے بڑا شہر تھا - ولي عہد نے بھی جنرل مکما ہون کے مقابلہ کیلیے نالسي کا رخ کیا - جنرل مکماہون نے پہلے ھي حملے میں شکست کھالي' اور شالوں سیر مارن تک ہٹ آیا - پروشین فوج نے میتز میں بھي اسي قسم کی فتح حاصل کي ' اور فرانسیسیوں کو سخت نقصانات کے بعد پیچھے ہٹنا پڑا -

۱۵ - اگست سنہ ۱۸۷۰ع کو پروشین فوج نے نہر موسیل کو بھي (جو میتز او ر تیونویل کے درمیان واقع ہے) فرانس کے اوس خط رجوع کے توڑنے کیلیے عبور کرلیا جو پیرس تک جاتا تھا - ۱۶ کو تیونویل کا معرکہ پیش آیا جس میں فرانسیسیوں نے سخت شکست کھالي - سب سے پہلے دن آخري مدافعت کیلیے تمام فرانس کي قوت اُمنڈ آئي ' اور ۱۷ - اگست کو میتز کے غربی جانب ریزنویل کا عظیم الشان معرکہ پیش آیا جو نو گھنٹے تک جاري رہا - بازین نے اس معرکہ میں بھی شکست کھائي' اور فریقین کے

[بقیہ صفحہ ۱۲ کا]

یہاں تک کہ میدان جنگ سے پلٹ کر تمام صحابہ نے اوسکي شجاعت کي داد دي - لیکن آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا' " وہ جہنمی ہے " - ایک صحابي کو اسپر سخت تعجب ہوا - اونھوں نے اوسکے تمام زمانۂ جنگ کی دیکھہ بھال شروع کردي - حسن اتفاق سے وہ ایک موقع پر سخت زخمی ہوا ' اور زخم کي تکلیف سے بیتاب ہوکر خود کشي کرلي (جو حرام ہے کیونکہ اسلام کی نظر میں اپنے تئیں زندہ رکھنا انسان کا اولین فرض دینی ہے) وہ صحابي دوڑے ہوے آنحضرت کی خدمت میں آے اور عرض کي : " بیشک آپ خدا کے رسول ہیں " آپ نے فرمایا کہ تم صرف ظاھري حال دیکھکر متاثر ہوگئے مگر خدا تو نیتوں کو دیکھتا ہے - اس شخص نے بڑي شجاعت سے لڑائي میں حصہ لیا ' لیکن چونکہ خلوص و صداقت کے ثبات سے محروم تھا - اسلیے حرام موت مرکر اپني تمام محنت ضائع کردي اور اسي لیے میں نے اسے جہنمي کہا :

ان لرجل لیعمل العمل اھل الجنة فیما یبدو للناس و ھو من اھل النار — ایک آدمی بظاہر اہل جنت کا کام کرتا ہے حالانکہ وہ دوزخی ہوتا ہے ' اور

و ان لرجل لیعمـل عمل اھل النار فیما یبدو للناس و ھو من اھل الجنة (بخاري جزو - ۴ - ص - ۳۷) — ایک آدمي بظاہر دوزخیں کا طریق عمل اختیار کرتا ہے' لیکن وہ جنتی ہوتا ہے !

اسلام کي دعوۃ اولیٰ کا مقصد مخلصین و قانتین کي ایک پاکباز جماعت کا پیدا کرنا تھا جسکو ہر گروہ ' ہر جماعت ' ہر زندگي ' ہر حال ' اور ہر ایک میں ہونا چاھیئے - فوج کي تنظیم و ترتیب میں بھي ہمیشہ یہی مقصد پیش نظر رہتا تھا اسلیے اگر آب زمزم میں شراب کا ایک قطرہ بھي مل جاتا تھا ' تو اسلام کے دامن خلوص پر اس سے دھبہ آجاتا تھا -

چنانچہ ایک بار غنیمت کی لالچ سے ایک مشرک نے آپکے ساتھہ شریک جہاد ہونا چاھا - اس نے تین بار درخواست کي لیکن آپ نے ہر مرتبہ انکار کردیا - یہ واقعہ تفصیل کے ساتھہ صحاح میں منقول ہے -

بریدِ فرنگ

(ضرورت قانون سے نا آشنا ہے) ۔

۴ - اگست کو جرمن چانسلر نے برلن میں جو تقریر کی تھی، اسکے اقتباسات لندن ٹائمز نے شائع کیے ہیں - ایک موقع پر وہ کہتا ہے :

"حضرات ! ہم ضرورت کے عالم میں ہیں اور ضرورت قانون سے نا آشنا ہے - ہماری فوجوں نے لکسمبرگ پر قبضہ کرلیا ہے اور شاید وہ اسوقت خاک بلجیم پر قدم زن ہوچکی ہونگی - حضرات ! یہ اقدام بین الملی قانون کے خلاف ہے - یہ بھی صحیح ہے کہ فرانس نے برسیلز میں یہ اعلان کیا ہے کہ جب تک انکے حریف بلجیم کی ناطرفداری کا پاس کرینگے، اسوقت تک وہ بھی لحاظ کریگا - تاہم ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ فرانس تاراج کرنے کے لیے تیار کھڑا ہے - فرانس انتظار کرسکتا ہے مگر ہم انتظار نہیں کرسکتے - ہمارے سرحدی بازو پر فرانسیسی فوج کی نقل و حرکت ہمارے لیے ایک آفت ثابت ہوسکتی ہے - اسلیے ہمیں لکسمبرگ اور بلجیم کے جائز اعتراض کو مجبوراً پامال کرنا پڑا ہے -

ہم علانیہ کہتے ہیں کہ ہم ایک حق تلفی کے مرتکب ہو رہے ہیں، مگر جونہی ہمارا فوجی مقصد حاصل ہوجائیگا، ہم فوراً اسکی تلافی کی کوشش کرینگے - جو کوئی بھی ہماری طرح خطرہ میں ہوگا اور اپنے بلند ترین مقبوضات کے لیے لڑیگا، اسکا صرف یہی ایک خیال ہوگا کہ کسی طرح قطع و برید کرکے اپنا راستہ نکالا جاے "

نیر ایسٹ اپنی تازہ ترین اشاعت کے ایڈیٹوریل نوٹس میں لکھتا ہے :

" انگریزی امیر البحر کے "سلطان عثمان اول" اور "رشادیہ" لے لینے کی خبر سے ایتھنس میں جو مسرت و شادمانی پیدا ہوئی تھی اسکو اس خبر سے کسیقدر صدمہ پہنچا ہوگا کہ جرمنی کے "گیوبن" اور "بریسلا" جہاز اب عثمانی بیڑے کی فہرست میں نظر آتے ہیں -

اب بحر ایجین میں بحری قوی کے توازن کا میلان یونان کے خلاف ہے -

جو شخص یہ جانتا ہے کہ ایک طرف تو بعض اعضاء انجمن اتحاد و ترقی کو سالونیکا کی روایات کے ساتھہ کسقدر شدید وابستگی ہے، اور دوسری طرف جزائر ایجین کے متعلق ترکوں کی حسیات کیا ہیں؟ وہ اس امر کے معلوم کرنے میں ناکام نہیں رہیگا کہ "گیوبن" کی آمد ایجین کے نا طے شدہ سوال کے لیے ایک سنگین پیچیدگی ہے - غرض حالت سنگین ہے گو اتنی سنگین نہ ہو کہ ان افواہوں کو تسلیم کرلیا جاے، جو ان فقروں کے لکھنے کے وقت مشہور ہو رہی ہیں -

شاید حالات کا سب سے زیادہ تشفی بخش پہلو یہ ہے کہ موسیو وینزیلوس " اتحاد بلقان " کے دوبارہ قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور یونان کی تمام دوسری سیاسی جماعتوں کے لیڈر اس نازک وقت میں انکی مساعدت کے لیے بظاہر مستعد معلوم ہوتے ہیں -

اگر ترکی کو غلط مشورہ دیا گیا کہ وہ موجودہ حالت میں اپنے آپ کو بالکل خطرہ کے اندر ڈالدے (جو ایک حماقت ہے جسکے متعلق ہمیں امید ہے کہ ترک اسکے ارتکاب کے قابل نہ ہونگے) تو ایک طرف کے پلہ میں اسکے وزن کا توازن دوسرے طرف کے پلے میں اسکے ہمسایوں کے وزن سے ہوجائیگا "

نیر ایسٹ اسی اشاعت کے مقالۂ افتتاحیہ میں لکھتا ہے :

" گیوبن " اور اسکے رفیق (بریسلا) کا ایک حریف طاقت کے پاس سے نکلکے ایک نا طرفدار طاقت کے پاس عین جنگ کے زمانہ میں چلا جانا قسطنطنیہ پر ڈپلو میٹک اعتراض کی ایک بنیاد پیدا کرتا ہے - لیکن یہ ایک اہم واقعہ ہے کہ اگر جنگ کا ایک خوفناک انجن معرکہ کی اس صف سے نکلگیا ہے جو ہمارے مقابلہ میں آراستہ کی گئی ہے، تو وہ باب عالی کے ہاتھہ میں چلا گیا ہے، اور ہمکو یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ جو لوگ استنبول کی پالیسی پر قابض ہیں، وہ مغرب کے دل پر اس احساس کے نقش کرنے میں ناکام رہے ہیں کہ صلح پسند ارادوں کے متعلق انکے عہد و پیمان میں صداقت و واقعیت ہے "

غالباً نیر ایسٹ کے دفتر میں یہ پیغمبرانہ اخلاق اس وقت ظاہر کیا جا رہا تھا، جب کہ خود یورپ کے باہمی پیمان ہاے صلح و امن کا جنازہ دفن ہو چکا تھا ! سب سے زیادہ دلچسپ حصہ مضمون کے خاتمہ کا ہے :

"انجمن (اتحاد و ترقی) کے ایک حصہ پر افسوس اور دوسرے حصہ کے حوصلوں کی قدر دانی کی جا سکتی ہے، اور بہت سے لوگوں سے انہیں عملی ہمدردی بھی حاصل ہوگی، لیکن ہم اس واقعہ کو ایک بد قسمتی خیال کرتے ہیں کہ ان حوصلوں کے خوش کرنے اور ان افسوسوں کے بدلہ لینے کے ذرائع ایسے وقت میں حاصل ہوے ہیں جب کہ قسطنطنیہ کی پالیسی پر متحدہ طور سے دباو ڈالنے کے لیے یورپ موجود نہیں ہے " انہ لحسرۃ علی الکافرین و انہ لحق الیقین فسبح باسم ربک العظیم -

---

اسی ہفتہ کا نیر ایسٹ اپنے ایک دوسرے ایڈیٹوریل نوٹ میں لکھتا ہے :

" یہ اعلان کردیا گیا ہے کہ مصر جنگ کی حالت میں ہے اور انگریزی جماعت کے زیر سایہ ہے - اسکی تفسیر صرف یہ کی جاسکتی ہے کہ سرکاری طور پر خدیو کا سلطان کے ساتھہ تعلق برطانیہ کے تعلق کے مقابلہ میں کم تسلیم کیا گیا ہے - جسوقت کہ مصر کا براے نام بادشاہ (سلطان المعظم) سنہ ۱۹۱۱ع سے سنہ ۱۹۱۳ع تک جنگ میں مصروف تھا، تو اسوقت وہ جنگ کی حالت میں نہ تھا، مگر اب کہ انگریزی فوج نے ٹیوٹنیک شاہنشاہوں (یعنی قیصر جرمنی اور شاہنشاہ آسٹریا ہنگری) کے مقابلہ میں اپنی تیغ علم کی ہے، تو اسکی حالت بالکل برعکس ہے ! ۔

ہم کسی روایت کو الٹنا نہیں چاہتے جب تک کہ وہ محض بے ضرر اور خوشنما رہے - مثلاً یہ کہ عباس حلمی (خدیو حال مصر) ایک عثمانی پاشا اور روائتا مصر کے وائسراے ہیں - مگر ہم خیال کرتے ہیں کہ وقت آگیا ہے کہ اس کیپھیولیشن (مشروط اطاعت) کا دور ختم ہوجانا چاہیے جسکی وجہ سے خدیو کی بادشاہی کا استعمال نہایت سنگین طور پر پابزنجیر ہے " یعنی نیرایسٹ کے خیال میں وقت آگیا ہے کہ ترکی کا تعلق مصر سے بالکل منقطع کردیا جاے اور اسکا آخری فیصلہ ہوجاے ! وما تخفی فی صدورہم الاکبر !

۵ ستمبر کو اس وقتي حکومت نے جمہوریت کا علم اعلان کیا اور وہ بالاتفاق تسلیم کرلیا گیا - نپولین کي بیگم بھاگ کر انگلستان چلي آئي ' اور تمام سلطنتوں میں سب سے پہلے ولایات متحدہ نے فرانس کي جمہوریت کا اعتراف کرلیا -

(محاصرۂ پیرس)

لیکن ابلتے ہوے چشموں ' ابھرنے والي موجوں ' اور بہنے والی طاقتوں کو کون روک سکتا ہے ؟ مکماہون اور نیپولین کے اعتراف شکست کے بعد شاہ پروشیا نے ۳ لاکھہ سپاہیوں کو لیکر پیرس کا محاصرہ کرلیا - اب باشندگان پیرس کے سامنے صلح کے سوا نجات کي اورکوئي راہ نہ تھي - چنانچہ مشہور فرانسیسي سیاسي و مورخ تیارسے نے ' جسکا ذکر اوپر گذر چکا ہے ' اس غرض سے لندن ' وائنا ' پیٹرسبرگ کا سفر کیا ' لیکن ان سلطنتوں نے بیچ میں پڑنے سے انکار کردیا -

ژوویر وزیر خارجیہ فرانس نے خود کونت بسمارک سے صلح کے متعلق گفتگو کي لیکن اوسنے جواب دیا :

" صلح ناممکن ہے ' کیونکہ اسوقت پیرس میں کوئي مستقل حکومت نہیں ہے - ساتھہ هي پروشیا صوبہ الزاس اور لورین کے الحاق سے دست بردار بھي نہیں ہو سکتي "

اگرچہ فرانسیسیوں نے اپنے مقبوضہ ممالک کے ایک چپہ دینے سے بھي انکار کیا ' لیکن پروشین حکومت نے فتح کے پہلے هي دن سے اسٹرا سبرگ میں اپني ایک فوج بھیجدي - اور اس نے اسپر فوجي قبضہ کرلیا -

۱۹ سپٹمبر کو تقریباً نصف ملین پروشین فوج پیرس کے گرد جمع ہوگئي اور اوسکے محاصرے کا اعلان کیا - اسوقت پیرس میں ۲۳۰۰۰۰ فوج تھي - اب فرانسیسي صلح سے مایوس ہوگئے تھے ' اسلیے اونہوں نے جان پر کھیل کر مدافعانہ حملے کا عزم کرلیا - حکومت وقتیہ کے بعض ارکان محاصرہ سے پہلے هي تولوں چلے گئے تھے ' اور وہاں سے بیروني دنیا کي خبریں غبارہ کے ذریعہ پیرس کے اندر پہونچاتے رہتے تھے -

جنرل گریبالڈي نے اپنے دونوں لڑکوں کے ساتھہ جمہوریت اعتراف کرلیا ' اور ایک لاکھہ مزید فرانسیسی فوج آکر جمع ہوگئی ' لیکن محاصرہ پیرس هي تک محدود نہ تھا ' جنرل بازین نے میٹز میں بھي مجبور ہو کر شکست تسلیم کرلي تھي - باشندگان پیرس پر میٹز کا سقوط نہایت شاق گذرا اور اونہوں نے جنرل بازین پر بھي خیانت کا الزام لگادیا ' کیونکہ اوس نے اب تک جمہوریت کا اعتراف نہیں کیا تھا - چنانچہ اوسکے گرفتار کرلینے کا سرکاري اعلان ہوا -

(اتحاد جرمني)

اسي محاصرہ کے زمانے میں جرمني کے تمام مستقل صوبے پروشیا کے ساتھہ ملحق ہوگئے اور جرمني ایک متحدہ سلطنت بن گئی - ولیم اول شاہ پروشیا کو اوسکا بادشاہ بنایا گیا ' اور جنوري سنہ ۱۸۷۱ میں اسکے اعلان عام کردیا گیا - اس طرح اتحاد جرمنی اور " جرمن امپائر " کے اس خواب کي تعبیر ملگئي جو پرنس بسمارک نے دیکھا تھا اور اسکی تعبیر جنگ فرانس و جرمنی کے خون و ہلاکت کے اندر ڈھونڈھی تھی -

(انعقاد صلح)

اب پروشین فوج کے محاصرہ نے فرانسیسیوں پر دنیا تنگ کردي اور صلح پر بالکل مجبور و مضطر ہوگئے - بالاخر تین ہفتے کي ہنگامي صلح پر دونوں سلطنتوں کا اتفاق ہوا ' اور اس اثناء میں فرانسیسیوں کو مقام بورڈو میں انعقاد مجلس صلح کیلیے وکلاء کے انتخاب کرنے کا موقع دیا گیا - ۲۸ جنوری سنہ ۱۸۷۱ع کو فرانس کي طرف سے ژول ویبر ' اور پروشیا کي جانب سے بسمارک کا نام پیش کیا گیا - فرانسیسیوں میں وکلاکے انتخاب کے بارے میں سخت اختلاف ہوا ' لیکن ۸ فروري کو جمہوري راے غالب آئي اور ۱۵ وکلاے صلح کا اور انتخاب ہوگیا -

۱۵ فروري کو بورڈو میں تمام وکلا کا جلسہ ہوا ' اور موسیو تیارسے کو مجلس صلح و حکومت جمہوریہ ' دونوں کا پریسیڈنٹ مقرر کیا گیا - ۲۸ فروري کو بہت سے بحث و مباحثہ کے بعد ایک معاہدہ لکھا گیا جسکے ذریعہ اسٹرا سبرگ اور الزاس کے پورے صوبے ' اور لورین کے پانچویں حصے کا الحاق جرمنی کے ساتھہ کردیا گیا - میٹز بھي اس میں شامل تھا - اسکے علاوہ فرانس سے پانچ برس کي مدت میں ۲۰۰۰۰۰۰ گني کا تاوان جنگ بھي دلوایا گیا ' اور اسي پر جنگ کا خاتمہ ہوگیا -

اس جنگ پر تقریباً نصف صدي گذر گئي ' لیکن فرانسیسیوں کے دل پر اسکا داغ ہمیشہ تازہ رہا -

موجودہ عہد کا ہیبتل شپ

فرانس کا ایک جدید ترین جنگی جہاز
(سنہ ۱۹۱۳ء)

ایک وسیع ٹکڑا ہے - اس مقام سے فاصلہ پر ایک کارخانہ ہے جہاں فولاد کی چادریں اور سلاخیں ڈھلتی ہیں - چند کشتیاں ان چادروں اور سلاخوں کو لاکے اس زمین کے ٹکڑے پر ڈالدیتی ہیں - اس مقام پر ریک یا الماریاں ہیں جن میں یہ بڑی بڑی چادریں رکھی جاتی ہیں

ان کا طول ۴۰ فیٹ اور وزن ۷ ٹن کا ہوتا ہے - غور کیجیے کہ ایک چھوٹی سی تعمیرگاہ کیونکر اسقدر طویل اور وزنی سلاخوں اور چادروں سے کام لینے کیلیے کافی ہوسکتی ہے ؟

اب ذرا ہموار کرنے والے آلے (پلینز) کو دیکھیے - آپ کو معلوم ہوگا کہ جیسے ایک تولنے والی مشین ہے اور اس کے پچھلے مقام پر ایک آدمی کھڑا ہے - یہاں پر جو چادریں رکھی ہیں انکا کنارا پیچھے کی طرف ہوتا ہے - اور وہ آدمی انکے سرے کے برابر برابر دوڑتا چلاجاتا ہے اور کنارے ہموار کرتا جاتا ہے - اسکی روز ۳۰ میل کی ہوتی ہے - بظاہر یہ مسافت کافی معلوم ہوتی ہے اور ایک یا دو سال پہلے کافی سمجھی بھی جاتی تھی' مگر اب اسکو نادارہ ماضی سمجھیے کیونکہ یہ مسافت بالکل نا کافی ہوگئی ہے اور اب فرانسیسی جہازوں کا طول ۳۰ فیٹ اور زیادہ بڑھا دیا گیا ہے

تعمیرگاہ میں ہر شے پریشان کا ہوتا ہے اور انکی روانگی کی ایک منزل مقصود متعین ہے - سلاخوں اور چادروں کے ہزارہا ٹکڑے ہوتے ہیں - مگر یہ عجیب بات ہے کہ جو جہاں جانا چاہیے ٹھیک اسی مقام پر جاتا ہے' اور ذرا بھی بے ترتیبی نہیں ہوتی - اور دیکھیے یہ چوڑی سلاخیں ہیں - انکے کناروں کو اسطرح مڑنا چاہیے جسطرح کاغذوں کے کنارے مڑے ہوتے ہیں - یہ سلاخیں بسرعت تمام ایک دبانے والی مشین میں پہنچ جاتے ہیں' اور جب چند سکنڈ کے بعد نکلتے ہیں تو انکی وہی شکل ہوجاتی ہے جو مطلوب و مقصود ہے - اسکے بعد ایک اور مشین ہے جو مختلف شکل کے کونوں میں انہیں کاٹدیتی ہے

اب دوسری طرف نظر اٹھا کے دیکھیے - یہاں سوراخ کرنے والی مشینیں ہیں - یہاں جو سوراخ ہوتے ہیں انکی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کیل کو نہایت مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں - اس مقام پر آپ کو کچھ آدمی سیاہ عینکیں لگائے ہوے نظر آتے ہونگے انکے ہاتھوں میں لچکدار پائپ ہیں - ان پائپوں سے نیلگوں گیس نکلتا ہوا نظر آتا ہوگا - یہ گیس اکسی ایسٹیلین کے شعلے ہیں جو سخت سے سخت لوہے کو بھی لمحوں کے اندر نرم کردیتے ہیں

اب آپ جہاز کی کمانیوں کے نیچے کھڑے ہوں - یہ کمانیاں نصف حصہ تک فولاد کی چادروں سے ڈھکی ہوئی ہیں ٹھن - ٹھن ٹھن .... یہ ہتھوڑوں کی آواز ہے جو مسلسل فولاد کی چادروں پر پڑ رہے ہیں - اور گویا اپنی اس ہنسی میں قہقہا لگا رہے ہیں کہ باوجود ایسی ایسی عظیم الشان مشینوں کی ایجاد کے ابتک انسان کی دستی صنعت سے صناعۃ بے نیاز نہیں ہوسکی ہے !!

یہ ہتھوڑے چادروں کے ٹکڑوں کو جا بجا جوڑ رہے ہیں

اب ذرا جہاز کے مختلف اجزاء و حصص کی ترتیب سمجھہ لیجیے - سب سے پہلے جہاز کا پیندا ہوتا ہے جسکو انگریزی میں "کیل" کہتے ہیں - اسکے بعد دو باہر کی طرف اور اوپر کی جانب نکلی ہوئی کمانیاں ہوتی ہیں' جنکو انگریزی میں "رب" کہتے ہیں - یہ کمانیاں پیندے کے دونوں طرف ہوتی ہیں' اور انکی شکل بالکل اس طرح کی ہوتی ہے' جیسی چت لیٹنے کے وقت ہماری پسلیوں سے پیدا ہوجاتی ہے - ہماری پسلیوں پر گوشت اور کھال کا غلاف ہے - اسی طرح جہاز کی ان "پسلیوں" پر بھی آہنی چادروں کا غلاف ہوتا ہے -

اتنا تو آپ خود قیاساً اندازہ کرلےسکتے ہونگے کہ ایک جہاز میں کتنی ملیں چھوٹی بڑی کیلیں ہوتی ہونگی جنسے جہاز کی زمین تیار ہوتی ہے -

(کمپریسر)

پورٹ سموتھ کی تعمیرگاہ میں ایک کمپریسر (یعنی ہوا کو دبانے والی مشین) ہوتی ہے - یہ مشین ہر منٹ میں ۴ ہزار فیٹ مربع ہوا کو فی انچ سو پونڈ وزن کے اوسط سے دباتی ہے - یعنی اسکی ایک انچ ہوا میں اتنی طاقت ہوتی ہے جتنی ایک سو پاونڈ وزن کی کسی چیز میں ہوسکتی ہے !

اس سے آپ اندازہ کرلیں کہ جب ہوا دبائی جاتی ہے تو اسمیں کتنی طاقت پیدا ہوجاتی ہے ؟

اس مشین کے جوڑنے اور چلانے میں بڑی رقم صرف ہوتی ہے - اسکا ہر ہینڈل ٹول جب چلتا ہے تو ۳۴ پونڈ خرچ کراتا ہے' اور پھر ایسے ہنڈل ٹول ایک دو نہیں بلکہ بہت سے درکار ہوتے ہیں

(ہوائی ہتھوڑے)

یہاں آپکو ہوائی ہتھوڑے بھی نظر آئینگے - ان میں سے ہر ہتھوڑے کی ایک ضرب کا وزن ۳۴ پونڈ ہوتا ہے - ان ہتھوڑوں تک ہوا ربر کے پائپوں میں سے آتی رہتی ہے جو ڈیک کے گرد سانپ کی طرح پیچ کھائے پڑے رہتے ہیں - ان ہوائی ہتھوڑوں کے چلانے کے لیے ہاتھہ کی سخت قوت کی ضرورت ہوتی ہے ابتدا میں مزدوروں نے انکے چلانے سے انکار کردیا تھا - کیوں کہ انکے چلانے کے بعد انکے ہاتھہ اور بازو و جسم رعشہ ہوجاتے تھے واقعی انکی یہ شکایت بجا تھی ان عفریت طاقت ہوائی ہتھوڑوں کے پکڑنے سے انکے عضلات اور اعصاب کانپنے لگتے ہیں - مگر عادت کا دیو بھی کچھہ کم مضبوط نہیں ہے - مزدور جب چند دن تک کام کرتے رہتے ہیں تو بعد کو عادی ہوجاتے ہیں' اور اسکے بعد انہیں ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی

(کرین اور گینٹری)

جب جہاز تیار ہونے کی حالت میں ہوتا ہے اور اسکا اساسی و اصلی حصہ بنایا جاتا ہے' پھر جب وہ پانی میں اتار دیا جاتا ہے اور اسکے باقی حصہ کی تکمیل ہوتی ہے' تو ان دونوں حالتوں میں وزنی چیزوں کے اٹھانے کیلیے کرین اور گینٹری نامی آلات بار برداری کی ضرورت ہوتی ہے - ایک گینٹری کی قیمت ۴۰ ہزار پونڈ ہے -

ملکہ الیزبتھ کے عہد کا ایک جنگی جہاز
(سنہ : ۱۵۵۸ ع)

ایک دوسرا قدیم برطانی جنگی جہاز جنگ اسپین میں (سنہ ۱۵۸۷ ع)

بحریات حدیثہ

مراکب بحریہ عظیمہ

و السابحات سبحا !

بیٹل شپ

عظیم الشان جنگی جہازوں کا وجود اور انکے ہولناک اور مہیب آلات دنیا کے تمدنی دور کا سب سے زیادہ خونریز منظر ہیں - سائنس نے آج اپنی قوت کی سب سے بڑی نمایش جس میدان میں کی ہے' وہ بحری آلات و اساطیل ہی کا خوفناک میدان ہے !

موجودہ جنگ یورپ نے کرۂ ارضی کے خشکی اور تری' دونوں میں آتش ہلاکت مشتعل کردی ہے : ظہر الفساد فی البر والبحر بحیثیت مجموعی اسکی خشکی کا معرکہ زار فرانس' آسٹریا ہنگری' اور روس کا مغربی حصہ تھا جو اچھی طرح گرم ہوچکا ہے' لیکن آنے والا بحری معرکہ ابھی باقی ہے جو بحر شمالی اور بالٹک کی سطح آبی کو رنگین کریگا' اور ملکۂ بحر (انگلستان) اپنے تخت خونیں پر آگ اور دھویں کا نقاب ڈالکر جلوہ افگن ہوگی - یہ حصہ پہلے حصے سے بھی زیادہ ہولناک ہوگا اور انگلستان اور جرمنی کا بحری تصادم قوتوں کی سب سے بڑی ٹکر ہوگی جو ابتک دنیا میں ہوئی ہے !

بحری میدان کے تمام معرکوں کا مدار وہ معیار جنگی جہازوں کے تسلط و تحفظ اور انکے ضعف و قوت پر ہے' اور جب تک انکے متعلق کافی معلومات حاصل نہوں' بحری واقعات سے صحیح دلچسپی پیدا نہیں ہوسکتی - لیکن ہندوستان میں عام طور پر بہت کم لوگوں کو انکا حال معلوم ہے - حتی کہ ہزارہا اخبار بین اشخاص یہ تک نہیں جانتے کہ آجکل روزانہ تار برقیوں میں جنگی جہازوں کی جن قسموں کا تذکرہ ہوتا ہے' انسے کس قسم کے جہاز مراد ہیں' اور کروزر' لائٹ کروزر' سب میرین' دسٹرائر' دریڈ ناٹ' بیٹل شپ' تارپیڈو' وغیرہ اقسام میں باہم کیا فرق ہے ؟

اسلیے ہم چاہتے ہیں کہ آجکل کی بحری مرئیات کے متعلق ایک سلسلۂ مضامین شروع کریں - سب سے پہلے بیٹل شپ جہازوں کی صنعت اور مالی مصارف کے متعلق چند دلچسپ معلومات فراہم کرینگے -

(ہولناک صناعی نمائش)

ایک بیٹل شپ کی ساخت میں دو سال اور دو ملین پونڈ سے زائد روپیہ خرچ ہوجاتا ہے - اتنی مدت اور یہ رقم بجاے خود بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے' لیکن اگر آپ بیٹل شپ کی ساخت کے طریق پر ایک نیم تفصیلی نظر بھی ڈال لیں اور ساتھہ ہی اس کی اہمیت اور وسعت کو بھی پیش نظر رکھیں تو یہ دونوں چیزیں ذرا بھی آپکے لیے تعجب انگیز نہ ہونگی -

ایک بیٹل شپ میں ۹ ہزار ٹن (ایک ٹن ۲۸ من کا ہوتا ہے) تو صرف فولاد کی چادریں اور آہنی تودے ہوتے ہیں' اور اسکی زرہ ۵ ہزار ٹن کی ہوتی ہے -

اسکی مختلف مشینیں جنگی مدد سے وہ چلتا ہے' ۳۵۰۰ ٹن کی ہوتی ہیں' اور اسیقدر وزن اسکے اسلحہ کا بھی ہوتا ہے -

اتنے وزنی جہاز کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کی تعمیر گاہ جدید ترین آلات سے آراستہ ہو - مثلاً اسی زمانے میں تعمیر گاہ کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ تک پرزوں وغیرہ کے لیجانے کے لیے ۳۰ یا ۴۰ ٹن وزن تک لیجانے والے آلات بار برداری کافی ہوتے تھے' مگر اب چونکہ جہازوں کا مجموعی وزن بہت بڑھگیا ہے' اسلیے یہ آلات ناکافی ثابت ہوے ہیں - اسوقت جس تعمیر گاہ میں بیٹل شپ بنتے ہیں' اسکے لیے کم از کم ایک سو ٹن وزن اٹھانے والے آلات چاہئیں !

اس قسم کے ایک آلے کی قیمت ۴ ہزار پونڈ ہوتی ہے - یعنی ۹۰ ہزار روپیہ !! -

بیٹل شپ میں ایک خاص قسم کا پہیا ہوتا ہے جسکو اصطلاح بحریات میں " ٹر بائن " کہتے ہیں - اس پہیے کے بنانے کے لیے جتنی مختلف قسم کی مشینوں کی ضرورت ہوتی ہے' انکی قیمت ۲۰ ہزار پونڈ ہے !!

جہاز کی ضروریات تعمیر کی یہ بالکل معمولی مثالیں ہیں' ورنہ یوں تو ایک ایک پرزے اور ایک ایک حصہ کے لیے صدہا بیش قیمت آلات کی ضرورت ہوتی ہے -

علم میکانک کا اصلی مقصد یہ ہے کہ جو کام انسان دیر میں اور زیادہ محنت سے کرتا ہے' وہ آلات کے ذریعہ تھوڑے وقت اور کم محنت میں انجام پذیر ہو جاتا ہے -

مسٹر فالف (جنہوں نے خود ایک تعمیر گاہ میں چار تفصیل کے ساتھہ جہازوں کو بنتے دیکھا ہے) " لنڈن میگزین " میں لکھتے ہیں:

" میں نے بیٹل شپ کی تعمیر گاہ میں انسانی محنت بچانے والے آلات کی ایجاد کے عجائب و غرائب دیکھے - بعض مشینوں کو دیکھا کہ وہ فولاد کی چادروں میں برق کی سرعت کے ساتھہ سوراخ کر رہی ہیں - بعض ایک ایک انچ موٹی چادروں کے کنارے اسطرح برابر کر رہی ہیں جیسے ایک نہایت چابکدست بڑھئی کسی معمولی لکڑی کے تختے کے کنارے ہموار کرتا ہے - ایک طرف دیکھا کہ بعض حیوانی جبڑوں کی شکلیں اور رولر ہیں جو موٹی موٹی فولادی چادروں کو دبا کے اسطرح حسب مرضی موڑ دیتے ہیں' جسطرح ہم تم معمولی کارڈ کو اپنی چٹکی میں دبا کے موڑ دیں ! - ان موڑنے والی مشینوں میں سے صرف ایک مشین کے نصب کرنے میں ۹ ہزار پونڈ صرف ہوے ہیں !

یہ مشینیں جسطرح فولادی سلاخوں اور چادروں پر اپنے تصرفات کرتی ہیں' اسکا منظر بھی نہایت عجیب و غریب اور سحر آفریں ہوتا ہے -

تھوڑی دیر کے لیے اپنی قوت متخیلہ سے کام لیجیے اور یہ تصور کیجیے کہ ایک طویل کھلا راستہ ہے - اسکے ایک طرف زمین کا

جالب کی گولیاں

اکر آپ قبض کی شکایتوں سے پریشان ہیں تو اسکی دو گولیاں رات کو سوتے وقت نگل جائیے صبح کو دست خلاصہ ہوگا اور کام کاج کھانے پینے نہانے میں حرج اور نقصان نہ ہوگا کھانے میں بدمزہ بھی نہیں ہے -

قیمت سولہ گولیوں کی ایک ڈبیہ ۵ آنہ محصول ڈاک ایک ڈبیہ سے چار ڈبیہ تک ۵ آنہ

یہ درد دوالیں ہمیشہ اپنے پاس رکھیں

درد سر ریاح کی دوا

جب کبھی آپکو درد سر کی تکلیف ہو یا ریاح کے درد میں چھٹ پٹاتے ہوں تو اسکے ایک ٹکیہ نگلنے ہی سے پل میں آپکی پہلا ایسے درد کو پانی کردیگی -

قیمت بارہ ٹنکیونکی ایک شیشی ۵ آنہ محصول ڈاک ایک سے پانچ شیشی تک ۵ آنہ -

نوٹ — یہ دونوں دوالیاں ایک ساتھ منگانے سے خرچ ایک ہی لا پڑیگا -

واکر ... دت سٹریٹ کلکتہ

مسیحا کا ... تیل

بالوں کا ... نہایت مفید اور خوشبودار

تیل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا ہی کرنا ہے تو اسکیلیے بہت سے قسم کے تیل اور چکنی اشیا موجود ہیں اور جب تہذیب و شائستگی ابتدائی حالت میں تھی تو تیل - چربی - مسکہ - گھی اور چکنی اشیا کا استعمال ضرورت کے لیے کافی سمجھا جاتا تھا - مگر تہذیب کی ترقی نے جب سب چیزوں کی کانٹ چھانٹ کی تو تیلوں کو پھولوں یا مسالحوں سے بسا کر معطر و خوشبودار بنایا گیا اور ایک عرصہ تک لوگ اسی ظاہری تکلف کے دلدادہ رہے - لیکن سائینس کی ترقی نے آج کل کے زمانہ میں محض نمود اور نمایش کو نکما ثابت کردیا ہے اور عالم متمدن میں نمود کے ساتھ فائدہ کا بھی خواہاں ہے - بنابریں ہم نے سالہا سال کی کوشش اور تجربے سے ہر قسم کے دیسی و ولایتی تیلوں کو ملاکر " موہنی کسم تیل " تیار کیا ہے - اسمیں نہ صرف خوشبو سازی ہی سے مدد لی ہے بلکہ موجودہ سائنٹیفک تحقیقات سے بھی جسکے بغیر آج مہذب دنیا کا کوئی کام چل نہیں سکتا - یہ تیل خالص نباتاتی تیل پر تیار کیا گیا ہے اور اپنی نفاست اور خوشبو کے دیرپا ہونے میں لاجواب ہے - اسکے استعمال سے بال خوب گھنے اگتے ہیں - جڑیں مضبوط ہوجاتی ہیں اور قبل از وقت بال سفید نہیں ہوتے - درد سر نزلہ چکر اور دماغی کمزوریوں کے لیے از بس مفید ہے - اسکی خوشبو نہایت خوشگوار و دل آویز ہوتی ہے نہ تو سردی سے جمتا ہے اور نہ عرصہ تک رکھنے سے سڑتا ہے -

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے ہاں سے مل سکتا ہے

قیمت فی شیشی ۱۰ آنہ علاوہ محصول ڈاک -

مسیحا انٹی ملیریا مکسچر
اکسیر دافع بخار ہر قسم

ہندوستان میں نہ معلوم کتنے آدمی بخار میں مرجایا کرتے ہیں اسکا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ان مقامات میں نہ تو دوا خانے ہیں اور نہ ڈاکٹر اور نہ کوئی حکیم اور مفید و مستند دوا ارزاں قیمت پر کم بیشی بلا طبی مشورہ کے میسر آسکتی ہے - مخلوق اللہ کی ضروریات کا خیال کرکے اس عرق کو سالہا سال کی کوشش اور صرف کثیر کے بعد ایجاد کیا ہے اور فروخت کرنے کے قبل بذریعہ اشتہارات عام طور پر ہزارہا شیشیاں مفت تقسیم کردی ہیں تاکہ اسکے فوائد کا پورا اندازہ ہوجائے - مقام مسرت ہے کہ خدا کے فضل سے ہزاروں کی جانیں اسکی بدولت بچی ہیں اور ہم دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے عرق کے استعمال سے ہر قسم کا بخار یعنی پرانا بخار - موسمی بخار - باری کا بخار - پھرکر آنے والا بخار - اور وہ بخار جسمیں ورم جگر اور طحال بھی لاحق ہو یا وہ بخار جسمیں متلی اور قے بھی آتی ہو - سردی سے ہو یا گرمی سے - جنگلی بخار ہو - یا بخار میں درد سر بھی ہو - کالا بخار - یا آسامی ہو - زرد بخار ہو - بخار کے ساتھ گلٹیاں بھی ہوگئی ہوں اور اعضا کی کمزوری کی وجہ سے بخار آتا ہو - ان سب کو بحکم خدا دور کرتا ہے اگر شفا پانے کے بعد بھی استعمال کیجائے تو بھوک بڑھ جاتی ہے اور تمام اعضا میں خون سالم پیدا ہونے کی وجہ سے ایک قسم کا جوش اور بدن میں چستی و چالاکی آجاتی ہے - نیز اسکی سابق تندرستی از سر نو آجاتی ہے - اگر بخار نہ آتا ہو اور ہاتھ پیر ٹوٹتے ہوں بدن میں سستی اور طبیعت میں کاہلی رہتی ہو - کام کرنے کو جی نہ چاہتا ہو - کھانا دیر سے ہضم ہوتا ہو - تو یہ تمام شکایتیں بھی اسکے استعمال کرنے سے رفع ہوجاتی ہیں - اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوی ہوجاتے ہیں -

قیمت بڑی بوتل - ایک روپیہ - چار آنہ
" چھوٹی بوتل بارہ - آنہ

پرچہ ترکیب استعمال بوتل کے ہمراہ ملتا ہے -
تمام دوکانداروں کے ہاں سے مل سکتی ہے -

المشتہر ... برادرز

ایم - اے - ایس - عبد الغنی کیمسٹ ۲۲۴ و ۲۴۳ کولو ٹولہ اسٹریٹ - کلکتہ

رجسٹری شدہ

نوٹ

۲۵۰ ٹن کا ایک کرین جسکا قطر ۱۰۰ فیٹ کا هو اور وہ بوجهہ کو سطح زمین سے ۱۶۵ فیٹ کی بلندی پر اٹھا لیجاتا هو ۴۰ هزار سے بهی زیادہ قیمت پر ملتا ہے !

یہ تو صرف اسکی قیمت تهی - اب اسکے نصب کرنے کے مصارف کو بهی سامنے لایئے تو فی کرین ۵۰ هزار پونڈ صرف هوتے هیں !!

(بحری معمار)

جهاز کی تعمیر گاہ میں تربیت یافتہ بحری معماروں کا ایک معقول اسٹاف هونا چاهیے - کیونکہ جب امیر البحر کے صیغہ تعمیر سے کسی نئے جهاز کا خاکہ آتا ہے تو وہ اسی اسٹاف کو دیا جاتا ہے - اس خاکے میں جهاز کے محض اصلی خطوط دکهادیے جاتے هیں - خاکے کے بقیہ حصہ کی تکمیل نقشہ کشی (ڈرائنگ) کے دفتر کے اسٹاف کا کام ہے -

تکمیل کے بعد خاکہ ایک اور صیغہ میں چلا جاتا ہے - یہاں اس خاکے کے مطابق پتلی لکڑی کا ایک جهاز نمونہ کے طور پر بنایا جاتا ہے ، مگر وہ جوڑا نہیں جاتا - یعنی اسکے تمام حصے علحدہ علحدہ رهتے هیں - یہ لکڑی کا جهاز اسٹیل ورکس (معمل فولاد) میں بهیجدیا جاتا ہے - اسٹیل ورکس میں ان لکڑی کے پرزوں کے نمونے پر فولاد (اسٹیل) کے پرزے ڈهلتے هیں -

جب پرزے ڈهلکر آنے لگتے هیں تو اسوقت سے تعمیر کا اصلی کام شروع هوجاتا ہے ، لیکن ڈهلائی کے آغاز سے پہلے صرف خاکہ بنانے اور لکڑی کے نمونہ وغیرہ کے کام میں ۶ مہینہ لگ جاتا ہے !

(آهنی جلد)

جب چادروں پر چادریں رکهدیتے هیں - جب کهیں جاکر جهاز کی عظیم الشان آهنی جلد تیار هوتی ہے - ۴ - مہینہ میں جهاز اس قابل هوجاتا ہے کہ اسکی جلد پر محافظ ذرع رکهی جاے - تاهم اسوقت تک یہ ذرع چڑهائی نہیں جاتی جب تک کہ جهاز پانی میں اتر نہیں جاتا - آغاز ساخت سے ۹ مہینہ کے بعد جهاز کو اس قابل هوجانا چاهیے کہ اس میں آگے بڑهانے والی (پراپلر) مشین لگائی جا سکے -

جب پانی کے اندر رهنے والا حصہ اپنی جگہ پر جڑ جاتا ہے تو جهاز پانی میں اتارا جاتا ہے - اسکے بعد اندرونی حصے کے جوڑنے کے دقت طلب کام کا نمبر آتا ہے - جهاز جسوقت پانی میں اتارا جاتا ہے ، اسوقت وہ آهنی جلد ، بالائی سطح ، اور داخلی انتظامات کا ایک سرسری خاکہ هوتا ہے ، مگر آغاز ساخت سے دو سال کی مدت میں عموماً بالکل مکمل هوجاتا ہے -

(البقیة تتلی)

جرمن نو آبادیاں

شہزادہ بسمارک اپنے زمانہ میں دنیا کا ایک سب سے بڑا سیاسی انسان تها - وہ جب تک جرمنی کا وزیر اعظم رها اس نے همیشہ اپنی تمامتر توجہ اور کوشش ملک کی اندرونی اصلاح اور استحکام تک محدود رکهی ، اور جرمن مدبروں کے شور و غوغا کے با وجود اسنے کبهی بهی نو آبادیوں کے قائم کرنے کی طرف توجہ نہ کی - اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ اس میدان میں انگلستان ، فرانس ، اور روس سبقت لیگئے - لیکن جب تجارت کی ترقی اور اطمینان و فارغ البالی کیوجہ سے جرمن قوم میں روز افزوں ترقی هونے لگی اور جرمن حوصلوں اور همتوں کے لیے جرمن قلمرو ناکافی ثابت هوئی تو نو آبادیوں کی فکر دامنگیر هوئی ، اور افریقہ اور چین میں چند نو آبادیاں قائم کی گئیں -

اگرچہ یہ نو آبادیاں سیاسی اور تجارتی حیثیت سے چنداں اهم نہیں هیں ، خصوصاً دماغ ، محنت ، اور روپیہ کی اُن قربانیوں کی تو هرگز مستحق نہیں هیں ، جو جرمنی نے ان نو آبادیوں کے حاصل کرنے کے لیے کی هیں ، تاهم اشک شوئی کا سہارا ضرور تهیں - لیکن موجودہ جنگ سے جرمنی کو سب سے پہلا نقصان یہ پہنچا ہے کہ اسکی نو آبادیاں ایک ایک کرکے اسکے هاتهہ سے نکلی چلی جا رهی هیں ، اور اگر یہی رفتار رهی تو خوف ہے کہ جرمنی شاهنشاهی جو نہایت سخت عرقریز اور جانفشاں کوششوں کے بعد یورپ کے دائرہ سے نکلکر افریقہ اور ایشیا تک پہنچی تهی ، کہیں سمٹکے پهر اسی یورپین مقبوضات کے دائرہ میں نہ آجاے ، جسمیں وہ بسمارک کے وقت میں محدود تهی -

چین میں " کیا چوا " کو جاپانی بیڑے نے محصور کر لیا ہے - اب وہ مرکزی حکومت سے بالکل منقطع هوگیا ہے -

مسٹر چرچیل سابق وزیر جنگ برطانیہ و حال وزیر صیغۂ بحریہ

ادهر افریقہ میں ٹوا گللنیڈ اسکے هاتهہ سے نکل چکا ہے - یہاں دنیا کا ایک سب سے بڑا لا سلکی (بے تار کی تار برقی کا) اسٹیشن تها - ریلوے لائنیں تهیں جو اچهی طرح چل رهی تهیں اور انسے معقول نفع هوتا تها - مقام بنجلی میں کچے لوهے کی کانیں بهی هیں جنسے ۷۰ فیصدی کر آمد لوها نکلتا ہے - جرمنی یہاں ایک لوهے کا کارخانہ بهی قائم کرنیوالی تهی -

مقام هربرٹ شو بهی جرمنی کے هاتهہ سے نکلگیا ہے - "هربرٹ شو" نیو پومیر نیا میں واقع ہے جو بحر پیسفیک کے جنوب میں ہے - یہ مقام جرمن نیو گائینا کا پایہ تخت تها اور وهاں جرمن گورنر رها کرتا تها -

یہ سمجهنا تو بالکل حماقت هوگا کہ جرمنی کو پیشتر سے ان نقصانات کی اطلاع نہ تهی - کیونکہ کم از کم مشرقی افریقہ کی نو آبادیوں کے متعلق جو برٹش طاقت سے بالکل ملحق هیں ، یہ بالکل ظاهر بات تهی کہ چند گهنٹوں کے اندر هی انگلستان اُن پر قبضہ کرلیگا - پس معلوم هوتا ہے کہ اس نے اپنی قسمت کا اصلی فیصلہ یورپ کے میدان جنگ هی کو قرار دیا ہے - اور سمجهتی ہے کہ یہاں کا فیصلہ تمام کرۂ ارضی کیلیے نافذ هوگا !

Printed And Published by A. K. AZAD, at the HILAL Electric Prtg. and Publg. House, 14 Mcleod Street, CALCUTTA.

"كتاب مرقوم يشهده المقربون" (۸۳ : ۱۸)

"وفي ذالك فليتنافس المتنافسون !" [۸۳ : ۲۶]

السحر الحلال

في

مجلدات الهلال

نوائے کہ مصور معنی گستران پیشینی

مباش منکر "غالب" کہ در زمانہ تست !

(۱) "الہلال" تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیہ کے احیاء، درس قرآن و سنت کی تجدید، اعتصام بحبل اللہ المتین و وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال، اور نیز مقالات علمیہ، و فصول ادبیہ، و مضامین و مقالات سیاسیۂ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ ہے - اسکے درس قرآن و تفسیر و بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الٰہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید و اعدی عدو مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرنے کیلیے ساعی ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ، ایک ایک جملہ، ایک ایک ترکیب، بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و سبع بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الٰہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا و حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی، اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر اسے ہزاروں دلوں، ہزاروں زبانوں، اور صدہا اقلام و صحائف سے معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الٰہی سے عمل بالسنۃ والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا، اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین، مذبذبین، متفرنجین، ملحدین، اور تارکین اعمال و احکام راسخ الاعتقاد مومن، صادق الاعمال مسلم، اور مجاہد في سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد دور دور کی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : ذلك فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد في سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے، وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت، متلاشیان علم و حکمت، خواستگاران ادب و انشاء، تشنگان معارف الٰہیہ و علوم نبویہ غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہیں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے، جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے، اور ہر زمانے اور وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(۷) چھہ مہینے میں ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی جاتی ہے - ولایتی کپڑے کی جلد، اعلی ترین کاغذ، اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپ رہی ہے تیسری اور چوتھی جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں، اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو انکی قیمت دس روپیہ قرار دی جاتی ہے -

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف پانچ روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے -

بہت ممکن ہے کہ الہلال کی قیمت بڑھا دی جاے - اگر ایسا ہوا تو پھر مکمل جلدوں کی قیمت بھی زیادہ ہو جائیگی.

ـ ضـــمیمـــہ مصورہ :

نغمۂ حسن ز طبل جنـگ

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی !

SEWING MACHINES BALLERS WINDERS
AUTO KNITTING
THE ADARSHA KNITTING Co
Importers Manufacturers
General Merchant & Commission Agent
CALCUTTA

تار کا پتہ - ادرشہ

نواب ڈھاکہ کی سرپرستی میں

—:o:—

یہ کمپنی نہیں چاہتی ہے کہ ہندوستان کی مستورات بیکار بیٹھی رہیں اور ملک کی ترقی میں حصہ نہ لیں لہذا یہ کمپنی امور ذیل کو آپ کے سامنے پیش کرتی ہے :—

(۱) یہ کمپنی آپکو ۱۲ روپیہ میں بنڈل نٹنگ (یعنی سوئی تراش) مشین دیگی جس سے ایک روپیہ روزانہ حاصل کرنا کوئی بات نہیں -

(۲) یہ کمپنی آپکو ۱۵۰ روپیہ میں خود باف موزے کی مشین دیگی جس سے تین روپیہ حاصل کرنا کھیل ہے

(۳) یہ کمپنی ۱۲۰۰ روپیہ میں ایک ایسی مشین دیگی جس سے موزہ اور گنجی دونوں تیار کی جاسکے تیس روپیہ روزانہ بلا تکلف حاصل کیجیے -

(۴) یہ کمپنی ۹۷۵ روپیہ میں ایسی مشین دیگی جسمیں گنجی تیار ہوگی جس سے روزانہ ۲۵ روپیہ بلا تکلف حاصل کیجیے

(۵) یہ کمپنی ہر قسم کے کاتے ہوے اون جو ضروری ہوں معض قلیل نرخ پر مہیا کردیتی ہے - کام ختم ہوا - آپکے روا نہ کیا ور اسی میں روپے بھی مل گئے اپھر لطف یہ کہ ساتھہ ہی بننے کے لیے چیزیں بھی بھیج دی گئیں -

---

لیجئے دو چار بے مانگے سرٹیفکٹ حاضر خدمت ہیں

—:o:—

آنریبل نواب سید نواب علی چودھری (کلکتہ) :— میں نے حال میں ادرشہ نٹنگ کمپنی کی چند چیزیں خریدیں مجھے ان چیزونکی قیمت اور اوصاف سے بہت تشفی ہے -

مس کشم کماری دیوی (ندیا) میں خوشی سے آپکو اطلاع دیتی ہوں کہ میں ۶۰ روپیہ سے ۸۰ روپیہ تک ماہواری آپکی نٹنگ مشین سے پیدا کرتی ہوں

نواب نصیر الممالک مرزا شجاعت علی بگ قونصل ایران

—(o)—

ادرشہ نٹنگ کمپنی کو میں جانتا ہوں - یہ کمپنی اس وجہ سے قائم ہوئی ہے کہ لوگ صنعت و حرفت کریں - یہ کمپنی نہایت اچھی کام کررہی ہے اور موزہ وغیرہ خود بنواتی ہے - اسکے علاوہ کم قیمتی مشین سکا ہر شخص کو مفید ہونے کا موقع دیتی ہے میں ضرورت سمجھتا ہوں کہ عوام اسکی مدد کریں

آنریبل جسٹس سید شرف الدین - جج ہائیکورٹ کلکتہ

میں نے ادرشہ نٹنگ کمپنی کی بنائی ہوئی چیزونکو استعمال کیا اور پائیدار پایا - دیکھنے میں بھی خوبصورت ہے - میں امید کرتا ہوں کہ جلد اس کمپنی کی سرپرستی ایسے لوگ کرینگے جنسے انکے کام میں وسعت ہو -

---

ہز اکسیلنسی لارڈ کارمائیکل گورنر بنگال کا حسن قبول

آنکے پرائیوٹ سکریٹری کی زبانی -

آپکے اپنی ساخت کی چیزیں جو حضور گورنر اور انکی بیگم کے لیے بھیجا ہے وہ پہونچا - ہز ایکسیلنسی اور حضور عالیہ آپکے کام سے بہت خوش ہیں اور مجھکو آپکا شکریہ ادا کرنے کہا ہے -

برانچ — سول کورٹ روڈ تنگائیل -

نوٹ — پراسپکٹس ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بھیج دیا جائیگا -

ادرشہ نٹنگ کمپنی ۲۴ اے گرانٹ اسٹریٹ کلکتہ

Tel. Address :—"Alhilal," Calcutta
Telephone No. 648.

AL-HILAL.

Proprietor & Chief Editor
Abul Kalam Azad,
14, McLeod Street,
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 1.
Half-yearly „ Rs. 6-12

الہلال

مدیر مسئول و رئیس التحریر
احمد المکنیٰ بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۱۴ — مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ — ۱۲ — روپیہ
ششماہی — ۶ — ۱۲ — آنہ

نمبر ۱۳ | کلکتہ : چہار شنبہ ۲ - ذیقعدہ ۱۳۳۲ ہجری | جلد ۵
Calcutta : Wednesday, September, 23. 1914.

ہفتۂ جنگ

(کشف حقیقت)

گو اس ہفتہ نے بھی جرمن افواج کی رجعت کا راز حل نہ کیا ہو، مگر تاہم تاریخ جنگ میں یہ ہفتہ نسبتاً نمایاں ضرور رہیگا - کیونکہ اس نے واقعات کے سمجھنے میں اچھی نہ کچھہ مدد ضرور دی ہے -

۷ - ستمبر سے خبروں نے جس انقلاب حالت کی اطلاع دینا شروع کیا، انکا متعدد حسب قاعدۂ اخبار جنگ بالکل مشتبہ تھا، اور یہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ جرمن فوج پیرس سے ۲۰ - میل کے فاصلے تک پہنچکر خود ہٹ گئی یا ہٹا دی گئی ؟ گو دنیا کو گذشتہ ایک ماہ سے اس قسم کے واقعات کے سمجھنے کیلیے جو سمجھہ بخشی ہے، اسکا فیصلۂ قطعی پہلی ہی صورت کی طرف تھا، تاہم خبروں کا تحکم اسکے خلاف تھا -

چنانچہ جو تار مسٹر ولیم میکس ویل نے پیرس سے بورڈیو بھیجا تھا، وہ ان لفظوں میں ہم تک پہنچایا گیا :

" جرمن افواج بالکل پھنس گئی ہیں - انکا اپنے ملک میں صحیح سلامت پہنچ جانا معجزہ سے کم نہ ہوگا - اب پیرس کا محاصرہ نہیں ہوسکتا - گورنمنٹ فوراً پیرس میں واپس آسکتی ہے "

اسکے صاف معنی یہ تھے کہ جرمن افواج کسی نہایت ہی ہولناک مصیبت میں پھنس گئی ہیں اور حریفوں کے تاخت و تاراج نے انہیں پیچھے ہٹا دیا ہے -

جو خیال اس تار میں ظاہر کیا گیا ہے، اگر ایسا ہی ہو تو یہ بہت عمدہ بات ہے، لیکن دنیا کو جرمنی کے متعلق جو کچھہ معلوم ہے اسے اسقدر جلد بھلا دینے کیلیے طیار نہیں کہ چھہ ہفتے کی جنگ سے اسکی قوت کا بالکل خاتمہ تسلیم کرلے - بلکہ یہ ایک ایسا تمسخر انگیز خیال ہے جو جنگ کے فریقانہ ادعاوں کے سوا کبھی زبان تک لایا بھی نہیں جا سکتا -

لیکن یہ تمام عقدہ اس اعتراف کے تکرار و اعادے میں بسر ہوا کہ جرمنی کا پیچھے ہٹنا خود اسی کا ایک اختیاری فعل تھا نہ کہ کسی دوسری قوت کا جبر - جب وہ پیچھے ہٹنے لگی تو متحدہ افواج نے بڑھکر اپنے پچھلے مقامات پر قبضہ کرنا شروع کردیا اور اس ادبار و اقدام میں جگہہ جگہہ باہم مڈبھیڑ بھی ہوتی رہی " جس میں متحدہ افواج کامیاب رہیں "

ساتھہ ہی اس ہفتہ نے اس امر کا بھی فیصلہ کردیا کہ جرمنی کی یہ رجعت کسی طویل واپسی کیلیے نہیں تھی جیسا کہ خیال کیا گیا تھا اور اسکی بخیریت واپسی کو " معجزہ " سے تشبیہہ دی تھی، بلکہ یہ کسی غیر معلوم مصلحت کی بنا پر ایک محدود واپسی ہے اس نے صرف اپنا آخری خط ہجوم چھوڑ دیا ہے اور سرحد بلجیم سے لیکر ایک نہایت وسیع فرانسیسی رقبے پر بدستور قابض ہے - نیز وہ مورچہ بند ہیں اور جہاں آکر رک گئے ہیں وہاں سے ابتک نہیں ہٹائے جا سکے، اگرچہ کہا گیا ہے وہ ہٹ آئے تھے، وہاں سے " ہٹا دیے گئے "

اسکا بڑا ثبوت یہ ہے کہ ابتدا کے دو چار دنوں تک جن مقامات کے نام لیے گئے تھے کہ جرمن فوج وہاں سے ہٹ گئی ہے یا " ہٹا دی گئی ہے " اسپر ابتک کوئی اہم اور موثر اضافہ نہیں ہوا ہے، اور تمام عرصہ صرف مقابلوں، حملوں، موجی جوابوں، اور استحکامات و حصار کی خبروں ہی میں گذر گیا ہے - حالانکہ اگر جرمن افواج واپس ہو رہی نہیں تو ضرور تھا کہ وہ واپس ہوتیں، جس طرح کہ واپس ہونے والے واپس ہونے میں، نہ کہ وہ کچھہ کرتیں جو وہ کر رہی ہیں -

تمام خبروں کی ترتیب سے صورت حال یہ معلوم ہوتی ہے کہ جرمن فوجیں اپنے خط ہجوم و اقدام میں مشرقی جانب لونیویل اور اسکے نیچے نانسی تک پہنچ گئی تھیں - لیکن وہ یکایک پیچھے ہٹیں، اور انکے قلب اور میمنہ کی نسبت پچھلے ہفتہ خبر ملی کہ " سواسنس " تک ہٹتا ہوا چلا آتا ہے جو نہر " اسنی " کے کنارے ہے، اور ریمس سے جانب شمال تقریباً ۴۰ میل پر واقع ہے - اس سے مشرق میں کسی قدر نیچے (جنوب رویہ) ریمس ہے، اور ریمس کے بعد ایک خط وردن تک چلا گیا ہے -

سگنل کے ذریعہ پوچھتا ہے کہ " تمہیں ظالم ایمڈن کي بھي کچھہ خبر ہے " ؟

ایں سخن را چہ جوابست ، توہم می داني !

پھر جب اسکے سر پر پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ " کمبخت ایمڈن میں ہي ہوں " ! !

خیر ، یہ تو اس ایمڈن کی کرشمہ سازیاں تھیں - لیکن یکایک ساحل زنجبار کے قریب ایک بحري معرکے کی خبر بھي آئي ہے جسمیں جرمن کروزر کو لنکز برگ نے انگریزي کروزر " پیگا کس " کو غرق کردیا - اس تار میں پہلی مرتبہ یہ نئی حقیقت منکشف ہوئی ہے کہ زنجبار کے پاس ایک جرمن کروزر موجود ہے جسکي توپیں ۴.۱ انچ کي ہیں -

زنجبار مشرقي افریقہ میں ہے - اسکے ساتھي جرمن نوابادي پھیلی ہوئی ہے اور اسپر انگریزي قبضہ کي خبر دیگئي ہے - نقشہ کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ مشرقی افریقہ عین بحر ہند کا ساحل ہے ، اور وہاں کے ایک تیز رفتار کروزر کیلیے ہندوستان کے تمام ساحلی مقامات کا راستہ بالکل کھلا ہوا ہے - وہاں جرمن کروزر کی موجودگی افریقی جرمن نوآبادیوں کے مسئلہ کو بھی پیچیدہ کردیتی ہے -

اسی سلسلے میں ان سب سے اہم تر آخري واقعہ وہ ہے جو مدراس میں واقع ہوا ہے - ابتک تو صرف سمندر کے اندر جہاز غرق کیے جا رہے تھے - لیکن اب ایک بہت بڑے ساحلی شہر پر گولہ باری تک نوبت آگئی ہے !

یقیني طور پر معلوم نہیں ہوسکا ہے کہ یہ کس جہاز کی کارستانی تھی ؟ ممکن ہے کہ کوئی دوسرا جہاز ہو اور ممکن ہے کہ ایمڈن ہی ہو - بہر حال اس وقت تک حادثہ کي تفصیل حسب ذیل معلوم ہوئی ہے :

" ۲۲ - کي رات ، و نو بجے یکایک ایک گولہ برما اوائل کمپنی کے تیل کے خزانے پر گرا جس سے تیل میں آگ لگ گئي - پھر دوسرا گولہ آیا جس سے دوسرا خزانہ مشتعل ہوا - اسکے بعد متصل کئی گولے آتے رہے - آخر میں مدراس کے قلعہ پر گولہ باري ہوئي مگر قلعہ سے بھی جواب دیا گیا اور اسکے بعد جہاز چلا گیا -

تیل کے خزانے جل گئے - نیشنل بنک کی عمارت کا بڑا حصہ گرگیا - نئے پورٹ ٹرسٹ پر بھی گولے پڑے اور کثیر نقصان ہوا - اوائل کمپني کے دو پہرہ دار زخمي ہوے - ایک مر چکا ہے - ایک ہندوستانی پولسمین کو بھي بندرگاہ میں گولہ لگا اور مر کر بہہ گیا - مدراس سیلنگ کلب بالکل برباد ہوگیا ہے - ریل کي مال گاڑیاں بھي مضروب پائي گئیں "

ہم یقیناً اب بھی پبلک کو اطمینان دلائینگے کہ صرف ان حوادث کي بنا پروہ اپنا اطمینان نہ کھوے اور ہر صاحب اثر شخص کوشش کرے کہ غلط اور خود تراشیدہ افوا ہیں (جو اکثر حالتوں میں گورنمنٹ سے زیادہ خود ملک کیلیے مضر ہوتي ہیں) پھیلنے نہ پائیں ، لیکن ساتھہ ھي ہم سمجھتے ہیں کہ واقعات کے رفتار کي ایسي عجیب و شدید تیزي کا اثر کھونے کیلیے جو اب ۷۵۹۹۰۰ - پونڈ کے جہازي نقصان سے گذر کر عمارتوں ، مال و متاع کے ذخیروں اور انسانوں کی جانوں تک پہنچ چکا ہے ، محض زباني تسلیاں کافی نہیں ہیں -

افکار و حوادث

حیـات بعد المـمات !

موجودہ جنگ یورپ دنیا کیلیے ایک عہد انقلاب و تجدد ہے - وہ دنیا کے نقشے کو بدلدیگي ، درسگاہوں کے جغرافیے از سر نو بنانے پڑینگے ، اور حکومتوں اور قوموں کو نمایاں کرنے والے رنگوں میں جو بڑے بڑے نقشوں کے اندر بھرے جاتے ہیں ، نہیں معلوم کیا کیا تبدیلیاں ہوجائیگي ؟

مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ اسکی قوت انقلاب کی سطوت ، سطح زمین کی تقسیم و تحدید ہی تک محدود نہیں ہے ، بلکہ وہ دنیا کے علمي و مادی عقائد میں بھي ایک انقلاب عظیم پیدا کردیگي -

دنیا آجتک موت و حیات کے عقدہ کو حل نہ کرسکي - اس غیر معلوم آغاز عالم سے لیکر جسوقت سے کہ انساني دماغ و مدرکہ نے زمین پر نشو و نما پائي ، اسوقت تک دنیا کا غیر متزلزل اعتقاد یہ رہا ہے کہ فنا کے بعد بقا نہیں ، موت کے بعد زندگی نہیں ، اور جو وجود ایک مرتبہ موت کے پنجے میں چلا گیا ، وہ پھر دوبارہ واپس نہیں آسکتا -

لیکن جو عقدہ آجتک امن اور زندگی کي مہلتوں میں حل نہیں کیا جا سکا تھا ، معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ جنگ نے خون اور موت کي قوت سے اسے حل کردیا ہے - اور زندگی کو موت سے بدلدینے والے وقت نے دعوا کیا ہے کہ وہ موت کو زندگي سے بھي بدلدے سکتا ہے !

بظاہر یہ بات کتني ہی عجیب سمجھی جاے لیکن واقعہ یہي ہے کہ مردے زندہ ہوگئے ہیں - عجیب و غریب جرمنی فرانس کے قلعوں کے سامنے خواہ کتنی ہي نامعقول اور بے معنی طور پر آگے بڑھي ہو ، لیکن اسمیں شک نہیں کہ موت و حیات کے اس لاینحل عقدہ کے حل کرنے میں تو اس نے بہت ہي معقول اور معني خیز پیش قدمي کي ہے !

۲ - اگست کا واقعہ ہے کہ روس اور جرمني کے جنگي جہازوں میں ایک مقابلہ ہوا اور دونوں نے اپني قوت سے زیادہ کام لینا چاہا - جرمن کروزر کا نام " ایمڈن " تھا ، اور روسي کروزر کا " اسکولڈ " - کچھہ عرصے تک کشمکش جاري رہي - بالاخر " ایمڈن " نے " اسکولڈ " کو ڈبادیا -

لیکن چونکہ موجودہ جنگ میں کمبخت جرمني کیلیے کامیابیوں کے اندر بھي ناکامي ہوتي ہے اور فتح میں بھي شکست ، اسلیے قدرتي طور پر اس واقعۂ فتح کے ساتھہ ایک حادثۂ شکست کا پیوند بھي ضروري تھا - چنانچہ " ڈیلي میل " کے معزز نامہ نگار نے اطلاع دي کہ " گو روسی جہاز کو اسنے ڈبادیا لیکن ساتھہ ہی خود بھی ڈوب گیا " :

گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد !

یہ حادثہ مقام " وائی ہے وائی " کے سامنے گذرا تھا - ہمیں معلوم نہیں کہ موجودہ فن اسپر یچو لیزم (روحانیات و استحضار ارواح) نے عمق سمندر میں بسنے والي روحوں کے متعلق بھي کوئي مشاہدہ کیا ہے یا نہیں جیسا کہ پروفیسر رابر ہار نے ارواح ارضیہ کے برزخ روحاني کے متعلق کیا تھا - تاہم یہ تو

اب معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہٹے اور سواسنس میں مورچہ بند ہوکر شمالي رخ قینچي کے دوشاخے کي صورت میں "نایوں" اور "لیون" تک پھیل گئے' اور "نایون" سے مشرقي جانب "ریم" کے نا ہموار حصے سے ہوتے ہوے وردن کے شمال تک اپنا خط قائم کردیا -

بحالت موجودہ بھي وہ پیرس سے تقریباً ۴۰ یا ۴۵ میل کے فاصلے پر' اور سرحد فرانس کے اندر بخط مستقیم ۸۰ - میل سے زیادہ بڑھے ہوے ہیں -

۱۷ - ستمبر کے تار سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن فوج کي واپسي کی سب سے بڑي جنگ اسی مقام پر ہوئی اور چار دن تک جاري رہي - شہر میں داخلہ ناممکن تھا کیونکہ مسلسل آتشباري ہورہي تھي - تاہم " انگریزي توپخانے نے دریا کو عبور کر لیا اور نہایت مستعدي سے حربي پل نصب کر دیے - جب دشمن بھاگ گئے تو دو توپ خانوں پر بھي قبضہ کر لیا "

لیکن افسوس کہ اس تار سے یہ عقدہ حل نہیں ہوتا کہ " سواسنس " پر بالاخر قابض بھي ہوے یا نہیں ؟

لیکن اسکے بعد کي خبروں سے بظاہر یہي معلوم ہوتا ہے کہ جرمن افواج "سواسنس" پر قابض ہیں - کیونکہ ۲۲ - کا تار ہے کہ سواسنس اور ریم کے درمیان معرکہ جاري ہے - بعض انگریزي دستوں نے سخت نقصان اٹھایا تاہم "انہوں نے استقلال کے ساتھہ اپنے کام کو انجام دیا"

(آخر الانباء)

آخري تار جو وزیر ہند نے ہز ایکسلنسي ویسراے کے نام بھیجا ہے' اسمیں اس وقت تک کي پوري تفصیل دي گئي ہے - اسکا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۰ - کو انگریزي فوج نے دریاے مارنے کو عبور کیا - اسی اثناء میں فرانسیسی بھي فاتحانہ " سول " کو عبور کرگئے - " اسني " کے شمال میں دشمن کي حالت اچھي ہے - وہ سواسنس کے دونوں جانب مقیم ہیں اور شمال کے جانب پہاڑوں پر مورچہ بند ہیں - انگریزي افواج نے شہر کے نصف جنوبی حصہ پر قبضہ کرلیا - ۱۲ - کو " اسنی " پر پھر جنگ شروع ہوئی اور ابتک جاري ہے - ۱۳ - کو فرانسیسیوں نے " ریم " واپس لے لیا -

ریم پر گولہ باري ' گرجے کي تباہي ' جرمن وحشت کاریوں کا قصۂ طویل ' اور ممالک امریکہ وغیرہ کے احتجاج کے واقعات بھي اس ہفتہ کے اہم نقاط بحث ہیں مگر چونکہ ہمیں ایک مستقل مضمون میں موجودہ جنگ کے " وحشیانہ اعمال " پر بحث کرني ہے اسلیے انکا تذکرہ یہاں نہیں کرینگے -

حادثۂ بنگال و مدراس

جنگ کي شعلہ افشانیوں کی چنگاریاں ہندوستان تک !

با وجود اُس پورے اطمینان کے جو ہمیں ہندوستان کے تحفظ کے متعلق ہے ' اور با وجود اُن قطعي و طبیعي جغرافیائي حقائق کے جو بحالت موجودہ حفظ ہند کا یقین دلاتے ہیں' ہم یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ موجودہ جنگ میں ہندوستان کے بالکل بچے رہنے کی نسبت جوکچھہ سمجھتے رہے' وہ صحیح نہ تھا ' اور ہم سے جرمني کو جسقدر دور دیکھا تھا ' اسقدر دور نہیں ہے !

یہ سچ ہے کہ ہندوستان محفوظ ہے - یہ بھي سچ ہے کہ ہندوستان کا اصلي بحري دروازہ سوئز ہے ' اور اسمیں بھي ابتک کوئي تبدیلي نہیں ہوئي کہ مشرقي افریقہ میں جرمن نوآبادیاں غیر اہم' اور اسکے مشرقي بیڑے کو بے اثر کرنے کیلیے جاپان کي حرکت سے کام لیا جا چکا ہے - تاہم اس سے بھي تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہي جرمن قوم جو برلن میں رہتي ' باجیم پر قابض ہوتي' اور فرانس میں لڑ رہي ہے ' کلکتہ سے ۴۰ میل کے فاصلے تک پہنچ گئي اور خلیج بنگال میں پانچ جہاز غرق کرکے بلا ادنیٰ ضرر انتہاے صاف نکل گئی و لیاتینہم بغتۃ وہم لا یشعرون -

ہندوستان کی خشکي اور تري پر ایک سو برس سے برٹش گورنمنٹ کا بلاشرکت غیرے قبضہ ہے - خلیج بنگال کا کونہ کونہ انگریزي جہاز رانوں کا جولا نگاہ ہے - اسکے ساحلی مقامات بڑے بڑے شہروں سے معمور ہیں' اور ہمیشہ سنا گیا ہے کہ ایک انگریزي مشرقي بیڑہ ہندوستان میں بھي رہتا ہے - پھر اس ہوشیاري اور حفظ ما تقدم کا ذکر ہي فضول ہے جو جنگ کي وجہ سے قدرتی طور پر گورنمنٹ اف انڈیا کرچکي ہے - تاہم یہ کیسي عجیب بات ہے کہ " ایمڈن " جہاز اس بے پروائي اور بے فکري کے ساتھہ گویا نہر کیل اندر چہل قدمي کر رہا ہے' ہندوستان کے سمندر میں بے باکانہ چلا آیا اور ہماري آنکھوں کے سامنے اپنا عظیم الشان وار کرکے صاف نکل گیا ؟ پھر اتنا عرصہ گذر چکا ہے لیکن ایک چھوٹے سے کروزر کو ہماري مجموعي طاقت بھي ابتک گرفتار نہیں کرسکي ہے ؟

ہم مقامي معاصر اسٹیٹسمین کے لفظوں میں پوچھہ سکتے ہیں گو اسے زیادہ طول نہ دیں' کہ کیا ہندوستان کي گورنمنٹ نے ہمارے اطمینان کیلیے بھي انتظام کیا ہے جو تازہ واقعات ہمیں بتلا رہے ہیں ؟ ہم ناخواندہ پبلک کو الزام دیتے رہے کہ وہ لاحاصل گھبرا اٹھتي ہے - یقیناً اسے اب بھي گھبرانا نہیں چاہیے' لیکن ساتھہ ہي گورنمنٹ بھي تو اسکے لیے جوابدہ ہے کہ وہ ایک معمولي کروزر کي لائی ہوئي آفتوں سے بچنے کیلیے پیشتر سے کیوں طیار نہ تھي ؟

کاش یہ سلسلہ یہیں تک ختم ہوجاتا - لیکن عجیب و غریب ایمڈن کي یادگار جراتوں کي پھر (خواہ وہ کوئي بھي ہو) بے اختیار داد دیني پڑتي ہے کہ خلیج بنگال سے غائب ہوکر پھر دوبارہ نمایاں ہوا' اور ۱۹ - کو رنگون سے تار آیا کہ اس نے ایک اور جہاز غرق کردیا ہے !

یہ انکشاف کلین لائز اور کلین تھیسن کے ملاحوں اور افسروں کے ذریعہ ہوا جو ۱۹ - کو رنگون پہنچے - انکے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امڈن نے انکے جہاز کو عین دریاے ہوگلي کے سامنے غرق کردیا اور جہاز کے تمام آدمیوں کو کولہ کے ایک جہاز پر سوار کرادیا جو اسکے ساتھہ تھا - پھر دونوں رنگون کي طرف روانہ ہوے - راہ میں ایک اور جہاز " ترورے " کو گرفتار کیا ' اور قیدیوں کو اسپر منتقل کرکے حکم دیا کہ جہاز پر کوئلہ بھریں - نصف ڈالر (یعني تقریباً سوا روپیہ) یومیہ اجرت ملیگي - اسکے بعد سب لوگ ترورے پر سوار کرالیے گئے اور انکا کرایہ دیکر رنگون بھجوا دیا -

کیا عجیب واقعات ہیں ! خلیج بنگالہ ' دریاے ہوگلي ' پوري کا ساحل ' کلکتہ کا قرب ' اور ایک چھوٹے سے جرمن کروزر کی یہ فرماں روائیاں کہ جس کو چاہا گرفتار کیا ' جس کو چاہا غرق کردیا ' جسکو حکم دیا اسنے قیدیوں کو منزل مقصود تک پہنچا دیا ! کل تک یہ باتیں ناممکن تھیں - آج واقعات ہیں !

پھر ایمڈن کا شریفانہ سلوک اور بہتر سے بہتر انسانیت و اخلاق ایک ایسا موضوع بحث ہے' جسکي جزئیات کو بغیر ایک مستقل مضمون کے سمیٹنا ممکن نہیں - معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہم سے ایک طرح کي جنگي دل لگي کر رہا ہے - سمندر کے اندر رہکر اپنے کارناموں کے پیامبروں کو بحفاظت رنگون اور کلکتہ بھیجدیتا ہے تاکہ اسکي جراتوں اور شرافتوں کا افسانہ اچھي طرح ہمیں سنادیں !

اس سے بھي بڑھکر اسکے کپتان کي ستم ظریفي یہ ہے جو انڈین ڈیلي نیوز نے عام روایات کو نقل کرتے ہوے لکھي ہے - وہ جب کبھي کسي جہاز کو اپنے قریب پاتا ہے تو خود ہي اس ے

الہلال کا آئندہ نمبر جنگ کے مناظر و تصاویر کا خاص نمبر ہوگا

اسوۂ حسنہ

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

غزوات اسلامیہ

اور اسکی یادگاریں

(۲)

(گذشتہ اشاعۃ کے مقالۂ افتتاحیہ کے بعد)

دنیا کي موجودہ اور گذشتہ جنگوں کے نتائج تمہارے سامنے هیں - قتل ' آتشزدگی ' سلب و نہب ' بربادي علم ' هلاکت عمران و تمدن کے سوا تمہیں اور کچھہ نہیں نظر آتا - اب آؤ ' اس قوم کی جنگوں کي یادگاروں کي جستجو میں نکلیں جس نے اپنا مقصد ظہور " قیام صلواۃ الهی ' امر بالمعروف ' نہي عن المنکر ' اور ایمان باللہ " بتلایا ' اور اسکے دشمنوں نے اول روز هی سے اسے مسلح هو جانے پر مجبور کردیا - هم ڈهونڈهیں گے کہ جنگ کے میدانوں میں وہ اپنے مقصد کي حفاظت کرسکي یا نہیں ' اور جب خون اور مٹي کے کیچڑ پر سے گزري تو جنگ کي کیا کیا یادگاریں اپنے پیچھے چھوڑ گئی ؟

اس سفر جستجو میں متعدد منزلیں پیش آئینگي - سب سے پہلے هم روحاني یادگاروں کو جمع کرتے هیں - اس سے ثابت هوگا کہ مسلمانوں کي غزوات کي سب سے پہلي یادگار " عبادت الهي " هے -

عبادت اسلامي کے ارکان عظیمہ پانچ هیں : نماز ' روزہ ' صیام ' حج ' زکواۃ - ان میں سے اولیٰ عبادت ایسی نہیں هے جسکے لیے غزوات اسلامیہ کي یادگاریں سامنے نہ آجاتي هوں - سب سے پہلے نماز سے شروع کیجیے -

(ارکان صلواۃ)

عبادت الهي روحانیت کا سرچشمہ ' هدایت قلبي کا منبع ' نیکی کا مرکز ' برکات الهیہ کا مہبط ' اور انسان کو تمام بہیمي قوتوں اور نفساني جوشوں سے بچانے والي هے :

ان الصلوۃ تنهي عن الفحشاء و المنکر ! (۲۹ : ۴۵)

نماز انسان کو تمام برائیوں سے روک دیتي هے (کیونکہ اسکي وجہ سے همیشہ خدا کے تعلق کا تصور قائم رهتا هے !)

پس وہ ایک قلعہ هے جو برائیوں کے لشکر کو اپنے اندر گھسنے نہیں دیتا ' لیکن اس قلعہ کے ستونوں کو اس قوم کے سفر جہاد و غزوات هي نے قائم کیا تھا :

کان النبي صلعم و جیوشہ اذا علوا الثنایا کبروا و اذا هبطوا سبحوا ' فوضعت الصلوۃ علی ذالک (ابو داود جلد - ۱ - ص ۳۴۹ کتاب الجهاد)

آنحضرت اور مجاهدین کی فوجیں جب پہاڑیوں کے اوپر چڑھتي تھیں تو تکبیر کا غلغلہ بلند کرتی تھیں ' اور جب اوپر سے نیچے کي طرف اترتی تھیں تو سبحان اللہ کا نعرہ مارتي تھیں - پس نماز میں قیام و قعود ' رکوع و سجود ' اور تکبیر و تسبیح کو اسی قالب میں ڈھالا گیا -

اس سے ظاهر هوا کہ نماز کے ارکان لڑائی هی کی بدولت وجود میں آے - اسلیے نماز مسلمانوں کي لڑائیوں کي ایک پہلي یادگار هے -

تمام نمازوں میں " صلوۃ الخوف " جہاد کے ساتھہ مخصوص هے جسکے احکام اور نمازوں سے مختلف هیں :

و اذا کنت فیهم فاقمت لهم الصلوۃ فلتقم طائفۃ منهم معک و لیاخذوا اسلحتهم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم و لتات طائفۃ اخری لم یصلوا فلیصلوا معک و لیاخذوا حذرهم و اسلحتهم ود الذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم و امتعتکم فیمیلون علیکم میلۃ واحدۃ (۴ : ۱۰۳)

اور جب تم مجاهدین کی صف میں نماز پڑھنا چاهو تو پہلے ایک گروہ تمہارے ساتھہ اپنے هتیار لیکر شریک نماز هوجاے - جب وہ سجدہ کرچکیں تو پیچھے هوجائیں تاکہ حفاظت کرتے رهیں اور دوسرا گروہ آے جسنے ابھي نماز نہیں پڑھي هے - اور چاهیے کہ نہایت هوشیاري کے ساتھہ مسلح هوکر تمہارے ساتھہ نماز ادا کریں - کیونکہ کفار موقع ڈھونڈھہ رهے هیں کہ تم اپنے هتیار اور اپنے مال و متاع سے غافل هو جاو تو دفعتاً تم پر ٹوٹ پڑیں -

مجاهدین اسلام نے اپنی اس یادگار کے ذریعہ دنیا کو دکھادیا کہ خدا کی صداقت کي محافظ قوم دشمن کے مقابلے میں اپني روحاني یادگاروں کو کیونکر قائم رکھہ سکتي هے ؟ جبکہ میدان جنگ میں تمام قومیں فرصت کے لمحوں کو ستانے اور کھانے پینے میں خرچ کرتي هیں تو مسلمان تلواروں کے سایے کے نیچے اپني مہلت کي گھڑیاں صرف اللہ کی عبادت میں صرف کیا کرتے تھے !

غرضکہ صلوۃ الخوف بھي اسلامی غزوات کی ایک یادگار هے -

(واقعۂ حضرت حبیب انصاري)

اسلام میں دو رکعت کی ایک اور نماز بھی بطور یادگار کے قائم رہ گئي هے جو ایک مظلوم مجاهد کے جوش مذهبي کي یادگار هے - اسلام صبر و استقلال ' تقوی و طہارت ' اور خشوع و خضوع کا ایک قلعہ تھا جسکو میدان جنگ میں کھڑا کیا گیا تھا :

ان اللہ یحب الذین یقاتلون في سبیلہ صفا کانهم بنیان مرصوص (۶۱ : ۴)

خدا ان لوگوں کو دوست رکھتا هے جو اوسکي راہ میں اس استقلال کے ساتھہ صف بستہ لڑتے هیں ' گویا ایک دیوار هیں جسکے اندر سیسہ پگھلا کر بھر دیا هے !

اس لیے اسلام نے سخت مصیبت کي حالت میں بھي عزم و استقلال کي زندہ امثال یادگار چھوڑي هیں - اسنے فساد کي لڑائیوں کو روکنے کیلیے عدالۃ کي جتني لڑائیاں لڑیں ' انکي یادگاروں میں اسکے سوا اور کچھہ نہیں هے -

ایک بار آنحضرت (صلعم) نے فوج کے دس دستے روانہ کیے اور عاصم بن ثابت انصاري کو اونکا امیر مقرر فرمایا - جب یہ لوگ مقام هداۃ میں پہونچے تو قبیلہ بنو لحیان کو اونکا پتہ لگ گیا ' اور انہوں نے دو سو قدر انداز اونکے پیچھے روانہ کردیے - جب عاصم نے دشمن کے مسلح گروہ کو دیکھا تو پہاڑ پر چڑھ گئے - دشمنوں نے هر طرف سے گھیر لیا اور امان دیکر پہاڑ سے اوترنیکی خواهش کی ' لیکن عاصم نے کہا : میں کسي کافر کي امان سے فائدہ اوٹھانا نہیں چاهتا - اسپر اون لوگوں نے تیروں کي بارش شروع کردي ' اور وہ سات آدمیوں کے ساتھہ شہید هوگئے -

مگر فوج کے تین دستے عہد و میثاق لیکر اوتر آے - ان میں حبیب انصاري اور ابن دثنہ بھی تھے - کفار نے کمانوں کي زہ اوتار لی ' اور اوس سے ان لوگوں کو باندھہ لیا - ان کے ساتھہ ایک

یقینی ہے کہ سمندر میں مرنے والے اجسام کی ارواح کیلیے بھی وہ تمام انتظامات ضرور ہی ہونگے جو خشکی پر آزاد ہونے والی روحوں کے متعلق تسلیم کیے جاتے ہیں -

بہر حال مقتول و متوفی ایمڈن مع اپنے ۲۵ ناٹ رفتار والے انجن اور ۴ × ۴ - انچ والی دس توپوں کے (جنہیں بمنزلہ روح کے سمجھنا چاہیے) اور مع اپنے آہنی چادروں اور چوبین در و دیوار کے (جو یقیناً اسکا جسم و استخوان ہے) بحر چین کے نیچے پہنچا اور ملائکۂ اموات کے سپرد کر دیا گیا - اسکے بعد انسان کی موجودہ ما بعد الطبیعۃ معلومات اپنے قصور کا اعتراف کرتی ہے اور کچھہ نہیں بتلاتی کہ کیا ہوا ؟

" قبر کا منہہ جب ایک بار لے لیتا ہے تو پھر واپس نہیں کرتا - فنا و ممات کے قانون میں کسی کیلیے رعایت نہیں - ڈوبے ہوؤں کو کسی نے زندہ اچھلتے نہیں دیکھا ہے' اور جو مرجاے پھر اسکی نسبت کسی خبر کے سننے کا انتظار لا حاصل ہے "

ہاں یہ سب سچ ہے' لیکن ڈوبے ہوے " ایمڈن " نے اپنی ایک جنبش صعود میں قوانین طبیعیۃ کی ان تمام حقیقتوں کو یکسر غلط کردیا !

کیونکہ قبر شق ہوگئی ' قانون ممات نے استثنا قبول کرلیا ' سمندر کی موجوں نے راہ دیدی' اور " ایمڈن " مر کر پھر زندہ ہوگیا ! وہ بحر چین کے سمندر کے عمق سے اڑا' اور خلیج بنگال کی سطح پر نمودار ہوا - دنیا اسکو موت کے حوالے کرکے بھلا چکی تھی ' مگر افسوس کہ اس نے دنیا کو نہ بھلایا ' اور اسکے جہازوں کو غرق کرنے کیلیے دوبارہ آ موجود ہوا !

---

۶ - اگست کو اسپر موت طاری ہوئی تھی - اور ۶ سپتمبر کے بعد سے اسکی نشئۂ ثانیہ کا ثبوت ملنا شروع ہوگیا - گویا پورا ایک ماہ اس نے عمق سمندر کے دار الارواح میں بسر کیا - بلاشبہہ قدیم روایات میں " تین دن کے بعد" مر کر جی اٹھنے کی بعض مذہبی مستثنیات طبیعۃ ملتی ہیں ' لیکن تیس دن کے بعد ڈوبکر زندہ ہوجانے کی بظاہر کوئی نظیر تاریخ قدیم اور " مقدس " روایتوں میں بھی نہیں ملیگی - یہ فی الحقیقت مسئلۂ حیات و ممات کے حل کی طرف ہمارے علمی عہد کا اولین کامیاب قدم ہے !

اب تک یورپ کے روایوں سے ہمیں " جرمنی " کی عظیم الشان جنگی طیاریوں کی روایتیں سنائی تھیں' اسکی فوجی قوت اور نظام کے دبدبۂ و سطوت کی ترجمانی کی تھی' ہم نے علم و تمدن اور ایجاد و اختراع کے میدان میں بھی اسکا قدم سب سے آگے دیکھا تھا' اور اسکی یونیورسٹیوں اور علمی جماعتوں کے خالص علمی کارناموں کی جو داد عملاً تمام عالم تمدن دے رہا تھا' اسمیں شریک ہوگئے تھے -

پھر موجودہ جنگ شروع ہوئی - روایتوں اور جنگی و قومی اعتقادوں کا موسم یکایک بدلا - سفیدی سیاہی سے ' بامدی پستی سے' عروج تنزل سے' نیکی بدی سے' اور ملکوتیۃ ابلیسیت سے' ناگہاں بدلدی گئی' اور ہم سے کہا گیا کہ اب سے پہلے جو کچھہ تم سے کہا گیا ہے اور جو کچھہ تمنے دیکھا اور سنا ہے' سب یکسر بھلا دو ! ہمنے ایسا ہی کیا' اور ایسا ہی کرینگے - تا وقتیکہ ہر شے کو بدلدینے والی یہ جنگ ختم نہ ہو جاے -

لیکن " ایمڈن " کے دوبارہ زندہ ہو جانے اور اپنی نئی زندگی کا ایسا تلخ اور غم انگیز ثبوت دینے نے جرمنی کے متعلق طرح طرح کے نئے وسوسوں کی طرف رہنمائی کردی ہے' اور ہمیں ڈر ہے کہ کہیں اس کی فوجی اور علمی طاقتوں کی گذشتہ روایتوں کیطرح' اسکی خوفناک اور ما فوق العادۃ قوت کی بھی ایک نئی روایت پیدا نہو جاے - کیونکہ ۶ - سپتمبر والے ایمڈن کا نیا "بھوت" دنیاے قدیم کے روایتی جنوں کی طرح بہت ہی عجیب ہے !

لیکن اگر فرشتۂ موت کی گرفت ہمارے حریف کیلیے ایسی ہی ڈھیلی ہوگئی جس سے صرف تیس دن کی جد و جہد کے بعد چڑیا نکل کر اڑ جا سکتی ہے' تو ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری مشکلات کا اصلی میدان دنیا سے باہر ہے - اگر صرف کمبخت " ایمڈن " دوبارہ آگیا یا بقاعدۂ تناسخ اسے نیا چولا ملگیا تو چنداں حرج نہیں' لیکن اصلی سوال آیندہ کا ہے - ڈیلی میل کے صادق الروایۃ نامہ نگار کی موت بخشی کی طرح موت و حیات کی اور بہت سی تقسیمات بھی ہمارے سامنے ہیں' اور ہماری معلومات کی فہرست اموات بڑی ہی وسیع ہے - اگر خدا نخواستہ موجودہ عہد کے مرنے والوں کی موت اسی طرح صرف تیس دن کی موت ثابت ہوئی' تو نہیں معلوم اور کتنے کروزروں' کتنے ہوائی جہازوں ' اور کتنی ہی مقتول لاشوں کو ہمارے فہرست کے خانۂ اموات میں سرخ پنسل کی لکیر نصیب ہوگی !

اس سے بھی ایک زیادہ دلچسپ لطیفہ ہے جو جنگ کی اس خشک اور عاجز کن مشغولیت کے عہد میں امید ہے کہ تبدیل ذائقہ کیلیے بہت ہی کار آمد ہوگا - بعض عوام کے خیال میں جو اپنے ہر قول کے سند میں " داستان امیر حمزہ " کی کسی جلد سے بحوالۂ صفحۂ و سطر استشہاد کرنے کی اعلی قابلیت سے کبھی نہیں چوکتے ' یہ جہاز واقعی ایمڈن نہیں ہے جو جنگ کی خبروں کے عالم میں مرچکا ہے' بلکہ اسکی ایک خبیث روح ہے جو ایمڈن کا بھوت بنکر نمودار ہوئی ہے - بڑا ثبوت اس فلسفہ کی صداقت کا یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اگر ۱۰ - سے ۱۴ - تک نمایاں ہونے والا ایمڈن واقعی ایمڈن ہی ہوتا تو اسے ہندوستان آنے کی کیسے جرات ہوتی ؟ اور آگیا تھا تو ابتک کیسے بچا رہتا ؟ کچھہ نہیں - یہ ایمڈن کا بھوت ہے - اور بلجیم میں جرمنیوں کی جو وحشیانہ حرکتیں بیان کی گئی ہیں ' انکے لحاظ سے یقیناً مرنے کے بعد وہ خبیث روحوں ہی کی شکلوں میں مسخ کردیے جاتے ہونگے - پاک روحوں کے برزخ میں تو صرف نیک اعمال انسانوں کو جگہ ملسکتی ہے - قتل و غارت کرنے والے بدکردار اگر مرکر بھوت نہیں بنینگے تو کیا فرشتوں کے آشیانوں میں بھیجدے جائیں گے ؟

بہر حال خواہ کچھہ ہی ہو مگر ہمیں امید ہے کہ جنگ کی خبریں دینے والے آیندہ زندگی و موت کی ایسی بخشش سے ہمیں معاف رکھینگے' اور جب کسی کو مارینگے تو دنیا کے اسی قدیم طریقے کے مطابق مارینگے جسکے بعد نہ تو ڈوبے ہوے اچھل سکتے ہیں' اور نہ مرے ہوؤں کی روحیں بھوت بنکر بے خبر زندوں کو ستانے کیلیے نکلسکتی ہیں - اس نئی موت اور غرقابی کے علمی تجربے کیلیے سر دست ہم لوگ طیار نہیں ہیں - اگر موت کا پھندا واقعی اتنا کشادہ ہوگیا ہے کہ اب مردوں کی گردنیں پھنسکر باسانی نکل پڑتی ہیں تو براہ عنایت اسکا تجربہ بالٹک اور نورتھ سی ہی تک محدود رکھا جاے تو بہتر ہے - اگر ہر روز ایک سو ڈوبے ہوے جہاز بھی اچھل پڑینگے' جب بھی ہمیں کوئی شکایت نہوگی - لیکن غریب اور بے قصور ہندوستان کے سمندروں کو تو اسکا تختۂ مشق نہ بنایا جاے -

کیونکہ بظاہر یہ ایک وقتی حکم تھا ' لیکن پھر رک گئے کیونکہ انکی نظر دقیقہ سنج نے محسوس کیا کہ یہ یادگار مسلمانوں کیلیے ہمیشہ درس شجاعت وتحریک عزائم کا وسیلہ ہے ' اور ہر سال یاد دلاتی ہے کہ انکے اسلاف کرام نے ضعف جسمانی کی حالت میں بھی کس طرح اپنی صولت اسلامی کو قائم رکھا تھا ؟

(نتائج واقعہ افک)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ افک بھی جو ایک سفر جہاد میں پیش آیا تھا ' اسی سلسلے کی روحانی یادگار ہے - یہ یادگار اگرچہ ابتداء میں نہایت درد انگیز معلوم ہوئی ' لیکن در حقیقت خدا کی رحمت کا بہت بڑا خزانہ اسکے اندر مستور تھا - قرآن مجید میں عورتوں کے تمدنی حقوق کی حفاظت کیلیے ایک خاص سورۃ سورۃ نساء نازل ہوئی جسکو عورتوں کی مخصوص یادگار کہا جاسکتا ہے - لیکن انکی وضع ' لباس ' طرز معاشرت ' حقوق منزلی وغیرہ کی عام اصلاح کے متعلق اب تک کوئی آیت نازل نہیں ہوئی تھی - مگر اس واقعہ کے بعد ہی سورہ "نور" اوتری جو زیادہ تر انہی احکام سے مملو ہے -

چھٹی صدی عیسوی میں انسان کا یہ شریف تر نصف حصہ انتہا درجہ کی بیکسی رذلت میں ڈالدیا گیا تھا - تمدن اور مذہب ' دونوں نے اسکے ساتھہ بے رحمی کی تھی - اسلام نے سب سے پہلی مرتبہ عورتوں کے حقوق کا اعلان کیا اور انکے معاشرتی درجہ کو خاندان میں سب سے زیادہ نمایاں جگہ دی - لیکن اس انقلاب کا بڑا حصہ سورۂ نور کے نزول سے وجود میں آیا ہے اور سورۂ نور ایک سفر جنگ کو یاد دلاتی ہے - پس عورتوں کے حقوق کی سب سے بڑی اور سب سے پہلی اصلاح بھی غزوات اسلامیہ ہی کی یادگار ہے -

حد قذف اور حد زنا کے متعلق بھی اب تک کوئی آیت نازل نہیں ہوئی تھی ' لیکن اس واقعہ کے بعد ہی ان حدود کی تعین کے لیے آیتیں نازل ہوئیں -

حضرت عائشہ کی فضیلت اگرچہ عام طور پر مسلم تھی ' لیکن قرآن مجید کی برأت نے اسکو اور بھی قطعی کردیا ' پس یہ واقعہ ان احکام کی روحانی یادگاروں کا ایک مجموعہ ہے جنکو حدود اللہ کے جامع و مختصر لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے - وہ ازواج مطہرہ کے فضائل مخصوصہ کا ایک باب ہے جسکو کفار نے کھولدیا تھا - یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے اسکو مسلمانوں کے لیے خیر و برکت کہا :

لا تحسبوہ شرا لکم ' بل ہو خیر لکم (۲۲ : ۱۱) — اس واقعہ کو برا نہ سمجھو ' وہ تو تمہارے لیے موجب خیرات و برکات ہوا -

(اسلامی یادگاروں کا عجائب خانہ)

دنیا کی دوسری قوموں نے اپنے نمایاں کارناموں کی مادی یادگاریں قائم کی ہیں - خاص خاص لڑائیوں کو مختلف محسوس طریقوں سے نمایاں کیا ہے - عجائب خانوں میں سلاطین قدیم اور جانباز بہادروں کے آلات جنگ محفوظ رکھے ہیں - انکی یادگار میں مجلسیں مقرر ہوتی ہیں ' اور شادی و غم کی قومی و ملکی تقریبیں قائم کی جاتی ہیں - اسلام نے اگرچہ اس قسم کا کوئی عجائب خانہ نہیں بنایا ' تاہم اسکی یادگاریں محفوظ ہیں - اسکی لڑائیوں کی یادگار لوہے کی تلوار نہ تھی جو عجائب خانہ میں رکھدی جاتی ' بلکہ وہ روح و دل کے تغیرات و انقلابات تھے ' جنکے لیے تمام عالم انسانیۃ یکسر عجائب خانہ ہے !

مکہ اور مدینہ میں عجائب خانے کیلیے ایک چھوٹی سی عمارت بنادی جاتی تو اس سے کیا فائدہ ہوتا جبکہ تمام دنیا کی سطح ارضی اسکے لیے دارالآثار بنگئی ہے ؟ بدر اور حنین کی ڈھالیں اور نیزے یورپ کی طرح ہم نے بچا کر نہیں رکھے - کیونکہ بدر کے اڈارے نیزوں کے سامنے جو ہاتھہ اللہ کی عبادت کیلیے اٹھتے تھے ' وہ اب تک چالیس کروڑ انسانوں کے اندر سے ہر روز دن میں پانچ بار اٹھکر بدر کی یاد کو مٹنے نہیں دیتے ' اور اس محسوس اور حی و قائم یادگار نے ہمیں معدنی اور سنگی یادگاروں سے مستغنی کر دیا ہے !

(حاشیہ)

(۱) مسلمانوں نے (بزعم یورپ) غزوہ بدر میں کفار کا جو قافلہ لوٹ لیا تھا ' اوس میں بچوں کا ایک کھلونا بھی تھا جو خوش قسمتی سے ابن زبیر کے ہاتھہ آگیا تھا - یہ کھلونا کیا تھا ؟ راہ حق میں ایک گہرا زخم جسکے سوراخ سے بچوں نے کھیلا ! ابن زبیر اپنے والد کی نسبت کہتے ہیں :

ضربـۃ ضربهـا یوم بدر قال عروہ کنت ادخل اصابعی فی تلـــک الضـــربات العب -	اون کے مونڈھے پر بہت سے زخموں کے ساتھہ ایک وہ زخم بھی تھا جو اونکو معرکہ بدر میں لگا تھا - عروہ کہتے ہیں کہ میں اون زخموں کے اندر اونگلی ڈال کر کھیلا کرتا تھا !

انہی کھلونوں نے فرزندان اسلام کیلیے جان پر کھیل جانے کو ایک کھیل بنا دیا تھا ! ! .

(۲) غزوات اسلامیہ میں واقعہ بدر نہایت اہم ہے جس نے دنیا کی تاریخ بدلدی - صحابہ اسکے ہر واقعہ کو یاد رکھتے تھے اور اس عہد کی ہر چیز کو یادگار سمجھتے تھے - انہی یادگاروں میں حضرت ابن زبیر کی تلوار بھی تھی جسکے جوہر اونہوں نے معرکہ جنگ میں دکھائے تھے - جب عبد اللہ ابن زبیر (رض) کو عبد الملک ابن مروان نے قتل کروادیا ' تو اونکے صاحب زادے عروہ بن زبیر کو بلاکر یہ تلوار دکھائی اور کہا : " تم اس کو پہچانتے ہو ؟ " اونہوں نے کہا " ہاں " عبد الملک نے اسکی نشانی پوچھی - اونہوں نے جواب دیا کہ وہ غزوہ بدر میں ایک جگہ سے کند ہوگئی ہے - مروان نے کہا سچ ہے :

بهن فلول من قراع الکتائب !

"وہ تلواریں دشمنوں کے جسم پر لگتے لگتے کند ہوگئی ہیں " چنانچہ اس مصرع کو پڑھکر یہ خاندانی یادگار عروہ بن زبیر کو دیدی - لوگوں نے ۳ - ہزار تک قیمت لگائی اور ایک شخص نے اپنے لیے سرمایۂ افتخار سمجھکر خرید لیا -

کسی زمانے میں مسلمانونکی تلواریں دشمنوں کے جسم پر لگتے لگتے کند ہوجاتی تھیں - اب نیام میں پڑے پڑے کند ہو جاتی ہیں:

ابتدا وہ تھی ' انتہا ہے یہ !

و بلونا هم بالحسنات والسیئات ' لعلهم یرجعون !

تیسرا شخص بھی تھا - اوس نے کہا : " یہ پہلي عہد شکني ہے جس سے مجہے قتل و خون کي بو آتی ہے - میں انکے ساتھہ نہیں جا سکتا " اون لوگوں نے جبرا ساتھہ لیجانا چاہا مگر اوسنے انکار کردیا ' یہانتک کہ شہید کردیا گیا - وہ حبیب اور ابن دثنہ کو ساتھہ لیگئے اور مکہ میں غلام بناکر بیچ دیا - قبیلہ بنو حارث ابن عامر نے حبیب کو خرید لیا ' اور چونکہ یہ وہي حبیب تھے جنہوں نے غزوہ بدر میں حارث ابن عامر کو قتل کردیا تھا - اس لیے اون لوگوں نے اس خون کا انتقام لینا چاہا ' اور اونکو حرم سے باہر قتل کرنے کیلیے لیگئے کہ دار الامن میں قتل ناجائز تھا -

لیکن حضرت حبیب کے عزم و استقلال نے شہادت کے وقت ایک روحاني یادگار قائم کردي - اونھوں نے دشمنوں سے دو رکعت نماز کي اجازت چاہي - کفار نے اجازت دیدي - اونھوں نے نہایت سکون و اطمینان کیساتھہ نماز ادا کي ' اور کہا کہ اگر تملوگ اسکو جزع و فزع کے نیت و تعلل پر محمول نہ کرتے اور یہ بدگماني نہوتي کہ میں موت کیوقت میں تاخیر ڈالنے کیلیے بہانہ کرتا ہوں تو میں نماز کو اور زیادہ طول دیتا اور بہت دیر تک اپنے خداوند کے حضور رہتا ! اسکے بعد یہ اشعار پڑھے :

ما ابالی حین اقتل مسلماً علی ای شق کان للہ مصرعی

" جبکہ میں مسلمان ہونے کي حالت میں قتل کیا جاتا ہوں تو مجہے کچھہ پروا نہیں کہ خدا کي راہ میں کس پہلو پر جان دونگا ؟ "

و ذلک فی ذات الالہ و ان یشاء یبارک علی اوصال شلو ممزع

" میرا قتل صرف خدا کی راہ میں ہے ' اور اگر وہ چاہے تو کاٹے ہوے جوڑوں میں برکت دے سکتا ہے "

کفار نے اونکو نہایت بیدردي کے ساتھہ باندہ کر قتل کردیا ' اور اونھوں نے ان دو رکعتوں کو ہر اوس شخص کیلیے بطور ایک زندہ سنت صبر و ثبات کے یادگار چھوڑا جو ایسے ظالمانہ طریقہ سے قتل کیا جاے !

اسلامي غزوات کی ایک یادگار یہ تھي !

(تیسرات طہارت)

عبادات اسلامیہ کي آسانیوں میں تیمم خدا کي دي ہوئي ایک یادگار آساني ہے - اسکے برکات کا ظہور زیادہ تر سفر ھي میں ہوتا ہے - آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) کا سفر اکثر جہاد ہي کیلیے ہوا کرتا تھا ' اسلیے سفر ھي میں مسلمانوں کو یہ عطیہ الہي بھي دیا گیا - چنانچہ ایک سفر میں حضرت عائشہ آپ کے ساتھہ تھیں - سوء اتفاق سے راستے میں اونکا ہار گم ہوگیا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام صحابہ کے ساتھہ اوسکے ڈھونڈھنے کیلیے ٹھہر گئے لیکن منزل پر دور تک پاني کا نام و نشان نہ تھا - صحابہ نے حضرت صدیق (رضي اللہ تعالی عنہ) سے اسکي شکایت کي - اونھوں نے حضرت عائشہ پر ناراضي ظاہر کي کہ تمہاري ہي غفلت نے تمام قوم کو اس مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے - چنانچہ اسي موقع پر آیت تیمم نازل ہوئي ' اور تمام صحابہ مسرت کے لہجے میں پکار اٹھے :

ما ھي باول برکتکم یا آل ابي بکر ! (بخاري) — اے آل ابي بکر ! یہ کچھہ تمہاري پہلي ہي برکت نہیں ہے !

اس بنا پر تیمم بھي غزوات اسلامیہ ہي کي یادگار ہے -

(تیسرات صلواۃ و صیام)

حالت سفر میں قصر اور رمضان میں افطار صوم کي اجازت بھي جہاد ہي کي راہ میں آسانیاں پیدا کرنے کیلیے دي گئي

قران کریم کي آیات قصر میں صاف طور پر جہاد کے مواقع کا ذکر اوپر گزر چکا ہے - حضرۃ عائشہ فرماتي ہیں کہ حکم قصر دراصل جہاد کیلیے ہوا تھا - (بخاري)

(حج)

عبادات اسلامیہ میں حج مختلف یادگاروں کا مجموعہ ہے - وہ جس گھر میں ادا کیا جاتا ہے ' خدا کے سب سے برگزیدہ بندے کے ہاتھہ کي قائم کی ہوئي یادگار ہے :

و اذ یرفع ابراہیم القواعد من البیت و اسمعیل : ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم (۲ : ۱۲۱) — جب حضرت ابراہیم اور اسمعیل خانہ کعبہ کي دیواریں چن رہے تھے تو اسوقت یہ دعا انکي زبانوں پر تھي کہ خدایا ! ہمارے اس عمل کو قبول کرلے ! توہي سننے والا اور جاننے والا ہے !

بلکہ دنیا کي مذہبی یادگاروں میں سب سے قدیم یادگار وہي ہے :

ان اول بیت وضع للناس للذي ببکۃ مبارکا و ھدی للعالمین (۳ : ۹۰) — پہلا گھر جو انسان کی پرستش گاہ بنایا گیا ' وہي گھر ہے جو مکہ میں تمام دنیا کي برکت و ہدایت کیلیے تعمیر کیا گیا -

ان بندوں نے خدا کے وحدانیت کي ایک زندہ رہنے والي یادگار قائم کي تھي - خدا نے بھي اوسي میں اونکي یادگار قائم کردي :

فیہ آیات بینات مقام ابراھیم (۳ : ۹۱) — اس گھر میں مقام ابراہیم ایک نمایاں یادگار مقدس ہے !

صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا حضرۃ ہاجرہ کي اس سراسیمگی کا منظر تازہ کرتي ہے جب وہ پاني کي جستجو اور بچے کي محبت میں پریشان حال تھیں - چاہ زمزم قدرت الہي کي اس کرشمہ سازي کو یاد دلاتا ہے ' جس نے وادی غیر زرع (بنجر اور خشک سر زمین) میں خدا کی رحمت کے دبے ہوے چشمے کا منہہ کھولدیا تھا - قرباني حقیقت اسلامیہ کي اس جاں فروشی اور فدویت کے سر روحاني کو محسوس و ممثل کر دکھاتي ہے ' جس نے حضرت خلیل و ذبیح علیہما السلام کے اندر سے ظہور کیا تھا - " رمی جمار " اس بہیمی و ابلیسي قوتوں سے دنیا کو روکتا ہے جو اس پاک مقاصد کی تکمیل میں سنگ راہ ہو رہے تھے -

لیکن غزوات اسلامیہ نے ان یادگاروں میں ایک یادگار کا اور اضافہ کر بھي دیا - فتح مکہ سے ایک سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ سے صلح کرلي تھي جو صلح " حدیبیہ " کے نام سے مشہور ہے - اس صلح کے بعد آنحضرت صلي اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھہ عمرہ کے لیے تشریف لاے تو صحابہ کو مدینہ کي آب و ہوا نے چور چور کردیا تھا ' اور بخار کے عام ابتلاء نے اونکي طاقت رفتار سلب کردی تھي - اس ضعف کا اثر طواف کي حالت میں بھي صاف نمایاں ہوتا تھا اور مکہ والے دیکھتے تھے -

اسپر کفار نے جو اسلام کي فوجی طاقت کا ہر موقع پر امتحان لیتے رہتے تھے ' طنز آمیز لہجہ میں کہا :

او ھنتھم حمی یثرب ! — مدینہ کے بخار نے تو اونکو چور چور کردیا ہے - (مسلم)

اگرچہ ابھي تک عملاً اونکو یہ یقین نہیں دلایا جاسکتا تھا کہ یہی ناتوان ہستیاں ' یہی ضعیف بندے ' ایک دن اونکی قوت کے سر پر غرور کو کچل دینگے ' تاہم علامات و آثار دکھلاے جاسکتے تھے - اسلیے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کو تندرستوں کیطرح اکڑ کر چلنے کا حکم دیا کہ روح کی ایمانی قوت کو جسم ضعیف کے پردے میں بھي نمایاں کریں - یہ یادگار اب تک قائم ہے ' اور اسکو فقہاء کی اصطلاح میں " رمل " کہا جاتا ہے جسکے معنے اکڑنے کے ہیں - حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اسکو موقوف کردینا چاہا تھا

کبھی کبھی کتوں کی زرھوں میں مشعل بھی لٹکا دیتے تھے اور وہ دشمن کے خیموں میں بڑھکر آگ لگا آتے تھے -

کتوں کے فوجی نظام تعلیم نے آگے چل کر اس سے بھی زیادہ نشو و نما حاصل کی - سنہ ۱۴۷۶ میں جب سوئٹزرلینڈ اور برگنڈی میں معرکہ کارزار گرم ہوا تو فوج کے ساتھہ دونوں طرف کے کتے بھی باہم سرگرم پیکار تھے اور سوئٹزرلینڈ کے کتوں نے برگنڈی کے کتوں پر فتح پائی تھی -

(عہد جدید کے ابتدائی فوجی کارنامے)

جدید دور تمدن کی ابتدائی تاریخ بھی کتوں کے کارنامہ ہاے شجاعت و جلادت سے لبریز ہیں - چنانچہ کوالمیس نے جنگ امریکا میں جن اجزاء سے اپنی فوج کو مرتب کیا تھا، اون میں ۲۰ - کتے بھی تھے - ان کتوں نے ایسے ایسے نمایاں کام کیے کہ پادشاہ اسپین کو حکم دینا پڑا کہ انکے لیے بھی تمام فوج کی طرح تنخواہیں مقرر کردی جائیں !

اوسٹرلٹس کے اوس مشہور واقعہ میں جو سنہ ۱۸۰۵ ع میں فرانس اور روس و اسٹریا کی افواج متحدہ کے درمیان ہوا تھا، علم شاہی کو ایک کتے ہی نے اسٹرین فوج کی غارتگری سے بچایا تھا - اس خدمت نمایاں کے صلے میں مارشل لیل نے ایک اعزازی تمغہ اسے پہنایا !

فرانسیسیوں نے جزائر غرب کی لڑائیوں میں کتوں سے پہرے کا کام لیا تھا -

ترک بھی سترھویں صدی میں کتوں کی جنگی قابلیت سے واقف ہوگئے تھے - جنگ یونان سنہ ۱۸۲۲ ع میں اونہوں نے کتوں سے بیش بہا جنگی خدمات لیں - جب یونانی سپاہی کرلیولیس کی فصیلوں پر چڑھگئے تھے تو ان کتوں نے اونکو ٹڈی دل کی طرح گھیر لیا تھا !

سنہ ۱۸۷۷ میں روس نے ترکوں کی جنگ میں کتوں کا استعمال کیا - سنہ ۱۸۸۲ ع میں روس اور اسٹریا کے درمیان جو جنگ ہوئی تھی، اوس میں فوج کے ساتھہ کتے بھی نبرد آزما تھے -

نپولین نے بھی پہرے کیلیے اسکندریہ کے کتوں کے جمع کرنے کا حکم دیا تھا جب اس نے مصر پر قبضہ کیا تھا - اور جنگ اٹلی میں ان سے جاسوسی اور خبر رسانی کی خدمت بھی لی تھی -

سنہ ۱۵۲۲ ع میں فرانس اور اسپین کے درمیان جنگ ہوئی - ہنری ہشتم شاہ انگلستان نے اپنے بھانجے چارلس خامس شاہ اسپین کو فوجی مدد بھیجی - اوس فوج میں ۴۰,۰۰۰ سپاہیوں کے ساتھہ ۴,۰۰۰ کتے بھی تھے - چنانچہ ان کتوں نے فرنچ کتوں پر نہایت جانبازانہ حملہ کیا -

اسٹریا کے لوگوں نے سنہ ۱۸۸۲ میں ایک خاص نسل کے کتوں کی تربیت و پرداخت کی تھی - یہہ لئے دشمنوں کی کمین گاہوں کا سراغ لگاتے پھرتے تھے - جنرل کریف (روسی) نے جب جیوک کے قلعے پر حملہ کیا تھا تو ترکمان لٹیروں کی کمینگاہ کا پتہ کتوں ہی نے لگایا تھا -

(لہا بقیۃ صالحۃ)

تبلیغ اسلام اور ایڈیٹر الہلال

لڑائی کے متعلقات میں تاریخی، جغرافی، سیاسی، علمی وغیرہ معلومات جو جناب اپنے اخبار کے ناظرین کیواسطے نہایت وضاحت و فصاحت اور کمال حسن بیان کے ساتھہ مہیا کرتے ہیں، اردو خواں پبلک کیواسطے بیحد مفید ہے - اور ہم سب لوگوں کو آپکا بہت بہت شکریہ ادا کرنا چاہیے - اللہ تعالی آپکی عمر اور صحت میں بڑی ترقی عطا فرمائے - لیکن (خدانخواستہ اور واللہ باللہ طنزاً نہیں بلکہ صرف بہبودی اسلام و مسلمانان کے واسطے) اسکا افسوس ضرور ہے کہ یہ بے نظیر قابلیت صرف اشاعت اسلام کے لیے منحصر نہ ہوئی جسکی بہت ضرورت ہے - غالباً آپ نے اڈیٹر کا "افادہ" مطالعہ فرمایا ہوگا جس میں میں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ جزائر فلپائن میں کسی ہندی عالم کو جانا چاہیے - کیا جناب گروہ علما میں سے کسی خاص موزوں شخص کو ترغیب نہیں دے سکتے کہ وہاں چلا جائے ؟ گو بہت سے لوگ عملاً میری اس راے کے مخالف ہیں مگر میں تو پھر بھی کہونگا کہ بہ نسبت دوسروں پر اعتراض کرنے کے خواہ وہ اعتراض سچا ہی کیوں نہ ہو، ہمکو خود اپنی اصلاح زیادہ مفید ہے ; بلکہ سچ یہ ہے کہ اگر مجھکو کوئی شے فایدہ پہنچا سکتی ہے تو وہ اپنی اصلاح - اور اگر اس کا عملی پہلو ہو تو بہت ہی اچھا ہے -

میں نہایت ادب اور پورے اخلاص سے معافی چاہکر لکھونگا کہ خدا را اب جناب مولوی عبد السلام صاحب ندوی کے مضامین اسٹرایک بند کردیں - جنکو پڑھکر میرا تو دم گھٹنے لگتا ہے - اگر ہم ایسی دلیلوں سے کام لیں تو جدال و قتال باہمی کے جواز اور استحسان کی ہمکو روایتیں صحابہ کرام اور تابعین عظام کے عمل سے ملسکتی ہیں - اگر اسٹرایک کو ایسا ہی مقبول عمل سمجھا جاے جیسا کہ جناب مولوی صاحب ممدوح ثابت کرنا چاہتے ہیں تو مسلمان طلبا کو تو کوئی مکتب - مدرسہ - اسکول - کالج اپنے دروازے کے اندر نہ آنے دیگا -

آپکا نہایت ادنی خادم

(نواب حاجی) محمد اسمعیل (خاں صاحب رئیس دتاولی)

مسئلہ قیام الہلال

از جناب مولانا سید مرتضی صاحب (نونہرہ - غازیپور)

الہلال کے بند کردینے کی خبر نے مسلمانوں کی حنین زانین کو فوق فلک الافلاک تک پہنچایا - کوئی دل ایسا نہ تھا جو سینہ میں مضطرب نہو - کوئی اضطراب ایسا نہ تھا جسکی شیون و زاری کی صدا مجیب دعوۃ المضطر کی جناب تک رسائی کی کشمکش نہ کرتی ہو - الہلال کا بند ہونا گویا آفتاب تعلیمات اسلامیہ و مہر ادب و علوم و تحقیق و تدقیق و درس حریت و دعوۃ صدق و صفا کا ہندوستان سے غروب ہونا تھا - اس پرچہ کی قدر اہل علم کے قلوب سے پوچھیے - اردو زبان کو علمی زبان و ادب کا یہ خلعت آپ ہی کے خامۂ بدائع نگار نے پہنایا ہے - الا نثر غالب و سید احمد خاں - لیکن وہ ابتدا تھی ، ان کو یہ جامہ زیبا ہرگز نصیب نہ تھا - ہر موقع پر نوادر اشعار کا وہ مجموعہ آپ کے حافظہ میں ہے کہ معلوم ہوتا ہے، صدہا دواوین اساتذہ کے آپ حافظ ہیں - قرآن کریم کی آیات آپ کے نوک زبان ہیں - ملکی مضامین پر آزادی راے کا جو لامع و ساطع حصہ ہے وہ اپنی آپ ہی نظیر ہے - فن تفسیر و حدیث کی تنقید و تحقیق کس مرتبہ کی ہے ؟

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم

اس کارڈ کو الہلال کے کسی ناحیہ میں ممکن ہو تو جگہ دیجیے

مقالات

کلاب الحرب !

انسان کی جنگ

اور کتوں کی عجیب و غریب خدمات !

و تحسبہم ایقاظا و ہم رقود و نقلبہم ذات الیمین و ذات الشمال' و کلبہم باسط ذراعیہ بالوصید (۱۸ : ۱۷)

پچھلي ڈاک میں یورپ کے جو اخبارات و رسائل آئے ہیں انسے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ جنگ یورپ میں جرمن فوج "فوجي کتوں" سے بھي کام لے رہي ہے - بلجیم کے حملہ میں کتوں کے کئی دستے اسکے ساتھہ تھے - ریل کی گاڑیوں میں انکي نقل و حرکت کیلیے مخصوص گاڑیاں بنائي گئی ہیں جن میں انکی نشست و برخاست اور خواب و خورش کے الگ الگ کمرے ہیں !

اس سے پہلے ہندوستان کے اخبار بیں حضرات اُن مضامین کا مطالعہ کرچکے ہیں جن میں فرانسیسي پولیس کے کتوں سے کام لینے کے دلچسپ حالات بیان کیے گئے تھے' اور جو غالباً ابسے تین چار سال پہلے اخبار میں شایع ہوے تھے - چونکہ کتوں کي جنگی خدمات کے متعلق ابتک اردو میں کچھہ نہیں لکھا گیا ہے اسلیے یہ خبر پڑھکر خیال ہوا کہ ایک مستقل مضمون اس موضوع پر شائع کیا جاے -

(انسان کا وفاسرشت خادم)

کتا انسان کا قدیم وفا دار خادم ہے - انسان جب زمانۂ وحشت میں خود جانوروں کي طرح جنگلوں کے اندر زندگي بسر کرتا تھا' اوسوقت بھي یہ وفا سرشت جانور اوسکي اطاعت اوسي وفا داري کے ساتھہ کرتا تھا' جسطرح آج بیسویں صدي کے کسي متمدن انسان کي کرتا ہے !

اس زمانے میں اگرچہ وسائل تعلیم کي کثرت اور ذرائع تربیت کي وسعت نے کتوں کو بھي تعلیم یافتہ بنا دیا ہے' لیکن اب تک اونکو عہد وفا کا وہ سبق اچھي طرح یاد ہے' جسکو انسان نے زمانۂ وحشت میں پڑھا دیا تھا -

انسان جب جنگلوں میں وحشیانہ زندگی بسر کرتا تھا تو اوسوقت وہ صرف شکار کي غذا پر زندہ تھا - اس وجہ معاش کي فراہمی میں تیر و کمان کے علاوہ اگر کوئي اور رفیق اوسکي اعانت کرسکتا تھا تو وہ یہی کتا تھا - وہی شکار کو تلاش کرتا تھا' وہي جنگلوں کے گھنے اور گنجان درختوں کے اندر گھس کر اونکو ڈھونڈھتا تھا' وہي پہاڑوں پر سے اونکو نیچے اوتار کر لاتا تھا' اور وہي اونکو پکڑ کے اپنے آقا کے پانوں پر ڈالدیتا تھا -

آج بھي جب کبھي اس عہد وحشت کي یاد تازہ کي جاتی ہے اور متمدن انسان جانوروں کے شکار گاہ سے اکتا کر خود اپنے ابناے جنس کو شکار کرنا چاہتا ہے' تو کتا اوسکا حق رفاقت ادا کرتا ہے' اور اوسکے ساتھہ اوسي وفادارانہ طریقہ سے میدان جنگ کا چکر لگاتا ہے' جسطرح عہد وحشت میں اوسکے شکار کے پیچھے پیچھے دوڑتا پھرتا تھا !

(امم قدیمہ اور کتوں کی جنگي خدمات)

اب اگرچہ جنگی کتوں کي تعلیم و تربیت کا ایک خاص نظام قائم ہو گیا ہے' لیکن کتوں سے فوجی خدمت تقریباً تمام قدیم متمدن سلطنتوں نے بھي لی تھي - زمانہ قدیم کی تاریخ جنگ میں کتوں کے جنگي کارنامے نمایاں طور پر نظر آتے ہیں -

سنہ ۳۶۳ قبل مسیح میں جب اجیلاوش شاہ اسپارٹانے منتھی نیا کا محاصرہ کیا تھا تو اوسوقت اوسکی فوج میں کتوں کي صف بھی نظر آتي تھي -

کمبیس تاجدار ایران نے جب مصر پر حملہ کیا تو یہ وفادار خادم بھی اوسکے ساتھہ تھا - یونانیوں نے بھی ٹراوڈا کے محاصرے میں کتوں کي شجاعت سے کام لیا تھا - مقدونیا کی فوج کي تاریخی جرات کا ذمہ دارانہ کام بھی کتوں کے سپرد کیا گیا تھا - ٹیوٹن کے تمام قبایل عموماً جنگ میں کتوں سے کام لیتے تھے اور اونکو زرہیں پہنا کر اور گلے میں خار دار طوق ڈال کر میدان جنگ میں ساتھہ لے جاتے تھے - فرقہ گالین نے کتوں کا ایک دستہ بنا لیا تھا' اور وہ قدم قدم پر فوجی حیثیت سے اونکے ساتھہ ساتھہ رہتا تھا -

گالان کے بادشاہ ٹیوبس نے جب اپنے سفیر اور رومیوں کے پاس بھیجا تو وہ نہایت تزک و احتشام کے ساتھہ روانہ ہوا - سفیر ذاتی وجاہت کے لحاظ سے نہایت بلند بالا شخص تھا - اوس نے گلے میں ایک طوق پہن لیا تھا' اور کلائیوں میں سونیکے کنگن نظر آتے تھے - ساتھہ ساتھہ کاہن قومي ترانہ گاتا ہوا چلتے تھے' با ایں ہمہ خود سفیر کتوں کے جھرمٹ میں محصور تھا' اور وہ با قاعدہ فوج کي طرح نہایت منظم طور پر اوسکے ساتھہ ساتھہ چلتے تھے !

جب سفیر رومیوں کي فوج میں پہونچا تو رومیوں کو کتوں کي اس فوجي ترتیب و با قاعدگي کا نظارہ نہایت عجیب معلوم ہوا' اور اونہوں نے بھي کتوں کی فوجي تعلیم کا مستقل نظام قائم کرلیا - اس نظام نے اس قدر ترقي کی کہ قلعوں کي حراست کا تمام کام کتوں کے متعلق ہو گیا - عموماً قلعوں کي فصیلوں اور برجوں پر کتوں کا پہرا رہتا تھا - جب دشمن قلعے کے قریب آجاتے تھے تو یہ کتے بھونک بھونک کر فوج کو ہوشیار کر دیتے تھے !

ہرکلانیوم کے کھنڈروں میں جو آثار عتیقہ ظاہر ہوے ہیں' اون میں ایک زرہ پوش کتے کی صورت بھي ہے جو ایک رومن فوج پر پہرہ دے رہا ہے -

قرون وسطی میں رومیوں نے کتوں کي تعلیم و تربیت میں اس سے بھي زیادہ ترقي کي - کتوں سے پہلے صرف حراست کا کام لیا جاتا تھا - اب وہ میدان جنگ میں ایک مسلم بہادر سپاہي کا کام دینے لگے - یہ عام طور پر مسلم ہے کہ جنگ میں سپاہیوں سے زیادہ گھوڑے کام کرتے ہیں' لیکن کتوں کا حملہ خاص طور پر گھوڑوں کی قطاروں پر ہوتا تھا - کتوں کے گلے میں خاردار طوق ڈال دیے جاتے تھے' اور اوس میں بڑي بڑي نوکدار چھریاں باندھ دي جاتي تھیں - یہ مسلح کتے میدان جنگ میں دوڑتے پھرتے' اور سپاہیوں کو اس مخفي حملہ کی اوسوقت خبر ہوتی' جب اونکے گھوڑوں کے پانوں زخموں سے بیکار ہو کر آگے بڑھنے کی طاقت سے محروم ہو جاتے تھے !

کس درجہ ہولناک ' اور کیسی زہرہ گداز ہوجاتی ہے ؟ پھولوں کی سیج پر لیٹنے والوں اور اپنے بستر راحت کے ہر طرف ہمدردوں اور غمگساروں کا جمگھٹا دیکھنے والوں کیلیے میدان جنگ کے زخمیوں کی مصیبت سمجھنا بہت مشکل ہے :

تو اگر این نخوردہ گزند را چہ خبر؟

(یورپ میں اسکی ابتدا)

اسلامی ممالک میں جنگ کے سفری شفاخانے اگرچہ آغاز تمدن اسلامی ہی میں قائم ہوگئے تھے لیکن یورپ میں اس طرح کے شفاخانوں کی اولین بنیاد دسویں صدی مسیحی میں ڈالی گئی اس زمانے میں اٹلی مشرقی تجارت کا سب سے بڑا مغربی مرکز تھا' اور اطالی تجار بکثرت ہر سال مصر اور فلسطین کے شہروں سے گذرتے تھے - بیت المقدس میں جب انکا گزر ہوتا تو عیسائی زائروں کی ہزارہا جماعتیں انکی نظر سے گذرتیں جو ممالک اطالیہ سے وہاں ہرسال جمع ہوا کرتی تھیں وہ سفر کی مشقتوں سے چور ہوتیں ' طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتیں ' اور ان میں سے اکثر زائر فقر و مرض کے شدائد سے مجبور ہو کر وہیں رہجاتے اور نذر اجل ہوتے -

اس نظارے نے اطالی تاجروں کے دلونمیں ہمدردانہ احساس پیدا کیا اور سنہ ۱۰۳۲ ع میں ان کی ایک جماعت نے ظاہر باللہ فاطمی خلیفۂ مصر سے ان مریض حاجیوں کے علاج کے لیے بیت المقدس میں خیراتی شفا خانہ قائم کرنیکی درخواست کی - ظاہر باللہ نے نہایت فیاضی کے ساتھہ اجازت دیدی ' اور اونلوگوں نے قدیس (سینٹ) یوحنا کی یادگار میں ایک خیراتی شفا خانہ وہاں قائم کردیا اور یورپ کے دولت مندوں کی فیاضی نے اسے بیحد ترقی دی -

عرب جاہلیۃ کے زمانے میں جسطرح حجاج اور خانہ کعبہ کی انتظامی خدمات انجام دینے کے لیے مختلف جماعتوں کو شطایہ' سدانۃ ' مجانۃ وغیرہ کے مختلف مناصب عطا کیے گئے تھے ' اسی طرح بیت المقدس میں بھی خدام حجاج کا ایک مستقل عملہ قائم تھا ' جنکو " شہسواروں کی برادری " کہا جاتا تھا - جب خدمت زوار کا یہ جدید طبی صیغہ قائم ہوا تو اسکا انتظام بھی ایک جدید اخویت (برادرہڈ) کے سپرد کیا گیا جو تمام اخویات کیطرح اپنا مستقل شعار رکھتی تھی - باہمی امتیاز کیلیے کوئی جماعت سیاہ چادروں پر سفید صلیب لگاتی تھی' کوئی سفید چادروں پر سیاہ صلیب لگا کر نمایاں ہوتی تھی - لیکن اس جماعت نے اپنا شعار سفید چادر اور سرخ صلیب کے نقش کو قرار دیا - رفتہ رفتہ یہ علامت اس جماعت کا عام شعار ہوگیا ' اور جو لوگ فوج کے ساتھہ طبی خدمات انجام دینے کے لیے جاتے تھے' اونکی شخصیت کو بھی علامت ممتاز کرنے لگی - بالآخر سرخ صلیب (ریڈ کراس) کی علامت خیراتی شفاخانوں کے لیے مخصوص ہوگئی -

(صلیب احمر)

یہی جماعت ہے جو اب " جمعیۃ صلیب احمر " کے نام سے پکاری جاتی ہے -

اگرچہ مذہبی گروہ کی خدمات کیلیے اٹالین تاجروں نے سفری شفاخانہ قائم کیا تھا - لیکن اسی سے میدان جنگ میں بھی صلیب احمر کی بنیاد پڑگئی -

ہنری ڈیراں ایک رحم دل پادری تھا جو سوئٹزرلینڈ کا باشندہ تھا سنہ ۱۸۵۹ ع میں فرانس اور آسٹریا کے درمیان معرکۂ سلفرینو کی جو مشہور خونریز لڑائی ہوئی ' اوس میں وہ بھی شریک تھا - اس قیامت ... میں مریضوں کے علاوہ ۴۰ ہزار آدمی زخمی ہوے تھے - ا... خود ان مریضوں کی تیمار داری کی تھی' اونکی مصیبتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا ' اونکے کراہنے کی آواز اپنے کانوں سے سنی تھی' اور اس درد انگیز منظر کے مجموعی اثر نے اوسکے دل کو رحم و ہمدردی کے جذبات سے بھردیا تھا - چنانچہ وہاں سے پلٹ کر اوسنے ایک کتاب لکھی جسکا نام " یادگار سلفرینو " تھا - اس کتاب میں اوس نے جنگ کے ماتم خیز نظارے کا منظر اس موثر طریقہ سے دکھایا کہ ہر شخص نے ہمدردانہ جذبات میں جنبش پیدا ہوگئی ' اور اس حرکت کی مجموعی رفتار نے دفعتا جذبات رقیقہ کا ایک طوفان جد و جہد برپا کردیا !

اول اول خود سوئٹزرلینڈ کی جمعیۃ خیریہ نے رحمدلی سے اس ہمدردانہ جنگ میں اوسکے ساتھہ شرکت کی - اسکے بعد یورپ کے تمام شہروں میں مجروحین جنگ کی اعانت کیلیے انجمنیں قائم ہوگئیں اور اونہوں نے اس قدر ترقی کی کہ تمام سلطنتوں نے اونکی حفاظت اور نشو و نما کو اپنی آغوش میں لے لیا -

(جنیوا کانفرنس)

چنانچہ ۲ جون سنہ ۱۸۶۴ع میں تمام دول یورپ کی ایک کانفرنس جنیوا میں منعقد ہوئی ' اور ان انجمنوں کے تحفظ و بقاء کا قانون پیش کیا گیا - سلطنت فرانس نے نہایت سرگرمی سے اوسکی تائید کی ' اور ۱۸ اگست کو کانفرنس کے اجلاس ختم ہوے -

اس کانفرنس نے مریضوں کی اعانت اور طریق علاج کے تمام مراتب طے کیے' اور تمام وکلاء دول نے اوسکی تصدیق کی - آخر میں ترکی' ایران' جاپان' سیام وغیرہ کی سلطنتوں نے بھی اس کانفرنس کے رزولیوشنوں کے ساتھہ اتفاق کیا -

بحری جنگ کے متعلق بھی کانفرنس میں چند دفعات قانونی پیش کی گئی تھیں لیکن ابتک تمام سلطنتوں نے اونکی تصدیق نہیں کی ہے ' اور بہت ممکن ہے وہ موجودہ جنگ یورپ کے بحری میدانوں میں انکے مسائل تازہ ہوجائیں -

کانفرنس میں اس انجمن کے متعلق جو قانون پاس کیا گیا اوسکی اہم دفعات حسب ذیل تھیں :

(۱) کوئی سلطنت اپنے فاتحانہ یا مدافعانہ جنگ میں ان شفاخانوں سے کسیطرح کا تعرض نہ کریگی' بشرطیکہ اون میں مریض اور زخمی ہوں - فوج نہ ہو -

(۲) ڈاکٹروں' تیمار داروں' اور شفاخانوں کے تمام متعلقین کی حفاظت ہر سلطنت کا لازمی فرض ہوگا - مثلاً اگر وہ دشمن کے ہاتھہ میں گرفتار ہوجائینگے تو اونکا شمار اسیران جنگ میں نہ ہوگا دشمن خود اپنے یہاں اون سے طبی کام لے سکتا ہے - لیکن اگر اوسکو اونکی ضرورت نہیں ہے تو بحفاظت تمام اونکی فوج میں پہونچا دیا جائیگا -

باشندوں میں سے جن لوگوں نے زخمیوں کی تیمار داری کی ہے ' اون پر جنگی ٹیکس اور تاوان کا بار نہ ڈالا جائیگا -

(۳) صلیب احمر کو بلا تخصیص ملک و مذہب ہر قوم' ہر شخص' اور ہر مذہب کے افراد کے زخمیوں کا علاج کرنا ہوگا - اگر کسی زخمی کی تیمار داری ناممکن ہوجاے تو سپہ سالار کا فرض ہوگا کہ اوسکی فوج میں اسے واپس بھیجدے -

(۴) جو زخمی صحت یاب ہونے کے بعد بھی جنگ میں شریک ہونے کے قابل نہو سکینگے اونکو واپس کردیا جائیگا -

(۶) کوئی شخص زخمیوں کی گاڑیوں سے کسی قسم کا تعرض نکرسکے گا ' البتہ اگر ان گاڑیوں سے فوج کی تنظیم و ترتیب میں کوئی خلل آئیگا ' یا اوسکے راستے میں رکاوٹ پیدا ہوگی ' تو سپہ سالار اون گاڑیوں کو دوسرا راستہ اختیار کرنے پر مجبور کر سکے گا -

(لہا بقیۃ صالحہ)

شئون حربیہ

صلیب احمر

میدان جنگ کے شفاخانے

آجکل لڑائیوں کے میدانوں میں ڈاکٹروں اور تیمار داروں کی جو با قاعدہ جماعتیں زخمیوں کے علاج کیلیے جاتی ھیں، انکو ریڈ کراس یعنے صلیب احمر کہتے ھیں ترکوں نے صلیب احمر کی جگہہ ھلال احمر کا لقب انکے لیے اختیار کیا ہے اور گذشتہ جنگ طرابلس و بلقان کے موقع پر یہ نام بچے بچے کی زبان سے نکل چکا ہے -

موجودہ جنگ یورپ میں بھی ھر فوج کے ساتھہ صلیب احمر کی جماعتیں مصروف خدمت ھیں -

لیکن بہت کم لوگوں کو اس جماعت کے قیام کی تاریخ اور ابتدائی حالات معلوم ھونگے - ھم چاھتے ھیں کہ ایک مختصر مضمون میں اسکی تاریخ بیان کردیں -

اس مضمون سے قارئین کرام کو اسکا بھی اندازہ ھوجایگا کہ جنگ کے سفری شفاخانوں کی ایجاد مسلمانوں کے عہد تمدن کی یادگار ہے، اور یورپ کی " صلیب احمر " اس سے تقریباً دو سو برس بعد عالم وجود میں آئی تھی -

(عہد قدیم)

فطرت مرض کے ساتھہ ساتھہ دوا بھی پیدا کردیتی ہے - اس اصول کی بنا پر اگرچہ جنگ کی عالمگیر مصیبت کو خود انسان کی فطرت ھی نے پیدا کیا تھا، لیکن مجروحین جنگ کی مرہم پٹی کا سامان بھی اوسیکے اندر چھپا ہوا تھا :

بیک دست گوہر بیک دست تیغ !

بدو خلقت ھی سے انسان کے سرپر مصیبت کا یہ بادل چھا گیا، لیکن سب سے پہلے اس ابر غلیظ کے سیاہ پردوں کے چاک کرنے کے لیے جو ھاتھہ اوٹھا، وہ عورت کا نرم و نازک ھاتھہ تھا - اسکے رقیق و لطیف جذبات کے ھمدردانہ احساس نے پیش قدمی کی - عورت اگرچہ اپنے ضعف فطری کیوجہ سے اس پردے کو چاک نہ کرسکی تاھم اوس میں اتنی قوت ضرور تھی کہ اپنی چادر کو پھاڑ کے اپنے اعزا و اقارب کے زخموں پر پٹی باندھدیتی - خوش قسمتی سے زمانۂ وحشت کی آزادی نے اوسکو میدان عمل میں مردوں کے دوش بدوش کھڑا کردیا تھا، اسلیے وہ اونکے ساتھہ میدان جنگ میں بھی جاتی تھی، اور جبکہ سنگدل مرد خون کا سیلاب بہاتے تھے، تو وہ اونکو مشک میں بھر بھر کے پانی پلاتی، اونکے زخموں کو دھوتی، اور اونکی کی مرہم پٹی کرتی -

(غزوات اسلامیہ)

زمانۂ جاھلیت میں عرب کی عورتوں نے عموماً یہ ھمدردانہ شعار قائم کرلیا تھا - عہد اسلام میں اس نے اور ترقی کی، اور میدان جنگ میں عورتوں کی خدمات لازمی ھوگئیں - غزوات عہد نبوت و خلفاے راشدین میں عورتوں کی جنگی خدمات نہایت نمایاں ھیں -

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روے مبارک کے زخم کا خون حضرت فاطمہ نے دھویا تھا، اور حضرت عائشہ نے بھی تشنہ کامان جہاد کو پانی پلا کر شرکت جہاد کا شرف حاصل کیا تھا -

جنگ یورپ : صلیب احمر کا شفاخانہ اور " بینٹ اگستائن " کی راھبات (ننز) - بمقام ماسٹرٹ (بلجیم)

اسلامی تمدن و تہذیب کے زمانے میں اس ھمدردانہ طرز عمل نے نہایت ترقی حاصل کی، اور اطباء کی ایک خاص جماعت مرتب کیگئی جو فوج کے ساتھہ ساتھہ میدان جنگ میں جاکر طبی خدمات انجام دیتی تھی - یہ سفری شفاخانے ھمیشہ فوج کے ساتھہ نقل و حرکت کرتے رھتے تھے، ساتھہ ھی متعدد اونٹ اور خچر ھوتے تھے جن پر زخمیوں کی مرہم پٹی اور مریضوں کے علاج کا تمام سامان لدا ھوتا تھا اور انکو "مارستانات نقالہ" کہتے تھے - یعنے سفری شفاخانے - (مارستان فارسی کے بیمارستان کا معرب ہے)

سلطان محمود سلجوقی کی فوج کے ساتھہ جو سفری شفا خانہ تھا، اوسکا تمام طبی ساز و سامان ۴۰ اونٹوں پر آتا تھا ! مورخین اسلام نے عموماً جنگوں کی تفصیل میں شفا خانوں کا بھی خاص طور پر حال لکھا ہے -

تاریخ آل سلجوق میں اسکے نظائر بکثرت ملتے ھیں - ابن اثیر، ابوالفداء، اور مقریزی کی تصریحات اگر جمع کی جائیں تو ایک مفصل رسالہ مرتب ھوجاے -

(مصائب جنگ)

لیکن دنیا کا کام تمدن و تہذیب کی برکات سے زیادہ ھمدردی سے چلتا ہے - اس قسم کے سفری شفا خانوں کا سنگ بنیاد عورت نے خالص ھمدردی کی سطح پر رکھا تھا، اسلیے اوسکی دیواروں کو بھی ھمدردی ھی کے ھاتھوں نے چنا، اور آج ھم اوسکو ایک عظیم الشان عمارت کی شکل میں دیکھہ رہے ھیں !

انسانی مصیبتوں میں مرض سب سے بڑی مصیبت ہے - فقر و افلاس کو اگرچہ انسان کیلیے ایک عظیم الشان مصیبت خیال کیا جاتا ہے، لیکن انسان اس حالت میں اوٹھہ بیٹھہ سکتا ہے، چل پھر سکتا ہے، اور اپنی قوت کے استعمال سے اپنا پیٹ بھر سکتا ہے - لیکن مرض کی حالت میں وہ بالکل بیدست و پا ھو جاتا ہے - علی الخصوص سفر کی حالت میں جب ایک مریض صاحب فراش ھوتا ہے، تو بعض حالتوں میں تو وہ اپنے جیب سے روپیہ پیسہ نکالنے کی بھی قدرت بھی نہیں رکھتا کہ اپنے علاج کا سامان خرید کرلاے - لیکن ایک فقیر گلیوں میں گھوم پھر کے اپنے فقر و فاقہ کا علاج کر لیتا ہے -

یہ عام سفر کے مصائب ھیں - لیکن جنگ کی غربت و بیکسی کا اندازہ کرنے کیلیے انکا تصور کافی نہیں - جبکہ غضبناک دشمن سر پر اور از خود رفتہ ساتھی اپنی اپنی جانوں کی فکر میں ھوتے ھیں، جب لاشیں گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندی جاتی ھیں اور سوار کو یہ سونچنے کی مہلت بھی نہیں ھوتی کہ کنکر پتھر پس رہے ھیں یا انسان کا جسم کچلا جارھا ہے ؟ جب زخمیوں کی آھیں اور دم توڑنے والوں کی فریادیں آلات جنگ کے شور اور خونریز قوتوں کے ٹکر کے ھنگامے میں بالکل گم ھوجاتی ھیں، تو کون اندازہ کرسکتا ہے کہ اس عالم میں زخم اور دکھہ کی مصیبت کس قدر درد انگیز،

سیاست رحم دلي کي دشمن ہے ' لیکن ابہي چلے اسکي نسبت کہا جاتا تھا کہ اوسکي رحم دلي سیاست پر غالب ہے - چنانچہ اوسنے چند سال سے پھانسي کے کسي فیصلہ پر دستخط نہیں کیا - جب اسٹریا میں ہیضہ پھیلا تو اوسکے انسداد کیلیے اپني پوري کوشش صرف کي - لوگوں کے یہاں خود تعزیت کو جاتا تھا ' شفاخانوں میں جاکر مریضوں کو دیکھتا اور اونکو تسکین دیتا تھا - جب ہنگري میں طوفان آیا ' تو خود وہاں جاکر لوگوں کو بچانے کیلیے آمادہ کیا - بلکہ بہت سے ڈوبنے والوں کو اپنے ہاتھہ سے بچالیا !

لیکن یہ عجیب انقلاب وقت ہے کہ جس بادشاہ کي رحمدلي اسکو گوارا نہیں کرتي تھي کہ ایک مجرم کو پھانسي دینے کیلیے دستخط کرے ' وہي آج لاکھوں بے قصور انسانوں کے قتل و غارت کا معرکۂ اول ہوگیا !

کہتے ہیں کہ وہ نہایت فیاض اور کریم النفس بھي ہے - زمانہ جنگ میں مجروحین کو خود اپنا وظیفہ دیتا ہے ' اور خود نہایت سادہ سپاہیانہ غذا پر بسر کرتا ہے - اسي ہمدردانہ برتاو کی بنا پر اوسکو اپني رعایا پر کامل اعتماد حاصل ہے - وہ تنہا باہر نکلا کرتا ہے ' بجز سرکاري تقریبوں کے کبھي محافظ فوج اوسکے ساتھہ نہیں رہتي یورپ کے اخبارات میں اسکي رحم دلي اور فیاضي کي حکایتیں ہمیشہ چھپتی رہي ہیں -

ایک مرتبہ وہ اپنے بچپنے کے زمانے میں لیمبرگ کے باغ میں اپنے دادا کے سامنے کھیل رہا تھا - اسی حالت میں ایک پہرہ دار سپاہي پر اوسکي نظر پڑگئي - اوس نے اپنے دادا سے گھبراکر پوچھا: " کیا یہ فقیر ہے ؟ " اسکے دادا نے پوچھا کہ تمہیں اوسکي فقیري کا حال کیونکر معلوم ہوا ؟ جوزف نے جواب دیا " اسلیے کہ وہ اپنے فرائض کو مجبورانہ انجام دے رہا ہے " فرانسیس نے مسکراکر کہا :

" عزیز من ! ہر امیر فقیر کو اپنے اپنے فرائض مجبورانہ ہي انجام دینے پڑتے ہیں یہاں تک کہ شاہنشاہوں کی اولاد کو بھي - لیکن واقعي یہ پہرہ دار محتاج ہے - اس نوٹ کو لو اور اسے دے آؤ "

جوزف نہایت تیزي سے نوٹ لیکر اوسکي طرف بڑھا اور کہا " یہ نوٹ لو - میرے دادا نے تمکو دیا ہے " اس زمانے کے فوجي قانون کي رو سے کوئی سپاہي کسي قسم کا عطیہ قبول نہیں کرسکتا تھا - اسلیے اوس نے سر کے اشارے سے انکار کیا ' جوزف نہایت ناراض ہوا اور اپنے دادا کے پاس جاکر شکایت کي - آس نے کہا کہ جاکر اوسکے کارتوس کي تھیلي میں چپکے سے ڈالدو - لیکن جوزف کا ہاتھہ سپاہي کي کمر تک نہیں پہونچتاتھا ' اسلیے فرانسیس نے اوسکو گود میں اوٹھالیا' اور اوس نے نوٹ اوسکي تھیلي میں ڈالدیا - اب اوس نے غایت مسرت کے لہجے میں شور مچانا شروع کیا : " سپاہي نے مفلسي سے نجات پالي "

جوزف نے اپني عمر کے پانچ مرحلے طے کیے تھے کہ اوسکے دادا نے انتقال کیا - چھٹے سال اوسکي تعلیم و تربیت شروع ہوئي - اوسکي ماں صوفیا خانداني حیثیت سے عالي مرتبہ اور نہایت دور اندیش اور عاقلہ عورت تھي - اوس نے اپنے بچوں کي تعلیم کي نگراني کا اہم فرض خود اپنے ذمہ لیا - آسٹرین شہزادوں کی تعلیم و تربیت کا ایک خاص قانون تھا جسکو شاہنشاہ جوزف ثاني نے مرتب کیا تھا - اوس نے شاہزادوں کي تعلیم کا پروگرام جن اصولوں پر مرتب کیا تھا ' اوسکي تصریح خود اوسي نے اپنے نہایت جامع الفاظ میں ایک بار کي تھي :

" عام لوگ اپنے بچوں سے کہتے ہیں کہ اگر تم تعلیم حاصل کرو گے تو ملازمت کے ذریعہ اپني ذات کو فایدہ پہونچاسکوگے - لیکن اگر تم نے علوم و فنون میں مہارت حاصل نہ کي ' تو اس سے ملک کو کوئي نقصان نہ پہونچیگا بلکہ خود تمہیں کو بڑا سے بڑا ضرر پہونچے گا -

لیکن یہ فقرے شاہزادوں کي تعلیم و تربیت پر منطبق نہیں ہوسکتے - کیونکہ وہ علم و جہالت' دونوں حالتوں میں ملک کے فرمانروا ہونگے ' اسلیے اوسکا نفع و نقصان ملک کو لازمي طور پر پہونچیگا ' پس اونکے لیے علوم و فنون میں کامل مہارت حاصل کرنا نہایت ضروري ہے "

اہل ہنگري اپني زبان کو زندہ رکھنے اور سرکاري زبان بنانے کي کوشش میں ہمیشہ سے مصروف تھے - مگر سلطنت آسٹریا ہمیشہ ہنگري زبان کو حقارت کي نگاہ سے دیکھتی تھي ' اور کوئی آسٹرین بھولے سے بھي اوسکي تعلیم کی طرف توجہ نہیں کرتا تھا - لیکن شاہنشاہ جوزف نے بچپن ہي میں اونکی زبان کو سیکھا اور اوس میں اس قدر مہارت حاصل کي کہ اچھي طرح بات چیت کرنے لگا - حسن اتفاق سے سنہ ۱۸۴۷ع میں جب کہ وہ صرف آرچ ڈیوک تھا ' گورنر کے تقرر کی رسم ادا کرنے کیلیے ہنگري آیا - یہ ہنگرین شورش و بغاوت کا ابتدائي زمانہ تھا - اونکي شورش کا مقصد صرف اپني قومیت ' وطنیت' اور زبان کو محفوظ رکھنا تھا جو اسٹریا کے ساتھہ مدغم ہوتي جاتي تھي - آرچ ڈیوک فرانسیس جوزف نے نہایت دور اندیشي سے اس فتنہ کو فرو کرنا چاہا اور اونکے سامنے ہنگري زبان میں ایک اسپیچ دي - اسپر تمام ہنگرین قوم نے اس زور سے خوشي کے نعرے بلند کیے کہ انکے گلے پڑ پڑ گئے' اور اپنے قدیم طرز پر اظہار مسرت کیلیے تلواریں نیام سے کھینچ لیں !

چند دنوں کے بعد ہنگري نے آسٹریا کے دائرۂ اقتدار سے نکلنے کے لیے پھر شورش کی ' لیکن وہاں کے گورنر نے اونکو یقین دلایا کہ جس آرچ ڈیوک نے تمہارے سامنے تمہاري زبان میں تقریر کي تھي' وہ عنقریب آسٹریا کا شہنشاہ مقرر کیا جائیگا - اس خوشگوار وعدہ کا نہایت اچھا اثر ہوا ' اور دفعتاً بغاوت کی آگ بجھہ گئي - چند دنوں کے بعد جب شہنشاہ جوزف کے سر پر تاج شاہي رکھا گیا تو تمام ہنگري نے اوسکي رسم تخت نشیني کا نہایت مسرت سے خیر مقدم کیا - حالانکہ وہ دوسرے بادشاہوں سے عموماً اظہار نفرت کرتے تھے -

اسکي روزانہ زندگي کا حسب ذیل پروگرام ایک اخبار میں شائع ہوا تھا :

پانچ بجے صبح کو اوٹھتا ہے ' اور چاے وغیرہ پیکر کام میں مصروف ہو جاتا ہے - دس بجے سے ۱۲ - بجے تک لوگوں کو دربار میں باریابي کا موقع دیتا ہے - پھر اپنے پرائیوٹ سکریٹریوں سے ملکي معاملات میں مشورہ کرتا ہے - تین بجے کھانا کھاکر سیر و تفریح کي تیاري کرتا ہے ' اور اکثر تھیٹروں میں جاتا ہے - ان تفریحي مشاغل سے فارغ ہوکر دس بجے تہاے سو رہتا ہے - با اینہمہ مصروفیت اور کسل و تکان کي کبھي شکایت نہیں کرتا - اگر امور ملکي کے انجام دینے سے طبیعت گھبرا جاتي ہے تو چند دنوں سیر و شکار کے لیے باہر نکل جایا کرتا ہے -

وہ یورپ کي تمام زبانوں کا ماہر ہے اور ان تمام زبانوں میں گفتگو کرسکتا ہے - اوس نے ایک مرتبہ فوج کا جائزہ لیا تو اوسکے سامنے مختلف قوموں کے پانچ دستے پیش کیے گئے - اوس نے ہر ایک کے سامنے اوسیکي زبان میں تقریر کی !

تاریخ و عبر

کرہ ارضي کی آتشزدگی کا اولین شعلہ

فرانسس جوزف شہنشاہ آسٹریا

(حیات خصوصی)

وہ آرچ ڈیوک فرانسیس کارل کا بیٹا ہے - ۱۸ اگست سنہ ۱۸۳۰ ع میں پیدا ہوا' اور سنہ ۱۸۴۸ ع میں جبکہ اسکي عمر صرف اٹھارہ برس کی تھي اوسکی تخت نشیني ہوئی - سنہ ۱۸۶۷ ع میں اوسکے تاج شاہی میں ایک نیا طرہ لگایا گیا - یعنی وہ ہنگري کا بادشاہ بھی بنایا گیا - اسوقت اوسکی عمر تقریباً ۸۴ برس کی ہے -

معمر ترین حکمران عالم

سنہ ۱۸۵۴ ع میں اسنے مکسمیلیان ڈیوک آف بایا ریا کي لڑکي سے شادي کي جو یورپ کی شاہزادیوں میں عام طور پر ممتاز خیال کي جاتي تھي' اور اسکا حسن و جمال مسلم تھا - اوس کے بطن سے چار اولاد پیدا ہوئیں جنمیں سے صرف دو لڑکیاں آرچ ڈچیز جیزالا اور ماریہ زندہ ہیں - سنہ ۱۸۹۸ ع میں ملکہ پر جب وہ جنیوا میں شاہی کشتی میں جا رہي تھي' ایک اٹالین نو جوان نے دفعتاً حملہ کیا اور قتل کردیا -

شہنشاہ جوزف کے تین بھائی تھے' جن میں سے ایک مکسیکو پر حکومت کر رہا تھا' اوس نے ۱۸۶۷ ع میں وفات پائی - دوسرے بھائي کا نام آرچ ڈیوک کارل تھا جس نے سنہ ۱۸۹۶ ع میں انتقال کیا - اس نے متعدد اولاد چھوڑي - فرانسیس فرڈیننڈ جو حال میں سراجیو میں قتل کیاگیا' اسي کا لڑکا تھا شہنشاہ جوزف نے پرنس روڈلف کے انتقال بعد اسیکو ولی عہد مقرر کیا تھا' لیکن وہ فطرتاً نہایت ضعیف الجثہ تھا - ڈاکٹروں نے اوسکو وائینا کے قیام سے منع کردیا تھا - ماہرین سیاست کي رائے تھي کہ وہ حزم و تدبیر کے ساتھہ آسٹریا جیسے مختلف العناصر ملک پر حکومت نہیں کرسکتا - اپني اس کمزوري کو وہ خود بھی محسوس کرتا تھا - اسلیے ایک خاموش لطف و مسرت کي زندگي بسر کر رہا تھا -

عام خیال تھا کہ اگر یہي حالت قائم رہي تو اسکي جگہہ شاہنشاہ جوزف کے بھائي ارچ ڈیوک اوٹو' ولي عہد بنایا جایگا' لیکن سرا جیو نے ہمیشہ کے لیے اوس سے یہ منصب چھین لیا -

شہنشاہ جوزف کا خاندان تمام یورپ میں سب سے قدیم ترین حکمراں خاندان ہے - وہ ۶۳۲ برس سے حکمراني کر رہا ہے' اور یہ ایسا فخر ہے جو دوسرے خاندانوں کو بہت کم نصیب ہوا ہے - اس سلسلہ حکومت کا پہلا تاجدار روڈلف وان ہیسبورگ تھا - وہ پہلے جرمني کا ایک کونٹ تھا لیکن سنہ ۱۲۷۳ ع میں جرمانیا کا باشاہ مقرر کیاگیا -

اس خاندان نے ایک مدت تک آسٹریا' ہنگري' بوہیمیا' وسط جرمني' ہالینڈ' اٹلي' اسپین وغیرہ' پر حکومت کي ہے اور اوس پر سے ہر قسم کے ملکی انقلابات کا سیلاب گذر چکا ہے - اس وسیع مدت نے مردوں کے ساتھہ عورتوں کو بھی حکومت کرنے کا موقع دیا - چنانچہ سنہ ۱۷۴۰ ع جب شاہنشاہ کارل سادس کا انتقال ہوا' اور اوس نے اولاد ذکور میں سے کسیکو وارث تاج و تخت نہ چھوڑا تو اسکی لڑکي ماریا ٹریزا کے سرپر تاج شاہی رکھا گیا - حکمراں ہونے سے پہلے سنہ ۱۷۳۶ ع میں اوسکي شادی ڈیوک فرنسیس لورین سے ہوئی تھی - اب جب اوس نے تخت سلطنت پر قدم رکھا تو اوسکا شوہر ڈیوک فرنسیس اول شاہنشاہ بنایا گیا' یہي فرنسیس ہے جسکی اولاد آج تک بر سر حکومت ہے - اسلیے آسٹریا کے موجودہ خاندان شاہي کو ہیسبورگ لورین کہا جاتا ہے -

شاہنشاہ جوزف کا سالانہ وظیفہ ۹۳۰,۰۰۰ لنی ہے' اس رقم میں سے اوسکو نصف آسٹریا اور نصف ہنگری کے خزانہ سے ملتا ہے - وائنا اور بوڈا پسٹ میں' اوسکےلیے متعدد محل تعمیر کئے گئے ہیں' اور پیرانہ سالي' تجربہ کاری' اور زمانہ شناسی کے لحاظ سے وہ یورپ کے تمام بادشاہوں میں نہایت موقر اور قابل احترام خیال کیا جاتاتھا لیکن افسوس کہ موجودہ جنگ یورپ میں خونریزي کا پہلا قدم اوٹھا کر اسنے اپني ہشتاد سالہ عزت یورپ کے بڑے حصے میں برباد کردي ہے -

فنون لطیفہ کے ساتھہ نہایت دلچسپي رکھتا ہے - بالخصوص مناظر طبیعیہ کا شیفتہ ہے - ساتھہ ہي فنون سپہگري میں بھي اسے خاص شہرت حاصل ہے - اوس نے اکثر میدان جنگ سے پیچھے ہٹ جانے پر موت کو ترجیح دي' چنانچہ معرکہ سلفر نیو میں جب آسٹرین فوج نے جنرل ہیس کی سپہ سالاری میں فرنچ اور سارڈینین فوج کی متحدہ فوج سے مقابلہ کیا اور جنرل ہیس نے بعض جنگی مصالح کی بنا پر فوج کو بھاگنے کا حکم دیدیا' تو شاہنشاہ جوزف کی بہادري نے اس ہتک کو گوارا نہ کیا اور خود فرنچ توپوں کی باڑہ کے آگے سینہ سپر ہوکر کھڑا ہوگیا' جو نہایت تیزي کے ساتھہ پیچھے ہٹنے والي آسٹرین فوج پر گولے برسارہي تھیں !

ایک مرتبہ وہ سرسبز کھیتوں کے درمیان گذر رہا تھا - اوسکو دو شخص نظر آے جو پالو جانوروں کو شکار کیلیے چرانا چاھتے تھے - جب ان دونوں نے شاہنشاہ جوزف کو دیکھا تو آکر پانوں پر گرپڑے اور روکر کہا :

" ہمارا خاندان بہت بڑا ہے - صرف زراعت سے گذر اوقات نہیں ہوسکتي - پہلے ہم فوج میں ملازم تھے' اب موقوف کردے گئے ہیں - اسلیے اس جرم کے ارتکاب پر مجبور ہوگئے "

شاہنشاہ جوزف نے اونکا نام و نشان پوچھکر ان کو واپس چلے جانیکی اجازت دي - وہ چلے گئے' مگر مواخذہ کا خوف دامنگیر تھا - اسکے بعد شاہنشاہ نے اونکے پاس فرمان بھیجا جسکے ذریعہ اونکو شکار گاہوں کا نگراں مقرر کیا گیا - فرمان کو پہلے تو وہ وارنٹ گرفتاري سمجھے لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ بادشاہ نے اونکی صداقت اور فوجي خدمات کے صلے میں ایک موزوں تر منصب عطا کیا ہے !

ایک روز وہ شونسبرن کو جارہا تھا' راستے میں فائر بریگیڈ ملا جو کہیں آگ بجھانے کیلیے جا رہا تھا - اوسکے گھوڑے کیچڑ میں پھنس گئے تھے -

وہ دفعتاً رک گیا' بادشاہ نے خود اپني گاڑي کے گھوڑے کھلواکے اوس میں جتوادیے - ان گھوڑوں نے فائر بریگیڈ کو کیچڑ سے نکالا' اور مقام آتشزدگی تک پہنچا آے - شہنشاہ خود کرایہ کي گاڑي پر سوار ہوکر چلا گیا !

انعامي مضامين سے مقصود يه هے که کسي موضوع يا عنوان کو متعين کر کے اهل قلم کي خدمت ميں پيش کيا جاے تا که وہ اسپر فکر آزمائي کريں' اور پهر بہتر و امثل مضمون کيليے ايک اعلان کردہ رقم پيش کي جاے - اسليے نہيں که وہ اسکا معاوضه هے بلکه محض بغرض امتياز' و تشويق و تحريص -

يه ايک نہايت عمدہ طريقه هے جس سے ارباب قلم ميں تحرير و تصنيف کا شوق پيدا هوتا هے - يورپ کے اخبار و رسائل اور مجالس و مجامع کو پبلک کي طرف سے بڑي بڑي رقميں دي جاتي هيں تاکه وہ انعامي مضامين کا اعلان کر سکيں - وهانکے اخبارات خود بهي اس قابل هوتے هيں که علمي اولوالعزميوں ميں حصه ليں اور اپنے ادارہ کے طرف سے گرانقدر رقوم ارباب علم و ادب ميں تقسيم کريں -

علي الخصوص جب کبهي کوئي نئي اختراع يا علمي تحقيق شائع هوتي هے اور اسکي تکميل و ترقي کيليے ارباب علم اور عام پبلک کي توجهه مطلوب هوتي هے تو عموماً اس کام ميں سب سے زيادہ مدد انعامي مضامين کے مقابلوں هي سے ملتي هے اور انعاموں کي تعداد اور مقدار ميں خود اخبارات و رسائل کا باهمي مقابله شروع هو جاتا هے - مثلاً کئي سال سے تمام يورپ کے اخبارات و رسائل پر هوائي جهازوں کے تجارب کا ايک بحران علمي طاري هے - جنگ سے پہلے کوئي هفته ايسا نہيں جاتا تها که کوئي نه کوئي انعام انکے متعلق شائع نه کيا جاتا هو - صرف ايک اخبار " ڈيلي ٹيلي گراف " لندن نے تين سال کے اندر ۱۲ - بڑے انعام تقسيم کيے جنکي رقوم کي مجموعي تعداد ۳ - هزار پونڈ سے زائد تهي - پهر وہ عظيم الشان انعام اسکے علاوہ هے جو ڈيلي ٹيلي گراف نے پچهلے سال هوائي مسابقت کيليے انگلستان ميں تقسيم کيا تها !

افسوس که هندوستان ميں يه باتيں ابتک خواب و خيال هيں - يہاں کے اخبارات کو دست سوال کي وسعت اور طبع دريوزہ گر کي فلاکت سے اتني مہلت کہاں ملتي هے که انکے بڑهے هوے هاتهوں ميں دوسروں کيليے بهي کوئي بخشش هو؟ ان ميں سے اکثر اپني فلاکت و درماندگي سے مجبور هيں اور بعض اپني طبيعت سے - پبلک نے ابتک علم و ادب اور مطبوعات و مصنفات کي حقيقت نہيں سمجهي هے - وہ هميشه اس فکر ميں رهتي هے که ڈيڑهه روپيه ميں سال بهر تک سب سے زيادہ سياهي اور کاغذ کون ديسکتا هے؟

ليکن ان تمام باتوں سے بهي زيادہ افسوس ناک امر يه هے که اگر بہتر سے بہتر اسباب جمع بهي هوجائيں تو ملک ميں بدبختي سے صحيح دلچسپي لينے والي کوئي جماعت نہيں هے - يہاں اخبار کے معني يه هيں که ايک مشين بصورت انسان جو پرنٹنگ مشين کي آخرين ايجاد کي طرح خود هي کاغذ کاٹتي هے' خود هي چهاپتي هے' خود هي مرتب کرتي هے' خود هي موڑتي هے' غرضکه سب کچهه خود هي کرتي هے - پهر انعام کے معني بهي يہاں يہي هوسکتے هيں که خود هي عنوان تجويز کيا جاے' خود هي رقم معين کي جاے' اور پهر خود هي لکهکر بعد انقضاے مدت مقررہ رقم وصول بهي کرلي جاے :

خود کوزہ' خود کوزہ گر و' خود گل کوزہ !

آغاز اشاعت الہلال سے همين کسي ايسے سلسلے کے اجرا کا بارها خيال هوا مگر اهل قلم کي بے توجهي اور اکثر حالتوں ميں بدمذاقي نے مايوس کرديا -

ليکن آج اس خيال سے که اگر خشک علمي مضامين اور تحقيق طلب مذهبي مقالات کيليے ارباب قلم طيار نہيں هيں تو اقلاً ادب و انشاء کے ميدان ميں تو آسکتے هيں' اس تصوير کو شائع کرتے هيں' اور ادهر ادب و شعر کے با مذاق حضرات کے آگے صرف فکر و خيال کا ايک نيا ميدان کهولتے هيں - اس اولين تجربے پر آيندہ کے ارادے موقوف هيں -

هم سے پہلے ايک اهل قلم کو هم سے بهي زيادہ مصيبت پيش آئي تهي :

رو مسخرگي پيشه کن و مطربي آموز
تا داد خود از کہتر و مہتر بستاني !

الحمد لله که گو بعض ابناے عصر نے اپنے تئيں يہاں تک بهي پہنچا ديا هو مگر همیں اسکي ضرورت نہيں هوئي هے' اور اگرچه علمي و مذهبي مضامين کي جگه محض ادب و شعر کي دعوت دينا همارے ليے ايک طرح کا تنزل هو - تاهم في نفسه اسکي ضرورت سے بهي انکار نہيں کيا جا سکتا -

کچهه عرصه پہلے عالم ادب و شعر کے هم خود بهي رہ نوردہ تهے اور الہلال کي اشاعت کے وقت ارادہ تها که خالص ادبي و شعري افکار و مقالات کا بهي اسميں غالب حصه هوگا - ليکن آگے چلکر معلوم هوا که يہاں ايک کے هو رهنے کے سوا چارہ نہيں' اور بالاخر عالم جذبات و حسن و عشق سے الگ هوکر صرف اصلاح و مذهب هي پر قناعت کرليني پڑي - شايد هم اب بهي اس کام کو کرسکتے هيں مگر نہيں کرتے - و لله در ما قال :

رند هزار شيوہ را طاعت حق گراں نبود
ليک صنم به سجدہ در ناصيهٔ مشترک نخواست

اگر ارباب ذوق نے اس تجربے ميں ساتهه ديا تو انعامي مضامين کا سلسله هميشه جاري رهيگا اور پهر علمي و مذهبي تحقيقات کے عنوان بهي پيش کرينگے -

(نغمهٔ حسن و طبل جنگ)

اس مرقع کا موضوع تخيل " نغمهٔ حسن و طبل جنگ " هے - حسن و عشق کي دنيا بهي ايک معرکه زار هے مگر وهاں کے اسلحهٔ و آلات اور هيں - وہ جنگ جسميں لوهے کي تلوار اور چمڑے کي ڈهال سے کام ليا جاتا هے' بظاهر اس سے کوئي ربط نہيں رکهتي' ليکن اس تصوير ميں دونوں چيزيں جمع کردي گئي هيں - حسن کي مصور و بيخود نگاهيں تلوار پر جهکي هوئي هيں :

سر دوستاں سلامت که تو خنجر آزمائي !

انعامي موضوع بحث يه هے که صرف يه مرقع اور اسکا عنوان شائع کرديتے هيں اور اسکے تاريخي ماخذ اور تمام جزئيات مرقع کے متعلق کچهه نہيں بتلاتے - ارباب ذوق و فکر اس مرقع کو سامنے رکهکر اظهار خيال کريں اور جس پہلو کو زيادہ نماياں پائيں بحث ميں لائيں - آخر اکتوبر تک تمام مضامين آجانے چاهئيں - جو مضمون سب سے زيادہ بہتر و اوفق اور موضوع مرقع پر حاوي کا' اسکے ليے ايک گني نقد اور ايک گني قيمت کي مجلدات الہلال پيش کي جائيگي -

مضامين صاف اور خوشخط لکهے هوں - ورق کے صرف ايک صفحه پر لکهے جائيں - انعام صرف خريداران الہلال کے حلقه ميں محدود رهيگا -

اقـــتـــراح ادبـــی و شـــعـری

نغمـــۂ حسن و طبـــل جنـــگ!

دعوت تسابق افکار و تنافس اقلام

و فی ذالک فلیتنافس المتنافسون ! (۸۳ : ۲۶)

انعامي مضمون - دو گني کا پہلا سلسلہ : " مواضیع ادبیہ " ۳۱ - اکتوبر تک -

آجکي اشاعت کے ساتھہ ایک دلچسپ مرقع شائع کیا جاتا ہے جو کلکتہ کے ایک دقیقہ سنج اور مشاق مصور کے قلم سحر کار کا نتیجہ ہے - اور ایک عمیق و وسیع حسن تخیل، تفحص تاریخی اور فکر شعري نے اسکا خاکہ کھینچا ہے -

بظاہر اس مرقع کو دیکھیے تو صرف دو تصویریں ہیں جنھوں نے زیادہ سے زیادہ ایک صفحہ کی دس بارہ انچ جگہ روک لی ہوگي - لیکن ارباب نظر اگر چاہیں تو انکے صرف ایک گوشۂ نگاہ ہي کے اندر صدہا صفحوں کے صحائف معاني اور دفاتر سوانح و حوادث پڑھلے سکتے ہیں :

احوال ما ز حوصلۂ نامہ بیش بود
لختے ز حال خویش بسیما نوشتہ ایم !

عالم جذبات و حسیات کے صدہا مطالب ہیں جنھیں ہزارہا صفحوں پر پھیلاکر لکھیے جب بھي سمٹ نہیں سکتے - لیکن اگر ایک سیماء گویا، ایک چشم سخنور، ایک نگہ ناطق، ایک غمزۂ معني طراز، ایک جمال فکر اندیش، سامنے آجاے تو انکے درس و فہم کیلیے صرف ایک لمحۂ نظارہ ھي کافي ہوتا ہے - بلکہ اس سے بھي کم -

یہ ایک ایسي حقیقت ہے جسکي ہر صاحب حال فوراً تصدیق کریگا -

ارسطو اگر شرم و حیا کے واردات و اثرات کا فلسفہ مرتب کرتا اور دس ضخیم جلدیں لکھہ جاتا، جب بھي آپ کچھہ نہ سمجھتے - لیکن کسي کے چہرۂ محجوب اور نگہ شرمگیں کا ایک نظارہ آپکو سب کچھہ سمجھا دیتا ہے، اور حقائق حسن و عشق کے وہ وہ اسرار و غوامض خود بخود حل ہوجاتے ہیں جو دنیا بھر کے حکیموں اور فلسفیوں کي زبانیں ملکر بھي حل نہیں کرسکتي تھیں !

آپ کے نزدیک علم البرق کا سب سے بڑا ماہر وہ ہے جسنے کسي وسیع علمي عمارت کے اندر بڑي بڑي کتابیں اور بڑے بڑے آلات دیکھے ہوں - لیکن میري نظر میں اس کي حقیقت اوس خوش نصیب سے بڑھکر کوئي نہیں جانتا جسے کسی جمال آتشیں کي ناگہاني جلوہ تابی کے نظارہ کا بار بار موقعہ ملا ہے، اور ہمیشہ اسکے خرمن صبر و شکیب پر بجلیـاں گرتي رہي ہیں - و کل حزب بما لدیھم فرحون :

نہ دانم تا چہ برق فتنہ خواہد ریخت بر ہوشم
تصــــور کردہ ام بگســــتن بند نقابـــش را

* * *

یہي نکتہ ہے جو فن تصویر و رسوم کو تحریر و کتابت پر ترجیح دیتا ہے - قدیم مصري ہیرو غلیفي (نقوش مصورہ و ممثلہ) کے ذریعہ بخط و کتابت کرتے تھے اور یقیناً ہم سے زیادہ عقلمند تھے دشمن کے ہجوم کي تصویر کھینچنے میں ہم صفحے کے صفحے صرف کردیتے ہیں اور پھر بھي اپنے چشم و دماغ کو مخاطب کے سر میں نہیں رکھدیسکتے - لیکن وہ ایک شمشیر بکف سپاہي کو مکان کے دروازے پر کھڑا دکھلا کر ہم سے زیادہ بہتر درس مطالب پر قادر تھے - جذبات و واردات، حوادث و سوانح، اور مظاہر طبیعیہ و تغیرات فطریہ کے بیان میں ہزارہا صفحے ایک طرف، اور ایک انچ کی چھوٹي سي تصویر ایک طرف ! ہومر نے کسقدر صرف فکر و تصور کے بعد محاصرۂ ٹراے کے چند معرکے دکھلاے اور ہومر اعظم ہوگیا ؟ لیکن ایک مصور پنسل کی چند لکیریں کھینچکر دو چار منٹ کے اندر اس سے زیادہ جنگ کے میدان دکھلا دیسکتا ہے، مگر دنیاہ کا معیار فضیلت دوسرا ہے -

علی الخصوص انساني جذبات و خواطر اور عالم عواطف و حسیات کے اظہار کے لیے تو زندہ انسانوں کے بعد صرف تصویر ھي ایک ایسي شے ہے جو دل کے چھپے ہوے راز دوسرے دلوں تک منتقل کردیسکتي ہے -

واقعہ نویس اور شاعر کے کاموں کو مصور سے وھي نسبت ہے جو ایک فلسفي کے فلسفۂ حسن کے مقابلے میں خود ایک روے جمیل و حسین کو حاصل ہوسکتي ہے - اسي لیے شعر کي ساري فضیلت اسمیں ہے کہ وہ تصویر ہو -

* * *

یہ مرقع جو آپ دیکھہ رہے ہیں، اس بیان کي تصدیق کر سکتا ہے - تاریخ و وقائع، سوانح و حوادث، عجائب تصادفات، نیرنگي انقلابات، حسن و عشق کي کرشمہ سازي، جذبات متضادہ و متباینہ کي کشاکش، اور قلمرو حسن و عالم سیف و سناں کي باہمي آویزش، یہ سب کچھہ اسمیں موجود ہے، اور ان سب سے زیادہ روح شعر و موسیقي کي وہ معنویت اعلی جسکے اظہار سے مورخ کا قلم، خطیب کی زبان، مطرب کي ترانہ سنجي، اور شاعر کي فکر، سب عاجز ہوجاتے ہیں، اگرچہ وہ سب اسکي طرف اشارہ کرتے ہیں اور اسکے ضروري اجزاء مہیا کردیتے ہیں !

انعام، عناوین و مضامین

اردو زبان میں " انعامي مضمون " کي ایک نہایت سخیف و عامیانہ ترکیب رائج ہوگئي ہے، اور غالباً رسالۂ " حسن " حیدرآباد کي بہت سي عمدہ یادگاروں کے ساتھہ یہ ایک ناگوار لغوي صناعۃ بھي باقي رہگئي ہے - اس قسم کی ترکیبیں میرے مذاق سے بالکل دور ہیں، لیکن چونکہ رائج ہوگئي ہے اسلیے مجبوراً لکھنا پڑتا ہے - کسي عمدہ ترکیب سے اسے بدلدینا چاہیے -

[اشتہار بقیہ صفحہ تیسرے کا]

ہالمي کلاس فانسي - لیڈیز و جنٹس،
رسٹ واچ - اصلي قیمت نَس روپیہ رعایتي
تیں روپیہ چودہ آنہ

سلورکیس - ۴ روپیہ چودہ آنہ -
اے اچھي چیز - چھہ روپیہ -
نیکل سلور کیس - اناسل ڈائل -
ایک چمڑے کي اسکراپ مفت دیجاتي
ہے -

بي - اس - نندي - اینڈ کمپني نمبر ۱-۳۹ - دھرمتلہ اسٹریٹ

هنـــدوستـانـــي دوا خـنـہ دهلی

— * —

جناب حاذق الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب کي سر پرستي میں یوناني اور ویدک ادویہ کا جو مہتم بالشان دوا خانہ ہے وہ عمدگی ادویہ اور خوبی کار و بار کے امتیازات کے ساتھہ بہت مشہور ہوچکا ہے - صدہا دوائیں (جو مثل خانہ ساز ادویہ کے صحیح اجزاء سے بنی ہوئی ہیں) حاذق الملک کے خاندانی مجربات (جو صرف اِسي کارخانہ سے مل سکتے ہیں) عالی شان کار و بار ' صفائی ' ستھرا پن ' ان تمام باتوں کو اگر آپ ملاحظہ کریں تو آپ کو اعتراف ہوگا کہ :
ام- ہندوستانی دوا خانہ تمام ہندوستان میں ایک ہی کارخانہ ہے -
فہرست ادویہ مفت

(خط کا پتہ)

منیجر ہندوستانی دوا خانہ دہلی

تـرجمـــہ تفسیر کبیر اردو

——:o:——

حضرت امام فخر الدین رازي رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر جس درجہ کي کتاب ہے ' اسکا اندازہ ارباب فن ھي خوب کرسکتے ھیں اگر آج یہ تفسیر موجود نہ ہوتے تو صدھا مباحث و مطالب علیہ تھے جو ھمارے معلومات سے بالکل مفقود ھوجاتے -

پچھلے دنوں ایک فیاض صاحب درد مسلمان نے صرف کثیر کرکے اسکا اردو ترجمہ کرایا تھا ' ترجمے کے متعلق ایڈیٹر الہلال کي راے ہے کہ وہ نہایت سلیس و سہل اور خوش اسلوب ومربوط ترجمہ ہے "

لکھائي اور چھپائي بھي بہترین درجہ کی ہے - جلد اول کے کچھہ نسخہ دفتر الہلال میں بغرض فروخت موجود ھیں پہلے قیمت دو روپیہ تھی اب بغرض نفع عام - ایک روپیہ ۸ - آنہ کردي گئي ہے -
درخواستیں : منیجر الہلال - کلکتہ کے نام ہوں -

حرمین شریفین کی زیارت

— * —

مولانا الحاج خان بہادر محمد عبد الرحیم صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ سروے آف انڈیا -

یہ سفرنامہ یورپ کے اعلي درجہ کے سفرناموں کے مطابق نہایت عمدہ کاغذ پر صحت اور صفائي کے ساتھہ خوشخط طبع ہوا ہے ممالک اسلامیہ مثلاً عرب ' شام ' فلسطین ' مصر ' عراق وسط عرب و نا معلوم عرب کے دلچسپ اور ضروري حالات نہایت خوش اسلوبي سے سلیس و با محاورہ اُردو میں قلمبند کردیے ہیں - فاضل مصنف کی دوران سفر میں اعلی سے اعلی ترکي افسروں سے ملاقات ہوئی اور ان جانبازوں نے اسلامي ممالک کے نہایت دلچسپ حالات فراہم کرنے میں مصنف کي دلي تائید کی ' کتاب کی کل صفحات تخمیناً آٹھہ سو ہیں اور پھر بیس ہاف ٹون عکسی تصاویر مقامات مقدس کے بھی ملحق ہیں - قیمت صرف تین روپیہ -

المشتہـــــر

عبد الرحمن بکسیلر و پبلشر شوکت اسلام پریس کنٹونمنٹ بنگلور

بیـوٹیـز اف اسلام

اسلام کي خوبیوں پر دیگر مذاہب کے احباب کي گرانقدر رائیوں کا مجموعہ -

ہر شیدائي اسلام کو اِسکا ایک نسخہ ضرور رکھنا چاہیے -
سنہري جلد - عمدہ چھپائی - قیمت صرف ۸ آنہ -
المشـــتہر:— نور لائبریري - ۱/۱۲ سیرانگ لین - کـلـکـتـہ

خـالص اسلی تـرکی ٹوپی - سـاخت قسطنـطنیـہ و مصـر

ترکی ٹوپي - ہر قسم کي ملائم و چڑلی استر دار ' ہر رنگ و ہر سائز کي مبلغ ایک روپیہ سے تین روپیہ تک کی قیمت کا موجود ہے '
کلپاک - انور پاشا ٹوپي - خاکي سبز کاہی و سیاہ رنگ کی قیمت ۴ روپیہ و تین روپیہ آٹھہ آنہ -

خـادم قوم - ایس - ایف - چشتي اینڈ کمپنی دہلی
سول ایجینٹ براے ہندوستان
فبریقہ ہرکہ - ہمایونی - معمورانی قسطنطنیہ فبریقہ نیشنل
ایجیپشین - قبي تابرش - قاہرہ مصر

بریدِ فرنگ

" ٹائمز " کاغذ کي کمیابي پر بحث کرتے ہوے لکھتا ہے ' " یہ ظاہر ہے کہ اسوقت کاغذ کي جتني مانگ ہے اس سے کاغذ کي مجموعي فراھمي بہت کم ہے - کاغذ کي قیمت میں ۷۵ فیصدي کا اضافہ مطابع کی تجارت کے لیے عموماً اور اخبارات کے مالکوں کے لیے خصوصاً ایک سنگین معاملہ ہے لیکن اس گراني کے مسئلہ سے بھی زیادہ اھم یہ سوال ہے کہ اسوقت جبکہ یورپ میں کاغذ سازي کے لیے لکڑي کے مغز (ارق پلپ) کي آمد و رفت بند ہے ' تو کیا یہ امید کي جاسکتي ہے کہ آیندہ گراں تر قیمت ھي پر سہي مگر بہرحال کاغذ ملتا رهیگا ؟

بہترین ذرائع اطلاع کے بموجب لکڑی کے مغز کے اسٹاک کا خرچ ۱۵ هزار ٹن سے بڑھکے ۱۹ هزار روزانہ تک پہنچگیا ہے - رزروائر (محفوظ خزانے) میں معمولي شرح صرف کے لحاظ سے ۱۰ - هفتہ کا سامان رهتا ہے - لیکن آجکل خرچ کا جو اوسط ہے' اسکے حساب سے تو رزروائر بھی ۶ هفتہ سے زیادہ نہیں چلینگے -

---

قرون وسطي نے اپنے هر قسم کے وحشیانہ اور خود غرضانہ جذبات کے لیے مذھب کو آڑ بنایا تھا - موجودہ زمانے نے مذھب کے بدلے تہذیب و تمدن کو انتخاب کیا ہے - چنانچہ اسوقت بھي جبکہ تہذیب و تمدن کي بستیاں تاراج اور انسانیت کا قتل عام هو رہا ہے ' هر طرف سے جو صدائیں آ رهي هیں ' وہ حفظ تہذیب ! حمایت تمدن ! ! اور انتقام انسانیت هي کي هیں ! اللہ ! اللہ

یقولون بافواھہم مالیس في قلوبہم

اس حقیقت کو ایک انگریز آزاد مقالہ نگار کا قلـم اسطرح بے نقاب کرتا ہے :-

"جنگ کا جو سبب عام طور پر بیان کیا جاتا ہے وہ اسقدر کم لڑائي کي اصلي اور حقیقي وجہ هوتي ہے کہ هم بے تکلف یہ اصول قرار دیسکتے هیں کہ جنگ کا جو سبب بھي علانیہ بیان کیا جاے وہ محض حیلہ ہے -

صلیبي لڑائیاں بلکہ خود تحریک " اصلاح " کے متعلق جو جرمن سے شروع هوئي اور پھر انگلستان اور فرانس تک پھیلي ' جب شہادتیں لي گئیں تو ثابت هوا کہ محض ایک نمایش و نمود تھي ' اور در اصل اس پردہ میں دوئي اور مقصد مخفي تھا -

مثلاً جیمس دوم نے ٹیسٹ ایکٹ (قانون امتحان) کي تنسیخ کے وقت " تسامح " اور " حریت ضمیر " کي وکالت کي مگر یہ محض ایک حیلہ هی حیلہ تھا - اب هم کو معلوم هوا ہے کہ اسکا مقصد صرف یہ تھا کہ اس بہانہ پارلیمنٹ میں کیتھولک عنصر در رر شناس بلکہ غالب کیا جاے - هر قوم جب کارزار میں اترتي ہے تو اپنے اس فعل کے جواز کے لیے قابل قدر اسباب کي جستجو کرتي ہے مگر یہ کوشش بالکل عبث ہے - جو جنگ ضروري ہے وہ جائز اور بجا ہے ' گو اسکے لیے خود ساختہ شاندار اسباب نہ هوں "

موجودہ جنگ چاہے مالي حیثیت سے دنیا کے لیے مضر بلکہ مہلک ثابت هو مگر اخلاقي حیثیت سے تو وہ اپنے اندر عبرت و بصیرت کا ایک بہترین ذریعہ ہے -

شاھنشاہ آسٹریا کل تک یورپ کا "سب سے زیادہ محترم معمر انسان " تھا مگر آج اعلان جنگ کے بعد وہ جس شکل میں همارے سامنے پیش کیا جارها ہے اسمیں ایک محترم متمدن انسان کے بدلے ایک سفاک ' عیاش ' پسر کش ' اور بد عہد ' انسان کے خال و خط زیادہ نمایاں هیں !

اخبار " نیشن " شہنشاہ آسٹریا کے متعلق لکھتا ہے :

"اسکي تاریخ کیا ہے ؟ یہ ایک دلچسپ سوال ہے - فرانسیس جوزف (شہنشاہ اسٹریا) نے اپني بے اصول ماں کي آغوش میں پرورش پائي تھي ' اور اسکے اتالیق کونٹ بمبیل نے برائي میں همیشہ اسکی حوصلہ افزائي کي تھي - ۱۸ - سال کي عمر میں اسکے سر پر شاھنشاھي کا تاج رکھا گیا - اس نے سب سے پہلے روس کي مدد سے بسر کردگي کرنتھہ اھل ھنگري کے دبانے کي کوشش کي - تمام ملک ھنگري قتل و خونریزي کا وحشت ناک منظر بنگیا - ۲۵ جنرل قتل هوے ' هزارها انسان بندوق کا نشانہ بنے اور پھانسي کے تختے پر لٹکائے گئے - اسطرح فرانسیس جوزف انساني خون کے سیلاب سے گذرتا هوا تخت شہنشاھي پر آکے بیٹھا -

لیکن هزارها نا کردہ گناہ انسانوں کا خون رائگاں نہیں گیا - بالآخر انتقام کي دیوي " نیمسیس " نے اسکا تعاقب کیا - سب سے پہلے اسي ملک پر آفت نازل هوئي جسکے لیے خون کا هولناک دریا بہایا گیا تھا - "المبارڈي" اور "سالفرنیو" دو مقام اسکے هاتھہ سے نکل گئے -

اسکے بعد کو نگرٹیز کا چرکہ لگا - اور آخر میں ایک مشہور تاریخي شہر وینس بھي چھن گیا -

انتقام کا دائرہ اسکي قلمرو تک هی محدود نہ رها ' بلکہ اسکي خانگي زندگي بھی تلخي اور ماتم گساري میں کٹي - لیکن اسکا بھي ذمہ دار وہ خود هی ہے -

قدرت نے یورپ کي ایک حسین و جمیل ترین عورت کا هاتھہ اسکے هاتھہ میں دیا - فرانسیس جوزف اپني عم زاد بہن الزبتھہ آف بیوریا سے شادي کرنے میں کامیاب هوگیا - مگر اس نے اس مسرت و شادماني کو اسطرح خاک میں ملایا کہ ایک مشہور آسٹرین ایکٹرس " فرار وال " نامي کو " اشل " میں بطور داشتہ عورت کے رکھلیا - اس صدمہ سے اسکي حسین و جمیل ملکہ ٹریست بھاگ گئي -

اگرچہ حسین الیزبتھہ شاھي کشتي پر ایک دن کے لیے ھانبرگ واپس آئي - مگر در اصل ٹریست کي روانگي کے بعد سے اپنے بوالہوس اور بے وفا شوهر کے ساتھہ ایک دن بھي نہ رهي - اور بالآخر لواسین میں قتل هوگئي -

قدرت نے اولاد کے بارے میں اس سے بخل نہیں کیا - روڈلف اسکا بیٹا تھا اگرچہ اکلوتا - نہ کوئي دوسرا بھائي اور نہ کوئي بہن - مگر اسکا کیا انجام هوا ؟ میر لنگ میں خود کشي اور ایک غم انگیز افسانہ جو آج تک کسي کي سمجھہ میں نہ آیا ! (روڈلف کے قتل پر یہ مشہور کیا گیا تھا کہ اس نے خود کشي کرلي ہے مگر ایک شہزادي نے مالي پاسٹ یعني میري سر گذشت کے نام سے جو کتاب شائع کي ہے اس سے ثابت هوتا ہے کہ خود باپ هي نے اپنے بیٹے کو قتل کردیا - یہ اسلیے کہ ھنگری کا بادشاہ نہ هونے پاے جسکے لیے وہ خفیہ طور پر پوري طرح تیاریاں کرچکا تھا -)

اسکے بعد اسکا بھتیجا ولي عہد هوا -

مگر ابھي انتقام کي دیوي کا غصہ فرو نہیں هوا تھا - جس چراغ کے گرد برسوں سے امیدیں پروانہ وار طواف کررهي تھیں اسے سراجیوا میں ایک سروي طالب علم کے هاتھہ نے گل کردیا !

پس اگر فرانسیس جوزف دنیا میں شاھي هستي کا ایک غمزدہ اور اپنے هاتھہ سے اپني خوشي کو خاک میں ملانے والا نمونہ بنکے رها تو کوئي تعجب انگیز امر نہیں ہے - اسوقت انسانیت جس عالمگیر مصیبت میں مبتلا ہے - یہ بھي اسکے دل کي پیرانہ کمزوري کا صدقہ ہے "

مفت مفت مفت

ایک عجیب غریب موقعہ

اصلی چیزیں - کم قیمت - نایاب - اسباب

۲۱ اکتوبر تک

نئے قسم کا رسٹ واچ

(گارنٹی ۶ سال)

نہایت خوبصورت - نکل سلور کیس - مضبوط کیلس چال وقت ٹھیک دینے والی - چمڑہ ولایتی نہایت ملائم - قیمت اصلی ۱۲ روپیہ -

رعایتی قیمت ۴ روپیہ ۱۴ آنہ ارکسیڈ ایزڈ اسٹیل کیس ۵ روپیہ ۴ آنہ -

سلور کیس ۶ روپیہ عمدہ سلور کیس ۶ روپیہ ۸ آنہ سنہرا کیس ۵ روپیہ ۴ آنہ -

۱۴ ایرٹ ہنٹنگ واچ

جولڈ انجن ٹرنگ کیس - دیکھنے میں بہت خوبصورت ٹھیک سونے کا معلوم ہوتا ہے -

اصلی قیمت ۲۰ روپیہ رعایتی قیمت ۷ روپیہ -

۱۴ کیرٹ رولڈ گولڈ پیڈا لیور واچ -

(گارنٹی ۵ سال)

دیکھنے میں قیمتی گھڑیوں کے مشابہ ہے - نہایت اچھی قابل تعریف -

قیمت اصلی ۱۵ روپیہ رعایتی قیمت ۷ روپیہ ۴ آنہ نکل روپن فیس ۶ روپیہ -

موٹر ریگولیڈ لیور واچ -

(گارنٹی ۵ سال)

ہر شخص کے لائق لیور کھلا ڈھکنا - مضبوط کیلس چال ڈائل منقش درمیانہ سائز - نہایت عمدہ اور ٹھیک وقت دینے والا -

اصلی قیمت ۱۰ روپیہ رعایتی ۳ روپیہ ۴ آنہ

سنٹرش ہیٹنگ واچ -

(گارنٹی ۶ سال)

نکل ہنٹنگ سائز ۱۶ - سادہ ڈائل - کفایت اور اچھا وقت دینے والا - موتی، سوئیاں - ہزاروں گھڑیاں سال میں فروخت ہوتی ہیں -

اصلی قیمت ۱۲ روپیہ رعایتی قیمت ۵ روپیہ ۴ آنہ -

سنٹر سکنڈ واچ سٹاپ واچ

خاصکر ڈاکٹروں اور دایوں کیلیے یہ گھڑی ایک سکنڈ کے حصہ کو بھی اچھی طرح سے بتلاتا ہے - کھلا ڈھکنا - چال عمدہ - دیکھنے میں خوبصورت قیمت اصل ۷ روپیہ - رعایتی قیمت ۳ روپیہ ۱۴ آنہ -

می انڈیا واچ

بلکل نئے فیشن کا سلنڈر واچ کھلا ڈھکنا دی دس فانسی سکنڈ ہنڈ سوئی کے شامل - نہایت سچا وقت دینے والی - قیمت اصل دس روپیہ رعایتی ۳ روپیہ چودہ آنہ -

فینسی ڈائل ۴ روپیہ آٹھ آنہ -

امریکن لیور اسٹنڈرڈ واچ

کم قیمت میں سب سے اچھا لیور واچ استعمال کے قابل یہ گھڑی پانچ سو روپیہ کے ساتھ اچھی عرصہ مقابلہ کرسکتی ہے - کیس - دیکھنے میں نہایت خوبصورت -

قیمت اصلی ۲۰ روپیہ رعایتی قیمت ۹ روپیہ آٹھ آنہ -

لیڈی گولڈ واچ

لیڈی اور جنٹلمین کے قابل - چھوٹے شکل کا دیکھنے میں خوبصورت سچا وقت دینے والی بالکل نئے فیشن کا کیس -

قیمت اصلی ۲۵ روپیہ رعایتی قیمت ۱۴ روپیہ آٹھ آنہ - جسمیں جنٹس سائز - ۲۸ روپیہ

بی - اس - ننکبی - اینڈ کمپنی نمبر ۱ - ۳۶ - دھرمتلہ کلکتہ

مفت　　　مفت　　　مفت

ایک عجیب موقعہ

اصلی چیزیں - کم قیمت - نایاب - کمیاب

اصل سے آدھی اور آدھی سے چوتھائی قیمت

۳۱ اکتوبر تک

نوٹ - اس بات پر غور کیجئے کہ ہر گھڑی کے ساتھہ ایک چیز بطور تحفہ کے دی جاتی ہے اسطرح کہ

ایک گھڑی کے خریدار کو ایک جرمن سلور چین مفت

دو گھڑی کے خریدار کو ایک رولڈ گولڈ (سونا) چین مفت

تین گھڑی کے خریدار کو ایک جوڑا الکٹرک گولڈ پلیٹڈ سلف کلوزنگ اسپرنگ برسلٹ مفت ! !

اگر آپکو گھڑی پسند نہ آے تو قیمت واپس دیجائیگی

اسپرنگ بریسلٹ واچ -

(گارنٹی ۴ سال)

رولڈ گولڈ - گول شکل - بہت دیرپا - آپ لوگ ۲۵ سیکڑے زیادہ فائدہ اٹھاوینگے اگر آپ ایک فرمایش بھی بھیجیں -

ٹھیک نقشہ کے مطابق سچے وقت دینے والی قیمت اصلی ۱۰ روپیہ - رعایتی قیمت ۵ روپیہ -

۳۲ پتھر والا	۶ روپیہ
اسکوائر شکل	۶ روپیہ
هارٹ شکل	۶ روپیہ
هشت پہل	۶ روپیہ

نئی وضع کا اسکوائر رسٹ واچ

(گارنٹی ۵ سال)

اس قسم کی گھڑیاں ابھی ابھی هندوستان میں آئی هیں - نہایت فیشن ایبل لیڈیز اور جنٹلمین کثرت سے استعمال کرتے هیں مضبوط کیس نکل کیس فینسی ڈائل - عمدہ وقت دینے والی - ٹھیک تصویر کے مطابق -

اصلی قیمت ۱۲ روپیہ - رعایتی قیمت ۶ روپیہ - آٹھہ آنہ آکسیڈائزڈ اسٹیل کیس ۶ روپیہ آٹھہ آنہ -

سلور کیس	۹ روپیہ ۴ آنہ
مادر آف پرل کیس	۹ روپیہ ۸ آنہ

یہ گھڑی مع چمڑہ اور باکس کے ملیگی

فلیٹ لیور واچ

(گارنٹی ۵ سال)

نکل کیس - کھلا ڈھکنا - سائز ۱۸ -

سکنڈ کی سوئی کے شامل کیلس چابی پتھر ۳ عدد ڈائل میٹل کے - اسپات کے سوئی سادہ کیس اصلی قیمت ۱۲ روپیہ رعایتی ۴ روپیہ ۴ آنہ

نیو ڈیزین بیرل رسٹ لٹ واچ

(گارنٹی ۵ سال)

یہ رسٹ لٹ واچ بہت عمدہ ہے دیکھنے میں نہایت خوبصورت فینسی سوئیاں سچا وقت دینے والی اور جدید فیشن کا ٹھیک نقشہ کے مطابق -

قیمت اصلی ۲۲ روپیہ رعایتی قیمت ۷ روپیہ -

نکل کیس	۷ روپیہ ۴ آنہ
سنہری کیس	۶ روپیہ ۱۴ آنہ
سیاہ اوکسیڈائزڈ کیس	۷ روپیہ ۸ آنہ
فالس مل کیس	۹ روپیہ ۸ آنہ

انگال هنٹنگ واچ

(گارنٹی ۴ سال)

وایٹ میٹل هنٹنگ ۱۶ سائز - کی وائنڈنگ هاف پلیٹ - گولڈ گلٹ مور منٹ سیلنڈر اسکیپمنٹ - ایک نہایت خوبصورت گھڑی -

اصلی قیمت ۱۵ روپیہ - رعایتی ۵ روپیہ هاف هنٹنگ - چھہ روپیہ آٹھہ آنہ -

انگما واچ

(گارنٹی ۵ سال)

پتلی چپٹی شکل کی گھڑی جنٹلمین سائز - پتھر ۲ عدد دیکھنے میں نہایت خوبصورت اور سچا وقت دینے والی -

اصلی قیمت ۸ روپیہ - رعایتی ۴ روپیہ ۸ آنہ -

بی - اس - نندی - اینڈ کمپنی نمبر ۱ - ۳۶ - دھرمتلہ کلکتہ

حکمت بالغہ ! حکمت بالغہ !

مولوي احمد مکرم صاحب عباسي چريا کوٹي نے ايک نہايت مفيد سلسلہ جديد تصنيفات و تاليفات کا قائم کيا ہے - مولوي صاحب کا مقصود يہ ہے کہ قران مجيد کے کلام الہي ہونے کے متعلق آجتک جس قدر دلائل قائم کيئے گئے ہيں اُن سب کو ايک جگہہ مرتب و مدون کرديا جائے - اس سلسلہ کي ايک کتاب موسوم بہ حکمۃ بالغہ تين جلدوں ميں چھپ کر تيار ہو چکي ہے -

پہلي جلد کے چار حصے ہيں - پہلے حصے ميں قران مجيد کي پوري تاريخ ہے جو اتقان في علوم القران علامۂ سيوطي کے ايک بڑے حصہ کا خلاصہ ہے - دوسرے حصہ ميں تواتر قرآن کي بحث ہے ' اس ميں ثابت کيا گيا ہے کہ قرآن مجيد جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوا تھا ' وہ بغير کسي تحريف يا کمي بيشي کے ويسا هي موجود ہے ' جيسا کہ نزول کے وقت تھا ' اور يہ مسئلہ کل فرقہائے اسلامي کا مسلمہ ہے - تيسرے حصہ ميں قرآن کے اسماء و صفات کے نہايت مبسوط مباحث ہيں - جن ميں ضمنا بہت سے علمي مضامين پر معرکۃ الآرا بحثيں ہيں - چوتھے حصے سے اصل کتاب شروع ہوتي ہے - اس ميں چند مقدمات اور قرآن مجيد کي ايک سو پيشين گوئياں ہيں جو پوري ہو چکي ہيں - پيشين گوئيوں کے ضمن ميں علم کلام کے بہت سے مسائل حل کئے گئے ہيں ' اور فلسفۂ جديدہ جو نئے اعتراضات قرآن مجيد اور اسلام پر کرتا ہے ان پر تفصيلي بحث کي گئي ہے -

دوسري جلد ايک مقدمہ اور دو بابوں پر مشتمل ہے - مقدمہ ميں نبوت کي مکمل اور نہايت محققانہ تعريف کي گئي ہے - آنحضرت صلعم کي نبوت سے بحث کرتے ہوے آيۃ خاتم النبيين کي عالمانہ تفسير کي ہے - پہلے باب ميں رسول عربي صلعم کي ان معرکۃ الآرا پيشين گوئيوں کو مرتب کيا ہے ' جو کتب احاديث کي تدوين کے بعد پوري ہوئي ہيں ' اور اب تک پوري ہوتي جاتي ہيں - دوسرے باب ميں ان پيشين گوئيوں کو لکھا ہے ' جو تدوين کتب احاديث سے پہلے ہو چکي ہيں - اس باب سے آنحضرت صلعم کي صداقت پوري طور سے ثابت ہوتي ہے -

تيسري جلد - اس جلد ميں فاضل مصنف نے عقل و نقل اور علماے يورپ کے مستند اقوال سے ثابت کيا ہے کہ آنحضرت صلعم امي تھے ' اور آپ کو لکھنا پڑھنا کچھہ نہيں آتا تھا - قرآن مجيد کے کلام الہي ہونے کي نو عقلي دليليں لکھي ہيں - يہ عظيم الشان کتاب ايسے پر آشوب زمانہ ميں جب کہ ہر طرف سے مذہب اسلام پر نکتہ چيني ہو رہي ہے ' ايک عمدہ حامي اور رہبر کا کام ديگي - عبارت نہايت سليس اور دل چسپ ہے ' اور زبان اردو ميں اس کتاب سے ايک بہت قابل قدر اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر سہ جلد (۱۰۹۳) لکھائي چھپائي و کاغذ عمدہ ہے - قيمت ۵ روپيہ *

نعمت عظمی ! نعمت عظمی !

امام عبد الوهاب شعراني کا نام نامي ہميشہ اسلامي دنيا ميں مشہور رہا ہے - آپ دسويں صدي ہجري کے مشہور ولي ہيں - واقح الانوار صوفياے کرام کا ايک مشہور تذکرہ آپ کي تصنيف ہے - اس تذکرہ ميں اولياء - فقراء اور مجاذيب کے احوال و اقوال اس طرح پر کانٹ چھانٹ کے جمع کئے ہيں کہ ان کے مطالعہ سے اصلاح حال ہو اور عادات و اخلاق درست ہوں اور صوفياے کرام کے بارے ميں انسان سوء ظن سے محفوظ رہے - يہ لا جواب کتاب عربي زبان ميں تھي - ہمارے محترم دوست مولوي سيد عبد الغني صاحب وارثي نے جو اعلی درجہ کے اديب ہيں اور علم تصوف سے خاص طور سے دل چسپي رکھتے ہيں اس کتاب کا ترجمہ نعمت عظمی کے نام سے کيا ہے جو اس کے چھپنے سے اردو زبان ميں ايک قيمتي اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر دو جلد (۷۲۹) خوشخط کاغذ اعلی قيمت ۵ روپيہ *

مشاهير الاسلام ! مشاهير الاسلام ! !

يعني اردو ترجمہ وفيات الاعيان مترجمہ مولوي عبد الغفور خان صاحب رامپوري ' جس ميں پہلي صدي ہجري کے اواسط ايام سے ساتويں صدي ہجري کے خاتمہ تک دنياے اسلام کے بڑے بڑے علماء فقہا قضاۃ شعراء متکلمين نحويين لغويين منجمين مہندسين مورخين محدثين زہاد عباد امراء فقراء حکماء اطبا سلاطين مجتہدين و صناع و مغنيين وغيرہ ہر قسم کے اکابر و اہل کمال کا مبسوط و مفصل تذکرہ -

جيسے بقول (موسيو دي سيلن)

" اہل اسلام کي تاريخ معاشرتي و علمي کي واقفيت کے واسطے اہل علم ہميشہ سے بہت هي قدر کي نگاہوں سے ديکھتے آئے ہيں "

يہ کتاب اصل عربي سے ترجمہ کي گئي ہے ' ليکن مترجم صاحب ممدوح نے ترجمہ کرتے وقت اس کے اس انگريزي ترجمہ کو بھي پيش نظر رکھا ہے ' جسے موسيو دي سيلن نے سنہ ۱۸۴۲ع ميں شائع کيا تھا - سواے اس کے اصل کتاب پر تاريخ ' تراجم ' جغرافيہ ' لغت ' انساب اور ديگر مسائل ديني کے متعلق کثير التعداد حواشي اضافہ کئے ہيں - اس تقريب سے اس ميں کئي ہزار اماکن و بقاع اور قبائل و رجال کا تذکرہ بھي شامل ہوگيا ہے - علاوہ بريں فاضل مترجم نے انگريزي مترجم موسيو دي سيلن کے وہ قيمتي نوٹ بھي اردو ترجمہ ميں ضم کردے ہيں جن کي وجہ سے کتاب اصل عربي سے بھي زيادہ مفيد ہوگئي ہے - موسيو دي سيلن نے اپنے انگريزي ترجمہ ميں تين نہايت کارآمد اور مفيد ديباچے لکھے ہيں مشاهير الاسلام کي پہلي جلد کي ابتدا ميں ان کا اردو ترجمہ بھي شريک کرديا گيا ہے - اس کتاب کي دو جلديں نہايت اہتمام کے ساتھہ مطبع مفيد عام آگرہ ميں چھپوائي گئي ہيں ' باقي زير طبع ہيں - قيمت ہر دو جلد ۵ روپيہ -

(۴) مآثر الکرام يعني حسان الہند مولانا مير غلام علي آزاد بلگرامي کا مشہور تذکرہ مشتمل بر حالات صوفياے کرام و علماے عظام - صفحات ۳۳۸ مطبوعہ مطبع مفيد عام آگرہ خوشخط قيمت ۲ روپيہ -

تمدن ہند ! تمدن ہند ! !

يعني شمس العلما مولانا سيد علي بلگرامي مرحوم کي مشہور کتاب جس کا غلغلہ چار سال سے کل ہندوستان ميں گونج رہا تھا آخرکار چھپ کر تيار ہوگئي ہے - علاوہ معنوي خوبيوں کے لکھائي چھپائي خط ' کاغذ ' تصاوير ' جلد مثل تمدن عرب کے قيمت ...... (۵۰) روپيہ -

(۵) صنمخانۂ عشق - يعني حضرت امير مينائي کا مشہور ديوان بار سوم چھپ کر تيار ہوگيا ہے - قيمت ۲ روپيہ ۸ آنہ -

(۶) قرآن السعدين يعني تذکير و تانيث کے متعلق ايک نہايت مفيد رسالہ جس ميں کئي ہزار الفاظ کي تذکير و تانيث بتائي گئي ہے ' قيمت ايک روپيہ آٹھہ آنہ -

(۷) فہرست کتب خانہ آصفيہ - جس ميں کئي ہزار کتب قلميہ و مطبوعہ اور نيز مصنفين کا نام درج ہے - جو حضرات کتب خانہ جمع کرنا چاہيں ان کو يہ فہرست چراغ ہدايت کا کام دے گي - صفحات (۵۰۰) قيمت ۲ روپيہ -

(۸) تمدن عرب - قيمت سابق ۵۰ روپيہ قيمت حال ۳۰ روپيہ (۹) فغان ايران - مارگن شوسٹر کي مشہور کتاب کا ترجمہ صفحات ۴۶۲ مع ۲۱ عدد تصاوير عکسي عمدہ جلد اعلی - قيمت ۵ روپيہ -

(۱۰) قواعد العروض - مولانا غلام حسين قدر بلگرامي کي مشہور کتاب - عربي فارسي ميں بھي اس فن کي ايسي جامع کوئي کتاب نہيں ہے - صفحات ۳۷۳ قيمت سابق ۳ روپيہ - حال ۲ روپيہ -

(۱۱) - ميڈيکل جيورس پروڈنس - مولانا سيد علي بلگرامي مرحوم کي مشہور کتاب قيمت سابق ۶ روپيہ قيمت حال ۳ روپيہ -

(۱۲) علم اصول قانون - يعني سر ڈبليو - ايچ ريٹنگن کي کتاب کا ترجمہ صفحات (۸۰۸) قيمت ۸ روپيہ -

(۱۳) تحقيق الجہاد - مصنفۂ نواب اعظم يارجنگ مولوي چراغ علي مرحوم - مسئلہ جہاد کے متعلق کل دنيا ميں اپنا نظير نہيں رکھتي - صفحات ۳۱۲ - قيمت ۳ روپيہ -

(۱۴) شرح ديوان غالب اردو - تصنيف مولوي علي حيدر صاحب طبا طبائي صفحات ۳۳۸ قيمت ۲ روپيہ -

(۱۵) داستان ترکتازان ہند - کل سلاطين دہلي کي ايک جامع و مفصل تاريخ ۵ جلد صفحات ۲۶۵۶ قيمت سابق ۲۰ روپيہ قيمت حال ۶ روپيہ -

(۱۶) معرکۂ مذہب و سائنس - ڈريپر کي مشہور عالم کتاب مترجمہ مولوي ظفر علي خان صاحب بي - اے - قيمت ۳ روپيہ -

(۱۷) ماثر الکرام - مشتمل بر حالات صوفياے کرام تصنيف مير غلام علي آزاد بلگرامي - قيمت ۲ روپيہ -

(۱۸) تيسير الباري ترجمہ صحيح بخاري اردو - حامل المتن صفحات (۳۷۵۰) نہايت خوشخط کاغذ اعلی قيمت ۲۰ روپيہ -

نوٹ --- ايک روپيہ في جلد کے حساب سے ہر کتاب کي جلد ہمارے پاس تيار ہوسکتي ہے - جس پر کتاب کا اور مالک کا نام منقش ہوگا -

تاریخ هندوستان

آثارمطبوعات قدیمهٔ هند

ترجمه فارسی " هسٹری آف انڈیا " مصنفه مسٹر جان مارشمن
مطبوعهٔ قدیم کلکته سنه ۱۸۵۹

(۱) هندوستان کے تاریخوں کے لکھنے میں جن انگریز مصنفین نے جانکاه محنتیں کی هیں ان میں مسٹر سی - جان مارشمن (C. Jahan Marshman.) کا نام خصوصیت کے ساتهه قابل ذکر ہے۔ اسکا نهایت سلیس و فصیح فارسی ترجمه لارڈ ایلنبرا کے زمانے میں مولوی عبد الرحیم گورکهپوری نے کیا تها ' اور بحکم لارڈ مذکور پرنس بهرام شاه نبیرهٔ سلطان ٹیپو مرحوم و مغفور نے نهایت اهتمام و تکلف سے طبع کرایا تها - کچهه نسخے فروخت هوے اور کچهه گورنمنٹ نے لے لیے اور عام طور پر اشاعت اسکی نه هوئی -

اس کتاب کی ایک بڑی خوبی اسکی خاص طرح کی چهپائی بهی ہے - پہلے چهپنی تو ٹے ٹائپ میں لیکن ٹائپ برخلاف عام ٹائپ کے بالکل نستعلیق خط کا ہے - بہتر سے بہتر نمونه اگر نستعلیق ٹائپ کا ایتک کوئی ہے تو یہی ہے - کاغذ بهی نهایت اعلی درجه کا لگایا گیا ہے - علاوه مقدمه و فهرست کے اصلی کتاب ۴۰۴ صفحوں میں ختم هوئی ہے -

قیمت مجلد ۳ - روپیه - ۸ آنه - غیر مجلد ۳ - روپیه -
تمام درخواستیں : " مینیجر الهلال کلکته " کے نام آئیں -

الهلال کی ایجنسی

هندوستان کے تمام اردو بنگله گجراتی اور مرهٹی هفته وار رسالوں میں الهلال پهلا رساله ہے ' جو باوجود هفته وار هونے کے روزانه اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت هوتا ہے - اگر آپ ایک عمده اور کامیاب تجارت کے متلاشی هیں تو ایجنسی کی درخواست بهیجیے -

مشاہیر اسلام رعایتی قیمت پر

---

(۱) حضرت منصور بن حلاج اصلی قیمت ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۲) حضرت بابا فرید شکر گنج ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۳) حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ (۴) حضرت خواجہ حافظ شیرازی ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ (۵) حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۶) حضرت شیخ بوعلی قلندر پانی پتی ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۷) حضرت امیر خسرو ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ (۸) حضرت سرمد شہید ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۹) حضرت غوث الاعظم جیلانی ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۱۰) حضرت عبد اللہ بن عمر ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ [۱۱] حضرت سلمان فارسی ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۱۲] حضرت خواجہ حسن بصری ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ [۱۳] حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۱۴] حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ (۱۵) حضرت شیخ سنوسی ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۱۶) حضرت عمر خیام ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۱۷) حضرت امام جعفر ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ (۱۸) حضرت شیخ محی الدین ابن عربی ۳ آنہ رعایتی ۶ پیسہ (۱۹) شمس العلما آزاد دہلوی ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۲۰) نواب محسن الملک مرحوم ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۲۱) شمس العلما مولوی نذیر احمد ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۲۲) آنریبل سرسید مرحوم ۵ رعایتی ۲ آنہ (۲۳) رائٹ آنریبل سید امیر علی ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ (۲۴) حضرت شہباز رحمۃ اللہ علیہ ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ (۲۵) حضرت سلطان عبد الحمید خان غازی ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ (۲۶) حضرت شبلی رحمۃ اللہ ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۲۷] حضرت معظم ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۲۸] حضرت ابو سعید ابو الخیر ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۲۹] حضرت مخدوم صابر کلیری ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۳۰] حضرت ابو نجیب سہروردی ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۳۱] حضرت خالد بن ولید ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ [۳۲] حضرت امام غزالی ۹ آنہ رعایتی ۲ آنہ ۲ پیسہ [۳۳] حضرت سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ [۳۴] حضرت امام حنبل ۴ آنہ رعایتی ۶ پیسہ [۳۵] حضرت امام شافعی ۹ آنہ رعایتی ۱۰ پیسہ [۳۶] حضرت امام سعید ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۳۷] حضرت عمر بن عبد العزیز ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ (۳۸) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۳۹) حضرت خواجہ معین الدین چشتی ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ (۴۰) اوس عثمان پاشا شیر پلیونا اصلی قیمت ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ۔ سب مشاہیر اسلام قریباً دو ہزار صفحہ کی قیمت یک جا خرید کرنیسے صرف ۲ روپیہ ۸ آنہ۔ (۴۰) تذکرہ پنجاب کے اولیائے کرام کے حالات ۱۲ آنہ رعایتی ۹ آنہ (۴۱) آئینہ خود شناسی تصوف کی مشہور اور لاجواب کتاب خدا بینی کا رہبر ۵ آنہ رعایتی ۳ آنہ۔ [۴۲] حالات حضرت مولانا روم ۱۲ آنہ رعایتی ۹ آنہ۔ [۴۳] حالات حضرت شمس تبریز ۹ آنہ رعایتی ۳ آنہ۔ مطلب ذیل کی قیمت میں کوئی رعایت نہیں۔ [۴۴] حیات جاودانی مکمل حالات حضرت محبوب سبحانی غوث اعظم جیلانی ۱ روپیہ ۸ آنہ [۴۵] مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اردو ترجمہ ڈیڑھ ہزار صفحہ کی تصوف کی لاجواب کتاب ۴ روپیہ ۷ آنہ [۴۶] ہشت بہشت اردو خواجگان چشت اہل بہشت کے مشہور حکیموں کے پاکیزہ حالات زندگی مع انکی سینہ بہ سینہ اور صدری مجربات کے جو انکی سال کی محنت کے بعد جمع کئے گئے ہیں۔ اب دوسرا ایڈیشن طبع ہوا ہے اور جن خریداروں کے جو نسخوں کی تصدیق کی ہے انکے نام بھی لکھد ئے ہیں۔ علم طب کی لاجواب کتاب ہے اصلی اصلی قیمت چھ روپیہ ہے اور رعایتی ۳ روپیہ ۸ آنہ [۴۸] الجزیرہ اس کا مواد مرض کی تفصیل تشریح اور علاج ۴ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۴۹] صابون سازی کا رسالہ ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ۔ (۵۰) انگلش ٹیچر بغیر مدد استاد کے انگریزی سکھانے والی سب سے بہتر کتاب قیمت ایک روپیہ [۵۱] اصلی کیمیا گری یہ کتاب سونے کی کان ہے اسمیں سونا چاندی رانگ سیسہ جستہ بنانے کے طریقے درج ہیں قیمت ۰ روپیہ ۸ آنہ

حرم مدینہ منورہ کا سطحی خاکہ

حرم مدینہ منورہ کا سطحی خاکہ یا (Plan) ہے جو ایک مسلمان انجنیر نے موقعہ کی پیمایش سے بنایا ہے۔ نہایت دلفریب متبرک اور روغنی معہ رول رکھوا پانچ رنگوں سے طبع شدہ قیمت ایک روپیہ۔ علاوہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ ـــ منیجر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤ الدین
ضلع گجرات پنجاب

واٹر بری کا تیار کیا ہوا خوشگوار مچھلی کا تیل

ترکیب سے تیار کیا ہوا مزہ دار مچھلی کا تیل

دُبلے اور کمزور رگ و پٹھہ کو طاقتور بنانے اور پھیپڑا کی بیماری اور کھانسی و زکام سے خراب ہونے والے جسم کو درست کرنے کے لئے "کاڈ لیور وائل کمپاونڈ" یعنی ہمارے یہاں کے تیار کیے ہوئے مچھلی کے تیل سے بڑھکر کوئی دوسری دوا نہیں ہے۔

ایک بڑی خرابی مچھلی کے تیلوں میں یہ ہے کہ اس سے اکثر لوگوں کو متلی پیدا ہوتی ہے، اور کبھی کم مقدار کا ایک خوراک بھی کھانا ناممکن ہو جاتا ہے

واٹر بری کی کمپاونڈ یعنی مرکب دوا جسکے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ناروے ملک کی "کاڈ" مچھلی سے تیل نکالکر خاص ترکیب سے اسکے مزہ اور بو کو دور کرکے اسکو "مالٹ ایکسٹراکٹ" و "ہائپو فاسفائٹس" و "گلیسرین" و "ارومٹکس" (خوشبو دار چیزیں) اور پھیکے "کریوسوٹ" اور "گوائیا کول") کے ساتھہ ملانے سے یہہ مشکل حل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ "کاڈ لیور وائل" کو اس ترکیب سے بنانے کے سبب سے نہ صرف اسکی بدمزگی دور ہوگئی ہے بلکہ وہ مزہ دار ہوگیا ہے اور اس سے پھرتی اور بشاشی ہوتی ہے مگر یہ مرکب دوا "کاڈ لیور وائل" کے عمدہ فائدہ کو نہیں روکتی ہے۔ اسکو بہت عمدہ طور سے بنایا گیا ہے۔ اور اسکو جاننے والے اور استعمال کرنیوالے لوگ خوب پسند کرتے ہیں۔ اگر تمہارا جسم شکستہ اور رگ و پٹھے کمزور ہوجائیں جنکا درست کرنا تمہارے لئے ضروری ہو۔ اور اگر تمہاری طاقت زائل ہو رہی اور تمکو بہت دنوں سے شدت کی کھانسی ہوگئی ہو اور سخت زکام ہوگیا ہو جس سے تمہارے جسم کی طاقت اور اعضاے رئیسہ کی قوت نقصان ہوجانے کا ڈر ہے۔ ان حالتوں میں اگر تم پھر قوت حاصل کرنے چاہتے ہو تو ضرور واٹر بری کا مرکب "کاڈ لیور وائل" استعمال کرو۔ اور یہہ ان تمام دواؤں سے جنکو ہم اپنے خریداروں کے سامنے پیش کرسکتے ہیں کہیں بہتر ہے۔ یہ دوا ہر طرح سے بہت ہی اچھی ہے۔ یہ دوا پانی و دودھ وغیرہ کے ساتھہ کھلجاتی ہے، اور خوش مزہ ہونیکے سبب لڑکے اور عورتیں اسکو بہت پسند کرتے ہیں۔ نسخہ کو بوتل پر لکھہ دیا گیا ہے۔ قیمت بڑی بوتل تین روپیہ اور چھوٹی بوتل ڈیڑھ روپیہ۔

"واٹر بری" کا نام یاد رکھیے

یہہ سب دوا نیچے لکھے ہوئے پتہ پر ملتی ہے :ـــ

ایم ٹامس۔ عبد الغنی کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

روغن بیگم بہار

حضرات اہلکار، امراض دماغی کے مبتلا وگرفتار، وکلا، طلبہ، مدرسین، معلمین، مولفین، مصنفین، کیخدمت میں التماس ہے کہ یہ روغن جسکا نام آپ نے عنوان عبارت سے ابھی دیکھا اور پڑھا ہے، ایک عرصے کی فکر اور سونچ کے بعد بہتیرے مفید ادویہ اور اعلی درجہ کے مقوی روغنوں سے مرکب کرکے تیار کیا گیا ہے، جسکا اصلی ماخذ اطباے یونانی کا قدیم مجرب نسخہ ہے، اسکے متعلق اصلی تعریف بھی قبل از امتحان ریش ار تجربہ مبالغہ سمجھی جا سکتی ہے- صرف ایک شیشی ایکبار منگواکر استعمال کرنے سے یہ امر ظاہر ہو سکتا ہے کہ آجکل جو بہت طرحکے ڈاکٹری کبیراجی تیل نکلے ہیں اور جنکو بالعموم لوگ استعمال بھی کرتے ہیں آیا یہ یونانی روغن بیگم بہار امراض دماغی کے لیے بمقابلہ تمام مروج تیلونکے کہانتک مفید ہے اور نازک اور شوقین بیگمات کے بالونکو نرم اور نازک بنانے اور دراز و خوشبودار اور خوبصورت کرنے اور سنوارنے میں کہانتک قدرت اور تاثیر خاص رکھتا ہے - اکثر دماغی امراض کبھی غلبۂ برودت کیوجہ سے اور کبھی شدت حرارت کے باعث اور کبھی کثرت مشاغل اور محنت کے سبب سے پیدا ہو جاتے ہیں، اسلیے اس روغن بیگم بہار میں زیادہ تر اعتدال کی رعایت رکھی گئی ہے تاکہ ہر ایک مزاج کے موافق ہو مرطوب و مقوی دماغ ہونیکے علاوہ اسکے دلفریب تازہ پھولوں کی خوشبو سے ہر وقت دماغ معطر رہیگا، اسکی بو غسل کے بعد بھی ضائع نہیں ہوگی - قیمت فی شیشی ایک روپیہ محصول ڈاک ۵ آنہ درجن ۱۰ روپیہ ۸ آنہ -

بنّیکا

بادشاہ و بیگموں کے دائمی شباب کا اصلی باعث یونانی میڈیکل سائنس کی ایک نمایاں کامیابی یعنی -

بنّیکا ــــ کے خواص بہت ہیں، جن میں خاص خاص باتیں عمر کی زیادتی، جوانی دائمی، اور جسم کی راحت ہے، ایک ہفتہ کے استعمال میں اس دوا کا اثر آپ محسوس کرینگے - ایک مرتبہ کی آزمایش کی ضرورت ہے -

وما نرنجی تیلہ اور بوٹیر الجبی تیلا - اس دوا کو میں نے اپنا و اجداد سے پایا جو شہنشاہ مغلیہ کے حکیم تھے - یہ دوا فقط ہمکو معلوم ہے اور کسی کو نہیں درخواست پر ترکیب استعمال بھیجی جائیگی -

"رنفتر فل کالیھو" کو بھی ضرور آزمایش کریں - قیمت دو روپیہ بارہ آنہ -

مسک پلس اور الکٹریک دیگر بوسٹ پانچ روپیہ بارہ آنہ محصول ڈاک ۹ آنہ -

یونانی لوٹ بازار کا سامپل یعنی سرمہ دوا کی دوا صفحے پر مفت بھیجی جاتی ہے - فوراً لکھیے -

حکیم مسیح الرحمن - یونانی میڈیکل ہال - نمبر ۱۱۴/۱۱۵ مچھوا بازار اسٹریٹ - کلکتہ

Hakim Masihur Rahman
Yunani Medical Hall
No. 114/115 Machuabazar Street
Calcutta.

بہت تھوڑے سے واپس

ہمارا سی موھنی فلوٹ ہارمونیم سریلا فائدہ عام کے واسطے تین ماہ تک نصف قیمت میں دی جاویگی یہ ساگی کی لکڑی کی بنی ہے جس سے آواز بہت ہی عمدہ اور بہت دیر تک قائم رہنے والی ہے -

سینگل ریڈ قیمت ۳۸ - ۴۰ - ۵۰ - روپیہ اور نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - اور ۲۵ - روپیہ ڈبل ریڈ قیمت ۶۰ ۷۰ و ۸۰ روپیہ نصف قیمت ۳۰ و ۳۵ و ۴۰ روپیہ ہے آرڈر کے ہمراہ ۵ - روپیہ پیشگی روانہ کرنا چاہیئے -

کمرشیل ہارمونیم فیکٹری نمبر ۱۰/۳ لوئر چیت پور روڈ کلکتہ -

Commercial Harmonium Factory
N.o 10 /3 Lover Chitpur Road
Calcutta

انندا فلوٹ ہارمونیم

اسکے مقابلہ میں تمام ہرمونیم بیکار ہیں اسنے انڈین ایکزیبیشن سنہ ۱۹۰۰ میں گولڈ مڈل حاصل کی ہے - اسکے آگے زیادہ تعریف کی کونسی ضرورت ہے -

گارنٹی تین ۳ سال -

اکٹو سنگل سٹ رکسی ٹریبی قیمت ۱۵ - ۱۷ - ۲۰ روپیہ " " ڈبل " " - قیمت ۲۷ - ۳۰ - ۳۵ روپیہ

ہر درخواست کے ساتھہ پانچ روپیہ پیشگی آنا چاہیے

A. P. Day and co.
22/1 Budhoo Ostagar Lane,
Calcutta.

علاج بواسیر

داخلی - خارجی - خونی وغیرہ کیسا ہی ہو، اسکے استعمال سے کلی آرام ہوجاتا ہے قیمت فی شیشی چار روپیہ -

سفید داغ کا لا جواب علاج

بدن میں کیساہی سفید داغ کیوں نہو اسکے استعمال سے بالکل آرام ہوجاتا ہے -

قیمت فی شیشی چار روپیہ -

White & 50 Tollygunge
Calcutta

استرہ کی ضرورت نہیں

مولترر صاحب کا ہیر ڈیلی ٹری لگا لیجے اور ایک منٹ میں بالوں کو صاف کرلیجیے فی شیشی چھہ آنہ تین شیشی ایک روپیہ -

پھول رانی

نہایت خوشبودار روغن پھول ہے سکے استعمال سے دل ودماغ تازہ رہتا ہے اسطرحکا روغن ابتک کسی نے ایجاد نہیں کیا -

قیمت فی شیشی بارہ آنہ ایک درجن سات روپیہ آٹھہ آنہ -

Maithra & Co 1-1 Tarak Chatterjee Lane,
Calcutta.

اصلی مکر دھج

جو کہ خاص طلا سے بنایا گیا ہے یہ دوا خون کو صاف کرتا ہے بدن کو قوت بخشتا ہے، ناتوانوں کو توانا کردیتا ہے -

مرد و عورت دونوں کے استعمال کے لایق ہے - قیمت نمبر ۱ ایک تولہ پچاس روپیہ نمبر ۲ " " بتیس ۳۲ روپیہ

۱/۲ سے کم درخواست نہیں آنا چاہے -

Imperial Depot.
60 Srigopal Mullik Lane
Bow Bazar Calcutta

سنکاری فلوٹ

تین سال کی گارنٹی

بہترین اور سریلی آواز کی ہارمونیم سنگل ریڈ C سے C تک یا F سے F تک قیمت ۱۵ - ۱۸ - ۲۲ - ۲۵ روپیہ

ڈبل ریڈ قیمت ۲۲ - ۲۷ - ۳۲ روپیہ

اسکے ماسوا ہر قسم اور ہر صفت کا ہرمونیم ہمارے یہاں موجود ہے -

ہر فرمایش کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور پیشگی آنا چاہیے -

R. L. Day.
24/1 Harkata Lane,
Calcutta.

مفت ! مفت !

ڈاکٹر کے - سی - داس صاحب تصنیف کردہ نوجوانوں کا رہنما و صحت جسمانی و زندگانی کا بیمہ کتاب قانون عیاشی - مفت روانہ ہوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy
30/2 Harrison Road
Calcutta.

"كتاب مرقوم يشهده المقربون (۸۳ : ۱۸)"

"وفي ذالك فليتنافس المتنافسون !" [۸۳ : ۲۳]

السحـــر الحـــلال

في

مجلـــدات الهـــلال

توائے کہ محو سخن گستران پیشینی
مباش منکر " غالب " کہ در زمانۂ تست !

(۱) " الهـــلال " تمام عالم اسلامي میں پہلا هفته وار رساله ہے جو ایک هي وقت میں دعوة دینیۂ اسلامیۂ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کي تجدید ' اعتصام بحبل الله المتین و وحدة کلمۂ امۃ مرحومہ کي تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیه ' و فصول ادبیه ' و مضامین و عناوین سیاسیۂ و فنیه کا مصور و مرصع مجموعه ہے - اسکے درس قرآن و تفسیر و بیان حقائق و معارف کتاب الله الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تعریف نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشهاد قرآني سے تعلیمات الٰهیه کي محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونه پیش کیا ہے ' وہ اسدرجه عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید و اعدی عدو مخالفین و منکرین تک اسکي تقلید کرنے کیلیے ساعي هیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور هیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جمله ' ایک ایک ترکیب ' بلکه عام طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانه و مجتهدانه ہے -

(۲) قرآن کریم کي تعلیمات اور شریعة الالٰهیه کے احکام کو جامع دین و دنیا و حاوي سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپني خصوصیات کے لحاظ سے کوئي قریبي مثال تمام عالم اسلامي میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام هندوستان میں پہلي آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکي تمام سیاسي و غیر سیاسي معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کي تلقین کي ' اور سیاسی آزادي و حریت کو عین تعلیمات دین و مذهب کي بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ جو سال کے اندر هي اندر اسے هزاروں دلوں ' هزاروں زبانوں ' اور صدها اقلام و مخالف سے معتقدانه نکلوا دیا !

(۴) وہ هندوستان میں پہلا رساله ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادي و عملي الحاد کے دور میں توفیق الٰهي سے عمل بالاسلام والقرآن کي دعوت کا از سر نو غلغله بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغه کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعه سے بے تعداد و بے شمار متشککین متذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاهد في سبیل الله مخلص هوگئے هیں - بلکه متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور [illegible] هیں جن میں ایک نئي مذهبي بیداری پیدا هوگئی ہے ! و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء و الله ذوالفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جهاد في سبیل الله کے جو حقائق و اسرار الله تعالی نے اسکے صفحات پر ظاهر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و هدایت ' متلاشیان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الٰهیه و علوم نبویه ' غرضکه سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعه اور کوئي نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکي خبریں اور بحثیں پراني هوجاتي هیں - وہ مقالات و فصول عالیه کا ایک ایسا مجموعه ہے ' جن میں سے هر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور هر زمانے اور وقت میں ایکطرح مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید هوتا ہے -

(۷) چهه مہینے میں ایک جلد مکمل هوتي ہے - فہرست مواد و تصاویر به ترتیب حروف تہجي ابتدا میں لگا دی جاتي ہے - ولایتي کپڑے کي جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام هندوستان میں وحید و فرید چهپائي کے ساتهه بڑي تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلي اور دوسري جلد دوبارہ چهپ رهي ہے تیسری اور چوتهي جلد کے چند نسخے باقی رهگئے هیں تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتهي جلد میں (۱۲۵) سے زاید هاف ٹون تصویریں بهي هیں ' اس قسم کي دو چار تصویریں بهي اگر کسي اردو کتاب میں هوں تو انکي قیمت دس روپیه قرار دی جاتي ہے -

(۹) با این همه قیمت صرف پانچ روپیه ہے - ایک روپیه جلد کي اجرت ہے -

بہت ممکن ہے کہ الهلال کی قیمت بڑھا دی جاے - اگر ایسا هوا تو پھر مکمل جلدوں کی قیمت بھی زیادہ هو جائیگی .

Tel. Address:—"Alhilal," Calcutta
Telephone No. 648.

AL-HILAL.

Proprietor & Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
14, McLeod Street,
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

الهلال

مدیر مسول و رئیس تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۱۴ — مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ — ۱۲ — روپیہ
ششماہی — ۶ — ۱۲ — آنہ

نمبر ۱۳ | کلکتہ: چہار شنبہ ۹ - ذیقعدہ ۱۳۳۲ ہجری | جلد ٥
Calcutta: Wednesday, September, 30. 1914.

ہفتۂ جنگ

وداع و وصل جدا گانہ لذتے دارد
ہزار بار برو، صد ہزار بار بیا!

فرانس کے میدان جنگ کے نئے تغیرات کی اولین اطلاع جبکہ ۷ - ستمبر کو دی گئی تھی - تمام دنیا نے حیرت و تعجب کے ساتھ سنا کہ جرمنی پیرس کی طرف مزید پیش قدمی کرنے کی جگہ پیچھے ہٹ رہی ہے -

فی الحقیقت یہ ایک عجیب منظر تھا - فوجوں کا ایک پر جوش سیلاب عین نشیب کے کنارے تک پہنچکر پھر الٹ پڑا - میجر ... کے لفظوں میں "اگر یہ مصلحت جنگی تھی تو قوۃ جنگی و ضبط عسکری کی ایک ایسی واقعی اور حقیقی مصلحت جسکی نظیر تاریخ جنگ میں نہیں ملیگی"

یہ امر اب روز بروز واضح تر ہوتا جاتا ہے کہ جرمن فوج کی مراجعت محض ایک تدبیری استحکام اور آیندہ کے تحفظ کیلیے تھی، نہ کہ کسی خارجی ثقل و حرکت کیلیے - اگر یہ سچ ہے تو اس فوج کے ضبط و تحمل اور حقیقی مصلحت فرمائی کا اعتراف کرنا چاہیے، جو اپنے دل پر اسقدر قابو رکھتی ہے کہ منزل مقصود کو بالکل سامنے دیکھکر بھی پیچھے ہٹ آسکتی ہے!

ہم نے گذشتہ اشاعت میں ۲۳ - تک کی تار برقیوں پر نظر ڈالی تھی اور اس کا خلاصہ پیش کیا تھا - جرمنی کی مراجعت جسقدر ثابت ہوئی تھی، وہ صرف اسقدر تھی کہ اسنے پیرس سے قریبی مقامات کا آخری خط چھوڑ دیا جو نانسی ... اور ... ہوتے ہوے ورڈن کے جنوب تک پھیلا ہوا تھا، اور دریاے اسنی کے کنارہ سواسنس سے نایون اور لیون تک کے مزروعہ شکل مثلث میں مقیم ہوگئی -

اس امر کا قطعی ثبوت کہ جرمن افواج واپس نہیں ہو رہی ہیں بلکہ محض اپنے مصالح کی بنا پر ایک خط پیچھے ہٹ آئی ہیں، یہ تھا کہ پچھلے ہفتے یکے بعد دیگرے جرمن فوج کی مورچہ بندی، استقرار جنگی، اور حملہ آورانہ رویہ کی برابر خبریں آتی رہیں - اور الے بغیر کسی کاوش کے یہ امر واضح ہوتا تھا کہ قافلہ کوچ نہیں کررہا ہے بلکہ ایک منزل ٹھکر پھر آگے بڑھنا چاہتا ہے:

یعنی آگے بڑھینگے دم لیکر!

اس ہفتے یہ حالت اور زیادہ واضح و بین ہوگئی ہے - سرکاری اطلاعات میں صاف صاف دشمن کے حملہ آورانہ اقدامات کا اظہار کیا گیا ہے - عجب نہیں کہ فضاے جنگ پر انقلاب موسم کی یہ پہلی بدلی ہو -

۲۵ - کی شام تک خبروں میں عموماً ایسے مقابلوں کا ذکر کیا گیا تھا جنمیں دشمن کے اقدام کو واپسی پر مجبور کیا گیا - یا اطلاع دی گئی تھی کہ حالت غیر متغیر ہے -

لیکن ۲۶ - سے خبروں کے رجحان میں ایک محسوس تغیر شروع ہوا اور جرمن کے ہیبت ناک حملے نمایاں ہوے - چنانچہ ایک پریس کمیونک شائع ہوا کہ "مشرق میں دشمن کا نہایت ہیبتناک حملہ جاری ہے - بعض مقامات پر کبھی ہم پیچھے ہٹے کبھی دشمن"

اس مساویانہ اقدام و ادبار کے بعد جرمنوں کی شکست کی بھی چند خبریں شائع ہوئیں، لیکن کامیابی کے اظہار میں اسقدر غیر معمولی اور شک آمیز احتیاط سے کام لیا گیا تھا کہ کسی قطعی نتیجہ تک پہنچنا محال تھا - مثلاً "دشمن کے جوابی حملوں کے پسپا کرنے سے ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم ذی عقدہ ہوے"

اسکے بعد متحدہ افواج کے "پرونی" پر قابض ہونے اور شمال مغرب کی طرف "کسی قدر" بڑھجانے کی خبر آئی -

لیکن ۲۷ - کو تغیر حالت کا ایک قدم اور آگے بڑھا اور سرکاری طور پر مشتہر ہوا کہ "جرمن میمنہ کو لورین اور قلب سے مزید کمک پہنچ گئی ہے"

ایک دوسرا پریس کمیونک ہم تک پہنچا جس نے دریاے میوز کے بلند مقامات پر جنگ کی خبر دی - نیز یہ کہ "شمال مغرب میں دشمن کی تعداد ہم سے بہت زیادہ تھی - ایک خوفناک اور خونخوار جنگ ہوئی - کمک پہنچ جانے سے دشمن نے نہایت طاقتور حملہ آورانہ اقدام کیا، اور ہم اپنی جگہ سے کسیقدر پیچھے ہٹا دیے گئے"

۲۸ - کو اس تدریجی تغیر حالت کا تیسرا قدم ہمارے سامنے آیا، اور فرانسیسی کمیونک میں نقل کیا گیا کہ "دشمن نے دریاے میوز کو عبور کرلیا ہے تاہم ہمارے حملوں نے بھی بہتوں کو مراجعت پر مجبور کیا، نیز چودھویں جرمن دستہ کو شکست ہوئی ہے"

غرضکہ تمام خبروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن فوج برابر حملے کر رہی ہے - نہ کہ مراجعانہ مدافعت - نئی کمک اسے پہنچ گئی ہے، اور غالباً وہ اب کوئی اسطرح کا قوی اقدام کرے جس سے اسکا موجودہ مقصد جنگ بالکل واضح ہو جاے - فانی ارادہ قریباً لی تجدید بعیدا -

افکار و حوادث

سو دلبراں!!

ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ نہ دیکھہ ! اس نے آنکھیں بند کرلیں - پھر کہا نہ سن ! اس نے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں - پھر کہا نہ سونگھہ ! اس نے ناک کے دونوں نتھنے بند کردیے - آخر میں کہا نہ سمجھہ !

غلام نے کہا یہ ممکن نہیں - آنکھوں کو بند کرسکتا ہوں - کانوں میں انگلیاں ڈال سکتا ہوں - لیکن دماغ کو کیسے بند کروں ؟

سچ یہ ہے کہ جرمنی کچھہ بھی نہیں کرسکتی - یہ دوسری بات ہے کہ اس کا ایک چھوٹا سا جنگی جہاز اتفاقاً ہندوستان تک آ گیا اور چند جہاز غرق کرکے ہندوستان کی تجارت کو پامال کرکے پھینک کر پبلک کے اطمینان اور مسئلۂ تحفظ ہند کو کچھہ عرصے کے لیے متزلزل کردیا - اگر آپ کہیں کہ یہی کیا کم نقصان ہے تو ہم بلا تامل کہہ سکتے ہیں کہ جنگ تو نقصان ہی کا نام ہے - اس سے کیا ہوتا ہے !

جنگ پر پورے آٹھہ ہفتے گذر گئے - اس دو ماہ کی مدت میں جرمنی نے لیا بھی اور دیا بھی - اس نے زمین لی یا مٹی اور اینٹ کی دیواریں جو بہرحال فانی ہیں ' لیکن اس کے حریفوں نے اخلاق و محاسن ' صبر و تحمل ' اور مصالح و دانشمندی کی سرزمینوں پر قبضہ کیا جنکے لیے کبھی فنا نہیں -

---

جرمنی اپنی سرحد سے نکلکر برابر بڑھتی رہی اور متحدہ افواج نامور کے عقب سے لیکر پیرس تک برابر ہٹتے ہی آئے - تا آنکہ ۷ - ستمبر کو نیا تغیر شروع ہوا - اس بڑھنے اور ہٹنے کی ہر منزل پر مقابلے ہوے ' اور بڑے بڑے ہولناک معرکوں کے بعد بڑھنے والوں نے سامنے کا اور ہٹنے والوں نے مصلحتاً عقب کا راستہ لیا - یہ سب سچ ہے ' اور اس سے بھی ہمیں انکار نہیں کہ ظاہر بین نظریں ہمیشہ بڑھنے کو طاقت اور ہٹنے کو ذلت سمجھتی ہیں - لیکن ساتھہ ہی اسکو بھی تو دیکھنا چاہیے کہ یہ تمام حوادث کس عالم میں گذرتے رہے ؟

حالت یہ تھی کہ متحدہ افواج کمال حزم و احتیاط ' و دقائق جنگ ' و رموز فن و تجارب کو ملحوظ رکھکے اپنا خط دفاع بناتیں اور دلیرانہ دشمن کے بڑھنے کا انتظار کرتیں - کچھہ عرصے کے بعد جرمن افواج پہنچتیں اور معرکۂ ہجوم و دفاع گرم ہوتا - پھر ناعاقبت اندیش جرمن تو صرف بڑھنے اور اپنی راہ نکالنے کی حماقت ہی میں رہتے ' مگر متحدہ افواج پیچھے ہٹنے کے پر اسرار مصالح کو عقلمندانہ پاتیں ' اور دشمنوں کو انکی بیہودہ حماقت میں مشغول چھوڑ کے دانشمندوں کی طرح عقب کا رخ کرتیں - اسکے بعد سر مصلحت سے بیخبر دشمن اس جگہہ پر قابض ہو جاتا اور بے وقوفوں کی طرح خوش ہوتا ' مگر یہ بھول جاتا کہ اس نے اس دس بیس میل زمین پر قبضہ اس وقت پایا ہے جب متحدہ افواج شاندار طریقے سے پیچھے ہٹکر ' اور سرد طبعی ' عاقبت بینی ' مصلحت فرمائی ' اور حفظ جان و مال کے عظیم الشان اخلاقی کارنامے انجام دیکر فوجی مناقب کی کتنی ہی اقلیموں پر قبضہ کرچکی ہیں ؟

اس تمام عرصے میں جرمنی نے ایک میل زمین بھی ایسی حاصل نہیں کی ہے جسپر اس کے قابض ہونے سے پہلے کسی سرزمین فضائل و محاسن پر ہٹنے والے قابض نہ ہوچکے ہوں - پس جرمنی کی پیش قدمیوں سے ہیبت زدہ ہو جانے والوں کو سوچنا چاہیے کہ فتح پہلے کس نے پائی اور قبضہ پہلے کس کا ہوا ؟ -

---

مانا کہ اب اتنے دنوں کے بعد جرمنی نے بھی اس بھید کو سمجھا کہ فتح عقلمندوں کی طرح پیچھے ہٹنے میں ہے نہ کہ بے وقوفوں کی طرح آگے بڑھنے میں ' اور اس نے بھی پیرس کے سامنے پہنچکر اسکی تقلید کرنی چاہی ' مگر :

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند !

دیکھا دیکھی تقلید کرنا بھی ہر شخص کا کام نہیں ہے - بھلا اس بیہودہ رجعت میں متحدہ افواج کے تقہقر کا وہ جاہ و جلال کہاں ؟ کہاں وہ عدیم النظیر سرد طبعی (coolness) اور کہاں ان شعلہ مزاجوں کی آتش مزاجی ؟

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ؟

وہ شاندار طریقہ سے ہٹنا ' وہ باوجود ارضی تقہقر کے اخلاقی فتحمندی کی نمایش کرنا ' وہ " بغیر کسی معقول نقصان " کے اپنے خطوط دفاع دشمن کے حوالے کرنا ' وہ باوجود جنگی ولولوں اور غضب و انتقام کے استیلا کے عفو و درگذر کے سر رشتۂ ملکوتیت کو ہاتھوں سے ندینا ' اور بالاخر خونریزی سے دست کش ہوکر نکل چلنا !! پھر جرمنی کس کس بات کی تقلید کریگی اور کس کس وصف کو سامنے لائیگی ؟ محض چند میل پیچھے ہٹ جانیکی مصنوعی عقلمندی سے جرمنی فرانس نہیں بن جا سکتی -

---

یہ تقلید نہیں ہے - مذاق چڑانا ہے - متحدہ افواج نے نامور کے عقب سے لیکر پیرس تک پانچ چھہ مرتبہ اپنے ان کمالات مخصوصہ کی نمایش کی - پھر اگر جرمنی کو بھی انکے مقابلے کا دعوا ہے تو زیادہ نہیں ' استقامت کے ساتھہ ایک ہی مرتبہ یہ ادائے کمال دنیا کو دکھلادے ؟ سو دو سو میل تو بہت ہوتے ہیں ' اسکے لیے بڑی ہمت اور بڑا دل گردہ چاہیے - اقلاً بیس پچیس میل تک تو اسی طرح ہٹے اور مصلحت و اخلاق کا ثبوت دے ؟

لیکن بالاخر دنیا نے دیکھہ لیا کہ پہلے ہی قدم پر ٹھوکر کھائی :

طفل نادانم و اول سبق ست !

جرمنی کس فخر و غرور کے ساتھہ متحدہ افواج کی ریس کرنے چلی تھی ' اور پیرس کے سامنے پہنچکر دکھلانا چاہا تھا کہ مجھے بھی " پیچھے ہٹنا " آتا ہے - لیکن اس فخر و ادعا کا نتیجہ کیا نکلا ؟ اس نے اپنے کتنے مقامات چھوڑے ؟ کتنے میل پیچھے ہٹی ؟ کتنے قلعوں ' کتنی آبادیوں ' کتنے شہروں کو خالی کیا ؟ واقعات کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا اور کل کو تاریخ انکی جانچیگی - دنیا دیکھہ رہی ہے کہ وہ کچھہ بھی نہ کرسکی - اس سے ایک بڑا مستحکم مقام بھی عقلمندانہ چھوڑا نہ گیا - صرف اپنے آخری خط ہجوم کو چھوڑ کر نانسی ٹول اور کولو میدس سے سواسنس چلی آئی ' اور دریاے اسنی کے کنارے اسی نا عاقبت اندیشی کے ساتھہ جم گئی جس نے اسے پیرس تک پہنچادیا تھا - پھر کیا صرف اتنی ہی قابلیت تقہقر و مراجعت پر وہ متحدہ افواج کا مقابلہ کرنے چلی تھی ؟

اسے یاد رکھنا چاہیے تھا کہ یہ میدان جنگ ہے - ان کھلونوں کا بازار نہیں ہے جو جرمنی سے بنکر ہندوستان آتے ہیں اور جو اب گورنمنٹ ہند کی صنعت پروری سے خود یہیں بنا کریںگے - وہ ایک ایسی جماعت کی " مصلحت ورزی " کی نقالی کرنے چلی تھی ' جس نے فنون جنگ اور اسرار مصلحت کے سامنے پورے خطۂ بلجیم کی کوئی حقیقت نہ سمجھی - اسے بھولنا نہ تھا کہ میرے سامنے ان لوگوں کی تقلید

(بحري نقصان عظیم)

اس هفته ایک هی حادثه کے اندر یکسر تین انگریزي کروزروں کے تباه هونے کي بهي خبر دي گئی هے جو برطانوي بیڑه کیلیے فی الحقیقت ایک نقصان عظیم هے -

یه تباه شده جهاز کریسي ' ابوکر اور هوگ تهے جن میں سے هر ایک ۱۲ هزار ٹن وزنی تها - بحیره شمالي میں پانچ جرمن تحت البحر کشتیوں نے تارپیڈو لگاکر انهیں تباه کیا - بیان کیا جاتا هے که ایک هفته قبل اس مقام کی دیکهه بهال کي جاچکي تهي - پہلے ابوکر پر حمله هوا تها - اسکے آدمیوں کو بچانے کیلیے کریسي اور هوگ نے کوشش کی - اس کوشش میں دشمن کو مزید مهلت ملي اور وه بهي تباه هوگئے -

اس حادثه کا سب سے زیاده هولناک پہلو یه هے که جهازوں کے ساتهه به یک دفعه دو هزار انسانوں کا بهی نقصان هوا جو برطانوي بیڑه کیلیے بهت هی افسوسناک هے -

جو لوگ بچکر آے هیں وه امید کرتے هیں که سرجان جلیکو اب جرمنوں کو تادیب کردینگے اور پهر ایسي بحري ٹوٹ پهوٹ (؟) واقع نهوگی !

ایمڈن

جنگی حوادث کے سلسلے میں هندوستان کے ساحلوں کا بهی زیر عنوان آجانا ایک ایسا تعجب انگیز واقعه هے جسکي بالکل امید نه تهي - یه بالٹک اور بحر شمال نهیں هے جهاں بحري کارزار گرم هے - یه خلیج بنگال اور بحر هند هے ' جسکے کنارے صرف دشمن کي ناکامیابیوں کے سننے هي کیلیے تهے ' نه که انکو دیکهنے کیلیے ! لیکن افسوس که " ایمڈن " کے حوادث نے ایک نئے باب کا اضافه کردیا هے اور یکے بعد دیگرے اسکا بیباکانه تاخت و تاراج جاري هے -

وه پچهلے هفتے مدراس پر گوله باري کرکے صاف بچ گیا ' مگر بغیر کسي حادثے کے آگے بڑهگیا - اب کولمبو سے خبر آئی هے که ایمڈن نے بحر هند کے مغربي ساحل کي طرف چار انگریزي جهاز اور ڈوبا دیے هیں جن میں صیغۂ بحریه کا کوئله بردار جهاز (کوئلے کا جهاز) بهي شامل هے ! -

عشق ازیں بسیار کردست و کند !

ایمڈن نے خلیج بنگال میں پہلے پانچ جهاز غرق کیے - پهر ایک جهاز کے ڈوبانے کی رنگون سے خبر ملي - اب چار جهاز اور غرق هوے هیں - کل دس جهاز ابتک وه غرق کر چکا هے - مدراس کی گوله باري اور خلیج بنگال کي تجارتي نقل و حرکت کے نقصانات جان و مال اسکے علاوه هیں - بنگال چمبر اف کامرس نے صرف خلیج بنگال کے جهازي نقصانات کا انداز ۷۵۹۹۰۰ پونڈ کیا هے ' اور ظاهر کرتي هے که ایک عرصه کیلیے تجارتي نقل و حرکت مسدود هوگئی هے -

سب سے زیاده موثر اور قابل غور ایمڈن کا وه طرز عمل هے جس سے زیاده شریف تر سلوک کوئی دشمن جهاز اپنے حریف ممالک کے ساتهه نهیں کر سکتا - خلیج بنگال میں اسنے کابنگا جهاز کو صرف اسلیے چهوڑ دیا که اسپر عورت اور بچے تهے - پهر اسمیں غرق شده جهازوں کے تمام آدمیوں کو سوار کراکے بحفاظت کلکته بهیجدیا - اسیطرح رنگون میں " ڈوورے " کے ذریعه تباه شده جهازوں کے آدمي پهنچادیے گئے - اس نئے حادثه میں بهي اسکا طرز عمل ایسا هی رها اور اسنے کسی انسان کو نقصان نهیں پهنچایا - ایک اسٹیمر گریفویل نامي کو گرفتار کرکے اسپر چاروں جهازوں کے آدمي سوار کرادیے اور اسکو کولمبو بهیج دیا -

هر حادثه کی عیني روداد سنانے کیلیے وه ایک گروه کو خود هی اندرون بحر سے روانه کردیا کرتا هے !

بهر حال ایمڈن خواه کتنا هی شریف دشمن هو ' لیکن هم اس خطرناک شریف کی اخلاقی نمایش سے عاجز آگئے هیں اور امید کرتے هیں که گورنمنٹ آف انڈیا نے جن تین جهازوں کی حرکت کا اعلان کیا هے وه عنقریب اپنے وجود کو نمایاں کرینگے :

هم از غالب حریفی هاے حسن ست
که یک عالم حریف کودکے نیست !

برطاني افواج کے متعلق ایک عجیب خبر !

(اسکی تغلیط ' اور لنڈن ٹائمز اور گورنمنٹ کا سرگرم مباحثه)

ولایت کي نئی ڈاک میں ایک عجیب مباحثے کي تفصیلي سرگذشت آئی هے جو آج صبح کو کلکته پهنچي -

اس سے معلوم هوتا هے که ۳۱ - اگست کو لنڈن ٹائمز نے اپنے نامه نگار جنگ کا ایک مراسله چهاپا جسکا خلاصه یه تها که " فرانس میں انگریزي فوج عملاً نابود هوگئي هے " اسکي ابتدا میں لکها تها که " یه ایک غمناک داستان هے جو میں لکهه رها هوں - کاش خدا ایسا کرتا که مجهے نه لکهنا پڑتا ' لیکن افسوس که اب چهپانے کا وقت نهیں رها "

اسکے بعد اس نے انگریزی فوج کی ' آواره گرد ' شکسته اور ٹوٹي پهوٹي حالت کا ذکر کیا تها ' اور لکها تها که " ان ٹکڑوں میں سے بعض کے افسر تو تقریباً سب کے سب کام آگئے "

نیز لکها تها که " جرمنی کی پہلی کوشش کامیاب هوئي - انگریزی مهم کا خوفناک نقصان هوا " وغیره وغیره -

ٹائمز نے یه مراسله مسٹر ولیم اسمتهه افسر احتساب اخبار کے پاس بهیجدیا - انهوں نے اسمیں جا بجا تبدیلی اور اضافه کرکے واپس کیا اور اپنے خط میں لکها : " افسوس هے که هم نے آپکو بجنسه چهاپنے کی اجازت نه دي ' مگر همارے لیے یه امر قابل لحاظ تها که موجوده حالت پبلک میں لے جانے کے قابل نهیں هے - هم نے اپنے اختیار سے بهت کم اسمیں تبدیلي کي هے ' کیونکه همارے خیال میں سچائي سے بالکل منهه موڑ لینا بهی مناسب نهیں "

ٹائمز نے ترمیم شده مراسله چهاپدیا ' لیکن اسکی اشاعت سے تمام لنڈن اور اسکے مضافات میں ایک اضطراب عام پهیل گیا اور صدها آدمی پریشان هوکر حالت تفتیش کرنے لگے -

لیکن لارڈ کچنر نے فوراً اس مراسله کي با قاعده تردید کي اور اسکے تمام بیانات کو بالکل فرضي بتلایا ' اور کها که یه ایک افسوسناک غلط بیاني کا مجموعه هے -

اسکے بعد هاوس آف کامنس میں یه مسئله چهڑا اور مسٹر ایسکویتهه نے افسوس کیا که " انگریزي پریس کي بلند یا یه حب الوطنی کے سلسلے میں ٹائمز کي یه جرأت ایک افسوسناک استثنا هے "

پهر دیر تک ایک نهایت طول و طویل اور سرگرم مباحثه شروع هوا - مسٹر اسمتهه کو الزام دیا گیا که انهوں نے کیوں اس مراسلے کي اشاعت کي اجازت دیدی ؟ مسٹر اسمتهه نے جواب میں کها که اسکی اشاعت کی میں پوري ذمه داری لیتا هوں - بہتر هے که گورنمنٹ ذمه دار نامه نگاروں کو انکے معاذ میں جانے دے -

لیکن ساتهه هی لنڈن ٹائمز کو اپنے مراسله نگار کی صداقت پر اصرار رها - اسنے لکها که " یه ایک قابل اور تجربه کار نامه نگار کا مراسله هے ' اور اسکي نسبت ذرا بهی خوف نهیں کیا جاسکتا که وه غلط افواهوں کے فریب میں آجائیگا "

بهر حال نظارت جنگ نے اس مراسله کی تکذیب کی هے ' اور خود لارڈ کچنر کي رپورٹ بهی اسکے ساتهه آگئی هے -

افسوس که اس هفته بالکل گنجایش نهیں هے اور یه داستان بهت هی طویل هے - لیکن آینده نمبر میں هم بغیر کسی حذف و اضافه کے اس سرگذشت کا مکمل ترجمه درج کردینگے -

سخت دشمنوں کے ساتھہ جیسا انصاف کیا ہے ' اگر صرف ایک عہد هي کے واقعات جمع کیے جائیں تو مستقل مقالات مرتب هو جائیں - هندوستان میں راجپوتوں کي تاریخی شجاعت و مردانگي کے ساتھہ انکا یہ اخلاقي وصف بھي هر عہد میں اسدرجہ نمایاں رہا ہے کہ آج سر زمین هند کے ایک ایک ذرے کو انپر ناز ہے - قرون وسطی میں فرانس اور جرمني وغیرہ کے نائٹس اپنے حریفوں کي شجاعت کي داد اس جوش و اعتراف کے ساتھہ دیتے تھے کہ انکا عزیز سے عزیز تر رفیق بھي اس سے زیادہ نہیں کرسکتا تھا !

یہ دنیا کے اس عہد کے واقعات ہیں جسکا شمار تاریخ نے گذرے ہوے وحشت و تاریکي میں کیا ہے اور جبکہ علم و تمدن کي اس روشني سے انسان محروم تھا جسکا پورا آفتاب آج ہر متمدن انسان کے دماغ میں درخشاں ہے - لیکن اب کہ دنیا آگے بڑھگئي ہے' اور جبکہ علم و تمدن نے انسان کو اسکے انتہائی مراتب کمال تک پہنچا دیا ہے تو اسکا کیا حال ہے ؟

هم سردست اسکا جواب نہیں دینگے - کیونکہ عالمگیر جنگ نے اس امتحانگاہ کا میدان هر حصہ عالم میں گرم کردیا ہے' اور دنیا کي تمام بڑي سے بڑي اور متمدن سے متمدن قومیں جنگ کے بھڑکاے ہوے شعلوں کي روشني میں اپنے اپنے چہرۂ اخلاق و خصائل کو نمایاں کر رهي ہیں' پس کلیات کے استخراج کیلیے ہمیں انتظار کرنا چاهیے تاکہ جزئیات کا کافي ذخیرہ جمع هو جاے - تاهم هم خود کوشش کرینگے کہ اس اخلاقي حقیقت کو نہ بھولیں' اور اسے سامنے رکھکر اپنے سب سے زیادہ قریبي دشمن کے ساتھہ انصاف کریں -

جرمني فرانس میں لڑ رہا ہے - اسٹریا ایڈریا ٹک کے کنارے دشمن سے سرگرم پیکار ہے - روس گلیشیا کے اندر ایک ایک لاکھہ انسانوں کو مچھلیوں کي طرح ایک هي مرتبہ جال میں مقید کر رہا ہے ' مگر یہ سب هم سے اسقدر دور ہیں کہ هم انہیں اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھہ سکتے' اور جو آنکھیں ہمیں دیکھنے کیلیے دي گئی ہیں افسوس کہ وہ روشن نہیں ہیں - البتہ حسن اتفاق سے دشمن کا ایک چہرہ خود بخود همارے سامنے آگیا ہے اور هم سے اسقدر قریب ہے کہ هم اپنے گھر کي چھت پر سے اسکے ایک ایک خال و خط کو دیکھہ سکتے ہیں - یہ عجیب و غریب " ایمڈن " ہے جو ناگہاں هندوستان کے سمندروں میں پہنچا اور ساحل کے بڑے شہروں کے سامنے نمودار ہوا - اب همکو تیس هزار میل کے فاصلے سے دیکھنے کی چنداں احتیاج نہ رهي ' کیونکہ جسکو دیکھنا چاهتے تھے' وہ تمام درمیاني مسافت طے کرکے خود هی همارے پاس آ گیا ہے - پس اب هم دیکھینگے ' اور خواہ وہ کوئی هو اور کچھہ هي کر رہا هو ' لیکن اسکے ساتھہ انصاف کرینگے -

تاریخ ہمیں یاد رکھیگي اور اس سے بڑھکر اور کوئي ناکامي همارے لیے نہیں هوسکتي کہ ہمیں شریف منصف کي جگہ متعصب' تنگ دل' اور سفیہ انصاف کش کے لقب سے یاد کیا جاے -

هاں ' یہ سچ ہے کہ ایمڈن هماري جانب دوستوں کي طرح نہیں بلکہ دشمنی کیلیے آیا - اس نے جہاز تباہ کیے ' گولہ باري کی ' جان اور مال دونوں کا نقصان پہنچایا - تاهم اخلاقي حقائق دوستی و دشمنی کی سطح سے بلند تر ہیں' اور سچائي اور انصاف صرف دوستوں هي کا حق نہیں ہے - اس نے دشمنی کرتے ہوے بھي اپني شرافت کي بہت سي یادگاریں همارے لیے چھوڑي ہیں اور جنگ کے عفریت کے استیلا سے ہمیں بالکل پاگل نہ هو جانا چاهیے - اس نے سمندر کي موجوں کے اندر هماري جانوں کو باوجود قدرت کے هلاک نہیں کیا - هم کم سے کم اتنا تو کریں کہ کاغذ کے صفحوں پر اسکے حق اخلاقي کو هلاک نہ کریں اور جسطرح اس نے اپنے تئیں یاد رکھے جانے کیلیے چھوڑ دیا ہے ' هم بھي اپنے انصاف کو یادگار چھوڑدیں !

(اولین بحري حملہ)

سب سے پہلے تو همارا اخلاقي فرض ہے کہ نہایت کشادہ دلي کے ساتھہ اس شخص کي جانفروشي اور شجاعت کا اعتراف کریں جس نے اس مہلک دلیري کے ساتھہ اپنے تئیں هندوستان کے سمندروں میں ڈالدیا ہے' حالانکہ انکا کوئي گوشہ اسکا دوست نہیں ہے - وہ ایک وسیع مملکت ہے جسکے تمام ساحلي شہر باقاعدہ آبادي رکھتے ہیں' اور اسکي حکومت کا رعب و داب کوئي چھپا ہوا راز نہیں ہے - ایک ایسے ملک میں تن تنہا اپني چند توپوں اور گولوں کو لیکر داخل هوجانا اور چھپنے کی جگہ هر موقعہ پر قاهرانہ نمایش کرنا ' انساني دلیری اور اولوالعزمي کا ایک ایسا یادگار واقعہ ہے ' جو گو همارے دشمن هي سے ہوا هو مگر هم ایسے انصاف کش نہیں هو سکتے کہ اسکي عظمت سے انکار کردیں !

اسٹیٹسمین لکھتا ہے کہ انسانوں کے بچانے اور انکے ساتھہ بہتر سلوک کرنے میں ایمڈن نے جو شرافت برتي ہے' وہ ایسي ہے کہ اگر جنگ کا زمانہ نہوتا تو هم اسکے لیے دعا کر سکتے تھے - لیکن هم کہتے ہیں کہ هندوستان پر دریا کي جانب سے اولین حریفانہ اقدام کیلیے تن تنہا بڑھکر جو یادگار اثر ایمڈن نے دنیا پر ڈالا ' وہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اگر جنگ کا عہد نہوتا تو هم سب اسکي اولوالعزمي کي تعریف میں ترانہ سنجي کرتے !

هندوستان کی جغرافیائی شکل اس طرح کی واقع هوئی ہے کہ اسکے تینوں جانب سمندر ہے اور صرف ایک جانب یعنے جانب شمال پہاڑوں کے درے اور چند کوهستاني راستے ہیں جنھوں نے هندوستان کو ایران ' وسط ایشیا ' تبت ' اور چین و کاشغر تک سے ملادیا ہے -

دنیا کا پچھلا دور بحري نہ تھا - فوجي قوتیں صرف زمین کي سطح تک محدود تھیں - اسلیے هندوستان کے بحري ساحل حملہ آوروں کي طرف سے همیشہ محفوظ رہے' اور سکندر اعظم کے بعد سے احمد شاہ ابدالي تک جسقدر حملے ہوے ' سب کے سب اسي شمالي دروازے سے ہوے - ڈچ اور فرانسیسی ' اور آخر میں انگریزي جہاز اگرچہ دریا کے راستے آے' لیکن وہ فوجي حملہ نہ تھا بلکہ تاجروں اور سیاحوں کا ورود تھا - اگرچہ بالآخر فوجي استیلا پر اسکا خاتمہ ہوا -

پس تاریخ هند میں وہ چند گولے جو خلیج بنگال اور ساحل مدراس پر پھینکے گئے' اس لحاظ سے نہایت هي عجیب و غریب ہیں کہ انمیں بحري حملے کا ایک ایسا اقدام پایا جاتا ہے جو بر اعظم هند میں کبھي بھي نہیں ہوا - مدراس کے ۲۵ گولوں نے " اولین بحري حملے " کي جگہ اپنے لیے تاریخ کے اوراق میں نکال لي ہے !

گذشتہ خبروں سے معلوم هوتا ہے کہ ایمڈن جرمني کے مشرقي بیڑہ کا کروزر ہے اور چین میں تھا - گذشتہ ۹ - سپٹمبر کو اسکے ڈوبنے کي بھي خبر دي گئي تھي - ایسي حالت میں همارے لیے کچھہ مشکل نہیں کہ اس عجیب و غریب بحري اقدام کا خط سفر متعین کر سکیں -

فرض کیجیے کہ وہ بحر پاسفک کے لق و دق صحراے آبي میں گم هوگیا تھا ' اور اب وہ هندوستان کي طرف قدم زن ہوا ہے - اس صورت میں وہ غالباً جزائر " فیلي پائن " سے هوتے ہوے جنوبي بحر چین میں آیا هوگا' اور لو چین وغیرہ قریبي چیني سواحل کے محاذ سے گذر کر خلیج سیام کے دهانے پر پہنچا هوگا - اب اسکے سامنے مشرقي هند کے جزائر هونگے جن میں بڑا شہر سینگا پور ہے اور دهني جانب ڈچ مقبوضات جاوا وغیرہ هونگے - وہ حسب ضرورت ان مقامات پر ٹھہرا هوگا اور اگر کوئلہ وغیرہ کي ضرورت هوئي هوگي تو کسي بندرگاہ سے لیا هوگا - پھر وہ آگے بڑھا ' اور سینگا پور سے اس بحري شاخ میں داخل ہوا جسکي ایک جانب پینانگ اور دوسري جانب سوماٹرا ہے - اور اس سے نکلتے هي بحر هند میں نمودار هو گیا

کرنے کی عظیم الشان آزمایش ہے جنہوں نے لیژ کے ۱۲ قلعوں کی پروا نہ کی، برسلز چھوڑ دیا، نامور کے ۹ قلعوں کو رقعت نہ دی، فرانس سے پیچھے ہٹ آئے، کیمبرے بھی انکے لیے دامنگیر مصلحت نہوسکا، دریاے سوام کی لہروں کی فضا بھی انہیں نہ ٹھہرا سکی، لافیرے کا ساحل بھی ایک طلوع و غروب سے زیادہ انہیں نہ روک سکا، کمپیگن اور ریم و وردن کا استحکام بھی انکے استحکام مصلحت پر غالب نہ آیا، بالآخر پیرس سے بھی فروتر اور کوانو میرس اور ویٹری سے بھی آگے انہوں نے قیام کیا، اور اس طرح اپنی جنگی قابلیت اور مصلحت بینی کی ایک بے نظیر یادگار اوراق تاریخ پر ثبت کردی!

مصالح مراجعت کے ایک ایسے عظیم الشان، متواتر، غیر منقطع، دائم و ثابت، اور مستمر الحرکۃ سلسلۂ کمال کا مقابلہ (جسکی نظیر فوجوں کی تاریخ مراجعت میں شاید ہی ملے) صرف انہی لوگوں کو زیب دیسکتا ہے جو اولاً اس زنجیر تقہقر کی بے شمار کڑیوں میں سے ایک دو کڑیاں تو خود بھی ڈھال سکیں؟ یہ کیا کہ ایک ہی منزل پیچھے ہٹ کر قدم ہمت نے جواب دیدیا اور پھر وہی آگے بڑھنے کا سوداء آتشیں مسلط ہو گیا!

اصل یہ ہے کہ بڑی بڑی توپوں سے کام لینا اور فوجوں کے جنگل کو پھیلا دینا دوسری چیز ہے، اور عقل و مصالح سے کام لینا اور پھیلے ہوے سر رشتہ دامے امید کو یکایک سمیٹ لینا دوسرا مقام ہے۔ جرمنی قلعوں کو مسخر کرنا جانتی ہے، لیکن جوش و ہیجان کی تسخیر کا راز اسے معلوم نہیں۔ صبر و تحمل کے یہ معنی ہیں کہ جب مصلحت دیکھی تو بڑے سے بڑے اور مستحکم سے مستحکم مقام کو منٹوں اور لمحوں میں چھوڑ دیا۔ ایسے لوگوں کی تقلید وہ قوم کیا کر سکے گی جسکی بے صبری کا یہ حال تھا کہ ابھی ایک مقام پر اچھی طرح دم بھی نہیں لیا کہ دوسرے کا رخ کیا؟

مرد این رہ را نشانے دیگر ست!

حادثۂ کلکتہ

(جہاز کوما گاٹو - اسلحۂ ناریہ کا شدید و مہلک استعمال)

کلکتہ سے بیس میل کے فاصلہ پر ایک ساحلی مقام "بج بج" ہے جہاں بعض اسٹیمر لگائے جاتے ہیں۔ مشہور جہاز کوما گاٹو کے سکھ مسافر (جو کنیڈا گئے تھے) ایک اسٹیمر میں سوار کراکے ۲۹ کو یہاں لائے گئے۔ لیکن جب ان سے کہا گیا کہ وہ اسپیشل ٹرین میں سوار ہوکے سیدھے پنجاب روانہ ہو جائیں تو انہوں نے انکار کیا، اور کلکتہ کی طرف پیدل روانہ ہو گئے۔

چند میل بڑھے تھے کہ مسلح پولیس نے انہیں روکا اور وہ بج بج واپس آگئے۔ لیکن اسٹیشن کے اندر یکایک برافروختگی پیدا ہوئی، اور پستول اور دو تلواروں سے انہوں نے پولیس پر حملہ کر دیا۔ فوج ریلوے سڑک کے جنگلے کے حائل ہونیکی وجہ سے بیخبر تھی۔

سرجن میجر ایسٹ وڈ کی پیٹھہ میں گولی لگی۔ سر فریڈرک ہالیڈے کمشنر پولیس کلکتہ کا پاؤں زخمی ہوا۔ مسٹر بیڈریا کے بازو اور پاؤں دونوں زخمی ہو گئے۔ مسٹر ہمفریز کا زخم شدید بیان کیا جاتا ہے۔ اسسٹنٹ ٹریفک سپرنٹنڈنٹ ریلوے کے بھی نہایت مہلک زخم لگے۔ کئی پولیس سرجنوں کے سر بری طرح زخمی ہو چکے ہیں۔

مجبوراً فوج نے فائر کیا، مگر اسپر بھی وہ باز نہ آئے اور کئی بار یورش کی۔ بالآخر ۱۶ آدمی انکے ہلاک ہو گئے، اور دو تماشائی مقتول۔ گرفتاری جاری ہے۔ اس وقت تک ۳۲ گرفتار ہو چکے ہیں۔ باقی اطراف میں پھیلے ہوے ہیں۔ گورنمنٹ بنگال سخت متاسف ہے کہ یہ حادثہ کیوں ہوا، حالانکہ وہ انکی بہتری چاہتی تھی۔

الہلال

۹ ذیقعدہ ۱۳۳۲ ہجری

تاریخ ہند میں اولین بحری حملہ کا اقدام

عجیب و غریب ایمڈن!!

ہے ایک خلق کا خوں اشک خونفشاں پہ میرے
سکھالی طرز اے دامن اٹھا کے آنے کی!

— * —

فرانس کا مشہور انقلابی فیلسوف "روسو" کہتا ہے:

"انسانی اخلاق کی پیمایش کا اصلی پیمانہ جنگ کے ہاتھہ میں ہے اور اسی کی پیمایش ٹھیک بھی ہوتی ہے"

یہ بالکل سچ ہے۔ کیونکہ جنگ کے زمانے میں ہمارے سامنے دوست نہیں ہوتے جنکے لیے ہمارے ملکوتی خصائل میں حرکت ہوتی ہے اور ہم فرشتوں اور قدوسیوں کی طرح نیک اور مہربان بن جاتے ہیں۔ بلکہ دشمن ہوتے ہیں جنکے تصور میں غیظ و غضب اور ہیجان و انتقام کے سوا کچھہ نہیں ہوتا، اور غصہ کا شیطان ہمارے تمام ملکوتی امیال و عواطف کو یکسر قتل کر ڈالتا ہے۔ اس وقت دنیا کے سامنے ہم بے پردہ آجاتے ہیں اور وہ ٹھیک ٹھیک جانچ سکتی ہے کہ ہمارے چہرۂ اخلاق کے اصلی خال و خط کیا ہیں؟

انسانیت کا اصلی مقام یہی ہے۔ دوستوں کے ساتھہ جنگل کے درندے بھی انصاف کرسکتے ہیں، لیکن دشمنوں کے ساتھہ صرف انسانیۃ ہی عدل کرتی ہے۔ اگر ہمارا انصاف صرف اپنے دوستوں کے لیے ہے تو ہم اس کتے سے کچھہ بھی افضل نہیں ہیں، جو روٹی کا ٹکڑا پھینکنے والے انسان کے قدموں پر لوٹتا مگر بلی پر ہمیشہ حملہ کرتا ہے۔ اسی لیے مسیح نے کہا: "اگر تم اپنے پیار کرنے والوں سے پیار کرتے ہو تو تمہارے لیے کیا اجر"

اگرچہ بد قسمتی سے دنیا کا حال ہمیشہ اس تعلیم سے مختلف رہا ہے اور تاریخ اور مشاہدہ بتلاتا ہے کہ انسان نے اخلاق کی تمام حقیقتوں کو ہمیشہ دوستوں ہی کے لیے تسلیم کیا ہے نہ کہ سب کے لیے۔ تاہم دنیا میں ہمیشہ ایسے راستباز انسان بھی رہے ہیں جنہوں نے تلواروں کے نیچے اپنے اخلاق و عدالۃ کا ثبوت دیا ہے، اور اپنے قاتلوں اور حریفوں کی خوبیوں کا دوستوں سے بڑھکر خیر مقدم کیا ہے۔

کتنے واقعات تاریخ نے محفوظ رکھے ہیں جن میں ایک شجاع انسان نے اپنے دشمن کی شجاعت کی داد دی اور اسکی گری ہوئی تلوار خود اٹھاکر اسکے کمر میں باندھدی۔ عرب جاہلیۃ میں اس شخص سے بڑھکر اور کوئی کمینہ اور سفیہ نہیں سمجھا جاتا تھا، جو اپنے دشمن کی شجاعت اور مردانگی کے داد دینے میں بخیل ہو۔ جانفروشان اسلام نے اس بارے میں اپنے سلف سے

ہوے خون کا ایک سیلاب' تڑپتي ہوئي لاشوں کا ایک ڈھیر' کٹے ہوے سروں کا ایک تودہ' دکھا دیا جاتا ہے جنکو حوادث زمانہ نے اسلیے ایک جگہ جمع کردیا ہے کہ ٹھوکر لگانے کیلیے اسي قسم کا ناہموار نشیب و فراز موزوں ہے !

لیکن چشم حقیقت اس پر حسرت نظارہ پر اشکبار نہیں ہوسکتي- وہ جذبات سے بالکل خالي ہے' اسلیے بڑي سنگدل اور بڑي ہي بے رحم ہے- وہ صرف جلد کے بیروني چرکوں ہي پر آنسو نہیں بہاتي بلکہ اندر کا ناسور دیکھنا چاہتي ہے- یہ سچ ہے کہ خون کا یہ سیلاب' لاشوں کا یہ ڈھیر' سروں کا یہ تودہ' نہایت بیدردي کے ساتھہ ٹھکرا دیا گیا ہے' لیکن اصلی سوال یہ ہے کہ انسان نے اس گراں قیمت خون' اس سڈول جسم' اور اس مغرور سر کو کیوں ہر شخص کے روندنے کیلیے ہلاکت کي راہ میں ڈالدیا ؟

یہ ایک قیمتي سوال ہے' جسکا جواب دماغ میں نہیں' بلکہ انسان کی جیب میں ہے-

زمین اپنے اندر سے سونا اگلتي ہے' پہاڑ لعل و الماس کا ذخیرہ باہر نکالتا ہے' سمندر سطح آب پر موتیوں کي دکان لگادیتا ہے' انسان اس قیمتي سرمایہ کو دیکھتا ہے اور آگے بڑھکر اوسکو جیب میں بھرنا چاہتا ہے' لیکن خارجي قوتیں مزاحمت کرتي ہیں اور اون میں باہم کشمکش پیدا ہوجاتی ہے- اب انسان کا بیش قیمت خون خود ... جوش کھاکے بہنا چاہتا ہے- جنگ چھڑ جاتی ہے' اور سونے کي ایک خاک آلود سل پر لاکھوں لاشیں تڑپتي ہوئي نظر آتي ہیں- لعل کے ایک دانے پر خون کے ہزاروں قطرے بہادیے جاتے ہیں- ایک موتي کي آب پر ہزاروں جسم کي رطوبت غریزي فنا کردي جاتی ہے- پس انسان کا سرمایہ وہ بیش قیمت خون نہیں ہے جسپر وہ ماتم کرتا ہے- انسان کا سرمایہ وہ سڈول جسم نہیں ہے جس کے زخموں پر وہ مرثیہ خواني کرتا ہے' انسان کا سرمایہ وہ مغرور سر نہیں ہے' جسکے کٹنے پر وہ نوحہ سنج ہے' بلکہ اوسکا حقیقي سرمایہ وہ تودۂ خاک ہے جس میں سونے کے ذرے چمک رہے ہیں- وہ لعل شب چراغ ہے جو شمع طور کي طرح پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر روشن ہوتا ہے- موتیوں کي وہ آب ہے جسکي نمایش سطح دریا پر کی جاتي ہے !

جنگ کے بعد گراں قیمت خون کا ماتم' موزوں اندام جسم کا مرثیہ' اور مغرور سر کا نوحہ صرف ایک افسانۂ بزم و انجمن کي حیثیت اختیار کرلیتا ہے جس سے کبھي کبھي اگلوں کي یاد تازہ کرلي جاتي ہے- لیکن دولت کا جو سرمایہ جنگ کی نذر کردیا گیا ہے' اوسکا داغ ایک مدت تک دلوں میں تازہ رہتا ہے- خون زمین پر گرتا ہے اور بہہ جاتا ہے' لاش کا ڈھیر لگتا ہے اور زمین کے اندر دفن کردیا جاتا ہے' سر کٹ کے گرتا ہے اور فرش خاک کے برابر ہوجاتا ہے- لیکن عظیم الشان عمارتوں نے کھنڈر کرکے بھی قائم رہتے ہیں- سر سبز کھیتیاں پامال ہوکر بھی خرمن آتش زدہ کي شکل اختیار کرلیتي ہیں' یتیموں کے آنسو رک جاتے ہیں لیکن بھوک نہیں رکتي- بیوہ عورتوں کی آہیں ٹھہر جاتي ہیں' لیکن قوت ہاضمہ اپنے عمل مستمر سے باز نہیں آتي- پس جنگ کے بعد دنیا در حقیقت مال و دولت کے ماتم میں مصروف رہتی ہے اور جن بیدردوں نے اسقدر لاشونکو نہایت بے پروائي کے ساتھہ زمین کے غاروںمیں دفن کردیا تھا' وہ مصارف جنگ کا نقشہ نہایت دیدہ ریزي سے مرتب کرکے دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ ہر شخص اونکے ماتم دلگداز میں حصہ لے !

لیکن انسان کا سرمایہ صرف اوسکي جیب ہي تک محدود نہیں ہے- اوسکا ایک بہترین حصہ دماغ میں بھي ہے- اگر ہم چند ٹوٹے ہوے کھنڈروں پر' اگر ہم چند پامال شدہ باغوں پر' اگر ہم چند بھرے ہوے صندوقوں پر' ماتم عام کر رہے ہیں کہ جنگ کا سیلاب عظیم انکو بہا لیگیا' تو ہمکو اسکے ساتھہ اپنے بطون و دماغ کو بھي ٹٹولنا چاہیے کہ میدان جنگ میں چمکنے والي تلوار کہیں مردونکے سر کے ساتھہ زندہ انسانوں کے سرمایۂ ہوش و حواس کو تو اڑا نہیں لیگئي؟

اگر بیدرد فوج نے ہماري سر سبز کھیتیوں کے ساتھہ ہمارے خرمن عقل میں بھي آگ لگادي ہے' تو ہمکو اپنے مال و دولت کے ماتم سے فارغ ہوکر اپنے قواے عقلیہ کي اس بیدردانہ غارتگري پر بھي جلد آنسو بہا لینے چاہئیں-

لیکن یہ عقلي غارتگري نہایت مخفي طور پر وقوع پذیر ہوتي ہے- خود تلواروں' نیزوں' کمانوں' اور توپوں کے گولوں سے زیادہ تلواروں کي چمک' نیزوں کي لچک' کمانوں کي چرچراہٹ' بندوقوں کي باڑہ' توپوں کي گرج' اس عقلي میدان کو فتح کرتي ہے-

اس عقلي جنگ میں جوہر بہت زیادہ کام نہیں کرتا' میدان صرف عرض کے ہاتھہ میں رہتا ہے-

زمانۂ جنگ میں مال و دولت کی بربادي کا منظر صرف دنیا کے ایک بد قسمت حصے میں نظر آتا ہے لیکن یہ عقلي لوٹ مار عام ہو جاتي ہے- ہر جگہہ سر ہي سر ہوتے ہیں مگر سر میں کچھہ نہیں ہوتا- مادي غارتگري کا صرف ایک ہي اثر ہوتا ہے جو فقر و فاقہ کي صورت میں نظر آتا ہے' لیکن اس عقلي غارتگري کے سیکڑوں نتائج ہوتے ہیں جو مختلف صورتوں میں نظر آتے ہیں- ان میں سے بعض کي تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) زمانہ جنگ میں ہزاروں غلط افواہیں اوڑائي جاتي ہیں لیکن تمام دنیا اونپر یقین کرتي ہے- واقعات کے نقد کا سب سے بدیہي اصول تناقض ہے' لیکن زمانۂ جنگ میں سیکڑوں متناقض خبریں ایک ہي ساتھہ شائع ہوتي ہیں جن پر اکثر لوگ یکسان وثوق کے ساتھہ یقین کرلیتے ہیں' اور کم ازکم ذوق و شوق کے ساتھہ تو ہر انسان اُنہیں سنتا ہے- ایمڈن کے تر بنیے اور اوچھلنے کا واقعہ ایک ہي دلچسپي کے ساتھہ سنا گیا تھا- لیـژ کے عدم تسخیر و تسخیر کي حقیقت یکساں کشش کے ساتھہ سامنے آئي- جرمني کا اقدام و ادبار' دونوں ایک ہي وقت نمایاں ہوے- زمانۂ جنگ میں وہم کي اختراعي قوت نہایت ترقي کرجاتي ہے اور انسان کا دماغ ہمیشہ احتمال آفرینیوں میں مصروف رہتا ہے- اسي وہم پرستي کي بنا پر فوجیں اکثر جنگی غلطیاں کر بیٹھتي ہیں- حال میں یہ خبر شائع ہوئي ہے کہ بحیرہ بالٹک میں ایک فریق نے خود اپنے ہي جہازوں پر حملہ کردیا' کیونکہ وہم نے اوسکو غنیم کے جہازوں کی صورت میں دکھایا تھا- بعض اخبارات میں ہوائي جہازوں کے متعلق چشم دید شہادتیں شائع ہوئي ہیں جو زمانۂ جنگ کي وہم پرستیوں کو متمثل کرتي ہیں- کئي شخص شرعي قسم تک کھانے کیلیے طیار ہیں کہ انہوں نے جرمني کے ہوائي جہاز دیکھے !

ایک معمولي شورش بھی یہي نتائج پیدا کردیتي ہے- لوگ حادثہ مسجد کانپور کے زمانے میں دریا کے اندر سے کلمۂ شہادت کي آواز سنتے تھے' اور اسپر متعدد لوگوں کي شہادتوں کي بنا پر یقین کیا جاتا تھا !

(۲) واقعات جنگ کا نمایاں اثر ہمارے روزانہ طرز معاشرت پر بھي پڑتا ہے-

جب انسان دن بھر کام کرتے کرتے تھک جاتا ہے تو رات کو حلقۂ احباب میں آتا ہے اور اونکي صحبت میں دل بہلاتا ہے- انسانوں کے مختلف طبقے ہیں' اور ہر طبقہ اپنے لیے موزوں صحبت احباب ڈھونڈھ لیتا ہے- زاہدان عبادت گذار معتکفین مساجد کے پاس بیٹھتے ہیں اور دوزخ و جنت کا تذکرہ کرتے ہیں' رند میخوار شراب خانے میں جاتا ہے اور کیف و سرور کے

اب اسکے دھنی جانب - رنگون و برما ' اور نقشۂ ہند کا وہ مشرقی حصہ تھا جو قینچی کی دو شاخوں کی طرح دونوں جانب چلا گیا ہے اور درمیان کا خلا خلیج بنگال ہے - اگر وہ بائیں جانب جاتا تو مدراس اور اس سے شمال تر کولمبو تھا ' مگر وہ کلکتہ کی طرف بڑھا اور معاً اپنی تارپیڈو کا دہانہ کہولکر ہر سامنے آ جانے والے جہاز کو گرفتار کرنا شروع کردیا - حتی کہ دہانۂ دریاے ہوگلی کے سامنے پہنچ گیا ' جسکے معنی ٹھیک کلکتہ میں آجانے کے تھے - کیونکہ بحری پولیس ' خبررسانی ' رہنمائی ' اور فوجی جہازوں کی قطاریں ہمیشہ وہاں موجود رہتی ہیں -

اسکے بعد وہ رنگون کی طرف روانہ ہوا مگر راہ میں ارادہ بدلدیا اور بائیں جانب مدراس چلا گیا - وہاں گولہ باری کی اور پھر کولمبو کو بائیں چھوڑتے ہوئے پانڈی چری کے سامنے نمودار ہوا -

یہ معلوم نہیں کہ اگر وہ پاسفک میں تھا تو اس کے کس حصے میں اس کا حیات بعد الممات ہوا ؟ اسلیے مقدار مسافت کا یقین مشکل ہے - تاہم فلی پائن سے شمار کیا جاسکتا ہے - منیلا سے پینانگ تک ۱۷۰۰ - میل ہے - پینانگ سے پوری (جس کے جگناتھ مندر کے منارے گرفتاران ایمڈن نے دیکھے تھے) ٹھیک ۱۰۰۰ - میل ہے - پس فیلی پائن سے وسط خلیج بنگال تک دو ہزار سات سو میل کی بحری مسافت اس بحری حملے میں طے کی گئی - جزائر شرقیہ سے اندرون بحر چین تک کی مسافت اس کے علاوہ ہے -

اب غور کیجیے کہ ان ترتیبات سے کیا نتائج سامنے آتے ہیں ؟

(۱) چین میں جاپانی قوۃ بحری دنیا کی ایک بہت بڑی مسلمہ قوت ہے - کیا چوا کے بعد ہی برٹش چائنا کے مقبوضات اور بندر ہینگ کانگ ہے - تاہم ایمڈن محفوظ رہا -

(۲) تاریخ ہند میں بحری حملے کے نظائر ناپید ہیں - مگر ایمڈن نے سب سے پہلے اسکے بحری خطوط کی طرف حملہ آورانہ توجہ کی حالانکہ (حسب تصریحات رسمیہ) وہ تن تنہا ہے - تیسرے درجہ کا کروزر ہے - محض ۱ + ۴ - کی توپیں رکھتا ہے ' اور ہندوستان کے استحکامات صد سالہ کا غلغلۂ و طنطنہ تمام عالم میں بلند ہوچکا ہے - تاہم اس کی دلیری کا ہیجان مصالح پر غالب آیا !

(۳) جزائر فیلی پائن پر امریکن حکومت ہے - کیا وہ اس کے ساحلوں پر نمودار ہوا تھا ؟

(۴) سینگا پور انگریزی حکومت میں ہے - ظن غالب ہے کہ وہاں ایمڈن کی خبر ملگئی ہوگی ' لیکن مسلم کروزر خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو ' ہندوستانی ساحلوں میں ہر جگہہ لا علاج ہے - اگرچہ بحر شمال میں نہو -

(۵) جاوا وغیرہ ڈچ حکومت کے ماتحت ہیں - کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ جرمن جہازوں کے ساتھہ تسامح اور درگذر کرتے ہوں ؟ وہاں کے ساحلوں سے اُسے ضروری مطلوبات بھی ملی ہونگی -

(۶) بحر چین سے داخلی ہند صرف ڈھائی ہزار میل کے فاصلہ پر ہے جسے جنگی جہاز بآسانی ایک ہفتہ کے اندر طے کرلے سکتا ہے - اور جاپان ابتک تیاچوا پر قابض نہوسکا -

(۷) ایمڈن کا کپتان حیرت انگیز جرأت و شجاعت ' دلیری و جانفروشی ' بے باکی و بے جگری کے علاوہ ہندوستان کے بحر و بر کے متعلق کیسی صحیح ' کیسی باریک ' کیسی جچی تلی ' اور کیسی بے خطا معلومات رکھتا ہے ؟ بے تار کی خبر رسانی کے اسٹیشنوں پر اسکی نظر رہی - بحری خطوط کے ساحلوں سے ہشیار رہا :- رنگون نہیں گیا کیونکہ وہاں خطرات تھے - مدراس گیا جہاں کوئی خطرہ نہیں - وہ اپنے تمام کام ایسے لوگوں کی طرح انجام دیتا ہے جنھیں گویا ہندوستان کا تمام حال معلوم ہے !

فلسفۂ

الحــــــروب

(اسباب و موثرات ' نتائج و عواقب ' علل و علائق)

(۱)

الہــلال میں آج ایک نئے باب کا بعنوان " فلسفہ " افتتاح کیا جاتا ہے -

اس باب کی خصوصیت یہ ہوگی کہ اسکے تحت میں جسقدر مضامین شائع ہونگے ' انہیں ہر طرح کے مذہبی معتقدات و آرا سے الگ رکھا جائیگا ' اور کوشش کی جائیگی کہ محور فکر و نظر صرف فلسفۂ و اجتماع ہو -

ضمناً یہ امر بھی پیش نظر رہیگا کہ اجتماعی و فلسفی مباحث کیلیے ایک نئے طرز بیان و انشاء کا نمونہ پیش کیا جاے - بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ فلسفیانہ مضامین وہی ہوسکتے ہیں ' جنکی عبارت نہایت روکھی پھیکی اور بے مزہ ہو - اگر ایسا نہیں ہے تو اُسے فلسفیانہ استدلال و نظر سے بالکل خالی سمجھنا چاہیے - مگر ہمارے خیال میں یہ قلمی پست ہمتی کم از کم ان لوگوں کے لیے تو جائز نہیں رکھی جاسکتی جنہیں خدا تعالی نے اپنے ہر طرح کے افکار کو بہتر لفظوں اور موثر فصاحت کیساتھہ بیان کرنے کی قدرت دیدی ہے : و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء - اور اُنپر بلاغت قرآنی کے درس و افادہ سے فیضان بیان کا ایک ایسا دروازہ کھول دیا ہے کہ دقیق سے دقیق خشک مطالب کو بھی وہ حسن و عشق کی دلچسپ داستان بنادیسکتے ہیں :

آں نیست کہ صحراے سخن جادہ ندارد
واژوں روش کج نظری را چہ کند کس ؟

آج جنگ اور اسکے اطراف و نتائج پر ایک صحبت فلسفی و اجتماعی کا سلسلہ شروع کرتے ہیں - اس ہفتہ تمہید نظر سے گذر لے - آئندہ اصل مطالب شروع ہونگے -

---

انسان فطرۃ مادہ پرست ہے ' اسلیے مادی چیزوں کو اپنا حقیقی سرمایہ سمجھتا ہے -

لیکن مادیات کا آب و رنگ اوسکو اور بھی مسحور بنا دیتا ہے - زمین کے اندر سونا ' پہاڑ کے اندر لعل ' سمندر کے اندر موتی ' انسان کا قیمتی خزانہ ہیں ' لیکن سونا جب ڈھل کر سکہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے ' لعل جب پہاڑ سے نکل کر تاج شاہی میں اپنی چمک دمک دکھاتا ہے ' موتی جب کسی حسین گردن کے ہار میں جگہ پاکر اپنے اوج قسمت پر ناز کرتا ہے ' تو وہ چہرۂ کائنات کا آب و رنگ اور عالم مادیات کا چشم و چراغ بنجاتا ہے !

زمانۂ جنگ میں دنیا سرگرم فغاں نظر آتی ہے ' انسانیت ماتم کبری میں مبتلا ہو جاتی ہے ' ہمدردی مرثیہ خوانی کرتی پھرتی ہے ' رحمدلی کا نوحہ دلگداز دلوں کو پانی پانی کردیتا ہے -

لیکن جب سوال کیا جاتا ہے کہ یہ نالہ و فغاں ' یہ نوحہ و ماتم ' یہ مرثیۂ و سوز و گداز کس متاع عزیز کی گم شدگی پر ہے ؟ تو بہتے

رجال عظیمہ جنگ ہفت لشکر! وزراء ممالک و نظارت ہائے خارجیہ!

ڈاکٹر ون بیتھ مین:- جرمن چانسلر

قیصر جرمن میدان جنگ میں

ایم - سازانوف ناظر خارجیہ: روس

جرمن سفیر اعظم متعینۂ لندن - نظارت جنگ سے جا رہا ہے!

فیلڈ مارشل سر جان فرنچ سپہ سالار افواج بریۂ برطانیہ

لارڈ کچنر نظارت حربیہ کا عہدہ قبول کرکے دفتر جنگ جا رہے ہیں

آرچ ڈیوک فریڈرک کمانڈر آسٹریا

جنرل پٹنک سپہ سالار سرویا

جنرل سوخو ملینوف ناظر حربیۂ روس

ترانے سنتا ہے - جو لوگ علمي ذوق رکھتے هیں وہ کسي درسگاہ یا اکاڈیمي میں جا کر چند خشک دماغ انسانوں کے نتائج فکریہ سے مسرور هوتے هیں - لیکن زمانہ جنگ میں عبادت خانوں کي صدائیں دفعتاً رک جاتی هیں' میخانوں کے ترانے خاموش هو جاتے هیں' علمی مجالس کا درس حلقۂ وعلوم موقوف هو جاتا ہے' تمام دنیا ایک انجمن اور ایک حلقۂ احباب بن جاتي ہے ' جس میں صرف فتح و شکست کي داستان بھي سنائی جاتي ہے - واقعات جنگ کے علاوہ دوسري باتوں کا تذکرہ کیا بھي جاتا ہے تو عموماً ناگوار هوتا ہے -

(۴) غلط افواهوں کا اثر زیادہ تر غیر تعلیم یافتہ اور ضعیف الدماغ لوگوں پر پڑتا ہے - موجودہ جنگ کا سب سے زیادہ اثر تاجروں اور تاجروں میں مارواڑیوں پر پڑا ہے - جنگ نے تجارت کو جو نقصان پہونچایا ہے اوس سے کہیں زیادہ ان غیر تعلیم یافتہ تاجروں نے اپني بدحواسي اور پریشان خیالي سے نقصان اوٹھایا ہے -

(۵) زمانہ جنگ میں لوگ اگرچہ فتح و شکست دونوں کي خبروں کو نہایت دلچسپي سے سنتے هیں ' لیکن فتح و ظفر کا غلغلہ نہایت بلند آهنگي سے بلند کیا جاتا ہے ' اور بغیر کسي قسم کے تعلق کے فاتح کے فضائل و مناقب کا غیر معلوم طور پر اعتراف کیا جاتا ہے - هندوستان کي قسمت آج سلطنت برطانیہ کے ساتھہ وابستہ ہے ' اور رعایا کو وفاداري کا پورا ادعا ہے - تاهم آغاز جنگ سے پیش قدمي کي متصل خبروں کے وصول نے جرمني کي وقعت عوام میں قائم کردي ہے -

(۶) زمانہ جنگ میں کسي شخص کو نہایت آساني کے ساتھہ نیک نام یا بدنام کیا جاسکتا ہے - رستم کي نیکنامي صرف شاهنامہ کی داستان سرائیوں کا نتیجہ ہے - عیسائیوں میں زمانۂ حروب صلیبیہ کے مختر عہ واقعات نے مسلمانوں کو بدنام کردیا ہے - منافقین نے حضرت عائشہ رضي اللہ عنہا پر جو الزام لگایا تھا اوسکے لیے اسي غرض سے ایک سفر جہاد کو منتخب کیا تھا - جرمني کیطرف سیکڑوں وحشیانہ افعال کا انتساب اسي مقصد سے کیا جاتا ہے ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کتب خانہ اسکندریہ کے جلانیکا الزام زمانۂ جنگ هي میں لگایا گیا -

(۷) جنگ کے ذریعہ سے اتحاد و اتفاق اور بغض و عداوت کے جذبات کو نہایت ترقي دیجاسکتي ہے - پرنس بسمارک نے اتحاد جرمني کا خواب جنگ کے هولناک میدانوں هي میں دیکھا تھا - موجودہ جنگ میں اٹلي نے جرمني سے جو علحدگي اختیار کرلي' اوسنے قدیم عہد مودت کو مبدل بہ عداوت کردیا -

روس' فرانس' برطانیہ' جرمني ' آسٹریا و سرویا وغیرہ کا باهمي عہد مودت پہلے سے بھي زیادہ مستحکم اور پائدار هوگیا ہے - عہد ابتدائي میں مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کے جس سلسلۂ زریں نے باهم مربوط کردیا تھا ' وہ اوسي کارخانے میں تیار هوا تھا جہاں تلواریں ڈھالي جاتي هیں !

(۸) جنگ کے ذریعہ هر قسم کے مذهبي' ملکي' ادبي' اور اخلاقي انقلابات نہایت سرعت کیساتھہ هوسکتے هیں - فرانس کي جمہوریت جنگ هي کا نتیجہ ہے' قران مجید کي اشاعت تعلیم کا سب سے بڑا ذریعہ جہاد في سبیل اللہ تھا جسنے عرب کے ادبي اور اخلاقي نظام میں دفعتاً انقلاب پیدا کردیا - عمرو بن کلثوم کے مشہور اور پرجوش معلقہ کو قبیلۂ بنو تغلب کا ایک ایک بچہ انھي جنگي کارناموں کے اثر سے ازبر یاد رکھتا تھا' شاهنامہ کي مقبولیت صرف اس بنا پر هوئي کہ اوس نے گذشتہ جنگي واقعات کو دوبارہ زندہ کردیا - هومر کے الیڈ کي شہرت نے اسي بنا پر یونان کي حکمیات کي شہرت ماند کردي کہ وہ میدان جنگ کا ایک رنگین خاکہ تھا -

(۹) جنگ اخلاقي حیثیت سے ایک قوم کو دفعتاً ابھار دیتی ہے اور دوسري کو پست کردیتي ہے - سنہ ۱۸۷۰ع کي جنگ فرانس و جرمني نے فرانسیسیوں کي شجاعت اور عزم و استقلال کا خاتمہ کردیا جسکا اثر آج میدان جنگ میں علانیہ نظر آتا ہے - آج جرمن سپاهیوں کي رگونمیں جو گرم خون دوڑ رہا ہے' وہ صرف آجکل ہي تیز و تند شراب هي سے مخلوط نہیں ہے' بلکہ اوسمیں سنہ ۱۸۷۰ع کے سیلاب خون کے کھولتے هوے آتشیں قطرے بھي شامل هیں !

یہودیوں کی بد اخلاقیاں متصل جنگ اور متصل شکستوں کا نتیجہ هیں - بیت المقدس میں اس قوم نے تین بار شکست کھائي' فرعون کے دربار میں غلام بنکر رهي' عرب کے میدانوں میں بھي ایک اوبھرنے والي روحانی طاقت نے انکے لیے جگہہ نہ چھوڑي ' آج ان متصل ذلت آمیز شکستوں کا داغ هر یہودي کے دامن اخلاق پر نظر آتا ہے !

مسلمانوں کا معیار اخلاق جسقدر جہاد نے بلند کردیا تھا' حضرت عیسیٰ کي اخلاقي تعلیم اوسکے مقابلہ میں بالکل بے اثر رهی -

غرض هر قسم کا انقلاب صرف جنگ هي کے ذریعہ هوسکتا ہے - فلسفہ نے آجتک نظام عالم میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کي' لیکن جنگ نے ذرہ کو آفتاب اور رائي کو پہاڑ بنادیا ہے - پہاڑونکو زلزلہ هي متزلزل کرسکتا ہے - کسي قوم کے قدیم عقاید' قدیم تہذیب' قدیم طرز معاشرت ایک مدت کے بعد مستحکم پہاڑ بن جاتے هیں - ان کو لڑائي کا بھونچال هي اکھاڑ سکتا ہے - اور کوئي نہیں -

مساوات کي حقیقي روح صرف زمانہ جنگ هي میں پیدا هوسکتي ہے - فرانس کی شورش کا سب سے بڑا نتیجہ مساوات ہے - مساوات عدل و انصاف کي ایک شکل ہے' اور عدل و انصاف کے ستون کو صرف قوت هي قایم رکھہ سکتي ہے -

(۱۰) زمانہ جنگ میں هر انسان کي مخفي طاقت دفعتاً اوبھر آتی ہے' فوج جس دلسوزي و بے جگري سے میدان جنگ میں لڑتي ہے' حالت صلح میں اوسکے تصور کي بھي متحمل نہیں هوسکتي - نامہ نگاران اخبار' جنگ کی خبروں کي فراهمي میں جسقدر عرقریزي کرتے هیں' صلح کي خبروں میں اوسقدر محنت نہیں کرسکتے - جنگ کے مضامین میں اڈیٹروں کي قابلیت کا غیر معمولي اظہار هوتا ہے ' قوت حافظہ کو غیر معمولي ترقي هوجاتي ہے' عرب کے دواوین اشعار کو اسی غیر معمولي قوت حافظہ نے محفوظ رکھا' عرب کي حیرت انگیز قوت روایت کو اسی فوجي اثر نے ترقي دي' شاهنامہ کا وہ سرمایہ جو فردوسی کو نہایت آساني سے مل گیا تھا ' تلوار کے اوس جوهر سے محفوظ رها جو اسکے دماغ میں سرایت کرگیا تھا !

(۱۱) جنگ کے زمانے میں لوگ وحشت اور بد اخلاقي کي طرف زیادہ تر مائل هوتے هیں - فوج تو اسي نشے میں مست رهتي ہے ' لیکن خود رعایا بھي رعایا کے جان و مال اور عزت و آبرو کو نہایت بیدردي سے پامال کردیتي ہے - غدر سنہ ۵۷ میں فوج سے زیادہ بدمعاشوں نے لوٹ مار اور قتل و خونریزي کي تھي ' لیکن ایک اعلی طاقت ان وحشیانہ افعال سے روک بھي سکتي ہے ' بلکہ اخلاق کا ایک بلند معیار قائم کرسکتی ہے -

عہد نبوت اور عہد صحابہ میں اسکي شاندار مثالیں مل سکتي هیں - زمانۂ موجودہ بھي اس قسم کی مثالوں سے خالي نہیں - فوج فاتح سے مرتي ہے لیکن مال غنیمت کا بہترین سرمایہ اپنے سپہ سالار کے پانوں پر لاکر ڈالدیتي ہے اور اوس میں کسي قسم کي خیانت نہیں کرتي - سنہ ۱۸۴۸ کي شورش میں جس گروہ نے قصر سویلري پر حملہ کیا' اوس نے وهانکي بہترین یادگاروں کو ہاتھہ بھي نہیں لگایا - جنگ روس و جاپان میں جب جاپاني کبھي کسي روسي مقتول کي جیب سے گیني نکالتے تھے' تو اوسکو نہایت دیانت سے واپس کردیتے تھے !

مناظر عمومیہ اساطیل بحر شمال ! نہر عظیم الصنعۃ "کیل" !

برطانی تباہ کن (ڈسٹرائر) : سربفٹ - وزن ۱۸۰۵ - ٹن - ۴ - انچ
کی توپوں سے مسلح

بحر شمال کا مشہور برطانی کروزر: مینٹور-
وزن ۶۰۰ و ۱۴ ٹن

جاپان کا تری ترین ڈریڈ ناٹ : ٹرکیو

مشہور و عظیم برطانی بیڈل شپ : لارڈ نیلسن - وزن ۱۶۵۰۰ - ٹن

نہر کیل (جرمنی) کا ایک نظارہ ! قیصر جرمنی مع اپنے اسٹاف کے بائیں جانب
کھڑا ہے اور انگریزی جہاز کی سلامی لے رہا ہے جو
تہنیت کیلیے جنگ سے کچھ عرصہ پہلے گیا تھا !

مقالات

یورپ کا نیا نقشہ جو طیار ہو رہا ہے

جنگ یورپ کے نتائج و عواقب کا ایک سرسری مطالعہ

اخبار ڈیلی میل لندن میں جنگ کے نتائج و عواقب پر ایک نہایت اہم اور دقیق النظر مضمون شائع ہوا ہے جسکے نیچے صرف W - T - T کا دستخط ہے -

لیکن مضمون اسقدر دلچسپ ہے کہ اسکا پورا ترجمہ شائع کر دینا چاہیے :

مشہور جان رانسک کا قول ہے :

" جنگ میں بجز اسکے اور کوئی فائدہ نہیں کہ وہ لوگوں کو فن جغرافیہ کی تعلیم دیتی ہے "

اس خیال میں اور برن هارڈی اور پروشیا کے جنگی مذہب کے اس اصول میں کہ " جنگ ایک روحانی مسہل ہے' جسکے بعد قوم صاف اور قوی تر ہوجاتی ہے" ہمارے لیے انتخاب کی وسیع گنجایش ہے -

جنگ فن جغرافیہ کی تعلیم دیتی ہے - اسکے متعلق تو کچھہ پوچھنا ہی عبث ہے - اسکول کے ایک بد شوق لڑکے کو بھی آج نقشوں اور جغرافیائی حالات سے بڑی دلچسپی ہے - اسوقت انکے لیے بر اعظم یورپ کوئی وسیع خیالی شے نہیں ہے' بلکہ اسی طرح ایک حقیقی شے جسطرح کہ اسکے پڑوس کا فٹ بال میدان -

نقشے اب مردہ چیزیں نہیں ہیں بلکہ زندہ حقائق ہیں - لڑکوں کی طرح میں نے انکی نہ ختم ہونے والی خواهش کو محسوس کیا ہے -

نقشے اب نقشے نہیں رہے - وہ جنگل' دریا' میدان' شہر اور گاؤں' ہوگئے ہیں - جہاں سے فوجوں کے کوچ' توپوں کی گرج' تلواروں کی جھنکار' اور سواروں کے ہنگامے کی آواز آتی ہے - اب میں لندن میں نہیں رہتا ہوں' بلکہ "والنجیس" اور "ارڈینس" میں ہوں- میں دریاے "سی یوز" کے پیچ و خم کو جسقدر جانتا ہوں اسقدر دریاے ٹیمس کو بھی نہیں جانتا - حالانکہ میں نے طفلی کی پہلی آنکھہ اسی پر ڈالی تھی !

مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آنکھیں بند کیے معرکے کے وسیع خط کے برابر برابر چلا جاسکتا ہوں - میرے یمین و یسار آبادی کی جگہ موت اور زندگی کے کاروبار کی جگہ وحشت و هلاکت کا سناٹا ہے' اور سامنے چند هفتوں کے ہنگامے سے پیدا ہونے والے وہ نتائج جنکو صدیوں تک دنیا پر حکومت بخشی گئی ہے !

(اگر جرمنی فتحمند ہو)

ہمارے دامن خیال کو صرف وہی رقبے نہیں پکڑے ہوے ہیں جہاں جنگ برپا ہے- اب تو تمام یورپ کے نقشے میں ایک مستغرق دلچسپی پیدا ہوتی جاتی ہے.- اسوقت یہ بر اعظم (یورپ) ایک معدنی ٹکڑے کی طرح آگ پر پگھل رہا ہے' جو آیندہ نقشہ اس جنگ کے نتائج کو اپنے اندر منجمد کریگا' اسکے متعلق ہم اسوقت صرف قیاس ہی کرسکتے ہیں -

یہ مسئلہ اس لیے پیچیدہ ہے کہ ممکن ہے نتیجہ ذو جہتین ہو - یعنی دونوں پہلو رکھتا ہو - فتح و شکست ایک ساتھہ ظہور کرے اور ہر فریق فتحیاب بھی ہو' اور شکست خوردہ بھی - اسکا ایک ہاتھہ جوش مسرت سے اور دوسرا تاسف سے لرز اٹھے !

حلیفوں (دول متحدہ فرانس و روس و انگلستان وغیرہ) کے مقابلہ میں جرمنی کو خشکی میں فتح ہوسکتی ہے' مگر تری میں شکست قرین قیاس ہے -

فرض کرو کہ ایسا ہی ہوا تو اسکا سیاسی نتیجہ کیا ہوگا ؟

جہاں تک فرانس کا تعلق ہے یہ نتیجہ اسکے لیے سخت مہلک ہوگا - پرنس بسمارک کا قول تھا کہ " میں فرانس کے بیڑے سے پیرس میں لڑونگا " - اس سے اسکا مقصد یہ تھا کہ اگر وہ ایک دفعہ خشکی میں فرانس کا مالک ہوجائے تو پھر فرانسیسی بیڑہ کس شمار میں رہیگا ؟ فرانس کے متعلق یہ قول اب تک بالکل صحیح ہے لیکن انگلستان کے متعلق نہیں - جب تک ہمارا سمندر پر قبضہ ہے' اسوقت تک اس بر اعظم (یورپ) میں کوئی آفت ہمیں گھٹنوں کے بل نہیں جھکا سکتی - لیکن اگر ہمکو خشکی پر شکست ملی تو اسکا خمیازہ ہمیں تنہا نہیں بھگتنا پڑیگا - اس لپیٹ میں بلجیم اور فرانس بھی آجائینگے (میں اس باب میں روس کو ابھی نظر انداز کردیتا ہوں -)

کیا سمندر میں ہماری فتح سے جرمنی کی ساحلی کامیابی میں توازن پیدا ہوجائیگا ؟ کیا ہمارے بیڑے کا خطرہ جرمنی کے لیے اتنا ہی کھل ڈالنے والا ہوگا جسطرح کہ جرمن فوجوں کا خطرہ فرانس کے لیے ؟ بالفرض ایسا نہ ہوا تو ہمارا پوزیشن اسوقت غیر معمولی طور پر مشکل ہوجائیگا - ممکن ہے کہ ہماری فوجیں صحیح و سالم اور غیر مجروح ہوں' مگر ہمارا حلیف (فرانس) تو اتنا پسیگا کہ اسکا کام ہی تمام ہوجائیگا - ہم جرمنی کو جسقدر سمندر میں پالینگے' اسی قدر وہ سواحل کی طرف فرانس پر اپنے شکنجے کا پیچ کسیگی - اس صورت میں اگر ہم اپنے حلیف کو یکسر تباہی سے بچا سکینگے تو صرف اسطرح کہ سمندر میں اپنی فوقیت اور برتری سے دست بردار ہوجائیں -

کیا یہ قرین قیاس ہے ؟ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ہم فرانس کو بچانے کے لیے اپنے تئیں ایسے شرائط کے حوالہ کردیں جو ہمیشہ کے لیے ہمیں جرمنی کا محکوم بنادیں ؟

صورت حال کی یہ ایک خطرناک شق ہے -

اس انتخاب کی جانکنی سے بچنے کے لیے خشکی پر فتح ضروری ہے - اگر ایسا نہ ہوا تو آیندہ نقشۂ یورپ برلن میں بنیگا' جرمنی " انٹورپ " (بلجیم) سے لیکے قسطنطنیہ تک کو اپنا مرکب بنالیگی' اور جو اسکینڈ نیونین' ابرین' اور اٹالین جزیرہ نما کہ سرحد پر واقع ہیں' وہ اس خداوند جنگ (وار لارڈ) کے جاگیر دار

مواکب عظیمه بحریۃ المان و برطانیہ! منتہاء قوائے بحریہ فریقین!

انگلستان کا سب سے زیادہ قوی و اعلی بیڈل شپ: ایچ - ایم - اس بلیر وفون - جسکا وزن ۱۸۵۰۰ تن اور جسکی
توپیں ۱۰ × ۱۲- اور ۱۶ × ۴ انچ کی ہیں -

جرمنی کا سب سے زیادہ نوی اور اخری بیڈل شپ : ھالسیمن - جسکا وزن ۱۳۲۰۰ تن ہے -
(توپوں کی مقدار اور قوت و قطر معلوم نہیں)

وجه سے همیں واقعات کے حق میں اندها نه بن جانا چاهیے
روس کی اسوقت جو حالت هے' اس حالت میں وہ قدیم بربریت و وحشت کا ایک نہایت هی قوی پنجه هے' اور اوسکی وجه سے تمدن ایک قاتل و سفاک گرفت کے عالم میں هے - جسقدر جرمنی کو هم کمزور کرینگے' اسیقدر روس کو بڑهانا پڑیگا' اور روس کو بڑهنا استبداد و تظلم کو تقویت دینا هے' جو اپنی ابزی کے نیچے تمام مظلومان روس' پولینڈ' فنلینڈ' بخارا و ترکستان' ایران' اور یہودیوں کو دبائے هوے هے!

روس کے خوف سے نکلے هوے همیں ابهی صرف نصف صدی هی هوئی هے - اس امر کے یقین کرنے کی کیا وجه هے که جب جرمنی نه هوگی تو پهر یه خوف عظیم دوباره زنده نه هو جائیگا؟

هندوستان جہاں پہلے تها' ابهی تک اسی جگهه پر هے اور روس اس سے به نسبت پہلے کے اب اور قریب تر هے - جرمنی کی طرح روس کے لیے بهی یہی بات کہی جاسکتی هے که هم روسی قوم سے نہیں ڈرتے بلکه روسی تظلم سے ڈرتے هیں:

من از عقرب نمی ترسم ولے از نیش می ترسم

کیا هم کو امید هے که یه خطرہ دور هو جائیگا؟

ایک هفته قبل تک تو ذرا بهی امید نه تهی' مگر اس اثناء میں زار روس نے روسی پولینڈ سے اندرونی خود مختاری دینے کا وعده کر لیا هے - بلا شبهه یه ایک نہایت هی اهم واقعه هے لیکن در حقیقت کسی فیاضی سے نہیں بلکه محض ضرورت کے مجبورکن استیلاء سے وقوع میں آیا هے - پولینڈ میں انقلاب کے برپا هو جانے کے خطرہ کے ساتهه روس میدان جنگ میں کیسے جا سکتا تها؟

خیر' هم کو اسکے مقصد میں مناقشه کی ضرورت نہیں - اگر اس وعده کا ایفاء ایمانداری سے کیا جاے تو اسکے یه معنی هونگے که پولینڈ جسکو فریڈرک نے پروشیا' روس' اور آسٹریا میں تقسیم کیا تها' اب پهر متحد هو جائیگا' اور تاریخ کا ایک عظیم الشان گناہ کیتهرائن کی ظالمانه غلط کاری کے بعد مٹا دیا جائیگا - آسٹریا هنگری کی مصنوعی شہنشاهی یورپ کے نقشے سے ناپید هو جائیگی' اور پولینڈ کی سلطنت نسل' تہذیب' اور اعتقاد کے اتحاد کے ساتهه وسط یورپ میں پهر ظاهر هو جائیگی!

(زار کے لیے ایک فرصت)

همنے کہا هے که "اگر یه روسی شاهی وعده ایمانداری کے ساتهه پورا کیا گیا" حالانکه همیں یه یاد رکهنا چاهیے که اسوقت سے پہلے بهی ایسے وعده ایسے هی حالات میں کیا جاچکا هے جو موجوده حالات سے بالکل غیر مشابهه نه تهے -

اسکے ساتهه ساتهه همکو زار روس کے کمزور کیریکٹر کو بهی یاد رکهنا چاهیے' جو عمده جذبات سے استقامت کے ساتهه اثر قبول کرنے میں بالکل عاجز هے - جب تک استبداد باقی هے اسوقت تک هم اس وعده کو محفوظ نہیں سمجهه سکتے - البته یه ممکن هے که اسکے حلیفوں کا نفوذ و اثر کچهه کام آے -

اگر پولینڈ زار روس کی سیادت میں آزاد هوگیا تو کیا هم یه امید رکهسکتے هیں که زار ایک قدم اور آگے بڑهیگا؟ فنلینڈ' حیرت انگیز فنلینڈ' اپنے شاندار باشندوں اور تعجب انگیز تہذیب کے ساتهه زار کے دارالسلطنت کے پهاٹک پر خونچکاں پڑا هے! اسکی آزادی رخصت هوچکی هے' اسکے جج قید خانے میں هیں' اسکی امیدیں جاں کنی میں تڑپ رهی هیں - هاں' اس بدبخت فنلینڈ کو بهی داخلی خود مختاری ملنی چاهیے اور ابهی وقت ملنی چاهیے - (اس دروازے کے کهلنے کے منتظر اور بهی هیں) -

یه زار کیلیے بہت بڑا موقع هے - جب وہ بچه تها تو انگریزی خیالات کے اثر سے ایک بار چیخ اٹها تها: "آہا! عوام کا بادشاہ هونا!"

(O to be common's King!)

وہ افسوس ناک طور پر ناکام هوا' مگر اسکی ناکامی استبداد کی وجه سے نہیں بلکه قوت ارادی کے فقدان کی وجه سے هوئی - ورنه اسکے لیے مواقع بہت تهے' اور اسوقت بهی ایک زریں موقع اسے حاصل هے -

اگر هم یه فرض کرلیں که جرمنی کو شکست هوگی تو روس دنیا کے ان تین شہنشاهوں میں سے ایک هوگا جو اس عالمگیر کشاکش کے بعد رهینگے - ان میں وہ آخریں مطلق العنان و مستبد بادشاہ هوگا -

یه پالیسی کی سب سے بڑی ضرب اور سب سے بڑا انصاف هوگا جو آج تک کبهی نہیں هوا - اس نازک حالت میں یه سلطنت کے لیے ضعف کا نہیں بلکه قوت کا سر چشمه ثابت هوگا - اور روس کو معلوم هو جائیگا که آزاد شاهنشاهی سلطنت کا سب سے بڑا طلسم هے!

مگر یه (یعنی فنلینڈ کی خود مختاری) اس سے بهی بڑهکے کام کریگی - اسکا اثر ناروے اور سویڈن پر گہرا پڑیگا - جسقدر هم جرمنی سے خوف کهاتے هیں' اس سے کہیں زیادہ یه سلطنتیں روس سے ڈرتی هیں - سویڈن ناطرفدار هے اور رهیگا - اس نے ان روسیوں کے ساتهه تعجب انگیز فیاضی کا سلوک کیا هے' جو اسٹواک هوالم (سویڈن) کی راہ سے بهاگ کے روس گئے هیں' اور اس حسن سلوک کے معاوضه میں زار نے اسکا احسانمندانه شکریه ادا کیا هے - اگر روس نے فنلینڈ کو آزاد کردیا تو سویڈن کے تمام خوف غائب هوجائینگے' اور روس یورپ کی خیر اندیشی کے ساتهه اپنے کام کی طرف بڑهسکیگا -

اگر وہ دانشمند هے تو قیصر کی ناکامی سے عبرت حاصل کریگا اور فرصت کے آخری لمحوں کو ضائع کردینے کی جگه تمدن سے اپنا معامله صاف کرلینے میں صرف کریگا!

(ایشیا میں رد عمل)

آخر میں جزیرہ نماے بلقان هے - روسی اثر وهاں غالب هوگا - لیکن جنگ کے نتیجهٔ ثانی کی حیثیت سے هم بجا طور پر یه خیال کرسکتے هیں که وهاں به نسبت سابق کے عمده روح پهیلے گی - سرویا آسٹریا هنگری کی شاهنشاهی کی غنیمت اور ادریا کی طرف راسته حاصل کرے - مقدونیه میں بلگیریا کیلیے منصف مزاج بنجائیگی' اور قدیم باقاعدہ اتحاد مع رومانیا کی شرکت کے ابکی مرتبه سابق سے زیاده مبارک سرپرستی میں قائم هوگا -

اصلی خوف دولة عثمانیه اور یونان کے باهمی مخفی مشکلات کا هے - اگر جرمنی فتحیاب هوگئی تو یه مشکلات ترقی کرینگے' کیونکه دولة عثمانیه کی نظریں برلن هی کی طرف لگی هوئی هیں - اسکے یه معنی هونگے که دولة عثمانیه کا خاتمه هوجاے' اور بدقسمتی سے هندوستان کے مسلمانوں میں عظیم الشان رد عمل پیدا هو جو کیتهولک عیسائیوں کی طرح ایک غیر ملکی وفاداری رکهتے هیں' جسکا منبع مرکز سلطان عثمانی هے -

(پرانے نقشه کو لپیٹ دو)

کہتے هیں که جب "آسٹرلیز" کی خبر مشہور سیاسی کبیر "پٹ" کو ملی تو اسنے یورپ کے نقشے کی طرف اشارہ کرکے کہا:

"اس کاغذ کو تہه کردو - اب ان دس سالوں میں اوسکی ضرورت نہیں پڑیگی"

ہونگے تب - قیصر تمام یورپ کا مالک ہوگا - مرحبا اے اٹلی ! اسوقت تیرا کیا حشر ہوگا ؟

(اگر جرمنی کو شکست ہو)

لیکن اگر جرمنی کو شکست ہوئی تو اسوقت یورپ کا نقشہ کیا ہوگا ؟

ایک بات یقینی ہے - " السیس " اور " لورین " فرانس کو واپس ملجائینگے اور " اسٹراسبرگ " کی شکل " پیلس مدتی کونکورڈ " میں ایک مردہ کی طرح ماتمی لباس میں نہ ہوگی بلکہ دلہن کی طرح پھولوں سے لدی ہوئی !

کہتے ہیں کہ سنہ ۱۸۷۱ ع میں جرمنی نے جو مہلک غلطی کی تھی ' وہ السیس لورین کا الحاق تھا - یہ بسمارک کی غلطی نہ تھی بلکہ جرمنی کے حامیان جنگ کی - اسلیے آیندہ جب فیصلے کا وقت آئے تو ہمکو ان حامیان جنگ کو گھسنے نہ دینا چاہیے - ہمیں وہ وقت دیکھنے دو جب جرمن کے پاس "السیس لورن" نہ رہے جس سے انتقام کے شعلے بھڑکتے رہتے ہیں !

ہماری جنگ قیصر اور قیصریت (یعنی قیصر کے افکار و عزائم) کے مقابلہ میں ہے - ہمیں جرمنی کو تباہ کرنے کا ارادہ نہ کرنا چاہیے - ہمیں چاہیے کہ بہر حال جرمنی کو اپنے داخلی امور کے تصفیہ کے لیے اکیلا چھوڑدیں " (بشرطیکہ وہ چھوڑ دے الہلال)

(جرمنی کا مستقبل)

جرمنی کی شکست کی صورت میں ہم قیاس کرسکتے ہیں کہ آیندہ کیا ہوگا ؟ جو عمارت کے بسمارک نے خون اور لوہے کے زور سے تیار کی تھی وہ منہدم ہو جائیگی ' جیسا کہ ہمیشہ خون اور لوہے کی بنائی ہوئی چیزوں کا حشر ہوا ہے -

" ہو ہینزولرنس " " یور بونس " کے ردی کے انبار میں ملجائیگا - " ٹیوٹینس " اور " بویریا " وغیرہ جرمن ریاستیں پروشیا کی مبغوض حکومت کو پھینکدینگی - وہ جرمن شاہنشاہی میں بجبر داخل کی گئی تھیں ' اور جو لوگ اس ملک کے وہاں کے زندہ دل اور مہربان باشندوں کو جانتے ہیں ' انھیں اس میں ذرا بھی شک نہ ہوگا کہ یہ ریاستیں بغیر کسی افسوس کے اس شاہنشاہی سے علحدہ ہو جائینگی - قرین قیاس یہ ہے کہ یہ ملک جنوبی جرمن اتحاد کا سر خیل ہو جائیگا - کیونکہ ریاست ہاے بیڈین و ٹمسبرگ وغیرہ کے باشندوں میں ویسی ہی آزادانہ اور فیاض روح ہے جیسی کہ خود اسمیں ہے - خود پروشیا بھی حامیان جنگ کے مظالم سے نجات پاجائیگی - گو پروشیا کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ ہم پروشیا کے لوگوں سے نہیں لڑ رہے ہیں بلکہ اسکے نظام سے لڑ رہے ہیں -

اسکا نظام اوسکی جمہوریت کے لیے بھی اسی قدر نفرت انگیز ہے جسقدر ہمارے لیے - اگر ان میں فرانسیسیوں کی سی خوفناک انقلابی روح ہوتی ' تو کب کے وہ اس " ملعون " شے (نظام جنگ جو) کو صاف کرچکے ہوتے - عمدہ دماغی اوصاف کے باوجود انمیں آزادی کے لیے عظیم الشان جذبہ کی کمی ہے - اونکے اشتراکیئین (سوشیالسٹ) فوج در فوج انتخاب کے وقت پول میں (پول ایک مقام ہے جہاں چٹھی ڈالی جاتی ہے) پہنچے ' مگر کچھہ نکرسکے - اسکا نظام ان اشتراکیوں کا گلا دباے ہوے ہے اور آج خوفناک سختی کے ساتھہ اسکی مدافعت میں وہ کام آرہے ہیں جس سے وہ بھاگتے تھے - حالانکہ انکو جاننا چاہیے کہ فتح اس ظلم کو اور زیادہ کردیگی ' اور شکست ہی اس سے نجات پانیکا تنہا راستہ ہے !

(چند نظاموں کی جنگ)

اس جنگ کی عجیب و غریب پیچیدگیوں میں ایک پیچیدگی کو یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ جنگ قوموں کی جنگ نہیں ہے ' بلکہ انکے نظاموں اور اصولوں کی لڑائی ہے - پروشیا کی طرح ہمارے یہاں فوج اور بحری بیڑے کے حامی موجود ہیں - اسلیے ہمیں یہ خیال رکھنا چاہیے کہ جب ہم اس بیڑے کی حمایت کو جرمنی میں مٹاتے ہوں تو کہیں ہم خود انگلستان میں اس پر زین کسکے سوار نہ ہو بیٹھیں - کیونکہ ہمکو یاد رکھنا چاہیے کہ اس کشاکش کے پیچھے اصلی تنقیح محض نقشہ نہیں ہے بلکہ اسکے علاوہ کوئی اور گہری شے -

اصلی تنقیح آزاد ملکی سرحدیں اور قومی حوصلے ہیں - یہ اصلی تنقیح در اصل ایک سوال ہے :

" آیا استبداد جسکی بنیاد عسکریت اور مخفی سیاست پر ہے اور جسکی پشت پناہی اسلحہ کی مخفی سازش کرتی ہو ' اسکو یورپ کا مالک ہونا چاہیے ' یا اس جمہوریت کو جو ہر طرح آزاد ہو ؟ "

ہم جانتے ہیں کہ اب یورپ میں مدنیت اور بربریت ' اعتماد اور بارود کے نل ' عسکریت اور حریت ' ایک ساتھہ نہیں رہسکتیں - پہلی چیز گویا دوسری کو ' غرض دونوں میں سے کسی ایک کو رخصت ہوجانا چاہیے - یہ فیصلہ کرنا جنگ اور اسکے بعد کے فیصلے کا کام ہے کہ کون سی چیز نابود ہو ؟ اگر ڈپلومیسی گروہ نے فیصلہ کیا تو قدیم طریقہ پھر زندہ ہوجائیگا اور حریت ہلاک ہوجائیگی - فیصلہ قوم کی راے سے ہونا چاہیے ورنہ پھر اس سے کوئی امید نہیں رکھی جا سکتی !

(آسٹریا خارج)

آئیے پھر نقشۂ یورپ پر ایک نظر ڈالیں ! اب مثلثی شاہنشاہی (آسٹریا ہنگری) کا خیال فضول ہے - اب یہ خیالی صورت رخصت ہوجائیگی - ایک بڑے ڈپلومیٹسٹ کا قول ہے کہ " آسٹریا فی الواقع موجود ہی نہیں ہے ' وہ ایک مصنوعی شے ہے جو ایجاد کی گئی ہے " اسکا جواب ایک دوسرے ڈپلومیٹسٹ کے الفاظ میں دیا جاسکتا ہے : " میں ضرورت کا قائل نہیں "

یورپ کے نقشے میں آسٹریا ہنگری سب سے زیادہ مصنوعی مخلوق ہے - نہ اسمیں زبان کا اتحاد ہے نہ قومیت کا ' نہ تہذیب کا ' نہ اعتقاد کا ' اور نہ ہی مطمح نظر ایک ہے - یہ ایک ایسی عمارت ہے جو اسلیے بیٹھہ جائیگی کہ اسکی کوئی مستقل بنیاد نہیں ہے - آسٹریا جرمن اتحاد کا ایک رکن بن سکتی ہے - ہنگری خود مختار ہوسکتی ہے - جنوب کے سلافی " سرویاء عظمی " میں شامل ہوجا سکتے ہیں - سرویا مانٹی نگرو کے ساتھہ ملکر اپنی اس نسلی اور ملکی ہمجنسی کو پھر حاصل کرلے سکتی ہے جو اسنے چھہ سو برس ہوے ترکوں کے ہاتھوں میدان کسوو (قصووہ) میں کھوئی تھی - اطالیا واقعی جنوبی " ٹرائل " سے لیکے " ٹریسٹ " تک لینا چاہتی ہے - اسطرح ایک نسل کے اوراق پریشاں کی پھر شیرازہ بندی ہوجائیگی !

(پولینڈ کی آمد)

مگر ابھی " پولش آسٹریا " (پولینڈ کا وہ حصہ جو آسٹریا میں شامل ہے) باقی رہگئی ہے جو اس حساب میں سب سے زیادہ ناقابل عمل عدد ہے - ہم روس کے ساتھہ ملکر لڑ رہے ہیں اور روسی اسلحہ کی فتحیابی کیلیے اسی جوش و خروش سے دعا کرتے ہیں ' جسطرح کہ خود اپنے لیے - مگر اس ہنگامی رفاقت کی

چنانچہ جرمن فوج کے ہر دستے میں دو دو کتوں کو زخمیوں کی تلاش و جستجو کے لیے مخصوص تعلیم دیگئی اور سنہ ۱۸۹۹ ع میں انجمن نے بلنٹز میں کتوں کی تعلیم کا سرکاری طور پر امتحان لیا -

امتحان کی صورت یہ تھی کہ ایک اندھیری رات میں اسی قسم کے چار تعلیم یافتہ کتے میدان میں چھوڑ دیے گئے ' اور دو سو سپاہیوں کو حکم دیا گیا کہ میدان کے نشیب و فراز اور متفرق گھاٹیوں میں زخمیوں کی طرح لیٹ جائیں - کتوں کے آگے آگے پانچسو سپاہیوں کو زخمیوں کی ڈولیاں لیکر بھیجدیا گیا - وہ لوگ مشعل لیکر زخمیوں کو ڈھونڈھنے لگے - کتے بھی جستجو میں مصروف ہوگئے - انہوں نے ادھر ادھر چکر لگایا ' اور تھوڑی دیر میں ان تمام مصنوعی زخمیوں کا جو ٹیلوں اور درختوں کی آڑ میں چھپے ہوے تھے ' بغیر شمع و چراغ کے پتہ لگا لیا !

یورپ میں اس کامیاب تجربہ کی اسقدر شہرت ہوئی تھی کہ جب روس و جاپان کے درمیان جنگ چھڑ گئی تو فریقین نے بڑی جد و جہد سے اس انجمن کے تملم کتے خرید لیے !

(اٹلی)

اٹلی میں اگرچہ کتوں کی فوجی تعلیم و تربیت کے لیے کوئی مستقل انجمن قائم نہیں ہوئی ' لیکن خود فوج نے اس طریقہ کو جرمنی سے زیادہ ترقی دی اور کتوں کی تعلیم کے بعض جدید کامیاب تجربے کیے -

مثلاً کتوں کے گلے میں طوق ڈال کر اوسمیں بائیسکل کی لالٹین باندھدی جسکی روشنی کا رخ صرف سامنے کی طرف ہوتا ہے - اوس طوق میں چھوٹی چھوٹی ڈبیاں لٹکا دی تھیں - اور ان میں بعض مقوی ' شربتیں ' اور نشیلی دوائیاں تھیں جو زخمیوں کو وقتی فائدہ پہونچانے میں کامیاب ثابت ہوتی ہیں - ان تمام سامانوں کے ساتھہ کتوں کو ۹۰ کلیومیٹر مربع میدان میں چھوڑ دیا گیا اور اوسکے ٹیلوں ' غاروں ' جھاڑیوں ' اور چٹانوں کی آڑ میں مصنوعی زخمی چھپا دیے گئے - کتوں نے میدان کے ایک ایک کونے کو چھان ڈالا اور تمام زخمیوں کا پتہ لگا لیا - جب کسی زخمی کا سراغ لگ جاتا تھا - تو دو کتے فوراً فوج میں خبر دیتے تھے ' اور دو کتے بھونک بھونک کے ڈولی والوں کو اونکی طرف بلالاتے تھے - دن کے لیے پہلی قسم کے دونوں کتے زیادہ مفید تھے ' اور رات کو دونوں بھونکنے والے کتوں کی آواز سے فائدہ اوٹھایا جا سکتا تھا -

اسوقت تک کتوں کی تعلیم کا یہ طریقہ بھی نامکمل تھا - کیونکہ یہ دونوں کام ایک ہی کتے سے لیے جاسکتے تھے - اسلیے ایک اٹالین کپتان نے چند کتوں کو ایسی جامع تعلیم دی کہ جب کوئی زخمی اونکی نظر سے گذرتا تھا ' تو فوراً وہاں سے ہٹ آتے تھے اور ایک ایسے فاصلہ سے بھونکتے تھے کہ اونکی آواز فوج اور ڈولی والے سپاہی ' دونوں تک یکساں طور پر پہونچ جاتی تھی -

لیکن ابھی تک اس سے زخمیوں کی تعداد کا اندازہ نہیں ہو سکتا تھا - ایک تعلیم یافتہ کتے نے اس مشکل کو بھی خود ہی حل کردیا - اوسکو پاس پاس دو زخمی نظر آے اور اوس نے ایک ہی وقت کے اندر فوج اور ڈولی والے ' دونوں کو خبر دینی چاہی - اس غرض سے وہ ایک مرتبہ زخمی کے پاس آتا تھا ' پھر دوڑ کے دوسرے زخمی کے پاس جاتا تھا ' اور دونوں جگہہ بھونک بھونک کے اونکی تعداد کی اطلاع دیدیتا تھا !!

(انگلستان)

انگریزوں نے فوجی حیثیت سے اب تک اسطرف چنداں توجہ نہیں کی ہے

شئون حربیہ

جرمنی کا زرعی استغنا

(کیا جرمنی زیادہ عرصے تک جنگ جاری نہیں رکھہ سکتی ؟)

اگر جنگ نے طول کھینچا تو جرمنی کا حشر کیا ہوگا ؟

یہ ایک سوال ہے جو آج بار بار مختلف پیرایوں میں دہرایا جا رہا ہے - عام طور پر جو اسکا جواب دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اسکا نتیجہ جرمنی میں قحط و فاقہ کشی ہوگا - کیونکہ ملک میں ہر قسم کی درآمد بند ہے ' اور وہ صدہا ٹن غلہ جو مختلف اطراف عالم خصوصاً ہندوستان سے ہر ہفتے جرمنی جاتا تھا ' اب نہیں جاسکتا -

لیکن کیا یہ صحیح ہے ؟ کیا چند ہی ماہ کے بعد وہ وقت آجائیگا کہ جرمنی کے پاس جان دینے کے لیے لاکھوں انسان ' اور جان لینے کے لیے ۴۰ پونڈ اور ۵۰ پونڈ کے انسان پاش گولے اور ۹ هاورٹزر کی بھاری بھاری باٹریاں تو ہونگی ' مگر " گیہوں " اور " چنا " بلکہ خود اوسکی دیسی پیداوار " آلو " بھی نہ ہوگا ؟ یعنی اسکے کیمپ سپاہیوں سے بھرے ہونگے ' اسکے اسلحہ خانے ہتیاروں سے معمور ہونگے ' مگر اسکے سفر مینا کی دکانیں قوت لایموت سے خالی ہونگی ' اور اسطرح جرمنی ' جنگجوئی اور ساز و سامان سے مغرور جرمنی ' عالمگیر طاقت بننے کے حوصلے میں بدمست جرمنی ' فاقوں سے نزار ' اپنے دونوں گھٹنوں کے بل ' انگلستان و فرانس کے سامنے جھکی ہوگی ' اور بصد عجز و نیاز صلح کی درخواست کریگی ؟ کیا یہ ایک زخمی دل کی تنہا امیدیں ہیں یا واقعات بھی انکے ساتھہ ہیں ؟

اسکے جواب کے لیے کم از کم تھوڑی دیر کے واسطے ہمیں اپنے مطالعہ کا موضوع مغربی اور مشرقی کارزاروں کے بدلے جرمنی کے داخلی کشت زاروں کو بنانا چاہیے ' اور جنگی نقشوں کی جگہہ زراعتی رپورٹوں کی جدولوں اور خطوط ہجوم و دفاع کی جگہ ان خطوں کو دیکھنا چاہیے جو دہقانی کچی مٹی کی سطح زرعی پر گیہوں کو چنے سے الگ کرنے کیلیے کھینچ دیتے ہیں ' نہ کہ فتح کو شکست سے بدلدینے کیلیے -

(جرمنی کا زرعی خزانہ)

زراعییات کا ایک ماہر مراسلہ نگار اخبار ڈیلی میل لندن میں لکھتا ہے :

" اہل جرمنی کی عادت ہے کہ وہ میدان جنگ میں اس وقت اترتے ہیں جب انکے کھیتوں میں فصل تیار کھڑی ہوتی ہے - اگر ایسا نہو تو وہ جنگ کو کسی نہ کسی طرح ٹالدینگے - سنہ ۷۰ ع کی جنگ میں شہزادہ بسمارک نے " ایمس " کے تار میں جو ترمیم کی تھی وہ جولائی کے آخر کا واقعہ ہے - (ایمس کی تار سے وہ تاریخی ٹیلی گرام مقصود ہے جو ولیم اول شاہ پروشیا نے فرانس کے مطالبات کے جواب میں بھیجا تھا ' لیکن اسقدر شایستہ اور نرم الفاظ میں تھا کہ اسے پڑھکر فرانس کے جنگی ارادوں کا اشتعال سرد پڑ جاتا ' اور جرمنی پر حملہ کرنے کے خیال سے باز آجاتا - پرنس بسمارک نے جب اس تار کو دیکھا تو جنگ کی امیدوں میں

آج ایک سو دس برس کے بعد ہم پھر یورپ کے نقشہ کو تہہ کر رہے ہیں!

ہم اسکے خطوط کو خون کے دریا میں مٹا رہے ہیں - ہمکو خیال رکھنا چاہیے کہ جب ہم آیندہ نسلوں کے لیے نیا نقشہ بنانے بیٹھیں تو فریڈرک ولیم کی طرح (اپنی تلوار سے) نقشہ نہ بنالیں - اگر ہمنے ایسا کیا تو ہم اس عالمگیر جنگ سے ایک دوسری عالمگیر جنگ کی تیاریوں کے لیے نکلینگے -

ان سرخ سمندروں سے جو یورپ کھلکر نکلے' اے انسانوں کا یورپ ہونا چاہیے نہ کہ شطرنج بازوں کے لیے ایک نئی بساط - ہمکو یہ کہنا چاہیے کہ اب کبھی ایسے خوف کا وقت ہم پر نہیں آئیگا - اور کوئی قوم بھی دنیا کے امن کو خطرہ میں ڈالنے کیلیے اپنے تئیں مسلم نہ کرسکیگی - یورپ کی نگرانی ایک طاقت کے ہاتھہ میں ہونی چاہیے - اور طاقت تمام دول کے قائم مقاموں کی ایک منظم جماعت کے ہاتھہ میں - ایک قوم کا حملہ دوسری قوم پر تمام قوم کا جرم سمجھا جاے' اور سب ملکے اُسے سزا دیں -

اُسوقت ہمارے فرزند اس خوفناک وقت کو احسانمندی کے ساتھہ یاد رکھینگے اور انکو ہمارے اس عالم قتل و غارت میں اچھے بہتر دن کی صبح نظر آئیگی!

غرائب محدثات حربیہ حاضرہ!

کلاب الحرب

انسان کی جنگ

اور کتوں کی عجیب و غریب خدمات!

وتحسبہم ایقاظا وہم رقود' و نقلبہم ذات الیمین و ذات الشمال' وکلبہم باسط ذراعیہ بالوصید (۱۸ : ۱۷)

(۲)

(کتوں سے کیا کیا کام لیے جاسکتے ہیں ؟)

گذشتہ صحبت سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ کتا جنگ میں ہر قسم کی خدمات انجام دے سکتا ہے - وہ حملہ بھی کر سکتا ہے' پہرہ بھی دے سکتا ہے' فوج کی ڈاک بھی لیجا سکتا ہے' دشمن کے خیموں میں آگ بھی لگا دے سکتا ہے' بلکہ کبھی کبھی سپاہیوں تک بارود اور گولی بھی پہونچا دیتا ہے - بالخصوص سنگلاخ پہاڑوں میں' گھنے جنگلوں میں' رات کی گھٹاٹوپ تاریکی میں' موسلا دھار بارش میں' ان خدمات کو صرف کتا ہی بہتر انجام دے سکتا ہے -

(جاسوسی)

لیکن ان تمام خدمات میں تجسس و تفحص کیلیے یعنی جاسوسی کے کام کیلیے وہ سب سے زیادہ موزوں ہے - اگر کسی شہر یا گانوں کا حال دریافت کرنا ہے تو فقیروں کے جھونپڑے اور امیروں کے محل' دونوں میں یکساں آزادی سے داخل ہو جاسکتا ہے - اگر کسی جنگل میں دشمن کا پتہ لگانا ہے تو گنجان درختوں کے اندر بے تکلف گھس سکتا ہے' اگر اندھیری راتوں میں کسی چیز کا سراغ لگانا ہے تو اسکی نگاہیں تاریکی کا پردہ نہایت آسانی سے چاک کرسکتی ہیں' اگر عجلت کے ساتھہ کسی واقعہ کو معلوم کرنا مقصود ہے' تو وہ دوڑنے میں سواروں کے گھوڑے سے تیز اور انجن کی رفتار کا مقابلہ کرنے والا ہے - پس وہ اگرچہ ہر کام کیلیے موزوں ہے' لیکن جاسوسی کیلیے اسکی خدمات نہایت قیمتی اور بے بدل ہیں - اسی لیے یورپ میں اس طرف خاص طور پر مزید توجہ کی گئی -

(عہد جدید اور کتوں کا فوجی نظام تعلیم)

تمدن جدید نے کتوں کی فوجی تعلیم و تربیت کا جو نظام قائم کیا ہے' اوس میں کتے کی اس آخرالذکر خصوصیت کو اور زیادہ منظم اور باقاعدہ کردیا ہے -

میدان جنگ کا وہ منظر در حقیقت نہایت درد انگیز ہوتا ہے' جب توپوں اور بندوقوں کی زلزلہ انگیز صدائیں موقوف ہوجاتی ہیں' اور میدان جنگ پر دفعتاً ایک سناٹا چھا جاتا ہے - دنیا سمجھتی ہے کہ مصیبت کا زمانہ اب چند گھڑیوں کیلیے سر سے ٹل گیا لیکن در حقیقت ایسا نہیں ہوتا' بلکہ یہی وہ وقت ہوتا ہے جب جنگ کے تمام نتائج محزنہ بیک نظر سامنے آجاتے ہیں!

اسوقت میدان جنگ کا دامن خون کے دھبوں کو ہمارے سامنے علانیہ نمایاں کرتا ہے' مقتولوں کی لاشیں ہمارے آگے رنج و غم کا انبار لگادیتی ہیں' سب سے زیادہ ہمکو وہ درد ناک صدائیں بیچین کرتی ہیں جو مجروحین کی لڑکھڑاتی ہوئی زبانوں سے نکل کر اعانت کی بیکسانہ طلبگار ہوتی ہیں!

اکثر شام کے وقت یہ درد ناک نظارہ دیکھنے میں آتا ہے - اسوقت ایک مخصوص جماعت جو خاص مجروحین کی تلاش و اعانت کیلیے مقرر کردی گئی ہے' ہاتھہ میں چراغ لیکر اوٹھتی ہے' اور زخمیوںکو ادھر اودھر ڈھونڈھتی پھرتی ہے - جب ان زخم رسیدہ لوگوںکا پتہ لگ جاتا ہے تو اونکو ڈولیوں میں لاد کر فوجی شفا خانوں میں پہونچادیتی ہے -

لیکن بہت سے بدقسمت زخمی ایسے بھی ہوتے ہیں جنکے منہہ سے آوازیں نہیں نکل سکتیں' بہت سے غاروں میں گر پڑتے ہیں' اکثر پتھروں کی چٹانوںکے آڑ میں چھپ کر ہمیشہ کیلیے دنیا سے روپوش ہوجاتے ہیں بہتوں کو تو رات کی تاریکی چھپا لیتی ہے - اسلیے یہ لوگ اس جماعت کی ہمدردی سے فائدہ نہیں اوٹھا سکتے -

اس حالت میں صرف ایک اُنکا قدیم وفادار خادم کتا ہی آنکی اعانت کرسکتا ہے - وہ میدان جنگ کے ایک ایک گوشے کو ٹٹولتا ہے' اور زخمیوں کی ڈھونڈھنے والی جماعت کو اونکی طرف رہنمائی کرتا ہے!

خوش قسمتی سے زمانۂ قدیم کی تاریخ نے کتوں کے اس مخصوص وصف کو نمایاں کردیا - مشہور مسیحی بزرگ برنارڈ نے خاص کتوں کی ایک جماعت ترتیب دی تھی جو ان لوگوں کو ہلاکت سے بچاتے تھے جو الپ کی پہاڑیوں میں برف اور سردی کی شدت سے ٹھٹھر ٹھٹھر کے مر جاتے تھے -

(جرمنی اور کتوں کی فوجی تربیت)

سب سے پہلے جرمنی نے برنارڈ کی اس ہمدردانہ رسم قدیم کو تازہ کیا - سنہ ۱۸۹۳۰ ع میں جرمنی کے اندر ایک انجمن کی بنیاد ڈالی گئی جسکا مقصد کتوں کو فوجی تعلیم و تربیت دینا تھا -

مطبوعات جدیدہ

اوراق ثلاثہ عتیقہ قرآن

Leaves From Three Ancient Qurans

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ پچھلے دنوں ریوٹر ایجنسی نے قرآن کریم کے ایک قدیمی نسخہ کے انکشاف کی خبر مشتہر کی تھی جسکے اوراق ایک انگریز لیڈی کے ہاتھہ آگئے ہیں' اور جنکے متعلق ڈاکٹر منگانا کی تحقیق ہے کہ وہ حضرت زید بن ثابت کی ترتیب (مزعومہ) سے پیشتر کی حالت کی خبر دیتے ہیں - اور انکے مقابلے سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن کریم کا موجودہ نسخہ " قدیم " نسخوں سے بالکل مختلف ہے : کبرت کلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذبا -

اس واقعہ کو انگلستان کے علمی و اثری حلقہ میں جو اہمیت دی گئی' وہ اس سے واضح ہے کہ ریوٹر ایجنسی نے اسکی اطلاع ایک خاص ٹیلی گرام کے ذریعہ مشتہر کی' اور گویا تمام عالم کو اس انقلاب عظیم کے انتظار کی دعوت دی جو ڈاکٹر منگانا کی تحقیقات کی تکمیل و اشاعة سے دنیا کے سب سے بڑے تاریخی اعتقاد پر طاری ہو جایگا !

اسمیں شک نہیں کہ یہ خبر بہت ہی عجیب تھی - تاریخی و اثری مباحث میں مذہبی اعتقادات سے قطع نظر کرلینی چاہیے - لیکن تاریخی حیثیت سے بھی محفوظات قدیمۂ و خطیہ میں دنیا کی تمام عمر کا راس المال صرف وہی ایک کتاب ہے ' جسکی "عجیب و غریب حفاظت" کی کوئی نظیر سر ولیم میور کو نہیں ملی' اور جو سیل کے اعتقاد میں بھی " بہرحال نا قابل اعتراض تحفظ " ہے ' اور اسپرنگر کی زبان میں "کسی قوم کیلیے یہ شرف بس کرتا ہے کہ وہ ایک ایسی اعجاز اثر حفاظت کی حامل ہو" -

پس فی الحقیقت اس شخص سے بڑھکر عالم انسانیت کے اعتقاد کا فاتح اعظم اور کون ہو سکتا ہے ' جو دنیا کی اس ایک ہی محفوظ کتاب کی تاریخ کو تاخت و تاراج کرے' اور دنیا اپنی تمام عمر میں جس ایک ہی چیز کو ابتک محفوظ رکھہ سکی ہے' وہ بھی اس سے چھین لے ؟

لیکن کیا وہ "فاتح اعظم" آگیا ؟ اور اس آخری انقلاب کا علم فتح ڈاکٹر منگانا کے کاندھے پر رکھا جا سکتا ہے ؟

اولوالعزم " قیصر" کا تمام یورپ کے مقابلے میں اسکندر اعظم سے بڑھکر فاتح ارضی ثابت ہو جانا اس ہولناک فتح آخری کے مقابلے میں کچھہ حقیقت نہیں رکھتا' جسکا مستحق ڈاکٹر منگانا کو (بشرکت میڈم اگینس اسمتھہ) ہونا چاہیے بشرطیکہ وہ مستحق ہو سکے - کیونکہ عجیب و غریب " قیصر" اس زمین کو بدلنا چاہتا ہے جو ہمیشہ بدلتی رہی ہے - لیکن عجیب تر منگانا اس حقیقت کو منقلب کرنا چاہتا ہے جو خود تو کبھی نہ بدلی لیکن اس نے اپنے استقرار ابدی و الہی سے تمام دنیا کو بدل دیا : اصلها ثابت و فرعها في السماء -

(فاتح اعظم کا انتظار)

بہر حال یہ ٹیلیگرام تاریخ عالم کی اعتقادی سرزمین کے لیے ایک الٹی میٹم تھا' جس نے ایک ہولناک " فاتح اعظم " کے مسلح ہوکر نکلنے کی ہمیں ہیبت بخشی تھی - مقدونیا کے سکندر نے جب ایران اور ہندوستان کی طرف رخ کیا تھا تو یقیناً اسکا کام اتنا عظیم و مہیب نہ تھا جیسا کہ کیمبریج کے اس اس آخری فاتح کا - اس نے مشرق و مغرب کو اپنی تلوار فتح سے ناپا' لیکن وہ انسانی معتقدات کی ایک انچ سر زمین میں بھی تغیر پیدا نہ کرسکا - مگر بیسویں صدی کا یہ آخری فاتح کرۂ ارضی کے سب سے بڑے محکم اعتقاد کو فتح کرنا چاہتا تھا - اسکا اسلحہ بالکل نیا تھا - اس نے اعلان کیا تھا کہ وہ اپنے صدہا پیشروں کی طرح نہ تو مذہبی تعصب کے انکار محض کے ساتھہ آئیگا اور نہ قیاسات و ظنون کے پیدا کردہ شکوک و شبہات سے مدد لیگا - کیونکہ اسکی فاتحانہ اولوالعزمی اس سے بہت بلند تر ہے کہ اپنے کم ہمت پیشروں کے نقش قدم کو دلیل راہ بنائے - بلکہ ایک ہزار سوا تین سو برس کی سب سے زیادہ روشن تاریخی مدت میں وہ پہلا شخص ہوگا جو ذہن و قیاس کے فریقانہ دعووں کی جگہہ لکھے ہوے کاغذوں اور مادی آثار و شواہد کے نا ممکن التسخیر آلات کی گرج میں ظہور کریگا' اور تیس کرور انسانوں کے اعتقادات کو اپنے سامنے سرنگوں اور عاجز و درماندہ دیکھیگا - پھر آہ' اس وقت وہ مسکین قوم کیا کریگی جسکی تمام ملی و اجتماعی ہستی کا دار و مدار صرف اسی اعتقاد کی چٹان پر تھا جو اس قاہرانہ قوت کے ساتھہ گرادی جائیگی ؟ لقد استكبروا في انفسهم' و عتوا عتوا كبيرا -

(فاتح اعظم کا ظہور)

بالآخر تاریخ عالم کے سب سے بڑے اعتقادی انقلاب کی ہولناک ساعت آگئی - اور ڈاکٹر منگانا کی کتاب کیمبریج یونیورسٹی پریس سے چھپکر شائع ہوگئی !

اس عظیم الشان ظہور کا نتیجہ کیا نکلا ؟ کیا تاریخ صحائف نے اپنا سب سے بڑا انقلاب قبول کرلیا ؟ کیا وہ فتح عظیم ظہور میں آگئی جو ہزارہا اسکندروں کی مجموعی قوت سے بھی نہیں ہوسکتی تھی ؟ کیا اعتقاد کی دنیا بدل گئی اور منگانا تاریخ و اثریات کا فاتح اعظم ہے ؟

ان سوالوں کا جواب یہ کتاب بتلائیگی - "قیصر" کے فتح و شکست کا ہم ابھی فیصلہ نہیں کر سکتے' لیکن "منگانا" کے معرکے کا نتیجہ بتلا سکتے ہیں -

(اوراق ثلاثہ قرآنی)

یہ کتاب اواخر اگست کی کسی ڈاک میں ہمیں ملگئی تھی' لیکن جنگ کے متعلق مضامین کی اسقدر کثرت رہی کہ اسکے متعلق گنجایش نہ نکل سکی - تاہم بلجیم اور سرحد فرانس کی جنگ کی مشغولیت میں اس جنگ عظیم کو نہیں بھول جانا چاہیے جسکا برلن نے کہیں زیادہ طاقت و ادعا کیساتھہ کیمبریج میں اعلان کیا گیا تھا - ہم جناب مولوی نجم الدین احمد صاحب ریٹائر ڈپٹی کلکٹر (کلکتہ) کے ممنون ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کو ایک ہفتہ تک اپنے پاس رکھا اور اسکے تمام مطالب کا ترجمہ ہمارے لیے مہیا کردیا -

آیندہ نمبروں میں ہم اس آخری حملے کی فتح و شکست پر نظر ڈالینگے -

مایوسی پیدا ہوگئی۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح فرانس حملہ کرے اور پروشیا کو مجبورانہ جنگ میں پڑکر ایک نئے فتح یاب اور متحدہ شہنشاہی کی تاسیس کا موقع ملے - بالاخر اس نے اصلی تار رکھہ لیا اور اسمیں جا بجا ایسی ترمیمیں کردیں جنسے جواب کا لہجہ بالکل بدل گیا' اور لفظ لفظ میں اشتعال انگیزی پیدا ہوگئی - اسی ترمیم کا نتیجہ سنہ ۷۰ کی جنگ فرانس و جرمنی ہے - تفصیلی حالات الہلال کے گذشتہ نمبروں میں زیر عنوان " اسباب جنگ " نکل چکے ہیں - الہلال)

اسکے بعد ۴ - اگست کو اعلان جنگ ہوا - یہ تاریخ اپنے اندر ایک حملہ آور فوج کے لیے بہت سے فواید رکھتی تھی : کیونکہ یہ مہینہ فصل کی طیاری اور پیداوار کی سرسبزی کا اصلی زمانہ تھا -

وہ جب شمشیر بکف ہوکے نکلی تو اسوقت اسکے پیچھے ملکی فصل بالکل محفوظ تھی - کیونکہ اب نہ تو کاشتکاروں کی پرورش کی ضرورت تھی اور نہ کسی قوم کی تباہی لانے کا خوف تھا - کاشتکار اپنا کام کرچکے تھے اور ملک سر سبز تھا - البتہ جس قوم کو تاراج کرنے کیلیے وہ نکلی تھی' اسکی سر سبز اور لہلہاتی ہوئی کھیتیاں صرف اسکے رحم پر تھیں - کیونکہ دریاے "می یوز" کے برابر "ارڈینس" کے جفاکش کسانوں کی کھیتیاں اگست تک طیار نہیں ہوئی تھیں' اور فصل کے کٹنے میں ابھی معتدبہ زمانہ باقی تھا -

یہ صحیح ہے کہ جرمن ایک دستکار قوم ہے' مگر اسکے ساتھہ ہی وہ اس حقیقت ثابتہ سے بے خبر بھی نہیں ہے کہ کسی قوم کی خود اعتمادانہ اور بے نیازانہ زندگی کے لیے کاشتکاری ناگزیر ہے اور اسلیے جہاں لاکھوں انسان اسکے لوہے اور اسٹیم کے طلسم زاروں میں مشغول رہتے ہیں - وہاں اتنی ہی تعداد میں اسکے افراد وطن اس قمارخانۂ طبیعۃ میں بیج اور محنت کی بازی بھی لگاتے رہتے ہیں' جسکو کھیت اور زراعت کہتے ہیں !

اسلیے اگر جرمن قوم جنگجو ہے' تو اس وہم سے بالکل مطمئن نہ ہوجانا چاہئیے کہ وہ دست کار یا کاشتکار نہیں ہے - اسکے ہاتھہ توپوں کو سر کرنا' مشینوں کو چلانا' اور ہل جوتنا' تینوں کام جانتے ہیں اور ایک ہی وقت میں کرتے ہیں - عین اُس وقت جبکہ اسکے ہاتھہ میں دنیا کی سب سے بڑی اور آخری جنگی ایجاد کا آلہ ہوتا ہے' اسکی نظریں ہل جوتنے کے چار پر لگی ہوتی ہیں جسے بہت جلد وہ اٹھانے والی ہے -

اس وقت جرمنی میں کاشت کاری ہمیشہ سے زیادہ اور وسیع تر اہم شئ ہے' اور بالکل اسیطرح با قاعدہ اور منظم ہے' جسطرح اسکی ہولناک اور لا تعد و لا تحصی فوج - ایک مشہور انگریز تاجر تخم نے حال میں جرمنی اور اسٹریا ہنگری کی سیاحت ختم کی ہے - اسکا بیان ہے کہ گیہوں جرمنی میں بکثرت ہے' اور جب سے کہ جرمنی میں بسمارک کا "ٹیرف بل" پاس ہوا ہے' اسوقت سے جرمنی خاص طور پر ایک عمدہ غلہ پیدا کرنے والا ملک ہوگیا ہے - جرمن پولینڈ میں (یعنی پولینڈ کے اس حصے میں جو جرمنی کے ماتحت ہے) ہزاروں ایکڑ زمین میں کاشت ہوتی ہے - یہاں خود سلطنت نے کسانوں کے لیے ۲۵ لاکھہ کی لاگت سے ۱۲ گھر بنوادیے ہیں -

کوئی ۲۰ ہزار پول (اہل پولینڈ) جو عموماً فصل کے زمانے میں اپنے گھروں کے اندر رہتے تھے' جنوبی اور مغربی جرمنی سے مشرقی جرمنی میں آگئے ہیں جہاں انکے خوب اچھی طرح جتے ہوے پیداوار کے کھیت ہیں !

جن جرمنوں نے اس سر زمین کی کاشت کو باقاعدہ اور با ترتیب بنایا ہے' انکا دعوی ہے کہ یہاں کی فصل اہل جرمنی کیلیے بالکل کافی ہوگی - اگر انسے پوچھیے کہ تمہاری غذا کا سامان کب تک چلیگا ؟ تو وہ کہینگے کہ "ہمیشہ تک کے لیے" جسکے معنی یہ ہیں کہ ایک سال کے لیے کیونکہ دوسرے سال پھر فصل تیار ہوجائیگی !

جرمنی جسکے افراد کی بھوک اور خود اسکی بھوک' دونوں طرح کی گرسنگیاں سرعت کے ساتھہ ترقی کر رہی ہیں' اگرچہ باہر سے اپنی غذا کا بہت سا سامان خصوصاً اپنی مرغیوں کی غذا منگوایا کرتی ہے' مگر در حقیقت جس قدر ضروری چیزیں انسانی غذا کے لیے ہیں' اُن سب کو وہ بغیر باہر سے مدد لیے ہوے بلا تکلف اپنے لیے مہیا کر سکتی ہے - اور دوسرے ملکوں سے زرعی تجارت کیلیے مجبور نہیں ہے -

اگرچہ اس سال جرمنی' تہذیب اور انسانیت کا ایک گردن زدنی مجرم ہے' مگر یہ عجیب بات ہے کہ فصل اور پیداوار کی دیوتی (..........) اُس پر پہلے سے کہیں زیادہ مہربان ہے - اس سال اسکے یہاں آلو کی پیداوار معمول سے بہت زیادہ ہوئی ہے -

عام طور پر جرمنی میں آلو کی صرف اسقدر کاشت ہوتی ہے کہ اگر فصل اچھی ہو تو بہت سا آلو بچ رہے - لیکن امسال اس حد سے بھی زیادہ فصل طیار ہوچکی ہے -

آلو کے علاوہ ہر طرح کی ترکاریاں اور گیہوں وغیرہ کی فصل بھی بہت عمدہ ہوئی ہے اور معمولی طور پر تمام امراض زرعی سے محفوظ ہے -

....

ہاں یہ سچ ہے اس نازک وقت میں انگلستان کی مدد کیلیے اسکے فرزندوں کی طرح اسکی سر زمین بھی اٹھہ کھڑی ہوئی ہے -

لیکن ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیے کہ اس قدر عمدہ فصل کے باوجود ہماری وہ حالت نہیں جو جرمنی کی ہے -

جس بیج کے تاجر انگریز سیاح کا اوپر ذکر آ چکا ہے' اُسکا بیان ہے کہ ہنگری میں اس نے چنے کی اتنی بڑی فصل کبھی نہیں دیکھی تھی جیسی اس سال ہوئی ہے - وہ کہتا ہے کہ انکے کھیت میں سے دو ایک تو ۶۰ - ۹۰ ہزار کے ہیں' اور اُن میں ریلوے لائن اور کارخانے بھی ہیں -

یہ کھیت اسطرح باقاعدہ غلہ پیدا کرتے ہیں جسطرح کہ ہمارے کارخانے با قاعدہ مصنوعات بناتے ہیں !

میں اس امر کی طرف توجہ دلا چکا ہوں کہ فرانس' ہنگری' اور کسیقدر کم درجہ پر جرمنی' یہ تینوں ایسے ملک ہیں کہ انکی پیداوار انکے لیے کافی ہے - وہ جنگ کی حالت میں باہر سے غلہ لینے پر مجبور نہیں ہیں - لیکن اس میدان میں روس کا بھی ذکر کرنا چاہیے - اسکے پاس سائبیریا ہے - گذشتہ سال ہمیشہ سے زیادہ نو آباد کار وہاں گئے ہیں - سائبیریا کی سر زمین اپنی پیداوار کے لحاظ سے تمام دنیا کا پیٹ بھر سکتی ہے - اور پچھلے دنوں اسمیں اسقدر ترقی ہوئی ہے کہ اکیلی سائبیریا چاہے تو تمام روسی فوج کو راشن دیتی رہے جسکی تعداد ۵۰ لاکھہ ہے -

ہاں ہمارے پاس بھی کنیڈا ہے جو نہایت جلد فصل ہمارے لیے بھیج سکتا ہے "

* * *

اس بیان سے اندازہ ہوگیا ہوگا کہ جرمنی کی زراعتی مجبوری کے متعلق جو بیانات عام طور پر مشہور ہوگئے ہیں انکی اصلیت تصدیق طلب ہے - آیندہ ہم جرمنی کی مالی حالت پر نظر ڈالینگے -

بریدِ فرنگ

آسٹرین قلمرو میں روس کي عظیم الشان اور هولناک فتوحات کي جو خبریں که گذشته هفتوں میں آرهي تهیں' انکے متعلق شروع سے همارا خیال ہے که اگر ان خبروں میں مبالغه کے ساتهه نصف حصه بهي سچ کا ہے تو یقیناً اس کا اصلی سبب آسٹرین فوج کا سلافی عنصر ہے - آسٹریا میں سلافی نسل کي ایک وسیع تعداد موجود ہے' اور یه ظاهر ہے که وہ روس کے مقابلے میں کسي طرح بهی فوجی جوش کے ساتهه نہیں لڑسکتی جسنے بظاهر صرف سلافی نسل کی حمایت میں ٹیوٹن اقوام کے خلاف اعلان جهاد کیا ہے -

اگرچه اس حقیقت کا اعتراف صاف لفظوں میں نہیں کیا گیا ہے' اور شاید اگر اقرار کیا بهی جاے تو اسوقت جب تیغ جنگ اپنے دور تمثیل کرکے نیام میں آچکی هوگی' اور قلم تاریخ اپنا دور تمثیل کرنے کے لیے مستعد هوگا -

تاهم گذشته میل کي لندن سے آئي هوئي بعض معلومات اس پر روشني ڈالتی هیں -

ٹائمز آف انڈیا کا نامه نگار لندن اپني ۲۱- اگست کی مراسلت میں لکهتا ہے :

" آسٹرین سپاہ سے سلافي ریجمنٹوں کي بغاوت کی خبریں آرهي هیں - یه بهي خبر آئي ہے که هرزگونیا اور بوسینیا میں علم بغاوت بلند کیا گیا ہے -

اسوقت جبکه یورپ زیرو زبر هو رها ہے' آسٹریا کا اپنی قدیم حالت پر رهنا ایک معجزہ ہے - اسلیے اسوقت جو کچهه هو رها ہے اسیکی توقع تهي - اسکے ساتهه یه بهي یاد رکهنا چاهیے که آسٹرین سپاہ ایک بے ترتیب مجموعه ہے جسمیں نصف حصه سلافي عنصر کا ہے - اس سلافي عنصر کو روس کے ساتهه عظیم الشان همدردي ہے' اور خاندان هیبسبرگ (یعنے شاهنشاہ آسٹریا کیونکه وہ اسي خاندان سے ہے) کے ساتهه ذرا بهي همدردي نہیں "

غالباً اب یه سمجهه میں آگیا هوگا که ایک لاکهه آسٹرین فوج مجهول التعداد روسي فوج کے آگے کیونکر هتیار ڈالدیتي ہے ؟

مسئلـــۂ مصـــر

یوروپین اخبارات کے ایشیاء یا افریقه میں جو تنخواہ دار ایجنٹ هوتے هیں اور جنکو وہ " خاص مراسله نگار " کہتے هیں' انکي عام حالت یه ہے که اولاً تو اختلاف قومیت اور دیسي زبان سے ناواقفیت کي وجه سے ملک کے عام اور حقیقي جذبات و خیالات سے بے خبر رهتے هیں - پهر ان موانع کے با وجود انکو جسقدر بهی حالت کا علم حاصل هوتا ہے' انکو جب ترتیب دینے بیٹهتے هیں تو اپني اس حیثیت کو ملحوظ رکهتے هیں که وہ وقائع نگار نہیں بلکه " مراسله نویس " هیں' اور وہ بهي مراسله نویس " خاص " یعنے ماجور و تنخواہ دار ایجنٹ !

پچهلے هفتوں میں " نیرایسٹ " کے مراسله نگار نے قاهرہ مصر کے متعلق جو مراسلتیں بهیجي تهیں' ان میں یه دکهایا تها که مصر میں عمائد و اعیان' لیڈر' دیسي پریس' جمهور' غرض هر طبقه اس جنگ میں انگلستان کے ساتهه ہے - اس کوشش میں کونسي روح کام کر رهی تهي ؟ یه که انگلستان کي شاهنشاهي ایک متحدہ شاهنشاهي ہے' اور مصر جو اگرچه عملاً ملحق هوچکا ہے مگر زباني طور پر ملحق نہیں هوا ہے' وہ بهي انگلستان کے ساتهه اسي طرح شریک ہے جسطرح که شاهنشاهي کے تمام افریقي اور ایشیائي علاقے جنکا الحاق عرصه هوا مکمل هوچکا ہے !

لیکن اخبار " کیپیٹل " کے نامه نگار قاهرہ نے جو مراسلت بهیجي ہے' اس نے اس کوشش کا پردہ چاک کردیا ہے - وہ لکهتا ہے :

" جب جنگ شروع هوئی ہے تو اسوقت مصر کے دیسي زیادہ تر بے تعلق بنے تهے' لیکن جب انهوں نے دلچسپي ظاهر کرنا شروع کي تو اسوقت انگریزوں کے طرفدار هوگئے - مگر دس یا پندرہ دن کے اندر هی حالت یکسر مختلف هو گئي - یه معلوم هونے لگا که ملک کے اس گوشے سے اس گوشے تک جرمني کي طرفداری کي ایک عام هوا چلگئي ہے !

قاهرہ وغیرہ کے قهوہ خانے آسٹرین اور جرمني کی عظیم الشان فتوحات پر سر گرم مباحثوں کا مرکز بنگئے' اب انکے متعلق طرح طرح کے قصے هر طرف پهیلے هوے هیں -

ان افسانوں کے اصلي سر چشمے کا سراغ لگانا چنداں مشکل نہیں - قسطنطنیه سے مصر میں جرمني کے ایجنٹوں کا ایک سیلاب آگیا ہے' جنمیں زیادہ تر ترک افسر هیں - یه گاوں گاوں پهرتے هیں' جرمن اور آسٹرین کامیابیوں کی داستانیں بیان کرتے هیں' اور یه ظاهر کرتے هیں که جب انگلستان اور فرانس کو شکست هوگی تو اسوقت هم مصر کي طرف توجه کرینگے' اور یہاں جسقدر انگریز هیں سبکو قتل کرکے مصر کي آزادي کا اعلان کر دینگے ! "

ترکوں کو مطعون و بدنام کرنا اور انکي طرف سے انگلستان کے خلاف سنگین ارادوں کو منسوب کرنا عام انگریزي مراسله نگاروں کي ایک دیرینه عادت ہے - یه ابهي حال هی کا واقعه ہے که اسي مراسله نگار " کیپٹل " کے خواجه تاش ریوٹر ایجنسي نے اطلاع دي تهي که جب " گیوبن " اور " بریسلا " جهاز دردانیال میں پهونچے اور ترک افسران پرگئے تو اونهوں نے جرمن افسروں کے ساتهه برادرانه برتاو کیا - پس " کیپٹل " کے نامه نگار نے ترکوں پر انگریزوں کے قتل کے تهیه کا اگر الزام لگایا ہے تو اسنے کچهه بهت زیادہ ترقي نہیں کی ہے - اس دور ارتقاء میں الزام آفرینی و بہتان بافی کے فن میں اپنے ایک هم مشرب سے صرف ایک دو قدم هي آگے بڑها ہے !

اب یه همارا فرض ہے که اس بیان کی نقادانه تحلیل کریں اور واقعه کو اس حصه سے علحدہ کرلیں جو راویوں کے مسموم قلم کی دسیسه کار خلاقي کا نتیجه ہے -

اس بیان کي کائنات صرف چار امور هیں : قسطنطنیه سے عثماني افسروں کی آمد - جرمن اور آسٹرین کے متعلق بعض مختلف خبروں کي اشاعت' مصر کي عام راے میں تغیر' اور ترکونکا انگریزوں کو قتل کرنے کا ارادہ -

یه بظاهر بعید ہے که تمام واقعه بے اصل هو' اور سچ یه ہے که اسکو غلط کہنے کی ضرورت بهي نہیں - یه بالکل ممکن ہے که چند یا چند سے زاید عثماني افسر مصر آے هوں جنکو نامه نگار کا زهر بار قلم " ترک افسروں کے سیلاب " سے تعبیر کرتا ہے -

یه بهي ممکن ہے که ان افسروں کے ذریعه یا انکے علاوہ کسي اور واسطه سے مصري پبلک تک فرانس میں جرمن اور روسي پولینڈ میں آسٹرین پیشقدمی کے متعلق زیادہ تفصیلي اور زیادہ صحیح حالات پهونچے هوں - اور اسلیے قدرتي طور پر مصر کي عام راے میں تغیر پیدا هوگیا هو جو پہلے صرف یک طرفه خبروں میں مقید تهي -

مکاتبات حربیه

شعله زار جنگ کا پہلا آتشکده

سرویا اور آسٹریا

ڈیلي ٹیلیگراف لنڈن کا مراسله نگار جنگ وسط اگست میں "نش" سے لکھتا ہے :

" میں کل سالونیکا سے اسی ٹرین پر روانه هوا جس پر شہزاده ارینس آرہے تھے - اس اسٹیشن پر سے ایک گشتی تار تمام اسٹیشنوں کے نام شائع کیا گیا تھا جسمیں یه اعلان تھا که "سروي فوج نے ایک قلعه بند مقام وسگارڈ اور اسکے علاوه چند شہروں پر قبضه کرلیا ہے اور بوسینیا کو تاراج کر رهي ہے "

مگر یہیں مجھے معلوم هوگیا که یه خبر قبل از وقت ہے - سرکاري طور پر جس خبر کي تصدیق کي گئي ہے وہ صرف اسقدر ہے که بوسینیا کي سرحد پر جو ایک چھوٹا سا مقام "اور تھا" ہے اسکے آگے آسٹرین فوج نے اپنے عارضي قلعوں (بلاک هاؤسیز) کو مسمار کردیا' اور اس گاؤں کو خالي کرکے پاس کي ایک پہاڑي پر چلے گئے - پھر گوله باري شروع کي جو کئي گھنٹه تک جاري رهي -

مذکوره بالا مبالغه آمیز خبر قصداً اپنے ملک میں شائع کی گئي تھي - اسکا مقصد یه تھا که قوم کا جوش جو قدرتاً آغاز جنگ کے وقت بہت کم تھا' اسمیں تحریک و بر انگیختگي پیدا هو جاے -

اسیطرح ان سروي فتوحات کا جشن منانے کے لیے کل بڑے گرجا میں ترانۂ حمد (ٹي - ڈي - ایم) گایا جانے والا تھا جو محض ایک ملفی شکل میں ہے - یعني وہ صرف اس حد تک هی فتوحات کي خوشي ہے که آسٹریا اپنے تاراج کے ارادے میں کامیاب نه هوا -

تاهم یه پالیسي بار آور هوئي ہے - لوگوں میں اور خصوصاً فوجي افسروں میں بہت هي جوش و خروش پھیلا هوا ہے - ان فوجي افسروں کے پیش نظر اب ایک مایوسانه جنگ نہیں بلکه فتح ہے جس سے هرزگونیا' بوسینیا' اور بحر ایڈریاٹک کے ساحل پر ایک بندرگاه کے متعلق انکي قومي آرزوئیں پوري هونگي -

(سرویا میں فوجي اجتماع)

فوجي اجتماع قریباً مکمل هوگیا ہے - ۱۸ - سے ۵۵ - سال تک کے تمام مرد فوجي خدمت پر مجبور کیے گئے هیں - میں سمجھتا هوں که جسقدر آدمي اسوقت تک جمع هوچکے هیں' انکي تعداد ۴ - لاکھ ۵۰ - هزار تک هوگي - مگر ان میں بڑا حصه خام کار رنگروٹوں کا ہے - رنگروٹوں میں سے میں نے ۹ - هزار کو اسکوب کے باهر فوجي مشق کرتے دیکھا - رنگروٹوں میں جو لوگ بہت بوڑھے هیں' ان سے جدید سرویا میں اجنبي آبادي کي نگراني کرائي جائیگی - افسروں اور زخمي وغیره کي قلت کي وجه سے ایک معقول تعداد کي بے قاعده جماعتیں بھي بنائي جارهي هیں - یه جماعتیں بوسینیا میں جائینگي اور وهاں کي سروي آبادي میں انقلاب برپا کرینگی -

سروي سپاه میں درحقیقت لڑنے کے قابل آدمیوں کي تعداد صرف ۳ - لاکھ ۵۰ - هزار هي ہے - روسي سپاه کے مقابله میں یه تعداد کتنی هي کم سهي مگر اسکو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا - کیونکه یه میدان کي فوج هر طرح آراسته ہے' اسکے علاوه اسمیں وہ تجربه کار لوگ بھي هیں جو دو جنگوں کي آتشباریوں میں رهچکے هیں -

آج میں کئي گھنٹے تک اسٹیشن سے فوج کي روانگي کا منظر دیکھتا رها - تمام آدمي پوشاک اور دوسرے ساز و سامان سے بخوبي آراسته تھے - میں نے بہت سے لوگوں سے پوچھا اور هر ایک نے یه جواب دیا که هم جنگ بلقان کے فلاں فلاں معرکے میں شریک رهچکے هیں - هر ٹرین جب اسٹیشن سے روانه هوتي تھی تو وہ جوش کے ساتھه گاتے تھے اور سب خوش اور بشاش معلوم هوتے تھے -

فراهم شده فوجیں خاص طور سے سروي هنگري سرحد پر یکجا کي جا رهي هیں - میں نے دیکھا که ۱۴ - ٹرینیں اسٹیشن سے روانه هوئیں - ان میں سے ۱۳ تو بلغراد کي طرف گئیں اور ایک ازائس کي طرف جو سرحد بوسینیا سے قریب ترین اسٹیشن ہے -

(نقشۂ جنگ)

معلوم هوتا ہے که یقیناً یه فیصله کرلیا گیا ہے که شمالي سرحد پر حمله کرکے اس کام کي کوشش کي جائے جسمیں آسٹریا ناکام رهي ہے - یعني سروي فوج دریاے ڈینیوب کو عبور کرکے روسي فوج سے جا ملے -

اسٹاف افسروں نے مجھسے بیان کیا که اجتماع جمعه (۷ - اگست) تک مکمل هوگیا - اسکے بعد سے حمله شروع هوا ہے - اب فوجیں آگے بڑھنا شروع کردینگي -

بلغراد میں کل کا دن خاموشی اور سکون کا دن تھا' مگر آج صبح سے آسٹرین فوج نے مقام سلم سے پھر گوله باري شروع کي ہے - مجھسے وزارت خانے میں بیان کیا گیا که ابتدائی گوله باریاں تو بیقاعده اور تھوڑي دیر تک هوئي تھیں' مگر اس دفعه گوله باري مسلسل اور دیرپا ہے -

یه معلوم هوتا ہے که جرمن فوج کے آجانے اور شہر پر قبضه کرلینے کے متعلق جو سمن شائع هوا تھا اور جسکو بلغراد کے سول گورنر نے دوباره نا منظور کردیا ہے' اس سے سخت ناراضي پیدا هوگئي ہے' اور انکا یه اراده ہے که بلغراد کو جلا کر خاک کردیں -

اس اراده کي اهمیت کي طور پر مجھسے بیان کیا گیا که جرمن وزیر کي بیوي بلغراد میں رهگئي تھی - اس سے درخواست کي گئي ہے که وہ بلغراد سے "نش" میں آکے اپنے شوهر سے ملجائے جو اسوقت تک "نش" میں موجود ہے - تاهم میرا خیال ہے که کل تک پروانه راهداري لے ملجائیگا -

(بلغراد پر گوله باري)

توپخانه کا ایک فرنچ کپتان ڈنہاڈ نامي ہے جو کل صبح تک بلغراد میں تھا اور اب فرانس میں اپنی فوج سے ملنے جارها ہے - اسکے روزنامچه سے میں ذیل کا اقتباس دیتا هوں - اس اقتباس سے نہایت صفائي کے ساتھه معلوم هوتا ہے که گوله باري کے زمانه میں بلغراد کي حالت کیا تھي ؟

۲۸ - اور ۲۹ - جولائي کي تاریک اور بے چاندني کي شب میں کوئي ایک بجے ریلوے کے پل کے قریب توپوں نے گوله باري شروع کي - میں اپنے کمره سے جو هوٹل مواسکوا کي تیسري منزل میں تھا' دریاے سیو میں جو کچھه هورها تھا' اسے پوري طرح دیکھه رها تھا - پل کے قریب سروي ساحل کي طرف ایک بہت بڑي تاریکي بڑھتي هوئي نظر آئي - اس آگے بڑھنے والی تاریکي اور دریا کے دونوں ساحلوں سے آگ کے شعلے نظر آتے تھے اور توپخانوں کي گرج غیر منقطع تھي -

دفعتاً ایک بجکے ۲۵ منٹ پر سرویا کي طرف پل کي چوٹي پر شعلے بھڑکتے هوے نظر آے جس سے شہر اور اسکے مضافات روشن هوگئے - ایک سخت دھماکا هوا اور پل کي بنیادیں هلگئیں' جب صبح کو میں نے دیکھا تو پل بالکل مسمار هوگیا تھا - اسوقت سے پہلے هي شہر پر' پھر گڑھي پر' پھر اسکے میدان پارک پر' گولوں کي بارش شروع هوگئي تھي مگر سروي اسکا جواب نه دیسکے - کیونکه انھوں نے اپنے توپخانے هٹا لیے تھے -

غالباً یه پہلا واقعه ہے که ایک کھلے هوے شہر پر گوله باري هوئي ہے - پرنس میخیل اسٹریٹ کے گھروں پر بھي گولے آکے پہنچے تھے - جب آگ شہر کي طرف پھیلنے لگي میں اپني کمره سے یه تحقیق کرنے کیلیے نکلا که بربادي کیونکر شروع هوئی ہے ؟

سخت هیجان پیدا کردیا - اسٹرائک کے متعلق جو کچھہ کارروائي که هم ارکان نے کي' وہ حضور عالیه کو واقعات اسٹرائک و کارروائي جلسه انتظامیه منعقده ۲۶ مارچ سنه ۱۳ سے واضح هوگی - هم ارکان ندوة العلما کو اس بات کا یقین هے که گو اسٹرائک طلباء دارالعلوم کا کوئی اور سبب بهي هو' لیکن واقعي اور اصلی سبب اوسکا وہ تحریک تهي جس کا ذکر مولوي عبد السلام صاحب نے اپنے خط مورخه ۲۵ جولائي میں کیا هے -

اصل مقصد بانیان اسٹرائک کا یه تها که ملک اور قوم کو یهه دکهایا جاے که یه نتیجه بدنظمي انتظام جدید کا هے' اور ان کوششونکے پورا کرنے کے لیے بعض حضرات نے ایک کمیٹي بنام انجمن اصلاح ندوة العلما ۱۰ مارچ سنه ۱۳ ع کو قائم کی ' اسمیں سے غالب تعداد انهیں لوگونکي تهي جو خود انتظام جدید کے خلاف شورش پیدا کرنیوالے تے - مگر اسکے نام اور مقصد نے بعض لوگونکو مغالطه دیا ' اور بعض ایسے اصحاب جو اُس جماعة سے علحده تے وہ محض اپني نیک نیتي سے انمیں شریک هوگئے - هنوز انجمن اصلاح ندوہ لکهنؤ نے کوئي عملي کام متعلقه اصلاح ندوہ نه کیا تها که ۱۰ مئي کے جلسۀ دهلي کا اعلان کیا گیا' اور مقصد اوس جلسه دهلي کا بعینه یا قریب قریب وهي تها جو کمیٹي اصلاح ندوة العلما منعقده لکهنؤ کا تها ' هم ارکان ندوہ بندگان حضور میں اس امر کا اظہار کردینا بهي اپنا فرض سمجهتے هیں که واقعي اور اصلي غرض کمیٹي اصلاح لکهنؤ و نیز جلسه منعقده دهلي کي یه تهي جسکا وہ اعلان نهیں کرسکے که علامه شبلي جو اپني غلطي سے مستعفی هوگئے هیں پهر اپنے عهده پر بحال هو جائیں - جیسا که اون تجاویز سے جو بانئي جلسه دهلي جناب حاذق الملک حکیم محمد اجمل خانصاحب کے خط مورخه ۱۹ - اپریل و ۵ مئي - سے ظاهر هوتا هے - جو نقائص ابتک دار العلوم میں عام طور سے ظاهر کیے گئے هیں ' جهانتک انکی اصلیت هے وہ سب زمانه استعفا علامه شبلي کے قبل کے هیں ' کیونکه یهه اعتراضات استعفا کے معاً تین دن کے بعد شروع هوے هیں ' اور ظاهر هے که تین دن میں کوئي تبدیلي نصاب درس اور طریقه تعلیم اور مدرسین میں نهیں هوئي- چنانچه اسیوجه سے مجبوراً کمیٹی منعقده دهلي نے اپني کل قوت موجوده دستور العمل ندوة العلماء پر اعتراضات کرنے پر صرف کردي' اور ایک نیا دستور العمل بنا کر واسطے غور و بحث کے دفتر ندوہ میں بهیجدیا -

دستور العمل کے متعلق ارکان ندوة العلماء یهه عرض کردینا مناسب سمجهتے هیں که همکو دو تین سال پہلے اس بات کا خود احساس هوا که ندوة العلماء اور دار العلوم کي ترقي پذیر حالیت کے لحاظ سے دستور العمل میں ترمیم کرنیکي حاجت هے' جیسا که عموماً ایسے بڑے کاموںمیں عمل کے بعد دستور العمل میں ترمیم کرنیکی ضرورت پیش آیا کرتی هے - چنانچه اوسکي ترمیم کیلیے چند قانون داں ارکان کي ایک سب کمیٹی قائم کردي تهي جو اسپر غور کر رهي تهی ' اور اب اسکو مکمل کر کے دفتر ندوہ میں بهیجدیا هے جسکي اشاعة عام کردیگئی هے' اور اخبارات میں اظهار راے کیواسطے بهیجدیا گیا هے - واقعات مندرجه بالا سے حضور پر بخوبی واضح هوگا که :

(۱) انتظام موجوده آخر جولائي سنه ۱۳ سے قائم هے -

(۲) ارکان موجوده کو کافي موقع اس بات کا نهیں دیا گیا که وہ دار العلوم کی اصلاح و ترقي کرتے -

(۳) اسٹرائک طلبه دار العلوم سے جو نتیجه نقائص انتظام موجوده کا ملک اور قوم پر ظاهر کیا گیا هے' وہ در اصل نتیجه اوس نا جائز کارروائي کا تها جو اغراض ذاتي کي بنا پر طلبه پر اثر ڈالکر اس غرض سے کي گئی که قوم میں ایک شورش پهیلا کر یه دکهایا جاے که علامه شبلي کا وهاں سے علحده هونا اغراض ومقاصد ندوہ کے بالکل خلاف هے ' اور اونکو بحال هونا چاهیے -

(۴) کمیٹي اصلاح منعقده لکهنؤ و منعقده دهلي کا اصل مقصد بهي یهي اغراض تے ' جو حاذق الملک کے خط سے صاف ظاهر هوتے -

(۵) جو کام اصلاح کا که کمیٹي دهلي نے جنمیں کمیٹي اصلاح لکهنؤ بالاخر ضم هوگئي اسوقت کیا اور وہ اس سے زیادہ کچهه نهیں کرسکتي تهی وہ یه هے که کمیٹی مذکور نے ایک نیا دستور العمل واسطے غور و بحث اراکین ندوہ کے بنایا حالانکه خود اراکین اس کام کو کررهے تے -

حضور عالیه نے امداد شاهانه اس خیال پر که ندوہ میں نقائص هیں اور جب تک که وہ بذریعه کمیٹي اصلاح رفع نه هوجاے ملتوي فرمائی تهي -

اب چونکه کیفیت و نتیجه کمیٹي اصلاح کا معلوم هوگیا اسلیے اسکے اجرا کی جانب بندگان حضورکي توجه مبذول فرمانے کی درخواست کیجاتي هے - دوسرے یه امر بهي قابل غور حضور هے که جب قوم میں شورش پیدا کردي گئي هے اور اوسکي وجه سے اراکین اسقدر چنده بهي بمشکل جمع کرسکتے هیں جو هر سال معمولاً جمع هوا کرتا تها' تو ایسے نازک وقت میں امداد شاهانه کے ملتوي هوجانے کا یهي نتیجه هوگا که جو اصلاحیں همارے اراده میں هیں اور هم کررهے هیں وہ نه کرسکیں اور خدا نخواسته یه مذهبی دارالعلوم بند هوجاے' اور اگر کسیوجه سے تهوڑے دنوں کے لیے دارالعلوم بند هوگیا تو پهر اس کا از سر نو زنده هونا بلحاظ همارے قومي اور مذهبی حالات کے بہت دشوار هوگا لهذا هم اراکین ندوہ عرض پرداز هیں که حضور عالیه بلحاظ شکسته حالي وبلحاظ اس امر کے که ایسے درسگاہ کا بوجه قلت سرمایه بند هوجانا اوسکے قومی اور مذهبی اغراض کے بالکل خلاف هوگا ' امداد شاهانه کو جو معرض التواء میں هے حکم نفاذ جاري فرماویں -

آفتاب دولت و اقبال تاباں و درخشاں باد

ترکوں کے خلاف ایک متعصب انگریزي مراسله نگار کے خوابیده بغض و عداوت کے بیدار کرنے کے لیے اسقدر کافي تها - اس نے موقع سے فائده اٹها کے انگریزي عام راے کو ترکوں کے خلاف برانگیخته کرنے کے لیے اسقدر اپنی طرف سے تصنیف کردیا که ترک معرکه آرائي اور انگریزوں کے قتل کا اراده ظاهر کر رهے هیں !

ورنه یه ظاهر هے که ترک مصر کے حالات سے اتنے ناواقف نهیں که انهیں یه تک معلوم نه هو که مصر پر انگلستان کے آهني پنجه کی پوري گرفت هے' اور نه اتنے ساده لوح هیں که وه یه سمجهتے هوں که چند افسر یا بقول مراسله نگار کیپیٹل " افسروں کا سیلاب " بغیر فوج کے مصر کو انگریزوں کے پنجے سے نکالسکتا هے - رهي مصري فوج' تو اسکي حالت همیں اچهی طرح معلوم هے -

عزیز بک مصری

خیر' یه تو اس افسانه کی درمیانی داستان تهی - یه مراسله نگار حفاظت مصر کے انتظامات و تدابیر کے متعلق لکهتا هے :

" بهت کوشش کی گئي که مصري هر طرف علم بغاوت بلند کردیں - تاهم انکي کوشش ناکام رهي' اور اسوقت ملک کي حالت اچهی طرح حکومت کے هاتهه میں هے - ساتهه هي ان ترکی افسروں میں سے اکثر پا بزنجیر بهي کرلیے گئے هیں "

قارئین کرام کو یاد هوگا که جب عزیز بک المصري بعض معاملات طرابلس کے سلسلے میں قسطنطنیه میں گرفتار کیا گیا تو تمام انگریزي پریس بیک آواز اسکي حمایت میں چیخ اٹها تها' اور جسطرح اسوقت انگلستان نے بلجیم کي حمایت میں تیغ علم کیا هے' اسي طرح اسکي زبان حال ٹائمز نے شمشیر قلم بلند کی تهي' اور ترکوں اور خصوصاً انور پاشا فاتح ادرنه کے خلاف ایک قلمي معرکه بپا کردیا تها -

غالباً آج بهي " معصوم و مظلوم " عزیز بک المصري قسطنطنیه کے بدلے خود اپنے گهر میں پا بجولاں هے !

چنانچه یه مراسله نگار لکهتا هے :

" اگر افواه صحیح هے تو ان اسیروں میں عزیز بک المصري بهي شامل هے جسکو انور پاشا کے پنجه ظلم سے چهڑانے کے لیے انگلستان نے چند ماه هوے عین وقت پر مداخلت کي تهي -

دارالسلطنت کے افسر بغاوت کے جرم میں دیسي فوج کے چند افسر بهي گرفتار هوے هیں - افواه هے که انکي تعداد ۴۰ هے - .... کل هندوستاني فوج کی پهلي قسط نهر سویز کے ساحل پر اوتری هے اور مزید فوج آج اتر رهي هے - اب ۴۸ گهنٹے کے اندر اندر مصر کي محافظ فوج اتنی قوي هو جائیگي که کسي داخلي یا خارجي خطره کے مقابله کے لیے کافي سے بهي زیاده هوگی " : انهم یکیدون کیداً و اکید کیدا !

تجویزات مرکزی کمیٹي شیعه کانفرنس

(منعقده ۲۴ ستمبر ۱۹۱۴ع)

(۱) تجویز هوا که اجلاس هشتم کانفرنس بتواریخ ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ اکتوبر سنه ۱۹۱۴ع لکهنؤ میں منعقد کیا جاے -

(۲) جو ٹکٹ فروخت هوچکے هیں وه انهیں تواریخ و مقام کیلیے کام میں آئیں اور سفرا سرخي سے تاریخ حال بنادیں -

(۳) دوکانات طعام کا مناسب نرخ کے ساتهه انتظام کردیا جاے -

آنریري جنرل سکریٹري
سید علي غضنفر عفي عنه

مدارس اسلامیه

باز گو از نجد و از یاران نجد

حال میں همیں وه عرضداشت ملگئي هے جو ارباب ندوه نے هر هائنس سرکار عالیه بهوپال کي خدمت میں اجراے وظیفه کے لیے روانه کي هے اور جس کے تمام مراتب نهایت پوشیدگي کے ساتهه طے کیے گئے تهے - آینده نمبر میں هم اس تحریر کي متعدد کذب بیانیوں اور خدع و حیل کو آشکارا کرینگے :

بحضور سرکار عالیه ریاست بهوپال ــ هم ارکان ندوة العلماء اس وجه سے که بندگان حضور کے دامن دولت سے اکثر مدارس اسلامیه وابسته هیں اور بندگان حضور کو دارالعلوم ندوة العلماء سے خاص دلچسپي و همدردي هے' نهایت ادب سے معروضات مندرجه ذیل کے پیش کرنیکي اجازت چاهتے هیں :

من ابتداے سنه ۹ع حضور سے مبلغ ۳ هزار روپیه سالانه کی امداد دارالعلوم ندوة العلماء کو مرحمت هوتي تهی' مگر امسال چند واقعات ایسے پیش آئے جن سے ندوة العلماء کي نسبت ملک میں بد ظني پهیلي اور ایک بڑا اثر اوسکا یه هوا که امداد شاهانه بهي عارضی طور پر ملتوي کردي گئي - اوسکے بابت جو اصلي حالات هیں اونکو مختصراً سرکار عالیه کے خدمت میں عرض کرنا هم اپنا فرض سمجهتے هیں - عرصه ۹ سال سے دارالعلوم ندوه کا انتظام اس طور سے تها که شمس العلما علامه شبلي نعمانی معتمد دارالعلوم تهے ' اور جمله اندروني انتظام متعلقه درس وغیره اونکے زیر اثر اور نگراني میں تهے - جولائي سنه ۱۳ع میں علامه موصوف نے بلحاظ اون معاملات کے که جنکا اعاده خالي از تکلیف دهي حضور نهیں هے ' اپنے عهده سے استعفا دینا تجویز کرکے ایک استعفا نامه باضابطه مجلس انتظامیه میں پیش هونیکو بهیجا ' اور اس استعفا کي اشاعت اخبارات میں کرائي - جلسه انتظامیه منعقده ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - جولائي سنه ۱۳ع نے اون وجوه پر جو باعث استعفا دینے علامه موصوف هوے تهے ' کامل غور کے بعد استعفا کو منظور کرلیا اور اوس انتظام کو جو قبل از تقرر معتمدي علامه موصوف مطابق دستور العمل قائم تها پهر جاري کیا - اس موقعه پر یه عرض کرنا خلاف ادب نهوگا که علامه موصوف کے طریقه عمل مابعد سے هم ارکان ندوة العلماء نیز کل قوم پر صاف طور سے واضح هوگیا که علامه موصوف کا استعفا دینا محض ایک قسم کي دهمکي تهي اور در اصل استعفا دینا نهیں چاهتے تهے ' کیونکه فوراً بعد اطلاع منظوري استعفا کے اخبارات میں مضامین خلاف فیصلۂ جلسه انتظامیه و منظوري استعفاء علامه شبلي نکلنا شروع هوگئے ' اور اس بات کي کوشش شروع هوئي که طلباء دارالعلوم میں خلاف انتظامات جدیده کے شورش پیدا کیجاے' اور هر طرح سے ملک و قوم کو دکهایا جاے که جدید انتظام مضر و مخالف مقاصد ندوه هے - بندگان حضور کو کار روائی جلسه انتظامي ۲۹ - مارچ سے واضح هوگا که جو نا مناسب کارروائیاں اس بارے میں هوئیں انکا اثر یه هوا که ایک گروه مخالف انتظام جدید کا اوسي وقت سے پیدا هوگیا' اور هم ارکان ندوه کو آینده کافي موقع نهیں ملنے پایا تها که نقائص کي اصلاح کرتے که اس مخالفت نے بصورت اسٹرائک طلباء دارالعلوم ایک

- [اشتہار بقیہ صفحہ تیسرے کا]

ھالي کلاس فانسي - لیڈیز و جنٹس•
رسٹ واچ - اصلي قیمت دس روپیہ رعایتي
تین روپیہ چودہ آنہ

سلور کیس - ۴ روپیہ چودہ آنہ -
اسے اچھي چیز - چھہ روپیہ -
لیکل سلور کیس - اناسل ڈائل -
ایک چھوٹے کي اسکراپ مفت دیجاتي
ہے •

بي - اس - اندني - اینڈ کمپني نمبر ۱-۳۹ - دھرمتلہ اسٹریٹ

ھندوستاني دوا خانہ دھلی

— * —

جناب حاذق الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب کي سرپرستي میں یوناني اور ویدک ادویہ کا جو مہتم بالشان دوا خانہ ہے وہ عمدگی ادویہ اور خوبی کار و بار کے امتیازات کے ساتھہ بہت مشہور ہوچکا ہے - صدہا دوائیں (جو مثل خانہ ساز ادویہ کے صحیح اجزاء سے بني ہوئی ہیں) حاذق الملک کے خاندانی مجربات (جو صرف اسي کارخانہ سے مل سکتے ہیں) عالی شان کار و بار ' صفائی ' ستھرا پن ' ان تمام باتوں کو اگر آپ ملاحظہ کریں تو آپ کو اعتراف ہوگا کہ :

ا- ہندوستانی دوا خانہ تمام ہندوستان میں ایک ہی کارخانہ ہے -

فہرست ادویہ مفت

(خط کا پتہ)

منیجر ہندوستانی دوا خانہ دھلی

ترجمہ تفسیر کبیر اردو

——:o:——

حضرت امام فخر الدین رازي رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر جس درجہ کي کتاب ہے ' اسکا اندازہ ارباب فن ہي خوب کرسکتے ہیں اگر آج یہ تفسیر موجود نہ ہوتے تو صدہا مباحث و مطالب علیہ تھے جو ہمارے معلومات سے بالکل مفقود ہوجاتے -

پہلے دنوں ایک فیاض صاحب دوہ مسلمان نے صرف کثیر کرکے اسکا اردو ترجمہ کرایا تھا ' ترجمے کے متعلق ایڈیٹر الہلال کي راے ہے کہ وہ نہایت سلیس و سہل اور خوش اسلوب و مربوط ترجمہ ہے "

لکھائي اور چھپائي بھي بہترین درجہ کی ہے - جلد اول کے کچھہ نسخے دفتر الہلال میں بغرض فروخت موجود ہیں پہلے قیمت دو روپیہ تھی اب بغرض نفع علم - ایک روپیہ ۸ - آنہ کردي گئی ہے -

درخواستیں : منیجر الہلال - کلکتہ کے
[illegible]

حرمین شریفین کی زیارت

— * —

مولانا الحاج خان بہادر محمد عبد الرحیم صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ سوپرنٹنڈنٹ سروے آف انڈیا -

یہ سفرنامہ یورپ کے اعلي درجہ کے سفرناموں کے مطابق نہایت عمدہ کاغذ پر صحت اور صفائي کے ساتھہ خوشخط طبع ہوا ہے ممالک اسلامیہ مثلاً عرب ' شام ' فلسطین ' مصر ' عراق وسط عرب و نا معلوم عرب کے دلچسپ اور ضروري حالات نہایت خوش اسلوبي سے سلیس و بامحاورہ اردو میں قلمبند کردیے ہیں - فاضل مصنف کي دوران سفر میں اعلی سے اعلی ترکي افسروں سے ملاقات ہوئی اور ان جانبازوں نے اسلامي ممالک کے نہایت دلچسپ حالات فراہم کرنے میں مصنف کي دلي تائید کی ' کتاب کی کل صفحات تخمیناً آٹھہ سو ہیں اور پھر بیس ہاف ٹون عکسی تصاویر مقامات مقدس کے بھی ملحق ہیں - قیمت صرف تین روپیہ -

المشتہر

عبد الرحمن بکسیلر و پبلشر شوکت اسلام پریس کنٹونمنٹ بنگلور

بیوٹیز اف اسلام

اسلام کي خوبیوں پر دیگر مذاہب کے احباب کي گرانقدر رائیوں کا مجموعہ -

ہر شیدائي اسلام کو اسکا ایک نسخہ ضرور رکھنا چاہیے -

سنہري جلد - عمدہ چھپائي - قیمت صرف ۸ آنہ -

المشتہر :— نور لائبریري - ۱۲/۱ سیرانگ لین - کلکتہ

خالص اسلامی ترکی ٹوپی - ساخت قسطنطنیہ و مصر

ترکي ٹوپي - ہر قسم اپي ملائم و چڈلی اسٹر دار ' ہر رنگ و ہر سائز کي مبلغ ایک روپیہ سے تین روپیہ تک کی قیمت کا موجود ہے '
کلپاک - انور پاشا ٹوپي - خاکي سبز کاھی و سیاہ رنگ کی قیمت ۴ روپیہ و تین روپیہ آٹھہ آنہ -

خادم قوم - ایس - ایف - چشتي اینڈ کمپنی - دھلی
سول ایجینٹ براے ھندوستان
فبریقہ ہرکہ - ھتھونی - معمولاتی قسطنطنیہ فبریقہ نیشنل
ایجیشین - قسي تاربوش - قاہرہ مصر

المراسلة والمناظرة

الاعتـصاب فـي الاســلام

(دفع مطاعن و ازالۂ شکوک)

مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کے اعتراضات کا خلاصہ یہ ہے کہ نتیجہ نمبر (۱) و نتیجہ نمبر (۷) میں تناقض ہے' لیکن میں نے ضعیف گروہ کے مقابلے میں قوی گروہ کی اسٹرایک کو کلیتاً ناجائز نہیں کہا بلکہ صرف عدم اولویۃ کا مدعی ہوں جیسا کہ نتیجہ اول میں "سزاوار" کا لفظ دلالت کرتا ہے ' اور اسی قرینہ صحیحہ کی بناپر "جائز نہیں" کا فقرہ اپنے حقیقی مفہوم میں مستعمل نہیں ہوا ہے بلکہ مجھے یاد آتا ہے کہ میں نے "مناسب نہیں" کا فقرہ لکھا تھا جو دفتر میں شاید بدل دیا گیا - اس بنا پر آنحضرت کا طرز عمل نتیجہ اول کا مناقض نہیں کیونکہ تناقض صرف امتناع و امکان و وقوع میں ہو سکتا ہے نہ کہ عدم اولویت و وقوع میں' کیونکہ ہر خلاف اولی فعل جائز ہوسکتا ہے -

میں نے پہلا نتیجہ قریش اور حضرت ابوبکر کے طرز عمل سے نکالا تھا۔

قریش کی اسٹرایک تو بالکل اغراض فاسدہ پر مبنی تھی' لیکن حضرت ابوبکر کا طرز عمل بھی ذاتی انتقام کے اثر سے خالی نہ تھا - اسیلئے خدا نے اونکو روک دیا ' مدرسین و منتظمین مدرسہ بھی ذاتی اقتدار ہی کے قائم رکھنے کے لیے طلباء کا کھانا وغیرہ بند کردیتے ہیں ' اسلیے حضرت ابوبکر کے طرز عمل پر اوسکو قیاس کرکے خلاف اولی قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ نہی کیلیے کم از کم عدم اولویت ضروری ہے' لیکن آنحضرت کا طرز عمل بالکل جمہوری اصول پر مبنی تھا اسلیے وہ خلاف اولی بھی نہیں ہے "لم ینتقم لنفسہ الا ان تنتہك حرمة اللہ" کی شان یہاں بھی قائم ہے -

اخلاق کے ابواب میں عدل کے ساتھہ ایک باب احسان اور عفو و درگذر کا بھی ہے' اور اسکی توقع صرف بزرگوں سے ہوسکتی ہے' یہی وجہ ہے کہ جب کسی بڑے شخص نے چھوٹے سے قطع تعلق کیا ہے تو اخیر میں اوسکو ندامت ہوئی ہے - حضرت عائشہ نے ایک مرتبہ حضرت ابن زبیر سے قطع کلام کردیا اور مدتوں اون سے نہ بولیں ' لیکن بعد میں جب کبھی اونکو یہ افسوسناک واقعہ یاد آتا تھا تو اس قدر روتی تھیں کہ دوپٹہ تر ہو جاتا تھا (۱) لیکن چھوٹوں نے جب اس قسم کا قطع تعلق کیا ہے تو' اسپر اونکو کوئی ندامت نہیں ہوئی - حضرت فاطمہ نے ترکہ نہ دینے پر حضرت ابوبکر سے قطع کلام کرلیا اور اون سے تا دم مرگ نہ بولیں لیکن اونکو اس پر کچھہ افسوس نہیں ہوا (۲) باقی رہی یہ بات کہ آنحضرت نے کعب ابن مالک سے بحیثیت استاد کے قطع تعلق کیا تھا تو یہ تاویل بارد ہے- آنحضرت کی' جامع حیثیت صرف نبوت ہے' خلافت - تعلیم' قضاءت' افتاء وغیرہ اسیکی شاخیں ہیں ' جہاد کا تعلق صرف نبوت یا خلافت ہی سے ہوسکتا ہے' آپ کی استادانہ حیثیت کو اس میں کچھہ دخل نہیں ہے ' کیونکہ میدان جہاد دیو بند کا مدرسہ نہیں تھا جہاں آپ تعلیمی

(۱) بخاری مطبوعہ برلق جزو ۸ ص ۲۰ کتاب الادب

(۲) بخاری جزو ۸ ص ۱۴۹ کتاب الفرائض -

اسٹرایک کرتے' اور قریش نے تو آپ کو سرے سے استاد ہی تسلیم نہیں کیا تھا - یہ تو اعتراف نبوت کے بعد کی منزل تھی لیکن صلح حدیبیہ میں تو ایک صاف گو شخص نے کہدیا تھا کہ اگر ہم آپکو "رسول اللہ" مانتے تو آپ کی راہ میں رکاوٹ ہی کیوں پیدا کرتے - آنحضرت کی کچھہ دنیوی حیثیتیں بھی تھیں جیسا کہ آپ نے تلقیح نخل کے معاملے میں علانیہ اعتراف کیا تھا "انما انا بشر مثلکم" جب حضرت عائشہ آپ سے ناراض ہوکر آپ کا نام لینا چھوڑ دیتی تھیں (۳) تو اوسوقت آپ اونکے استاد نہیں ہوتے تھے' واقعہ افک میں جب آپ ایک مہینہ تک حضرت عائشہ کے پاس بیٹھے تک نہیں' تو آپ کا یہ قطع تعلق استادانہ نہ تھا بلکہ ذاتی تھا (۴) "انما بعثت معلما" کا فقرہ بھی آپ نے خاص اوس حالت میں کہا تھا جب صحابہ کے دو گروہوں میں سے ایک گروہ مصروف تلاوت قرآن تھا (۵) اسلیے آنحضرت کے تمام افعال کو صرف آپ کی معلمانہ حیثیت میں محدود کردینا' صحیح نہیں -

لیکن مولانائے موصوف کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ مجھکو مدعی سمجھتے ہیں' حالانکہ میں مدعاعلیہ ہوں' میںنے مضمون کے اول ہی میں ظاہر کردیا ہے کہ میں مدعیان عدم جواز اسٹرایک کے دلائل پر نقد و بحث کر رہا ہوں' ان لوگوں نے ایک دلیل یہ قائم کی تھی کہ "اسٹرایک یورپ کی پیداوار ہے" اب نقض دلیل کیلئے میرا فرض صرف یہ تھا کہ ایشیائی طرز عمل سے اسٹرایک کی مثالیں فراہم کرتا اسلیے میں نے پہلے دیہاتیوں کی مثال دی - پھر قریش کے طرز عمل کو پیش کیا - حضرت ابوبکر کے واقعہ کا ذکر بھی اسی حیثیت سے کیا کہ گو وہ اصطلاحی اسٹرایک نہیں ہے' لیکن جب استاد کو باپ فرض کرکے اونکے حقوق کو حقوق والدین پر قیاس کیا جاتا ہے حالانکہ آنحضرت' صحابہ' بلکہ تابعین و تبع تابعین نے بھی اساتذہ کو باپ نہیں کہا ہے' تو ہم اشتراک علت کی بنا پر اسٹرائک کو بھی حضرت ابو بکر کے طرز عمل پر قیاس کرسکتے ہیں ' اسکے بعد آنحضرت کے جمہوری طرز عمل سے اسکی تائید کی ' لیکن اس واقعہ کو صرف اس حیثیت سے پیش کیا تھا کہ وہ ایشاء میں واقع ہوا تھا - اوسکی شرعی حیثیت مقصود بالذات نہ تھی ' گو اوس سے شرعی استدلال بھی کیا جاسکتا تھا نتائج کا استنباط بھی تبعاً واستطراداً تھا- اسلیے اگر کل نتائج غلط ثابت ہوجائیں تو نفس واقعہ کو کوئی صدمہ نہیں پہنچ سکتا' اسکی تردید کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ یا تو اس واقعہ کو سرے سے غلط ثابت کیا جائے یا عرب کو یورپ کے نقشہ میں دکھایا جائے' اسٹرایک کو میں نے فطرتی کہا ہے' کیونکہ فطرۃ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور میرے نزدیک اسٹرایک کی یہی دلیل ہے ' کیونکہ کسی شرعی دلیل سے اوسکا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا - اخیر میں ہم تسلیم کرلیتے ہیں کہ آنحضرت نے بحیثیت استاد کے کعب ابن مالک سے قطع تعلق کیا تھا لیکن یہ کس دلیل شرعی سے ثابت ہے کہ آں حضرت کے افعال کی تقلید صرف اساتذہ ہی کر سکتے ہیں - طلباء نہیں کرسکتے؟ اگر آنحضرت کے افعال اساتذہ کیساتھہ مخصوص ہیں' تو طلباء کو نماز' روزہ' حج' اور زکوۃ سے بھی آزاد کردینا چاہیے' حالانکہ ندوہ کی اسٹرائک کے دوران میں انہی فرائض کی عدم پابندی کی بنا پر طلباء کو بدنام کیا گیا تھا - (عبد السلام ندوی)

(۳) بخاری جزو ۸ ص ۲۱ کتاب الادب

(۴) بخاری جزو ۵ ص ۱۱۹ کتاب المغازی

(۵) سنن ابن ماجہ ص ۳۴ کتاب العلم -

printed And pudlished by A. K. AZAD, at the HILAL Electrical prtg. and publg. House, 14 Molod Street, CALCUTTA.

مفت مفت مفت

ایک عجیب غریب موقعہ

اصلی چیزیں - کم قیمت - نایاب - کامیاب

۲۱ اکتوبر تک

نئی قسم کا رسٹ واچ -

(گارنٹی ۶ سال)

نہایت خوبصورت - نکل سلور کیس - مضبوط کیلس چال وقت ٹھیک دینے والی - چمڑہ ولایتی نہایت ملائم - قیمت اصلی ۱۲ روپیہ -

رعایتی قیمت ۴ روپیہ ۱۴ آنہ آرکسیڈ ایزڈ اسٹیل کیس ۵ روپیہ ۴ - آنہ -

سلور کیس ۶ روپیہ عمدہ سلور کیس ۶ روپیہ ۸ آنہ سنہرا کیس ۵ روپیہ ۴ آنہ -

---

۱۴ قیراط ہنٹنگ واچ

جولڈ الجن ڈرلنگ کیس - دیکھنے میں بہت خوبصورت ٹھیک سونے کا معلوم ہوتا ہے -

اصلی قیمت ۲۰ روپیہ رعایتی قیمت ۷ روپیہ -

---

۱۴ کیرٹ رولڈ گولڈ زر بفا لیور واچ -

(گارنٹی ۵ سال)

دیکھنے میں قیمتی گھڑیوں کے مشابہ ہے - نہایت اچھی فائر تعریف -

قیمت اصلی ۱۵ روپیہ رعایتی قیمت ۷ روپیہ ۴ آنہ نکل رولڈ کیس ۶ روپیہ -

---

موٹر ریگولیٹڈ لیور واچ -

(گارنٹی ۵ سال)

ہر شخص کے لائق لیور کھلا ڈھکنا - مضبوط کیلس چال ڈائل منقش درمیانہ سائز - نہایت عمدہ اور ٹھیک وقت دینے والا -

اصلی قیمت ۱۰ روپیہ رعایتی ۳ روپیہ ۴ آنہ

سنٹرش ہنٹنگ واچ -

(گارنٹی ۲ سال)

نکل ہنٹنگ سائز ۱۹ - سادہ ڈائل - کفایت اور اچھا وقت دینے والا - سوئی، سوئیاں - ہزاروں گھڑیاں سال میں فروخت ہوتی ہیں -

اصلی قیمت ۱۲ روپیہ رعایتی قیمت ۵ روپیہ ۴ آنہ -

سنٹر سکنڈ واچ اسٹرپ واچ

(گارنٹی پانچ سال)

خاصکر ڈاکٹروں اور دائیوں کیلیے یہ گھڑی ایک سکنڈ کے حصہ کو بھی اچھی طرح سے بتلاتا ہے - کھلا ڈھکنا - چال عمدہ - دیکھنے میں خوبصورت قیمت اصلی ۷ روپیہ - رعایتی قیمت ۳ روپیہ ۱۴ آنہ -

---

سی انڈیا واچ

(گارنٹی پانچ سال)

بلکل نئے فیشن کا سلنڈر واچ کھلا ڈھکنا کی دس فاسی سکنڈ ہنڈ سوئی کے شامل - نہایت سچا وقت دینے والی - قیمت اصلی دس روپیہ رعایتی ۳ روپیہ چودہ آنہ - فینسی ڈائل ۴ روپیہ آٹھ آنہ -

---

امریکن لیور اسٹینڈرڈ واچ

(۱۴ کیرٹ گولڈ واچ) (گارنٹی چھ سال)

کم قیمت میں سب سے اچھا لیور واچ استعمال کے قابل یہ گھڑی پانچ سو روپیہ کے ساتھ اچھے عرصہ مقابلہ کرسکتی ہے - کیلس دیکھنے میں نہایت خوبصورت -

قیمت اصلی ۲۰ روپیہ رعایتی قیمت ۹ روپیہ آٹھ آنہ -

لیڈی گولڈ واچ

(گارنٹی پانچ سال)

لیڈی اور جنٹلمین کے قابل - چھوٹے شکل کا دیکھنے میں خوبصورت سچا وقت دینے والی بالکل نئے فیشن کا کیس -

قیمت اصلی ۲۵ روپیہ رعایتی قیمت ۱۴ روپیہ آٹھ آنہ - جسمیں جنٹس سائز - ۲۸ روپیہ

بی - اس - ننکی - ایلڈ کمپنی نمبر ۱ - ۳۹ - مچھوا بازار کلکتہ

حکمت بالغہ ! حکمت بالغہ !

مولوی احمد مکرم صاحب عباسی چریا کوٹی نے ایک نہایت مفید سلسلہ جدید تصنیفات و تالیفات کا قائم کیا ہے - مولوی صاحب کا مقصود یہ ہے کہ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کے متعلق آجتک جس قدر دلائل قائم کیئے گئے ہیں اُن سب کو ایک جگہہ مرتب و مدون کردیا جائے - اس سلسلہ کی ایک کتاب موسوم بہ حکمۃ بالغہ تین جلدوں میں چھپ کر تیار ہو چکی ہے -

پہلی جلد کے چار حصے ہیں - پہلے حصے میں قرآن مجید کی پوری تاریخ ہے جو اتقان فی علوم القرآن علامۃ سیوطی کے ایک بڑے حصہ کا خلاصہ ہے - دوسرے حصہ میں تواتر قرآن کی بحث ہے ' اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوا تھا ' وہ بغیر کسی تحریف یا کمی بیشی کے ویسا ہی موجود ہے ' جیسا کہ نزول کے وقت تھا ' اور یہ مسئلہ کل فرقہاے اسلامی کا مسلمہ ہے - تیسرے حصہ میں قرآن کے اسماء و صفات کے نہایت مبسوط مباحث ہیں - جن میں ضمناً بہت سے علمی مضامین پر معرکۃ الآرا بحثیں ہیں - چوتھے حصے سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے - اس میں چند مقدمات اور قرآن مجید کی ایک سو پیشین گوئیاں ہیں جو پوری ہو چکی ہیں - پیشین گوئیوں کے ضمن میں علم کلام کے بہت سے مسائل حل کئے گئے ہیں ' اور فلسفۂ جدیدہ جو نئے اعتراضات قرآن مجید اور اسلام پر کرتا ہے ان پر تفصیلی بحث کی گئی ہے -

دوسری جلد ایک مقدمہ اور دو بابوں پر مشتمل ہے - مقدمہ میں نبوت کی مکمل اور نہایت محققانہ تعریف کی گئی ہے - آنحضرت صلعم کی نبوت سے بحث کرتے ہوے آیۃ خاتم النبیین کی عالمانہ تفسیر کی ہے - پہلے باب میں رسول عربی صلعم کی ان معرکۃ الآرا پیشین گوئیوں کو مرتب کیا ہے ' جو کتب احادیث کی تدوین کے بعد پوری ہوئی ہیں ' اور اب تک پوری ہوتی جاتی ہیں - دوسرے باب میں ان پیشین گوئیوں کو لکھا ہے ' جو تدوین کتب احادیث سے پہلے ہو چکی ہیں - اس باب سے آنحضرت صلعم کی صداقت پورے طور سے ثابت ہوتی ہے -

تیسری جلد - اس جلد میں فاضل مصنف نے عقل و نقل اور علماے یورپ کے مستند اقوال سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم امی تھے ' اور آپ کو لکھنا پڑھنا کچھہ نہیں آتا تھا - قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی نو عقلی دلیلیں لکھی ہیں - یہ عظیم الشان کتاب ایسے پر آشوب زمانہ میں جب کہ ہر طرف سے مذہب اسلام پر نکتہ چینی ہو رہی ہے ' ایک عمدہ ہادی اور رہبر کا کام دیگی - عبارت نہایت سلیس اور دل چسپ ہے ' اور زبان اردو میں اس کتاب سے ایک بہت قابل قدر اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر سہ جلد (۱۰۹۴) لکھائی چھپائی و کاغذ عمدہ ہے - قیمت ۵ روپیہ *

نعمت عظمیٰ ! نعمت عظمیٰ !

امام عبد الوہاب شعرانی کا نام نامی ہمیشہ اسلامی دنیا میں مشہور رہا ہے - آپ دسویں صدی ہجری کے مشہور ولی ہیں - لواقح الانوار صوفیاے کرام کا ایک مشہور تذکرہ آپ کی تصنیف ہے - اس تذکرہ میں اولیاء - فقراء اور مجاذیب کے احوال و اقوال اس طرح پر کانٹ چھانٹ کے جمع کئے ہیں کہ ان کے مطالعہ سے اصلاح حال ہو اور عادات و اخلاق درست ہوں اور صوفیاے کرام کے بارے میں انسان سوء ظن سے محفوظ رہے - یہ لا جواب کتاب عربی زبان میں تھی - ہمارے محترم دوست مولوی سید عبد الغنی صاحب وارثی نے جو اعلی درجہ کے ادیب ہیں اور علم تصوف سے خاص طور سے دل چسپی رکھتے ہیں اس کتاب کا ترجمہ نعمت عظمیٰ کے نام سے کیا ہے - اس کے چھپنے سے اردو زبان میں ایک قیمتی اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر دو جلد (۷۲۹) خوشخط کاغذ اعلی قیمت ۵ روپیہ *

مشاہیر الاسلام ! مشاہیر الاسلام ! !

یعنی اردو ترجمہ وفیات الاعیان مترجمہ مولوی عبد الغفور خاں صاحب رامپوری ' جس میں پہلی صدی ہجری کے اواسط ایام سے ساتویں صدی ہجری کے خاتمہ تک دنیاے اسلام کے بڑے بڑے علماء فقہا قضاۃ شعراء متکلمین نحویین لغویین منجمین مہندسین مورخین محدثین زہاد عباد امراء فقراء حکماء اطبا سلاطین مجتہدین و صناع و مغنین وغیرہ ہر قسم کے اکابر و اہل کمال کا مبسوط و مفصل تذکرہ -

جسے بقول (موسیو دی سیلن)

" اہل اسلام کی تاریخ معاشرتی و علمی کی واقفیت کے واسطے اہل علم ہمیشہ سے بہت ہی قدر کی نگاہوں سے دیکھتے آئے ہیں " یہ کتاب اصل عربی سے ترجمہ کی گئی ہے ' لیکن مترجم صاحب ممدوح نے ترجمہ کرتے وقت اس کے اس انگریزی ترجمہ کو بھی پیش نظر رکھا ہے ' جسے موسیو دی سیلن نے سنہ ۱۸۴۲ع میں شائع کیا تھا - سواے اس کے اصل کتاب پر تاریخ ' تراجم ' جغرافیہ ' لغت ' انساب اور دیگر مسائل دینی کے متعلق کثیر التعداد حواشی اضافہ کئے ہیں - اس تقریب سے اس میں کئی ہزار اماکن و بقاع اور قبائل و رجال کا تذکرہ بھی شامل ہوگیا ہے - علاوہ بریں فاضل مترجم نے انگریزی مترجم موسیو دی سیلن کے وہ قیمتی نوٹ بھی اردو ترجمہ میں ضم کردئے ہیں جن کی وجہ سے کتاب اصل عربی سے بھی زیادہ مفید ہوگئی ہے - موسیو دی سیلن نے اپنے انگریزی ترجمہ میں تین نہایت کارآمد اور مفید دیباچے لکھے ہیں مشاہیر الاسلام کی پہلی جلد کی ابتدا میں ان کا اردو ترجمہ بھی شریک کردیا گیا ہے - اس کتاب کی دو جلدیں نہایت اہتمام کے ساتھہ مطبع مفید عام آگرہ میں چھپوالی گئی ہیں ' باقی زیر طبع ہیں - قیمت ہر دو جلد ۵ روپیہ -

(۴) مآثر الکرام یعنی حسان الہند مولانا میر غلام علی آزاد بلگرامی کا مشہور تذکرہ مشتمل بر حالات صوفیاے کرام و علماے عظام - صفحات ۳۳۸ مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ خوشخط قیمت ۲ روپیہ -

تمدن ہند ! تمدن ہند ! !

یعنی شمس العلما مولانا سید علی بلگرامی مرحوم کی مشہور کتاب جس کا غلغلہ چار سال سے کل ہندوستان میں گونج رہا تھا آخرکار چھپکر تیار ہوگئی ہے - علاوہ معنوی خوبیوں کے لکھائی چھپائی خط ' کاغذ ' تصاویر ' جلد مثل تمدن عرب کے - قیمت ...... (۵۰) روپیہ -

(۵) صنمخانۂ عشق - یعنی حضرت امیر مینائی کا مشہور دیوان بار سوم چھپکر تیار ہوگیا ہے - قیمت ۲ روپیہ ۸ آنہ -

(۶) قرآن السعدین یعنی تذکیر و تانیث کے متعلق ایک نہایت مفید رسالہ جس میں کئی ہزار الفاظ کی تذکیر و تانیث بتائی گئی ہے ' قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

(۷) فہرست کتب خانہ آصفیہ - جس میں کئی ہزار کتب قلمیہ و مطبوعہ اور نیز مصنفین کا نام درج ہے - جو حضرات کتب خانہ جمع کرنا چاہیں اُن کو یہ فہرست چراغ ہدایت کا کام دے گی - صفحات (۵۰۰) قیمت ۲ روپیہ -

(۸) تمدن عرب - قیمت سابق ۵۰ روپیہ قیمت حال ۳۰ روپیہ (۹) فغان ایران - مارگن شوسٹر کی مشہور کتاب کا ترجمہ صفحات ۴۹۲ مع ۲۱ عدد تصاویر عکسی عمدہ جلد اعلی - قیمت ۵ روپیہ -

(۱۰) قواعد العروض - مولانا غلام حسین قدر بلگرامی کی مشہور کتاب - عربی فارسی میں بھی اس فن کی ایسی جامع کوئی کتاب نہیں ہے - صفحات ۴۷۴ قیمت سابق ۴ روپیہ - حال ۲ روپیہ -

(۱۱) - میڈیکل جیورس پروڈنس - مولانا سید علی بلگرامی مرحوم کی مشہور کتاب قیمت سابق ۹ روپیہ قیمت حال ۳ روپیہ -

(۱۲) علم اصول قانون - یعنی سر ڈبلیو - ایچ ریٹنگن کی کتاب کا ترجمہ صفحات (۸۰۸) قیمت ۸ روپیہ -

(۱۳) تحقیق الجہاد - مصنفۂ نواب اعظم یارجنگ مولوی چراغ علی مرحوم - مسئلہ جہاد کے متعلق کل دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتی - صفحات ۴۱۲ - قیمت ۳ روپیہ -

(۱۴) شرح دیوان غالب اردو - تصنیف مولوی علی حیدر صاحب طبا طبائی صفحات ۳۴۸ قیمت ۲ روپیہ -

(۱۵) داستان ترکتازان ہند - کل سلاطین دہلی کی ایک جامع و مفصل تاریخ ۵ جلد صفحات ۲۹۵۶ قیمت سابق ۲۰ روپیہ قیمت حال ۹ روپیہ -

(۱۶) معرکہ مذہب و سائنس - ڈریپر کی مشہور عالم کتاب مترجمہ مولوی ظفر علی خاں صاحب بی - اے - قیمت ۴ روپیہ -

(۱۷) مآثر الکرام - مشتمل بر حالات صوفیاے کرام تصنیف میر غلام علی آزاد بلگرامی - قیمت ۲ روپیہ -

(۱۸) تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری اردو - حامل المتن صفحات (۳۷۵۰) نہایت خوشخط کاغذ اعلی قیمت ۲۰ روپیہ -

نوٹ :- ایک روپیہ فی جلد کے حساب سے ہر کتاب کی جلد ہمارے پاس تیار ہوسکتی ہے - جس پر کتاب کا اور مالک کا نام منقش ہوگا -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۵	کلکتہ: چہار شنبہ ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۳۲ ہجری Calcutta : Wednesday October 7. 1914.	جلد ۵

مقصد وحید

الامر بالمعروف والنہی عن المنکر

وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ ، هُوَ

اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ

مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ

سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هٰذَا

لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ ، وَ

تَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا

الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ ، وَاعْتَصِمُوا

بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَ

نِعْمَ النَّصِيرُ ! (۲۲ : ۷۸)

" كتاب مرقوم يشهده المقربون (۸۳ : ۱۸)
" وفي ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال

في

مجلدات الهلال

تو اے کہ محو سخن گستران پیشینی
مباش منکر " غالب " کہ در زمانۂ تست !

(۱) " الہلال " تمام عالم اسلامي میں پہلا هفته وار رساله ہے جو ایک هي وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیہ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کي تجدید ' اعتصام بحبل الله المتین و وحدۃ کلمۂ امۂ مرحومہ کي تحریک کا لسان الحال ہے اور نیز مقالات علمیہ ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۂ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ ہے - اسکے درس قرآن و تفسیر و بیان حقائق و معارف کتاب الله الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تعریف نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآني نے تعلیمات الٰہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ ابدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید و اعدی عدو مخالفین و منکرین تک اسکي تقلید کرنے کیلیے ساعي هیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور هیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ علم طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و نسخ بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الٰہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا و حاوي سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپني خصوصیات کے لحاظ سے کوئي نظیر و مثال تمام عالم اسلامي میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام هندوستان میں پہلي آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکي تمام سیاسي و غیر سیاسي معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کي تلقین کي ' اور سیاسی آزادي و حریت کو دین تعلیمات دیني و مذهبي کي بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر هي اندر اسے هزاروں دلوں ' هزاروں زبانوں ' اور صدها اقلام و صحائف سے معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ هندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادي و عملي الحاد کے دور میں توفیق الٰہي سے عمل بالسنۃ والقرآن کي دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا اندیشۂ مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار معتقدین مذ مذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاهد في سبیل الله مخلص هوگئے هیں - بلکہ متعدد بڑے بڑے آبادیاں اور شہر هیں جن میں ایک نئي مذهبي بیداری پیدا هوگئي ہے : ذالک فضل الله یوتیہ من یشاء و الله ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد في سبیل الله کے جو حقائق و اسرار الله تعالی نے اسکے صفحات پر ظاهر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و هدایت ' متلاشیان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الٰہیہ و علوم نظریہ غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئي نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکي خبریں اور بحثیں پراني هوجاتي هیں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے جن میں سے هر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور هر زمانے اور وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید هوتا ہے -

(۷) چھہ مہینے میں ایک جلد مکمل هوتي ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجي ابتدا میں لگا دی جاتي ہے - ولایتي کپڑے کي جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام هندوستان میں وحید و فرید چھپائي کے ساتھہ بڑي تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلي اور دوسري جلد دوبارہ چھپ رهي ہے تیسری اور چوتھي جلد کے چند نسخے باقی رهگئے هیں تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھي جلد میں (۱۲۵) سے زاید هاف ٹون تصویریں بھي هیں ' اس قسم کي دو چار تصویریں بھي اگر کسي اردو کتاب میں هوں تو انکي قیمت دس روپیہ قرار دی جاتي ہے -

(۹) با این همہ قیمت صرف پانچ روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کي اجرت ہے -

بہت ممکن ہے کہ الہلال کی قیمت بڑھا دی جاے - اگر ایسا هوا تو پھر مکمل جلدوں کی قیمت بھی زیادہ هو جائیگی .

کي' اور قلعوں نے اسکا سختي سے جواب دیا - دوسرے دن صبح کو تمام محاذ پر بلجین اور جرمن توپخانوں میں مقابله رها - جرمن فوجوں نے میلیلس پر قبضه کرلیا اور بلجین فوج نے اسپر گوله باري کي - جنوب " رمیست " میں ڈھائي گھنٹه تک جنگ هوتي رهي - جرمن فوج بکثرت زخمی چھوڑ کے پیچھے هٹی -

اسی تاریخ کے ایک سرکاري اطلاع نامه میں بیان کیا گیا ہے که ایک طویل گوله باري کے بعد جرمن کل شام کو قلعه " ویور " کیطرف بڑھے مگر اندھیرے کی وجه سے حمله نامکمل رها - چند جرمن باٹریوں نے قلعوں سے بہت قریب آنیکي کوشش کي' مگر وہ برباد هوگئیں -

---

مشرقي رزمگاه کے متعلق پٹرو گارڈ کے ۲۸ ستمبر کے تار سے معلوم هوتا ہے که جرمن فوج کي پیشقدمي مشرقي پروشیا کی سرحد کے اسطرف ۱۸ میل سے زیاده نہیں بڑھي ہے - مقام " سوالپوزکن " اور " کرنسکولکی " جہاں روسی فوج نے معرکه قبول کیا ہے دریاے نیمین کے بائیں ساحل پر واقع ہے - دریاے بوابر کے قریب جرمن فوج کے داهنے بازو کي پیشقدمي میں بہت سي دلدلیں حائل هیں - صرف ایک مقام سے جرمن فوجیں وار سواپٹرو گارڈ ریلوے سے ۱۸ میل پر هیں مگر روسي فوجیں اور دریاے نیمین جرمن فوجوں کے درمیان میں حائل ہے -

۲۹ کے سرکاری بیان سے معلوم هوتا ہے که آگسٹواف کے جنگلوں کي طرف روسي فوج سرعت کے ساتھه حملے کر رهي ہے - مقام اوسوئیز پر محاصرو کي بھاري توپیں گوله باري کررهي هیں - لیکن قلعوں کے قریب آنے کے لیے ایک جرمن پیاده فوج' کي کوشش پسپا کردي گئي - دشمن کو کمک پہنچ گئي ہے اور سالیلیسین قلعه میں بہت سرگرم کار ہے " پرزیمیسلي " کي محافظ فوج نے قلعه سے نکلکے فضول حملے کیے اور اپنے بہت سے آدمي اور توپیں گرفتار کرالیں -

اسي تاریخ کے تار سے یه معلوم هوتا ہے که روسي هیڈ کوارٹر کا بیان ہے که پرزیمسیل اب پوري طرح گھیر لیا گیا ہے -

۳۰ ستمبر کے لندن کے تار سے معلوم هوتا ہے که اوسوئز" کرسکینوکي ' اور سملو میں روسي اور جرمن فوجوں میں سخت جنگ هوئي - دریاے نیمن کے عبور کرنے کي کوشش میں جرمن ناکام رہے - روسي فوج نے ایک بڑے معرکه کے بعد آگسٹوف پر پھر قبضه کر لیا -

اسي تاریخ کے پٹرو گارڈ کے تار سے معلوم هوتا ہے که ۲۴ ستمبر کو ۲۸ جرمن جنگي جہاز جسمیں ۹ بیٹل شپ اور ۷ بار بردار بھي شامل هیں " ونڈو " سے فاصله پر نظر آے - ونڈو کے ساحل کے قریب ۱۸ تباه کن کشتیاں نمودار هوئیں جب ان پر آتشباري هوئي تو وہ بھاگ گئیں -

اسي تاریخ کے بداپیسٹ کے تار سے معلوم هوتا ہے که ۲۸ ستمبر' کو میلومسزیگ (هنگري) میں ایک معرکه هوا یه دعوی کیا جاتا ہے که روسي فوج پسپا هوئي - یه تار یه تسلیم کرتا ہے که چونکه " میرامرو روس " اور " اوبکر میزو " میں باهم مخابرت و مراسلت موقوف هوگئي' ہے اسلیے اهل شہر میں بیچیني پائي جاتي ہے -

ایک اور تار جو اسي تاریخ کو لندن سے چلا ہے یه مظهر ہے که پیٹرو گارڈ میں یه خبر ہے که بداپیسٹ سے اب روسي فوج نصف راسته پر ہے -

لندن کے ایک اسي تاریخ کے ایک اور تار سے معلوم هوتا ہے که پیٹرو گارڈ کا ایک تار مظهر ہے که آسٹرین فوج کو مغربي گیلیشیا کے شهر کلا میں شکست هوئي ہے - ایک اور آسٹرین کالم اپني توپیں اور ۴ سو گاڑیاں چھوڑ کے بھاگ گیا ہے -

یکم اکتوبر کے پیٹرو گارڈ کے سرکاري بیان سے معلوم هوتا ہے که ۲۸ ستمبر کو روسی فوج نے سخت جنگ کے بعد آگسٹو رو اور کوپٹزیو کے پوزیشنوں پر قبضه کرلیا - اسکے دوسرے دن روسي فوج نے سمنو یچو' اور لیپینگ کے خلیج کے راستوں پر قبضه کرلیا - روسي فوج نے سوال کي اور میریمبیولی میں دشمن کو پسپا کر دیا -

اسي تاریخ کا پیٹرو گارڈ کا ایک اور تار مظهر ہے که وارسا میں استحکامات سرعت کے ساتھه تیار هو رہے هیں اور اگر چه گورنمنٹ اطمینان دلا رهی ہے' مگر لوگ بیچین هیں - ایک دوسرے تار میں یه بھي بیان کیا گیا ہے که هنگري کے چند ضلعوں اور وارسا میں هیضه پھوٹ پڑا ہے -

۲ - اکتوبر کے پیٹرو گارڈ کے تار سے معلوم هوتا ہے که روسی کار روائیاں درخشاں طور پر ترقي کر رهي هیں - ایک سرکاري اطلاعنامه اعلان کرتا ہے که دشمن " سوالکي " اور " لومزا " کے حدود سے برابر نکالا جا رها ہے - جرمن فوج نے " آرسو و ڈبزا " پر حمله کیا' مگر اب وہ سرعت کے ساتھه شمال کے طرف هٹرهي ہے - دشمن پیٹرکوف اور کیلس میں فوج جمع کر رها ہے' مگر روسی فوج نے اپنے سخت حملوں سے اسکا نقشه نقل و حرکت درهم برهم کر دیا ہے -

اس تاریخ کے پیٹرو گارڈ کے ایک اور تار سے معلوم هوا ہے که گرینڈ نکولس کے پاس جو مراسلات آئے هیں' ان سے معلوم هیں که مشرقي پروشیا میں ابھي جنگ جاري ہے - روسي فوج شب خون مار کے سمس کے مغرب میں کریسنا نامي ایک مقام پر قبضه کر لیا ہے - چونکه روسي سوار توپخانه کي اعانت و مدد کے لیے آگے بڑھ رہے هیں' اسلیے دشمن لیپونی اور لینني سے هٹرها ہے' اور اس اثناء میں کبھي کبھي اسکي فوج میں سخت بے ترتیبي پھیل جاتي ہے -

جرمن فوج نے ریل کے ذریعه سے سوالکي میں فوراً کمک پہنچائي اور ایک خونریز معرکه شروع هوا - دشمن نے سنگینوں سے حمله کیا لیکن سخت نقصان کے ساتھه پسپا کیا گیا - روسي فوج نے بھاري توپخانه سے آگسٹوف پر گوله باري کي - اسکے بعد همارے پیادوں نے حمله شروع کیا اور دشمن کو پیچھے هٹا دیا - روسیوں کو " بیپسٹو " " چالن " اور " گریجیوبو " میں کامیابي هوئي ہے - روسي فوج نے جرمن قلعوں کو تاراج کرکے موٹروں کي ایک تعداد گرفتار کي ہے' جو لوسو ویقو اور صالو کے مابین چلرهي هیں -

اسي تاریخ کے ایک لنڈن کے تار سے معلوم هوتا ہے که " کراکو " میں جرمن فوج کي تعداد ۸ لاکھه ہے - اسمیں ۴ دستے باویرین اور سیکسن فوجوں کے بھي هیں -

اسي تاریخ کا لنڈن کا ایک اور تار مظهر ہے که ۱۰ جرمن روسیوں کے مقابله کے لیے ایک عظیم الشان معرکه کي تیاریاں کر رہے هیں - جرمن عقب کي محافظ فوج پر روسي فوج نے حمله کیا' اور انکو خندقوں سے نکال لیا - روسي پیشقدمي هر مقام پر کامیاب هو رهي ہے -

---

اس هفته میں مشرق اقصی سے بھي خبریں آئی هیں - ۲۸ ستمبر کے تار میں بیان کیا گیا ہے که تسنگ تو سے ۵ میل کے اندر جاپاني فوج نے جرمنیوں کو گھیر لیا ہے - ۲۷ ستمبر کو جو معرکه هوا تھا اسمیں جرمني کے تین جنگی جہازوں نے جاپاني فوج کے داهنے بازو پر گوله باری کی تھي -

هفتـــہ جنـگ

فرانس کی قلمرو کے اندر جو معرکہ ہو رہا تھا' اسکا فیصلہ ابھی تک نہیں ہوا ہے -

۲۹ کے ریوٹر کے تار سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۸ کو پیرس میں ایک سرکاری اطلاعنامہ شائع ہوا ہے' جسمیں اسوقت کی موجودہ حالت کا یہ نقشہ کھینچا گیا ہے -

" بائیں بازو کے متعلق جو خبریں موصول ہوئی ہیں وہ اچھے مفید و موافق ہیں - قلب میں ہماری فوج نے کامیابی کے ساتھہ مزید سخت جوابی حملوں کو روکا ہے - دریاے مئی یوز کی بلندیوں پر ہم نے کسیقدر ترقی کی ہے' وور میں سخت کہرے کی وجہ سے پیشقدمی رک لی گئی - لورین اور واسجیس میں حالت غیر متغیر ہے "

اسی تاریخ کو ریوٹر نے " ایپل ٹاور " سے آیا ہوا جو فرانچ سرکاری تار شائع کیا تھا' اسمیں یہ تھا کہ " جرمن فوج نے اپنے پوزیشن کی کمزوری اور پیچیدگی کو محسوس کرکے جوابی حملے شروع کیے مگر ہر مقام پر انکو ناکامی ہوئی - جرمن ہزارہا زخمی اور مقتول چھوڑ کے بھاگے - اس تار میں پڑھنے کے قابل فقرہ یہ تھا کہ " بہت سے جرمن اگرچہ ہمارے ہاتھہ سے بھکے نکل سکتے ہیں' مگر وہ عمداً ہتیار ڈالدیتے ہیں' کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ لطف و مہربانی ہماری اسیری کی ان کا انتظار کر رہی ہے " -

۲۹ ستمبر کو جو تار آئے ہیں انسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنگ ہوئی مگر کوئی قابل اعتنا نتیجہ نہیں نکلا چنانچہ قلم اطلاعات رسمیہ نے یہ اطلاع دی تھی کہ " حالت میں درحقیقت کوئی تغیر نہیں ہوا ہے - متحدہ فوج کے بائیں بازو پر سخت جنگ ہوئی مگر وہ اپنی جگہہ پر قائم ہے " -

پیرس سے اسی تاریخ کو جو سرکاری اطلاعنامہ شائع ہوا تھا اسمیں قلم اطلاعات رسمیہ کے تار سے کسیقدر زیادہ تفصیل تھی - اسمیں یہ بتایا گیا تھا کہ سوام اور اوائس کے شمال میں دشمن نے دن اور رات کو چند حملے کیے مگر وہ سب پسپا کردیے گئے - شمال آلسس میں کوئی تغیر نہیں ہوا - قلب میں دشمن نے اپنی کار روائی کو گولہ باری تک محدود رکھا - ارگون اور می یوز کے درمیان میں جنوبی فوج نے کسیقدر ترقی کی - واسجیس' لورین' اور وور میں کوئی قابل ذکر امر نہیں ہوا - اسی تاریخ کے تار میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ جرمنی نے خط آلسس کو عجلت و پریشانی کے عالم میں انتخاب نہیں کیا ہے - بلکہ پورے غور و فکر اور استعداد و تیاری کے بعد وہ اس خط پر آ کے ٹھہری ہے -

۳۰ ستمبر کو پیرس سے جو اطلاع نامہ شائع ہوا تھا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فوجی کار روائی کا رخ شمال کی طرف بڑھتا جاتا ہے - دشمن نے مقام " ٹریسی لی مونٹ " پر سخت حملہ کیا جو آلسس اور اوائس کے مابین واقع ہے - لیکن سخت نقصان کے ساتھہ پسپا ہوا - ریمس سے می یوز تک جہاں قلب پھیلا ہوا ہے سکون ہے - وور میں سخت جنگ ہوئی ہے اور متحدہ فوج نے چند مقامات خصوصاً سینٹ میہیل کی طرف ترقی کی ہے - لورین اور واسجیس کی حالت بدستور ہے - ان مقامات کا ذکر اس دوسرے تار میں ہے جو لندن سے آیا ہے - اس تار کا ماخذ فرانس کا ایک سرکاری بیان ہے - یہ مقام " سی شیبری " اور " اپی فی مونٹ " کے شمالی حصے میں - فرانس کی ہاواس ایجنسی نے جو تار شائع کیا تھا وہ بھی قریباً یہی بیان کرتا ہے - گو کسیقدر ناقابل اعتناء فرق ہے -

یکم اکتوبر کو پیرس سے جو سرکاری اطلاعنامہ شائع ہوا تھا اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت تک حالت غیر متغیر تھی' گو متحدہ فوجیں اپنے داہنے بازو میں جنوب کی طرف اور بائیں بازو میں شمال سوام کی طرف بڑھی ہیں -

اسی تاریخ کے ایک دوسرے سرکاری اطلاعنامہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رواے میں ایک سخت معرکہ ہوا' مگر اسکا نتیجہ متحدہ فوج کے موافق ہوا - ارگون میں چند تازہ ترقیاں ہوئیں - عام حالت تشفی بخش تھی -

اسی تاریخ کے ایک تار میں یہ بتانیکی کوشش کیگئی تھی کہ خود جرمنی کے ذہن میں اس معرکہ کا حشر کیا ہے - یہ تار صیغہ ضعف یعنی " بیان کیا جاتا ہے " سے شروع ہوتا ہے - اسکا ماحصل یہ ہے کہ فرانس سے واپسی کیلیے جرمنی نے " کوٹ " اور " نامور " کے مابین پل بنالیے ہیں اور " برسیلز " سے جرمن زخمی دوسری جگہ منتقل کیے جارہے ہیں - اس تار میں یہ بھی تھا کہ مقام " لیسگنی " میں جو ۴ ہزار جرمن فوج ہے اسپر ایسی گولہ باری ہو رہی ہے کہ انکے لیے اپنے آپکو حوالہ کردینا ناگزیر ہوگیا ہے -

۲ - اکتوبر کو جو سرکاری بیان شائع ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن فوجیں " رواے " میں جمع ہوگئی ہیں' اور سخت جنگ برپا ہے - فوجی کار روائیاں شمال ایطرف ترقی کر رہی ہیں - جرمن فوج نے سینٹ میہیل کے قریب ایک پل کو دریاے می یوز کے اوپر پھینک دینا چاہا' مگر یہ پل پہلے ہی اڑادیا گیا تھا - " وور " میں حملہ جاری ہے - متحدہ فوجیں بتدریج خصوصاً سینٹ میہیل اور ایپر یمونٹ کے مابین ترقی کر رہی ہیں -

---

بلجیم میں اینٹورپ کا محاصرہ جاری ہے -

۲۹ ستمبر کو خود انٹورپ سے جو تار آیا ہے اسکا ماحصل یہ ہے کہ جرمن فوجوں نے گولہ باری کی' مگر اس گولہ باری میں جسقدر روپیہ صرف ہوا ہے اسقدر انہیں کامیابی نہیں ہوئی - اینٹورپ کے قلعوں نے گولہ باری کا جواب دیا - اسکے بعد گولہ باری بند ہوگئی -

۳۰ ستمبر کے تار میں بیان کیا گیا ہے کہ کل جرمن فوجوں نے گولہ باری جاری رکھی - یہ یقین کیا جاتا ہے کہ وہ بھاری آسٹرین توپیں استعمال کر رہی ہے -

اسی تاریخ کے دوسرے تار سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن فوجوں نے مقام " لیر " پر گولہ باری کی' یہ مقام اینٹورپ سے قریب ہے - لیر کے باشندے بھاگ رہے ہیں - خوف ہے کہ لیر تباہ ہوگیا ہے - جرمن فوجیں مقام " ترال " پر قابض ہوگئیں' وہ کہتی ہیں کہ اگر باشندے شہر میں واپس نہ آے تو وہ شہر کو تباہ کردینگی -

۳۰ کو اینٹورپ میں جو سرکاری اطلاعنامہ شائع ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن توپیں بلجیم کی توپوں کو خاموش کرنے میں کامیاب نہیں ہوئیں - جرمن فوجوں نے لیزبل اور بریندکو تک کے قلعوں پر حملہ کی کوشش کی - بلجین فوج نے انکو آنے دیا' اسکے بعد توپخانہ اور پیادہ فوج سے انپر فیر کرلیے' اور گولوں کی بارش کی' اور انکو سخت نقصان کیساتھہ پسپا کردیا - اس فوجی کار روائی کا جو نتیجہ نکلا ہے اسکی بناء پر یقین ہے کہ بلجین فوج اینٹورپ پر قابض رہیگی -

۲ - اکتوبر کو اینٹورپ سے جو تار موصول ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن فوجوں نے چہار شنبہ کو دن بھر کوہی پر گولہ باری

الہلال

۱۶ ذیقعدہ ۱۳۳۲ ھجری

پابندی عہد اور قرآن حکیم

ہم اس وقت عہد و مواثیق کي غیر متزلزل حقیقت اخلاقي کے اعتراف کیلیے مستعد ہوے ہیں - عہد شکنوں کي تاریخ لکھنے نہیں بیٹھے ہیں - اگر ایسا نہوتا تو ہم اُن بیشمار معاہدوں ' زباني و تحریري وعدوں ' جنگ و امن کے حلفوں ' اور صدھا قومي و شخصي قول و قراروں کي ایک طول طویل فہرست پیش کرتے ' جو گذشتہ ایک صدي کے اندر سر زمین تمدن نے کیے ' اور عین وقت پر انہیں اس طرح محو و فراموش کردیا گیا کہ اخلاق کي گردن ذبح ہوگئي ' انسانیت کا سینہ شق ہوگیا ' شائستگي کا قلب پھٹ گیا ' اور خدا کے پاک حکموں اور مقدس شریعتوں کي متفقۂ و مشترکہ حقیقت ثابتہ کو قومي و نسلي تعصب و خود غرضي کي لعنت نے پارہ پارہ کردیا ! تاہم نہ تو یورپ کے اعصابي اخلاق کي رگوں میں جنبش ہوئي ' نہ تمدن و تہذیب کي پیشاني پر شرم و خجالت کا ایک قطرۂ عرق آیا ' اور نہ اس قوم کے فخر و غرور انسانیت کي حیا فروش آنکھیں نیچي ہوئیں ' جو تمام دنیا کو مسیحي اخلاق و روحانیت کي بشارت دیتي پھرتي ہے :

تکاد السماوات یتفطرن منہ و تنشق الارض و تخر الجبال ھدا ! !

آج یورپ کے ایک بہت بڑے حصے میں تہذیب و انسانیت اور اخلاق و شائستگي کا ماتم برپا کیا گیا ہے ' اور فرزندان تمدن اس کوشش میں ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو چیخ چیخ کر رولیں ' اور جسقدر دست دسائس کي قوت ساتھ دے ' اخلاق و تمدن کے پیش کردہ مقتل پر سینہ کوبي کرلیں - یہ ماتم انسانیت نیا نہیں ہے - موجودہ متمدن ممالک کا ایک دائمي مشغلۂ تمدن ہے جو تقریباً ایک صدي سے برابر جاري ہے - جس وقت سے کہ کرۂ ارضي کي نگراني نئي قوموں کو ملي ہے - البتہ قوۃ الہیۂ قاہرہ نے اسکے موضوع میں ایک عجیب و غریب انقلاب پیدا کردیا ہے ' اور وہ انکے ہنسنے کیلیے ایک دلچسپ تماشا ہے جو اس وقت تک دنیا میں صرف رونے دھونے ہي کیلیے تھے - کل تک یورپ کا ماتم تہذیب صرف مشرق اور ایشیاء کیلیے تھا - لیکن آج پہلي مرتبہ خود یورپ ہي کیلیے ہے - وہ ہمیشہ اوروں کیلیے روتا تھا ' پر آج خود اپنے اوپر رو رہا ہے ! فالیوم الذین امنوا علی الکفار یضحکون - علی الارائک ینظرون - ھل ثوب الکفار ما کانوا یفعلون ؟ (۸۳ : ۳۶)

اب افریقہ کے وحشت کدوں کا ماتم نہیں ہے - اب نائجیریا کے وحشیوں کا رونا نہیں ہے - اب ترکي کے مظالم کي داستان الم نہیں بیان کي جاتي - اب طنطہ کے متعصب کاشتکاروں کي تادیب کي مہم درپیش نہیں ہے - اب مراکش اور الجزائر کي وحشت کاریاں سامنے نہیں آتیں - کیونکہ اب علم و فن کے سر چشمۂ اعظم ' تمدن و شائستگي کی پالیگاہ اول ' تہذیب یورپ کے مرکز اعلیٰ ' اور دنیا کي نئي ترقیات کے اولین و اعلیٰ ترین ماویٰ و ملجا ' یعنی جرمني کی وحشت و خونخواري ' درندگی و سبعیت ' اور انسانیت کشی و اخلاق دشمني کا نوحۂ جانگداز اور ماتم کبریٰ درپیش ہے - جسمیں وہ تمام آنکھیں خون کے آنسوؤں کا وافر ذخیرہ لیکر شریک ہوگئی ہیں ' جنہیں کل تک صرف مشرقي ممالک ہي کي وحشتوں پر جلد جلد خونابہ افشانی کرني پڑتي تھي :

فانظر کیف کان عاقبۃ الظالمین ؟

اب دنیا نے گذشتہ دو صدیوں کے تمام مشہور سنین و ایام مواثیق بھلا دیے ہیں ' اور صرف سنہ ۱۸۳۰ کي مظلومي سامنے آگئي ہے - یہ وہ سنہ ہے جب جرمني نے بلجیم کي غیر طرفداري کے معاہدہ پر دستخط کیے تھے ' لیکن اسکي فوجوں نے آج تلوار کی نوک سے اس معاہدے کے پرزے پرزے کردیے ہیں ' اور ڈاکٹر بیتھہ من (جرمن چانسلر) کہتا ہے کہ معاہدے کے کھلونے کی ضرورت کي سنجیدگي کے بعد پروا نہیں کی جاسکتي -

یہ سنہ ۱۸۱۵ - کا ماتم ہے - لیکن ہمیں سنہ ۱۸۴۵ بھي یاد ہے جب پیرس کانفرنس میں مشرقی مسئلہ پہلی مرتبہ نمایاں ہوا ' اور جون سنہ ۱۸۷۸ بھی یاد ہے جب برلن کانگریس کا انعقاد ہوا ' اور پھر سب سے آخر مگر سب سے زیادہ دلگداز سنہ ۱۹۱۲ بھي یاد ہے جب جنگ کے نتائج کو جغرافیۂ ممالک پر بالکل بے اثر ظاہر کیا گیا تھا - ان بد بخت گو ان سنین مواثیق کو اپنے ماتم میں کوئي صف نہیں ملي ' تاہم تاریخ انکو جگہ دینے سے انکار نہیں کرسکتی !

لیکن جیسا کہ ہم نے کہا " ہم عہد و مواثیق کي عظمت کا اعتراف کرنے کیلیے اٹھے ہیں نہ کہ عہد شکنوں کی فہرست مرتب کرنے کیلیے " پس ہم بغیر سنہ ۱۸۷۸ کا ذکر کیے ہوے سنہ ۱۸۱۵ کا ذکر کرینگے ' اور گو ہمارے لیے کتنا ہي مشکل ہو مگر غیر ممکن نہیں ہے کہ ہم بغیر مشہد مقدس پر روسی گولہ باري کا تذکرہ کیے ہوے ریمس کے گرجے کي مصیبتوں پر افسوس کریں -

(اتحاد مثلث)

موجودہ عہد کي ایک بڑي عہد شکني تو یہ ہے جو جرمني نے بلجیم پر قبضہ کرکے کی - لیکن اسکے علاوہ یورپ کے مواعید و مواثیق کے صندوق سے ایک اور کاغذ بھی گم ہوگیا ہے ' جسمیں اٹلي ' جرمني اور آسٹریا کے ساتھہ شریک ہوئي تھی - یہ اتحاد اسقدر اہم تھا کہ انگلستان و فرانس و روس نے اسکي زد سے بچنے کیلیے باہم سمجھوتہ کیا - لیکن انگلستان اور اٹلي کے اوس دوسرے سمجھوتہ نے (جسکا ذکر مسٹر میکالا نے اپنی کتاب " اٹلیز وار " کے پہلے باب میں کیا ہے) چند لمحوں کے اندر آسے بے اثر کردیا اور دنیا نے تعجب سے سنا کہ اٹلی اپنے حلفا کا ساتھہ دینے پر مجبور نہیں ہے !

(موضوع مقالہ)

موجودہ عہد تمدن و انسانیت کے یہ مواثیق و مواعید ہمارے سامنے ہیں - ہم انکے اسباب و نتائج پر بحث نہیں کرینگے - لیکن دیکھینگے کہ " اسلام " اور اسلام کي قرون اساسیہ و اصلیہ میں اخلاق و انسانیت کے اس ماتم کیلیے کوئي صدا ہے یا نہیں ؟

جبکہ بڑے سے بڑے معاہدے توڑے جارہے ہیں ' جبکہ حوادث نے ثابت کردیا ہے کہ موجودہ تمدن کے سب سے بڑے مرکز کو بھي عہد شکني کا علانیہ اعتراف ہے ' اور جبکہ صاف کہا جارہا ہے (جیسا کہ ہمیشہ کیا جا چکا ہے) کہ " ضرورت اور قوت سب سے بڑي چیز ہے " تو اخلاق کا زخمي چہرہ ' انسانیت کا دونیم دل ' صداقت اور راست بازي کے روح فرسا عالم احتضار و سکرات کیلیے ہمیں صرف اُس صداے الہي کي ضرورت ہے ' جو وحشت

جاپانی نقصانات کی جو تفصیل پہلے بیان کی گئی تھی' اسکی تصحیح اسی تاریخ کے دوسرے تار میں کی گئی ہے - بیان کیا جاتا ہے کہ اسوقت تک جاپانی نقصانات کی مقدار تین مقتول اور ۱۲ مجروح تھی -

۳۰ ستمبر کے سرکاری تار میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ۲۸ ستمبر کو جاپانی فوج نے تسنگ تو کے دو قلعوں پر گولہ باری کی' ایک انگریزی جنگی جہاز نے بھی اس گولہ باری میں حصہ لیا - ایک قلعہ نے غیر موثر طور پر گولہ باری کا جواب دیا -

۳۰ - ستمبر تار سے معلوم ہوتا ہے کہ جاپانی بیڑے کے ایک حصے نے بندر گاہ لوشی میں اپنی فوجیں اتار کے اس پر قبضہ کرلیا - لوشی تسنگ تو کے جوار میں واقع ہے - جرمن کچھہ اپنی توپیں چھوڑ گئے تھے جاپانیوں نے ان پر قبضہ کرلیا -

یکم اکتوبر کے ٹوکیو کے تار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تسنگ تو میں معرکہ جاری ہے ۳۰ ستمبر کو ایک جاپانی محاصرہ کی توپ نے ایک جرمن تباہ کن کشتی کو غرق کردیا - خود اسکی دو سرنگ صاف کرنے والی کشتیوں کو صدمہ پہنچایا' جن میں سے ایک تو بالکل تباہ ہوگئی اور ایک صرف خراب ہوئی - جاپانی مقتولین اور مجروحین کی تعداد ۲۳ ہے - جرمن جنگی جہازوں نے جاپانی پوزیشنوں پر سخت گولہ باری کی - دو افسر کام آے -

اسی تاریخ کا دوسرا تار مظہر ہے کہ جاپان نے اپنا پروگرام کسیقدر بدلدیا ہے' یعنی اب وہ سخت حملوں سے جرمن کو پیچھے ہٹانے کے بدلے اسکا آہستہ آہستہ محاصرہ جاری رکھینگے !

بحر ہند

گذشتہ اشاعت میں یہ اطلاع دیجا چکی ہے کہ ایمڈن نے بحر ہند کے مغربی سواحل کی طرف چار انگریزی جہاز اور غرق کردے ہیں' جن میں صیغہ بحریہ کا زغال بردار جہاز (کوئلہ کا جہاز) بھی ہے - کولمبو کا تار ہے کہ مندرجہ ذیل جہازوں کو ایمڈن نے غرق کردیا :

(۱) "کنگ لڈ" وزن ۳۶۵۰ ٹن - الگزنڈریا سے کلکتہ جا رہا تھا

(۲) "ٹائمرک" وزن ۳۳۱۴ ٹن - جمعہ کی شب کو کولمبو سے روانہ ہوا تھا

(۳) رائبی بیوا وزن ۳۵۰۰ ٹن - "الگزینڈریا" سے "بٹاویا" جارہا تھا

(۴) "فوائل" وزن ۴۱۴۷ ٹن - سانٹیا سے رنگون جا رہا تھا -

ان غرق شدہ جہازات کے جملہ مسافروں کو "گرا فویل" پر سوار کرکے کولمبو بھیجدیا گیا -

صیغہ بحریہ کا زغال بردار جہاز "بریسک" جو کولمبو جارہا تھا گرفتار کیا گیا - اسکے عملے کے اشخاص بھی گرافویل پر سوار کرادیے گئے اسکے چیف افسر' چیف انجینیر' باورچی اور خزانچی قید کرلیے گئے -

غرق شدہ جہاز فوائل کے افسروں کا بیان ہے کہ ایمڈن "ہماچر" کے شہر "لومبوک" ہوتا ہوا بحر ہند میں پہونچا - چونکہ ایمڈن یہاں ۵۰ دن سے ہے اسلیے وہ نہایت کثیف حالت میں ہے -

ایک انگریزی کپتان کا خیال ہے کہ ان دنوں میں دو جرمن جہازات عامل ہیں - کپتان کے خیال میں صرف ایک ایمڈن سے ان حادثات کا وقوع میں آنا طبیعی طورپر ناممکنات میں سے ہے - غالبا ایک جہاز نے کچھہ دنوں کے لیے اپنا نام تبدیل کردیا ہے' اور وہ شاید کونگسبرگ ہے -

مسٹر وربرٹسن (رائبی بیرا جہاز کا چیف انجینیر) کا بیان ہے کہ ایمڈن نے جملہ لاسلکی خبروں کو معلوم کرلیا ہے' اور افشاے راز کے خیال سے اس نے خود کہیں ایک بار بھی روانہ نہیں کیا -

حادثۂ الیمۂ بج بج

گذشتہ اشاعت میں حادثہ الیمہ بج بج کا تذکرہ مختصراً ہوچکا ہے - اس ہفتہ میں بھی بوجہ قلت گنجایش صرف ان رسمی و غیر رسمی اطلاعات کی تلخیص پر اکتفاء کیا جاتا ہے' جو اس ہفتہ میں شائع ہوئی ہیں - انشاء اللہ العزیز آئندہ کسی قریبی اشاعت میں آپ اس سانحہ محزنہ پر ایک مفصل و مصور بحث پڑھینگے -

مشہور کوماگاٹو جہاز جس پر سکھہ مسافر کنیڈا سے واپس آرہے تھے ۲۹ ستمبر کو ہوگلی پہنچا - مسافر جب اتر نے لگے تو ان سے بعض سرکاری عمال نے یہ کہا کہ "آپلوگ براہ راست پنجاب جائیں" مگر انہوں نے بعض غیر معلوم وجوہ کی بناء پر اسے منظور نہ کیا' اور کلکتہ پا پیادہ روانہ ہوگئے - فوج کا ایک دستہ ان کو واپس لانے کے لیے روانہ کیا گیا - جو اس کاروان عازم کلکتہ کو بج بج واپس لایا -

اسٹیشن پر ایک افسر مسٹر ڈونلڈ نامی نے ایک سکھہ افسر کو بلایا - بیان کیا جاتا ہے کہ طلبی کا مقصد یہ تھا کہ اسکو ان مسافروں کی موجودہ حالت سے مطلع کیا جاے اور اس سے کہاجاے کہ وہ اپنے اخوان طریقت و ملت کو تعمیل حکم کے لیے فہمایش کرے' مگر یہ سکھہ مسافر اس طلبی پر بر افروختہ ہوگئے -

انکے کوٹوں کی جیبوں میں ریوالوریں چھپی ہوئی تھیں -

بزیر دلق مرقع کمند ہا دارند
درازدستی ایں کوتہ آستیناں بیں

انہوں نے فوراً نکالیں اور سر کرنا شروع کردیں -

کسنور مغلوب یصول علی الکلب

ان "باغیوں" کا مقابلہ کیا گیا' جسمیں سر فریڈرک ہالی ڈے پولیس کمشنر کلکتہ اور دیگر یورپین افسروں نے بنفس نفیس حصہ لیا' مگر شاید یہ کافی نہ ہوا - فوجی دستہ جو انکو واپس لایا تھا وہ باہر کھڑا ہوا تھا' اسلیے اسے اطلاع نہ ہوئی کہ اسٹیشن کے اندر معرکہ ہورہا ہے - مگر جب اسے خبر ہوئی تو اسنے بھی اپنا فرض ادا کیا لیکن یہ "باغی" اپنے تمرد و بغاوت میں اسقدر سخت تیز کہ اس پر بھی باز نہ آئے' اور فوراً قرب و جوار کی دوکانوں میں پناہ گزین ہوکے مستقل طور پر آتشباری شروع کردی' مگر بالآخر یہ باغی منتشر ہوگئے - فوج اور پولیس بھاگنے والوں کی تلاش و جستجو میں مصروف و سرگرم ہے -

کوماگاٹو میں کل مسافر ۳۲۰ یا ۳۳۰ تھے - یہ ان ۹۰ مسافروں کے علاوہ ہیں جو بطیب خاطر وطن واپس چلے گئے -

اس ہنگامہ جدال و قتال میں جسقدر سکھہ مسافر کام آئے ہیں انکی تعداد ۱۹ بیان کی جاتی ہے - شدید مجروحین کی تعداد ۷ ظاہر کی گئی ہے - مجروح و غیر مجروح ماخوذین کی تعداد ۷۸ ہے -

یہ یکم اکتوبر کی خبر تھی ۲ - اکتوبر کو یہ اطلاع دی گئی ہے کہ کوما گاٹو کے مسافر علاوہ ان ۹۰ مسافروں کے جو پنجاب روانہ ہوگئے ہیں کل ۱۹۰ ہیں - جسمیں ۱۹ مقتول اور بقیہ زیر حراست اسپتال میں ہیں -

گورنمنٹ کے کل پانچ آدمی کام آئے ہیں -

اطلاع

ہمارے جن ایجنٹ اور معاونین کرام کے پاس نمبر ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ موجود ہوں اگر وہ یہ نمبر دفتر کو قیمتاً دیسکیں تو براہ مہربانی بذریعہ وی - پی بھیجدیں -

یہی تمام چیزیں اسلام کی روح ہیں ' اور قرآن حکیم بار بار انکی تجدید کرتا ہے - روزہ ' نماز ' زکوۃ جہاد کی ترغیبات و فضائل سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے ' لیکن جس طرح قرآن کریم نے ان تمام ں کو تر و تازہ رکھا ہے ' اوسی طرح اوس نے عہد و میثاق کی پابندی پر بھی مسلمانوں کو بار بار توجہ دلائی ہے ' بلکہ اوسکو مسلمانوں کے مخصوصات میں شمار کیا ہے ' اور اپنا مخاطب صحیح انہی لوگوں کو بنایا ہے ' جو پابندی عہد کرتے ہیں :

افمن یعلم انما انزل الیک من ربک الحق کمن ہو اعمی انما یتذکر اولوا الالباب الذین یوفون بعہد اللہ و لا ینقضون المیثاق و الذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یخشون ربہم و یخافون سوء الحساب (۱۳ : ۱۹)

کیا وہ شخص جو یہ یقین رکھتا ہے کہ رسول پر خدا کی طرف سے جو کچھہ نازل ہوا ہے وہ حق ہے ' مثل اوس شخص کے ہوسکتا ہے جسکے دل کی آنکھیں اندھی ہوگئی ہیں ؟ قرآن حکیم سے صرف وہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں جو اہل دانش ہیں ' اور نیز وہ لوگ جو خدا کے عہد کو پورا کرتے ہیں ' عہد شکنی نہیں کرتے ' اور خدا نے اعزہ و اقارب کو جس رشتے میں منسلک کردیا ہے ' اوسکو جوڑتے رہتے ہیں - مشرکین کی طرح توڑتے نہیں - وہ خدا سے ڈرتے ہیں ' اسلیے اوسکی زمین میں عہد شکنی کرکے فساد نہیں پھیلاتے "

کیونکہ تمام اعمال کی طرح قیامت میں معاہدوں کا دفتر بھی پھیلایا جائیگا ' اور اوسکی عدم پابندی پر سخت مواخذہ کیا جائیگا :

و اوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا (۱۷ : ۳۴)

وفاے عہد کرو کیونکہ عہد کے متعلق خداوند کے حضور تم پوچھے جاوگے !

(دعوۃ قرآنی)

انہی فضائل اخلاق سے مسلح ہوکر اسلام میدان جہاد میں بھی آیا ' اسلیے اوس نے جس طرح اقامت صلوۃ الخوف سے صف لشکر کو نمازیوں کی منتظم جماعت ' اور میدان جہاد کو وسیع مسجد کی صورت میں بدل دیا ' ٹھیک اوسی طرح اوس نے ساحت قتال کو ایک موتمر السلام (صلح کانفرنس) بھی بنا دیا ' جس میں معاہدہ کی پا بندی کا حلف اوٹھایا جاتا ہے !

اس بنا پر قرآن مجید میں معاہدوں کے متعلق خاص احکام مقرر کردیے گئے ہیں ' اور جنگ و صلح ' دونوں زمانے میں انکی پابندی یکساں طور پر فرض کر دیگئی ہے :

الا الذین عاہدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیا و لم یظاہروا علیکم احدا فاتموا الیہم عہدہم الی مدتہم ان اللہ یحب المتقین (۹ : ۴)

مگر وہ مشرکین جن سے تم نے عہد کرلیا ہے اور ان لوگوں نے کسی قسم کی عہد شکنی نہیں کی ہے ' اور تمہارے خلاف تمہارے کسی دشمن کو مدد بھی نہیں دی ہے ' سو جس مدت تک کیلیے تم نے معاہدہ کیا ہے اوسکو پورا کرو ' گو وہ کافر ہیں - کیونکہ عہد کی پابندی بڑی ہی پرہیزگاری ہے ' اور خدا صرف پرہیزگاروں ہی کو دوست رکھتا ہے -

سورۃ توبہ میں فرمایا :

الذین عاہدتم عند المسجد الحرام فما استقاموا لکم فاستقیموا لہم ان اللہ یحب المتقین (۹ : ۷)

جن لوگوں سے تم نے مسجد حرام کے پاس عہد کیا ہے ' جب تک وہ لوگ اپنے عہد پر قائم رہیں ' تم بھی قائم رہو یہ استقامت وفا بڑی ہی پرہیزگاری کا کام ہے ' اور یقین کرو کہ خدا صرف پرہیزگاروں ہی کو دوست رکھتا ہے -

(اسلامی اخلاقی قربانی)

اسلام کے ابتداے زمانہ غربت میں ضعفاء مسلمین کا ایک گروہ تھا ' جو اتنی طاقت ' اتنا سامان ' اتنا زاد راہ نہیں رکھتا تھا کہ ہجرت کیلیے آمادہ ہو جاے ' اور کفار کے پنجہ سے اپنے آپ کو آزاد کرے - اسلام نے اگرچہ بعض موقعوں پر اسکو ضعف عزیمت کی بنا پر ترغیب آمیز ملامت کی ہے ' لیکن کہیں کہیں اوسکی بیکسی پر آنسو بھی بہاے ہیں - پس یہ گروہ اسلام کی اعانت و امداد کا ہر طرح مستحق تھا ' لیکن قرآن مجید نے اوسکی اعانت کو بھی وفاے عہد پر قربان کردیا ہے '

و الذین آمنوا و لم یہاجروا ما لکم من ولایتہم من شی حتی یہاجروا و ان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علی قوم بینکم و بینہم میثاق واللہ بما تعملون بصیر (۸ : ۷۳)

جو لوگ ایمان لانے کے بعد ہجرت نکرسکے ' تو جب تک وہ ہجرت نہ کرلیں اونکی حفاظت و اعانت کی ذمہ داری تم پر قانوناً تو فرض نہیں ' ہے البتہ اگر وہ مذہبی معاملات میں تم سے مدد مانگیں تو تم پر اونکی اخلاقی مدد فرض ہے - لیکن تم اونکو کفار کی اوس جماعت کے خلاف ہرگز مدد نہیں دے سکتے ' جنکے ساتھہ تمنے معاہدہ کرلیا ہے - خدا تمہارے اعمال کو اچھی طرح دیکھتا ہے -

(انتہاء مسامحت)

قرآن حکیم نے پابندی عہد کی ایک عملی صورت اور بھی بتائی ہے ' جو ایک طرف تو اسلام کے اصل مقصد کی تکمیل و تائید کرتی ہے ' دوسرے طرف کفار و مشرکین کے جان و مال کی حفاظت کرتی ہے :

و ان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ ذلک بانہم قوم لا یعلمون (۹ : ۶)

اور اگر کوئی مشرک تمہارے پاس پناہ لے تو اوسکو فیاضی کے ساتھہ پناہ دو ' یہاں تک کہ خدا کی بھیجی ہوئی آیات کو وہ خوب سن لے - پھر اوسکو باحتیاط اسکے گھر تک یا اوسکی دوسرے پناہ گاہوں تک پہونچا دو - وہ لوگ جنگ و جدال اور غدر و بیوفائی اسلیے کرتے ہیں کہ قرآن کی طرف کان نہیں لگاتے - اگر اوس سے واقف ہوتے تو تمہاری ہی طرح پابند عہد ہوجاتے !

(حقیقی مشکلات اخلاقی)

قرآن حکیم کی حقیقی تعلیم یہی ہے ' لیکن کبھی کبھی عہد کی پابندی نا ممکن ہو جاتی ہے ' اسلیے قرآن حکیم نے اوسکے مواقع بھی بتا دیے ہیں - ان موقعوں پر بھی قرآن حکیم کی تعلیم یہ ہے کہ نقض عہد میں مسلمانوں کو کبھی پیش قدمی نہیں کرنی چاہیے - البتہ اگر کوئی قوم نقض عہد کرنا چاہے ' تو مسلمان بھی اوسکے عہد وفا کو بھلا سکتے ہیں :

و اما تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیہم علی سواء ان اللہ لا یحب الخائنین (۸ : ۶۰)

اگر تم کو کسی قوم سے یہ خوف ہو کہ وہ عہد کرکے خیانت کریگی اور اوس عہد کو توڑ دیگی ' تو تم بھی اوس عہد کی پابندی سے اوسکی طرح بری ہوجا سکتے ہو - کیونکہ خدا خائن لوگوں کو دوست نہیں رکھتا -

(اسلامی اخلاقی مصالح)

قرآن حکیم کی یہی اخلاقی تعلیم ہے ' جسکی روشن مثالیں آگے آئینگی ' لیکن ہمکو اسلام کے کارنامہ اعمال میں جس روح کی تلاش کرنی چاہیے ' وہ تمام دنیا کے نظام اخلاق سے مختلف ہے - دنیوی سلطنتیں مصالح کے لحاظ سے معاہدہ کرتی ہیں ' او

رخونخواري کي اس فضاء ابليسي کے سامنے اعلان کرسکے کہ " سچائی اور اخلاق سے بڑھکر آور کسیکو حق طاقت فرمائي نہيں " گو دنیا اوسے جانتي ہے' مگر اوسے پھر یاد دلانا چاہیے کہ وہ صرف " اسلام " ہے !

(ا)

اسلام سے پہلے دنیا کي اخلاقي زندگي پر ایک عام موت طاري ہوچکي تھي ' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کي معجزانہ طاقت چند مردہ اجسام' اور چند افسردہ ارواح میں حرکت پیدا کرکے اپنے اصلي آشیانہ میں جا کر چھپ گئي تھي' اور چھہ سو برس کي اس وسیع مدت نے روح حیات کي اس خفیف اور نا مکمل جنبش کو بھي مبدل بہ سکون کردیا تھا' اس لیے تمام دنیا کا شیرازۂ اخلاق درہم برہم ہوگیا تھا - اسلام ایک زندگي تھا' جو دنیا کي روح یعني فضائل اخلاق کو زندہ کرنے آیا تھا' چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے اپني بعثت کا صرف یہ مقصد بیان فرمایا تھا : "

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق !

میں صرف فضائل اخلاق کي تکمیل اور احیاء کے لیے خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں !

اس مقصد اہم کے لیے وہ دنیا میں آیا اور مادہ عالم کے ایک ایک جزو کو ٹٹولا - اگرچہ اس روحاني نبض شناسي نے اوسکے ایک ایک ریشہ کو روح سے خالي پایا تاہم اوسکے تمام قواء زندگي میں جس چیز پر سب سے زیادہ موت کی افسردگی طاري تھي' وہ پابندي عہد کي اخلاقي قوت تھي -

(امم قدیمہ)

امم قدیمہ میں سب سے زیادہ قدیم مذہب یہودیوں کا تھا جو تمام عرب پر روحاني حکومت کر رہا تھا' لیکن یہ مذہبي حکومت بھي ہر قسم کے قیود سے' ہر قسم کے پابندیوں سے' ہر قسم کے قول و قرار سے' بالکل آزاد تھي - چنانچہ قرآن مجید نے بار بار اوسکي بد عہدیوں پر تنبیہ کي ہے !

اوکلما عھدوا عھداً نبذہ فریق منھم بل اکثرھم لا یومنون (۲ : ۹۴)

وہ لوگ جب کبھی کوئي عہد کرینگے' تو کیا ایک گروہ اسکي پابندي کي رسی اپنے گلے سے نکال پھینکیگا ؟ یہ حال صرف ایک گروہ ھی کا نہیں ہے' بلکہ اونمیں اکثر ایمان نہیں لاتے' اور ایمان ھی ایک ایسي قوت ہے جو پابندي عہد پر مجبور کرسکتي ہے !

الذین عاھدت منھم ثم ینقضون عھدھم في کل مرۃ وھم لایتقون (۸ : ۵۸)

وہ یہودي جنسے تم معاہدہ کرتے ہو پھر وہ بار بار اوسکو توڑ دیتے ہیں' اور خدا سے بالکل نہیں ڈرتے -

یہودیوں ھی کي خصوصیت نہیں اون سے پہلے بھي مذہب کا اخلاقي قالب ایفاء عہد کی روح سے خالي ہو چکا ہے - چنانچہ قرآن مجید نے امم قدیمہ کی بد اخلاقیوں کے سلسلے میں اونکی بد عہدي کا بھي خاص طور پر ذکر کیا ہے :

و ما وجدنا لاکثرھم من عھد و ان وجدنا اکثرھم لفاسقین (۷ : ۱۰۰)

ہم نے اکثر قدیم قوموں کو بدعہد پایا جسکي وجہ یہ ہے کہ اون میں اکثر فاسق اور بد اخلاق تھے -

اسلام سے پہلے دنیا میں بد اخلاقي کے دائرے نے جو وسعت حاصل کرلي تھي' اوسکے محیط نے مجموعي طور پر ہر طرف سے عرب کو گھیر لیا تھا - اسلیے وہ نقض عہد میں بھي تمام دنیا سے گوے سبقت لیگیا تھا' اور سچ تو یہ ہے کہ عرب کے شر و فساد' جنگ و جدال اور لوٹ مار کا سنگ بنیاد بھي وھي تھا -

الذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ و یقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یفسدون فی الارض اولئک ھم الخسرون (۲ : ۲۵)

جو لوگ قول و قرار کے استحکام کے بعد خدا کے عہد کو توڑ دیتے ہیں' خدا نے اعزہ و اقارب سے جس طرح مل جل کر رہنے کا حکم دیا ہے' اسکي خلاف ورزي کرتے ہیں' اور اونکے رشتہ اخوت و مودت کو کاٹ دیتے ہیں - قانون بین الملي کے فطرتي معاہدے توڑ کر خدا کي زمین میں فتنہ و فساد کرتے رہتے ہیں' اور سمجھتے ہیں کہ ہم لوٹ مار اور جنگ و جدال کے ذریعہ ایک کامیاب زندگي بسر کرینگے' تو ایسے شریروں کو یقین کرنا چاہیے کہ اس کا نتیجہ صرف نا کامیابی ھي کي صورت میں ظاہر ہوگا - وہ کبھي فلاح نہ پائینگے !

دوسري جگہہ فرما :

کیف وان یظھروا علیکم لا یرقبوا فیکم الا و لا ذمۃ یرضونکم بافواھھم وتابی قلوبھم و اکثرھم فاسقون (۹ : ۸)

کیونکر تم لوگ کفار کے ساتھہ اخلاقي زندگی بسر کرسکتے ہو' حالانکہ اونکي حالت یہ ہے کہ جب کبھی تمپر معمولی غلبہ بھي حاصل کرلیتے ہیں' تو قول و قرار اور عہد و میثاق کي بالکل نگہداشت نہیں کرتے - تمھیں بچوں کي طرح بہلانیکے لیے منہ سے تو عہد کرلیتے ہیں' لیکن اونکا دل اوسیوقت سے اوسکا انکار کرنے لگتا ہے - ان میں اکثر فاسق ہیں' اسلیے اونکے قول و قرار کا کوئي اعتبار نہیں !

(اخلاق کي نشاۃ جدیدۃ)

اگر دنیا کا اخلاقي قالب صرف مردہ ہوتا تو اسلام اوس میں جدید روح پھونک سکتا تھا' لیکن صحراء عرب کي گرم ہوا نے اوسکو بالکل متعفن کردیا تھا - لاش جب سڑ جاتي ہے تو اوسکے تمام اعضاء وجوارح گسستہ ہو جاتے ہیں - اسلیے روح پھونکنے سے پہلے اوسکے تمام اجزاء کو جوڑنے کي ضرورت ہوتي ہے' لیکن عرب کا اخلاقي قالب اس حد سے بھي گذر چکا تھا - پس اسلام نے ایک جدید قالب تیار کیا' اور بالکل نئے اجزاء سے اوسکو مرکب کیا - پھر اس نے اسي قالب میں ایمان کي جدید روح پھونکي' اور اس روح نے اوسکے اجزاء کي جن خفتہ قوتوں کو بیدار کیا' ان میں ایک وفاء عہد کي اخلاقي طاقت بھي تھي :

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق و المغرب ولکن البر من آمن باللہ و الیوم الاخر و الملئکۃ و الکتب والنبیین وآتی المال علی حبہ ذوی القربی و الیتمی و المسکین و ابن السبیل و السائلین وفی الرقاب و اقام الصلوۃ وآتی الزکوۃ و الموفون بعھدھم اذا عاھدوا و الصبرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئک الذین صدقوا و اولئک ھم المتقون (۲ : ۱۷۲)

نیکي صرف یہي نہیں ہے کہ مشرق و مغرب کي طرف رخ کرلیا جاے - اصلي نیکي دوسري ھي چیز ہے - خدا کا نیک بندہ وہ ہے جو خدا پر' قیامت پر' فرشتوں پر' آسماني کتابوں پر' انبیاء سابقین پر ایمان لاتا ہے - پھر باوجود اسکے کہ اوسکو مال کي محبت اور ضرورت ہوتي ہے' اوسکو اعزہ و اقارب کو' یتیم بچوں کو' غریبوں کو' مسافروں کو سائلوں کو بطور احسان کے دیتا ہے' اور اوسکے ذریعہ غلاموں کو آزاد کراتا ہے - نیز وہ لوگ جو عہد کرکے اوسکو پورا کرتے ہیں' مصیبت کے وقت صبر کرتے ہیں' اور لڑائي کے میدان میں ثابت قدم رہتے ہیں ! یہي لوگ وہ پاک بندے ہیں' جنہوں نے جو کچھہ کہا اوسکو سچ کر دکھایا - کیونکہ خدا' اسکے رسول' اور اسکی مخلوق کے عہد کي زبان سے' دل سے' عمل سے' خوشي میں' غم میں' صلح میں' جنگ میں' ہر حالت میں انہوں نے پابندي کي - یہی لوگ حقیقي پرہیزگار ہیں -

مصالح هی کے لحاظ سے اوسکو توڑ بھی دیتی هیں ' لیکن اسلام مصالح کا پابند نہیں هو سکتا - وہ ایک عظیم الشان روحانی طاقت کا سفیر هے ' اور وہ معاهدے کی پابندی اوسی روحانی طاقت کے تحفظ کیلیے کرتا هے :

و اوفوا بعهد الله اذا عاهدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدها وقد جعلتم الله علیکم کفیلا ان الله یعلم ما تفعلون ولا تکونوا کالتي نقضت غزلها من بعد قوة انکاثا تتخذون ایمانکم دخلا بینکم ان تکون امة هي اربی من امة انما یبلوکم الله به (۱۶ : ۹۳)

جب کسی سے عہد کرو تو اوس عہد کو پورا کرو - عہد ایک قسم هے ' اور قسم کو پختہ هو جانیکے بعد هرگز نہ توڑو - تم اسکو کیونکر توڑ سکتے هو ' حالانکہ تمام دنیا مصالح کی بنا پر عہد کرتی هے - اور اوسکو مقدس قائم رکھتی هے ' لیکن تم نے تو خدا کو اپنا کفیل بنا لیا هے جو همیشہ رهنے والا هے - مصالح بدل سکتے هیں ' لیکن خدا اور خدا کا بخشا هوا نور ایمان تو بدل نہیں سکتا ؟ وهی تمهارے عہد وفا کا ذمہ دار هے ' کیونکہ وہ تمهارے اعمال سے اچھی طرح واقف هے ' اور اوس عورت کے مثل نہ بن جاو جس نے اپنا سوت کات کر پھر اوسکو اودھیڑ ڈالا هو - تم لوگ اپنی قسم اور اپنے قول و قرار کو شر و فساد کا ذریعہ بنانا چاهتے هو کہ ایک قوم دوسرے قوم سے قوی تر هو جاے - لیکن عہد میں ضعیف و قوی کی تخصیص نہیں - اسکے ذریعہ سے خدا صرف تمهاری طاقت ایمان کی آزمایش کرتا هے !

پس اسلام نے پابندی عہد کا جو اخلاقی نظام قائم کیا هے ' وہ حصون بلجیم و استحکامات پیرس سے زیادہ مضبوط هے - اگر تمام سلطنتیں مصالح کی پابند هیں ' تو اسلام کا سر رشتہ وفا ایک ازلی طاقت کے هاتھہ میں هے ' جس میں صرف اوسی اصول فطری کی بنا پر تغیر و تبدل هو سکتا هے ' جو تمام دنیا کو بدلتے رهتے هیں :

ان الله لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسهم (۱۳ : ۱۲)

خدا کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ کہ خود اپنی حالت کو نہ بدل دے -

اس بنا پر اسلام نے کسی قوم کی عہد وفا کو اسیوقت بھلایا هے ' جب پہلے اوسی قوم نے پیش قدمی کی هے ' فانبذ الیهم علی سواء -

اسلام کا سر رشتہ عہد و وفا نہ مکڑی کے جالے کی طرح ضعیف کو اولجھاتا هے اور نہ قوی سے ٹوٹتا هے ' اوس پر نہ تو عظیم الشان کانفرنسیں اثر ڈال سکتی هیں ' نہ هیگ کا عظیم الشان قصر السلام اوسکے ضعف و قوت پر کوئی اثر ڈال سکتا هے - وہ ایک روحانی طاقت کے هاتھہ میں هے ' جو تمام دنیا کے سر پر سایہ افگن رهتا هے - ید الله علی الجماعة - اسلیے اوس نے تمام دنیا سے اخلاقی معاهدہ کر لیا هے ' اور وہ هر وقت اوسکی پابندی پر مجبور هے - جب ایک مسلمان دکاندار اپنی دکان پر بیٹھتا هے ' تو اسکا نور ایمان اوس سے صدق و دیانت کا عام معاهدہ لے لیتا هے :

و اوفو بالعهد ان العهد کان مسئولا و اوفوا الکیل اذا کلتم وزنوا بالقسطاس المستقیم ذلک خیر و احسن تاویلا (۱۷ : ۳۶)

عہد کو پورا کرو ' کیونکہ عہد کی پابندی و عدم پابندی پر سوال و مواخذہ هوگا - جب کوئی چیز ناپ کر فروخت کرو تو پیمانے کو پورا بھر کے دیا کرو ' یہ حسن معاملہ کا بہترین طریقہ هے ' اور اسکا انجام دین و دنیا دونوں میں اچھا هے -

اگر کوئی دکاندار اسکی پابندی نہیں کرتا تو وہ خدا کا اوسی طرح گناہ گار هے ' جسطرح ایک مصلحت اندیش بادشاہ جس نے بعض مصالح کی بنا پر عہد شکنی کی هے -

ویل للمطففین الذین اذا اکتالو علی الناس یستوفون و اذا کالو هم او وزنوهم یخسرون (۸۳ : ۲)

ان کم دینے والوں پر لعنت هے ' جو لوگوں سے پورا ناپ کر لیتے هیں ' پر جب دیتے هیں تو کم کر کے !

هوائي بیڑہ

(ضمیمہ مصورہ کے ایک مرقع کی تشریح)

لڑائی کے هوائی بیڑے کے لیے جس قسم کے طیارات کی ضرورت هوتی هے ' اسپر آجکل ماهرین فن پرواز و جنگ بحث کررهے هیں '

ایک جنگی هوائی بیڑے کے لیے مختلف قسم کے طیارات کی ضرورت هوتی هے - طیارہ کی بھی مختلف اقسام هیں جو هوائی بیڑے کے اس دلچسپ مرقع میں دکھائے گئے هیں -

سب سے زیادہ بلندی پر زپلن کے طرز کا ایک جرمن طیارہ هے - یہ نہایت مضبوط بنا هوا هے اور اسکا انجن بہت عمدہ هے - اسکے ساتھہ دو گاڑیاں هیں - ایک خشکی پر اترنے کیلیے هے اور دوسری دریا میں -

اس قسم کے طیارے کی پہلی صفت یہ هے کہ یہ تفتیش و تحقیق کا فرض نہایت خوبی سے انجام دیسکتا هے ' کیونکہ اگر یہ اپنے مرکز سے دور بھی هوجاے یا خشکی سے تری میں اور تری سے خشکی میں چلا آے ' جب بھی اسے کوئی خطرہ نہیں - اسلیے کہ اسکے علاوہ یہ طیارہ آتشگیر مادہ بھی اپنے ساتھہ لیجا سکتا هے اور اگر وقت پڑے تو اڑے دشمن سے جنگ آزما هونے میں بھی پس و پیش نہوگا - اسکا نام " اهڈڈرجبل " هے -

اسکے نیچے اس سے چھوٹا طیارہ هے - یہ صرف تفتیش حال کیلیے دریا میں کام آتا هے - اسمیں کوئی فریم یا ڈھانچہ نہیں هوتا ' صرف بڑے بڑے تھیلے هوتے هیں ' جنمیں گیس بھر دیا جاتا هے - جب چاهیں گیس کو نکالکے تھیلوں کو لپیٹ لے سکتے هیں - اس قسم کے طیارات کو " سیمی ڈرجبل " کہتے هیں -

تیسرا جہاز بڑے قد کا بائی پلین هے - یہ خشکی اور پانی دونوں میں اتر سکتا هے - خشکی پر اترنے کیلیے اسمیں پہیے اور پانی میں اترنے کیلیے فلوٹ بناے جاتے هیں - انگریزی میں " فلوٹ " طیارے کے اس حصہ کو کہتے هیں ' جسکی وجہ سے وہ پانی پر تیرتا رهتا هے -

اسمیں زود کار توپیں بھی هوتی هیں ' جو اوپر نیچے اور دهنے بائیں گولہ باری کرتی هیں - اسکا نام " هیڈروپلین " هے -

اس طیارے کے نیچے جو ایک بڑا ایروپلین نظر آرها هے - یہ اغلباً آیندہ چلکے اڑتی هوئی کشتی کی شکل اختیار کرلیگا - اسکو پراپلر چلائینگے - پراپلر انگریزی میں اس آلے کو کہتے هیں جو کسی چیز کو آگے ڈھکیل کے چلاتا هے -

یہ مشین پانی میں اڑیگی اس سے " ڈرجیل " طیارے پر حملہ اور ساحل کی ناکہ بندی هوا کریگی -

سب سے نیچے آپ ایک جہاز دیکھتے هونگے اور اسکے آگے ایک چھوٹا سا طیارہ نظر آتا هوگا - یہ جہاز بیٹل شپ هے اور طیار " مرانو پلین " - مرانو پلین طیارہ کی ایک خاص قسم هے - جس کا امریکہ میں تجربہ کیا گیا هے جو کامیاب ثابت هوا -

اس مرانو پلین کا قد مختصر ' مگر اسکے انجن کی طاقت زیادہ هوگی - اسکے پروپلر کھینچنے والے اسکرو هونگے - اور پھر اسطرح لگاے جالینگے کہ وہ آسانی سے علحدہ هوسکیں - یا اگر سوء اتفاق سے طیارہ دفعتاً پانی سے بہت هی قریب آجاے تو یہ پھر فوراً اوس سے نکال لیے جاسکیں -

تمام طیارات میں بہترین و اعلی قسم " زپلن " جہاز هیں - اور انپر جرمنی کا قبضہ هے -

حادثۂ مدھشہ "ایمڈن" ! خلیج بنگال و مدراس !

کراسن تیل کے تالابوں کا ایک منظر عمومی جنکو ایمڈن کے گولوں نے مشتعل کر دیا ہے

برھما آئل کمپنی کا ایک تالاب جس پر دو گولے آ کے گرے ہیں اور اس سے قبل اسکے بائیں جانب ایک تالاب سے سر بفلک شعلے بلند ہو رہے ہیں

ایس - ایس ڈپلومیٹ نامی جہاز جسے ۱۳ ستمبر کو ایمڈن نے خلیج بنگال میں غرق کر دیا ہے

ساحل دریا کا ایک منظر آتشیں جسمیں کراسن تیل کے ایک جلتے ہوئے تالاب کے شعلے نظر آ رہے ہیں

کراسن تیل کا آخری تالاب جس سے قیامت خیز شعلے بلند ہو رہے ہیں

فلسفة

الحـــــرب

(اسباب و موثرات ' نتائج و عواقب ' علل و علائق)

(۲)

(عقلی غارتگري)

اگرچه هر جنگ بلکه معمولی شورش بهي ان تمام نتائج کو لازمي طور پر پیدا کردیتی هے جنکي طرف گذشته صحبت میں هم ایک سرسری اشاره کرچکے هیں - لیکن جنگ کے اشتداد و ضعف کے ساتهه ان نتائج میں بهی مد و جزر هوتا رهتا هے - یعني جنگ کا حمله جس قوت کے ساتهه جسم و ماده پر هوگا ' اوسي شدت کے ساتهه عقل و روح بهی اوس سے متاثر هوگی - اگر جنگ نے سر میں ایک معمولی سی ٹهوکر لگاسی تو دماغ میں بهی خفیف سي جنبش پیدا هوگی - تاهم جس طرح هر جنگ چهرا کائنات کو کچهه نه کچهه ضرور زخمی کر دیتی هے ' اوسی طرح همارا دماغ بهي اوسکے حمله سے کلیتاً محفوظ نہیں رہ سکتا -

اسلیے جبکه هم بیش قیمت خون ' اور خون سے زیاده عزیز " دینار سرخ " کی بربادي پر ماتم خوانی کرنے کیلیے صف ماتم بچهاتے هیں ' تو همکو اپنے سرمایه عقل و هوش کي تباهي پر بهي ایک حلقۂ ماتم قائم کرنا چاهیے - نتائج مجموعي طور پر همارے پیش نظر هیں ' اور وہ همارے سامنے عالم عقل و روح کی بربادي کا ایک عبرت خیز منظر پیش کرتے هیں - معرکه کارزار کے گرم هونے کے ساتهه هی هماری عقل اس قدر اندهی هوجاتی هے که تناقض و تبائن کے بدیهی امتناع کو بهی ممکن سمجهنے لگتي هے !

کبهی روایت و درایت کے تمام اصول اوسکے لیے بیکار هو جاتے هیں - ایک شخص کو کسي جزئي فرو گذاشت کي بنا پر بدنام کرتي هے تو اوسکے تمام فضائل و مناقب سے آنکهه بند کرلیتي هے - ایک شخص کو اس مبالغه آمیز طریقه سے شهرت دیتي هے که اوسکو کبهی فرشته اور کبهی دیو بنادیتی هے - وہ میدان جنگ میں تمام نظام اخلاق کو درهم برهم کر کے وحشت و بہیمیت کی تجدید کرتي هے - کبهی کبهی مفید نتائج بهی پیدا کرتی هے ' تاریخ کو محفوظ رکهتی هے ' ادبی لٹریچر او ازبر یاد کر ادیتی هے ' مرده قالبوں میں شجاعت اور بہادري کی روح پهونکتی هے ' لیکن یه فضائل بهي اختیاري نہیں هوتے - محض اضطراری هوتے هیں ' اور ان میں بهي جادۂ اعتدال سے آگے بڑه جاتي هے -

بهر حال جنگ همارے دماغ میں ایک تلاطم ' ایک طوفان ' ایک مد و جزر کا عالم پیدا کردیتي هے - اسلیے جو چیز همکو ٹهوکر سے بچا سکتی تهي وہ خود متصل ٹهوکریں کهانے لگتي هے - پس همکو زمانۂ جنگ میں صرف اپنی جیب هی کو نہیں ٹٹولنا چاهیے - بلکه دماغ کو بهي که اوس میں کیا آیا اور اوس سے کیا گیا ؟

زمانۂ جنگ میں جان و مال کا جو نقصان هوتا هے ' وہ اسقدر بدیهی هے که همکو اوسکے علل و اسباب کي تحقیق و تفتیش کیلیے غور و فکر کي ضرورت نہیں ' لیکن دماغ کي حالت اس سے بالکل مختلف هے - وہ اپنے تمام سرمایه کو کهودیتا هے مگر خود اوسکو خبر نہیں هوتي - همارے سامنے همارا خزانۂ عقل لٹتا هے لیکن هم اس تهي کو اپني آنکهوں سے نہیں دیکهتے -

لیکن عقلي نقصانات کي فهرست مرتب هوچکي هے ' اور وہ همارے سامنے هے ' اسلیے همکو ان اسباب کا بهي پته لگانا چاهیے جو اس سرمایه محفوظ کو دفعتاً سمیٹ لیتے هیں - اسکے لیے همکو چند مقدمات مرتب کرلینے چاهئیں - جنکي تفصیل حسب ذیل هے:

(جماعت کی تعریف اور اوسکے خصایص امتیازی)

(۱) عام طور پر چند اشخاص کے اجتماع پر جماعت کا اطلاق کیا جاتا هے اگر ایک وسیع میدان - یا ایک وسیع سڑک پر سو دو سو آدمي جمع هوجائیں تو عام لوگ اس بهیڑ پر جماعت یا فرقه کا اطلاق کرنے لگتے هیں ' لیکن فلسفه نے جماعت کي ایک نئي ترتیب قائم کی هے - جماعت کي ترکیب کے لیے اشخاص کا اجتماع ضروري نہیں هے ' صرف دماغ اور خیال کا رابطۂ اتحاد کافی هے - اگر ایک لاکهه آدمي شانے سے شانه ملاکر کسي پر فضا میدان میں کهڑے کردیے جائیں لیکن انمیں کسی قسم کا دماغي اشتراک نہو تو انپر جماعت کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا - برخلاف اسکے اگر چار آدمي ' مشرق و مغرب او ر جنوب و شمال کے ایک ایک گوشے پر الگ الگ کهڑے هوجائیں ' لیکن انمیں توافق خیال و عقائد نے رابطه اتحاد پیدا کردیا هو ' تو وہ ایک حقیقي جماعت هیں !

پس جماعت کو صرف دماغ هي مرتب کرسکتا هے - یه کام هاتهه پانوں کے بس کا نہیں هے - البته یه اشتراک دماغي کبهی کبهي اجسام میں بهی اتحاد و ائتلاف پیدا کردیتا هے ' اسلیے متحد الخیال لوگ ایک جگه جمع بهی هوجاتے هیں - دنیا کي رنگین صحبتیں ' دنیا کے دلچسپ جلسے ' دنیا کي مفید کانفرنسیں ' انهیں متحد الخیال لوگوں کے اجتماع کا نتیجه هوتي هیں - لیکن یه اجتماع جماعت کي حقیقت میں داخل نہیں هے بلکه بالکل عارضي هے - یهي وجه هے که جاپان کا ایک سوشیالسٹ اپنے آپکو روس کے سوشیا لسٹوں کي جماعت میں داخل سمجهتا هے ' حالانکه اوسنے اونلوگوں کي صورت بهی نہیں دیکهي هے - تاهم اشتراک دماغ ز اجتماع اجسام میں ایک قسم کا مخفي رابطه ضرور هے - چند آدمی ایک جگه رهتے رهتے متحد المذاق هوجاتے هیں - متحد المذاق لوگ خود بخود ایک جگه جمع هوجاتے هیں لیکن اونکو دماغ هي نے ایک کیا هے -

(۲) پس جماعت چند دماغوں ' چند خیالات ' اور چند عقائد کے عقلي مجموعه کا نام هے - لیکن جسطرح چند مادي اجزاء کے انضمام و ترکیب سے ایک جدید حقیقت عالم وجود میں آتي هے ' اور ان اجزاء کے تمام خواص و کیفیات سابقه کا استحاله ایک جدید کیفیت میں هوجا تا هے - آکسیجن اور هیڈروجن ملکر پانی کی صورت اختیار کرلیتے هیں - اور حالت انفراد میں اونکے جو خواص و اعراض تھے ' وہ ایک نئي کیفیت میں متبدل هوجاتے هیں - بعینه اسي طرح چند دماغوں کي ترکیب و انضمام سے ایک مستقل دماغ پیدا هوجاتا هے جسکے قواے عقلیه فرد کے دماغ سے بالکل مختلف هوتے هیں - ترکیب و انضمام سے پہلے ان دماغوں میں ایک ارسطو کا دماغ تها - دوسرا افلاطون کا - تیسرا ایک مجنون شخص کا - اور چوتها ایک نہایت بلید الطبع آدمي کا ' لیکن اب اشتراک و اتحاد نے ان تمام مختلف العقل دماغوں کو ایک کردیا هے ' اور اس مجموعه میں شامل هوکر ارسطو اور افلاطون کے مخصوص قواے دماغي بالکل فنا هوگئے هیں - اب همکو اس مجموعه دماغ میں ارسطو و افلاطون کي اوس مخصوص قوت فکریه کی تلاش نہیں کرني چاهیے جسنے فلسفۂ مشائیه و فلسفه اشراقیه کی مستقل شاخوں کو قائم کیا تها - همکو اس مجموعه میں اوس مجنوں اور بلید الطبع شخص کے تمسخر انگیز خیالات کا پته بهي نہیں ملسکتا

ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس ! !

نامور میں بلجیین افواج کے اجتماع کا ایک منظر عمومی

نامور میں بلجین افواج کے اجتماع کا ایک دوسرا منظر جسمیں فوج جمع ہو چکی ہے

روسی لشکرکي ایک عجیب و غریب فوج جس
کا کام یہ ہے کہ اثناء جنگ میں جب سامان
غذا کي قلت ہو تو شکار کرکے گوشت
وغیرہ بہم پہنچائے

روسی وسائل سفر و ارتحال کا منظر عمومي یعنی جرمن سرحد سے روسی
پولینڈ کے دارالسلطنت وارسوا تک جانے والی لائن جس پر
جرمن فوجوں نے قابض ہونیکي کوشش کي تھي

بنا پر توہم میں عموماً مبتلا نظر آتے ہیں - لیکن جماعت عموماً ضعیف الدماغ ہوتی ہے - جماعت میں شامل ہوکر ارسطو اپنے بہترین دماغ کی خصوصیات کھو دیتا ہے -

جماعت کی دماغی حالت بالکل عورتوں سے مشابہ ہوتی ہے - یہی وجہ ہے کہ وہ اس قسم کے توہمات میں مبتلا ہوجاتی ہے - یہ آج جو لوگ کلکتہ سے بھاگ رہے ہیں' وہ اسی سریان خیال کی ایک بہتی ہوئی موج ہیں !

جماعت میں جو مخصوص اوصاف پیدا ہوجاتے ہیں' اونکا باعث بھی سریان خیال ہی ہے - ایک فرد جماعت میں شامل ہوکر دوسرے افراد کی شرکت سے ایک جدید طاقت حاصل کرلیتا ہے - جسطرح مسمریزم کا عمل انسان کی اصلی قوت شاعرہ کو فنا کرکے ایک جدید قوت شاعرہ پیدا کر دیتا ہے جس سے عجیب و غریب افعال سر زد ہوتے ہیں' اسیطرح افراد کے باہمی تاثیر و تاثر سے ایک برقی رو پیدا ہوجاتی ہے جسکو سریان خیال یا عدوی کہتے ہیں - یہی سریان خیال جماعت کے عقائد و خیالات اور مقاصد و اغراض کو متحدہ کر دیتا ہے' اور اوس سے ایسے عجیب و غریب افعال صادر ہونے لگتے ہیں جو شخصی حالتوں میں بالکل محال تھے - اوسکے تمام عقائد بدل جاتے ہیں' اوسکا قدیم نظام اخلاق درہم برہم ہوجاتا ہے' اوسکے عوارض شخصیہ سلب ہوجاتے ہیں - جماعت میں شامل ہوکر بزدل بہادر ہوجاتا ہے' بخیل فیاض' بنجاتا ہے' ضعیف غیر معمولی قوت حاصل کرلیتا ہے - مادی اصول کی بنا پر جو چیز جس قوت سے ابھرتی ہے' اوسی قوت سے دبتی بھی ہے - زمانۂ جنگ میں مذہبی عقائد' وطنی جوش' اخلاقی محاسن' ادبی لٹریچر' غرضکہ ہر چیز میں ابھار پیدا ہوجاتا ہے - اگر کسی قوم نے ان کو دبا دیا تو وہ ہمیشہ کیلیے دب جاتے ہیں - اگر ابھار دیا تو ہمیشہ کیلیے ابھر جاتے ہیں - جنگ میں جو انقلاب عام پیدا ہو جاتا ہے' وہ اسی سریان خیال کا نتیجہ ہے -

اگرچہ برقی رو اور عمل مسمریزم کی طرح سریان خیال کی کوئی توجیہ و تعلیل نہیں کی جاسکتی - تاہم وہ ایک فطرتی چیز ہے' اور انسانوں سے لیکر حیوانات تک میں موجود ہے - بکریوں کے ریوڑ میں ایک بھیڑیا گھستا ہے' ایک بکری اوسکو دیکھکر بھاگتی ہے - دوسری بکریوں کو اسکی خبر نہیں ہوتی' مگر بھاگنے میں سب کی سب اوسکی شریک ہوجاتی ہیں - اردو میں بھیڑیا چال ایک عام محاورہ ہے - کسی خطرے کی حالت میں ایک گھوڑا ہنہناتا ہے' تمام گھوڑوں کے کان کھڑے ہوجاتے ہیں - انسانوں میں تقلید کا مادہ بھی اسی سریان خیال نے پیدا کیا ہے - سریان خیال جسم پر بھی اثر ڈالتا ہے - طبی تجارب سے ثابت ہوگیا ہے کہ جو ڈاکٹر پاگلوں کا علاج کرتے ہیں' وہ کبھی کبھی خود بھی پاگل ہوجاتے ہیں -

سریان خیال کیلیے جماعت کا ایک جگہہ مجتمع ہونا بھی ضروری نہیں - وہ ایک سیلاب ہے جو خود بخود ہم تک پہونچتا ہے سنہ ۱۸۴۸ع میں پیرس میں جو شورش انقلاب ہوئی' اوس نے چند ہی دنوں کے اندر تمام یورپ کو گھیر لیا -

جماعت کے تمام وحشیانہ افعال کا وہی مصدر ہے - انسان کو کسی فعل سے صرف لعنت و ملامت اور روک ٹوک کا خیال باز رکھتا ہے' لیکن سریان خیال جماعت کو متحد الافکار بنا دیتا ہے' اسلیے محض ایک فرد کسی دوسرے فرد کو روک ٹوک نہیں سکتا - اسی کا نتیجہ ہے کہ جماعت جو کچھہ چاہتی ہے کر ڈالتی ہے' اور اوسکو کسی قسم کی ندامت نہیں ہوتی - خود ہر فرد کی اخلاقی قوت حاسہ فنا ہوجاتی ہے - دوسرے افراد روک سکتے تھے' لیکن وہ بھی اسی مرض میں مبتلا ہیں' ایسی حالت میں اندھوں کو کون راستہ دکھا سکتا ہے ؟

بعض ڈاکٹروں نے تجربہ سے ثابت کیا ہے کہ زمانہ جنگ میں تمام قوم بالخصوص فوج ایک طرح کے جنون میں مبتلا ہوجاتی ہے - ممکن ہے کہ یہ سریان خیال کی غلط تعبیر ہو' یا اس ہیجان دماغی نے حقیقی جنون پیدا کردیا ہو -

شاید کسیکو خیال ہو کہ جماعت بہت سے مفید کام بھی کرتی ہے' وہ جدید مذاہب کی بنیاد ڈالتی ہے' قدیم عقاید کو محفوظ رکھتی ہے' آزادی کا سنگ بنیاد رکھتی ہے' عزت کا جھنڈا بلند کرتی ہے' مظلوموں کی حمایت کیلیے جان تک دینے سے دریغ نہیں کرتی یہ تمام کام کسی قوت شاعرہ سے انجام نہیں پا سکتے - ان میں تو ایک لا زوال روح حیات پائی جاتی ہے - لیکن درحقیقت یہ خیال صحیح نہیں ہے - کسی عمل کا مفید ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہوسکتا کہ وہ کسی بیدار دماغ کی قوت فکریہ کا نتیجہ ہے -

دنیا کا نظام تمامتر قواے غیر شاعرہ ہی کے اشاروں پر چل رہا ہے - آفتاب کی حرارت' ماہتاب کی روشنی' دریا کی روانی' ہوا کے جھونکے' دنیا کیلیے کسقدر مفید ہیں ؟ لیکن کیا یہ ذی شعور ہستیاں ہیں ؟ خون مادہ حیات ہے' لیکن وہ ہماری رگوں میں اندھا دھند دوڑتا پھرتا ہے - عمل ہضم پر مدار زندگی ہے' لیکن قوت ہاضمہ میں خود حس و ادراک نہیں ہے -

سب سے بڑھکر یہ کہ قوی دماغوں پر مسمریزم کے عمل کا بہت اثر ہوتا ہے - جماعت خود تو ضعیف الدماغ ہوتی ہے' اور اسیلیے سریان خیال کی رو کی لپیٹ میں آجاتی ہے' لیکن اوسکا لیڈر ایک بیدار دماغ آدمی ہوتا ہے' اسلیے وہ اپنی حس و ادراک کو محفوظ رکھتا ہے - جماعت سے یہ تمام مفید کام وہی لیتا ہے -

جماعت صرف کام کرنا جانتی ہے - اوسکو نفع و نقصان سے بحث نہیں ہوتی - عظیم الشان عمارتوں کو مزدور بناتے ہیں لیکن عمارت کا نقشہ دوسرے دماغ کا نتیجہ ہوتا ہے - مزدور اوسکے حسن و قبح سے نا واقف ہوتے ہیں -

بہرحال جماعت دماغ رکھتی ہے' مگر وہ عقل و شعور سے خالی ہوتا ہے - لیکن سوال یہ ہے کہ جماعت میں داخل ہو کر افراد کی حالت میں ایسا عجیب و غریب انقلاب کیوں پیدا ہو جاتا ہے ؟ بظاہر یہ ایک نہایت تعجب انگیز بات ہے کہ ارسطو کبھی کبھی مجنوں بھی ہوجاتا ہے' اور ایک بلید الطبع شخص افلاطون کی خصوصیات ذہنیہ سے متصف ہو سکتا ہے - حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی متانت' سنجیدگی اور حلم و وقار ضرب المثل ہے - لیکن صلح حدیبیہ میں اونکی زبان سے بھی بعض سخت کلمات نکل جاتے ہیں -

کیا یہ دنیا کا کوئی مستثنی واقعہ ہے ؟ کیا یہ کسی مادی اصول کے تحت میں داخل نہیں ہو سکتا ؟ دنیا جن موثرات خارجیہ سے لبریز ہے' اور وہ دنیا پر جس طرح جابرانہ حکومت کر رہے ہیں' اونکے پیش نظر رکھہ لینے کے بعد یہ انقلاب بھی نظام مادی کے تحت میں آسکتا ہے - وہ کتنا ہی عجیب و غریب ہو لیکن کوئی معجزہ نہیں ہے جسکی تعلیل و توجیہ نہ کی جاسکے' اور ہماری آیندہ صحبت بہت سے اہم سوالوں کا جواب دیگی -

جو ابھی کبھی ہمارے لیے ظرافت کا سامان مہیا کرتے تھے - اب ایک مستقل دماغ اور جدید خیالات کا سلسلہ پیدا ہوگیا ہے - یہی دماغ ہے جسکو جماعت کا دماغ' اور یہی خیالات ہیں جنکو جماعت کا علم و عقیدہ کہا جاتا ہے - اگر اس دماغ نے اپنے اندر مجنونانہ کیفیات پیدا کرلی ہیں' تو سمجھنا چاہیے کہ ارسطو اور افلاطون بھی مجنون ہوگئے ہیں' اور اگر یہ دماغ ارسطو و افلاطون کے قواے عقلیہ کا مرکز ہے' تو یقین کرلینا چاہیے کہ کبھی کبھی بعض مجنوں اور بلید الطبع اشخاص بھی ارسطو و افلاطون ہوجاتے ہیں -

(ہیئة اجتماعیہ کا دماغی اضطرار)

(۳) لیکن چند دماغوں کی ترکیب سے جو مستقل دماغ پیدا ہوتا ہے' وہ اگرچہ کبھی کبھی ارسطو و افلاطون کے نتائج فکریہ سے بھی لبریز ہوجاتا ہے' لیکن اکثر خواب پریشاں ہی دیکھا کرتا ہے - اوسکے پرزے اپنے قابو میں نہیں رہتے بلکہ اضطراری طور پر خود بخود کسی اندرونی برقی طاقت سے چلتے رہتے ہیں اور کبھی نہیں تھکتے - بلکہ ہمیشہ جدید موثرات کے لیے منتظر و آمادہ رہتے ہیں -

مادہ جسقدر صورت کے قبول کرلینے کیلیے آمادہ ہوگا' اوسیقدر صورت کا شکل آسانی کے ساتھہ عمل میں آئیگا - جماعت کا دماغ بھی موثرات کیلیے منتظر و مستعد رہتا ہے - اسلیے وہ ہر قسم کی غلط افواہوں اور متناقض خبروں کو قبول کرلیتا ہے - وہ جدت چاہتا ہے - حقیقت سے اوسکو غرض نہیں ہوتی - بھوک اچھی اور بری غذا میں تفریق و امتیاز نہیں کیا کرتی - جماعت کا دماغ بھی جوع البقر مرض میں مبتلا رہتا ہے' اسلیے ہر قسم کی غذا کو بآسانی ہضم کرلیتا ہے - یہی وجہ ہے کہ قدیم لٹریچر میں جو عجیب و غریب قصے مذکور ہیں' اونکو جماعت ہی کے دماغ نے حسن قبول کا خلعت عطا کیا ہے !

(سفر بے مقصود)

انسان کو صرف نتائج ہی جادۂ اعتدال پر لے جاتے ہیں - اگر آپ کو بازار میں سودا خریدنا ہے تو آپ اوس سڑک کو ڈھونڈھینگے جو بازار کی طرف بخط مستقیم جاتی ہے' لیکن اگر آپ آوارہ گردی کیلیے نکلے ہیں تو آپ کیلیے ہر سڑک مساویانہ حیثیت رکھتی ہے - لیکن جماعت نہایت مختلف الاجزاء لوگوں سے مرکب ہوتی ہے' وہ متحد الخیال ہوتی ہے' لیکن اس اتحاد و اتفاق کا اکثر کوئی حقیقی مقصد نہیں ہوتا - اسلیے اونکا دماغ ہمیشہ آوارہ گردی کرتا پھرتا ہے : فی کل واد یہیمون - آوارہ گرد لوگ ہمیشہ سرعت کے ساتھہ قدم اوٹھاتے ہیں' اسلیے جماعت کا دماغ بھی عموماً مبالغہ اور غلو و اغراق کی طرف مائل رہتا ہے اور مختلف دماغوں کی ترکیب سے اوسکی اغراق پسندی کی قوت میں اور اضافہ ہوجاتا ہے - وہ ہر چیز میں مبالغہ پیدا کرتی ہے - خبرونکی اشاعت نہایت مبالغہ انگیز طریقہ سے کرتی ہے - ایک شخص کی تعریف کرتی ہے تو اطراء اوسکا لازمی جزء ہوتا ہے - ہجو پر آمادہ ہوتی ہے تو انسان کو چارپایا بنا دیتی ہے - کسیکی دوستی کرتی ہے تو اس شدت کے ساتھہ کہ تمام جذبات بغض و حسد کو بھول جاتی ہے دشمن ہوتی ہے تو پھر قدیم عہد مودت اوسکو یاد نہیں رہتا - ایسی حالت میں وہ بد اخلاق بھی ہوجاتی ہے' خون اوسکے نزدیک پانی کے برابر ہوجاتا ہے - مسجد اور بت خانے میں وہ بالکل تفریق نہیں کرتی - کبھی لوٹتی ہے' کبھی آگ لگاتی ہے' کبھی خون بہاتی ہے' کبھی عظیم الشان عمارتوں کو منہدم کردیتی ہے - ایسی حالت میں اوسکی قوت جسمانی میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے - پلوں کو توڑ دیتی ہے' پہاڑوں کو مسمار کردیتی ہے' عظیم الشان دریاؤں کو دم بھر میں عبور کر جاتی ہے !

(تحریف و تمسیخ صور و افکار)

کبھی کبھی اوسکی یہ مبالغہ آمیزی ایک نیا قلب بدلتی ہے - یعنے جب واقعات میں اغراق کا کوئی جدید پہلو نہیں پیدا کرسکتی تو اونکو مسخ کردیتی ہے - زمانۂ قدیم کی جنگجو قوموں کے خوفناک چہرے' اونکے عظیم الشان ہتھیار' اونکے فن جنگ کے عجیب و غریب کرتبوں کی داستانیں' ہم آج تمسخر انگیز سمجھتے ہیں - لیکن در حقیقت وہ بالکل اصلیت سے خالی نہیں ہیں البتہ جماعت کے دماغ نے اون کو ہمارے سامنے مسخ شدہ صورت میں پیش کیا ہے' اسلیے اونکے اصلی خط و خال ہمارے نظروں سے چھپ گئے ہیں -

(۴) یہ ممکن تھا کہ اوسی زمانے میں یہ مصنوعی پردے ہٹا دیے جاتے اور دنیا ان واقعات کی اصلی صورت دیکھہ لیتی - لیکن جماعت جس عالمگیر مرض میں مبتلا ہوتی ہے' وہ متعدی ہوجاتا ہے' وہ ایک ہی کان سے سنتی ہے' ایک ہی آنکھہ سے دیکھتی ہے' ایک ہی دل سے یقین کرتی ہے' اسلیے ایک شخص جو کچھہ کہتا ہے' پوری جماعت کی زبان سے کہتا ہے' اور ہر شخص اوسکا اوسیطرح یقین کرتا ہے جسطرح کہنے والا اوس پر ایمان لایا تھا -

(چند مثالیں)

واقعات سے اسکی متعدد مثالیں فراہم کی جاسکتی ہیں - فرانس میں سوء اتفاق سے دو لڑکیاں ڈوب گئیں - لاش نکالی گئی تو چند شخاص نے انکی شناخت کی - مزید توثیق کےلیے بہت سے لوگوں کی شہادت لیگئی اور ہر شخص نے اونکی تائید کی - انسپکٹر پولس نے اونہی لوگوں کی شہادت پر اونکی تجہیز و تکفین کا حکم دیدیا -

لیکن چند ہی دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ وہ لڑکیاں زندہ ہیں' اون میں اور ڈوبنے والی لڑکیوں میں صرف معمولی مشابہت تھی جس نے ایک جماعت کو دھوکے میں ڈالدیا -

اسی طرح ایک لڑکے نے ایک دوسرے لڑکے کی لاش کی شناخت کی تھی' اور بہت سے لوگوں نے اسکی شناخت پر یقین کرلیا تھا ! اس واقعہ کی عام طور پر شہرت ہوئی تو ایک عورت روتی پیٹتی آئی کہ "وہ میرا ہی لڑکا تھا" لاش کے اوپر سے کپڑا اوتار کر دیکھا گیا تو اوسکے پیشانی میں ایک زخم تھا' اوسکو دیکھکر عورت اور چلائی: "بے شک' یہی میرا لڑکا ہے - وہ تو مہینوں سے گم تھا' چند لوگ اوسکو پکڑ لے گئے اور قتل کرڈالا" اس عورت کے اور عزیز و اقارب بھی آے - اونہوں نے بھی کہا کہ "بیشک یہ وہی لڑکا ہے" جس مدرسہ میں تعلیم پاتا تھا اوسکے مدرس سے بھی شناخت کرائی گئی - اوس نے بھی اوسکے گلے کے تعویذ کو دیکھہ کر کہا کہ "یہ وہی ہے - اسکے تعویذ کو میں خوب پہچانتا ہوں"

لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ یہ تمام شہادتیں غلط تھیں - وہ شہر بورڈو کے کسی شخص کا لڑکا تھا - وہیں مقتول بھی ہوا تھا' اس عورت کے لڑکے سے اُسے بھی تعلق نہیں ! !

(سریان خیال)

جماعت کے اس دماغی مرض کا نام سریان خیال ہے - پہلے ایک دماغ دو چیزوں کی خفیف مشابہت سے ایک غلط خیال پیدا کرتا ہے - پھر تمام جماعت اندھا دھند اوسکا یقین کرلیتی ہے - دریا میں کنکری پھینکنے سے ایک چھوٹا سا دائرہ پیدا ہوجاتا ہے جو رفتہ رفتہ پھیل کر تمام سطح آب کو محیط ہوجاتا ہے - بعینہ اسی طرح جماعت میں ایک شخص ایک خیال قائم کرتا ہے' جسکو جماعت کے دماغ کی کارروائی عام کردیتی ہے - یہی وجہ ہے کہ جماعت کی تمام روایتیں غلط ہوتی ہیں' یا کم از کم قابل اخذ و قبول نہیں ہوتیں - سریان خیال کا اثر ضعیف العقل لوگوں پر شدت کے ساتھہ پڑ

مراکب بحریۂ مخفیۂ! آلات وسلاسل ناریۂ و متصادمۂ تحت البحر!

تحت البحر سب میرین کشتیاں بحری ایجادات میں سب سے آخری اور سب سے زیادہ خوفناک و بے خطا ایجاد ہے - حال میں ان کشتیوں نے بحری سرگرم اور تباہ کن گولوں کے متعدد ہولناک نقصان پہنچائے ہیں - برطانیہ کے تین جنگی جہازوں کو پانچ جرمن تحت البحر کشتیوں کے پچھلے ہفتے بالکل تباہ کردیا - یہ تصویر دو انگریزی تحت البحروں "....." نامی کی ہیں، جو بحر شمال میں تباہ کن سلسلے پھیلا رہی ہیں -

اس تصویر میں واضح کیا ہے کہ تحت البحر کیونکر اپنا ہولناک کام انجام دیتی ہے ؟ یہ ایک بندرگاہ ہے جہاں دشمن نے ساحلی دفاع کے انتظامات کیے ہیں - اچانک ایک تحت البحر کشتی پہنچی اور سطح سمندر کے نیچے چلی گئی - اوپر کا سیاہ حصہ سمندر کی سطح ہے اور کشتی سمندر کے نیچے بندرگاہ کی طرف جا رہی ہے - سامنے ایک گولہ لٹک رہا ہے جسے قریب تر ہوکر اسنے بندرگاہ کی جالی کے پاس رکھدیا اور پیچھے ہٹکر آپکے دہنے جانب چلی آئی، اور چپ چاپ مقیم ہوگئی - اب یکایک وہ پھٹ کر تمام ساحلی دفاع کے استحکامات کو فنا کردیگا !

جزیرۂ ہلیگو لینڈ

آغاز جنگ سے جرمنی کے اس عجیب و غریب چھوٹے سے جزیرہ کا بارہا ذکر آچکا ہے جسے بے حقیقت سمجھکر انگلستان نے اپنے موجودہ حریف کے حوالے کردیا تھا - پچھلے دنوں اسکے قریب ایک بحری معرکہ بھی ہوچکا ہے جسمیں انگریزی جہازوں کو کامیابی ہوئی - اس مرقع میں پورا جزیرہ مع اپنے استحکامات کے دکھلایا گیا ہے : ۱ ہوائی جہاز کا اسٹیشن ہے - ۲ قلعہ ہے ۳ اور ۸ اور ۳ بحری سرنگوں کے مراکز ہیں - ۵ وہ مقام ہے جہاں معرکہ ہوا تھا - ۶ ہوائی رصدگاہ اور توپ خانہ ہے - ۷ بحر شمال کی برطانی رصدگاہ کی جانب ہے -

تاریخ و عبر

ریوٹر ایجنسی

تاریخ تاسیس و اشاعة

ریوٹر جسکا نام آج ہر اخبار بیں کی زبان پر ہے خبر رسانی کی ایک عظیم الشان کمپنی ہے - اگرچہ ریوٹر ایک جرمن لفظ ہے مگر اس کمپنی کو جرمنی سے کوئی تعلق نہیں - یہ خالص انگریزی کمپنی ہے اور کرۂ ارضی کے تمام بحر و بر میں اسکے خاص ایجنٹ موجود ہیں جو ہر قسم کے واقعات کی مرکز کو اطلاع دیتے رہتے ہیں -

اسکا بانی " جولیس ریوٹر " پرشیا کا ایک نوجوان یہودی تھا - جب ٹیلیگراف کی ایجاد کا اعلان ہوا تو اسے خیال آیا کہ اس ایجاد سے اخباروں کو بہت مدد ملسکتی ہے -

یہی خیال تھا جو سنہ ۱۸۴۹ م میں ایک کمپنی کی شکل میں ظاہر ہوا - اس نے بہ مقام لاشاپل (جرمنی) ایک کمپنی قائم کی جسکا مقصد یہ قرار دیا کہ مختلف مقامات سے تجارتی اور مالی خبریں فراہم کر کے لوگوں کے پاس بھیجی جائیں - اس وقت ٹیلیگراف کا سلسلہ بہت کم مقامات پر تھا - اسلیے خبریں بسا اوقات ریل کے ذریعہ اور کبھی کبھی نامہ بر کبوتروں کے ذریعہ فراہم کرنا پڑتی تھیں -

چند روز کے بعد وہ لندن چلا آیا اور یہاں آ کے اس نے سنہ ۱۸۵۱ع میں اپنی مشہور عالم کمپنی از سر نو قائم کی - لندن میں جو کمپنی اس نے قائم کی تھی اس نے اپنا دائرۂ عمل صرف تجارتی اور مالی خبروں تک محدود رکھا تھا - اس کی کمپنی سے خبریں خریدنے والے زیادہ تر یونانی تاجر تھے جنکو دریاے ڈینوب سے گیہوں کی روانگی کے متعلق خبروں کی خاص طور پر ضرورت رہا کرتی تھی -

مگر تھوڑے عرصہ کے بعد ریوٹر نے محسوس کیا کہ اگر تمام انگریزی اخبارات کو ہر قسم کی خبریں پہنچانے کا انتظام کیا جاے تو اس میں کامیابی کے بہت موانع ہیں کیونکہ اسوقت تک تمام مقتدر انگریزی اخبارات کو خارجی خبروں کے لیے اپنے اپنے خاص نامہ نگار رکھنا پڑتے تھے -

اس زمانہ میں ایک اخبار " مارننگ ایڈورٹائزر " کے نام سے نکلا کرتا تھا - ریوٹر نے اس اخبار کو کمپنی سے خبر لینے پر راضی کیا - " مارننگ ایڈورٹائزر " خارجی خبروں کے لیے ۴۰ - پونڈ ماہوار دیا کرتا تھا - ریوٹر نے کہا کہ وہ خارجی خبریں صرف ۳۰ پونڈ ماہوار پر دیدیا کریگا - " مارننگ ایڈورٹائزر " اور اسکے علاوہ چند اور اخباروں نے یہ نرخ منظور کرلیا -

وہ عظیم الشان کمپنی جو آج دنیا کی سب سے بڑی خبر رساں کمپنی ہے اسکا آغاز یہ تھا !

دوسرے سال ایجنسی کی خوش قسمتی سے اسکی اہمیت محسوس ہوے کا ایک عمدہ موقع پیدا ہوگیا -

جب مقام ٹیلریس میں آسٹرین سفیر کو نپولین سوم نے باریاب کیا تو نپولین نے اس سے کہا :

" افسوس ہے کہ میرے تعلقات آپکی حکومت سے جیسے عمدہ پہلے تھے ویسے اب نہیں مگر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنے آقا کو یہ اطلاع دیدیں کہ میرے خیالات میں کوئی تغیر نہیں ہوا ہے "

یہ الفاظ ۹ - فروری سنہ ۱۸۵۹ع کو ایک بجے کہے گئے تھے مگر اسی دن ۲ بجے ٹائمز کے دوسرے ایڈیشن میں شائع ہوگئے - اس سے ایک طرف تو اسٹاک ایکسچینج میں تہلکہ پڑ گیا دوسری طرف ریوٹر کا نام گھر گھر پھیل گیا -

اسکے بعد سے ریوٹر ایجنسی کی طرف اخبارات کی توجہ بڑھنے لگی اور وہی ایجنسی جو پہلے صرف یونانی تاجروں کو ڈینوب سے آنے والے گیہوں کی خبریں دیا کرتی تھی آج تمام دنیا کی خبریں عالم صحافت کے ایک بڑے حصہ کو دے رہی ہے اور اپنے نامہ نگاروں کے جال سے تمام دنیا پر چھائی ہوئی ہے !

(طریق حصول انباء و اخبار)

ریوٹر ایجنسی جسقدر خبریں دیتی ہے اسکے متعلق یہ خیال کرنا صحیح نہوگا کہ وہ سب اسے اپنے خاص نامہ نگاروں سے ملتی ہیں -

جسطرح اسوقت ریوٹر ایجنسی انگلستان کی قومی خبر رساں ایجنسی ہے اسی طرح یورپ کی اکثر دوسری سلطنتوں میں انکی قومی ایجینسیاں موجود ہیں - فرانس کی قومی خبر رساں ایجنسی کا نام " ہاواس " ہے - جرمنی میں " ولف " ہے - اٹلی کی ایجینسی کا نام " سٹیفانی " ہے - جاپان بھی ایک قومی ایجینسی بنانے والا ہے - اور ترکوں نے بھی ایک ایجنسی قائم کرلی ہے -

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ ریوٹر کے نامہ نگار دنیا کے تمام بڑے بڑے شہروں میں ہیں - لیکن ظاہر ہے کہ واقعات و حوادث صرف بڑے شہروں ہی میں نہیں ہوتے اسلیے ریوٹر ایجینسی نے یہ انتظام کیا ہے کہ دوسری ایجینسیوں سے انکے ملک کے چھوٹے چھوٹے شہروں کی خبریں لے لیتی ہے اور اپنے نامہ نگاروں کو دیدیتی ہے - اسکے معاوضہ میں ریوٹر ایجینسی انکو خبریں دیتی ہے -

اس ایجنسی نے اب اپنے عمل کا دائرہ اور وسیع کرلیا ہے - خبر رسانی کے علاوہ اب لوگوں کے پرائیوٹ ٹیلیگرام بھی بھیجتی ہے - چونکہ اسکے یہاں کا کوڈ سسٹم نہایت عمدہ ہے اسلیے ایجنسی اور کمپنی دونوں کو کفایت رہتی ہے - اسوقت تک جسقدر پرائیوٹ ٹیلیگرام بھیجتی ہے انکا روزانہ اوسط ایک ہزار ہے -

اس نے روپیہ کا کارو بار بھی شروع کر دیا ہے - ہر سال کروروں روپیہ اسکی معرفت لوگوں کے پاس آتا جاتا رہتا ہے - کمپنی کا پہلا ڈائریکٹر بیرن ڈی ریوٹر تھا - اس نے سنہ ۱۸۹۹ میں انتقال کیا - اب ایجینسی کا موجودہ منیجنگ ڈائریکٹر اسکا لڑکا ہے -

اس ایجینسی کی اصلی خصوصیت یعنی جلد سے جلد اطلاع دینا اسوقت پوری طرح قائم ہے - اس نے ولیعہد آسٹریا کے قتل سراجیو کی خبر تمام ایجنسیوں سے ایک گھنٹہ قبل اور جہاز ایمپرس آف آیرلینڈ کے غرق ہونے کی اطلاع دو گھنٹہ قبل دی تھی -

حکایت موش و گربہ !

مسٹر چرچیل اولین خداوند بحریات برطانیہ
[فسٹ لرڈ اف ایڈمیرلٹی]

جنھوں نے ۲۱ - سپٹمبر کو والنٹیروں کے ایک مجمع میں تقریر کرتے ہوے کہا :
" اگر جرمن بیڑہ جنگ کیلیے نہ نکلے تو وہ اس طرح اپنی
پوشیدہ پوشیدہ جگھوں سے نکالا جائیگا جیسے چوہے
سوراخوں سے نکالے جاتے ھیں ! "

شیر برطانیہ کا ایک سب سے بڑا بحری نوستان: "کوئین میری"
جو نہر کیل کے چوہوں کو انکے پوشیدہ بلوں سے نکال کر
پرزے پرزے کردیگا !!

ایک شوخ چوہا "ایمڈن" جو ھندوستان تک چلا آیا
مگر عنقریب اپنی شوخی کی سزا پائیگا !

اولین جنگ فرانس و جرمنی

نتائج سیاسیه و اقتصادیه و عمرانیه

اولین جنگ فرانس و جرمني کے دونوں سلطنتوں میں ایک عظیم الشان ملکی ' تمدنی ' اور اقتصادي انقلاب پیدا کر دیا ' جسکا اثر ان دونوں ملکوں کے ذرے ذرے میں نظر آتا ہے -

(فرانس)

(مردم شماري ' رقبه ' مداخل و مصارف)

سنه ۱۸۷۰ ع میں فرانس کا رقبه ۲۲۲۷۰۰ میل مربع تها ' اور ۳۸۰۰۰۰۰۰ آدمی اوس میں آباد تہے ' لیکن اس جنگ کے بعد اوسکا رقبه ۲۰۷۰۵۴ میل ہو گیا' اور مردم شماري ۳۶۰۰۰۰۰۰ تک گھٹ گئی' کیونکه سرحد فرانس کا ایک بڑا حصه جرمني میں منتقل ہو گیا' اور السیس اور لورین کے دو بڑے صوبے نکل گئے - سنه ۱۹۰۶ ع تک اس تعداد میں صرف ۳۹۲۵۲۰۰۰ کا اضافه ہوا تها -

لیکن جرمني کي مردم شماري میں جو روز افزوں ترقي ہو رہي ہے ' اوسکے لحاظ سے یه اضافه بمنزله صفر کے ہے -

سنه ۱۸۶۵ میں فرانس کي سالانه آمدني ۷۵۰۰۰۰۰۰ گني تهي اور اسیقدر خرچ بهي تها - لیکن گذشته سال اسکي مقدار ۱۷۰۰۰۰۰۰۰ گني تک پہونچ گئي -

سنه ۱۸۷۰ میں فرانس پر ۵۰۰۰۰۰۰۰۰ گني کا قرض تها - لیکن گذشته سال میں اسکي مقدار ۱۲۵۷۲۸۷۰۰۰ تهي - پہلے اوسکا نظام سلطنت شخصي تها' اس جنگ کے بعد اوسنے جمہوریت کا قالب اختیار کرلیا -

سنه ۱۸۷۰ میں اسکی بري فوج ۲۵۰۰۰۰ پیدل اور ۹۲۰۰۰ سواروں سے مرکب تهی ' لیکن جنگ کے زمانے میں پیدل سپاهیوں میں تقریباً دوگنے کا اضافه کیا جا سکتا تها ' اور سواروں کي تعداد ۱۰۰۰۰۰ تک پہونچائی جاسکتي تهی - توپچی ۱۶۰۰۰ تہے جنکي تعداد حالت جنگ میں ۴۰۰۰۰ تک ہوسکتی تهی -

سنه ۱۸۷۰ میں فرانس کی بحري طاقت ۳۳ جہازوں کا مجموعه تهی' جو مجموعی طور پر ۱۸۵۷۵ گهوڑوں کي طاقت رکهتے تہے ' اور ۷۷۷ توپیں ان جہازوں پر نصب تهیں -

لیکن چالیس برس کے بعد اسکی کل بري فوج کی تعداد ۹۳۸۰۰۰ کردي گئی ' اور بحری طاقت کو بهي زمانۂ حال کے رجحان بحري کے مطابق بڑی کوشش سے ترقي دي گئی ہے -

ڈریڈناٹ ۲۸ ' کروزر درجه اول ۱۲ ' درجه ثانیه ۱۵ درجه ثالثه ۴۴ - ڈیسٹرایر (تباه کن) ۸۰ ' تار پیڈو ۱۵ سب میرین (تحت البحر) ۷۰ -

(جرمني)

سنه ۱۸۷۰ ع میں پروشیا صرف ایک ریاست کی حیثیت رکهتا تها - جنگ کے بعد وه ایک مستقل سلطنت بن گیا' اور جرمن کے تمام صوبے پروشیا کے ماتحت آ گئے ' اور داهیۂ سیاست لارڈ یعنی پرنس بسمارک کا اس جنگ سے یہی مقصد بهي تها - اسکا رقبه صرف ۱۳۷۰۰۰ میل مربع تها' اب ۲۰۸۷۸۰ میل ہو گیا - پروشیا کی آبادي جنگ سے پہلے ۱۳,۰۰۰۰۰۰ آدمیوں سے بهي کم تهی' لیکن اب کل جرمني کی آبادي ۶,۵۰۰۰۰۰۰ - اشخاص کی ہوگئي ہے - جن میں سے ۴۰۲۰۰۰۰۰ آدمي صرف پروشیا میں آباد

ہیں - یعنی قتل و خون کي اس غارتگري سے صرف پروشیا کي مردم شماري میں تقریباً دوگنی تعداد کا اضافه ہوگیا !!

سنه ۱۸۷۰ ع میں جرمني کي فوجي طاقت فرانس کے برابر بلکه اوس سے بهي کم تهي - صرف ضرورت کے وقت اوس میں اضافه ہو سکتا تها - اوسکي فوجي طاقت اب بهي اسي قدر ہے' لیکن زمانه جنگ میں اوسکي تعداد ترقي کر کے مضاعف ہوجاتي ہے -

سنه ۱۸۷۰ ع میں اوسکي بحري طاقت جن اجزاء سے مرکب تهي ' انکی مجموعی تعداد ۹۳ سے زیاده نه تهی - ان میں بڑے جہاز صرف ۱۰ تہے - جن میں ۲۵۰ توپیں تهیں' باقی چهوٹي بڑي مختلف قدیم عہد کي کشتیاں تهیں -

لیکن اسکے بعد جرمني نے اپني تمام قوت کو جنگ کے بري و بحری ساز و سامان میں صرف کرنا شروع کردیا ' اور اس سرعت کے ساتهه ترقی کی' جسکي نظیر تمام تاریخ عالم میں نہیں ملسکتي - اسکي ترقی محض تعداد نفوس و مراتب جنگ کي نه تهي بلکه فن و صنائع جنگ و آلات جنگ کی' اور اسي وجهه سے جسقدر وقت گذرتا گیا ' اتنا هی اسکا رعب جنگي اور استیلاء حربی تمام یورپ پر چهانے لگا - یہاں تک که چالیس برس کے بعد وه جدید یورپ میں جنگ و طاقت کے ایک ہولناک عفریت کي شکل میں نمودار ہوئی' اور قواء دول کے توازن کي میزان اسکے هاتهه میں آ گیا -

ساز و سامان جنگ میں اسکي بحري طاقت همیشه ایک راز سربسته رهی ہے' اور کوئی صحیح اندازه اسکے متعلق نہیں کیا جاسکا ہے - وه معمولي شمار و اعداد جو خود برلن میں شائع ہوتے رہے ہیں اور جنکو عموماً اصلیت سے بہت کم سمجها گیا ہے' انسے معلوم ہوتا ہے که اس تمام عرصے میں اسکي بحري قوت ہر طرح ۲۵۰ جہازوں تک پہنچ گئي جن میں ڈریڈ ناٹ جہاز تقریباً ۶۰ - ۷۰ ہیں -

(دونوں سلطنتوں کا مقابله)

ان اعداد و شمار کے مقابلے سے معلوم ہوتا ہے که رقبه اور آبادي دونوں کے لحاظ سے جرمني نے جو ترقي کی اسکے مقابلے میں فرانس کي ترقی بہت حقیر ہے - سنه ۱۸۷۰ ع میں جنگ سے پہلے فرانس کا رقبه ۲۱۲۷۰۰ مربع تها ' صلح کے بعد ۲۰۷۰۰۰ میل ہوگیا - آبادي ۳۸۰۰۰۰۰۰ تهي - صلح کے بعد رقبه میں جو کمي واقع ہوئی ' اوسکے ساتهه اس تعداد میں سے بهي تقریباً ۲ ملین آبادي اب لازمی طور پر گهٹ گئي ' اور صرف ۳۶ ملین آدمي فرانس میں رہ گئے - جنگ پر نصف صدي گذر چکي ہے لیکن اب تک اوسکي آبادي میں ۳ ملین سے کچهه هي زیاده کا اضافه ہوا ہے -

لیکن جرمنی کي حالت فرانس سے بالکل مختلف ہے - پہلے اوسکے تمام صوبے الگ الگ تہے' اب ایک ہوگئے - فرانس کے رقبه مملکت کا ایک معتد به حصه بهي اوس میں شامل ہوگیا - اسکے ساتهه هی اوسکي مردم شماري بهي قدرتي طور پر زیاده ہوئی ' اور ان تمام اسباب سے اوسکي آبادي مجموعي طور پر ترقي کر کے تقریباً سه گونه ہو گئي ہے - جنگ سے پہلے پروشیا کي آبادي کي تعداد صرف ۲۳۰۰۰۰۰۰ تهي' اب اوسکي آبادي ۶ ملین سے بهي زیاده ہے - فرانس کي مردم شماري میں اضافه نه ہونے کا بڑا سبب اوسکي عیش پرستي اور بے اعتدالانه تمدنی زندگي کے مضر نتائج ہیں - فرانس کا ہر عیش پرست انسان آزادانه زندگی بسر کرنا چاهتا ہے ' اور قدیم ازدواجي رسوم کي پابندي سے اکتا گیا ہے اسلیے اکثر لوگ سرے سے شادي کرتے هي نہیں - بہت سے کرتے بهي ہیں تو اس شرط کے ساتهه که محدود اولاد پیدا کي جائیگي - اسکے متعلق میاں بي بي میں ایک محکم معاهده ہوجاتا ہے اور اوسکے خلاف عدالت میں چاره جوئي کي جاتي ہے -

مراکب هوائیہ محیّرہ ! منتہاء ترقیات فضائیہ حالیہ ! !

هوائي مراکب کا ایک
مجموعہ منظر

اس مرقع میں هوائي جهازوں کي تمام اقسام اورترقیے دکھلائي هیں اور انکي قوت پرواز کي بلندي و پستي کو نمایاں کیا ہے - اسکي تفصیل کیلیے مضمون هوائي بیڑہ صفحہ ۸ ملاحظہ هو -

شپرو نما هوائي جهاز

یہ ایک تازہ ترین ایجاد ہے - چمگادڑ کي شکل کا هوائي جهاز بنایا گیا ہے - ماهرین فن کا بیان ہے کہ هوا کي هر حالت پر اسے سب سے زیادہ قدرت حاصل هوگی !

انگریزي مفتش مونو پلین (یعنی محض تفتیش کرنیوالا هوائی جهاز)

انگریزی عسکري بالي پلین
یعني فوج کے استعمال کا هوائي جهاز جسمیں دو انجن هیں نہایت قابل اطمینان ہے

کہ فرانسیسی قلعوں کے توپخانے زیادہ تر قدیم وضع کے ہیں -

دونوں سلطنتوں کے توپخانوں کے متعلق ایک سوال یہ بھی ہے کہ ضرورت کے وقت دونوں سلطنتیں جسقدر توپیں فراہم کرسکتی ہیں، انکی صحیح تعداد کیا ہے ؟ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ فرانس ابھی تک بیٹری میں چار توپوں کے طریقہ پر اڑا ہوا ہے - حالانکہ جرمنی کی ایک میدانی بیٹری مین ٦ توپیں ہوتی ہیں - یہ ظاہر ہے کہ ایک ٤ توپوں والی بیٹری ٦ توپوں والی بیٹری کا مقابلہ نہیں کرسکتی -

فرنچ صیغہ جنگ نے جو اعداد و شمار شایع کیے ہیں، وہ یہ ہیں: " کہ فرانس کے پاس ٢٥٠٤ توپیں اور جرمنی کے پاس ٣٣٧٠ توپیں ہیں - اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ جرمنی سنہ ١٩١٧ تک بالکل خاموش رہے، اور اپنے سامان جنگ میں کوئی اضافہ نہ کرے تو اس صورت میں فرانس و جرمنی میں فرانس بہتر ہوگا - مگر اس فرض کی کوئی وجہ نہیں کہ جرمنی تین سال تک بلا وجہ خاموش رہیگی - اسکے علاوہ اسکے پیش نظر توپوں کی ایک اور وضع ہے، اور جب روپیہ کا سامان ہوگیا اسیوقت اس پیش نظر وضع کی توپیں جرمن سپاہ میں روشناس ہو جائینگی -

شعلۂ جنگ کا پہلا آتشکدہ

(سرویا اور آسٹریا)

(٢)

(پل)

پل کے قریب نگرانی کے لیے جو سنتری کھڑے تھے جب انہوں نے سلم سے آتی ہوئی ٹرینوں کو دیکھا تو انہوں نے فوراً الارم بلند کیا - اسوقت ایک اسٹیمر چند کشتیوں کو لیکے پل کے اس حصہ تک گیا، جہاں شگاف پڑگیا تھا - جب ان کشتیوں سے رکنے کو کہا گیا تو انہوں نے اسکے جواب میں رائفلیں سرکیں - انکے جواب میں ادھر سرویوں نے رائفلیں اور مشین گنیں چلانا شروع کیں فوراً آسٹرین ساحل پر چلے گئے -

جو سروی فوجیں پل کی حفاظت کررہی تھیں وہ ان فوجوں سے معرکہ آرا ہونے لگیں، جو ٹرینوں پر آرہی تھیں - یہ واقعہ اسیوقت پیش آیا کہ سرنگوں میں آگ لگادی گئی اور پھٹیں، اور اسطرح پل کو عبور کرکے سروی ساحل تک پہنچنے کے لیے آسٹرین فوجوں کی کوششیں درہم برہم ہوگئیں -

کیا اسی ناکامی کی جھلاہٹ میں شہر پر گولہ باری کی گئی؟ کوئی نہیں کہسکتا، مگر دوسرے ہی دن ٢٩ کو دو گولے پھٹکے انگریزی سفارتخانوں پر گرے اور انگریزی قونصل مرتے مرتے بچ گیا -

بلغراد اور سلم کے مابین ٹیلیفون اب تک صحیح و سالم تھا اسکے ذریعہ سے سروین کمانڈر نے آسٹرین کمانڈر کو اس واقعہ کی اطلاع دی کہ اسکی گولہ باری سے انگریزی قونصل اور انگریزی جائداد پر دست درازی ہوئی ہے، جو اسوقت نا طرفدار ہے - اسکا یہ جواب ملا کہ تمہاری کومنٹجنٹس نے ہمارے مانیٹروں پر آتشباری کی تھی اسلیے ہم نے بھی آتشباری کی، اور اگر آیندہ پھر کبھی وہ ایسا کرینگے تو ہم بھی پھر یہی کرینگے -

اسی اثناء میں آسٹرین ریورگن بوٹ (دریا کی توپ بردار کشتیاں) دریا سے ڈنیوب میں پیریڈ کرتی ہوئی خاموش قلعوں کے سامنے سے گذریں - وہ گاہے ماہے گولے بھی پھینکتی جاتی تھیں جو کبھی خالی فضاء میں بلند ہوتے تھے اور کبھی بلغراد کے مکان پر آکے گرتے تھے -

(مسٹر نون پر گولے)

٣٠ جولائی کو صبح کے وقت میں فرنیکو سروین بنک میں تھا کہ ایک شارپنل گولا سڑک پر ٹھیک اس کمرہ کی کھڑکی کے آگے آکے پھٹا، جس میں بیٹھا تھا - اس گولے نے کھڑکی کو چور چور کردیا - میں بنک سے روانہ ہوکے گرینڈ ہوٹل کے قریب آرہا تھا کہ میرے بائیں جانب چند گز کے فاصلہ پر ایک گولہ آکے گرا، ایک عمارت منہدم ہوگئی اور ہم لوگ بالکل گرد پوش ہوگئے -

تمام باشندوں نے سارا دن اور رات پھر شراب کے تہ خانوں میں بسر کی یہ گن بوٹ قد میں ہمارے تارپیڈو کشتیوں کے برابر ہوتی ہیں، لیکن انکے مصارف بہت ہیں - یہ ایک ہزار میٹر کے فاصلہ سے خاموش قلعوں پر آتشباری کرتی ہیں - سروی اپنے توپخانے لائے تو مگر انہیں استعمال نہیں کیا - یہ مسلسل خاموشی سرویوں کی طرف سے غیر معمولی تھی، اور آبادی میں سخت خوف و پریشانی پیدا کر رہی تھی - کیا اسلیے کہ توپچیوں کی کمی تھی یا سامان جنگ کی ؟ کوئی نہیں کہسکتا - مگر میرے نزدیک دوسری صورت تھی -

اسٹیم رولر کا جمود

روس کو اپنی فتوحات کے اعلان میں جو مخصوص قابلیت حاصل ہے، وہ جنگ کریمیا کے زمانے سے دنیا کو معلوم ہے جبکہ انگلستان، روس، اور ترکی کی متحدہ فوجیں کبھی مٹی کے تودوں کیطرح روسی قلعوں کو اڑا رہی تھیں، مگر عین اسی وقت سینٹ پیٹرزبرگ سے تار دیے جاتے تھے کہ ہماری فوج کے ایک ایک قزاق نے دشمن کے ایک ایک دستے کا خاتمہ کردیا -

پس اگر آج ہمکو سنایا جاتا ہے کہ ایک لاکھ آسٹرین سپاہ مچھلی کیطرح جال میں گرفتار ہوگئیں تو یہ چنداں تعجب انگیز نہیں، اور ہمیں معلوم ہے کہ عظیم الشان روس کی فتوحات ہمیشہ کیونکر ہوا کرتی ہیں، لیکن تعجب ہے کہ پچھلے دنوں فرانس کے میدانوں میں بھی بعض نامہ نگاروں نے سلافی اصول روایت کی تقلید کرنی چاہی، اور " ٨٠ ہزار جرمن لاشوں " کو ایک ایک کرکے شمار کرلیا !

مارا ازیں گیاہ ضعیف این گماں نبود !

" پاینیر " کو بھی اس انتہائی دروغ بافی پر غصہ آگیا ہے اور وہ جھنجھلا کر پوچھتا ہے کہ ٨٠ ہزار لاشیں کیونکر شمار کی گئیں، اور ایسی صریح لغو بیانی کیوں کیجاتی ہے ؟

ساٹھہ دن پورے گذر گئے - روس نے آسٹریا کو درہم برہم کردیا، سرویا نے اسکی بوٹیاں نوچ لیں - مانٹی نگرو بھی روز سراجیو کے پاس بیان کیا جاتا ہے - ایک لاکھ آسٹرین قیدیوں کو روز دو لاکھ مرتبہ فیاض روس راشن دے رہا ہے - تعجب ہے کہ ابتک کوئی فیصلہ کن نتیجہ نہ نکلا -

روس ابتک وہی گلیشیا کے گوشوں میں بیان کیا جاتا ہے، سرویا اپنے ملک کے ١٢ - میل اندر لڑ رہی ہے، مانٹی نیگرو سراجیو تک پہنچتا ہی نہیں - جرمنی کے روسی پولینڈ میں بڑھنے کی خبریں آنے لگی ہیں مگر روسی افواج کے جرمنی کے اندر کاموں کا کچھہ پتہ نہیں چلتا کہ کب برلن کی طرف پیش قدمی ہوگی ؟

لطف یہ ہے کہ ہندوستان کے انگلو انڈین پریس کے دفتر بھی ان خبروں کو سنتے سنتے پریشان ہوجاتے ہیں اور اکتا کر کہہ اٹھتے ہیں کہ روسی بیانات قابل تسلیم نہیں - پاینیر اور ٹائمز آف انڈیا کے نوٹس آجکل نہایت دلچسپ ہوتے ہیں -

ہم سمجھتے ہیں کہ اگر انگلستان کا پریس بیورو روس کی ایسی خبروں کو بھی قلم احتساب کے حوالے کردیا کرے تو بہتر ہے، کیونکہ فوجی رازوں کے افشا سے کہیں زیادہ روسی خبروں کے اعلان سے دول متحدہ کے مقاصد کو نقصان پہونچتا ہے -

یہی وجہ ہے کہ تمام یورپین قوموں میں فرانس کی آبادی روز بروز گھٹتی جاتی ہے ' اور اس نقصان عظیم کا صرف اوس وقت احساس ہوتا ہے ' جب وطنیت کی راہ میں فرزندان وطن کی قربانی چڑھانیکی ضرورت ہوتی ہے !

سنہ ۱۷۷۰ع میں فرانس کی آبادی پروشیا سے ۱۵۰۰۰۰۰۰ زیادہ تھی ' لیکن اب جرمنی کی آبادی فرانس کی آبادی سے ۲۵۰۰۰۰۰۰ زیادہ ہوگئی ہے - یہ سچ ہے کہ جرمنی کے رقبۂ ملک کی وسعت نے آبادی کے تناسب پر بھی اثر ڈالا ہے ' لیکن اسمیں نسل کی عمدہ افزایش اور ازدواجی زندگی کے قیام کو بھی بہت کچھہ دخل ہے - جو لوگ جرمنی سے نکل کر نو آبادیوں میں یا دوسرے ملکوں میں آباد ہوگئے ہیں ' اونکی تعداد اسکے علاوہ ہے -

دونوں سلطنتوں کے دار الحکومتوں میں بھی آبادی کا یہی تناسب نظر آتا ہے - سنہ ۱۸۷۰ع میں پیرس کی آبادی ۱۷۵۰۰۰۰ تھی - اب ۲۸۴۶۹۸۶ ہے - یعنی ایک ملین سے کچھہ ہی زیادہ اضافہ ہوا ہے - لیکن برخلاف اسکے اوسوقت برلن کی آبادی صرف ڈھائی لاکھہ تھی ' مگر اب دو ملین یعنی ۲۰ لاکھہ تک پہنچ گئی ہے !!

مالی حالت بھی اسی کے قریب قریب ہے - سنہ ۱۸۷۰ع میں فرانس کی آمدنی ۷۵۰۰۰۰۰ گنی تھی اب ترقی کے بعد ۱۷۰۰۰۰۰۰ گنی ہے - با ایذہمہ اسمیں دو گنے سے کچھہ ہی زیادہ اضافہ ہوا ہے - لیکن جرمنی کی آمدنی ۲۰۰۰۰۰۰ گنی تھی ' اور اب ۱۴۲۰۰۰۰۰ سے بھی بہت زیادہ ہے - یعنی بہ نسبت پہلے کے سات گنا بڑہ گئی ہے !

اسیطرح ملک و حکومت اور قومی اور وطنی زندگی کی ہر شاخ میں دونوں کی حالت بالکل مختلف ہے -

(اخلاق و عادات)

دونوں قوموں کے اخلاق و عادات اور طور و طبائع میں بھی سخت اختلاف ہے - فرانسیسی عموماً رومی اقوام کیطرح ذکی الحس ' تند مزاج ' سریع الاشتعال ' اور شدید الانفعال ہوتے ہیں - اور اسمیں شک نہیں کہ اعلی ترین شہری و تمدنی زندگی اور جذبات رقیقہ و لطیفہ کے لحاظ سے وہ تمام اقوام یورپ میں فرد ہیں ' لیکن عقل و جذبہ دو مختلف چیزیں ہیں اور دونوں کے نتائج مختلف ہیں - فرانس بے شبہہ جذبات مشتعلہ کا ایک آتشکدہ اور بھڑکتے ہوے عواطف کا ایک کوہ آتش فشاں ہے ' لیکن سیاست کا دیو صرف عقل کے کوہ ہمالیہ ہی پر رہتا ہے ' جسکی سطح ہمیشہ برف کے برودت سے سرد رہتی ہے -

فرانسیسی عموماً سیاست سے ناآشنا ہے - جب اوسکے غصہ کی آگ بھڑکتی ہے ' تو خرمن عقل کو دفعۃً جلا کر خاک سیاہ کردیتی ہے ' لیکن سیاست ہمیشہ حزم ' استقلال ' تدبر اور دور اندیشی کے برف زار میں نہایت سکون و اطمینان اور سرد تحمل کیساتھہ زندگی بسر کرنا چاہتی ہے ' اسلیے اوس نے اپنا نشیمن یورپ کے دوسری سلطنتوں کو بنایا ہے - انہی سلطنتوں میں ایک جرمنی بھی ہے جرمن نہایت مستقل ' ثابت قدم ' اور غور و فکر کے عادی ہوتے ہیں - عقل و دور اندیشی اونکے جذبات کو قابو میں رکھتی ہے ' وہ ہر معاملہ پر نہایت غور و فکر کیساتھہ نظر ڈالتے ہیں ' اور اوسپر عمل کرنیکا صحیح راستہ اختیار کرتے ہیں - وہ صرف مظاہرہ اور نمایش کو اپنی زندگی کا مقصد نہیں قرار دیتے ' بلکہ مادی نتائج و عقلی حقائق اونکے پیش نظر ہوتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ وہ خاموشی کے ساتھہ ہر حیثیت سے روز افزوں ترقی کرتے چلے گئے ' اور کسیکو اسکی خبر نہ ہوئی - اگر قیصر جرمنی کی شہرت طلبی اونکو نمایاں نکرنا چاہتی ' تو وہ ایسی خاموش عملی زندگی بسر کر رہے تھے کہ دنیا کو کبھی بھی اونکا علم نہوتا !

مکاتبات حربیہ

فرنچ اور جرمن توپخانے

آغاز جنگ سے کسیقدر قبل " مارننگ پوسٹ " کے جنگی نامہ نگار نے جرمن اور فرنچ توپخانوں کا باہم موازنہ کیا تھا - وہ لکھتا ہے کہ " توپخانہ میں سب سے اہم شے میدانی توپخانے ہیں - اس بارہ میں انگریزی توپچیوں کا یہ خیال ہے کہ فرانس کو اپنے حریف پر قطعی اور یقینی فوقیت حاصل ہے - اگرچہ جرمنی نے اپنی پرانی توپونکے لیے نئی گاڑیوں کا سامان کیا ہے ' مگر تاہم فرنچ توپخانوں کی توپوں کی منجنیقیں ' گاڑیاں اور دیگر ساز و سامان جرمنی کے میدانی توپخانوں کی توپوں سے بہتر ہے -

یہاں تک تو حالت عمدہ ہے ' لیکن جب پرانی میدان کی ہاوٹزروں کا نمبر آتا ہے ' تو اسمیں فرانس جرمنی سے پیچھے نظر آتا ہے ' جو " ہاوٹزر " ایک آتشیں آلہ ہے جو افق کے متوازی گولہ باری کرتا ہے -

جرمن سپاہ میں ہر دستہ فوج کے ساتھہ میدانی ہاوٹزر کی تین باٹریاں ہوتی ہیں - اسکے مقابلہ میں فرنچ سپاہ کے پاس معاصرہ کے ہاوٹزر نہیں ہیں - فرانس اسکی کمی کی تلافی کرنا چاہتا تھا - اور یہ تجویز کیا گیا تھا کہ میدانی توپوں کے دہانے پر ایک قسم کی ٹوپی لگادی جاے ' جس سے انکی گولہ باری کی سرعت کم ہو جائیگی -

یہ معلوم ہوا ہے کہ اس تدبیر سے نشانہ کی صحت کے متعلق بعض عمدہ نتائج مرتب ہوے تھے -

مگر اس تجویز پر جو اعتراض ہوتا ہے وہ بالکل واضح اور کھلا ہوا ہے - ہاوٹزر کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اسکے ذریعہ سے بڑے بڑے گولے مثلاً ۴۰ یا ۶۰ پونڈ کے پھینکے جا سکیں - یہ بات فرانس کی ان توپوں کو حاصل نہیں ' کیونکہ وہ صرف معمولی میدانی توپوں کے گولے پھینکسکتی ہیں -

جسطرح کہ ہمارے (انگلستان) پاس میدان کے لیے باقاعدہ بھاری باٹریاں ہیں اسطرح فرانس کے پاس نہیں ' حالانکہ جرمنی کے پاس اسکا سامان یعنی توپیں وغیرہ ہیں -

بھاری ہاوٹزر کی باٹریاں دونوں سلطنتوں کے پاس ہیں ' لیکن اگر مجموعی حیثیت سے دیکھا جاے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ دونوں سلطنتوں میں انتخاب کی ضرورت نہیں - یہ ظاہر ہے کہ میدانی توپوں کے ساز و سامان کی وجہ سے فرانس کو جو فوقیت حاصل تھی وہ اسلیے منسوخ ہوگئی ہے کہ اسکے پاس بھاری باٹریاں اور میدانی ہاوٹزر نہیں ہیں -

ایسے اسباب موجود ہیں جنکی بناء پر یہ یقین کیا جا سکتا ہے

پرزہ (جسکو انگریزي میں " فائرنگ جي ار " کہتے میں) لیور کي گرفت سے آزاد ہو جاتا ہے -

لیور ایک کماني پر تھمے ہوے تکلےکی وجہہ سے مقفل رہتا ہے - (اس تکلے کو انگریزي میں اسپرنگ بیور لیک اسپنڈل کہتے ہیں) اسکا مفاد یہ ہے کہ جب لیور اپني جگہہ سے ہٹے' تو اس تکلے اور کماني کي وجہہ سے پورے زور کے ساتھہ ہٹے کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جب ایک شے دبي ہوئي ہوتي ہے ' اور وہ اپني جگہہ سے حرکت کرتي ہے تو زور کے ساتھہ چلتي ہے - کماني اس قوت و سرعت میں مزید اضافہ کرتی ہے -

لیور اور اسکے اورپرزے سرنگ کے پیندے میں جڑے ہوئے میں - یہاں ایک پرزہ ہوتا ہے جس پر تصویر میں حرف "B" بنا ہوا ہے' اسکو انگریزي میں اسٹاپ یعنے روکنے والا پرزہ کہتے ہیں - جہاز جب سرنگ سے ٹکراتا ہے تو ایک قوس نما پرزہ کی وساطت سے اس تصادم کا اثر اس اسٹاپ پرتا ہے - یہ پیچھے ہٹتا ہے اور اسوقت سرنگ آتشبار ہوتي ہے - جب تک یہ پیچھے نہیں ہٹتا سرنگ سے ایک شرارہ نہیں نکلسکتا -

آتشبار پرزہ یعنے فائرنگ جي ار مقفل نہیں رہتا - تصویر میں آپ اس حصہ کو دیکھیں جہاں حرف " A " بنا ہے - یہ بھي ایک تکلا ہے اسکو انگریزي میں اسٹرائکر اسپنڈل یعنی مارنے والا تکلا کہتے ہیں - اسکا سرا اندر سے مجوف ہے - اسکے قریب ہي " C " ہے - " C " کا سرا صلیب نما ' خار دار اور باہر کے جانب نکلا ہوا ہے - اسکے ہر کنارے کي شکل ایسي ہے کہ اس " A " کے مجوف سرے آکے بالکل ٹھیک بیٹھہ جاتا ہے - جب یہ صلیب نما خار دار سرا آگے کے جانب نکلتا ہے ' تو اسکے کنارے اس وسیع حصہ میں چلے جاتے ہیں ' جس پر تصویر میں " D " بني ہوئي ہے - ان کناروں کے ہٹنے سے تکلا " A " آزاد ہوجاتا ہے - ایک کماني اس تکلے کو دباتي ہے اور یہ " ڈیٹونیٹر " کے آگے زور سے اچھلتا ہے - " ڈیٹونیٹر " وہ حصہ ہے جہاں آتشگیر مادہ رہتا ہے " E " کے قریب ایک لچکدار جوڑ ہے - یہ اسلیے ہے کہ پاني کے تموج کا اثر آتشبار مشین پر نہ پڑے -

اطلاع

(۱) ۲۳ ستمبر کے الہلال میں مقالہ افتتاحیہ شائع نہیں ہوسکا لہذا صفحہ ۵ کے بعد صفحہ ۹ پڑھنا چاہیے - امید کہ احباب کرام مزید تفتیش کی تکلیف نہ فرمائینگے -

(۲) جلد پنجم کے تین نمبر یعني ۱۰ ' ۱۱ ' اور ۱۲ موجود نہیں ہیں اسلیے دفتر سرپرست ارسال سے معذور ہے - جن اصحاب کو ان نمبروں کے موصول نہونیکی شکایت ہے وہ تا اشاعت ثاني عدم تعمیل فرمایش کو معاف فرمائینگے -

منیجر

یـــوم التغـــابـن !

جنـگ احتسـاب و روایت !

فاقبل بعضہم علی بعض یتلاومون - قالوا یا ویلنا انا کنا طاغین !

ہم بغیر کسي ذاتي نظر و نقد کے صرف اس طول طویل سرگذشت کا ترجمہ درج کردینا کافي سمجھتے ہیں' جو لنڈن ٹائمز کے ہولناک " مراسلۂ امینس " کے متعلق ولایت کی پچھلي ڈاک میں آئي ہے :

به آب رنگ و خال و خط چه حاجت روے زیبا را

اس سرگذشت میں اہل نظر کیلیے بہت سي ضمنی بصیرتیں بھي ہیں اگر چشم تفکر سے کام لیں :

میں اپني چشم شوق کو الزام خاک دوں
تیري نگاہ شرم سے کیا کچھہ عیاں نہیں ؟

ضمناً اس واقعہ سے انگلستان کے پریس کي جو ڈھرانہ و فرمانروایانہ طاقت ظاہر ہوتي ہے' وہ سب سے زیادہ قابل غور ہے - ہمیں اس سے کوئي بحث نہیں کہ ٹائمز کے مراسلہ نگار کا بیان صحیح تھا یا غلط ؟ جب اولیاء حکومت نے باقاعدہ اسکي تغلیط کردي ہے تو اُسے غلط ہي تسلیم کرنا چاہیے - لیکن قابل غور امر یہ ہے کہ لنڈن ٹائمز کو تغلیط کے بعد بھي اپنے مراسلے کي صحت پر اصرار رہا' اور تمام پارلیمنٹ اسکي مقاومت کیلیے اٹھہ کھڑا ہوا ' تاہم ہنگامۂ زبان و قلم کے سوا اور کوئي کارروائي نہ کي جاسکي !

اصل یہ ہے کہ جن متمدن ممالک میں حریت صحافۃ اپنی ابتدائی ابتلاؤں سے گذر چکي ہے' وہاں پریس - بجاے خود ایک فرماں روایانہ قوت ہے - حکومت اس سے مساویانہ جنگ کرتي ہے مگر اسکي مالک و حکمراں نہیں ہوسکتي -

اسي طرح مسٹر ایف - اي - اسمتھہ کا پوزیشن بھي اس سرگذشت میں خصوصیت کے ساتھہ قابل توجہ ہے - وہ صرف اسي کام کے لیے منتخب کیے گئے ہیں کہ اخبار و مراسلات جنگ کا احتساب کریں - تاہم اس معاملے میں وہ خود مدعي اور ذمہدار بن گئے ہیں - انہوں نے ترمیم و اضافے کے بعد مراسلے کي اشاعت کو ناقابل اعتراض سمجھا - کیونکہ بقول انکے " سچائي سے بالکل منھہ موڑ لینا بھی مناسب نہیں " !!

پبلک کے نائبین نے اس موقعہ پر پارلیمنٹ میں (باوجود زمانۂ جنگ) جو اظہارات کیے ' انسے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ " آزاد ممالک " کے افکار و طبائع کا کیا حال ہوتا ہے ' اور انکے محسوسات ان لوگوں سے کس قدر مختلف ہوتے ہیں جو اس عالم سے دور ہیں ؟

مذاکرۂ علمیہ

بحری سرنگیں

موجودہ جنگ کے تمام عظیم الشان معرکے خشکی پر ہوے ہیں، اسلیے اگر اس جنگ کو مجموعی حیثیت سے بری جنگ کہا جاے تو بیجا نہوگا -

لیکن اگر روے زمین پر ہنگامہ کارزار برپا رہا ہے تو سطح آب کا سکون و قرار بھی قائم نہیں رہا یعنی اگر بلجیم، فرانس، گلیشیا اور مشرقی پروشیا کی سرزمینیں انسان پاش اور قلعہ شکن توپوں کی ہولناک آتشباری، پانی کی طرح بہنے والے انسانی خون کے سیلاب، مقتولین کی لاشوں کے بلند انبار، اور دم توڑنے والے مجروحین کی کراہت اور تلملاہٹ سے یکسر اقلیم موت و ہلاکت بنی ہیں، تو بحر شمال، بحر بالٹک، اور چینی سمندروں میں بھی جنگی جہازوں کے حملہ و مدافعت، فرار و تعاقب، کبھی زیر آب روپوشی اور کبھی سطح آب پر رونمائی سے ایک طوفان و تلاطم امڈھتا رہا ہے -

ان بحری معرکوں میں زیر آب سرنگوں نے نمایاں حصہ لیا ہے -

زیر آب یا بحری سرنگیں کوئی نو ایجاد شے نہیں، مگر انکے مہلک اتلاف و ہلاکت آفرینی کا حقیقی اعتراف گذشتہ چند سالوں ہی میں ہوا ہے -

اگر آپ اس اعتراف کا سراغ لگانا چاہتے ہیں تو آپ کو تاریخ حروب میں جنگ روس و جاپان کا باب نکالنا چاہیے - اس جنگ میں جاپانیوں نے جس آلہ سے سب سے زیادہ روسی جہازوں کو غرق کیا تھا وہ بھی بحری سرنگیں تھیں -

ایشیا جسکو یورپ اپنے غرور طاقت کے نشہ میں کمزور اور حقیر سمجھتا تھا جب ایکی نوخیز قوم نے یورپ کی ایک بڑی باجبروت و صولت سلطنت کو اسقدر ذلت آفریں اور شرمناک شکست دی، اور یورپ کو یہ معلوم ہوا کہ اس جنگ کے بحری معرکوں میں زیر آب سرنگوں نے نمایاں دور تخلیق کیا ہے، تو انکے جنگی حلقوں میں بحری سرنگوں کے متعلق دلچسپی کی ایک عام لہر دوڑ گئی، اور ہر سلطنت میں سرگرمی و مستعدی کے ساتھہ تجربے ہونے لگے -

جنگ جاپان و روس سے پہلے بحری سرنگوں کے متعلق کئی امر محتاج ترقی و اصلاح تھے - ان میں اولین نقص تو یہ تھا کہ وہ محفوظ نہ تھیں یعنی جسطرح وہ دشمن کے جہازوں کے لیے سرچشمہ ہلاکت و بربادی تھیں اسیطرح وہ اپنے جہازوں کے لیے بھی خطرناک او رغیر مامون تھیں، اور سرنگوں کے ڈوبانے کے بعد راستہ دشمن کے جہازوں کے لیے بند ہو جاتا تھا - تو اپنے جہازوں کے لیے بھی کھلا نہیں رہتا تھا - کیونکہ اگر مخالف جہازوں کے لیے سرنگوں پر سے گذرنا موت و ہلاکت کے منہہ میں جانا تھا تو خود اپنے جہازوں کا اسطرف سے نکلنا بھی اپنے ہاتھہ سے اپنے آپ کو گرداب ہلاکت میں ڈالنے سے کم نہ تھا - غرض اسوقت تک وہ مفید تھیں، مگر جسقدر مفید تھیں اسیقدر مضر بھی تھیں - اور گو وہ حصار مدافعت تھیں، مگر اسکے ساتھہ ہی سنگ راہ بھی تھیں -

دوسرا نقص یہ تھا اور یہ پہلے نقص سے کم سنگین نہ تھا کہ انکے نشانہ کی صحت قابل اعتماد نہ تھی - وہ جہازوں کو غرق کرتی تھیں، مگر جب کہ سرنگوں کو چلانے والا انہیں چلاتا تھا تو وہ اسوقت اپنے شکار میں کامیابی کے لیے سرنگوں کی صحت اور اپنی مشاقی سے زیادہ بخت و اتفاق کی مساعدت سے توقع رکھتا تھا

ان دونوں نقائص سے شدید تر نقص، جس وجہہ سے اسوقت تک ان سرنگوں کی قدر و قیمت بہت کم سمجھی جاتی تھی یہ تھا کہ انکی تاثیر و کارفرمائی نامکمل تھی - اسوقت تک یہ بالکل ممکن تھا کہ جہاز سرنگوں پر سے گزرے سرنگیں چلائی جائیں، نشانہ بہدف ہو، جہاز زخمی ہو، مگر غرق نہ ہو کیونکہ یہ نقصان اتنا شدید نہیں ہوتا تھا کہ اسکے بعد غرقابی نا گزیر ہو!

جنگ روس و جاپان کے بعد جو تجربے ہوے انکا محور بھی تینوں نقص تھے -

* * *

مشرق اقصی میں جب ان سرنگوں کو اسقدر نمایاں کامیابی ہوئی تو مسرس وکارس نے جنکا مقصد وحید بحری جنگ کے تمام ضروریات کی فراہمی ہے، اس خوفناک و ہلاکت آفریں آلہ پر توجہ مبذول کی، جسکے نہایت دلچسپ اور مفید نتائج نکلے -

بحری سرنگوں کی ساخت میں تین امور سب سے زیادہ اہم تھے :

(۱) سرنگ کا آتشبار حصہ اسطرح بنایا جاے کہ ایک طرف تو گزرنے والے جہاز کی حرکت کا خفیف ترین صدمہ اسکو مشتعل کردے، اور دوسری طرف سرنگوں میں قبل از وقت یا پانی میں اتارتے وقت آگ نہ لگنے پائے -

(۲) جس قدر پانی میں کہ سرنگیں غرق رہیں، اسکا عمق اور متعین اور دائمی ہو یعنی جسقدر عمق پر کہ ہم سرنگ کو رکھنا چاہیں اسیقدر عمق پر وہ برابر قائم رہے -

(۳) اگر ایک سرنگ چلائی جائے تو یہ نہ ہو کہ اسکی وجہ سے اور سرنگیں بھی بلا ضرورت محض اس سرنگ کی وجہ سے مشتعل ہوجائیں کیونکہ اس صورت میں انکا تعدد بیکار ہوجائیگا -

یہ تینوں امور اگرچہ اہم تھے، مگر جسقدر اہم تھے اسیقدر دشوار بھی تھے، لیکن بالاخر تجربات نے اس مشکل کو آسان کردیا، اور مسرس وکارس کی سرنگوں میں یہ تینوں امور ملحوظ رکھے گئے ہیں -

* * *

مسرس وکارس کی سرنگ (دیکھیے تصویر سرنگ) ایک کرہ نما مستدیر سرنگ ہوتی ہے، اسمیں ایک لیور ہوتا ہے جو سرنگ کے حلقہ کے باہر نکلا رہتا ہے - جب جہاز سرنگوں سے آکے ٹکراتا ہے، تو یہ لیور اپنی جگہہ سے ایک طرف جہکتے جہاز کے تلے (جسکو انگریزی میں ہل کہتے ہیں) کے برابر دوڑتا ہوا آگے بڑھجاتا ہے - لیور کے اس انتقال مکانی سے سرنگ کا آتشبار

میں جوش، طاقت، اور دانائی کے ساتھہ معرکہ آرائی کررہے ہیں"

مسٹر ٹی - پی اوکونر نے چشمدید گواہی دی کہ ایک مشکل فرض کو مسٹر اسمتھہ نے نہایت خوبی سے ادا کیا ہے -

مسٹر پیٹو نے اس امرکی طرف توجہ دلائی کہ جو اخبارات غلط یا دہشت انگیز خبریں شایع کریں انکے بند کرنے کے لیے ہوم سکریٹری کو اختیارات ملنا چاہئیں -

مسٹر ولیم نے خبروں کے دبانے کے موجودہ نظام کی مذمت کی اور اسپر زور دیا کہ گورنمنٹ ذمہ دار نامہ نگاران جنگ کو معاف میں جانے دے - اس مشورے کے متعلق ہوم سکریٹری نے اعلان کیا ہے کہ موجودہ حالات میں جبکہ ہر شے دشمن کے بے خبر رہنے پر موقوف ہے اس پر عمل کرنا ناممکن ہے -

(مسٹر اسمتھہ کا بیان)

آخر میں مسٹر اسمتھہ دفتر اخبارات کی مدافعت اور یہ تسلیم کرنے کے لیے کھڑے ہوے کہ موجودہ نظام مکمل نہیں ہے، اور یہ کہ اسمیں فوراً اہم ترمیمات ہونا چاہئیں - انہوں نے بیان کیا کہ دفتر اخبارات کی رہنمائی کا عہدہ انہوں نے طلب نہیں کیا تہا - اس عہدہ کی وجہ سے انہیں اتنے گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے کہ اس سے پہلے انہیں کبھی اسکا اتفاق نہیں ہوا -

انہوں نے کہا کہ اب تک عہدۂ احتساب مثنی رہا ہے - (یعنی دو مقام پر خبرونکا احتساب ہوتا ہے) یہی واقعہ ہے جو تاروں کے ساتھہ یقیناً غیر مساوی طرز عمل کا ذمہ دار ہے - متعدد دفتروں میں ۸۰ یا ۹۰ تربیت یافتہ فوجی محتسب ہیں - یہ توقع کرنا ناممکن ہے کہ وہ سب کے سب ایک ہی نتیجہ پر پہنچینگے - اسکے بعد تار دفتر اخبارات کے پاس آتا ہے - اب یہ کوشش کی جارہی ہے کہ عہدۂ احتساب کو شامل کرلیا جاے - پریس کے تار جو تمام دوسرے تاروں سے الگ رکھے جائیں گے، ان کے متعلق جو کچھہ ہوگا وہ لندن کے مرکزی دفتر اخبارات ہی میں ہوگا - اس مرکزی دفتر میں ۲۰ محتسب ہونگے جو دفتر جنگ اور دفتر اخبارات سے نامہ و پیام رکھینگے - امید ہے کہ اسطرح ایک تار کو دو دفعہ احتساب کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہیگی - "

اسکے بعد انہوں نے کہا :

" دفتر اخبارات میں امیر البحر اور دفتر جنگ کے افسر رہتے ہیں، جو ہمہ وقت دفتر جنگ کے سوالات کے جواب دینے کے لیے مستعد رہتے ہیں، اور جب کسی بلند پایہ جنگی پالیسی کے متعلق بحث ہوتی ہے تو براہ راست لارڈ کچنر کی ذاتی راے اور اسکے اسباب دریافت کرلیتے ہیں -

مجھے پبلک کے فوائد کے متعلق امیر البحر یا دفتر جنگ سے کوئی ایسی اہم شے موصول نہیں ہوئی جو فوراً میں نے شائع نہ کردی ہو -

باقی رہا ٹائمز کا مضمون، تو وہ اس حیثیت سے دفتر اخبارات میں بھیجا گیا تھا کہ یہ ایک ذمہ دار مراسلہ نگار کا لکھا ہوا ہے - میں نے خیال کیا کہ اگر اسکی ظاہری شکل سے قطع نظر کرلیا جاے تو ہر شخص کے لیے یہ بحث کرنا مشکل ہوگا کہ واقعات کو صحیح سمجھنے کے بعد بھی میں اگر اس مراسلت کو روک لیتا تو بیجا نہ کرتا - اس مراسلت کو خود میں نے جانچا تھا اور بحری یا بری نقل و حرکت کے متعلق جسقدر حوالے اوسمیں تھے، وہ نکال ڈالے تھے -

اس مضمون کی اجازت کے متعلق میں پوری ذمہ داری اپنے اوپر لیتا ہوں - البتہ میں اسوقت خیال کرتاہوں کہ بہتر ہوتا، اگر ٹائمز کے ایڈیٹر سے دریافت کرلیا گیا ہوتا کہ گو یہ مراسلت قواعد کے موافق ہے، پھر بھی کیا اسکی اشاعت کو دانشمندانہ فعل سمجھتا ہے ؟

(اصل مراسلہ)

افسوس کہ اس مراسلہ کی نقل ہندوستان میں نہیں آئی ہے جو ٹائمز نے دفتر اخبارات کی کاٹ چھانٹ کے بعد شائع کیا تھا - ہمنے اس خلاصہ میں زیادہ تر اسٹیٹسمین کو پیش نظر رکھا ہے، لیکن انگلشمین نے اس مراسلہ کا اقتباس نسبتاً زیادہ دیا ہے - ہم وہ مقتبسہ جملے نقل کردیتے ہیں :

" منتشر اور شکستہ ٹکڑے ! دشمن برابر انکے سروں پر رہا ! چوتھے ڈویزن یعنی ۲۰ ہزار آدمیوں میں سے جسقدر لوگ بچے تھے اس عالم میں وہ جنوب کیطرف چلدیے - ہمارے نقصانات بہت عظیم الشان ہیں - میں نے بہت سی رجمنٹوں کے ٹوٹے پھوٹے ٹکڑے دیکھے ہیں - مجھے اس امر کا اعادہ کرنا چاہیے کہ نہ ڈسپلن کی ناکامی ہے اور نہ خوف و ہراس ہے - ہر ایک کا مزاج شیریں ہے اور گھبراہٹ ظاہر نہیں ہوتی -

ایک ٹولی ممکن ہے کہ اسمیں ایک درجن آدمی ہوں یا اس سے کم و بیش، اس شخص کی کمان میں آئی جسکو انپر کمان کرنیکا حق تھا - آدمی کوچ کرتے کرتے چور ہوگئے ہیں، اور بھوک کیوجہ سے انکو کمزور ہوجانا چاہیے - کیونکہ کوئی مسریت ایسی حالت میں ساتھہ نہیں دیسکتا - تاہم وہ سرگرم اور ہشاش بشاش ہیں اور جب پہنچتے ہیں تو سیدھے اصلی افسر کے پاس آتے ہیں - اپنے آپکو پیش کرتے ہیں، اور اپنے ریجمنٹ کی خبریں دریافت کرتے ہیں -

میں دو آدمیوں سے ملا جنہوں نے ایسی ہی سرگذشتیں بیان کیں - ایک شخص نے جلدی سے سلام کرکے کہا : "جناب ! بری طرح سب ٹکڑے ٹکڑے کردیے گئے" دوسرے نے کہا جناب ! مجھے خوف ہے کہ شدید نقصان ہوا" -

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ہر ڈویژن شریک کار رہا - بعض بعض ریجمنٹوں کے تمام افسر کام آ گئے - ریجمنٹ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے مگر اچھی ڈسپلن اور عمدہ اسپرٹ نے ان ٹکڑوں کو یکجا رکھا "

مراسلہ نگار اپنے مضمون کو اسپر ختم کرتا ہے :

" خلاصہ یہ کہ جرمنی کی پہلی کوشش کامیاب ہوگئی ! ہمکو اس واقعہ کا سامنا کرنا چاہیے کہ انگریزی فوجی مہم کا خوفناک نقصان ہوا ہے، جسے بدقسمتی سے جرمنی کی ضرب کا زیادہ بوجھہ برداشت کرنا پڑا ہے - اسے فوراً بہت زیادہ کمک کی ضرورت ہے - درحقیقت انگریزی فوجی مہم نے فی زوال عظمت حاصل کی ہے لیکن اسے ضرورت ہے آدمیونکی ! آدمیوں ! ہاں اور مزید آدمیوں کی !

پیرس کا محاصرہ امکان کے میدان سے خارج نہیں کہا جاسکتا - ہمیں کمک کی ضرورت ہے اور اسیوقت ضرورت ہے - آیا جرمن جنرل اسٹاف کے چیف کے پاس نقصانات کے شمار کے بعد بھی اتنے آدمی بچینگے جو کامیابی کی امید کیساتھہ مزید حملے کیلیے کافی ہوں؟ اسمیں شک ہے ! فوج نے ایک عظیم الشان کوشش اور غیر معمولی سرعت کیساتھہ نقل و حرکت کی ہے "

(قیاس کہتا ہے کہ اس مضمون کے خط کشیدہ سطور دفتر اخبارات کے وہ اضافے ہیں، جنکا ذکر ٹائمز نے اپنے جواب میں کیا ہے - کیونکہ ربط بیان کے لحاظ سے وہ بالکل ناموزوں اور بے موقع ہیں)

(مسٹر اسمتھہ کا پرایوٹ خط)

مسٹر اسمتھہ کی تقریر کے دوسرے دن ٹائمز نے انکی تقریر پر تنقید کی، کیونکہ مسٹر اسمتھہ نے اس مراسلے کا پورا مضمون نہیں بیان کیا تھا - ٹائمز کو انہوں نے پروف واپس کیا تھا تو اسکے ساتھہ ایک خط بھی بھیجا تھا جسکے سرے پر " پرائیویٹ " لکھا تھا - لیکن اسکا انہوں نے کچھہ ذکر نہیں کیا -

این زمین را آسمانے دیگر ست !

اب ہم اصل سرگذشت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو فی الحقیقت قوۃ احتساب حکومت اور فن روایت و صحافۃ کی ایک تازہ ترین جنگ ہے :

(ہولناک مراسلہ امینس)

۳۰ - اگست کو لنڈن ٹائمز نے اپنے اتوار کے خاص نمبر میں ایک دہشت انگیز مراسلہ شائع کیا تھا جس پر پارلیمنٹ میں ایک سرگرم مباحثہ ہوا ' اور اس روش کی تقبیح کی گئی - نیز سرکاری دفتر اخبارات کے افسر اعلی مسٹر ایف - ای - اسمتھ - کے - سی ممبر پارلیمنٹ نے ایک اہم بیان شائع کیا -

مسٹر ایف - ای - اسمتھ

ٹائمز نے اس ایڈیشن میں اپنے نامہ نگار متعینۂ امینس (فرانس) کے دو طویل تار شائع کیے تھے ' جن میں اس نقطہ کی طرف توجہ دلائی گئی تھی کہ " فرانس میں انگریزی فوج عملاً نیست و نابود ہوگئی ہے "

اس نامہ نگار نے لکھا تھا کہ " یہ ایک غمناک داستان ہے - جو خدا کرتا کہ مجھے نہ لکھنی پڑتی - لیکن دیا کیجیے کہ اب اخفاء کا وقت کا نہیں رہا " آگے چلکے اس نے شکستہ فوج کی آوارہ گرد ' متفرق شدہ ' اور شکستہ دستوں کے ٹکڑوں " کا تذکرہ کیا تھا ' جن میں سے بعض کے افسر تو " قریباً بالکل ہی کام آگئے تھے " اس مضمون کا اثر پڑھنے والوں پر یہ پڑا کہ فرانس میں انگریزی فوج پر نہایت ہی سخت مصیبت نازل ہوئی ہے - جسکی خبروں کو سرکاری محکمہ احتساب نے دبا دیا ہے -

بعد کی کارروائیوں سے معلوم ہوا کہ یہ بیان صحیح نہ تھا ' چنانچہ لارڈ کچنر نے دوسرے دن ایک سرکاری بیان شائع کیا جسمیں نامہ نگار کے بیانات کی سلسلہ وار تردید کی تھی -

(پارلیمنٹ میں بحث)

تاہم ٹائمز کی یہ رد شدہ داستان لنڈن اور اسکے مضافات میں وسیع پیمانہ پر پھیل گئی - ایک سخت ہیجان و اضطراب عام پیدا ہوگیا - زن و مرد کے جذبات کو انگریزی فوج کی مصیبت کے منظر سے سخت تکلیف ہوئی - اخبارات کے دفتروں میں اس ہولناک خبر کی تصدیق و ترمیم کے متعلق ٹیلیفون کے ذریعہ مضطربانہ استفسارات ہونے لگے - بالاخر پارلیمنٹ میں یہ مسئلہ ایک اہم موضوع ہوگیا اور " اسپیکر " کے کرسی پر بیٹھنے سے پہلے ہی یہ موضوع پیش کیا گیا - سب سے پہلے وزیر اعظم کھڑے ہوے اور انہوں نے کہا کہ اس بیان کی ذرا بھی تصدیق نہیں ہوئی ہے - انہوں نے متاسفانہ کہا کہ " اس بلند پایہ وطن پرستانہ خاموشی کی تعریف نہیں ہوسکتی جو انگریزی پریس نے دوران جنگ میں اختیار کی ہے ' مگر افسوس کہ ٹائمز کا یہ مضمون ایک تاسف انگیز استثناء ہے " انہوں نے اس امر کی طرف بھی اشارہ کیا کہ " اگر ایسی حرکت پھر ہوئی تو عجب نہیں کہ دار العوام (ہاوس آف کامنز) سے درخواست کرنی پڑے کہ وہ اسکے انسداد کیلیے اولی سخت قانون وضع کرے "

دار الامراء (ہاوس آف لارڈز) میں لارڈ چانسلر نے بھی اسی قسم کے ملاحظات کیے - انہوں نے کہا کہ " میں اس خیال سے اتفاق کرتا ہوں کہ اگر اس قسم کے واقعات زیادہ پیش آے تو انکے انسداد کیلیے پارلیمنٹ سے مستثنی اختیارات کے حصول کیلیے کہنا پڑیگا "

اسکے بعد سے حکومت نے حتی الامکان تفصیل وار مکمل شکل میں اطلاعات بہم پہنچانے کی تدبیر کی ہے - یعنی آیندہ روزانہ حوادث جنگ کے حالات بیان کیے جائینگے ' جو میدان جنگ سے براہ راست آئی ہوئی اطلاعات پر مبنی ہونگے ' اور جن سے پبلک کی جائز خواہش اطلاع کی تشفی اچھی طرح ہوسکیگی -

(الآن حصحص الحق !)

اسی اثناء میں ٹائمز نے اپنے ہمرشتہ اخبار " ایوننگ نیوز " میں یہ کیفیت شایع کرائی !

" جو مراسلہ ٹائمز کے دفتر میں ہفتہ کی شام کو موصول ہوا تھا ' وہ ایک قابل اعتماد اور تجربہ کار مراسلہ نگار کے قلم کا لکھا ہوا ہے ' جو دنیا کے بہت سے حصوں میں معرکہ آرا رہچکا ہے ' اور اسلیے اسکے متعلق ذرا بھی امید نہیں کہ افواہوں کے فریب میں آجائیگا - چونکہ ٹائمز کے قلم تحریر (ایڈیٹوریل اسٹاف) نے لازمی طور پر سنجیدگی کے ساتھہ اسے قابل غور سمجھا ' اسلیے دفتر اخبارات کی ہدایت کے بموجب اسے دفتر اخبارات کے پاس بھیجدیا - اس نے اس مراسلہ کو واپس کرنے سے قبل تین گھنٹے تک اپنے پاس رکھا - جب وہ ٹائمز کے دفتر میں واپس آیا ہے تو اسکی حالت متغیر ہوچکی تھی - اسمیں سے وہ چند فقرے نکال دیے گئے تھے ' جن میں ہمارے مراسلہ نگار نے اپنے راستوں کا ذکر کیا تھا - تاہم افسر اعلی نے چند فقروں کا رونق کلام کیلیے اضافہ بھی کردیا تھا - نیز اسکے ساتھہ یہ اطلاع بھی دی تھی کہ اس نئی شکل میں مراسلہ کی اشاعت دفتر کو منظور ہے - ان حالات میں ٹائمز کے قلم تحریر نے (جو دفتر اخبارات کے فیصلہ پر حیرت زدہ اور اشاعت کے لیے انتظامی حیثیت سے غیر مستعد تھا) یہ نتیجہ نکالا کہ حکومت خود ہی چاہتی ہے کہ یہ مراسلہ شائع ہوجاے - اسلیے اس نے بے دریغ شائع کردیا "

(دارالعوام میں دوسرا مباحثہ)

اس تصریح کا یہ اثر ہوا کہ دارالعوام میں یہ موضوع پھر تازہ ہوگیا - سر اے - ایچ مارکہم نے اس موقع کو دفتر اخبارات اور مسٹر اسمتھ پر اعتراض کرنے کا ایک فرصت بنا لیا - انہوں نے کہا :

" دفتر اخبارات پر بہت بڑی جواب دہی عائد ہوتی ہے ' جو صحیح اطلاعات کو دبا کے اور سچی خبروں کو چھپا کے نئے رنگروٹوں کے داخلے کو نقصان پہنچا رہا ہے - کیونکہ پبلک کو اس حالت کی سنگینی کا کوئی تخیل نہیں ہے جو اب میدان جنگ میں پیدا ہوگئی ہے - ملک کو ایک بڑے سپاہی کی حیثیت سے ارل کچنر پر کامل اعتماد ہے - مگر انکو پارلیمنٹری نظام جمہوریت سے تعلق نہیں رہا ہے ' اسلیے وہ چاہتے ہیں کہ تمام خبریں پبلک سے پوشیدہ رکھی جائیں - انکا یہ خیال قوم کی اس رائے کے موافق نہیں ہے کہ جو کچھہ ہو رہا ہے اسکی اطلاع قوم کو ملنی چاہیے "

آخر میں سر مارکہم نے پھر اسپر زور دیا کہ مجلس وزارت کے کسی عضو کے انتظام میں دفتر اخبارات و اطلاعات جنگ دیدیا جاے - اقلاً تین تربیت یافتہ صحافی (جرنلسٹ) اس کمیٹی میں شامل ہوں ' اور لارڈ رابرٹس اور لارڈ چارلس بیرسفورڈ سے درخواست کی جاے کہ وہ اس کمیٹی میں کام کریں - "

مسٹر ایچ ٹنسن نے دفتر اخبارات کے افسر اعلی پر اس حملہ کو بہت غیر مناسب اور نہایت غلط معلومات پر مبنی خیال کیا - انہوں نے کہا کہ " مسٹر ایف - ای اسمتھ مشکلات اور عوائق کے مقابلہ

[اشتہار بقیه صفحه تیسرے کا]

هالي کلاس فانسي - لیڈیز و جلتس،
وسٹ واچ - اصلي قیمت دس روپیه رعایتي
تین روپیه چوده آنه

سلور کیس - ۴ روپیه چوده آنه -
اے اچھی چیز - چھه روپیه -
نیکل سلور کیس - اناصل ڈالل -
ایک چھوٹے کي اسکراپ مفت دیجاتي
ہے ۔

بي - اس - نندی - اینڈ کمپني نمبر ۱-۳۶ - دهرمتله اسٹریٹ

هنــــدوستـانـي دوا خـنـه دهلی

— * —

جناب حاذق الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب کي سر پرستی میں یوناني اور ویدک ادویه کا جو مهتم بالشان دوا خانه ہے وه عمدگی ادویه اور خوبی در و بار کے امتیازات کے ساتهه بہت مشہور هوچکا ہے - صدها دوالیں (جو مثل خانه ساز ادویه کے صحیح اجزاء سے بنی هولی میں) حاذق الملک کے خاندانی مجربات (جو صرف اسي کارخانه سے مل سکتے میں) عالی شان در و بار' صفالی' ستهرا پن' ان تمام باتوں کو اگر آپ ملاحظه کریں تو آپ کو اعتراف هوگا که :
ام- هندوستانی دوا خانه تمام هندوستان میں ایک هی کارخانه ہے -
فهرست ادویه مفت

(خط و پتـه)

منیجر هندوستانی دوا خانه دهلی

تـرجـمـه تفسیر کبیر اردو

——:o:——

حضرت امام فخر الدین رازي رحمة الله علیه کی تفسیر جس درجه کي کتاب ہے' اسکا اندازه ارباب فن هي خوب کرسکتے هیں اگر آج یه تفسیر موجود نه هوتے تو صدها مباحث و مطالب علیه تھے جو همارے معلومات سے بالکل مفقود هو جاتے -

پچھلے دنوں ایک فیاض صاحب درد مسلمان نے صرف کثیر کرکے اسکا اردو ترجمه کرایا تها' ترجمے کے متعلق ایڈیٹر الہلال کي راے ہے که وه نہایت سلیس و سهل اور خوش اسلوب ومربوط ترجمه ہے "

لکھائي اور چھپائي بهي بہترین درجه کی ہے - جلد اول کے کچهه نسخه دفتر الہلال میں بغرض فروخت موجود هین پہلے قیمت دو روپیه تهی اب بغرض نفع عام - ایک روپیه ۸ - آنه کردي گئی ہے -
درخواستیں : منیجر الهـلال - کلکته کے نام هوں -

حرمین شریفین کی زیارت

— * —

مولانا الحاج خان بہادر محمد عبد الرحیم صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ سوپرنٹنڈنٹ سروے آف انڈیا -

یه سفرنامه یورپ کے اعلي درجه کے سفرناموں کے مطابق نہایت عمده کاغذ پر صحت اور صفالي کے ساتهه خوشخط طبع هوا ہے ممالک اسلامیه مثلاً عرب' شام' فلسطین' مصر' عراق' وسط عرب و نا معلوم عرب کے دلچسپ اور ضروري حالات نہایت خوش اسلوبي سے سلیس و با محاوره اردو میں قلمبند کردیے هیں - فاضل مصنف کي دوران سفر میں اعلی سے اعلی ترکي افسروں سے ملاقات هولی اور ان جانبازوں نے اسلامي ممالک کے نہـــایت دلچسپ حالات فراهم کرنے میں مصنف کي دلي تائید کی' کتاب کی کل صفحات تخمیناً آٹهه سو هیں اور پهر بیس هاف ٹون عکسی تصاویر مقامات مقدس کے بهی ملحق هیں - قیمت صرف تین روپیه -

المشتهـــــر

عبد الرحمن بکسیلر و پبلشر شوکت اسلام پریس کنٹونمنٹ بنگلور

بیــوٹیــز اف اسلام

اسلام کي خوبیوں پر دیگر مذاهب کے احباب کي گرانقدر رالیوں کا مجموعه -

هر شیدالي اسلام کو اسکا ایک نسخه ضرور رکهنا چاهیے -
سنهري جلد - عمده چهپالی - قیمت صرف ۸ آنه -
المشـــتهر:— نور لائبریري - ۱۲/۱ سیوانگ لین - کـلـکـتـه

خـالص اسـلامی تـرکی ٹوپی - سـاخت قسطنـطنیـه و مصـر

ترکی ٹوپي - هر قسم کي ملائم و چڈلی استر دار' هر رنگ و هر سائز کي مبلغ ایک روپیه سے تین روپیه تک کی قیمت کا موجود ہے'
کلپاک - انور پاشا ٹوپي - خاکي سبز کاهی و سیاه رنگ کی قیمت ۴ روپیه و تین روپیه آٹهه آنه -

خـادم قوم - ایس - ایف - چشتي اینڈ کمپنی دهلی
سول ایجینٹ براے هندوستان
فبریقه هرکه - هماورنی - معمورانی قسطنطنیه فبریقه نیشنل ایجیشین - قمي تاربرش - قاهره مصر

ٹائمز نے مسٹر اسمتھ کے پرائیوٹ خط کا چھاپنا خلاف متانت و سنجیدگی سمجھا ' لیکن " ڈیلی میل " نے اسکا کچھہ خیال نہ کیا اور خط کو بجنسہ چھاپدیا ' جو یہ ہے :

" همیں افسوس ہے کہ همنے آپ کے مراسلہ نگار کے مضمون کو بجنسہ شائع کرنیکی اجازت نہ دی ' مگر همارے لیے یہ امر قابل لحاظ تھا کہ فوج کی موجودہ حالت کو پبلک کے سامنے لانا بالکل غیر مناسب ہے - اس مراسلے میں آپ جسقدر ترمیم و تنسیخ پاتے هیں ' وہ اس سے بہت هی کم ہے جسکی دفتر جنگ نے همیں اجازت دی ہے - لیکن همارے خیال میں سچائی سے بالکلیہ منھہ موڑ لینا بھی مناسب نہیں "

مسٹر اسمتھ نے یہ بھی لکھا تھا :

" انگلینڈ کو چاهیے کہ وہ موجودہ حالت کو محسوس کرے اور فوراً محسوس کرے - اسکو کمک پر کمک بھیجنا چاهیے - کیا یہ بہتر ہے کہ دلیر فوج صرف دشمن کی زیادتی تعداد سے شکست کھا جاے ؟ اور یہاں کے باشندے گھروں میں بیٹھے هوے " گولف " اور " کریکٹ " کھیلا کریں ؟ همیں سپاهیوں کی ضرورت ہے اور فوراً ضرورت ہے "

(دفتر اخبارات کا اعلان)

ٹائمز کے مضمون کے شائع هونے پر دفتر اخبارات نے حسب ذیل اعلان شائع کیا :

دفتر اخبارات سرکاری طور پر فوج کی لڑائیوں کی حالت بیان کرتا ہے - یہ اعلان جو نہایت هی هوشیاری اور صحت کے ساتھہ لکھا گیا ہے موجودہ حالت کی پوری تصویر کھینچتا ہے - دفتر نے مناسب نہیں سمجھا کہ جنگی مراسلہ نگاروں کے بیان کو چھپنے دے ' تا وقتیکہ ان مراسلات سے فوج کے قیام اور دوسری جنگی کارروائیوں پر روشنی نہ پڑتی هو - خبریں نہایت هوشیاری کے ساتھہ چھاپی جائیں کیونکہ مراسلہ نگار مقام جنگ پر موجود نہیں رهتے ' اور انکو خبریں دوسروں سے ملتی هیں جنکو خود بھی پوری واقفیت نہیں هوتی " -

(لارڈ کچنر کی رپورٹ)

لارڈ کچنر نے فوج کے حالات حسب ذیل الفاظ میں بیان کیے :

" اگرچہ سر جان فرنچ کا کوئی رسمی مراسلہ چند دنوں سے نہیں آیا ہے ' تاهم انگریزی فوج کی کارروائیوں کا پتہ لگتا ہے "

لڑائی ۴ دن تک (۲۳ سے ۲۶ تک) جاری رهی - اس اثنا میں انگریزی فوج فرانسیسی فوج کے ساتھہ ملکے جرمن کو پیشقدمی سے روکتی رهی - گو اس اثناء میں متعدد افواج کو عقب کے دفاعی خط پر چلا آنا پڑا - یکشنبہ کو " مونس " میں جنگ شروع هوئی - جرمنوں نے پر زور حملے کیے ' لیکن همیشہ پسپا کردیے گئے - دوشنبہ (۲۴ - اگست) کو ایک کثیر فوج نے یہ ارادہ کیا کہ انگریزی فوج کو پیچھے هٹنے نہ دے اور " موبیوژ " کے قلعہ میں داخل هونے پر مجبور کردے - لیکن انگریزی فوج کے استقلال نے جرمن کو اس ارادہ میں کامیاب هونے نہ دیا - انگریزی فوج ۲۵ کو بھی پیچھے هٹتی رهی - اگرچہ جنگ جاری تھی اور اس روز کیمبرے اور لیکیٹو کے خط پر آ پہونچی - ارادہ تھا کہ ۲۶ کی صبح کو پھر واپسی کا حکم دیا جاے - مگر جرمن کے ۵ دستوں نے اسپر حملہ کیا - یہ ۵ دستے اسقدر نزدیک تھے ' اور حملہ اس قدر خونریز تھا کہ شام تک واپس جانے کا موقع نہ ملسکا - اس دن (۲۶ - اگست) کی جنگ نہایت هی سخت اور هولناک تھی - هماری فوج دلیرانہ مدافعت کرتی رهی - اگرچہ فوج تعداد میں بہت کم تھی -

آخر کار هماری فوج خوش ترتیبی کے ساتھہ دشمن سے بچ نکلی - گو کثیر نقصانات کا متحمل هونا پڑا - توپ کے نہایت سخت حملے کا سامنا هوا - دشمن بھڑلی توپوں کے جلنے گھوڑے مرگئے تھے ' کسی اور توپ پر قابض نہوسکے - سر جان فرنچ کا تخمینہ ہے کہ ۲۳ - اگست سے ۲۶ - اگست تک همارے نقصانات ۵۰۰۰ اور ۶۰۰۰ کے درمیان هیں ' اور دشمن کے نقصانات همارے نقصانات سے کہیں زیادہ هیں -

" مثلاً سر جان فرنچ کہتے هیں کہ ۲۶ کو " لینڈ ریسس " میں جرمنی پیدل فوج اس قدر باهم ملی هوئی کوچ کررهی تھی کہ جب شہر میں داخل هوئے تو سڑک پر مطلق جگہہ باقی نہیں رهی - شہر کے دوسرے جانب سے هماری توپ خانوں نے ان پر گولہ باری شروع کردی ' جس کی وجہ سے اس فوج کا اگلا حصہ بالکل تباہ هوگیا - صرف سڑک هی پر ۸۰۰ یا ۹۰۰ جرمن مقتول و مجروح پڑے تھے - دوسری جگہہ جرمن مستحفظ سواروں کا دستہ ' هماری بارهویں پیادہ فوج پر حملہ آور هوا - لیکن بے ترتیبی کے ساتھہ پسپا کردیا گیا - یہ چند مثالیں تھیں ورنہ اسی طرح تمام خطوط پر هماری فوج نے نام پیدا کیا ہے ' اور جرمن نے اپنے اقدام کو بہت گراں قیمت پر خریدا ہے " -

" ۲۶ کے بعد سے انگریزی فوج کو پھر ستایا نہیں گیا - صرف سواروں سے ایک خفیف مقابلہ هوا - انگریزی فوج نے اس اثنا میں اپنے کو پھر جنگ کے لیے طیار کرلیا ہے اور کمک بھی نقصانات سے دو چند پہونچ گئی ہے - توپیں بدل دی گئی هیں ' اور اب فوج اسی همت اور استقلال سے نبرد آزما هونے کے لیے طیار ہے " -

" آج کی خبر پھر حسب دلخواہ ہے - انگریزی سپاہ کو آج لڑنیکا موقع نہیں ملا ' مگر فرانسیسی فوج نے دشمن کے اقدام کو میمنہ اور میسرہ پر روکدیا - سر جان فرنچ کی رپورٹ ہے کہ ۲۸ کو هماری پانچویں سوار فوج نے جرمن سوار کا مقابلہ کیا - اور بارهویں لینسرس (نیزہ باز) اور " رائل اسکوٹس " نے دشمن کو بھگا دیا - مگر یہ یاد رکھنا چاهیے کہ فرانس کی لڑائیاں کتنی هی بڑی کیوں نہوں مگر فوج کے صرف ایک هی بازو کی لڑائیاں هیں - همارے جنگی مقامات ایسے هیں کہ ایک فیصلہ کن جنگ میں جرمنی کا خاتمہ هوجائیگا - اگر انگریزی اور فرانسیسی افواج ' جو جرمن کی بہترین فوج سے مقابل هیں ' صرف دفاع هی کرتی رهینگی تو بھی اسکا نتیجہ صرف ایک هی هوگا - " (یعنی جرمنی کی بالآخر ناکامی)

(ملاحظات)

(۱) اصل مراسلے میں جن لڑائیوں کے متعلق مسٹر اسمتھ کے الفاظ میں " مبالغہ آمیز " اور سرکاری اعلان کی زبان میں " سرتاپا غلط " حالات بیان کیے گئے تھے ' اور پھر جنکی نسبت لارڈ کچنر نے مندرجۂ صدر اعلان شائع کیا ' وہ وهی عظیم الشان معرکے هیں جو متحدہ افواج اور جرمن افواج میں " مونس " سے شروع هوکر " کیمبرے " تک هوے ' اور جنکے بعد جرمن سیلاب بلجیم سے فرانسیسی حدود میں آگیا - ۲۳ سے ۲۶ تک یہ معرکہ جاری رها تھا -

(۲) لارڈ کچنر کی یہ رپورٹ روزانہ تاروں میں هم تک نہیں پہونچی گئی - اور اب میل میں آئی ہے - جو بیانات اسوقت یہاں شائع هوے تھے ' انسے یہ پھر بھی کسیقدر زیادہ واضح اور معترف ہے :

(۳) ٹائمز کے بیان سے ظاهر هوتا ہے کہ اسنے خود بھی اس مراسلے کی اشاعت خلاف مصلحت سمجھی تھی ' مگر مسٹر اسمتھ کو یہ غلط فہمی هوگئی کہ اصلی ضرورت کمک کی ہے - اس مراسلے کی اشاعت سے پبلک کو فوج میں داخل هونیکی تحریک هوگی - اگر یہ صورت نہوگئی هوتی تو وہ اجازت نہ دیتے اور یہ تحریر بھی شائع نہوتی -

ایک عجیب غریب موقعہ

اصلی چیزیں - کم قیمت - نایاب - کامیاب

۲۱ اکتوبر تک

نئی قسم کا رسٹ واچ -

(گارنٹی ۲ سال)

نہایت خوبصورت - نکل سلور کیس - مضبوط کیلس چال وقت ٹھیک دینے والی - چمڑا ولایتی نہایت ملائم - قیمت اصلی ۱۲ روپیہ -

رعایتی قیمت ۴ روپیہ ۱۴ آنہ ارک-یڈ ایزڈ اسٹیل کیس - ۵ روپیہ ۴ - آنہ -

سلور کیس ۲ روپیہ عمدہ سلور کیس ۲ روپیہ ۸ آنہ سنہرا کیس ۵ روپیہ ۴ آنہ -

---

۱۴ کیرٹ ہنٹنگ واچ

جولڈ انجن ٹرننگ کیس - دیکھنے میں بہت خوبصورت ٹھیک سونے کا معلوم ہوتا ہے -

اصلی قیمت ۲۰ روپیہ رعایتی قیمت ۷ روپیہ -

---

۱۴ کیرٹ رولڈ گولڈز ینا لیور واچ -

(گارنٹی ۵ سال)

دیکھنے میں قیمتی گھڑیوں کے مشابہ ہے - نہایت اچھی قابل تعریف -

قیمت اصلی ۱۵ روپیہ رعایتی قیمت ۷ روپیہ ۴ آنہ نکل رومن فیس ۲ روپیہ -

---

موثر ریگولیٹ لیور واچ -

(گارنٹی ۵ سال)

ہر شخص کے لائق لیور کھلا ڈھکنا - مضبوط کیلس چال ڈائل منقش درمیانہ سائز - نہایت عمدہ اور ٹھیک وقت دینے والا -

اصلی قیمت ۱۰ روپیہ رعایتی ۳ روپیہ ۴ آنہ

سنٹرش ہنٹنگ واچ -

(گارنٹی ۲ سال)

نکل ہنٹنگ سائز ۱۶ - سادہ ڈائل - کفایت اور اچھا وقت دینے والا - موتی سوئیاں - ہزاروں گھڑیاں سال میں فروخت ہوتی ہیں -

اصلی قیمت ۱۴ روپیہ رعایتی قیمت ۵ روپیہ ۴ آنہ -

سنٹر سکنڈ واچ اسٹرپ واچ

گارنٹی پانچ سال

اعلیٰ عمدہ قسم کا ۵ روپیہ چار آنہ

خاصکر ڈاکٹروں اور دایوں کیلیے یہ گھڑی ایک سکنڈ کے حصہ کو بھی اچھی طرح سے بتلاتا ہے - کھلا ڈھکنا - چال عمدہ - دیکھنے میں خوبصورت قیمت اصل ۷ روپیہ - رعایتی قیمت ۳ روپیہ ۱۴ آنہ -

---

دی انڈیا واچ

گارنٹی پانچ سال

بلکل نئے فیشن کا سلنڈر واچ کھلا ڈھکنا کی دس فانسی سکنڈ ہنڈ سوئی کے شامل - نہایت سچا وقت دینے والی - قیمت اصل دس روپیہ رعایتی ۳ روپیہ چودہ آنہ -

فینسی ڈائل ۴ روپیہ آٹھ آنہ -

امریکن لیور اسٹنڈرڈ واچ

۱۴ کیرٹ گولڈ واچ

گارنٹی چھ سال

کم قیمت میں سب سے اچھا لیور واچ استعمال کے قابل یہ گھڑی پانچ سو روپیہ کے ساتھ اچھی عمدہ مقابلہ کرسکتی ہے - کیس دیکھنے میں نہایت خوبصورت -

قیمت اصلی ۲۰ روپیہ رعایتی قیمت ۹ روپیہ آٹھ آنہ -

لیڈی گولڈ واچ

گارنٹی پانچ سال

لیڈی اور جنٹلمین کے قابل - چھوٹے شکل کا دیکھنے میں خوبصورت سچا وقت دینے والی بالکل نئے فیشن کا کیس -

قیمت اصلی ۲۵ روپیہ رعایتی قیمت ۱۴ روپیہ آٹھ آنہ - جنٹس سائز - ۲۸ روپیہ

بی - اس - تنکی - اینڈ کمپنی نمبر ۱ - ۳۶ - مصرتلہ کلکتہ

حکمت بالغہ ! حکمت بالغہ !

مولوی احمد مکرم صاحب عباسی چریا کوٹی نے ایک نہایت مفید سلسلہ جدید تصنیفات و تالیفات کا قائم کیا ہے - مولوی صاحب کا مقصود یہ ہے کہ قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کے متعلق آجتک جس قدر دلائل قائم کیے گئے ہیں ان سب کو ایک جگہہ مرتب و مدون کردیا جائے - اس سلسلہ کی ایک کتاب موسوم بہ حکمۃ بالغہ تین جلدوں میں چھپ کر تیار ہو چکی ہے -

پہلی جلد کے چار حصے ہیں - پہلے حصے میں قرآن مجید کی پوری تاریخ ہے جو اتقان فی علوم القرآن علامۂ سیوطی کے ایک بڑے حصہ کا خلاصہ ہے - دوسرے حصہ میں تواتر قرآن کی بحث ہے ' اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوا تھا ' وہ بغیر کسی تحریف یا کمی بیشی کے ویسا ہی موجود ہے ' جیسا کہ نزول کے وقت تھا ' اور یہ مسئلہ کل فرقہاے اسلامی کا مسلمہ ہے - تیسرے حصہ میں قرآن کے اسماء و صفات کے نہایت مبسوط مباحث ہیں - جن میں ضمناً بہت سے علمی مضامین پر معرکۃ الارا بحثیں ہیں - چوتھے حصے سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے - اس میں چند مقدمات اور قرآن مجید کی ایک سو پیشین گوئیاں ہیں جو پوری ہو چکی ہیں - پیشین گوئیوں کے ضمن میں علم کلام کے بہت سے مسائل حل کئے گئے ہیں ' اور فلسفۂ جدیدہ جو نئے اعتراضات قرآن مجید اور اسلام پر کرتا ہے ان پر تفصیلی بحث کی گئی ہے -

دوسری جلد ایک مقدمہ اور دو بابوں پر مشتمل ہے - مقدمہ میں نبوت کی مکمل اور نہایت محققانہ تعریف کی گئی ہے - آنحضرت صلعم کی نبوت سے بحث کرتے ہوے آیۃ خاتم النبیین کی عالمانہ تفسیر کی ہے - پہلے باب میں رسول عربی صلعم کی ان معرکۃ الارا پیشین گوئیوں کو مرتب کیا ہے ' جو کتب احادیث کی تدوین کے بعد پوری ہوئی ہیں ' اور اب تک پوری ہوتی جاتی ہیں - دوسرے باب میں ان پیشین گوئیوں کو لکھا ہے ' جو تدوین کتب احادیث سے پہلے ہو چکی ہیں - اس باب سے آنحضرت صلعم کی صداقت پوری طور سے ثابت ہوتی ہے -

تیسری جلد - اس جلد میں فاضل مصنف نے عقل و نقل اور علماے یورپ کے مستند اقوال سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم امی تھے ' اور آپ کو لکھنا پڑھنا کچھہ نہیں آتا تھا - قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کی نو عقلی دلیلیں لکھی ہیں - یہ عظیم الشان کتاب ایسے پر آشوب زمانہ میں جب کہ ہر طرف سے مذہب اسلام پر نکتہ چینی ہو رہی ہے ' ایک عمدہ ہادی اور رہبر کا کام دیگی - عبارت نہایت سلیس اور دل چسپ ہے ' اور زبان اردو میں اس کتاب سے ایک بہت قابل قدر اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر سہ جلد (۱۰۶۴) لکھائی چھپائی و کاغذ عمدہ ہے - قیمت ۵ روپیہ *

نعمت عظمی ! نعمت عظمی !

امام عبد الوہاب شعرانی کا نام نامی ہمیشہ اسلامی دنیا میں مشہور رہا ہے - آپ دسویں صدی ہجری کے مشہور ولی ہیں - لواقح الانوار صوفیاے کرام کا ایک مشہور تذکرہ آپ کی تصنیف ہے - اس تذکرہ میں اولیاء - فقراء اور مجاذیب کے احوال و اقوال اس طرح پر کانٹ چھانٹ کے جمع کئے ہیں کہ ان کے مطالعہ سے اصلاح حال ہو اور عادات و اخلاق درست ہوں اور صوفیاے کرام کے بارے میں انسان سوء ظن سے محفوظ رہے - یہ لا جواب کتاب عربی زبان میں تھی - ہمارے محترم دوست مولوی سید عبدالغنی صاحب وارثی نے جو اعلی درجہ کے ادیب ہیں اور علم تصوف سے خاص طور سے دل چسپی رکھتے ہیں اس کتاب کا ترجمہ نعمت عظمی کے نام سے کیا ہے - اس کے چھپنے سے اردو زبان میں ایک قیمتی اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر دو جلد (۷۲۶) خوشخط کاغذ اعلی قیمت ۵ روپیہ *

مشاہیر الاسلام ! مشاہیر الاسلام ! !

یعنی اردو ترجمہ وفیات الاعیان مترجمہ مولوی عبد الغفور خاں صاحب رامپوری ' جس میں پہلی صدی ہجری کے اواسط ایام سے ساتویں صدی ہجری کے خاتمہ تک دنیاے اسلام کے بڑے بڑے علماء - فقہا قضاۃ شعراء متکلمین نحویین لغویین منجمین مہندسین مورخین محدثین زہاد عباد امراء فقراء حکماء اطبا سلاطین مجتہدین وصناع و مغنین وغیرہ ہر قسم کے اکابر و اہل کمال کا مبسوط و مفصل تذکرہ -

جسے بقول (موسیو دی سیلن)

" اہل اسلام کی تاریخ معاشرتی و علمی کی واقفیت کے واسطے اہل علم ہمیشہ سے بہت ہی قدر کی نگاہوں سے دیکھتے آئے ہیں "

یہ کتاب اصل عربی سے ترجمہ کی گئی ہے ' لیکن مترجم صاحب ممدوح نے ترجمہ کرتے وقت اس کے اس انگریزی ترجمہ کو بھی پیش نظر رکھا ہے ' جسے موسیو دی سیلن نے سنہ ۱۸۴۲ع میں شائع کیا تھا - سواے اس کے اصل کتاب پر تاریخ ' تراجم ' جغرافیہ ' لغت ' انساب اور دیگر مسائل دینی کے متعلق لاتعداد حواشی اضافہ کئے ہیں - اس تقریب سے اس میں کئی ہزار اماکن و بقاع اور قبائل و رجال کا تذکرہ بھی شامل ہوگیا ہے - علاوہ بریں فاضل مترجم نے انگریزی مترجم موسیو دی سیلن کے وہ قیمتی نوٹ بھی اردو ترجمہ میں ضم کردے ہیں جن کی وجہ سے کتاب اصل عربی سے بھی زیادہ مفید ہوگئی ہے - موسیو دی سیلن نے اپنے انگریزی ترجمہ میں تین نہایت کارآمد اور مفید دیباچے لکھے ہیں مشاہیر الاسلام کی پہلی جلد کی ابتدا میں ان کا اردو ترجمہ بھی شریک کردیا گیا ہے - اس کتاب کی دو جلدیں نہایت اہتمام کے ساتھہ مطبع مفید عام آگرہ میں چھپوائی گئی ہیں ' باقی زیر طبع ہیں - قیمت ہر دو جلد ۵ روپیہ -

(۴) مآثر الکرام یعنے حسان الہند مولانا میر غلام علی آزاد بلگرامی کا مشہور تذکرہ مشتمل برحالات صوفیاے کرام و علماے عظام - صفحات ۳۳۸ مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ خوشخط قیمت ۲ روپیہ -

تمدن ہند ! تمدن ہند ! !

یعنی شمس العلما مولانا سید علی بلگرامی مرحوم کی مشہور کتاب جس کا غلغلہ چار سال سے کل ہندوستان میں گونج رہا تھا آخرکار چھپکر تیار ہوگئی ہے - علاوہ معنوی خوبیوں کے لکھائی چھپائی خط ' کاغذ ' تصاویر ' جلد مثل تمدن عرب کے قیمت ...... (۵۰) روپیہ -

(۵) صنمخانۂ عشق - یعنی حضرت امیر مینائی کا مشہور دیوان بار سوم چھپکر تیار ہوگیا ہے - قیمت ۲ روپیہ ۸ آنہ -

(۶) قرآن السعدین یعنی تذکیر و تانیث کے متعلق ایک نہایت مفید رسالہ جس میں کئی ہزار الفاظ کی تذکیر و تانیث بتائی گئی ہے ' قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

(۷) فہرست کتب خانہ آصفیہ - جس میں کئی ہزار کتب قلمیہ و مطبوعہ اور نیز مصنفین کا نام درج ہے - جو حضرات کتب خانہ جمع کرنا چاہیں ان کو یہ فہرست چراغ ہدایت کا کام دےگی - صفحات (۵۰۰) قیمت ۲ روپیہ -

(۸) تمدن عرب - قیمت سابق ۵۰ روپیہ قیمت حال ۳۰ روپیہ (۹) فنون ایران - مارگن شوسٹر کی مشہور کتاب کا ترجمہ صفحات ۴۶۲ مع ۲۱ عدد تصاویر عکسی عمدہ جلد اعلی - قیمت ۵ روپیہ -

(۱۰) قواعد العروض - مولانا غلام حسین قدر بلگرامی کی مشہور کتاب - عربی فارسی میں بھی اس فن کی ایسی جامع کوئی کتاب نہیں ہے - صفحات ۴۷۴ قیمت سابق ۴ روپیہ - حال ۲ روپیہ -

(۱۱) - میڈیکل جیورس پروڈنس - مولانا سید علی بلگرامی مرحوم کی مشہور کتاب قیمت سابق ۶ روپیہ قیمت حال ۳ روپیہ -

(۱۲) علم اصول قانون - یعنی سرڈبلیو - ایچ رینٹگن کی کتاب کا ترجمہ صفحات (۸۰۸) قیمت ۸ روپیہ -

(۱۳) تحقیق الجہاد - مصنفۂ نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم - مسئلہ جہاد کے متعلق کل دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتی - صفحات ۴۱۲ - قیمت ۳ روپیہ -

(۱۴) شرح دیوان غالب اردو - تصنیف مولوی علی حیدر صاحب طبا طبائی صفحات ۳۴۸ قیمت ۲ روپیہ -

(۱۵) داستان ترکتازان ہند - کل سلاطین دہلی کی ایک جامع و مفصل تاریخ ۵ جلد صفحات ۲۶۵۶ قیمت سابق ۲۰ روپیہ قیمت حال ۶ روپیہ -

(۱۶) معرکہ مذہب و سائنس - ڈریپر کی مشہور عالم کتاب - مترجمہ مولوی ظفر علی خان صاحب بی - اے - قیمت ۳ روپیہ -

(۱۷) مآثر الکرام - مشتمل برحالات صوفیاے کرام تصنیف میر غلام علی آزاد بلگرامی - قیمت ۲ روپیہ -

(۱۸) تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری اردو - حامل المتن صفحات (۳۷۵۰) نہایت خوشخط کاغذ اعلی قیمت ۲۰ روپیہ -

نوٹ — ایک روپیہ فی جلد کے حساب سے ہر کتاب کی جلد ہمارے پاس تیار ہوسکتی ہے - جس پر کتاب کا اور مالک کا نام منقش ہوگا -

تاریخ ہندوستان

— * —

آثار مطبوعات قدیمۂ ہند

—— * ——

ترجمہ فارسی " ہسٹری آف انڈیا " مصنفہ مسٹر جان مارشمن
مطبوعۂ قدیم کلکتہ سنہ ۱۸۵۹

(۱) ہندوستان کے تاریخوں کے لکھنے میں جن انگریز مصنفین نے جانکاہ محنتیں کی ہیں ان میں مسٹر سی - جان مارشمن (C. Jahan Marshman.) کا نام خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر ہے - اسکا نہایت سلیس و فصیح فارسی ترجمہ لارڈ ایلنبرا کے زمانے میں مولوی عبد الرحیم گورکھپوری نے کیا تھا ' اور بحکم لارڈ مذکور پرنس بہرام شاہ نبیرۂ سلطان ٹیپو مرحوم و مغفور نے نہایت اہتمام و تکلف سے طبع کرایا تھا - کچھہ نسخے فروخت ہوے اور کچھہ گورنمنٹ نے لے لیے اور عام طور پر اشاعت اسکی نہ ہوئی -

اس کتاب کی ایک بڑی خوبی اسکی خاص طرح کی چھپائی بھی ہے - یعنے چھپی تو ہے ٹائپ میں لیکن ٹائپ برخلاف عام ٹائپ کے بالکل نستعلیق خط کا ہے - بہتر سے بہتر نمونہ اگر نستعلیق ٹائپ کا ابتک کوئی ہے تو یہی ہے - کاغذ بھی نہایت اعلی درجہ کا لگایا گیا ہے - علاوہ مقدمہ و فہرست کے اصلی کتاب ۳۰۴ صفحوں میں ختم ہوئی ہے :

قیمت مجلد ۳ - روپیہ - ۸ آنہ - غیر مجلد ۳ - روپیہ -
تمام درخواستیں : " منیجر الہلال کلکتہ " کے نام آئیں -

الہلال کی ایجنسی

ہندوستان کے تمام اردو بنگلہ گجراتی اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے ' جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں تو ایجنسی کی درخواست بھیجیے -

منیجر

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۶ | کلکتہ: چہار شنبہ ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۲ ہجری
Calcutta : Wednesday October 14. 1914. | جلد ۵

مقصد وحید

الامر بالمعروف والنہی عن المنکر

وجاهدوا في الله حق جهاده، هو اجتباكم وما جعل عليكم في الدين من حرج، ملة ابيكم ابراهيم، هو سماكم المسلمين من قبل وفي هذا ليكون الرسول شهيدا عليكم، وتكونوا شهداء على الناس، فاقيموا الصلوة واتوا الزكوة، واعتصموا بالله هو مولاكم فنعم المولى ونعم النصير (۲۲ : ۷۸)

"کتاب مرقوم یشهده المقربون" (۸۳ : ۱۸)
ذالک فلیتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) " الهلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک هی وقت میں دعوۃ دینیۃ اسلامیۃ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ' اور وحدۃ کلمۃ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و مقالات سیاسیۃ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ ہے - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشهاد قرآنی نے تعلیمات الاهیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے وہ اسقدر عجیب و موثر ہے کہ الهلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اسی طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ علم طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو لٹریچر میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الالهیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام هندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر هی اندر هزاروں دلوں ' هزاروں زبانوں ' اور صدها اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ هندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا' اور بلا اغلبی مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار معصیین مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام' راسخ اعتقاد 'مومن صادق الاعمال مسلم ' اور مجاهد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک کلی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و هدایت' مشتاقان علم و حکمت' خوشگواران ادب و انشا' تشنگان معارف الاهیہ و علوم نبویہ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہیں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے' جس میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(۷) چھہ مہینے میں ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی جاتی ہے - والیتر کیوسے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام هندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپ رہی ہے - تیسری اور چوتھی جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید هاف ٹون تصویریں بھی ہیں' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی -

(۹) با این همہ قیمت صرف سات روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے -

Tel. Address: "Alhilal" Calcutta.
Telephone No. 948.

AL-HILAL.

Proprietor & Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
14, McLeod Street,
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

الہلال

مقام اشاعت
۱۴ - مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۹۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر ۱۶ - ۱۷

کلکتہ : چہار شنبہ ۲۳ - دیقعدہ و یکم ذالحجہ ۱۳۳۲ ہجری
Calcutta : Wednesday, October, 12 - 17, 1914.

جلد ۵

بسانم درجوش ست و یساران منتظر
ساقیہا خذ ما صفا دع ما کدر

هز ایکسلنسی غازی انور پاشا متع اللہ الاسلام والمسلمین بطول حیاتہ جنکی متعلق ایک حادثہ کی بے سر و پا افواہ حال میں مشہور ہوئی تھی مگر جسکی اب کوئی اصلیت نہیں

اطلاع

نمبر ۱۶ اور ۱۷

رمضان المبارک کے بعد کمپوزیٹروں کے اسٹرائک سے جو بد نظمی پریس میں شروع ہوئی اسکا سلسلہ برابر جاری تھا - مجبوراً ہر ہفتے کی تاخیر کو ایک بار ختم کردینے کیلیے پچھلے ہفتے کی اشاعت ملتوی رکھی گئی اور آج نمبر ۱۶ اور ۱۷ - ایک ساتھہ شائع کیے جاتے ہیں -

آیندہ نمبر عید الضحی کی تقریب سے خاص طور پر مصور و مزین ہوگا اور مستقل خریداروں کے علاوہ عام خریداروں کے لیے ۸ - آنہ قیمت پر فروخت ہوگا -

بوجہ ڈبل نمبر ہونے کے اس نمبر کی قیمت ۸ - آنہ ہے -

تار کا پتہ - ادرشہ

نواب ڈھاکہ کی سرپرستی میں

یہ کمپنی نہیں چاہتی ہے کہ ہندوستان کی مستورات بیکار بیٹھی رہیں۔اور ملک کی ترقی میں حصہ نہ لیں لہذا یہ کمپنی امور ذیل کو آپ کے سامنے پیش کرتی ہے :—

(۱) یہ کمپنی آپکو ۱۲ روپیہ میں بٹل کٹنگ (یعنے سپاری تراش) مشین دیگی جس سے ایک روپیہ روزانہ حاصل کرنا کوئی بات نہیں -

(۲) یہ کمپنی آپکو ۱۵۰ روپیہ میں خود باف موزے کی مشین دیگی ' جس سے تین روپیہ حاصل کرنا سہل ہے -

(۳) یہ کمپنی ۱۲۰۰ روپیہ میں ایک ایسی مشین دیگی جس سے موزہ اور گنجی دونوں تیار کی جاسکے تیس روپیہ روزانہ بلا تکلف حاصل کیجیے -

(۴) یہ کمپنی ۹۷۵ روپیہ میں ایسی مشین دیگی جسمیں گنجی تیار ہوگی جس سے روزانہ ۲۵ روپیہ بلا تکلف حاصل کیجیے

(۵) یہ کمپنی ہر قسم کے کاتے ہوے اون جو ضروری ہوں محض تاجرانہ نرخ پر مہیا کردیتی ہے - کام ختم ہوا - اچھے روا نہ کیا اور اسی :من روپیے بھی مل گئے ! پھر لطف یہ کہ ساتھہ ہی بننے کے لیے چیزیں بھی بھیج دی گئیں -

لیجئے دو چار بے مانگے سرٹیفکٹ حاضر خدمت ہیں -

آنریبل نواب سید نواب علی چودھری (کلکتہ) :— میں نے حال میں ادرشہ نیٹنگ کمپنی کی چند چیزیں خریدیں مجھے ان چیزونکی قیمت اور اوصاف سے بہت تشفی ہے -

مس کشم کماری دیوی - (ندیا) میں خوشی سے آپکو اطلاع دیتی ہوں کہ میں ۶۰ روپیہ سے ۸۰ روپیہ تک ماہواری آپکی نیٹنگ مشین سے پیدا کرتی ہوں -

نواب نصیر الممالک مرزا شجاعت علی بیگ قونصل ایران

ادرشہ نیٹنگ کمپنی کو میں جانتا ہوں - یہ کمپنی اس وجہ سے قائم ہوئی ہے کہ لوگ محنت و مشقت کریں - یہ کمپنی نہایت اچھی کام کررہی ہے اور موزہ وغیرہ خود بنواتی ہے - اسکے علاوہ کم قیمتی مشین منگا کر ہر شخص کو مفید ہونے کا موقع دیتی ہے - میں ضرورت سمجھتا ہوں کہ عوام اسکی مدد کریں

آنریبل جسٹس سید شرف الدین - جج ہائیکورٹ کلکتہ

میں نے ادرشہ نیٹنگ کمپنی کی بنائی ہوئی چیزونکو استعمال کیا اور پائیدار پایا - دیکھنے میں بھی خوبصورت ہے - میں امید کرتا ہوں کہ بہت جلد اس کمپنی کی سرپرستی ایسے لوگ کرینگے جنسے انکے کام میں وسعت ہو -

ہز اکسیلنسی لارڈ کارمائیکل گورنر بنگال کا حسن قبول

آپکے پرائیویٹ سکریٹری کے زبانی -

اپنے اپنی ساخت کی چیزیں جو حضور گورنر اور انکی بیگم کے لیے بھیجا ہے وہ پہونچا - ہز اکسیلنسی اور حضور عالیہ آپکے کام سے بہت خوش ہیں اور مجھکو آپکا شکریہ ادا کرنے کہا ہے -

برانچ — سول کورٹ روڈ لنگالیل -

نوٹ — پراسپکٹس ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بھیج دیا جائیگا -

ادرشہ نیٹنگ کمپنی ۲۶ ایچ گرانٹ اسٹریٹ کلکتہ

(۶) سب سے زیادہ یہ کہ بیمبدر کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور جب تک انگلستان بحیر شمال اور نہر قورور پر مسلط ہے، انتورپ رو بیز بلجیم کے تمام ساحلی مقامات کو جرمنی کسی طرح بھی مسخر نہیں کرسکتی۔ اگرچہ محاصرہ کرلے جب بھی رسد اور سامان جنگ دریا کی جانب سے پہنچتا رہیگا۔

یہ اسباب سکہ جس درجہ موثر، بدیہی، ناقابل انکار اور شاندار و قوی تھے، انکی نسبت کچھہ کہنا فضول ہے۔ لیز اور نامور کے استحکامات کے غافلے اور انکے عاجلانہ نتائج اگرچہ دنیا کے پیش نظر تھے، تاہم یہ ساٹھہ میل کا مستحکم حلقہ، یہ تمام ماہرین جنگ کا اجماع عظیم، یہ اعلیٰ پانی کے منافذ، یہ ساحلی دروازے کی ہیبت، اور ان سب سے بڑھکر بحر شمال کی حکمرانی اور برطانی اعانت کا فتح باب، ایسی دلیلیں نہ تھیں جو بالکل بے اثر رہتیں۔ تاہم جب حوادث نے ورق الٹا اور حقیقت بے نقاب ہوئی تو دنیا نے امید باطل اور فریب آرزو کا ایک نیا تجربہ اپنے سامنے پایا، اور طاقت کے دیوتا نے بڑھکر کہا کہ اسکی جادو کی چھڑی کے آگے استحکام کا لفظ بے معنی، قلعہ کی حقیقت وہم، اور تمام دنیا کے ماہرین جنگ کا ایمان و اعتقاد نقش غلط و حرف باطل ہے!

اذا جاء موسیٰ و القی العصا

فقد بطل السحر و الساحر

استحکامات کی حقیقت آفتاب کے طلوع و غروب کے اندر نہیں بدل جاسکتی۔ ساٹھہ میل تک پھیلے ہوئے قلعے اور آہنی گنبدوں کے توپخانے تیلیوں کے کھانچے اور روئی کے گالے نہیں بنجاسکتے، بحر شمال کا وہ پر پیچ آبی خط خشک نہیں ہوگیا ہے جس سے نکلکر دریائی لہریں انتورپ کی دیواروں سے ٹکراتی رہتی ہیں، اور جسکا پانی بہکر اسکے تمام طول و عرض کو ایک خطہ آب بنا دیسکتا ہے۔ پھر انگلستان کی حکومت اس تمام عرض پر پھیلی ہوئی ہے جو ساحل بلجیم اور ساحل قورور کے درمیان واقع ہے، اور ہر طرح کی اعانتوں کے حاصل کرنے کیلیے انتورپ کے دروازے بدستور کھلے ہوئے ہیں۔

تاہم دنیا کی جنگی طاقتوں کی تاریخ کے کیسے عجیب و غریب عہد سے ہم گذر رہے ہیں جبکہ با ایں ہمہ جاہ و جلال طاقت و جبروت، و با ایں ہمہ اسباب و وسائل دفاع و استحکام، بالاخر انتورپ اسی طرح مسخر ہوگیا جسطرح جرمنی کے خط جنگ کی ہر روک مسخر ہوئی۔ اور بلجیم کا یہ آخری نقشہ امید بھی اسیطرح چاک چاک کردیا گیا جس طرح بے شمار نقشے اس سے پہلے پرزے پرزے ہوچکے ہیں۔ افسوس کہ یقین و اذعان کے اس بستر یاس کو زیادہ سے زیادہ ارزو و حسرت کی پانچ تاریک راتیں ہی نصیب ہوئیں!

(فن جنگ کا نیا دور)

ہم نے تسخیر انتورپ کے تذکرہ میں اس نقطہ کو زیادہ نمایاں کیا کہ اسکے استحکامات کی تمام حقیقتیں بدستور قائم ہیں لیکن امید کا نقشہ منقلب ہو چکا ہے۔ یہ پہلو اسلیے زیادہ وضاحت کا محتاج تھا کہ انتورپ کی تسخیر کے بعد سے اعتراف و تسلیم کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے، اور یہ خصوصیت ہرطرح اسکی مستحق ہے کہ تاریخ جنگ میں اسے نمایاں جگہہ دی جاے۔ ابتک جرمنی کی راہ کی ہر روک اپنی مضبوطی اور استحکام کے یقین میں ایک ناقابل فہم سرعت کے ساتھہ منقلب ہوتی رہی ہے، اور بد قسمتی سے سر زمین و قلاع کیطرح "ماہرین جنگ" کا مذہب بھی مغرور حریف کی تلوار کا اسطرح تابع رہا ہے کہ اسکی ہر حرکت پر اسکے اصول و قواعد بدلتے رہے ہیں۔ لیز جب تک فتح نہیں ہوا تھا، اس وقت تک وہ دنیا کا سب سے زیادہ مستحکم مقام تھا۔ اونیاتوس کی مرچیں اور ہمالہ کی چوٹیاں بھی اسکے استحکام کے آگے ہیچ تھیں۔ اسکا عجیب الصنعۃ دائرہ استحکام، اسکے گھرے ہوئے عجیب و غریب قلعے، اسکی سر زمین کے قدرتی مواقع، اسکی عالم اعتراف و ناقابل تسخیر عظمت، ایک ایسی مسلم حقیقت تھی، جسکو ہر اور دو چار کی طرح ہر "ماہر جنگ" تسلیم کرتا تھا۔

لیکن جونہی حملہ آوروں کی فوجیں اسکی منہدم دیواروں پر سے گذریں، یکایک فن جنگ کے حقائق میں ایک انقلاب عام واقع ہوا، اور جو قلعے چند دن پیشتر تک تمام دنیا کو اپنی آزمائش کا چیلنج دے رہے تھے، اور جنسے بڑھکر اصول و قواعد حرب و دفاع کا اور کوئی نمونہ پیش نہیں کیا جا سکتا تھا، اب اصول و قواعد ہی کی بنا پر بالکل فرسودہ، ناقابل اعتماد، بے قاعدہ و بے اصول، اور ایک بدتر سے بدتر فوج کے ہاتھوں بھی بآسانی تسخیر ہوجانے والی دیواریں بنگئے:

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بو العجبیست؟

اب یہ انکشاف ہوا کہ لیز کے قلعے قدیم طرز پر تعمیر ہوے تھے اور اسلیے انکا مسخر ہو جانا کوئی ایسی بات نہیں جو چنداں قابل التفات ہو۔ سب سے زیادہ یہ کہ اسکے قلعوں کا باہمی فاصلہ بہت کم تھا، اور ایسی حالت میں وہ ساقط نہو جاتا تو اور کیا ہوتا؟

تقریباً ایسے ہی انقلابات و انکشافات سریعہ نامور کے آٹھہ قلعوں کے متعلق بھی ہوے۔ اسرار جنگ اور مصالح حرب کی بخشش اس عہد میں جرمنی کی توپوں سے بھی زیادہ عجیب و غریب رہی ہے!

لیکن غنیمت ہے کہ اب انکشافات "فن جنگ" کے یہ تلاطم و تموج کسیقدر متبدل بہ سکون ہوگئے ہیں، اور معلوم ہوتا ہے کہ گو جرمنی کی جنگی بیقراریوں کے پاؤں نہ تھمیں لیکن انگلستان و فرانس کے "ماہرین جنگ" کے اعتقادات کو تو کسی قدر ثبات و استقرار نصیب ہو جایگا۔ چنانچہ موجودہ جنگ کی تاریخ میں سب سے پہلے "انتورپ" کے قلعوں کو یہ تاریخی فخر نصیب ہوا ہے کہ انکی برگشتہ قسمت کی طرح فن جنگ نے انکا ساتھہ نہ چھوڑا۔ اور انکے استحکامات میں بظاہر اب تک لیز و نامور کے استحکامات کی طرح کوئی نئی خرابی اور خامی بعد از تسخیر ثابت نہیں ہوئی ہے۔ وہ مسخر ہوچکے ہیں لیکن ابتک انکی مضبوطی اور حفاظت کی حقیقتیں بدستور قائم ہیں، اور انکی خامیوں اور نقصوں کی مرثیہ خوانی کی جگہ حملہ آوروں کی طاقت کا اعتراف کرکے حقیقت و واقعیت پر پہلی مرتبہ لطف و احسان کیا گیا ہے!

پہلے جو قوۃ تحقیق و تدقیق بدبخت مسخر شدہ قلعوں کے نقصوں کی دریافت میں صرف ہوتی تھی، الحمد للہ کہ اب اسکا کچھہ حصہ جرمنی کی عجیب و غریب توپوں کے متعلق ایک نئے انکشاف میں صرف کیا گیا ہے، اور معلوم ہوا ہے کہ یہ ساری کرشمہ سازی جرمنی کی نہیں بلکہ اسکی قلعہ پاش توپوں کی ہے، جنکا قطر ۴۲ سنٹی میٹر کا ہے، اور جنکے گولے تیس تیس من کے وزنی ہوتے ہیں!

مارا ازیں نیے، ضعیف ایں گماں نبود!

(بحری مہم)

انگریزی اعانت کے بھیجے جانیکی بھی خبر دی گئی ہے جو انتورپ پہنچی اور تمام مایوس باشندوں نے اسکی بدولت دو راتیں امید و مسرت میں بسر کیں۔ جب فوج راستوں سے گذری لوگوں نے نہایت جوش سے استقبال کیا اور گرجوں میں حمد و شکر کے ترانے گاے گئے۔ گو اس قیمتی اعانت سے بد نصیب بلجیم کو کوئی فائدہ نہیں ہوا اور بعض مخالف اتفاقات کی وجہ سے برطانی شجاعت کو اپنے ان فوجی مناقب و عسکری فضائل کی نمایش کی کافی مہلت نہ ملی جو فرانس کے میدانوں میں بارہا ظاہر ہوچکے ہیں، تاہم اسنے نہایت عقلمندی کے ساتھ

حدیث الجنون

(دو معرکے)

جو جنگ دنیا کے نصف حصے میں قتل و غارت کا سب سے بڑا دور ارضی تمثیل کر رہی ہے، اسکے میدانوں سے باہر بھی قوتوں کے تصادم اور طاقتوں کے کشاکش کا ایک معرکۂ تقابل و تسابق بپا ہے - یہ حقیقت اور تصنع کا ایک عظیم الشان مقابلہ ہے جو شاید سلطان حقائق اور انسانی دسائس و خدع کی سب سے بڑی اور سب سے وسیع جنگ کا فیصلہ کریگا - پہلی جنگ اگر اپنے رقبہ کی وسعت، اپنے سامانوں کی ہیبت، اور اپنے نتائج و اطراف کی دہشت میں دنیا کا سب سے بڑا حادثہ ہے، تو یہ جنگ بھی حقیقت کے قہر و استیلا، انسانی خدع و حیل کے انتہائی جد و جہد، اور آلات و اسلحۂ تصنع و دسائس کی نئی نئی نمایشوں کا تاریخ عالم میں سب سے بڑا واقعہ ہوگی!

پہلی جنگ کے اعلان کے ساتھہ ہی اس جنگ کا بھی اعلان ہوگیا، اور جس طرح بلجیم اور پرلینڈ کے میدانوں میں اسکے میدان گرم ہوے، ٹھیک اسی طرح اس جنگ کے معرکوں نے بھی جلد جلد اپنے نقشے بدلے - لیژ اور نامور کی دیواروں پر جس وقت تیس تیس من کے قلعہ پاش گولے پھینکے جارہے تھے، اس وقت ان گولوں سے بھی زیادہ وزنی مصنوعات نے حقیقت کی ناممکن التسخیر دیواروں کو اپنا نشانہ بنالیا تھا - "قیصر" اور "زار" کے معروں کی اُس ادعاؤ غرور کے آگے کچھہ حقیقت نہیں ہے، جس نے اس دوسرے میدان جنگ میں قواے حقائق و واقعیت کے خلاف اعلان جنگ کیا ہے!

لیکن اس میدان جنگ کے حریف کی قوتیں دوسری قسم کی ہیں، اور یہ وہ تجربہ ہے جو یکساں نتائج کے ساتھہ دنیا میں ہمیشہ کیا جاچکا ہے - ممکن ہے کہ یہ سب سے بڑا تجربہ ہو اور اسکی وسعت عدیم النظیر ثابت ہو - تاہم نتیجہ وہی نکلیگا جو ہمیشہ نکل چکا ہے : ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا -

حقیقت کی طاقت قیصر اور دول متحدہ کی طاقت سے زیادہ محکم ہے - اسکی دیواروں کے ڈھانے کیلیے کوئی توپ نہیں ڈھالی جاسکتی!

بالآخر دونوں جنگوں کے حریف انکے نتائج ایک ہی وقت میں ظاہر ہوے، اور ایک طرف انٹورپ کے مشہور عالم استحکامات کی تسخیر کا اعلان ہوا - دوسری طرف سے سلطان حقیقت نے بھی اپنے منتظرہ اور ناممکن التبدیل قہر و تسلط کا آخری فیصلہ کردیا :

ولتعلمن نباہ بعد حین (۳۸ : ۸۸)

(بیمار امید)

انٹورپ کی تسخیر موجودہ جنگ کی تاریخ میں سب سے زیادہ اہم واقعہ ہے - جنگ کے شمالی میدان کی وہ آخری امید تھی، اور چونکہ آخری تھی اسلیے بہت عزیز و قیمتی تھی مفلس کے جیب کیلیے ایک کھوٹا سکہ بھی بہت قیمتی ہوتا ہے اور دیوار جب گرجاتی ہے تو اسکی ایک قائم و ثابت اینٹ بھی بہت ہوتی ہے - بد نصیب بلجیم کیلیے انٹورپ کا بقیۃ السیف گوشہ ایک پوری اقلیم کامرانی سے بھی بڑھکر قیمتی تھا - لیکن افسوس کہ واقعات کی قوت اٹل ہے، اور اس آخری بیمار امید کی عمر پچھلوں سے بھی کم نکلی - جس مدفن امل میں لیژ اور نامور کی برجیاں دفن کی جا چکی ہیں، وہاں انٹورپ کو بھی سپرد خاک کردینا پڑا :

این ماتم سخت است کہ گویند جواں مرد!

نحن قدرنا بینکم الموت و ما نحن بمسبوقین!

(فریب امید)

کسی دوسری جگہ ہم نے سقوط انٹورپ کے تمام حالات یکجا کردیے ہیں - انسے معلوم ہوگا کہ لیژ اور نامور سے کہیں زیادہ امیدوں کا انٹورپ کے گرد ہجوم تھا - بلجیم نے جب برسلز سے اپنا دار الحکومۃ منتقل کیا تو ماہرین جنگ کی نہایت طول طویل رائیں ہم تک پہنچائی گئیں، اور یقین دلایا گیا کہ یہ سب سے بڑی بلجیمی مصلحت تھی جو عمل میں لائی گئی ہے، اور جرمنی کی تمام قوتیں انٹورپ کے سامنے بیکار ثابت ہونگی - ڈیلی میل، مورننگ پوسٹ، ڈیلی کرانیکل، لنڈن ٹائمس، اور نیز پیرس کے مشہور اخبارات فیگارو وغیرہ، سب اسپر متفق تھے کہ پیرس کے استحکامات کے بعد دنیا میں سب سے بڑا مستحکم مقام انٹورپ ہے، اور ہمیشہ یقین کیا گیا ہے کہ بلجیم کا حملہ آور خواہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہو، لیکن یہاں پہنچکر اپنی ناکامیوں سے سر ٹکرائیگا -

ماہرین جنگ نے اسکے جو وجوہ بیان کیے تھے، ان میں اہم امور حسب ذیل تھے :

(۱) سنہ ۱۹۰۸ میں جو نئے استحکامات یہاں بنائے گئے ہیں، انکی نسبت عام اتفاق ہے کہ ناقابل تسخیر ہیں -

(۲) انٹورپ اور اسکے اطراف میں بیس سے زیادہ قلعے ہیں، اور انکے مقامات موقر اور قلعے اس ترتیب سے قائم کیے گئے ہیں کہ کسی طرف سے بھی حملہ آور کو اندر کی باڑیوں سے بچکر آگے بڑھنے کا موقع نہیں ملسکتا - اسلیے تسخیر بجاے خود رہی، دشمن اسکے قریب بھی نہیں پہنچ سکے گا -

(۳) قلعہ بند علاقہ ۹۰ میل سے زیادہ کا ہے - فولادی گنبدوں میں بہترین قسم کی زرہکار توپیں نصب ہیں، اندرون شہر کی تمام سڑکیں انکی زد پر ہیں، خندقیں وسیع اور گہری ہیں، میدانی توپیں بکثرت ہر جانب نصب کی گئی ہیں -

(۴) نواح انٹورپ کی قدرتی حالت بھی ایسی ہے جس پر غالب آنا ممکن نہیں - ایک جانب دریا ہے جو شہر کے اندر چلا گیا ہے، اور تینوں جانب پانی کے ایسے عریض حلقے بنے ہوے ہیں جو چند لمحوں کے اندر پر کردیے جاسکتے ہیں -

(۵) اگر محاصرہ کیا جاے تو یہ بالکل بے سود ہوگا - اسکے شمال و مغرب کی سرحد ہے جو غیر جانبدار ہے - ساحلی مقام ہونے کی وجہ سے وہ سمندر کی جانب سے بیرونی آمد و رفت جاری رکھہ سکتا ہے - اور انگلستان سے اسکو ہمیشہ مدد ملتی رہیگی جو بالکل اسکے سامنے

حادثہ بمبئی

بمبئی کا وہ مقام جہاں جہاز کوما.گاٹو کے مسافر اتارے گئے

شاہ رومانیا کی وفات

جدید شاہ.رومانیا

چونکہ متوفی شاہ رومانیا کا کوئی فرزند نہیں ہے اسلیے اسکا بھتیجا پرنس فرڈینینڈ تخت نشین ہوگا -

انکے ایک بڑے حصے کو ہلاکت نے بچالیا' اور مغرورین انٹورپ کے ساتھ ایک جمعیت ہوالینڈ اور ارسٹینڈ پہنچ گئی!

مورننگ پوسٹ کے نامہ نگار نے خاص طور پر اس عمدہ اثر کا نقشہ کھینچا ہے جو انگریزی فوج کے انٹورپ پہنچنے سے اہل بلجیم پر پڑا - مسٹر چرچیل (خداوند بحریات برطانیہ) انگریزی فوج کے کارناموں پر اسے "مبارکباد" دیتے ہیں' اور فرماتے ہیں کہ " ہماری بحری فوج نے دشمن کے توپخانوں کی شعلہ باری میں قابل تعریف جرأت کے ساتھہ اپنے تئیں ڈالدیا' اور یہ صرف انہی کے قدوم میمنت لزوم کے نزول کا نتیجہ ہے کہ انٹورپ ساٹھہ ہزار دشمنوں کے مقابلے میں ۵ دن تک مدافعت کرتا رہا "

" باقی رہا اسکا واپس چلا آنا تو یہ کچھہ اسکا نتیجہ نہیں ہے کہ دشمن کے حملوں کی وہ تاب نہ لاسکی' بلکہ عام جنگی مصلحت اسیکی مقتضی تھی " !!

یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ انگریزی فوج کے عمدہ اثر' اہالیان انٹورپ کی ناپائیدار مسرت' اور قابل تعریف غسل آتشیں کو یہ حقیقت کچھہ بھی صدمہ نہیں پہنچا سکتی کہ انٹورپ کی بدنصیبیوں میں اس نمایش جاہ و جلال سے کچھہ بھی تغیر نہ ہوا - اول تو ایک مایوس جماعت کو دو چار دن تک امید و نشاط سے آشنا کردینا ہی کیا کم بات ہے؟ پھر ایک ایسے بے پناہ حریف کے مقابلے میں جو انمرد بقیۃ السیف حصے کا بحفاظت واپس چلا آنا بجاے خود مستحق ہزار تبریک و تہنیت ہے!

(حول سقوط انٹورپ)

انٹورپ کی تسخیر کے بعد جرمنی کا کام بلجیم میں ختم ہوگیا- اب جنگ کا ایک نیا صفحہ الٹتا ہے -

انٹورپ کی سب سے بڑی اہمیت اسکے ساحل کا موقعہ ہے - نقشہ کے دیکھنے سے واضح ہوگا کہ بحر شمالی کی جو شاخ بلجیم و برطانیہ کے درمیان ہوکر گذری ہے اسمیں ہوالینڈ کے کنارے ایک عجیب طرح کے چھوٹے چھوٹے بالمقابل و متوازی جزیرے پیدا ہوگئے ہیں' اور انکا ایک وسیع گوشہ بحر شمال کے دہنے ساحل میں خود بخود طیار ہو گیا ہے - ہوالینڈ کی سرحد میں یہ حصہ داخل ہے اور یہاں سے ایک دریائی خط نکلکے انٹورپ کے اندر چلا گیا ہے -

اس بحری گوشے کی وجہ سے ہر وہ مقام نہایت قیمتی ہوگیا ہے جو اس سے قریب' واقع ہو - یہ ایک ایسا محفوظ مقام ہے کہ جو حکومت یہاں قابض ہوگی' وہ تمام بحر شمالی کی جنگی طاقتوں کو ایک کونے میں بیٹھے ہوے بے اثر کردیگی - یہ چھوٹے چھوٹے دریائی خطوط جو نظر آرہے ہیں' انکے اندر اگر ایک توپ بھی نصب کردی جاے تو وہ باہر کی طرف بحر شمال کا راستہ روکدیگی -

پس انٹورپ جرمنی کے خط جنگ کا سب سے بڑا اہم مقام تھا اور اب وہ اسپر قابض ہوگیا ہے - اسے ایک طرف تو بلجیم میں ایک ایسی مستحکم جگہ ملگئی ہے' جسے اپنی بڑی بڑی جرمن توپیں چڑھاکر وہ ناممکن التسخیر بنا دیگا' دوسری طرف ساحل برطانیہ کا رخ بھی اسکے قبضے میں آگیا ہے' اور اب اس جانب سے میدان جنگ میں کسی مدد کے پہنچنے کا بالکل خدشہ نہیں رہا -

انٹورپ سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر گھنٹ اور گھنٹ سے ۳۰ میل کے فاصلے پر اوسٹنڈ تھا جو بلجیم میں جزیرۂ برطانیہ کے بالکل مقابل اور سب سے زیادہ قریبی مقام ہے - اسکی ساری اہمیت انگلستان کی بحری اعانت کے بندرگاہ ہونے کی وجہ سے تھی - آج صبح کی خبروں میں اوسٹنڈ کے بھی تقریباً لے لینے کی خبر آچکی ہے' اور شاہ بلجیم جو انٹورپ سے بھاگ کر اوسٹنڈ آیا تھا' اب فرانس چلا گیا ہے -

اوسٹنڈ کے پیچھے صرف فرانس میں بچتے ہے' اور برطانیہ کے ساحلے کا سب سے زیادہ قریب تر ساحلی مقام رہی ہے - عنقریب جرمنی اس پر بھی قبضہ کرلیگا' اور اسطرح جنگ کا وہ باب جسکا تعلق تسخیر بلجیم اور ساحل انگلش چینل سے تھا' بالکل ختم ہوجائیگا -

(بعض حقائق جنگ)

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل حقیقتیں بالکل صاف اور غیر مشتبہ صورت میں سامنے آگئی ہیں :

(۱) جنگ کے حقائق کا مطلع اب صاف ہے اور حقیقت اسدرجہ آشکارا ہوگئی ہے کہ اس سے انکار کرنے یا اسے مشکوک کرنیکی بالکل گنجایش نہیں رہی -

(۲) جرمنی تمام خاک بلجیم پر قابض ہے - فرانس میں پیرس کے اطراف تک اسنے اپنے دہنے دستے کو پھیلا کر بلجیم کی پوری مملکت اور فرانس کے تمام سرحدی خط کو حریفوں سے خالی کرالیا' اور نہایت اطمینان کے ساتھہ اپنے پیش نظر استحکامات اور فوجی مرکز قائم کرلیے - اس نے بڑی بڑی خندقیں مشینوں کے ذریعہ اطمینان سے ایسی حالت میں کھودیں کہ دشمن کی ایک گولی بھی اسمیں حارج نہ تھی - اپنے ان تمام کاموں سے جب وہ فارغ ہوگیا تو آگے بڑھی ہوئی فوج ایک قرار دادہ ترتیب کے ساتھہ واپس چلی آئی اور اب اپنے مرکزوں میں مضبوطی کے ساتھہ جم گئی ہے-

(۳) افواج متحدہ نے اول روز ہی یہ غلطی کی کہ سرحد فرانس کو عبور کر کے جرمنی کو روکنا چاہا - اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ پہلے ہی مقابلے میں انکے پانوں اکھڑے اور پھر خط پیرس کے ادھر تک نہ رک سکے - تا آنکہ جرمنی نے خود جگہہ خالی کردی -

(۴) جرمنی کی فوجی طاقت' آلات و اسلحہ جنگ طریق ہجوم و مقاومت' اور عام انتظامات اور ہر طرح کے ساز و سامان کے متعلق جو خیالات و اوہام پھیلاے گئے تھے' انکا اگر دسواں حصہ بھی صحیح تسلیم کرلیا جاے تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ میدان جنگ کے تمام واقعات سے یک قلم انکار کردیا جاے - اب یہ حقیقت روز روشن کی طرح عالم آشکار ہو چکی ہے کہ جرمنی کی تعجب خیز قوتوں اور سامانوں کے متعلق جو معلومات دنیا برسوں سے رکھتی آئی ہے' وہ اسی طرح ابتک صحیح ہیں جس طرح جنگ سے پہلے تھے -

(۵) جرمنی نے تمام بلجیم پر قبضہ کرلیا - فرانس میں پیرس تک چلی گئی' روس کے اندر روسی فوج کے ساتھہ لڑرہی ہے اور میلوں اسکے حدود کے اندر ہے - اسکی تمام افریقی نوآبادیاں ابتک بالکلیہ مسخر نہ ہوئیں' اور کیا ہوکو جاپان جیسی عظیم الشان بحری طاقت دو مہینے میں بھی نہ لے سکی -

اسکے مقابلے میں جرمن حدود کا ایک چپہ بھی ابتک اسکے حریفوں کے تصرف میں نہیں آیا ہے' اور بقول اسٹینتسیین کے " بہرحال اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ جسقدر بھی لڑائیاں ہو رہی ہیں وہ سب کی سب جرمنی کے دشمنوں کے ملک ہی میں ہو رہی ہیں - جرمنی کے کسی حصے میں نہیں ہیں "

اسکا نتیجہ یہ ہے کہ جرمنی کے حریفوں کے ملک جنگ کی وجہ سے تہہ و بالا ہو رہے ہیں جیسا کہ بلجیم' فرانس' اور روس کے ایک حصے کا حال ہے - لیکن خود جرمنی کے اندر کہیں بھی لڑائی نہیں ہے اور اسلیے اسکا اندرونی امن و سکون اور داخلی تجارت و اقتصادیات بالکل اصلی حالت میں برقرار ہیں - وہ سامان جنگ کے کارخانوں سے کام لے رہا ہے - توپیں ڈھل رہی ہیں اور ایک ایک سو سب مرین طیار کی جارہی ہیں - صرف اس اختلاف مناظر ہی سے جنگ کے موجودہ نتائج واضح ہو جاسکتے ہیں-

(۶) انٹورپ اور اوسٹنڈ کے لے لینے کی وجہ سے میدان جنگ میں اسکا پوزیشن بہت شدید و وزنی ہوگیا ہے' اور میدان جنگ کو دریا کی جانب سے اسکے خلاف جو تقویت تھی' اسکی راہ مسدود ہوگئی ہے - بظاہر اسکا نصف کام بالکل مکمل ہوگیا- وہ بلجیم اور ساحل کی طرف سے مطمئن ہوکر اب از سرنو اپنی پیش قدمی شروع کریگا - دریاے شیلڈت میں اس نے بحری سرنگیں ڈالدی ہیں' اب خاص انگلش چینل پر اپنا دباؤ نمایاں کرنا چاہیگا

اولیاء الشیطان و اصحاب النار کی لعنت سے پاک ہے، اور صرف خدا کے دوستوں اور اسکی محبت میں دکھہ اوٹھانے والوں کیلیے مخصوص کردیا گیا ہے -

سمندروں کو عبور کر کے، پہاڑوں کو طے کرکے، کئی کئی مہینوں کی مسافت چلکر، دنیا کی مختلف نسلوں، مختلف رنگتوں، مختلف بولیوں کے بولنے والے، اور مختلف گوشوں کے باشندے یہاں جمع ہوے ہیں - اسلیے نہیں کہ سلافی یا ٹھوٹانیک نسل کی باہمی عداوتوں سے دنیا کیلیے لعنت بنیں، اسلیے نہیں کہ ایک انسانی نسل دوسری نسل کو بھیڑیوں کی طرح پھاڑے اور اژدھوں کی طرح ڈسے، اسلیے نہیں کہ خدا کی زمین کو اپنے ابلیسی غرور اور شیطانی سیادت کی نمایش گاہ بنائیں، اسلیے نہیں کہ تیس تیس من کے گولے پھینکیں اور سمندر کے اندر ایسے جہنمی آلات رکھیں جو منٹوں اور لمحوں میں ہزاروں انسانوں کو نابود کردیں، بلکہ تمام انسانی غرضوں اور مادی خواہشوں سے خالی ہوکر اور ہرطرح کے نفسانی ولولوں اور بہیمی شرارتوں کی زندگی سے ماوراء الوریٰ جاکر، صرف اُس خداے قدوس کو پیار کرنے کیلیے، اسکی راہ میں دکھہ اٹھانے اور مصیبت سہنے کیلیے، اور اسکی محبت و رافت کو پکارنے اور بلانے کیلیے جس نے اپنے ایک قدوس دوست کی دعاؤں کو سنا اور قبول کیا، جبکہ نیکی کا گھرانا آباد کرنے کیلیے اور امن و سلامتی اور حق و عدالة کی بستی بسانے کیلیے اس نے اپنے خدا کو پکارا تھا:

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی ذرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوة فاجعل افئدة من الناس تہوی الیہم و ارزقہم من الثمرات لعلہم یشکرون (۱۴ : ۳)

"اے پروردگار! میں نے تیرے محترم گھر کے پاس ایک ایسے بیابان میں جو بالکل بے برگ و گیاہ ہے، اپنی نسل لاکر بسائی ہے تاکہ یہ لوگ تیری عبادت قائم کریں - پس تو ایسا کرکہ انسانوں کے دلوں کو انکی طرف پھیر دے اور انکی رزق کا بہتر سامان کردے!

آہ تم ذرا انکی ان عجیب و غریب حالتوں کا تصور کرو! یہ کون لوگ ہیں اور کس پاک بستی کے بسنے والے ہیں؟ کیا یہ اوسی زمین کے فرزند ہیں جو خون اور آگ کی لعنتوں سے بھرگئی، اور صرف بربادیوں اور ہلاکتوں ہی کے لیے زندہ رہی؟ کیا یہ اسی آبادی سے نکل کے آے ہیں جو سبعیت و خونخواری میں درندوں کے بھٹ اور سانپوں کے غاروں سے بھی بدتر ہے، اور جہاں ایک انسان دوسرے انسان کو اسطرح چیرتا پھاڑتا ہے کہ آجتک نہ تو سانپوں نے کبھی اسطرح ڈسا اور نہ جنگلی سوروں نے کبھی اسطرح دانت مارے؟ کیا یہ اسی نسل اور گھرانے کے لوگ ہیں جسنے خدا کے رشتوں کو یکسر کاٹ ڈالا، اور اسطرح اسکی طرف سے منہہ موڑ لیا کہ اسکی بستیوں اور آبادیوں میں خدا کے نام کیلیے ایک آواز اور ایک سانس بھی باقی نہ رہی؟ آہ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ کون ہیں اور کہاں سے آے ہیں؟ یہ قدوسیوں کی سی معصومیت، فرشتوں کی سی نورانیت، اور سچے انسانوں کی سی محبت انمیں کہاں سے آگئی ہے؟ تمام دنیا نسلی تعصبات کے شعلوں میں جل رہی ہے، مگر دیکھو یہ دنیا کی تمام نسلیں کسطرح بھائیوں اور عزیزوں کی طرح ایک مقام پر جمع ہیں، اور سب ایک ہی حالت، ایک ہی وضع، ایک ہی لباس، ایک ہی قطع، ایک ہی مقصد اور ایک ہی صدا کے ساتھہ ایک دوسرے سے جڑے ہوے ہیں؟ سب خدا کو پکار رہے ہیں، سب خدا ہی کیلیے حیران و سرگشتہ ہیں، سب کی عاجزیاں اور درماندگیاں خدا ہی کیلیے ابھر آئی ہیں، سب کے اندر ایک ہی لگن اور ایک ہی ولولہ ہے، سب کے سامنے محبتوں اور چاہتوں کیلیے اور پرستشوں اور بندگیوں کے لیے ایک ہی محبوب و مطلوب ہے، اور جبکہ تمام دنیا کا معبود عمل نفس و ابلیس ہے، تو یہ سب صرف خدا کے عشق و محبت میں خانہ ویران ہوکر اور جنگلوں اور دریاؤں کو قطع کرکے دیوانوں اور بیخودوں کی طرح یہاں اکٹھے ہوے ہیں! انہوں نے نہ صرف دنیا کے مختلف گوشوں کو چھوڑا بلکہ دنیا کی خواہشوں اور ولولوں سے بھی کنارہ کش ہوگئے - اب یہ ایک بالکل نئی دنیا ہے جسمیں صرف عشق الہی کے زخمیوں اور سوختہ داوں کی بستی آباد ہوئی ہے - یہاں نہ نفس کا گذر ہے جو غرور بہیمی کا مبدء ہے، اور نہ انسانی شرارتوں کو بار ملسکتا ہے جو خونریزی اور ظلم و سفاکی میں کرۂ ارضی کی سب سے بڑی درندگی ہیں - یہاں صرف آنسو ہیں جو عشق کے آنکھوں سے بہتے ہیں، صرف آہیں ہیں جو محبت کے شعلوں سے دھویں کیطرح اٹھتی ہیں، صرف دل سے نکلتی ہوئی صدائیں ہیں جو پاک دعاؤں اور مقدس نداؤں کی صورت میں زبانوں سے بلند ہورہی ہیں، اور ہزاروں سال پیشتر کے عہد الہی اور راز و نیاز عبد و معبودی کو تازہ کر رہی ہیں: لبیک لبیک - اللہم لبیک - لا شریک لک لبیک!!

سر روحانیاں داری ولے خود را نمیدستی
بخواب خود در آ تا قبلۂ روحانیاں بینی!

یہ وہ مجمع ہے جسکی بنیاد دعاؤں نے ڈالی - جسنے دعاؤں سے نشو و نما پائی، جو صرف دعاؤں ہی کیلیے قائم کیا گیا، جسکی ترکیب بھی اول سے لیکر آخر تک دعاؤں ہی کے مناسک سے ہوئی، اور جو دعاؤں ہی کی لازوال طاقت سے قائم ہے - سب سے پہلی دعا وہ تھی جو اس گھر کی بنیاد رکھتے ہوے خدا کے دو قدوس دوستوں کی زبانوں پر جاری ہوئی:

ربنا واجعلنا مسلمین لک و من ذریتنا امة مسلمة لک، و ارنا مناسکنا و تب علینا انک انت التواب الرحیم! ربنا و ابعث فیہم رسولاً منہم یتلوا علیہم ایاتک و یعلمہم الکتاب والحکمة و یزکیہم انک انت العزیز الحکیم!

اے پروردگار! ہمیں اپنا اطاعت شعار بنا اور ہماری نسل سے ایک امة پیدا کر جو تیری مومن و مسلم ہو - اور ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتلادے اور ہماری توبہ قبول کرلے - تو تو بہت ہی بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے - اور پھر اے پروردگار! ہماری نسل میں ایک اپنا رسول مبعوث کر جو اسکے آگے تیری آیتیں پڑھکر سنائے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور انکے اخلاق کا تزکیہ کردے -

سو بیابان حجاز کے قدوس لم یزل نے یہ دعا قبول کرلی اور اپنی اس "امة مسلمہ" کو پیدا کیا جو فی الحقیقت وجود ابراہیمی کے اندر پنہاں تھی:

ان ابراہیم کان امة قانتة -

بیشک حضرت ابراہیم خلیل اپنے وجود واحد کے اندر ایک پوری قوم اور خدا پرست امت تھے!

یہ گھرانا درحقیقت دنیا کی امامت اور ارض الہی کی وارثت کیلیے آباد کیا گیا تھا، اور اسکا عہد و میثاق روز اول ہی بندھگیا تھا -

پس اس مقدس دعا کی قبولیت نے "امة مسلمہ" کو بھی قائم کیا، اور دنیا کے تزکیہ اور تعلیم کتاب و حکمت کیلیے سلسلۂ ابراہیمی کے آخری رسول کو بھی مبعوث کیا، نیز جو امامت و پیشوائی اور خلافت فی الارض حضرة ابراہیم خلیل (علی نبینا و علیہ الصلوة والسلام) کو دی گئی تھی، اسکی وارث انکی ذریة و نسل ٹھہرائی گئی، البتہ بموجب اپنے عہد کے "ظالمین" کو اس سے محروم کردیا گیا - اس نسل کے جو لوگ اپنے نفس و روح کیلیے ظالم ہوے اور خدا کے مقدس نوشتوں کی

ورود مقــــدس یوم الحـــــج!

(اتی امر الله فلا تستعجلوه)

سیریکم ایاته فتعرفونها ؛ وما ربک بغافل عما تعملون !

گویند مگو سعدي چندین سخن عشقش
مي گویم و بعد از من گویند بدستانها !

میں نے بہت چاہا کہ اپنے زخموں کو چھپاؤں لیکن نہ چھپا سکا۔ ایک مدت کے سکون اندمال کے بعد آج پھر ایک لمحۂ اضطراب و کاوش میسر آگیا ہے - میرے دل کي بے چینیوں نے مجھے بستر انتظار پر تہ و بالا کردیا ' اور میرے زخم ھاے کہنہ کے ٹانکے بے اختیار کھل گئے - اب انکي خوننابہ فشاني نہیں رک سکتي - بل نکتب والیراع یقطر دما ' والقلب یکاد یتمزق اسي و اسفا ' مما اصاب الاسلام والمسلمین ' من الذل المبین ' والعار المشین ' والا زدراء الهائل ' والاحتقار الفاضح ' والظفظ الفظیع ' والقتل المریع ! فحاشا للمسلمین ' ان یکونوا من القوم الکافرین ! !

آمادہ گشتہ ام دگر امشب نظارہ را
پیوند کردہ ام جگر پارہ پارہ را

آج میں پھر اپني وہي متاع کہنہ لیکر بازار مقصود میں نکلا ہوں جو ہمیشہ سے میرے کار و بار آہ و نالہ کا راس المال رہي ہے ' اور جسکے سوا میرے جیب و آستین حسرت میں اور کچھہ نہیں ہے - میرے پاس ایک زخمي دل کے چند ٹکڑے ہیں جنسے خون تمنا کے قطرے ٹپک رہے ہیں - میں خریداروں کا متلاشي ہوں - کوئي ہے جو ان پارہ ھاے خونیں کا طلبگار ہو ؟

روے بازار مراد امروز عرفي با منست
دامن تر میفروشم دیدۂ تر مي خرم !

میں اپنے جیب زیاں کي یہ کل پونجي دیکر ایک سودا چکانا چاہتا ہوں - مجھے چند آنکھیں چاہئیں جو ماتم یوسف میں یعقوب وار رونا جانتي ہوں - کیونکہ مجھے انسوؤں سے بڑھکر عالم انسانیت میں کوئي شے طاقتور نہیں ہے - وا اسفی علي یوسف !

خشک سالیست درین عہد وفا را اے اشک !
زاں دیاریکہ تو مي آئي ' باراں چونست ؟

یہي قیمت زخم ' یہي راس المال جراحت ' یہي دست ماتم کار ' یہي چشم خونبار ' اور یہي زباں فغاں سنج ہے ' جسے اپنے ساتھہ لیکر میں نے ہمیشہ خریداروں کو پکارا ' اور یہي متاع دل اور جنس اشک و خونفشاني ہے جسکو ہمیشہ میں نے ڈھونڈھا - میں ہمیشہ روتا رہا اور مینے لوگوں کو رولایا ہے - میں ہمیشہ ماتم کرتا رہا اور ہزارہا ہاتھوں نے میری سینہ کوبی میں شرکت کي ہے - آج پھر اشک و فغاں کیلیے پیام درد لیکر اٹھا ہوں - پس ان سب پر سلام جنکي آنکھیں خونبار ' دل دو نیم ' جگر سوختہ ' اور زبانیں دعا سنج ہیں - کیونکہ اشک افشانیوں کا آخري وقت ' اضطراب قلوب و ارواح کي انتہائي فرصت ' اور دعا ھاے اشک آلود و فریاد ھاے مجروح و مضطر کي ہر طرف پکار ہے !

دمے ز صدق برآور کہ آرزو بخشاں
ہزار گنج اجابت بہ یک دعا بخشند !

امن یجیب المضطر اذا دعاه و یکشف السوء و یجعلهم خلفاء ؟ ءاله مع الله ؟ قلیـــلا ما تذکرون -

اور خدا کے سوا کون ہے کہ ایک مضطر روح کي پکار کو سنے ' اسکے دکھہ کو دور کرے ' اور اپنے آگے جھکنے والوں کو اپني خلافت بخشے ؟ افسوس کہ بہت کم ہیں جو عبرت و بصیرت رکھتے ہیں !

وہ جو خشک سالي میں پاني کیلیے روئے ' کیا اب بادلوں کي گرج اور بجلیوں کي چمک میں امید کے آخري آنسو نہ بہائیں گے ؟ وہ جنھوں نے نا امیدیوں میں اپنے مقصود کو پکارا ' کیا اب امید و بیم کي آخري دیوار حائل تک پہنچکر خاموش ہوجائیں گے ؟ کیا موسم خزاں کے ماتم زدگان حسرت کیلیے یہ جائز ہے کہ بہار کي عین آمد پر اپنے ولولۂ جنوں کو خیر باد کہدیں ؟

دہقان کا کام موسم کے ظہور کے بعد اور زیادہ بڑھجاتا ہے ' اور منزل جسقدر نزدیک آتي جاے ' رہروان مقصود کے آتش شوق کو اور زیادہ تیز ہوجانا چاہیے - پہلے اگر حسرت و آرزو میں روے ہو تو اب امید میں اور زیادہ چیخ چیخ کو روؤ !

بایں کہ کعبہ نمایاں شود ز پا منشیں
کہ نیم گام جدائي ہزار فرسنگ ست

آسمان کے دروازے بند تھے اور تم انکي طرف دیکھہ دیکھہ کر پکارتے تھے لیکن آج کھل گئے ہیں اور تمھاري دعاؤں کے انتظار میں ملائکہ مدبرہ اور ملکوت السماوات نے اپنے اجنحۂ نورانیہ کو کھول دیا ہے - جبکہ جواب نہیں ملتا تھا تو تم پکارتے تھے ' آج خود دست اجابت امادۂ استقبال ہے - پھر زبان سائل کو کیا ہوگیا ہے کہ خاموش ہے ؟ ان رحمة الله قریب لمن المحسنین !

بطاعت کوش گر عشق بلا انگیز مي خواہی
متاعے جمع کن ' شاید کہ غارت گر شود پیدا !

موسم بدل رہا ہے ' اور اضطراب و شورش کي جن خونیں بدلیوں سے فضا چھپ گئي ہے ' وہ بالکل ویسی ہي ہیں جیسے ہر عصر انقلاب ارضي و تجدد مراسم اقوام و ملل میں ظاہر ہوئي ہیں - کچھہ عجب نہیں کہ ایام الاهیه کا ایک یوم عظیم ختم ہو اور دوسرے دن کا آفتاب طلوع ہو - یہ رات کي آخري گھڑیاں ہیں جو برق کي سي تیزي اور بادل کي سي ہیبت میں گذر جائینگي ' اور لہو اور دھوئیں کي بدلیوں کے اندر سے دنیا کي حیاة جدیدہ کا ظہور ہوگا - پس صبح کي بخشش میں حصہ لینے والوں کو چاہیے کہ اپنے دماغوں کا نہیں بلکہ آنکھوں کا احتساب کریں اور شیطاں غفلت سے ہشیار ہوجائیں ' کیونکہ رات بھر جاگنا آسان ہے ' مگر صبح صادق کي گھڑیوں میں اونگھنے سے بچنا مشکل ہے - نہو کہ رات بھر اختر شماري کرنے کے بعد عین صبح کے وقت سو جاؤ ' اور جس روشني کو دیکھنا چاہتے تھے ' اسکي کرنیں تمھارے خوابیدہ سروں پر ماتم کریں - سچ یہ ہے کہ نہ تم اٹھے اور نہ تم نے بیداري کیلیے کوئي کروٹ لي ' لیکن جبکہ دہقان آبپاشی سے غافل تھا تو آسمان نے خود ہي مینھہ برسا دیا ' اور جبکہ انسانی ہمتیں تھک گئي تھیں تو کارخانۂ الہي خود ہي متحرک ہوگیا - پس وقت کو اسکا حق دینے میں تساہل نہ کرو کیونکہ وہ صرف اتنے ہي کا طالب ہے ' اور جسقدر بھی جلد ہوسکے اپني اصلاح و درستگي کا سامان کرلو : افلا یتوبون الي الله و یستغفرونه و الله غفور الرحیم ؟

(یوم الحج کا ورود مقدس)

آج ذوالحجہ کي پہلي تاریخ ہے اور ایک ہفتہ کے بعد تاریخ عالم کا وہ عظیم الشان روز طلوع ہونے والا ہے جسکے آفتاب کے نیچے کرۂ ارضی کے ہر گوشے کے لاکھوں انسان اپنے خداوند کو پکارنے کیلیے جمع ہونگے ' اور ریگستان عرب کي ایک بے برگ و گیاہ وادي کے اندر خدا پرستي و عشق الہي کا سب سے بڑا گھرانا آباد ہوگا :

الذین ان مکنا ہم في الارض اقاموا الصلوة واتوالزکوة وامروا بالمعروف و نہوا عن المنکر -

وہ لوگ کہ اگر الله انہیں زمین میں قائم کردے تو انکا کام صرف یہ ہوگا کہ صلوة الہي کو قائم کریں ' زکواة ادا کرائیں ' نیکي کا حکم دیں اور برائیوں سے روکیں

یہ پہلا گھر تھا جو خدا کی پرستش کیلیے بنایا گیا ' اور آج بھي دنیا کے تمام بحر و بر میں صرف وہي ایک مقدس گوشہ ہے جو

اُسوۂ حسنہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ!

پابندی عہد اور اسلام

(۲)

گذشتہ صحبت میں ہم نے تصریحات قرآنیہ کی بنا پر بحث کی تھی ' اور دکھلایا تھا کہ پابندی عہد و مواثیق کی اخلاقی حقیقتوں کو قرآن کریم نے اپنی تعلیمات اوامر میں کس درجہ اساسی و مرتفع درجہ دیا ہے ؟

لیکن سچ یہ ہے کہ اخلاقی احکام کا تعلق جہاں تک تعلیم محض سے ہے ' وہ کوئی ایسی متاع غریب نہیں ہے جسکے پیش کرنے پر اسلام فخر کرے - اخلاقی احکام ہمیں ہر جگہ ملسکتے ہیں اور تقریباً ہر مذہب نے اپنا مقصد یہی بتلایا ہے کہ انسان کو اخلاق کا وعظ سنائے - اگر قرآن حکیم تعلیم دیتا ہے کہ عہد و مواثیق کی پابندی کرو تو قانون موسوی اور واعظ ناصری بھی یہ نہیں کہتا کہ عہد باندھکر توڑ ڈالو - حتی کہ آرین نسل کی وہ فلسفیانہ روحانیت بھی جسنے ہندوستان اور ایران میں ظہور کیا ' اپنی ہر ادنی سے ادنی شاخ کے اندر اخلاقی تعلیمات و احکام سے لبریز ہے -

پس اصلی چیز تعلیم نہیں ہے بلکہ تعلیم کے نتائج اور اسکا عمل ہے - دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کریم نے جو کچھ کہا ' اس نے عملی شکل میں کیسی صورت اختیار کی ؟ انسان کی روح اسلیے بیمار نہیں ہے کہ زبانوں سے تعلیم کم دی اور کاغذوں پر زیادہ نہیں لکھا گیا ' بلکہ اسکا اصلی دکھہ زندگی کی عملی مشکلات میں ہے اور صرف وہی تعلیم فتح مند ہوسکتی ہے جو ایک مستحکم عملی نمونہ اپنے ساتھہ رکھتی ہو -

عملی حقیقت کے لحاظ سے اولین نمونہ حامل قرآن و اولین داعی اسلام (علیہ الصلواۃ والسلام) کا ہے : لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة - آج ہم صرف اسی حیثیت سے اسلامی مواثیق و عہود پر نظر ڈالینگے -

(۲)

جنگ و صلح کی متضاد حالتوں میں انسان کا نظام اخلاق دفعتاً بدل جاتا ہے - ایک شخص بذات خود نہایت رحمدل ہے لیکن میدان جنگ میں جاکر نہایت بے رحم ہوجاتا ہے - ایک شخص اپنے شخصی معاملات میں نہایت حلیم الطبع ہے لیکن کسی فوج میں شامل ہوکر سخت مشتعل اور مغلوب الغضب ہوتا ہے ایک شخص امن و صلح کے زمانے میں نہایت صادق القول اور پابند عہد ہوتا ہے لیکن زمانۂ جنگ میں اتنا ہی خداع اور عہد شکن بن جاتا ہے - ایک جماعت ' ایک قوم ' ایک ملک ' امن و سکون کے دور میں انسانیت کا بہتر سے بہتر نمونہ ہوتا ہے لیکن جنگی اغراض ' طامعانہ اقدامات ' اور حربی مصالح کے عہد فساد میں آکر چار پایوں سے زیادہ وحشی اور درندوں سے زیادہ خونخوار ہوجاتا ہے : لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم ' ثم رددناه اسفل سافلين ! اسی بنا پر بعض حکماء کا قول ہے کہ " سیاست اپنے پہلو میں دل نہیں رکھتی " !

لیکن دنیا میں صرف " اسلام " ہی ایک ایسی زندہ ہستی ہے جو اپنے پہلو میں دل اور دل میں ایک ناممکن التسخیر اخلاقی طاقت رکھتی ہے - اس پر عوارض خارجیہ کا کوئی اثر نہیں پڑتا - ظاہر و باطن ' شخصیت و جمہوریت ' افتراق و اجتماع ' جنگ و صلح ' اسکے لیے تمام حالتیں یکساں ہیں - اسکا معیار اخلاق جس طرح امن و صلح کی حالت میں قائم رہا ' اسی استحکام و استواری کے ساتھہ جنگ کے سیلاب اور آگ اور خون کے طوفان میں بھی قائم و ثابت نظر آیا -

پیغمبر اسلام (علیہ الصلواۃ والسلام) کی زندگی اعمال انسانیہ کی ہر شاخ پر حاوی تھی - اسمیں حق و صداقت کے آغاز کی غربت و مظلومی بھی تھی ' اور اتمام کی فتح مندی و کامرانی کا جاہ و جلال اور سطوت و جبروت بھی تھا - انہوں نے امن و صلح کے ایام بھی کاٹے ' اور امن و صلح کیلیے جنگ کی تلوار باندھنے کا حکم بھی دیا - اسلیے عہد و میثاق اور انکے نتائج و عواقب کے واقعات عہد نبوت کی تاریخ میں بے شمار نظر آتے ہیں ' اور انکے اندر اخلاق قرآنی کی عملی صورت دیکھی جاسکتی ہے -

(۳)

سب سے پہلی چیز اس سلسلے میں وہ اخلاقی سلوک ہے جو آنحضرۃ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غیر قوموں اور حریفان جنگ کے ساتھہ کیا - ان قوموں نے معاہدوں کو اکثر توڑا ہے اور نہایت شرمناک طریقہ سے غداریاں کی ہیں -

رعل ' ذکوان ' عصیہ ' اور بنولحیان کے قبائل نے آنحضرت سے کسی دشمن کے مقابلے کیلیے فوجی مدد کی درخواست کی ! آنحضرت نے قراء صحابہ میں سے ستر صحابی ساتھہ کردیے - لیکن بئر معونہ پر لے جاکر ان لوگوں نے بیوفائی کی ' اور مسلمانوں کو بے دریغ قتل کردیا (۱)

جب حضرت عاصم کی فوج کو قبیلۂ بنولحیان کے دو سو تیر اندازوں نے گھیر لیا ' تو انہوں نے وعدہ کیا کہ اگر وہ نیچے اتر آئیں تو کچھہ تعرض نہیں کیا جائیگا - اسپر ایک جماعت اتر آئی ' لیکن بعض صحابہ کو اوسی جگہ قتل کردیا گیا ' اور بعض کو غلام بناکر بیچ ڈالا !

با اینہمہ غدر و بیوفائی ' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو معیار اخلاق شخصی حالتوں میں تھا ' وہی میدان جنگ میں بھی قائم رہا - شخصی حالت میں آپکے وفاے عہد کا یہ حال تھا :

عن عبد الله بن ابي الحمساء قال بايعت النبي صلى الله عليه وسلم ببيع قبل ان يبعث ' و بقيت له بقية فوعدته ان آتيه بها في مكانه فنسيت فذكرت بعد ثلاث فجئت ' فاذا هو في مكانه ' فقال يا فتى لقد شققت على انا ههنا منذ ثلاث انتظرك (ابوداود جلد ۲ ص - ۳۲۶ كتاب الادب)

عبد اللہ ابن حمساء کہتے ہیں کہ آنحضرت کے ہاتھہ انکے مبعوث ہونے سے پہلے میں نے ایک چیز فروخت کی جسکا کچھہ حصہ آپ کے حوالے نہیں کیا تھا ' اور وعدہ کیا تھا کہ آپ ٹھہریے - میں اسی جگہ لیکے آتا ہوں - مگر میں گھر جاکر بھول گیا اور تین دن کے بعد اپنا وعدہ یاد آیا - پلٹ کے آیا تو دیکھا کہ آپ اوسی جگہ کھڑے ہیں - آپ نے مجھے دیکھہ کر فرمایا کہ تم نے مجھے بڑی تکلیف دی - میں تین دن سے اسی جگہ تمہارا انتظار کررہا ہوں ! !

جہاد اسلامی کی وسعت نے آپ کی اخلاقی طاقت کو اور بھی مستحکم و استوار کردیا - آنحضرت کا معمول تھا کہ جب مجاہدین جہاد کیلیے روانہ ہوتے ' تو آپ انکو مخاطب کرکے ایک عام وصیت

[۱] بخاری جزو ۵ ص ۱۰۵ - [۲] بخاری جزو ۵ - ص ۱۰۳ .

اطاعت سے سرکشی کی ' انسے وہ امامت موعودہ بھی چھین لی گئی ' اور خلافت موهوبہ سے بھی محروم کردیے گئے کہ " لا ینال عہدی الظالمین " !

فخلف من بعدهم خلف اضاعوا الصلوۃ و اتبعو الشہوات - — پھر انکے بعد وہ لوگ انکے جانشین ہوے جنہوں نے صلواۃ الہی کو ترک کردیا اور اپنی نفسانی خواہشوں کے بندے ہوگئے

یہ دعاوں کا وعدہ تھا جسکا ظہور ہماری اقبال و کامرانی کی تاریخ ہے ' اور اسی طرح یہ دعاوں ہی کی ایک وعید بھی تھی جسکی سزائیں اور محرومیاں ہماری برگشتگی اور درماندگیوں کا ماتم ہے ! وہ ہم ہی تھے جو " انی جاعلک للناس اماما " کے وارث ٹھہراے گئے تھے ' اور ہم ہی ہیں جو آج " لا ینال عہدی الظالمین " کی تصویر نامرادی ہیں !

ذالک بما قدمت ایدیهم و ان الله لیس بظلام للعبید ! — یہ سب کچھہ ان اعمال کا نتیجہ ہے جو خود انہوں نے اختیار کیے ورنہ خداے کریم تو اپنے بندوں کیلیے کبھی بھی ظالم نہیں ہوسکتا -

پس دعاوں کا یہ اجتماع لاهوتی ' امۃ مسلمہ کا یہ مجمع مبارک ' اور روحانیۃ مقدسۃ ابراهیمیہ کا یہ مظہر عظیم و جلیل ' قریب ہے کہ اسی بیابان حجاز میں ظہور کرے جہاں خداے ابراہیم و محمد (علیہما السلام) نے امامۃ و خلافت الہی کیلیے اوانہی دعا کو سنا ' اور پھر ہمیشہ دعاوں کے سننے اور اپنی پکاروں اور نداوں کے بلند ہونے کیلیے اسے برگزیدہ کردیا - جس وقت یہ پرچہ تمہارے ہاتھوں تک پہنچیگا ' اس وقت ذوالحجہ کی تیسری تاریخ ہوگی ' اور بادیہ نوردان عشق آباد حجاز کے قافلے کوچ کیلیے طیار ہونگے - اس وقت کا تصور کرو کہ وہ کیسا وقت عظیم ہوگا ' جبکہ لاکھوں انسانوں کے اندر سے اسوۂ ابراهیمی کی روحانیۃ عظمی اپنے خداوند کو بیقرارانہ پکاریگی ' اور اسکے مقدس عہد و میثاق کا رشتہ تازہ ہوگا ؟ لاکھوں سر ہونگے جو بیقرارانہ خداوند کے حضور جھکاے جائینگے - لاکھوں پیشانیاں ہونگی جو اسکی چوکھٹ پر گرائی جائینگی ' لاکھوں دل ہونگے جو اسکی نظارۂ جمال کے عشق میں تڑپ جائینگے ' اور لاکھوں زبانیں ہونگی جنسے اسکے حضور میں دعائیں نکلینگی - پھر اس وقت ایسا ہوگا کہ دریاے محبت الہی جوش میں آئیگا ' ملائکہ مقربین اسکے خلوت وصال کو اسکے دوستوں کیلیے خالی کردینگے ' اور وہ اپنے جمال عالم آرا کے جلوہ سے اس تمام محشر عشق و طلب کو ڈھانپ لیگا !

سو چاہیئے کہ اس وقت عظیم و جلیل اور ایام الٰہیۃ مخصوصہ کے حصول کو غنیمت سمجھو ' اور تم خواہ کہیں ہو اور کسی حال میں ہو ' لیکن اپنی تمام قوتوں اور تمام جذبوں سے کوشش کرو کہ تمہاری دعائیں بھی ان دعاوں کے ساتھہ شامل ہوجائیں اور تمہاری بے تابیاں اور بیقراریاں بھی ٹھیک اسی وقت خدا کے حضور رحمت طلب ہوں کہ یہ وقت پھر میسر نہ آئیگا - دنیا انقلاب و تجدد کے ایک مہیب عہد سے گذر رہی ہے اور نئے موسم کی علامتوں نے ہر طرف طوفانوں اور بجلیوں کی ایک قیامت کبری بپا کردی ہے - ممکن ہے کہ روز هجر ختم ہونے والا اور عہد وصال کی ایک نئی رات شروع ہونے والی ہو ' پس ضرور ہے کہ دن بھر جن لوگوں نے غفلت کی ہے وہ اب عین شام کے وقت غفلت نہ کریں کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ شام آگئی ہے ' اور چراغوں کا انتظام کرنا چاہیے -

ہاں ' ہر مومن کو چاہیے کہ وہ یکسر دعاوں میں ڈوب جاے ' اور ان مقدس ایام کے اندر صدق دل سے توبہ کرے ' اور اپنے خداوند سے اپنا معاملہ درست کرلے - یہ بڑا ہی سخت وقت ہے جسکی نوشتہ الہی میں خبر دی گئی تھی - وہ وقت موعودہ اپنی تمام ہولناکیوں کے ساتھہ آگیا ہے ' اور زمین اپنے گناہوں کی پاداش میں الٹ دی گئی ہے - پس توبہ کرو اور اس کے سامنے اپنی سرکشیوں کا سر مجرموں کی طرح ڈالدو ' اور تڑپ تڑپ کے وہ سب کچھہ مانگو جسکو تمہارا دل چاہتا ہے ' مگر تمہارے اعمال اسکے سزاوار نہیں ہیں -
تم اسکے حضور حج کے دن اور عید کی صبح کو جبکہ خلیل اللہ نے اپنے بیٹے کی گردن پر چھری رکھی تھی ' مسکینوں اور لاچاروں کی طرح گڑگڑاو ' اپنی سرکشیوں اور نفس پرستیوں کے گوسالہ کو ذبح کردو (فاقتلوا انفسکم باتخاذکم العجل) اور گڑگڑا کر دعا مانگو کہ خداوندا ! زمین کی سب سے بڑی مصیبت ' انسانی معصیت کے سب سے بڑے عذاب ' اور انقلاب اقوام و ممالک کے سب سے زیادہ مہیب موسم کے وقت ابراهیم و اسماعیل کی ذریۃ کو نہ بھلائیو ' اور انکے گناہوں کو معاف کردیجیو !

علی الخصوص عید کے دن جب اسکے حضور کھڑے ہو تو اپنے گناہوں کو یاد کرو - تم میں ایک روح بھی ایسی نہو جو تڑپتی نہو اور ایک آنکھہ بھی ایسی نہو جس سے آنسووں کے چشمے نہ بہہ رہے ہوں - یاد رکھو کہ دل کی آہوں اور آنکھوں کے آنسووں سے بڑھکر اسکی درگاہ میں کوئی شفیع نہیں ہوسکتا - پس جس طرح بھی ہوسکے اپنے خدا کو راضی کرو اور اسے مناو ' کیونکہ تم نے اپنی بد اعمالیوں سے اسے غصہ دلایا اور اسکے پاک حکموں کی پروا نہ کی ! اور تم یوں پکارو کہ اے ابراهیم اور اسماعیل کے خداوند ' اور اے رسول امی کے پروردگار ! ہم نے تیرے عہد کی پروا نہ کی اور اپنی بد اعمالیوں سے تیری مقدس زمین کو ملوث اور گھنونا کردیا - لیکن اب ہم اپنی سزاوں کو پہنچ چکے اور ہم نے بڑا سے بڑا دکھہ اٹھا لیا - ہم مثل یتیم لڑکوں کے ہوگئے ہیں جنکے والدین کو انسے جدا کردیا گیا ہو ' کیونکہ ہمارا خدا ہم سے راضی نہ رہا اور ہم غمگینی اور رسوائی کیلیے چھوڑ دیے گئے - پر اے حی و قیوم ! اب ہم پر رحم کر ' ہمارے قصوروں کو معاف کر ' اور ہم سے منہ نہ موڑ ' گو ہماری خطائیں بیشمار ہیں لیکن ہم سب تیرے ہی نام سے کہلاتے ہیں ' اور تیری راہ میں دکھہ اٹھانے کیلیے طیار ہیں !

اگر نہ بہر من ' از بہر خود عزیزم دار
کہ بندہ خوبی او خوبی خداوندست !

اے ستار و تواب الرحیم ! کیا ہمارا غم دائمی ہے ' کیا ہمارے خزاں کیلیے کبھی بہار نہیں ' اور کیا ہمارے زخم کیلیے کوئی مرہم نہوگا ؟ اے نسل ابراهیمی کے امیدگاہ ! تو ہمیشہ کیلیے ہمیں نہ بھولنا اور ہمیں اپنی طرف لوٹالے - ہم تجھسے ہمیشہ بھاگے ہیں مگر اب ہم تیری طرف لوٹ آئینگے - کیونکہ ہمیں کہیں پناہ نہ ملی !

تو ہمیں نیکی اور صداقت کیلیے چن لے ' اور اپنی ہدایت و عدالۃ کی تبلیغ کا بوجھہ پھر ہماری گردنوں پر ڈال !! دنیا آج انتہاء ترقی کے بعد بھی امن و عدالت کیلیے ویسی ہی تشنہ ہے جیسی ظہور صداقت کبری کے اولین عہد جہالت میں تھی !

" ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین ! (۷ : ۱۳۹) اللہم مالک الملک ' تو تی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر ' انک علی کل شي قدیر (۳ : ۲۶) ربنا علیک توکلنا و الیک انبنا و الیک المصیر ! ربنا لا تجعلنا فتنۃ للذین کفروا ! واغفرلنا ربنا ' انک انت العزیز الحکیم (۶۰ : ۹) ربنا افرغ علینا صبرا و ثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین (۲ : ۲۵۲) ربنا لا تجعلنا فتنۃ للقوم الظالمین و نجنا برحمتک من القوم الکافرین (۱۰ : ۸۷) ربنا انک اتیت " فرعون " و ملاہ زینۃ واموالا فی الحیاۃ الدنیا ' ربنا لیضلوا عن سبیلک ' ربنا اطمس علی اموالہم ' واشدد علی قلوبہم فلا یومنوا حتی یروا العذاب الالیم ! (۱۰ : ۸۹) رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا ! (۷۱ : ۲۷) ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمۃ ' انک انت الوہاب (۳ :) "

ان سے گفتگو کي - انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم نے فرمایا ہے :

من کان بینه و بین قوم عهد فلا یشد عقدة ولا یحلها حتی ینقضی امدها او ینبذ الیهم علی سواء-

اگر کوئي شخص کسي قوم سے معاهده کرے تو اوس معاهدے کي گره نه تو کهولے اور نه باندهے - (یعنی اوس سے کسی قسم کا تعرض نه کرے اور اوسکو اپنے حال پر قائم رهنے دے) یہاں تک که معاهده صلح کي پوري مدت گذرجاے ‘ یا باهمي معاهده کے توڑنے کا عام اعلان کردیا جاے -

چنانچه امیر معاویه راستہ هي سے لوٹ آے (ابوداود)

سلطنتوں میں باهم معاهدے هوتے هیں اور وه قائم بهي رکھے جاتے هیں‘ لیکن کوئی سلطنت اپنے معمولی مقاصد کي کامیابی کو بهي عهد وفا کی اخلاقي پابندي پر قربان نہیں کرسکي - یورپ کا موجوده اخلاق اسکے لیے کافي شہادت ہے - اٹلي نے اپنے عالم آشکار عهد کو چند لمحوں کے اندر فراموش کردیا ‘ اور جرمنی پیرس کي طرف بڑهنے کو اسقدر ضروري سمجھتی ہے که اسکے سامنے بلجیم کي ناطرفداري کوئي شے نہیں ہے - اسلام کا مقصد پیرس کے قلعوں کی برجوں سے زیاده بلند تها ‘ لیکن اوسنے پابندي عهد پر اپنے عظیم الشان مقصد کو بارها قربان کردیا ہے - اسلام کا مقصد حقیقی اشاعت حق تها‘ اسیکے لیے وه لڑتا تها ‘ اسیکے لیے صلح کرتا تها ‘ اسیکے لیے معاهده کرتا تها - یه مقصد کبهي کبهي بغیر کسي قسم کے جد و جهد کے بهي حاصل هو جاتا تها ‘ اور تلوار کی جگه صرف داعی اسلام کي روحاني طاقت اس میدان کو فتح کرلیتی تهي- لیکن آنحضرت نے ایسے اعلی مقصد کو بهي جو نہایت آساني سے حاصل هوسکتا تها ‘ معاهده کی اخلاقي پابندي پر ترجیح نه دي - قریش نے ایک شخص کو آنحضرت کی خدمت میں قاصد بناکر بهیجا - وه آپکی صورت مبارک دیکهتے هي اسلام کیطرف مائل هوگیا اور بے اختیار پکار اوٹها که " اب اس چوکهٹ کو چهوڑ کر قیامت تک نه جاونگا " لیکن چونکه قاصدوں کے ساتهه کسي قسم کا تعرض نہیں کیا جاتا ‘ اور اونکے ساتهه ایک خاص معاهدے کي پابندی لازمي ہے‘ اسلیے آپنے فرمایا : "میں عهد شکني نہیں کرسکتا‘ تم سردست تو واپس جاو - اگر تمہارے دل میں اسلام کی محبت ہے تو پهر واپس آسکتے هو" وه پیغام لیکر گیا اور پهر پلٹ کر آیا اور اسلام لایا (ابو داود)

(۷)

مشرکین نے صلح حدیبیه میں جو شرائط پیش کي تهیں ‘ ان میں ایک شرط یه بهي تهي که "کفار مکه میں سے جو شخص مسلمان هوکر مدینه بهاگ جائیگا ‘ اوسکو مسلمان واپس کردینگے " اس شرط پر باهم سخت اختلاف هوا - صحابه نے کہا که ایک مسلمان کو کیونکر کفار کے حوالے کیا جاسکتا ہے ؟ ابهي اس شرط کا کوئي فیصله نہیں هوا تها که ابوجندل ابن سهیل بیڑیاں گهسیٹتے هوے مکے سے پہونچے اور اپنے آپ کو مسلمانوں کے پانوں پر ڈالدیا - ابو جندل کا باپ سهیل تها‘ اور وهي اُس وقت قریش کی طرف سے معاهدے کیلیے آیا تها - سهیل نے کہا که میں اپنے بیٹے جندل کي واپسي هي پر صلح کرونگا - آنحضرت نے فرمایا که ابهی تک معاهده صلح مکمل نہیں هوا ہے ‘ اسلیے اسکی پابندي همارے لیے ضروري نہیں ہے - مگر اوسنے کہا که اسکے سوا کسي دوسري بات پر صلح ناممکن ہے - آپنے مکرر اصرار کیا که کم ازکم جندل کو تو اس شرط سے مستثنی کردو‘ مگر سهیل نے صاف انکار کردیا - ابو جندل نے مسلمانوں سے نہایت درد انگیز لہجه میں کہا که " مسلمانو ! میں مسلمان هوکر آیا هوں - کیا اب پهر مشرکین کی طرف واپس کیا جاونگا ؟ " ان الفاظ نے صحابه کے مذهبي جذبات میں آگ لگادي - حضرت عمر رضي الله عنه بے اختیارانه اوٹهکر آنحضرت کي خدمت میں آے اور عرض کیا که کیا آپ پیغمبر خدا اور آپکے ساتهي برسر حق نہیں هیں ؟ آپنے فرمایا که بیشک حق پر هیں حضرة عمر نے کہا که پهر هم کیوں اسقدر دب رهے هیں اور ذلت گوارا کر رهے هیں ؟ آپنے جواب دیا که الله کا حکم ایسا هی ہے -

لیکن حضرت عمر رضي الله عنه کو اس سوال و جواب سے تسکین نه هوئی اور انہوں نے حضرت ابوبکر رضي الله عنه سے بهي اسي قسم کي گفتگو کی - تاهم کچهه نتیجه نه نکلا ‘ اور آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے قریش کے تمام شرائط منظور کرکے صلح نامه مرتب کردیا اور دستخط هوگئے -

اسکے بعد جب آنحضرت مدینه کو روانه هوے تو ساتهه ساتهه ابو بصیر بهي مسلمان هوکر مکه سے نکل آے - قریش نے اونکي جستجو میں دو آدمي بهیجے اور شرائط صلح یاد دلائیں - آنحضرت نے فوراً ابو بصیر کو واپس کردیا - وه اونکو لیکر چلے تو مقام ذوالحلیفه میں پہونچکر کهجوریں نکالیں اور کهانے پینے میں مشغول هوے - ابو بصیر نے اس موقعه پر باطائف الحیل اونکے پهندے سے نکلنا چاها - وه کهجور کهانے میں مصروف تهے - ابو بصیر نے ایک شخص کي تلوار کي طرف دیکهه کر کہا : " کتنی اچهي تلوار ہے " اوس نے داد پاکر تلوار کهینچ لي اور کہا بے شبهه میں اسکا بارها تجربه کرچکا هوں - ابو بصیر نے هاتهه بڑهاکر دیکهنے کے بہانے ایلي اور سب سے پہلے اسی شخص کی گردن قلم کردي - دوسرا شخص یه حالت دیکهه کر بهاگا اور دوڑتا هوا مدینه پہونچا - آنحضرت (صلعم) نے اوسکي پریشاني دیکهي تو فرمایا " اوسپر کوئی مصیبت آگئي ہے " اوس نے کہا " میرا ساتهي تو قتل کردیا گیا ہے‘ اور میں بهي قتل کے قریب پہونچ گیا تها " -

اسي حالت میں ابو بصیر بهي پہونچے اور آنحضرت سے کہا که " آپ نے اپنا عهد پورا کرکے مجهے واپس کردیا ‘ اب خدا نے مجهے نجات دي ہے‘ آپ اسکے ذمه دار نہیں هیں " آنحضرت (صلعم) نے فرمایا " یه شخص تو لڑائي کا شعله معلوم هوتا ہے " انہوں نے ان الفاظ سے یه نتیجه نکالا که آپ دوباره مجهے واپس کردینگے - چنانچه وه مدینه سے بهاگ کر ساحل دریا کے کنارے مقیم هوگئے - ابو جندل کو خبر هوئي تو وه بهي اون سے جاملے‘ یہاں تک که قریش کا جو شخص مسلمان هوتا تها وه بهاگ کر ابو بصیر کے دامن میں پناه لیتا تها - رفته رفته ابو بصیر نے ایک اچهی خاصي جمعیت قائم کرلی ‘ اور قریش کے کاروان تجارت کو جو شام کی طرف جاتا تها ‘ عام طور پر لوٹنا شروع کردیا - بالاخر قریش نے آنحضرت سے شکایت کي ‘ اور آنحضرت نے ابو بصیر وغیره کو بلا لیا (بخاري)

(۸)

عموماً زمانه جنگ میں معاهدوں کي پابندي نہیں کی جاتي - اور اشخاص کے باهمي معاهدے تو صلح کی حالت میں بهی کوئی جمهوري وقعت نہیں رکهتے ‘ لیکن اسلام کي جمهوریت اور شخصیت دونوں ایک هي روحاني طاقت کي تابع تهیں ‘ اسلیے زمانه جنگ میں اشخاص کے مجبورانه معاهدوں کو بهي نہایت مضبوطی کے ساتهه قائم رکها جاتا تها - حذیفه بن یمان کا بیان ہے که " میں غزوه بدر میں صرف اسلیے نہیں شریک هوسکا که میں اور ابوحسیل ساتهه چلے تو کفار قریش نے هم کو گرفتار کرلیا ‘ اور کہا که تم محمد کے پاس جاتے هو - هم دونوں نے کہا که نہیں هم صرف مدینه کا اراده رکهتے هیں - چنانچه انہوں نے عهد

۱) ابوداود جلد ۲ ص ۲۳ - (۲) ابوداود - جلد - ۲ - ص - ۲۲ -

[۱] بخاري جلد ۳ ص ۱۹۶ - ۱۹۷ -

فرماتے جو متعدد اخلاقي هدايات کا مجموعه هوتي تهي - انهي هدايات ميں ايک حکم پابندي عهد کا بهي تها :

کان رسول الله صلی الله عليه وسلم اذا امر اميرا علی جيش او سرية اوصاه في خاصة بتقوی الله عز و جل و من معه من المسلمين خيرا ' ثم قال اغزوا باسم الله في سبيل الله - قاتلوا من کفر بالله اغزوا ولا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا وليدا (صحيح مسلم - جلد ۲ ص - ۹۲ کتاب الجهاد)

آنحضرت جب کسي شخص کو کسي فوج کا سپه سالار مقرر فرماتے تو اوسکو سب سے پہلے پرهيزگاري اور مسلمانوں کے ساتهه بهلائي کرنے کي وصيت کرتے - پهر فرماتے که خدا کي راه ميں خدا کا نام ليکر لڑو ! جن لوگوں نے خدا کا انکار کيا هے اون سے جهاد کرو ' ليکن مال غنيمت ميں کسي قسم کي خيانت نه کرنا ' عهد کي پابندي کرنا ' بيوفائي نه کرنا ' کسي کے هاتهه ' پانوں ' کان ' ناک نه کاتنا ! بچوں کو قتل نه کرنا !

مجاهدين عموماً ان احکام پر عمل کرتے تهے ' اور يهي اخلاقي هدايت تهي جو اون کو هر قسم کے بے اعتدالانه جنگي افعال سے روکتي تهي ۔

ليکن ان هدايات ميں پابندي عهد پر مسلمانوں نے جس شدت کے ساتهه عمل کيا ' اوسکي نظير دنيا کي اخلاقي تاريخ ميں نهيں مل سکتي - حضرت حبيب اور ابن دثنه کو قبيله بنولحيان نے امان ديکر پهاڑ سے اُتروايا ' پهر بد عهدي کي اور اونکو غلام بنا کر بيچ ڈالا - عام طور پر جب نقض عهد ميں ايک فريق کي طرف سے پيش قدمي کي جاتي هے ' تو دوسرا فريق هر قسم کي پابنديوں سے آزاد هوجاتا هے اور تمام معاهدوں کو توڑ سکتا هے ' اسليے حبيب اگر اسوقت ان هدايات کي پابندي نه کرتے تو وه معذور سمجهے جاسکتے تهے - ليکن آنحضرت کے احکام جبري احکام نهيں هوتے تهے بلکه آپ کا روحاني اثر اونکو مجاهدين کے رگ و پے ميں ساري کرديتا تها - جب حبيب کو حارث بن عامر نے خريد ليا اور حرم کے باهر قتل کرنا چاها تو اونهوں نے حارث کي لڑکي سے استره طلب کيا - لڑکي نے استره اونکے هاتهه ميں دينا چاها تو حارث کا لڑکا بهي ساتهه ساتهه چلا آيا - حضرة حبيب نے اوسکو گود ميں بٹها ليا - وه ڈري که جو شخص جان سے هاتهه دهو چکا هے اوسکو کسيکي جان پر حمله کرنے ميں کيا تامل هوسکتا هے ؟ حضرت حبيب گو جان سے هاتهه دهو چکے تهے اور هاتهه ميں ايک هتهيار استره بهي تها ' ليکن آنحضرت (صلعم) سے بچوں کے قتل نه کرنيکا جو عهد اونسے لے ليا تها وه اونکو جان سے بهي زياده عزيز تها - اونهوں نے اوسکي سراسيمگي ديکهکر کها : " کيا تمکو ڈر هے که ميں اس بچے کو قتل کردونگا ؟ نهيں' تم ايسا نه سمجهو - ميں ايک بچے کا خون اپني گردن پر نهيں لے سکتا " (بخاري - جزو - ۵)

ان اخلاقي احکام سے زياده خود آنحضرت صلی الله عليه وسلم کے طرز عمل نے صحابه کو پابندي عهد کي تعليم دي تهي - يهود خيبر نے آنحضرت (صلعم) کو زهر ديديا ليکن آپنے کسي قسم کا انتقام نهيں ليا - آنحضرت پر يهوديوں نے اپني دانست ميں جادو کيا ' ليکن آپنے معاهده کي بنا پر اونکو معاف کرديا !

(۴)

آنحضرت نے جب کفار مکه سے بمقام حديبيه صلح کرلي تو صلح کے بعد مسلمانوں اور کافروں ميں باهم ميل جول هوگيا - حضرت سلمه کا بيان هے :

" ميں اس حالت اطمينان ميں ايک درخت کے نيچے جاکر ليٹ گيا - اتفاق سے ميرے پاس چار مشرک آگئے اور آنحضرت کي مذمت کرنے لگے - ميں آپکي هجو نه سن سکا اور اوٹهکر دوسرے درخت کے سايے ميں چلا گيا - وه سب درخت کي شاخ ميں هتهيار لٹکا کر ليٹ گئے ' اسي حالت ميں دفعتاً غل هوا که ابن زنيم قتل کرديا گيا - ميں نے تلوار مياں سے کهينچ لي ' اور اونهي چاروں پر حالت خواب ميں حمله کيا - پہلے اونکے هتهياروں پر اچهي طرح قبضه کرليا ' پهر اون سے کها که اوس ذات کي قسم جس نے محمد کو برگزيده کيا هے - تم ميں سے جو شخص سر اوٹهائيگا ' اوسکي گردن اوڑا دونگا - پهر ايک طرف سے ميں ان چاروں کو ' اور دوسري طرف سے ميرے چچا عامر ايک دوسرے کافر کو جسکا نام مکرز تها ' گهسيٹتے هوے آنحضرت کے پاس لاے - ليکن آنحضرت نے اونکو بالکل معاف کرديا اور فرمايا : " ان کو چهوڑ دو ' برائي کي ابتدا اونهي کے طرف سے هوني چاهيے " (مسلم جلد ۲)

اگر آنحضرت اونکو قتل کرديتے تو درحقيقت اس بدعهدي کے ذمه دار خود وهي لوگ هوتے - ليکن آپنے نقض عهد کي اس ظاهري شکل کو بهي گوارا نه کيا جو اونکے قتل سے پيدا هوتي تهي !!

(۵)

اسلام نے احکام شريعت کے تين درجے قرار ديے هيں :

الحلال بين و الحرام بين وما بينهما مشتبهات -

حلال بهي کهلا هوا هے اور حرام بهي ' البته انکے درميان چند مراتب ايسے هيں جو حلت و حرمت دونوں کا احتمال رکهتے هيں !

يهي مشتبهات درحقيقت زهد و تقوی کا امتحان گاه هيں - ايک خدام شخص ايک کهلي هوئي نيکي پر عمل کرسکتا هے ' ايک فريبي دکهلاوے کيليے کسي صريح برائي سے اجتناب کرسکتا هے ' ليکن نيتوں کا کهوٹ وهاں نهيں چهپ سکتا جهاں حلال و حرام کے نهايت نازک درمياني مقامات هيں - تمام حيل شرعي انهي کے محور پر گردش کرتے هيں -

آنحضرت (صلعم) زهر دينے والے اور سحر کرنے والے يهوديوں کو قتل کرسکتے تهے ' آپ اون کفار سے بهي انتقام لے سکتے تهے جنهوں نے صلح حديبيه کے بعد هجو و غيبت بلکه کشت و خون کي طرف قدم بڑهايا - با اينهمه آپنے اونکو معاف کرديا ' کيونکه ان بدعهديوں پر اشتباه کے متعدد پردے پڑے هوے تهے - انسے ذاتي انتقام کي بو آتي تهي ' اور خلق عظيم کے تمام ابواب اخلاق ميں سب سے زياده نماياں باب يه هے که :

لم ينتقم لنفسه (صحيحين)

آپنے کبهي اپني ذات کيليے کسي سے بدله نه ليا !!

ايسا کرنے سے اگرچه حقيقي طور پر نقض عهد نهيں هوسکتا تها ' تاهم بظاهر نقض عهد کا شبهه پيدا هوسکتا تها - اسلام اپنے دامن پر اس قسم کا ظاهري دهبه بهي نهيں ديکهه سکتا !

(۶)

آپکے طرز عمل نے صحابه کيليے پابندي عهد کا وهي ايک بلند تر معيار قائم کر ديا تها - اونهوں نے اپنے زمانه ميں هميشه اوسکو قائم رکها -

عهد صحابه ميں جب کبهي نقض عهد کا ظاهري احتمال بهي پيدا هوا تو لوگوں نے علانيه اوسکا انکار کيا - امير معاويه نے روميوں سے ايک مدت کيليے معاهدهٔ صلح کرليا تها - وه اگرچه نقض عهد کرنا نهيں چاهتے تهے ' تاهم اونهوں نے زمانهٔ صلح هي ميں روميوں سے لڑنے کيليے تياريان شروع کرديں - اور فوج ليکر اونکي طرف بڑهے که مدت صلح گذر جانيکے ساتهه هي جنگ شروع کردينگے - اسي حالت سفر ميں ايک شخص گهوڑا اڑاتا هوا پهنچا اور کها " الله اکبر ! الله اکبر ! يه بد عهدي تمهارے شايان شان هے ؟ تمکو وفاے عهد کرنا چاهيے " لوگوں نے تعجب سے ديکها تو معلوم هوا که عمر بن عنبسه هيں - امير معاويه کو خبر هوئي تو اونکو بلابهيجا اور

مقالات

موجودہ جنگ کا علم النفس

جنگ کي قوت محرکہ

جدید تربیت عسکري

ماخوذ از نیشن

اس طاقت کا تصور ، درحقیقت ، نہایت مشکل ہے جو ایک فوج کو میدان جنگ کے زہرہ گداز امتحان گاہ میں لا کھڑا کرتي ہے - جسے ہم فوج کہتے ہیں وہ دراصل ہمارے ہی طرح کے معمولی انسانوں کا مجموعہ ہوتی ہے ، اور سپاہی جو اس مجموعہ کا مایہ خمیر ہوتے ہیں ان میں علی الاوسط صبر و ثبات کي کوئي خاص قوت نہیں ہوتي - یورپ کی فوجوں میں وہ ایک معمولي شہري یا کاشتکار ہوتا ہے ، جو وردي اور اسلحہ پہنکے ہمیں ایک جانباز اور سرفروش سپاہي نظر آتا ہے - خود ہماري (انگریزي) باقاعدہ فوج میں وہ ایک معمولي بے روزگار شخص ہوتا ہے ، جو قریباً ہمیشہ غیر تعلیم یافتہ اور تہیدست ہوتا ہے ، اور محض فاقہ کشي سے بچنے کے لیے اپنا نام سپاہیوں کے رجسٹر میں لکھواتا ہے - لیکن تاہم اس واقعہ سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان طالب معاش انسانوں کے انبوہ میں کچھہ لوگ ایسے بھي ہوتے ہیں جو پیدایشي سپاہي ہوتے ہیں اور انکا یہي میلان طبیعي انہیں فوج میں لیجاتا ہے -

مگر موجودہ فوجوں میں انکي تعداد کم ہے اور نہ صرف کم بلکہ روز بروز مزید کمي کی طرف مائل ہے - ورنہ اکثر تو ہمارے ہی طرح کے لوگ ہیں یعني انکي طبیعي خواہش نہ مرنا چاہتي ہے اور نہ مارنا ، کیونکہ اسوقت ہماري عام حالت یہ ہے کہ ہم موت خصوصاً غیر طبیعي موت کو نفرت کي نگاہ سے دیکھتے ہیں - غور کیجیے کہ ایک قتل کے واقعہ پر کیسا ہیجان بپا ہو جاتا ہے - کس طرح جمہور کي توجہ سیاسي پیچیدگیوں بلکہ لڑائیوں تک سے اس واقعہ کي طرف پھر جاتي ہے - سوچیے کہ اسوقت ایک سیاسي قتل کس قدر خوف اور ہول کي نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے - خیال کیجیے کہ ایک ناگہاني مصیبت سے ، جسمیں ہزارہا جانیں کام آتي ہیں ، کس طرح پورے ملک پر حزن و ملال کے بادل چھا جاتے ہیں -

لیکن قتل کي گونہ گوں شکلوں میں معرکہ جمع ہے - جو اپنے اندر بہت سے قتل اور خونریزیاں رکھتا ہے یا یوں کہیے کہ ایک معرکہ مختلف سیاسي قتلوں کي ضرب ہے - البتہ اگر ایک ہزار جانیں ، کام آتي ہیں تو نقصان کا ذکر " نسبتاً کم " کي حیثیت سے کیا جاتا ہے -

(جانبازي کا معرکہ)

نوع انساني میں جو طبیعي میلان کہ تمام دوسرے میلانات کو مغلوب کر لیتا ہے وہ یہ ہے کہ زندگي کي حفاظت کرنا چاہیے - خصوصاً اپني زندگي کي ، بظاہر یہ امر بالکل قرین عقل ہے کہ ایک سپاہي میں یہ میلان خاص طور پر قوي ہونا چاہیے ، اور چونکہ وہ جوان ہوتا ہے اسلیے غالباً وہ زندگي کا لطف زیادہ اٹھاتا ہے اور بجا طور پر یہ اعتماد کر سکتا ہے کہ وہ طویل مدت تک لطف اندوز رہسکیگا -

مگر کیا عجیب بات ہے کہ وہ معرکہ کارزار میں اسلیے آتا ہے کہ اپني یہ جان عزیز ہزاروں انسانوں کے پہلو بہ پہلو دے اور جیسا کہ شارلواے کي سڑکوں میں ہوا ہے اتنے بڑے انبوہ کثیر میں دے کہ لاشوں کو گرنے کي جگہ بھي نہ ملے ، بلکہ ایک لاش دوسري لاش کے سہارے پر کھڑي کي کھڑي رہجاے - یہ کون سي طاقت ہے جو اسقدر حیرت انگیز طور پر اس سب پر غالب آ جانے والے میلان طبیعي حفظ نفس (سیلف پریزرویشن) پر غالب آ جاتي ہے ، جو عالمگیر زندگي کا عمیق ترین میلان اور ہر ممکن بقا کا روح رواں ہے ؟

قدیم زمانہ میں غصہ اور بہیمي سنگدلي انسانوں کو موت اور خطرہ کے منہ میں لیجاتی تھي اور سچ یہ ہے کہ اسوقت بھي یہ دونوں چیزیں جنگ و قتال کي ایک قوي محرک ہیں - چنانچہ ہم دیکھہ چکے ہیں کہ دو سال ہوے کس طرح اپنے ظالموں (ترکوں) کي طرف سے دیرینہ بغض نے بلغاریوں کو اپني زندگي کي طرف سے بے پروا کر دیا تھا ، اور پھر دوسري جنگ بلقان میں کس طرح یہ بغض باہم ان لوگوں میں پیدا ہوا ، جو پہلے ایک دوسرے کے حلیف تھے - قریباً ہر جنگ میں بغض و نفرت کي ترقی کے لیے دشمن کے نام پر شدید اور غیر معقول گالیوں اور اسکے ساتھہ ساتھہ اسکے فظائع و مظالم خصوصاً پاني میں زہر ڈالنے کي کوششوں کے بیانات کا علانیہ اظہار کیا جاتا ہے - چنانچہ جنوبي افریقہ کی جنگ میں افواہوں کا اس امر پر اصرار رہا کہ دشمن دریاء میں سائنڈ آف پوٹیسیم ڈالرہے میں - موجودہ جنگ میں بھي یہي ہوا اور لڑائي کے پہلے ہفتہ میں برلن کو یہ یقین دلایا گیا کہ برلن میں جو روسي قیام پذیر ہیں وہ اپنی ہاتھہ کی مجوف چھڑیوں سے برلن کے پاني کے محفوظ خزانوں (رزروواٹروں) میں ہیضہ کے جراثیم چھڑکنا چاہتے ہیں -

غرض بغض اور سنگدلي ان قدیم زمانہ کي معرکہ آرائیوں میں زیادہ کام کرتي تھي ، جبکہ انسانوں میں تیغ و سپر سے دست بدست جنگ ہوا کرتي تھي ، مگر جسقدر زمانہ گذرتا جاتا ہے اسیقدر ان جذبات کي شدت اپني قوت کھوتي جاتي ہے ، اور اسوقت ایک شخص " قومي بغض " تو محسوس کرتا ہے لیکن اسکے مقابلہ میں شاید ہي وہ کوراںہ شخصي غیظ و غضب محسوس کرتا ہو ، جو قدیم زمانہ میں اسکي عسکریت و سپہگري کي قوت محرکہ تھي - اسلیے جب ہم یہ کہتے ہیں کہ " پانچ میل کي زد پر " غصہ " کے عالم میں توپیں سر ہوئیں " تو یہ " غصہ " اس " غیظ و غضب " سے بالکل مختلف ہوتا ہے - جو عہد قدیم میں تیغ دو دم سے دشمن کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کیا کرتا تھا -

(تربیت عسکري)

ہمارے زمانہ میں جو شے قوت محرکہ کا کام دیرہي ہے وہ تربیت عسکري یا ڈسپلن ہے - تربیت عسکري کوئي نئي شے نہیں - ایک قدیم شے ہے ، اور جب کبھي تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ کا مقابلہ ہوا ہے تو ہمیشہ تربیت یافتہ فوج غیر تربیت یافتہ دشمن میں اس طرح گھستي چلي گئي ہے جس طرح چھري پنیر کے ٹکڑے میں دوڑتی چلي جاتي ہے -

شرکت جہاد کا معاهدہ لیکر همکو چھوڑ دیا - هم آنحضرت کي خدمت میں حاضر هوے اور شریک جہاد هونا چاها - لیکن آپ نے فرمایا: " تم لوگ مدینه کو واپس جاؤ - هم کفار کے معاهدوں کو پوراکرتے هیں' اور اونکے مقابلے میں صرف خدا سے مدد چاهتےهیں" (۱)

(۹)

ایفاے عہد کے متعلق سب سے بڑي بحث یه هے که کس کے ساتهه معاهدہ کرنا چاهیے اور کس کے ساتهه قائم رکھنا چاهیے؟ روما کے مقنن اعظم سولن نے اسکا نہایت مختصر جواب دیا هے اور وهي تمام دنیا کے سیاست کي روح هے : " معاهدہ مکڑي کا جالا هے جو اپنے سے کمزور کو تو اولجھالیتا هے لیکن اپنے سے قوي کے مقابلے میں ٹوٹ جاتا هے " لیکن اسلام هي ایک ایسا مذهب هے ' جسکے اخلاقي معاهدوں نے سولن کے اس تار عنکبوت کو توڑ دیا هے - اسلام ضعیفوں کے ساتهه فیاضانه معاهدہ کرتا هے ' اور اوسکو نہایت مضبوطي کے ساتهه قائم رکھتا هے - آنحضرت نے کفار قریش سے به مقام حدیبیه جو صلح کي تهي' وہ بظاهر نہایت عاجزانه و مجبورانه صلح معلوم هوتي هے - خود صحابه نے اسکا احساس کیا تها اور آپ نے بهي نہایت صراحت کے ساتهه فرما دیا تها :

لا یسالونني خطة یعظمون فیها حرمات الله الا اعطیتهم ۔	میرے سامنے وہ جو شرط بهي پیش کرینگے میں اوسکو قبول کر لونگا' بشرطیکه اوس سے شعائر الهي کي توهین نهو -

چنانچه آپ نے اپنے کوه مقصود یعني اون مسلمانوں کو جو نور ایمان سے لبریز هوکر آئے تهے ' واپس کرنے کا عہد کرلیا - آنحضرت نے صلح نامه پر " بسم الله " لکھنا چاها - کفار نے اس سے انکار کیا ' لیکن آپ نے باوجود صحابه کے اصرار کے کفار کي خواهش پوري کردي اور " بسم الله الرحمن الرحیم " کي جگه " باسمک اللهم " لکھا - آپ نے اپنے نام کے ساتهه " رسول الله " لکھنا چاها ' کفار نے کہا " اگر هم آپ کو رسول الله مانتے تو یه جھگڑا هي کیوں هوتا؟ صرف محمد بن عبد الله لکھیے " معاهدہ پر رسول الله کا لفظ لکھا جا چکا تها ' لیکن آنحضرت نے حضرت علي علیه السلام کو حکم دیا که " اس فقرے کو مٹادو " اونکے جوش ایمان نے اسکو گوارا نه کیا تو آپ نے خود مٹادیا !

اس سے زیادہ کمزوري اور کیا هو سکتی هے ؟ لیکن کیا درحقیقت آپ مجبور تهے ؟ کیا قریش کي عظیم الشان طاقت نے آپ کو بالکل بیدست و پا کر دیا تها ؟

تمام سلطنتیں نقض عہد کیلیے ضعف کا بہانه ڈھونڈھتي هیں' اور صلح تو همیشه قوي هي کے ساتهه کي جاتي هے ' لیکن اسلام کي امن پسندي نے ایک نہایت ضعیف گروہ کے مقابلے میں به فیاضانه صلح کي ' اور اوسکو نہایت مضبوطي کے ساتهه قائم رکھا چنانچه آپ نے خود فرما دیا :

انا لم نجئي لقتال احد و لکنا جئنا معتمرین - و ان قریشاً قد نهکتهم الحرب و اضرت بهم فان شاوروا ما ددتهم مدة -	هم کسی سے لڑنے بھڑنے کیلیے نہیں آے هیں' صرف عمرہ کیلیے آے هیں - قریش کو متواتر لڑائیوں نے چور چور کردیا هے اور اونکی طاقت کو سخت صدمه پہونچا هے - تا اگر وہ چاهیں تو هم ایک مدت کیلیے اون سے صلح کرلے سکتے هیں -

دنیوي سلطنتوں کے متعلق تمهارا کیا خیال هے ؟ وہ اس بہترین موقع سے کیا کام لیتیں؟ انعقاد صلح کا یا اشتعال جنگ کا ؟ دنیا کي قدیم و جدید تاریخ اسکا نہایت آسانی کے ساتهه جواب دیسکتي هے - اگر اس حالت میں کوئي سلطنت صلح بهي کرتي تو اوسکا نتیجه جنگ سے زیادہ درد انگیز هوتا -

لیکن یه جزئي طرزعمل صرف اخلاقی حیثیت رکھتا تها -

اسلام کي وسعت ایک مستقل اور جامع هدایت کي محتاج تهی جو اس اخلاقي طرز عمل کے ساتهه اپنے اندر ایک قانوني طاقت بهي رکھتي' اور جبکه پچھلوں کي اخلاقي طاقت آنحضرت کے اسوہ حسنه کو بهلا دیتي' تو وہ اپني جزئي طاقت سے اوسکو یاد دلاتي -

آنحضرت نے غیر قوموں کے ساتهه جو تحریري معاهدے کیے هیں وہ بالکل قانوني اور سیاسي حیثیت رکھتے هیں ' لیکن اون سے ثابت هوتا هے که اس باب میں اسلام کا قانون کس قدر فیاضانه تها ؟ آنحضرت نے نجران کے عیسائیوں کے ساتهه جو معاهدہ کیا ' اسکے الفاظ یه هیں :

علی اهل نجران الفي حلة النصف فی صفر والنصف فی رجب یودونها الی المسلمین و عاریة ثلاثین درعا و ثلاثین فرسا و ثلاثین بعیرا و ثلاثین من کل صنف من اصناف السلاح یغزون بها والمسلمون ضامنون لها حتی یردوها علیهم ان کان بالیمن کید ذات غدر علی ان لا تهدم لهم بیعة و لا یخرج لهم قس و لا یفتنو عن دینهم (ابو داود جلد ۲ صفحه ۷۵)	اهل نجران کو دو هزار حلے با قساط دینا پڑینگے' ایک هزار صفر میں ' اور ایک هزار رجب میں' اور اونکو ۳۰ زرہ ۳۰ گھوڑے ' ۳۰ اونٹ ' اور هر قسم کے هتهیاروں میں سے تیس تیس هتهیار بطور عاریت کے بهي دینا هونگے - مسلمان اس عاریت کے ذمه دار هونگے اگر یمن میں کوئی جنگ هوگی تو وہ لوگ ان چیزوں کو واپس کر دینگے - اور اس معاهدہ کي بنا پر نه تو اونکے گرجے گراے جائینگے ' نه اونکے کسي پادري کو جلا وطن کیا جائیگا' اور نه اونکے مذهب سے کوئی تعرض هوگا -

لیکن اسلام کا هر قانون اپنے اندر اخلاقي روح بهي رکھتا هے - آنحضرت نے اخلاقی نصائح سے اسکو اور بهي موثر بنا دیا :

الا من ظلم معاهدا او انتقصه او کلفه فوق طاقته او اخذ منه شیا بغیر طیب نفس فانا حجیجه یوم القیامة (ابو داود جلد ۲ - ص - ۷۷)	خبردار ' اگر کسي نے کسي غیر مذهب رعیت پر ظلم کیا ' یا اوس کي تنقیص کي' یا اوسکي کوئي چیز بجبر لیلي ' اگر ایسا هوا تو میں اوس کي طرف سے قیامت کے دن خدا کے سامنے جھگڑوں گا -

صحابه نے آنحضرت کے بعد اس فیاضانه طرز عمل کو نہایت سختی کے ساتهه قائم رکھا - چنانچه هشام ابن حکیم نے حمص کے عامل کو دیکھا که قبطیوں کو دھوپ میں بٹھا کر جزیه وصول کر رها هے ' اونہوں نے اسوقت آنحضرت کي یه اخلاقی نصیحت یاد دلائی :

ان الله یعذب الذین یعذبون الناس فی الدنیا	خدا قیامت میں اون لوگوں کو عذاب دیگا جو دنیا میں انسانوں کو دکھه پہونچاتے هیں

حضرت عمر رضی الله عنه نے وفات کے وقت اسي اخلاقي قانون کي تجدید کي تهی:

و اوصیه بذمة الله و ذمة رسوله صلی الله علیه وسلم ان یوفی لهم بعهدهم و ان یقاتل من ورائهم ولا یکلفوا الا طاقتهم (بخاري جز ۴ ص ۹۹)	میرے بعد جو خلیفه هوگا میں اوسکو خدا اور خدا کے رسول کے معاهدے کی حفاظت کے لیے وصیت کرتا هوں وہ وصیت یه هے که غیر مذهب رعایا سے جو معاهدہ کیا جاے' وہ پورا کیا جاے - اونکی جان و مال کي حفاظت کے لیے لڑائي کي جاے' اور انپر اتنا هی بوجهه ڈالا جاے جس کے وہ متحمل هوں -

عہد خلافت راشدہ میں کسي موقع پر بهي ان الفاظ سے سر مو تجاوز نہیں کیا گیا ' لیکن هم عہد صحابه کے پابندي عہد کي مثالیں ایک مستقل صحبت میں جمع کرینگے -

---

(۱) صحیح مسلم جلد ۲ ص ۸۹ -

فلسفۂ

الحــــرب

[اسباب و موثرات، نتائج و علل، مراتب و علائق]

(۳)

(جماعت کے موثرات خارجیہ)

دنیا میں افراد پر مختلف چیزیں اثر ڈالتي ہیں : مذہب، قومیت، سیاست، رسم و رواج، زمانہ، غرض اس قسم کے سیکڑوں موثرات ہے شخصي حالتوں میں انسان متأثر ہوتا رہتا ہے - وہ مجلس وعظ میں جاتا ہے، خطباء کی تقریریں سنتا ہے، تھیٹروں میں شریک ہوتا ہے، تصاویر متحرکہ کا تماشا دیکھتا ہے، اور ان تمام چیزوں کا اوسپر مختلف اثر پڑتا ہے - وہ زرق برق پوشاکوں، پولیس کي خاکي وردیوں، اور سلطنت کے جھنڈوں کے لہرانے سے بھي مرعوب ہوجاتا ہے - وہ اخبار پڑھتا ہے، اور ہولناک خبروں سے اوسکے اعصاب میں جنبش پیدا ہوجاتي ہے - وہ خاک نشین فقیروں کي روحانیت معنویہ کے آگے گردن جھکا دیتا ہے - غرض دنیا کي ہر چیز اسپر اثر ڈالتی ہے، اور وجود انساني موثرات کے جلب و انفعال کا ایک پیکر و مثال ہے !

جماعت پر بھي یہي چیزیں اثر ڈالتي ہیں - لیکن جماعت کا معنوي قوام عموماً رقیق، نرم، اور لچکدار ہوتا ہے، اسلیے اوسپر به نسبت افراد کے ان موثرات کا اثر زیادہ شدت کے ساتھہ پڑتا ہے، اور عمل مسمریزم کي طرح وہ اوسکي قوت شاعرہ کو فنا کر دیتا ہے -

بعض شخصي حالتوں میں بھي ضعیف الدماغ افراد کو دیکھا گیا ہے کہ موثرات خارجیہ کے شدت تاثر سے بد حواس ہو گئے ہیں - ایک سڑي لاش کو دیکھکر یا کسي خون چکاں گردن پر نظر ڈالکر بہت سي عورتیں بے ہوش ہو جاتي ہیں -

لیکن " جماعت " عموماً ضعیف الدماغ ہوتي ہے، اور بہت شاذ و نادر صورتوں میں اسکا دماغ قوت کي نمایش کر سکتا ہے اسلیے یہ موثرات خارجیہ اسپر یکسر چھا جاتے ہیں اور اسکے ہر فرد کو ایک طرح کے جنون میں مبتلا کردیتے ہیں - یہي جنون جماعت کے عجیب و غریب افعال و افکار کا مصدر و مبدء بن جاتا ہے !

جماعت اگرچہ دنیا کے موثرات میں کم و بیش ہر چیز سے متاثر ہوتي ہے - لیکن چند چیزوں کا اثر خاص طور پر شدید و بے خطا ہوتا ہے - ان موثرات کو جماعت کے " مخصوص موثرات " میں شمار کرنا چاہیے - ہم یہاں کسي قدر تفصیل کے ساتھہ اونھیں دفعہ وار بیان کرینگے :

(موثرات شدیدہ و مخصوصہ)

(۱) ہر جماعت ایک لیڈر کے زیر اثر ہوتی ہے - لیکن لیڈر جس چیز سے جماعت پر حکومت کرتا ہے وہ ایک معنوی طاقت ہوتي ہے، جسکو نفوذ یا روحانیت کہتے ہیں - کوئی لیڈر اس طاقت کے بغیر لیڈر نہیں بن سکتا - البتہ یہ نفوذ بعض اشخاص میں فطرتا قوي ہوتا ہے - جیسے نپولین کہ وہ اپنے خصائص ترفع و ریاست کو اپنے ساتھہ لایا تھا - یا تاریخ اسلام میں امیر معاویہ، تیمور، اور نادر، وغیرہ کہ ان میں قدرتاً قوۃ داعیہ موجود تھی - اس قسم کا فطرتی نفوذ دنیا پر ایک لا زوال طاقت کے ساتھہ فرمانروائی کرتا ہے - سکندر مٹ گیا، نپولین نے اپنے آخري دن نہایت بد حالي میں بسر کیے، مگر اب تک انکي شہرت کے آگے ہماری گردنیں اب بھي جھک جاتی ہیں - ان کے نام سنکر ہم کانپ جاتے ہیں، جھجھک جاتے ہیں، اور ایک عجیب و غریب مخفي اثر عظمت کا احساس کرتے ہیں !

لیکن اکثر حالتوں میں یہ نفوذ خارجی اسباب کا بھي نتیجہ ہوتا ہے - دولت، ثروت، تزک و احتشام، وضع و لباس، اور خطاب و القاب کے ذریعہ بعض لوگ قوم میں نمایاں ہو جاتے ہیں، اور اوسکو اپنا غلام بنا لیتے ہیں - پولیس کو وردي اسی لیے پہنائي جاتي ہے کہ اوسکا رعب و داب اوسکے اندر چھپا ہوا ہے - علماء کا جبہ و عمامہ اس خارجی و مصنوعی نفوذ کا ایک خطر ناک آشیانہ ہے - پادشاہوں کي سواري جب دھوم دھام سے نکلتي ہے تو ہنگامہ رعب و سطوت پیدا ہو جاتا ہے - سلطنتیں اونھي لوگوں کو خطاب دیتی ہیں، جنکے اثر سے وہ کام لینا چاہتي ہیں -

اس نفوذ عارضي اور نفوذ فطري میں تضاد نہیں ہے بلکہ دونوں ایک ذات میں جمع بھي ہو سکتے ہیں - نپولین اپنے نفوذ ذاتی کو فوجی لباس میں اور بھی نمایاں کردیتا تھا - لیکن اکثر دونوں علحدہ علحدہ جلوہ افگن ہوتے ہیں، اور زیادہ تر ایسا ہي ہوتا ہے کہ مصنوعي نفوذ کو بغیر ذاتی نفوذ کے پیدا کیا جاتا ہے - جنرل ژوفرے اور سر جان فرنچ کی صورت کیسي مہیب اور شاندار ہے ؟ مگر غالباً دل کے آتشکدے میں نفوذ کي ایک چنگاري بھی نہیں ہے ورنہ ابتک جنگ یورپ کا صفحہ الٹ چکا ہوتا -

اسي عارضي نفوذ کی نمایش کیلیے لیڈروں کا شاہانہ استقبال کیا جاتا ہے - یہی مصنوعی نفوذ فوجوں کو لڑاتا ہے، اور ان کو آگ اور خون کے دریا میں دھکیل دیتا ہے - جماعت اس مخفي اثر سے مدہوش ہوتي ہے، اور اسکو اپنے اعمال کے نتائج کي مطلق خبر نہیں ہوتی -

لیکن ہر نفوذ جماعت پر اثر نہیں ڈال سکتا - جماعت اور لیڈر کے معتقدات و خیالات میں مناسبت ہوني چاہیے - ایک جنرل واعظان عبادت گذار پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتا - اونکو صرف واعظ کے پند و نصائح ہی متاثر کر سکتے ہیں - انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام اسیلیے امت کے قدیم عقاید و خیالات کا لحاظ رکھتے ہیں - جب آگ کے یہ دونوں شعلے باہم ملجاتے ہیں، تو جماعت ایسے عجیب و غریب کام کرگذرتی ہے، جنکو خوارق و عجائب میں شمار کیا جاتا ہے !

(۲) جماعت پر کسي بات کے بار بار کہنے کا بھي بڑا اثر پڑتا ہے - نپولین کا قول ہے کہ " دنیا میں وہي شخص کامیاب ہوسکتا ہے جو ایک بات کو بار بار کہتا ہے " قرآن حکیم کي مکرر آیتوں کا اصلی فلسفہ یہی ہے - لیکن اس نکتۂ دقیق و غریب کو بہت کم سمجھتے ہیں اور انسے بھي کم اسکي تقلید کرسکتے ہیں -

بعض لیڈر عمر بھر ایک ہي موضوع پر تقریر کیا کرتے ہیں، اخباروں میں اشتہارات بار بار اسي غرض سے چھاپے جاتے ہیں -

لیکن ہر تاکید موثر نہیں ہوسکتي اور نہ ہر اعادہ و تکرار مفید ہوسکتا ہے - وہ ایک خاص اصول کا پابند ہے - تاکیدي فقرے کو سادہ، مختصر، اور دلیل سے خالي ہونا چاہیے - قرآن حکیم نے شراب کے متعلق صرف اسقدر کہا : فہل انتم منتہون ؟ کیا تم باز نہیں آؤ گے ؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چیخ اٹھے : انتہینا انتہینا ! ! ہم باز آے، ہم باز آے -

لیکن اگر ایک ہی بات کو پہلو بدل بدل کے کہا جاے تو تاکید کا یہ اور بھی موثر تر طریقہ ہے - ایک سادہ اشتہار جب رنگین کاغذ پر چھاپا جاتا ہے تو اوسکا اثر بہت ہي بڑھجاتا ہے !

قدیم زمانہ میں تربیت عسکری کے معنی یہ تھے کہ کسی شخص کو تہدید یا تعذیب کے ذریعہ سے اسطرح اطاعت کی تعلیم دینا کہ اطاعت اسکی عادت اور یہ عادت اسکی طبیعت و فطرت ہو جاے - اس طبیعت ثانیہ کے یقینی طور پر حاصل کرنے کے لیے ہولناک تدابیر اختیار کی جاتی تھیں - ابھی اس واقعہ کو صرف ایک صدی گزری ہے کہ ولنگٹن اور کرانورڈ اپنے سپاهیوں کو تازیانے اور دار و رسن سے سزا دیا کرتے تھے - اس زمانہ میں تربیت عسکری کے جو معنی سمجھے جاتے تھے وہ اس قابل نہیں ہیں کہ اب پڑھے بھی جائیں -

غالباً یہ بخوبی معلوم ہوگا کہ یہ سرجان مور تھے جنہوں نے مقام "شوار نکلف" میں ایک ہلکے ڈیویژن کو تربیت دیکے ہماری فوج کو یہ دکھلا دیا کہ مروجہ تربیت کے علاوہ دوسری قسم کی تربیت بھی وہی اثر پیدا کر سکتی ہے جو مطلوب ہے -

سر جان مور کے نظام تربیت کے متعلق لکھتے ہوے سر ولیم نیپیر لکھتے ہیں " داخلی اور اخلاقی نظام' افسروں کی دائمی نگہداشت' اپنافسروں کی حقیقی حکمرانی و مسئولیت' یہ چیزیں تھیں جنہوں نے تربیت عسکری کو اس تک پہنچا دیا -

اسکے نتائج کے متعلق " جنرل هوپکن " جو ہلکے ڈویژن سے واقف ہیں لکھتے ہیں :

"تربیت کے متعلق میری راے اسقدر قوی ہے کہ مجھے اسکے متعلق لکھنا چاہیے - فوج کی بہبودی کے لیے میں تربیت عسکری کو تمام دوسری چیزوں سے بلکہ تجربہ کاری اور بہت سی جنگوں میں شرکت سے بھی بہت بلند تر مرتبہ دیتا ہوں - جب " ٹیلاو میرا " میں ہلکا ڈویژن انگریزی لشکر میں شامل ہوا ہے' تو اگرچہ جنگ اسکے لیے ایک نئی شے تھی' مگر تاہم وہ اس لشکر میں تجربہ کار سپاهیوں کی طرح خیال کیے جاتے تھے - انہوں نے یہ نیکنامی اپنی تربیت عسکری کی بدولت تمام مدت جنگ میں قائم رکھا - انہوں نے کوئی غلطی نہیں کی اور صف کے ٹوٹجانے کے بعد بھی وہ ویسے ہی باقاعدہ سپاهی معلوم ہوتے تھے جس طرح کہ وہ صف میں نظر آتے تھے -

(سر جان مور کا مطمح نظر)

اگرچہ اسوقت بھی ہلکے ڈویژن ترتیب دیے جارہے ہیں مگر اب اسکا نظام تربیت اسی تک محدود نہیں' درحقیقت تربیت عسکری کے متعلق سرجان مور کا مطمح نظر ہماری ساری سپاہ میں سرایت کرگیا ہے ' اور جب ہم یہ سونچتے ہیں کہ ہماری سپاہ میں رنگروٹ کیسے اتفاقی طور پر داخل ہوتے ہیں ' اور انکی کیا اصل ہوتی ہے' اسوقت ہمیں پیدا ہونے والے نتائج کسی ساحر کے سحر کا ایک نمونہ معلوم ہوتے ہیں -

اگرچہ اب تربیت کے قدیم معنی اور طریقے بدلگئے ہیں' مگر قدیم تربیت کا جوہر اصلی باقی ہے - وہ غیر تربیت یافتہ مسلم مرد یا عورتیں صرف بیکار ہی نہیں' جو رائفل چلانے کی مشق جنگ کے لیے فرضی تیاری کے خیال میں کرتی رہتی ہیں ' بلکہ اپنے وطن کے لیے ایک انتہائی خطرہ ہیں - " مرالتسک " ایک مشہور جرمن ماہر فن جنگ کہتا ہے " غیر تربیت یافتہ اشخاص اسیقدر تمسخر انگیز ہیں جسقدر کہ گراں مصارف ہیں گیمبٹ کے والنٹیر اگرچہ بہت تھے مگر تاہم بیکار تھے "

(کامل اعتماد)

اس لفظ سے زیادہ کوئی لفظ آگاہی بخش نہیں - اطاعت و فرمانبری کی عادت جو قدیم زمانہ میں آهنی عسکری ترتیب پیدا کرتی تھی اگرچہ قابل قدر شے ہے' مگر اب تعلیم یافتہ اشخاص میں اسکا پیدا ہونا قریبا ممکن نہیں جنکی یہ حالت ہے کہ اگر انکو اپنی نقل و حرکت کا کوئی صحیح مقصد مخصوص طور پر نہیں معلوم ہوتا تو وہ شکستہ دل ہو جاتے ہیں' اور انکو اپنے افسروں پر اعتماد نہیں رہتا ' اور اگر مسلسل شکستیں ہوئیں تو انکا اعتماد نفس بھی متزلزل ہو جاتا ہے - لیکن جب تک تربیت عسکری قائم رہتی ہے' اسوقت تک نتائج بالکل مختلف ہوتے ہیں - اس حالت میں یہ لوگ اپنی نقل و حرکت کا مقصد جانتے ہیں - انہیں اپنے افسروں پر کامل اعتماد ہوتا ہے اور واپسی کی سخت خطرناک اور دشوار کارروائیوں میں بھی انکا اعتماد نفس قائم رہتا ہے -

یہ کسقدر عجیب بات ہے کہ تربیت عسکری کی بہترین مختصر تعریف ڈارون نے کی ہے - وہ کہتا ہے کہ " اپنے ہمراہی اور رفیق پر کامل اعتماد کی حالت کا نام تربیت عسکری ہے -" ہم یہ جانتے ہیں کہ " لفظ کامل اعتماد " طویل معاشرت' مشق ' تجربہ ' اور دستہ کی اس روح پر دلالت کرتا ہے جو سپاهیوں کو دستہ کی صورت میں قائم رکھتا ہے -

جب ہم اس نقطہ تک پہنچ جاتے ہیں تو یہ نقطہ ہمکو ان معرکات سے قریب کردیتا ہے جنکی وجہ سے ایک سپاهی اپنی اس ہستی کو خطرہ میں ڈالدیتا ہے' جسکی دنیا اسقدر قدر کرتی ہے -

اس نئے زمانے کے سپاهیوں کے لیے غالبا سب سے بڑا معرکہ شرمساری کا خوف ہے - خواہ وہ اپنی ہو' یا اپنی کمپنی کی ' یا اپنے ریجمینٹ کی یا پھر اپنی قوم کی' افسر کے ساتھہ ایک قسم کی محبت بھری وفاداری بھی ایک طاقتور شے ہے - خصوصاً ہماری فوج میں جہاں افسروں اور سپاهیوں میں عجیب و غریب دوستانہ ہوتا ہے -

(نپولین کے اصول موضوعہ)

جس مقصد کے لیے جنگ ہو رہی ہے اسکے ساتھہ عقیدت و جانثاری بھی ایک بہت عمدہ مگر کمیاب شے ہے' لیکن معلوم ہوتا ہے کہ نپولین اپنے جنگ کے ۹۵ - اصول موضوعہ میں اسکو اہمیت نہیں دیتا' بلکہ کسیقدر اسکی تحقیر کرتا ہے -

وہ کہتا ہے کہ " ایک عمدہ جنرل ' ایک خوش ترتیب نظام ' اچھی تعلیم ' اور سخت ترتیب عسکری ' جسکو اچھے انتظام سے مدد ملتی ہو' ان چیزوں سے ہمیشہ عمدہ فوجیں تیار ہونگی خواہ جنگ کا سبب اچھا ہو " -

اسکے ساتھہ ہی یہ بھی ہے کہ وطن کی محبت ' جوش و غیرت کی روح' اور قومی عزت کا احساس نوجوان سپاهیوں پر عمدہ اثر کریگا "

یہ اس شخص کے افسردہ کرنے والے الفاظ ہیں جو پیر و جوان دونوں میں غیرت و نشاط کی آگ مشتعل کرنیکی قوت اپنے اندر رکھتا تھا ' اور جسکی عادت یہ تھی کہ آغاز سے انجام تک وہ جنگ کے مقصد یا اپنے ساتھہ عقیدت کے جذبات پیدا کیا کرتا تھا !

تاہم اسکے پندرھویں اصول سے کسیقدر بہتر اور صحیح تر نغمہ کی صدا آتی ہے -

" جو جنرل کہ معرکہ پیش کرتا ہے' اسکو اولین فکر اپنی فوج کی فتحمندی اور عزت کی ہونی چاہیے - آدمیوں کا حفظ و بقاء دوسرے درجہ پر ہے - یہ مقدم الذکر (یعنی فکر عزت و فتح) سے پیدا ہونے والی ہمت اور اقدام ہیں' جنکے ذریعہ سے آدمیوں کی حفاظت حاصل ہو سکتی ہے "

ڈسپلن یعنی افسروں پر اور باہم ایک دوسرے پر کامل اعتماد شرمساری کا احساس' جو اپنے رفیق' اپنی جماعت' اور اپنے وطن کے لیے ذلت گوارا نہ کرسکے ' اور شاندار اور حق بجانب مقصد کا احساس' یہ طاقتیں ہیں جو ہمارے سپاهیوں کو سرحد پر جاے اور اس طبیعی خوف کا مقابلہ کرنے کی ترغیب دیتی ہیں' جو روح انسانی کے لیے تقریباً ایک مغلوب کن شے ہے -

تاریخ و عبر

جرمني كي ترقي كا راز

جرمني كي ترقي هميشه دنيا كي تمدني تاريخ كا ديباچهٔ زريں سمجهي گئی هے' اور آج تو اوسکو ایک معجزه سمجها جاتا هے' لیکن درحقیقت یه کسي مافوق الفطرة طاقت کا ظهور نهیں هے' بلکه دنیا میں جب کسي قوم نے ترقي کے تمام مبادي و اصول کا احاطه کرلیا هے تو اوسکا ظهور و استیلاء اسي معجزانه طریقه سے هوا هے -

جرمني اگرچه آج تمدن کے تاج کا گوهر درخشاں هے' لیکن انیسویں صدي کے ابتداء میں اوسپر ایک سخت تاریک تاریخي زمانه بهي گذر چکا هے - آج اگرچه وه تمام یورپ کا نقشه بدل دینا چاهتي هے' لیکن اوسوقت وه دنیا کے نقشے کا ایک اوڑا هوا سا رنگ تهي' جو جذب نگاه کي قوت سے بالکل خالي تها - یہاں تک که جب شارلمان کا تخت و تاج بالکل اولٹ دیا گیا تو اس سیاسي انقلاب نے دنیا میں کسي قسم کي حرکت نهیں پیدا کي' حالانکه آج جرمني کی ایک خفیف سی جنبش سے بهي مرکز عالم لرز جاتا هے -

اس عهد ظلمت میں جرمني دسائس پیشه امراء کي حرص و طمع کا شکارگاه بني هوئي تهي' جو اپني اغراض شخصیه کے تحفظ کیلیے اجانب و اغیار کي صف جنگ میں شامل هوکر خود اپنے اهل وطن بهائیوں سے لڑتے تهے - سیاسي روح سے جرمني کا قالب بالکل خالي تها - ان امراء کي متفرق جماعتیں تمام ملک پر استبدادي حکومت کررهي تهیں' اور اونکے پنجهٔ آهنیں میں جرمني کا رویاں رویاں گرفتار تها - اقتصادي حالت نهایت ابتر تهي' رعایا میں باهم کسي قسم کا ربط و اتحاد نه تها' زمین بنجر پڑي هوئي تهي' صنعت و حرفت کا بازار بالکل سرد تها' اپنے موجوده مفاخر میں اوسوقت جرمني صرف شاعرانه اور فلسفیانه خیالات پر ناز کرسکتي تهي' اور جبکه انگلستان یه فخر کرسکتا تها که وه عظیم الشان سمندروں کی لهروں پر حکومت کر رها هے' اور جبکه فرانس کو یه ناز تها که اوسکا علم سلطنت سرسبز مرغزاروں پر لهرا رها هے' تو انکے مقابل میں جرمني بهت زیاده اونچا اوڑ کو صرف یه کهه سکتي تهي که "میري حکومت کا پرچم شاعرانه خیالات کے هوائي قلعوں پر اوڑ رها هے" لیکن اسي هوائي قلعه میں اوسکي تمام ترقیوں کا راز سر بسته محفوظ تها -

ایشیاء کو یورپ کي قسمت پر رشک کرنا چاهیے که جس چیز نے ایران کو برباد کر دیا' اوسي نے جرمني کي ترقیوں کا سنگ بنیاد نصب کیا - شاعرانه و فلسفیانه خیالات پهیل کر بالکل هوا میں نهیں اوڑ جاتے' بلکه اگر دماغ پاجاتے هیں تو وه کرهٔ هوا کی جگهه اوسیکو اپنا مستقر بناتے هیں' اسلیے جرمني کي فضاے بسیط میں اس تیار فکري کي جو لهریں پهیلتي تهیں' وه سمت سمٹ کے دماغ کے ایک گوشے میں مرتکز هوتي جاتي تهیں - لیکن جب کاسهٔ دماغ اون سے بهرگیا تو دفعتاً چهلک پڑا' اور جرمني کي فضاے غیر متحرک میں یکایک ترقي کا ایک سیلاب آ گیا' اور یه وهي سیلاب هے' جو آج میدان جنگ میں صرف آگے بڑهتا جاتا هے' اور پیچهے هٹنا نهیں جانتا - خیالات کا پیدا کیا هوا یه انقلاب بجاے خود فلسفه تاریخ کا ایک راز سر بسته هے' لیکن اسکي کنجي بهي جرمني هي کے حدود طبیعیه میں هے' اور همکو خزانه سے پهلے کنجي هي کي جستجو کرني چاهیے -

جرمني کي فضا چمکتے هوے موتیوں' جگمگاتے هوے هیروں' لهکتے هوے سبزوں' مهکتے هوے پهولوں' کي مرغزار نهیں هے' بلکه وه پیچدار سواحل کا ایک مجموعه' تهونس کانوں کا ایک مخزن' کهیتوں کا ایک طویل سلسله' اور نهروں کا ایک بحر بے کنار هے' اسلیے ان مناظر طبیعه کا قدرتي اثر بهي ایران اور کشمیر سے بالکل مختلف هے

مرغزار' و خرمن گل' قهقهه تذرو و نالهٔ بلبل' اگرچه انسان میں حسن پرستي اور سوز و گداز سے لطف اوٹهانے کا ایک طبیعي ذوق پیدا کردیتے هیں جو ترقي کرکے فنون لطیفه کي شکل اختیار کرلیتا هے' لیکن عزم و استقلال' رزانت و متانت' سنجیدگي و پختگي کي نشو و نما صرف ناهموار میدانوں' ٹهوس پهاڑوں' اور سنگلاخ زمینوں هي میں هوسکتي هے - اهل جرمني کو فطرت نے جو غیر مسطح فضا عطا فرمائي تهي وه قدرتاً ایران و کشمیر کي سر زمین کي طرح جذبات میں کوئي رقیق یا اشتعال انگیز احساس نهیں پیدا کرسکتي تهي - اسلیے وه لیٹن قوموں کي طرح مصوري اور موسیقي کے اوستاد تو نه هوسکے' لیکن اس نے هر جرمن کو کوه شکن عزم و استقلال کا ایک پیکر مجسم بنا دیا -

جرمني کے مناظر طبیعه کا یه اثر هر جرمن کے سیماے سخن گو سے علانیه نمایاں هوتا هے - اگرچه اسکي ظاهري شکل و شباهت اور وضع ولباس میں کوئي ایسي مصنوعي کشش نهیں هوتي جو نازنینان پیرس کي لچکدار کمر کي طرح ذوق طلب آنکهوں کے تار نظر میں سیکڑوں پیچ و خم ڈالدے' لیکن جب وه کسي نقطے کي طرف حرکت کرتا هے تو هر شخص کو صاف نظر آ جاتا هے که وه ایک توپ کا ٹهوس گوله هے جو هر چیز کو چیرتا پهاڑتا اپنے نشانے هي پر جاکر دم لیتا هے -

هر جرمن اپنے اس فطرتي نفوذ و قوت کي نمایش کرنا چاهتا هے' لیکن وه اسکے ذریعه سے نه اپنے تفوق و شهرت طلبي کا اظهار کرنا اور نه کوئي مادي فائده اوسکے پیش نظر هوتا هے' بلکه وه اس اخلاقي نمایش کو انسانیت' قومیت اور مدنیت کا حقیقي معیار سمجهتا هے' اسلیے دنیا کے سامنے هر موقع پر ایک اخلاقي نمونه قائم کردیتا هے -

هر جرمن اگرچه فطرتاً اعتماد علي النفس کا مجسم نمونه هوتا هے' لیکن اوسکی قومی نشو و نما اس اعتماد کو اور بهی بڑها دیتی هے' جرمن عموما کثیر الاولاد هوتے هیں' اور اب تو انکي مردم شماري روز بروز بڑهتی جاتي هے - چنانچه سنه ۱۸۱۶ میں اوسکي تعداد ۲۵ ملین تهی' لیکن سنه ۱۸۵۰ میں یه تعداد ترقي کرکے ۳۶ ملین هوگئي' اور سنه ۱۹۰۵ میں ۶۰ ملین تک پهونچ گئي' اور اب تو اس سے کهیں زیاده هے - لیکن اسکے برعکس فرانس توالد و تناسل کے میدان میں رجعت قهقري کر رها هے - نسل انسانی کی اس افزایش و نشو و نما نے جرمني میں مزدور اور پیشه ور طبقه کي یک فوج گراں تیار کردي هے' جو تجارتي اور اقتصادي میدانوں میں ایک کامیاب تمدني جنگ کررهي هے - کوئي جرمن لیٹن قوموں کي طرح اپنی اولاد کے گذارے کیلیے روپیه کا توڑا چهوڑ کر نهیں مرتا' بلکه اوسکو صرف ایک زنده اور متحرک طاقت بنا کر مرجاتا هے' اور طاقت خون کو رگوں سے خود هي جذب کر لیتي هے -

قوت همیشه اپنی نمایش کرنا چاهتي هے' اسلیے هر جرمن اپنے نفوذ و اثر کے دائرہ کو وسیع کرنا چاهتا هے' اور یه طبعی میلان

تکرار کا هر شخص پر اثر پڑتا ہے لیکن جماعت کا معنوی قوام چونکه نہایت دقیق ہے اسلیے اس میں جو نقش تکرار کے ذریعه قائم ہوجاتا ہے ' وہ کبھی نہیں مٹتا -

انسان جب ایک بات کو مختلف لوگوں سے سنتا ہے ' تو اوسپر مجبوراً یقین کرلیتا ہے - اسي طرح جماعت جب ایک هي بات کو بار بار اور مختلف طریقوں سے سنتي ہے' تو اوسپر اوسکا وهی اثر پڑتا ہے جو ایک شخص پر کسي روایت کے مختلف الاوصاف اور متعدد راویوں کا پڑتا ہے - اسي تکرار کے اثر سے جماعت میں یقین کي جو کیفیت راسخه پیدا هو جاتي ہے' وہ اوس قوت سالله کي تولید کا باعث هوتي ہے' جس کا نام " سرباني خیال " ہے' اور جو جماعت کو ایک رشتۂ وحدۃ فکر و عمل میں منسلک کر دیتي ہے !

(۳) جماعت صورت سے زیادہ متاثر هوتي ہے - حقیقت کا اثر اوسپر کم پڑتا ہے - اگر کسی جماعت سے کہا جاے که " فلاں محله میں دس آدمی مرض دق میں مبتلا هوکر مرگئے' تو اوسپر کچھه اثر نه هوگا ' لیکن اگر اسي واقعه کو یوں بدل دیا جاے که ایک مکان گر پڑا اور پانچ آدمی دب کر مرگئے تو اسکا چرچا گھر گھر پھیل جائیگا !

طاعون سے لاکھوں جانیں هر سال ضائع جاتی هیں - هم اخباروں میں اونکي رپورٹیں پڑھتے هیں' لیکن اسکو ایک معمولي واقعه سمجھتے هیں' لیکن کسي اخبار میں هماري نظر سے ایک سطر کي خبر گذر جاتي ہے که فلاں جهاز ڈوب گیا ' اور اوسکا ایک مسافر بھي نہیں بچا تو دفعتاً همارے تمام اعصاب متزلزل هو جاتے هیں اور همارے اندر هیجان و اضطراب پیدا هو جاتا ہے !

تقریر و خطابت کا اثر جماعت پر صرف اسیلیے پڑتا ہے که وہ اوسکي ذهني صورتوں کو سامنے کھڑا کردیتی ہے - بلکه خطیب کي حرکات ' اوسکا انداز کلام ' اوسکے مختلف اشارے ' خود اوسیکو اوس چیز کي تصویر بنا دیتے هیں' جسکا وہ وعظ کہتا ہے - جماعت کان سے اوسکي تقریر سنتي ہے اور آنکھه سے اوسکو دیکھتي ہے - اسلیے اندر اور باهر دونوں جگهه اوسکا مطمح نظر ایک متحرک صورت میں نظر آتا ہے ' اور اوسی صورت کا اوسپر اثر پڑتا ہے - یہي وجه ہے که دنیا کے تمام لیڈروں نے هاتھه سے زیادہ زبان سے دنیا کو فتح کیا ہے !

الفاظ کے معاني هر زمانے میں بدلتے رهتے هیں ' حریت کا جو مفهوم آج ہے ' گذشته زمانے میں نه تها - اسلیے مقرر کو الفاظ کے وقتی اثر اور وقتي مفهوم کا بھي لحاظ رکھنا چاهیے - جب کوئي تقریر ان تمام شرائط کی جامع هوتي ہے ' تو وہ جماعت کو دیوانه بنا دیتي ہے -

الفاظ جو مجسمۂ معاني جماعت کے سامنے کھڑا کردیتے هیں ' وہ پھر بھي برقع پوش هوتا ہے - لیکن تھیٹر اور تصاویر متحرکه اوسکو بالکل بے نقاب کردیتے هیں - یہي وجه ہے که جماعت پر ان کا شدت سے اثر پڑتا ہے -

رومن قوم جو دنیا کي ایک متحرک اور زنده قوم تھی ' همیشه تھیٹروں کو اپني کامیابي کی منزل مقصود سمجھتي تهي - اب بھي بہت سے شورش انگیز خیالات انهی کے ذریعه پھیلاے جاتے هیں - شخصي حکومتیں شورش انگیز مضامین کي طرح تصویروں کو بھي ضبط کرلیتي هیں - پیرس میں ایک ایکٹر نے ایک مجرم کا ایکٹ کیا ' اور اوسکے جرم کے مختلف مناظر دکھاے - تماشائیوں میں اس قدر شورش پیدا هوئي که هر شخص اوس فرضي مجرم کي طرف حمله کرنے کیلیے بڑھا - اگر پولیس نے ایکٹر کو اپنے دائرے کے اندر نه لے لیا هوتا تو وہ اپنے متمثل جرم کي حقیقي سزا پا جاتا -

تھیٹر اور بائسکوپ کا اثر جماعت پر اسلیے بھي زیادہ پڑتا ہے که جماعت واقعات کے نتائج کي تلاش نہیں کرتي - وہ صرف واقعات کي اصلي صورت دیکھنا چاهتي ہے - هم سنتے هیں که لڑائي میں پانچ هزار آدمي مرگئے - لیکن بائسکوپ همکو اونکے جسم کے زخم اور انکي گردنوں سے بہتا هوا خون دکھلا دیتا ہے - نتائج کے لحاظ سے اخباروں کي خبر اور بائسکوپ کے تماشے میں کوئي فرق نہیں - لیکن جماعت پر نتیجه کوئي اثر نہیں ڈالتا - موت سے زیادہ خون کا سیلاب اور زخم کي سرخی اوسکے جذبات کو مشتعل کردیتي ہے - ایک مردہ فلسفی کی لاش جماعت کیلیے کوئی موثر چیز نہیں ہے ' لیکن ایک زنده سپاهي کا ایک قطرہ خون اوسکو اپنے قابو سے باهر کرسکتا ہے !!

(۴) جماعت پر اوهام کا بھی نہایت شدید اثر پڑتا ہے - وہ حقیقت کو نہیں پوجتی حقیقت کے مظاهر وهمیه کی پرستش کرتي ہے - بت پرستی کا رواج اسی بنا پر هوا که انسان خدا کو انسان هي کي شکل میں دیکھنا چاهتا تها - اگر بت خانے نه هوتے تو بتوں کي طاقت کا خاتمه هو چکا هوتا - عظیم الشان عمارتوں پر هم نوحه خواني کرتے هیں ' لیکن اس اینٹ پتھر کے ڈھیر میں کیا دھرا ہے ؟ اوس میں همارے آبا و اجداد کي عظمت گذشته کي وهمي حقیقت چھپي هوئي ہے - تمام دنیا اسی وهم پرستي کیلیے اپنے قدیم شعار' اپنے قدیم عوائد کو قائم رکھتي ہے - عجائب خانے اسلیے قائم کیے جاتے هیں که وہ قدماء کي یادگاروں کو دکھا کر همارے دل کے اندر وهمي تصویر مرتسم کرتے رهیں - تمدن و تهذیب کے ستون کو بھي اسی وهمي حقیقت نے قائم رکھا ہے - اگر آج یه یادگاریں مٹادی جائیں تو دنیا کي قدیم وحشت پھر زنده هوجاے - هزاروں لاشیں میدان میں کٹ کٹ کے گرتي هیں' مگر انسانیت کي آنکھه صرف اشک آلود هوکر رهجاتي ہے' لیکن جب ایک کتب خانه ' ایک عجائب خانه یا ایک قلعه منهدم کردیا جاتا ہے' تو تهذیب و تمدن کي آنکھه خون کا سیلاب بہانے لگتي ہے - کیا انسان کے خون سے یه چیزیں زیادہ عزیز هیں ؟ کیا انسان سے سب کچھه ہے یا انسان اینٹ اور پتھر کے ماتم کیلیے ہے ؟

لیکن جماعت اونکی حفاظت کیلیے اپنا خون بہادیتي ہے - کیونکه وہ صرف وهمي امید پر زندگي بسر کرتی ہے' اور اوسکي امیدوں کا مرکز اوسکا دماغ نہیں هوتا - اوس نے اپنی قوت شعور کو کھو دیا ہے' اوسکي امیدوں کا آشیانه اُسکے قلعے کي برجیاں هوتي هیں - جب تک وہ قائم هیں' جماعت بھي زنده ہے - اگر وہ منهدم هوگئیں تو سمجھه لینا چاهیے که جماعت کا شیرازہ بھي بکھر گیا !

میدان جنگ میں پادشاہ کا تاج دفعتاً زمین پر گر پڑتا ہے - ایک فلسفی کی نظر میں یه نہایت معمولي واقعه ہے - لیکن تمام فوج کے پاوں معاً اوکھڑ جاتے هیں' کیونکه وهي اونکا قبلۂ امید تها -

(۵) جماعت تجربه سے بھی شدت کے ساتھه متاثر هوتی ہے -

اگر بار بار کے تجربے سے یه ثابت هو جاے که ایک قوم یا ایک سلطنت ظالم ہے' تو جماعت کو اوسکے مقابلے میں به آساني بھڑکایا جا سکتا ہے - اگر متواتر واقعات کسی قوم کے محاسن کو علانیه نمایاں کرچکے هوں تو جماعت اوسکی حمایت کیلیے نہایت مستعدي سے تیار هو جاتی ہے - اسلام کي مدنیۃ فاضله نے جنگ کے موقعوں پر اکثر اس حقیقت کو نمایاں کیا ہے - مسلمانوں کے مستقل همدردانه و عادلانه طرز عمل اور فیاضانه برتاؤ نے مختلف قوموں کو خود بخود اونکا حلقه بگوش بنا دیا تها - چنانچه تاریخ اسلام اسکي بکثرت مثالیں پیش کر سکتي ہے -

کرسپی نام کو تو وکیل تھا ' مگر سیاسیات اسکي زندگی تھے - اور قسمت نے اسے پیدا بھي تاریخ کے ایسے دور میں کیا تھا جبکہ اس قسم کي زندگي پوري طرح بسر کي جا سکتي تھي

کرسپي جسوقت جوان ہوا ہے اسوقت یورپ نیپولین کي قائم کي ہوئی ذلت و نکبت سے نکل رہا تھا ' اور آیندہ انقلاب کے لیے برباد ہو رہا تھا - ہر ملک میں بیچینی و اضطراب کی ایک نئي اور عجیب و غریب روح پیدا ہو رہي تھی ' یعني جرمني میں فرڈیننڈ لیسیل اور کیرل مارکس ' ہنگري میں لوئس کوتھ ' فرانس میں لوئس بلینک ' انگلستان میں چارلس جونس ' اور اطالیا میں کیور ' گیري بیلڈي ' اور میزیني موجود تھے -

اس زمانے کي روح حریت کے یہ واضح مظاہر اگرچہ مطالبات میں باہم مختلف تھے ' تاہم شان انقلاب انگیزي میں سب مشترک تھے - کرسپي اطالیوں کے وطن پرستوں میں شامل ہوگیا ' اور سنہ ۱۸۴۸ کي بغاوت صقلي میں عملي حصہ لیا - انقلاب کي نا کامي اور بور بونس کی واپسي سے مجبوراً اسے بھاگنا پڑا - اس نے " پیڈمونٹ " میں جا کے پناہ لي ' جہاں اسکي انقلاب انگیزانہ روح میزیني کے ساتھہ شریک کار ہو گئی ' اور بغاوت " مدن " میں اس نے پھر حصہ لیا -

مگر یہاں سے بھي کرسپي کو بھاگنا پڑا وہ مالطہ سے بھٹکتا ہوا پیرس پہنچا - یہاں سے ایک بار پھر حکام وقت نے اسے نکالا اور بالاخر خارجی باغیوں کے دیرینہ ملجا و ماویٰ لندن نے اسے معہ میزیني کے اپنے حرم حریت میں پناہ دي -

لندن میں ان دونوں آدمیوں نے آزادي اطالیا کے لیے متحدہ طور پر کام کیا ' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گیري کي سرگرمي میں ہزارہا نے علم بغاوت بلند کیا اور بالاخر وکٹر و عمانوئیل کي ماتحتي میں اطالیا دوبارہ متحد ہوا -

ان تمام جلیل القدر کاموں میں کرسپي نے معقول حصہ لیا - اسوقت تک کرسپی کے متعلق یہ مشہور تھا کہ وہ ایک ایسا جمہوریت پسند ہے کہ ادنی رعایت کے ساتھہ بھي وہ کسی قسم کا تصفیہ کرنے والا نہیں - کرسپی سنہ ۱۸۶۱ میں اکسٹریم لیفٹ (بائیں جانب کي انتہائی جماعت) کے ممبر کي حیثیت سے پارلیمنٹ میں داخل ہوا ' لیکن سنہ ۱۸۶۴ ع میں وہ شاہ پسند ہوگیا ' اور اپنے اس انقلاب کی وجہ میزیني سے یہ بیان کي کہ " شاہي متحدہ کرتي ہے ' مگر جمہوریت تقسیم کرتي ہے "

اسي وقت سے اس نے وطن پرستانہ ایجیٹیشنوں کي قدیم روح کو خیرباد کہا ' اور کرسپی جو پہلے " جنگجو " مشہور تھا وہ اب " پارلیمنٹیرین " " وزیر " اور " ڈپلومیٹ " کہلانے لگا -

آخر عمر میں اس پر رشوت ستاني کے الزامات بھی قائم کیے گئے ' جنھیں اسنے بحفاظت تمام برداشت لیا ' مگر اسکے رفقاء قدیم نے ترک اصول اور غداري کے جو الزام لگائے تھے انکے حق میں وہ اسقدر خوش قسمت نہ نکلا اور بالاخر " لیگا " کے چند فوضویین (انارکسٹوں) نے اسکي جان پر بعض غیر کامیاب حملے کیے -

تاہم کرسپي میں ہمت کی کمي نہ تھی - کوئي تہدید ' کوئی تنقید اور کوئي توہین اسے اہلی حریت کے دبانے کي پالیسي سے نہ روک سکي اور وہ برابر اس پر قائم رہا اس پالیسي کیوجہ سے گو وہ اپنے ابتدائي رفقاء کو کھو بیٹھا ' مگر اسے نئے سیاسي دوست ملگئے جن سے اس کی خود بینی اور پولیٹی بافتہ طاقت کي تشفي ہوگئي - اس نے گلیڈسٹون سے گرمجوشانہ تعلقات پیدا کیے ' اور بسمارک کے ساتھہ اسکي دوستي

تو اسقدر بڑھ گئی کہ بالاخر اسکا بہت بڑا اثر اطالیا کي خارجي پالیسي پر پڑا -

میموائرس (۱) کي آخري جلد بھي شائع ہوگئي ہے - اس جلد سے ان آخري دوستیوں کے حالات معلوم ہوتے ہیں ' مگر ہمکو اسوقت دلچسپی صرف اس مفاہمت سے ہے جو بسمارک کے ساتھہ ہوئی تھی کیونکہ یہ واقعہ معاملات یورپ کی موجودہ پیچیدگیوں کے سلسلہ کي ایک درمیاني کڑي ہے -

(تاریخ اتحاد ثلاثہ)

ہماري توجہ پر کرسپي کے دعوے کا دارو مدار صرف اس واقعہ کی بناء پر ہے کہ اس نے اتحاد ثلاثہ کي تائید کي - کرسپي کے عہد میں تمام بڑے معاملات کے لیے ہم اس زمانے کے بڑے اشخاص - گیري بالڈي ' میزیني ' اور کیور کے حالات بہت زیادہ جوش کے ساتھہ پڑھینگے ' مگر اطالیا کي موجودہ حالت کے لیے نہیں یعني اطالیا جس طرح اسوقت متحد اور ایک بڑا ملک ہے یہ بات ان اشخاص کي وجہہ سے نہ پیدا ہوتي - اسلیے اسکي تاریخ کے لیے ہم کو کرسپي کے حالات پڑھنا چاہیے -

یہ صحیح ہے کہ کرسپي نے پہلے ان لوگوں کے مقاصد کي خدمت کي ' مگر اسي طرح یہ بھي صحیح ہے کہ آخر عمر میں اس نے ان مقاصد کو اسي طرح روکا اور اپنا قوی اثر انکے خلاف استعمال کیا -

کرسپي فدیہ کي تحریک کا ایک چالاک دشمن تھا -

اطالي وطن پرستوں کي نظر میں غیر مفدي اطالیا (یعني اطالیا کا وہ حصہ جو کسی دوسري قوم کے پاس ہے اور اب تک فدیہ دیکے آزاد نہیں کرایا گیا ہے) میں آسٹرین قلمرو کا اطالی بولنے والا حصہ شمالي اطالیہ نائس ' مالطہ ' اور کارسکا بھي شامل تھے -

محض زبان کي وجہ سے مالطہ پر اطالی حقوق کا قائم کرنا واقعي مشکل ہے ' اور اس سے زیادہ اس امر کا سمجھہ میں آنا مشکل ہے کہ ایسے کارسکا کي پیچیدہ اور مصیبت زدہ تاریخ مفید طور پر چھیڑي جاسکتی ہے - اسلیے ہم اسے قلم انداز کرتے ہیں -

لیکن جنوب ٹرائل اور اسکے متصل کے ملک کي حالت بالکل مختلف ہے ' اور آسٹریا کے پاس اس خوف کی وجہ تھی کہ یہ ملک بالاخر اسکے ہاتھہ سے نکلکے اطالیا کے پاس چلا جایگا -

سالہا سال سے اطالیا کی خارجی پالیسي ان خواہشوں میں منقسم رہی ہے کہ جنوب ٹروائل کو آزاد کرایا جائے - فرانس کے مقابلہ میں اپني حفاظت کي جائے جس سے وہ (بلاوجہ) خائف رہتي تھي ' اور اپنے متعلق انگلستان کی عمدہ رائے کو قائم و برقرار رکھا جائے -

اطالي جمہوریت پسندوں کا ایک بڑا حصہ فدیہ دینے کا حامی تھا گو اسکی رائے کو حکومت نے دبایا اور ریفٹن مانع ہوا -

اس کھلي ہوئی قومی تحریک کے ان دونوں مخالفوں کی وجہ بخوبي ظاہر ہے - ایک طرف تو گذشتہ صدي کي آخري ربع میں ویٹکن اطالي ریاستوں کي تنسیخ کي پریشانی میں مبتلا تھا ' اور اسے پادریوں کے مخالف اطالیا سے صرف منفي دلچسپي تھي یعني اسکا نقطۂ دلچسپي یہ تھا کہ اطالیا کوئي مستقل و مستحکم طاقت نہ بننے پائے ' دوسري طرف آسٹریا جو ہمیشہ کی طرح اس

---

(۱) یہ ایک کتاب ہے جو کرسپي کے حالات میں کئي ضخیم جلدوں میں شائع ہوئي ہے اسکا ماخذ زیادہ تر خود کرسپي کي تقریریں اور تحریریں ہیں -

صرف افراد کے ساتھہ مخصوص نہیں ' بلکہ جرمني کي سیاست ' جرمني کا تمدن' جرمني کي تجارت ' جرمني کي صنعت' جرمني کے علوم و فنون' غرضکہ اوس سرزمین کا ہر ذرہ دنیا میں اونچا ہي ہوکر رہنا چاہتا ہے - چنانچہ اس بلند حوصلگي کي نمایش نے میدان جنگ میں جرمني کے علم کو' دریا کی سطح پر اوسکے جنگي جہازوں کے مستول کو' زمین پر اوسکي کالجوں کے کنگروں کو تمام دنیا سے بلند ترکردیا ہے' لیکن جرمني کا یہ تفوق و امتیاز سیاسي قوت اور فوجي استحکام کے نظم و ترتیب کا نتیجہ نہیں' بلکہ ان پختہ و پیچدار سلسلہ خیالات کا نتیجہ ہے ' جنھوں نے جرمني کي حدود طبعیہ کے نشیب و فراز میں نشو و نما پائي ہے -

جرمني کے علمي میدان میں بھي ان پختہ خیالات کي جھلک صاف نظر آتي ہے - جب تک فنون لطیفہ محض تفریح طبع کا ذریعہ خیال کیے جاتے تھے ' جرمني نے مٹي کے بنے ہوے کھلونوں سے کبھي دل نہیں بہلایا - لیکن جب علمي و تمدني ترقیوں نے ثابت کردیا کہ اس دل لگي کے ذریعہ سے مادي فوائد بھي حاصل ہوسکتے ہیں - تو اوس نے کانچ اور پتھر کے کھلونوں میں بھي جدید روح پھونک دي -

جرمني کي سپاہیانہ زندگي کوئي معجزہ نہیں ہے ' البتہ اوسکي ایک خصوصیت خرق عادت خیال کي جاتي ہے - جرمني ایک مدت تک اندروني سیاسي کشمکش کي جولانگاہ بني ہوئي تھي' لیکن جب پروشیا میں سیاسي توازن قائم ہوگیا تو دفعتاً اوسکا گرم خون رگوں میں منجمد ہوگیا - اب تمام نزاعیں ' تمام جھگڑے ' تمام مخاصمتیں ' مبدل بہ اتفاق و اتحاد ہوگئیں ' اور جرمني کي پوري قوت ایک عظیم الشان طاقت کے آگے سربسجود ہوگئي' اور اوسکا مرکز ثقل تمام یورپ بلکہ تمام دنیا کي طرف منتقل ہوگیا -

تقریباً ہر سلطنت ایک مدت تک رعایا کے ساتھہ سرگرم جنگ رہ چکي ہے - لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ باوجود اس کشمکش کے جرمني کي قوتوں میں باہم کوئي شدید تصادم نہیں ہوا ' اسلیے جرمني کي قومیت کو کسي قسم کا صدمہ نہیں پہونچا ' اور دنیاوي ترقي میں قومیت ہی اصل چیز ہے ' خانہ جنگي کا سب سے بڑا سبب افلاس و دولت کي جنگ اور دولت مند اور سوشیالسٹ فرقوں کا تصادم ہے - جرمني اگرچہ سوشیالزم کا مرکز ہے ' لیکن اس نے بھي وہاں مفید نتائج پیدا کیے ہیں - جرمني کا ہر سوشیالسٹ اپنے حصول مقصد میں سرگرم رہتا ہے ' لیکن اوسکي طبیعي متانت و سنجیدگي نے اوسکو یہ سبق پڑھا دیا ہے کہ جسطرح فوج کي تربیت باہم لڑاکر نہیں کي جاتي' اسي طرح یہ مقصد صرف جبر و قوت سے حاصل نہیں ہو سکتا - جرمني میں عموماً صنعت' حرفت کے میدان میں رقیبانہ حوصلہ مندیاں ایک دوسرے سے گوے سبقت لیجانا چاہتي ہیں - اس لیے ہمیشہ مزدوروں' کارخانہ داروں' اور باہم تاجروں میں سیاسي کشمکش کا اندیشہ رہتا ہے' لیکن اس قسم کي متعدد انجمنیں قائم کر دیگئي ہیں' جو تزاحم و تصادم کے اسباب کا انسداد کرتي رہتي ہیں' اس لیے کسی قسم کی شورش نہیں ہونے پاتی' اور تجارت کا کام ایک منتظم اصول پر چلا جاتا ہے -

ہر جرمن اگرچہ مغرور ہوتا ہے ' لیکن وہ جماعت کے مقابل میں اپنے آپ کو بالکل حقیر سمجھتا ہے' اس لیے وہ اوس میں نہایت خوشي سے داخل ہو جاتا ہے - جرمني میں ایک خاص قسم کي بے شمار کمپنیاں قائم ہیں جنکو "قرالن" کہتے ہیں' ہر جرمن ان کمپنیوں میں سے کسي نہ کسي کمپني میں ضرور شامل ہوتا ہے' اور اس طرح جرمني کي عملي قوت کا کوئي جزو بیکار نہیں رہتا' اور یہ اوسکي ترقي کا ایک عظیم الشان ذریعہ ہے -

اجتماع قواء کي اس طبعي سہولت نے جرمني کے لیے وطني فوج کي تنظیم و ترتیب' بڑے بڑے کارخانوں کے انتظام' بینکوں ' صنعت گاہوں' اور کالجوں کے قیام کو نہایت آسان کردیا ہے ' اس لیے وہ علم و ہنر' صنعت و حرفت' دولت و ثروت کا مرکز بنگئی ہے - جرمني تمام دول یورپ میں ایک معتدل زندگي بسر کر رہي ہے - مذہبي حیثیت سے نہ وہ ملحد ہے ' نہ ٹھیٹھہ متعصب ' بلکہ وہ نہایت سنجیدگي کے ساتھہ ' عقل و نقل میں تطبیق دینا چاہتي ہے -

اسی اعتدال نے اوسکو ایک عجیب و غریب نظام حکومت کا محکوم بنا دیا ہے - جرمني نے شخصیت و جمہوریت میں عجیب و غریب رابطۂ اتحاد پیدا کردیا ہے - جرمن قوم عنان سلطنت اپنے ہاتھہ میں لینا نہیں چاہتي' بلکہ اوس نے ایک صاحب اختیار' اور ذي نفوذ بادشاہ کے ہاتھہ میں اپنے سر رشتۂ امید کو دیدیا ہے - تاہم وہ اس شخصیت کے ساتھہ جمہوریت سے بھي متمتع ہو رہي ہے ' یعنی عنان سلطنت تو بادشاہ کے ہاتھہ میں دیدي ہے' لیکن خود بادشاہ کو اپنے ہاتھہ میں رکھا ہے -

شـئـون حـربـیـہ

اطـالیـا کا لائـحـہ عمـل کیـا ہے ؟

از مسٹر ہالبروک جیکسن

> امن یورپ کي بنیاد عہد ناموں پر قائم ہے - ہم ان عہدناموں کا احترام دیانت داروں کي طرح کرتے ہیں - لیکن اگر کوئي شخص انکو توڑیگا تو ہم کو بھی معلوم ہو جائیگا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے ؟
>
> [فرانسسکو کرسپي]

جو سوال میں نے سر مقالہ میں لکھا ہے یہ تاریخ یورپ کي اس عظیم الشان اور مجنونانہ ساعت میں ایک سب سے زیادہ اہم سوال ہے' اور اس سوال کے نیچے جو قول نقل کیا ہے اس سے طنز و تعریض کي صدا آتی ہے' کیونکہ یہ قول کرسپي کے ڈپلومیٹک زبان سے نکلا ہے ' جو شہزادہ بسمارک کا گہرا دوست اور اہل اطالیا میں سے اس " اتحاد ثلاثہ " کا قطعي حامي تھا ' جسکو آج اطالیا نے بے تکلف توڑ دیا ہے -

اطالیا کیا کریگي ؟ اسکا جواب اسوقت تک نہیں دیا گیا ہے - مگر مجھے اس میں ذرا شک نہیں کہ اگر اسوقت کرسپی ہوتا تو وہ کیا کرتا - یعني گو اس نے یہ ذمہ لیا تھا کہ ضرورت کے وقت اسکا ملک اپنا فرض ادا کریگا ' لیکن ایک ڈپلومیٹ کي حیثیت سے وہ بلا ادني تکلیف " فرض " کي تفسیر " سیاسی مصلحت " کرتا -

بہر حال میرا یہ خیال نہیں کہ اطالیا اپنے اس مشہور مدبر کی تائید کرتي -

(کرسپي کے مختصر سوانح حیات)

فرانسکو کرسپي سنہ ۱۸۱۹ ع میں بمقام صقلی پیدا ہوا ' اور سنہ ۱۹۱۰ ع میں بمقام نیپلس مرا ہے - اس نے اپني اس طویل عمر میں تاریخ یورپ کے بہت سے انقلابات و تغیرات دیکھے ہیں -

" الان "

بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہر جرمن سوار کو " الان " کہتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے - جس وقت علم عقاب کے زیر سایہ سواروں کا انسانی سمندر موجزن ہوتا ہے تو اس میں "الان" سے کہیں زیادہ " کریتسیر " "ہسار" "کنراگوں" ہوتے ہیں - (کریسیر ' ہسار ' اور ڈراگوں مختلف قسم کے سواروں کے نام ہیں -) .

الان ایک ترکی نژاد لفظ ہے - اس کے معنی "سوار" کے ہیں - یورپین قوموں میں یہ نام سب سے پہلے پول قوم نے اختیار کیا - ایک زمانہ میں فرانسیسی سپاہ میں بھی الان کے چند ریجیمنٹ تھے جو فرانس کے قومی علم "مثلث اللون" کے خدمتگذار تھے ' مگر یہ ریجیمنٹ زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہسکے اور بہت جلد انہیں سواروں میں شامل کر دیا گیا -

جرمن سپاہ میں " الان " کم و بیش سنہ ۱۷۴۸ میں روشناس ہوے - جس وقت شروع شروع میں الان جرمن سپاہ میں داخل کیے گئے ہیں ' اس وقت انہوں نے جرمن سپاہ میں کوئی امتیاز خاص حاصل نہیں کیا - بلکہ فریڈرک اعظم موسس جرمن شاہنشاہی تو انکی غیر عسکری زندگی سے اس قدر تنگ آ گیا تھا کہ بالاخر اس نے ان ریجیمنٹوں کو توڑدیا -

لیکن فریڈرک اعظم کے بعد الان کے ریجیمنٹ دوبارہ ترتیب دیے گئے اور اس مرتبہ انہوں نے ایسے جوہر دکھاے کہ وہ آج تک جرمن سپاہ کے سرخیل سمجھے جاتے ہیں -

جرمن سپاہ میں الان نے یہ شہرت سنہ ۱۸۷۰ کی جنگ فرانس و جرمن میں حاصل کی - اس جنگ میں وہ جرمن سپاہ میں سب سے زیادہ پیش پیش رہے اور اپنی یکساں "بہادری ' جانبازانہ حملہ ' اور فوجی قابلیت و سرگرمی سے سب کی نظروں میں اپنے آپ کو نمایاں اور ممتاز بنا لیا - اس جنگ میں انکی یہ حالت تھی کہ بغیر کسی تنبیہہ و اطلاع کے وہ ایک غیر معلوم مقام سے نکلتے تھے اور دشمن پر ٹوٹ پڑتے تھے - اس وقت انکے جوش و خروش کا یہ عالم ہوتا تھا کہ ہر متنفس لڑنے اور مرنے کے لیے ہمہ تن مستعد نظر آتا تھا !

جرمن سپاہ میں " الان " کا نام " بہاری سوار " ہے - کیونکہ در اصل وہ وہی کام کرتے ہیں جو سوار کیا کرتے ہیں - چنانچہ الان کے ریجیمنٹ اصل فوج کے آگے آگے چلتے ہیں اور دید بانی ' عام نگرانی ' تفتیش حالات ' اور انکی اطلاع وغیرہ کا کام کرتے رہتے ہیں جو عموماً سواروں کے کام ہیں -

لیکن انکی کارگزاری اسی پر ختم نہیں ہو جاتی - جب پیادہ فوج واپس ہوتی ہے تو اوس وقت وہی اسکو دشمن کی تعاقب کرنے والی فوج کے حملوں سے محفوظ رکھتے ہیں -

امن و صلح کے زمانہ میں ایک الان ریجیمنٹ میں پانچ اسکوالڈرن ' اور ایک اسکوالڈرن میں ۱۳۵ آدمی ہوتے ہیں ' لیکن جنگ کے زمانہ میں ایک اسکوالڈرن میں بجائے ۱۳۰ کے ۱۵۰ آدمی کردیے جاتے ہیں - جب جنگ ہوتی ہے تو ایک ریجیمنٹ کے صرف ۴ اسکوالڈرن محاذ میں جاتے ہیں - کیونکہ پانچویں ریجیمنٹ میں صرف رنگروٹ اور غیر ترتیب یافتہ گھوڑے ہوتے ہیں - یہ پانچویں ریجیمنٹ ڈیپو بھیجدیا جاتا ہے - ڈیپو میں نہایت سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ فوجی تعلیم دی جاتی ہے - یہاں تک کہ وہ معرکہ آرا صفوں میں شرکت کے قابل ہوجاتی ہیں

ایک جرمن الان کا جواب انگریزی فوج میں زیادہ تر انگریزی نیزہ باز (لانسر) کو سمجھیے - دونوں کی وردیاں بہت ہی مماثل و مشابہ ہوتی ہیں ' بلکہ درحقیقت " نیزہ باز " کا خود جسکو صحیح طور پر ٹوپی کہنا چاہیے ' الان ہی کے سر کی پوشاک کی نقل ہے - دونوں فوجیں ڈبل بریسٹ ٹیونک (دھرے پردے کی صدریاں) اور گہرے گہرے رنگ کے پائجامے پہنتی ہیں -

اسلحہ میں الان کے پاس تیغ ' نیزہ ' قرابین ' یا طپنچہ ہوتا ہے - تاہم اسکا اصلی ہتیار نیزہ ہی ہے - الان بالاوسط شہسوار ہوتے ہیں - انکی نشست اور گرفت دونوں عمدہ ہوتی ہے - البتہ انکی زینیں کسیقدر تکلیفدہ وضع کی ہوتی ہیں جنکی وجہ سے اکثر گھوڑوں کی پشتیں زخمی رہتی ہیں -

(کام اور ڈسپلن)

ہر جگہ سواروں کو پیادوں سے زیادہ کام کرنا پڑتا ہے - اس کلیہ سے الان بھی مستثنی نہیں - جاڑا ہو یا گرمی ' ہر موسم میں اسے صبح ۶ بجے سے چند منٹ بعد پریڈ میں حاضر ہونا پڑتا ہے ' اور پھر شام تک وہ اصطبل اور ڈریل میں لگا رہتا ہے - اسکے بعد بھی اسکا کام ختم نہیں ہو جاتا - کیونکہ رات کو اسے لیکچر سننے کیلیے جانا پڑتا ہے جو افسران فوج فن جنگ پر دیتے ہیں -

ان لیکچروں کا موضوع اگرچہ فن جنگ ہوتا ہے ' مگر وہ درحقیقت مسائل جنگ تک محدود نہیں ہوتے - انمیں تاریخ جنگ اور فن جغرافیہ وغیرہ کا حصہ بھی ہوتا ہے -

ایک الان رنگروٹ کو سب سے پہلے جو شے سیکھنا پڑتی ہے ' وہ اپنے ریجیمنٹ کا ماٹو ہے - اسکے بعد اسے یہ سکھایا جاتا ہے کہ تمھیں قیصر اور ملک کی راہ میں جان دینے کیلیے ہر وقت تیار رہنا چاہیے !

تمام جرمن سپاہیوں کی طرح الان کو بھی قسم کھانا پڑتی ہے کہ وہ ہر وقت قیصر کی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے مستعد رہیگا - البتہ امن و صلح کے زمانہ میں اس الان کو حلف اٹھانیکی ضرورت نہیں پڑتی جو مقام " بیویریا " میں پیدا ہوتا ہے -

" یہ خیال کہ بالاوسط الان نیم وحشی اور نیم " یاہو " ہیں نہایت درجہ تمسخر انگیز اور بے بنیاد ہے - یقیناً جب خونریزی اور دشمن کے مقابلہ میں اپنے وطن کے لیے معرکہ آرائی انہیں مشتعل کردیتی ہے ' تو اوسوقت وہ استعارہ کے طور پر نازک اندام خاتونوں کی طرح بکری کی کھال کے دستانے نہیں پہنتے - مگر یہ کچھہ انہی کی خصوصیت نہیں ہے - ہر سپاہی خواہ وہ کسی قوم کا ہو ' ایسے وقت میں یہی کرتا ہے - اگر جنگ نہ ہو تو پھر الان خوش اطوار ' نرم طبیعت ' اور فرماں بردار انسان ہے -

جرمنی کے ہر ریجیمنٹ میں ڈسپلن نہایت سخت ہے - اس موقع پر بھی الان کے دستے اس سختی سے مستثنی نہیں - نن کمیشنڈ افسروں حتی کہ کارپورل اور سارجنٹ تک کو سزا و جزا دینے کا اختیار ہے - اگر ایک عام سپاہی کسی افسر سے شکایت کی جرأت کرتا ہے تو اس شکایت کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اسکے ساتھہ بد سے بد تر سلوک کیا جاتا ہے -

الان ریجیمنٹ کو صفائی کی نہایت شدید تاکید ہے - اگر پریڈ کے وقت کسی الان سپاہی کے پرتلے یا بٹن پر گرد و غبار کا ایک دھبا بھی ہو یا کوئی بٹن ڈھیلا ہو تو یہ ایک سنگین جرم قرار پائیگا اور اسکی قرار واقعی سزا دیجائیگی - الان سپاہیوں کے کئی کئی گھنٹے روز اپنے بکلس ' پرتلے ' اور جوتے وغیرہ کے صاف کرنے میں صرف ہوجاتے ہیں - وہ اپنے بوٹ پر اسقدر پالش کرتا ہے کہ آئینہ کی طرح چمکنے لگتا ہے -

وقت بھي روسہ کي وفادار معتقد تھي' ممکن تھا کہ کسي وقت اسے ایک حامي فدیہ کا دور تمثیل کرنا پڑتا -

اسیطرح حکومت کي مخالفت بھي اچھي طرح "مصلحت" کي بنیاد پر قایم تھي - غرض فرانس پر اعتماد کي کمي نے جو نپولن کے وقت سے وراثتاً چلی آ رہی تھي' اور شمالي افریقہ میں فرانس اور اطالیا کے منصوبوں کي وجہ سے پیچیدہ ہوگئي تھی' اطالیا کے لیے ایک مرکزي طاقت کے ساتھہ اتحاد کي ضرورت پیدا کردي -

روس اور انگلستان دونوں کے ساتھہ یہ اتحاد نا ممکن تھا' کیونکہ دونوں ملکوں میں فرانس کے متعلق دوستانہ جذبات ترقی کر رہے تھے - آسٹریا سے یہ کام لیا جاسکتا تھا مگر جمہور پسند اس قسم کے اتحاد کو غیر طبعي قرار دیتے - جرمنی جو فرانس اور روس کی دوستی کے مقابلہ میں اپنے استحکام کیلیے مضطرب تھي' یہ چاهتي تھي کہ ایک ایسا اتحاد ہو جس میں آسٹریا کي دوستي بھي شامل ہو - بسمارک نے اس قسم کے اتحاد کا ارادہ کرلیا تھا' اور اسکی تکمیل کیلیے وہ ہر ڈپلو میٹک اور سیاسی چالیں چلتا رہا -

اس نے آسٹریا کے دل میں پاپا کے ساتھہ اطالي طرز عمل کے خلاف ایجیٹیشن کا خیال پیدا کیا' اور اسکے لیے ایک لخبزري معرکہ بپا کیا' جسمیں اس نے اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ اطالیا کي حالت متزلزل اور بر سر انقلاب ہے - شاہ هیمبرٹ نے پروشین ڈپلو میسی کے خلاف جنگ کی' مگر آخر میں اسکے ارباب سیاست بسمارک کی آهني ترغیبات سے مغلوب ہوگئے اور سنہ ۱۸۸۲ع میں عہدنامہ پر دستخط ہوگئے -

اس عہدنامہ کے ابتدائي سال خوشگوار نہ تھے - کیونکہ "اتحاد ثلاثہ" ہردلعزیز نہ تھا - اس نے یہ فرض کرلیا تھا کہ فدیہ کي تحریک کو دبایا جائے - اس نے فرانس کے ساتھہ مفاهمت کی راہ میں لا ینحل مشکلات پیدا کیے اور انگلستان کے ساتھہ مطلوب و مرغوب دوستي کو دشوار کردیا -

پانچ سال کے بعد یہ اتحاد ٹوٹگیا مگر اسکے بعد اطالیا کے لیے چند مراعات کے ساتھہ پھر اس عہد نامہ پر دستخط ہوے -

اس عہدنامہ پر دوبارہ دستخط کے ۴ ماہ بعد کرسپي وزیر اعظم ہوگیا - کرسپی اہل اطالیا میں سے اس عہدنامہ کا شدید ترین موید تھا - وزیر اعظم کي حیثیت سے اسکے اولین کام یہ کیا کہ وہ اس عہدنامہ کے متعلق گفتگو کرنیکے لیے بسمارک سے ملنے گیا' اور اسکے بعد سے اس نے ہمیشہ اس موضوع پر اور اسکے ہمرشتہ مسئلہ یعني تحریک فدیہ کے متعلق جب کبھی کچھہ کہا تو وہ پروشیا کی زبان سے کہا - ذیل میں کرسپي اور بسمارک کی باهمي گفتگو کا ایک حصہ درج ہے :

کرسپي لکھتا ہے کہ ایک دن شام کو ہم لوگوں کی باتوں میں سنہ ۱۸۶۶ع کی جنگ کا ذکر آگیا - میں نے ان سے (بسمارک) یہ پوچھا کہ " ٹرینٹ پر قبضہ حاصل کرنیکے لیے اطالیا کی کوششوں کي تائید میں آپ نے اپني آواز کیوں نہ بلند کی ؟ " انہوں نے جواب دیا کہ وہ اس سرزمین کی حوالگی کے مسئلہ پر نپولین اور فرانسس جوزف نے بحث کي تھي' اور انہي دونوں شاهنشاہوں نے صلح سے پہلے اور ہماري مداخلت کے بغیر اسے طے کر لیا تھا "

کرسپي کہتا ہے کہ یہ بالکل ظاہر ہے کہ سنہ ۱۸۶۶ میں نپولین کی ہمارے معاملات میں مداخلت ایک بار اتحاد اطالیا کے لیے پھر آفت انگیز ہوئي - اس معاملہ میں نہ پروشیا آزادي سے کچھہ کرسکتی تھي اور نہ ہم خود ہي کچھہ کر سکتے تھے - وینیشیا صرف اس بناء پر دیدیا گیا کہ وہ انتظامي سرحد میں داخل ہے' اور اسطرح ہم جنوبی الپس پر قبضہ کرنے سے محروم کردیے گئے -

کرسپي سرحد آسٹریا و اطالیا کی پیش نظر تحدید ثانی کا موید رہا' اور تحریک فدیہ کي ہمیشہ همت شکني کي - آخر عمر میں وہ ڈپلو میسی کو ایجیٹیشن پر ترجیح دیتا تھا' بلکہ وہ تو یہاں تک بڑھگیا تھا کہ اس نے اپنے دل میں یہ امید قائم کر رکھي تھي کہ جب سنہ ۱۸۹۲ع میں عہدنامہ کي تجدید ہوگي تو وہ اسمیں سرحد کے تصفیہ کے متعلق ایک دفعہ روشناس کریگا' اور غالباً اگر اسکے ہاتھہ سے حکومت نکل نہ گئي ہوتي تو وہ یہ کرلیتا - کرسپي ایسا شخص نہ تھا کہ اپني پشت پر قوم کو محسوس کیے بغیر ایسي روش اختیار کرتا - یہ واقعہ ہے کہ اطالي قوم بڑي حدتک تحریک فدیہ کي حامي ہے' اور وہ کبھي بھي اتحاد ثلاثہ کي پرجوش موید نہ تھي -

(کرسپي کي اپنے اہل وطن کو نصیحت)

"میموائرس" کے مولف نے کرسپي کو وطن پرست ثابت کرنے کي تکلیف اٹھائي ہے - مگر همیں یہ کبھي نہ بھولنا چاهیے کہ کرسپی کي زندگي کا آغاز ایک وطن پرست کي حیثیت سے ہوا اور انجام ایک سیاسي کي حیثیت سے - اسلیے خواہ اسکے خیالات کچھہ ہوں مگر اسے ایک "مخلص" کے بدلے "فرصت جو" اور عمدہ موقع کا متلاشي سمجھنا چاهیے - اسکے یہ فرصت جویانہ میلانات ایک فدیہ کے مخالف تقریر میں ظاہر ہوتے هیں جو اس نے سنہ ۱۸۸۹ میں دي ہے - اس تقریر میں اسنے عہد ناموں کے صلح سازانہ انجام پر زور دیا ہے' مگر تاهم وہ سیاسي چالاکي سے یہ کہتا ہے :

" قومیت کے لحاظ سے یہ امر نہایت ضروري ہے کہ بہترین مناسب موقع کا انتخاب کیا جاے - لیکن یہ بات یاد رکھنا چاهیے کہ جب کبھي جنگ کے وجہ سے یورپ کے نقشہ میں تغیرات ہوں تو اس وقت اس سوال کو دوبارہ زندہ ہونا چاهیے -

اطالیا کو کسي بات کا خوف نہیں ہے - اسے دینا کچھہ نہیں' البتہ لینا اور ملنا بہت ہے - لیکن جبکہ ان اصول کي حیات بخشی ہر محب وطن میں ہوني چاهیے - (ممبروں کی نشستوں کي طرف اشارہ کرکے) خواہ وہ ان بنچوں پر ہوں (وزراء کي بنچوں کي طرف اشارہ کرکے) یا خواہ ان بنچوں پر تو اسکے ساتھہ ہي یہ بھي ہے کہ وہ چوٹي کي صفت' جسکي حکومت سلطنت اور ارباب سلطنت دونوں پر ہوني چاهیے "احتیاط" ہے "

آج ۲۵ سال گزر چکے هیں اور انکے ساتھہ بہت سے اختلافات بھي ختم ہوگئے هیں - اطالیا فرانس کو اب ایک خطرناک همسایہ نہیں سمجھتی -

دوستي کے جتنے اسباب کبھي ہوے هیں انگلستان اور اطالیا کي باهمي دوستي کے لیے اس سے زیادہ اسباب موجود هیں ایک طرف تو جنگ بلقان روس سے کسي نزاع کے بغیر ختم ہوگئي ہے' اور دوسري طرف آسٹریا کے قبضہ میں جنوب "ٹرالل" "ٹرینٹو" ہے اور الحاق "ہرزگونیا" "بوسینا" کي وجہ سے "اڈریاٹک" اسکي طاقت اور مستحکم ہوگئي ہے - اسکے علاوہ امن یورپ کو اس عہد نامہ کے اصلي دستخط کرنے والے نے توڑا ہے جو اطالیا سے محض حفظ امن کے لیے کیا گیا تھا - غرض اگر اطالیا محتاط ہے تو وہ اپنے مشیر کرسپي کي طرح آسٹریا میں "غیر مفدي اطالیا" پر نظریں جمائے ہوے اختتام جنگ کا انتظار کرتي رهیگي ورنہ احتیاط کے بدلے جرأت و همت سے کام لیا تو پھر وہ یورپ کي مہذب فوجوں کے ساتھہ ہوگي اور عزت کے میدان میں اپنا کھویا ہوا ملک واپس لیگي -

اور غیر مانوس زبان بولنے والے حکم رانوں کی محکومی کی قید سے آزاد نہ ہونگے' اسوقت تک ان ٦٠ یا ٧٠ ملین انسانوں میں سے کوئی شخص بھی سیاسی یا اجتماعی حیثیت سے خوش نہیں رہسکتا -

اسی طرح یہ بھی ظاہر ہے کہ جب تک ان لوگوں کی معقول طریقہ سے تسلی نہ ہوجائیگی' اسوقت تک یورپ کا امن مشکوک اور غیر یقینی رہیگا - غرض در اصل یہی خطہ ہے جس پر فرانس' جرمنی' انگلستان' اور اطالیا کے امن کا انحصار ہے -

اسلیے یورپ کے نئے نقشے کی ترتیب اور جنوب و مشرق یورپ میں قیام امن و آشتی کا اثر کروروں انسانوں کی زندگی پر پڑیگا - خواہ یہ اثر اچھا ہو یا خراب -

(قوم کی ایک خونخوار شکل)

اس نئے نقشے کی ترتیب اور قیام امن و آشتی میں جن امور سے بحث کرنی ہے' وہ ایسے عظیم الشان ہیں کہ انکے مقابلہ میں زید یا عمر کے قتل کے واقعات ایک نظر میں غایب ہوجانے والے نقطے کے برابر ہیں -

ایک بادشاہ کا قتل جو اپنے انسانوں کے معاملات عشق و محبت کے تابع تمام قوم کی قسمت کو کرنا چاہتا ہو' اور وہ بھی قوم کے ہاتھوں سے نہیں' عام جماعت کے ہاتھوں نہیں' بلکہ چند افسروں کا فعل جو اسیقدر محب وطن تھے جسقدر ظالم تھے - یا سازش کا ایک جال جسنے فرڈیننڈ کو قتل کیا - ان میں سے کسی شے کو بھی ان کئی ملین سرویوں کی آزادی کی راہ میں حائل نہ ہونا چاہیے جو اسیطرح بے گناہ ہیں جسطرح کہ والٹشائر کا ایک کسان !

ایک زمانہ میں ہر قوم کی شکل خونخوار و مجرمانہ ہوتی ہے - اہل برطانیہ و امریکہ جو سرویا کے قتل اور بلغاریا کے قتل عام پر اسقدر وحشت و خوف کا اظہار کررہے ہیں' اگر یہ تصنع نہیں تو انہیں اسکاٹلینڈ' آئرلینڈ' اور ریڈ انڈین کی تاریخ سے ناواقف محض ہونا چاہیے - اگر سرویا میں سازش قتل کی پرورش کی جارہی تھی' تو کیا آئرلینڈ اور امریکہ میں فینی این (مخفی آئرش سوسائٹیوں کے ممبر) نہ تھے ؟

پھر فونیکس پارک کے اعلی پیمانہ پر تنظیم یافتہ قتل کی وجہ سے ہم انگریزوں نے نہ تو آئرلینڈ کو ہمیشہ کے لیے آزادی سے محروم کیا اور نہ امریکہ سے جنگ کی -

ہم اہل انگلستان و امریکہ جسقدر جلد اپنے اپنے دل تمام سروی قوم کے خلاف اس منافقانہ سخن سازی سے خالی کرلینگے جسکی وجہ چند ہولناک واقعات ہیں اور جو بربری ہنگاموں میں ناگزیر ہوتے ہیں' اسیقدر جلد ہم ان لوگوں کو ترقی اور آزادی میں مدد دیسکینگے' اور یہی ایک ضمانت ہے جو آیندہ بربری حرکات کے عدم امکان کے لیے ہوسکتی ہے -

اگر تم لیج میں خانماں سوزی و خونریزی کی وجہ سے تمام جرمن زبان بولنے والی قوم کے خلاف (جسکی تعداد ٧٠ - ملین ہے) بغض و عداوت اور بے رحم انتقام کی قسم کھالو' تو یہ تمہارا فعل عین انصاف اور بالکل بجا ہے - لیکن اسیطرح دوسری قوموں کو بھی سمجھنا چاہیے - مظلوم قومیں اور ستم کشیدہ نسلیں غضبناک ظلم کے قلعے ہوتی ہیں - یہ جنگ متحرک تصاویر کا تماشہ نہیں ہے - اس مرقع میں ملکہ ڈراگا اور ارچ ڈیوک فرڈیننڈ کی تصویریں نہیں ہیں - ایک مدبر کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ گذشتہ باتوں کا انتقام لیا کرے' بلکہ اسے حال کے امکانات اور مستقبل کی امیدوں پر بحث کرنی چاہیے !

(اولہرو بلقان لیگ)

اسوقت ایک واضح امکان یہ ہے کہ بلقان لیگ دوبارہ زندہ کی جاسکتی ہے' اور ان دوبارہ اٹھنے والی قوموں کی امیدوں میں اور اپنے مصالح میں تطبیق دیجاسکتی ہے - اس کار خیر میں انگلستان ایک کار فرما اور براہ راست دور تمثیل کرسکتا ہے - بلقان لیگ کی شکست تمام دنیا میں آزاد خیال رایوں کیلیے ایک گہری مایوسی تھی -

مگر یہ ایسی مصیبت نہیں کہ دور نہ ہوسکے - اتفاق تعجب انگیز تھا - افتراق تعجب انگیز نہ تھا - اور اس افتراق کی وجہ سرویا کی مخالفت تھی جو اسکے دوستوں کے طرف سے نہیں بلکہ اسکے دشمن آسٹریا کی طرف سے ہوئی تھی -

اب آسٹریا کا خیال نہیں رہا - اسوقت رومانیا اور بقیہ تینوں سلطنتوں کیلیے ہمارے ساتھہ عام اتفاق اور یکجائی عمل کے ساتھہ کام کرنے میں واضح اور معقول فائدہ ہے -

یونان کے لیے ایپرس' جزائر ایجین' اور قبرص (ہم اسکو چھوڑ سکتے ہیں) میں کافی معاوضے موجود ہیں - بلغاریا میں مقدونیہ کی فیاضانہ اصلاح کا کام موجود ہے اور شمال کی دو سلطنتوں کی طبیعی توسیع ابھی ظاہر ہوچکی ہے - ان ریاستوں کو ہماری طرف سے ہوکے متحدہ طور پر کسی کارروائی سے جو شے مانع ہوتی ہے' وہ درحقیقت صرف بے اعتمادی اور عداوت ہے جو پہلی بلقان لیگ کی شکست کی وجہ سے ہنوز باقی ہے - وہ جلد باہم ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کرینگے - لیکن وہ انگلستان پر بخوشی اعتماد کرینگے (؟) وہ اب ایک ایسی کانفرنس میں بخوشی بیٹھینگے جسمیں انگلستان' روس' اور اطالیہ کے قائمقام ہوں' اور انکو یہ یقین دلایا جائے کہ یہ فیصلہ دائمی ہوگا اور پھر ایک ہی دن میں انکی پیش اندیشیدہ حدود کے ہر امر کو طے کردیا جایگا - وہ ایسی صلح بخوشی کرینگے جو ایک صدی تک قائم رہے -

انگلستان مصالحت کرانیکے علاوہ کچھہ اور بھی کرسکتا ہے - وہ انہیں مالی مدد دیسکتا ہے اور اسطرح آسٹریا اور جرمنی پر عقب سے حملے کیلیے ٦ یا ٧ لاکھہ جنگ کے خوگر سپاہیوں کی کمک مل سکتی ہے -

(اطالیہ اور موجودہ جنگ)

اسکے علاوہ اگر بلقان لیگ پھر قائم ہوگئی تو یہ بمشکل ممکن ہوگا کہ اطالیا اس جنگ میں شرکت سے انکار کرے - کیونکہ جب سروی " ڈیلمیشیا " میں ہونگے تو اسوقت اطالیوں کو ٹریسٹ اور فیوم میں داخلہ سے باز رکھنا بمشکل ممکن ہوگا اور روسی سیلاب کو برلن تک راستہ ملنے سے بہت پہلے (جسکا انتظار سرگرمی کیساتھہ ہو رہا ہے) اسکی جنوبی حملہ آور فوجیں وائنا میں ہونگی -

اس جنگ کے محدود رہنے کا زمانہ گیا - اب تو وہ وقت آگیا ہے کہ ہر وہ سپاہی جو میدان جنگ میں لڑنے جاتا ہے' یورپ کی جانکنی کی مدت کا ایک حصہ کم کردیتا ہے -

یہ بلقان لیگ کے صرف جنگی فوائد نہیں ہیں جنکا مجھے اسقدر خیال ہے - دوبارہ زندہ ہونیوالے یورپ کیلیے صلح کی ایک بلقان لیگ کی شدید ضرورت ہے - بلکہ یہ لیگ تمام عالم کے اطمینان کیلیے بھی ضروری شے ہے - (باستثنائے عالم اسلامی - الہلال) میں پھر کہتا ہوں کہ قطعاً اس بلقان لیگ کی ضرورت ہے - اگر والٹشائر کے کسان کو امن و امان کے ساتھہ اپنی بھیڑوں کے گلے چرانا ہیں - اگر لوگوں کو چکاگو اور یوکوہیما میں خوشحال اور کامیاب ہونا ہے' تو شاید " بلقان لیگ " کافی طور پر وسیع نہیں - کیونکہ جزیرہ نمائے بلقان میں روماینا نہیں ہے - اگر یہ فیصلہ دیرپا ہونے والا ہے تو اسمیں اطالیا کو بھی ضرور شریک ہونا چاہیے -

اگر یورپ کا فیصلہ آزادانہ اصول پر کیا گیا تو اسکی وجہ سے ٢٠ ملین آبادی کی یہ مختلف سلطنتیں پیدا ہوجائینگی' جنمیں سے کوئی بھی تنہا اپنی حفاظت کے قابل نہ ہوگی البتہ مجموعی حیثیت سے وہ دنیا کی قوی ترین طاقت ہونگی - اسکے ساتھہ یہ بھی ظاہر ہے کہ باہم ایک عام رابطہ اور مفاہمت کے ذریعہ وابستہ ہوجائینگی -

(غـذا اور تنخـواہ)

مجموعی حیثیت سے جرمن سواروں کو بري غذا نہیں ملتي - جب وہ ایکٹو سروس پرھوتا ہے (یعني جب وہ کام کرتا ہے مثلاً جنگ میں لڑ رہا ہے یا نمایشي جنگ میں شریک ہے) تو اسے راشن مفت ملتا ہے - ایسے زمانہ میں ڈیڑھہ پونڈ روٹی یا بسکٹ' ساڑھے تیرہ اونس گاے کا گوشت' ساڑھے تین پونڈ آلو اور کافی ملتی ہے - یہ ظاهر ہے کہ اس قسم کا راشن هر وقت اور هر حالت میں مہیا نہیں هوسکتا - خصوصاً شدید جنگ میں کہ بسا اوقات کمسریت کي گاڑیاں کہیں کي کہیں نکلجاتي هیں ' اور کبھی تو دشمن کے هاتھہ لگ جاتي هیں -

ایسے وقتوں میں اسے اپنے " آهني راشن " سے کام لینا پڑتا ہے - یہ آهني راشن چھوٹا سا ٹین کا ایک ڈبا هوتا ہے جس میں گوشت ترکاري خشک کي هوئی بند هوتي ہے - یہ ڈبا هر سپاهي کے همراہ رهتا ہے - گرم پاني ' ایک چٹکي آٹا ' اور تھوڑا سا نمک' اچھا خاصا مزیدار سالن تیار هوگیا !

ایک الان سپاهي کو روپیہ پس انداز کرنے کے مواقع بہت کم ملتے هیں' کیونکہ غذا ' وردي' اور دوسري مدوں کے جبریہ وضع کرنے کے بعد اسکے پاس صرف دو پنس (ایک پنس ایک آنے کا هوتا ہے) کے پیسے بچتے هیں - تاهم بیئر اور تمباکو سستي ملتي ہے - البتہ جو والدین اپنے لڑکوں کو بہت چاهتے هیں' وہ اس عزت کے صلے میں جو انہیں لڑکے کے الان هونیسے حاصل هوتي ہے' اسکي جیب میں کبھي کبھي چند " پفین اگ " ڈالدیتے هیں - پفین تانبے کا ایک جرمن سکہ ہے جو پیني کے برابر هوتا ہے -

(مـدت خدمت)

۱۷ سے ۴۵ سال تک هر کام کرنے کے قابل جرمن کیلیے فوجي خدمت لازمي ہے - عام حالات میں ۲۰ برس سے پہلے فوجي تعلیم شروع نہیں هوتي - اگر کوئي شخص الان فوج میں داخل هوتا ہے تو اسے ۳ سال تو ریگلس (عام سپاهیوں) میں اور دو سال سروس (خدمت) میں رهنا پڑتا ہے -

اسکے بعد وہ " لینڈ وهیر " میں آتا ہے - یہاں وہ ۵ - سال تک رهتا ہے - اسکے بعد وہ ۸ سال تک " سکنڈ ڈویژن " میں رهتا ہے اور وهاں سے " لینڈ اسٹرم " میں آتا ہے - جب ۴۵ سال کي عمر هوجاتي ہے تو پھر اسکي مدت خدمت ختم هو جاتي ہے اور اپني ملیاري زندگی بسر کرنے کیلیے آزاد هوجاتا ہے -

---

بلقـــان کا عقدۂ لا ینحـــل

انگلستان کے مصالح و ضروریات اور اقوام بلقانیہ کے حوصلے

بلقان لیگ کي دوبارہ احیاء کي سعي

اثر : کاتب شہیر ایچ - جی - ویلس

بلقان کي ریاستیں کبھی بھي کوئی مستقل مسئلہ نہ تھیں' بلکہ همیشہ سے انکي حیثیت ضمنی و تبعي رهي ہے - یعنی ایک اور مسئلہ ہے جسکي وہ ایک جزو رهی هیں - یہي وجہ ہے کہ آج تک کوئی شخص اس مسئلہ کا ایسا کاغذي حل بھي پیش نہ کرسکا' جسے دوسرا شخص بھي قبول کرسکتا -

اصل یہ ہے کہ معاملات بلقان کو طے کرنے کی کوشش کرنا اور طے کرتے وقت اسٹریا هنگری کی شاهنشاهی کو نظر انداز کردینا بالکل ایسا ہے' جیسے کسی اسپتال کے چند مریضوں پر بحث کرنا مگر کسی کے سر' کسی کے شانے' کسی کے پیر' اور کسی کے پیٹ کو نظر انداز کردینا - کیا ایسي بحث لائق قبول هوسکتی ہے ؟

بلقان اور آسٹریا هنگری کے باهم ارتباط و وابستگی کی یہ حالت ہے کہ اهل سرویا کا بڑا حصہ اور اهل رومانیا کی ایک کثیر تعداد آسٹریا هنگری میں رهتی ہے - آسٹریا بحر ایڈریا تک کی طرف سرویا کی ترقي کی راہ میں ایک پتھر ہے - یہی پتھر ہے جسکی وجہ سے سرویا کو بلغاریا سے نا گوار جنگ کرنا پڑي -

مگر اب شاید هر شے بدلگئی ہے - اب انگریزوں کو آسٹریا هنگري کے احساسات کے متعلق کسی قسم کی تکلیف گوارا کرنے کي ضرورت نہیں - اب هماری مصلحتیں بلکہ شدید ضرورتیں بلقاني قوموں کے حوصلوں کے ساتھہ کوچ کررهي هیں -

(سرویا اور بلغاریا)

همیں پہلے ان چند لغو اور بے معنی خیالات کو صاف کرلینا چاهیے جنکو بہت سے اچھے آدمی بھی ان ریاستوں میں سے دو ریاستوں کے متعلق یقین کرتے هیں - آجکل کچھہ فیشن سا هوگیا ہے کہ جب کبھی بلغاریا اور سرویا کے متعلق کچھہ لکھا یا کہا جاے تو اسطرح کہ گویا یہ دونوں قومیں مایوس کن طور پر بربریۃ' جرائم پیشگی' اور حب وطني میں یوروپین قوموں کی رفتار کے نا قابل هیں - سرویا کے متوفی بادشاہ اور ملکہ کے قتل سراجیوا کي خونریزیاں ' بلغاریا کی سرویا پر سفاکیاں ' مقدونیہ میں عہد جنگ کي بے پایاں بربریت و ستم کاری' ان امور کو دوبارہ متحد هونے والی " سرویائے عظمی " دوبارہ پیدا هونے والی بلغاریا ' اور حسب سابق پھر قائم هونے والی بلقان لیگ کے خلاف بہت زیادہ وزن پیدا کردیا جاتا ہے -

اب ان جرائم و مظالم سے گذر جانے کی کوئی صورت نہیں' تاهم اسوقت دنیا کے سامنے جو عظیم الشان تنقیحیں پیش هیں' ان میں ان واقعات کو انکي واجبي حد تک رهنا چاهیے اور اس سے آگے نہ بڑھنا چاهیے -

* * *

آسٹریا میں اهل سرویا کي کل تعداد ۱۰ ملین ہے - اهل رومانیا کي تعداد بھي اسیقدر ہے - اهل بلغاریا غالباً ۷ ملین هیں - زیش اور سلافي ۹ یا ۷ ملین هیں - مگر ۱۰ ملین سے زاید نہیں هیں - اسیطرح اهل روتھنیا بھي اسوقت ۴ ملین هونگے -

یہ امر هر انگریز کے لیے ظاهر ہے کہ جب تک یہ لوگ اجنبي

گولي اور شے) اس میں اور توپ کے گولوں میں یہ فرق ہے کہ توپ جب گولہ پھینکتي ہے تو وہ اوپر کي جانب جاتا ہے - اگر اسکي زہ طویل ہو تو ۲۵ سو فیٹ تک بلند ہوسکتا ہے اور پھر نشانہ پر لگنے کے لیے نیچے کي جانب اترتا ہے -

لیکن تارپیڈو کي حالت اس سے مختلف ہے - وہ تارپیڈو کي نلکي کے ذریعہ یا کسي اور طریقے سے پھینکا جاتا ہے - مگر توپ کے گولے کي طرح اوپر کی جانب نہیں جاتا بلکہ نکل کے تھوڑي دیر ٹھہر جاتا ہے اور اسکے بعد پاني کے اندر ہي اندر چلا جاتا ہے - پاني کے عمق کی مقدار پھینکنے والے کي راے و تجویز پر موقوف ہے - وہ جسقدر عمیق پاني میں چاہے تارپیڈو کو لیجاسکتا ہے اور اپنا کام انجام دیسکتا ہے - لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ صرف پھینکنے والے کا ارادہ هي اس بارے میں کافي نہیں ہے' بلکہ اسکے ساتھہ خود تارپیڈو کي ساخت میں بھي اسکي رفتار و عمق کي پوري استعداد ہوني چاہیے - اگر اسکي مشین اسطرح نہیں بنائي گئي ہے کہ وہ مختلف درجہ کے عمق میں تارپیڈو پھینک سکے تو تارپیڈو پھینکنے والے کا محض ارادہ کچھہ نہیں کرسکتا -

تارپیڈو اور گولے کا ایک اصولي فرق تو یہ تھا - دوسرا اساسي فرق یہ ہے کہ گولے کي سرعت رفتار کا دار و مدار ان آتشگیر مادوں کي قوت و ضعف پر ہے جو اسے توپ کے دھانے سے نکالتے ہیں - لیکن تارپیڈو اپني سرعت رفتار کے لیے اس قسم کے مادوں کا محتاج نہیں ہے : خود اسکے جسم کے اندر بھي پرو پلنگ مشین ہوتي ہے - یہي مشین تارپیڈو کو باہر نکالتي ہے اور اسکي قوت و ضعف پر تارپیڈو کي سرعت و سست رفتاري موقوف ہے - تارپیڈو کی ابتدائی حرکت خواہ دبی ہوای ہوا کے ذریعہ سے ہو (جیسا کہ تارپیڈو ٹیوب میں ہوتا ہے) یا بارود کے ذریعہ ہو' دونوں حالتوں میں جب تارپیڈو نکلتا ہے تو پاني سے ٹکراتا ہے - اس تصادم سے ایک پرزہ ہٹ جاتا ہے جو پہلے ایک قسم کي روک کا کام کرتا تھا - اس روک کے ہٹ جانے سے انجن چلنے لگتا ہے اور بعض مخفي انتظامات کے ذریعہ (جو ایک بحري افسر کی ایجاد ہیں) ایک شدید حرارت پیدا ہو جاتی ہے - اسي حرارت کي وجہ سے دبي ہوئي ہوا کي مقررہ مقدار تارپیڈو کو بہت دور تک لیجاتی ہے -

(تارپیڈو ٹیوب)

اس مضمون میں آپ تین تصویریں دیکھتے ہیں - یہ ایلکٹرک تارپیڈو ٹیوب ہیں - " تارپیڈو ٹیوب " سے مراد وہ نلکي ہے جو تارپیڈو کے گولے کو دشمن کے جہاز پر اتارتي ہے -

تارپیڈو ٹیوب پہلے کہربائي طاقت سے چلتی تھي مگر اب پاني کے زور سے چلتي ہے - یہ آبي طاقت اسکے لیے یا تو جہاز مہیا کرتا ہے یا برقي اور دستي پمپ کے ذریعہ حاصل کي جاتی ہے - اس پمپ کے ذریعہ في مربع انچ ۱۵۰۰ پونڈ تک دباؤ پیدا کیا جا سکتا ہے - بالفاظ واضح تر پمپ کے ایک مربع انچ پاني کا دباؤ اس شے کے دباؤ کے برابر ہوتا ہے جسکا وزن ۱۵۰۰ پونڈ ہے !

اس پمپ کے لیے برقي طاقت ضروري نہیں ہے - چار آدمي اگر ہاتھہ سے چلائیں تو اتنا دباؤ پیدا ہوسکتا ہے جو اس مشین کے تمام کاموں کو کافي سرعت کے ساتھہ انجام دیگا (دیکھو تصویر نمبر ۳ - اسمیں تین آدمي ہوا بھر رہے ہیں)

پہلي تصویر میں مشین کے پہلو کي طرف ایک دروازہ سا نظر آرہا ہے - یہ دروازہ بھي پاني کي طاقت سے بند ہوتا ہے - یہاں ایک چونگا ہے جو پاني کي طاقت سے تار کي رسي پر حرکت کرتا ہے - رسي کے سرے چند چرخیوں پر سے گزرتے ہوے دروازے کے کنارے آکے مل جاتے ہیں -

ایک شکنجہ اس دروازہ کو روکے رہتا ہے' اور وہ بھي پاني ہي کی طاقت سے حرکت کرنے والے چونگوں پر متحرک ہوتا ہے - اسکا مقصد یہ ہے کہ جب تک دروازہ اچھي طرح بند نہ ہوجائے اسوقت تک یہ شکنجہ نیچے نہ کرے - چند سوراخ اسطرح بنائے گئے ہیں کہ شکنجہ گرنے نہیں پاتا -

(یہ مشین کیونکر گولہ باري کرتي ہے ؟)

اس مشین میں پاني کي طاقت سے چلنے والا چونگا ہوتا ہے چونگے کے ساتھہ ایک ریک ہوتا ہے (ریک میکنکس کي اصطلاح میں ایک سیدھي یا خفیف سي ٹیڑھي سلاخ ہے جسکے ایک جانب دانت بنے ہوتے ہیں تا کہ دندانہ دار پہیوں کے اندر کام کرسکے) ریک ایک دندانہ دار پہیے کو گھماتا ہے اور وہ ایک دوسرے دندانے دار پہیے کے ذریعہ ایک زنجیر سے وابستہ ہے - زنجیر ایک شیفٹ کو کھینچتي ہے - شیفٹ سلاخ کا ایک ٹکڑا ہے جسکے ایک سرے پر دندانہ دار پہیا جڑا ہوتا ہے - یہ آخري پہیا ایک دوسرے ریک سے ملا دیا گیا ہے - یہي ریک اندر کي نلکي کي چوٹي پر بھي نصب ہے - جب ریک گھومتا ہے تو اسکی گردش سے یہ نلکي اندر یا باہر آجا سکتي ہے -

تصویر نمبر [۳] : تارپیڈو کي مشین میں ہوا بھري جارہي ہے ا

جس شیفٹ کا ابھي ذکر کیا گیا ہے' وہ ایک دوسري زنجیر سے وابستہ ہوتا ہے - اس زنجیر کو دو پنجے کھینچتے ہیں - ایک پنجہ اندر کي طرف' دوسرا باہر کي جانب -

یہاں ایک کماني ہوتي ہے جو اس پنجہ کو مشغول رکھتي ہے جو نلکی کے اندر کسي شے کے دوڑنے کے لیے ضروري ہے -

تارپیڈو نلکی میں ایک " رزرو وائر " یعني حوض ہوتا ہے جس میں ہوا بھري رہتی ہے - اس ہوائي حوض میں جب دباؤ في مربع ۱' انچ ۳۰ پونڈ تک پہنچ جاتا ہے' تو ایک سلنڈر میں (جس کو اردو میں چونگا یا نل کہنا چاہیے) ایک آلہ متحرک ہوجاتا ہے جسے پسٹن کہتے ہیں - پسٹن ایک چھوٹے سے پرزے کا نام ہے جسکي شکل چونگے کي سي ہوتي ہے - وہ نلکي کے سرے میں آکے اس طرح ٹھہر جاتا ہے کہ اگر چاہیں تو باري باري سے آگے اور پیچھے اسے حرکت دیں - اردو میں کسي قدر توسع و تجوز کے ساتھہ اس کا ترجمہ ڈاٹ یا کاک بھي ہو سکتا ہے -

یہاں ایک اور آلے کی صورت بھي ذہن نشین کرلیني چاہیے جسے " ویلو " کہتے ہیں - ویلو سے مقصود ایک قابل حرکت پردہ ہے جو

مذاکرۂ علمیہ

تارپیڈو

غالباً جدید بحریات میں سب سے زیادہ خطرناک اختراع "تارپیڈو" ہے - اسکے بے پناہ خطرے کا اندازہ اس اعلان سے ہوسکتا ہے جو انگلستان کے امیر البحر سر پرسی اسکاٹ نے اعلان جنگ سے کسیقدر قبل کیا تھا :

" ان زیر آب کشتیوں نے جنگی جہازوں کو ایک متروک الاستعمال شے بنا دیا ہے - ان پانی کے اندر چلنے والی کشتیوں نے جو حملہ کے ایک تنہا ہتھیار کی حیثیت سے تار پیڈو کو اپنے ہمراہ رکھتی ہیں' بھاری بھاری توپوں سے مسلح جہازوں کو چشم زدن میں مغلوب کرلیا ہے "

تصویر (۱)

(تارپیڈو کی اختراع)

تارپیڈو کی ایجاد سنہ ۱۸۶۶ع میں ہوئی ہے - اسکا مخترع " لپز" نامی ایک آسٹرین صناع ہے - لپز آسٹرین بیڑے میں کپتان تھا - اسوقت اس ایجاد کی کائنات صرف ایک کشتی تھی جسمیں آتشگیر مادے بھرے ہوئے تھے - اس کشتی میں ایک اسٹیم انجن یا کلاک ورک مشینری ہوتی تھی جو اسے چلاتی تھی - اسکی رہنمائی چند تاروں کے ذریعہ ہوتی تھی جو ساحل کے اسٹیشن یا کسی بڑے جہاز تک آتے تھے اور اسی ساحل یا جہاز کی چھت پر سے اسکی رہنمائی کی جاتی تھی -

یہ تارپیڈو اپنی ہیئت و شکل اور طریق عمل میں بالکل مسٹر برینین کے تارپیڈو کے مشابہ تھا - ان دونوں تارپیڈوں میں بجز اسکے اور کچھہ فرق نہ تھا کہ اول الذکر سطح آب کے اوپر کام کرتا تھا اور دوسرا پانی کے اندر -

انسان کی تمام ایجادوں کی طرح تارپیڈو بھی اپنے ابتدائی عہد اختراع میں غیر مکمل اور محتاج اصلاح تھا - مگر خوش قسمتی سے اسکو ایک خریدار ملگیا جس نے اسکی تکمیل اپنے ذمہ لے لی - یہ خریدار مسٹر رابرٹ وہائٹ ہیڈ تھا -

وہائٹ فیوم کے ایک کارخانہ کا ڈائریکٹر تھا - اسنے اس نامکمل ایجاد کو لپز سے خرید لیا' اور اسکی اصلاح و تکمیل پر خاص طور سے توجہ کی -

وہائٹ اس موضوع پر دو سال تک غور و خوض کرتا رہا - بالآخر سنہ ۱۸۶۸ع میں ابتدائی مشکلات مغلوب ہوے' اور ایجاد اس حد تک مکمل ہوگئی کہ اسکا اعلان کیا جاسکے -

انگلستان نے وہائٹ کو "ٹیرینس" میں مدعو کیا تا کہ اسکی ترقی یافتہ تارپیڈو کا تجربہ کیا جاے' اور اگر اس امتحان میں وہ کامیاب ہو تو انگریزی بیڑے میں بھی یہ اختراع روشناس کی جاے -

وہائٹ ہیڈ نے اس دعوت کو منظور کیا اور دو تارپیڈو کشتیاں ساتھہ لیکر انگلستان پہنچا - ان میں سے ایک کا قطر ۱۶ - انچ اور دوسرے کا ۱۴ - انچ تھا - ۱۶ - انچ قطر والی تارپیڈو کی زد ۳ هزار فیٹ' اور ۱۴ - انچ والی کی ۲ هزار فیٹ تھی' اور دونوں کی شرح رفتار زاید سے زاید ۷ بحری میل - (بحری میل کو انگریزی میں " ناٹ " کہتے ہیں جو ۸۰ ۶۰ فیٹ کا ہوتا ہے)

اس امتحان میں ترقی یافتہ تارپیڈو کشتیاں پوری طرح کامیاب ثابت ہوئیں - اسلیے امیر البحر نے ۱۵ هزار پونڈ میں اس اختراع کے تمام حقوق خرید لیے اور یہ شرط لگالی کہ ایک خاص جماعت کو اسکے بنانیکی تعلیم بھی دینا پڑیگی' اور آیندہ جسقدر اضافے یا اصلاحیں ہونگی انسے فائدہ اٹھانیکا حق بھی صرف انگریزی بیڑے ہی کو حاصل ہوگا -

(تارپیڈو کیا ہے ؟)

تارپیڈو کے متعلق عام طور پر لوگوں کو غلط فہمیاں ہیں' اور نہ صرف ہندوستان وغیرہ میں بلکہ خود انگلستان میں بھی عام لوگ بہت کم صحیح راے رکھتے ہیں -

مشہور اخبار " گلوب " کا ایک مضمون نگار لکھتا ہے :

" تارپیڈو کیا ہے ؟ اسکے متعلق اسوقت تک اچھے خاصے پڑھے لکھے اور ذہین لوگوں میں بھی غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے - لوگ عموماً یہ سمجھتے ہیں کہ تارپیڈو مثل جہاز کا عملہ بھی ہوتا ہے اور وہ کوئی خاص طرح کی آبدوز کشتی ہے - حالانکہ اسکی کچھہ بھی اصلیت نہیں - تارپیڈو دراصل ایک پرو جیکٹائل ہے - (پرو جیکٹائل کا اطلاق ہر اس شے پر ہوتا ہے جو آگے کی طرف پھینکی جاے - خواہ وہ پتھر کا ٹکڑا ہو یا لوہے کی گولی' یا

تصویر (۲)

بصائر و حکم

فاتحـــین کا داخلـــہ

مفتوحہ ممالک میں

تاریخ اسلام کا ایک صفحہ

به تقریب فتح بلجیم و ورود فاتحین لوین و بر و ساز

ان الملوک اذا دخلوا قریۃ ، جعلوا اعزۃ اهلها اذلۃ و کذالک یفعلون

فوجوں کا سیلاب جب میدان جنگ کی طرف بڑھتا ہے تو اوسکے اندر سے، غیظ و غضب ، جوش و غرور ، اور بغض و انتقام کي لہریں اوٹھتي هیں - قدیم جنگي داستانوں بلکہ ملکي تاریخوں میں جنگ کے جن نمایاں واقعات کے گم شدگي کي عام شکایت کي جاتی ہے ، اونکو زیادہ تر انهي طوفاں خیز موجوں نے اپني آغوش میں چھپا لیا ہے - سمندر میں جب طوفان خیز لہروں کا تلاطم برپا هوتا ہے تو اوسکے درد انگیز نتائج کا حال اون لوگوں کو معلوم نہیں هوسکتا جو شام کے وقت ساحل کے کنارے اسلیے جمع هوجاتے هیں کہ سطح سمندر کے هر جدید تغیر سے ایک نیا لطف اوٹھالیں - اونکی حقیقت سے صرف وهی خانہ ویران واقف هوسکتے هیں جنکے گھر کی دیواروں سے یہ سیلاب ٹکرا کر گذر گیا ہے -

یونانی فوجوں کے جنوں خیز جوش اقدام ، وحشت انگیز هجوم ، اور سودا زدہ تگ و دو کي داستان سکندر نامہ کے اوراق کي سطح پر اگرچہ ذوق نظر کے لیے ایک مقناطیس کشش رکھتي ہے ، لیکن اوسکا افسانۂ عبرت صرف ایران کے کھنڈر هي سنا سکتے هیں - نظامي نے صرف یہ افسانہ سنا تھا ، اور انهوں نے اسکو دیکھا بھي ہے !

دنیا میں اب بھي معرکہ کارزار گرم هوتے هیں ، فوجیں جوش و غرور میں بادل کی طرح امنڈ آتي هیں - بجلی کي طرح کڑکتی هیں ، سیلاب کي طرح آگے بڑھتي هیں - بیسویں صدي کے مناظر جنگ میں اگرچہ قدیم زمانے کے خوفناک چہرے ، روئیں تن انسانوں کے هاتھہ پانوں ، اور هفت خوان سیاحت کے عجیب و غریب مراحل نظر نہیں آتے ، تاهم "مہذب" انسانوں کا یہ سیلاب بھي جب کسي شهر پناہ سے ٹکراتا ہے ، تو ایران و بابل کے بوسیدہ کھنڈر دوبارہ همارے سامنے آجاتے هیں ، اور خانۂ بدوش انسانوں سے کہیں زیادہ تمدن مظلوم چیخ اٹھتا ہے -

(۲)

لیکن دنیا کي هر ابتداء اور انتها کے درمیان ایک کڑي اور بھي هوتی ہے جسکا تناسب صرف ان دونوں سلسلوں کے بیچ میں رکھنے هي سے نمایاں هو سکتا ہے - گذشتہ قوموں کے جنگی کارناموں کی داستانیں ، بیت المقدس ، بابل ، اور ایران کي چار دیواریاں سنا چکیں ، جدید دور کے فنون حربیہ و مناقب عسکریہ کا نظارہ لیژ و نامور کے قلعوں کی برجیوں پر سے کیا جاسکتا ہے ، لیکن تاریخ کي زبان کسی زمانے میں بند نہیں رهی ہے - دور قدیم و دور جدید کے وسط میں ایک زمانہ اور بھي گذرا ہے جس میں ایک گمنام قوم صحراے عرب سے اٹھي ، سیلاب کي طرح بڑھي ، اور موج کي طرح تمام کرۂ ارضي پر پھیل گئي - دنیا نے اس سیلاب کي رو میں بھي ظلم و درندگي کي انهي لہروں کو دیکھنا چاہا جو همیشہ فوجوں کے طوفانوں میں اوٹھتي رهي هیں ،

لیکن ذوق نظارہ نا کامیاب هوکر گوشہ چشم میں چھپ گیا - دنیا نے دیکھا کہ وہ مختلف مادي طاقتوں سے ٹکرائي ، بڑے بڑے قلعوں سے ٹکرلڑي ، عظیم الشان پہاڑوں کو ٹھوکر لگایا ، اور بالآخر تمام کرۂ ارضي کو اوچھالکر رکھدیا ، تاهم نہ تو کسي جھونپڑی کو اوجاڑا ، نہ کسي گھر میں آگ لگائي ، نہ کسي عظیم الشان محل کو برباد کیا ، نہ تمدن کي یادگاریں مٹائیں ، اور نہ تہذیب کے آثار قدیمہ منہدم کیے - وہ فاتحانہ جوش میں سیلاب کي طرح بڑھي لیکن جب ممالک مفتوحہ میں داخل هوئي تو گرداب کي طرح سمٹ گئي !!

(۳)

دنیا نے اس عجیب و غریب متضاد منظر کو دیکھا اور دم بخود هوکر رهگئي - صرف ایک ابن خلدون کي زبان میں حرکت نطق باقي رهگئي ہے - وہ اسکے فلسفیانہ علل و اسباب پوچھنا چاهتي ہے لیکن روحانیت کے دریا میں عقل و فلسفہ دونوں غوطہ کھا جاتے هیں - یہاں یہ سوال بالکل بیکار ہے - تاهم اگر هم بانيِ فلسفۂ تاریخ کي خواهش پوري کرسکتے هیں تو همکو اوسکے پورا کرنے میں دریغ نہ کرنا چاهیے -

دنیا میں جب کوئي فوج فاتحانہ جوش میں میدان جنگ کا رخ کرتي ہے ، تو اسکے دل کو مختلف طریقوں سے گرمایا جاتا ہے - طبل و قرنا کي هنگامہ خیز صدائیں اوسکا خیر مقدم کرتي هیں - سپہ سالاروں کي فصاحت اور رجز خوانوں کي آتش بیاني آسے گرمجوشی کے ساتھہ رخصت کرتي ہے ، علم و پرچم لہرا لہرا کو انساني آتش غضب کو بھڑکاتے هیں ، وطن پرستي کي مقدس قسمیں دیجاتي هیں ، قوم پرستي کا حلف اوٹھوایا جاتا ہے ، اور قدیم کارنامہ هاے شجاعت ایک ایک کرکے یاد دلاے جاتے هیں -

انهي چیزوں کا پیدا کیا هوا جوش میدان جنگ میں سنگدلی ، بیرحمي ، قساوت اور وحشت و درندگي کي شکل اختیار کرلیتا ہے ، اور جب کسي شهر ٹکراتا ہے تو اوسکو چور چور کر دیتا ہے -

لیکن اسلامی فوجوں کي حالت تمام دنیا کے فوجي نظام سے بالکل مختلف تھي - نہ تو دهل و طبل نے اوسکا دل بڑهایا ، نہ اوسکے سامنے آتش بیانیوں کي آگ بھڑکائي گئي ، نہ سرخ و سبز جھنڈیوں کے سایے کے نیچے اوسکي نمایش کیگئي ، نہ اوسکے سامنے وطن پرستي کے ترانے گائے گئے ، نہ اوسکے دلوں میں قومیت کي یاد تازہ کرائي گئي ، اور نہ عرب کی قدیم شجاعت کے داستانوں سے اوسکے خون کو گرمایا گیا - وہ خدا کي راہ میں ، حق و صداقت کے عشق میں ، خدا کا نام لیکر اوٹھي ، اور قوموں اور فوجوں کے بے شمار نسلي و ملکي مقصدوں کي جگہہ صرف ایک مقصد روحاني اپنے سامنے رکھا :

لیکون کلمۃ اللہ علیا - تاکہ اللہ کا کلمہ حق سربلند هو -

وہ صرف ایک اخلاقي دستور العمل لیکر میدان جنگ کی طرف بڑھي :

اغزوا باسم اللہ في سبیل اللہ - اغزوا ولا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا ولیدا - (صحیح مسلم)	خدا کي راہ میں خدا هي کا نام لیکر لڑنا ، خیانت نہ کرنا ، بد عهدي نہ کرنا ، دشمن کے هاتھہ پانوں ناک کان نہ کاٹنا ، بچوں کو قتل نہ کرنا -
یسروا ولا تعسروا وسکنوا ولا تنفروا (صحیح مسلم	آسانی پیدا کرنا ، دشواري نہ پیدا کرنا لوگوں کو اطمینان دلانا ، مفتوحوں کو وحشت زدہ اور غیر مطمئن نہ کردینا -
استودع اللہ دینکم وامانتکم وخواتیم اعمالکم (ابو داود کتاب الجهاد) -	میں تمهارے دین کو ، تمهاري امانت کو ، تمهارے نتائج اعمال کو خدا کے سپرد کر کے تمهیں میدان جنگ میں جانے کیلیے رخصت کرتا هوں -

نلکي کے اوپر هوتا ہے' اور اس طرح جڑا هوتا ہے کہ ایک طرف کهلتا ہے اور دوسري جانب بند هو تا ہے - پسٹن کے متحرک هونے سے نلکي کا ویلو کهل جاتا ہے - اُس کے کهلنے کے بعد هوا کا دباؤ سلنڈر پر پڑتا ہے جو اندر اور باهر آتا جاتا رهتا ہے' ساتهه هي پنجه کهلجاتا ہے - اور ان تمام ترتیبات کے بعد هوا کا دباؤ پسٹن کے آگے کي طرف نکلکے اس طرح ٹهر جاتا ہے کہ نلکي اندر آ جا سکتي ہے -

تارپیڈو ٹیوب کے سر هونے کے بعد هوائي حوض میں هوا کا دباو کم هونا شروع هوتا ہے' اور جب ۲۵ پونڈ فی مربع انچ سے بهي کم رهجاتا ہے تو اس وقت ایک کماني کے ذریعہ پسٹن اپنے سلنڈر میں پهر واپس چلا آتا ہے - پسٹن کے اندر واپس آجانے سے اندر کي طرف کا پنجه پهر مشغول هوجاتا ہے اور هوائي دباو سلنڈر پر پڑنے لگتا ہے - اسکي وجه سے نلکي خود بخود اندر چلي آتي ہے -

اس مشین میں دو دستي بیلن بهي هوتے هیں - انکا کام یه ہے کہ وہ بوجهه کو سنبهالے رهتے هیں - بیلن ایک پن کے ذریعہ باهم وابسته هوتے هیں - جب پن هٹا دي جاتي ہے تو پسٹن اور دونوں پنجے حسب دستور کام کرنے لگتے هیں اور نلکي اندر اور باهر آنے جانے لگتي ہے' بشرطیکه آتشبار حوض خالي نه هو گیا هو -

ریک اگر کسي وجه سے اپنی جگه سے هٹ جاے تو یه بیلن اسکو ٹهیک بهي کر دیتے هیں -

تارپیڈو ٹیوب کے متعلق حال میں "گوانگو" نامي جهاز کے تجارب نهایت کامیاب ثابت هوے هیں - اسمیں ۲۰ ۱ انچ کي ایلسوک تارپیڈو ٹیوب نصب کي گئي تهیں - اس جهاز کي رفتار اثناء تجربه میں زائد سے زائد سا ڑے ۲۵ ناٹ تهي -

جاپاني جهاز "هیبي" زیر تعمیر ہے - اسمیں اسطرح کي ۸ - مشینیں هونگی - ٹرکي کے جو دو جهاز انگلستان میں بنے تهے' ان میں بهی یه مشینیں نصب کي گئي تهیں' مگر افسوس که اب انکا تجربه انگلستان کریگا - کیونکه اس نے جهازوں پر قبضه کرلیا ہے اور جنگ چهڑ جانے کی وجه سے ٹرکي انسے محروم رهگئي ہے -

(جدید تارپیڈو)

جدید تارپیڈو کي شکل ایسی هوتی ہے جیسے دونوں جانب سے گاو دم سگار کی هوتي ہے - (دیکهو تصویر ۳) البته اسکے سرے پر ایک ابهرا هوا حصه هوتا ہے جسکو انگریزي میں نوز (ناک) کهتے هیں - اس نوز میں چند پرزوں کا سلسله هوتا ہے جنکا نام دهسکر (گل مچهے) ہے -

ان دهسکروں کي یه خاصیت ہے که انکي ایک هلکی سي ٹکر بهی تارپیڈو کے مشتعل هونے کیلیے کافی هوتی ہے -

تارپیڈو کی نلکی میں اس مقام پر ایک پنکها بهی هوتا ہے - جب تارپیڈو نلکي سے روانه هونے لگتا ہے تو یه پنکها از خود کهل کے متحرک هو جاتا ہے - پنکھے کا مقصد یه ہے که جب تک تارپیڈو اُس جهاز یا کشتي سے کسي قدر فاصلے پر نه پهنچ جاے جس سے وہ پهینکا جاتا ہے' اسوقت تک زیاده حرارت نه پیدا هونے پاے - کیونکه اگر جلد گرمی پیدا هو جاے تو یه خطره ہے که شدت حرارت سے راستے هي میں پهٹ جائیگا' اور بوجه قرب کے خود اپنے هي جهاز کو زخمی کردیگا -

تارپیڈو کے ابتدائی حصے میں ۳ سو پونڈ "گن کوٹن" (ایک بهت هی سخت آتشگیر ماده) هوتا ہے - "گن کوٹن" میں ایک پرزه کے ذریعه آگ پیدا هوتی ہے جسکو "ڈیٹونیٹر" کهتے هیں - یه ڈیٹونیٹر دهسکروں کے ذریعه چلتا ہے -

تارپیڈو کے دوسرے حصه میں دبي هوئي هوا هوتي ہے' لیکن جدید ترین تارپیڈو میں ایک اور کمره بهي هوتا ہے جس میں حرارت انگیز آلات ترتیب دیے گئے هیں - ان آلات کي وجه سے جو حرارت پیدا هوتي ہے اس سے دبي هوئي هوا کي قدر و قیمت اور تاثیر بهت زیاده هوگئي ہے - هوا سے بهرے هوے حصے کے بعد وہ حصه هوتا ہے جسمیں انجن لگایا جاتا ہے - اس کے بعد وہ حصه آتا ہے جسکو "براے ایئسي چیمبر" کهتے هیں - یه حصه کم و بیش خالي هوتا ہے' اور صرف اسلیے رکها گیا ہے که تارپیڈو بقدر ضرورت تیرتي رهے - کیونکه ایک مجوف جسم جب کسي دوسرے جسم سے ملیگا تو اس دوسرے جسم کو ڈوبنے نهیں دیگا اور سنبهالے رکهیگا -

تارپیڈو کے آخري حصه میں جسکو ٹریل (دم) کهتے هیں "پراپلر" یعني آگے بڑهانے والا آله اور "رڈر" هوتا ہے - (رڈر وہ آله ہے جس سے کشتي کا رخ بدلا جاتا ہے' اسکو اردو میں پتوار اور عربي میں سکان کهتے هیں)

هر تارپیڈو میں ایک "گالي روس کوپ" بهي هوتا ہے - گالي روس کوپ ایک آله ہے جس سے گردش کي مختلف خصوصیات معلوم هوتي رهتی هیں - تارپیڈو کیلیے یه بهت ضروري ہے - اسي سے معلوم هوتا ہے که کشتي ٹهیک راستے پر جا رهي ہے یا نهیں ؟

زد کا طول ۱۰ - هزار گز سے بڑهاکے ۱۲ هزار گز کردیا گیا ہے - یه تمام مسافت تقریباً ۳۰ میل بحري کي شرح رفتار کے حساب سے طے کرنا چاهیے - ظاهر ہے که جب ۱۲ هزار گز کا طول ۳۰ بحري میل شرح رفتار کے حساب سے قطع کرنا هو تو اسوقت قادر اندازي کا سوال کسقدر اهم اور کس درجه نازک اور مشکل ہے ؟

(تارپیڈو کے مقابله میں حفاظت)

انسان کي جنگي ایجادات کا عجیب عالم ہے ! جب کبهي وہ کوئي تباه کن شے ایجاد کرتا ہے تو ایک ایسي ایجاد کي فکر میں سرگرداں رهتا ہے جو اس برباد کن آله کے مقابله میں سپر کا کام دے - علی هذا جب کبهي وہ کوئي محافظ شے ایجاد کرتا ہے تو اسکو یه خیال دامنگیر هوتا ہے که کوئي ایسی شے ایجاد کیجیے جو اس محافظ آله کو بیکار کردے -

انسان نے دشمن کے حملے سے محفوظ رهنے کیلیے آهن پوش جهاز تیار کیے' مگر کیا ان آهن پوش جهازوں میں بهي وہ محفوظ رهسکا ؟ جهاں تک توپوں کي آتشباري کا تعلق ہے عام طور پر انگریزي ماهرین بحریات کي راے ہے که درع یا وہ غلاف آهني جسمیں جهاز ملفوف هوتا ہے' توپوں کي آتشبازي کے مقابله میں بالکل بیکار ہے -

لیکن جب توپوں کے بدلے تارپیڈو کا نام آتا ہے تو یه مسئله اور بهي نازک هو جاتا ہے -

اسی بناء پر بعض مستقبل اندیش اشخاص کي راے ہے که بحري مدافعت کی اسکیم میں سے جنگي جهاز کو نکالدینا چاهیے -

بهر نوع تارپیڈو کے حملے سے بچنے کیلیے ایک قسم کا جال بهي ایجاد کیا گیا ہے جو "تارپیڈو نیٹ" کهلاتا ہے - یه جال جهاز سے کسیقدر فاصلے پر رهتے هیں اور اسے تارپیڈو کے حملے سے بچاے رهتے هیں -

(۵)

لیکن اس زجر و توبیخ کے ساتھہ ایک دوسری طاقت بھی تھی جو مجاہدین اسلام کو جادۂ اعتدال و صراط مستقیم سے آگے بڑھنے نہیں دیتی تھی - اسلام جابرانہ قوانین اور اقتدارانہ احکام کا مجموعہ نہیں ہے - اوسکا نظام تعلیم تمامتر اخلاقی روح سے لبریز ہے جن احکام کو ہم اسلام کا سادہ قانون کہتے ہیں' وہ بھی اخلاقی رنگ کی آمیزش سے خالی نہیں - اسلیے آنحضرت مجاہدین اسلام کو صرف اخلاقی طاقت ہی سے ان احکام کا پابند کرنا چاہتے تھے' چنانچہ سفر جہاد میں جب کبھی اخلاقی نصائح کا جزئی سے جزئی موقع بھی پیش آجاتا تھا' تو آپ اوسکے ذریعہ مجاہدین کو رفق' وملاطفت' اور نرمی و رحم دلی کی تعلیم دیتے تھے - ایک سفر جہاد میں صحابہ کسی چڑیا کے دو بچے پکڑلاے - چڑیا نے دیکھا تو فرط محبت میں بے اختیارانہ بچوں کے سر پر منڈلانے لگی - آنحضرت کی نگاہ پڑگئی تو فرمایا: "اس چڑیا کا دل کسنے دکھایا ہے ؟ اوسکے بچوں کو چھوڑ دو" پھر دوسری طرف نظر اوٹھائی تو دیکھا کہ میدان میں چیونٹیوں کے گھر میں کسی نے آگ لگادی ہے: آپنے پوچھا کہ ان چیونٹیوں کے گھر کو کسنے جلایا ہے ؟ صحابہ نے کہا: کسی خاص آدمی نے ایسا نہیں کیا' ہم سب نے اوسکو برباد کردیا ہے - فرمایا کہ "آگ کا عذاب صرف خدا ہی دیسکتا ہے" (۱)

آنحضرت (صلعم) کا ذاتی طرز عمل اس سے بھی زیادہ موثر تھا - یہودیوں نے آپکو زہر دیا لیکن آپنے انتقام نہیں لیا - ایک کافر نے حالت خواب میں آپ پر حملہ کرنا چاہا - آپ بیدار ہوگئے اور اوسکا حملہ ناکام رہا' تاہم اوسکو کوئی سزا نہیں دی - (۲) یہاں تک کہ اگر حالت اضطرار میں بھی آپکی زبان سے کوئی انتقامانہ فقرہ نکل گیا تو خدانے آپکو اوسپر تنبیہ کی - غزوہ احد میں جب آپکے چہرۂ مبارک پر پتھر لگا اور دندان مبارک شہید ہوے تو آپنے فرمایا:

کیف یفلح قوم شجوا نبیہم ؟

وہ قوم کیونکر نجات پاسکتی ہے جسنے اپنے پیغمبر ہی کو زخمی کردیا ؟

اسپر یہ آیت نازل ہوئی:

لیس لک من الامر شی او یتوب علیہم او یعذبہم فانہم ظالمون (۳)

تمہیں اس قسم کی بددعا کرنیکا اختیار نہیں ہے' یہ کام صرف خدا کا ہے' وہ چاہیگا تو اونکی توبہ قبول کریگا ورنہ اونکو عذاب دیگا - کیونکہ وہ ظالم ہیں -

(۶)

اس احتساب و مراقبہ کی بنا پر جن غزوات میں آنحضرت (صلعم) شریک ہوے تھے' اون میں مجاہدین اسلام جادۂ اخلاق و انسانیت سے سر مو بھی تجاوز نہیں کرسکتے تھے' لیکن جن غزوات میں فوج کا سر رشتۂ نظام صرف امیر العسکر کے ہاتھہ میں ہوتا تھا' وہ بھی آپکی اخلاقی نگرانی سے خالی نہیں ہوتے تھے - آپنے قبیلہ خثعم کیطرف فوج کا ایک دستہ روانہ کیا - معرکہ کارزار گرم ہوا تو چند آدمی جان بچانیکے لیے یا اسلیے کہ وہ حقیقتاً مسلمان تھے' سجدے میں گرپڑے - تمام فوجیں اونہی لوگوں کیطرف جھک پڑیں' اور ان جھکے ہوے سروں کو نہایت آسانی کیساتھہ تہ تیغ کردیا - آنحضرت کو معلوم ہوا تو آپ نے نصف دیت دلا دی (۴). ایک بار آپنے قبائل حرقات کی طرف ایک سریہ بھیجا - فوج نے حملہ کرکے ایک آدمی کو گھیر لیا - وہ کلمہ توحید پڑھنے لگا لیکن مجاہدین کی تلوار نے اوسکا فیصلہ کردیا - آپ کو خبر ہوئی تو فرمایا: "قیامت میں اس خون کا ذمہ دار کون ہوگا ؟" اسامہ ابن زید نے کہا: "وہ حقیقتاً مسلمان نہیں ہوا تھا' جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ دیا تھا" آپنے برہم ہوکر فرمایا: "کیا تمنے اوسکا دل پھاڑ کر دیکھہ لیا تھا ؟" (۱)

(۷)

امراء فوج بھی بالکل انہی اصول اخلاق کے پابند تھے' اسلیے وہ فوج کے معمولی وحشیانہ افعال کو بھی گوارا نہیں کرسکتے تھے - فوج کا ایک دستہ عبدالرحمن بن سمرہ کی امارت میں مصروف جہاد تھا - مال غنیمت میں ایک ہاتھی آیا تو ہر شخص نے اپنے قبضہ میں کرنا چاہا - اونہوں نے یہ حال دیکھا تو ایک عام تقریر کی اور فرمایا: "آنحضرت نے اس قسم کی غارت گری سے منع فرمادیا ہے" چنانچہ سب نے مال غنیمت کو جمع کرکے مشترکہ طور پر تقسیم کیا - (۲)

صحابہ میں بعض بزرگ ایسے موجود تھے جو خود امراء کی اخلاقی غلطیوں پر نکتہ چینی کرتے تھے' اور اسلام کے ہیئۃ اجتماعیہ کا اصل اصول یہی امر بالمعروف ہے - عبد الرحمن بن خالد بن الولید نے چار کافروں کو ہاتھہ پاؤں باندھہ کر قتل کروا دیا' حضرت ابو ایوب انصاری کو خبر ہوئی تو اونہوں نے کہا: "آنحضرت نے اس قسم کے وحشیانہ قتل سے منع فرمایا ہے" چنانچہ عبد الرحمن بن خالد نے اسکے بدلے چار غلام آزاد کیے (۳)

(۸)

اس اخلاقی احتساب و مراقبہ نے مسلمانوں کو جس قدر خوش اخلاق' متدین' اور فیاض طبع بنا دیا' اوسکی تصدیق متعدد واقعات سے ہوتی ہے -

حضرۃ مقداد ایک بار قضاے حاجت کیلیے گئے تو دیکھا کہ ایک چوہا اپنے بل سے اشرفیاں نکال نکال کے باہر رکھتا ہے - اسطرح رفتہ رفتہ اوسنے ۱۸ دینار نکالے - حضرۃ مقداد اونہیں اوٹھا لاے اور آنحضرت کے قدموں پر ڈالدیا - آنحضرت نے یہ کہکر کہ "خدا تمہارے اس مال میں برکت دے" وہ اشرفیاں اونکے حوالے کردیں - (۴)

ایک مرتبہ حضرت سوید بن غفلہ' حضرت زید بن صوحان' اور حضرت سلیمان بن ربیعہ ایک ساتھہ جہاد کی غرض سے روانہ ہوے - راستہ میں ایک کوڑا پڑا ہوا پایا - سوید نے اوٹھا لیا - دونوں ساتھیوں نے ٹوکا لیکن اونہوں نے کہا: "میں اوسکے مالک تک پہونچانے کی کوشش کرونگا' ناکامیابی ہوگی تو اوس سے خود فائدہ اوٹھاؤنگا" جہاد سے پلٹ کر اونہوں نے حج کا سفر کیا - حج سے فارغ ہوکر مدینہ آے اور حضرت ابی ابن کعب سے کوڑے کا واقعہ بیان کیا - اونہوں نے کہا:

"میں نے آنحضرت کے زمانے میں ایک بار سو دینار پاے تھے - آنحضرت کی خدمت میں آیا تو آپ نے فرمایا کہ اوسکے مالک کو تلاش کرو' میں نے تین چار سال تک ڈھونڈھا مگر اوسکا پتہ نہ چلا' پھر میں نے آپ سے اوسکے متعلق دریافت کیا تو آپنے کہا کہ تھیلی سمیت گن کر رکھدو' وہ آے تو دیدینا ورنہ تمہارے کام آئیگا" (۵)

(البقیۃ یتلی)

۱ ابوداود جلد ۲ ص ۷ کتاب الجہاد
۲ بخاری جزو ۵ ص ۱۱۵ کتاب الجہاد
۳ بخاری خبر ۵ ص ۹۹
۴ ابوداود جلد ۱ ص ۳۵۴ کتاب الجہاد

۱ ابو داود جلد ۱ ص ۳۵۴ کتاب الجہاد -
۲ ابو داود جلد ۳ ص ۱۳ کتاب الجہاد -
۳ ابو داود جلد ۳ ص ۱۰ کتاب الجہاد -
۴ ابوداود جلد ۲ ص ۳ -
۵ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۵۹ کتاب اللقطہ

انطلقوا باسم الله وعلى ملة رسول الله ! لا تقتلوا شيخا فانيـا" ولا طفلا ولا صغيرا ولا امرأة ولا تغلوا وضموا غنائمكم" واصلحوا واحسنوا ! ان الله يحب المحسنين .. (ابو داود كتاب الجهـاد)

خدا کا نام لیکر" اور رسول الله کے مذهب کے پابند هوکر میدان جنگ میں جاو - بڈهوں کو" بچوں اور لڑکوں کو" اور عورتوں کو هرگز قتل نه کرنا - خیانت نه کرنا" مال غنیمت کو متفقه طور پر جمع کرنا" اصلاح اور احسان کرنا" خدا احسان کرنے والوں هي کو دوست رکهتا هے -

(٤)

یه احکام اگر چه خود اپنے اندر روحاني طاقت رکهتے تهے" لیکن امیرالعسکر کے احکام کي پابندي اس طاقت میں اور بهی اضافه کردیتي تهی - اسیلیے اوس کي اطاعت کے متعلق آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے خاص طور پر حکم دیا - اس اطاعت کا مقصد جاه و اقتدار کا قایم رکهنا نه تها" بلکه محض اوس شر و فساد کا مٹانا جو فوجوں کے ذریعه عموماً خدا کي زمین میں پهیلتا رها هے :

و من غزا فخرا وریاء وسمعة وعصى الامام وافسد فى الارض فانه لم یرجع بالکفاف (ابو داود کتاب الجهاد)

جو شخص فخر پرستي اور نام و نمود کیلیے لڑا اور امام کي نا فرماني کي" اور خدا کي زمین میں فساد پهیلایا" تو اوسکو سمجهنا چاهیے که وه جهاد کے ثواب سے خالي هاتهه واپس آیا -

چنانچه جب کسي امیر العسکر نے صرف اظہار اقتدار کیلیے مجاهدین کو کوئی حکم دیا تو فوج کے اکثر حصے نے اوسکي مخالفت کي" اور جب آنحضرت کو اسکي خبر هوئي تو آپنے اوسکو حق بجانب فرمایا -

ایک مرتبه ایک امیر فوج نے آگ روشن کي اور فوج کو اوس میں جانے کا حکم دیا - فوج کے ایک حصے نے اوس میں جانا چاها لیکن دوسرے فریق نے انکار کیا" اور کہا که " هم تو آگ هی (دوزخ) سے بهاگ کر یهاں آے هیں " آنحضرت کو خبر هوئی تو فرمایا :

" اگر وه لوگ اون بهڑکتے هوے شعلوں کے اندر قدم رکهتے تو همیشه آگ (جهنم) هی کے اندر رهتے - اطاعت گناه کے کاموں میں نهیں کی جاتی" اطاعت کا تعلق صرف نیک کاموں سے هے " (ابو داود - کتاب الجهاد) لا طاعة لمخلوق فى معصية الخالق -

یه اخلاقي احکام اور اخلاقي اطاعت اگرچه قدم قدم پر مجاهدین کیلیے زنجیر پا بن گئي تهی" لیکن جس قوم نے وحشت کدۂ عرب میں نشو و نما پائي هو" جس نے صحراے عرب هی میں اپني شجاعت کے جوهر دکهاے هوں" جو بادیه نشین بدؤں سے سرگرم کار زار رهي هو" جو بے سرو سامان اور فاقه مست هوکر گهر سے نکلي هو" جو هر طرف سے بغض و انتقام کے جذبات مشتعله سے گهري هوئی هو" وه دفعتاً اس قدر مهذب" سیر چشم" اور صلح جو نهیں هو جاسکتي که اوسکے اخلاقي دامن پر ایک دهبه بهي نظر نه آے" اسلیے اوس سے قدرتی طور پر بعض جزوي فرو گذاشتیں هوئیں - لیکن کبهي بهی ان فرو گذاشتوں کي حوصله افزائي نهیں کیگئي" بلکه اون سے روکا گیا - ان غلطیوں کی داد نهیں دي گئی" بلکه اونپر ملامت کیگئي - اور عهد نبوت و خلافة راشده ان سے بالکل پاک هے -

چنانچه ایک غزوه میں کسي عورت کی لاش ملی تو آپنے عموماً عورتوں اور بچوں کے قتل کي ممانعت کردی (ابو داود) ایک سفر جهاد میں جب صحابه بهوک کي شدت سے بیتاب هوگئے تو ادهر ادهر سے کچهه بکریاں لوٹ لاے اور ذبح کرکے اونکا گوشت دیگچیوں میں چڑها دیا - آنحضرت کو خبر هوئي تو کمان کے ذریعه دیگچیاں اولٹ دیں" اور فرمایا :

ان النهبة لیست باحل من المیتة (ابو داود)

لوٹ کا مال مردار چیزوں سے کچهه بهتر نهیں هے -

فوج کیلیے خاص طور پر یه حکم تها که اگر راستے میں دودهه دینے والے مویشي مل جائیں تو اونکے دودهه دوهنے کي کسیکو اجازت نهیں - سخت مجبوري کی حالت میں اگر مالک موجود هو تو اوس سے اجازت لے لیني چاهیے" ورنه تین بار بآواز بلند پکار لینا چاهیے (ابو داود - کتاب الجهاد)

(٥)

ان احکام او راس روک ٹوک کے علاوه مجاهدین اسلام کي خوش اخلاقي کا ایک اور بهي سبب تها - فتح ممالک کیلیے جو فوجیں روانه کي جاتي هیں" عموماً اونکي تعداد بهت زیاده هوتی هے - وه ٹڈي دل کي طرح چاروں طرف اس وسعت کے ساتهه پهیل جاتي هیں که اونکی جزئي نگراني رکهنا بالکل ناممکن هو جاتا هے - لیکن اسلامي فوجوں کي حالت اس سے بالکل مختلف تهي - امر بالمعروف و نهي عن المنکر اور اقامت صلواة و ایتاء زکواة کیلیے اونکا ظهور هوا تها" اسلیے اونکا روحاني پله جسقدر بهاري تها" اوسي قدر اونکی مادیت کا وزن هلکا بهي تها - آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے غزوۂ احد میں مجاهدین کی اسي قلت تعداد کو دیکهکر خدا کي غیرت و رحمت کو ان پر حسرت الفاظ میں جوش دلایا تها :

اللهم انـك ان تشـاء لا تـعبـد فـى الارض" (مسلم جلد ٢ ص ٦٥)

خداوندا ! کیا تیري یهی مرضی هے که زمین پر اب تیری عبادت کرنے والے چند اشخاص بهي باقي نه رهیں ؟

غزوۂ بدر میں مجاهدین کي تعداد صرف ٣١٤ تهی ! اسلامي فوج کا سب سے بڑا اجتماع فتح مکه میں هوا تها" لیکن وه بهي دس هزار سے متجاوز نه تها (مسلم) پس قلت تعداد کي وجه سے ایک محدود فوج کي اخلاقي نگرانی نهایت آساني کے ساتهه هوسکتي تهي -

تاهم فوج کی ایک عام خصوصیت یه هے که وه میدان جنگ میں جسقدر منظم اور مرتب طور پر دوش بدوش کهڑي هوکر لڑتي هے" اوسیقدر منزل پر پهنچکر غیر منظم طریقے سے منتشر هوجاتي هے - یه وقت عموماً کهانے پینے اور گهومنے پهرنے کا هوتا هے - فوجیں اکثر اسي حالت میں ظلم و تعدي" نهب" وسلب" اور لوٹ مار کرتي هیں - ایک غزوه میں مجاهدین کا گروه هر طرف پهیل گیا اور لوٹنا چاها - انحضرة صلی الله علیه وسلم کو معلوم هوا تو منادي کرادي :

من ضیق منزلا او قطع طریقا فلاجهاد له (بخاري جزو ٥ صفحه ١٤٦)

جس شخص نے منزل کو گهیر لیا" یا دوسروں کیلیے جگه نه چهوڑي اور رهزني کي تو اوسکا جهاد جهاد نهیں -

پهر بالکل اسکي ممانعت فرما دی :

ان تفرقکم فى هذه الشعاب والاودیة انما ذالکم الشیطان

ان گهاٹیوں اور ٹیلوں میں جو تم پهیل جاتے هو تو یه شیطاني کام هے -

اسکے بعد فوج کے نظام و ترتیب نے جو ترقي کي" اوسکو اسی روایت میں نهایت جامع الفاظ میں اسطرح بیان کیا هے :

فلـم ینـزل بعد ذلک منزلا الا انضم بعضهم الى بعض حتى یقـال لو بسط علیهم ثوب لعمهم (ابو داود)

اسکے بعد جب آپنے پڑاو ڈالا تو مسلمان باهم اسقدر ملے جلے نظر آتے تهے که اگر اونکے اوپر ایک چادر تان دي جاتي تو سب اوسکے نیچے آجاتے !

دنیا نے آج نظام و ترتیب و قواعد میں اسقدر ترقی کی هے که پچهلے انتظامات اسکے آگے وحشیانه تفرقه و انتشار معلوم هوتے هیں - لیکن کیا آج بهي کوئي منظم سے منظم اور مهذب سے مهذب فوج ایسي پیش کي جاسکتي هے جو فتح و مراد کي حالت میں اسقدر باقاعده طور پر یکجا رهتي هو؟ اور پهر اسدرجه اپنے افسر کي مطیع هو که ایک سپاهي بهي قیام گاه سے حرکت نه کرے ؟

انگلستان کا بلجین مدافعین کے پیچھے کھڑا ہونا ایک " تازیانہ بدست " شخص کی مثال ہے - ہاں انگلستان ہی ہے جس کی وجہ سے انٹورپ کو جس میں لاکھوں جانیں اور ہزاروں صنعت گاہیں تہیں، نقصانات عظیمہ کا متحمل ہونا پڑا - بلاشبہ ایک دن آئیگا جبکہ نہر کے پار وزغلانے والوں پر ہزاروں بددعاؤں اور لعنتوں کا ورود ہوگا " (یعنے انگلستان پر جو نہر ڈوور کے اُس پار واقع ہے)

لیکن بجنسہ اسی طرح انگلستان اسکی تمام ذمہ داری جرمنی کے سر ڈالتا ہے جو بلجیم پر بجبر و قوت قبضہ کر رہا ہے - بہر حال قصور خواہ کسی کا ہو، لیکن اسمیں شک نہیں کہ بلجیم غریب کی جان تو گئی :

کچھہ آنکھہ کا گیا نہ گیا کچھہ خیال کا
مارا گیا دل اور یہی بے قصور تھا !

(جرمن تیاریاں)

۹ - کی تار برقیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ انٹورپ کے سامنے ۲۰۰ جرمن توپیں ۲۸ ، ۳۰ ، اور ۴۲ سنٹمیٹر کی لگی ہوئی ہیں جنکے زد کی مسافت ۱۴ کیلومیٹر ہے - ان قلعہ پاش توپوں کی ایجاد اس وقت تک دنیا کی نظروں سے بالکل پوشیدہ تھی - ان توپوں کے تجربے اور انکے تیس تیس من کے گولوں کے نتائج نے قطعی طور پر فیصلہ کردیا ہے کہ جرمن فوج کیلیے قلعوں اور انکی درو دیوار کے استحکامات بالکل بے اثر ہیں، اور انپر بھروسہ کرنا وہی نامراد نتائج پیدا کریگا جو لیژ، نامور، اور انٹورپ میں ظاہر ہوچکے ہیں -

(قلعہ پاش توپیں)

ایک مراسلہ نگار کا بیان ہے کہ جرمنی کے محاصرہ کی توپیں اتنی وزنی ہیں کہ وہ لیژ کے خطوط محاربہ پر بڑی سڑک کے راستے سے لائی گئیں، کیونکہ چھوٹی سڑکوں میں انکا مہیب عرض نہیں سما سکتا تھا - یہ توپیں گاڑیوں پر تھیں جنکے ۲ پہیوں کے قطر ۷، ۷ فیٹ کے تھے !

نامہ نگار اقبال کرتا ہے کہ " میں ہر جگہ گیا ہوں، مگر اتنے ڈیل ڈول کی اور اسقدر وزنی چیز آجتک میری نظر سے نہیں گذری "

" مجھہ سے ایک جرمن افسر نے کہا کہ ہم میں کوئی سپاہی ایسا نہیں ہے جو ان توپوں سے کام لے سکے - اس سے کام لینے کے لیے صرف کروپس کے تعلیم یافتہ سپاہی ہیں "

ٹائمس کا نامہ نگار جرمن توپوں کے گولوں کی تشریح کرتا ہوا لکھتا ہے :

" ۴۰ اور ۵۰ فیٹ تک کی بلندی تک جتنی چیزیں انکی زد میں آتی ہیں، وہ سالم نہیں بچتیں - ایک اسطبل کے اندر جس میں ۵۰ گھوڑے تھے، ان عجائب الصنعۃ گولونکا ایک گولہ گرا اور تمام گھوڑے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے - انکے ایک ایک گولے کا وزن ۳۰ ، ۳۰ من کا ہوتا ہے !

(جرمنی کی انسانیت و اخلاق)

امسٹرڈم کا تار ہے کہ جرمن سپہ سالار نے صبح کے وقت اپنے ایک افسر کو سفید علم دیکر انٹورپ میں بھیجا، اور اس نے اعلان کیا کہ ساڑھے ۹ بجے گولہ باری شروع کر دیجائیگی - اس سے پہلے لوگ اپنی حفاظت کا انتظام کرلیں - اس حکم کے سنتے ہی لوگوں نے ڈچ سرحد کی طرف بھاگنا شروع کردیا - دو پہر کے وقت بلجیم گورنمنٹ بھی اوسٹنڈ چلی گئی -

(گولہ باری کا آغاز)

مورننگ پوسٹ لنڈن کا نامہ نگار رقمطراز ہے :

" نہایت شفاف چاندنی میں گولہ باری کا آغاز ہوا - ۸ - اکتوبر کو ایک بجے گولوں کی پہلی بارش ہی نے اہل شہر کو لرزا دیا - فقراء شہر سڑکوں پر نکلنے لگے اور ایک غم انگیز خاموشی کے ساتھہ سرحد کی طرف گام زن ہوے - تیل کے خزانوں کے شعلوں نے جنھیں خود بلجیم والوں نے جلادیا تھا، شہر کو ہر چہار طرف سے گھیر رکھا ہے - جلتے ہوے مکانات کے دھوئیں سے بالکل تاریکی چھا گئی ہے، اور بڑے بڑے گولوں کے ضرب سے مکانات گر رہے ہیں - گولوں کی ضرب سے کچھ کے جو ٹکڑے اڑتے ہیں، ان سے دروازوں اور کھڑکیوں کے شیشے چور چور ہو جاتے ہیں -

(الحـــرب خـــدعة)

اسی نامہ نگار کا بیان ہے :

" ۵ - کی شب کو بلجین فوجی دستوں نے قلعہ ڈیوفل میں اپنی خندقوں کے سامنے دیکھا کہ سپاہیوں کی ایک جماعت چلی آرہی ہے - جب یہ جماعت نزدیک پہونچی تو بلجین سنتری نے پکارا - انھوں نے جواب دیا کہ " ہم دوست ہیں " - اس جواب سے انہیں یقین ہوگیا کہ یہ انگریزی فوج کا ایک دستہ ہے - لیکن جب اس جماعت کی نظر بلجین کرنل پر پڑی جو ان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا تو اس میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور اسکا منہہ بند کردیا " -

نامہ نگار کا بیان ہے کہ ہم نے دو بلجین سنتریوں کی نعشیں دیکھیں جنکے گلے گھونٹے ہوے تھے -

" اسکے بعد ہی جرمن بلجین سپاہیوں پر حملہ آور ہوے اور دو ہزار سپاہیوں میں سے بارہ سو کو مار ڈالا "

۱۰ - اکتوبر کے تار سے واضح ہوتا ہے کہ جب جرمن انٹورپ کے " ولہن " نامی قلعہ پر قابض ہوگئے تو آب رسانی کے آن کارخانوں کو برباد کردیا، جنکے ذریعہ بلجین گورنمنٹ جرمن فوجوں کو تسخیر انٹورپ میں ناکام رکھنے کی مدعی تھی !

ایک نامہ نگار کا بیان ہے کہ پنجشنبہ کے دن تیل کے ۵۰ خزانوں میں آگ لگی ہوئی تھی - وسط شب کو معلوم ہوتا تھا کہ سارا شہر آتشکدہ بن گیا ہے !

(امید باطل)

مورننگ پوسٹ کے نام ایک مراسلت میں ظاہر کیا گیا ہے کہ ۲ - اکتوبر کو بلجینوں نے مجبور ہوکر شہر حوالہ کردینے کا فیصلہ کیا - مگر ۳ - اکتوبر کو برٹش کمک کے پہنچنے کے مژدہ سے انکی شکستہ ہمتیں پھر بندہ گئیں - برٹش بحری دستہ انگلستان سے تمام شب سفر کرکے ۴ - اکتوبر کو انٹورپ وارد ہوا اور فوراً اس مقام پر جہاں سخت ترین جنگ ہورہی تھی متعین ہوگیا - اسپر کمکی سپاہ کے جنگ کا بہت زیادہ زور پڑا اور دشمن کی سخت ترین آتش فشانی کا ہدف بن گیا - بالآخر اُسے مراجعت کرنی پڑی "

(جرمن نشانہ بازونکا کمال)

برٹش صفوف میں جرمن توپوں کے گولے ایسی صحت سے آکر پڑتے تھے جس سے صاف منکشف ہوتا تھا کہ جاسوسوں نے بتا دیا تھا کہ برٹش بحری بریگیڈ کدھر ہیں ؟ ۵ - اکتوبر کو جب جرمن پیدل لشکر نے حملہ کیا تو وہ ہولناک آتش فشانی سے پسپا کیا گیا - جرمنوں نے وحشیانہ طور پر انگریزوں کو گولوں کا ہدف بنایا جنکے پاس مقابلہ کے لیے ناکافی توپ خانہ تھا - جب برٹش کمکی سپاہ کے انٹورپ پہنچ جانے کی خبر مشتہر ہوئی تو انٹورپ میں مسرت و اعتماد کی عام لہر دوڑ گئی - لوگ بازاروں میں مجتمع ہوکر چیرز دینے لگے - گورنمنٹ نے تبادلہ دار الحکومت کا عمل در آمد ملتوی کردیا - ۴ - اکتوبر تک خوشی و مسرت کا ایسا ہی عالم رہا - اُس روز جرمنوں کے حملے تھم جانے سے گرجوں میں لوگوں کا بہت بڑا ہجوم مجتمع ہوگیا تھا -

تـکمیل فتـــح بلـجیـــم

سقــوط انٹــورپ

(اجمال تاریخي)

۱۹ - ویں صدي کے آغاز میں انٹورپ دنیا کا عظیم الشان تجارتي صدر مقام تھا - سنه ۱۵۷۶ع میں جب اسپیني سپاهیوں نے اسپر قبضه کیا تو ۸۰۰۰ آدمي مار ڈالے گئے ' اور ایوان شهر (city hall) اور تقریباً ایک هزار مکانات جلادیے گئے - اس واقعه کے ساتهه هي برما ڈیوک کے یورش نے جو سنه ۱۵۸۵ میں هوئي ' انٹورپ کو قعر مذلت میں گرا دیا -

سنه ۱۷۹۴ سے سنه ۱۸۱۴ تـک جبکه یه فرانس کے زیر حکومت تھا ' نیپولین نے اس سے ایک تجارتي منڈي اور فوجي مرکز کا کام لینا چاها - سنه ۱۸۱۵ع میں هوالینڈ اور بلجیم کا باهمي اتحاد انٹورپ کے لیے نهایت مفید هوا - سنه ۱۸۳۰ میں جب انقلاب پسندوں نے اسے فتح کیا تو ڈچ کمانڈر جنرل چسني نے قلعه کي طرف مراجعت کي اور گوله باري شروع کردي - اس حادثه سے اسکا اسلحه خانه برباد هوگیا - سنه ۱۸۳۲ میں ۵۰۰۰۰ فرانسیسي زیر کمان مارشل گیرارڈ انٹورپ پر حمله آور هوے - فرانسیسي ارٹیلري نے اسکے رهے سهے اندروني مقامات کو بهی تباه کرڈالا - اسکے بعد یه شهر بلجین گورنمنٹ کے حوالے کیا گیا اور سنه ۱۸۳۹ کے صلحنامه کے مطابق موجوده زمانۂ جنگ تـک بلجین هي کے قبضه میں رها -

(استحکامات انٹورپ)

اینٹورپ کے قلعوں کے استحکامات کے متعلق مقامی معاصر (اسٹینڈمین) نے مندرجه ذیل لفظوں میں ماهرین جنگ کي راے نقل کي تهي :

" ماهرین جنگ کا بیان هے که انٹورپ کے قلعے اسدرجه مضبوط و مستحکم هیں که دشمن کا یهانتک پهونچنا بالکل ناممکن هے - اُن استحکامات کے اعتبار سے جو سنه ۱۹۰۸ میں بسرعت تمام پورے کیے گئے ' اسکو یورپ کے بهترین قلعه بند مقامات میں شمار کیا جاسکتا هے' اور دریا سے جو تعلق اسے حاصل هے اور جس آساني سے اسکے اندر رسد وغیره پهونچ سکتي هے' اس کے لحاظ سے تو اسے بالکل هي نا قابل تسخیر هونا چاهیے -

جرمني نے اگر اسپر قبضه کرلیا تو اپنے وزني توپوں اور ترقي یافته قلعه بندیوں سے انٹورپ کو مدافعت کا ایک قوي ترین مقام بنا لیگي "

اسي طرح لندن ٹائمز نے اسکے متعلق حسب ذیل لفظوں میں ماهرین جنگ کا بیان شائع کیا تها :

" بلجین سپاه کا برسلز سے انٹورپ کو مراجعت کرنا عین فوجي مصالح و تجویز کے مطابق هے' کیونکه انٹورپ قلعه بندیوں سے عملاً نا ممکن التسخیر بنگیا هے - همیشه سے یه خیال تها که اگر کبهي کوئي طاقت بلجیم کي بے تعلقي میں مخل هوگي' تو اسوقت به صورت مراجعت انٹورپ جائے پناه کا کام دے سکیگا - اندازه کیا گیا هے که انٹورپ کے قرار واقعي محاصره کے غرض سے ۲۰۶۰۰۰ سپاه کي ضرورت هے -

انٹورپ اور اس کا نواح بیس سے زیاده قلعوں سے محفوظ هے - یه قلعے مشهور فوجي انجینیر جنرل برئیالموٹ کے نقشه کے مطابق تعمیر کیے گئے هیں - اسي نے لیژ اور نامور کے حفاظتي قلعوں کا بهي نقشه تجویز کیا تها - قلعه هاے مذکوره ان تمام سڑکوں کي جو انٹورپ کو جاتي هیں محافظت کرتے هیں - قلعه بند علاقے کا رقبه ساٹهه میل سے زیاده هے -

قلعے کنکریٹ کے بنے هوے هیں اور هوائٹزر توپوں سے جو فولادي گنبدوں میں هیں ' نیز جلد چلنے اور غالب هونیوالي توپوں سے مسلح هیں - مستقل حفاظتي سامان' وسیع میداني توپخانوں' پیدل سپاه کي خندقوں' اور خاردار تاروں کے دائروں سے مرکب هے :

انٹورپ کے گرد و نواح کي سر زمین کي قدرتي نوعیت بهي دفاع کي موید هے - اس کے بهت بڑے رقبه کو پاني بهر کر دشمن کیلیے ناقابل گذر بنا دیا جا سکتا هے - بقول سٹنڈرڈ اینٹورپ کو صحیح معنوں میں کبهي بهي محصور نهیں کیا جاسکتا - کیونکه شمال و شمال مشرق میں اوسکي حد ڈچ سرحد سے ملتي هے - اسلیے انٹورپ کا یه پهلو ڈچ (هالینڈ) کي رضا مندي کے بغیر بند و مسدود نهیں کیا جاسکتا' اور هولینڈ اپنے علاقه سے محاصره کي اجازت نه دیگا - نیز شلٹ کے ساحل بحري سے بهي محافظین انٹورپ کو فایده اٹهانے سے روکا نهیں جاسکتا - جب تـک برٹش صیغه بحر سمندروں پر حکمراں هے اهل انٹورپ بحري جانب سے بخوبي متمتع هو سکتے هیں - پس انٹورپ کے لوگوں کو فاقه کشي سے اطاعت پر مجبور نهیں کیا جاسکتا' اور انهیں اپنے کهلے هوے راستوں بالخصوص ساحل بحر کي جانب سے کافي آذوقه اور سامان جنگ پهنچتے رهنے کا یقین هے "

(انٹورپ کیلیے انگریزي بحري مهم)

لندن کي امارت بحریه اطلاع دیتي هے که بلجین گورنمنٹ کي درخواست پر ایک بحري فوج اور دو بحري بریگیڈ مع چند بهاري توپوں کے انٹورپ کي مدافعت کیلیے بهیجے گئے - ۵ - اکتوبر کي رات تـک بلجین فوج اور انگریزي بریگیڈ نے نهر " نیتهي " کي پوري طرح مدافعت کی' مگر منگل کي صبح کو بلجین فوجیں جو بحري فوج کے دهنے جانب تهیں' مراجعت پر مجبور کي گئیں' اور جملهٔ مدافعین قلعوں کے اندر واپس چلے آئے - بلجین افواج کے اس مراجعت نے دشمن کو شهر کي گوله باري پر آزاد کردیا - سرکاري بیان یه هے که خندقوں کي حفاظت میں انگریزي نقصانات ۳۰۰ سے کسي قدر کم هوے ' حالانکه سپاهیونکا مجموعي میزان آٹهه هزار هے -

(جرمني کا بیان)

مشهور جرمن اخبار " برلینز ٹیجی لیٹ " لکهتا هے :

" جب بلجین کے دلوں میں چند شرائط کے ساتهه انٹورپ کي حوالگي کا خیال پیدا هو رها تها تا که تباهي و بربادي کا سامنا نه' تو یه انگلستان هي هے جس نے حاکمانه امتناع کي آواز بلند کي اور سب لوگوں کو اسکے منظور کرلینے پر مجبور کیا - حتی که بلجیم کا غریب بادشاه بهي اسکو نا منظور نه کر سکا !

جاء الحق و زهق الباطل، ان الباطل کان زهوقا !

مسئلۂ البانیا

پرنس برهان الدین خلف اکبر سلطان عبدالحمید خاں ثانی جنکے شاہ البانیا هونے کا حریت خواهان البانیا نے اعلان کیا -

پرنس ویڈ کو دول یورپ نے جبراً شاہ البانیا قرار دینا چاها لیکن بالآخر نا کام و نا مراد هوکر اسے بهاگنا پڑا
فما استطاعوا من قیام و ما کانوا منتصرین ! یہ اُس موقعہ کی تصویر ہے جب رات کے وقت پرنس
ویڈ کشتی میں سوار هوکر بهاگ رها ہے - قاتلہ اللہ !

مشہور البانی ملت فروش اسد پاشا جو آخری واقعہ کے بعد اٹلی میں نظر بند تها لیکن آخری تار برقی سے
معلوم هوتا ہے کہ اب البانیا میں پهر پہنچ گیا ہے اور اپنے تئیں مفروضہ جمہوریت
البانیا کا رئیس ظاہر کیا ہے - و لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا !

(انگریزی بحری مہم کی ناکامی)

انگریزی امارت بحریہ کا بیان ہے کہ "پنجشنبہ کو دشمن ہمارے خط مراسلات پر جو " لوکیر " کے نزدیک ہے ' حملہ آور ہوا - اس جگہہ بلجین نہایت استقلال سے دشمن کا مقابلہ کرتے رہے' لیکن دشمن کی کثرت تعداد نے انکو مراجعت پر مجبور کردیا-" مراجعت ایک بلیغ لفظ ہے - عام بول چال میں اسکی جگہ " فرار " کا لفظ بولا جاتا ہے - اور یہی زیادہ عام فہم ہے -

شب کے وقت تین انگریزی بحری بریگیڈ " سینٹ کیلی " کی طرف روانہ ہوے - ان بریگیڈوں میں سے دو صحیح و سالم وسٹنڈ پہونچ گئے' مگر پہلی بریگیڈ کے اکثر حصے کو جرمن حملہ نے اوسٹنڈ نہیں پہونچنے دیا اور اسکو دو حصوں میں منتشر کردیا - غالباً اسکے یہ معنی ہونگے کہ وہ دو حصوں میں منتشر ہوکر مجبوراً بہ فرار ہوے - اس بریگیڈ کا بڑا حصہ جس میں ۲ ہزار افسر اور سپاہ تھے ' ہوالینڈ میں " ہسلیتھ " کے نزدیک داخل ہوا - ہوالینڈ کے غیر طرفدار ہونیکی وجہ سے انلوگوں کو اپنے تمام اسلحہ رکھدینا پڑے -

لندن کا تار ہے کہ انگریزی فوج اور بلجین فوج کینگ البرٹ (شاہ بلجیم) کے ہمراہ اوسٹنڈ پہونچ گئی ہے - فوج کے ایک حصے پر بھی " فوج " کا اطلاق ہوسکتا ہے - اسلیے انگریزی فوج کے پہنچنے سے مقصود محض اسکے ایک بقیۃ السیف حصے کا پہنچ جانا ہوگا -

جرمن کمیونک کا بیان ہے کہ قبل اسکے کہ جرمن انٹورپ میں داخل ہوں' انگریزی اور بلجین فوجوں نے شہر کو خالی کردیا تھا - انگریزی فوج ابتدا سے جو عقلمندی حفظ جان و نفس کیلیے ظاہر کر رہی ہے' اسکا اقتضا بھی یہی ہے کہ اس نے مقابلے کے ناعاقبت اندیشانہ خیال پر طریق فرار کے حفظ و صیانت کو ترجیح دی ہوگی !

مفرورین جنگ کا بیان ہے کہ شاہ بلجیم اپنے ہاتھہ کو سلنگ (پٹی جو زخمی عضو کے سہارے کیلیے گلے میں ڈالی جاتی ہے) میں رکھے رہتا ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اسے بھی کوئی زخم پہنچا ہے - علاوہ ان زخموں کے جنسے اسکا دل چور چور ہے !

لندن کا تار ہے کہ ملکہ بلجیم لندن پہونچ گئی ہیں -

(مفـــرورین انٹورپ)

ڈچ سرحد کی طرف مفرورین جنگ بکثرت بھاگ رہے ہیں -

لندن کا تار ہے کہ انٹورپ میں دو اسٹیمر ارسٹنڈ جانے کیلیے تیار تھے - ان اسٹیمروں میں ۱۶ سو مسافروں کی جگہ تھی لیکن مفرورین جنگ کی تعداد دس ہزار تک پہونچ گئی - چھوٹی کشتیوں کے کنارے کی طرف بھی بھاگ نے والوں کا کافی ہجوم تھا - کل شام کو (۹ - اکتوبر کو) بھی ایک گاڑی لندن پہونچی ہے جو مصیبت زدگان جنگ سے بھری ہوئی تھی -

(جـــرمن اعـــلان)

اسٹر ڈم کا تار ہے کہ جرمن اسٹاف نے اعلان کیا ہے کہ انٹورپ کے تمام چھوٹے قلعوں پر جرمن قابض ہوگئے ہیں -

لندن کا تار ہے کہ مورننگ پوسٹ کو قابل وثوق ذرایع سے خبر ملی ہے کہ انٹورپ ساقط ہوگیا اگرچہ بلجین وزیر اسکی تصدیق نہیں کرتا - لیکن کسی مقام کے سقوط کے لیے اسکا ساقط ہو جانا کافی ہے - تصدیق کی ہمیں چنداں احتیاج نہیں -

اسٹر ڈم کا تار ہے کہ انٹورپ کی حوالگی کے جلسے شریف شہر کی رہنمائی میں ہوے - قیدیوں کے شمار کا تخمینہ نہیں کیا جاسکتا - جرمنوں نے بیشمار رسد اور سامان جنگ پر قبضہ کرلیا ہے -

(اہل شہر کے لیے اعلان)

کمانڈر جنرل بسیلر نے انٹورپ میں داخل ہوکر اہل شہر کے نام یہ اعلان شائع کیا :

" اگر تم مخالفت سے باز رہے تو تمہارا مال و اسباب چھوڑ دیا جائیگا - ورنہ تمام مخالفین کو قانون جنگ کے متعلق سزا دی جائیگی اور خود تم ہی اپنے خوبصورت شہر کے برباد کیے جانے کا باعث ہوگے "

(جرمن سلوک و حسن معاملۃ)

لندن کا تار ہے :

" اسٹر ڈم کی خبروں سے واضح ہوتا ہے کہ انٹورپ میں ڈچ سرحد کی طرف ایک اشتہار شائع کیا گیا ہے - اس میں مفرورین جنگ کو شہر میں واپس آجانے کی دعوت دی ہے ' اور یقین دلایا ہے کہ انکے مال و اسباب کو اس وقت تک کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہونچایا جائیگا ' جبتک کہ وہ دشمنی سے باز رہینگے - دکاندار خصوصیت کے ساتھہ بلائے جا رہے ہیں اور انکو یہ دھمکی بھی دی گئی ہے کہ عدم تعمیل کی حالت میں سخت سزا دی جائیگی - اس اشتہار پر شرفاء شہر اور جرمن کمانڈر کے دستخط ہیں -

جرمن حکام کا بیان ہے کہ " ۳۶۰۰۰ بلجین جو تسخیر انٹورپ سے پہلے بھاگ گئے تھے' اب واپس آ گئے ہیں" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت جلد شہر مکرر آباد ہوجائیگا - اور فاتحین کا سلوک نہایت شریفانہ ہے -

ٹائمس کا نامہ نگار لکھتا ہے :

" جرمن افسر نہایت خلیق ہیں - انکا اخلاق اس قدر وسیع ہے کہ راہگیروں کے ساتھہ بھی شریفانہ سلام و کلام سے پیش آتے ہیں "

لیکن کیا یہ وہی جرمن ہیں جو کل تک وحشی ' درندے ' خوفناک ' شیطان سیرت ' اور بے ننگ و ناموس تھے ؟ انکم لفی قول مختلف !

غالباً لندن کے اس تار کے مطابق کہ "کچھہ دنوں تک انٹورپ کی بربادیوں کی داستانوں پر پردہ پڑا رہیگا " ابتک نام نہاد جرمن وحشت کاریوں کی کوئی خبر نہیں آئی ہے !

(انگریزی نقصانات)

سول اینڈ ملیٹری گزٹ کا ایک تار جو ۱۴ کو لندن سے موصول ہوا ہے مظہر ہے :

" امارت بحریہ کا بیان ہے : کہ انٹورپ کی مدافعت میں انگریزی بحری فوج کا ایک میجر مارا گیا اور چار افسر زخمی ہوے - کل ۱۴ زخمی انٹورپ سے " ڈوور " (انگلستان) پہونچ گئے ہیں "

مورننگ پوسٹ زخمیوں کی تعداد ۲۰۰ لکھتا ہے اور رقمطراز ہے کہ ان لوگوں کو بڑی توپوں کے نہ پہونچنے کا افسوس ہے - بحری توپیں بھی بہت دیر میں پہونچیں اور چڑھائی نہ جاسکیں -

بہرحال انگریزی فوج کا جسقدر بھی نقصان بیان کیا جاتا ہے' یہ محض توپوں وغیرہ کی اتفاقی بد نظمی کا نتیجہ ہوگا - ورنہ ایک ایسی ہشیار اور عقلمند فوج جو مقابلہ کی جگہہ ہٹ آنے کو ہمیشہ ترجیح دیا کرتی ہے' لازمی طور پر ہمیشہ محفوظ ہی رہیگی !

بلجین کی کل آبادی کا تخمینہ ۷ ملین یعنی ۷۰ لاکھہ کیا گیا ہے - مفرورین جنگ جو انگلستان یا ہوالینڈ پہونچے ہیں ' انکی تعداد کا تخمینہ ڈیڑہ ملین یعنی ۱۵ لاکھہ ہے -

بلجین اور انگریزی مفرورین جنگ جو ہوالینڈ گئے ہیں انکی تعداد ۲۲۰۰۰ بیان کی جاتی ہے -

Printed And Published by A. K. AZAD, at the HILAL Electrical Prtg. and Publg. House, 14 Mcleod Street, CALCUTTA.

مناظر حربیہ بلجیک ! مراکز عسکریہ و عساکر منہزمہ !

مقام هالرسن میں مفرور بلجین سپاهیوں کا پڑاو ' جرمن فوج کی واپسی کے بعد !

بلجین سپاہ کا ایک گروہ جنگ سے پہلے آرام کررہا ہے - یہ راحت کی آخری گھڑیاں تھیں جو اس بدبخت قوم کو نصیب ہوئیں !
و ما ظلمهم الله ولکن کانوا انفسهم یظلمون !

فرانسیسی توپخانے کا ایک منظر جو جرمنی پر گولہ باری کررہا ہے !

اسراء جنگ یورپ ! زندانیان رنگون و کلکته ! !

ہندوستان کے جرمن قیدیي باشندگان رنگون جو ۶ ستمبر کو کلکتہ لاے گئے

رنگون کے جہاز ران جرمن جو جنگ کے بعد قید ہو کر کلکتہ لاے گئے

جرمن قیدیوں کو کلکتہ جیل میں شمار کیا جا رہا ہے !

اجتماعات حربیہ برطانیہ و سرویا !

نیو کاسل لینڈ میں والنٹیروں کا ہجوم

پورٹ سمرتھ (ساحل برطانیہ) میں جنگي اجتماع

بلغراد (پایہ تخت سرویا) میں قومي جوش و خروش اورعام جنگي اجتماعات کا ایک منظر !

لندن کا ایک تاریخي اجتماع احزاب و اتحاد عموم ملت !

پارلیمنٹ کے دروازے پر ہزارہا لوگ جمع ہوگئے ہیں - کچھہ دیر کے بعد مسٹر اسکوئتھ اپني مشہور پہلي تقریر جنگ کرنے والے ہیں - اسي مجمع میں تمام پارٹیوں نے اپنے اختلافات کے التوا کا اعلان کیا اور مشہور المشرصتف ایک ورق کا رسں نے کہ بیروني دشمن کے مقابلے کیلیے ہم سب ایک ہیں -

مفت　　　مفت　　　مفت

ایک عجیب غریب موقعہ

اصلی چیزیں - کم قیمت - نایاب - اسباب

۲۱ اکتوبر تک

نئے قسم کا رسٹ واچ -

(گارنٹی ۶ سال)

نہایت خوبصورت - نکل سلور کیس - مضبوط کیلس چال وقت ٹھیک دینے والی - چمڑہ ولایتی نہایت ملائم - قیمت اصلی ۱۲ روپیہ -

رعایتی قیمت ۴ روپیہ ۱۴ آنہ اوکسیڈ ایزڈ اسٹیل کیس - ۵ روپیہ ۴ - آنہ -

سلور کیس ۶ روپیہ عمدہ سلور کیس ۶ روپیہ ۸ آنہ سنہرا کیس ۵ روپیہ ۴ آنہ -

۱۴ قیرٹ ہنٹنگ واچ

جولڈ انجن ٹرنگ کیس - دیکھنے میں بہت خوبصورت ٹھیک سونے کا معلوم ہوتا ہے - -

اصلی قیمت ۲۰ روپیہ رعایتی قیمت ۷ روپیہ -

۱۴ کیرٹ رولڈ گولڈزر پنا لیور واچ -

(گارنٹی ۵ سال)

دیکھنے میں قیمتی گھڑیوں کے مشابہ ہے - نہایت اچھی قابل تعریف -

قیمت اصلی ۱۵ روپیہ رعایتی قیمت ۷ روپیہ ۴ آنہ نکل رولن کیس ۶ روپیہ -

موٹر ریگولیٹ لیور واچ -

(گارنٹی ۵ سال)

ہر شخص کے لائق لیور کھلا ڈھکنا - مضبوط کیلس چال ڈائل منقش درمیانہ سائز - نہایت عمدہ اور ٹھیک وقت دینے والا -

اصلی قیمت ۱۰ روپیہ رعایتی ۳ روپیہ ۴ آنہ

سنٹرش ہنٹنگ واچ -

(گارنٹی ۶ سال)

نکل ہنٹنگ سائز ۱۶ - سادہ ڈائل - نہایت اور اچھا وقت دینے والا - موٹی سوئیاں - ہزاروں گھڑیاں سال میں فروخت ہوتی ہیں -

اصلی قیمت ۱۲ روپیہ رعایتی قیمت ۵ روپیہ ۴ آنہ -

سنٹر سکنڈ واچ سٹاپ واچ

گارنٹی پانچ سال

نکلس عمدہ قسم کا ۸ روپیہ چار آنہ

خاصکر ڈاکٹروں اور دایوں کیلیے یہ گھڑی ایک سکنڈ کے حصہ کو بھی اچھی طرح سے بتلاتا ہے - کھلا ڈھکنا - چال عمدہ - دیکھنے میں خوبصورت قیمت اصل ۷ روپیہ - رعایتی قیمت ۳ روپیہ ۱۴ آنہ -

سی انڈیا واچ

گارنٹی پانچ سال

بلکل نئے فیشن کا سلنڈر واچ کھلا ڈھکنا کی دس فانسی سکنڈ ہنڈ سوئی کے شامل - نہایت سچا وقت دینے والی - قیمت اصل دس روپیہ رعایتی ۳ روپیہ چودہ آنہ -

فینسی ڈائل ۴ روپیہ آٹھ آنہ -

امریکن لیور اسٹنڈرڈ واچ

۱۴ کیرٹ گولڈ واچ　　گارنٹی چھ سال

کم قیمت میں سب سے اچھا لیور واچ استعمال کے قابل یہ گھڑی پانسو روپیہ کے ساتھ اچھے عرصہ مقابلہ کرسکتی ہے - کیس - دیکھنے میں نہایت خوبصورت -

قیمت اصلی ۲۰ روپیہ رعایتی قیمت ۹ روپیہ آٹھ آنہ -

لیڈی گولڈ واچ

گارنٹی پانچ سال

لیڈی اور جنٹلمین کے قابل - چھوٹے شکل کا دیکھنے میں خوبصورت سچا وقت دینے والی بالکل نئے فیشن کا کیس -

قیمت اصلی ۲۵ روپیہ رعایتی قیمت ۱۴ روپیہ آٹھ آنہ - جسمیں جنٹس سائز - ۲۸ روپیہ

بی - اس - نتکی - اینڈ کمپنی نمبر ۱ - ۳۶ - دھرمتلہ کلکتہ

حکمت بالغہ ! حکمت بالغہ !

مولوی احمد مکرم صاحب عباسی چریا کوٹی نے ایک نہایت مفید سلسلہ جدید تصنیفات و تالیفات کا قائم کیا ہے - مولوی صاحب کا مقصود یہ ہے کہ قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کے متعلق آجتک جس قدر دلائل قائم کیے گئے ہیں اُن سب کو ایک جگہہ مرتب و مدون کردیا جاے - اس سلسلہ کی ایک کتاب موسوم بہ حکمۃ بالغہ تین جلدوں میں چھپ کر تیار ہو چکی ہے -

پہلی جلد کے چار حصے میں - پہلے حصے میں قرآن مجید کی پوری تاریخ ہے جو اتقان فی علوم القرآن علامہ سیوطی کے ایک بڑے حصہ کا خلاصہ ہے - دوسرے حصہ میں تواتر قرآن کی بحث ہے ' اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوا تھا ' وہ بغیر کسی تحریف یا کمی بیشی کے ویسا ہی موجود ہے ' جیسا کہ نزول کے وقت تھا ' اور یہ مسئلہ کل فرقہاے اسلامی کا مسلمہ ہے - تیسرے حصہ میں قرآن کے اسماء و صفات کے نہایت مبسوط مباحث میں - جن میں ضمنا بہت سے علمی مضامین پر معرکۃ الآرا بحثیں ہیں - چوتھے حصے سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے - اس میں چند مقدمات اور قرآن مجید کی ایک سو پیشین گوئیاں ہیں جو پوری ہو چکی ہیں - پیشین گوئیوں کے ضمن میں علم کلام کے بہت سے مسائل حل کئے گئے ہیں ' اور فلسفۂ جدیدہ جو نئے اعتراضات قرآن مجید اور اسلام پر کرتا ہے ان پر تفصیلی بحث کی گئی ہے -

دوسری جلد ایک مقدمہ اور دو بابوں پر مشتمل ہے - مقدمہ میں نبوت کی مکمل اور نہایت محققانہ تعریف کی گئی ہے - آنحضرت صلعم کی نبوت سے بحث کرتے ہوے آیۃ خاتم النبیین کی عالمانہ تفسیر کی ہے - پہلے باب میں رسول عربی صلعم کی ان معرکۃ الآرا پیشین گوئیوں کو مرتب کیا ہے ' جو کتب احادیث کی تدوین کے بعد پوری ہوئی ہیں ' اور اب تک پوری ہوتی جاتی ہیں - دوسرے باب میں ان پیشین گوئیوں کو لکھا ہے ' جو تدوین کتب احادیث سے پہلے ہو چکی ہیں - اس باب سے آنحضرت صلعم کی صداقت پورے طور سے ثابت ہوتی ہے -

تیسری جلد - اس جلد میں فاضل مصنف نے عقل و نقل اور علماے یورپ کے متعدد اقوال سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم امی تھے ' اور آپ کو لکھنا پڑھنا کچھہ نہیں آتا تھا - قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کی نو عقلی دلیلیں لکھی ہیں - یہ عظیم الشان کتاب ایسے پر آشوب زمانہ میں جبکہ ہر طرف سے مذہب اسلام پر نکتہ چینی ہو رہی ہے ' ایک عمدہ ہادی اور رہبر کا کام دیگی - عبارت نہایت سلیس اور دل چسپ ہے ' اور زبان اردو میں اس کتاب سے ایک بہت قابل قدر اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر سہ جلد (۱۰۶۴) لکھائی چھپائی و کاغذ عمدہ ہے - قیمت ۵ روپیہ ٭

نعمت عظمی ! نعمت عظمی !

امام عبد الوہاب شعرانی کا نام نامی ہمیشہ اسلامی دنیا میں مشہور رہا ہے - آپ دسویں صدی ہجری کے مشہور ولی ہیں - لواقح الانوار صوفیاے کرام کا ایک مشہور تذکرہ آپ کی تصنیف ہے - اس تذکرہ میں اولیاء - فقراء اور مجاذیب کے احوال و اقوال اس طرح پر کانٹ چھانٹ کے جمع کئے ہیں کہ ان کے مطالعہ سے اصلاح حال ہو اور عادات و اخلاق درست ہوں اور صوفیاے کرام کے بارے میں انسان سوء ظن سے محفوظ رہے - یہ لا جواب کتاب عربی زبان میں تھی - ہمارے محترم دوست مولوی سید عبد الغنی صاحب وارثی نے جو اعلی درجہ کے ادیب ہیں اور علم تصوف سے خاص طور سے دل چسپی رکھتے ہیں اس کتاب کا ترجمہ نعمت عظمی کے نام سے کیا ہے - اس کے چھپنے سے اردو زبان میں ایک قیمتی اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر دو جلد (۷۲۶) خوشخط کاغذ اعلی قیمت ۵ روپیہ ٭

مشاہیر الاسلام ! مشاہیر الاسلام ! !

یعنے اردو ترجمہ وفیات الاعیان مترجمہ مولوی عبد الغفور خان صاحب رامپوری ' جس میں پہلی صدی ہجری کے اواسط ایام سے ساتویں صدی ہجری کے خاتمہ تک دنیاے اسلام کے بڑے بڑے علماء فقہا قضاۃ شعراء متکلمین نحویین لغویین منجمین مہندسین مورخین محدثین زہاد عباد امراء فقراء حکماء اطبا سلاطین مجتہدین وصناع و مغنین وغیرہ ہر قسم کے اکابر و اہل کمال کا مبسوط و مفصل تذکرہ -

جسے بقول (موسیو سیلن)

" اہل اسلام کی تاریخ معاشرتی و علمی کی واقفیت کے واسطے اہل علم ہمیشہ سے بہت ہی قدر کی نگاہوں سے دیکھتے آے ہیں

یہ کتاب اصل عربی سے ترجمہ کی گئی ہے ' لیکن مترجم صاحب ممدوح نے ترجمہ کرتے وقت اس کے اس انگریزی ترجمہ کو بھی پیش نظر رکھا ہے ' جسے موسیو سیلن نے سنہ ۱۸۴۲ع میں شائع کیا تھا - سواے اس کے اصل کتاب پر تاریخ ' تراجم ' جغرافیہ ' لغت ' انساب اور دیگر مسائل دینی کے متعلق کثیر التعداد حواشی اضافہ کئے ہیں - اس تقریب سے اس میں کئی ہزار اماکن و بقاع اور قبائل و رجال کا تذکرہ بھی شامل ہوگیا ہے - علاوہ بریں فاضل مترجم نے انگریزی مترجم موسیو سیلن کے وہ قیمتی نوٹ بھی اردو ترجمہ میں ضم کردیے ہیں جن کی وجہ سے کتاب اصل عربی سے بھی زیادہ مفید ہوگئی ہے - موسیو سیلن نے اپنے انگریزی ترجمہ میں تین نہایت کارآمد اور مفید دیباچے لکھے ہیں مشاہیر الاسلام کی پہلی جلد کی ابتدا میں ان کا اردو ترجمہ بھی شریک کردیا گیا ہے - اس کتاب کی دو جلدیں نہایت اہتمام کے ساتھہ مطبع مفید علم آگرہ میں چھپوائی گئی ہیں ' باقی زیر طبع ہیں - قیمت ہر دو جلد ۵ روپیہ -

(۴) مآثر الکرام یعنے حسان الہند مولانا میر غلام علی آزاد بلگرامی کا مشہور تذکرہ مشتمل بر حالات صوفیاے کرام و علماے عظام - صفحات ۳۳۸ مطبوعہ مطبع مفید علم آگرہ خوشخط قیمت ۲ روپیہ -

تمدن ہند ! تمدن ہند ! !

یعنے شمس العلما مولانا سید علی بلگرامی مرحوم کی مشہور کتاب جس کا غلغلہ چار سال سے کل ہندوستان میں گونج رہا تھا آخرکار چھپکر تیار ہوگئی ہے - علاوہ معنوی خوبیوں کے لکھائی چھپائی خط ' کاغذ ' تصاویر ' جلد مثل تمدن عرب کے قیمت ...... (۵۰) روپیہ -

(۵) صنمخانۂ عشق - یعنی حضرت امیر مینائی کا مشہور دیوان بار سوم چھپکر تیار ہوگیا ہے - قیمت ۲ روپیہ ۸ آنہ -

(۶) قرآن السعدین یعنی تذکیر و تانیث کے متعلق ایک نہایت مفید رسالہ جس میں کئی ہزار الفاظ کی تذکیر و تانیث بتائی گئی ہے ' قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

(۷) فہرست کتب خانہ آصفیہ - جس میں کئی ہزار کتب قلمیہ و مطبوعہ اور نیز مصنفین کا نام درج ہے - جو حضرات کتب خانہ جمع کرنا چاہیں ان کو یہ فہرست چراغ ہدایت کا کام دے گی - صفحات (۵۰۰) قیمت ۲ روپیہ -

(۸) تمدن عرب - قیمت سابق ۵۰ روپیہ قیمت حال ۳۰ روپیہ (۹) فغان ایران - مارگن شوسٹر کی مشہور کتاب کا ترجمہ صفحات ۴۹۲ مع ۲۱ عدد تصاویر عکسی عمدہ جلد اعلی - قیمت ۵ روپیہ -

(۱۰) قواعد العروض - مولانا غلام حسین قدر بلگرامی کی مشہور کتاب - عربی فارسی میں بھی اس فن کی ایسی جامع کوئی کتاب نہیں ہے - صفحات ۴۷۴ قیمت سابق ۳ روپیہ - حال ۲ روپیہ -

(۱۱) - میڈیکل جیورس پروڈنس - مولانا سید علی بلگرامی مرحوم کی مشہور کتاب قیمت سابق ۶ روپیہ قیمت حال ۴ روپیہ -

(۱۲) علم اصول قانون - یعنے سرڈبلیو - ایچ ریٹنگن کی کتاب کا ترجمہ صفحات (۸۰۸) قیمت ۸ روپیہ -

(۱۳) تحقیق الجہاد - مصنفۂ نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ الدین حصہ دوم - مسئلہ جہاد کے متعلق کل دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتی - صفحات ۴۱۲ - قیمت ۳ روپیہ -

(۱۴) شرح دیوان غالب اردو - تصنیف مولوی علی حیدر صاحب طبا طبائی صفحات ۳۴۸ قیمت ۲ روپیہ -

(۱۵) داستان ترکتازان ہند - کل سلاطین دہلی کی ایک جامع و مفصل تاریخ ۵ جلد صفحات ۲۶۵۶ قیمت سابق ۲۰ روپیہ قیمت حال ۶ روپیہ -

(۱۶) معرکہ مذہب و سائنس - ڈریپر کی مشہور عالم کتاب مترجمہ مولوی ظفر علی خان صاحب بی - اے - قیمت ۳ روپیہ -

(۱۷) مآثر الکرام - مشتمل بر حالات صوفیاے کرام تصنیف میر غلام علی آزاد بلگرامی - قیمت ۲ روپیہ -

(۱۸) تیسیر القاری ترجمہ صحیح بخاری اردو - حاصل المتن صفحات (۳۷۵۰) نہایت خوشخط کاغذ اعلی قیمت ۴۰ روپیہ -

نوٹ --- ایک روپیہ فی جلد کے حساب سے ہر کتاب کی جلد ہمارے پاس تیار ہوسکتی ہے - جس پر کتاب کا اور مالک کا نام منقش ہوگا -

المشتہر عبد اللہ خان بک سیلر اینڈ پبلیشر کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن

تاریخ ہندوستان

آثار مطبوعات قدیمۂ ہند

ترجمہ فارسی " ہسٹری آف انڈیا " مصنفہ مسٹر جان مارشمن
مطبوعۂ قدیم کلکتہ سنہ ۱۸۵۹

(۱) ہندوستان کے تاریخوں کے لکھنے میں جن انگریز مصنفین نے جانکاہ محنتیں کی ہیں ان میں مسٹر سی - جان مارشمن (C. Jahan Marshman.) کا نام خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر ہے - اسکا نہایت سلیس و فصیح فارسی ترجمہ لارڈ ایڈنگ کے زمانے میں مولوی عبد الرحیم گورکھپوری نے کیا تھا ' اور بحکم لارڈ مذکور پرنس بہرام شاہ نبیرۂ سلطان ٹیپو مرحوم و مغفور نے نہایت اہتمام و تکلف سے طبع کرایا تھا - کچھہ نسخے فروخت ہوے اور کچھہ گورنمنٹ نے لے لیے اور عام طور پر اشاعت اسکی نہ ہوئی -

اس کتاب کی ایک بڑی خوبی اسکی خاص طرح کی چھپائی بھی ہے - یعنی چھپی تو ہے ٹائپ میں لیکن ٹائپ برخلاف عام ٹائپ کے بالکل نستعلیق خط کا ہے - بہتر سے بہتر نمونہ اگر نستعلیق ٹائپ کا ابتک کوئی ہے تو یہی ہے - کاغذ بھی نہایت اعلی درجہ کا لگایا گیا ہے - علاوہ مقدمہ و فہرست کے اصلی کتاب ۴۰۴ صفحوں میں ختم ہوئی ہے -

قیمت مجلد ۳ - روپیہ - ۸ آنہ - غیر مجلد ۳ - روپیہ -
تمام درخواستیں : " مینیجر الہلال کلکتہ " کے نام آئیں -

شہبال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ - جو خاص دار الخلافت سے ترکی زبان میں نکلتا ہے - ادبی - سیاسی - علمی اور سائنٹفک مضامین سے پر ہے - گرافک کے مقابلہ کا ہے - ہر صفحہ میں تین چار تصاویر ہوتے ہیں - عمدہ آرٹ کاغذ نفیس چھپائی اور بہترین ٹائپ کا نمونہ - اگر ترکونکے انقلاب کی زندہ تصویر دیکھنی منظور ہو تو شہبال ضرور منگائیے - ملنے کا پتہ :

پوسٹ آفس مرع بک نمبر ۹ نمبر ۱۰ نمبر ۱۳

استامبول - Constantinople

الہلال کی ایجنسی

ہندوستان کے تمام اردو بنگلہ گجراتی اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے ' جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں تو ایجنسی کی درخواست بھیجیے -

منیجر

۱۲

مشاهیر اسلام رعایتی قیمت پر

(۱) حضرت منصور بن حلاج اصلی قیمت ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۲) حضرت بابا فرید شکرگنج ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۳) حضرت محبوب الہی صلے الله علیه ۶ آنه رعایتی ۳ پیسه (۴) حضرت خواجه حافظ شیرازی ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه (۵) حضرت خواجه شاه سلیمان تونسوی ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۶) حضرت شیخ بوعلی قلندر پانی پتی ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۷) حضرت امیر خسرو ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه (۸) حضرت سرمد شہید ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۹) حضرت غوث الاعظم جیلانی ۳ انه رعایتی ۱ انه (۱۰) حضرت عبد الله بن عمر ۳ انه رعایتی ۱ آنه [۱۱] حضرت سلمان فارسی ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه [۱۲] حضرت خواجه حسن بصری ۳ آنه رعایتی ۱ آنه [۱۳] حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه [۱۴] حضرت شیخ بہاالدین ذکریا ملتانی ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه (۱۵) حضرت شیخ سنوسی ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۱۶) حضرت عمر خیام ۳ آنه رعایتی ۱ انه (۱۷) حضرت امام غزالی ۵ آنه رعایتی ۲ آنه (۱۸) حضرت شیخ محی الدین ابن عربی ۳ آنه رعایتی ۱ پیسه (۱۹) شمس العلما آزاد دہلوی ۳ انه رعایتی ۱ انه (۲۰) وقار الملک محسن الملک مرحوم ۳ انه رعایتی ۱ انه (۲۱) شمس العلما مولوی نذیر احمد ۳ انه رعایتی ۱ انه (۲۲) آنریبل سرسید مرحوم ۵ رعایتی ۲ انه (۲۳) رائٹ آنریبل سید امیر علی ۲ انه رعایتی ۳ پیسه (۲۴) حضرت شہباز رحمة الله علیه ۵ آنه رعایتی ۲ آنه (۲۵) حضرت سلطان عبدالحمید خان غازی ۵ انه رعایتی ۲ انه (۲۶) حضرت شبلی رحمة الله ۲ انه رعایتی ۳ پیسه [۲۷] بایزید بسطامی ۲ آنه رعایتی ۳ پیسه [۲۸] حضرت ابو سعید ابوالخیر ۲ انه رعایتی ۳ پیسه [۲۹] حضرت مخدوم صابر کلیری ۲ انه رعایتی ۳ پیسه [۳۰] حضرت ابونجیب سہروردی ۲ انه رعایتی ۳ پیسه [۳۱] حضرت خالد بن ولید ۵ انه رعایتی ۲ انه [۳۲] حضرت امام غزالی ۹ انه رعایتی ۳ انه ۳ پیسه [۳۳] حضرت سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس ۵ انه رعایتی ۲ انه [۳۴] حضرت امام حنبل ۳ انه رعایتی ۹ پیسه [۳۵] حضرت امام شافعی ۳ انه رعایتی ۱۰ پیسه [۳۶] حضرت امام سعید ۲ انه رعایتی ۳ پیسه [۳۷] حضرت عمر بن عبد العزیز ۵ آنه رعایتی ۲ آنه (۳۸) حضرت خواجه قطب الدین بختیار کاکی ۳ آنه رعایتی ۱ آنه (۳۹) حضرت خواجه معین الدین چشتی ۵ آنه رعایتی ۲ آنه (۴۰) ابو عثمان پاشا شیر پلیونا اصلی قیمت ۵ آنه رعایتی ۲ آنه - سب مشاهیر اسلام قریباً دو هزار صفحه کی قیمت یکجا خریدنے کرنیسے صرف ۲ روپیه ۸ آنه - (۴۰) پنجاب کے اولیاے کرام کے حالات ۱۲ انه رعایتی ۹ انه (۴۱) آئینه خدا شناسی تصوف کی مشہور اور لاجواب کتاب خدا بینی کا رهبر ۵ انه رعایتی ۳ انه [۴۲] حالات حضرت مولانا روم ۱۲ انه رعایتی ۹ انه [۴۳] حالات حضرت شمس تبریز ۹ انه رعایتی ۳ انه - مطلب ذیل کی قیمت میں کوئی رعایت نہیں - [۴۴] حیات جاودانی مکمل حالات حضرت محبوب سبحانی غوث اعظم جیلانی ۱ روپیه ۸ انه [۴۵] مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اردو ترجمه ڈیڑهه هزار صفحه کی تصوف کی لاجواب کتاب ۱ روپیه ۷ انه [۴۶] هشت بهشت اردو خواجگان چشت اهل بهشت کے مشہور حکیموں کے باتصویر حالات زندگی معه انکی سینه به سینه اور صدری مجربات کے جو انکی سال کی محنت کے بعد جمع کئے گئے هیں - اب دوسرا ایڈیشن طبع هوا ہے اور بہت خریداران کے جو نسخوں کی تصدیق کی ہے انکی نام بھی لکھدیے هیں - علم طب کی لاجواب کتاب ہے اسکی اصلی قیمت چهه روپیه ہے اور رعایتی ۳ روپیه ۸ انه [۴۸] الجوزاں اس کا مواد مرض کی تفصیل تشریح اور علاج ۲ انه رعایتی ۳ پیسه [۴۹] صابون سازی کا رساله ۲ انه رعایتی ۳ پیسه - (۵۰) انگلش ٹیچر بغیر مدد استاد کے انگریزی سکھانے والی سب سے بہتر کتاب قیمت ایک روپیه [۱۵] اصلی کیمیا گری یه مطلب سونے کی کان ہے اسمیں سونا چاندی رانگ سیسه - جستہ بنانے کے طریقے درج هیں قیمت ۲ روپیه ۸ آنه

حرم مدینه منوره کا سطحی خاکه

حرم مدینه منوره کا سطحی خاکه یا (Plan) ہے جو ایک مسلمان انجنیر نے موقعه کی پیمایش سے بنایا ہے - نہایت دلفریب متبرک اور روغنی معه رول رکھوا پانچ رنگوں سے طبع شده قیمت ایک روپیه - علاوه محصول ڈاک -

ملنے کا پته — منیجر رساله صوفی پنڈی بہاؤ الدین
ضلع گجرات پنجاب

واٹر بری کا تیار کیا ہوا خوشگوار مچھلی کا تیل

Waterbury's Compound with Creosote and Guaiacol ALCOHOL 11%
Made from Cod Liver Oil, Digestive Ferments, Malt Extract, Hypophosphites Comp., Special Ext. Cherry, Eucalyptus, Aromatics, Etc.
Waterbury Chemical Co.
Serial No. 185

Waterbury's Compound PLAIN ALCOHOL 11%
Made from Cod Liver Oil, Digestive Ferments, Malt Extract, Hypophosphites Comp., Special Ext. Cherry, Eucalyptus, Aromatics, Etc.
Waterbury Chemical Co.
Serial No. 185

ترکیب سے تیار کیا ہوا مزه دار مچھلی کا تیل

دبلے اور کمزور رگ و پٹھه کو طاقتور بنانے اور پھیپڑا کی بیماری اور کھانسی و زکام سے خراب ہونے والے جسم کو درست کرنے کے لئے "کاڈ لیور والل کمپونڈ" یعنی همارے یہاں کے تیار کیے ہوئے مچھلی کے تیل سے بڑھکر اولی دوسری دوا نہیں ہے -

ایک بڑی خرابی مچھلی کے تیلوں میں یه ہے که اس سے اکثر لوگوں کو متلی پیدا ہوتی ہے اور کبھی کم مقدار کا ایک خوراک بھی کھانا ناممکن ہو جاتا ہے

واٹر بری کی کمپاونڈ یعنی مرکب دوا جسکے بنانے کا طریقه یه ہے که ناروے ملک کی "کاڈ" مچھلی سے تیل نکالکر خاص ترکیب سے اسکے مزه اور بو کو دور کرکے اسکو "مالٹ ایکسٹراکٹ" "هائپو فاسفائٹس" و "گلیسرن" و "اورمیٹکس" (خوشبو دار چیزیں) اور نیز "کریوسوٹ" اور "گوئیا کول") کے ساتهه ملانے سے یه مشکل حل ہو جاتی ہے - کیونکه "کاڈ لیور والل" کو اس ترکیب سے بنانے کے سبب سے نه صرف اسکی بدمزگی دور ہوگئی ہے بلکه وه مزه دار ہوگیا ہے اور اس سے پھرتی اور بشاشت ہوتی ہے مگر یه مرکب دوا "کاڈ لیور والل" کے عمده فائده کو نہیں روکتی ہے - اسکو بہت عمده طور سے بنایا گیا ہے - اور اسکو جاننے والے اور استعمال کرنیوالے لوگ خوب پسند کرتے هیں - اگر تمہارا جسم شکسته اور رگ و پٹھے کمزور ہو جائیں جنکا درست کرنا تمہارے لئے ضروری ہو - اور اگر تمہاری طاقت زائل ہو رہے اور تمکو بہت دنوں سے شدت کی کھانسی ہوگئی ہو اور سخت زکام ہوگیا ہو جس سے تمہارے جسم کی طاقت اور اعضاے رئیسه کی قوت نقصان ہوجانے کا ڈر ہے - ان حالتوں میں اگر تم پھر قوت حاصل کرنے چاهتے ہو تو ضرور واٹر بری کا مرکب "کاڈ لیور والل" استعمال کرو - اور یه اور تمام دواؤں سے جنکو هم اپنے خریداروں کے سامنے پیش کرسکتے هیں کہیں بہتر ہے - یه دوا هر طرح سے بہت هی اچھی ہے - یه دوا پانی و دودهه وغیره کے ساتهه کھلجاتی ہے اور خوش مزه ہونیکے سبب لڑکے اور عورتیں اسکو بہت پسند کرتے هیں - نسخه کو بوتل پر لکھه دیا گیا ہے - قیمت بڑی بوتل تین روپیه اور چهوٹی بوتل ڈیڑهه روپیه -

"واٹر بری" کا نام یاد رکھیے
یه سب دوا نیچے لکھے ہوے پته پر ملتی ہے :—
اے ایم داس - عبد الغنی کولوٹوله اسٹریٹ کلکته

روغن بیگم بہار

حضرات اہلکار ' امراض دماغي کے مبتلا وگرفتار' وکلا' طلبہ' مدرسین' معلمین' مولفین' مصنفین ' کیخدمت میں التماس ہے کہ یہ روغن جسکا نام آپ نے عنوان عبارت سے ابھی دیکھا اور پڑھا ہے' ایک عرصے کی فکر اور سوچ کے بعد بہترین مفید ادویہ اور اعلی درجہ کے مقوي روغنوں سے مرکب کر کے تیار کیا گیا ہے ' جسکا اصلي ماخذ اطباے یوناني کا قدیم مجرب نسخہ ہے' اسکے متعلق اصلي تعریف بھي قبل از امتحان و پیش از تجربہ مبالغہ سمجھی جا سکتي ہے- صرف ایک شیشي ایکبار منگواکر استعمال کرنے سے یہ امر ظاہر ہو سکتا ہے کہ آجکل جو بہت طرحکے ڈاکٹري کبیراجي تیل نکلے ہیں اور جنکو بالعموم لوگ استعمال بھي کرتے ہیں آیا یہ یوناني روغن بیگم بہار امراض دماغي کے لیے بمقابلہ تمام مروج تیلونکے کہانتک مفید ہے اور نازک اور شوقین بیگمات کے بالونکو نرم اور نازک بنانے اور دراز وخوشبو دار اور خوبصورت کرنے اور سنوارنے میں کہانتک قدرت اور تاثیر خاص رکھتا ہے - اکثر دماغي امراض کبھي غلبۂ برودت کیوجہ سے اور کبھي شدت حرارت کے باعث اور کبھي کثرت مشاغل اور محنت کے سبب سے پیدا ہو جاتے ہیں ' اسلیے اس روغن بیگم بہار میں زیادہ تر اعتدال کي رعایت رکھي گئي ہے تاکہ ہر ایک مزاج کے موافق ہر مرطوب و مقوي دماغ ہونیکے علاوہ اسکے دلفریب تازہ پھولوں کي خوشبو سے ہر وقت دماغ معطر رہیگا ' اسکي بو غسل کے بعد بھي ضائع نہیں ہوگي - قیمت فی شیشی ایک روپیہ محصول ڈاک ۵ آنہ درجن ۱۰ روپیہ ۸ آنہ -

بنیکا

بادشاہ و بیگموں کے دائمي شباب کا اصلي باعث یوناني میڈیکل سائینس کي ایک نمایاں کامیابي یعنی -

بنیکا ـــ کے خواص بہت ہیں ' جن میں خاص خاص باتیں عمر کي زیادتي ' جواني دائمي ' اور جسم کي راحت ہے' ایک گھنٹہ کے استعمال میں اس دوا کا اثر آپ محسوس کرینگے - ایک مرتبہ آپ آزمایش کي ضرورت ہے -

وہ نرنجي تیلہ اور پرانےپر انجی تیلہ - اس دوا کو میں نے اپنا و اجداد سے پایا جو شہنشاہ مغلیہ کے حکیم تھے - یہ دوا فقط ہمکو معلوم ہے اور کسي کو نہیں درخواست پر ترکیب استعمال بھیجي جائیگي -

" رنگترنل کالیفور " کو بھي ضرور آزمایش کریں - قیمت دو روپیہ بارہ آنہ -

مسک پلس اور الکٹریک دیگر پرسٹ پانچ روپیہ بارہ آنہ محصول ڈاک ۹ آنہ -

یوناني لوحت بازار کا ساحیل یعني سر کے درد کي دوا صفحہ پر مفت بھیجي جاتي ہے - فوراً لکھیے -

حکیم مسیح الرحمن - یوناني میڈیکل ہال - نمبر ۱۱۴/۱۱۵ مچھوا بازار اسٹریٹ - کلکتہ

Hakim Masihur Rahman
Yunani Medical Hall
No. 114/115 Machuabazar Street
Calcutta.

صدا تہوے کے واپس

ہمارا مس مرحنی فلوٹ ہارمونیم سرپلا فائدہ عام کے واسطے تین ماہ تک نصف قیمت میں دي جاویگي یہ ساگن لي لکڑي کي بني ہے جس کے آواز بہت ہي عمدہ اور بہت دیر تک قائم رہنے والي ہے -

سونگل ریڈ قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ - روپیہ اور نصف قیمت ۱۰ - ۲۰ - اور ۲۵ - روپیہ ڈبل ریڈ قیمت ۹۰ ۷۰ و ۸۰ روپیہ نصف قیمت ۳۰ و ۳۵ و ۴۰ روپیہ ہے آرڈر کے ہمراہ ۵ - روپیہ پیشگي روانہ کرنا چاہیئے -

کمرشیل ہارمونیم فیکٹري نمبر ۱۰/۳ لوئر چیت پور روڈ کلکتہ -

Commercial Harmonium Factory
N.o 10 /3 Lover Chitpur Road
Calcutta

انندا فلوٹ ہارمونیم

اسکے مقابلہ میں تمام ہرمونیم بیکار ہیں اسلے انڈین ایگزي بیشن سنہ ۱۹۰۰ میں گولڈ مڈل حاصل کي ہے - اسکے آگے زیادہ تعریف کي کونسي ضرورت ہے -

گارنٹي تین ۳ سال -

اکٹو سنگل سٹ رتبی ٹوپي قیمت ۱۵ ۱۷ - ۲۰ روپیہ " ڈبل " - قیمت ۲۷ - ۳۰ - ۳۵ روپیہ

ہر درخواست کے ساتھہ پانچ روپیہ پیشگي آنا چاہیے -

A. P. Day and co.
22/1 Budhoo Ostagar Lane,
Calcutta.

علاج بواسیر

داخلي - خارجي - خوني وغیرہ کیسا ہي ہو' اسکے استعمال سے کلي آرام ہوجاتا ہے

قیمت فی شیشي چار روپیہ -

سفید داغ کا لا جواب علاج

بدن میں کیسا ہي سفید داغ کیوں نہو اسکے استعمال سے بالکل آرام ہوجاتا ہے -

قیمت في شیشي چار روپیہ -

White & 50 Tollygunge
Calcutta

استرہ کی ضرورت نہیں

مولتر و صاحب کا ہیر قیلي نري لگا لیجے اور ایک منٹ میں بالوں کو صاف کرلیجیے في شیشي چھہ آنہ تین شیشي ایک روپیہ -

پھول رانی

نہایت خوشبودار روغن پھول ہے سکے استعمال سے دل ودماغ تازہ رہتا ہے اسطرحکا روغن ابتک کسي نے ایجاد نہیں کیا -

قیمت في شیشي بارہ آنہ ایک درجن سات روپیہ آٹھہ آنہ -

Maithra & Co 1-1 Tarak Chatterjee Lane,
Calcutta.

اصلی مکر دھج

جوکہ خاص طلا سے بنایا گیا ہے یہ دوا خون کو صاف کرتا ہے بدن کو قوت بخشتا ہے' ناتوانوں کو توانا کردیتا ہے -

مرد و عورت دونوں کے استعمال کے لایق ہے - قیمت نمبر ۱ ایک تولہ پچاس روپیہ نمبر ۲ " " بتیس ۳۲ روپیہ

½ ا سے کم درخواست نہیں آنا چاہیے -

Imperial Depot.
60 Srigopal Mullik Lane
Bow Bazar Calcutta

سنکاری فلوٹ

تین سال کي گارنٹي

بہترین اور سریلي آواز کی ہارمونیم سنگل ریڈ C سے C تک یا F سے F تک قیمت ۱۵ - ۱۸ - ۲۲ - ۲۵ روپیہ

ڈبل ریڈ قیمت ۲۲ - ۲۷ - ۳۲ روپیہ

اسکے علاوہ ہر قسم اور ہر صفت کا ہرمونیم ہمارے یہاں موجود ہے -

ہر فرمایش کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور پیشگي آنا چاہیے -

R. L. Day.
34/1 Harkata Lane,
Calcutta.

مفت ! مفت !

داي صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب تصنیف کردہ نوجوانوں کا رہنما وصحت جسمانی و زندگانی کا بیمہ کتاب قانون عیاشي - مفت روانہ ہوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy
30/2 Harrison Road
Calcutta.

ڈاکٹر ایس - کے - برمن کا

بنایا ہوا

لال شربت ! لال شربت ! !

بچوں کیلیے ایک ہی دوا ہے - ماں دینا میٹھا میٹھا لال شربت -

شیر خوار بچے کو اکثر بدہضمی رہتی ہے - دودھہ پیتے ہی قے کردیتے ہیں - پالخانہ کبھی سخت اور کبھی پتلا ہوتا ہے پیٹ اونچا ہوجاتا ہے ہاتھہ پاؤں لاغر ہوجاتے ہیں - دانت وقت پر نہیں نکلتے ہیں غذا جزو بدن نہیں ہوتا - ان سب وجوہات سے لڑکے ہمیشہ کیواسطے کمزور ہوجاتے ہیں - ایسے حالت میں لال شربت کے استعمال سے کوئی شکایت نہیں ہونے پاتی اور ہمیشہ کے واسطے لڑکے چست و چالاک رہتے ہیں - بچے کو دودھہ کم ہوتا ہو طبیعت سست رہتی ہو بخار آتا ہو غذا ہضم نہ ہوتی ہو تو لال شربت استعمال کرنیسے لاغری جاتی رہیگی دودھ زیادہ ہوگا اور بچے خوشحال رہینگے - پوری حالت فہرست جسمیں جنتری اور سارٹیفکٹ درج ہیں منگواکر دیکھیے - قیمت فی شیشی ۱۲ آنہ محصول ۴ آنہ تین شیشی کے لیے ۲ روپیہ - محصول ۱۰ آنہ ادویات ہر جگہ دوکانداروں یا دوا فروشوں سے ملستی ہے ورنہ کارخانہ سے طلب کیجیے -

بیس برس کے سارے ہندوستان میں مشہور ہے
اور دوائیاں ہر جگہ دوکانداروں اور
دوا فروشوں کے مل سکتی ہیں .

بیس برس کے سارے ہندوستان میں مشہور ہے
اور دوائیاں بچے کے ضعیف لڑکے کو بچانے
فائدہ کرتی ہیں .

ڈاکٹر ایس کے برمن - نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

مسیحا انٹی ملیریا مکسچر
اکسیر دافع بخار ہر قسم

ہندوستان میں نہ معلوم کتنے آدمی بخار میں مرجایا کرتے ہیں' اسکا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ان مقامات میں نہ تو دوا خانے ہیں اور نہ ڈاکٹر' اور نہ کوئی حکیم اور مفید پٹنٹ دوا ارزاں قیمت پر گھر بیٹھے بلا طبی مشورہ کے میسر آسکتی ہے - مخلوق خلق اللہ کی ضروریات کا خیال کرکے اس عرق کو سالہا سال کی کوشش اور صرف کثیر کے بعد ایجاد کیا ہے' اور فروخت کرنے کے قبل بذریعہ اشتہارات عام طور پر ہزارہا شیشیاں مفت تقسیم کرچکے ہیں تاکہ اسکے فوائد کا پورا اندازہ ہوجائے - مقام مسرت ہے کہ خدا کے فضل سے ہزاروں کی جانیں اسکی بدولت بچی ہیں' اور ہم دعوے کے ساتھہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے عرق کے استعمال سے ہر قسم کا بخار یعنی پرانا بخار - موسمی بخار - باری کا بخار - پھرکر آنے والا بخار - اور وہ بخار' جسمیں ورم جگر اور طحال بھی لاحق ہو' یا وہ بخار' جسمیں متلی اور قے بھی آتی ہو - سردی سے ہو یا گرمی سے - جنگلی بخار ہو - یا بخار میں درد سر بھی ہو - کالا بخار - یا آسامی ہو - زرد بخار ہو - بخار کے ساتھہ گلٹیاں بھی ہوگئی ہوں' اور اعضا کی کمزوری کی وجہ سے بخار آتا ہو - ان سب کو بحکم خدا دور کرتا ہے' اگر شفا پانے کے بعد بھی استعمال کیجاے تو بھوک بڑہ جاتی ہے' اور تمام اعضا میں خون صالح پیدا ہونے کی وجہ سے ایک قسم کا جوش اور بدن میں چستی و چالاکی آجاتی ہے - نیز اسکی سابق تندرستی از سرنو آجاتی ہے - اگر بخار نہ آتا ہو اور ہاتھہ پیر ٹوٹتے ہوں' بدن میں سستی اور طبیعت میں کاہلی رہتی ہو - کام کرنے کو جی نہ چاہتا ہو - کھانا دیر سے ہضم ہوتا ہو - تو یہ تمام شکایتیں بھی اسکے استعمال کرنے سے رفع ہوجاتی ہیں - اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوی ہوجاتے ہیں .

قیمت بڑی بوتل - ایک روپیہ - چار آنہ
چھوٹی بوتل بارہ - آنہ

پرچہ ترکیب استعمال بوتل کے ہمراہ ملتا ہے
تمام دوکانداروں کے ہاں سے مل سکتی ہے

المشتہر و پروپرائٹر
ایم - ایس - عبد الغنی کیمسٹ - ۲۲ و ۷۳
کولو ٹولہ اسٹریٹ - کلکتہ

مسیحا کا خوشبودار کسم تیل بالوں کیلیے نہایت مفید اور خوشبودار

تیل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا ہی کرنا ہے تو اسکے لیے بہت سے قسم کے تیل اور چکنی اشیا موجود ہیں' اور جب تہذیب و شایستگی ابتدائی حالت میں تھی تو تیل - چربی - مسکہ - گھی اور چکنی اشیا کا استعمال ضرورت کے لیے کافی سمجھا جاتا تھا - مگر تہذیب کی ترقی نے جب سب چیزوں کی کاٹ چھانٹ کی تو تیلوں کو پھولوں یا مصالحوں سے بساکر معطر و خوشبودار بنایا گیا اور ایک عرصہ تک لوگ اسی ظاہری تکلف کے دلدادہ رہے - لیکن سائینس کی ترقی نے آج کل کے زمانہ میں محض نمود اور نمایش کو نکما ثابت کردیا ہے' اور عام ملحمس نمود کے ساتھہ فائدے کا بھی جویاں ہے - بنابریں ہم نے سالہا سال کی کوشش اور تجربے سے ہر قسم کے دیسی و ولایتی تیلوں کو ملاکر "موہنی کسم تیل" تیار کیا ہے - اسمیں نہ صرف خوشبو سازی ہی سے مدد لی ہے' بلکہ موجودہ سائنٹیفک تحقیقات سے بھی جسکے بغیر آج مہذب دنیا کا کوئی کام چل نہیں سکتا - یہ تیل خالص نباتاتی تیل پر تیار کیا گیا ہے' اور اپنی نفاست اور خوشبو کے دیرپا ہونے میں لاجواب ہے - اسکے استعمال سے بال خوب گھنے اُگتے ہیں - جڑیں مضبوط ہوجاتی ہیں اور قبل از وقت بال سفید نہیں ہوتے - درد سر' نزلہ' چکر' اور دماغی کمزوریوں کے لیے از بس مفید ہے - اسکی خوشبو نہایت خوشگوار و دل آویز ہوتی ہے نہ تو سردی سے جمتا ہے اور نہ عرصہ تک رکھنے سے سڑتا ہے -

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے ہاں سے مل سکتا ہے
قیمت فی شیشی ۱۰ آنہ علاوہ محصول ڈاک -

حسبنا الله و نعم الوکیل

ترکش سلطانہ ھیئرڈائی کمپنی

خضاب استمبولی

جسے تمام عالم نے "ٹرکش امپیریل ہیرڈائی" کا لقب عطا فرمایا ہے - یہ بد ضرر بلا داغ جلد بلاے بو نا گوار بلکہ فرحت افزاے دل و جان عطر بسا خوشبو دار خضاب کمیاب ہے - سہولت کے ساتھہ ۲ - ۳ قطرہ برش یا انگلی سے لگا لیجیے اور چند منٹ میں بالونکو سیاہ نما بنالیجیے ایک شیشی برسونکے لیے کافی ہے - قیمت فی شیشی کلاں تین روپیہ - شیشی خرد دو روپیہ -

سارٹیفیکٹ - ڈاکٹران ابی - ڈي - صاحب ال - ارسي - پي - ایس ایڈنبرا مقیم نمبر ۱۰۳ رپن اسٹریٹ کلکتہ تحریر فرماتے ہیں واقعي یہ ایک تحفہ بیش بہا کمیاب بلکہ نایاب استمبولی خضاب دنداري خضابوں میں اعلی و یکتا ہے ' بیشک یہ روسا امرا راجگان اور نوابونکے استعمال کے قابل قدر ہے - اسکي جسقدر تعریف کي جاے بجا ہے -

سول ایجنٹ - رجبی اینڈ کو منیجر ڈاکٹر عزیز الرحمن
نمبر ۱۵ مومن پور روڈ خضر پور کلکتہ

No. 1Mominpure Road Khidderpur Calcutta.

پوپن ٹائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز شفا ' یہ دوایک دماغی ضعفونکو دفع کرتی ہے - پژمردہ دلونکو تازہ کرتي ہے - یہ ایک نہایت موثر ٹانک ہے جوکہ انسان مرد اور عورت استعمال کرسکتے ہیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسہ کو قوت پہونچتي ہے - هسٹریہ وغیرہ کو بھی نفع ہے جالیس گولیوکي بکس کي قیمت دو روپیہ -

زینو ٹون

اس دوا کے بیروني استعمال سے ضعف باہ ایک بارگی دفع ہو جاتي ہے - اس کے استعمال کر کے ہی آپ فائدہ محسوس کریںگے قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

ھائی ڈرولن

اب نشتر کرانے کا خوف جاتا رہا -

یہ دوا آب نزول اور فیل پا وغیرہ کے واسطے نہایت مفید ثابت ہوا ہے - صرف اندروني و بیروني استعمال سے شفا حاصل ہوتي ہے -

ایک ماہ کے استعمال سے یہ امراض بالکل دفع ہو جاتي ہے قیمت دس روپیہ اور اس مثل دوا کي قیمت چار روپیہ -

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبہرالین

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض - کا خلاصہ نہ آنا - بلاء اسوقت درد کا پیدا ہونا - اور اسکے دیر یا ہونیسے تشنج کا پیدا ہونا - اولاد کا نہونا غرض کل شکایات جو اندروني مستورات کو ہوتے ہیں مایوس شدہ لوگونکو خوشخبري دیجاتي ہے کہ مندرجہ ذیل مستند معالجونکي تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور ثمرہ زندگانی حاصل کریں - بعدی ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبہرالین استعمال کریں اور ان امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد ہوں -

مستند مدراس شاہو - ڈاکٹر ایم - سي - ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کیمیکل اگزامنر مدراس فرماتے ہیں - "میںنے اوبہرالین کو امراض مستورات کیلیے" نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ریلس - ایل - ایم - ایل - آر - سي - پي اینڈ ایس - سي کوشا اسپتال مدراس فرماتي ہیں : - "نمونے کي شیشیاں اوبہرالین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بہت نفع بخش پا" -

مس ایم - جي - ایم - براڈلی - ایم - ڈي (برن) بي - ایس سي - (لنڈن) سینٹ جارج اسپتال ارکاڈي بمبئي فرماتي ہیں :- "اوبہرالین جسکو کہ میںنے استعمال کیا ہے" زنانہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے"

قیمت في بوتل ۳ روپیہ ۸ آنہ ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۹ روپیہ -

پرچہ ہدایت مفت درخواست آنے پر روانہ ہوتا ہے -

Harris & Co Chemists, Kalighat Calcutta,

ھر فرمایش میں الہلال کا حوالہ دینا ضروری ھے

رینلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ آف لنڈن

یہ مشہور ناول جوکہ سولہ جلدوں میں ہے ابھي چھپ کے نکلي ہے اور تھوڑي سي رہگئي ہے - اصلي قیمت کي چوتھائي قیمت میں دیجاتي ہے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ ' کپڑے کي جلد ہے جسمیں سنہري حروف کي کتابت ہے اور ۲۱۶ ہاف ٹون تصاویر ہیں تمام جلدیں ۱۰ روپیہ میں وي - پي - اور ایک روپیہ ۱۴ آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بہو بازار - کلکتہ

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullik Lane,
Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت

ایک مہینہ کے لیے رعایت
تین دن کے اندر زر واپس
اگر ناپسند ہوے -

سائز فاکس فلوٹ ہارمونیم
جسکي دھیمي اور میٹھي آواز
بنگالي اور ہندوستاني موسیقي
سے خاص مناسبت ہے - شیشم
کي لکڑی سے بني ہوئي ' اور
نہایت عمدہ رنگ - تین برسکي

گارنٹي - قیمت سنگل ریڈ ۳۸ ' ۴۴ ' اور ۵۰ روپیہ - حال - ۱۹ ' ۲۲ ' ۲۵ روپیہ - ڈبل ریڈ ۶۰ ' ۷۰ ' ۸۰ ' ۹۰ ' روپیہ - حال ۳۰ ' ۳۵ ' ۴۰ ' ۴۵ ' روپیہ پیشگي ۵ روپیہ -

نیشنل ہارمونیم کمپني - ڈاکخانہ سملہ A - کلکتہ

National Harmonum Co. P. O. Simla A. Calcutta

ایک بولنے والي جڑی

اگر آپ اپنے لا علاج مرضوں کي وجہ سے مایوس ہوگئے ہوں تو اس جڑي کو استعمال کرکے دوبارہ زندگی حاصل کریں - یہ جڑي مثل جادو کے اثر دیکھاتي ہے - ایس برس سے یہ جڑي مندرجہ ذیل مرضوں کو دفع کرنے میں طلسمي اثر دکھا رہی ہے -

ضعف معدہ ' گراني شکم ' ضعف باہ تکلیف کے ساتھہ ماہوار جاري ہونا - ہر قسم کا ضعف خواہ اعصابي ہو یا دماغی ' آب نزول وغیرہ -

جڑي کو صرف کمر میں باندھي جاتی ہے - قیمت ایک روپیہ ۸ آنہ

ایس - سی - ہر - نمبر ۲۹۵ اپر چیتپور روڈ - کلکتہ

S. C. HAR 295, Upper Chitpor Road
Calcutta

ھر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے ہر قسم کا جنون خواہ نوبتي جنون ' مرگی والا جنون ' غمگین رہنے کا جنون ' عقل میں فتور ' بے خوابی و مراقي جنون ' وغیرہ وغیرہ دفع ہوتي - ہے اور وہ ایسا صحیح و سالم ہوجاتا ہے کہ کبھي ایسا گمان تک بھي نہیں ہوتا کہ وہ کبھي ایسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت في شیشي پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

A. O. Roy M. A. 167/8 Cornwallis Street, Calcutta

لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

قیمت ۸ ـ آنہ

"كتاب مرقوم يشهده المقربون" (٨٣ : ١٨)
في ذالك فليتنافس المتنافسون !" [٨٣ : ٢٣]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاہے بازخواں این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(١) " الہلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیہ کے احیاء' درس قرآن و سنت کی تجدید' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ' اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال' اور نیز مقالات علمیہ و فصول ادبیہ' و مضامین و عناوین سیاسیۂ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ ہے۔ اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی سے تعلیمات الاهیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ' ایک ایک جملہ' ایک ایک ترکیب' بلکہ علم طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و نسق بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(٢) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الاهیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی نظیر مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(٣) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں' ہزاروں زبانوں' اور صدہا اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(٤) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا' اور بلا ادنی مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین' مذبذبین' متفرنجین' ملحدین' اور تارکین اعمال و احکام' راسخ اعتقاد مومن صادق الاعمال مسلم' اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(٥) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے -

(٦) طالبان حق و ہدایت' متلاشیان علم و حکمت' خواستگاران ادب و انشا' تشنگان معارف الاهیہ و علوم نبویہ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں۔ وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے' جن میں سے ہر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے۔

(٧) چھہ مہینے میں ایک جلد مکمل ہوتی ہے۔ فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی جاتی ہے والیتی کپڑے کی جلد' اعلی ترین کاغذ' اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (٥٠٠) صفحات !

(٨) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپ رہی ہے - تیسری اور چوتھی جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (٩٩) اور چوتھی جلد میں (١٢٥) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی۔

(٩) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے

Address :—"Alhilal," Calcutta.
Telephone No. 648.

AL-HILAL.

Proprietor & Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
14, McLeod Street,
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

الہلال

مدیر مسئول و رئیس التحریر
احمد المکنیٰ بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۱۴ - میکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ — ۱۲ — روپیہ
ششماہی — ۶ — ۱۲ — آنہ

نمبر - ۱۸ کلکتہ : چہار شنبہ - ۸ ذوالحجہ ۱۳۳۲ ہجری جلد ۵
Calcutta : Wednesday, October, 28. 1914.

قطــرات اشــک

درکار ماست نالۂ و ما درہواے او
پروانۂ چراغ مزار خودیم ما

(عـــذر گنـــاہ)

(۱) گناہ کی جس معذرت کو " بد تر از گناہ " کہا گیا ہے ' وغالباً وہی معذرت ہے جسکی سوء اتفاق سے آجکل ہمیشہ الہلال کو ضرورت پیش آتی رہتی ہے - و عرفت ربی بفسخ العزائم - امسال ارادہ تھا کہ یوم الحج کے تذکار کی ایک خاص اشاعت مرتب کی جائیگی اور صوری و معنوی ' دونوں حیثیتوں سے اسکے لیے خاص اہتمامات ملحوظ رہینگے - چنانچہ باوجود ضیق وقت کے اسکا انتظام کیا گیا ' اور حسب معمول رسالہ کے آخری ابواب کے مقالات کمپوز ہو کر طیار ہو گئے - اب صرف باب التفسیر ' بصایر و حکم ' مقالۂ افتتاحیہ ' اور مباحث جنگ و شذرات باقی تھے - ان میں سے ہر چیز اگرچہ بظاہر " حج و عید " سے تعلق رکھتی تھی ' لیکن جیسا کہ اس عاجز کا طریق قدیم ہے ' فی الحقیقت سب کچھہ ملت و موسم ہی کا افسانہ تھا وللہ در ما قال :

مقصد ہے ناز و غمزہ ' ولے گفتگو میں کام
چلتا نہیں ہے دشنۂ و خنجر کہے بغیر !

علی الخصوص مقالۂ افتتاحیہ جو " اسوۂ ابراہیمی " کے عنوان سے لکھنا تھا اور جو نہایت ہی اہم و ضروری مقاصد پر مبنی تھا - نیز باب التفسیر جسمیں آیۂ کریمۂ " و اذ ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات فاتمہن ' قال انی جاعلک للناس اماما ' قال و من ذریتی ؟ قال لا ینال عہدی الظالمین " کے متعلق بے شمار معارف و حکم قرآنیہ فیضان الہی سے پیش نظر تھے -

لیکن عین اتوار کے دن (کہ اسی دن سے ابتدا کے فارم مرتب ہونا شروع ہوتے ہیں) یکایک بخار اور عارضۂ ورم گلو کا ایک ساتھہ حملہ ہوا ' اور اسقدر شدید و اشد حملہ کہ اتوار کی شام سے دماغ بالکل معطل اور از کار رفتہ ہوگیا - ہر چند کوشش کی کہ کسی طرح کام جاری رکھہ سکوں مگر دماغ نے ہر بار صاف جواب دیا - بمشکل طیار شدہ فارموں کی آخری تصحیح و ترتیب میں کچھہ مدد کرسکا جو کسی نہ کسی طرح چھپ گئے ' اور اس وقت تک (کہ بدہ کا آفتاب غروب ہو چکا ہے) اپنے تئیں بالکل مجبور و عضو شل پاتا ہوں :

ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک -

(۲) جو قلبی تکلیف اور روحی صدمہ اسوقت میں محسوس کررہا ہوں ' اسکا صحیح اندازہ شاید ہی آپ کر سکیں - میرے گلے میں اسقدر شدید درد ہے کہ بغیر بھاپ کے آلے کی مدد کے بات نہیں کرسکتا ' تا ہم یقین کیجیے کہ یہ درد اس ٹیس کے مقابلے میں کچھہ بھی نہیں ہے جو ہیجان و تموج افکار ' و ضیق صدر و حبس دماغ ' و عدم طاقت تعبیر ' و اعلان افکار و جذبات سے میرے دل میں اٹھہ رہی ہے ' اور جسکے دور کرنے کیلیے کوئی آلہ میرے پاس نہیں ہے : یضیق صدری ولا ینطلق لسانی (۲۶ : ۱۲) سال بھر میں عالم اسلامی کیلیے یہ ایک ہی موقعہ تنبہ افکار ' و ایقاظ ہمم ' و تحریک قلوب ' و استقبال وجوہ ' و احیاء ارواح ' و ذہاب الی اللہ کا آتا ہے ' جو فی الحقیقت دین الہی کے تعلم تسلیل و اعمال کا [illegible] و مصدر ' اور حلقہ بگوشان ملت حنیفی کیلیے مبدء تجدد و انقلاب ہے - جبکہ خدا اور اسکے بندوں کے درمیان کوئی حجاب باقی نہیں رہتا ' جبکہ اسکے حریم وصال کے دروازے کھل جاتے ہیں ' جبکہ اسکی رحمت و نصرت کے ملائکۂ مسومین ایک ایک مومن قانت اور مسلم مخلص کے دل کو ڈھونڈھتے ہیں ' اور اسے خدا کے طرف لوٹ آنے کی دعوت دیتے ہیں کہ :

یا عبادی الذی اسرفوا	اے میرے غافل بندو کہ تم نے عہد
علی انفسہم لا تقنطوا	عبودیت و نیاز کو توڑ کر خود اپنے اوپر
من رحمۃ اللہ ' ان اللہ	ظلم کیا ہے ' اللہ کی رحمت سے مایوس
یغفر الذنوب جمیعًا -	نہو ! خواہ تمہاری بد اعمالیاں کیسی
انہ ہو الغفور الرحیم !	ہی سخت رہی ہوں ' با ایں ہمہ اگر

اب بھی توبۂ و انابت کا سر جھکا دو تو میں تمہارے تمام جرموں بخشدونگا کیونکہ میں بہت ہی بخشنے والا اور رحم فرما ہوں !

باز آ باز آ ' ہر آنچہ کردی باز آ !
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ !
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ !

اللہ اللہ ! ایسے وقت عظیم ' ایسے آوان سعید ' ایسے یوم اللہ الجلیل ' ایسے عہد الہی ' اور ایسے دور قبولیت و اجابت میں اپنی زبان کو بے قابو ' اپنے دماغ کو معطل ' اپنے نظام حواس کو درہم و برہم ' اور اپنے قلم خونفشاں کو اپنے دست نارسا کی رسائی سے دور پاتا ہوں اور مجبور ہوں !

ارید وصالہ ' و یرید قتلی !

حالانکہ یہ وقت تو وہ تھا کہ سال بھر کے ضبط و حبس کا معاوضہ اسکے ایک ایک لمحہ اور ایک ایک سکنڈ سے لیتا ' اور

آیندہ ضخیم و مصور نمبر ۱۱ - نومبر کو شائع ہوگا - بوجہ عید درمیان کی اشاعت ملتوی رہیگی -

شدیم خاک و لیکن ببوے تربت ما
تواں شناخت کزیں خاک مردمی خیزد

و وهبنا لهم من رحمتنا و جعلنا لهم لسان صدق عليا (۱۹ : ۵۰)

یه در اصل حقیقت اسلامی کی اُس عظیم الشان قربانی کی یادگار ہے جو حضرۃ ابراهیم علیه السلام نے اپنے جذبات و محبت ماسوی الله کی اور حضرۃ اسماعیل نے اپنے جان و نفس کی ٹهیک اسی ریگستان میں کی تهی' اور جو تمام نسل ابراهیمی و اسماعیلی کی روحانی قربانی کے فدیه کے بعد قبول کر لیگئی که فی الحقیقت یهی فدیه " ذبح عظیم " تها :

فلما اسلما و تله للجبين و ناديناه ان يا ابراهيم ! قد صدقت الرؤيا ' انا كذالك نجزي المحسنين' ان هذا لهو البلاء المبين' و فديناه بذبح عظيم ! (۳۷ : ۱۰۴)

اور جبکه حضرت ابراهیم و اسماعیل' دونوں پر اطاعت و فدویت اسلامی طاری هوگئی' اور حضرۃ ابراهیم نے جوش قربانی میں اپنے محبوب فرزند کو ماتهے کے بل گرادیا تاکه راہ حق میں ذبح کرڈالیں تو اس وقت هم نے پکارا که اے ابراهیم بس کرو ! بلاشبه تم نے اپنے رویاء صادقه کو پورا کر دکهایا - هم اسی طرح ارباب حق و احسان کو انکی جاں فروشیوں اور قربانیوں کا صله دیا کرتے هیں' چنانچه هم نے یه قربانی اسطرح قبول کرلی که اسکے فدیے میں ایک بهت هی عظیم الشان اور دائمی قربانی قرار دیدی !

یه قربانی جسکا خون هر سال میدان منا میں جوش زن هوتا ہے' اور یه ذبح عظیم جسکی هر مسلمان شوق و ذوق سے طیاری کرتا ہے' فی الحقیقت اسلام کی حقیقت اعلی کی ایک تمثیل ہے' جسکے پردے میں بتلایا گیا ہے که ایمان بالله کا دار و مدار قربانی اور خون شهادت پر ہے' اور جب تک یه مقام ذهاب الی الله اور جهاد فی سبیل الله حاصل نهو' اس وقت تک کوئی هستی مومن و مسلم نهیں هو سکتی : قل ان كان اباؤكم و ابناؤكم و اخوانكم و ازواجكم و عشيرتكم و اموال اقترفتموها و تجارة تخشون كسادها و مساكن ترضونها احب اليكم من الله و رسوله و جهادا في سبيله فتربصوا حتى ياتي الله بامره و الله لا يهدي القوم الفسقين (۹ : ۲۴)

(میثاق ابراهیمی)

اور پهر یه یوم العید کا طلوع در حقیقت اُس وعدۂ الهی اور عهد و میثاق ربانی کی یادگار ہے' جو حضرۃ ابراهیم سے " امۃ مسلمه " کی امامت و خلافت فی الارض کے لیے خدا نے باندها تها :

و اذ ابتلى ابراهيم ربه بكلمات فاتمهن قال اني جاعلك للناس اماما - قال و من ذريتي ؟ قال لا ينال عهدي الظالمين !

اور جبکه ابراهیم کو اسکے پروردگار نے حقیقت اسلامی کی قربانی اور معرفۃ دین فطری کی چند آزمایشوں میں ڈالا اور اس نے انهیں پورا کیا - یعنی اپنے جگر گوشے کے گلے پر چهری رکهدی اور چاند اور سورج اور تمام مظاهر خلقت و مادیت سے منهه موڑ کر صرف دین فطری و الهی کی طرف متوجه هوگیا' تو اس وقت هم نے اسے بشارت دی که آج سے تمهیں انسانوں کی امامت و خلافت عطا کی جاتی ہے - اسپر حضرۃ ابراهیم نے سوال کیا که " اور میری نسل کو بهی ؟ " فرمایا که " هاں مگر انکو نهیں جو همارے عهد و میثاق کی پروا نه کریں اور اسے ظالمانه توڑ ڈالیں ! "

چنانچه الله تعالی نے اپنا وعده پورا کیا اور حضرۃ ابراهیم و اسماعیل کی نسل روحانی و جسمانی کو دنیا کی امامت عطا فرمائی - پہلے اسکا ظهور بنی اسرائیل کی خلافت و امامت کی صورت میں هوا' اور پهر جب یروشلیم کا هیکل اور شام کے مرغزار اسکی محبت و اطاعت کے سزاوار نه رهے تو اس نے بنی اسماعیل کی قربانگاہ عرب اور وادی بطحا و یثرب کے ریگستانوں کو اپنے جلال و قدوسیت کا نشیمن بنایا :

ثم جعلناكم خلائف في الارض من بعدهم لننظر كيف تعملون ؟

اور پهر انکے بعد هم نے تمهیں زمین کی خلافت عطا کی تاکه دیکهیں که تمهارے اعمال کیسے هوتے هیں ؟

سو اے پیروان دین ابراهیمی ! و اے وابستگان نسل اسماعیلی ! " اني جاعلك للناس اماما " کا وعده بهی پورا هوچکا' اور " لا ينال عهدي الظالمين " کی وعید کی غمگینی و رسوائی بهی تم دیکهه چکے :

و صرفنا فيه من الوعيد لعلهم يتقون او يحدث لهم ذكرى ! (۲۰ : ۱۱۳)

اور هم نے قرآن حکیم میں اپنی وعید اور اسکے نتائج بیان کردیے تاکه لوگ ڈریں یا اسکی وجه سے انکے دلوں میں عبرت و بصیرۃ پیدا هو !

یه یوم العید کا آفتاب هر سال اسلیے فاران کی چوٹیوں اور جبل رحمۃ کی وادیوں پر طلوع هوتا ہے تاکه اس وعده و وعید کی یاد تازہ کرے' اور اُس " امۃ مسلمه " کو میثاق الهی یاد دلاے جسکا ظهور اسی بیابان حجاز کی دعاؤں سے هوا تها -

(۸) پس وہ دن آ گیا اور خدا کی رحمتوں اور برکتوں کی سب سے بڑی گهڑی تمهارے سامنے ہے -

یهی وہ وقت ہے که " امۃ مسلمۃ " آخری مرتبه اپنے عهد و میثاق کو یاد کرے' اور جبکه خدا کے قهر نے زمین کے فساد کو ڈهانپ لیا ہے تو وہ اسکی گم کرده رحمتوں اور برکتوں کی تلاش میں نکلے - تم دنیا کے تغیرات اور نقشۂ امن و جنگ کی تبدیلیوں میں مصروف هوگئے هو - مگر تم خود اپنے اندر تبدیلی پیدا نهیں کرتے جس سے تمام عالم کی تبدیلی وابسته ہے ؟

اس تبدیلی کیلیے پهلی شرط یه ہے که حقیقت اسلامی کی اُس قربانی' کو اپنے روح و قلب پر طاری کرو جسکی یادگار میں هر سال تمهارا هاتهه ظاهری قربانی کی چهری پکڑتا ہے اور تم خداوند کے حضور خون بهاتے هو - پهر اسکے ساتهه هی تم الله کے حضور گر جاؤ' اپنے تمام اعمال زندگی کے اندر اسکے مقدس حکموں کے عشق و اطاعت کی روح پیدا کرو' توبۂ و انابت کے آنسو بها کر اور عجز و بیقراری کی تڑپ پیدا کرکے اسکے سامنے مجرموں کی طرح خاک عجز و نیاز پر لوٹو' اور اپنی جانوں کو' اپنے مال و متاع کو' اپنے اهل و عیال کو' اپنی تمام محبوبات و مطلوبات کو' اسکے لیے' اسکے کلمۂ مقدس کے لیے' اسکی ملت مرحومه کیلیے' اور اسکی صداقت اور عدالت کے لیے اسکے سپرد کردو - وہ خدا جس نے ابراهیم کی دعا سنی' جس نے اسماعیل کی قربانی کو قبول کیا' جس نے وادی غیر ذی زرع کو ظهور رسالت کبری سے مرکز مشارق و مغارب و مجمع اولین و آخرین بنایا' اگر تمهاری بد اعمالیوں اور سرکشیوں کی وجه سے تمهیں ٹهکرا سکتا تها' تو آج وہ تمهیں پیار بهی کر سکتا ہے' اور تمهاری دعاؤں کو سن بهی سکتا ہے -

پس توبه کرو' اپنے عزائم و اعمال مقدسه کو زنده کرو' دعائیں مانگو' اور خداوند حجاز کو پکارو' تا تمهاری کهوئی هوئی میراث پهر تمهیں واپس ملجاے - تمهارے غمگینی کے دن ختم هوں' اور " لا ينال عهدي الظالمين " کے زمرے سے نکلکر " اني جاعلك للناس اماما " کے حزب الله میں داخل هو جاؤ : ذالك يوعظ به من كان منكم يومن بالله و اليوم الاخر !

مدتوں کے بعد همرهان بے خبر و رفیقان غفلت پیشه کو دکھلاتا که اگر دنیا اپنے موسم خونیں سے گذر رهي هے تو میرے پہلو میں بهي ایک دجلۂ خون موجود هے جس سے ایک بہت بڑا رقبۂ حسرت و آرزو سینچا جاسکتا هے :

پہلـو بشـگافیـــد و بـــه بینید دلـــم را
تاچند بگویم که چساں ست و چساں نیست ؟

(۳) میرے درد نے میرا علاج کیا' اور شدت هجوم افکار و فشار جذبات و مضغیات نے بستر ناتواني سے اٹھا کر بٹھا دیا - بلاشبه میں اسوقت مستعد کارهوں' لیکن چونکه عید مبارک سے پہلے رسالے کي اشاعت ناگزیر هے اور آخري دن بهي گذر چکا هے - اسلیے اس وقت کي مستعدي اسکے لیے کچهه مفید نہیں هوسکتي - مجبوراً مقالۂ افتتاحیه وغیره کي جگه " شئون اسلامیه " وغیره کے چند کمپوز شده تراجم" و مضامین درج کردیے گئے هیں تاکه کسي طرح پرچه عید سے پہلے شائع هوجاے - صرف " واقعۂ لاهور " کے متعلق چند سطریں لازمي طور پر لکھني هیں' اور انکے لیے اس آخري فارم کو کسي طرح لکھنے کی کوشش کررها هوں - اب یوم النحر کي تقریب کے بقیه مضامین کیلیے اسکے سوا چاره نہیں که آینده نمبر میں انکے لیے سب سے پہلے جگه نکالي جاے - گو کسي قدر دیر ضرور هو جائیگي لیکن اول تو ماه مقدس ابهي باقي هے اور پهر :

فریاد کي کوئي لے نہیں هے
ناله پابند نے نہیں هے !

(پیام حج مقدس)

(۴) تاهم دل نہیں مانتا که اسقدر جلد خاموش هوجاؤں :

که حرف ناوک و اصحاب پنبه درگوش اند !

اے عزیزان غفلت شعار' و اے بقیۂ ماتم گذاران قافلۂ ملت ! تمهاري غفلتوں پر حسرت' تمهاری سرشاریوں پر صد افسوس' اور تمهاري عزائم فراموشیوں پر صد هزار آه و ماتم' اگر تم اس وقت عظیم و مجیب کي برکتوں سے محروم رهو' اور جبکه تمام دنیا کي مٹي خون کی بارش سے سینچي جا رهي هے' تو تم اپنے دلہاے مجروح و ارواح مضطر کو خونباري و دجله ریزي کیلیے طیار نه کرو ! تم کو اس جنگ کي خبروں کي تلاش هے جو دنیا کي چند فاني طاقتوں کے درمیان تین مہینے سے شروع هوگئي هے' مگر آه' تمهیں اس جنگ کي بهي کچهه خبر هے جو دنیا کي سب سے بڑي ضعیف هستي اور سب سے بڑي لازوال طاقت کے درمیان صدیوں سے جاري هے' اور جسکي بربادي اور هولناکي کے آگے میدان فرانس و پولینڈ کي بربادیاں کچهه حقیقت نہیں رکھتیں ؟ تم فتح و شکست کي خبروں کیلیے شب و روز بیقرار رهتے هو اور اخباروں کا اسلیے انتظار کرتے هو که جرمني اور فرانس کي فتح و شکست کو زیاده صحت اور زیاده یقیني طور پر معلوم کرسکو' لیکن تمهیں اس جنگ کي صلح و شکست کا بهي کبهي انتظار هوتا هے جو تم میں اور تمهارے خداے قاهر و قیوم میں برپا هے' جسمیں آجتک کسي بڑي سے بڑي قوت نے بهي فتح نه پائي' اور جسکي آخري شکست بڑي هی الیم و معذب هے ؟

تم جرمني کی طاقتوں سے مرعوب هو' اور ان توپوں کی هولناک قوت کا خیال کرکے لرز اٹھتے هو جو تیس تیس من کا گوله پهینکتي هیں - لیکن تم اس فاطر السماوات و الارض کي لایزال و لم یزل طاقت پر ایمان نہیں لاتے جسکي فوج کے گولے صرف انٹورپ اور نامور کی برجیوں هي کو نہیں' بلکه تمام کرۂ ارضي کو خاک و خون میں ملا رهے هیں ؟ تم ان انساني طاقتوں کی هیبت کا شب و روز وظیفه پڑهتے هو جو تن تنہا بڑي بڑي فوجوں کو شکست دے رهي هیں' لیکن تمهیں یاد نہیں آتا که تم اس شہنشاه ارض و سما سے سرکش هوگئے هو جو اپني ایک نگه مشیت سے تمام نظام ارضین سماوات کو الٹ دے سکتا هے ؟ آه تمهاري غفلتوں پر اگر آسمان

ورے اور زمین ماتم کرے' اگر مرغان هوائي فغاں سنج هوں اور سمندروں سے مچهلیاں غم کرنے کیلیے اچهل پڑیں' جب بهي اسکا ماتم ختم نہوگا - کیونکه تمهارا ماتم تمام دنیا کا ماتم هے' اور چراغ کے بجهنے کا رونا چراغ پر رونا نہیں هے بلکه گهر کي تاریکي پر رونا هے - تم میدان جنگ کي خبروں کے مشتاق هو جو تم سے تیس هزار میل دور هے - مگر میں تمهارے دل کي خبروں کا آرزومند هوں جو تم سے باهر نہیں بلکه خود تمهارے اندر هي موجود هے - وفي انفسکم افلا تبصرون ؟ تم دوسروں کي بیداریوں کے افسانے سنکر ترانۂ سنج مدح و ثنا هوتے هو' مگر اپنے بخت خفته و طالع گم گشته کو نہیں ڈهونڈتے که وه کہاں گم هو گیا هے ؟ فاه' آه' ثم آه' علی ما فرطتم فی جنب الله !

درازي شب و بیداري من این همه نیست
ز بخت من خبر آرید تا کجا خفتست ؟

(صلح و شکست)

(۵) جرمن و فرانس کي صلح و جنگ کي خبروں کے عشق میں اپنے تئیں گم نه کرو' بلکه جو جنگ تم میں اور تمهارے پروردگار قدوس کے درمیان جاري هے' اسکي صلح کي کوئي تدبیر نکالو - اگر تم نے اس سے صلح کرلی تو پهر اسکي تمام دنیا میں کوئي بهي نہیں هے جو تم سے برسر پیکار هوگا - من له المولی فله الکل :

ان ینصر کـم الله فـلا غالب لکم و ان یخذلکم فمن ذالذي ینصـرکـم من بعده ؟ و علی الله فلیتـوکل المومنـــون !	اگر الله تمهیں غلبه و نصرت عطا فرماے تو پهر تم پر کوئي دنیوي طاقت غالب نہیں آسکتي - لیکن اگر وهي تمهیں ٹهکرا دے تو پهر دنیا میں کون هے جو خدا کے بعد تمهاري مدد

کرسکتا هے ؟ پس صرف الله هي کي ذات هے جسپر اهل ایمان بهروسه کرتے هیں !

آج کرۂ ارضي کا سب سے بڑا حصه شیطاني فساد و طغیاں کے بهڑکاے هوے شعلوں سے جل رها هے - انسانوں کي ایک نسل دوسري نسل کو بهیڑیوں کي طرح چیر رهي اور اژدهوں کي طرح ڈس رهي هے' خداے قدوس و قہار نے اپنے دست منتقم و معذب کی ایک هولناک چمک دکهلائی هے جیسي که همیشه دکهلاتا آیا هے' اور دنیا کي سب سے زیاده مغرور و طاقتور آبادیاں اسکے قهر و غضب کے نار جحیم و الیم کے اندر سوکهی لکڑیوں اور خشک پتوں کي طرح ڈالدیگئي هیں فی سموم و حمیم' وظل من یحموم' لا بارد ولا کریم انهم کانوا قبل ذالک مترفین (۴۵ : ۵۶) جبکه یه سب کچهه هو رها هے تو تم ایک نظر میدان عرفات و منا کے اس سر و پا برهنه گروه پر ڈالو جو سلافی' یا تیوٹانیک نسل کي مسابقت کیلیے نہیں بلکه کلمۂ حق کي عظمت اور خداے واحد کي پرستش و محبت کیلیے جمع هوا هے' اور جنکے کاندهوں پر خونریز آلات و اسلحه نہیں هیں جنسے آگ اور دهواں نکلتا هو' بلکه الله کے خوف اور اسکي جستجو نے خود انکے اندر ایک آتشکدۂ محبت مشتعل کردیا هے اور اسکا دهواں والہانه صداؤں اور بیقرارانه فریادوں کي صورت میں انکي زبانوں سے اٹهه رها هے :

جمال کعبـه مگـر عـذر رهروان خواهـد
که جان خستۂ دلاں سوخت در بیابانش

(اسوۂ ابراهیمي)

(۶) اور دیکهو' یه مجمع مقدس و الهي کس واقعۂ کبری کي یادگار هے' اور کس عهد و میثاق خداوندي کے تذکار عظیم کو همیشه کیلیے زنده رکهتا اور عالم ایمان و اسلام کو اسکي طرف دعوة دیتا هے ؟ گر چشم حقیقت باز اور سامعۂ بصیرة وا هو تو اس ابراهیم کدۂ حجاز کا ایک ایک ذره آج اس واقعه کبری اور آیة عظمی کا افسانۂ حقیقت بیان کر رها هے' اور ملاء اعلی اور عالم قدس کا ایک ایک گوشۂ عشق ابراهیمي و ایثار اسماعیلي کے غلغلۂ روحانیت سے گونج رها هے :

الله اکبر! الله اکبر! لااله الاالله و الله اکبر! الله اکبر! و لله الحمد!

و اذ جعلنا البیت مثابة للناس و امنا ٭ واتخذوا من مقام ابراهیم مصلی٭ وعهدنا الی ابراهیم و اسماعیل ان طہرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود (۲ : ۱۹)

صرف خانۂ کعبہ (زاد الله شرفها و اجلالها) کی چار دیواری کا ایک خاص منظر٭ جسپر نیا مصری غلاف چڑھا دیا گیا ہے -

" فاجعل افئدة من الناس تهوی الیهم !! "

نماز عید حرم محترم کے اندر!

اللهم یا رب هذا البیت العتیق! اعتق رقابنا و رقاب ابائنا و اخواننا و اولادنا من النار فی الدنیا و الاخرة!
اللهم احسن عاقبتنا فی الامور کلها و اجرنا من خزی الدنیا و عذاب الاخرة!

واقعـــۂ لاهـــور

فاقض ما انت قاض، انما تقضی هذه الحیوة الدنیا ! (۲۰ : ۷۵)

لي سکرتان ، و للندمان واحدة
شي خصصت به من بینهم وحدي

جس وقت یه نمبر قارئین کرام کے هاتھوں میں پہنچیگا ، اس وقت مولوي ظفر علي خاں کے واقعه پر پورا ایک هفته گذر چکا هوگا اور خود ظفر علي خاں بھی محبوسیت کی سات راتیں اپنی منزل تنهائي میں بسر کر چکے هونگے - ایسے کتنے هی هفتے ، کتنے هي مهینے ، کتنے هي سال ، اور پھر کتنی هي عمریں زندانیاں صبر و امتحان نے بسر کردي هیں ، اور زندگي هر طرح بسر هوهي جاتي هے مگر :

تو هم شب را بسر مي بری اے شمع کم فرصت ؟
گرفتم سوختي پروانهٔ آتش بجان را !

یه صرف ایک هفته کا واقعه هے ، مگر میرے سامنے صدیوں اور هزارها سالوں کے واقعات موجود هیں - یه صرف واقعه هے ، مگر میري یاد میں وه کچھه محفوظ هے جس میں واقعات کے ساتھه انکے عواقب و نتائج بھي موجود هیں - یه ابتداے کار هے ، اور مجھسے اگر پوچھا جاے تو میں انتہاء راه بھي بتلا سکتا هوں - یه صرف نشان راه هے ، مگر میري نظریں نشان منزل بھي دیکھه رهي هیں - یه صداء جرس هے ، لیکن میں محمل امتحان کا متلاشي هوں - یه قدم اولین هے ، لیکن ارباب ذوق کا ولولۂ آبله پائي جادۂ مصائب و محن کا منتظر هے - یه جام ابتلا و شکیب کي پہلي گردش هے ، مگر میں گردش آخرین کے تصور سے نشاط و سرور حاصل کر رها هوں - و لله در ما قال :

لي سکرتان ، و للندمان واحدة
شي خصصت به من بینهم وحدی !

من کان یرجو لقاء الله فان اجل الله لات !

طفلان شهر بے خبرند ، از جنون ما
یا ایں جنوں هنوز سزاوار سنگ نیست !

* * *

یه نه تو نئي خبر هے اور نه کوئي نیا واقعه - تم ایک هفته کے تازه واقعه سے غمگین هو ، لیکن اگر اس قسم کے حوادث پر غمگین هونے کیلیے همیں بنایا گیا هوتا تو هم تاریخ حقوق و حریت سے کہتے که اپنے تئیں اکل سے ، اور ان تمام حوادث و نتائج کا همارے سامنے انبار لگادے جنکے خزائن عبرت و دفائن بصیرۃ اسکے اندر مدفون هیں - اگر ایسا هوتا تو تم دیکھتے که جس حادثه پر تمھیں آج اچنبھا هورها هے ، وه اس امتحان آباد هستي کي کس درجه پرانی ، کس قدر عامة الورود ، اور کس درجه کثیر الامثال و النظائر کہاني هے ؟ تم غمگین هو - که ظفر علي خاں کي آزادي سلب کرلی گئي ، مگر اس وقت تم دیکھتے که اسي دنیا میں کیا کیا کچھه سلب کیا جا چکا هے ، اور بازار عمل میں جو متاع هاے حقیقت رکھي جاچکي هیں ، انکے سامنے تمھارے دست بے مایه کي جنس ناقص کیسي کچھه حقیر هے ؟ في الحقیقت اگر غور کرو تو جلنا بیضاعة مزجاة فاوف لنا الکیل ! کے سوا اور کیا هے جو کہه سکتے هو ؟

ایک عمر چاهیے که گوارا هو نیش عشق
رکھی هے آج لذت زخم جگر کہاں ؟

ولنبلونکم بشي من الخوف و الجوع و نقص من الاموال و الانفس و الثمرات و بشر الصابرین الذین اذا اصابتهم مصیبة قالوا انا لله و انا الیه راجعون :-

پس نه تو اس حادثه پر تعجب هے اور نه شکایت ، نه تو طلب هے اور نه سوال - اس بارے میں میرا طریق سخن ابناء عصر سے بالکل مختلف هے ، اور میرا دل گوارا نہیں کرتا که رسمی طرز تاسف و اعتراض پر اصل حقیقت کو قربان کردوں - جیسا که میں نے همیشه اسطرح کے مواقع پر ظاهر کیا هے ، اب بھي بے پرده کہتا هوں که تعجب اس چیز پر هوتا هے جو ناگہاني هو ، اور شکایت وهاں کي جاتي هے جہاں توقع هو - رها طلب و سوال ، تو اسکے لیے پہلي شرط امید هے اور اب امید هي کسکو رهي هے :

نہیں هے طاقت گفتار اور اگر هو بھي
تو کس امید په کہیے که مدعا کیا هے ؟

* * *

اس امر پر مزید بحث کرنا که گورنمنٹ پنجاب نے جن دفعات کي بنا پر یه کار روائي کی اور جس حالت میں کی ، وه کہاں تک رسمي اور نمایشي اعتراضات سے بچ سکتي هے ؟ في الحقیقت محض بے سود هے - گورنمنٹ پنجاب ایسا کرنا چاهتي تھي اور اس نے کیا - نه تو اس نے جرم کي تشریح کي هے اور نه اسکي چنداں ضرورت تھي :

فقلت وما اذنبت ؟ قالت مجیبة :
وجودک ذنب لا یقاس به ذنب !

یه ظاهر هے که مولوي ظفر علي خاں نے اس مرتبه هندوستان آکر کوئي بات گورنمنٹ کي محبوبات و مطلوبات کے خلاف نه کي تھي بلکه علی الامکان ان میں معین هوے تھے - حتی که آخر میں یه باتیں اس قدر حد سے گذر گئی تھیں که بعض ارباب استقامت اپنے تاسف و تنفض کو چھپا نه سکے تھے - با ایں همه گورنمنٹ پنجاب نے بہت سے خطرات اپنے سامنے دیکھے اور اسکا علاج صرف انکي محبوسیت هی میں نظر آیا : ان تحمل علیه یلهث او تترکه یلهث (۷ : ۱۷۵)

هر عقلمند شخص جو موجوده وقت کی نزاکت اور ضرورت پر نظر رکھتا هے ، یهی راے دیگا که جو کچھه کیا گیا ، گورنمنٹ کیلیے اسکا نه کرنا کرنے سے زیاده پر امن تھا - جبر و تشدد کے نتائج کبھی بھي خوشگوار نہیں هوے هیں ، اور اگر موجوده وقت کو گورنمنٹ نازک سمجھتي هے تو اوسے اور زیاده دانشمند اور بہت زیاده عاقبت اندیش هونا چاهیے - تاهم یه تمام باتیں گورنمنٹ کے سوچنے کي هیں نه که همارے - همارے سامنے اس وقت دو گروه موجود هیں - ایک عام پبلک جو یقیناً اس حادثے سے کمال درجه متاثر هوئي هے - دوسرے وه نفوس خواص جو اپنے ادعاء حق پرستي سے نزول امتحان و ابتلا کو همیشه دعوت دیتے هیں - پہلے گروه سے صرف یه کہنا هے که عسی ان تکرهوا شیئاً و یجعل الله فیه خیراً کثیرا (۴ : ۲۳) اور دوسرے کو یاد دلانا چاهیے که اب سے هزارها سال پیشتر ایک جماعة مومنین قانتین نے حکمران مصر سے کیا کہا تھا ؟

فاقض ما انت قاض	جو کچھه تجھے همارے لیے کرنا هے کر
انما تقضي هذه الحیوة	گذر ! تو زیاده سے زیاده همارے
الدنیـــا ;	اس زندگي هي کا فیصله کرسکتا هے

جو اس دنیا میں ختم هوجائیگی ، حالانکه همارے اصلي زندگي دوسري هے -

یا رب لا تسلبني حبها ابداً
و یرحم الله عبداً قال آمینا !

ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا ، تتنزل علیهم الملائکة الا تخافوا ولا تحزنوا ، و ابشروا بالجنة التي کنتم توعدون - نحن اولیاؤکم فی الحیوة الدنیا و فی الاخرة - (۴۱ : ۳۰)

لبیک ! لبیک ! اللهم لبیک ! لا شریک لک لبیک ! ان الحمد و النعمة لک و الملک لا شریک لک !

میدانِ عرفات اور جبل رحمة جہاں امیر الحج خطبۂ حج پڑھتا ہے ' اور جہاں حجة الوداع میں تکمیلِ شریعت الٰہیہ کا آخری خطبہ مجمع عرب و عجم کو سنایا گیا تھا ۔

منا میں دسویں تاریخ کو حجاج کا ورود اور قربانی ۔

اللهم اعز الاسلام و المسلمین ! و اخذل الکفرة و المبتدعة و المشرکین ! بدوام سلطنت عبدک و ابن عبدک ' الخاضع لجلال کبریائک و مجدک ۔ سلطان البحرین و خاقان البحرین ' خادم الحرمین الشریفین ۔ المغازی و المجاهد فی سبیل الله ۔ السلطان ابن السلطان و السلطان محمد خان ۔ خلد الله تعالیٰ ملکه و سلطنته ۔ اللهم انصره و انصر عساکره ! و کن اللهم حافظه و مؤیده و ناصره ! و اضرب بسیفه رقاب الطائفة الکفرة الفجرة ! یا من بیده امر الدنیا و الاخرة ! ۔

و اذن في الناس بالحج یاتوك رجالا على كل ضامر یاتین من كل فج عمیق !

ربنا اني اسكنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ' ربنا لیقیمو الصلوة ' فاجعل افئدة من الناس تهوی الیهم و ارزقهم من الثمرات لعلهم یشکرون (۱۴ : ۴).

میدان عرفات کی طرف حجاج کا کوچ !

" ان الصفا و المروة من شعائر الله !"

صفا اور مروہ کی پہاڑیاں جہاں حجاج سعی کرتے ہیں !

حجاج کا پڑاؤ عرفات میں !

ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا - و من كفر فان الله غني عن العالمين ! (۳: ۹۱)

جمال کعبہ مگر عذر رہرواں خواہد
کہ جان خستہ دلاں سوخت در بیابانش !

خانۂ کعبہ کے غلاف کا مصری کا محمل جو ہر سال مصر سے ایک جشن عام کے ساتھ روانہ ہوتا ہے ۔

مصری محمل کا مکہ معظمہ میں ورود ۔

مسجد حضرۃ سیدنا حمزہ رضي الله تعالى عنه

حرم شریف کا ایک داخلی منظر عام !

" وادی غیر ذی زرع " (مکۂ معظمہ) کی آبادی کا ایک منظر عمومی !

مسجد قبا اور نخلستان حجاز کا ایک عام منظر !

اعاظم و امراء هند جنهوں نے افواج و اموال سے انگلستان کي اعانت کي

(۱) هزهائنس راجه نرسنگهه گڑه
(۲) مها راجه اندور
(۳) نواب صاحب سچین
(۴) مها راجه جودهپور
(۵) مها راجه پٹیاله
(۶) راجه صاحب سرمور
(۷) مهاراجه ریوا

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروا الله و استغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما (۶۷ : ۰۴)

وادیِ یثرب کجاست ؟ آه ز حرمانِ او ! دامن دل میکشد خار مغیلانِ او !

مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفہا کی آبادی کا ایک منظرِ عمومی !

ان الرسائل للملوک ببابہم و وسیلتی العظمی بهذا الباب !

مدینہ منورہ کا دروازہ باب العنبریہ (جسکو باب الرشادیہ بھی کہتے ہیں)

مسجدِ نبوی کا ایک منظر داخل صحن سے - علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و السلام -

اللهم اعز الاسلام و المسلمین ! و اخذل الکفرۃ و المبتدعۃ و المشرکین ! اللهم شتت شملهم ! اللهم مزق جمعهم ! اللهم دمر دیارهم !.
اللهم انصر من نصر الدین ! و اخذل من خذل المسلمین ! اللهم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیه و سلم و اجعلنا منهم !
و اخذل من خذل دین محمد ولا تجعلنا منهم ! "رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا" انک انت العزیز الحکیم -

ہزہائینس ٹھاکر صاحب گونڈل

ہزہائینس مہاراجہ جیپور

ہزہائینس مہاراجہ کوٹا

ہزہائینس مہاراجہ جمو و کشمیر

ہزہائینس نواب صاحب ٹونک

ہزہائینس مہاراجہ دتیا

ہزہائینس مہاراجہ چرکھاری

اعاظم رجال و امراء ہند جنھوں نے اموال و افواج سے دولت برطانیہ کی اعانت کی

ہز ہائنس بیگم صاحبہ بھوپال

ہزہائنس سرسید محمد حامد علیخان بہادر والئی ریاست رامپور

آسٹریا کا ایک اسٹیمر " پرلیا " جو کلکتہ میں اعلان جنگ کے بعد روک لیا گیا -

" روئن فلس " جرمن بوٹ جو اعلان جنگ کے وقت کلکتہ میں تھا اور روک لیا گیا

خدر پور ہاوس کلکتہ میں جرمن لیڈیں جو اعلان جنگ کے بعد نظر بند کردیے گئے

ہز ہائینس نظام حیدرآباد

ہز ہائینس گائیکواڑ بڑودا

ہز ہائینس مہاراجہ میسور

ہز ہائینس مہاراجہ بیکانیر

ہز ہائینس مہاراجہ گوالیار

حادثۂ الیمۂ مصیبت زدگان ”کوماٹا گاٹو“

مشہور جہاز ”کوما گاٹو مارو“

بج بج (کلکتہ) کا وہ مقام جہاں حادثہ ہوا

گرفتاراں کوما گاٹو کو حادثہ کے بعد کلکتہ پولیس لے جا رہی ہے

ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ٭ و تلک الایام نداولها بین الناس (۳ : ۱۳۴)

ریم (واقع فرانس) کی حسین و جمیل آبادی کا ایک منظر عام جسے جرمن گولہ باری نے برباد کردیا : فما بکت علیهم السماء والارض و ما کانوا منظرین (۴۴ : ۲۹)

ریم کا مشہور عالم گرجا جسکی دیواریں گر چکی ہیں٭ جسکے برج ٹوٹی ہوئی اینٹوں اور گرد و خاک کا ڈھیر ہیں٭ اور زمین مغرب وہ سب کچھہ دیکھہ رہی ہے جو کل تک مشرق کیلیے مخصوص تھا - و تلک الایام نداولها بین الناس ۔

بد بخت بلجیم کے حیات آخریں کی رونق : انٹورپ میں توپخانے کے ساتھہ سپاہیوں کی موٹر کار پر نقل و حرکت

مدراس اور کلکتہ کے دو متفسان منظر !

ساحل مدراس و اطراف کا ایک منظر عام مع برما اوئیل . کمپني کے حوضوں کے جنکو ایمڈن کے گولوں نے مشتعل کردیا ہے اور انسے دھویں کي لٹیں بلند ہو رھي ھیں-

وھي تمر مر السحاب (۶ : ۸۸)

نصف شب کے وقت ایمڈن کي شعلہ افشانیوں کا ایک منظر منور ! تیل کے حوضوں سے شعلے بلند ھیں اور تمام فضاے تاریک روشن ہوگئي ہے !

ارمینین کالج کلکتہ کے والنٹیر

بي - آئي - کمپني کا ایک جہاز چھپرہ حادثۂ ایمڈن کے وقت بندرگاہ مدراس میں مقیم تھا - اسکا ایک افسر مسٹر فلیچر ایمڈن کي گولہ باري کی زد میں آگیا - اسکا جنازہ قبرستا جا رہا ہے !

بعض مناظر متفرقہ جنگ !

میلینیس کی ایک شاہراہ !

انٹورپ : فضائی گولہ باری سے عمارتوں کا نقصان

پیرس سے فوج کا کوچ اور بقال فرانس کی مشایعت !

بلجیمی اجتماع فرسٹلہ میں

ہیور میں زخمی سپاہی

تاریخ مـــراکب هـوائیـه کا ایکـ صفحـه !

وکٹوریا لرٹس نامي ایرو پلین جسمیں سب سے زیادہ جنگی سامان کی تعداد رکھی جاسکتی ہے -

جنگي طیارہ جو فوجي حالات کي تفتیش کر رہا ہے اور جسکی شرح رفتار ۳۸۵ میل فی یوم ہے -

جرمنی کے زپلن قسم کا ایک ہوائی جہاز جسمیں بہ یک وقت ۳۰ آدمي سفر کرسکتے ہیں -

معرکۂ عظیمہ مونس و محاربۂ خط سرحد فرانس !

یہ جنگ کا ایک نہایت درد انگیز منظر ہے - ایک معرکے میں افواج متحدہ کا توپ خانہ جرمن گولہ باری سے بالکل برباد ہو گیا اور تمام توپچی نذر اجل ہوگئے - صرف ایک ہالینڈ سپاہی باقی تھا جو آخر تک موجود رہا

جرمن فوج مونس کے قریب ایک نہر کو حملہ آورانہ عبور کر رہی ہے !

طیارات حربیہ کی ہلاکت افشانی

اس تصویر میں دکھلایا گیا ہے کہ ہوائی جہاز کیونکر سمندر میں اوپر سے بم برسے میں اور کس طرح جہازوں کو برباد کردیتے ہیں ؟

ہوائی جہازوں پر نیچے سے گولہ پھینکنے کیلیے یہ توپ ایجاد کی گئی ہے جسکا نشانہ بخط مستقیم اوپر کی طرف رہتا ہے اور ہوائی جہازوں کی حرکت کے ساتھ اسکی مشینری بھی حرکت کرتی رہتی ہے !

طلسم ایمڈن کی سحر کاریاں !

تو فتنۂ زمانہ شدی ورنہ روزگار
بود ست پیش ازین قدرے آرمیدہ تر !

پریس کمیونک مظہر ہے :

" یہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ایمڈن نے ۱۵ سے ۱۹ اکتوبر کے اندر پانچ اور جہاز غرق کیے ہیں - ان جہازوں کے نام یہ ہیں :

(۱) چلکانا (۲) ٹروایلس (۳) بن مہر (۴) کلاں گرانٹ (۵) پنٹراول -

یہ جہاز بحر ہند کے جنوب مغربی ساحل سے کسی قدر فاصلہ پر غرق کیے گئے -

ان جہازوں کے ملاح اور مسافر سینٹ ایگبرٹ اسٹیمر پر کوچین پہنچے ہیں "

اسي طرح کولمبو کا سرکاري تار ہے :

" ایمڈن نے " میني کوا ے " سے مشرق کے جانب ۱۲۰ میل کي مسافت پر ۵ جہاز غرق کردیے -

چلکانا ' بن مہر ' اور ٹروایلس نامي جہاز بالکل نئے تھے اور پہلي بار سفر کے لیے نکلے تھے - " چلکانا " مسافروں کا اسٹیمر تھا - زغال بردار جہاز " ایکسفورڈ " کوئلے سے بالکل لبریز تھا !

جہاز راني بند ہوگئي ہے ' لیکن گذشتہ شب کي بحري اطلاع واضح کرتی ہے کہ ۲۴ گھنٹے کے اندر راستہ صاف ہوجانیکي امید ہے (جیسا کہ ایک ماہ سے بحمد للہ برابر امید کي جا رہي ہے !)

"کلاں گرانٹ" کے ملاحوں کے علاوہ ۱۳ یورپین مسافر بھي تھے - یہ جہاز اسباب سے لدا ہوا سیلون جا رہا تھا - گورنر مدراس کي کتابیں ' تصاویر ' اور موٹرلس بھي اسي میں تھے ' جنکي قیمت ۲۰۰۰ پاونڈ یعني ۳۰ ہزار روپیہ اندازہ کي گئي ہے - اسکے ذخائر میں ۲۰۰۰ سے زاید وھسکي شراب کے بکس بھي تھے -

ٹراویلس کے اسباب میں ۳۲۰ ٹن یعني ۸۹۹۰ من چاے بھي تھي "

اسي تار سے واضح ہوتا ہے کہ علاوہ ۵ غرق شدہ جہازوں کے ایمڈن نے ایک چھوٹے زغال بردار جہاز " ایکسفورڈ " کو گرفتار کر لیا ہے ' جسکا وزن ۴۵۴۰ ٹن ہے -

(مجموعي نقصانات)

ایمڈن ابتک ۱۵ تجارتي جہازوں کو غرق آب کر چکا ہے جنکے نقصانات کا تخمینہ ۲ ملین پونڈ کیا گیا ہے ' یعني ۳ کروڑ روپیہ -

ایمڈن کے تمام غرق کردہ جہازوں کي فہرست حسب ذیل ہے

نام جہاز	مقدار وزن بحساب ٹن
ڈپلو میٹ	۷۶۱۵
لوراٹ	۶۰۰۰
بن مہر	۴۸۰۶
کلین متھسن	۴۷۷۹
فوالل	۴۱۴۷
ٹرابک	۴۰۱۴
چلکانا	۳۹۵۲
کلاں گرانٹ	۳۹۴۸
کنگ لڈ	۳۶۵۰
کلن	۳۵۴۴
ربرا	۳۵۰۰
ٹروایلس	۳۴۳۷
انکس	۳۳۹۳
ٹالمرک	۳۳۱۴
پنٹ راول	۲۶۶۹

میزان ۷۶۸ ' ۶۲ ٹن

ایمڈن نے ۱۰ ستمبر سے غارتگري شروع کی - ۱۰ اور ۱۴ ستمبر کے درمیان انکس ' لوراٹ ' کلن ' ٹرابک ' ڈپلومیٹ جہازوں کو خلیج بنگال میں غرق کیا اور انکے ملاح اور مسافروں کو کبنگا پر سوار کرکے کلکتہ بھیجدیا -

کبنگا کو روانہ کرنے کے چند گھنٹے بعد " کلین متھسن " پر اپنے گولوں کي مزید مشق فرمائی کي ' اور پھر ۲۲ ستمبر کو مدراس کے سامنے نمودار ہوکر تاریخ ہند میں اول مرتبہ دنیا کي جانب سے جنگي اقدام کیا ' اور برما ائیل کمپني کے حوضوں پر گولے پھینکے -

۴ کے بعد ۲۶ - ستمبر کو بحر ہند کے مغربي ساحل پر کنگ لڈ ' ٹالمرک ' ربرا ' اور فوالل کو غرقاب کیا ' اور امیر البحر کے زغال بردار جہاز " برسک " کو بھي گرفتار کرلیا -

اسوقت سے اس زیادہ حملہ کي رپورٹ تک غالباً وہ جزایر لکادیف میں مقیم رہا ' جو " میني کوالے " سے تقریباً ۱۵۰ میل پر واقع ہیں -

اسي اثنا میں یہ خبر تار برقیوں کے ذریعہ مشہور کي گئي کہ ۲۸ ستمبر کو دو جاپاني جہازوں نے ایمڈن کو غرق کردیا ہے ' ساتھہ ھی ۱۵ - اکتوبر کو امارت بحریہ نے اعلان کیا کہ (انگریزي) کروزر " یا رموتھہ " نے جرمني کے " تارکو مینیا " کو ڈبادیا اور اسیطرح اسٹیمر " یونٹو پورس " کو بھي گرفتار کرلیا جو ایمڈن کے ساتھہ بطور بار بردار جہاز کے رہا کرتا تھا - اس سے یہ قیاس پیدا کرایا گیا کہ ایمڈن بھي ضرور غرق ہوگیا ہوگا -

اس واقعہ کے تاریخ سے ہمیں مطلع نہیں کیا گیا ہے ' لیکن یہ امر قابل غور ہے کہ جس تاریخ کو یہ خبر شائع کي گئی ہے ' عین اسي تاریخ سے ایمڈن نے پھر جہازوں کو مغربي ساحل پر غرق کرنا شروع کردیا ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمڈن کو زندہ چھوڑ دینا بہ نسبت اسکي موت کے زیادہ پر امن ہے !

(اخري حادثہ کي مزید تفصیل)

مدراس ٹائمس نے ایمڈن کے تازہ ترین حملوں کے متعلق جو بیانات شائع کیے ہیں ' انمیں بعض باتیں نہایت دلچسپ ہیں ·

" ۴۰۰ - ستم رسیدگان ایمڈن منگل کے دن کوچین پہونچے - انمیں ایک عورت بھي تھي جسکا نام مسز الیس ہے - مسٹر و مسز الیس مع دو اور مسافروں کے جہاز " ٹراؤس " پر " شنگھے " سے آرہے تھے - ٹراؤس کے کپتان کو خبر دي گئي تھي کہ ایمڈن غالباً خلیج بنگال میں موجود ہے - مگر بد قسمتي سے ایمڈن کو بھي اپنے عجیب و غریب ذرائع سے اسکي اطلاع ہوگئي ' اور اسنے بھي وھي راستہ اختیار کیا جس سے " ٹراؤس " آنیکو تھا - جب ٹراؤس راس کماري (کیپ کومرن) سے گذرا تو دور پر ایک روشني سی نظر آئي - سنیچر کي شب کو جب وہ جزیرہ " میني کواے " پہنچا جو کوچین سے ۲۰ میل پر واقع ہے ' تو ایمڈن نے ایک گولہ پھینکر آگے بڑھنے ہو جانے کا حکم دیا - ٹراؤس کھڑا ہوگیا - ایمڈن کے افسر

میدان کلکتہ میں یوروپین والنٹیروں کی عسکری مشق و نمایش !

چهه هزار والنٹیروں کا ایک حصه جو مشق کررها ہے -

والنٹیروں کا نیا اسکاٹ لینڈی دسته جسمیں ڈهائی سو سپاه هیں -

کلکته لائٹ هارس کی قواعد جسکی تعداد آجکل بہت بڑهگئی ہے -

شئون اسلامیه

جنگ یورپ

اور خلافۃ علیه اسلامیه

الهــلال میں ابتک هم موجودہ جنگ اور مسئلۂ عثمانی پر کچھه نه لکهه سکے - حالانکه یه موضوع اب اس حد تک یقینی هوگیا ہے که بحث و نظر ناگزیر ہے - آج مُراسلہ نگار " نیر ایسٹ " کے بعض بیانات بغیر تردید و نقد کے شائع کردیتے هیں جنسے موجودہ حالات پر ایک حد تک تازہ روشنی پڑتی ہے - ائندہ اس موضوع پر بالتفصیل بحث کرینگے -

(از مراسلۃ یافا مورخه ۷ ستمبر)

جب سے روس اور جرمنی میں جنگ چھڑی ہے' اسوقت سے عثمانی حکومت اپنی فوجیں جمع کر رهی ہے اور جسقدر سپاهی دستیاب هو سکتے هیں سب' طلب کیے گئے هیں - بیان کیا جاتا ہے که صرف یافا اور اسکے ضلع سے ۳۰ هزار آدمی لیے گئے هیں - جو عثمانی یهودی اور عیسائی فوجی خدمت نہیں کرنا چاهتے' ان سے ۵۰ گنی استثنا لیا جاتا ہے -

اس اجتماع کی وجه یه بیان کی جاتی ہے که اگرچه ترکی ناطرفدار رهنا چاهتی ہے' مگر اسے کامل امن کی طرف سے جو اسکی دلی خواهش ہے اسوقت تک اطمینان نہیں هوسکتا جب تک که وہ جنگ کے لیے تیار نه رہے - اسیلیے اسے اپنی سرحدوں پر اور اندرون ملک میں مختلف مواقع پر قابل اور اچھی طرح سے مسلح فوجوں کی کثیر تعداد منقسم رکھنا چاهیے - بظاهر تو یه خیال قابل ستایش معلوم هوتا ہے' مگر زیادہ غور کیجیے تو یه وجه تشفی بخش نہیں معلوم هوتی - اگر واقعی ترکی کا میلان امن کی طرف ہے تو اسقدر وسیع پیمانه پر فوجی اجتماع کی ضرورت نہیں ہے - کہتے هیں که ۱۵ دن کے اندر ۴ ملین آدمی مسلح هوگئے - یعنے چالیس لاکهه آدمی !

(صرف مسلم فوج)

پهر اور تمام مواقع پر تو تمام عثمانیوں کو فوجی خدمت ادا کرنی پڑتی تهی' مگر اس موقعه پر فیس لیکے عیسائیوں اور یهودیوں کو تو مستثنی کر دیا جاتا ہے اور مسلمانوں کو مستثنی نہیں کیا جاتا' اسکے صاف معنی یه هیں که حکومت ایک " مسلم فوج " چاهتی ہے -

جرمن جنرل اور افسر فوج کو جرمن طریقه پر تعلیم دیرہے هیں - بیان کیا جاتا ہے که نابلس' عکاہ' بیت المقدس' سالت وغیرہ متعدد مقامات میں کسی نه کسی قسم کے استحکامات زیر تعمیر هیں' اور یه خبر تو عام طور پر مشهور ہے که دو دن کے اندر ۴۰ هزار فوج مصری سرحد کیطرف غالباً رافع پر بهیجی جائیگی - یہاں یه باتیں مشهور هیں که ترکی اپنی فوجوں کا ایک حصه طرابلس' مراکش اور مصر بهیجنا چاهتی ہے' اور اسکے بعد وہ روس پر اعلان جنگ کردیگی -

فوجی اجتماع نے اس ملک پر بہت هی سنگین اثر ڈالا ہے' جیسا که میں پہلے بیان کرچکا هوں -

بہت سے خاندان جنکے نوجوان مرد بلا لیے گئے هیں انکے پاس اپنی پرورش و تکفل کا کوئی ذریعه نہیں ہے' اور حالات کو بد سے بدتر کرنے کے لیے حکومت نے غذا اور کپڑے کا ایک بڑا حصه بغیر قیمت دیے لیلیا ہے -

یہاں عیسائیوں کو انگلستان اور اسکے حلیفوں کے ساتهه همدردی ہے' یهودی نا طرفدار هیں - اکثر جرمنی کے طرفدار بنائے گئے هیں - وہ اهل جرمنی کا ذکر ایک مخلص مومن کی حیثیت سے کرتے هیں اور اسکی کامیابی کی دعا مانگتے هیں -

(از مراسلۃ سمرنا مورخه یکم ستمبر)

اس وقت تک اس الٹیمیٹم کے متعلق کچھه ٹهیک معلوم نہیں جسکے بابت یه بیان کیا جاتا ہے که مفاهمت ثلاثه نے باب عالی کو دیا ہے - مگر افواہ یه ہے که اس الٹیمیٹم میں ترکی سے کہا گیا ہے که وہ فوراً اپنے ارادے بیان کردے - اس کا اثر یه پڑا ہے که اس ملک میں رهنے والے انگریزوں کے خلاف برے جذبات اور ترقی کر گئے هیں -

ایک دفعه تو یه حالت بہت هی سنگین هوگئی - بندرگاہ میں جسقدر انگریزی تجارتی جہاز تهے سب کو فوراً روانگی کا حکم دیدیا گیا - یہاں کی انگریزی آبادی پر اس کارروائی کا بہت هی دهشت انگیز اثر پڑا' اور بہت سے خاندانوں نے انگریزی قونصل کے اس مشورہ پر عمل کیا که جن لوگوں کو سمرنا چهوڑنا هو وہ جسقدر جلد ممکن هو روانه هوجائیں' کیونکه خوف ہے که هر وقت بندرگاہ بند هو سکتا ہے - نه معلوم کس وقت بند هو جائے ؟ یه مشورہ حتی الامکان خاموشی کے ساتهه دیا گیا تها که جہاں تک هوسکے کم خوف پیدا هو !

جو لوگ سمرنا سے روانه هوے وہ صرف جزیرہ مدلا تک گئے - ان جانے والوں میں سے بعض لوگ سمرنا واپس بهی آگئے هیں -

بہر حال خواہ واقعی خطرہ تها یا نه تها' مگر جسقدر خوف پیدا هوا وہ بالکل غیر ضروری تها' اور اسکی وجه سے اس شهرت کو خاص صدمه پہنچا جو انگریزوں کو " سرد مزاجی " میں حاصل ہے (اور جس کا ظهور میدان جنگ میں اس کثرت و شدت کے ساتهه هو چکا ہے !)

تاهم بعض واقعات سے اس یقین کو مدد ملی که ترکی اهل یورپ اور عیسائیوں دونوں پر حمله کی فکر میں ہے -

سمرنا کے مشهور و معروف موجودہ والی نے جو بظاهر معلوم هوتا ہے که یه عزم کرچکا ہے که میں اپنی قدیم قیام گاہ سالونیکا کی طرح سمرنا کو دشمن کا آسانی سے شکار نه هونے دونگا' کمانڈر کو حکم دیدیا ہے که مختلف اطراف و اکناف شهر میں پولیس کی چوکیوں اور گارد کے گهروں میں پیٹرولیم جمع کرلیا جائے - نیز مشهور هوا ہے که اس نے علی الاعلان اقرار

ٹراؤس پر آلیے اور مسافروں کو ایک دوسرے گرفتار شدہ اسٹیمر پر سوار کرادیا - مسافروں کو بہت کافي مہلت دي گئی تھي - حتی کہ بلیاں اور چند پالتو جانور بھي مسافر اپنے ساتھہ لے جاسکے -

دوسرے دن ٹراؤس کے قیدي دیگر قیدیوں کے ساتھہ ڈیک (جہاز کے بالائي حصے) پر بیٹھے ہوے اسطرح گپ کررہے تھے' جیسے ڈرائنگ روم میں باطمینان بیٹھے ہوے ہیں - سب کوئي ایمڈن کے کیٹ ماؤس (ایک قسم کا کھیل ہے جو ہمارے یہاں کے " آنکھہ مچول" کے مشابہ ہے) کا تماشا دیکھہ رہے تھے -

ایمڈن کي مستعدي اور ہوشیاري کے واقعات نے قدیم افسانوں کے عجائب و غرایب کو زندہ کردیا ہے - اسکے افسر کھیل کود میں لگے رہتے ہیں' لیکن جونہي افق پر کوئي سیاہ دھبہ سے نظر آیا اور کپتان اپنے کام کیلیے مستعد ہو بیٹھا - بیچارے قیدیوں کو اسوقت اختلاج قلب ہونے لگتا ہے کہ اب کوئي نیا شکار پھنسنے والا ہے - وہ دعا کرنے لگتے ہیں کہ ایمڈن اسکا تعاقب نکرے - مگر نہیں ! ایمڈن کیلیے ایسي دعالیں بیکار ہیں - اسکا وجود خود بھي دعاؤں ھي سے پیدا ہوا ہے - وہ معاً بخط مستقیم اس جہاز کے پاس پہونچتا ہے' اسکو کھڑا کرتا ہے' اسپر اپنے جہاز رانوں کو بھیجتا ہے' اور پھر مسافروں کو اتار کر جہاز غرق کردیتا ہے"

اسکے بعد خود مدراس ٹائمس لکھتا ہے :

" میرے مخبر کل ۲۴ گھنٹے ایمڈن پر رہے' اور اس درمیان میں ایمڈن نے سات جہازوں کو گرفتار کیا اور ایک گرفتار شدہ جہاز اسکے ہمراہ پہلے سے موجود تھا - انمیں سے ۵ غرق کردیے گئے - ۲ سے زغال برداري کا کام لیا گیا اور آٹھویں پھر (یعني "سینٹ اگبرٹ" پر) جملہ قیدیوں کو عدن چلے جانیکا حکم دیا اور دور تک اسکے ہمراہ گیا - جب وہ اپنے زغال بردار جہاز کے پاس واپس آیا تو اسے معلوم ہوا کہ سنٹ اگبرٹ پر کافي کھانا نہیں ہے - جو عدن تک کافي ہوسکے - ایمڈن فوراً دوڑا اور سنٹ اگبرٹ کو گولہ پھینک کر ٹھہرایا اور عدن کے بجاے کوچین جانیکا حکم دیا -

جسقدر مسافر یہاں پہنچے ہیں' سب کے سب اہل جرمني کے اخلاق و شرافت اور کمال انسانیۃ و حسن معاملۃ کے مداح ہیں - انکي رحمدلي کي ایک مثال یہ ہے کہ قبل غرق کرنے کے جملہ جاندار چیزوں کو (مثلاً مرغي کتا وغیرہ کو) گولي مار دیا کرتے ہیں تاکہ غرق ہونے کي حالت میں انہیں زیادہ تکلیف نہو -

ایمڈن کو ہر بات کي پوري واقفیت ہے اور وہ دنیا کي پوري پوري خبر رکھتا ہے - اسکا ایک افسر ہمسے کہنے لگا کہ ایمڈن کے جہاز ران جزیرہ " میني کواے" پر آج شام کو فٹ بال کھیلینگے ! ایک قیدي نے پوچھا کہ اگر کوئي انگریزي کروزر آپکے تعاقب میں ہو تو آپ کیا کرینگے ؟ اسنے فوراً جواب دیا کہ ایسا نہیں ہوسکتا - کیونکہ دشمن کا جہاز آج رات کو کولمبو میں رہا ہے - ہمیں سب کچھہ معلوم ہے !

(ایک کپتان کا چشم دید بیان)

مدراس میل کے ایک قایم مقام سے " چلکانا " جہاز کے کپتان " ارکڈیکون " نے حسب ذیل حالات بیان کیے ہیں :

" تقریباً تین ہفتے ہوے کہ " برسک " جہاز کو گرفتار کرلینے کے بعد ایمڈن ڈالگو گرشیا کیلیے کو چلا گیا جو مجمع الجزائر " چگوس " کا بہت ھي بڑا جزیرہ ہے - یہاں ایمڈن نے اپنے پاني گرم کرنے کے خزانے کو صاف کیا اور اسپر باطمینان رنگ چڑھایا - اسکے بعد " برسک " سے کوئلہ لیا اور مزید شکاروں کے کھوج میں نکل کھڑا ہوا - پہلا غرق شدہ جہاز ایک ڈریجر تھا (یعنے سمندر سے موتي وغیرہ نکالنے والا جہاز) اور نیوزیلینڈ جارہا تھا - اسیدن اسکو دوسرا شکار " کلانٹ گرانٹ " بھي ملگیا - اتوار کے دن ۲ بجے " بن مہر " گرفتار کیا گیا - اور اسي دن " ٹرائلس " سے بھي اسکي توپوں کو کھیلنے کا موقعہ ہاتھہ آ گیا -

دوشنبہ کو سینٹ اگبرٹ اور ایکسفورڈ بھي - غرق ہوے ایکسفورڈ اور برسک میں صیغہ امیر البحري کا کوئلا لدا ہوا تھا - ایمڈن کے لے کہا کہ اگر " برسک " اور " ایکسفورڈ " ہاتھہ نہ لگتے تو ہم کسی غیر طرفدار بندر میں چلے جاتے - یہ جگہ کوچین سے صرف ۱۴۰ میل کے فاصلہ پر ہوگي - غرق شدہ جہازات اور آنکے اسباب کے نقصانات کے متعلق ایمڈن کے کپتان نے کہا کہ ۴ یا ۵ ملین اسٹرلنگ سے کم نہیں ہوا ہے - یعني ۶ یا ۷ کروڑ روپیہ -

ٹرائلس کو ابھي صرف ۷ مہینے پاني میں ڈالے ہوے گذرے تھے - اسپر ہزارہا ٹن قیمتي اسباب تجارت لدا تھا -

امریکن جہاز " سینٹ اگبرٹ " مشرق سے نیویورک جارہا تھا - غیر طرفدار جہاز ہونیکي وجہ سے ڈبایا نہیں گیا لیکن قیدیوں کي سواري کیلیے ساتھہ رکھہ لیا گیا - کپتان ارکڈیکن نے کہا کہ ہمارا جہاز غرق شدہ جہاز ، میں ۲۴ واں جہاز تھا - ایمڈن جہازوں کے اوقات نقل و حرکت سے پوري طرح واقف تھا - اُسے اسکي بھي خبر تھي کہ دنیا میں کیا کیا ہو رہا ہے - اخبارات برابر اسکے مطالعہ میں رہے ہیں' اور اس میں بھي شک نہیں کہ کسي خاص جگہ سے اُسے پوري اطلاع ملتي رہتي ہے اور مراسلات کا سلسلہ جاري ہے !!"

(ایمڈن کا طلسم !)

غرق شدہ جہاز " چلکانا " کا کپتان اور دیگر افسر کلکتہ پہنچ گئے ہیں - پریس کے قایمقام سے ایک افسر نے کہا کہ ایمڈن تمام جہازوں کي نقل و حرکت سے پوري طرح آگاہ تھا - ایمڈن کے ایک افسر نے ایک جہاز کو روانہ کرتے وقت کہا کہ ابھی ہملوگوں کو ۳ جہاز اور غرق کرنے ہیں - پھر اُن آنے والے جہازوں میں سے ہر ایک جہاز کے پہونچنے کا وقت بتلایا جو بعد کو بالکل ٹھیک نکلا - اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سمندر کے اندر اس تن تنہا وجود قاہر و حاکم کے ذرائع معلومات کیسے عجیب و غریب و طلسمي ہیں ؟

ایمڈن کے افسروں کي صحت بھي بہت اچھي ہے' اور نہایت مطمئن' فارغ البال' اور خوش و خرم رہتے ہیں - وہ اپني ضرورت کي رسد ہمیشہ بروقت جہازوں سے لے لیا کرتے ہیں -

جہاز " چلکانا " کو خالي کرنے میں ۷ گھنٹے صرف ہوے - اس جہاز پر ۳ بھیڑ تھے - ایمڈن جہاز رانوں نے انکو بڑے شوق سے لے لیا -

" چلکانا " جب پورٹ سعید سے روانہ ہوا تھا تو اس نے اخبار اسٹیٹسمین کا فائل اپنے ساتھہ لے لیا تھا - اس میں اگست کي آخري تاریخوں سے لیکر اول اکتوبر تک کے کل پرچے تھے' اور ان میں ایمڈن کے تمام کارناموں پر بحث و مباحثہ کیا گیا تھا - ایمڈن کے کپتان نے نہایت شوق سے یہ فائل لے لیا اور بڑي دلچسپي سے اُن تمام مضامین کو پڑھتا رہا جن میں دشمنوں نے کمالات کا اعتراف کیا تھا !

ایمڈن کے پاس ویلش کا بہترین امیر البحري کوئلہ ہے جو کم سے کم ایک برس تک کیلیے اسکو کافي ہوگا - اسکا وزن ۴۰۰۰ ٹن ہے -

کپتان ارکڈیکون سے ایک شخص نے کہا کہ ایمڈن تو نہایت ھي چھوٹا جہاز ہے - ایسا کیوں نہیں کرتے کہ پوري قوت کے ساتھہ اپنے جہاز کو لیجا کر اس سے ٹکرا دو ؟ کپتان نے جواب دیا کہ یہ ناممکن ہے - قبل اسکے کہ تمھارا جہاز اسکے پاس پہونچے' تمھارے جہاز پر گولے برسنے لگینگے - علاوہ اسکے پہلا گولہ پھینکنے کے بعد ایمڈن چکر کھا کر جہاز کے عقب میں آجاتا ہے - اسلیے اسکی گرفتاري بہت ھي دشوار ہے - اسکو لاسلکي (بے تار کي خبر رساني کے ذریعہ) ہمیشہ خبریں ملتی رہتي ہیں - یہ اپنے زغال بردار جہاز کي بھي کچھہ پروا نہیں کرتا - اکثر ایسا ہوا ہے کہ اسے کسي صدر مقام پر چھوڑ کر خود شکار کي تلاش میں نکل گیا ہے' اور پھر جب کبھی ضرورت ہوتي ہے اس سے لاسلکی کے ذریعہ گفتگو کرلي ہے"

مقالات

مقــاصـد حـج

دنیا کے تمام مذاهب میں اسلام کي ایک مابه الامتیاز خصوصیت یه هے که اوس نے تمام عبادات و اعمال کا ایک مقصد متعین کیا ' اور اوس مقصد کو نہایت صراحت کے ساتھہ ظاهر کردیا - نماز کے متعلق تصریح کي :

ان الصلوۃ تنهی عــن الفحشــاء والمنکـــر -	نماز هر قسم کی بد اخلاقیوں سے انسان کو روکتي هے -

روزے کے متعلق فرمایا :

لعلکم تتقون	روزے کے ذریعه تملوگ پرهیزگار بنجاؤگے -

زکواۃ کي نسبت بیان کیا :

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم و تزکیهم بهــا -	اونکے مال و دولت میں سے ایک حصه بطور صدقه کے لے لو ' کیونکه تم اوسکے ذریعه اونکو بخل اور حرص و طمع کي بد اخلاقیوں سے پاک و صاف کرسکوگے -

احادیث نے اس سے زیادہ تصریح کردي :

الصدقه اوساخ المسلمین تو خــذ من اغنائهــم و ترد الی فقرائهــم -	صدقه مسلمانوں کے دل کا میل هے ' اونکے دولت مندوں سے لیکر اون کے محتاجوں کو دیدیا جاتا هے -

اسي طرح خداوند تعالی نے حج کے فوائد و منافع کو بهي نہایت وضاحت کے ساتھہ بیان فرمادیا :

لیشهدوا منــافع لهــم و یذکرو اسم الله فی ایام معلومات -	حج کا اصلي مقصد یه هے که لوگ اپنے اپنے فوائد کو حاصل کریں ' اور اوسکے ساتھہ هي چند مخصوص دنوں میں خدا کو یاد بهي کرلیا کریں -

(حج اور تجارۃ بین الملي)

اس آیت میں قرآن حکیم نے جن فوائد کو حج کا مقصد قرار دیا هے ' اون سے اجتماعي و اقتصادي فوائد مراد هیں ' اور یه حج کا ایک ایسا اهم مقصد هے که ابتدا میں جب صحابه کرام نے دیني مقاصد کے منافي سمجهکر اسے بالکل چهوڑ دینا چاها تو الله نے ایک خاص آیت نازل فرمائی :

لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکــم -	اگر زمانه حج میں تجارتي فوائد حاصل کرو تو اسمیں مذهب کا کوئي نقصان نہیں -

قرآن حکیم کا عام طرز خطاب یه هے که وہ جزئیات سے کسي قسم کا تعرض نہیں کرتا - اوسکي توجه همیشه اهم باتوں کي طرف مبذول رهتي هے - اس بنا پر خداوند تعالی نے جس قسم کي تجارت کو حج کا مقصد قرار دیا اور اوسکي ترغیب و حوصله افزائي کي ' وہ عرب کي اقتصادي و تمدني تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافه تها - عرب اگرچه ایک بادیه نشین اور غیر متمدن قوم تهي تاهم معاش کي ضرورتوں نے اوسکو تمدن کی ایک عظیم الشان شاخ یعنے تجارت کي طرف ابتدا هي سے متوجه کردیا تها - قریش کا قافله عموماً شام وغیرہ کے اطراف میں مال لیکر جایا کرتا تها ' اور ان لوگوں نے وهاں کے رهنے والوں سے مستقل طور پر تجارتي تعلقات پیدا کر لیے تهے - خود مکه کے متصل عکاظ اور ذوالمجاز وغیرہ متعدد بازار قائم تهے ' اور وہ حج کے زمانے میں اچهي خاصي تجارتي منڈي بن جاتے تهے - پس اهل عرب کو نفس تجارت کي طرف متوجه کرنے کي چنداں ضرورت نه تهي ' لیکن اسلام جو عظیم الشان و عالمگیر مدنیة پیدا کرنا چاهتا تها ' اوسکي گرم بازاري کیلیے عکاظ ' ذوالمجنة ' اور ذوالمجاز کي وسعت کافي نه تهي ' وہ دنیا کی تمام متمدن قوموں کي طرح تجارت بین الاقوام کا مستقل سلسله قائم کرنا چاهتا تها ' کیونکه وہ دیکهه رها تها که عنقریب افتاب اسلام حجاز کي پہاڑیوں سے بلند هوکر تمام بحر و بر پر چمکنے والا هے -

پس اس آیة کریمه میں جن اقتصادي و تجارتي فوائد کي طرف اشارہ کیا هے ' وہ ایک وسیع بین الملي تجارت کا قیام هے ورنه اهل عرب جس قسم کي تجارت کرتے تهے ' وہ تو هر حالت میں قائم رکهي جاسکتي تهي ' اور قائم تهی - البته تجارت بین الاقوام کا سلسله بالکل قیام امن و بسط عدل و اجتماع عام پر موقوف تها ' اسلیے جب کامل امن و امان قائم هوگیا اور حج نے راستے کے تمام نشیب و فراز هموار کردیے ' تو اوسوقت خدا نے مسلمانوں کو تمدن کي اس منفعت عظیمه کي ترغیب عام دي -

(مقاصد اعلی و حقیقیه)

لیکن اس تصریح و توضیح کے علاوہ قرآن حکیم کا ایک طرز خطاب اور بهي هے جو صرف خواص کے ساتهه تعلق رکهتا هے - قرآن حکیم کا عام انداز بیان یه هے که وہ جن مطالب کو عام طور پر ذهن نشین کرنا چاهتا هے ' یا کم ازکم وہ هر شخص کي سمجهه میں آسکتے هیں ' اونکو تو نہایت کهلے الفاظ میں ادا کر دیتا هے - لیکن جن مطالب دقیقه کے مخاطب صرف خواص هوتے هیں اور وہ عام لوگوں کي سمجهه میں نہیں آسکتے ' اونکو صرف اشارات و کنایات میں ادا کرتا هے -

مقاصد حج میں تجارت ایک ایسي چیز تهي جسکا تعلق هر شخص کے ساتهه تها ' اور اوسکے فوائد و منافع عام طور پر سمجهه میں آسکتے تهے ' اسلیے خدا نے اوسکو نہایت وضاحت کے ساتهه بیان فرما دیا - لیکن حج کا ایک اهم مقصد اور بهي تها جسکو اگرچه صراحتاً بیان نہیں کیا گیا لیکن قدم قدم پر اوسکي طرف اس کثرت سے اشارے کیے که اگر اون تمام آیتوں کو جمع کردیا جاے تو کئي صفحے صرف انهي سے لبریز هو جائیں -

حقایق و معارف الٰهیه کے اظهار میں قرآن حکیم نے عموماً اسي قسم کا طرز خطاب اختیار کیا هے جس سے با وجود ایهام کے حقیقت کا چہرہ بالکل بے نقاب هوجاتا هے : وما یعقلها الا العالمون !

کہا ہے کہ میں اپنے ہاتھہ سے سمرنا کو جلا کے خاک سیاہ کردونگا مگر دشمن کے ہاتھوں میں جانے نہ دونگا -

یہ دھمکی ایسی نہیں کہ نظر انداز کردیجاے - چھند قونصل اس موضوع کے متعلق دریافت کرنے کے لیے والی شہر سے ملنے گئے - لوگوں کا بیان ہے کہ رحمی بے (والی شہر) نے اس دھمکی کو پھر دہرایا - اگرچہ ہمارے طاقتور والی کی قدرت سے یہ باہر ہے کہ اجنبی جہازوں کے آنے سے پہلے وہ تمام شہر کو خاک سیاہ کردے ' تاہم عیسائیوں سے کسی نہ کسی طرح انتقام لینے کے اس عزم سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دل کسقدر غیر معمولی وضع کا ہے ؟

والی شہر کا جرمن دوست اور مشیر فوجی کرنیل ٹرمولیر میدان جنگ روانہ ہوگیا ہے ' مگر وہ اپنے ترکی فوجی رفیق (رحمی بے) کو جرمنی کے طریقے سمجھا گیا ہے - اسوقت رعایا کے خلاف جو بعض سخت تدابیر اختیار کی جارہی ہیں ' انکا سراغ اسی جرمن کرنیل کے اثر تک لگایا جا سکتا ہے -

(ایشیاء کوچک میں فوجی اجتماع)

کوئی ملک ایسا نہ ہوگا جسے گذشتہ سال میں فوجی اجتماع سے اس قدر نقصان پہنچا ہو - معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک کی زراعتی ترقی کی قسمت میں یہی ہے کہ وہ پس پشت ڈالدی جایا کرے - لوگ فوج سے اپنے اپنے گھر واپس آئے ہی تھے کہ پھر بلا لیے گئے - گذشتہ دوسال میں جو تدبیریں اختیار کی گئیں وہ اسوقت کی زیر عمل تدابیر کے مقابلہ میں آسان تھیں - اسوقت رنگروٹ کا داخلہ بخت و اتفاق کے انداز میں ہوتا تھا - اسوقت لوگ رشوت دے دلا کے فوجی خدمت سے بچ جایا کرتے تھے - مگر اس موقعہ پر ایک شخص بھی نہیں بچنے پایا ہے - ایک وقت مقرر کردیا گیا ہے جسکے اندر سب کو قریب ترین مرکز میں حاضر ہو جانا چاہیے - اگر حاضر نہ ہوا تو انتہائی تدابیر اختیار کی جائینگی -

۱۸ سال سے لیکے ۴۲ سال تک تمام قوی الجثہ اشخاص عین اسوقت بلا لیے گئے ہیں جبکہ فصل کے کاٹنے ' سلطانہ نامی انگور کے خشک کرنے ' اور انجیر کے سکھانے کے لیے انکی سخت ضرورت تھی - اسوقت سمرنا کا بندرگاہ اسٹیمروں سے بھرا رہتا تھا ' مگر اب تو صرف ایک جرمن اسٹیمر نظر آتا ہے اور وہ بھی اس عالم میں کہ روانہ نہیں ہوسکتا .... انگریزی قونصلخانہ میں ایک اطلاع نامہ چسپاں کیا گیا ہے جسمیں یہ اطلاع دی گئی ہے کہ انگریزی جہاز پھر سمرنا واپس آسکتے ہیں - یہ اس امر کی عمدہ علامت ہے کہ انگلستان اور ترکی کے تعلقات کی کشیدگی کم ہوگئی ہے ' اور جو لوگ یہاں سے غلہ بھیجتے ہیں انکا جسقدر غلہ یہاں رہگیا ہے وہ اب چلا جائیگا -

آتى امر الله فلا تستعجلوه

مسئلۂ عثمانیہ

اسٹیٹسمین ۲۲ - اکتوبر کے ایڈیٹوریل نوٹ میں لکھتا ہے :

" ترکی حکومت کا " گوبن " اور " برسلوا " کو غیر مسلح کرنے سے انکار کرنا اس امر پر صاف روشنی ہے کہ وہ موجودہ جنگ میں اتحادی دول کے مقابلہ میں کیا طریقہ اختیار کریگی ؟ بحری جنگ کے اصول کے مطابق جرمن کروزر کو جس نے ایک ناطرفدار دریا میں جاکر پناہ لی ہے ' تا اختتام جنگ وہیں مقید رہنا تھا - اگر یہ صحیح ہے کہ یہ جہاز براٹلا اور قسطنطنیہ کے درمیان جرمنی تجارتی جہازوں کی محافظت کرتے ہیں ' تو ترکی بحیثیت ایک غیر جانبدار سلطنت ہونے کے اپنے فرائض کے انجام دہی میں صرف پہلو تہی اور بے پروائی ہی سے کام نہیں لیتی ' بلکہ وہ جرمنوں کو آسچکہ کی آمد و رفت میں مدد دے رہی ہے جہاں اتحادیوں کی کوشش ہے کہ کوئی جرمن جہاز آنے نہ پاے - یہ گویا برطانیہ عظمی کے اصلی مفاد پر براہ راست حملہ ہے اور نہایت ضروری ہے کہ ہندوستان میں اس امر کی اصلیت کو محسوس کیا جاے -

زمانۂ گذشتہ میں برطانیہ عظمی کا جو سلوک ترکی کے ساتھہ رہا ہے وہ دو حادثوں پر مبنی ہے :

(۱) مقدونیا اور دیگر ممالک کی بد نظمی -

(۲) ترکوں کی عزت جو انگریزی سیاح اپنے ساتھہ لیے جاتے ہیں

آخر الذکر ترکی سلوک اور مشرقی راستوں کی حفاظت کے لحاظ سے زمانہ گذشتہ میں انگلستان ترکی کے ساتھہ ہو کر روس کے حملوں کو ہمیشہ روکتا رہا ہے ' اور اول الذکر امر کے سبب سے انگلستان نے بلقانیوں کے ساتھہ انکے آزاد ہونے میں ہمدردی ظاہر کی ہے -

ان دونوں متضاد سلوک کی جھلک گلیڈ اسٹون کے کمپین (جنگ در سنہ ۱۸۷۲) اور " ڈزرائیلی " کی صلح (سنہ ۱۸۷۸) میں کما حقہ نظر آتی ہے -

بہر کیف ہملوگوں کو صرف ہندوستان سے واسطہ ہے اور یہ بات نہایت تشفی بخش ہے کہ ہندوستان کی اسلامی انجمنیں اور کامریڈ اور حبل المتین جیسے موقر اخبار موجودہ حالتوں کا پورا احساس رکھتے ہیں ' اور ترکی پر ظاہر کرچکے ہیں کہ انہیں انگلستان کا تعلق کس درجہ عزیز ہے ؟

ہندوستانی فوج میدان جنگ میں

انگریزی معاصر کلکتہ " امپائر " لکھتا ہے :

" ہندوستان کی دیسی اور انگریزی سپاہ کے یورپ بھیجے جانے سے جرمنی میں بعض بے سر و پا شبہات پھیل رہے ہیں - برن ہارڈی اور پروفیسر شیمن نے اہل جرمنی کو یقین دلایا ہے کہ یورپ میں انگلستان کی جنگی مصروفیت تو اس کی مقتضی تھی کہ ہندوستان میں بغاوت ہو جائے - ایسی حالت میں ہندوستان سے کالی اور گوری فوجونکا فرانس بھیجا جانا فی الحقیقت جرمنوں کیلیے ایک عقدۂ لاینحل ہے - فرینک فورٹ زیٹنگ (جرمنی اخبار) لکھتا ہے :

" اگر یہ رپورٹ صحیح ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ حکومت برطانیہ ہندوستانیوں سے بہت خوف زدہ ہے ' یہی وجہ ہے کہ ہندوستان سے ہندوستانی سپاہ یورپ بھیجے جارہے ہیں تا کہ وہ ہندوستان کے اندر رہکر ملکی بغاوت کو زیادہ پر خطر نہ بنادیں - بہر حال ہمیں اطمینان ہے کہ کسی حالت میں بھی ہندوستانی سپاہی جنگ پر کوئی قوی اثر نہیں ڈالسکتے - "

اندر خدا کے سوا سب کچھہ تھا اور صرف اسی کے جمال جہاں آرا کی کمی تھی - اسلیے اوسکی تجدید و نفخ روح کیلیے ایک مدت کے بعد حضرت ابراهیم علیه السلام کی دعا کا سب سے آخری نتیجه ظاهر هوا - اونہوں نے کعبۃ اللہ کی بنیاد رکھتے هوے دعا کی تھی :

ربنا و ابعث فیهم رسولا منهم یتلو علیهم آیاتک و یعلمهم الکتب و الحکمة و یزکیهم و انت العزیز الحکیم (بقره)

خدایا آنکے درمیان اونہی لوگوں میں سے ایک پیغمبر بھیج که وہ اونکو تیری آیتیں پڑھکر سناے اور کتاب اور حکمت کی تعلیم دے' اور اونکے نفوس کا تزکیه کرے۔ تو بڑا صاحب اختیار اور صاحب حکمت ہے !

چنانچه اسکا ظہور وجود مقدس حضرۃ رحمة للعالمین و ختم المرسلین علیه الصلوۃ و التسلیم کی صورت میں هوا جو ٹھیک ٹھیک اس دعا کا پیکر و ممثل تھا :

هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلو علیهم ایاته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب و الحکمة -

وہ خدا جس نے ایک غیر متمدن قوم میں سے اپنا ایک رسول پیدا کیا جو اللہ کی آیات اسکو سناتا ہے' اسکے نفوس کا تزکیه کرتا ہے' اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے !

پس اونہوں نے جو قوم پیدا کردی تھی' اوسیکے اندر سے ایک پیغمبر اوٹھا - اوسنے اس گھر میں سب سے پہلے خدا کو ڈھونڈھنا شروع کیا' لیکن وہ اینٹ پتھر کے ڈھیر میں بالکل چھپ گیا تھا - فتح مکہ نے اس انبار کو ھٹا دیا تو خدا کے نور سے قندیل حرم پھر روشن هوگئی - وہ قوم جسکے لیے حضرت ابراهیم علیه السلام نے دعا فرمائی تھی' اس پیغمبر کے فیض صحبت سے بالکل مزکی و تربیت یافته هوگئی تھی - اب ایک مرکز پر جمع کرکے اوسکے مذهبی جذبات کو صرف جلا دینا باقی تھا - چنانچه اسکے خانه کعبه کے اندر لاکر کھڑا کردیا گیا' اور اسکی مقدس قدیم مذهبی یادگاروں کی تجدید و احیاء سے اوسکے مذهبی جذبات کو بالکل پخته و مستحکم کردیا :

کبھی اون سے کہا گیا :

ان الصفا و المروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیه ان یطوف بهما (بقره) .

صفا و مروہ خدا کی قائم کی هوئی یادگاریں هیں' پس جو لوگ حج یا عمرہ کرتے هیں' اون پر ان دونوں کے درمیان طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں -

کبھی اونکو مشعر حرام کی یاد دلائی گئی :

فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام (بقره)

جب عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام (مزدلفه) کے نزدیک خدا کی یاد کرو !

خانه کعبه خود دنیا کی سب سے قدیم یادگار تھی' لیکن اوسکی ایک ایک یادگار کو نمایاں تر کیا گیا :

فیه ایات بینات مقام ابراهیم -

اوس میں بہت سی کھلی هوئی نشانیاں هیں - منجمله اونکے ایک نشانی حضرۃ ابراهیم کے کھڑے هونے کی جگه ہے -

لیکن جو لوگ خدا کی راہ میں ثابت قدم رہے' اونکے نقش پا سجدہ گاہ خلق هونے کے مستحق تھے - اسلیے حکم دیا گیا :

واتخذوا من مقام ابراهیم مصلی -

اور ابراهیم کے کھڑے هونے کی جگه کو اپنا مصلی بنا لو ! .

مادی یادگاروں کی زیارت صرف سیر و تفریح کیلیے کی جاتی ہے' لیکن روحانی یادگاروں سے صرف دل کی آنکھیں هی بصیرت حاصل کرسکتی هیں - اسلیے اونکے ادب و احترام کو اتقا و تبصر کی دلیل قرار دیا گیا :

و من یعظم شعائر اللہ فانها من تقوی القلوب (حج)

اور جو لوگ خدا کی قایم کی هوئی یادگاروں کی تعظیم کرتے هیں' تو یه تعظیم اونکے دلوں کی پرهیزگاری پر دلالت کرتی ہے -

و من یعظم حرمات اللہ فهو خیر له عند ربه (حج)

اور جو شخص خدا کی قرار دی هوئی قابل ادب چیزوں کا احترام کرتا ہے' تو خدا کے نزدیک اسکا نتیجه اوسکے حق میں بہتر ہے -

آنحضرت صلی اللہ علیه و سلم ان مقدس یادگاروں کے روحانی اثر و نفوذ کو دلوں میں جذب کرادینا چاهتے تھے' اسلیے خاص طور پر لوگوں کو اون کی طرف متوجه فرماتے رهتے تھے :

هذه مشاعر ابیکم ابراهیم !

خوب غور سے دیکھو اور بصیرت حاصل کرو' کیونکه یه تمہارے باپ ابراهیم کی یادگاریں هیں !

(اعلان تکمیل)

جب اسلام نے اس جدید النشئة قوم کے وجود کی تکمیل کردی اور خانه کعبه کی ان مقدس یادگاروں کی روحانیت نے اوسکی قومیت کے شیرازہ کو مستحکم کردیا' تو پھر ملۃ ابراهیمی کی فراموش کردہ روش دکھا دی گئی :

فاتبعوا ملة ابراهیم حنیفا و ما کان من المشرکین -

پس ابراهیم کے طریقه کی پیروی کرو جو صرف ایک خدا کے هو رہے تھے -

اب تمام عرب نے ایک خط مستقیم کو اپنا مرکز بنالیا' اور قدیم خطوط منحنیه حرف غلط کے طرح مٹا دیے گئے - جب یه سب کچھہ هوچکا تو اسکے بعد خداے ابراهیم و اسمعیل کا سب سے بڑا احسان پورا هوگیا :

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا !

آج میں نے تمہارے اوس دین کو کامل کردیا جس نے تم کو ایک قومیت کے رشتے میں منسلک کردیا ہے' اور اپنے تمام احسانات تم پر پورے کردیے' اور تمہارے لیے صرف ایک دین اسلام هی کو منتخب کیا -

---

السلام علیکم - کچھہ مدت سے اپنے ایک مہربان سے اخبار الہلال لیکر پڑھ لیا کرتا تھا - لیکن اب مجھے اسکے مطالعه سے محروم رکھا جاتا ہے - میں خود نہایت هی غریب شخص هوں چندہ کی رقم ادا نہیں کر سکتا - اسواسطے بذریعه اپکے اخبار کے تمام مسلمانوں سے درخواست کرتا هوں که اگر کوئی نیکدل مسلمان اس عاجز کے نام پرچه جاری کرادے تو انکے حق میں همیشه دعاے خیر کرتا رهونگا -

فیض بخش

سفر حج در حقیقت انسانی ترقیوں کے تمام مراحل کا مجموعہ ہے۔ اسکے ذریعہ انسان تجارت بھی کر سکتا ہے ' علمی تحقیقات بھی کر سکتا ہے ' جغرافیا اور سیاحت علمیہ کے فوائد بھی حاصل کر سکتا ہے ' مختلف قوموں کے تمدن و تہذیب سے آشنا بھی ہو سکتا ہے' ان میں باہم ارتباط و علائق بھی پیدا ہوسکتے ہیں۔' اشاعت مذہب و تبلیغ حق و معروف کا فرض بھی انجام دیسکتا ہے ' سب سے آخر اور سب سے بڑھکر یہ کہ تمام عالم کی اصلاح و ھدایت' و انسداد مظالم و فتن ' و قلع و قمع کفار و مفسدین' و اعلان جہاد فی سبیل الحق و العدالۃ کیلیے بھی وہ ایک بین الملی مرکز و مجمع عموم اہل ارض کا حکم رکھتا ہے -

(امۃ مسلمہ)

لیکن ان تمام چیزوں سے مقدم اور ان تمام ترقیوں کا سنگ بنیاد ایک خاص امۃ مسلمہ اور حزب اللہ کا پیدا کرنا اور اوسکا استحکام و نشو و نما تھا -

حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے حج کا مقصد اولین اسیکو قرار دیا تھا :

ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک و ارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم۔

خدایا ! ہم کو اپنا فرماں بردار بنا ' ہماری اولاد میں سے اپنی ایک امۃ مسلمہ پیدا کر' اور اگر ہم سے اس فرماں برداری میں کوئی لغزش ہو تو اوسکو معاف فرما ! تو بڑا مہربان اور معاف کرنے والا ہے !

لیکن جس قالب میں قومیت کا ڈھانچہ تیار ہوتا ہے ' اوس میں دو قوتیں نہایت شدت اور وسعت کے ساتھہ عمل کرتی ہیں: آب و ہوا اور مذہب - آب و ہوا اور جغرافیانہ حدود طبیعیہ اگرچہ قومیت کے تمام اجزاء کو نہایت وسعت کے ساتھہ احاطہ کرلیتے ہیں ' لیکن اونکے حلقہ اثر میں کوئی دوسری قوم نہیں داخل ہوسکتی - یورپ اور ہندوستان کی قدیم قومیت نے صرف ایک محدود حصۂ دنیا میں نشو و نما پائی ہے ' اور آب و ہوا کے اثر نے ان کو دنیا کی تمام قوموں سے بالکل الگ تھلگ کردیا ہے - لیکن مذہب کا حلقہ اثر نہایت وسیع ہوتا ہے - وہ ایک محدود قطع زمین میں اپنا عمل نہیں کرتا بلکہ دنیا کے ہر حصے کو اپنی آغوش میں جگہہ دیتا ہے - کرۂ آب و ہوا کا طوفان خیز تصادم اپنے ساحل پر کسی غیر قوم کو آنے نہیں دیتا مگر مذہب کا ابر کرم اپنے سایے میں تمام دنیا کو لے لیتا ہے - حضرت ابراہیم علیہ السلام جس عظیم الشان قوم کا خاکہ تیار کر رہے تھے اوسکا مایہ خمیر صرف مذہب تھا ' اور اوسکی روحانی ترکیب' عنصر آب و ہوا کی آمیزش سے بالکل بے نیاز تھی۔ جماعت قائم ہوکر اگرچہ ایک محسوس مادی شکل میں نظر آتی ہے' لیکن درحقیقت اوسکا نظام ترکیبی بالکل روحانی طریقہ پر مرتب ہوتا ہے جسکو صرف جذبات و خیالات' بلکہ عام معنوں میں صرف قواے دماغیہ کا اتحاد و اشتراک ترتیب دیتا ہے۔ اس بنا پر اس قوم کے پیدا ہونے سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک مذہبی رابطۂ اتحاد کے سر رشتہ کو مستحکم کیا :

اذ قال له ربه اسلم قال اسلمت لرب العالمین و وصی بها ابراہیم بنیه و یعقوب: یابنی ان الله اصطفی لکم الدین فلا

جبکہ ابراہیم سے اوسکے خدا نے کہا کہ صرف ہماری ہی فرمانبرداری کرو' تو اونہوں نے جواب دیا کہ میں مسلم ہوا پروردگار عالم کیلیے - اور پھر اسی طریقہ اسلامی کی انہوں نے اور یعقوب نے اپنی نسل کو وصیت کی اور کہا کہ

تموتن الا وانتم مسلمون (بقرہ)

خدا نے تمہارے لیے ایک نہایت برگزیدہ دین منتخب کردیا ہے - تم اوسپر عمر بھر قائم رہنا اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا -

(نشأۃ اولی)

لیکن جماعت عموماً اپنے مجموعہ عقائد کو مجسم طور پر دنیا کے فضاے بسیط میں دیکھنا چاہتی ہے اور اوسکے ذریعہ اپنی قومیت کے قدیم عہد مودت کو تازہ کرتی ہے' اسلیے اونہوں نے اس جدید النشأۃ قومیت کے ظہور و تکمیل کیلیے ایک نہایت مقدس اور وسیع آشیانہ تیار کیا :

اذ یرفع ابراہیم القواعد من البیت و اسمعیل: ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم (بقرہ)

جب ابراہیم اور اسمعیل خانہ کعبہ کی بنیاد ڈال رہے تھے تو یہ دعا انکی زبانوں پر تھی : خدایا ہماری اس خدمت کو قبول کرلے ! تو دعاوں کا سننے والا اور نیتوں کا جاننے والا ہے - !

یہ صرف اینٹ پتھر کا گھر نہ تھا بلکہ ایک روحانی جماعت کے قالب کا آب و گل تھا ' اسلیے جب وہ تیار ہوگیا تو انہوں نے اوس جماعت کے پیدا ہونیکی دعا کی : ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک - اب یہ قوم پیدا ہوگئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آخری وصیت کے ذریعہ اس روحانی سر رشتۂ حیات کو اوسکے حوالے کردیا :

و وصی بها ابراہیم بنیه و یعقوب یابنی ان الله اصطفی لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون۔

اور ابراہیم اور یعقوب دونوں نے اس روحانی طریقہ نشو و نما کی اپنے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ خدا نے تمہارے لیے ایک برگزیدہ دین منتخب فرمادیا ہے - تم اسی پر قائم رہنا !

اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیه ما تعبدون من بعدی' قالوا نعبد الهک واله آبائک ابراہیم و اسمعیل و اسحق الها واحدا و نحن له مسلمون (بقرہ)

اور پھر کیا تم اوسوقت موجود تھے جب یعقوب کے سر پر موت آموجود ہوئی اور اوس آخری وقت میں اونہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا : میرے بعد کس چیز کی پوجا کروگے ؟ اونہوں نے جواب دیا کہ ہم تیرے اور تیرے مقدس باپ ابراہیم و اسمعیل و اسحق کے خداے واحد کی عبادت کرینگے ' اور ہم اوسی کے فرمانبردار بندے ہیں !

(آثار قائمہ و ثابتہ)

اب اگرچہ یہ جماعت دنیا میں موجود نہ تھی اور اوسکے آثار صالحہ کو زمانے نے بے اثر کردیا تھا :

تلک امۃ قد خلت لها ما کسبت و لکم ما کسبتم (بقرہ)

وہ قوم گذر گئی' اوس نے جو کام کیے اوسکے نتائج اوسکے لیے تھے' اور تم جو کچھہ کروگے اوسکے نتائج تمہارے لیے ہونگے -

لیکن اوسکی تربیت و نشو و نما کا عہد قدیم اب تک دستبرد زمانہ سے بچا ہوا تھا' اور اپنے آغوش میں مقدس یادگاروں کا ایک وسیع ذخیرہ رکھتا تھا - اوسکے اندر ابتک آب زمزم لہریں لے رہا تھا' صفا و مروہ کی چوٹیوں کی گردنیں ابتک بلند تھیں' مذبح اسمعیل ابتک مذہب کے گرم خون سے رنگین تھا' حجر اسود ابتک بوسہ گاہ خلق تھا ' مشاعر ابراہیم ابتک قائم تھے' عرفات کے حدود میں ابتک کوئی تبدیلی نہیں کیگئی تھی' غرضکہ اوسکے

عشر رجلا ' فاستقبل القبلة ثم مد یدیه فجعل یهتف بربه : اللهم انجزلي ماوعدتني ' اللهم ات ماوعدتني ' اللهم ان تهلک هذه العصابة من اهل الاسلام لا تعبد في الارض - فمازال یهتف بربه مادا یدیه مستقبل القبلة حتی سقط رداه عن منکبیه فاتاه ابوبکر فاخذ رداه فالقاه علی منکبیه: ثم التزمه من ورائه و قال یانبي الله کفاک ماشدتک ربک فانه سینجز لک ما وعدک - (مسلم)

هیں ' تو آپ قبله کي طرف متوجه هوگئے ' اور دونوں هاتهوں کو پهیلاکر خدا کو پکارنا شروع کیا : " خدایا ! تونے مجهسے فتح و ظفر کا جو وعده کیا هے اوسکو پورا کر ! خدایا ! اگر مسلمانوں کا یه مختصر گروه فنا هوگیا تو پهر تیري عبادت کرنیوالا کوئي نه رهیگا ! وه اسیطرح هاتهه پهیلاکر متصل پکارتے رهے ' یہاں تک که جوش استغراق میں آنکي دوش مبارک سے چادر گرگئي - حضرت ابوبکر نے آپ کے اس تضرع و الحلح کو دیکها تو پاس آئے اور چادر اوٹها کر آپ کے کاندهے پر ڈالدي - پهر پیچهے سے اکر آپ سے لپٹ گئے ' اور کہا " یا رسول الله ! آپ اپني مناجات ختم کیجیے ' خدا نے آپ سے جو وعده کیا هے اوسکو بهت جلد پورا کریگا -

میدان جنگ میں اوسکو شدید زخم لگتا هے ' تو اس حالت میں صرف یه کهکر خاموش هوجاتا هے :

رب اغفر لقومي فانهم لا یعلمون ! (مسلم)

خدایا ! میري قوم کو معاف فرما ' کیونکه وه لوگ حق کو نهیں جانتے !

لیکن جب کبهي اوسکے هاتهه سے جهاد کا اصل مقصد فوت هوجاتا هے تو وه ازفرق تا بقدم غضب و قهر الهي کا پیکر جلال و جبروت بن جاتا هے :

ملاء الله قبورهم نارا قد شغلونا عن الصلوٰة وسطی.

خدا کفار کي قبروں کو آگ سے بهردے کیونکه اونهوں نے هماري نماز عصر قضا کرادي -

قصه مختصر ' ایک فاتح میدان جنگ میں سر پر غرور مگر ایک پیغمبر جبیں نیاز هوتا هے ' ایک بادشاه میدان جنگ میں زبان خود ستا مگر ایک داعي حق زبان شکر سنج هوتا هے ' ایک بادشاه میدان جنگ میں غیظ و غضب کا آتشکده ' مگر ایک منادِ توحید رحم و کرم کا سرچشمه هوتا هے - ان دونوں متضاد حالتوں کا انجام بهي نهایت مختلف اور عبرت خیز هے - بادشاهوں کے سر پر غرور بارها ٹهکرا دیے گئے ' لیکن کسي مرید من الله کي جبین نیاز خاک مذلت سے آلوده نه هوئي - بادشاهوں کي زبان خود ستا بارها ذلت کے ساتهه خاموش کر دیگئي ' لیکن کسي داعي الهي کا نغمهٔ حمد و شکر کبهي بهي چپ نه هوا - بادشاهوں کے غیظ و غضب کے شعلے بارها بجها دیے گئے هیں ' مگر کسي پیغمبر کے دریاے کرم کو دنیا کے خس و خاشاک نه روک سکے : ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انهم لهم المنصورون - و ان جندنا لهم الغالبون -

---

تذکرة الشعرا

ازحسرت موهاني

سال میں چار بار سو سو صفحوں پر - سالانه حجم ۴۰۰ صفحے - قیمت سالانه ۲ روپیه مع محصولڈاک -

في پرچه ۸ آنه مع محصولڈاک

یعني اردو زبان کے تمام مشہور اور صاحب دیوان اساتذه کا ایک مبسوط تذکره مع ضمیمه تذکرة الشعرا یعني انتخاب دواوین اساتذه مطبوعه و غیر مطبوعه نایاب - پہلا پرچه مختصر حالات و تنقید کلام ثاقب و رسا شاگردان داغ و ضمیمه انتخاب دیوان اسیر - شیفته و تنہا - شاگردان مصحفي شائع هو چکا هے -

المشتهر

سید فضل الحسن حسرت موهاني سابق اڈیٹر اردوے معلی علیگڈه

تاریخ و عبر

تاریخ فرضیت حج

اهل عرب نے اگرچه حضرت ابراهیم علیه السلام کے مجموعه تعلیم هدایت کو بالکل بهلا دیا تها ' لیکن اونهوں نے خانه کعبه کے کنگرے پر چڑهکر تمام دنیا کو جو دعوت عام دي تهي ' اوسکي صداے بازگشت اب تک عرب کے در و دیوار سے آرهي تهي :

و اذبوانا لابراهیم مکان البیت ان لا تشرک بي شیئا و طهر بیتي للطائفین والقائمین والرکع السجود و اذن في الناس بالحج یاتوک رجالا و علی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق -

اور جب هم نے حضرت ابراهیم کیلیے ایک معبد قرار دیا اور حکم دیا که هماري قدوسیت و جبروت میں اور کسي چیز کو شریک نه ٹهرانا ' اور اس گهر کو طواف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کیلیے همیشه پاک و مقدس رکهنا ! نیز هم نے حکم دیا که دنیا میں حج کي پکار بلند کردو ! لوگ تمهاري طرف دوڑتے هوے چلے آئینگے - ان میں پیاده پا بهي هونگے اور وه بهي جنهوں نے مختلف قسم کي سواریوں پر دور دراز مقامات سے قطع مسافت کي هوگي -

(بدعات و محدثات جاهلیة)

لیکن سچ کے ساتهه جب جهوٹ ملجاتا هے تو وه اور بهي خطرناک هوجاتا هے - اهل عرب نے اگرچه حضرت ابراهیم علیه السلام کی اس سنت قدیمه کو اب تک زنده رکها تها ' لیکن بدعات و اختراعات کي آمیزش نے اصل حقیقت کو بالکل گم کردیا تها :

(۱) خدا نے اپنے گهر میں حضرت ابراهیم علیه السلام کو قیام کي اجازت صرف اس شرط پر دي تهي که " کسیکو خدا کا شریک نه بنانا " ان لا تشرک بي شیئا - لیکن اب خدا کا یه گهر تین سو ساٹهه بتوں کا مرکز بن گیا تها ' اور اونکا طواف کیا جاتا تها -

(۲) خدا نے حج کا مقصد یه قرار دیا تها که دنیوي فوائد کے ساتهه خدا کا ذکر قائم کیا جاے ' لیکن اب صرف آبا و اجداد کے کارنامهاے فخر و غرور کے ترانے گاے جاتے تهے -

(۳) حج کا ایک مقصد تمام انسانوں میں مساوات قائم کرنا تها ' اسیلیے تمام عرب بلکه تمام دنیا کو اسکي دعوت عام دیگئي اور سب کو وضع و لباس میں متحد کردیا گیا - لیکن قریش کے غرور و تفضیل نے اپنے لیے بعض خاص امتیازات قائم کرلیے تهے جو اصول مساوات کے بالکل منافي تهے - مثلاً تمام عرب عرفات کے میدان میں قیام کرتا تها ' لیکن قریش مزدلفه سے باهر نهیں نکلتے تهے اور کهتے تهے که هم متولیان حرم حرم کے باهر نهیں جاسکتے - جسطرح آجکل کے امراء فسق و والیان ریاست عام مسلمانوں کے ساتهه مسجد میں آکر بیٹهنے اور دوش بدوش کهڑے هونے میں اپني توهین سمجهتے هیں -

(۴) قریش کے سوا عرب کے تمام مرد و زن برهنه طواف کرتے تهے - ستر عورت کے ساتهه صرف وهي لوگ طواف کرسکتے تهے جنکو قریش کي طرف سے کپڑا ملتا تها ' اور قریش نے اسکو بهي اپني اظهار سیادت کا ایک ذریعه بنا لیا تها -

اُسوۂ حسنہ

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ !

صحیفۂ نبوت کا ایک صفحہ !

میدان جہاد میں پیغمبرانہ جاہ و جلال کا ایک روحانی منظر !

فاتح اور پیغمبر کا امتیاز

جہاد اسلامي کي حقیقت جن مقاصد پر مشتمل ہے ' اوس کے لحاظ سے وہ دنیوي لڑائیوں سے بالکل مختلف ہے ' اور یہ اختلاف اس قدر بدیہي ہے کہ ہم کو اوسکي ظاہري شکل کے ایک ایک خط و خال کے اندر نمایاں طور پر نظر آسکتا ہے -

ایک فاتح جب ملک گیري کے ارادہ سے میدان جنگ کا رخ کرتا ہے تو طبل و دہل کے غلغلے اور قرناء و برق کے ترانے خیر مقدم بجا لاتے ہیں - سر پر پرچم لہراتا ہے - چتر شاہي آفتاب کي شعاعوں کو بھي اوسکي طرف نگاہ گرم سے دیکھنے نہیں دیتا - جاہ و جلال کا یہ دیوتا میدان جنگ میں ایک مجسمہ کي طرح کھڑا کردیا جاتا ہے اور تمام فوج اسي مرصع بت کے گرد طواف کرنے لگتي ہے - عظمت و جبروت کا یہ منظر دنیا کو دفعتاً مرعوب کردیتا ہے ' اور اس رعب و داب کے احساس سے اس دنیوي فاتح کا سر بادۂ کبر و نخوت سے لبریز ہو جاتا ہے - یہاں تک کہ خاک و خون میں مل کر بھي یہ نشہ نہیں اوترتا - اگر کوئي اس سر پر غرور کو ٹھکرا دیتا ہے تو اوس سے مغرورانہ صدا بلند ہوتي ہے :

زمین را منم تاج تارک نشین
مجنبان مرا تا نجنبد زمین

لیکن ایک پیغمبر کي حالت اس سے بالکل مختلف ہوتي ہے ' وہ گھر سے جب نکلتا ہے تو اگرچہ مخلصین و مومنین کي ایک جماعت اوسکے ساتھہ ہوتي ہے ' لیکن وہ اپنا رفیق سفر صرف خدا کو بناتا ہے :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سافر قال اللہم انت الصاحب فی السفر و الخلیفۃ فی الاہل ! اللہم انی اعوذ بک من و عثاء السفر و کآبۃ المنقلب و سوء المنظر فی الاہل والمال اللہم اطو لنا الارض و ہون علینا السفر !	آنحضرت جب بغرض جہاد روانہ ہوتے تھے تو یہ دعا کرتے تھے : "خدایا ! تو ہي ہمارا رفیق سفر ہے ' تو ہي ہمارے بال بچوں میں ہمارا قائم مقام ہے ' خدایا ! سفر کي شدائد ' اور پلٹ کر اہل و عیال کو برے حال میں دیکھنے کي مصیبت سے پناہ مانگتا ہوں ' خدایا مسافت سفر کو کم کردے اور ہمارے لیے آسان بنادے !

(۲)

وہ سواري کي پشت پر قدم رکھتا ہے تو خدا کا شکر ادا کرتا ہے :

سبحان الذي سخر لنا ہذا وما کنا لہ مقرنین -	کیا پاک و برتر ہے وہ خدا جس نے اس جانور کو ہمارا فرمانبردار بنا دیا ورنہ ہم اسکي قدرت نہیں رکھتے تھے -

وہ سفر سے پلٹتا ہے تو راہ میں خدا کي حمد کا ترانہ گاتا ہوا چلتا ہے !

آئبون ' تائبون ' عابدون ' لربنا حامدون !	ہم توبہ کرکے لوٹتے ہیں ' ہم خدا کے عبادت گذار بندے ہیں ' اور ہم اپنے رب کي حمد و ثنا کرتے ہیں !

پہاڑ کي چوٹیوں پر چڑھتا ہے تو غلغلۂ تکبیر بلند کرتا ہے ' نیچے اوترتا ہے تو ترنم ریز تسبیح و تہلیل ہوتا ہے !

فوج کو روانہ کرتا ہے تو اوسکو نہ غرور طاقت کي یاد دلاتا ' نہ اوسکے جوش کو دو آتشہ کرتا ' نہ قدیم کارنامہاے شجاعت کا تذکرہ کرکے اوسکے دل کو گرماتا ہے ' بلکہ اوسکے دین کو ' اسکي امانت کو ' اسکے تمام نتائج اعمال کو خدا کے سپرد کرکے رخصت کردیتا ہے :

استودع اللہ دینکم وامانتکم وخواتیم اعمالکم -	میں تمہارے دین ' تمہاري امانت ' اور تمہارے نتائج اعمال کو خدا کے سپرد کرکے تمکو خدا کي راہ میں جہاد کرنے کیلیے بھیجتا ہوں !

(۳)

وہ منازل پر اوترتا ہے تو نہ تو سلاطین کي طرح اوسکے لیے خیمے قائم کیے جاتے ہیں ' نہ فرش و بساط شاہانہ سے زمین اراستہ ہوتي ہے ' اور نہ میدان کا نشیب و فراز ہموار کیا جاتا ہے - وہ خدا کا نام لیکر فرش خاک پر لیٹ جاتا ہے اور اس نام کي عظمت کے سہارے پر زمین ہي کو اپني حفاظت کي خدمت سپرد کردیتا ہے :

یا ارض ربي وربک اللہ اعوذ باللہ من شرک و شر ما فیک ومن شر ما یدب علیک	اے زمین ! میرا اور تیرا ' دونوں کا خدا ایک ہي ہے - میں تیرے شر سے ' تیري سطح باطني کے شر سے ' اور تجھپر چلنے والوں کے شر سے ' پناہ مانگتا ہوں !

(۴)

وہ سفر جہاد سے پلٹ کر گھر پہنچتا ہے تو سب سے پہلے اوسکو خدا کا گھر یاد آتا ہے اور مسجد میں جاکر دو رکعت نماز ادا کرتا ہے ' جب اوسکو فتح و ظفر کي خبر ملتي ہے تو نہ تو اوسکے سامنے شادیانے بجائے جاتے ہیں ' نہ جشن شاہانہ کي تیاریاں کي جاتي ہیں ' نہ عیش و طرب کے ترانے گائے جاتے ہیں - وہ صرف اپنے خدا کے آگے سر بسجود ہو جاتا ہے اور سجدۂ شکر بجا لاتا ہے - اوسکو جب مشیت ایزدي سے شکست ہوتي ہے ' تو وہ فوج کو بالکل جوش و غیرت نہیں دلاتا ' بلکہ خدا ہي کي غیرت کي سلسلہ جنباني کرتا ہے - کیونکہ وہ اپني فوج کو خدا کي فوج یقین کرتا ہے :

کان یقول یوم احد : اللہم انک ان تشاء لا تعبد فی الارض !	آپ معرکۂ احد کے دن کہتے تھے : خدایا ! کیا تو چاہتا ہے کہ اب زمین میں تیري عبادت کرنے والا کوئي نہو ؟

وہ اپني فوج کي قلت اور دشمن کے لشکر کي کثرت کو دیکھتا ہے تو صرف رحمت آسماني ہي سے مدد طلب کرتا ہے اور کسي دنیوي طاقت کے آگے دست سوال نہیں پھیلاتا :

لما کان یوم بدر نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المشرکین وہم الف واصحابہ ثلثمائۃ وتسعۃ	بدر کے دن جب آنحضرت نے مشرکین کي طرف دیکھا اور آپ کو نظر آیا کہ اونکي جمعیت ایک ہزار کي ہے اور مسلمان صرف تین سو اونیس

غرض سے اوس نے عمرہ کی تیاری کی اور ۱۴ - ۱۵ سو کی جمعیت کے ساتھہ روانہ ہوا کہ پہلی بار اپنے آبائی گھر کو حسرت آلود نگاہوں سے دیکھکر چلے آئیں - لیکن یہ کاروان هدایت راستے هي میں به مقام حدیبیہ روکدیا گیا - دوسرے سال حسب شرائط صلح زیارت کعبہ کی اجازت ملي اور آپ مکہ میں قیام کرکے چلے آے - اب اس مصالحت نے راستے کے تمام نشیب و فراز هموار کردیے تھے' صرف خانہ کعبہ میں پتھروں کا ایک ڈھیر رہ گیا تھا اسے بھي فتح مکہ نے هموار کردیا :

دخل النبي صلی اللہ علیہ و سلم مکۃ یوم الفتح و حول البیت ستون و ثلثمائۃ نصب فجعل یطعنها بعود فی یدہ و یقول جاء الحق و زهق الباطل - (صحیحین)

آنحضرت فتح مکہ کے دن جب خانہ کعبہ میں داخل هوے تو اوسکے گرد تین سو ساٹھہ بت نظر آے - آپ انکو ایک لکڑي کے ذریعہ ٹھکراتے جاتے تھے اور یہ آیت پڑھتے جاتے تھے " جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا " یعني حق اپنے مرکز پر آگیا اور باطل نے اوسکے سامنے ٹھوکر کھالي - باطل پامال هونے هي کے قابل تھا -

(فرضیت حج)

اب میدان بالکل صاف تھا - راستے میں ایک کنکري بھي سنگ راہ نہیں هو سکتي تھی - باپ نے گھر کو جس حال میں چھوڑا تھا' بیٹے نے اوسي حالت میں اوسپر قبضہ کرلیا - تمام عرب نے فتح مکہ کو اسلام و کفر کا معیار صداقت قرار دیا - جب مکہ فتح ہوا تو لوگ جوق جوق دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے - اب وقت آگیا تھا کہ دنیا کو اس جدید النشأۃ " امۃ مسلمۃ " کے قالب روحانی کا منظر عام طور پر دکھا دیا جاتا' اسلیے دوبارہ اوسی دعوت عامہ کا اعادہ کیا گیا جسکے ذریعہ حضرت ابراهیم علیہ السلام نے تمام عالم میں ایک غلغلہ عام ڈالدیا تھا مگر اس قوت کا فعل میں آنا ظہور نبي امي پر موقوف تھا :

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا -

جو لوگ مالي اور جسماني حالت کے لحاظ سے حج کي استطاعت رکھتے' هیں اونپر اب حج فرض کردیا گیا -

(تکمیل حج)

اس صدا پر تمام عرب نے لبیک کہا اور آپکے گرد ۱۳ - ۱۴ هزار آدمي جمع هوگئے - عرب نے ارکان حج میں بدعات و اختراعات کا جو زنگ لگادیا تھا' وہ ایک ایک کرکے چھڑا دیا گیا - آبا و اجداد کے کارناموں کے بجاے خدا کي توحید کا غلغلہ بلند کیا گیا :

فاذکرو اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا (بقرہ)

زمانہ حج میں خدا کو اوسي جوش و خروش سے یاد کرو جسطرح اپنے آباء اجداد کے کارناموں کا اعادہ کرتے تھے' بلکہ اس سے بھي زیادہ سرگرمي کے ساتھہ -

قریش کے تمام امتیازات مٹادیے گئے' اور تمام عرب کے ساتھہ انکو بھي عرفہ کے ایک گوشہ میں کھڑا کردیا گیا :

ثم افیضوا من حیث افاض الناس و استغفرو اللہ ان اللہ غفور رحیم (بقرہ)

اور جس جگہ سے تمام لوگ روانہ هوں تم بھي وهیں سے روانہ هوا کرو - اور فخر و غرور کي جگہ خدا سے مغفرت مانگو کیونکہ خدا بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے -

سب سے بد ترین رسم برهنہ طواف کرنے کي تھي' اور مردوں سے زیادہ حیا سوز برهنہ عورتوں کے طواف کا هوتا تھا - لیکن ایک سال پہلے هي سے اسکي عام ممانعت کرادیگئي :

ان ابا هریرۃ اخبرہ ان ابابکر الصدیق رضی اللہ عنہ بعثہ فی الحجۃ التي امرہ رسول اللہ (صلعم) قبل حجۃ الوداع یوم النحر فی رهط یؤذن فی الناس' الا : لا یحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت عریان (بخاري جزو - ۲ ص ۱۵۳)

حضرت ابو هریرہ (ض) کہتے هیں کہ حجۃ الوداع سے پہلے آنحضرت نے حضرت ابو بکر رضي اللہ عنہ کو ایک حج کا امیر بنایا اور اونهوں نے مجھکو ایک گروہ کے ساتھہ روانہ کیا تاکہ یہ اعلان کردیا جاے کہ اس سال کے بعد کوئي مشرک یا کوئي برهنہ شخص حج یعنے طواف نہ کرسکے گا -

زمانہ حج میں عمرہ کرنے والوں کو فاسق و فاجر کہا جاتا تھا' لیکن آنحضرت نے حجۃ الوداع میں عمرہ هي کا احرام باندھا اور صحابہ کو بھی عمرہ کرنے کا حکم دیا - پا پیادہ اور خاموش حج کرنے کي ممانعت کیگئي - قرباني کے جانوروں پر سوار هونے کا حکم دیا گیا' ناک میں رسي ڈالکر طواف کرنے سے روکا گیا - گھر میں دروازے سے داخل هونے کا حکم هوا :

لیس البر بان تاتو البیوت من ظهورها ولکن البر من اتقی و اتو البیوت من ابوابها واتقو اللہ لعلکم تفلحون (بقرہ)

یہ کوئي نیکي کا کام نہیں ہے کہ گھروں میں پچھواڑے سے آؤ' نیکي تو صرف اوسکي ہے جس نے پرهیزگاري اختیار کي - پس گھروں میں دروازے هي کی راہ سے آو' اور خدا سے ڈرو - یقین ہے کہ تم کامیاب هوگے -

قرباني کی حقیقت واضح کي گئي اور بتایا گیا کہ وہ صرف ایثار نفس و فدویت جان و روح کے اظہار کا ایک طریقہ ہے - اوسکا گوشت یا خون خدا تک نہیں پہونچتا کہ اوسکے چھاپہ سے دیواروں کو رنگین کیا جاے - خدا تو صرف خالص نیتوں اور پاک و صاف دلوں کو دیکھتا ہے :

لن ینال اللہ لحومها ولا دماؤ ها ولکن ینالہ التقوی منکم (الحج)

خدا تک قرباني کے جانوروں کا گوشت و خون نہیں پہونچتا' بلکہ اوس تک صرف تمهاري پرهیزگاري پہونچتی ہے -

یہ چھلکے اوترگئے تو خالص مغزهي مغز باقي رہ گیا - اب وادي مکہ میں خلوص کے دو قدیم و جدید منظر نمایاں هوگئے' ایک طرف آب زمزم کي شفاف سطح لہریں لے رهی تھي' دوسري طرف ایک جدید النشأۃ قوم کا دریاے وحدت موجیں مار رها تھا !

(اعلان عام و حجۃ الوداع)

لیکن دنیا اب تک اس اجتماع عظیم کي حقیقت سے بے خبر تھي - اسلام کي ۲۳ سالہ زندگي کا مد و جزر تمام عرب دیکھہ چکا تھا' مگر کوئي نہیں جانتا تھا کہ اسلام کي تاریخي زندگی کن نتائج پر مشتمل تھي' اور مسلمانوں کي جد و جہد' فدویت' ایثار نفس و روح کا مقصد اعظم کیا تھا ؟ اب اوسکي توضیح کا وقت آگیا تھا -

حضرت ابراهیم علیہ السلام نے اس گھر کا سنگ بنیاد اس دعا کو پڑھکر رکھا تھا :

و اذ قال ابراهیم رب اجعل هذا بلدا آمنا وارزق اهلہ

جب ابراهیم نے کہا کہ خداوندا اس شہر کو امن کا شہر بنا اور اوسکے

(۵) عمرہ گویا حج کا ایک مقدمہ یا جزو تھا ؛ لیکن اهل عرب ایام حج میں عمرہ کو سخت گناہ سمجھتے تھے' اور کہتے تھے کہ " جب حاجیوں کی سواریوں کی پشت کے زخم اچھے ہو جائیں اور صفر کا مہینہ گذر جاے ' تب عمرہ جائز ہو سکتا ہے "

(۶) حج کے تمام اجزاء و ارکان میں یہودیانہ رهبانیت کا عالمگیر مرض ساری ہوگیا تھا - اپنے گھرنے یا پیادہ حج کرنیکی منت ماننا' جب تک حج ادا نہ ہو جاے خاموش رهنا ' قربانی کے اونٹوں پر کسی حالت میں سوار نہ ہونا ' ناک میں نکیل ڈالکر جانوروں کی طرح خانہ کعبہ کا طواف کرنا ' زمانہ حج میں گھر کے اندر دروازے کی راہ سے نہ گھسنا بلکہ پچھواڑے کی طرف سے دیوار پھاند کے آنا ' در و دیوار پر قربانی کے جانوروں کے خون کا چھاپہ لگانا ' عرب کا عام شعار ہوگیا تھا -

(ظہـور اسـلام و تزکیـۂ حـج)

اسلام درحقیقت دین ابراهیمی کی حقیقت کی تکمیل تھی ' اسلیے وہ ابتداء هی سے اوس حقیقت گم شدہ کی تجدید و احیاء میں مصروف ہوگیا جسکا قالب حضرت ابراهیم علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں نے تیار کیا تھا - اسلام کا مجموعۂ عقائد و عبادات صرف توحید' نماز' روزہ' زکوۃ ' اور حج سے مرکب ہے - لیکن ان تمام ارکان میں حج ہی ایک ایسا رکن ہے جس سے اس تمام مجموعہ کی هئیت ترکیبی مکمل ہوتی ہے - اور یہ تمام ارکان اسکے اندر جمع ہوگئے ہیں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو صرف خانۂ کعبہ هی کے ساتھہ معلق کردیا :

انما امرت ان اعبد رب هذہ البلـدۃ الـذي حرمها ولہ کـــل شی و امـــرت ان اکون مـــن المسلمیـن (قصص)

مجھکو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے خدا کی عبادت کروں جس نے اوسکو عزت دی- سب کچھہ اوسی خدا کا ہے' اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اوسکا فرماں بردار مسلم ہوں -

اور یہی وجہ ہے کہ قران حکیم نے هر موقع پر حج کے ساتھہ اسلام کا ذکر بطور لازم و ملزوم کے کیا :

و لکل امۃ جعلنا منسکا لیذکر اسـم اللـہ علی ما رزقهـم من بهیمۃ الانعام فا الہکم الہ واحـــد فلـــہ اسلمـــوا و بشـــر المخبتین (حج)

اور هر ایک امت کیلیے هم نے قربانی قرار دی تھی تا کہ خدا نے اونکو جو چار پاے بخشے ہیں اون کی قربانی کے وقت خدا کا نام لیں پس تم سب کا خدا ایک هی ہے اوسی کے تم سب فرمانبردار بنجاو اور خدا کے خاکسار بندوں کو حج کے ذریعہ دین حق کی بشارت دو-

اسلام خدا کا ایک فطری معاهدہ تھا جسکو انسان کی ظالمانہ عہد شکنی نے بالکل چاک چاک کردیا تھا ' اسلیے خدا نے حضرت ابراهیم علیہ السلام کی ناخلف اولاد کو روز اول هی اوسکے ثمرات سے محروم کردیا :

و اذا ابتلی ابراهیم ربہ بکلمات فاتمهن قال انی جاعلـك للناس اماما قال ومن ذریتی ؟ قال لا ینال عهـدی الظالمین (بقرہ)

جب خدا نے چند احکام کے ذریعہ ابراهیم کو آزمایا اور وہ خدا کے امتحان میں پورے اوترے ' تو خدا نے کہا کہ اب میں تمھیں دنیا کی امامت اور خلافت عطا کرتا ہوں - اسپر حضرت ابراهیم علیہ السلام نے عرض کیا : اور میرے اولاد کو بھی ؟ ارشاد ہوا کہ هاں' مگر اس قول و قرار میں ظالم لوگ داخل نہیں ہوسکتے -

(امۃ مسلمـہ)

خدا نے حضرت ابراهیم علیہ السلام کو جن " کلمات " کے ذریعہ آزمایا اور جنکی بنا پر اونہیں دنیا کی امامت عطا ہوئی وہ اسلام کے اجزاء اولین یعنی توحید الہی ' قربانی نفس و جذبات ' صلوۃ الہی کا قیام' اور معرفۃ دین فطری کے امتحانات تھے - اگرچہ اونکی اولاد میں سے چند ناخلف لوگوں نے ان ارکان کو چھوڑ کر اپنے اوپر ظلم کیا اور اس موروثی عہدے سے محروم ہوگئے : قـــال لاینـــال عهدی الظالمین - لیکن حضرت ابراهیم علیہ السلام کی ذات کے اندر ایک دوسری امت بھی چھپی ہوئی تھی جسکے لیے خود اونہوں نے خدا سے دعا کی تھی :

ان ابراهیم کان امۃ قانتۃ حضرۃ ابراهیم گو بظاهر ایک فرد واحد تھے مگر انکی فعالیت روحانیہ و الہیہ کے اندر ایک پوری قوم قانت و مسلم پوشیدہ تھی !

(اجـزاء حـج)

اب اس " امۃ مسلمہ " کے ظہور کا وقت آگیا اور وہ رسول مزکی و موعودہ غار حراء کے تاریک گوشوں سے نکل کر منظر عام پر نمودار ہوا تا کہ اوس نے خود اس اندھیرے میں جو روشنی دیکھی ہے ' وہ روشنی تمام دنیا کو بھی دکھلا دے :

یخرجهـــم من الظلمـــات الی النـــور-

وہ پیغمبر اونکو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے -

لقد جاءکم مـــن اللہ نور و کتاب مبین -

بیشک تمہارے پاس اللہ کے طرف سے ایک نور هدایت اور ایک کھلی کھلی هدایتیں دینے والی کتاب آئی -

وہ منظر عام پر آیا تو سب سے پہلے اپنے باپ کے موروثی گھر کو ظالموں کے ہاتھہ سے واپس لینا چاہا' لیکن اسکے لیے حضرت ابراهیم علیہ السلام هی کی طرح بتدریج چند روحانی مراحل سے گذرنا ضرور تھا - چنانچہ اوس نے اون مرحلوں سے بتدریج گذرنا شروع کیا- اوس نے غار حراء سے نکلنے کے ساتھہ هی توحید کا غلغلہ بلند کیا کہ خدا نے حضرت ابراهیم علیہ السلام سے جو عہد لیا تھا اوسکی پہلی شرط یہی تھی : " ان لاتشرك بی شیئا " پھر اوس نے صف نماز قائم کی کہ یہ گھر صرف خدا هی کے آگے سر جھکانے والوں کیلیے بنایا گیا تھا : و طہر بیتی للطائفین و القائمین و الرکع السجود - اوس نے روزے کی تعلیم دی کہ وہ شرائط حج کا جامع و مکمل تھا :

فمن فرض فیهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج (بقرہ)

جس شخص نے ان مہینوں میں حج کا عزم کر لیا تو اوسکو هر قسم کی نفس پرستی ' بد کاری ' اور جھگڑے تکرار سے اجتناب کرنا لازمی ہے' اور روزہ کی حقیقت یہی ہے کہ وہ انسان کو غیبت ' بہتان ' فسق و فجور' مخاصمت و تنازعت ' اور نفس پرستی سے روکتا ہے جیسا کہ احکام صیام میں فرمایا :

ثم اتمو الصیام الی اللیل و لا تباشروهـــن و انتم عاکفون فی المساجـد (بقرہ)

پھر رات تک روزہ پورا کرو' اور روزہ کی حالت میں عورتوں کے نزدیک نہ جاؤ- اور اگر مساجد میں اعتکاف کرو تو شب کو بھی اون سے الگ رهو-

اوسنے زکواۃ بھی فرض کردی کہ وہ بھی حج کا ایک اہم مقصد تھا :

فکلوا منها و اطعموا البائس الفقیر-

قربانی کا گوشت خود کھاؤ اور فقیروں اور محتاجوں کو بھی کھلاؤ!

(فتح مکہ)

اسطرح جب اس " امۃ مسلمہ " کا روحانی خاکہ تیار ہوگیا' تو اوس نے اپنی طرح انکو بھی منظر عام پر نمایاں کرنا چاہا - اس

و سعة و من یخرج من بیته مهاجرا الی الله و رسوله ثم یدرکه الموت فقد وقع اجره علی الله و کان الله غفورا رحیما (۴ : ۹۱)

جہنم ہے' اور وہ بدترین ٹھکانا ہے - البتہ وہ ضعیف مرد و عورت اور بچے جو نہ کسی تدبیر کرنے کی طاقت رکھتے ہیں نہ اونکو راستہ ملتا ہے تو خدا اونکو معاف کردیگا' وہ بڑا ہی معاف کرنے والا ہے -

جو شخص خدا کی راہ میں ہجرت کریگا' وہ زمین میں وسعت اور فلاح و نجاح پائیگا' اور جو شخص اپنے گھر سے نکل کر خدا اور خدا کے رسول کی طرف ہجرت کرے اور راستہ ہی میں اوسکو موت آجاے' تو یقین کرو کہ اوسکا بدلہ خدا پر واجب ہوچکا' اور خدا بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے "

* * *

وہ دنیا میں پھیلا' اور حبش و مدینہ کی آبادیوں نے اوسکو اپنی آغوش میں لے لیا - بدر و حنین نے اوسکے لیے اپنا دامن خالی کردیا' بنو قریضہ و بنو نضیر کے سر سبز باغوں نے اوسکے لیے اپنی جگہ سنوارا - خیبر کے نخلستانوں نے اوسکو اپنے سایے میں بٹھایا' لیکن با اینہمہ وہ ابھی پھیلنے کیلیے اور گنجایش ڈھونڈھتا تھا' اور بڑھنے کیلیے اور وسعت چاہتا تھا - قصر شریعت کی آخری اینٹ نے اوس کمی کو پورا کردیا تھا جسکی وجہ سے دین الہی کی عظیم الشان عمارت تمام دنیا کو بدنما نظر آتی تھی :

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ و اجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ و یعجبون لہ و یقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ قال فانا اللبنۃ و انا خاتم النبیین ! (بخاری ص۱۸۶ کتاب المناقب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میری اور پچھلے نبیوں کی مثال بالکل اوس شخص کی سی ہے' جس نے ایک نہایت خوشنما مکان بنایا' لیکن اوسکے کسی کونے میں صرف ایک اینٹ کی کسر رہگئی - پھر لوگوں نے خوب گھوم پھر کے دیکھا اور بہت خوش ہوے - تاہم اونکو یہ کہنا پڑا کہ آخر یہ ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی ؟ تو یقین کرو کہ وہ آخری اینٹ میں ہوں' اور اسی لیے میں خاتم الانبیا ہوں !

شریعت اسلامیہ نے اس کمی کو پورا کردیا تھا' لیکن تمام دنیا کو دکھا دینا ابھی باقی تھا' خدا نے حجۃ الوداع میں اس عمارت کو اپنی مکمل صورت کے اندر دکھا دیا اور تمام دنیا نے خانہ کعبہ کا طواف کرکے دیکھہ لیا کہ اب ایک اینٹ کی جگہ بھی خالی نہ رہی :

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔

آج کے دن میں نے تمہارے دین کو کامل کردیا اور تمپر اپنے احسانات پورے کردیے' اور تمہارے لیے دین اسلام کو منتخب کیا !

* * *

قرآن حکیم کے بطون و ارواح کی طرح وہ ظروف و مواقع بھی کچھہ کم اہمیت نہیں رکھتے' جن میں اسکی مقدس سورتوں اور آیتوں کا نزول ہوا ہے - دیوار کے لیے اینٹ اور گارا ضروری اجزا ہیں' مگر اسکے اس سفیدی کی دلاویزی میں کچھہ فرق نہیں آسکتا جو اگرچہ دیوار کی سطح پر ہے' لیکن مکان کے اور اجزاء سے کہیں زیادہ گذرنے والوں کو اپنی طرف مائل کررہی ہے -

دین الہی بھی ایک عمارت ہے جسکی تعمیر ازل سے شروع ہوئی اور ختم نبوت کی آخری اینٹ نے مکمل کردیا - اس لیے وہ بھی اور عمارتوں کی طرح داخلی و خارجی اجزاء سے مرکب ہے - پہلی قسم کے اجزاء سے اوسکی تقویم و ترکیب ہوئی ہے' اور دوسرے قسم کے اجزا نے اوسکے آب و رنگ اور اوسکی زینت و رونق کو نماں کیا ہے -

* * *

اسلام نے کبھی یہ شکایت نہیں کی کہ اوسکے اجزاء پورے نہیں کیے جاتے - اوس نے ہمیشہ اونکے اظہار کا دعوی کیا - مکہ میں صرف دو رکعت نماز فرض کی گئی تھی اور آنحضرت و صحابہ بالکل اسپر قانع تھے' البتہ آرزو اسکی تھی کہ آزادی کے ساتھہ اس مختصر عبادت کے ادا کرنے کا موقع ملے - آنحضرت نے نزول فرائض کا کبھی انتظار نہیں کیا' لیکن تبدیل قبلہ کے لیے نہایت اضطراب کے ساتھہ وحی آسمانی کی راہ دیکھتے رہے : -

نری تقلب وجہک فی السماء -

ہم تبدیل قبلہ کے لیے انتظار وحی میں آسمان کی طرف تمہارے چہرے کی گردش دیکھتے رہتے ہیں -

کیونکہ قبلہ ہی دین اسلام کی قوت و نفوذ کا مرکز اولین و مظہر آخرین تھا' اس لیے متمم و مکمل دعوۃ ابراہیمی اوسکا بیقراری کے ساتھہ انتظار کرتا تھا -

اصل حقیقت کے لحاظ سے اسلام تمام مذاہب عالم کا آب و رنگ تھا - مذہب کے تمام اجزاء بسیطہ پہلے ہی سے موجود تھے' اسلام نے صرف اونکو جلا دیکر نمایاں کردیا - آئینہ کا خاکہ پہلے ہی سے تیار تھا' اسلام اوسکا جوہر بنگیا - وہ چہرۂ کائنات کا غازہ تھا جس نے حسن حقیقت کو اور دلفریب بنا دیا - وہ آب و رنگ تھا' صیقل تھا' جلا تھا' غازہ تھا' ان میں سے ہر چیز نمایاں ہونے والی ہے - اس لیے وہ نمایاں ہونا چاہتا تھا -

اسلام کا قالب حقیقت مکہ ہی میں متشکل ہو چکا تھا - مدینہ میں آکر اسکے اجزا بھی مکمل ہوگئے' لیکن وہ ایک حسن بے پردہ تھا جو دنیا کے سامنے بے نقاب ہونا چاہتا تھا - حجۃ الوداع نے اوسکے چہرے سے یہ نقاب بھی اولٹ دی اور تمام دنیا کو اوسکا روشن چہرہ نظر آگیا -

چنانچہ عرفات کے میدان میں اسلام کی حقیقت کے اسی ظہور کامل کا اعلان کیا گیا : الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا -

* * *

لیکن وہ دنیا کے سامنے صرف ظاہر ہونا اور چہرہ دکھا کر گذر جانا نہیں چاہتا تھا - اگر وہ اتنے پر راضی ہوتا تو کب کا راضی ہوگیا ہوتا - آنحضرت (صلعم) نے ایام مظلومی ہی میں تمام قبائل کے سامنے اسلام کو پیش کردیا تھا' اور تمام جزیرہ عرب اوس سے روشناس ہوچکا تھا' مگر وہ غلبہ کاملہ' تسلط عام' اور ظہور تام چاہتا تھا' یعنی وہ ایک عظیم الشان خلافت الہی کی بنیاد ڈالنا چاہتا تھا جو میزان عدل کو قائم رکھے' شعائر الہیہ کی حفاظت کرے' دنیا کو امن و سلامتی کا پیغام سنائے' مساوات عامہ کی تعلیم دے' پرانے حقد و حسد کو مٹا کر نئے سرے سے الفت و محبت کی بنیاد ڈالے - اسلام کے تازہ خون کا قصاص لے' جاہلیت کے دم خشک کو اپنے تلوں سے مسل دے' دنیا کو معاملات و مفاوضات کا صحیح اصول بتاے' وہ حکومت چاہتا تھا جو انسان کے تمام عقائد' اعمال' اخلاق' اور معاملات پر محیط ہو جاے - اس عمارت کی بنیاد اگرچہ مکہ ہی میں پڑچکی تھی' لیکن اوسکا افتتاح حجۃ الوداع میں ہوا' اسلیے تکمیل دین کا اعلان بھی اسی زمانے میں کیا گیا -

من الثمرات من آمن منهم بالله و اليوم الآخر (بقرہ)

باشندے اگر خدا اور روز قیامت پر ایمان لائیں، تو اونکو ہر قسم کے ثمرات و نعائم عطا فرما !

جسوقت اونہوں نے یہ دعا کی تھی ' تمام دنیا فتنہ و فساد کا گہوارہ بن رہی تھی - دنیا کا امن و امان اوٹھہ گیا تھا ' اطمینان و سکون کی نیند آنکھوں سے اوڑ گئی تھی - دنیا کی عزت و آبرو معرض خطر میں تھی - جان و مال کا تحفظ نا ممکن ہوگیا تھا ' کمزور اور ضعیف لوگوں کے حقوق پامال کردیے گئے تھے ' عدالۃ کا گھر ویران ' حریۃ انسانیۃ مفقود' اور نیکی کی مظلومیت انتہائی حدتک پہنچ چکی تھی - کرۂ ارضی کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جو ظلم و کفر کی تاریکی سے ظلمت کدہ نہو - اسلیے اونہوں نے ابادہ دنیا کے ناپاک حصوں سے کنارہ کش ہوکر ایک " وادی غیر ذی زرع " میں سکونت اختیار کی - وہاں ایک دار الامن بنایا اور تمام دنیا کو صلح و سلام کی دعوت عام دی - اب اونکی صالح اولاد سے یہ دار الامن بھی چھین لیا گیا تھا - اسلیے اوسکے واپسی کیلیے پورے دس سال تک اوس کے فرزند نے بھی باپ کی طرح میدان میں ڈیرہ ڈالا - فتح مکہ نے جب اوس کا مامن و ملجا واپس دلادیا تو وہ اوس میں داخل ہوا کہ باپ کی طرح تمام دنیا کو "گم شدہ حق کی واپسی" کی بشارت دے - چنانچہ وہ اونٹ پر سوار ہوکر نکلا اور تمام دنیا کو مژدہ امن و عدالۃ سنایا :

(خطبۃ حجۃ الوداع)

ان دماء کم و اموالکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم هذا في شهرکم هذا في بلدکم هذا - الا ان کل شي من امر الجاهلیۃ تحت قدمي موضوع و دماء الجاهلیۃ موضوعۃ و اول دم اضعه دماؤنا دم ابن ربیعۃ و ربا الجاهلیۃ موضوع و اول ربا اضع ربانا ربا عباس ابن عبد المطلب - اللهم اشهد' اللهم اشهد' اللهم اشهد - (ابو داود جلد - ۱ - ص ۲۶ کتاب الحج)

جسطرح تم آجکے دن کی' اس مہینہ کی' اس شہر مقدس میں حرمت کرتے ہو اوسی طرح تمہارا خون اور تمہارا مال بھی تم پر حرام ہے' اچھی طرح سن لو کہ جاہلیت کی تمام بری رسموں کو آج میں اپنے دونوں قدموں سے کچل ڈالتا ہوں - بالخصوص زمانہ جاہلیت کے انتقام اور خون بہا لینے کی رسم تو بالکل مٹادی جاتی ہے' میں سب سے پہلے اپنے بھائی ابن ربیعہ کے خون کے انتقام سے دست بردار ہوتا ہوں - جاہلیت کی سود خواری کا طریقہ بھی مٹادیا جاتا ہے اور سب سے پہلے خود میں اپنے چچا عباس ابن عبد المطلب کے سود کو چھوڑتا ہوں - خدایا تو گواہ رہیو ! خدایا تو گواہ رہیو !! خدایا تو گواہ رہیو کہ میں نے تیرا پیغام تیرے بندوں تک پہونچادیا !

(تکمیل دین الٰہی)

اب حق پھر پھرکے پھر اپنے اصلی مرکز پر آ گیا' اور باپ نے دنیا کی ہدایت و ارشاد کیلیے جس نقطہ سے پہلا قدم اوٹھایا تھا ' بیٹے کے روحانی سفر کی وہ آخری منزل ہوئی ' اور اوسی نقطے پر پہونچکر اسلام کی تکمیل ہوگئی ' اسلیے کہ اس نے تمام دنیا کو مژدہ امن سنایا تھا ' آسمانی فرشتے نے بھی اوسکو کامیابی مقصد کی سب سے آخری بشارت دیدی :

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتي و رضیت لکم الاسلام دینا !

آج کے دن میں نے تمہارے دین کو بالکل مکمل کردیا اور تم پر اپنے تمام احسانات پورے کردیے' اور میں نے تمہارے اسلام کو ایک برگزیدہ دین منتخب کیا -

وثائق و حقائق

عید اور تکمیل شریعت

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتي و رضیت لکم الاسلام دینا

آگ کا شرارہ کوہ آتش فشاں کے دامن میں چھپا رہتا ہے' لیکن جب پھوٹتا ہے تو تمام دنیا کو محیط ہو جاتا ہے - نمو کی قوت ذرات خاک میں مخفي رہتی ہے' لیکن جب فصل بہار آتی ہے تو اس میں اسقدر ابال آ جاتا ہے کہ اوسپر زمین کی فضاے بسیط تنگ ہوجاتی ہے - پانی کا سیال مادہ بادل کے ایک ٹکڑے میں سمٹا ہوا پڑا رہتا ہے' لیکن جب برستا ہے تو پھیل کر خشکی و تری کو باہم ملا دیتا ہے - برق کی رو دنیا کے ہر ذرے میں موجود ہے' لیکن جب اوسمیں تموج پیدا ہوتا ہے' تو کارخانۂ قدرت کے ایک ایک پرزے میں دفعتاً حرکت پیدا ہوجاتی ہے - موج دریا ہی میں پنہاں ہے' لیکن جب اوٹھتی ہے اور اوٹھکر بلند ہوتی ہے' تو دریا میں تلاطم برپا ہوجاتا ہے !!

* * *

اسلام بھی اسی قسم کا ایک شرارہ' اسی طرح کی ایک طاقت نمو' اسی فیاضی کے ساتھہ بہنے والا ایک چشمۂ آب حیات' اسی قوت کے ساتھہ حرکت پیدا کرنے والا بجلی کی ایک رو' اور اسی سرعت کے ساتھہ پھیلنے والی ایک موج ہدایت تھی - جس نے اوڑکر خرمن جہل و ضلالت میں آگ لگادی' جس نے پھول پھلکر شرر زار دنیا کو تختۂ گل و یاسمن بنا دیا' جس نے برس کر تمام دنیا کو سر سبز و شاداب کردیا' جس نے چلکر دنیا کے سکون کو حرکت سے بدل دیا' اور جس نے اوٹھکر کفر و فساد فی الارض کے بحر ظلمت خیز میں ایک عظیم الشان تلاطم برپا کردیا !

* * *

یہ شرارہ' یہ نمو' یہ برق' یہ موج' غار حراء میں دبی ہوئی تھی - ایک مبارک رات میں اسکا ظہور ہوا' لیکن اوسکے لیے ایک فضاے غیر متناہی' ایک وسعت غیر محدود' ایک کرۂ غیر معمورہ درکار تھا' اسلیے اونہوں نے پھیلنا چاہا' لیکن کفر زار مکہ کی زمین گھبراکر پکار اوٹھی : " آہستہ خرام بلکہ مخرام " - اب اسلام دنیا کے دوسرے حصوں کی طرف بڑھا' کیونکہ سکونا اوسکی فطرت کے خلاف تھا' اور فطرت کی خلاف ورزی عتاب الٰہی کا مقدمہ ہے :

ان الذین توفهم الملائکۃ ظالمي انفسهم قالوا فیم کنتم' قالوا کنا مستضعفین في الارض قالوا الم تکن ارض الله واسعۃ فتهاجروا فیها فاولئک ماواهم جهنم وساءت مصیرا الا المستضعفین من الرجال و النساء و الولدان لا یستطیعون حیلۃ ولا یهتدون سبیلا فاولئک عسی الله ان یعفو عنهم وکان الله عفوا غفورا - و من یهاجر في سبیل الله یجد في الارض مراغما کثیرا

جن لوگوں کی روح کو فرشتوں نے ایسی حالت میں قبض کیا کہ وہ لوگ ارض شرک میں رہکر اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے' تو اونسے فرشتوں نے کہا کہ تم ایسی مصیبت میں کیوں مبتلا رہے؟ اونہوں نے جواب دیا کہ "زمین کفر میں ہمیں کوئی طاقت حاصل نہ تھی" فرشتوں نے کہا " تو کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ اوس میں ہجرت کرجا" تے ؟ پس ایسے لوگوں کا ٹھکانا صرف

برید فرنگ

نام نہاد جرمن مظالم

اہل جرمنی کے انکار انکے بیان کردہ مظالم کے متعلق

ایک جرمن خاتون کا خط

مقام الا شیپل (جرمنی) سے ۲۷ - اگست کو ایک جرمن خاتون نے اپنے کسی عزیز کے نام ایک خط لکھا تھا - یہ خط اتفاق سے اخبار " مورننگ پوسٹ " انکی کے ہاتھہ لگ گیا ' اور اس نے اسے شایع کردیا - اس خط میں یہ جرمن خاتون لکھتی ہے :

" مجھے یقین ہے کہ تمام تعلیم یافتہ انگریز اس جنگ کو برا کہتے ہونگے ' جسکی ذمہ داری انگریزی حکومت کی پالیسی پر عاید ہوتی ہے -

اہل جرمنی کو سالہا سال سے یہ خوف دامنگیر تھا کہ ایک نہ ایک دن انکو میدان جنگ میں مجبوراً دھکیلا جائیگا ' اور اسوقت انکے امن دوست قیصر کے ہاتھہ سے صبر و تحمل کا سررشتہ جاتا رہیگا - بالاخر وہ ہولناک دن آگیا ' اور اب دنیا دیکھرہی ہے کہ ظاہری عیش و عشرت کے اندر سے کیسی قوی تن اور عجیب و غریب جرمنی نکلی ہے ؟ وہ جرمنی جو بظاہر عیش و تنعم میں غرق نظر آتی تھی ' اب اس جنگ کے وقت کیسی طاقتور اور کسطرح عجیب و غریب قوتوں کا پیکر معلوم ہوتی ہے ؟ "

اسکے بعد اس خاتون نے ظاہر کیا ہے کہ ریشتیگ (جرمن پارلیمینٹ) نے کس اتفاق و ہم آہنگی ' یگانگت و یکسوئی ' اور جوش و خروش کے ساتھہ قرضہ جنگ کو منظور کیا ہے ' اور جب وہ تلغرافی مخابرات و مراسلات شائع ہوے ہیں ' جو قیصر ' زار ' اور شاہ انگلستان میں باہم ہوے تھے ' تو جرمن پبلک میں کسقدر جوش و خروش پیدا ہوا ہے ؟

وہ لکھتی ہے :

" ان تاروں نے یہ ثابت کردیا ہے کہ قیام امن یورپ کے لیے ہمارا شاہنشاہ (یعنی قیصر جرمنی) جو کچھہ کرسکتا تھا وہ اسوقت اس نے کیا اور کامل طور پر کیا -

عالم سیاسی میں ہز مجسٹی (قیصر) کے برابر کوئی شخص معترم اور راست باز نہیں ہے "

اسکے بعد وہ موجودہ جنگ کی نوعیت کا ذکر کرتے ہوے لکھتی ہے :

" ہم جانتے ہیں کہ ہم اہل جرمنی اپنی ہستی و بقاء کے لیے لڑ رہے ہیں ' کیونکہ ہمارے دشمن جو ہم سے بہتر کارنامے دکھا کے ہماری فوقیت و برتری پر غالب نہیں آسکے ' اب اپنے اس عجز و ناامی کے بعد چاہتے ہیں کہ جسطرح بنے ' ہم سب کو قتل کر ڈالیں ' تا کہ ہمارے ہمیشہ کامیاب و غالب مقابلہ سے انہیں نجات ملجاے -

یہ صحیح ہے کہ ہر طرف ناگواری پھیلی ہوئی ہے اور ایسا ہونا ناگزیر ہے ' مگر اسکے ساتھہ ہی جرمنی میں ایثار بھی ایسا ہے کہ اسکا مقابلہ و موازنہ نہیں ہو سکتا - صرف گذشتہ تین ہفتوں میں ۱۲۵۰۰۰ - آدمیوں نے اپنے آپ کو فوجی خدمت کیلیے بطیب خاطر پیش کیا ہے ' اور امیدواروں کا اسقدر ہجوم و ازدحام رہا کہ بالاخر فہرست داخلہ بند کردینا پڑی - جو جرمن سپاہی ہمارے شہر سے گذرے ہیں وہ نہایت شاندار تھے - انکی وردی اور دیگر ساز و سامان کی ہر شے بالکل نئی معلوم ہوتی تھی - ان سپاہیوں کا ادھر سے کوچ حیرت انگیز نظم و ترتیب کے ساتھہ انجام پذیر ہوا - تمام سپاہیوں کا استقبال شہر والوں کے گھروں میں ہونے والا تھا - سب نے انہیں ہاتھوں ہاتھہ لیا اور بخوشی اپنے یہاں ٹھہرایا - سپاہیوں کا طرز عمل اسقدر عمدہ تھا کہ گھر والوں کو ان پر پورا اعتماد ہوگیا تھا - لیکن کیسی عجیب بات ہے کہ انہی مسکینوں کے متعلق فرانس میں کیسی کیسی خوفناک باتیں مشہور کی جارہی ہیں ! "

اسکے بعد وہ ان مظالم کا ذکر کرتی ہے جو بموجب اسکے بیانکے اہل بلجیم اپنی مغلوبیت و شکست کے جوش انتقام میں درماندہ و عاجز جرمنیوں پر کر رہے ہیں - وہ لکھتی ہے :

" اسپتال میں ایک نوجوان آیا ہے جسکی دونوں آنکھیں ایک دس برس کی بلجین لڑکی نے نکال لی ہیں - یہ حرکت اس ناشاد لڑکی نے اسوقت کی ہے جب یہ بد بخت نوجوان گولی کھا کے زمین پر گرا ہے - یہ واقعہ ایک صلیب احمر کے ایک ڈاکٹر نے خود دیکھا ہے - دوسرے مواقع پر جرمن زخمیوں کے ہاتھہ اور پیر کاٹڈالے گئے ہیں - جن مکانوں میں کہ جرمن زخمی تھے اور ان پر جرمن علم لہرا رہے تھے ' ان زندہ زخمیوں کے گلے نہایت بے دردی اور وحشیانہ طریقہ سے کاٹے گئے - تعجب انگیز امر یہ ہے کہ یہ حرکتیں صرف سپاہیوں ہی نے نہیں کی ہیں جو عموماً فوجی اور جنگی زندگی کی وجہ سے قسی القلب اور بے رحم ہو جاتے ہیں ' بلکہ لڑکیوں اور جوان اور بوڑھی عورتوں نے کیے ہیں - مگر انہیں بھی اپنے کیے کا قرار واقعی خمیازہ کھینچنا پڑا اور بالاخر ہولناک سرزنش کی گئی - فوجی قانون (مارشل لا) کے مطابق انہیں گولی ماردی گئی ' اور تنبیہ و عبرت کے لیے انکے مکان جلادیے گئے -

اگر یہی باتیں ہیں جنہیں فرانس اور انگلستان میں جرمنی کی وحشت و بربریت سے تعبیر کیا جا رہا ہے تو اسکی ذمہ دار خود بلجیم کی رعایا ہے ' کیونکہ ابتدا اسیکی طرف سے ہوئی ہے ' اور یہ ظاہر ہے کہ اسوقت جنگ کا زمانہ ہے - امن کا وقت نہیں ہے کہ اس قسم کے مظالم کی سزا عدالتی قانون کے مطابق دیجا ئے -

البتہ اس ہولناک انجام کو دیکھتے ہوے ان بدبختوں کے اندھے پن پر ضرور افسوس آنا چاہیے - کیونکہ یہ لوگ جو کچھہ کر رہے ہیں ' اپنے حکام کی تحریک و اغواء سے کر رہے ہیں -

ہم لوگ قدرتی طور پر یہاں اپنی عظیم الشان فتوحات پر خوشی مناتے ہیں - اسوقت بلجین اخبارات جرمن زبان میں نکل رہے ہیں اور ڈاکخانے اور ریلیں جرمن ہاتھوں میں ہیں - چونکہ لورین میں فرانسیسیوں کو بری طرح شکست ہوئی ہے اور ہمنے نامور اور لیژ فتح کرلیا ہے - اسلیے امید ہے کہ جنگ زیادہ عرصے تک نہیں رہیگی " -

اسکے بعد یہ خاتون اجنبی خصوصاً دشمن رعایا کے ساتھہ جرمن حکومت کے عمدہ سلوک اور حسن معاملة کا ذکر کرتے ہوے لکھتی ہے :

خدا کا دین پہلے ہی سے کامل تھا لیکن اب تک وہ مسلمانوں کے نفوذ و قوت کے شایان شاں نہ تھا - آج خدا نے اوسکو مسلمانوں کے شایان شاں بنا کر اوس پر دائمی پسندیدگی اور رضاے تام کی مہر لگادی : و رضیت لکم الاسلام دینا -

* * *

دنیا کا کوئی داعی مذہب ' دنیا کی کوئی صالح قوم ' دنیا کا کوئی اولوالعزم پیغمبر' اپنے مقاصد میں سلطنت کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا ' چنانچہ دنیا میں جب کوئی صالح قوم پیدا ہوئی ہے اور اوس نے نیکی پہیلانے اور امر بالمعروف و النہی عن المنکر کی الہی خدمت اپنے ذمہ لی ہے تو خدا نے اوسکو ہمیشہ صاحب تاج و تخت بنایا ہے' اور جب تک اوسکے سر پر حکومت کا تاج نہیں رکھا گیا ' اوسکا دین خدا کی آخری مرضی کے مطابق نہیں ہوا ' چنانچہ الله تعالی خود فرماتا ہے :

وعد الله الذین آمنوا منکم وعملو الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم و لیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا - یعبدوننی ولا یشرکون بی شیأ ومن کفر بعد ذلک فاولئک ہم الفسقون (۲۲ - ۵۴)

تم میں سے جو لوگ ایمان لاے اور عمل صالح اختیار کیا ' تو خدا نے اونسے وعدہ کرلیا ہے کہ آنکو زمین کی خلافت بخشیگا جیسا کہ اوس نے گذشتہ لوگوں کو اونکے عمل صالح کی وجہ سے بخشا نیز خدا نے اونکے لیے جو دین پسند فرمادیا ہے ' اوسکو مستحکم کر دیگا ' اور اونکے خوف کو امن سے بدل دیگا - تاکہ اسی کی عبادت کریں اور کسی چیز کو اسکا شریک نہ بنائیں ' اور جو لوگ اس کے بعد کافر ہوے' سو وہ یقیناً مجرم و ملزم ہیں -

* * *

الله تعالے کی اسی سنت جاریہ کے مطابق مکہ میں ایک قوم ایمان لائی اور اسنے عمل صالح اختیار کیا ' اسلیے خدا نے اوسکو زمین کا خلیفہ بنایا - خدا نے اوسکے لیے جس دین کو منتخب فرمایا تھا اب تک وہ اوسکے وعدے کے مطابق مستحکم نہیں ہوا تھا - فتح مکہ نے اسکو مستحکم کردیا - مدینہ میں رہکر آنحضرت (صلعم) نے تمام عرب کی مشرکانہ قوت توڑ دی تھی - صرف اہل مکہ اپنی اصلی حالت پر قائم تھے - اگر اسلام کو کچھہ خوف تھا تو اسی مرکزی طاقت کا تھا - فتح مکہ نے اس طاقت کو بھی پامال کر دیا - اب خوف مبدل بہ امن و اماں ہو گیا - اس امن و اماں کا مقصد جیسا کہ خود خدا نے بیان فرمادیا' یہ تھا کہ خدا کی پرستش کی جاے' تمام انسانی پرستشوں اور معبودانہ اقتداروں کا خاتمہ کردیا جاے' اور خدا کے بندے صرف خدا ہی کیلیے ہوجائیں - فتح مکہ میں تین سو ساٹھہ بت جاء الحق و زہق الباطل کی غلغلہ انگیز صداوں کے ساتھہ توڑ دیے گئے ' اور توحید الہی کیلیے میدان صاف ہوگیا - حجۃ الوداع میں پہلے ہی سے منادی کرادیگئی تھی کہ کوئی مشرک خانہ کعبہ کے اندر داخل نہیں ہو سکتا - دین الہی کی یہی تکمیل تھی' یہی غلبۂ عام تھا ' یہی ظہور تام تھا' یہی حقیقی امن و اماں تھا' جو اس عہد سے شروع ہوگیا' اور اسی کا خدا نے وعدہ فرمایا تھا :

لیظہرہ علی الدین کلہ — خدا اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کردیگا

جب یہ وعدہ پورا ہوا تو امت کو یہ بشارۃ عظمی سنائی گئی :

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا -

* * *

یہ آیۃ کریمہ وعظیمہ جمعہ کے دن خاص عرفات کے میدان میں نازل ہوئی اور ایک ایسا عطیۂ الہی سمجھی گئی کہ ایک یہودی نے حضرت عمر رضی الله عنہ سے بہ حسرت کہا : " اگر ایسی آیت ہمارے مذہب میں نازل ہوتی تو ہم اوسکے نزول کی یادگار میں عید مناتے" حضرت عمر نے فرمایا : " ہمکو اس یادگار کے قائم کرنے کی ضرورت نہ تھی - یہ آیت خود عید ہی کے دن نازل ہوئی جب کہ خدا کے مخلص بندے عرفات کے میدان میں اوسکے سامنے کھڑے تھے - پس ہمیشہ کیلیے یہ دن ہمارے لیے عید کا جشن عام ہوگا اور خدا کی یہی مرضی تھی "

* * *

اسی بشارۃ عظمی نے عید کی حقیقت کو بھی بے نقاب کردیا - وہ محض سیر و تفریح' عیش و نشاط ' لہو و لعب کا ذریعہ نہیں ہے - وہ تکمیل شریعت کا ایک مرکز ہے' وہ سطوت خلافت الہی کا ایک مظہر ہے ' وہ توحید و وحدانیت کا منبع ہے' وہ خالص نیتوں اور پاک دلوں کی نمایش گاہ ہے -

اوسکے ذریعہ ہر قوم کے مذہبی جذبات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے ' اگر وہ اپنی اصلی حالت میں قائم ہے تو سمجھہ لینا چاہیے کہ مذہب اپنی پوری قوت کے ساتھہ زندہ ہے - اگر وہ مسخ کئی ہے' یا بدعات و مزخرفات نے اوسکے اصل مقاصد کو چھپا دیا ہے' تو یقین کرلینا چاہیے کہ اس مذہب کا چراغ بجھہ رہا ہے -

* * *

یہی وجہ ہے کہ اسلام میں جس دن سے قوت کی نشو و نما کا آغاز ہوا اوسی دن سے عید کو اوس کے اظہار کا ذریعہ بنایا گیا - مدینہ میں صرف عید الفطر کے ذریعہ دنیا کو اسلام کی وسعت اثر کا ایک منظر دکھایا جا سکتا تھا' لیکن وہ صرف اتنے ہی پر قانع نہ تھا' وہ تمام دنیا کیلیے ایک چشمۂ رحمت تھا جو ابلنا چاہتا تھا -

ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین -

وہ عرفات کے میدان میں اوبلا' اور اپنے پھیلنے والی موجوں کی چادر میں تمام دنیا کو چھپا لیا - اسلیے تمام دنیا نے اسلام کے جاہ و جلال' ظہور و غلبہ' اور نفوذ و وسعت کا تماشہ دیکھہ لیا -

* * *

پس عید اگر شعائر اسلام کو قائم رکھتی ہے' مذہبی روح کو زندہ کرتی ہے' مذہب کے کارنامہ اعمال کو دنیا کے سامنے پیش کرتی ہے' عہد محبت و میثاق الہی کی تجدید کرتی ہے' تمام امت کو ایک نظام میں مربوط کر دیتی ہے' مختلف ممالک کے مسلمانوں کے درمیان سفارت کا کام دیتی ہے' تو بلا شبہ وہ عید ہے' حج ہے' طواف ہے - ورنہ وہ صرف کھجور کی ایک گٹھلی ہے جسکو ایک سنت کے احیاء کیلیے ہم علی الصباح کھا کر پھینکدیتے ہیں -

* * *

یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ اسلام کی اس سب سے عظیم الشان عید کے بعد اسلام کی دعوۃ آزادی کی زندگی کا دور ختم ہوگیا ' اور خود یہ آیت جس نے مذہب کی تکمیل کا اعلان کیا تھا ' اسکا مقدمہ و تمہید تھی - چنانچہ اوس کے نزول پر اگرچہ اکثر صحابہ کو نہایت مسرت حاصل ہوئی' لیکن جو لوگ اس حقیقت کو جانتے تھے کہ داعی حق کی زندگی کا سب سے آخری مقصد دین کی تکمیل اور اوسکا عرض عام و ظہور تام تھا' اونکی آنکھیں تکمیل کے بعد کے نتیجہ کو دیکھکر اشکبار ہوگئیں - یہ مقصد حقیقی حجۃ الوداع میں حاصل ہوگیا تھا ' اوسکے ایک ہی سال بعد آفتاب نبوت رحمت الہی کی آغوش میں غروب ہوگیا - اللہم صل و سلم علی سیدنا محمد و علی ال سیدنا محمد کما صلیت و سلمت علی علی سیدنا ابراہیم و علی آل سیدنا ابراہیم انک حمید مجید !

شمس العلما ڈاکٹر سید علی صاحب بلگرامی
ایم - اے - ڈی لیٹ بیرسٹر ایٹ لا کی

میڈیکل جیورس پروڈنس

یعنی طب متعلقہ عدالت پر

حکیم سید شمس اللہ قادری - ایم - آر - اے - ایس ایف
آر - ایچ - ایس کا ریویو

قبل اس کے کہ کتاب مذکور کی نسبت کچھ لکھا جائے یہ بتانا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میڈیکل جیورس پروڈنس کیا چیز ہے - کتاب کے شروع میں فاضل مصنف نے وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے میڈیکل جیورس پروڈنس کے معنے ان الفاظ میں بیان کئے ہیں :

" میڈیکل جیورس پروڈنس " علم طب کی اس شاخ کا نام ہے جس میں قانون اور طب کے باہمی تعلقات سے بحث کی جاتی ہے " اور اس علم کا موضوع کل وہ مباحث قانونی و طبی ہیں جو عدالتی انصاف سے متعلق ہیں " اور نیز بعض وہ امور جو انسان کے تمدنی حالات سے تعلق رکھتے ہیں " غرض مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ میڈیکل جیورس پروڈنس وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے عام طور پر مسائل طب کا استعمال قانونی ضرورتوں کے واسطے کیا جاتا ہے -

میڈیکل جیورس پروڈنس میں علم طب کے ان مسائل سے بحث کی جاتی ہے جن کی ضرورت فوجداری کار و بار میں پیش ہوتی ہے جیسے (۱) قتل عمد (۲) زنا بالجبر (۳) اسقاط حمل (۴) زہر خورانی وغیرہ کے مقدمات ہیں - ان کے متعلق جو تحقیقات و شہادت کا ہونا ان تمام آدمیوں کے لیے ضروری ہے جو ان مقدمات کے کار و بار میں شریک ہیں - مثلاً :

حکام عدالت - عہدہ داران پولیس - وکلاء بیرسٹر وغیرہ - اگر کسی حاکم کو ان باتوں سے واقفیت نہ ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسی بے گناہ کو سزا ہوجاتی ہے - اصل مجرم رہا کردیا جاتا ہے - اسی طرح اگر کوئی وکیل یا بیرسٹر کا ان امور کا ماہر نہیں ہے تو شہادت و ثبوت کے موقع پر اس علم کے متعلق جو رموز و نکات بیان کئے گئے ہیں ان کے صدق و کذب پر خاطر خواہ جرح نہیں کرسکتا اور اس امر سے مقدمات کے خراب ہوجانے کا اندیشہ لگا رہتا ہے - میڈیکل جیورس پروڈنس کے جاننے سے انسان کو نہ صرف واقعات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے بلکہ ان سے واقعات کو ترتیب دینے اور ان سے ایسے صحیح نتائج استخراج کرنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے جن پر

(عدل و انصاف کا انحصار ہے)

اس کتاب کو اصل میں ڈاکٹر بیالبرک مہیر - ایم - ڈی - ایف - سی - ایس نے ملک انگریزی میں تصنیف کیا تھا - پھر مرحوم شمس العلما نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا اور اصل کتاب پر بہت زائد اضافے اور مفید حواشی زیادہ کردیئے ہیں " جس کی وجہ سے اس کتاب نے ایک مستقل تصنیف کی صورت اختیار کرلی ہے -

اس کتاب میں طب و قانون کے وہ تمام مباحث آگئے ہیں جو فوجداری مقدمات میں ہمیشہ در پیش رہتے ہیں مثلاً :

(مقدمات قتل کے متعلق)

(۱) زخم - چوٹ (۲) ہلاکت کی جوابدہی (۳) شہادت طبیہ (۴) لاش سڑنے کے مدارج (۵) مختلف اعضائے انسانی پر ضرب (۶) اختناق (۷) دم خفا ہونا (۸) پھانسی یا گلا گھٹنا وغیرہ -

(عورتوں کے متعلق)

(۱) زنا بالجبر (۲) بچہ کشی (۳) اسقاط حمل -

(سمیات کے متعلق)

(۱) معدنی سمیات (۲) تلازی سمیات (۳) نباتی سمیات (۴) حیوانی سمیات اور ان کے استعمال سے جو اثر ظاہر ہوتے ہیں ان کا بیان -

(امور مختلفہ کے متعلق)

(۱) زندگی کا بیمہ (۲) جنون (۳) زہر خورانی وغیرہ -

ان تمام ابواب کے ساتھ قانونی نظائر بھی مندرج ہیں جس کی وجہ سے ہر مسئلے کے سمجھنے میں آسانی ہوگئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کا بھی پتہ چل جاتا ہے کہ ایسی حالتوں میں عدالت نے کیا کیا فیصلے صادر کئے ہیں -

اس کتاب کے دیکھنے سے فاضل مصنف و مترجم کی اعلیٰ علمی قابلیت ظاہر ہوتی ہے - مشکل سے مشکل مسئلہ کو بھی اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ نہایت آسانی سے بلا کسی مزید غور و فکر کے ہر انسان کی سمجھ میں آتا ہے - علمی اور قانونی اصطلاحات ایسے موقع پر چسپاں ہیں کہ بغیر کسی ڈکشنری یا ریفرنس بک کی مدد کے معانی ربط مضمون سے ذہن نشین ہوجاتے ہیں -

مدت ہوئی کہ اردو میں ایک چھوٹی سی میڈیکل جیورس پروڈنس شائع ہوئی تھی جو نہایت نا مکمل اور ناقص تھی اور ایک ایسی کتاب کی شدید ضرورت ہے جو اپنے موضوع کے لحاظ سے ہر طرح جامع و مکمل ہو -

خدا کا شکر ہے کہ یہ کمی پوری ہوگئی اور ایسے شخص کے قلم سے پوری ہوئی جو بنظر علمی قابلیت اور عہدہ عالی کے اعتبار سے تمام ہندوستان میں اپنا نظیر نہیں رکھتا -

امید ہے کہ قانون داں اور فوجداری کار و بار والے حضرات اس کتاب کو اپنے کار و بار میں چراغ ہدایت اور خضر رہنما سمجھ کر اس کی ضرور قدر کریں گے - یہ کتاب نہایت اعلیٰ اہتمام کے ساتھ مطبع مفید علم آگرہ میں چھپی ہے اور (۳۸۰) صفحات میں - اس کی قیمت سابق میں ۶ روپیہ مقرر تھی - مگر اب علم فائدہ کی غرض سے تین روپیہ علاوہ محصول ڈاک کردی ہے - اور مولوی عبد اللہ خاں صاحب کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن سے مل سکتی ہے -

صنمخانۂ عشق ! صنمخانۂ عشق ! !

یعنی حضرت امیر احمد مینائی کا مشہور دیوان بار سوم چھپ کر تیار ہو گیا ہے - قیمت ۲ روپیہ ۸ آنہ -

حکمت بالغہ - ہر سہ جلد کامل صفحات ۱۰۶۴ - اس کتاب کا تفصیلی ریویو الہلال کے گذشتہ پرچوں میں چھپ چکا ہے - قیمت ہر سہ جلد ۵ روپیہ -

نعمت علی - مشتمل بر حالات صوفیائے کرام - یعنی امام عبد الوہاب شعرانی کی لا جواب کتاب لواقح الانوار کا ترجمہ - صفحات ہر دو جلد ۷۲۹ - قیمت ۵ روپیہ -

مشاہیر السلام - یعنی اردو ترجمہ تاریخ ابن خلکان دو جلد - قیمت ۵ روپیہ -

تمدن عرب - قیمت سابق ۵۰ روپیہ قیمت حال ۳۰ روپیہ -

تمدن ہند - شمس العلما مولانا سید علی بلگرامی مرحوم کی آخری یادگار - قیمت ۵۰ روپیہ -

تحقیق الجہاد - مصنفہ نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم صفحات ۲۱۲ قیمت ۳ روپیہ -

شرح دیوان غالب اردو - تصنیف مولوی علی حیدر صاحب طبا طبائی صفحات ۳۳۸ - قیمت ۲ روپیہ -

داستان ترکتازان ہند فارسی - ۵ جلد کامل صفحات (۳۶۵۶) کل سلاطین دہلی کی ایک جامع اور مفصل تاریخ - قیمت حال ۶ روپیہ -

افسر اللغات - یعنی عربی اور فارسی کے کئی ہزار الفاظ کی ایک کامل ڈکشنری صفحات (۱۲۲۶) قیمت سابق ۶ روپیہ قیمت حال ۲ روپیہ -

مآثر الکرام فارسی - مشتمل بر حالات صوفیائے کرام قیمت ۲ روپیہ -

علمی اصول قانون - یعنی مسٹر ٹیبلیو - ایچ - ریٹنگن کی کتاب کا اردو ترجمہ صفحات ۸۰۸ - قیمت ۸ روپیہ -

گلشن ہند - تذکرہ شعرائے اردو کا ایک نایاب تذکرہ - صفحات ۲۲۴ قیمت ایک روپیہ -

قواعد العروض مصنفہ مولانا غلام حسین قدر بلگرامی عربی و فارسی میں بھی علم عروض کے متعلق کوئی ایسی جامع کتاب موجود نہیں ہے - صفحات ۳۷۴ - قیمت سابق ۴ روپیہ قیمت حال ۲ روپیہ -

مد القاموس - مصنفہ مسٹر لین ۸ جلد کامل یعنی عربی زبان کا ایک جامع لغت انگریزی زبان میں - قیمت - ۱۲۰ - روپیہ -

المشتہر عبد اللہ خان بک سیلر اینڈ پبلیشر کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن

" اغیار یعنی فرانسیسیوں' روسیوں' انگریزوں ' اور اهل بلجیم کے ساتھہ جو عمدہ سلوک یہاں کیا جا رها ہے ' وہ اسدرجہ حد سے گذرا ہوا فیاضانہ ہے کہ اسپر هم لوگ اپنی گورنمنٹ سے رفتہ رفتہ بہت هي ناراض هوتے جاتے هیں - ان میں سے جو لوگ مفلوک الحال هیں' انکے لیے چندے ہو رہے هیں - نہ معلوم کب جرمنی اپنی اس فضول مہربانی کو رخصت کریگی ؟ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ خود اسکی رعایا کے ساتھہ دوسرے ملکوں میں ذلت آفریں سلوک هو رها ہے ! هم کبھی ان مظالم کو نہیں بھولینگے جو اهل جرمنی پر بلجیم میں کیے گئے - وهاں دولت مند سے دولتمند جرمن موجود هیں ' مگر انکے بدن پر مشکل سالم کپڑا نظر آئیگا - انکے ساتھہ خوفناک بدسلوکی کیگئی اور بالآخر انکو بھاگنا پڑا - عورتوں پر ایسے ایسے ظلم ڈھالے گئے کہ انھیں اپنے بچوں کو مکان کی کھڑکیوں کے باهر پھینکدینا پڑا اور بہت سی مائیں تو پاگل ہوگئیں !

هم کو یقین ہے کہ همارے سپاهی همارے لیے میدان فتح کرینگے' لیکن اگر بفرض محال همارے دشمنوں کی زیادہ فوج نے انھیں کچل بھی ڈالا - جب بھی همیں اپنے ایماندار اور راست باز ہونے پر همیشہ فخر و ناز رهیگا -

تاهم یہاں ترکسیکو بھی یہ خیال نہیں کہ هم کو شکست هوگی - چاہے انگلستان دوسری نصف دنیا کو بھی همارے مقابلہ میں لاکے کھڑا کردے مگر همیں فتح هی هوگی " -

یہ خاتون اسی خط میں بعد کی نوشتہ عبارت مورخہ ۲۹ - اگست میں لکھتی ہے :

" هم جب اجنبی اخباروں میں یہ پڑھتے هیں کہ هم بربری اور وحشی هیں تو همکو بے حد هنسی آتی ہے - گویا وحشی لوگ بھی کروپ کی توپیں' زپلن هوائی جہاز' هر قسم کے تھیٹر' اوپرا' حیرت انگیز عجائب خانہ' اور امپیریٹر نامی جہاز کے برابر جہاز بنا سکتے هیں ! تاهم مسکین اور ذلیل فرانسیسی کیا کریں ؟ وہ اس سے زیادہ کچھہ نہیں جانتے "

ایک دوسری بعد کی نوشتہ عبارت میں لکھتی ہے :

"همیں چار چھوٹے کروزروں کے ضائع ہونے کی اطلاع دیگئی - مگر یہ نقصان ان عظیم الشان فتوحات کے مقابلہ میں کچھہ بھی نہیں ہے جو همیں حاصل هوئی هیں - اسوقت همارے پاس ۳۰ هزار روسی قیدی هیں جو اس امر پر خوش هیں کہ انھیں جرمنی میں عمدہ غذا ملتی ہے " (لیکن اسکے بعد روسی قیدیوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی ہے)

مکتـــوب استــانـــہ علیـــہ

اجیـــبو داعــي اللـہ !

مکتوب مبارک جمعیۃ هلال احمر قسطنطنیہ

برادر عزیز محترم :

پس از ستایش و نیایش عرض میشود کہ جمعیۃ هلال احمر عثمانی خدمات شما را کہ از راہ اسلامیت و اخوت در اثنای جنگ طرابلس و بلقان ابراز و اثبات فرمودہ اید' گاہے فراموش نخواهد کرد - نہ تنہا این جمعیت ' بلکہ تمام ملت نجیبۂ عثمانیہ منتدار و شکرگذار انسانیت و نیکیہاے برادران آن دیار بودہ' و همیشہ مشغول تمجید و تحسین می باشند - از پرتو همم عالیہ و تبرعات دیندارانۂ برادران دینی هندوستان در جنگہای گذشتہ و ایام اضطراب ' این جمعیت می توانست از عہدۂ خدمات بزرگ و کارهاے سترگ بر آید ' چنانچہ مبالغ اعانات مرسولہ بے حیف و میل کلیاً صرف غزاۃ و مجروحین عثمانی گردید -

هیچ شکی نیست کہ خبر جنگ عمومی اروپ بسمع مبارک رسیدہ است - امروز تمام دول شرق و غرب - خواہ درین حرب عمومی شریک و سہیم باشند یا نباشند محض صیانت و محافظۂ استقلال و شرف دیرینۂ خود شان مجبور بہ سفربری و آمادۂ کارزار بودہ' و تمام قواے بری و بحری خود را مہیا و مستعد ساختہ و منتظر حلول وقت میباشند - بمضمون " حاضر جنگ باش اگر میطلبی صلح و صلاح " دولت ابد آیت علیۂ عثمانی نیز' با اینکہ همیشہ صلح و مسالمت را رهبر مساعی نمودہ و آن را بر رزم و وغا ترجیح دادہ است ' براے احتیاط اکنون مجبور احضار و تہیۂ کلیۂ قواے بری و بحری خود گردیدہ - و الحمد للہ بر حسب ارادۂ مبارکۂ سنیۂ اعلی حضرت خلیفۃ المسلمین متعنا اللہ بطول حیاتہ وخلد اللہ ملکہ و دولتہ و بہ همت زمامداران امور و مدبران مہام جمہور از عہدۂ این کار بخوبی چنانکہ شاید و باید ' بر آمدہ ' و قواے مہمۂ عسکریہ و بحریۂ خود را کاملاً تدارک و تجہیز' و بحدود مملکت و ثغور دولت روانہ کردہ است -

خدا نکردہ اگر جزئی تجاوزی بشرف و استقلال دولت علیہ از طرف هر کدام از دول اروپ واقع گردد ' بی محابا در منع و تنکیل آن و محافظۂ بیضۂ مقدسۂ اسلامی انچہ از دست بر آید ' مادتاً و معناً ' مالاً و بدناً ' کوتاهی نخواهد شد - تا اینکہ استقلال این یگانہ دولت اسلامی و شرف و عزت تمام مسلمانان روے زمین و برادران دینی محفوظ و مصئون مانده ' از ننگ خذلان و ذلت وارستہ آید -

پس درین هنگام و اوقات مغتنمہ بر تمام مسلمانان عالم دیناً و وجداناً واجب است کہ یاری و معاونت نمودہ و از همدیگر دستگیری کنند -

لہذا جمعیت مرکزیۂ هلال احمر عثمانی و این بندہ کہ بشرف عضویت آن و دوستی جنابعالی مفتخرم ' از راہ دیانت پروری و اسلامخواهی لازم دانستم کہ نظر دقت آن حضرت را بدین نقطۂ باریک درین وقت خطرناک پیش از پیش جلب نمودہ ' و کما فی السابق طلب معاونت و امداد نمایم - البتہ میدانید کہ یاری و اعانت بہلال احمر خالی از همہ گونہ مسئولیت شخصی و دولتی بودہ ' و متفقاً تمام دول متمدنۂ عالم امداد باین گونہ جمعیات را در مجامع رسمیہ و اجتماعیات دولیہ تصدیق و تائید نمودہ اند - جمعیت هلال احمر هیچ وقت با امور سیاسیہ و کارهای پولتیکی رابطہ و علاقۂ نداشتہ و همیشہ تمام همت خود را صرف تداوی مجروحین و واماندگان جنگ نمودہ است - پس درینصورت خواهش می شود کہ از حالا شروع و مبادرت بہ جمع اعانات لازمہ چنانچہ مقتضی شیمۂ مرضیۂ آنجناب و تمام اخوان دین است ' بفرمائید - نیز متوقعیم کہ مبالغ مجموعہ را راساً بدون هیچ واسطۂ تا جائیکہ ممکن است ' بجمعیت مرکزیۂ قسطنطنیہ ارسال داشتہ و نام اعانت دهندگان را بانگلیسی و فارسی با کمال وضوح تحریر نمائید' تا منتظما و مکملاً در دفاتر اساسیہ و اصلیۂ هلال احمر بی غلط و خطا درج و ثبت شود و در آیندہ موجب هیچ گونہ قیل و قال و مؤاخذہ نگردد - بدین وسیلۂ حسنہ در ختام این عریضۂ اخوت فریضہ پیشگی تشکر از همت و خدمت جنابعالی نمودہ ' موفقیت و عافیت همگی را از درگاہ حضرت احدیت مسئلت می نمائیم و السلام (عند اللہ لا یضیع اجر من احسن عملا) -

بتاریخ ۷ ' ماہ رمضان مبارک سال ۱۳۳۲

خادم انسانیت و اسلامیت :

عضو هلال احمر: کمال عمر - کاتب عمومی هلال احمر: دکتور مدنی

رئیس ثانی هلال احمر: دکتور بسیم عمر

مفت　　　مفت　　　مفت

اایک عجیب غریب مرقعــــہ

اصلي چیــزیں ـ کم قیمت ـ نایاب ـ امیاب

۲۱ اکتــوبر تک

نئے قسم کا رسٹ واچ

(گارنٹی ۲ سال)

نہایت خوبصورت - نکل سلور کیس مضبوط کیلس چال وقت ٹھیک دینے والی - چمڑہ ولایتي نہایت ملائم - قیمت اصلی ۱۲ روپیہ -

رعایتی قیمت ۴ روپیہ ۱۴ آنہ ارکسیڈ ایزق اسٹیل کیس - ۵ روپیہ ۴ - آنہ -

سلور کیس ۲ روپیہ عمدہ سلور کیس ۲ روپیہ ۸ آنہ سنہرا کیس ۵ روپیہ ۴ آنہ -

---

۱۴ قیرٹ گولڈ واچ

گولڈ انجن ٹرنڈ کیس - دیکھنے میں بہت خوبصورت ٹھیک سونے کا معلوم ہوتا ہے -

اصلی قیمت ۲۰ روپیہ رعایتی قیمت ۷ روپیہ -

---

۱۴ کیرٹ رولڈ گولڈ زریڈا لیور واچ -

(گارنٹی ۵ سال)

دیکھنے میں قیمتی گھڑیوں کے مشابہ ہے - نہایت اچھی قابل تعریف -

قیمت اصلي ۱۵ روپیہ رعایتي قیمت ۷ روپیہ ۴ آنہ نکل رولن کیس ۲ روپیہ -

---

موثر ریگولیٹ لیور واچ -

(گارنٹی ۵ سال)

ہر شخص کے لائق لیور کھلا ڈھکنا - مضبوط کیلس چال ڈائل منقش درمیانہ سائز - نہایت عمدہ اور ٹھیک وقت دینے والا -

اصلی قیمت ۱۰ روپیہ رعایتی ۳ روپیہ ۴ آنہ

سنتر ش ہینٹنگ واچ -

(گارنٹی ۲ سال)

نکل ہنٹنگ سائز ۱۶ - سادہ ڈائل - کفایت اور اچھا وقت دینے والا - موٹی، سوئیاں - ہزاروں گھڑیاں سال میں فروخت ہوتی ہیں -

اصلی قیمت ۱۲ روپیہ رعایتی قیمت ۵ روپیہ ۴ آنہ -

سنٹر سکنڈ واچ 'سٹوپ واچ

اصلی عمدہ قسم کا ۵ روپیہ چار آنہ

گارنٹی پانچ سال

خاصکر ڈاکٹروں اور دائیوں کیلیے یہ گھڑي ایک سکنڈ کے حصہ کوبھي اچھی طرح سے بتلاتا ہے - کھلا ڈھکنا - چال عمدہ - دیکھنے میں خوبصورت قیمت اصل ۷ روپیہ - رعایتی قیمت ۳ روپیہ ۱۴ آنہ -

---

سي انڈیا واچ

گارنٹی پانچ سال

بلکل نئے فیشن کا سلنڈر واچ کھلا ڈھکنا کي دس فانسی سکنڈ ہنڈ سوئي کے شامل - نہایت سچا وقت دینے والی - قیمت اصل دس روپیہ رعایتي ۳ روپیہ چودہ آنہ -

فینسی ڈائل ۴ روپیہ آٹھہ آنہ -

امریکن لیور اسٹنڈرڈ واچ

۱۴ ایرٹ گولڈ واچ

گارنٹی چھہ سال

کم قیمت میں سب سے اچھا لیور واچ استعمال کے قابل یہ گھڑی پانچ سو روپیہ کے ساتھہ اچھي عرصہ مقابلہ کرسکتي ہے - کیس - دیکھنے میں نہایت خوبصورت -

قیمت اصلی ۲۰ روپیہ رعایتی قیمت ۹ روپیہ آٹھہ آنہ -

لیڈي گولڈ واچ

گارنٹی پانچ سال

لیڈي اور جنٹلمین کے قابل - چھوٹے شکل کا دیکھنے میں خوبصورت سچا وقت دینے والي بالکل نئے فیشن کا کیس -

قیمت اصلي ۲۵ روپیہ رعایتي قیمت ۱۴ روپیہ آٹھہ آنہ - جسمیں جنٹس سائز - ۲۸ روپیہ

بي - اس - ننکني - اینڈ کمپني نمبر ۱ - ۳۶ - دھرمتلہ کلکتہ

مفت　　مفت　　مفت

ایک عجیب موقعہ

اصلی چیزیں - کم قیمت - نایاب - کمیاب

اصل سے آدھی اور آدھی سے چوتھائی قیمت

۳۱ اکتوبر تک

نوٹ - اس بات پر غور کیجیئے کہ ہر گھڑی کے ساتھ ایک چیز بطور تحفہ کے دی جاتی ہے اسطرح کہ

ایک گھڑی کے خریدار کو ایک جرمن سلور چین مفت

دو گھڑی کے خریدار کو ایک رولڈ گولڈ (سونا) چین مفت

تین گھڑی کے خریدار کو ایک جوڑا الکٹرک گولڈ پلیٹڈ سلف کلوزنگ اسپرنگ برسلٹ مفت ! !

اگر آپکو گھڑی پسند نہ آئے تو قیمت واپس دیجائیگی

اسپرنگ برسلٹ واچ -

(گارنٹی ۴ سال)

رولڈ گولڈ - گول شکل - بہت دیرپا - آپ لوگ ۲۵ سیکڑے زیادہ فائدہ اٹھاوینگے اگر آپ ایک فرمایش بھی بھیجیں -

ٹھیک نقشہ کے مطابق سچے وقت دینے والی قیمت اصلی ۱۰ روپیہ - رعایتی قیمت ۵ روپیہ -

۳۲ پتھر والا	۶ روپیہ
اسکوائر شکل	۶ روپیہ
هارٹ شکل	۶ روپیہ
هشت پہل	۶ روپیہ

نئی وضع کا اسکوائر رسٹ واچ

(گارنٹی ۵ سال)

اس قسم کی گھڑیاں ابھی ابھی هندوستان میں آئی هیں - نہایت فیشن ایبل لیڈیز اور جنٹلمین کثرت سے استعمال کرتے هیں مضبوط کیس نکل کیس - فینسی ڈائل - عمدہ وقت دینے والی - ٹھیک تصویر کے مطابق -

اصلی قیمت ۱۲ روپیہ - رعایتی قیمت ۶ روپیہ - آٹھ آنہ او کسیڈائز ڈاسٹیل کیس ۶ روپیہ آٹھ آنہ -

سلور کیس	۹ روپیہ ۴ آنہ
مادر آف پرل کیس	۹ روپیہ ۸ آنہ

یہ گھڑی مع چمڑہ اور بکس کے ملیگی

فلیٹ لیور واچ

(گارنٹی ۵ سال)

نکل کیس - کھلا ڈھکنا - سائز ۱۸ - سکنڈ کی سوئی کے شامل کیلس چابی پتھر ۳ عدد ڈائل میڈل کے - اسپات کے سوئی سادہ کیس اصلی قیمت ۱۲ روپیہ رعایتی ۴ روپیہ ۴ آنہ

نیو ڈیزین ببرل رسٹ لٹ واچ

(گارنٹی ۵ سال)

یہ رسٹ لٹ واچ بہت عمدہ ہے دیکھنے میں نہایت خوبصورت فینسی سوئیاں سچا وقت دینے والی اور جدید فیشن کا ٹھیک نقشہ کے مطابق -

قیمت اصلی ۱۲ روپیہ رعایتی قیمت ۷ روپیہ -

نکل کیس	۷ روپیہ ۴ آنہ
سنہری کیس	۶ روپیہ ۱۴ آنہ
سیاہ اوکسیڈائیزڈ کیس	۶ روپیہ ۸ آنہ
فالن مل کیس	۹ روپیہ ۸ آنہ

ملٹال هنٹنگ واچ

(گارنٹی ۶ سال)

وایٹ میٹل هنٹنگ ۱۶ سائز - کی وائنڈنگ هاف پلیٹ - گولڈ گلٹ مرو منٹ سیلنڈر اسکیپمنٹ - ایک نہایت خوبصورت گھڑی -

اصلی قیمت ۱۵ روپیہ - رعایتی ۵ روپیہ هاف هینٹنگ - چھ روپیہ آٹھ آنہ -

انگما واچ

(گارنٹی ۵ سال)

پتلی چپٹی شکل کی گھڑی جنٹلمین سائز - پتھر ۴ عدد دیکھنے میں نہایت خوبصورت اور سچ وقت دینے والی - اصلی قیمت ۸ روپیہ - رعایتی ۴ روپیا ۸ آنہ -

بی - اس - نندی - اینڈ کمپنی نمبر ۱ - ۳۶ - دھرمتلہ کلکتہ

روغن بیگم بهـــار

حضـــرات اهلکار ' امراض دماغي کے مبتـــلا وگرفتار' وکلا ' طلبه' مدرسین' معلمین' مولفین' مصنفین ' کیخدمت میں التماس ہے که یه روغن جسکا نام آپ نے عنوان عبارت سے ابھی دیکھا او ر پڑھا ہے' ایک عرصے کی فکر اور سوچنے کے بعد بهتیرے مفید ادویه اور اعلیٰ درجه کے مقوی روغنوں سے مرکب کر کے تیار کیا گیا ہے ' جسکا اصلي ماخذ اطباے یوناني کا قدیم مجرب نسخه ہے' اسکے متعلق اصلي تعریف بهي قبل از استعمال و پیش از تجربه مبالغه سمجهي جا سکتي ہے- صرف ایک شیشي ایکبار منگواکر استعمال کرنے سے یه امر ظاهر هو سکتا ہے که آجکل جو بہت طرحکے ڈاکٹري کبیراجي تیل نکلے هیں اور جنکو بالعموم لوگ استعمال بهي کرتے هیں آیا یه یوناني روغن بیگم بهار امراض دماغي کے لیے بمقابله تمام مروج تیلونکے کہانتک مفید ہے اور نازک اور شوقین بیگمات کے گیسوونکو نرم او ر نازک بنانے اور دراز و خوشبو دار اور خوبصورت کرنے اور سنوارنے میں کہانتک شہرت اور تاثیر خاص رکهتا ہے - اکثر دماغي امراض کبهي غلبۂ برودت کیوجه سے اور کبهي شدت حرارت کے باعث اور کبهي کثرت مشاغل اور مصلحت کے سبب سے پیدا هو جاتے هیں ' اسلیے اس روغن بیگم بهار میں زیاده تر اعتدال کي رعایت رکهي گئي ہے تاکه هر ایک مزاج کے موافق هر مرطوب و مقوي دماغ هونیکے علاوه اسکے دلفریب تازه پهولوں کي خوشبو سے هر وقت دماغ معطر رهیگا ' اسکي بو غسل کے بعد بهي ضائع نهیں هوگي - قیمت فی شیشی ایک روپیه محصول ڈاک ۵ آنه درجن ۱۰ روپیه ۵ آنه -

بٹیکا

بادشاه و بیگموں کے دائمي شباب کا اصلي باعث یوناني میڈیکل سایئنس کي ایک نمایاں کامیابي یعني -

بٹیکا --- کے خواص بہت هیں ' جن میں خـاص خاص باتیں عمر کي زیادتي ' جواني دائمي ' اور جسم کي راحت ہے' ایک گولي کے استعمال میں اس دوا کا اثر آپ محسوس کرینگے - ایک مرتبه آپ آزمایش کي ضرورت ہے -

یه ... تیله اور ... تیلا - اس دوا کو ... لے ایا و ... سے بنایا جو شهنشاه مغلیه کے حکیم تهے - یه دوا فقط همکو معلوم ہے اور کسي کو نهیں درخواست پر ترکیب استعمال بهیجي جائیگي -

" ... " کو بهي ضرور آزمایش کریں - قیمت دو روپیه باره آنه -

حسنک پلس اور ... پانچ روپیه باره آنه محصول ڈاک ۶ آنه -

یوناني ... بازار ... دوا کي ... فهرست مفت بهیجي جاتي ہے - فوراً لکهیے -

حکیم مسیح الرحمن - یوناني میڈیکل هال - نمبر ۱۱۴/۱۱۵ مچهوا بازار اسٹریٹ - کلکته

Hakim Masihur Rahman
Yunani Medical Hall
No. 114/115 Machuabazar Street
Calcutta.

پسند نہونے سے واپس

همارا سی ... فلوت هار مونیم ... کے واسطے تین ماه تک نصف قیمت میں دي جاویگي یه ... کي لکڑي کي بني ہے جس سے آواز بہت هي عمده اور بہت دیر تک قائم رهنے والي ہے -

سینگل ریڈ قیمت ۲۸ - ۳۰ - ۵۰ - روپیه اور نصف قیمت ۱۴ - ۲۰ - اور ۲۵ - روپیه ڈبل ریڈ قیمت ۶۰ ۷۰ و ۸۰ روپیه نصف قیمت ۳۰ و ۳۵ و ۴۰ روپیه ہے آرڈر کے همراه ۵ - روپیه پیشگي روانه کرنا چاهیئے -

کمرشیل هارمونیم فیکٹري نمبر ۱۰/۳ لوئر چیت پور روڈ کلکته -

Commercial Harmonium Factory
N.o 10 /3 Lover Chitpur Road
Calcutta

انندا فلوت هارمونیم

اسکے مقابله میں تمام هرمونیم بیکار هیں اسنے انڈین اکزبیشن سنه ۱۹۰۰ میں گولڈ مڈل حاصل کي ہے - اسکے آگے زیاده تعریف کی کونسی ضرورت ہے -

گارنٹي تین ۳ سال -

اکٹو سنگل سٹ رئسي ترسي قیمت ۱۵ - ۱۷ - ۲۰ روپیه " ڈبل " " - قیمت ۲۷ - ۳۰ - ۳۵ روپیه

هر درخواست کے ساتھه پانچ روپیه پیشگي آنا چاهیے -

A. P. Day and co.
22/1 Budhoo Ostagar Lane,
Calcutta.

عـــلاج بواسیر

داخلي - خارجي - خوني وغیره کیسا هي هو' اسکے استعمال سے کلي آرام هوجاتا ہے قیمت في شیشي چار روپیه -

سفید داغ کا لا جواب علاج

بدن میں کیساهي سفید داغ کیوں نهو' اسکے استعمال سے بالکل آرام هو جاتا ہے -

قیمت في شیشي چار روپیه -

White & 50 Tollygunge
Calcutta.

استره کی ضرورت نهین

مولٹر و صاحب کا هیر ڈیلي ٹري لگا لیجے اور ایک منٹ میں بالوں کو صاف کرلیجیے في شیشي چهه آنه تین شیشي ایک روپیه -

پهـــول رانـی

نهایت خوشبودار روغـن پهول ہے سکے استعمال سے دل ودماغ تازه رهتا ہے اسطرحکا روغن ابتک کسي نے ایجاد نهیں کیا -

قیمت في شیشي باره آنــه ایک درجن سات روپیه آٹهه آنــه -

Maithra & Co 1-1 Tarak Chatterjee Lane,
Calcutta.

اصلی مکر دهبج

جوکه خاص طـــلا سے بنایا گیا ہے یه دوا خون کو صاف کرتا ہے بدن کو قوت بخشتا ہے ' ناتوانوں کو توانا کردیتا ہے -

مرد و عورت دونوں کے استعمال کے لایق ہے - قیمت نمبر ۱ ایک توله پچاس روپیه نمبر ۲ " " بتیس ۳۲ روپیه

½ ا سے کم درخواست نهیں آنا چاهیے -

Imperial Depot.
60 Srigopal Mullik Lane
Bow Bazar Calcutta.

سنکاری فلوت

تین سال کي گارنٹي

بهترین اور سریلي آواز کی هارمونیم سنگل ریڈ C سے C تک یا F سے F تک قیمت ۱۵ - ۱۸ - ۲۲ - ۲۵ روپیه

ڈبل ریڈ قیمت ۲۲ - ۲۷ - ۳۲ روپیه

اسکے علاوه هر قسم اور هر صفت کا هرمونیم همارے یہاں موجود ہے -

هر فرمایش کے ساتهه ۵ روپیه بطور پیشگي آنا چاهیے -

R. L. Day.
24/1 Harkata Lane,
Calcutta.

مفت ! مفت !

داي صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب تصنیف کرده نوجوانوں کا رهنما و صحت جسماني و زندگاني کا بیمه کتاب قانون عیاشي - مفت روانه هوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy
30/2 Harrison Road
Calcutta.

لا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

قیمت فی پرچہ - ۳ آنہ

Tel. Address:—"Alhilal," Calcutta.
Telephone No. 648.

AL-HILAL.

Proprietor & Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
14, McLeod Street,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

الهلال

مدیر مسئول و خصوصی
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۱۴ — مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ — ۱۲ — روپیہ
ششماہی — ۶ — ۱۲ — آنہ

نمبر — ۱۹ | کلکتہ : چہار شنبہ - ۲۳ ذوالحجہ ۱۳۳۲ ہجری | جلد ۵

Calcutta : Wednesday, November 11. 1914.

ادبیات

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

مسجد نبوی کی تعمیر

ہجرت کے بعد آپ نے پہلا کیا جو کام * تعمیر سجدہ گاہ خدائے انام تھا

* * *

ایک قطعہ زمین تھا کہ اس کام کے لیے * واقع میں ہر لحاظ سے موزوں مقام تھا
وہ قطعۂ زمیں تھا یتیموں کی ملک خاص * ہر چند قبرگاہ و گذرگاہ عام تھا
چاہا حضور نے کہ بہ قیمت خرید لیں * اُن کے مربیوں سے کہا جو پیام تھا

* * *

ایتام نے حضور میں آکر یہ عرض کی: * "یہ چیز بھی ہے کیا کہ جو یہ اہتمام تھا؟
یہ ہدیۂ حقیر پذیرا کریں حضور" * اللہ اِس زمین کا یہ احترام تھا!

* * *

لیکن حضور نے نہ گوارا کیا اسے * منت کشی سے آپکو پرہیز تام تھا
احسان، اور وہ بھی یتیمان زار کا! * بالکل خلاف طبع رسول انام تھا
بارہ ہزار سکۂ رائج عطا کیے * یہ تھا وہ خلق جس سے مخالف بھی رام تھا!

* * *

ساماں جو ضرور تھیں تعمیر کے لیے * اب آپکی فکر، مشغلۂ صبح و شام تھا
مزدور کی تلاش بھی تھی سنگ وگل کی بھی * ازبسکہ جلد بننے کا خاص اہتمام تھا
انصار پاک اور مہاجر تھے جسقدر * مزدور بن گئے کہ خدا کا یہ کام تھا

* * *

اک اور نفس پاک بھی ان سبکا تھا شریک * جو آب و گل کے شغل میں بھی شاد کام تھا
کندھوں پہ اپنے لاد کے لاتا تھا سنگ و خشت * سینہ غبار خاک سے ہمسر گرد فام تھا
سمجھے کچھ آپ، کون تھا انکا شریک حال؟ * یہ خود وجود پاک رسول انام تھا!!
جو وجہ آفرینش افلاک و عرش ہے * جسکا کہ جبرئیل بھی ادنیٰ غلام تھا!!

* * *

صلوا علی النبی و اصحابہ الکرام * اس نظم مختصر کا یہ مسک الختام تھا

(شبلی نعمانی)

* "كتاب مرقوم يشهده المقربون" (٨٣ : ١٨)
* "في ذلك فليتنافس المتنافسون" [٨٣ : ٢٦]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(١) " الہلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوا دینیۂ اسلامیہ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید ' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ و فصول ادبیہ ' و مضامین و مقالات سیاسیۂ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ ہے۔ اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں۔ اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے۔ اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی سے تعلیمات الاہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسقدر عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں۔ اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ علم طریق تحریر و ترتیب و اسلوب و اسم بیان اس وقت تک کے تمام اردو تحریرات میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے۔

(٢) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الالہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی نظیر و مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا۔

(٣) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی ' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا۔ یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا!

(٤) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ اعتقاد ' مومن صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں۔ بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے: ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم!

(٥) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے۔

(٦) طالبان حق و ہدایت ' متلاشیان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء تشنگان معارف الاہیہ و علوم نبویہ ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں۔ وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہیں۔ وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے ' جن میں سے ہر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے۔

(٧) چھہ مہینے میں ایک جلد مکمل ہوتی ہے۔ فہرست مضامین و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی جاتی ہے۔ ولایتی کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (٥٠٠) صفحات!

(٨) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپ رہی ہے۔ تیسری اور چوتھی جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں۔ تیسری جلد میں (٩٩) اور چوتھی جلد میں (١٢٥) سے زائد ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں۔ اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی۔

(٩) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے۔ ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے

بصائر و حکم

فاتــح افـــواج کا داخلـــہ

ممالـک مفتوحہ میں

بہ تقریب و رود افواج المانیہ در لووین و برسلز و انٹورپ

(۲)

۱۳ - اکتوبر کی اشاعت میں اس مضمون کا پہلا ٹکڑہ شائع ہوچکا ہے -

اس حصے میں ہم نے صرف اسلام کے فوجی احکام و وصایا اور عہد نبوت کی ابتدائی فتوحات کے چند مناظر دکھلاے تھے - آج ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ مسلمان فوجوں کا مفتوحہ ممالک میں داخلہ عموماً کن نتائج و عواقب کے ساتھہ نظر آیا ہے -

تمھارے سامنے تمدن قدیم اور تمدن جدید' دونوں کے مناظر موجود ہیں - روم و ایران سے بڑھکر تمدن قدیم کا اور کونسا عہد ہوگا ؟ لیکن شام و ایران اور کارتھیج میں تم دیکھہ چکے ہو کہ روم کا تمدن کس ساز و سامان کے ساتھہ داخل ہوا ؟ سکندر نے ایران کا چپہ چپہ جلادیا ' ایرانیوں نے بابل میں داخل ہوکر خون کے سیلاب ' لاشوں کے ڈھیر' اور منہدم عمارتوں کے کھنڈر اپنی یادگار چھوڑے' اور ٹیٹس کی فاتح فوج جب یروشلم میں داخل ہوئی تو وہ انسانوں کا داخلہ نہ تھا بلکہ جنگل کے درندوں اور اژدھوں کا غول تھا جس نے صرف چیرا اور پھاڑا' اور زندگی اور آبادی کے لیے ایک گوشہ بھی باقی نہ چھوڑا - فجاسوا خلال الدیار' وکان وعداً مفعولا

یہ تمدن قدیم کے سب سے زیادہ ممتاز فرزند تھے' لیکن آج یورپ کے جدید تمدن کا بھی سب سے بڑا گھرانا ہمارے سامنے ہے - ہم نہیں کہہ سکتے کہ اصلیت کیا ہے ؟ مگر خود یورپ ہمیں یقین دلاتا چاہتا ہے کہ بلجیم کے فاتح جب اسکی آبادیوں میں سے گذرے تو لووین کا دار العلم تباہ ہوگیا' ریم کے معبد مقدس کی دیواریں گرادی گئیں' برسلز اور انٹورپ کی آبادی خوف و دہشت سے تھرا گئی' اور وحشت و بربریت کا جو افسانہ ایران کے کھنڈر' بیت المقدس کی دیواریں' کارتھیج کے تودے' اور بابل کی برباد شدہ رونق سناتی تھی' وہ آج کئی ہزار برس کے بعد ٹھیک اسی طرح بلجیم کے اندر سنی جا سکتی ہے !

چنانچہ جنگ کی بھی وہ حقیقت ثابتہ و محکمہ ہے جسکی طرف قرآن حکیم نے ملکۂ سبا کی زبانی اشارہ فرمایا :

ان الملوک اذا دخلوا قریۃ ' جعلوا اعزۃ اھلہا اذلۃ وکذالک یفعلون

بادشاہوں کا قاعدہ ہے کہ جب وہ کسی آبادی میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں تو وہاں کے اہل عزت کو ذلیل و خوار کر دیتے ہیں !

لیکن جبکہ تم تمام قدیم اقوام کا مفتوحہ ممالک میں داخلہ دیکھہ چکے ہو ' اور جبکہ بیسویں صدی کے عصر تمدن و سلم کی سب سے بڑی قوم کی نسبت بھی جو کچھہ تمھیں سنا یا گیا ہے وہ تمھارے سامنے ہے' تو آؤ دیکھیں ' اس قوم کا کیا حال ہے جس سے کو آج دنیا کے مفتوحہ و محکومہ ممالک آباد ہیں لیکن کبھی دنیا کے بحر و بر کے بڑے بڑے حصوں پر سے اسکے فاتحانہ سیلاب گذرا کرتے تھے !

اس سلسلے میں گذشتہ صحبت کے بیانات تمھارے ذہن میں محفوظ ہیں - تم وہ تمام احکام و وصایا سن چکے ہو جو آنحضرۃ صلی علیہ وسلم نے ہمیشہ مجاہدین و غزاۃ اسلام کو دیے' تم نے عہد نبوت کی فاتح افواج و مجاہدین کی اخلاقی حالت بھی دیکھہ لی ہے کہ کسطرح ان میں کا ہر فرد عین جنگ کی حالت میں بھی ان احکام کی تعمیل کرتا تھا ' اور ایک ایک مجاہد اخلاق کی وہ عملی طاقت اپنے اندر رکھتا تھا جسکے لیے تیرہ سو برس کی مدنی ترقی کے بعد بھی آج سرزمین تمدن تشنۂ و بیقرار ہے ؟ لیکن درحقیقت تلاش و تفحص کے لیے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے - اسلام نے جنگ اور خونریزی کی حقیقۃ معزنہ کے اندر جو عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا ' اسکے نتائج کا ذخیرہ اسقدر کم مایہ نہیں ہے کہ چند گھنٹوں کی صحبت کے بعد ختم ہو جاے - اس کا وجود عالم کے لیے رحمت تھا : وما ارسلنا ک الا رحمۃ للعالمین ! اس لیے یہ ابر رحمت انسانی اعمال کے ہر گوشے پر برسا اور جنگ کی زمین شور بھی اسکی آبیاری سے امن و سلامتی کے باغوں کی طرح سر سبز و شاداب ہوگئی - پس ضرور ہے کہ ہماری فکر تفتیش ایک دو قدم آگے بڑھے ' اور اقلاً عہد نبوۃ و عہد صحابہ کے مشہور و مسلمہ واقعات و فتوحات کے اندر نتائج مطلوبہ تلاش کریں -

(خیبر میں مجاہدین اسلام کا داخلہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے روانہ ہوکر جب خیبر کے قریب مقام جہاء میں پہونچے تو نماز عصر کا وقت آگیا اور آپ نے نماز پڑھی - وہیں زاد راہ بھی کھولا گیا ' کھانے پینے میں مغرب کا وقت ہوگیا' نماز مغرب سے فارغ ہوکر آپ راتوں رات خیبر کی طرف روانہ ہوگئے اور کچھہ رات رہے خیبر کے متصل پہونچ گئے - آپ کا عام معمول یہ تھا کہ رات کو کبھی حملہ کی اجازت نہیں دیتے تھے کیونکہ یہ نہایت بزدلی کی بات تھی' اور بے خبری کے عالم میں دشمن کو قتل کردینا اخلاق کی انتہائی موت ہے - چنانچہ آپ نے صبح کا انتظار کیا اور نماز کے بعد جنگ شروع ہوئی - خیبر ایک نہایت آباد اور شاداب مقام تھا - صحیحین کی روایت کے بموجب اگرچہ وہاں چاندی سونا زیادہ نہ تھا لیکن اسباب و سامان زراعت اور عمدہ عمدہ مویشی اور اونٹ بہت تھے - عام مجاہدین اسلام کو آنحضرۃ کا شدت احتساب عسکری معلوم تھا' اسلیے غارتگری کی جرأت نہیں ہوتی تھی - عبد اللہ بن مغفل نے ایک توشہ دان اٹھایا مگر آپکی نظر پڑگئی تو فوراً پھینک کر الگ ہوگئے - با ایں ہمہ آخر میں ایسا ہوا کہ بعض لوگ بے تاب ہوگئے اور مال و اسباب پر قبضہ کرنا شروع کردیا -

خیبر کے مفتوحین نے یہ حالت دیکھی تو انکا ایک سردار جو نہایت مغرور اور سرکش تھا' دوڑتا ہوا آیا ' اور ایک سخت گستاخانہ لب و لہجے میں آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے پکارا :

یا محمد ! الکم ان تذبحوا حمرنا و تاکلوا ثمرنا و تضربوا نسائنا ؟ (ابوداؤد جلد - ۲ - ص - ۷۹)

کیا تمھیں یہ سزاوار ہے کہ ہمارے گدھوں کو ذبح کرڈالو' ہمارے پھلوں کو کھاجاؤ' اور ہماری عورتوں کو مارو پیٹو ؟

اگر کوئی دنیوی بادشاہ ہوتا تو اس گستاخی کا جواب زبان تیغ سے دیتا - لیکن جب آپ کو یہ حال معلوم ہوا تو آپ سخت برہم ہوے ' اور ابن عوف سے فرمایا کہ گھوڑے پر سوار ہوکر منادی

عن وهب - قال سالت جابرا هل غنموا يوم الفتح شيا ؟ قال لا (۱)

وہب کہتے ہیں کہ میں نے جابر سے پوچھا کہ کیا صحابہ نے فتح مکہ کے دن کوئی چیز بطور مال غنیمت لوٹی تھی ؟ اونہوں نے کہا " نہیں "

البتہ آنحضرت نے خود اپنے دست مبارک سے عرب کی تمام یادگار ہاے ضلالت کو برباد کردیا :

دخل النبي صلی الله عليه وسلم مكة يوم الفتح وحول البيت ستون وثلثمائة نصب - فجعل يطعنها بعود في يده ويقول جاء الحق وزهق الباطل - (۲)

آنحضرت جب فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوے تو اوسوقت خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت نصب تھے ' آپ ایک لکڑی یعنی کمان سے اونکو ٹھکراتے جاتے اور یہ آیت پڑھتے جاتے کہ حق آیا اور باطل کو شکست ہوئی !

لما قدم مكة ابى ان يدخل البيت وفيه الالهة فامر بها فاخرجت فاخرج صورة ابراهيم واسمعيل وفي ايديهما الازلام - فقال قاتلهم الله لقد علموا ما استقسما بها قط - ثم دخل البيت فكبر في نواحي البيت (۳)

جب آپ مکہ میں آے تو خانہ کعبہ میں اوسوقت تک داخل ہونا گوارا نہیں کیا جب تک کہ اوس میں بت موجود تھے - آپ کے حکم سے وہ نکالے گئے تو ان میں حضرت ابراہیم و حضرت اسمعیل علیہما السلام کے مجسمے بھی تھے اور اونکے ہاتھوں میں جوے کے تیر تھمادیے گئے تھے ' آپ نے اونکو دیکھکر کہا : خدا کفار کو ہلاک کرے - وہ خوب جانتے تھے کہ ان دونوں پیغمبروں نے کبھی جوا نہیں کھیلا - پھر آپ خانہ کعبہ میں داخل ہوے اور اوسکے تمام گوشوں میں تکبیر کا نعرہ بلند فرمایا !

---

۱ ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۲۳ - کتا الجہاد

۲ ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۷۲ - کتاب الجہاد

۳ بخاری جزو - ۵ - ص ۱۴۸ -

درخواست اعانت

میں ایک غریب و مسکین طالب العلم علاقۂ سوات بنیر کا باشندہ ' اور عشق - علم و دین میں یہاں آیا ہوا ہوں - بمشکل اخراجات تعلیم کا انتظام کر سکا ہوں اور جو کچھہ حالت آجکل طلباے علوم عربیہ کی ہے وہ محتاج تشریح نہیں - ایسی حالت میں کیا کوئی صاحب دل بزرگ قارئین عظام الہلال میں سے میرے حال زار پر توجہ فرمائینگے اور الہلال جاری کرا دینگے ؟

" بر کریماں کارہا دشوار نیست !

میں نے ادارۂ الہلال سے خط و کتابت کی - معلوم ہوا کہ دفتر الہلال کی جانب سے علما و طلبا و ائمۂ مساجد وغیرہ کے نام صدہا پرچے مفت جاری ہیں اور اب مزید اجراء کی دفتر طاقت نہیں رکھتا - مجبور ہوکر ننگ سوال کو گوارا کرتا ہوں - (انکا نام اور پتہ ادارۂ الہلال میں محفوظ ہے)

تاریخ و عبر

اهل عرب کی ترقی کا راز

عہد نبوت اور عہد صحابہ میں عرب کے قواے علمیہ کا ظہور اور اونکے فلسفیانہ علل و اسباب

(تمہید)

جرمنی کی ترقی کا متحرک افق آپ کے سامنے ہے - وہ نہایت سریع التغیر حرکت کے ساتھہ آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اور آپ کا تار نگاہ اوسکی سرعت رفتار کے ساتھہ مربوط ہوگیا ہے - ترقی کی رو جسقدر اوسکو آگے بڑھاتی ہے ' اسی قدر آپ کا تار نظر بھی تنتا ہوا چلا جاتا ہے -

لیکن آپ کی جولانی نگاہ کیلیے ایک اس سے زیادہ وسیع اور غیر محدود فضاء بھی مل سکتی ہے جس میں روحانیت کی جلوہ افروزیوں نے گوناگوں خوارق اور بوقلموں عجائب کا ایک عجیب وغریب منظر قائم کردیا ہے - اس میں آپ صرف عرب ہی کی کامیابی کا پرتو نہیں دیکھیں گے بلکہ آپ کی عجیب وغریب جرمنی بھی اسیکی ایک شعاع منعکس ہے - آپ جرمنی کی اختراع و ایجاد کے آگے محو حیرت ہوے جاتے ہیں ' لیکن اوس عظیم الشان طاقت کو نہیں دیکھتے ' جس نے عرب کو پیدا کیا ' عجم کو زندہ کیا ' اندلس کو مرغزار بنایا ' بغداد میں علم و حکمت کا دریا بہایا ' اور اس آخری دور میں جب آپ نے اوس سے منہہ پھیر لیا تو اوس نے جرمنی کے حدود میں اپنے فیض علم کی نمایش کی ؟

جرمنی کو صرف مادہ ہی نے جرمنی نہیں بنایا ہے - اخلاقی اور قدرتی قوانین کی روح بھی اوسکے اندر خاموش عمل کررہی ہے - عرب کو بے شبہہ ایک روحانی طاقت نے عرب بنایا ' لیکن عرب ہی کا مادہ اس غیر معمولی روح کا متحمل بھی ہوسکتا تھا ' اسلیے عمارت اگرچہ روحانی ہے ' لیکن سطح بہرحال مادی ہے -

آپ عرب کے سلسلۂ ترقی سے اسلام یا پیغمبر اسلام کے روحانی اثر کو سردست بالکل الگ کردیجیے - صرف عرب کے قدرتی مناظر کو پیش نظر رکھیے - پہلے آپ صحراے عرب کے وسیع اور چمکنے والے ریگستانوں پر نظر ڈالیے - اگر اسکا قدرتی اثر انسان کے اخلاق و عادات پر پڑ سکتا ہے تو سب سے پہلے نور ایمان کے اون ذروں کو ڈھونڈھیے جو اس چمکنے والے بالو کے اندر اپنا پرتو دکھا رہے تھے - عرب کا یہ قیمتی خزانہ اونکے اندر محفوظ رہ سکتا تھا یا نہیں ؟ آپ ایک قدم اور آگے بڑھکر عرب کے نقش قدم کی اوس حرکت کو دیکھیے جو چند ہی دنوں میں تمام دنیا کو محیط ہوگئی - قدرتی طور پر اس متحرک سطح پر پھیل سکتی تھی یا نہیں ؟ اب آپ نگاہ کو کسی قدر اور بلند کیجیے ' اور عرب کے اوس کوہستانی سلسلہ پر نظر ڈالیے جسکی عظمت و بلندی کے فخر و غرور میں عرب کا ایک مغرور شاعر پکار اوٹھا تھا :

لنا جبل يحتله من نجيره
منيف يرد الطرف وهو كليل

ہم اوس بلند پہاڑ پر رہتے ہیں جسکی بلندی سے نگاہ تھک تھک کے گر پڑتی ہے ' اور اوسپر وہی شخص قیام گزیں ہوسکتا ہے جسکو ہم پناہ اور اجازت دیتے ہیں -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کیلیے رمضان المبارک کا زمانہ منتخب کیا جو اظہار تقوی و خشیت الہی کا بہترین مظہر ہو سکتا تھا - تمام عرب اسلام لانے کیلیے صرف فتح مکہ کا انتظار کر رہا تھا ' اسلیے آپ نے نہایت اہتمام کے ساتھہ تیاری کی - دس ہزار فوج کا اجتماع ہوا اور مدینہ سے بھرک اور پیاس کے عالم میں اس نے مکہ کا رخ کیا - جب تمام فوج بہ مقام عسفان پہونچی تو آنحضرت نے روزہ توڑنے کا حکم دیا -

قریش مکہ کو خبر ہوئی تو ابو سفیان بن حرب' حکیم بن حزام' اور بدیل بن ورقاء حالات دریافت کرنے کے لیے آگے بڑھے - جب مقام مر الظہران میں پہونچے تو فوج بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے نظر آئے - ابو سفیان نے کہا: " یہ تو عرفہ کی آگ معلوم ہوتی ہے " بدیل بن ورقاء نے جواب دیا کہ " یہ آگ قبیلہ بنو عمرو نے مختلف مقامات پر جلائی ہوگی " لیکن ابو سفیان نے نہ مانا اور اسی حیص بیص میں تھے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت آ پہنچی اور ان تمام سرداران قریش کو گرفتار کرکے آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لے گئی - اس طرح یکایک وعدۂ فتح الہی پورا ہوگیا !

آنحضرت مکہ کی طرف بڑھے تو اپنے چچا عباس سے فرمایا کہ ابو سفیان کو اسلامی لشکر کے جاہ و جلال کا منظر دکھلاؤ ! فوج روانہ ہوئی تو ہر قبیلہ کا دستہ الگ الگ آنحضرت کے ساتھہ چلتا تھا - ابو سفیان کے سامنے سے ایک دستہ گذرا تو اس نے حضرت عباس سے پوچھا: یہ کون سا قبیلہ ہے ؟ انہوں نے غفار کا نام لیا تو ابو سفیان نے کہا " مجھے ان سے کچھہ مطلب نہیں " اسی طرح جہینہ سعد بن ہذیم اور سلیم وغیرہ کے قبائل سامنے سے گذرے لیکن وہ بالکل مرعوب نہ ہوا - اس کے بعد ایک عظیم الشان فوج سامنے آئی جسمیں بالکل نئے لوگ اور نئے انداز سے چلنے والے مجاہدین تھے - ابو سفیان پر پہلی مرتبہ تعجب اور دہشت طاری ہوئی اور حضرۃ عباس سے پوچھا کہ یہ لوگ کہاں کے ہیں اور کس قبیلہ سے آئے ہیں ؟ حضرت عباس نے جواب دیا: " یہ مدینہ کے انصار ہیں " فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم و یحبونہ !!

سعد بن عبادہ نے ابو سفیان کی مرعوبیت دیکھہ کر طنزاً کہا " آج ہی لڑائی کا اصلی دن ہے ' اور آج ہی خانہ کعبہ لوٹا جائیگا "

اس کے بعد ایک چھوٹا سا دستہ گذرا جس میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے - آپ کا جھنڈا زبیر بن عوام کے ہاتھہ میں تھا - جب آنحضرت ابو سفیان کے پاس آئے تو اسنے سعد بن عبادہ کے دل شکن فقرے آپکو سنائے - آپنے فرمایا:

" سعد نے بالکل غلط کہا ' آج تو خانہ کعبہ کی چھٹی ہوگی عزت از سر نو واپس ملتی جائیگی - آج اسپر غلاف چڑھایا جائیگا - آجکا دن لڑنے کا نہیں بلکہ لٹے ہوئے کو امن دلانے کا دن ہے !! "

یہ کہکر آپ سورہ فتح پڑھتے ہوئے آگے بڑھے اور مقام حجون میں جھنڈا نصب کرنے کا حکم دیا (۱) اور چاروں طرف سے مکہ کا محاصرہ کر لیا گیا - خالد بن ولید نے دہنی طرف سے اور زبیر بن عوام نے بائیں طرف سے حملہ کیا - حضرت ابو عبیدہ پیادہ فوج کو لیکر الگ حملہ آور ہوئے تھے -

اب مکہ ہر طرف سے گھرا ہوا تھا اور مجاہدین اسلام کے سامنے جو شخص آتا تھا فوراً تہ تیغ کر دیا جاتا تھا - خود اسلامی فوج بالکل محفوظ تھی - صرف خالد کی فوج کے دو شخص شہید ہوے (۲) لیکن قریش کے پر غرور سروں کا ایک تودہ بن گیا تھا - یہاں تک کہ ابو سفیان چیخ اٹھا :

[۱] بخاری جز ۵ ص ۱۳۶

[۲] بخاری جز ۵ - ص - ۱۳۷ -

ابیحت خضراء قریش	قریش کا سر سبز باغ بالکل اوجاڑ دیا
لا قریش بعد الیوم !	گیا - آج قریش کا خاتمہ ہے !

اس پر حسرت اور مایوسانہ فقرے پر جو اسلام کے سب سے بڑے مغرور دشمن کی ناامرادانہ زبان سے نکلا تھا ' رحمت کونین کے دریاے کرم نے جوش مارا اور آپنے امان عام کا حکم دیدیا :

من دخل دار ابی سفیان فهو امن	جو شخص ابو سفیان کے گھر میں چھپ جاے اسکے لیے امان ہے '
و من القی السلاح فهو امن	جو شخص ہتیار ڈالدے اسکے لیے امان ہے '
و من اغلق بابه فهو امن !	جو شخص اپنا دروازہ بند کرلے اسکے لیے بھی امان ہے -

اس فیاضانہ حکم سے انصار کے دل میں بدگمانی پیدا ہوئی - انہوں نے کہنا شروع کیا کہ " آخر آپ کو اپنے قبیلہ پر رحم آ ہی گیا " آپ کو اسکی خبر ہوئی تو سب کو بلاکر فرمایا :

" میں خدا کا ایک بندہ اور اسکا رسول ہوں - میں نے خدا کے بعد تمہاری طرف ہجرت کی ہے - میری موت تمہاری موت اور میری زندگی تمہاری زندگی ہے ' تم نے جو بدگمانی کی وہ سچ ہے ' لیکن تم معذور بھی تھے "

یہ صحیح مسلم کی روایت ہے (۱) لیکن ابوداؤد میں ہے کہ جب آنحضرت مقام ظہران میں پہونچے تو اسلامی لشکر کے جوش و خروش کو دیکھکر حضرت عباس کے دل میں خیال پیدا ہوا - اگر قریش نے آپ سے امان طلب نہ کی تو سب کے سب ہلاک ہو جائینگے - اس خیال سے وہ خچر پر سوار ہوکر آگے بڑھے کہ اگر کوئی شخص مل جاے تو اہل مکہ کو امان طلبی پر آمادہ کریں - راستہ میں ابو سفیان اور بدیل بن ورقاء مل گئے - حضرۃ عباس انہیں اپنے ساتھہ لے آئے - دوسرے دن آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر ابو سفیان کو پیش کیا جو فوراً اسلام لے آیا اور حضرت عباس نے اس موقعہ سے فائدہ اوٹھاکر آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ ابو سفیان اس موقع پر یہ فخر حاصل کرنا چاہتا ہے کہ اسکے گھر کو دار الامن بنادیا جاے - آنحضرت نے اس درخواست کو منظور فرما لیا ' بلکہ امن عام کا حکم دیدیا :

من دخل دار ابی سفیان فهو آمن '	جو شخص ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے اسکے لیے امن ہے '
و من اغلق علیه داره فهو آمن '	جو شخص اپنا دروازہ بند کرلے اسکے لیے امن ہے '
و من دخل المسجد فهو آمن	اور جو شخص مسجد میں پناہ لے ' اسکے لیے بھی امن ہے !

چنانچہ اس امن سے اہل مکہ نے پورا فائدہ اوٹھایا :

فتفرق الناس الی دورهم و الی المسجد (۲)	جب یہ ہوا تو لوگ پناہ لینے کیلیے مسجد میں اور اپنے اپنے گھروں میں گھس گئے -

تمام سرداران قریش نے خانہ کعبہ کے دامن میں پناہ لی تھی - (۳)

حضرت ام ہانی نے ایک مشرک کو پناہ دی اور آنحضرت سے اسکا تذکرہ کیا - آپنے فرمایا کہ کسی ایک شخص کی تخصیص نہیں ' تمنے جس کسی کو بھی پناہ دی ہے وہ ہمارے امان میں داخل ہوگیا - غرض آپ کے عفو و کرم نے تمام مکہ کو اپنے دامن میں چھپا لیا اور عین حالت جنگ میں بھی کسی نے کسی کے مال و اسباب کو ہاتھہ تک نہیں لگایا - ابوداؤد میں ہے :

[۱] مسلم جلد ۲ - ص - ۸۹ - کتاب الجہاد

[۲] ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۷۱ - کتاب الجہاد -

[۳] ابو داؤد جلد - ۲ ص - ۷۲ - کتاب الجہاد

برید فرنگ

پریس بیورو لندن

(یعنی وہ سرکاری محکمہ جو زمانۂ جنگ میں خبروں کے احتساب اور اطلاع کیلیے قائم کیا گیا ہے)

(بقلم احتساب و اطلاع)

منقول از ٹی - پی ویکلی

" وسٹمنسٹر " کو جاتے ہوے " چیرنگ کراس " کے معنی جانب تین کھڑکیاں ملتی ہیں جنکی وضع اپنے لسان حال سے کہتی ہے کہ یہ کسی محل کی کھڑکیاں ہیں - ان میں سے پہلی دونوں کھڑکیوں کے وسط میں ایک دروازہ ہے جو آجکل شب و روز کھلا رہتا ہے -

لندن میں ایک راہگیر کے لیے یہ عمارت کوئی اپنے اندر جاذب نظر اور عطف توجہ کی کوئی خاص قوت نہیں رکھتی - کیونکہ وہ کتنے ہی نمونے اس سے زیادہ خوشنما ' زیادہ پر شوکت ' اور زیادہ مستحکم دیکھتا رہتا ہے - یہی وجہ ہے کہ جب وہ علم طور پر ادھر سے گذرتا ہے تو بغیر کسی خاص توجہ کے اپنے خیالات میں مستغرق چلا جاتا ہے :

چشم سیہ چشم کہ بر سوے فرشان گذرد !

لیکن اب اس " خس اور لوہے " کے عہد نے اس عمارت پر کچھہ ایسا جادو کردیا ہے کہ ایک جامد اور سرد جذبات شخص بھی جب اس طرف سے نکلتا ہے تو شاعرانہ جذبات کے عالم میں ایک نظر اس پر ضرور ڈال لیتا ہے - یہ طلسم سحر کسی حروف کش کے موقلم کی چند کششیں ہیں جو انگریزی رسم الخط کے قاعدے سے " پریس بیورو اینڈ وار آفس نیوز بیورو " (قلم اطلاعات نظارت بحریہ) پڑھی جاتی ہیں !

یہیں تو ہر سرکاری دفتر کے دروازہ پر " نو اینڈ میٹنی " (اندر آنے کی اجازت نہیں) کی تختی لگی رہتی ہے جو غیر متعلق آنے والوں کو روکتی ہے لیکن یہ پیکر صناعت جو اس دروازہ پر منقش ہوتا ہے ' اسکی صناعت کی قلمرو ضرورت اور عدم ضرورت ' دونوں پر مشتمل ہے ' اور ان چند مخصوص اشخاص سے علاوہ جو اسٹاف کے ممبر ہیں اور کسی شخص کو اندر قدم رکھنے نہیں دیتی !

یہ اپنے الفاظ قرض میں نہایت متشدد ' پیغمبر ' اور عمدہ رقت مستعد ہوتا ہے - اس کا دل نہ کبھی بڑے سے بڑے شخص کے جاہ و جلال سے مرعوب ہوتا ہے ' نہ کسی ضعیفہ کے اضطرار و اضطراب پر پسیجتا ہے ' اور نہ ہی کسی حسین و طناز لڑکی کی آنکھیں آرزو سے مسحور ہوتا ہے - گویا اسکے پہلو میں دل کے بجاے ایک پتھر ہے جس پر یہ سب کیفیتیں گو جاتی ہیں مگر کوئی اثر نہیں کرتیں ' ہر اندر آنے کی اجازت لینے والے کے لیے اسکے پاس صرف ایک ہی جواب ہوتا ہے - یعنی " نہیں " !

قدیم افسانوں کے طلسمخانے کی طرح اس ممنوع الدخول مقام میں ایک جماعت کام کرتی رہتی ہے جسکے قلم ہر وقت ترمیم و تنسیخ اور حذف و اضافہ میں مصروف رہتے ہیں - اسی جماعت کو " پریس بیورو " کہتے ہیں ' اور اسی کے افسر اعلی مسٹر ایف ای اسمتھہ ہیں جنہوں نے حال میں واقعہ ٹائمز کے متعلق مسٹر اسکوئیتھہ کی زبان میں " افسوسناک استثناء " کی خدمت طوعی اپنے اوپر لی تھی -

اس صیغہ کا افتتاح جسوقت ہوا ہے اسوقت اسکے پاس اتنا سامان بھی نہ تھا جسقدر کہ لندن میں ایک دفتر کے سنجیدہ طور پر کام کرنے کے لیے کافی ہوسکتا ہے - صرف دو کمرے دیے گئے تھے - وہ بھی وہ جو ایک زمانہ میں کسی دکان کے کام آتے تھے ! مگر اب بالا خانہ کا ایک کمرہ اور بھی دیدیا گیا ہے - بالا خانہ کے کمرہ میں ۴۰ ٹیلیفون کے بکس رکھے ہوے ہیں - اکثر بکس کسی نہ کسی اخبار یا خبر رساں ایجنسی کے ساتھہ مخصوص ہیں - صرف نصف درجن بکس مشترک ہیں - نیچے کے دونوں کمرے " ریڈنگ روم " کہلاتے ہیں - اور سچ یہ ہے کہ آجکل یہ دونوں کمرے پورے معنی میں " ویٹنگ روم " ہیں !

ان دونوں کمروں میں گول میزیں بچھی ہوئی ہیں جنکے گرد ۴۰ صحافی (جرنلسٹ) بیٹھے رہتے ہیں ' اور خبروں کے انتظار کی تعب انگیز و ملول ان گھڑیاں تمباکو نوشی کے دھوؤں کے بتھے اڑانے میں بسر کردیا کرتے ہیں -

یہ دونوں کمرے ہر وقت ان صحافیوں سے بھرے رہتے ہیں جو ذوق و شوق ' جوش اضطراب ' اور قصد مسابقت کے باہم آمیز جذبات کے ساتھہ خبروں کی آمد کا انتظار کرتے رہتے ہیں - اس انتظار کی کیفیت کا صحیح اندازہ کچھہ وہی لوگ کرسکتے ہیں جو کبھی اس سے دوچار ہوے ہیں !

اس انتظار کی یہ وجہ نہیں کہ خبریں نہیں آتیں ' بلکہ سچ یہ ہے کہ جس قدر یہ صحافی بیکاری سے اکتا کے کام اور مشغلہ کے مضطربانہ طالب رہتے ہیں ' اسیقدر تیسرے کمرے کے ٹیلیفون والے مجبوراً ہر وقت مشغول و منہمک بھی رہتے ہیں - لیکن اس پر اسرار کمرہ میں جسقدر تار آتے ہیں ' ان میں سے بہت ہی تھوڑے ہیں جو اشاعت کیلیے پریس میں بھیجے جاتے ہیں ' اور گو اب کسیقدر خبروں کی تعداد میں اضافہ کیا گیا ہے ' مگر اس اضافہ میں بھی وہی اصلی نسبت محفوظ ہے - اسلیے یہ اضافہ ناقابل اعتناء اور بالکل غیر محسوس ہے -

صحافیوں کا کام صرف یہی نہیں ہے کہ وہ یہاں سے اپنے دفتر میں خبریں لیجایا کریں ' بلکہ وہ اپنے دفتر سے یہاں خبریں لاتے بھی ہیں - مثلاً ڈیلی کرانیکل کو اپنے مراسلہ نگار خصوصی کا تار یا مراسلہ ملا ' اسکا ایک مسودہ ایڈیٹر مراسلہ لیے ہوے فوراً یہاں آئیگا اور اطلاع دیگا کہ ہمارے یہاں یہ تار یا یہ مراسلہ آیا ہے - کیا ہم اسے شائع کرسکتے ہیں ؟ اسکے بعد تار یا مراسلہ احتساب و نقد کے لیے اس طلسم کے اندر مفقود ہو جائیگا -

اب اصلی واقعہ دن کی روشنی کی طرح ظاہر ہے - یعنی یہ کہ جرمنی کی طاقت اور سامان کے متعلق پہلے دنیا کے پاس جو اطلاعات سالہا سال سے تھے' وہ آج بھی ویسے ہی صحیح ہیں جیسے کہ آغاز جنگ سے پہلے تھے - جرمنی کے قبضہ میں تمام بلجیم ہے اور وہ پیرس تک بڑھ آئی ہے - وہ روس میں روسیوں سے لڑ رہی ہے اور اسکے حدود کے اندر میلوں بڑھگئی ہے' اسکی افریقہ کی نو آبادیاں ابھی تک پوری طرح مفتوح نہیں ہوئی ہیں' اور جاپان کی مشہور بحری طاقت دو ماہ میں بھی "کیا چوا" کو نہیں لیسکی ہے - دوسری طرف جرمن قلمرو کی ایک انچ زمین بھی دشمن کے ہاتھہ میں نہیں ہے - نتیجہ یہ ہے کہ جرمنی کے حریفوں کے ملک تو جنگ کی وجہ سے زیر و زبر ہوگئے ہیں جیسا کہ بلجیم' فرانس اور روس کے ایک حصہ کی حالت ہے' مگر خود اسکے یہاں کوئی جنگ نہیں اور اس طرح اس کا داخلی اطمینان اور اندرونی امن تجارت اور اقتصادی حالت بالکل بدستور سابق ہے - وہ اپنے کارخانوں کو فوجی سامان کی تیاری کے لیے استعمال کر رہے ہیں - وہ توپیں ڈھال رہے ہیں' اور ایک وقت میں سو زیر آب کشتیاں تیار کر رہے ہیں -

اس مقابلہ سے جنگ کے موجودہ نتائج بالکل واضح ہوجاتے ہیں - اوستینڈ اور اینٹورپ کی تسخیر سے جرمنی کا پوزیشن قوی اور وزنی ہوگیا ہے اور جو طاقت دوسری طرف سمندر میں اسکے مقابلہ میں ہے اس نے اپنا واسطہ بند کر دیا ہے -

بظاہر جرمنی کا نصف کام پورا ہو چکا - وہ بلجیم اور ساحل کی طرف پریشانی سے آزاد ہے اور آیندہ نئی پیشقدمی کریگی - اس نے دریاے شیلڈٹ میں سرنگیں بچھادی ہیں اور اب اپنے اثر کا پورا زور انگلش چینل پر لگائیگی "

ان سطروں کے لکھنے والے کا کھلا ہوا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے ہم مذہبوں کو یہ یقین دلانا چاہتا ہے کہ جرمنی غیر مغلوب ہے اور انگریزی شاہنشاہی کی طاقت اسکے حملوں کا مقابلہ نہیں کرسکتی -

ایک اور مقام پر سقوط اینٹورپ کی تشریح میں انگریزوں کے ساتھہ اس اخبار کی روش اور صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے - ذیل کے دو مختصر فقرے اس معاندانہ روح کے ظاہر کرنے کے لیے کافی ہیں جو لکھنے والے کے اندر کام کر رہی ہے :

" ایک جرمن سرکاری اطلاعنامہ بیان کرتا ہے کہ جرمن فوج کے اینٹورپ میں داخل ہونے سے پہلے انگریزی اور بیلجین فوج نے شہر خالی کردیا تھا - شروع سے انگریزی فوج نے اپنی حفاظت میں جس دانشمندی کا اظہار کیا ہے اس نے اس امر کو ناگزیر قرار دیا کہ فرار کی' حفاظت و سلامتی کو جنگ کے ناعاقبت اندیشانہ خیال پر ترجیح دینا چاہیے "

انگریزی نقصانات کی طرف اشارہ کرتے ہوے لکھتا ہے :

" مورننگ پوسٹ " کا بیان ہے کہ اینٹورپ میں زخمیوں کی تعداد ۲۰۰ ہے اور یہ کہ لوگ بڑی توپوں کے نہ پہنچنے پر افسوس کرتے تھے - بحری توپیں بھی دیر میں پہنچیں اور نصب نہ کی جاسکیں - تاہم انگریزی فوج کے نقصانات کچھہ ہی بیان کیے جائیں مگر یہ تمامتر صرف توپوں کے اتفاقی برے انتظام ہی کے نتائج ہیں - ورنہ ایسی عاقبت اندیش اور عاقلمند فوج جس نے ہمیشہ خونجنگ کو جنگ پر ترجیح دی ہو یقیناً محفوظ رہتی "

آخری الفاظ کی تشریح فضول ہے - ہم محفوظ طور پر یہ کہسکتے ہیں کہ ایک ایسے وقت میں جیسا کہ یہ ہے' جو گورنمنٹ ایک انگریزی رعیت کو انگریزی سپاہیوں اور ملاحوں کے متعلق اس قسم کے بد اندیشانہ اشارات شائع کرنے دیتی ہے - وہ تسامح کی بہت ہی غیر جرمن روح رکھنے کی مدعی ہوسکتی ہے -

الهلال

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۳۲ ہجری

هندوستان اور پرو جرمنزم !

و اذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ ' قل موتوا بغیظکم ' ان اللہ علیم بذات الصدور - ان تمسسکم حسنة تسؤهم' و ان تصبکم سیئة یفرحوا بها' و ان تصبروا و تتقوا لا یضرکم کیدهم شیئا - ان اللہ بما یعملون محیط !
(۳ : ۱۱۹)

حسد تہمت آزادی سـزم بگـداخت ،
کفن مرا نیست کہ بر تہمت آن هم حسدست !

ابھی چند دنوں کی بات ہے کہ پایونیر الہ آباد کے صفحوں پر گورنمنٹ کو راے دی گئی تھی کہ وہ نہ تو ہندوستانی آبادی کی وفاداری پر اعتماد کرے اور نہ ہندوستانی فوج کی شجاعت پر - کیونکہ اسکے عقیدے میں پہلی چیز صرف ایک درجن وقت شناس آدمیوں کی مصنوعی اور سازشی کارستانی ہے' اور دوسری شے کا اگر کوئی وجود ہوتا تو انگریزی حکومت ہندوستان میں نہ ہوتی !

ایسی رائیں ہمیشہ دی گئی ہیں' اور بدقسمتی سے ہندوستان میں گورنمنٹ اور رعایا کے مسئلہ کا تصفیہ اسقدر مشکل نہیں ہے جسقدر اینگلو انڈین جماعت اور پبلک کا سوال ہمیشہ سے لاینحل رہا ہے - تاہم اسکی توقع تو ہم میں سے کسی شخص کو بھی نہ تھی کہ عین اس وقت جبکہ ہندوستانی " وفاداری " کی جنس سب سے زیادہ قیمتی ہوگی' وہی لوگ اسکے وجود سے انکار کرینگے جنکو سب سے زیادہ اسکی ضرورت ہے : یخربون بیوتهم بایدیهم !

با ایں همہ انکار کیا گیا' اور اعتماد اور صداقت کے قلعہ پر جبکہ وہ سب کے خیال میں مستحکم تھا' شک اور شرارت کی پہلی گولی چلائی گئی - شرارت کا پہلا قدم خواہ میدان جنگ کی طرف اٹھایا جاے یا کاغذ کے صفحوں پر' مگر بہر حال شرارت ہے - بدی کی نسل کا رشتہ خون سے نہیں بلکہ عمل سے ہے' اور کتاب پیدایش میں لکھا ہے کہ برائی کا گھرانا جہاں کہیں بھی آباد ہوا' اسے باغ عدن ہی کی پہلی برائی کی نسل سمجھنا چاہیے - پس فساد کا یہ پہلا قدم جو ہمارے سامنے نمایاں ہوا' اگرچہ اپنے خون کے رشتے میں بالکل بے تعلق ہو' لیکن اخلاق کے رشتے سے اسی " جرمن اخلاق " کی ایک چھوٹی قسم کی نسل تھی' جسکی نسبت ہمیں یقین دلایا گیا ہے کہ سفینۂ امن پر خون کا پہلا چھینٹا اسی کے گھرانے سے اچھل کر پڑا' اور اسنے تمام یورپ کو رنگین کردیا !

یہ ایک حقیقی " جرمنزم " ہے جو برلن کی طرح الہ آباد میں بھی موجود ہے' اور جو ہندوستان کے امن اور اعتماد کو بالکل اسی طرح چیلنج دیتا ہے جس طرح برلن کا جنگی اخلاق یورپ کے امن کو - البتہ پہلے کا دائرۂ عمل اتنا وسیع ہے کہ دنیا کے دو صد سالہ تمدن کو برباد کر رہا ہے' لیکن دوسرا صرف بر اعظم هند کے

کام کا هجوم خواہ کتنا هي هو اور سوالات کي کثرت چاهے جسقدر بهي هوجاے ' مگر بهرحال جواب همیشه جلد ' شایسته ' اور تلطف آمیز پیرایه میں آئیگا - عموماً ممانعت ' گاہ گاہ ترمیم ' اور کمتر بجنسه اشاعت کي اجازت دیجاتي ہے - اگر شدت کے ساتهه ممانعت مقصود هوئي تو جواب میں " شائع نهونا چاهیے " کہا جاتا ہے - ورنه اکثر حالتوں میں معمولي جواب " اسکي تصدیق نہیں کیجاسکتي " ممانعت کے لیے کافي سمجها جاتا ہے -

اس براعظم (یورپ) میں پریس ایک قاهرانه و فرمانروایانه طاقت ہے - اسي لیے جب کبهي وہ متحده طور پر کوئي آواز بلند کرتا ہے تو وزارتوں اور حکومتوں تک کو اسکے آگے سر تسلیم خم کردینا پڑتا ہے - مگر انگریزي پریس کي گذشته تاریخ اور حریت قلم کو دیکهتے هوے اسکي موجوده بے بسي نہایت هي دردناک اور تعجب انگیز ہے -

موجوده عهد کي هر جنگ میں خبریں محتسب کي سرخ پنسل کي زیر مشق رهي هیں ' اور کتنے هي واقعات هیں جن کے چہرے کو " مصلحت جنگ " نے اپني چادر اخفا سے بالکل چهپادیا ہے ' یا کم ازکم اسکے خط و خال کو مسخ کردیا ہے - تاهم جس طرح آجکل پریس اصلي حقیقت سے بیخبر ہے - یا جسقدر اسے معلوم بهي هوتا ہے اسکے اخفا پر مجبور کیا جاتا ہے ' اسکي نظیر تاریخ میں نہیں ملسکتي -

غالباً موجوده جنگ کي تاریخ کے اندر اصلي خبروں کے جلد سے جلد شائع کرنے اور اخباروں کي اولیت و تقدم اور مراسله نگاروں کي مسابقت و منافست کا کوئي باب نه هوگا ' اور دنیا دیکهلیگي که اس مرتبه مراسله نگاروں کي نطاقت و طباعي کسقدر کند اور معطل رهي ہے ؟

اس دفتر کا ایک محتسب اسوقت ایک ایڈیٹر سے کہیں بالاتر طاقت رکهتا ہے - جسوقت سے که اخبار ایجاد هوا ہے ' آجتک کسي شخص نے بهي " سرخ پنسل " کا استعمال اس سے زیاده قاهرانه اور مختارانه نہیں کیا هوگا - اس قدرت و اختیار کا اندازہ کیجیے که لندن کے ایک روزانه اخبار مثلاً ٹائمز ' ڈیلي میل ' ڈیلي کرانیکل یا ڈیلي نیوز کے پاس میدان جنگ سے آئي هوئي " گرما گرم " خبر موجود ہے - اسکو یقین ہے که اگر وہ اس خبر کو شائع کردے تو اسکي لاکهوں کاپیاں فوراً فروخت هوجائیں ' اسکے ساتهه هي اسکي اولیت کي فہرست میں بهي ایک نیا اضافه هوجاے ' با این همه اس دفتر سے اسے جواب ملتا ہے که " یه خبر شائع نه هوني چاهیے " اور اسطرح وہ قوت قاهره ' جو وزیر اعظم کے هر فیصله کو بهي جرح و سوال کے بغیر تسلیم کرنے کیلیے تیار نہیں هوتي ' اس حکم ناطق کے آگے مُہر بلب هوجاتي ہے ' اور اپني اس متاع گرامي کو چاک کرکے ردي کي ٹوکري میں ڈالدیتي ہے !

کواسک

بري طاقت میں کلي حیثیت سے یورپ کے اندر دو سلطنتیں سب سے زیاده قوي تسلیم کي جاتي هیں - جرمني اور روس - مگر کیا عجیب بات ہے که ان دونوں سلطنتوں کي سپاہ میں جو فوج سب سے زیاده بہادر ' جري ' جانباز ' خون آشام ' جنگجو ' معرکه آرا ' سرخیل عسکر ' اور راس الجیش سمجهے جاتے هیں ' انکے نام خالص اسلامي هیں ' اور اس طرح دنیا کے دماغ میں اسلام کي سطوت ماضي اور جلال و استیلاء گذشته کي یاد همیشه تازہ کرتے رهتے هیں -

کسي گذشته نمبر میں هم لکهه چکے هیں که جرمن سپاہ کے بہترین رساله کا نام " اولن " ایک ترکي نژاد کلمه ہے - آج هم بتانا چاهتے هیں که جرمني کے حریف سطوت و قوت یعني روسي سپاہ کے ممتاز ترین حصه کا نام بهي ترکي هي کے ایک لفظ کي معرف و مسخ شده شکل ہے ' جسکے مٹے هوے خط و خال تهوڑے سے غور و فکر کے بعد پہچان لیے جاتے هیں - " کواسک " جو اس مقاله کا عنوان ہے ' لفظ " قزاق " کي متغیر شکل ہے - یه لفظ یورپ میں اسوقت روشناس هوا جب آل عثمان کي تیغ بے پناہ یورپ کے سر پر هر وقت چمکتي رهتي تهي ' اسکي خون آشامیوں سے تمام یورپ لرزاں و ترساں تها ' اور رعب و خوف کے استیلاء عام کا یه عالم تها که روس میں جب بچے اپني ماؤں کو دق کیا کرتے تهے تو وہ ڈرانے کیلیے اسقدر کہدینا کافي سمجهتي تهیں که " میں ترک کو بلاتي هوں " کیونکه اسکے بعد بچه خواہ سوے ' یا نه سوے مگر فوراً آنکهیں ضرور بند کرلیتا تها !

" قزاق " یا اسکي معرف شکل " کواسک " ابتدا میں صرف ان لوگوں کے لیے استعمال کیا جاتا تها جنکو حکومت کي طرف سے چند مخصوص حقوق حاصل هوتے تهے ' اور ان کے معاوضه میں انکا فرض تها که جب کبهي حکومت کو انکي ضرورت پیش آے اور طلب کیے جائیں ' تو فوراً حاضر هو جائیں -

یه لوگ اسوقت تک با قاعده سپاهي نه تهے اور نه سپه گري

الهـــلال اور پـايــونيــر

۲ - نومبرکي اشاعت ميں مندرجه ذيل ايڈنگ ارٹيکل پايونير نے شائع کيا ہے :

کـلکتــه ميں پـرو جـرمنـزم

"الهـــلال ايک هفته وار مصور اخبار ہے جو کلکته سے اردو زبان ميں شايع هوتا ہے اور اسکو دهلي کا ايک مسلمان ايڈٹ کرتا ہے - اسکي اشاعت اس صوبه (صوبه متحده) اور غالبا هندوستان کے اور حصوں ميں بہت ہے - آغاز جنگ کے وقت سے اسکي روش ايسي حيرت انگيز طور پر "پرو جرمن" رهي ہے که جو لوگ اخبارات پڑهتے رهتے ميں انکے ليے يه امر تعجب انگيز ہے که کيونکر گورنمنٹ اب تک اسکي تحريروں کو برداشت کرتي رهي -

غالبا اسکي وجه يه ہے که اس اخبار کي طرف کلکته ميں بہت هي کم يا بالکل توجه نہيں کي جاتي ہے کيونکه وه اردو ميں شايع هوتا ہے' اور اسميں تو ذرا بهي شک نہيں که يه من جمله ان اسباب کے ہے جنکي وجه سے اسکے ايڈيٹر نے اسکے مقام اشاعت کے ليے کلکته کو منتخب کيا ہے -

ايک اور سبب يه بهي هوسکتا ہے که اسکے سب سے زياده شرارت انگيزانه مضامين کا اسلوب کنايه آميز' مخفي استهزاء' پوشيده تمسخر' اور اشارات سے لبريز هوتا ہے ' جنميں سے اکثر کا يه حال ہے که جب انکا ترجمه انگريزي ميں کيا جاتا ہے تو يا تو انکا اثر غالب هوجاتا ہے يا وه اثر کارگر نہيں هوتا ' اور غالباً يه تو هوتا نہيں که بہت سے يوروپين عهده دار خود اصل اخبار پڑهتے هوں -

آغاز جنگ کے وقت اس اخبار ميں ايک مضمون نکلا تها جس کا مطلب يه تها که مسلمانوں کو نقصان پهنچانے ميں اٹلي کو انگلستان سے جو اعانت ملي ہے ' اسکے شکريه ميں وه اسوقت ناطرفدار ہے -

جس زمانه ميں که جرمن پيرس کي طرف پيشقدمي کررہے تهے' اس تمام مدت ميں جرمن پيشقدمي کي مقاومت پر مذاق کا سيلاب بہايا جا رها تها ' اور سقوط پيرس ايک قطعي يقين کي حيثيت سے پيش کيا جاتا تها -

اسکا ايڈيٹر جو قران کے اقتباس کرنے کا بڑا شائق ہے' اسنے قران کي وه مشهور آيت اقتباس کي تهي' جسميں مکڑي کے جالے کے کمزور هونے کا ذکر ہے -

جونهي يه نظر آيا که جرمن پيرس کا محاصره نہيں کرنے والے هيں تو اس واقعه کو ايک پاليسي اور مصلحت قرار دينے کيليے هر قسم کے وجوه پيش کيے گئے' اور جب انکي واپسي نم تيز رفتار هوگئي تو اس واقعه پر زور ديا گيا که وه ابتک پيرس سے بالکل قريب هيں - ايمڈن کي کاميابيوں سے ايک وسيع سرمايه تيار کيا گيا اور آسٹريا کي هزيمتوں کا ذکر نہيں کيا گيا ' مگر جب کبهي روس کي فتوحات کا بالکل انکار نہيں کيا جاسکا تو برابر اسکا مذاق اڑايا گيا اور اسے کم کرکے دکهايا گيا -

انگريزي بحري فتوحات کا کوئي ذکر نہيں کيا گيا اور تصاوير شائع کي گئيں جنکا کهلا هوا مقصد پبلک کے دل پر اس خيال کا نقش کرنا تها که جرمن بيڑا بہت بڑا اور طاقتور ہے کبهي کسي ايسے امرکي طرف اشارا نہيں کيا گيا جو ذرا بهي جرمني کے خلاف تها -

۷ - اکتوبر کي اشاعت کے بعد يه اخبار ۱۵ دن تک نہيں نکلا اور بہت سے لوگ يه سمجهنے لگے که وه بند کرديا گيا ہے - خصوصاً اسليے که کي اشاعت ميں جنگ کي خبريں بغير معمولي تنقيد کے شائع کي گئي تهيں - تاهم اب ۱۲ - اکتوبر کو اسکا ڈبل نمبر مخصوص تشريح کے نکلا ہے که کمپوزيٹروں کي اسٹرائک اسکي ۱۴ کي اشاعت کے شائع هونے سے مانع هوئي -

اس نمبر ميں ايڈيٹر جرمني کي تعريف اور انگريزوں کي تحقير و استهزاء ميں پہلے سے بهي بہت آگے بڑهگيا - بلجيم کے ساتهه ايڈيٹر کي روش کا فيصله بلجين سپاهيوں کي ايک تصوير سے هو سکتا ہے جو چند درختوں کے نيچے آرام کر رہے هيں اور جسکے نيچے يه الفاظ هيں " يه آرام کي آخري ساعتيں هيں جو ان بد قسمتوں کو نصيب هوئيں " اس کے بعد قران کا اقتباس ہے :

" يه خدا نہيں جو انکے ساتهه برائي کرتا ہے بلکه وه خود اپنے ساتهه برائي کرتے هيں "

ايک طويل ايڈيٹوريل مضمون ميں موجوده جنگ کے متعلق يه فقرے هيں :

"موجوده جنگ کي تاريخ ميں انٹورپ کے قلعوں کو يه تاريخي امتياز حاصل ہے که مليٹري سائنس (فن جنگ) نے انکے بد قسمت انجام کي طرح انکا ساتهه نہيں چهوڑ ديا ہے' اور بظاهر اسوقت تک ان کے استحکامات ميں ليژ اور نامور کي طرح کوئي عيب يا خامي نہيں نکالي گئي ہے - اگرچه وه فتح هوگئے هيں مگر انکي طاقت اور پناه بخشي کے حقائق هنوز غير مفتوح هيں - اور غير منقطع طور پر انکے عيوب اور نقائص کا راگ گانے کے بدلے حمله آور کي طاقت کا اعتراف کيا گيا ہے اور سب سے پہلي مرتبه صداقت اور حقيقت کے ساتهه مهرباں توجه کي گئي ہے - الحمد لله که جو قوت نقد پہلے بدقسمت مفتوح قلعوں کے عيوب نکالنے ميں صرف کي جاتي تهي' اب اس کا ايک حصه جرمن کے عجيب و غريب توپخانوں کے اکتشاف ميں استعمال کيا گيا ہے اور يه تحقيق کيا گيا ہے که يه نتائج عجيبه جرمني کي وجه سے نہيں بلکه اسکي قلعه پاش توپوں کي وجه سے هيں جنکا قطر ۳۷ سينٹيميٹر کا ہے اور جو ۳۰ من کے گولے پهينکتي هيں (يهاں پر ايک فارسي اقتباس ہے : هم کو کهانس کے اس کمزور پتي سے ايسي اميد نه تهي) يه اعلان کيا گيا ہے که انگريزي مدد انٹورپ کو بهيجي گئي جو گئي اور اس نے اميد کي خوشي ميں باشندوں کو دو شبيں گزار نے ديں -

انکي آمد کا استقبال جوش و خروش کے ساتهه کيا گيا ' اور گرجوں ميں حمد و شکر کے ترانے گاے گئے - تاهم اس قيمتي اعانت نے بدبخت بلجيم کو کوئي فائده نه بخشا' اور مختلف مخالف حوادث کي وجه سے انگريزي بهادري کو ان فوجي مناقب اور عسکري فضائل کي نمايش کا موقع نہيں ملا جو بارها فرانس کے ميدانوں ميں ظاهر هوئي هيں - تاهم انهوں نے نهايت دانشمندي کے ساتهه اپنے بيشتر حصه کو تباهي سے بچاليا اور انٹورپ سے بهاگنے والوں کے همراه اوسٹينڈ اور هواليڈ آگئے "

اس ايڈيٹوريل کے آخر ميں نتائج جنگ کا حسب ذيل خلاصه نکالا گيا ہے :

جرمني کے قبضه ميں تمام بلجيم ہے اور اس نے اپنے داهنے بازو کو پيرس کي سرحدوں تک پهيلا ديا ہے - تمام بلجيم اور فرانس کي پوري سرحد دشمن سے پاک هوگئي ہے ' اور انهوں نے اپنے خطوط مدافعت اور فوجي مراکز بغير خلل اندازي کے مقرر کر ليے هيں - انهوں نے حسب دلخواه وسيع خندقيں ايسے وقت ميں تيار کر لي هيں جبکه دشمن کي ايک گولي نے بهي انهيں باز رکهنے کے ليے مداخلت نه کي اور جب جرمني وه سب کچهه کر چکے جو کرنا چاهتے تهے' تو انکي آگے بڑهي هوئي فوج باقاعده پيچهے هٹي اور ايک مضبوط مقام پر آکے ٹهر گئي -

اگر ان خيالات اور غلط فهميوں کا ايک عشر بهي صحيح تسليم کرليا جاسے جو جرمني کي طاقت ' اسکے اسلحه ' اسکے ساز و سامان' اسکے طريق حمله و اقدام' اسکے انتظامات ' اور هر قسم کي رسد رساني کے متعلق مشهور کي گئي هيں' تو انکي وجه سے ميدان جنگ کے واقعات کا قطعي انکار کرنا پڑتا -

انکا فن اور پیشہ تھا - لیکن اس وقت بھی "قزاق" یا "کوساک" انہی معنوں میں استعمال کیا گیا تھا جو معنی اس لفظ کے خود ترکی میں ہیں در اصل یہ غارتگروں اور لٹیروں کی ایک جماعت تھی ' جنکو حکومت نے سرزنش و سرکوبی کے بدلے اپنے آیندہ فوائد و منافع کے لحاظ سے مخصوص حقوق و امتیازات عطا کردیے تھے -

لیکن سولھویں صدی کے وسط میں انکی حالت بدلچکی تھی - اب وہ محض قزاقوں کی ایک جماعت نہ تھے جو غیر موقت طور پر شاہی سپاہ میں فوجی خدمت انجام دیا کرتے تھے - بلکہ پیٹر اعظم کے عہد میں (۱۶۷۲ - ۱۷۲۵) میں وہ روسی فوج کی اصلی طاقت یا عماد جیش تھے -

یہ وہ وقت نہ تھا جبکہ آج کی طرح سرزمین تاتار رجال تیغ و جنگ کے پیدا کرنے سے عقیم ہوگئی تھی ' بلکہ اسوقت تو اسکا ایک ایک ذرہ ریگ اپنے اندر سے ایک " خان اعظم " پیدا کرتا تھا جس کی صاعقۂ ہلاکت شمشیر سے تمام روس زیر و زبر رہتا تھا - اسوقت جنوبی روس خوانین تاتار کا ایک دائمی جولانگاہ تھا - تاتاری یلغاروں اور یورشوں سے اسکی سرزمین ہمیشہ مرخ و ہلاکت کا منظر خونین بنی رہتی تھی اور کوئی روسی اپنے گھر میں پیر پھیلا کر طمانیت و جمعیت کی نیند نہیں سو سکتا تھا -

ان تاتاری حملوں کی مدافعت کے لیے جو لوگ بھیجے جاتے تھے وہ بھی " کوساک " تھے - قوموں کے اخلاق و صفات میں (خواہ وہ اچھے ہوں یا برے) طول عمل اور استمرار کا بڑا دخل ہے - ممکن ہے کہ ایک قوم اپنی جغرافی اور نسلی حیثیت سے جنگجو اور بہادر نہ ہو ' لیکن اگر وہ دشمن کے نرغے میں ہر وقت گھری رہتی ہے ' اور ہمیشہ اسے تیغ و تفنگ سے کام لیتے رہنا پڑتا ہے تو یہی مقاتلات و مجادلات اسے جنگجو ' بہادر ' اور جانباز بنا دیتی ہے - یہ بالکل ویسا ہی ہے جس طرح ایک قوم جغرافی ' نسلی ' اور روایتی حیثیت سے خالص جنگی و عسکری ہو ' لیکن وہ عرصہ تک فوجی زندگی سے علحدہ رہے اور اسکی عسکریت و جنگ آرائی بالکل نابود ہو جاے -

غرض خوانین تاتار کے ساتھہ مسلسل برسر پیکار رہنے سے کوساکوں میں جدال و قتال کا ایک عجیب و غریب مادہ پیدا ہو گیا - اور وہ کہ انکے لیے ایک زمانے میں معرکہ آرائی ایک مقامی امر تھا اب ایک عادت مستمرہ و جاریہ ہوگئی -

* * *

کوساکوں کا بیشتر حصہ دریاے کوبان ' دریاے ولگا ' اور دریاے قین کے سواحل پر آباد ہے - مرغزاروں ... اور شغل کاشتکاری ...

کے کوساک روسی فوج کے گل سر سبد سمجھے جاتے ہیں - اسی طرح دریاے قین کے کوساکوں کی بھی مہم تمام روسی شاہنشاہی میں مسلم ہوچکی ہے -

تمام کوساک دس مختلف قلعوں میں منقسم ہیں جنکو وہ اپنی زبان میں " وائسکو " کہتے ہیں - ان قلعوں کے نام یہ ہیں : ایل ' بقیزیک ' قزلی ' کوبان ' آسترخان ' تیرک ' سائبیریا ' سیمی ولشینکس ' اسوری ' تامور -

ہر وائسکو مختلف " استینت سا " میں منقسم ہوتا ہے " استینت سا " کو ہمارے یہاں کے گاں کے قائمقام سمجھیے -

ہر استینت سا یا گاں میں ایک کمیٹی ہوتی ہے - یہ ایک شیخ القریہ (جسکو وہ اپنی زبان میں " اتیمن " کہتے ہیں) اور ججوں کو منتخب کرتی ہے جو داخلی معاملات کا فیصلہ کرتے ہیں -

مختلف وائسکوں میں حسب اقتضاے حال و ضرورت مختلف قسم کے انتظامات ہیں ' مگر اس امر کا ضرور خیال رکھا جاتا ہے کہ اصول اور معاملات عمومی میں اتحاد و مطابقت کا سررشتہ ہاتھہ سے نہ جانے پاے - اسکے لیے ایک مرکزی جماعت ہے جسمیں دسوں وائسکوں کے مندوب و وکلا شریک ہیں - اس مرکزی جماعت کا دفتر سینٹ پیٹرسبرگ کے دفتر جنگ میں ہے -

کا سکوں میں اور بہت سے قدیم آداب و رسوم کی طرح حکومت کے ساتھہ تعلق کی نوعیت قدیم بھی بدستور محفوظ ہے -

اسوقت تک انکے پاس زمینیں معافی کی ہیں جنکا کوئی لگان نہیں دینا پڑتا اور اس معافی کے معاوضہ میں وہ حکومت کی فوجی خدمت کیا کرتے ہیں - انکے لیے فوجی خدمت لازمی ہے - ہر ۱۸ سال کے لڑکے کو فوج میں داخل ہو جانا چاہیے - مدت خدمت ۲۰ سال ہے -

(باقی آئندہ)

سب سے بڑے دشمن ہوجاتے ہیں' اور ہندوستان کي قانوني حکومت کي برکتوں میں اسکي اصلي آبادي کا کوئي حصہ تسلیم نہیں کرتے - انکے نزدیک دنیا کي کار فرما طاقت غضب اور غصہ ہے نہ کہ محبت اور انصاف' اور حق و راستي کی حقیقت خود حق و راستي میں نہیں ہے جیسا کہ دنیا نے ہمیشہ سمجھا' بلکہ جماعت کے نسلي و قومي امتیاز یا حاکم و محکومي کي تفریق میں جیسا کہ انہوں نے اپنا دستور العمل قرار دیا :

ولهم اعمال من دون ذالك هم لها عاملون !

افسوس کہ وہ مسیح کے قول کي یکسر تغلیط و تکفیر ہیں جو کہتا ہے کہ " تو دوسروں کے ساتھہ وهی کر جو تو چاهتا ہے کہ وہ تیرے ساتھہ کریں" (متي ۷ : ۱۲)

اس گروہ کے بے پردہ نظارے کیلیے سب سے زیادہ مکمل منظر یہي مضمون ہے جو جنگ یورپ کے متعلق ہر اس بیان اور راے کو " جرمنزم " کا خطرناک جرم سمجھتا ہے' جو خود اسکے لیے اور ہر انگریز اخبار نویس کیلیے بالکل بے خطر بلکہ ایک قابل ستایش " سلامي عبادت " ہے ! فانظر کیف ضربوا لك الامثال فضلوا ' فلا یستطیعون سبیلا !

با این همه هم ایسے تعجب کرنے والونکو بتلا سکتے ہیں کہ وہ اپنے تلیں تعجب اور تحیر کی کرب و شدائد میں بے فائدہ ہلاک نہ کریں' اور اپنے دماغ کو تسلي دیں کہ دنیا میں کبھي کبھي تعجب انگیز اور خلاف توقع واقعات بھي ہوا کرتے ہیں' اور انسان کو صرف اپني آرزوں هی کا عادي نہ رہنا چاهیے - وہ خدا جو سچ کو دوست رکھتا اور راست بازوں کا ہمیشہ سے حامی ہے' اور جسکي محیط و لا زوال طاقتوں کا اعتراف اب آن مہذب انسانوں کو بھي غالباً گوارا ہوگیا ہوگا جنکي مادہ پرستي کے گھمنڈ کو موجودہ جنگ کے انقلاب انگیز ظہور نے شکست دي ہے' یقیناً اسکي بھي طاقت رکھتا ہے کہ جب تک وہ چاہے اور ضرورت دیکھے' اپني راست بازي کو انساني ادعا و عزائم کي لائي ہوئي مصیبتوں سے بے پروا رکھے - اس نے اپني اس طاقت کے بڑے اور چھوٹے ہر طرح کے مظاہر دکھلاے ہیں' اور الحمد للہ کہ ہم ایسا اعتقاد رکھنے کی سب سے زیادہ قوي فطرۃ اپنے اندر رکھتے ہیں' کیونکہ ہمیں تعلیم دي گئي ہے کہ :

ما یفتح اللہ للناس من رحمة فلا ممسک لها ' و مایمسک فلا مرسل لہ من بعدہ ' و هو العزیز الحکیم (۳۵ : ۲)	جس رحمت کا دروازہ خدا اپنے بندوں پر کھولدے' اسے کوئي بند نہیں کرسکتا ' اور اگر وہ بند کردے تو کوئي نہیں جو اسے کھول سکے - وہ سب سے زیادہ طاقتور ہے ' اور اسکے کام حکمت سے خالي نہیں !

(الہلال کا طلسم)

اسکے بعد ہوشیار مضمون نگار نے ساري کوشش اس میں صرف کي ہے کہ الہلال کے مسئلہ کو گورنمنٹ کے لیے ایک " پر اسرار طلسم " ثابت کرے جسکے چاروں طرف کنایہ آمیز اسلوب' مخفي استہزاء ' اور پوشیدہ اشارات کي آهنی دیواریں کھڑي کردي گئی ہیں' اور جن کو آج تک گورنمنٹ آف انڈیا اور گورنمنٹ بنگال کے آزمودہ اسلحۂ احتساب و نگراني مسخر نہ کرسکے' مگر انکو فتح کرنے کي تاریخي عظمت سب سے پہلے " پایونیر اعظم " کے افتتاحیہ نگار قلم کو حاصل ہوئي ہے !

مارا از این گیاہ ضعیف این گمان نبود !

فی الحقیقت یہ معاملہ نہایت عجیب ہے ' اور اس شاندار بڑائي کو جس کي ہمارے سامنے اس بے تکبي کے ساتھہ نمایش کي گئي ہے ' اگر غارت نہ کیا جاے تو ایک عمدہ بلتصهاني کي

کہاني موجودہ جنگ کے ضمن میں باقي رہجائیگي - بلجیم کے قلعوں کے استحکام پر تمام دنیا کو اعتماد تھا اور خود شاہ بلجیم انٹورپ کي مضبوطي پر اس قدر مطمئن تھا کہ اس نے دشمن کو ایک طرح کا چیلنج دیدیا تھا - با این همہ فن جنگ کي جدید ترین ایجادات اسقدر خوفناک ہیں کہ تھوڑے هي عرصہ کے بعد انہیں مجبور ہوجانا پڑا' اور آخر تک مقاومت نہ کرسکے -

جس عہد تسخیر و سقوط میں یہ حال اُن استحکامات کا ہو جنھیں اپني نسبت ادعا تھا ' تو یہ بالکل ظاہر ہے کہ الہلال کے مزعومہ " طلسم " کے متعلق کیا امید کي جاسکتي تھي جس نے آجتک اپنے استحکامات کے متعلق کوئي دعوا نہیں کیا ' اور جو ابتدا سے بالکل " اوپن پورٹ " ہے ؟ باوجود اس اختلاف حالت کے وہ کامل تین ماہ تک مسخر نہ ہوسکا - اگر فی الحقیقت ایسا هي ہو تو یہ بلا شبہ بڑي هي عجیب بات ہے' اور فاتح او رمفتوح دونوں کو اسکے فخر و ناز میں مساویانہ حصہ دینا چاهیے !

لیکن هم نہیں سمجھتے کہ قلم کا یہ مدعي فاتح اپني فتوحات کو کیونکر قائم رکھہ سکیگا جبکہ دنیا کو معلوم ہوگا کہ الہلال کے جس پر اسرار " پرو جرمنزم " کے افشاء کا اسے دعوا ہے' وہ کبھي بھي راز نہ تھا - اور اگر راز تھا تو ایک ایسا عجیب راز جسکے ایک ایک گوشے اور ایک ایک چپے کے متعلق گورنمنٹ کے تمام صیغہ ہاے احتساب اپنے گھر کي طرح واقفیت رکھتے ہیں' اور زیادہ سے زیادہ خرچ و اهتمام کے ساتھہ ایک سرکاري انتظام جو انڈیا میں ہو سکتا ہے' اسکے لیے کیا جاچکا ہے !

(مقام اشاعت)

الہلال کے مقام اشاعت کو بھي مضمون نگار ایک پیشتر سے قرار دي ہوئي تدبیر قرار دیتا ہے' اور اسطرح گویا اپني اس حسرت کو ضبط نہیں کرسکا ہے کہ کاش الہلال " الہ آباد" یا "نیني تال" سے شائع ہوتا ! لیجعل اللہ ذالك حسرة في قلوبهم ! - لیکن هم نہیں سمجھتے کہ دو چیزوں میں سے کسي ایک بہتر چیز کا انتخاب کیوں جرم سمجھا جاے ؟ هم بغیر کسي تامل کے اعتراف کرنے کیلیے طیار ہیں کہ الحمد للہ' ہمارا قیام ابتدا سے کلکتہ میں رہا' اور اسلیے هم نے کلکتہ هي سے الہلال جاري کیا - پنجاب اور " مشہور" یو پي کي سرزمین کي جگہ هم ایک ایسي گورنمنٹ کے زیر حکومت رہنے کیلیے یقیناً قدرتي اسباب کے ممنون ہیں جو ہندوستان بھر میں سب سے زیادہ آزادي پسند' قانون دوست' عاقبت اندیش' اور فرضي خطروں سے زیادہ مخوف رہنے والي نہیں ہے ' اور هم سمجھتے ہیں کہ غالباً گورنمنٹ بنگال کے متعلق ایسي راے رکھنا پایونیر کے نزدیک بھي " پرو جرمنزم " کے اعمال میں داخل نہوگا !

همارا ایسا یقین واقعات پر مبني ہے اور اسکے لیے بہت هي قریبي مثال هم نے یاد رکھي ہے - هم خوش ہیں کہ همارا موجودہ وطن بنگال ہے جہاں " لشکر پور " کي مساجد کا واقعہ پیش آیا' نہ کہ صوبجات متحدہ جو مسجد " کانپور " کے افسوسناک حادثہ کیلیے ہمیشہ یادگار رهیگا - ہزایکسلنسي لارڈ کارمائیکل کي گورنمنٹ کے سامنے " لشکر پور " کا معاملہ ٹھیک ٹھیک اسي طرح پیش آیا تھا جسطرح ہز آنر سر جیمس مسٹن کي گورنمنٹ کے سامنے مچھلي بازار کانپور کا واقعہ' لیکن صرف اسي ایک واقعہ سے دونوں گورنمنٹوں کے اصول حکومت کا فرق سمجھا جا سکتا ہے کہ جبکہ مسلمانان کانپور کي حادثہ سے پہلے تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں تو کلکتہ کے مسلمانوں کي صرف ایک عرضداشت پر اسکا دانشمند حاکم آمادۂ کار ہوگیا ' اور اس نے بہ نفس خود موقعہ پر پہونچکر تمام خطروں اور خدشوں سے لشکر پور کي سرزمین پاک کردي :

یزید سلیم و الا عز ابن حاتم !

صرف پنجاہ سالہ اعتماد و امن کی غارتگری پر قانع ہے اور کہتا ہے کہ جرمن اولوالعزمیوں کی بھوک کیلیے ہندوستان میں اتنی غذا بھی بس کرتی ہے !

لیکن اس عہد عجائب کی عجیب عجیب باتوں میں سے ایک تعجب انگیز واقعہ یہ بھی ہے کہ جرمن لیفلاق کے اس ہندوستانی مرکز کو حال میں ایک دوسرے " جرمنزم " کی بھی خبر ملی ہے جو اسکے خیال کے مطابق کلکتہ میں موجود ہے اور ۴ - نومبر کے لیڈنگ آرٹیکل میں اسپر روشنی ڈالی گئی ہے - اس مضمون کی سب سے زیادہ سنجیدہ ظرافت یہ ہے کہ اسمیں اول سے لیکر آخر تک " جرمنزم " کا ذکر اسطرح غیرونکی طرح کیا گیا ہے گویا مفسدانہ اقدام کی اس خوفناک نسل سے خود اسکا کوئی رشتہ نہیں اور وہ بالکل ایک اجنبی اور غیر آدمی کی طرح " جرمنزم " کا لفظ زبان سے نکال رہا ہے ! اور پھر اس سے بھی بڑھکر لطیفہ یہ ہے کہ اپنے اس صریح مذاق پر پورے مضمون میں کہیں بھی نہیں مسکراتا !

(پایونیر اور الہلال)

ہمارا اشارہ " پایونیر " کے اس لیڈنگ آرٹیکل کی طرف ہے جو ۴ - نومبر کی اشاعت میں نکلا ہے اور جسکا عنوان " پرو جرمنزم کلکتہ میں " ہے - یہ مضمون غیر معمولی انتظام اور مخصوص کوشش کے ساتھہ ترتیب دیا گیا ہے اور " الہلال " کی روش کو جنگ یورپ کے متعلق " پرو جرمن " قرار دینے کیلیے وہ پوری قوت صرف کردی ہے جو تمام ہندوستان کو بغاوت آباد اور تمام ہندوستانی فوج کو نامعلوم باغیانہ جرائیم سے آلودہ ثابت کرنے میں پہلے صرف کی گئی تھی - جو بے باک شرارت ہندوستان کے تین سو ملین انسانوں پر سب سے زیادہ نازک اور سب سے زیادہ مخدوش عہد میں حملہ کرسکتی ہے اسکی نسبت یہ خیال کرنا محض فضول ہوگا کہ ہندوستان کے ایک فرد پر حملہ کرنے کیلیے اس نے اپنے اسلحہ کو کیوں حرکت دی ؟ اگر ایسا خیال کیا جاے تو یہ بالکل ایسی بات ہوگی جیسے لوویں کا کوئی مسکین پروفیسر اپنی خانہ ویرانی کی شکایت لیکر " قیصر " کے پاس جاے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ قیصر تمام یورپ کے امن کو غارت کر رہا ہے !

پس نہ تو اس حملہ آورانہ اقدام میں ہمارے لیے کوئی تعجب ہے اور نہ ہی وہ چنداں لائق التفات ہے - ہم نے آجتک الہلال کی تحریک دیلی کے بڑے بڑے مخالفانہ عزم اور معاندانہ سعی کے ساتھہ جس غیر منقطع بے اعتنائی کا سلوک کیا ہے کوئی خاص وجہ نہ تھی کہ اس سے " پایونیر " کے اوراق کو بلند تر جگہ دی جاتی اور الہلال کے صفحوں پر اسکا تذکرہ کیا جاتا - لیکن چونکہ اس مضمون میں تعاند و ادعا کے ساتھہ واقعات و استشہاد سے بھی کام لینے کی ایک ظاہر فریب کوشش کی گئی ہے اور غلط بیانی و کذب سرائی کو بظاہر ذمہ دارانہ ادعا کے ساتھہ ترکیب دیا گیا ہے اسلیے ہم مجبور ہیں کہ آج اپنے چند صفحات کیلیے تھوڑی سی بے رحمی گوارا کریں اور صرف اس حد تک جواب دیدیں جس حد تک اظہار حقیقت کیلیے ناگزیر ہے - لیکن ساتھہ ہی اس حملہ کے مقصد اور آرزوں کے بارے میں بالکل خاموش رہیں -

(تصنیف و مصنف)

سب سے پہلا سوال جو اس مضمون کے سلسلے میں سامنے آتا ہے وہ اسکے متعلق مصنف کی شخصیت کا سوال ہے -

اگر ہمارے لیے اس سے دلچسپی پیدا ہو جانے کے وجوہ موجود ہوں تو ہم اسے پایونیر کے ایڈیٹوریل آفس ہی میں تلاش کریں یا کسی اس سے بلند تر مقام میں ؟ اور کیا اس مضمون کو موجودہ وقت نے طیار کیا ہے یا کسی گذشتہ وقت کے انتقام نے جسکے لیے یہ وقت سب سے زیادہ موزوں ہے ؟

یہ سوال نہایت دلچسپ تھا لیکن ہم بمصلحت اسے نظر انداز کردینگے - کیونکہ اسکا حل موجودہ حالات میں نہیں ملسکتا - اسکے لیے ضروری ہوگا کہ ایک سال پیشتر کے بعض پرشور واقعات کی تاریخ کو جو صوبجات متحدہ میں ظاہر ہوکر تمام مسلمانان ہند سے متعلق ہوے سامنے لایا جاے - مگر ہم ایسا نہیں کرینگے - کیونکہ انسان کے جذبات ردیہ کا تذکرہ کوئی خوش آیند بیان نہیں ہے جسے زیادہ نمایاں کیا جاے اور کینہ و انتقام کے چہرے کو حسین نہیں سمجھا جاسکتا جسکے چہرے پر نقاب کا رہنا ہمارے اندر ولولہ پیدا کرے !

(الحق یعلو ولا یعلی)

مضمون نگار کو اسپر بہت ہی اذیت بخش تعجب ہے کہ جنگ یورپ پر تین ماہ سے زیادہ مدت گذر چکی ہے اور اس تمام عرصے میں الہلال کی روش برابر " پرو جرمن رہی - با ایں ہمہ ابتک اسپر کوئی مصیبت نہیں آئی ہے - درمیان میں ایک موقعہ ایسا یقین کرکے خوش ہونے کا اسے ہاتھہ آیا بھی تو اس کی عمر ایک ہفتہ سے زیادہ ثابت نہ ہوئی اور الہلال پھر بدستور شائع ہوگیا - چنانچہ وہ اپنی حالت کو کسی مجہول الحال جماعت کی طرف منسوب کرکے لکھتا ہے :

" آغاز جنگ سے الہلال کی روش ایسے حیرت انگیز طور پر پرو جرمن رہی ہے کہ جو لوگ اخبارات پڑھتے رہتے ہیں انکے لیے یہ امر تعجب انگیز ہے کہ اب تک گورنمنٹ اسکی تحریروں کو کس طرح برداشت کرتی رہی ہے "

ہم مضمون نگار کی اس راست بیانی کے شکر گذار ہیں کہ کم از کم اس نے اپنے مضمون کی ابتدا ایک سچی بات سے کی گو اسے سچ پر ختم نہ کرسکا - یہ بالکل سچ ہے کہ اسکے لیے اور اسکے ہم مشرب اشخاص کیلیے دنیا میں اس سے بڑھکر کوئی عجیب بات نہیں ہو سکتی کہ ہندوستان میں ایک ہندوستانی قلم و زبان بغیر کسی مصیبت کو جلد تر دیکھے ہوے اپنے بے لاگ کاموں میں مشغول رہے اور جس طرح آزادی کے ساتھہ اینگلو انڈین اخبارات شائع ہوتے رہتے ہیں اسی طرح تین ماہ تک ایک ہندوستانی رسالہ بھی شائع ہوتا رہے - بلکہ فی الحقیقت تین ماہ کی مدت بھی بہت ہے - اگر وہ کہتا کہ اسکے خیال میں امن اور بے فکری کی ایک سانس بھی الہلال کے لیے تعجب انگیز ہے تو جو دماغ اسے ملا ہے اور جن جذبات سے وہ چھلک گیا ہے انکے لحاظ سے ایسا سمجھنا بالکل درست ہوتا -

بلا شبہہ یہ تعجب انگیز ہے - مگر اسلیے نہیں کہ جرم کو مہلت ملتی ہے کیونکہ جرم کو تو بہر حال مہلت نہیں ملنی چاہیے البتہ اسلیے کہ بدقسمتی سے کچھہ لوگ ایسے موجود ہیں جنکے خیال میں وجود و قیام ہی جرم ہے اور نیز اسلیے کہ راستی کیلیے مہلت نہیں -

اور اسلیے بھی نہیں کہ ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ قائم ہے اور وہ تمام گورنمنٹوں کی طرح عدالت کی عمارتیں رکھتی اور سزاؤں کیلیے پینل کوڈ ہے کیونکہ وہ ایک کانسٹی ٹیوشنل گورنمنٹ ہے اور ابتک ہمارا یہ یقین غیر مجروح ہے کہ اسے قانون اور حق سے کبھی بھی انکار نہ ہوا مگر اسلیے کہ بد بختانہ ملک میں ایسے مغرور اور صرف " طاقت " اور " حکومت " کو اصل کائنات سمجھنے والے لوگ موجود ہیں جو بسا اوقات خود ہی اپنے فوائد کے

يقيني تها اور نه اطمينان - بلکه ايک کهلا قياس جسکا اثر " ترجمه کے بعد " بهي قائم رهسکتا هے' اور جو تقريباً انگلستان اور هندوستان کے هر اخبار ميں ظاهر کيا گيا هے -

(ايمـــڈن)

اسکے بعد وہ ان سب سے بهي خوفناک تر " جرمنزم " کي پبلک کو خبر ديتا هے' اور بطور ايک تسليم شده اور غير محتاج تشريح جرم کے ظاهر کرتا هے که " ايمڈن جهاز کي کاميابيوں سے ايک وسيع سرمايه طيار کيا گيا "

جرم کي يه دفعه بظاهر مختصر اور مبهم چهوڑدي گئي هے اور اسکے حصے ميں ايک سطر سے زياده قوت نهيں آئي - ابتدا ميں خيال هوتا هے که يه محض اختصار بيان هے' يا مضمون نويس کا فياضانه تسامح که وہ الهلال کے " پروجرمنزم " رازوں کو زياده افشاء کرنے کا شائق نهيں - ليکن في الحقيقت نه تو يه اُس قلم کي اختصار پسندي هے جو باريک ٹائپ کے دو بڑے کالم سياه کرسکتا هے' اور نه هي کوئي " غير جرمن " قسم کا " تسامح " جيسا که اسکے خيال ميں گورنمنٹ هند الهـــلال کے ساتهه کر رهي هے - دراصل يه ايک نهايت اعلى درجه کي حمله آورانه چالاکي هے جسکے چند لفظوں کے اندر ايک بهت بڑا سرمايۂ خدع و فريب پوشيده رکها گيا هے -

اول تو وہ " ايمڈن " کے متعلق الهـــلال کی روش کو اسطرح سرسري طور پر بيان کرتا هے گويا يه ايک بهت هي واضح اور کهلي بات هے اور اسکے کسي مزيد بيان کي ضرورت نهيں - پهر " ايمڈن کي کاميابيوں " اور " وسيع سرمايه " کے الفاظ لکهکر بالکل خاموش هو جاتا هے اور کوئي ثبوت پيش نهيں کرتا - اس سے اسکا واضح قصد يه هے که پڑهنے والے کے ذهن ميں " کاميابيوں " اور " وسيع سرمايه " سے يه خيال پيدا کرائے که الهلال ميں ايمڈن کے تاخت و تاراج کے واقعات کے متعلق بے شمار مضامين نکلے هونگے' اور ان ميں نهايت هي مبالغه اور اغراق کے ساتهه اسکي " کاميابيوں " کو (جسکے ليے وہ خود بهي کاميابي کے سوا اور کوئي لفظ لانا پسند نهيں کرتا) چمکايا هوگا - اور چونکه اسے اچهي طرح معلوم هے که اصليت کيا هے' اسليے اسکا زياده تذکره نهيں کرتا اور بالکل مبهم و غير معين الفاظ بول کر چپ هو جاتا هے - کيونکه وہ جانتا هے که ايسا کرنے سے غلط فهميوں کے پيدا کرنے کا شريفانه مقصد حاصل نه هوگا !

يه هے وہ ايک نيم رسمي اور معزز اخبار کي ذمه داري' اور يه هے وہ ديانت بيان و صدق روايت جسکو اپنے ساتهه ليکر پايونير کلکته کے " پروجرمنزم " کي تلاش ميں نکلا هے ؟ فويل لهم مما کتبت

ايديهم ' و ويل لهم مما يکسبون !

اسٹيٹسمين نے کالم کے کالم ايمڈن کے متعلق صرف کيے اور اسکي شرافتوں کي بارها داد دي - حتى که يهاں تک لکهديا که " اگر وہ دشمن نهوتا تو هم اسکے ليئے دعا کرتے " وہ گورنمنٹ هند پر ايک ايسے سخت لهجے ميں جو موجوده عهد کے ليے کسي طرح موزوں نهيں هو سکتا اعتراض کرتا رها که اسکي غفلت ايمڈن کے تاخت و تاراج کي اصلي ذمه دار هے - لاهور کا سول اينڈ مليٹري ايمڈن کو " سمندر کے عقاب " کا لقب ديتا هے' اور کهتا هے که اسکا نشانه نکلا بے پناه هے - پهر وہ ايمڈن کے کپتان کي بهادري کا علانيه گيت بهي گاتا هے که وہ Resolute and Pluck (بلند همت اور صاحب ثبات و استقامت) هے - اسي طرح ٹائمس اف انڈيا اسپائر' ڈيلي نيوز' اور انگلشمين' هر روز اپنے بے شمار بڑے بڑے کالم اسکے عجائب و غرائب اور خوارق و معجزات کے بيان کرنے ميں خرچ کرتے رهے هيں' اور اسقدر اسکي عظمت کا سامان فراهم هوگيا

هے که اگر کوئي اصلي " پروجرمن " دفتر کلکته ميں موجود هوتا اور وہ اس تمام سرمايه کو اقتباس و ترجمه کے بعد شائع کرتا تو نهيں معلوم' هندوستان کي افواه پسند اور عام پبلک کا خوف و دهشت کس درجه خطرناک هو جاتا ؟

الهـــلال نے اس قسم کي کوئي بات بهي نقل نهيں کي - وہ پبلک کو هميشه اطمينان' اور سکون کي نصيحت کرتا رها - يه بڑي سے بڑي خدمت هے جو ايک پريس اسوقت ملک کي کرسکتا هے - پهر کيا پايونير بتلا سکتا هے که ايمڈن کا " وسيع سرمايه " الهـــلال نے فراهم کيا' يا خود اس نے اور اسکے اخوان طريقت نے ؟ اور کيا وہ چاهتا هے که خود اسي کي صرف ايک هفته کي اشاعتوں سے وہ سرمايه هم جمع کرکے شائع کرديں' جو " ايمڈن کي کاميابيوں " کے متعلق اس نے فراهم کيا هے ؟

(تنکا اور شہتير)

سب سے زياده دلچسپ بات يه هے که وہ " روسي فتوحات " کے متعلق بهي الهلال کا ذکر کرتا هے اور يه بالکل بهول جاتا هے که اس بارے ميں خود اسکا " پرو جرمنزم " برلينز ٹيجي ليٹ " سے بهي زياده خطرناک رها هے - وہ کهتا هے که الهـــلال نے " روسي فتوحات کو کم کرکے دکهلايا " - ممکن هے که ايسا هي هو' تاهم ابتک اس نے پيٹرو گريڈ کے اعلانات کي اسقدر تذليل و تحقير تو نهيں کي هوگي جسقدر خود " پايونير " برابر کرتا رها هے - اسکو چاهيے تها نه اس مضمون کي اشاعت سے پہلے اپني فائل پر ايک نظر ڈال ليتا - گذشته ايک ماه کے اندر يه کس نے کها هے که روسي اعلانات دنيا سے مزاح کررهے هيں اور انکي بيان کرده فتوحات نا ممکن الاعتبار هيں ؟ وہ کون تها جس نے اسٹرين قيديوں کي تعداد کا ميزان نکالا تها اور کها تها که اسکے معني اسکے سوا کچهه نهيں هو سکتے که اسٹريا کا خاتمه هوگيا هے حالانکه خاتمه نهيں هوا ؟ پهر شايد وہ اخبار بهي الهلال نهيں بلکه خود پايونير هي تها جس نے فرانس کے ميدانوں ميں ۸۰ هزار جرمن لاشوں کي خبر پر اپني شرمندگي کو غصه کي شکل ميں ظاهر کيا تها' اور جهنجهلا کر پوچها تها که " ۸۰ هزار لاشيں کيونکر شمار کي گئيں ؟ " کيا يه سب کچهه دنيا کے اس عظيم الشان اخلاقي واعظ کے قول کي ايک نئي تصديق نهيں هے جس نے اپنے پيروں سے کها تها که " تو جو اپنے بهائي کی آنکهه کے تنکے کو ديکهتا هے' اپني آنکهه کے شہتير پر کيوں خيال نهيں کرتا ؟ اے رياکار ! تو پہلے اپني آنکهه سے شہتير نکال ؟ " (متي ۷ : ۵)

بهرحال هم کهاں تک ايک صريح خيره بياني پر صرف وقت و دماغ کريں ؟ اسکا هر بيان تحريف بياني اور غلط سرائي ميں اپني قسم کی کامل مثال هے اور اسکے ليے بحث و رد بالکل لا حاصل هے -

(مسئلۂ تصاوير)

مضمون نگار نے الهلال کي اشاعت داده تصويروں کو بهي اسکے فرضي پرو جرمنيزم کے ثبوت ميں پيش کيا هے' اور لکها هے که زياده تر جرمن طاقت کو نماياں کرنے والي تصويريں شائع کي گئي هيں : هم حيران هيں که اس شخص کے متعلق کيا کهيں جو ايک با وقعت اخبار کے صفحات پر صدق روايت کي ذمه داريوں کو محسوس نهيں کرتا اور صريح واقعه کے خلاف قلم اٹهاتا هے ؟ شايد هي دنيا ميں کوئي غلط بياني اس سے زياده ادعا کے ساتهه کي گئي هوگي جيسي که يه هے - اول تو جرمن تصويروں کي اشاعت اگر پرو جرمنيزم هے تو يه ايک ايسا جرم هے جس ميں الهلال سے زياده گرافک' اسفير' لنڈن نيوز' دي وار' لنڈن ٹائمس ويکلي السٹريٹڈ' اور ٹائمس آف انڈيا کا زياده حصه ثابت هوگا جو

(ادعا و ثبوت)

اسکے بعد مضمون نگار نے الهلال کی کسی گذشته اشاعت کا حواله دیا ہے جسمیں بقول اسکے ظاهر کیا گیا تها که " اٹلی کی قاطرفداری اس کارروائی کا بدله ہے جو انگلستان نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے کی تهی "

همارے سامنے الهلال کی فائل موجود ہے - همیں یه جمله کہیں نہیں ملتا که " انگلستان نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے جو کارروائی کی تهی " البته یه بالکل سچ ہے که هم نے اٹلی کی غیر طرفداری کے اسباب پر بحث کی تهی ' اور هر شخص کے لیے آغاز جنگ کے وقت یه ایک قدرتی سوال تها که با وجود جرمنی اور اسٹریا سے متحد هونے کے اٹلی نے کیوں اس موقعه پر علحدگی اختیار کی ؟ بلا شبه اسکے جواب میں هم نے لکھا تها که اسکا بڑا سبب وہ واقعات هیں جو جنگ طرابلس کے وقت پیش آے - لیکن اگر ایسا لکھنا " جرمنیت " ہے تو هم نہیں سمجھتے که " پایونیر " اس وقت کیا کہیگا جب اُسے معلوم هوگا که اس جرم کا اصلی سر چشمه ایک انگریز مصنف مسٹر فرنسیس میکالا ہے جسنے اپنی کتاب " اٹلیز وار " کے تیسرے باب صفحه (۴۸) میں حرف بحرف یہی لکھا ہے ' اور الهلال یقیناً ان معلومات سے فائده اٹھانے کا حق رکھتا ہے جو اسے کتب فروشوں کے دکان سے ملسکتی هیں -

اسکے بعد مضمون نگار نے بہت سے دعوے جلد جلد جمع کردیے هیں اور چونکه انکے ثبوت میں کوئی اقتباس پیش نہیں کیا ہے اسلیے هم سمجھتے هیں که وہ " پایونیر " کے لیڈنگ آرٹیکل میں دعوا کردینے کو بھی بمنزلهٔ دلیل و برهان کے سمجھتا ہے - مثلاً وہ لکھتا ہے که جرمن پیش قدمی کی مقاومت پر مذاح کا سیلاب بہایا گیا - سقوط پیرس کو قطعی اور یقینی ظاهر کیا گیا - جرمن مراجعت کی تاویل کی گئی ' اور اسے بالکل پیرس سے قریب بتلایا گیا - وغیرہ وغیرہ -

چونکه یه محض ادعاء ہے ' اسلیے اسکے جواب میں هم وقت ضائع کرنا نہیں چاهتے - ادعاء محض کے لیے انکار محض هر طرح کافی جواب ہے - لیکن " پایونیر " کے مضمون نگار کے پاس جب ایسے لوگ موجود تھے جو انکے لیے الهلال کے " پر اسرار " مضامین کا ترجمه کرسکتے هیں (باوجود اسکے که " ترجمه کے بعد انکا اثر ضائع هو جاتا ہے یا کارگر نہیں هوتا ") تو اسکے لیے کیا مشکل تها که وہ تهوڑی سی زحمت اپنے حاشیه نشینوں کو اور دیتا اور الهلال کے " سیلاب مذاح " میں سے چند قطرے هی پیش کر دیتا - مگر اس نے ایسا نہیں کیا ' اور اس سے معلوم هوسکتا ہے که گو وہ الهلال کے هر مضمون سے واقف ہے مگر دوسروں کو واقف کرنا پسند نہیں کرتا ' اور اس پورے تین مہینے کی مدت میں صرف ایک هی اشاعت کے معروف اور غیر مربوط اقتباس پیش کرنے کے لیے مجبور رہے -

وہ تمام اشخاص جو الهلال کو جنگ کے بعد سے پڑھتے رہے هیں مضمون نگار کے ان دعوؤں کی راستی کا اندازہ کرسکینگے جو اس قدر وثوق کے ساتھ کیے گئے هیں - جس وقت جرمنی کی فوجیں پیرس سے روز بروز قریب تر هو رهی تهیں ' حتی که محاصرہ کا خوف اسدرجه یقینی هوگیا تها که گورنمنٹ فرانس مع سترہ لاکھ آبادی کے پیرس چھوڑ چکی تهی - اسوقت شاید " پایونیر " کے دفتر میں ان تمام واقعات کا مطلب بالکل برعکس سمجھا جاتا هو ' ورنه الهلال نے تو اس سے زیادہ بالکل نہیں سمجھا جو تمام دنیا سمجھ رهی تهی - بلا شبه هم نے جرمنی کے پیرس کے قریب آنے کا مطلب یہی قرار دیا که وہ قریب آرهی ہے - اور هم سمجھتے هیں نه بلجیم کی سرحد سے نکلکر جب انسان جنوب کی طرف بڑھے تو اسکے معنی صرف بهی هوسکتے هیں که وہ جنوب کی طرف بڑھ رها ہے - اگر پایونیر کے پاس خبروں کے دیکھنے کیلیے کوئی ایسا آئینه موجود تها جسمیں هر چیز الٹی نظر آتی ہے اور جرمنی کے کولومبرس اور ناپ تیول تک آ جانے کا مطلب وہ یه سمجھتا تها که پیرس سے روز بروز اسکے دشمن دور هوتے جاتے هیں ' تو تعجب ہے که ایسی نادر و بیش قیمت تشریح کو اسکی عین ضرورت کے وقت کلکته کے " پرو جرمنزم " کی طرح کیوں پوشیدہ رکھا گیا ' اور کیوں فوراً شائع نه کیا گیا که سب سے پہلے الهلال کے صفحوں پر اسے جگه دی جاتی ؟

همیں حیرت ہے که یه مضمون اسلیے لکھا گیا ہے که لوگوں کو تعجب هو ' یا اسلیے که الهـــلال کی نسبت انکا تعجب دور هو ؟ کیا ممکن ہے که ایک ذی هوش انسان کسی شخص کو صرف اس بنا پر " پرو جرمن " قرار دینے کی جرأت کرے که اس نے ۹ - ستمبر سے ۳۱ اگست تک کے اخبار میں " محاصرهٔ پیرس " کا خیال کیوں ظاهر کیا جبکه نه صرف تمام دنیا بلکه خود پیرس بهی اپنے محاصرہ کا انتظار کر رها تها ؟

البته یه صریح غلط ہے که الهلال میں " محاصرہ " کو " قطعی و یقینی " ظاهر کیا گیا - جس طرح واقعات کی بنا پر هر شخص آثار و علائم کو قیاسات کے ساتھ ترتیب دیتا تها ' اسی طرح الهلال میں بهی همیشه امکان اور ظن و علائم کے کھلے کھلے اور غیر مشتبه لفظوں میں واقعات پر نظر ڈالی گئی - حتی کے جو لیڈنگ آرٹیکل ' ۹ ستمبر کے الهلال میں " یوم التغابن " کے عنوان سے نکلا ہے ' اسکے آخر میں قرآن کریم کی آیهٔ مقدسه کا اقتباس کرکے ایک طرح کی پیشین گوئی کی گئی تهی که عجب نہیں جو جرمنی آگے بڑھکر پھر واپس هوجاے - چنانچه لکھا تها که " انه علی رجعه لقادر " (الله اسپر بهی قادر ہے که اسے الٹے پاؤں پھرادے) چنانچه ایسا هی هوا -

رها جرمن مراجعت کی تاویل اور اسے ایک " جنگی مصلحت " قرار دینا ' تو هم نہیں سمجھتے که اس عجیب الحواس دماغ کیلیے کیا کریں جو ایک کو مجرم بنانے کی هوس میں تمام دنیا کو مجرم بنانے کی بلکه خود اپنے تئیں مجرم کہلے کی کوشش کا مریض ہے ؟ پایونیر کو چاهیے که وہ اس خطرناک رویه سے جلد باز آ جاے - کیونکه اسکے تمام پھینکے هوے پتھر " جرمن پیشقدمی " کی طرح سامنے نہیں بلکه عقب کی طرف جا رہے هیں !

وہ جرمن مراجعت کے مصالح پر بحث کرنے کو " پرو جرمنزم " کا ایک ثبوت قرار دیتا ہے ' مگر یه کیسا عجیب " پرو جرمنزم " ہے جسکا تمام مواد حرف بحرف برٹش پریس بیورا اور سنسر کی منظور کردہ انگلش میل نے تقسیم کیا ' اور تقریباً هر انسان نے جو دماغ رکھتا تها ' اسمیں یکساں حصه لیا ؟

هم نے اس مضمون کے آخر میں لندن ٹائمس ' مورننگ پوسٹ ' ڈیلی کرانیکل ' ٹروتھ ' گلوب ' اسٹیٹسمین ' ٹائمس اف انڈیا ' ڈیلی نیوز ' سول اینڈ ملیٹری ' اور سب سے آخر مگر سب سے پہلے " پایونیر " کے اقتباسات جمع کردیے هیں جن میں " پرو جرمنزم " کی تقریباً هر طرح کی کم اور زیادہ خوفناک شاخیں نظر آئینگی - اور پبلک اندازہ کرسکے گی که یه پتھر جو پایونیر نے اٹھایا ہے ' اسکا اصلی مستحق کسکا سر ہے ؟

(دو عنصر)

اس مضمون کی ایک خاص خصوصیت یه ہے که وہ صرف دو عنصروں هی سے مرکب ہے - یا تو اسمیں کذب ہے یا پھر راستی کذب آمیز - یعنی یا تو وہ سچ نہیں بولتا - یا بولتا ہے تو جھوٹ کو بهی فراموش نہیں کرتا - یه سچ ہے که جرمن مراجعت کی نسبت یه خیال ظاهر کیا گیا که وہ شاید ایک جنگی مصلحت ہے - لیکن نه تو اسمیں

الطامۃ الکبریٰ

جنگ یورپ کي ظلمت فساد و بقیۂ امن کا یہ نقشہ ہے جسے ریویو اف ریویوز لنڈن نے شائع کیا ہے - جسقدر حصہ سیاہ ہے جنگ کي تاریکي اسپر مسلط ہوچکي ہے ، اور جسقدر سفیدي باقي رہگئی ہے ، نہیں کہا جاسکتا کہ کتنے دنوں کي مہماں ہے - جس وقت یہ نقشہ ترتیب دیا گیا اس وقت تک پرتگال او ر ترکی کا حصہ جنگ میں شامل نہ تھا ، مگر اب ان حصوں میں بھي سیاهي پھیلا دیجیے : و اللہ ولي الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور -

ایسا هی ایک نقشہ امریکہ کے " دي - کرسچین هیرلڈ " نے بھي چند هفتے هوے سرخ و سفید شائع کیا تھا -

یہ تصویر امریکہ کے ایک اخبار " دي - کرسچین هیرلڈ سے نقل کي گئي ہے - اسمیں نیو یارک کے اس مظاهرہ کو دکھلایا گیا ہے جو پچھلے دنوں جنگ یورپ کے بر خلاف امریکی پبلک نے کیا تھا - لیکن اب یہ سب کچھہ بے فائدہ ہے کیونکہ سورج ڈوب چکا اور تاریکي ناگزیر ہے !

اس وقت تک جرمنی کی بحری اور بری قوت کے بے شمار مناظر شائع کر چکے ہیں - اور علی الخصوص لنکی ٹائمس اپنی "ہسٹری آف دی وار" میں ہر ہفتہ اس "جرمنیزم" کا مواد بکثرت تقسیم کرتا رہتا ہے - ثانیاً یہ بیان بھی انتہائی درجہ کا غلط ہے کہ "زیادہ تر جرمنی اقتدار کو نمایاں کرنے والی تصویریں الہلال میں شائع کی گئیں" - ازرلر اس مضمون کی ہر غلط بیانی اپنی قسم کی اعلیٰ غلط بیانی ہے' لیکن اس غلط بیانی تک تو کوئی غلط بیانی بھی نہیں پہنچ سکتی - الہلال میں ۱۹ - اگست سے جنگ کے متعلق تصویروں کی اشاعت شروع ہوئی ہے - اس وقت تک ۱۰۱ تصویریں نکل چکی ہیں' لیکن ان میں بمشکل ۷ تصویریں جرمنی کے متعلق ہونگی' اور وہ بھی اسکی فتوحات یا عظمت کے متعلق نہیں' بلکہ خود قیصر کی جو تمام شاہان جنگ کے سلسلے میں شائع ہوئی' یا ایک دو جہازوں کی' یا نہر کیل کی -

اسکے مقابلے میں ۹۴ تصویریں ہیں جو برطانیہ' فرانس اور روس کے متعلق شائع ہوئی ہیں' اور علی الخصوص ان میں انگریزی افواج کے اجتماع' برٹش بیڑے کے عظیم الشان مناظر' ساحل ڈوور میں جہازوں کی صفیں' اسپیٹ ہڈ میں بحری نمائش' مشہور برٹش ڈریڈ ناٹ' ڈسٹرائر' سب میرین' انکی ہولناک توپیں' سمندر میں عجیب و غریب حکمرانی' برطانیہ کی تاریخی فتوحات' اور بے شمار موثر مقامات و اشخاص اور افواج و اسلحہ کی تصویریں ضروری تشریح کے ساتھہ دی گئی ہیں' اور یہ وہ کام ہے جو تمام ہندوستان میں تنہا اردو السٹریٹیڈ جرنل ہونے کی وجہ سے صرف الہـلال ہی کرسکتا تھا اور اس نے بلا امید اعتراف کیا -

اگر اس مضمون کا لکھنے والا فی الحقیقت الہلال کو غور و نظر سے مطالعہ کرنے والا ہے جیسا کہ وہ اسکی اشاعت کے حوالے دیکر ظاہر کرتا ہے' تو یقیناً اس سے بھی اسے واقف ہونا چاہیے کہ آخری ہفتوں میں جبکہ ایمڈن کے تاخت و تاراج سے ہندوستان کی نا واقف پبلک پریشان ہو رہی تھی' تو صرف الہـلال ہی تھا جس نے ہندوستان کی اندرونی فوجی استعداد کے مسلسل مناظر شائع کرکے پبلک کے اندر کس درجہ اطمینان اور اعتماد پیدا کردیا ؟ کیا اسنے دو دس سے زیادہ تصویریں نہیں دیکھی ہیں جن میں میدان کلکتہ کی فوجی حرکت' ہزارہا والنٹیروں کی قواعد' توپخانوں کی مشق' اور جرمن اور اسٹرین جہازوں کی تصویریں جو قید کرلیے گئے ہیں' نمایاں کی گئی ہیں؟ کیا یہ سب کچھہ ایک پر اسرار جرمنیزم ہے جس کی نہ تو شملہ کو خبر ہے اور نہ دارجلنگ کو مگر پایونیر کے پرنٹنگ ہاوس کے اندر انکی نسبت کوئی مافوق الفطرۃ الہام ہو رہا ہے ؟

(بلجیم کی خوش قسمتی)

مضمون نگار نے ایک تصویر کا حوالہ دیا ہے جو ۱۷ اکتوبر کو الہلال میں نکلتی ہے اور جسمیں بلجین کے متعلق "بد بخت" کا لفظ لکھا ہے - نیز قرآن کی ایک آیت لکھی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ انسان کی ساری مصیبتیں خود اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں - مگر ہم نہیں سمجھتے کہ ایسا لکھنے میں کونسی جرمنیت پوشیدہ ہے' جو اسقدر واضح ہے کہ اسے پایونیر نے بغیر تشریح کے چھوڑ دیا ہے ؟ آج دنیا میں کون ہے جسے بلجیم کی بدبختی پر جو اس بے دردی کے ساتھہ تباہ کردیا گیا افسوس نہوگا' اور کیا جرمنی کا اس سے سلوک بد بختی نہیں بلکہ خوش قسمتی ہے ؟ اگر پایونیر کے پاس ایسے مددگار موجود ہیں جو قرآن کی آیتوں کا ترجمہ کرسکتے ہیں' تو یقیناً اسے مسلمانوں کے مذہبی اعتقاد کا بھی حال معلوم ہونا چاہیے - بلاشبہ ہم مسلمان اپنے خدا کو رحیم و عادل سمجھتے ہیں اور ہمارا عام قاعدہ ہے کہ ہر مصیبت کے وقت یقین کرتے ہیں کہ جو کچھہ ہوا اسکے خود ہم ہی ذمہ دار ہیں' خدا کبھی بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا اور مسلمانوں کی مذہبی تاریخ میں کوئی قصہ صلیب کے متعلق نہیں آیا ہے - پھر پایونیر ہم سے اس اعتقاد کے متعلق کیا چاہتا ہے ؟

اگر "پایونیر" برہم ہے کہ "بلجیم" کو "بدبخت" کیوں کہا گیا تو اسکا صرف یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ وہ اسے "خوش قسمت" سمجھتا ہے - اگر ایسا ہو تو یہ بڑی ہی تمسخر انگیز بات ہوگی' مگر ہم سمجھتے ہیں کہ جو شخص "جرمن پیش قدمی" کو "پیش قدمی" کے معنوں میں لینا جائز نہ سمجھتا ہو' جو معاصرہ پیرس کے آثار کے تذکرہ کو بھی پسند نہ کرتا ہو حالانکہ تمام دنیا جسمیں وہ خود بھی شامل ہے معاصرہ کو بالکل قریب دیکھہ رہی تھی' اور جو ایمڈن کی "کامیابیوں" کے بیان کو (با وجودیکہ وہ خود بھی اسے "کامیابیوں" کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے) الہلال کے صفحوں پر آنا خطرناک کہتا ہو حالانکہ انکی حقیقت سے منکر نہو' تو ایک ایسی صحافتی طوائف الملوکی (انارکی) کیلیے یہ کچھہ بھی بعید نہیں ہے کہ وہ عین اس وقت جبکہ بلجیم کی ساری ہستی فنا ہوگئی ہو' اسے "خوش قسمت" کے قلم سے اپنے رائٹنگ ٹیبل پر پکارتا ہو -

(اسلحۂ جنگ کی آخری نمایش)

ان تمام مرحلوں کے طے کرلینے کے بعد اب مضمون نگار زیادہ مسلح ہوکر ہمارے سامنے آتا ہے اور ادعا و فریب کی جگہ پہلی مرتبہ "ثبوت" کا حربہ پکڑتا ہے - وہ ۷ - اکتوبر کے الہـلال سے ایک لمبا چوڑا اقتباس ترجمہ کرتا ہے جو اسکے خیال میں کلکتہ کے "پرو جرمنزم" کے ثبوت کیلیے سب سے آخری قسم کی منزل ہے' اور جو اسقدر قوی ہے کہ اسکے پیش کرنے کے بعد اسکا کام بالکل پورا ہو جاتا ہے - چنانچہ جونہی یہ اقتباس ختم ہوجاتے ہیں' وہ اسطرح جلد ہم سے رخصت ہوجاتا ہے گویا اس نے اپنے مشن کو بالکل مکمل کردیا !

اسنے الہلال کے مضمون "سقوط انٹورپ" کے ترجمہ کرنے کی وہ عظیم الشان ادبی مہم سر کرنی چاہی ہے جسکی نسبت وہ پہلے کہہ چکا ہے کہ "ترجمہ کے بعد اسکا اثر زائل ہو جاتا ہے" - غالباً اسکا مقصد اس سے یہ ہے کہ سرکاری ترجمہ کے دفتروں کے سامنے ایک نمونہ ایسے ترجمہ کا پیش کیا جاے جسمیں ترجمہ کے بعد اصل خطرہ ضائع نہ ہو بلکہ اور زیادہ ہیبت ناک و خطرناک ہو جاے !

یہ مضمون کا وہ حصہ ہے جسمیں انٹورپ کے آخری واقعات مختصراً درج کیے گئے ہیں اور تمام دنیا کی طرح تعجب کیا گیا ہے کہ اسقدر مستحکم مقام کیونکر ساقط ہوگیا - نیز جرمنی کی نئی توپوں کا تذکرہ کیا ہے' جنکی نسبت ہندوستان بھر میں سب سے پہلی مرتبہ اور سب سے زیادہ خود "پایونیر" ہی نے خوف اور دہشت دلایا تھا !

اس ترجمہ میں بہت سی غلط فہمیاں جمع کیگئی ہیں - وہ علم ادب کی اس شاخ کا (اگر کوئی ایسی شاخ ہو) ایک بہترین نمونہ ہے' جسکا موضوع ایک زبان کے مضمون کو کسی دوسری زبان میں ضمنی اور پوشیدہ تصریفات کے ذریعہ بدل دینا قرار دیا گیا ہے - ہمارے سامنے "پایونیر" نے کوئی نمونہ ایسے غیر مفتوح لٹریچر کا تو پیش نہیں کیا جو انگریزی میں آنیکے بعد "اپنا اثر کھو دیتا ہے" البتہ ان اقتباسات کے ذریعہ ایک عمدہ نمونہ وہ اپنی ادبی ہشیاری کا ضرور دکھلا سکا ہے جو ایک بے خطر چیز کو بھی خطرناک بنادیسکتی ہے

قیصر جرمنی .

جرمنی کے دارالحکومت " برلن " کا ایک عمومی منظر ۔

هز امپیریل مجسٹی شاہ برطانیہ و قیصر هند !

یہ تصویر نہایت اهم اور دلچسپ ہے - اسمیں برطانیہ کے ساحل " ڈوور " کے بحری استحکامات دکھلاے گئے هیں - سامنے ساحل ہے اور ساحل سے لیکر اندرون دریا تک ایک وسیع دائرہ قلعہ کے سے حصار کا بنایا گیا ہے ، جسکے اندر برطانی بیڑہ دفاع کیلیے مستعد رهتا ہے - یقین کیا جاتا ہے کہ یہ دنیا کا بہت بڑا ساحلی استحکام ہے :

شئون اسلامیه

القارعة !

القارعة ! ما القارعه ؟ و ما ادراک ما القارعه ؟ هاں ' وہ ایک واقعۂ کبری ہے جسے پیش آنا تھا اور پیش آیا : لیس لوقعتها کاذبه ' خافضة رافعه ! وہ ایک حادثۂ عظیمه ہے جسکے لیے هم سب اندیشه ناک تے مگر بالاخر تقدیر غالب آگي : ذالك تقدیر العزیز الحکیم ! وہ مشیت الهي کي ایک اجل مقدر ہے جسے بہتوں نے ٹالنا چاها مگر نه ٹلي : فما له من قوة و لا ناصر ! وہ تقدیر آسماني کا ایک فیصله ہے جس سے زمین والوں نے بچنا چاها مگر نه بچ سکے : کتب علیکم القتال و هو کرہ لکم ! وہ انساني عزائم کي ایک نئی شکست ہے جسنے مشیت الهي کو واضح کردیا : ما تسبق من امة اجلها و ما یستاخرون ! اور زمین کے موسم خونیں کي ایک نئي بدلي ہے جسکي گرج کو کانوں نے لرزکر سنا اور جسکی بجلیوں کو آنکھوں نے خیرہ هوکر دیکھا : یوم تبدل الارض غیر الارض و السماوات ! وہ دهشتوں کي ایک شب تاریک ہے جسکي شام خوف و طمع سے مضطرب تھي : و هو الذي یریکم البرق خوفا و طمعا ! اور هولناکیوں کي ایک فضاء خونیں ہے جسکي ظلمت نے دن کي بقیه روشني کو بھي ڈھانپ لیا !

فلا اقسم بالشفق ' واللیل و ما وسق ' و القمر اذا اتسق ' لترکبن طبقا عن طبق (۸۴ : ۱۴) -

" پس شفق کي قسم جبکه اسکي سرخي نے زمین کے عہد خونیں کي خبر دي ' اور رات کي قسم جبکه وہ تاریک هوئي ' اور ان سب کي جنکو اسکي تاریکي نے چھپا لیا ' اور پھر چاند کي جبکه اسکي روشني پوري هوئي ' که تم سب ایک امر مقدر کے ماتحت هو ' اور ضرور ہے که انقلاب لیل و نہار کے ان مراتب ثلاثه کي طرح تم بھي یکے بعد دیگرے منازل تبدل و تغیر سے گذرو ! "

غرضکه بالاخر وہ دن آگیا جسکو هم نے نہیں بلایا لیکن اسے آنا تھا اور اس قدیر و حکیم کا فیصله یہي تھا : یوم یکون الناس کالفراش المبثوث ' و تکون الجبال کالعهن المنفوش ! فاما من ثقلت موازینه فهو في عیشة راضیه ' و اما من خفت موازینه فامه هاویه ! و ما ادراک ما هیه ؟ نار حامیه " ! ! (۱۰۱ : ۶)

(اعلان حرب)

یعني دولة عثمانیه اور دول متحدۂ ثلاثه کے مابین پہلي نومبر کو اعلان جنگ هوگیا : انا لله و انا الیه راجعون !

(تین مسئلے)

اس وقت تین مسئلے همارے سامنے هیں ' اور گو انکو ایک هي وقت اور ایک هي حادثه نے پیدا کیا ہے ' تاهم انکے نتائج بالکل مختلف هیں ' اور ان میں سے هر ایک مسئله ایک مستقل اثر اور ایک علحدہ حکم رکھتا ہے :

(۱) اسباب و واقعات جنگ -

(۲) مسلمانان هند اور دولة عثمانیه کا تعلق ' اور مسئلۂ خلافۃ اسلامیۂ عظمی -

(۳) هندوستان کي داخلي حالت کا سوال -

هم چاهتے هیں که جہاں تک ممکن هو ' اختصار کے ساتھ اور سادہ لفظوں میں انپر نظر ڈالیں -

ایک ایسے نازک وقت میں جیسا که یه ہے ' هم کوشش کرینگے که گورنمنٹ کے سامنے کروڑها مسلمانان هند کے اصلي خیالات و افکار کو واضح کرسکیں کیونکه همارے عقیدے میں حقیقت کے اخفاء سے بڑھکر کوئي بغاوت اور غداري نہیں هوسکتی ' اور حق و باطل کي مخلوط صداؤں کا جو هجوم هر طرف سے بڑھ رها ہے اسمیں خالص سچائي نا پید ہے -

(تین جماعتیں)

لیکن جبکه هم ان تین مسئلوں پر نظر ڈالنا چاهتے هیں تو همیں بلا تشریح مزید یه بھي ظاهر کر دینا چاهیے که اس وقت ملک میں تین جماعتیں موجود هیں :

(۱) طبقۂ متوسطین اور عام مسلمان جو صرف سنتے اور سونچتے هیں مگر بولتے نہیں - کیونکه اظہار راے کے وسائل انکے پاس نہیں هیں - یہي جماعت اصلي پبلک ہے اور اسي سے سات کرور مسلمانوں کي تعداد پوري هوتي ہے - انکے اعتقادات اصلي اعتقادات ' اور انکے خیالات هي پر " عام خیال " کا اطلاق قدرتاً هو سکتا ہے -

(۲) چند راستی پسند لوگ جو اظہار راے و اعلان حقیقت کے وسائل رکھتے هیں ' لیکن انکے ضمیر سے زیادہ طاقتور انکي کمزوري ہے - اس لیے وہ ڈرتے هیں اور خاموش رهتے هیں - یا بولتے هیں مگر صاف صاف نہیں بولتے -

(۳) اونچے طبقه کے لوگ جنکي ریاست هندوستان میں قائم ہے ' کیونکه ترقي یافته ممالک کي طرح هندوستان میں جمهوري اقتدار متشکل نہیں ہے اور مستقل هستی نہیں رکھتا - پس اظہار راے کے هر موقعه پر یہي لوگ آگے بڑھتے هیں اور گورنمنٹ کے قرب و اعتماد کے وسائل بھي صرف انھي کو حاصل هیں - یه فرقه یا تو پہلي جماعت سے بے خبر ہے ' یا اکثر حالتوں میں گرفتار نفاق و تصنع ' و مبتلاے اغراض شخصیه و ذاتیه - اسکا وجود گورنمنٹ اور عام پبلک کے درمیان ایک ایسي دیوار ہے جو ایک طرف کي روشني دوسري طرف پہنچنے نہیں دیتي - وہ اکثر حالتوں میں قوم سے زیادہ گورنمنٹ کیلیے خطرناک ہے - کیونکه گورنمنٹ کو اصلیت سے ٹھیک ٹھیک واقف هونے میں حائل هوتا ہے ' اور اپنے ذاتي اقتدار اور رسوخ کي بھوک میں ملک اور گورنمنٹ کي بڑي سے بڑي مصلحت کو بھي قربان کردینے کیلیے آمادہ ہے -

ہندوستان کی سکھ پلٹن کا میدان جنگ میں ورود ا

جاپانی کروزر " چیکوما " جو " ایمڈن " کے تاخت و تاراج کا انسداد کرنے کیلئے ہندوستان میں آیا ہوا ہے اور ۸ - اکتوبر کو مدراس میں تھا

دریاے اوالس کا پل جس پر سے بلجین زخمی جا رہے تھے مگر جرمن سپاہیوں نے پل توڑ دیا اور غرق آب ہوگئے !

کي حامي نہيں بن جاسکتي ' اور عالمگیر جنگ کي شرکت کي ذمہ داري کوئي ایسا عقدہ نہیں ہے جسکے سمجھنے کے لیے صرف ہمارا ہي دماغ موزوں ہو - پس ترک جاہوں نے اپنے تئیں اتني بڑي جنگ میں جنگ بلقان کے بعد ہي ڈالدیا ہے ' ایسے بالاتر اسباب ضرور اپنے پاس رکھتے ہونگے جنکي وجہ سے انہوں نے خوں اور آگ کے کھیل کو اسقدر جلد گوارا کرلیا ہے - یہ کچھہ ضرور نہیں کہ انکا خیال صحیح ہو' مگر سچي بات یہي ہے کہ انہوں نے جنگ یورپ کو اپنے لیے ایک عہد فرصت سمجھا ہے' اور جس طرح ہر ضعیف وقت اور فرصت سے کام لینا چاہتا ہے ' وہ بھي سمجھتے ہیں کہ کام لینگے - انکے سامنے جنگ یورپ کے بعد کے نتائج ہیں اور شرکت جنگ کے خطرات - انہوں نے دوسري چیز کو گوارا کیا ہے - اس انتخاب کي غلطي اور صحت کا فیصلہ وہ خود ہي کرسکتے ہیں ' یا وہ لوگ جو انکي طرح موقعہ پر موجود ہوں -

اصلیت مسلمانوں کے عقیدے میں صرف یہي ہے' اور اسکے سوا جو کچھہ انکي طرف سے ظاہر کیا جاتا ہے اس سے انہیں کوئي تعلق نہیں - ہم میں ایک مسلمان بھي ایسا نہیں ہے جو سمجھتا ہو کہ جنگ بلقان کے موقعہ پر ہلال احمر قسطنطنیہ کو کچھہ روپیہ دیکر ہم مسلمانان ہند اتنے بڑے ہوگئے ہیں کہ خلافۃ اسلامیہ عظمی کو اپنے آگے جوابدہ سمجھیں اور شہنشاہوں کي طرح انکے بارے میں حکم دیں -

(۲)

ایک مستقل مسئلہ مسلمانان ہند اور دولۃ عثمانیہ کے تعلقات کا ہے جو انسے اسي طرح تعلق رکھتا ہے جس طرح دیگر حصص عالم سے -

کچھہ ضروري نہ تھا کہ یہ مسئلہ اس وقت پبلک یا گورنمنٹ کے سامنے بحث کیلیے لایا جاتا - کیونکہ گذشتہ پچاس برس کے اندر وہ اسقدر واضح اور صاف ہوچکا ہے کہ دنیا کیلیے اسکي ایک ہي غیر متزلزل حقیقت بالکل صاف ہے' اور اسپر کسي مزید اضافہ کي ضرورت نہیں - قسطنطنیہ اب بھي وہي قسطنطنیہ ہے جو یکم نومبر سے پہلے باسفورس پر آباد تھا ' اور ہندوستان کے مسلمان اس مقدس تخت کو جو وہاں قائم ہے بالکل ویسا ہي یقین کرتے ہیں جیسا کہ برابر یقین کرتے آئے ہیں - جس طرح حالت امن میں وہاں کا رشتہ اس تعلق کے منافي نہ تھا جو مسلمانان ہند کو تاج برطانیہ کے ساتھہ ہے' اسي طرح آج بھي اوسکا اعتراف اسکے لیے منافي نہیں ہے کہ ستر ملین مسلمان ہندوستان کے امن دوست اور فساد دشمن شہري ہوں -

تاہم افسوس ہے کہ اُن لوگوں - جنکے مفسدانہ و شریرانہ اعمال کي گورنمنٹ ذمہ دار نہیں ہے ' لیکن جنکي فساد پرستیوں کے نتائج سے گورنمنٹ اور ملک دونوں کو آلودہ ہونا پڑیگا ' بمجرد اعلان جنگ اس مسئلہ کو ازسر نو چھیڑ دیا ہے - اور نفاق و فساد کا وہ شیطان لعین جو انکے اندر ہمیشہ وقت کا منتظر رہا ہے' بالکل بے باک ہوگیا ہے - تا کہ گورنمنٹ کي سب سے بڑی خیر خواہي کي گھڑیوں میں اسکے لیے سب سے زیادہ خطرناک مشکلات پیدا کرے :

یعدہم و یمنیہم ' و ما یعدہم الشیطان الا غرورا !

چنانچہ اس قسم کي بعض شریر روحیں اپنے انتہائي خبث و فساد کے آلات سے مسلح ہوکر باہر نکل آئي ہیں' اور بغیر اسکے کہ گورنمنٹ کیلیے کچھہ بھي مفید ہو ' اور بغیر اسکے کہ گورنمنٹ کي طرف سے ایک ادنی خواہش بھي اسکے لیے ظاہر کي گئي ہو' انہوں نے اُس تپ زدہ مریض کي طرح جسکے دماغ پر حرارت چڑھجائے اور ہذیان کیلیے بالکل بے بس ہو' " خلافۃ اسلامیہ " کي بحث از سر نو چھیڑ دي ہے - وہ سمجھتے ہیں کہ یہ گورنمنٹ کي بہت ہي بڑي وفاداري ہے - ایسي وفاداري جو کسي خدا پرست و اسلام دوست مومن سے ممکن نہ تھي ' مگر انہوں نے اپني آخري متاع ایمان بھي اس راہ میں قربان کردي - حالانکہ نہ تو یہ وفاداري ہے اور نہ ہي خیر خواہي : بل ہي فتنۃ ولکن اکثر الناس لا یعلمون -

لیکن گورنمنٹ کو یاد رکھنا چاہیے کہ جو شخص اپنے خدا اور اپني شریعت کا وفادار نہیں ہے' وہ اسکے لیے بھي کوئي سچا اور وفادار دوست نہیں ہو سکتا - وہ صرف چند انسانوں کي حاکم نہیں ہے جو اپنے دلونکي قلب ماہیت کرنے کیلیے یا اصلي راہ نفاق و ارتداد اختیار کرنے کیلیے طیار ہیں - بلکہ اُن سات کرور مسلمانوں کي حاکم ہے جنکے اعتقادات میں تبدیلي محال اور جنکے جذبات بالکل مختلف قسم کے ہیں - پس یقیناً اسکے لیے صرف یہي راہ عمل سچي اور اصلي ہوسکتي ہے کہ وہ انکا خال معلوم کرے جو سات کرور ہیں' نہ کہ انکا جو حقیقي طور پر بمشکل دو سات ہونگے !

موجودہ حالت میں جبکہ ان اشرار و مفسدین نے ملک اور گورنمنٹ کي حقیقي مصلحتوں کو بالکل فراموش کرکے یہ بحث خواہ مخواہ چھیڑ دي ہے' تو ہمارے سامنے صرف دو ہي راہیں ہیں : یا تو اس مسئلہ پر ادلۂ شرعیہ کے مطابق بحث کریں اور جو ہفوات و ترہات اس شرذمۂ جہل و فساد نے شائع کیے ہیں' انکے قلع و قمع کیلیے طیار ہو جائیں - یا پھر بالکل سکوت اختیار کریں -

پہلي صورت کو اگر اسوقت اختیار کرتے ہیں تو لازمي طور پر یہ بحث زیادہ پھیلیگي ' اور ہم موجودہ وقت کو کسي طرح اسکے لیے موزوں نہیں سمجھتے - لیکن ساتھہ ہي دوسري صورت پر بھي کوئي مومن باللہ قلب راضي نہیں ہو سکتا ' کیونکہ جب غلط فہمي پھیلائي جائے اور بدعات و زوائد کسي مسئلۂ شرعیہ کو مشتبہ کردیں تو ہر مسلمان پر شرعاً فرض ہے کہ حسب علم و استطاعۃ تصحیح عقائد و اعلان حقائق کي کوشش کرے : و الساکت عن الحق شیطان اخرس !

ایسي حالت میں ظاہر ہے کہ ان ناعاقبت اندیشوں نے بلا ضرورت کیسي مشکل راست باز مسلمانوں کے لیے پیدا کردي ہے؟ حالانکہ نہ تو گورنمنٹ کو اس مسئلہ سے کوئي تعلق تھا اور نہ وہ اسکے متعلق ہم سے کسي تبدیلي کي طالب تھي - بہر حال ہم اس موقعہ پر صبر اور ضبط سے کام لینگے اور صرف اصلیت کے ظاہر کرنے پر اکتفا کرینگے - اگر یہ فتنہ نہ رکا' اور ان مفسدین نے ملک کے امن و سکون پر رحم نہ کھایا ' تو ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ وسیع ہوگا اور اسکے نتائج افسوس ناک صورت میں پھیلینگے - لیکن اسکے ذمہ دار وہي چند مسلمان ہونگے جو بلا ضرورت اس سوال کو زندہ کر رہے ہیں -

یہ بندگان جہل و افساد جنہوں نے کسي طالب العلم سے " الائمۃ من القریش " کي حدیث سیکھہ لي ہے' کیا اب امر سے بالکل بے خوف ہوگئے ہیں کہ بحمد اللہ علم شریعت ابھي زندہ اور حاملان شریعت ابھي باقي ہیں؟ اگر یہ جملہ کوئي حدیث ہے تو اسکے صرف یہي معني ہوسکتے ہیں کہ ہمیں اسکے سمجھنے کا زیادہ حق حاصل ہے' نہ کہ ان ملاحدہ و متفرنجین کو جو علوم دینیہ سے اتنے ہي بے خبر ہیں جسقدر ایک انگلو انڈین اخبار کا ایڈیٹر ! پھر کیا یہ بہتر ہوگا کہ خلافت اسلامیہ کا مسئلہ انہیں سمجھا دیا جائے ؟

اس سے بھي زیادہ تعجب اُن لوگوں پر ہے جو آج سلطان مخلوع (عبد الحمید) کي محبت و احترام کا پیام لیکر اٹھے ہیں اور لکھتے ہیں کہ جلالت مآب امیر المومنین حضرۃ سلطان محمد خامس کي خلافت مسلم نہیں ہے' کیونکہ انہیں نوجوان ترکوں نے خلیفہ بنایا '

پہلی جماعت ان سے بالکل الگ ہے اور انکے متعلق کوئی اثر اپنے اندر نہیں رکھتی - بلکہ روز بروز تفریق اعتقاد اور تضاد فکر کی جہیل ان دونوں کے درمیان وسیع تر ہوتی جاتی ہے -

ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ پہلی جماعت کی حالت اس مسئلہ کے متعلق گورنمنٹ پر واضح کردیں' اور دوسری جماعت کی کمزوری سے بچنے کی کوشش کریں' تاکہ تیسری جماعت کی ناعاقبت اندیشیاں ایک نازک ترین وقت میں گورنمنٹ کیلیے خواہ مخواہ مشکلات پیدا نہ کردیں - اگر سچائی کو اسکی اصلی ضرورت کے وقت پیش نہ کیا جاے تو اسکے وجود کا اعتراف بیکار ہے' اور چراغ جلانے کا اصلی وقت غروب آفتاب کے بعد آتا ہے نہ کہ پچھلی پہر کو - گورنمنٹ کے پاس جن چیزوں کے معلوم کرنے کے وسائل ضرورت سے زیادہ موجود ہیں انکے پیش کرنے سے کیا حاصل ؟ اگر "خیر خواہی" کو اسکے حقیقی معنوں میں بولا جاتا ہے تو آج بر اعظم ہند میں گورنمنٹ اور ملک کیلیے کوئی چیز بھی ضروری نہیں ہے - الا وہ جو آج ہمارے پاس ہے -

پہلا مسئلہ

اولین مسئلہ جو اس سلسلے میں سامنے آتا ہے وہ اسباب و معرکات جنگ ہیں' اور انکے متعلق مسلمانوں کا وہ اعتقاد جو واقعی طور پر انکے دلوں میں موجود ہے - ہم اسقدر مختصر لفظوں میں جسقدر کہ ہو سکتے ہیں انکی تشریح کرینگے -

ہم یہاں مسئلۂ مشرقیہ کے اُن تاریخی مباحث کو چھیڑنا نہیں چاہتے جو بہت تفصیل و بسط کے محتاج ہیں اور پچھلے چند سالوں کے اندر بار بار بحث میں آچکے ہیں - ہم دولۃ عثمانیہ اور انگلستان و جرمنی کے اثرات و غلبہ کے مختلف دوروں کے تاریخی حالات بھی بیان نہیں کرینگے' اور نہ سلطان مخلوع (عبد الحمید) کے عہد سے لیکر نوجوان ترکوں کے موجودہ عہد تک کے اُن واقعات کو جمع کرینگے جنکی ترتیب سے عثمانی جرمنزم کی مکمل تاریخ سامنے آسکتی ہے - نیز اسی طرح ان تمام حالات و حوادث کو بھی نظر انداز کردینگے جو معاہدۂ سنہ ۱۹۰۷ کے بعد سے پیش آے' اور جنکی وجہ سے قدرتی طور پر اتحاد و ترقی کی اوس جماعت میں "جرمنزم" نے نفوذ کیا جس نے اپنا عہد مصیبت تمام تر لندن اور پیرس کی آزاد سرزمین میں بسر کیا تھا اور اسکی محبت اپنے ساتھ لیکر قسطنطنیہ آئی تھی - یہ تمام مطالب ایک نہایت تفصیلی صحبت کے طالب ہیں' اور ممکن ہے کہ کسی دوسرے وقت "اتحاد و ترقی اور جرمنزم" کے عنوان پر ہم ایک مستقل مقالہ لکھیں - یہاں ہم صرف اُن نہایت قریبی واقعات کو لکھینگے جو یکے بعد دیگرے موجودہ جنگ کا مواد بنتے گئے -

اس سلسلے میں سب سے زیادہ اہم اور سب سے پہلا واقعہ جرمنی کے دو جنگی جہازوں "گوبن" اور "بریسلا" کا ہے -

جس وقت یورپ میں جنگ کا اعلان ہوا ہے' دولۃ عثمانیہ کے دو ڈریڈ ناٹ "رشادیہ" اور "عثمان اول" انگلستان میں طیار ہوچکے تھے' اور ممالک عثمانیہ کا ہر فرد اُنکا منتظر تھا -

جنگ بلقان کے ختم ہوتے ہی موجودہ عثمانی حکومت اپنی بحری ترقیات پر متوجہ ہوگئی تھی' کیونکہ یونان سے ایک بحری معرکہ جنگ بلقان کے تتمہ کے طور پر ابھی باقی تھا' اور اولیاء دولۃ عثمانیہ متفقۃً اسے بقاء بقیۂ قواے عثمانیہ کیلیے ناگزیر سمجھتے تھے - انہوں نے خزانۂ حکومت کے افلاس کو عام پبلک کی اعانت سے دور کرنا چاہا' اور تمام ممالک عثمانیہ میں فراہمی زر اعانہ کیلیے با قاعدہ کمیٹیاں قائم ہوگئیں - اسی کا نتیجہ وہ گرانقدر اجر تھا جو دو ڈریڈ ناٹوں کیلیے انگلستان کے کارخانہ کو دیا گیا' اور یونان کے اُس آرڈر کو بے اثر کر دیا گیا جو وہ امریکہ کو دیچکا تھا -

لیکن عین اسوقت جبکہ دونوں جہاز طیار ہو چکے تھے' یکایک جنگ یورپ کی آگ شعلہ زن ہوئی' اور انگلستان نے اپنی جنگی ضرورتوں کی بنا پر اُن دونوں جہازوں کو بحالت موجودہ روک لیا -

اسکے بعد ہی جرمنی کے دو جہاز "گوبن" اور "بریسلا" در دانیال میں سے گذرے جسپر دول متحدہ نے اعتراض کیا - یہ اعتراض قانوناً بالکل صحیح تھا' کیونکہ در دانیال میں سے حسب معاہدہ مسلمۂ بین الدول کوئی جنگی اور محارب جہاز گذر نہیں سکتا - لیکن دولۃ عثمانیہ نے جواب دیا کہ چھہ ہزار پاونڈ میں اس نے یہ دونوں جہاز خرید لیے ہیں' اور انکا نام سلطان سلیم اور مدللی رکھا گیا ہے -

بظاہر اعلان جنگ یورپ کے بعد یہ پہلا واقعہ ہے جسنے غالباً جرمن کو اپنے اثر کے قائم کرنے کا موقعہ دیا ہے - کیونکہ قدرتی طور پر ترکوں نے ان دو جہازوں کو بہت غنیمت سمجھا ہوگا' جبکہ انکے جہاز جنگ کی وجہ سے رک گئے تھے اور انہیں یونان کی طرف سے خوف پیدا ہوگیا تھا -

لیکن اسکے بعد واقعات نے دوسری کروٹ لی اور ان دو جہازوں کے جرمن افسروں کا مسئلہ شروع ہوگیا - دول متحدہ کو اعتراض تھا کہ اگر یہ جہاز واقعی عثمانی ہیں تو جرمن افسروں کو انپر نہ ہونا چاہیے - حتی کہ بالآخر اخری مرتبہ باب عالی کو ایک نوٹ بھیجا گیا کہ وہ جرمن افسروں کو الگ کردے -

پریس کمیونک جو گورنمنٹ آف انڈیا نے شائع کیا ہے' ان نقصانات کی تشریح کرتا ہے جو ان جہازوں نے بحر اسود کے برطانی تجارتی جہازوں کو پہنچاے - نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان نے دولۃ عثمانیہ کو اطمینان دلایا تھا کہ وہ ترکی کے دونوں مقبوضہ جہاز جنگ کے بعد واپس کردیگی -

اسکے ساتھ ہی ترکی کے متعلق بے شمار حالات بیان کیے گئے ہیں جنسے اسکی وسیع اور عظیم الشان فوجی طیاریوں کا سلسلہ سامنے آتا ہے جو اعلان جنگ کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا - نامہ نگار نیرایست' المقطم مصر' الراى العام' اور قسطنطنیہ کی آخری ملنے والی ڈاک کے اخبارات سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے کہ فی الحقیقت تاریخ عثمانیہ میں ایک غیر معمولی فوجی طیاری کا عہد ترکی پر سے گذر رہا ہے' اور تمام عراق و شام اور عرب و حجاز سے بلا استثنا جنگ اور جمع کیے جا رہے ہیں -

اصل یہ ہے کہ دنیا ضعف و قوت' مہلت و فرصت' اور تنازع للبقا کا ایک میدان کار زار ہے' اور جنگ کے اسباب حقیقیہ جسطرح ہمیشہ اور ہر حال میں ہوا کیے ہیں' ویسے ہی اس جنگ کیلیے بھی جمع ہوگئے ہیں - ترکی جسقدر نمایشی عذرات اس وقت کاغذ کے صفحوں پر جمع کردیگی' اور نیز جسقدر الزامات اسکی مخالفت میں بیان کیے جالیگی' ان سب کی ہستی حقیقت کی نظروں میں اتنی ہی ہے جیسا کہ ہم میں سے ہر شخص سمجھتا ہے' اور بہتر ہے کہ وہی لکھا بھی جاے - دنیا میں حکومت در اصل طاقت کی ہے' اور حق و باطل کا عملی میلو بھی اسی کے ہاتھہ میں ہمیشہ رہا ہے' گونہ رہنا چاہیے - نوجوان ترک اس صاف بات کو ویسا ہی سمجھہ سکتے ہیں جیسا کہ ہم میں سے ہر ایک شخص کہ دو جہازوں کے دیدینے سے جرمنی ترکوں

شمس العلما ڈاکٹر سید علی صاحب بلگرامی

ایم - اے - ڈی لیٹ بیرسٹرایٹ لا کی

میڈیکل جیورس پروڈنس

یعنی طب متعلقہ عدالت پر

حکیم سید شمس اللہ قادری - ایم - آر - اے - ایس ایف

آر - ایچ - ایس کا ریویو

قبل اس کے کہ کتاب مذکور کی نسبت کچھہ لکھا جائے یہ بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میڈیکل جیورس پروڈنس کیا چیز ہے - کتاب کے شروع میں فاضل مصنف نے وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے میڈیکل جیورس پروڈنس کے معنے ان الفاظ میں بیان کیے ہیں :

" میڈیکل جیورس پروڈنس " علم طب کی اس شاخ کا نام ہے جس میں قانون اور طب کے باہمی تعلقات سے بحث کی جاتی ہے " اور اس علم کا موضوع کل وہ مباحث قانونی و طبی ہیں جو عدالتی انصاف سے متعلق ہیں " اور نیز بعض وہ امور جو انسان کے تمدنی حالات سے تعلق رکھتے ہیں " غرض مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ میڈیکل جیورس پروڈنس وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے عام طور پر مسائل طب کا استعمال قانونی ضرورتوں کے واسطے کیا جاتا ہے -

میڈیکل جیورس پروڈنس میں علم طب کے ان مسائل سے بحث کی جاتی ہے جن کی ضرورت فوجداری کار و بار میں لاحق ہوتی ہے جیسے (۱) قتل عمد (۲) زنا بالجبر (۳) اسقاط حمل (۴) زہر خورانی وغیرہ کے مقدمات ہیں - ان کے متعلق طبی تحقیقات و شہادت کا ہونا ان تمام آدمیوں کے لیے ضروری ہے جو ان مقدمات کے کار و بار میں شریک ہیں - مثلا :

حکام عدالت - عہدہ داران پولیس - وکلاء پیرو کار وغیرہ - اگر کسی حاکم کو ان باتوں سے واقفیت نہ ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسی بے گناہ کو سزا ہو جاتی ہے - اصل مجرم رہا کر دیا جاتا ہے - اسی طرح اگر کوئی وکیل یا پیرو کار ان امور کا ماہر نہیں ہے تو شہادت و ثبوت کے موقع پر اس علم کے متعلق جو رموز و نکات بیان ہوتے ہیں ان کے صدق و کذب پر خاطر خواہ جرح نہیں کر سکتا اور اس امر سے مقدمات کے خراب ہو جانے کا اندیشہ لگا رہتا ہے - میڈیکل جیورس پروڈنس کے جاننے سے انسان کو نہ صرف واقعات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے بلکہ ان سے واقعات کو ترتیب دینے اور ان سے ایسے صحیح نتائج استخراج کرنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے جن پر

(عدل و انصاف کا انحصار ہے)

اس کتاب کو اصل میں ڈاکٹر پیالبرک ہیر - ایم - ڈی - ایف - سی - ایس نے ملکر انگریزی میں تصنیف کیا تھا - پھر مرحوم شمس العلما نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا اور اصل کتاب پر بہت زائد اضافے اور مفید حواشی زیادہ کر دیے ہیں - جس کی وجہ سے اس کتاب نے ایک مستقل تصنیف کی صورت اختیار کر لی ہے -

اس کتاب میں طب و قانون کے وہ تمام مباحثات آگئے ہیں جو فوجداری مقدمات میں ہمیشہ در پیش رہتے ہیں مثلاً :

(مقدمات قتل کے متعلق)

(۱) زخم - چوٹ (۲) ہلاکت کی جوابدہی (۳) شہادت طبیہ (۴) لاش سڑنے کے مدارج (۵) مختلف اعضاے انسانی زخم و ضرب (۶) اختناق (۷) دم خفا ہونا (۸) پھانسی یا گلا گھونٹنا وغیرہ -

(عورتوں کے متعلق)

(۱) زنا بالجبر (۲) بچہ کشی (۳) اسقاط حمل -

(سمیات کے متعلق)

(۱) معدنی سمیات (۲) قلزی سمیات (۳) نباتی سمیات (۴) حیوانی سمیات اور ان کے استعمال سے جو اثر ظاہر ہوتے ہیں ان کا بیان -

(امور مختلفہ کے متعلق)

(۱) زندگی کا بیمہ (۲) جلنا (۳) زہر خورانی وغیرہ - ان تمام ابواب کے ساتھہ قانونی نظائر بھی مندرج ہیں جس کی وجہ سے ہر مسئلے کے سمجھنے میں بہت سہولت پیدا ہو گئی ہے اور ساتھہ ہی ساتھہ اس کا بھی پتہ چل جاتا ہے کہ ایسی حالتوں میں عدالت نے کیا کیا فیصلے صادر کئے ہیں -

اس کتاب کے دیکھنے سے فاضل مصنف و مترجم کی اعلی علمی قابلیت ظاہر ہوتی ہے - مشکل سے مشکل مسئلہ کو بھی اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ نہایت آسانی سے بلا کسی مزید غور و فکر کے ہر انسان کی سمجھہ میں آتا ہے - علمی اور قانونی اصطلاحات ایسے موقع پر چسپاں ہیں کہ بغیر کسی ڈکشنری یا ریفرنس بک کی مدد کے معانی ربط مضمون سے ذہن نشین ہو جاتے ہیں -

مدت ہوئی کہ اردو میں ایک چھوٹی سی میڈیکل جیورس پروڈنس شائع ہوئی تھی جو نہایت نا مکمل اور ناقص تھی اور ایک ایسی کتاب کی شدید ضرورت ہے جو اپنے موضوع کے لحاظ سے ہر طرح جامع و مکمل ہو -

خدا کا شکر ہے کہ یہ کمی پوری ہو گئی - اور ایسے شخص کے قلم سے پوری ہوئی جو بنظر علمی قابلیت اور ہمہ دانی کے اعتبار سے تمام ہندوستان میں اپنا نظیر نہیں رکھتا -

امید ہے کہ قانون داں اور فوجداری کار و بار والے حضرات اس کتاب کو اپنے کار و بار میں چراغ ہدایت اور خضر رہنما سمجھہ کر اس کی ضرور قدر کریں گے - یہ کتاب نہایت اعلی اہتمام کے ساتھہ مطبع مفید علم آگرہ میں چھپی ہے اور (۳۸۰) صفحات میں - اس کی قیمت سابق میں ۶ روپیہ مقرر تھی - مگر اب علم فائدہ کی غرض سے تین روپیہ علاوہ محصول ڈاک کر دی ہے - اور مولوی عبد اللہ خاں صاحب کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن سے مل سکتی ہے -

صنمخانہ عشق ! صنمخانہ عشق ! !

یعنی حضرت امیر احمد مینائی کا مشہور دیوان بار سوم چھپ کر تیار ہو گیا ہے - قیمت ۲ روپیہ ۸ آنہ -

حکمت بالغہ - ہر سہ جلد کامل صفحات ۱۰۹۴ - اس کتاب کا تفصیلی ریویو الہلال کے گذشتہ پرچوں میں چھپ چکا ہے - قیمت ہر سہ جلد ۵ روپیہ -

نعمت علی - مشتمل بر حالات صوفیاے کرام - یعنی امام عبد الوہاب شعرانی کی کا جواب کتاب لواقح الانوار کا ترجمہ - صفحات ہر دو جلد ۷۲۹ - قیمت ۵ روپیہ -

مشاہیر السلام - یعنی اردو ترجمہ تاریخ ابن خلکان دو جلد - قیمت ۵ روپیہ -

تمدن عرب - قیمت سابق ۵۰ روپیہ قیمت حال ۳۰ روپیہ -

تمدن ہند - شمس العلما مولانا سید علی بلگرامی مرحوم کی آخری یادگار - قیمت ۵۰ روپیہ -

تحقیق الجہاد - مصنفہ نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم صفحات ۴۱۲ قیمت ۳ روپیہ -

شرح دیوان غالب اردو - تصنیف مولوی علی حیدر صاحب طبا طبائی صفحات ۳۴۸ - قیمت ۲ روپیہ -

داستان ترکتازان ہند فارسی - ۵ جلد کامل صفحات (۳۹۵۶) کل سلاطین دہلی کی ایک جامع اور مفصل تاریخ - قیمت حال ۹ روپیہ -

افسر اللغات - یعنی عربی اور فارسی کے کئی ہزار الفاظ کی ایک کامل ڈکشنری صفحات (۱۲۲۹) قیمت سابق ۹ روپیہ قیمت حال ۲ روپیہ -

مآثر الکرام فارسی - مشتمل بر حالات صوفیاے کرام قیمت ۲ روپیہ -

علمی اصول قانون - یعنی مسٹر ڈبلیو - ایچ - ریٹنگن کی کتاب کا اردو ترجمہ صفحات ۸۰۸ - قیمت ۸ روپیہ -

گلشن ہند - قدیم شعراے اردو کا ایک نایاب تذکرہ - صفحات ۲۳۲ قیمت ایک روپیہ -

قواعد العروض مصنفہ مولانا غلام حسین قدر بلگرامی عربی و فارسی میں بھی علم عروض کے متعلق کوئی ایسی جامع کتاب موجود نہیں ہے - صفحات ۴۷۴ - قیمت سابق ۴ روپیہ قیمت حال ۲ روپیہ -

مد القاموس - مصنفہ مسٹر لین ۸ جلد کامل یعنی عربی زبان کا ایک جامع لغت انگریزی زبان میں - قیمت - ۱۲۰ - روپیہ -

المشتہر عبد اللہ خان بک سیلر اینڈ پبلیشر کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن

جانتکه انہیں معلوم نہیں که حسب اصول شرعیۂ اسلامیه بہت زیاده ممکن ہے که سلطان عبد الحمید خلیفۂ شرعی نہو' کیونکه اسلام شخصي حکمرانوں کو تسلیم نہیں کرتا اور وہ یکسر ایک جمہوری نظام حکومت ہے - تاہم جلالۃ ماٰب سلطان محمد خامس کي خلافت سے تو کسي طرح بھي انکار نہیں ہو سکتا - کیونکه وہ اولین دستوری خلیفه ہیں اور اجماع اہل حل و عقد اور بیعت عموم ملت و عالم اسلامي کے ساتھه خلیفه ہوے ہیں - بلکه کہا جا سکتا ہے که حضرات خلفاء راشدین (رضي الله عنہم) اور حضرت عمر ابن عبد العزیز کے بعد تمام تاریخ اسلامي میں اعلی حضرۃ سلطان المعظم سب سے پہلے اسلامي خلیفه ہیں جو اسلام کے حقیقي پارلیمنٹري اصول " شوری " کے مطابق تخت مقدس خلافۃ اسلامیه پر متمکن ہوے' اور سواے ایک شر ذمۂ قلیلۂ مستبدین و مخالفین کے بلا استثنا تمام عالم اسلامي نے شرقاً و غرباً انکي خلافت کا اعتراف کیا - ولا خلافۃ الا بالمشورۃ -

بہر حال اس بارے میں ہمیں صرف یه ظاہر کرنا ہے که خلافت اسلامیه کا مسئله ایک علحدہ اور مستقل مسئله ہے' اور اسے اس موقعه پر چھیڑنا کسیطرح بھي مفید نہیں - مسلمانان ہند کو ترکوں کے ساتھه جو تعلق ہے وہ بالکل قدرتي ہے' اور اس سے جو انکار کرتا ہے وہ یا منافق ہے یا مسلمان نہیں - ایک مسلمان ہزار مرتبه ترکوں پر تبرا بھیجے لیکن جب تک وہ مسلمان ہے کوئي عقل بھي یه تسلیم نه کریگي که اپنے بھائیوں کي محبت سے اسکا دل خالي ہوسکتا ہے -

پس گورنمنٹ کو یقین کرنا چاہیے که تمام مسلمانان ہند خلافۃ عثمانیه کا اعتراف کرتے ہیں اور اس اعتراف کیلیے شرعاً و دیناً مجبور ہیں - انکا دیني عقیدہ ہے که جو مسلمان اپنے عہد کے خلیفه اور اولو الامر سے انکار کرے اسکی تمام صلوۃ و صیام بیکار ہے' اور وہ کسی طرح بھي مسلمان نہیں رہسکتا - ایسا ہونا کوئي عمدہ بات ہو یا نہو' لیکن تمام مسلمان ایسا یقین رکھتے ہیں' اور انکے خلاف کوشش کرنا' یا حضرۃ خلیفۃ المسلمین کی شان میں نا مناسب الفاظ لکھنا' یا ترکوں کو برابر گالیاں دیتے رہنا' ان کے دلوں کو سخت زخمي کرتا ہے اور گو وہ کچھه نه بولیں لیکن ایک پر خطر اثر انکے دل میں پرورش پانے کیلیے پیدا ہوجاتا ہے -

اگر خیر خواہی کے معنی وہي ہیں جو سمجھے جاتے ہیں' اور سچائي اسي چیز کو کہا جاسکتا ہے جو سچي ہو' اور مشورہ دینے کیلیے امانت شرط ہے' تو ہم گورنمنٹ کو مشورہ دینگے که وہ اپنے اثر کو خطرہ سے پہلے عمل میں لاے' اور ان لوگوں کو پوري طرح روکے جو خلافت اسلامیه کا سوال پیدا کرکے عام مسلمانوں کے اندر تولید اضطراب کے باعث بنلے والے ہیں -

(۳)

ان دو مسئلوں کے بعد تیسرا مسئله ہندوستان کے مسلمانوں کي داخلي حالت کا ہے -

یه مسئله بھي بالکل صاف ہے اور اسے گذشته مسائل سے کوئي تعلق نہیں - اسکا موضوع صرف یه ہے که مسلمانوں کي جو عظیم الشان تعداد ہندوستان میں رہتي ہے اور تاج برطانیه کے ماتحت ہے' کیا اس نئے واقعه کي وجه سے وہ امن و سکون کي قدرتي حقیقتوں کو نیچے لانے متغیر پائیگي ؟

اسکا جواب ایک ہی ہے اور صرف ایک ہي - یعني " نہیں " جنگ کے اسباب خواہ کچھه ہي ہوں' اور مسلمان به حیثیت مسلمان ہونے کے اپنے دیني اعتقادات کے اندر خواہ کوئي اعتقاد بھي رکھتے ہوں' لیکن کوئي وجه نہیں که ہندوستان کے امن و سکون اور اسکي سرزمین کو ہر طرح کے فساد سے محفوظ رکھنے میں انکي نسبت ذرا بھي شبه کیا جاے - وہ نماز پڑھتے ہیں اور گورنمنٹ کے وفادار ہیں' روزہ رکھتے ہیں اور گورنمنٹ اپر اعتماد رکھتی ہے' حج کو جاتے ہیں اور انکے امن درست شہري ہونے میں کوئي شبه نہیں کیا جاتا - پس ٹھیک اسي طرح انکا ایک مذہبي اعتقاد خلافت کے متعلق بھي ہے اور وہ قدرتي و دیني علائق تمام عالم اسلامي سے رکھتے ہیں' اگر متذکرۂ صدر اعمال دیني و اعتقادات مذہبي انکے امن درست ہونے کے منافی نہیں تو یه داخلي اعتقاد و تعلق بھي منافی نہیں ہوسکتا -

ہندوستان ایک ملک ہے جہاں مسلمان رہتے ہیں' اسکي عمارتوں کے اندر انکي عورتیں ہیں' اور اسکي گلیوں اور میدانوں میں انکے بچے کھیلتے ہیں - پس کیا ایک منٹ اور ایک لمحه کے لیے بھي کوئي ذي عقل اس امر کو تسلیم کر سکتا ہے که مسلمان ہندوستان کے امن کے دشمن ہو جائینگے کیونکه ترکي اور انگلستان میں جنگ ہوگئي ؟

اگر ہندوستان کا امن گورنمنٹ کو اسلیے مطلوب ہے که اسکي حکومت ہے تو ہر مسلمان کو اسلیے مطلوب ہے که اسکا اور اسکے اہل و عیال کا امن اسي سرزمین کي امنیت پر منحصر ہے -

پس جنگ یورپ کے اس نئے تغیر سے مسلمانان ہند کي امن خواہي' وفاداري' اور قابل اعتماد ہونے پر کسی طرح بھي اثر نہیں پڑسکتا - وہ مسلمان ہیں اور " مسلمان " ہونا ایک حقیقت ہے جو ہر حال میں امن کي حامي اور شر و فساد کی دشمن ہے - وہ ۵ نومبر سے پہلے جسطرح گورنمنٹ کے اعتماد کے مستحق تھے' یقیناً اب بھي ویسے ہي مستحق ہیں - یورپ کي جنگ کا نقشه بدلا ہے نه که انکے امن و سکون کا نقشه - ہم کو اس بارے میں اسقدر وثوق ہے که ہم تمام مسلمانان ہند کي طرف سے یقین دلا سکتے ہیں' اور ہم سمجھتے ہیں که اس بر اعظم میں اس وقت ایک مسلمان بھي ایسا نہوگا جو ملک میں شر و فساد پیدا کرنے کا ایک لمحه کیلیے بھي خیال کرتا ہو -

(خلاصہ مطالب)

یه ضروری مطالب ہیں جو اپني عادت تحریر کے خلاف ہم نے صاف صاف مختصر طریقه سے ظاہر کردیے تا که جلد سے جلد انکا اثر حاصل کیا جا سکے - آج اس شخص سے بڑھکر کوئي شخص ملک اور گورنمنٹ کا دشمن نہیں ہوسکتا جو ان تین مسئلوں میں بیجا طور پر خلط مبحث کرتا ہے' اور انکے مستقل احکام کو ایک دوسرے کیلیے لازم و ملزوم سمجھتا ہے -

ہندوستان اور پرو جرمنزم

افسوس ہے که شئون اسلامیه کا مضمون بہت طویل ہوگیا اور لیڈنگ آرٹیکل کا جسقدر حصه کمپوز شدہ باقي تھا اسکے لیے جگه نه رہي - اب اسکے سوا چارہ نہیں که آئندہ اشاعت تک ناظرین کرام انتظار فرمائیں -

کامریڈ کي ضمانت کي ضبطي اور مسئله خطبات مساجد و حفاظت اماکن مقدسه کے متعلق سرکاري اعلانات بھي اہم عنوانات تھے جن پر اس ہفته ضروري بحث کرني تھي لیکن افسوس که گنجائش نے جواب دیدیا - کامریڈ کو زندہ رکھنا مسلمانوں کا اولین فرض ہے -

Printed and published by A. K. AZAD, at the HILAL Electrical prtg. and publg. House, 14 Mcleod Street, CALCUTTA.

مشاہیر اسلام رعایتی قیمت پر

(۱) حضرت منصور بن حلاج اصلی قیمت ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۲) حضرت بابا فرید شکر گنج ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۳) حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ (۴) حضرت خواجہ حافظ شیرازی ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ (۵) حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۶) حضرت شیخ بوعلی قلندر پانی پتی ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۷) حضرت امیر خسرو ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ (۸) حضرت سرمد شہید ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۹) حضرت غوث الاعظم جیلانی ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۱۰) حضرت عبد اللہ بن عمر ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ [۱۱] حضرت سلمان فارسی ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۱۲] حضرت خواجہ حسن بصری ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ [۱۳] حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۱۴] حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ (۱۵) حضرت شیخ سنوسی ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۱۶) حضرت عمر خیام ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۱۷) حضرت امام بخاری ۲ آنہ رعایتی ۲ آنہ (۱۸) حضرت شیخ محی الدین ابن عربی ۳ آنہ رعایتی ۶ پیسہ (۱۹) شمس العلما آزاد دہلوی ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۲۰) نواب محسن الملک مرحوم ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۲۱) شمس العلما مولوی نذیر احمد ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۲۲) آنریبل سر سید مرحوم ۵ رعایتی ۲ آنہ (۲۳) رائٹ آنریبل سید امیر علی ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ (۲۴) حضرت شہباز رحمۃ اللہ علیہ ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ (۲۵) حضرت سلطان عبد الحمید خان غازی ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ (۲۶) حضرت شبلی رحمۃ اللہ ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۲۷] بابر معظم ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۲۸] حضرت ابو سعید ابو الخیر ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۲۹] حضرت مخدوم صابر کلیری ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۳۰] حضرت ابو نجیب سہروردی ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۳۱] حضرت خالد بن ولید ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ [۳۲] حضرت امام غزالی ۹ آنہ رعایتی ۲ آنہ ۳ پیسہ [۳۳] حضرت سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ [۳۴] حضرت امام حنبل ۳ آنہ رعایتی ۹ پیسہ [۳۵] حضرت امام شافعی ۹ آنہ رعایتی ۱۰ پیسہ [۳۶] حضرت امام حمید ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۳۷] حضرت عمر بن عبد العزیز ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ (۳۸) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۳۹) حضرت خواجہ معین الدین چشتی ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ (۴۰) ابی عثمان پاشا شیر پلیونا اصلی قیمت ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ - سب مشاہیر اسلام قریباً دو ہزار صفحہ کی قیمت یکجا خریدار کرایسے صرف ۲ روپیہ ۸ آنہ (۴۰) پنجاب کے اولیاے کرام کے حالات ۱۲ آنہ رعایتی ۹ آنہ (۴۱) آئینہ خود شناسی تصوف کی مشہور اور لاجواب کتاب خدا بینی کا رہبر ۵ آنہ رعایتی ۳ آنہ [۴۲] حالات حضرت مولانا روم ۱۲ آنہ رعایتی ۹ آنہ [۴۳] حالات حضرت شمس تبریز ۹ آنہ رعایتی ۳ آنہ - مطلب ذیل کی قیمت میں کوئی رعایت نہیں - [۴۴] حیات جاودانی مکمل حالات حضرت محبوب سبحانی غوث اعظم جیلانی ۱ روپیہ ۸ آنہ [۴۵] مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اردو ترجمہ قریباً ہزار صفحہ کی تصوف کی لاجواب کتاب ۱ روپیہ ۷ آنہ [۴۶] ہشت بہشت اردو خواجگان چشت اہل بہشت کے مشہور حلیوں کے باتصویر حالات زندگی مع انکی سیرۃ او رصدری مہمات کے جو انکی ... کے بعد جمع کئے گئے ہیں - اب دوسرا ایڈیشن طبع ہوا ہے اور جن خریداروں کے جن کی تصدیق کی ہے انکے نام بھی لکھدئے ہیں - علم طب کی لاجواب کتاب ہے اسکی اصلی قیمت چھ روپیہ ہے اور رعایتی ۳ روپیہ ۸ آنہ [۴۸] الجوہرات اس کا موضوع تفصیل تعریف اور علاج ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۴۹] صابون سازی کا رسالہ ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ - (۵۰) انگلش ٹیچر بغیر مدد استاد کے انگریزی سکھانے والی سب سے بہتر کتاب قیمت ایک روپیہ [۵۱] اصلی کیمیا گری یہ کتاب سونے کی کان ہے اسمیں سونا چاندی رانگ سیسہ - جست بنانے کے طریقے درج ہیں قیمت ۰ روپیہ ۸ آنہ

حرم مدینــــہ منـــورہ کا سطحی خاکــہ

حــرم مدینہ منــورہ کا سطحی خاکہ یا (Plan) ہے جو ایک مسلمان انجنیرنے موقعہ کی پیمایش سے بنایا ہے - نہایت دلفریب متبرک اور روغنی معہ رول رکپڑا پانچ رنگوں سے طبع شدہ قیمت ایک روپیــہ - علاوہ محصول ڈاک -

ملنے کا پتہ ـــ منیجر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤ الدین
ضلع گجرات پنجاب

واٹر بری کا تیار کیا ہوا خوشگوار مچھلی کا تیل

ترکیب سے تیار کیا ہوا مزہ دار مچھلی کا تیل

دُبلے اور کمزور رگ و پٹھہ کو طاقتور بنانے اور پھیپڑا کی بیماری اور کھانسی و زکام سے خراب ہونے والے جسم کو درست کرنے کے لئے "کاڈ لیور والل کمپاونڈ" یعنی ہمارے یہاں کے تیار کیے ہوئے مچھلی کے تیل سے بڑھکر اولی دوسری دوا نہیں ہے -

ایک بڑی خرابی مچھلی کے تیلوں میں یہ ہے کہ اس سے اکثر لوگوں کو متلی پیدا ہوتی ہے اور کبھی کم مقدار کا ایک خوراک بھی کھانا ناممکن ہو جاتا ہے

واٹر بری کی کمپاونڈ یعنی مرکب دوا جسکے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ناروے ملک کی " کاڈ " مچھلی سے تیل نکالکر خاص ترکیب سے اسکے مزہ اور بو کو دور کرکے اسکو " مالٹ ایکسٹراکٹ " و " ہائپو فوسفائٹس " و " گلیسرین " و " اورمنکیس " (خوشبو دار چیزیں) اور پھیکے " کریوسوٹ " اور " گولیا کول ") کے ساتھ ملانے سے یہ مشکل حل ہو جاتی ہے - کیونکہ " کاڈ لیور والل " کو اس ترکیب سے بنانے کے سبب سے نہ صرف اسکی بدمزگی دور ہوگئی ہے بلکہ وہ مزہ دار ہوگیا ہے اور اس سے پھرتی اور بشاشی ہوتی ہے مگر یہ مرکب دوا " کاڈ لیور والل " کے عمدہ فائدہ کو نہیں روکتی ہے - اسکو بہت عمدہ طور سے بنایا گیا ہے - اور اسکو جاننے والے اور استعمال کرلینے والے لوگ خوب پسند کرتے ہیں - اگر تمہارا جسم شکستہ اور رگ و پٹھے کمزور ہو گئے ہیں جنکا درست کرنا تمہارے لئے ضروری ہو- اور اگر تمہاری طاقت زائل ہو رہی ہے اور تمکو بہت دنوں سے شدت کی کھانسی ہوگئی ہو اور سخت زکام ہوگیا ہو جس سے تمہارے جسم کی طاقت اور اعضاے رئیسہ کی قوت نقصان ہوجانے کا ڈر ہے- ان حالتوں میں اگر تم پھر قوت حاصل کرنے چاہتے ہو تو ضرور واٹر بری کا مرکب " کاڈ لیور والل " استعمال کرو - اور یہہ اور تمام دواؤں سے جنکو ہم اپنے خریداروں کے سامنے پیش کرسکتے ہیں کہیں بہتر ہے - یہ دوا ہر طرحسے بہت ہی اچھی ہے - یہ دوا پانی و دودھ وغیرہ کے ساتھ کھلجاتی ہے اور خوش مزہ ہونیکے سبب لڑکے اور عورتیں اسکو بہت پسند کرتے ہیں- نسخہ کو بوتل پر لکھہ دیا گیا ہے- قیمت بڑی بوتل تین روپیہ اور چھوٹی بوتل ڈیڑھ روپیہ -

" واٹر بری " کا نام یاد رکھیے

یہہ سب دوا نیچے لکھے ہوے پتہ پر ملتی ہے :ـــ

ایم - اس - عبد الغنی کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

اصلي لاثاني مکمل مجموعۂ خطب حرمین شریفین ابن نباته
عربی مع ترجمۂ نظم اُردو طبع ہوچکا
مترجمہ

عالم باعمل فاضل بے بدل رئیس العارفین حضرت مولائی مرشدي سیدالسند مولوي سید شاہ فقیر محي الدین صاحب قبلہ قادري چشتي المتخلص بہ مقبل - معزز ناظرین! یہ وہ مقبول خاص و عام مشہور خطبۂ متبرکہ ہے جس سے اکثر مولفین و مترجمین خطب نے بعض خطبونکا انتخاب کرکے اُردو نظم فرمایا ہے - آجتک کسی کو بھی پورے نظم ترجمہ کي طرف خیال نہ ہوا - ھندوستانکے چند اہل مطابع نے البتہ اُسکو نثر میں ترجمہ کسرواکے چھاپا' مگر نثر سے خطیب و سامعین کو کوئي فائدہ نہیں- فی‌زماننا عوام‌الناس زبان عربی سے بالکل بے بہرہ ہوگئے مقتضاے وقت یہ ہے کہ عوام جس زبان کو سمجھیں اُسی زبان میں احکام آلہیہ و امور شرعیہ محمدیہ سنائیں جہالت اور بےعلمی روز بروز اہل اسلام کو احکام آلھي اوراُمور شرعي سے جدا کر رہي ہے - اس پر آشوب زمانہ میں حتی الامکان عامہ مسلمین کي اصلاح ہر دینی کام میں مد نظر رکھنا فیرض ہے - شارع علیہ الصلوۃ و السلام کا مقصود اصلي اس سے صرف اصلاح ہے تمام ھفتہ جنکو اُمورات دنیاوي سے فرصت نہ ملتي اُنکو ایک وقت میں اس طریقے سے وہ ضروري ھدایتیں گوش گذار کیجائیں جس سے اُنکو خوبي دارین حاصل ہو- آج خالص زبان عربي سے مقصود شارع بالکل مفقود ہوا جاتا ہے - اس کام کا خیال عرصہ درازسے قلب پریشان مین متمکن رہا کہ کوئی ایسي صورت ہو جس سے ہمارے اُردوخوان بھائي فائدہ اُٹھائیں لیکن قادر متعال ہر کام کے لیے اوقات مقرر فرما چکا ہے اور وہ امر اسي وقت مقررہ میں پورا ہوگا الحمد للہ ثم الحمد للہ توفیق سبحاني اور تائید رباني سے مجموعۂ خطب ابن نباتہ مروجۂ حرمین شریفین مترجم منظوم بہ تمام و کمال طبع ہو گیا - اسکے علاوہ صحاح ستہ و مشکوۃ شریف وغیرہ سے ضروري احادیث نبویہ کے مضامین منظوم کر کے خطبہاے متفرقہ کے نام سے آخر میں شامل کردیے ہیں لکھائي چھپائي اور صحت نہایت عمدہ اور ہر قسم کے کاغذ (چکنا ولایتي دیسي معمولي) پر چھپا ہے تعداد صفحات ۳۱۰) قیمت صرف معمولي کاغذ ۱۲ - آنہ مجلد ۱۴- آنہ چکنا ولایتي مجلد ایک روپیہ و نیز خطبہ کا ٹائٹل بسبب پنچرنگ و مطلا ہونے کے نہایت دلکش اور بہت ہي خوشنما ہے -

ملنے کا پتہ - کے - حاجي محمد محي الدین سوداگر و تاجر کتب
متصل مسجد ابراھیم نمبر دوکان ۳۹۹
بنگلور لشکر.

حسبنا الله و نعم الوکیل

ترکش سلطانه هیئرڈائی کمپنی

خضاب استمبولي

جسے تمام عالم نے ٹرکش امپیرلیل هیرڈائی" کا لقب عطا فرمایا ہے - یہ بد ضرر بلا داغ جلد بلاسے برلي نا گوار بلکه فرحت افزاے دل و جان عطر بسار خوشبو دار خضاب کمیاب ہے - سہولت کے ساتھہ ۲ - ۳ قطره برش یا انگلي سے لگا لیجیے اور چند منٹ میں بالونکو سیاہ نما بنالیجیے ایک شیشي برسونکے لیے کافي ہے - قیمت فی شیشي کلاں تین روپیه - شیشي خرد دو روپیه -

سارٹیفیکٹ - ڈاکٹران ان - ڈي - صاحب ال - ارسي - اپ - ایس ایڈنبرا مقیم نمبر ۱۰۳ رپن اسٹریٹ کلکته تحریر فرماتے هیں واقعي یه ایک تحفه بیش بہا کمیاب بلکه نایاب استمبولی خضاب دنیاوي خضابوں میں اعلی و یکتا ہے ' بیشک یه روسا امرا راجگان اور نوابونکے استعمال کے قابل قدر ہے - اسکي جسقدر تعریف کي جائے بجا ہے -

سول ایجنٹ - رجبی · اینڈ کو منیجر ڈاکٹر عزیز الرحمن
نمبر ۱۰ مومن پور روڈ خضر پور کلکته

No. 1Mominpure Road Khidderpur Calcutta.

پوپن ٹائین

یک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز غذا ' یه مولید ؤصافی هکایلوتکو دفع کرتی ہے - پژمرده دلونکر تازه کرتي ہے - یه ایک نہایت موثر ٹانک ہے جوکه ایکسان مرد اور عورت استعمال کرسکتے هیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسه کو قوت پہونچتی ہے - هسٹریه وغیره کو بهی نفع ہے چالیس گولیوں والي بکس کی قیمت دو روپیه -

زینو ٹون

اس دوا کے بیروني استعمال سے ضعف باه ایک بارگی دفع هو جاتی ہے - اس کے استعمال کر کے هی آپ فائده محسوس کریںگے. قیمت ایک روپیه آٹهه آنه -

هائی ڈرولن

اب نشتر کرانے کا خوف جاتا رها -

یه دوا آب نزول اور فیل پا وغیره کے واسطے نہایت مفید ثابت هوا ہے - صرف اندروني و بیروني استعمال سے شفا حاصل هوتی ہے -
ایک ماه کے استعمال سے یه امراض بالکل دفع هو جاتی ہے قیمت دس روپیه اور دس دنکي دوا کی قیمت چار روپیه -

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

امـراض مسـتـورات

کے لیے ڈاکـٹر سہـام صاحب کا اوٹیهرالیں

مسـتورات کے جمـله اقسـام کے امراض - کا خلاصه نه آنا - بلکه اسوقت درد کا پیدا هونا - اور اسکے دیر پا هونیسے تشنج کا پیدا هونا - اولاد کا نہونـا غرض کل شـکایات جو اندروني مستورات کو هوتے هیں - مایـوس شده لوگونکو خوشخبري دیجاتي ہے که مندرجه ذیل مستند معـالجونکي تصدیق کرده دوا کو استعمال کریں اور ثمره زندگاني حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سہام صاحب کا اوٹیهرالیں استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاهو- ڈاکٹـر ایم - سي - لٹجنـڈبا راؤ اول اسسٹنٹ کیمیکل اکزامنر مدراس فرماتے هیں - " میںنے اوٹیهرالیں کو امراض مستورات کیلیے " نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ریلس - ایـل - ایم - ایل - آر- سي - پي اینڈ ایس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتي هیں : - " نمونے کي شیشیـاں اوٹیهرالیں کي اپنے مریض پر استعمـال کرایا اور بہت نفع بخش پایا " -

مس ایم - جي - ایم - براڈاي - ایم - ڈي (برن) بي - ایس - سي - (لنڈن) سینٹ جارج اسپتال اوکارکاڈي بمبئي فرماتي هیں :- " اوٹیهرالیں جسکو که میںنے استعمال کیا ہے " زنانه شکایتوں کیلیے بہت عمده اور کامیاب دوا ہے "

قیمت في بوتل ۲ روپیه ۸ آنه - ۳ بوتـلن کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیه -

پرچه هدایت مفت درخواست آنے پر روانه هوتا ہے -

Harris & Co Chemists, Kalighat Calcutta,

هر فـرمایش میں الـهـلال کا حـواله دینـــا ضروری هے

رینلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ آف لنڈن

یه مشہور ناول جو که سوله جلدوں میں ہے ابهي چهپ کے نکلي ہے اور تهوڑي سي رهگئي ہے - اصلي قیمت کي چوتهائي قیمت میں دیجاتي ہے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیه اور اب دس ۱۰ روپیه ' کپڑیکي جلد ہے سنہري حروف کي کتابت ہے اور ۲۱۶ هاف ٹون تصاویر هیں تمام جلدیں دس روپیه میں وي - پي - اور ایک روپیه ۱۴ آنه محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بهو بازار - کلکته

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullik Lane,
Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت

ایک مہینه کے لیے رعایت
تین دنکے اندر زر واپس
اگر ناپسند هوے -

سائز فاکهن فلوٹ هارمونیم جسکي دهیمي اور میٹهي آواز بنگالي اور هندوستاني موسیقي سے خاص مناسبت ہے - شیشم کي لکڑي سے بني هوئي ' اور نہایت عمده ریڈ - تین برسکي گارنٹي - قیمت سنگل ریڈ ۳۸ ' ۴۴ ' اور ۵۰ روپیه - حال - ۱۹ ' ۲۲ ' ۲۵ روپیه - ڈبل ریڈ ۶۰ ' ۷۰ ' ۸۰ ' ۹۰ ' روپیه - حال ۳۰ ' ۳۵ ' ۴۰ ' ۴۵ ' روپیه پیشگي ۵ روپیه -

نیشنل هارمونیم کمپنی - ڈاکخانه سمله A - کلکته

National Harmonum Co. P.O. Simla A.Calcutta

ایک بولنے والي جڑی

اگر آپ اپنے لا علاج مرضوں کي وجه سے مایوس هوگئے هوں تو اس جڑي کو استعمال کرکے دوباره زندگی حاصل کریں - یه جڑي مثل جادو کے اثر دیکهاتي ہے - ایس برس سے یه جڑي مندرجه ذیل مرضوں کو دفع کرنے میں طلسمي اثر دکها رهی ہے -

ضعف معده ' گراني شکم ' ضعف باه تکلیف کے ساتهه ماهوار جاري هونا - هر قسم کا ضعف خواه اعصابي هو یا دماغی ' آب نزول وغیره -

جڑي کو صرف کمر میں باندهي جاتی ہے - قیمت ایک روپیه ۸ آنه

ایس - سی - هر - نمبر ۲۹۵ اپر چیتپور روڈ - کلکته

S. C. HAR 295, Upper Chitpor Road
Calcutta

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هر قسم کا جنون خواه لوبهي جنون ' مرگی والا جنون ' غمگیں رهنے کا جنون ' عقل میں فتور ' بے خوابي و مراقي جنون ' وغیره وغیره دفع هوتي ہے اور وہ ایسا صحیح و سالم هوجاتا ہے که کبهي ایسا گمان تک بهي نہیں هوتا که وہ کبهي ایسے مرض میں مبتلا تها -

قیمت في شیشي پانچ روپیه علاوه محصول ڈاک -

S. C. Roy M. A. 167/3 Cornwallis Street, Calcutta

ٹکس یرمن کے سارے ہندوستان میں مشہور ہے
اور دوائیاں ہر جگہ دوکانداروں اور
دوا فروشوں کے مل سکتی ہیں

ڈاکٹر ایس - کے - برمن کا

بنایا ہوا

لال شربت ! لال شربت ! !

بچوں کیلیے ایک ہی دوا ہے - ماں دینا میٹھا میٹھا لال شربت -

شیر خوار بچے کو اکثر بدہضمی رہتی ہے - دودھ پیتے ہی قے کردیتے ہیں - پالخانہ کبھی سخت اور کبھی پتلا ہوتا ہے پیٹ اونچا ہو جاتا ہے ہاتھ پاؤں لاغر ہوجاتے ہیں - دانت وقت پر نہیں نکلتے ہیں غذا جزو بدن نہیں ہوتا - ان سب وجوہات سے لڑکے ہمیشہ کیواسطے کمزور ہوجاتے ہیں - ایسے حالت میں لال شربت کے استعمال سے کوئی شکایت نہیں ہونے پاتی اور ہمیشہ کے واسطے لڑکے چست و چالاک رہتے ہیں - بچے کو دودھ کم ہوتا ہو طبیعت سست رہتی ہو بخار آتا ہو غذا ہضم نہ ہوتی ہو تو لال شربت استعمال کرنیسے لاغری جاتی رہیگی دودھ زیادہ ہوگا اور بچے خوشحال رہینگے - پوری حالت فہرست جسمیں جنتری اور سارٹیفکٹ درج ہیں منگواکر دیکھیے قیمت فی شیشی ۱۲ آنہ محصول ۴ آنہ تین شیشی کے لیے ۲ روپیہ - محصول ۱۰ - آنہ ادویات ہر جگہ دوکانداروں یا دوا فروشوں سے ملسکتی ہے ورنہ کارخانہ سے طلب کیجیے -

ٹکس یرمن کے سارے ہندوستان میں مشہور ہے
اور دوائیاں بھی ضعیف ٹک کو نقصان
فائدہ کرتی ہیں

ڈاکٹر ایس کے برمن - نمبر ۱۲ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

مسیحا کا موہنی کسم تیل

سر کے بالونکے لیے

نہایت مفید اور خوشبودار

تیل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا ہی کرنا ہے تو اسکم لیے بہت سے قسم کے تیل اور چکنی اشیا موجود ہیں ' اور جب تہذیب و شایستگی ابتدائی حالت میں تھی تو تیل - چربی - مسکہ - گھی اور چکنی اشیا کا استعمال ضرورت کے لیے کافی سمجھا جاتا تھا - مگر تہذیب کی ترقی نے جب سب چیزوں کی کاٹ چھانٹ کی تو تیلوں کو پھولوں یا مصالحوں سے بسا کر معطر و خوشبودار بنایا گیا اور ایک عرصہ تک لوگ اسی ظاہری تکلف کے دلدادہ رہے - لیکن سائینس کی ترقی نے آج کل کے زمانہ میں محض نمود اور نمایش کو نکما ثابت کردیا ہے ' اور عالم متمدن نمود کے ساتھ فائدے کا بھی جویاں ہے - بنابریں ہم نے سالہا سال کی کوشش اور تجربے سے ہر قسم کے دیسی و ولایتی تیلوں کو ملاکر " موہنی کسم تیل " تیار کیا ہے - اسمیں نہ صرف خوشبو سازی ہی سے مدد لی ہے ' بلکہ موجودہ سائنٹیفک تحقیقات سے بھی جسکے بغیر آج مہذب دنیا کا کوئی کام چل نہیں سکتا - یہ تیل خالص نباتاتی تیل پر تیار کیا گیا ہے ' اور اپنی نفاست اور خوشبو کے دیرپا ہونے میں لاجواب ہے - اسکے استعمال سے بال خوب گھنے اُگتے ہیں - جڑیں مضبوط ہوجاتی ہیں اور قبل از وقت بال سفید نہیں ہوتے - درد سر ' نزلہ ' چکر ' اور دماغی کمزوریوں کے لیے از بس مفید ہے - اسکی خوشبو نہایت خوشگوار و دل آویز ہوتی ہے نہ تو سردی سے جمتا ہے اور نہ عرصہ تک رکھنے سے سڑتا ہے - .

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے ہاں سے مل سکتا ہے

قیمت فی شیشی ۱۰ آنہ علاوہ محصول ڈاک -

مسیحا انٹی ملیریا مکسچر

اکسیر دافع بخار ہر قسم

ہندوستان میں نہ معلوم کتنے آدمی بخار میں مرجایا کرتے ہیں ' اسکا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ان مقامات میں نہ تو دوا خانے ہیں اور نہ ڈاکٹر ' اور نہ کوئی حکیم اور مفید پٹنٹ دوا ارزاں قیمت پر گھر بیٹھے بلا طبی مشورہ کے میسر آسکتی ہے - عملے خلق اللہ کی ضروریات کا خیال کرکے اس عرق کو سالہا سال کی کوشش اور صرف کثیر کے بعد ایجاد کیا ہے ' اور فروخت کرنے کے قبل بذریعہ اشتہارات عام طور پر ہزارہا شیشیاں مفت تقسیم کرتے ہیں تاکہ اسکے فوائد کا پورا اندازہ ہوجائے - مقام مسرت ہے کہ خدا کے فضل سے ہزاروں کی جانیں اسکی بدولت بچی ہیں ' اور ہم دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے عرق کے استعمال سے ہر قسم کا بخار یعنی پرانا بخار - موسمی بخار - باری کا بخار - پھرکر آنے والا بخار - اور وہ بخار ' جسمیں ورم جگر اور طحال بھی لاحق ہو ' یا وہ بخار ' جسمیں متلی اور قے بھی آتی ہو - سردی سے ہو یا گرمی سے - جنگلی بخار ہو - یا بخار میں درد سر بھی ہو - کالا بخار - یا آسامی ہو - زرد بخار ہو - بخار کے ساتھ گلٹیاں بھی ہو گئی ہوں ' اور اعضا کی کمزوری کی وجہ سے بخار آتا ہو - ان سب کو بحکم خدا دور کرتا ہے ' اگر شفا پانے کے بعد بھی استعمال کیجائے تو بھوک بڑھ جاتی ہے ' اور تمام اعضا میں خون سالم پیدا ہونے کی وجہ سے ایک قسم کا جوش اور بدن میں چستی و چالاکی آجاتی ہے - نیز اسکی سابق تندرستی از سر نو آجاتی ہے - اگر بخار نہ آتا ہو اور ہاتھ پیر ٹوٹتے ہوں ' بدن میں سستی اور طبیعت میں کاہلی رہتی ہو - کام کرنے کو جی نہ چاہتا ہو - کھانا دیر سے ہضم ہوتا ہو - تو یہ تمام شکایتیں بھی اسکے استعمال کرنے سے رفع ہوجاتی ہیں - اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوی ہوجاتے ہیں -

قیمت بڑی بوتل - ایک روپیہ - چار آنہ
چھوٹی بوتل بارہ - آنہ

پرچہ ترکیب استعمال بوتل کے ہمراہ ملتا ہے
تمام دوکانداروں کے ہاں سے مل سکتی ہے

المشتہر و پرو پرائٹر

ایم - ایس - عبد الغنی کیمسٹ - ۲۲ و ۷۳
کولو ٹولہ اسٹریٹ - کلکتہ

کلپـــــاک

سافت قسطنطنیه — ساخت استنبـول

انور پاشا ٹوپی

یہ نہایت شاندار ٹوپی ہے - جس کے استعمال سے چہرہ با رعب نظر آتا ہے اسے حضور نظام حیدر آباد - و دیگر عمائدین و رؤسائے حیدر آباد دکن - نواب بہادر بیگم صاحبہ شاہزادگان بھوپال - علیگڈہ کالج سٹاف و طلبا و نیز مولانا حسن نظامی صاحب کے زیب سر ہونے کا فخر حاصل ہے -

اسے جس نے دیکھا سر پر بیٹھایا -

ENVER PASHA
WEARING CALPACK

اصلی سمور کہال کی چمڑے کی استنبولی قیمت ۱۵ روپیہ
اعلی استر خان کی ٹوپی - سنہری فیتے کی قسم اول ۴ روپیہ
اعلی استرخان کی ٹوپی قسم دوم ۳ روپیہ ۸ آنہ
" " ریشمی رنگین فیتے کی ۳ روپیہ ۴ آنہ

خاکی ، سیاہ ، سبز ، کاہی رنگ کی ہر سائز کی موجود ہیں -

نوٹ — ہر قسم کی نہایت اعلی ملائم ترکی ٹوپی و نیز چغتائی استنبولی ہر رنگ و ہر سائز کی موجود ہیں -

ایس - ایف چغتائی اینڈ کمپنی - متصل دلی لندن بنک - دهلی

سول ایجنٹ { فیریقہ ادریل ..... کہ قسطنطنیه / نوریقہ نوشنل ایجوکیشن - تار برش / قاهرہ - مصر -

ملازموں کی ضرورت

چونکہ کمپنی کا کام عظیم الشان پیمانہ پر شروع ہوگیا ہے اس لیے ہر ضلع ، تحصیل تہانہ اور موضع میں کمپنی کی نئی شاخیں ہوکانیں کہولی جا رہی ہیں جنکے واسطے ہمیں اردو خواں ملازموں کی ضرورت ہے ، جن کو پندرہ روپیہ ماہوار سے ساٹھہ روپیہ ماہوار تک تنخواہ دی جاتی - ضمانت نقد پچاس روپیہ کی لی جاتی ہے قریباً تین سو روپیہ کا مال ملازم کر دیا جاتا ہے - بعد میں زیادہ - دکانداروں کو خصوصاً ہماری ملازمت میں بڑا فایدہ ہے کیونکہ ہمارا اور اپنا دونوں کا کام ایک ساتھہ میں کرسکتے ہیں چونکہ ہر ایک جگہہ ایک سے زیادہ ملازم نہیں رکھا جاتا - اس لیے فوراً دو پیسہ کا ٹکٹ بہیجکر مفصل قواعد طلب کرو -

المـــــــــــــــــــــشتهر

منیجر کارخانہ رهنمائے تجارت لاهور

هنـــدوستانـي دوا خـــانـه دهلی

— * —

جناب حاذق الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب کی سرپرستی میں یونانی اور ویدک ادویہ کا جو مہتم بالشان دوا خانہ ہے وہ عمدگی ادویہ اور جرئی کار و بار کے امتیازات کے ساتھہ بہت مشہور ہوچکا ہے - صدہا دوائیں (جو مثل خانہ ساز ادویہ کے صحیح اجزاء سے بنی ہوئی ہیں) حاذق الملک کے خاندانی مجربات (جو صرف اسی کارخانہ سے مل سکتے ہیں) باقاعدہ شائستہ کار و بار ، صفائی ، ستھرا پن ، ان تمام باتوں کو اگر آپ ملاحظہ کریں تو آپ کو اعتراف ہوگا کہ :

ہم - هندوستانی دوا خانہ تمام هندوستان میں ایک هی کارخانہ ہے -

فہرست ادویہ مفت

(خط کا پتــہ)

منیجر هندوستانی دوا خانہ دهلی

حرمین شریفین کی زیارت

— * —

مولانا الحاج خان بہادر محمد عبد الرحیم صاحب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ سروے آف انڈیا -

یہ سفرنامہ یورپ کے اعلی درجہ کے سفرناموں کے مطابق نہایت عمدہ کاغذ پر صحت اور صفائی کے ساتھہ خوشخط طبع ہوا ہے ممالک اسلامیہ مثلاً عرب ، شام ، فلسطین ، مصر ، عراق ، وسط عرب و نا معلوم عرب کے دلچسپ اور ضروری حالات نہایت خوش اسلوبی سے سلیس و با محاورہ اردو میں قلمبند کرتے ہیں - فاضل مصنف کی دوران سفر میں اعلی سے اعلی ترکی افسروں سے ملاقات ہوئی اور ان جانبازوں نے اسلامی ممالک کے نہایت دلچسپ حالات فراہم کرنے میں مصنف کی دلی تائید کی - کتاب کی کل صفحات تخمیناً آٹھہ سو ہیں اور پچیس عکسی تصاویر مقامات مقدس کے بھی ملحق ہیں - قیمت صرف تین روپیہ -

المشتهـــــــــر

عبد الرحمن بکسیلر و پبلشر شرکت اسلام پریس کشمیری بازار

جو مرض اشتہار بازوں سے دھوکہ کھائے ہوئے صاحبان کو یقین دلانے کے لیئے کارخانہ میں آنے والوں کو ہر ایک دوا امتحاناً مفت دی جاتی ہے ہیرونجات کیلئے ہر دوا کا نمونہ نصف قیمت پر

ایک سلائی سے اندھی آنکھ روشن کرنیوالا **جواہر نور العین** بیس روپے ماشہ والا خالص ہیرہ بھی جواہر نور العین کا مقابلہ نہیں کرسکتا - دیگر سرمہ جات کی اس کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں - اسکی ایک سلائی سے دھند ، دھندلا پن دور نظر دگنی اور ایک ہفتہ میں ہوئے عینک اُترے - پھولا - ناخنہ - پڑبال ضعف بصارت اور ہر قسم کا دھندلا پن دور ہوکر نظر بحال ہوجاتی ہے - عینک لگانے اور آنکھ بنوانے کی ضرورت نہیں رہتی قیمت فی ماشہ درجہ خاص عـ۸ درجہ اعلے للعہ درجہ اول عا

جوش شباب آور زمانہ بھر کی طاقت دوائوں سے اعلے اور افضل ہو دوائیں مقوی اور محرک اعصاب ہیں - ناطاقتی اور پیر و جوان کی ہر قسم کی کمزوری ولاغری جلد رفع کرکے اعلے درجہ کا لطف شباب دکھاتی ہیں عہ

حسن افروز ایک منٹ میں چہرہ کی جھائیاں اور سیاہ داغ دور کرکے چاند سا مکھڑا بنا تا ہے - قیمت فی شیشی ایک روپیہ عہ

اکسیر بہرہ پن برسوں کا بہرہ پن دور کرنے کیلئے لاجواب ہے قیمت ...

ایک لمحہ میں درد دور کرنے والا **طلسم شفا** ہر قسم کا اندرونی و بیرونی درد اور زنبور و بچھو کے ڈنک اور سانپ کے کاٹے کا درد چند سیکنڈ میں دور قیمت عہ

اعجاز مسیحا تن بے جان میں زندگی کی روح پھونک کر فوراً زندہ اور ہوشیار کرتا ہے قیمت فی شیشی - عہ

ایک شیشی کا شاہی خضاب ایک منٹ میں سفید بالوں کو قدرتی سیاہ کرتا اور رنگ ایک ماہ تک قائم رکھتا ہے - قیمت فی شیشی ایک روپیہ عہ

سندات جواہر نور العین (۱) مسٹر بیکے صاحب چیف افسر دانپورا - جواہر نور العین سے پرانا موتیا بند بالکل رفع ہوگیا - (۲) مسٹر رستم جی فرام جی مرچنٹ مقام وانگل میں نہایت خوشی سے لکھتا ہوں کہ لڑکی کی آنکھ کا پہولا بالکل دور ہوگیا ایک عجیب دوا کا شکریہ ادا کرنے کے لئے مجھے الفاظ نہیں ملتے - (۳) خواجہ احمد دین صاحب لنڈی مجھے بچپن سے رتوندہی (شبکوری) کا مرض تھا بہول سرجن صاحبان سے علاج کرایا مگر فائدہ نہ ہوا جواہر نور العین سے دو روز میں فائدہ ہوا اور دو ہفتہ میں کامل صحت ہوگئی -

ڈاکٹر نبی بخش خان سابق سیرین سرجن اور آرمی میڈیکل افسر افغانستان
حال پروپرائیٹر شفاخانہ نسیم صحت لاهور - دہلی دروازہ -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

قیمت ۳ - آنہ

Tel. Address :—"Alhilal," Calcutta.
Telephone No. 648.

AL-HILAL.

Proprietor & Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
14, McLeod Street,
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

الہلال

مدیر مسئول و خصوصی قلم تحریر
احمد المکنیٰ بابی الکلام الآزاد الدہلوی

مقام اشاعت
۱۴ - مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۲۰ | کلکتہ : چہار شنبہ - ۲۹ ذوالحجہ ۱۳۳۲ ہجری | جلد ۵
Calcutta : Wednesday, November 18. 1914.

بصائر و حکم

فاتح افواج کا داخلہ

ممالک مفتوحہ میں

بہ تلہب وجوہ الخیل السابقة [illegible]

(۳)

(بقیہ فتح مکہ)

امن و امان کے بعد صرف ایک شخص قتل کیا گیا چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

جاء رجل فقال ابن خطل متعلق باستار الکعبة فقال اقتلہ (۱)	ایک شخص نے آنحضرت کو خبر کی کہ ابن خطل خانہ کعبہ کے پردوں کو تھام کر کھڑا ہے ' آپ نے فرمایا اسکو قتل کر دو !

لیکن اہل سیر نے چند اشخاص کے نام اور بتائے ' ہیں ' ابو داؤد میں دو روایتیں ہیں جنسے اہل سیر کے بیان کی تائید ہوتی ہے ' لیکن ان میں ایک روایت کے متعلق خود ابو داؤد نے لکھدیا ہے کہ یہ شیوہ حسب دلخواہ نہیں ہے (۲)

مجموعی طور پر ان سابقہ واقعات سے حسب ذیل نتائج مستنبط ہوتے ہیں :

(۱) آنحضرت کا معمول تھا کہ رات کو کسی قوم پر حملہ نہیں کرتے تھے ' اس لیے خیبر میں رات کو اسلامی فوجوں کا داخلہ نہیں ہوا - حالانکہ عموماً تمام فوجیں شبخون کے لیے موقع تلاش کرتی رہتی ہیں -

(۲) صحابہ نے خیبر میں غارتگری کی لیکن آپ کو خبر ہوئی تو آپ نے نہایت سختی کے ساتھہ تنبیہ فرمائی اور متعدد چیزوں کو حرام کر دیا -

(۳) یہود خیبر کے ساتھہ نہایت نرم شرائط پر انہیں کی خواہش کے مطابق معاہدہ صلح کیا گیا ' اور اس عدل و انصاف کے ساتھہ اس کی پابندی کی گئی کہ خود ان لوگوں نے اسکا مداحانہ اعتراف کیا - حالانکہ اب عموماً محاصرے کے ذریعہ سے صلح پر مجبور کیا جاتا ہے ' اور اس مجبورانہ صلح کا انعقاد ہمیشہ فاتح کی خواہش کے مطابق ہوتا ہے -

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی زبان سے " خربت خیبر " کا جو فقرہ نکل گیا تھا ' وہ محض فاتحانہ جوش کا اظہار تھا ' ورنہ اس سے یہ مقصود نہ تھا کہ خیبر در حقیقت برباد ہو گیا -

(۶) قریش کو فتح مکہ کی تیاری کی خبر دینے پر آنحضرت نے حاطب ابن بلتعہ کو بالکل معاف کر دیا ' حالانکہ موجودہ قوانین جنگ کی رو سے ایسے شخص کو گولی ماردی جاتی ہے -

(۷) سعد بن عبادہ نے فخریہ یا ظلزاً ابو سفیان کو خانہ کعبہ کی بے حرمتی کی دھمکی دی ' تو آنحضرت نے اوسکی تردید فرمائی -

(۸) فتح مکہ میں آنحضرت نے امان عام دیدی اور اوس امان سے تمام سرداران قریش نے فائدہ اوٹھایا - حالانکہ یہی لوگ اسلام کے اصلی دشمن تھے -

(۹) مکہ میں صحابہ نے کسی چیز کو نہیں لوٹا -

(۱۰) امان کے بعد صرف ایک شخص قتل کیا گیا جو واجب القصاص تھا ' بقیہ اشخاص کے قتل کی روایت مشتبہ ہے -

دنیا کی قدیم و جدید تاریخ آپ کے سامنے ہے ! آپ اسلامی فوج کے ساتھہ اگر اونکے داخلہ کا موازنہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ دنیا کی پوری تاریخ اس قسم کے فیاضانہ داخلہ کی نظیر نہیں پیش کر سکتی -

(عہد صحابہ اور فتوحات اسلامیہ)

عہد صحابہ میں بھی آنحضرت کے فاتحانہ طرز عمل کی تمام خصوصیات قائم رہیں ' اور مفتوحہ ممالک کے ساتھہ نہایت فیاضانہ مراعات کی گئیں - فتوحات کے لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانۂ خلافت نہایت ممتاز ہے - عرب و افریقہ کے تمام زرخیز و شاداب ممالک اسی زمانے میں فتح کئے گئے ' لیکن فتوحات کے اس عظیم الشان سیلاب نے کسی قوم کی مادی اور روحانی یادگاروں کو خفیف سی ٹھوکر بھی نہیں لگائی -

(مدائن کا داخلہ) ؟

فاتح فوج کا عام قاعدہ ہے کہ جب نہایت جد و جہد کے ساتھہ کسی شہر میں داخل ہوتی ہے ' اور با این ہمہ جانبازی مال غنیمت سے بہرہ اندوز نہیں ہوتی ' تو ناکامی کا غصہ اسکو نہایت وحشیانہ افعال پر آمادہ کر دیتا ہے -

[۱] بخاری جزو ۵ ص ۱۴۸ [۲] ابو داؤد جلد ۲ ص ۹ -

"كتاب مرقوم يشهده المقربون" (۸۳ : ۱۸)
"في ذالك فليتنافس المتنافسون !" [۸۳ : ۲۶]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) " الہلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۃ اسلامیۃ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید ' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ ' اور وحدۃ کلمۃ امۃ مرحومۃ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۃ و فنیۃ کا مصور و مرصع مجموعہ ہے - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی سے تعلیمات الٰہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے وہ اسقدر عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ علم طریق تعبیر و ترتیب و اسلوب و اسم بیان اس وقت تک کے تمام اردو لٹریچر میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الالٰہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی ' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الٰہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا ادنیٰ مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ اعتقاد ' مومن صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالیٰ نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت ' متلاشیان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشا ' تشنگان معارف الالٰہیہ و علوم نبویہ ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلیٰ اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے ' جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(۷) چھہ مہینے میں ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی جاتی ہے ولایتی کپڑے کی جلد ' اعلیٰ ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپ رہی ہے - تیسری اور چوتھی جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں ' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی -

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے

باب التفسیر

الحرب فی القرآن

" الحرب فی القرآن " کے عنوان سے جو سلسلۂ بحث الہلال میں شروع ہوا تھا ' امید ہے کہ قارئین کرام کے پیش نظر ہوگا - آج اس سلسلے کی تکمیل کردی جاتی ہے -

اس عنوان کی آخری صحبت میں سلسلۂ بحث یہاں تک پہنچا تھا کہ قرآن حکیم نے حرب (جنگ) کی حقیقت میں جو انقلاب پیدا کیا ' اسمیں سب سے زیادہ نمایاں کارنامہ جنگ کے مقصد کو متعین کرنا اور اسے محض بہیمی قتل و غارت کے دائرے سے نکالکر ایک اخلاقی ' اجتماعی ' اور مدنی مقصد کی سطح تک پہنچانا ہے - اسی سلسلے میں ظاہر کیا گیا تھا کہ اسلام کا اصل مقصد صلح و سلام ہے - لیکن صلح و سلام ہی کے قیام کیلیے اسے تلوار پکڑنی پڑی ' اور خونریزی کو مصر کرنے کیلیے خونریز فتنہ کا خون بہانا پڑا - چنانچہ اس نے صاف صاف اعلان کیا کہ لیظہرہ علی الدین کلہ - اسلام کا قتال اسلیے ہے تا کہ صداقت الہی تمام ادیان باطلہ پر غالب ہو جائے -

لیکن اصل مقصد ابتک مشتبہ اور غیر متعین ہے - یہ سچ ہے کہ جہاد اسلامی کا مقصد وحید وہی ہے جسکو خدا نے بیان فرمایا ' لیظہرہ علی الدین کلہ لیکن ہر ملک کا باشندہ کہسکتا ہے کہ تقریباً ایسا ہی مقصد ہمارے پیش نظر بھی ہے - " ہندوستان ہندوستانیوں کیلیے " " مصر مصریوں کیلیے " " جاپان جاپانیوں کیلیے " اور اس سے بھی بڑھکر ایک قوم کا دعوی ہے ' کہ " مشرق و مغرب صرف ہمارے لیے ہیں " رب المشرقین و المغربین اور وہ اوسی خلوص و صداقت کا مدعی ہے جسکا اظہار صحابہ نے کیا تھا - (اگرچہ یہ محال ہے) تو کیا وہ اپنے آپ کو اسلام کا حریف مقابل نہیں کہہ سکتا - آخر ان دونوں مقصدوں میں کیا فرق ہے ؟ اور جہاد اسلامی کے مقصد کو اوسپر کیا ترجیح حاصل ہے ؟

(السلم في الحرب)

لیکن قرآن مجید نے دوسری آیتوں میں اسکی تفسیر کردی ہے - اسلام صلح و سلام کا ایک پیغام روحانی تھا جو تمام دنیا کو پہونچایا گیا تھا :

تنزل الملئکة و الروح فیہا باذن ربہم من کل امر سلام (سورہ قدر ٣) — نزول قرآن کی رات میں خدا کے حکم سے فرشتے اور روح ہر قسم کی امن و سلامتی لیکر اترتے ہیں -

وہ ایک حکیمانہ قانون تھا جو دنیا میں عدل و انصاف قائم کرنا چاہتا تھا :

فیہا یفرق کل امر حکیم (دخان ٣) — اوس رات میں حکیمانہ قوانین کی تقسیم کی جاتی ہے -

اس بنا پر اسلام کا غلبہ ' اسلام کی حکومت ' اسلام کی دعوت بعینہ ' امن و امان کا غلبہ تھا - بعینہ عدل و انصاف کی حکومت تھی - بعینہ علم و حکمت کی دعوت تھی ' اسلام اسی مقصد کی تمام دنیا کو دعوت دینا چاہتا تھا - لیکن عرب نے بسلم کے ساتھہ دعوت صلح کو قبول نہیں کیا :

بملک جستی ما رو نہادہ سلطانے
کہ ما بصلح دہم او بجنگ میگیرد

اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کو نشر امن ' بسط عدل ' اور عقد صلح کیلیے جہاد کرنا پڑا - قرآن مجید نے اس جہاد کا اجمالی مقصد یہ بتایا تھا لیظہرہ علی الدین کلہ لیکن دوسری آیتوں نے اسکی تفسیر و تشریح کردی :

و الفتنة اکبر من القتل (بقرہ ١١٣) — فتنہ و فساد قتل سے بڑھکر برائی ہے -

و اقتلوہم حیث ثقفتموہم و اخرجوہم من حیث اخرجوکم و الفتنة اشد من القتل (بقرہ ١٨٧) — دشمنوں کو جہاں پاؤ قتل کرو ' اور اونکو اوس جگہ سے نکال دو جہاں سے اونہوں نے تمکو نکالا ہے ' کیونکہ فتنہ و خونریزی قتل سے بھی زیادہ سخت ہے -

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاد کا مقصد آتش جنگ کا بھڑکانا نہ تھا ' بلکہ اسکو بجھانا تھا - چنانچہ دوسری آیتوں نے اس سے بھی زیادہ توضیح کردی :

و قاتلوہم حتی لاتکون فتنة و یکون الدین للہ (بقرۃ ١٨٩) — اور اون کے ساتھہ مقاتلہ کرو یہاں تک کہ لڑائی قائم ہی ہونے نہ پاسے اور دین خدا کے لیے ہو جاے -

ان آیات میں جابجا فتنہ کا لفظ آیا ہے اب اگرچہ ہر چیز کو " فتنہ و فساد " کہا جاتا ہے ' لیکن قدیم عربی زبان میں فتنہ کا اطلاق صرف جنگ ہی پر کیا جاتا تھا :

لما رایت الناس ہروا فتنة
عمیاء توقد نارہا و تسعر

(یعنی جب ہمنے دیکھا کہ لوگ اوس اندھا بہلد جنگ سے جسکی آگ دمبدم بھڑکائی جارہی ہے گھبرا رہے ہیں)

اس باب میں سب سے زیادہ واضح آیت سورۃ محمد کی ہے :

فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموہم فشدوا الوثاق فاما منا بعد و اما فداء (محمد ٣ - ٥) — جب تم کفار سے مقابلہ کرو تو پہلے خونریزی کرو ' پھر غلام بنا کر بلامعاوضہ احساناً رہا کردو ' یا فدیہ لیکر چھوڑ دو

لیکن اس قتل و خونریزی کا آخری مقصد کیا تھا ؟ خدا نے اسی آیت میں نہایت ایجاز کے ساتھہ اسکا جواب دیا ہے :

حتی تضع الحرب اوزارہا - — یہاں تک کہ صفحۂ ہستی سے جنگ ہی معدوم ہو جاے -

پس جہاد اسلامی کا مقصد خون سے خون ہی کے دھبوں کو دھونا اور جنگ سے جنگ ہی کا خاتمہ کرنا تھا ' تا کہ تمام دنیا میدان جنگ کی جگہ آغوش صلح میں اطمینان کے ساتھہ زندگی بسر کرسکے -

(آیۂ عظیمہ سورۃ محمد)

سورۃ محمد کی آیت قتال کا یہ ٹکڑا نہایت عظیم و جلیل ہے ' اور فی الحقیقت اس میں صاف صاف قرآن حکیم نے اپنے جنگ کی غایت یہ بتلا دی ہے کہ وہ صرف جنگ ہی کے روکنے کیلیے کی گئی ہے - کیونکہ فرمایا کہ جنگ اوس وقت تک کیے جاؤ جب تک کہ جنگ ختم نہو جاے "

اس آیت میں حرب سے مراد جنس حرب و نفس جنگ ہے نہ کہ کوئی خاص جنگ جو کسی قوم اور سر زمین سے مخصوص ہو - امام رازی نے تفسیر کبیر میں خود ہی یہ بحث چھیڑی ہے اور حسب عادت جواب دیا ہے :

لیکن اس عام فوجي طرز عمل سے صرف ایک مسلمانوں کي قوم مستثنی ہے - مسلمانوں نے مدائن کو فتح کرنا چاہا تو ایک بحر ذخار کو عبور کرکے شہر میں داخل ہوے - یزدجرد شاہ ایران نے پہلے ہي سے اپنے آل و اولاد کو حلوان روانہ کردیا تھا - تمام لوگ شہر خالي کرکے چلے گئے تھے' اور اپنے سرمایہ کا بہترین حصہ ساتھہ لے گئے تھے - گھروں میں صرف معمولي چیزیں چھوڑ دي تھیں - اسلامي فوج نے ایک ایک گلي کا چکر لگایا' مگر ایک متنفس بھي نظر نہ آیا - صرف قصر سفید میں کچھہ لوگ موجود تھے' جنکا مسلمانوں نے محاصرہ کرلیا' اور انھوں نے جزیہ دیکر صلح کرلي -

حضرت سعد قصر سفید میں داخل ہوے تو اسمیں بکثرت تصویریں نظر آئیں' لیکن انھوں نے ایک تصویر کو بھي ہاتھہ نہیں لگایا -

(اسکندریہ کا داخلہ)

اسکندریہ کي فتح میں اس سے بھي زیادہ اشتعال انگیز واقعات پیش آئے - اسکندریہ مادي سروسامان کے ساتھہ رومیوں کا مذہبي مرکز بھي تھا - رومیوںکے تمام بڑے بڑے گرجے وہیں تھے' اور شام کي فتح کے بعد وہ لوگ اسکندریہ ہي میں عید مناتے تھے - اس بنا پر جب مسلمانوں نے اسکندریہ کا محاصرہ کیا تو رومیوں نے مدافعت کیلیے اپني پوري طاقت صرف کردي -

تین مہینے تک متصل محاصرہ رہا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھبراکر حضرت عمرو بن عاص کو ایک غصہ آمیز خط لکھا' جس کے بعض فقرے یہ ہیں :

و ما ذاک الا احدثتم و احببتم من الدنیا ما احب عدوکم فان اللہ لا ینصر قوما الا بصدق نیاتہم -

فتح میں اس قدر تاخیر صرف اس بنا پر ہو رہي ہے کہ تم نے اپني قدیم حالت بدل دي اور جسطرح تمہارے دشمن دنیا پرست ہیں اسیطرح تم بھي دنیا کي طرف مائل ہوگئے -

لیکن یاد رکھو کہ خدا کسي قوم کي مدد صرف صدق نیت ہي کي بنا پر کرتا ہے

حضرت عمرو بن عاص نے تمام فوج کو جمع کرکے یہ خط سنایا اور حکم دیا کہ سب لوگ وضو کرکے نماز پڑھیں اور خدا سے فتح کي دعا مانگیں -

محاصرہ کي حالت میں اور بھي بہت سے ناگوار واقعات پیش آے - رومي فوج قبیلہ مہرہ کے ایک شخص کا سر کاٹ کر لیگئي اور لاش کو میدان میں چھوڑ دیا - یہ لوگ سخت برہم ہوے اور اصرار کیا کہ ہم لاش کو بغیر سر کے دفن ہي نہ کرینگے - حضرت عمرو بن عاص نے کہا کہ " اس غصے سے کام نہیں چلتا" تم بھي انکے کسي سپاہي کا سر کاٹ لاؤ تو وہ اوسکے معاوضے میں اوسکا سر واپس کردینگے - چنانچہ تمام لوگوں نے اسپر عمل کیا اور رومیوں نے اس معاوضہ میں اونکے مقتول کا سر واپس کردیا -

ایک رومي نے مسلمہ بن مخلد پر حملہ کیا تھا' اور اونکو گھوڑے سے گرا دیا تھا' چونکہ اونکي تمام فوجي زندگي کا یہ ایک مستثنی واقعہ تھا' اسلیے مسلمانوں کو سخت غیرت آئي - حضرت عمرو بن العاص کو بھي سخت غصہ آیا اور اسي غصہ کي حالت میں فرمایا کہ " عورت ہوکر مردوں کے ساتھہ کیوں شریک جنگ ہوے ؟ " اسي غصہ کي حالت میں نہایت زور شور سے لڑائي ہوئي اور مسلمان فرط جوش میں قلعے کے اندر گھس گئے - لیکن رومیوں نے پھر حملہ کرکے اونکو قلعہ کے باہر نکال دیا -

با اینہمہ غیظ و غضب جب اسکندریہ فتح ہوا اور بچوں اور عورتوں کو چھوڑ کر صرف ۹ لاکھہ قیدي گرفتار ہوے' تو مسلمانوں نے اونکو لونڈي غلام بنا کر تقسیم کرنا چاہا' لیکن حضرت عمر رضي اللہ عنہ کے حکم سے صرف جزیہ لگاکر ان سب کو چھوڑ دیا گیا -

مضافات مصر کے بہت سے لوگ رومیوں کے ساتھہ شریک جنگ ہوگئے تھے - مسلمانوں نے ان لوگوں کو گرفتار کرکے مدینہ روانہ کردیا - لیکن حضرت عمر رضي اللہ عنہ نے انکو بھي واپس کردیا -

قیصر روم کو ڈر تھا کہ اگر مسلمانوں نے اسکندریہ کو فتح کرلیا تو سب سے پہلے ان کے گرجے زد میں آئینگے' لیکن گرجوں کے ساتھہ جو سلوک کیا گیا اوسکا اندازہ صرف طبري کے ان الفاظ سے ہوسکتا ہے :

ہذہ الکناسۃ - لکناسۃ بناحیۃ الاسکندریۃ حولہا احجار - ما زادت و لا نقصت -

یہ گرجہ اسکندریہ کے ایک کنارے پر تھا' اوسکے گرد بہت سے پتھر (غالباً بت مراد ہے) تھے' جن میں کسي قسم کي کمي و بیشي نہیں ہوئي -

حضرت عمرو بن عاص نے مصر پر چڑھائي کي تو زحل کے لوگوں نے اپنے بادشاہ سے کہا کہ "جن لوگوں نے قیصر و کسری کو پامال کردیا اونسے صلح ہي کرلیني بہتر ہے" لیکن اوس نے انکار کردیا - معرکہ شروع ہوا تو حضرت زبیر قلعے کي فصیل پر چڑھ گئے - ان لوگوں نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور معاہدہ صلح کرنا چاہا - حضرت عمرو بن عاص نے جن فیاضانہ شرائط پر ان کو امان دي وہ حسب ذیل ہیں :

اعطي عمرو بن العاص اہل مصر الامان علی انفسہم و اموالہم وکنائسہم وصلیبہم و برہم و بحرہم لا یدخل علیہم شی من ذالک و لا ینتقص و علی اہل مصران یعطوا الجزیۃ ان نقص نہرہم من غایتہ اذا انتہی رفع عنہم بقدر ذلک - و من ابی و اختار الذہاب فہو آمن حتی یبلغ مامنہ او تخرج من سلطاننا علیہم

عمرو بن عاص نے اہل مصر کو جان و مال' مذہب' گرجا' صلیب' خشکي و تري غرض ہر چیز کي امان دي - ان چیزوں میں کسي قسم کي مداخلت یا کسي قسم کي کمي و بیشي نہیں کي جائیگي - اہل مصر کو ان مراعات کے بدلے جزیہ دینا ہوگا' وہ بھي اگر رود نیل کا پاني کم ہو جائیگا' تو بقدر اوسکے نقصان کے جزیہ بھي معاف کردیا جائیگا - اگر کوئي شخص جزیہ دینا پسند نہیں کرتا اور یہاں سے جلاوطني اختیار کرنا چاہتا ہے' تو اوسکو اوسوقت تک امان حاصل ہے' جب تک اپنے گھر تک پہونچ جاے - یا ہمارے دائرہ حکومت سے نکل جاے'

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کے لوگوں کے ساتھہ اس سے بھي زیادہ فیاضانہ مراعات کے ساتھہ معاہدہ صلح کیا تھا - مسلمانوں کي یہي فیاضیاں تھیں جس سے متاثر ہوکر فتح اسکندریہ میں قبطیوں نے خود رومیوں کے مقابل میں اونکو جانبازانہ مدد دي تھي -

مذاهب کے لوگ آباد تھے' یہودي' عیسائي' مجوسي' بلکه ملاحده وزنادقه تک کا فرقه موجود تھا'

(وسائل انعقاد صلح)

اسلام نے ان مختلف قوموں کو مختلف طریقوں سے پیغام صلح دیا' سب سے پہلے مشرکین عرب کو ایک عظیم الشان جنگ کے خطرے سے بچنے کا وعظ سنایا :

مثلی و مثل مابعثنی الله کمثل رجل اتی قومآ فقال رایت الجیش بعینی و انی انا النذیر العریان فالنجا فالنجاء - فاطاعته طائفة فادلجوا علی مهلهم فنجوا وکذبته طائفة فصبحهم الجیش فاجتاحهم (بخاري جزو ۸ من ۱۰۲).

میري اور میري شریعت کي مثال بعینه اوس شخص کي ہے' جس نے آکر ایک قوم کو خبر دي که میں نے خود اپني آنکھوں سے ایک فوج کو ان پر حمله کرنے کے لیے آتے هوے دیکھا ہے' اور میں برهنه هوکر تمکو اوسکے خطرے سے ڈرا رها هوں' (۱) هوشیار هوجاو' هوشیار! یه سنکر ایک گروه نے اوسکي اطاعت کي اور رات هي رات نکل بھاگا' لیکن دوسرے فرقے نے اوسکا کہنا نه مانا' نتیجه یه هوا که لشکر نے چھاپه مارا اور اونکا استیصال کردیا -

عیسائیوں اور یہودیوں کي طرف بار بار مصالحه کے لیے هاتھه بڑھایا' کبھي تو اونکو تمام دنیا سے افضل قرار دیا :

و لقد آتینا بنی اسرائل الکتب و الحکم و النبوۃ و رزقنهم من الطیبت وفضلنهم علی العالمین - (جاثیه - ۱۵)

همنے بني اسرائیل کو کتاب' حکومت نبوت اور کھانے پینے کي پاک' حلال اور خوشگوار چیزیں دیں' اور اسطرح هم نے اونکو تمام دنیا سے افضل و اشرف بنا دیا -

کبھي آنکي کتاب کو دیني و دنیوي برکات کا سرچشمه قرار دیا :

و لو انهم اقامو التوراۃ و الانجیل وما انزل الیهم من ربهم لاکلوا من فوقهم و من تحت ارجلهم (مائده - ۷۰)

اگر یه لوگ توراۃ اور انجیل پر عمل کرتے' تو سرسے پانوں تک برکات ارضیه و سماویه انکو محیط هو جاتیں -

بالخصوص عیسائیوں کے ساتھه خاص طور پر رشتۂ مودت کو مستحکم کیا :

و لتجدن اقربهم مودۃ للذین آمنوا الذین قالوا انا نصاری (مائده - ۸۵)

تمام اهل کتاب میں عیسائي مسلمانوں کے ساتھه سب سے زیاده قربت و اتصال رکھتے هیں -

اس رفق و ملاطفت' اور تلطف و پلچولي کے بعد نہایت مختصر الفاظ میں صلح کي سب سے آخري شرط پیش کي :

تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا الله ولا نشرک به شیا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله (آل عمران - ۵۷ - ۵۹)

اے اهل کتاب آو' ایسي شرط پر باهم صلح کرلیں جس پر همارا اور تمهارا دونوں کا اتفاق ہے' یعني صرف ایک خدا کي عبادت کریں اور کسي کو اوسکا شریک نه بنالیں' اور هم میں سے کوئي کسي آدمي کو خدا نه بنائے -

لیکن دنیا همیشه قوت کے آگے سر تسلیم خم کرتي ہے' یہي وجه ہے که اسلام نے جو پیغام نہایت رفق و ملاطفت کے ساتھه دیا عرب نے تیره برس تک اوسکو نہیں سنا' اسلیے مجبوراً اسلام کو تلوار کي زبان سے دنیا کو یه وعظ سنانا پڑا -

(صلح کا اعلان)

اسلام نے اسي فطرتي اصول کي بنا پر دس برس تک مدافعانه جہاد و قتال کو جاري رکھا' لیکن اوسکے نتائج عرب کي جنگ سے بالکل مختلف تھے - عرب کي جنگ کا قتل و غارتگري کے سوا کوئي مقصد نه تھا' لیکن اسلام جہاد کے ذریعه اوس گراں قیمت چیز کو محفوظ رکھنا چاهتا تھا' جسکو عرب نے نہایت ارزاں کردیا تھا :

انا لنرخص یوم الروع انفسنا
ولو نسام بها فی الامن اغلینا

هم جنگ میں اپني جانوں کو نہایت ارزاں کردیتے هیں' حالانکه اگر حالت امن میں اونکا بھاو چکایا جاتا تو وه بڑي بیش قیمت نکلتیں -

اور اس گراں قیمت چیز کے تحفظ کي ضمانت میں قانون عدل نے همیشه جان هی کي قرباني طلب کي ہے :

ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب لعلکم تتقون (بقره ۱۷۶)

اے عقلمند لوگو! قصاص کوئي بري چیز نہیں' بلکه اسي نے تمہاري زندگي کو قائم رکھا ہے - شاید اوسکے ذریعه سے تم قتل و خونریزي سے بچو -

عرب کي لڑائیاں تفرق و اختلاف پیدا کرتي تھیں' لیکن غزوات اسلام نے ائتلاف و اتحاد' اور انضمام و اجتماع پیدا کیا -

واذکروا نعمت الله علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا (۳ : ۹۸)

اور خدا کے اوس احسان کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر خدا کے فضل نے تمکو باهم ملا دیا اور تم بھائي بھائي هوگئے -

جب دس برس کي وسیع مدت نے اس اتحاد کو درجه کمال تک پہونچا دیا' تو وه وقت آگیا که جو اجتماع میدان قتال میں نظر آتا تھا وه ایک دار الامن میں نظر آے' اسلیے جب مجموعۂ اتفاق و اتحاد کے تمام بکھرے هوے اجزاء جمع هوگئے تو آنحضرت نے اعلان عام کیا :

و لله علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا - (آل عمران - ۹۱)

اور صرف خدا کیلیے تمام اون لوگوں پر حج فرض ہے' جو سفر کي قدرت رکھتے هیں -

اس اعلان نے تمام دنیا کو حرم کے مقدس میدان میں جمع کردیا' اور آج تک جو پیغام صلح زبان تیغ سے دیا جاتا تھا' وه خود آنحضرت کي زبان مبارک سے تمام دنیا کو سنایا گیا -

ان دماءکم و اموالکم علیکم حرام کحرمة یومکم هذا فی شهرکم هذا فی بلدکم هذا الا ان کل شی من امر الجاهلیة تحت قدمی موضوع و دماء الجاهلیة موضوعة و اول دم اضعه دماءنا دم ابن ربیعة

هر مسلمان کا جان و مال هر مسلمان کے لیے قابل احترام ہے بعینه اسي طرح' جس طرح تم لوگ یوم الحج کو شهر حج میں' اس شهر (مکه) میں واجب الادا سمجھتے هو' میں جاهلیت کي تمام رسموں کو تمہارے سامنے اپنے دونوں پانوں سے کچل دیتا هوں' اور انتقام خون کي رسم کے مٹانے کے لیے پہلے اپنے بھائي ربیعه هي کے خون کو مسل دیتا هوں -

ان الفاظ نے ایک دائمي صلح کا پیغام دیکر تمام دنیا کي جان و مال کو قتل و سلب سے محفوظ کردیا - لیکن ایک تمدني غارتگري رهگئي تھي' جس پر خدا نے اعلان جنگ کي دهمکي دي تھي اوسکي نسبت فرمایا :

و ربا الجاهلیة موضوع و اول ربا اضع ربانا ربا عباس بن عبدالمطلب فانه موضوع کله -

اور زمانه جاهلیت کي سودخواري آج بالکل مٹادي جاتي ہے اور پہلے جس سود کو میں مٹاتا هوں وه خود میرے چچا عباس ابن عبد المطلب کا سود ہے -

تمام دنیا نے اس پیغام صلح کو سنا' اور توحید و رسالت کے اقرار کے ساتھه اوس بشارت عظیمه کي تصدیق کي جو خدا نے تمام دنیا کو وحي کے ذریعه سے دي تھي : وما ارسلناک الا رحمة للعالمین

---

(۱) عرب میں کسي اهم امر کا اعلان یا واقعه کي خبر برهنه هوکر دیتے تھے -

هل هذا كقوله تعالى "و اسئل القرية" حتى يكون كانه قال حتى تضع امة الحرب او فرقة الحرب اوزارها - نقول ذلك محتمل فى النظر الاول لكن اذا امعنت فى المعنى تجد بينهما فرقا' و ذلك لان المقصود من قوله "حتى تضع الحرب اوزارها" انقراض الحرب بالكلية بحيث و يبقى فى الدنيا حزب من احزاب الكفر يحارب حزبا من احزاب السلام ولو قلنا حتى تضع امة الحرب جاز ان يضعوا الاسلحة و يتركوا الحرب وهى باقية بمادتها - كما تقول خصومتي انفصلت ولكن تركتها فى هذه الايام و اذا اسندنا الوضع الى الحرب يكون معناه ان الحرب لم يبق (تفسیر کبیر - جزو ۸ ص ۶۲۱)

قرآن میں ایک جگہ اللہ نے فرمایا ہے کہ "گاؤں سے پوچھو" لیکن فی الحقیقت یہاں مقصود یہ ہے کہ "گاؤں والوں سے پوچھو" اور مجازاً سوال کی نسبت خود گاؤں کی طرف کردی ہے -

کیا یہ آیت بھی اسی قسم کی آیت ہے؟ اور کیا "حتی تضع الحرب اوزارها" سے بھی مقصود اصل لڑائی کے وجود کا خاتمہ نہیں ہے بلکہ صرف کسی خاص قوم کی لڑائی کا یا کسی محدود رقبۂ زمین کے جنگ و جدال کا ؟

ہاں' بظاہر یہ احتمال پیدا ہوتا ہے لیکن اگر غور و فکر سے کام لیا جائے تو واضح ہو جائے کہ مقصود الہی یہ نہیں ہے اور دونوں آیتوں کے طرز بیان میں فرق ہے - اللہ تعالی نے اس آیت میں "تضع الحرب" فرمایا ہے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب جنگ بالکل موقوف ہو جائے' اور اہل فساد کی کوئی جماعت ایسی باقی نہ رہے جو حرب و قتال کر سکے -

پس اس آیت سے مقصود عام طور پر جنگ کا انسداد ہے نہ کہ کوئی خاص جنگ' اور اگر کوئی خاص جنگ مراد لی جائے تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ لڑائی کا وجود اور مادہ تو دنیا میں باقی رہے' مگر صرف کسی ایک جماعت کی لڑائی کا خاتمہ ہو جائے - لیکن اگر ہم خاتمۂ جنگ کو کسی خاص جماعت و زمین کی جگہ وجود "جنگ" ہی کی طرف منسوب کردیں تو اسکے یہ معنے ہونگے کہ اب دنیا میں جنگ کا وجود ہی باقی نہ رہا -

چونکہ اسلام کا مقصد صرف صفحۂ ہستی سے جنگ کا خاتمہ کرنا تھا' اسلیے اوس نے تمام دنیا کو صلح کا پیغام دیا - لیکن دنیا کی فطرت وعظ و نصیحت کے بجائے قوت سے زیادہ مرعوب ہوتی ہے' اسلیے مجبوراً اسلام کو زبان تیغ سے اسکا اعلان کرنا پڑا' اور دس ہی برس کی مدت میں تمام دنیا صلح کی آغوش میں آگئی لیکن اصل حقیقت اب تک مشتبہ ہے -

(شریفانہ صلح)

جنگ و صلح توام ہیں' - دنیا میں جنگ کے ساتھ صلح ہوتی رہتی ہے' اسلام کو اگر تمام دنیا پر یہ مزیت حاصل ہے کہ اوس نے جنگ کا مقصد صرف صلح قرار دیا تو اس سے اصل مسئلہ کا فیصلہ نہیں ہوتا - سوال یہ ہے کہ خود یہ صلح کیسی ہے ؟ دنیا میں عاجزانہ و مجبورانہ صلح بھی کی جاتی ہے' اگر اسلام نے اسی قسم کی غیر شریفانہ صلح کی ہے تو اس سے موت بہتر ہے ؟

بہت سی قوموں کو خلوص قلب صلح پر آمادہ نہیں کرتا' بلکہ مصالح اور مجبوریاں اونکے درمیان صلح کرادیتی ہیں ؟ کیا اسلام کی صلح بھی اسی قسم کی ہے ؟ بہت سی قومیں صلح کرلیتی ہیں' لیکن خود اپنے طرز عمل سے صلح کا کوئی عملی نمونہ پیش نہیں کرتیں' بلکہ ان میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو جنگ ہی کو اپنا کارنامۂ زریں سمجھتے ہیں - صرف جماعت کی قوت اون کی راے پر غالب آجاتی ہے - کیا مجاہدین اسلام میں بھی اس قسم کے لوگ تھے ؟ اور اگر تھے تو

اونکو عام فوجی جماعت پر کیا فضیلت حاصل ہے ؟ قرآن مجید نے ان تمام سوالات کا نہایت تفصیل کے ساتھ جواب دیا ہے - قرآن مجید نے صاف صاف بتایا ہے کہ اسلام کی صلح بزدلانہ نہیں بلکہ شریفانہ ہے :

فلا تهنوا وتدعوا الى السلم وانتم الاعلون (محمد ۳۷)

سست و کمزور نہ ہو جاو' اور دعوت صلح برابر دیتے رہو' درآنحالیکہ تم غالب و سربلند ہو -

قرآن مجید نے مجاہدین اسلام کو ہدایت کی ہے کہ تمکو نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ پیغام صلح کے قبول کرنے کیلیے ہمیشہ تیار رہنا چاہیے :

فان اعتزلوكم فلم يقاتلوكم والقوا اليكم السلم فما جعل الله لكم عليهم سبيلا (نساء ۹۲)

اگر کفار تم سے الگ ہو جائیں اور جنگ نہ کریں' بلکہ تمہارے سامنے صلح کو پیش کریں' تو اس حالت میں خدا نے تمکو اون سے جنگ کرنے کا اختیار نہیں دیا ہے -

قرآن مجید مجاہدین اسلام کو ترغیب دیتا ہے کہ اگر تمہارا مقصد دنیا کے سامنے صلح کو پیش کرنا ہے' تو سب سے پہلے تمکو خود صلح کا عملی نمونہ بن جانا چاہیے -

يا ايها الذين آمنوا ادخلوا فى السلم كافة ولا تتبعوا خطوات الشيطان انه لكم عدو مبين (بقرہ - ۲۰۴)

مسلمانو! تم سب کے سب پہلے صلح کے دائرہ میں داخل ہو جاو' اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نکرو وہ تو تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے -

(عرب کا میدان جنگ)

یہ وہی شیطان ہے جس نے سب سے پہلے انسان کو جلا وطن کروا دیا تھا' جو جنگ کا آخری نتیجہ ہے -

فازلهما الشيطان عنها فاخرجهما مما كانا فيه وقلنا اهبطوا بعضكم لبعض عدو ولكم فى الارض مستقر ومتاع الى حين (بقرہ - ۳۴)

شیطان نے آدم و حوا کو جنت سے نکلوادیا اور ہم نے کہا کہ تم سب اب یہاں سے نکل کر زمین میں چلے جاو' وہی ایک خاص مدت تک تمہارا ٹھکانا اور تمہارا ساز و برگ ہے' اور تم میں ہر ایک دوسرے کا دشمن ہے -

اور یہ وہی شیطان ہے' جس نے آتش سیال کے ذریعہ سے ہمارے اندر بغض و عداوت کی آگ بھڑکا دی تھی -

انما يريد الشيطان ان يوقع بينكم العداوة والبغضاء فى الخمر والميسر ويصدكم عن ذكر الله وعن الصلوة فهل انتم منتهون - (مائدہ - ۹۳)

شیطان چاہتا ہے کہ تم لوگوں کے درمیان شراب نوشی اور قمار بازی کے ذریعہ عداوت ڈال دے' اور تمکو نماز اور ذکر الہی سے روک دے تو پھر کیا اب بھی تم شراب نوشی سے باز نہ آؤگے ؟

اب اس شیطان نے آسمان سے اوتر کر صحراے عرب کو اپنا مستقر بنایا تھا کہ میدان جنگ کیلیے اس سے زیادہ وسیع قطعۂ زمین' اور اس سے زیادہ بہتر مقام نہیں مل سکتا تھا' اسلیے تمام ریگستان عرب خون کا ایک دریا بن گیا تھا' جسکے اندر بغض و عداوت' کینہ و انتقام' کا ایک طوفان برپا تھا - لیکن دنیا میں خیر و شر نے ہمیشہ ایک ہی مطلع سے سر نکالا ہے' اور نیکی نے ہمیشہ بدی کے ساتھ ظہور کیا ہے -

(مقام صلح)

اللہ تعالی کی اسی فطرت ازلیہ' و سنت جاریہ نے عرب ہی کو صلح کے لیے بھی انتخاب کیا' کیونکہ قدرتی طور پر وہ اسکے لیے ایک بہترین مقام تھا' مشرکین عرب کے علاوہ وہاں مختلف

آلت بحریه کے لیے ایک عظیم الشان کارخانہ قائم کیا گیا ' جسکے ذریعہ متعدد بحری فتوحات حاصل هوئیں -

(اندلس اور افریقه کا جنگی بیڑا)

اسکے بعد اندلس اور افریقه میں جنگی جہازوں نے نہایت ترقی حاصل کی - چنانچه عبد الرحمن ثالث کے زمانے میں صرف اندلس کا بیڑا دو سو جہازوں سے مرکب تھا اور افریقی بیڑے کی بھی یہی کیفیت تھی - ان بیڑوں کے هر جہاز پر ایک بحری سپه سالار رهتا تھا جو اسکو لڑاتا تھا ' ساتھه هي ایک کپتان بھی هوتا تھا جو جہاز کی رفتار ' اور لنگر اندازی ' وغیرہ کی نگرانی کرتا تھا - ان جہازوں کے لیے ایک خاص بندرگاہ تیار کیا گیا تھا ' جہاں وہ لنگر انداز رهتے تھے - جب کوئی لڑائی پیش آتی ' یا کسی شاهی تقریب میں ان کی نمایش کا موقع آتا تھا تو بادشاہ اپنے سامنے تمام فوجوں کو الگ سوار کراتا تھا - اور ان سب پر ایک کمانڈر انچیف مقرر هوتا تھا ' جو ان سب کی نگرانی کرتا تھا - ان جہازوں نے بحر روم میں دفعتاً عیسائیوں کی بحری سطوت کا خاتمہ کردیا ' اور مسلمانوں نے انہی کے ذریعه سے تمام مشہور جزیرے مثلاً میورقه ' منورقه ' یا بسه ' سردانیه ' صقلیه ' قوصره ' مالطه ' اقریطش ' اور قبرص وغیرہ فتح کیے ' یہاں تک که یورپ بھی انکے حملوں سے محفوظ نہ رهسکا - چنانچه ابو القاسم شیعی نے متعدد بار جینوا پر بحری حملہ کیا ' اور کامیاب واپس آیا -

اندلس اور افریقه کے جنگی جہاز سطح دریا پر اسطرح چھا گئے تھے که عیسائیوں کا ایک تختہ بھی بہتا هوا چلا جاتا تھا تو وہ انکی زد سے محفوظ نہیں رہ سکتا تھا - جہازوں کی اسی وسعت نے مسلمانوں کے تمام جزائر اور ساحلی مقامات کو محفوظ رکھا - لیکن جب اندلس میں اموی ' اور مصر میں عبیدئین کی سلطنت کو زوال هوا ' تو انکی بحری طاقت بھی ضعیف هوگئی ' اور عیسائیوں نے موقع پاکر صقلیه ' اقریطش ' مالطه ' طرابلس عسقلان ' صور ' عکا ' بیت المقدس ' اور تمام شام پر قبضہ کرلیا -

(موحدین کی بحری ترقیاں)

چھٹی صدی میں ' موحدین نے جب اندلس میں اپنی سلطنت کی بنیاد ڈالی ' تو جنگی جہازوں کے ساتھه پہلے سے بھی زیادہ اعتناء کی ' موحدین کے بیڑے کا امیر البحر ساحلی مقام کا رهنے والا ایک شخص احمد صقلی تھا ' جو فطرتاً اس خدمت جلیله کے لیے موزوں تھا - ساحل دریا سے نصاری بچپن هي میں اسکو گرفتار کرلے گئے تھے ' اور انہوں نے انہی کے دامن میں پرورش پائی تھی - شاہ صقلیه نے اسکو رها کرادیا اور اسکے مرنے کے بعد وہ مراکش چلا آیا ' اور یوسف بن عبد المومن نے اسکی نہایت عزت کی ' اور اسکو امیر البحر بنا دیا -

موحدین کے زمانے میں جنگی جہازوں نے اسقدر ترقی کی که جب سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس کو عیسائیوں سے واپس لینا چاہا ' اور شام کے تمام ساحلی مقامات سے عیسائیوں کے جنگی جہاز حملے کے لیے بڑھے ' اور اسکندریه کا بیڑا انکا مقابله نہ کرسکا ' تو سلطان صلاح الدین نے صرف موحدین کے جنگی جہازوں کے مستول کو اپنی امیدوں کا نشیمن بنایا ' اور منصور سے بحری مدد طلب کی ' لیکن چونکه خط میں اسکو امیر المومنین کے خطاب سے مخاطب نہیں کیا تھا ' اسلیے اوس نے مدد دینے سے انکار کردیا -

منصور کی وفات کے بعد جب موحدین کی سلطنت میں ضعف آگیا ' اور جلالقه نے اندلس کے اکثر شہروں پر قبضہ کرلیا ' تو انکے جنگی جہازوں نے بھی سطح دریا پر سر اٹھایا ' لیکن اس حالت ضعف میں بھی مسلمانوں کی بحری طاقت انکے مساوی تھی - مگر رفته رفته اندلس میں بدویت کا غلبه هوتا گیا ' اور اندلس کے مخصوص اخلاق و عادات جاتے رهے ' جسکا لازمی نتیجه یه هوا که مسلمانوں کی بحری مہارت کا بھی خاتمہ هوگیا -

(مصر میں جہاز سازی کی ابتداء اور اسکی عہد بعہد ترقیاں)

مصر نے سنه ۲۳۸ میں متوکل علی الله کی خلافت میں ایک اتفاقی واقعه کے پیش آنے کی بنا پر جہاز سازی کی طرف توجه کی ' متوکل کی خلافت میں رومیوں نے دفعتاً بحری حمله کرکے دمیاط پر قبضه کرلیا ' اور سیکڑوں مسلمانوں کو قتل اور هزاروں بچوں اور عورتوں کو گرفتار کرکے لیگئے - اس واقعه کے درد انگیز اثر نے اهل مصر کو بحریات کی طرف خاص طور پر متوجه کردیا ' اور ایک مستقل بحری محکمة جنگ قائم هوگیا - خشکی کی فوج کی طرح بحری سپاهیوں کی بھی تنخواهیں مقرر کیگئیں ' اور عام طور پر تمام ملک نے فوجی تعلیم حاصل کرنا شروع کی - اس اتفاقی واقعه نے چونکه مسلمانوں کے دل میں کفار کے ساتھه جہاد کرنیکا تازہ جوش پیدا کردیا تھا ' اسلیے جب بحریات کا نیا صیغه قائم هوا تو بحری سپاهیوں کی خاص وقعت قائم هوگئی ' اور هر شخص نے اپنے آپ کو انہیں کی جماعت میں بشوق داخل کرنا چاها ' جسکا نتیجه یه هوا که اس صیغه نے دفعتاً نہایت ترقی حاصل کرلی ' اور رومیوں کے ساتھه متصل بحری معرکے جاری هوگئے -

سنه ۳۵۰ هجری میں جب رومیوں نے بلاد شام پر متصل حملے کرنا شروع کیے ' اور بہت سے شہروں کو مسخر کرلیا تو مصر میں جہازوں کی طرف اس سے بھی زیادہ توجه کیگئی ' اور معز لدین الله اور اوسکی اولاد نے مصر ' اسکندریه اور دمیاط میں بکثرت جہاز تیار کراے اور انکو تمام ساحلی مقامات مثلاً صور ' عکا ' عسقلان وغیرہ میں پھیلا دیا -

ان جہازوں کی کثرت اور انکی فوجوں کی وسعت کا اس سے اندازہ هوسکتا ہے که صرف سپه سالاروں کی فہرست پانچ هزار ناموں پر مشتمل تھی - جن میں دس کمانڈر انچیف تھے ' اور انکو آٹھه دینار سے لیکر ۲۰ دینار تک تنخواهیں ملتی تھیں ' اسکے علاوہ انکے لیے جاگیریں بھی مقرر تھیں -

هر جہاز پر ایک کپتان هوتا تھا جسکے ساتھه چارش وغیرہ هوتے تھے ' جہاز اوسیکے حکم سے لنگر اوٹھاتا تھا اور اوسیکی اجازت سے لنگر انداز هوتا تھا ' اسکے علاوہ هر جہاز پر ارکان سلطنت میں سے ایک معزز رکن رهتا تھا ' اور بحری فوج کی تنخواہ خود خلیفه اپنے هاتھه سے تقسیم کرتا تھا ' اور اسکے لیے خاص طور پر اهتمام کیا جاتا تھا -

جنگی جہاز جب کسی مہم پر روانه کیے جاتے تھے ' تو انکو نہایت شاندار طریقه سے رخصت کیا جاتا تھا ' اور جب اوس مہم سے واپس آتے تھے تو اوسی جوش و خروش سے انکا استقبال بھی هوتا تھا - چنانچه خاص اس غرض کیلیے دریاے نیل کے کنارے ایک کھلی هوئی عمارت بنالی گئی تھی ' جس میں خلیفه اس رسم کے ادا کرنے کیلیے بیٹھه جاتا تھا ' اور ادھر اودھر سے سپه سالار اپنے مسلح جہازوں کو لاکر اوسکے سامنے کھڑا کردیتے تھے ' اور فوجی کرتب دکھاتے تھے - اسکے بعد جہازوں کے کپتان اور افسر اعلی آتے تھے - خلیفه انکو فتح و ظفر کی دعاوں کے ساتھه رخصت کرتا تھا ' اور کپتان کو سو ' اور افسر اعلی کو ۲۰ دینار انعام دیتا تھا -

جہازوں کے ذریعه سے جو مال غنیمت حاصل هوتا تھا اوس میں

بحریات اسلامیہ

انسان کے تمرد و طغیان نے بحر و بر میں شر و فساد ' کا جو طوفان برپا کردیا تھا ' اسلام دنیا کو اسی سیلاب فنا سے بچانے کیلیے آیا تھا - اگرچہ عہد نبوت میں غزوات اسلامیہ کا دامن صرف صحراے عرب کے کانٹوں میں اولجھا رہا ' تاہم جناب رسالت پناہ نے مجاہدین اسلام کی تلواروں کو سمندر کی لہروں میں چمکتے اور سطح دریا پر علم سلطنت کے نصب کرنے کا مژدہ سنا دیا تھا :-

قال رایت قوما من یرکب ظہر ہذا البحر کالملوک علی الاسرۃ - آپ نے فرمایا کہ میں خواب میں ایک ایسی قوم نظر آئی ' جو سطح دریا پر اس شان کے ساتھہ نمایاں ہوگی جسطرح سلاطین تخت شاہی پر جلوہ گر ہوتے ہیں -

یہ مبارک قوم بھی مسلمانوں کی قوم تھی جسکے ہاتھہ سے اب خشکی کے مقبوضات بھی نکلتے جاتے ہیں - لیکن حضرت ابوبکر کے زمانہ تک یہ پیشینگوئی پوری نہیں ہوئی ' اور دنیا کو اس رویاے صادقہ کی تعبیر کیلیے خلافت فاروقی کا منتظر رہنا پڑا -

عرب ایک بادیہ نشیں قوم تھی ' اور بداوت کا اثر اوسکے تمام صنائع و اعمال میں سرایت کرگیا تھا - ابتداء میں وہ بڑی معرکوں میں بھی اوس نظم و ترتیب کے ساتھہ شجاعت کے جوہر نہیں دکھا سکتی تھی جنکی نمایش متمدن ملکوں کی فوجیں عموماً کیا کرتی ہیں - اوسکے پاس صرف ایک جلوس خیز ولولہ و جوش تھا ' جسکو ایک روحانی طاقت نے ایمان خالص کے قالب میں بدلدیا تھا - اگرچہ اس روحانی آتشکدے کے شراروں نے اوڑکر تمام صحراے عرب میں آگ لگا دی - لیکن یہ آگ دفعۃً سمندر میں نہیں لگائی جا سکتی تھی - کیونکہ عرب نے کبھی فن جہاز رانی کا خواب بھی نہیں دیکھا تھا - اس بنا پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے تک کوئی بحری حملہ نہیں کیا گیا - لیکن جب فتوحات اسلامیہ کا سیلاب بر و بحر دونوں کو محیط ہوگیا ' اور اکثر متمدن قومیں اسلام کے زیر اثر آگئیں ' تو مسلمانوں کے سامنے انہی قوموں نے اپنے آپ کو بحری خدمت کیلیے پیش کیا ' اور مسلمانوں نے انہی کے ذریعہ سے فن جہاز رانی کی تعلیم حاصل کی - یہاں تک کہ رفتہ رفتہ خود اس فن کے اوستاد ہوگئے -

(خلافت فاروقی میں پہلا بحری حملہ)

فتوحات اسلامیہ نے خلافت فاروقی میں سب سے زیادہ وسعت حاصل کی - ایران نے حضرت عمر ہی کے سامنے سر جھکایا ' مصر جو ایک ساحلی مقام تھا اونہی کے زمانے میں فتح ہوا اور اسلامی فوجوں کا سیلاب شام و روم کے ساحل سے اونہی کے عہد خلافت میں ٹکرایا - اس بنا پر بحری حملے کی ابتداء بھی اونہی کی خلافت میں ہوئی - چنانچہ سب سے پہلے علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے جو بحرین کے گورنر تھے فارس پر بحری حملہ کی تیاری کی ' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اجازت کے بغیر بحری راستے سے فوج کے متعدد دستوں کو لیجا کر اصطخر میں اوتار دیا - لیکن جہاز سے اوترنیکے ساتھہ ہی ایرانیوں نے خشکی ہی میں ان دستوں کو روک لیا ' اور ان کے تمام جہاز غرق کردیے - لیکن مسلمانوں کو جوش اسلام میں صرف لڑنے سے کام تھا اس بنا پر ایک دستے کے سپہ سالار نے فوج کو مخاطب کرکے ایک پرجوش تقریر کی اور کہا کہ " ان لوگوں نے اس سے زیادہ کچھہ نہیں کیا کہ تم کو خشکی ہی میں لڑنے کیلیے مجبور کردیا - آخر تملوگ بھی تو لڑنے ہی کیلیے آے ہو ' اور لڑائی کیلیے دریا اور خشکی دونوں برابر ہیں "

چنانچہ مسلمانوں نے مقام طاؤس میں ایرانیوں کا مقابلہ کرکے بصرہ کو واپس آنا چاہا - لیکن جب ساحل دریا پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ کشتیاں غرق کردیگئی ہیں - اسلیے مجبوراً وہیں ٹہیر جانا پڑا -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب اس حملہ کی خبر معلوم ہوئی تو علاء بن حضرمی پر سخت نا راضی ظاہر کی ' اور اونکو معزول کردیا - لیکن جب شام فتح ہوا تو امیر معاویہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روم پر بحری حملہ کرنے کی پھر اجازت طلب کی ' اور لکھا کہ " حمص سے روم اس قدر قریب ہے کہ حمص کے بعض گانوں میں روم کے کتوں اور مرغیوں کی آوازیں سننے میں آتی ہیں - چونکہ آنحضرت اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کوئی بحری حملہ نہیں ہوا تھا ' اسلیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی اسوۂ حسنہ کی تقلید کرتے تھے ' اور عموماً بحری حملوں کی اجازت نہیں دیتے تھے - لیکن جب امیر معاویہ نے شدت کے ساتھہ اصرار کیا تو اونھوں نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر کو لکھا کہ " مجھے بحری حالت سے اطلاع دو ' میرا دل بحری حملے کی طرف مائل کیا جارہا ہے ' اور میں اوسکی مخالفت کرنا چاہتا ہوں " حضرت عمرو بن عاص نے جواب میں لکھا کہ " دریا ایک عظیم الشان چیز ہے ' انسان جب اوسمیں گھستا ہے ' تو اوسکو صرف آسمان یا پانی نظر آتا ہے - اس حالت میں اگر دریا کی سطح ساکن ہے تو دل اولجھتا ہے ' اور جب اوس میں طوفان خیز حرکت پیدا ہوتی ہے ' تو ہوش اوڑ جاتے ہیں - یقین کم اور شک زیادہ ہو جاتا ہے ' اور انسان کی حالت اوسکے اندر اوس کیڑے کی سی ہوجاتی ہے ' جو ایک لکڑی کے تختے پر بیٹھا رہتا ہے "

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خط ملا ' تو اونہوں نے امیر معاویہ کو صاف لکھدیا کہ " میں دریا میں مسلمانوں کو ضائع نہیں کرسکتا - مجھکو ایک مسلمان کی جان روم کے تمام خزائن و دفائن سے زیادہ عزیز ہے - علاء بن حضرمی کے بحری حملے کا جو انجام ہوا وہ تمکو معلوم ہے " امیر معاویہ نے اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے مجبوراً اس عزم کو فسخ کردیا ' تاہم اونکے دل سے بحری حملے کا شوق نہیں گیا ' چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اونھوں نے پھر بحری حملہ کی اجازت چاہی ' اور اُنہوں نے سخت اصرار کے بعد اس شرط پر اجازت دیدی کہ " کسی مسلمان کو اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا - صرف وہ لوگ اس بحری جنگ میں شریک ہوسکتے ہیں جو بخوشی اسکے لیے تیار ہوں " چنانچہ امیر معاویہ نے عبداللہ بن قیس عاسی کو امیر البحر مقرر کیا ' اور وہ متعدد کامیاب بحری معرکوں سے مظفر و منصور واپس آے ' جس میں ایک جہاز بھی غرق نہیں ہوا -

اس قلیل مدت میں مسلمانوں نے بحری جنگ میں اسقدر ترقی کرلی کہ جب سنہ ۳۴ ہجری میں قسطنطین بن ہرقل نے ہزار جہازوں کے ساتھہ اسکندریہ پر حملہ کیا ' تو عبد اللہ بن ابی سرح نے دوسو جہازوں سے اوسکا مقابلہ کیا اور اوسکو سخت شکست دی -

(تونس میں جہاز سازی کا ایک کارخانہ)

امیر معاویہ کے زمانے میں اور بھی متعدد چھوٹے چھوٹے بحری حملے ہوے ' لیکن اونکے عہد تک جہاز سازی کا کوئی کارخانہ نہیں قائم ہوا تھا - عبد الملک ابن مروان جب خلیفہ ہوا تو اس نے یہ کمی بھی پوری کردی ' اور اوسکے حکم سے تونس میں

بريد فرنگ

(فسطاط مصر کا ایک کارخانه)

معزلدین الله نے اگرچه جهاز سازي کے کارخانے کو اس وسیع پیمانے پر قائم کیا که دوسرے کارخانے اوسکے سامنے ماند پڑگئے تاهم مصر میں اس سے پہلے بهي جهاز سازي کے متعدد کارخانے قائم هو چکے تھے ' اور وهي اوسکے لیے دلیل راه بنے - فسطاط مصر میں ایک مقام تها ' جهاں غالر بریگیڈ رهتا تها ' اور اس غرض سے وهاں پانچسو آدمي همیشه متعین رهتے تھے - یهی غالر بریگیڈ سنه ۵۴ هجري میں جهاز سازي کے کارخانے کي صورت میں منتقل هوگیا - چنانچه امیر ابو العباس احمد بن طولون نے اپنے تمام جنگی جهاز اسي کارخانے میں تیار کراے تھے ' یه کارخانه امیر ابوبکر محمد ابن طغج الخشید کے زمانے تک قائم رها - لیکن اوس نے اس کو منهدم کرا کے اوس جگهه ایک باغ لگا دیا ' اور اوسکے عوض ایک دوسرا کارخانه قایم کیا -

(جزیرۂ مصر کا کارخانه)

جزیرہ مصر میں جهاز سازي کا ایک اور قدیم کارخانه تها ' لیکن جب سنه ۳۲۳ هجري میں ابوبکر محمد بن طغج الخشید خلیفه راضي بالله کي طرف سے مصر کا گورنر مقرر هوکر آیا ' تو عیسی بن احمد السلمي نے جو مغرب کا رئیس تها اوسکي اطاعت قبول نهیں کي ' اسلیے ابوبکر اخشید نے اوس پر بحري حمله کیا اور اوس کے تمام جهاز گرفتار کر لیے - جب ابوبکر اخشید کے جهاز فاتح و منصور واپس آے ' اور اسي کارخانے کے متصل لنگر انداز هوے ' تو وه خود کشتی پر سوار هوکر اونکے استقبال کیلیے روانه هوا ' کارخانے پر اوسکي نظر پڑي تو اوس نے کہا که " جس کارخانے کو چاروں طرف سے دریاے محیط هے وه کس کام آسکتا هے " چنانچه اوس نے اسکو سنه ۳۲۵ میں دار خدیجه بنت الفتح میں منتقل کردیا -

اس کارخانے میں خلیفه آمر باحکام الله کے زمانے تک جهاز تیار هوتے رهے - تنوع کے لحاظ سے ان کارخانوں میں حربیات حرقات ' شلندیات ' مسطحات ' اسطول وغیرہ متعدد قسم کي کشتیاں تیار هوتي تهیں ' لیکن هم ان اقسام کي تفصیل ' الهلال جلد ثالث کے ایک مستقل مضمون میں کرچکے هیں ' اسلیے ان کو اس موقع پر نظر انداز کرتے هیں -

درس قــــران شــــریف

حضرت مولوي حکیم نور الدین صاحب بهیروي ثم قادیاني وه علامۂ دهر تھے جن کي ساري عمر قران شریف کے پڑهنے اور پڑهانے میں گذري اور هر مذهب و ملت کے خلاف اسلام کا رد آپ نے آیات قرانی سے کیا - آپ کے پاس علم تفسیر کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تها - همیشه قران شریف کا درس دیا کرتے تهے - آپ کے درس کے نوٹ آپکے ایک شاگرد نے جمع کر کے ایک ضخیم کتاب میں شائع کئے هیں - جن کي اصلي قیمت مبلغ ۵ روپیه هے - آج کل رعایتي مبلغ ۴ روپیه هے - محصول ڈاک بذمه خریدار -

ملنے کا پته - مفتي محمد صادق قادیاني - ضلع گورداسپور - پنجاب -

سقـــوط اینٹـــورپ

اینٹورپ کے دفاعي استحکامات پر اولین حمله ۲۵ ستمبر سے شروع هوا هے ' اور خود شهر پر حملے کي ابتدا ۵ - اکتوبر کي خوفناک گوله باري سے هوئي - جرمن یهاں اس شهر کي تسخیر کے لیے اپني آتشباري کا بهترین ساز و سامان لے آے تھے - گوله باري کے لیے کوئي ۴ سو توپیں تهیں جنکے دهانوں کے قطر مختلف طور پر ۲۸ ' ۳۰ اور ۴۲ سینٹیمیٹر کے تهے ' اور زد ۸ میل تک - ۵ سے ۸ تاریخ تک تو خیر معمولی انداز میں گوله باري هوتي رهی - مگر آٹهویں دن آتشباري هولناک طور پر شدید هوگئی ' اور جرمن حمله آور شهر پر روغن نفط اور اسي قسم کے دیگر شهر میں آگ لگا دینے والے گولوں کي موسلا دهار بارش کرنے لگے - شهر میں هر طرف اطلاع نامے چسپاں کیے گئے که لوگ فوراً شهر چهوڑ کر بهاگنا شروع کریں - گو بهت سے امید پرست اور ساده لوح متحده فوج کے جوابي حملے کي امید میں آخر وقت تک شهر میں مقیم رهے ' مگر تاهم جمعه تک کوئی ڈهائي لاکهه بے خانماں اور تهیدست هالینڈ میں جاکر پناه گزیں هوگئے -

جمعه کي صبح کو جب آفتاب طلوع هوا هے تو اسوقت نصف شهر سے شعلے بلند هو رهے تهے - جرمن فوج نے آن تیل کے حوضوں پر گولے اتارے جو دریا کي گودي کے برابر برابر چلے گئے تهے - گولوں کے آتے هی آگ لگي اور سارا شهر آگ اور شعلوں سے ایک منظر مهیب بنگیا -

اس هولناک چراغاں نے حلیفوں کي فوج کے جوابی حملے کي امید پر ثابت قدم آبادي کے بهي پیر اکهیڑ دیے ' اور اس نے بهي اضطراب و بدحواسي کے عالم میں (جو ایسي وقت میں طبیعي اور ناگزیر امر هے) بهاگنا شروع کیا - مگر تاهم محافظ فوج ثابت قدم رهي اور برابر جواب دیتي رهي - اس جوابي آتشباري میں خود شاه البرٹ نے حصه لیا اور قلعوں کے کمانڈر جنرل ڈي گالس کے ساتهه فوجي کارروائیوں کي رهنمائي کرتے رهے - ۹ - اکتوبر یوم جمعه کو دوپهر کے وقت یه واضح هوگیا که نازک وقت قریب آگیا هے - نواح " بریم " کا جنوبي حصه تباه هوچکا تها اور وسط شهر کے قلعے خاموش تهے - انکے علاوه دوسرے قلعوں میں جهاں جهاں سے نشانه دشمن تک پهنچسکتا تها ان ان مقامات پر مدافعین نے جرمن فوج پر هر ممکن خوفناک گوله باري کي ' جس سے انکو خوفناک نقصانات پهنچے - اسکے بعد جب بلجین فوج کو یه نظر آگیا که اب قسمت کے فیصله سے هرتابي فضول هے تو اسوقت انهوں نے قلعوں کو اپنے هاتهه سے اڑادیا ' اور ایک سپاهي کے هتهیار ڈالے بغیر شهر خالي کردیا گیا -

یه سقوط اینٹورپ کي وه مختصر داستان هے . جو مقامي معاصر اسفیئسمین کے نامه نگار لنڈن کے مراسله سے ماخوذ هے - یه مراسله نگار اسکے بعد لکهتا هے :-

" اس داستان میں بهت سے تفصیلي امور کي کمی هے کیونکه بعض نا قابل اندازه اسباب کي بناء پر محکمه احتساب نے

قیدیوں اور ہتھیاروں کے سوا تمام چیزیں بحری سپاہیوں کی ملک قرار دی جاتی تہیں -

دریاے نیل کی سطح ایک مدت تک ان عظیم الشان جہازوں کی طوفان زا حرکت سے تلاطم خیز رہی' لیکن دفعۃً ہوا کا رخ بدل گیا ' اور شاور کی وزارت قایم ہو گئی - اوس نے مصر کے ساتھہ ان جہازوں کے جلانے کا بہی حکم دیدیا - چنانچہ مسلمانوں کی بحری طاقت کے یہ مجسمے آگ کی نذر کردیے گئے - لیکن جب سلطان صلاح الدین ایوبی نے فاطمئین کی سلطنت کا خاتمہ کردیا تو دوبارہ جنگی جہازوں کی نشاۃ ثانیہ ہوئی اور دریا کی سطح پر پھر ان کی نقل و حرکت سے طوفان کے آثار نظر آنے لگے - چنانچہ سلطان صلاح الدین نے بکثرت جنگی جہاز بنواے' اور ان کیلیے خاص طور پر ایک محکمہ قایم کردیا ' جس کے مصارف کیلیے متعدد مدوں کا خراج ' فوجی اوقاف کی آمدنی ' مختلف قسم کے ٹکس مخصوص کردیے گئے اور اس محکمے کا افسر اعلی خود سلطان صلاح الدین کا بہائی ملک العادل ابوبکر محمد بن ایوب مقرر ہوا - سلطان صلاح الدین کے مرنے کے بعد بہی اگرچہ مدت تک یہ صیغہ قایم رہا ' لیکن رفتہ رفتہ اوسکی طرف سے اعتناء کم ہوتی گئی ' یہاں تک کہ اخیر میں جہاز رانی کا ذوق اس قدر کم ہو گیا کہ مصر میں جب کسیکو گالی دینا مقصود ہوتا تہا تو اوسکو جہاز راں کہا جاتا تہا - اسوقت جب کوئی بحری مہم پیش آتی تہی' تو ایک قدم بہی ایسا نہ تہا جو ساحل کی طرف بخوشی بڑھتا ' اسلیے جبرا لوگ راستے اور گلیوں سے پکڑ لیے جاتے تہے' اور بہاگ جانے کے خوف سے اونکو قید کردیا جاتا تہا ' اور اونہیں لوگوں سے بحری خدمت لی جاتی تہی -

سلطنت ایوبیہ کے بعد مصر میں ممالیک کی سلطنت قایم ہوئی' اور اونہوں نے اس جبری جہاز رانی کا بہی خاتمہ کر دیا - لیکن ایک مدت کے بعد زمانے کے انقلاب نے دریا میں ایک نیا جزر و مد پیدا کیا ' یعنی ملک الظاہر کا دور سلطنت قایم ہوا ' اور اوس نے پہر اوسی قدیم شان و شوکت کے ساتھہ جہازوں کو سطح دریا پر نمایاں کیا - اوس نے جہازوں کی تعمیر میں اس قدر فیاضی ظاہر کی کہ جنگل کا خراج معاف کردیا ' اور لوگوں کو لکڑیوں میں ہر قسم کے تصرف کرنے سے روک دیا - اوس کو جہازوں کی تعمیر کا اس قدر شوق تہا کہ مصر کے کارخانہ جہاز سازی میں ہمیشہ خود آتا تہا' اور تمام اسباب اور سامان مہیا کرتا تہا - اس طریقہ سے اسکندریہ اور دمیاط کے سواحل پر بکثرت جہاز تیار ہو گئے ' اور جزیرہ قبرص کی طرف ابن حسون کی زیر نگرانی ایک عظیم الشان بحری مہم روانہ ہوئی - ابن حسون نے عیسائیوں پر دہوکے سے حملہ کرنے کیلیے جہازوں کے جہنڈوں میں بہت سی صلیبیں لگائیں - لیکن مسلمانوں نے اسکو ناپسند کیا - بیڑا جب قبرص کے بندرگاہ پر پہونچا تو ابن حسون نے اوس پر دفعۃً حملہ کرنا چاہا ' لیکن بیڑے کے آگے کی کشتی ایک چٹان سے ٹکرا کر چور چور ہو گئی ' اور اوسکے ساتھہ کی تمام کشتیاں بہی اس صدمے سے ٹوٹ گئیں - نتیجہ یہ ہوا کہ اہل قبرص نے پورے بیڑے کو گرفتار کر لیا ' اور وہاں کے بادشاہ نے ایک تہدید آمیز خط کے ذریعہ سے سلطان ظاہر کو اس واقعہ کی خبر دی - لیکن ظاہر کی پیشانی پر بل تک نہیں آیا ' بلکہ اوس نے خدا کا شکر کیا ' اور کہا کہ " مجہے آج تک کبہی شکست نہیں ہوئی تہی' اس بنا پر میں نظر بد سے ڈرتا رہتا تہا' آج اسکا خوف بہی جاتا رہا " یہ کہکر قوص سے پانچ کشتیاں طلب کیں' اور بیس نئی کشتیوں کے تعمیر کا حکم دیا - جب تک یہ کشتیاں تعمیر نہ ہوچکیں وہ روزانہ جہاز سازی کے کارخانہ میں آتا تہا' اور ضروری دیکھہ بہال کرتا تہا -

چنانچہ جب یہ کشتیاں تیار ہوگئیں تو دریاے نیل میں خاص اہتمام کے ساتھہ ایک دن اونکی نمایش کہلی - ملک الظاہر کے زمانے میں جنگی جہازوں کا ذوق اس قدر ترقی کرگیا کہ جب جہاز کسی بحری مہم پر روانہ کیے جاتے تہے تو تمام شہر میں دہوم مچ جاتی تہی' اور لوگ اس منظر کے دیکہنے کیلیے نہایت شوق و شغف کے ساتھہ ساحل دریا پر جمع ہو جاتے تہے - چنانچہ جب سلطان ملک اشرف صلاح الدین خلیل بن قلاون نے ایک جنگی بیڑے کو آلات حرب سے مسلح کر کے ایک مہم پر روانہ کرنا چاہا ' تو لوگ روانہ ہونے کے تین دن پہلے ہی سے اوسکی مشایعت کیلیے جمع ہونا شروع ہوے' اور دریاے نیل کے کنارے لکڑی اور بہوس کے عارضی مکانات بنا لیے - لوگوں کے دروازوں کے سامنے جو کہلی ہوئی جگہ تہی اسکو تماشائیوں نے دو دو سو درہم تک دیکر کرایہ پر لے لیا - تیسرے دن بادشاہ تمام ارکان سلطنت کے ساتھہ سویرے صبح کے وقت روانہ ہوا' اور چاوشوں کو عوام کے روک ٹوک کرنے کی ممانعت کردی - اوسکے سامنے ایک ایک کر کے جہاز نمایاں کیے گئے' اور ہر جہاز نے اعمال حربیہ کے منظر دکہاے' اور باہم خود ہی جنگ کی - بادشاہ اس بحری جنگ کا تماشا دیکہکر قلعہ کو واپس آیا ' لیکن اور لوگوں نے متصل ایک دن اور ایک رات وہیں قیام کیا ' اور لہو و لعب میں مشغول رہے - تماشائیوں کی اس قدر کثرت ہوئی کہ ایک پوری کشتی کا کرایہ ساتہہ درہم تک پہونچگیا - ہر زمانے میں عموماً ایک درہم پر بارہ رطل روٹی ملتی تہی' لیکن اوس دن اوسکا نرخ سات رطل ہوگیا -

اس بحری نمایش نے دشمن کو بہی مرعوب کردیا - چنانچہ جب عیسائیوں کو اس کی خبر معلوم ہوئی تو اونہوں نے مختلف تحف و ہدایا کے ساتھہ اپنے قاصد بہیجے اور صلح کی درخواست کی -

سنہ ۷۰۲ میں بہی سلطان ناصر محمد بن قلاون کے زمانے میں نہایت اہتمام اور جوش و خروش کے ساتھہ جزیرہ قبرص کی طرف ایک بیڑا روانہ ہوا اور مظفر و منصور واپس آیا -

(جہاز سازی کے متعدد کارخانے)

اوپر گذر چکا ہے کہ مصر میں سب سے پہلے متوکل علی اللہ نے جہاز تیار کرواے' اور سنہ ۳۵۰ میں معز لدین اللہ نے اوسکو نہایت ترقی دی - لیکن معز لدین اللہ کے زمانے میں اس میں سب سے زیادہ ترقی اسلیے ہوئی کہ اوس نے سنہ ۳۵۴ میں جہاز سازی کا ایک عظیم الشان کارخانہ مقس میں قایم کیا ' اور اوس میں ۶ سو جہاز تیار کراے' بعض مورخین نے اگرچہ اس کارخانہ کو اوسکے بیٹے عزیز باللہ کی طرف منسوب کیا ہے تاہم بہر حال یہ کارخانہ معز کے خاندان کا ایک عظیم الشان کارنامہ تہا -

اس کارخانے میں نہایت کثرت سے جنگی کشتیاں تعمیر ہوتی تہیں ' اور آلات و ادوات کی کثرت کی بنا پر نہایت سرعت کے ساتھہ کام ہوتا تہا ' جسکا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ جب سنہ ۳۸۶ ہجری میں ایک بیڑے میں آگ لگ گئی' اور اسکے اکثر مسلح جہاز جل کے خاک سیاہ ہوگئے تو عزیز باللہ کے گورنر عیسی بن نسطورس نے اپنی تمامتر کوشش جہازوں کی اس کمی کے پورے کرنے میں صرف کی ' جو اس آتشزدگی سے پیدا ہوگئی تہی - چنانچہ اوس نے اوسی واقعہ میں بیس جہازوں کے بنانے کا حکم دیا - ۲۴ ربیع الثانی کو آتشزدگی ہوئی تہی - لیکن جب اوس نے ۷ جمادی الثانی کو کارخانہ کا معاینہ کیا تو اوسکے سامنے دو عظیم الشان جہاز تیار کر کے پیش کیے گئے ' اور اوائل شعبان میں چار جہاز اور تیار ہو گئے -

بهر حال شهر تخریب و گوله باري نے عذاب میں مسلسل ۲۴ گهنٹے تک مبتلا رها - اس امر کا صحیح طور پر تحقیق کرنا تو مشکل هے که جرمن فوج کے حملے کیسے هوتے رهے - مگر افسروں اور نیز ان لوگوں کي گفتگو سے جو خطوط جنگ سے واپس آگئے تھے میں نے یه نتیجه نکالا که" آخري حمله پانچ گهنٹه کي مسلسل گوله باري پر مشتمل تها" جو صبح ساڑهے چار بجے سے لیکے ساڑهے نو بجے تک هوتي رهي- اس اثناء میں گولوں کی مسلسل اور سخت بارش هورهي تهي ' اورنقصان پہنچانے سے پہلے یه گولے جس قدر ٹهیک طور پر آکے نشانه پر گرتے تھے انکي یه صحت ایک غیر معمولي امر معلوم هوتي تهي - مجهه سے لوگوں نے یه بیان کیا که جرمن فوج کے ساتهه غبارے تھے جنکے افسر اپنے توپچیوں کو یه بتاتے جاتے تھے که بلجیم کي مدافعت کے ان پوزیشنوں کو اپنا نشانه بناؤ- شهر پر بعض بعض وقت ایک منٹ میں دس کے حساب سے گولے پهینکے گئے تھے- تمام ملکي آبادي خوفـزده تهی اور بوڑهوں اور بچوں میں مصیبت ' خوف ' اور مایوسي کے دلسوز منظر نظر آتے تھے -

پہلے یه اعلان کیا گیا تها که دو کشتیاں اوسٹینڈ جائینگي لیکن جب یه اطلاع دي گئي که یه دونوں کشتیاں نهیں روانه هونگي تو جو مجمع ایک کودي پر جمع هوا تها اس پر نزع کا عالم طاري هو گیا -

تاهم ان دونوں کشتیوں کے علاوه بهاگنے کے دیگر ذرائع ۱۰ کشتیوں کي شکل میں موجود تھے' جو روانٹرڈم ' فلشنگ اور انکے علاوه هوا لینڈ کے دوسرے بندرگاه جانے والي تهیں- یه کشتیاں مسافروں کي معقول تعداد لیجانے والي کشتیاں نه تهیں' مگر چونکه کوئي شخص با قاعده چڑهنے کا انتظام کرنے والا نه تها اسلیے ان خوفزده انسانوں میں کشتیوں پر جگهه لینے کے لیے سخت کشا کش شروع هوئي - جگهه کے لیے مرد ' عورتیں' اور بچے ایک دوسرے سے جانبازي کے ساتهه لڑنے لگے - اسوقت انساني هستي اپنے ایک بد ترین انداز میں نظر آرهي تهي - مگر ایسي حالت میں ان خوفـزده انسانوں کو کون الزام دیسکتا هے - یه لوگ " ۵ بار بربریس " سے بهاگ رهے تھے - اور وه گولے انکے سروں پر سے سنسناتے هوے جا رهے تھے' جو انکے گهروں کو خاکسیاه اور انکے محبوب شهر کو برباد کر رهے تھے - ان لوگوں کا کام جنگ نهیں تها - یه لوگ زیاده تر متوسط العمر دوکاندار' تاجر' اور آرام پسند شهري تھے اور ان میں بچوں اور عورتوں کي بهي کافي تعداد موجود تهي - یهاں ان راستوں کا قحط تها جنکے ذریعه سے جهاز یا کشتي تـک پهنچتے هیں - ان لوگوں کے کشتیوں پر سوار کرنے کے ذرایع صرف وهي تختے تھے جو ڈهالو رکهدیے گیے تھے' اور آخر میں آکے ایک خطرناک زوایه پر ملتے تھے - پنجشنبه کو ۲ بجے تـک اکثر لوگ روانه هو گئے تھے' مگر تاهم ۱۰ هزار جو نهیں بهاگ سکے وه راضي بقضا هو کے یه انتظار کرنے لگے که دیکهیں قسمت میں کیا لکها هے - هزاروں تو ان سڑکوں سے بهاگ گئے جو جنگلوں کو جاتي تهیں مجهه سے لوگوں نے بیان کیا که بهت سے بوڑهے بهوک' سردي ' اور خوف کے مارے راسته هي میں مرگئے -

(جلتا هوا شهر)

ایک بلجین افسر کي عنایت سے میں بڑے گرجا کي چهت پر چڑهسکا اور وهاں سے میں نے جلتے هوے شهر کا منظر دیکها - تمام سڑکیں شعله زن تهیں - شعلے هوا میں ۲۰ اور ۳۰ فیٹ کي بلندي تک اونچے جارهے تھے - میں نے اپنے بلند پوزیشن سے تیل کے ان بڑے حوضوں کا نهایت مهیب منظر دیکها جو دریاے شیلڈ کے مضافات میں واقع هیں- ان میں ٹهیک بڑي جرمن توپ کے چار گولوں سے آگ لگ گئي اور دهویں کے عظیم الشان سیاه بگولے هوا میں دو سو فیٹ تک بلند هو رهے تھے - تیل کئي گهنٹے تک زور شور سے جلتا رها' اور قرب و جوار کے تمام حصه پر دهوئیں کے بادل چها گئے - هر طرف آگ ' شعلے' اور تیل سے لدا هوا دهواں هي دهواں تها - وقتاً فوقتاً شعلوں کی بڑي بڑي زبانیں تیل کے حوضوں سے نکلتي تهیں اور مضطربانه شوق کے انداز میں اپنے متصل حوض کو بوسے دیتي تهیں' جس سے رفته رفته آگ هر طرف پهیل گئي اور کوئي حوض بهي آگ سے نه بچا - اسوقت شهر بالکل ویران هو گیا تها اور قریباً سب لوگ شهر چهوڑ چهوڑ کے چلے گئے تھے - بڑے گرجا سے روانه هونے کے بعد میں شهر کے جنوبي حصه کي طرف روانه هوا جهاں که في منٹ ۵ کے حساب سے گولے آرهے تھے -

میں مقام " ویرفهموینر " تـک گیا تها که ایک خوفزده بلجین عورت مجهے ملي- اسنے اختناق الرحم (هسٹریا) کے سے تنفس کیساتهه مجهه سے یه بیان کیا که " بنک نیشنل" اور " پیلس تي جسٹس" کے گولے لگے هیں' اور اب وه جل رهے هیں- اور نیز یه که میرے اس مقام پر پهنچنے سے ۵ منٹ قبل اسکے شوهر کے ایک گوله لگا هے - جهاں هم کهڑے تھے وهاں سے سو گز سے کم فاصله پر اس (شوهر) کي بے ترتیبي کے ساتهه کٹي هوئي لاش خاک و خون میں آغشته پڑي هوئي تهي - جب میں " ایو نیوڈي کیسر" سے جارها تها تو ایک گوله مجهه سے ۲۰ گز کے فاصله کے اندر آکے گرا اور میں منهه کے بهل گر پڑا- جهاں میں گرا تها وهاں سے ۱۰۰ گز سے کم فاصله پر ایک مکان کو یه گوله لگا تها' جسکی حالت میں بجز اسکے اور لفظوں میں نهیں بیان کرسکتا که وه (مکان) سڑک پر اینٹوں اور ٹوٹي هوئي لکڑیوں کی بوچهار کي شکل میں برسپڑا اور اسکي اینٹ سے اینٹ بجگئي - میں بمشکل سنبهلنے پایا تها که ایک شخص جس کي عمر ۴۰ سال کی هوگي' قریباً بالکل ننگا اس گهر سے چیختا هوا نکلا - یه بد بخت بالکل پاگل هوگیا -

خیر میں وهاں سے کوین هوٹل یه تحقیق کرنے گیا که امریکن جرنلسٹ کا کیا حشر هوا - معلوم هوا که وه ایک پرائیوٹ مکان میں شب بهر قیام کے بعد روانه هوگئے جس پر تین دفعه گولے گرے اور بالاخر اسمیں آگ لگ گئي -

(لها بقیة صالحه)

حـــول بـرلـــن

شئون و حالات اصلیه بروایات و شهادات عینیه

ڈاکٹر جوسٹما افریقه کي حزب العمال (لیبر پارٹي) کے ایک لیڈر هیں - اعلان جنگ کے وقت وه برلن میں تھے' اور اسکے بعد چندنے وهاں مقیم رهے - ڈاکٹر جوسٹما ۲۷ اگست کو برلن سے روانه هوے هیں' غالباً وه آخرین شخص هین جس نے برلن کو خیر باد کہا هے - اپني واپسي کے بعد انهوں نے ایک دلچسپ اور پر از معلومات مضمون " ڈیلي سٹیزن" میں لکها هے - اس مضمون میں وه لکهتے هیں :

یه ظاهر هے که جسوقت تمام جرمن قلمرو میں قیصر کا اعلان جنگ چسپاں کرکے فوج اور بیڑه کو اجتماع کا حکم دیا گیا هے اسوقت اهل جرمني بمعقول زمانے سے هر قسم کے نتائج کیلیے مستعد تھے - یه اعلان جو سرخ اور سیاه دو رنگوں میں چهپے تھے ان پر سنه ۱۹۱۲ چهپا هوا تها' مگر " ۲ " کاٹ کے نیلي پنسل سے " ۴ " بنایا گیا تها - اسکے بعد سے هر روز اعلانات شائع هوتے هیں اور میں نے سبکو دیکها که وه دو برس قبل کے چهپے هوے معلوم هوتے هیں - " لینڈ آسٹرم مٹ ویف " فوج جب طلب کي

ان پر پردہ ڈالدیا ہے - اس نے صرف اسقدر معلوم ہونے دیا ہے کہ بحری فوج اور نئی نیول بریگیڈ کے ۸ ہزار آدمیوں نے دفاعی کارروائیوں میں حصہ لیا جنمیں سے موخرالذکر حال میں فوج میں داخل ہوے تھے' اور یہ کہ اس فوج میں سے ۱۳۰۰ سو آدمیوں نے ہتیار پہیںک کئے ہیں' اور انہیں اس کیمپ میں شکست خوردہ فوج کی حیثیت سے داخل کرلیا گیا - جو فوجوں کی نگہبانی کے لیے نصب کیا گیا تھا - مگر محصور شہر سے جو مراسلات آے تھے - انکے اہم اور اصلی فقروں کا سخت احتساب ہوا -

(شہر پر گولہ باری)

" ڈیلی ٹیلیگراف " کے ایک مراسلہ نگار کا بیان ہے کہ چہار شنبہ کو نصف شب کے وقت شہر پر گولہ باری شروع ہوئی - شام کو جنوب و مشرق کی طرف توپوں کی گرج ہم لوگ سنتے رہے - جرمن فوج نے انکا کوئی جواب نہیں دیا -

وسط شب سے قبل تمام شہر پر ایک پر اسرار خاموشی طاری تھی اور یہ تیرہ و تار شہر مردوں کی بستی معلوم ہوتا تھا - توپوں نے اپنی آتشیں گفتگو موقوف کردی تھی - اور اب وہ خاموش تھیں' گوشہ گوشہ سے رات گئے تک ہونے والی جنگ کے آہنی قدموں کی چاپ کی آواز باز گشت آ رہی تھی

یہ عالم تھا کہ ایک گرج نے طلسم سکوت توڑا اور ایک دہماکے کے ساتھہ دفعۃ ایک گولہ آکے گرا - جس کے آتے ہی خوف زدہ عورتوں کی ایک تعداد گھروں سے سڑکوں پر دیوانہ وار نکل آئی' اور گھبرا گھبرا کے یہ دیکھنے لگی کہ کیا در حقیقت گولہ باری شروع ہوگئی ہے - توپوں کی گرج' برق رفتار گولوں کی سنسناہٹ' اور بعض بد نصیب مکانوں سے ٹکراکے انکے پھٹنے کا تڑاخا اور کھڑکھڑاہٹ' یہ چیزیں کچھہ اسقدر جلد جلد یکے بعد دیگرے پیش آئیں کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ گولے اپنے اس خونیں کام کے لیے شہر کی بالکل اندرونی شہر پناہ سے پھینکے جارہے ہیں - اس واقعہ سے ہم میں سے اکثر بے حد پریشان تھے - یہ معلوم ہوتا تھا کہ گولے اسقدر قریب سے ارہے ہیں کہ انہیں اپنے منزل مقصود تک پہنچنے میں بمشکل ایک میل کی مسافت بھی طے کرنا پڑتی ہے - اس واقعہ سے ہم لوگوں کو تھوڑی دیر تک تو یہ یقین ہوگیا کہ یہ وہ گولہ باری نہیں ہوسکتی جسکی دھمکی دی گئی تھی' بلکہ ممکن ہے کہ قلعہ کی سرچ لائٹ نے جرمنوں کی کسی ہمتور ٹولی کو شہر پناہ کے اندر دیکھا ہو اور وہ توپوں کے ذریعہ انہیں نکالنے کی فکر میں ہوں' مگر پاش پاش ہونے والی چیزوں کے تڑاخوں نے اس غلطی کو رفع کردیا -

اب گولے بلا امتیاز محلوں مکانوں اور جھونپڑوں پر آ آکے گررہے تھے' اور سارا آسمان چمکتے ہوے شعلوں سے روشن ہوگیا تھا - اسکے بعد گڑھی کی توپوں' اور میدان کی باٹریوں نے ایک ساتھہ آواز بلند کی - اب شور و غوغا خوفناک ہوگیا تھا اور آسمان میں نیچے چلنے والی آگ کے عکس سے شعلوں کا ایک متلاطم دریا نظر آتا تھا - ہمارے ہوٹل کی چھت پر سے شہر کا منظر حیرت انگیز تھا - گولوں کی اعصاب شکن آوازیں' شہر کی کبھی روشن اور کبھی تاریک ہوجانے والی چھتیں (جنکی پچھلی تاریکی پہلی تاریکی سے زیادہ تیرہ و تار ہوتی تھی) اور گولوں کے پھٹنے سے چھتوں اور دیواروں کا پھٹنا' ان چیزوں نے ملکے ایک ایسی شکل پیدا کردی تھی جو ہولناکی میں " ان فرنو " سے کسی طرح کم نہ تھی - اس طرح جب لوگوں کو یقین ہوگیا کہ جرمن ایک بے بس آبادی پر گولہ باری کی دھمکی کو پورا کررہے ہیں' تو جیسا کہ مقامی اخبارون نے ایک دن قبل مشورہ دیا تھا لوگ تہ خانوں میں چلے گئے -

ان لوگوں کو جن اصول کی پیروی کی ہدایت کی گئی تھی انکا ماحصل یہ تھا کہ جب پہلا گولہ پھٹے تو فوراً تہ خانوں میں چلے جاؤ' جس میں ساز و سامان تیار رہنا چاہیے - گیس کو نکالو' تہ خانوں میں بکثرت پانی رکھو تاکہ اگر آگ لگے تو بجھاسکو' اور ایسے اوزار رکھو کہ اگر دیوار گرے اور تم اسمیں دب جاؤ تو کھود کر نکل آسکو - مزید احتیاط کے لیے بہت سے لوگوں نے تہ خانوں کی جالی پر بالو کے بھرے ہوے بورے رکھوادیے تھے جس سے راستہ چلنے والوں کو چھوٹی چھوٹی تکلیفیں بھی پہونچتی تھیں -

۳ بجکے ۳۰ منٹ پر جنوبی حصہ کا سارا آسمان " برچیم " کی شعلہ زن آگ سے بالکل منور ہوگیا' اور اسطرح آتشزدگی کا خوف گولہ باری کے خوف پر اور مستزاد ہوگیا - مقام " ویلم " میں واٹر ورکس کے تباہ ہوجانے سے اینٹورپ کو ۸ دن سے پوری طرح پانی نہیں ملا تھا - اسلیے نہ وہاں پانی تھا اور نہ آدمی تھے کہ ان پیاسے شعلوں کو سیراب کرتے جو عالم تشنگی میں اپنی زبانیں نکال رہے تھے -

شہر کے دوسرے حصوں میں مختصر پیمانہ پر آگ لگی ہوئی تھی - صبح تڑکے جرمن فوج کی آتشباری ختم ہوچکی تھی - اس گولہ باریدہ شہر کی ایک مستعجلانہ سیر نے مجھے ۳۱ گھر دکھاے' جو گولوں کی زد میں آگئے تھے - اس حصہ میں " برچیم " شامل نہیں جسکے متعلق مجھسے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ساری سڑک برباد ہوگئی ہے - دوسرے دن صبح کو ۹ بجے جرمن فوج کی گولہ باری پھر سخت ہوگئی' مگر گولوں کی گرج اور عمارتوں کے دھماکوں نے خوفزدہ آبادی کو جنبش نہ کرنے دی -

ٹھیک دس بجے ایک گولہ مٹی کے تیل کے ایک حوض پر آکے گرا' اور اسمیں آگ لگ گئی - اسکے بعد ایک سے دوسرے میں اور دوسرے سے تیسرے میں آگ لگنا شروع ہوئی اور رفتہ رفتہ تمام حوضوں سے شعلے بلند ہونے لگے -

بار بردار اور دخانی کشتیوں سے جس قدر جلد سے جلد ہوسکتا تھا وہ ان مصیبت زدہ انسانوں کو لاد رہی تھیں اور ان سے ہوالینڈ تک کے مختصر سے سفر کے لیے بیس فرنک چارج کررہی تھیں - جب بہتا ہوا تیل کے چشمے کے نیچے تک پہونچا تو لوگوں میں دفعتاً بیوجہ تہلکہ مچگیا - جو کشتیوں پر تھے اونہوں نے تو افسروں کو پکارنا اور خطرہ کی طرف اشارہ کرکے " بس " " بس " کرنا شروع کیا' مگر جو لوگ کوسی پر تھے وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ پیچھے رہجائیں اسلیے جگہ حاصل کرنے کیلیے بے طرح کشتیوں پر ٹوٹ پڑے -

میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ خود تو اس ہجوم و ازدحام میں غرق ہوگئی' مگر اسکا شوہر جو اس سے کسیقدر زیادہ خوش قسمت تھا اسٹیمر کی چھت پر گرا اور کسی طرف ایک ایسی شے لیکے نکل گیا جو اسکا پھٹا ہوا سر معلوم ہوتی تھی -

عورتیں پے ملاحوں کو بچوں کی گاڑیاں' ننھے ننھے بچے' چھوٹے چھوٹے لڑکے اور دوسرے قسم کا اسباب دیدیتی تھیں' اور پھر پیر رکھنے کی جو ذرا سی جگہ بھی ملجاتی تھی اسکے سہارے سے کشتیوں پر چڑہ آتی تھیں - یہ امر تعجب انگیز ہے' کہ ایسے ہجوم و کشاکش میں اکثر نہ غرق ہوئیں اور نہ مریں -

(آخری منظر)

" ڈیلی کرانیکل " کے مراسلہ نگار خاص مسٹر ارتھرجونس کہتے ہیں " کہ جمعہ کے دن ۱۱ بجکے ۳ منٹ ہوے تھے کہ جرمن شہر میں داخل ہوے - جسے رسمی طور پر شریف شہر نے انکے حوالہ کردیا تھا - لیکن دوسرے مراسلہ نگاروں کا بیان ہے کہ جرمن اس سے کہیں بعد کو شہر میں داخل ہوے ہیں -

مقالات

عالمگیر جنگ کي سازش

(جرمني کا مجوزہ نقشہ)

ڈیلي کرانیکل لنڈن میں مشہور مسٹر آرتھر کرانین عنوان بالا پر حسب ذیل خیالات ظاہر کرتے ہیں :

قبل اسکے کہ بڑے اور تازہ واقعات قدیم نقوش کو مٹالیں یہ قلمبند کرنا دلچسپ ہوگا کہ اس مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے ہمیں حالات عالم کیا نظر آتے تھے ؟

جب ایک گذشتہ دماغي حالت کي طرف بعض جدید نقطہ ہاے نظر سے پھر کے دیکھیے تو بسا اوقات موجودہ حالت ناقابل یقین معلوم ہوتي تھي - میں منجملہ ان لوگوں کے ہوں جو جرمني کے ارادوں کو تسلیم کرنے سے سختي کے ساتھہ انکار کیا کرتے تھے - میں نے اس موضوع پر لوگوں سے بحث کي ' میں نے اس کے متعلق مضامین لکھے ' میں " اینگلو جرمن فرینڈ شپ سوسائٹي " میں شریک ہوا - غرض جو عقیدہ میرا تھا اسکے لیے میں جو کچھہ کرسکتا تھا وہ کیا - مگر گذشتہ سال کے آغاز میں میرے خیالات میں ایک کامل تغیر پیدا ہوگیا - میں نے یہ محسوس کیا کہ میں غلطي پر تھا اور جس شے کے متعلق یہ معلوم ہوتا تھا نہ وہ اسقدر مجنونانہ اور فتنہ پرد ازانہ ہے کہ واقعہ نہیں ہوسکتي وہي درحقیقت واقعہ تھي

میں نے اپني راے کا یہ تغیر مارچ کے " فورٹ نائٹلي ریویو " کے ایک مضمون میں قلمبند کیا تھا جسکي سرخي " برطانیہ عظمی اور آیندہ جنگ " تھي ' اور اب جو میں نے اس مضمون کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ اسکا بہت سا حصہ موجودہ حالت کے مناسب ہے - پیشینگوئیاں خطرناک ہوتي ہیں - مگر اس مضمون میں ایسي باتیں بہت تھیں جنکو مجھے واپس نہ لینا چاہیے - میري راے میں جس شے نے تغیر پیدا کیا وہ " برنہارڈي " کي کتاب " جرمني اور آیندہ جنگ " کا مطالعہ ہے -

(ناقابل اعتماد حوصلے)

اسوقت تک میں یہ خیال کرتا تھا کہ یہ تلوار کي کھڑکھڑاہٹ ایک نوعمر مضبوط قوم کي طفلانہ افراط ہے جو یہ چاہتي ہے کہ اپنے موٹے موٹے جوتے پہنے ہوے تمام دنیا کے گرد کھٹ پٹ کرتي پھرے - اس جوش کا ایک حصہ تو (جیسا کہ میرا خیال تھا) کامل قدرتي حسد کا نتیجہ تھا اور ایک حصہ ان غیر معمولي پروفیسروں کي تلقین کا نتیجہ تھا جنکے مسلسل خیالي مباحثوں نے نوجوانان جرمني کے خون کو مسموم بنادیا ہے -

اسقدر تو بالکل صاف تھا ' مگر مجھے یہ یقین نہیں آتا کہ ایک عالمگیر جنگ کا تخم سازش کے سایہ میں پرورش پا رہا ہے جس میں بحر و بر دونوں کے اقتدار کو چیلنج دیا جائیگا - اس ہیبتناک رستخیز کا کوئي مقصد نہیں معلوم ہوتا تھا اور نہ کوئي بڑي غنیمت جنگ جرمني کي منتظر نظر آتي تھي - یہ معلوم ہوتا تھا کہ اگر اس جنگ میں وہ فتحیاب ہوئي تو زاید سے زاید اسکے نفع و نقصان کا توازن قائم رکھہ سکیگي اور اگر اسے شکست ہوئي تو پھر ہمیشہ کیلیے رخصت ہوئي -

اسکے علاوہ یہ خیال ہوتا تھا کہ عیسائیت اور تمدن کسي نہ کسي کام کیلیے دنیا میں ابتک قائم ہیں ' اسلیے جو قوم کہ ان دونوں میں سے ایک کا ادعا بھي کرتي ہے وہ تاریخ عالم کے اس زمانہ میں ایسي تھنڈے خون والي بزدلي سازش میں شریک نہیں ہوسکتي جسکے ذریعہ سے وہ چند سال تک اپني طاقت کو صرف اس ارادے سے بڑھاتي رہے کہ جب موقع ملے تو بغیر کسي نزاع کے محض اپني سربلندي کے خیال سے اپنے ہمسایوں پر ٹوٹ پڑے -

(برن ہاڈي کي تنبیہ)

میں کہتا ہوں کہ میں ان باتوں کو باور نہ کرسکا ؛ لیکن جب میں نے جرمن مصنف برن ہارڈي کي کتاب پڑھي تو پھر میں ان امور کو بغیر یقین کیے نہ رہسکا ' اور ایک مضمون لکھا تا کہ جو لوگ میري طرح اندھے ہوں انکي آنکھیں ہوجائیں ' اور وہ اس حقیقت کو دیکھیں جو مجھے نظر آئي ہے ' کیونکہ برنہارڈي ایک غیر ذمہ دار جرنلسٹ یا اتحاد جرمني (پان جرمنزم) کے خبط کا مریض نہ تھا - وہ جرمن سپاہ کا ایک ممتاز افسر تھا - اس نے فن جنگ پر کئي مستند اور بلند پایہ کتابیں لکھي ہیں - وہ اعلی طبقہ میں رہتا تھا ' اسلیے اس سے توقع ہے کہ وہ انکے خیالات سے صحیح طور پر واقف ہوگا - با ایں ہمہ اس کتاب میں (جس میں اس نے اہل وطن کو مخاطب کیا ہے) اس قسم کے جنگجویانہ خیالات ظاہر کیے ہیں - تم اس قسم کي تحریر کو علحدہ نہیں کرسکتے - اسکو تم ناقابل شمار نہیں ٹھرا سکتے - جیسا کہ میں نے اس وقت لکھا تھا) " ہم مجنوں ہونگے اگر اس تنبیہ پر سنجیدگي کے ساتھہ توجہ نہ کرینگے -

لیکن ایک عجیب و غریب بات یہ ہے کہ اس قسم کي تنبیہ شائع کي گئي - جرمن دل میں ایک تعجب انگیز سادگي ہوتي ہے ' جو موجودہ واقعات میں بارہا ظاہر ہوچکي ہے - مگر یقیناً اس سادگي کی سب سے بڑي مثال یہ کتاب ہے - یہ ذہن میں نہیں آتا کہ اس کتاب کے مصنف کے دل میں یہ خیال نہ آیا کہ ممکن ہے کہ اس کتاب کا ترجمہ ہو اور جس کو ہم اپنا شکار بنانا چاہتے ہیں وہ اسے پڑھے

پھر یہ بھي یقین نہیں آتا کہ ایک نامور سپاہي کي حیثیت سے برن ہارڈي کا تعلق جنرل اسٹاف سے نہ ہو - اسلیے اس نے جو خاکہ کھینچا ہے اسے ایک سرکاري خاکہ خیال کرنے کے لیے اسباب موجود ہیں -

مگر یہ کوئي منفرد مثال نہیں - وان ایڈیشم نے ' جس کا تعلق حقیقي طور پر اس محیر العقول اسٹاف سے ہے ' ایک

گئي ہے اور اسکي طلبي کيليے اعلانات شائع ہوے ہيں تو ان سے بھي يہ معلوم ہوتا تھا کہ يہ دو برس قبـل کے مجوزہ مطبوعہ ہيں -

جرمن سپاہ ميں لينڈ آسٹرم دو قسم کے ہيں " مت " اور اونے " يعني مسلح اور غير مسلح - اس ہفتہ کے ميل تـک غير مسلح تو طلب هي نہيں ہوے ہيں ' اور مسلح کا بھي بہت هي تھوڑا حصہ ميدان جنگ ميں آيا ہے - —

دشمن کو خواہ مخواہ حقير سمجھنا کوئي عمدہ پاليسي نہيں - اسليے اہل جرمني کے عزم اور عجيب و غريب جوش سے انگريزوں کو مطلع کرنا بالکل بجا و درست ہے - اولاً تو انکو يقين ہے کہ موجودہ جنگ جنگ مدافعت ہے - انکا قيصر " امن دوست " بادشاہ ہے - انکے وطن محبوب پر انکے حاسد دشمن وحشيانہ طريقہ سے حملہ کر رہے ہيں - جرمني ميں تمام کام گھڑي کے پرزوں کي رفتار کي طرح ہو رہے ہيں - ہر شخص بالکل صحيح طور پر جانتا ہے کہ اسے کيا کرنا ہے اور کہاں رہنا ہے - افسروں نے عورتوں کو سپاہيوں کي ٹرينوں کو پتيوں اور پھولوں سے آراستہ کرنے کي اجازت ديدي ہے - اسليے تمام ٹرينيں پھولوں اور سبز و شاداب پتيوں سے ملبوس بني ہوئي جاتي ہيں - اسکے علاوہ ہر سپاہي کي رائفل کے سرے پر ايک پھول لگا ہوتا ہے -

واقعي جرمن عورتيں نہايت ہمت ور ہوتي ہيں - ايسا شاذ و نادر ہوا کہ کسي عورت کا شوہر' بھائي' يا لڑکا رخصت ہو رہا ہو اور ميں نے اسکے منہ سے سسکي کي آواز بھي نکلتے سني ہو - جب انکے عزيز رخصت ہونے لگتے ہيں تو وہ ان سے کہتي ہيں کہ ہم يہ جانتے ہيں کہ " اب ہم اور تم پھر کبھي نہيں مليںگے" مگر تاہم تمکو اپنے آبائي وطن اور قيصر پر قربان ہونے کے ليے ضرور جانا چاہيے -

جرمني ميں تمام ريليں سرکاري ہيں - اس اجتماع کے زمانہ ميں معلوم ہوگيا کہ گذشتہ زمانے ميں فوجي نقل و حرکت کيليے ہر ممکن تياري کي گئي ہے - ميں يہ نہيں کہسکتا کہ يہ صحيح ہے يا غلط مگر بہر حال جسوقت ميں ۲۷ - اگست کو چلا ہوں اسوقت يہ عام طور پر تسليم کيا جاتا تھا کہ ۹ مليں فوج اسوقت مسلح تيار تھي' اور مجموعي تعداد ۱۲ - مليں ہوگي - اسميں ہزارہا فدا کار شامل نہيں جنھوں نے اپنے خدمات پيش کيے ہيں' اور نہ وہ تين مليں اشخاص محسوب ہيں جو اگر ضرورت ہوئي تو اسيران جنگ کي حفاظت کے ليے طلب کيے جائيںگے - برلن ميں حکام يہ کوشش کر رہے ہيں کہ جہاں تک ممکن ہو شہر کي وهي حالت رہے جو عام طور پر ہوتي ہے - کسي ايسي شے کي اجازت نہيں جس سے آبادي ميں شکستہ دلي پيدا ہوتي ہو - حتی کہ جب بعض خاندانوں کو اپنے اعزاء کے ميدان جنگ ميں کام آنے کي خبر معلوم ہوئي اور انہوں نے ماتمي لباس پہننا چاہا تو انکو حکماً ممانعت کي گئي - انہيں يہ نصيحت کي گئي کہ وہ اپنے وطن محبوب کي خاطر ابھي اپنے ماتم کو اختتام جنگ تک ملتوي رکھيں -

اہل جرمني تمام معاملات کے متعلق نہايت سرگرم و مستعد ہيں ' اور لہو و لعب ميں اشتغال و انہماک کو يک قلم موقوف کر ديا ہے - مثلاً کسي گھر ميں پيانو کي آواز نہيں سنائي ديتي - انکا قول ہے کہ يہ جنگ کا زمانہ ہے يہ موسيقي نوازي کا وقت نہيں ہے - تمام تھيٹر اور اوپيرا بند ہيں -

شروع ميں تو دو دن تـک بنکوں اور سيونگ بنکوں ميں روپيہ نکالنے والوں کا بڑا ازدحام رہا' مگر اسکے بعد سے موقوف ہو گيا - بنک اپنے اپنے عام انداز ميں کاروبار کر رہے ہيں - البتہ وہ طلائي سکے نہيں ديتے ہيں - جسوقت ميں چلا ہوں اسوقت تـک ہنگامي نوٹ شائع نہيں ہوے تھے -

جو لوگ محاذ گئے ہوے ہيں واقعي انکے اعزاء مضطرب و پريشان ہيں' مگر حکومت اسکے علاج سے غافل نہيں ہے - ہر مستحفظ سپاہي کي بيوي کو ۹ مارک (ايک جرمن سکہ) اور ہر بچہ کو ۴ مارک ملتے ہيں - بعض خاندانوں کو ٹريڈ يونينوں (تجارتي انجمنوں) سے بھي کچھہ رقم ملتي ہے' جن سے انکے ميدان جنگ ميں جانے والے اعزاء وابستہ تھے -

مسٹر فلپ ايچ - وڈ نامي ايک مشہور امريکن ہيں جو اگست ميں برلن سے لندن آئے ہيں انکا بيان ہے :

برلن ميں زندگي کي وهي معمولي حالت ہے' لندن اور برلن کي زندگي ميں کوئي بڑا فرق نہيں - جنگ سے قبل سامان خور و نوش کي جو قيمتيں تھيں وهي اب بھي ہيں - قہوہ خانے کھلے ہيں اور بينڈ قومي ترانے بجا رہے ہيں - کوئي ايسي پريشاني يا گھبراہٹ کي بات نظر نہيں آتي جس سے معلوم ہو کہ جرمني برسر جنگ ہے - گو ہر طرف سرگرمي و مستعدي اور جوش و خروش پھيلا ہوا ہے - ميں نے ايک شخص کو بھي بھاگتے ہوے نہيں ديکھا - "

جہانتک ہو سکا ميں نے لوگوں سے سامان غذا کے متعلق گفتگو کي' مگر ميں نے کسي ميں پريشاني اور بے چيني محسوس نہيں کي' اور بعض حکام نے تو ان سے يہ بيان کيا کہ اسقدر سامان غذا موجود ہے کہ ۱۸ مہينہ تـک چلسکتا ہے -

برلن ميں عام راے يہ ہے کہ اگر جرمني فتحياب نہ ہوئي تو وہ واپس چلي آئيگي - اہل جرمني کو اطمينان واثق ہے کہ انکي فوج کو کبھي شکست نہيں ہوسکتي' اور اگر انکي فوج کو فرانس سے واپس ہونا پڑا تو اس حالت ميں وہ اپنے ملک کي حفاظت غير محدود وقت تک کرسکتے ہيں -

مسٹر وڈ کہتے ہيں کہ ميں نے دو افسروں سے پوچھا کہ آپ لوگوں نے اپني فوج کي شکست کے امکان پر غور کيا ہے ؟ ان ميں سے ايک بولا کہ " ہاں بيشک ممکن ہے ' مگر ہم اس وقت يہاں نہيں ہونگے اسوقت ۱۷ اور ۵۰ برس کے مابين عمر والے مردوں ميں سے تمام جرمني ميں ۵۰ ہزار آدمي سے زيادہ نہ رہنے ديے جائيںگے - "

ميري راے يہ ہے کہ وساطت کے ذريعہ سے ايک ماہ کے اندر جنگ موقوف ہوسکتي ہے - جب ميں نے ايک جرمن افسر کو اس طرف توجہ دلائي تو اس نے کہا کہ جب تـک ہم پيرس اور سينٹ پيٹرسبرگ پر قبضہ نہ کرليں ' اسوقت تک وساطت کا ذکر فضول ہے - البتہ اسکے بعد ہم آپکا کہنا سنينگے -

مسٹر وڈ کا بيان ہے کہ ميں نے انگلستان کے خلاف سخت بغض محسوس کيا اور کسي کو بھي يہ يقين نہ دلاسکا کہ انگلستان اہل جرمني کے خلاف نہيں بلکہ انکي جنگ پرستي کے خلاف معرکہ آرا ہے - وہ کہتے ہيں کہ اہل جرمني کا يہ خيال ہے کہ انگلستان جرمني کو کچل ڈالنا چاہتا ہے - انکا يہ عزم بالجزم ہے کہ وہ اپنے آپ کو انگلستان کے رحم کے حوالے کرنے کے بدلے آخر وقت تک لڑتے رہينگے - ميں نے اشترا کئين (سوشياسٹس) ميں کسي قسم کا اختلاف نہيں ديکھا - انگريزوں کے ساتھہ عمدہ برتاؤ کيا جا رہا ہے -

الهلال

٢٢ ذوالحجه ١٣٣٢ هجري

هنـدوستـان اور پـرو جرمنـزم !

(٢)

جـو اقتبـاسات پـايـونيـر نے الهـلال کے ديے هيں اول تو يه اقتباسات ايک مضمون کے نهيں - هو مختلف مضمون کے مختلف مقامات سے ليے گئے هيں جنکي وجه سے الکے سابق و لاحق کا ربط ٹوٹ کر مترجم کے هاتهوں ميں بالکل بے بس هوگيا هے ' اور وہ انکو اس ترتيب سے پيش کرتا هے که پڑهنے والے کے سامنے انکي مجموعي شکل خطرناک بن کر نماياں هوتي هے - پهر اصل عبارت کے الفاظ اور ترکيبوں کے ترجمه ميں بهي اپنے مقصد کو پوري هوشياري کے ساتهه پيش نظر رکها هے اور هر اثر پذير ٹکرے کے اندر ايک نئے اثر کو پيدا کرنيکي صريح کوشش کي هے - مثلاً عبارت مقتبسه ميں لفظ ريٹائر منٹ Retirement اور ريٹريٹ Retreat کے واضح فرق کو نظر انداز کرديا هے ' اور جس جگه مضمون ميں محض "خيالات" کا لفظ آيا هے جسکے ليے انگريزي ميں تهوٹس Thoughts هونا چاهيے ' اسکے ليے نهايت بے باکي کے ساتهه "مس کنسپ شنس" Misconceptions (خيالات باطله) کا لفظ استعمال کيا هے ' اور هر شخص اندازہ کرسکتا هے که صرف اسي ايک لفظ سے کسقدر خطرناک تبديلي پيدا هوگئي هے ؟

اسيطرح اس پورے ترجمه کے اندر متعدد مواقع ميں محسوس و واضح تغيرات کيے گئے هيں ' اور پوري کوشش اسميں صرف کي گئي هے که ترجمه کو پڑهنے والوں کي نظر ميں هيبت ناک بنا ديا جاے : يحرفون الکلم عن مواضعه - ليکن انکي اصليت اسوقت تک واضح نهيں هوسکتي جب تک هر هر لفظ اور ترکيب کے متعلق تفصيل سے بحث نه کي جاے ' اور اسکے ساتهه هي ايک صحيح انگريزي ترجمه هم پيش نه کريں - چونکه يه مضمون بهت بڑهگيا هے اسليے هم يهاں صرف اتمام حجة کے طريق سے کام لينگے اور ترجمه کي صحت و عدم صحت کو آينده مستقل طور پر لکهينگے - تاکه وہ هميشه کيليے اس بحث هي پر خطر مسئله کو اردو پريس کيليے واضح کردے -

هم تهوڑي دير کيليے يهاں تسليم کرليتے هيں که يه اقتباسات صحيح هيں - ليکن اسکے بعد معلوم کرنا چاهتے هيں که بصورت صحت بهي وہ کونسي هولناک جرمنيت هے جسکے ليے الهلال اسقدر خطرناک ظاهر کيا گيا هے ؟ ان تمام اقتباسات کا زياده سے زياده خلاصه يه هے که انٹورپ کے لے لينے سے بلجيم ميں جرمني کا کام پورا هوگيا - اسکا پوزيشن اب بلجيم ميں زياده محکم هے - انگريزي بحري مهم کچهه زياده مفيد نه هوئي - اب اسکا اراده انگلش چينل پر دباو ڈالنے کا هے - نيز يه که انگريزي فوج مصلحت شناسي اور عاقبت بيني کيليے قابل تعريف هے - وہ خوب اچهي طرح سمجهتي هے که محض زمين کي چند گز زمين کے ليے لڑنے هي کا نام کاميابي نهيں هے بلکه بعض اوقات ميدان جنگ سے مراجعت پيش قدمي سے زياده قابل تعريف هے - جتني تهوڑي فوج انٹورپ کيليے بهيجي گئي تهي ' اگر وہ مصلحت شناسي سے کام نه ليتي اور بالاخر مراجعت کو ترجيح نه ديتي ' تو يقيناً همارے نقصانات اس سے زياده هوتے جسقدر که بيان کيے گئے هيں -

ليکن هم پوچهتے هيں که انگلستان کے پريس سے ليکر انڈيا کے تمام انگلو انڈين اخبارات تک کون هے جس نے اس کهلي بات کے اظهار کو بهي نا مناسب سمجها هے ' اور اسکے سوا اس موقعه پر اور ليا کها جا سکتا تها ؟ يه وہ نتائج هيں جو خود سرکاري خبروں نے دنيا کو بتلاے هيں اور ايسي بے ضرر حقيقت هے جسکا اظهار بالکل ناگزير هے - کيا پايونير اسکو پسند کريگا که " جرمنزم " کے اتهام سے بچنے کيليے هم حقايق سے ايسا کهلا انکار کريں جو دنيا کيليے تمسخر انگيز هو ؟ هم ايک لمحه کيليے بهي يقين نهيں کر سکتے که هندوستان کي گورنمنٹ واقعات کے اظهار و بحث کو صرف اينگلو انڈين پريس کے ليے جائز رکهتي هو جو هر روز کوئي نه کوئي " پرو جرمن " مضمون شائع کرتے هيں ' اور ايک هندوستاني قلم کيليے جرم سمجهتي هو جو پهونک پهونک کر قدم اوٹهاتے هيں ؟

وہ روح جو اس مضمون کے اندر کام کر رهي هے ' اس واقعه سے غالباً هر شخص کے سامنے آجائيگي که مضمون نگار نے ترجمه کرتے وقت " اسٹيٹسمين " کا حواله بالکل چهوڑ ديا هے جو الهلال ميں ديا گيا تها - کيونکه ايسا کرنے سے " کلکته کا جرمنزم " الهـلال پريس سے معاً " اسٹيٹسمين " کے دفتر ميں منتقل هو جاتا اور يه اسے منظور نهيں هے -

اصلي واقعه يه هے که جنگ کے نتائج پر نظر ڈالتے هوے اسٹيٹسمين کے حوالے سے يه لکها گيا تها که " خواه جنگ کي اصلي حالت کچهه هي کيوں نهو ليکن يه تو ظاهر هے که جسقدر بهي لڑائي هو رهي هے ' جرمني کے اندر نهيں هے اور اسکا افسوس ناک نتيجه هے که اسکے اندروني امن کو ابتک کوئي نقصان نهيں پهونچا هے "

صادق الروايت مضمون نگار نے پورے مضمون کو تو لے ليا مگر " اسٹيٹسمين " کا لفظ بالکل اوڑا ديا - پهر بهي کيا واقعه نگاري کي اخلاقي قوت هے جسکي بنا پر پايونير نے الهـلال کي جاسوسي کيليے اپنے تئيں پيش کيا هے ؟

جو خيالات الهـلال ميں سقوط انٹورپ کے متعلق ظاهر کيے گئے هيں ' آج هميں مجبوراً غير انگريزي داں پبلک کے سامنے ظاهر کرنا پڑتا هے که وہ ان رايوں کے مقابلے ميں کچهه بهي نهيں هيں جو آج انگلستان کا پريس علانيه ظاهر کر رها هے ' اور جسکو ولايت کي ڈاک هر هفته هم تک پهنچاتي هے - چونکه هم پر حمله کيا گيا هے اسليے هميں جواب دينا پڑيگا - هم پايونير کو جو الهلال کے پرو جرمنزم کے ليے اسقدر مضطر هے ' ان بے شمار مضامين پر توجه دلاتے هيں جو پچهلے هفته ولايت کي ڈاک ميں " انٹورپ " کے متعلق آے هيں ' اور دريافت کرتے هيں که کلکته کے ليے پرو جرمنزم کا عنوان موزوں هے يا خود برٹش دار السلطنت کيليے ؟

هم يهاں صرف ايک دو اقتباس دينگے - " مورننگ پوسٹ " لندن کے جو پرچے آخري ميل سے آے هيں ' انميں سقوط انٹورپ پر نهايت تفصيلي بحث کي گئي هے - وہ انگريزي بحري مهم کي ناکامیابي پر انتهائي سخت لفظوں ميں افسوس کرتا هے اور اسکا سارا الزام مسٹر چرچيل کو ديتے هوے لکهتا هے :

" انگريزي بحري فوج اور بحري والنٹيروں کے ذريعه اينٹورپ کے نجات کي کوشش کرنا ايک گرانبها غلطي تهي ' جسکے جواب ده موجوده شهادت کي بنا پر مسٹر چرچيل کو هونا چاهيے -

مختصر سا رساله لکها هے جس میں بتایا هے که اگر موقع پیش آے تو جزمني ممالک متحده امریکه کے ساتهه کیا کریگا -

ان علامات کے متعلق یه کہا جا سکتا هے که یه درحقیقت ایک شیخي سے پهولے هوے قومي غرور کے مظاهر میں جو شیخي میں پهولکر اس فیصله تک پہنچگیا هے که جرمنی کي فتح یقیني هے اس لیے انکے حریفوں کا غافل یا خبردار رهنا دونوں برابر هیں -

(جنگ کا پروگرام)

" اسوقت درحقیقت برن هارڈي کے پروگرام پر عمل هو رها هے اس پروگرام میں یه تجویز کیا گیا تها که حمله کا سارا بار فرانس پر ڈالا جاے اور روس کو اپنے سست رفتار فوجي اجتماع میں روک لیا جاے - اسکے بعد پیرس سے فاتح فوجیں بیشمار ٹرینوں میں بجلي کي طرح مغربي خط جنگ سے مشرقي خط جنگ پر بهیجدي جائیں -

" پہلے انگلستان کو بہلایا جاے اور جب اسکي قسمت کے فیصله کا وقت آ جاے تو پهر اسکا بیڑا زیر آب کشتیوں ' تارپیڈو کشتیوں ' بحري سرنگوں سے تراشا جاے اور جب تعداد برابر هوجاے تو " ولهیلم شیوین " کے قلعوں سے جرمن بیڑا نکلکے سمندر کے فتح کرنے کے لیے حمله کردے -

(انگلستان کے لیے بري گهڑیاں)

خواه واقعات کي رفتار کتني هي همارے موافق هو' مگر امید نہیں که هم چند بري گهڑیوں سے بچکر نکل جاسکیں - جرمن ایک بڑي اور بهادر قوم هے وه اپني تاریخ جنگجوئي میں عمده کارنامے رکهتي هے - وه حلیفوں پر اپنے دیرپا نشان چهوڑے بغیر نہیں مٹیگي - همیں افتتاحي کامیابیوں کو بہت زیاده اهمیت نه دینا چاهیے اور یه نه سمجهنا چاهیے که حالات همارا ساتهه ضرور دینگے - خشکي اور تري دونوں میں وسیع کوششیں اور مایوسیاں همارا انتظار کر رهي هیں - مگر اس میں زیاده دیر نه هوگي جیسا که مجهے معلوم هوتا هے اسمیں زیاده دیر هونا نا ممکن هے - زمانه کا عجلت پسند مزاج سست تدابیر کو برداشت نہیں کرسکتا ' اور نه جرمني مالي کشش کو غیر محدود زمانه تک برداشت کر سکتي هے -

پیشینگوئي کسقدر خطرناک هے ! چاهے بعینه یهي الفاظ میرا مضحکه اڑانے کو واپس آئیں مگر میں خود نہیں سمجهسکتا که یه جنگ ۶ ماه سے کم میں کیونکر ختم هو سکتي هے یا ۱۲ ماه سے زائد عرصه تک کیسے جاري رهسکتي هے -

(جرمني کي ایک ڈپلومیٹک غلطی)

یه کہنا تو بہت زیاده هے که جرمني کے ڈپلومیٹک حالات جسقدر بوسیده هیں اگر کہیں اسکے جنگي حالات بهي ایسے هي هوتے تو وه زیاده عرصه تک زنده نه رهسکتي - البته اسکے یہاں ڈپلومیٹک ناقابلیت کے بعض ایسے درجے ضرور رهیں جو اس حد سے کم درجه هیں - اس حد تک ناقابلیت یقیني هے - کم از کم ان میں مناقشه کي گنجایش تو نہیں - " ریل پولٹیک " " ویلٹ پولٹیک " وغیره کے مجنونانه علم سے جرمن کو کیا حاصل هوا ؟ اطالیا کے ساتهه اتحاد کي بندش اس قدر ڈهیلي که اتحاد بیکار ' آسٹریا کے ساتهه بحر میڈیٹرین کے متعلق اسقدر وسیع مفاهمت که یه مفاهمت جرمن کروزروں کے لیے بیکار ثابت هونے کے بعد بهي سرویا ' مانٹي نیگرو ' اور بلجیم کو جرمني کے خلاف میدان جنگ میں کهینچ لائي - انگلستان کے ساتهه وه برتاؤ کیا جس نے همارے تمام طبقوں کو اس طرح متحد کردیا که آپ اگر کوئي جماعت اس سے اختلاف کرے تو اس کے پیر کے نیچے سے زمین نکلجاے' اور اس طرح اسکے سقوط و افتاد کا سامان هوجاے - کیا اس سے زیاده بڑا کوئي خلط ملط هوا هے ؟ کیا کوئي ایسا نقطه هے جسکا انتظام اس سے زیاده بري طرح کیا گیا هو ؟ اور هاں اسکے نتیجهٔ ثاني کے طور پر وه عام بے اعتمادي و ناراضي جو ناطرفدار ممالک میں پیدا هوئي هے وه خود ایک مکمل شے هے -

(جرمن سپاهي)

جرمن سپاهي ویسا هي اچها ثابت هوگا جیسا که وه همیشه تها' وه ویسا هي بهادر ثابت هوگا جیسا که وه همیشه تها ' اسمیں مجهے ذرا شک نہیں - مگر وه ویسا هي جفاکش ثابت هوگا جیسا که وه همیشه تها ' اسکي کم امید هے - کیونکه اس آبائي سر زمین کي آبادي کا بڑا حصه کهیتوں سے نکل کے کارخانوں میں چلا گیا هے' اور نیز عیش و آرام کا معیار بہت بڑهگیا هے -

ولیم کے عهد کا ایک ویسٹفلین دستکار فریڈرک کے زمانے کے برینڈ نبرگ کے کاشتکار سے بالکل مختلف شے هے - بعینه اسیطرح جسطرح که سنه ۱۹۱۴ ع کا تهوڑے عهد خدمت والا سپاهي سنه ۱۸۵۰ ع کے دس ساله خدمت والے سپاهي سے بالکل جداگانه شے هے - مجهے توقع هے که جرمن همیشه کي طرح عمده ثابت هونگے' مگر اپنے همسایوں سے بہتر نہیں - لیکن انکے نقطه نظر سے جنگ کا عمده نتیجه تمامتر اس پر موقوف هے که وه بہتر ثابت هوں انہیں صرف فتح هي کرنا نہیں بلکه جلد فتح کرنا هے -

(قیصر کي مشینیں)

" ایک قابل ذکر شے اسکا (قیصر کا) فوجي نظام هے' جس پر بڑي شیخي ماري جاتي هے - میرے ایک امریکن دوست نے جسے راے قائم کرنے کا موقع ملا تها یه کہا که " هاں بیشک وه ایک بڑي اور سبکرو مشین هے جو نہایت نزاکت کے ساتهه جوڑي گئي هے - اگر ایک پہیا بهي اٹک گیا تو تمام مشینوں کي طرح وه بهي فوراً ٹکڑے ٹکڑے هو جائیگي "

ایک پہیا لیج میں اٹک گیا اور دوسرا بهي زیاده عرصه گزرنے سے قبل اٹکیگا تاریخ کے سبق بہت ملحوس هیں - جینا اور آرٹیکٹ کے پروشین فریڈرک کي روایتوں کے فخر میں پهولے نہیں سماتے تهے' مگر ایک دن میں انکي شکست اسقدر شدید اور انکي رخنه بندي کي طاقت اسقدر کم تهي که انکا شیرازه بالکل برهم هوگیا ' اور انکا وطن ۷ سال تک یورپ کي سیاست میں اثر فرما نه رها - وه همیشه بڑے فاتح هوے هیں' مگر مصیبت و شکست میں وه بڑے نہیں رهے - اب دیکهنا هے که اس جنگ میں انکي کیا حالت هوتي هے -

تحت البحر کے زمین خطہ کا ایک منظر جسمیں لوگ سیڑھیوں پر چڑھ رہے ہیں

بیٹل کروزر "کوئین میری" جسکا وزن ۲۶۰۰۰ طاقت ۷۰۰۰۰ اسپ طول ۷۲۵ فیٹ اور رفتار ۲۷ ناٹ فی گھنٹہ ہے

ایک جنگی جہاز کا نقشہ

جب یہ واضح ہوگیا تھا کہ جرمني کا مقابلہ پوري طرح نہیں ہو سکتا تو اوسوقت بلجئین فوج کے لیے مناسب طریقہ تو یہ تھا کہ وہ ایک پوزیشن سے ہٹکے دوسرے، محفوظ تر پوزیشن میں چلي آتي - صرف ایک صورت جو بد ترین صورت تھي ' یہ تھي کہ دول متحدہ ایک قوي نجات دینے والي فوج قلعوں میں بھیج دیتي ' جو ہر طرح کے حملوں کے بارجود قلعوں کو اپنے ہاتھہ میں رکھتي ' اور اسکے ہمراہ مدد کے لیے کافي طور پر بڑي توپیں ہوتیں - مگر یہ بدترین صورت بھي اختیار نہیں کي گئي؛ بلکہ آخري وقت میں ایک ناکام تر اسکیم تیار کي گئي -

انگریزي فوج کي روانگي نے بلجئین فوج کو چھڑایا نہیں بلکہ اسکے برعکس اتني دیر لگادي کہ بلجئین فوج کے لیے رہائي اور زیادہ مشکل اور خطرناک ہوگئي

ہمارے پاس اس خوف کے اسباب ہیں کہ انگریزي فوج کے جسقدر نقصانات تسلیم کرنے کے لیے امارت بحریہ تیار ہے ' اس سے کہیں زیادہ سنگین نقصانات ہوے ہیں -

انگریزي فوج نے دوسرے فریق (جرمني) کو اسقدر نقصان نہیں پہنچایا جسقدر کہ خود اسکا نقصان ہوا ہے "

پھر وہ (مورننگ پوسٹ) انگریزي اسکیم کي انتظامي حالت کے متعلق لکھتا ہے :

" جو فوج مسٹر چرچیل نے تیار کرکے بھیجي تھي اس میں بہت سے ایسے والنٹیر تھے جنھوں نے صرف ایک ہفتہ فوجي تعلیم حاصل کي تھي - حالانکہ ٹیریٹوریل فوج اسوقت موجود تھي جو کئي ماہ سے تعلیم حاصل کر رہي ہے -

گورنمنٹ کو چاہیے کہ اپنے جلد باز رفیقوں پر ایک سخت ہاتھہ رکھے -

مسٹر چرچیل کي بعض خصوصیات نے انکي موجودہ پوزیشن کو فوج کے لیے مجسم خطرہ اور اضطراب بنا دیا ہے "

ایک اور موقعہ پر کیسے ہولناک اور دہشت انگیز " پرو جرمن " لہجے میں اس نے انگریزي امیرالبحر کے ساتھہ مضحکہ انگیز جرات کي ہے

" مسٹر چرچیل نے یہ فقرہ کہا تھا کہ جرمن چوہوں کي طرح بلوں سے نکالے جائینگے - لیکن یہ یا تو محض فخاري تھي یا اپني آیندہ فوجي اور بحري کارروائیوں پر روشني ڈالنا مقصود تھا - اگر فخاري تھي تو وہ انگریزي وزیر کے لیے شایان شان نہیں - اور اگر دوسري صورت تھي تو سوال یہ ہے کہ اسقدر اہم رازکیوں افشاء کیا گیا ؟ "

پچھلي ڈاک ایسي ہي بیانات سے لبریز ہے - مقامي معاصر اسٹیسمین نے گذشتہ اشاعت میں میـــل کي مراسلات جو شائع کي ہیں ' ان میں انگریزي مہم مرسلۂ انٹورپ کے متعلق اقلاً حسب ذیل بیانات " پروجرمنزم " کے مطالعہ کرنے والوں کیلیے دلچسپ ہونگے :

" جو فوج بھیجي گئي تھي ' اسمیں آخري نام والنٹیر فوج کا تھا جو صرف چھہ ہفتے کي ترتیب دادہ تھي - سپاہیوں کے پاس کوٹ اور اوورکوٹ تک نہ تے "

پھر وہ لکھتا ہے :

" اخر میں ایک جہنمي آگ نے برداشتہ کرنے ہي کا سوال انکے لیے رہگیا تھا "

ہماري مجبوري کیسي درد انگیز ہے ؟ ایک طرف ہماري بے ضرر بیاني اورکم گوئي پر معاندانہ حملہ کیا جاتا ہے - دوسري طرف ہمیں ملک کا امن اور دلجمعي بھي عزیز ہے - اسلیے ہم توازن اور تقابل کیلیے پوري طرح اس سامان سے بھي کام نہیں لے سکتے جو خود انگریزي بیانات ہمارے لیے مہیا کرتے رہتے ہیں -

بنـگالـي اور پایـونیـــر

مقامي روزانہ معاصر " بنگالي " اپنے ۸ - نومبر کي اشاعت میں ہماري انگریزي مراسلت کو شائع کرتے ہوے حسب ذیل خیالات ظاہر کرتا ہے :

جو تصدیق شدہ مجرم ہوتا ہے ہمیشہ وہي فرضي مجرم پر اولین پتھر پھینکنے کے لیے آگے بڑھتا ہے - اسلیے ہمیں اس امر کے علم پر ذرا بھي تعجب نہیں ہوا کہ " پایونیر " نے اپنا ایک دو کالم کا مقالہ افتتاحیہ کلکتہ کے اردو ہفتہ وار الہلال کے نام بنام جرمنزم کے افشاء کے لیے نذر کر دیا ہے -

جب سے یورپ کي یہ جنگ عظیم چھڑي ہے تو اسي وقت ہمکو یہ تعجب ہوا تھا کہ ہندوستان میں آوفشیلزم کي طرف سے بولنے والي جماعت کا یہ سرخیل کیسے خوشي خوشي اس جرم کا ارتکاب کر رہا ہے جسکو آج وہ اسقدر زور کے ساتھہ برا کہہ رہا ہے - ایک دن اس نے ہم سے کہا کہ متحدہ فوجوں کا شروع ہي سے مدافعانہ پہلو اختیار کرنا بجز اعتراف ضعف کے اور کچھہ نہیں - دوسرے دن یہ اشتہار دیا گیا کہ چیني دریاؤں میں جرمني کا چھوٹا سا ۲ کروزروں کا اسکواڈرن حلیفوں کے ۴۸ کو اچھا خاصہ پریشان کر سکتا ہے - تیسرے دن ہمکو اسکے کالموں میں جرمني کے ۴۲ سنٹیمٹر کي توپوں کے استعمال پر تعجب و تحیر نظر آیا - کیا یہ باتیں پروجرمنزم نہیں ؟ بہتر ہوتا کہ پوانیر دوسروں کے آنکھوں سے تنکا نکالنے میں مشغول ہونے کے بدلے اپني آنکھوں کا شہتیر نکالنے میں مصروف ہوتا - ہم اردو تحریروں کے محاسن کے متعلق اظہار راے کے قابل نہیں - مگر ایڈیٹر الہـــلال نے جو مراسلت ہمارے پاس بھیجي ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحریر محکمہ احتساب نے مناسب غور کے بعد پاس کي ہیں ' " پوانیر " نے انکا ترجمہ صحیح نہیں کیا ہے اور یہ کہ وہ جب صحیح سیاق و سباق کے ساتھہ پڑھي جاتي ہیں تو اسدرجہ ہیبت ناک نہیں معلوم ہوتیں ' جیسا کہ پوانیر کے کالموں میں نظر آتي ہیں -

ایڈیٹر الہـــلال اپني مراسلت میں لکھتے ہیں کہ جس معاملہ میں میري تردید کي گئي ہے اس میں آواز زیادہ تر انگلو انڈین پریس کي صداے بازگشت ہے - اور پوانیر نے میرے ساتھہ صریح ظلم کیا ہے کہ زیر تنقید پیسج سے " اسٹیٹسمین " کي راے حذف کردي ہے ' جو تائید کے لیے نقل کي گئي تھي - ایڈیٹر الہـــلال کا ارادہ ہے کہ وہ اپنے پرچہ کي آیندہ اشاعت میں گورنمنٹ اور قوم کے سامنے اس امر کو واضح کردینگے اگر وہ " پرو جرمن " ہیں تو " ٹائمز آف انڈیا " " اسٹیٹسمین " اور خود " پوانیر " کي سي ممتاز پرو جرمن جماعت میں سے ہیں -

تاہم جنگ کي خبروں کي اشاعت اور تنقید میں اپني رہنمائي کے لیے انگلو انڈین پریس کو سامنے رکھنا ہمارے محفوظ طریقہ نہیں - مثلاً " اسٹیٹسمین " نے اپني گذشتہ جمعہ کي اشاعت میں ہمارے خواندہ اور نا خواندہ طبقہ کے افواہوں کے نکل جانے پر لیکچر دیتے ہوے خود ہي آسٹریلین اخبارات سے خبروں کے دو کالم شائع کیے ہیں ' جنسے بیچیني پیدا ہوتي ہے - اس بے تمیزي کا یہ نتیجہ ہوا کہ شام کو ایک ہزار استفسارات نے ہمیں پریشان کر دیا - انگلو انڈین پریس کو اختیار ہے جو چاہے کرے - مگر ہم ہندوستاني پبلک سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ خبروں کے انتخاب میں انتہائي عاقبت اندیشي سے کام لیں - انگلو انڈین پریس کي پیروي سے ہم خود بعض غلطیوں میں مبتلا ہوچکے ہیں ' اور یہ بالکل ممکن ہے کہ الہلال کو بھي اس قسم کي نا واقفیت کي وجہ سے بیعزتي سے دو چار کرایا جارہا ہو

جنرل ڈرارپ ابن جو سر کرپرسن کي وفات کے بعد انکي جگه پر انگريزي مهم کے دوسرے دسته پر کمان کر رہے هيں

فواکہات سے بهري هوئي گاڑياں جو جرمن قيديوں کے ليے جا رهي هيں

ڈارچسٹر کے قيد خانه کا ايک منظر خارجي جسميں ايک سنتري کهڑا پهرا دے رها ہے

حـــادثـــہ فاجعـــہ علـــمیـــہ

وفاتِ مـــولانـــا شبلـــي نعمـــانـــي

و ما کان شبلي هلکہ هلك واحـد
و لـکـنـہ بنیان علـم تهـد مـا

فقید العلم مولانـا شبلي نعماني رحمـہ اللہ تعالی

نہایت رنج و افسوس کے ساتھہ شمس العلماء مولانا شبلي نعماني کے وفات کی خبر درج کي جاتي ہے
اس ماتم کیلیے صرف یہ مرقع رنج و غم کافي نہیں کہ اسکے لیے تو الهلال کا ایک پورا نمبر بهی
کافي نہ ہوتا ؛ لیکن اسوقت تو یہ رونا ہے کہ ہم دل کهول کر اس شہید علم کا ماتم
بهي نہیں کرسکتے ' اسلیے اپني خوں نابہ فشانیوں کو دوسري فرصت
کیلیے ملتوي رکهتے ہیں - درد رسیدوں کے ماتم کیلیے
کوئي وقت محدود نہیں ہے ' آبلۂ دل ہر وقت
پهوٹ بہنے کیلیے تیار رہتا ہے - نشتر غم کي
کهٹک چاہیے ' اور وہ اس حادثہ
فاجعہ علمیہ کی بدولت دل
میں ہر وقت موجود
رہیگی -

سر زمین فرانس میں هندوستانی فوج - کیمپ کا ایک منظر عمومی

نیو مرکنٹائل کمپنی کے ملازمین اور افسروں سے کلکتہ فرسٹ والنٹیر کور مرکب ہے

سینٹ جوزف اسکول کے نوجوان طلبہ جو اس کمسنی میں خوش اور آگ کے
کھیل کے لیے والنٹیروں میں داخل هوئے هیں

نیو مرکنٹائل کمپنی کے والنٹیر کاندھوں پر بندوقیں رکھے هوئے کوچ کر رہے هیں

اسلامي مقدس مقامات کي مدافعت کے لیے مستعد هیں اور انکے قیام کے لیے حمله آوروں سے جنگ آزما هونگے - مگر سلطنت عثمانیه نے خود کشي کرلي هے اور " اپني قبر اپنے هاتهه سے کهودي هے " -

۱۳ - نومبر کو لندن کا ایک تار موصول هوا هے جسمیں یه بیان کیا گیا هے که پیٹرو گریسک کے ایک یه سرکاري اطلاع نامه میں یه دعوی کیا گیا هے که مقام کپریکم کے معاذ میں ایک خونریز جنگ هوئي - عثماني فوج پسپا کردي گئي جو جرمن افسروں کے زیر کمان هماري فوج کے بازو کو گهیر لینے کي کوشش کررهي تهي - تمام مفتوحه مقامات نهایت مستحکم اور مضبوط هیں -

۱۴ - نومبر کو دارالامراء کا جو اجلاس هوا هے اس میں لارڈ کریوؔ نے دولت عثمانیه کا ذکر کرتے هوے کہا که " اسلام کے ساتهه هماري جنگ نهیں هے - دولت عثمانیه کي قسمت میں خواه جو کچهه هو مگر اسلام باقي رهے گا - اسلامي تاریخ و مذهب کا تعلق ترکوں کے ساتهه نهیں هے بلکه عربوں کے ساتهه هے - ترکي کے ساتهه جنگ هماري خواهش کے بالکل خلاف هوئي هے اور مسلمانوں نے اپني وفاداري اطاعت اور امداد کے ثبوت کیلیے جس عجلت سے کام لیا هے اسکو هم نهایت هی تشکر اور قدر کي نگاه سے دیکهتے هیں -

۱۷ نومبر کی خبروں کا مفاد یه هے که ارض روم کی قلعه بندي هورهي هے - نیوفري پریس کا بیان هے که دولت عثمانیه نے اطالیا کے خیال سے مصر پر حملے کا اراده فسخ کر دیا هے -

روس نے سرکاري طور پر اپني فوج کي مراجعت تسلیم کي هے اور اسکي وجه یه بتائي هے که عثماني فوج کو کوپکاؤ ' ارض روم ' اور ایلي انگ سے قوي کمک پہنچگئي هے - عثماني فوج نے دره خاینسر پر قابض هونے کي کوشش کی مگر وه ناکام رهي -

هفته جنگ

یه هفته بهي گزر گیا مگر جنگ نے هنوز کوئي فیصله کن صورت نهیں اختیار کي - ۱۲ - نومبر کو پیرس کا جو سرکاري اطلاعنامه موصول هوا هے اس کا بیان هے که کهرے کي وجه سے جنگ میں جو کسي قدر دقتیں پیدا هوگئي هیں انکا کوئي عمده انسداد یا اصلاح نهیں هوئي هے -

هم " لانس اور لینگ مارک " کے مقامات پر پوري طرح جمے هوے هیں - هم نے " ڈکسمیو " اور " لینگ مارک " کے درمیان میں هم نے قابل تعریف ترقي کي هے -

۱۱ نومبر کو وزیر هند نے وائسراے کو جو تار بهیجا هے اس میں وه لکهتے هیں . که مغربي جنگگاهوں سے خبریں حسب خواه آرهي هیں - بلجیم ' اور شمال فرانس میں حلیفوں نے خوفناک حملوں کو روکدیا هے اور جارحانه اقدام کي تجدید کردي هے - وه متعدد مقامات کیطرف بڑهے هیں خصوصاً شمال " میسینس " میں جو " ایپرس " کے نزدیک واقع هے - ارمنیٹریز کے نواح میں بهي انگریزي سپاهیوں نے خفیف ترقي کي هے - " لابیسي " اور " اراس " کے نواح میں بهی دشمن کا حمله پسپا کردیا گیا -

۱۳ نومبر کو جو پیرس کا سرکاري اطلاعنامه آیا هے اس سے معلوم هوتا هے که گذشته چند دن میں " لابیسي " اور ویرسه کے مابین جو فتوحات هوے هیں انکے استحکام کا کماحقه انتظام کردیا گیا هے - اسکے علاوه یه امر بهي قابل ذکر هے که هم (فرانسیسیوں) نے " مقام لورلي کے " معاذ میں ترقي کي هے جو " ریمس " " لاوي اور پیک " کے درمیان میں واقع هے ' اور دشمن کے وه حملے پسپا کردیے هیں جو " کرلکسے - سینٹي میرالین " کي شمالي بلندیوں اور " تهان " کے جنوب مشرق میں هوے تهے - " بحر شمال " اور ارمنیٹریز کے جنگ میں حمله آور فوجوں کا جارحانه اقدام ترقي پذیر هے - کل سارا دن دشمن کے حملوں کو پسپا کرنے میں گذرا اور یه دن همارے اس کارنامے کی وجه سے همیشه مشهور رهے گا - هم نے دشمن کو " ایپرس " کے جنوب میں پسپا کیا - فرانسیسیوں نے " ایپرس " " برشوٹ " اور " ارمنٹریز " کے درمیان میں ترقي کي هے - اور انگریزي فوجوں نے جرمن فوج کے دو حملوں کو پسپا کردیا هے -

پیرس کا ایک سرکاري بیان مظهر هے که شمال کي طرف نهایت سخت جنگ هو رهي هے - میدان جنگ کے بقیه حصوں پر کوئي اهم واقعه قابل ذکر نهیں هوا هے -

ایک دوسرے تار میں یه بیان کیا گیا هے که کل سے همارے مینسو پسر " نیورٹ " اور " لانس " کے مابین سخت جنگ شروع هوگئي هے -

باوجودیکه همارے جنگي مقامات پر دشمن کے سخت حملے هوے هیں مگر انکے استحکام علم میں کوئي فرق نهیں آیا هے - هم نے " لمبرڈالز " پر دوباره قبضه کرلیا هے - اور اس نقطے سے آگے بڑه گئے هیں -

غروب آفتاب کے وقت جرمن " ڈکسمیو " کرلے لینے میں کامیاب هوگئے - نواح شهر کي زمینوں پر هم ابتک قابض هیں اور ابهي تک نهر بهي همارے زیر اثر هے جو " نیورٹ اور ایپرس " کے مابین واقع هے - یه وه مقامات هیں جهاں پر نهایت هي جانبازانه معرکے هوے هیں -

گو متعدد مقامات پر انگریزي فوج نے بهي حمله کیا مگر تاهم عموما اس نے هر جگهه دشمن کو روکے رکها - شمال " سوآسنس " او ر

الهلال پریس کے ضمانت کي ضبطي

بنگال گورنمنٹ نے ۱۶ - نومبر سنه ۱۹۱۴ع کو الهلال پریس کي دو هزار کي پهلي ضمانت ضبط کرلي ' اور الهلال کے دو نمبر مورخه ۱۴ و ۲۱ - اکتوبر سنه ۱۹۱۴ع بهي جو کبل نمبر کي صورت میں ایک ساتهه شائع هوے تهے ' ضبطي میں آے ' بنگال گورنمنٹ نے جن مضامین کو قابل اعتراض قرار دیا هے وه " حدیث الجنود " اور " سقوط انٹورپ " هیں - ایک بلجین تصویر بهي قابل اعتراض قرار دي گئي هے جسکے نیچے قرآن حکیم کي یه آیت درج هے:

و ما ظلمهم الله و لکن کانوا انفسهم یظلمون -

سوء اتفاق سے مولانا اسوقت دورے میں تهے اور ان کي عدم موجودگي میں ضبطي و خانه تلاشي کا وارنٹ آیا - دفتر کي طرف سے انکو اس واقعه کی اطلاع دیگئي تو انهوں نے بذریعه تار کے هدایت فرمائي که " جو نمبر چهپ رها هے اسکو فوراً شائع کردو اور ایک مختصر نوٹ میں ضبطي کي اطلاع کے ساتهه یه اعلان کردو که هم اپني ذات سے آخر وقت تک " الهلال " کو جاري رکهنا چاهتے هیں اور انشاء الله العزیز رکهینگے - اسلیے هم حسب هدایت اس پرچه کو شائع کردیتے هیں ' اور " الهلال " کي آینده زندگي کي قارئین کرام کو کامل توقع دلاتے هیں - و من یقنط من رحمة ربه الا الضالون (۵۶ : ۱۵)

[سب ایڈیٹر]

شئون اسلامیہ

اس جنگ عظیم میں دولت عثمانیہ کي شرکت کو آج دو ہفتہ سے زاید ہوچکے ہیں - گذشتہ اشاعت میں ہم نے دولت عثمانیہ کي شرکت پر ایک اصولي و اساسي بحث کي تھي جو با اینہمہ سعي اختصار و ایجاز اسقدر طول ہوگئي کہ " شئون اسلامیہ " میں وقایع و اخبار کیلیے گنجایش نہ رہی - اسلیے اس ہفتہ میں ہمارا یہ ارادہ تھا کہ بالکل ابتداء سے شروع کریں تاکہ تمام حالات قلمبند ہوجائیں اور اس سلسلہ کی تمام کڑیاں قارئین الہلال کے پیش نظر رہسکیں - چنانچہ گذشتہ تین ہفتوں کے تمام واقعات ایک ترتیب خاص کے ساتھہ کمپوز کرالیے گئے تھے مگر عین وقت پر شمس العلماء مولانا شبلي مرحوم اور الہلال پریس کي ضمانت کے دو اندوہ ناک سانحے پیش آگئے - جنکا اس نمبر میں تـذکرہ ناگزیر تھا اور حسب قاعدہ آخرین فارم کے علاوہ اور تمام فارم چھپ چکے تھے اسلیے بجز اسکے اور کوئي صورت نہ تھي کہ اسي فارم میں گنجایش نکالي جاتي -

پس بمجبوري سلسلہ وار حالات سے دست کش ہونا پڑا اور اس پوري داستان کا صرف وہ حصہ لے لیا گیا جسکا ذکر اس ہفتہ کے تاروں میں آیا ہے -

۱۱ نومبر کے تاروں کا ماحصل یہ ہے کہ لندن کا ایک تار مورخہ ۹ نومبر مظہر ہے کہ بلغاریا کے وزیر اعظم - پیکو جیوف نے تالمس کے ایک قائم مقام سے یہ بیان کیا ہے کہ دولت عثمانیہ اور بلغاریا میں کوئي مفاہمت خصوصاً ایسي جسکا تعلق عثماني فوج کے تھریس سے گزرنے سے نہیں ہوئي -

لندن کے مورخہ ۹ نومبر کے ایک دوسرے تار میں یہ اطلاع دیگئي ہے کہ " مدللي (بریسلا) " کي طرح کے ایک کروزر نے بحرہ کوہ قاف کے " پوٹي " نام مقام پر گولہ باري کي جسے روسي فوج کے توپوں اور بلندوقوں کي آتشباري سے بھگا دیا - اسي تاریخ کے ایک دوسرے تار میں یہ اطلاع دي گئي ہے کہ ترکوں نے جدہ کي تمام روشنیوں کو گل کر دیا ہے -

۱۱ نومبر کو وزیر ہند نے جو تار والسراے کو دیا ہے اس میں وہ لکھتے ہیں کہ پرنس صباح الدین نے " جو عثماني حزب الحرار کے باني ہیں " سلطان المعظم کو یہ تار دیا ہے کہ جرمني کے حمایت میں آپ کے تلوار اٹھانے سے آپ کي وفادار رعایا میں بدلي پھیلي ہوئي ہے - آپ کي رعایا کے دل اتحادیوں کے ہاتھہ میں نہیں ہیں -

۱۲ نومبر کے تاروں میں ایک طویل تار ۷۷ صفحہ کے " وہائٹ پیپر " کے متعلق ہے - اس تار کا بیان ہے کہ وہائٹ پیپر میں ایسے گونہ گوں واقعات بیان کیے گئے ہیں جن سے جرمني کي مسلمانوں میں انگریزوں کے خلاف خیالات کي اشاعت اور عثماني و جرمن اشتعال انگیزوں اور سازشوں کا سراغ ملتا ہے - عثماني وزیر اعظم نے انگریزي سفیر مقیم قسطنطنیہ کو بارہا یقین دلایا کہ دولت عثمانیہ ناطرفدار رہیگي اور اپنے بیڑے پر جرمن عملہ مقرر نہیں کریگي لیکن مراسلات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انور پاشا کا (جو جرمن کے زیر اثر ہیں) اقتدار دن بدن بڑھتا گیا یہانتک کہ وسط اکتوبر میں انہیں کامل اختیارات حاصل ہوگئے - بہرکیف آخر اکتوبر میں عثماني حکومت کے ارکان نے باستثناے انور پاشا جنگ سے علحدہ رہنے کي کوشش کي -

مراسلات سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر ستمبر میں جرمني کي شازشونکي وجہہ سے دولت عثمانیہ میں بے اطمینانی پھیلنے لگي - ۴ - ستمبر کو سفیر انگلستان نے وزیر داخلہ سے ملاقات کي اور کہا کہ دولت عثمانیہ کا جنگ میں شریک ہونا نہایت پرخطر ہے انور پاشا کے دل میں ہندوستاني اور مصري بغاوتوں کے متعلق جو خیال جاگزیں ہے وہ محض مضحکہ انگیز ہے - وزیر داخلہ نے کہا کہ دولت عثمانیہ انگلستان کو دو جنگي جہاز قیمتاً دینے کیلیے تیار ہے کیونکہ اسے روپیہ کي اشد ضرورت ہے -

وہائٹ پیپر جرمني کي ان خفیہ شازشوں کے تذکروں سے مملو ہے جو اس نے بلاد اسلامیہ خصوصاً مصر میں کي ہیں -
عثماني وزیر اعظم نے اسکا اقرار کیا کہ اسٹریا اور جرمني نے ان شازشوں میں شریک ہونیکے لیے ہم پر دباؤ ڈالا مگر ہمنے انکار کر دیا -

انگریزي سفیر مقیم قسطنطنیہ کا بیان ہے کہ دولت عثمانیہ مفلس ہو رہي ہے اسکے شریک جنگ ہونیکي کوئي وجہہ نہیں مگر تاہم ہمیں شک ہے کہ جرمني اسے اپنے ہاتھہ میں لیلیگي -

اسي تاریخ کو مسٹر اسکویتھہ کي اس تقریر کا اقتباس بھی موصول ہوا ہے جو انہوں نے گلڈ ہال میں کي ہے - اس تقریر میں انہوں نے کہا کہ " کھلے ہوے روسي بندرگاہ پر ناجایز گولہ باري اور مصري مقبوضات میں ناجایز حملے جاري رہے حلیفوں نے اسکو نہایت ضبط و تحمل اور صبر و استقلال کے ساتھہ دیکھا لیکن جب پاني سر سے گذر گیا تو ہم اس منطقیانہ نتیجہ کے نکالنے پر مجبور ہوے کہ دولت عثمانیہ ہم سے علانیہ دشمني رکھتي ہے - یہ عثماني پبلک نہیں یہ حکومت عثمانیہ ہے جس نے تلوار اٹھائي ہے اور میں اس امر کے اظہار میں ذرا بھي پس و پیش نہیں کرتا کہ عثماني حکومت تلوار ہي سے تباہ ہوگي - سلطنت عثمانیہ کے لیے " ہم نے نہیں " بلکہ اسي نے خود ساز موت (ڈیتھہ نل) بجایا ہے یہ ساز موت نہ صرف یورپین ترکي کے لیے بجا ہے بلکہ اس میں ایشیائي ترکي بھي شریک ہے - مجھے امید ہے اور مجھے اسکا یقین ہے کہ عثماني حکومت " جو زمانہ قدیم میں شاداب ترین قطعات ارض کیلیے صاعقہ ہلاکت بني ہے مع اپنے آلات بربادي اور سامان تباہي کے نیست و نابود ہو جائیگي " -

" سلطان (المعظم) کي مسلم رعایا سے ہماري کوئي جنگ نہیں ہے - ہمارے ملک معظم کے زیر حکومت لاکھوں مطیع اور فرماں بردار مسلمان رہتے ہیں اور یہ ہملوگوں سے بعید ہے کہ انکے مقدس مقامات اور انکے مذہب کے خلاف اعلان جہاد کریں - ہملوگ

اصلی لاثانی مکمل مجموعۂ خطب حرمین شریفین ابن نباته
عربی مع ترجمۂ نظم اُردو طبع ہوچکا
مترجمۂ

عالم باعمل۔ فاضل بے بدل رئیس العارفین حضرت مولائی مرشدی سیدالسند مولوی سید شاہ فقیر محی الدین صاحب قبلہ قادری چشتی المتخلص بہ مقبل۔ معزز ناظرین! یہ وہ مقبول خاص و عام مشہور خطبۂ متبرکہ ہے جس سے اکثر مولفین و مترجمین خطب نے بعض خطبونکا انتخاب کرکے اُردو نظم فرمایا ہے - آجتک کسی کو بھی پورے نظم ترجمہ کی طرف خیال نہ ہوا - ہندوستانکے چند اہل مطابع نے البتہ اُسکو نثر میں ترجمہ کرواکے چھاپا مگر نثر سے خطیب و سامعین کو کوئی فائدہ نہیں۔ فی زماننا عوام الناس زبان عربی سے بالکل بے بہرہ ہوگئے مقتضائے وقت یہ ہے کہ عوام جس زبان کو سمجھیں اُسی زبان میں احکام الٰہیہ و امور شرعیہ مصرحہ سنائیں جہالت اور بےعلمی روز بروز اہل اسلام کو احکام الٰہی اور امور شرعی سے جدا کر رہی ہے - اس پر آشوب زمانہ میں حتی الامکان عامہ مسلمین کی اصلاح ہر دینی کام میں مد نظر رکھنا فرض ہے - شارع علیہ الصلوٰۃ و السلام کا مقصود اصلی اس سے صرف اصلاح ہے تمام ہفتہ جنکو ضروریات دنیاوی سے فرصت نہ ملی انکو ایک وقت میں اس طریقے سے وہ ضروری ہدایتیں گوش گذار کیجائیں جس سے انکو خوبی دارین حاصل ہو - آج خالص زبان عربی سے مقصود شارع بالکل مفقود ہوا جاتا ہے - اس کام کا خیال عرصۂ درازسے قلب پریشان میں متمکن رہا کہ کوئی ایسی صورت ہو جس سے ہمارے اُردوخوان بھائی فائدہ اُٹھائیں لیکن قادر متعال ہر کام کے لیے اوقات مقرر فرما چکا ہے اور وہ امر اسی وقت مقررہ میں پورا ہوگا الحمد للہ ثم الحمد للہ توفیق سبحانی اور تائید ربانی سے مجموعۂ خطب ابن نباتہ مروجۂ حرمین شریفین مترجم منظوم بہ تمام و کمال طبع ہوگیا - اسکے علاوہ صحاح ستہ و مشکوٰۃ شریف وغیرہ سے ضروری احادیث نبویہ کے مضامین منظوم کر کے خطبہائے متفرقہ کے نام سے آخر میں شامل کردیئے ہیں لکھائی چھپائی اور صحت نہایت عمدہ اور ہر قسم کے کاغذ (چکنا ولایتی رسمی معمولی) پر چھپا ہے تعداد صفحات ۳۱۰) قیمت صرف معمولی کاغذ ۱۲ - آنہ مجلد ۱۴- آنہ چکنا ولایتی مجلد ایک روپیہ و نیز خطبہ کا ٹائٹل بسبب پنجرنگ و مطلا ہونے کے نہایت دلکش اور بہت ہی خوشنما ہے -

ملنے کا پتہ - ـ ـ حاجی محمد محی الدین سوداگر و تاجر کتب
متصل مسجد ابراہیم نمبر مکان ۳۹۹

مغرب " ویلي " میں ہماري فوج کي ترقي کے علاوہ میدانی جنگ میں اور کوئی تغیر نہیں ہوا ہے - ہم نے مقام کرانکورٹ میں جو یوپی کے جنگل کے شمال میں واقع ہے دشمن کو خاص طور پر بری طرح پیچھے ہٹا دیا -

لندن کے ایک تار مورخہ ۱۱ نومبر سے معلوم ہوتا ہے کہ پیرس کے ایک سرکاري اطلاعنامہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دن بھر دشمن کے حملے ہوتے رہے مگر وہ بے سود ثابت ہوے " ملیر قالز " پر دشمن نے جوابي حملہ کیا مگر پسپا کردیا گیا -

لندن کا ایک ۱۳ نومبر کا تار یہ بیان کرتا ہے کہ انگلستان کے سرکاري بیان سے اس امر کي تصدیق ہوتي ہے کہ فلانڈرس کے معرکے نہایت شدید تھے - جن میں انگریزي فوج کا بہت نقصان ہوا مگر تاہم دشمن کے نقصانات نسبتاً زیادہ ہوے -

گولوں کي پیہم بارش ' اور پیادہ فوج کے مستقل حملوں کے باوجود (جو درہم برہم کردیے گئے تھے) " اپیرس " کي مدافعت تاریخ جنگ کي حیرت انگیز اور تعجب افزا روایات میں شمار کی جائیگی -

اسکے بعد ہي جو دوسرا تار موصول ہوا ہے اسکا بیان ہے کہ گذشتہ چند دن میں شمال فلنس " خصوصاً اولی بیکي - رئس شوٹي - میسیلس کے خط جنگ پر نہایت سخت لڑائیاں ہوئیں

زیلوربي - فریکنگ ہیں کے خط پر بھي متعدد جنگیں ہوئیں - ہم نے دشمن سے ۹ کلدار توپیں چھین لیں اور ۱۰۰ قیدي گرفتار کیے -

پیرس کا ایک سرکاري اطلاعنامہ مظہر ہے کہ ہم نے شمال کي جانب اپنے تمام مقامات کو مستحکم کرلیا ہے - دشمن شب کے وقت ڈکسمیو سے حملہ آور ہوا مگر پسپا کردیا گیا - ہمنے دشمن کے خلاف پھر جارحانہ اقدام شروع کردیا ہے جس نے " ایسر " کو عبور کرلیا تھا اور بجز بالیں ساحل کے جہاں وہ دو یا تین سو گز زمین پر قابض ہے ' ہم نے اسے تمام مقامات سے بھگا دیا ہے - قلب میں بھي ہمکو مقام سرلوسي لي ویل اور مقام اکلي کے جنگل کے شمال و مشرق میں فتح حاصل ہوئي ہے '

ضلع اوگن میں جرمن فوج پر پر زور حملے ہوے مگر اس سے کچھہ نقصان نہیں ہوا -

لندن کے ایک تار مورخہ ۱۳ نومبر میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جرمن توپخانہ دیمقیقت متصل گولہ باري کرتا رہا - اس اثناء میں اپیرس جنگ کا مرکز رہا ہے - چنانچہ تین ہفتے سے زائد عرصہ ہوا کہ جرمن توپخانہ شب و روز اس پر گولہ باري کررہا ہے -

متحدہ فوجوں کي قوت میں کمک کے ذریعہ سے برابر اضافہ ہو رہا ہے - اخري کمک نواح کیلو و بلنٹ میں پہنچي گئي ہے جو اپیرس کے شمال میں واقع ہے - ڈکسمیو میں بھي فوجي مدد پہنچي گئي ہے -

میدانی جنگ کے تمام انگریزي مقامات کو مستحکم کرلیا گیا ہے -

۲۱ نومبر کو پیرس کا جو سرکاري اطلاعنامہ مورخہ ۱۴ نومبر کو موصول ہوا ہے اسکا بیان ہے " لسکنی " - اسٹي - اور بیری - اوبیسک کے محاذ میں جرمن فوج کے حملے ناکام رہے - " اوگن " میں سخت جنگ ہو رہي ہے - دشمن نے " فورٹ قمي پیرس " اور سنٹ هیو برٹ پر دوبارہ قابض ہوجانیکي ناکام کوشش کی - " ورڈن " پر جرمن کے متعدد حملے ہوے مگر پیادہ فوج کے آگے بڑھنے سے پہلے ہمارے توپخانے نے انہیں روک دیا ہے - موسم خراب ہے - " لورین " اور " ووزیس " میں کوئي واقعہ قابل اطلاع نہیں ہوا ہے -

دشمن نے بمقام نیو پورٹ " گریٹ برج ہڈ " پر حملہ کیا مگر ناکامیاب رہا -

جرمن فوج نے متعدد حملے روکدیے گئے ' جو " اپیرس " کے جنوب و مشرق کي طرف ہونیوالے تھے - " لا بیسي " " آراس " تک ہم نے خفیف ترقي کي ہے -

۱۵ نومبر کو پیرس کے جس سرکاري اطلاعنامہ کي اطلاع دي گئي ہے اسکا بیان ہے کہ لسي سے شمال " لي اسے " تک کي جنگ ہمارے موافق ہوئي جرمن کے حملے پسپا کردیے گئے جو شمال " زونی بیک " اور جنوب " اپیرس " میں ہوے تھے - مونر الذکر مقام پر جرمنوں کو سخت نقصانات برداشت کرنا پڑے -

ایمسٹرڈم کا ایک تار مظہر ہے کہ متحدہ فوج کے پٹرول اوسٹنڈ تک نظر آئے ہیں -

۱۵ نومبر کو پیرس کا جو سرکاري اطلاعنامہ موصول ہوا ہے اس کا بیان ہے کہ بحر شمال اور للیس کے درمیان میں جو خط جنگ واقع ہے اسپر گذشتہ ایام کے بنسبت آجکل جنگ کي شدت کم ہے دشمن نے ڈکسمیو کے مشرق اور دوسرے راستوں سے " ایسر " کو عبور کرنیکي فضول کوشش کي - اسکے تمام حملے روک دیے گئے - میدانی جنگ کے تمام مقامات پر ہم جمے ہوے ہیں " اپرس " کے شمال ' و مشرق اور جنوب و مشرق سے دشمن کے حملے ہوے مگر ہمارے خط جنگ کے متعدد نقطوں پر یہ حملے پسپا کردیے گئے اور اسی طرح انگریزي فوجوں نے بھي دشمن کو بھگادیا - مشرق " آرمینٹیرز " اور " اراس " کے مابین جو خط جنگ واقع ہے اسپر بھي سخت جنگ ہوئي اور گولوں کی بارش کي گئي -

ہم نے " ٹریکمالي دان " کولے لیا ہے جو " اسلي " کے شمال میں واقع ہے -

ہمنے " ٹریکمالی مونٹ " کے شمال ' " نورلن " کي جنوب و مشرق ' اور " کروے " اور " ویکلي " کے ما بین خفیف ترقي کي ہے - محاذ " ویلی " میں دشمن نے ہمارے فوجوں کے مقابلے میں (جنہوں نے " شونی " اور " سرن پیر " پر دوبارہ قبضہ کرلیا ہے) جوابی حملہ کیا مگر وہ پسپا کردیا گیا - اسي طرح " بیري اوبیک " میں بھي دشمن پسپا ہوا " ارگلي " میں سخت توپخانوں کي سخت گولہ باري ہوئي ہملوگوں نے " سلنٹ میہل " اور " پونٹ - اے - موسنس " کے ضلع میں دور تک ترقي کي ہے - دشمن کا حملہ جو " کول قمي سونتي مربي " پر ہوا تھا ناکام رہا - ووسجس میں برف پڑ رہي ہے -

پیرس کا ایک سرکاري اطلاعنامہ مظہر ہے کہ دریاے فلس تک دشمن کے حملے کم شدید ہیں اور بعض مقامات پر ہم نے بھي جارحانہ پہلو اختیار کیا ہے - ہمنے " بکس شوٹي " کے جنوب میں ترقي کي ہے - ہم نے اپنے جوابی حملوں سے " اپیرس " کے ایک دیہات پر دوبارہ قبضہ کرلیا ہے - جنوب " اپیرس " میں ہمنے پوزیشن مستحفظ فوج کے ایک حملہ کو پسپا کردیا ہے -

مقید جرمن افسروں کا بیان ہے کہ آغاز جنگ میں مقام " اماسز " پر ۵۰۰۰۰ جرمن تھے - ان افسروں کا تخمینہ ہے کہ ۹۰۰۰۰ جرمن سپاہ اور جرمن جنرل کام آچکے ہیں -

لندن کے مورخہ ۱۳ - نومبر سے معلوم ہوتا ہے کہ برلینز ٹیجبلیٹ نامي جرمن اخبار کا ایڈیٹر جو معرکہ " فلانڈرس " میں شریک ہے یہ لکھتا ہے کہ اہل جرمني نے اپنے ان خیالات کو بدلدیا ہے جو وہ انگریزي فوج کے عسکري اوصاف کے متعلق رکھتے تھے - اس ایڈیٹر کا بیان ہے کہ اپیرس پر جو انگریزي پیادہ فوج موجود ہے اس کا شمار بہترین افواج میں ہوسکتا ہے - اور انگریزي توپخانہ فرانسیسي اور جرمني توپخانوں کے ہم سنگ ہے - یہ ایڈیٹر یہ بھي بیان کرتا ہے کہ ہماري بحري توپیں خندقوں میں عام بربادی اور تباہي پھیلا رہي ہیں -

Printed and published by A. K. ZAD, at the HILAL [illegible] CALCUTTA

مشاہیر اسلام رعایتی قیمت پر

(۱) حضرت منصور بن حلاج اصلی قیمت ۴ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۲) حضرت بابا فرید شکر گنج ۴ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۳) حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ ۵ آنہ رعایتی ۳ پیسہ (۴) حضرت خواجہ حافظ شیرازی ۴ آنہ رعایتی ۳ پیسہ (۵) حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی ۴ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۶) حضرت شیخ بوعلی قلندر پانی پتی ۴ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۷) حضرت امیر خسرو ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ (۸) حضرت سرمد شہید ۴ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۹) حضرت غوث الاعظم جیلانی ۴ انہ رعایتی ۱ انہ (۱۰) حضرت عبد اللہ بن عمر ۳ انہ رعایتی ۱ آنہ [۱۱] حضرت سلمان فارسی ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۱۲] حضرت خواجہ حسن بصری ۴ آنہ رعایتی ۱ آنہ [۱۳] حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۱۴] حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ (۱۵) حضرت شیخ سنوسی ۴ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۱۶) حضرت عمر خیام ۴ آنہ رعایتی ۱ انہ (۱۷) حضرت امام جعفر ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ (۱۸) حضرت شیخ محی الدین ابن عربی ۴ آنہ رعایتی ۹ پیسہ (۱۹) شمس العلما ازاد دہلوی ۴ انہ رعایتی ۱ انہ (۲۰) نواب محسن الملک مرحوم ۴ انہ رعایتی ۱ انہ (۲۱) شمس العلما مولوی نذیر احمد ۴ انہ رعایتی ۱ انہ (۲۲) آنریبل سر سید مرحوم ۹ رعایتی ۲ انہ (۲۳) رائٹ آنریبل سید امیر علی ۴ انہ رعایتی ۳ پیسہ (۲۴) حضرت شہباز رحمۃ اللہ علیہ ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ (۲۵) حضرت سلطان عبد الحمید خان غازی ۵ انہ رعایتی ۲ انہ (۲۶) حضرت شبلی رحمۃ اللہ ۲ انہ رعایتی ۳ پیسہ [۲۷] نظام معظم ۲ آنہ رعایتی ۳ پیسہ [۲۸] حضرت ابو سعید ابو الخیر ۲ انہ رعایتی ۳ پیسہ [۲۹] حضرت مخدوم صابر کلیری ۲ انہ رعایتی ۳ پیسہ [۳۰] حضرت ابو نجیب سہروردی ۲ انہ رعایتی ۳ پیسہ [۳۱] حضرت خالد بن ولید ۵ انہ رعایتی ۲ انہ [۳۲] حضرت امام غزالی ۹ انہ رعایتی ۲ انہ ۲ پیسہ [۳۳] حضرت سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس ۵ انہ رعایتی ۲ انہ [۳۴] حضرت امام حنبل ۴ انہ رعایتی ۹ پیسہ [۳۵] حضرت امام شافعی ۹ انہ رعایتی ۱۰ پیسہ [۳۶] حضرت امام محمد ۴ انہ رعایتی ۳ پیسہ [۳۷] حضرت عمر بن عبد العزیز ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ (۳۸) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ۳ آنہ رعایتی ۱ آنہ (۳۹) حضرت خواجہ معین الدین چشتی ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ (۴۰) اوپر عثمان پاشا شیر پلیونا اصلی قیمت ۵ آنہ رعایتی ۲ آنہ - سب مشاہیر اسلام قریباً دو ہزار صفحہ کی قیمت یکجا خریدنے والے کو صرف ۴ روپیہ ۸ انہ - (۴۰) پنجاب کے اولیاء کرام کے حالات ۱۲ انہ رعایتی ۹ انہ (۴۱) آئینہ خدا شناسی تصوف کی مشہور اور لاجواب کتاب جسکا بیان کا رعمر ۵ انہ رعایتی ۲ انہ [۴۲] حالات حضرت مولانا روم ۱۲ انہ رعایتی ۹ انہ [۴۳] حالات حضرت شمس تبریز ۹ انہ رعایتی ۳ انہ - قلب قول کی قیمت میں لوٹی رعایت نہیں - [۴۴] حیات جاودانی مکمل حالات حضرت محبوب سبحانی غوث اعظم جیلانی ۱ روپیہ ۸ انہ [۴۵] مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اردو ترجمہ ڈیڑھ ہزار صفحہ کی تصوف کی لاجواب کتاب ۹ روپیہ ۷ انہ [۴۶] ہشت بہشت اردو خواجگان چشت اہل بہشت کے مشہور ملفوظات کے باتصویر حالات زندگی معہ انکی سیدہ بہ سیدہ اور صدری بیعت کے جو انکی سال کی محنت کے بعد جمع کئے گئے ہیں - اب دوسرا ایڈیشن طبع ہوا ہے اور جن خریداران کے جن نسخوں کی تصدیق کی ہے انکی نام بھی لکھد ئے ہیں - علم طب کی لاجواب کتاب ہے اصلی اصلی قیمت چھ روپیہ ہے اور رعایتی ۳ روپیہ ۸ انہ [۴۸] الجواہر اس نادر مرض کی تفصیل تشخیص اور علاج ۴ انہ رعایتی ۳ پیسہ [۴۹] صابون سازی کا رسالہ ۲ انہ رعایتی ۳ پیسہ (۵۰) انگلش ٹیچر بغیر مدد استاد کے انگریزی سکھانے والی سب سے بہتر کتاب قیمت ایک روپیہ [۱۵] اصلی کیمیا گری یہ مطلب سونے کی کان ہے اسمیں سونا چاندی رانگ سیسہ جستہ بنانے کے طریقے درج ہیں قیمت ۲ روپیہ ۸ آنہ

حرم مدینہ منورہ کا سطحی خاکہ

حرم مدینہ منورہ کا سطحی خاکہ یا (Plan) ہے جو ایک مسلمان انجنیرنے موقعہ کی پیمایش سے بنایا ہے - نہایت دلفریب متبرک اور روغنی معہ رول وکپڑا پانچ رنگوں سے طبع شدہ قیمت ایک روپیہ - علاوہ محصول ڈاک -

ملنے کا پتہ — منیجر رسالہ ... پنڈی بہاؤ الدین
ضلع گجرات پنجاب

واٹر بری کا تیار کیا ہوا خوشگوار مچھلی کا تیل

Waterbury's Compound with Creosote and Guaiacol
ALCOHOL 11%
Made from Cod Liver Oil, Digestive Ferments, Malt Extract Unfermented, Hypophosphites Comp. Special, Ext. Cherry, Eucalyptus, Aromatics, Etc.
A DAY
WATERBURY CHEMICAL CO
SERIAL No 185

Waterbury's Compound PLAIN
ALCOHOL 11%
Made from Cod Liver Oil, Digestive Ferments, Malt Extract Unfermented, Hypophosphites Comp. Special, Ext. Cherry, Eucalyptus, Aromatics, Etc.
A DAY
WATERBURY CHEMICAL CO
SERIAL No. 185

ترکیب سے تیار کیا ہوا مزہ دار مچھلی کا تیل

ڈھیلے اور کمزور رگ و پٹھہ کو طاقتور بنانے اور پھیپڑا کی بیماری اور کھانسی و زکام سے خراب ہونے والے جسم کو درست کرنے کے لئے "کاڈ لیور والل کمپاونڈ" یعنے ہمارے یہاں کے تیار کیے ہوئے مچھلی کے تیل سے بڑھکر کوئی مجرب دوا نہیں ہے -

ایک بڑی خرابی مچھلی کے تیلوں میں یہ ہے کہ اس سے اکثر لوگوں کو متلی پیدا ہوتی ہے' اور کبھی کم مقدار کا ایک خوراک بھی کھانا ناممکن ہو جاتا ہے

واٹر بری کی کمپاونڈ یعنے مرکب دوا جسکے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ نروے ملک کی " کاڈ " مچھلی سے تیل نکالکر خاص ترکیب سے اسکے مزہ اور بو کو دور کرکے اسکو "مالٹ ایکسٹراکٹ" و "ہائپو فاسفائٹس" و "گلیسرین" و "اورمٹکس" (خوشبو دار چیزیں) اور پھیکے "کریوسوٹ" اور "گوایا کول") کے ساتھہ ملانے سے یہہ مکمل حل ہو جاتی ہے - کیونکہ "کاڈ لیور والل" کو اس ترکیب سے بنانے کے سبب سے نہ صرف اوسکی بدمزگی دور ہوگئی ہے بلکہ وہ مزہ دار ہوگیا ہے اور اس سے پھرتی اور خوشحالی ہوتی ہے مگر یہ مرکب دوا "کاڈ لیور والل" کے عمدہ فائدہ کو نہیں روکتی ہے - اسکو بہت عمدہ طور سے بنایا گیا ہے - اور اسکو جاننے والے اور استعمال کرنیوالے لوگ خوب پسند کرتے ہیں - اگر تمہارا جسم شکستہ اور رگ و پٹھے کمزور ہو جائیں جنکا درست کرنا تمہارے لئے ضروری ہو - اور اگر تمہاری طاقت زائل ہو رہے اور تمکو بہت دنوں سے شدت کی کھانسی ہوگئی ہو اور سخت زکام ہوگیا ہو جس سے تمہارے جسم کی طاقت اور اعضاے رئیسہ کی قوت نقصان ہوجانے کا ڈر ہے - ان حالتوں میں اگر تم پھر قوت حاصل کرنے چاہتے ہو تو ضرور واٹر بری کا مرکب "کاڈ لیور والل" استعمال کرو - اور یہہ ان تمام دواؤں سے جنکو ہم اپنے خریداروں کے سامنے پیش کرسکتے ہیں کہیں بہتر ہے - یہ دوا ہر طرحسے بہت ہی اچھی ہے - یہ دوا پانی و دودھ وغیرہ کے ساتھہ کھلجاتی ہے' اور خوش مزہ ہونیکے سبب لڑکے اور عورتیں اسکو بہت پسند کرتے ہیں - نسخہ کو بوتل پر لکھہ دیا گیا ہے - قیمت بڑی بوتل تین روپیہ اور چھوٹی بوتل ڈیڑھ روپیہ -

" واٹر بری " کا نام یاد رکھیے

یہہ سب دوا نیچے لکھے ہوے پتہ پر ملتی ہے :-

لیم ٹراس - عبد الغنی کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

شمس العلما ڈاکٹر سید علی صاحب بلگرامی ایم + اے - ڈی لیٹ بیرسٹرایٹ لا کی

میڈیکل جیورس پروڈنس

یعنی طب متعلقہ عدالت پر

حکیم سید شمس اللہ قادری - ایم - آر - اے - ایس ایف آر - ایچ - ایس کا ریویو

قبل اس کے کہ کتاب مذکور کی نسبت کچھ لکھا جائے یہ بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میڈیکل جیورس پروڈنس کیا چیز ہے - کتاب کے شروع میں فاضل مصنف نے وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے میڈیکل جیورس پروڈنس کے معنے ان الفاظ میں بیان کیے ہیں :

" میڈیکل جیورس پروڈنس " علم طب کی اس شاخ کا نام ہے جس میں قانون اور طب کے باہمی تعلقات سے بحث کی جاتی ہے " اور اس علم کا موضوع کل وہ مباحث قانونی و طبی ہیں جو عدالتی انصاف سے متعلق ہیں " اور نیز بعض وہ امور جو انسان کے تمدنی حالات سے تعلق رکھتے ہیں " غرض مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ میڈیکل جیورس پروڈنس وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے عام طور پر مسائل طب کا استعمال قانونی ضرورتوں کے واسطے کیا جاتا ہے -

میڈیکل جیورس پروڈنس میں علم طب کے ان مسائل سے بحث کی جاتی ہے جن کی ضرورت فوجداری کار و بار میں لاحق ہوتی ہے جیسے (۱) قتل عمد (۲) زنا بالجبر (۳) اسقاط حمل (۴) زہر خورانی وغیرہ کے مقدمات ہیں - ان کے متعلق بھی تحقیقات و شہادت کا ہونا ان تمام آدمیوں کے لیے ضروری ہے جو ان مقدمات کے کار و بار میں شریک ہیں - مثلا :

حکام عدالت - عہدہ داران پولیس - وکلاء بیرو کار وغیرہ - اگر کسی حاکم کو ان باتوں سے واقفیت نہ ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کبھی بے گناہ کو سزا ہوجاتی ہے - اصل مجرم رہا کردیا جاتا ہے - اسی طرح اگر کوئی وکیل یا بیرو کاران امور کا ماہر نہیں ہے تو شہادت و ثبوت کے موقع پر اس علم کے متعلق جو رموز و نکات بیان ہوتے ہیں ان کے صدق و کذب پر خاطر خواہ جرح نہیں کرسکتا اور ایسے امرے مقدمات کے خراب ہوجانے کا اندیشہ لگا رہتا ہے - میڈیکل جیورس پروڈنس کے جاننے سے انسان کو نہ صرف واقعات ہی کا علم حاصل ہوتی ہے بلکہ ان سے واقعات کو ترتیب دینے اور ان سے ایسے صحیح نتائج استخراج کرنے کی قابلیت پیدا ہوجاتی ہے جن پر

(عدل و انصاف کا انحصار ہے)

اس کتاب کو اصل میں ڈاکٹر ہیالبرک مہیر - ایم - ڈی - ایف آر - سی - ایس نے ملکر انگریزی میں تصنیف کیا تھا - پھر مرحوم شمس العلما نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا اور اصل کتاب پر بہت سے زائد اضافے اور مفید حواشی زیادہ کردیے ہیں " جس کی وجہ سے اس کتاب نے ایک مستقل تصنیف کی صورت اختیار کرلی ہے -

اس کتاب میں طب و قانون کے وہ تمام مباحثات آگئے ہیں جو فوجداری مقدمات میں ہمیشہ در پیش رہتے ہیں مثلاً :

(مقدمات قتل کے متعلق)

(۱) زخم - چوٹ (۲) ہلاکت کی جوابدہی (۳) شہادت بابت (۴) لاش سڑنے کے مدارج (۵) مختلف اعضائے انسانی پر ضرب (۶) اختناق (۷) دم خفا ہونا (۸) پھانسی یا گلا گھونٹنا وغیرہ -

(عورتوں کے متعلق)

(۱) زنا بالجبر (۲) بچہ کشی (۳) اسقاط حمل -

(سمیات کے متعلق)

(۱) معدنی سمیات (۲) قلزی سمیات (۳) نباتی سمیات (۴) حیوانی سمیات اور ان کے استعمال سے جو اثر ظاہر ہوتے ہیں ان کا بیان -

(امور مختلفہ کے متعلق)

(۱) زندگی کا بیمہ (۲) جنون (۳) زہر خورانی وغیرہ - ان تمام ابواب کے ساتھ قانونی نظائر بھی مندرج ہیں جس کی وجہ سے ہر مسئلے کے سمجھنے میں بیحد سہولت پیدا ہوگئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کا بھی پتہ چل جاتا ہے کہ ایسی حالتوں میں عدالت نے کیا کیا فیصلے صادر کئے ہیں -

اس کتاب کے دیکھنے سے فاضل مصنف و مترجم کی اعلیٰ علمی قابلیت ظاہر ہوتی ہے - مشکل سے مشکل مسئلہ کو بھی اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ نہایت آسانی سے بلا کسی مزید غور و فکر کے ہر انسان کی سمجھ میں آتا ہے - علمی اور قانونی اصطلاحات ایسے موقع پر چسپاں ہیں کہ بغیر کسی ڈکشنری یا ریفرنس بک کی مدد کے معانی ربط مضمون سے ذہن نشین ہوجاتے ہیں -

معلوم ہوتا ہے کہ اردو میں ایک چھوٹی سی میڈیکل جیورس پروڈنس شایع ہوئی تھی جو نہایت نا مکمل اور ناقص تھی اور ایک ایسی کتاب کی شدید ضرورت ہے جو اپنے موضوع کے لحاظ سے ہر طرح جامع و مکمل ہو -

خدا کا شکر ہے کہ یہ کمی پوری ہوگئی اور ایسے شخص کے قلم سے پوری ہوئی جو بنظر علمی قابلیت اور ہمہ دانی کے اعتبار سے تمام ہندوستان میں اپنا نظیر نہیں رکھتا -

امید ہے کہ قانون داں اور فوجداری کار و بار والے حضرات اس کتاب کو اپنے کار و بار میں چراغ ہدایت اور خضر رہنما سمجھ کر اس کی ضرور قدر کرینگے - یہ کتاب نہایت اعلیٰ اہتمام کے ساتھ مطبع مفید علم آگرہ میں چھپی ہے اور (۳۸۰) صفحات میں - اس کی قیمت سابق میں ۶ روپیہ مقرر تھی - مگر اب علم فائدہ کی غرض سے تین روپیہ علاوہ محصول ڈاک کردی ہے - اور مولوی عبد اللہ خاں صاحب کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن سے مل سکتی ہے -

صنمخانہ عشق ! صنمخانہ عشق ! !

یعنی حضرت امیر احمد مینائی کا مشہور دیوان بار سوم چھپ کر تیار ہو گیا ہے - قیمت ۲ روپیہ ۸ آنہ -

حکمت بالغہ - ہر سہ جلد کامل صفحات ۱۰۶۴ - اس کتاب کا تفصیلی ریویو الہلال کے گذشتہ پرچوں میں چھپ چکا ہے - قیمت ہر سہ جلد ۵ روپیہ -

نعمت علی - مشتمل برحالات صوفیائے کرام - یعنی امام عبد الوہاب شعرانی کی لا جواب کتاب لواقح الانوار کا ترجمہ - صفحات ہر دو جلد ۷۲۶ - قیمت ۵ روپیہ -

مشاہیر السلام - یعنی اردو ترجمہ تاریخ ابن خلکان دو جلد - قیمت ۵ روپیہ -

تمدن عرب - قیمت سابق ۵۰ روپیہ قیمت حال ۳۰ روپیہ -

تمدن ہند - شمس العلما مولانا سید علی بلگرامی مرحوم کی آخری یادگار - قیمت ۵۰ روپیہ -

تحقیق الجہاد - مصنفہ نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم صفحات ۴۱۲ قیمت ۳ روپیہ -

شرح دیوان غالب اردو - تصنیف مولوی علی حیدر صاحب طبا طبائی صفحات ۳۴۸ - قیمت ۲ روپیہ -

داستان ترکتازان ہند فارسی - ۵ جلد کامل صفحات (۳۶۵۶) کل سلاطین دہلی کی ایک جامع اور مفصل تاریخ - قیمت حال ۹ روپیہ -

افسر اللغات - یعنی عربی اور فارسی کے کئی ہزار الفاظ کی ایک کامل ڈکشنری صفحات (۱۲۲۶) قیمت سابق ۶ روپیہ قیمت حال ۲ روپیہ -

مآثر الکرام فارسی - مشتمل برحالات صوفیائے کرام قیمت ۲ روپیہ -

علمی اصول قانون - یعنی مسٹر ڈبلیو - ایم - رینٹنگ کی کتاب کا اردو ترجمہ صفحات ۸۰۸ - قیمت ۸ روپیہ -

گلشن ہند - قدیم شعرائے اردو کا ایک نایاب تذکرہ - صفحات ۲۳۴ قیمت ایک روپیہ -

قواعد العروض مصنفہ مولانا غلام حسین قدر بلگرامی عربی و فارسی میں بھی علم عروض کے متعلق کوئی ایسی جامع کتاب موجود نہیں ہے - صفحات ۳۷۴ - قیمت سابق ۳ روپیہ قیمت حال ۲ روپیہ -

مد القاموس - مصنفہ مسٹر لین ۸ جلد کامل یعنی عربی زبان کا ایک جامع لغت انگریزی زبان میں - قیمت - ۱۲۰ - روپیہ

المشتہر عبد اللہ خاں بک سیلر اینڈ پبلیشر کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن

کلپاک

ساخت قسطنطنیه — ساخت استنبول

انور پاشا ٹوپی

ENVER PASHA
WEARING CALPACK

یه نہایت شاندار ٹوپی ہے۔ جس کے استعمال سے چہرہ با رعب نظر آتا ہے اسے حضور نظام حیدر آباد۔ و دیگر عمالدین و رؤسائے حیدر آباد دکن۔ نواب بہادر بیگم صاحبہ شاہزادگان بھوپال۔ علیگڈھ کالج سٹاف و طلبا و نیز مولانا حسن نظامی صاحب کے زیب سر ہونے کا فخر حاصل ہے۔

اسے جس نے دیکھا سر پر بیٹھایا۔

اصلی سمور کہال کی چمڑے کی استنبولی قیمت ۲۵ روپیه
اعلی استرخان کپڑیکی - سنہری فیتے کی قسم اول ۴ روپیه
اعلی استرخان کپڑیکی قسم دوم ۳ روپیه ۸ آنه
" " ریشمی رنگین فیتے کی ۳ روپیه ۴ آنه

خاکی، سیاہ، سبز، کاہی رنگ کی ہر سائز کی موجود ہیں۔

نوٹ — ہر قسم کی نہایت اعلی سلام ترکی ٹوپی و نیز چنائی استنبولی ہر رنگ و ہر سائز کی موجود ہیں۔

ایس - ایف چشتی اینڈ کمپنی - متصل دارلندن بنک - دهلی

سول ایجنٹ:
نمریقه امپیریل ه. ه استنبول
نمریقه نیشنل ایجنسی - تار برش
قاهره - مصر -

جھوٹے اشتہار بازوں سے دھوکہ کھائے ہوئے صاحبان کو یقین دلانے کے لیئے کارخانہ میں آنے والوں کو ہر ایک دوا اتنی نا مفت ہی جاتی ہیں۔ نجات کیلئے بڑا کانوند نصف قیمت پر

ایک سلائی سے اندھی آنکھ روشن کرنیوالا **جواہر نور العین** بیس روپے ماشہ والا خالص ہیرہ بھی جواہر نور العین کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ دیگر سرمہ جات کی اس کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں۔ اسکی ایک سلائی سے دھند شبکوری دور نظر وگنی اور ایک ہفتہ میں دہنے یعنی ککرے۔ پھولا۔ ناخنہ۔ پڑبال۔ ضعف بصارت اور ہر قسم کا اندھاپن دور ہوکر نظر بحال ہو جاتی ہے۔ عینک لگانے اور آنکھ بنوانے کی ضرورت نہیں رہتی قیمت فی ماشہ درجہ خاص عدہ درجہ اعلی للعہ درجہ اول ۸

جوش شباب آور زمانہ بھر کی طاقت ور دواؤں سے اعلی اور افضل مولد خون مقوی اور محرک اعصاب ہیں۔ ناطاقتی اور پیر و جوان کی ہر قسم کی کمزوری و لاغری جلد رفع کرکے اعلی درجہ کا لطف شباب دکھاتی ہیں۔

حسن افروز ایک منٹ میں چہرہ کی چھائیاں اور سیاہ داغ دور کرکے چاند سا مکھڑا بناتا ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ عہ

اکسیر بہرہ پن بہرہ پن دور کرنے کیلئے لاجواب ہے قیمت ۔

ایک لمحہ میں درد کو دور کرنے والا **طلسم شفا** ہر قسم کا اندرونی و بیرونی درد اور زنبور و بچھو کے ڈنک اور سانپ کے کاٹے کا درد چند سیکنڈ میں دور قیمت عہ

اعجاز مسیحا جن بے جان میں زندگی کی روح پھونک کر فوراً زندہ اور ہوشیار کرتا ہے قیمت فی شیشی۔ عہ

ایک شیشی کا شاہی خضاب ایک منٹ میں سفید بالوں کو قدرتی سیاہ کرتا اور رنگ ایک ماہ تک قائم رکھتا ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ عہ

سندات جواہر نور العین (۱) مسٹر بیکے صاحب چیف انسر دانیورا۔ جواہر نور العین سے پرانا موتیا بند بالکل رفع ہوگیا۔ (۲) مسٹر رستم جی نرام جی مرچنٹ مقام وار نگل ہیں نہایت خوشی سے لکھتا ہوں کہ لڑکی کی آنکھ کا پھولا بالکل دور ہوگیا یہ عجیب دوا کا شکریہ ادا کرنے کے لئے مجھے الفاظ نہیں ملتے۔ (۳) خواجہ احمد دین صاحب پلیڈر مجھے بچپن سے رتوندھی ڈبجوری کا مرض تھا سول سرجن صاحبان سے علاج کرایا مگر فائدہ نہ ہوا جواہر نور العین سے دو روز میں فائدہ ہوا اور دو ہفتہ میں کامل صحت ہوگئی۔

ڈاکٹر نبی بخش خان سابق سیرین سرجن اور آرمی میڈیکل افسر افغانستان حال پروپرائیٹر **شفاخانہ نسیم صحت لاہور** - دہلی دروازہ -

---

ملازموں کی ضرورت

چونکہ کمپنی کا کام عظیم الشان پیمانہ پر شروع ہوگیا ہے اس لیے ہر ضلع تحصیل تھانہ اور موضع میں کمپنی کی شاخہا قائم ہو رہی ہیں جنکے واسطے ہمیں لوہر خواں ملازمین کی ضرورت ہے جن کو پندرہ روپیہ ماہوار سے ساٹھ روپیہ ماہوار تک تنخواہ مل جاتی - ضمانت نقد پچاس روپیہ کی لی جاتی ہے قریباً تین سو روپیہ کا مال ملازم کر دیا جاتا ہے۔ بعد میں زیادہ۔ سرکاداروں کو خصوصاً ہماری ملازمت میں بڑا فائدہ ہے کیونکہ ہمارا اور اپنا دونوں کا کام ایک ساتھ ہی کر سکتے ہیں چونکہ ہر ایک جگہ ایک سے زیادہ ملازم نہیں رکھا جاتا۔ اس لیے فوراً دو پیسہ کا ٹکٹ بھیجکر مفصل قواعد طلب کرو۔

المشتہر
منیجر کارخانہ رہنمائے تجارت، لاہور

هندوستانی دوا خانه دهلی

جناب حاذق الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب کی سرپرستی میں یونانی اور ویدک ادویہ کا جو مہتم بالشان دواخانہ ہے وہ عمدگی ادویہ اور خوبی کار و بار کے امتیازات کے ساتھ بہت مشہور ہوچکا ہے۔ صدہا دوائیں (جو مثل خانہ ساز ادویہ کے صحیح اجزاء سے بنی ہوئی ہیں) حاذق الملک کے خاندانی مجربات (جو صرف اسی کارخانہ سے مل سکتے ہیں) عالیشان کار و بار، صفائی، ستھرا پن ان تمام باتوں کو اگر آپ ملاحظہ کریں تو آپ کو اعتراف ہوگا کہ: ہندوستانی دوا خانہ تمام ہندوستان میں ایک ہی کارخانہ ہے۔

فہرست ادویہ مفت

(خط کا پتہ)
منیجر هندوستانی دوا خانه دهلی

حرمین شریفین کی زیارت

مولانا الحاج خان بہادر محمد عبد الرحیم صاحب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ سروے آف انڈیا -

یه سفرنامه یورپ کے اعلی درجه کے سفرناموں کے مطابق نہایت عمدہ کاغذ پر صحت اور صفائی کے ساتھ خوشخط طبع ہوا ہے ممالک اسلامیه مثلاً عرب، شام، فلسطین، مصر، عراق، وسط عرب و نا معلوم عرب کے دلچسپ اور ضروری حالات نہایت خوش اسلوبی سے سلیس و بامحاورہ اردو میں قلمبند کرتے ہیں۔ فاضل مصنف کی دوران سفر میں اعلی سے اعلی ترکی افسروں سے ملاقات ہوئی اور ان جانبازوں نے اسلامی ممالک کے نہایت دلچسپ حالات فراہم کرنے میں مصنف کی مدد کی۔ کتاب کی کل صفحات تخمیناً آٹھ سو ہیں اور پھر بیس مختلف عکسی تصاویر مقامات مقدس کے بھی ملحق ہیں۔ قیمت صرف تین روپیه -

المشتہر
عبد الرحمن - بکسیلر و پبلشر شرکت اسلام پریس کنٹونمنٹ ...

جلد ششم

البلاغ

۱۲ر نومبر ۱۹۱۵ تا ۳۱ر مارچ ۱۹۱۶

ابوالکلام آزاد

اترپردیش اردو اکادمی
لکھنؤ

جامِ جہاں نما

یہی وہ جام ہے جس پر جمشید ناز کرتا تھا

اس کتاب میں علم طبعیات۔ ہیئت۔ کیمیا۔ برق۔ سوانحعمری۔ تواریخ۔ عجائبات عالم۔ نجوم۔ رمل جفر۔ قیافہ شناسی۔ گیان۔ سُر۔ خواب نامہ۔ فالنامہ۔ علم بیان۔ علم عروض۔ علم معانی بی کھانے کے قواعد۔ طب انسانی کا قابل عمل ذخیرہ۔ طیور و بہائم کی بیماریاں۔ ان کا تدارک۔ نباتات و جمادات کے نقصوں دور کرنا۔ تمام ہندوستان کی مسافت۔ بڑے بڑے شہروں کی تجارت اور سیاست کی واقفیت۔ انگلستان۔ فرانس۔ امریکہ۔ جاپان۔ روم و مصر۔ افریقہ۔ آسٹریلیا کا بیان ریل۔ جہاز اور خشکی ہر ایک جگہ کے سفر کا شرح حال۔ کرایہ اور تمام اخراجات واضح کیے ہیں۔ سفر حج مکہ معظمہ مدینہ منورہ کی ساری حقیقت۔ تمام ضروری قوانین مجموعہ جن سے عوام کو سابقہ پڑتا ہے۔ زندگی میں کامیابی کے اصول ہمیشہ خوشی حاصل کرنیکے طریقے۔ تمام دنیا کے مشہور لوگوں کے حالات تمام کرۂ ارض کے اخبارات وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ اسکے

تیس ممالک کی بولی

روزمرہ کام کاج کے ضروری جملے اردو میں بالمقابل لکھدیئے گئے ہیں۔ آج ہی جاکر مطلب کی باتیں کرلو +

اس کتاب سے

تجار مزدور سیاح قانون پیشہ دکان دار زمیندار طبیب مریض ہر جگہ کا ملازم روزگار کا متلاشی۔ دستکار۔ نجومی رمال جوتشی قصیدہ گو شاعر وقائع نگار مصنف مورخ کتاب فروش فقیر امیر غرضیکہ ہر ایک خیال و مذہب و ملت کا آدمی یکساں مستفیض ہو سکتا ہے

باوجود ان اوصاف کے اس انمول رتن کی قیمت صرف (عہ) ایک روپیہ آٹھ آنے رکھی گئی ہے تاکہ ہر ایک امیر و غریب یکساں فیض اٹھا سکے +

ہمارا دعویٰ ہے۔ اگر ایسی کتاب کسی زبان میں دکھلادو تو ایک ہزار روپیہ انعام دینگے۔ تمام دنیا کے علوم و فنون ایک ہی پیالے میں موجود ہیں +

ساری جائداد دے کر ایسی کتاب ملے تو بھی سستی۔ مطابق اشتہار نہو تو قیمت مع محصول ڈاک واپس دینگے۔ یہ شرط ہے +

ٹنڈن صاحب کا انگلش ٹیچر

ویسے تو آجتک بیسیوں انگلش ٹیچر چھپ چکے ہیں مگر ٹنڈن صاحب کے انگلش ٹیچر کا ایک بھی مقابلہ نہیں کر سکتا اسمیں انگریزی سیکھنے کے ایسے آسان طریقے اور سادہ اصول بتلائے گئے ہیں جنکو پڑھکر ایک معمولی لیاقت کا آدمی بھی بغیر مدد استاد کے انگریزی میں بات چیت کرنے اور خط و کتابت کرنے کی لیاقت حاصل کر سکتا ہے ہر طرح کی بول چال کے فقرے۔ ہر محکمے کے اصطلاحی الفاظ۔ ہزاروں محاورے جو کسی دوسری کتاب میں نہ ملینگے۔ درج ہیں جن کے پڑھنے سے خاصی لیاقت ہو جائیگی اور جلد ہی آسانی سے انگریزی میں گفتگو کرنیکے قابل ہو جاؤگے۔ مجلد کتاب کی قیمت مع محصول صرف ایک روپیہ تین آنے (عہ) دو جلد کے خریدار کو محصول ڈاک معاف۔ مفت ملیگا رسالہ انگلش گرامر۔ ہر ایک خریدار کو مفت ملیگا +

بالکل مفت

کتاب روپیہ پیدا کرنے کی مشین یعنی خزینۂ صنعت و حرفت جس میں صنعت و حرفت کے بہت آسان اور عمدہ ہنر درج ہیں جنکے ذریعے سے ہر ایک شخص بہت تھوڑے عرصہ میں ہزاروں روپیہ پیدا کر سکتا ہے صرف دو پیسہ کا ٹکٹ برائے محصول آنے پر مفت ارسال ہوگی +

مضبوط اور پائدار گھڑیاں

ولایت کے نرخ پر

ہم براہ راست ولایت سے گھڑیاں منگواتے ہیں ہمارے نرخ اندنوں میں دیگر سوداگروں سے مقابلہ کرکے دیکھیں

آٹھ روزہ واچ۔ گارنٹی ۵ سال

اس گھڑی کو آٹھ روز میں ایک مرتبہ چابی دیجاتی ہے۔ اسکے پرزے نہایت مضبوط اور پائدار ہیں اور ٹائم ایسا صحیح دیتی ہے کہ کبھی ایک منٹ کا فرق نہیں ہوتا۔ اسکے ڈائل پر سبز اور سرخ پتیاں اور پھول عجیب لطف دیتے ہیں۔ برسوں بگڑنے کا نام نہیں لیتی۔ قیمت صرف چھ روپے۔ زنجیر سنہری نہایت خوبصورت اور بکس ہمراہ مفت۔ چھوٹے سائز کی آٹھ روزہ واچ جو کلائی پر بندھ سکتی ہے مع تسمہ سنہری سات روپے۔ چاندی کی آٹھ روزہ واچ قیمت ...

گولڈن سنہری ہنٹنگ واچ

یہ گھڑی سنہری ڈبل کیس جسکے دونوں طرف نہایت خوبصورت نقش و نگار کا کام ہے۔ اسکی چمک دمک اور خوبصورتی دیکھنے والوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے۔ اور دیکھنے میں سو روپے کی معلوم ہوتی ہے پرزے نہایت مضبوط۔ اسکے اوپر سونے کا ایسا پختہ رنگ چڑھا ہے جو عرصہ تک قائم رہتا ہے۔ دوسرے تاجر اس گھڑی کو سات اور ساڑھے سات روپے میں فروخت کرتے ہیں مگر ہم صرف (عہ) میں دینگے چین نقلی سونے کا۔ ایک مفت +

اسپرنگدار سنہری چوڑی کی گھڑی

آہا۔ کیا نایاب تحفہ ہے۔ اسکے کاریگر نے کمال کر دکھایا ہے۔ سنہرے رنگ کی اسپرنگدار چوڑی میں سنہرے رنگ کی گھڑی اس خوبی سے لگائی ہے کہ خواہ کیسی ہی موٹی سے موٹی اور پتلی سے پتلی کلائی ہو سب میں ٹھیک آجاتی ہے۔ وقت نہایت ٹھیک دیتی ہے۔ پرزے بہت مضبوط اور پائدار ہیں۔ ہماری گھڑی کی چوڑی ایسی خوب صورت ہے کہ طلائی زیورات کو مات کرتی ہے دیکھنے میں تیس روپیہ کی۔ عورتوں کیلئے ایک خوشنما اور حسن افزا زیور ہے دوستوں اور رشتہ داروں کو تحفہ دیجئے۔ قیمت مع نقلی بکس صرف (عہ)۔ بڑھیا قسم کی جسمیں نقلی ہیرے اور جواہرات جڑے ہیں قیمت صرف ... گارنٹی ۵ سال

بجلی کے لیمپ

یہ نو ایجاد اور ہر شخص کے لیے کارآمد لیمپ ابھی ولایت سے بنکر ہمارے ہاں آئے ہیں۔ نہ دیا سلائی کی ضرورت اور نہ تیل بتی کی حاجت۔ ایک لیمپ رات کو اپنی جیب میں یا سرہانے رکھکر سو جاؤ جس وقت ضرورت ہو بٹن دباؤ۔ اور چاندنی سفید روشنی موجود ہے۔ رات کے وقت کسی جگہ اندھیرے میں کسی موذی جانور سانپ وغیرہ کا ڈر ہو۔ فوراً لیمپ روشن کرکے خطرے سے بچ۔ ایک دم کیسی جسنے آزمایا ہے۔ سیکڑوں ضرورتوں میں کام دے گا۔ بڑا لیمپ معلوم ہوگی۔ قیمت نمبر ۱ مع محصول صرف ... نمبر ۲ جسمیں سفید سرخ اور سبز روشنی تین روپے آٹھ آنے۔ نمبر ۳ نہایت خوبصورت فینسی بنا ہوا۔ روشنی عمدہ ہے۔ چار روپے۔ تین روپے چار آنے مع محصول ڈاک۔ نمبر ۴ ... شیشہ ڈبل لگا ہوا ہو۔ علاوہ اسکے ایک لیمپ ایسا ہمارے ہاں لگا ہوا ہے جس سے گھر روشن ...

ضروری اطلاع } علاوہ اسکے ہمارے ہاں ہر قسم کی گھڑیاں گھنٹے۔ خوشنما تصویریں۔ بجلی کا سامان وغیرہ وغیرہ ملتا ہے۔ اپنا پتہ صاف اور خوشخط لکھیں۔ تاجروں سے خاص رعایت ہوگی + + +

ملنے کا پتہ + مینیجر گپتا اینڈ کمپنی سوداگران واچ اینڈ کلاک نمبر ۵۷۳ ٹوہانہ۔ ایس۔ پی۔ ریلوے پنجاب

پیش لفظ

جون ۱۹۸۰ء میں جب اتر پردیش اردو اکادمی کی تشکیلِ نو ہوئی اور میں کوئی چار سال کے وقفے کے بعد اس کی مجلس انتظامیہ کا ایک بار پھر چیئرمین نامزد کیا گیا تو میرے ذہن نے اس کا جو ترقیاتی منصوبہ مرتب کیا، اس میں مولانا ابوالکلام آزاد کی صد سالہ جشنِ ولادت کی تقریبات کو سرِ فہرست جگہ ملی، اور سچ بات تو یہ ہے کہ میں کسی طرح یہ عہدہ قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں تھا لیکن چھ ماہ کی طویل کشمکش کے بعد میرے اندازِ فکر میں تبدیلی رونما ہوئی اور اس جذبے نے میری انفعالی کیفیتوں کو شکست دے دی کہ مولانا کی شخصیت اور ان کی تعلیمات کو عام کرنا ہمارے واجبات میں ہے اور اردو اکادمی اس قومی کام میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

میں نے جب اکادمی کی مجلس انتظامیہ کے اراکین سے آزاد صدی کے مختلف پہلوؤں پر غیر رسمی گفتگو کی تو ان کے اندر اس منصوبے کی تکمیل کا ذوق مجھ سے کہیں زیادہ ملا اور آخر کار مجلس انتظامیہ اپنی پہلی نشست میں الہلال کی مکمل فائلوں کے عکس کی طباعت واشاعت کا منصوبہ بڑے عزم و حوصلے کے ساتھ منظور کر لیا۔ مجلس انتظامیہ نے محسوس کیا کہ مولانا آزاد کو اس سے زیادہ مخلصانہ خراجِ عقیدت اور کیا ہوگا کہ الہلال کا عکس ملک کے کونے کونے میں پہنچا دیا جائے۔

اکادمی کا سالانہ بجٹ محدود اور متعین ہوتا ہے۔ اس کی مدیں مقرر ہیں اور ریاستی حکومت ان مدوں کے پیشِ نظر ہر سال گرانٹ دیتی ہے۔ آزاد صدی کا بجٹ الگ سے مرتب کیا گیا۔ اور حکومت کو منظوری اور اضافی گرانٹ کے لیے بھیج دیا گیا۔

بجٹ، ضمنی بجٹ، گرانٹ، اضافی گرانٹ، متواتر اور غیر متواتر گرانٹ ـــــ یہ ایسے موضوعات ہیں جن کی جزئیات ہمیشہ میرے دائرۂ فہم سے باہر رہی ہیں۔ ایک مدت تک جب اضافی گرانٹ کے سلسلے میں حکومت سے کوئی جواب نہیں ملا اور اکادمی کے افسروں نے اس کے مالہ وماعلیہ کی تفصیلات مجھے بتائیں تو میرے شب و روز کے معمولات متاثر ہو گئے اور مجھ میں نہیں آتا تھا کہ الہلال کے عکس کی اشاعت کیوں کر ممکن ہوگی۔ عوام و خواص سے کسی طرح کا چندہ وصول کرنا ہمیشہ اور ہر حال میں میرے معمولات سے خارج رہا ہے۔ جب کوئی راستہ نظر نہیں آیا تو میں نے گرانٹ کی منظوری کی توقع پر کام کا آغاز کر دیا۔

اسی اثنا میں گورکھپور ایئرپورٹ پر جناب ویر بہادر سنگھ (سابق وزیر اعلا) سے ملاقات ہو گئی اور میں نے آزاد صدی کا ذکر چھیڑ دیا۔ انھوں نے اس خیال سے اتفاق کیا کہ اتر پردیش میں "آزاد صدی تقریبات" اس طرح منائی جائیں جو ہر لحاظ سے مولانا آزاد کے شایانِ شان ہوں۔ انھوں نے اضافی گرانٹ کے سلسلے میں کہا کہ اس کی فکر نہ کیجیے، لکھنؤ آ جایئے، گرانٹ مل جائے گی۔ میں نے ۲۲ مارچ ۱۹۸۸ء کو جب شری ویر بہادر سنگھ سے لکھنؤ میں ملاقات کی تو انھیں ایئرپورٹ والی بات یاد آ گئی۔ بجٹ کے جو کاغذات اکادمی سے بھجوائے گئے تھے، ابھی ان کی نظر سے نہیں گذرے تھے مگر انھوں نے بطیبِ خاطر ایک دوسرے کاغذ پر پانچ لاکھ کی رقم منظور کی اور کہا کہ جتنی مزید رقم کی ضرورت ہوگی، حکومت ادا کرے گی۔

جون ۱۹۸۸ء میں جناب نراین دت تیواری نے وزیر اعلا کا عہدہ سنبھالا۔ ۱۸ جولائی ۱۹۸۸ء کو اکادمی کی مجلسِ عام کا اجلاس منعقد ہوا جس میں تیواری جی نے بھی شرکت کی۔ اکادمی کی صدر بیگم حامدہ حبیب اللہ نے آزاد صدی تقریبات کے لیے مزید پانچ لاکھ کی رقم کا مطالبہ کیا۔ تیواری جی نے اسی اجلاس میں اس مطالبے کو منظور کر لیا اور اس طرح آزاد صدی تقریبات کے لیے ریاستی حکومت نے مجموعی طور پر دس لاکھ روپے کا عطیہ منظور کیا۔

الہلال کے عکس کی اشاعت کوئی اہمیت رکھتی ہے کہ نہیں، اس سوال کا جواب منفی تو ہرگز نہیں۔ ہمارے سامنے اس کے بہت سے مثبت پہلو ہیں۔ پہلی بات تو یہی ہے کہ مولانا آزاد پر کوئی تحقیقی اور تنقیدی کام اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک الہلال کے سارے شماروں کا بالاستیعاب مطالعہ نہ کر لیا جائے۔ مولانا آزاد کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں صرف اس لیے راہ پا گئی ہیں کہ الہلال کی فائلیں کمیاب ہیں اور خواہش کے باوصف لوگوں کو اس کے مطالعے کا موقع نہیں ملا۔ الہلال مولانا کی دینی، سیاسی، علمی اور ادبی شخصیت کا حرفِ آغاز بھی ہے اور حرفِ آخر بھی۔

اہم معروضات

- الہلال کے عکس کی اشاعت سات جلدوں میں کی جارہی ہے جن کی تفصیل یہ ہے :

جلد اوّل	۱۳، جولائی ۱۹۱۲ء	تا	۲۵، دسمبر ۱۹۱۲ء	۲۳	شمارے
جلد دوم	۸، جنوری ۱۹۱۳ء	تا	۲۵، جون ۱۹۱۳ء	۲۴	شمارے
جلد سوم	۲، جولائی ۱۹۱۳ء	تا	۲۴، دسمبر ۱۹۱۳ء	۲۵	شمارے
جلد چہارم	۷، جنوری ۱۹۱۴ء	تا	۲۴، جون ۱۹۱۴ء	۲۱	شمارے
جلد پنجم	یکم جولائی ۱۹۱۴ء	تا	۱۸، نومبر ۱۹۱۴ء	۱۸	شمارے
جلد ششم	(البلاغ) ۱۲، نومبر ۱۹۱۵ء	تا	۳۱، مارچ ۱۹۱۶ء	۱۱	شمارے
جلد ہفتم	۱۰، جون ۱۹۲۷ء	تا	۹، دسمبر ۱۹۲۷ء	۲۴	شمارے

شماروں کی مجموعی تعداد ۱۴۶

- البلاغ کو تسلسل قائم رکھنے کے لیے الہلال میں شامل کرلیا گیا ہے اور اکادمی نے اس کا ذکر جلد ششم کی حیثیت سے کیا ہے۔
- الہلال کی سات جلدوں کو تین مجلّدات میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے تاکہ ان کی مجموعی قیمت کچھ کم ہوجائے۔ مجلّدات کی تفصیل یہ ہے۔

جلد اوّل اور جلد دوم ________________ ایک ساتھ مجلد ہیں

جلد سوم اور جلد چہارم ________________ ایک ساتھ مجلد ہیں

جلد پنجم، جلد ششم اور جلد ہفتم ________________ ایک ساتھ مجلد ہیں

- الہلال کا متن لائن نگیٹو سے طبع ہوا ہے، تصویریں ہاف ٹون نگیٹو سے چھپی ہیں۔
- کوشش کی گئی ہے کہ الہلال میں شائع شدہ سارے اشتہارات کا عکس بھی شائع ہوجائے۔
- متن میں (اور صفحات کے تسلسل میں بھی) کئی جگہ غلطیاں نظر آئیں لیکن ان کی تصحیح صرف اس لیے نہیں کی گئی کہ ہم نقل مطابق اصل کے اصول سے انحراف نہیں کرنا چاہتے۔
- بعض جلدوں کی فہرست الہلال میں شائع ہوئی تھی۔ اسے متعلقہ جلدوں کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔ جن جلدوں کی فہرست الہلال نے شائع نہیں کی تھی، اسے اکادمی نے مرتب کرکے متعلقہ جلدوں میں شامل کردیا ہے۔
- یوں تو الہلال میں صفحہ نمبر کی صراحت ہوتی تھی لیکن اشتہارات صفحہ نمبر سے عاری ہوتے تھے۔ آسانی کے لیے اکادمی اڈیشن کے صفحہ نمبر کا بھی اندراج کردیا گیا ہے جو اشتہارات اور تصاویر کو بھی محیط ہے۔ اکادمی اڈیشن کا صفحہ نمبر نیچے نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔
- الہلال کی فروخت سے اکادمی اپنی آمدنی میں کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہتی اس لیے یہ لاگت سے کم قیمت پر فراہم کیا جارہا ہے۔

ان موضوعات کا کون سا ایسا نکتہ ہے جس کی تصریح الہلال میں نہیں ہے۔ آزاد اور الہلال لازم و ملزوم ہیں اس لیے اگر آزاد صدی کے موقع پر بھی مولانا آزاد کا مطالعہ ادھورا رہتا ہے تو موجودہ نسل ہمیشہ مورد الزام رہے گی کہ وہ اپنے فرائض سے عہدہ برآ نہیں ہوئی۔ اتر پردیش اردو اکادمی اس الزام سے اپنے معاصرین کو بری کر رہی ہے۔

الہلال کسی الف لیلوی داستان کے زمرے میں شامل ہوتا جا رہا ہے اردو کے مختلف درجات کے نصاب میں مولانا آزاد کی تحریریں بجا طور پر شامل کی گئی ہیں اور جب اساتذہ ان تحریروں پر درس دیتے ہیں تو الہلال اور اس کی گوناں گوں خصوصیات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ طلبہ کے اندر الہلال کے دیدار کی خواہش بیدار ہو جاتی ہے۔ مگر اساتذہ ان کی یہ خواہش پوری نہیں کر سکتے کہ الہلال ایک جنس نایاب ہے۔ اگر کہیں کسی کے پاس کوئی شمارہ ہے بھی تو وہ اتنے پراسرار طریقے سے اس کی جلوہ گری کا سامان بہم کرتا ہے کہ یہ "جلوہ گری" ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے" کے ذیل میں آ جاتی ہے۔ الہلال کے عکس کی اشاعت سے نئی نسل کی شکایت دور ہو جائے گی۔ کم از کم اتنا دعویٰ تو وہ کر سکتی ہے کہ اصل الہلال کو نہ سہی اس نے اس کا عکس تو دیکھا ہے۔ الہلال کی یہ نئی جامہ پوشی اس کے انداز قد کی بہر حال غمازی کرے گی۔

اسلاف علم و ہنر اور بیم و زر کے مابین جو امتیازی لکیر کھینچتے آئے ہیں، اس کی حقانیت کا بارہا تجربہ ہوا لیکن الہلال کی فائلوں کی تلاش نے اسے آئینہ کر دیا۔ اس کی اشاعت کے لیے ریاستی حکومت سے گرانٹ تو مل گئی لیکن اس کے صحیح سالم اوراق کی فراہمی مرحلۂ ہوئے شیر ثابت ہوا۔ میں ۱۹۵۸ء میں گورکھپور آ گیا تھا اور برابر یہاں کے ذاتی کتب خانوں کی تلاش اور ان سے استفادے میں مصروف رہا بعض ذاتی کتب خانوں کی فہرستیں بھی میں نے مرتب کر لی تھیں، مجھے یقین تھا کہ الہلال کے سارے شمارے مجھے گورکھپور میں مل جائیں گے اور اگر دو چار شماروں کی کمی ہوگی تو وہ باہر کے کتب خانوں سے پوری ہو جائے گی۔ میرے اس یقین نے دھوکا نہیں دیا، قریب قریب سارے شمارے یہاں مل گئے بلکہ بعض بعض شماروں کی تو چھ چھ کاپیاں ملیں لیکن دستبرد زمانہ نے ان شماروں کی جو گت بنا دی تھی، اس نے میرے عزم و حوصلے کو متاثر کر دیا۔ کسی کا سرورق غائب ہے، کسی کے بیچ کے صفحات غیر حاضر، بعض فائلیں ناقص الاول، بعض ناقص الآخر اور بعض ناقص الطرفین نکلیں بعض شماروں سے تصویریں غائب تھیں ——— اور عجوبے کی حد یہ تھی کہ بعض شماروں کے ایک کالم کو دیمک چاٹ گئی تھی اور بعض کے دوسرے کالموں کو۔ غرض الہلال کی دستیابی کی جہاں خوشی تھی وہاں اس کا غم تھا کہ اس کا عکس کیوں کر لیا جائے گا۔

بہت سی تدبیریں اور ترکیبیں ذہن میں آئیں لیکن میں نے یہ کیا کہ سب سے پہلے سارے شماروں کے کارڈ بنائے اور اس کے اندراجات اس طور پر مکمل کیے جن سے بعض علمی اشارات کی نشاندہی بھی ہو جائے اور عاریت دینے والوں کے نام اور شماروں کی ہیئت کذائی بھی واضح ہو جائے۔ اس کے بعد ایک ایک کر کے میں نے سارے شماروں کے الیکٹرواسٹیٹ عکس حاصل کر لیے۔ اصل مرحلہ اس کے بعد پیش آیا جسے میں تنہا طے نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اپنی بیوی کے سامنے مسائل رکھے اور اس سے کہا کہ میں ہفتے دو ہفتے کے لیے سارے گھر کو اس کام میں لگانا چاہتا ہوں۔ تم ایسا کرو کہ گھر کے معمولات میں فرق بھی نہ آئے اور اپنی اپنی بساط کے مطابق گھر کا ہر فرد اس کام میں میری مدد بھی کر دے ماں کا حکم ہوا تو میرا بیٹا مشہود اور بیٹیاں عذرا، بشریٰ، قدسیہ، فوزیہ اور زیبا الہلال کے کام میں لگ گئیں۔ سارا گھر الہلال کی اصل فائلوں اور ان کی الیکٹرواسٹیٹ کاپیوں سے بھر گیا۔ کرسیوں پر، میزوں پر، فرش پر، ہر جگہ الہلال کے شمارے بکھرے ہوئے تھے اور اللہ کا نام لے کر ہم سب نے ہر شمارے کے ایک ایک ورق کو دیکھنا شروع کیا اور جہاں کوئی نقص نظر آتا اسے فوراً اسی شمارے کی دوسری کاپیوں کی مدد سے درست کر لیا جاتا۔ اس کی صورت یہ اختیار کی گئی کہ متاثرہ عبارت پر صاف عبارت والا فوٹو چپکا دیا جاتا اور پھر اس طرح کے اوراق کا دوبارہ الیکٹرواسٹیٹ کرایا جاتا تاکہ اس کی نیگیٹیو بننے میں دشواری نہ ہو۔ دن بھر بلیڈ سے کاٹ کاٹ کر زخمی اوراق پر پھنبہ مرہم رکھا جاتا اور شام کو ان کا الیکٹرواسٹیٹ کرایا جاتا۔ صبح کو تین چار بجے جب میں سوکر اٹھتا تو ان نئے اوراق کا حرفاً حرفاً مطالعہ کرتا اور اوریجنل سے موازنہ کرتا کہ کہیں کوئی نقطہ یا حرف متاثر تو نہیں ہو گیا ہے۔

ہر چند ہم نے کوشش کی ہے کہ الہلال کا ایک ایک لفظ اصل حالت میں قارئین کے سامنے آ جائے لیکن ہم انسان ہیں، ہم سے ضرور غلطیاں سرزد ہوئی ہیں ہم عفو و در گذر کے مستحق ہیں۔

جن لوگوں نے الہلال کی فراہمی اور اس کی ترتیب میں میری مدد کی ہے ان کا شکریہ ادا کرنا میرے واجبات میں داخل ہے۔ احسان کرنے والوں کی فہرست بہت طویل ہے لیکن جن لوگوں کے احسانات مجھے ہر موقع پر اور ہر حال میں یاد رہیں گے، اُن میں سب سے پہلے جناب مصطفیٰ کمال، اسسٹنٹ لائبریرین، گورکھپور کا نام آتا ہے۔ موصوف ایم۔ اے میں میرے شاگرد رہ چکے ہیں، انھوں نے الہلال کی فراہمی میں بڑی گرم جوشی کا مظاہرہ کیا۔ روزنامہ قومی آواز کے سب ایڈیٹر جناب قطب اللہ نے الہلال کے بعض شمارے صرف فراہم نہیں کیے بلکہ گھنٹوں کھڑے رہ کر ان کی فوٹو کاپیاں نکلوائیں۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ کے مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب نے بھی بعض شماروں کی فراہمی میں بروقت مدد کی۔ ڈاکٹر رضیہ حامد نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ الہلال کی ایک فائل میرے پاس بھجوا دی۔ میں ان سب کا اپنی طرف سے اور اکادمی کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ڈاکٹر ریاض الدین اور ڈاکٹر تحریر انجم نے فہرست سازی اور ترتیب میں غیر معمولی دلچسپی لی، ڈاکٹر محمد شعیب نے کتابت اور تزئین کا بار سنبھالا، یہ تینوں میرے شاگرد رہ چکے ہیں، شاگرد بھی اولاد کا درجہ رکھتے ہیں لیکن ان کا شکریہ ادا کیے بغیر میں اپنے فرض سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

یہ کام مجلس انتظامیہ کے فیصلے سے انجام پذیر ہوا ہے۔ اس نے مجھے جو حکم دیا، میں نے اس کی تعمیل کی۔ میں مجلس انتظامیہ کے ہر رکن کا فرداً فرداً شکریہ ادا کر رہا ہوں۔

"آزاد صدی تقریبات" کے لیے مجلس انتظامیہ نے جس سب کمیٹی کی تشکیل کی تھی، اس میں ڈاکٹر عابد رضا بیدار، ڈائرکٹر خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، جناب احمد سعید ملیح آبادی، چیف ایڈیٹر آزاد ہند، کلکتہ اور پروفیسر ریاض الرحمٰن شیروانی، صدر شعبۂ اسلامیات، کشمیر یونیورسٹی، سری نگر خصوصی مدعوین کی حیثیت سے شامل کیے گئے تھے۔ ان حضرات کے سرگرم تعاون کو اکادمی ہمیشہ یاد رکھے گی۔

اگر الہلال کے اس عکسی ایڈیشن کی پذیرائی ہوئی تو جناب سید اطہر مسعود رضوی، پبلی کیشن افسر اور جناب رام کرشن ورما، سکریٹری اکادمی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ طباعت و اشاعت کا سارا بار انھوں نے اٹھا لیا تھا۔ اس میں جو خامیاں ہیں تو صدق دل سے میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہ مجھ سے سرزد ہوئی ہیں۔ میں آنا مزید یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنے احساس فرض کو کبھی مرنے نہیں دیا۔ میں نے اپنی علمی زندگی کی تشکیل میں مولانا آزاد کی تحریروں سے ہمیشہ کام لیا۔ میری خواہش رہی ہے کہ نئی نسل بھی ان تحریروں سے استفادہ کرے۔ الہلال کی اشاعت نو میں مجھے اس خواہش کی تکمیل کے آثار نظر آتے ہیں!

اتر پردیش اردو اکادمی
قیصر باغ، لکھنؤ
یکم اگست ۱۹۸۸ء

محمود الٰہی
چیرمین، مجلس انتظامیہ

جلد ششم

الہلال

۱۲ر نومبر ۱۹۱۵ تا ۳۱ر مارچ ۱۹۱۶

ابوالکلام آزاد

اترپردیش اردو اکادمی
لکھنؤ

اِس جلد کے مضامین اور تصاویر کی فہرست آخری شمارے کے بعد ملاحظہ فرمائیں۔

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين — القرآن الحكيم

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۴ : ۵۲)

نمبر - ۱ | کلکته : جمعه - ۴ محرم سنه ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱

Calcutta : Friday 12 November. 1915.

ترجمان القرآن

یعني قران حکیم کا اردو ترجمه ' از خامهٔ ایڈیٹر الهـــلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل ہے ' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي ہے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا ہے ' اور انکا نور علم براہ راست مشکواۃ نبوت سے ماخوذ هوتا ہے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیرہ میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وہ حضرت شاہ عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرۃ شاہ ولي الله قدس سرہ تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرۃ شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القران کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي ہے ' لیکن یه کہنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فہم حقائق و معارف قرانیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نہایت سلیس ' عام فہم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا ہے ' اور بحمد الله نه زیر طبع ہے -

یه ترجمه کیسا ہے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري ہے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها ہے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي ہے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے ' ان سے صرف ساڑهے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

البلاغ

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر - ۱ — جلد ۱

کلکتہ : جمعہ - ۴ محرم سنہ ۱۳۳۴ ھجری

Calcutta : Friday 12 November. 1915.

ادبیات

نوا را تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی !!

محل ایسا کیا تعمیر عرفی کے تخیل نے
تصدق جس پہ حیرت خانۂ سینا و فارابی
فضاء عشق پر تحریر کی اس نے نوا ایسی
میسر جس سے آنکھوں کو ہے ابتک اشک عنابی

* * *

مرے دل نے یہ اکدن اسکی تربت سے شکایت کی
نہیں ہنگامۂ عالم میں اب سامان بیتابی
تغیر آگیا ایسا مزاج اہل عالم میں
کہ رخصت ہوگئی دنیا سے کیفیت وہ سیمابی
فغان نیم شب شاعر کی بارگوش ہوتی ہے
نہ ہو جب چشم محفل آشنائے لطف بے خوابی
کسی کا شعلۂ فریاد ہو ظلمت ربا کیونکر
گران ہے شب پرستوں پر سحر کی آسمان تابی

* * *

صدا تربت سے آئی : شکوہ اہل جہاں کم کن
نوا را تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی
حدی را تیز تر میخواں چو محمل را گراں بینی

[اقبال]

(استدراک) صفحہ (۱۱) مذاکرۂ علمیہ کے مضمون میں جا بجا "کروماٹوفیل" کا لفظ آیا ہے - اسکا انگریزی املاء یہ ہے : Chromatophil

اطلاع ضروری

(۱) ایک عرصہ کے صبر و انتظار اور تحمل مشکلات و صعوبات کے بعد، الحمد للہ کہ اللہ کی توفیق میسر آئی اور رسالہ جاری ہو گیا -

(۲) لیکن اب اپنی موجودہ مشغولیتوں پر نظر ڈالتا ہوں، تو ایک ہی وقت کے اندر مختلف کاموں، اور مختلف قسم، اور مختلف ضروریات و اسباب کے کاموں کا ایک ایسا ہجوم پاتا ہوں جن میں سے ہر کام بجائے خود ایک مستقل زندگی اور غیر مشترک وقت و صرف دماغ کا محتاج ہے

دار الارشاد کا سلسلہ جاری ہو چکا ہے - اور ابھی تو صرف روزانہ درس قرآن حکیم ہی کا سلسلہ شروع ہوا ہے، مگر بہت جلد دیگر دروس دینیۃ و علمیہ کیلیے بھی وقت نکالنا پڑیگا اور بلا شبہ نصف زندگی کا وقت اسکے لیے مخصوص کر دینا پڑیگا -

دوسرا اہم سلسلہ تصنیف و تالیف کا ہے - یہ پہلے بھی تھا، لیکن قرآن حکیم کے ترجمہ و تفسیر کے دو مختلف کام اب ایک ہی وقت میں شروع ہو گئے ہیں، اور بلا استثناء ہر روز تھوڑا سا وقت انکے لیے بھی نکالنا پڑتا ہے، علی الخصوص ترجمۃ القران کیلیے تو یہ بہت ہی ضروری ہے کہ جہاں تک جلد ہو سکے اسے مکمل کر دیا جائے - کیونکہ ترجمہ کے ساتھہ ساتھہ وہ چھپتا بھی جاتا ہے -

جو لوگ ان اشغال کا تجربہ رکھتے ہیں - علی الخصوص ترجمۃ و تفسیر جیسے اہم ترین مشغلۂ تصنیف کی ضروریات و مشکلات سے واقف ہیں، صرف وہی اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس عاجز کے لیل و نہار کس طرح بسر ہوتے ہونگے؟ علی الخصوص جبکہ دار الارشاد کی خدمات اور ایک ایسے ہفتہ وار رسالہ کی ترتیب کو بھی انکے ساتھہ شامل کر لیا جائے جیسا کہ یہ رسالہ ہے :

و من شاء فلینظر الی منظری
نذیر الی من ظن ان الهوی سهل!

(۳) ان حالت کی وجہ سے یہ عاجز مجبور ہوا ہے کہ سردست کچھہ عرصہ کیلیے البلاغ کو ہفتہ وار کی جگہ مہینے میں دوبار شائع کرے، اور اس کمی کے معارضہ میں ضخامت دوگنی کر دی جائے - اس تغیر سے مضامین کی مقدار اور ترتیب میں تو کوئی فرق نہ ہوگا اور جہاں تک تصنیف و تالیف کا تعلق ہے، اتنی ہی محنت کرنی پڑیگی جسقدر ہفتہ وار ہونے کی صورت میں کرنی پڑتی ہے، تاہم ایک ہفتہ کے محدود اوقات کی جگہ دو ہفتہ کی نسبتاً وسیع مدت کے اندر رسالے کا ترتیب پانا کچھہ نہ کچھہ آسانی ضرور پیدا کر دیگا، اور میرے لیے اتنا بھی بہت ہے -

ڈرتا ہوں کہ شاید بعض احباب کرام پر یہ عارضی تبدیلی شاق گذرے - لیکن اول تو انہیں اس پر نظر رکھنی چاہیے کہ اور تمام اشغال بھی اسی مقصد وحید کیلیے ہیں، جسکے لیے وہ رسالہ کو عزیز رکھتے ہیں اور اگر اس جزئی تبدیلی سے دار الارشاد کی خدمت اور ترجمہ و تفسیر کی تکمیل میں مجھے کچھہ تھوڑی سی مدد ملجائے تو یہ بھی عظیم الشان کام ہیں، بلکہ نتائج میں رسالہ سے کہیں اہم تر - ثانیاً میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ حالت بالکل عارضی ہے اور جونہی ترجمۃ القرآن سے ذرا بھی اطمینان ہوا، معاً رسالہ اپنی اصلی حالت پر آجائیگا اور بدستور ہفتہ وار شائع ہونے لگے گا - بہت ممکن ہے کہ دو چار نمبروں سے زیادہ اسکی نوبت ہی نہ آئے، اور عنقریب ہفتہ وار اشاعت شروع ہو جائے - و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد!

ایڈیٹر

و اعدادهم للسعادة في معادهم - و قد مضت سنته في البشر ان يرتقي نوعهم بالتدريج و التحويل ، كما يرتقي افرادهم من طفولة الى تميز و منه الى رشد و عقل - لذالك جعل خطاب الرسل و الكتب لهم في كل طور على حسب استعداد عقولهم ؛ فخاطبهم طوراً بما يناسب مدركات الحس ، و طورا بما يناسب وجدان النفس ، و حملهم اولا على الطاعة بالقهر و الالزام ، و جذبهم اليها ثانيا بالاقناع و ضرب الامثال - فرشدوا من وعظهم و نصحهم ، و وعدهم و وعيدهم ، خذلوا من كانوا متسلطين على عقولهم من الملوك و الكهنة و المشعوذين ، بما اجراه الله على ايديهم من المعجزات ، ظهرت لهم من الايات البينات - ثم اخذ الله المعاندين المنكرين الذين خالفوا ضمائرهم ، و كابروا عقولهم و ابصارهم ، ثم يميزوا بين الحق و الباطل ، و العالم و الجاهل ، و الغالب و المغلوب ، و الصادق و الكذوب ، و الظن و اليقين : لقد بعثنا في كل امة رسولا ان اعبدوا الله و اجتنبوا الطاغوت ، فمنهم من هدى الله و منهم من حقت عليه الضلالة ، سيروا في الارض فانظروا كيف كان عاقبة المكذبين ؟ (١٦ : ٣٨) كذالك فعل الذين من قبلهم فهل على الرسل الا البلاغ المبين ؟ (١٦ : ٣٧)

* * *

مضت الايام و الاعوام ، و توالت القرون و الاجيال - علت فيها الاقوام و سقطت ، و ارتفعت و انحطت ، جرت ... ، و تخالفت و اتفقت ، و ذاقت من الايام آلاما ، و تقلبت في السعادة و الشقاء ايامًا ، انتقل البشر من حال الى حال ، و ارتقوا من طور الى طور ، حتى اذا ما ارتقت عقولهم بتقلب الزمان ، استعدوا لتحكيم العقل و الفكر في مدركات الحس و الوجدان ، بعث فيهم خاتم النبيين و المرسلين ، الذي جعل الفكر النظر اساس الدين - و منحه دين الاسلام ، الذي كالعقل العام ، و المرشد الحكيم لجميع الانام ، الموافق لهم في كل مكان ، المنطبق على مصالحهم في كل زمان ، فهو للقبائل الساذجة كالمربي الرحيم ، و للشعوب الراقية كالامام الحكيم ، كلما ساروا في العلوم و المدنية شوطا رأوه المجلى في ميدان السبق : سنريهم اياتنا في الافاق و في انفسهم حتى يتبين لهم انه الحق (٤١ : ٥٣)

انزل عليه كتابا احتج على صحة العقائد بايات الله في الانفس و الافاق ، و بين فوائد ما دعا اليه من العبادة و مكارم الاخلاق ، و اشار الى مصالح الناس فيما شرعه من الحكم و السنن ، و نبه على مفاسد ما حرمه عليهم من المنكرات ما ظهر منها و ما بطن - جاء بالبينات و الهدى ، فنهى عن التقليد و اتباع الهوى ، و قرر حرية الوجدان و الاجتهاد ، في جميع الاعمال و الاعتقاد ، و عظم شان الفكر و العقل ، و جعله هو المخاطب بفهم النقل ، فامتاز دينه على سائر الاديان ، بانه دين الحجة و البرهان ، الناعي على متبعي الاوهام و الظنون ، بانهم لا يعقلون شيئا و لا يهتدون ، بل وصفهم بقوله : ان هم الا كالانعام بل هم اضل ، اولائك هم الغافلون (٧ : ٧٨) صم بكم عمي فهم لا يرجعـــون (٢ : ١٧)

* * *

كان لضلال البشر قبل الاسلام علتان : احداهما ضعف قوي الخلقة ، و ثانيهما الانحراف عن سنن الفطرة ، فكان من الضعف ان يعتقد الناس في كل مظهر من مظاهر الخليقة لا يعرفون علته انه هو القوة الغيبية ، التي قامت بها جميع المظاهر وهي القوة الالهية ، فيعبدوا ذالك المظهر - و كان من الانحراف عن قوانين الفطرة ما كان من الاوضاع و البدع و الخرافات ، و التقاليد و الرسوم و العادات ، حتى جاء القران ينادي اليهم و هم غافلون : فاقم وجهك للدين حنيفا ، فطرة الله التي فطر الناس عليها ، لا تبديل لخلق الله ، ذالك الدين القيم و لكن اكثر الناس لا يعلمون (٣٠ : ٣٠) فعلم الناس ان الدين الحق اقامة الفطرة لا مقاومتها ، و الاستنارة بنور العقل لا اطفاؤه ، و ان العمدة في معرفة الحكم ، و الحلال و الحرام ، اجتناب المضار و اجتلاب المنافع ، و درء المفاسد و طلب المصالح - فبهذا كان الاسلام هو الدين الاخير الذي اخرج البشر من حجر القصور و عبوديته ، الى فضاء الرشد و حريته ، و كان ناسخا لما قبله من الاديان ، و لا يمكن ان ينسخ او ينقضي الزمان ، فتبارك الله الذي انزل على عبده الفرقان ، و علمه البيان ، ليكون للعالمين نذيرا (٢٥ : ١)

جاء الاسلام و العالم كله في تلخور من جميع الوجوه : من جهة الدين ، من جهة العلم ، من جهة المدنية ، من جهة السياسة ، فلم يمر قرن واحد حتى جدد للعالم كله دينا قيما ، و علما محكما ، و مدنية سعيدة ، و سياسة رشيدة ، و نشر ذالك كله في مشارق الارض و مغاربها ، بقوة الحق ، و سرعة البرق ، فاحيا به الارض بعد موتها ، و ارتفع كلمة الحق غاية الارتفاع و الاعتلاء ، بحيث صار اصلها ثابت و فرعها في السماء (١٤ : ٢٤)

قضي الاسلام قضاء المبرم على الوثنية التي اذلت البشر ، و استعبدتهم للملوك المستبدين ، و الروساء الروحانيين ، و السادة الظالمين ، و القادة الغاوين ، و الهداة الضالين ، و لمظاهر الطبيعة و ما يمثلها في الهيا كل من الاصنام و الطواغيت و الاوثان ؛ في اي لباس وجدت ، و في اي صورة ظهرت ، و تحت اي اسم عرفت ، فقرر حرية الوجدان و الاعتقاد ، و الاجتهاد الاستقلالي في العقائد و الاعمال ، و الشورى في السياسة و الحكام ، و ابطل امتيازات الانساب و الاجناس ، التي كان يستعلي بها الناس على الناس ، بغير علم نافع ، و لا عمل رافع ، و جعل قاعدة الانسانية العامة

البلاغ

فاتحة "البلاغ"

بسم الله الرحمن الرحيم

(١)

الحمد لله الذي رضي لنا الاسلام دينا ، ونصب لنا الدلالة على صحته برهاناً مبينا ، وامرنا ان نستهديه صراطه المستقيم ، صراط الذين انعم الله عليهم من النبيئين و الصديقين و الشهداء و الصالحين (٦٩ : ٧١) غير المغضوب عليهم اليهود ، الذين لعنهم الله بكفرهم (٢ : ٨٣) و ضربت عليهم الذلة و المسكنة و باؤا بغضب من الله (٢ : ٥٨) و لا الضالين النصارى الذين ضل سعيهم في الحيواة الدنيا و هم يحسبون انهم يحسنون صنعا (١٨ : ١٠٤) و بدا لهم سيئات ما عملوا ، و حاق بهم ما كانوا به يستهزؤن ، و قيل اليوم ننساكم كما نسيتم لقاء يومكم هذا و ماواكم النار و ما لكم من ناصرين - ذالكم بانكم اتخذتم آيات الله هزوا ، و غرتكم الحيواة الدنيا ، فاليوم لا يخرجون منها و لا هم يستعتبون (٤٥ : ٣٤)

فسبحان الذي جعلنا امة التوحيد ، و جعل ديننا دين التوحيد ، و صراطنا صراط التوحيد ، و سياستنا سياسة التوحيد ، و اعز من استقاموا منا على التوحيد ، و اذل من انحرف منا عن محجة التوحيد ، ليعيدنا كما بدأنا الى التوحيد - انه هو يبدئ و يعيد ، و هو الغفور الودود ، ذو العرش المجيد ، فعال لما يريد ! (٨٦ : ١٤)

و الصلوة و السلام على سيدنا و نبينا محمد خاتم انبيائه و رسله ، و صفوته من خلقه ، و حجته على عباده ، و امينه على وحيه ؛ الذي بعثه بتوحيد الالوهية ، ليحرر الخلق من رق العبودية ، للعوالم السماوية او الارضية - و بتوحيد الربوبية ، ليعتقهم من رق التقاليد الدينية ، التي الحقها رؤساء الاديان بالشرائع الالاهية - و بتوحيد السياسة ، ليكون الشعوب و القبائل امة واحدة ، تضمها شريعة عادلة مقومة واحدة ، و تتعارف بلغة واحدة ، ليطلقهم من قيود الحكومة الشخصية الجائرة ، و يفكهم من اغلال العصبية الجنسية و الوطنية الخاسرة - فاهتدى بكتابه العقلاء المستقلون ، و ضل به السفهاء المقلدون - و عزبا تباعه المومنون الصالحون ، و ذل باعراضهم المعرضون الخاسرون - و انه لقرآن كريم في كتاب مكنون ، لا يمسه الا المطهرون (٥٦ : ٧٩) تنزيل العزيز الرحيم لتنذر قوما ما انذر اباوهم فهم غافلون (٣٦ : ٤) و ان في ذالك لرحمة و ذكرى لقوم يومنون (٢٩ : ٥٠) لا ياتيه الباطل من بين يديه و لا من خلفه تنزيل من حكيم حميد (٤١ : ٤٢) قل هو للذين آمنوا هدى و شفاء ، و الذين لا يومنون في آذانهم وقر و هو عليهم عمى ، اولائك ينادون من مكان بعيد ! (٤١ : ٤١)

(و بعد)

اتى على الانسان حين من الدهر كان في طور اشبه بطور الطفولية ، فسادت الاوهام و الخرافات على العقول البشرية ، و كثر بين الناس الدجالون المحتالون ، و الغازون الجائرون ، و الظالمون الضالون ، و السحرة و المشعوذون ؛ ملكوا نواصي الناس بافكهم و كذبهم ، و صاروا يتصرفون في جميع امورهم ، فما كان احد يقدم على عمل ما الا بحكمهم و الاسترشاد برايهم ، فكان الناس في ايديهم كالانعام بل هم اضل سبيلا : عقول فاسدة ، و آراء كاسدة ، و افهام ساذجة و بصائر قاصرة ، و جهل و اوهام ، و خرافات و خزعبلات ؛ تقيمهم و تقعدهم ، و تفرحهم و تحزنهم ، و تخيفهم و تزعجهم - فاذا برق بارق من السماء ، ارتجفوا و اضطربوا - و اذا نزلت صاعقة من السحاب ، ماجوا و ارتعبوا - و اذا اصابهم مرض علقوا لدفعه الاوراق ، او استنجدوا براق - و اذا نظر اليهم ناظر - حوطوهم بالتمائم و اطلقوا حولهم بخور المباخر - و اذا كسفت الشمس او خسف القمر صاحوا و دقوا الدفوف و قرعوا الطبول ، لارضاء آلهتهم على ما يزعمون : و ما لهم بذالك من علم الا اتباع الظن (٤ : ١٥٦) بل هم في شك يلعبون (٤٤ : ٩) و ما ظلمهم الله و لكن كانوا انفسهم يظلمون (٧:

سنة الله تعالى مع تلك الامم في هذا الطور سير الاب الحكيم مع ابنائه في طفوليتهم ، فبعث الله اليهم مبشرين و منذرين ، و انزل معهم الكتاب بالحق (٢ : ٢١٣) لهداية الناس و اصلاح شانهم في ...

عليهم الذلة و المسكنة ، و مزقوا كل ممزق ، وباؤ بغضب من الله - و كذالك فعل غيرهم ، كانهم راؤا دينهم ناقصا فكملوه ، و قليلا فكثروه ، و واحدا فعددوه ، و سهلا فصعبوه ، فثقل عليهم بذالك ؛ فوضعوه ، فذهب الله بوحدتهم حتى لم تغن عنهم كثرتهم ، و سلط الله عليهم الاعداء ، و انزل بهم البلاء : سنة الله التي قد خلت في عباده و لن تجد لسنة الله تبديلا (۴۸ : ۲۳)

* * *

كان المسلمون في خير القرون امة واحدة ، و كان العلماء فيهم ادلاء و نقلة لدين الله : متعاضدون متناصرون متحابون متعاشرون - و ما كان من اختلاف قليل رد الي الكتاب و السنة - ثم جاء عصر التابعين ، و ائمة المجتهدين ، رضوان الله عليهم اجمعين ، فسلكوا على آثارهم اقتصاصا ، و اقتبسوا عن مشكواتهم اقتباسا ، و كان دين الله اجل في صدورهم من ان يقدموا عليه رايا او تقليدا - و كانت تلك الازمنة مملوءة بالمجتهدين و ليس فيهم مقلدا ، بل كلهم مجتهدون ، يستمدون من اصلين الجليلين ، و هما كتاب الله و سنة رسوله : فان تنــازعتــم فــي شي فــردوه الى اللــه و الــرســـول (۴ : ۵۹)

و لكن خلف من بعدهم خلوف فرقوا دينهم و كانوا شيعا ، فتقطعوا امرهم بينهم زبرا ، و كل حزب بما لديهم فرحـــون (۲۳ : ۵۹) فاستــقرت المـــذاهب المـــدونه و هجر غيرها ، و جعلوا التعصب للمــذاهب ديانتهم التي يدينون ، و رؤس اموالهم التي بها يتجرون ، و اخرون منهم قنعوا بمحض التقليد ، و قالوا : انا وجدنا اباءنا على امة و انا على آثارهم مقتدون (۴۳ : ۲۳) فصارت اقوال ائمتهم بمنزلة الاصلين ، و ذالک معني قوله تعالى : اتخذوا احبارهم و رهبانهم اربابا من دون الله (۹ : ۳۲) و حجروا على رب العالمين مثل اليهود ان لا يبعث بعد ائمتهم رايا مجتهدا ، و انكروا بالرسول حيث قال : " لا يزال يبعث على راس كل مائة سنة لهذه الامة من يجدد لها دينها "

و قالوا لم يبق في الارض عالم منذ الاعصار المتقدمه - فقالت طائفة : ليس لاحد ان يختار بعد ابى حنيفه و ابي يوسف و زفر و محمد بن الحسن و الحسن بن زياد اللولوي (رحمهم الله تعالى) و قال بكر بن العلاء المالكي : ليس لاحد ان يختار بعد المئتين من الهجره - و قال اخرون : ليس لاحد ان يختار بعد الاوزاعي و الثوري و وكيع و ابن مبارك (رضي الله عنهم) و قالت طائفة : ليس لاحد ان يختار بعد الشافعي و المزني (شكر الله مساعيهما) و كذا قالوا في التفسير و الحديث و الاصول ، حتى في العلوم الالية و العقلية ، فانظر كيف بدلوا الحق بالباطل ، و اشتروا الضالة بالهدى ، فما ربحت تجارتهم و ما كانوا مهتدين (۲ : ۱۴)

و اختلف المقلدون فيمن يوخذ بقوله من المنتسبين اليه ، و يكون له وجها يفتي و يحكم به ممن ليس كذالک ، فجعلوهم ثلاث مراتب و قسموهم في عدة طبقات - ثم اختلفوا متى انسد باب الاجتهاد على اقوال كثيرة ما انزل الله بها من سلطان ، فقالوا ان الارض قد خلت من قائم لله بحججه ، و لم يبق فيها من يتكلم بالعلم و البصيرة ، و لم يحل لاحد بعد ان ينظر في كتاب الله و لا سنة رسوله لاخذ الاحكام و العلوم منهما ، و لا يقضى و لا يفتى بما فيهما حتى يعرضه على قول مقلده و متبوعه - و هذه الاقوال كما ترى قد بلغت من الفساد و البطلان و التناقض و القول على الله بلا علم و ابطال حججه و الزهد في كتابه و سنة رسوله و تلقي الاحكام منهما مبلغها ، و يكفي في فساد هذه الاقوال ان يقال لاربابها : فاذا لم يكن لاحد ان يختار بعد من ذكرتم ، فمن اين و قع لكم اختيار تقليدهم دون غيرهم ؟ وكيف حرمتم على الرجل ان يختار ما يوديه اليه اجتهاده ؟ و ابحتم لانفسكم اختيار قول من قلدتموه و اوجبتم على الامة تقليده و حرمتم تقليد من سواه ؟ فما الذي سوغ لكم هذا الاختيار الذي لا دليل عليه من كتاب و لا سنة و لا اجماع و لا قياس و لا قول امام من ائمتكم ؟ فاذا كان لا يجوز الاختيار بعد المئتين عندكم ، فمن اين يساغ لكم و انتم لم تولدوا الابعد المئتين ؟

يا للعجب ! ان اماما اشهب ، و ابن الماجشون ، و مطرف بن عبد الله ، و سحنون بن سعيد ، و من في طبقتهم من الفقهاء المئة الثالثه ، كان لهم ان يختاروا الى انسلاخ ذي الحجة من سنة مئتين ، فلما استهل هلال المحرم من سنة احدى و مئيه ، و غابت الشمس من تلك الليله ، حرم عليهم في الوقت بلا مهلة ما كان مطلقا لهم من الاختيار ! ! فانظر كيف ضربوا لک الامثال فضلوا فلا يستطيعون سبيلا ؟ (۱۷ : ۵۲)

شهد الله في كتابه انه جعل دين السلام يسرا ، لا عسر فيه و لا حرج : يريد الله بكم اليسر و لا يريد بكم العسر (۲ : ۱۸۵) هو اجتباكم و ما جعل عليكم في الدين من حرج (۲۲ : ۷۷) و اشهد رسوله صلى الله عليه و سلم على المومنين بذالک ، فقال : احب الاديان الى الله الحنيفية السمحة (۱) وكان رسول الله صلى الله عليه و سلم ينهي عن كثرة السوال ، لانه سبب لكثرة التكاليف - و بين لنا ان الله سكت عن اشياء رحمة بنا و ان لا نكون كبني اسرائيل ، شددوا فشدد الله عليهم ، ولكن ها ولاء المتفقهة المقلدة جعلوا اليسر عسرا ، و السعة ضيقا و حرجا ، و السمحة شكسة شرسة ، و شددوا على انفسهم و على الناس ، و ان لم يشدد الله عليهم ، و بسبب هذا الغلو الذي نهي الله عنه و ذم اقواما عليه في قوله : يا اهل الكتاب لا تغلوا في دينكم (۵ : ۸۱) هجرت السلاطين المسلمين الشريعة في امر القضاء و السياسة ،

(۱) حديث صحيح رواه احمد ، و البخارى فى الادب ، و الطبراني من حديث ابن عباس -

قوله عز و جل: يا أيها لنـــاس انا خلقنـــا كم من ذكر و انثى ، و جعلنـــا كم شعوبا و قبائل لتعارفـــوا ، ان اكرمكـــم عند الله اتقاكم (٤٩ : ١٣)

* * *

جاء السلام و الناس شيع في الدين ، و ان كانوا الا قليلا في جانب عن اليقين : يتنابذون و يتلاعنون ، و يزعمون في ذالك انهم بحبل الله مستمسكون ، فرقة و تخالف و شعب ، يظنونها في سبيل الله اقوي سبب ، فانكر السلام ذالك كله ، و صرح تصريحا لا يحتمل الريبة بان دين الله في جميع الزمان و على السن جميع الانبياء واحد : ان الدين عند الله السلام و ما اختلف الذين اوتوا الكتاب الا من بعد ما جاءهم بغيا بينهم (٣ : ١٩) شرح لكم من الدين ما وصي به نوحا و الذي اوحينا اليك و ما وصينـــا به ابراهيـــم و موسى و عيسى ، ان اقيمـــوا الدين و لا تتفرقوا فيه (٤٢ : ١٣)

* * *

و جملة القول كان السلام نورو ضياء ، سطع في افق الجزيرة فعم الكون بالسو و بهر الناظرين ، و كان المسلمون عصبة صالحة نبتت في منبسط الحجاز ، فتدلت علي المشرق و المغرب و قبضت علي نواصي المجد الاعلي ، فملكت زمام العالمين !

هذا هو شان السلام و هكذا كان المسلمون : نورا ساطعاً ، و مجدا طالعاً ، و نفوذا قاهرو ، و عزا باهرا ، و علما زاهرا ، و خلقا ساحرا - سياسة ملكت الاقطار و مصرت الامصار ، وكياسة ارتاحت لها القلوب ، و اطمأنت الامم و الشعوب ، لا يمسهم فيها نصب و لا يمسهم فيها لغوب : تلك الجنة التي نورث من عبادنا من كان تقيا (١٩ : ٦٤)

* * *

هكذا كان شان السلام و المسلمين و الامر على ذالك ، حتى عمل الشيطان مكائده عليهم ، و القى باسهم بينهم ، و افشى فيهم فتنة الشبهات و الشهوات ، و زينت لهم التقاليد و المبتدعات - ضلوا عن هدى القران المجيد ، بما وضع في عنقهم من وهق التقليد ، و دب الفساد الجتماعي في جسم الامة ، و عم الظلم و الطغيان و الاسراف ، فافسد الاخلاق ، و اضعف النفوس ، و طبع على قلوب الامة بطابع القهر و العبوديه ، حتى لا امر بمعروف ولا نهي عن منكر ، و لا تعاون على بر ، و لا تناصر على رفع ضر - فذهبت ريح الدولة و قوة الامة ، و استعد الفريقان بعملهم لنقمة الله تعالى بدلا من النصر و النعمه - فتمزق شمل المسلمين ، و اضاعوا السياسة و الدين ، و ردوا الامة اسفل سافلين ، فخسروا الدنيا و الاخرة : ذالك هو الخسران المبين (٢٢ : ١١)

الاسلام دين التوحيد ، و ما امر المسلمون الا ليعبدوا الها واحدا ، و يتبعوا دينا واحدا ، و يقيموا لهم اماما واحدا ، و يكونوا امة واحده - لا يفرقهم نسب و لا لغة ، و لا وطن و لا جنس - و قد نهوا عن التفرق كما نهوا عن الكفر ، فقال الله تعالى : واعتصموا بحبل الله جميعا و لا تفرقوا ، (٣ : ٩٨) و لا تكونوا كالذين تفرقوا و اختلفوا من بعد ما جاءهم البينات ، اولئك لهم عذاب عظيم (٣ : ١٠١) الذين فرقوا دينهم و كانوا شيعا لست منهم في شي (٣٠ : ٣٢) و ما تفرق الذين اوتوا الكتاب الا من بعد ما جاءتهم البينه ، و ما امروا الا ليعبدوا الله مخلصين له الدين (٩٨ : ٤) فما اختلفوا حتى جاء هم العلم (١٣ : ٩٣) و اتيناهم بينات من الامر ، فما اختلفوا الا من بعد ما جاءهم العلم بغيا بينهم (٤٥ : ١٦) لا تنا زعوا فتفشلوا و تذهب ريحكم (٨ : ٤٧)

ان النبي صلى الله عليه و سلم بين بمثل ذالك في قوله و عمله ، حتى لم يكن يغضب شئى كما يغضب اذا راى الختلاف بين اصحابه قد افضي او كاد يفضي الى التفرق - و النقول في هذا كثيرة و حسبك ما رواه البخاري من وصيته صلى الله عليه وسلم : لا ترجعوا بعدى كفارا ، يضرب بعضكم اعناق بعض !!

و لكن خالفنا كل هذه النصوص ، فتفرقنا و تنازعنا ، و شاق بعضنا بعضاً بشبهة الدين ، اذ اتخذنا مذاهب متفرقة ، كل فريق يتعصب لمذهب ، و يعادى سائر اخوانه المسلمين لاجله ، زاعماً انه ينصر الدين ، و هو يخذله بتفريق كلمة المسلمين : هذا سني يقاتل شيعيا ، و هذا شيعي ينازل اباضيا ، و هذا شافعي يغرى التتار بالحنفيه ، و هذا حنفي يقيس الشافعية على الذميه ، و ها اولاء مقلدة الخلف ، يعادون من اتبع طريق السلف - حتى جثوا على التوحيد نفسه ؛ توحيد الالهية بالتوجه الى غير الله و دعاء سواه ، و توحيد الربوبية بشرع ما لم ياذن به الله - فسلط الله على جميع هذه الحزاب اعداء خضدوا شوكتها ، و زلزلوا دولتها : ذالك بان الله لم يك مغيراً نعمة انعمها على قوم ، حتى يغيروا ما بانفسهم ، و ان الله سميع عليم (٨ : ٥٥)

طريق الحق هو الوحدة و السلام : ان هذا صراطي مستقيما فاتبعوه و لا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله (٦ : ١٥٣) و طرق الشيطان هي مثارات التفرق و الخصام : و لا تتبعوا خطوات الشيطان ، انه لكم عدو مبين (٨ : ١٤٢) فقد كانت يهود امة واحدة مجتمعة على كتاب واحد ، فسول لهم الشيطان فتفرقوا و جعلوا لهم مذاهب و طرقا ، اضافوا الى الكتاب ما اضافوا ، و حرفوا من كلمة ما حرفوا ، و اتبعوا السبل فتفرقت بهم عن سبيل الله ، و ضربت

اُسوۂ حسنہ

کائناتِ خلّت

به تقـريـب و رود مسعود يوم الحج وعيد اضحى

الله اكبر٬ الله اكبر٬ لااله الا الله والله اكبر٬ الله اكبر٬ و لله الحمد٬ .

ما طفل کم سواد و سبق قصه هاے دوست
صد بار خوانده و دگـر از سـر گـرفـتـه ایم

(۱)

قـرآن حکيم نے دنيا کے سـامنے حضـرة ابراهيم خليل الله (على نبينا و عليه الصلواة و السلام) اور ان مصلحين صالحين کا جنهيں انکي تبعيت و معيت حاصل تهي٬ اسوۂ حسنه پيش کيا هے - يعني عملي زندگي کا ايک ايسا نمونه جسکي پيروی کي جاے :

قد كانت لكم اسوة حسنة في ابراهيم و الذين معه (۶۰ : ۴)

يقيناً تمهارے ليے حضرة ابراهيم کي زندگي ميں٬ اور اُن کي زندگي ميں جو ان اعلى ترين مدارج ايمان ميں اُنکے ساتهه نظر آتے هيں٬ پيروي و اتباع کيليے ايک بهترين نمونه هے !

اس سے بهي بڑهکر يه که قرآن حکيم نے اپني ظهور دعوة کے آغاز هي ميں صاف صاف اعلان کرديا که اسکي دعوة و حکمت دراصل ملة ابراهيمي هي کي تکميل هے٬ اور اس سلسلے کي پهلي کڑي وجود ابراهيمي ميں پنهاں تهي .

ملة ابيكم ابراهيم (۲۲ : ۷۷)

يه ملة تمهارے مورث اعلى ابراهيم کي هے !

قالـوا كونـوا هـودا او نصـارى تهتدوا٬ قل بل ملة ابراهيم حنيفا - (۲ : ۱۲۹)

مخالفين دعوة کهتے هيں که يهوديت اور نصرانيت کا طريق اختيار کرو که انهي ميں هدايت پاؤگے - انسے کهدو که نه تو بني اسرائيل کي راه هماري راه هے اور نه نصراني ضلالت کا طريقه همارا طريقه٬ هم تو ملة ابراهيمي کے پيرو هيں اور يهي حقيقي اور فطري راه هدايت هے -

پس ان دو حقيقتوں کے معلوم هونے کے بعد هر مومن بالقرآن کا پهلا فرض زندگي يه هو جاتا هے که حضرة ابراهيم کي زندگي کے اون مقامات و اعمال کي جستجو ميں نکلے جنکو قرآن حکيم نے همارے ليے اسوۂ حسنه قرار ديا هے٬ اور ملة ابراهيمي کے اُن حقائق کو معلوم کرے جنکے اندر اسلام کي دعوة کا اصلي محور و مرکز پوشيده هے :

ومن احسن دينـا ممن اسلـم وجهـه لله وهـو محسن٬ و اتبع ملـة ابـراهيـم حنيفـا ؟ (۲ : ۱۱۴)

اور اس ضلالت آباد عالم ميں جهاں انساني فطرة کي هدايت طرح طرح کے انساني طريقوں اور غير الهي راهوں ميں گم هو گئي هے٬ اس شخص سے بهتر کس کا دين هوسکتا هے جو هر طرف سے منهه موڑ کر صرف الله هي کے ليے هو گيا٬ اور اپنے تمام اعتقادات و اعمال ميں طريق " احسان " اختيار کيا٬ اور اسطرح ملة ابراهيمي کے حنيفي طريق کي پيروي کي که اسلام کي حقيقت يهي هے !

(حـيـات ابــراهـيـمي)

يهي وجه هے که قرآن حکيم کے حصۂ قصص ميں حضرة ابراهيم کے وقائع زندگي کو ايک مخصوص عظمت و اهميت حاصل هے اور قرآن کي تفسير مکمل نهيں هوسکتي جب تک اس زندگي کي ايک ايسي سوانح عمري مرتب نه کي جاے٬ جسکے اصولي ابواب صرف قرآن حکيم سے ماخوذ هوں - اگر ايک ايسي سوانح عمري مرتب هوجاے تو وه دراصل قرآن حکيم اور دعوة اسلاميه کے تمام مقامات و مراتب اور حقائق و معارف کے فهم و درس کے ليے ايک مرکز کا چراغ هو گا٬ جس سے تمام اطراف روشن هو جائينگے !

يه سوانح عمري بتلائيگي که اسلام کي تمام تعليمات و احکام کي اصلي حقيقت کيا هے٬ اور وه کونسا محور هے جسکے گرد اسکا دائرۂ شريعت گردش کها رها هے ؟ اسي سوانح عمري سے معلوم هوگا که وه " امة مسلمة " جو وجود ابراهيمي ميں پنهاں تهي (ان ابراهيم كان امة قانتا) اور جو ايک انقلاب آور تاريخي دعا کي صداؤں ميں نماياں هوئي (ربنا و اجعلنا مسلمين لک و من ذريتنا امة مسلمة لک !) اور بالآخر جسکي قبوليت کا ظهور اس خيرالامم " امة وسطا " کي تکميل سے هوا جو تمام عالم کي اصلاح و سعادت کيليے دائمي خلافة الهي کي مستحق ٹهري٬ اسکا مصدر حقيقي کيا تها ؟

وكذالک جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس و يكون الرسول عليكم شهيدا (۲ : ۱۳۷)

اور اسي طرح هم نے تم کو ايک درمياني امة قرار ديا تاکه تم انسانوں پر انکي هدايت و سعادت کيليے شاهد هو اور تم اپني شهادت کي روشني الله کے رسول سے حاصل کرو !

يه سوانح عمري اگرچه صرف ايک هي انساني وجود کے اعمال حيات کي سرگذشت هوگي٬ ليکن چونکه اس ايک وجود کے اعمال و ارادات کے اندر تمام نسل انساني کي مستقبل حيات ملي کا ماده پوشيده تها٬ اسليے دراصل يه سعادت بشري کي ايک عالمگير سرگذشت هوگي٬ اور اُن تمام سامي اقوام و ملل کي تاريخ سعادت و شقاوت کو واضح کرديگي جو عهد ابراهيمي کے بعد سے ابتک گذريں اور جنکي نسليں اس وقت تک کرۂ ارضي کي سب سے بڑي پيداوار هيں - پس اگرچه وه ايک بيج کي سرگذشت هوگي جو ابسے چار هزار برس پہلے " وادي غير ذي زرع " کي ريتلي زمين ميں ڈالا گيا ليکن چونکه سعادت بشري اور خلافة ارضي کا سب سے بڑا درخت اسي سے پهوٹا٬ اسليے دراصل وه هر اس پته کي سرگذشت هوگي جسکا نمو اسکے اندر تها٬ اور هر اُس شاخ کي تاريخ بتلائيگي جو اس درخت سے نکلي اور پهيلي - هر پهل جو اسکي ڈاليوں ميں لگا٬ دراصل اسي بيج کا پهل تها - اور هر پهول جو اسکے پتيوں کے اندر سے نماياں هوا٬ في الحقيقت اسي فرد اول کا فرزند تها - قوة نباتي کي نشو و نما اگرچه هزارها افراد و اشکال ميں سامنے آتي هے٬ ليکن جب نظر حقيقت شناس اسکي سيکڑوں ڈاليوں٬ هزاروں پهولوں٬ اور لاکهوں پتوں پر پڑتي هے٬ تو اس تمام کثرت کے اندر صرف اُس وحدة اولى هي کي هستي کو ديکهتي هے جسکے تنها وجود کے اندر درخت کا هر پته اور پته کا ايک ايک ريشه موجود تها - درخت کي شاخيں آسمان تک پهنچ جاتي هيں٬ اسکے ايک ايک پهل سے بے شمار بيج پيدا هوتے هيں٬ اور اُن ميں سے هر بيج ويسا هي ايک نيا درخت پيدا کرديتا هے٬ ليکن ارواح نباتيه کي يه پوري کائنات خواه کتني هي زمين کي سطح پر پهيلے اور

تزعم و دعوى ان الشريعة شاقة و غير مطابقة لمصلحة الزمان ، و تركتها عامة الامة ايضا في اكثر احوالها ، و هم يحسبون انهم يحسنون ، و لا يدرون ما ذا يعملون ، تراهم في عدو الى الحيل يخبطون : ظلمات بعضها فوق بعض ! (٣٤ : ٣٠)

و لا تظن ان هذ الترك قريب العهد ، فانه لم ينقل الينا التاريخ ان طائفة من طوائف التقليد استطاعت احداث شؤ نها على جميع قواعد و مسائل الفقهيه ، فمذهبهم ليس هو تمذهب عمل و اكتساب ثواب ، بل اعتقاد و اقوال و نزاع و جدال ، و تخاذل و افتراق ، و بلاء و شقاق ، و كان نتيجة هذا التقليد ان شوهوا وجه الشريعة الغراء ، حتى ظن من ضعف ادراكه ان الشريعة ليست سوى ما بايدى هؤلاء المقلدة - فيا لله و للمسلمين من هذه الفاقرة التي هي اعظم مواقر الدين ، و الرزئة التي ما رزى بمثلها سبيل المومنين !

ان اهون الاختلاف اختلاف الصحابة و غيرهم من السلف في فهم الاحكام ، مع عذر كل منهم لمخالفه بحيث لم يكونوا شيعا تتفرق في الدين ، و تتعصب كل شيعة منها لبعض المخالفين ، فان مثل هذ الاختلاف طبيعي في البشر لا يمكن اتقاوه ، و لكن لما جاء دور التقليد و التحزب ، و التعصب للمذاهب ؛ حلت النقمة ، و تفرقت الكلمة ، و ذهبت الريح و الشوكة ، الى ان وصلنا الى هذه الدرجة من الضعف و الذل : ذهب الملك ، و صارت الممالك الكثيرة من ممالكنا تقع في قبضة الاجانب فلا يبالي بهم سائر المسلمين ! فاين الوحدة و الاخوة ؟ و التواد و التراحم ؟ و التعاون و التناصر ؟ و اين تمثيل مجموعهم بالجسد الواحد ؟ كل ذالك قد زال ، و كان مبدء زواله ذالك الاختلاف : فما لهؤلاء القوم لا يكادون يفقهون حديثا ؟ (٤ : ٧٧)

اقرأ في التاريخ حوادث الفتن بين اهل السنة و الشيعه ، و بين المنتسبين الى السنة بعضهم مع بعض : بين الاشاعرة و الحنابله ، بين الحنفية و الشافعيه ، بين الشافعية و الحنبليه - و من اعرب ما تجد ان العدوان بين الشافعيه و الحنفية كان من اسباب حملة التتار على المسلمين - تلك الحملة التي كانت اول صدمة صدعت بناء قوة المسلمين صدعا ، لم يلتئم من بعده و بعد كما كان : ذالك بما قدمت ايديهم و ان الله ليس بظلام للعبيد (٣ : ١٨٢)

ان رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول : لتسون صفوفكم او ليخالفن الله بين وجوهكم (١) و لا يعلم هذه الحكمة النبوية الا العليم بصفات الانفس البشرية و اخلاقها و نظام الاجتماع الانساني - و من سنن الله في ذالك ان ما يتفق فيه الافراد من الاعمال الظاهرة المشتركة بينهم ، يكون سبباً لائتلافهم و اتفاقهم و وحدتهم ، و الضد بالضد - لذالك تتحرى الامم المرتقية في العلم و النظام ، ان تربى افرادها على نظام واحد في الاعمال الظاهرة ، و ان تنشر عاداتها في الامم الاخري لتجذب بها قلوبها اليها -

فيا سبحان الله ! ان رسولنا لم يسمح لنا ان تختلف افرادنا في صف الصلوة فيتقدم بعضهم علي بعض ، و انبأنا علي ان ذالك يكون سبب اختلاف قلـوبنا ، و وقوع التفرق بيننا - ثم نحن نجيز لانفسنا ان نقيم في المسجد الحرام عدة جماعات في وقت واحد لاختـلاف المـذاهب ؟ و نعد هـذا رحمـة بنـا ، و نعتـقد بان الاختـلاف بين الامة رحمة ؟ فاى رحمة استفادها المسلمون من الاختلاف و الافتراق ، غير التذلل و التسفل و الشقاق ؟ ارايت لو لم توجد بدعة التحزب و التفرق من كل طائفة لتعليم معين ، هل كان وجد هذ الضلال ؟ ارايت لو ان المسلمين يعملون في كل عصر بقوله تعالى " فان تنازعتم في شي فردوه الى الله و الرسول " هل كان وجد هذ التفرق و التمزق و الانحلال ؟ لا ، لا ، و انما وجد بالتقليد الاعمى ، لان كل طائفة وثقت برؤسائها فاتبعتهم بغير دليل ، و سنزيد هذا بيانا في وقت اخر و حسبي الله و نعم الوكيل

* * *

لقد بعث الله في القرون الخالية علماء اصفياء يجددون لهذه الامة امر دينها فكانوا فيها كانبياء بني اسرائيل - فمنهم من اهتدى بدعوته النفر و الرهط و الجماعه ، و منهم من حال الاضطهاد و ضعف الاستعداد دون الاهتداء به ، كانت العامة المسكينة تغتر بمقاومة فقهاء الرسوم و ساداتهم الحكام لاولائك المصلحين المجددين ، و تتبعهم في ضلالهم لان الناس على دين ملوكهم - حتى ان صوت حجة الاسلام احمد ابن تيميه قد خفت في هذه الامة المسكينة هو الذي اصوات المصلحين ، و كتبه خفيت فيهم عدة قرون و هي اقوى و اظهر حجة من سائر كتب المسلمين !

* * *

آه ، ما اشد غفلة الناس عن حقيقة الاسلام ! اى سعادة للناس تعلو عرفان كل فرد من افرادهم انه اوتى من الاستعداد ما اوتيه من يوصفون بالولاية و القداسه ، و يدلون بالزعامة و الرياسه ؛ فمنهم من يستعبـد الناس استعباداً روحانيا ، و منهم من يستعبدهم بها استعباداً سيا سيا و اخلاص كل فرد من افرادهم في علمه الديني لله و علمه الدنيوي للناس ! هذه السعادة هي روح الاسلام و حقيقته حجبتها عن بعضهم الرسوم العمليه ، و التقاليد المذهبيه ، و عن لخرين النزعات النظريه ، و التقاليد الوضعيه - فالاولون يرمون بالكفر او البدعة كل من خـالف مذاهبهم ، و الاخرون ينبزون بالغـبارة و التعصب كل من لم يستعذب مشربهم - فمتى يكثر المسلمون المخلصون المخلصون للاولين و الاخرين ، فيكونوا حجة الله عليهم و على جميع العالمين ، و راية الوحدة الفاضحة للمختلفين : و من احسن قولا ممن دعا الى الله و عمل صالحاً و قال انني من المسلمين (٤١ : ٣٣)

* * *

لا اصلاح الا بدعوة ، و لا دعوة الا بحجة ، و لا حجة مع بقاء التقليـد - فاغلاق باب التقليـد الاعمي و فتح باب النظر و الاستدلال هو مبداء كل اصـلاح ، و مفتاح النجاح و الفلاح - و السلام على الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه " اولائك الذين هداهم الله و اولائك هم اولوالالباب (٣٩ : ١٩) (البقية تتلي)

---

(١) متفق عليه في الصحاح و السنن كلها و في رواية ابي داؤد " او ليخالفن الله بين قلوبكم " قال النووي معناه يوقع بينكم العداوة و البغضـاء - و قال القرطبي : تفترقون فيأخذ كل واحد وجها غير الذي يأخذه صاحبه -

حضرت موسی علیه السلام سے عہد اخوت کي تجدید کي - نه حضرت مسیح علیه السلام سے رشتۂ مودت جوڑا - نه حضرت نوح علیه السلام کي حیاۃ دعوۃ کا نام لیا ' بلکه اپنے آپکو صرف اپنے باپ ابراهیم علیه السلام کے آغوش خلت میں ڈالدیا ، اور اسي کو اپني دعوۃ کا مورث اولی قرار دیا :

ان اولی الناس بابراهیم للذین اتبعوه وهذا النبي و الذین آمنوا (۳ : ۶۱)

در اصل ابراهیم کے قریبي وہ لوگ هیں جنهوں نے اوسکا اتباع کیا - اور یه پیغمبر اسلام اور مسلمان بهي اوسیکے سلسله میں داخل هیں -

جو لوگ ریگستان عرب کي اس موج هدایت کو اپنے اندر جذب کرنا چاهتے تھے ' اونکي تشنه لبي نے یه حال دیکهکر چاها که اصل منبع هي کو اپنے دائرے میں سمیٹ لیں - پس هر طرف سے صدائیں اٹھیں که ابراهیم تو هم میں سے تها :

یا اهل الکتاب ! لم تحاجون في ابراهیم و ما انزلت التوراۃ و الانجیل الا من بعدہ ؟ افلا تعقلون ؟ ها انتم هولاء حاججتم فیما لکم به علم' فلم تحاجون فیما لیس لکم به علم ؟ و الله یعلم و انتم لا تعلمون - ما کان ابراهیم یهودیا و لا نصرانیا و لکن کان حنیفا مسلما و ما کان من المشرکین (۳ - ۵۸)

اے اهل کتاب ! ابراهیم کے بارے میں کیوں بحث و مباحثه کرتے هو اور کیوں اس کوشش باطل میں پڑ گئے هو که اسے یہودی یا نصراني ثابت کرو ؟ کیا تمهیں اتني خبر بهي نهیں که توراۃ اور انجیل تو اوسکے بعد نازل هوئیں هیں ' انسے پہلے یہودیت اور نصرانیت کا وجود هي کہاں تها ؟ تم اون چیزوں کے متعلق تو لڑ جهگڑ چکے جنکا تمکو علم تها ' لیکن جن چیزوں کي تمکو خبر نهیں اونکے متعلق کیوں بحث کرتے هو؟ الله کو اسکي حقیقت کا علم هے اگرچه تم مبتلاے جهل و بے خبري هو - بلاشبه ابراهیم نه تو یهودي تها اور نه نصراني' بلکه وہ ایک هي راہ مستقیم پر چلنے والا مسلم تها - وہ تمهاري طرح مشرکوں میں سے نه تها -

درحقیقت یه اسلام کي تاریخ اور اسلام کي نشو و نما کا ایک عجیب و غریب واقعه هے که اس نے نبوت و دعوۃ امم کے تمام گذشته مراکز و مظاهر کو ترک کرکے صرف حضرۃ ابراهیم علیه السلام هي کے دامن میں پناہ لي ' جسکا هر گوشه خون کے چهینٹوں اور آگ کے شعلوں سے سرخ هو رها تها !

پهر کیا وہ صرف تعلقات رحمیه کي تجدید کرنا چاهتا تها ؟ کیا یه صرف اسلیے تها که وہ نسلاً حضرۃ ابراهیم سے تعلق رکهتا تها ؟

لیکن اوس نے تو خود هي اپني لاڈلي بیٹي سے پہلے هي یه کهدیا :

اندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست !

یا فاطمة بنت محمد ! انقذي نفسک من النار فاني لا املک لک ضرا ولا نفعا - ان لک رحما و سابلها ببلالها - (ترمذي صفحه ۵۲۶)

اے محمد کي بیٹي فاطمه ! اپنے آپ کو آگ سے بچانے کي کوشش کر ' کیونکه میں تیرے نفع و نقصان کا اختیار نهیں رکهتا - البته مجهه میں اور تجهه میں رحمي تعلقات ضرور هیں - اونکو دنیا میں سرسبز رکهه سکتا هوں ' مگر یه تو دین کا معامله هے -

لیکن تمام دنیا اسي رشتۂ هم نسبي میں اولجهي هوئي هے - وہ بیٹے کو باپ کي گود میں دیکهه دیکهه کے خوش هو رهي هے مگر یه نهیں سونچتي که نبوت کا روحاني خاندان دنیوي سلسلۂ نسب سے بالکل الگ هے ' اور دعوۃ الهیه کا رشته خون اور جسم سے مرکب نهیں هوسکتا - اسکا گهرانه دوسرا هے ' اور هر پیغمبر صرف روحاني قابلیت هي سے کسي سلسلے میں داخل هوسکتا هے -

(دو قسمیں)

قرآن حکیم میں اگرچه نبوت کے عام اشتراک جنسي کي بنا پر تمام انبیاء کرام کا نام ایک ساتهه اور ایک حیثیت سے آیا هے ' لیکن بعض خصوصیات نوعي کے لحاظ سے اسنے انبیاء کے جو مختلف طبقات قائم کردیے هیں ' اون میں دو سلسلے علانیه ممتاز نظر آتے هیں -

ایک سلسله اون انبیاء مرسلین کا هے جنهوں نے اپني دعوۃ کے ذریعه نئي قومیتوں کي بنیاد ڈالي ' اور جو قدیم عمارتوں کي اصلاح کیلیے نهیں بلکه از سرنو ایک نئي قومي عمارت بنا نے کیلیے آئے تهے -

دوسرا سلسله انبیاء مجددین و محدثین (بالفتح) کا هے جنهوں نے کسي نئي امة کي بنیاد نهیں ڈالي بلکه کسي پیشتر کي قائم شدہ امة صالحه کي مزید تکمیل و تبلیغ کي - یا امتداد عهد کے نتائج مضله و استیلاے بدعات و محدثات سے اوسے نجات دلاکر فرض تجدید و احیاء ادا کیا -

(انبیاء مرسلین)

پہلے سلسلے کا وصف امتیازي یه هے که وہ تمام قدیم نظام ' قدیم عقائد ' اور قدیم اخلاق و مقومات کو مٹاکر ایک جدید قومیت صالحه کي بنیاد ڈالتا هے ' اور اوسکو آب و هوا اور جغرافیانه حدود طبعیه کے اثر سے الگ کرکے ' صرف مذهبي آب و هوا میں ترقي اور نشو و نما دیتا هے - قرآن حکیم میں خدا تعالی نے اس صنف کے ایک نمایاں سلسلے اور اسکي ممتاز کڑیوں کا ذکر متعدد موقعوں پر ایک ساتهه کیا هے :

الم یاتهم نبأ الذین من قبلهم قوم نوح ' و عاد ' و ثمود - و قوم ابراهیم ' و اصحب مدین ' و الموتفکت ' اتتهم رسلهم بالبینت ' فما کان الله لیظلمهم و لکن کانوا انفسهم یظلمون ! (۹ : ۷۱)

کیا ان منکرین حق تک اون لوگوں کے نتائج اعمال کي خبر نهیں پهونچي جو اون سے پہلے گذر چکے هیں ؟ یعني نوح ' عاد ' ثمود ' اور ابراهیم کي قوم نیز مدین کے رهنے والے ' اور وہ بد بخت جنکي بستیاں اولٹ دي گئیں (یعني قوم لوط) ان سب کے پاس همارے پیغمبر دلائل اور نشانیاں لیکر آے ' تا وہ هدایت و سعادت حاصل کریں اور اپني بد اعمالیوں کے نتائج مهلکه سے نجات پائیں - خدا اون لوگوں پر ظلم کرنا نهیں چاهتا تها - پر افسوس که انهوں نے خود هي اپنے اوپر ظلم کیا !

اس آیة کریمه میں خدا تعالی نے اول حضرۃ نوح کا ذکر کیا هے جنهوں نے ایک نئي امة صالحه کي بنیاد رکهي ' اور انکے بعد اون جماعتوں کا ذکر کیا هے جنمیں دعوۃ نوحي کے مجددین آتے رهے - پهر حضرۃ ابراهیم کا نام لیا هے جو حضرۃ نوح کے بعد دوسرے دور قومیت کے مصدر و باني تهے اور پهر انکے بعد کي دعوۃ هاے مجددہ کي طرف اشارہ کیا هے -

(دعوۃ نوحي)

انبیاء مرسلین علیهم السلام میں سب سے پہلے حضرۃ نوح علیه السلام کي دعوۃ مرسله سامنے آتي هے جو پہلي صنف انبیاء میں بلحاظ تقدم عهد کے ایک مخصوص امتیاز رکهتے هیں -

انهوں نے ایک جدید قوم پیدا کي ' اور اوسکو مذهبي امتیازات و مقومات کي آب و هوا میں پرورش کرنا چاها - جن لوگوں نے مذهب کي اس حبل المتین کو مضبوط پکڑا ' عذاب الهي سے نجات پائي ' مگر جن لوگوں نے اس سر رشتۂ حیات کو چهوڑ دیا ' هلاک هوگئے ' اور باوجود رحمي و نسلي تعلقات کے خدا نے اونکو نوح علیه السلام

فضاء آسماني ميں مرتفع هو، تاهم اسكے سوا كيا هے جو زمين كے اندر ايک چهوٹے سے دانے ميں پوشيدہ تها؟

كلمة طيبة كشجرة طيبة، اصلها ثابت و فرعها في السماء - توتي اكلها كل حين باذن ربها، و يضرب الله الامثال للناس لعلهم يتذكرون ! (۱۴:۲۹)

هدايت الهي كے كلمۂ طيبه كي مثال يوں سمجهو گويا ايک مبارک اور پاک درخت هے جسكي جڑ تو زمين كے اندر محكم هے اور ٹہنياں فضاء آسماني ميں پهيلي هوئيں ! اپنے پروردگار كي ربوبيت كے احسان سے اُس نے ايسي نشو و نما پالي كه كبهي بهي بے برگ و بار نظر نهيں آتا اور هر وقت اسكي شاخيں پهلوں سے با مراد رهتي هيں - الله تعالى يه مثالیں انسانوں كے فهم و موعظة كيليے بيان كرتا هے، تاكه وہ عقل و بصيرة سے كام ليں، اور الله كي سچائي كي حقيقت كو سمجهيں !

(كائنات خلت)

وجود ابراهيمي كا مقام " خلت " كلمۂ طيبه كا ايک بيج تها جس سے " امة مسلمه " كا " شجرۂ طيبه " نكلا اور بلا شبه اسكي اصل زمين ميں ثابت تهي اور ٹہنياں فضاء ميں پهيل گئيں - ان ٹہنيوں كے پهيلاؤ اور انكے برگ و بار كي كثرت و وسعت سے در اصل ايک " كائنات خلت " يا ايک " عالم ابراهيمي " متشكل هوتا هے، جسكا جغرافيه اگرچه زمين كے تمام گوشوں تک پهيل گيا، ليكن وہ مثل ايک دائرۂ سعادت كے هے، اور اسكا مركزي نقطه " اسوۂ ابراهيمي " هي كا پاک بيج هے - پس اس تمام كائنات كي حقيقت اسي وقت واضح هو سكتي هے جبكه اسكے اصل و اساس كي حقيقت واضح هو جاے، اور اسكا واضح هونا في الحقيقت سعادة و هدايت انسانيه كي ايک مكمل وقائع اور سرگذشت هوگي -

(تاريخ امة مسلمة)

قرآن حكيم نے بار بار اور صاف صاف اعتراف كيا كه اسلام ملة ابراهيمي هے - اس بنا پر " امة مسلمه " كا به حيثيت ايک ممتاز اور داراے خصائص امة كے ظهور بهي حضرة ابراهيم عليه السلام هي سے هوا - پس اسلام كي حقيقت اور امة اسلاميه كي پيدائش و نشوء كي تاريخ، دونوں اس پر موقوف هيں كه حضرة ابراهيم كي حياة طيبه كے سوانح و مقامات ايک صحيح و حقيقي ترتيب و نظم كے ساتهه همارے سامنے موجود هوں -

يهي وجه هے كه قرآن حكيم كے قصص و وقائع كا سب سے زياده اعظم و اهم حصه حضرة ابراهيم كي حياة طيبه هے، اور قرآن حكيم كي تفسير كبهي مكمل نهيں هو سكتي جب تک اس زندگي كي ايک ايسي سوانح عمري مرتب نه هو جاے جسكے تمام اصولي ابواب صرف قرآن حكيم هي سے ماخوذ هوں -

افسوس كه فن تفسير كا جو ذخيره اس وقت همارے پاس موجود هے، اسميں اس اهم اور اساسي موضوع كيليے كوئي منظم سامان نهيں نظر آتا، اور اس سے بهي بڑهكر افسوس يه كه ارباب تفسير و تاويل ميں ايک بڑا گروه وہ نظر آتا هے جو اسلام اور ملة ابراهيمي كے تعلق كو سمجهنے كيليے صرف اتنا كهديناكافي سمجهتا هے كه حضرة ابراهيم نے ختنه كيا اور حج كے ظاهري رسوم كي بنياد ڈالي - يهي رسوم تهيں جنكے ليے خدا نے انهيں آزمايا اور كامياب پاكر منصب امامت ديا - گويا اس گروه كے نزديک يهي وہ ابـــراهيمي ورثه تهـا جو محمد الرسول الله (صلى الله عليه و سلم) كے حصه ميں آيا، اور بس يهي عوائد و رسوم تهے، جنسے ملة ابراهيمي مركب تها !

و ذالک مبلغهم من العلم !

(اُسوۂ ابراهيمي)

اسوۂ ابراهيمي كے متعلق چند مبسوط مقالات وقتاً فوقتاً الهـــلال ميں شائع هوچكے هيں جنميں مختلف حيثيتوں سے اس " كائنات خلت " كے مختلف گوشوں پر نظر ڈالي گئي هے، ليكن بحث و نظر كا اصلي حصه ابهي باقي هے - ضرورت هے كه اسميں ترتيب و تنظيم پيدا كيجاے، اور ايک ايسي مرتب سوانح زندگي مدون كيجاے جسميں حيات ابراهيمي كے تمام مقامات ذهاب الى الله و وصول حقيقة دين فطرى كے وقائع، اپني اصلي قرآني ترتيب كے ساتهه آ جائيں -

حضرة ابراهيم عليه السلام كي حياة طيبه كے جسقدر وقائع قرآن حكيم نے جا بجا بيان كيے هيں، ان ميں سب سے پہلے وہ مقام سامنے آتا هے، جهاں پهنچكر انهوں نے نسل انساني كي امامت و پيشوائي كو اپنا منتظر پايا اور انكي گروه درگروه جماعتوں اور قوموں كے اندر ايک مخصوص و ممتاز " امة مسلمه " كي نسل ديكهي جسكو خدا نے تلاوت ايات الله، و تزكيۂ نفوس، و تعليم كتاب و حكمت كيليے چن ليا تها - اور اسطرح انهوں نے كسي گري هوئي عمارت هي كو درست نهيں كيا، بلكه خود ايک نئي عمارت كي بنياد ركهي، اور اسي ليے وہ هدايت و سعادة امم كے اولين ارضي مركز كے باني ٹهرے :

ان اول بيت وضع للناس للذي ببكة مباركا وهدى للعالمين، فيه ايات بينات مقام ابراهيم، و من دخله كان امنا ! (۳ : ۹۰)

بلا شبه يه حقيقت ظاهر هے كه سب سے پهلا گهر جو كرۂ ارضي پر هدايت و سعادة انساني كيليے بنايا گيا، وہ وهي هے جو سرزمين مكه ميں تم ديكهه رهے هو - يهي گهر الهي بركتوں كا سرچشمه اور تمام جهاں كيليے مركز هدايت هے - وہ اگرچه بظاهر اينٹوں كي ايک چهوٹي سي عمارت دكهائي ديتي هے، ليكن دراصل اسكے اندر خدا كي قدرت و حكمت اور دين الهي كے نشو و نما كي كهلي كهلي اور ناقابل انكار نشانياں ركهي گئي هيں - يه نشانياں مقام ابراهيمي كي اُس قدوسيت كو واضح كرتي هيں جس نے اُسے تمام عالـــم كيليے قبله و مصلى بناديا !

قرآن حكيم كي وہ تمام آيات كريمه جنميں حضرة ابراهيم كي امامت للناس، بناء كعبۂ و قبلۂ مومنين، تكوين و عمران وادي غير ذي زرع، اتخاذ مقام ابراهيم مصلى، دعاء ظهور امة مسلمه، اور التجاے بعثت " رسولاً من نفسهم يتلو عليهم اياتك " كا ذكر هے، اسي مقام كو واضح كرتي هيں، اور دواصل يهي وہ بقاء دوام، رفع ذكر، علو لسان صدق، اور كلمۂ باقيه هے جسكے طرف جا بجا قرآن حكيم نے اشاره كيا : —

ولقد اصطفيناه في الدنيا و انه في الاخرة لمن الصالحين (۲ : ۱۲۵)

و وهبنا لهم من رحمتنا و جعلنا لهم لسان صدق عليا (۱۹ : ۵۱)

و جعلها كلمة باقية في عقبه لعلهم يرجعون (۴۳ : ۲۸)

يعني الهوں نے هدايت و سعادت كي ايک ايسي نسل پيدا كي جو كبهي فنا نهوگي اور جسكي دعوة هميشه باقي رهيگي، اور في الحقيقت يهي اعلىٰ ترين مرتبه خلت اور منتهاء كمال انسانية هے - كما سياتي انشاء الله تعالى -

نيز اسي مقام كي تشريح سے يه امر بهي واضح هو جائيگا كه اسلام اور ملة ابراهيمي كا تعلق كس سلسله پر مبني هے ؟

چنانچه سب سے پہلے هم اسي مبحث پر نظر ڈالتے هيں :

(سلسلۂ نبوت)

نبوت كا جو سلسله حضرت آدم عليه السلام سے شروع هوكر بخط مستقيم حضرت عيسى عليه السلام تک پهونچكر رک گيا تها، اوسكي تكميل ميں صرف ايک آخرى كڑى كي كسر رهگئي تهي - اسليے جب آخرى كڑى نے اس روحاني سلسلے كو مكمل كرنا چاها تو تمام دنيا نے اپني اپني طرف كهينچنا شروع كيا - ليكن اوس نے نه تو

اسطرح انپر حاوي هو گئے اور اسطرح انکي طبیعت کو ان خارجي اثرات ضلالت سے انس و تعلق هوگیا ' که خدا کي تمام بخشي هوئي قوتیں اور عطاکرده حواس اب انپر کوئي اثر نہیں ڈال سکتے - وہ اپني آنکهیں کهوکر اب اونکي آنکهوں سے دیکهتے هیں ' اپنے کانوں کو بهرا کرکے انکے کانوں سے سنتے هیں' اپنے فکر کو معطل کرکے اونکي عقل سے سمجهتے هیں - پس اگرچه انکے پاس آنکهیں هیں مگر نہیں دیکهتے ' اگرچه کان هیں مگر نہیں سنتے ' اگرچه عقل ہے مگر نہیں سونچتے : لهم قلوب لا یفقهون بها ' ولهم آذان لا یسمعون بها ' ولهم اعین لا یبصرون بهـــا :

سواء علیهم ءانذرتهـــم ام لم تنذرهم لا یومنون - ختم الله علي قلوبهم ؛ علی سمعهم ' و علی ابصارهم غشاوہ - ولهم عـــذاب عظـــیم ! ! (۱ : ۱۲)

اب انکي یه حالت هوگئي ہے که انکو ڈرایا جاے یا نه ڈرایا جاے ' انکے لیے یکساں ہے - تم انہیں نتائج اعمال سے ڈراؤ تو' اور نه ڈراؤ تو' وہ کبهي بهي نہیں مانینگے - الله نے انکے دلوں پر بوجه کسب ضلالت کے مهر لگا دی ' انکے کان بند هوگئے ' انکي آنکهوں پر جهل و شقاوت کا پرده پڑگیا ' اب اندهے کے آگے خواه کتنے هي چراغ روشن کرو ' وہ روشني نہیں دیکهه سکتا - اور بلا شبه یه بڑی هي بدحالي ہے جو انکے واسطے مهیا هوگئي ! !

اسکي علت اصلي یهي ہے که صدیوں کے رسوم و عادات اور عقائد و اعمال کي زنجیروں کو توڑکر ایک نئي حیاۃ فکری و عملي کا اختیار کرنا ' اور جس آب و هواے عمل و اعتقاد میں بچپنے سے لیکر بڑهاپے تک دماغ پرورش پا چکا ہے ' یکایک اس سے باهر آجانا ' دراصل انسان کیلیے ایک ایسي راه کي دعوۃ ہے' جو گویا ایک نئے جسم ' نئے دماغ ' نئے فکر ' نئے حواس میں مبدل هوجانے ' اپني هر پچهلي مالوف و محبوب چیز سے هجر و فراق بلکه قطع علائق کرلینے ' اور اپني تمام گذشته مالوفات و معمولات و مشغولات کو بهول جانے ' غرضکه از سرنو پیدا هونے اور ایک نشئۃ ثانیه میں سے گذرنے کي طرف بلاتي ہے ' اور ایسا کرنا في الحقیقت انساني اراده کیلیے زندگي کا سب سے بڑا مشکل کام ہے جو اسکے سامنے پیش هوسکتا ہے -

انسان جو یکسر انفعال و تاثر ہے ' جسکے دامن کسب کیلیے هستي کا ایک ایک ذره کانٹا ہے ' جو دنیا میں صرف کهوتا ' دیتا ' لٹاتا ' اور الگتا هي ہے ' اور باهر سے اثر و فعل کا جب کوئي غبار اڑتا ہے تو اسکے ایک ایک ذرے کو اپنے دامن و آستین میں محفوظ کرتا ہے ؛ غور کرو که اسکے لیے یه دعوۃ تجدد ' یه آرزوے تحول ' یه صداء تاسس ' جو سر سے لیکر پانوں تک اسکو یکسر بدلدینا اور نیا بنا دینا چاهتي ہے ' جو اسکو هر محبوب و مالوف شے سے چهڑاتي ' اور هر ایسي چیز سے جوڑنا چاهتي ہے جو اسکي نظروں میں اتني هي مبغوض ہے جتني پهلي محبوب تهي ' کیسي مشکلوں کي پکار ' کیسي سختیوں کي درخواست ' اور کس درجه صعوبتوں اور مصیبتوں کي دعوۃ ہے ؟

اس نے ابتک یه دیکها که چاند اور سورج اسکے دیوتا هیں ' اور ایک کهرجز مقدس نامونے بنا دیا جاے اسکا مستحق ہے که اسکے آگے سجده کیا جاے - وہ صدیوں سے نسلاً بعد نسل سنتا آیا ہے که جب پتهر سے ایک شفیع و متوسل دیوتے کي مورت تراش لي جاے تو پهر پتهر سے بڑهکر دنیا میں کوئي طاقت نہیں - اس نے همیشه اپنے قابل عظمت آبا ؤ اجداد کے متعلق جنکے خون کي گرمي سے اسکي عصبیت کي ایک ایک رگ دهک رهي ہے ' یهي سنا ' یهي معلوم کیا ' اور اسي کے صدا و فعل میں پلتا رها که سچائي نسل و وطن اور بڑے بوڑهوں کي پیروی و تقلید میں ہے ؛ اور باپ دادا نے جو کچهه کیا صداقت و راست بازی صرف اسي میں ہے - اونهوں نے اپني عجیب و غریب مقدس عقلوں سے جسقدر اعتقادات و اعمال اپني اولاد کیلیے یادگار چهوڑے ' وہ پهلوں کیطرف سے پچهلوں کیلیے ایک پاک امانت ہے جس سے ایک ذره کا بهي ضائع کرنا عزت نسلي و قومي کا هلاک کرنا ہے -

اب ایک نئي صدا اچانک اٹهتي ہے - تقلید ابا ؤ رسوم کي وہ سطح ساکن جو صدیوں سے منجمد تهي ' یکایک حرکت میں آتي ہے ' اور ایک انسان جو نسلاً و وطناً یکسر قومي عقائد و افعال اور عادات و رسوم کا مخلوق هوتا ہے اور جو کہیں باهر سے نہیں آتا تا مجهول الحال هونے کي وجه سے پر هیبت هو' بلکه همیشه " من انفسهم " هوتا ہے یعنے انهي میں کا اور انهي جیسا ' اپني جگه سے هلتا ہے ' اور کسي نا معلوم و ما فوق الفهم اثر سے منقلب هوکر چلا اٹهتا ہے :

ابلغکـــم رسلت ربي و انصح لکم و اعلـــم من الله ما لا تعلمون - او عجبتم أن جاءکم ذکر من ربکـــم علی رجل منکم لینـــذرکم ولتتقـــوا و لعلکـــم تـــرحمـــون ؟ (۷ - ۵۹)

میں تم تک الله کے بهیجے هوے پیغام پہنچاتا هوں' تمهـــاري بهلائي اور خوشحالي کیلیے تمهیں نصیحت کر رها هوں' اور یقین کرو که الله کي هدایت و توفیق سے میں وہ کچهه جانتا هوں جو تم نہیں جانتے ! آه ' کیا تمهیں اس قانون الهي پر اچنبها هوتا ہے که تم هي میں سے الله ایک شخص کو سچائي کی دعوۃ کیلیے چن لے اور اسکے اندر اپني هدایت اتار دے ' تا که وہ تمهیں بدعملیوں کے نتیجوں سے ڈراے اور تاکه تم آنے والي تباهیوں و بد حالیوں سے بچو ' اور تاکه تم پر غضب کي جگه رحمت هو ؟

لیکن یه پیغام - الهي جسکا وہ اعلان کرتے هیں ' کیا هوتا ہے ؟ یه تبدل و تجدد روحاني اور تقلب و تحول معنوي کي ایک دعوۃ هوتي ہے ' جو انسے انکي تمام پچهلي محبوبات و مالوفات کو چهیننا چاهتي ہے اور تقلید ابا ؤ و رسوم و عادات و مالوفات کیلیے پیام هلاکت اپنے اندر رکهتي ہے :

اء رباب متفرقون خیر ام الله الواحد القهار ؟ ما تعبدون من دونه الا اسمـــاء سمیتمـــوها انتـــم و اباؤکم ما انـــزل الله بها من سلطان ' ان الحکم الا لله ' امر الا تعبدوا الا ایاه - ذالک الدین القیـــم - ولکن اکثر الناس لا یعلمون ! (۱۲ : ۴)

کچهه تو خـــدا کے بخشے هـــوے نور بصیرۃ سے کام لو اور سونچو که پرستش و غلامي کیلیے بهت سے معبود بنا لینا بهتر ہے یا ایک هي خداے واحد و قهار کا هو رهنا ؟ یه جو تم نے اپني بندگي کے لیے خدا کے سوا اور بهت سے چوکهٹ بنا رکهے هیں اور انکا رشته اسدرجه مضبوط پکڑ رکها ہے تو بتلاؤ ' انکي حقیقت بجز اسکے کیا ہے که محض چند وهم ساز نام هیں جو تم نے اور تمهارے باپ دادوں نے اپنے دل سے گڑه لیے ' اور گمرهانه اعتقادات اور نسلاً بعد نسل کي تقلید و رسم پرستي نے انکے اندر هیبت و قدوسیت پیدا کردي ؟ حالانکه اس خدا نے که پرستش و سلطۃ اعلی کي تمام قوتوں کا مصدر اسي کي ذات ہے ' نه تو انکے اندر کوئي طاقت رکهي اور نه انکي معبودیت و محبوبیت کیلیے کوئي حکم اتارا - یقین کرو که یه تمام ماسوی الله قوتیں جنهیں تم نے طرح طرح کا حکم و تسلط دے رکها ہے ' کچهه بهي نہیں هیں ' اور هر طرح کا حکم اور هر قسم کي سلطاني تمام کائنات هستي میں نہیں ہے مگر صرف الله کیلیے - اس نے هماري فطرۃ کے اندر یه بات ودیعت کردی ہے که بندگي

سے بیگانہ قرار دیا - انکی دعوۃ کی بنیاد نسل اور جغرافیہ نہ تھا - وہ ایک نئی قوم پیدا کرنا چاہتے تھے' اسلیے خود انکی نسل جسمانی کے رشتے کا بھی کوئی اثر باقی نہیں رہا تھا - انکا گھرانا اب وہی قوم تھی جو حق و سعادت کے رشتے میں منسلک ہوکر طیار ہوئی تھی' اور سب سے پہلے وہ خود ہی اپنے پیدا کردہ خاندان ملت کا ایک رکن ہوگئے تھے - اگرچہ وما امن معہ الا قلیل ·

و نادی نوح ربہ فقال : رب ان ابنی من اهلی و ان وعدک الحق' و انت احکم الحاکمین - قال یا نوح ! انہ لیس من اهلک' انہ عمل غیر صالح فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم (۱۱ : ۴۷)

اور حضرۃ نوح علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ خدایا ! تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ تیرے خاندان کو عذاب طوفان سے نجات دی جائیگی - تو احکم الحاکمین ہے - تیرا وعدہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا - میرے لڑکے کو اس عذاب سے نجات دے کیونکہ وہ میرے خاندان میں داخل ہے ! خدا نے کہا اے نوح ! تو جسکو اپنا اہل سمجھ رہا ہے وہ تیرا اہل نہیں ہے - تیرا گھرانا تو در اصل عمل صالح کا گھرانا ہے (جسکی دعوۃ دیکر تو ایک صالح قوم پیدا کرنا چاہتا ہے) جو اس گھرانے میں داخل ہوا وہ تیرا ہے' اور جو اس سے نکل گیا' وہ تیرا نہیں رہا بلکہ انکے گھرانے کا فرزند ہوگیا جنکے عمل بد کو اسنے اختیار کیا - پس مجھسے وہ سوال نہ کر جسکا تجھے علم نہیں دیا گیا - اے نوح ! یہ نصیحت میں اسلیے کرتا ہوں تاکہ حقائق و اسرار الہی تجھہ پر کھلیں' اور تو اُن لوگوں میں سے نہو جائے جو علم حقیقت سے محروم ہیں !

(تشریح مزید)

اللہ تعالی نے حضرۃ نوح کو حکم دیا تھا کہ عذاب طوفان سے بچنے کیلیے کشتی بناؤ - جب کشتی بن چکی تو فرمایا :

احمل فیہا من کل زوجین اثنین و اهلک (۱۱ : ۴۲)

کشتی میں تمام ضروری حیوانات و انواع کا ایک ایک جوڑا رکھہ لو - نیز اپنے گھرانے کے آدمیوں کو بھی سوار کرالو -

لیکن ساتھہ ہی ان لوگوں کو اس سے مستثنی بھی کردیا تھا جنکے متعلق پہلے فرمان ہو چکا تھا کہ اپنے کفر و تمرد کی وجہ سے وہ اس عذاب میں ضرور حصہ پائینگے اور انکے لیے کوئی طلب اور کوئی سوال مقبول نہوگا :

الا من سبق علیہ القول (۱۱ : ۴۲)

مگر ان لوگوں کو ساتھہ نہ لو جنکی نسبت پہلے حکم ہو چکا ہے -

وہ پہلا حکم یہ تھا کہ لا تخاطبنی فی الذین ظلموا (۱۱ : ۳۹) جن لوگوں نے حق و عدالت سے انحراف کیا اور اپنی سرکشی و عدوان سے غضب ایزدی کے مورد ٹھہرے' سو انکی بابت مجھسے کچھہ نہ چاہنا !

لیکن چونکہ حق تعالی نے حضرۃ نوح کو انکے " اہل " و اقارب کے بچا لینے کا حکم دیا تھا اور انکا بیٹا بدرجۂ اولی لفظ " اہل " کے جسمانی مفہوم میں داخل تھا' اسلیے آپکو جرات ہوئی اور جناب خداوندی میں اسے اپنا " اہل " قرار دیکر سوال کیا - اسپر جواب ملا کہ انہ لیس من اهلک - گو بظاہر وہ تمہارے " اہل " میں سے تھا - لیکن دراصل اسے تم سے کوئی تعلق نہیں - " اہل " میں سے وہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ وہ سرے سے تمہاری قوم ہی میں داخل نہ رہا ؟

بلاشبہ وہ تمہاری قوم اور تمہارے گھرانے میں سے تھا' لیکن اب تو تمہاری قوم دوسری ہوگئی - تم نے حق اور راستی کی روح پیدا کرکے جو نئی قومیۃ صالحہ پیدا کی ہے' اب سے وہی تمہاری قوم' وہی تمہارا گھرانا' وہی تمہارے اہل ہیں - تمہارا رشتہ صرف اس نئی قوم ہی کا رشتۂ اساس ہونا چاہیے - وہ رشتہ خون اور جسم کا نہیں بلکہ حق اور دعوۃ حق کی روح کا ہے - اسی رشتہ میں منسلک کرکے یہ نئی قوم " دعوۃ نوحی " سے پیدا کی گئی ہے - تمہارے جسمانی تعلقات کے جو " اہل " اس قومیت میں داخل نہ ہوے' وہ تم سے کٹ گئے' اور تمہاری جگہ " عمل غیر صالح " کی فرزندی میں داخل ہوگئے !

(قوۃ عظیمۂ ضلالت)

اس آیۃ کریمہ میں ایک اور بہت بڑا نکتہ پوشیدہ ہے اور ارباب فکر کو غور کرنا چاہیے -

صدیوں کے مذہبی عقائد' نسلاً بعد نسل کے پرورش یافتہ رسوم و عوائد' کسی پوری نسل اور آبادی کے جاگرفتہ اعمال' اور ان سب سے بھی بڑھکر یہ کہ تقلید و عصبیۃ جاہلیۃ کی بندش' اور طبیعۃ ثانیۂ انسانیہ کا انجماد' ضلالۃ انسانیہ کی ایسی مہیب قوتیں ہیں جنکے مقابلے میں سمندر کی قہاری اور پہاڑوں کی صلابت و جسامت بھی کوئی چیز نہیں - سمندر انسان کو غرق کردیسکتا ہے' مگر اسکی قہاری یہ قوۃ نہیں رکھتی کہ کسی پرورش یافتۂ ضلالت انسان کو ایک چھوٹے سے چھوٹے رواج یا رسم کے چھوڑ دینے پر بھی آمادہ کردے - تم نے دیکھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے لڑکے کو سیلاب و طوفان نے آگھیرا اور شفیق باپ بے اختیار پکار اٹھا :

یا بنی ارکب معنا ولا تکن مع الکافرین (۱۱ : ۴۴)

اے میرے نادان بیٹے ! اب بھی وقت ہے - ظالموں کا ساتھہ چھوڑ دے اور ہمارے ساتھہ کشتی میں سوار ہو جا !

مگر دیکھو' قومی اور جماعتی ضلالت کے اندر کیسا غیر متزلزل جمود' کیسا غیر متغیر جحود' کیسی ابلیسانہ جاہلیۃ' اور کیسی غیر مفتوح بہیمی قوت ہے' کہ با ایں ہمہ معائنۂ عذاب و ورود ہلاکت' وہ باطل پرستی کا رشتہ نہ توڑ سکا' اور اسی عصیانی گھمنڈ اور کافرانہ تمرد کے ساتھہ اس آخری دعوۃ نجات کو بھی رد کردیا' جو معائنۂ عذاب سے پہلے اسکے اندر کا ابلیس تھا :

ساوی الی جبل یعصمنی من الماء - (۱۱ - ۴۵) .

اگر زمین پر طوفان آگیا ہے تو کوئی ڈرنے کی بات نہیں - میں ابھی کسی پہاڑ کی بلندی پر جا پہونچونگا جو مجھے پانی کی ہلاکت سے بچا لیگا -

یہی چیز ہے جسکو قران نے قساوت قلب' جحود کفر' انطباع وجدان' ضلالت عقل' شقاوت مبین' وقر آذان' غشاوۃ بصر' غطاء قلب' ہلاکت عقل' اماتت فکر' حجاباً مستورا' اور صم بکم عمی فہم لا یبصرون ! فرمایا ہے' اور انسانی ضلالت اور فطرۃ صالحہ کے تبدل و تغیر کا یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچکر انسان شر الدواب عند اللہ ہو جاتا ہے - یہی وہ مہر ہے جو انسان کے دل پر جب لگ جاتی ہے تو پھر وہ کبھی حق کیلیے نہیں کھلتا' اور یہی اُس انسان کیلیے جو احسن تقویم پر پیدا کیا گیا تھا' وہ اسفل سافلین ہے جہاں گر کر چارپایوں سے بھی بدتر ہوجاتا ہے' کیونکہ جانور اپنی فطرۃ اصلیہ پر قائم رہتا ہے پر انسان نے اپنی فطرۃ صحیحہ کو خارج کی ضلالت سے بالکل مسخ کر دیا - پس :

اولئک کالانعام بل هم اضل' و اولئک هم الغافلون -

وہ مثل چارپایوں کے ہوگئے بلکہ انسے بھی زیادہ گم کردہ راہ - یہی وہ بدبخت ہیں جو بصیرۃ سے محروم ہو گئے اور غفلت انکے حواس پر چھا گئی !

اسلیے کہ رسم و رواج' الف و عادات' تقالید و خرافات' ملکی و قومی اثرات و علائق' اور نسلاً بعد نسل منتقل ہونے والے عقائد و اعمال

بصائر و حکم

جنگ کا اثر اخلاق پر

(۱)

دنیا کے گوشے گوشے میں قوت کا خزانہ پنہاں ہے - بجلي کي رو خاک کے ہرذرے میں موجود ہے - نموء کي قوت زمین کے چپہ چپہ میں مخفي ہے - موجوں کا تلاطم ہر دریا کے اندر چھپا ہوا ہے - لیکن یہ قوتیں خود بخود نہیں ابھر تیں ' بلکہ اپنے ظہور کیلیے ایک سخت کشمکش ' ایک سخت مقاومت ' ایک سخت تصادم کي منتظر رہتي ہیں - پس جب کوئي قوت انکو ٹھوکر لگا دیتي ہے' تو وہ برہم ہوکر اپنے چہرۂ تابناک سے نقاب الٹ دیتي ہیں - حرکت بجلي کے خزانے میں آگ لگادیتي ہے ' سیلاب کي رو زمین کي قوت نموء کو ابال دیتي ہے ' ہوا کے جھونکے سطح دریا پر موجوں کا جالُ پھیلا دیتے ہیں !

* * *

اخلاق بھي ایک قوت ہے جو انسان کے بطون و ارواح میں چھپي ہوئي ہے - لیکن اگر عطر کو شیشي میں بند رکھا جاے تو وہ مشام جان کو معطر نہیں کر سکتا - اوسکي بوے جانفزا بار بار کے ہلنے ہي سے پھیلتي ہے - اسي طرح اگر انسان تمام دنیا سے الگ ہوکر ایک قلۂ کوہ پر عزلت گزیني اختیار کرلے تو اوسکا اخلاقي جوہر ہمیشہ کیلیے پہاڑ کي تاریک غاروں میں چھپ جائیگا - لیکن خدا نے انسان کو اخلاق کي نمائش کرنے ہي کیلیے پیدا کیا ہے - اسي بنا پر انبیاء کرام علیہمُ السلام نے اپني بعثت کا مقصد تکمیل اخلاق قرار دیا - وہ خود بھي دنیا کے منظر علم پر نمایاں ہوے اور اپني امت کو بھي نمایاں کیا - حضرت موسی علیہ السلام نے اپني امت کي نمائش وادي تیہ میں کي - حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اس مقصد کیلیے ایک وادی غیر ذی زرع کو منتخب فرمایا' اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کائنات عالم کے ہر میدان میں اپنا اور اپني امت کا اسوۂ حسنہ پیش کردیا :

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر -	تملوگ دنیا کي ایک بہترین امت ہو جو منظر عام پر نمایاں کیگئي ' کیونکہ تم نیکي کا حکم کرتے ہو' برائي سے روکتے ہو -
و کذالک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہدا علی الناس و یکون الرسول علیکم شہیدا -	اور ہمنے تمکو ایک صاحب عدل و معدلت قوم بنایا تاکہ تم تمام دنیا کے آگے اپنے زبان و عمل سے حق کي شہادت دو' اور اس شہادت کي روشني صرف اپنے رسول سے اخذ کرو !

اسلام نے اسي اصول کي بنا پر رہبانیت کو ناجائز قرار دیا' کیونکہ انسان کا اخلاقي جوہر بھي دنیا کي دوسري قوتوں کي طرح تصادم و کشمش ہي کے ذریعہ نمایاں ہو سکتا ہے -

* * *

اللہ تعالے نے چونکہ انسان کو اخلاق حسنہ کا مظہر بنایا ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے :

لقد خلقنا الانسان في احسن تقویم -	ہم نے انسان کو ایک بہترین طبیعۃ مرکبۂ عادلہ میں پیدا کیا -

اسلیے اوس نے ایسے اسباب مہیا کردیے جو انسان کے حاسۂ اخلاقي کو ہر وقت نمایاں کرتے رہتے ہیں - اگر ایک شخص گھر میں ہے تو اعزا و اقارب کے تعلقات سے اوسکے اخلاق کا اندازہ کیا جاسکتا ہے - اگر بزم احباب میں ہے' تو دوستوں کے اختلاط و ارتباط کو اوسکے اخلاق کا معیار بنایا جاسکتا ہے ' اگر وہ کسي بازار میں ہے تو معاملات کے ذریعہ سے اوسکے عیب و ہنر نمایاں ہو سکتے ہیں -

* * *

لیکن جنگ ایک ایسي سخت ٹھوکر ہے ' ایک ایسا سخت زلزلہ ہے ' ایک ایسا سخت دھماکا ہے ' جس سے دنیا کا ایک ایک ذرہ جنبش میں آ جاتا ہے ' اور اسکي تمام قوتیں دفعتاً متحرک ہو جاتي ہیں -

اخلاق بھي ایک عظیم الشان قوت ہے ' اسلیے وہ بھي جنگ سے غیر معمولي طور پر متاثر ہوتا ہے ' اور اوس کے اثر سے انسان کے نظام اخلاق میں ایک نمایاں انقلاب پیدا ہو جاتا ہے - یہي علت ہے کہ اسلام نے اپنے تمام اعمال تربیت کیلیے اخلاقي موثرات میں سے صرف جہاد ہي کو منتخب کیا - کیونکہ اخلاقي انقلاب کا اس سے زیادہ کوئي موثر ذریعہ نہیں ہو سکتا تھا -

* * *

زمانۂ جنگ میں عارضي طور پر انسان کا نظام اخلاق دفعتاً بدل جاتا ہے - یہاں تک کہ عیب ' ہنر اور ہنر ' عیب ہو جاتا ہے - تجسس ایک سخت بد اخلاقي ہے' لیکن زمانۂ جنگ میں جاسوسي ایک ہنر خیال کي جاتي ہے ' اور اسکے لیے بہترین قابلیت کے اشخاص منتخب کیے جاتے ہیں - صیانت نفس ہر انسان کا اخلاقي فرض ہے ' لیکن میدان جنگ سے فرار انتہا درجہ کي بد اخلاقي سمجھي جاتي ہے - محاسن اخلاق میں رحمدلي سے بڑھکر کوئي چیز نہیں' لیکن صف دشمن میں اوسکي کوئي قدردانی نہیں کي جاتي - غیروں کے حقوق کي حفاظت تمدن و قانون کا بہترین کارنامہ ہے - لیکن زمانۂ جنگ میں قانون ہي غیروں کے ملک کا دوسرے سلطنتوں کے ساتھہ الحاق کر دیتا ہے اور مال غنیمت جسطرح وحشي قوموں کیلیے ذریعہ معاش تھا' اوسي طرح تمدن کا بھي بہترین اندوختہ بنجاتا ہے - امن کي حالت میں عفو و درگذر' حلم و تحمل' اپنے اندر ایک اخلاقي مقناطیسي کشش رکھتي ہیں ' لیکن صف جنگ میں طلاقت وجہ اور رحم آمیز تبسم سے زیادہ درشت روئي کي قدر کي جاتي ہے - کفایت شعاري نہایت عمدہ چیز ہے ' لیکن میدان جنگ صرف اسراف ہي کے ذریعہ سے فتح ہوسکتا ہے - وفاے عہد کي اخلاقي عظمت کا ہر شخص اعتراف کرتا ہے' لیکن زمانۂ جنگ میں سیکڑوں بد عہدیاں جائز خیال کي جاتي ہیں - اس قسم کے سیکڑوں اخلاقي عیب و ہنر ہیں جنکي حقیقت زمانۂ جنگ میں بالکل بدل جاتي ہے ' اور ضرورت اونکے بدل دینے کیلیے مجبور کرتي ہے -

* * *

لیکن ابتداء میں دنیا کي ہر چیز عارضي ہوتي ہے جو رفتہ رفتہ مستقل صورت اختیار کرلیتي ہے - عارضي اسباب سے زمین پر پاني کے قطرے گرتے ہیں' اور آہستہ آہستہ زمین میں سوراخ کرتے جاتے ہیں - یہاں تک کہ ایک دن وہ مستقل گڑھے کي صورت اختیار کرلیتا ہے - ایک پتھر پر آفتاب کي شعاعیں پڑتي ہیں اور وہ اونکا رنگ جذب کرتا جاتا ہے' یہاں تک کہ ایک دن لعل شب چراغ کے قالب میں نمایاں ہوکر دنیا کي آنکھہ کو خیرہ کردیتا ہے !

انسان کے اخلاق و عادات کا بھي یہي حال ہے - بچہ ماں کے پیٹ سے ایک سادہ شیشۂ دل لیکر آتا ہے جس میں ہر عکس کے قبول کرنے کي صلاحیت ہوتي ہے - دنیا کي جو طاقت اسپر اپنا پر تو ڈالتي ہے ' آہستہ آہستہ اسي اثر کو قبول کرتا جاتا ہے' اور ایک دن اوسي قوت کا مجموعي اثر اوسکا اخلاقي دستور العمل

نہ کریں مگر صرف اسی کی ' اور سر نہ جھکائیں مگر صرف اسی کیلیئے - یہی فطرۃ صالحہ دین قیم یعنی ہدایت انسانی کا صحیح اور مستقیم راستہ ہے - پر افسوس کہ اس ضلالت اباد انسانی میں بڑی تعداد انکی ہوگئی جن پر اس حقیقیۃ فطریہ سے جہل چھا گیا ! !

لیکن اب غور کرو کہ اس دعوۃ کا اصلی منشا زیادہ کھلے لفظوں میں کیا ہوتا ہے ؟ یہ کہ جو کچھہ انسانوں نے اب تک دیکھا ' اسے آن دیکھا سمجھیں ' جو کچھہ انہوں نے ہمیشہ سنا ' اسے یکسر بھول جائیں ' جو کچھہ ابتک انہوں نے سمجھا اور یقین کیا ' اس سے یک قلم باہر آجائیں - یہ گویا نسلی و قومی افکار و عقائد کی ایک خانہ ویرانی کی پکار ہوتی ہے ' جو انکے اُس گھر کو اجاڑنا چاہتی ہے جسمیں صدیوں تک وہ پلے ' اور ایک نیا گھرانا آباد کرنا چاہتی ہے جسکے در و دیوار سے انہیں کوئی الفت نہیں -

یہی وجہ ہے کہ جسطرح دعوۃ و ہدایت نے ہمیشہ اور ہر عہد میں یکساں طور پر اجتہاد فکر و نظر کی پکار بلند کی ہے ' ٹھیک اُسی طرح انسانی ضلالۃ کی جانب سے بھی ہمیشہ الف و عادات اور تقلید آبا و رسوم کے شغف و محبوبیت کا یکساں جواب ملا ہے :

وَکذالک ما ارسلنا من قبلک فی قریـــۃ من نذیر الا قال مترفوها : انا وجدنا آباءنا علی امۃ و انا علی آثارهـــم مقتدون (۴۳ : ۲۳)	اے پیغمبر ! انسان کی قومی و جمـــاعتی گمراہی کا ظہور کچھہ تمہارے ہی سامنے ایسا نہیں ہے بلکہ اوس کا علم اور یکساں حال ہمیشہ ایسا ہی رہا ہے - تمہیں

اپنے سے پہلے کوئی بستی ایسی نظر نہیں آئیگی جسمیں اللہ کے طرف سے ڈرانے والے آــے ہوں اور اُنہوں نے اپنی قوموں کے بڑوں سے یہ جواب نہ پایا ہو کہ " ہم نے تو اپنے باپ دادا کو اسی قومی طریقہ پر چلتے پایا اور ہم بھی انہی کے طریق پر چلینگے "

پس انسان کیلیے اس تغیر و تجدد سے بڑھکر اور کونسی کٹھن راہ ہو سکتی ہے ؟ اور کاروبار دعوۃ و تبلیغ میں اس سے زیادہ یکسر مشکلوں اور صعوبتوں سے بھرا ہوا ' عقل برانداز ' اور ثبات افگن کام اور کونسا ہو سکتا ہے ؟

اگر تم اس حالت کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کرو ' اور اس کلی تاسیس فکری و عملی کے ایک ایک جزیہ کو اپنے سامنے لاؤ ' تو تم پاؤ گے کہ کائنات اعمال انسانی میں حیرانیوں اور اچھنبوں کا یہ آخری نقطہ ہے - محض وہ انسانی قوۃ جو مادہ کی ترکیب و اثرات سے متقوم ہوئی ہے ' اس کام کے لیے کچھہ نہیں کرسکتی ' اور جب تک انسانی ضلالت سے لڑنے کیلیے انسان نہیں ' بلکہ انسانیۃ سے کوئی ما فوق قوۃ نہ اتر آــے ' اسوقت تک انسانی ضلالت ہار نہیں سکتی - اس معرکے میں ایک طرف تنہا ایک انسان ' اور دوسری طرف پوری نسل ' پوری قوم ' پوری آبادی ' بلکہ پوری دنیا ہوتی ہے - پس اس اسمان کے نیچے کونسی عقل ہے جو یہ مان سکتی ہے کہ ایک انسانی فرد کسی پوری آبادی کو ' جو بلحاظ انسانیۃ کے اس سے مساوی قوۃ رکھتی اور بلحاظ تعداد کے اس سے ہزار چند ہے ' محض اپنی انسانی قوت ہی سے شکست دیسکتا ہے ؟

ولقـــد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ' انهم لهم المنصـــورون و ان جندنا لهم الغالبـــون (۳۷ : ۱۷۱)	اور ہم نے اپنے اُن بندوں کیلیے جنکو ہم حق کے اعلان اور ہدایت کی پکار کیلیے دنیا کے سامنے بھیجتے ہیں ' پہلے ہی سے یہ قانون قرار دیدیا ہے کہ فتح و کامیابی اُنہی کو ہوگی -

پس انسانیۃ سے مافوق قوۃ ' وہ قوۃ ربانیہ ہے جو اُترتی ہے ' اور کسی ایک انسان کو اپنا مہبط و مورد بنا کر اسمیں سے اُبھرتی اور اسکے اندر سے چمکتی ہے - پھر اس انسان کا ہاتھہ خدا کا ہاتھہ ہوجاتا ہے - وہ اٹھتا ہے تو کبھی طاقت سے نہیں جھک سکتا : ید اللہ فوق ایدیهم (۴۸ : ۱۰) اور اسکا عزم خدا کا عزم بن جاتا ہے پس جب وہ اعداء حق پر تیر افگنی کرتا ہے تو خدا کہتا ہے کہ میں نے کی :

و ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (۸ : ۱۷)	اور جب تونے اے محمد دشمنوں پر تیر چلایا تو دراصل تیرا وجود چلانے والا نہ تھا بلکہ خود اللہ چلا رہا تھا !

(عود الی المقصود اور قربانی)

تمہید مندرجۂ صدر سے تم پر واضح ہوگیا ہوگا کہ انسان کی جس اجتماعی ضلالت کا مقابلہ انبیاء کرام کو کرنا پڑتا ہے ' وہ اپنے اندر کیسی عظیم الشان اور غیر مفتوح قوۃ رکھتی ہے ؟ اور جب تم نے تاریکی کی طاقت کا اندازہ کرلیا تو اب اسی سے اسکا بھی اندازہ کرلو کہ ایسی طاقتور تاریکی کے دور کرنے کیلیے کیسی طاقتور روشنی مطلوب ہے ؟

تم نے دیکھہ لیا کہ دشمن کی طاقت کا کیا حال ہے ؟ اب سونچو کہ ایسے قوی دشمن کے ہلاک کرنے کیلیے کیسے طاقتور گرز اور کیسے قوی دست و بازو کی ضرورت ہے ؟

انبیاء کے آلات و اسلحہ مادی نہیں ہوتے - مادی ساز و سامان کے لحاظ سے وہ بالکل فقیر و تہی دست ہوتے ہیں - انکے ساز و سامان کے ڈھالنے کا کارخانہ دوسرا ہے - وہ جن آلات و اسلحہ کے ساتھہ اس معرکۂ ضلالۃ و ہدایۃ میں قدم رکھتے ہیں ' انمیں اولین حربہ " قربانی " کا ہوتا ہے -

انسان کی اجتماعی حیات یا قومیت دراصل ان تمام عقائد و اعمال کے مجموعہ کا نام ہے جو نسل و وطن اور متوارث و متواصل علائق نحلی سے ترکیب پاتے ہیں - ان انبیاء کرام کا مشن یہ ہوتا ہے کہ ان تمام نسلی اور قومی امتیازات قدیمہ کو مٹا کر ایک نئے روحانی امتیاز و خصوصیت کی بنیاد پر نئی قومیت پیدا کریں - پس اس بنا پر انکی دعوۃ کا اولین اسوۂ حسنہ یہی ہونا چاہیے تھا کہ خود بھی نسل و خاندان کے تمام رشتوں کو توڑ دیں ' اور اسطرح نسلی قربانی کا طاقتور حربہ طیار کریں -

اس قربانی کا اثر انکے تمام کار و بار دعوۃ میں سب سے زیادہ کارگر ہوتا ہے - قوم دیکھتی ہے کہ کس طرح داعی الی الحق نے اپنے تمام رشتوں کے گھر کو اُجاڑ دیا ' اور اُسی عمارت کا ایک گوشہ بنگیا ' جسکی چھت کے نیچے ہمیں جگہ دے رہا ہے !

چنانچہ انبیاء کرام اور رسل عظام کے اُس سلسلے میں جنہوں نے نئی قومیتوں کی بنیاد رکھی ' سب سے پہلے حضرۃ نوح علیہ السلام کی دعوۃ کا مقام ہے ' اور چونکہ انکی دعوۃ اسی پہلی قسم کی دعوۃ تھی ' اسلیے ضرور تھا کہ اس اولین قربانی کا بھی وہ اسوۂ حسنہ قائم کرتے -

پس آیۃ کریمۂ مندرجۂ صدر میں جب اُنہوں نے اپنے بیٹے کیلیے خدا کو پکارا ' تو ارشاد ہوا کہ یہاں جسمانی رشتے کیلیے کوئی گنجایش نہیں - اگر تمہارا بیٹا عمل صالح کے اس نئے گھرانے میں داخل ہوجاتا جسکی تم نے بنیاد رکھی ہے ' تو وہ تمہارا عزیز تھا - لیکن اُس نے " عمل صالح " کی جگہ " عمل غیر صالح " سے رشتہ جوڑا - پس اب اسکا ذکر بیکار ہے ' اور یہ بناء قومیت کا وہ ناموس الہی ہے جسکا تمہیں علم ہونا چاہیے :

قال رب انی اعوذ بک ان اسئلـــک ما لیس لی بہ علم (۱۱ : ۴۹)	حضرۃ نوح نے عرض کیا : اے میرے پروردگار ! میں اپنے ضعف بشری کا اعتراف کرتا ہوں اور تیری رحمت و مغفرت میں پناہ لیتا ہوں کہ جس چیز کی حکمت و حقیقت پر میری نظر نہ تھی ' میں نے اسکی نسبت تجھسے سوال کیا !

مقالات

جنگ کا اثر فن روایت پر

(۱)

دنیا درحقیقت مؤثرات کی ایک رزمگاہ ہے' جس میں ایک قوت دوسری قوت سے ٹکرا کر فعل و انفعال اور تاثیر و تاثر کا ایک مستقل سلسلہ جاری رکھتی ہے - تصادم قوی کا یہ عام قانون ہے - لیکن کیا ایک دشمن دوسرے دشمن سے نرمی کے ساتھہ بھی بغل گیر ہوسکتا ہے ؟

دنیا کا مادہ اس فلسفیانہ سوال کا جواب نفی میں دیتا ہے - مادۂ عالم قوت کے بل پر قائم ہے - قوت کسی سے جھک کے ملنا نہیں چاہتی - وہ ہمیشہ ابھرتی ہے' اور ابھر کے دوسری قوت سے ٹکراتی ہے - اس کشمکش و مقاومت کا فیصلہ بھی قوت ہی کی شدت و ضعف پر ہوتا ہے - اگر وہ ضعیف ہے تو خود چور چور ہوجاتی ہے - قوی ہے تو اپنے حریف کو پاش پاش کردیتی ہے -

لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ میزان عدل دونوں کے توازن کو مساویانہ حیثیت سے قائم رکھتا ہے - اس حالت میں وہ ایک قوت سے کچھہ لے لیتا ہے اور دوسرے کو کچھہ دیدیتا ہے - پس صلح بھی جنگ ہی کے سلسلہ میں داخل ہے - بلکہ جنگ کی ایک خاص شکل کا نام ہے - اسلام چونکہ دنیا کے تمام مواد و قوی کے توازن کو صحت و عدالۃ کے ساتھہ قائم کردینے کیلئے آیا تھا' اسلیے اوس نے جنگ کی اسی مخصوص شکل کو منتخب کرلیا :

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض' لفسدت الارض' ولکن اللہ ذو فضل علی العالمین (۲ : ۲۵۲)

اور اگر خدا ایک جماعت کو دوسری جماعت کی مدافعت کی قوت نہ دیتا تو دنیا برباد ہوجاتی - لیکن خدا تو تمام نظام عالم کو اسکی تمام احتیاجات و ضروریات بخشنے والا ہے' اسلیے اوس نے تمام دنیا پر قوت کو تقسیم کردیا -

چنانچہ شریعۃ الاہیہ نے دنیا کی میزان عدل کو جس نظام پر قائم رکھا ہے' وہ قوت ہی کی مساویانہ تقسیم کے بل پر قائم ہے :

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض' لھدمت صوامع و بیع و صلوات و مساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا (۲۲ : ۴۱)

اگر خدا ایک جماعت کو دوسری جماعت کی مدافعت کی قوت ندیتا تو حق اور صداقت کا دنیا میں کوئی محافظ نہ رہتا اور خدا پرستی مظلوم ہوکر فنا ہوجاتی - شریعت کی تعلیم گاہیں اور معبد منہدم ہوجاتے' صلواۃ الہی کا ادا کرنا جرم بن جاتا' اور وہ تمام مسجدیں اجڑ جاتیں جن میں خدائے واحد کا بار بار ذکر کیا جاتا ہے !

جہاد اسلامی کی حقیقت اسی صلح پرور جنگ کی ایک زندہ مثال ہے - لیکن اسوقت ہمکو جنگ کے ان نتائج سے بحث نہیں جو دنیا کے توازن کو قائم رکھتے ہیں' بلکہ صرف تصادم قواء کے عام اثرات سے بحث کرنا چاہتے ہیں -

(۱)

دنیا کی ہر قوت اگرچہ ٹکرا کر کوئی نہ کوئی نتیجہ ضرور پیدا کرتی ہے' لیکن تصادم قواء کا سب سے زیادہ ہیبت انگیز منظر جنگ کی صورت میں دنیا کے سامنے نمایاں ہوتا ہے - دنیا کی ہر مادی قوت اگرچہ انفرادی حیثیت سے ہمیشہ سرگرم کارزار رہتی ہے' لیکن اجتماع و تعاون (یعنی باہم جمع ہوکر ایک دوسرے کی مدد کرنا) صرف انسان ہی کا مخصوص جوہر ہے' اور اسی مدنی خصوصیت کی بنا پر اوس نے تمام دوسری قوتوں کو زیر اثر کرلیا ہے - دنیا کے معرکہ کارزار میں بھی اوسکی یہ اجتماعی شان نظر آتی ہے - اسی کے ذریعہ وہ دنیا کے سامنے اوس اجتماعی قوت کی ایک عام نمایش کرسکتا ہے جو کیف و کم' دونوں میں تمام دوسری قوتوں کا ایک مرکب سمجھی گئی ہے - اسلئے اوسکے تصادم کا مجموعی اثر بھی ہر قوت سے شدید تر' اور مختلف ہوتا ہے - دوسری قوتیں صرف ایک مادہ یا ایک قوت پر اثر ڈال سکتی ہیں لیکن انسانی جنگ کا دائرۂ اثر غیر محدود ہوتا ہے - وہ عقائد پر' اخلاق پر' لٹریچر پر' مذہب پر' تمدن پر' جان پر' مال پر' غرض عالم ہستی کے ایک ایک ذرے پر اثر ڈالتی ہے' اور اوس اثر کو اور اسکے مسلسل نتائج و عواقب کو ایک مستقل یادگار کی صورت میں ہمیشہ کیلئے چھوڑ جاتی ہے -

لیکن دنیا کی نگاہیں مادہ پرست ہیں اسلیے وہ جان و مال کی مرثیہ خوانی میں اپنی دوسری متاعوں کو بھول جاتی ہیں - البتہ ایک تیز حقیقت بیں نگاہ خون کی رنگین چادروں سے گذر کر جب عقائد' اخلاق' لٹریچر' تمدن' غرض ہر چیز کو ٹٹولتی ہے' تو اوسکو اس قتل عام میں رنج و مسرت' دونوں کے سامان ہاتھہ آتے ہیں - وہ دیکھتی ہے کہ جنگ نے مفتوح قوم کے عقائد' مذہب' اخلاق' لٹریچر' اور تمدن کو بالکل برباد کردیا اور اِس ماتم کبری پر ایک آنکھہ آنسو بہانا چاہتی ہے - لیکن دوسری آنکھہ اِس پر راضی نہیں ہوتی کہ اصلی خزانہ ابھی باقی ہے - اوس کو اگرچہ مفتوح قوم نے کھودیا ہے لیکن دنیا نے نہیں کھویا - وہ دنیا ہی میں ہے - البتہ مفتوح قوم کی جیب سے نکل کر فاتح کے دامن میں منتقل ہوگئی ہے - ولنعم ما قیل :

زغارت چمنت بر بہار منتہاست
کہ گل بدامن ما دستہ دستہ می آید

لیکن فن روایت پر جنگ کا اثر اِس سلسلہ سے بالکل مختلف پڑتا ہے - ہر جنگ ایک سلسلہ روایت پیدا کردیتی ہے جو مفتوح کے دماغ سے نکل کر فاتح کی جیب میں نہیں جاتا بلکہ دونوں کا سرمایہ اونہیں کے پاس رہ جاتا ہے - اِسلیے بظاہر فن روایت کو جنگ کے عام اثر سے بالکل محفوظ رہنا چاہیے -

(۲)

لیکن کیا درحقیقت اوس کا دامن خون کے دھبوں سے بالکل پاک ہے ؟

بن جاتا ہے - انسان کے اخلاق کا سب سے بڑا مظہر عادت ہے - لیکن یہ ملکہ بھی کسی فعل کے متواتر عمل میں لانے ہی سے پیدا ہوتا ہے -

اس عالمگیر قدرتی اصول کی بنا پر جن قوموں کو جغرافیانہ حالات ' تمدنی ضروریات ' اور قومی خصوصیات ہمیشہ جنگ کیلیے تیار رکھتی ہیں ' وہ اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ میدان جنگ ہی میں بسر کرتی ہیں - یہی عارضی نظام اخلاق انکا مستقل اخلاقی دستورالعمل بن جاتا ہے ' اور وہ ان اخلاقی خصوصیات میں تمام دنیا سے ممتاز خیال کی جاتی ہیں - ترکوں کی جنگ جوئی عام طور پر ضرب المثل ہے :

جناں بردند صبر از دل کہ ترکاں خوان یغما را !

* * *

زمانہ جنگ میں جن اخلاق و عادات کو ناگزیر خیال کیا جاتا ہے ' ان میں بہت سے ایسے ہیں جسے بلاتکلف بے نیازی حاصل ہوسکتی ہے - جنگ کیلیے اگرچہ جاسوسی ایک ضروری چیز ہے ' لیکن جاسوس فوج کے ضروری اجزاء نہیں ہوتے - میدان جنگ میں کبھی کبھی دشمن پر رحم بھی کیا جاسکتا ہے - فقر و فاقہ کی حالت میں بھی جنگ جاری رکھی جاسکتی ہے ' اور دولت کی نازش اسکے لیے چنداں ضروری نہیں - لیکن "شجاعت" ایک ایسی چیز ہے جو جنگ کی حقیقت میں داخل ہے ' اور اگر کوئی شخص میدان جنگ میں عزم و استقلال کے ساتھہ کھڑا رہنا چاہتا ہے ' تو اسکو سب سے پہلے اپنے پانوں میں اسکی سنہری زنجیر ڈال لینی چاہیے -

جن قوموں کو کسی اتفاقی ضرورت سے لڑنا پڑتا ہے ' اگرچہ انکے لیے بھی شجاعت نہایت ضروری ہے ' لیکن جو قومیں ہمیشہ لڑتی بھڑتی رہتی ہیں ' ان میں شجاعت کا ایک مخصوص ملکۂ راسخہ پیدا ہو جاتا ہے - وہ خاص طور پر اس وصف میں دوسری قوموں سے ممتاز خیال کی جاتی ہیں -

مرد عورتوں سے زیادہ بہادر ہوتے ہیں - اسکی وجہ یہ ہے کہ انکو اپنی جان و مال کی حفاظت کیلیے مختلف لوگوں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے ' یہی کشمکش انکے جذبات شجاعت کو زیادہ نمایاں اور مستحکم کردیتی ہے

تمدن اگر متمدن اور وحشی قوموں کا مقابلہ کیا جاے تو ان میں بھی مرد اور عورت کی سی نسبت نظر آئیگی - متمدن قوم ایک عظیم الشان شہر کی چاردیواری میں محصور رہتی ہے - اسکو خارجی خطرات کا بالکل ڈر نہیں رہتا - شہر کے اندر پولس حفاظت کرتی ہے - وہ امن و سکون کی حالت میں آرام کی نیند سوتی ہے - اسطرح رفتہ رفتہ اسکی قوت دفاعی بیکار ہوجاتی ہے اور شجاعت کے جذبات مردہ ہوجاتے ہیں -

لیکن ایک بدوی کی حالت اس سے بالکل مختلف ہے - وہ کھلے ہوے میدان میں رہتا ہے ' اور اپنی تمام چیزوں کی حفاظت خود ہی کرنا ہے - چور ' ڈاکو ' غنیم ' اسپر حملہ کرتے ہیں ' اور وہ صرف اپنی قوت بازو سے انکو دفع کرتا ہے - اسلیے اسکے جذبۂ شجاعت کو ہمیشہ ٹھوکر لگتی رہتی ہے ' اور اس سنگ چقماق سے ہمیشہ شرارے نکلتے رہتے ہیں - اسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے پہلو میں ایک گرم دل ' اور دل میں گرم خون کا ایک بڑا ذخیرہ رکھتا ہے - یہی خون اسکی رگوں میں ہر وقت حرکت پیدا کرتا رہتا ہے ' اور وہ ایک معمولی سی صدا پر میدان جنگ کی طرف روانہ ہوجاتا ہے -

عرب جس نے قیصر و کسری کے تخت و سلطنت کو دفعتہً الٹ دیا ' اسی قسم کی شجاعت کا مرکز تھا - یہاں تک کہ زمانۂ جاہلیت میں بہادروں کا ایک خاص طبقہ پیدا ہوگیا تھا جو ہمیشہ گھوڑے کی لگام زنار کی طرح اپنے گلے میں آویزاں رکھتا تھا اور ہر وقت میدان جنگ کیلیے پا برکاب رہتا تھا - فارسی لٹریچر میں "پا برکاب" کے استعارے کو بھی جنگ ہی کی عاجلانہ مستعدیوں نے پیدا کیا ہے -

* * *

لیکن کبھی کبھی صرف ایک ہی ممتد اور عظیم الشان جنگ اس قسم کی مستقل شجاعت پیدا کردیتی ہے ' اور فتح و ظفر کی نشاط انگیز مسرت اس آتش سیال کو اور بھی دوآتشہ بنا دیتی ہے - آج ہمیں کئی قومیں ایسی نظر آتی ہیں جو اگرچہ ہمیشہ مصروف جنگ نہیں رہیں ' لیکن صرف ایک ہی فاتحانہ جنگی اقدام ' یا ایک ہی بامراد معرکۂ قتال نے انکو ایک مستقل اور دائم و قائم جنگی قوم بنا دیا ہے !

تاتاریوں کی مشہور شجاعت بھی اسی عالمگیر طوفان کی ایک موج ہے جو ساتویں صدی میں تمام دنیاے اسلام میں پھیل گیا تھا ' اور بعد کی صدیوں میں ہجوم اعداء نے اسکو اور بھی مستقل کردیا -

* * *

اس مستقل شجاعت کا اثر صرف میدان جنگ ہی میں ظاہر نہیں ہوتا ' بلکہ زندگی کے ہر شعبۂ عمل میں اسکی جھلک نظر آتی ہے - وہ تمام قوم میں ایک حرکت پیدا کردیتی ہے جو اسکے تمام قواء خفتہ کو بیدار رکھتی ہے - جرمنی کی جنگ پرستی کا نقشہ فرانس و بلجیم کے میدانوں سے زیادہ برلن کے کارخانوں ' کالجوں ' عام بازاروں میں نظر آیا تھا -

قواء کا یہ نشاط قوموں کی افزائش نسل پر بھی نمایاں اثر ڈالتا ہے - یہی وجہ ہے کہ شیر کی ابھرنے والی پہلوانانہ قوت جب ایک پنجرے میں قید کردی جاتی ہے تو اسکا شجاعانہ نشاط فنا ہوجاتا ہے ' اور اسکے توالد و تناسل کا سلسلہ بالکل منقطع ہو جاتا ہے -

اسکے برعکس بزدل قوم قلیل النسل ہوتی ہے - یہی وجہ ہے کہ ایک مدت کی غلامی کا افسردہ کن اثر مفتوح قوموں کو فنا کردیتا ہے -

* * *

لیکن ایک ہی قوت متضاد نتائج بھی پیدا کرسکتی ہے - پانی کی طغیانی اگر سطح دریا پر موجوں کے سر پر غرور کو بلند کردیتی ہے تو بہت سے سر اونچا کرنے والے کنگرے اسکی رو میں پست بھی ہوجاتے ہیں - اسلیے جنگ اگر ایک قوم کے جذبۂ شجاعت کو ہمیشہ کیلیے ابھار دیتی ہے ' تو دوسری قوم کو ہمیشہ کیلیے بزدل بھی بنا دیتی ہے - شخصی حالتوں میں بھی یہ بزدلی نمایاں طور پر نظر آتی ہے -

انگلستان کے مشہور فلسفر ٹامس ہوب نے اپنی بزدلی کی یہ وجہ بتائی ہے کہ وہ جس زمانے میں اپنی ماں کے پیٹ میں تھا ' انگلستان کو اسپینش لوگ جنگ و غارتگری کی دھمکیاں دیتے رہتے تھے اور انکی فوجیں عموماً ساحل انگلستان کا چکر لگایا کرتی تھیں - اس وقت تمام انگلستان کے ساتھہ اسکی ماں بھی اضطراب و خوف میں مبتلا تھی - اسکے اضطراب عصبانی نے بچے میں یہ بزدلی پیدا کردی !

انگلستان کے سلاطین قدیم میں یعقوب ثانی سخت بزدل تھا - اسکی یہ وجہ بتائی جاتی ہے کہ اسکی ماں نے سخت مصیبت و اضطراب کی حالت میں زندگی بسر کی تھی اور اسکا قدرتی اثر اسکے بچے پر بھی پڑا تھا -

(البقیۃ تتلی)

فی الحدیث عن عساکر الدول التی لعهدهم او قریباً منه، و تفاوضوا فی الاخبار عن جیوش المسلمین او النصاری، او اخذوا فی احصاء اموال الجبایات و خراج السلطان و نفقات المترفین و بضائع الاغنیاء الموسرین، توغلوا فی العدد و تجاوزوا حدود العوائد و طاوعوا وساوس الاغراب، فاذا استکشفت اصحاب الدواوین عن عساکرهم، و استنبطت احوال اهل الثروة فی بضائعهم و فوائدهم، و استجلبت عوائد المترفین فی نفقاتهم، لم تجد معشار ما یعدونه، و ما ذالک الا لولوع النفس بالغرائب و سهولة التجاوز علی اللسان و الغفلة علی المتعقب و المنتقد، حتی لا یحاسب نفسه علی خطاء و لا عمد و لا یطالبها فی الخبر بتوسط و لا عدالة، و لا یرجعها الی بحث و تفتیش، فیرسل عنانه، و یسیم فی مراتع الکذب لسانه، و یتخذ آیات الله هزوا، و یشتری لهو الحدیث لیضل عن سبیل الله، و حسبک بها صفقة خاسرة - (مقدمہ ابن خلدون - ص - ۱۱)

زمانے کے بادشاہوں کی فوجوں کے متعلق روایت کرتے ہیں، یا مسلمانوں اور نصاریٰ کی فوجوں کے اجتماع کا ذکر کرتے ہیں - یا مالگذاری اور خراج کی رقوم اور دولت مند لوگوں کے مصارف، اور متمول لوگوں کے مالی سرمایہ کی مقدار بیان کرتے ہیں تو اونکی تعداد میں نہایت مبالغہ آفرینی کرتے ہیں، اور عادت جاریہ سے آگے بڑھ جاتے ہیں اور عجائب پسندی کے وسوسوں کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں - لیکن جب تم خود متعلقین صیغۂ جنگ سے اونکی فوجوں کا حال دریافت کرو، اور دولت مندلوگوں کی دولت کے نتائج اور ثمرات کے ذریعہ اونکی دولت کا اندازہ کرو، اور دولت مندوں کے مصارف پر اس حیثیت سے نظر ڈالو کہ اس معاملہ میں امراء کی عام عادت کیا ہے؟ تو جو تعداد ان موٴرخین نے بیان کی ہے، اوسکا عشر عشیر بھی تمکو ہاتھہ نہ آئیگا - یہ مبالغہ آفرینی اسلیے کی جاتی ہے کہ نفس انسانی عجائبات کا شیدائی ہے، ایسی باتیں آسانی سے مشہور ہوسکتی ہیں - لیکن اس قسم کے موٴرخ یہ بھول جاتے ہیں کہ آیندہ زمانے میں لوگ ان روایتوں کی نقد و تحقیق بھی کرینگے - اسلیے وہ اپنی خطا پر یا اپنی دانستہ غلط بیانیوں پر اپنے نفس کا جائزہ نہیں کرلیتے - نہ اوسکو روایت کی معتدل راہ پر لے جاتے ہیں اور نہ اوسکو تحقیق کی طرف مائل کرتے ہیں - بلکہ وہ بالکل مطلق العنان بنجاتے ہیں - اپنی زبان کو جھوٹ کے مرغزاروں میں چراتے ہیں، خدا کی نشانیوں کو ہنسی مذاق بنا لیتے ہیں، اور لغو باتوں کی ایک دکان لگا دیتے ہیں تاکہ خدا کی سیدھی راہ سے دنیا کو گمراہ کریں - لیکن افسوس یہ کیسی ناکامیاب تجارت ہے !!

علامہ موصوف نے اس قسم کی روایتوں کی متعدد مثالیں دی ہیں اور اونپر مختلف حیثیتوں سے نقد کیا ہے - اونہوں نے اگرچہ ان اصول سے چند خاص روایتوں ہی کے انتقاد میں کام لیا ہے لیکن یہ ایسے اصول ہیں کہ عموماً ہر فوجی نقل و حرکت کے نقد و تحقیق روایات میں ان سے کام لیا جا سکتا ہے -

علامۂ موصوف کی چند پیش کردہ مثالوں کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں :

(۱) مسعودی موٴرخین اسلام میں بڑے پایہ کا موٴرخ شمار کیا جاتا ہے - لیکن اوس نے بنو اسرائیل کی فوج کی تعداد (جو فرعون کے مقابلہ کیلیے جمع ہوئی تھی اور جسکو وادیٔ تیہ میں خود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شمار کیا تھا) ۶ لاکھہ بتائی ہے - یہ وہ لوگ تھے جنکو خاص پابندیوں کے ساتھہ منتخب کیا گیا تھا - یعنی ہر سپاہی کی عمر ۲۰ برس سے متجاوز تھی اور وہ جسمانی حیثیت سے معرکہ جنگ میں شریک قتال ہوسکتا تھا -

ایک خوش اعتقاد شخص اس روایت کو بآسانی قبول کرلیگا، لیکن اسپر مختلف حیثیتوں سے نظر ڈالنی چاہیے :

(الف) عموماً فوج کی تعداد کا تناسب ملک کی وسعت کے ساتھہ تعلق رکھتا ہے، جسکی وجہ یہ ہے کہ فوجی مصارف کا بار اوسی ملک پر ہوتا ہے جس کی وہ حفاظت کرتی ہے - اسلیے فوج اور سامان جنگ کی وسعت کا اندازہ صرف ملک کی اقتصادی حالت ہی سے ہو سکتا ہے، لیکن مصر اور شام کی وسعت اور اونکی اقتصادی حالت اس عظیم الشان فوج کے مصارف کی متحمل نہیں ہوسکتی تھی -

(ب) اصول جنگ کے مطابق میدان جنگ میں فوج کی ترتیب اسطرح کی جاتی ہے کہ ایک صف کو دوسری صف سے اعانت ملتی رہے اور نقل و حرکت کیلیے میدان میں کافی وسعت موجود ہو، لیکن کوئی میدان اس سر زمین میں ایسا ثابت نہیں ہوتا جو ۶ لاکھہ فوج کی گنجایش رکھتا ہو اور اصول جنگ کے مطابق اوسمیں فوج کی ترتیب و تنظیم قائم کی گئی ہو -

(ج) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اسرائیل کے درمیان چار پشتیں گذری تھیں جسکی کل مدت صرف دو سو دس برس تھی - لیکن چار پشت کے عرصے میں کوئی خاندان اس قدر وسیع نہیں ہوسکتا کہ بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور مریضوں کے علاوہ ۶ لاکھہ سپاہی پیدا کر دے -

(د) دنیا میں ایرانیوں کی سلطنت نہایت وسیع اور عظیم الشان سلطنت تھی جس نے درفش کاویانی کے سایے میں دنیا پر ہزاروں برس حکومت کی - لیکن قادسیہ کی جنگ میں (جب کہ اوسکی موت و حیات کا فیصلہ ہو رہا تھا) اوس نے اپنی فوجی طاقت کی سب سے بڑی اور سب سے آخری نمائش کی، تاہم اسکی فوجی قوت ایک لاکھہ ۲۰ ہزار سے متجاوز نہ تھی - پس حضرت موسیٰ کے فوج کی تعداد اس سے زیادہ کیونکر ہو سکتی ہے ؟

(۲) موٴرخین کا بیان ہے کہ زمانۂ قدیم میں ملوک یمن عموماً افریقہ اور بربر پر حملہ کیا کرتے تھے - سلاطین یمن میں افریقش بن قیس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ جب بربر کی جنگ سے واپس آ رہا تھا تو قبائل یمن میں قبیلہ حمیر وہیں رہ گیا، مغرب کی قوموں میں کتامہ اونہی کی اولاد سے ہیں - لیکن بربر کے تمام اہل نسب اس سے انکار کرتے ہیں - سلاطین یمن میں ذالاذعار کی نسبت مشہور ہے کہ وہ موصل، آذربیجان، ایران، روم، ماوراء النہر، سمرقند، اور چین وغیرہ پر حملہ کر چکا تھا اور ان میں بہت سے ممالک اوسکے زیر نگیں ہو گئے تھے - لیکن ان روایتوں کا ایک حرف بھی صحیح نہیں ہے - حسب ذیل دلائل پر غور کرو :

سلاطین یمن جزیرہ عرب میں رہتے تھے، اور صنعا اونکا دارالسلطنت تھا، لیکن جزیرۂ عرب کو تین طرف سے سمندر محیط تھا - صرف سویس کا ایک راستہ کھلا تھا جس سے کوئی فوج مغرب کی طرف نقل و حرکت کر سکتی تھی - لیکن سویس اور بحر شام کا راستہ جن صوبوں میں سے ہوکر گذرتا تھا، وہ عمالقہ، کنعان، اور قبط وغیرہ کی زیر حکومت تھے، اور جب تک کوئی فوج ان سے معرکہ آرا نہ ہولیتی، ان راستوں میں سے ہوکر گذر نہیں سکتی تھی - لیکن کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا کہ سلاطین یمن نے ان قوموں سے کبھی بھی جنگ کی - یمن سے مغرب تک کی مسافت

اصلي ماتم اِسي سوال سے شروع هوتا هے -

امن و صلح کے زمانه ميں هر چيز سے خون کا دهبه چهڑاديا جاتا هے ' ليکن صرف تاريخ هي ايک ايسي چيز هے جس کا دامن مبالغه آميز اور مصنوعي طريقه پرخون سے رنگين کيا جاتا هے - جنگ تاريخ کے چهره کو سب سے زياده زخمي کر ديتي هے - جنگ کا جو اثر مذهب ' اخلاق ' تمدن ' اور لٹريچر وغيره پر پڑتا هے ' وه درحقيقت قوت کے ايک مخصوص وصف اِمتيازي کا نتيجه هوتا هے - قوت کبهي دبکر رهنا نهيں چاهتي - وه هميشه دوسروں کو دباتي رهتي هے - قوت کي اِس نمود نے اِنسان کو بالطبع امر پسند بنا ديا هے - اسليے وه اپنے کارناموں کو هميشه دنيا کے سامنے ايک نئے آب و رنگ کے ساتهه پيش کرنا چاهتا هے - جنگ اپنے پاس اِس کا بڑا ذخيره رکهتي هے جنگ ميں اظهار فخر و غرور کے دو متضاد مواقع عموماً پيش آتے هيں اور دونوں جگه مبالغه آفريني و فريب کاري مختلف شکليں اختيار کرليتي هے -

جنگ کا ايک منظر تو وه هوتا هے ' جب ايک فريق کي تعداد نهايت قليل هوتي هے ليکن دوسري طرف سے فوج کا ايک ٹڈي دل اُمنڈتا هوا چلتا هے - اِس صورت ميں اگر يه کثرت ' قلت پر غالب آجاے تو اُس کے فتح و ظفر کي داستان کسي مزيد تعليل و توجيه کي محتاج نهيں هوتي - اُس وقت صرف يهه کهدينا کافي هوتا هے که تنکا سيلاب کے مقابلے ميں کيونکر ٹهر سکتا تها ؟ ليکن کبهي کبهي نتيجه اِسکے برعکس هوتا هے ' ايک تنها قوت بهت سي عظيم الشان قوتوں پر غالب آ جاتي هے :

وکم من فئة قليلة	کتني هي کم تعداد و کم قوة جماعتيں هيں
غلبت فئة کثيرة	جو اپنے سے بڑي بڑي جماعتوں پر غالب
(۲ : ۲۴۹)	آگئيں ' جبکه الله کي نصرة نے انکا ساتهه ديا -

تو اُسوقت دنيا کے اِس اصول موضوعه کي مخالفت کرني پڑتي هے ' اور اِس غير متوقع کاميابي کے پيدا کرده علل و اسباب بتانے پڑتے هيں - يهه کام درحقيقت فلسفه کا تها ' ليکن وه اپنے فرائض صرف رواق افلاطون کے ايک گوشے هي ميں ادا کرسکتا هے - چونکه يه سوال ميدان جنگ ميں کيا گيا هے اِسلئے قوت هي اُس کا جواب ديتي هے ' اور اپني شجاعت اور دشمن کي بزدلي کي مبالغه آميز داستان سرائي کرنے لگتي هے - يهيں سے فن تاريخ کا وه زخم نمايان هونے لگتا هے جو آگے چلکر اسکے جسم حقيقت و واقعيت کا ناسور بن جاتا هے !

[۳]

اشخاص کي شجاعت کے کارنامے اس سے بهي زياده مبالغه آميز صورت اختيار کر ليتے هيں -

عرب ميں ايک بهادر شخص سباع (درنده جانور) کے لقب سے مشهور هوگيا - چونکه يه لفظ کسي تاريخي کارنامۂ شجاعت پر دلالت کرتا تها ' اسليے آگے چل کر اسکي وجه تسميه کے متعلق ايک تاريخي بحث پيدا هوگئي - فن روايت نے اسکي يه وجه بتائي که وه اس قدر بهادر تها که " جب اوسکي بکريوں کے گلے ميں شير يا بهيڑيا آ جاتا تها تو اس زور سے ڈانٹتا تها که اونکا کليجه پهٹ جاتا تها اور وهيں تڑپ کر مر جاتے تهے - چونکه شير وغيره کو عربي ميں سبع کهتے هيں اسليے اس شجاعت کي يادگار ميں اهل عرب نے اوسکو " سباع " کا خطاب ديديا "

ليکن اس روايت پر يه جرح کيگئي که " عموماً بکرياں نهايت کمزور اور ضعيف القلب هوتي هيں ' حتی که بزدلي کا ماخذ لغوي بهي رهي هيں ' اس بنا پر اگر اس شخص کي مهيب آواز سے بهيڑيے يا شير کا دل پهٹ جاتا تها تو بکرياں اس کے اثر سے کيونکر زنده بچ جاتي تهيں ؟ " اسکا جواب يه ديا گيا که " اوسکي قلب افگن آواز شير کيليے بالکل ايک نئي آواز هوتي تهي اسليے اسکا متحمل نهيں هو سکتا تها - ليکن بکرياں اسکي عادي هوگئي تهيں - عادت فطرت کو بدل ديتي هے " (۱) يه جواب گو صحيح بنا ليا جاے تاهم ظاهر هے که اس روايت ميں بهت کچهه مبالغه کا رنگ بهرا گيا اور اصليت سے قطعاً بعيد هے -

[۴]

ليکن اظهار شجاعت کا ايک دوسرا شريفانه طريقه هے جسکو اهل عرب کي فخر پسند طبيعت نے ايجاد کيا تها - مفتوح قوم يا مغلوب شخص کي بزدلي کے اظهار سے اگرچه فتح و ظفر کي فلسفيانه توجيه و تعليل هوجاتي هے ' ليکن اخلاقي حيثيت سے ايک مرده قوم يا بزدل شخص پر غالب آ جانا فاتح کيليے کوئي قابل فخر چيز نهيں - اس بنا پر اهل عرب نے اپني شجاعت کے اظهار کا يه طريقه اختيار کيا تها که پہلے دشمن کي بهادري کي نهايت فياضي کے ساتهه داد ديتے تهے - پهر آخر ميں صرف اتنا کهديتے تهے که " هم نے ايسے غيور ' کريم النفس ' اور دلير شخص کو ميدان جنگ ميں پچهاڑ ديا " اس مدح سے در حقيقت اپني هي شجاعت کا اظهار مقصود هوتا تها -

دشمن کے فضائل و مناقب کے اظهار و اعتراف ميں اگرچه بهت زياده فياضي نهيں کي جاتي تهي ' تاهم چونکه اسکا ثمرهٔ فتح بهي فاتح هي کو ملتا تها ' اسليے يه طريقه بهي غلو و اغراق سے خالي نه تها - چنانچه اهل عرب نے بهي اس کمزوري کو محسوس کيا اور افراط و تفريط کے ان دونوں دائروں سے الگ هوکر قصيده کي ايک مستقل قسم پيدا کي جسکو " منصفات " کہتے هيں - ان قصائد ميں انصاف و صداقت کے ساتهه فريقين کے کارنامے بيان کرديے جاتے تهے - ليکن دنيا ميں صداقت اور انصاف کبريت احمر سے بهي زياده ناياب هے اسليے اگرچه ابو تمام نے حماسه کے انتخاب ميں عرب کے تمام مجموعۂ اشعار کو کهنگال ڈالا ' ليکن اوسکو اس سلسلے ميں صرف دو هي قصيدے هاتهه آئے - قصيده کي اس مستقل صنف سے ثابت هوتا هے که عرب کا جنگي لٹريچر باوجود واقعيت پسندي کے مبالغۂ و غلو سے خالي نه تها -

[۵]

جن لڑائيوں ميں فوج کي تعداد کم هوتي هے ' انکي قوت ميں اعانت غيبي کے غير واقعي ذريعه سے بهي اضافه کيا جاتا هے ' اور قديم زمانے کي مذهبي جنگوں کي تاريخ کا يه ايک دلچسپ باب هے جو مبالغه و غلو کے ساتهه انسان کي عجائب پسندي اور زود اعتقادي کا کافي ذخيره اپنے ساتهه رکهتا هے - دنيا کي عام مذهبي تاريخوں ميں اس قسم کے واقعات بکثرت مل سکتے هيں - چونکه فتح و ظفر کا فيصله کثرت هي پر کيا جاتا هے ' اسليے جماعت کي تعداد هميشه مبالغه آميز طريقه سے غير محدود دکهائي جاتي هے - شجاعت اگرچه ايک روحاني جوهر هے ليکن وه دنيا کو محسوس شکل ميں دکهائي نهيں جاسکتي - صرف اوسکے نتائج هي نظر آ سکتے هيں - ليکن دنيا نتائج پر کب نظر رکهتي هے ؟ البته فوجوں کے ٹڈي دل کا نظاره هر آنکهه ديکهه سکتي هے اسليے غير محقق مذهبي تاريخيں عموماً دنيا کو اسيکا منظر دکهاتي هيں - علامه ابن خلدون نے مقدمه ميں اسپر ايک عمده نظر ڈالي هے :

وقد تجـــد الکافـــة من	اور همارے تمام همعصر مورخين
اهل العصـــر ' اذا افاضوا	جب اپنے زمانے يا اپنے قريب کے

(۱) الکامل للمبرد

مذاکرۂ علمیّہ

مسلمانوں سے بالکل شیر و شکر نہیں ہوے تھے - اونکے معتقدات و عادات کا ابھی کافی اندازہ بھی نہیں ہوا تھا ' اسلئے بعض واقعات ایسے پیش آئے جس سے خطرناک بدگمانیاں پیدا کردیں -

قبیلہ بنو مصطلق تمام احکام اسلام کا مطیع ہوچکا تھا - آنحضرت (صلعم) نے ولید بن عقبہ کو اوسکے یہاں صدقہ کا مال وصول کرنے کیلیے بھیجا - اون لوگوں کو خبر ہوئی تو استقبال کیلیے جمعیت عظیم کے ساتھہ آگے بڑھے - لیکن ولید کے دل میں بدگمانی پیدا ہوگئی - وہ سمجھے کہ یہ لوگ لڑنے کیلئے آ رہے ہیں - چنانچہ وہیں سے پلٹ آے - آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کو خبر کی کہ وہ لوگ دائرۂ اطاعت سے باہر ہوگئے - آپ نے اونپر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ' لیکن اسپر یہ آیت نازل ہوئی :

يا ايها الـــذين آمنـــوا ان جاءكم فاسق بنبـاء فتبينوا ان تصيبوا قوما بجهالة فيصبحوا على ما فعلـــتم نادمين -	مسلمانو ! اگر تمہارے پاس ایک فاسق کوئی خبر لیکے آے تو خوب تحقیق کرلو - ایسا نہ ہو کہ اوس خبر کی بنا پر غلطی سے کسی قوم کو نقصان پہنچا دو اور آخر میں اس پر نادم ہونا پڑے -

مفسرین کرام کو اس شان نزول پر یہ شبہہ ہے کہ غلطی کی بنا پر ولید بن عقبہ جیسے جلیل القدر صحابی کو فاسق نہیں کہا جا سکتا - لیکن اس آیت کا تعلق درحقیقت اونکی ذات کے ساتھہ مخصوص نہیں ہے - خدا نے ایک عام اصول کے طور پر بتا دیا ہے کہ جب زمانۂ جنگ میں خود مسلمان غلطی کرسکتے ہیں تو فاسق لوگوں کی روایتوں کو تو اور احتیاط سے قبول کرنا چاہیے -

یہ بھی ممکن ہے کہ ولید بن عقبہ کو کسی شریر شخص نے اس استقبال کے متعلق غلط خبر دی ہو اور اوسکو اقدام و ہجوم کی شکل میں دکھایا ہو ' اس بنا پر خدا نے اوسی شخص پر فاسق کا اطلاق کیا - بہرحال ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ جنگ کے متعلق روایتوں کو نہایت احتیاط کے ساتھہ قبول کرنا چاہیے -

یہی وجہ ہے کہ صحاح ستہ میں غزوات اسلامیہ کا ذکر نہایت سادہ ' مختصر ' اور خالی از مبالغہ طریقہ سے کیا گیا ہے اور ابن اسحاق وغیرہ کی روایتیں بالکل حذف کردیگئی ہیں - اسیلیے جہاں تک غزوات اسلامیہ کا تعلق کتب حدیث سے ہے ' دنیا کی کوئی تاریخ ' صحت کے لحاظ سے اوسکی نظیر نہیں پیش کرسکتی - بلا شبہہ یہ محدثین کرام کا بڑا احسان ہے کہ اونہوں نے خون کی چادروں کو چاک چاک کرکے واقعات کے ایک ایک ذرے کو جمع کیا ' اور پھر اس قدر صاف کردیا کہ اونپر خون کا اب ایک دھبہ بھی نظر نہیں آتا - ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم

النـــوم

نیند کی حقیقت

[١]

و جعلنا نومكم سباتاً (٨٧ : ١٠)

اعضاء انسانیہ میں ہر عضو کا وظیفۂ طبیعیہ مختلف ہے - آنکھہ دیکھتی ہے ' کان سنتا ہے ' ہاتھہ چھوتا ہے ' ناک سونگھتا ہے ' زبان چکھتی ہے ' دماغ سوچتا ہے ' وغیرہ وغیرہ - انہی وظائف کے اختلاف سے ان اعضاء کے ملذذات و مرغوبات میں بھی اختلاف پیدا ہوجاتا ہے - آنکھہ خوشرنگ پھولوں سے لطف اٹھاتی ہے - کان کو نغمہ ہاے شیریں خوشگوار معلوم ہوتے ہیں - ہاتھہ نرم اور چکنی سطح پر پھیلنا چاہتا ہے - ناک کو بوے عطر سے مسرت حاصل ہوتی ہے - زبان کو غذاے لطیف سے ذوق ہے - دماغ دل خوش کن خیالات سے جی بہلاتا ہے - لیکن ہد و سکون اور آسایش و راحت خدا کی ایسی نعمتیں ہیں ' جن کے ساتھہ تمام اعضاء کو یکساں دلبستگی ہے -

بظاہر انسان کے بعض متیقظ (بیدار) اعضاء ہمیشہ اپنے وظائف میں سرگرم عمل رہتے ہیں دل ہمیشہ متحرک رہتا ہے - شرائین کی حرکت ہمیشہ جسم میں تروتازہ خون پہونچایا کرتی ہے - آلات تنفس کبھی معطل نہیں رہتے - لیکن درحقیقت ان کو بھی سکون و آرام کی ضرورت ہوتی ہے - چنانچہ نبض کا ہر وقفہ دل کے غیر منقطع سفر کی منزل ہے جہاں وہ آرام لیتا ہے شرائین کے اعمال بھی ہمیشہ یکساں سرگرمی کے ساتھہ جاری نہیں رہتے بلکہ اون میں بھی کمی و بیشی ہوتی رہی ہے ' اور اسوقت ان نازک رگوں کی دوڑ دھوپ بھی خدا کے اس فیض عام سے متمتع ہوتی ہے !

نیند اسی ہدوتام اور سکون کامل کا نام ہے ' اسلیے وہ اعضاء انسانیہ میں ہر عضو کو محبوب ہے ' اور اسقدر محبوب کہ اُسکے لطف وصل کو رشک و رقابت منغص نہیں کرسکتے ' پس اوس سے ہر عضو ایک ساتھہ فائدہ اوٹھاتا ہے - یہی وجہ ہے کہ بستر خواب سے اوٹھنے کے بعد تمام قواء جسمانیہ کی تجدید ہو جاتی ہے - جسم کے جو پرزے چلتے چلتے گھس گئے تھے ' وہ اپنی اصلی حالت پر آ جاتے ہیں ' اور تمام اعضاء ایک مسرت تازہ ' ایک نشاط نو ' ایک انبساط جدید سے مسلح ہوکر اپنے وظائف طبیعیہ کیلیے از سر نو تیار ہوجاتے ہیں :

الم يروا انا جعلنا الليـــل ليسكنوا فيـــه و النهـــار مبصـــرا ' ان في ذالــك لآيـــات	کیا حکمت و ربوبیت کی اس نشانی کو نہیں دیکھتے کہ ہم نے تاریکی کو تو رات قرار دیا ' تا انسان سوے اور راحت و سکون پاے ' پھر دن کو روشن کیا تاکہ وہ سکون کی جگہ حرکت میں بسر ہو - بلاشبہہ ارباب ایمان و یقین کیلیے

اسقدر طویل ہے کہ خود کوئي سلطنت اپنے ملک سے فوج کیلیے سامان رسد بہم نہیں پہونچا سکتي - اسلیے خواہ مخواہ انہي صوبوں سے رسد کا سامان بہم پہونچانا پڑتا ہوگا - یا لوٹ مار کي ضرورت ہوتي ہوگي - پس جب تک یہ تمام صوبے فتح نہ کرلیے جائیں ' مغرب تک اس فوج کي رسائي ہو ہي نہیں سکتي -

(٦)

علامۂ ابن خلدون نے اقوام قدیمہ کي مذہبي تاریخوں اور قصص کے متعلق جو نقد کیا ہے ' اس سے صرف تاریخ اسلام مستثنی ہے اسلام کو اپنے ظہور کے ساتھہ هي فتنہ و فساد فی الارض کے دفع اور حق و سعادت کے دفاع کیلیے تلوار کھینچني پڑي اور ان غزوات کے وقائع خود قرآن حکیم نے جابجا بیان کیے ہیں - بلاشبہہ ہم کو ان میں اللہ کي غیبي نصرۃ و اعانت کے نزول و ظہور ' اور تعداد قلیل کے مجمع کثیر پر غلبہ و فتح کے اعلانات نظر آتے ہیں - لیکن اقوام عالم کے مذہبي قصص کي طرح نہ تو ان میں انسانوں کے سوا کوئي اور مخلوق مصروف پیکار ہوتي ہے ' اور نہ دیوتاؤں اور انکے پرستاروں کے عجیب الخلقۃ غول نظر آتے ہیں - البتہ ملاء اعلی کي وہ مقدس قوتیں اور ملائکہ قدس کے وہ غیر مجسم و غیر متحیز طاقتیں جو انسان سے باہر نہیں بلکہ خود اسکے اندرھي پیدا ہوتي اور نشو و نما پاتي ہیں ' وہ ابھرتي ہیں ' اور چند فقیر و بے سروسامان مظلوموں کو دشمنوں کے طاقتور و متکبر صفوں پر بالاخر غالب کردیتي ہیں:

بلی ان تصبروا و تتقـــوا ویاتوکم من فورھم ھذا یمددکم ربکم بخمســـۃ آلاف من المـــلائکـــۃ مسومین و ما جعلہ اللہ الا بشری لکم و لتطمئن قلوبکم بہ وما النصر الا من عنداللہ العزیز الحکیـــم (۳ : ۱۲۱)

ھاں بیشک ' اگر تم میدان جنگ میں ثبات و استقامت کے ساتھہ جمے رھو اور اللہ کو حاضر و ناظر یقین کرکے صرف اسي کا خوف اپنے اندر رکھو ' اور ایسي حالت میں دشمن یکایک تم پر چڑھہ آئیں ' تو ذرا بھي گھبرانے کي بات نہیں - تم یقین کرو کہ خدا تمہیں چھوڑ نہ دیگا - وہ پانچ ہزار ملائکہ مسومین سے تمہاري مدد کریگا ' اور یہ اللہ نے صرف اسلیے کیا تاکہ تمہارے لیے بشارت ہو اور تمہارے دلوں میں کامل تسلي آجاے ' اور یقین رکھو کہ فتح و نصرت نہیں ہے مگر صرف اللہ ھي کے طرف سے -

(۷)

لیکن زمانۂ جنگ کا اثر صرف فوجي نقل و حرکت کي مبالغہ آمیز روایتوں هي تک محدود نہیں رھتا ' بلکہ اخلاق و مذھب تک متعدي ہو جاتا ہے !

اسلام کي تاریخ میں اس قسم کي متعدد مثالیں مل سکتي ہیں - ہرقل نے جب ابو سفیان کو اپنے دربار میں طلب کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے متعلق مختلف سوالات کیے تو وہ اگرچہ مجبوراً کسي سوال کے جواب میں صداقت کے دائرہ سے ہٹ نہ سکا ' تاہم جب ہرقل نے آنحضرت کي پابندي عہد کے متعلق دریافت کیا تو چھپي ہوئي عداوت ابھر آئي اور باوجود علم و یقین کے آپ کے وفاے عہد کا صاف صاف اقرار نہ کرسکا - چنانچہ ابو سفیان نے اسکے جواب میں کہا :

نحن في مدۃ لا ندري ما ھو فاعل فیھا (بخاري)

اس وقت تو صلح کا زمانہ ہے ' کیا معلوم کہ وہ اپنے عہد کو وفاداري اور پابندي کے ساتھہ نباھینگے بھي یا نہیں -

ابوسفیان آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے دوسرے فضائل پر بھي پردہ ڈالنا چاھتا تھا - لیکن آفتاب پر کیونکر خاک ڈالي جاسکتي تھي؟ اسلیے فریب کا موقع صرف اسي سوال کے جواب میں ملسکا اور اسکو خود اس کا اعتراف ہے :

لم تمکني کلمۃ ادخل فیھا شیئا غیر ھـــذہ الکلمۃ (بخاري)

مجھکو بجز اس بات کے کسي دوسري بات کے اضافہ کرنے کا کہیں موقع ھي نہ ملا -

جنگ ھي کي تخصیص نہیں ' معمولي بغض و عداوت بھي روایت کي حیثیت بدل دیتي ہے اور ایک دشمن کے مثالب و معائب کا اثر اسکے دوسرے دشمن پر عام لوگوں سے مختلف ہوتا ہے -

(۸)

غرضکہ ان تمام حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ جنگ کا زمانۂ پر آشوب بالخصوص فن روایت کے اختلال و بے اثري کا ایک ایسا عہد مشئوم ہوتا ہے جب تاریخ و وقائع نگاري کي حقیقت بالکل معدوم ہوجاتي ہے ' نفس انساني کي تمام کمزوریاں پوري طرح کام کرنے لگتي ہیں ' اور فن روایت اس عہد میں آکر بالکل بیکار ہو جاتا ہے -

محدثین اسلام نے اگرچہ ان روایتوں کے متعلق کوئي جدید قاعدہ وضع نہیں کیا ' بلکہ جرح و تعدیل کے جو عام اصول ہیں انہیں کو ان روایتوں کا بھي معیار قرار دیا ' لیکن قرآن مجید نے ان روایتوں کي طرف خاص اعتناء کي ہے ' اور اون کے قبول کرنے سے جابجا ممانعت کي ہے -

جنگ کے زمانے میں بغض و انتقام کے جذبات مشتعل رہتے ہیں ' اور جماعت کا دماغي اضطراب ہر قسم کي رطب و یابس روایتوں کو ڈھونڈھتا رھتا ہے اور اسکو نہایت آساني سے قبول کرسکتا ہے - اس بنا پر جن روایتوں میں کسي فریق کے بغض و انتقام کي علانیہ جھلک نظر آتي ہے ' اونکے متعلق قرآن نے عام حکم دیدیا کہ ان روایتوں کي تحقیق کي ضرورت ھي نہیں - اس قسم کے تمام موقعوں پر راویوں کي ثقاھت و عدم ثقاھت سے کوئي بحث نہیں کرني چاھئے - بلکہ سننے کے ساتھہ ھي شدت کے ساتھہ انکار کردینا چاھیے -

چنانچہ منافقین نے جب حضرت عائشہ صدیقہ رضي اللہ عنہا کو متہم کیا اور آنحضرت نے مختلف ذرائع سے اسکي تحقیق کي اور جب اسپر بھي تسکین نہ ہوئي تو ایک مہینے تک وحي الہي کا انتظار کیا ' تو اسوقت خدا نے حضرت عائشہ کي برات میں دس آیتیں نازل فرمائیں - ایک آیت میں اس روایت کي تحقیق پر عام طور پر اظہار عتاب بھي فرمایا :

لولا اذ سمعتموہ ظن المومنون والمومنت بانفسھم خیرا و قالوا ھـــذا افک مبین (۲۴ : ۱۲)

تم لوگوں نے اس واقعہ کے سننے کے ساتھہ ھي محض اعتماد نفس کي بنا پر اور اپنے ساتھہ نیکي کا گمان کرکے کیوں یہ نہیں کہدیا کہ یہ تو کھلي ہوئي تہمت ہے -

اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ایک فریق کي خباثت اخلاق اور دوسرے فریق کے طہارت نفس کا اثر بھي روایتوں پر پڑتا ہے ' اور چونکہ زمانہ جنگ میں اس قسم کے خبیثانہ اخلاق کے نتائج کا ظہور عموماً ہوتا رھتا ہے ' اس لیے اس قسم کي روایتوں کے متعلق کسي قسم کي تفتیش و تحقیق کي ضرورت ھي نہیں - اصلاً ان پر کان دھرنا ھي نہیں چاھیے -

(۹)

بغض انتقام کا اثر ایک دوسري صورت میں بھي نمایاں ہوتا ہے - جنگ کے بعد جب مفتوح قوم فاتح کے زیر اثر ہوجاتي ہے تو ایک مدت تک باہم اعتماد قائم نہیں ہوتا اور بات بات میں بدگمانیاں پیدا ہوتي رہتي ہیں -

اسلام بھي اس عالمگیر اصول سے مستثنی نہ تھا - اوس نے عرب کے مختلف قبائل کو مسخر کرلیا تھا ' لیکن اب تک وہ

(کیمیاوي تحقیق)

اسي طرح کیمسٹري کے اصول و قواعد نے نیند کي جو حقیقیت بتائي ہے وہ ان خیالات سے کہیں زیادہ دلچسپ اور وقیع ہے - انسان کا جسم درحقیقت ایک ٹرین ہے جو ہر وقت چلتي رہتي ہے - لیکن جب کوئلہ ختم ہوجاتا ہے اور اوسکي جگہ انجن میں راکھہ بھر جاتي ہے تو اوسکو مجبوراً رک جانا پڑتا ہے - یہي حال انسان کے دماغ کا ہے - جب تک اوسکو ایندھن ملتا رہتا ہے اور اوس میں راکھہ بھرنے نہیں پاتي ' اوسوقت تک اپنے وظائف طبعیہ میں سرگرم رہتا ہے - لیکن جب ایندھن وغیرہ ختم ہوجاتا ہے اور اسني جگہ فضلات جمع ہوجاتے ہیں تو انجن کي طرح وہ بھي دفعتاً رک جاتا ہے ' اور اسي کو ہم خواب شیریں کے نام سے تعبیر کرتے ہیں -

اعصاب دماغیہ اپنے وظائف عملیہ میں ہمیشہ دو جزء کے محتاج ہوتے ہیں : آکسیجن اور کروماٹوفیل - اسلیے دماغ آکسیجن کا ایک متعدبہ ذخیرہ ہمیشہ جمع کرتا رہتا ہے ' اور جسطرح اسٹیشن پر کوئلہ پاني لینے کیلیے گاڑي ٹھہر جاتي ہے ' بعینیہ اوسي طرح دماغ بھي آکسیجن جمع کرنے کیلیے ایک خاص وقت میں سو جاتا ہے - اسلیے نیند درحقیقت اوس تہیؤ و استعداد کا نام ہے جسکو انسان کا دماغ اپنے سفر کیلیے کرتا ہے -

کروماٹوفیل کي کافي مقدار ہمیشہ خلایاء عصبیہ میں جمع رہتي ہے اور نیند اس خزانے میں اور زیادہ اضافہ کردیتي ہے ' لیکن ریاضت شدیدہ اور اعمال شاقہ اوسکو فنا کردیتے ہیں - یہي وجہ ہے کہ سخت محنت کے بعد انسان کو نہایت گہري نیند آتي ہے -

تجارب عملیہ بھي اوسکي تائید کرتے ہیں - ایک ایسے شخص کے دماغ کا تجربہ کیا گیا جو مدت سے نہیں سویا تھا - معلوم ہوا کہ اوسکا دماغ کروماٹوفیل سے بالکل خالي ہے -

لیکن انسان جب سرگرم عمل رہتا ہے تو صرف یہ اجزا فنا ہي نہیں ہوجاتے جو دماغ کے انجن کا کوئلہ ہیں ' بلکہ جسقدر فنا ہوتے ہیں ' اوسي نسبت سے اوس میں فضلات بھي پیدا ہوتے رہتے ہیں - کوئلہ جس قدر جلتا ہے ' اوسي قدر انجن میں راکھہ بھرتي جاتي ہے -

حالت عمل بیداري کے اندر اگرچہ دماغ میں اور بھي متعدد قسم کے زہر آلود فضلات پیدا ہوتے رہتے ہیں لیکن انکي حقیقت اسوقت تک غیر متعین ہے - ابتک صحیح طور پر صرف کاربونیک گیس کا علم ہوسکا ہے جو سخت محنت کي حالت میں بکثرت پیدا ہوجاتا ہے - اِس بنا پر نیند درحقیقت آکسیجن اور کروماٹوفیل کي قلت ' اور کاربون کي کثرت تولید کا نتیجہ ہے -

نیند کي حقیقت کے متعلق یہي آخري مذہب ہے جو قابل صحت تسلیم کیا جاتا ہے اور ہمارے روزانہ تجارب بھي بظاہر اِسکي تائید کرنے کے لیے تیار ہیں - ہر شخص کو صاف نظر آتا ہے کہ وہ دہقان جو دن بھر ہل جوتتا رہتا ہے ' اوس شہري سے زیادہ نیند کا لطف اوٹھاتا ہے جو لہو و لعب میں اپنے وقت عزیز کو ضائع کردیتا ہے -

لیکن یہ مذہب بھي ابھي تک شکوک و اعتراضات سے خالي نہیں ہے - اعمال کیمیاویہ کے تمام نتائج لازمي ہوتے ہیں مثلاً کوئلہ کے ختم ہونے اور انجن میں راکھہ بھر جلنے کے بعد گاڑي فوراً رک جاتي ہے - اور پھر اِس حالت میں اور کوئي طاقت اوسکو نہیں چلا سکتي - لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگوں کو سخت محنت کے بعد بھي اضطراري نیند نہیں آتي حالانکہ دماغ آکسیجن اور کروماٹوفیل سے خالي ہوگیا ہے اور اوس میں کاربون بھر چکا ہے - علاوہ بریں سخت محنت کے بعد بھي قصداً جاگنے کي ہر شخص قدرت رکھتا ہے ' حالانکہ اعمال کیمیاویہ کا اثر اضطراري ہوتا ہے - اس سے بھي قوي تر اعتراض یہ ہے - کہ اگر یہ مذہب صحیح ہے تو اوسکا اثر خواب و بیداري کے اوقات پر بھي پڑنا چاہیے - مثلاً اگر ایک شخص آدھي رات کو سویا ہے تو اوسکے یہ معني ہیں کہ اوسکے پانچ گھنٹہ پہلے اوس کے دماغ میں آکسیجن اور کروماٹوفیل کي جگہہ کاربون کا وہ ذخیرہ جمع ہوگیا ہے جو نیند کا اصلي سبب ہے - لیکن اب سونے کے پانچ گھنٹے کے بعد ہي نیند کاربون کے اون تمام اجزا کو فنا کردیگي جو نیند سے پانچ گھنٹے پہلے پیدا ہوگئے تھے اور انکي جگہ آکسیجن اور کروماٹوفیل کے اجزا پیدا ہو جائینگے جو بیداري کي علت ہیں - اس بنا پر اوس شخص کو پانچ گھنٹے کے بعد ہي بیدار ہو جانا چاہیے - حالانکہ ہر شخص کا تجربہ اسکے خلاف شہادت دیگا -

(آخر ترین تحقیقات)

بعض علماء نے اس آخري مذہب پر بھي قناعت نہیں کي اور تحقیق مزید کیلیے دوسرے تجارب بھي جمع کیے ہیں - چنانچہ اونہوں نے چند کتوں کو ایک مدت تک بیدار رکھا لیکن نہ تو اونکے جسم کي حرارت میں کوئي کمي پیدا ہوئي ' نہ کاربون کے اجزاء میں کسي قسم کا اضافہ ہوا ' اور نہ ہي آکسیجن کي تولید میں کوئي نمایاں فرق نظر آیا - خون کي رطوبت اور اسکي کمیت و کیفیت بھي اپني اصل حالت پر قائم رہي - البتہ دس دن کے بعد کتوں کي یہ حالت ہوگئي کہ اون کے اعصاب بالکل بے حس تھے اور کسي قسم کے اسباب خارجیہ کا انپر اثر نہیں پڑتا تھا - اس حالت نے اونکے اعصاب میں ایک ایسا اضطراري تموج پیدا کردیا تھا جو کسي دوسرے ذریعہ سے پیدا نہیں کیا جا سکتا تھا - جب وہ سوگئے اور پھر بیدار ہوے تو یہ تموج عصبي بالکل زائل ہوگیا تھا -

اب سوال یہ ہے کہ اس دماغي اضطراب کا سبب کیا ہے ؟ تکان یا فضلات ردیہ کي تولید ؟ اگر اس اضطراري نیند کا سبب خون کي کمیت و کیفیت ' اسباب خارجہ کا اثر ' یا وہ فضلات ردیہ ہیں جنکو اوپر کے تمام مذاہب میں نیند کا سبب بتایا گیا ہے ' تو ہم انکو آلات کے ذریعہ دوسرے حیوانات کے دماغ تک پہونچا سکتے ہیں ' اور اگر نیند اونکا لازمي نتیجہ ہے ' تو اونکو سو جانا چاہیے حالانکہ تجربہ اسکي مخالفت کرتا ہے -

چنانچہ ایک کتے کو چند دنوں تک بیدار رکھکر اوسکے جسم کا خون دوسرے کتے کے جسم میں حقنہ کے ذریعہ پہونچایا گیا - اگرچہ اس انتقال سے اوس کتے کي دوسرے دماغي کیفییات و آثار میں اختلاف پیدا ہوا ' لیکن خواب و بیداري پر اسکا کوئي اثر نہیں پڑا - اسلیے خون کي کمیت و کیفیت نیند کا سبب نہیں ہوسکتي -

لیکن اس اختبار پر بظاہر یہ اعتراض ہوسکتا تھا کہ نیند کا تعلق دماغ کے ساتھہ ہے ' اس بنا پر تمام جسم کا خون اس مسئلہ کا قطعي فیصلہ نہیں کر سکتا - اس شبہہ کے ازالہ کیلیے انھوں نے ایک ایسے کتے کے دماغ کا خون جو چند دنوں بیدار رکھا گیا تھا ' ایک ایسے کتے کے دماغ میں پہونچایا جس کے اعصاب میں بیداري نے کسي قسم کا تغیر پیدا نہیں کیا تھا - خون پہونچنے کے ساتھہ ہي اوس کتے کو نیند آ گئي - اس تجربہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ نیند کا سبب خون یا فضلات ردیہ نہیں بلکہ وہ سیال مادہ ہے جو مبدء اعصاب کے اطراف میں پھیلا ہوا ہے -

لیکن سوال یہ ہے کہ اوس مادہ کي حقیقت کیا ہے ؟ قوانین فطرت نے ابھي تک اس راز کو اپنے خزانہ میں محفوظ رکھا ہے -

لقــوم يومنـــــون اس اختلاف ليل و نهار اور اسکے اثرات ميں
(۲۷ : ۸۷) حکمت رباني کي بڑي هي نشانيان هيں !

(حقيقت نوم)

" ضرورت اختراع و ايجاد کي ماں هے " اسليے انسان کا دماغ هميشه اپنے راحت و آسايش کے علل و اسباب کي جستجو ميں سرگرم رهتا هے - ادويۂ و عقاقير کے خواص و آثار اسي ضرورت نے دريافت کيے - اکتشافات جديثه کے گنجينۂ پنهاں کي وهي کليد بردار هے - زمين کے نشيب و فراز کو اسي نے هموار کيا - کل جو جنگل تها وهي آج باغ ارم نظر آتا هے ! کل جن ميدانوں ميں درندوں کے بهٹ تهے ' آج وهي متمدن انسانوں کا مسکن هے ! دريا کي سطح جو کل تک تلاطم خيز طوفان برپا کر رهي تهي ' آج انسان نے خود اوسکو مسخر کر ليا هے ! کل تک جو چيزيں پردۂ غيب کا چهپا هوا راز سمجهي جاتي تهيں ' آج وه افسانۂ بزم و انجمن هيں ! ليکن يه ايک عجيب بات هے که " نيند " کي حقيقت اور اوسکے علل و اسباب کا قلعه ضرورت کي اس فاتحانه عقده کشائي سے ابتک محفوظ هے - جسطرح وه اوسوقت غير متعين تهے جب ايک وحشي انسان غفلت کي نيند سو رها تها ' اوسي طرح وه اب بهي مجهول و مشتبه هيں جب که ايک متمدن انسان اکتشاف و اختراع کي دهن ميں رات رات بهر جاگا کرتا هے ! ! وما اوتيتم من العلم الا قليلا !

زمانۂ قديم ميں اسکي جستجو بيکار تهي که وه خواب غفلت کا زمانه تها - ليکن اس بيداري کے زمانه ميں بهي اب تک اسکي کوئي تسکين بخش تحديد نهيں کيگئي - جديد دور اکتشاف کے علم برداروں نے اسکے متعلق جو کچهه تحقيق و تفتيش کي هے وه " اضغاث احلام " سے زياده قابل وقعت نهيں هے - تاهم منزل مقصود کا اڑتا هوا غبار بهي شوق جستجو کي رهنمائي کرسکتا هے - اسليے همکو اس افسانۂ خواب و خيال سے کم از کم لطف سماع تو ضرور اوٹها لينا چاهيے -

(کميت و کيفيت دموي)

دور جديد کے بعض علماے قديم کا خيال تها که نيند خون کي اوس کثرت مقدار کا نتيجه هے جسکي رو لپٹنے سے انسان کے دماغ ميں دفعتاً پهونچ جاتي هے - خون کي اسي حرارت کا نتيجه هے که انسان سوتے وقت گرمي کے احساس سے کپڑا اوتار ڈالتا هے -

ليکن تجارب عمليه اس خيال کي تائيد نهيں کرتے ' بلکه اسکے برعکس ثابت هوتا هے که نيند کي حالت ميں دماغ کي معمولي مقدار خون بهي کم هوجاتي هے -

ايک شخص بچپن کے زمانے ميں سر کے بل گر پڑا تها ' هڈي کے ٹوٹنے سے اوسکي پيشاني پچک گئي تهي - ليکن جب وه سوتا تها تو اوسکي پيشاني کا يه پچکا هوا حصه اور بهي گهرا هوجاتا تها اور جاگنے کے بعد اوبهر آتا تها - پس اگر دماغ حالت خواب ميں به نسبت بيداري کے خون کي غير معمولي مقدار سے لبريز هو جاتا تو نتيجه بالکل برعکس هوتا -

زياده کد و کاوش کي ضرورت نهيں - هر شخص معمولي حالتوں ميں اسکے خلاف تجربه کر سکتا هے - انسان اکثر گهنٹوں چت ليٹا رهتا هے - اس حالت ميں نه اوسکو نيند آتي هے اور نه دماغ ميں کسي جديد کيفيت کا احساس هوتا هے - يهي وجه هے که بعض علماء نے بالکل اسکے برعکس راے قائم کي هے - اونکا خيال هے که حالت خواب ميں دماغ خون کے معمولي حصۂ رسدي سے بهي محروم هوجاتا هے - اور چونکه خون هي دماغ کي غذا هے جس ميں وه عمل کرتا هے اور اوسي کي حرارت کے ذريعه فضلات دماغيه کو تحليل کرسکتا هے ' اسليے خون کي اس قلت مقدار کي وجهه سے نه تو اوسکو خود خون کے اجزاء ميں کسي عمل کي ضرورت پيش آتي هے اور نه وه اوسکے ذريعه فضلات هي کو دفع کرسکتا هے - بلکه بالکل بيکار هوجاتا هے اسي تعطل و بيکاري کا نام نيند هے -

ليکن درحقيقت يه خيال بهي قابل وثوق نهيں - تجارب سے ثابت هوتا هے که سونے کے ساتهه هي دفعتاً انسان کے دماغ ميں معمولي مقدار سے زياده خون کي ايک رو پهونچ جاتي هے - يهي وجهه هے که نيند کي حالت ميں انسان کا چهره سرخ هو جاتا هے ' اور چهرے کي سطح ظاهري بهي کسيقدر اوبهر آتي هے -

بعض علماء نے آلات کے ذريعه سے ايک آدمي کے دماغ ميں خون کي مقدار زياده پهونچائي اور پهر اوسکو کم کيا ' تو معلوم هوا که نيند پر خون کي کمي يا بيشي کا کوئي اثر نهيں پڑتا -

ان دونوں خيالوں کا دار و مدار تمامتر اسپر تها که نيند کا سبب خون کے مقدار کي کمي بيشي هے - ليکن بعض علماء کے نزديک خون کي مقدار کا کوئي اثر خواب و بيداري پر نهيں پڑتا - بلکه خون کي کيفيت ميں جو تغيرات هوتے رهتے هيں وهي نيند کي علت هيں - کبهي کبهي خون ميں اسقدر حرارت اور رواني پيدا هو جاتي هے که دماغ اوسپر قابو نهيں پاتا ' اور حرارت خون کي وجهه سے دماغ کے اعصاب کي رطوبت خشک هو جاتي هے - اس بنا پر دماغ کو جو چيز عمل پر آماده کرتي تهي وهي اوسکو بيکار کرديتي هے ' اور اسي تعطل کا نام نيند هے -

ان علماء نے مختلف علائم و آثار سے اسکي تائيد کي هے - وه کهتے هيں که انهي تغيرات دمويه کي وجه سے جب انسان گهري نيند سے اوٹهتا هے تو اوسکا چهره تمتمايا هوا نظر آتا هے اور اوسکي جلد ميں بهي ايک اوبهار سا پيدا هو جاتا هے -

بعض علماء کا خيال هے که اعصاب کے جال نے تمام اعضاء انسانيه کو دماغ کے ساتهه مربوط کرديا هے - ليکن کبهي کبهي ايک خاص کيفيت عصبانيه دماغ و اعضاء کے ان ارتباطات و تعلقات کو منقطع کرديتي هے جو دماغ و اعضاء ميں حرکت پيدا کرتے رهتے تهے - ان تعلقات کے منقطع هونے سے تمام جسم انساني معطل هوجاتا هے - اسي کا دوسرا نام نيند هے - ليکن اب تک اسپر کوئي يقيني دليل قائم نهيں هوئي هے البته دوسرے علماء نے اس کے قريب قريب يه راے ظاهر کي هے که جن اعصاب کا وظيفۂ طبيعيه تمام جسم ميں خون کا پهونچانا هے اون ميں اسباب خارجيه تغيرات پيدا کرتے رهتے هيں ' اور يهي تغير خواب هوتا هے - البته يه ضرور هے که ان اسباب کو عموماً نشاط افزا هونا چاهيے - يهي وجهه هے که نرم بستر کے ديکهنے کے ساتهه هي نيند آجاتي هے اور شور و غل همکو دفعتاً بيدار کرديتا هے - قصوں کے سننے سے ' بستر پر ليٹنے سے ' بچوں کو تهپکياں دينے سے اسي ليے نيند آجاتي هے - کيونکه يه اسباب اعصاب ميں ايک خوشگوار اور لطيف تموج پيدا کرديتے هيں -

درحقيقت اس راے کا سلسله بهي اون لوگوں کے خيال سے جاکر مل جاتا هے جو دماغ ميں خون کي کمي کو نيند کا سبب قرار ديتے هيں - کيونکه ان تمام موثرات خارجه سے اعصاب ميں ايک قسم کا سکون پيدا هوتا هے جو دوران خون کي سرعت کو کم کرديتا هے - ليکن ان تمام مذاهب کا رد (جو خون کي کميت و کيفيت کو نيند کي علت قرار ديتے هيں) ايک دوسرے عملي تجربه نے کرديا هے - شام ميں دو توام بچے پيدا هوے - ان ميں سے ايک بيدار رهتا تها اور دوسرا اوسي حالت ميں سوتا تها ' حالانکه دونوں کے خون کا ظرف ايک دوسرے سے متصل تها - اگر خون کي کميت و کيفيت اسکا سبب هوتي تو دونوں کي حالت خواب و بيداري ميں ضرور تلازم هوتا -

جس خطائے اجتہادی کا ارتکاب کیا، حقیقت میں اوس سے خود بنائے اسلام ہی متزلزل ہوگئی۔ اکبر اور پھر اورنگ زیب کی احمقانہ سیاست جنوبی ہندوستان کی ایک ایک اسلامی ریاست کو نگل گئی اور جس جامعیت و اتحاد مملکت کی غرض سے یہ کوشش کی گئی تھی، وہ بھی حاصل نہ ہوئی۔ جبکہ دور و دراز صوبوں کیلیے وسائل و ذرائع سفر و خبر مفقود تھے، تو انکا کسی بعید مرکز سے پیوستہ ہونا تقریباً ناممکن تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ غیر اسلامی قوتیں موقع پاکر ابھر آئیں اور خود مسلمان ہی مٹ گئے۔

مسلمانانِ شمالی ہند عموماً جب اسلامی ہند کے عہد زریں کا تذکرہ کرتے ہیں، تو آگرہ اور دہلی کا نام بے اختیار اونکی زبان سے نکل جاتا ہے اور پھر خاموش ہوجاتے ہیں۔ لیکن شاید اونہیں معلوم نہیں کہ انکے بعد ہی بیجا پور، احمد آباد، احمد نگر، گولکنڈہ، دولت آباد وغیرہ آثار باقیۂ اسلامیہ دو عالم ہونے کا فریضۂ تاریخی ان کے ذمہ ابھی باقی ہے۔

(امارت بیجاپور)

امارت بیجاپور دکن کا ایک زرخیز قطعۂ ملک تھا جو اب بمبئی پریزیڈنسی کا ایک جزو ہے۔ شہر بیجاپور اس اسلامی امارت کا پایۂ تخت تھا۔ اب تک اسکا صدر شہر کی حیثیت سے [illegible] ہے۔ [illegible] بمبئی سے اسکی مسافت [illegible] میل بجانب مشرق [illegible] ہے۔ انگریزی تذکروں میں بیجاپور کا لقب دکن کا تدمر Palmyra ہے۔ اس تدمر دکن کی تاریخ نہایت دلچسپ اور مجموعۂ عبر و بصائر ہے۔

اس سلسلۂ حکومت کا نام جو یہاں فرمانروا تھا، خاندان عادلشاہی تھا۔

عادلشاہی خاندان کا بانی بروایت مشہورہ سلطان مراد قسطنطنیہ کا ایک بے خانمان فرزند، یعنی شہزادہ یوسف تھا۔ یوسف جب اپنے بھائی سلطان محمد کے خوف سے قسطنطنیہ کے کنعان سے نکلا، تو تقدیر نے دکن کے مصر میں پہنچا دیا۔ جہاں وہ ایک سپاہی کے درجہ سے شاہی کے رتبہ تک پہنچ گیا!

اس سلسلہ میں کل ۹ بادشاہ گذرے ہیں:

۱	یوسف عادلشاہ	زمانہ حکومت از سنہ ۱۴۸۹ع تا سنہ ۱۵۱۰ع
۲	اسماعیل عادلشاہ	" از سنہ ۱۵۱۰ع تا سنہ ۱۵۳۴ع
۳	ملو عادلشاہ	" از سنہ ۱۵۳۴ع تا ۷ ماہ
۴	ابراهیم عادلشاہ اول	" از سنہ ۱۵۳۴ع تا سنہ ۱۵۵۷ع
۵	علی عادلشاہ اول	" از سنہ ۱۵۵۷ع تا سنہ ۱۵۸۰ع
۶	ابراهیم عادلشاہ ثانی	" از سنہ ۱۵۸۰ع تا سنہ ۱۶۲۶ع
۷	محمد عادلشاہ	" از سنہ ۱۶۲۷ع تا سنہ ۱۶۵۵ع
۸	علی عادلشاہ ثانی	" از سنہ ۱۶۵۶ع تا سنہ ۱۶۷۲ع
۹	سکندر عادلشاہ	" از سنہ ۱۶۷۲ع تا سنہ ۱۶۸۶ع

اس حکومت کی کل مدت سلطنت ۳۰۳ برس ہے۔ عموماً اکثر فرمانروا بیدار مغز اور باہوش تھے۔ اسکندر آخری بادشاہ افسوس قسمت کا سکندر نہ تھا۔ ایک طرف سیوا جی کی غارتگری سے حواس باختہ تھا، دوسری طرف اورنگ زیب کے حملوں سے۔ تا آنکہ سنہ ۱۶۸۶ع نے اورنگ زیب کو بیجا پور کا مالک کردیا۔

عادلشاہی حکومت نے اپنے متعدد آثار چھوڑے جو اب بھی ان اطراف میں کاروان اسلام کے نقش پا بتاتے ہیں۔ دیواروں، قلعوں، مسجدوں، اور دیگر عمارات کو چھوڑکر صرف طریقۂ آبرسانی کے وہ حیرت انگیز کارنامے یہاں موجود ہیں جو اب تک مسلمانوں میں طبیعیات کی اعلیٰ ترقی کے شاہد حال ہیں۔ "ملک میدان" نامی ایک عجیب و غریب توپ بھی یہاں محفوظ ہے جو "محمد بن حسن رومی" (۱) ایک مسلمان کی قوت صنعت کا نتیجہ تھی اور جس سے مسلمانوں کے علم الحرب پر ایک نئی روشنی پڑتی ہے۔ دوسری توپ "لینڈا کسب" ہے وہ بھی اسی حکومت کے مصنوعات حربیہ میں سے ہے۔

عمارات و ابنیہ کی اسوقت یہاں ۴۴ یادگاریں باقی ہیں جو اسلامی طرز تعمیر کے بہترین نمونہ ہیں۔ چند مخصوص آثار کے فوٹو صرف اسلئے نقش ہیں کہ:

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا!

(اسلامی طرز تعمیر)

ہر قوم نے اپنے عہد تمدن و عروج میں اپنے حسن مذاق و وسعت علم و پیمانۂ تمدن کے مطابق عمارتیں تعمیر کی ہیں جن میں سے مخصوص افراد اہل مصر، اہل بابل، اہل ہند، اہل ایران قدیم، روم، اور مسلمان ہیں۔ اسلامی طرز تعمیر کا نام Architecture Saracenic ہے۔ مہندسین یورپ تسلیم کرتے ہیں کہ علم ہندسہ و تعمیر میں مسلمانوں کا مخصوص پایہ تھا۔

اسلامی طرز تعمیر کے مختلف اقطاع عالم میں مختلف نمونے ہیں۔ لیکن باوجود اس اختلاف کے بعض نوعی اشتراک بھی ہیں۔

ہندوستان میں اسلامی طرز تعمیر کے دو نمونے ہیں: تیموری و غیر تیموری۔ دہلی، آگرہ، کشمیر، لاہور کے علاوہ جہاں تیموریہ مصنوعات ہیں، اور ہر جگہہ غیر تیموری طرز تعمیر کے نمونے ملتے ہیں جو تیموری نمونوں سے نسبتاً نزاکت و لطافت میں کم درجہ ہیں لیکن جلال و جبروت و سطوت اور استحکام میں تیموریوں پر فائق ہیں۔

جامع مسجد بیجاپور کا محراب و مصلیٰ

---

(۱) یہ حسن بن رومی تاریخ ہند کا ایک عجیب و غریب شخص تھا جسکے وجود پر ابتک کافی روشنی نہیں پڑی۔ عنقریب اسکے مفصل حالات شائع کرینگے۔ (البلاغ)

آثار عتیقه

جسیے دوسرے معنی نه دیں ۸ اب تک نیند کی حقیقت ارباب علم کے نزدیک نه متعین هے : وما اوتیتم من العلم الا قلیلا !

(و جعلنا نومکم سباتا)

ان تمام مذاهب و خیالات کی تشریح سے ثابت هوگیا که جدید تحقیقات اب تک نیند کی حقیقت اور اوسکے علل و اسباب کے تعین میں نا کامیاب هے - لیکن خدانے اور تمام فطری چیزوں کے ساتهه آج سے تیره سو برس پہلے هم کو اپنا ایک یه احسان بهی جتایا تها :

الم نجعل الارض مهادا ؟ والجبال اوتادا ؟ وخلقناکم ازواجا ؟ وجعلنا نومکم سباتا ؟ (۷۸ - ۱۰)	کیا هم نے زمین کو آرامگاه اور پہاڑ کو اوسکا ستون نہیں بنایا ؟ کیا هم نے تم کو جوڑا جوڑا نہیں پیدا کیا ؟ اور کیا تمهاری نیند کو ایک غافل کردینے والی چیز نہیں بنایا ؟

اب تحقیق جدید کا متحرک قدم بهی اسی نقطے پر پهونچکر رک گیا هے جہاں سے پرواز کی حرکت اوسی شروع هوئی تهی - چنانچه بعض علماء کا خیال هے که نیند بالکل فطری چیز هے - جس طرح انسان کو کهانے پینے کی ضرورت هوتی هے اوسی طرح وه نیند کا بهی محتاج هے - اسلیے تمام فطری ضروریات کی طرح اوس کے خواص و آثار میں بهی تغیرات پیدا هوسکتے هیں - اگر ایک شخص ریاضت سے کهانا چهوڑ سکتا هے تو ایک شخص همیشه بیدار بهی ره سکتا هے - اگر ایک شخص کو غم و الم میں کهانے پینے کی فکر نہیں رهتی ' تو ایک شخص اس حالت میں خواب شیریں کا افسانه بهی فراموش کردیتا هے - اگر ایک شخص فاقه سے مرسکتا هے تو ایک شخص کو دائمی بیداری بهی هلاک کرسکتی هے - اگر پرخوری کسل پیدا کرتی هے تو معمول سے زیاده سونا بهی اس کا سبب هوسکتا هے - اگر انسان کو غذاے لطیف مرغوب هے تو خوشگوار نیند اوس سے زیاده محبوب هے - غرض یه ایک ایسا مذهب هے جسکے ذریعه نیند کے تمام خواص و اعراض کی توجیه و تعلیل کی جاسکتی هے اور بلا شبه قرآن حکیم کے عام موثرات فطریهٔ انسانیه کے سلسلے میں نیند کا ذکر کرکے اسکی طرف ایک بلیغ اشاره کردیا هے -

---

آثار اسلامیه امارت بیجاپور

(از مولانا سید سلیمان صاحب ندوی پروفیسر پونا کالج)

(مفتوحات اسلامیه)

تمام مفتوحات اسلامیه کی دو قسمیں هیں :

(۱) ایک وه جو عرب فاتحین کی قوت کے جولانگاه رهے هیں -

(۲) دوسرے وه جو ترک ' مغل ' اور پٹهان اقوام کی یادگاریں هیں -

خدا جانے یه نکتهٔ تاریخی اور لوگ تسلیم کرتے هیں یا نہیں ' مگر همکو صاف نظر آتا هے که عرب جہاں گئے ' مذهب ' علم ' تهذیب ' اخلاق ' اور تمدن اونکے همرکاب رها - کیونکه وه درحقیقت اسلام کے اصلی جوهر اور تعلیم اسلام کا حقیقی نمونه تهے - لیکن جہاں جہاں ترکوں ' پٹهانوں ' اور مغلوں کے ذریعه سے اسلام پهونچا هے ' وهاں علم ' مذهب ' اور تهذیب و تمدن کی معیت علی الاکثر بہت کم نصیب هوئی هے اسکا سبب ظاهر هے که یه قومیں خود حقیقت میں اسلام کی نائب اور نماینده نه تهیں -

(فتح هندوستان کے دو راستے)

هندوستان میں اسلام دو راستوں سے آیا : براه خیبر و پنجاب ترکوں اور مغلوں کے ذریعه سے - اور براه سنده و گجرات عربوں کے ذریعه سے ؟

گو آج تو هر جگه خاک سی اڑتی هے لیکن تاریخ کا آئینهٔ جہاں نما تیموریوں سے پہلے کا نقشه همکو دکها سکتا هے جب لاهور ' آگره ' اور دهلی کی وسیع فضاء حکومت ترکوں اور مغلوں کی قوت کا تماشه گاه تهی تو شجاعت و بهادری کی جنس کے سوا اور متاع کسی کی ان بازاروں میں پرسش نه تهی - نه علم دانائی (فقه) کے سوا اور کسی اسلامی علم و فن کا یہاں نام و نشان تها ' اور نه " داناؤں " (فقہاء) کے سوا اسلام کا کوئی اور نمونه تها - یه نادان دانا تقلید اور جہل و تعصب کے مجسمه تهے ' جن کو اس سے کچهه بحث نه تهی که اسلام کے خدا نے کیا کہا هے اور اسلام کے پیغمبر نے کیا بتایا هے ؟ وه صرف ایک هی شے سے تسلی پاتے تهے - یعنی فتاواے دانایان بخارا و سمرقند ! ملک کے اس سرے سے اوس سرے تک ایک بهی احادیث نبویه کا حامل اور فرمان الہی کا مفسر نه تها !

لیکن اس کے بالکل برخلاف مسند دکن اور گجرات کی حالت دوسری تهی - ان میں سے هر ایک بجا طور سے دمشق ' قرطبه ' اور بغداد کو یاد دلاتا تها - سواحل عرب کے مقابل هونے کی وجه سے علوم و فنون کے سرچشمے حجاز و یمن سے ابلتے تهے اور ان ممالک میں بہتے تهے - بیجا پور ' احمد نگر ' گولکنده ' اور احمد آباد گجرات ' ان سرچشموں کے قرارگاه تهے -

(حکومت تیموریه اور امارت اسلامیهٔ جنوبی هند)

تیموری سلاطین نے عموماً اور اکبر و اورنگ زیب نے خصوصاً جس شدید غلطی کا ارتکاب کیا (اور اگر هم حسن نیت کو دخل دیں تو)

دارالارشـــــاد

یا قوم ! اتبعون ، اھدکم : سبیل الرشاد (٣٨٤٠)

رفتم کہ خار از پاکشم ، محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ را ہم دور شد !

(١) گذشتہ سال ماہ رمضان المبارک میں (الذي انزل فیہ القرآن) " دارالارشـــاد " کی بنیاد رکھی گئی تھی - ارادہ تھا کہ اسی سال سے تعلیم و ارشاد کا سلسلہ بھی شروع کردیا جاے - لیکن مشیت الہی مساعد نہ ہوئی - و عرفت ربی بفسخ العزائم :

مثال ما: لب دریا و آب و مستسقی ست
دھند شوق ، ولے رخصت نظـــر نہ دھند !

(٢) موجودہ حالت یہ ہے کہ مدرسہ کا ھال طیار ہوچکا ہے - صرف جزئی و بیرونی تـکمیل باقی ہے - لیکن جب تک اس کے ساتھہ ایک دوسری عمارت طلباء کے قیام کے لیئے بھی طیار نہ ہوجاے ، اس وقت تـک وہاں کام شروع نہیں ہوسکتا - عمارت کا مقام شہر سے باہر ہے اور یہ ممکن نہیں کہ شہر میں قیام کرکے اس سے کام لیا جاے - طلباء کے کمروں کی تعمیر کے لیے ابھی اقلاً دس پندرہ ہزار روپیہ اور ہونا چاہیے : و ما ذالک علی اللہ بعزیز-

(٣) کمروں کی طیاری کا انتظار میں کرسکتا ہوں لیکن نہ تو میری زندگی کرسکتی ہے جس کا قیام نا معلوم ہے ، اور نہ زمانہ کرسکتا ہے جس کی رفتار ہمارے ارادوں اور امیدوں کی پابند نہیں :

باینکہ کعبہ نمایاں شود زپا منشیں
کہ نیم گام جدائی ہزار فرسنگ ست

پس متوکلاً علی اللہ اس عاجز نے پچھلے دنوں فیصلہ کرلیا کہ سردست ایک کرایہ کے مکان ھی میں سلسلۂ تدریس و ارشاد شروع کردیا جاے - اگر توفیق الہی نے چارہ سازی فرمائی اور عمارت مکمل ہوگئی تو وہاں مدرسہ منتقل کردیا جا ئیگا:

تا نہـــال آرزو کے بردھـــد
حـــالیا رفتیم و تخمے کاشـــتیم

(٤) زیادہ تر یہ امر بھی اس کا باعث ہوا کہ اپنی حالت دیکھتا ہوں تو روز بروز صحت جواب دے رہی ہے اور ضعف و اضمحلال بڑھتا جاتا ہے - نہیں معلوم مشیت الہی کیا ہے اور کونسا وقت آنے والا ہے ؟ ،

فمن شاء فلینظر الی فمنظـــری
نذیر الی من ظن ان الھوی سھل

اگر پیام اجل ســـر پر آ پہنچا (و ان اجل اللہ لات) تو آہ کس سے کہئیے اور کون جانتا ہے کہ اس مشت خاک کے ساتھہ کیا کیا چیزیں ھیں جو سپرد خاک ہونگی ، اور فیضان الہی نے اپنے فضل مخصوص سے کیسے کیسے دروازے علوم و معارف کے اس عاجز پر کھولے ھیں ، جو بغیر اس کے کہ ایک طالب صادق و صالح بھی ان سے گذرے ، بند کے بند ھی رہ جائیں گے :

جوہر بنیش من درتـــہ زنـــگار بماند
آنکہ آئینۂ من ساخت نہ پرداخت دریغ !
تو نظیری ز فلک آمدہ بودی چو مســـیح
باز پس رفتی و کس قدر تو نہ شناخت دریغ !

جو کچھہ اب تک زبان و قلم کے حوالے ہوا ، وہ اس کے مقابلے میں کہ ابلتے ہوے چشمے اور بھڑکتے ہوے شعلے کیطرح سینہ میں جوش زن ہے ، علم اللہ کہ ایک قطرۂ دریا اور ذرۂ صحرا سے زیادہ نہیں - علی الخصوص " قـــرآن حکیم اور علوم و معارف نبویہ (علی صاحبہا الصلواۃ و التحیۃ) کے متعلق تو یقین کرنا چاہیے کہ اب تک ہزار میں سے ایک بات بھی جی بھر کے نہ کہسکا ، اور جو کچھہ کہا گیا ، اُس کے لیے بھی اے صد ہزار حسرت و داغ ، کہ نہ تو بقدر شوق وسعت گفتار پائی ، اور نہ بقدر ھمت سامان و وسائل ھی ھاتھہ آے - اب سے آٹھہ سال پہلے میں نے ایک قصیدے کی تشبیب میں کہا تھا :

ہر موج معانی کہ ز جیحون دلم خاست
تا ســـاحل لب آمدہ برتافت عناں را

(٥) اگرچہ اس لیے کہ تاریکی شدید تھی ، اور اس لیے کہ جب اندھیری ہو تو ایک ٹمٹماتا ہوا دیا بھی بہت ہوتا ہے ، جو کچھہ بھی اس عرصہ میں حوالۂ قلم و زبان ہوا ، اللہ تعالی نے اُسے رفعت ذکر و قبولیت تامہ عطا فرمائی ، اور بے شمار مومنین راسخین و طالبین صادقین کے دلوں کو اُس کے لیے کھول دیا - حتی کہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن حکیم و معارف نبویہ کے درس و بصیرۃ ، اور احیاء سنت و امر بالمعروف کی دعوت و تذکیر کا ایک نیا دور اُس سے شروع ہوگیا : و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء - تاہم اپنی نظر اس پر نہیں ہے کہ جو کچھہ ہوا وہ کتنا اور کیا ہوا ؟ دیکھنا یہ ہے کہ جو کچھہ ہو سکتا تھا اور ہونا تھا ، افسوس کہ وہ نہ ہوا :

وھبت علی مقـــدار کفی زماننا
و نفسی علی مقدار کفک یطلب !

وہ علیم و حکیم ھی بہتر جانتا ہے کہ اُس نے اپنے فضل مخصوص سے گذشتہ چھہ سات سالوں کے اندر نہ صرف قرآن حکیم بلکہ تمام علوم اسلامیہ کے درس و بصیرۃ کے کیسے کیسے غیر مفتوح دروازے اس عاجز پر کھولے ھیں ، اور کشف سرائر و خفایاء محجوبہ ، و تفحص حقایق و معارف مستورہ ، و تحقیق غرائب و نوادر ، و فیصلۂ مذاھب و مشارب ، و تطبیق اختلافات متضادہ ، و انشراح بصائر و عوارف مخصوصہ کی کیسی کیسی عجیب و غریب نعمتیں عطا فرمائی ھیں ؟ علی الخصوص یہ انعام جلیل اور فیض عظیم کہ اختلافات مذاھب و مشارب اور محدثات علوم و مسائل کی تقریباً ہر شاخ میں سلف صالح کے مذھب و مشرب کو (کہ فی الحقیقت الدین " الخالص " کا مصداق حقیقی ہے) اس عاجز پر منکشف کردیا ، اور مومنین اولین (الذین سبقونا بالایمان) کے منہاج قویم و صراط مستقیم پر کاربند ہونے کی توفیق مرحمت فرمائی - یہ وہ انعام خاص ہے جس سے صدھا رہروان منزل محروم رہے ، اور جب تک ھدایت ربانی ، و توفیق الہی ، و انوار مقتبسۂ مشکواۃ نبوت رھنمائی نہ کریں ، اس مقام کا حصول و وصول ممکن نہیں - بلکہ اس مقام کی حقیقت و فضیلت کو بھی ہر مدعی سمجھہ نہیں سکتا :

راہے کہ خضر داشت ز سرچشمہ دور بود
لب تشنـــگی ز راہ دگر بردہ ایم ما !

(٦) اگر ایک شخص مسلمانوں کی تمام موجودہ تباہ حالیوں اور بد بختیوں کی علت حقیقی دریافت کرنا چاہے ، اور ساتھہ

جامع مسجـــد کا صحن

آثار محـــل - عادل شـاهي کتـــب خانه کي عمـارت

اس اختلاف کا ایک سبب یہ بھي ہے کہ تیموریوں کو اپني عمارتوں کے لیے جس قسم کے پتھر ملے ' دوسروں کو نصیب نہیں ہوئے بیجاپور کي عمارتیں دوسري قسم میں داخل ہیں -

(جامع عادلشاهي)

تمام مساجد بیجاپور میں یہ سب سے زیادہ وسیع و بلند اور خاص بیجاپور کي نہایت خوبصورت مسجد ہے - اسکا اندروني رقبہ ۱۰۰۰۰ مربع فٹ ہے اور تمام نہایت متناسب الاجزا بنایا گیا ہے - محراب کے علاوہ تمام دیوار سادہ ہے - محراب نہایت نازک طلائي نقش و نگارت آراستہ کي گئي ہے جسمیں مختلف الوان کي تراکیب سے بنائي گئي تھي - جابجا کتاب ' مہر ' منارہ ' زنجیر ' مجمر ' اور گلدان کي تصویریں ہیں - اکثر موقعوں پر عربي و فارسي کے نسخ و نستعلیق کے مختلف طغرا منقوش ہیں جن میں سے ایک فارسي قطعہ یہ ہے

بر قصر عمر نکند مکن ' استوار نیست
در دار بیقرار اسے یار قرار نیست
خوش منزلست دنیہ (۲) رونق بچشم ما
خوش دولتیست عمروليے پائدار نیست

اس جامع مسجد کي بنا علي عادل اول نے ڈالي تھي - محراب کے ایک کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ طلائي کام سلطان محمد عادل کے عہد میں سنہ ۱۰۴۵ ھجري کے اندر تیار ہوا - مسجد کا فرش نہایت صاف و شفاف ہے - سیاہ جدولوں میں ۲۲۵۰ سے زیادہ مصلے بنے ہوئے ہیں - مشہور روایت یہ ہے کہ یہ مصلے کي سطریں اورنگ زیب نے کھچوائي تھیں -

(آثار محل)

یہ عمارت گو خوبصورت نہیں ' لیکن بیجاپور کي مقدس ترین عمارت سمجھي جاتي ہے - جسطرح حسب روایت مشہورہ دوسرے مقامات میں موے مبارک نبوي کا وجود ظاہر کیا جاتا ہے ' اسي طرح حکومت عادلشاهي میں بھي یہ تبرک مکہ شریف سے ایک بزرگ لائے تھے - اسي کے لیے سلطان محمد عادل نے سنہ ۱۱۱۱ ھ میں اس عمارت کي بنیاد ڈالي اسي عمارت میں عادلشاهي کتبخانہ اور دیگر نادر آثار علمیہ بھي تھے - اب صرف خالي الماریاں پڑي ہیں - مشہور ہے کہ حکومت کي عزت کے ساتھ یہ نادر خزانہ بھي یورپ کو منتقل ہوگیا

اس قصر مقدس و عامي کے بعض کمرے اب تک عجائب صنعت و مصوري کے نمونے ہیں - دیواروں کي تمام سطح رنگین گل بوٹوں ' انساني نقشي صورتوں ' جام و صراحي اور درخت و گلزار کي تصویروں اور بیلوں سے منقش ہے - ایک الماري میں قدیم صنعت و دستکاري کے ریشمي غلاف ' کمخواب کے پردے ' اور ایران کے بیش قیمت قدیم طرز کے قالین نہایت بد احتیاطي سے پڑے ہیں اور اب تک یوروپین سیاحوں کے لیے ایک حیرت انگیز تماشہ کا کام دیتے ہیں - سامنے ایک خوبصورت مربع حوض ہے جو کسي حیرتناک قدیم طریق آبرساني سے ہمیشہ لبریز رہتا ہے -

ایک جگہ فارسي کا منظوم کتبہ کندہ ہے جسکے چند اشعار یہ ہیں :

دران کشورکہ آثار تو باشد
جہاں را چشم دیدار تو باشد
براے عاصیاں فضل تو وافیست
اگر موے ز فضل تست کافیست
منازل منزلے خوشتر ز بستاں بود خاکش دواے دردمنداں
رہے جاے کہ عرشش همقرین است ستونش هریکے چون زمین دین ست

آخرین اشعار یہ ہیں جنسے ناظم کا تخلص " آفرین " معلوم ہوتا ہے :

بر آور آفرین دست دعا را کہ روز حشر مي یابي جزا را
بود آثار هستي تا جہان را خدا پایندہ دارد این مکان را

سنہ ۱۱۱۱ ھ

عـادل شـاہ کا مقبـرہ

---

(۲) یہ مصرع غلط معلوم ہوتا ہے " دنیہ " غالباً دنیا ہے لیکن اصلي کتبہ میں ایسا ہي ہے -

---

مجلـــدات الهـــلال

درخواست کا آخري موقعہ

الهـــلال جلد اول کي جسقدر ششماهي جلدیں دفتر میں باقي تھیں سب فروخت ہوگئیں دوسري کي بمشکل چند جلدیں نکل سکیں گي ' یہي حال تیسري کا بھي ہے ' اور چوتھي اور پانچویں کے نسخے بھي بیس پچیس سے زیادہ نہیں رہے - یہ جلدیں بلحاظ اپني ظاہري اور باطني خوبیوں کے جو کچھہ حیثیت رکھتي ہیں ' وہ نہ صرف مسلمانان هند بلکہ مسلمانان اکثر حصص عالم سے پوشیدہ نہیں - جن حضرات کو یہ سرمایہ مطلوب ہو ' وہ اسے آخري اعلان سمجھیں اور جلد درخواست بھیجیں ' قیمت کیلیے لوح کا آخري صفحہ ملاحظہ ہو - درخواستیں دفتر البلاغ کے پتہ سے آئیں -

(طریق تعلیم)

(۷) اس تعلیم گاہ کی اولین اور بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ موجودہ طرز تعلیم ' و انتخاب کتب ' و انحصار مضامین سے اسے کوئی تعلق نہیں - اول سے لیکر آخر تک کوئی درس کتابوں کے ذریعہ نہیں دیا جاتا اور نہ کوئی لکھا ہوا اور چھپا ہوا کاغذ بجز قرآن حکیم کے معلم یا متعلم کے سامنے رہتا ہے - بلکہ تمام تعلیم قدماء اہل اسلام کے اصول پر محض زبانی درس کے ذریعہ ہوتی ہے' جسے مؤلفین اولین نے " املاء " کے لقب سے موسوم کیا تھا اور آجکل یورپ اسے " لکچر " کہتا ہے -

(۸) مرکز تعلیم صرف قرآن حکیم ہے - ایات بینات' تبیانا لکل شئي' ھدی و رحمۃ لقوم یذکرون - لیکن اس مرکز کے دائرے میں وہ تمام چیزیں آجائیں گی جو فہم و تبلیغ قرآن کے لیے ضروری ہیں - اور جو چیزیں ضروری نہیں ہیں' ظاہر ہے کہ انھیں اس قوم سے کوئی واسطہ نہ ہونا چاہیے جو صرف قرآن کے علم و عمل کے لیے دنیا میں آئی ہے -

(۹) گو اصل تعلیم قرآن حکیم ہے' لیکن یہ بمنزلہ نقطہ کے ہے اور اس کا دائرہ وسیع ہے - پس روزانہ درس کے علاوہ ایک درس ہفتہ وار بھی ہوتا ہے اور انشاء اللہ مسلمانوں کی موجودہ تعلیمی زندگی میں وہ بھی ایک اہم و اعظم چیز ہوگی -

ان ہفتہ وار لکچروں کا مقصد یہ ہے کہ تمام علوم اسلامیہ مثلاً حدیث ' اصول حدیث ' فقہ ' اصول ' کلام ' بلاغت ' تاریخ وغیرہ پر ایسے مبسوط و حاوی درس دیے جائیں ' جن سے سامعین کو ان علوم کی تاریخ ' مختلف تغیرات و ترقیات ' عہد بعہد کی تبدیلیوں ' ان کے اہم مباحث و مسائل ' اختلافات و محاکمات ' اور نتائج و نوابغ پر مجتہدانہ و محققانہ نظر پیدا ہوجائے ' اور ان تمام علوم کے اصول و فروع اور اطراف و لواحق کے متعلق جامع و حاوی معلومات بہ یک سماعت حاصل کرلیں -

یہ تمام درس نہایت وسیع مطالعہ و نظر اور تحقیق و کاوش کا نتیجہ ہونگے' اور قلمبند ہونے کے بعد علوم اسلامیہ پر بہترین رسایل و فصول ثابت ہونگے - -

درس علوم کا اصلی و صحیح طریقہ یہی ہے - نہ یہ کہ چند کتابوں کے صفحات و نقوش میں معلم و متعلم کی فکر و نظر کو مقید کر دیا جائے - یہ مقام تشریح و توضیح کا محتاج ہے اور علوم اسلامیہ کے تنزل کی تاریخ کا ایک اہم باب ' لیکن :

تو خود حدیث مفصل بخوان ازیں مجمل

(مدت تعلیم)

(۱۰) اس درسگاہ کی ایک بڑی خصوصیت مدت تعلیم کا مسئلہ ہے اور دنیا نے اس بارے میں بڑی ٹھوکر کھائی ہے - لوگ سمجھتے ہیں کہ انسانی فکر کی تربیت و تعلیم صرف بڑی بڑی مدتوں اور بہت زیادہ برسوں کے اندر مضمر ہے - حالانکہ اگر ایک طالب صالح ہو' تو اکثر اوقات برسوں کی جگہ صرف ایک صبح یا ایک شام کی صحبت و یکجائی ہی کافی ہوتی ہے - بلکہ صبح و شام کا بھی یہاں ذکر بیجا ہے - ارباب دل کے لیے تو ایک نگاہ راز آموز بھی بہت ہے - ایک اعرابی جب ایک جملۂ مختصر سنکر لا ازید و لا انقص پکار اٹھا تھا' تو غور کیجیے کہ اس کے لیے کیا باقی رہ گیا تھا ؟ البتہ وہ بھی تھے کہ درس و اخذ بجائے خود رہا اپنے معلم امی کو ایک نظر دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا ' حالانکہ شب و روز دیکھتے تھے - و تراہم ینظرون الیک وہم لا یبصرون -

پس دار الرشاد کی بڑی سے بڑی مدت تعلیم ایک سال ہے اور وہ بھی ان لوگوں کے لیے جو تکمیل درس کے بعد کچھہ اور چیزوں کے بھی طالب ہوں - یا جو خود کہیں کہ ابھی پیاس باقی ہے - ورنہ عام طور پر صرف چھہ ماہ کافی ہوں گے - ہماری حالت دوسری ہے' اور آہستہ روی کا عہد ہم نے کھودیا ہے - اب صرف اس کی مہلت باقی رہ گئی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو دوڑیں -

(۱۱) جو طلباء منتخب ہوتے ہیں' سردست ان کے کھانے پینے اور قیام کا بار مدرسہ اپنے سر لیتا ہے - ایک پختہ دو منزلہ ہوادار مکان میں جو شہر کے یورو پین کوارٹر میں واقع ہے وہ ٹھہرائے جاتے ہیں - تا آنکہ قرار دادہ تعداد سے زیادہ درخواستیں آجائیں -

(۱۲) قرار دادہ تعداد سے مقصود یہ ہے کہ جتنے بھائیوں کی خدمت اس عاجز کے امکان میں ہے' ان سے زیادہ درخواستیں آجائیں - کیونکہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس کام کے لیے میں نے کوئی چندہ جمع نہیں کیا ہے اور نہ کوئی باہر کی مالی اعانت میرے ساتھہ ہے - قوم کے امراء و رؤساء جس طرح کے کاموں کی اعانت کرنے کے عادی ہیں - اس طرح کے کام میں کہاں سے آئیں؟ پس مجبور ہوں کہ جسقدر بحالت موجودہ خود کر سکتا ہوں کروں و لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا -

(۱۳) ضروری مخارج اکل و شرب و قیام کے علاوہ کوئی وظیفہ یا معاوضہ میرے پاس نہیں ہے' اور حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ چند پچاس روپیہ وظیفہ لے کر دین و ملت کی خدمت کے لیے طیار ہونا چاہتے ہیں ' وہ آیندہ بھی قیمت چکائے بغیر خدا کے ساتھہ معاملہ نہ کرسکیں گے - اس راہ کی اولین شرط ایثار و قربانی ہے - اگر بتمامہ نہ ہو سکے تو اقلاً قناعت تو ہو -

(۱۴) قوم میں جو دردمند اور اسلام خواہ گریجویٹ اور انگریزی کے تعلیم یافتہ نوجوان ہیں' ان سے خاص طور پر یہ خطاب ہے - ان کو سونچنا چاہیے کہ دنیا کے لیے ہزاروں روپیہ خرچ کرکے سالہا سال میں طیار ہوتے ہیں - کیا خدا اور اس کے کلمۂ حق کی خدمت کے لیے بلا صرف چھہ ماہ بھی نہ دے سکیں گے ؟ چھہ مہینے کی مدت تو وہ چھوٹا سا زمانہ ہے جو اکثر ڈپٹی کلکٹری کی محض امید و عشق ہی میں بسر ہو جاتا ہے - وقت ہے کہ اس موقعہ سے فایدہ اٹھائیں اور چند مہینے یوں بھی بسر کر دیکھیں - ممکن ہے کہ ان کا دل ہزار سودا آوز ساری راہیں چھوڑ کر صرف اسی راہ کا ہو رہے :

اندک اندک عشق در کار آورد بیگانہ را

یا ایہا الناس ! انتم الفقراء الی اللہ و اللہ ہو الغني الحمید -

فقیر ابو الکلام کان اللہ لہ

ہی یہ شرط بھی لگا دے کہ صرف ایک ہی علت اصلی ایسی بیان کی جائے جو تمام علل و اسباب پر حاوی و جامع ہو، تو اس کو بتایا جا سکتا ہے کہ "علماء حق و مرشدین صادقین کا فقدان اور علماء سوء و مفسدین دجالین کی کثرت" : ربنا انا اطعنا سادتنا و کبراءنا فاضلونا سبیلا ! اور پھر اگر وہ پوچھے کہ ایک ہی جملہ میں اس کا علاج کیا ہے ؟ تو اس کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں جواب ملنا چاہیے کہ "لا یصلح اخر ھذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولہا" یعنی امت مرحومہ کے آخری عہد کی اصلاح کبھی نہ ہوسکے گی، تاوقتیکہ وہی طریق اختیار نہ کیا جائے جس سے اس کے ابتدائی عہد نے اصلاح پائی تھی - اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ قرآن حکیم کے اصلی و حقیقی معارف کی تبلیغ کرنے والے مرشدین صادقین پیدا کیے جائیں -

(۷) بڑی مصیبت یہ ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیمات کریمہ کے جو حقیقی معارف و بصائر تھے اور جن مقاصد عظمی کے لیے اس کا نزول ہوا تھا، وہ صدیوں سے بالکل بھلا دیے گئے ہیں، اور یقینا وہ وقت آگیا ہے جس کی نسبت کہا جاتا تھا کہ قرآن کے انوار و برکات زمین سے اٹھا لیے جائینگے، اور جب لوگ تلاوت کے لیے مصاحف کھولیں گے تو اس کے اوراق کو بالکل سادہ و غیر منقوش پائینگے - یہ سچ ہے کہ قرآن حکیم کے الفاظ و حروف ابھی نہیں اٹھائے گئے ہیں، لیکن بلاشبہ اسکے معانی و معارف تو ضرور اٹھالیے گئے، اور گو کاغذ پر لکھے ہوئے نقوش ابھی محو نہ ہوئے ہوں، مگر دلوں کے صفحات تو یقیناً سادہ ہو گئے ہیں : وقال الرسول : یا رب ! ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا ! اور یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ قرآن کے انوار و برکات عوام امت ہی سے سلب نہیں ہوئے، بلکہ ان لوگوں کے دلوں سے محو ہوگئے جن کے ہاتھوں میں عوام کی ہدایت اور تعلیم عام کے لیے قرآن کی تبلیغ تھی - جب خود خواص امت اور اصحاب درس و علوم کو قرآن حکیم سے اس قدر بعد و ہجر ہو جائے کہ "جلالین" و "بیضاوی" کے سوا اور کچھ نہ دیکھ سکیں، اور "مدارک" و "خازن" سے الگ ہوکر ایک آیت پر بھی تدبر نہ کرسکیں تو پھر ظاہر ہے کہ عامۂ اہل اسلام کے فہم و بصیرت کا کیا حال ہوگا ؟

او خویشتن گم ست کرا رہبری کند ؟

قرآن حکیم نے ان لوگوں کی نسبت کہا تھا جو ایمان باللہ و الیوم الاخر سے محروم ہیں : و اذا قرءت القرآن، جعلنا بینک و بین الذین لا یؤمنون بالاخرۃ حجابا مستورا - افسوس کہ آج مدعیان ایمان و علم کا یہ حال نظر آتا ہے :

عار دارد کفر از ایمان من ! !

(۸) چار سال پیشتر کا واقعہ ہے کہ مشیت الہی نے اس عاجز کی رہنمائی کی اور "الہلال" نے قرآن حکیم کی ابلاغ و دعوت کی صدا از سرنو بلند کی - لیکن اس عرصہ میں جو کچھ ہوا وہ ایک دعوت عام تھی جس کے ذریعہ فہم و بصیرت قرآن کی نئی راہیں عوام و خواص نے اپنے سامنے دیکھیں، اور قرآن حکیم کے عشق و شیفتگی کا ایک نیا ولولہ دلوں میں پیدا ہوگیا - تاہم اس دعوت کی دوسری منزل ابھی باقی ہے، اور وہی فی الحقیقت اہم تر مقام سعی و تعب ہے، یعنی قوم میں بکثرت ایسے افراد پیدا کیے جائیں جو انہی راہوں پر چل کر قرآن حکیم کے علوم و معارف کی تکمیل حاصل کریں، اور ان کے ذریعہ قوم میں ارشاد و ہدایت اور احیاء دعوت و فکر کا عملی سلسلہ بالعموم شروع ہو سکے -

(۹) ہمارے کاموں کی بڑی قسمیں صرف دو ہی ہیں : مسلمانوں کی داخلی اصلاح و احیاء علم و عمل - اور غیر قوموں میں اسلام کی تبلیغ -

یہ دونوں کام بغیر کسی ایسی جماعت کی موجودگی کے انجام نہیں پاسکتے - جسقدر تحریکیں، انجمنیں، کانفرنسیں، اور متفرق کوششیں بغیر اس کے ہوں گی، وہ اسی طرح ضایع جائیں گی جس طرح اب تک ضایع جاچکی ہیں - والقصہ بطولہا -

(۱۰) دار الارشاد کے قیام کا مقصد یہی ہے کہ دعوۃ الی القرآن کی اس دوسری منزل کا سروسامان ہو، اور تھوڑے وقت اور بہت زیادہ صرف علم و فکر سے ایک ایسی جماعت پیدا کی جائے جو قرآن حکیم کی دعوت و تبلیغ کی خدمت اور اصلاح و ارشاد امت کا فرض انجام دے سکے : وما توفیقی الا باللہ، علیہ توکلت و الیہ انیب !

دار الارشاد کا افتتاح

(۱) چنانچہ الحمد للہ کہ ماہ مقدس ذوالحجہ سے دار الارشاد کا افتتاح ہو گیا اور سلسلۂ درس جاری ہے -

(اصول و شرائط داخلہ)

(۲) دار الارشاد میں دو جماعتیں علوم عربیہ اور انگریزی مدارس کے فارغ التحصیل طلبا کی قایم کی گئی ہیں، تاکہ انہیں قرآن حکیم کا درس دے کر ارشاد و ہدایت امت کے لیے طیار کیا جائے - پس یہ ایک طرح کا درجۂ تکمیل یا علوم القرآن کا ایم - اے کلاس ہے - ابتدائی تعلیم یا علوم آلیہ کا اس میں کوئی حصہ نہیں رکھا گیا ہے - البتہ انگریزی تعلیم یافتہ طلبا کو بسبب ضرورت ایک جدید اور سہل الوصول طریقہ سے عربی صرف نحو اور فن ادب کی تعلیم بھی دی جاتی ہے -

(۳) علوم عربیہ کے فارغ التحصیل طلبا سے مقصود وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہندوستان کے عربی مدارس میں درس نظامیہ کی انتہائی کتابوں تک تحصیل کی ہے، یا کسی دوسرے نصاب کے ماتحت علوم مروجۂ عربیہ کو حاصل کیا ہے - پنجاب کے مشرقی علوم کے سند یافتہ اور حیدر آباد کے مشرقی دار العلوم کے محصل بھی اس میں داخل ہیں -

(۴) انگریزی مدارس کے فارغ التحصیل طلبا سے مقصود گریجویٹ ہیں -

(۵) لیکن خاص حالتوں میں ایسے طلباء بھی لیے جاسکتے ہیں جنہوں نے اگرچہ عربی یا انگریزی کی تکمیل نہیں کی ہے، مگر اپنے ذاتی شوق و ذوق، یا وسعت مطالعہ، یا قوت ذہن و فکر، یا ملکۂ تقریر و تحریر، اور سب سے زیادہ یہ کہ خدمت دین و ملت کے ولولہ و اخلاص کے لحاظ سے امتیاز رکھتے ہیں - کیونکہ ایک طالب صادق اپنے جوش و اخلاص سے ان تمام نقصوں کو پورا کرسکتا ہے جو کتابوں کے پڑھنے اور مدرسوں کی نشست میں رہ گئے ہوں - بلکہ سچ یہ ہے کہ ایک طالب مخلص اپنے پاس وہ چیز رکھتا ہے جو مدرسوں کے کمروں میں نہیں ملتی :

از منطق و حکمت نہ کشاید در معشوق
ایں ہا ہمہ آرائش افسانۂ عشق ست !

(۶) جن اشخاص نے پرائیویٹ طور پر عربی یا انگریزی کی تحصیل کی ہے، وہ بھی خصوصیات بالا کی بنا پر لیے جاسکتے ہیں -

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ (القرآن الحکیم)

البلاغ

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۱۴ : ۵۲)

نمبر - ۲	کلکتہ : جمعہ - ۱۸ محرم سنہ ۱۳۳۴ ھجري - Calcutta : Friday, 26 November, 1915.	جلد ۱

ترجمان القرآن

یعني قرآن حکیم کا اردو ترجمہ ' اثر خامۂ ایڈیٹر الھلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام ھیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانہ عمل ہے ' جس کي توفیق صرف انھي لوگوں کو مل سکتي ہے جنھیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجہ عطا فرماتا ہے ' اور اونکا نور علم براہ راست مشکواۃ نبوت سے ماخوذ ھوتا ہے : و ذالک فضل اللہ یؤ ء من یشاء -

ھندوستان کي گذشتہ قرون اخیرہ میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وہ حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان تھا - انکے فرزند حجۃ الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر حضرۃ شاہ ولي اللہ قدس سرہ تھے ' جنھوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمہ کي ضرورت الہام الہي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمہ مرتب کیا - انکے بعد حضرۃ شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہما کا ظہور ھوا ' اور اردو زبان میں ترجمۃ القرآن کي بنیاد استوار ھوئي - شکر اللہ سعیھم ' و جعل الجنۃ مثواھم !

اس واقعہ پر ٹھیک ایک صدي گذر چکي ہے ' ' ن یہ کہنا کسي طرح مبالغہ آمیز نہ سمجھا جائیگا کہ نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکھي تھي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الھلال کیلیے مخصوص کردیا تھا ' جنھوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فہم حقائق و معارف قرانیہ ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکھکر قرآن حکیم کا یہ اردو ترجمہ نہایت سلیس ' عام فہم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا ہے ' اور بحمد اللہ کہ زیر طبع ہے -

یہ ترجمہ کیسا ہے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الھلال کا مطالعہ کرچکے ھیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري ہے -

یہ ترجمہ حامل المتن ٹائپ کي جگہہ لیتھو میں چھاپا جارہا ہے تاکہ ارزاں ھو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعہ میں آسکے - قیمت في جلد چھہ روپیہ رکھي گئي ہے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکھتے ھي قیمت بھیجدینگے ' ان سے صرف ساڑھے چار روپیہ لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیہ منیجر البلاغ کے نام بھیجنا چاھیے -

البیان

فی

مقاصد القرآن

هذا بیان للناس ، و هدی و رحمة لقوم یوقنون

یعنی قرآن حکیم کی مفصل تفسیر ، از خامہ اڈیٹر الہلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاہر کردینا کافی ہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اسکی محیط الکل معلمانہ دعوۃ کا موجودہ دور جس قلم کے فیضان سے پیدا ہوا ہے ، یہ اسی قلم سے نکلی ہوئی مفصل اور مکمل تفسیر القرآن ہے ۔

یہ تفسیر موزوں کتابی تقطیع پر چھپنا شروع ہوگئی ہے ۔ ہر مہینے کے اوسط میں اسکے کم سے کم ٦٤ اور زیادہ سے زیادہ ١٠٠ صفحے اعلی درجہ کے ساز و سامان طبعۃ کے ساتھہ شائع ہوتے رہینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصہ مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحہ کی تفسیر کا ہوگا ، انشاء اللہ ١٥ - صفر کو شائع ہو جائیگا - قیمت سالانہ آخر محرم تک چار - روپیہ بعد کو ٥ - روپیہ -

اطلاع ضروری

ان حضرات سے جو الحمد اللہ ہمارے ہر طرح کے کاروباری اعلانات پر بھروسہ رکھتے ہیں (اور الحمد اللہ انکی تعداد وسیع ہے) امید کی جاتی ہے کہ اگر ترجمان القرآن اور البیان کی خریداری منظور ہوتی تو انکی درخواست کو اشاعت پر اٹھا نہ رکھینگے ، بلکہ اس اعلان کو دیکھتے ہی فوراً پیشگی قیمت بذریعہ منی آرڈر " البلاغ پریس " کے نام بھیجدینگے - کیونکہ مالی مشکلات کی وجہ سے سخت دقتیں پیدا ہوگئی ہیں - پیشگی روپیہ اگر اچھی مقدار میں آگیا تو اس سے پریس کو بہت بڑی مدد ملیگی - ساتھہ ہی ان حضرات کو یہ فائدہ ہوگا کہ نسبتاً کم قیمت میں دونوں کتابیں ہاتھہ آئینگی - اس سے زیادہ بار کا ڈالنا ہماری عادت کے خلاف ہے اور امید ہے کہ مزارہا احباب و مخلصین ہماری اس درخواست کو رد نہ کرینگے -

Printed & Published by Q. Ahmed at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane Calcutta.

Tel Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No 648

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad.
43, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول و رئیس التحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
نمبر ٤٣ - رپن لین
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ٦٤٨

سالانہ - ١٢ - روپیہ
ششماہی - ٦ - ١٢ - آنہ

نمبر - ٢
کلکتہ : جمعہ - ١٨ محرم سنہ ١٣٣٤ ہجری
Calcutta : Friday, 26 November. 1915.
جلد ١

مالا بد منہ

(١) دفتر کي مالي مشکلات اور دقتوں کا حال احباب کرام سے پوشیدہ نہیں : (ع) تا چند بگویم کہ چساں ست و چساں نیست ؟

اس عاجز نے کسي طرح کي مالي اعانت دوستوں سے نہیں لي ' اور کبھي اسے پسند نہ کیا کہ قیمت کے علاوہ اور کوئي بار پبلک پر ڈالا جاے - اس اصول کي وجہ سے جو جو مشکلیں برابر پیش آتي رهیں ' همیشہ انہیں خاموشي کے ساتھہ جھیلا - حتی کہ کبھي دنیا کو انکي خبر بھي نہیں دي - کیونکہ مصیبتوں کي خبر صرف انھي کو دیني چاهیے جنکے پاس انکا علاج هو - اور اس اعتبار سے صرف ایک هي ذات هے جو مصیبتوں کو دور کرتي اور پکارنے والوں کو جواب دیتي هے : الذي خلقني فهو یهدین ' و الذي هو یطعمني و یسقین ' و اذا مرضت فهو یشفین ' و الذي یمیتني ثم یحیین ' و الذي هو اطمع ان یغفرلي خطیئتي یوم الدین (٢٦ : ٧٨) سو اس قدوس ذات کا حال یہ هے کہ اسے خبر دي جائے یا نہ دي جائے ' اسکے آگے اپنا افسانۂ غم لیجائیں یا نہ لیجائیں ' اسکے سامنے اپنے زخموں کي پٹي کھولیں ' نہ کھولیں ' اسکي آنکھیں هر حال میں سب کچھہ دیکھہ رهي هیں ' اور اسکے کان صحت و مرض ' راحت و رنج ' امن و مصیبت ' هر حالت کي صدائیں سن رهے هیں : ان ربك لبالمرصاد (٨٩ : ١٣) . الم یعلم بان الله یری ؟ پھر جب ایک ایسا سمیع و بصیر آقا موجود هو ' تو اسکي چوکھٹ کے غلاموں کیلیے کب جائز هے کہ اپنے هي جیسے درماندوں اور عاجزوں کے آگے اپنا دکھڑا لیجائیں ؟ یا انکي طرف ایک لمحہ کیلیے نظر بھي اٹھائیں ؟ وہ بلا شبہ اسکي چوکھٹ کے غلام هیں - لیکن اس چوکھٹ پر جسکا سر جھک گیا ' پھر وہ دوسروں کیلیے شہنشاہ و حکم فرما بن جاتا هے ' جس سے مانگا اور لیا جاسکتا هے ' پر وہ کسي سے نہ کچھہ مانگتا هے اور نہ لیتا هے : و من یتوکل علی الله فهو حسبه !

(٢) صرف اس ایک هي بات پر غور کیجیے کہ اتنے عرصہ کے التواء و انتظار و تحمل مصارف مستمرہ کے بعد پریس جاري هوا ' لیکن پرچہ کے نکلنے سے کسي طرح کي نئي مالي آمدني دفتر کو نہیں هوسکتي - خریداروں میں بڑي تعداد ان حضرات کي هے جو پیشگي قیمت ششماهي یا سالانہ پہلے هي بھیج چکے هیں ' اور اب انکے اسي قرض میں رسالہ انکے نام جاري کردیا گیا هے - چھہ ماہ یا سال بھر تک انسے کوئي نئي قیمت وصول نہوگي اور نہ وصول هوني چاهیے - پس ایسي حالت میں ظاهر هے کہ سال بھر یا اقلاً چھہ ماہ تک تو پرچہ قطعاً بغیر کسي نئي آمدني کے جاري رکھنا پڑیگا - اسکے بعد کہیں خریداروں سے قیمت وصول هوگي -

(٣) هم اسکے لیے الحمد لله کہ مستعد هیں ' اور اگر مستعد نہ هوتے تو السالہ جاري نہوتا - لیکن اگر آپکا جي چاهے تو چند دوستوں کیلیے اسپر غور کر لیجیے کہ رسالہ جاري کرکے هم نے دهائي هزار روپیہ سے زیادہ کا ماهوار خرچ اپنے اوپر لے لیا هے ' حالانکہ چھہ ماہ تک کوئي نئي آمدني پریس کو نہوگي اور محض پچھلے حساب میں پرچہ جاري رکھنا پڑیگا -

(٤) هم کسي طرح کا بار احباب پر نہیں ڈالنا چاهتے - صرف یہ چاهتے هیں کہ وہ ان مشکلات پر نظر ڈالیں ' اور اقلاً اتني کوشش اگر انپر گراں نہو تو کریں کہ نئے خریدار پیدا کیے جائیں ' اور انسے بارہ روپیہ سالانہ یا پونے سات روپیہ ششماهي قیمت بھجوائي جاے - ممکن هے کہ اسطرح همیں ان مشکلات میں کچھہ مدد ملے -

(٥) ایک صورت پریس کے مدد کي یہ هے کہ تفسیر " البیان " کے اجزا ماهوار شائع هوا کرینگے ' اور " ترجمان القرآن " پتھر کي چھپائي میں زیر طبع هے - اگر شائع هونے کے بعد وہ ان کتابوں کو لینے والے هوں تو صرف اتني عنایت کریں کہ انکی پیشگي قیمت بذریعہ مني آرڈر اسي وقت جلد سے جلد بھیجدیں - اسطرح اگر ایک اچھي رقم آگئي تو اس سے پریس کو اپنے کاموں میں مدد ملیگي - یہ پیشگي ترسیل بھي هم بلا معاوضہ کے نہیں چاهتے - حالانکہ اگر چاهتے تو کم سے کم اسکا حق تو ضرور رکھتے تھے - پیشگي قیمت بھیجنے والوں کیلیے قیمت میں تخفیف کردي گئي هے اور اسطرح خریداروں کیلیے اسمیں ایک مالي فائدہ بھي هے -

(٦) یہ واضح رهے کہ پیشگي قیمت بھیجنے کا مطلب یہ نہیں هے کہ آپ ایک کارڈ اٹھاکر بھیجدیں کہ " جب شائع هو ' وي پي کردیجیے گا " یہ بالکل بے سود هے ' اور اگر یہي کرنا هے تو براہ کرم اپنا ایک پوسٹ کارڈ بھي ضائع نہ کیجیے - جب یہ کتابیں شائع هوجائینگي ' آپ بھي خرید لیجیگا - پیشگي سے تو مقصود یہ هے کہ اسي وقت بذریعہ مني آرڈر قیمت روانہ کیجیے ' اور اگر یہ کام مفید هے تو دوسروں کو بھي ترغیب دیکر قیمتیں بھجوائیے -

(٧) اگر لوگوں کے پاس دل اور دماغ هو ' اور اگر انھوں نے حقیقي طور پر مسلمانوں کے مرض اور اسکے علاج کو سمجھا هو ' تو انکے لیے اسکي تشریح ضروري نہیں کہ ترجمان القران کیا چیز هے ؟ اور اسکي اشاعت سے بڑھکر اور کوئي اسلامي خدمت هوسکتي هے یا نہیں ؟ - اگر الله تعالی اس حقیقت کے فہم کیلیے آپکے قلب کو کھول دے اور توفیق دے ' تو آپکے سامنے آپکے مال و دولت کا سب سے بڑا مصرف موجود هے - یعني ترجمان القران کي زیادہ جلدیں خرید کر آپ مسجدوں میں ' مدرسوں میں ' علماء میں ' واعظین میں ' کتب خانوں اور کلبوں میں مفت تقسیم کرسکتے هیں - اسي سبب سے اسکي قیمت بہت هي کم رکھي گئي هے - البتہ یہ ایک ایسي چیز هے جسکي توفیق صرف انھي بندوں کو ملیگي جنکے روپیہ کو خدا نے اپني راہ میں خرچ هونے کیلیے چن لیا هے - ورنہ انفاق في سبیل الطواغیت و الشیاطین کي اتني راهیں آجکل کھلي هوئي هیں کہ ان سب سے آنکھیں بند کرکے حقیقي نیکي کاموں کي طرف آنا بہت هي مشکل هو گیا ہے

"كتاب مرقوم يشهده المقربون" (٨٣ : ١٨)
" في ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [٨٣ : ٢٣]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(١) " الہلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیہ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید ' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ ' اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و مقاوین سیاسیہ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف الکتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الاہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طرق تعبیر و ترتیب ' و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(٢) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الاہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(٣) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی ' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(٤) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالسنۃ والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار متشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(٥) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و موہبت خاص ہے -

(٦) طالبان حق و ہدایت ' متلاشیان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الاہیہ و علوم نبویہ ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں ' وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے ' جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(٧) چھہ مہینے کی ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئی ہے - ولایتی کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (٥٠٠) صفحات !

(٨) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپے گی - تیسری ' چوتھی اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (٩٩) اور چوتھی جلد میں (١٢٥) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں ' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی

(٩) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے -

تخرق حجاب الغرور ، و طفق يدب دبيب الشعور - ولكنه شعور يظهر انه زاد الامة مرضا ، حتي تكون حرضا - شعور هبط ببعض ذويه في مهاوى الاياس ، و طوح ببعضهم الى مرامي الوسواس - فكان انتقالا من طور الغدر و السبات ، الي طور الحيرة والشتات : كلما ارادوا ان يخرجوا منها من غم ، أعيدوا فيها و ذوقوا عذاب الحريق (٢٢ : ٢٢) قل من كان في الضلالة فليمدد له الرحمن مدا (١٩ : ٧٧) ويزيد الله الذين اهتدوا هدى ، والباقيات الصالحات خير عند ربك ثوابا و خير مردا (١٩ : ٧٩)

ولما استيقيظ فيها الشعور بما فسد من امر دنياها ، قبل الشعور بما كان سببا له من فساد امر دينها ، و شعرت بالخطر على حياتها المادية و الصوريه ، غافلة عن عللها الروحية و اسبابها المعنوية ؛ شرعت في شي من الاصلاح الصوري والجزئي ، بدون ان تويده بروح الاصلاح المعنوي و الكلى - فعد السلطان محمود خان المصلح مصلحا بتغير الزى الرسمي و نظام الجنديه ، و السلطان عبد المجيد مصلحا باعلان التنظيمات العثمانيه ، و مصطفي رشيد و فواد باشا و خيرالدين التونسي و اعوانهم مصلحين بادخال الدولة العثمانية في سلك الدول الاوربيه ، و مدحت باشا الشهير مصلحا باقتباس القوانين الغربيه ، و محمد على في مصر بارساليات العلمية الى البلاد الافرنجيه ، و السيد احمد خان في الهند بفرنجة الامة الا سلاميه ، و جمال الدين الاسد ابادي بالدعوة الى الجامعة السياسية ، و امير عبدالرحمن خان بالتاليف بين القبائل الافغانيه ، و الشيخ محمد بيرم التونسي و صدرالدين الروسي باخذ العلوم العصرية والماديه - ولكن لم تتوجه همة احد الى الدعوة الى القران ، و اقامة الميزان و الفرقان ، و ازالة البدع و المنكرات ، والتقاليد و العادات ، وجمع الكلمة التي فرقتها المذاهب و اللغات - فما زاد الامة ذالك الاصلاح الصوري و الجزئي الا ضروبا من الفساد ، ولا افاد الدولة الا اضعاف الاستقلال و اضاعة البلاد : قل هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا ؟ الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا ، اولائك الذين كفروا بآيات ربهم و لقائه فحبطت اعمالهم فلا نقيم لهم يوم القيامة وزنا (١٨ : ١٠٣)

٢

نعم ، ان المسلمين امسوا كالريش في مهب رياح الحوادث ، و كالغثاء في مجرى سيول الكوارث ؛ لا راى لخواصهم فيما يراد منهم ، و لا شعور لعوامهم فيما يراد بهم - وللاعداء يد في تصرف كبرائنا في سياستنا ، و يد في تصريف اموالنا و انفسنا في مصلحتهم دون مصلحتنا ، ويد تطبع الا رواح باخلاق و عادات تنافى آداب ملتنا ، و تودع فى العقول عقائد و افكارا تقوض بناء وحدتنا - فاي شي بقي في ايدينا من شورن امتنا ؟ اللهم انه يقل فينا من بقي له اذن تسمع و عين تبصر ، و قلب يشعر و عقل يفكر - و يقل في ها اولاء القليلين من له ارادة تتوجه الى عمل للامة ، و ثبات فيما يحاول من كشف الغمة - والرجاء بفضل الله تعالى محصور في ها اولاء الاقليين ، و من يتصل بحزبهم حينا بعد حين ، و العاقبة للمتقين : وكم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله و الله مع الصابرين (٢ : ٢٤٩)

٣

قال الله سبحانه و تعالى : نزل عليك الكتاب بالحق مصدقا ما بين يديه ، و انزل التورات والانجيل من قبل هدى للناس ، و انزل " الفرقان " (٣ : ١) و قال فى سورة الحديد : لقد ارسلنا رسلنا بالبينات و انزلنا معهم الكتاب و الميزان ليقوم الناس بالقسط ، و انزلنا الحديد فيه بأس شديد و منافع للناس (٥٧ : ٢٥)

فهذا بيان للناس بان بناء معاشهم و معادهم يقوم على اربعة اركان : الكتاب ، و البصيرة ، و العدل ، و القوة النافذة و المقومه - وهي القران ، و الفرقان ، والميزان ، والحديد - من تمسك بهم نجا ، و من تركهم ضل و غوى ، و خزى في الاخرة و الاولى : و من اعرض عن ذكرى فان له معيشة ضنكا ، و نحشره يوم القيامه اعمى (٢٠ : ١٢٤) كذالك نجزي من اسرف ولم يومن بايات ربه ولعذاب الاخرة اشد و ابقى (٢٠ : ١٢٧)

" الفرقان " عقل يفرق بين الحق و الاباطيل ، و يدرك اسرار الخليقة و فقه التنزيل - فهو المخاطب باقامة الشريعه ، و هو المطالب بالتصرف في الطبيعه ، فياخذ منها بقدر اجتهاده ، علي حسب استعداده - و " الميزان " عدل عام ، في الاخلاق و الافكار و الاحكام ، به ينفذ حكم القران و الفرقان ، حتى يلتم شمل الانسان - فيعطي كل ذي حق حقه ، و يوفى كل ذي قسط قسطه - و ان لربه عليه حقا ، و لنفسه عليه حقا ، و لزوجه عليه حقا ، و لاهله عليه حقا ، و لقومه عليه حقا ، و لامته عليه حقا ، ولمجموع الناس عليه حقا - فالقران يهدى الى الحقوق و يبين ، والفرقان يفرق بين المتشابهات و يعين - و انما القسمة بالميزان ، و بالثلاثة تكمل فطرة الديان - فالقران كتاب مسطور ، و ضياء و نور - و بالفرقان نقرء و ندرس ، و نجتلى و نقبس - و بالميزان نعمل بالعلم ، و نقوم بالقسط - و من شذ عن هذه الثلاثة فلم يهتد بالنقل و العقل ، و لم يخضع لسلطان العدل ، فقد انزل الله لعلاجه " الحديد " الجامع بين المنافع و البأس الشديد - فيودب بقوة السلاح ، حتى يستقيم امر الاصلاح - و يكون كلمة الحق هي العليا ، و كلمة الباطل هي السفلي : و قاتلوا هم حتي لا تكون فتنة و يكون الدين لله (٢ : ١٩٣)

بهذه الاركان الاربعة كان الاسلام دين الفطرة ، و الهادي بسنن الشريعة الي كمال سنن الطبيعه - ولكن هدم التقليد جميع هذه الاركان ، و استبدل بها قول فلان و فلان ، اسماء سماها المقلدون هم و اباءهم ما انزل الله بها من سلطان - فاما ركن " الكتاب " فبزعمهم ان فهمه و الاهتداء به خاص بنفر يسمون المجتهدين و المفسرين ، و انهم

البلاغ

فاتحــــة " البــــلاغ "

(۲)

يا ايها الذين امنوا! استجيبوا لله وللرسول اذا دعاكم لما يحييكم، و اعلموا ان الله يحول بين المرء و قلبه و انه اليه تحشرون - و اتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة، و اعلموا ان الله شديد العقاب - و اذكروا اذ انتم قليل مستضعفون في الارض تخافون ان يتخطفكم الناس فاواكم، و ايدكم بنصره، و رزقكم من الطيبات لعلكم تشكرون - يا ايها الذين امنوا! لا تخونوا الله والرسول وتخونوا اماناتكم و انتم تعلمون - و اعلموا انما اموالكم و اولادكم فتنة، و ان الله عنده اجر عظيم - يا ايها الذين امنوا! ان تتقوا الله يجعل لكم فرقانا، و يكفر عنكم سيئاتكم، و يغفر لكم، والله ذو الفضل العظيم!

(٨ : ٢٣)

تلك ايات الكتاب المبين، تنزيل من رب العالمين، هدى و بشرى للمومنين، نزل به الروح الامين، على قلب محمد خاتم النبيين، ليكون من المنذرين، و انه لتذكرة للمتقين، و انه لحسرة على الكافرين، و انه لحق اليقين؛ يذكر بها "البـــلاغ" قرائه على راس السنة الرابع والثلاثين، ليتذكروا ان في الكون ظلمة و نورا، وكلما خبيثا وكلما ماثورا، وعملا سيئا وعملا مبرورا، ومن اراد الاخرة وسعي لها سعيها و هو مومن فاولئك كان مشكورا (١٧ : ٢٠) و ان تكونوا صالحين فانه كان للاوابين غفورا (١٧ : ٢٧)

و ليتذكروا ان للامم حياة و موتا، و ان في الناس مكرا و فتنا - و ان للحياة دعوة يخاطب بها الاحياء، و ان لها فتنة من قبل الكبراء والرؤساء - و ان العاقبة للمتقين، و ان كانوا مستضعفين، و لا عدوان الا على الظالمين: وكم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله والله مع الصابرين (٢ : ٢٣٩) وكذالك جعلنا في كل قرية اكابر مجرميها ليمكروا فيها و ما يمكرون الا بانفسهم و ما يشعرون! (٦ : ١٢٣)

ليتذكروا ان من يدعو الى الحياة فهو يدعو الى الاستقلال و المساواة، و من يدعو الى الحق فهو مقاوم للباطل - و ان ابغض الاشياء الى الرؤساء المستبدين، و امراء الضالين، و علماء المقلدين، استقلال الفكر والتساوي بين الناس في الحقوق - و ابغض الناس الى الكبراء المترفين، من يدعو الى نصرة الحق و مقاومة الباطل، و الى جعل التفاضل بين الناس بالاعمال و الفضائل - فالسادات العاتون، و الكبراء المستكبرون، و الرؤساء الغارون، و الهداة الضالون، و المرشدون الدجالون، وجنود ابليس اجمعون، اعداء المصلحين في كل زمان، و خصماء الحق و السعادة في كل مكان - غرورا بالقوة الشيطانية وطغيانا بالغني، و استكبارا في الارض و مكرا السئي، و لا يحيق المكر السي الا باهله، فهل ينظرون الا سنة الاولين؟ فلن تجد لسنة الله تبديلا، و لن تجد لسنة الله تحويلا - او لم يسيروا في الارض فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم؟ و كانوا اشد منهم قوة و ما كان الله ليعجزه من شي في السماوات ولا في الارض، انه كان عليما قديرا - (٣٥ : ٤١)

و ليتذكروا ان انتقال الامم من حال الى حال، لا يكون من الرؤساء المترفين، و لا بالاعتماد على الامراء الفاسقين، و المقلدين الجاهلين، و المرشدين الضالين - و انما يكون بتغيير افراد الامة ما بانفسهم من الافكار و العقائد، وطلب المصالح و درء المفاسد - وتذكروا ان المسلمين غيروا ما كان بانفسهم في اول نشاءتهم بالتدريج، فغير الله ما كان بهم من عزة الحياة والقوة، و سيادة العدل و الفضيلة - و لن يغير ما هم الان فيه، الا بعد الرجوع الى ما كانوا عليه - و شرطه قلع جراثيم التقليد واجتثاث شجرة التعصب للمذاهب - واساسه جمع كلمة الامة، وتحقيق معني الوحدة، والاعتصام بالكتاب و السنة - "فالبلاغ" يدعوهم الى "الاصلاح الديني" قبل كل شي، لانه يتوقف عليه كل شي - فانه لا يصلح اخر هذه الامة، الا بما صلح به اولها - و صلح اول هذه الامة بهدي كتاب الله تعالى و سنة نبيه صلي الله عليه وسلم - و هداهم ذالك الي كل اصلاح صوري و معنوي، جزئي و كلي، مادي و ادبي، علمي و مدني: هذا صراطي مستقيما، فاتبعوه و لا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله، ذالكم وصاكم به لعلكم تتقون (٦ : ١٥٣)

ا

لقد اتي على المسلمين حين من الدهر و هم في مرض اجتماعي يشبه داء السكتة - تعيشت في جماعتهم جراثيم المرض و هم لا يشعرون، و تهددهم بالزوال والفناء و هم لا يعلمون - حتى اذا فار التنور، وجاء القدر المقدور -

٦

ا

(المتفــرنجون المفســدون)

؛ من ورائهم قوم آخرون ، الذين يجعلون علته ما جهلوا اوتركوا من هدى الدين ، وهو ما عمل به سلفهم فكانوا هم الايمة الوارثين - يحاولون ان يقطعوا هذه الامة اسما ، و يسلكوا بها الى المدنية الحديثة طرائق قددا ، و هم ما عرفوا حقيقة المدنية الفاضلة وكنهها ، ولا ما يصلح للمسلمين ويتفق مع طبائعهم منها - و هم في طلب قشورها مقلدون ، صم بكم عمي فهم لا يبصرون - وها اولاء هم الــذين مرقوا من الــدين ، انكروا التقليد ولم يعرفوا الحق اليقين - يقولون لا رجاء للمسلمين بحياتهم المليه ، و لا باقامة الحدود الشرعيه ، فاذا لــم يحيوا حياة " افرنجية " فلا حياة لهم ، و اذا لم يتبعوا خطوات اوربا فلا مدينة لهم - كل هــذا و ذالك مما ينادي به المسلمون الجغرافيون ، منهم الملحدون ، و اكثرهم الفاسقون ، ولهم اعمال من دون ذالك هم لها عاملون (٢٣ : ٦٣) يحرفون ثروة الامة الى الا جانب ، و يقذفونها بالفجور و النفوذ الجنبي من كل جانب ، و يتغلبون فيها على المناصب ، فينالون منها جمع المارب - يحقرون لها سلفها ، و يعظمون في نفسها كل ما هو اجنبي عنها - فهم المنافذ والكوى التي يدخلهــا منها الفساد ، و هــم الالات التي يستعين بها الاجانب على امر الامة والبلاد ، وهم الذين ضل سعيهــم في الحياة الدنيا ، وهم يحسبون انهــم يحسنون صنعا - (١٨ : ١٠٤) فلا هم صاروا بهــا اوربيين ، ولا ظلوا مسلمين شرقيين ، ولكن لغرورهم الافرنجية تراهم من المتكبرين الطاغين ، طلعهم كانه رؤس الشياطين - فاولائک هم المتفرنجون المفسدون ، الذين يفسدون في الارض ولا يصلحون (٢٦ : ١٥٣) واذا قيل لهم لا تفسدوا في الارض ، قالوا : انما نحن مصلحون ! الا ، انهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون !! (٢ : ١٠)

الا ، انهم تحولوا عن التقاليد الاسلاميه ، الى التقاليد الافرنجية الصوريه - فيدحرجون الامة من تقليد الى تقليد ، ويقذفون الغيب من مكان بعيــد ، و يتبعون كل شيطــان مريد - يسمون انفســهم المجــددين ، و طلاب المجد و الحضارة للاسلام و المسلمين ، ومكوني " القومية " ، و خالقى الشعور بالحياة المدنيه - والحق انهم شر من الراضين بما وصلنا اليه من الضعف والخمول - لان ها اولاء الخاملين الجامدين ، قد رضوا بهذه الحالــة التي لا تجد لــها تغييرا ، الا انــها مما يسمونه " الموت صبرا " - واما المتفرنجون الضالون ، الذين رضوا بانحلال رابطتهم المليــه ، و عفاء مقوماتهم و مشخصاتهم الاسلاميه - فانما رضوا ان ينحروا انفسهم ، و ينحروا امتهم ، و يجعلوها غذاء لاعداءهــم : اولائك الذين طبع الله على قلوبهم واتبعوا اهوا ئــهم (٤٧ : ١٩) ذالــک بانهم كرهوا مــا انــزل الله فاحبط اعمــالهــم (٤٧ : ٩) فهل ينظرون الا الساعة ان تأتيهم بغتة ؟ فقــد جآء اشراطها ، فانی لهم اذا جآءتهم ذكراهم ؟ (٤٧ : ٢٠)

٧

يهاجم الاسلام و المسلمين جيش خارجي من الامم الطامعه ، وجيش آخر داخلي من دعاة التقاليد الافرنجيه - و الثاني انكي من الاول واضر ، و ادهي و امر - لان لسبعون عدوا خارج الدار ، اهــون من عــدو واحد في الــدار - فالمتفرنجون المنافقــون ، المفسدون الدجالون ، يغشون المسلمين بانهم منهــم ، ينفعهــم مــا ينفعهم ، و يضرهــم ما يضرهم ، و الله يعلم انهم لكاذبون : يخادعون الله والرسول والذين امنوا ، وما يخدعون الا انفسهم وما يشعرون -

يغشون الامة انهم يدعونهم الى الترقي عما هم عليه الى مدنية اعلى ، وحضارة اسمي - وهي ان يكونوا مثل الافرنج في عزهم ، وثروتهم و زخرفهم - و يحسبون لصغر عقولهم ، وقطع نظرهم ، ان ما يفوقنا به الافرنج من الثروة ، و اسباب القوة ؛ قد جاءهم من عدم مبالاة كثير منهم بالدين ، و اتباع غير سبيل المومنين - او من عاداتهم في طعامهم و ازيائهم ، وفسقهم وفجورهم ، و اجتماعهم و افتراقهم - او ببعض التشكيد المدارس ، و تاسيس المكاتب و المعاهد - فطفقوا يقلدونهم في شرما عندهم ، و يدعون المسلمين الي تقليدهم ، على ان منها ما هو من سئيات مدينتهم وقبائحها التي ينكرها عليهم حكماءهم ، ومنها ما هو مناسب لطبيــعة بلادهم و اجيالهم دوننا - و منهم ما لا نفع فيه ولا ضرلذاته ، ولكنه يضرنا من حيث هو تقليد لهم ، يضعف روابطنا المليه ، و مقوماتنا الاجتماعيه ، ومشخصاتنا الاسلاميه ، و يحقر امتنا في انفسنا ، و يعظم اممهم فيها ، فيكون تمهيدا لقبول سيادتهم علينا بغير امتعاض - و بهذا كان وجودهم " الجيش السلمی " لشکناتهم ، ولا يتم لهم ما يسمونه " الفــتح السلمي " (غير الفــتح الحربي) بدونهم : الخبيثات للخبيثيــن و الخبيثــون للخبيثات ، و الطيبــات للطيبين و الطيبــون للطيبات (٢٤ : ٢٥)

٨

ا

نحق به نا عق الامة الفتن والفساد ، و نصير الظلم و الاستبداد ، ان لا نجاة لكم من البلاء الذي اصابكم ، ولا امن لكم من الخطر الذي يوشك ان ينزل بكم ، الا بفناء ارادتكم في ارادة حكا مكم - لا بتغيير ما في انفسكم من اوهام و خرافات ، و اخلاق ذميمة وعادات ، ولا بتربية العقل و الارادة علي الاستقلال ، والتعاون علي البر [illegible] ، والاشتراک في الاعمال ، ولا بجعل الشورى قاعدة الحكم ، و اقامة الشريعة في الحلال و الحرام ، ولا بالتواصي بالحق و التواصي بالصبر ، و بالامر بالعرف و النهی عن النكر - وصاح بهم " خطيب فتنــة الافرنجيه " ان لا حياة لكم بالرابطة السلاميه ، لانها ممقوتة في نظر اهل المدنية الغربيه ، وما اعتز المسلمون الا ولون من اداب القرآن ، فقد نسخته مدينة اوربا في هذا الزمان - فالافرنجية ! الافرنجية ! الزموها تكونوا من الفائزين ، و القومية ! القومية ! اعلنوها ان كنتم موقنين ،

انقرضوا و قد عقم الزمان عن مثلهم الي يوم الدين! و اما ركن الفرقان" فبما اهملوا من الحكمة الدينية" و العلوم الكونية" و الفنون العمليه" و اجتهاد الفكر و النظر في الحياة الاجتماعيه - و اما ركن الميزان" فباباحة الاستبداد لذوي السلطان" و تحتيم طاعتهم و لو في الاثم و العدوان" و بتعزيزهم و تعزيزهم" و اجلا لهم و توقيرهم" بل تنزيهم و تقديسهم بكرة اصيلا - فقد اندرس من هذا الركن علمه و عمله" و انمحي بالكلية حقيقته و رسمه" و استولت علي القلوب مداهنة الخلق" و انمحت عنها مراقبة الخالق" و استرسل الناس في اتباع الهوى استرسال البهائم" و عز علي بساط الارض مومن صادق لا تأخذه في الله لومة لائم - و اما ركن الحديد" فبالاعراض عن الجهاد في سبيل الحق و مقاومة الظلم و الطغيان" و التعاون علي الاثم و العدوان - فمتى يثبت لشعوبهم و دولهم بنيان" و قد هدموا جميع هذه الاركان" و فسقوا فيها عن هداية القران ؟ فاولائك اعداء الرحمن" و اولياء الشيطان : و من يتخذ الشيطان وليا من دون الله فقد خسر خسرانا مبينا" يعدهم و يمنيهم" و ما يعدهم الشيطان الا غرورا (٤ : ١١٩) و اذا اردنا ان نهلك قرية" امرنا مترفيها" ففسقوا فيها" فحق عليها القول" فدمرناها تدميرا (١٧ : ١٢)

٤

ان بعد رجال الدين عن علوم القران و الفرقان و الميزان و الحديد" و جمودهم على ما اوجبوه على انفسهم من التقليد ؛ جعلهم بمعزل عن الزعامه" و حرمهم مقام الاسوة و الامامة - فلم يبق لهم شي من الامر و النهي" و بقوا لا يقصد اليهم في الاستشارة و الرأى - لا يستفتون في ادارة المصالح و درء المفاسد" و لا يعتمد عليهم في نظام التربية و التعليم في المدارس - فقلت بعدم الثقة بهم ثقة الناس بالدين" و كثر الفسق في الجاهلين" و الالحاد و الكفر في المتعلمين - انحلت رابطة جامعته الملية" و كادت تنقصم عروة اخوته الروحيه - فسهل على الاعداء تخطفهم شعبا شعبا" و انتقاص بلادهم قطرا قطرا : و لقد صرفنا في هذا القران ليذكروا" و ما يزيدهم الا نفورا (١٨ : ٤١) و قال الرسول يا رب ! ان قومي اتخذوا هــذا القران مهجورا (٢٥ : ٣٠) و كاين من قرية عتت عن امر ربها و رسله" فحاسبناها حسابا شديدا (٦٥ : ٩) و بلوناهم بالحسنات و السيئات لعلهم يرجعون (٧ : ١٦٧)

٥

فا "البلاغ" يدعو المسلمين الي اقامة الاركان الاربعة باسم الاسلام" من حيث يحتجون علي هدمها بالاسلام - و انما امنها ان يكون امر الامة بايدي اهل القران" و اصحاب الفرقان" و مقيمي الميزان" و حملة الحديد" الذي فيه باس شديد : هذه سبيلى ادعو الى الله على بصيرة انا و من اتبعني (١٢ : ١٠٨) فمنهم من يومن به و منهم من لا يومن به" و ربك اعلم بالمفسدين (١٠ : ٤٠)

٦

هذا ضرب من ضروب هداية القران" الذي دعا الى جميع الاصول التي فيها سعادة الانسان - فمن اقام هذه الاركان كلها كان هو المسلم الكامل و ان سمي مبتدعا او ملحدا او دهريا - و من هدمها كلها كان ملحدا في آيات الله سبحانه و ان سمى نفسه مسلما حنيفيا - و من كان اقرب اليها" كان حظه من السعادة بمقدار سهمه منها - و متى تنازع شعبان او امتان" كان الظفر لمن كان اقرب من هذه الاركان" و هو الاقرب الي هداية القران : فطرة الله التي فطر الناس عليها" لا تبديل لخلق الله" ذالك الدين القيم" و لكن اكثر الناس لا يعلمون (٣٠ : ٣٠)

٧

سيقول السفهاء من الناس" و اهل الارجاف و الوسواس : ان هذه الدعوة الى هداية القران" و ائمة الفرقان و الميزان" هي اجتهاد اقفل بابه في هذا الزمان" و الداعي اليها عدو مبين لاهل الايمان" و ما علينا الا تقليد شيوخنا اهل الفقه و التفسير و العرفان : بل قالوا مثل ما قال الاولون (٢٣ : ٨٣) انا وجدنا آباءنا على امة و انا على آثارهم مهتدون (٤٣ : ٢٣) و اذا قيل لهم : اتبعوا ما انزل الله" قالوا : بل نتبع ما الفينا عليه آبائنا ! اولو كان آباؤهم لا يعقلون شيئا و لا يهتدون ؟ (٢ : ١٧٠) ما لهم بذالك من علم ان هم الا يخرصون (٤٣ : ١٩) فاعرض عنهم و توكل على الله و كفى بالله وكيلا ! (٤ : ٨٣) و من ها ؤلاء من يلقي تبعة هلاك المسلمين و ضياع الاسلام" على عواتق اهل السلطة المتغلبين على الحكم - و منهم من يوجب الخضوع و التعبد لكل ذى سلطان" و ان نسخ باستبداده القران و الفرقان" و طغى بظلمه في الميزان" و يقول بعزة فرعون و هامان - و منهم من يحيل على القضاء و القدر" و منهم من يقول ليس لها الا المهدى المنتظر - و منهم من يثبت ان هذا من علامات الساعة الكبرى" و منهم من يصيح "الا اياما معدودات قبل هلاك الدنيا" - فاولئك اعداء القران" و خصماء العلم و العرفان" و ان كثيرا من الاحبار و الرهبان" لياكلون اموال الناس بالعدوان" و يقعدون بكل صراط يصدون عن سبيل الرحمن" فمثلهم في الانجيل و مثلهم في القران" كمثل الحمار يحمل اسفارا (٦٢ : ٥) و ان منهم لفريقا يلوون السنتهم بالكتاب لتحسبوه من الكتاب و ما هو من الكتاب" و يقولون هو من عنــد الله و ما هو من عنــد الله" و يقولون على الله الكذب و هم يعلمون (٣ : ٧٨) ان الذين يكتمون ما انزل الله من الكتاب و يشترون بــه ثمنا قليلا" اولئك ما ياكلون في بطونهم الا النار (٢ : ١٧٤) قل يا اهل الكتاب ! لستم على شي حتى تقيموا التورات و الانجيل و ما انزل اليكم من ربكم (٥ : ٦٨) و منهم اميون لا يعلمون الكتاب الا اماني" و ان هم الا يظنون (٢ : ٧٨) و ان فريقا منهم ليكتمون الحق و هم يعلمون (٢ : ١٤٦)

فعليكم ايها المسلمون و قد اعوزت النجاة ، و اختلفت دعوة الدعاة ، ان تجيبوا داعي الله اذا دعاكم لما يحييكم ، و تكونوا من " حزب الله " المفلحون ، و اولياء الله الغالبون ، و امة يهدون بالحق و به يعدلون (٧ : ١٨٠) الذين تأسوا بهدي الانبياء و الصديقين ، و اقاموا امر الدينا و الدين - و الذين يوحدون بهداية القران المتعددين ، و يجمعون بارشاده المتفرقيـــن - و الذين يوجبون على الامة مقاومة استبداد المستبدين ، كما هدى اليه الكتاب المبين ، و لا يخافـــون لومة لائم و هم اذلة على المومنيـــن ، اعزة على الكافرين ، و الذين يصدقون بيوم الدين ، و لا يتخذون الظالمين اولياء من دون المومنين ، و يتولون الله و رسوله و الله يتولى الصالحين - " و الذين يبيتون لربهم سجدا و قياما ، و الذين يقولون : اصرف عنا عذاب جهنم ان عذابها كان غراما ، و الذين اذا انفقوا لم يسرفوا و لم يقتروا و كان بين ذالك قواما ، و الذين اذا ذكروا بايات ربهم لم يخروا عليها صماً و عميانا " (٢٥ : ٧٣) و الذين هم بشهٰداتهم قائمون ، و الذين هم على صلاتهم يحافظون (٧٠ : ٣٥) و الذين عند ربهم لا يستكبرون عن عبادته و به يذكرون و يعقلون ، و الذين يسبحون بكرة و اصيلا و حين تمسون و حين تصبحون - فاولائك كتب في قلوبهم الايمان و ايد هم بروح منه ، و يدخلهم جنات تجري من تحتها الانهار ، خالدين فيها ، رضي الله عنهم و رضوا عنه ، اولائك " حزب الله " - الا ان حزب الله هم المفلحون (٥٨ : ٢٢)

فيا اهل القران ! اقيموا القران ، و اقيموا الوزن بالقسط ولا تخسروا الميزان ! قد غلبتم على ما فرطتم فيه من حقكم ، فنزا على مصالحكم الملاحدة و الفاسقون من ملتكم ، و كانوا هم المنـــافذ والكوى لدخول الفســـاد في ارضكم - تركتم لهم دنياكم ، فطمعوا في دينكم - يريدون اطفاء نوره ، والا حاطة بوليه و نصيره ، فافيقوا من نومكم ، واتقو الله و اصلحوا ذات بينكم ، وانشروا دعوة الايمان ، واجعلوا امامكم القران : و تعاونوا على البر و التقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان (٥ : ٢)

يا اهل القران ! ان القران كان حجة لكم ، فصار اليوم حجة عليكم - اخبركم الله فيه ان الارض يرثها عباده الصالحون ، و ان العـزة لله و لرسوله و للمومنين و لكن المنـافقين لا يعلمـون - و انـه وعد الـــذين امنـــوا منكم و عملوا الصـــالحات ليستخلفنهم في الارض ، و يمكـن لهم دينهم و يبدل خـوفهم بالا من ، و بين ذالك بقوله : ما على المحسنين من سبيل ، انما السبيل على الذين يظلمون الناس و يبغون في الارض - فما بال الناس يرثون ارضكم و انتم لا ترثون ارضا ؟ بل لا تحفظون ارثا ؟ و ما بالهم يسلكون كل سبيل للافتيات عليكم ، و ما بالكم تخربون بيوتكم بايديهم و ايديكم ؟ كيف ذهبت عزتكم ، و كيف خضدت شوكتكم ؟ كيف كنتم تاخذون فتحمدون ، فصرتم تعطون فتذمون ؟ الى متى هذه الغفلة ايها الغافلون ؟ ا انتم مصدقون بوعد الله و وعيده ام مكذبون ؟ الم يعدكم الله بان يمكن لكم دينكم الذي ارتضى لكم ؟ بلى ، و لن يخلف الله وعده و انما انتم المخلفون : وما كان ربك ليهلك القرى بظلم و اهلها مصلحون (١١ : ١١٧) فهل رضيتم بان تكونوا من الظالمين الباغين ، بعد ان كنتم خير العادلين المصلحين ؟ اليس منكم رجل رشيد ؟ اترضون ان تكونوا ممن نزل فيهم " باسهم بينهم شديد " ؟ الا تتدبرون قوله تعالى : و كذالك اخذ ربك اذا اخذ القرى و هي ظالمة ، ان اخذه اليم شديد

يا اهل القران ! كنتم خير امة اخرجت للناس ، تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر ، و جعلكم الله امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس - و لكنكم غيرتم ما بانفسكم ، فغير الله ما بكم - فتنبه الوثنيون و انتم غافلون ، و اجتمع اليهود و انتم متفرقون ، و سبق النصارى و انتم متخلفون - فاعتبروا بتاريخ من قبلكم ، و باحوال الامم في عصركم ، و تدبرو القران ، و ما بينه من سنن الله في نوع الانسان ، فقد ان الاوان ، و استدارا الزمان ، و اتصل القريب بالبعيد ، و امتاز الغوى من الرشيد ، ان في ذالک لذكرى لمن كان له قلب او القى السمع و هو شهيـــد !

!!

جلت قدرة الله تعالى و نفذت مشيته ، و غلب قدره و علت كلمته - جعل الايام دولا ، و جعل للدول و الامم نواميس و سننا ، فلا مبدل لسنته ، ولا محول لنواميس خلقته ، فلا يغرنک املاؤه للظالمين ، و استدارجه للمفسدين : انما يوخرهم ليوم تشخص فيه الابصار (١٤ : ٤٢)

لا ينفع من قدر حذر ، ولا ينفد من محيط سننه سلطان البشر ، فلا يهولنک ما ترى من رسوخ الستبداد ، و لا يوئسنک ما تشاهد من غلبة الستعباد و الفساد ، فقد مضت سنة الله بان الشي اذا جاوز حده ، جاوز ضده ، و ان شدة الضغط ، توجب شدة الانفجار : و اذا اراد الله بقوم سوء فلا مرد له و ما له من دونه من وال ! (١٣ : ١١)

لقد صدقنا الله وعده و وعيده ، و ارانا با عيننا مصداق کتابه : ظنوا انهم مانعتهم حصونهم من الله ، فاتاهم الله من حيث لم يحتسبوا و قذف في قلوبهم الرعب ، يخربون بيوتهم بايديهم و ايدي المومنين ، فاعتبروا يا اولى الا بصار ! (٥٩ : ٢)

نعم ، ان في ذالک لكبرى العبر ، لمن يعقل و يتدبر ، و يتذكر و يتفكر : كلا و القمر ، و الليل اذا ادبر ، و الصبح اذا اسفر ، انها لا حدى الكبر ، نذيراً للبشر ، لمن شاء منكم ان يتقدم او يتا خر ! (٣٧ : ٣٢) فالحمد لله ان ليل الحق قد عسعس ، و صبحه قد تنفس ، و طفق اهله يهبون من رقادهم ، و يمسحون النوم عن اعينهم - و قد اذن اليوم بينهم موذن التوحيد ، و جاء كل نفس معها سائق و شهيد : لقد كنت في غفلة من هذا فكشفنا عنک غطائک فبصرک اليوم حـــديد (٥٨ : ٢٢)

لقد رخصت النوازل هذه الامة رخصا ، ثم مخضتها النوائب مخضا ، و قد آن ان تخرج زبدها مخضا - و ان ذالک لواقع ، ما له من دافع - انهم يرونه بعيدا و لكن نراه قريبا - ان موعدهم الصبح ، اليس الصبح بقريب ؟ (١١ : ٨٣)

و العلماء ! العلماء ! احذروهم و ان خدموا الامة و الدين ' و الصلحاء ! الصلحاء ! اهلكوهم ان كنتم فاعلين - فاولئك حزب الشيطان' الا ان حزب الشيطان هم الخاسرون (٥٨ : ١٩)

9

علمتنا التجارب و الاختبار' و نطقت مواضي الحوادث و الاخبار' بان المقلدين من كل امة المنتحلين اطوار غيرها ' يكونون فيها منافذ و كوى لتطرق الاعداء اليها ' و تكون مداركهم مهابط الوساوس ' و مخازن الدسائس - بل يكونون بما اعمت افئدتهم من تعظيم الذين قلدوهم و اسوا بهم و احتقار من لم يكن على مثالهم ؛ شوماً على ابناء امتهم ؛ يذلونهم ' و يحقرون امرهم ' و يستهينون بجميع اعمالهم - و ان بقى في بعض رجال الامة بقية من الشمم ' او نزوع الى معالي الهمم ؛ انصبوا عليه ' و ارغموا من انفه ' حتى يمحى اثر الشهامة ' و تخمد حرارة الغيرة ' و يصير اولائك المقلدون المضلون ' طلائع لجيوش الغالبين ' و حماة الغازين - يمهدون لهم السبيل ' و يفتحون عليهم الابواب - ثم يثبتون اقدامهم' و يمكنون سلطتهم ' و يخربون بيوت الامة بايديهم ' ذالك بانهم من الذين نسوا الله فانساهم انفسهم ' اولائك هم الخاسرون ! لا يستوى اصحاب النار و اصحاب الجنة ' اصحاب الجنة هم الفائزون ! (٥٩ : ١٩)

صدق حكيمنا ابن خلدون في قوله : "ان المغلوب مولع ابدا بالاقتداء بالغالب ' في شعاره وزيه ونحلته و سائر احواله و عوائده" نقول ولكنه قلما يقتدي بـه في معالي الامور ' و اسباب القوة التي بها كان غالباً - لان المغلوبين المخذولين يستحوذ عليهم الخمول و الكسل ' و يصيرون عالة على الغالب في عامة شوؤنهم' و هذا معني قوله تعالى :

ضرب الله مثلاً : رجلين احدهما ابكم لا يقدر على شي وهو كل على مولاه اينما يوجهه لا يات بخير' هل يستوي هو و من يامر بالعدل وهو على صراط مستقيم ؟ (١٦ - ٧٨) وقد يخدع الغرور اكثر المتفرنجين المقلدين ' فيتوهمون انهم بتقليدهم للا فرنج في اسلوب التعليم ودعوة " القومية " و " الا فرنجيه " قد ساروا على طريقهم الى الاستقلال الذاتي و الكمال المدني ' و هيهات هيهات ما يتوهمون - لا تجد اكثرهم الا مخدوعين المخذولين ' و طريق العاملين المستقلين ' غير طريق المقلدين الخاسرين : فسيروا في الارض فانظروا كيف كان عاقبة المكذبين ! (١٩ : ٣٨)

يقولون " التعليم ! التعليم ! التعليم !!! " و يقولون " الاجتماع و المؤتمرات ' و الاحزاب والجمعيات " وهم لا يعرفون حق ذالک من باطله ' فنحن نرى فساداً كبيراً و عصيانا مبيناً دخل على الامة من قبل هذه الاشياء وهم لا يشعرون - فالعبرة بروح التعليم و الجمعيات لا بصورها ' والحقيقة في اساسها لا في اشكالها - و هذه لا تكون صالحة مصلحة الا اذا كان القائمون بهذه الاشياء صالحين مصلحين ' و الهادين المرشدين ' والمومنين الراسخين ' فهل من السهل ان تعوز الامة من عساه يوجد فيها من ها اولاء الرجال فتكل امر الاصلاح اليهم ؟ انى ذالک ؟ و عوامها جاهلون' و خواصها المتفرنجون ، و علمائها المقلدون !! ولكن : لا تايئسوا من روح الله ' انه لا يائس من روح الله الا القوم الكافرون !

يا للاسف و يا للعار ! راجت في سوقنا فتنة الخبيثة الا فرنجيه ' فحلت روابطنا ' و اضعفت جامعتنا ' ومزقت نسيج وحدتنا ' واغتالت معظم ثروتنا ' ونحن الى الان نتوهم اننا نرقي بذالک انفسنا ' و يغش الذين تفرنجوا منا انهم صاروا ارقي من سائرنا عقولاً ' واعلى اداباً ' و اصلح اعمالاً - حتى ان بعض احداث المدارس منهم يرون انفسهم بتاثير فتنة التفرنج انهم ارقى من سلفنا الصالح الذين فتحوا الممالک ' ومصروا الامصار' ودونوا العلوم ' و بنوا لنا ذالک المجد الذي ساعدنا اعدائنا على هدمه منذ قرون ولما ينهدم كله !! الا ' اننا قوم جاهلون ' مخدوعون مسحورون - نخرب بيوتنا بايدينا ' وايدي اولائک الخادعين لنا - و وصل البغي والعدوان علينا الى هذه الدرجة ' ولم تزل الغشاوة كلها عن ابصارنا ' ولا الرين عن قلوبنا - ولا يزال في آذاننا وقر' وبيننا و بين الحقيقة حجاب ! ولقد ذرانا لجهنم كثيراً من الجن و الانس ' لهم قلوب لا يفقهون بها ' ولهم اعين لا يبصرون بها ' ولهم آذان لا يسمعون بها ' اولائک كالانعام بل هم اضل' و اولائک هم الغافلون ! (٧ : ١٧٨)

فيا ايها المتفرنجون ! لا تغلوا في تفرنجكم ولا تقولوا على دعاة القران غير الحق ' ولا تتبعوا اهواء قوم ضلوا فاضلوا' ولا تتخذوا بطانة من دونكم لا يالونكم خبالا - (٣ : ١١٨) ومن يتولهم منكم فانه منهم ' ان الله لا يهدى القوم الظالمين ! (٥ : ٥٦) و اعلموا ان افرنجيتكم الباطلة لا بقاء لها اذا عارضها اسلامنا الحق - فانما بقاء الباطل في لوم الحق عنه - والعاقبة للمتقين -

١٠

اختلفت عليكم الدعوة ايها المسلمون ' و كل حزب بما لديهم فرحون ' فاجيبوا داعي الله و امنوا به ' يغفر لكم من ذنوبكم و يجركم من عذاب اليم' و من لا يجب داعي الله فليس بمعجز في الارض و ليس له من دونه اولياء - اولائك في ضلال مبين (٤٦ : ٣٠) و استعينوا بالله و اصبروا ' ان الارض لله ' يورثها من يشاء من عباده و العاقبة للمتقين (٧ : ١٢٥) فله دعوة الحق ' وما خالفها فهو باطل و فسق - فاتقوا الله و اطيعون ' و لا تطيعوا امر المسرفين - ها نحن اولاء قد خرجنا عن استقلالنا الاجتماعي زمناً طويلا ' اطعنا فيه سادتنا وكبرائنا فاضلونا سبيلا ' و لخذنا الاجانب من ناحية سلطتهم لخذا وبيلا ' فما اغنت عنا ذلة العبودية لهم فتيلا ' ان هذه تذكرة ' فمن شاء اتخذ الى ربه سبيلا (٧٦ : ٢٩) ولا سبيل اليه الا باتباع هدايته ' والسير على سنته في خليقته : هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا و من اتبعني ' و سبحان الله ' وما انا من المشركين (١٢ : ١٠٨)

سنہ ٦١ ھجري کي ايک آتش خيز دوپہر ميں خون کي ندیوں کي رواني ' تڑپتي ہوئي لاشوں کے ھنگامۂ احتضار ' اورظلم و مظلومي ' جرح و مجروحي ' قتل و مقتولي کے ھنگامۂ اليم کے اندر سے نالہ سازطلب اور فغاں فرماے دعوۃ تھا !

شدیم خاک و لیکن ببوے تربت ما
توان شناخت کزیں خاک مردمي خیزد !

ليکن اگر یہ دعوۃ درد محض اُس پاني کيليے ہے جو ندیوں کي جگہ آنکھوں سے بہے' اگر یہ طلب غم محض اُن صداؤں کيليے ہے جنکا غوغا درختوں کے جھنڈ ' چڑیوں کے گھونسلوں ' دریاوں کے سیران کي جگہ انسانوں کي زبانوں سے بلند ہو' اگر یہ انتظار الم محض اُس ماتم کيليے ہے جو پتھروں کے ٹکرانے کي جگہ انساني دست و سینہ کي ٹکر سے ھنگامہ ساز ہو' تو اے برادران غفلت شعار! و اے چشمان خواب آلود ! بلا شبہ یہ سب کچھہ ہو چکا ' اور بلا شبہ سوال کو جواب ' دعوۃ کو لبیک ' اور طلب کو مطلوب مل چکا - اگر انسان کا بچہ بھوک سے روتا اور روتي کيليے آنکھوں کو سرخ کر لیتا ہے' تو انسانوں کے بڑے بڑے گروہ کیوں نہیں آنسو بہا سکتے ؟ اگر درختوں کے جھنڈ ھوا سے ھلکر چند لمحوں کيليے دنيا کو شور و غوغا سے لبریز کر دیسکتے ہیں تو آدم کي اولاد اپنے آہ و بکا سے کیوں آسمان کو سر پر نہیں اٹھا سکتي ؟ اگر بیجان و بے روح پتھر دوسرے پتھر پر گر کر رعد و برق کا ھنگامہ پیدا کردیسکتا ہے' تو تم نہ روح اور ارادہ رکھتے ہو' اپنے دستہاے ماتم کناں سے کیوں ایک ھنگامہ زار دھشت گرم نہیں کرسکتے؟ کیا تمکو دنيا کي ان انکھوں کي خبر نہیں جو روتي ھیں حالانکہ انسے ایک آنسو بھي نہیں بہا ؟ کیا تم نے اُن زبانوں کے متعلق کچھہ نہیں سنا جو چیختي ھیں حالانکہ اُنھوں نے ایک چیخ بھي نہ پائي ؟ اور کیا تم نے ان جسموں کا تماشہ نہیں دیکھا جو تہہ و بالا ہوتے ہیں حالانکہ انکو ایک تڑپ بھي نصیب نہ ہوئي ؟ پھر کیا اس غفلت آباد ھستي میں وہ دل بھي نہیں ہیں جوکو دل ہیں' مگر دل نہیں ہیں ' کیونکہ دل کي طرح نہیں سونچتے ؟ کیا وہ کان بھي نہیں ہیں' جوکو سامع ہیں' مگر کان نہیں ہیں' کیونکہ نہیں سنتے ؟ اورکیا ایسي آنکھیں بھي نہیں ہیں جوکو بصیر ہیں ' مگر آنکھیں نہیں ہیں کیونکہ نہیں دیکھتیں ؟ لھم قلوب لا یفقھون بھا ' ولھم اذان لا یسمعون بھا ' ولھم اعین لا یبصرون بھا ' اولائك کالانعام بل ھم اضل ' و اولائك ھم الغافلون ! (٧ : ١٧٨) -

پس اے عزیزان من ! درد و الم کي یہ پاک دعوتیں صرف اُس رواني آب ' تسلسل صدا ' اور ھنگامۂ غوغا ھي کيليے نہیں ھوتیں جو آنسوؤں ' فغانوں ' اور ماتموں کے نام سے ظہور میں آجائیں - اور اگر انکا یہي مقصد ہوتا تو اسکے لیے انسان کي کوئي خصوصیت نہ تھي - کتنے ھي سمندر پاني سے بھرے ہوے ہیں' اورکتنے ھي جنگل شور و غوغا سے ھنگامہ زار ہیں - بلکہ یہ دعوۃ ' یہ پکار' یہ طلب ' یہ " ھل من مجیب " في الحقیقت اُن آنسوؤں کيليے ہے جو صرف آنکھوں ھي سے نہیں بلکہ دل سے بہیں' وہ ان آھوں کا دھواں مانگتي ہے جنکي لپٹیں صرف منھہ ھي سے نہیں بلکہ اعماق قلب سے اُٹھیں' وہ صرف ھاتھوں ھي کے ماتم کيليے نہیں پکارتي بلکہ دل کے ماتم کي محض ایک صداے حقیقت کيليے تشنہ ہے - اگر تمھارے پاس اسکے لیے آنکھوں کا آنسو نہو تو اسے کوئي شکایت نہیں' لیکن آہ تمھاري غفلت' اگر تمھارے پہلوؤں میں کوئي زخم نہو جس سے پاني کي جگہ خون بہے ! اگر تمھاري زبانوں کو درد کي چیخ نہیں آتي تو کوئي مضائقہ نہیں' لیکن آہ یہ کیا ہے کہ تمھارے دلوں کے اندر حقیقت شناسي کي ایک لپٹیں ' عبرت کي ایک ٹپک ' بصیرت کي ایک تڑپ ' احساس صحیح و حق کا ایک اضطراب بھي نہیں ہے ؟

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائدہ ؟
دو اشک بھي بہت ہیں اگر کچھہ اثر کریں

اللہ اللہ سید الشہدا مظلوم کي مظلومي' او ر یا للعجب غفلت و ناداني کي بوقلموني ! ! اس سے بڑھکر دنيا میں " مظلومي " کي مثال اور کیا ھو سکتي ہے کہ دشمنوں اور دوستوں ' دونوں نے اسپر ظلم کیا - دشمنوں نے اسکي شہادت عظیمہ کي عظمت مٹاني چاھي' مگر دوستوں نے بھي اسکي شہادت کي اصلي حقیقت و بصیرۃ سے غفلت کي - دشمنوں نے اسپر ظلم کیا کیونکہ اسکي مظلومي پر انھیں رونا نہ آیا ' پر اُن دوستوں نے بھي ظلم کیا جوکو روے' مگر اسکي اصلي تقدیس و شرف کيليے سچائي اور عمل کا ایک آنسو بھي نہ بہا سکے - دشمن تو دشمن تھے' اسلیے اُنھوں نے اسکي دعوۃ حق کو مٹانا چاھا' مگر دوست دوست ہوکر بھي اسکي دعوۃ کي پیروي نہ کرسکے ! و تراھم ینظرون الیك و ھم لا یبصرون (٥٦ : ٨٥)

پس سچا ماتم وھي ہے جو صرف ھاتھہ ھي کا نہیں بلکہ دل کا ماتم ہو' اور دعوۃ درد کا اصلي جواب وھي ہے جو عبرت و بصیرۃ کي زبان سے نکلے - تمھاري آنکھیں اس حادثے پر بہت رو چکي ہیں ' مگر ابتک تمھارے دل کا رونا باقي ہے ' اور اگر رونا ہے تو اپنے دل کو رلاؤ ' ورنہ صرف آنکھوں کي اُس رواني کو لیکر کیا کیجیے جسمیں دل کي اشک افشاني کا کوئي حصہ نہیں ہے ' حالانکہ انسان کي ساري کائنات حیات صرف دل ھي کي زندگي سے ہے : فانھا لا تعمی الابصار' ولکن تعمی القلوب التي في الصدور :

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ ' تو نہ مرجاے
کہ زندگاني عبارت ہے تیرے جینے سے !

آج ھمارا اجتماع اس لیے ہے کہ اس حادثۂ عظیمہ پر غور و فکر کي ایک نئي صف ماتم بچھائیں ' اور اُن حقیقتوں اور بصیرتوں کي جستجو میں نکلیں جنپر آنکھوں کي اشک افشانیوں سے زیادہ دل کے زخموں سے خون بہتا ہے ' اور ھاتھوں سے زیادہ روح پر ماتم طاري ہوتا ہے : فذکر' ان الذکری تنفع المومنین !

(حقیقت تذکار مشاھیر)

سب سے پہلي چیز جو اس سلسلہ میں ھمارے سامنے آتي ہے وہ اس واقعہ کي یادگار اور اُسکا دائمي تذکار ہے -

دنيا میں ھر قوم نے اپنے ماضي کے اُن واقعات و حوادث کي ھمیشہ تعظیم کي ہے جنکے اندر قوم و ملک کيليے کوئي غیر معمولي تاثیر یا عبرت پائي جاتي تھي ' اور ھمیشہ اُن انساني بڑائیوں اور عظمتوں کي یاد کو یادگاروں ' تہواروں ' عمارتوں ' تاریخوں ' قومي روایتوں ' اور قومي مجمعوں کے انعقاد کے ذریعہ زندہ رکھنا چاھا ہے ' جنکے اندر خود اُس قوم کي کوئي عظمت اور بڑائي پوشیدہ ہے -

یہي چیز ہے جسکو تمام اقوام متمدنہ نے " مشاھیر پرستي " کے لفظ سے تعبیر کیا ہے ' اور یہي چیز ہے کہ ھر قوم اپني قومیتوں کے بڑے بڑے بانیوں ' مذھبي معلموں ' محب الوطنوں ' اور قومي شہیدوں کي یاد کو کبھي بھي مفقود ہونے نہیں دیتي -

ھومر نے الیڈ لکھي ' کالڈیا کے حجري کتب خانے (١) میں

(١) حجري کتب خانہ سے مقصود تمدن بابل و کالڈیا کا وہ عہد مدني ہے جبکہ کتابیں پتوں اور درخت کي چھالوں کي جگہ پتھر پر کندہ کرکے لکھي گئیں ' اور جنکا بڑا ذخیرہ بابل کے آثار عتیقہ میں موجود ہے -

احرار اسلام

خطابۀ الم ! !
و
توصیۀ شہادت !

یعني واقعۀ عظیمۀ شہادت حضرۃ سید الشہداء علیہ و علی اٰبائہ الصلواۃ و السلام پر ایک درس بصیرۃ !

جو ایڈیٹر البلاغ نے ٥ محرم الحرام کو مسلم انسٹي ٹیوٹ ہال کلکتہ کے ایک غیر معمولي مجلس میں دیا (١)

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم :

قال اللہ تعالی : الحمد للہ رب العالمین ' الرحمن الرحیم ' مالک یوم الدین ' ایاک نعبد و ایاک نستعین ' اهدنا الصراط المستقیم ' صراط الذین انعمت علیہم ' غیر المغضوب علیہم ' و لا الضالین ! .

شمعہا بردہ ام از صدق بخاک شہدا
تا دل و دیدۀ خونابہ فشانم دادند !

برادران عزیز !

آج جس حادثۀ کبری اور شہادت عظمی کے تذکار و درس کیلیے ہم سب یہاں جمع ہوے ہیں ' وہ وقائع و حوادث اسلامیہ کا وہ عظیم الشان واقعہ ہے ' جو تاریخ اسلام کي اولین صدي سے لیکر اس وقت تک اپنے عجیب و غریب تاثر ماتم و درد اور حیرت انگیز بقاے ذکر و تاثیر کے لحاظ سے نہ صرف تاریخ اسلام بلکہ تمام حوادث معزنۀ عالم میں ایک عدیم النظیر امتیاز رکھتا ہے - اگر وہ تمام آنسو جمع کیے جائیں جو سنہ ٦١ هجري سے لیکر اس وقت تک اس واقعۀ جانسوز پر بہاے گئے ہیں ' اگر وہ تمام درد آہ و فغان سوزاں یکجا کیا جاسکے جو ان تیرہ صدیوں کي لا تعد و لا تحصی اسلامي نسلوں کي صداهاے ماتم کے ساتھہ بلند ہوتا رہا ہے ' اگر درد و کرب کي وہ تمام چیخیں ' اضطراب و الم کي وہ تمام پکاریں ' سوزش و تپش کي وہ تمام بیقراریاں ' اکٹھی کي جاسکیں جو اس حادثۀ کبری کي یاد نے ہزاروں لاکھوں انسانوں کے اندر ہمیشہ پیدا کي ہیں ' تو اے عزیزان ماتم شعار ! کون کہہ سکتا ہے کہ خونفشانیہاے حسرت کا ایک نیا اٹلانٹک و ارقیانوس سطح ارضي پر بہہ نہ جائیگا ؟ درد آہ و فغاں کي ہزار ہا بھٹیاں بھڑک نہ اٹھیں گي ؟ اور درد و الم کي چیخوں ' حسرت کي صداؤں ' تڑپ کي بے چینیوں کے ہنگامۀ خونیں سے تمام عالم ایک شور زار نالۀ و بکا نہ بن جائیگا ؟

تاهم میں جو پیام پہنچانے کیلیے آج آیا ہوں ' وہ اس تذکرہ سے بالکل مختلف ہے - میں غم و الم کي شدت و کثرت کے اعتراف کي تاریخ نہیں ہوں ' بلکہ اس عدیم النظیر شدت و کثرت کے بعد بھي آنسوؤں کی طلب ہوں ' آہوں کي صدا ہوں ' بیقراري کي پکار ہوں ' اضطراب کي دعوۃ ہوں ' اور آہ ! آہ ! اے صد ہزار آہ و حرماں ' کہ غم کیلیے بھوکا ہوں اور درد و الم کیلیے یک قلم پیاس ہوں - پس میں آج اُن آنکھوں کا تذکرہ نہیں کرتا جو بہت رو چکي ہیں ' مجھے اُن آنکھوں کا سراغ بتلاؤ جو اب بھي رونے کیلیے نم آلود ہیں ! میں اُن دلوں کي سرگذشت نہیں سناتا جو تڑپتے تڑپتے تھک چکے ہوں ' میں اُن دلوں کي تلاش میں نکلا ہوں جو اب بھي تہہ و بالا ہونے کیلیے مضطرب ہیں ! مجھے اُن زبانوں سے کیا سروکار جنکو فغاں سنجي هاے ماضي کا ادعا ہے ؟ آہ ' میں تو اُن زبانوں کیلیے پکار رہا ہوں جنکے اندر غم و ماتم کي بھٹیاں سلگ رہي ہیں ' اور انکا دھواں آج بھي کائنات نشاط ناداني کي اس تمام فضاء غفلت کو مکدر کر دیسکتا ہے ' جسکو عیش و عشرت کے قہقہوں میں درد و عبرت کي ایک آہ بھي نصیب نہیں !

نہ داغ تازہ مي خارد ' نہ زخم کہنہ مي کاوِد !
بدہ یارب دلے ' کیں صورت بیجاں نمي خواہم !

(دعوۃ درد)

ہاں ' یہ سچ ہے کہ رونے والے اسپر بہت روے ' ماتم کرنے والوں نے ماتم میں کمي نہ کي ' آہ و نالہ کي صداؤں نے ہمیشہ ہنگامۀ الم کي مجلس طرازیاں کیں ' اور یہ سب کچھہ ابتک اتنا ہوچکا ہے ' جتنا آجتک شاید ہي دنیا کے کسي حادثۀ غم کو نصیب ہوا ہو - تاهم تم یقین کرو کہ با این همہ اس حادثۀ عظیمہ کي دعوۃ اشک و حسرت ابتک ختم نہیں ہوئي ہے - بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ اسکي دعوۃ درد کے اندر جو حقیقي طلب تھي ' وہ ابتک لبیک کے سچے استقبال سے محروم ہے - تیرہ صدیاں مع اپنے دوران محرم و عشرۀ ماتم کے اسپر گذر چکي ہیں لیکن ابتک خاک کربلا کے وہ ذرات خون آشام ' جنکو آج بھي اگر نچوڑا جاے تو خون شہادت کے مقدس قطرے اس سے ٹپک سکتے ہیں ' بدستور آنسوؤں کیلیے پکار رہے ہیں ' خونفشانیوں کیلیے داعي ہیں ' آہ و فغاں کیلیے تشنہ ہیں ' اضطراب و التہاب کیلیے بیقرار ہیں ! ' اور فضاء ریگ زار کرب و بلا کا ایک ایک گوشہ ابتک دیدہ هاے اشک افشاں ' جگرهاے سوختہ ' دلہاے دو نیم اور زبانہاے ماتم سرا کیلیے اسي طرح چشم براہ ہے ' جسطرح

---

(١) جیسا کہ قارئین کرام کو معلوم ہے ' یہ عاجز تحریري تقریروں کا بالکل عادي نہیں - حتی کہ تقریر کے وقت کسي طرح کے نوٹ یا اشارات بھي پیش نظر نہیں رکھتا - محض اپنے حافظہ اور پیش نظر مطالب کے اعتماد پر کھڑا ہو جاتا ہوں ' اور پھر جو کچھہ اللہ تعالی زبان پر جاري کر دیتا ہے وهي تقریر ہوتي ہے - پس یہ لکچر بھي محض زباني تھا ' ایک عزیز نے اپنے شوق سے اسکے کچھہ نوٹ مرتب کر لیے تھے - وہ اس وقت دیکھہ لیے ہیں اور انھي کو ایک مرتب مضمون کي شکل میں تحریر کر دیتا ہوں - ورنہ ظاہر ہے کہ تقریر کا اصلي انداز ترتیب یا طرز درس و خطاب تحریر میں کب لایا جا سکتا ہے ؟

بصائر و حکم

جنگ کا اثر اخــلاق پر

(۲)

اجتماع و انضمام کي حالت میں اگرچہ افراد کي خصوصیات فنا هو جاتي هیں اور ایک مستقل اجتماعي قوت پیدا هو جاتي هے ' لیکن بوسیدہ اینٹیں کب تک دیوار کو قائم رکھہ سکتي هیں؟ بالاخر افراد کي مخفي خصوصیت نمایاں هوتي هے ' اور یہ شیرازہ دفعة درهم برهم هو جاتا هے - سنہ ۱۸۷۰ کي شکست نے فرانسیسیوں کے جذبات شجاعت کو بالکل پامال کردیا تھا - اوس کے بعد اگرچہ مظاهرے ' شورش ' تعلیم ' اور مختلف انقلابات نے اونکے خون کو بہت کچھہ گرم کردیا ' تاهم میدان جنگ میں وہ اپنے قدیم داغ کو نہ چھپا سکے ' اور باوجود تراکم افواج و تعاضد حلفاء ' اپني کھوئي هوئي شجاعت کو واپس نہ بلاسکے -

متصل ذلت آمیز شکستوں کا اثر کبھي کبھي اسقدر مستقل هو جاتا هے کہ روحاني طاقت بھي بہ مشکل اوسکو مٹاسکتي هے - یہودیوں کو بار بار کي شکست اور ایک زمانۂ ممتد کے اسرو غلامي نے اسقدر بزدل بنادیا تھا کہ جب حضرت موسی علیہ السلام نے بیت المقدس میں اونکا فاتحانہ داخلہ کرانا چاها تو اون کي رعد آسا آواز ' اور بیت المقدس کي مذهبي عظمت بھي یہودیوں کے دلوں کو نہ گرما سکي اور اونھوں نے صاف صاف کہدیا :

یا موسی انــا لن نـــد خلهــا	اے موسی ! جب تک وہ طاقتور
ابدا ما داموا فیهـــا ' فاذهب	لوگ بیت المقـــدس میں
انت و ربک فقاتلا ' انا ههنا	لڑنے کیلیے موجود هیں ' هم
قـــاعـــدون (۶ : ۲۷)	کبھي بھي اوس میں داخل

هونے کي جرأت نہیں کرسکتے - تم اپنے خدا کے ساتھہ جاؤ اور لڑو ' هم اسي جگہ بیٹھے هوے تماشہ دیکھینگے -

لیکن عرب کي کبھي شکست نہ کھانے والي طاقت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھیک ٹھیک ایک ایسے هي موقع پر یہ جواب دیا تھا :

لا تقـــول کما قال قوم	یا رسول اللہ ! هم آپکو وہ جواب نہ دینگے
موسی " اذهب انت	جو موسی کي قوم نے موسی کو دیا تھا کہ
وربک فقاتلا " ولکنا	تم اپنے خدا کے ساتھہ جاؤ اور لڑو ' بلکہ
نقاتل عن یمینـــک '	هم آپ کے دائیں ' آپ کے بائیں ' آپ
و عن شمالک ' و بین	کے آگے ' آپ کے پیچھے ' غرض هر طرف
یدیـــک و خلفـــک	سے جمع هوکر اور قدم بقدم هوکر لڑینگے -
(بخاري)	اور اپني جانوں کو آپ پر نثار کرینگے !

دراصل یہي وہ اختلاف حالت هے جس سے " امة مسلمه " اور " خیر الامم " اور " شهـــداء علی الناس " کي حقیقي خصوصیات واضح هوتي هیں ' اور یہي وہ خصائص هیں جنھوں نے مسلمانوں کو " مغضوب علیهم " یعني یہود ' اور " الضـالین " یعني نصاری کي راہ سے الگ کرکے " الذین انعم اللہ علیهم من النبیین و الصدیقین " کي صراط مستقیم پر قائم کردیا تھا - اور یہي انکي وہ فضیلت مخصوص هے جسکي بنا پر زبان الهي نے مغضوبیت کي جگہ محبوبیت کا مرتبۂ اعلي انہیں عطا کیا اور فرمایا : یحبهم و یحبونه - خدا انکو پیار کریگا اور وہ خدا کو پیار کرنے والے هونگے : رضي اللہ عنهم و رضوا عنه - وہ گذشتہ اقوام کي طرح مغضوب و مبغوض کیونکر هوسکتے هیں حالانکہ انکے ایثار و قرباني و ابتغاء مرضات اللہ کي وجہ سے خدا انسے راضي هوا اور وہ اللہ کي بخشي هوئي خلافت و وراثت ارضي پاکر خدا سے راضي و خوشحال هیں !

لیکن اس قسم کي مستقل شجاعت کبھي کبھي عارضي شکست بھي کھا جاتي هے - مگر اس حالت میں بھي صرف فوج هي کي جمعیت کو صدمہ پہنچتا هے - دل مضبوط و استوار رهتا هے - غزوۂ احد میں ابتلاء الهي نے صحابہ کو منهزم کردیا تھا - لیکن اونکي جانبازي میں کوئي فرق نہیں آیا - وہ اوسي طرح آنحضرت پر پروانہ وار فدا هوتے رهے جسطرح غزوۂ بدر میں فدا هوے تھے - چنانچہ آنحضرت نے جب ایک موقع پر گردن بلند کرکے کفار کي جمعیت کو دیکھنا چاها تو ابو طلحہ کے جوش فدویت نے آپ کو یہ کہکر روکا :

لا تشرف یصیبک سهم	آپ سر اوٹھا کر نہ دیکھیے ' ایسا نہ هو
من سهام القوم نحري	کہ آپکے کوئي تیر لگ جاے - ابھي تو
دون نحرک (بخاری)	میرا سینہ آپ کے سینہ کیلیے سپر هے '

(۴)

محاسن اخلاقي میں باهم ایک سلسلہ ربط و اتحاد کا هوتا هے ' اسلیے ایک خلق دوسرے خلق کو پیدا کرتا هے - اگر ایک شخص میں فیاضي کا مادہ هے تو وہ فطرتاً رحمدل اور رقیق القلب بھي هوگا - اگر کوئي شخص بخیل هے تو سنگدلي اوسکے لیے لازمي هے - یہي حال شجاعت و بزدلي کا بھي هے - اونکے نتایج و آثار صرف میدان جنگ هي میں نظر نہیں آتے - وہ ایک سلسلۂ اخلاق پیدا کردیتے هیں ' جسکا اثر ملک و قوم کي زندگي کے هر شعبہ میں نظر آتا هے - ایک جنگجو اور بہادر قوم بالطبع اولوالعزم ' بلند حوصلہ ' باضابطہ ' مشقت پسند ' اور فیاض طبع هوتي هے - اسلیے وہ اولوالعزمانہ سیر و سیاحت کرتي هے ' علمي تحقیقات میں مختلف ملکوں کي خاک چھانتي پھرتي هے ' فقر و فاقہ اوسکے عزم و ارادہ میں خلل انداز نہیں هو سکتے - وہ اپني دولت کو مفید کاموں میں بیدریغ صرف کرتي هے - لیکن بزدلي انسان میں عورتوں کي خصوصیات پیدا کردیتي هے ' اسلیے غیر جنگي اقوام فنون لطیفہ کي طرف اپنا میلان ظاهر کرتي هیں - رقص و سرود میں اونکو لطف آنے لگتا هے - شب و روز عیش پسندي میں مصروف رهتي هیں - جامہ زیبي اونکي فطرت بن جاتي هے - تمام ضروري کاموں کو چھوڑ کر ملاهي و ملاعب هي میں مشغول هو جاتي هیں -

اسلام جن اولوالعزم بزرگوں کي ذات پر ناز کرتا هے ' وہ وهي لوگ تھے جو فوجي روح کو زندہ کرکے خود فنا هوگئے - چنانچہ امتداد زمانہ کے ساتھہ جسقدر یہ روح پژمردہ هوتي گئي ' اسیقدر مسلمانوں میں عیش پرستي کا میلان ترقي کرتا گیا - مسلمانوں کو بغداد کے تمدن و علوم و فنون پر بڑا ناز هے ' لیکن وہ بھي سلاطین کي بزم طرب کا ایک گلدستہ تھے - همارے نزدیک یہ کوئي فخر کي چیز نہیں بلکہ ایک حدیث نبوي جو امام بخاري نے صدها میلوں کا سفر کرکے حاصل کي ' دراصل اون تمام علوم سے بدرجہا زیادہ بیش قیمت هے -

(۵)

شخصي حالتوں میں اگر ایک شہري پر کوئي شخص حملہ کردے تو پولیس اوسکي حفاظت کریگي - لیکن اگر اوسي شخص کو میدان جنگ میں کھڑا کر دیا جاے تو اوسکو صرف اپني هي حفاظت نہیں کرني هوگي ' بلکہ وہ دوسرونکي حفاظت کا بھي ذمہ دار هوگا - میدان جنگ سے فرار اسي بنا پر عار بلکہ جرم خیال کیا جاتا هے - انسان کو جو جذبہ اپنے ساتھہ دوسرے کي اعانت

وہ اینٹیں رکھی گئیں جن پر نامـوران ملت کے مناقب و محامد کندہ تھے ' ۔۔ جاہلیتہ نے اپنے سلسلۂ انساب کا ایک حرف ضائع ہونے نہ دیا اور ذو المجیه اور عکاظ میں اسلاف کے مفاخر و معالی کی داستانسرائی قائم کی - مصریوں نے ایسے ایسے مینار بنائے جو ہزاروں برسوں کے بعد بھی اپنی تعمیر اولین کی طرح محکم و استوار ہیں' اور پھر انکے اندر اپنے ناموروں کی لاشوں کو حنوط (ممی) کرکے محفوظ کردیا - ہندوستان نے مہابھارت کے معرکے کو قومی روایتوں میں داخل کردیا ' اور والمیک کی سحر طرازیوں نے نسلی مفاخر کی روح کو پژمردگی سے بچایا - اقوام قدیمه کے یہ تمام اعمال صرف اسی حقیقت کیلیے تھے کہ اسلاف و مشاہیر کی یاد زندہ و قائم رکھی جاسے -

آج ۔۔ ۔۔ پس کا بحری مسافر واشنگٹن کے بت کو ساحل امریکہ پ ۔۔ ۔۔ دور سے بکار اٹھتا ہے ' یورپ کے بڑے بڑے شہروں اور انکی محکوم نوابادیوں کی شاہراہوں اور باغوں میں جابجا سنگی بت نصب نظر آتے ہیں ' شیکسپیر کا مولد ابتک قائم ہے ' ملٹن کی میز کو مرنے نہیں دیا جاتا ' جانسن کے آثار اب بھی ہر شخص دیکھہ سکتا ہے - میلان میں ایک جگہ یہ سنگی کتبہ تم پڑھوگے : " پاک مبزینی نے یہاں اپنا بچپن گذارا تھا "

یہ سب کچھہ بھی اسی مشاہیر پرستی کی ایک زیادہ خوشنما و دلفریب شکل ہے' جو پہلے محض قومی روایتوں اور افسانہ طرازیوں کے ذریعہ قائم رکھی جاتی تھی -

لیکن یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ اس تذکار و یادگار کا اصلی مقصد کسی واقعہ کو محض یاد رکھنا ' یا کسی نام کو فراموش نہ ہونے دینا ہی نہیں تھا ' بلکہ کچھہ اور ہی مقصد تھا - کیونکہ اگر یہی مقصد ہوتا تو اسکے لیے کسی خاص نام ' کسی خاص واقعہ ' کسی خاص حادثہ میں کوئی ممتاز خصوصیت نہ تھی - پچھلوں کو اگر محض یاد ہی رکھنا ہے ' تو اسکے لیے بڑا اور چھوٹا ' ادنی و اعلی ' نیک و بد ' سب یکساں ہیں - کونسی وجہ ہے کہ کارتھیج کے مشہور ہنی بال کو یاد رکھا جاے ' اور ٹیٹس کو یاد نہ رکھا جاے جو اسی عہد میں گذرا تھا ؟

سو وہ اصلی روح حقیقت جو اجتماع انسانی کی اس سب سے زیادہ پرانی رسم کے اندر کام کر رہی ہے ' دراصل ناموں ' وجودوں ' شخصیتوں ' اور محض تذکرۂ و یاد آوری سے تعلق نہیں رکھتی ' بلکہ اس سے اصلی غرض یہ تھی کہ جو اعمال حسنہ ' عزائم مہمہ ' نتائج عظیمہ ' اور بصائر و مواعظ جلیلہ اُن مشاہیر اور ناموروں کی زندگی سے وابستہ ہیں ' اور جنکی یاد اور تذکرۂ کے اندر قوموں اور ملکوں کیلیے سب سے زیادہ موثر اور نافذ دعوۃ عمل و اتباع ہے ' انکی یاد کو ہمیشہ حی و قائم رکھا جاے ' اور مختلف ذریعوں سے ایسے مواقع بہم پہنچاے جالیں جنکی وجہ سے کبھی بھی آیندہ نسلیں ان اعمال حسنہ کے نمونوں کو اپنی نظروں سے اوجھل ہونے نہ دیں -

پس یادگار دراصل انسانی افراد کی نہ تھی ' بلکہ انسان کے بہترین اعمال کی تھی ' اور تذکرۂ و یاد آوری شخصوں اور حادثوں کی نہ تھی ' بلکہ اُن سچائیوں کی تھی جو وہ اپنی زندگی کے اندر رکھتے تھے - خدانے ذات کی بڑائی اور عظمت صرف اپنی ہی کبریائی کیلیے مخصوص کرلی ہے ' اور دنیا کو جو کچھہ دیا گیا ہے ' وہ صرف " عمل " کی بڑائی ہے - دنیا میں کوئی انسان بڑا نہیں ہو سکتا ' اسلیے کہ بڑا صرف ایک ہی ہے ' اور وہ فاطر السماوات و الارض ہے - البتہ " عمل " بڑا ہو سکتا ہے ' اور اسکی بڑائی سے اُسکے حامل کے اندر بھی نسبتی اور اضافی بڑائی آجاتی ہے - پس ساری تعظیمیں ' ساری تقدیسیں ' ہر طرح کا احترام و شرف جو دنیا میں کیا جاسکتا ہے ' یا تو خدا کیلیے ہے ' یا پھر خدا کی سچائی اور اسکے قرار دیے ہوے اعمال حسنہ کیلیے - خود انسان کی ذات کا اسمیں کوئی حصہ نہیں : الحمد للہ رب العالمین میں " الحمد " کے الف لام کا یہی مطلب ہے جسے میں نے آغاز تقریر میں تلاوت کیا - اور : انا خلقنا کم من ذکر و انثی و جعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا ' ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (۴۹ : ۱۳) سے اسی پر روشنی پڑتی ہے اور : یریدون ان یحمدوا بما لم یفعلوا (۳ : ۱۸۸) (یہ بدبخت چاہتے ہیں کہ انکی تعریف و ثنا ان اعمال کیلیے کی جاے جو انہوں نے نہیں کیے - حالانکہ " حمد " کا استحقاق تو اعمال ہی کو تھا) اسی کی مزید توضیح کرتا ہے : وما یعقلها الا العالمون ! (۲۹ : ۴۳)

(ایک عالمگیر غلطی)

لیکن دنیا کا خسران صرف اسی میں نہیں ہے کہ وہ سچائی کی طرف نہیں بڑھتی ' بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ کہ بسا اوقات اسکی جانب قدم تو اٹھاتی ہے ' پر ایسا ہوتا ہے کہ راہ ہی میں گم ہوجاتی ہے ' اور جسطرح اسکی طرف نہ چلکر اس سے محروم تھی ' ٹھیک ٹھیک اسی طرح اسکی طرف چلکر بھی محروم رہتی ہے - کیا تم نہیں دیکھتے کہ قران حکیم نے انسان کے نقصان و خسران کے جو مختلف حالات بیان کیے ہیں ' ان میں سے ایک زیادہ عام اور زیادہ پیش آنے والی حالت کیلیے " ضلالت " کا لفظ اختیار کیا ہے - اور اسی سورۂ فاتحہ میں (جسکے ما تحت آجکی تقریر ہے) " مغضوب علیھم " کے ساتھہ ایک اور گروہ کا باسم " الضالین " تذکرہ کیا گیا ہے - " ضلالت " کا ٹھیک ٹھیک ترجمہ تم کو معلوم ہے کہ " گم راہی " اور " راستے مین بھٹک جانے " کے ہیں - اسی لیے متحیر اور غیر متعین نظر رکھنے والے پر بھی " ضال " کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ کوئی متعین راہ اسکے سامنے نہیں ہوتی - پس قران کریم نے نوع انسانی کی بد حالی و تباہی کی سب سے بڑی عام حالت کو اسی لفظ سے تعبیر کیا ' اور اسمیں بڑا نکتہ یہ ہے کہ بسا اوقات انسان کو اٹھنے اور چلنے سے انکار نہیں ہوتا - وہ سفر تو کرتا ہے - پر ہوتا یہ ہے کہ منزل مقصود کی حقیقی شاہراہ اس پر نہیں کھلتی ' اور وہ راہ ہی میں بھٹک کر رہجاتا ہے - نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ باوجود چلنے کے منزل مقصود سے اسی طرح محروم رہتا ہے ' جس طرح وہ شقی و جاھد محروم رہا ' جس نے چلنے کا قصد ہی نہیں کیا تھا - یہی حقیقت اصطلاح قرانی میں " تحبط اعمال " کی ہے جسپر جا بجا مختلف پیرایوں میں زور دیا گیا ہے کہ فحبطت اعمالھم (۱۸ : ۱۰۴) (انکی تمام محنتیں ' کوششیں ' اور راہروی کی مشقت بالکل اکارت گئی ' اور اسکا کوئی پھل انہیں نہ ملا)

چنانچہ اس " ضلالت " عمل کی ایک عمدہ مثال دنیا کی عالمگیر " مشاہیر پرستی " بھی ہے جو مقصد کے لحاظ سے ایک نہایت اہم ' عظیم المنفعۃ ' حیات پرور ' اور سعادت بخش حقیقت تھی ' لیکن با ایں ہمہ اس بارے میں ہمیشہ قوموں نے غلطی کی ' اور اکثر حالتوں میں سخت ٹھوکر کھالی - وہ دنیا کی عالمگیر ضلالت کبری جو اسکے ہر عمل میں حقیقت اور مقصد کو فنا کرتی اور ظواہر و رسوم کی اس سے پوجا کراتی ہے ' افسوس کہ اس حقیقت کیلیے بھی ہلاکت بخش ہوئی ' اور گمراہیوں اور حقیقت نا شناسیوں سے اسطرح اس عمل عظیم کو آلودہ کردیا گیا کہ بسا اوقات ہدایت کی جگہ ضلالت کا ۔۔ بہت بڑا پتھر ثابت ہوئی !

(بقیہ آیندہ)

لسکان لي مضطرب واسع
في الارض ذات الطول والعرض

میرے لیے ایک فراخ میدان لمبي چوڑي زمین میں ہوتا ' اور وهاں میں ازادانه اپني قوتوں کي نمایش کرتا -

وانما اولادنا بیننا
اکبادنا تمشي علی الارض

ہمارے بچے ہمارے لخت جگر ہیں' جو زمین پر چلتے پھرتے ہیں -

(۷)

یه اخلاقي جزئیات تھے - انکے علاوہ کلي طور پر بھي جنگ ایک قوم کے نظام اخلاق کو بدل کر اُسکي جگه دوسرا سلسلۂ اخلاق قائم کر دیتي هے - جنگ کي وجه سے انسان اپنے وطن سے نکل کر دوسرے ملکوں کے حدود میں قدم رکھتا هے ' اور فاتحانه ثمرات کي حرص اور ظفرمندانه جاہ و اقتدار کا ولوله اُسکو وهیں روک لیتا هے - رفته رفته وہ وهیں مستقل سکونت اختیار کر لیتا هے اور اُسي ملک کے رسم و رواج کا پابند هو جاتا هے - پھر آهسته آهسته تعلقات بڑھتے هیں' اور اوسي ملک میں نکاح و ازدواج کا سلسله بھي قائم هوجاتا هے - اب جو اولاد هوتي هے ' اُسکي رگوں میں خالص خون نہیں هوتا - وہ دو عنصروں سے مرکب هوتي هے - اسطرح بتدریج اختلاط نسب هو جاتا هے اور چند پشتوں کے بعد فاتح کا اصلي نسب نامه بالکل گم هو جاتا هے -

اس اختلاط نسب کا صرف یہي نتیجه نہیں هوتا که ایک خاندان اپنے نام و نشان کو کھودیتا هے' بلکه اِس قبیله ' اُس خاندان' اور اوس ملک کي تمام مخصوص اخلاقي خصوصیات فنا هو جاتي هیں اور انکي جگه ایک نیا نظام اخلاق پیدا هو جاتا هے - اگر دنیا میں نسلي اور وطني امتیازات کوئي مفید جوهر هیں تو جنگي زندگي کي وسعت کا بلا شبه یه نقص هے - لیکن اگر انسان کیلیے چاهیے که وہ تمام کرۂ ارضي کو اپنا وطن اور تمام انساني نسلوں کو اپنا گھرانا سمجھے' تو پھر یه انسان کي وہ مشکل ترین متاع مطلوب هے جو صرف جنگ هي کي روشني میں مل سکتي هے -

یه ایک عجیب بات هے که مفتوح قوم پر همیشه فاتح کي وضع ' لباس ' اخلاق و عادات کا اثر پڑتا هے - لیکن ازدواجي تعلقات کي حالت میں همیشه مفتوحه قوم کي بي بي ' فاتح شوهر پر غلبه حاصل کر لیتي هے ' اور اُسکو اپنے رنگ میں رنگ دیتي هے !

اهل عرب جب تک حدود عرب میں باهم سرگرم کارزار رهے ' اونکا نسب ' اور نسب کے ساتھه اونکا نظام اخلاق بھي محفوظ رها - لیکن ابتداے اسلام میں جب اونکے فاتحانه حوصلوں نے حدود حجاز سے باهر قدم رکھا ' تو دفعةً انکي تمام عربي خصوصیات معدوم هوگئیں - عرب جاهلیة کا سب سے بڑا مایۂ فخر یه تھا که وہ اپنے نام و نسب کو ازبر یاد رکھتے تھے ' اور اپنے آپ کو فخریه اپنے قبیله کي طرف منسوب کرتے تھے - جب فتوحات اسلامیه کا سیلاب دوسرے ملکوں کي طرف بڑھا ' تو حضرت عمر رضي الله عنه کو اختلاط نسب کا خطرہ پیدا هوا - اونھوں نے اهل عرب کو سختي تاکید کي که اپنے نام و نسب کو یاد رکھو ' اور ملک شام کے دیہاتي نه بن جاؤ که جب ان سے اونکا نام و نسب پوچھا جاتا هے تو اپنے گاؤں کا نام بتاتے هیں - لیکن فطرت سے کون جنگ کرسکتا هے ؟ آخر کار اختلاط نسب هوا ' اور قبیله کے بجاے اب فوجیں اون مقامات کي طرف منسوب هونے لگیں' جہاں جنگ کي ضرورت اور سرحد کي محافظت کیلیے وہ مقیم رهتي تھیں - عربي میں " جند " فوج کو کہتے هیں - اسلام کے مفتوحه ممالک کے نقشے میں متعدد نام اسي انتساب کے ساتھه مشہور هیں - مثلاً جند قنسرین ' جند دمشق ' جند عواصم - ان ناموں نے اگرچه عرب کي فوجي طاقت کے مستقل اثر کو اب تک زندہ رکھا هے ' لیکن اس ترکیب اضافي نے آگے چل کر عرب کے نام و نسب کو بالکل مٹا بھي دیا ' اور نسب صریح جن نسلي اخلاق کي محافظت کرتا هے ' وہ بالکل معدوم هو گئے -

یه ایک نہایت اهم دیني و اجتماعي مبحث هے که اسلام نے عرب جاهلیة اور تمام اقوام عالم کي نسلي حیثیت کو مٹا کر ایک عالمگیر اور بین الملي برادري قائم کي ' لیکن اسکے ساتھه هي جسقدر عمدہ خصائص قومي و نسلي زندگي میں هوسکتے هیں ' ان سب کو مذهبي رابطه قائم کرکے مذهب کي بنا پر پیدا بھي کردیا ' اور اسطرح وہ عمدہ خصائص قومي و ملکي حدود سے نکلکر انسانیت کا عام جوهر بنگئے - لیکن اس مبحث کو هم ابھي نہیں چھیڑینگے -

(۸)

لیکن فاتح ایک دوسري حیثیت سے مفتوح قوم کے اخلاق و عادات پر بھي اثر ڈالتا هے - انسان صرف قوت هي کے آگے سر جھکاتا هے - اسلیے جب کوئي قوم اوسپر غالب آجاتي هے تو اوس کو فطرتاً اسکے فضل و کمال کا اعتراف کرنا پڑتا هے - رفته رفته یہي خوش اعتقادي اوسکو فاتح کي تقلید پر مجبور کرتي هے ' اور وہ وضع ' لباس ' اخلاق ' عادات ' نشست ' برخاست ' غرض هر چیز میں فاتح هي کے نقش قدم پر چلتا هے - اور اسطرح ایک عظیم الشان تمدني اور اخلاقي انقلاب پیدا هوجاتا هے -

تاریخ اسلام میں سیکڑوں واقعات ایسے ملتے هیں جن سے ثابت هوتا هے که مسلمانوں کي فتوحات کے سیلاب نے بہت سي قوموں کو دفعةً بالکل بدل دیا - هندوستان میں هیٹ کے نیچے جو چھپے هوے سر نشۂ غرور تفرنج و فرنگي مآبي میں بدمست نظر آتے هیں' جب اونکو هوش آئیگا تو معلوم هوگا که وہ عقل و بصیرة کي جگه ایک ایسا ذلیل ترین دماغ رکھتے هیں' جو در پردہ اپنے ضعف اور دوسري قوموں کي قوت کا مہلک اعتراف کررها هے - بلکه یہي انجذاب قومي هے جو انکي جبین نیاز کو اکثر اونکي چوکھٹ پر جھکا دیا کرتا هے -

یه انقلاب اگرچه بظاهر اپنے اندر بہت سي اخلاقي خوبیاں بھي دکھلاتا هے ' یعني فاتح قوم کے دل و دماغ جن اعلی جذبات سے لبریز رهتے هیں ' مفتوح قوم بھي اونھیں کو جذب کرنا چاهتي هے ' لیکن سیلاب جب آتا هے تو گوهر و مرجان سے زیادہ اپنے ساتھه خس و خاشاک کا ڈھیر بہا لاتا هے اور اپني یادگار میں اوسیکو چھوڑ کر آگے چلا جاتا هے - زمین کے حصے میں صرف یہي ڈھیر آتا هے - اور ایسے خوش قسمت بہت کم هوتے هیں جو صرف گوهر و مرجان سے اپنے دامن و جیب کو بھر لیتے هیں -

فاتحانه حیثیت سے اخلاقي و تمدني انقلاب بھي بالکل اسي طرح اضطراري طور پر هوتا هے' اسلیے انسان کي قوت انتخاب بالکل بیکار هوجاتي هے ' اور فاتح جو کچھه دیدیتا هے ' اوسیکو جبراً قبول کرلینا پڑتا هے - اسکا نتیجه یه هوتا هے که مفتوح قوم فاتح قوموں کي تقلید میں سیکڑوں غیر ضروري ' غیر مفید ' بلکه مضر چیزیں اختیار کرلیتي هے - اور خس و خاشاک کے ڈھیر میں صدف و گوهر بالکل چھپ جاتا هے -

فاتح قوم کي جو خوبیاں مفتوح قوم میں منتقل هوتي هیں اونکا اثر صرف چند مخصوص افراد هي میں نمایاں هوتا هے - هندوستان میں کوٹ پتلون پہن کر چلنے پھرنے والے هر سڑک پر نظر آسکتے هیں ' لیکن انگریزوں کا سا اعلی کیرکٹر اور قومي حریت تعلیم یافته لوگوں میں بھي یکسر مفقود هے -

و تعاون پر آمادہ کرتا ہے' اوسیکا نام عصبیت ہے - وہ فطرتاً ہر شخص میں موجود ہے - ایک بھائي اپنے بھائي کي مصیبت نہیں دیکھہ سکتا - بیٹا باپ کي ذلت برداشت نہیں کرسکتا -

لیکن عصبیت کا کامل ظہور صرف زمانۂ جنگ هي میں هوسکتا ہے- یہي وجہ ہے کہ جو قومیں همیشہ امن و سکون کي زندگی بسرکرتي هیں ' اون میں بہت کم عصبیت پائي جاتي ہے - ایک متمدن شہري باشندے کو اپنے بھائي سے زیادہ پولیس پر اعتماد هوتا ہے - لیکن ایک وحشي انسان پولیس کي اعانت سے فائدہ نہیں اوٹھا سکتا ' اسلیے وہ خود هي اپني حفاظت کرتا ہے - اور همیشہ اپنی قوم کي اعانت پر آمادہ رهتا ہے -

متواتر جنگ جذبۂ عصبیت کو ابھارتي رهتي ہے ' اور متصل امن و سکون اس آگ کو بجھاتا رهتا ہے - اسي لیے جو قومیں جنگجو هوتي هیں ' اون میں شدت کے ساتھہ عصبیت پائي جاتي ہے - لیکن جن قوموں کو میدان جنگ میں جانے کا موقع نہیں ملتا اون میں یہ روح بہت کم پائي جاتي ہے- ایک متمدن شخص میدان جنگ کے اندر اپني حفاظت میں مصروف رهیگا ' لیکن ایک جنگجو قوم کا فرد اپنے بھائي کي حفاظت کو اپني ذات پر مقدم رکھیگا - اس قسم کي عصبیت اگرچہ حقیقي طور پر متحد النسب لوگوں میں پائي جاتي ہے' لیکن معاهدے اور مختلف سیاسي تعلقات کے ذریعہ سے دو حلیفوں میں بھي پیدا هوسکتي ہے ' اور یہ مصنوعي عصبیت زمانۂ جنگ هي کیلیے پیدا کي جاتي ہے -

عصبیت اپنے اندر محاسن اخلاق کا ایک بڑا ذخیرہ رکھتي ہے - وہ خود غرضي کو بالکل مٹا دیتي ہے - ایثار نفس کي تعلیم دیتي ہے - وہ انسان میں چستي و چالاکي پیدا کرتي ہے ' اور ایک فرد کي آواز پر تمام قوم کھڑي هو جاتي ہے - وہ ایک قوم کے اخلاق و عادات کو محفوظ رکھتي ہے اور اوسکو کسي دوسري قوم میں مدغم نہیں هونے دیتي- شجاعت اگرچہ بجاے خود ایک جوهر ہے' لیکن عصبیت اوسکو جلا دیتي ہے' اور اوسکے ذریعہ متعدد قطرے باهم مل کر سیلاب کي صورت اختیار کرلیتے هیں - وهي ہے جو میزان عدل کو قائم رکھتي ہے اور وهي ہے جو ظلم و جور کا سختي سے انکار کرتي ہے - یہي وجہ ہے کہ جن قوموں میں ربط و اتحاد اور تعاون و تناصر کا مادہ نہیں هوتا ' اور اوسکي جگہ خود غرضي' تفرق' شقاق' اور اختلاف پیدا هوجاتا ہے' اون میں جنگ هي کے ذریعہ عصبیت پیدا کي جاسکتي ہے ' اور اسطرح یکایک ایک اتحاد علم هر طرح کے اختلافوں کو مٹا کر نابود کردیتا ہے - اسلام نے ولولۂ جہاد سے عرب کي اون تمام مختلف جماعتوں اور مختلف نسلوں کو ایک کردیا تھا' جو آگے چلکر اور تمدن کا امن پا کر ایک نہ رهسکے ' اور باهمي جنگ و جدال شروع هوگیا - بسمارک نے صرف اسي لیے صدها مکر و فریب کرکے جرمني و فرانس کي پچھلي جنگ پیدا کي تھي ' اور موجودہ جنگ نے انگلستان اور آئرلینڈ کے اختلاف اور سول وارکو جس طرح مٹا دیا ' وہ سب کے سامنے ہے !

(۲)

جنگجو اور بہادر قوموں کے جذبۂ محبت کي حالت تمام دنیا سے مختلف هوتي ہے - انسان سب سے زیادہ اپني ' پھر اپنے اهل و عیال کي' اسکے بعد اپني قوم کي محبت رکھتا ہے - لیکن برخلاف اسکے ایک جنگجو شخص اپني جان کو سب سے زیادہ ارزاں سمجھتا ہے- اور اسیلیے اپنے آپ کو سب سے پہلے خطرے میں ڈالدیتا ہے - اللہ اللہ ' ایک عربي شاعر کہتا ہے :

انا لنرخص یوم الروع انفسنا
ولو نسام بھا في الامن' اغلینا

هم لڑائي کے دن اپني جانوں کو بہت ارزاں کردیتے هیں ' لیکن اگر امن کي حالت میں هم سے اونکا نرخ پوچھا جاے تو وہ بہت هي قیمتي نکلینگي !!

وہ عموماً میدان جنگ میں رهتا ہے - اوسکو اپني بي بي اور بچوں سے ملنے کا بہت کم موقع ملتا ہے' اسلیے اون سے بہت کم محبت کرتا ہے - ایک بدو گھر میں بھوکا پیاسا آیا اور کھانا مانگا - گھر والوں نے اوسکو مبارکباد دي کہ " تمھارے یہاں بچہ پیدا هوا ہے" اور ساتھہ هي بچے کو گود میں رکھدیا - اوس نے اپنے بہادرانہ جذبہ سے معمور هوکر کہا: آ آکلہ ام اشربہ ؟ کیا میں اسکو کھاؤں ؟ کیا میں اسکو پیوں ؟

عرب کا ایک بہادر اونٹني کا تمام دودھہ اپنے گھوڑے کو پلا دیا کرتا تھا - اوسے اپنے اهل و عیال کی کچھہ پروا نہ تھي - اوسکي بي بي نے شکایت کي تو اوس نے معذرت میں چند شعر کہے :

تلوم علی ان امنح الورد لقحة
وما تستوي والورد' ساعة تفزع

میري بي بی مجھے اس بات پر ملامت کرتي ہے کہ میں اونٹني کا تمام دودھ اپنے گھوڑے ورد نامي کو پلا دیتا هوں' حالانکہ لڑائي کے وقت وہ ورد کي برابري نہیں کر سکتي !

و قمت الیہ باللجـــام میســرا
هنالک یجزیني بما کنت اصنع

اور جب میں آمادۂ جنگ هوکر اوسکے منہ میں لگام چڑھاؤنگا تو اوس وقت وہ میري اس حسن خدمت کا معاوضہ کر دیگا - .

اسکو سب سے زیادہ اپني قوم محبوب هوتي ہے ' اور وہ اسکے ذرا سے اشارہ پر اپني جان دیدینے پر آمادہ هوجاتا ہے :

لا یسالون اخاهم حین یندبهم
في النائبات علي ما قال برهانا

جب انکا بھائي انکو فریاد رسي کیلیے بلاتا ہے تو وہ اس سے دلیل نہیں پوچھتے بلکہ معاً بجلي کي طرح اندھا دھند ٹوٹ پڑتے هیں !

وہ اپنے بچے کو اس نظر سے پیار نہیں کرتا کہ وہ اوسکے باغ زندگي کا گل و ریحان ہے ' بلکہ صرف اس لیے کہ اوسکي قوم کا ایک قوي البنیہ ' صحیح الجسم ' اور بہادر و سر فروش فرد ہے ' اور اسلیے وہ بڑا هوکر خود اوسکے لیے نہیں' بلکہ اسکي محبوب و مطلوب قوم کیلیے ایک مفید وجود هوگا :

و ان عرارا ان یکن غیـــر واضح
فاني احب الجون ذالمنکب العمم

میرا بیٹا عرار اگرچہ گورا چٹا نہیں ہے لیکن میں تو اوس کالے کلوٹے کو محبوب رکھتا هوں ' جسکے شانے لمبے ' چوڑے ' اور قوي هیں - یعني قوم کي خدمت و نصرت کیلیے حسن و رعنائي نہیں' طاقت و توانائي کي ضرورت ہے -

اگر کبھي صغیر السن بچے کي پرورش اوسکو میدان جنگ میں جانے سے روکتي ہے تو اوسکو نہایت افسوس هوتا ہے :

لـــو لا بنیـــات کزغب القطـــا
رددن من بعض الی بعـــض

اگر چڑیوں کے بچوں کي طرح میري چھوٹي چھوٹي لڑکیاں نہ هوتیں جنکي پرورش میرے بعد میرے رشتہ داروں میں یہ مشکل هوگي تو:

اسلام نے ظاہر ہوتے ہی دنیا کے تمام اعمال و معمولات پر نظر ڈالی، اور ہر عمل کی حقیقت و روح کو لے لیا اور غیر مناسب و موزوں جسم و لباس کو چھوڑ دیا -

وحشت نے جن حقیقتوں کو تاریک پردوں میں چھپا دیا تھا یہ دفعۃً چاک چاک ہوگئے، جہالت نے جن موتیوں کو پتھروں کے ڈھیر میں گم کردیا تھا، وہ اون سے الگ ہوکر دنیا کے دامن مراد میں آگئے، غیر معتدل تمدن نے جن کھلی ہوئی بصیرتوں کو خوشنما پردوں کے آب و رنگ میں راز سربستہ کی طرح مقفل کردیا تھا، وہ منکشف ہوگئے، اور حقیقت آفتاب کی طرح علانیہ بے نقاب ہوکر ہر انسان کو نظر آگئی - قرآن حکیم نے اسی انقلاب کو ان مختصر الفاظ میں بیان فرمایا ہے :

الله ولي الذين آمنوا يخرجهم من الظلمت الى النور، و الذين كفروا اولياؤهم الطاغوت يخرجونهم من النور الى الظلمت (٢ : ٢٥٨)

خدا مسلمانوں کا دوست اور ساتھی ہے، اونکو ہر طرح کی انسانی تاریکیوں سے نکالکر فطرۃ صالحہ کی ربانی روشنی میں لاتا ہے، مگر کفار کے دوست اونکے طاغوت ہیں، جو اونکو خدا کی بخشی ہوئی روشنی سے نکالکر جہل و ضلالت کی اندھیری کی طرف لیجاتے ہیں -

یہ ایک عظیم الشان انقلاب تھا جسکی جھلک اسلام کی تمام تعلیمات میں نظر آتی ہے، اور مشاہیر کو عام کرنے کا طریقہ بھی اس سے مستثنی نہیں - چنانچہ قدماء کی یادگار قائم کرنے اور اون کے اعمال و آثار کے زندہ رکھنے کا جو طریقہ زمانۂ قدیم سے چلا آتا تھا، اسلام نے اوس میں بھی ایک روحانی انقلاب پیدا کردیا - اس نے مسلمانوں کو مجسموں کی شکل میں اسلاف پرستی کی اجازت نہیں دی کیونکہ وہ بت پرستی تک منجر ہوتی ہے اور اسلام زندہ انسانوں کے شرف کو پتھروں کے آگے نہیں جھکانا چاہتا، مگر اس نے مشاہیر کرام اور اسلاف صالحین کے نمونوں کے فوائد عظیمہ کو بھی ضائع ہونے نہ دیا، اور انکے اثر کو اسطرح حی و قائم کردیا کہ ہر مومن کے آگے انکے عملی زندگی کے نمونے پیش کردیے، اور کہا کہ دن میں پانچ بار جب خدا کے حضور آؤ تو صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت مانگو - ساتھہ ہی تشریح کردی کہ صراط مستقیم انبیاء، صدیقین، شہدا، اور صالحین کی راہ علم و عمل ہے - اور اسلیے انکے نمونے ہر وقت تمہارے سامنے رہنے چاہییں (یہ نہایت اہم مقام ہے - اسکی پوری تفصیل تفسیر سورۂ فاتحہ میں دیکھنی چاہیے جو بسلسلۂ مجلدات البیان فی مقاصد القران البلاغ پریس، میں چھپ رہی ہے)

پس ماتم کی رسم پر وحشت نے جن تاریک پردوں کو ڈال کر اصل حقیقت کو چھپا دیا تھا، اور تمدن و تہذیب نے ان پردوں پر نظر فریب رنگ چڑھا کر جن بصیرتوں کو گم کردیا تھا، اسلام نے اُن سب کو چاک چاک کردیا، اور مغز حقیقت جن چھلکوں میں چھپا ہوا تھا اون سے نکل کر علانیہ آشکارا ہوگیا -

قرآن حکیم میں انبیاے سابقین کے جو قصص مذکور ہیں، اُن کے اندر درحقیقت اونھیں بصائر و حکم کی روح مضمر ہے جو مجسموں کے قالب میں حلول کرکے بالکل بے اثر، اور محض ظاہر فریب ہوجاتی تھی - قرآن مجید قدماء و اعاظم رجال کی یادگاروں کے قائم کرنے کے اصل مقصد کو " اسوۂ حسنہ " کے جامع لفظ سے تعبیر کرتا ہے، اور مسلمانوں کو جابجا اسپر توجہ دلاتا ہے - چنانچہ تم بار بار انہیں صفحات پر پڑھچکے ہوکہ اس نے حضرۃ ابراهیم خلیل علیہ السلام کے نمونۂ حیات کو مسلمانوں کا قبلۂ رجوع و کعبۂ انظار قرار دیا :

قد كانت لكم اسوة حسنة في ابراهيم و الذين معه (٦ : ٤)

تمہارے لیے حضرۃ ابراهیم کی حیات طیبہ میں، اور انکی زندگی میں جو انکے ساتھی ہیں، پیروی کیلیے بہترین نمونہ رکھا گیا ہے -

اس بنا پر اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جو اسلاف پرستی کی صحیح اصول پر اسلامی تعلیم دیتا ہے، اور اسی صحیح اصول کے مطابق چاہیے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعہ شہادت کے اندر عزم و استقلال، صبر و ثبات، استبداد شکنی، قیام جمہوریت، امر بالمعروف، و نہی عن المنکر کی جو عظیم الشان بصیرتیں موجود ہیں، اُنکی یاد کو ہر وقت تازہ رکھیں، اور کم از کم سال میں ایک بار اس مذہبی قربانی کی روح کو تمام قوم میں ساری و جاری کردیں -

لیکن ان بصیرتوں کے علاوہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذات میں ایک اور عظیم الشان بصیرت بھی موجود ہے، جسکا سلسلہ مذہب کی ابتدائی تاریخ سے شروع ہوتا ہے - اور اوسکی آخری کڑی اسلام کی تکمیل سے جاکر مل جاتی ہے -

دنیا کی مذہبی تاریخ کی ابتدا عجیب بیکسی کی حالت میں ہوئی - ہم نے دنیا کے سخت سے سخت معرکوں میں باپ کو بیٹے کا شریک، بھائی کو بھائی کا حامی، بی بی کو شوہر کا مددگار پایا ہے - لیکن صرف مذہب ہی کا روحانی عالم ایک ایسا عالم ہے، جہاں باپ کو بیٹے نے، بھائی کو بھائی نے، شوہر کو بی بی نے چھوڑ دیا ہے - بلکہ اُنکی مصیبتوں میں اور بھی اضافہ کیا ہے -

یہی سبب ہے کہ خاندان نبوت ہمیشہ اعزہ و اقارب کی اعانت سے محروم رہا - حضرت نوح علیہ السلام نے ایک مدت تک شب و روز اپنی قوم کو دعوت توحید دی اور قوم نے فرط بغض و عناد سے انکی دعوت حق کو رد کردیا، انسے علحدگی اختیار کرلی، اور کانوں میں انگلیاں تک دے لیں :

قال رب اني دعوت قومي ليلا و نهاراً فلم يزدهم دعائي الا فرارا واني كلما دعوتهم لتغفر لهم جعلوا اصابعهم في آذانهم و استغشوا ثيابهم و اصروا واستكبروا استكبارا - (٧١ : ٥)

نوح نے عرض کیا : خداوندا ! میں نے شب و روز دعوت حق کی - لیکن اسکا اُلٹا اثر یہ ہوا کہ لوگ مجھہ سے اور زیادہ بھاگنے لگے - میں نے جب جب اونکو تیری مغفرت کیلیے پکارا، اونھوں نے کانوں میں اونگلیاں ڈال لیں - اپنے کپڑوں میں لپٹ گئے کہ اُن تک تیری آواز نہ پہونچ جاے، آہ ! یہ حق ناشناس قوم ہمیشہ سخت ہٹ دھرمی اور باطل پرستانہ گھمنڈ کا اظہار کرتی رہی !

لیکن اس پیغمبرانہ آواز کی صداے بازگشت صرف انکی قوم ہی کے در و دیوار سے ٹکرا کر ناکامیاب واپس نہیں آئی، بلکہ خود اونکے گھر کے در و دیوار نے بھی اوسکو ٹھوکر لگائی، اور خاندان نبوت کے چشم و چراغ یعنی انکے بیٹے نے بھی اس نور کو قبول نہ کیا - آخری وقت میں حضرت نوح علیہ السلام نے پھر اپنے بیٹے کو خدا کی پناہ میں بلایا، لیکن اسوقت بھی اوسکا گوش نصیحت نیوش وا نہوا - اسلیے وہ بھی تمام قوم کے ساتھہ عذاب الہی کی طوفان خیز موجوں میں بہہ گیا :

و نادى نوح ابنه و كان في معزل : يابني اركب معنا و لا تكن مع الكفرين - قال ساوى الى جبل

اور نوح نے اپنے بیٹے کو جو اپنے شامت اعمال کیوجہ سے اون سے علحدہ تھا پکارا کہ اے بیٹے ہمارے ساتھہ کشتی میں سوار ہوجا، اور کافروں کا ساتھہ

جنگ کے ذریعہ سے بعض اوقات فاتح قوم میں بعض نہایت بدترمناک بد اخلاقیاں پیدا ہوجاتی ہیں - فوج ایک مدت تک گھر سے باہر میدان جنگ میں اقامت گزین رہتی ہے ' زمانہ جنگ میں اسکے جذبات و قواء سخت ہیجان کی حالت میں رہتے ہیں ' بدامنی اسکو بہت کچھہ مطلق العنان بنا دیتی ہے ' اسلیے اسکے جذبات بہیمیہ سخت مشتعل ہوجاتے ہیں ' اور وہ اس آگ کو ہر ممکن طریقہ سے بجھانا چاہتی ہے ' پس مفتوح قوموں کی ہر چیز حالت جنگ میں مباح ہوجاتی ہے - عرب میں متعہ کا رواج اسی بنا پر ہوگیا تھا جسکو اسلام کی اخلاقی تعلیم نے بتدریج مٹا دیا - ایرانیوں میں عشق رجال کا رواج آنھی غلاموں کے ذریعہ سے ہوا جو لڑائیوں میں گرفتار ہوکر آتے تھے - رفتہ رفتہ آنھوں نے اس قدر مقبولیت حاصل کرلی کہ فارسی لٹریچر کا ایک جزو لا ینفک بن گئے ' جنکو اگر علحدہ کردیا جاے تو فارسی شاعری کا دامن حسن دفعتاً خالی ہوجاے !

ابتدا میں اہل عرب اس مرض سے بالکل نا آشنا تھے ' یہی وجہ ہے کہ قدیم عربی شاعری کا دامن اس داغ سے بالکل پاک نظر آتا ہے - لیکن جب اہل عرب کی فتوحات کا سیلاب بڑھا اور اسلام کے دامن میں بھی حلقہ بگوش غلام آے ' تو ابتداء میں فوجی خیموں کے اندر انکو دخل ہوا - پھر خلفاے عباسیہ کی بزم طرب کے شمع و چراغ ہوگئے ' یہاں تک کہ ابن معتز عباسی نے عربی شاعری کے دامن پر بھی اس داغ کو لگا دیا -

عیش پرستی کی یہ آخری سرحد ہے ' اور یہیں پہونچکر ہر قوم فنا ہوجاتی ہے - آج جو لوگ عظیم الشان قوموں کی موت پر ماتم ' اور نئی قوموں کی شاندار زندگی پر تعجب کررہے ہیں ' انکو صرف مادی طاقت ہی پر نظر نہیں رکھنی چاہیے ' بلکہ اُن اخلاقی تغیرات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے جو سطوت عامہ کے جزو لاینفک ہیں - اس طرح کی حکیمانہ نگاہ سے ثابت ہوجائیگا کہ ترقی و تنزل صرف اخلاقی انقلابات کا نتیجہ ہیں - اس زبردست طاقت کے سامنے مادی قوت نے ہمیشہ سر تسلیم خم کردیا ہے - عرب کو اسی اخلاقی طاقت نے ابھارا تھا اور اسی کے تنزل نے انکو موجودہ گمنامی تک پہنچا دیا - ولعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا -

گریٹ یوروپین وار میپ

ایڈیٹر الہلال کی راے

علم تعلیم کے فقدان کیوجہ سے جغرافیہ و تقویم بلدان کی واقفیت عام اردو خوان پبلک کو بہت کم ہے ' اور اسلیے واقعات عالم کے اخبار و حالات کو وہ پوری صحت کے ساتھہ سمجھہ نہیں سکتے - علی الخصوص موجودہ عالمگیر جنگ کی خبروں کا صحیح اندازہ تو بغیر اسکے ممکن ہی نہیں کہ یورپ ' ایشیا ' اور افریقہ کے تمام بحر و بر اور انکے حدود و علائق پیش نظر ہوں - اس بنا پر منشی محبوب حسین صاحب کی جانفشانی قابل داد ہے کہ اونھوں نے ایک نہایت عمدہ اور مکمل نقشہ اردو انگریزی میں مرتب کیا ہے ' اور اسمیں پوری احتیاط و پابندی اصول نقشہ نویسی سے کام لیا ہے - نہ صرف عوام بلکہ خواص کیلیے بھی ضروری ہے کہ اس نقشہ کی ایک ایک کاپی ضرور لیں اور اپنے سامنے لٹکا دیں - موجودہ جنگ دنیا میں جو انقلاب کررہی ہے اسکے اجمال کی یہ نہایت عمدہ شرح ہے - قیمت بغیر رنگ ۴ آنہ - رنگین ۸ - آنہ فولڈینگ - خوبصورت مجلد کتاب کی شکل ایک روپیہ - مونٹڈ یعنی کپڑا اور رول سے مکمل روغندار دو روپیہ چار آنہ -

ملنے کا پتہ : منیجر - ایم - حسن برادرس - نمبر ۲ نواب عبد اللطیف لین - کلکتہ

تاریخ و عبر

حادثۂ محزنۂ کربلا

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ تاریخ اسلام میں ہمیشہ خون آلود حرفوں میں لکھا گیا ' و اشکبار آنکھوں سے پڑھا گیا ہے - لیکن اس درد انگیز واقعہ اور ماتم خیز حادثہ کے اندر شریعت اسلامیہ کی بے شمار بصیرتیں مضمر تھیں جنکو خون کی ان چادروں نے چھپا دیا - اور ہزاروں اسوہاے حسنہ مخفی تھے جنکو آنسوؤں کے سیلاب بہا لیگئے !

اسلیے اب ہمکو قدیم زمانے کی مجلس ہاے ماتم میں ایک نئے حلقہ ماتم کا اضافہ کرنا چاہیے ' اور خون آلود آنسوؤں کا جو چشمہ ہمارے زخم رسیدہ دلوں سے ابل رہا تھا ' اسکو کچھہ دیر کیلیے ملتوی کرکے خود واقعۂ شہادت کو اسرار شریعت اسلامیہ کا سرچشمہ بنانا چاہیے - حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر ماتم کرنے کا یہ ایک نتیجہ خیز طریقہ ہوگا اور شریعت نے امت محمدیہ کو اسی قسم کے طریق ماتم کی ہدایت فرمائی ہے -

دنیا میں اسلاف پرستی کا فطری مادہ ہر قوم کے اندر ہمیشہ موجود رہا ہے - اسی بنا پر تمام قوموں نے اپنے اپنے اسلاف کا ماتم مختلف طریقوں سے منایا ہے ' اور انکے اعمال کو آیندہ نسل کی عبرت و بصیرت کیلیے زندہ رکھنا چاہا ہے - لیکن ان تمام طریقوں میں جو طریقہ سب سے زیادہ مقبول ہوا ' وہ وہی ہے جسکی بنیاد دنیا کی بت پرستی نے رکھی ' اور دراصل اصنام پرستی کی زنجیر عمل کی پہلی اور آخری کڑی اسی کو سمجھنا چاہیے - پہلی اس لیے کہ بسا اوقات انسانوں نے اسی راہ سے اصنام پرستی کی منزل پائی ' اور آخری اسلیے کہ بت پرستی خود تو چلی گئی مگر اپنا نقش قدم اس شکل میں ابتک چھوڑ گئی ہے -

ہمارا اشارہ اسلاف پرستی کے اس طریقہ کی طرف ہے جسکی بنا پر مشاہیر ملک و قوم کے مجسمے (اسٹیچوز) بناے جاتے ہیں اور انکو اسلیے نصب کیا جاتا ہے تا کہ انکے ذریعہ قوم کو ہمیشہ مشاہیر کی یاد دلائی جاے اور انکے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت ملے -

اگرچہ اسلاف پرستی کا یہ نہایت قدیم طریقہ تھا اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک اس قسم کے متعدد مجسمے قائم ہوچکے تھے اور انکی علانیہ پرستش کی جاتی تھی - لیکن یونان و مصر نے ان مجسموں پر تمدن و تہذیب کا آب و رنگ چڑھا کر انکو اور بھی شاندار و دلفریب بنا دیا - آج یورپ بانیان تہذیب و تمدن کے دیوتاؤں کی جو نمایش مجسموں کی شکل میں کررہا ہے ' اوسکے اندر یونان ہی اس قدیم تہذیب کا عکس صاف نظر آتا ہے - ہندوں کی مذہبی سطح پر بھی تصویروں کی جو صفیں نظر آرہی ہیں ' اون میں بھی اوسی کی جھلک پائی جاتی ہے -

لیکن اسلام ایک دین خالص تھا جو توحید خالص کو قائم کرنا چاہتا تھا اور انسانی عظمت کی اُن تمام راہوں کا ہمیشہ کیلیے دروازہ بند کر دینا چاہتا تھا ' جو کسی حال میں بھی الہی عظمت کے نقطہ تک پہونچ سکتی تھیں یا قریب ہوسکتی تھیں - پس وہ کسی طرح بھی قیام ذکر و بقاے عظمت کا ایسا طریقہ اختیار نہیں کرسکتا تھا جسمیں پڑکر دنیا بار بار ٹھوکر کھاچکی تھی -

مقالات

یزید کی شخصي خلافت کي بیعت کیلیے جو هاتھ بڑھے تھے وہ اسلام کي جمہوریت کا قلع و قمع کرنا چاھتے تھے ' اور مذھب کي قربانیاں صرف امر بالمعروف و نہي عن المنکر هي کیلیے هوا کرتي هیں - اسلیے جب اسوۂ ابراھیمي کے زندہ کرنے کا ٹھیک وقت آگیا تو خاندان نبوت کے زن و مرد ' بال بچے ' غرض هر فرد نے اس میں حصہ لیا - اور جن قربانیوں کے پاک خون سے زمین کي آغوش اب تک خالي تھي اون سے کربلاء کا میدان رنگ گیا -

پس حضرت حسین علیہ السلام کا واقعہ کوئي شخصي واقعہ نہیں ہے - اسکا تعلق صرف اسلام کي تاریخ هي سے نہیں ' بلکہ اسلام کي اصل حقیقت سے ہے - یعني وہ حقیقت جسکا حضرت اسمعیل علیہ السلام کي ذات سے ظہور هوا تھا ' اور وہ بتدریج ترقي کرتي هوئي حضرت عیسی علیہ السلام کي ذات تک پہونچ کر گم هوگئي تھي ' اوسکو حضرت حسین علیہ السلام نے اپني سر فروشي سے مکمل کردیا -

خاندان نبوت دنیا کے آباد کرنے کیلیے همیشہ اوجڑتا رہا ہے - حضرت ابراھیم علیہ السلام نے هجرت کي ' حضرت موسی علیہ السلام نے گھر بار چھوڑا ' حضرت عیسی علیہ السلام نے آوارہ گردي کي ' اور ذریۂ محمدي کے متبعین میں سے حضرت حسین علیہ السلام نے میدان کربلاء کے اندر اس خانہ ویراني کو مکمل کردیا -

حضرت اسمعیل علیہ السلام سے خاندان نبوت کا سلسلہ ملا هوا ہے - انہوں نے ایک وادي غیر ذي زرع میں شدت تشنگي سے ایڑیاں رگڑي تھیں - حضرت حسین علیہ السلام نے بھي میدان کربلاء میں اس خانداني روش کو زندہ کیا - اور غالباً یہي مقصود ہے اُن مفسرین امامیہ کا جو " و فدیناہ بذبح عظیم " کي تفسیر میں ذبح عظیم شہادت امام علیہ السلام کو قرار دیتے هیں اور اس بارے میں بعض ائمۂ اھلبیت کرام علیہم السلام کے آثار نقل کرتے هیں -

---

امن اور اسلام

جن ملکوں میں همیشہ اندروني جنگوں کا سلسلہ جاري رهتا ہے ' وهاں کے باشندے عموماً نقض امن اور قتل و خونریزي کے عادي هوجاتے هیں ' اور کسي نہ کسي صورت میں همیشہ اس سلسلہ کو قائم رکھتے هیں - اسلام سے پہلے عرب بھي اسي قسم کا بدقسمت ملک تھا - اسلیے ریگستان عرب میں انساني خون کے جو طوفان برپا هوے ' اور اوس میں باهمي جنگ و جدال کي جو تلاطم خیز لہریں اوٹھیں ' اوس نے اھل عرب کے جذبات میں ایک عام هیجان پیدا کردیا ' اور اسکا اثر عموماً راهزني ' غارت گري ' اور نقض امن کي صورت میں ظاهر هوتا رهتا تھا -

یہاں تک کہ خود عرب میں ایک قبیلہ اس بنا پر نہایت بدنام تھا کہ وہ ایام حج میں حاجیوں کا مال چرا لیا کرتا تھا - چنانچہ اھل عرب نے اُس قبیلہ کو " سراق الحجیج " کا خطاب دیا تھا -

قبیلہ بنوطے میں ڈاکوؤں کي ایک خاص جماعت قائم هوگئي تھي ' جس نے عرب کے امن کا شیرازہ بالکل درهم برهم کردیا تھا -

اسلام دنیا میں آیا تو عرب کي تمام قوتوں کا رخ اوسکي طرف پھر گیا ' اسلیے اسلام اور داعي اسلام پر مالي ' سیاسي ' اخلاقي ' مختلف حیثیتوں سے اس نقض امن کا اثر بھي پڑا - چنانچہ ایک بار مقام ذي قرد میں آنحضرت صلے اللہ علیہ و سلم کے اونٹوں کا جو گلہ چرا کرتا تھا ' اوس پر قبیلہ غطفان نے دفعتاً ڈاکہ مارا اور تمام اونٹوں کو لوٹ لیگیا - (۱)

قبائل عکل و عرینہ کا ایک گروہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و سلم کي خدمت میں حاضر هوکر اسلام لایا اور مدینہ میں قیام کیا - یہاں کي آب و هوا نا موافق هوئي تو اوس نے آنحضرت سے اسکي شکایت کي - آپ نے اوسکو صدقہ کے اونٹوں کي چراگاہ میں بھیجدیا کہ صحرا کي تازہ هوا کھا کر اور اونٹوں کا تازہ دودھ پیکر قوت و توانائي حاصل کریں - لیکن اون لوگوں نے صحیح و تندرست هونے کے بعد اسلام کو خیر باد کہا - مرتد هوگیے ' اور تمام اونٹوں کو لوٹ کر اپنے ساتھ لے گیے ' اور چرواهوں کو قتل کرڈالا - آنحضرت صلعم کو خبر هوئي تو آپ نے اونکو پکڑوایا اور سزائیں دیں - (۲)

کبھي کبھي عرب کي اس فطرۃ کا ظہور نہایت بے رحمانہ شکل میں هوتا تھا ' چنانچہ ایک یہودي نے چند زیوروں کے لالچ میں ایک لڑکي کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھکر کچل دیا - لڑکي کو لوگ آنحضرت کے پاس اوٹھا لاے - ابھي تک لڑکي میں اس قدر هوش باقي تھا کہ آنحضرت نے قاتل کا نام پوچھا تو اوس نے سر اوٹھایا اور اشارے سے بتلادیا - چنانچہ آنحضرت نے قاتل سے اسي طریقہ پر قصاص لیا ' یعني اوسکے سر کو دو پتھروں کے درمیان رکھکر کچلوا دیا (۳)

---

(۱) بخاري جزو ۵ ص ۱۳۰ - (۲) بخاري جزو ۸ ص ۱۹۳ -
(۳) بخاري جزو ۹ ص ۵ -

يعصمني من الماء قال لا عاصم اليوم من امر الله الا من رحم - وحـــال بينهما الموج فكان من المغرقين - (۴۴ : ۱۱)

ندے - اوس نے کہا میں پہاڑ پر چڑھ جاؤنگا اور وہ مجھے اس طوفان سے بچا لیگا - نوح نے کہا تو کس ضلالت عقل میں مبتلا ہے ؟ آج خدا کے عذاب سے کوئي بھي نہ بچاسکے گا - چنانچہ نوح کي پکار کچھہ بھي سودمند نہوئي اور اوسکے اور اوسکے بیٹے کے درمیان موج حائـــل ہوگئي ' اور تمـام لوگوں کے ساتھہ وہ بھي ڈوب گیا -

حضرت لوط علیہ السلام کے تمام خاندان نے اگرچہ اونکا ساتھہ دیا ' لیکن خود اونکي بي بي آنسے علحدہ ہوکر تمام قوم کے ساتھہ عذاب الہي میں شامل ہوگئي :

قالوا انا ارسلنا الی قوم مجرمین ' الا ال لوط انا لمنجوھــــم اجمعین الا امراتہ قـــدرنا انہا لمن الغابرین (۵۸ : ۱۵)

فرشتگان عـذاب نے کہا : ہم اس گنہگار قوم کو اسکے اعمال بد کا نتیجہ دکھلا نے کیلیـــے بھیجے گئے ہیں - ہمارے عذاب سے صرف لوط کا خاندان محفوظ رھیگا ' اور اون میں سے بھي اونکي بي بي تمام قوم کے ساتھہ عـذاب الہي میں شامل ہو لیجائیگي کیونکہ وہ بھي کافرہ ہے -

لیکن حضرت ابراھیم علیہ السلام کے زمانے سے خاندان نبوت میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا ہوا - حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا آنسے علحدہ ہوگیا تھا ' حضرت لوط علیہ السلام کي بي بي نے آن سے کنارہ کشي اختیار کرلي تھي - لیکن اس دور ابراھیمي میں بیٹے نے باپ کي ' بي بي نے شوہر کي ' بھائي نے بھائي کي دعوت حق پر لبیک کي صدا بلند کي ' اور اس دعوت کي اشاعت میں جو جو مصیبتیں آنپر پیش آئیں ' آن میں برابر کے شریک رہے - سب سے پہلے حضرت ھاجرہ رضي اللہ عنہا نے اس جہاد روحـاني کي طرف قـدم بـڑھایا اور اپنے شوہر کے ساتھہ اپنے لخت جگر کو ایک " وادي غیر ذی زرع " میں ڈالدیا ' جہاں کئي سو میل تک آب و گیاہ کا پتہ نہ تھا - یہ آسي سخت امتحان کي پہلي منزل تھي جس کیلیے خداوند تعالی نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو انتخاب کیا تھا - چنانچہ جب اُس آخری امتحان کا وقت آیا تو اونھوں نے باپ کے آگے سر اطاعت خم کر دیا :

فلما بلغ معہ السعي قال یا بنـــی اني اری فی المنام اني اذبحـــك فانظر ماذا تري ؟ قال یا ابت افعل ما تومر ستجدني ان شاء اللہ من الصـابرین - فلمـــا اسلما و تلـہ للجبین و نادیناہ ان یا ابراھـیـم قد صدقت الرویاء ' انا کذلـــك نجـــزي المحسنین - ان ھذا لھو البلاء المبین (۹۹ : ۳۷)

جب اسمعیل علیہ السلام حضرت ابراھیم علیہ السلام کے ساتھہ چلنے پھرنے کے قابل ہوگئے تو اونہوں نے ایک دن کہا : اے بیٹے ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا تمھیں راہ حق میں ذبح کر رہا ہوں - میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کیا ماجرا ہے - تم بھي اسپر غور کرو کہ اب کیا کرنا چاھیے ؟ بیٹے نے بہ تامل کہا اے میرے باپ ! اس خواب سے تو یہي معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ کي جانب سے ایک اشارہ ہے - پس آپ حکم الہي کـو پورا کیجیے ' مجھے انشاء اللہ صبر کرنے والـــوں اور ثابت قدموں میں سے پائیگا - جب باپ بیٹے دونوں خدا کے آگے جھک گئے اور باپ نے ذبح کرنے کیلیـــے بیٹے کو زمین پر پچھاڑا تو اسوقت ہمنے آواز دی : اے ابراھیم ! بس کرو ' تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا - ہم صاحبان احسان کو اسیطرح بدلا دیتے ہیں - دراصل یہ ایک بہت ہي بڑي قرباني تھي جسکي تعمیل کیلیے تم تیار ہوگئے تھے

حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھہ بھي اونکے خاندان کی اعانت و رفاقت شریک رہي - چنانچہ جب اون کو شعلہ طور کي زبان نے بشارت نبوت دي ' تو اونکي بي بي اونکے ساتھہ تھیں - بلکہ اونھیں کیلیے وہ آتشکدۂ طور سے آگ لینے گئے تے :

فلما قضی موسی الاجل و سار باھلہ آنس من جانب الطور نارا ' قال لاھلہ امکثوا اني آنست نارا لعـلی آتیکم منہا بخبر او جذوۃ من النـار لعلـــکـم تصطلــون (۲۸ : ۲۹)

جب موسی مدین سے اپني بي بي کو لیکر چلے تو اونکو کوہ طـور کے دامن میں آگ کي روشني نظر آئي - اونھوں نے اپني بیوي سے کہــا یہیں ٹھہرو ' مینے ایک آگ دیکھي ہے ' اوسکا پتہ لگاتا ہوں ' شاید تمہارے تاپنے کیلیے آگ حاصل کرسکوں -

لیکن وادي ایمن میں جاکر معلوم ہوا کہ یہ آگ کا شعلہ نہ تھا بلکہ وہ ایک برق خاطف تھي جو فرعون کے خرمن ظلم و استبداد پر گرنا چاھتي تھي - چنانچہ جب خدا نے عصا اور ید بیضا کي صورت میں اونکو یہ صاعقۂ ہلاکت دیا اور اونہوں نے اپنے بھائي ھارون کي اعانت کا سوال کیا ' تو خدا نے اوسکو پورا کیا :

قال سنشـــد عضدک باخیک و نجعل لکما سلطانا -

خدا نے کہا میں تیرے دست و بازو کو تیرے بھائي کي اعانت سے قوي کردونگا اور تم دونوں کو فرعـون پر غالب کرونگا -

چنانچہ حضرت ھارون علیہ السلام نے آغاز کار سے انجام کار تک حضرۃ موسی کا ساتھہ دیا ' اور وہ دعوۃ موسوي کے ہمیشہ شریک و امین رہے -

حضرت موسی علیہ الســلام کے بعد اس سلسلہ کو اور ترقي ہوئي - پہلے خدا کے ایک صالح بندے نے اپنے بیٹے کو خدا کي مرضي پر قربان کرنا چاہا تھا ' لیکن اب وہ وقت آیا کہ خود حضرۃ مسیح علیہ السلام نے قرباني کے جام مقدس کے طرف ہاتھہ بڑھایا ' اور انکے لیے سولي کا جو تختہ طیار کیا گیا تھا ' اسکي طرف بلا کسي تامل کے بڑھے :

و ما قتلـــوہ و ما صلبوہ و لـکن شبــہ لھـــم - (۴ : ۱۵۶)

اور اونلوگوں نے نہ تو عیسی علیہ السلام کو قتل کیا نہ پھانسي دي - بلکہ اون پر اس قـرباني کي حقیقت مشتبہ ہوگئي -

لیکن اسلام کے زمانہ تک خدا کي راہ میں جو قربانیاں ہوئي تھیں ' وہ محض شخصي حیثیت رکھتي تھیں ' یعني انبیاء نے شخصي طور پر خدا کي ذات پر اپني اولاد کو یا اپنے آپ کو قربان کردیا تھا - جہاد کي یہ ابتداء تھي ' مگر اسکي تکمیل شریعت اسلام پر موقوف تھي - چنانچہ اسلام نے جسطرح عقائد و عبادات اور معاش و معاد میں تمام قدیم مذاھب کي تکمیل کي ' اوسي طرح جہاد کي حقیقت کو بھي مکمل اور واضح کردیا - اب تک کسي پیغمبر کے خاندان نے جہاد میں کوئي حصہ نہیں لیا تھا - شخصي طور پر بھي جو قربانیاں کي گئیں ' وہ راہ ھي میں روک لي گئیں - حضرت ابراھیم نے اپنے لخت جگر کو خدا کي نذر کرنا چاہا لیکن اسکا موقعہ ھي نہ آیا ' حضرت عیسی سولي کے طرف بڑھے لیکن بچالیے گئے - آج تک تمام خاندان نبوت نے متفقہ طور پر اسمیں شرکت بھي نہیں کي تھي اور اسکي کوئي نظیر تمام سلسلۂ انبیاء میں نہیں نظر آئي تھي کہ صرف بھائي ' صرف بیٹا ' صرف بیوی ' ھي نے مقصد نبوت میں ساتھہ نہ دیا ہو بلکہ بلا تمیز خاندان نبوت کے اکثر اعضاء و ارکان راہ حق میں قربان ہوے ہوں -

عليه و سلم اذ اتاه رجل فشكاء اليه الفاقة ' ثم اتاه آخر فشكاء قطع السبيل ' فقال : يا عدي ! هل رايت الحيرة ؟ قلت لم ارها و قد انبئت عنها - قال فان طالت بك حياة لترين الظعينة ترتحل من الحيرة حتي تطوف بالكعبة لا تخاف احدا الا الله - قلت فيما بيني و بين نفسي : فاين دعار طي الذين قد سعروا البلاد ؟ و لئن طالت بک حياة لتفتحن كنوز كسرى - قلت كسرى بن هرمز ؟ قال كسرى بن هرمز - و لئن طالت بک حياة لترين الرجل يخرج ملء كفه من ذهب او فضة يطلب من يقبله منه فلا يجد احدا يقبله منه !

تها که ایک آدمي آیا اور تنگدستي کي شکایت کي ' پهر دوسرا آدمي آیا اور لٹ جانے کي شکایت کي - آپ نے میری طرف مخاطب هوکر فرمایا : کیوں عدي ! تم نے شهر حیره کو دیکها هے ؟ میں نے کہا " دیکها تو نہیں هے البته سنا هے " آپ نے فرمایا " اگر تم زنده رهے تو دیکهه لینا که ایک پرده نشین عورت تنها ملک حیره سے سفر کرکے آئیگي اور خانه کعبه کا طواف کریگي ' لیکن خدا کے سوا اوسکو راه میں کسي چیز کا ڈر نهوگا " عدی کہتے هیں که میں نے دل میں کہا : " قبیله طے کے ڈاکو کیا هوجائینگے جنهوں نے تمام ملک عرب میں آگ لگا رکهي هے ؟ " پهر آپ نے فرمایا " اگر تم زنده رهے تو دیکهوگے که کسری کے خزانه کا دروازه کهول دیا گیا هے " مینے تعجب سے پوچها " کسری بن هرمز ؟ " آپ نے فرمایا " هاں کسری بن هرمز " پهر آپنے فرمایا : " اگر تم زنده رهے تو دیکهوگے که ایک آدمي اپني مٹهي میں سونا یا چاندي لیکر گهر سے چلے گا اور فقرا کو دینا چاهیگا ' مگر هر شخص بجاے خود اس قدر مستغني هوگا که اس صدقه کو کوئي قبول نه کریگا "

قال عدي : فرايت الظعينة ترتحل من الحيرة حتي تطوف بالكعبة لا تخاف الا الله - وكنت فيمن افتتح كنوز كسرى بن هرمز - و لئن طالت بكم حياة لترون ما قال النبي ابو القاسم صلى الله عليه و سلم - (۱)

عدی کہتے هیں که میں نے اپني آنکهوں سے دیکهه لیا که حیره سے ایک پرده نشین عورت بے خوف آتي هے اور خانه کعبه کا طواف کر کے چلي جاتي هے - کسری بن هرمز کا خزانه کهولا گیا ' اور میں اسکے کهولنے والوں میں شریک تها - آنحضرت کي تیسري بشارت یعني اسقدر الله دولت عطا کریگا که صدقه لینے والے مسکین نه ملینگے ' تو عدي نے کہا که جو لوگ زنده رهینگے وه اسکو بهي دیکهه لینگے -

چنانچه اس دور کے بعد جو لوگ آئے ' انهوں نے اس چیز کو بهي اپني آنکهوں سے دیکهه لیا - یه بشارت تهي جو اسلام نے اس قوم کو دي تهي جو ریگستان کے صحرائي خیموں میں سوتي ' خشک کهجور کهاتي ' اور اونٹوں کو چراتي تهي ' مگر اس نے یقین کیا اور اسکا پهل پایا - پهر آه ! موجوده عهد کے وه مسلمان جو محلوں میں رهکر ' ریشمي بستروں پر سوکر ' آج اسلام کے وعده پر یقین نہیں لاتے ' اور اسکے لیے اپنے اندر کوئي یقین نہیں رکهتے ! فشتان ما بين اليوم و الامس !

غزوات اسلامیه کا یهي مقصد تها - چنانچه جب یه مقصد حاصل هوگیا ' دارالامة (کعبه) کا دروازه تمام دنیا کیلیے کهل گیا ' باهمي جنگ و خوں ریزي کي جگه امن و امان قائم هوگیا ' فتنه و فساد کفر کا غبار بیٹهه گیا ' حریة و استقلال انساني کا شرف وجود میں آ گیا ' تو اس نے اپني تکمیل کا عام اعلان کردیا :

اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتي و رضيت لكم الاسلام دينا -

پس اسلام اور امن ایک هي حقیقت کے دو نام هیں - اسلام کي صلح بهي امن کیلیے هے - جنگ بهي امن کیلیے - حتى لا تكون فتنة و يكون الدين كله لله !

(۱) بخاري جزء ۴ - باب علامات النبوة -

باب التفسیر

فلسفه احتساب

امر بالمعروف و النهي عن المنكر

تعیین حقیقت و تفصیل لوازم و اعراض

مظاهر مختلفه ' و مدارج ترقي و تنزل !

(۱)

الله تعالی نے مادۂ عالم کي تخلیق و تقویم صرف انسان کي نفع رساني کیلیے کي هے - جسطرح زمین کا فرش همارے لیے بچها یا گیا هے جسکو هم پانوں سے روند رهے هیں ' اوسي طرح هوا کا کره بهي همارے هي لیے حرکت کر رها هے جسکو هم هاتهه سے چهو نہیں سکتے - جسطرح خاک کا هر ذره همارے لیے فضاے عالم میں چمکتا پهرتا هے ' اوسي طرح آفتاب بهي همارے هي لیے اپنے محور پر گردش کرکے نور برسا رها هے - جس طرح همارے اعصاب کا باهمي اتصال همارے دماغ تک ایک احساس عام کي کیفیت کو نهایت سرعت کے ساتهه پهونچاتا رهتا هے ' اوسي طرح تمام اجرام فلکیه کي قوت جاذبه سب کو ایک رشته میں جکڑ کر اونکے متفقه فوائد و منافع کو همارے هي لیے تقسیم کرتي رهتی هے !

(شؤون مادیه)

الله تعالی نے قرآن حکیم میں اپنے اس احسان عام کا ذکر بار بار کیا هے - پہلے ایک آیت میں فرمایا که آسمان و زمین کي هر مخلوق اپنے ساتهه فوائد و منافع کا ایک بے شمار ذخیره رکهتي هے ' اور خدا کے صالح بندے وهي هیں جو همیشه اس خزانه کي جستجو میں مصروف رهتے هیں :

ان في خلق السموات و الارض و اختلاف الليل و النهار لايت لاولي الالباب الذين يذكرون الله قياما و قعودا و على جنوبهم و يتفكرون في خلق السموات و الارض : ربنا ما خلقت هذا باطلا (۳ : ۱۸۷)

یقیناً آسمانوں اور زمین کي خلقت ' نیز لیل و نهار کے اختلاف و طلوع و غروب میں ارباب عقل و بصیرة کیلیے حکمت الهي کي بڑي هي نشانیاں رکهي گئي هیں - وه ارباب بصیرة جو کهڑے رهکر ' بیٹهے بیٹهے ' لیٹے لیٹے ' غرضکه هر حال میں الله تعالی کو اور اسکي قدرت و حکمت کو یاد کرتے رهتے هیں ' اور کائنات سماوي و ارضي کے اسرار و حقائق میں همیشه تفکر کرتے هیں ' اور بالآخر اس نقطۂ علم و یقین تک پهنچ جاتے هیں که کائنات عالم کے کسي ایک ذرے کو بهي خدا تعالی نے بغیر کسي مصلحت و نفع کے پیدا نہیں کیا هے ' اور یه سب کچهه محض کسي اتفاقي تخلیق و تکوین هي کا نتیجه نہیں هے !

و ما خلقنا السماء و الارض و ما بينهما لاعبين (۲۲ : ۱۶)

اور هم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچهه ان میں هے ' محض ایک کهیل تماشه هي نہیں بنایا هے بلکه ان میں سے هر چیز اپنے اندر اپني تخلیق کا ایک خاص مقصد ' ایک خاص خاصه ' ایک خاص اثر ' اور ایک امتیاز علت رکهتي هے -

پهر اسکے بعد فرمایا که یه تمام فوائد و منافع صرف انسان هي کیلیے مخصوص هیں ' لیکن چونکه انسان زمین میں رهتا هے اور

اسي طرح چند مسلمان خيبر كي طرف گئے، اور وهاں پهونچكر اپني اپني ضرورت كيليے متفرق هوگئے - پلٹے تو ايک شخص كو مقتول پايا - آنحضرت كي خدمت ميں حاضر هوكر اس واقعه كي خبر كي - آپ نے قاتل كے متعلق شهادت طلب فرمائي - ليكن وه لوگ كوئي گواه پيش نه كرسكے - آنحضرت نے خيبر كے يهوديوں سے قسم لينا چاها، ليكن ان لوگوں نے انكي قسم پر اعتماد ظاهر نهيں كيا - مجبوراً خود آپنے صدقے كے اونٹوں سے اسكي ديت ديدى (١)

ايک بار عرب كے مختلف قبيلوں نے آنحضرت سے فوجي مدد كي درخواست كي - آنحضرت نے قراء صحابه ميں سے ستر آدمي ساتهه كرديے - جب وه لوگ بير معونه پر پهونچے تو ان قبائل نے بيوفائي كي اور انكو قتل كرديا (٢)

اس قسم كے جرائم صرف كفار هي تک محدود نه تهے - بلكه جب تک آنحضرت صلى الله عليه وسلم كے فيض صحبت اور آپ كي روحاني تربيت نے مسلمانوں كے نظام اخلاق كو پخته اور مكمل نهيں كيا تها، خود ان سے بهي كبهي كبهي اس قسم كے افعال سرزد هو جايا كرتے تهے - آنحضرت نے به مقام حديبيه كفار كے ساتهه جو معاهدۂ صلح كيا تها، اسكي ايک دفعه يه تهي كه مكه سے جو مسلمان مدينه بهاگ كر آئيگا، آپ اسكو واپس كرديا كرينگے - اس بنا پر جب ابو بصير مكه سے مدينه بهاگ آئے تو قريش نے انكو واپس لانے كيليے دو شخص بهيجے - آنحضرت نے ابو بصير كو انكے حوالے كرديا - ليكن ابو بصير نے راستے ميں دهوكے سے ايک شخص كو قتل كرديا، اور پهر مدينه واپس چلے آے - آنحضرت نے انكو دوباره واپس كرنا چاها تو وه دريا كے كنارے بهاگ گئے، اور وهيں مستقل سكونت اختيار كرلي - مكه كے ستم رسيده مسلمانوں كو خبر هوئي تو سب كے سب ان سے جاكر مل گئے - اب ايک مستقل جمعيت قائم هوگئي جو عموماً قريش كے كاروان تجارت كو لوٹا كرتي تهي - قريش نے آنحضرت كي خدمت ميں اسكي شكايت كي تو آپ نے ان لوگوں كو اپنے پاس بلا ليا (٣)

ليكن اس بد امني كا سب سے زياده مضر اور شديد اثر خود اشاعت اسلام پر پڑتا تها - اسلام اپنے روحاني اثر سے تمام عرب ميں نهايت سرعت كے ساتهه پهيلتا جاتا تها، اور عرب كے مسلمان قبائل آنحضرت كي خدمت ميں حاضر هو كر فيض صحبت اٹهانا اور تعليمات اسلاميه سے بهره اندوز هونا چاهتے تهے - ليكن بد امني كا يه طوفان ان روحاني لهروں كو بهي اپنے اندر سميٹ لينا چاهتا تها -

چنانچه وفد عبد القيس نے آپ كے فيض تربيت و تعليم سے محروم رهنے كا سبب نهايت حسرت آميز الفاظ ميں يه بيان كيا تها :

يا رسول الله! قد حالت بيننا و بينك كفار مضر و لن نخلص اليك الا في الشهر الحرام فمرنا بشي ناخذه عنك وندعو اليه من وراءنا (٤)

يارسول الله! كفار مضر همارے اور آپ كے درميان حائل هوگئے هيں، اور هم انكي ركاوٹوں كي وجهه سے هميشه آپكي خدمت ميں حاضر نهيں هوسكتے - صرف حج كے مهينوں هي ميں آ سكتے هيں كه وه امن كا زمانه هوتا هے، پس آپ هم كو اسلام كے احكام و تعليمات سكهلا ديجيے - هم خود بهي سيكهه ليں، اور جو لوگ آپكي خدمت ميں حاضر نهيں هو سكتے، انكو بهي ان احكام كي دعوة ديں -

اسلام اگرچه اپني دعوة كو تلوار سے شروع كرنا نهيں چاهتا تها اگرچه حق كے قيام كيليے تلوار كے بغير چاره نهيں :

لا اكراه في الدين قد تبين الرشد من الغي

مذهب كوئي زبردستي كي چيز نهيں - گمراهي اور هدايت ايک دوسرے سے

بالكل الگ هوگئي هے، اور هر شخص نور و ظلمت ميں اب خود امتياز كر سكتا هے -

ليكن وه كامل سكون و اطمينان كے ساتهه اشاعت اسلام كا بهرحال جائز حق ركهتا تها، اور اس ليے قيام امن و بسط عدل كيليے منكرين كي فطرت خبيثه كا جانبازانه مقابله كر سكتا تها -

دنيا ميں بظاهر نرمي و ملاطفت اخلاقي تعليم كي اشاعت كيليے زياده موثر و موزوں خيال كيے جاتے هيں، ليكن اسوقت اسلام كے سامنے اخلاقي تعليم كي اشاعت سے مقدم تر ايک دوسرا سوال تها - اسوقت يه بحث نهيں تهي كه سطح پر عمارت كيونكر قائم كي جاے، گفتگو يه تهي كه سطح كيونكر هموار كي جاے ؟ اسلام نے مكه كے ايک ايک ٹيلے سے نو برس تک نهايت نرم لهجے ميں اس سوال كا جواب طلب كيا - ليكن صحراے عرب كے هر نشيب و فراز نے جواب ديا كه " هماري گردنيں صرف ٹهوكرهي سے جهک سكتي هيں " اسليے اسلام نے مياں سے تلوار نكالي، اور قوت سے قوت كا مقابله كيا - ليكن عرب كي جنگجو فطرت كي طرح اسكا مقصد بغض و انتقام كے خون سے تلوار كو رنگين كرنا نه تها - بلكه بد امني كے ان تودوں كو هموار كرنا تها، جو اشاعت حق و عدل كي راه ميں حائل تهے - چنانچه صحابه جب اس نا هموار راه كي شدائد و تكاليف سے چور چور هوكر سررشتۂ صبر و سكون كو هاتهه سے چهوڑ دينا چاهتے تهے، تو آنحضرت صلے الله عليه و سلم اس مقصد اعظم كي اهميت بتلا كر انكے اندر عزم و استقلال كي روح پهونكتے تهے :

شكونا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو متوسد بردة له في ظل الكعبة، قلنا له الا تستنصر لنا؟ الا تدعو الله لنا؟ قال: كان الرجل فيمن قبلكم يحفر له في الارض فيجعل فيه فيجاء بالمنشار، فيوضع علي راسه فيشق باثنتين وما يصده ذلک عن دينه، و يمشط بامشاط الحديد ما دون لحمه من عظم او عصب، وما يصده ذالک عن دينه، و الله ليتمن هذا الامر حتى يسير الراكب من صنعاء الى حضرموت لا يخاف الا الله، او الذئب علي غنمه، ولكنكم تستعجلون (١)

صحابه كهتے هيں كه آنحضرت چادر كو سرهانے ركهكر خانه كعبه كے ساے ميں ليٹے هوے تهے، هم نے اپني تكليفوں كي شكايت كي اور كها " باوجود ان شدائد كے آپ همارے ليے خدا سے كيوں مدد نهيں مانگتے ؟ همارے ليے دعا كيوں نهيں كرتے ؟ " آپ نے فرمايا : تم سے پهلے كي قوموں ميں جو صاحب عزم مسلمان تهے، ان كے ليے زمين ميں گڑهے كهود ديے جاتے تهے، اور وه ان گڑهوں ميں كهڑے كرديے جاتے تهے - پهر آره لايا جاتا تها، اور انكے سر پر ركهكر انكو دو ٹكڑے كرديا جاتا تها - ليكن يه مصيبت بهي انكو دين سے نهيں پهير سكتي تهي - انكي كهالوں پر لوهے كي كنگهياں پهرائي جاتي تهيں جو گوشت سے هڈي اور پٹهوں كو جدا كرديتي تهيں ليكن پهر بهي انكے ايمان ميں كسي قسم كا تزلزل نهيں پيدا هوتا تها - تم كو صبر كرنا چاهيے، خدا كي قسم! دين اسلام كامل هوكے رهيگا، اور اسكا كمال يه هے كه يمن سے ايک شتر سوار اس امن و سكون كے ساتهه حضرموت تک چلا جائيگا كه اسكے دل ميں بجز خدا كے اور اس بهيڑيے كے جو اسكي بكريوں كو پكڑ ليجاتا هے اور كسي چيز كا خوف نهوگا، ليكن آه! تم لوگ ايسے وسيع، ايسے عظيم، ايسے جليل مقصد كے حصول ميں ضعف بشري سے جلدي كررهے هو!

آنحضرت نے اس مقصد كو عدي بن حاتم كے دل ميں نهايت وضاحت كے ساتهه جاگزيں فرمايا هے، اور اس سے غزوات اسلاميه كا منتهاے خيال نهايت واضح طور پر منكشف هو جاتا هے :

عن عدي بن حاتم قال: بينا انا عند النبي صلى الله

عدى ابن حاتم كهتے هيں : ميں آنحضرت كي خدمت ميں حاضر

(١) بخاري جزو ٩ ص ٩ - (٢) بخاري جزو ٥ ص ١٠٥ -
(٣) ابو داود ٢ جلد ص ٢٥ - كاروان تجارت كے لوٹنے كا ذكر بخاري وغيره ميں هے - (٤) بخاري جزو ٢ -

(١) بخاري جزو ٣ -

(ارکان ثلاثۃ تقویم عالم)

پس دنیا کا نظام فطرت تین جزوں سے مکمل ہوتا ہے : مادہ ' قوت ' اور ان دونوں سے بالاتر ایک ذي شعور طاقت ' جو ان دونوں میں ربط و اتحاد پیدا کرتي ہے ' اور وہ فطرت صالحۃ و سلیمہ ہے جو اصلاً خود انسان کے اندر موجود ہے -

خدا تعالی نے نظام عالم کي ان تینوں کڑیوں کا ذکر بہ ترتیب ایک سورہ میں کیا ہے :

و الشمس و ضحہا ' و القمر اذا تلہا ' و النہار اذا جلہا - و اللیـــل اذا یغشا ھا ' و السماء و ما بنہا ' و الارض و ما طحہا ' و نفس و ما سواھا ' فالھمہا فجـورھـا و تقواھا ' قد افلح من زکہا ' و قـــد خاب من دسہـا ! (والشـمس ۱ - ۱۰)

سورج اور اسکي حرارت و نورانیت ! چاند جو اسکے بعد ضیا گستر ہوتا ہے ! روز روشن جو رات کي تاریکي کا پردہ چاک کردیتا ہے ! رات کي ظلمت جو دن کي روشني کو چھپا لیتي ہے ! آسمان اور اوسکي عجیب و غریب بناوٹ ! زمین اور اسکا حیرت انگیز پھیلاؤ ! اور پھر مادۂ عالم کے ان تمام مظاھر و شوؤن کے بعد روح انساني اور اوسکا وہ فاطر مطلق جس نے اسمیں ایسي مناسب ' موزون ' مستقیم ' و عادلہ فطرۃ صالحہ رکھي ' اور بالآخر خیر و شر ' حق و باطل ' صحت و سقم ' عدل و اسراف ' نور و ظلمت ' دونوں راھوں کو اسپر کھول دیا - پس اب کامیاب وجود وہ ہے جس نے اپني قوت محتسبہ کے عمل سے اپني فطرۃ صالحہ کو بالکل پاک اور بے آمیزش رکھا ' اور نامراد انسان وہ ہے جس نے اسے ضائع کردیا !!

اب دیکھو کہ اس سورۂ کریمہ میں سب سے پہلے اللہ تعالی نے مظاھر و شوؤن مادیہ سے شہادت دلائي ہے ' اسکے بعد نفس انساني کا ذکر کیا ہے اور اسکے تسویۂ فطری کي طرف اشارہ کیا ہے ' آخر میں فلاح و خسران کا یہ معیار بتلایا ہے کہ الہام خیر و شر کي کشاکش و تصادم میں مستقیم و محتسب رھنا اور فطرۃ صالحہ کو ضلالت کي آمیزش سے پاک رکھنا - پس پہلا درجہ مادہ کا ہے ' دوسرا قوۃ کا ' تیسرا ان سب سے بالاتر ذی شعور قوۃ محتسبہ و عاملہ کا -

یہی آخري جزء ' جو مادہ و قوت میں ربط و توافق اور پھر عمل و صرف صحیح پیدا کرتا ہے ' في الحقیقت احتساب کا سنگ بنیاد ہے اور اسي پر امر بالمعروف و النہي عن المنکر کي عظیم الشان دیواریں قائم ہوتي ھیں - قرآن حکیم نے اسے " امر بالمعروف و نہي عن المنکر " یعنے نیکي کا حکم دینا اور برائي سے روکنا کہا ہے ' اور فطرۃ کا علم صحیح بتلاتا ہے کہ کائنات کا نظام عدل و تکوین دراصل انہي تین رکنوں پر قائم ہے -

(مدارج احتساب)

لیکن تمام نظام عالم ترقي پذیر ہے - اسلیے اسکي ھر کڑي ترقي کي طرف آگے قدم بڑھا رھي ہے - مادۂ عالم آغاز خلقت سے اب تک سیکڑوں قالب بدل چکا ہے - قواء جسماني نے بچپن سے بڑھاپے تک ترقی و انحطاط کي سیکڑوں منزلیں طے کي ھیں - پس اس ارتقاء و نشوء کے اصول پر قوتوں کے ساتھہ ساتھہ قوت احتساب بھي ترقي کرتي رھتي ہے -

چنانچہ سب سے پہلے انسان کي خود فطری قوت احتساب اسکا محاسبہ کرتي ہے - انسان کے اندر سے ہمیشہ برائي کي صدا اٹھا کرتي ہے :

ان النـفس لامــارۃ بالسوء - (یوسف : ۵۲)

نفس برائي کیلیے بہت ھي بڑا حکم دینے والا ہے -

اسلیے اُس کي قوت احتساب سب سے پہلے اُسي کے اندر عمل کرتي ہے - گناہ کرنے کے بعد ھر شخص کو جو ندامت ہوتي ہے ' اور اسپر اُسکا ضمیر جس طرح ملامت کرتا ہے ' دراصل اسي فطري احتساب کا اثر ہے :

لا اقسم بالنفس اللوامۃ (۲ : ۷۵)

اوس پاک روح کي قسم جو گناہ کرنے کے بعد انسان کو بہت ملامت کرتي ہے -

اصول ارتقاء کے بموجب ترقي کا یہ وہ نقطہ ہے ' جہاں سے (جسمانیات میں) حرکت کرکے جمادات ' نباتات کے قالب میں آتے ھیں - اسکے بعد اس قوت کے حیواني مظاھر کي منزل شروع ہوتي ہے - حیوانات کي طرح انسان بھي اپنے بچوں کي تربیت و رھنمائي میں اس قوت کو صرف کرتا ہے ' اور جو آگ اوسکے اندر بھڑک رھي ہے ' اوسیکو اونکے اندر بھڑکانا چاھتا ہے :

یا بني : اقم الصلوۃ وامر بالمعروف وانہ عن المنکر و اصبر علی ما اصابک - ان ذالک من عزم الامور (لقمان : ١٦)

اے بیٹے ! صلواۃ الہي کو قائم کر ! نیکي کا لوگوں کو حکم دے ! برائي سے روک ! اور اس فرض احتساب کے ادا کرنے میں جو جو تکلیفیں برداشت کرني پڑیں ' اونپر صبر کر ! یہ بڑے ھي پختہ ارادے اور اعلی درجہ کا کام ہے -

حیوانیت کي انتہائي منزل کي سرحد سے انسانیت کي سرحد شروع ہوتي ہے - دفعتاً ایک انسان کامل منصۂ عالم پر جلوہ گر ہوتا ہے ' اور خدا کے نور کو اپنے اندر جذب کرکے دنیا کے سامنے نمودار کرتا ہے :

ان اللہ یأمر بالعـــدل والاحسان وایتاء ذی القـــربی وینھی عن الفحشــاء والمنکـر و البغي یعظکم لعلکم تذکرون (نحل - ۹۲)

خدا عدل ' احسان ' اور قرابت داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم کرتا ہے ' اور ھر قسم کي برائیوں اور ھر قسم کے ظلم سے روکتا ہے - خدا یہ نصیحت اسلیے کرتا ہے کہ شاید تملوگ عبرت پکڑو -

چاند دنیا کو وھي روشني دکھاتا ہے ' جسکو اوس نے آفتاب سے حاصل کیا تھا - اسلیے یہ انسان کامل بھي وھي فرض ادا کرتا ہے ' جس پر مامور کرکے خدا نے اوسکو بھیجا تھا :

یأمرھم بالمعروف و ینھاھم عن المنکـــر ویحل لھــم الطیبـات ویحرم علیھم الخبائث (اعراف : ۱۵۶)

اونکو نیکي کا حکم دیتا ہے ' برائیوں سے روکتا ہے ' مفید و صالح چیزوں کو حلال ' اور بري چیزوں کو حرام کرتا ہے -

اب انہي اوصاف و مناقب کے ساتھہ متصف ھوکر اوسکي پاک نسل دنیا میں پھیلتي ہے ' اور انسانیت کاملہ کا ظہور عام ھو جاتا ہے :

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنھـــون عن المنکـر (آل عمران : ۱۰٦)

تم لوگ دنیا کي بہترین امت ھو جسکو خدا نے دنیا کي ھدایت کیلیے نمایاں کیا - کیونکہ نیکي کا حکم دیتے ھو ' برائي سے روکتے ھو -

(ارتقـــاء روحـــانی)

ترقي کے اس نقطے پر پہونچکر ارتقاء کي وہ چاروں منزلیں طے ھو جاتي ھیں ' جسکے ھفت خوان کے طے کرنے کا سہرا (Evolution) کے سر پر باندھا گیا ہے -

لیکن ارتقاء مادی اور امر بالمعروف کے مدارج میں ایک دقیق فرق ہے - قائلین مذھب نشؤ و ارتقاء کے مذھب میں جب جمادات کي ترقي اپنے آخري درجہ تک پہونچ جاتي ہے اور انسان کي نسل زمین پر پھیل چکتي ہے ' تو مادي قوانین ارتقاء یکقلم معطل ھو جاتے ھیں ' اور اسکے بعد وہ کوئي عمل جدید نہیں کرتے - لیکن امر بالمعروف والنہي عن المنکر اپنے آخری درجہ پر پہونچکر

اوسکے فوائد سے آساني کے ساتهه متمتع هوسکتا هے' اسلیے زمین هي کے منافع کو خصوصیت کے ساتهه بیان فرمایا :

هو الـذي خلق لـکم ما في الارض جمیعا (بقرہ : ۲۷)

وہ رب السماوات و الارض هي تو هے جس نے زمین کي هر چیز کو تمهارے لیے پیدا کیا ' تاکه تم اس سے کام لو-

پهر متعدد آیتوں میں تمام بڑي بڑي مخلوقات کی تفصیل بیان فرمائي ' اور اونکو اپني ایک نشاني قرار دیا :

و جعلنا السماء سقـقا محفوظا و هم عن آیاتها معرضون - و هو الـذي خلق اللیل و النهار و الشمس و القمر' کل في فلک یسبحـــون (انبیاء : ۳۳)

اور دیکهو' هم نے آسمان کو کرۂ ارضي کے اوپر ایک محفوظ چهت کي طـرح بنـایا ' اور کس طـرح اسمیں سے اپني حکمت و قدرت اور طرح طرح کے مصالح و اسرار کي نمود کي ؟ پر انسان کي ضلالت هے که با این همه اجرام سماویه کي عجیب و غریب نشانیوں سے بهي گردن موڑے هوے هے ! پهر دیکهو' اسکے سوا اور کون هے جس نے رات اور دن کے اختلاف کو زمین کیلیے قائم کیا ؟ اور سورج اور چاند کو پیدا کیا جو آسمان میں پیرتے رهتے هیں ؟

الله الـذي خلق السموات و الارض و انـزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لکم و سخر لکم الفلک تجري في البحر بامرہ و سخر لـکم الانهار (ابراهیم : ۳۷)

وہ الله هي هے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا' اور اوپر سے پاني برسایا جس کي آبیاري سے تمهارے لیے طرح طرح کي غذائیں پیدا هوئیں ' پهر یه تو اس پاني کے منافع کي تسخیر تهي جو اوپر سے گرتا هے' لیکن جو پاني تمهارے قدموں کے نیچے به رها هے ' اسکے منافع بهي تمهیں کو بخشدیے ' چنانچه سمندر کي دهشت انگیز قهاري پر اسطرح تمکو مسلط کردیا که تم نے کشتـــیاں بنـالیں اور وہ اس سهولت سے پاني میں چلتي پهرتي هیں' گویا سمندر بهي خشکي کي طرح تمهارا جولانگاہ هے اور تم اسکے جس حصه میں جانا چاهو خشکي کي طرح چلـکر جا سکتے هو!

کذلـک سخرنا هالـکم لعلـکم تشکـــرون (۳۸ - حـــج)

اسي طرح هم نے چارپایوں کو تمهارے آگے مسخر کردیا تاکه تم الله کي نعمتوں سے کام لو-

الم نجعل الارض مهادا و الجبال اوتادا و خلـقـنـا کم ازواجا ؟ (النبیاء : ۷)

کیا هم نے زمین کو تمهارے لیے ایک فرش کي طرح نهیں بچها دیا؟ کیا یه هماري هي حکمت و قدرت نهیں هے که پهاڑوں کي بلندي کي اور اسپر میخوں کي طرح نمود کي ؟ پهر کیا وہ هم هي نهیں هیں جس نے تم کو دو جنسوں میں منقسم کردیا ؟

(مـــادہ اور قـــوت)

لیکن دنیا مادہ اور قوت' دونوں کے مجموعه کا نام هے- اسلیے دنیا کا کوئي عمل ان دونوں کي آمیزش کے بغیر انجام پذیر نهیں هوسکتا - نظام فطرت کي هر کڑي اوسوقت تک بکهري هوئي پڑي رهتي هے جب تک که قوت اوس میں تنظیم و ترتیب پیدا نه کردے ' اور اسي کا نام تکوین هے- پس اس بنا پر خدا نے ان شیؤن مادیه کے ساتهه همارے اندر مختلف قواء بهي پیدا کردیے' جو مادۂ عالم سے فائدہ اوٹهانے کي کامل صلاحیت رکهتے هیں- اور یهي وجه هے که هم پر جا بجا ان قوتوں کے ذریعه بهي احسان الٰهي جتایا گیا هے :

قل هو الذي انشاکم و جعل لـکم السمع و الابصار و الافـئدۃ . قلیلا ما تشکرون (ملک : ۲۳)

کهدو که اسي کي ذات خالق کائنات هے جس نے تم کو پیدا کیا' اور تمهارے اندر حواس باطني و ظاهري اور انکي قوتیں ودیعت کیں -

ان قوتوں سے فائدہ اوٹهانے کیلیے کامل وسعت و بسط کي ضرورت تهي- اسلیے خدا نے اس احسان کي بهي تکمیل کردي :

قل هو الذي ذرا کم فی الارض و الیه تحشـــرون -

خـــدا هي نے تمهیں زمین میں پهیلا دیا هے که اپني قوت سے پوری وسعت کے ساتهه فائدہ اوٹهاؤ' اور پهر وهي تمکو اپني طرف سمیٹ بهي لیگا-

(قوۃ اعلـی ؤ مدبـرہ)

لیکن یه قوتیں برق و باد اور کهربائیت و دخانیت کي طرح حرکت پیدا کرنے کي تو قوت رکهتي هیں' مگر وہ انسان کو بذات خود منزل مقصود پر نهیں پهنچا سکتیں - وہ صرف حرکت پیدا کرنا جانتي هیں' لیکن حرکت کے لیے چپ و راست' یمن و یسار' جنوب و شمال کي تمام راهیں یکساں هیں - وہ راہ متعین نهیں کرسکتي اسلیے یه قوتیں خود زمین کے نشیب و فراز میں تمیز نهیں کرسکتیں' اور خدا هي نے اونکو خیر و شر کے یه دونوں راستے دکها دیے هیں :

الـم نجعل لـه عینین و لسانا و شفتین و هدیناہ النجدین؟ (بلد : ۹)

کیا هم نے انسان کیلیے آنکهیں' هونٹ اور زبان بناکر خیر و شر' حق و باطل' یمین و شمال کي دونوں گهاٹیاں اُسے نهیں دکها دیں ؟

اِسلیے جسطرح انجن کو ایک سائق (ڈرایور) کي ضرورت هوتي هے که اسٹیم کي طاقت کو سیدهي راہ پر لگاے' اوسي طرح یه قواء بهي ایک ذي شعور محاسب کے محتاج هوتے هیں جو اُنمیں تنظیم و ترتیب' توافق و تطابق' اور صحیح و مکوّن فعالیت پیدا کرے' اور بالفاظ سادہ تر یه که اُنسے ٹهیک ٹهیک صحیح و عادلانه کام لیے - اِسلیے خدا نے هر چیز کے اندر فطرتاً اس محاسب کو بهي پیدا کر دیا :

قال : ربنا الذي اعطی کل شيء خلقه ثم هدی (طه : ۴۰)

میرا پروردگار وہ هے جس نے هر چیز کي خلقت کي تکمیل کي ' اور پهر اوسکو حواس ظاهري و باطني دیکر راہ عمل دکها دي -

لیکن انسان کو فطرت نے یه حصه اور تمام مخلوقات سے زیادہ دیا هے :

لقد خلقنا الانسان في احســـن تقـــویـــم - (والتین : ۴)

هـــم نے انسان کو ایـــک بهـــترین فطرۃ عادلۃ و مقومه کے قالب میں پیدا کیا هے-

یهي فطرۃ صحیحه اور خلقۃ مستقیمه هے جو انبیاء کرام کے اندر سے نمایاں هوتي هے - اسي لیے وہ خدا کے اس احسان کا ذکر بار بار کرتے هیں - اور یهي فطرۃ اصلیۂ صالحه هے جو انکے عصر و دور کي عام تاریکي و ضلالت کے اندر چمک کر حقیقت محجوبه کا روشن راسته دکها دیتي هے :

واذ قـال ابـراهیم لابیـه و قومه : انني براء مما تعبـدون - الا الــذي فطرني فانـه سیهـدین (زخرف : ۲۵)

ابراهیم نے اپنے باپ اور اپني قوم سے کها : ایک خدا کو چهوڑ کر تم نے اپني پرستش کے جو جهوٹے معبود بنا لیے هیں' میں نے اُن سب سے اپنے آپ کو الگ کرلیا - میں صرف اسي ایک معبود حقیقي کا هو رها هوں جس نے مجهے پیدا کیا - اور چونکه مجهے پیدا کیا اسلیے صرف وهي هے جو میري فطرۃ سلیمه کے ذریعه میري هدایت کریگا !

اسلیے یه روح بهي سب سے پہلے اونهي کے قلب میں امر بالمعروف و النهي عن المنکر کا احساس پیدا کرتي هے :

و اما من خاف مقام ربه و نهي النفس عن الهوی (نازعات : ۴۱)

وه شخص جو اپنے خدا سے ڈرا اور جس نے نفس کو هوا پرستي سے روکا -

پهر یه روح ترقي کرکے بڑے بڑے مظاهر ڈهونڈهتي هے - کبهي جز و نبوت بن جاتي هے : یامرهم بالمعروف و ینهاهم عن المنکر و یحل لهم الطیبات و یحرم علیهم الخبائث - یه آیة کریمه اوپر گذرچکي هے -

کبهي ایک امة مسلمة و عادله کي خلافت کے اندر سے نمایاں هوتي هے :

الذین ان مکنهم في الارض اقاموا الصلوة و اتوا الزکواة و امروا بالمعروف و نهوا عن المنکر' و لله عاقبة الامور (حج : ۴۲)

وه خدا کے مومن بندے که اگر هم اُنکي خلافت کو دنیا میں قائم کردیں تو اُنکا یه کام هوگا که صلواة الهي کو قائم کرینگے' الله کي راه میں اپنا مال خرچ کرینگے' نیکي کا حکم دینگے' اور برائي سے روکیں گے - اور انجام کار الله هي کے هاتهه هے -

کبهي نیک بندوں کے اعمال کے اندر سے ظهور پذیر هوتي هے :

قم الصلوة ! ان الصلوة تنهي عن الفحشاء والمنکر و لذکر الله اکبر - (عنکبوت : ۴۴)

صلواة الهي کو قائم کر' بلا شبه وه تمام برائیوں سے روکتي هے ' اور خدا کے ذکر کا اثر تو اس سے بهي زیاده هوسکتا هے -

کبهي ایک مستعد گروه کے اندر سے جلوه گر هوتي هے :

امة قائمة یتلون آیت الله اناء اللیل و هم یسجدون - یومنون بالله و الیوم الاخر' و یامرون بالمعروف و ینهون عن المنکر' و یسارعون في الخیرات - اولئک من الصالحین - (آل عمران : ۱۰۹)

وه حق پرست جماعت جسکے افراد کا یه حال هے که راتوں کو اُٹهکر الله کے کلام کي تلاوت کرتے هیں اور اُنکے سر اُسکے آگے جهکے هوتے هیں ' الله اور یوم آخر پر ایمان رکهتے هیں' نیکي کا حکم دیتے هیں ' برائي سے روکتے هیں ' اور نیک کاموں کیلیے سرگرم رهتے هیں ' سو یهي لوگ هیں که انکا شمار " صالحین " میں هے -

لیکن هر حالت میں وه ایک روشني هے جو دنیا هي کو دي جاتي هے' اسلیے سب سے پہلے وه آمرین بالمعروف کو ٹهوکر سے بچاتي هے - وه دنیا کے نشیب و فراز اور سنگ و خاشاک سے بچکر صحیح و سالم نکل جاتے هیں :

فلما نسوا ما ذکروا به' انجینا الذین ینهون عن السوء (اعراف : ۱۶)

اور جب اون لوگوں نے الله کي بخشي هوئي هدایت کو بهلا دیا ' جو امرین بالمعروف کے ذریعه اونکو یاد دلائي جاتي تهي ' تو هم نے اونکي برائیوں سے داعیان حق کو بچا لیا تاکه بدکاروں کا ظلم انهیں نقصان نه پهونچا سکے -

اگر یه روشني نه هوتي تو تمام دنیا ایک ظلمت کدهٔ هلاکت بن جاتي اور عقل کي آنکهه کچهه بهي نه دیکهه سکتي :

فلو لا کان من القرون من قبلکم اولوا بقیة ینهون عن الفساد في الارض الا قلیلا ممن انجینا منهم' واتبع الذین ظلموا ما اترفوا فیه ' و کانوا مجرمین - (هود : ۱۱۷)

جو قومیں تم سے پہلے گذر چکي هیں ان میں ایسے داعیان حق کیوں نه هوے جو ظلم و فساد سے روکتے ؟ بلا شبه هوے البته انکي تعداد تهوڑي تهي اور یهي ارباب اصلاح و معروف تهے جن کو بندگان ضلالت نے نقصان پهنچانا چاها - مگر هم نے بچا لیا' اور ارباب ظلم و فساد اپنے فسق و فجور هي میں مبتلا رهے - بلا شبه یه مجرموں میں سے تهے که انهوں نے قانون الهي سے بغاوت کي !

لیکن عام لوگوں پر اسکي ترقي و تنزل دونوں کے مدارج کا اثر یکساں پڑتا هے - جسطرح دهندلي روشني کو هر آنکهه نهیں دیکهه سکتي ' اسي طرح آفتاب کے قرص پر بهي هر نگاه نهیں ٹهر سکتي - جب علماء کي قوت احتساب بے اثر هوجاتي هے ' تو فطرة محتسبه تمام دنیا کا احتساب براه راست نهیں کرسکتي - اسوقت خدا اپنے ایک کامل بندے کو چن لیتا هے جو نور الهي کو جذب کرسکتا هے - جسکي بصیرة میں آفتاب الهي کے دیکهنے اور اکتساب نورانیت کي طاقت کامل موجود هوتي هے' اور وه دوسروں کے اندر بهي اس روشني کي کرنوں کو نافذانه پهنچا سکتا هے - یهي درجه مقام اعظم نبوت هے ' اور اسي لیے دنیا میں هر شخص کو چاهیے که بغیر کسي بحث و مباحثه کے اوسکے احکام کو تسلیم کرلے ' کیونکه هر شخص بذات خود اس نور کا کسب نهیں کرسکتا - وه ایک قوة قائمهٔ منوره کا محتاج هے - یه قوة منوره مقام نبوة کي فعالیت هے ' اور اسي بنا پر خدا نے مسلمانوں کو حکم دیا هے :

ما اتاکم الرسول فخذوه و ما نهاکم عنه فانتهوا (حشر : ۷)

رسول تمکو جن چیزوں کا حکم دے' اسپر عمل کرو' اور جس چیز سے روکے اوس سے رک جاؤ !

پس یه حکم جبري نهیں هے' بلکه یقین فطري هے - اور فطرت کے سامنے انسان کو گردن جهکا دیني چاهیے -

لیکن اسکے ساتهه هي هر شخص کا فرض هے که اس روشني کو دنیا میں پهیلائے - اور اگر دنیا اوسکو قبول نه کرے تو مایوس نه هو - کیونکه نیکي کا حکم کبهي بے اثر نهیں ره سکتا ' اور دنیا کو بهر حال برائي سے روک هي دیتا هے :

لولا ینهاهم الربانیون و الاحبار عن قولهم الاثم و اکلهم السحت ' لبئس ما کانوا یصنعون - (مائده : ۶۸)

اگر علماء و احبار حق یهودیوں کو بري باتوں کے کهنے اور حرام کهانے سے نه روکتے ' تو وه اس سے بهي زیاده برائیوں اور بدکاریوں میں ڈوبتے' جتني (باوجود مجددین حق اور آمرین بالمعروف کي تعلیمات کے) ان میں نظر آ رهي هیں -

غــزل

غم سے نهیں ایک دل بهي آزاد * فریاد ز دست عشق فریاد !

عاشق هوے اور مر مٹے هم * اپني تو یه مختصر هے روداد !

هوگا کسے جان دینے میں عذر ؟ * ارشاد اور آپکا پهر ارشاد !

جانباز هے عشق ' حسن دلبر * یه دونوں امور هیں خدا داد

اُس چشم نے دلبري کے شیوے * سب سیکهه لیے بغیر استاد

رهنے لگي انکي یاد هر دم * اب همکو رهیگا اور کیا یاد ؟

پردے میں ستم کے لطف حسرت * هے اس بت حیله جو کا ایجاد

ونــه

دل کشتهٔ غم هے جان برباد * مایوس فراق هوں میں ناشاد

عاشق کا هے کام جان دینا * اپنا بهي هے اسي خیال پر صاد

با نرمي حسن و گرمي خو * اُسذات میں هیں صفات اضداد

دانے هیں اور سب فسانے * اک قصهٔ آرزو رها یاد !

هر حسن که عشق سب هیں فاني * شیریں هي رهي' رها نه فرهاد

(ق)

ارباب وفا پرست و حق کوش * تها جن سے دیار صدق آباد

سب هوگئے چپ' بس ایک حسرت * گویا هیں " ابو الکلام آزاد "

[حسرت موهاني]

۹۱

ایک جدید قوت پیدا کرتي ہے ' جسکو شریعت کي اصطلاح میں " صلواۃ الہي " کہتے ہیں - " صلواۃ " کے اندر وہ تمام اعمال کاملۂ و حقۂ و عادلہ داخل ہیں جنکو عبودیۃ الہي کے ارتقاع و علو کے ساتھہ دنیا میں ایک انسان کامل انجام دیتا ہے ' اور اس طرح ہر عام " انساني فعل " ایک مزید درجۂ ترقي و نشو پاکر " عبادت " بن جاتا ہے - چنانچہ یہي قوت ہے جو اپني خاموش زبان سے دنیا کي ہدایت کرتي ہے :

ان الصلـوۃ تنہي عن الفحشاء و المنکر -

نماز ہر قسم کي برائیوں سے روکتي ہے -

حضرت شعیب علیہ السلام کي قوم کو یہي اعلی ترین عملي قوت شرک و بت پرستي سے روکتي تھي ' اسلیے ان لوگوں نے کہا :

اصلواتک تامـرک ان نتـرک ما یعبد اباؤنا ؟ (۱۲ : ۸۸)

کیا تمہاري عبادت تم کو یہ حکم دیتي ہے کہ اس راہ کو چھوڑ دیں جسپر ہمارے باپ دادا کا عمل تھا اور جس چیز کي وہ پوجا کرتے تھے ؟

(قانـــون تنـــزل)

لیکن قوتِ احتساب نے جس طرح ترقي کي تھي ' اوسي طرح انحطاط کے مدارج بھي شروع ہوتے ہیں - جو انسان کہ اپنے بچوں کي قوت احتساب کو ترقي دے سکتا تھا ' ایک وقت آتا ہے کہ خود اپني قوۃ محتسبہ ہي کو فنا کر دیتا ہے ' اور اسکے تمام حواس ظاہري و باطني خارجي ضلالت کے اثر سے معطل ہوکر رہجاتے ہیں - یہاں تک کہ ہر شخص علانیہ منکرات و معاصي کا ارتکاب کرنے لگتا ہے اور اپني فطرۃ صالحۂ و سلیمہ کو یکقلم مسخ کردیتا ہے - حضرۃ لوط علیہ السلام نے کہا تھا :

انکـم لتاتــون الـرجـال و تقطعون السبل و تاتون في نـــادیکم المنکـــر (عنکبوت : ۲۸)

تم لوگ فعل خلاف وضع فطري کے مرتکب ہوتے ہو ' رہ میں ڈاکہ مارتے ہو ' اور اپني صحبتوں میں علانیہ برائیوں کا ارتکاب کرتے ہو -

اسلیے اب زندگي کے مدارج نباتاتي و حیواني دونوں فنا ہوجاتے ہیں - انسانیت کاملہ کا ظہور انہي کي تدریجي ترقي کا نتیجہ تھا - پس جب اوسکي ابتدا کي کڑیاں ٹوٹ جاتي ہیں تو انسانیت کاملہ کا درجہ بھي (جو آخري کڑي کا حکم رکھتا) ہے ' فنا ہوجاتا ہے - بلکہ فنا کردیا جاتا ہے :

ان الذین یکفرون بایت اللہ و یـقتلــون النبیین بغیر حق (۳ : ۲۰)

وہ لوگ جو آیات الہیہ کا انکار کرتے ہیں ' اور انکا سب سے بڑا انکار یہ ہے کہ انکے حاملین اور داعیوں کو قتل کرتے ہیں -

اب انہي لوگوں کے ہاتھوں اس انسان کامل کي وہ نسل بھي مفقود ہوجاتي ہے جو اس فرض احتساب کو ادا کرتي تھي :

و یقتلون الذین یامرون بالقسط مـن النـــاس (۳ : ۲۰)

اور یہ بدبخت ان پاک انسانوں کو بھي قتل کردیتے ہیں ' جو عدل اور صراط مستقیم کي طرف انسانوں کو بلاتے اور امر حق کا حکم دیتے ہیں -

لیکن ترقي و تنزل کے یہ مدارج ایک ہي اصول کے تابع ہیں - جسطرح نسل حق تدریجي ترقي کے بعد پیدا ہوئي تھي ' اوسي طرح بتدریج فنا بھي ہوتي ہے - امر بالمعروف اور احتساب انساني کي ترقي کے کئي درجے تھے - اسي طرح اسکا تنزل بھي تین درجوں میں منقسم ہے - ابتداء میں یہ گمراہ نسل اگرچہ خود نیکي پر عمل نہیں کرتي ' تاہم دوسرونکو نیکي کرنے کا حکم رسماً و عادتاً ضرور دیتي رہتی ہے : یہ تنزل کا پہلا درجہ ہے :

اتامرون النـاس بالبر و تنســـون انفسکـــم - (بقرہ - ۴۱)

دوسروں کو تو نیکي کا حکم دیتے ہو لیکن خود اپنے نفسوں کو بھول گئے ہو جو سب سے زیادہ اس حکم کے مستحق ہیں ؟

لیکن رفتہ رفتہ یہ حالت یہانتک پہونچ جاتي ہے کہ خود یہي نسل دوسرونکو برائي کا حکم بھي دینے لگتي ہے اور اسطرح احتساب حق کا آخری نقش پا بھي مٹ جاتا ہے - تاہم یہ دوسرا درجہ ہے :

الذین یبخلون و یامرون النـــاس بـالبـــخل - (نساء - ۴۱)

وہ بدبخت جو خود بھي بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھي بخل کیلیے حکم کرتے ہیں ' اور اس طرح اللہ کي دي ہوئي طاقت کو اللہ کي راہ میں نہ تو خود خرچ کرنا چاہتے ہیں اور نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں !

اسکے آگے ایک درجہ اور آتا ہے - دوسرے درجہ میں گرکر یہ نسل برائي کا حکم دیتي تھي ' لیکن ابھي تک نیک کاموں میں رکاوٹ نہیں پیدا کرتي تھي - اب تیسرا درجہ الہي قوت کے فقدان اور شیطان کے تسلط کے اعلان کا آتا ہے ' اور صرف یہي نہیں ہوتا کہ برائي کي جائے اور برائي کي تعلیم دي جائے ' بلکہ ان دونوں مدارج ابلیسیت کے ساتھہ یہ منتہاء شیطنت بھي شروع ہو جاتي ہے کہ پرستاران باطل حق کے خلاف جہاد کرتے ہیں اور سچائي اور نیکي کو دنیا سے بالکل معدوم و فنا کردینا چاہتے ہیں .

المنفقـــون و المنفقت بعضہم من بعض یامرون بالمنکر ' و ینہون عـــن المعروف (توبہ - ۶۸)

منافق مرد اور منافق عورتیں جو اعانت باطل اور مخالفت حق میں ایک دوسرے کے ساتھي اور سازشي ہیں ' برائیوں کا حکم دیتے ہیں اور ساتھہ ہي دنیا کو نیکي سے روکتے بھي ہیں -

انحطاط کا یہي درجہ ہے جہاں پہونچکر اس نسل کا خاتمہ ہوجاتا ہے ' آمرین بالمعروف علانیہ قتل کیے جاتے ہیں ' طرح طرح کي تکلیفوں اور قسم قسم کي دنیوی سزاؤں سے انکي جماعت کو ہلاک کیا جاتا ہے ' اور اسطرح وہ روح صالح فنا کردي جاتي ہے جو دنیا کو ایک عام دعوت عمل دیتي تھي ' اور وہي انتظام انسانیۃ کبری کي آخري منزل تھي -

(لـوازم و اعـراض)

اس تفصیل سے تم نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ امر بالمعروف و النہي عن المنکر ایک روح عامہ کا نام ہے جو تمام کائنات ہستي پر حکومت کرتي ہے ' لیکن روح کے مظاہر مختلف ہوتے ہیں - حیوان اور انسان دونوں میں روح ہے ' لیکن دونوں کے آثار و نتائج مختلف ہیں - روح حیواني میں وہ نور نہیں ہے جس سے انسان کا دماغ روشن ہے - اسي طرح امر بالمعروف کي روح اگرچہ فطرتاً تمام عالم میں ساري ہے ' لیکن ترقي و تنزل کے لحاظ سے اسکے مدارج مختلف ہیں - اس روح کا سب سے اعلی مظہر خود خداے ذو الجلال ہے :

ان اللہ یامر بالعدل و الاحسان و ایتاء ذی القربی و ینہی عـــن الفحشاء و المنـــکر و البغي - (نحل : ۹۰)

خدا عدل ' احسان ' اور اقربا کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے ' اور ہر قسم کي برائیوں اور ہر قسم کے غصب حقوق سے روکتا ہے -

لیکن خـــدا کي روشني کو وہي لوگ دیکھتے ہیں جنکے دل میں خدا کا خوف ہوتا ہے :

انمـــا یخشی اللہ من عبـــادہ العلمـــاء - (فاطر : ۲۸)

خـــدا کے بندوں میں صرف وہي لوگ خدا کا خوف اپنے اندر رکھتے ہیں جو ارباب علم و بصیرۃ ہیں -

اور ایک نئي أمة صالحه کے پیدا کرنے والے تھے - اس أمة صالحه کے لا تعد و لا تحصي افراد انکي دعوة کي وحدت اعلیٰ میں مضمر تھے:

ان ابراهیم کان أمة قانتاً لله حنيفاً -	یقیناً حضرة ابراهیم کا وجود ایک پوري أمة تھا جو انکي دعوة سے پیدا ہونے والي تھي - صرف الله هي کے نام پر جینے والي اور مرنے والي اور ایک هي مستقیم و فطري راہ هدایت پر تامل !!

چنانچه یهي وجه هے که قرآن حکیم نے حضرة نوح کي مخصوص صف میں صرف حضرة ابراهیم هي کو جگه دي' اور انکو حضرة نوح هي کي طرف منسوب کیا:

و ان من شیعته لابراهیم اذ جاء ربه بقلب سلیم - (۳۷ : ۷۲)	اور حضرة نوح هي کي جماعت میں سے حضرة ابراهیم بهي هیں' جبکه وہ اپنے پروردگار کے حضور "قلب سلیم" کے ساتھ حاضر ہوے - الخ -

اس آیت سے پہلے حضرة نوح کا ذکر تھا - فرمایا که انهي کي جماعت میں سے یا انهي کے طریق تاسیس امم و اصول تبلیغ شریعة حدیدہ پر چلنے والے حضرة ابراهیم علیه السلام بهي تھے -

تمام قرآن میں کسي نبي کو بهي حضرة نوح کا "شیعه" یا متبع نہیں کہا هے - صرف حضرة ابراهیم هي کو انکي طرف منسوب کیا - کیونکه حضرة نوح نے نئي قومیت کي بنیاد ڈالي تھي اور یهي مشن حضرة ابراهیم علیه السلام کا بهي تھا -

(مماثلة و مشارکة اعمال و نتائج)

طوفان کے بعد کي تمام اقوام حضرة نوح هي کي دعوة کي ذریة و نسل تھي - اسي طرح حضرة ابراهیم کے بعد کے تمام سلاسل هدایت و شعوب و اقوام صالحه حضرة ابراهیم هي کي دعوة پر آکر ختم ہوتے هیں' اور ان سب کا مرکز وجود ابراهیمي هي هے -

طوفان کے بعد جسقدر هدایت الهي کي روشني پهیلي' اور جتني قوموں میں عقائد صحیحه و اعمال صالحه کا ظهور هوا' وہ سب کي سب حضرت نوح هي کي بناکردہ دعوة کي شاخیں تهیں - اسي طرح حضرة ابراهیم کے بعد جسقدر شریعة الاهیه کو قیام هوا' اور دین و عدالت کے عقائد و اعمال کي خدمت جن جن قوموں نے انجام دي' وہ سب کي سب حضرة ابراهیم هي کي قائم کردہ دعوة کے سلسلے اور متبعات تھے -

دعوة نوحي نے زمین کي وراثت و خلافة کیلیے ایک امت پیدا کي' اور وہ مختلف شکلوں' مختلف لباسوں' مختلف گوشوں' اور مختلف اثرات قوم و موسم کے ساتھ گردش میں رهي - نقطه اسکا ایک هي تھا' مگر دائرہ کي وسعت نے لاکهوں رقبوں اور کروڑوں نفوس کو اپنے اندر لے لیا تھا - اسي طرح حضرة ابراهیم کا نقطۂ خلت نمایاں هوا' اور اسکے دائرے کے اندر کتني هي قومیں' کتني هي نسلیں' اور کسقدر بے شمار انساني تعداد سمٹ آئي - یهي ایک قوة موسسۂ ابراهیمیه تھي جو مختلف گوشوں' مختلف شکلوں' مختلف ملکي و قومي اثرات و انفعالات کے ساتھ نشوونما پاتي اور اپنا فعل کرتي رهي -

وہ ایک هي دعوة نوحي تھي جسنے اپنے دور فعل و نشؤ میں کتنے هي نام پاے اور کتني هي مختلف شکلوں میں اپنا مرکزي فیضان جاري رکھا؟ وہ کبهي اپنے اصل کے نام سے شریعة نوحي تھي' پھر اپني تجدید و احیاء کے دور میں آکر کبهي حضرة هود کي پکار' کبهي حضرة صالح کي فریاد' اور کبهي ان بے شمار داعیان حق کا وعظ حق تھي جنکے نام همیں نہیں بتلاے گئے!

وہ ایک هي أمة صالحه تھي جسنے اولین و حقیقي شکل أمة نوحي کي پائي - پر جب پهیلي اور متفرق هوئي تو کبهي قوم ثمود کے ضلالت اباد کا ایک گوشۂ هدایت تھي - کبهي عاد کي آبادیوں میں چند مسکینوں اور مظلوموں کا جهونپڑا تھا کبهي ما بین النهرین کا ایک پاک گهرانه جو اپنے وطن و قوم کي خباثتوں پر ماتم کرتے کرتے تھک گیا تھا' اور کبهي اصحاب الایکة کے چند افراد مومنین' اور تبابعۂ یمن کے عظیم الشان تمدنوں میں دعوة نوحي کي ایک صداے بازگشت: کلّ کذب الرسل فحق وعید (۵ : ۱۵)

ٹهیک ٹهیک اسي طرح دعوة ابراهیمي کي "وحدة خلة" بهي نمایاں هوئي' اور اس نے کثرت و تعینات هدایة کي کتني هي مختلف شکلیں' مختلف صدائیں' اور مختلف گوشے پاے - وہ ایک هي حسن و جمال خلة کبریٰ تھا جو اپني اصل شکل میں تو "ابراهیم" کے نام سے آیا' پر اسکے بعد محبوبیتوں کے کتني هي مختلف لباس اسے پهناے گئے' اور حسن الهي کي کتني هي مجلسوں میں کتنے مختلف نقابوں کے ساتھ اسکي نمایش هوئي؟ وہ اپنے اولین ظهور میں اگرچه قرباني کي ایک چهري تھي جو اپنے جگر گوشے کے گلے پر پهیرنے کیلیے تیز کي گئي' لیکن اپنے دوران و سیران نشو و نما میں کبهي چشم یعقوب کا پاک آنسو بنکر نمودار هوئي جو فراق یوسفي میں بها' اور کبهي خاندان اسحاق و یعقوب کي ایک مقدس وصیت اسلامي میں ظاهر هوئي جس نے ملة حنیفي کو آنے والے عهد میں منتقل کیا - وہ کبهي خاک مصر کے ایک عیش کدۂ شباب کے اندر "معاذ الله انه ربي احسن مثواي' انه لا یفلح الظالمون" کي صداء نبوت تھي' کبهي قید خانۂ مصر کے اندر دین قیم کا ایک جامع وعظ که "ء ارباب متفرقون خیر ام الله الواحد القهار؟" پھر عشق و جستجوے حقیقت کا وہ بے چین قدم جو بیابان مدین کي وادي مقدس میں آگ کیلیے والهانه دوڑا' اور فطرة نبوت کا وہ سر جوش هدایت جس نے "اني انا الله" کي صداے عشق نواز پر لبیک کہا' گو اپنے عهد میں "حقیقت موسوي" کا ایک مقام تھا' پر دراصل اسکے اندر بهي حقیقت ابراهیمي هي کار فرما تھي - پھر ظهور صداقت کا وہ عهد اعظم جس نے سرزمین مصر کے ظلم و استبداد کو شکست دي اور نسل اسرائیلي کو فراعنۂ مصر کي غلامي سے نجات دلائي' اگرچه موسیٰ علیه السلام کے "ثعبان مبین" کا کرشمه تھا' لیکن یه عصاء موسوي کي قوت بهي وهي قوة تھي جو اس سے پہلے "حجة ابراهیمي" بنکر کالڈیا کے استبداد نمرودي کے سامنے چمکي تھي - اور پھر دیکهو' وہ اسرائیلي قدوسیت جو مقدس داؤد کي الهي نغمه سرائیوں کے اندر سے زمزمه پیرا هوئي' اور وہ عشق الهي کي سرمستي جس نے زبور کي پاک گیتوں کے اندر سے اپنے خداوند کو پیار کیا' دراصل اسي عشق خلیلي هي کي ایک تڑپ تھي جسنے اپنے محبوب کي راہ میں اپنے بیٹے تک کو قربان کردینا چاها تھا - وہ اسرائیلي عظمت و جمال کا تخت جسپر حضرت سلیمان نے شهنشاهي کي' وہ سچائي اور حقانیت کي شمشیر جو طالوت کے قبضه میں چمکي' وہ مجددین اسرائیلین کا عظیم الشان سلسله جسنے یهودیوں کي ضلالتوں کا مختلف قرون اسرائیلیه میں مقابله کیا' گو دور اسرائیلي کے سلسلے کي کڑیاں هیں' مگر دراصل انکے اندر بهي اسي پهلي کڑي کي روح اعلیٰ کام کررهي تھي جس نے کبهي کالڈیا کے سب سے بڑے بت کو توڑا تھا' اور کبهي ایک ریتلي سرزمین میں هدایت ارضي کا مرکز قائم کیا تھا - وہ دانیال نبي کا وعظ حق جس نے بابل کي دیواروں کو هلا دیا' وہ یسعیاہ نبي کا نوحه جس نے یروشلیم کي تباهي پر اپنے دل و جگر کے ٹکڑے

اُسوۂ حسنہ

کائناتِ خلّت

یا

تاریخ " امۃ مسلمۃ "

ما طفل کم سواد و سبق قصہ ھائے دوست
صد بار خواندہ و دگر از سر گرفتہ ایم

(۲)

(تاسیس امۃ صالحہ کا دوسرا عہد)

حضرۃ نوح علیہ السلام نے جس نئی امۃ کی بنیاد رکھنی چاہی تھی ' اگرچہ ضلالت عصر و جہل انسانیۃ اس سے دست و گریباں رہی ' اور اسلیے :

ما امن معہ الا قلیل (۱۱ : ۴۶)	انپر ایمان لانے کی سعادت نہیں ملی مگر ایک چھوٹی جماعت کو -

تاہم جس امۃ صالحہ کی اس عہد اولیں میں بنیاد پڑی تھی وہ ضائع نہ گئی ' اور خدا کا کوئی حکم دعوۃ ضائع نہیں جا سکتا - اگرچہ خود حضرۃ نوح پر بہت کم لوگ ایمان لاے کیونکہ انسانی مدنیۃ و عمران کا بالکل عہد طفولیت بلکہ اس سے بھی مقدم تر دور تھا ' اور مذہب کا سلسلۂ ارتقاء ابھی ابھی اپنی ابتدائی کڑیوں سے ایک دو قدم آگے بڑھا تھا ' لیکن جب حضرۃ نوح علیہ السلام اور آن کے صدیقین و متبعین کی اولاد زمین کے مختلف گوشوں میں پھیلی تو وہ اپنے ساتھہ اس نئی قومیت کے عقائد و اعمال بھی لیگئی - اس طرح دعوۃ نوحی کا ایک عالمگیر عہد نمو شروع ہوا ' اور طوفان کے بعد انسانی ہدایت کا سر رشتہ عرصہ تک اسی کے ہاتھہ رہا - وہ ہدایت الاہیہ کی ابتدائی شعاعیں جنھوں نے طوفان کے بعد زمین کے مختلف حصص کی تاریکیوں کا مقابلہ کیا اور اجتماعی ضلالت کے ازمنۂ اولیں میں ہمیشہ ظلمت ارضی کیلیے تنہا سراج منیر ہی ' دراصل حضرۃ نوح ہی کی دعوۃ ' اور اسی دعوۃ کے مجددین و مصلحین کا سلسلہ تھا - یہی وجہ ہے کہ حضرۃ نوح کی جو زندگی طوفان کے بعد سے شروع ہوتی ہے ' اسکا ذکر قرآن حکیم نے ان لفظوں میں کیا ہے :

قیل یا نوح ! اھبط بسلام منا و برکات علیک و علی امم ممن معک ' و امم سنمتعھم ثم یمسھم منا عذاب الیم (۱۱ : ۵۰)	حضرۃ نوح طوفان کے بعد جب زمین پر دوبارہ قدم رکھنے لگے تو انکو بشارت دی گئی کہ اس آنے اور قدم رکھنے میں سلامتی اور برکتیں رکھدی گئی ہیں - اے نوح ! تجھپر ' تیرے

ساتھیوں اور صدیقوں پر ' اور تیرے ساتھیوں سے جو امتیں پیدا ہونگی ان سب کیلیے ' برکت الہی کی بشارت ہے - ہاں ! ان آنے والے گروہوں میں وہ قومیں بھی ہونگی جو ابتدا میں تو راہ حق پر قائم رہکر امن و فرصت پائینگی - لیکن بعد کو گمراہ ہوکر ہمارے عذاب کی مستحق ٹھہرینگی جو بہت ہی سخت عذاب ہوگا !

اسی طرح سورۂ والصافات میں فرمایا کہ:

وجعلنا ذریتہ ھم الباقین ' و ترکنا علیہ فی الاخرین ' سلام علی نوح فی العالمین (۳۷ : ۷۲)	ہم نے حضرت نوح کی ذریت ہی کو بقا دی کیونکہ وہی ایک صالح قوم پیدا ہوئی تھی ' اور اسیطرح بعد کی تمام آنے والی قوموں اور نسلوں کیلیے

دعوۃ نوحی ہی کو وسیلۂ ہدایت قرار دیا - پس تمام جہانوں ' تمام قوموں ' اور تمام نسلوں میں سلام ہے نوح کیلیے جسکا وجود تمام عالم کی ہدایت و دعوت کا مرکز تھا !

یہاں یہ واضح رہے کہ سورۂ والصافاۃ میں ایک خاص ترتیب و اخذ نتائج کے ساتھہ متعدد انبیاء کرام کے بعض اہم وقائع حیات اور مختارات مواعظ بیان کیے گئے ہیں ' اور عموماً انداز بیان یہ ہے کہ آخر میں آنپر سلام بھیجا جاتا ہے - لیکن ان سب میں حضرۃ نوح کے تذکرہ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ انکے " سلام " کے ساتھہ تو " فی العالمین " کا لفظ فرمایا ہے : سلام علی نوح فی العالمین لیکن اور انبیا کی نسبت صرف " سلام " ہی پر اکتفا کیا ہے - مثلا " سلام علی موسی و ھارون " - " سلام علی الیاسین " - یعنی اور انبیا کے متعلق تو صرف یہ ہے کہ انپر سلامتی ہو یا انکے لیے فرمان سلام ہے - لیکن حضرۃ نوح کی نسبت فرمایا کہ تمام عالموں میں ' یعنی تمام نسلوں ' تمام قوموں ' تمام ملکوں میں انکے لیے اعلان عام سلام کا ہے !

یہ دراصل اسی طرف اشارہ ہے کہ حضرۃ نوح کی دعوۃ کسی خاص نسل اور قوم کو زندہ کردینے کیلیے نہ تھی ' بلکہ وہ اُس قسم دعوۃ میں داخل تھی جو موجودہ نسلوں اور قوموں سے بالا تر ہوکر خود ایک نئی قوم پیدا کرتی ہے ' اور اسکی بنیاد محض اخوت دینی پر قائم ہوتی ہے - پس وہ جغرافیہ و نسل سے ماورا رہکر ایک عالمگیر برادری بن جاتی ہے ' اور زمین کا ہر ٹکڑہ ' نوع انسانی کا ہر حصہ ' اقوام و ملل کی ہر نسل اسکے دامن میں پناہ لے سکتی ہے -

حاصل بیانات بالا یہ کہ سلسلۂ ارسال رسل و شرائع میں سب سے پہلی مکمل دعوۃ جس نے نئی امۃ پیدا کی ' حضرۃ نوح کی دعوۃ تھی - یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں ہر جگہہ اس سلسلے کو حضرۃ نوح ہی سے شروع کیا ہے - یہ دور عرصہ تک جاری رہا ' اور دنیا کے دور دراز گوشوں تک پھیلا - انبیا و مجددین آتے رہے ' اور اُن ضلالتوں کے مقابلہ میں جہاد کرتے رہے جو دعوۃ نوحی کی روشنی کو معدوم کرنا چاہتی تھیں - لیکن چونکہ ابھی انسان مدنیۃ و عمران کے ابتدائی حصے میں تھا ' اسلیے شریعۃ الاھیہ بھی اپنے سلسلۂ ارتقاء کی ابتدائی منزلوں سے آگے نہیں بڑھی تھی -

یہاں تک کہ انقلاب عالم نے ایک نیا صفحہ اولٹا ' اور وہ وقت آگیا جب ایک دور ختم اور دوسرا دور شروع ہو - یہ مواسم الاھیہ کا بالکل ایک نیا موسم تھا ' جو تمام فضاء انسانیۃ پر چھانے والا تھا ' اور دنیا نے اب اتنی ترقی کرلی تھی کہ " عالم نوحی " سے مرتفع ہوکر " کائنات خلت " میں داخل ہو : وکان امراً مقضیا !

(دعوۃ ابراھیمی)

حضرۃ نوح علیہ السلام کے بعد کی کائنات ہدایت کا دوسرا دور دعوۃ شروع ہوا - اس دور کا مصدر و مرکز حضرۃ ابراھیم خلیل اللہ (علی نبینا و علیہ الصلواۃ و السلام) کا وجود مقدس تھا -

حضرۃ ابراھیم ' حضرۃ ھود یا حضرۃ صالح علیہما السلام کیطرح پچھلی دعوتوں کے احیاء و اصلاح کیلیے نہیں آے تھے ' بلکہ ٹھیک ٹھیک مثل حضرۃ نوح کے ایک نئے دور ہدایت کے موسس '

کہ موسسین و مجددین کی یہ دونوں صفیں بھی بالکل الگ الگ اسمیں موجود ھیں - تاسیس امم صالحہ کے ان دونوں دوروں کو ایک دوسرے سے علحدہ کردیا گیا ھے ' اور ھر دور میں سے پہلے دعوۃ موسسہ کا تذکرہ ھے ' پھر اسکے مجددین کا -

لیکن سورۂ شعراء ' سورۂ ابراھیم ' سورۂ مریم ' سورۂ عنکبوت میں دیکھوگے کہ انبیاء کرام کے ذکر میں کوئی تاریخی ترتیب نہیں ھے - شعراء میں سب سے پہلے حضرۃ موسی اور بنی اسرائیل کا ذکر ھے - اسکے بعد حضرۃ ابراھیم علیہ السلام کا ' پھر حضرۃ نوح کا ' پھر حضرۃ ھود کا ' پھر حضرۃ صالح کا ' پھر حضرۃ لوط کا ' اور سب کے آخر میں حضرۃ شعیب (علیہم الصلواۃ والسلام) کا - اور اسطرح بلحاظ زمانے کے جو مقدم تھے ' وہ موخر ھیں ' اور جو معاصر تھے (مثل حضرۃ ابراھیم و حضرۃ لوط کے) وہ اسطرح الگ کردیے گئے ھیں ' گویا ان دونوں کے درمیان صدھا سال حائل تھے -

اسی طرح سورۂ " ابراھیم " میں پہلے حضرۃ نوح کا تذکرہ ھے - پھر حضرۃ موسی کا ایک مفصل بیان شروع ھوگیا ھے - حالانکہ حضرۃ موسی حضرۃ نوح کے کسقدر بعد گذرے ھیں ؟

سورۂ مریم میں ابتدا حضرۃ زکریا اور مسیح علیہما السلام سے کی ھے - پھر حضرۃ ابراھیم و اسماعیل علیہما السلام وغیرہ کا تذکرہ کیا گیا ھے -

برخلاف انکے سورۂ " ھود " میں اول سے لیکر آخر تک بالکل تاریخی ترتیب قائم ھے - جو انبیاء پہلے گذرے ھیں انکا پہلے ذکر ھے - جو انکے بعد آے ' وہ انکے بعد ذکر کیے گئے ھیں -

یہ ترتیب اس حقیقت کو بالکل بے نقاب کردیتی ھے کہ تاسیس امم صالحہ کے دو تاریخی دور تھے ' اور چونکہ سورۂ ھود میں مقصود تاریخی استقراء تھا ' اسلیے ٹھیک ٹھیک انکے ظہور کے اصلی اوقات و ازمنہ کے مطابق سلسلۂ ظہور و بعثت میں انکو جگہ دی گئی -

پس یہ یاد رکھنا چاھیے کہ سورۂ ھود میں جس نبی کو جو جگہ دیدی گئی ھے ' وھی اسکی اصلی تاریخی جگہ ھے - اور دوسری سورتوں میں انکی صفوف بلحاظ زمانۂ ظہور یا بلحاظ صنف دعوۃ کے نہیں ھے ' بلکہ وھاں کچھہ اور مقاصد پیش نظر ھیں جنکے لیے ترتیب تاریخی و صنفی کی ضرورت نہ تھی -

چنانچہ سورۂ ھود میں سب سے پہلے حضرۃ نوح علیہ السلام کی دعوۃ کا ذکر کیا ھے - کیونکہ حضرۃ نوح ھی کے زمانے میں سب سے پہلے اجتماع انسانی نے ایک مقوم و منظم اجتماع تک ترقی کی جسپر لفظ " امۃ " کا حسب لغۃ عرب اطلاق ھوسکتا ھے - حضرۃ نوح کی دعوۃ موسسہ تھی - انکی تاسیس سے پہلا دور شروع ھوتا ھے - انکے بعد دعوۃ نوحی کے مجددین کا سلسلہ شروع ھوا - اس سلسلہ میں سے حضرۃ ھود اور حضرۃ صالح علیہما السلام کے تذکرہ کو بوجہ کمال عبرت و تذکیر ' و ظہور معجزات قوانین الٰھیہ و روحانیہ ' و معلومات مخاطبین ' و علائق قدیمۂ عرب ' چن لیا ھے اور قوم عاد و ثمود کی ضلالت اور اسکے نتائج پر توجہ دلائی ھے -

اب پہلا دور تاسیس ختم ھوگیا - اور دعوۃ نوحی کی جگہ ایک نیا دور تاسیس حضرۃ ابراھیم علیہ السلام کی دعوۃ کا شروع ھوا - چنانچہ حضرۃ صالح کے بعد حضرۃ ابراھیم علیہ السلام کا تذکرہ کیا ھے ' مگر انکے تمام وقائع و اعمال حیات اجتماعی و شخصی میں سے صرف اس ایک واقعہ ھی کو سورۂ ھود کیلیے چنا ھے جسمیں حضرۃ اسحاق کی پیدایش کی انھیں بشارت دی گئی تھی ' اور اسکا ذکر ان لفظوں میں کیا ھے :

فبشرناھا باسحاق '	پس ھمنے حضرۃ ابراھیم کی بیوی کو اسحاق کی
و من وراء اسحاق	پیدایش کی بشارت دی ' اور اسحاق کے
یعقوب (۱۱ : ۷۴)	بعد انسے یعقوب کے پیدا ھونے کی -

حضرۃ یعقوب علیہ السلام کا دوسرا نام " اسرائیل " ھے اور " بنی اسرائیل " انھی کی طرف منسوب ھیں - پس یہاں قران نے صرف حضرۃ اسحاق کی بشارت کے تذکرہ ھی پر اکتفا نہیں کیا ' بلکہ اسکے ساتھہ ھی اسطرف بھی اشارہ کردیا کہ انسے حضرۃ اسرائیل پیدا ھونگے -

اس سے مقصود یہ تھا کہ انبیاء مجددین کا جو سلسلہ قوم بنی اسرائیل میں قائم ھونے والا تھا ' اور دعوۃ ابراھیمی کی قوۃ موسسہ جسطرح امۃ بنی اسرائیل کی شکل میں بڑھنے اور پھولنے پھلنے والی تھی ' اسکی طرف زیادہ واضح اشارہ کردیا جاے - اس اشارہ کیلیے صرف حضرۃ اسحاق کا نام لے دینا کافی نہ تھا ' کیونکہ گو حضرۃ اسحاق ھی سے حضرۃ یعقوب پیدا ھوے ' لیکن بنی اسرائیل کی قوم اور اسکے تمام انبیاء مجددین حضرۃ اسحاق کی طرف منسوب نہ ھوے - حضرۃ یعقوب کی نسبت سے پکارے گئے - اسلیے " و من وراء اسحاق ' یعقوب " کہکر نسل ابراھیمی کو وھاں تک پہنچا دیا گیا ' جسکے بعد سے معاً بغیر کسی درمیانی کڑی کے امۃ بنی اسرائیل اور دعوۃ ھاے مجددۂ ابراھیمیہ کا سلسلہ شروع ھو جاتا ھے -

غور کرو ' سورۂ ھود میں حضرۃ ابراھیم کی حیاۃ طیبہ کے اور کسی واقعہ کا ذکر نہیں کیا ' صرف اس بشارت ھی کا ذکر کیا - اسکی علت یہ ھے کہ یہاں مقصود تاریخی ترتیب کے ساتھہ دو موسس دوروں اور انکے دو سلسلہ ھاے تجدید و احیاء کا ذکر کرنا تھا ' اور حضرۃ ابراھیم کی زندگی کا یہی واقعۂ بشارت وہ واقعہ ھے جس سے حضرۃ اسحاق پیدا ھوے ' اور انکے اولاد میں حضرۃ یعقوب تھے جنسے دعوۃ ابراھیمی کا سلسلۂ مجددین و امم قائم ھوا -

پھر دعوۃ ابراھیمی کے بعد بالترتیب اسکے مجددین کا ذکر کیا ھے - چنانچہ سب سے پہلے حضرۃ لوط علیہ السلام کا ذکر ھے جنکی دعوۃ دعوۃ ابراھیمی ھی کے ذیل میں داخل تھی -

حضرۃ لوط کے بعد حضرۃ شعیب کا تذکرہ ھے - اور اسکے بعد حضرۃ موسی علیہ السلام کا جنکی دعوۃ مجددہ اس قوۃ سے چمکی گویا ایک دعوۃ موسسہ تھی ' اور جنکے تذکرہ کے اندر ان تمام مجددین اسرائیلین کا ذکر ضمناً آگیا جو یکے بعد دیگرے آتے رھے ' اور دراصل وہ سب کے سب مع حضرۃ موسی و ھارون علیہما السلام کے دعوۃ موسسۂ ابراھیمی ھی کے مجدد تھے : ذالک من انباء القری ' نقصہ علیک منھا قائم و حصید (۱۱ : ۱۰۲) -

اب غور کرو کہ سورۂ ھود کی یہ ترتیب جو ٹھیک ٹھیک ایک تاریخی اور صنفی ترتیب ھے ' کس طرح اس حقیقت کو واضح کرتی ھے ؟ تم اکثر مقامات پر حضرۃ موسی کا نام حضرۃ نوح کے ساتھہ دیکھوگے ' بعض مقامات میں حضرۃ ھود اور صالح کا ذکر بلا کسی فصل کے حضرۃ لوط یا حضرۃ ابراھیم کے ساتھہ آجائیگا ' لیکن سورۂ ھود میں ایسا نہیں ھے - حضرۃ ھود اور حضرۃ صالح موسس نہ تھے ' دعوۃ نوحی کے مجدد تھے ' لہذا انکا ذکر بالترتیب انکی دعوۃ موسسہ کے بعد کیا گیا - حضرۃ لوط ' حضرۃ اسحاق ' حضرۃ یعقوب ' حضرۃ شعیب ' اور حضرۃ موسی علیہم السلام ' حضرۃ ابراھیم کے بعد آے اور یہ تمام انبیاء موسس اقوام و امم نہ تھے بلکہ حضرۃ ابراھیم کی قائم کردہ امۃ صالحہ کے مصلح و مجدد تھے - اسلیے ان سبکا ذکر نہ تو حضرۃ نوح کے ساتھہ کیا ' نہ حضرۃ ھود و صالح کے ' بلکہ حضرۃ ابراھیم کی دعوۃ موسسہ کے بعد کیا - اور اسی طرح کیا ' جسطرح انکی تجدید یکے بعد دیگرے بتقدیم و تاخیر زمانی ظاھر ھوئی : فھذا ما الھمنی ربی ' انہ ھو اللطیف الوھاب !

ٹکڑے کردیے ' وہ یرمیاہ نبی کا ماتم جس نے خداوند کے تخت کو غیروں کے پاؤں تلے پامال ہوتے دیکھا اور اسکی تاب نہ لا سکا ' وہ پاک خرقی ایل کا مرثیہ جسنے خداوند کے ملک کی محکومی و غلامی پر برسوں خون کے آنسو بہاے اور نبوت کی انکھوں سے رویا کہ اسرائیل کی عورت نے اپنے خاوند کو چھوڑ دیا اور غیروں سے الفت کی ' وہ ذکریاہ کی پیغمبرانہ فغاں سنجی جس نے بیابان قدس کے ایک ایک ذرے کو خونبار بنا دیا اور خداوند کے تخت کی تذلیل و تحقیر پر زخمی انسانوں کی طرح چلایا اور تڑپا ' اور پھر بالاخر بیابان کا وہ مقدس سیاہ پوش جس نے آسمان کی بادشاہت کی منادی بلند کی ' اور کہا کہ راہ صاف کرو کیونکہ آنے والا بہت قریب آچکا ہے ؛ سو یہ سب کے سب اگرچہ اپنے بروز و تعین میں مختلف ناموں سے پکارے گئے ' پر اصل میں یہ سب کچھہ اس ایک حقیقة الحقائق ابراهیمی ہی کی نبوت طرازیاں تھیں ' جسکو خدا نے بقاے دوام اور " لسان صدق فی الاخرین " کیلیے چن لیا تھا ! !

اور پھر ان سب کے آخر میں احیاء و تجدید موسویت کا وہ آخری ظہور اعظم جس نے اسرائیل کے گھرانے کی گم شدہ بھیڑوں کا سراغ لگایا ' اور خداوند کے تخت کی آلودگی و ذلت پر آخری مرثیہ پڑھا ' اور سر فروش خوش خوئی کے تختہ کی طرف بڑھا ' تا وہ چلا جاے اور اپنے باپ سے کہے کہ آنے والے کو جلد بھیجدے ؛ اگرچہ تم کہتے ہو کہ وہ اس کے باغ میں " مسیح " کا آخری پیام تھا ' لیکن فی الحقیقت وہ بھی " وادی غیر ذی زرع " کے جمال خلت ہی کی ایک نئی بخشش حسن تھی :

عباراتنا شتی ; حسنک واحــد
وکل الی ذاک الجمال یشیــر !

و نعم ما قیل :

مشتق چو نیک در نگری عین مصدر ست
ایں در صفات ظـاهر خـود مضمـر آمـــده

(عود الی المقصود)

پس فی الحقیقت حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراهیم (علی نبینا و علیهما السلام) کے حقائق دعوۃ کے اندر جو مماثلة و مشارکة موجود ہے ' اور جسطرح یہ دونوں دعوتیں دو مختلف سلسلۂ تاسیس امم کی موسس و بانی ہوئی ہیں ' وہ اسقدر واضح و آشکارا ہے کہ تمام صف انبیاء کرام میں انکو بیک نظر ممتاز کردیتا ہے - یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے ہر جگہ حضرۃ نوح علیه السـلام کے ساتھہ حضرۃ ابراهیم کو ایک خاص نسبت دی ' اور تمام انبیاء ما بعد میں سے صرف حضـرۃ ابراهیم ہی کو حضرۃ نوح کا " شیعه " کہا - کیونکہ حضرۃ نوح کے بعد دوسرا دور موسس صرف ابراهیمی دعوۃ ہی کا وجود میں آیا تھا ' اور انسے پہلے جسقدر انبیاء آئے تھے ' وہ سب کے سب حضرۃ نوح کی دعوۃ موسسہ کے مجدد و مصدق تھے - خود کوئی موسس دعوۃ نہیں رکھتے تھے

(تشریح مزید و کشف حقیقت)

اگر تم کہو کہ حضرات انبیاء کرام کی یہ دو قسمیں اور انکے اعمال و آثار کے حقائق و معارف کی طرف رهنمائی ' ایک فضل مخصوص ہے ' جسکے انکشاف کے لیے خدا تعالی نے اس عاجز و درماندہ قلب کو چن لیا تو یہ فی الحقیقت سچ ہے : (یا لیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی و جعلنی من المکرمین ! (۳۶ : ۲۶)

لیکن اگر تم کہو کہ چونکہ اسکی تشریح بالکل نئی ہے اسلیے در خور قبول نہیں ' تو یقین کرو کہ یہ تمہاری ایک خطرناک نادانی ہوگی اور تمہیں کلام الہی کی روشنی سے مہجور کر دیگی - کیونکہ یہ تقسیم عیناً و اصلاً قرآن حکیم کی تصریحات مبینہ سے ماخوذ ہے ' جسمیں تفسیر بالراے کی بدعت مضلہ کو ذرا بھی دخل نہیں - اور فی الحقیقت اللہ تعالی کا مخصوص احسان اس عاجز پر یہی ہے کہ اسنے تفسیر بالراے کی آلودگی سے پاک رکھکر حقائق قرانیه کو منکشف کردیا : و ذالک فضل اللہ یوتیه من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

اس حقیقت کی پوری تفصیل کیلیے تو تفسیر " البیان فی مقاصد القرآن " کی اشاعة کا انتظار کرنا چاہیے ' جسمیں بضمن تفسیر سورہ بقرہ نہایت تفصیل و بسط کے ساتھہ اس مبحث پر نظر ڈالی گئی ہے - البتہ مجملاً یہاں چند اشارے ضروری ہیں تاکہ حضرۃ ابراهیم علیه السلام کی نبوۃ موسسۂ و مکونہ کی حیثیت اپنے اصل مقام میں واضح ہوسکے -

حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراهیم علیهما السلام کی باہمی مماثلة و مشارکة کی طرف قرآن حکیم کی جن آیات کریمه نے رهنمائی کی ہے ' ان میں سے دو آیتیں اوپر درج ہو چکی ہیں - لیکن اس حقیقت کیلیے اس سے بھی زیادہ روشنی قرآن حکیم میں موجود ہے ' اور ازانجمله چند آیات پر تدبر نہایت ضروری ہے -

(مقاصد قصـص القـرآن)

(۱) قرآن حکیم کی جن جن سورتوں میں گذشتہ انبیاء اور قوموں کے قصص بیان کیے گئے ہیں ' وہ اپنے موضوع و مقصد ' اور طرز استدلال و استنباط نتائج کی بنا پر کئی قسموں میں منقسم ہیں ' اور لوگوں نے بالعموم انکے سمجھنے میں بڑی بڑی ٹھوکریں کھائی ہیں -

بعض سورتیں ہیں جنمیں ان قصص کے بیان کرنے سے ایک طرح کا استقراء تاریخی مقصود ہے - یعنی یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ آغاز نزول ہدایت سے لیکر اس وقت تک شریعۃ الٰہیہ کی یکساں تعلیمات نے ہمیشہ یکساں نتائج پیدا کیے ہیں ' اور اسلیے ماضی کا استقراء ثابت کرتا ہے کہ حال و مستقبل میں بھی اُن موثرات و اسباب سے وہی نتائج پیدا ہونگے -

جن سورتوں میں یہ طرز استدلال مقصود ہے ' اُن میں گذشتہ واقعات تاریخی ترتیب کے ساتھہ بیان کیے گئے ہیں ' اور وہ بالکل ایک مرتب و منظم زنجیر کی طرح ہیں ' جسمیں یکے بعد دیگرے ایک ہی شکل و صورت کی کڑیاں رکھدی گئی ہوں -

بعض سورتیں ہیں جنمیں یہ استقراء تاریخی مقصود نہیں ہے ' بلکہ صرف کسی ایک عمل اور اسکے نتیجہ کی طرف دنیا کو متوجہ کرنا ہے جو بارہا دنیا میں ظاہر ہوچکا ہے اور ہمیشہ وہی نتیجہ پیدا ہوا ہے - اسکے لیے ترتیب تاریخی کی ضرورت نہ تھی بلکہ صرف گذشتہ واقعات میں سے زیادہ واضح ' زیادہ موثر ' زیادہ جامع ' اور مخاطبین کی معلومات و فہم سے زیادہ اقرب حوادث کا چن لینا کافی تھا - چنانچہ ان سورتوں کا انداز یہی ہے اور تم پاؤگے کہ ان میں تاریخی ترتیب بالکل مفقود ہے -

اسی طرح قصص القرآن کے مختلف موضوع ہیں ' اور مختلف طرق استدلال پر مشتمل ہیں - پہلی قسم کی سورتوں میں سے میں سورہ " ہود " کی طرف توجه دلاتا ہوں ' اور دوسری میں سے سورہ " الشعراء " پر - (یہ ایک نہایت ہی اہم اور تفصیل طلب مقام ہے ' مگر اسکے سوا چارہ نہیں کہ تفسیر البیان کے حصۂ قصص القرآن کا انتظار کیا جاے)

چنانچہ سورۂ ہود پر اول سے اخر تک نظر ڈالو ' انبیاء کے تمام ذکر میں تاریخی ترتیب ہر جگہ قائم نظر آئیگی ' اور پھر دیکھوگے

آثار عتیقہ

اثـــار اسـلامیــۃ امـــارت بیجـــا پـــور

[از مولانا سید سلیمان صاحب ندوی پروفیسر پونا کالج]

(۲)

(گول گنبد)

یہ عمارت نہ صرف بیجاپور' نہ صرف ھندوستان' نہ صرف اسلام' بلکہ تمام دنیا کے عجائب صنعت میں سے ہے - یہ دراصل سلطان محمد عادلشاہ کا مقبرہ تھا - سلطان جسطرح اپنی زندگی میں بے نظیر تھا' اوسنے چاھا کہ مرنے کے بعد بھی بے نظیر ھو - یہ بے نظیر گنبد اسی دعوی کی دلیل ہے - اس عمارت کی بلندی ۱۹۸ فیٹ ۶ انچ ہے - اور اس میں دو چیزیں باعث صد استعجاب و حیرت ھیں : گنبد اور گیلری -

گنبد نصف دائرہ نما ہے - اسکا اندرونی قطر ۱۲۴ فیٹ ۵ - انچ' اور بیرونی ۱۴۴ فیٹ' ضخامت دیوار کی ۱۰ فیٹ ہے - جہاں سے خاص گنبد کی حد شروع ھوتی ہے' وھاں سے ۱۱ سنگی گیلریاں چاروں طرف اندر کی جانب بنائی گئی ھیں - جس رقبۂ فضا کو گنبد حاوی ہے' وہ تقریباً ۱۸۱۱ مربع فیٹ ہے - یہہ وہ وسیع حدود ھیں جن کو دنیا کا کوئی گنبد محیط نہیں - یورپ کا سب سے بڑا گنبد روم کا پینتھان (Panthan) ہے - لیکن اوسکا رقبہ بھی صرف ۱۵۸۳۳ مربع فیٹ ہے - اس گنبد کی ساخت کی خوبی یہ ہے کہ وہ بجاے دیوار کے محرابی کمانوں کی نوکوں پر اپنا بار ڈالتا ہے' اور اس ھندسی طریق صنعت نے گنبد کے ناقابل برداشت بوجھہ کو (جسکی کوئی دیوار متحمل نہیں ھوسکتی تھی) ان کمانوں پر تقسیم کردیا ہے !!

لیکن اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز گنبد کی گیلری کی ایک خاص خصوصیت ہے جس سے ظاھر ھوتا ہے کہ مسلمان مہندسین فلسفۂ اصوات کے کس حد تک ماھر تھے . یہ گنبد اس ترکیب سے بنایا گیا ہے اور اوسکی وسعت مخصوصہ اس خاص حد تک قائم کی گئی ہے کہ ایک آھستہ سے آھستہ آواز بھی (مثلا جیبی گھڑی کی کھٹ کھٹ کی آواز) نقطۂ مقابل میں

بیجا پور کی جامع مسجد

گـــول گـنـبـد

عہد عادل شاھی کی ایک توپ
" لندا کسب "

مراســـــلا

ایــک اهـــم اقـتـــراح دینـــي

سیـرة نبـوي

روحي فداک - تحیة والسلام -

میں عجیـب کشاکش میں هوں - گویم مشکل و گر نگویم مشکل کا مصداق هے - میرا ابتدا سے یه عقیده هے که مسلمانوں کے لیے صحیح مذهب بے لوث و آلایش دستور العمل ' وحقیقي طریقۂ نجات صرف " قرآن مجید " اور حضرت پیغمبر خدا ' کي زندگي کا " نمونه " هے اور بس - چند دنوں سے اس خیال میں پیچاں و غلطاں هوں که آنحضرت صلعم کي ایک تاریخ مختصر ' جسته جسته واقعات ' اور دسته دسته حالات طیار هو ' اور کوشش کي جاے که اسکو نصاب تعلیم میں داخل هونے کي اجازت ملے -

میں مولانا ے مرحوم علامۂ مغفور شبلي نعماني کي سیرت کبیر سے بیخبر نہیں هوں ' بلکه میں یہاں تک کہنے کي جرات کر سکتا هوں که مولانا کو بھي میں نے هي آماده کیا تها - لیکن چونکه کیسه خالي دامن تہي تھا ' عملي سعادت بیگم بھوپال کے حصه میں آئي - مگر وه تاریخ جامع اور طویل هے ' نصاب میں داخل نہیں هوسکتي - عام مطالعه و تبلیغ و دعوة کیلیے مفید نہیں - مولانا تنقید اور تحقیق میں مانے هوئے علامه هیں - باینهمه جناب کا انداز بحث و نظر اور ترتیب و تنظیم کچھه اور هي هے - پھر ان کے قلم میں وه سحر اور جادو کا اثر نہیں هے (خدا تملق سے بچائے اور بالکل صداقت کي توفیق دے) جو آپ کے قلم میں پاتا هوں :

ایں سعــادت بزور بازو نیست
تا نه بخشد خــداے بخشنده

ایک مدت تک اپنے ارادے اور خیال کو ضبط کیا - کیونکه زباني جمع خرچ سے کچھه بن نہیں آتا - لیکن ان دنوں کچھه ایسي بے تابي سي لاحق هوئي هے که سر رشتۂ صبر هاتهه میں رهتا نظر نہیں آتا -

اگر آپ صرف ایک گھنٹه اس کام پر وقف کردیں اور روزانه اپني اعجاز نگاري کے طرز پر کچھه لکھدیا کریں تو تهوڑے دنوں میں کتاب طیار هو جائیگي - میں سردست اسکي اشاعت کیلیے کچھه پیش نہیں کر سکتا ' زیاده سے زیاده پچاس روپیه یکجا بمشکل پیش کر سکتا هوں -

اگر ماهواري لیں تو هر انگریزي مہینے کي چوتھي تاریخ پر دس روپیه بھیج سکتا هوں ' اور دس گیاره مہینے تک به آسودگي مسلسل ادا کر سکتا هوں - نه اسمیں بچوں کا پیٹ کاٹنا پڑیگا نه اپنے پیٹ پر پتھر باندھنے کي نوبت آئیگي - هر مہینه میں روپیه بھیجتا رهونگا -

میں جانتا هوں که آپکي غیور طبیعت ایسي باتوں سے گھبراتي هے اور نه گوارا کریگي ' مگر همارے طرف سے یه آپ کے لیے تو نہیں هے بلکه خدا کے لیے هے - مذهب کي محبت اور پیغمبر خدا کي حضور میں صدق نیاز کا ثبوت هے ' اور اجر کي امید - آپ اس عرض کو هذیان ' سرسام ' یا صعود ابخرۂ مراق تصور فرمائینگے - اور میں خود بھي جانتا هوں که آپکي خدمت میں ایسا عرض کرنا ایسا هي هے - لیکن نہایت الحاح اور زاري اور عاجزي سے التجا هے که اگر منظور فرما لیں تو بڑي بھاري کمي کو پورا کر دینگے - سیرۃ کبیر کا وعده دسمبر سنه ۱۹۱۵ میں شائع هو جانے کا تھا - مگر اب مولوي مسعود علي ندوي کي تحریر سے معلوم هوا هے که شاید دو چار مہینے اور انتظار کرنا پڑے -

مانا که وه تعلیم یافتوں اور علماء میں رحمت اور برکت اور روح حیات پھونک دیگي - مگر یه کام اوس سے نہیں نکلیگا که نصاب تعلیم میں بھي داخل هو - اگر جناب لکھیں تو مدارس ' مکاتب ' وعظ ' هر جگه کام آئیگي اور هر وقت ساتهه رهیگي -

تاریخ آپ کے قلم سے لکھي هوئي همارے پاس آے یا وهاں کسي اعلی مطبع میں چھپوائي جاے - اسکي آمدني و قیمت اسیکي اشاعت پر صرف کي جاے یا کسي اور کام پر - لیکن یه ضروري هے که تاریخ آپ کے دماغ اور قلم سے نکلے -

مزید طباعت اور اشاعت کے لیے صدها راستے کھل جائینگے - جس زمانه میں علامۂ شبلي مشاهیر اسلام کي تاریخیں لکھتے تھے ' میں جل جل جاتا تھا که آفتاب کو چھوڑ کے پرتو اور ذروں پر کیوں نظر ڈالتے هیں - آپ کے لیے بھي میں یہي کہتا تھا که سیاسي معاملات کو رهنے دیجیے اور صرف حضرت کي زندگي پر بحث کیجیے -

بهر حال جنوں سمجھیے یا ابخرہ مراقي کا صعود - مجھکو اس خیال نے بے تاب کر رکھا هے که آنحضرت کي تاریخ زندگي کے شایع هونے هي پر اسلام اصلي حالت پر آسکتا هے ' اور مجھکو اسیکا خفقان هے -

غلام غوث طبیب (خانپور)

تاریخ تمدنی اسلامی کا ایک صفحہ!

غزوات اسلامیہ اور تجارت

دنیا نے جس نقطے سے اپنا سفر شروع کیا تھا ' ہر پھر کے پھر اوسی نقطے پر پہونچ گئي ہے - دنیا کا سورج اپني تکوین کے پہلے دن وحشت و بہیمیت کے سر پر چمکا ' اور آج تمدن و تہذیب کے خط استواء سے گذر رہا ہے - لیکن اوسکی حرارت میں کوئي فرق نہیں آیا ہے - اوسکا آتشیں چہرہ جسطرح تکوین عالم کے پہلے دن غصہ سے سرخ تھا ' اسي طرح آج بھي تابناک نظر آرہا ہے !

بظاہر یہ ایک نہایت تعجب انگیز بات ہے - جس دور ترقي و عہد تمدن نے حقائق و علوم میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کردیا ' اسرار عالم کے چہرے سے نقاب اولٹ دي ' بحر و بر کے ڈانڈے ملا دیے ' فضاے بسیط کے سیاروں کو قوۃ جاذبہ کے ایک رشتہ میں منسلک کرکے خدا کے اس احسان عظیم کو کہ :

خلق لکم ما في الارض جمیعا — زمین میں جو کچھہ ہے اوسکو خدا نے تمہارے هي لیے پیدا کیا ہے -

پورا کردیا - کیا وہ پھر اوسي عہد ظلمت کي طرف رجعت قہقري کرسکتا ہے ' جو انسان کي سیاہ کاریوں کا ایک تیرہ و تاریک ظلمت کدہ تھا ؟

بظاہر یہ سوال کتنا هي تعجب انگیز ہو ' لیکن دونوں دور کے نتائج اسکا جواب اثبات میں دیتے ہیں -

یہ سچ ہے کہ وحشت و تمدن دو متضاد چیزیں ہیں ' لیکن دونوں کے نتائج میں عجیب و غریب اتحاد ہے - آگ اگر پاني کو خشک کرسکتي ہے ' تو وہ ایک جامد مادہ کو سیال بھي بنا سکتي ہے - پس جب ایک هي قوت متضاد نتائج پیدا کرسکتي ہے ' تو دو متضاد قوتیں متحد نتائج کیوں نہیں پیدا کرسکتیں ؟

لیکن اسوقت نظریات کي ہنگامہ آرائي کي ضرورت نہیں - یہاں گفتگو واقعات اور واقعات کے نتائج سے ہے ' اور وہ یکسر عالم آشکارا ہیں - زمانۂ وحشت میں عورتیں آزاد تھیں ' آج اونکي آزادي اور بھي بڑہ گئي ہے - زمانۂ وحشت میں انسان ہر چیز کو مباح سمجھتا تھا ' اب ایک اعلی درجہ کا متمدن انسان بھي بلا قید دنیا کي ہر چیز سے تمتع اوٹھا سکتا ہے - زمانۂ وحشت میں انسان بات بات پر لڑ پڑتا تھا ' آج ایک مہذب انسان بھي سیادت جنسي و وطني کے جوش میں ذرا سي بات پر تلوار اوٹھا سکتا ہے - زمانۂ وحشت میں انسان ایک بي بي پر قانع نہیں تھا ' آج متمدن آبادیاں بھي زیادہ وسعت و کامیابي کے ساتھہ اسي پر عمل کررهي ہیں - زمانۂ وحشت میں عورتیں صرف ستر عورت کا چھپانا کافي سمجھتي تھیں ' آج تمدن کے کامل لباس (فل ڈریس) میں عہد قدیم کا یہ منظر نظر آسکتا ہے -

مہتر محل
ایک صحن مسجد کا خارجی دروازہ

علي عادل شاہ ثاني کا نا تمام مقبرہ

زمانۂ وحشت میں انسان اپنے بغض و عداوت کو غیر ضروري اور غیر متعلق چیزوں کي طرف متعدي کردیتا تھا ' وہ ایک شخص سے لڑتا تھا تو اوسکے گھر میں آگ لگا دیتا تھا ' اوسکو متعدد ماضي فوائد سے محروم کردیتا تھا ' اوس نے جو تعلقات دوسرے لوگوں سے قائم کر رکھے تھے اونکو منقطع کرنا چاهتا تھا ' اوسکي تجارت اور دوسرے ذرائع معاش میں مختلف طریقوں سے رکاوٹ پیدا کرتا تھا - آج بیسویں صدي کا متمدن انسان بھي یہ سب کچھہ کرتا ہے - وہ کبھي اسٹرائک کرتا ہے ' کبھي بوائیکاٹ کا وعظ کہتا ہے ' کبھي تاروں کا سلسلہ کاٹ ڈالتا ہے ' کبھي ڈائنامیٹ کے ذریعہ سے ٹرینوں کو اوڑا دیتا ہے ' کبھي تجارتي جہازوں کو روک دیتا ہے بلکہ بعض اوقات اونکو ڈبو بھي دیتا ہے ' اور اسکو دشمن کے پیدست و پا کرنے کا نہایت مہذب اور کامیاب آلہ سمجھتا ہے !

اسلام سے پہلے عرب بھي ایک وحشي ملک تھا ' اسلیے وہ بھي بیسویں صدي کے اس بے پناہ آلے کو استعمال کرتا تھا - بلکہ سب سے زیادہ اوس نے خود اسلام هي کے مقابلے میں اسکا استعمال کیا - ابتداے بعثت میں دو سال تک کفار قریش نے باهمي معاهدہ کے ذریعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و سلم کے خاندان سے هر قسم کے تعلقات منقطع کردیے تھے - اس معاهدہ کي رو سے نہ کوئي شخص بنوهاشم کو اپني لڑکي دیسکتا تھا ' نہ اونکے هاتھہ کوئي چیز بیچ سکتا تھا ' اور نہ اونکے ساتھہ کسي قسم کا لین دین کرسکتا تھا - سفر بعثت عورتوں کو

تاج باولي. تاج سلطانہ بیگم سلطان ابراہیم ثاني کا حوض

مشہور فاتح توپ : " ملک میدان "

(جو ۱۲۴ فیٹ سے بعد پر ہے) پوری صفائی کے ساتھ اپنے عکس صوت کو سنا دیتی ہے جو جانب مقابل کے حصۂ گنبد سے ٹکرا کر واپس آتا ہے !

گنبد کے اندر اگر ایک بار تالی بجائی جائے تو دس بار متواتر گنبد کے غیر مرئی ہاتھ اپنے تماشائیوں کو جواب دینگے - اگر گنبد کے زینوں پر ایک چڑھنے والے انسان کے پاؤں چاپ پیدا کرینگے ' تو گنبد کے اندر سینکڑوں نظر سے غائب چلنے پھرنے والوں کی آواز سنائی دیگی ! !

اس عمارت کے جنوبی دروازہ پر تین جملوں کا ایک چھوٹا سا فارسی کتبہ کندہ ہے - ہر جملہ سے بانی گنبد سلطان محمد کی تاریخ وفات سنہ ۱۰۶۷ ھ نکلتی ہے -

اس عمارت کی جانب مغرب ایک نہایت خوبصورت پتھر کی مسجد بھی ہے جو لارڈ کرزن کے عہد تک انگریز سیاحوں کا مسافر خانہ تھا - لیکن لارڈ کرزن کی تجویز " حفاظت آثار قدیمہ " نے اس ذلت سے اسکو نجات دی -

(توپ ملک میدان)

حسب تحقیق بعض مورخین یورپ ' توپ کی ایجاد کا فخر مسلمانوں ہی کو حاصل ہے - حسب تصریح ابن خلدون اندلس کی بعض لڑائیوں میں عرب فوج کے ساتھ توپیں موجود تھیں - علامہ زکی پاشا مصری کے کتبخانہ میں ابن غانم اندلسی کا ایک خاص رسالہ توپ کی صنعت پر موجود ہے - ترکوں نے اس صنعت کو خاص ترقی دی - سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ کا توپخانہ یورپ کی تمام تاریخ میں اپنے عہد کا عدیم النظیر تسلیم کیا گیا ہے -

ہندوستان کے میدان میں سب سے پہلے توپ بابر لایا - اکبر نے توپ کی صنعت کو جسقدر ترقی دی ' وہ آئین اکبری کے پڑھنے والوں پر ظاہر ہے -

اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں اس صنعت کو جسقدر ترقی ہوئی اسکے نمونے ہندوستان میں جا بجا موجود ہیں -

دولت آباد میں " قلعہ شکن " اور پونہ میں " فتح لشکر " نامی دو توپیں عہد عالمگیر کی یاد دلاتی ہیں - یہ دونوں توپیں " محمد حسن عرب " کی صنعت سے ہیں -

دکن میں مسلمان اور ہندو قوتوں کی آخری اور فیصلہ کن رزمگاہ " تالی کوٹ " کا میدان تھا جس میں دکن کی پانچ اسلامی ریاستوں نے متفقاً ملکر دکن کی قدیم و مستحکم ہندو حکومت بیجانگر کا خاتمہ کردیا - لیکن اس غیر متوقع فتح کی قوت در اصل احمد نگر کے توپخانہ میں مخفی تھی - توپ " ملک میدان " بھی در حقیقت اسی امارت اسلامیہ کی یادگار ہے -

یہ توپ احمد نگر میں بعہد ابوالغازی نظام شاہ سنہ ۹۰۰ ھ میں ڈھالی گئی تھی - اس کے صناع کا نام اسکی پشت کے کتبہ پر " محمد بن حسن رومی " منقوش ہے - یہ توپ احمد نگر کے قلعہ پرندہ پر نصب تھی - اتفاق روزگار سے جب یہ قلعہ بیجاپور کی حکومت میں داخل ہوا تو یہ توپ بھی سنہ ۱۶۳۲ ع میں منتقل ہوکر بیجاپور آ گئی - سنہ ۱۶۸۵ ع مطابق سنہ ۱۰۹۷ ھ میں جب عالمگیر نے بیجاپور پر قبضہ کیا تو اموال و غنائم میں " ملک میدان " بھی ہاتھ آئی - اورنگ زیب نے اس کو یہیں چھوڑ دیا لیکن اسکی پیشانی پر اپنے نام کا سکہ ضرب کردیا - برٹش عہد حکومت میں (۱۸۵۴ ع) اس توپ کا طالع اقبال قریب تھا کہ گردش میں آ جائے - ستارہ کے کمشنر نے حکم دیدیا تھا کہ دیگر بیکار چیزوں کے ساتھ اس توپ کو بھی نیلام کردیا جائے - بخت کی واژگونی دیکھو کہ اس مایۂ روزگار کی قیمت صرف ۱۵۰ روپیہ اٹھی تھی !

لیکن ہم اس ناقدردانی زمانہ کے ممنون ہیں جس نے مسلمانوں کے شاہد اقبال کے طور پر اسکو ہمارے لیے محفوظ رکھا - دوسری بار پھر یہ برٹش میوزیم کے حصہ میں آ چکی تھی کہ ہماری خوش نصیبی نے پھر چمک کر چھین لیا ' اور یہ اب تک بیجاپور کے مغربی شہر پناہ کے سب سے بڑے برج پر نصب ہے -

ملک میدان کا طول ۱۴ فیٹ ۴ - انچ ' اور اسکا سب سے بڑا قطر ۴ فیٹ ۱۱ - انچ ہے - اسکے دہانہ کی وسعت اتنی بڑی ہے کہ ایک آدمی اچھی طرح بیٹھکر دو پٹہ باندہ سکتا ہے !

دہانہ کی شکل ایک اژدہے کے منہ کی سی ہے ' جسکے جبڑے بالکل کھلے ہوے ہیں - جبڑے کے دونوں طرف دانتوں کے اندر دو ہاتھی دبے ہوے ہیں !

جسطرح بیجاپور کا گول گنبد دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتا ' مشہور ہے کہ اسی طرح یہ اپنی وسعت و ضخامت و عجیب الشکلی میں اپنی نظیر نہیں رکھتی اور دنیا کی سب سے بڑی توپ شمار کی جاتی ہے - کتبات کی نقل حسب ذیل ہے :-

الله

اضافۂ عالمگیری   و لا سواه

۳۰
في سنه جلوس

شاہ عالمگیر غازی پادشاہ دین پناہ
آنکہ داد عدل داد و ملک شاہان را گرفت

مطابق سنه ۱۰۹۷ ھ

فتح بیجا پور کرد و بہر تاریخ ظفر
رو نمود اقبال و گفتہ : ملک میدان را گرفت

الله

خادم اهل رسول
ابو الغازي نظام شاه
سنه ۹۵۶

عمل محمد حسن رومي

آثار محل
عادل شاہی کتب خانہ کا نقش پا

تجارتي فائده اوٹهانا پسند نهیں کیا - لیکن خداے اسلام کو یه علحدگي پسند نه آئي اور صحابه کے اس طرز عمل کے متعلق یه آیت نازل هوئي :

لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم -	اگر تم لوگ زمانۂ حج میں خدا کے فضل یعني تجارت سے فائده اوٹهاؤ تو یه کوئي گناه کي بات نهیں -

مدینه میں یهودیوں کا مشهور قبیله بنو قینقاع زرگري کا پیشه کرتا تها - اوس نے ایک بازار بهي قائم کرلیا تها جو اونهیں کے نام سے مشهور تها - بعض وقت ان لوگوں نے سر بازار مسلمانوں کے ساتهه اشتعال انگیز شرارتیں بهي کیں - چنانچه ایک مسلمان عورت کسي زیور کیلیے ایک سنار کي دکان پر آئي تو ایک یهودي نے پیچهے سے آکر اوسے بے پرده کردیا (١) لیکن ان لوگوں کے ساتهه بهي کسي قسم کا تعرض نهیں کیا گیا - بلکه خود حضرت فاطمه رضی الله عنها کا مکان بهي اسي بازار کے متصل تها ' اور اس تعلق سے خود آنحضرت صلی الله علیه وسلم بهي اس بازار میں تشریف لاتے تهے - (٢) غالباً اسي همسائیگي کي بنا پر حضرت علي علیه السلام نے یهودیوں سے لین دین کے تعلقات پیدا کرلیے تهے - چنانچه جب اونهوں نے اپني دعوت ولیمه کرني چاهي ' اور اس غرض سے اذخر (ایک گهانس هوتي هے جو سناروں کے کام آتي هے) کاٹنے کیلیے نکلے که سناروں کے هاتهه بیچ کر اسکي قیمت سے دعوت کا سامان کریں ' تو قبیله بنو قینقاع هي کے ایک سنار کو اپنے ساتهه لے جانا چاها تها - (٣)

خود آنحضرت کے معاملات و قرض کا تمام تر تعلق یهود اور کفار کے ساتهه تها - چنانچه آپنے ایک یهودي کے یهاں اپني زره رهن رکهه کر کچهه غله خریدا تها (٤) حالانکه ایک طویل سلسلۂ جنگ کے زمانے میں آلات جنگ کو بهر حال محفوظ رکها جاتا هے -

آنحضرت کے تمام خانگي اور ذاتي معاملات کا انتظام حضرت بلال کے متعلق تها - یه انتظامات جس طرح انجام پاتے تهے ' اوسکا حال جس تفصیل سے خود حضرت بلال نے بیان کیا هے ' اوس سے ثابت هوتا هے که معاملات کے متعلق اسلام کسقدر بے تعصب اور فیاض تها - حضرت بلال فرماتے هیں : " آنحضرت کے پاس کوئي سرمایه نهیں تها - ابتداے بعثت سے تا دم وصال میں هي آپ کے مصارف کا انتظام کرتا تها - چنانچه آپ کي خدمت میں جب کوئي برهنه تن مسلمان آجاتا تو میں آپ کے حکم سے جاکر چلے قرض لیتا ' پهر اوس سے کپڑا خرید کر اوسکو پهناتا ' اور کهانا خرید کر کهلاتا تها - اس معمول کو دیکهکر ایک دن ایک مشرک نے مجهه سے راه میں کها که میں دولتمند آدمي هوں ' مجهي سے قرض لے لیا کرو ' اور کسي سے نه لو - چنانچه مینے اوسي سے معامله کرلیا - ایک دن وضو کرکے اذان دینے کیلیے اوٹها تو مینے دیکها که تاجروں کي ایک جماعت کے ساتهه وه آرها هے - جب اوس نے مجهے دیکها تو منه بنا کر نهایت سخت الفاظ میں کها " اے حبشي ! تجهے معلوم هے که مهینه کب ختم هوگا ؟ " مینے کها " اب ختم هي هوا چاهتا هے " اوس نے کها " اب صرف چار دن رهگئے هیں - تم پر جو قرض هے ' اب وصول کرلونگا - نتیجه یه هوگا که جسطرح تم پہلے بکریاں چراتے پهرتے تهے اوسي طرح مفلس هوکر سرگشته پهروگے " مجهے یه سنکر نهایت رنج هوا - عشاء کے بعد جب حضور اقدس گهر میں تشریف لائے تو اذن طلب کرکے حاضر خدمت هوا ' اور عرض کیا که جس مشرک سے میں قرض لیا کرتا تها ' اوس نے

(١) تاریخ ابن اثیر

(٢) بخاري جزو ٣ - ص - ٩٦ -

(٣) ابو داؤد جلد ٢ - ص - ٩٣ -

(٤) بخاري جزو ٦ - ص - ٥٩

آج مجهه سے نهایت سختي کے ساتهه گفتگو کي - نه آپ کے پاس کچهه هے ' نه میرے پاس که اوسکا قرض ادا کروں - وه میري عزت و آبرو کے پیچهے پڑ گیا هے - آپ مجهے اجازت دیجیے که کسي مسلمان قبیله میں اوسوقت تک کیلیے بهاگ جاؤں جب تک خدا آپ کو قرض ادا کرنے کے قابل بنادے - یه کهکر میں آپ کي خدمت سے واپس آیا - تلوار ' ڈهال ' توشه دان ' اور پاپوش کو سرهانے رکهکر سوگیا ' اور صبح کاذب هونے کے ساتهه هي بهاگ نکلنے کا اراده کیا - اسي حالت میں ایک آدمي دوڑتا هوا آیا که تمهیں آنحضرت بلا رهے هیں - میں گیا تو چار اونٹنیاں بیٹهي هوئي نظر آئیں جن پر سامان لدا هوا تها - آنحضرت نے فرمایا " قرض کے ادا کرنے کا سامان تو هوگیا - کیا تم نے اونٹنیاں نهیں دیکهیں ' پهر آپ نے فرمایا : تم اونکو مع اوس غله اور کپڑے کے جو اون پر لدا هوا هے لیجاؤ ' اور اوس سے قرض ادا کردو - فدک کے بادشاه نے ان کو میرے پاس بطور تحفه کے بهیجا هے - میں قرض دیکر پلٹا تو آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے پوچها : " سب قرض ادا هوگیا ؟ " مینے کها : هاں ' اب کچهه باقي نهیں هے "

خارجي ممالک سے اهل عرب نے جو تجارتي تعلقات قائم کرلیے تهے ' اسلام پر اونکا نهایت مضر اثر پڑتا تها - چنانچه عرب میں شام سے جو قافله غله لیکر آتا تها وه اسلام کیلیے نهایت خطرناک تها یهاں تک که آپ نے جب حضرت کعب بن مالک رضي الله عنه سے عدم شرکت غزوۂ تبوک پر تمام اخلاقي تعلقات منقطع کر لیے اور تمام صحابه کو اون سے علحدگي کا حکم دیا ' تو اونکو شام کے نبطي نے جو مدینه میں غله لیکر آیا تها ' بادشاه غسان کا ایک خط دیا ' جسکا مضمون یه تها :

قد بلغني ان صاحبک قد جفاک ' ولم یجعلک الله بدار هوان و لا مضیعة فالحق بنا نواسک (١)	مجهے معلوم هوا هے که تمهارے آقا نے تم پر ظلم کیا هے ' لیکن خدا تمکو ذلیل و برباد نهیں کریگا - تم هم سے ملو هم تمهارے ساتهه همدردي کرینگے -

اگر حضرت کعب بن مالک کے جوش اخلاص نے اس خط کو تنور میں نه ڈالدیا هوتا ' تو اسکا نتیجه صرف یهي نهیں هوتا که اسلام کے دائره سے ایک فرد نکل جاتا بلکه غزوات اسلامیه پر بهي اسکا نهایت مضر اثر پڑتا - با اینهمه اسلام کیوجه سے ان تاجروں کي گرم بازاري میں کوئي فرق نهیں آیا - بلکه ایک بار آپ نماز جمعه پڑها رهے تهے - اسي حالت میں شام سے ایک قافله آگیا - تمام مسلمان نماز چهوڑکر اوسکي طرف دوڑے ' اور آنحضرت صلی الله علیه وسلم کے ساتهه صرف ١٢ آدمي رهگئے - اسپر یه آیت نازل هوئي :

و اذا راوا تجارة او لهوا انفضوا الیها و ترکوک قائما -	جب وه تجارت یا لهو کو دیکهتے هیں ' تو اوسکي طرف دوڑ تے هیں اور تجهکو کهڑے کا کهڑا چهوڑ دیتے هیں - (٢)

مفسرین کرام نے " لهو " کي تفسیر میں لکها هے که وه لوگ اعلان عام کیلیے گهنٹه بجاتے تهے - اس سے اونکي گرم جوشي تجارت کا اندازه هوسکتا هے - افلاس کدۂ عرب کي عام غذا تو کهجور اور جو کي روٹي تهي ' لیکن جو لوگ دولتمند هوتے تهے ' وه میده کي روٹي کهاتے تهے - لیکن اسکے لیے نهایت شوق کے ساتهه شام کے قافله کا انتظار کرنا پڑتا تها - چنانچه جب وه قافله آتا تها تو وه لوگ صرف اپنے لیے میده خرید لیتے تهے - باقي تمام گهر کا خرچ اوسي جو اور کهجور سے چلتا تها (٣) - زمانۂ اسلام میں بهي یهي حالت قائم رهي -

(١) بخاري جزو ٦ - غزوۂ تبوک -

(٢) بخاري جزو ٣ - صفحه ٥٥ -

(٣) [illegible] - ص - ٩٤٣ -

٤١

چهوڑوں کے پاس جاتا (متي ٩ : ١٦)

اپني اس ايجاد پر بڑا نازهوگا كه وه آب و دانه كا فاقه كركے قيد خانے كي مصيبتوں سے بچ جاتي هيں - ليكن سب سے پہلے عرب كي ايک عورت نے اسلام كے مقابلے ميں اس آلے كا استعمال كيا تها - جب حضرت سعد بن ابي وقاص رضي الله عنه اسلام لائے ' تو اونكي ماں نے ناراض هوكر قسم كها لي كه اگر وه اس مذهب سے باز نه آے تو نه اون سے كبهي بولوں گي ' نه كهانا كهاوں گي ' نه پاني پيوں گي - يه محض دهمكي هي نه تهي ' بلكه اوس نے اس پر عمل بهي كيا ' اور اسي حالت گرسنگي ميں تين دن گذار ديے - تيسرے دن جب فرط ضعف سے بيهوش هوگئي ' تو اس نازک حالت كو ديكهكر اوسكے دوسرے لڑكے نے پاني پلا ديا - هوش ميں آئي تو سعد كو بد دعائيں ديں - (۱)

ابتداے اســـلام ميں بعض صحابه نے بهي كفار كو تجارت كي روک ٹوک كي دهمكي دي تهي - چنانچه غزوۂ بدر سے پہلے ايک بار حضرت سعد بن معاذ رضي الله عنه عمره كي غرض سے مكه آے ' اور قديم دوستانه تعلقات كي بنا پر اميه بن خلف كے يہاں قيام كيا - چونكه كفار آزادي كے ساتهه عمره لانے كا موقع نهيں ديتے تهے ' اسليے انهوں نے ايک دن موقع پا كر دو پهر كے سناٹے ميں اميه كے ساتهه طواف كرنا چاها - اتفاق سے ابوجهل سے ملاقات هوگئي - اوس نے كہا : " تم اس طرح بيدهڑک مكه ميں طواف كر رهے هو ' حالانكه تم نے گمراه مسلمانوں كو اپنے يہاں پناه دي هے اور اونكي مدد كر رهے هو ؟ اگر تم ابو صفوان (اميه) كے ساتهه نه هوتے تو يہاں سے ديكهو واپس نه جا سكتے " -

اس پر حضرت سعد بن معاذ كو بهي غصه آ گيا - اونهوں نے بهي دهمكي دي : " اگر تم مجهے طواف سے روكو گے تو ميں تمهاري راه ميں اس سے بهي سخت ركاوٹيں پيدا كرونگا ' يعني مدينه كے راستے سے تمهارا جو كارروان تجارت شام كو جايا كرتا هے ' اوسكو روک دونگا " (۲)

حضرت سعد بن معاذ رضي الله عنه نے يه صرف دهمكي هي دي تهي ' مگر بعض مسلمانوں نے اس پر عمل بهي كيا - چنانچه صلح حديبيه كے بعد جو مسلمان مكه سے بهاگ كر ساحل دريا پر مقيم هوگئے تهے ' وه مجبوراً قريش كے كارروان تجارت كي لوٹ سے اپني روزي پيدا كرتے تهے - تاهم خود آنحضرت نے نه تو كبهي ايسا كيا اور نه اسكو پسنديدگي ظاهر كي - چنانچه جب قريش نے ساحل بحر كے مسلمانوں كي شكايت كي تو (حسب تصريح بخاري) آپ نے انهيں اپنے پاس بلا ليا -

اسلام دنيا ميں خالي هاتهه آيا - نه اوسكے دامن ميں لعل و جواهر كے ذخيرے تهے ' نه وه اپني جيب ميں چاندي سونے كے سكے ركهتا تها - نه اوسكے پاس اس قدر سرمايه تها كه لوگوں سے لين دين بڑهاتا ' تجارت كي منڈياں قائم كرتا ' يا كم از كم بازار ميں ايک معمولي سي دكان هي لگا ديتا - اوسكي جهولي ميں صرف مخلصين مومنين كے چند دل تهے ' جو اگرچه لعل و جواهر سے زياده گراں قيمت اور چاندي سونے كے سكوں سے زياده بيش بها تهے ' ليكن اسوقت عرب كے بازار ضلالت ميں اس سودے كا كوئي خريدار نه تها !

اس زمانے ميں عرب كي تجارت كا تمام كار و بار كفار مكه اور يهود مدينه كے هاتهه ميں تها ' ليكن عرب ميں جو بد اخلاقياں عموماً پهيل گئي تهيں ' اونكا اثر سب سے زياده داد و ستد كے معاملات پر پڑتا تها - اس بنا پر تجارت تمام اخلاقي خرابيوں كا مركز بن گئي تهي - عرب ميں سب سے زياده متمول اور كار و باري قوم يهود كي

(۱) صحيح مسلم جلد ۲ ص ۳۲۷ مناقب سعد بن ابي وقاص

(۲) بخاري جزو - ۵ - ص - ۷۱

تهي - ليكن يه لوگ معاملات ميں نهايت سخت اور حريص تهے - يہاں تک كه بچوں اور عورتوں تک كو رهن ركهتے تهے (۱) اور قرض كے تقاضے ميں نهايت بے مروتي كا اظهار كرتے تهے - چنانچه حضرت جابر بن عبد الله رضي الله عنه كے والد نے جب انتقال كيا تو انپر ايک يهودي كا قرض باقي رهگيا تها - اوس نے تقاضا كيا تو حضرت جابر رضي الله عنه نے چند دنوں كي مهلت مانگي - اوس نے انكار كرديا - اونهوں نے آنحضرت سے سفارش كرائي - آنحضرت اسكے پاس خود تشريف ليگئے اور اس معامله كے متعلق بالمشافه گفتگو كي - ليكن اوس نے آپ كي سفارش كو بهي رد كرديا (۲)

معاملات كے متعلق كفار كا جو طرز عمل تها وه اس سے بهي زياده سخت تها ' اور اوسكا اثر مسلمانوں پر بلكه خود اسلام پر بهي پڑتا تها - عاص بن وائل پر خباب كا كچهه قرض تها - جب اونهوں نے اوس سے تقاضا كيا تو اوس نے كہا : جب تک تم محمد صلی الله عليه وسلم كي رسالت كا انكار نه كرو گے ' ميں تمهارا قرض ندوں گا ! (۳)

يه لوگ خود آنحضرت كے ساتهه بهي نهايت بيهوده طريقه سے پيش آتے تهے - آپ پر ايک كافر كا قرض تها ' اوس نے اس سختي كے ساتهه آپ سے تقاضا كيا كه صحابه اس كي بے ادبي پر ضبط نه كرسكے ' اور اوسكو اس گستاخي كي سزا ديني چاهي - ليكن آنحضرت صلی الله عليه وسلم نے يه كهكر روكديا : " جسكا حق هے وه اسقدر باتيں بهي سنا سكتا هے " (۴)

اهـــل عرب نے خارجـــي ممالـک سے جو تجـــارتـــي تعلقات قائم كرليے تهے ' وه بهي اسلام كيليے نهايت مضر تهے - چنانچه حضرت دحيه كلبي جب آنحضرت كا خط هرقل شاه قسطنطنيه كے پاس ليكر گئے تو اسوقت ابو سفيان تجارتي اغراض سے شام ميں مقيم تها - هرقل نے اوسكو طلب كيا اور آنحضرت كے متعلق متعدد سوالات كيے - ان سوالات كي سنجيدگي نے اگرچه ابو سفيان كو آنحضرت يا اسلام كے معائب و مثالب كے اظهار كا موقع نهيں ديا ' تاهم جب آنحضرت كے وفاے عهد كے متعلق دريافت كيا گيا تو باوجوديكه اوسكو آنحضرت كي پابندي عهد كا علم تها ' ليكن هرقل كو يه كهكر در پرده مشتبه كردينا چاها كه " اسوقت تو هملوگوں كے درميان معــاهدۂ صلح هو گيا هے ' خدا جانے وه اسكو قائم ركهتے هيں يا نهيں ؟ " چنانچه ابو سفيان كو خود اعتراف هے كه اسنے به هزار دقت يه موقع پيدا كيا تها :

ما اتمكنني من كلمة ادخل فيها شيئا غير هذا - (۵)

هرقل نے مجهے يه موقع هي نهيں ديا كه اسكے سوا كسي اور سوال كے جواب ميں تدليس اور فريب كاري كرسكوں -

ان اسباب كي بنا پر اسلام تجارتي معاملات ميں روک ٹوک كرنے كا جائز حق ركهتا تها - ليكن اسلام كي ده ساله فاتحانه تاريخ ميں ايک موقع بهي ايسا نهيں پيش آيا جہاں اسلام كي كوه شكن قوت كسي كاروباري ترازو سے ٹكرائي هو - بلكه اسكے خلاف اسلام نے عرب كے اندر تجارت كا بازار اور زياده گرم كرديا - زمانۂ جاهليت ميں اهل عرب نے خانه كعبه كے متصل ذوالمجنه ' عكاظ ' ذوالمجاز ' وغيره متعدد بازار قائم كرليے تهے جو زمانۂ حج ميں تجارت كي اچهي خاصي منڈي بن جاتے تهے - اسلام نے چونكه جاهليت كے اكثر شعائر مٹا ديے تهے ' اسليے اول اول صحابه نے اون بازاروں سے

(۱) بخاري جزو - ۳ - ص - ۱۱۸

(۲) بخاري جزو - ۹ - ص - ۳۵ -

(۳) بخاري جزو ۵ ص - ۷۱

(۴) بخاري جزو ۵ ص - ۹۱

(۵) بخاري جزو ۳ - ص - ۱۱۷ -

هر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری ہے

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبھرالین

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض - کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا ہونا - اور اسکے دیر یا ہونیسے تخمیم کا پیدا ہونا - اولاد کا نہونا غرض کل شکایات جو اندرونی مستورات کو ہوتے ہیں - مایوس شدہ لوگونکو خوشخبری دیجاتی ہے کہ مندرجہ ذیل مستند معالجونکی تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور تمرہ زندگانی حاصل کریں - یعنی ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبھرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد ہوں -

مستند مدراس شاہو- ڈاکٹر ایم - سي - ننجنڈا راؤ اول- اسسٹنٹ کیمیکل اکزامنر مدراس فرماتے ہیں - "مینے اوبھرالین کو امراض مستورات کیلیے" نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ویلس - ایل - ایم - ایل - آر - سي - پي ایڈ - ایس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتي ہیں :- "نمونے کي شیشیاں اوبھرالین کي اچھے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پایا" -

مس ایم - جي - ایم - براڈلي - ایم - ڈي - (برن) بي - ایس - سي - (لنڈن) سینٹ جان اسپتال ارکار کاٹي بمبئي فرماتي ہیں: "اوبھرالین جسکو کہ مینے استعمال کیا ہے" زنانہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے"

قیمت في بوتل ۲ روپیہ ۸ آنہ - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ ہدایت مفت درخواست آنے پر روانہ ہوتا ہے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

IMPERIAL FLUTE

بہترین اور نہایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیہ
قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیہ

ہر درخواست کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور پیشگي آنا چاہیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیہ -
ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیہ

I mperial Depot: 60, Srigopal Mallick Lane
Bowbazar, Calcutta.

پوپن ٹائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز شفا - یہ عوارض دماغی شکایتونکو دفع کرتي ہے - پژمردہ دلونکو تازہ بنانتي ہے - یہ ایک نہایت موثر ٹانک ہے جوکہ یکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے ہیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسہ کو قوت پہونچتي ہے - مسکرہ وغیرہ کو بھی مفید ہے جو لوگ لیوکی بکس کی قیمت دو روپیہ -

زینو ٹون

اس دوا کے بیرونی استعمال سے ضعف باہ ایکبارگي دور ہو جاتي ہے اس کے استعمال کرتے ہي آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

AYESHA

مُفرح دماغ - حسن کي افزایش - رگوں کي تازگي - بال کا بڑھنا یہ سب باتیں اسمیں موجود ہیں - نہایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیہ -

نمونہ مُفت - مشورہ مُفت - فہرست مُفت

Dattia & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

مفت! مفت!!

راے صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب کا تصنیف کردہ نوجوانوں کا رہنما و صحت جسماني و زندگي کا بیمہ کتاب قابل عیاشي - مفت روانہ ہوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

ریئلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ ف لنڈن

یہ مشہور ناول جوکہ سولہ جلدوںمیں ہے ابھي چھپ کر نکلی ہے اور تھوڑي سي رہگئي ہے - اصلي قیمت کي چوتھائي قیمت میں دیجاتي ہے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - کپڑیکي جلد ہے جسپر سنہري حروف کي کتابت ہے اور ۳۱۶ ہاف ٹون تصاویر ہیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وي - پي اور ایک روپیہ ۱۴ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بئوبازار - کلکتہ

Imperiai Book Dopot, 6o Srigopal Mullick Lane,
Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور

تبلہ انعام

ہمارا سائنس فکس فورمیٹ ہارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و ہوا میں یکساں رہنے والا ہمارے خاص کارخانہ میں گواساں لکڑي سے طیار کیا ہوا ہے اسوجہ سے کبھي پوري قیمت اور کبھي نصف قیمت پر فروخت کرتے ہیں - ایک ماہ کیلیے یہ قیمت رکھي گئي ہے - ایک مرتبہ منگوا کر آزمایش کیجیے - نہیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچہ مال ناپسند ہوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے ہم واپس کرلیوینگے - اس وجہ سے آپ دریافت کرلیجیے کہ یہ کمپني کسي کو دھوکا نہیں دیتي ہے - گرانٹي تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیہ - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیہ - و ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیہ - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیہ - ہر ایک باجہ کیواسطے مبلغ پانچ روپیہ پیشگي روانہ کرنا چاہیے اور اپنا پورا پتہ اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاہیے - ہر ایک سنگل ریڈ کے ساتھہ ایک گھڑي اور ڈبل ریڈ کے ساتھہ ایک تبلہ و ڈگی انعام دیا جاویگا - ہندي ہارمونیم سکھیا کا قیمت ایک روپیہ ہے -

نیشنل ہارمونیم کمپني ڈاکخانہ شملہ - کلکتہ

SALVITAE

یہ ایک اتنا مجرب دوا اُن امراض کا ہے کہ جسکي وجہ سے انسان اپني قدرتي قوت سے گرجاتا ہے - یہ دوا اُن کھوئي ہوئي قوت کو پھر پیدا کردیتي ہے - قیمت ایک روپیہ -

ASTHMA TABLETS

کسي قسم کا دمہ اور کتنے ہي عرصہ کا ہو اگر اس سے اچھا نہ ہو تو ہمارا دمہ - کھانسي کے لیے بھي مفید ہے - قیمت ایک روپیہ -

PILES TABLETS

بواسیر خوني ہو یا بادي - بغیر جراحي عمل کے اچھا ہوتا ہے - قیمت ایک روپیہ -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutt

ہر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے ہر قسم کا جنون خواہ نوبتي جنون ' مرگي والا جنون ' غمگین رہنے کا جنون ' عقل میں فتور ' بے خوابي وغیرہ وغیرہ دفع ہوتي ہے - اور وہ ایسا صحیح و سالم ہوجاتا ہے کہ کبھي ایسا گمان تک بھي نہیں ہوتا کہ وہ کبھي ایسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت في شیشي پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

المراسلة والمناظرة

(النوم)

از روے طب قدیم

گذشتہ اشاعت میں بہ ضمن مذاکرۂ علمیہ جناب نے جو تحقیقات نیند اور اسکی حقیقت کے متعلق شائع فرمائی ہے ' اور حکماء یورپ کے مختلف اقوال و مذاهب کا خلاصہ درج کیا ہے ' اسے خاکسار نے نہایت دلچسپی اور ذوق سے پڑھا - لیکن افسوس ہے کہ جو کچھہ تحقیقات ہمارے طب قدیم میں اسکے متعلق موجود ہے ' اسکے مقابلے میں اس کی کوئی خاص وقعت محسوس نہوئی ' اور نہ کوئی ایسا نیا حل بایا جو تحقیقات طبیۂ قدیمہ سے بے نیاز کردے - اگر اس راے کو " قدامت پرستی " کے الزام دهي کا آلہ نہ بنایا جاے تو کہا جا سکتا ہے کہ حکماء یورپ کی تحقیقات نے بجاے حل مشکلات و تسہیل مطالب کے اور زیادہ حقیقت کو مستور کر دیا ہے -

جناب مجھے اجازت دیں کہ نہایت مختصر طور پر طب قدیم کی تحقیقات بھی اسکے متعلق عرض کردوں ' تا کہ ارباب نظر و حکمت کے سامنے دونوں چیزیں بہ یک وقت آجائیں اور وہ غور کر سکیں کہ حقیقت سے اقرب کونسی راہ ہے ؟ بہت ممکن ہے کہ کوئی صاحب ان دونوں بیانات کو پڑھکر مزید غور و فکر کریں ' اور ایک مفید سلسلہ مباحث علمیہ کا اسپر مرتب کیا جا سکے - مذاکرۂ علمیہ سے اصل مقصود یہی ہے اور علمی معلومات و مذاق کو بغیر اسکے نشو و نما نہیں مل سکتی -

(تحقیقات طبیہ)

النوم حال یعرض للحیوان لن یقف فیہ النفس عن استعمال الحواس الظاهرة و الحرکات الارادیة ' و یلزمہ رجوع الروح النفسانی و انقطاعہ عن الالات الی المبدء ' لا بالکلیة بل ینبعث فیہ شي تسیرالیها ' و بحسب ذالک یکون استغراق النوم و عدم استغراقہ -

نوم حیوان کے ایک حال کا نام ہے ' اس میں نفس حواس ظاهر اور حرکات ارادیہ سے (جو مثل جواسیس و خدام هیں) کام لینے سے رکجاتا ہے اور روح نفسانی بھی بہ تتبع نفس نفوذ ظاهر سے باز رهتی ہے ' اور مبدء سے الات کا تعلق مسدود هو جاتا ہے - یہ تعلق جسقدر مسدود هوگا اوسی قدر گہری نیندطاری هوگی -

اولاً یہ امر ذهن نشین هوجانا چاهیئے کہ دماغ مبدء قوۃ نفسانی ہے - حواس خمسۂ ظاهرہ ' بصر ' سمع ' شامہ ' ذوق ' لمس میں اور اعصاب مثل جواسیس و آلات کے هیں - معلومات حاصلہ کو حواس ظاهرہ حس مشترک کے حوالے کردیتے هیں - حس مشترک منجملہ قواء دماغ ایک قوۃ ہے جسکا فعل صرف احساس مدرکات ظاهرہ ہے - ان مدرکات کی ترکیب و تفصیل و اخذ معانی جزئیہ دوسری دماغی قوۃ متصرفہ کا فعل ہے ' اور جلب نافع و هرب عن الضار ایک اور قوۃ دماغی کا فعل ہے جسکو " محرکہ " کہتے هیں - حواس خمسہ کی مثال تیلیفون اور دوربین کی سی ہے - یہ هر دو الات مدرک بنفسہ نہیں هیں جب تک کہ کوئی دیکھنے والا یا سننے والا نہ هو - اعصاب محرکہ مثل انجن کے هیں - جبتک اسکا کوئی چلانے والا نہ هو وہ بیکار محض ہے -

معدہ کی بخارات رطبیہ و دهنیہ رگوں کے ذریعہ سے بجانب دماغ متصاعد هوتے هیں ' اور تراکم کی شکل میں متغیر بہ طوبات هو جاتے هیں - یہ رطوبت چونکہ اعصاب کو مسترخي کر دیتی ہے اسلیے اجزاء دماغ و اعصاب ایک دوسرے پر منطبق هو جاتے هیں ' روح نفسانی جو حامل قوۃ نفسانی ہے ان بخارات کے اختلاط سے کثیف هو جاتی ہے ' اور تعلق مبدء کا الات سے منقطع هو جا تا ہے ' کیونکہ روح نفسانی کا نفوذ مثل نفوذ شعاع شمس کے ہے - جب هوا میں دهواں ملجاتا ہے ' تو دهوپ بہت هلکی هوجاتی ہے - یا جب ابر آجاتا ہے تو سایہ هو جاتا ہے - اسیطرح ابتداء نوم میں اصوات محسوس هوتی رهتی هیں ' جب اس تکدر روح اور اجزاء مانع وصول کا انطباق بجانب دماغ هو جاتا ہے ' تو نائم مستغرق کو مناظر و اصوات و رائحہ و ذائقہ و خشونت و صلابت وغیرہ مستدرک نہیں هوتے - اسی لیے بچوں ' نوجوانوں ' مرطوب مزاجوں کو زیادہ اور گہری نیند آتی ہے ' اور یابس المزاج کو کم آتی ہے - حالت نوم میں نفس کے ساتھہ روح و اخلاط (موجبات حر) بھی بجانب باطن متوجہ هوجاتے هیں ' اور ظاهر بدن میں برودت هو جاتی ہے ' یہی وجہ ہے کہ نائم کو سردی زیادہ محسوس هوتی ہے اور حالت خواب میں زیادہ کپڑے اوڑهنے پڑتے هیں -

اضطرار الی النوم کی وجہ یہ ہے کہ طبیعۃ حالت بیداری میں احساس اور حرکت ارادی کے کمال کیطرف متوجہ رهتی ہے اور یہ افعال روح کی حرکت سے ظهور پذیر هوتے هیں - حرکت موجب تحلل ہے - باوجودیکہ بدل ما یتحلل هر آن هوتا رهتا ہے ' مگر نہ اسقدر کہ تلافی مافات کو کافی هو - کیونکہ روح اور خون کے ساتھہ حرارۃ غریزی ظاهر بدن کیطرف مائل هوتی ہے - بدینوجہ افعال هضم و استحالہ و تسئیل باطن بدن میں بدرجہ اتم نہیں هوتے - پس ایک ایسے وقفہ کی ضرورت ہے کہ طبیعۃ بالکلیہ بجانب باطن متوجہ هوکر افعال کی تکمیل کرے اور اس سے اجتماع روح و قوی ' و استراحت تامہ حاصل هو - اوسی توقف کا نام نیند ہے -

محمد علی بیگ (دهلی)

(بقیہ مضمون صفحہ ۲۵ کا)

ان واقعات سے ثابت هوتا ہے کہ اسلام کسطرح غیر مذهب کے تاجروں کا خیر مقدم اور استقبال کیا کرتا تھا - اور تجارتی آزادی کو کس طرح اس نے هر عہد اور هر دور میں قائم رکھا ؟

لیکن یہ یورپ کی زبان میں عہد وحشت تھا - یہ ان لوگوں کا دور تھا جنہوں نے تلوار کے زور سے لوگوں کو اپنا حلقہ بگوش بنایا ' جنکے پاس حق اور عدالت کی کوئی دعوۃ ایسی نہ تھی جو تلوار کے سایے سے باهر بھی دنیا کو متوجہ کرسکے ! با ایں همہ یورپ کی تہذیب اور نوع پرستی کے منتہاء کمال کو بھی آج هم نہایت دلچسپی سے دیکھہ رہے هیں - همارے سامنے اُن مقتولین کی لا تعد و لا تحصی فہرستیں هیں جو میدان جنگ میں نہیں بلکہ امن و انزوا کی بستیوں میں مارے گئے ' هم هر روز اُن جہازوں کی تباهی کا افسانہ پڑهتے هیں جو ڈبو دیے گئے اسلیے کہ اسمیں انسانوں کی ایک جمعیت اور انسانی غذا کی ایک کافی مقدار تھی - هم اُن شریفانہ اعلانات و مہذبانہ عزائم کی سرگذشتیں سن چکے هیں جن میں اپنے تفوق و عظمت کا سب سے بڑا ثبوت یہ دیا جاتا ہے کہ دشمن کی انسانی آبادیوں کو بھوک اور افلاس سے یکسر قتل کر دیا جائیگا اور تجارتی راهیں تمام مسدود کردی جائینگی - پھر ان اعمال انسانیۃ ' ان افعال مدنیۃ ' ان اعلانات شرافت ' پر فخر ہے ' غرور ہے ' ناز ہے ' مسابقت ہے ' منافست ہے ' اور هر فریق مدعی ہے کہ اس نے سب سے زیادہ درندگی کی ' اور سب سے زیادہ انسانوں کو تسا اور چیرا اور پھاڑا - پھر آج عالم انسانیۃ تمدن کیلیے تشنہ ہے یا وحشت کیلیے ؟ دنیا کے مستقبل کو پکارنا ہے یا ماضی کو ؟

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب

نمبر - ۳ | کلکتہ : جمعہ - ۲ صفر سنہ ۱۳۳۴ ہجري | جلد ۱

Calcutta : Friday, December 10 1915.

ترجمان القرآن

یعني قرآن حکیم کا اردو ترجمہ ' از خامۂ ایڈیٹر الہلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام ہیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانہ عمل ہے ' جس کي توفیق صرف انہي لوگوں کو مل سکتي ہے جنہیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجہ عطا فرماتا ہے ' اور اونکا نور علم براہ راست مشکواۃ نبوت سے ماخوذ ہوتا ہے : و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء -

ہندوستان کي گذشتہ قرون اخیرہ میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وہ حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان تہا - انکے فرزند حجۃ الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرۃ شاہ ولي اللہ قدس سرہ تہے ' جنہوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمہ کي ضرورت الہام الہي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمہ مرتب کیا - انکے بعد حضرۃ شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہما کا ظہور ہوا ' اور اردو زبان میں ترجمۃ القران کي بنیاد استوار ہوئي - شکر اللہ سعیہم ' و جعل الجنۃ مثواہم !

اس واقعہ پر ٹہیک ایک صدي گذر چکي ہے ' لیکن یہ کہنا کسي طرح مبالغہ آمیز نہ سمجھا جائیگا کہ نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکھي تھي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الہلال کیلیے مخصوص کردیا تہا ' جنہوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فہم حقائق و معارف قرانیہ ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکھکر قرآن حکیم کا یہ اردو ترجمہ نہایت سلیس ' عام فہم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا ہے ' اور بحمد اللہ کہ زیر طبع ہے -

یہ ترجمہ کیسا ہے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الہلال کا مطالعہ کرچکے ہیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري ہے -

یہ ترجمہ حامل المتن ٹائپ کي جگہہ لیتہو میں چھاپا جارہا ہے تاکہ ارزاں ہو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعہ میں آسکے - قیمت في جلد چھہ روپیہ رکھي گئي ہے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکھتے ہي قیمت بہیجدینگے ' ان سے صرف ساڑھے چار روپیہ لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیہ منیجر البلاغ کے نام بہیجنا چاہیے -

قیمت فی پرچہ | چار آنہ

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane Calcutta.

Tel Address "Alealagh," Calcutta.
Telephone No 648

AL-BALAGH.

: Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly , Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول و رئیس التحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبـــر - ۳
کلکتہ : جمعہ - ۲ صفر سنہ ۱۳۳۴ ہجري
Calcutta : Friday, December 10 1915.
جلد ۱

بعض اطـــلاعات مہمــۃ

(۱) گذشتہ اشاعت میں هم نے "ترجمان القران" اور "البیان" کي پیشگي قیمتوں کي ترسیل کے متعلق بالتفصیل لکھا تھا - امید ہے کہ احباب کرام اسپر مزید توجہ فرمائیں گے - اگر انہیں یہ کتابیں لیني هیں تو بہرحال قیمت بھیجني هي ہے - پھر اسمیں کیا حرج ہے کہ وہ ابھي سے بھیجدیں - ایک ذرا سے تقدیم و تاخیر کے ذریعہ وہ پریس کیلیے اپنے عمل کو مفید بنا سکتے هیں -

(۲) اکثر حضرات نے لکھا ہے کہ "البیان" کي رعایتي پیشگي قیمت کیلیے آخر محرم تک کي مدت مقرر کي گئي تھي - اگر اسے زیادہ وسیع کردیا جاے تو لوگوں کو مزید موقع ملے- هم اسکے لیے بھي طیار هیں :

بجان و دل ' اگرت هست میل ' مانع نیست
مئے مغانہ سبیـــل و در مغاں بازســـت !

جنانچہ پہلي صفر کي جگہ اب هم آخر صفر تک کي مدت کا اعلان کر دیتے هیں جب تک کہ "البیـــان" کا پہلا نمبر شائع هوجائیگا - البتہ واضح رہے کہ اصولاً یہ مدت صرف پہلے نمبر کي اشاعت سے قبل تک هي کیلیے ہے - جن حضرات کي قیمتیں اشاعۃ سے پہلے دفتر میں پہنچ جائینگي ' وہ سب اس اعلان کے ماتحت محسوب هونگي -

(۳) اکثر احباب "البیـان" کے متعلق مزید حالات دریافت کرتے هیں - مثلاً یہ کہ پورے قران کي تفسیر کب تک ختم هوگي ؟ کل تفسیر کتني جلدوں میں هوگي ؟ پہلے ٹکڑے میں کتنے حصے کي تفسیر نکلیگي ؟

جواباً گذارش ہے کہ البیان کي اشاعۃ کا کسي قدر انتظار کیجیے - اسي سے سارے سوالات حل هو جائینگے - اسکا اندازہ سردست کون کرسکتا ہے کہ پورے قران حکیم کي تفسیر کتني جلدوں میں ختم هوگي ؟ آپ ایک چھوٹا سا مضمون لکھنے بیٹھتے هیں تو قصد و اندازہ کے خلاف بات کہاں سے کہاں پہنچ جاتي ہے ؟ پھر کلام الہي کے حقائق و معارف کا تو عالم هي دوسرا ہے :

ایں زمیں را آسمانے دیگر ست !

یہ صرف اللہ هي کے هاتھہ میں ہے کہ وہ اپنے علوم و اسرار کے جتنے دروازے چاہے کھول دے' اور جتني حقیقتوں کو چاہے بے نقاب کردے - جس انداز پر اس وقت تفسیر لکھي جا رهي ہے ' اور جسطرح بلا علم و قصد خود بخود نئي نئي بحثیں کھل رهي هیں اور نئے نئے انکشافات هو رہے هیں ' اوس کے دیکھنے سے تو معلوم هوتا ہے کہ نہایت هي بسط و تفصیل کے ساتھہ هر منزل بحث کو طے کرنا پڑیگا - سردست تفسیر کا پہلا ٹکڑا جو شائع هوگا ' وہ صرف سورۂ فاتحہ کي تفسیر ہے - مگر اسکي سات آیتوں کے اندر بھي مباحث و معارف قرآنیہ کا اسقدر وافر ذخیرہ توفیق رباني سے فراهم هوگیا ہے' کہ لکھنے سے پہلے اسکا گمان و وهم بھي نہ تھا - خیال تھا کہ زیادہ سے زیادہ چار پانچ جزو میں یہ حصہ ختم هوجائیگا ' لیکن جب لکھنا شـــروع کیا اور یکے بعد دیگرے مطالب و حقائق سے پردے اٹھنے شروع هوے ' تو نظر آیا کہ پانچ چھہ جزو تو السبع المثاني کي صرف ایک آیۃ کیلیے بھي کافي نہیں ! وللہ در ما قال :

هماں عشق ست برخود چیدہ چندیں داستاں ' ورنہ
کسے برمعني یک حرف صد دفتر نمي سازد !

وفي هذا المعني قول قائل اخر :

شربت الحـــب كاسا بعد كاس
فمــا نفد الشـــراب ولا رويت !

اور پھر با ایں همہ تفصیل و توسیع ' اگر اس عاجز کے دل سے پوچھیے تو سچ یہ ہے کہ جو کچھہ هو رها ہے ' یہ بھي ایک اشارہ و رمز سے زیادہ نہیں :

بہ رمز نکتہ ادا مي کنم ' کہ خلوتیاں
سرسبو بکشـــادند و در فرو بستند !

البتہ حق سبحانہ و تعالی سے التجا ہے کہ اولاً وہ عمر و فرصت میں اتني مہلت ضرور عطا فرماے کہ یہ ابتدا کسي نہ کسي طرح انتہاء تک پہنچ جاے' اور جو کچھہ اس نے اپنے فضل عجز نواز سے مرحمت فرمایا ہے ' وہ تدوین و تحریر سے محروم نہ رہے - تاهم یہ بھي اپني آرزو ' اپني نظر ' اپنا پیمانۂ سود و زیاں ' اور اپنا علم نفع و ضرر ہے' اور حکم اسي کا حکم ' اور حکمت و مصلحت اسي کي حکمت و مصلحت ہے - اگر اسکي مرضي وہ نہو' جو ابھي مرضي ہے ' تو پھر وهي هو جو اسکي مرضي ہے : وما تشاؤن الا ان يشاء الله ' ان الله كان عليماً حكيماً !

ولو قلت لي مت ' مت سمعاً و طاعة
و قلت لداعي الموت اهلاً و مرحبـــا !

و قال في المثنوي :

گر طمع خواهد ز من سلطان دیں
خاک بر فرق قناعت بعد ازیں !

تفسیر کے علاوہ ایک اهم و مستقل چیز تفسیر کا "مقدمہ" ہے - انشاء اللہ تعالی اسکے ابتدائي اجزا بھي البیان کي اولین اشاعۃ کے ساتھہ شائع هوجائینگے اور پھر اصل تفسیر کے ساتھہ چھپتے رهینگے - امید ہے کہ مقدمہ بہت جلد پورا هوجاے - کیونکہ وہ ایک محدود و مرتب چیز ہے

"كتاب مرقوم يشهدہ المقربون" (۸۳ : ۱۸)

" في ذالك فليتنافس المتنافسون !" [۸۳ : ۲۶]

السحر الحلال في مجلّدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) " الہلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۃ اسلامیۃ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ ' اور وحدۃ کلمۃ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۃ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الاھیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب ' و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الاھیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا ، یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و مجالس سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار متشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و مرحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت' متلاشیان علم و حکمت' خواستگاران ادب و انشاء' تشنگان معارف الاھیہ و علوم نبویہ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں- وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے' جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے-

(۷) چھہ مہینے کی ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئی ہے - ولایتی کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپے گی - تیسری' چوتھی اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زائد ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے- ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے-

ہے، تو اس وقت یہ واقعہ کوئی پہلا واقعہ نہ تھا، اور اسکے نظائر و امثال کے متعدد نمونے جسطرح ہر باشندۂ ہند کے سامنے تھے، میرے سامنے بھی موجود تھے -

میں قومی جوش و خروش اور ایثار و اتفاق کے وہ مناظر دیکھ چکا تھا جو اس بارے میں گذشتہ تین سال کے اندر متواتر و مسلسل ظاہر ہوے، اور جنہوں نے تقلید و اتباع کی ایک مقبول راہ آیندہ کیلیے کھول دی تھی -

یکے بعد دیگرے پریسوں سے ضمانتیں مانگی گئیں اور انھوں نے علم پبلک سے اپیل کی - پبلک نے پورے جوش و خروش سے اسپر لبیک کہا، اور ایک ایسی مستعدی و سرگرمی کے ساتھ جسکی نظیر ہندوستان کے تمام جماعتی کاموں میں نہیں ملسکتی، دو ہزار سے لیکر پندرہ ہزار تک کی رقمیں چند ہفتوں میں فراہم کردیں - ایک شخص کے حساب کے مطابق تقریباً چالیس ہزار روپیہ ابتک ضمانتوں کیلیے مسلمان دیچکے ہیں -

رفتہ رفتہ یہ حالت اسقدر عام ہوگئی کہ " ضمانت " کے بعد علم چندے کا ہونا ایک طرح کی لازمی بات سمجھہ لی گئی - اور ارباب مطابع اور پبلک، دونوں نے ایک قدرتی اور لا بدی حقیقت کی طرح اسپر اتفاق کرلیا -

چنانچہ جب کبھی ضمانت کی صورت پیش آئی تو اسکی اپیل اسطرح کی گئی جیسا کہ ایک طے شدہ اور قدرتی بات کو ہونا چاہیے، اور جب کبھی مانگا گیا، تو دینے والوں نے بھی اسیطرح بلا تامل و بے دریغ دیا، جس طرح ایک مدیون کو دائن کا مطالبہ بہر حال پورا کرنا ہے -

بلا شبہ جماعتی تغیرات و انقلابات کے اظہارات کی یہ بھی ایک منزل ہے جو ہمیشہ ایسے مواقع میں پیش آتی ہے، اور ایسا ہمیشہ ہوا ہے کہ جماعت نے بعض افراد کو اس غرض کیلیے چن لیا ہے کہ انکے نفع و ضرر کو اپنا نفع و ضرر سمجھیں، اور جو کچھہ انپر وارد ہو، اسے اپنے ایک ایک فرد پر مساویانہ تقسیم کرلیں - یہی چیز جب بڑھتی ہے تو اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ ایک وجود و شخص کا مسئلہ کروروں افراد کا مسئلہ بن جاتا ہے، اور زمین پر ایسے ایسے انسان چلنے پھرنے لگتے ہیں جنکی تکلیف ایک کرور انسانوں کی تکلیف، اور جنکی راحت ایک کرور انسانوں کی راحت ہو جاتی ہے !

مجھے یہاں اس سے کوئی بحث نہیں کہ ابھی خاک ہند میں ایسے افراد صالح پیدا ہوے ہیں یا نہیں ؟ اور جن لوگوں نے جماعتی هیجان و انفجار کو مسئلۂ ضمانت کی طرف متوجہ کیا، انھوں نے ٹھیک اور بر وقت کیا یا نہیں ؟ نیز اس سے بھی مجھے کوئی تعلق نہیں کہ اصولاً جو کچھہ ہوا وہ کیسا ہوا ؟ بلکہ مقصود صرف ایک طرح کا سادہ بیان واقعہ ہے کہ اس طرح کا واقعہ ملک میں ہوا، اور اب بھی ہو رہا ہے، اور قسم کے اعتبار سے یہ چیز بھی در اصل اسی جماعتی هیجان جذبات کا نتیجہ ہے جسکو آجکل کے علماء فلسفۂ اجتماعیہ " جماعۃ کے امیال و جذبات کا انقلابی انفجار " کہتے ہیں، اور جو ہر قوم و ملک کو اپنے تغیرات و اعمال اجتماعیہ کی منزلوں میں کم و بیش ضرور پیش آتا ہے - یہ ایک ایسی راہ ہے جو نہ تو عقل و استدلال سے تعلق رکھتی ہے اور نہ عقلی ترتیب اسکے لیے موثر ہے، مگر پیش ضرور آتی ہے، اور شاید بہتر اور صحیح وقت کا تعلق مستقبل سے ہو: وان منکم الا واردها، كان على ربك حتماً مقضيا (وسط " مریم ")

(راہ اخبار نویسی اور راہ دعوۃ و تبلیغ)

با ایں ہمہ اس عاجز نے ابتدا سے اپنے کاموں کی بنیاد جن اصولوں پر رکھی تھی، وہ ایک لمحہ کیلیے بھی اس حالت کے ساتھہ جمع نہیں ہوسکتے تھے -

سب سے بڑا اصولی اختلاف جو اساس و بنیاد ہی میں آکر پڑ گیا تھا، وہ کاموں کے طرز عمل اور قسم و نوع کا سوال تھا -

بلاشبہ اگر تم نے اخبار نکالا ہے اور پریس قائم کیا ہے، تو چاہیے کہ سب کچھہ اسی طرح کرو جسطرح اس راہ میں کیا جاتا ہے اور جسطرح کرنا چاہیے - پھر تمہاری ہمت کے آگے ہندوستان کے اخبار نویس طبقہ کے قرار دادہ اصول عمل کی راہ بھی ہے، اور ترقی یافتہ ممالک کی حقیقی اخبار نویسی بھی - تم اپنے اندر اس اخلاقی اور تجارتی کیریکٹر کو بھی پیدا کر سکتے ہو جو ابتک ہندوستانی پریس نے پیش کیا ہے، اور اس تجارتی اولوالعزمی اور اقتصادی بلند ہمتی کیلیے بھی اپنے تئیں طیار کر سکتے ہو جو ترقی یافتہ ممالک کے پریسوں میں پائی جاتی ہے -

تم چاہو تو " ہندوستانی اخبار نویسی " کی اس دکاندارانہ زندگی کو سیکھہ سکتے ہو جو " دکانداری " کی قسم میں بھی سب سے ادنہ درجہ کی دکانداری ہے، اور جسکے لیے ضرور ہے کہ تم ایک ایک پیسہ کے لیے روؤ، ایک ایک دھیلے کیلیے ماتم کرو، ایک ایک کوڑی کیلیے اپنے دماغ و قلم کی بہتر سے بہتر قوت کو یکسر وقف کردو، شخصی محاسن و فضائل کا معیار صرف اپنے اخبار کی خریداری کو قرار دو، جو خریدے اسکو فرشتہ سمجھو، جو بدبخت نہ خریدے اسے شیطان بتلاؤ، بلا طلب ہر خوش پوش کے نام اخبار جاری کردو اور سال کے اخر میں وی پی بھیجدو، اگر اس نے وی پی واپس کردیا تو ٹکٹ کے ان پیسوں کو بھی اسکے حساب میں داخل کردو جو واپسی کی وجہ سے ضائع ہوے، اور پھر جن جن وسائل کو عمل میں لا سکو اس " شریفانہ بل " کی وصولی کیلیے اختیار کرو - حتی کہ وہ بدبخت اپنی زندگی سے عاجز آجاے، اور اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھہ لے کہ براعظم ہند میں زندہ رہنے کی ضروری شرائط میں ایک بڑی شرط کسی " اخبار نویس " کے وی پی کو واپس نہ کرنا بھی ہے !

غرضکہ وہ مسکوک و منقوش وجود اعظم و اکرم جسکا ایمان شکن نام " پیسہ " ہے، بہر حال حاصل کرنا چاہیے، اور بہ حیثیت ایک " قومی اخبار نویس " ہونے کے اسکے حاصل کرنے کی ہر ممکن شکل تمہارے لیے جائز و حلال ہے !

اگر اس تقلید زار ہند میں نئے ارادوں اور مجتہدانہ عزائم کا وجود ناممکن نہیں ہے، تو اسیطرح دوسری راہ بھی تجارت اور دکانداری کی مگر شریفانہ و اولوالعزمانہ تجارت کی تمہارے آگے باز ہے، اور تم یورپ کے اخبار نویس طبقہ اور فن صحافۃ (جرنلزم) کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھہ سکتے ہو - اسطرح تمہارے لیے ایک عمدہ تجارتی کام مہیا ہو سکتا ہے جو قوم و ملک کیلیے بھی مفید و ضروری ہے، اور تم ایک تاجر کی طرح خود بھی نفع اٹھا کر بہتر و احسن متاع اخوان ملت کو دیسکتے ہو - مگر اسکے لیے ضرور ہوگا کہ پہلے " ہندوستانی فن صحافۃ " کے اثرات دنائت او جراثیم سفاہت سے اپنے تئیں یکقلم صاف و پاک کرلو، اپنے اندر بلند نظری مگر ایک تاجر کی طرح اقتصادی بلند نظری پیدا کرو، اور وسیع سرمائے اور تجارت کے عزائم صابرہ و متحملہ کے ساتھہ سفر شروع کرو - اس میدان میں تمہاری مثال ایک عقلمند و تجربہ کار کاشت کار کی سی ہوگی جو قیمتی سے قیمتی بیج بھی نہایت فیاضی کے ساتھہ زمین میں پھینک دیتا ہے اور ذرا بھی ہاتھہ نہیں روکتا، تاہم یہ اسکی بے دریغ بخشش اسلیے نہیں ہوتی کہ وہ اپنا سرمایہ زمین کو بخشدیتا ہے، بلکہ اسلیے کہ آج ایک خشک دانہ دیکر کل کو اسکے معاوضے میں ایک ہزار تر و تازہ خوشے لینا چاہتا ہے !

(دعوۃ و تبلیغ)

لیکن " دعوۃ و تبلیغ " کی راہ نہ صرف اخبار نویسی کی راہ سے (کیونکہ یہ تو شائع ہے) بلکہ نفس تجارت اور اقتصاد سود و زیان کی راہ سے بالکل مختلف ہے، اور اس عالم کے جسطرح موثرات

شذرات

عهـــد التـــواء و انتظـــار

یاد رفتہ کا ایک لمحۂ فکریہ !

رنـد هـزار شیوہ را طاعت حـق گراں نبود
لیک صنم بہ سجدہ در ناصیہ مشترک نخواست !

(ا)

" البـــلاغ " جاري هوگیا - یہ اسکا تیسرا نمبر ہے - مگر همیں جو کچھہ کہنا تھا وہ ابتک باقي ہے ' اور شاید همیشہ باقي هي رہے :

بمحشر مي تواں گفت انچہ دردل ماندہ است امشب !

دارالارشاد کے اجراء ' رفتار تصنیف و تالیف کي غیر معمولي تیزي ' ترجمۃ القران اور تفسیر کي ترتیب و اشاعۃ ' اور بعض دیگر اسباب و موانع کے هجوم میں اسي کو غنیمت سمجھا گیا کہ کسي نہ کسي طرح پرچہ جاري هوجاے ' اور بہر صورت اسکے مقررہ اوراق سادہ نہ رهیں - اللہ کے فضل ذرہ نواز نے بہت سي ایسي نظریں اپني زمین پر پیدا کردي هیں جو اس عاجز کے برے بھلے ' ادنی و اعلی ' کمتر و بہتر ' هر طرح کي قلمي خدمات کو پذیرائي بخشنے کیلیے طیار رهتي هیں ' اور جب تک وہ باقي هیں ' مجھے باقي دنیا سے کوئي سروکار نہیں :

از رد و هم قبول تو فارغ نشستہ ایم
اے آنکہ خوب ما نشناسي ز زشت ما !

رد و قبول اور تحسین و تقبیح سے متاثر هونے کیلیے پہلا مسئلہ مخاطبین کے ذوق صحیح اور نظر سلیم کا ہے ' لیکن اس بارے میں زمانے کا جو کچھہ حال ہے ' اور صاحبان رد و قبول کے متعلق جو کچھہ اپنا فیصلہ هو چکا ہے ' اسکے بعد اسکي گنجایش هي کب رهي ہے کہ " رد و قبول " کي نمایشوں سے طبیعت متاثر هو ؟ تاثر تو ایک بڑي چیز ہے - الحمد للہ کہ احساس تک باقي نہ رہا - اور اپنا دائمي ماتم یہ ہے :

مجلس چو بر شکست تماشا بما رسید
در بزم چوں نماند کسے ' جا بما رسید !

بہر حال رسالہ تو جاري هوگیا ' مگر ابتک لکھنے کا موقعہ بالکل نہیں ملا - ابتدا کے دو نمبروں کے تمام ابتدائي صفحات عربي کے خطبۂ افتتاحیہ نے لے لیے ' اور وہ نہایت اهم اور ضروري مطالب جنکے لیے فواتح سنین ماضیہ کي طرح اردو کے ایک مبسوط و مستقل فاتحۂ البـــلاغ کا لکھنا نا گزیر ہے ' ابتک انضباط و تحریر سے محروم هیں - اسي طرح وقت کے بعض مسائل مہمہ هیں جنکے متعلق کچھہ نہ کچھہ لکھنا ضروري ہے - از انجملہ " مسلم یونیورسٹي ایسوسي ایشن " کا گذشتہ اجلاس علي گڈہ ' اور خود موضوع " رد و قبول یونیورسٹي " اور اسکے بعض حوالي و اطراف ' ایسے مواضع نظر و انکشاف هیں ' جنسے کسي طرح قطع نظر نہیں کیا جاسکتا -

(تذکار گذشتہ)

لیکن قبل اسکے کہ مستقبل کے آراء و عزائم کي طرف هم متوجہ هوں ' بہتر ہے کہ ایک الوداعي نظر اُس ماضي پر بھي ڈال لیں جو گزر جا چکا ہے ' لیکن اس کے نقش پا سے اب بھي بہت سي راهنمائیاں حاصل کي جاسکتي هیں - اسکي یاد رفتہ میں بہت سے تذکار ایسے هیں جن کو مستقبل بھي اپنے جیب و دامن میں ضرور جگہ دیگا -

ممکن ہے کہ مستقبل کے پر کشش ولولوں اور دلچسپ توقعات کے هجوم میں ماضي مہجور کي یاد بعض دوستوں پر شاق گذرے ' جو اپنے وقت خوش کا تمام تر مستحق صرف مستقبل هي کي حیات امید کو سمجھتے هیں ' تاهم انہیں انصاف کرنا چاهیے کہ جو جا چکا ہے ' وہ هماري مشغولیت کے مطالبہ کیلیے دوبارہ نہیں آئیگا - اگر چند لمحوں کي ایک سرسري نظر تودیع و آخرین کیلیے وہ مستمند و امیدوار ہے ' تو اسے ایک جاتے هوے رفیق کي وہ آخري نظر سمجھیے ' جو گردن موڑ کر آپکو وداع کا سب سے پچھلا پیام پہنچاتي ہے :

مي دید و اشک حسرت مي ریخت همچو باراں !

(ماضي قریب)

اس سلسلے میں سب سے پہلے همیں ماضي قریب کا وہ حصہ بے اختیار یاد آجاتا ہے جو " الهلال " کے بند هونے کي تاریخ سے شروع هوتا ہے ' اور پھر نئے سال کے تمام ابتدائي و وسطي حصے سے گذر کر گذشتہ اگست میں ایک طرح ختم هوجاتا ہے - یہ پورے ایک سال چند هفتوں کے التواء و انزوا ' انتظار و اضطرار ' اعتماد و انکار ' اور مواعید و اعلان کي ایک دلچسپ اور وسیع مدت تھي !

انسان کي ایک عالمگیر غلطي یہ ہے کہ وہ عبرۃ و بصیرۃ کیلیے همیشہ بڑے بڑے حادثوں اور وسیع الاثر مظاهر کا منتظر رهتا ہے ' پر صبح سے لیکر شام تک هر انسان کي چھوٹي سے چھوٹي اور محدود سے محدود زندگي کے اندر جو صدها صدائیں عبرۃ و موعظۃ کي بلند هوتي رهتي هیں ' انسے بالکل کان بند کرلیتا ہے - وہ چاهتا ہے کہ زلزلے آئیں تو میں چونکوں ' آتش فشان پہاڑ پھٹیں تو میں آنکھیں کھولوں ' طوفان و امواج زمینوں کو غرق کردیں تو میں دیکھوں ' اور بڑي بڑي خونریز لڑائیوں کے شعلے بھڑکیں تو میں سمجھوں ' حالانکہ اگر اسکي دیدۂ بصیرۃ محجوب نہ هوتي ' تو وہ دیکھتا کہ فطرۃ کو اُسکي بڑي بڑي خوفناک تیاریاں دکھلانے پر مجبور کرنا اسکے لیے کچھہ ضروري نہیں ہے ' اگر وہ سمجھنا چاہے تو جو کچھہ خود اُس کے واقعات حیات میں معمولاً هو رہا ہے ' اسي کے اندر بہتر سے بہتر سمجھہ اور اعلی سے اعلی دانائي کي پکار رکھدي گئي ہے :

و کاین من آیۃ في السماوات	اور خدا کي کتني هي نشانیاں
و الارض ' یمرون علیها و هم	آسمان و زمین کے مظاهر و کائنات
عنهـا معـرضـون ؟	کے اندر پھیلي هوئي هیں جن پرسے
(یـوسـف)	غافل انسان گذرتا ہے ' مگر اسطرح

منہ پھیرے چلا جاتا ہے کہ اسکي حقیقتوں پر ایک سرسري نظر بھي نہیں پڑتي ! '

بلا شبہ یہ گذشتہ ایک سال چند هفتوں کي مدت دنیا کا کوئي عظیم الشان واقعہ نہیں ہے ' اور اگر اسے محدود کرنے پر آلیے تو وہ بہت کچھہ سمٹ بھي سکتا ہے ' جسطرح کوشش کرنے پر بہت کچھہ پھیل سکتا ہے - تاهم میں سونچتا هوں تو طرح طرح کي عبرتوں سے اسکي پوري راہ پر ہے ' اور محض شخصي حیثیت هي سے نہیں ' بلکہ جماعتي ' اثرات و علائم اور نتائج و عواقب کے لحاظ سے کتني هي غور طلب بصیرتیں اور ایمان پرور عبرتیں اسکے گوشے گوشے میں بکھري هوئي هیں ! و ان في ذالک لذکري ' لمن کان لہ قلب او القی السمع وهو شهید ! (اواخر " ق ")

(مسئلہ ضمانت)

جبکہ " الهـلال پریس " کي ضمانت ضبط کي گئي ہے اور اسکے لیے دو هزار کے بعد دس هزار روپیہ کي منزل کھولي گئي

ارائے اسلام

خطـابـهٔ الـم ! !
اور
تـوصیـهٔ شهـادت !

یا تفسیر سورۂ فاتحه کا ایک صفحه !

(۲)

هماں عشق ست بر خود چیده چادیں داستاں ، ورنه
کسے بر معني یک حرف صد دفتر نمي سازد !

(ایک عالمگیر غلطي)

انسان کي عالمگیر غلطي یه هے که وه هر چیز کو اسکي روح کیلیے اختیار کرتا هے ، لیکن آگے چلکر صرف اسکے جسم هي کي پرستش کرنے لگتا هے - مشاهیر و سلف پرستي کا اصلي مقصد تو اعمال حسنه کي یاد ، اور نیکي و صداقت کے عملي نمونوں کو پیروي و اتباع کیلیے قائم رکھنا تھا ، لیکن نتیجه بالعموم یه نکلا که اعمال کي یاد مٹ گئي ، اور محض انسانوں کی شخصیتوں اور ناموں کي پوجا هونے لگي - یعني وه چیز که کسي دوسرے مقصد کیلیے واسطه و ذریعه تھي ، خود هي مقصود بالذات بنکر لوگوں کے عقائد و اعمال میں جا گزیں هوگئي ، اور حقیقت سے اسقدر بعد و نسیان هوگیا که محض رسوم و اسماء کي عظمت و پرستش هي پر هر شخص قانع هوگیا !

یهي وجه هے که مشاهیر پرستي بسااوقات دنیا میں بت پرستي کا ذریعه ثابت هوئي هے ، اور اکثر ایسا هوا هے که اعمال کي جگه افراد و اسماء کي پرستش محض نے دو تین نسلوں کے بعد انسان کو بت پرستي تک پہنچا دیا -

(اسـوۂ حسنـه)

اے برادران ملت ! یهي حقیقت اعلی هے جسے قرآن حکیم نے " اسوۂ حسنه " کے جامع و مانع لفظ سے تعبیر کیا هے ، اور یهي مقام هے جهاں آکر اسلام کي قوۃ اصلاح اور ختم نبوت کي اصلي علت آشکارا هوجاتي هے که کس طرح اُس نے دنیا کی تمام صداقتوں کو لے لیا ؟ اور ساتھه هي کسطرح اُن تمام خرابیوں اور ضلالتوں سے محفوظ بھي کردیا جنکے اختلاط و آلودگي سے انکي روح حقیقت اور تاثیر عمل بالکل فنا هوگئي تھي ؟ :

لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم مجید ! (۴۱ : ۴۲)	قران ایک ایسا معلم روحاني هے که نه تو اسکے آگے باطل جم سکتا هے ، اور نه اسکے پیچھے آسے جگه مل سکتي هے - وه خداے حکیم و مجید کا اُتارا هوا هے - پھر باطل کا یهاں کیا گذر ؟

هاں ، باطل کیونکر اب اسکے ساتھه مل سکتا هے جبکه وه "حق خالص " هے ، اور سچائي کے ساتھه جسقدر بھي که اُسمیں ملا دي گئي تھي ، اس نے انسانکے هر اعتقاد و عمل کو بالکل صاف و پاک کردیا هے ؟ نیز جا بجا قرآن حکیم کو " هادي " کہا که وه انسان کو اسکے سفر اعمال میں ٹھوکروں اور گمراهیوں سے بچاتا هے ، اور اسي طرح " شفا " کہا کیونکه وه مثل معید و دافع ادویه کے هے جو مریض کی اصلي قوۃ طبیعي کو مزید توانائي اور نشو و نما دیتي هیں ، اور مضر اثرات مرض جو داخل طبیعت هوگئے هیں ، انکو دور کردیتي هیں !

" اسوه " کہتے هیں کسي فکر ، کسي عمل ، کسي وصف ، کسي خاصه کے ایک ایسے نمونے کو جسے تم اسلیے اپنے سامنے رکھه لو که اسکي پیروي اور نقل کروگے ، اور اسکي سي باتیں اپنے اندر بھي پیدا کرنا چاهوگے -

انساني سعادت کیلیے تعلیم محض بالکل بیکار هے ، جب تک که اس تعلیم کے زنده نمونے بھي انسانوں کے سامنے نهوں - جو اثر طبیعت منفعلۂ انسانیۃ پر ایک انساني نمونۂ عمل کا پڑتا هے ، وه محض تعلیم کي سماعت سے نهیں پیدا کیا جاسکتا - اخلاق کي کتابیں اپني موثر تعلیمات سے انسانوں کو رولا دیسکتي هیں مگر اسکے دلوں کو نهیں پھیر سکتیں - عدالت کا قانون مجرم کے پانوں میں بیڑیاں ڈالدیسکتا هے لیکن اسکو جرم سے باز نهیں رکھسکتا - حکماء کے حکیمانه نصائح نیکوں کي بڑي بڑي تعریفیں اور بروں کي بڑي بڑي برائیاں بتلا دیسکتے هیں ، لیکن کسي برے انسان کو نیک نهیں بنا سکتے :

بڑھتا هے اور ذوق گنه یاں سزا کے بعد !

لیکن برخلاف اسکے اگر ایک پاک اور مزکی انسان اپني زندگي کے اندر نیکي کا عملي نمونه رکھتا هو ، اور اسکے اعمال حیات راست بازي کیلیے " اسوه " کا حکم رکھتے هوں ، تو وه صرف اپنا نمونه دکھلا کر نه صرف افراد و اشخاص کو ، بلکه اقوام و امم کے اعمال کو یکسر پلٹ دیسکتا هے !

یهي وجه هے که الله تعالی نے هدایت خلق الله کیلیے صرف کتابوں اور شریعتوں هي کو نهیں بھیجا ، بلکه اسکے ساتھه انبیاء کرام علیهم السلام کا (که انکے حامل تھے) عملي نمونه بھي دکھلا دیا - وه جس دستور العمل کي طرف قوم کو بلاتے تھے ، اسکا عملي پیکر خود انکي پاک و مطهر زندگي تھي - اگر شریعت بصورت قانون تختیوں اور کاغذوں پر منقوش تھي ، تو بصورت وجود حي و قائم انکي زندگي کے اندر بھي پڑھي جا سکتي تھي - اگر اسکي آیات بینات حروف و اصوات کي شکل میں دنیا کو دعوۃ دیتي تھیں ، تو انبیاء کرام کي زندگي عمل و فعل کے اندر سے اسکي تصویر دکھلا دیتي تھي - اگر قانون کہتا تھا که انسان کو ایسا کرنا چاهیے ، تو حیاۃ نبوت ثابت کرکے دکھلا دیتي تھي که اسطرح کیا گیا اور اسطرح کیا جا سکتا هے -

یهي حقیقت هے جسکو حضرۃ عائشة صدیقه رضي الله تعالی عنها نے اُس وقت بیان کیا تھا جبکه اُنسے آنحضرۃ صلی الله علیه وسلم کے اخلاق و اعمال کا حال پوچھا گیا تھا که " کان خلقه القران " اگر تم انکے خلق عظیم کو معلوم کرنا چاهتے هو تو قران کو دیکھه لو -

دوسرے هیں ' اسی طرح احکام بھی دوسرے هیں :

مرد ایں رہ را نشانے دیگرست !

تجارت کی پہلی بنیاد مسئلۂ "عوض و بدل" ہے ' یعنے جو کچھہ دیا جاے ' اوس سے بہتر اسکے معاوضے میں لیا جاے ' اور دینا صرف اسی لیے چاهیے ' تا کہ اسکے معاوضے میں لیا بھی جاے - لیکن یہی وہ اولین مقام ہے جہاں آکر " دعوۃ " اور " تجارت " میں محض اختلاف مسلک هی نہیں بلکہ تباین و تضاد کلی پیدا هوجاتا ہے ' اور دونوں حقیقتیں ایک ساتھہ جمع نہیں هوسکتیں - راہ " دعوۃ " کی پہلی بنیاد وہ چیز ہے ' جو بالکل اُسکا عکس و تضاد ہے جو تجارت کے مذهب کا پہلا رکن تھا - تجارت نے اپنا مذهب " عوض و بدل " کے عقیدے پر قائم کیا ہے ' اور " دعوۃ " کے مذهب کا پہلا عقیدہ ایثار اور " قربانی " ہے - پھر کہاں " عوض " کی تلاش ' اور کہاں " قربانی " کی پکار ؟ کہاں اسلیے دینا کہ جو کچھہ ہے لٹا نے کیلیے ہے ' اور کہاں اسلیے خرچ کرنا کہ اگر مخارج نہوں تو مداخل بھی پیدا نہیں هو سکتے ؟ کجا دست طالب کی جستجو ' اور کجا دست معطی و مشتری کیلیے بیقراری ؟

فاین الثریا و این الثری ؟ * و این معاویۃ من علی ؟

کہاں نقد و متاع کی اسلیے فراهمی تا کہ خریدار پیدا هو ' اور کہاں اسلیے گرد آوری تا کہ کوئی غارتگر ملے ؟

متاعے جمع کن شاید کہ غارتگر شود پیدا

ایک " تاجر " اپنی تمام زندگی اور زندگی کی قوتوں کا مصرف صرف یہی سمجھتا ہے کہ کسی طرح اسکے " شخص خاص " کو نفع پہنچے ' اور اگر اسکا عمل و وجود دوسروں کیلیے سود مند بھی هوتا ہے تو کسی رحم و احسان کی بنا پر نہیں بلکہ اسی جذبۂ نفع تجارت کی بنا پر - وہ همیشہ ایسے وقتوں کا متلاشی رهتا ہے جو اسکے نفع تجارت کیلیے بہتر هوں ' وہ ایسے موسموں کا انتظار کرتا ہے جنکے ساتھہ اسکے نفع ذاتی کا کوئی پیام هو ' وہ ایسے مواقع و حوادث کو ڈھونڈھتا رهتا ہے جنکا اثر تمام نوع انسانی اور پورے کرۂ ارضی کیلیے خواہ کتنا هی مہلک و برباد کن هو ' مگر اسکی متاع تجارت اور اسکے وجود تجارتی کیلیے مفید ثابت هو -

لیکن ایک " داعی " کے عقائد و اعمال اسکے بالکل ضد هوتے هیں - اسکے اندر خواہ کتنی هی خود غرضیاں چھپی هوئی هوں ' نمایش و شہرت کے کیسے هی جذبات قویہ مخفی هوں ' وہ کتنا هی سخت خود پرست اور کیسا هی شدید نفس خواہ هو ' لیکن اگر دعوۃ و تبلیغ کے اوقات کا ایک لمحہ بھی اسپر گذرا ہے ' تو وہ اپنے کام اور زندگی کے بقاء کیلیے مجبور ہے کہ نفع تجارتی کی پرستش گاہ سے یکقلم باهر آ جاے ' اور اسکا نفس خواہ کتنا هی ذات پرست هو ' مگر اپنے اعمال کو بالکل اس سے متضاد و متباین کردے - اگر وہ ایسا نہ کریگا تو بہ حیثیت " داعی " کے اسکا وجود باقی نہ رهیگا - وہ اپنے وجود عمل کی بقاء کیلیے مجبور ہے کہ مشرب تجارت کی یکسر تکفیر (انکار شدید) کردے - تاجر کی تمام قوتوں کا مصرف " نفع خاص " تھا - وہ جسقدر زیادہ اس سبق کو یاد کریگا ' اتنا هی زیادہ اچھا تاجر هوگا - مگر " داعی " کی تمام قوتوں کا مصرف " نفع عام " ہے ' یعنے دوسروں کو فائدہ پہنچانا ' اور جسقدر سچائی ' جس قدر خلوص ' جس درجہ اذعان و یقین کے ساتھہ اس درس ایثار کو حاصل کریگا ' اتنا هی زیادہ سچا " داعی " هوگا - تاجر اپنے بنیادی عقیدے کی بنا پر صرف انهی چیزوں کا طالب رهتا ہے اور صرف انهی وقتوں ' موسموں ' مواقع ' اور مقامات کو ڈھونڈھتا ہے ' جو اگرچہ دوسروں کیلیے ضرر رساں هوں پر اسکی تجارت کیلیے سود مند هوں - ٹھیک ٹھیک اسی طرح ضرور ہے کہ " داعی " صرف انهی چیزوں کا طالب هو ' اور صرف انهی وقتوں ' موسموں ' مواقع ' اور مقامات و حالات سے عشق کرے ' جو خواہ خود اسکی ذات اور اسکی ذات کے حوالی و اطراف کیلیے

کتنا هی دکھہ اور موت رکھتے هوں ' لیکن دوسروں کیلیے ان میں راحت ' سکھہ ' اور زندگی هو :

من و دل گر فنا شدیم ' چہ باک ؟

غرض اندر میاں سلامت اوست !

(عشق و رشتۂ عشق)

پھر آؤ ' ایک دوسرے عالم کی طرف جانکلیں ' اور وهاں سے هوکر اس صحبت تک عود کریں - بات بظاهر بے تعلق ہے ' لیکن اسوقت بے اختیار دل اسی کی طرف کھنچ گیا ہے ' اور چند کلمے کہے بغیر طاقت عبور نہیں - عشق ' بلحاظ عشق اور خواص و نتائج عشق کے ایک هی ہے ' اور اسمیں کسی نوعی امتیاز کا متعین کرنا ممکن نہیں - هر عاشق عاشق هوتا ہے ' اسلیے هر عاشق خود رفتہ هوگا ' دل بکف هوگا ' جاندادۂ راہ الفت هوگا ' اور حیران جادۂ هجران و وصال - اس لحاظ سے قیس عامری کی نجد پرستی ' فرهاد کی کوہ کنی ' اور نل کی شوریدگی ' سب یکساں هیں - وہ جو اپنے گم گشتہ عزیزوں کیلیے روتا ہے ' وہ جو کسی بستر مرگ کا ماتم زدہ ہے ' وہ جو کسی کی یاد رفتہ کی کھٹک رکھتا ہے ' اور پھر وہ جو کشتۂ تغافل ہے ' اور وہ جو هلاک تبسم ہے ' سب ایک هی طرح کے عشق پیشہ ' اور ایک هی راہ کے جادہ پیما هیں ' اگرچہ مختلف ناموں سے مسمی هیں :

و للناس فیما یعشقون مذاهب !

پس ایسی حالت میں تمیز عشق کیلیے عشق کرنے والوں کو دیکھنا بے سود هوگا - چاهیے کہ " عاشق " کے قسم عشق کی پہچان کیلیے سب سے پہلے اسکے " معشوق " کو دیکھا جاے کہ وہ کون ہے ؟ یہی رشتہ اصلی سر رشتۂ تقسیم ہے ' اور اسی نسبت سے عشق کی مختلف راهیں متعین هوجاتی هیں :

دو چشم ساکن بیت الحزن بمن گرید

کہ من اسیر بمعشوق ' او بفرزند ست !

عشق کی ساری منزلیں اسی نسبت سے متحقق هوتی هیں - عاشق کے وجود کی بنیاد معشوق کا انتخاب ہے - اسکے تمام جذبات و امیال ' مذهب و مشرب ' اعمال و عقائد ' اوضاع و رسوم ' نظر و فکر ' سب کچھہ معلوم هوجائیگا اگر یہ معلوم هو جاے ' کہ اس نے اپنے عرض دل و جاں کیلیے کِس کو انتخاب کیا ہے ؟ اپنے نذر شیفتگی و شوریدگی کیلیے کس کی چشم و آبرو پر نظر پڑی ہے ؟ اپنی جبھہ سائی شوق کی عقیدت و نیاز کا کس کی چوکھٹ کو مستحق سمجھا ہے ؟ اور اپنی اطاعت و عبودیت محبت کیلیے کس قہرمان حسن و جمال کے حکم عشق اور فرمان نیاز کے آگے سر بسجود هوا ہے ؟

اسی راہ پہ چلکر " دعوۃ " اور " تجارت " کے باهم تضاد و تباین مسلک کا بھی پتہ لگاؤ ' اور اندازہ کرو کہ دونوں راهیں ایک دوسرے سے کسقدر ابعد هیں ' اگرچہ نفس عمل ' صرف قوی ' انفاق حیات کے اعتبار سے دونوں میں پوری پوری یکسانیت بھی پائی جاتی ہے ؟ " تاجر " اور " داعی " کو نہ دیکھو ' بلکہ یہ دیکھو کہ ایک تاجر کی حیات/ عشق کا معشوق کون هونا چاهیے ' اور ایک داعی کی حیات محبت کی محبوبیت کس میں هوتی ہے ؟ تاجر کو تم دیکھوگے کہ وہ تاجر نہیں ہے اگر " نفع خاص " اور " حصول زر " اسکا معشوق و مطلوب نہو - برخلاف اسکے " داعی " وهی هوگا جسکا محبوب " نفع عام " اور اسلیے " حصول زر " نہیں ' بلکہ " طلب بے زری " هو - تاجر اگر " پانے " کو اپنا معشوق نہ بناے تو اپنی هستی کھودے ' اور داعی اگر " کھونے " کے عشق سے ایک لمحہ کیلیے بھی غافل هو تو اسیر لذت دعوۃ حرام ہے :

کسے کو تشنۂ وصل ست ' با کوثر نمی سازد

بآب خضر اگر عاشق رسد ' لب تر نمی سازد

رہ الفت خطرناک ست ' پنہانش نظر در کن !

دراں راهی کہ عشق اوست ' تن با سر نمی سازد !

اوسنے سب سے پہلے همیں ایک مقدس "دعا" بتلائي' اور حکم دیا که دن میں پانچ مرتبه جب اپنے پروردگار کے حضور بندگي و نیاز کیلیے حاضر هو تو سب سے پہلے اسي دعا کو پڑهو - یه وه وقت هوگا جب تم رب العالمین کے سامنے کهڑے هوگے' اور اسکي رحمت کا دروازہ باز هوگا - پس ایک عاجز و درمانده انسان فاطر السماوات و الارض کے حضور جاکر اپنے لیے سب سے بڑي نعمت اور سب سے زیاده قیمتي دولت جو مانگ سکتا هے' وه اس دعا میں مانگي گئي هے' اور چاهیے که تم اسي نعمت کے سائل' اسي مطلوب کے طالب' اور اسي محبوب کے عاشق هو!

یه "دعا" سورۂ فاتحه هے جو هر مومن دن میں پانچ مرتبه نماز کي هر رکعت کے اندر پڑهتا هے - اور وه نعمت' وه دولت' وه متاع مطلوب و محبوب "الصراط المستقیم" هے جسکے مانگتے رهنے اور طلب کرتے رهنے کا حکم دیا گیا هے:

اهدنا "الصراط المستقیم" (فاتحه)　　　خدایا! تو همیں الصراط المستقیم پر چلنے کي توفیق دے!

یه "الصراط المستقیم" کونسي راه هے اور اس سے مقصود کیا هے؟ اسکي یہاں کوئي تشریح نہیں کي گئي - البته یه بتلایا گیا هے که:

صراط الذین انعمت علیهم (فاتحه)　　　ان لوگوں کي راه جن پر اے پروردگار تو نے انعام کیا -

پس اس تصریح سے صراط مستقیم وه راه هوئي جو "انعام یافته" لوگوں کي راه هے - یعني جن لوگوں پر خدا نے اپني نعمتیں نازل کی هیں' انهي کي راه عمل الصراط المستقیم هوئي -

چنانچه سورۂ نساء میں "انعام یافته" جماعتوں کا بالتفصیل ذکر کیا گیا هے - اس سے معلوم هوجاتا هے که "انعمت علیهم" میں کن لوگوں کي طرف اشاره تها؟:

و من یطع الله و الرسول فاولئک مع الذین انعم الله علیهم من النبیین و الصدیقین و الشهداء و الصالحین و حسن اولئک رفیقا! (۴ : ۷۱)　　　اور جن لوگوں نے الله اور رسول کي اطاعت کي' تو وه سب ان خوش نصیبوں کے ساتهي هوجاینگے جن پر الله تعالی نے انعام کیا هے - اور جن پر انعام کیا هے وه انبیاء هیں' صدیقین هیں' شہدا هیں' اور صالحین هیں - جس کسي کو ایسے انعام یافته جماعتوں کي معیت ملي' تو کیا اچهي هے اسکي معیت' اور کیا اچهے هیں یه رفیق!!

اس آیۃ کریمه نے صاف صاف بتلا دیا هے که سورۂ فاتحه میں جس "الصراط المستقیم" کے تعین کیلیے صرف اسقدر اشاره کیا گیا تها که وه "انعام یافته لوگوں کي راه" هے' وه کون لوگ هیں؟ نیز انکے مختلف مدارج و مقامات کیا کیا هیں؟ جن جماعتوں کا یہاں ذکر کیا گیا هے اور انهیں "انعام یافته" کہا هے' انهي کي راه عمل' وه راه هدایت و سعادت هوئي جسکا نام لسان الهي نے "الصراط المستقیم" رکها هے' اور جس پر چلے بغیر کوئي فرد اور کوئي قوم "مغضوب علیهم" اور "الضالین" کي صراط مغضوبیت و ضلالت سے بچ نہیں هوسکتي -

سورۂ نساء کي اس آیۃ کریمه سے "انعمت علیهم" کي مزید تفسیر و تشریح کرنا' ایک ایسي مسلم اور متفق علیه تفسیر هے جسے عہد صحابۂ و اهل بیت نبوۃ (رضوان الله علیهم) سے لیکر طبقات متاخره تک' تقریباً تمام ارباب علم و رسوخ نے اختیار کیا هے' اور مفسرین "خاصه" و "عامه" سب نے اسے قبول کیا هے - چنانچه جسطرح محدث ابن جریر طبري نے اسکے متعلق مفسرین صحابه کے آثار جمع کیے هیں' اسي طرح علامۂ کلیني اور شیخ طبرسي (صاحب تفسیر مجمع البیان) بهي اس سے انکار نہیں کرتے - اس عاجز نے تفسیر "البیان" میں تصریحات حضرات ائمه کرام علیهم السلام و اقوال مفسرین خاصه بهي نقل کردیے هیں - فمن شاء التفصیل فلیرجع الیه -

بہر حال یه آیۃ کریمه بتلاتي هے که جس راه پر چلنے کي سورۂ فاتحه میں هر مومن التجا کرتا هے' وه راه "انعام یافته" گروه کي هے - انعام یافته گروه چار هیں: الانبیاء' الصدیقون' الشهداء' الصالحون -

اب دیکهو که قران حکیم نے یادگار و تذکار کے اصلي مقصد کو تمام آلودگیوں اور ضلالتوں سے صاف کرکے کس طرح قائم کردیا هے' اور اسکے لیے کیسي دائم و قائم اور محفوظ و مصئون راه اختیار کي هے؟ اس نے نیک انسانوں اور اعلی ترین هستیوں کي یادگاریں زمین پر قائم نہیں کیں لیکن انکے اعمال کو هر مومن کے دل پر نقش کردیا' اس نے هر مومن بالله پر پانچ وقت کي نماز فرض کي' اور حکم دیا که هر رکعت میں سورۂ فاتحه کي تلاوت کرو - سورۂ فاتحه کیا هے؟ تحمید و تقدیس کے بعد ایک التجا هے جو انسان اپنے خداوند کے حضور کرتا هے - وه التجا کیا هے؟ "الصراط المستقیم" پر چلنے کي التجا هے تا که اس راه کي اسے توفیق ملے' اور سعادت کونین حاصل هو -

اب اور آگے بڑهو' اور دیکهو که "الصراط المستقیم" کونسي راه هے جسے هر روز دن میں پانچ بار هر مومن یاد کرتا اور اپنے خدا کے حضور جاکر مانگتا هے؟ فرمایا که وه ان لوگوں کي راه هے جن پر الله نے انعام کیا - یہاں اس راه کا طریق حصول یا اسکے عقائد و اعمال نہیں بتلاے گئے بلکه صرف ان لوگوں کي طرف توجه دلادي گئي جنهوں نے ایسے عقائد' ایسے اعمال' ایسے عزائم' ایسے اقدام کیے جنکي وجه سے خدا کي نعمتوں کے مستحق ٹہرے تو - یہي چیز "یادگار" هے - یہي "تذکار" هے - یہي وه "مشاهد پرستي" کي حقیقت اصلي هے جسکو تمام دنیا نے ڈهونڈها مگر نه پایا - وه کبهي پتهر کے بتوں' کبهي [illegible] کي [illegible]' کبهي انسانوں کے مجسموں' کبهي [illegible] [illegible] اور تفریقوں میں بهٹک کر رهگئي' اور "صراط الذین انعمت علیهم" کي جگه "الضالین" کي صراط پر چلي گئي!

عزیزان من! "مشاهد پرستي" کے [illegible] [illegible] صرف اسکي اصلي حقیقت کو اپنے سامنے [illegible] [illegible] صرف یہي نہیں هے که جن انسانوں نے دنیا میں [illegible] انجام دیے هیں اور نیکي و صداقت کي راه پر چلے هیں' انکي یاد کو همیشه زنده رکها جائے' تاکه انکي یاد انکے مقدس [illegible] نیک عملوں کي یاد کو تازه کردے' اور اس یاد آوري و تازگي سے قوموں کیلیے پاک ارادوں اور اعلی کاموں کے کرنے کي [illegible] هو؟ اگر یہي هے تو کیا تم نہیں دیکهتے که سورۂ فاتحه کے اندر یہي حقیقت کس طرح کارفرما هے؟ سورۂ فاتحه نے انسان کي راه سعادت و ترقي کیلیے نه تو عقائد و افکار بیان کیے' اور نه اعمال و افعال' بلکه ان انسانوں کي طرف توجه دلائي جو انعام یافته [illegible] تهے' یعني جو انسان راه سعادت کو حاصل کرنا چاهتا هے' اسے چاهیے که انعام یافته انسانوں کي یاد کو هر روز اپنے سامنے لاے اور انکے عقائد و اعمال کے نمونے کو کبهي فراموش نکرے - پهر اگر یه دنیا کي پاک عمل هستیوں کي سچي یادگار اور انکا حقیقي تذکار نہیں هے تو اور کیا هے؟ یقیناً یه تذکار هے' مگر ایسا تذکار جو اپنے خصائص کے لحاظ سے تمام دنیا میں کوئي نظیر نہیں رکهتا!

پهر ان انعام یافته لوگوں کي تشریح کي که وه انبیاء هیں' صدیقین هیں' شہداء هیں' صالحین هیں - پهر ان میں سے هر ایک [illegible]

یہاں حروف و الفاظ هیں' وهاں ایک پیکر مجسم تها - یہاں قوة ہے' وهاں فعل تها - یہاں چراغ ہے' وهاں اسکی روشني تهي - حقیقت ایک هي ہے جسنے ایک جگه علم کي اور دوسري جگه عمل کي صورت پالي ہے !!

اور یهي وجه ہے که " سنة " کتاب کا ایک حقیقي جزو' اور مفهوم " کتاب " میں تبعاً داخل ہے - کوئي علحده اور مستقل وجود نہیں رکهتي - جو ظاهر بین اس حقیقت سے بے خبر هیں' وہ قران کے ساتهه " حدیث " کا لفظ سنتے هیں تو اسکي اهمیت کا اندازہ نہیں کرسکتے - وہ سمجهتے هیں که " حدیث " کي پیروي کا مطالبه ایسا مطالبه ہے جو " قران " کے علاوہ ایک دوسري قوة کا اثبات کرتا ہے - حالانکه " سنة " کي اطاعت " کتاب " کي اطاعت میں داخل ہے' اور " سنة " علم قراني هي کي عملي تفسیر ہے -

اور اگر یه سچ ہے که جناب امیر علیه السلام نے خوارج و منکرین کے مقابله میں فرمایا تها که " میں قران ناطق هوں " تو میں اسکي تصدیق کرنے کیلیے طیار هوں اگرچه حقیقت نا شناس طبیعتیں سمجهتي هیں که یه بہت هي بڑا دعوا تها - یقیناً یه بڑے سے بڑا دعوا تها جو کوئي انسان کرسکتا ہے' لیکن اگر حضرة امیر نے کیا تها تو غلط نه تها - اگر انکي مقدس زندگي آنحضرة صلی الله علیه وسلم کے " اسوۂ حسنه " کا ایک کامل عکس تها' اور انکے اعمال کي روشني سراج منیر رسالت هي سے ماخوذ تهي' تو کیوں انهیں یه حق حاصل نه تها که وہ اپنے تئیں " قرآن ناطق " کہیں ؟

جو کتاب الہی ما بین الدفتین حروف و نقوش کي شکل میں تهي' اسي کي هستي ناطق تهي جو اعمال حضرة مرتضوي کے اندر سے پکارتي تهي - خوارج سمجهتے تهے که یه علي بن ابیطالب کي آواز ہے' لیکن ابوذر اور سلمان کي حقیقت شناسي جانتي تهي که یه علي بن ابوطالب کي آواز نہیں ہے بلکه " القران الحکیم " کي صداے الہي ہے' اور چونکه " القران " کي آواز ہے' اسلیے یقیناً خود منزل القران کي آواز ہے : کنت سمعه الذي یسمع به' و لسانه الذي یتکلم به (بخاري)

بہر حال یه مبحث بجاے خود محتاج تفصیل و نظر ہے - مختصر یه که سعادت و هدایت انساني کیلیے " تعلیم " کے ساتهه " نمونه " اور " کتاب " کے ساتهه " سنة " ایک ضروري حقیقت ہے - اسي لیے قران حکیم نے اپني تعلیمات کیلیے اس چیز کو ایک اساسي حقیقت قرار دیا :

لقد جاءکم من الله نور و کتـــاب مبیـــن ! (٥ : ١٧)

بلا شبه تمهارے پاس الله کے طرف سے نور هدایت آیا' اور کتاب الہي جسکي تعلیم بالکل واضح و روشن ہے !

اس آیة کریمه میں " نور " سے مراد حامل قران (صلی الله علیه وسلم) کا وجود مقدس ہے' اور " کتاب مبین " قران ہے - یه " نور " وهي " اسوۂ حسنه " ہے جو حامل قران کي مقدس زندگي میں " علم " قراني کا وجود " عملي " تها :

لقد کان لکم في رسول الله اسوة حسنه (٣٣ : ٢١)

بلا شبه تمهارے لیے الله کے رسول کي زندگي میں پیروي و اتباع کیلیے ایک بہترین نمونه ہے -

عربي میں " اسوه " کا لفظ هر نمونے کیلیے کہا جاتا ہے' اور نمونه جسطرح خیر کا هو سکتا ہے اسي طرح شر کا بهي هو سکتا ہے - اسلیے قران حکیم نے " حسنه " کے لفظ سے اسے متصف کیا' تا که واضح هو جاے که فضائل و محاسن هي کا نمونه مقصود ہے - اسي طرح تمهیں معلوم ہے که سورۂ ممتحنه میں بهي دو جگهه ملة حنیفی و فطرتي کے اولین موسس حضرة ابراهیم علیه السلام کے متعلق یهي لفظ آیا ہے : قد کانت لکم اسوة حسنة في ابراهیم والذین معه -

(عود الی المقصود)

دنیا میں اعمال مقدسه و حسنه کي یادگار قائم کرنے کا مقصد بهي یهي " اسوۂ حسنه " تها' یعني جن لوگوں نے کسي پاک و اعلی عمل کا بہترین نمونه اپني زندگي میں پیش کیا ہے' انکي یاد کو همیشه باقي رکها جاے' تا که انکي یاد کے ساتهه انکے اعمال کي یاد بهي تازہ هوتي رہے' اور اسکا نمونه انسانوں کو عزائم امور کي طرف دعوة دے -

اب دیکهو که قرآن حکیم نے کس طرح دنیا کي اس قدیم ترین رسم کي اصلي حقیقت لیلي' اور کس طرح اسکي آلودگیوں کو اس سے بالکل الگ کردیا ؟ اس نے یادگاروں کیلیے پتهر کے بت نہیں بناے جنکو حوادث ارضي کا ایک طمانچه گرادیسکتا ہے' اور جنکا وجود انسان کي عظمت کیلیے ایک سخت داغ تها - اس نے اینٹ اور چونے کي عمارتیں نہیں بنائیں جو طوفان و برق کے ایک حملے کي بهي تاب نہیں لا سکتیں' اور جنکا اثر ظواهر سے آگے نہیں بڑهتا - اس نے سالانه مجمعوں اور قومي تقریبوں پر زور نہیں دیا کیونکه یه وسائل همیشه ظواهر و رسوم پرستي کا ذریعه بن جاتے هیں' اور یادگار کي معنویت مفقود هوجاتي ہے - غرضکه اس نے ان تمام وسائل تذکار سے یکقلم انکار کردیا جو عام طور پر تمام قوموں میں رائج تهے' اور جنکے ذریعه خود انسانوں کي بڑائي تو کي جاسکتي تهي' پر عمل کي تقدیس و تعظیم کیلیے انکے اندر کچهه نه تها' اور اسلیے همیشه انکا وجود انسان کي حقیقت پرستي کي راہ میں ایک سخت پتهر ثابت هوا تها -

(سورۂ کریمۂ فاتحه)

اے عزیزان من !

اب میں تمام تمهیدوں اور مقدمات کي مبادیات سے گذر کر اصل موضوع کے قریب آگیا هوں' اور مجهے زیادہ تیز قدمی کرني چاهیے - مجهے یاد کرنا چاهیے که میں نے ابتدی تقریر کو سورۂ مبارکه " فاتحه " کي تلاوت سے شروع کیا تها جسے بظاهر تمهاري صحبت سے کوئي ربط نه تها' مگر وہ " السبع المثاني " ہے' وہ تمام " الکتاب " کا متن ہے' اور وہ اسي تمام تفصیلات کا وجود اجمالي ہے' پهر هدایت انساني کا کونسا مقام ہے جو قرآن کے سلطان احاطه سے باهر رهگیا هو ؟

غرضکه قرآن حکیم نے یادگار و تذکار کے ان تمام رسمي و ضلالت آمیز طریقوں سے انکار کردیا جو عام طور پر دنیا نے اختیار کرلیے تهے - لیکن جبکه اس نے وہ سب کچهه نه دیا جو سب کوئي کرتے آتے تهے' تو سوال یه ہے که خود اس نے کیا دیا ؟

اس نے " اسوۂ حسنه " کي اصلي حقیقت کو اپني تمام تعلیمات کا جزو اعظم بنایا' اور اسکي یادگاروں کو انسان سے باهر نہیں جنکو انسان چهوڑ دیسکتا ہے' بلکه خود انسان کے اندر قائم کردیا جو کبهي بهي اسکي نظروں سے اوجهل نہیں هو سکتا - اس نے مادي و جسماني اعمال و اشکال کے اندر اسکي دعوة عمل و سعادت کو گم نہیں کردیا' جیسا که گم کردي گئي تهي' بلکه اسکو ایک خالص معنوي و روحاني اعتقاد بنا کر اسطرح دلوں کے اندر قائم کردیا که اسکي حقیقت دائمي طور پر زندہ هوگئي ہے' اور هر طرح کي آلودگیوں اور رسم پرستیوں کي آمیزش سے بالکل محفوظ و مصئون بنادیگئي !

بصائر و حکم

السلــــم و الحـــرب

یعني

جنـــگ اور صلـــح

دنیا کا مادہ قواء متضادہ کا گہوارہ ہے - ایک طرف تو اسکا ایک ایک ذرہ متحرک ' پراگندہ ' اور ایک عام هیجان کي حالت میں نظر آتا ہے - دوسري طرف وہ منجمد ہوکے سمٹتا ہے - سمٹ کے باہم ایک دوسرے سے ملتا ہے - ملکر سکون و استقرار حاصل کرلیتا ہے !!

اس بنا پر وہ تمام کیفیات متضادہ کي طرح جنگ و صلح کي بھي یکساں قابلیت رکھتا ہے - وہ جنگوں کے اختلال و تصادم کي شکل میں سمندر کي لہر ہے ' تو صلح و سکون کي حالت میں اوسکي سطح صامت و ساکن ! لیکن سوال یہ ہے کہ ان دونوں حالتوں میں سے انسانیۃ کے بقا و ارتقاء ' سعادت ارضي کے حصول ' تمدن و تہذیب کي ترقي ' علوم و فنون کي اشاعت ' قومي و جذبات کي تنشیط ' اور قوت عمل کي تنظیم و تحریک کیلیے کون زیادہ مفید ہے ؟

یہ سوال اگرچہ زمانۂ قدیم میں بھي فلسفۂ اجتماع کا ایک معرکۃ الآراء مسئلہ رہچکا ہے لیکن موجودہ عہد سے بڑھکر اس کے درس کیلیے اور کون وقت موزوں ہوگا ؟

(مخالفین جنگ و امیدواران صلح عام)

جو لوگ دنیا کیلیے صلح و سلام کو مفید سمجھتے ہیں ' اونکا استدلال یہ ہے کہ انسان فطرتاً اتحاد و اتفاق کا طالب ہے - ابتداء میں انسان کا ہر فرد دوسرے فرد سے الگ تھلگ رہتا تھا ' لیکن دنیا کے تمام مادوں کي طرح قوت جاذبہ اوس میں بھي موجود تھي ' اسلیے اوس نے ان بکھرے ہوے ذروں کو جمع کرنا شروع کیا - پہلے چھوٹے چھوٹے خاندان قایم ہوے ' پھر خاندان نے ترقي کرکے قبائل کي صورت اختیار کرلي - رفتہ رفتہ مستقل جماعتیں پیدا ہوگئیں ' اور جماعتوں کي وسعت نے قومیت کا نظام قائم کردیا - اسطرح گانوں سے شہر اور شہروں سے عظیم الشان ملک آباد ہوگئے -

لیکن یہ فطري اتحاد محض بخت و اتفاق کا نتیجہ نہ تھا ' بلکہ علل و اسباب کے شکنجہ میں جکڑا ہوا تھا - دنیا کا ایک ذرہ بھي دوسرے ذرہ سے بغیر کسي طبعي مناسبت کے نہیں ملسکتا - اسلیے انسان کا ایک فرد کسي دوسرے فرد سے صرف اس بنا پر نہیں ملا کہ وہ بھي اوسي کي طرح ایک انسان تھا ' بلکہ جذبات و خیالات کي یکرنگي اور مقاصد و اغراض کي یکجہتي نے اون میں باہم کشش پیدا کي ' اور وہ انھي نقطوں پر آکر باہم مل گئے - ایک متمدن انسان اپنے بھائي سے لیکر ایک غیر ملک کے باشندہ تک سے تعلقات رکھتا ہے ' لیکن ان تعلقات میں جو عظیم الشان فرق مدارج نظر آتا ہے ' وہ انھي اغراض و مقاصد کے اختلاف کا نتیجہ ہے - اگر دو بھائیوں کے تعلقات میں ایک غیر منقطع اتصال و استحکام نظر آتا ہے ' تو اسکي وجہ بھي یہي ہے کہ اون کے جذبات و خیالات اور اغراض و مقاصد شدت کے ساتھہ باہم دست و گریباں ہیں -

انسان نے آغاز خلقت میں بھي انھي اغراض کو نصب العین بنا کر دوسرے انسانوں سے سلسلۂ ارتباط و اتحاد پیدا کیا ' اور انھي اغراض کے تصادم و مقاومت نے جنگ کي بنیاد ڈالي - آج بھي انھي اسباب کي وجہ سے عظیم الشان لڑائیاں واقع ہوتي ہیں -

لیکن اب زمانہ نے بہت کچھہ ترقي کرلي ہے - اتحاد و اتفاق کے وسائل بہ کثرت مہیا ہوگئے ہیں ' فطري احساس کے ساتھہ تہذیب و تمدن نے بھي صلح کے فوائد کو عام طور پر ذہن نشین کردیا ہے - اس بنا پر انسان کے جذبات و خیالات اور اغراض و مقاصد کو یقیناً متحد کیا جا سکتا ہے ' اور اس اتحاد میں اس شدت کے ساتھہ اتصال پیدا ہوسکتا ہے کہ دو مختلف ملکوں کے باشندے دو بھائیوں کي طرح زندگي بسر کریں -

اگرچہ کبھي کبھي اتحاد ہي اختلاف بھي پیدا کردیتا ہے ' لیکن جسطرح افراد کے اختلافات کو چھوٹي چھوٹي عدالتوں کے ذریعہ سے مٹادیا جاتا ہے ' اوسیطرح قومي و ملکي اختلافات کو بھي ایک وسیع عدالت اور ایک عام حکم کے ذریعہ سے دور کیا جاسکتا ہے - وحشي قومیں اختلافات و نزاعات کي حالت میں زبان تیغ سے اپنا فیصلہ سننا چاہتي تھیں ' مگر بیسویں صدي کے متمدن انسان کو عہد وحشت کي تجدید کي ضرورت نہیں ' اب خود زبان نے تلوار سے زیادہ جوہر پیدا کرلیے ہیں -

صنعت و حرفت کي ترقي اور تجارت کي گرم بازاري نے دنیا کے دو ملکوں کو ایک ہي گھر کے دو صحن بنا دیا ہے - باہمي اختلاط و امتزاج نے دو قوموں کے جذبات میں کمال یکرنگي و یکراہي پیدا کردي ہے ' اور انکے مقاصد و اغراض بالکل توام ہوگئے ہیں - یہي وجہ ہے کہ دنیا کے کسي ایک حصہ میں جب جنگ چھڑ جاتي ہے ' تو ہر ملک اوس سے متاثر ہوجاتا ہے - جب دنیا اسقدر متحد الاغراض ہوگئي ہے تو کیوں نہ سب صلح اور امن کیلیے متفق ہوجائیں ؟

قدیم زمانہ میں جنگ انسان کا ذریعۂ معاش تھي ' یہاں تک کہ بعض لوگ لڑائیوں میں باجرت شریک ہوتے تھے -

لیکن اب وہ اقتصادي حیثیت سے کوئي ذریعہ معاش نہیں خیال کي جاتي - اب انسان کا رزق نیزے کي نوک کے ساتھہ بندھا ہوا نہیں ہے بلکہ کارخانوں کي مشینوں کے ساتھہ متعلق ہے - لیکن زمانہ جنگ میں تجارت و صنعت کا بازار اس قدر سرد پڑجاتا ہے کہ یہ پرزے زنگ آلود ہوجاتے ہیں - یہي وجہ ہے کہ زمانۂ جنگ میں تمام ملک دفعتاً فقر و فاقہ میں مبتلا ہوجاتا ہے - بالخصوص تاجروں کا گروہ تو جنگ کا نام سنکر کانوں پر ہاتھہ دھرتا ہے ' اور قیام امن کیلیے جان و مال تک سے دریغ نہیں کرتا -

اب جنگ کے عواقب وخیمہ و نتائج الیمہ اس درجہ آشکارا ہوگئے ہیں کہ خود سپہ سالاران فوج بھي اس کو دنیا کي بدترین چیز سمجھتے ہیں - جنرل سر چارلس نیپیر نے جنگ کي ہولناک صورت کو ایک نہایت بلیغ تشبیہ میں عریاں کیا ہے - وہ کہتا ہے :

" ایک فوجي آدمي کي زندگي اوس رقاصہ کے مشابہ ہے جو کسي ایسے ہال میں ناچتي ہے جسکي دیواروں میں توڑے ہوے شیشے کے پرزے جڑے ہوے ہیں - جب وہ عالم نشاط و سرور میں مستانہ وار رقص کرتي ہوئي اون دیواروں تک پہونچتي ہے ' تو اوسکے اطراف و اعضاء شیشے کے ٹکڑوں سے لگکر اور مجروح ہوکر خون آلود ہوجاتے ہیں ' اور ناز و غرور کے جو پردے اوسکي آنکھوں پر پڑے ہوے تھے ' دفعتاً اوتر جاتے ہیں - اوسکو نظر آنے لگتا ہے کہ وہ ایک سخت فریب میں مبتلا تھي - اسي طرح فوجي آدمي میدان جنگ کي طرف ہتیاروں کي سراب آسا چمک دیکھکر نہایت خنداں و فرحاں روانہ ہوتے ہیں - لیکن چند ہي دنوں کے بعد اونکي آنکھیں کھل جاتي ہیں ' اور اونکو معلوم ہوجاتا ہے کہ جوہر تیغ

کے وہ اعمال حسنہ جو بجا بجا قرآن حکیم میں مشرح بیان کیے جنسے " الصراط المستقیم " کی راہ سعادت متعین ہوتی ہے - قصص القرآن کی اصلی غرض اسی " انعمت علیہم " کی تفسیر سمجھو - یہ چار گروہ وہ ہیں جنکے اندر نوع انسانی کا تمـــام اصلح و اسعد حصہ آگیا ' اور انسانی عمل کی سچائی جب کبھی ظاہر ہوگی ' تو ضرور ہے کہ انہی انعام یافتہ چار جماعتوں میں سے کسی جماعت سے متعلق ہو - پس غور کرو کہ تم یادگار یادگار پکار رہے ہو ' تمام دنیا مشاہیر پرستی کیلیے بیقرار ہے ' کرۂ ارضی کی ہر متمدن انسانی اجماعت انسانی بڑائیوں کا تذکار کرنا چاہتی ہے ' لیکن یہ کیسی یادگار کی عجیب و غریب خالص حقیقت ہے جو اسنے تمام خرابیوں کو دور کرکے قرآن حکیم نے ہمیں عطا کی ہے ؟ دنیا کی ہر قوم صرف اپنے ہی بڑوں کو تذکار کا مستحق سمجھتی ہے ' اور زیادہ سے زیادہ چند بڑے انسانوں کو یاد رکھنا چاہتی ہے - لیکن قرآن حکیم نے کرۂ ارضی کی تمام حقیقی بڑائیوں اور اعمال صالحہ کے تمام گھرانوں کو چن لیا ' اور حکم دیا کہ تم ان سب کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو ' اور سب کے بڑے بڑے کاموں ' بڑے بڑے عزموں ' بڑی بڑی نیکیوں سے اپنی راہ ایمان و اسلام کو مرکب و مقوم بناؤ - تم یادگاریں بناکر سال میں ایک مرتبہ انہیں یاد کرسکتے ہو ' اور عمارتی و سنگی اشکال میں کبھی کبھی ایک غلط انداز نظر ڈال لے سکتے ہو - اس سے زیادہ تمہارے تذکر کی حقیقت کچھہ نہیں ہے - لیکن دیکھو ' تمہارے قرآن نے کیسی یادگار قائم کی جو ہر روز دن میں پانچ مرتبہ ہر مومن انسان کے سامنے آتی ہے ' اور صرف ایک ہی بڑے انسان کو نہیں ' بلکہ تمام راست باز انسانوں کو جو انبیاء ' صدیقین ' شہداء ' اور صالحین میں گذرے ' وہ یاد کرتا اور انکے اعمال مقدسہ کے نمونوں پر چلکر راہ سعادت کی منزل مقصود تک پہنچنا چاہتا ہے !

نظرے خوش گذرے !

معاونیـــن البـــلاغ

بعض اہم مســائل !

مسئلۂ اعراض نظر و مطالعہ

(۱) قرآن حکیم نے انسانی نظر و مطالعہ کے متعلق بار بار اور جا بجا فرمایا :

یمرون علیہا و ہم عنہا معرضون ! — مناظر عالم پر سے گذرتے ہیں ' مگر اسطرح گذرتے ہیں کہ غور و فکر نہیں کرتے اور منھہ پھیرے ہوے چلے جاتے ہیں -

یہ حالت دراصل نظر و مطالعۂ عالم کے نہایت اہم مقامات و واردات سے تعلق رکھتی ہے - مگر اسکی جامعیت اور احاطہ کا حال یہ ہے کہ اگر کسی چھوٹی سی چھوٹی چیز کو بھی اپنے سامنے رکھہ لیجیے تو اس عام " اعراض نظر " کا نمونہ آپکو ملجائیگا -

انسانی مطالعۂ و نظر کے اعراض کی بڑی بڑی مثالیں جنکا تعلق علوم و اخلاق و مذہب سے ہے ' آپ دیکھہ چکے ہیں ' لیکن آئیے ' آج ایک چھوٹی سی بات میں اسکی مثال ڈھونڈھیں -

جو خطوط دفتر میں مختلف درخواستوں اور کاروباری امور کے متعلق آیا کرتے ہیں ' کبھی انپر نظر پڑجاتی ہے تو میں دیکھتا ہوں کہ " اعراض نظر و مطالعہ " کی کتنی مثالیں صرف ہم اپنی روزانہ ڈاک ہی سے جمع کرسکتے ہیں ؟

بعض حضرات نہایت اصرار کے ساتھہ پوچھہ رہے ہیں کہ " ترجمان القرآن " اور " البیان " کی قیمت کیا ہے ؟

این سخن را چہ جوابست تو ہم میدانی

ترجمان القرآن اور البیان کے وجود کا علم تو انہیں اُن اعلانات سے ہوگیا جو البلاغ کے پہلے اور آخری صفحات پر درج ہیں ' مگر قیمتیں معلوم نہ ہوئیں ! !

ان اعلانات کو انہوں نے پڑھا ہے ' لیکن اگر پڑھتے تو اس لاحاصل خط و کتابت کی زحمت سے خود بھی بچتے ' اور مکتوب الیہ کو بھی بچاتے -

بعض بزرگ نہایت ہی تاکید کے ساتھہ جواب طلب کرتے ہیں اور ساتھہ ہی جوابی پوسٹ کارڈ بھیجنے کا صرف بھی گوارا کرتے ہیں کہ " ترجمان القرآن بغیر اصل متن کے ہوگا یا مع اصل قرآن کے ؟ " حالانکہ اگر وہ اسکے اعلان کو پڑھتے تو اسمیں " حامل المتن " کا لفظ موجود ہے ' جسکے معنی غالباً یہی ہیں کہ مع اصل قرآن کے مرتب کیا گیا ہے !

متعدد حضرات جوابی کارڈ بھیجکر دریافت کرتے ہیں کہ " کیا ترجمان اور البیان کی قیمت بھیجدیں ؟ " گویا دنیا میں کسی شے کے بقیمت لینے میں خریدار کے ارادے اور طلب کو کوئی دخل نہیں - اسکے لیے اصلی موثر مسئلہ محض دفتر کا " حکم " ہے ' اور پھر اسکے لیے بھی چھپا ہوا اعلان کافی نہیں - خاص دفتر و آخری و قلمی " حکم منصوص " مطلوب ہے ! !

اس سے بھی عجیب تر وہ احباب کرام ہیں جنکے لیے سب سے زیادہ اہم مسئلہ نہ توقیت کا ہے ' نہ طرز ترتیب اصل و ترجمہ کا ' اور نہ ہی ترسیل قیمت کے متعلق آخری منصوص و قطعی حکم ' بلکہ ایک دوسری حقیقت مستورہ و بعیدہ ہے ' جو باوجود کمال بعد و حجب ' انکی گرفت نظر و تعاقب فکر سے نہ بچ سکی ' اور بالآخر انہوں نے اسکا سراغ نکال ہی لیا :

آخر آمد ز پس پردۂ تفتیش پدید !

وہ مسئلۂ مہمۂ و مجہولہ ترجمان القرآن اور تفسیر البیان کی " زبان " کا ہے - یعنی اور سب باتیں تو بہر حال معلوم کرہی لی جائینگی ' سب سے پہلے اسے واضح ہوجانا چاہیے کہ ان دونوں کتابوں میں کونسی زبان استعمال کی گئی ہے ؟ یہ ترجمہ اور تفسیر عربی میں ہے یا اُردو میں ؟

بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ بوالعجبی ست ؟

سمجھہ میں نہیں آتا کہ اسکے جواب میں کیا عرض کیا جاے ؟ بجز اسکے کہ یمرون علیہا و ہم معرضون کی تفسیر میں اس سوال کو بھی مع جوابی پوسٹ کارڈ کے داخل کردیا جاے :

بمزاحت نہ گفتم این گفتار
هزل بگذار و جد ازو بردار !

آخر میں گذارش ہے کہ دفتر اپنے احباب و معاونین کے شوق و ذوق کی پوری تعظیم کرتا ہے ' اور انکے ان اہم سوالات کو بھی انکی مشتاقانہ مصروفیت کی خود فراموشی کا نتیجہ سمجھکر نہایت احسانمند ہے ' تاہم اگر اس طرح غیر ضروری مراسلات کا بھی ایک نیا صیغہ کھولدیا جائیگا تو پھر دفتر کی مشکلات غیر محدود و لا علاج ہوجائینگی - مجبوراً یہ ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ اس طرح کے سوالات " معرضون " کی تفسیر کیلیے سرمایۂ بحث تو بن سکتے ہیں ' مگر انکے جواب دینے کی دفتر کو مہلت نہیں ملسکتی - خواستگار معافی ہے -

" پیشگی قیمت " اور " رعایت "

کا مطلب صرف یہی ہے کہ اسی وقت آپ قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں - جن جن حضرات نے وی پی کیلیے لکھا ہے ' انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اُن سب کی درخواستیں بالکل بے فائدہ ہیں اور دفتر انکو کوئی درخواست قرار نہیں دیتا - نہ وہ رعایتی قیمت سے کچھہ تعلق رکھتی ہیں - جب یہ کتابیں مکمل شائع ہونگی تو انکی قیمت انکی آخری ضخامت کے مطابق قرار پائیگی - اس وقت اگر انہوں نے مکرر درخواست بھیجی تو کتاب اصلی قیمت پر بھیجی جائیگی - نہ بھیجی تو موجودہ درخواست سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑیگا -

شریک ہوے اور اوسکی ممبری قبول کی - اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ تمام سلطنتوں کے ارکان و عمال اور اعضاء حکومت میں باہم رابطۂ اتحاد قائم کیا جاے -

جو سلطنتیں صلح جو اور امن طلب تھیں ' اونھوں نے اسکو اور وسعت دی - چنانچہ ولایت متحدہ امریکہ میں ایک عظیم الشان انجمن قائم کی گئی ' جسکا مقصد یہ تھا کہ تمام سلطنتوں کے کارکن لوگوں کو باہم اسقدر متحد ہو جانا چاہیے کہ اگر ایک سلطنت دوسری سلطنت کے مقابلے میں آمادہ جنگ ہو' تو دونوں سلطنتوں کے تمام عمال اپنے اپنے کام سے علحدہ ہو جائیں - اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ سلطنت ایک دست شل بن کر رہجائیگی -

(۳) ان ذرائع کے علاوہ یورپ اور امریکہ میں سیکڑوں انجمنیں خاص اسی غرض سے قائم ہوگئی ہیں کہ دنیا کو امن و صلح کی دعوت دیں ' اور سیاسی و قومی اختلافات کو مٹائیں - اس مقصد کے لیے جو قوانین بنائے جاتے ہیں' وہ بجاے خود موثر ہیں ' لیکن سب سے زیادہ انکا اثر اخلاقی پڑتا ہے ' اور جو صدا ان انجمنوں سے بلند ہوتی ہے ' وہ صرف شرکاء کانفرنس ہی کے دلوں میں جذبۂ مودت نہیں پیدا کرتی ' بلکہ کانفرنس کے ہال سے باہر نکلکر تمام دنیا کو محیط ہو جاتی ہے ' اور ہر شخص کے دل میں محبت کا بیج بو دیتی ہے - اسکا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ایک عام کانفرنس صلح قایم ہوگئی ہے ' اور جرمنی ' اسٹریا ' روس ' اٹلی ' اسپین ' انگلستان ' غرض تمام ملکوں میں مقامی انجمنیں بھی قائم ہیں جو اس کانفرنس کے مقاصد کی تائید کرتی ہیں-

(۴) ایک خاص قانون ساز کانفرنس بھی قائم کیگئی ہے جسکے ممبر قانون کے بڑے بڑے فضلاء ہیں ' اور جو خاص طور پر ایسے قانون وضع کرتی ہے جو مختلف سلطنتوں کے مقاصد کو باہم ٹکرانے نہیں دیتے - یہ کانفرنس سنہ ۱۸۷۳ میں مسیو رولی فرانسیسی کی کوشش سے قائم ہوئی - اور رفتہ رفتہ امریکہ اور سولٹزرلینڈ نے بھی اوسکی تقلید کی -

(۵) مختلف ممالک کی پارلیمنٹوں کے ممبروں کی کانفرنس ان سب سے الگ ہے - اوسکا مقصد یہ ہے کہ اختلافات و منازعات کا فیصلہ صرف حکم (پنچایت) کے ذریعہ سے کیا جاے -

(۶) سوشیالوجسٹ لوگوں کا ایک خاص فرقہ پیدا ہوگیا ہے جو ہمیشہ تعاون' اجتماع' اور مصالحت عامہ کی تائید میں سرگرم رہتا ہے- یورپ میں انکی تعداد آٹھ ملین ہے ' اسلیے جنگ کی طرح صلح بھی اپنے ساتھہ جانباز سپاہیوں کی ایک فوج گراں رکھتی ہے -

(منکرین صلح عام و مویدین جنگ)

لیکن مویدین جنگ ان دلائل کے آگے نہیں جھکتے - وہ کہتے ہیں کہ ان دلائل کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ انسان کی ایک غیر محدود تعداد کو فطرتاً عیش و مسرت اور سکون و اطمینان کے ساتھہ زندگی بسر کرنا چاہیے ' لیکن سوال یہ ہے کہ اسقدر کثیر التعداد عیش پرست انسان آغوش صلح میں پیدا بھی ہوسکتے ہیں یا نہیں ؟

اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ جنگ کی وجہ سے دفعتاً افزایش نسل انسانی میں ایک نمایاں تنزل پیدا ہو جاتا ہے ' لاکھوں نوجوان طعمۂ تیغ و سناں ہو جاتے ہیں ' ہزاروں عورتیں بیوہ ہوجاتی ہیں ' قبیلے کے قبیلے ' خاندان کے خاندان جلا وطنی اختیار کر لیتے ہیں ' اس طرح ایک ملک کی گود دفعتاً اپنے فرزندوں سے خالی ہو جاتی ہے - لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ توالد و تناسل پر عیش و راحت اور امن و صلح کا اس سے بھی زیادہ مضر اثر پڑتا ہے - جو قومیں جسقدر زیادہ جنگجو ہوتی ہیں' اوسی قدر کثیر الاولاد بھی ہوتی ہیں - برخلاف اسکے عیش پسند ' صلح جو ' اور امن دوست قوموں میں بچوں کی تولید عموماً کم ہوجاتی ہے - عرب عموماً جنگجو تھے' لیکن اون میں بچوں کی کثرت تھی -

فرانسیسیوں سے زیادہ عیش پرست کون سی قوم ہوگی ؟ لیکن وہاں کی آبادی روز بروز گھٹ رہی ہے - جرمنی کو ایک جنگجو ملک کہا جاتا ہے ' لیکن جس زمانے سے اوس نے یہ خطاب عام طور پر حاصل کیا ہے' اوسیوقت سے اوس کی مردم شماری نے غیر معمولی ترقی کی ہے - جانور تک اس کلیہ سے مستثنی نہیں ' شیر اپنے کٹھرے میں بہ نسبت جنگل کی خونخوار جھاڑیوں کے زیادہ امن و سکون کی زندگی بسر کرتا ہے ' لیکن اس گہوارۂ عیش میں اوسکا سلسلۂ توالد و تناسل دفعتاً منقطع ہو جاتا ہے - قبائل اور عام تمدنی جماعتوں کی ترقی صرف تکثیر نسل پر موقوف ہے ' اور جنگ اس تمدنی نظام کو صلح سے زیادہ وسعت کے ساتھہ قائم رکھہ سکتی ہے -

بد قسمتی سے اگرچہ ایک مدت سے جنگ ہوا پرستی ' شہرت طلبی' اور خود غرضی کا ذریعہ بنا لیگئی ہے ' اور عموماً سلاطین و امراء فوج صرف اپنے جاہ و اقتدار کے قائم رکھنے کیلیے جنگی جہاز تیار کراتے ہیں' توپیں ڈھالتے ہیں ' تلوار پر صیقل چڑھاتے ہیں ' اور فوجوں کو آگ اور خون کے طوفان میں جھونک دیتے ہیں' لیکن جنگ کی نفس حقیقت پر اسکا کچھہ اثر نہیں پڑتا - امن و صلح کو بھی اسی طرح اغراض فاسدہ کا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے - بہت سے لوگ صرف عیاشی و کاہلی کیلیے اطمینان و سکون اور صلح و سلام کی زندگی کے طالب ہوتے ہیں -

خدا نے انسان میں بغض و انتقام کا مادہ صرف اسلیے پیدا کیا ہے کہ وہ اپنے حقوق کی حفاظت کرے ' اور انتخاب طبیعی اور بقاے اصلح میں فطرۃ کا مساعد و مددگار ہو' بس جنگ کا فطری مقصد یہی ہے ' دنیا میں جسقدر لڑائیاں ہمیشہ دنیا کیلیے آگ اور خون کے ظاہری پردے میں ابر رحمت کی جھینٹا ثابت ہوئی ہیں - جو لوگ میدان جنگ میں جانبازانہ لڑتے ہیں' وہ کسی قوم کے فنا کرنے میں انتخاب طبیعی کو مدد ہی نہیں دیتے ' بلکہ وہ اپنے آپ کو اصلح بھی ثابت کردیتے ہیں' یا اپنے اندر بقاء و قیام کی صلاحیت پیدا کرتے ہیں - ممکن ہے کہ وہ خود انتخاب طبیعی اور بقاء اصلح کی حقیقت ' اوسکے وقت ' اور طریق انتخاب سے واقف نہ ہوں ' تاہم قوت و صلاحیت کا احساس صحیح خود کسی قوم کے صالح ہونے کی دلیل ہے' اور دنیا کو اب تک اسی احساس نے قائم رکھا ہے - پس اس قوت و احساس صحیح کا اندازہ صرف میدان جنگ ہی میں ہوسکتا ہے - کوئی قوم میدان جنگ میں انتخاب طبیعی کا فرض ادا کرنے خود نہیں جاتی - بلکہ وہ فطرت کے سب سے بڑے امتحان گاہ میں لیجاکر کھڑی کرائی جاتی ہے' اگر اوس میں زندہ رہنے کی صلاحیت ہے تو زندہ رہتی ہے ' ورنہ انتخاب طبیعی کا اسلحۂ جنگ اوسکو فنا کر دیتا ہے -

جس اخلاقی شجاعت کے کارنامے ہسپتالوں ' کالجوں ' اور یتیم خانوں کی صورت میں نظر آتے ہیں' وہ بھی اوسی وحشیانہ شجاعت کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے جو میدان جنگ میں نہایت خوفناک نظر آتی ہے - جنگ بیرحمی کے ساتھہ جذبہ رحم و محبت کو بھی پیدا کر دیتی ہے ' اور چونکہ زمانۂ جنگ میں تمام قوٰی و جذبات متحرک رہتے ہیں ' اسلیے ہر جنگجو قوم ان چیزوں کو نہایت سرعت کے ساتھہ قائم کرلیتی ہے - تمدن نے ہمیشہ جنگ کے ساتھہ ساتھہ ترقی کی ہے ' عیش پرستی نے اوس میں ایک ذرے کا بھی اضافہ نہیں کیا ہے -

آج ملکوں اور سلطنتوں میں اتفاق و اتحاد کے جو ذرائع پیدا ہوگئے ہیں ' وہ بھی جنگ ہی کی برکت ہے - واقعات ثابت کررہے ہیں کہ یہ جو کچھہ تھا ' خوف ' بزدلی ' مصلحت ' ریاکاری ' ڈپلومیسی کا نتیجہ تھا - خلوص صرف میدان جنگ ہی میں نظر آسکتا ہے' اور ہمکو خلوص ہی کی جستجو کرنی چاہیے -

(باقی آیندہ)

کي چکا چوندھ نے اونکو اندھا بنا دیا تھا۔ اسي بنا پر میں اس راہ کو صاف و روشن نہیں دیکھتا - مجھے اوس میں خون اور کانٹوں کي وسیع چادر بچھي ہوئي نظر آتي ہے ! "

نیز وہ کہتے ہیں کہ اب انسان کا اخلاقي معیار روز بروز بلند ہوتا جاتا ہے - زمانۂ وحشت کي بیرحمیاں اور دور ھمجیت کي ظالمانہ رسمیں مٹتي جاتي ہیں - اونکي جگہ لطف و مراعات اور ایثار نفسي و فیاضي کا عام میلان پیدا ہوتا جاتا ہے - زمانۂ قدیم میں جنگ ایک فعل ممدوح خیال کي جاتي تھي ' لیکن اب اسکو سخت معیوب خیال کیا جاتا ہے - آج سے چند دن پہلے لوگ مینڈھوں کے لڑانے پر فخر کیا کرتے تھے - اب ہر متمدن انسان کو اس سے شرم آتي ہے - پہلے جانوروں کے لڑانے کیلیے خاص خاص میدان متعین کیے جاتے تھے ' اور اس طرح جانوروں کو سخت اذیت پہونچاکر لطف اندوزي کا سامان بہم پہونچایا جاتا تھا - اب جانوروں کو انسان کے ظلم و جور سے بچانے کیلیے متعدد انجمنوں کي بنیاد پڑگئي ہے ' اور انسان کے دائرۂ لطف و کرم میں بے زبان مخلوقات تک شامل ہوگئي ہیں -

کہا جاتا ہے کہ انسان کے مختلف طبقات فطرۃ باہم متحد نہیں ہوسکتے ' اور اس فطري اختلاف کا لازمي نتیجہ یہ ہے کہ کوئي ایسا جامع اور عام قانون نہیں بنایا جاسکتا جس پر ہر سلطنت اور ہر ملک و قوم کا اتفاق ہو -

لیکن ابتو سلطنتیں اس اتفاق عام کي طرف قدم بڑھا چکي ہیں ' اور جس چیز کو قانون شکن کہا جاتا تھا ' وہ خود پابند قانون ہوگئي ہے - یعني خود جنگ کے لیے ایک بین الملي قانون بنادیا گیا ہے جسپر تمام سلطنتوں نے اتفاق کرلیا ہے -

قدیم زمانے میں جنگ وحشت کا ایک نہایت بد نما مرقع تھي ' جس میں صرف بغض ' انتقام ' توھین ' تذلیل ' کا رنگ نظر آتا تھا - اسیران جنگ کو عموماً قتل کردیا جاتا تھا ' اونکے ھاتھہ پاؤں کاٹ ڈالے جاتے تھے ' اور دشمن کو ہر ممکن طریقہ سے ضرر پہونچایا جاتا تھا - لیکن اب تمام مہذب سلطنتیں اس وحشت و ھمجیت کے تصور سے لرز جاتي ہیں ' اور حتی المقدور جنگ کے مصائب کے کم کرنے میں اپني کوششوں کو صرف کر رھي ہیں - لیکن چونکہ جنگ میں سنگدلي اور قسارت قلبي سے بالکلیہ اجتناب نہیں کیا جاسکتا ' اسلیے ایک ایسا معتدل قانون وضع کردیا گیا ہے جس پر عمل کرنے سے جنگ کا مقصد بھي حاصل ہوسکتا ہے اور وحشیانہ اعمال سے بھي احتراز کیا جاسکتا ہے - اس قانون کي رو سے بہت سے ہتیاروں اور بعض خاص اقسام کے گولوں کا استعمال ناجائز قرار دیدیا گیا ہے ' اور زخمیوں اور قیدیوں کے ساتھہ رفق و ملاطفت کا برتاو کیا جاتا ہے - اگر متخاصمین جنگ میں کوئي فریق اس قانون کی خلاف ورزي کرتا ہے اور دوسرا فریق بھي اسي طریقہ سے اوسکا مقابلہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے ' تو تمام سلطنتیں خود اونکے مقابلہ کیلیے کھڑي ہو جاتي ہیں ' اور عالم تمدن کي بہترین ھمدردي اونکا ساتھہ چھوڑ دیتي ہے - اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کي تمام قومیں ایک اخلاقي ' تمدني ' اور قانوني رشتے میں منسلک ہوگئي ہیں ' اور اس نظام نے ایک قوم کو دوسري قوم کے شدائد و مصائب کا متکفل اور ذمہ دار بنا دیا ہے - قبائل اور خاندانوں نے اسي قسم کے نظام اتحاد کے ذریعہ قومیت کي صورت اختیار کي تھي ' اسلیے اتفاق کے ان آثار و علائم سے توقع کي جاتي ہے کہ اب دنیا کي قومیت کا مفہوم پہلے سے بھي زیادہ وسیع ہو جائیگا ' اور تمام قومیں اوسکے دائرے میں داخل ہو جائینگي - یہاں تک کہ بالآخر ایک دن ایک فیاض

قانون خود جنگ ھي کا انسداد کردیگا - نہر کے منافذ جب ایک ایک کرکے بند ہوتے جاتے ہیں تو اسکا طبعي نتیجہ بجز اسکے اور کچھہ نہیں ہوسکتا کہ ایک دن خود نہر ھي خشک ہو جاے - اس اتفاق عام کي یہ آخري منزل ہوگي ' اور عنقریب اسي نقطے پر مصالحت عامہ کا سفید جھنڈا لہرائیگا -

بغض و انتقام جنگ کا مبدء اول ہیں ' اور دنیا کي کوئي قوم ایسي نہیں جسکے سینے کے اندر یہ آتشکدہ نہ بھڑکتا ہو - اس بنا پر صلح علم کا انعقاد بظاہر ناممکن معلوم ہوتا ہے ' لیکن ایک زمانے کو دوسرے زمانے پر قیاس کرنا غلطي ہے - قدیم زمانے میں تمام قومیں ایک انسانکے شخصي ارادہ کے جال میں گرفتار تھیں ' اور وہ اپني ذات پر قوم کے تمام مصالح و اغراض کو قربان کردیتا تھا - لیکن اب ہر قوم مستقل بالذات ہوگئي ہے ' اور اوس نے خود بادشاہوں کے جبر و سطوت کو اپنا تابع بنا لیا ہے - اب دنیا قہر و استبداد کے پنجۂ آھنیں سے نکل گئي ہے ' اور اپنے مصالح و فوائد کو سب سے زیادہ عزیز رکھتي ہے - یہي مصالح ایک قوم کو دوسري قوم سے ملاتے جاتے ہیں - گرد و کدورت کا جو پردہ درمیان میں قائم ہوگیا تھا ' وہ اوٹھتا جاتا ہے - انگریزوں اور فرانسیسیوں سے زیادہ کون قوم بغض و عداوت کے نشے میں سرشار تھي ؟ لیکن مصالح نے رفتہ رفتہ دونوں قوموں کو متحد کردیا ' اور آج فرانسیسي اور انگریزي فوج میدان جنگ میں دوش بدوش کھڑي ہوکر لڑ رھي ہے - جرمني اور فرانس ' اگرچہ آج ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں ' لیکن ھمکو وقتي اسباب کے اثر سے مرعوب ہوکر مصالح کي لا زوال قوت کا انکار نہ کردینا چاہیے - ممکن ہے کہ ایک دن جرمني بھي انگلستان بن جاے -

اونکا اخري استدلال یہ ہے کہ جنگ کے علل و اسباب کي قوت روز بروز گھٹتي جاتي ہے ' اور صلح و اتحاد کے ذرائع وسیع اور ترقي پذیر ہوتے جاتے ہیں ' بالخصوص بعض اسباب ایسے پیدا ہوگئے ہیں جو دنیا کو اتفاق عام کي دعوت دے رہے ہیں :

(۱) علوم و فنون کي ترقی اور ایجادات و اختراعات کي وسعت نے ہر ملک کے علماء کو ایک دوسرے کا دوست بنادیا ہے - بالخصوص علوم طبیعیہ اور علم طب نے تو تمام دنیا کو ایک مرکز پر جمع کردیا ہے - ان علوم کا مقصد بالذات اگرچہ قیام امن و انعقاد صلح نہیں ہے ' لیکن اونکي ترقي و اشاعت کا جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے ' اوس سے اتحاد و اتفاق کا مقصد نہایت آساني کے ساتھہ حاصل ہوسکتا ہے - ہر ملک میں ان علوم کي ترقي و استحکام کیلیے عظیم الشان کانفرنسیں قائم کیجاتي ہیں - ان میں ممالک مختلفہ کے علماء بلکہ سلاطین و وزراء تک شریک ہوتے ہیں ' جن کے یکساں نصب العین میں کوئي اختلاف نہیں ہوتا -

نمایشوں کے ذریعہ سے بھي یہ مقصد نہایت وسیع پیمانے پر حاصل ہوتا جاتا ہے - انگریزوں اور فرانسیسیوں نے لندن میں تین سال تک جو نمایش قائم رکھي تھي ' اوسکي نسبت کہا جاتا ہے کہ اوس نے دونوں قوموں کے اتحاد میں بڑي مدد دي ہے -

(۲) ملکي اتفاق اور قومي اتحاد کا ایک بڑا ذریعہ سلاطین ' وزراء ' اور ارکان دولت کي باہمي ملاقات بھي ہے ' اور یہ ذریعہ اس زمانے میں نہایت عام ہوگیا ہے - فرانس اور انگلستان میں اسي طریقہ سے اتحاد پیدا ہوا ' اور روس نے بھي انگلستان سے اسي طرح رسم مودت قائم کي -

ابتداء میں تو اسکو ایک رسمي چیز سمجھا جاتا تھا - لیکن بعض غیر متوقع نتائج نے اسکو اسقدر ترقي دي کہ اسي غرض سے ایک عام انجمن قائم کیگئي جس میں ہر سلطنت کے عمال

سليمـــــان ' و اتينـــا داود زبورا (٤ : ١٦٦)	بعد اسماعيل ' اسحاق ' يعقوب ' تمام اسباط اسرائيل ' عيسي ' ايوب يونس ' هارون ' اور سليمان آئے ' اور داود کو هم نے زبور عطا کيا -

اب ديکهو که اس آية کريمه ميں کسقدر تدبر و تفکر عميق کي ضرورت هے ؟ آيت ميں مخاطب آنحضرت صلی الله عليه وسلم هيں - پہلے انکو حضرة نوح سے تشبيه دي جنهوں نے ايک نئي امة صالحه کي بنياد رکهي تهي - پهر کہا که " والنبيين من بعده " اور جو نبي انکے بعد آئے - يه طرز بيان صاف بتلا تا هے که حضرة نوح کے بعد والے انبياء دعوة نوحي کے اسطرح اتباع و متعلقين ميں داخل تهے که صرف حضرة نوح هي کا نام لے دينا انکے ليے کافي تها - پهر حضرة نوح کے بعد حضرة هود سے مزيد تشبيه نهيں دي ' حضرة صالح سے نهيں دي ' حضـــرة لوط سے نهيں دي ' حضرة اسحاق سے نهيں دي ' حالانکه اگر مقصود محض وحي کے مورد و مهبط هونے کے لحاظ سے تشبيه تهي تو اسکے ليے تمام انبياء کرام يکساں تهے ' مگر تم ديکهتے هو که حضرة نوح کے بعد هي دوسرا نام حضرة ابراهيم عليه السلام کا ليا گيا ' اور يه دوسري تشبيه و مماثلة هے جو دعوة اسلامي کو دي گئي - پهر حضرة ابراهيم کے بعد بهت سے انبياء کا نام ليا جو سب کے سب بلا استثناء دعوة ابراهيمي هي کے مجدد تهے ' اور اسطرح صاف صاف بتلا ديا که تاسيس امم صالحه کے سلسلے دو هيں : ايک حضـرة نوح اور " والنبيين من بعده " کا - دوسرا حضرة ابراهيم اور انکے مجددين اسماعيل و اسحاق و يعقوب عليهم السلام کا -

اگر کہا جاے که حضرة نوح کے بعد حضرة ابراهيم عليه الســـلام کا نام محض ترتيب تاريخي کيليے آگيا ورنه کوئي مخصوص امتياز نه تها ' تو يه بهي صحيح نهيں - کيونکه اس آية کريمه ميں تاريخي ترتيب بالکل نهيں نظر آتي - تم ديکهه رهے هو که حضرة يعقوب و اسباط کے بعد هي حضرة عيسى کا نام آگيا هے جو سب کے بعد آئے ' اور حضرة سليمان کے بعد حضرة داؤد کا نام ليا گيا ' حالانکه حضرة داؤد حضرة سليمان کے والد هيں -

پس اس آية ميں دعوة اسلامي کو تشبيه صرف دو دعوتوں سے دي گئي هے : دعوة نوحي اور دعوة ابراهيمي ' اور يه " کما اوحينا الى نوح " اور " و اوحينـــا الى ابراهيم " سے ظاهر هے - انکے علاوه يهاں جتنے انبياء کا ذکر کيا گيا هے ' انسے مماثلة مقصود نهيں هے ' بلکه انکے نام تبعاً آئے هيں که وه ان دعوة هاے موسسه کے مجدد تهے -

رهي يه بات که حضرة نوح کے مجددين کي طرف تو صرف مجمل اشاره کر ديا مگر حضـــرة ابراهيـــم کے مجددين کے نام بالتصريح الگ الگ ليے گئے ' تو اسکے بهي متعدد اسباب هيں - ازانجمله واضح تر يه که سورة نساء کے اس حصه ميں تمام تر خطاب اهل کتاب سے هے ' اور انکي زياده تر معلومات حضرة ابراهيم کے بعد کے انبياء سے متعلق تهي - نيز تعلق موسوي و اسرائيلي کي وجه سے وه ان انبياء کو زياده محترم و مقدس سمجهتے تهے ' اور تورات انکے تذکره سے لبريز تهي - پس حضرة نوح کے مجددين کيليے تو صرف اشاره کرديا ' اور حضرة ابراهيم کے مجددين کي تفصيل کي ' تاکه بيان زياده اوقع اور زياده پرحجة هو -

(ايک اعتراض)

اگر تم کو شبه هو که قرآن نے اســـي طرح اور اسي طريق تشبيه کے ساتهه تو حضرة موسى اور آنحضرة عليهما السلام کو بهي باهم مشابه قرار ديا هے :

انا ارسلـــنا اليکم رسولاً شاهداً عليکم کما ارسلنا الى فـرعـون رســـولا - (٧٣ : ١٥)	هم نے تمهاري جانب اپنا ايک رسول بهيجا ' تمهارے آگے حق کي شهادت دينے والا ' جس طرح فرعون کي جانب اپنے ايک رسول (حضرة موسى) کو بهيجا تها -

تو واضح رهے که يه مشابهت اس حقيقت کيليے بالکل مخالف نهيں هے - بلا شبه قرآن نے حضرة موسى کی بعثت سے داعي اسلام کي بعثت کو تشبيه دي هے ' اور يه وهي ارشاد الهي کا اعاده و ياد آوري هے جو اس سے پہلے حضرة موسى کو مخاطب کرکے کہا گيا تها که " ميں تيرے بهائيوں (بني اسماعيل) ميں سے تيرا جيسا ايک نبي بهيجونگا " ليکن يه مشابهت قسم تاسيس و تجديد اور صنف نبوت ميں نهيں هے ' بلکه صرف حق اور باطل کے مقابلے ميں هے - سورة نساء کي آية ميں " کما اوحينا " هے " يعنے جسطرح هم نے حضرة نوح و ابراهيم پر نبوت و رسالت کي " وحي " کي - يهاں " ارسلنا " هے - يعني هم نے اس عهد کے باطل پرستوں اور متکبر و سرکش کفار کے مقابلے ميں فتح رباني اور نصرة الهي کے ساتهه اسي طرح پيغمبر اسلام کو " بهيجا " هے ' جسطرح اسے پہلے ايک بهت بڑے ظالم و مغرور ابليس کے مقابلے ميں حضرة موسى کو بهيجا تها ' اور باوجود اوس کے تمام ساز و سامان دنيوي کے وه اسپر غالب و فتح مند هوے تهے -

اس تشبيه سے صرف يه ظاهر کرنا مقصود هے که باطل کو اپني شيطاني قوتوں کے گهمنڈ ميں مغرور نهوجانا چاهيے - جسطرح باوجود تنهائي و بے سرو ساماني کے حضرة موسي نے فرعون کو تباه و برباد کيا تها ' اسي طرح هم نے پيغمبر اسلام کو بهي اس عهد کے فراعنه و نماروه کے مقابلے ميں بهيجا هے - اب بهي وهي نتيجه نکلے گا جو اس وقت نکل چکا هے -

اسکي مزيد تائيد اس اية کريمه کے سياق و سباق سے هوتي هے - يه آية سورة مزمل کي هے جو اغاز ظهور اسلام کے زمانے ميں نازل هوئي تهي - اسکا موضوع تنزيل يه تها که تبليغ حق کي مشکلات و مقامات کي نسبت آنحضرة صلی الله عليه و سلم کو آگاهي بخشي جاے ' اور بتلاديا جاے که حق کا ظهور هميشه ابتدا ميں مظلومي و بے سرو ساماني هي کے ساتهه هوتا هے ' پر آخر ميں فتحمندي چمکتي هے - چنانچه آيت زير بحث سے پہلے راه حق کي مشکلات و تکاليف پر اور اس انکار و سرکشي پر جو باطل پرستوں ميں نظر آتي تهي ' آپکو تسکين و تسلي دي هے اور فرمايا هے که ان حالات کو ديکهکر اپنے اندر مايوسي نه لاؤ - يه حق کي ابتدا هے ' مگر تهوڑے سے صبر و انتظار کے بعد اسکي انتها بهي آنے والي هے :

و اذکر اسم ربک و تبتل اليه تبتيلا ' رب المشرق والمغرب لا اله الا هو فاتخذه وکيلا - واصبر على ما يقولون و اهجـرهم هجـراً جميلا - و ذرني و المکذبين اولي النعـمة و مهـلهم قليـلا - ان لدينا انکالا و جحيما - (٧٣ : ١٠)	اپنے پروردگار کا ذکر کرو اور سب کي طرف سے آنکهيں بند کرکے صرف اسي کے هو جاؤ - وه پروردگار که تمام عالم ميں اسي کي ربوبيت کار فرما هے اور اسکے سوا کارساز عالم اور کوئي نهيں ' سو جب ايسا کارساز تمهارے ساتهه هے تو تم اور کسيطرف کيوں نظر اٹهاؤ ؟ بس اسي کو اپنا کارساز يقين کرو ! رها منکرين حق کا ظلم ' انکا کبر باطل '

اور اپني باطل پرستارانه کاميابيوں کے دعوے اور اعلانات ' سو چاهيے که انپر صبر کرو - سر دست بغير کسي سختي کے انسے الگ هو جاؤ ' اور انهيں آنکے حال پر زياده نهيں ' تهوڑے دنوں کيليے چهوڑ دو - پهر ديکهو که حق کے يه جهٹلا نے والے جو طرح طرح کي خوش حاليوں اور دنيوي عزتوں ميں اپنے تئيں پاکر بڑے هي متکبر و مغرور هوگئے هيں ' بالآخر کيسا نتيجه پاتے هيں ؟ همارے پاس اگر انکے ليے مهلت تهي تو اب انکے جکڑنے کيليے بيڑياں اور انکي عقوبت کيليے آگ بهي هے ! "

اسوۂ حسنہ

کائناتِ خلت

یا

تاریخ " امۃ مسلمۃ "

ما طفل کم سواد و سبق قصہ ہاے دوست
صد بار خواندۂ و دگر از سر گرفتہ ایم

(۳)

(۲) قران حکیم میں حضرات انبیاء کا تذکرہ ایک ہی مقصد اور ایک ہی استدلال کے ماتحت نہیں ہے' بلکہ ہر جگہہ وہ ایک نیا مقصد' ایک نیا نتیجہ' ایک نیا استدلال' اور ایک نیا طرز استنباط بصائر و حکم رکھتا ہے - یہی وجہ ہے کہ یہ عاجز قران حکیم میں محض تاکید و ازدیاد اثر کیلیے تکرار بیان و مطالب کا قائل نہیں بلکہ اسکو کلام الہی کیلیے ایک نقص یقین کرتا ہے' اور مطالب متکررہ کو بھی ہر جگہ بلحاظ نتائج بالکل ایک نیا اور مستقل بیان پاتا ہے - اس بنا پر بلا شبہ ایک ظاہربیں نگاہ دیکھیگی کہ بہت سے مقامات بظاہر اس حقیقت کے خلاف ہیں' اور جن انبیاء کرام کو ہم مجدد قرار دیتے ہیں' انکا نام موسسین کے ساتھہ اسطرح لیا گیا ہے' گویا صنف کے اعتبار سے ان میں باہم کوئی امتیاز نہیں - لیکن ایسا سمجھنا فی الحقیقت ایک سخت کوتاہ بینی اور حقیقت ناشناسی ہوگی اور اسی لیے کہا گیا ہے کہ :

و ما یعقلہا الا العالمون ! حقائق قرانیہ کا ادراک نہیں کرسکتے مگر وہ لوگ جنکے قلوب کو اللہ تعالی نے علم حق کیلیے کھول دیا ہے !

نیز سورۂ عنکبوت میں فرمایا : بل ہو ایات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم - یعنی جن خوش نصیبوں کے سینوں کو خدا نے علم نبوی و الہی کیلیے کھول دیا ہے' صرف وہی ہیں جو قران حکیم کے حقائق و معارف کا آشیانہ بن سکتے ہیں' ورنہ ارباب جہل کی نظروں سے دیکھا جاے تو " اساطیر الاولین " کے سوا اسکے قصص کے اندر اور دھرا ہی کیا ہے ؟

بہر حال اس اختلاف طرز ذکر کا راز در اصل اس نکتہ کے حل ہونے پر موقوف ہے کہ قران حکیم کے قصص و اخبار کے مقاصد و اغراض پرے پردہ اٹھایا جاے' اور جو حقائق و معارف ان میں پوشیدہ ہیں' اور اختلاف مقاصد بیان نے جسطرح بیان کے انداز و ترتیب کو بھی مختلف کردیا ہے' اسے واضح کیا جاے - مگر یہ موضوع تفسیر کا ہے - یہاں اسقدر کہدینا کافی ہے کہ جن سورتوں میں انبیاء موسسین کے ساتھہ ہی بغیر کسی فصل و امتیاز کے بعض انبیاء مجددین (علی نبینا و علیہم السلام) کا بھی ذکر کیا گیا ہے' ان مقامات میں نہ تو مقصود ترتیب تاریخی ہے' نہ تفریق تاسیس و تجدید' اور نہ ہی قسم دعوۃ کی بنا پر مختلف طبقات کی تمییز - بلکہ وہاں انکے اعمال مشترکہ و عامہ اور اسکے نتائج غیر مخصوصہ و متعددہ میں سے بعض خاص امور کو پیش کرنا ہے' اور صرف انہی کی جانب مخاطب کو متوجہ کرنا یا مسلمانوں کو توجہ دلانی ہے - اس مقصد کے لیے انبیاء کے ازمنۂ ظہور و تبلیغ کی تقدیم و تاخیر اور اصناف تاسیس و تجدید بالکل غیر موثر تھے' اسلیے بالکل ضرورت نہ تھی کہ ان پہلوؤں کا وہاں لحاظ کیا جاتا -

یا پھر بعض مقامات میں یہ نظر آتا ہے کہ مقصود انبیـاء کا ظہور نہیں بلکہ ایک خاص طرح کی دعوۃ' ایک خاص طرح کی طرز تبلیغ' ایک خاص طرح کی جماعت مومنین' ایک خاص قسم کی ضلالت منکرین' اور ان سب امور کا کوئی خاص طرح کا نتیجۂ حسن و قبح یا عذاب و ثواب مقصود ہے' اسلیے قدرتی طور پر ترتیب زمانی و صنف نبوت و قسم دعوۃ سے بالکل قطع نظر کرلیا گیا ہے' اور صرف اُن نبیوں اور دعوتوں کو یکجا کرکے بیان کردیا ہے جو اُس پیش نظر و زیر مقصد امر میں باہم سب سے زیادہ مشابہت و مشارکۃ رکھتے تھے - اگر حضرۃ نوح اور حضرۃ موسی علیہما السلام کے زمانے میں وہ امر زیادہ یکسا نیت و مشارکۃ کے ساتھہ ظاہر ہوا ہے' تو بلا خیال اسکے کہ حضرۃ نوح کا زمانہ کب تھا اور حضرۃ موسی کب ظاہر ہوے' اور بغیر اس ترتیب کے کہ حضرۃ نوح موسس تھے اور حضرۃ موسی مجدد' دونوں کا ذکر ایک ساتھہ کردیا ہے - کیونکہ مقصد زمانہ' صنف' اور وجود ذاتی نہیں ہے' بلکہ ایک اور چیز جو بہ نسبت دوسرے انبیاء کرام کے ان دونوں کے زمانے میں زیادہ وسعت کے ساتھہ ظاہر ہوی' اور اسلیے عبرت و تذکیر کیلیے ان کا یکجائی ذکر زیادہ قوی و موثر ہے -

مگر جن مقامات میں اسطرح کے مقاصد نہ تھے بلکہ خاص طور پر زمانہ اور قسم دعوۃ و صنف ظہور مقصود تھا' وہاں تم صاف صاف پاؤگے کہ موسسین بالکل الگ ہیں اور مجددین کی صف بالکل دوسری ہے - اور بالتصریح ظاہر کردیا ہے کہ ان میں موسسین امم کا سلسلہ اسطرح چلا اور مجددین امم اسطرح ظاہر ہوے -

(تمثیل دعوۃ اسلام)

اب اس مقدمہ کو ذہن نشیں کرنے کے بعد میرا ساتھہ دو اور قرآن حکیم کے ان بیانات کو جو جابجا متفرق ہیں یکجا کرکے غور کرو -

سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ قران حکیم نے جن مقامات پر قسم دعوۃ و صنف انبیاء کی بنـا پـر کوئی تذکرہ کیا ہے' یا کسی موسس کو بر بناء دعوۃ و تبلیغ تشبیہ دی ہے' تو اسطرح کے تمام مواقع پر اس امتیاز و فرق کو ملحوظ رکھا ہے -

چنانچہ تمام قران میں ہم پاتے ہیں کہ حضرۃ ختم المرسلین کی دعوۃ کو حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراہیم علیہما السلام کی قسم دعوۃ سے تشبیہ دی ہے - حضرۃ ہود' حضرۃ صـالح وغیرهـم مجددین سے تشبیہ نہیں دی - کیونکہ اسلام کی دعوۃ موسسہ تھی - مجددہ نہ تھی - اور حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراہیم ہی تمام انبیاء متذکرۂ قران میں موسس تھے - پس اسلام کے لیے انہی کی صف میں جگہ رکھی گئی -

سورہ نساء میں فرمایا :

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نـوح والنبیین من بعدہ' و اوحینا الی ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب والاسباط' و عیسی' و ایوب' و یـونس' و هـارون و	ہم نے اسی طرح تیرے وجود کو مہبط وحی الہی بنایا' جسطرح حضرۃ نـوح کو' اور اُن انبیاء (مجددین) کو جو دعوۃ نوحی کے بعد ہوے - نیز جسطرح حضرۃ ابراہیم پر ہم نے وحی کی اور انکے

اب یه بالکل ظاهر هے که یہاں حضرة نوح کا کوئي تذکرہ نه تها - نه اس سے پہلے انکي طرف اشارہ کیا گیا هے - ذکر صرف حضرة ابراهیم کا هے اور انکي اس فضیلت کا هے که خدا نے حضرة اسحاق اور انکے بعد حضرة یعقوب کے ذریعه نسل ابراهیمي کو پهیلایا اور زمین پر قائم کیا - لیکن یکایک درمیان میں ایک جملۂ معترضه سا آگیا هے جو بظاهر ربط بیان کے بالکل مخالف هے که " و نوحا هدینا من قبل " اور نوح جنکو انسے پہلے هم نے هدایت بخشي - سوال یه هے که اس جملۂ معترضه کا یہاں کون موقعه تها ؟ اور حضرة ابراهیم کے تذکرہ میں بغیر ربط بیان کے صرف حضرة نوح کے ظہور و هدایت بخشي کي جانب اشارہ کر دینا کیوں ضروري هوا ؟

ممکن هے که جن لوگوں کے نزدیک کلام الهي کي تقدیس و عظمت کیلیے ربط بیان و ترتیب مطالب کچهه ضروري نہیں هے (حالانکه وہ خود انسان هوکر اپنے بیان کیلیے ضروري سمجهتے هیں) وہ اس چیز کو چنداں قابل غور نه سمجهیں - لیکن الحمد لله هم که انسانوں کے اندر مربوط و مرتب بیان کرنے کي قدرت دیکهتے هیں ' کسي طرح اسکا تخیل بهي نہیں کر سکتے که خدا کے کلام کو بے ربط قرار دیں - انسان اگر نہیں سمجهتا تو اسکے لیے بہتر هے که اپني سمجهه کا گله کرے ' به نسبت اسکے که کلام الهي کي عظمت کو اپني کم فہمي سے آلودہ کرے !

پس واضح هو که یه آیة کریمه بهي بلحاظ اپنے خاص موضوع بحث کے اسي طرح مربوط اور متصل بیان هے ' جیسا که اول سے لیکر آخر تک قرآن حکیم کا هر حصه مرتب و منظم هے - بلاشبه یہاں صرف حضرة ابراهیم هي کا تذکرہ هے - حضرة نوح کا کوئي تذکرہ نہیں ' لیکن حضرة ابراهیم کے مقامات میں سے اس مقام کا تذکرہ آگیا هے جو انکي دعوة کي قوة موسسه اور اسکے آثار باقیه و جاریه سے تعلق رکهتا هے - یعني یه بیان شروع هوگیا هے که هم نے انکے وجود کو هدایت ارضي کا ایک ایسا تخم بنایا جس سے بے شمار شاخیں آگے چلکر پهوٹیں اور پهیلیں ' اور انکو حضرة اسحاق و حضرة یعقوب کي نسل دي جس سے کتنے هي انبیاء و مجددین پیدا هوے ' اور اپنے اپنے عہدوں میں دعوة ابراهیمي کي تجدید کرتے رهے - و وهبنا له اسحاق و یعقوب - چونکه حضرة ابراهیم کا یه درجه اسي طرح کا تها ' جیسا که درجۂ تاسیس حضرة نوح کو انسے پہلے دیا گیا تها ' اور انکي دعوة موسسه کي نسل و ذریت عرصه تک قائم و جاري رهي تهي ' اسلیے ضرور تها که اسکي طرف بهي اشارہ کردیا جاتا ' تا که حضرة ابراهیم کي اس فضیلت و خصوصیت کي صنف واضح هو جاے - چنانچه ایسا هي کیا گیا ' اور بتلادیا گیا که حضرة ابراهیم کو جو ایک نسل هدایت هم نے بخشي ' تو یه اسي قسم کي بخشش الهي هے ' جیسي که انسے پہلے حضرة نوح کے ذریعه هوچکي هے - انکي نسل بهي نسل ابراهیمي کي طرح هدایت ارضي کیلیے عرصه تک قائم رکهي گئي -

حضرة نوح کا ذکر ' حضرة اسحاق و یعقوب کے بعد کیا هے نه که پہلے - تم جانتے هو که حضرة اسحاق و یعقوب هي سے نسل ابراهیمي بني اسرائیل کے نام سے بڑهي اور پهیلي ' اور یه بهي تمهیں معلوم هے که حضرة یعقوب هي کا دوسرا نام " اسرائیل " تها - پس یه کیسا کهلا ثبوت هے اس امر کا که حضرة نوح کا یہاں ذکر صرف بقاء نسل و ذریت کے اشتراک اور هم صنفي هي کي بنا پر کیا گیا هے ' اور چونکه اس وصف میں صرف وهي ایک ایسي دعوة تهي جو حضرة ابراهیم کي دعوة موسسه سے نسبت رکهتي تهي ' اسلیے صرف اسي کا ذکر کیا گیا - اُن کا ذکر نہیں کیا جو موسس کي جگه مجدد تهے - مثلاً حضرة صالح ' حضرة هود ' حضرة لوط ' علیهم السلام -

تاریخ و عبر

الحرب فی الاسلام

(از جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب پاني پتي)

(۱)

دور تہذیب و مدنیت کے آغاز میں انسانوں کي جرگه بندیاں هوا کرتي تهیں ' اور ان کي فوجیں وهي خاندان و قبیله کے افراد - جس وقت لڑائي یا جنگ کي نوبت آتي یا جدال و قتال کي ضرورت هوتي ' تو هر ایک خاندان و قبیله کے اشخاص بلا کسي نظام و ترتیب کے یکجا جمع هوجایا کرتے تهے ' اور جنگ کے بعد هر شخص کو اتنا هي حصه مال غنیمت کا ملتا تها جتنا وہ اپني بہادري ' زور و قوت ' اور جوانمردي سے حاصل کر سکتا - مگر جب لوگوں نے حضریت اختیار کي تو کاروبار باهم تقسیم کر لیے گئے ' حکومتیں قائم هوئیں ' الگ الگ پیشے ' جدا جدا عمل اختیار کیے گئے ' اور اسیوقت سے فوجي ملازمت کي بنا پڑي - سب سے پہلے جس حکومت نے فوج کو بهرتي کیا ' وہ " مصر کي فرعوني حکومت " تهي - خیال کیا جاتا هے که پہلے پہل اسکي ابتدا عیسی علیه السلام سے تقریباً دو هزار برس پیشتر اُس وقت پڑي جبکه فراعنۂ مصر نے حبشیوں اور زنگیوں کي ایک تعداد کثیر کو بهرتي کرکے ایک باقاعدہ فوج مرتب کي ' اور اسکي مدد سے " بحر احمر " کے سواحل پر آباد شدہ اقوام و قبائل کو مسخر کرلیا - بعد ازاں دوسري قوموں نے اس کي تقلید کي اور مختلف حکومتوں نے اسي کا تتبع کیا - چنانچه اشوریا ' بابل ' فینیقیه ' اور یونان کي قدیم حکومتوں نے اس طریقه کو اختیار کیا - یونان سے رومیوں نے اخذ کیا ' اور رومیوں سے مسلمانوں نے سیکها -

فراعنۂ مصر کے یہاں " فوجي نظام " بدیں شکل قائم هوتا تها که وہ اپني افواج کو لنبي ' گنجان ' اور سیدهي صفوں میں کهڑا کیا کرتے تهے - اسکي تائید اُن عمارات کہنه کے کهنڈرات اور محلات شکسته کے بوسیدہ در و دیوار سے بخوبي هوسکتي هے جو مصر میں اپنے متکبر و متمرد مکینوں کي یادگار هیں ' اور جن پر صفوف لشکر کي متعدد تصاویر کهینچي هوئي پائي گئي هیں -

حکومت مصر سے اس طریقه کو اهل یونان نے استنباط کیا ' اور اپنے یہاں اسکو کسي قدر ترمیم و تنسیخ کے بعد رائج کیا - انهوں نے " پلٹنیں " تیار کیں جن کو وہ (Phalanx) کہتے تهے - اُن کے نظم و ترتیب کي صورت یه تهي که فوجي سپاهي بالکل سیدهي صفوف میں کهڑے هو جاتے تهے - ۴۰۰۰ جوانوں سے ایک پلٹن مرتب هوتي - کهڑے هونے کا طریقه یه تها که ایک سپاهي دوسرے سپاهي سے چند قدم کے فاصلے پر اپنے مقابل والے سپاهي کي بالکل سیدهه میں کهڑا هوتا ' اور صفیں ایک دوسرے کے پیچهے برابر چلي جاتیں - ایک عرصے تک یه فوجي نظام بدستور اپني حالت پر قائم رها - لیکن مقدونیه کے بادشاہ اور سکندر اعظم کے باپ " فیلقوس " نے پلٹن کے سپاهیوں کي تعداد مذکورۂ بالا شمار سے دگني کر دي ' اور پهر فیلقوس کي وفات کے بعد اُس کے بیٹے سکندر اعظم نے چوگني کردي - سکندر نے سپاهیوں کو اس قدر پاس پاس کهڑا کرنا شروع کیا که اُن کے کندهے باهم ملے رهتے تهے ' اور ان کي ڈهالیں ایک دوسرے سے ٹکراجاتي تهیں - نیز اس نے سپاهیوں کیلیے عجیب طرز اور نئے طریقے کے نیزے بنوائے تهے ' جنمیں سے اکثر نیزے چوبیس فیت لنبے هوتے تهے - سب سے پہلي صف

اسکے بعد پھر آن منکرین و مغرورین کو مخاطب کرکے فرمایا که تمھیں معلوم هونا چاهیے که تمھاری جانب اسي طرح حق کا یه اعلان بهیجا گیا هے ' جسطرح تمهاری نسل ابلیسي کے ایک مورث اعلی فرعون کے سامنے حق کا ظهور هوا تها ' اور جسطرح تم نے باطل پر گھمنڈ کیا ' آس نے بھي کیا تها - چنانچه فرمایا که :

فعصي فرعون الرسول فاخذناه اخــذا وبیلا - فکیــف تتقون ان کفــرتم یومـــا یجعـــل الولـــدان شیباً ؟ (۷۳ : ۱۶)

فـرعـون نے همارے رسـول کي نافرماني کي سو همارے غضب نے اسے بڑا هي سخت پکڑا اور اسکا سارا گھمنڈ اور غرور باطل بیکار گیا - پھر اے منکرین اسلام ! اگرتم بهي اسي طرح نافرماني کروگے تو آس دن کي مصیبت سے کیسے بچ سکوگے جسکي سختي بچوں کو مارے غم کے بوڑها کردیگي ؟

یه اشاره بدر اور فتح مکه کے طرف تها ' سو وعید الهي نے جو کہا تها پورا کر دکهایا -

بهر حال سورۂ مزمل کے موضوع تنزیل اور ایۃ زیر بحث کے سباق و سیاق سے صاف ظاهر هے که یهاں حضرة موسی سے آیۃ نساء کي طرح دعوۃ اور داعي میں تشبیه نہیں دي گئي هے' بلکه دعوۃ و داعي کے انکار اور منکر میں دي گئي هے - پس یه تشبیه آنحضرۃ اور حضرۃ موسی علیهما السلام میں نه هوئي - منکر موسی اور منکر محمد میں هوئي (صلی الله علیهما و لعنۃ الله علی المنکرین الخاسرین !)

(۳) ٹهیک ٹهیک اسي طرح سورہ " شوری " میں جهاں وحدۃ ادیان و توحید شرائع کي طرف توجه دلائي هے ' تو وهاں بهي دعوۃ اسلامي کا ذکر حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراهیم علیهما السلام هي کي صف میں بلا فصل کیا گیا هے' اور اسطرح اسکي قوۃ موسسه کي نمایاں صنف واضح کردي هے:

شرع لکم من الدین ما وصي به نوحا و الذي اوحینا الیک وما وصینا به ابراهیـــم و موسی وعیسی ؛ ان اقیمــوا الدین و لا تتفرقوا فیه - (۴۲ : ۱۱)

تمهارے لیے دین کا وهي راسته ٹهرایا هے جس کے لیے نوح کو وصیت کي گئي تهي' اور اے پیغمبر اسلام ! جسکے لیے هم نے تم پر وحي کي هے - نیز یه وهي راه هے که اسکے لیے ابراهیم' موسی' اور عیسی کو بهي هم نے وصیت کي تهي که دین الهي کو قائم کرو اور اسمیں تفرقه نه ڈالو -

اب غور کرو که اس آیۃ کریمه میں الله تعالی نے کسطرح پیغمبر اسلام کو نمایاں طور پر حضرۃ نوح کے ساتهه کهڑا کیا هے' اور جن انبیاء کرام علیهم السلام کو هم نے دوسري صنف مجددین میں قرار دیا هے' انمیں سے کسي کا نام نہیں لیا هے ؟ پهر اسپر بهي نظر رهے که یهاں دعوۃ اسلام کا ذکر جسطرح ترتیب تاریخي و زماني کو یکقلم نظر انداز کرکے کیا گیا هے ' وہ اس حقیقت کیلیے بالکل ایک بے حجاب روشني هے - آیۃ کریمه کا مقصود یه تها که دین الهي کي وحدۃ اور قانون ظهور رسالت کي یکساں حالت کي طرف توجه دلائي جاے - پس فرمایا که وہ ایک هي شریعۃ الهیه هے جسکي طرف برابر هر ظهور نے دعوۃ دي' اور سب کي دعوۃ کا مقصد قیام دین الهي و عدم تفرقۃ و اختلاف تها - پهر اس سلسلے کو حضرۃ نوح سے شروع کیا - اگر بلحاظ صنف کے تمام ظهوروں میں کوئي فرق نه تها ' تو قدرتي ترتیب تو یه تهي که حضرۃ نوح کے بعد آنکے بعد کے انبیاء کا ذکر کیا جاتا ' اور اگر انکو کسي وجه سے نظر انداز کردیا تها تو حضرۃ ابراهیم' حضرۃ موسی ' حضرۃ عیسی کے تذکرہ کو تو ضرور هي انکے بعد جگه دي جاتي' اور پهر سب کے اخر میں اسلام کا ذکر کیا جاتا جیسا که سب کے بعد وہ ظاهر هوا ' لیکن تم دیکهه رهے هو که حضرۃ نوح کے بعد یکایک لسان الهي اسلام کي جانب متوجه هوتي هے اور پیغمبر اسلام کو مخاطب کرکے انکي دعوۃ کا ذکر کرتي هے - پهر اونکا ذکر کرکے مکرر درمیاني کڑیوں کي طرف عود کرتي هے' اور ان میں سے بهي سب سے پہلے حضرۃ ابراهیم علیه السلام هي کا نام لیتي هے جو دعوۃ نوحي کے بعد دوسرے دور تاسیس کے موسس تهے - البته انکے ساتهه حضرۃ موسی اور حضرۃ عیسی علیهما السلام کا ذکر بهي کردیا جاتا هے !

حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراهیم علیهما السلام کے درمیان اسلام کا ذکر بالکل ایک طرح کا جملۂ معترضه معلوم هوتا هے' جو ترتیب بیان کے بالکل خلاف هے -

پس بیان کا یه انداز صاف صاف کهه رها هے که سلسلۂ ادیان و توصیۂ شرائع میں اســلام کو کوئي ایسي خصوصیت حاصل هے جسکي وجه سے وہ حضرۃ نوح کے تذکرہ سے ایک خاص تعلق و ربط رکهتا هے' اور اسلیے گو اسکا ظهور سب سے آخر هوا ' تاهم اپنے تعلق و ربط کي بنا پر حضرۃ نوح کے ساتهه اسکا ذکر نہایت ضروري تها - اسي طرح اسلام کے بعد حضرۃ ابراهیم کا نام لیا گیا اور انکو حضرۃ موسی و عیسی کے ناموں پر مقدم رکها - نه اسلیے که بلحاظ زمانے کے وہ مقدم تهے ' کیونکه زمانے کو تو یهاں بالکل نظر انداز کردیا گیا هے اور دعوۃ نوحي کے بعد دعوۃ اسلامي کا نام آگیا هے' بلکه صرف اسلیے که حضرۃ ابراهیم بهي مثل حضرۃ نوح و حضرۃ ختم المرسلین کے موسس تهے - اسلیے وهي اس صف میں کهڑے هوسکتے تهے - البته انکے بعد انکے مجددوں کا بهي خاص طور پر ذکر کیا گیا ' تاکه ایک طرف تو یه واضح هو جاے که موسس و مجدد ' دونوں طرح کے نبیوں کا مقصد همیشه ایک هي رها هے اور سب کو ایک هي دین الهي کي وصیت کي گئي هے ' دوسري طرف یهودیوں اور عیسائیوں کے تخاطب میں آن انبیاء کا ذکر آجاے جن کي ذات سے انکا اولین تعلق هے -

(اتحـاد دعوۃ نوحـي و ابراهیمـي)

(۴) سورۂ انعام میں ایک مقام پر به تفصیل حضرۃ ابراهیم کے مقامات و درجات الهیه کا تذکرہ کیا هے - وهاں فرمایا :

و تلک حجتنــا آتیناها ابراهیم علی قومه ' نرفع درجات من نشاء ' ان ربک حکیـم علیـم - ووهبنـا لـــه اسحـاق و یعقـوب کلاً هدینــا ' و نوحا هدینا من قبل - و من ذریتــه داود و سلیمـــان و ایوب الخ (۶ : ۸۴)

" اور یه هماري هي حجۃ تهي جو هم نے ابراهیم کو آسکي قوم کے مقابلے میں عطا کي - هم اپنے بندوں میں سے جسکو ظهور حق کیلیے چن لیتے هیں ' اسکے مدارج علم الهي کو اسي طرح بلند کرتے هیں - بلا شبه تمهارا پروردگار حکیم و علیم هے که اسکے تمام کاموں کے اندر حکمتیں اور مصلحتیں هوتي هیں - اور پهر دیکهو که هم نے ابراهیم کو اسحاق اور یعقوب جیسي نسل دي که ان دونوں کے آگے دین حق کي راہ هم نے کهول دي تهي ' اور یهاں یه بهي یاد رهے که ابراهیم سے پہلے نوح کو بهي دین حق کي راہ اسي طرح هم دکها چکے هیں - بهر حال هم نے ابراهیم کو اسحاق و یعقوب کي نسل دي ' اور نیز اسکي ذریت میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب (الخ) کو پیدا کیا "

اس آیۃ کریمه کا انداز بیان بهي کس قدر واضح و نمایاں طور پر اس حقیقت مستورہ کو بے حجاب کر رها هے ؟

یهاں تذکرہ صرف حضرۃ ابراهیم علیه السلام کا هے جو " واذ قال ابراهیم لابیه آزر " سے شروع هوا هے اور مسلسل بڑهتا آیا هے - اسي سلسله میں حضرۃ ابراهیم اور انکي قوم کے مباحثۂ حق و صداقت کا ذکر کیا هے اور ایک خاص برهان الهي کو نقل کرکے " حجۃ " قرار دیا هے - پهر فرمایا هے که یه هماري حجۃ هے جو هم نے ابراهیم کو دي اور اونکے درجات کو بلند کیا -

بارجود اس کے تمام مسلمان سربکف سپاهي تھے - انمیں سے کوئي شخص سواے شمشیر زني کے دوسرا کوئي پیشه یا کام اختیار نهیں کرتا تھا - حضرت عمر رضي الله عنه نے انهیں کاشت و زراعت کے بکھیڑوں میں دخل دینے اور کھیتي باڑي کے دهندوں میں پڑنے سے بھي منع فرما دیا تھا - کیونکه خلیفهٔ ممدوح نے اس بات کو بخوبي سمجھه لیا تھا که مسلمانوں نے ممالک کو فتح کرنے اور سرسبز زمینوں پر قابض و متصرف هونیکے بعد آرام طلبي اختیارکرنا اورجنگ سے دست کش هونا چاها تھا - لهذا آپ نے تمام ممالک مفتوحه میں منادي کرادي که امیر افواج (جنرل) اپني اپني رعایا (سپاه) سے کهدیں : " بیت المال سے اُن کا وظیفه مقرر کر دیا گیا هے - ان کے اهل و عیال کیلیے بھي وظائف کي ایک مقدارمعین هوچکي هے - اب وہ لوگ کھیتي کرنے یا بونے کي جانب مائل نه هوں "

حضرت عمر رضي الله عنه نے اس حکم میں اس دور اندیشي کو بھي ملحوظ رکھا تھا که جنگجو مسلمان کسي ملک کو اپنا وطن بنا کرکهیں اوسمیں با قاعده سکونت و قیام اختیار نه کرلیں' اوراسطرح اُن کو اپنے اُن بھائیوں کي اعانت و امداد کیلیے جو کسي اور جگه مصروف جنگ هوں' جانا ناگوار خاطر هو جاے - یا کسي علاقهٔ مفتوحه کي حفاظت و انتظام کي غرض سے روانه هوتے وقت (جسکا اتفاق اکثر پڑا کرتا تھا) نقل و حرکت شاق نه گذرے -

مسلمانوں کي عام جماعتوں کے علاوہ فوج کي ایک علحده جماعت کو مرتب کرنا' حضرت عمر کے عهد میں دفاتر کھلنے کے وقت سے شروع هوا ' اور بنو امیه کے عهد میں مکمل هوا - اس کا بیان قارئین کرام آینده صفحات میں ملاحظه فرمائینگے -

تاریخ داں حضرات سے یه امر پوشیده نهیں هے که خدمات جنگي کا لزوم اور با قاعده فوجي ملازمت کا دستور زمانهٔ بنو امیه کے وسط میں شروع هوا تھا - اس سے پہلے لوگ محض جهاد کے طور پر لڑائیوں میں شریک هو کر مال غنیمت' اور اپنے هاتھوں سے قتل کیے هوے دشمن کے ساز و سامان سے فائده اُٹھاتے تھے - حضرت عثمان رضي الله عنه کي شهادت (سنه ۳۵ هجري) کے بعد اهل اسلام بیروني دشمنوں کو چھوڑ کر آپس کے جھگڑوں میں مصروف هوگئے ' اور باهمي اختلافات کي وہ افسوس ناک ابتدا شروع هوگئي جس نے آگے چلکر ایک دائمي خانه جنگي کي شکل اختیار کرلي - مگر جب بنو امیه کے قبضه میں انتظام و انصرام سلطنت چلا گیا اور مسلمانوں کي سلطنت کا شیرازہ مکرر باهم متحد هوگیا ' اور اموي عنصر کے غالب آ جانے سے فرقه بندیوں کا زور بھي گھٹ چلا ' تو اسوقت مسلمانوں کے خیالات کسي ایسے معامله پر رجوع اور مائل هونے سے رک گئے ' جو انهیں جنگ پر آماده کرے اور لڑتے رهنے کا شوق دلاے - یهي وجه تھي که اس زمانے میں قوم کے افراد کي مشغولیت میں آرام طلبي اور عیش و عشرت کا انداز شروع هوگیا - اس حالت کو دیکھکر خلفاء نے آینده نتائج کے خوفناک اور تباہ کن انجام پر نظر کي اور مجبور هوے که فوجي ملازمت کا سلسله شروع کریں -

سب سے پہلے جس عهد میں فوجي ملازمت کي بنیاد پڑي وہ عبد الملک بن مروان (سنه ۶۵ هجري - تا سنه ۸۶ هجري - مطابق ۶۸۴ع تا ۷۰۵ع) کا عهد حکومت تھا ' مگر اس کا موجد حجاج بن یوسف ثقفي کو خیال کیا جاتا هے - یه وہ زمانه تھا جبکه اموي حکومت اپني ترقي و اقبال کے بلند ترین زینه تک پهنچ چکي تھي ' مسلمانوں کي نهایت کثرت هوگئي تھي ' اور لوگ هر قسم کے کار و بار خصوصاً زراعت و تجارت کي جانب زیاده مائل هو چلے تھے -

اگرچه اکثر اهل اسلام نے امیر معاویه کے عهد سلطنت میں جنگي اور فوجي خدمت سے الگ رہ کر گوشه نشیني اختیار کرنے یا دیگر مشاغل کیطرف مائل هونیکا قصد کیا تھا - لیکن اس مدبر امیر نے ان سب کو اپني حکمت عملي سے باز رکھا ' اور بالکل اپنے قابو میں کرلیا - بے دریغ انعامات اور عطیات کثیرہ سے وہ هر شخص کو اپنا گرویده و مطیع بنالیا کرتے تھے - مگر جب امیر معاویه کے بعد اُن کا بیٹا یزید (سنه ۶۰ هجري تا سنه ۶۴ هجري مطابق ۶۸۰ع تا ۶۸۳ع) اور اوسکے بعد معاویه دوم (سنه ۶۴ هجري تا سنه ۶۴ هجري - مطابق ۶۸۳ع تا ۶۸۳ع) پھر اُسکے بعد مروان بن حکم (سنه ۶۴ هجري تا سنه ۶۵ هجري - مطابق ۶۸۳ع تا ۶۸۴ع) حکمراں هوے - تو چونکه اُن لوگوں میں سے ایک بھي اس ڈھنگ کا آدمي نه تھا که لوگوں کے دل اپني جانب مائل کرتا اور قابو میں رکھه سکتا ' یا مسلمانوں کو اپني اطاعت سے منحرف نه هونے دیتا ' اسلیے فوجي لوگوں کو آرام طلبي کي جرأت هوتي گئي ' اور وہ رفته رفته عیش و عشرت میں منهمک و مشغول هوگئے - چنانچه جب عبد الملک بن مروان خلافت کا والي هوا هے ' تو اُسوقت بھي فوج و لشکر کي وهي حالت تھي جو اوپر بیان کي گئي - نه تو سپاهي اسکے ساتھه کوچ کرتے تھے اور نه اُسکے مقام کے ساتھه قیام کرتے تھے - عبد الملک نے اِس بے ضابطگي کي شکایت اپنے " صاحب شرطه " (پولیس کمشنر) " روح بن زنباع " سے کي - اُس نے کها که " امیر المومنیــن ! میري ماتحتــي میں ایک شخص هے حجاج بن یوسف - اگر آپ اُسے اپني فوج کا افسر بنادیں تو یقین هے که وہ تھوڑے هي عرصه میں سب کو ٹھیک اور سیدھا کردیگا - وہ ضرور فوج کو آپکے ساتھه مقیم کرائیگا ' اور آپ هي کے همراہ کوچ کا حکم دیگا - میرا خیال هے که وہ آپ کے لیے نهایت مفید ثابت هوگا " عبد الملک نے اُس کي بات مان لي اور حجاج کو فوج کا افسر بنا دیا - حجاج نهایت تند مزاج اور ظالم شخص تھا ' اسلیے کسي سپاهي کو اُسکے حکم سے سرتابي کرنے کا یارا نه تھا - اُسوقت سے فوج برابر خلیفه کے ساتھه کوچ و مقام کرنے لگي -

مگر خود " روح بن زنباع " کے ماتحت پھر بھي اس قاعده کي پابندي نه هوتي تھي - اسکے سپاهي حجاج کے حکم کي ذرا بھي پروا نه کرتے - ایک دن حجاج نے ان لوگوں کو دیکھا که اور تو سب کوچ کرگئے هیں لیکن وہ ابھي کھانا کھا رهے هیں - حجاج نے یه حالت دیکھه کر اُن سے دریافت کیا : " تم لوگ امیر المومنین کے ساتھه کوچ کرنے سے کیوں رک گئے ؟ " روح بن زنبـاع کے ملازموں نے بجاے اسکے که کوئي عذر یا اپني خطا کا اقرار کرتے ' حجاج کو مخاطب کرکے جواب دیا : " اے نالائق ! تو بھي گھوڑے سے اُترکر همارے ساتھه کھانا کھالے " حجاج نے انکي یه گستاخي اور سرکشي دیکھکر کها : " افسوس ! ابتو میرے جو کچھه ان کي پاسداري تھي وہ بھي جاتي رهي " یه کهه کر اُس نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا که ان لوگوں کو کوڑوں سے پیٹ کر تمام فوج میں پھراؤ اور تشهیر کرو - اور روح بن زنباع کے خیموں کو بھي آگ لگا کر جلادو - حجاج کے ماتحتوں نے اس حکم کي فوراً تعمیل کي - جب روح بن زنباع کو واقعه کا علم هوا تو وہ روتا پیٹتا عبد الملک بن مروان کي خدمت میں پهنچا اور عرض کیا : " امیر المومنین ! حجاج بن یوسف جو کل تک میري ملازمت میں ایک ادنی خادم کي حیثیت رکھتا تھا ' آج اُس نے میرے غلاموں کے کوڑے لگواے ' اور میرے خیمے جلوا دیے " عبد الملک نے جھلا کر حجاج کي طلبي کا حکم دیا - حجاج حضور میں پیش هوا تو عبد الملک نے غضب ناک اس واقعه کا سبب دریافت کیا :

کے نیزے چھوٹے ہوا کرتے تھے' اور مابعد کي صفوف کے درجہ بدرجہ بڑے ہوتے چلے جاتے تھے - یہاں تک کہ صف پنجم کے نیزے تقریباً تین قدم آگے کو نکلے رہتے - فیلقوس نے سواروں کي بھي ایک جماعت مرتب کي تھي - سکندر نے اس جماعت کے اسلحہ میں بھي اضافہ کیا' اور منجملہ جدید اسلحہ کے ایک ہتیار " منجنیق " بھي تھا -

فوج کا یہي زبردست نظام تھا جس کے ذریعہ سکندر تمام دنیا کو مغلوب کر سکا !

(رومي فوج)

رومي حکومت قائم ہوئي تو اُس نے یونانی صف بندي کے طریقہ کو اپنے یہاں رائج کیا - رومي لشکر آغاز حکومت میں ایک ایسے گروہ سے مرکب ہوتا تھا جسکے افراد کي تعداد ٦٠٠٠ ہوا کرتي تھي' اور یہ تعداد تین طبقات کے اشخاص سے ترکیب پاتي :

(١) - نوجوان لوگ - جن کي صف لڑائي میں سب سے آگے رہتي تھي -

(٢) - ادھیڑ عمر کے لوگ جو دوسري صف میں رہتے تھے -

(٣) - تجربہ کار اور جنگ آزمودہ لوگ - سب سے پیچھے تیسري صف میں -

ان میں سے ہر ایک کے آگے ایک جماعت سواروں کي بھي موجود رہتي جو تلواریں حمائل کیے' جھنڈیاں ہاتھوں میں لیے' اپني ڈیوٹي پر مامور رہا کرتے تھے تاکہ پیادہ فوج کو بچانیکے کام آئیں - اور ضرورت پر اُن کي مدد کریں' اور موقع پڑے تو دشمنوں کو اپنے ساتھہ الجھائے رکھیں -

بعد ازاں رومیوں نے فوج کي اس فرقہ بندي کو بغیر صف کي ترتیب کے متعدد ٹکریوں میں منقسم کردیا - ہر ایک ٹکری کي تین قسمیں' ہر قسم کے دو حصے' اور ہر حصے میں ایک سو سپاہي ہوا کرتے تھے - یہ طریقہ قدیم نظام مذکورہ سے بالکل خلاف تھا - کیونکہ اسمیں سپاہیوں کي صرف ایک ہي پلٹن نہیں ہوتي تھي' بلکہ متعدد ٹکریاں ہوتي تھیں' اور ہر ایک ٹکري بجاے خود ایک فوج ہوا کرتي - صفحات آیندہ میں اسکي تفصیل بیان کیجائیگي - اسلامي فتوحات شروع ہونے تک رومي فوج کا نظام اسي صورت پر قائم رہا' اور اُسمیں کوئي تغیر نہیں کیا گیا -

ظہور اسلام کے وقت افواج رومیہ کي تعداد ١٢٠٠٠٠ تھي' جس کے ہر دس ہزار سپاہیوں کا ایک جنرل ہوا کرتا تھا' جو اکثر حالتوں میں " بطریق " ہوتا رہا ہے - اس بطریق کے ماتحت دو کپتان ہوتے تھے جن کو " طومرخان " کہتے تھے - انمیں سے ہر ایک ٥٠٠٠ سپاہیوں پر کمان کرتا' اور ہر ایک طومرخان کے ماتحت پانچ " طربغاریہ " ہوتے تھے' جنمیں سے ہر ایک ہزار آدمیوں کا افسر ہوتا - پھر ہر ایک طربغاریہ کے ماتحت پانچ " قومس " ہوتے - اور ہر ایک قومس ٢٠٠ سپاہیونکا افسر بنایا جاتا - قومس سے نیچے " قمطرخ " اور اس کے ماتحت " دامرخ " ہوتا' جسکے ماتحت دس سپاہي ہوتے - اس نظام میں آجکل کے فوجي نظام کے ساتھہ پوري مشابہت نظر آتي ہے -

اہل فارس کے یہاں لشکر کے چار طبقے ہوتے تھے - پہلا طبقہ بڑے بڑے سرداروں کا ہوتا تھا' جنمیں سے ہر ایک کو " میر میران " کہا جاتا تھا - اسکے ماتحت چار اور افسر ہوتے تھے' جنمیں سے ہر ایک کو " اسپہبد " کہتے - ہر اسپہبد کے نیچے چار " مرزبان " پھر ہر مرزبان کے نیچے چار " سالار " اور ہر سالار کے نیچے دس سوار اور پانچ پیدل ہوا کرتے - جنہیں " پیادہ " کہتے تھے -

(عربي فوج)

ظہور اسلام سے قبل اہل عرب بالکل بدوي تھے - وہ بالکل وحشیانہ اور بدویانہ زندگي بسر کرتے اور اُسي میں مگن رہتے - اُن کے یہاں فوج کا کبھي نظام نہ تھا - قبائل جدا جدا تھے - جب کوئي قبیلہ جنگ کیلیے طیاري کرتا تو اپنے یہاں کے مردوں کو چھانٹ کر انہیں سے فوج مرتب کرلیتا جن میں سوار اور پیدل دونوں طرح کے لوگ ہوتے تھے - اُن کے پاس زمانۂ جاہلیت کے مشہور اسلحہ مثلاً کمان' نیزہ' اور تلوار وغیرہ موجود ہوتے - ہاں اُن عربي سلطنتوں میں جنھوں نے اسلام سے قبل تمدن کا عروج پایا' فوجي نظام کا وجود پایا جاتا ہے - جیسے شاہان تبع اور حکمرانان حمیر' اور منذري گھرانے کے فرمانروا جنکا دارالسلطنت حیرہ ایک مشہور شہر تھا - مورخین نے ان مناذرہ کے یہاں دو فوجي جماعتوں کا ہونا بیان کیا ہے' جنمیں سے ایک کو " دوسر " اور دوسري کو " شہباء " کے نام سے موسوم کرتے تھے - باقي رہے حجاز کے عرب' تو وہ اسلام سے پہلے اُسي بدوي فطرت پر قائم تھے جسکا اوپر ذکر آچکا ہے -

اسلام کا ظہور ہونیکے بعد اہل اسلام باقي تمام اہل عرب سے علیحدہ ہوگئے' اور دین و مذہب کي اجتماعي قوت نے انہیں یکدست بنا کر دشمنان دین کے ساتھہ جنگ کرنے کیلیے متفق اور متحد کر دیا - یہي وجہ ہے کہ اسوقت جسقدر اہل عرب مسلمان ہوے تھے' سب کے سب سپاہي تھے - مسلمانوں کے اولین سپاہي تو مہاجرین تھے' مگر وہ مدینہ میں آے تو انصار سے ملکر ایک ہي جماعت بن گئے' جن کے کمان افسر خود نبي صلی اللہ علیہ و سلم تھے - اُن کا باہمي رابطہ اور معاہدۂ دوستي اسلامي بھائي چارہ کي قوت تھي - اُن دنوں مسلمانوں کي تعداد بہت تھوڑي تھي -

اسکے بعد نبي صلی اللہ علیہ و سلم' ابوبکر صدیق رضي اللہ عنہ' اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانوں میں غزوات و فتوحات کیوجہ سے مسلمانوں کي تعداد بڑھتي گئي - کیونکہ اب روز بروز عربي قبائل کے ہر طرح کے لوگ نجد' یمامہ' یمن' اور حجاز سے آ آکر ملتے جاتے تھے' اور اسلامي اجتماعیت ان کو ایک جماعۃ بناتي جاتي تھي - آخرکار وہ تھوڑے سے بہت ہوگئے' اور انہوں نے باہم ہمدوش ہوکر شام' عراق' اور مصر کے ملکوں پر حملے کیے' اور ان سب کو فتح کر لیا' نئے نئے شہر آباد کیے' اور مختلف حصوں میں منقسم ہوکر علیحدہ علیحدہ مقامات میں رہنے لگے - چنانچہ کچھہ لوگ مصر میں' کچھہ شام میں' اور بعض عراق میں مقیم ہوگئے - بعض نے خاص خاص چھاؤنیوں میں سکونت اختیار کي -

ہر ایک چھاؤني کي فوج قبائل اور گھرانوں کے اعتبار سے منقسم تھي - مثلاً " بصرہ " کے پانچ حصے تھے جن کو " اخماس " کہتے تھے - ہر ایک حصہ (خمس) میں ایک قبیلہ حسب ذیل قبائل میں سے رہتا تھا :

(١) ازد (٢) تمیم (٣) بکر (٤) عبد القیس (٥) اہل عالیہ (قریش' کنانہ' ازد' بجیلہ' خثعم' اور تمام گھرانا قیس عیلان کا اور مزینہ)

یہ سب مسلمان عربوں کے قبیلے تھے' اور اہل کوفہ کے رہنے والوں کو اہل مدینہ کے نام سے موسوم کرتے تھے - ہر ایک خمس پر انہي قبائل کے اُمراء میں سے ایک شخص امیر ہوا کرتا - اسي نظام پر مسلمانوں کي اور تمام فوجي طاقتوں کو قیاس کرنا چاہیے - خواہ وہ کوفہ میں رہتے ہوں' یا فسطاط اور مدائن کے شہروں میں جن کو مسلمانوں ہي نے آباد کیا تھا - یا اُنکے علاوہ عراق' شام' اور مصر کے قدیم متمدن شہروں میں بس گئے ہوں جنکي آبادیوں کو خدا نے انکے لیے کھول دیا تھا' اور اسلامي عدل و رحمت کي برکات نے وہاں کے باشندوں کو انکا حلقہ بگوش بنا دیا تھا !

مقالات

اسیـــران جنگ

(١)

یورپ نے جب کبھی اپنے تمدنی احسانات کا افسانہ دنیا کو سنایا ہے' تو اوسکے با اثر بنانے کیلیے:" اسلام " اور " غلامی " کی داستان پارینہ کو بھی ضرور دہرایا ہے - حالانکہ اس آسمان کے نیچے صرف اسلام ھی ایک ایسا لفظ ہے جسکا ساتھہ " غلامی " کا لفظ کسی حالت میں بھی جمع نہیں ہوسکتا : واللہ یعلم انهم لکاذبون !

لیکن اسکے متعلق پہلا سوال یہ ہے کہ کیا اسلام ھی اس بدعت سئیہ کا موجد ہے ؟ کیا دنیا کی دوسری مہذب قومیں فاتحانہ حوصلہ مندیوں کے جوش میں گلا کاٹنا جانتی تھیں لیکن گلے میں طوق ڈالنا نہیں جانتی تھیں ؟ دنیا کی قدیم تاریخ اس سوال کا جواب نہایت مایوسانہ اور دردناک الفاظ میں دیتی ہے - گذشتہ قومیں اسیران جنگ کو ایسا مجرم خیال کرتی تھیں جنکی حمایت کوئی قانون نہیں کرسکتا تھا - اور اسلیے عموماً آنہیں نہایت بیرحمی کے ساتھہ ذبح کردیا جاتا تھا -

چنانچہ جنگ کے قیدیوں کے متعلق اشوری' فنیقی' مصری' اور یہودی قوموں کا عام طرز عمل یہی تھا' بلکہ انکا دست تطاول کبھی کبھی آزاد رعایا کی شہرگ تک بھی پہونچ جاتا تھا - فرعون نے بنو اسرائیل کے بچوں کو اسی ظالمانہ طرز عمل کی بنا پر ذبح کرنا شروع کیا تھا - ایک مدت کے بعد خود غرضی نے اس ظالمانہ نظام میں ایک نیا انقلاب پیدا کیا' یعنی قتل کی جگہ غلام بنانے کا رواج ہوگیا جو فاتح و مفتوح' دونوں کیلیے قتل سے بہر حال بہتر تھا - سب سے پہلے روما نے اسکی ابتدا کی - ابتداء میں جو سپاہی جس شخص کو گرفتار کرتا' وہی اوسکا مالک ہوجاتا' مگر چند دنوں کے بعد سلطنت روما نے اونکی ملکیت اپنے ہی لیے مخصوص کرلی -

لیکن روم نے قرون وسطی میں پھر اسی وحشت قدیم کی تجدید کی' اور اسیران جنگ کی گردنیں غلامی کے طوق سے نکل کر تہ تیغ آگئیں - ساتھہ ھی سلطنت کو اسیران جنگ کے متعلق بیع اور غلامی کا بھی عام اختیار حاصل ہو گیا -

اسکے بعد خود غرضی نے ایک قدم اور آگے بڑھایا' یعنی فدیہ لینے کا رواج پڑا - اسکی بدولت بہت سے جنرل دولت مند ہوگئے - اس اصول کو اس قدر ترقی ہوئی کہ فدیہ کی صورت نے ایک مستقل تجارت کی صورت اختیار کرلی' اور قیدیوں کے مختلف گروہوں کا خاص خاص نرخ مقرر کیا گیا -

لیکن اخیر زمانہ میں بونا پارٹ نے یافہ میں دو ہزار قیدیوں کو قتل کرکے قدیم خونیں منظر کو پھر نئے آب و رنگ کے ساتھہ دنیا کے سامنے پیش کیا' اور تہذیب و تمدن کے دربار میں یہ عذر کردیا کہ " یہ لوگ پہلی بار رہا کردیے گئے تھے' اونہوں نے پھر دوبارہ جنگ میں شرکت کی' اور یہ خونریزی اسی جرم کا نتیجہ ہے " لیکن یہ عذر نامقبول ہوا' اور اس وحشیانہ طرز عمل پر عام نکتہ چینی کیگئی - اسکے بعد رحمدلی کے جذبات نے رفتہ رفتہ اسقدر ترقی کی کہ قیدیوں کی جلا وطنی بھی تہذیب کے خلاف سمجھی گئی - یہاں تک کہ جب روس نے فرنچ قیدیوں کو سائبیریا کی طرف جلاوطن کردیا تو اوس پر بھی سخت اعتراضات کیے گئے -

لیکن قدیم علماے سیاست میں اب بھی یہ امر مختلف فیہ رہا کہ اسیران جنگ کے ساتھہ اس قسم کا وحشیانہ سلوک جائز ہوسکتا ہے یا نہیں ؟ اب اگرچہ بہت سے بحث و مباحثہ کے بعد یہ اختلافات مٹ گئے ہیں' اور زمانہ حال کے مقننین نے یہ متفقہ فتوی دیدیا ہے کہ " اسیران جنگ کو ایک محدود زمانے تک کیلیے اگرچہ شرکت جنگ کے خوف سے قید رکھا جاسکتا ہے' لیکن اونکو بیچنا' قتل کرنا' غلام بنانا' کسی قسم کا ضرر پہونچانا' کسی حال میں بھی جائز نہیں " تاہم یہ مسئلہ اب بھی مختلف فیہ ہے کہ اگر خود قیدی موج کے کسی سپاہی یا جنرل کو کوئی ضرر پہونچاے' یا اوسکو حراست میں رکھنا ناممکن ہوجاے' تو ایسی حالت میں اوسکا قتل جائز ہے یا نہیں ؟ بلونٹسکی اور ہافنر نے جواز کا فتوی دیدیا ہے' لیکن عموماً ارباب سیاست کی رائے یہ ہے کہ " اس حالت میں بھی قیدی کو بالکل رہا کردینا چاہیے - اگر کوئی جنرل کسی شہر یا کسی گاؤں کو اپنے قبضہ میں نہیں رکھہ سکتا تو اسکے جلانے یا برباد کرنے کا حق اسے حاصل نہیں ہوجاتا' پھر جان تو اینٹ پتھر کے ڈھیر سے زیادہ بیش قیمت اور عزیز ہے - پس صرف اس عذر کی بنا پر کہ قیدی قابو میں نہیں رہتا' اوسکا قتل کسیطرح جائز نہیں ہو سکتا "

عام قیدیوں کے متعلق موجودہ قانون جنگ نے یہ فیاضانہ وسعت حاصل کی ہے - لیکن جب وزراء اور سلاطین و امراء دشمن کے ہاتھہ آجاتے ہیں' اور وہ بھی قیدیان جنگ میں محسوب ہوتے ہیں' تو اسکی فیاضی کا دائرہ اور وسیع ہو جاتا ہے' اور انکے ساتھہ عام قیدیوں کی طرح برتاؤ نہیں کیا جاسکتا - چنانچہ عموماً تمام سلطنتوں نے ان کے حفظ مراتب کا لحاظ رکھا ہے - جرمنی کی فوجوں نے جب سیدان میں نپولین ثالث شاہ فرانس کو گرفتار کیا تو اوسکے ساتھہ نہایت شریفانہ سلوک کیا تھا' اور اسکے رہنے کیلیے خاص ایک محل خالی کردیا تھا - روس نے بھی امیر شامل جرکسی کی عزت و توقیر کو قائم رکھا تھا' اور انگریزوں نے اگرچہ جزیرۂ ہیلانا میں نپولین کے ساتھہ اچھا برتاؤ نہیں کیا' لیکن زولوں کے سردار اور ٹرانسوال کے جنرل کرونجی کے ساتھہ حالت قید میں وہ بھی نہایت عزت و احترام کے ساتھہ پیش آے تھے -

لیکن تمدن و تہذیب کی وسعت کے ساتھہ جنگ کی خونیں چادر کا دامن بھی وسیع ہوتا گیا' اور اسکے تمام نتائج کی ترقی کے ساتھہ قیدیوں کی تعداد میں بھی غیر معمولی اضافہ ہو گیا - چنانچہ پہلی جنگ جرمنی و فرانس میں صرف فرانسیسی قیدیوں کی تعداد تین لاکھہ پینتالیس ہزار تک پہونچ گئی تھی' جن میں

حجاج : " امیر المؤمنین ! میں نے کیا کیا ؟
عبد الملک : " اگر تونے نہیں کیا تو اور کس نے کیا ؟ "
حجاج : " واللہ ! اے امیر المومنین !! یہ کام آپ نے کیا !! میرا کوڑا آپکا کوڑا اور میرا ھاتھہ آپکا ھاتھہ ہے - امیر المومنین کے نزدیک یہ کوئی بڑی بات نہیں کہ وہ روح بن زنباع کو ایک غلام کے بدلے دو غلام اور ایک خیمے کے بدلے دو خیمے عطا فرمادیں، مگر مجھے جو درجہ امیرالمومنین نے عطا فرمایا ہے ، اس سے محروم کرنا شان کرم کے خلاف ہوگا "

خلیفہ نے یہ جواب سنا تو مسکرادیا اور روح بن زنباع کو اسکے ضائع شدہ سامان کا کافی معاوضہ دلواکر حجاج کے منصب میں بھی ترقی کردی - یہ پہلا موقعہ تھا کہ خلیفہ کو حجاج بن یوسف کی کارگذاری اور لیاقت کا علم ہوا ، اور اسی روز سے وہ اسکی قدر کرنے لگا -

البــلاغ :

شیخ اسماعیل صاحب پانی پتی مندرجۂ بالا موضوع پر ایک مسلسل مضمون لکھنا چاھتے ھیں جسکا یہ پہلا نمبر ہے - یہ ٹکڑہ ہم نے شائع کردیا ، لیکن چند امور کی تصریح و تذئیل ضروری ہے :

(۱) آپکا یہ مضمون غالباً جارج زیدان مصری ایڈیٹر الہلال قاہرہ کے مضمون سے ماخوذ ہے ، جو بجنسہ اسی عنوان سے (یعنی " العرب فی الاسلام " سے) گذشتہ جنگ طرابلس کے زمانے میں شائع ہوا تھا - اگر ایسا نہیں ہے (کیونکہ محض حافظہ کی بنا پر میں کہہ رہا ہوں اور الہلال کے وہ نمبر پیش نظر نہیں ہیں) تو اسمیں تو کچھہ شک نہیں کہ تمام تر اسی کی تصنیفات اور علی الخصوص " تاریخ التمدن الاسلامی " سے ماخوذ ہے - چنانچہ ایک دو موقعوں پر آپنے انکا حوالہ بھی حاشیہ میں دیا تھا - میں نے انہیں کاٹ دیا ، کیونکہ یہ حوالہ مضمون کی توثیق کیلیے کچھہ مفید نہ تھا -

(۲) بلاشبہ جارج زیدان مصری کی تصنیفات نہایت مفید اور پر از معلومات ہیں ، علی الخصوص اسکے وہ حصے جو مستشرقین یورپ کی تحقیقات سے مترجم و مقتبس ہیں ، اور براہ راست تحقیقات یورپ کا مطالعہ خالی از دقت نہیں - لیکن آپکو معلوم ہونا چاہیے کہ تاریخ اسلام کی تحقیق و تفتیش کے میدان میں اسکا مرتبہ ایک معمولی درجہ کے حاطب اللیل سے ہم لوگ زیادہ نہیں سمجھتے ، اور استخراج و استنباط مطالب میں تو وہ نہایت ہی کوتاہ نظر ہے - بڑی مصیبت یہ ہے کہ طرز بحث و استدلال و عقائد نظریات تاریخی میں یکقلم مستشرقین و مورخین یورپ کی تقلید کرتا ہے اور اسلیے وہ اپنے تمام مطالعہ و نظر سے صرف یہ کام لیتا ہے کہ جس چیز کو اسکے ائمۂ فرنگ نے اجتہاداً لکھدیا ہے ، اسکے لیے کوئی نہ کوئی شاہد پیدا کرلے - پھر اس راہ میں سخت سخت ٹھوکریں ہیں اور گمراہیاں ، سوء تفہم ہے او رسوء نظر ، غلطی استدلال ہے اور ضلالت استنباط ، جہل مصطلحات علوم ہے اور قلت معلومات فن : ظلمات بعضہا فوق بعض !

تاریخ اسلام کا تمام تر ذخیرۂ اصلی قدماء مورخین ہیں ، اور انکی مطبوعہ کتابوں سے وہ بے نصیب بھی نہیں ، لیکن اکثر مقامات میں معلوم ہوتا ہے کہ اس ذخیرہ کے صحیح مطالعہ و نظر سے وہ محروم ہے ، اور واضح سے واضح تصریحات پر بھی اسکی نظر نہیں پڑتی - پھر بہت سے مقامات ایسے بھی ہیں جہاں فی الحقیقت اسکی عصبیۃ مسیحی نے احقاق حق سے بازرکھا ہے ، اور عمداً واضح ترین تصریحات سے بھی اعراض کرجاتا ہے - یہ حالت افسوس ناک ہو مگر تعجب انگیز نہیں - کیونکہ ہمیں قرآن حکیم نے بتلایا ہے کہ " تحریف الکلم عن مواضعہ " اور " کتمان حق " اہل کتاب کا قدیم ترین علمی وقومی ورثہ ہے : وان فریقاً منہم لیکتمون الحق وہم یعلمون (۲ : ۱۴۱)

جارج زیدان کے متعلق یہ جو کچھہ ظاہر کیا گیا ، تو اسکی بنا صرف یہی نہیں ہے کہ پچھلے دنوں مولانا شبلی مرحوم نے " الانتقاد " لکھکر اسکے بہت سے متعصبانہ فریبوں کی پردہ دری کی تھی ، اور وہ اپنی عمر میں پہلی مرتبہ عاجز و درماندہ ہوکر بیٹھہ گیا تھا - کیونکہ الانتقاد کے جزئیات و افراد اعتراضات میں بہت سے اعتراضات ایسے بھی ہیں جنکی نسبت میں مولانا مرحوم سے اتفاق نہیں کرسکتا ، اور ایک حد تک جارج زیدان کو (صرف اتنے دائرہ کے اندر) بے قصور پاتا ہوں - مثلاً بحث کا وہ حصہ جہاں مولانا بنو امیہ اور حجاج وغیرہ کے ان مظالم سے بھی قطعی انکار کردینے پر مائل ہیں جنکو یعقوبی ، طبری ، دینوری ، اور ابن اثیر وغیرہ صاف صاف لکھہ رہے ہیں ، اور دلیل میں حافظ سیوطی کی تاریخ الخلفاء کو پیش کرتے ہیں جس نے مسلم کی حدیث ائمۂ اثنا عشر کی گنتی پوری کرنے کیلیے یزید اور ولید تک کو (باوجود اقرار فسق و فجور) خلفاء و ائمۂ حقہ میں داخل کرلیا ہے !

بلکہ مصنفات جارج زیدان کے تاریخی نقائص کا میدان اس سے بھی زیادہ وسیع ہے ، اور اسکی مسیحی عصبیۃ جاھلیۃ نے بے شمار نئے نئے اصول و فروع وضع کرلیے ہیں - صرف تاریخ التمدن کے اگر حصۂ دوم و پنجم ہی کو پیش نظر رکھہ لیا جاے ، تو مسلمانوں کی تمدنی و علمی تاریخ کے اقلاً پچاس ساٹھہ اغلاط گن کر بتلا دیے جاسکتے ہیں -

بہرحال مقصود اصلی یہ ہے کہ آپ لوگ جارج زیدان کی تصنیفات کو کوئی معتمد و مستند چیز نہ سمجھیں ، اور یہ عقیدہ نہ رکھیں کہ اسکی کتابوں کا حوالہ بقید جلد و صفحہ دیدینا کوئی بڑا ہی وسیلۂ توثیق و تصدیق ہے - حوالے سے مقصود تصدیق ہے مگر اس سے اور زیادہ تضعیف ہوجاتی ہے - اصلی چیز خود قدماء کا ذخیرۂ تاریخی ہے اور ہمت کرنی چاہیے کہ براہ راست اسی سے اکتساب مراد کیا جاسکے -

(۳) چنانچہ اس اعتماد و تقلید کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپکے مضمون میں جا بجا نہایت اہم غلطیاں پیدا ہوگئیں ، اور مسلمانوں کے فوجی نظام کی تاریخ کا نصف ٹکڑہ آپنے بالکل ضائع کردیا -

جارج زیدان کا تمام تر دار و مدار اپنے ائمۂ فرنگ پر ہے ، مستشرقین یورپ مسلمانوں کی ہر تمدنی ترقی کو کسی قدیم متمدن قوم کی تقلید ثابت کرنے کیلیے ہمیشہ بیقرار رہتے ہیں ، اسلیے اس نے بھی مسلمانوں کے فوجی نظام کی تاریخ میں دو سخت تاریخی فریب ڈالدیے :

(الف) مسلمانوں کا فوجی نظام تمام تر رومی نظام سے ماخوذ تھا -

(ب) چنانچہ اسی لیے جب تک مسلمانوں کو قدیم متمدن قوموں کی تہذیب سے متمتع ہونے کا موقعہ نہیں ملا ، وہ کوئی با قاعدہ نظام قائم نہ کرسکے - تمام عہد خلفاء راشدین اور اوائل عہد بنو امیہ فوجی نظام کی باقاعدگی سے خالی تھا - البتہ جب عبد الملک بن مروان کے عہد میں متمدن اقوام کا اختلاط پوری وسعت کے ساتھہ مسلمانوں کو نصیب ہوا ، تو انہوں نے بھی اسکی تقلید کی اور اسی طرح کا ایک نظام قائم کرلیا -

لیکن آپ پر واضح ہونا چاہیے کہ یہ دونوں بیان یکسر غلط ہیں ، اور یا تو انکا مبدء فریب ہے یا جہل شدید - علامۂ بلاذری ، ابن سعد ، ابن قتیبہ ، ابو حنیفہ دینوری ، طبری ، یعقوبی ، اور کتب حدیث و آثار کے واضح و مصرح شواہد اسکے خلاف اس کثرت سے موجود ہیں کہ جارج زیدان کی جرأت پر سخت تعجب ہوتا ہے ، اور غالباً کثرت اغلاط و دسائس سے گھبرا کر مولانا شبلی مرحوم نے ان امور کو بالکل نظر انداز کردیا تھا - میں آیندہ نمبر میں اسکے متعلق چند کلمات لکھونگا -

ہر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری ہے

١١١٦ افسر بھی شامل تھے - اس بناپر اسیران جنگ کے متعلق ایک خاص قانون بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی -

اب وہ قانون بنکر مکمل صورت میں دنیا کے سامنے آگیا ہے ' اور کہا جاتا ہے کہ تمام مہذب سلطنتیں اوسپر عمل کر رہی ہین - اسیران جنگ کے متعلق اسلام کا جو طرز عمل تھا ' اوس پر نظر ڈالنے سے پہلے اس قانون پر نگاہ ڈال لینی چاہیے -

(موجودہ قانون اسیران جنگ)

اس قانون کے نتائج و دفعات حسب ذیل ہیں :

(١) اسیران جنگ کی آزادی کو صرف اسقدر محدود کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی فوج میں نہ جاسکیں - اسکے علاوہ نہ تو اونکو کوئی سزا دیجاسکتی ہے ' نہ اونکی توہین کی جاسکتی ہے ' اور نہ اونپر آب و دانہ بند کیا جاسکتا ہے -

(٢) قیدی کو فاتح کے فوجی نظام کا پابند ہونا پڑیگا - اگر اوس نے خلاف ورزی کی تو فوجی عدالت سزا دیسکیگی -

(٣) قیدیوں کے اسباب سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جاسکتا ہے ' نہ اونکے بدن کا کپڑا اوتارا جاسکتا ہے ' نہ اونکی جیب سے کوئی رقم نکالی جاسکتی ہے ' اور نہ اونکے زیوروں کو ھاتھہ لگایا جاسکتا ہے - بوقت اشد ضرورت کے اگر اس پر عمل نا ممکن ہوجاے تو اس حالت میں بھی ضرور ہے کہ واپسی کے وقت ان چیزوں کو لازمی طور پر واپس کردیا جاے جو انسے علیحدہ کی گئی ہیں - لیکن حسن سلوک کے طور پر عموماً افسروں کو تلوار واپس کر دیدیجاتی ہے ' اور اب اسکا عام رواج ہوگیا ہے -

(٤) قیدی عموماً کسی محفوظ شہر یا قلعہ یا چھاونی میں رکھے جاتے ہیں - اونکے لیے ایک محدود مقام متعین کردیا جاتا ہے - اوس میں سیر و تفریح کی بھی اجازت دی جاسکتی ہے - لیکن گنتی کے وقت فوراً حاضر ہو جانا چاہیے -

(٥) افسروں کو عام قیدیوں سے زیادہ آزادی دی جاتی ہے - قیدی کو بھاگ جانے کے خوف سے یا قانون جنگ کی خلاف ورزی کرنے پر جیلخانے میں بھی قید کیا جا سکتا ہے ' لیکن اونکو مجرموں سے علحدہ رکھا جائیگا -

(٦) اگر متخاصمین میں شرائط مقرر ہوگئے ہیں تو اونکے مطابق کھانے پینے کے بارے میں قیدیوں کے ساتھہ عمدہ سلوک کیا جائیگا ' لیکن اگر اس قسم کے شرائط مقرر نہیں ہوے ہیں تو جو خوراک فاتح کی فوج کو ملتی ہے ' وہی قیدیوں کو بھی دیجائیگی ' اور صلح و مبادلہ کے وقت تک مصارف کا بار فاتح ہی کے خزانے پر ہوگا -

(٧) دیانت اور شرافت کا اقتضا یہ کہ قیدی کو اپنے ملک و قوم کے خلاف شریک جنگ ہونے پر اور اپنی فوج یا اپنے وطن کے افشاء راز کرنے پر مجبور نہ کیا جاے - البتہ قیدیوں سے اس قسم کے آسان کام لیے جاسکتے ہیں جو سخت تکلیف دہ ' اور پر خطر نہوں ' اور جنگ سے غیر متعلق ہوں ' نیز فوجی عزت کو اوس سے صدمہ نہ پہونچے -

(٨) قیدیوں کا بھاگ جانا کوئی جرم نہیں ہے ' البتہ اونکے گرفتار کرنے کی ہر ممکن تدبیر اختیار کی جاسکتی ہے - یہاں تک کہ حالت فرار میں گولی بھی مار دی جاسکتی ہے - لیکن اگر وہ بھاگ کر اپنی فوج سے مل گیا اور دوبارہ گرفتار ہوگیا ' تو اس جرم پر کہ پہلے بھاگ گیا تھا ' کوئی مزید سزا نہیں دی جاسکتی - البتہ اب اسکی نگرانی سختی کے ساتھہ کی جائیگی -

لیکن اگر تمام قیدی بھاگنے کی سازش کرلیں اور اسکا راز طشت ازبام ہوجاے ' تو پھر اونکو ہر قسم کی سخت سزا یہاں تک کہ پھانسی بھی دیجاسکتی ہے -

(٩) کوئی قیدی دوسرے قیدی کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا ' اسلیے اگر کوئی قیدی بھاگ جاے تو اوسکے دوسرے ساتھیوں سے باز پرس نہیں کی جاسکتی -

(١٠) اگر قیدی عدم شرکت جنگ کا حتمی وعدہ کرلیں تو اونکو اثناے جنگ میں بھی رہا کیا جاسکتا ہے اور وہ اپنے وطن واپس جاکر دوسرے سیاسی مشاغل میں مصروف ہوسکتے ہیں ' نیز دوسرے ملکوں سے جنگ بھی کرسکتے ہیں ' بشرطیکہ وہ ملک اوس سلطنت کا حلیف نہو جس نے اونکو رہا کیا ہے -

لیکن اگر قیدیوں نے بد عہدی کی تو اس جرم میں پھانسی تک دیجاسکتی ہے - قیدی جس حکومت کی رعایا ہیں ' اگر وہ فوج کے اخلاقی حقوق کا بھی لحاظ رکھتی ہے ' تو اونھیں خدمت فوجی سے مستثنی کردیگی ' اور اگر اوسکا قانون اسقدر فیاض نہیں ہے ' تو قیدیوں کو وظائف عسکری سے انکار کرنے پر سزا دیسکتی ہے - بااین ہمہ اخلاقی حیثیت سے ایسا نہیں کرنا چاہیے - ولایات متحدہ امریکہ نے اس مسئلہ میں دوسرا طرز عمل اختیار کیا ہے ' یعنی اگر وہ قیدیوں کے قول و قرار کا احترام نہیں کرسکتی ' تو انھیں قیدی بناکر اوس حکومت کے پاس واپس کردیتی ہے جس نے اونکو رہا کیا ہے - اگر اوس نے قیدی بنانے سے انکار کردیا تو پھر ان پر اس معاہدہ کی پابندی باقی نہیں رہتی -

(١١) قیدیوں کے مبادلہ سے قید کی پابندیاں اوٹھہ جاتی ہیں ' اور قیدی بالکل آزاد ہوجاتے ہیں - مبادلہ بالکل اختیاری ہے ' اور رہا شدہ قیدیوں کے متعلق بہ صراحت طے کرلینا چاہیے کہ وہ دوبارہ فوج میں شامل ہوسکینگے یا نہیں ؟

مبادلہ میں قیدیوں کے مدارج کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے - افسر کا افسر کے بدلے میں ' زخمی کا زخمی کے بدلے میں ' مریض کا مریض کے بدلے میں ' مبادلہ کیا جاتا ہے - نیز ایک افسر کا مبادلہ متعدد چھوٹے درجے کے سپاہیوں کے عوض کیا جا سکتا ہے -

(١٢) اختتام جنگ کے ساتھہ ہی قید کی مدت بھی ختم ہوجاتی ہے ' اور تاوان جنگ یا کسی دوسرے مال کے معاوضے میں قیدی رہا کردیے جاتے ہیں - (از تاریخ علم الحقوق مصطفی رشید پاشا)

گریٹ یوروپین وار میپ

اڈیٹر الہلال کی راے

عام تعلیم کے فقدان کیوجہ سے جغرافیہ و تقویم بلدان کی واقفیت عام اردو خوان پبلک کو بہت کم ہے ' اور اسلیے واقعات عالم کے اخبار و حالات کو وہ پوری صحت کے ساتھہ سمجھہ نہیں سکتے - علی الخصوص موجودہ عالمگیر جنگ کی خبروںکا صحیح اندازہ تو بغیر اسکے ممکن ہی نہیں کہ یورپ ' ایشیا ' اور افریقہ کے تمام بحر و بر اور انکے حدود و علائق پیش نظر ہوں - اس بنا پر منشی محبوب حسین صاحب کی جانفشانی قابل داد ہے کہ اونھوں نے ایک نہایت عمدہ اور مکمل نقشہ اردو انگریزی میں مرتب کیا ہے ' اور اسمیں پوری احتیاط و پابندی اصول نقشہ نویسی سے کام لیا ہے - نہ صرف عوام بلکہ خواص کیلیے بھی ضروری ہے کہ اس نقشہ کی ایک ایک کاپی ضرور لیں اور اپنی سامنے لٹکا دیں - موجودہ جنگ دنیا میں جو انقلاب کر رہی ہے اسکے اجمال کی یہ نہایت عمدہ شرح ہے قیمت بغیر رنگ ٤ آنہ - رنگین ٨ - آنہ فولڈینگ - خوبصورت مجلد کتاب کی شکل ایک روپیہ - مونٹڈ یعنی کپڑا اور رول سے مکمل روغن دار روپیہ چار آنہ -

ملنے کا پتہ : منیجر - ایم - حسن برادرس - نمبر ١ نواب عبد الطیف لین - کلکتہ

لاتهنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا
انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۴ : ۵۲)

نمبر - ۴ - ۵ | کلکته : جمعه - ۹ - ۱۶ صفر سنه ۱۳۳۴ هجري
Calcutta : Friday, December 17 - 24 1915. | جلد ۱

ترجمان القرآن

یعني قران حکیم کا اردو ترجمه ' اثر خامه ایڈیٹر الهــلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه کام ہے ' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي ہے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا ہے ' اور انکا نور علم براه راست مشکواة نبوت سے ماخوذ هوتا ہے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تہے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاه رفیع الدین اور شاه عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القران کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي ہے ' لیکن یه کہنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس ' عام فهم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا ہے ' اور بحمد الله که زیر طبع ہے -

یه ترجمه کیسا ہے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري ہے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جا رہا ہے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي ہے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے ' ان سے صرف ساڑھے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

---

نوٹ — قبل نمبر هونے کي وجه سے قیمت فی پرچه چهه آنه

البیان

فی

مقاصد القرآن

هـذا بيـان للنـاس، و هـدى و موعظة للمتقين (۳ : ۳۳)

یعنی قرآن حکیم کي مفصل تفسیر، از خامه اڈیٹر الہلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاہر کردینا کافي ہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اسکي محیط الکل معلمانہ دعوۃ کا موجودہ دور جس قلم کے فیضان سے پیدا ہوا ہے، یہ اسي قلم سے نکلي ہوئي مفصل اور مکمل تفسیر القرآن ہے !

یہ تفسیر موزوں کتابي تقطیع پر چھپنا شروع ہوگئي ہے - ہر مہینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ صفحے اعلی درجہ کے سارو سامان طباعۃ کے ساتھہ شائع ہوتے رہینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصہ مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحہ کي تفسیر کا ہوگا، انشاء اللہ ۱۵ - صفر کو شائع ہوجائیگا - قیمت سالانہ ۱۴ - صفر تک چار روپیہ - بعد کو پانچ - روپیہ -

Tel Address— "Albalagh," Calcutta.
Telephone No 648.

AL-BALAGH.

Chief Editor
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول رئیس التحریر
ابو الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۴ - ۵

کلکتہ : جمعہ - ۹ - ۱۶ صفر سنہ ۱۳۳۴ ہجری
Calcutta : Friday, December 17 - 24 1915.

جلد ۱

ترجمان القرآن

ترجمان القرآن اور البیان کیلیے بعض ارباب دل کو اللہ تعالی نے توفیق دی کہ وہ اسکے متعدد نسخے لیکر طلبا و علماء اور مساجد و مدارس میں مفت تقسیم کریں' اور اسطرح انکی ترتیب و اشاعة کا اصلی نفع حاصل کیا جاے - چنانچہ اس هفتے مولوی علیم الدین صاحب نے برار سے ' مولوی محمد حسن صاحب نے گجرات سے ' اور مولوی امین الدین صاحب اورسیر نے بمبی سے بالترتیب ترجمان القرآن اور البیان کے دس دس نسخوں ' آٹھہ آٹھہ نسخوں ' اور سولہ سولہ نسخوں کی قیمت بھیجدی ہے - فجزاهم اللہ تعالی خیر الجزاء فی الدنیا و الآخرة -

(۲) اس سے پہلے رنگون سے ایک صاحب دل دونوں کتابوں کے بیس بیس نسخوں کیلیے قیمت بھیج چکے هیں جنکو وہ کسی مدرسہ کے طالب علموں میں تقسیم کرینگے - ساتھہ هی وہ پسند نہیں کرتے کہ انکا نام شائع هو - یہ انفاق فی سبیل اللہ کا منتہاے مرتبہ ہے -

(۳) اس سے زیادہ قابل ذکر جناب رستم علی صاحب سول هسپتال مالاکنڈ پشاور هیں جنہوں نے ایک ایسے مقام سے جہاں سوا متعلقین دفتر کے اور کوئی تعلیم یافتہ آبادی نہیں ' ترجمان القرآن اور البیان کے نو نو نسخوں کی قیمت بھجوادی ہے -

(۴) بعض احباب توسیع اشاعت کیلیے نمایاں طور پر کوشش کررہے هیں ' اور دفتر انکے اخلاص و محبت کا شکرگذار ہے - هم نے بارها اس خیال کو ظاهر کیا ہے کہ کسی پریس کی اعانت کا صحیح و اصلی طریقہ چندہ اور عطیہ نہیں ہے ' بلکہ توسیع اشاعت کی کوشش - اگر ایک چیز کو آپ مفید یقین کرتے هیں تو دوسروں تک پہنچائیے اور اسکے فوائد کا دائرہ وسیع کیجیے - ابتدا سے البلاغ معتدبہ گذشتہ پیشگی قیمتوں میں تقسیم هورها ہے اور اکثر حالتوں میں سال بھر تک اور بعض حالتوں میں چھہ ماہ تک یہی حالت جاری رهیگی - اسلیے سخت ضرورت ہے کہ نئے خریدار پیدا کیے جائیں ' اور امید ہے کہ احباب کرام حتی الوسع اسکے لیے کوشش کرینگے -

شذرات

عہد التواء و انتظار

یاد رفتہ کا ایک لمحۂ فکریہ !

زند هزار شیوہ را ' طاعت حق گراں نبود
لیک صنم بہ سجدہ در ' ناصیہ مشترک نخواست !

(۲)

(مشرب تجارت اور مذهب دعوة)

میں نے اگر تاجر کے مقابلے میں ایک داعی کی زندگی کا امتیاز " نفع علم " اور " اخلاص عمل " کو قرار دیا ہے ' اور کہا ہے کہ تجارت لینا اور حاصل کرنا چاهتی ہے ' پر راہ دعوة کی اولین شرط دینا اور کھونا ہے ' تو تم انکار کرنے میں جلدی نہ کرو - کیونکہ بہت ممکن ہے کہ جن نظریات مخالف کی بنا پر تم ایسا کرنا چاهو ' انسے میں بیخبر نہوں :

چو بشنوی سخن اهل دل مگو کہ خطا ست
سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا ست !

دراصل یہ سوال اس مشہور اور مشکل مسئلہ کے حدود میں داخل هوجاتا ہے جسکا تعلق عمل انسانی کی خود غرضی اور طبعی خواهش حصول نفع سے ہے ' اور جو فلسفہ کے دائرہ میں آکر یہ سوال بن جاتا ہے کہ انسان کے تمام جذبات و امیال ' اور اعمال و اقدام کا محور و محرک اصلی کیا ہے ؟ اور اسکا کوئی جذبۂ و عمل خود غرضی یعنی جلب نفع ذات سے خالی هوسکتا ہے یا نہیں ؟

قدیم حکماء نے بھی اس مسئلہ پر نظر ڈالی ہے اور حکماء جدید نے بھی - حکماء اسلام میں سے جن حکماء نے اخلاق و فلسفۂ اخلاق

"كتاب مرقوم يشهده المقربون" (٨٣ : ١٨)

" في ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [٨٣ : ٢٣]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) " الهلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا هفته وار رسالہ ہے جو ایک هي وقت میں دعوۃ دینیۃ اسلامیۃ کے احیاء' درس قرآن و سنت کی تجدید' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ' اور وحدۃ ملۃ امۃ مرحومہ کي تحریک کا لسان العال' نیز مقالات علمیہ' وفصول ادبیہ' و مضامین و عناوین سیاسیہ و فنیہ کا مصور و جامع مجموعہ تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الاهیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے' وہ اس درجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے هیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور هیں - اسکا ایک ایک لفظ' ایک ایک جملہ' ایک ایک تراکیب' سلسلۂ علم طریق تعبیر و ترتیب' و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الاهیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوي سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی نظیر مثال تمام عالم اسلامي میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام هندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکي تمام سیاسي و غیر سیاسي معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کي' اور سیاسی آزادي و حریت کو عین تعلیمات دین و مذهب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر هي اندر هزاروں دلوں' هزاروں زبانوں' اور صدها اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ هندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادي و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہي سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا' اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین' مذبذبین' متفرنجین' ملحدین' اور تارکین اعمال و احکام' راسخ الاعتقاد مومن' صادق الاعمال مسلم' اور مجاهد في سبیل اللہ مخلص هوگئے هیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر هیں جن میں ایک نئي مذهبی بیداری پیدا هوگئي ہے : و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاهر کیے' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و هدایت' متلاشیان علم و حکمت' خواستگاران ادب و انشاء' تشنگان معارف الاهیہ و علوم نبویہ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئي نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی هوجاتی هوں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے' جن میں سے هر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے' اور هر زمانے اور هر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید هوتا ہے -

(۷) چھ مہینے کي ایک جلد مکمل هوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئي ہے - ولایتي کپڑے کی جلد' اعلی ترین کاغذ' اور تمام هندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھ بڑي تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسري جلد دوبارہ چھپے گي - تیسري' چوتھي اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رهگئے هیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید هاف ٹون تصویریں بھی هیں' اس قسم کي هر چار تصویریں بھي اگر کسی اور کتاب میں هوتی هیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں هوتی

(۹) با ایں همہ قیمت صرف سات روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کي اجرت ہے -

ہوتا ہے تو دل میں ٹیس اٹھتی ہے کہ سرمایۂ زندگی گھٹ گیا - یہاں اگر اشرفیوں کے ختم ہوجانے پر بھی افسوس ہوتا ہے تو صرف اسلیے کہ کاش اور ہوتا تو اور زیادہ لٹاتے :

سارت مشــرقة و سرت مغــرب
شتان بين مشــرق و مغــرب !

یہاں کا عالم دوسرا ہے' اور مل کے فلسفہ ہی پر کائنات انسانی کے احکام ختم نہیں ہوگئے ہیں - اس دنیا میں جہاں انسان راحت ذاتی کو سوچتا اور اپنے جسم کے سکھہ اور امن کے عشق میں پاگل رہتا ہے' وہ انسان بھی ہمیشہ پیدا ہوے ہیں اور پیدا ہوتے رہینگے جنکی زندگی کی بڑی محبوب و مطلوب غرض جسم کا راحت اور چین نہیں' بلکہ درد و ایذا اور دکھہ اور ٹیس ہے - شاید ہی دنیا میں کوئی مخلوق بڑی سے بڑی راحت اور بہتر سے بہتر سکھہ پاکر اسقدر خوش ہوتا ہوگا' جسقدر دکھہ اور زخم پاکر انکی روح عیش و نشاط سے معمور ہوجاتی ہے !

وہ اپنے کاروبار دعوت کی راہ میں جب نکلتے ہیں تو صرف زخم و درد ہی کے بھوکے پیاسے رہتے ہیں - حتی کہ جب انہیں کوئی نیا زخم ملتا ہے تو نئی صداے شکر انکے اندر سے اٹھتی ہے' اور جب وہ کسی نئی بربادی' کسی نئی جسمانی تباہی' کسی نئی ضرب شمشیر' کسی نئی حلقۂ زنجیر سے دوچار ہوتے ہیں' تو خوشیاں مناتے ہیں کہ آج اپنے خدا کو اپنے سے راضی کرنے کیلیے سب سے بڑی دولت ہاتھہ آئی :

دو عالم نقد جاں بر دست دارند
بیا زارے کہ سوداے تو باشد !

حضرۃ رابعۂ بصریہ سے پوچھا کہ عبادت کا کیا حال ہے ؟ قالت : رکعتان فی العشق' لا یصح وضوءهما الا بالدم - صرف دو رکعتیں' مگر انکا وضو صحیح نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے گرم گرم خون کے چلو بھر کر منھہ کو نہ دھو لو :

گریزد از صف ما ہر کہ مرد غوغا نیست
کسیکہ کشتہ نشد از قبیلۂ ما نیست !

سید الطائفۂ بغدادی سے ایک شخص نے پوچھا کہ چالیس اونٹ ہوں تو انکی زکواۃ کیا ہوگی ؟ کہا : اما عندکم فواحد' و اما عندنا فکلہ - تمہارے نزدیک تو چالیس میں صرف ایک' اور ہمارے مشرب میں پورے چالیس - یہی مذہب حضرۃ صدیق کا تھا' جب وہ سب کچھہ لٹا کر آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوے تھے' اور جب حضور نے انسے پوچھا تھا کہ : ما أبقیت لاهلك ؟ اپنے اهل و عیال کیلیے کیا چھوڑ آے ہو ؟ عرض کیا : ابقیت لهم اللہ و رسولہ ! اللہ اور اسکے رسول کو - من لہ المولی فلہ الکل :

آنکس کہ ترا بخواست جاں را چہ کند ؟
فرزند و عیال و خان و ماں را چہ کند ؟
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند ؟

(تجارت و ربح دعوۃ)

اور اگر تم تجارت تجارت ہی کہہ رہے ہو' تو پھر تمہاری دکانداری کے مقابلے میں یہاں بھی ایک خرید و فروخت موجود ہے :

ان اللہ اشتری من المومنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة -	بلا شبہ خدا نے مومنین مخلصین کی جانیں اور مالوں کو نعائم آخرۃ کے معاوضے میں خرید لیا ہے !

یہ نہ کہو کہ راہ دعوۃ میں "اخلاص" نہیں ہو سکتا - اگر نہیں ہوسکتا تو خرید و فروخت اور عوض و بدل کی خود غرضی بھی

سہی - لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ تم جن معاوضوں پر مر رہے ہو' ہر دل کیلیے اسی معاوضے میں کشش ہو ؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ ایک مومن داعی اس معاوضہ کے نفع کیلیے اپنا جان و مال اور اپنا سب کچھہ دیدے' جو روز ازل ہی میں خریدار عالمین نے اس سے خرید لیا ہے ؟ و انشد الاصمعی لجعفر الصادق علیہ و علی ابائہ و اجدادہ الصلواۃ و السلام :

انا من بالنفــس النفيســة ربهــا
و ليــس لها في الخلق كلهـــم ثمن
بها تشتـــري الجنات ان انا بعتهـــا
بشــي سواها' ان ذالكمــو غبــن
اذا ذهبت نفســي بشي اصيبـــه
فقد ذهب الدنيا و قد ذهــب الثمن !

اگر "غرض" کی تلاش ہے تو اس سے بڑھکر بھی کوئی غرض دنیا میں ایک انسان کیلیے ہوسکتی ہے کہ رب السماوات و الارض کو اپنے نفس و مال جیسی حقیر و اذل متاع کا خریدار بناے ؟ اور ایک ایسے مال کو دیکر جسے یقیناً ایک دن چھوڑنا ہی پڑیگا' اور ایک ایسی جان کو دیکر جو بجبر و اکراہ ایک دن دینی ہی پڑیگی' اسکی رضا و محبت کی دولت لازوال حاصل کر لے ؟

جاں بجانــاں دہ وگرنہ از تو بستــاند اجل
خود تو منصف باش اے دل ایں بکن یا آں بکن !

(ابتغاء مرضات اللہ)

قرآن حکیم نے بھی اخلاص کے معنی وہ نہیں بتلاے ہیں جو تم اپنی فلسفیانہ تفرید جذبات و امیال کے بعد قرار دینا چاہتے ہو - وہ اخلاص کی حقیقت یہی بتلاتا ہے کہ زخارف دنیوی اور زینۃ مادیہ کی جگہ محض اللہ کی خوشنودی کیلیے اپنی جان و مال کو خرچ کرنا' اور خدا کی مرضی کے حصول اور اسکی محبت کی پادشاہت کو اپنی غرض وحید اور اپنا نفع مطلوب ٹہرانا :

و من الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ' و اللہ رؤف بالعبــاد -	اور اللہ کے بندوں میں سے بعض ایسے مومنین مخلصین بھی ہیں جو اپنی جان کو فروخت کرتے ہیں تاکہ اللہ کی رضاء حاصل کریں !

سورۂ دهر میں ان مخلصین کے اعمال بتلاے جو اپنی خدمتوں کا کوئی دنیوی معاوضہ طلب نہیں کرتے - خدا کے بندوں کی خدمت کرتے ہیں' بھوکوں کو کھلاتے ہیں' پیاسوں کو پلاتے ہیں' اور پھر کہتے ہیں کہ :

انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء و لا شکــورا !	یہ جو ہم نے تمہیں کھلایا پلایا' سو اسکا کوئی بدلہ اور کوئی احسان مندی تم سے نہیں چاہتے - یہ جو کچھہ بھی تھا صرف اللہ کیلیے تھا اور اسکی رضاء کیلیے !

(ایک اشارۂ حقیقت)

راہ دعوۃ و تبلیغ کا اصلی مرکز و ماخذ مقام نبوت ہے - تم نے کبھی غور کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ قرآن حکیم نے جتنے انبیاء کرام کا ذکر کیا ہے' ان میں سے تقریباً سب نے اپنی قوم کو مخاطب کرکے ہمیشہ کہا کہ ہم داعی ہیں' تاجر نہیں ہیں ؟ حضرۃ نوح علیہ السلام نے کہا : وما اسئلکم علیہ من اجر' ان اجری الا علی رب العالمین (ھود) حضرۃ ھود نے کہا : وما اسئلکم علیہ من اجر' ان اجــري الا علی رب العالمیــن (شعرا) حضرۃ صالح نے قوم ثمود سے کہا : وما اسئلکــم علیہ من اجر' ان اجری الا علی رب العالمین (شعرا) حضرۃ لوط نے کہا : وما اسئلکم علیہ من اجر ان

کو اپنا موضوع قرار دیا ہے ' انکے مباحث و آراء کا بھی ایک ذخیرہ وافر موجود ہے - علامۂ ابن مسکویہ ' امام غزالي ' اور امام راغب اصفہاني نے اپني تصنیفات میں ضمناً جابجا بحثیں کي ہیں - نئے دور کے حکماء میں مل نے ا پر خاص توجہ کي ' اور ایک خاص معالہ " فلسفۂ خود غرضي " پر لکھا - یہ لوگ کہتے ہیں کہ انسان بالطبع خود غرض ہے ' اسکے تمام جذبات اسي کے تابع ہیں ' وہ جو کچھہ کرتا ہے اپنے نفع ذات کیلیے کرتا ہے - حتی کہ ماں باپ کي محبت بھي خود غرضي سے خالي نہیں - البتہ کوئي خود غرضي بہت واضح ہوتي ہے ' کوئي بہت مخفي ' کوئي بالکل سامنے کا قریبي نفع ہوتا ہے جسکو فوراً سمجھہ لیا جا سکتا ہے ' کوئي اسقدر دور ہوتا ہے کہ متعین و معلوم کرنا مشکل ہوتا ہے ' اور اسلیے ایک نا واقف کہہ اٹھتا ہے کہ اس عمل میں کسي طرح کي ذاتي غرض پوشیدہ نہیں - یہ یکسر اخلاص ہے -

لیکن میں یہاں اس بحث کو نہیں چھیڑنا چاھتا ' قرآن حکیم میں اس سوال کے جواب کیلیے روشني موجود ہے ' اور تفسیر البیان میں بہ تفصیل یہ بحث آچکي ہے - جو لوگ " اخلاص عمل " کے منکر ہیں ' انہوں نے خلوص کي ایک خاص تعریف کي ہے ' اور انکا انکار در اصل اسي خلوص سے ہے - لیکن یہ انکار ہماري موجودہ محبت کیلیے کچھہ مضر نہیں - راہ دعوت کے خلوص اور طلب نفع عام سے مقصود یہ نہیں ہے کہ داعي کي کوئي ایسي غرض اپنے عمل سے وابستہ نہیں ہوتي جو خود اسکے لیے بھي مفید ہو ' بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ وہ تاجر کي طرح عوض و بدل مالي کا طالب نہیں ہوتا ' اور حصول زر اور طلب مال کو اپنا مقصد قرار نہیں دیسکتا - اسکے کاموں کا مقصد نفع جماعت ہے ' اور وہ جانتا ہے کہ یہ مقصد لینے اور حاصل کرنے کي راہ نہیں کھول سکتا ' بلکہ یکسر اسکے برعکس اور بالضد حکم رکھتا ہے - یہاں لٹنا اور لٹانا پڑیگا ' اور قدم قدم پر اپني ذات ' اپنے جسم ' اپنے جذبات و امیال ' اپني آزادي ' اپني راحت ' اپني صحت ' اپنا ہر طرح کا عیش و عشرت ' بلکہ اکثر حالتوں میں اپني زندگي اور اپني جان تک دیدیني پڑیگي - پس وہ جس لمحہ کے اندر اس امر کا فیصلہ کرتا ہے کہ یہي راہ دعوۃ اختیار کرني چاہیے ' اسي لمحہ کے اندر اسکا بھي فیصلہ کرلینا پڑتا ہے کہ تجارت کي تمام کلفات عوض و بدل سے ہمیشہ کیلیے باہر آ جانا چاہیے - وہ دیکھتا ہے کہ تجارت کي دکان اور دعوۃ کي قربانگاہ دونوں ایک جگہ نہیں بنائي جا سکتي - یہ دو سوکنیں ہیں جو ایک شوہر کے گھر میں کبھي بھي جمع نہ ہوئیں - ضرتان ' ان رضیت احداهما ' سخطت الاخرى :

> سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستي !
> عبادت برق کي کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا !

(حقیقت اخلاص و خود غرضي)

اگر تم کہتے ہو کہ انسان کا کوئي فعل نفع ذات کي خواہش سے خالي نہیں ہوسکتا ' تو یہ کون کہتا ہے کہ داعي اپنے سامنے نفع ذات کي کوئي خواہش نہیں رکھتا ؟ یقیناً اپني ذات کي نفع اسکے بھي مد نظر رہتي ہے ' لیکن وہ نہیں جو تاجر کے سامنے رہتي ہے - یقیناً نفع ذات کا ایک محبوب وہ بھي رکھتا ہے ' لیکن وہ نہیں جو تاجر کا معشوق ہے - یقیناً معاوضے اور بدلے کا ایک خیال وہ بھي دیکھتا ہے ' لیکن وہ نہیں جسکي طلب میں تاجر بیقرار ہوتا ہے - داعي کیلیے سب سے پہلي اور سب سے بڑھکر اپني ذات کے نفع و سود کي غرض یہ ہوتي ہے کہ جس " یقین " کي قوۃ سے تجارت کي پوري زندگي یکسر محروم ہے ' اس یقین کامل کے ساتھہ وہ سمجھتا ہے کہ ایک سب سے بڑي اور سب سے بالا تر ذات ہے جسکي خوشي اور مرضي اسي کام میں ہے جو میں کر رہا ہوں ' اور جسکا پیار اور عشق مجھکو ' میرے نفس کو ' میرے وجود معین کو ' میرے نفس خاص کو اسي وقت ملسکتا ہے ' جبکہ اس راہ فنا فرمائے دعوۃ میں مضطربانہ و والہانہ دوڑوں ' پھولوں کي سیج سے اٹھوں اور کانٹوں کے اوپر لوٹوں ' لعل و جواہر کو پھینکدوں اور آگ کے انگاروں سے کھیلوں ' خود اپنے ہاتھہ سے اپني آسایش و راحت کے گھر کو جلادوں ' خود اپنے ہاتھوں اپنے مال و متاع کو غارتگروں کے حوالے کردوں ' لینے سے بھاگوں اور کھونے سے عشق کروں ' دست معطي سے دشمني کروں اور دست سائل کیلیے پکاروں ' اپنے اپکو مٹادوں ' اپنے آپکو کھودوں ' اپني آنکھوں کو ہمیشہ خونبار رکھوں ' اپنے جسم کو ہمیشہ زخموں سے چور دیکھوں ' اپنے ایک ایک زخم سے خون کي ندیاں بہادوں ' پھر اس پر بھي بس نہ کروں ' اور اگر اس محبوب حقیقي ' اس شاھد یکتا کي ایک چشم مہر ' ایک نگہ عشق پرور ' ایک تبسم جاں نواز ' ایک اداء دلبرانہ ' بھي ملسکے ' تو سولي کے تختے کا طواف کروں ' جلاد کے ہاتھوں کو بوسہ دوں آب شمشیر کو آب زلال حیات سمجھوں :

> مرتا ہوں اس آواز پہ ' ہر چند سر اڑجائے
> قاتل سے وہ لیکن یہ کہے جائے کہ " ہاں اور "

یہي وہ مقام ہے جسکي طرف صحیح بخاري کي یہ حدیث اشارہ کرتي ہے :

والذي نفسي بیدہ	اس خدا کي قسم جسکے ہاتھہ میں
لوددت اني اقتل في	میري جان ہے ' میں چاھتا ہوں کہ
سبیل اللہ ثم احیا ' ثم	اللہ کي راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ
اقتل ثم احیا ' ثم اقتل	ہوں اور قتل کیا جاؤں ' پھر زندہ ہوں
ثم احیاء ' ثم اقتل !	اور قتل کیا جاؤں ' پھر زندہ ہوں اور

قتل کیا جاؤں - اسکي راہ میں مجروح و مقتول ہونا اور تڑپنا وہ لذت رکھتا ہے کہ بار بار مقتول ہونے کیلیے بار بار کي زندگي کا طالب ہوں !

> اے کاش بدے بجاے یک جاں صد جاں
> تا میکشي و بار دگر میخرم !

تم کہتے ہو کہ اگر تاجر اپني ذات کا نفع ڈھونڈھتا ہے ' تو وہ بھي نفع ذات اور خود غرضي سے خالي نہیں ہوسکتا جسکا نام داعي رکھا گیا ہے - ہاں ' یہ سچ ہے ' مگر پہلے اسے سمجھہ لو کہ داعي کي خود غرضي اور نفع ذاتي کي طلب کیا ہے ؟ تاجر اگر کسي ایک جنس کو زیادہ اچھي قیمت پا کر بیچتا ہے ' تو خوش ہوتا ہے کہ آج مجھے میرا مطلوب ملگیا ' کیونکہ اسکي خود غرضي کي ہوس طلب مال و زر میں پوشیدہ تھي - اسي طرح داعي اپنے کاروبار دعوۃ میں جس دن اپنے سرمایۂ مال و نفس کو زیادہ لٹنے ' زیادہ کھونے ' زیادہ قربان ہونے کے معاوضے میں فروخت کرتا ہے ' تو خوش ہوتا ہے کہ آج میں نے اپنے محبوب و مطلوب کو اپنے سے زیادہ راضي کیا ' اور آج اپني روٹھے ہوے کو بہت زیادہ منا لیا جو بغیر کھونے اور مٹنے کے مجھسے من ھي نہیں سکتا تھا - کیونکہ داعي کي خود غرضي اور خود پرستي کي ہوس طلب رضاء الہي میں پوشیدہ تھي - وہ بھي تاجر کي طرح غرض ضرور رکھتا تھا ' مگر اسکو کیا کیجیے کہ غرض کي نوعیت ھي بدل گئي - تاجر کے حصے میں وہ غرض آئي جو پانے سے پرورش پاتي ہے ' اور داعي نے اس غرض کو پایا جسے کھونے سے نشو و نما ملتي ہے :

> من و قندیل حریفت ' سعي بیجا نیستم واعظ
> تو و قطع منازلہا ' من و یک لغزش پاے !

تاجر جس دن کھوتا ہے ' سر پیٹتا ہے کہ تباہ ہوگیا - داعي جس دن کھوتا ہے ' ماتم کرتا ہے کہ آج اس نے اپنے محبوب ... ہاں اگر ایک پیسہ کا بھي نقصان

اسئلۃ و اجوبتہا

فائدۃ البلاغ

بعض اسئلۃ مہمہ

حدیث اختلاف امتی رحمۃ

[از جناب مولانا علی احمد صاحب مدراسی]

جناب کو معلوم ہے کہ یہ خاکسار آغاز اشاعت الہلال سے اسکا بالالتزام مطالعہ کرتا رہا ہے' اور اس بارے میں جو خیالات رکھتا ہوں' اسے زبانی عرض کر چکا ہوں جبکہ حسن اتفاق سے دہلی میں شرف نیاز حاصل ہوا تھا - اب ایک عرصہ کے انتظار و اضطراب کے بعد البلاغ نکلا تو اسکے محاسن و فضائل الہلال سے بھی در چند بلکہ دہ چند نظر آے :

نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اول !

علی الخصوص عربی فاتحۃ البلاغ جو مسلسل دو اشاعتوں میں شائع ہوا - اسکی فصاحت و بلاغت لفظی اور معارف معنوی کا حال صرف ارباب ذوق و کمال ہی جان سکتے ہیں - ہندوستان کی سرزمین سے تو ادب عربی کی ایسی صدائیں مدتوں سے نہیں اٹھیں ' اور نہ ان معارف و مطالب کا کہیں سراغ لگ سکتا ہے جو اسکے ہر حصے میں موجود ہیں - سچ یہ ہے کہ جناب کا معاملہ اب اس سے گذر چکا ہے کہ معمولی و رسمی الفاظ تعریف و توصیف کے اسکے لیے استعمال کیے جائیں :

ترا چندانکہ تونی ہر کسے کجا داند
بقدر طاقت خود می کنند استدراک !

....

البتہ فاتحۃ البلاغ کے بعض مقامات ایسے ہیں جنکے متعلق جناب سے مزید ارشادات کا طالب ہوں - حاشا کہ اس سے مقصود اعتراض و ایراد مخالفانہ ہو - مقصود محض توضیح مزید ہے ' اور جو احترام و ارادت جناب کی سالہا سال سے خاکسار رکھتا ہے ' امید ہے کہ وہ ہر طرح سوء ظن کے دروازوں کو مسدود کردیگی -

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ نمبر اول کے آخری صفحہ میں جہاں جناب نے حدیث " لتسون صفوفکم او لیخالفن اللہ وجوھکم " پر بحث کی ہے' وہاں تعجب و انکار کے لہجے میں یہ بھی فرمایا ہے کہ : و نعد ھذا رحمۃ بنا و نعتقد بان الاختلاف بین الامۃ رحمۃ ؟ یعنی آنحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم تو نماز کی صف میں ہمارے قدموں کا اختلاف بھی پسند نہیں کرتے ' اور ہمارا یہ حال ہے کہ ہم سرے سے نماز کی جماعتوں ہی میں اختلاف کرتے ہیں ' اور ہر گروہ اپنی الگ جماعۃ کھڑی کرتا ہے' اور پھر اس اختلاف کو اپنے لیے رحمت شمار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اختلاف امۃ کا رحمت ہے ؟

لیکن نہیں معلوم جناب نے اختلاف امۃ کو رحمت قرار دینا کیونکر قابل اعتراض قرار دیا ' جبکہ سمجھنے والوں کی یہ اپنی سمجھ ہی نہیں ہے بلکہ مشہور حدیث خود سرور کائنات کی موجود ہے کہ " اختلاف امتی رحمۃ " میری امۃ کا باہمی اختلاف رحمت ہے - پس گو اختلاف کا اس حدیث میں اور مطلب ہو ' مگر لفظ تو اختلاف کا آیا ہے - اور جناب کا انکار و تعجب اس حدیث تک پہنچ جاتا ہے - از راہ لطف اسکی نسبت تشریح فرمائیے ' کیونکہ بڑے بڑے مستند علماء نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے' اور حضرۃ امام شعرانی نے میزان میں اس حدیث کا مصداق اختلاف ائمۂ اربعہ کو قرار دیا ہے - کما لا یخفی علیکم -

البـــلاغ :

حدیث " اختلاف امتی رحمۃ "

بلا شبہ آپکا یہ خیال درست ہے کہ فاتحہ کی عبارت منقولہ کا انکار و تعجب اس حدیث کے سوال تک منتہی ہوتا ہے - لیکن نفس حدیث تک نہیں ' بلکہ حدیث کے اس مطلب تک جو عام طور پر لوگوں نے سمجھا ہے ' اور عموماً فقہ اختلاف و تحزب و تمذہب کے مباحث میں اس سے استدلال کیا جاتا ہے -

فقیر کا اس جملہ سے مقصد صرف یہ تھا کہ جس وجود اقدس (روحی فداہ) کو امۃ کا تقدیم و تاخیر قدم میں اختلاف گوارا نہ تھا ' اسکی امۃ عقائد و عبادات میں مجسمۂ اختلاف و شقاق بنگئی ہے ' اور پھر کہتی ہے کہ یہ رحمت ہے - اگر یہ " رحمت " الہی ہے تو بقول جاحظ کے " عذاب الہی یقیناً اتفاق و اتحاد ہوگا " فنعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا !

رہا اس حدیث کی صحت و عدم صحت کا سوال ' تو اگر میں آپکے اور عامۃ الناس کے پیش کردہ الفاظ ہی پر آ جاؤں ' تو بلا تامل کہدیسکتا ہوں کہ اسکی کوئی اصلیت نہیں :

قصہ کوتہ گشت ورنہ درد سر بسیار بود !

مگر اس عاجز کا مقصود ہمیشہ تحقیق و کشف حق رہتا ہے ' نہ کہ مکابرۃ و مجادلہ - پس واضح ہو کہ جن الفاظ کے ساتھہ آپنے اس حدیث کو لکھا ہے ' اگر اس سے قطع نظر کر لیا جاے ' اور صرف نفس اختلاف کو پیش نظر رکھا جاے ' تو بلا شبہ اختلاف اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے متعلق (نہ کہ اختلاف امۃ کے متعلق) باختلاف الفاظ ایک روایت بعض محدثین نے درج کی ہے ' اور چاہیے کہ اسکے تمام طرق و مسانید پر نظر ڈالی جاے -

حافظ سخاوی نے مقاصد میں اسکی تمام روایتیں جمع کردی ہیں ' اور دیگر طرق کا حال بعض متاخرین کی کتابوں سے معلوم ہوجاتا ہے - میں ان تمام طرق کو یہاں جمع کرتا ہوں :

(۱) بیہقی نے مدخل میں روایت کیا ہے :

" سلیمان بن ابی کریمہ عن جویبر عن الضحاک عن ابن عباس : قال قال رسول اللہ صلعم : مہما اوتیتم من کتاب اللہ فالعمل بہ لا عذر لاحد فی ترکہ ' فان لم یکن فی کتاب اللہ فسنۃ منی ' فان لم تکن سنۃ منی فما قال اصحابی - ان اصحابی بمنزلۃ النجوم فی السماء ' فایما اخذتم بہ اھتدیتم ' و اختلاف اصحابی لکم رحمۃ - یعنی انحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا : کتاب اللہ پر عمل کرو ' اسکے ترک کیلیے کسی کا عذر مسموع نہیں ' اگر کتاب اللہ میں کسی معاملہ کو نہ پاؤ تو میری سنت پر عمل کرو ' اگر میری سنت نہ پاؤ تو میرے اصحاب کے اقوال کو ڈھونڈھو - میرے اصحاب ایسے ہیں جیسے آسمان میں ستارے - انسے جو ہدایت لوگے ' اسمیں ہدایت ہوگی - اور اختلاف میرے اصحاب کا تمہارے لیے رحمت ہے - انتہی ملخصاً -

(۲) طبرانی اور دیلمی نے اپنی معجم و مسند میں بھی اسی طریق سے روایت کیا ہے اور انہی الفاظ سے -

(۳) نصر مقدسی نے کتاب الحجۃ میں مرفوعاً اسی روایت کو نقل کیا ہے ' اور زرکشی نے اسکا ذکر کیا ہے - مگر اسناد نہیں لکھی ہے -

(۴) اسی طرح عراقی نے آدم بن ایاس کا حوالہ دیا ہے ' لیکن لکھا ہے کہ مرسل اور ضعیف ہے - انکی روایت کے الفاظ یہ ہیں : اختلاف اصحابی رحمۃ لامتی -

(۵) بیہقی نے رسالہ اشعریہ میں بھی درج کیا ہے' مگر بلا اسناد

علی رب العالمین (شعرا) حضرة خاتم المرسلین کی نسبت فرمایا :

و ما تسئلهم علیه من اجر ، ان هو الا ذکر للعالمین (اخر یوسف) - یعنی سب نے کہا کہ ہم اپنی خدمتوں کا کوئی معاوضہ ، کوئی بدلہ ، کوئی اجر ، تم سے نہیں چاہتے - ہمارا جو کچھہ بھی اجر و معاوضہ کا حساب ہے ، اسکی جگہ دوسری ہے ، اور وہ بارگاہ رب العالمین ہے !

یہ اسی حقیقت ثابتۂ و نبویہ کی طرف اشارہ ہے کہ تجارت اور اقتصاد سود و زیاں کی راہ دوسری ہے ، اور دعوة و تبلیغ کی راہ دوسری ہے - جو تجارت کے مشرب کا ایک شائبہ بھی رکھتا ہو ، وہ داعی نہیں ہوسکتا ، اور جسپر دعوة کا ایک لمحہ بھی گذر جاے ، وہ بازار تجارت کا رہرو نہیں ہوسکتا - انبیاء کرام مقام دعوة و تبلیغ کے انتہائی مرتبہ تھے ، پس جب کبھی انہوں نے دنیا کو مخاطب کیا تو سب سے پہلے اپنی حیثیت کو واضح کیا اور کہا کہ ہم داعی ہیں ، تاجر نہیں ہیں - سورۂ ہود اور سورۂ شعراء کو دیکھہ جاؤ - حضرات انبیاء کرام علیہم الصلواة و السلام کے تمام مواعظ و خطب کیا کہتے ہیں ؟ ان اجری الا علی رب العالمین : رب العالمین کے لفظ پر غور کرو - اللہ ، اللہ ، جو مزدور اپنی مزدوری تمام جہانوں کے مالک ، تمام عالموں کے شہنشاہ ، تمام کائنات خلق کے فاطر و پروردگار سے لینے والا ہو ، اسکی نظروں میں زمین پر چلنے پھرنے والے انسان جو اپنے ایک ایک دانے اور ذرہ رزق کیلیے اسی سرکار کے محتاج ہیں ، کیا ہستی رکھتے ہیں کہ انکے آگے دست طلب دراز کرے اور انہیں اپنا خریدار بنائے ؟

مباش غمزدہ عرفی کہ زلف قامت یار
جزاے ہمت عالی و دست کوتہ ماست !

سب سے پہلے اور سب سے بڑی " غرض " (اگر غرض کی تلاش ضروری ہے) تو داعی کے سامنے یہی ہوتی ہے ، اور اسی کو قران حکیم نے وجہ اللہ ، سبیل اللہ ، مرضات اللہ ، اور لقاء وجہ رب سے تعبیر کیا ہے - تم چاہو تو اسکو اپنی فلسفیانہ زبان میں یوں سمجھہ سکتے ہو ، کہ بلا شبہ انسان کا کوئی کام غرض سے خالی نہیں ہوتا ، لیکن مذہب کی یقین بخشی مرضات الہی کی طلب کسی جوش و عشق کے ساتھہ پیدا کر دیتی ہے ، جس جوش و ہیجان سے ایک تاجر خریدار کی جیب کو دیکھتا ہے ، پس دنیا میں بعض ایسے مجنون ، لا یعقل ، اور سحر زدۂ مذہب انسان بھی ہوتے ہیں جو اس غرض کے آگے اور تمام غرضوں کو بھی دبا دیتے ہیں ، اور اپنے اندر اور اپنے سے باہر جو کچھہ بھی رکھتے ہیں ، سب کو اسی غرض کیلیے لٹا دیتے ہیں - تم انکو مجنون سمجھنا چاہو تو اپنے جی کو سمجھا لو - لیکن وہ ایسے مجنوں ہیں کہ انکا جنون تمہاری ہشیاری پر ہنستا ہے - تم ساری دنیا کی دولت کما کر بھی وہ لذت ، وہ عیش ، وہ نشاط ، وہ سرور و انبساط ایک لمحہ کیلیے حاصل نہیں کرسکتے ، جو وہ اپنا سب کچھہ کھو کر ، اپنے ہاتھوں میں ہتکڑیاں پہن کر ، اپنے پانوں میں زنجیروں کے حلقے ڈالکر ، اپنے جسم کو زخموں سے چور کرکے ، بلکہ اکثر اوقات دار و رسن کے نیچے کھڑے ہوکر حاصل کیا کرتے ہیں - تم میں ایک انسان نہیں جو ہفت اقلیم کی پادشاہت کا تاج پہن کر بھی اس لذت کو پاسکے ، جو راہ دعوة کا ایک درویش و فاقہ مست اپنے فاقوں میں چھپا کر حاصل کرتا ہے ، اور اپنی شہنشاہی کے آگے تمہارے چاندی اور سونے کے بڑے بڑے بتکدوں کو کنکر پتھر کے ایک ڈھیر سے زیادہ نہیں سمجھتا - تم اس سے انکار مت کرو ، البتہ کہو کہ تم ان باتوں کے سمجھنے سے [illegible] :

حریف کاوش مژگان خون ریزش نہ ای ناصح
بدست آور رگ جانے و نشتر را تماشا کن

یہاں راہ دعوة کا تذکرہ ہے - کسی مخصوص شخص کے ورود سے بحث نہیں ، اور نہ اشخاص کی مجبوری سے عمل کی [illegible] کو بند لگ سکتا ہے - [illegible] ہزارہا انسان اس مقام سے لذت یاب ہوچکے ہیں ، اور [illegible]

زمین کبھی انسے خالی نہ رہیگی - عرفی شیرازی نے کیا خوب اسکا فیصلہ کردیا ہے :

منکر نتواں گشت اگر دم زنم از عشق
این نشہ بمن گر نہ بود با دگرے ہست

البتہ یہ یاد رہے کہ حقیقت ، انسانی اعتراف کی منتظر نہیں ، اور دھواں جبھی اٹھتا ہے جب آگ سلگتی ہے - اگر آنکھوں میں بینائی ہے تو دیکھہ سکتے ہو :

فریاد حافظ این ہمہ آخر بہرزہ نیست
ہم قصۂ غریب و بیان عجیب ہست

(موثرات و داعیات دعوة)

اس مبحث میں سب سے زیادہ اہم نقطۂ نظر یہ ہے کہ داعی کے کاروبار اور مقاصد عمل کی نوعیت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ اگر وہ قربانی و بذل مال و متاع سے گریز کرنا بھی چاہے تو اسوقت تک نہیں کرسکتا جب تک کہ دعوة کی راہ سے قدم باہر نہ آجاے -

داعی خواہ کسی درجہ ، کسی قسم کا ہو ، لیکن اگر وہ داعی ہے ، کوئی دعوة ، کوئی پکار ، کوئی تبلیغ اپنے سامنے رکھتا ہے ، تو قدرتی طور پر اسکی زندگی اور زندگی کی تمام جد و جہد کا مقصد صرف یہی ہوگا کہ کسی نہ کسی طرح اپنی دعوة کی کامیابی کو دیکھے ، اور کسی نہ کسی طرح انسانوں کے دلوں کو اسکی طرف مائل کردے - اگر وہ مخلص نہیں ہے ، اگر سچا جوش و خروش اپنے اندر نہیں رکھتا ، اگر شہرت کا بھوکا ہے ، ناموری پر جان دیتا ہے ، دعوة و تبلیغ کے ذریعہ اپنی زندگی کو محترم اور اپنے اوقات کو پر شرف بنانا چاہتا ہے ، یا ان اغراض کے علاوہ اور کوئی غرض و مقصد نفسانی و ذاتی اپنے سامنے رکھتا ہے ، تو بھی بہ حیثیت داعی ہونے کے ، بہ حیثیت ایک خیال ، ایک عقیدے ، کیطرف انسانوں کو بلانے اور مائل کرنے کے خواہشمند ہونے کے ، کام کی نوعیت ہی اسے مجبور کریگی کہ لینے کا وہم بھی دلمیں نہ لاے ، اور دینے اور لٹانے کیلیے ہر وقت طیار رہے - اسکو دلوں کا رخ بدلنا ہے ، اسکے آگے عقائد و افکار کا انقلاب ہے ، وہ لوگوں سے انکی مالوفات و محبوبات کو چھڑانا چاہتا ہے ، وہ ان سے اعتقاد ، عمل ، اور اعتراف و تصدیق کا طالب ہے ، پس اگر اسکو ہزارہا روپیے دیکر ایک انسان بھی ملیگا ، لاکھوں اور کروڑوں اشرفیوں کے لٹانے سے ایک قلب مصدق بھی ہاتھہ آئیگا ، سب کچھہ دیکر اور کھو کر اسکے معاوضے میں ایک چہرے کو بھی اپنی طرف مائل پائیگا ، تو وہ کہیگا کہ یہ نقصان مال نہیں ، یہ اتلاف متاع نہیں ، یہ ضیاع وقت و نفس نہیں ، یہ تو کامیابیوں کی شہنشاہی ہے ، کامرانیوں کا تاج و تخت ہے ، فوز و مراد کی فتح ہے ، حصول و وصول کی بہشت ہے - یہ لٹنا نہیں ، لوٹنا ہے - یہ دینا نہیں ، لینا ہے - یہ کھونا نہیں ، پانا ہے - یہ خسران نہیں ، ربح ہے - یہ حبط اعمال نہیں ، فوز عظیم ہے - یہ موت نہیں ، حیات جاودانی ہے - کیونکہ یہی چیز اسکا مقصد تھی ، یہی مقام اسکا منزل مطلوب تھا - اگر وہ نام و نمود کا طالب تھا تو اسی میں ہے ، اگر وہ شہرت کا بھوکا تھا تو اسی راہ میں ہے ، اگر وہ عزت و شرف کا طالب تھا تو اسی میں ملیگی - وہ راہ دعوت میں آکر کھونے اور لٹانے سے بچیگا کیوں ؟ وہ تو کھونے ہی میں اپنی ہر غرض کو مخفی دیکھیگا -

لیکن برخلاف اسکے کاروبار تجارت کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ وہ کھونے اور لٹانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا - اگر خواب میں بھی ایک کوڑی کو گرتے دیکھیگا تو اس زور سے چیخ ماریگا کہ [illegible] دشمن بھی ایسی بدحواسی کی چیخ نہیں نکال سکتی -

مخرج کے نقل حدیث تک کو جائز نہیں رکھتے ؟ حافظ ابن الصلاح کے مقدمہ کو دیکھیے کہ نوع اول کے آخر میں کیا لکھتے ہیں ؟ علامۂ نووی کی شرح مسلم کی تصریحات پر نظر ڈالیے کہ انہوں نے نقل و روایت کیلیے کیا شرائط بیان کیے ہیں ؟ انہی چیزوں کے لیے طبقۂ محدثین متوسطین نے اصطلاح "الوجادہ" (بالکسر) وضع کی' اور اسکی آٹھ قسمیں قرار دیں جنکی رعایت کے بغیر نقل حدیث جائز نہیں : السماع ' و القراۃ ' و الاجازہ ' و المناولہ ' و المکاتبہ ' و اعلام الشیخ ' و الوصیۃ بالکتابہ -

اسکے مقابلے میں آجکل کی حالت دیکھیے کہ اگر تصوف و مواعظ کی کسی کتاب میں کوئی روایت نظر سے گذر گئی' تو بغیر علم اسناد و مخارج کے ہر صاحب عمامہ حق رکھتا ہے کہ بلا تامل استدلال و احتجاج کرلے اور پورے اطمینان سے کہدے کہ : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم - اور اگر متاخرین فقہاء و عامۂ مصنفین کے یہاں اسکا سراغ چل گیا' تو پھر تو اسکی توثیق میں کوئی شبہہ ہی نہ رہا' اور جو شبہہ کرے اسپر قطعاً انکار حدیث کا فتوی ہے !

بل ہی فتنۃ و لکن اکثر الناس لا یعلمون !

(معنی اختلاف صحابہ)

لیجیے' اس سے قطع نظر ہی کرلیں کہ اصل روایت کا کیا حال ہے ؟ اسکو دیکھیں کہ جن علماء نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے' وہ اختلاف سے کونسا اختلاف مراد لیتے ہیں ؟ مختلف مذہبوں' جماعتوں' عقیدوں' اور صور و اشکال عبادات و اعمال کا اختلاف' یا کوئی اور اختلاف ؟

یہ تو آپکو معلوم ہوچکا کہ الفاظ مشہورہ "اختلاف امتی رحمۃ" کی کوئی اصلیت نہیں ملتی' البتہ اختلاف صحابہ کے رحمت ہونے کے متعلق ایک اسناد بیان کی گئی ہے' پس دیکھنا یہ ہے کہ بصورت صحت روایت' صحابہ کے اختلاف سے بھی کونسا اختلاف مراد ہے ؟ کیا وہ اختلاف جس نے کئی دن تک حضرۃ عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے مکان کا محاصرہ کیا' غذا اور پانی کو بند کیا' اور بالآخر انکی مظلومانہ شہادت کا باعث ہوا ؟

کیا وہ اختلاف جسکی مختلف دو جماعتیں مدینہ اور مکہ سے نکلیں' اور جسکا نام تاریخ نے "جنگ جمل" رکھا ہے ؟

اگر یہ نہیں تو کیا وہ اختلاف' جسکی تلواریں صفین میں بے نیام ہوئیں' اور جسکی بدولت صدہا صحابۂ کرام مقتول و شہید ہوے ؟

آپ یقیناً کہینگے کہ "اختلاف صحابہ" سے مراد یہ اختلاف تو کسی طرح نہیں ہوسکتا' بلکہ کوئی اور اختلاف جو موجب قتال و جدال ہونے کی جگہ موجب رحمت و فیضان ہوسکتا ہے -

چنانچہ جن علماء نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے' اُن میں سے بھی بعض نے صاف صاف تصریح کردی ہے کہ اختلاف سے مراد مذہب و جماعت اور فرقہ بندی کا اختلاف نہیں ہے - بلکہ فہم و تدبر مسائل' اجتہاد و طرز اجتہاد' استنباط و طرز استنباط' مسالک مختلفۂ علم و عمل' اور طریق سلوک و مجاہدات دینیہ کا اختلاف مراد ہے' یا اور کوئی اسی طرح کا اختلاف جو امۃ کیلیے ایک نظیر اور اسوہ ہونے کے لحاظ سے' نیز نتائج و اتباع کے لحاظ سے رحمت تھا -

اصل یہ ہے کہ روایت میں جسطرح "اختلاف" کا لفظ آیا ہے اور جس ترتیب سے آیا ہے' وہ خود بتلا رہا ہے کہ اختلاف سے مقصود کیا ہے ؟

روایت کا موضوع یہ ہے کہ امۃ کیلیے عمل و اتباع کے اصول و مخارج کیا کیا ہیں ؟ فرمایا کہ سب سے پہلے کتاب اللہ ہے - قرآن حکیم میں جو کچھ تمھیں دیدیا گیا اور جو کچھ بتلا دیا گیا' کسی حال میں اس سے اغماض و غفلت نہیں کرنی چاہیے - لیکن اگر ایسے معاملات پیش آجائیں کہ انکی تفصیل و جزئیات سے قرآن حکیم خاموش ہو' تو سنت کی طرف متوجہ ہو' اور دیکھو کہ حامل سنن کا اسوۂ حسنہ کیا کہتا ہے ؟ اگر یہ بھی خاموش ہو تو پھر عہد نبوت کی صحبت یافتہ اور طیار کردہ جماعت کے اجتہاد اور قضایا ہیں' انکو دیکھو کہ کیا روشنی بخشتے ہیں ؟

لیکن چونکہ فہم و استنباط مسائل و تعلیمات میں ہر دماغ ایک خاص حال رکھتا ہے' اسلیے ضرور ہے کہ صحابہ کے اجتہادات میں بھی اختلاف ہو' اور ایک ہی مسئلہ کے متعلق مختلف صحابہ مختلف رائیں رکھتے ہوں - پس فرمایا کہ انکے اس اختلاف اجتہاد' اور تعدد طرق فہم و استنباط سے مایوس نہیں ہونا چاہیے' بلکہ اسکے اندر حقیقت مرجعہ کو تلاش کرنا چاہیے - یہ اختلاف اجتہاد طبیعی ہے' اور یہ کوئی مصیبت نہیں بلکہ رحمت ہے - اگر فہم و اجتہاد میں اختلاف نہوتا تو دنیا کی عقلی و دماغی ترقی رک جاتی -

چنانچہ یہ بالکل بیان واقعہ ہے - ہر شخص جانتا ہے کہ فہم و استنباط مسائل و طرق استدلال و اجتہاد میں صحابۂ کرام مختلف تھے' مگر چونکہ جماعت بندی اور تمذہب و تحزب نہ تھا' "الی اللہ و الی الرسول" کے آگے سب کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں' اور ہر شخص اپنی راے و قیاس کو کتاب و سنت پر عرض کرتا تھا' اسلیے انکا اختلاف یقیناً رحمت تھا' جس سے شریعت کے حقائق ابھرے' اور اسکا ہر گوشہ نمایاں ہوا - انکا اختلاف وہ اختلاف نہ تھا جو در اصل ایک عذاب الہی ہے' اور جسکی نسبت امۃ مرحومہ کو وصیت کی گئی تھی کہ :

"لا تکونوا کالذین تفرقوا و اختلفوا من بعد ما جاءھم البینات اولائک لہم عذاب عظیم !

حضرۃ ابن عباس تمتع بالعمرۃ الی الحج کے وجوب کے قائل تھے' بعض دیگر صحابہ کو اس سے اختلاف تھا - جب عروہ نے انسے کہا کہ افراد حج افضل ہے' تو انہوں نے کہا : تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم - عروہ نے کہا : و لاکن ابوبکر و عمر لم یفعلا - لیکن حضرۃ ابوبکر و عمر نے نہیں کیا - اسپر حضرۃ ابن عباس نے غضب ناک ہوکر اور "فردوہ الی اللہ و الرسول" کی روح القدس سے معمور ہوکر فرمایا : یوشک ان ینزل علیکم حجارۃ من السماء - اقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم' و تقولون قالا ابوبکر و عمر ؟ ممکن ہے کہ تم پر آسمان سے سنگ باری ہو - میں کہتا ہوں کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے' اور اسپر تم حجۃ لاتے ہو کہ کہا ابوبکر و عمر نے ؟

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

اسی واقعہ سے اندازہ کر لیجیے کہ "فردوہ الی اللہ و الرسول" کا کیا جاہ و جلال صحابۂ کرام کی نظروں میں تھا ؟ اور جب حالت یہ تھی تو ظاہر ہے کہ انکا اختلاف فہم و اجتہاد کیوں نہ موجب رحمت ہوتا ؟

صحابہ کے اندر سماع موتی میں اختلاف تھا' لیلۃ الاسراء کے متعلق اختلاف تھا' تیمم جنابت کے متعلق اختلاف تھا' وجوب غسل از اکسال کے متعلق حضرۃ عایشہ کا فتوی اور تھا' حضرۃ علی' عثمان' طلحہ' ابو ایوب' اور ابن کعب (رضی اللہ عنہم) کا فتوی دوسرا تھا' لیکن اُن میں سے کوئی اختلاف بھی فتنۂ تحزب و تشیع (۱) تک منجر نہوا - یہی معنی "اختلاف اصحابی رحمۃ" کے ہیں' اور فی الحقیقت یہ اختلاف رحمت الہی تھا -

چنانچہ حضرۃ عمر ابن عبد العزیز کا جو قول قتادہ نے نقل کیا ہے' وہ صاف صاف واضح کر رہا ہے کہ مقصود اختلاف سے اسی قسم کا اختلاف ہے' نہ کہ اختلاف تمذہب و تحزب - چونکہ انہوں نے کہا کہ اگر اختلاف نہوتا تو امۃ کیلیے توسیع اور رخصت کی سہولت نہ ہوتی -

ابن حجر مکی نے یہ بھی لکھا ہے کہ : و قیل المراد اختلافہم فی الحرف و الصنائع - یعنی یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں اختلاف

(۱) تشیع یعنی فرقہ بندی اور گروہ گروہ ہو جانا - یہاں تشیع سے مقصود مصطلحہ فرقۂ شیعہ نہیں ہے -

(۶) بیہقي نے مدخل میں قاسم بن محمد کا قول بروایت سفیان عن افلح بن حمید نقل کیا ہے کہ : اختلاف اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ لعباد اللہ - اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اختلاف اللہ کے بندوں کیلیے رحمت ہے -

(۷) قتادہ کہتے ہیں کہ عمر ابن عبد العزیز کہا کرتے تھے : ما سرني لو ان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم لم یختلفوا ' لانہم لو لم یختلفوا ' لم تکن رخصۃ - یعني اگر آنحضرۃ کے اصحاب میں اختلاف نہوتا تو امۃ کیلیے آسانی اور رخصت کی وسعت نہوتی -

یہاں تک تو ہم نے حافظ سخاوی کي المقاصد سے نقل کیا ہے (صفحہ ۱۲ - مطبوعہ لکھنؤ) لیکن طبقات ابن سعد میں بھی قاسم بن محمد کا وہ قول موجود ہے جو بیہقي نے مدخل میں نقل کیا ہے کہ اختلاف اصحاب رسول اللہ رحمۃ للناس -

ابن حجر مکي نے بھي الدر المنتثرہ میں اسکے مختلف طرق کو جمع کرنا چاہا ہے ' مگر ان میں جو قابل ذکر تھے وہ سب اوپر آگئے -

لیکن آپ دیکھہ رہے ہیں کہ ان تمام مخارج مندرجۂ صدر میں ایک صدا بھي ایسي نہیں ہے جس سے اس روایت کو کچھہ بھي تقویت مل سکے ' اور جس سے حسب اصول فن و قوم ثابت ہوسکے کہ یہ حدیث قابل احتجاج و استناد ہے -

اس حدیث کے تمام مخارج پر نظر ڈالیے - دفعہ ۲ سے لیکر ۷ تک جسقدر مخارج ہیں ' ان میں ایک حوالہ بھي ایسا نہیں ہے جس سے کوئي توثیق و سند حاصل کي جاسکے - طبرانی اور دیلمي کا حوالہ کوئي نئي سند نہیں ہے - وہي روایت ہے جو بیہقي نے مدخل میں درج کي ہے - نصر مقدسي کے متعلق زرکسي ' حافظ سخاوي ' اور ابن حجر مکي ' سب کہتے ہیں کہ مرفوعاً روایت کي ہے ' مگر ساتھہ ہي تصریح کرتے ہیں کہ اسناد معلوم نہیں ' اور جب اسناد معلوم نہیں تو محدثین نے فیصلہ کردیا ہے کہ ایک منٹ کیلیے بھي قابل قبول نہیں -

حافظ عراقي نے بہ تعبیر الفاظ اسي روایت کو لکھا ہے ' مگر اسناد اسکي بھي معلوم نہیں - حافظ سخاوی کہتے ہیں کہ انکے نزدیک مرسل و ضعیف ہے لیکن اگر اسناد بتلائي ہوتي تو معلوم کیا جاسکتا کہ ارسال میں بھي اسکا کیا حال ہے ' اور ضعف کے کیا کیا اسباب ہیں ؟

بیہقي نے ایک اور رسالہ میں بھي اسي روایت کو درج کیا ہے ' مگر حافظ سخاوي کي زباني آپ سن چکے ہیں کہ بغیر اسناد ! پس وہ بھي کوئي نئي اور مفید سند نہیں -

حدیث کے مخارج تو بس اسي قدر ہیں - اب اسکے بعد صحابہ و تابعین کے اقوال آئے ہیں - بیہقي نے مدخل میں قاسم بن محمد کا قول نقل کیا ہے کہ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا اختلاف بندگان خدا کیلیے رحمت ہے - لیکن یہ قاسم بن محمد کا قول ہے - وہ آگے اوپر رفع نہیں دیتے -

اسي طرح قتادہ کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز کہا کرتے تھے کہ اگر صحابہ اپنے اجتہاد و استخراج مسائل با تنوع طرق و عمل میں مختلف نہوتے ' تو امۃ کیلیے رخصت اور وسعت و سہولت نہوتي - اول تو یہ سند ھي دوسري ہے ' اختلاف امتی کو اختلاف اصحابي کے عموم سے اب کیا تعلق ؟ پھر جو کچھہ بھي ہے ' عمر بن عبد العزیز رضي اللہ عنہ کا قول ہے -

آخر میں طبقات ابن سعد کا ذکر آیا ہے ' لیکن وہ بھي کوئي نئي سند نہیں - قاسم بن محمد کا وہي قول ہے جو بیہقي نے مدخل میں نقل کیا ہے -

اب صرف وہ ایک ھي روایت رہگئي جو دیلمي نے مسند الفردوس میں ' طبراني نے معجم میں ' اور بیہقي نے مدخل میں درج کي ہے - اسکے سوا اور کوئي اسناد ہمارے سامنے نہیں ہے - لیکن اسکا یہ حال ہے کہ روایت حضرت ابن عباس کي ہے ' جنسے ضحاک نے ' اور ضحاک سے "جویبر" نے روایت کي - ارباب فن و نظار کو معلوم ہے کہ حضرۃ ابن عباس کي روایت بذریعۂ ضحاک کا کیا حال ہے ؟ اور ائمۂ نقد کا کیا فیصلہ ہے ؟ یہ ضحاک ابن مزاحم البلخي مشہور مفسر ہیں ' لیکن انکي احادیث کے متعلق ائمۂ حدیث نے اختلاف کیا ہے کہ درخور قبول ہیں یا نہیں ؟ اگر اس اختلاف سے قطع نظر کر لیا جاے ' جب بھي یہ امر بالکل واضح طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ انکی ملاقات حضرۃ ابن عباس رض سے ثابت نہیں اور نہ انہوں نے خود ابن عباس سے کچھہ اخذ کیا ہے - اس بنا پر انکي تمام مرویات منقطع ہیں ' اور یہ روایت بھي اسي میں داخل -

پھر ضحاک کے بعد اسکا راوي "جویبر" ہے - یہ "جویبر" وہي جویبر ابن سعید الازدي الخراساني ہیں ' جن سے محمد بن عبد اللہ فلسطیني اور سلام بن یزید وغیرہ نے فضائل قران و نکاح وغیرہ میں بڑا ذخیرہ روایت کیا ہے ' اور انکي مجروحیت کتب قوم میں مشہور ہے - ابن معین کہتے ہیں کہ "لیس بشی" یعنی وہ کچھہ نہیں - نسائي اور دار قطني جیسے آئمۂ فن کا فیصلہ ہے کہ "متروک الحدیث" جوزجاني نے کہا کہ "لا یشتغل بہ" مدارسي نے کشف الحوال میں ابن جوزي اور سیوطي کا نقد نقل کیا ہے کہ "متروک بمرۃ" و قال في کتاب المبتدء ھالک" (صفحہ ۲۹ - مطبوعہ لکھنؤ)

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ دیلمي وغیرہ کي روایت کو "اختلاف امتی" سے کوئي تعلق نہیں بلکہ وہ صرف صحابہ کے اختلاف کے متعلق ہے ' تاہم اسکي صحت کیلیے بھي کوئي سامان ہمارے پاس نہیں ہے ' اور بہتر سے بہتر مخرج جو اسکا [illegible] ' اسکي اسناد بھي لائق احتجاج و اعتماد نہیں -

چنانچہ اسي بنا پر حافظ سخاوي نے لکھا ہے کہ :

و قد زعم کثیر من الائمۃ	اور ائمۂ فن میں سے ایک جماعت
انہ لا اصل لہ -	کثیرہ نے خیال کیا ہے کہ اس حدیث
(المقاصد صفحہ ۲۲)	کي کوئي اصل نہیں !

اسکے بعد خطابي کي نسبت لکھا ہے کہ انہوں نے غریب الحدیث میں اسے لیا ہے ' اور جاحظ اور موصلي کے اس قول کا رد کیا ہے کہ " لو کان الاختلاف رحمۃ لکان الاتفاق عذابا ! " لیکن سوال اس رد و تغلیط کي نسبت نہیں ہے - کسي وجہ سے خطابي کي راے یہي ہوگي - لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اصول مقررا فن کے مطابق بھي انہوں نے کوئي سند لکھي ؟ یا توثیق و تصدیق کا خارج سے کوئي مزید اثر ڈالا ؟ اسکا حال یہ ہے کہ خود حافظ سخاوي ھي لکھتے ہیں : " ثم تشاغل الخطابي برد ھذا الکلام و لم یقع في کلامہ شفاء في عزو الحدیث ' و لکنہ اشعر بان لہ اصلاً عندہ " لیکن " اصلاً عندہ " کا حسن ظن ہمارے لیے کیا مفید ؟

کہ خضر از آب حیواں تشنہ مي آرد سکندر را !

آپ پر واضح ہو کہ فن کا معاملہ نہایت نازک ہے ' اور اعتماد شخصي اور حسن ظن معتقدانہ یہاں کوئي چیز نہیں - متاخرین عموماً اس اعتماد کي بنا پر اکثر روایتیں قبول کر لیتے ہیں ' اور کہتے ہیں کہ جب علماء نے لکھا ہے ' تو گو انہوں نے سند نہیں لکھي مگر ضرور کوئي نہ کوئي سند انکے پاس ہوگي - یہ بات محض حسن ظن کیلیے تو اچھي چیز ہے ' لیکن اگر فن میں اس سے کام لیا جائیگا تو پھر کوئي فن فن باقي نہ رہیگا -

فن حدیث کے اصول ہیں ' قواعد ہیں ' جرح و نقد ہے ' ائمۂ فن کي تصریحات ہیں ' روایت ہے ' درایت ہے ! اور محدثین کرام رحمہم اللہ نے بالاتفاق ہمیں بتلا دیا ہے کہ جس حدیث کی سند نہ بتلائي جاے ' بلا تامل اسے رد کردو - پھر ہم ان بزرگوں کے اصولوں [illegible] انکي جمع و گردآوري پر ؟ کیا آپکو معلوم نہیں کہ [illegible] کرام کي [illegible] کا یہ خیال ہے کہ وہ بغیر سند اور حوالہ

مقالات

اسیـــران جنـگ
(۲)

گذشتہ نمبر میں اُن قوانین و دفعات کا خلاصہ ہم درج کرچکے ہیں جو اسیران جنگ کے متعلق آج یورپ کے ادعاء تمدن و تہذیب کا (بشرطیکہ موجودہ عالمگیر جنگ کے بعد یہ ادعاء باقی رہا ہو) سدرۃ المنتہی ہے ' اور جس سے زیادہ وہ اور کچھہ نہیں کرسکتا - یہ دفعات گذشتہ چالیس سال کے اندر بتدریج قرار پائے ہیں ' اور سوئٹزرلینڈ کی آخری بین الملی کانگریس نے اپنا ایک پورا اجلاس انکی تکمیل میں خرچ کیا ہے -

اس قانون کو پیش نظر رکھکر اب دیکھیے کہ ہم اسلام کے اُس طرز عمل اور سلوک کی تفتیش میں نکلیں جو اُس نے اسیران جنگ کے ساتھہ کیا ہے - اور جس سے ہم ایک " اسلامی قانون اسیران جنگ " کا استنباط کرسکتے ہیں - لیکن اسکے لیے ضروری ہے کہ ایک مختصر اور اجمالی نظر عرب جاہلیۃ کی حالت پر بھی ڈال لی جاے - کیونکہ اسلام کا مبدء ظہور وہی ملک ' اور وہیں کی آب و ہوا کی نشو و نما تھی

(اہل عرب اور اسیران جنـگ)

اسلام کے زمانے تک اگرچہ مہذب قوموں میں فدیہ لیکر اسیران جنگ کے رہا کر دینے کا رواج ہوگیا تھا ' لیکن عموماً ایک انتقام کیش عرب جاہلی بغض و کینہ کے جذبات پر مال و دولت کو قربان کردیتا تھا -

چنانچہ ایک عورت کو جب معلوم ہوا کہ اوسکا بھائی عمرو اوسکے دوسرے مقتول بھائی کا خوں بہا لیکر صلح کرنا چاہتا ہے ' تو اوسنے طنز آمیز لہجے میں انتقام لینے پر بیٹے کو اشتعال دلایا :

ودع عنـــک عمروا ان عمروا مسالم
وهل بطن عمـــرو غير شبر لمطـــعم

عمرو کا ذکر نہ کرو ' وہ تو آمادۂ صلح ہے - عمرو کا پیٹ ہے تو بالشت بھر کا - مگر پھر بھی نہیں بھرتا ' اسیلیے وہ دیت لینا چاہتا ہے :

فان انتـــم لم تثـــاروا و تدوا
فمشـــوا باذان النعـــام المصلم!

پس اگر تم لوگ خون کا انتقام نہیں لیتے ' بلکہ خوں بہا لینے ہو ' تو جاو ' اور ہر جگہ ذلت و خواری کے ساتھہ رسوا پھرو !

اس بنا پر اہل عرب اسیران جنگ سے فدیہ بہت کم لیتے تے ' اور اکثر نہایت بیرحمی کے ساتھہ قتل کرڈالتے - حرب کلاب میں جب کندہ کا سردار گرفتار ہوا ' تو قیس بن عاصم نے پہلے اپنی کمان سے اوسکے دانت توڑ ڈالے ' پھر اپنے سردار نعمان بن جساس کے بدلے میں اُسے قتل کرڈالا - بنو عبدہ نے جب محرق غسانی اور اوسکے بھائی حبش بن دلف کو قید کیا تو فوراً دونوں کی گردن مار دی - عامر بن مالک نے سعید بن زرارہ کے ساتھہ اس قدر سختیاں کیں کہ وہ حالت قید ہی میں مرگیا - زمانہ اسلام میں حباب کو بھی بنو عامر نے قید کرکے اسی طرح قتل کردیا تھا -

پھر اہل عرب اگر قیدیوں کے ساتھہ کچھہ زیادہ فیاضی کرتے بھی تھے ' تو وہ غرض یہ تھی کہ ذلت کا ایک داغ دیکر انہیں رہا کرتے !

عوف ابن احوص نے معاویہ ابن جون کو گرفتار کیا تو پیشـــانی کے بال کاٹ کر رہا کیا - قبیلـــۂ بنو یربوع نے جب عرب کے مشہور بادشاہ منذر بن السماء کے بیٹے قابوس کو ایک معرکہ میں قید کرلیا ' تو اسی قسم کا ذلت آمیز برتاؤ کیا -

آج مہذب دنیا حالت قید میں بادشاہوں کے ساتھہ شریفانہ برتاؤ کرنے پر فخر کرتی ہے ' لیکن اہل عرب اونکی تذلیل و تحقیر کو اپنا مایۂ ناز سمجھتے تھے اور یہی عرب کی اصلی فطرۃ حریۃ ہے چنانچہ عرب کا مشہور شاعر عمرو بن کلثوم کہتا ہے :

فابو بالنهـاب و بالسبايا * وابنا بالملوک مصفدينا

یعنی عام لوگ تو مال غنیمت اور معمولی قیدیوں کو لیکر پلٹے ' مگر ہم بادشاہوں کو ہتھکڑیاں پہنا کر لاے - (۱)

لونڈیوں کے ساتھہ اس سے بھی زیادہ وحشیانہ برتاؤ کیا جاتا تھا - یہاں تک کہ قید کی حالت میں اون سے ہر قسم کا تمتع جائز سمجھا جاتا - عمرو بن عمرو نے جب قبیلہ بنو عبس کے بہت سے قیدی گرفتار کیے تو ایک کو خدمتگاری سے نکالا اور تمتع بھی کیا - اسی بنا پر فرقۂ شعوبیہ نے (یہ فرقہ عرب کا دشمن تھا) عرب پر اختلاط نسب کا بھی الزام لگایا ہے ' کیونکہ وہ قیدی عورتوں سے جبراً علائق پیدا کرتے - صاحب عقد الفرید اور ابن قتیبہ نے اسے بالتفصیل لکھا ہے -

(اسلام اور اسیران جنـگ)

اســـلام دنیا میں آیا تو پہلے معرکۂ جہاد ہی میں اوسکے سامنے اسیران جنگ کا مسئلہ پیش ہوا - چنانچہ غزوۂ بدر میں جب آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلـــم کے سامنے ستر قیدی پیش کیے گیے ' تو اونکے بارے میں آپ نے حضرت ابو بکر سے مشورہ کیا - اونہوں نے فدیہ لیکر رہا کردینے کی راے دی - لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے اختلاف کیا ' انہوں نے کہا کہ دشمنان حق کو فدیہ لیکر چھوڑنا کیسا ؟ ہر مسلمان شخص کو چاہیے کہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے عزیزوں کو قتل کرکے محبت حق کا ثبوت دے - لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی راے پر عمل فرمایا ' اور فدیہ لیکر تمام قیدیوں کو رہا کردیا -

مفسرین کرام کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کی راے صحیح تھی - وہ کہتے ہیں کہ اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل پر خدا نے یہ عتاب آمیز آیت نازل فرمائی :

ما كان لنبي ان تكون	پیغمبر کیلیے قیدی بنانا اوسوقت تک
له اسرى حتى يثخن	کیلیے جائز نہیں جبتک کہ وہ فرض جہاد
في الارض - تريدون عرض	کو پوری طرح ادا نہ کرلے - تم لوگ دنیوی
الـــدنـــيا و الـلـه	مال و دولت کے بھوکے ہو اور خدا تو
يريد الاخرة ' و الله عزيز	صرف آخرۃ کا ثواب چاہتا ہے - وہ
حكيم - لولا كتاب من الله	غالب اور حکیم ہے - اگر خدا کا حکم پہلے
سبق ' لمسكم فيما اخذتم	سے نہ ہوچکا ہوتا ' تو جو مال تم نے لیا
عذاب عظيم - فكلوا مما	ہے اوسکی پاداش میں تم پر بڑا

(۱) اس حصے کیلیے بلوغ الارب - ذکر ایام العرب از ص - ۹۱ - تا ص - ۸۳ کا مطالعہ بہتر ہوگا - کیونکہ اسمیں احوال جاہلیۃ کے اکثر مطالب یکجا کردیے ہیں -

سے مقصود مختلف حرفتوں اور صنائع کا اختلاف ہے - اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اختلاف مشیع و مذہب کا مقصود نہیں -

(اختلاف صحابہ اور قرآن)

حضرۃ عمر ابن عبد العزیز نے عزائم و رخص کی طرف اشارہ کیا ہے، اور یہ بتلایا ہے کہ مقصود اختلاف افکار نہیں بلکہ اختلاف اعمال ہے - یعنی اگر تمام صحابۂ کرام ایک ہی طرح کی عملی زندگی بسر کرتے، تو ایک طرف تو تقسیم عمل کے قدرتی اصول کی بنا پر صدہا اعمال ضروریہ کا دروازہ بند ہوجاتا، دوسری طرف جو نمونہ امۃ کیلیے قائم ہوتا، وہ نا قابل عمل و اتباع ہوتا -

حضرات صحابۂ کرام کو ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے عمل صالح اور طلب مصالح کے وہ تمام مختلف طریقے اختیار کیے جنکا ہر امۃ عادلہ و صالحہ کے اندر ہونا ضروری ہے - سب ایک ہی راہ جہد و طلب کے عامل نہ تھے - ایک جماعت تھی جس نے تفقہ فی الدین کی طرف زیادہ توجہ کی، اور علوم نبویہ کی حامل و محافظ ہوئی - ایک جماعت تھی جس نے زیادہ وقت جہاد و قتال فی سبیل اللہ میں صرف کیا اور دشمنان حق سے شریعۃ کو محفوظ کیا - ایک گروہ تھا جس نے طلب معاش صالح اور تجارت و کسب حلال پر زیادہ وقت صرف کیا اور اسطرح انکی تاجرانہ زندگی بھی اشاعۃ حق و تبلیغ احکام و تائید و نصرۃ دین کا ذریعہ بنی - غور کیجیے کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں، کس طرح ٹھیک ٹھیک قرآن حکیم سے ماخوذ ہے - خود اللہ تعالی نے سورۂ مزمل کے آخر میں صحابۂ کرام کے مجموعی اعمال مقدسہ و طیبہ کی تصویر کھینچی ہے:

ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل و نصفہ و ثلثہ، و طائفۃ من الذین معک و اللہ یقدر اللیل و النہار، علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم فاقرؤا ما تیسر من القران، علم ان سیکون منکم مرضی، و اخرون یضربون فی الارض، یبتغون من فضل اللہ، و اخرون یقاتلون فی سبیل اللہ، فاقرؤا ما تیسر منہ، و اقیموا الصلواۃ و اتوا الزکاۃ و اقرضوا اللہ قرضا حسنا - (۷۳ : ۲۰)

"بیشک تمہارا پروردگار تمہاری ہر حالت کی خبر رکھتا ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو، سب اسکے سامنے ہے - وہ جانتا ہے کہ تم راتوں کو تقریبا دو تہائی رات تک یا آدھی آدھی رات اور ایک ایک پہر تک ذوق عبادت میں مستغرق کھڑے رہتے ہو، اور تمہارے اصحاب میں سے بھی ایک جماعت اس عالم میں تمہارے ساتھ ہوتی ہے - اللہ نے رات اور دن کی تقسیم اوقات کی ایک تقدیر کردی ہے، اور وہی انکا اندازہ فرما ہے - اسکو یہ بھی معلوم ہے کہ تم ان اوقات عبادت کو نباہ نہیں سکتے، پس اس نے تم پر سے اسقدر شدید عبادت اٹھادی - یہ ضروری نہیں کہ تم آدھی آدھی رات اور تین تین پہر تک خداوند کے حضور کھڑے رہو - یوں کرو کہ جسقدر بھی آسانی کے ساتھ رات کی نوافل میں قرآن پڑھسکو، پڑھلیا کرو - خدا کو معلوم ہے کہ تم میں بعض عبادت گذار ایسے ضعیف الجسم ہیں کہ اگر آدھی آدھی رات تک اسی طرح عبادت کرینگے تو بیمار ہوجائینگے، اور خدا کا عبادت سے یہ مقصود نہیں - وہ جانتا ہے کہ کچھ لوگ ان میں ایسے ہونگے جو تجارت اور کسب رزق نیز حصول فوائد و نعائم کی تلاش میں سفر کرینگے، اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سفر کی حالت میں ایسی شدید عبادت کو بھی جاری رکھیں - نیز وہ خبردار ہے کہ ان میں بعض لوگ حق و صداقت کیلیے دشمنان اسلام سے لڑتے ہیں، انکے شب و روز زیادہ تر اسی میں بسر ہونگے - پس چاہیے کہ راتوں کو وقت کی قید اٹھا دو، جسقدر آسانی سے ہوسکے، قرآن کو نماز میں پڑھو - اور صلواۃ الہی کو قائم کرو، زکواۃ ادا کرو، اپنے مال دولت کو خدا کی راہ میں لٹاؤ، یہ گویا اللہ کو قرض حسنہ دینا ہے جسکا بدلہ اسکے خزانے سے دونوں جہانوں میں ملیگا"

اللہ اللہ! وہ کیا لوگ تھے جنکے اعمال کی یہ تصویر و تقسیم تھی، اور وہ کیسی پاک روحیں تھیں، جنکی جان نثاریوں اور عبادت گذاریوں کا حال ایک عاشقانہ محبت و شفقت کے لہجہ میں خود خدا تعالی نے فرمایا، اور انکے ذکر باقی کو صفحات کلام اللہ میں ہمیشہ کیلیے ثبت کردیا: فہم جلساء اللہ، لا یشقی جلیسہم، وہم الذین قال فی حقہم: لئن سئلنی لاعطینہ، و لئن استعاذنی لاعیذنہ (بخاری)

بہرحال ان آیات کریمہ میں ضمناً قرآن حکیم نے خود ہی بتلادیا ہے کہ صحابہ کرام کی راہ عمل مختلف تھی - فرمایا کہ بعض فضل الہی کی تلاش میں سیر و سیاحت کرتے ہیں، اور بعض جہاد فی سبیل اللہ کی راہ میں نکلتے ہیں - پھر کیوں آپ اس روایت میں لفظ اختلاف کا یہی مطلب نہ قرار دیں کہ انکا طریق کار حسب اصول تقسیم عمل مختلف تھا، اور یہ اختلاف قطعاً رحمت ہے، اور ایسی رحمت عظیم کہ اگر نہو تو دنیا کے عمران و تمدن کی بنیادیں ہل جائیں -

اس سے بھی ایک دو قدم اور آگے بڑھیے، اور دیکھیے کہ عزائم و رخص کے لحاظ سے بھی فی الحقیقت صحابہ کرام کی راہیں مختلف تھیں اور ان میں باہم اختلاف تھا - حضرۃ ابو ذر زہد و نسک میں منہمک تھے، حضرۃ عثمان بن مظعون اور حضرۃ عبد اللہ بن عمر پر استغراق عبادۃ و ترک لذائذ دنیوی کا غلبہ تھا - حضرۃ ابن کعب، ابن مسعود، ابن عباس، حفظ و درس علوم پر زیادہ وقت صرف کرتے تھے، مگر حضرۃ عثمان ابن عفان نے کسب و تجارت پر زیادہ توجہ کی - پس اگر صحابہ میں یہ اختلاف نہوتا اور سب کے سب مثل حضرۃ ابو ذر اور ابن مظعون کے زہد و ترک لذائذ میں مستغرق ہو جاتے، تو نتیجہ یہ نکلتا کہ انکا نمونہ امۃ مسلمہ میں آگے چلکر وہ غلو اور حرج پیدا کردیتا جو اہل کتاب کے رہبان میں پیدا ہوا، اور جسکو اسلام نے دور کیا: و رہبانیۃ ابتدعوہا لیکن اگر سب کے سب مثل امیر معاویہ اور عمرو ابن العاص کے دہاء و سیاست اور محبت نعیم و زینۃ و ریاست میں منہمک ہوجاتے، تو تمام امۃ محض مادیۃ و جسمانیۃ ہی میں غرق ہوجاتی اور روحانی لذتوں کا کوئی بھوکا نہ رہتا - لان القدوۃ و الاسوۃ اشد تاثیرا فی نفوس البشر من التعالیم القولیۃ و العلمیہ - فہذا ہو الاختلاف الذی کان رحمۃ للامۃ -

یہ جو کچھ عرض کیا گیا، یقین کیجیے کہ قرآن حکیم ہی کی بخشی ہوئی روشنی ہے، اور اپنی راہ یہی ہے کہ ہر روشنی جو آنکھ دیکھے، اسکا اکتساب نور اسی آفتاب ہدایت سے کیا جاے - خود یہی زیر بحث روایت بتلاتی ہے کہ سب سے پہلے کتاب اللہ سے اخذ فیضان کرو، اور اسلیے ہر روایت کو بھی سب سے پہلے کتاب اللہ پر عرض کرنا چاہیے - اختلاف کی نوعیت کے متعلق سورہ مزمل کی آیات اوپر گذرچکی ہیں - اب ایک اور آیت آخر سورۂ توبہ کی تلاوت کیجیے:

و ما کان المومنون لینفروا کافۃ، فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین و لینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون (۹ : ۱۲۴)

سارے مسلمان تو اسی کام کیلیے ہوکر نہیں نکل سکتے، پس کیوں نہ ایسا ہو کہ ہر جماعت میں سے ایک گروہ اس غرض سے نکلے کہ دین کے علم و احکام کو حاصل کرے، اور دین کا مبلغ و داعی بنکر اپنی قوم میں واپس جاے اور باطل پرستی کے نتائج سے اسکو ڈراے -

اس آیۃ کریمہ میں بتلایا ہے کہ سب لوگ خدمت دین کی ایک ہی شاخ کے نہیں ہوجا سکتے - تقسیم عمل کا قدرتی طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ ہر جماعت میں سے ایک گروہ اٹھے اپنے حلقوں میں تبلیغ دین کا کام اپنے ذمے لیلے، اور اپنے وقت کو حصول علم دین میں خرچ کرے - پس یہی اختلاف صحابہ کے مختلفہ گروہوں کا تھا جو امۃ کیلیے رحمت ہوا، اور یہی رحمت ہے جس سے اب ہم محروم ہیں:-

کرلیا تھا ' اور عام طور پر قزاقہ مارتے پھرتے تھے - آپ نے انکی گرفتاری کیلیے فوج بھیجی مگر جب وہ گرفتار ھوکر آے تو سب کو آزاد کردیا - چنانچہ عرب نے انکو عتقاء (آزاد شدہ) کا خطاب دیا - آگے چل کر اسی نام سے اونھوں نے ایک مستقل قبیلہ کی شکل اختیار کرلی ' اور بعہد عمرو بن عاص مصر میں آباد ہوگئے -

(واقعۂ ثمامہ بن آثال)

مالی معاوضہ کی سب سے زیادہ توقع امراء اور رؤساء سے ہوسکتی تھی ' اسلیے اگر اسلام نے فدیہ کو حصول دولت و مال کا ذریعہ بنایا ہوتا ' تو وہ سب سے زیادہ امراء کے آگے اپنے دامن کو وسیع کرتا - لیکن اوس نے امراء کو بھی اوسی طرح آزاد کردیا ' جسطرح وہ ایک غریب بدوی کو آزاد کردیتا تھا - صحابۂ کرام اہل یمامہ کے سردار ثمامہ بن آثال کو گرفتار کر کے لاے ' اور مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاے تو اوس سے پوچھا کہ تیرے پاس کیا ہے ؟ اوس نے کہا : " اگر آپ قتل کرنا چاہتے ہیں تو میرے پاس زبون خون ہے ' اگر احسان کرنا چاہتے ہیں تو میرے ذمہ زبان شکر گذار ہے ' اور اگر مال چاہتے ہیں ' تو جس قدر مطلوب ہو باسانی دیا جاسکتا ہے " آنحضرت سنکر واپس چلے گئے اور دوسرے دن پھر یہی سوال کیا ' اوس نے بھی اپنے پہلے ہی جواب کا اعادہ کیا - آپ آج بھی واپس گئے ' تیسرے دن پھر وہی سوال کیا ' اوس نے پھر وہی پہلا جواب دیا - آپنے حکم دیا کہ " کسی معاوضے کے بغیر بالکل آزاد کردو ! وہ آزاد ہوکر مسجد سے نکلا تو ایک کھجور کے درخت کے پاس جاکر پہلے غسل کیا ' پھر مسجد میں آکر کلمۂ توحید پڑھا اور کہا :

" اے محمد ! خدا کی قسم ' دنیا میں میرے لیے تمہارے چہرہ سے زیادہ مکروہ کوئی چہرہ نہ تھا - لیکن آج مجھے تمہارے رخسار سب سے زیادہ محبوب نظر آتے ہیں - میرے نزدیک تمہارے مذہب سے زیادہ مبغوض کوئی مذہب نہ تھا ' لیکن آج تمہارا دین مجھے تمام مذاہب سے زیادہ عزیز معلوم ہوتا ہے - میں تمہارے شہر سے زیادہ کسی شہر کو قابل نفرت نہیں سمجھتا تھا ' لیکن آج تمہارا شہر مجھے تمام شہروں سے زیادہ دلفریب نظر آتا ہے - میں عمرہ کی غرض سے چلا تھا - راستے میں آپ کی فوج نے مجھے قید کرلیا - اب آپ کا کیا حکم ہے " ؟

آپ نے اوسکو عمرہ ادا کرنے کا حکم دیا - لیکن جب وہ مکہ میں آیا تو اہل مکہ نے طعنہ دینا شروع کیا کہ " یہ گمراہ ہوگیا " لیکن اوس نے کہا : " تم غلط کہتے ہو - میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس مسلمان ہوا ہوں ' پھر گمراہ میں ہوں یا تم ؟ اب جبتک آنحضرت حکم نہ دینگے ' یمامہ سے مکہ میں گیہوں کا ایک دانہ بھی نہ آسکیگا " - (۱)

(آستانۂ اسلام اور غلامان عرب)

غلاموں کے ساتھہ آنحضرت کے اس کریمانہ برتاؤ کی شہرت ہوئی ' تو کفار مکہ کے بہت سے غلام آپکی خدمت میں بھاگ بھاگ کر آئے کہ آپ کے دامن کرم میں پناہ لیں - یہ رنگ دیکھکر کفار نے آپکو خط لکھا کہ " ان غلاموں کو آپ کے مذہب سے کوئی خوش اعتقادی نہیں ہے ' صرف آزادی کی کشش انکو آپ کی خدمت میں کھینچ لیئی ہے " صحابہ نے بھی اسکی تائید کی اور کہا : " کفار سچ کہتے ہیں - آپ ان کو واپس کردیجیے " لیکن آنحضرت صحابہ پر سخت برہم ہوے اور فرمایا : " اب ان کو واپس نہیں کیا جاسکتا - یہ خدا کی راہ میں آزاد ہیں " (۲) کفار کا بیان کیونکر سچ ہوسکتا

(۱) مسلم جلد ۲ - ص - ۷۵
(۲) ابو داؤد جلد ۲ - ص - ۱۳

تھا ؟ انھوں نے کہا کہ اُن غلاموں کو اسلام سے کوئی خوش اعتقادی نہیں جو آسکے آستانۂ کرم پر آزادی کیلیے آئے ہیں ' لیکن اگر یہ سچ تھا کہ وہ آزاد ہونے کیلیے آئے تھے تو اسکا یہی مطلب تھا کہ وہ مسلمان ہونے کیلیے آئے تھے - کیونکہ اسلام اسکے سوا کیا ہے کہ وہ ہر طرح کے دماغی و جسمانی غلاموں کو آزاد کردینے کیلیے ظاہر ہوا ؟

(اسیران بنو قریظہ)

تمام غزوات میں آپ نے بظاہر سب سے زیادہ سختی بنو قریظہ کے ساتھہ کی تھی جنھوں نے اپنے تخلف عہد و میثاق سے اپنے تئیں سخت سے سخت تشددات کا مستحق بنا دیا تھا ' لیکن اون کے قیدی بھی آپ کے لطف و مراعات سے محروم نہ رہے ' اور آپ نے بہت سے قیدیوں کو آزاد کردیا (۱)

(قیدیوں کی ضروریات)

دور جدید کے فیاضانہ قانون کی رو سے قیدیوں کے بدن سے زیور یا کپڑا نہیں اوتارا جاسکتا ' لیکن اسلام کی فیاضی نے صرف اتنا ہی نہیں کیا بلکہ خود قیدیوں کو کپڑا بھی پہنا دیا - غزوۂ بدر میں جب حضرۃ عباس رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے برہنہ لاے گئے ' تو آپنے اونکو عبد اللہ بن سلول کی قمیص لیکر پہنائی - یہ اوسی احسان کا معاوضہ تھا کہ آپ نے اوسکے مرنے کے بعد اپنا کرتہ اوسکے کفن کیلیے دیا تھا - قبیلۂ ہوازن کے قیدیوں کی تعداد تقریباً ۶ ہزار تھی ' لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو کپڑا پہنا کر واپس کیا - (۲)

(اسیران جنگ کے جذبات کی رعایت)

قید کی حالت میں جسمانی تکلیفوں سے زیادہ انسان کے جذبات کو صدمہ پہونچتا ہے ' لیکن آج تک دنیا کی کسی قوم نے قیدیوں کے جذبات کا لحاظ نہیں رکھا - صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے جسم کے ساتھہ قیدیوں کی روح کو بھی سکھہ پہونچایا ہے - قید کی حالت کا وہ منظر نہایت درد انگیز اور رقت خیز ہوتا ہے جب بھائی بھائی سے ' بیٹا باپ سے ' شوہر بی بی سے بجبر ایک غیر متعین مدت کیلیے جدا کردیے جاتے ہیں - لیکن اسلام نے قید کی حالت میں ہمیشہ عزیزوں کی باہمی یکجائی سے اونکے لیے تسکین کا سامان مہیا کیا - جب حضرت علی نے ایک لونڈی کو اوسکی لڑکی سے جدا کرنا چاہا تھا ' تو آنحضرت نے اسکی ممانعت فرمائی تھی (۳) یہی وجہ ہے کہ اسلام نے کبھی قیدیوں کے مذہبی جذبات و عقائد سے بھی تعرض نہیں کیا - مدینہ میں یہود کے مذہبی اثر نے اس قدر وسعت حاصل کرلی تھی کہ اگر کسی عورت کے بچے زندہ نہیں رہتے تھے تو وہ نذر مانتی تھی : " اگر اوسکا بچہ زندہ رہیگا تو وہ اوسکو یہودی بنائیگی " - چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہود بنو نضیر کو جلا وطن کیا ' تو اون میں اس قسم کے بہت سے بچے بھی تھے - انصار نے انکو روکنا چاہا ' لیکن اسپر یہ آیت نازل ہوئی :

لا اکـــراہ فـــي الـــدین	مذہب میں اکراہ و جبر نہیں
قـــد تبیـــن الـــرشـــد	بلا شبہ اب حق باطل کے مقابلے
مـــن الغـــي - (۴)	میں بالکل واضح و روشن ہوگیا ہے -

(مبادلہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے ساتھہ قیدیوں کا مبادلہ بھی کیا ہے - ابن سلمہ کا بیان ہے :

" جب قبیلہ بنو فزارہ پر حملہ کیا گیا ' تو میں لازمی قبیلہ کی

(۱) طبقات ابن سعد جلد ۲ - صفحہ - ۵۴
(۲) [illegible]
(۳) ابو داؤد جلد ۲ - ص - ۱۲
(۴) ابو داؤد جلد ۲ - ص - ۹

غنمتم حلالا طيبا و اتقو الله ان الله غفور رحيم (انفال)

سخت عذاب نازل ہوتا ۔ مگر اب جو کچھ مال غنیمت میں تم نے لوٹا ہے ' اوسکو حلال اور پاک چیزوں کی طرح کھاؤ بلا شبہ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے ۔

لیکن ترمذی کی ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کو اسیران بدر کے فدیہ سے کوئی تعلق نہیں ' بلکہ وہ مال غنیمت کے متعلق نازل ہوئی ہے :

فلما كان يوم بدر وقعوا في الغنائم قبل ان تحل لهم ' فانزل الله : لولا كتاب من الله سبق لمسكم فيما اخذتم عذاب عظيم (ترمذی كتاب التفسير ص - ۵۰۳)

جب معرکۂ بدر پیش آیا تو مال غنیمت کے حلال ہونے سے پیشتر ہی لوگوں نے لوٹنا شروع کردیا - اسپر خدا نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر خدا کا حکم پہلے سے نہ ہوچکا ہوتا ' تو جو کچھ تم نے لوٹا ہے اوسکی پاداش میں تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا -

یہی وجہ ہے کہ اس آیۃ کی تفسیر میں بر بناء احادیث صحیحہ ہمارا مسلک عام مفسرین کی راہ سے الگ ہے ' اور اسکی پوری تحقیق سورۂ انفال و توبہ کی تفسیر سے معلوم ہوسکیگی -

غزوۂ بدر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کا جو طرز عمل رہا ' اوس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت نے فدیہ پر کوئی اثر نہیں ڈالا - چنانچہ آپ نے غزوۂ بنی مصطلق میں تمام اسیران جنگ کو فدیہ لیکر رہا کردیا تھا - (۱)

(فدیہ کا مقصد)

اسلام اگرچہ فدیہ کا موجد نہ تھا ' بلکہ زمانۂ قدیم سے جو رسم چلی آتی تھی ' وہی جاری رہگئی تھی ' با اینہمہ اسلام کا طرز عمل اس معاملہ میں تمام دنیا سے مختلف تھا - اعمال کے نتائج کا اثر خود عمل سے نہیں ظاہر ہوتا بلکہ نیت سے ظاہر ہوتا ہے - اختلاف نیت سے ایک ہی عمل کا نتیجہ مختلف صورتوں میں ظاہر ہو سکتا ہے - گذشتہ قوموں نے فدیہ کی جو رسم قائم کی تھی ' اوس سے اسیران جنگ پر احسان تو ضرور ہوجاتا تھا ' لیکن وہ بالکل عارضی تھا - اونہوں نے اسے مال و دولت جمع کرنے کا ایک ذریعہ بنا لیا تھا - قدیم قوموں میں بہت سے جنرل اسیکی بدولت دولت مند ہو گئے - لیکن اسلام نے اسکا دائرہ صرف رہائی کے احسان تک ہی محدود کردیا - چنانچہ کفار نے جب ایک سردار کی لاش کو فدیہ دیکر واپس لینا چاہا تھا ' تو آنحضرت نے صاف انکار کردیا تھا (۲) اسلام نے اگر فدیہ کو مالی فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا ہوتا تو فدیہ لیکر لاشوں کا واپس کرنا زندہ انسانوں کی واپسی سے زیادہ آسان اور بے ضرر تھا - حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسیران بدر کے متعلق فدیہ لینے کا جو مشورہ دیا تھا ' اوس سے صرف مالی فائدہ اوٹھانا مقصود تھا - چنانچہ اونہوں نے صاف صاف کہدیا تھا کہ اس سے فوجی مصارف میں مدد ملیگی -- پس اگر اس آیت کا وہی شان نزول تسلیم کرلیا جاے جسکو حضرات مفسرین کرام نے بتایا ہے ' تو اوس سے بھی صرف یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ فدیہ کو دنیوی فوائد کے حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے - چنانچہ خدا خود کہتا ہے :

تریدون عرض الدنیا و الله یرید الاخرة !

تم دنیوی فوائد چاہتے ہو اور خدا تمھارے لیے آخرۃ کا ثواب چاہتا ہے -

لیکن اس سے فدیہ لیکر بطور احسان رہا کردینے کی نفی لازم نہیں آتی - اور دراصل اس مبحث سے اس آیۃ کو کوئی تعلق ہی نہیں -

(۱) ترمذی ص - ۲۹۳
(۲) طبقات ابن سعد جلد ۲ - ص - ۹۳

مگر اسلام کا دوسرا قدم ان خس و خاشاک کا بھی پابند نہیں ہوسکتا تھا - آنحضرت نے اگرچہ بعض موقعوں پر فدیہ قبول کرلیا تھا ' لیکن آپ عموماً قیدیوں کو بغیر کسی مالی معاوضے کے آزاد فرمادیا کرتے تھے - چنانچہ بنو مصطلق کے بعض اسیران جنگ سے اگر آپنے فدیہ لیا ' تو قیدیوں کا ایک گروہ بلا معاوضہ بھی رہا کردیا (۱)

و كان منهم من من عليه رسول الله صلى الله عليه و سلم و منهم من افتدى ' فلم يبق امراة من بني المصطلق الا رجعت الى قومها (طبقات ابن سعد جلد ۲ - ص - ۴۶)

اونکے بعض قیدیوں کو آپ نے احساناً رہا کردیا ' اور بعض سے فدیہ لیا - اسطرح بنو مصطلق کی ہر گرفتار شدہ عورت اپنی قوم میں واپس چلی گئی - اور ایک عورت بھی نہ بچی جو قید میں رہگئی ہو !

(غزوۂ دومۃ الجندل)

غزوۂ دومۃ الجندل میں تقریباً ایکسو بچے اور عورتیں قید کرلی گئی تھیں - لیکن جب ابو زید مسلمان ہوکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اونکے رہا کرنے کی درخواست کی ' تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرت علی کے ذریعہ حضرت زید بن حارثہ کو حکم دیا :

ان تخلي بينهم وبين حرمهم (ابن سعد جلد ۲ ص ۴۶)

اونکی عورتوں کو بالکل آزاد کردو -

(بنی تمیم و ہوازن)

غزوۂ بنی تمیم میں صحابہ گیارہ عورتوں اور تیس بچوں کو گرفتار کرلاے - آنحضرت نے اونکو رملہ بنت حارث کے گھر میں بند کردیا ' لیکن جب اوس قبیلہ کے سردار آئے اور اونکو دیکھکر قیدیوں نے رونا پیٹنا شروع کیا ' تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے تمام قیدیوں کو اونکے ساتھہ رہا کرکے واپس کردیا (۲)

غزوۂ ہوازن میں علاوہ بہت سے مال غنیمت کے ۶ ہزار زن و مرد گرفتار ہوے تھے (۳) لیکن جب وہ لوگ مسلمان ہوکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوے اور مال غنیمت کے واپس کرنے کی درخواست کی ' تو آپنے فرمایا : " مال اور قیدی دونوں واپس نہیں کیے جاسکتے - ایک کو اختیار کرسکتے ہو " اونلوگوں نے قیدیوں کو واپسی کیلیے انتخاب کیا - چونکہ تمام قیدی تقسیم کردیے گئے تھے ' اسلیے آنحضرت نے ایک خطبہ دیا ' جسکا مطلب یہ تھا :

" جو لوگ قیدیوں کو بخوشی واپس کرنا چاہیں وہ واپس کردیں - لیکن اگر کچھہ لوگ مالی معاوضہ چاہتے ہوں تو چاہیے کہ صبر کریں - اسکے بعد میرے حصہ میں جو مال خمس کا آئیگا ' میں اوس میں سے ہر قیدی کے عوض ۶ اونٹ دیدونگا "

لیکن تمام صحابہ نے قیدیوں کو بخوشی واپس کردیا (۴)

(قاتلوں کے ساتھہ سلوک)

بعض حالتوں میں آپ پر دشمنوں نے کمینگاہوں سے نہایت خداعانہ حملے کیے ہیں اور وہ گرفتار ہوکر آے ہیں - کفار مکہ کی ایک جماعت نے جو ۸۰ - اشخاص سے مرکب تھی ' عین نماز فجر میں آپ پر حملہ کرنا چاہا اور صحابہ نے اونکو گرفتار کرلیا - لیکن آپنے ان کو بھی بغیر کسی مالی معاوضہ کے بلا تامل آزاد کردیا (۵)

عہد نبوت میں متعدد قبائل کے ڈاکوؤں نے ایک جتھہ قائم

(۱) طبقات ابن سعد جلد ۲ - ص - ۱۱۹
(۲) طبقات ابن سعد جلد ۲ - ص - ۱۱۱
(۳) یہ واقعہ ابو داؤد ' بخاری ' مسلم ' سب میں ہے -
(۴) ابو داؤد جلد ۲ - ص - ۱۰
(۵) مقریزی جلد ۲ - ص - ۷۸

مـرحـوم مـولانـا شـبـلي نـعـمـاني

حیاۃ علمي و ادبي پر ایک سرسري نظر

گذشته سال کي ایک صحبت

گذشته سال ایک یادگار جلسه مسلم انسٹي ٹیوٹ هال کلکته میں زیر صدارت جسٹس سید حسن امام منعقد هوا تها - اس غرض سے که یه عاجز شمس العلما مولانا شبلي نعماني مرحوم کي حیاۃ علمي و ادبي کے متعلق لکچر دے -

کسي کثیر التصانیف مصنف کي علمی زندگي کے متعلق (علی الخصوص جبکه وه مختلف علوم سے تعلق رکهتي هو) ایک دو گهنٹے کي صحبت میں کیا کہا جاسکتا هے ؟ تاهم ایک تقریر کي گئي ' اور چونکه مجمع هر طرح کا تها ' اسلیے کوشش کي گئي که خالص علمي مباحث کا خشک مذاکره هي نهو ' بلکه زیاده تر انهي پهلووں پر نظر ڈالي جاے ' جو عام طور پر بهي کوئي ادبي و علمي بصیرۃ سامعین کے لیے رکهتے هیں -

میرے ایک عزیز و مخلص مولوي محمد یعقوب صاحب نے اس تقریر کے نوٹ بطور خود لے لیے تهے - وه اُنکو مرتب کرکے اس غرض سے میرے پاس لاے که کسي بیان میں غلطي تو نہیں رهگئي هے - چنانچه وه کاغذ لیکر میں نے رکهه لیا - لیکن اسکے بعد نه تو مجهے اسکي یاد آئي اور نه مولوي صاحب نے یاد دهاني کي ضرورت سمجهي - آج ایک سال کے بعد ایک ضرورت سے کاغذات کو دیکهنے لگا تو یه پورا مضمون نکل آیا - مضمون نے پہلے سال گذشته کا وه زمانه یاد دلایا جب میں نے ان کاغذات کو حوالۂ فسیل کیا تها ' اور اس یاد کے ساتهه هي مولانا شبلي مرحوم ' اور انکي نا قابل فراموش علمي و ادبي صحبتیں یاد آگئیں !

جرت الریاح علی مکان دیارهم * فکانهـــم کانوا علی میعـــاد !

اگرچه یه ایک مختصر زباني اور سرسري تقریر تهي ' اور پهر اسکے بهي یه نامکمل و متفرق نوٹ هیں ' تاهم خیال آیا که گذشته کي هر یاد ' اور رفته کا هر تذکره کچهه نه کچهه دلچسپي ضرور رکهتا هے - اسے شائع کردیا جاے تو بہتر هے - ممکن هے که اسکے سرسري اشارات سے کوئي مفید بات کسي کو معلوم هوجاے - اور پهر تذکرۂ علم و ارباب علم بهر حال عدم تذکره سے بہتر هے :

(آغـــاز تـقـریـــر)

" میں اس موثر اور عظیم الشان اجتماع پر اس هال کو مبارکباد دیتا هوں ' اسلیے نہیں که انسانوں کا ایک بہت بڑا مجمع مجهے اپنے ارد گرد نظر آتا هے ' کیونکه مجامع همیشه هوتے هیں اور همیشه هونگے - اسلیے نہیں که شوق ' اور معرفت کا ایک غیر معمولي اجتماع میرے سامنے هے ' کیونکه میں نے اس سے بهي وسیع تر حلقه هاے معرفت و ذوق دیکهے هیں ' اور اسلیے بهي نہیں که ایک منتخب اور تعلیم یافته صحبت یہاں منعقد هوگئي هے ' کیونکه ایسا بارها هوا هے ' اور یه میرے لیے کوئي نئي چیز نہیں - مگر اے حضرات ! صرف اسلیے که آج کا اجتماع ان تمام موجبات تبریک سے بهي بڑهکر ایک خصوصیت اپنے اندر رکهتا هے ' اور وه کسي متمدن اور زنده اجتماع کیلیے سب سے بڑي عظمت هے جو دنیا میں حاصل هو سکتي هے - همارا آج کا اجتماع طاقت کے ماتم میں نہیں هے ' جسکا ماتم همیشه کیا جاتا هے - همارا ماتم دولت کے لٹنے کا نہیں هے جسکے لیے غلام دولت مجمعوں نے همیشه ماتم کیا هے - همارا ماتم دنیوي عزتوں کیلیے نہیں هے جسپر حلقه بگوشان دنیا نے همیشه سینه کوبي کي هے - هم کو کسي دنیوي عز و جاه کي کشش کهینچ کر یہاں نہیں لائي هے جسکي طاقتور زنجیروں نے همیشه بندۂ هوس انسانوں کو مقید کیا هے - بلکه آج هم صرف علم اور فن کے ماتم کیلیے یہاں جمع هوئے هیں ' جسکي تقدیس سب سے بالاتر ' اور جسکي عظمت کے آگے دنیا کي هر بڑي سے بڑي قوت بهي هیچ هے - (چیرز) هم ایک ایسے انسان کے غم میں اشکبار هیں جو ایک فقیر بے نوا تها ' جسکو کسي طرحکي دنیوي عزت حاصل نه تهي ' جو نه کبهي بڑے بڑے ایوانوں میں رها ' اور نه چاندي سونے کے خزانے اپنے وارثوں کیلیے اسنے جمع کیے (چیرز) البته اس نے دنیوي شہنشاهیوں کي جگه چالیس سال تک سلطان علم کي خدمت گذاري کي (چیرز) پس مبارک هے وه اجتماع جو علم اور ارباب علم کیلیے هو ' اور مبارک هو تم که آج طاقت ' حکومت ' عزت ' اور دولت کي جگهه ' صرف علم اور اهل علم کي عظمت کیلیے جمع هوے هو (چیرز) "

اسکے بعد مقرر نے اصل موضوع پر توجه کي ' اور اپني مشکلات کو ظاهر کیا - انهوں نے کہا که " آپ اعلان میں پڑھ چکے هیں ' که میرا موضوع " مولانا شبلي مرحوم کي حیات علمي و ادبي " هے ' لیکن حیران هوں که ڈیڑھ دو گهنٹے کي صحبت کے اندر ایک چهل ساله علمي زندگي کے متعلق آپکو کیا بتلا سکتا هوں ؟ اس قسم کے علمي موضوعوں کیلیے بہت کافي وقت کي ضرورت هے - همارے سامنے ایک ایسي زندگي هے جو یکسر تصنیف و تالیف میں بسر هوئي ' اور جسکي تصنیف و تالیف کا میدان نہایت وسیع تها - اگر صرف ایک فن هي کا تذکره هوتا تو اسکے لیے بهي ایک مختصر صحبت کافي نه تهي - یہاں تو مختلف علوم کي تصنیفات و مباحث کے مسائل درپیش هیں ' اور جن میں بعض ایسے علوم بهي هیں جنکا نوعیت باهم متضاد و مختلف هے - انهوں نے ایک هي زندگي میں ایک هي وقت کے اندر تاریخ ' سیرۃ ' کلام ' فقه ' حدیث ' اور ادب و شعر کے متعلق تصنیفات مرتب کي هیں ' اور اسلیے همیں بهي ایک هي وقت کے اندر علوم دینیه کے خشک اور مقدس مباحث کے ساتهه عالم حسن و عشق اور ادب و شعر کي گلیوں میں بهي سراغرساني کرني هے - پهر اس سے بهي مشکل تر یه که کسي مصنف کي زندگي پر نقد و بحث کرنے کے لیے خالص علمي بحث کي ضرورت هے - اس نے جن مواضیع پر اپني مصنفات یادگار چهوڑي هیں ' انکے مقاصد اور اطراف و متعلقات کو واضح کرنا چاهیے - پهر ان مقاصد کیلیے جو ذخیره متقدمین کا موجود هے ' اسکي حالت کو بکثرت مثالیں دیکر اور اقتباسات پیش کرکے ذهن نشین کرنا چاهیے - اسکے بعد دکهلانا چاهیے که ایک ایسے متفرق ' غیر مرتب ' غیر منظم ' اور پریشان سامان سے کیونکر ایک کامل و جامع اور مرتب و منظم عمارت طیار کي گئي ؟ اور اجتهاد فکر ' دقت نظر ' وسعت مطالعه ' اور حسن اخذ و استدلال نے کس طرح ان تمام نقصوں کو پورا کردیا جو قلت مواد اور تساهل مصنفین سے پیدا هوگئے تهے ؟

لیکن علاوه قلت وقت کے یه ایک ایسي خشک بحث هے جو شاید بعض طبائع پر شاق گذرے -

پهر اس سے بهي مقدم تر امر فن تصنیف و تالیف کا تذکره هے اور اسکے بغیر میري بحث کامل نہیں هوسکتي - تصنیف کي مختلف قسمیں هیں ' اور مجهے بتلانا چاهیے که انکے فرائض و مقاصد کیا کیا هیں ؟ نیز یه که ایک مصنف کے لیے [illegible] دماغي ' حسن مطالعه ' اور وسعت معلومات کیونکر بهم هوسکتے هیں ' اور همارے قدیم علم و فن کا ان ضروري ارکان [illegible] تصنیف میں کیا حال تها ؟

ایسي حالت میں آپ سمجهه سکتے هیں که اس موضوع کو قلت وقت نے کسقدر مشکل کردیا هے ؟ تاهم مجهے کچهه نه کچهه کہنا هے اور ایسي موضوع پر کہنا هے - میں مختصر اشارات سے کام لونگا ' اور کوشش کرونگا که اس علمي زندگي میں جو عبرتیں اور بصیرتیں خواستگاران علم و بزرگي کیلیے پوشیده هیں ' انهیں اپنے سفر بیان کے هر قدم پر نمایاں کروں - کیونکه ان تمام مذاکرات و بیانات کا مقصد اصلي یہي هے : لقد کان في قصصهم عبرۃ لاولی الالباب "

ایک عورت کو گرفتار کر لایا - اسکے ساتھہ اوسکی نوخیز لڑکی بھی تھی - حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ امیر الجیش تھے ' اونھوں نے مال غنیمت کو تقسیم کیا تو وہ لڑکی مجھہ کو ملی - میں اوسکو مدینہ لے آیا - بازار میں حسن اتفاق سے آنحضرت کا سامنا ہو گیا - آپ نے اوس لڑکی کو دیکھہ کر فرمایا کہ اس عورت کو مجھپر ھبہ کردو - میں نے کہا : خدا کی قسم مینے اب تک اسے ھاتھہ بھی نہیں لگایا ہے ' اور اب اسکو آپ کی نذر کرتا ہوں ! لیکن آپنے اوس لڑکی کو لیکر اھل مکہ کے پاس واپس بھیجدیا ' اور کفار نے اوسکے عوض میں متعدد مسلمان قیدیوں کو رھا کر دیا " (۱)

(واقعۂ حضرۃ صفیہ)

اس واقعہ سے ایک دوسرے اھم مسئلہ کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے ' آنحضرت کے زمانے میں امراء کے خاندانوں کی جو عورتیں گرفتار ہوکر آئیں ' اون میں جویریہ اور صفیہ کے ساتھہ آپنے خود نکاح فرمایا - چونکہ وہ اور باتوں کے ساتھہ حسن و جمال میں بھی نہایت ممتاز تھیں ' اسلیے یورپ اسکو بد گمانی کی نگاہ سے دیکھتا ہے ' لیکن واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت قید کی حالت میں بھی شرفاء کی عزت کا ہمیشہ لحاظ رکھتے تھے - صفیہ پہلے دحیہ کلبی کے حصہ میں آئی تھیں ' لیکن وہ ایک امیر رئیس کے خاندان کی چشم و چراغ تھیں ' ظاہر ہے کہ ایک رئیسہ کے حفظ مراتب کا دحیہ لحاظ نہیں رکھہ سکتے تھے - جویریہ اپنے بعل ازادی کیلیے جسطرح پریشان حال پھرتی تھیں ' وہ اونکے لیے بھی سخت توہین کا باعث تھا - اور صفیہ نے تو خود اس خیال کو ظاہر بھی کردیا تھا - اس بنا پر آنحضرت نے اونکی اس ذلت کو گوارا نہیں کیا ' اور خود اونکے ساتھہ نکاح کرکے اونکی خاندانی عزت میں اور اضافہ کر دیا - چنانچہ آپ کے طرز عمل سے صحابہ کو خود بھی اسکا احساس ہو گیا تھا - صفیہ کو ایک شخص نے یہ کہکر آنحضرت کی خدمت میں پیش کیا :

یا نبی اللہ ! اعطیت دحیۃ صفیۃ بنت حیی ابن اخطب سید قریظۃ و النضیـــر ' لاتصلـــح الا لک - (۲)

یا رسول اللہ ! آپ نے صفیہ کو جو حیی ابن اخطب سردار قریظہ و نضیر کی لڑکی ہے ' دحیہ جیسے معمولی شخص کے حوالے کیا ہے - لیکن وہ صرف آپ ھی کیلیے موزوں ہے -

(مطعم بن عدی)

آنحضرت احسان کے معاوضے میں بھی قیدیوں کو رھا فرمایا کرتے تھے - زمانۂ جاھلیۃ میں مطعم بن عدی نے آپ کے ساتھہ ایک احسان کیا تھا - اسکا آپ پر اس قدر اثر تھا کہ جب اسیران بدر آپ کی خدمت میں حاضر کیے گئے تو آپ نے فرمایا : " اگر مطعم بن عدی آج زندہ ہوتا اور وہ ان قیدیوں کے معاملے میں گفتگو کرتا ' تو میں سبھوں کو رھا کر دیتا "

(وحشیانہ مراسم کا انسداد)

لیکن سب سے زیادہ آپ نے اون مظالم اور اون ذلت آمیز طریقوں کو مٹایا ' جو غلاموں کے متعلق تمام عرب میں رائج تھے - عرب میں یہ ایک نہایت درد انگیز طریقہ جاری ہوگیا تھا کہ غلاموں کے ھاتھہ پاؤں باندھکر نہایت بیدردی سے قتل کردیتے تھے - چنانچہ بنو عامر نے حضرت خبیب کو اسی طریقہ سے قتل کیا تھا - لیکن آپنے نہایت سختی کے ساتھہ اس ظلم و وحشت کو روک دیا -

لونڈیوں کے ساتھہ بغیر انقضاء مدت کے لوگ تعلق کرلیتے تھے - یہاں تک کہ حاملہ لونڈیاں بھی اس سے مستثنی نہ تھیں - لیکن

---

(۱) ابو داود جلد ۲ - ص - ۱۲

(۲) مسلم جلد ۱ - ص - ۵۴۹ کتاب النکاح

آنحضرت نے نہایت سختی کے ساتھہ اس کی بھی ممانعت فرمائی - آپنے ایک لڑائی میں ایک حاملہ لونڈی کو دیکھکر فرمایا : " شاید اسکے آقا نے اسکے ساتھہ یکجائی کی ہے " صحابہ نے بھی آپ کے خیال کی تائید کی - اسپر آپنے فرمایا :

ھممت ان العنہ لعنۃ تدخل معہ فی قبرہ (۱)

جی میں آتا ہے کہ اس فعل کے کرنے والے پر ایسی دائمی لعنت بھیجوں جو اسکی قبر تک اوسکے ساتھہ جائے !

پھر غزوۂ اوطاس میں عام حکم دیدیا :

لا توطاء حاملۃ حتی تضع ' و لا غیر ذات حمل ' حتی تحیض حیضۃ (۲)

حاملہ لونڈیوں سے وضع حمل کے قبل نزدیکی نہ کی جائے ' نیز غیر حاملہ عورتوں سے بھی اوسوقت تک علحدگی ضروری ہے جب تک کہ اون پر ایک مہینہ طہارت ایام مخصوصہ کا نہ گذر جائے -

(رقاصہ لونڈیاں)

زمانۂ جاھلیۃ میں عموماً لونڈیوں سے رقص و سرود کا کام لیا جاتا تھا ' اور اس قسم کی لونڈیوں کا ایک خاص طبقہ پیدا ہوگیا تھا جسکو " قینہ " کہتے تھے - اس طبقہ میں وہ لونڈیاں نہایت موجب سمجھی جاتی تھیں ' جو عین محفل کے اندر لمس و مس کا حیا سوز موقع دیتی تھیں - اس بے حیائی کا اثر اونکی وضع و لباس سے بھی ظاہر ہوتا تھا - وہ نہایت کھیلا ڈھالا کرتہ پہنتی تھیں - اوسکا گریبان نہایت کشادہ اور کھلا ہوتا تھا - چنانچہ طرفہ نے ان لونڈیوں کا ذکر اپنے مشہور قصیدۂ معلقہ میں نہایت تفصیل سے کیا ہے ' اور ارباب فن کو معلوم ہے -

عرب جاھلیۃ کی یہ حالت بعینہ قدیم تمدن روم سے ملتی جلتی ہی جسکی رقاصہ اور مغنیہ عورتوں کے نیم برھنہ لباس کی تصویریں اور تماثیل تم نے دیکھی ہونگی - آج یورپ کا لباس محفل رقص جسکو " فل ڈریس " کا عجیب و غریب لقب دیا گیا ہے :

برعکس نہند نام زنگی کافور

اسی کا بقایا ہے ' اور اس سے عرب جاھلیۃ کی رقاصہ لونڈی کے کھلے گریبان اور منظر عریانی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے -

بہت سے لوگ جبراً لونڈیوں سے بدکاری کرواتے تھے ' اور اس طریقہ سے مالی فائدہ اوٹھاتے تھے - آج بھی تمام متمدن قوموں میں یہ ہو رہا ہے -

لیکن اسلام کی اخلاقی تعلیم نے ان تمام وحشیانہ رسموں کو مٹا دیا - قران حکیم کی مندرجۂ ذیل آیت پر غور کرو :

ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیاۃ الدنیا و من یکرھن فان اللہ من بعد اکراھھن غفور رحیم (۲۴ : ۳۳)

اور اپنی لونڈیوں کو زنا پر دنیوی فائدہ کیلیے مجبور نہ کرو جبکہ وہ پاکدامن رہنا چاھتی ھیں ' اور جو لوگ اونکو مجبور کرتے ھیں ' سو اس جبر کے بعد اگر وہ مرتکب زنا ہوجائیں تو خدا بڑا ھی معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے -

اسطرح لونڈیوں نے قعر مذلت اخلاقی سے نکل کر ایک نئی شریفانہ زندگی کے عالم میں قران حکیم کی بدولت قدم رکھا - یہاں تک کہ قران نے اونکو " فتاۃ " کا خطاب دیا ' جسکے معنی عربی میں شریف لڑکی کے ھیں ' لونڈی نہیں کہا -

(باقی آیندہ)

---

(۱) ابو داود جلد ۱ - ص - ۲۹۲ کتاب النکاح

(۲) ابو داود جلد ۱ - ص - ۲۹۲

بھي باقاعدہ مطالعہ نہیں کیا ہے ' وہ ایک بڑي سے بڑي کتاب کو اٹھا لیتے ہیں اور محض ایک سرسري نظر ڈالکے اور ادھر اودھر سے دیکھکے بہترین معلومات حاصل کرلیتے ہیں - انکي نظروں کو کام کي باتوں سے کچھہ ایسی مقناطیسیت ہوجاتي ہے کہ وہ جب صفحوں پر پڑتي ہیں تو صرف کام کي باتوں ہي پر پڑتي ہیں ' اور انکے بیکار اطراف کو اسطرح چھوڑ دیتي ہیں گویا انکے غیر مفید ہونے کي نسبت وہ پہلے سے فیصلہ کرچکي ہیں ! - اس حقیقت کي صرف وہي لوگ تصدیق کرسکتے ہیں جنپر یہ فیضان علم کھل چکا ہے ' کیونکہ یہ بحث و استدلال کا مسئلہ نہیں ہے - زیادہ تر ذوق و کیفیت کا سوال ہے " -

درمیان میں لکچرر نے اور بہت سے نکات مطالعہ اور فن تصنیف و تالیف کے متعلق بیان کیے ' پھر مولانا شبلي مرحوم کي بعض تصنیفات کو مثال کیلیے چنکر اپنے تمام گذشتہ بیانات کو منطبق کیا ' اور دکھلایا کہ انھوں نے اسلامي تاریخ کي تدوین و تہذیب کے ان مشکل ترین مراحل کو کہانتک کامیابي کے ساتھہ طے کیا ' اور پرانے مصالحہ سے کیسي باقاعدہ اور منظم عمارتیں کھڑي کیں ؟

اسي سلسلہ میں انھوں نے طریق استدلال ' تعلیل واقعات ' توجیہ امور ' اور ترتیب و انطباق حوادث پر بھي بحث کی -

پھر فرمایا کہ " مختلف فنون کے مطالعہ کا ذکر آگیا ہے ' اور میں بتلانا چاھتا ھوں کہ ھمارے فقید ملت کي ایک خصوصیت " جامعیت ذوق " بھي تھي "

اونھوں نے کہا کہ " اس تعلیم یافتہ مجمع میں جو میرے سامنے ہے ' یہ کہنا مزید تفصیل کا محتاج نہوگا کہ ایک ھي وقت میں مختلف علوم کا مطالعہ اور ذوق پیدا کرنا ایک ایسي خصوصیت ہے جو ھمیشہ اور ھر علمي عہد میں کمیاب رھي ہے - علی الخصوص ایسي چیزوں کا ایک ھي وقت میں ذوق صحیح پیدا کرنا جو باہم متضاد سمجھي جاتي ھوں - ایک دماغ ایک ھي وقت میں فلسفہ اور شاعري کا مطالعہ نہیں کرسکتا ' اور بہت مشکل ہے کہ ایک شخص تاریخ کے ساتھہ ادب او رکلام کا بھي مطالعہ جاري رکھے - قدماء اھل اسلام میں بھي جامعیت کي مثالیں زیادہ نہیں ملینگي - حضرت امام غزالي کی احیاء علوم الدین جس درجہ کي کتاب ہے وہ کسي سے پوشیدہ نہیں - تصوف و اخلاق ' معارف شریعت ' اور علوم اسرار الدین میں حجۃ اللہ البالغہ کو مستثنی کردینے کے بعد اور کوئي کتاب اسکے سامنے نہیں لائي جاسکتي - مگر ساتھہ ھي فن حدیث کے متعلق اسقدر بے احتیاط کتاب ہے کہ اکثر صوفیوں اور حکماء الٰھیین کے اقوال کو حدیث قرار دیدیا ہے ' اور اسرائیلیات سے تو اسکے متعدد ابواب مملوء ہیں - چنانچہ امام حجۃ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کو کہنا پڑا کہ " کلامہ في الاحیاء غالبہ جید ' لاکن فیہ اربع مواد فاسدۃ : مادۃ فلسفیۃ و مادۃ کلامیۃ و مادۃ الاحادیث الموضوعہ " الخ

لیکن اس سے امام غزالي کے جلالۂ مرتبۃ پر کوئي اثر نہیں پڑتا ' کیونکہ وہ متکلم ' حکیم ' فقیہ ' اور صوفي تھے ' نہ کہ محدث و ناقد حدیث - و لکل فن رجال -

لیکن مولانا شبلي مرحوم کو اگر ھم ایک ھي وقت کے اندر مختلف علوم کے مطالعہ میں منہمک پاتے ہیں ' تو اسکي قدر شناسي سے انکار نہیں کرنا چاھیے - انھوں نے ایک ھي زندگي میں متعدد زندگیوں کے کام انجام دیے - انکي تصنیفات انکے تعدد مذاق و تنوع مطالعہ کي شہادت دیتے ہیں - وہ ایک ھي وقت میں مورخ خلفاء ' مورخ ملوک ' مورخ علوم ' اور پھر ادیب ' انشا پرداز ' اور شاعر تھے - بارہا تم نے دیکھا ہوگا کہ تاریخ و کلام کي علمي صحبتوں سے اٹھکر حسن و عشق کي شاعرانہ بزموں میں نغمہ طراز ہیں ' اور ادب و شعر کي مجلسیں ان کي دقیقہ سنجیوں سے رونق پا رھي ہیں ! "

(باقي آیندہ)

بصائر و حکم

فلسفۂ اجتماع

اور جنگ

(۱)

دنیا اور دنیا کي دلچسپیاں نہایت مختلف ہیں - ایک شخص فلسفہ سے دلچسپي رکھتا ہے ' دوسرا شعر و سخن سے - ایک شخص حسن شوخ پر جان دیتا ہے ' دوسرا سادہ اداؤں پر - ایک شخص مسجد میں شب بیداري کرتا ہے ' دوسرا کسي میکدے میں - ایک شخص شہر کي تنگ گلیوں میں ذوق نظارہ کو پورا کرتا ہے ' دوسرا کھلے ہوے میدانوں میں - غرض دنیا کے اسي اختلاف مذاق نے ھر چیز کو باکار اور محبوب و مرغوب بنا دیا ہے - اور اسکے دسترخوان کي کوئي غذا بیکار نہیں -

لیکن دنیا کي تمام چیزوں میں صرف جنگ ھي ایک ایسي چیز ہے جس سے ھر شخص یکساں دلچسپي رکھتا ہے - زاھدان شب گذار بھي واقعات جنگ کو اوسي ذوق و شوق سے سنتے ہیں' جس طرح ایک ماھر سیاست میدان جنگ کي خبروں پر کان لگاے رکھتا ہے - ھیگ کانفرنس کا حال کتنے لوگوں کو معلوم ہے جو " صلح " اور " امن " کیلیے قائم ہوئي تھي ؟ لیکن موجودہ جنگ کے واقعات بچے بچے کي زبان پر ہیں اور کوئي فرد بشر نہیں جسے اسکي خونین سرگذشتیں معلوم نہوں !

پس زمانۂ " جنگ " میں تمام دنیا متحد المذاق اور متحد الخیال ہوکر ایک نئي " جماعت " بن جاتي ہے - زمانۂ جنگ میں دنیا ایک انجمن ہوتي ہے ' جس میں صرف جنگ ھي کے واقعات بار بار دوھراے جاتے ہیں - تمام انجمنوں کے چراغ بجھہ جاتے ہیں ' صرف لڑائي کي آگ دنیا کي اس مشترک انجمن کیلیے شمع ہوتي ہے - " جماعت " کے متعلق تم کو معلوم ہے کہ اسکے اعمال کبھي ترتیب عقلي کے پابند نہیں ہوتے - جماعت صرف جذبات کي مخلوق ہے - اسلیے یہ " کائنات منفعلۂ جنگ " نہایت زود اعتقاد ' سریع الانفعال ' اور یکسر خیال پرست ہوتي ہے - جنگ کے ساتھہ ھي سریان خیال کي ایک برقي رو تمام دنیا میں دوڑ جاتي ہے - ایک بات جہاں کسي زبان سے نکلي ' تمام دنیا اوسکا کلمہ پڑھنے لگتي ہے -

قواے عقلیہ بالکل بیکار ہو جاتے ہیں ' دنیا پر صرف قوت غیر شاعرہ حکومت کرتي ہے ' ھر بات نہایت آساني سے قبول کرالي جاتي ہے ' درایت کا تمام دفتر پارینہ الٹ دیا جاتا ہے ' مبالغہ ھر واقعہ کا جزو لازمي ہوجاتا ہے ' ھر واقعہ کي اصلي صورت مسخ کردي جاتي ہے ' دوست و دشمن میں کوئي تفریق نہیں کي جاتي - آج ایک فریق کي فتح پر اظہار مسرت کیا جاتا ہے ' تو کل دوسرے فریق کي شجاعت کي داد دي جاتي ہے - ایک جہاز پورے بیڑے کي طاقت حاصل کرلیتا ہے - ایک سپاھي لاکھوں افراد سے زیادہ قوي تسلیم کرلیا جاتا ہے - لوگ اوس سے اوسي قدر مرعوب ہوجاتے ہیں ' جس قدر ایک عظیم الشان بحري طاقت اور ایک کثیر التعداد مجموعۂ افواج سے مرعوب ہوسکتے تھے -

اسکے بعد انہوں نے مختصر طور پر تصنیفات کي بلحاظ موضوع و مقاصد چند قسمیں بیان کیں، اور سب سے پہلے مولانا مرحوم کی تاریخي تصنیفات کو بحث کیلیے منتخب کیا -

اس سلسلے میں انہوں نے سب سے پہلے اسلام کے تاریخي ذخیرہ کي ایک مختصر تاریخ بیان کي - انہوں نے کہا کہ " اگرچہ اسلام کي تدوین تاریخ کے مختلف دور ہیں، مگر میں تسہیل بیان و اختصار مطلب کي غرض سے انہیں صرف دو بڑي قسموں میں تقسیم کردیتا ہوں، یعنی قدماء مورخین کا دور جو سنه ۶۰ سے شروع ہوتا ہے، جبکہ بروایة ابن الندیم بعض روایات غزوات قلمبند کي گئیں، اور متاخرین مورخین کا دور جنہوں نے چوتھي صدي کے بعد نئي ترتیبات و مقاصد سے تاریخیں مدون کیں "

اسکے بعد انہوں نے قدماء کي خصوصیات تحریر و تدوین کو بیان کیا، اور دیر تک اسکي تفصیل مثالوں کو پیش کرکے ذہن نشین کرتے رہے - مثلاً انہوں نے کہا کہ " سادگي بیان، سلسلۂ روایت، صحت نقل، عدم تاثر موثرات سیاسیة و دینیه، اور تمام اجزاے ضروریۂ واقعه نگاري کے لحاظ سے ہمارا اصلي ذخیرہ (مثل تمام علوم اسلامیه کے) صرف متقدمین ہي کا ہے - لیکن افسوس که یہي دولت اصلي ضایع ہوچکي ہے، اور مستشرقین یورپ علی الخصوص علم پرستان جرمني کي بدولت جو چند کتابیں میسر آگئي ہیں، وہ ہماري ضرورتوں کیلیے کافي نہیں ہیں - سب سے قدیم تر کتاب طبقات " ابن سعد " ہے جو صحابۂ کرام کا تذکرہ ہے، اور گذشته آٹھ سال کے اندر مستشرقین جرمن کي مساعي حسنه سے شایع ہوا ہے - اسکے بعد ابن قتیبه، ابو حنیفه، طبري، ابن الندیم، بلاذري، یعقوبي، اور ابن ہشام ہیں، اور تمام متاخرین تقریباً انہي کتابوں سے مواد اخذ کرتے ہیں "

پھر انہوں نے متاخرین کا ذکر کیا اور کہا : " مواد تاریخ کیلیے تقریباً یہ تمام ذخیرہ بیکار ہے - کیونکه اول تو کوئي نئي شہادت نہیں، پھر ترتیب و تنظیم اور جزئیات تاریخ کے لحاظ سے بھي کچھ مفید نہیں " انہوں نے ابن خلدون کے مقدمه، مقریزي کي تاریخ مصر، اور اندلس کے مورخین کو اس عام تنزل تاریخي سے مستثنی کردیا، اور محي الدین مراکشي، ابن وزیر غرناطي، اور مقري کي بہت تعریف کي " جنہوں نے قرون مدینة اندلس سے متعلق بہترین مواد تاریخي جمع کیا، اور مذاق تصنیف کے تنزل اور تدوین علوم کي اس بد مذاقي سے محفوظ رہنے میں کامیاب ہوے جو تمام مشرق پر طاري تہا "

سلسلۂ بیان میں آنہوں نے تاریخ مصنفات اسلامیۂ و عربیه کے متعلق جا بجا نہایت مفید اور دقیق اشارات کیے جو افسوس ہے که اردو مختصر نویسي کے رائج نہونے کي وجه سے قلمبند نہیں کیے جاسکتے - مثلاً آنہوں نے طرز تصنیف، طریق ترتیب، تنظیم مطالب، تقسیم ابواب و فصول، تبویب عناوین و مواضع اور حسن ضبط و تسلسل بیان کے لحاظ سے بھي قدماء مصنفین کو متاخرین پر ترجیح دي، اور کہا کہ " تمام دنیا میں علوم و تمدن کي ترویج و ترقي کے ساتھ اقوام متمدنه کے علمي ذخیرہ میں بھي نئي نئي خوبیاں پیدا ہوئي ہیں، مگر تاریخ اسلام کا حال اس لحاظ سے نہایت عجیب اور بالکل برعکس ہے - یہاں مذہب، علم، اخلاق، اور سیاست، سب کي خوبیاں قدماء کے حصے میں آئیں، اور جسقدر زمانه گذرتا گیا، ترقي کی جگه ہر شے میں انحطاط ہوتا گیا - حتی که آجکل کے ترقي یافته فن تصنیف کے لحاظ سے بھي تمام خوبیاں قدماء اہل اسـلام ہي کے یہاں مل سکتي ہیں "

اسي سلسلے میں آنہوں نے ایک نئي بات کہي جسپر ممکن ہے که عام طور پر تعجب کیا جاے -

جب وہ سلسلۂ بیان میں فن تدوین علوم کے متعلق قدماء کے حالات بیان کرنے لگے، تو آنہوں نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ " نه صرف عظمت موضوع و تقدس مضمون کے لحاظ سے، بلکه طرز تصنیف و ترتیب، ضبط مطالب، اور حسن تقسیم و تنظیم کے لحاظ سے بھي تمام تاریخ اسلام میں بہترین کتاب " صحیح بخاري " لکھي گئي ہے، اور کوئي اسلامي تصنیف اس تک نہیں پہنچ سکتي - امام بخاري کے بعد بقیه اصحاب صحاح و جامعین سنن و معاجم و مسانید نے نئے نئے اسلوب مطالب پیدا کیے " مگر کوئي کتاب صحیح بخاري تک نه پہنچ سکي، اور یہ میں محض فن حدیث کي قدیم خوش اعتقادیوں کي بنا پر نہیں کہہ رہا ہوں، بلکه یقین کیجیے که اس فن تصنیف کو پیش نظر رکھکے جو ترقي یافته علمي زبانوں میں آج پایا جاتا ہے، میں نے علي وجه البصیرة یه راے قائم کي ہے "

اسکے بعد انہوں نے مثالیں دیکر واضح کیا که اس تمام ذخیرہ کا کیا حال ہے ؟ متقدمین کي تصنیفات ناپید، اور متاخرین کا ذخیرہ غیر مفید :

" پھر یه حال بھي صرف مواد تاریخ و واقعات کے لحاظ سے ہے - طرز تصنیف و ترتیب و تفحص جزئیات و علل کي راہیں تو تقریباً بالکل مسدود ہیں - آجکل کے مصنف کے فرائض پچھلے مصنفین سے بالکل مختلف ہوگئے ہیں، اور اسکا کام بہت مشکل ہے - اب محض سلسلۂ سنین و اعصار سے واقعات غیر مربوط و غیر معلل کو جمع کردینا کسي مکمل تاریخ کا نام حاصل نہیں کرسکتا - فلسفۂ تاریخ کي وہ راہ جسے ابن خلدون نے پیدا کیا مگر ہمیں اسپر نه چلا سکا، اور جسے اب یورپ نے اپنا طریقۂ کار قرار دیا ہے، ہمارے سامنے ہے، اور ہمیں اسی پر چلنا چاہیے - غور کیجیے که اس لحاظ سے موجودہ زمانے کے ایک مورخ کے کیا فرائض ہیں ؟ "

اسکے بعد انہوں نے ان فرائض کي تشریح کي، اور پھر مثالیں دیکر بتلایا که " قدماء کے غیر مکمل اور متاخرین کے غیر مفید ذخیرہ سے ایک ایسي تاریخ کا مرتب کرنا کسقدر مشکل کام ہوگیا ہے - آجکل کي تاریخوں اور سیرتوں کے جو ضروري ابواب ہیں، ان میں سے ایک باب کیلیے بھي ہمیں مکمل ذخیرہ نہیں ملسکتا - یه کمي اب صرف اجتہاد فکر، سلامتي ذوق، اعتدال راے، قوة استدلال و استنباط، اور بہت زیادہ وسعت مطالعه و نظر ہي سے دور ہوسکتي ہے - ہماري بہت سي قیمتي معلومات ہیں جنکو کوئي با قاعدہ جگه نہیں ملي ہے، مگر وہ کہیں نه کہیں پریشان اور آوارہ گرد ضرور موجود ہیں - اسقدر وسیع نظر ہوني چاہیے که صدہا غیر متعلق کتابوں سے آپ اپنے موضوع کا مواد حاصل کرسکیں - بہت ممکن ہے که جو تاریخي واقعه تاریخ ابن اثیر میں آپکو ملنا چاہیے تہا، وہ خوارزمي کے کسي خط میں آپ کو ملجاے اگرچه وہ ادب کي کتاب ہے - ہوسکتا ہے که آپ کسي اہم واقعه کي تفصیل کیلیے تمام تاریخوں کي ورق گرداني کرچکے ہوں اور ناکام رہے ہوں، لیکن وہ ایک کتاب حدیث کي شرح میں ملجاے، جہاں ضمناً اسکا کچھ تذکرہ آگیا ہے !

آپ ایک عمارت بنارہے ہیں، مگر اسکا مصالحه صدہا میلوں کے رقبه میں پھیلا ہوا ہے، اور ایسے ایسے گوشوں میں پوشیدہ ہے جنکا وہم و گمان بھي نہیں ہوسکتا - پس بہت ہي وسیع تلاش و تفحص کي ضرورت ہے، اور صرف ایک فن ہي کي نہیں، بلکه واقفیت عامه کي - ارباب کار سمجھه سکتے ہیں که یه کسقدر مشکل کام ہے ؟ "

اسي سلسلے میں مطالعه کا ذکر آگیا، اور طالبان علم کیلیے نہایت مفید نکات اونہوں نے بیان کیے - مثلاً اونہوں نے کہا که " محض کثرت مطالعه ہي مفید نہیں ہے بلکه اصل شے " حسن مطالعه " و " قوت اخذ و نظر " ہے - بہت سي کتابوں کو پڑھکر بھي ایک شخص جاہل رہسکتا ہے - جب اخذ مطالب و تفحص نوادر کي قوت دماغ میں پیدا ہوجاتي ہے، تو پھر اسکي ضرورت نہیں ہوتي که ہر کتاب کو اول سے لیکر آخر تک پڑھا جاے، اور اسکے تمام کار آمد مطالب کے نوٹس لکھ جالیں - بڑے مصنفین نے کبھي

فلسفی ہو ' لیکن جب وہ کسی علم واقعہ کے متعلق شہادت دیگا ' تو اسکی حیثیت ایک مزدور کے علم و یقین سے زیادہ نہ ہوگی۔ جس آنکھہ اور کان سے ایک مزدور اس واقعہ کو دیکھتا ہے اور سنتا ہے ' اوسی کان سے سنکر ' اوسی آنکھہ سے دیکھہ کر ' ارسطو بھی شہادت کے کٹھرے میں کھڑا ہوگا - اگر وہ حالت شہادت میں عقلی اصول پر واقعات کا نقد کریگا ' تو جج اسے اپنے فرائض کی توہین سمجھے گا اور سپاہی کو حکم دیگا کہ ارسطو کو توہین عدالت کی پاداش میں سزا دے !

سنہ ۱۸۴۸ ع میں فرانس کے علم سیاسی معاملات میں شہادت لینے کیلیے مخصوص لوگ منتخب کیے جاتے تھے - مدرسین ' اہل منصب ' مصنف ' اور انشا پردازوں کی شہادتوں سے عام ملکی مسائل کا فیصلہ کیا جاتا تھا - لیکن اب تاجر ' زمیندار ' معمولی ملازمین ' اور حرفت پیشہ لوگوں کی شہادت لی جاتی ہے - جب شہادتوں کا مقابلہ کیا گیا تو دنیا نے حیرت سے دیکھا کہ نتائج میں کوئی فرق نہیں - چنانچہ بڑے بڑے ججوں نے اسکا اعتراف کیا ہے - ایک جج اپنے یاد داشت میں لکھتا ہے :

" اب شاہدوں کے انتخاب کا حق میونسپلٹی کو حاصل ہوگیا ہے ' اور میونسپلٹی ہی سیاسی اغراض کے لحاظ سے ایک شہادت کو رد اور دوسرے کو قبول کرتی ہے - میونسپلٹی کے تعلق سے معمولی درجہ کے تاجروں کی شہادت قبول کی جاتی ہے ' حالانکہ اس سے پہلے بڑے بڑے عہدہ دار شاہد بنائے جاتے تھے - لیکن گواہوں کی حالت میں اس سے کوئی محسوس فرق پیدا نہیں ہوا - نتائج جیسے پہلے تھے ' ویسے ہی اب ہیں ' اسکی وجہ یہ ہے کہ ججمنٹ تمام پیشوں کا عطر اور خلاصہ ہے - جو تعلیم یافتہ جماعت شہادت کے کٹھرے میں کھڑی ہوتی ہے ' اوسکو اجتہاداً عام پیشہ ور لوگوں کے تجارب کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے - اسلیے نتیجہ وہی ہوتا ہے جو دوسری صورت میں تھا - روایت کے لحاظ سے ادنی درجہ کے لوگوں میں بھی ثقات کی کمی نہیں ' اسلیے بصارت کے معاملات میں ہر شخص جج کو یکساں نتیجہ پر پہونچا سکتا ہے "

شاہدوں پر بھی واقعات خارجیہ کا اوسی طرح اثر پڑتا ہے ' جسطرح ایک عامی پر پڑتا ہے - ایک جج کہتا ہے :

" ایک شگفتہ رو عورت مسکرا کر گواہوں کی سراسیمگی کو اپنا فریفتہ بنا لے سکتی ہے "

ایک بیرسٹر کا قول ہے :

" ایک دردمند پلنے والی عورت ' اور چند غریب یتیم بچوں کی مصیبت ' گواہوں سے بلا تامل جھوٹ بلوا سکتی ہے "

اگر ایک شخص کوئی پولیٹکل یا تمدنی جرم کرتا ہے ' اور گواہ سمجھتا ہے کہ ملک و قوم پر اسکا عام اثر ہوگا ' تو وہ اوسکے خلاف نہایت بیدردانہ شہادت دیگا - لیکن اگر ایک شخص کسی لڑکی کو بھگا لیگیا ہے ' تو شاہد کی شہادت میں بیرحمی کی وہ جھلک نظر نہ آئیگی - کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس جرم کا کوئی علم قومی اور پبلک اثر نہیں پڑیگا -

گواہ اکثر نفوذ و اقتدار سے بھی متاثر ہوجاتے ہیں - ایک دولت مند ' خطاب یافتہ ' اور مشہور آدمی کے خلاف اگر کسی تعلیم یافتہ شخص کو شہادت دینی ہو ' تو اوسکی حالت اوس سے بالکل مختلف ہوگی ' جب وہ چور کے خلاف شہادت دیگا - ایک بیرسٹر کہتا ہے :

" وکلاء کو چاہیے کہ گواہوں کے حرکات و اشارات کو بار بار دیکھیں - جسطرح ایک علم آدمی سے خطاب کیا جاتا ہے ' ٹھیک اوسی طرح اوس سے بھی خطاب کرنا چاہیے - شاہد پر جو خارجی اثر پڑ رہا ہے ' اوس سے پورا فائدہ اوٹھانا چاہیے "

اسوۂ حسنہ

کائنات خلقت

یا

تاریخ " امة مسلمة "

ما طفل کم سواد و سبق قصه هاے دوست
صد بار خوانده و دگر از سر گرفته ایم

(۴)

(۵) سورۂ انعام کی آیۃ کریمہ کا پہلا ٹکڑہ آپ پڑھچکے ہیں لیکن اسکے بقیہ حصہ سے بھی اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے :

و وهبنا له اسحاق و يعقوب كلاً هدينا ' و نوحا هدينا من قبل ' و من ذريته داؤد و سليمان و ايوب و يوسف و موسى و هارون ' و كذالك نجزى المحسنين - و زكريا و يحيى و عيسى و الياس ' كل من الصالحين - و اسماعيل و اليسع و يونس و لوطا و كلا فضلنا على العالمين - (۶ :)	اور ابراهیم کو ہم نے اسحاق و یعقوب کی نسل بخشی ' اور نوح بھی جنکو انسے پہلے ہم نے راہ دعوۃ حق دکھلائی تھی ایسی ہی ایک نسل حق کی بخشش سے ممتاز ہوے تھے ' اور انکی ذریت میں سے داؤد ' سلیمان ' ایوب ' یوسف ' موسی اور ہارون کو ہم نے پیدا کیا ' جو اقوام و امم اپنی ہدایت کا وسیلہ بنے - یہ بہت ہی بڑی فضیلت ہے ' اور جو صاحبان احسان ہیں ' انکو اسی طرح خدا تعالی جزاء خیر دیتا ہے - نیز زکریا ' یحیی ' عیسی ' اور الیاس کہ یہ سب کے سب صالحین میں سے تھے - اور اسماعیل ' الیسع ' یونس ' اور لوط کہ ان سب کو ہم نے تمام جہان میں فضلیت و امتیاز سے سر بلند کیا !!

سورۂ انعام کی یہ ایۃ اس لحاظ سے نہایت اہم ہے کہ جسطرح ایک مقام پر انبیاء کرام کی ایک بڑی تعداد کا یہاں ذکر کیا گیا ہے ' اسطرح اور بہت کم کیا گیا ہے - اس ایۃ نے بغیر کسی پیچیدگی کے بالکل صاف صاف واضح کردیا ہے کہ حضرۃ ابراهیم کی دعوۃ موسسہ تھی ' اسکے لیے انبیاء مجددین کا ایک بڑا سلسلہ قائم ہوا '

(پہلے کالم کا بقیہ مضمون)

پس نامہ نگاروں کی جماعت بھی علم افراد کی طرح ہر خبر سے متاثر ہوتی ہے - اگر جرمن قوم کا نامہ نگار ہے تو اوسکو ہمیشہ جرمن جھنڈا ہی بلند نظر آئیگا - جرمنی کے مظالم کی داستان کتنی ہی درد انگیز ہو ' جرمن نامہ نگار اسکی کوئی بہتر تاویل کرلے گا - مگر فرانس کا نامہ نگار اس میں اصلیت سے زیادہ مبالغہ کی رنگ آمیزی کرے گا - غرضکہ دنیا کی قدیم و جدید تاریخ پر اعتبار کرنے کا ہمارے پاس کوئی صحیح ذریعہ نہیں - قدیم عہد ظلمت کو جدید دور برق و کہربائیت نے کچھہ زیادہ روشن نہیں کیا - دنیا جسطرح پہلے تاریک تھی اب بھی ہے -

ساتھہ هي جماعت پر جو موثرات فرداً فرداً اثر ڈالتے تھے' وہ اب مجموعي طور پر منظر عام پر آجاتے هيں - دنيا کا سويا هوا نفوذ و اقتدار دفعتاً بيدار هوجاتا هے - جنرل ' سپہ سالار ' فوج ' سلاطين اپني زرق برق ورديوں کے ذريعہ اپنے ذاتي اقتدار کا مجموعي اثر ڈالتے هيں ' مذهب و وطنيت کا جوش تازہ کيا جاتا هے ' مقرروں کي تقريريں ميدان جنگ سے ليکر ايوان سلطنت تک ميں آگ لگاتي رهتي هيں' تجارب قديمہ کا بار بار اعادہ کيا جاتا هے' کہا جاتا هے کہ يہ قوم هماري پراني دشمن هے ' همارے تہذيب و تمدن کو اس نے سينکڑوں بار برباد کرديا هے' بائيسکوپ ميں فوجي نقل و حرکت کے تماشے دکھائے جاتے هيں - قلعے فتح کيے جاتے هيں' گرجوں ميں آگ لگائي جاتي هے ' دارالعلوم اور کتب خانے لوٹ ليے جاتے هيں ' قوم ديکھتي هے کہ همارے علوم و فنون کا ' هماري دولت و ثروت کا ' هماري گذشتہ مجد و عظمت کا' سرمايۂ کہن دفعتاً برباد هوا جاتا هے - قوم زخميوں کا چہرہ نہيں ديکھتي' اونکے چہرے کا زخم ديکھتي هے - تلوار کي چمک ' توپ کي گرج ' کمان کي چرچراهٹ ' گھوڑوں کي هنہناهٹ ' جنگي جہازوں کے مستول ' لہراتے هوے پرچم ' رنگين جھنڈے ' اور ان سب کا مجموعي ساحرانہ اثر' دنيا کے دفتر حواس کا شيرازہ درهم برهم کرديتا هے - حقيقت صورت کے پردے ميں چھپ جاتي هے ' تکرار و اعادہ جسکا جماعت پر سب سے زيادہ اثر پڑتا تھا' ايک عام چيز هوجاتي هے - هر شخص خواهش کرتا هے کہ باتوں کو دهراؤ ' واقعات کا اعادہ کرو' ايک هي خبر کو بار بار اغراق و شاعري کا اضافہ کرکرکے سناتے رهو!

ايک هي خبر مختلف اخباروں ميں بار بار شائع هوتي هے ' اور دنيا اوسکو مختلف زبانوں سے سنتي هے - سريان خيال کا معنوي اثر عام هوجاتا هے ' اور پريس کي مادي طاقت اوس ميں اور بھي بال و پر لگا ديتي هے -

پس زمانۂ جنگ ميں دنيا جماعت کا ايک مشتہدہ جزو [illegible] بن جاتي هے ' اور جماعت کے تمام موثرات نيچے سے ' اوپر سے ' اندر سے ' باهر سے ' مشرق سے ' مغرب سے ' جنوب سے ' شمال سے ' غرض هر طرف سے اپني پوري طاقت کے ساتھہ عمل کرنے لگتے هيں - اسليے تمام دنيا اندهي هوجاتي هے ' خيرہ سر هوجاتي هے ' بيراهہ رو هوجاتي هے - افلاطون اپنے رواق ميں افلاطون تھا ' مگر ان موثرات کے هجوم ميں وہ بھي مثل اوروں کے ايک انسان هے - فلسفہ يہاں کيا کام دےسکتا هے؟ وہ بھي اسي آب مدهوشي کا ايک گھونٹ پيکر عام خلقت ميں مدغم هوجاتا هے !!

اس عالم ميں دنيا واقعات کو مسخ کرديتي هے ' رات کو خواب ميں هوائي جہاز اڑتا هوا ديکھتي هے - تناقض واقعہ بن جاتا هے' تمام متناقض واقعات کو وہ قبول کرليتي هے ' " التوحيد في التثليث و التثليث في التوحيد " کي حقيقت اوسکے ليے اوتني هي ناقابل انکار هوجاتي هے' جتنا فلسفہ ' تناقض و تضاد کے استحالہ کو بديهي اور ناقابل انکار قرار ديتا تھا !

پس زمانۂ جنگ ميں دنيا ايک ظلمت کدہ بن جاتي هے ' جس ميں تلوار کي چمک کے سوا دوسري روشني نظر نہيں آتي ' اور اسي برق عالم سوز کي چمک نے دنيا کو اندها کرديا هے !

(نامہ نگاران جنگ اور فلسفۂ اجتماع)

اب بيسويں صدي ميں نامہ نگاران [illegible] شروع کي هے ' ليکن همکو اونکے فن روايت کا بھي نقد [illegible] اور انکي روايت کي حقيقت پر فلسفۂ اجتماع کي روشني [illegible] نظر ڈالني چاهيے - بہت کم لوگ هونگے جنهوں نے اس حيثيت سے اس موضوع [illegible] -

زمانۂ جنگ ميں دنيا ايک نئي جماعت بن جاتي هے' اور اسکے تمام افراد کے معتقدات و خيالات ' بلکہ کان ' آنکھہ ' هاتھہ ' پاؤں ' سب ايک هو جاتے هيں - نامہ نگاران جنگ بھي اسي دنيا ميں رهتے هيں ' اسليے وہ بھي اسي نئي متحدہ جماعت کا ايک جزو هوتے هيں' کبھي باهر سے نہيں آتے - دنيا پر جن چيزوں کا اثر پڑسکتا هے ' وهي اُن پر بھي پڑتا هے - بلکہ ميدان جنگ کے مناظر خونيں اور اُنکا دائمي مطالعہ اون پر جنگ کا سب سے زيادہ اثر ڈالتا هے -

اگر دنيا اندهي هے تو وہ بھي اندهے هيں ' اگر دنيا بہري هے تو وہ بھي بہرے هيں - اسليے وہ جو کچھہ ديکھتے هيں ' اور جو کچھہ سنتے هيں' وہ بھي اوتنا هي مشتبہ ' قابل جرح' اور غلط آميز هوتا هے - جتنا خود همارے مشاهدات و مرئيات - و ليس المسئول با علم من السائل ؟

پھر يہ کيسي عجيب بات هے کہ جب دنيا اندهي هوتي هے تو اندهوں سے بينائي مانگتي هے ؟ جب وہ بہري هوجاتي هے تو بہروں سے سامعہ طلب کرتي هے ؟ جب محروم العقل هوجاتي هے تو اپنے هي جيسے محروم العقل هستيوں سے عقل و دانائي کا سوال کرتي هے ؟ جنگ کا جو عالمگير اجتماعي اثر جماعت کے حواس و اميال پر پڑتا هے ' اس سے نامہ نگاروں اور مورخين عصر کو کيوں مستثنى سمجھہ ليا جاے ؟ وہ بھي اسي جماعت کے افراد هيں جو جنگ کے جماعتي هيجان و انفجار جذبات کے سوا اور سب کچھہ کھوچکي هے' اور عقل و استدلال و مشاهدات عقليہ سے يکقلم محروم هے - وہ نہ تو آسمان سے اترے' اور نہ زمين هي شق هوئي تاکہ نامہ نگاروں کي ايک صف اسکے اندر سے ابھرتي - وہ جماعت هي کي اندهي نظر ' جماعت هي کے بہرے کان ' جماعت هي کے محروم العقل دماغ کو ساتھہ ليکر اس خود فراموشي کے عين دامنوں ميں چلے گئے ' جسکا ساحرانہ اثر هزارها ميلوں اور فرسخوں کے فاصلے سے تمام دنيا کو مسحور کررها تھا - پس جس سمندر کي لہريں دور کي بستيوں کو پيغام هلاکت دے رهي تھيں ' وہ عين اسکے اندر ڈوب گئے ' جس آتش فشاں پہاڑ کي باران سنگي دور دور کي آباديوں کيليے پيغام هلاکت تھي ' وہ عين اسکے کناروں ميں جاکر کھڑے هوگئے - اب وہ صرف اوروں جيسے ايک معطل دماغ هيں ' بلکہ اوروں سے زيادہ کھوے هوے ' اوروں سے زيادہ گم کردہ ' اوروں سے زيادہ عقل فراموش ' اوروں سے زيادہ مدهوش و حواس فروش !

کہا جاتا هے کہ اونکي خبريں يقيني مشاهدات کا نتيجہ هوتي هيں ' ليکن اوپر کي مثالوں اور علم بيانات سے ثابت هوچکا هے کہ جماعت کا مشاهدہ بالکل غلط هوتا هے ' اور وہ بھي اسي جماعت کے زيادہ غلط بين افراد هيں -

نامہ نگاران جنگ کو جو خصوصيت تمام دنيا سے ممتاز کرتي هے وہ يہ هے کہ وہ ايک مخصوص جماعت هيں جنکو عيني گواهوں کي جماعت کہنا چاهيے ' اسليے همکو گواهوں کي خصوصيات نفسيہ پر بحث کرنا چاهيے' تاکہ انکي قوۃ شہادت واضح هوسکے -

شہادت کيليے عموماً تعليم يافتہ اور روشن خيال لوگ منتخب کيے جاتے هيں ' ليکن جماعت تو عقل سے خالي هوتي هے ' اسليے اگرچہ وہ لوگ شخصي حيثيت ميں بہت بڑے دانا و هوشمند تھے ' ليکن جماعت ميں داخل هوکر اونهوں نے بھي اپنے قواے عاقلہ کو بالکل کھو ديا هے' اور اونکي حيثيت ايک عام فرد کي سي هوگئي هے -

---

عقل ايک روشني هے ' ليکن روشني هر جگہہ کام نہيں ديتي - سورج کو هر شخص يکساں طور پر ديکھتا هے ' ليکن يکساں طور پر اسکو روشني سے کام نہيں ليا جاتا - اسليے شاهد کتنا هي بڑا

نہیں آتا تھا - اسلیے تمام متاخرین اس سے متاثر ہوے' اور اس مشکل سے بچنے کیلیے سب نے ضروری سمجھا کہ حضرة نوح ہی کی طرف ضمیر کو لیجائیں - یہاں تک کہ بعض نے جنہیں نے تو اختلاف کا ذکر بھی نہیں کیا - بطور ایک مسلم قول کے " ومن ذریته " کی تفسیر " ومن ذریة نوح " ہی کردی !

جن لوگوں نے اس ضمیر کا مرجع حضرة ابراہیم کو قرار دیا ' انہوں نے تذکرۂ حضرة لوط و یونس کی مشکل کا کیا حل کیا ؟ اسکی تفصیل امام رازی نے نہیں کی حالانکہ پہلے قول کے دلائل پوری تفصیل کے ساتھہ جمع کیے ' لیکن تفسیر بالروایة کے امام فن ' اور تمام طبقۂ مفسرین متاخرین میں اکمل و افضل ' حافظ ابو الفداء ابن کثیر (رحمة اللہ علیہ) نے اپنی بے نظیر تفسیر میں انکے دلائل نقل کیے ہیں :

انه دخل في الـذرية تغليباً كما في قوله تعالى : " ام كنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت اذ قال لبنيه : ما تعبدون من بعدي ؟ قالوا : نعبد الٰهك واله آبائك ابراهيم واسماعيل واسحاق " فاسماعيل عمه و دخل في آبائــه تغليبــاً (بر حاشیۂ فتح البیان جلد ۴ صفحہ ۹۳۰)

حضرة لوط ذکر اس سلسلہ میں بطور تغلیب کے آگیا ہے اگرچہ وہ نسل ابراہیمی سے نہ تھے ' جیسا کہ اس آیة میں ہے کہ " جب " یعقوب نے اپنے بیٹوں سے پوچھا : میرے بعد تم کس کی پرستش کروگے ؟ تو اونہوں نے کہا : ہم تیرے خدا اور تیرے آباؤ اجداد ابراہیــم ' اسماعیل ' اور اسحاق کے خداے واحد کی پرستش کرینگے -

یہ ظاہر ہے کہ حضرة اسماعیل حضرة یعقوب کے چچا تھے ' باپ نہ تھے - لیکن اولاد یعقوب نے اونکو بھی " آبائک " میں داخل کیا - پس جسطرح یہاں تغلیباً انکا نام لیا گیا ہے ' اسی طرح نسل ابراہیمی میں حضرة لوط کو بھی داخل کر دیا -

اس سے معلوم ہوا کہ جو محققین اس طرف گئے کہ ضمیر حضرة ابراہیم کی طرف عائد ہے ' وہ بھی اس مشکل سے پوری طرح متاثر ہوے کہ حضرة لوط و یونس کا ذکر سلسلۂ ذریة میں کیوں آگیا ہے ؟ اور اسکے سوا اور کوئی حل نہ قرار دیسکے کہ حضرة لوط کو تغلیباً ذریة ابراہیم علیہ السلام میں داخل کردیا جاے -

لیکن کیا یہ جواب تشفی بخش ہوسکتا ہے ؟ دلیل میں انہوں نے ایک آیة پیش کی ہے جسمیں اولاد یعقوب نے حضرة یعقوب کے چچا (حضرة اسماعیل) کو بھی انکے آباء میں داخل کیا تھا ' لیکن کیا یہ مثال واقعی اس مشکل کا حل کردیتی ہے ؟

زیادہ غور کی ضرورت نہیں ' ایک سرسری نظر ڈالکر ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے کہ یہ جواب نہ صرف ضعیف بلکہ ضعیف سے بھی کچھہ زیادہ ہے ' اور قرار دادہ تغلیب کے ثبوت میں جو آیة پیش کی گئی ہے ' اس سے پیش نظر مشکل کیلیے کوئی مدد نہیں ملتی -

بلا شبہ اولاد یعقوب نے حضرة اسماعیل کو بھی " آبائک " میں شامل کیا ' لیکن یہ کوئی طرز بیان کی مخصوص تغلیب نہیں ہے بلکہ لغت و زبان اور اطلاقات قوم و ملک کا عام سوال ہے - " چچا " اپنی بزرگی اور رشتے کی عظمت کے لحاظ سے ہر جگہ مثل باپ کے سمجھا جاتا ہے ' اور علی الخصوص عربی زبان میں تو " اب " کا اطلاق بکثرت " عم " پر ہوتا ہے - خالہ کو بھی اہل عرب " ام " کہتے ہیں - " آذر " حضرة ابراہیم کے چچا تھے - باپ نہ تھے - تورات میں حضرة ابراہیم کے باپ کا نام " تارح " ہے ' اور حضرة ابن عباس ' مجاہد ' ابن جریج ' اور سدی نے اسکی تصریح کردی ہے - لیکن قرآن حکیم نے " آذر " کو اسی آیۂ کریمہ کے آغاز میں حضرة ابراہیم کا " باپ " کہا : واذ قال ابراهيم لابيه آذر - خود

احادیث میں اس اطلاق کے شواہد ملسکتے ہیں - ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کی نسبت فرمایا تھا : ردوا علی ابي - حالانکہ حضرة عباس آپکے چچا تھے - پس اگر " آبائک " میں حضرة اسماعیل داخل کیے گئے ' تو یہ ایک ایسی تغلیب ہے جو لغۂ عرب میں عام طور پر رائج ہے ' اور " اب " کا اطلاق " عم " پر براہ لغة کیا جاسکتا ہے - بلکہ لغة کی بنا پر " اب " کے مفہوم کا دائرہ اس سے بھی زیادہ وسیع ہے - فن لغة و الفاظ قرآنیہ کا ایک مسلم الثبوت امام لکھتا ہے :

" الاب " الوالد ' ويسمي كل من كان سبباً في ايجاد شي ' او اصلاحه او ظهوره ' ابا ' . . . . . ويسمي العم مع الاب ابوين ' وكذالك الام مع الاب والجد مع الاب - (مفردات امام راغب اصفہانی صفحہ ۴)

" الاب " یعنی باپ ' اور ہر اس وجود کو جو کسی چیز کی ایجاد یا اصلاح یا ظہور کا سبب ہو ' اب کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں - . . . . اور اہل عرب ابوین میں باپ کے ساتھہ چچا کو بھی داخل کرتے ہیں اور ماں اور دادا بھی اب کے ساتھہ تبعاً مفہوم میں داخل ہوسکتے ہیں -

لیکن اس سے یہ کیونکر ثابت ہوگیا کہ اُن اشخاص کو بھی کسی شخص کی نسل میں داخل کردیا جاسکتا ہے ' جو اسکی نسل سے نہیں ہیں ؟ " اب " کا اطلاق خود زبان عربی میں چچا پر ہوتا ہے اور اسلیے حضرة اسماعیل بھی آباء یعقوب میں شامل کیے گئے ' لیکن عربی میں ذریة کا اطلاق غیر ذریة و نسل پر کب ہوتا ہے کہ حضرة لوط اور حضرة یونس بھی " ذریة " کے اطلاق میں آسکتے ؟ مثال جو دی گئی ہے وہ یقیناً لغة کے مطابق ہے' اور اسلیے بالکل ٹھیک ہے ' لیکن جس دعوے کیلیے اس سے مدد کا کام لیا گیا ہے ' اسکے لیے لغة میں گنجائش کہاں ہے ؟ کہا گیا ہے کہ وہ بھی تغلیب ہے اور یہ بھی تغلیب ہے - لیکن وہ تو ایسی تغلیب ہے جو لغة نے کی ' عرف و رسم نے کی ' اور اسکے شواہد موجود ہیں ' مگر یہ کیسی تغلیب ہے جسکے لیے نہ تو لغة موید ہے' نہ عرف و عوائد' اور نہ اور کوئی وجہ و سبب ؟

غرضکہ قائلین قول ثانی نے جو وجہ بتلائی ہے وہ تشفی بخش نہیں ' اور لیس بشي میں داخل ہے -

(کشف حقیقت)

اب چاہیے کہ بطور خود اس آیة کریمہ پر تدبر کریں -

بلا شبہ اس آیة میں " ومن ذریته " کی ضمیر حضرة ابراہیم علیہ السلام ہی کی طرف عائد ہے' اور جن مفسرین کرام نے اسکا مرجع حضرة نوح کو قرار دیا ہے' انکی تفسیر بوجوہ متعددہ و بینہ مرجوح ہے -

یہ بالکل واضح ہے کہ ان آیات میں ابتدا سے حضرة ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہورہا ہے ' انہی کے فضائل و مدارج کی خبر دی گئی ہے ' انہی کی نسبت اپنے اس فضل و کرم کو بتلایا ہے کہ بقاء نسل و دوام ذکر کا مرتبہ عطا کیا گیا ' وہی ہیں جنکو حضرة اسحاق اور یعقوب کی سی اولاد و احفاد دی گئی ' جنکے ذریعہ نسل ابراہیمی سے ایک وسیع سلسلہ اقوام و انبیاء کا چلا -

اب درمیان میں حضرة نوح علیہ السلام کی طرف صرف اسقدر اشارہ آگیا ہے کہ حضرة ابراہیم سے پہلے انپر بھی ایسا ہی فضل الہی ہوا تھا ' لیکن یہ بالکل ایسا درمیانی و غیر مسلسل جملہ ہے ' جیسا ہم لوگ درمیان میں جملۂ معترضہ بول جاتے ہیں - اور ترتیب بیان ' ربط مضمون ' احاطۂ موضوع ' سلسلۂ ما سبق ' دلائل مطالب ' یہ سب باتیں ثابت کرتی ہیں کہ اس درمیانی تذکرۂ نوح کے بعد بھی حضرة ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہونا چاہیے - اگر ایسا نہیں

وہ سب کے سب دعوة ابراهيمي هي کے ذيل ميں داخل هيں، کيونکه وہ سب " ذرية ابراهيمي " کي نسبت سے بيان کيے گيے، اُن تمام انبياء کرام ميں سب سے زيادہ نماياں اور عظيم الثر انبياء چودہ تھے، جنکے نام بعض پيش نظر مقاصد کے لحاظ سے خاص طور پر ليے گئے هيں -

ليکن قبل اسکے که اس آية کريمه سے هم استدلال کريں، چند اهم مباحث کا صاف کردينا نهايت ضروري هے، کيونکه انکي وجه سے اس اية کا صاف صاف اور ايک هي مطلب خواہ مخواہ کو پيچيدگيوں ميں پڑ گيا هے، اور حضرات مفسرين کرام رحمهم الله تعالى نے مختلف بحثيں اسکے ضمن ميں چھيڑ دي هيں -

مرجع ضمير " ذرية " و حقيقت " ذرية ")

يه بالکل ظاهر هے که اس آية اور اسکے ماقبل کي آيتوں ميں تذکرہ صرف حضرة ابراهيم عليه السلام کے مقامات و درجات هي کا هے (جيسا که گذشته نمبر ميں گذر چکا) اور درميان ميں محض ايک ضمني اشارہ حضرة نوح عليه السلام کي جانب بھي کرديا گيا هے، ليکن چونکه حضرة نوح کے ضمني تذکرہ کے بعد پھر ايک ضمير آگئي هے، اسليے حضرات مفسرين رحمهم الله کے سامنے يه بحث آگئي که اس ضمير کا مرجع کون هے ؟ حضرة نوح يا حضرة ابراهيم ؟ (على نبينا و عليهما السلام)

وضاحت مبحث کيليے آية کريمه کا وہ ٹکڑہ پھر ايک بار پڑھ ليجے :

ووهبنا لــــه اسحاق و يعقوب کـلا هدينا، ونوحا هدينا من قبل، و من " ذريته " داؤد و سليمان و ايوب - الخ يعني هم نے ابراهيم کو اسحاق اور يعقوب جيسا فرزند اور پوتا ديا، اور نوح جنکو انسے پہلے هدايت کي، اور " انکي " ذريت ميں سے داؤد اور سليمان اور ايوب پيدا هوے - الخ - چونکه حضرة نوح کے ذکر کے بعد هي " و من ذريته " (اور انکي ذريت ميں سے) آگيا هے، اسليے سوال پيدا هوگيا که يه " اُنکي " کي ضمير کس کي طرف راجع هے ؟

يه بالکل واضح تھا که تذکرہ اصلي حضرة ابراهيم کا هے، اسليے اس ضمير کو بھي انهي کي طرف راجع هونا چاهيے، ليکن حضرات مفسرين کو اسميں ايک سخت مشکل نظر آئي - انهوں نے ديکھا که يهاں لفظ " ذرية " کا آيا هے اور اسکے بعد متعدد انبياء کرام کا ذکر کيا گيا هے، پس اس ضمير کا مرجع وهي هوگا، جسکي ذرية اور نسل سے وہ تمام انبياء متذکرہ مابعد پيدا هوے هوں - ليکن جن انبياء کا بعد ميں ذکر کيا گيا هے، اُن ميں حضرة لوط اور حضرة يونس عليهما السلام کا بھي نام آيا هے، اور يه بالکل ظاهر هے که حضرة لوط حضرة ابراهيم کے معاصر تھے - انکي نسل ميں سے نه تھے - اسي طرح آنکے نزديک حضرة يونس کو بھي نسل ابراهيمي سے تعلق نه تھا - پس ضرور هے که " ومن ذريته " کي ضمير کا مرجع حضرة نوح اور ترتيب بيان کے لحاظ سے بھي اسکا قريبي مرجع وهي هيں - چنانچه امام ابن جرير طبري رحمة الله عليه لکھتے هيں :

والهاء التي في قـولـه : " ومـن ذريتـه " مـن ذکر نـوح، و ذالـک ان الله ذکر في سياق الايات التي تتلـو هـذه الاية، لوطا، و معلوم ان لوطا لم يکن من ذرية ابراهيم .... لو اريد بالذرية ذرية ابراهيم لما دخل يونس و لـوط فيهم، ولا شک ان لوطا ليس من ذرية ابراهيم و لکن من ذرية نوح، فلذالـک وجب ان تکون الهاء في " الذرية " من ذکر نوح - (جلد ٧ صفحه : ١٧٢)

اور ضمير کي " هاء " جو " ومن ذريته " ميں هے، حضرة نوح کے متعلق هے - اسليے که الله تعالى نے اس آية کے سلسلے ميں حضرة لوط کا بھي نام ليا هے، اور يه معلوم هے که حضرة لوط حضرة ابراهيم کي نسل سے نه تھے - ...... اگر قرآن کا مقصود لفظ " ذرية " سے حضرة ابراهيم کي " ذرية " هوتا، تو انکي نسل ميں حضرة لوط اور حضرة يونس کے ناموں کو کبھي داخل نه کرتا، اور اسميں کوئي شک نهيں که حضرة لوط حضرة ابراهيم کي نسل سے نهيں بلکه حضرة نوح کي نسل سے تھے - اس بنا پر ضروري هوا که " ذريته " کي " هاء " کو ذکر حضرة نوح هي ميں سے قرار ديا جاے -

اس تفسير کے مطابق تاويل عبارت يوں هوگي که " و نوحا وفقنا للحق من قبل ابراهيم و اسحاق و يعقوب، و هدينا ايضاً من ذرية نوح ؛ داؤد و سليمان " يعني نوح کو هم نے ابراهيم و اسحاق و يعقوب سے قبل راہ ارشاد دکھلائي، اور نيز نوح کي نسل ميں سے داؤد و سليمان وغيرهم کي بھي هدايت کي -

تاهم چونکه آية کا موضوع اور سياق و سباق کي ترتيب صاف صاف ظاهر کرتي تھي که اصل تذکرہ حضرة ابراهيم کا هے نه که حضرة نوح کا، اسليے ايک جماعة محققين کي اس طرف بھي گئي که يه ضمير حضرة ابراهيم هي کي طرف راجع هے، اور آنهي کي ذرية کي آگے چلکر مزيد تشريح کي هے -

چنانچه امام رازي نے دونوں جماعتوں کے قول نقل کيے هيں اور دونوں کو " قيل " کے لفظ سے تعبير کيا هے، نيز قائلين ذکر نوح کے دلائل بھي زيادہ تفصيل سے بيان کيے هيں :

قيل المراد و من ذرية نوح و يدل عليه وجوه (الاول) ان نوحا اقرب المذکورين (الثاني) ذکر في جملتهم لوطا و هو کان ابن اخ ابراهيم و ما کان من ذريتـه بل کان من ذرية نوح، وکان رسولاً في زمان ابراهيم (الثالث) ان ولد الانسان لا يقال انه ذريته فعلى هذا اسمـاعيل ما کان من ذرية ابراهيم بل هو من ذرية نـوح (الرابع) قيل ان يونس ما کان من ذرية ابراهيم - والقـول الثاني - ان الضميـر عائد الى ابراهيم عليه السلام و احتج القائلون بهذا القول بان ابراهيم هو المقصود بالذکر في هذه الايات (ج٣-ص-٧٩)

" کہا گيا هے که مراد اس ضمير سے ذرية حضرة نوح کي هے اور اسکے ليے متعدد وجوہ هيں :
(١) اس ضمير کيليے سب سے زيادہ قريبي مرجع حضرت نوح هي کا هے -
(٢) من جمله انبياء ذرية کے حضرة لوط هيں، اور وہ حضرة ابراهيم کے بھتيجے اور انکے عهد کے ايک رسول تھے، انکي نسل سے نه تھے -
(٣) کسي آدمي کے بچے کو اُسکي نسل نهيں کهينگے - ذرية کا اطلاق اولاد کي اولاد در اولاد پر هوتا هے - پس اس بنا پر حضرة اسماعيل بھي حضرة ابراهيم کي ذرية ميں نه هوے - ذرية حضرة نـوح کي هـوئي، مگر انکا ذکر بھي اس سلسلے ميں آيا هے -
(٤) حضرة يونس کا بھي نام آيا هے اور کہا گيا هے که وہ بھي نسل ابراهيمي سے نه تھے - دوسرا قول اس آية کي تفسير ميں يه هے که يه ضمير حضرة ابراهيم هي کي طرف راجع هے - اس تفسير کے قائلين نے اس دليل سے حجة پکڑي هے که ان آيات ميں اصل مقصود حضرة ابراهيم کا تذکرہ هے - پس ضرور هے که انهي کي نسل کا ذکر جاري رهے! "

چنانچه عام متداول تفاسير مثلاً مدارک و خازن وغيرہ ميں تم پاؤگے که دونوں قول نقل کرديے هيں، مگر ترجيح حضرة نوح کے مرجع هونے کو دي هے - اور قدماء ميں امام ابن جرير کے علاوہ فراء، قشيري، ابن عطيه (رحمهم الله) بھي اسي طرف گئے هيں - بغوي نے زجاج کا يه قول نقل کيا هے : " کلا القولين جائز لان ذکرهما جميعا قد جرى " (دونوں طرح تفسير کرنا جائز هے کيونکه دونوں کا وهاں ذکر کيا گيا هے)

اصل يه هے که حضرة لوط اور حضرة يونس کے ناموں کا آ جانا ايک ايسي سخت مشکل سمجھي گئي، جسکا کوئي عمدہ حل نظر

چنانچه فرمایا کہ : و من ذریته : داؤد ، و سلیمان ، و ایوب ، و یوسف ، و موسیٰ ، و ھارون ، وکذالک نجزي المحسنین - و ذکریا ، و یحییٰ ، و عیسي ، و الیاس ، کل من الصالحین - و اسماعیل ، و الیسع ، و یونس ، و لوطا ، وکلا فضلنا علی العالمین !

گو اسکا موقع نہیں لیکن کہنے کیلیے طبیعت میں بے اختیار بیقراري اٹھتي ہے کہ گو یہ مقام محض چند اسماء دو عطف کے ساتھہ جمع کردینے کا تھا ، لیکن بلاغت قرانی یہاں بھي اپنے اعجاز سے غافل نہیں - تم دیکھہ رہے ھو کہ ان چودہ نبیوں کے ناموں کو ایک ھي جملہ میں نہیں گن دیا ہے ، بلکہ اسکے تین ٹکڑے کردیے ھیں اور سب کے درمیان وقف ہے - پہلا ٹکڑہ " محسنین " پر ختم ھوا ، دوسرا " صالحین " پر ، تیسرا " عالمین " پر - ایک بہت بڑا نکتۂ بلاغت اسمیں یہ ہے کہ اگر ایک ھي جملۂ تامہ کے اندر یہ پورے چودہ نام آجاتے ، تو وہ ناموں کے اجتماع کا اتنا بڑا جملہ ھو جاتا ، جسکو بیک دم پڑھنے سے طبیعت نہایت گراني و ثقالت محسوس کرتي - اسلیے بہ لحاظ اوصاف غالبہ ان انبیاء کي تین جماعتیں کردیں ، اور ھر جماعۃ کے اسماء کے بعد ان کي زندگي کے ان غالب اوصاف کي طرف اشارہ کردیا ، اور اسطرح ایک لنبا سلسلہ جسمیں یکے بعد دیگرے معطوف ھوتے ھوے چودہ نام آجاتے ، تین چھوٹے چھوٹے ھم وزن جملوں میں منقسم ھوگئے -

بھرحال اس سلسلے میں بقیہ انبیاء کے متعلق تو بالکل ظاھر ہے کہ وہ حضرۃ ابراھیم کے بعد بني اسرائیل میں آے ، اور ھمارا استدلال یہ ہے کہ یہ تمام سلسلہ دعوۃ ابراھیمي کے مجددین ھي کا تھا - لیکن حضرۃ لوط ، حضرۃ یونس ، حضرۃ الیاس ، اور حضرۃ الیسع کے متعلق مفسرین کو مشکلات پیدا ھوگئي ھیں -

حضرۃ لوط کا ذکر اوپر آچکا ہے - حضرۃ یونس بھي انبیاء اسرائیل کے سلسلے کے ایک نبي ھیں جنکا اصلي عبراني نام " یوناہ " ہے - وہ " متی " کے بیٹے تھے - عہد عتیق کے صحائف میں عبدیاہ نبي کے بعد انکے ظہور و مواعظ کا بھي ایک مستقل تذکرہ ہے - مثل متعدد انبیاء متاخرین کے یہ بھي امۃ اسرائیلي کے آخري ماتم گذاروں میں سے تھے -

پس تعجب ہے کہ حضرات مفسرین (رحمھم اللہ) نے کیونکر یہ قرار دے لیا کہ حضرۃ یونس نسل ابراھیمي سے نہ تھے ؟ اگر وہ مثل حضرۃ لوط کے نہوتے ، جب بھي وہ ذریۃ ابراھیمي ھي میں داخل تھے کیونکہ سلسلۂ بنو اسرائیل میں جتنے انبیاء کرام آئے ، سب کے سب دعوۃ موسسۂ ابراھیمي کے مجدد تھے - لیکن لطف یہ ہے کہ جسماني نسل کے اعتبار سے بھي حضرۃ یونس نسل یعقوب سے ھیں اور یعقوب حضرۃ اسحاق کے بیٹے تھے ، اور اسحاق حضرۃ ابراھیم کے (علیھم السلام) !

حضرت " الیاس " کے متعلق بھي لوگوں نے عجیب عجیب قیاسات کیے ھیں ، اور بعضوں کا یہ حال ہے کہ وہ انبیاء کے عبراني الاصل ناموں کیلیے عربي مادوں اور مصدروں کو ڈھونڈھتے ھیں - دراصل تورات میں جو نام " ایلیاہ " کي شکل میں تم دیکھتے ھو ، وھي عربي میں آکر " الیاس " ھوگیا ہے - حضرۃ ایلیاہ کا معجزانہ تذکرہ کتاب سلاطین اول اور دوم ، دونوں میں موجود ہے - انکا ظہور " اخي اب " پادشاہ کے زمانے میں ھوا ، جو یہودي ھوکر بعلاء کے بتوں سے مرعوب ھوگیا تھا - انکے متعلق کتاب سلاطین دوم (۲ : ۱۰) میں لکھا ہے کہ جب یردن پار اترے ، تو ایک آتشیں رتھہ آسمان سے اترا - اور وہ یکایک غائب ھوگئے - صدیوں تک یہودي انکے دوبارہ ظہور کا انتظار کرتے تھے -

بھرحال یہ بھي ایک رسول اور مجدد اسرائیلي تھے ، اور دعوۃ ابراھیمي کي ذریۃ میں جسم و روح دونوں اعتبار سے داخل -

حضرۃ " الیسع " کے متعلق انسے بھي زیادہ غلط فہمیاں پیدا ھوئي ھیں ، اور انکي شخصیت کے متعلق کوئي صاف فیصلہ نہیں کیا گیا ہے -

بعض تو اس عام غلط فہمي کي بنا پر کہ یہ نام عربي ھیں ، الیسع کے مصادر و مواد ڈھونڈھنے لگے ، بعض نے " الیاس " اور " الیسع " دونوں کو ایک قرار دیا ، بعض نے کہا کہ اسپر الف لام کا آنا اسکي عربیت کی پوري دلیل ہے -

اس سے بھي زیادہ آجکل کے بعض مدعیان تحقیق جدید نے ٹھوکر کھائي ہے ، اور لکھا ہے کہ تورات میں جس نبي کا نام " یسعیاہ " آیا ہے اور جنکا ایک صحیفہ بھي موجود ہے ، وھي الیسع ھیں -

لیکن دراصل یہ تمام تحقیقات بے سود ہے - مثل اور ناموں کے یہ نام بھي عبراني ہے ، مگر بغیر کسي تبدیلي کے بعینہ عربي میں آگیا ہے - کتاب سلاطین اول و دوم میں جہاں حضرت ایلیاہ کا ذکر کیا گیا ہے ، وھاں انکے ایک ساتھي " الیسع " بھي ھیں ، جو انکي غیبت کے بعد انکي نبوۃ کے وارث ٹھہرے ، اور جب یردن پار اترے تو یریحو کے انبیاء زادوں نے پکارا : " ایلیاہ کي روح الیسع پر اتري " (سلاطین ۲ : ۱۵)

اگر ھمارے مصنفین نے تورات کا مطالعہ کیا ھوتا ، تو یہ دقتیں پیدا نہ ھوتیں -

بھرحال حضرۃ " الیسع " علیہ السلام بھي قطعاً اسرائیلي ھیں ، اور اسلیے قطعاً حضرۃ ابراھیم علیہ السلام کي جسماني ذریۃ سے بھي ھیں ، اور انکي روحاني ذریۃ سے بھي ، وہ بھي مثل دیگر انبیاء بنو اسرائیل کے تجدید دعوۃ ابراھیمي کیلیے آے جو شریعت موسوي کے نام سے موسوم تھي -

(تفسیر آئمۂ اھلبیت علیھم السلام)

اور الحمد للہ کہ " و من ذریته " کي یہي تفسیر بعض ائمۂ اھلبیت کرام علیھم السلام نے بھي کي ہے ، اور في الحقیقت ان خزائن و ینابیع علوم نبوت سے بڑھکر اور کون ہے جسکي تفسیر مقبول و مطلوب ھوسکتي ہے ؟

حجاج بن یوسف نے ایک مرتبہ حضرۃ امام باقر علیہ و علی اجدادہ و آبائہ الصلواۃ والسلام سے پوچھا کہ آپ لوگ حضرات حسنین علیھما السلام کو آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کي ذریۃ قرار دیتے ھیں ، اور کہتے ھیں کہ یہ قران سے ثابت ہے - مگر میں نے تمام قران کا مطالعہ کیا ، مجھے کہیں انکا ذکر نہیں ملا -

اسپر حضرۃ امام علیہ السلام نے فرمایا :

الیس تقرء سورۃ الانعام	"کیا تو نے سورۂ انعام میں یہ آیۃ
"ومن ذریته داؤد وسلیمان"	نہیں پڑھي کہ : و من ذریته داؤد
حتی بلغ : ویحیی وعیسی"	و سلیمان " اور کیا اسي سلسلہ
فقال : الیس من ذریۃ	میں حضرۃ عیسي علیہ السلام کا
ابراھیم و لیس لہ اب ؟	بھي نام نہیں آیا ہے ؟ اگر آیا ہے

تو حضرۃ عیسیٰ حضرۃ ابراھیم کي ذریۃ کیونکر ھوے - حالانکہ انکا باپ نہ تھا ؟

جواب کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرۃ مریم علیھا السلام کے نسب کي بنا پر خدا نے حضرۃ عیسیٰ کو ذریۃ ابراھیم قرار دیا ، تو پھر حضرۃ سیدۃ النساء فاطمۃ الزھراء علیھا السلام کے لخت جگر کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کي ذریۃ نہوں ؟

امام رازي وغیرہ نے اس جواب کو حضرۃ امام باقر علیہ السلام کي طرف نسبت دي ہے ، لیکن حافظ ابو الفداء نے بسلسلۂ روایت یحییٰ بن یعمر کي طرف منسوب کیا ہے - میں نے حضرات مفسرین اثنا عشریہ کي مصنفات اس غرض سے دیکھیں ، تو تفسیر صافي میں بعینہ حضرۃ امام کا مندرجۂ صدر قول ملگیا -

اس جواب سے ثابت ھوا کہ آیۃ انعام میں " و من ذریته " کي ضمیر کا حضرت ابراھیم کي طرف عود اسدرجہ مسلم تھا کہ جب حضرۃ امام نے استدلال کیا ، تو معترضین تک بھي کچھہ جواب نہ دیسکے -

نیز یہ کہ حضرات آئمۂ اھل بیت نبوۃ علیھم السلام کا بھي یہی مسلک تھا - و الحمد للہ علی ذالک -

ہے تو یہ ربط و نظم بیان کے بالکل خلاف ہے' اور لوگ اسے کلام الہی کیلیے جائز رکھیں' مگر ہم جائز نہیں رکھہ سکتے - -

جن مفسرین نے اس راے کو قبول نہ کیا ' بلا شبہ انہوں نے حقیقت شناسی کا زیادہ ساتھہ دیا ' لیکن افسوس کہ جسقدر ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے' اسمیں انکی جانب سے کوئی تشفی بخش حل اُن مشکلات کا نہیں ملتا جو قائلین مذھب اول نے پیدا کردیے ھیں -

" ذریة " کے لفظ ' اور حضرۃ لوط اور حضرۃ یونس کے تذکرہ نے کچھہ ایسا اوابجھاؤ پیدا کردیا ہے کہ پہلی جماعت نے تو اس کو لا علاج قرار دیکر سرے سے ضمیر ہی کو نوح سے ملا دیا ' اور دوسری نے بھی تغلیب کے سوا اور کچھہ چارہ کار نہ دیکھا -

لیکن دراصل اسکا حل دوسرا ہے - ممکن ہے کہ ہم حقیقت سے کوئی قریب تر جگہ پالیں - " ذریة " کی ضمیر تو ضرور حضرۃ ابراھیم ھی کی طرف پھرتی ہے - اسمیں کوئی شک نہیں - لیکن " ذریة " کے لفظ سے یہاں مقصود محض جسمانی نسل ھی نہیں ہے - انبیا کی ذریة اصلی' ذریة جسمانی نہیں ہوتی' اور نہ جسمانی نسل کوئی ایسی چیز ہے کہ اسے انبیاء کیلیے خدا ایک بہت بڑی نعمت قرار دے - بلکہ یہاں حضرۃ ابراھیم کی وہ عظیم الشان " ذریة " معنوی مراد ہے جو انکی " دعوۃ موسسہ " سے مثل حضرۃ نوح کے پیدا ہوئی اور پھیلی ' اور جسکے بڑے بڑے مجدد وہ انبیاء کرام علیہم السلام تھے' جنکے اسماء گرامی اس آیۃ کریمہ میں لیے گئے ھیں -

خدا تعالی یہاں اپنے احسان و فضل کا ذکر کررہا ہے' جو خصوصیت کے ساتھہ حضرۃ ابراھیم علیہ السلام پر مبذول ہوا -

اس احسان کا ایک ٹکڑہ تو خاص انکی ذات و عہد سے تعلق رکھتا تھا کہ اللہ نے انکے قلب کو تمام نقائص خارجیہ سے " سلیم " رکھا اور انکی فطرۃ اصلیۂ اسلامیہ کسی خارجی اثر ضلالت و نمائش بطلان سے مرعوب نہوئی ' نیز انکو وہ " حجج الاعید " عطا کیے گئے جنکے ذریعہ انہوں نے اپنے پاس عقل و ادراک انسانی کیلیے سب سے بڑا پیام ھدایت پایا ' اور انکے مراتب معنویہ مرتفع و سرفراز ہوے

دوسرا حصہ احسان الہی کا وہ ہے جسے قرآن حکیم بقاء ذکر اور لسان صدق " فی الاخرین " کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے - اسکی حقیقت تم گذشتہ صحبتوں میں سن چکے ہو کہ مرتبۂ نبوت کی قوۃ " موسسہ " کی طرف اشارہ ہے' جو اپنی دعوۃ کے ذریعہ ایک باقی و قائم امۃ صالحہ پیدا کردیتی ہے' اور اسطرح آنے والے قرن و اجیال میں اس دعوۃ کا سلسلۂ ھدایت ہمیشہ جاری و ساری رھتا ہے - انکی دعوۃ کے گھرانے اور نسل کی زندگی افراد و اشخاص کی موت و حیات کے دائرۂ اثر سے باہر ہوجاتی ہے - اگرچہ وجود موسس دنیا سے چلا جاے ' لیکن اسکی " تاسیس " پر موت طاری نہیں ہوتی -

پہلے قسم کے احسان کا ذکر اس آیۃ میں وہاں ختم ہوتا ہے جہاں فرمایا کہ : و تلک حجتنا آتینا ھا ابراھیم علی قومہ' نرفع درجات من نشاء ' ان ربک حکیم علیم - اور دوسرا احسان بقاء دعوۃ اور " لسان صدق فی الاخرین " کا وہ ہے جسکو یوں تعبیر کیا کہ : و وھبنا لہ اسحاق و یعقوب کلا ھدینا - نیز ہم نے حضرۃ ابرھیم کو اسحاق اور یعقوب جیسی اولاد و احفاد دی جنکے ذریعہ دعوۃ ابراھیمی کے بقاء و تسلسل کا سلسلہ شروع ہوا - اسرائیل (حضرۃ یعقوب) سے بنو اسرائیل کی امۃ پیدا ہوئی' اور انکی اصلاح و تجدید و احیاء کیلیے یکے بعد دیگرے انبیاء کرام (بہ تحت تاسیس ابراھیمی) آتے رہے -

پس وہ " ذریة " اور " نسل " جو حضرۃ ابراھیم کو خدا نے دی' جسم اور خون کی نسل نہیں ہے جسکے ماتحت تم حضرۃ لوط اور حضرۃ یونس کو کسی طرح نہیں لا سکتے' اور اسلیے حیران ہو - جسمانی نسل حضرۃ ابراھیم کیلیے کوئی بڑا انعام نہ تھا' بلکہ کسی پیغمبر کیلیے اللہ کا ممتاز انعام نہیں ہوسکتا - انکا گھرانا دیوار و در کا احاطہ نہیں بلکہ حق اور تبلیغ حق کا رشتہ ہے ' انکا وجود گوشت اور پٹھوں کا ڈھانچ نہیں بلکہ شریعۃ اور شریعۃ کی پکار ہے ' انکا وطن گرد اور غبار کا کوئی منجمد ٹکڑہ نہیں' بلکہ سچائی اور راست بازی کے دعوۃ کا رقبہ ہے ' پھر کیوں نہیں کہدیتے کہ انکی ذریة بھی جسم اور خون کی نہیں بلکہ دعوۃ الہی اور رسالۃ ربانی کے بقاؤ قیام کی ہے ؟

ساری مشکل اس آیۃ کی تفسیر میں لفظ " ذریة " سے پیدا ہوگئی ہے کہ حضرۃ لوط اور حضرۃ یونس نسل ابراھیمی سے نہ تھے ' اور یہ مشکل سرتا سر نتیجہ اسکا ہے کہ صنف " تاسیس " و " تجدید " کی جو حقیقت گذشتہ صحبتوں میں واضح کی گئی ہے ' وہ پیش نظر نہیں ہے -

یہاں " ذریة " سے مراد دعوۃ ابراھیمی کی وہ " ذریة " ہے جو انکی دعوۃ " موسسہ " نے پیدا کی - وہ " موسس " تھے - مجدد نہ تھے - پس جو انبیاء مجددین دعوۃ ابراھیمی کے ذیل میں ظاہر ہوے ' قرآن حکیم نے ان میں سے چند نفوس کی طرف یہاں توجہ دلائی ہے ' اور درمیان میں حضرۃ نوح کی " تاسیس " کی طرف اشارۂ مماثلۃ کردیا ہے ' تاکہ واضح ہوجاے کہ اللہ تعالی نے حضرت ابراھیم کو کیسا کچھہ موسس بنایا ؟ اور کیسی نسل دعوۃ انسے پھوٹی اور پھیلی پھولی ؟

سب سے پہلی دقت اس تفسیر میں حضرۃ لوط کے متعلق ہے کہ انکا نام کیوں آگیا ہے ؟ لیکن یہ دقت' دقت ہی کب ہے جب کہ خود قرآن حکیم نے بتلا دیا ہے :

و ابراھیم اذقال لقومہ :	اور ابراھیم نے جب قوم سے مخاطب ہوکے کہا : اللہ کی پرستش کرو اور
اعبدوا اللہ و اتقوہ '	اسی سے ڈرو - اگر تم سمجھہ رکھتے ہو
ذالکم خیر لکم ان کنتم	تو تمہیں سمجھنا چاہیے کہ تمہاری
تعلمون - - - - - -	فلاح اسی میں ہے - - - - - - - - -
- - - - - - - - -	
فآمن لہ لوط و قال انی	لیکن قوم کی جہالت و ضلالۃ کیلیے
مہاجر الی ربی ' انہ	یہ دعوۃ حق کچھہ سودمند نہ ہوئی '
ھو العزیز الحکیم -	اور صرف لوط ابراھیم پر ایمان لاے -

تورات کتاب پیدایش سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرۃ لوط حاران برادر تارح کے بیٹے اور حضرۃ ابراھیم کے بھتیجے تھے - (۱۱ : ۲۷)

اور قرآن حکیم کی مندرجۂ بالا آیت بتلاتی ہے کہ وہ حضرۃ ابراھیم پر ایمان لاے' اور انکی دعوۃ کے ساتھی ہوگئے - پس حضرۃ لوط گو حضرۃ ابراھیم کی نسل سے نہیں تھے ' انکے بھتیجے تھے ' لیکن چونکہ انکی دعوۃ ' دعوۃ موسسۂ مستقلہ نہ تھی بلکہ دعوۃ ابراھیمی ھی کے تابع تھی' وہ اسی دعوۃ موسسہ کے ایک مجدد تھے ' اسلیے وہ حضرۃ ابراھیم کی " ذریة رسالت " ہی میں داخل تھے ' اور اسی لیے اس آیۃ میں انکو بسلسلۂ مجددین دعوۃ ابراھیمی شامل کیا گیا -

(مجددین دعوۃ ابراھیمی)

اس آیۃ کریمہ میں " و من ذریتہ " کے بعد سے " علی العالمین " تک جتنے انبیاء کرام کا ذکر کیا گیا ہے ' وہ سب کے سب بلا استثناء دعوۃ موسسۂ ابراھیمیہ کے مجدد ھیں ' اور اسی لیے " ذریة " ابراھیمی میں داخل -

انکی تعداد ۱۴ - ہے ' اور بیان میں ترتیب تاریخی نہیں ہے کیونکہ یہاں استقراء تاریخی مقصود نہ تھا ' صرف دعوۃ موسسۂ ابراھیمی کی بقاء ذریة ' اور قیام سلسلہ کو ظاہر کرنا تھا -

و النهار (۱۴ - ۲۷)

رات اور دن اور انکے خواص و موثرات کو بھی تمہارا تابع فرمان بنا دیا !

و سخر لکم الليل و النهار والشمس : القمر والنجوم مسخرات بامره (۱۶ : ۲)

رات' دن' سورج' چاند' سب کو تمہارے تابع کردیا کیونکہ تمام ستارے خدا کے حکم کے تابع ہیں -

غور کرو' ایک "مشرک" اور ایک "مسلم" کی زندگی میں کتنا فرق ہے ؟ مشرک پتھروں سے ڈرتا ہے کہ وہ خدا ہیں' ستاروں سے ڈرتا ہے کہ وہ خدا ہیں' کہنہ اور بوسیدہ قبروں کی اینٹوں سے ڈرتا ہے کہ وہ خدا ہیں' خود انسانوں سے ڈرتا ہے کہ وہ خدا ہیں' لیکن ایک مسلم کا عقیدہ یہ ہے کہ "فاطر السموات و الارض" کی ایک ذات کے سوا دنیا میں کوئی وجود نہیں جس سے ڈرا جائے - ایک مشرک اپنے کو دنیا کی ہر شے سے کمزور و حقیر سمجھتا ہے' لیکن ایک مسلم وجود ذات "عزیز و متکبر" کے سوا خود کو سب سے بالا اور سب سے اعلی سمجھتا ہے' کیونکہ ہر لحظہ اوسکے کان میں یہ آواز آتی رہتی ہے :

لله العــزة لله و لرسوله و للمومنين -

عزت صرف خدا کیلیے ہے' اوسکے رسول کیلیے ہے' اور مسلمانوں کیلیے ہے -

اے مشرک انسان ! تو کیوں خدا کے سوا اوروں کیطرف ہاتھ پھیلاتا ہے ؟ کیا تو اونمیں سے بعض سے بہتر اور بعض کے برابر نہیں ہے ؟ اے مشرک انسان ! تو کیوں خدا کے سوا اوروں سے ڈرتا ہے ؟ کیا وہ بھی تیرے ہی طرح خدا کی مخلوق نہیں ؟ اے مشرک انسان ! تو خدا کو چھوڑ کر کن سے حاجت بر آری کی درخواست کرتا ہے ؟ کیا وہ خود خدا کے محتاج نہیں ؟ پس ایک ہی ہے جسکی طرف ہاتھ پھیلانا ہے' ایک ہی ہے جس سے ڈرنا ہے' ایک ہی ہے جسکے آگے جھکنا ہے' ایک ہی ہے جسکے آگے گڑگڑانا ہے' ایک ہی ہے جسکو اپنے سے بالاتر سمجھنا ہے' اور ہاں ایک ہی ہے جس سے حاجت بر آری کی درخواست ہے :

قل افرايتم ما تدعون من دون الله ان ارادني الله بضر هل هن كاشفات ضره ؟ او ارادني برحمة هل هن ممسـكات رحمتـه ؟ قل حسبي اللـه ' عليـه يتـوكـل المتـوكلـون -

اگر خدا مجھے مصیبت پہونچانی چاہے تو کیا تمہارے معبود جنکو تم پکارتے ہو' اوس مصیبت کو دور کرسکتے ہیں ؟ اگر خدا اپنی رحمت مجھپر نازل کرنی چاہے تو کیا وہ روک سکتے ہیں ؟ ہاں کہدو کہ خدا ہی کا رشتہ بس کرتا ہے' بھروسہ کرنے والے صرف اوسیکی ذات پر بھروسہ کرتے ہیں !

پس جو مسلم ہے وہ خود دار ہے' کیونکہ خدا کے بندوں میں اوسکا کوئی ہمسر نہیں' پھر کس سے وہ اپنی ذات کو حقیر سمجھے اور اوسکے سامنے جھکے ؟ اوسنے صرف ایک ہی سے اپنی ذات کو حقیر سمجھا' اور اوسیکے سامنے جھکا -

جو مسلم ہے وہ آزاد ہے' کیونکہ مخلوقات میں کون بڑا ہے جس سے وہ ڈرے ؟ اوسنے ایک کو بڑا سمجھا اور اوسی سے وہ ڈرا -

مسلم خدا کے سوا کسی سے کیوں نہیں ڈرتا ؟ اسلیے کہ وہ دل سے اعتقاد رکھتا ہے کہ :

خدا کے سوا نفع و ضرر کسی کے ہاتھ میں نہیں -

دنیا کی ہر قدرت و قوت کا مالک وہی ہے -

اوسکے سوا کسی میں قوت و قدرت نہیں -

مخفی دعاؤں کا سننے والا تنہا وہی ہے -

دنیا کی تمام قوتوں کی عنان حکومت صرف اوسی کے دست قدرت میں ہے -

عطاے موت و حیات و نفع و ضرر صرف اوسیکا کام ہے -

ہماری طرح دنیا کا ذرہ ذرہ اوسیکا محتاج ہے' پر وہ کسی کا محتاج نہیں -

تاریخ و عبر

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

تاریخ معتزلہ کا ایک صفحہ

غیلان دمشقی

ذیل کے مضمون میں اور اسکے بقیہ سلسلے میں نہ تو ہمیں فرقۂ معتزلہ کے عقائد و کلام سے کوئی تعلق ہے' اور نہ انکے صحت و عدم صحت پر کوئی تبصرہ کرنا ہے - ایک ایسے دور میں جبکہ تمام نئے مصنفوں اور مصلحوں نے اپنے لیے راہ عمل صرف اعتزال ہی کی تقلید میں پائی ہے' الله تعالی نے اپنے فضل و کرم سے اس عاجز کی رہنمائی کی' اور اشاعرہ و معتزلہ' دونوں کی راہوں سے بلند تر ایک تیسری راہ حقیقت و استقامت دکھلا دی - اگر اسکی ہدایت و توفیق دستگیر نہ ہوتی تو سچ یہ ہے کہ ان دونوں راہوں کی دلدل بڑی ہی قدم گیر تھی :

بندۂ را کہ بفرمان خــدا راہ رود

نگزارند کہ در بند زلیخــا مانــد

تمام علم اسلامی نے حقیقت کو اشاعرہ کی وراثت میں دیدیا تھا - اب بعض نئے مصلحین اٹھے ہیں اور اعتزال کی مفقود و منہدم راہ از سر نو درست کرنی چاہتے ہیں - پر افسوس کہ سلف صالح اور قرون اولون کی اوس راہ کی کسی کو خبر نہیں' جو اوس وقت سے ہے' جبکہ نہ تو اعتزال کی پکار بلند ہوئی تھی' اور نہ امام ابو الحسن اشعری کا وجود تھا - بہر حال یہ موقعہ اس تذکرہ کا نہیں - صرف یہ

(پہلے کالم کا بقیہ مضمون)

پھر کیونکر ممکن ہے کہ شدائد و خطرات کا مہیب دیو اوس مسلم کو خوفزدہ بنا سکے' جسکا قلب مطمئن خدا کے سوا کسی سے خوفزدہ نہیں ؟ اور کیونکر ممکن ہے کہ خوف و ہراس اوس دل پر قبضہ کرسکے جو خدا کے سوا کسی کے قبضہ میں نہیں ؟ اور ہاں کیونکر ممکن ہے کہ متکبرین کی ہیبت و عظمت' جبابرۂ عالم کا قہر و غضب' سپاہیوں کی تیغ و سنان' اور فرعونوں کا جاہ و جلال اوس انسان کو مرعوب کرسکے' جسکی نظر میں یہ سب کے سب ایک دست شل اور ایک عضو معطل سے زیادہ نہیں ؟

پھر جسکی یہ حقیقت ہے' کیونکر ممکن ہے کہ وہ شدائد و خطرات سے خوف کھا کر نصرت حق سے باز آجاے ؟ اوسکا دل راستی اور سچائی کی سختیوں کو دیکھکر لرز جاے' اوسکی زبان قول حق سے خاموش رہے ؟ اوسکا قدم جادۂ صداقت سے متزلزل ہو جاے ؟ کیونکہ مسلم کی حقیقت یہ ہے کہ وہ خدا کے سوا دنیا میں کسی سے نہیں ڈرتا - اپنے نفع و ضرر کی باگ اوسکے سوا کسی کے ہاتھ میں نہیں دیکھتا -

پھر کیا یہ سچ نہیں کہ مسلم فطرتاً خود دار ہے کہ اکثر مخلوقات سے وہ برتر اور بعض کے برابر ہے ؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ مسلم فطرتاً آزاد اور حر ہے کہ خالق کے سوا وہ کسی مخلوق سے نہیں ڈرتا' کیونکہ قوتوں کا منبع اور قدرتوں کا مرکز اوسکی نظر میں ایک ہی ہے :

ان يمسسك الله بضر فلا كاشف له' و ان يمسسك بخير فهو على كل شيئ قدير' و هو القاهر فوق عباده' و هو الحكيم الخبير (انعام)

اگر وہ ضرر پہونچانا چاہے تو کوئی اوسکو ہٹانے والا نہیں' اور اگر نیکی و برکت دینا چاہے تو وہ ہر بات پر قادر ہے' وہ بندوں پر غالب ہے' وہ ہر نکتہ سے آگاہ ہے' اور ہر خبر سے واقف ہے -

مواعظ و خطب

الحـــريـة فـى الاســـلام

ان القـوة لله جميعـــاً (۲ : ۱۶۰)

اس سے پہلے کہ دنیا نور اسلام سے منور ہو' انسان کا کیا حال تھا ؟

وہ دنیا کے ذرہ ذرہ کو خدا سمجھتا تھا' جنگل کا ہر بڑا درخت اوسکا خدا تھا' زمین کا ہر خوفناک جبڑا اوسکا خدا تھا' پہاڑ کا ہر سیاہ پتھر اوسکا خدا تھا - وہ سانپ کو پوجتا تھا کہ سانپ دیوتا تھا' وہ دریا کو پوجتا تھا کہ دریا دیبی تھی' وہ پہاڑ کو پوجتا تھا کہ وہ دیوتاؤں کا مسکن تھا' وہ آگ کو پوجتا تھا کہ وہ کہیں اگنی دیبی تھی اور کہیں خدا کا مظہر تھی' وہ عام ستاروں کو پوجتا تھا کہ وہ حکمران عالم تھے - وہ چاند اور سورج کو پوجتا تھا کہ وہ نور اکبر تھے' وہ حیوانوں کو پوجتا تھا کہ اون میں انسانوں سے زیادہ قوت تھی' وہ انسانوں کو بھی پوجتا تھا کہ خدا کے اوتار تھے !

ھندوستان جو علوم ریاضیہ کا سرچشمہ تھا' پتھروں اور مورتوں کا بندہ تھا' یونان جو علوم عقلیہ کا مرکز تھا' طرح طرح کے دیوتاؤں کا مسکن تھا' مصر و بابل جو علم ھیئۃ و فن تعمیر کے سب سے پہلے گھر تھے' ستاروں کے ھیکل سے آباد تھے - دنیا اسی تاریکی میں گھری ہوئی تھی' کہ کلدان میں "مسلم اول" کا ظہور ہوا' جسنے :

فلما جن عليه الليل را کوکبا قال ھذا ربي فلما افل قال لا احب الافلين - فلماء را القمر بازغاً قال ھذا ربی فلما افل قال لئن لم يھدني ربي لاکونن من القوم الضالين - فلما را الشمس بازغــة قال ھذا ربي ھذا اکبر' فلما افلت قال يا قوم اني بريئ مما تشرکون' اني وجھت وجھـــي للذي فطـــر السموات و الارض حنيفاً وما انا من المشرکين -

رات کو ستاروں کو دیکھا تو کہا یہ میرا خدا ہے' لیکن جب ستارے چھپ گئے تو اوسنے کہا : میں چھپ جانے والوں کو خدائی کیلیے نہیں پسند کرتا - پھر چاند نظر آیا تو پکار اٹھا کہ یہ میرا خدا ہے' پر جب وہ ڈوب گیا' تو کہا : میرا سچا خدا میری ہدایت نکرتا تو یقیناً میں گمراہ ہو چکا تھا ! پھر دن کو جب سورج چمکتا ہوا نکلا تو اوسنے کہا : ہاں یہ میرا خدا ہے کہ یہ سب سے بڑا ہے' لیکن جب وہ بھی غروب ہوگیا تو اوسنے اپنی قوم کو مخاطب کیا : لوگو ! میں اون سب سے تبری کرتا ہوں جنکو تم خدا کا شریک بناتے ہو' میں تمام جھوٹے معبودوں سے منہہ پھیر کر اوس سچے خدا کیطرف رخ کرتا ہوں جسنے آسمان و زمین کو پیدا کیا - میں اپنے خدا کا کسیکو شریک نہیں بناتا -

یہ پہلا دن تھا جب اسلام نے حقیقت انسانی کے چہرہ سے پردہ اٹھایا' اور اوسنے بتایا کہ اے انسان ! تو مخلوقات کا بندہ نہیں - تو مخلوقات کا آقا ہے - تو انکے لیے نہیں پیدا کیا گیا - وہ تیرے لیے پیدا کیے گئے ہیں - تو انکا غلام نہیں بنایا گیا' وہ تیرے غلام بنائے گئے ہیں تو تمام مخلوقات سے اشرف ہے' اور تیری ذات ان تمام ھستیوں سے ارفع ہے - تو صرف خالق مخلوقات کا بندہ ہے' اور تمام مخلوقات کا آقا ہے - پھر تو جنکا آقا ہے' حیف ہے کہ اونکو اپنا خدا بنائے اور انکے آگے غلامی کا سر جھکائے ؟

ولقد کرمنا بني آدم و حملنھم فی البر و البحر و رزقناھم من الطيبت و فضلناھم علی کثیر ممن خلقنا تفضيلا : (۱۷ : ۷۱)

ہم نے انسان کو عزت و بزرگی بخشی' اوسکو خشکی و تری میں سواری دی' اچھی اچھی روزی دی' اور اپنی اکثر مخلوقات پر فضیلت کامل عطا کی -

اے انسان ! تمام دنیا تیرے ہی لیے بنی ہے - تو اسکی پرستش نکر :

"الم تر ان الله سخر لکم ما فی الارض ؟ (۲۲ - ۶۴)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدا نے ہر کچھہ زمین میں ہے' تمہارے لیے مسخر کردیا ؟

ھو الذي خلق لکم ما فی الارض جميعـــاً ! (۲ : ۲۷)

خدا وہی ذات اقدس ہے جسنے تمہارے لیے تمام زمین کی چیزیں پیدا کیں !

بلکہ آسمان و زمین کی سب چیزیں تیرے ہی لیے ہیں - تو انکے لیے نہیں ہے - پس تو انکو خدا نہ جان :

الم تروا ان الله سخـــر لکم ما فی السمـــوات و مـــا فی الارض ؟ (۳۱ : ۱۹)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ آسمان و زمین کی تمام چیزیں تمہارے لیے خدا نے مسخر کردیں ؟

و سخر لکم ما فی السموات وما في الارض جميعـــاً (۴۵ : ۱۲)

خدا نے تمہارے لیے آسمان و زمین کی تمام چیزیں مسخر کردیں -

تو دریا کو دیبی نکہہ کہ وہ تو تیری ضروریات کا ایک خزانہ ہے :

سخر لکم البحر لتجري الفلک فيه بامرہ و لتبغوا من فضله (۴۵ - ۱۱)

تمہارے لیے دریا کو مسخر کردیا تاکہ اوسمیں خدا کے حکم سے کشتیاں چلیں اور اپنی رزق کو تلاش کرو -

و ھو الذی سخر البحر لتاکلوا منه لحما طریا و تستخرجوا منه حلیة تلبسونھا' و تری الفلک مواخر فیه و تبتغوا من فضله و لعلکم تشکرون (۱۶ : ۱)

خدا وہی ذات قدوس ہے جسنے دریا کو مسخر کیا تاکہ تم اوس سے تازہ گوشت کھاؤ' اوس سے اپنی زیب و زینت کی اشیاء نکالو' اوسمیں تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں' تاکہ اوس سے خدا کی برکت تلاش کرو' اور اوسکا شکر ادا کرو -

تو حیوانات کو دیوتا نہ سمجھہ کہ وہ تیرے ہی فائدہ کے لیے مخلوق ہوے ہیں :

وجعل لکم من الفلک و الانعام ما ترکبون' لتستووا علی ظھورہ ثم تذکروا نعمة ربکـــم اذا استویتم علیه' و تقولوا سبحان الذي سخر لنا ھذا و ما کنا له مقرنین (۴۳ : ۱۲)

کشتی اور جانور تمہارے لیے پیدا کیے تاکہ تم اونکی پیٹھہ پر سیدھے سوار ہو' پھر اپنے خدا کے احسان کو یاد کرو' اور کہو کہ پاک ہے وہ ذات جسنے ہمارے لیے مخلوقات کو مسخر کردیا ! ہم اپنی قوت سے انکو مسخر نہ کرسکتے !

آگ دیبی نہیں وہ تو تیرے ہی لیے پیدا ہوئی ہے :

والذي جعل لکم من الشجر الاخضر نارا (۳۷ : ۸۰)

خدا وہ ہے جسنے سبز لکڑی سے تمہارے لیے آگ پیدا کی !

پہاڑ دیوتاؤں کا مسکن کیسے ہو سکتا ہے ؟ وہ تو خود انسان کے تابع ہے اور خدا کا فرمانبردار ہے :

انا سخرنا الجبال معه یسبحن بالعشي و الاشراق (۳۸ : ۱۷)

ہم نے داؤد نبی کیلیے پہاڑ کو مسخر کردیا کہ صبح و شام خدا کی تسبیح کریں -

آفتاب و مہتاب اور دیگر ستارے بھی اے انسان تیرے خدا نہیں' تو خود اونکا خداوند و آقا ہے' اسلیے تو اونکو سجدہ نکر !

و سخر لکم الشمس و القمر دائبین و سخر لکم الیل

تمہارے لیے آفتاب و ماھتاب کو مسخر کردیا جو حرکت کرتے ہیں' اور اسیطرح

مراسلات

سورہ والتین

[از مولانا مظہر الدین صاحب شیرکوٹی]

(۱)

انسان جب غور و فکر کی آنکھیں کھولتا ہے تو دیکھتا ہے کہ نیچے زمین ہے اور سر پر آسمان ہے - انکی وسعت اسکے خیال سے بالاتر اور انکی قدامت اسکے ادراک سے باہر ہے - ایک طرف وہ عظیم الشان پہاڑوں میں گھرا ہے ' جنکی چوٹیاں نامعلوم بلندیوں تک مرتفع ہیں ' دوسری طرف بلاخیز سمندر کی لہریں اوسکے ارد گرد طوفان خیز ہیں ' جن کے سامنے انسان کی ہستی تو کیا اوسکی زمین بھی ہتی کی طرح چھٹ جاتی ہے - ان عظیم ترین ہستیوں سے قطع نظر کرکے جب وہ چھوٹے چھوٹے جسموں کی قوت پر توجہ کرتا ہے ' تو اور زیادہ متعجب ہوتا ہے کہ ہستی و حیات کے یہ حقیر ذرات طاقت و عمل کی کیسی حیرت انگیز مثالیں اپنے اندر رکھتی ہیں ؟ ! !

وہ ڈسنے والے سانپوں کی برق رفتاری پر خیال کرتا ہے ' خونخوار جانوروں کی طاقت کو دیکھتا ہے ' ابر کے ایک معمولی ٹکڑے سے بڑے بڑے شہروں کا زیر و زبر ہونا اوسکے سامنے آتا ہے ' پھونک سے اوڑ جانے والی چنگاری کی قوت اوسکے پیش نظر ہوتی ہے ' اور جب ان تمام مناظر قدرت کو اپنے سامنے لاتا ہے ' تو بے اختیار پکار اوٹھتا ہے کہ اے ہستی انسانی ! تو کیا ہے ؟ تیری حقیقت کچھہ بھی نہیں ؛ بحر وجود میں پانی کا ایک بلبلہ ' عالم خلق میں ہوا کا ایک جھونکا ' میدان تکوین میں مجموعۂ غبار کا ایک نقش پا !

لیکن سورۂ مبارکہ " والتین " میں قرآن حکیم نے اس خیال کی تردید کی ہے ' اور شرف انسانی کے دلائل بینہ پیش کیے ہیں - اس نے بتایا ہے کہ عالم وجود کی دوسری چیزوں کے ساتھہ انسان کو کیا نسبت ہے ؟ بلا شبہ انسان پانی کا بلبلہ ہے ' مگر کونسا پانی ؟ وہ ' جو آب بقاء کا ایک سرچشمہ ہے ! کچھہ شک نہیں کہ انسان ہوا کا ایک جھونکا ہے ' مگر کس ہوا کا ؟ وہ ' جو باغ وحدت کی ایک لہر ہے ! ہاں ' یقیناً انسان کا وجود ایک نقش پا ہے ' مگر کیسا نقش پا ؟ وہ ' جو وجود بعثت کا سب سے زیادہ مکمل نشان ہے ! خلاصہ یہ کہ سریر ظہور کا تاجدار اور منصۂ شہود کی رونق ' وجود انسانی ہی ہے !

انسان کا اشرف خلائق ہونا ایک ایسا بین دعوی ہے جسکے لیے احتیاج دلیل نہ تھی - لیکن اپنی ہستی سے خود فراموشی ہی کبھی کبھی مانع کار ہو جاتی ہے ' اور اکثر دنیا کے بڑے بڑے اعمال صرف اسی لیے ناتمام رہجاتے ہیں کہ اونکے کرنیوالے اپنے آپ کو نہایت ضعیف و ناتواں سمجھکر ہمت ہار دیتے ہیں - لہذا ایک ایسے ناموس الہی کیلیے جو " تبیانا لکل شئی " اور " نور مبین " کی حیثیت رکھتا ہو ' ضرور تھا کہ انسانی فضیلت کی اصل حقیقت کو اسکے سامنے صاف صاف پیش کردے -

علاوہ ازیں یہ دین حنیف کے اوس اہم ترین رکن کی ایک تمہید اور مقدمہ بھی تھا ' جسے میں حضرۃ شاہ ولی اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی اصطلاح میں " قانون مجازاۃ " کے لقب سے تعبیر کرونگا -

پس اس سورۃ کے مضمون کی تقسیم دو قسموں میں ہوسکتی ہے : (۱) شرف انسانی کا ثبوت - (۲) قانون مجازاۃ -

(مبحث اول)

و التین و الزیتون و طور سینین و ھذا البلد الامین ' لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم -	انجیر ' زیتون ' طور سینا ' مکۂ معظمہ ' اس دعوے پر شاہد ہیں کہ ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر حالت میں پیدا کیا ہے -

" تقویم " کی تفسیر میں قاضی بیضاوی تحریر فرماتے ہیں :

تعدیل بان خص بانتصاب القامۃ و حسن الصورۃ و استجماع خواص الکائنات و نظائر سائر الممکنات (انتہی)	تقویم کے معنی تعدیل کے ہیں ' اور اوس سے مراد یہ ہے کہ انسان سرو قامتی ' حسن صورۃ ' اور کائنات کے تمام خواص ' اور تمام ممکنات کی تمثیلات کا مجموعہ ہے -

اسی مضمون کو امام رازی ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں :

" التقویم " تصییر الشیئ علی ماینبغی ان یکون فی التالیف و التعدیل یقال قومتہ تقویما فاستقام و تقوم (انتہی)	تقویم کے معنی ہیں کسی شی کا ایسی حالت میں پیدا کرنا جسکے لائق وہ اپنی تالیف و تعدیل میں تھی - ایسے موقعہ پر جب کوئی شے چند چیزوں سے ترتیب دیکر

بنائی گئی ہو اور وہ درست ہو ' تو اہل عرب کہا کرتے ہیں : قومتہ تقویما فاستقام و تقوم -

محدث ابن جریر طبری اپنی شہرۂ آفاق تفسیر میں " تقویم " کے مختلف معنی نقل کرتے ہوے اپنی راے ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں :

واولی الاقوال فی ذلک بالصواب ان یقال ان معنی ذلک فی احسن صورۃ واعدلہا - (انتہی)	تقویم کے معنی میں بہترین قول یہ ہے کہ اسکے معنی احسن و اعدل حالت کے ہیں -

یہ تینوں مفسر اور انکے سوا اور مفسرین بھی اگرچہ ترتیب الفاظ و تعبیر مقصد میں مختلف ہیں ' تاہم منشاء و مآل سب کا ایک ہے - یہ ضرور ہے کہ بیضاوی نے نہایت مفصل اور جامع الفاظ میں " تقویم " کا مفہوم ادا کیا ہے ' جسکا خلاصہ یہ ہے کہ " کیا بلحاظ حسن صورت ' اور کیا بلحاظ بلندی قامت ' انسان تمام ممکنات کی تمثیل اور کل کائنات کے خواص کا مجموعہ ہے " اور یہ انسانی شرف کی بہت بڑی دلیل ہے کہ جو اوصاف (مثلاً حیوانات میں حرکت و ارادہ و انتقام ' نباتات میں نشوونما ' ملائکہ میں طاعت رب کریم وغیرہ وغیرہ ') فرداً فرداً دیگر مخلوقات میں موجود ہیں ' وہ سب کے سب ایک وجود انسانی میں مکمون ہیں - فلینظر الناظرون و یمعن المشتاقون -

اسی مضمون کو قران حکیم نے دوسرے مقامات پر بھی بیان کیا ہے - صرف اجمال و تفصیل کا فرق ہے ورنہ مقصود ایک ہے - ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے :

و صورکم فاحسن صورکم	اے انسانوں ! خدا نے تمکو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے -

یہاں صورۃ سے مراد صرف نقش و نگار جسمانی یا خد و خال نہیں ' بلکہ صور معقولہ و قواء ادراکیہ بھی ہیں - (کما صرح بہ الاصفہانی فی الذریعۃ و المفسرون فی تفسیرھم) -

دوسری جگہ جو بہت زیادہ مفصل ہے اسطور پر مذکور ہے :

واضح کرنا ہے کہ اپنی راہ دوسری ہے ' اور اس عہد ضلالت کیش میں الحمد للہ کہ صراط مستقیم سے مہجور نہیں :

راہے کہ خضر داشت ز سر چشمہ دور بود
لب تشنگی ز راہ دگر بردہ ایم ما !

لیکن عقائد و کلام سے باہر آکر تاریخی حیثیت سے اس نامور گروہ کا مطالعہ کرنا چاہیے جو صدیوں تک مسلمانوں کی علمی و سیاسی زندگی کا ایک بہت بڑا رکن رہا ' اور جسمیں ہر علم و فن کے اساطین و استادین پیدا ہوے - ہمارا موجودہ تاریخی ذخیرہ اس کے لیے بالکل بیکار ہے - تاہم بعض ذرائع ایسے بھی بچ رہے ہیں جنسے تھوڑا بہت سراغ لگ سکتا ہے - ہم چاہتے ہیں کہ گاہ گاہ بغیر کسی ترتیب کے بعض بصائر و حکم اسکے متعلق شائع کریں -

(امر بالمعروف و نہی عن المنکر)

جس زمانے میں فرقۂ معتزلہ نے نشو و نما پائی تھی ' اسلام تمام دنیا پر فیاضانہ حکومت کر رہا تھا ' اور تمام دنیا اسکے فیض عام سے گل بداماں ہو رہی تھی - بالخصوص علماء و فقہاء کو سلاطین و خلفاء کی قدردانیوں نے مالامال کر دیا تھا -

لیکن اس حالت میں بھی اس فرقے نے اپنے دامن کو درہم و دینار کے چمکنے والے داغ سے آلودہ ہونے نہیں دیا - ایسے وقت میں جبکہ دست بہار پھولوں کا انبار لگا رہا تھا ' اور ابر کرم موتیوں کا مینہ برسا رہا تھا ' اس فرقہ نے اپنا دامن قناعت ہمیشہ سمیٹے ہوے رکھا ' اور خار زار حرص و طمع سے اولجھنے نہ دیا -

استغناء اور بے نیازی کی شان مختلف مظاہر میں نظر آتی ہے ' لیکن اوسکا اعلی ترین مظہر امر بالمعروف والنہی عن المنکر ہے - وہ ایک امانت الہی ہے جسکا بار سب سے پہلے علماء کے سر پر ڈالا گیا ہے : و لتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف و ینہون عن المنکر ' و اولئک ہم المفلحون (۳ : ۱۰۰)

لیکن اس گروہ کی راہ میں سب سے زیادہ درہم و دینار کے خزف ریزے حائل ہوتے ہیں - سلاطین بنو امیہ نے اسی درہم و دینار کی مہر لگا کر علماء کی زبانوں کو بند کرنا چاہا تھا ' لیکن علماء حق کی بے نیازی نے اس سنگ راہ کو ہمیشہ اپنے آگے سے ہٹایا ' اور اس فرض کے ادا کرنے میں جان تک سے دریغ نہ کیا - خلفاء بنو امیہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز نے وراثت شاہی میں جو خزانہ پایا تھا ' وہ اوس مال و متاع سے لبریز تھا جسکو دست ظلم نے سمیٹ سمیٹ کر اوس میں بھر دیا تھا ' اسلیے یہ درست اون کے سینے کا بوجھ تھی - وہ اوس سے خزانے کو خالی کرنا چاہتے تھے -

لیکن اس عادلانــہ اقدام کی طرف سب سے پہلے اونکو غیلان دمشقی نے توجہ دلائی جو اکابر معتزلہ میں ایک مشہور نامور متکلم گذرا ہے - اوس نے اونکو ایک خط لکھا کہ :

" اے عمر ! تم نے اسلام کو ایک دلق کہنہ ' اور ایک بوسیدہ صورت میں پایا ہے ' اے وہ شخص جو تمام مردوں میں سے ایک مردہ ہے ' تو کوئی قابل تقلید راہ اور کوئی زبان سے راستہ بتانے والا آدمی نہیں پاتا جس کی رہنمائی سے فائدہ اوٹھاے - آہ ' سنت کا چراغ بجھہ گیا ' بدعات کی تاریکی چھا گئی ' دنیا کو ترا دیا گیا ہے ' عالم لوگ خود نہیں بولتے ' اور جاہلوں کو بولنے کی اجازت نہیں ملتی - امام کی ذات سے قوم نجات بھی پا سکتی ہے اور ہلاک بھی ہو سکتی ہے ' خدا خود کہتا ہے :

و جعلنا ہم ائمۃ یہدون بامرنا - ہم نے اونکو امام بنایا اور وہ ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے ہیں -

یہی امام دنیا کو گمراہی سے بچاتے اور اونکو تاریکی سے روشنی میں لاتے ہیں ' لیکن ایک قسم کے امام اور بھی ہوتے ہیں :

و جعلنا ہم ائمۃ یدعون الی النـــار - اور ہم نے اونکو ایسا امام بنایا جو آگ کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں -

لیکن اس قسم کے ائمہ صاف صاف یہ نہیں کہتے کہ آگ کی طرف آؤ بلکہ دنیا کے سامنے گناہوں کا دروازہ کھولدیتے ہیں - تو اے عمر ! جو لوگ خود دنیا کو گناہوں کی دعوت دیتے ہیں ' کیا وہ دنیا کو گناہوں سے بچا سکتے ہیں ؟ کیا کوئی ایسا حاکم ہے ' جو اپنے اعمال پر خود نکتہ چینی کرتا ہے ؟ کیا کوئی ایسا قاضی ہے کہ جو فیصلہ خود کرتا ہے اسی فیصلہ کے خلاف ایک حاکم کو سزا بھی دیتا ہے ؟ کیا کوئی ایسا رہنما ہے جو دنیا کو سیدھی راہ دکھاتا ہے ' اور خود منزل مقصود سے بھٹک جاتا ہے ؟ کیا کوئی رحمدل انسان بھی تکلیف ما لا یطاق دیتا ہے ؟ یا لوگوں سے بجبر اطاعت کرواتا ہے ؟ کیا انصاف بھی ظلم پر آمادہ کر سکتا ہے ؟ کیا سچ بھی جھوٹ بول سکتا ہے ؟ "

یہ خط اگرچہ خلفاء بنو امیہ کے مظالم کا ایک اجمالی متن ہے ' لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز تو خود ہی اونکے ستون سلطنت کو گرا کر عدل و انصاف کا منارہ قائم کرنا چاہتے تھے ' اسلیے اونکو ایک معمار ہاتھ آگیا - اونھوں نے خوش ہوکر خود غیلان کو طلب کیا ' اور اقامۃ عدل میں اوس سے اعانت کی درخواست کی - غیلان نے خزانہ اور توشہ خانہ کے انتظام کو اپنے ہاتھہ میں لیا ' اور عام منادی کردی کہ " خیانت پیشہ ظالموں کا ' اون ظالموں کا جنھوں نے رسول کی جانشینی کا تو دعوی کردیا ' لیکن رسول کے سنت کی تقلید نہ کی ' مال و متاع بک رہا ہے - جسکو لینا ہو وہ آے "

چنانچہ توشہ خانہ سے ایک موزہ نکلا جسکے دلم ۳۰ ہزار درہم اوٹھے - غیلان نے اوسکو ہاتھہ میں لیکر کہا : " لوگو ! خدا کے لیے بتاو ' کیا یہ لوگ امام بنکر دنیا کی رہنمائی کرسکتے تھے ؟ وہ ۳۰ ہزار درہم کے موزے اوس حالت میں پہنتے تھے جبکہ دنیا بھوک سے مرتی تھی "

اسی حالت میں ہشام ابن عبد الملک آگیا اور کہا : " یہ میری اور میرے باپ دادا کی علانیہ پردہ دری کر رہا ہے - اگر موقع ملا تو اسکے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردونگا " ہشام کے چلے جانے کے بعد غیلان اپنے دوست صالح کے ساتھہ آرمینیا کی طرف روانہ ہوگیا - ہشام نے موقع پاکر اسکو گرفتار کرایا ' اور چند روز قید رکھکر صالح اور غیلان دونوں کے ہاتھہ پاؤں کٹوا دیے ' اور کہا " تمہارے خدا نے تمہارے ساتھہ کیا سلوک کیا ؟ " غیلان نے کہا " خدا یہ ظلم کیوں کرنے لگا ؟ یہ اسنے کیا ہے جس پر خدا لعنت کرتا ہے " (مسئلۂ جبر و قدر کی طرف اشارہ تھا) اسکے بعد صالح نے پانی مانگا ' ہشام کے درباریوں نے جواب دیا کہ تمکو آب زقوم پینا پڑیگا جو دوزخیوں کے لیے مخصوص ہے - غیلان نے اس مایوسانہ جواب پر صالح کو تسکین دی ' اور وہ اسی حالت تشنگی میں شہید ہوگیا - غیلان نے نماز جنازہ پڑھی اور نماز سے فارغ ہوکر لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر کہا " خدا ان ظالموں سے سمجھے ' انہوں نے زندہ حق کو مردہ ' اور مردہ باطل کو زندہ کیا ' شریف لوگوں کو ذلیل اور ذلیل لوگوں کو معزز بنایا " لوگوں نے اسکی اس آزادانہ تقریر سے متاثر ہوکر ہشام سے کہا " ہاتھہ پاؤں کاٹنے سے تو اسکی زبان اور تیز ہوگئی " ہشام نے حکم دیا کہ اسکی زبان بھی کاٹ دی جاے - چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ' اور شمع ہدایت کی لو ہمیشہ کیلیے خاموش ہوگئی : بل احیاء و لکن لا تشعرون !

یہ علماء حق تھے ' یہ اسلام کی بخشی ہوئی وراثت علم تھی اور یہ وہ ہستیاں نہیں جنکا افسانۂ حق تو آج پڑھلو مگر انکی نسل کی تلاش میں نہ نکلو ' کیونکہ وہ اب دنیاۓ اسلام میں نہیں بستی - ان علماء حق کے مقابلے میں آجکل کے ان علماء منافقین و شیاطین اخرس کی ملعنت بھی ہمارے سامنے ہے جو اپنی چند روٹیوں کیلیے ' یا کسی مدرسہ کی نوکری کیلیے ' یا کسی امیر کے مردے کے دل کی مسہائی کیلیے ' یا شمس العلماء کے خطاب کے تحفظ کیلیے ' ایک چھوٹے سے چھوٹے حق کے اظہار کی بھی طاقت اپنے اندر نہیں رکھتے !

مہبط تھا - ابن جریر نے بھي اسي کو پسند فرمایا ہے - چنانچه لکھتے ہیں :

و اولی الاقوال في ذالك بالصـــواب قول من قال طور سینین جبل معروف-	صواب تر قول اس بارہ میں اوس شخص کا ہے جو کہتا ہے که طور سینین سے مراد مشہور و معروف پہاڑ ہے -

یه شہادت ایک عجیب وغریب شہادت ہے جو ثابت کرتي ہے که ضعیف و ناتواں انساني پتله میں مادي ترقي کي قوۃ کہانتک ہے' اور وہ اپنے کمال کے بازوؤں سے اوڑ کر کہانتک پہونچ سکتا ہے؟ اس سے پہلے تم بني اسرائیل کي حالت پر نظر کرو' وہ ایک ایسي قوم تھي جس نے اسرائیلي برکت اور حضرۃ ابراهیم کے خدا کے وعدے کو فراعنه کے قدموں میں پائمال کردیا تھا - اوس بدبخت قوم نے فطرت کي سب سے زیادہ گراں قدر نعمت (یعني حریۃ) کو همیشه غیروں کي چوکھٹوں پر قربان کیا !

یہي بد نصیب بنو اسرائیل تھے جو انساني عبدیۃ کے خون سے پیدا هوئے - غلامي کے دودھ سے پلے - استبداد کي آب و هوا میں بڑھتے رہے - یہاں تک که شرف قومي کا پاک جذبه جسکي حفاظت دل کے خون اور دماغ کي روح سے هوني چاهیے تھي' فراموش کردیا گیا - آہ' صرف یہي نہیں بلکه اُنہوں نے دیکھا که ظالم مصریوں کي خون آشام تلواریں اپني پیاس اونکے معصوم بچوں کے خون سے بجھاتي هیں' اور اونکي مخدرات کي عصمت کي فرعونیوں کے وحشت کدہ پر قرباني هورهي ہے - یذبحون ابنائهم و یستحیون نسائهم - مگر تاهم اس بے حسي کي صدا سے باز نه آے که :

فاذهب انت و ربك فقاتلا انا ههنا قاعدون -

بد قسمت عبرانیوں کي یه حالت تھي' مگر جب جبل طور پر (جسکي قسم اس سورۃ میں کھائي گئي ہے) موسی علیه السلام کو قانون ملۃ عطا هوا' اور اوسپر آیندہ نسل نے عمل کیا' تو پھر وہ حالت هوئي که جو غلام تھے وہ شہنشاہ هوگئے - جس قوم کو مصر میں سوکھي روٹیوں کے ٹکڑے بھي پیٹ بھرنیکے لیے چین سے نصیب نه تھے' اوسکے قدموں پر شلم کے خزانے جمع کیے - کنعانیوں اور حبشیوں کے دلفریب سبزہ زاروں کي یه قوم مالک هوئي - اموریوں (۱) اور فرزیوں' حویوں اور یبوسیوں' کي دودھ و شہد بہانیوالي زمین اونکے قبضه میں آگئي - اسي کے آفتاب جلالت و سطوت سے بابل و نینوا کے قصر جگمگا اُٹھے' اور اسي کے رعب و شوکت نے مصر کے ایوانوں کو هلادیا - یه سب کیوں هوا؟ صرف اسلیئے که پہلے وہ صراط مستقیم و راہ حق سے بے خبر تھي' اور اب اوسپر عامل هوگئي - پہلے وہ اوس قانون الٰہي سے جو طور پر نازل هوا جو ترقي کے بے شمار اسرار سے معمور تھا' محروم تھي اور اب اوسکي پرستار هوگئي - پس خداوند تعالی نے اسي لیے طور کو جس سے ایک بہت بڑي قوم کے عروج و زوال کي تاریخ وابسته تھي' بطور شاهد کے پیش کیا ہے که دیکھو' یه طور شاهد ہے که انسان کو هم نے اشرف ترین پیدا کیا - کیا باوجود ایک حقیر و ضعیف هستي هونے کے اسکي پرواز سب سے زیادہ بلند نہیں ہے ؟

جسطرح که پہلے جسم کي شہادت اور اسکے بعد روح کي شہادت بیان کي گئي تھي' اسي طرح تیسري شہادت میں پہلے جسماني و مادي ترقي کا ثبوت دیکر چوتھي شہادت اسکي روحاني ترقي کي دلیل قرار پائي -

---

(۱) ان تمام الفاظ سے شام کے قبائل مراد هیں' اور یه تلمیح ہے کتاب خروج $\frac{۳}{۱۷ و ۱۷}$ کے اوس مضمون کیطرف جسمیں حضرۃ موسی علیه السلام سے انعامات کا وعدہ کیا گیا تھا -

(بلد امین کي شہادت)

و هــذا البلد الامین - امین امن سے مشتق ہے' جسکے معني حفاظت کرنیکے هیں - امانۃ کو امانۃ اسي لیے کہتے هیں که اوسمیں حفاظت کي جاتي ہے - امین اگر اسم فاعل کا صیغه ہے اور اپنے حقیقي معني امن میں یہاں مستعمل ہے' تو اسکے معني هونگے " حفاظت کرنیوالا " یا مثل قتیل بمعني مقتول اسم مفعول کے معني میں استعمال کیا گیا ہے' تو اسوقت اسکے معني هونگے محفوظ - بہر حال دونوں صورتوں میں بلد امین سے مراد مکه معظمه (زادها الله شرفها) ہے - کذا صرح الکشاف والرازي والبیضاوي وغیرهـــم -

پہلي صورت میں مطلب یه ہے که خانۂ کعبه فار عن الدم (جو شخص کسیکو قتل کرکے بیت الله میں آ چھپے) کے قصاص سے اور جانوروں کے شکار سے جبکه وہ حرم میں داخل هو جائیں' حفاظت کرنیوالا ہے - کیونکه نص قراني میں دوسري جگه "حرما آمنا" موجود ہے -

دوسري صورت میں مطلب یه ہے که یه کعبۂ محترمه قتل و غارت' جنگ و جدال وغیرہ سے محفوظ ہے - یه چوتھي قسم ہے' اور انساني شرف کے جس شعبه پر شہادت لائي گئي ہے' اسکو هم اوپر لکھ آئے هیں - اسکي تفصیل کیلیے ایک مختصر مقدمه پیش نظر رهنا ضروري ہے -

محبت کے دو درجے هیں - ایک یه که محبوب اور اوسکے جمیع متعلقات سے الفت هو - اوسکے دیار و لباس کي یاد بھي وهي دل پر اثر کرے جو اوسکي چشم بیمار کے اشارے کرتے هیں - امرء القیس نے جب ایک سفر میں اپني محبوبه کي قیام کے آثار کو دیکھا' تو بیخود هوگیا' اور یاران سفر سے کہنے لگا :

قفانبك من ذکری حبیب و منزل
بسقط اللوی بین الدخول فحومل

دوسرا مرتبه یه ہے که محبوب کے سوا کسي سے محبت نه هو - اوسکا روے آتشیں قلب میں وہ آگ روشن کردے که ماسوا کي الفت خاکستر هو جاے' اور یه عالم هو :

جدهر دیکھتا هوں اودھر تو هي تو ہے !

یه مرتبه پہلے سے اعلی ہے اور اسي کا نام مرتبۂ خلت ہے' جسکا نمونه حضرت ابراهیم و اسمعیل علیهما السلام تھے - حضرت ابراهیم کیلیے تو یه مقام ظاهر ہے که جب ان سے اونکے جگر گوشه و چشم و چراغ اسمعیل کي قرباني کیلیے ارشاد هوا تو وہ بلا تامل تیار هوگئے' اور اسپر حضرت باري سے یه خطاب عطا هوا :

واتخذ الله ابراهیم خلیلا	الله تعالی نے ابراهیـــم کو اپنا خلیل بنا یا -

لیکن حضرت اسمعیل بھي اس مقام خلت سے محروم نه تھے - چنانچه جب راہ حق میں اونکو قربان کرنیکے لیے کہا گیا (اني اذبحك فانظر ما تری) تو انہوں نے بلا تامل عرض کیا که اے باپ اگر آپ قربان کرنیکے لیے طیار هیں' تو میں بھي قربان هونے کے لیے حاضر هوں -

---

یا آبت افعل ما تومر ستجدني إنشآء الله من الصابرین (۲۳ : ۷)

کعبه مکرمه جو انہي پرستاران حق و فداکاران ملت کي بنا کردہ تعمیر ہے' گویا تعلیم خلت کي درسگاہ ہے' جسکو یه بزرگوار تعمیر کرتے جاتے تھے اور اپنے جذبۂ عشق میں معمور هوکر کہتے جاتے تھے :

ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم' ربنا واجعلنا مسلمین	اے همارے خدا تو همارے اس کام بناء کعبه کو قبول فرما اسلیے که تو هي هماري دعا کو سننے والا اور همارے کاموں کو جاننے والا ہے -

و لقد كرمنا بني آدم و حملناهم في البر و البحر و رزقناهم من الطيبات و فضلناهم على كثير ممن خلقنا تفضيلا

ہم نے بني آدم کو بزرگي عطا فرمائي اور تري و خشکي میں اونکے چلنے کیلیے سواریاں بنائیں - عمدہ عمدہ چیزیں انکے کھانے کیلیے پیدا کردیں - بہتیرے مخلوقات کے اوپر جسم و روح اونکو فضیلت و سعادت حاصل ہے -

ان تمام آیات کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ انکا مقصود فضیلت انساني کا ثبوت ہے " سورۃ التین " میں اس دعوے کو مدلل و مصرح کیا گیا ہے ' اور ثبوت میں چار دلیلیں بصورت قسم پیش کي گئي ھیں -

محققین نے محاورات عرب و اشعار جاهلیہ سے اسکا فیصلہ کردیا ہے کہ قسم اپنے ما بعد دعوی کیلیے شہادت و دلیل ہوتي ہے امام رازي سورۃ ذاریات کی تفسیر لکھتے ہوے شروع میں تحریر فرماتے ھیں :

ان الایمان التي حلف الله تعالى بها ' كلها دلائل اخرجها في صورة الايمان - مثاله قول القائل لمنعمه و حق نعمك الكثيرة ' اني لا ازال اشكرك - فيذكر النعم و هي سبب مفيد لدوام الشكر -

" تمام وہ قسمیں جو الله تعالی نے قرآن شریف میں بیان فرمائي ھیں ' سب کی سب قسم کي صورتوں میں دلائل ھیں - جس طرح کوئي اپنے محسن کا شکریہ ادا کرنیکے لیے کہتا ہے : و حق نعمتک الکثیرہ ' اني لا ازال اشکرک - اور اس قول میں نعمتوں کا ذکر دوام شکر کیلیے سبب قرار دیتا ہے "

اس مسئلہ کو پیش نظر رکھتے ہوے اب ہمارا فرض ہے کہ ہم یہ ثابت کریں کہ " لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم " پر یہ چار قسمیں " تین ' زیتون ' طور سینین ' بلد امین " کیونکر دلیل ہوسکتي ھیں ؟

(تین و زیتون کي شہادت)

" تین " کے معني بعض مفسرین نے دمشق کے ایک پہاڑ اور بعض نے بیت المقدس کے ایک پہاڑي مقام کے بیان کیے ھیں - لیکن یہ سب اقوال مجروح ھیں - اور انکے ضعف کي طرف بعض اکابر مفسرین نے اشارہ بھي کیا ہے - مناسب ھي نہیں بلکہ ضروري ہے کہ اس کے معني اوسي پھل کے لیے جائیں جسکو ہم اپني زبان میں " انجیر " کہتے ھیں - اسيطرح زیتون سے بھي مراد وھي مشہور پھل ہے جس سے روغن نکالا جاتا ہے ' اور جو اہل عرب کي ہردل عزیز و جان پرور غذا ہے -

ابن جریر لکھتے ھیں :

حدثنا ابن بشار ... عن الحسن في قول الله والتين والزيتون قال تينكم هذ الذي يوكل و زيتونكم هذ الذي يعصر

حضرت حسن سے مروي ہے کہ قرآن شریف میں تین سے مراد وھي پھل ہے جسے لوگ کھاتے ھیں - اور زیتون سے مراد وھي ہے جس سے روغن نکالتے ھیں -

امام رازي اپنے تفسیر میں تین و زیتون کے معني بیان کرتے ہوے حضرت ابن عباس رضي الله کا قول نقل کرتے ھیں " ھو تینکم و زیتونکم هذا " اے اہل عرب ! تین و زیتون سے مراد یہي تمہارے مشہور پھل ھیں -

ان دونوں الفاظ کے معني متعین ہونیکے بعد غور کرو کہ یہ شرف انساني پر کسطرح شاہد ھیں ؟ تم جانتے ہو کہ انجیر ایک نہایت چھوٹا سا پھل ہے ' لیکن غذا و دوا میں بیشمار فوائد رکھتا ہے - ذائقہ کے لحاظ سے نہایت شیریں ہے - باعتبار طبي فوائد کے قاطع بلغم ' ملین طبع ' مطہر ملینین ' مسمن بدن وغیرہ ' اسکے معمولي خواص ھیں -

پس انجیر شاہد ہے کہ جسطرح یہ جسم صغیر ہوکر بیشمار فوائد کا مجموعہ ہے ' اسي طرح وجود انساني بھي حسماً مختصر لیکن مختلف قوتوں کا نقطہ ' گونا گون جذبات کا سرادا ' بو قلموں اسرار کا مجسمہ ہے !

بیشک اسکي مٹھي بھر ہڈیوں کا ڈھانچ عالم تکوین کي غیر محدود کوہ پیکر ہستیوں کے سامنے کچھہ حقیقت نہیں رکھتا ' مگر ان ہڈیوں ھي میں وہ طاقت ہے جو پہاڑوں کي چوٹیوں اور سمندروں کے طوفانوں کو مسخر کرسکتي ہے !

دوسري شہادت زیتون کي ہے - وہ یہ کہ جسطرح زیتون میں روغن حلول کیے ہوے ہے ' اور زیتون کي قدر اوسکے روغن ھي کیوجہ سے ہے ' اسي طرح انساني جسم میں بھي روح کا حلول ہے ' اور اسکا شرف بھي اوسکي روح ھي سے ہے - ورنہ انسان مٹي کا ایک ڈھیر یا حشرات الارض کي گھناؤني غذا ہے اور بس -

یہاں پر دو سوال اور قابل غور ھیں - ایک یہ کہ جناب باري نے زیتون ھي کو شہادت کیلیے کیوں منتخب کیا ' جبکہ یہ فائدہ اور روغن دار پھلوں یا - اسي قسم کے تخموں سے بھي حاصل ہوسکتا تھا ؟

اسکا جواب یہ ہے کہ اہل عرب جو قرآن کریم کے اولین مخاطب ھیں ' اونکے سامنے جو چیز بکثرت موجود تھي ' وہ زیتون ہے ' اور جو فوائد غذاء و دواء کے اعتبار سے آنہیں حاصل ہورہے تھے ' وہ بالکل آنپر واضح و آشکارا تھے -

دوسرا سوال یہ ہوسکتا ہے کہ جبکہ روح جسم سے اعلی و اشرف اور اوسپر حاکم ہے ' تو اسکي شہادت کو جسم کي شہادت سے مقدم ہونا چاہیے ' اور اسلیے والتین کي جگہ والزیتون کے لفظ سے سورۃ کو شروع کرنا چاہیے تھا - یہ درست ہے ' مگر یاد رکھنا چاہیے کہ دلیل و اثبات کے مرتبہ پر مقدم ہونیکا وہ چیزیں حق رکھتي ھیں جو تجارب و محسوسات کے دائرہ میں ہوں - قطع نظر فلسفۂ جدیدہ کے جسکي بنیاد کا سنگ اولین ھی تجربہ ہے ' اگر ارسطو و افلاطون کے فلسفہ کو دیکھو - اور کم از کم علامہ بہاري کي سلم کے آخر میں برہان کي بحث سامنے رکھو ' تو معلوم ہوجائیگا کہ دلیل مفید یقین وھي ہوسکتي ہے جسکے مقدمات کي ترتیب امور یقینیہ اور تجربہ پر ہو ' یا کم از کم ایسے مقدمات کیطرف اونکي تحصیل ہوتي ہو - بہر حال جسم اور اوسکے فوائد محسوس اور بالکل ظاہر ھیں ' اور روح غیر محسوس ہے - پس اسلیے جسم کي شہادت کو حق تھا کہ وہ روح کي شہادت پر مقدم ہو ' اور سورہ کو والتین ھي کے لفظ سے شروع کیا جاے -

(نکتہ)

زیتون کے لفظ میں ایک اور لطیف اشارہ ہے - وہ یہ کہ جب زیتون سے روغن نکال لیا جاتا ہے تو اوس سے دوسرے فوائد کے علاوہ چراغ بھي روشن ہوسکتا ہے ' اور وہ اپنے ارد گرد تمام چیزوں کو منور کردیتا ہے - اسي طرح یہ روح جو قفس عنصري میں مقید ہے ' اگر بقدر طاقت بشري اوسکو بھي عسائق مادیہ سے پاک و صاف کرلیا جاے ' تو پھر اس سے بھي بہت سي تاریک روحیں منور ' اور ظلماني قلوب روشن ہوسکتے ھیں !

(طور سینین کي شہادت)

" طور سینین " کي تفسیر میں تمام مفسرین اپني عادت قدیم کے موافق بہت سے احتمالات بیان کرتے ھیں ' مگر در اصل یہ سب تکلف ہے - اس سے مراد وھي پہاڑ ہے جو حضرۃ موسی کیلیے مہبط وحي ربانی اور بني اسرائیل کیلیے مدون شریعت کا

هر فرمایش میں الہلال کا حوالہ دینا ضروری ہے

رینلڈ کی مسٹریز اف دی کورٹ اف لندن

یہ مشہور ناول جوکہ سولہ جلدوں میں ہے ابھی چھپ کر نکلی ہے اور تھوڑی سی رہگئی ہے - اصلی قیمت کی چوتھائی قیمت میں دیجاتی ہے - اصلی قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - کپڑیکی جلد ہے جسمیں سنہری حروف کی کتابت ہے اور ۳۱۶ ہاف ٹون تصاویر ہیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وی - پی اور ایک روپیہ ۱۲ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بہو بازار - کلکتہ

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullick Lane,
Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت

تبلہ انعام

ہمارا سائنس فکس فورمرٹ ہار مونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و ہوا میں یکساں رہنے والا ہمارے خاص کارخانہ میں گراں لکڑی سے طیار کیا ہوا ہے اسوجہ سے کبھی پوری قیمت اور کبھی نصف قیمت پر فروخت کرتے ہیں - ایک ماہ کیلیے یہ قیمت رکھی گئی ہے - ایک مرتبہ منگوا کر آزمایش کیجیے - نہیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچہ مال ناپسند ہو تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے ہم واپس کرلینگے - اس وجہ سے آپ دریافت کرلیجیے کہ یہ کمپنی کسی کو دھوکا نہیں دیتی ہے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیہ - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیہ - و ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیہ - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیہ - ہر ایک باجہ کیواسطے مبلغ پانچ روپیہ پیشگی روانہ کرنا چاہیے اور اپنا پورا پتہ اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاہیے - ہر ایک سنگل ریڈ کے ساتھہ ایک گھڑی اور ڈبل ریڈ کے ساتھہ ایک تبلہ و ڈگی انعام دیا جاویگا - ہندسی ہارمونیم سکھیا کا قیمت ایک روپیہ ہے -

نیشنل ہارمونیم کمپنی ڈاکخانہ شماہ - کلکتہ

SALVITAE

یہ ایک ایسا مجرب دوا ان امراض کا ہے کہ جسکی وجہ سے انسان اپنی قدرتی قوت سے کہو جاتا ہے - یہ دوا ان کھوئی ہوئی قوت کو پھر پیدا کر دیتی ہے - قیمت ایک روپیہ -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمہ اور کتنے ہی عرصہ کا ہو اگر اس سے اچھا نہ ہو تو ہمارا ذمہ - کھانسی کے لیے بھی مفید ہے - قیمت ایک روپیہ -

PILES TABLETS.

بواسیر خونی ہو یا بادی - بغیر جراحی عمل کے اچھا ہوتا ہے - قیمت ایک روپیہ -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

---

ہر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے ہر قسم کا جنون خواہ نوباتی جنون ' مرگی والا جنون ' غمگین رہنے کا جنون ' عقل میں فتور ' بے خوابی وغیرہ وغیرہ دفع ہوتی ہے - اور وہ ایسا صحیح و سالم ہو جاتا ہے کہ کبھی ایسا گمان تک بھی نہیں ہوتا کہ وہ کبھی ایسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت فی شیشی پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سیلم صاحب کا اوٹیرائین

• مستورات کے جملہ امراض - کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا ہونا - اور اسکے دیر یا ہونیسے تکلیف کا پیدا ہونا - اولاد کا نہونا غرض کل شکایات جو اندرونی مستورات کو ہوتے ہیں - مایوس شدہ لوگونکو خوشخبری دیجاتی ہے کہ مفصلہ ذیل مستند معالجونکی تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور نمو زندگانی حاصل کریں - یعنی ڈاکٹر سیلم صاحب کا اوٹیرائین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد ہوں -

مستند مدراس شاہو - ڈاکٹر ایم - سی - ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کیمیکل اگزامنر مدراس فرماتے ہیں - " میں نے اوٹیرائین کو امراض مستورات کیلیے " نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جی - ویلس - ایل - ایم - ایل - آر - سی - پی ایند ایس - سی گوشا اسپتال مدراس فرماتی ہیں :- " نمونے کی شیشیاں اوٹیرائین کی اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پایا " -

مس ایم - جی - ایم - براڈلی - ایم - ڈی - (برن) بی - ایس - سی - (لندن) سپرنٹنڈنٹ جلی اسپتال اوکوناڈی ہمبلی فرماتی ہیں : " اوٹیرائین جسکو کہ میں نے استعمال کیا ہے " زنانہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب ہوا ہے "

قیمت فی بوتل ۲ روپیہ ۸ آنہ - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ ہدایت مفت درخواست آنے پر روانہ ہوتا ہے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta

IMPERIAL FLUTE

بہترین اور نہایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیہ

قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیہ

ہر درخواست کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور پیشگی آنا چاہیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیہ -

ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیہ

I mperial Depot. 60, Srigopal Vallick Lane
Bowbazar, Calcutta.

یوہن ٹائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز غذا " یہ مرکل مصالحہ عضلاتی قوت کو دفع کرتی ہے - پژمردہ دلونکو تازہ بناتی ہے - یہ ایک نہایت موثر ٹانک ہے جوکہ یکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے ہیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسہ کو قوت پہونچتی ہے - جسکی وجہ سے اور بھی صحت ہے جو انس کو لوپکی بکس کی قیمت دو روپیہ -

زینو ٹون

اس دوا کے اندرونی استعمال سے ضعف باہ ایکبارگی دور ہو جاتی ہے اس کا استعمال کرکے ہی آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

AYESHA

مُفرح دماغ - حسن کی افزایش - رگوں کی تازگی - بال کا بڑھنا یہ سب باتیں اسمیں موجود ہیں - نہایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیہ -

نمونہ مُفت - مشورہ مُفت - فہرست مُفت

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

مفت! مفت!!

رائے صاحب ڈاکٹر کے - سی - داس صاحب کا تصنیف کردہ نوجوانوں کا رہنما و صحت جسمانی و زندگی کا بیمہ کتاب قانون عیاشی - مفت روانہ ہوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم - ربنا وابعث فیهم رسولا منهم یتلو علیهم ایتک ویعلمهم الکتاب والحکمۃ ویزکیهم انک انت العزیز الحکیم (۱ : ۱۴)

اے پروردگار ! اب تو همکو اپنا فرمانبردار بندہ بنالے اور هماري نسل سے ایک مطیع و منقاد امۃ قائم کر - اے خدا اپنے ارکان عبادت همکو هدایت کر اور همپر رحمت نازل فرما کیونکہ تو هي تواب و رحیم ہے - اور پهر اس امۃ میں ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو اونهیں سے هو' وہ رسول تیرے احکام انکو سناوے اور تیري کتاب و حکمت کي باتیں انکو سکهلائے - تو سب کچهہ کرسکتا ہے ' اسلیے کہ تو سب پر غالب اور سر چشمہ حکمت ہے -

پس درسگاہ خلت وفا بدت ابراهیمي اس پر شاهد ہے کہ انساني روح کہانتک ترقي کرسکتي ہے ' اور اسکي انتہا کیا ہے ؟ معلوم هوگیا کہ اسکي ترقي اس حد تک ہے جہاں پہونچکر ایک هي مقصود' ایک هي مطلوب' اور ایک هي شاهد و مشهود سامنے هوتا ہے' جسکي چشم و ابرو کے اشاروں اور دهن حق طلب کي مسکراهٹ پر اپني عزیز ترین چیزونکو بهي قربان کردیا جاتا ہے -

اے گم گشتگان طریق حق ! اگر دین حنیف تمهارے هاتهوں میں' اسمعیلي خون تمهاري رگوں میں' اور ابراهیمي دعا کي امۃ مسلمہ تم هو' تو پهر تمهارے لیے ذریعۂ فلاح و نجات وهي جذبۂ خلت' وهي جوش محبت' وهي سوداء عشق' وهي طریق ابراهیمي ہے' جسکي شہادت تمهارا کعبۂ مکرمہ بزبان حال پیش کر رها ہے - اور اسکي صدا اوسکے در و دیوار سے آرهي ہے -

حضرة شاہ ولي اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس امرکو مفصل بیان کیا ہے کہ روح و جسم کا وجود اور اونکا اجتماع دوسرے جانداروں میں بهي ہے - لیکن حصول سلطنت اور مقام خلت جن پر تیسري و چوتهي قسم شاهد ہے' یہ انسان هي کیساتھ مخصوص ہے - ان دو آخري خصوصیتوں میں سے پہلے قوۃ حیوانیہ انسانیہ' اور دوسري قوۃ ملکوتیہ کا خاصہ ہے - پس ان خصائص و قویٰ' ان فوائد و منافع کے انکشاف کے بعد کون ہے جو انکار کرسکتا ہے کہ : لقد خلقنا الانسان في احسن تقویم ؟

الهـلال :

(از جناب مولانا السید مرتضیٰ نو نهروي)

جب دوسرے سال دفعتاً یہ نوراني پرچہ نظر فقیر سے گزرا تها تو میں نے محرر و مدیر الہلال جناب علامۂ دوراں' وحید الزماں مولانا ابوالکلام آزاد کو لکها تها کہ یہ هلال نہیں ہے - اسکا نام " البدر " هونا مناسب ہے - اپنے بدریۃ کے افق پر تدریجاً حرکت و ترقي نہیں کي ہے بلکہ بدو تکوین هي سے وہ بدر ہے - لہذا مستحق تسمیۂ البدر عین الکمال روزگار ہے - لیکن اس قمرکو محاق میں چند روز رهنا پڑا - ان ایام ظلمت میں افکار اهل علم و بصیرت کے اندر جو ماتم برپا تها اوس ماتمگساري کا بزبان حال یہ نوحہ تها :

خون دل خود کن کہ شرابے بہ ازیں نیست
آتش بجگر زن کہ کبابے بہ ازیں نیست

مگر بمقتضاے : والقمر قدرناہ منازل حتي عاد کالعرجون القدیم - اب پهر تاریکي محاق سے نکلکر' عالم اسلام و علوم و ادب کو منور کرنے لگا' اور سماے حریۃ راے' و معارف قرآني' و حقائق حکمۃ و بیان یزداني کا آفتاب عالمتاب بنکر نصف النہار و نقطہ وسط النہار پر چمکنے لگا -

هنود و براهمہ اور عوام شیعہ قمر در عقرب کي نحوست کے قائل هیں - گو جناب مجلسي حق الیقین جلد ۱۴ بحار میں بقاعدہ هیئۃ و ریاضي اسکي تضعیف پر مائل هیں - دفاتر روایات اهل سنۃ و جماعت بهي اس روایت سے خالي نہیں هیں مگر محققین و ناقدین نے اسکو قابل وثوق نہیں سمجها ہے بہرحال همارا قمر عقربیۃ کے خطرات سے بالکل نکل آیا ہے' اور امید ہے کہ البلاغ کے بلوغ رشد و کمال کا یہ روز دنیاے اسلام میں بہترین عید عید و تقریب نشاط هو' جو کسي رسم و قید کي پابند نہیں !

هماري آرزوؤں اور امیدوں نے بصورت البلاغ اپنا ظہور موفور السرور کیا ہے' مگر قلم جادو نگار علامۂ عصر حضرت آزاد هي کا ہے - وهي غلغلۂ آفریں عالم ارواح و معاني سے بلند ہے' وهي علم و فن کي رنگیني ہے' وهي معارف قرآنیہ کي نور افشاني ہے جس پر فصاحت و بلاغت هزارها سجدہ کرتي ہے' وهي متانت افکار اور آزادي راے کا نظارہ ہے جو پہلے تها' وهي انکشاف حقائق و علوم ہے جو اسکي خصوصیت تهي' وهي معارف قرآنیہ و نوادر کي جلوہ فرمائیاں هیں جنکے لیے وہ عالمگیر شہرت حاصل کرچکا ہے بمفاهیم و تامل و تبصر -

بہر رنگے کہ خواهي جامہ مي پوش - من انداز قدت را مي شناسم

البلاغ فقیر کي نظر سے گزرا تو زبان پر یہ شعر جاري هوا :

یا بدر دجي برملہ لحیاني * اد زارکم بهجرہ افنانی
باللہ علیک عجل سفک دمي * لا طاقۃ لي بلیلۃ الهجران

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين

البلاغ

هٰذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۴ : ۵۲)

نمبر ـ ۶-۷ | کلکته : جمعه ۸ - ۱۵ - ربیع الاول سنه ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱

Calcutta : Friday, January 14, 21, 1916.

ترجمان القرآن

یعني قرآن حکیم کا اردو ترجمه ' از خامهٔ ایڈیٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل هے ' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا هے ' اور ارنکا نور علم براه راست مشکواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام العلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تھے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاه رفیع الدین اور شاه عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القرآن کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي هے ' لیکن یه کهنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکھي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرآنیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس ' عام فهم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا هے ' اور بحمد الله که زیر طبع هے -

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري هے - یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي هے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے ' ان سے صرف ساڑھے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

البلاغ

فی

مقاصد القرآن

ھذا بیان للناس، و ھدی و موعظة للمتقین (۳ : ۱۳۸)

یعنی قرآن حکیم کی مفصل تفسیر، از خامہ اڈیٹر الہلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاہر کردینا کافی ہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اوسکی محیط الکل معلمانہ دعوة کا موجودہ دور جس قلم کے فیضان سے پیدا ہوا ہے، یہ اسی قلم سے نکلی ہوئی مفصل اور مکمل تفسیر القرآن ہے !

یہ تفسیر موزوں کتابی تقطیع پر چھپنا شروع ہوگئی ہے - ہر مہینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ صفحے اعلی درجہ کے ساز و سامان طباعة کے ساتھہ شائع ہوتے رہینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصہ مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحہ کی تفسیر کا ہوگا، انشاء اللہ ۱۵ - صفر کو شائع ہوجائیگا - قیمت سالانہ ۱۲ - صفر تک چار روپیہ - بعد کو پانچ - روپیہ -

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 46, Ripon Lane Calcutta.

Tel. Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No 648

AL-BALAGH.

: Chief Editor:

Abul Kalam Azad.

... Lane,

CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

البلاغ

مسئول رئیس التحریر
احمد المکنی بابی الکلام آزاد الدہلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴ - رپن لین
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر ۶-۷-۸ | کلکتہ : جمعہ ۸ - ۱۵ - ۲۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۴ ھجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, January 14, 21, 28 1916.

البلاغ کي اشاعت میں تاخیر اور اینده کیلیے اعلان ،

اینده سے البلاغ بدستور قدیم هفته وار شایع هوگا

(۱) البلاغ کي اشاعت میں ابتک نهایت بدنظمي رهي ابتدا میں اراده کیا تها که کچهه دنوں تک مهینے میں دوبار شائع کیا جاے' اور اسطرح جو وقت اس سے بچے وہ تصنیف و تالیف میں صرف هو' لیکن تجربے سے ثابت هوا که اپنے لیے ایام اشاعت کي هر صورت یکساں هے' اور کام کي کثرت و قلت دل کي جمعیة اور دماغ کے استعداد پر موقوف هے' صرف وقت هي کا سوال نهیں هے - محنت اور ذهنه داري میں اس سے کوئي فرق نهیں آتا' صرف اتني تبدیلي هو جاتي هے که چار مرتبه کي جگه دو مرتبه کام کا اختتام و آغاز هوتا هے - مگر یه تبدیلي اپني مشکلات کیلیے کچهه زیاده سودمند نهیں -

(۲) اس سے بهي بڑهکر یه که ابتک یکے بعد دیگرے کچهه ایسے افکار و حالات گرد و پیش رهے' جنکي وجه سے طبیعت برابر بجهي رهي' اور انهماک و محویت عمل کا شعله نه بهڑک سکا - اوروں کي خبر نهیں' مگر اپنے کاموں کو دیکهتا هوں تو یهي انهماک اور محویت میری زندگي کي اصلي قوت اور میرے تمام ضعف جسم و ناتواني صحت کا علاج حقیقي هے :

اے تو افلاطون و جالینوس ما !

لیکن اب تک یه حال رها که البلاغ کي تحریر و ترتیب میں میرے لیے وه لذت و کیفیت هي نه تهي' جو اپنے ذوق و شوق کے تمام کاموں میں پاتا هوں' اور جو اگر مجهه سے چهین لي جاے تو میري قوة شغل و عمل' یکسر هلاک هوجاے - اسي کا نتیجه هے که نه تو البلاغ کے کسي نمبر کو اسکي اصلي تقسیم و ترتیب سے مرتب طیار کیا گیا' نه تمام ابواب و فصول هي شروع هوسکے' اور نه پیش نظر مطالب مهمه کیلیے زبان کهلي - صرف یهي خیال سامنے رها که کسي نه کسي طرح البلاغ مرتب هوکر نکل جاے اور سلسله برابر جاري رهے -

(۳) لیکن الحمد لله که میرے دل کي افسردگیوں کا موسم اب بدل گیا هے' کیونکه مجهسے باهر بهي تبدیلي هوني هے - اب میں مستعد هوں که اپنا جسقدر وقت البلاغ کیلیے نکالوں' ذوق و انهماک کے ساتهه خرچ کروں' اور پرچه بهي هفته وار شائع هو - مجهے معلوم هوا هے که تاخیر اشاعت دوستوں پر بہت شاق هے -

(۴) اس نمبر کي اشاعت میں بهت دیر هوگئي - یه تین هفتوں کي مجموعي اشاعت هے - اُن احباب کرام سے امید وار معافي هوں جنهوں نے همیشه میري مشکلوں اور معذوریوں پر نظر رکهکر میري کمزوریوں کو معاف کیا هے :

سخن طرازي و دانش هنر نظیری نیست
قبول درست مگر نالۂ حزیں گردد

(۵) آینده نمبر سے انشاء الله هر جمعه کو البلاغ ڈاک میں پڑ جائیگا' اور بهت سي تبدیلیاں اسکي ترتیب و مضامین میں نظر آئیں گي - الهلال کے زمانے میں اکثر بزرگوں نے لکها تها که رساله کے مضامین کو طرز تحریر و انتخاب مباحث کے اعتبار سے دو بڑي قسموں میں منقسم کردیا جاے - چند مضامین نهایت آسان و سهل زبان اور تمام دقیق مطالب و علمي اشارات سے معرا هوں' تاکه هر شخص ان سے دلچسپي حاصل کرسکے' اور چند مضامین مخصوص طور پر اهل علم و نظر هي کیلیے هوں' اور صرف انهي کو رساله اپنے مطالب دقیقه' مباحث مهمه' اور انشاء مخصوص کیلیے محدود کردے -

اگرچه یه طریق تبلیغ و درس ابتدا سے پیش نظر رها هے' لیکن آینده سے اسکي مزید کوشش کي جائیگي' اور انشاء الله البلاغ کے هر نمبر کے مضامین میں یه تقسیم ملحوظ رهیگي - الهلال کے جسقدر ابواب مضامین تهے' وه بهي اب انشاء الله بالالتزام البلاغ میں آپ ملاحظه فرمائینگے - بعض کے مضامین مرتب هوچکے هیں' لیکن ابتک انکي اشاعت کیلیے جگه نه نکل سکي -

البیان و ترجمان القرآن

کیلیے احباب کرام کو کسي قدر اور انتظار کرنا چاہیے - حتی الامکان پوري کوشش کررہا هوں که کسي نه کسي طرح اسکا سلسله جلد شروع هو جاے - تفسیر اور ترجمه شائع هوچکا لیکن اسکے مقدمه کي وجه سے دیر هوگئي کیونکه ضروري معلوم هوا که پہلے جز کے ساتهه مقدمه پورا شائع کردیا جاے - بهرحال امید هے که اب زیاده انتظار نه کرنا پڑیگا - البیان کا جب تک پہلا نمبر شائع نهیں هوا هے' رعایتي قیمت کے بهیجنے کي مهلت باقی هے -

"كتاب مرقوم يشهده المقربون" (۸۳ : ۲۱)

"وفي ذالك فليتنافس المتنافسون!" [۸۳ : ۲۶]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) "الہلال" تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیہ کے احیاء، درس قرآن و سنت کی تجدید، اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ، اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال، اور نیز مقالات علمیہ و فصول ادبیہ، و مضامین و عناوین سیاسیہ و فدیہ کا مصور و مرصع مجموعہ تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الٰہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے، وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ، ایک ایک جملہ، ایک ایک ترکیب، بلکہ علم طریق تعبیر و ترتیب، و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجتہدانہ و مجاہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الٰہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاسیہ و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی نظیر مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی، اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں، ہزاروں زبانوں، اور صدہا اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا!

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الٰہی سے عمل بالسلام والقرآن کی دعوت کا از سرنو غلغلہ بپا کردیا، اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین، مذبذبین، متفرنجین، ملحدین، اور تارکین اعمال و احکام، راسخ الاعتقاد مومن، صادق الاعمال مسلم، اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے: و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم!

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے، وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و موہبت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت، متلاشیان علم و حکمت، خواستگاران ادب و انشاء، تشنگان معارف الٰہیہ و علوم نبویہ، غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہیں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے، جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے، اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(۷) چھہ مہینے کی ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئی ہے - ولایتی کپڑے کی جلد، اعلی ترین کاغذ، اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات!

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپے گی - تیسری، چوتھی اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زائد ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں، اس قسم کی ہر چار تصویریں بھی اگر کسی اور کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے -

تذکار مقدس

ماه ربیع الاول

ولادت نبوی - صلی اللہ علیہ وسلم

وما ارسلناك الا رحمة للعالمين !

جب زمین پیاسی ہوتی ہے تو رب السماوات والارض پانی برساتا ہے ، جب انسان اپنی غذا کیلیے بیقرار ہوتا ہے تو وہ موسم ربیع کو بھیجدیتا ہے ، جب خشک سالی کے آثار چھا جاتے ہیں ، تو آسمان رحمت پر بدلیاں پھیل جاتی ہیں :

الله الذي يرسل الرياح فتثير سحابا ، فيبسطه في السماء كيف يشاء ، ويجعله كسفاً فترى الودق يخرج من خلاله ، فاذا اصاب به من يشاء من عباده اذا هم يستبشرون - (٣٠ : ٤٧)

وہ خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے ، اور ہوائیں بادلوں کو اپنی جگہ سے اُبھارتی ہیں ، اور جسطرح اُسکی مرضی نے انتظام کردیا ہے ، بادل فضا میں پھیل جاتے ہیں - پس تم دیکھتے ہو کہ اُنکے اندر سے مینہ برسنے لگتا ہے اور تمام زمین سرسبز و شاداب ہوجاتی ہے - پھر جب وہ اپنے بندوں پر جو بارش سے مایوس ہوگئے تھے ، پانی برسا دیتا ہے ، تو وہ کامیاب و خرم ہوکر خوشیاں منانے لگتے ہیں !!

خدا کی تمام مخلوقیں اور کائناتیں جو وہ اپنے بندوں کی غذائیت کیلیے رکھتا ہے ، ہمیشہ عام اور قدرتی مظاہر سے تعلق رکھتی ہیں ، تاکہ زمین کی ہر مخلوق انکی تصدیق کرسکے اور اُن سے فائدہ حاصل کرسکے - وہ ایسے تغیرات کو جو عام اور غیر فطری ہوں ، ظاہر نہیں کرتا جنکو دیکھنے اور سمجھنے کیلیے کسی خاص طرح کی زندگی ، خاص طرح کے علم ، اور خاص طرح کے گرد و پیش کی ضرورت ہو ، بلکہ اسکی ہر تعلیم ایسی عام اور خالص فطری حالات سے متعلق ہوتی ہے ، جسکو سنکر جنگلوں کا ایک چرواہا اور متمدن آبادیوں کا ایک فیلسوف ، دونوں یکساں اثر کے ساتھ خدا کی سچائی کو پاسکتے ہیں - پس اگر تم نے فلسفہ و حکمت نہیں پڑھا ہے ، اگر تم نے اجرام سماویہ کے دیکھنے کیلیے کسی رصد خانے کی قیمتی دوربین نہیں پائی ہے ، اگر تمکو مادہ کے خواص کا تجربہ نہیں ہے ، اگر تم کسی دار العلوم کے اندر برسوں تک نہیں رہے ہو ، اگر تم صحرائی ہو ، اگر تم پہاڑوں کی چوٹیوں پر گوشہ نشیں ہو ، اگر جھونپڑے کی ایک چھت اور بانس کی ایک شکستہ دیوار ہی رہنے اور بسنے کیلیے تمہارے حصے میں آئی ہے ، اور اسطرح تم نہیں جانتے کہ اپنے خدا کو آسمان کے عجیب و غریب ستاروں کے اندر کیونکر دیکھو اور اسکے حسن و جمال کو عناصر و ذرات خلقة کی آمیزش و آویزش کے اندر کیونکر ڈھونڈھو ، تاہم تم انسان ہو ، تم کو روح دی گئی ہے اور تم زمین پر بستے ہو ، تم آسمان کی ہر بدلی کے اندر ، بادلوں کے ہر ٹکڑے کے اندر ، ہواؤں کے ہر جھونکے کے اندر ، باران رحمت کے ہر قطرہ کے اندر ، اپنے خداوند حی و قیوم کو ، اسکی حکمت و قدرت کو ، اسکی رافت و رحمت کو ، اسکے پیار اور محبت کو دیکھہ سکتے ہو اور اسے پاسکتے ہو - تم میں سے کون ہے جس نے امید و بیم کی نظروں سے کبھی آسمان کو نہیں دیکھا ہے ، اور اسکی بجلیوں کی چمک اور بدلیوں کی گرج کے اندر اپنی کھوئی ہوئی امید کو نہیں ڈھونڈھا ہے ؟

ومن آياته يريكم البرق خوفا وطمعا -

اور قدرت الہی کی ایک یہی نشانی یہ ہے کہ جب زمین پیاسی ہوجاتی ہے اور خشک سالی کے آثار ہر طرف چھا جاتے ہیں ، تو وہ آسمان پر بادلوں کی جماعتوں کو پیدا کردیتا ہے اور تم امید و بیم کی نظروں سے انکو دیکھتے ہو -

پھر وہ کون ہے کہ جب تم اور تمہاری تشنہ و بیقرار زمین پانی کے ایک ایک قطرہ کیلیے ترس جاتی ہے ، خاک کا ایک ایک ذرہ رطوبت و نمو کیلیے بیقرار ہو جاتا ہے ، کرۂ ارضی اپنی بیقرارانہ حرکت میں آفتاب کے آتشکدہ سے قریب تر ہوتی جاتی ہے ، اسکی تمام کائنات نباتاتی اپنا حسن و جمال فطری کھودیتی ہے ، پرند اپنے گھونسلوں میں ، تیتریاں درختوں میں ، اور انسان اپنے گھروں میں پانی کیلیے ماتم کرتا اور ہر دم آسمان کی گرم و خشک فضا کی طرف مایوسی کی نگاہیں اٹھاتا ہے ، تو وہ اپنی محبت و ربوبیت کے نقاب میں آتا ہے ، اور مایوسی کے بعد امید کا ، نامرادی کے بعد مراد کا ، موت کے بعد زندگی کا پیام زمین کے ایک ایک ذرہ تک پہنچا دیتا ہے ؟

وينزل من السماء ماء فيحيي به الارض بعد موتها ، ان في ذالك لايات لقوم يتفكرون !

اس کی ربوبیت و رحمت کو دیکھو کہ جب تم امید و بیم کی نظروں سے آسمان کو دیکھتے ہو اور تمام زمین پر مردنی اور ہلاکی چھا جاتی ہے ، تو وہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور زمین پر موت کے بعد زندگی طاری ہو جاتی ہے - یقیناً قدرت الہی کی اس نمود میں صاحبان فکر و عقل کیلیے بڑی ہی نشانیاں رکھی گئی ہیں !

(۲)

یہ وہ انتظام الہی ہے جو پروردگار عالم نے انسان کے جسم کی غذا کیلیے کیا ہے ، پھر کیا اس نے انسان کی روح کیلیے کچھہ کیا ہوگا ؟ وہ رب الارباب جو زمین کی پکار سنکر اسے پانی دیتا ہے ، جسم کی بیقراری دیکھکر اسے غذا بخشتا ہے ، کیا روح و معنی کی تشنگی کیلیے کچھہ نہیں رکھتا [illegible] اسکے خزانوں میں کوئی نعمت نہیں ؟

وہ کہ اُسکی محبت زمین کی مٹی کو خشک [illegible] درختوں کی ٹہنیوں کو وہ سبز پتوں اور سرخ پھولوں کی زیبائش سے محروم نہیں رکھتا [illegible] کیلیے چھوڑ دیگا ، اور عالم انسانیۃ کا مرجھایا [illegible] وہ رب العالمین جو تمہارے جسم کو غذا دیکر [illegible] کیونکر ممکن ہے کہ تمہاری روح کو ہدایت دیکر [illegible] نہ بچائے ؟

جب فرعون نے حضرۃ موسی علیہ السلام سے [illegible]

من ربكما يا موسى ! (٢٠ : ٥١)

تمہارا پروردگار کون ہے ؟

تو حضرۃ موسی نے نہ صرف اپنے رب العالمین کی نسبت خبر ہی دی ، بلکہ اسکی ربوبیت کی دلیل قطعی و فطری چند لفظوں میں فرمادی :

ربنا الذي اعطى كل شي خلقه ثم هدى (٢٠ : ٥٢)

ہمارا رب وہ ہے ، جو [illegible] اسلیے اسکی ربوبیت نے کائنات کی ہر چیز کو اسکی خلقی ضرورتیں بخشیں ، پھر اسکے بعد انکی ہدایت کردی تاکہ صحیح اور فطری طریقہ پر کاربند رہکر اپنی خلقت کے مقصد کو حاصل کریں -

پس اُس نے کہ زمین کی مٹی کے اندر قوۃ نشو و نما رکھی ، اور پھر پانی برسا کر اُسکی ہدایت کردی ، یعنے اسکے آگے نفوذ و عمل کی راہ کھولدی ، اور جس کی ربوبیت نے عالم ہستی کے ایک ایک ذرہ کیلیے خلقت اور ہدایت ، دونوں کا سامان کردیا ، انسان کو بھی جسم اور روح دونوں کے ساتھہ پیدا کیا ہے ، اور اسکے لیے بھی خلقت اور ہدایت ، دونوں کا سامان رکھتا ہے -

اسکی ربوبیت نے جسطرح جسم کیلیے زمین کے اندر طرح طرح کے خزانے رکھے ہیں ، اسی طرح روح کی غذا کیلیے بھی اسکے

مہد التواء و انتظار

ما نبودیم بدیں مرتبہ راضی غالب
شعر خود خواهش آں کرد کہ گردد فن ما !

البلاغ کی پچھلی دو اشاعتوں میں اس عاجز نے مشرب تجارت اور راہ دعوۃ کے متعلق جو کچھہ عرض کیا تھا ' امید ہے کہ احباب کرام کے پیش نظر ہوگا -

پس اس سلسلے میں سب سے پہلی حقیقت جو میں آئندے آگے واضح کرنا چاہتا ہوں ' یہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ الہلال و البلاغ کے متعلق اچھی طرح سمجھہ لیں کہ اسکے تمام کام اصولاً کس قسم میں داخل ہیں ؟ اگر ایسا کیا گیا تو وہ صدہا فروعی اور جزئی معاملات صاف ہو جائینگے جو ہمیشہ پیش آتے رہتے ہیں ' اور جنکے لیے نہ تو میرے پاس وقت ہے کہ بار بار کہوں ' اور نہ دوستوں کا وقت بیکار ہے کہ مقصد اصلی کی جگہ محض شخصی حالات و معاملات کی سماعت میں ضائع ہو -

گذشتہ صحبتوں میں یہ حقیقت ایک حد تک واضح ہوچکی ہے کہ تجارت اور دعوۃ کی راہیں بالکل متضاد ہیں ' اور ایک وقت میں دونوں کا رشتہ جمع نہیں کیا جا سکتا - تجارت حاصل کرنا چاہتی ہے مگر دعوۃ کی پہلی شرط کھونا ہے -

اخبار نویسی اور تجارتی مطبوعات کی تمام شاخیں تجارت کے ماتحت ہیں ' اور یورپ جو تحریر و تصنیف کے اس طریق کا موجد ہے ' اسکو تجارت ہی کے اصول پر چلا رہا ہے -

ہر اُس شخص کو جسکی نظروں سے میرے مطبوعہ کاموں کی ایک سطر بھی گذری ہے ' اور نیز ہر اُس شخص کو جس تک میری آواز پہنچ سکتی ہے ' یہ معلوم ہوجانا چاہیے کہ میں تاجر نہیں ہوں ' اُس خدا کیلیے جسکی زمین لاکھوں کروروں تجارت گاہوں اور تجارت کے قافلوں سے رکی ہوئی ہے ' یہ کچھہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے ہر بندے کو تاجر ہی بنائے - اُسکی ربوبیت و رحمت انسانی کو ہر طرح کا دل ' ہر طرح کا دماغ ' ہر طرح کا فکر اور ہر طرح کا عشق بخش سکتی ہے ' اور کسی شخص اور جماعت کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ اگر اپنے اندر کسی چیز کو نہ پائے تو ساری دنیا کو اس سے محروم سمجھے :

این نشہ بمن گر نبود با دگرے ہست !

پس میں جو کچھہ اور جیسا کچھہ بھی ہوں ' لیکن اس حقیقت کے اظہار کیلیے اپنی زندگی کے ہر اثر کو شاہد رکھتا ہوں کہ میں تاجر نہیں ہوں ' اور تجارت نہیں کرتا - خالق فطرۃ نے مجکو تجارت کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی استعداد بھی نہیں دی ' اور ابتدائے عمر سے جن حالات و مؤثرات کے ماتحت رکھا ' انکی دنیا تجارت کی دنیا سے اسقدر دور ہے کہ اگر میں خود چلکر وہاں جانا بھی چاہوں تو نہیں پہنچ سکتا -

بلا شبہہ میں نے پریس کھولا ' اور یقیناً میں نے ایک رسالہ جاری کیا ' لیکن یہ صرف اسلیے کیا کہ اظہار خیال اور تبلیغ مقصد کا اس سے بہتر اور زود عمل طریق اور کوئی نہ تھا ' اور میرے پاس اتنی دولت نہ تھی کہ میں مفت چھاپکر تقسیم کیا کرتا -

پس میرے تمام کاموں کی بنیاد تبلیغ ہے ' نہ کہ تجارت - میری اخبار نویسی کو تم اخبار نویسی نہ قرار دو ' کیونکہ میں نے اسے ضمناً اختیار کیا ہے اور وہ میرا اصلی کام نہیں ہے - میں نے اگر اسے اختیار کیا تو یہ ہندوستان کی اخبار نویسی اور مطبوعہ اشاعات کیلیے بہتر ہوا اور اسکے لیے ترقی کی ایک بالکل نئی راہ کھلی ' مگر خود میرے لیے اسمیں کوئی شرف نہیں ' کیونکہ میرے کاموں کیلیے اصل راہیں دوسری تھیں :

ما نبودیم بدیں مرتبہ راضی غالب
شعر خود خواهش آں کرد کہ گردد فن ما !

یہ ایک اصولی بنیاد ہے - اب اسکے ماتحت طرز عمل و طریق کار کی تمام چیزیں آ جاتی ہیں -

اگر تمہارے سامنے الہلال کی پوری زندگی موجود ہے ' تو تم صدہا نشانیاں اسکی پا سکتے ہو کہ تجارت اور تجارتی زندگی و اوضاع سے اسکی زندگی کی ہر شاخ بالکل متضاد تھی -

تجارتی زندگی کیلیے سب سے پہلی چیز پرپس کا نفع و نقصان تھا ' لیکن دنیا جانتی ہے کہ اس چیز سے زیادہ میں نے کسی چیز سے بے پروائی نہیں کی ' اور مال و صحت کے نقصان کے سوا اس سے کوئی تجارتی معاوضہ مجھے حاصل نہ ہوا -

مجھے ملک کے دولتمند و دولت بخش طبقہ سے یکقلم بے پروا اور کنارہ کش رہنے کی خدا نے توفیق دی ' جو راہ دعوۃ کی اولین شرط مگر راہ تجارت کیلیے بربادی اور موت ہے - مجھے ارباب دولت کے عطیوں اور اعانتوں کو بلا تامل رد کردینے کی قوت ملی جسکے بغیر راہ تبلیغ میں ایک قدم بھی نہیں اٹھایا جاسکتا لیکن جسکا تصور بھی تجارتی اخبار نویسی کیلیے گناہ ہے - میں نے اپنے کاموں کی کوئی قیمت (اُس قیمت کے سوا جو کاغذ اور سیاہی کی ہر الہلال کے پڑھنے والے / نے دی) کبھی بھی کسی انسان سے نہ چاہی ' اور کبھی بھی اس کیلیے کسی انسان کے چہرہ پر میری نگاہ نہیں پڑی - یہ اللہ کا احسان ہے ' اسکا فضل و کرم ہے ' اسکی ذرہ نوازی ہے ' اور میری طرف سے تم میں سے ہر شخص کو اجازت ہے کہ ان تذکروں کو میرا غرور اور گھمنڈ قرار دے ' مگر میں راہ تبلیغ کو بازگرنے کیلیے اور طلبگاران دعوۃ کے آگے نمونہ رکھنے کیلیے یہ سب کچھہ کہتا ہوں اور ہمیشہ کہونگا :

مي گو یم و بعد از من گویند بہ سالہا !

میں نے تجارت کی دکان نہیں کھولی تھی ' اسلیے کبھی بھی میں نے اپنے کار و بار کے نفع و نقصان کو تجارت کے ترازو سے نہ تولا - میرا میزان سود و زیاں دوسرا تھا ' اور با وجود اسکے کہ الہلال پریس جاری کرکے میں نے اپنا وہ سب کچھہ کھودیا جو مال دنیوی میں سے میرے پاس تھا ' میرے منافع اور فوائد کا خزانہ اتنا وسیع و عظیم ہے کہ آج ہندوستان میں کسی انسان کے پاس نہ اتنی چاندی ہے ' اور نہ اتنا سونا ہے ' نہ لعل و جواہر ہیں ' نہ زمین کی زراعت - میں اپنی آنکھوں سے دیکھہ رہا ہوں کہ اس سر زمین میں سب سے بڑا دولت مند آدمی میرے سوا اور کوئی نہیں :

یالیت قومي یعلمون بما غفرلي ربي ، و جعلني من المکرمین -

پھر تم اُس کی نسبت کیا کہتے ہو جس نے خاک دی اور اسکے معاوضے میں سونا پایا ؟ میں نے تین چار سال تک اپنی تبلیغ و دعوۃ کی تجارت کی ' اور زخارف دنیوی کی ایک حقیر پونجی اسمیں لگا کر کھو دی - لیکن دیکھو کہ خدا نے اسکے معاوضہ میں ہزاروں انسانوں کے دل ' لاکھوں مسلمانوں کی روحیں ' متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور بستیاں ' ان کے عقائد و اعمال کی تبدیلیاں ' صدہا مومنین کاملین اور عباد اللہ مخلصین کی ایمان پرستیاں ' اور ان سب سے بھی بڑھکر یہ کہ کلمۂ حق و قرآن کا ایک انقلابی دور عظیم میرے خزانۂ اقبال میں کسطرح جمع کردیا ہے ؟

سکندر دنیاے قدیم کا سب سے بڑا فاتح تھا' جس نے تمام دنیا سے اپنے تخت کی پوجا کرانی چاہی' لیکن دنیا اگر اسکی پیدایش کو یاد رکھے تو یہ یاد کن واقعات کی یاد ہوگی؟

یہ دنیا کی ویرانیوں' ہلاکتوں' اور غلامیوں کی لعنتوں کا ایک بہت بڑا سرمایہ ہوگا جو اسے ہاتھہ آئیگا!

دنیا میں جسقدر پادشاہ پیدا ہوے' اگر تم انکی زندگی کے تمام کارناموں کا حاصل معلوم کرنا چاہو' تو اسکے سوا اور کچھہ نہوگا کہ وہ جتنے بڑے پادشاہ تھے' اتنے ہی زیادہ انسانوں کو غلام بنانے والے تھے' اتنے ہی زیادہ انکی فطری قوتوں کیلیے پتھر تھے' اتنے ہی زیادہ انکی قدرتی حرکت و نشو کیلیے زنجیر تھے' اور اتنے ہی زیادہ خدا کی عطا کردہ جبلت صالحہ اور انسان کے نوعی شرف و احترام کیلیے انکے اندر بربادیوں اور ہلاکتوں کی نحوست تھی -

پس جنکا وجود خود دنیا کیلیے ایک زخم تھا' وہ انکی یاد میں اپنی گم شدہ شفا کیونکر پاسکتی ہے؟

(٧)

حکماء کی حکمت' فلاسفہ کا فلسفہ' صناعوں کی ایجادیں بلا شبہہ تاریخ عالم کے اہم واقعات ہیں' لیکن اگر وہ اپنی یاد کے آگے دنیا کو جھکانا چاہتے ہیں' تو انہیں بتلانا چاہیے کہ انہوں نے اپنی حکمت سرائیوں اور عجیب عجیب ایجادوں سے دنیا کے اصلی دکھہ اور زمین کی حقیقی مصیبت کیلیے کیا کیا؟ آسمان کی فضاء میں ان گنت ستاروں کی قطاریں پھیلی ہوئی ہیں - بلا شبہہ وہ شخص بہت بڑا غور کرنے والا دماغ اور بڑی ہی کاوش کرنے والی نظر رکھتا تھا جس نے ہم کو سب سے پہلے بتلایا کہ یہ بڑے بڑے ستارے ہیں' ان میں ثوابت ہیں' سیارات ہیں' اور انکی حرکتوں کے معین اوقات و ایام ہیں - لیکن دنیا جب ستاروں کی یہ بہت بڑی سچائی نہیں جانتی تھی' تو اس وقت بھی بیمار تھی' اور یہ معلوم کرکے بھی بیمار ہی رہی - اسکا اصلی دکھہ یہ نہ تھا کہ انسان آسمان کے متعلق تھوڑا جانتا ہے' بلکہ ہمیشہ سے وہ اس ایک ہی مرض میں گرفتار رہی ہے کہ انسان خود اپنی نسبت' اپنی فطرۃ صالحہ کی نسبت' اپنی راہ سعادت کی نسبت کچھہ بھی نہیں جانتا -

اُس صناع کو اگر تم بڑا سمجھتے ہو جسنے انسان کیلیے فن تعمیر ایجاد کیا' تاکہ وہ پائدار مکانوں اور خوبصورت چھتوں کے نیچے بیٹھے' تو تمہیں بتلانا چاہیے کہ انسان درختوں کے نیچے بیٹھکر نیک اور سچا انسان نہ تھا' مگر بڑے بڑے محلوں کے اندر جسکر اس نے اپنی گم شدہ حقیقت پالی؟ دنیا کا اصلی مرض انسانیت حقیقی کی گم شدگی ہے - سعادت انسانی اور امن ارضی ہی وہ نعمت ہے جسکی ڈھونڈھہ میں ابتدا سے کائنات کا ذرہ ذرہ تہ و بالا ہو رہا ہے - پھر بتلاؤ کہ اگر یہ بڑے بڑے صناع اور موجد ہی انسانیت کی سب سے بڑی بڑائی رکھتے ہیں' تو انکی ایجادوں نے انسان کو کسقدر امن دیا؟ کسقدر سلامتی بخشی؟ کہاں تک صراط سعادت پر چلایا؟ طلسم حیات انسانی کا کونسا راز افشاء کیا؟ خدا اور بندوں کے رشتوں کو کہاں تک جوڑا؟ پھر اگر وہ یہ نہ کرسکے تو دنیا انکی ایجادات کو اپنے خزانے میں رکھہ سکتی ہے' پر انکی یاد میں اسکے لیے کوئی خوشی نہیں ہوسکتی' کیونکہ انہوں نے اسکے اصلی دکھہ کیلیے کچھہ نہیں کیا!

(٨)

اچھا' دنیاے قدیم کے ذخیرہ میں جو کچھہ ہے لے چکے ہو' کلدان و بابل اور یونان و اسکندریہ کے کھنڈر اور مسمار شدہ آثار کے اندر اگر دنیا کیلیے کچھہ نہ تھا' تو بہت ممکن ہے کہ آج لندن اور پیرس و برلن کی عجیب و غریب آبادیوں اور عقل و فہم کو مبہوت کردینے والے تمدن کے اندر دنیا کو وہ چیز ملجاے' جسکے لیے ابتداے خلقت سے سرگرداں و سرگشتہ رہی ہے!

موجودہ تمدن یورپ کی ابتدا جن بڑے بڑے دعووں سے ہوتی ہے' ضرور ہے کہ وہ سب کے سب اس وقت تمہارے سامنے ہوں' کیونکہ ہماری موجودہ صحبت انکے اعادے کی متحمل نہیں - ہم کو بتلایا گیا تھا کہ موجودہ تمدن کو دنیا کے قدیم تمدنوں سے کوئی مشابہت نہیں - اُن کی مختلف شاخوں میں باہم ربط و علاقہ نہ تھا' انکی بنیادیں صحت و حقیقت پر نہ تھیں' وہ انسانی علم و عمل کی تمام شاخوں کو بیک وقت مکمل نہ کرسکی تھیں' اُنہوں نے معلومات و اعمال میں کوئی صحیح نظم و ترتیب پیدا نہیں کی' اور اُنہیں اپنے تمدن کی اشاعت اور پھیلاؤ کے وہ ذرائع حاصل نہ تھے جنکے ذریعہ ہم نے تمام کرۂ ارضی کو علم و تمدن کا ایک گھر بنا دیا ہے - پس گذشتہ تمدنوں کی ناکامی سے موجودہ تمدن کی ناکامی پر استدلال نہیں کیا جاسکتا - یہ اور اسی طرح کے دعوے تھے' جنسے موجودہ تمدن کی فضاء بھر گئی تھی' اور جنکے ذریعہ اعلان کیا جاتا تھا کہ دنیا میں سب سے بڑی طاقت موجودہ تمدن کی ہے' حالانکہ سب سے بڑا صرف خدا ہے:

لقد استکبروا فی انفسہم — بلا شبہہ اُنہوں نے یہ کہکر اپنے اندر بڑا
وعتوا عتـــواً کبیـــرا - — گھمنڈ پیدا کیا اور بڑی سخت درجہ
(٢٥ : ٢١) — کی سرکشی کی!

سو اب تم دیکھو کہ دنیا اپنے اعتراف کا سر جھکانے کیلیے جب تمدن کے اس سب سے بڑے مغرور بت کی طرف جاتی ہے' تو اُسے کیا جواب ملتا ہے؟

آج تمدن کے ابلیسانہ گھمنڈ کا ملعون بت چور چور کردیا گیا ہے' اور خدا کا وہ زبردست اور بے پناہ ہاتھہ جو قوم ثمود و عاد' اور بڑی بڑی آبادیوں' اور بڑے بڑے خیموں والوں کو سزا دیچکا تھا' اپنے جلال اور ہولناکی کی آتشیں چمک دکھلا رہا ہے - تم یورپ کی موجودہ جنگ اور متمدن اقوام کی باہمی قتل و خوں ریزی پر چار پایوں کی طرح نہیں بلکہ انسانونکی طرح نظر ڈالو' اور دیکھو کہ یہ کیا ہے جو تمہارے سامنے ہو رہا ہے؟ یہ تمدن اور وحشت کی پیکار نہیں ہے' یہ علم اور جہل کی ٹکر نہیں ہے - یہ تمدن ہے جو تمدن سے ٹکرا رہا ہے' یہ علم ہے جو علم کو ذبح کر رہا ہے' یہ صناعت ہے جو صناعت کو پیس رہی ہے' یہ ایجاد کا مغرور شیطان ہے' جو ایجاد ہی کے شیطان لعین کو ڈس رہا ہے' اور اسطرح تمدن کا گھمنڈ ہی ہے جو تمدن کے گھمنڈ کو ریزہ ریزہ اور پاش پاش کررہا ہے:

یخربون بیوتہم بایدیہم - — اپنے گھروں کو وہ اپنے ہاتھوں ہی سے
(٥٩ : ٢٠) — اجاڑ رہے ہیں -

پس اگر مسکین دنیا اُن انسانوں کو یاد رکھنا چاہتی ہے جو تمدن کے پادشاہ تھے' علم کے فرمان فرما تھے' اور ایجاد و صناعت کے دیوتا تھے' تو تم اُسکا ہاتھہ پکڑو' اور اسے آج یورپ کے اُن میدانوں کے سامنے لیجاکر کھڑا کردو' جہاں تمدن و علم کا تخت عظمت و اجلال آگ اور لہو کی بدلیوں اور دھویں اور زہریلی گیسوں کی مسموم فضاء کے اندر بچھایا گیا ہے' اور مسمار عمارتوں کے کھنڈروں' سرخ سرخ خون کی ندیوں' اور انسانوں کی تڑپتی ہوئی لاشوں کے تودوں پر اُسکے سنہری ستون عظمت نصب کیے گئے ہیں - پھر اس سے کہو کہ وہ اپنی احسانمندی اور شکر گذاری کیلیے اُن عظیم الشان انسانوں میں سے کسی بڑائی کو چھانٹ لے' جو آج گیہوں اور جو کیلیے روتے ہیں کیونکہ ہوا میں اوڑنے کے آلات اور پانی کو مفرد اجزا میں بدل لینے کا علم انکے لیے کچھہ کام نہ آیا!!

وہ ان میں سے کس کو اپنی پرستش اور یاد کیلیے چُنیگی؟ کیا وہ اس سب سے بڑے فلسفی کو یاد کریگی' جو چودھویں صدی عیسوی میں آیا اور اس نے تجربہ کی راہ کھولی' جس راہ نے کہ انسانوں کو ہلاکت اور خونریزی کے سب سے زیادہ روح پاش آلات تک پہنچادیا؟ وہ کیمسٹری کے اس دیوتا کو یاد کریگی جسپر موجودہ تمدن کو سب سے زیادہ ناز ہے اور جس نے ایسی زہریلی گیسیں

آسمانوں کي وسعت معمور ہے - جسطرح جسم کي غذا اور زمين کي مادي حيات و نمو کيليے آسمانوں پر بدلياں پھيلتيں، بجليان چمکتيں، اور موسلا دھار پاني برستا ہے - ٹھيک اسي طرح اقليم روح و قلب کي فضاء ميں بھي تغيرات ھوتے ھيں - يہاں اگر زمين کي مٹي پاني کيليے ترستي ہے، تو وھاں بھي انسانيت کي محرومي ھدايت کيليے تڑپنے لگتي ہے - يہاں پتے جھڑتے ھيں؛ ٹہنياں سوکھنے لگتي ھيں، اور پھولوں کے رنگين ورق بکھر جاتے ھيں، تو تم کہتے ھو کہ آسمان کو رحم کرنا چاھيے - وھاں بھي جب سچائي کا درخت مرجھا جاتا ہے، نيکي کي کھيتياں سوکھ جاتي ھيں، عدالت کا باغ ويران ھو جاتا ہے، اور خدا کے کلمۂ حق و صدق کا شجرۂ طيبہ دنيا کے ھر گوشے اور ھر حصہ ميں بے برگ و بار نظر آنے لگتا ہے، تو اسوقت روح انسانيت چيختي ہے کہ خدا کو رحم کرنا چاھيے - يہاں زمين پر موت طاري ھوتي ہے تو خدا کي بارش اسے زندگي بخشتي ہے - وھاں انسانيت ھلاک ھو جاتي ہے تو خدا کي ھدايت اسے پھر اٹھا کر بٹھا ديتي ہے :

وھو الذي يرسل الرياح بشرا بين يدى رحمتہ، حتى اذا اقلت سحابا ثقالا سقناہ لبلد ميت، فانزلنا بہ الماء فاخرجنا بہ من كل الثمرات، كذالك نخرج الموتى لعلكم تذكرون - (۷ : ۵۵)

اور وہ پروردگار عالم ھي تو ہے کہ بارش سے پہلے ھواؤں کو بھيجتا ہے جو باران رحمت کے آنے کي خوشخبري سنا ديتي ھيں - يہاں تک کہ جب اسکا وقت آجاتا ہے تو وہ وزني بادلوں کو حرکت ديتي ھيں، اور ھم انہيں ايک ايسے شہر کے اوپر ليجا کر پھيلا ديتے ھيں جو ھلاک ھو چکا ہے اور زندگي کيليے پياسا ہے - پھر پاني برستا ہے اور زمين کي موت کو زندگي سے بدل ديتا ہے - اسکي نمو بخشي سے طرح طرح کے پھل پيدا ھوتے ھيں اور مخلوقات اپني غذا حاصل کر ليتي ہے - ٹھيک ايسي طرح ھم مردوں کو بھي اٹھاتے ھيں - اور يہ جو کچھ کہا گيا ہے سو در اصل ايک مثال ہے، تاکہ تم دانائي اور سمجھ حاصل کرو -

(۳)

عالم انسانيت کي فضاء روحاني کا ايک ايسا ھي انقلاب عظيم تھا جو چھٹي صدي مسيحي کے وسط ميں ظاھر ھوا - وہ رحمت الہي کي بدليوں کي ايک عالمگير نمود تھي جسکے فيضان عام نے تمام کائنات ھستي کو سرسبزي و شادابي کي بشارت سنائي، اور زمين کي خشک سالييں اور محروميوں کي بد حالي کا دور ھميشہ کيليے ختم ھو گيا - وہ خداوند قدوس جس نے سينا کي چوٹيوں پر کہا تھا کہ ميں اپني قدرت کي بدليوں کے اندر آتشيں بجليوں کے ساتھ آؤنگا، اور دس ھزار قدوسيوں کے ساتھ ميرے جاہ و جلال الہي کي نمود ھوگي، سو بالآخر وہ آگيا، اور سعير و فاران کي چوٹيوں پر اسکے ابر کرم کي بوندیں پڑنے لگيں !

يہ ھدايت الہي کي تکميل تھي، يہ شريعت رباني کے ارتقاء کا مرتبۂ آخري تھا، يہ سلسلۂ ترسيل رسل و نزول صحف کا اختتام تھا، يہ سعادت بشري کا آخري پيام تھا، يہ وراثت ارضي کي آخري بخشش تھي، يہ امۃ مسلمہ کے ظھور کا پہلا دن تھا، اور اسليے يہ حضرۃ ختم المرسلين و رحمۃ للعالمين محمد بن عبد اللہ کي ولادت باسعادت تھي - صلى اللہ عليہ و على آلہ و صحبہ و سلم -

(۴)

يہي واقعۂ ولادۃ نبوي ہے جو دعوۃ اسلامي کے ظھور کا پہلا دن تھا، اور يہي ماہ ربيع الاول ہے جسميں اس امۃ مسلمہ کي بنياد پڑي جس کو تمام عالم کي ھدايت و سعادت کا منصب عطا ھونے والا تھا - يہ ريگستان حجاز کي بادشاھت کا پہلا دن نہ تھا، يہ عرب کي ترقي و عروج کے باني کي پيدايش نہ تھي، يہ محض برس کي طاقتوں کا اعلان نہ تھا، اسميں صرف نسلوں اور ملکوں کي بزرگي کي دعوۃ نہ تھي، جيسا کہ ھميشہ ھوا ہے، اور جيسا کچھ کہ دنيا کي تمام تاريخ کا انتہائي سرمايہ ہے، بلکہ يہ تمام عالم کي رباني بادشاھت کا يوم ميلاد تھا، يہ تمام دنيا کي ترقي و عروج کے باني کي پيدايش تھي، يہ تمام کرۂ ارضي کي سعادت کا ظھور تھا، يہ تمام نوع انساني کے شرف و احترام کا قيام عام تھا، يہ انسانوں کي بادشاھتوں، قوموں کي بڑائيوں، اور ملکوں کي فتوحات کا نہيں، بلکہ خدا کي ايک ھي اور عالمگير بادشاھت کے عرش جلال و جبروت کي آخري اور دائمي نمود تھي !!

پس يہي دن سب سے بڑا ہے، کيونکہ اسي دن کے اندر دنيا کي سب سے بڑي بڑائي ظاھر ھوئي - اسکي ياد نہ تو قوموں سے وابستہ ہے اور نہ نسلوں سے، بلکہ وہ تمام کرۂ ارضي کي ايک عام اور مشترک عظمت ہے، جسکو وہ اسوقت تک نہيں بھلا سکتي جب تک کہ اسکو سچائي اور نيکي کي ضرورت ہے، اور جب تک کہ اسکي زمين اپني زندگي اور بقاء کيليے عدالت و صداقت کي محتاج ہے -

(۵)

دنيا ميں بڑے بڑے انقلابات ھوے ھيں - يہ انقلابات خاص خاص انسانوں کے وجود سے تعلق رکھتے ھيں، اسليے ان انسانوں کي پيدايش کے ايام کو بھي دنيا عظمت کے ساتھ ياد رکھنا چاھتي ہے، اور اس اعتبار سے اسکي يادگاروں کي فہرست بڑي ھي طويل ہے - اسميں بادشاھوں کے زر نگار تختوں کي قطاريں ھيں، فاتحوں کي بے پناہ تلواروں کي جھنکار ہے، سپہ سالاروں کے زرہ بکتر کي ھيبت ہے، حکيموں کي حکمتوں اور دانائيوں کے دفاتر ھيں، فلسفہ و علماء کے علوم و صحائف کے خزائن ھيں، صناعوں کي ايجاديں ھيں، وطن پرستوں کے مواعظ ھيں، قومي پيشواؤں اور ملکي داعيوں کي جانفشانيوں اور سر فروشيوں کي داستانيں ھيں - ليکن سوال يہ ہے کہ دنيا اگر اپني عظمت کے اصلي دن کو ياد رکھنا چاھتي ہے، تو ان ميں سے کس کو ياد رکھے ؟

ان ميں سے کون ہے جس نے دنيا کو سب سے بڑي چيز دي ہے، تاکہ وہ بھي سب سے پہلے اور سب سے زيادہ اسيکي ياد کو پيار کرے ؟

(۶)

آؤ، ھم سب سے پہلے بڑے بڑے اولوالعزم شہنشاھوں کو ديکھيں جنھوں نے دنيا کے بڑے بڑے رقبوں کو نوک شمشير پر رکھ ليا، اور ايسے ايسے عجيب و غريب ايوانوں اور محلوں ميں بسے جنکي ديواريں اور چھتيں چاندي سونے اور لعل و جواھر سے بنائي گئي تھيں - انھوں نے بہت زيادہ مال و متاع جمع کيا، انکے پاس لوھے کے بہت زيادہ آلات خونريزي تھے، اور انکي اطاعت و غلامي ميں انسانوں کا سب سے بڑا گلہ تھا - پس انکي پيدايش کے واقعہ کو بھي سب سے زيادہ عظيم الشان اور نا قابل فراموش ھونا چاھيے -

ليکن اگر دنيا انکي پيدايش کو ياد رکھے، تو بتلاؤ کہ دنيا کيليے انھوں نے کيا کيا؟ انکي فتوحات بہت وسيع تھيں، اور انکي وہ دولت جو انھوں نے زمين کي بستيوں کو اجاڑ کر لوٹي تھي، بڑے بڑے وسيع رقبوں کے اندر آتي تھي، ليکن دنيا کو اس سے کيا ملا کہ دنيا کي گردن انکي ياد کے آگے جھکے ؟ اگر وہ بہت بڑے فاتح تھے، تو اسکو يوں کہو کہ انھوں نے سب سے زيادہ زمين کو ويران کيا، سب سے زيادہ اسکي آباديوں کو اجاڑا، سب سے زيادہ خون کي ندياں بہائيں، اور سب سے زيادہ خدا کے بندوں کے گلے ميں اپني غلامي کي لعنت کا طوق ڈالا - پھر کيا دنيا اپني ويرانيوں، اپنے قتل و غارت، اپنے نہب و سلب، اور اپني غلامي کي ملعنت کے ناپاک دنوں کو ياد رکھے؟ اور جنکي ابليسيت نے يہ لعنت پھيلائي تھي، انکي پيدائش کي نحوست پر خوشياں منائے ؟

صرف تورات کو قائم کرنے آیا ہوں' خود کوئی نئی دعوت نہیں لایا-
(متی ۵ : ۱۷) انہوں نے تصریح کی کہ میری بعثت صرف بنی اسرائیل
کی اصلاح تک محدود ہے - نیز انہوں نے غیر قوموں میں منادی کرنے
سے روکا (۱) اور ہمیشہ اپنے ظہور [illegible] بھی تعلیم
کو اسرائیل [illegible] محدود [illegible] پس [illegible] انہوں نے
جو کچھہ بھی خدمت کرنی چاہیے' وہ محض بنی اسرائیل نامی
ایک مسخ شدہ قوم کی تھی - تمام دنیا کیلیے آنکے پاس
کچھہ نہ تھا -

[illegible]

پھر آنکا ظہور اس وقت ہوا جبکہ روم کی ظالمانہ حکومت نے شام
کے مقدس مرغزاروں کو روند ڈالا تھا' اور بت پرست قوموں کی جابر و
مستبد گورنمنٹیں دنیا کے بڑے حصے کو اپنا غلام بنا چکی تھیں'
لیکن انہوں نے نہ تو اس ظلم و طغیان کے متعلق کچھہ کہا' اور نہ
اس سے کچھہ تعرض کیا -

پہلی صدی مسیحی کے بعد جسقدر مسیحی قومیں دنیا میں
آباد ہوئیں' آنکو حضرۃ مسیح کی تعلیم و دعوت سے کچھہ تعلق نہ تھا'
اور وہ سر تا سر یونان کے ایک تعلیم یافتہ یہودی پولس کے مذہب کی
پیرو تھیں - پولس نے تمام حواریان مسیح کے مذہب کے خلاف غیر
اسرائیلی انسانوں کو بپتسما دینا شروع کیا' اور اسطرح روم و یونان
کے مختلف جزیروں اور دیہاتوں میں ایک نیا گروہ پیدا کرلیا -
پس اگر دنیا حضرۃ مسیح کی طرف جھکنا چاہیگی' تو دنیا کو آنکے
کارنامۂ حیات کے لیے بمشکل ایک چوتھائی صدی ہاتھہ آئیگی'
جسکے اندر انکے تربیت یافتہ حواریوں کے اعمال نظر آ سکتے ہیں -
اور یہ چند سال فضائل و محاسن اخلاق کا کیسا ہی عمدہ نمونہ
پیش کریں' لیکن ان میں دنیا کیلیے کوئی عام پیام نجات نہیں ہے -

پھر اس سے بھی قطع نظر کرو - نتائج کی بحث بعد کو آتی
ہے' سب سے پہلے دعوۃ' اعلان' ادعاء' اور نفس تعلیم کا سوال
ہے - دنیا حضرۃ مسیح کی یاد پر کیونکر قناعت کرلے جبکہ خود
انہوں نے دنیا کیلیے کچھہ نہ کیا' بلکہ ہمیشہ اسے ٹھکرایا' مردود
کیا' اور اسکے ساتھیوں کو' اسکے دوستوں کو' اور اس سے رشتہ رکھنے
والوں کو خدا کی بادشاہت کی مہربانی سے محروم بتلایا ؟ حتی
کہ ایک آخری فتوی دیدیا " تم خدا اور دنیا' دونوں کی خدمت
نہیں کرسکتے " (متی ۶ : ۲۴) " اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل
جانا اس سے آسان ہے کہ دولت مند خدا کی بادشاہت میں
داخل ہو " (متی ۱۹ : ۲۴)

اس سے بھی درگذر کرو' اور اسکی بہتر سے بہتر توجیہہ جو
کرسکتے ہو کرلو - نیز پولس کی دعوۃ ہی کو حضرۃ مسیح علیہ السلام
کی دعوۃ تسلیم کرلو' اور ان تمام قوموں کو جنہوں نے مسیح کے
نام پر بپتسما کا پانی اپنے اوپر چھڑکا' مسیحی دعوۃ کا پھل مان لو'
لیکن پھر بھی مسیحی تحریک کی پوری تاریخ کا کیا حال ہے ؟
جبتک مسیحیت دنیا پر حکمراں رہی' جسوقت تک مسیحی
مذہب کا دینی تسلط انسانوں سے اطاعت کراتا رہا' اور جب تک
کہ مسیحی راہنماؤں اور خلیفوں کی غلامی سے دنیا نے انحراف
نہ کیا' تاریخ شاہد ہے کہ اس وقت تک اسکا وجود
دنیا کیلیے' دنیا کے علم و تمدن کیلیے' آبادی و عمران کیلیے'
اخلاق و پاکیزگی کیلیے' اور ان سب سے بڑھکر یہ کہ انسان کی
فطری حریت اور شرف انسانیۃ کیلیے ایک بدترین لعنت رہا'
جس نے جلایا' ویران کیا' مسمار کیا' قتل کیا' جیلخانے بھرے'
زبانوں پر مہریں لگائیں' انسانی دماغوں کو معطل کیا' لیکن انسان
اور انسانیت کی راستی و ترقی کیلیے چند لمحوں کا بھی

ایک نور پیدا نہ کیا - مشہور مورخ گیزو' سیدیو' [illegible]
[illegible]

لیکن [illegible] جبکہ مسیحیت کی قوت [illegible]
[illegible] شروع ہوا' مذہبی [illegible]
(پوپ) کے حلقۂ غلامی سے یورپ آزاد ہوگیا [illegible]
کے ذریعہ سے موجودہ تمدن کی بنیاد پڑی' اور مسیحی قوموں [illegible]
ترقی و عروج کی [illegible]
- اگر تم اچھے ہو کہ دنیا کیلیے سچ نے بڑی عظمت
مسیحی مذہب کے بانی میں تھی' تو خود اسکے بانی ہی نے
ہمیں معیار حق و باطل بھی بتلادیا ہے کہ " درخت اپنے پھل سے
پہچانا جاتا ہے " (مرقس ۱۲ : ۱۶) پس دنیا اگر مسیحی مذہب
کی پیدایش کے اندر اپنی خوشی کو ڈھونڈے ہے' تو اسکو انسان کی
امن و سلامتی اور فطرۃ کی آزادی و سعادت کی جگہ قتل و غارت
اور ہلاکت و غلامی کی یادگار کا جشن منانا پڑیگا - کیونکہ مسیحیت
کے درخت کا صرف یہی پھل ہمارے سامنے ہے -
پھر کیا دنیا اسکے لیے طیار ہے ؟

یہ جو کچھہ تھا' مسیحی اقوام کی تاریخ قدیم کی بنا پر تھا'
لیکن اگر اسپر گذشتہ دو صدیوں کے واقعات و نتائج کا بھی اضافہ
کردیا جاے جو اقوام یورپ کے اعمال تمدن سے وابستہ ہیں' تو دنیا
کی مایوسی اور زیادہ درد انگیز ہو جاے -

اسکے بعد مذاہب عالم میں آرین نسلوں کی دعوتیں ہمارے سامنے
آتی ہیں لیکن افسوس کہ دنیا کیلیے انکے پاس بھی کوئی پیام سعادت
نہیں - عظیم الشان گوتم بدھہ کی تمام تعالیم و وصایا کا ما حصل یہ
بتلایا جاتا ہے کہ " نجات دنیا کے ساتھہ رہکر حاصل نہیں ہوسکتی "
پس دنیا کو جن لوگوں نے ٹھکرادیا' دنیا انکے پاس جاکر کیا سکھہ
حاصل کریگی ؟ پھر اس نے جو کچھہ بھی بتلایا اور سکھلایا ہو'
لیکن قوموں اور ملکوں کے دائرہ ہی میں اسکی دعوۃ محدود رہی -
ہندوستان میں اسے شکست ملی تو جاپان اور چین میں جاکر
محدود ہوگئی - پس زمین اپنی اس مصیبت کیلیے جو رقبوں اور
ملکوں میں محدود نہیں ہے' عظیم الشان بدھہ سے کیا حاصل
کرسکتی ہے ؟

ہندوستان کے مذہبی ذخیرۂ تعلیمات اور آنکی پر اثر قدامت
کی عظمت سے ہم انکار نہیں کرسکتے' تاہم دنیا کیلیے آنکے بانیوں
کی عظمت کے اندر کیا خوشی ہوسکتی ہے جبکہ کوہ ہمالہ کی
دیواروں اور بحر عرب کی موجوں سے باہر بھی دنیا ہے' مگر
ہندوستان کے مذہبی داعیوں نے صرف ہندوستان کے اندر بسنے
والوں ہی کو اپنی ہدایتیں سپرد کیں -

(۱۰)

پس دنیا اگر اپنی نجات کیلیے بیچین ہے تو اسکے لیے
راحت اور تسکین کا پیام صرف ایک ہی ہے' اور صرف ایک ہی
کی زندگی میں ہے - اسکا دکھہ ایک ہی ہے' اسلیے اسکی شفا کے
نسخے بھی ایک سے زیادہ نہیں ہوسکتے - اسکا پروردگار ایک ہے' جو
اسے ایک ہی آفتاب کو اسکے خشک و تر پر چمکاتا' اور ایک ہی
طرح کی بدلیوں سے اسکے آباد و ویرانہ کو شاداب کرتا ہے'
پس اسکی ہدایت و رحمت کا آفتاب بھی ایک ہی ہے' اور گو
بہت سے ستارے اسکی روشنی سے اکتساب نور کرتے ہوں' مگر ان
سب کا مرکز و مبدء نورانیت ایک ہی ہے :

قرآن حکیم نے آفتاب کو " سراج " کہا :
وجعلنا سراجا وهاجا " اور ہم نے آسمان میں سورج کے چراغ
(۷۸ : ۱۳) کو بڑا ہی روشن بنایا -
[illegible] طرح [illegible] ظہور کو بھی " سراج " کہا جسکی
[illegible] کی روشنی [illegible] کی ظلمتوں [illegible]
پیام صبح تھی :
[illegible]

(۱) غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور نہ سامریوں کے کسی
شہر میں داخل ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی
بھیڑوں کے پاس جانا (متی [illegible]) [illegible]

متاع ہے' اور تم اپنے ان پاک جذبات کي جتني بھي حفاظت کرو کم ہے - تمہارا یہ عشق الہي ہے' تمہاري یہ محبت رباني ہے' تمہاري یہ شیفتگي انساني سعادت اور راست بازي کا سرچشمہ ہے' تم اُس وجود مقدس و مطہر کي محبت رکھتے ہو جسکو تمام کائنات انساني میں سے تمہارے خدا نے ہر طرح کي محبوبیتوں اور ہر قسم کي محمودیتوں کیلیے چن لیا' اور محبوبیۃ عالم کا خلعت اعلی صرف اسي کے وجود اقدس پر راست آیا - کرۂ ارضي کي سطح پر انسان کیلیے جو بڑي سے بڑي بات جو لکھي جاسکتي ہے' زیادہ سے زیادہ عشق جو کیا جاسکتا ہے' اعلی سے اعلی مدح و ثنا جو کي جاسکتي ہے' غرضکہ انسان کي زبان انسان کے لیے جو کچھہ کہہ سکتي اور کرسکتي ہے' وہ سب کا سب صرف اُسي ایک انسان کامل و اکمل کیلیے ہے' اور اسکا مستحق اسکے سوا کوئي نہیں :

مقصود ما ز دیر و حرم جز حبیب نیست
ہر جا کنیم سجدہ بـدان آستـان رسـد

ولله درمـا قال :

عبـاراتنـا شتى و حسنك واحد
و كل الـى ذاك الجمال يشير !

(وحـده لا شـریک)

خدا کي الوہیت و ربوبیت جس طرح وحدہ لا شریک ہے کہ کوئي ہستي اُسکي شریک نہیں' اسي طرح اس انسان کامل کي انسانیۃ اعلی اور عبدیت کبری بھي وحدہ لا شریک ہے کیونکہ اُسکي انسانیت و عبدیت میں کوئي اسکا ساجھا نہیں' اور اُسکے حسن و جمال فردانیت کا کوئي شریک نہیں :

منـزہ عـن شریـک في محاسنه
فجوهر الحسن فيـه غيـر منقسم

یہي وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں تم دیکھتے ہو کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ و السلام کا ذکر جہاں کہیں کیا گیا' وہاں اُن سب کو اُنکے ناموں سے پکارا ہے' اور انکے واقعات کا بھي ذکر کیا ہے تو انکے ناموں کے ساتھہ کیا ہے - لیکن اس انسان کامل' اس فرد الکمل' اس صفات عبدیۃ کے وحدہ لا شریک کا اکثر مقامات میں اسطرح ذکر کیا ہے کہ نہ تو اُسکا نام لیا گیا' نہ ہي کسي دوسرے وصف سے نامزد کیا گیا' بلکہ صرف " عبد " کے لفظ سے اسکے پروردگار نے اُسے یاد فرمایا :

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی -	کیا پاک ہے وہ خداوند قدوس جس نے ایک رات اپنے "عبد" کو مسجد حرام سے مسجد اقصی تک کي سیر کرائي !

سورۂ جن میں فرمایا :

و انـہ لمـا قام عبد الله یدعـوہ کادوا یـکونـون علیه لبدا -	اور جب الله کا بندہ (عبد) تبلیغ حق کیلیے کھڑا ہوتا ہے تاکہ الله کو پکارے' تو کفار اُسکو اسطرح گھیر لیتے ہیں گویا قریب ہے کہ اُس پر آ گرینگے !

سورۂ کہف کو اس آیۃ سے شروع کیا :

الحمد لله الذي انزل علی عبدہ الکتـاب -	تمام تعریفیں الله کیلیے ہیں جسنے اپنے " عبد " پر کتاب اُتاري -

سورۂ فرقان کي پہلي آیت ہے :

تبـارک الذي نـزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعـالمیـن نـذیـرا -	کیا ہي پاک ذات ہے اُسکي جسنے " الفرقان " اپنے " عبد " پر اُتارا تاکہ وہ تمام عالم کي غفلتوں کیلیے ڈرانے والا ہو !

اسي طرح سورۂ نجم میں کہا : فاوحی الی " عبدہ " ما اوحی ' حدید میں کہا : ینزل علی " عبدہ " آیات - پس ان تمام مقامات میں آپکا اسم گرامي نہیں لیا' بلکہ اسکي جگہ صرف "عبد" فرمایا - حالانکہ بعض دیگر انبیاء کے لیے اگر عبد کا لفظ فرمایا ہے تو اسکے ساتھہ نام کي تصریح بھي کردي ہے - سورۂ مریم میں حضرۃ ذکریا کیلیے فرمایا : ذکر رحمـۃ ربک عبـدہ ذکریا - سورۂ ص میں کہا : و اذکر عبدنا داؤد - نیز : و اذکر عبدنا ایوب -

اس خصوصیت و امتیاز سے اسي حقیقت کو واضح کرنا مقصود الہي تھا کہ اس وجود گرامي کي عبدیۃ اور بندگي اس درجۂ آخري و مرتبۂ قصوی تک پہنچ چکي ہے جو انسانیۃ کي انتہا ہے' اور جسمیں اور کوئي عبد اس عبد کامل کا شریک و سہیم نہیں - پس عبدیۃ کا فرد کامل وہي ہے' اور اسلیے بغیر اضافت و نسبت کے صرف "عبد" کا لقب اسکو ناموں اور علموں کي طرح پہچنوا دیتا ہے - کیونکہ تمام کائنات ہستي میں اُسکا سا اور کوئي عبد نہیں !

پس یہ وہ تھا کہ اسکے صفات الہیہ کا یہ حال ہے' اسکي انسانیت و عبدیۃ کي وحدت اسطرح فرمانفرماے جمیع کائنات ہے' اسکي محبت و محبوبیت کا خود رب السماوات والارض نے اعلان کیا' اور اسکي رحمت کو اپني ربوبیت کي طرح تمام عالمین پر محیط کردیا' اُسکو الله نے اپني صفات رافت و رحمت سے متصف فرمایا' اور اگر اپنے آپکو الرحمن الرحیم کہا تو اسے بھي بالمومنین رؤف الرحیم قرار دیا - اسکو تمام قرآن حکیم میں کبھي بھي نام لیکر نہ پکارا' بلکہ کبھي صداے عزت سے نوازا کہ یا ایہا الرسول اور کبھي طریق محبت سے پکارا کہ یا ایہا المزمل ! اسکے وجود کي عزت و عظمت کو اپني عزت کي طرح اپنے بندوں پر فرض کردیا' اور جابجا حکم دیا کہ تعزروہ و توقروہ (اسکي عزت کرو اور اسکي توقیر بجا لاؤ) پھر وہ کہ اسکي محبوبیتوں اور عظمتوں کا یہ حال تھا کہ اسکا وجود مقدس و اطہر تو بڑي چیز ہے' وہ جس آبادي میں بسا اور جس شہر کي گلیوں میں چلا پھرا' اسکي عزت کو بھي خداے زمین و آسمان نے تمام عالم میں نمایاں کیا :

لا اقسـم بهـذ البـلد و انت حل بهذ البلد -	ہم مکہ کي قسم کھاتے ہیں مگر اسلیے کہ تیرا وجود اُسکي سرزمین میں رہا اور بسا ہے !

و من مـذهبي حب الديـار لاهلهـا
و للنـاس فيما يعشقـون مـذاهب

پس جسکي قدوسیت و جبروتیت کا یہ مرتبہ ہو' اُسکي یاد میں جتني گھڑیاں بھي کٹ جائیں' اُسکے عشق میں جتنے آنسو بھي بہہ جائیں' اُسکي محبت میں جتني آہیں بھي نکل جائیں' اور اُسکي مدح و ثنا میں جسقدر بھي زبانیں زمزمہ پیرا ہوں' انسانیت کا حاصل' روح کي سعادت' دل کي طہارت' زندگي کي پاکي' اور ربانیت و الہیت کي پادشاہي ہے - ولله درما قال :

راہ تو بہـر قـدم کہ پویند خوش ست
وصل تو بہـر سبب کہ جویند خوش ست !
روے تو بہـر دیدہ کہ بینـند نکوست
نام تو بہـر زبـان کہ گوینـد خوش ست !

(جشن حصول و ماتم ضیاع)

لیکن جبکہ تم اس ماہ مبارک میں یہ سب کچھہ کرتے ہو' اور اس ماہ کے واقعۂ ولادت کي یاد میں خوشیاں مناتے ہو' تو اسکي مسرتوں کے اندر تمہیں کبھي اپنا وہ ماتم بھي یاد آتا ہے جسکے بغیر اب تمہاري کوئي خوشي نہیں ہو سکتي ؟ کبھي تم نے اس حقیقت پر بھي غور کیا ہے کہ یہ کس کي پیدایش ہے جسکي یاد کیلیے تم سرور و ساماں جشن کرتے ہو ؟

انا ارسلناک شاهداً ومبشراً و نذيراً و داعياً الى الله باذنه و سراجاً منيــرا - اے پیغمبر اسلام! هم نے تمکو دنیا کے آگے حق کي گواهي دینے والا' سعادت انسانیة کي خوشخبري پهیلانے والا' الله کي طرف اسکے بندوں کو بلانے والا' اور دنیا کي تاریکیوں کیلیے ایک چراغ نوراني بناکر بهیجا -

پس تمام کرۂ ارضي کي روشني کیلیے یهي ایک آفتاب هدایت هے' جسکي عالم تسخیر کرنوں کے اندر دنیا اپني تمام تاریکیوں کیلیے نور بشارت پاسکتي هے' اور اس لیے صرف رهي ایک هے جسکے طلوع کے پہلے دن کو دنیا کبهي نہیں بهلا سکتي' اور اگر اس نے بهلا دیا هے تو وہ وقت دور نہیں جب اسے کامل عشق و شیفتگي کے ساتهه صرف اسي کے آگے جهکنا پڑیگا' اور اسي کو اپنا کعبۂ امید بنانا پڑیگا -

اس مقدس پیدایش نے دنیا میں ظاهر هوکر یه نہیں کہا که میں صرف بني اسرائیل کو فرعون کي غلامي سے نجات دلانے آیا هوں' بلکه اس نے کہا که تمام عالم انسانیت کو غیر الهي غلامیوں سے نجات دلانا میرا مقصد ظهور هے - اس نے صرف اسرائیل کے گهرانے کي گم شدہ رونق هي سے عشق نہیں کیا' بلکه تمام عالم کي اجڑي هوئي بستي پر غمگینی کي' اور انکي دوبارہ رونق و آبادي کا اعلان کیا - اس نے اس خدا کي محبتوں کي طرف دعوة نہیں دي جو صرف سینا کي چوٹیوں یا همالہ کي گهاٹیوں میں بستا هے' بلکه اس رب العالمین کي طرف بلایا جو تمام نظام هستي کا پروردگار هے' اور اسلیے تمام کائنات عالم کو اپني طرف بلا رها هے - هم کو دنیا میں سکندر ملتا هے جس نے تمام عالم کو فتح کرنا چاها تها' لیکن هم دنیا کي پوري تاریخ میں خدا کے کسي رسول کو نہیں پاتے جس نے تمام عالم کي ضلالتوں اور تاریکیوں کے خلاف اعلان جهاد کیا هو - اسکا صرف ایک هي اعلان هے جو آغاز خلقت سے ابتک کیا گیا هے' اور اسلیے اگر دنیا نسلوں' قوموں' اور رقبوں کا نام نہیں هے بلکه مخلوقات الهي کي اس پوري نسل کا نام هے جو کرۂ ارضي کي پیٹهه پر بستي هے' تو وہ مجبور هے که هر طرف سے مایوسي کي نظریں هٹاکر صرف اس ایک هي اعلان علم کے آگے جهک جائے اور صرف اسي کي پیدایش کے دن کو اپني عمر کا سب سے بڑا دن یقین کرے :

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا (٢٥ : ١) کیا هي پاک اور برکتوں کا سرچشمه هے ذات اسکي جس نے اپنے برگزیدہ بندے پر الفرقان نازل کیا تاکه وہ قوموں اور ملکوں هي کیلیے نہیں بلکه تمام عالموں کي ضلالت کیلیے ڈرانے والا هو!

دنیا میں جسقدر داعیان حق و صداقت کے اعلانات موجود هیں' اگر دنیا انکو بهلا دیگي' تو یه صرف قوموں اور ملکوں کي سعادت کي فراموشي هوگي' کیونکه اس سے زیادہ انهوں نے کچهه نه کہا' لیکن اگر ربیع الاول کو اس نے بهلا دیا' تو یه تمام کرۂ ارضي کي نجات کو بهلا دینا هوگا' کیونکه ربیع الاول کي رحمت کسي ایک سرزمین کیلیے نہیں بلکه تمام عالمین کیلیے تهي -

(۲)

یہاں تک جو کچهه حوالۂ قلم هوا' یه محض ایک تمهید تهي اور اسلام کي رحمت عامه کا ایک سرسري مطالعه لیکن اسکے بعد اصلي سوال همارے سامنے آتا هے - یعني اس پیدایش نے دنیا کي حقیقي اور عالمگیر مصیبت کیلیے کیا کیا؟ اور انسانیت کي سعادت و ارتقاء فطري کي کیونکر تکمیل کي؟ اس مبحث عظیم کا احاطه و استقصاء تو ممکن نہیں' لیکن چند سرسري اشارات آیندہ نمبر میں ملینگے -

مواعظ و خطب

ماہ ربیع الاول

اور جشن تذکار ولادت نبوي صلی الله علیه و سلم

آن راز که در سینه نهانست نه وعظ ست
بر دار توان گفت' به منبر نه توان گفت!

عزیزان ملت! ماہ ربیع الاول کا ورود تمهارے لیے جشن و مسرت کا ایک پیغام عام هوتا هے - کیونکه تم کو یاد آجاتا هے که اسي مهینے کے ابتدائي هفتوں میں خدا کي رحمت عامه کا دنیا میں ظهور هوا' اور اسلام کے داعي برحق کي پیدایش سے دنیا کي دائمي غمگینیاں اور سرگشتگیاں ختم کي گئیں - صلی الله علیه و علی اله و صحبه و سلم -

تم خوشیوں اور مسرتوں کے ولولوں سے معمور هو جاتے هو' تمهارے اندر خدا کے رسول برحق کي محبت و شیفتگي ایک بیخودانه جوش و محویت پیدا کردیتي هے - تم اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اسي کي یاد میں' اسي کے تذکرہ میں' اور اسي کي محبت کے لذت و سرور میں بسر کرنا چاهتے هو!

تم اسکے ذکر و فکر کي مجلسیں منعقد کرتے هو' انکي آرایش و زینت میں اپني محنت و مشقت کي کمائي بے دریغ لٹاتے هو' خوشبودار اور تروتازہ پهولوں کے گلدستے سجاتے هو' کافوري شمعوں کے خوبصورت فانوس اور برقي روشني کے بکثرت کنول روشن کرتے هو' عطر و گلاب کي مهک اور اگر بتیوں کا بخور جب ایوان مجلس کو اچهي طرح معطر کردیتا هے' تو اسوقت مدح و ثنا کے زمزموں اور درود و سلام کے مقدس ترانوں کے اندر اپنے محبوب و مطلوب مقدس کي یاد کو ڈهونڈهتے هو' اور بسا اوقات تمهاري آنکهوں کے آنسو اور تمهارے پر محبت دلوں کي آهیں اسکے اسم مبارک سے والهانه عشق کرتیں اور اسکے عشق سے حیات روحاني حاصل کرتي هیں!

پس کیا مبارک هیں وہ دل جنهوں نے اپنے عشق و شیفتگي کیلیے رب السماوات و الارض کے محبوب کو چنا! اور کیا پاک و مطهر هیں وہ زبانیں جو سید المرسلین و رحمة للعالمین کي مدح و ثنا میں زمزمه سنج هولیں!

مصلحت دید من آنست که یاران همه کار
بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند!

انهوں نے اپنے عشق و شیفتگي کیلیے اسکي محبوبیت کو دیکها' جسکو خود خدا نے اپني چاهتوں اور محبتوں سے ممتاز کیا' اور انکي زبانوں نے اسکي مدح و ثنا کي' جسکي مدح و ثنا میں خود خدا کي زبان' اسکے ملائکه اور قدوسیوں کي زبان' اور کائنات ارضي کي تمام پاک روحوں اور سعید هستیوں کي زبان' انکي شریک و هم نوا هے :

ان الله و ملائکته یصلون علی النبي' یا ایها الذین امنوا' صلوا علیه و سلموا تسلیما (٣٣ : ٥٦)

(کائنات هستي کي محبوبیة اعلی)

بلا شبه محبت نبوي اور عشق محمدي کے یه پاک ولولے اور یه مخلصانه ذوق و شوق تمهاري زندگي کي سب سے زیادہ قیمتي

وہ جو کچھ لایا اسمیں غمگینی کی چیخ نہ تھی ' ماتم کی آہ نہ تھی ' ناتوانی کی بے بسی نہ تھی ' اور حسرت و مایوسی کا آنسو نہ تھا ' بلکہ یکسر شادمانی کا غلغلہ تھا ' حسن و مراد کی بشارت تھی ' کامیابی و عیش فرمائی کی بہار تھی ' طاقت اور فرمان فرمائی کا اقبال تھا ' امید اور یقین کا خندۂ عیش تھا ' زندگی اور فیروز مندی کا پیکر و تمثال تھا ' فتح مندی کی ہمیشگی تھی ' اور نصرۃ و کامرانی کی دائمی :

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا و ابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون - نحن اولیائکم فی الحیوۃ الدنیا والآخرۃ و لکم فیہا ما تشتہی انفسکم و لکم فیہا ما تدعون -

خدا کے وہ صالح بندے جنہوں نے دنیا کی تمام طاقتوں سے کٹ کر کہا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے اور اسکے سوا کوئی نہیں ' پھر ساتھ ہی اسپر جم گئے اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنی خدا پرستی کو قائم کیا ' سو یہ وہ لوگ ہیں کہ کامرانی و فتح مندی کیلیے خدا نے انکو چن لیا ہے - وہ اپنی ملائکہ نصرت کو انپر بھیجتا ہے جو ہردم پیام شادمانی و کامیابی پہنچاتے ہیں کہ نہ تو تمہارے لیے خوف ہے اور نہ کسی طرح کی غمگینی - دنیا کی زندگی میں بھی تم خدا کی نصرۃ و حمایت سے فتح مند و کامیاب ہوگے ' اور آخرۃ میں بھی خدا کی مہربانیوں سے بامراد - اللہ کی تمام نعمتیں صرف تمہارے ہی لیے ہیں ' تم جو نعمت چاہوگے تمہیں ملیگی اور جس چیز کو پکاروگے پاؤگے -

(لا تہنوا ولا تحزنوا)

کیونکہ وہ جو ربیع الاول میں آیا ' اس نے کہا کہ غم اور ناکامی انکے لیے ہونی چاہیے جنکے پاس کامیابی و نصرۃ بخشنے والے کا رشتہ نہیں ہے ' پر وہ جو جنہوں نے تمام انسانی اور دنیاوی طاقتوں سے سرکشی کرکے صرف خدا کی قدوس طاقت کے ساتھ وفاداری کی ' اور اس ذات کو اپنا دوست بنا لیا جو ساری خوشیوں کا دینے والا اور تمام کامیابیوں کا سرچشمہ ہے ' تو وہ کیونکر غمگینی پاسکتے ہیں ' اور خدا کے دوستوں کے ساتھ اسکی زمین میں کون ہے جو دشمنی کرسکتا ہے ؟

ذالک بان اللہ مولی الذین آمنوا ' وان الکافرین لا مولی لہم (۴۷ : ۱۲)

اسلیے کہ اللہ مومنوں کا دوست اور حامی ہے مگر کافروں کا نہیں جنہوں نے اس سے انکار کیا -

جن پاک روحوں نے خدا کی سچائی اور کلمۂ حق و عدل کی خدمت گذاری کیلیے اپنے آپکو وقف کردیا ' وہ کسی سے نہیں ڈرسکتے ' البتہ انکی ہیبت و قہاریت سے دنیا کو ڈرنا چاہیے :

فلا تخافوہم ' و خافون ان کنتم مومنین (۳ : ۱۷۰)

دشمنان حق کی شیطانی ہیبتوں سے نہ ڈرو ' اللہ سے ڈرو اگر فی الحقیقت تم مومن ہو -

دنیا میں متضاد سے متضاد اجزا باہم جمع ہوسکتے ہیں - آگ اور پانی ممکن ہے کہ ایک جگہ جمع ہوجائیں ' شیر اور بکری ہوسکتا ہے کہ ایک گھاٹ سے پانی پی لیں ' لیکن خدا کا " ایمان " اور " انسان کا خوف " یہ دو چیزیں ایسی متضاد ہیں جو کبھی بھی ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتیں ' اور اگر ایک بد بخت ایمان الہی کا دعوا کرکے انسان کے ڈر سے بھی کانپ رہا ہے ' تو تم اسے ان کنکروں اور پتھروں کی طرح ٹھکرا دو جو انسان کی راہ میں لڑھکر آجاتے ہیں ' تاکہ دوڑنے والوں کیلیے ٹھوکر بنیں ' کیونکہ وہ ایمان کے یقین سے محروم ہے

لا تہنوا ولا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین -

نہ ہراساں ہو اور نہ غمگین ہو ' تمہیں سب پر غالب آنے والے ہو اگر تم سچے مومن ہو !

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون -

یاد رکھو کہ جو لوگ اللہ کے دوست اور اسکے چاہنے والے ہیں ' انکے لیے نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ کبھی وہ غمگین ہونگے !

(استبدال نعمت)

لیکن آج جبکہ تم عید میلاد کی مجلسیں منعقد کیے ہوے ہو تو تمہارا کیا حال ہے ؟ وہ تمہاری دولت کہاں ہے جو تمہیں دی گئی تھی ؟ وہ تمہاری نعمت کامرانی کدھر گئی جو تمہیں سونپی گئی تھی ؟ یہ تمہاری روح حیات کیوں تمہیں چھوڑ کر چلی گئی ' اور یہ تمہیں ٹھکرا کر گئی تھی ؟ آہ ! تمہیں خدا نے کیوں رسوا کیا ؟ اور تمہارے آقا نے کیوں تم کو صرف اپنی ہی غلامی کیلیے چنا تھا ؟ کیا ربیع الاول کے آنے والے نے خدا کا وعدہ نہیں پہنچایا تھا کہ عزت صرف تمہارے ہی لیے ہے ؟ اور اس دولت کا اب زمین پر تمہارے سوا کوئی وارث نہیں ؟

ان العزۃ للہ و لرسولہ و للمومنین و لکن المنافقین لا یعلمون -

عزت اللہ کیلیے ہے ' اسکے رسول کیلیے ' اور مومنوں کیلیے ' لیکن جن کے دل نفاق سے کھوٹے ہیں وہ اس حقیقت کو نہیں جانتے -

پھر یہ کیا انقلاب ہے کہ تم ذلت کیلیے چھوڑ دیے گئے ہو ' اور عزت نے تم سے منہہ چھپالیا ہے ؟ کیا خدا کا وعدہ نصرۃ تم تک نہیں پہنچایا گیا تھا کہ :

و کان حقا علینا نصر المومنین (۳۰ : ۴۷)

مسلمانوں کو نصرت و فتح دینا ہمارے لیے ضروری ہے ' یہ کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ ہم غیروں کو فتحیاب کریں اور مومن ناکام رہجائیں

پھر یہ کیوں ہے کہ تم سے کامیابی نے بے وفائی کی اور کام و مراد نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا ؟ کیا خدا کا وعدہ سچا نہ تھا ؟ اور کیا وہ اپنے قول کا پکا نہیں ؟ تم جو انسانوں کے وعدوں پر ایمان رکھتے ہو ' انکے حکموں کے آگے گرتے پڑتے ہو ' خدا کے وعدہ کا مخالف ! معاذ اللہ ! اپنے اندر ایمان کی کوئی صدا نہیں پاتے ؟ نہیں ' نہ تو اسکا وعدہ جھوٹا تھا اور نہ اس نے اپنا رشتہ توڑا ' مگر تم ہی ہو ' تمہاری ہی محرومی و بے وفائی ہے ' تمہارے ہی ایمان کی موت اور راستی کی حرمانی ہے جس نے اپنے پیمان وفا کو توڑا ' اور خدا کے مقدس رشتے کی عزت کو اپنی غفلت و بد اعمالی اور غیروں کی پرستش و بندگی سے بٹہ لگایا :

ذالک بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ انعمہا علی قوم حتی یغیروا ما بانفسہم و ان اللہ لیس بظلام للعبید (۸ : ۵۵)

اسلیے کہ خدا کبھی کسی قوم کی نعمت کو محرومی سے نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود ہی اپنے اندر تبدیلی نہ کردے اور وہ اپنے بندوں کیلیے ظالم نہیں ہے کہ انکو بغیر جرم کے سزا دے -

خدا اب بھی غیروں کیلیے نہیں بلکہ صرف تمہارے ہی لیے ہے ' بشرطیکہ تم بھی غیروں کے لیے نہیں بلکہ صرف خدا ہی کیلیے ہوجاؤ :

ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم -

اگر تم خدا کے کلمۂ حق کی مدد کروگے تو اللہ بھی تمہاری مدد کریگا اور تمہارے اندر ثابت قدمی اور مضبوطی پیدا کردیگا -

(یادگار حریت)

تم ربیع الاول میں آنے والے کی یاد اور محبت کا دعوا رکھتے ہو ' اور مجلسیں منعقد کرکے اسکی مدح و ثنا کی صدائیں بلند کرتے ہو ' لیکن تمہیں کبھی بھی یہ یاد نہیں آتا کہ جسکی یاد کا تمہاری زبان دعوا کرتی ہے ' اسکی فراموشی کیلیے تمہارا ہر عمل گواہ ہے ؟ اور جسکی مدح و ثنا میں تمہاری صدائیں زمزمہ سرا ہوتی ہیں ' اسکی عزت کو تمہارا وجود بٹہ لگا رہا ہے ؟ وہ دنیا میں اسلیے آیا تھا تاکہ انسانوں کو انسانی بندگی سے ہٹا کر صرف اللہ کی عبودیت کی صراط مستقیم پر چلائے ' اور غلامی کی ان تمام زنجیروں سے ہمیشہ کیلیے نجات دلا دے جنکے بڑے بڑے بوجھل حلقے انہوں نے اپنے پانوں میں ڈال لیے تھے :

یضع عنہم اصرہم و الاغلال التی کانت علیہم

پیغمبر اسلام کے ظہور کا مقصد یہ ہے کہ گرفتاریوں اور بندشوں سے انسان کو

مقالات

الـــديـــن و السيـــاســـه

(۱)

دنیوی حکومتوں نے اگرچہ سیاست کو ظلم و جور، تمرد و طغیان، خود غرضی و ہواے نفس، کذب و فریب، دسائس و حیل، اور حرص و طمع کا مرادف بنا دیا، لیکن درحقیقت وہ ایک روحانی صداقت ہے، جسپر دنیا کی تمام صداقتوں کی طرح ابتلاء و امتحان، ترقی و تنزل، اور ظہور و خفاء کے مختلف دور گذرچکے ہیں - آغاز خلقت میں جب انسان جنگل کے تاریک گوشوں اور پہاڑوں کی اندھیری غاروں میں رہتا تھا، تو سیاست بھی اوسکے تمام محاسن و فضائل کی طرح انھی تاریکیوں میں سرگشتہ رہی - پھر جب دنیوی تمدن نے ترقی کی اور متمدن سلطنتیں قائم ہوئیں، تو سیاست نے بھی اس تاریک افق سے سر نکالا، لیکن سلاطین نے ہواے نفس کے ساتھہ ساتھہ مدتوں تک دنیا پر جابرانہ حکومت کرتی رہی -

لیکن اوسکا یہ جابرانہ دور حکومت خدا کی مرضی کے مطابق نہ تھا، اسلیے وہ بادشاہوں کے عظیم الشان درباروں سے رخصت ہوئی، اسنے تاج و تخت کو ٹھوکر لگائی، اور مذہب کے داعیان الہی کے دامن میں جاکر پناہ لی -

دنیا کی تمدنی تاریخ میں یہ ایک عظیم الشان انقلاب تھا، اس نے دنیا کی غیر متحرک فضا میں شعاع آفتاب کی رعشہ دار انگلیوں کی طرح ایک نورانی تموج پیدا کردیا، جسکی پہلی لہر دریاے نیل سے اوٹھی، اور پھر ریگستان عرب میں پہونچکر آب زمزم کی سطح ساکن کے اندر مل گئی!

(القـــران الحكـــيم)

قرآن حکیم ایک مجموعۂ صداقت ہے، اسلیے اوس نے دنیا کی تمام صداقتوں کے ساتھہ سیاست کو بھی اپنے دامن میں سب سے پہلی جگہ دی، اور جو نور چند لمحوں کیلیے کوہ طور پر چمکا تھا، وہ ہمیشہ اوسکے تاج حقیقت کا طرۂ زرنگار رہا، سیاست الہی فرعون کے تاج و تخت کی ذمہ دار نہیں تھی، اوسکا کام ابو جہل و ابو سفیان کی سیادت کو محفوظ رکھنا نہ تھا، وہ دنیا میں صرف میزان عدل کے قائم کرنے کیلیے آئی تھی، اسلیے اوس نے ایک فطری مذہب کی آغوش میں اپنے آپ کو نمایاں کیا، کیونکہ فطرۃ ہی ایک ایسی چیز ہے جو خود عدل و انصاف سے سر مو تجاوز نہیں کرسکتی، اگر وہ اپنے مرکز سے ہٹ جاے تو دنیا کا تمام قدرتی نظام دفعۃً درہم برہم ہو جاے -

(الـــمـــيـــزان)

آفتاب و ماہتاب دنیا پر ایک لا زوال طاقت کے ساتھہ حکومت کر رہے ہیں، اور اونکا دور حکومت سلاطین کی حکومت سے بہت زیادہ وسیع و طویل ہے - گھنے درختوں کا سایہ بادشاہوں کے دامن دولت سے بہت زیادہ فراخ ہوتا ہے - امیر و غریب کو یکساں طور پر پناہ دینے کیلیے اوسکی آغوش ہر وقت کھلی رہتی ہے - آسمان کی حکومت سب سے زیادہ قدیم اور پائدار ہے کہ وہ ازل ہی سے تمام دنیا کے سر پر محیط ہے - لیکن فطرت نے ان کو بھی خود سر، مغرور، اور سرکش نہیں بنایا، بلکہ ایک عادلانہ نظام کا پابند کردیا ہے، اور اونھوں نے فطرۃ الہی کے آگے اپنی اپنی گردنیں جھکا دی ہیں:

الشمس و القمر بحسبان
والنجم والشجر یسجدان
و السماء رفعها و وضع
المیزان (۴ : ۵۵)

سورج اور چاند ایک خاص نظام کے مطابق گردش کر رہے ہیں، درختوں نے بھی اپنے بلند سروں کو اوسی نظام کے آگے جھکا دیا ہے، یہ فطری نظام قدیم سے ہے، خدا نے جب آسمان کو پیدا کیا اور اوسکو بلند کیا تو اوسی وقت ایک میزان عدل بھی قائم کردیا -

انسان فطرت کا اعلی ترین مظہر ہے، اس بنا پر خدا کی ان عظیم الشان مخلوقات کی طرح وہ بھی اسی فطرتی نظام عدل کا پابند ہے، اور اگر وہ خدا کی تمام مخلوقات میں بڑا ہے تو اسکو خدا کے نظام عدل کا بھی سب سے زیادہ پابند ہونا چاہیے - چنانچہ اللہ تعالی نے آفتاب و ماہتاب کی پابندیوں کے جلوے دکھا کر انسان کو بھی اسی عادلانہ قانون کی پابندی کا حکم دیا:

الا تطغوا فی المیـــزان
و اقیموا الـــوزن بالقسط
و لا تخســـروا المیـــزان
(۸ : ۵۵)

جسطرح آفتاب و ماہتاب، درخت اور آسمان، اپنے محور و نظام عدل سے تجاوز نہیں کرتے، اسی طرح تم بھی اس میزان عدل کو پوری عدالت کے ساتھہ قائم رکھو، اور اوس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ کرو!

(عـــدالت الہی)

یہی نظـام عـدل ہے جو سیاست مذہبی کی روح ہے - مذہب دنیا میں اسیکے پھیلانے کیلیے آیا تھا، لیکن انسان کا دست ستم ہمیشہ اس نظام کو درہم برہم کرتا رہا ہے، اسلیے فطرت الہی ہمیشہ اوسکو سزا بھی دیتی رہتی ہے، اور سیاست کا میزان ہمیشہ قوت ہی سے قائم رہ سکتا ہے -

فطرت کی عدالت دنیوی عدالتوں سے بالکل مختلف مگر اون سے زیادہ منصف ہے - دنیوی عدالتیں سزائیں دیتی ہیں، لیکن جرم و سزا میں کوئی مناسبت نہیں ڈھونڈھتیں - اگر ایک شخص نے چوری کی ہے تو عدالت حکم دیتی ہے کہ وہ تین برس تک ایک عمارت کے اندر قید کردیا جاے، اگر ایک شخص نے مکر و فریب سے کسی کو دھوکا دیا ہے تو عدالت اسکے اخلاقی مرض کا یہ علاج تجویز کرتی ہے کہ روز ایک من گیہوں پیسے - مگر فطرت جرم و سزا میں ہمیشہ دقیق مناسبت تلاش کرتی ہے، اور اوسی مناسبت کی بنا پر سزا دیتی ہے - مثلاً جن قوموں نے احکام الہی کی خلاف ورزی کی، میزان عدل و قسط کو پامال کیا، اور خدا کے بندوں پر ظلم و جبر کے ساتھہ مسلط ہوگئے، تو خداوند تعالی نے بھی اون پر اپنی عظیم الشان مخلوقات کو مسلط کردیا،

نجات دلا... اور علامي کے جو طوق انھوں نے اپني گردنوں میں پہن رکھے ہیں' انکے بوجھ سے رهائی بخشے -

اس نے کہا کہ اطاعت صرف ایک هي کي هے اور حکم و فرمان صرف ایک هي کیلیے سزاوار هے

ان الحکم الا لله - حکم و طاقت کسي کیلیے نہیں هے مگر صرف الله کیلیے !

اس نے سب سے پہلے انسان کو اسکي چھني هوئي آزادی و حریت واپس دلائي اور کہا کہ مومن نہ تو بادشاهوں کي غلامي کیلیے هے' نہ کاهنوں کي اطاعت کیلیے' نہ کسی اور انساني طاقت کے آگے جھکنے کیلیے' بلکہ اسکے سر کیلیے ایک هي چوکھٹ' اسکے دل کیلیے ایک هی عشق' اسکے پاؤں کیلیے ایک هي زنجیر' اور اسکي گردن کیلیے ایک هي طوق اطاعت هے - وہ جھکتا هے تو اسي کے آگے' روتا هے تو اسي کے لیے' اعتماد کرتا هے تو اسي کي ذات پر' ڈرتا اور لرزتا هے تو اسي کي هیبت سے' امید کرتا هے تو اسي کي رحمت پر - وہ مشرک نہیں هے کہ خدا کي طرح انسانوں کو بهي عبدیت اور قهاریت کي صفت بخشے :

ارباب متفرقون خیر ام الله الواحد القهار ؟ ما تعبدون من دونه الا اسماء سمیتموها انتم و اباؤکم ما انزل الله بها من سلطان - ان الحکم الا لله امر الا تعبدوا الا ایاہ - ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون -

پرستش اور علامي کیلیے کئي ایک معبود بنا لینا اچھا یا ایک هي خداے واحد و قهار کا هو رهنا ؟ یہ جو تم نے اپني بندگي کیلیے بہت سی چوکھٹیں بنا رکھی هیں' تو بتلاؤ ؟ انکي هستي بجز اسکے کیا هے کہ چند وهم ساز نام هیں جو تم نے اور تمهارے بڑوں نے اپني گمراهي سے گڑھ لیے اور مدت کي ضلالت و وهم پرستي نے انکے اندر مصنوعي هیبت و مرعوبیت پیدا کردي - حالانکہ خدا نے نہ تو انکے اندر کوئي طاقت رکھي اور نہ انکي معبودیت و محبوبیت کیلیے کوئي حکم اُتارا - یقین کرو کہ تمهاري غلامي کے یہ تمام مصنوعي بت کچھ بھي نہیں هیں - حکم و سلطاني دنیا میں نہیں هے مگر صرف الله کیلیے' اس نے حکم دیا کہ پرستش نہ کرو مگر صرف اسي کي - یہي انسان کي فطرۃ صالحہ کي راہ هے اور اسلیے یہي دین قیم هے

اور دیکھو کہ اس نے انسان کي حریت صادقہ اور آزادی حق کو کس طرح مثالوں کي دانائي میں سمجھایا :

ضرب الله مثلاً : عبداً مملوکا لا یقدر علی شي' و من رزقناہ منا رزقاً حسناً' فهو ینفق منه سراً و جهراً' هل یستون ؟ (۱۶ : ۷۷)

الله ایک مثال دیتا هے - یوں فرض کرو کہ ایک شخص هے جو کسي دوسرے انسان کا غلام هے - خود اسے کوئي اختیار حاصل نہیں - وہ اپني کسي چیز پر باوجودیکہ اسیکي هے' کچھ قدرت نہیں رکھتا اور صرف اپنے آقا کے حکموں کا بندہ هے - مگر اسکے مقابلے میں ایک دوسرا آزاد و خود مختار انسان هے جسپر کسي انسان کي حکومت نہیں' اسے اپني هر چیز پر قدرت و اختیار حاصل هے' اور جو کچھ خدا نے دیا هے' وہ اسے ظاهر و پوشیدہ' جس طرح چاهتا هے بے دھڑک خرچ کرتا هے' تو کیا یہ دونوں آدمي ایک هي طرح کے هوے ؟ کیا دونوں کي حالت میں کوئي فرق نہیں ؟ اگر فرق هے تو پھر وہ کہ اسکا مالک صرف خدا هي هے' اور وہ' اسکے گلے میں انسانوں کي اطاعت کے طوق پڑے هوے هیں' دونوں ایک طرح کے کیسے هوسکتے هیں ؟

پس اگر ربیع الاول کا مہینا دنیا کیلیے خوشي و مسرت کا مہینا تھا' تو صرف اسلیے کہ اسي مہینے میں دنیا کا وہ سب سے بڑا انسان آیا جسنے مسلمانوں کو انکي سب سے بڑي نعمت' یعني "خدا کي بندگي اور انسانوں کي آقائي" عطا فرمائي' اور اسکو الله کي خلافت و نیابت کا لقب دیکر خدا کي ایک نائب و محترم امانت ٹھہرایا - پس ربیع الاول ... کي حریت کي پیدایش کا مہینا هے' غلامي کي موت اور ... کي یادگار هے' خلافت الهی کي بخشش کا اولین ... هے' ... ارضی کي تقسیم کا اولین اعلان هے - اسي ماہ میں کلمۂ حق و عدل زندہ هوا' اور اسي میں کلمۂ ظلم و فساد اور کفر و ضلالت کي لعنت سے خدا کي زمین کو نجات ملي -

لیکن آہ' تم ... ماہ ... کي خوشیاں مناتے هو' اور اسکے ... کي طرح ... هو' کیونکہ وہ تمهارے هي لیے اور تمهاري هي خوشیوں کیلیے ... ' خدا را مجھے بتلاؤ کہ تم کو اس پاک اور مقدس یادگار کي خوشي منانے کا کیا حق هے ؟ کیا موت اور هلاکی کو اسکا حق پہنچتا هے کہ زندگي اور روح کا اپنے کو ساتھي بنائے ؟ کیا ایک مردہ لاش پر دنیا کي عقلیں نہ هنسینگي اگر وہ زندوں کي طرح زندگي کو یاد کریگي ؟ هاں یہ سچ هے کہ آفتاب کي روشني کے اندر دنیا کیلیے بڑي هي خوشي هے' لیکن ایک اندھے کو کب زیب دیتا هے کہ وہ آفتاب کے نکلنے پر آنکھوں والوں کي طرح خوشیاں منائے ؟

پھر تم بتلاؤ کہ تم کون هو ؟ تم غلاموں کا ایک گلہ هو جس نے اپنے نفس کي غلامي' اپني خواهشوں کي غلامي' ما سوی الله رشتوں کي غلامي' اور غیر الهي طاقتوں کي غلامي کي زنجیروں سے اپني گردن کو چھپا دیا هے - تم پتھروں کا ایک ڈھیر هو' جو نہ تو خود هل سکتا هے اور نہ اسمیں جان اور روح هے' البتہ چور چور هوسکتا اور ایک دوسرے پر پٹکا جاسکتا هے - تم غبار راہ کي ایک مشت هو' جسکو هوا اُڑا لیجائے تو اُڑ سکتي هے' ورنہ وہ خود صرف اسلیے هے تا کہ ٹھوکروں سے روندي جائے اور جولاں قدم سے پامال کي جائے - فیا للرزیۃ و یا للمصیبۃ !

گلگونۂ عارض هے نہ هے رنگ حنا تو
اے خوں شدہ دل' تو کسي کام نہ آیا !

پھر اے غفلت کي هستیو' اور اے بیخبري کي سرگشتۂ خواب روحو ! تم کس منہ سے اسکی پیدائش کي خوشیاں مناتے هو جو حریت انساني کي بخشش' حیات روحي و معنوي کے عطیہ' اور کامراني و فیروز مندي کي خسروي و ملوکي کیلیے آیا تھا ؟ الله الله غفلت کي نیرنگي اور انقلاب کي بوقلموني ! ماسوی الله کي عبودیت کي زنجیریں پاؤں میں هیں' انسانوں کي مملوکیت و مرغوبیت کے حلقے گردنوں میں' ایمان بالله کے ثبات سے دل خالي' اور اعمال حقہ و حسنہ کي روشني سے روح محروم ! ان سامانوں اور طیاریوں کے ساتھ تم مستعد هوے هو کہ ربیع الاول کے آنے والے کي یاد کا جشن مناؤ' جسکا آنا خدا کي عبودیت کي فتح' غیر الهي عبودیت کي هلاکت' حریت صادقہ کا اعلان حق' عدالت حقہ کي ملوکیت کي بشارت' اور امۃ عادلہ و قائمہ کے تمکن و قیام کي بنیاد تھا ! فما لها اولاء القوم' لا یکادون یفقهون حدیثا !

پس اے غفلت شعاران ملت ! تمهاري غفلت پر صد فغاں و حسرت' اور تمهاري سرشاریوں پر صد هزار نالۂ و بکا ' اگر تم اس ماہ مبارک کي اصلي عظمت و حقیقت سے بے خبر رهو اور صرف زبانوں کے ترانوں' در و دیوار کي آرائشوں' اور روشني کي قندیلوں هي میں اسکے مقصد و یادگاري کو گم کردو - تمکو معلوم هونا چاهیے کہ یہ ماہ مبارک امۃ مسلمہ کي بنیاد کا پہلا دن هے' خداوندي پادشاهت کے قیام کا اولین اعلان هے' خلافت ارضي و وراثت الهي کي بخشش کا سب سے پہلا مہینا هے - پس اسکے آنے کي خوشي اور اسکے تذکرہ و یاد کي لذت هر اُس شخص کي روح پر حرام هے جو اپنے ایمان اور عمل کے اندر اس پیغام الهي کي تعمیل و اطاعت اور اس اسوۂ حسنہ کي پیروي و تاسي کیلیے کوئي ... نہیں رکھتا : فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه' اولئک الذین هدیٰهم الله و اولئک هم اولو الالباب !

انتهائي درجه تک پهونچ چکي تهي' اور حضرات عليهم السلام نے جو کچهه وعظ و نصائح اور هدايت و ارشاد کا طريقه اختيار کر رکها تها' وه دنيا کيليے کافي نه تها - اب دنيا قوت کے نشه ميں بالکل چور چور هوگئي تهي' اور ايسي حالت ميں اوسکا مقابله صرف قوت هي سے کيا جاسکتا تها - انسان پر فطرت نے جو ذمه داريان عايد کردي تهيں' تمدن کي ترقي اور جذبات و عواطف کي رقت و لطافت نے اونکے احساس کو اور بهي سريع الاشتعال بناديا تها' اسليے قلب کي يه حرکت هاتهه پاون ميں بهي جنبش پيدا کرنا چاهتي تهي' اور انسان زبان کے ساتهه هاتهه سے بهي کام ليدا چاهتا تها -

(دعــوة موسوي)

اس آتشکده کي آگ سب سے پہلے مصر کي سرزمين ميں بهڑکي' جسکو فراعنه نے ظلم و عدوان' اور تمرد و طغيان کا جولانگاه بنا ديا تها' جهاں ايک قوم کے ساتهه اسر و غلامي کي حالت ميں جانوروں کي طرح سلوک کيا جاتا تها' غلامي کي لعنت کي زنجيريں اسکے پاؤں ميں تهيں' اور انساني حکومت کي پرستش کا داغ پيشاني پر' يه ظالمانه طرز عمل صرف فرعون کے قصر شاهي تک هي محدود نه تها' بلکه اوسکا نظاره هر گلي کوچے ميں نظر آتا تها - حاکم قوم اپني قومي حکومت کے گهمنڈ ميں بني اسرائيل کے هر فرد کو اپنا زر خريد غلام سمجهتي تهي' اور اسکو يقين تها که سرزمين کنعان کا يه مهجور گله صرف اسي ليے همين ديا گيا هے تاکه چار پايوں کي طرح همارے آگے جهکے' اور کتے کي طرح هماري جوتيوں کي گرد چاٹے - پس خدا تعالى کے ايک اولو العزم' صاحب قوت و نفوذ' اور ذکي الحس بندے نے راه جور و ستم کا يه درد انگيز نظاره ديکها' اور ايک مظلوم اسرائيلي شخص کي اچانک فرياد' اور غيرت قومي کے فوري احساس نے اوسکے جذبات رقيقه کے برقي خزانے ميں آگ لگا دي :

ودخل المدينة على حين غفلة من اهلها فوجد فيها رجلين يقتتلن هذا من شيعته و هذا من عدوه فاستغاثه الذي من شيعته على الذي من عدوه فوكزه موسى فقضى عليه قال هذا من عمل الشيطان انه عدو مضل مبين (۱۴ : ۲۸)

اور ايک ايسي حالت ميں جب که تمام شهر غافل تها' موسى شهر ميں آے' اور دو آدميوں کو ديکها که لڑ رهے هيں' ان ميں ايک موسى کي قوم کا تها' دوسرا اوسکے دشمن کے گروه کا - موسى کو ديکهکر اوسکي قوم کے آدمي نے اپنے دشمن کے مقابله ميں مدد مانگي - موسى نے اوسکي مدد کي - اوسکے دشمن کو ايک گهونسا مارا اور وه مرگيا - موسى نے اپنے دل ميں کها که يه تو ايک شيطاني کام هوگيا' بے شک شيطان انسان کا دشمن اور گمراه کن هے -

اسکے بعد اگرچه فرعون کے غلبه اور جبر و استبداد کے خوف سے موسى عليه السلام گهبرا گئے' ليکن قومي حميت کي آگ دل ميں برابر سلگتي رهي - سوء اتفاق سے دوسرے دن پهر يهي ناگوار موقعه پيش آگيا :

فاصبح في المدينة خائفا يترقب فاذا الذي استنصره بالامس يستصرخه قال له موسى انك لغوي مبين - فلما اراد ان يبطش بالذي هو عدو لهما' قال يموسى! اتريد ان تقتلني كما قتلت نفسا بالامس ان تريد الا ان تكون جبارا في الارض و ما تريد ان تكون من المصلحين (۱۷ : ۲۸)

اب موسى شهر ميں خوف زده هوکر چهپنے لگے' اتفاق سے پهر وهي پہلا سا موقع پيش آگيا - اور جس شخص نے کل ان سے مدد طلب کي تهي' اوس نے آج پهر ان سے فرياد کي - موسى نے کها تو تو بڑا گمراه آدمي هے - پهر جب موسى نے اوس قبطي پر حمله کرنا چاها جو ان دونوں کا دشمن تها' تو اوس نے کها : کيوں موسى ! جسطرح تم نے کل ايک آدمي کو مار ڈالا هے - کيا آج اوسيطرح مجهے بهي قتل کرنا چاهتے هو؟ تم زمين ميں ظالم بنکر رهنا چاهتے هو امن دوست بننا تمهيں پسند نہيں ؟

(هجــرت)

اب تمام شهر ميں اس واقعه کي شهرت هوگئي' اور حضرت موسى عليه السلام کے سامنے جلا وطني کا وه مقدس مرحله پيش آيا' جو هر حقاني جد و جهد کي پہلي منزل هے :

و جاء رجل من اقصا المدينة يسعى - قال يموسى ان الملاء يا تمرون بک ليقتلوک فاخرج اني لک من النصحين - فخرج منها خائفا يترقب - قال رب نجني من القوم الظلمين (۱۹ : ۲۸)

شهر کے کنارے سے ايک آدمي دوڑتا هوا آيا اور کها که اے موسى ! اراکين سلطنت تمهارے قتل کے بارے ميں مشوره کر رهے هيں - اب تم يهاں سے نکل جاؤ' ميں تمهيں خير خواهانه مشوره ديتا هوں - موسى شهر سے خوف زده هوکر خفيه طور پر نکلے' اور خدا کي جناب ميں دعا مانگي که : خداوندا ! مجهکو ظالموں کے پنجه سے نجات دے !

(حريت کا بيروني مرکز)

مصر سے نکل کر اونکو خدا کے اوس صالح بندے کي باريابي کا شرف حاصل هوا جو مصر کي غلامانه اور مستبدانه آبادي کي جگه آزادي کي آب و هوا ميں آزادانه زندگي بسر کررها تها' اور حضرة موسى کي دعوة حريت کيليے يه دوسري منزل تهي که ايک آزاد و خود مختار سرزمين ميں رهکر آنے والے وقت کيليے طيار هوں :

فلما جاء و قص عليه القصص قال لا تخف نجوت من القوم الظلمين (۲۵ : ۲۸)

جب حضرت موسى عليه السلام حضرت شعيب کے پاس مدين ميں آے' اور ان سے اپنے واقعات بيان کيے' تو اونهوں نے اونکي حوصله افزائي کي اور کها مت ڈرو' تم نے ظالم قوم کے پنجه سے نجات حاصل کرلي -

(تکميل و اعلان)

مذهبي حيثيت سے يه پہلا قدم تها جو سياست کي طرف بڑهايا گيا تها - ليکن قومي حميت کي جو آگ حضرت موسى عليه السلام کے دل ميں سلگ رهي تهي' اس کيليے اس سے بهي زياده حرارت درکار تهي - چنانچه جب فرعون کے تخت و تاج کے اولٹنے کا وقت آگيا تو آتشکده طور نے اپني حرارت کو اونکي دل کے کانون مقدس کے اندر مشتعل کرديا :

فلما قضى موسى الاجل و سار باهله آنس من جانب الطور نارا قال لاهله امكثوا اني آنست نارا لعلي آتيكم منها بخبر او جذوة من النار لعلكم تصطلون - فلما اتها نودي من شاطي الواد الايمن في البقعة المباركة من الشجرة ان يموسى اني انا الله رب العالمين (۲۹ : ۲۸)

جب موسى نے شعيب کي خدمت ميں اپنے درس و فکر کے دن پورے کرلیے اور اپنے اهل و عيال کو ليکر وهاں سے چلے' تو طور کے دامن ميں ايک آگ نظر آئي - اونهوں نے اپني بيوي سے کها : تم لوگ ٹهرو' ميں اوس آگ کا پته لگاؤں' يا آگ کا کوئي انگارا ساتهه لے آؤں تاکه تمهارے تاپنے کے کام آے - ليکن جب وه اوس آگ کے پاس پهونچے تو وادي ايمن کے کنارے سے ايک رباني صدا آئي : اے موسى' يه آگ نہيں هے جسکے ليے تم دوڑے هو' بلکه ميں هوں تمام دنيا کا پالنے والا !!

جنہوں نے انکے سر تمرد و طغیان کو چور چور کرکے ریزہ ریزہ کو پاش پاش کردیا :

كذبت ثمود و عاد بالقارعة فاما ثمود فاهلكوا بالطاغية و اما عاد فاهلكوا بريح صرصر عاتية ' سخرها عليهم سبع ليال و ثمنية ايام حسوما فترى القوم فيها صرعى كانهم اعجاز نخل خاوية ' فهل ترى لهم من باقية ؟ (٥ : ٦٩)

ثمود و عاد نے دہلا دینے والی چیز یعنی قیامت کا انکار کیا جو خدا کی عدالت کا دن تھا ۔ پس ... دنیا ہی میں اس کا نمونہ دکھا دیا ' ثمود کی قوم زلزلہ سے تباہ کردی گئی ' اور عاد پر آندھی کا طوفان آیا جو متصل سات رات اور آٹھہ دن تک قائم رہا ۔ وہ لوگ اوس میں ٹوٹے ہوئے کھوکھلے درختوں کی طرح نظر آتے تھے ' وہ کہ اپنی آبادیوں اور عمارتوں پر ناز کرتے تھے اور ظلم و فساد کے غرور میں عذاب الہی سے غافل تھے ' آج زمین پر انکی ایک یادگار بھی نہیں دکھائی جاسکتی !

ایک مدت تک اسی نظام عدل اور اصول فطرت کی بنا پر دنیا میں قومیں بگڑتی رہیں ۔ جب تک دنیا میں کوئی قوم یا کوئی سلطنت عدل و انصاف کے قیام کے ذریعہ خود صالح رہی ' اور اپنے ساتھہ دوسروں کی بھی اصلاح کی ' اوسوقت تک وہ ہلاکت و بربادی سے محفوظ رہی :

وما كان ربك ليهلك القرى بظلم و اهلها مصلحون ۔ (٥ : ٦٩)

تمہارا پروردگار کسی آبادی کو اوسوقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ وہ اصلاح کی خدمت انجام دیتی ہے ۔

دنیا کی پادشاہت و سیاست صرف اصلاح کیلیے ہے ۔ " اصلاح " اور " افساد " کی تشریح ... نہیں لیکن ہم سورۂ انبیاء میں بار بار پڑھچکے ہو :

ان الارض يرثها عبادي الصلحون (٢٢ : ١٠٥)

زمین کے وارث صرف ہمارے صالح بندے ہوے اور ہوں گے ۔

لیکن بر خلاف اسکے جب کسی قوم نے عدل کو ظلم سے ' اور اصلاح کو افساد سے بدل دیا ' اور خدا کے بندوں کو خدا کی غلامی سے ہٹاکر اپنا غلام بنانا چاہا تو وہ دفعتہ ہلاک کردی گئی :

الم تر كيف فعل ربك بعاد ارم ذات العماد التي لم يخلق مثلها في البلاد و ثمود الذين جابوا الصخر بالواد و فرعون ذي الاوتاد الذين طغوا في البلاد فاكثروا فيها الفساد فصب عليهم ربك سوط عذاب (٥ : ٨٩)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہارے پروردگار نے عاد ارم کے ساتھہ کیا سلوک کیا ' جو ایسے قوی و متمدن تھے کہ دنیا میں ویسی قوی قوم اب تک پیدا نہیں ہوئی ؟ اور قوم ثمود جنہوں نے اپنے رہنے کیلیے پہاڑوں کو تراشکر گھر بنائے تھے ' اور فرعون جو اپنی شان و شوکت خسروی کیلیے خیمہ و خرگاہ رکھتا تھا ؟ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے انسانی آبادیوں میں فتنہ و ظلم کا بڑا سر اوٹھایا تھا ' اور عدل و اصلاح کی جگہ ان میں فساد پھیلا رکھا تھا ۔ پس ... الہی نے اپنے تازیانۂ عذاب کو حرکت دی اور ان سب کو نابود کردیا ۔

ان آیات کریمہ نے ظلم و عدوان اور تمرد و طغیان کے نتائج ہی کی تصریح نہیں کی بلکہ اسکے سر چشمۂ اصلی کی طرف اشارہ بھی کردیا ' یعنی قوت کا صحیح استعمال جس طرح دنیا کے نظام عدل و معیار انصاف کو قائم رکھہ سکتا ہے ' اوسی طرح اوسکا غلط استعمال اس شیرازہ کو درہم و برہم بھی کردیتا ہے ۔

(عذاب الہی کا پہلا دور)

لیکن ہوائے نفسانی قوت کا مرکز ثقل اکثر بدل دیتی ہے ' اور جب تک کوئی روحانی طاقت ان اغراض فاسدہ کی مقاومت نہیں کرتی ' قوت ہمیشہ گمراہ رہتی ہے ۔ ... ان قوموں نے دنیا میں ظلم و عدوان کی ... اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ انکے ضمیر کا احساس ... ملک رکھتے تھے ' دولت و ثروت ... جسمانی سے پہاڑوں کو ... زمین صالح تھی ۔ اوس نے نیکی ... جیسے ... دیا تھا ' اور عدل و انصاف کا ... ایک ... سکتا تھا ۔ اگر یہ قومیں زمین ... پر آمادہ ہوتیں تو وہ بھی اونکو صالح قوم کا خطاب دیتی ' ... قدموں کے نیچے ڈالدیتی ' لیکن انہوں نے زمین کو اپنی اہوائے فاسدہ کا مرغزار بنایا ' اور اوس میں گل و ریحان کے بجائے کانٹے بوئے ' اسلیے جو چیزیں نیکی کے بیج کی زراعت و نشو و نما کرسکتی تھیں ' وہی اون کیلیے عذاب الہی بن گئیں ۔ ثمود کو خود زمین ہی نے پیس دیا ' عاد کی ... اور فرعون کو خود دریائے ... خداوند تعالی نے قرآن حکیم کی دوسری آیتوں میں اس اصول کو نہایت وضاحت کے ساتھہ بیان فرمایا ہے :

فاما من طغى و آثر الحيوة الدنيا فان الجحيم هي الماوى ۔ واما من خاف مقام ربه و نهى النفس عن الهوى فان الجنة هي الماوى (٧٩ : ٣٧)

لیکن جو شخص سرکش ہوا اور دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی تو اوسکا ٹھکانا صرف جہنم ہے ' لیکن جو شخص خدا سے ڈرا ' اور اپنے دل کو اون نفسانی خواہشوں سے روکا جو ظلم و تمرد اور طغیان و فساد کی طرف لیجاتی ہیں تو اوسکا ٹھکانا جنت ہے ۔

(عذاب الہی کا دوسرا دور)

لیکن دنیا کی ترقی کے ساتھہ قوانین فطرت نے بھی ترقی کی ہے اور اس ترقی کی حرکت نہایت عجیب و غریب ہے ۔ دنیا کی ہر چیز ترقی کرتی ہے تو بڑھتی ہے ' ابھرتی ہے ' پھیلتی ہے ' لیکن قوانین فطرت کی نشو و نما بالکل اسکے بر عکس ہوئی ۔ اونہوں نے ترقی کی تو سکڑنا شروع کیا ' اور سمٹ کر انسان کے گرد جمع ہو گئے ۔ وہ پہلے خاک کے ذرات میں ملے ہوے تھے ' ہوا کے ... میں بکھرے ہوے تھے ' پانی کی موجوں کے ساتھہ بہتے ہوے تھے ' اسلیے جب کوئی قوم نظام عدل کی خلاف ورزی کرتی تھی تو خاک کے تودوں ' ہوا کے جھونکوں ' اور دریا کی لہروں کے اندر ہیجان پیدا ہوتا تھا ' اور وہ زمین کی زلزلہ انگیزیوں ... قیامت خیز تموج ' اور سمندر کی طوفانی لہروں کی صورت میں نمود کرکے پیس ڈالتے تھے ' اوڑا لیجاتے تھے ' بہا کر ... عدم تک پہونچا دیتے تھے ۔ لیکن اب اونہوں نے صرف انسان ہی کے دل و دماغ کو اپنا نشیمن بنایا کہ وہ تمام مظاہر فطرت کا مجموعہ تھا ' پس اب اون تمام ذمہ داریوں اور اون تمام فرائض کا بوجھہ صرف انسان ہی کے سر پر آگیا ' جس کو آسمان و زمین نے ... اپنے کندھے سے پھینک دیا تھا :

انا عرضنا الامانة على السموات والارض والجبال فابين ان يحملنها واشفقن منها و حملها الانسان انه كان ظلوما جهولا (٣٣ : ٧٢)

ہم نے اپنی امانت کو آسمان ' زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا ' ... سب نے اوسکے اوٹھانے سے انکار کیا ' اور اوس سے ڈر گئے ۔ لیکن انسان آگے بڑھا اور اس بوجھہ کو اوٹھا لیا ۔ بلا شبہ ایسا کرکے اس نے اپنے اوپر ظلم کیا اور بڑی ہی نادانستگی کی ۔

انبیاء کرام کا ظہور اسی ترقی کی مکمل صورت تھی ' لیکن آثار فطرت سے انسانی قوت نے جو بے راہ روی اختیار کی تھی ' اب وہ اسے

اسکے معنی ہیں " دفع الحق " کے ' یعنے کسی ایسی چیز کو دیدینا جو لینے والے کا حق تھا ' تم نے اپنے پاس سے اسے نہیں دیا - یہی وجہ ہے کہ اداء خراج ' اداء جزیہ ' اداء امانت ' عربی میں بکثرت آتا ہے - خراج اور جزیہ حکومت کا حق ہے - امانت رکھنے والے کی چیز ہے - اسے واپس دینا ' اسکے حق کو ادا کرنا ہے - پس حضرۃ موسی نے " ادوا " فرمایا یعنے ایک ایسی چیز مانگی جو فرعون کی ملکیت نہ تھی ' حضرۃ موسی کا حق تھا - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رعایا کسی قوم کے ظلم و ستم کا دختۂ مشق نہیں بنائی گئی ہے ' اگر خدا نے کسی گروہ کو کسی شخص کے ہاتھہ میں دیدیا ہے تو اوسکا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ اوس سے آلہ بے جان کی طرح کام لے اور اپنا غلام بنالے ' اگر ایک قوم کسی ضعیف فرقہ کی قسمت کی مالک ہوگئی ہے ' تو وہ اپنا و اپنے اغراض ذاتی و قومی کا ذریعہ نہیں بنا سکتی - رعایا صرف ایک امانت الہی ہے ' اور جب کوئی قوم اس امانت میں خیانت کرتی ہے تو خدا اوسکو واپس لیکر اپنے دوسرے امانت دار بندوں کے حوالے کردیتا ہے -

پھر اونہوں نے بنو اسرائیل کو " عباد اللہ " کے لفظ سے تعبیر کیا ' جس میں یہ اشارہ تھا کہ رعایا بادشاہوں کی محکوم ہوکر اونکی غلام نہیں بن جاتی ' بلکہ اوسکے گلے میں غلامی کا صرف ایک ہی حلقہ ڈالا گیا ہے ' اور وہ حلقہ صرف خدا کی عبودیت کا ہے - وہ " عباد اللہ " ہیں - " عباد السلاطین " نہیں ہیں - انکو خدا کی بندگی کیلیے پیدا کیا گیا ہے - انسانوں کے تخت غرور کے آگے جھکنے کیلیے نہیں بنایا گیا - پھر اونہوں نے اپنا تعارف " رسول امین " کے لقب سے کرایا ' جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ فرعون نے امانت الہی میں خیانت کی ' اسلیے خدا اب اپنی امانت کو ایک دوسرے امین بندے کے سپرد کرنا چاہتا ہے -

خدا نے اپنے صالح بندوں کو جہاں کہیں تاج و تخت کی بشارت عظیمہ دی ہے ' اوس سے حکومت کرنے کی صلاحیت ہی مراد ہے ' اور دنیا کی جس سلطنت نے سیاست کے اس اصول زریں کو پامال کردیا ' وہ دفعتاً برباد ہوگئی - دنیا کے جبابرہ میں فرعون نے سب سے زیادہ بیدردی کے ساتھہ اس اصول کو پامال کیا تھا ' وہ بنو اسرائیل کو نہ صرف غلام بلکہ اپنی جائداد غیر منقولہ سمجھتا تھا ' اور اونکے واپس کرنے پر کسی طرح راضی نہیں ہوتا تھا ' اسلیے حضرۃ موسی نے جبراً اونکو چھین لینا چاہا کہ جبر کا علاج صرف جبر ہی سے ہوسکتا ہے - خدا تعالی نے حکم دیا :

فاسر بعبادی لیلا انکم	میرے بندوں کو لیکر راتوں رات نکل
متبعون (۴۴ : ۲۲)	جاؤ ' تمہارا تعاقب کیا جائیگا -

(عذاب الہی کا ظہور)

حضرت موسی علیہ السلام اس امانت الہی کو لیکر نکلے تو حسب اطلاع الہی فرعون نے ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھہ انکا تعاقب کیا - اب اگرچہ اس قسم کے سرکشوں کی سزا کیلیے خدا نے خود انسان ہی کو مسلط کردیا تھا ' اور دوسری فطری مخلوقات نے اپنا یہ منصب انسان ہی کو دیدیا تھا ' تاہم فرعون کی ہلاکت و بربادی میں سب نے کچھہ نہ کچھہ حصہ لیا - دریاے احمر کی موجیں اونکو نگل گئیں ' خوش فضا باغوں نے اونکا ساتھہ چھوڑدیا ' زمین سے اوبلنے والے چشمے اون سے علحدہ ہوگئے ' لہلہاتی ہوئی کھیتیاں اون سے روٹھہ گئیں ' اور آسمان و زمین تک کو اون پر رحم نہ آیا :

واترک البحر رھوا انہم	ہم نے موسی کو حکم دیا کہ دریا کو
جند مغرقون - کم ترکوا	ساکن چھوڑدو اور نکل جاؤ - فرعون
من جنت و عیون	اپنے لشکر سمیت اوسمیں ڈوب جائیگا '
و زروع و مقام کریم	چنانچہ حکم الہی پورا ہوا ' اور وہ سب
و نعمۃ کانوا فیہا فکہین	کے سب دریا کی لہروں میں نابود

کذلک و اورثنہا قوما	ہوگئے - پھر دیکھو کہ یہ کون لوگ تھے ؟
آخرین ' فما بکت علیہم	انکی کیسی شان و شوکت تھی ؟ کیسا
السماء والارض و ما کانوا	جاہ و جلال تھا ؟ کیسا گھمنڈ اور کیسی
منظرین (۴۴ : ۲۳)	شرارتوں سے بھری ہوئی صدائیں تھیں ؟

لیکن بالآخر خدا کے عذاب سے کوئی طاقت انہیں نہ بچاسکی - کسقدر سرسبز باغ ' کیسی کیسی دلفریب نہریں ' شاداب و پرثمر زراعت گاہیں ' عالیشان و پرتکلف عمارتیں ' عیش و نشاط کی نعمتیں ' غرضکہ وہ سب کچھہ جو دنیوی جاہ و جلال میں سے انکے پاس تھا اور جنکے اندر وہ بیفکری کے مزے اوڑا رہے تھے ' اپنے بعد چھوڑ گئے ' اور ہم نے دوسری قوموں کو انکا وارث بنایا جو ان پر قابض ہوگئیں ' اور باوجود اس درد انگیز انقلاب کے نہ تو آسمان ہی انپر رویا اور نہ زمین ہی نے آنسو بہاے ' اور نہ انکو اپنی حالت کے اصلاح کی مہلت دیگئی - کیونکہ مہلت پوری ہوگئی تھی ' اور آسمان و زمین کا خداوند جب ناراض ہو جاے تو پھر تمام کائنات ہستی میں کون ہے جو ان بدبختوں سے راضی ہوسکتا ہے ؟

(سیاست حقہ کا آخری ظہور)

قوت اگرچہ سیاست کا جزو لازمی ہے ' لیکن اوس میں رحم و تلطف اور رفق و ملاطفت کی بھی آمیزش کی جا سکتی ہے ' چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام کو خدا نے جب فرعون کے پاس بھیجا ' تو سب سے پہلے اسی پیغمبرانہ اخلاق کے اظہار کی تلقین کی :

اذہبا الی فرعون انہ	اے موسی تم اور ہارون فرعون کے
طغی فقولا لہ قولا	پاس جاؤ کیونکہ وہ سرکش ہوگیا ہے '
لینا لعلہ یتذکر	اور اوسکے ساتھہ نرمی سے
او یخشی (۲۰ : ۴۶)	گفتگو کرنا - شاید وہ عبرت حاصل

کرے ' یا اوسکے دل میں خوف خدا پیدا ہو جاے -

(اخلاق اور سیاست)

لیکن فرعون کے جبر و استبداد ' غرور و عناد ' اور حکومت ابلیسی کے گھمنڈ نے اوسکو حضرت موسی علیہ السلام کے دریاے لطف کے ایک قطرے سے بھی تشنہ لب رکھا ' اور دریاے احمر کی لہروں میں اونکی معجزانہ قوت نے نہایت عبرت ناک طور پر بحر عدم کے ساحل تک پہونچا دیا - تاہم الہی سیاست فطرتاً رحم کے ساتھہ ہم آغوش رہنا چاہتی تھی - فرعون کو اوسکے تمرد نے اگرچہ اس تلطف آمیز سیاست سے فائدہ اوٹھانے کا موقع نہیں دیا ' لیکن جب دنیا کے ساتھہ تمدن نے اور زیادہ ترقی کی ' تو اخلاق و سیاست کی تصویریں ایک مرقع میں نظر آگئیں - اسلام اسی اخلاق و سیاست کا مجموعہ ہے -

لیکن ہر اجتماع و ترکیب سے پہلے اسکے متفرق اجزاء کا الگ الگ ہونا ضروری ہے ' اور ہر اعتدال کیلیے افراط و تفریط کا وجود لازمی ہے ' سیاست کا ایک جزو یعنی قوت کو تو حضرت موسی علیہ السلام نے پیدا کردیا تھا ' اور اوس کی آخری نمایش دریاے احمر میں ہوچکی تھی لیکن دوسرا جزو یعنی اخلاق اب تک معدوم تھا - حضرت عیسی علیہ السلام نے اوسکو بھی پیدا کردیا ' اور اوسکے حریف یعنی سیاست و قوت کی رگ گردن کاٹ ڈالی یہود ٹھوس پتھر کی طرح سخت تھے ' لیکن حضرۃ مسیح نے اپنی معجزانہ آتش بیانیوں سے اونکو اس قدر گداز کردیا کہ وہ ایک سیال مادہ بن گئے ' جو ہر قوت کے سامنے جھک جاتا تھا ' لچک جاتا تھا ' دب جاتا تھا !

اگر کوئی شخص اونکے گال پر ایک طمانچہ مارتا تھا تو انہوں نے کہا کہ وہ اپنا دوسرا گال بھی اوسکے سامنے پیش کردینگے ' اگر کوئی شخص ایک میل اون کو بیگار لیجانا چاہتا تھا تو وہ دو میل تک اوسکا بوجھہ پہونچادیتے تھے - اظہار قوت کا سب سے بڑا ذریعہ حکومت ہے لیکن اونہوں نے دنیوی حکومت کیلیے کچھہ نہ چاہا ' اور صرف خدا کے غریب بندوں ہی کو آسمانی حکومت کی بشارت دی آیت

صرف کیا کرتے تھے - متبعین اسلام کو کفار مکہ کی سفیہانہ آویزشوں پر صبر و تحمل کا جو حکم دیا گیا تھا ' وہ نہ تو کسی قسم کی کمزوری پر مبنی تھا ' اور نہ اوس سے اخلاق مسیحی کی تکمیل مقصود تھی ' بلکہ سیاسی مصالح کی بنا پر اوس کے ذریعہ قوت کے خزانے کو ایک اجتماع عظیم اور مقصد وحید کیلیے جمع کرنا اور محفوظ رکھنا مقصود تھا - چنانچہ جب اس سیاست الہی کے اظہار کا وقت آگیا ' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ :

یا ایها النبي جاهد الکفـــار و المنفقین وا غلظ علیهـــم (۹ : ۷۳)

اے پیغمبر کفار اور منافقین سے جہاد کرو ' اور اونکے ساتھہ پوری سختی سے پیش آو -

تو قوت کا یہ سرچشمہ دفعتاً اوبل پڑا ' اور وہی فقیر و مظلوم مسلمان جنھوں نے سالہا سال تک دشمنان حق کے مظالم خاموشی کے ساتھہ سہے تھے ' اس جوش و قوت کے ساتھہ سر فروشی کیلیے طیار ہوگئے کہ آگ کے شعلے ' سمندر کی موجیں ' پہاڑوں کی چوٹیاں ' تیروں کی بارش بھی انکے سیلاب کو نہ روک سکی :

ان رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم شاور حین بلغه اقبال ابي سفیان ' فقـــام سعد بن عبادہ فقال ایانا ترید یا رسول اللہ والذي نفسي بیـــدہ لو امرتنـــا ان نخیضها البحر لاخضناها ولو امرتنا ان نضرب اکبادهـــا الی برک الغماد لفعلنا (مسلم ج - ۲ - ص - ۸۴)

آنحضرت کو جب معلوم ہوا کہ ابو سفیان نے بدر کی طرف پیش قدمی کی ہے تو آپنے صحابہ سے مشورہ کیا ' انصار میں سے سعد بن عبادہ اوٹھے اور کہا : کیا آپ کا روی سخن ہماری طرف ہے ؟ اوس ذات کی قسم جس کے ہاتھہ میں ہماری جان ہے ' اگر آپ فرمائیں تو ہم دریا میں گھس پڑیں ' اور اپنے سینوں کو تلواروں کی میان سے ٹکرادیں -

لیکن یہ سیلاب ایک معتدل قوم کے دل سے اومنڈا تھا ' اسلیے وہ دریاے احمر کی موجوں کی طرح ہر جسم کے نگلنے کیلیے اندھا دھند تیار نہ تھا ' بلکہ اسکا حال بالکل مختلف تھا - جو تنکا اوس کی سطح پر جسقدر جنبش پیدا کرتا تھا ' اوتنی قدر مساوی و ہم وزن طاقت کے ساتھہ وہ اوسے تھپیڑے بھی لگاتا تھا :

فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم و اتقو اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین (۲ : ۱۹۰)

جو شخص تم پر ظلم کرے ' تم بھی اوسپر اوسی قدر ظلم کرو جس قدر اوس نے تم پر کیا ہے ' اس سے آگے بڑھنے میں خدا سے ڈرو اور یقین رکھو کہ خدا صرف پرہیز گاروں کے ساتھہ ہے -

سیاست و اخلاق کے جو اجزاء شریعت موسوی و عیسوی میں الگ الگ بکھرے ہوے پڑے تھے ' اسلام نے اون میں باہم ترکیب دیدی ' اور رحمت اور فیاضی سے سیاست پر اخلاق کے جزء کو غالب کردیا - لیکن مضمون بہت طویل ہوگیا ہے اور ہم اس بحث کو نہیں چھیڑنا چاہتے - یہ ایک مستقل عنوان ہے ' اور اللہ تعالی درس و بیان معارف اسلامیہ کی ہم سب کو توفیق عطا فرماے -

بہرحال صفوۃ القول یہ کہ اسلام جسطرح اخلاق و عقائد اور عادات و خصائل کا مکمل مجموعہ ہے ' اوسی طرح سیاسیات میں بھی وہ ایک کامل ترین مذہب ہے - اور سیاست صحیحہ اور دین الہی دو الگ الگ حقیقتیں نہیں ہیں ' بلکہ دین حق کا اہم ترین مقصد سیاسی حقہ کا قیام ہی ہے - اس حقیقت کو صرف وہی سمجھہ سکتا ہے جسنے قرآن حکیم کو پڑھا ہے ' مگر قرآن کے پڑھنے والے زیادہ نہیں ہیں -

یہی وجہ ہے کہ جب عقائد و عبادات کے تمام ارکان قائم ہوگئے تو اونکے ساتھہ اوسکے سرچشمۂ سیاست یعنی حکومت کی بھی تکمیل ہوگئی ' اور دنیا کو اوسکی تکمیل کا مژدہ سنا دیا گیا : الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتي و رضیت لکم الاسلام دینا -

بصائر و حکم

جنـگ اور مطالعۂ علم النفس

(۲)

(سپـاہیوں کی روایت)

واقعات جنگ کے متعلق نامہ نگاروں سے زیادہ قابل اعتبار شہادت خود فوجی سپاہیوں کی خیال کی جاتی ہے - لیکن اوسکی حقیقت بھی سراب سے زیادہ نہیں - چنانچہ ذیل کی مثال سے اسکی تشریح ہوسکتی ہے جو پیرس کے ایک اخبار میں شائع ہوئی تھی اور ہم اے موسیو لیبان کی زبانی نقل کرتے ہیں :

"دریا میں طوفان آیا اور تند ہوا کے جھونکوں نے ایک اسٹیمر کو جنگی جہاز سے دور پھینکدیا - طوفان اور برق و باد کے تھمنے کے بعد جہاز اوسکی تلاش میں روانہ ہوا - دن کا وقت تھا ' سورج نہایت تیزی کے ساتھہ چمک رہا تھا ' مطلع بالکل صاف تھا - ایک شخص نے ایک ڈوبتے ہوے اسٹیمر کی طرف اشارہ کیا ' تمام لوگوں کی نگاہیں اوسکی طرف اوٹھہ گئیں - ہر سپاہی نے دیکھا کہ ایک اسٹیمر ھچکولا کہا رہا ہے ' اور اوسپر ڈوبنے کی خبر دینے والی جھنڈیاں لہرا رہی ہیں - کپتان نے فوراً ایک کشتی بھیجی کہ اوسکو بچاے - کشتی نہایت سرعت سے آگے بڑھی - جو لوگ اس کشتی میں تھے ' وہ جوں جوں ڈوبنے والے اسٹیمر سے قریب ہوتے جاتے تھے ' اونکو مصیبت زدہ لوگوں کا ایک غول نظر آتا جا تھا ' وہ ڈوبتے تھے ' اوچھلتے تھے ' ہاتھہ پاؤں مارتے تھے ' شور و شغب کرتے تھے - لیکن جب کشتی قریب پہونچی تو معلوم ہوا کہ یہ سب وہم کی کرشمہ سازیاں تھیں ' نہ اسٹیمر تھا ' نہ ڈوبنے والے آدمی - ساحل کے قریب چند سرسبز درختوں کی ٹہنیاں کاٹ کے دریا میں ڈال دی گئی تھیں ' جنکو ہوا کے جھونکے حرکت دیتے تھے ' وہی ٹہنیاں اسٹیمر ' جھنڈیاں ' ڈوبنے والے آدمیوں کا غول ' غرضکہ سب کچھہ بنگئی تھیں " ! !

اس مثال سے ثابت ہوتا ہے کہ فوج کے مشاہدات میں وہم کی قوت اختراعی کسطرح عمل کرتی ہے ' اور سریان خیال اوس وہم پرستی کو کیونکر عام کردیتا ہے -

فوج کے سپاہیوں سے زیادہ خود سپہ سالاروں کی شہادت وقیع ہوتی ہے - لیکن اون کی رپورٹیں عموماً سپاہیوں کے بیان سے مرتب کی جاتی ہیں ' اور سپاہیوں کی شہادت کی جو وقعت ہے اوسکا آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں - یہ رپورٹ جب کسی محکمہ کے سامنے پیش ہوتی ہے تو وہ اوسکو بدل دیتا ہے ' اور جدید رپورٹ مرتب کرتا ہے - یہ رپورٹیں فوجی افسر اعلی کی خدمت میں پیش ہوتی ہیں ' وہ ان سب کو بدلکر ایک نئی رپورٹ لکھتا ہے ' اس حک و محو اور تغلیط و ترمیم میں اصل حقیقت بالکل گم ہو جاتی ہے -

پس ہم جنگ کے متعلق یقینی طور پر صرف اتنا جان سکتے ہیں کہ کس نے فتح پائی اور کسنے شکست کھائی - اسکا علم بھی آخر میں ہو سکتا ہے ' اور صرف اسی کا انتظار کرنا چاہیے -

(جنـگ اور تمدن)

مصائب جنگ میں تمدن کی بربادی سب سے بڑی مصیبت ہے ' ہم مال و دولت کی بربادی کی تلافی کرسکتے ہیں ' مقتولین جنگ

کي نمائش کیلیے جنـگ ناگزیر ہے ' لیکن اونہوں نے کہا کہ اپنے دشمنوں کو بھي پیار کرو - غرض حضرت موسی علیہ السلام کے زمانے میں قوت جس درجہ افراط تـک پہونچ گئي تھي ' ٹھیک اوسی کے مقابل حضرۃ مسیح نے اوسکو درجہ تفریط تک پہونچا دیا - ان دونوں اپنے اپنے وقتوں میں دونوں چیزیں صحیح اور عین اعتدال تھیں -

(امــة وسطـــا)

اس بنا پر اعتدال کلي و دائمي کیلیے جس قسم کے ایک ایک افراط و تفریط کي ضرورت تھي ' اب وہ پوري ہو چکي ' اور مراتب ارتقاء جس جامع و مکمل مذہب کو ڈھونڈھ رہے تھے ' اوسکے ظہور کا وقت آگیا - پس وحی الہي نے اوس معتدل امت کے پیدا ہونے کي بشارت دنیا کو سنا دي :

وکذالک جعلنـا کم امة وسطا لتکونوا شهداء علی النـاس و یکون الـرسول علیکم شهیدا (٢ : ١٣٧)

اسی طرح ہم نے تمکو ایک عدل و توسط کی قوم بنایا ' تاکہ تمام دنیا کیلیے نمونہ بنو ' اور پیغمبر تمہارے لیے نمونہ ہو -

داعی مذہب اسلام نے اس " امۃ وسطا " کیلیے ایک اعلی نمونہ قائم کردیا - حضرت موسی علیہ السلام کو چونکہ ایک سخت طاقتور بادشاہ اور سخت جابر قوم کا مقابلہ کرنا تھا ' اسلیے خدا نے اونکو مطرناً پر جــلال بنایا تھا - اسي بنا پر فرعون کے سامنے نرم کلامي کي تلقین کرنا پڑي ' لیکن پیغمبر اسلام خود ہي فطرتاً رحم و شفقت ' کرم و رافت ' عفو و درگذر کا خلق عظیم تھا :

فبما رحمة من الله لنت لهم و لو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضـــوا من حـولـك (٣ : ١٥٣)

یہ اللہ کي رحمت ہے کہ تم اونکے لیے فطرتاً نرم خو پیدا کیے گئے ' اور اگر تم سخت و سنگدل ہوتے تو لوگ تمہارے گرد جمع ہي نہ ہوتے اور بھاگ جاتے -

حضرت موسی علیہ السلام سے اپني قوم کي ذلت برداشت نہ ہوسکي ' اور وہ چند دنوں کے بعد اسکو لیکر چلے گئے - لیکن پیغمبر اسلام نے کامل ١٣ برس تک اپني قوم کي ہدایت یاب ہونے کا انتظار کیا ' طرح طرح کي تکلیفیں برداشت کیں ' اور اپنے متبعین کو مختلف قسم کے جسماني مصائب میں مبتلا دیکھا ' با اینہمہ خدا نے اونکو صبر و سکون کا اعلی ترین معیار بتلادیا تھا :

و اصبر نفسك مع الذین یدعـون ربهـم بـالغـدوة و العشي یریدون وجهه و لا تعد عینـك عنهـــم (١٨ : ٢٧)

اون لوگوں کے ساتھہ رہکر صبر کرو جو صبح و شام اپنے خـدا کي پکار میں سرگرم رہتے ہیں ' اور صرف خدا کي مرضي تلاش کرتے ہیں ' اپني نگاہ اون سے نہ پھیرو -

کفر زار مکہ کي ایک ایک کنکري اگرچہ اوسکے متبعین کو ٹھوکر لگانا چاہتے تھي ' لیکن اون لوگوں نے داعي اسلام کے اسوۂ حسنہ کي اس عدیم النظیر طاقت کے ساتھہ تقلید کي کہ ایک تنکے کو بھي نگاہ گرم سے نہ دیکھا ' بلکہ بعض موقعوں پر تو وہ کیا کہ اخلاق مسیحي اسکے آگے ہیچ ہے :

و عباد الـــرحمن الذین یمشون علی الارض هونا و اذا خـاطبهم الجهلون قالوا سلاما (٢٥ : ٦٤)

اور خـدا کے وہ بنـدے جو زمین پـر آہستہ آہستہ چلتے ہیں - اور جب جہلا اونکو نامعقول طریقے سے مخاطب کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ تم سلامت رہو - ہمیں اپني راہ چلنے دو !

لیکن اسي ضعف میں اونکي قوت کا راز بھي چھپا ہوا تھا - دنیا میں ایک ہي اصول متضاد نتائج پیدا کرتا ہے - کبھي تو قوت دبکر بالکل فنا ہوجاتي ہے ' اور کبھي وہ جسقدر دبائي جاتي ہے اوسیقدر اوبھرتي بھي ہے ' اور آہستہ آہستہ اپنے بکھرے ہوے اجزاء کو جمع کرلیتي ہے - پاني کي سوتیں بعض اوقات تو خاک پتھر کے اندر دب کر بالکل خشک ہوجاتي ہیں ' لیکن کبھي اندر ہي اندر مخافذ پیدا کرکے زمین کے اندروني حصے میں اپنا جال پھیلا دیتي ہیں ' اور ایک دن چشمہ کی صورت میں اوبل پڑتي ہیں - یہ کوئي تعجب انگیز بات نہیں - قوت کی موت اور اوسکي زندگي درحقیقت تدبیر ہي پر موقوف ہے - حضرت عیسی علیہ السلام چونکہ یہود کی شقاوت کو توڑنا چاہتے تھے اسلیے اونہوں نے اپنا ایک خاص مظلومانہ نمونہ قائم کیا ' لیکن پیغمبر اسلام مسلمانوں کو ایک طاقتور قوم و عزیز ترین ہستي بنانا چاہتا تھا - وہ آسمان کی بادشاہت غریبوں اور مسکینوں کو نہیں دیتا تھا بلکہ دنیا کی بادشاہت کي بشارت سے مسکینوں کو صاحب تاج و تخت بنانا چاہتا تھا ' اسلیے اسنے ابتدا ہی سے اون کو عزم و استقلال کی تعلیم دي - اور ایک بلند تر مقصد پیش نظر رکھنا سکھایا - چنانچہ اوس مظلومي کے زمانے میں جب کہ ارض مکہ کی ایک ایک کنکري مسلمانوں کو ٹھوکر لگاتي تھي اور دنیوي عیش و نعم کے تمام دروازے اونپر بند ہوگئے تھے ' آپ نے خدا کی نصرت سے مطمئن ہوکر بشارت دی کہ آج ظلم و جبر کے دعوں کو اٹھا لو ' کل تم دیکھوگے کہ دنیا تمہارا سجدہ کرتي ہوگي :

شکونا الی رسول الـلـه صلی الله علیه و سلم قلنا له الا تستنصر لنا الا تدعو الله لنا ؟ قال کان رجل فیمن قبلکم یحفر له في الارض فیجعل فیه فیجاء بالمنـشار فیوضع علی راسه فیشق باثنتین و ما یصده ذلك عن دینه و یمشط بـــامشـاط الحدیـــد ما دون لحمه من عظم او عصب و ما یصده ذلـك عن دینه والله لیتمن هذا الامر حتی یسیر الراکب من صنعاء الی حضرموت لا یخاف الا الله - (بخاري جزء ٤ - ص - ٢٠١)

صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت سے اپنے مصائب کی شکایت کی ' اور کہا کہ آپ ہمارے لیے خدا سے مدد نہیں مانگتے اور اوسکي درگاہ میں دعا نہیں کرتے ؟ آپ نے فرمایا کہ گذشتہ قوموں میں ایسے راسخ العزم لوگ تھے کہ زمین میں گڑھے کھود کر انہیں ڈال دیا جاتا تھا ' پھر آرے سے اونکے دو ٹکڑے کردیے جاتے تھے اور لوہے کي کنگھیاں اونکے بدن پر چلائي جاتي تھیں جو اونکي رگوں کو ہڈیوں تک سے الگ کردیتي تھیں - تاہم یہ آزمائشیں بھي اونکو سچائي سے نہیں ہٹا سکتي تھیں - خدا کي قسم دین اسلام اسقدر کامل اور غالب ہوگا کہ ایک سوار یمن سے حضرموت تک اسطرح بے خوف و خطر چلا جائیگا کہ خدا کے سوا اوسکو کسي چیز کا ڈر نہوگا -

دنیا کے خزائن و دفائن میں قوت کا خزانہ سب سے زیادہ قیمتي اور مستحق حفاظت ہے - اسلیے اوسکو ہر وقت اور ہر جگہہ آساني کے ساتھہ صرف نہیں کیا جاسکتا - ہر چیز اجزاء کي تقسیم سے فنا ہوجاتي ہے ' اور کوئي عظیم الشان نتیجہ پیــدا نہیں کــرسکتي - عرب جاهلیۃ سے زیادہ فیاضي کے ساتھہ کسي قوم نے جنگي قوت کو خــرچ نــہ کیا ہوگا - لیکن انتشار و پراگندگي کے سوا اس سے کوئي نتیجہ حاصل نہ ہوا :

لا یقاتلونکم جمیعاً الا في قری محصنة او مـــن وراء جدر باسهم بینهم شدید ' تحسبهم جمیعــا و قلوبهم شتی ذلك بانهم قوم لا یعقلون

وہ متفق ہوکر تم سے نہیں لڑ سکتے ' صرف قلعہ بند گانوں میں یا کسي دیوار کي آڑ میں چھپکر حملہ کرینگے - وہ باہم نہایت سخت جنگ کرتے تھے ' اسلئے تم اونکو ایک متحدہ جماعت سمجھتے ہو ' لیکن جماعت صرف اتفاق ہي سے پیدا ہوتي ہے اور اونکے دلـــوں میں اتـفاق کہاں ؟ وہ ایک نادان و بے عقل قوم ہے ' اتفاق و اجتماع قواء کے فواید نہیں سمجھتي -

لیکن تکمیل مذہب ' نشر امن و سلام ' اور عدل و انصاف کے قیام کا جو مقصد اسلام کے پیش نظر تھا ' وہ ایک متفقہ جماعت اور متحدہ قوت کا محتاج تھا ' اسلئے وہ اپني قوت کا خزانہ اوس طریق لیکن صرف کرسکتا تھا ' جس احمقانہ طریقے سے اہل عرب

آتشکدہ جنگ کی صورت میں نمایاں ہوگا - سلطنتیں اسی بنا پر ایک چھوٹی سی چھوٹی بات پر گرفت کرتی رہتی ہیں - صلیبی لڑائیاں ایک دن میں نہیں قائم ہوئیں ' عیسائی پادریوں نے ایک مدت تک مسلمانوں کی وحشت کی داستان سنا سنا کے تمام یورپ کو اس جنگ پر آمادہ کیا تھا - شورش فرانس سو برس کی آتش بیانیوں کا نتیجہ تھی - دولۃ عثمانیہ کا جمہوری انقلاب ایک مدت کی کوشش کا حاصل تھا - غدر سنہ ٥٧ - ایک زمانہ کی بدگمانیوں کی آخری شکل تھی -

حقیقت یہ ہے کہ جماعت کسی محکم عقیدے کی پابند نہیں ہوتی' اسلیے کوئی عقیدہ کتنا ہی صحیح و مستحکم ہو' مگر دفعتاً اسکے دماغ پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتا - البتہ وہ اسکو سنتی ہے اور اپنے دماغ میں محفوظ رکھتی ہے - یہ برق کا خزانہ نہیں ہوتا جس میں دفعتاً آگ لگ جاے ' البتہ جماعت پر خیالات عرضیہ نہایت قوی اثر ڈالتے ہیں - عقائد محکمہ ایک پہاڑ ہیں ' لیکن پہاڑ میں جنبش نہیں ہوتی' برخلاف اسکے عام اور وقتی افکار پانی کی ایک رو ہیں جو پہاڑوں کو بھی ہلا دیسکتی ہے - پانی کتنا ہی ٹیڑھا ترچھا ہوا کرے لیکن اوسکی قوت میں کوئی فرق نہ آئیگا - اسیطرح عام خیالات کتنے ہی متناقض اور ایک دوسرے سے لڑ رہے ہوں اور ادنیٰ درجہ کے ہوں' تاہم جماعت پر اونکا یکساں اثر پڑتا ہے - حامیان جنگ صلیبی نے التوحید فی التثلیث کی اوتنی ہی محافظت کی تھی' جسقدر مسلمانوں نے کلمہ توحید کی تھی - غدر سنہ ٥٧ ایک معمولی بات پر برپا ہوگیا تھا - شعبدہ گر مختلف رنگ کی ڈبیہ اپنے جھولی سے نکالتے ہیں ' اور جماعت سب کو یکساں دلچسپی سے دیکھتی ہے - وہ اون میں تلازم' تشابہ ' اتحاد ' مناسبت' ربط و توافق نہیں ڈھونڈھتی' اسی طرح وقتی اسباب سے جو عقائد و خیالات پیدا ہو جاتے ہیں ' جماعت اونہی کے بہاؤ پر چلتی ہے ' اور اون میں مناسبت نہیں ڈھونڈھتی - یہی وہ موقع ہے جہاں جماعت کے لیڈر کو دور اندیشی سے کام لینا چاہیے - اوس نے عقائد محکمہ کا جو بیج ایک مدت سے بویا تھا ' اوسکے کاٹنے کا وقت یہی ہے - اوسکو چاہیے کہ ان وقتی عوارض و اسباب سے کام لیکر قوم کے دماغ کو میدان جنگ کے ٹیلیفون سے دفعتاً ٹکرا دے - دنیا کی تمام لڑائیوں میں توپ اور گولے کے حملوں کا بڑے شوق سے نظارہ کیا جاتا ہے ' حالانکہ وہ ایک دماغی حملہ ہوتا ہے - کارتوس سپاہی کے پیٹی سے نہیں نکالے جاتے ' بلکہ اوسکے دماغ سے نکالے جاتے ہیں جس میں ایک مدت سے بھر دیے گئے تھے - یہی وجہ ہے کہ زمانہ جنگ میں دماغی انتشار کیوجہ سے اکثر ملکوں میں بغاوتیں ہو جاتی ہیں - اسی ڈر سے شکست کی خبروں کو چھپایا جاتا ہے ' فتح و ظفر کی جھوٹی خبریں اوڑائی جاتی ہیں - پس اگر ہمکو جنگ کی حقیقی مصیبتوں سے بچنا ہے ' تو زرہ اور خود سے زیادہ اپنے دماغ کو مضبوط کرنا چاہیے کہ ان خیالات عرضیہ کی کہیں ٹھوکر نہ کھا جاے -

(استــــدراک)

گذشتہ اشاعۃ میں بہ تحت " بصائر و حکم " جو مضمون " فلسفۂ اجتماع او ر جنگ " کے عنوان سے نکلا تھا ' اسی سلسلے کا یہ دوسرا نمبر ہے - لیکن چونکہ اپنے ربط و ترتیب بیان میں ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے ' اسلیے نئے عنوان سے درج کردیا گیا -

اس مضمون میں اور اس سے قبل کے تمام اون مضامین میں جو بصائر و حکم کے ذیل میں شائع ہوے ہیں' اور جہاں جہاں واقعات سے استدلال کیا گیا ہے ' وہ سب کے سب موسیو لیبان صاحب تمدن عرب و ھند کی ایک تصنیف سے ماخوذ ہیں ' جسکا ترجمہ سعد پاشا زغلول وزیر مصر نے " روح الاجتماع " کے نام سے شائع کیا ہے -

اُسوۂ حسنہ

اسوۂ محمدی صلی اللہ علیہ و سلم کا ایک صفحہ

اعمال نبوت بہ حیثیت محتسب

(احـــتساب)

احتساب ایک سنہری زنجیر ہے ' جس میں تمدن ' اخلاق ' مذہب ' اور معاشرت کے تمام جزئیات جکڑے ہوے ہیں - اگر اس کی بندشیں ڈھیلی پڑ جائیں ' تو دفعتاً نظام عالم کی ایک ایک کڑی درہم برہم ہو جاے - اسی غرض سے دنیا نے احتساب کو مختلف صورتوں میں قائم رکھا - خاندانوں اور کنبوں نے مختلف رسم و رواج اختیار کیے جنکی خلاف ورزی موجب ملامت بلکہ بعض اوقات قومی جرم خیال کی جاتی ہے - سلطنتوں نے قوانین بنائے جو انسان کو ایک خاص نظام کے ماتحت ہر قسم کی مادی ' اخلاقی ' اور مذہبی ترقی کرنے کا موقع دیتے ہیں - حکماء نے فلسفہ اخلاق ایجاد کیا ' جو اخلاقی قوانین کی پیروی پر جمعیۃ بشری کو مجبور کرتا ہے -

اگر یورپ کو اپنی تہذیب پر فخر ہے کہ وہ انسان کی ہر فرو گذاشت پر سختی کے ساتھہ گرفت کرتی ہے ' اگر روما کو اپنے اوپر ناز ہے کہ وہ دنیا کے قواے متضادہ کو اپنے مرکز سے ھٹنے نہیں دیتا - اگر یونان کو اپنے فلسفۂ اخلاق پر گھمنڈ ہے کہ وہ اخلاقی قواء کی تربیت کرتا ہے ' تو ہمکو اون کے بڑے بول سے مرعوب نہیں ہوجانا چاہیے - ہم رسم و رواج کے غلام نہیں ہیں کہ یورپ کے قوانین معاشرت پر فریفتہ ہو جائیں' ہم قانونی سختیوں کے برداشت کرنے کے خوگر نہیں ہیں کہ اپنے ہاتھہ کو ہر ھتکڑی کے حوالے کردیں - قیاسات عقلی ہماری غذاے روحانی نہیں ہے کہ یونانیوں کے طلسم میں پھنس جائیں' بلکہ ہمارے رگ او ر پٹھے ایک پاک مذہب کے سلسلے میں جکڑے ہوے ہیں' ہمارے گوشت و خون پر چمڑے کی جگہ مذہب کا غلاف چڑھا ہوا ہے' ہمارے قلب کو ایک غیر متزلزل مذہبی احساس حرکت دے رہا ہے ' پس ہمکو ہر دلفریب رسم و رواج ' ہر مرعوب کرنے والے قانون' اور ہر متحیر کردینے والے فلسفہ کو چھوڑ کر اپنی باگ صرف اسلام ہی کے ہاتھہ میں دیدینی چاہیے ' اور اسپر فخر کرنا چاہیے کہ :

رشتــــہ در گردنم افگنــــدہ دوست
میبرد ہر جا کہ خاطـــر خواہ اوست

مذہب کی قوت احتساب ان تمام چیزوں سے بالا تر ہے - یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے ہم پر آنحضرۃ (صلی اللہ علیہ و سلم) کا اتباع فرض کر کے ہمکو تمام دنیا کی مادی و اخلاقی غلامی سے آزاد کر دیا ہے :

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنـــــۃ -	یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں پیروی و اتباع کیلیے بہترین نمونہ رکھا گیا ہے -

اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا کہ تم رسول اللہ کی تقلید کرو کیونکہ ایک شخص کی تقلید کرنے سے دوسرے اشخاص کی تقلید کی نفی نہیں ہو جاتی - بلکہ یہ فرمایا کہ تمہاری تقلید صرف

کی یاد بھی بھلا دیسکتے ہیں، مجروحین کے زخموں سے بھی آنکھ بند کر لے سکتے ہیں، لیکن ہم تاریخ کو بھلا نہیں سکتے، وہ ہمیشہ ہمارے سامنے رہیگی، اور اگر ہمکو یہ یقین ہے کہ وہ ہمیشہ واقعات کو نہایت آب و رنگ کے ساتھہ ہمارے سامنے پیش کرتی ہے، اونپر کذب و مبالغہ کا رنگ چڑھا ہوا ہے، تو اسکی پھانس ہمارے دلوں کیلیے تلوار کی نوک سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوگی -

جنگ اگر جنگ ہے تو قتل اور تمام مصائب کے اس تاریخی غلطی کی مصیبت بھی اسکے لیے لازمی ہے - لیکن ایک جماعت نے تمدن و تہذیب کی چادر کے اندر ایک خوشنما خواب دیکھا ہے، اور وہ کہتی ہے کہ اسکی تعبیر ایک صلح عام کی صورت میں ظاہر ہوکر جنگ کے ساتھہ جنگ کے تمام مصائب کا بھی خاتمہ کردیگی - اگر یہ تعبیر صحیح ہے تو ہمکو اسکا خیر مقدم کرنا چاہیے - فلسفۂ تاریخ کا سنگ بنیاد کہا جاتا ہے کہ ابن خلدون نے رکھا ہے، لیکن اگر اس زمانہ میں جنگ کا ہمیشہ کیلیے خاتمہ ہوجاے، تو اوسکے حقیقی نتائج اب ظاہر ہونگے، اور دنیا کی صحیح تاریخ کا دور جدید بیسویں صدی سے از سر نو شروع ہوجائیگا -

لیکن ہم کبھی حالت خواب میں فریب تو نہیں کھاتے ؟

کیا تمدن جنگ کو مٹا سکتا ہے ؟

چند ظاہر بیں لوگ مایوسانہ جواب اس بنا پر دیتے ہیں کہ فن جنگ کی جدید ترتیب، مصارف قواے بحریہ و بریہ کی وسعت، آلات مہلکہ کی ایجادات نے تو اور زیادہ جنگ کے دسعت و بازو کو قوی کردیا ہے - پھر عالمگیر صلح کی تشکیل کیونکر ممکن ہے ؟ لیکن یہ تو کوئی مایوسی کی وجہ نہیں - بگاڑنا بنانے سے زیادہ آسان ہے۔ جس دولت نے بحر و بر میں یہ خزانہ لٹایا ہے، وہی اوسکو سمیٹ بھی سکتی ہے - جن دماغوں نے جدید فوجی نظام قائم کیا ہے، وہی اوسکو درہم برہم بھی کرسکتے ہیں، جن مشینوں نے مہلک آلات جنگ ڈھالے ہیں، وہی اونکو پھر خاک آلود لوہے کے قالب میں ڈھال بھی سکتے ہیں - یہ کام بہت آسان ہے، اور مادی طاقت اسکو بآسانی کرسکتی ہے -

لیکن اصلی بحث یہ ہے کہ کیا ہمارا دل بھی قساوت کے جذبات سے خالی ہوسکتا ہے ؟ فوجی بارکیں سپاہیوں سے خالی کردی جائیں، کارخانوں سے توپوں کے ڈھالنے کی مشینیں نکال دی جائیں، بارود کے مخازن سے بارود نکالکر گیہوں بھر دیا جاے، لیکن انسان کے دل و دماغ کے اندر جو کچھہ ہے، اسے کیونکر نکالکر پھینکدیں ؟

کیا تمدن رحمدلی پیدا کرتا ہے ؟ جذبات و تمدن میں کیا علاقہ ہے ؟ تمدن کا اصلی کام کیا ہے ؟

یہی سوالات جنگ و صلح کا فیصلہ کر سکتے ہیں، اگر علم و تہذیب کی برکت سے دنیا جنگ کو مٹانا چاہتی ہے تو یہ ایک دماغی جہاد ہے، اسلیے اسپر صرف عقلی حیثیت ہی سے بحث کرنی چاہیے - اس میدان میں زنگ آلود تلوار اور جوہر دار خنجر، دونوں بیکار ہیں - تمدن نظام عالم میں کسی قسم کی کمی نہیں کر سکتا - وہ ایک ذرہ کو بھی نہیں مٹا سکتا - اوس کا کام کسی جدید چیز کو پیدا کرنا نہیں ہے، بلکہ دنیا کے مواد کو مختلف قالب میں بدلدینا ہے -

دنیا پہلے زمین پر بیٹھہ کر کھاتی تھی، اب میز کرسی پر کھاتی ہے، پہلے ہمارے دسترخوان پر پتوں کے اندر کھانا چنا جاتا تھا، اب رنگین تشتریاں سامنے رکھی جاتی ہیں، پہلے ہم چلو سے پانی پیتے تے، اب گلاس میں پیتے ہیں - مادہ ایک ہے، لیکن مختلف قالبوں میں جلوہ گر ہورہا ہے - جنگ بھی دنیا کی ایک قدیم ذہنی و مادی طاقت ہے - تمدن اسکو مٹا نہیں سکتا، اوسکی شکل البتہ بدل

سکتا ہے - آج یورپ و ایشیاء کے بحر و بر میں جو طوفان خیز نظارہ نظر آتا ہے، وہ تمدن کی اسی ترقی یافتہ جنگ کی ایک مہیب شکل ہے - کہا جاتا ہے کہ تمدن اسکو مٹا دے گا، لیکن اگر وہ اس میں کامیاب ہوا تو وہ تمدن نہیں، بلکہ وقت ہے - اگر تمدن تمدن ہے تو اوسکا حقیقی فرض یہ ہے کہ وہ اسکو اور زیادہ ترقی دے، اور وہ اپنے فرض کو پوری مستعدی کے ساتھہ انجام دے رہا ہے، پس جنگ کو مٹانا بعینہ تمدن کو مٹانا ہے - تمدن جذبات کو بہت زیادہ لطیف و رقیق کردیتا ہے، وحشی قومیں گالی گلوچ کو معمولی بات سمجھتی تھیں، لیکن تمدن کے زمانے میں اسی پر لڑائیاں چھڑ جاتی ہیں - وحشی قومیں صرف اپنے قبیلہ کی نگرانی کرتی تھیں، لیکن ڈاوننگ اسٹریٹ کا دفتر خارجیہ آج ہر اوس طالب العلم کی مردم شماری کررہا ہے جو جرمنی میں رہتے ہیں اور اپنے آپ کو انگریزی سلطنت کا شہری باشندہ کہتے ہیں - اخبارات کی اشاعت معمولی سے معمولی واقعہ کو بھی اہم بنا دیتی ہے جو آگے چل کر جنگ کا سبب بن جاتے ہیں - پس ہم کو یقین کرنا چاہیے کہ تمدن اسباب جنگ کو اور زیادہ ترقی دیتا ہے اور بہت زیادہ ترقی دیگا -

جنگ تو پھر بھی ایک بہت بڑی مصیبت ہے، لیکن تمدن نے دنیا کی کس مصیبت کو کم کیا ہے ؟ تعلیم کی اشاعت کے ساتھہ ساتھہ جرائم نے بھی غیر معمولی ترقی کی ہے، فرانس کا ایک جج کہتا ہے : " اسوقت چار ہزار مجرموں میں صرف تین ہزار طالب العلم ہیں " اوس نے مجرموں کی جو فہرست مرتب کی ہے، اوس سے ثابت ہوتا ہے کہ زیادہ تر جرم وہی نوجوان طلباء کرتے ہیں " جنسے انکے اصلی پیشہ کی تعلیم چھڑا دی گئی ہے اور علوم و فنون کی نری تعلیم دی جاتی ہے -

کمیت کے ساتھہ اگر کیفیت کا لحاظ کیا جاے تو تعلیم کا چہرہ اور بھی سیاہ نظر آئیگا - پہلے سادہ طریقہ سے جرائم کیے جاتے تے، اب اون میں علمی آفرینش کرلی گئی ہے - جو چیز برقی صندوق میں رکھی جاتی ہے، وہ بجلی ہی کی کنجی سے کھولی جاتی ہے - پس تمدن دنیا کے ایک ذرے کو بھی نہیں مٹا سکتا، البتہ ذرے کو آفتاب بنا دیتا ہے - بیسویں صدی میں فلسفہ کتنی ہی ترقی کرجاے، لیکن جنگی تاریخ اوتنی ہی مشتبہ رہیگی جسقدر وہ اوس دن تھی، جب قابیل نے اپنے بھائی کے اوپر تلوار اوٹھائی تھی - یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں غزوات اسلامیہ کا حال بہت کم مذکور ہے، اور مغازی کے دفتر کو صحاح ستہ نے نہایت مختصر کردیا ہے - اکثر صحابہ مغازی کے متعلق بہت کم روایت کرتے تھے، اور اس باب میں اسلام کی تاریخ کو ایک خاص درجۂ امتیاز حاصل ہے -

(دماغ کا اثر جنگ پر)

لیکن ہر قوت کا ایک رد عمل بھی ہوتا ہے، اگر ہم کسی گیند کو زمین پر پٹکیں تو وہ اوچھل کر ہماری طرف آئیگا - یہی فطری اصول جنگ اور دماغ کے اثرات پر بھی راست آتا ہے - جنگ دماغ کو ایک فانوس خیال بنادیتی ہے، لیکن دماغ پر صرف جنگ ہی کا حملہ نہیں ہوتا، بلکہ کبھی کبھی دماغ بھی میدان جنگ پر حملہ کردیتا ہے - اگر تم کسی قوم کے مظالم کی، وحشت کی، خونریزی کی، داستان ایک قوم کو بار بار سناتے رہو، اوسکی طرف سے قوم کے دلوں میں بدگمانی پیدا کرتے رہو، اوسکے اعمال کو بد ترین شکل میں دکھاتے رہو، تو آہستہ آہستہ دماغ اوس سے متاثر ہوتا رہیگا، رفتہ رفتہ کاسۂ دماغ میں یہ قطرے جمع ہوکر ایک دن چھلک جائینگے، اور وہی دن ہوگا جب مقدمات جنگ کا شعلہ ایک

امام حسین علیه السلام نے ایک مرتبه بچپن میں صدقه کی ایک کهجور اوٹهاکر منهه میں ڈال لی - آپکی نگاه پڑی تو فوراً ٹوکا: "کخ کخ" کیا تمهیں خبر نہیں که همارا خاندان صدقه نہیں کهاتا" (۱)

آپ ایک مرتبه شب کو حضرت علی (ع) اور حضرت فاطمه کے پاس آے اور فرمایا: "تملوگ اوٹهکر تهجد نهیں پڑهتے؟" حضرت علی علیه السلام نے جواب دیا "یا رسول الله! هماری نیند اور بیداری تو خدا کے اختیار میں هے ' اگر وه جگائیگا تو جاگینگے" آنحضرت خاموش هوگئے مگر اپنی ران پر افسوس کے ساتهه هاتهه مارا اور یه آیت پڑهی:

کان الانسان اکثر شیٔ جدلا — آدمی بڑا هی جهگڑا لو هے - (۲)

(احتساب قوم)

اگرچه وه تمام جزئی مواقع جهاں آنحضرت نے احتساب کا فرض ادا کیا هے ' احتساب قومی کے تحت میں داخل هیں ' لیکن آپ نے کلی طور پر دو موقعوں پر نہایت بلیغ تشبیه کے ساتهه اپنی اس خصوصیت کا اظهار تمام قوم کے سامنے فرمایا -

ایک موقع پر فرمایا:

" میری اور میری شریعت کی مثال بعینه اوس شخص کی سی هے' جس نے ایک قوم کے پاس آکر یه وحشت انگیز خبر سنائی که میں نے اپنی آنکهوں سے ایک لشکر تمهاری طرف آتے هوسے دیکها هے ' میں ایک نذیر عریاں هوں (عرب میں کسی اهم و انقلابی واقعه کی خبر ننگے هوکر دیتے تهے) پس تمکو هوشیار هوجانا چاهیے - چنانچه ایک گروه نے اوسکا کهنا مانا اور وه رات هی رات بهکے نکل گیا اور دوسرے گروه نے اوسکو جهٹلایا ' نتیجه یه هوا که لشکر نے دهاوا مارا ' اور اوسکا استیصال کردیا "

دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا:

" میری اور تمام لوگوں کی مثال اوس شخص کی سی هے جس نے آگ بهڑکائی ' جب آگ کی روشنی چاروں طرف پهیلی ' تو پروانے اوس پر ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے ' اوس نے پروانونکو آگ میں جانے سے روکنا چاها ' لیکن وه سب اوسکے قابو میں نه آ سکے اور آگ میں گهس گئے -

اسی طرح میں تم لوگوں کی کمر پکڑ کر کهینچتا هوں تاکه آگ میں داخل هونے نه پاؤ ' لیکن لوگ اوسمیں گهسے جاتے هیں" (۳)

(عقـــائـد)

آنحضرت کی بعثت کا سب سے بڑا مقصد تصحیح عقائد تها - عقائد میں بد ترین چیز شرک فی الله تهی ' اور آنحضرت نے صرف شرک هی کے مٹانے کیلیے جهاد کیا جو احتساب کی آخری منزل هے - لیکن اسکے علاوه اور بهی بهت سے عقائد هیں - جو عام دسترس سے باهر هیں - اگر عام لوگوں کو ان میں غور و فکر کرنے کا موقع دیا جاے ' تو مذهبی عقائد میں بهت سے مفاسد پیدا هوجائیں ' اور اسلامی عقائد کی سادگی فنا هوجاے جو اسلام کا سب سے بڑا زیور هے - اسی غرض سے آنحضرت نے مسلمانوں کی یه خصوصیت قرار دی تهی که وه غیر ضروری چیزوں میں وقت ضائع نہیں کرتے - چنانچه عهد نبوت میں جب کبهی اس قسم کے مواقع پیش آے هیں ' آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے سختی کے ساتهه صحابه کو زجر و توبیخ کی هے -

(۱) بخاری جزء ۲ - ص - ۱۲۸
(۲) بخاری جزء اول - ص - ۵۰
(۳) بخاری جزء ۸ صفحه ۱۰۱ - ۱۰۲

ایک مرتبه صحابه مسئله قضا و قدر کے متعلق مباحثه کر رهے تهے ' جس نے آگے چل کر مسلمانوں کے دو عظیم و حریف مقابل فرقے پیدا کردیے - آنحضرت نے دیکها تو چهره مبارک غصے سے سرخ هوگیا ' اور فرمایا:

لهذا خلقتم تضربون القرآن بعضه ببعض لهذا هلك الامم قبلکم (۱)	کیا تملوگ اسی لیے پیدا کیے گئے هو؟ تملوگ قران کو گڈ مڈ کر رهے هو ' گذشته قوموں کو اسی قسم کے لا یعنی مسائل نے برباد کردیا !

اسلام نے اگرچه عرب جاهلیت کے تمام توهم آمیز عقائد کو مٹادیه تها ' تاهم بعض باتیں باقی ره گئی تهیں ' اور کبهی کبهی اونکا ظهور هوجاتا تها - عرب کا خیال تها که جب کوئی بڑا شخص مرتا هے تو سورج میں گهن لگ جاتا هے - آنحضرت صلی الله علیه و سلم کے صاحبزادے ابراهیم نے انتقال کیا تو اتفاق سے اوسی دن سورج میں گهن بهی لگ گیا - لوگوں کو خیال هوا که یه حضرت ابراهیم هی کی موت کا اثر هے - لیکن آپنے فوراً اس خیال سے لوگوں کو روکا ' اور فرمایا: " چاند اور سورج میں کسی کے مرنے جینے سے گهن نہیں لگتا "

(عبـــادات)

عبادات چونکه روز کی چیز تهی جس میں سهو و غفلت اور بے عنوانی کا پیدا هونا ضروری تها ' اسلیے آنحضرت کو اس کے متعلق احتساب کی اکثر ضرورت پیش آتی تهی (۲) - اسلام نے اداے نماز کیلیے جماعت کو واجب کردیا تها ' لیکن اکثر لوگ اس میں غفلت کرتے تهے - ایک مرتبه آنحضرت نے جماعت میں چند اشخاص کو ڈهونڈها تو نہیں پایا ' نهایت برهم هوے اور فرمایا: "جی میں آتا هے که ایک شخص کو امام بناکر خود اون لوگوں کے پاس چلا جاؤں اور لکڑیوں کا ڈهیر لگاکر اونکو آگ میں پهونک دوں (۳)

بعض لوگ جب امامت کرتے تهے تو نماز میں طول دیتے تهے جس سے کار و باری اور ضعیف لوگ گهبرا جاتے تهے - ایک شخص نے اسی بنا پر امام کی شکایت کی ' آپ کو معمول سے زیاده غصه آگیا ' اور فرمایا " تم لوگوں کو مذهب سے متنفر کررهے هو - امام نماز میں تخفیف کرنی چاهیے ' کیونکه اون میں مریض ' ضعیف ' کار و باری هر قسم کے لوگ هوتے هیں (۴)

نماز کا اصلی مقصد خشوع و خضوع هے ' لیکن جب کسی کے طرز عمل سے انکا ظهور نہیں هوتا تها تو آنحضرت اوسکو تنبیه فرماتے تهے - ایک بار ایک شخص نے نهایت عجلت سے ساتهه نماز پڑهی - نماز پڑه چکا تو آپنے فرمایا: " نماز کو پهر دوهراؤ " تم نے نماز پڑهی هی نہیں - اوس نے تین بار نماز دوهرائی اور آپنے تینوں بار ٹوکا ' آخر میں اوس نے کها: " اب میں اس سے بهتر نماز نہیں پڑه سکتا " آپنے تکبیر ' قرات ' رکوع ' سجود ' قیام و قعود کے وه طریقے بتاے جن سے اطمینان ' سکون ' وقار ' اور اعتدال کا اظهار هوتا تها - (۵)

عبادات اور مقدمات عبادات کے متعلق آپ نهایت معمولی اور جزئی باتوں پر بهی گرفت فرماتے تهے - ایک بار سفر میں تهے ' نماز عصر کا وقت آگیا ' صحابه نے پانوں کا مسح کیا ' آپ نے دیکها تو دور سے چلاکر آواز دی:

(۱) سنن ابن ماجه - ص - ۱۹
(۲) بخاری جزء ۲ - ص - ۳۴
(۳) صحیح مسلم مطبوعه مصر جلد ۱ - ص - ۲۳۳
(۴) بخاری جزء ۱ - ص - ۲۹
(۵) بخاری جزء ۱ - ص - ۱۴۸

اسي پاک ذات ميں محدود ہے ' کيونکہ تمہيں اعمال صالحہ کا يہ خزانہ دوسري جگہہ نہيں مل سکتا - اس طرز بيان سے نہ صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ عليہ و سلم کا اتباع لازم کرديا گيا ' بلکہ ساتھہ ھي دوسرے تمام بڑے بڑے انسانوں کے اتباع کي نفي بھي کردي ' اسليے صرف ايک ھی آفتاب ہے جسکي روشني ظلمت زار دنيا کي ھر اندھيري راہ اور ھر تيرہ و تاريک راستے ميں ھماري رھنمائي کر سکتي ہے :

چو غلام آفتابم ھمہ ز آفتاب گويم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حديث خواب گويم

اسي آفتاب کي روشني سے اور سيارے بھي نور حاصل کرتے ھيں ' اسليے اونکا اتباع بھي ھم پر واجب ھو جاتا ہے :

خير القرون قرني '	بہترين زمانہ ميرا زمانہ ہے ' اسکے بعد
ثم الذين يلونهم	اون لوگوں کا دور جو اسکے بعد آئينگے '
ثم الذين يلونهم -	پھر وہ لوگ جو اسکے بعد ان اسوہ ھائے حسنہ کي تقليد کرينگے -
اصحابي کالنجوم -	ميرے اصحاب مثل ستاروں کے ھيں -

اسي بنا پر اللہ تعالی نے قرآن حکيم ميں جناب رسول اللہ صلی اللہ عليہ و سلم اور صحابہ کرام کي اس خصوصيت کا بار بار ذکر کيا ہے

و ھو الرسول النبي الامي المکتوب في التوراۃ و الانجيل : يامر بالمعروف و ينھی عن المنکر و يحل لھم الطيبات و يحرم عليھم الخبائث - (۷ : ۱۵۶)	اور يہ وھي پيغمبر امي ہے ' جسکي بعثت توراۃ و انجيل ميں لکھي ھوئي ہے - وہ نيکي کے کاموں کا حکم ديتا ہے ' برائيوں سے روکتا ہے پاک و مفيد چيزوں کو انپر حلال ' اور ناپاک و مضر چيزوں کو حرام کرتا ہے -
کنتم خير امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تومنون باللہ	تم لوگ بہترين امت ھو جسکو نکالا نے دنيا کي ھدايت و رھنمائي کيليے نماياں کيا - تم نيکي کا حکم ديتے ھو ' برائي سے روکتے ھو ' اور خدا پر ايمان لاتے ھو !

ليکن ان آيتوں کي عملي تفسير ھمکو صرف احاديث کي کتابوں ميں ڈھونڈھنا چاھيے ' جنکے ذريعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ عليہ و سلم اور صحابۂ کرام کے مواقع احتساب کے ايک ايک جزئيات کا پتہ لگ سکتا ہے ' اور جس سے ثابت ھوتا ہے کہ خدا نے ھدايت و ارشاد کيليے جو آفتاب و ستارے پيدا کيے تھے ' وہ ھميشہ ضياء گستر رھتے تھے -

(اسوۂ نبوي)

احتساب کي ترتيب اصلاح نفس سے شروع ھوکر بالترتيب محتسب کے قبيلہ ' اور قوم تک منتھی ھوجاتي ہے - جناب رسول اللہ صلی اللہ عليہ و سلم نے فرض احتساب کو اسي ترتيب کے ساتھہ ادا فرمايا ہے -

(اصلاح نفس)

آنحضرت کي ذات پاک جامع فضائل تھي " اللہ تعالی نے آپ کے تمام زلات کو معاف کرديا تھا ' با اينہمہ آپ اس کثرت سے نماز پڑھتے تھے کہ پاؤں پھول کر پھٹ پھٹ جاتے تھے - صحابہ نے اس رياضت شاقہ کو ديکھکر عرض کيا " يا رسول اللہ ! خدا نے تو آپ کے تمام اگلے پچھلے گناھوں کو معاف کر ديا ہے ' پھر آپ کيوں اس قدر مصروف عبادت رھتے ھيں ؟ آپ نے فرمايا :

افلا اکون عبدا شکورا (۱) کيا ميں خدا کے شکر گذار بندہ ھونے کي کوشش نہ کروں ؟

(۱) بخاري مطبوعہ بولاق ص - ۹۹ جزء - ۸

چنانچہ جب کبھي اس قسم کے مواقع پيش آتے تھے جو قلب کو خدا کي طرف سے پھير ديسکتے تھے ' يا نفس ميں غرور و تکبر پيدا کرسکتے تھے ' تو آپ نہايت سختي کے ساتھہ اونکا انکار فرماتے - حضرت عائشہ رضي اللہ عنہا نے گھر ميں ايک پردہ لٹکا رکھا تھا جس ميں تصويريں بني تھيں ' آپ کي نظر پڑي تو فرمايا :

اميطي عنا قرامک فانہ لاتزال تصاويرہ تعرض في صلاتي (۱)	ھمارے سامنے سے اپنا پردہ ھٹالو کيونکہ اسکي تصويريں ھميشہ ميري نماز ميں خلل انداز ھوتي رھتي ھيں -

ايک صحابي نے بطور تحفہ کے آپ کو حرير کا ايک چغہ ديا ' آپ نے اسکو پھنکر نماز پڑھي - نماز سے فارغ ھونے کے بعد نہايت ناگواري سے اوتارکر پھينکديا اور فرمايا :

لا ينبغي ھذا للمتقين (۲)	يہ پرھيزگاروں کے قابل نہيں ہے -

غرور و کبر کا سرچشمہ مدح و تعريف ہے ' امراء و سلاطين کو اسي مرض نے دنيا کي تمام چيزوں سے بالا تر بنا ديا ہے ' آنحضرت اگرچہ خير البشر تھے ' ليکن اگر کوئي شخص آپ کو انبيائے سابقين پر ترجيح ديتا تھا ' تو آپ اسکو منع فرماتے تھے - ايک صحابي اور ايک يہودي ميں جھگڑا ھوگيا - صحابي نے غصہ ميں قسم کھائي اور کہا : " اسي خدا کي قسم جس نے محمد کو تمام دنيا سے افضل بنايا ہے " يہودي نے بھي قسم کھائي اور کہا : " اس خدا کي قسم جس نے موسی کو تمام دنيا پر ترجيح دي ہے " صحابي نے اسپر غصہ ميں آکر يہودي کے منہہ پر طمانچہ مارا ' اس نے آنحضرت سے شکايت کي - آپ نے حکم ديا کہ " مجھے موسی پر ترجيح نہ دو " (۳)

(احتساب قبيلہ و خاندان)

خيرات گھر ھي سے شروع ھوتي ہے ' اسي بنا پر اللہ تعالی نے آنحضرت کو حکم ديا تھا : و انذر عشيرتک الاقربين ' اپنے خاندان کے قريبي رشتہ داروں کے آگے حق کو پيش کرو اور عذاب الہي سے ڈراؤ - جب يہ آيت نازل ھوئي تو آپ نے اپنے تمام قبيلہ اور تمام خاندان کو جمع کرکے ايک پيغمبرانہ لہجہ ميں اس حکم الہی کو سنايا :

" يا معشر قريش ! يا معشر بني عبد مناف ! يا معشر بني قصي ! يا معشر بني عبد المطلب ! اے فاطمہ محمد کي بيٹي ' تم سب اپنے آپ کو دوزخ کي آگ سے بچاؤ ' کيونکہ ميں تمہيں قيامت کے دن کچھہ بھي نفع و نقصان نہ پہونچا سکونگا - اے فاطمہ تجھکو مجھہ سے صرف حسنۂ نبي ھی کا حق ہے ' اور جس رشتہ کي بيل کو صرف دنيا ھي ميں سرسبز و شاداب کرسکونگا " (۴)

يہ ايک عام احتساب تھا ' ليکن مخصوص مواقع پر بھي آپ ازواج مطہرات اور اہل و عيال کو نيکي کي ترغيب ديتے ' اور برائي سے روکتے رھتے تھے - ام سلمہ سے روايت ہے کہ آپ ايک رات دو اٹھے اور فرمايا : " سبحان اللہ ! آسمان سے فتنۂ و فساد کي بارش ھورھي ہے ' اور برکات و فضائل کے خزانے کھل گئے ھيں - حجروں ميں سونے واليوں کو (ازواج مطہرات) کو جگادو کيونکہ دنيا کي بہت سي کپڑے پہنے والي عورتيں آخرت ميں برھنہ نظر آئينگي " (۵)

آپ نے تنزہ نفس اور استغناء و قناعت کيوجہ سے باوجود فقر و فاقہ کے اپنے اوپر اور اپنے تمام خاندان کے اوپر صدقہ کو حرام کرديا تھا -

(۱) بخاري جزء ۱ - ص - ۷۰
(۲) بخاري جزء ۱ - ص - ۸۰
(۳) بخاري جزء ۸ - ص - ۱۰۸
(۴) ترمذي صفحہ ۵۲۹ کتاب التفسير -
(۵) بخاري جزء ۲ - ص - ۳۰

واپس آیا - آپ نے اسی غرض سے دوسری مرتبہ پھر اوسکو بھیجا ' اسپر بھی کچھہ اثر نہ ہوا تو تیسری بار فرمایا : " جاکر اون عورتوں کے منہ میں خاک جھونک دو " (۱)

جنازہ کے متعلق بھی اسی قسم کی متعدد رسمیں پیدا ہوگئی تھیں - مثلاً اهل عرب جنازہ کے ساتھہ سواری پر جاتے تھے - آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے چند اشخاص کو دیکھا کہ وہ ایک جنازہ کے ساتھہ سوار ہوکر جا رہے ہیں - فرمایا : " کیا تمھیں شرم نہیں آتی کہ فرشتے پیدل ہیں اور تم سواری پر جا رہے ہو؟ " (۲)

جنازہ کی مشایعت صرف کرتہ پہنکر کرتے تھے' اظہار غم کیلیے چادر اوتار ڈالتے تھے' چادر عرب کا عام لباس تھا - آنحضرت نے اسی وضع میں چند اشخاص کو دیکھا تو فرمایا : " کیا جاهلیة کے طریقہ پر عمل کررہے ہو؟ " (۳)

جنازہ میں عورتیں بھی عموماً شریک ہوتی تھیں ' چنانچہ آپ نے چند عورتوں کو بیٹھے ہوے دیکھا تو پوچھا " کیوں بیٹھی ہو؟ بولیں: " ایک جنازے کا انتظار ہے " فرمایا : " کیا اوسکو غسل دوگی ؟ " اون سبھوں نے کہا " نہیں " پھر فرمایا " تو کیا لاش کو کاندھا دوگی " اون سبھوں نے کہا " نہیں " پھر فرمایا " تو کیا لاش کو قبر میں اوتارو گی ؟ " بولیں " نہیں " - تو آپ نے فرمایا : " پھر واپس جاؤ " (۴)

عرب کی فخر پسند طبیعت ہمیشہ باپ دادا کے کارناموں کا ذکر نہایت بلند آہنگی سے علی رؤس الاشہاد کرتی تھی - یہاں تک کہ زمانۂ حج میں بھی یہ داستان پارینہ تازہ کی جاتی تھی : واذکروا سم اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا - اس کو " مفاشرت " کہتے تھے - فخر و غرور کے اظہار کا یہ طریقہ اکثر بڑی بڑی نزاعیں قائم کردیتا تھا - اسلام نے اس رسم کو بالکل ہی مٹا دیا - لیکن اسکا اثر مختلف صورتوں میں پھیل گیا تھا ' منجملہ اونکے ایک صورت یہ تھی کہ باپ دادا کے نام کی قسم کھاتے تھے - ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے بھی قسم کھائی - آپنے فرمایا : " خدا باپ دادا کے نام کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے ' صرف خدا کی قسم کھانی چاہیے ' ورنہ خاموشی بہتر ہے " (۵)

(اخـلاقی اصلاح)

آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی بعثت کا اصلی مقصد اصلاح اخلاق و تزکیہ نفس تھا ' جسکو خود آپ نے ظاہر فرما دیا تھا :

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق - ' میں اخلاق کی تکمیل کیلیے مبعوث ہوا ہوں -

اور یہ مقصد ہمیشہ آپ کے پیش نظر رہتا تھا ' اصولی طور پر آپنے اخلاق کے متعلق جو اصلاحیں کیں ' وہ اونکے علاوہ ہے ' جزئی طور پر جب کسی شخص سے کسی قسم کی بد اخلاقی کا ظہور ہوتا تھا تو آپ فوراً اوسکو تنبیہ فرمادیتے تھے - چنانچہ احادیث میں اسکی بہ کثرت مثالیں ملتی ہیں' جنکے جزئیات کی تفصیل حسب ذیل ہے :

(انسـداد گداگـری)

اسلام نے زکواۃ کا ایک مستقل نظم قائم کردیا کیونکہ خاص خاص لوگ اوسکے حقیقی مستحق تھے' لیکن عام طور پر اسلام گداگری اور مفت خواری کو نہایت ذلیل پیشہ قرار دیتا ہے - یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم غیر مستحق لوگوں کو اس سے نہایت سختی کے ساتھہ روکتے تھے -

ایک مرتبہ ایک انصاری نے آپ سے سوال کیا ' آپنے پوچھا : " تمھارے گھر میں کچھہ پونجی بھی ہے " اوس نے کہا " ایک ٹاٹ ہے جسکو اوڑھتا بچھاتا ہوں - ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتا ہوں " - آپنے فرمایا " اوسکو جاکر لے آؤ " وہ جاکر اوٹھا لایا ' آپنے تمام صحابہ کے سامنے اوسکو بغرض فروخت پیش کیا - ایک صحابی نے ایک درہم پر لینا چاہا ' دوسرے صحابی نے قیمت میں اضافہ کرکے دو درہم پر لے لیا - آپنے دونوں درہم اوس انصاری کے حوالے کیے اور فرمایا " ایک درہم کا غلہ لیکر گھر میں دے آؤ ' دوسرے درہم کا ایک بسولا خرید کر میرے پاس لاؤ " وہ بسولا خرید لایا ' آپنے خود دست مبارک سے اوس میں دستہ لگایا ' اور حکم دیا کہ " جنگل میں جاکر لکڑی کاٹو اور بیچو - ۱۵ دن تک میں تمھاری صورت نہ دیکھوں - " وہ لکڑی کاٹ لایا اور اوسکو فروخت کیا - دس درہم ہاتھہ آے - اس رقم کو لیکر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا - آپنے فرمایا : " اس رقم سے کچھہ غلہ اور کچھہ کپڑا خرید کر کھاؤ پہنو ' گداگری سے یہ بہتر ہے ' وہ تو آدمی کے چہرے کا داغ ہے - صرف اپاہج لوگوں کیلیے ہی جائز ہوسکتی ہے " (۱)

(رشـوت خـواری)

عدل و انصاف کی بربادی اور ظلم کی روح خبیث کا سب سے بڑا سبب رشوت خواری ہے - عہد نبوت میں چونکہ آنحضرت کے فیض صحبت سے صحابہ کا معیار اخلاق نہایت بلند ہوگیا تھا - اسلیے رشوت خواری کی مثالیں نہیں ملتیں - تاہم جب کبھی کسی کے طرز عمل پر رشوت کا شبہہ بھی ہوتا تھا تو آنحضرت اوسپر تنبیہ فرماتے تھے - حکام و عمال کو اکثر رشوتیں نذر و ہدیہ کے ذریعہ سے دی جاتی ہیں - آنحضرت کے زمانہ میں بھی اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آیا - آپنے قبیلۂ ازد کے ایک شخص کو صدقہ وصول کرنے کیلیے بھیجا ' اوس نے واپس آکر آنحضرت کے سامنے صدقہ کا مال پیش کیا اور کہا " اتنا مسلمانوں کا مال ہے اور اس قدر مجھے ہدیتاً ملا ہے " چونکہ اس قسم کا ہدیہ رشوت کا ذریعہ بن سکتا تھا اور اگر علانیہ اسکا انسداد نہ کیا جاتا تو اور لوگ بھی اس طریقہ سے فایدہ اوٹھاتے ' اسلیے آپ نے ایک خطبہ دیا اور فرمایا : " اس عامل کو دیکھو جو کہتا ہے کہ یہ مال مسلمانوں کا اور یہ مال میرا ہے - ذرا وہ اپنے گھر میں تو بیٹھہ کے دیکھے کہ اوسکے پاس ہدیہ آتا ہے یا نہیں ؟ (۲)

(خیانت کا انسداد)

معاملات میں سب سے زیادہ خیانت' چالاکی' اور خدع و فریب کا موقعہ تجارتی کارو بار میں مل سکتا ہے ' اسلیے آنحضرت خاص طور پر اسکی طرف اپنی توجہ مبذول رکھتے تھے - ایک مرتبہ بازار میں سے گذرے اور ایک شخص کے غلہ کے ڈھیر کے اندر ہاتھہ ڈال کے دیکھا تو نمی محسوس ہوئی - چونکہ بھیگنے سے غلہ کا وزن بڑہ جاتا ہے اسلیے آپ نے فرمایا : " جو شخص دھوکا دیتا ہے ' وہ ہم میں سے نہیں ہے " (۳)

عرب میں چونکہ غلہ بہت کم آتا تھا ' اسلیے جب باہر سے سوداگر غلہ لاتے تھے تو لوگ شہر سے باہر ہی تخمیناً خرید لیتے تھے' لیکن اس سے کئی طرح کے نقصانات پیدا ہوتے تھے - اولاً تو تمام شہر محروم رہ جاتا تھا ' دوسرے یہ ایک غیر معین و غیر معلوم بیع تھی ' اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روکا - آپ عموماً لوگوں کو اسپر سزا دیتے تھے (۴)

(۱) صحیح مسلم جلد ۱ - ص - ۳۳۵
(۲) سنن ابن ملجه - ص - ۲۵۰
(۳) سنن ابن ملجه - ص - ۲۵۱
(۴) سنن ابن ملجه - ص - ۲۹۹
(۵) بخاری جزء ۸ - ص - ۳۷

(۱) سنن ابن ملجه - ص - ۲۹۷
(۲) صحیح مسلم جلد ۲ - ص - ۱۱۳
(۳) سنن ابن ملجه - ص - ۳۰۳
(۴) بخاری جزء ۳ - ص - ۹۸

ویل للاعقاب من النار (۱) ایڑیوں کیلیے آگ کا عذاب ہے -

ابتداے اسلام میں نماز کے قیام و ادا کی حالت بالکل ابتدائی تھی اور تمام جزئیات و فروعات ابھی واضح نہیں ہوے تھے - اس طرح کا بتدریج ارتقاء مذہب کی ہر تعلیم میں ہوتا ہے - موجودہ حالت ایک مدت کے تغیرات کے بعد پیدا ہوئی تھی - چنانچہ ابتدا میں اکثر لوگ مسجد کے اندر تھوک دیتے تھے - ایک مرتبہ آپ نے مسجد میں تھوک کا دھبہ دیکھا ' خود اوٹھے اور اپنے دست مبارک سے اوسکو مٹا دیا ' پھر فرمایا : " نماز میں ہر شخص خدا سے سرگوشی کرتا ہے ' اسلیے کسی شخص کو قبلہ کی طرف تھوکنا نہیں چاہیے ' البتہ دائیں بائیں ' یا اپنے پانوں کے نیچے تھوک سکتا ہے - (۲)

(لیکن یہ واضح رہے کہ اسوقت مسجد کا فرش پختہ نہ تھا ' صحن مسجد اور عام سطح زمین میں سوا حدود عمارت کے اور کوئی امتیاز قائم نہ تھا - ریتلی زمین تھی اور وہ ہر طرح کی رطوبت جذب کرلیتی تھی - لیکن اب مسجدوں کا داخلی حصہ پختہ ہوتا ہے ' پس وہاں تھوکنا مسجد کی صفائی اور نمازیوں کے حقوق نشست و مقام پر حملہ کرنا ہے -)

(بدعت)

نظام مذہبی کا سب سے زیادہ خطرناک مرض بدعت ہے ' آنحضرة صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اگرچہ اسلام اس مرض میں مبتلا نہیں ہوسکتا تھا تاہم جاہلیة کے زمانے کی بہت سی بدعتوں کی جھلک کبھی کبھی نظر آجاتی تھی - اسلیے آپ ہمیشہ اونکے مٹانے میں مصروف رہتے تھے -

بدعت کی اگرچہ مختلف قسمیں اور مختلف مظاہر ہیں لیکن اسکی بدترین شکل رہبانیت اور جوگ ہے ' جو یہود و نصاری کے مذہب کا جزو بن گئی ہے - و رہبانیة ابتدعوھا - عرب پر چونکہ یہود و نصاری کا مذہبی اثر غالب تھا ' اسلیے یہاں بھی اس قسم کی بدعات پیدا ہوگئی تھیں - ایک مرتبہ آنحضرت نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا کہ اپنے دو بیٹوں کے کاندھے پر ہاتھ رکھہ کے جا رہا ہے - آپ نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے ؟ لوگوں نے کہا " اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے - ضعف کیوجہ بیٹوں کے سہارے چلتا ہے " آپ نے فرمایا : " اوس نے اپنے آپ کو کیوں عذاب میں مبتلا کر دیا ہے ؟ خدا اس سے بے نیاز ہے " عقبہ بن عامر کی بہن نے خانہ کعبہ تک ننگے پانوں پیدل جانے کی منت مانی ' اور عقبہ کو آنحضرت کے پاس بھیجا کہ پوچھہ آئیں - آنحضرت نے فرمایا : " سواری پر بھی جا سکتی ہے " (۳)

ایک مرتبہ آپ خطبہ دے رہے تھے اور لوگ نہایت سکون و اطمینان کے ساتھہ بیٹھہ کر سن رہے تھے ' لیکن ایک شخص کھڑا تھا - آپ نے دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ اوس نے نذر مانی ہے کہ ہمیشہ کھڑا رہے گا ' سایے میں نہ بیٹھے گا ' کسی سے بات چیت نہ کرے گا ' اور روزہ رکھے گا - آنحضرت نے حکم دیا کہ اوسکو بیٹھنا چاہیے ' سایے میں آنا چاہیے ' گفتگو کرنی چاہیے اور روزہ کو بھی پورا کرنا چاہیے (۴)

اسی طرح آپ کو ایک شخص نظر آیا جسکو ایک آدمی ناک میں نکیل ڈالکر خانہ کعبہ کا طواف کرا رہا تھا - آپ نے اوسکی ناک کی رسی کاٹ دی اور فرمایا " اسکا ہاتھہ پکڑ کر طواف کراؤ " (۵)

(۱) بخاری جزء ۱ - ص - ۲۷
(۲) بخاری جزء ۱ - ص - ۸۹
(۳) صحیح مسلم جلد ۲ - ص - ۴۷
(۴) بخاری جزء ۸ - ص - ۱۴۳
(۵) بخاری جزء ۸ - ص - ۱۴۳

لیکن ان بدعات سے زیادہ اون اصولوں کا مٹانا ضروری تھا جن کی بنا پر بدعات پیدا ہوتی ہیں - بدعت کا سب سے بڑا سرچشمہ ' تشدد آمیز مذہبی انہماک ہے - یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اپنے نظام عبادت کو نہایت سہل و آسان طریقے پر قائم کیا ہے ' اس لحاظ سے اگرچہ خود اسلام کے سنگ بنیاد پر بدعت کی عمارت نہیں قائم کی جاسکتی تھی ' تاہم ابتداء میں صحابہ کا ایک پرجوش و مخلص گروہ نہایت شدت کے ساتھہ عبادت میں مصروف رہنا چاہتا تھا - جب آنحضرت نے ایک دن چھوڑ کے روزہ رکھنا شروع کیا ' تو اکثر صحابہ نے بھی اسکی تقلید کی - لیکن آپ کو نظر آیا کہ یہی چیز بدعت کا پیش خیمہ بھی ہے - آپ نے صحابہ کو سختی کے ساتھہ منع فرمایا - اسپر بھی لوگ باز نہیں آے ' تو معمول کے خلاف متصل روزہ رکھنا شروع کردیا کہ لوگ خود گھبرا کر باز آجائیں گے - (۱) عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو کثرت صوم و صلاة سے اسی بنا پر روکدیا تھا - حضرت سلمان رضی اللہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ کو بھی شدت زہد سے منع فرمایا تھا ' اور آپ نے اونکی تائید کی تھی (۲)

(رسم و رواج کا انسداد)

رسم و رواج کو جب استحکام ہوجاتا ہے تو بدعات کی طرح اونکا چھوڑنا بھی نہایت شاق گذرتا ہے - حالانکہ اکثر حالتوں میں وہ بدعات سے کم ضرر رساں ثابت نہیں ہوتیں ' اور بڑی قیامت یہ ہے کہ بعض اوقات مذہبی حیثیت پیدا کرلیتی ہیں -

عرب میں بہت سے مضر رسمیں قائم ہوگئی تھیں جن کی پابندی نہایت ضروری خیال کی جاتی تھی ' اسلیے بدعات کے ساتھہ ساتھہ ان کا بھی انسداد کیا گیا -

عرب کے جذبات نہایت رقیق و نحیف تھے ' اسلیے وہ اعزہ و اقارب کی موت سے نہایت متاثر ہوتے تھے جسکا اظہار مختلف حیثیتوں سے کیا جاتا تھا - عورتیں نہایت شدت کے ساتھہ میت پر گریہ و بکا کرتی تھیں ' منہ نوچنا ' بال منڈوا ڈالنا ' گریباں چاک کردینا ' شوہر کی موت پر برسوں تک خاص خاص پابندیوں کے ساتھہ گھر سے باہر رہکر ماتم کرنا ' عرب کی عورتوں کا عام شعار تھا - آنحضرت نے ان تمام رسوم کو نہایت سختی سے مٹایا ' لیکن شخصی حالتوں کے علاوہ میت پر قومی حیثیت سے بھی ماتم کیا جاتا تھا - یعنی قبیلہ کی بہت سی عورتیں جمع ہوکر میت کے محاسن و فضائل بیان کرتیں اور باہم روتی تھیں ' اسی رسم کا نام " نیاحة " ہے - آنحضرت کے زمانے تک یہ رسم قائم تھی ' لیکن آپ کے سامنے جب کبھی اس قسم کے مواقع پیش آے تو اس طرح کی عورتوں کو سختی کے ساتھہ تنبیہ کی -

حضرت ام سلمہ کو جب اپنے شوہر کے انتقال کی خبر ملی تو بہ حسرت بولیں : " مسافر مسافرت میں مرا - اوس پر اسقدر گریہ و بکا کروں گی کہ یادگار رہے گا " چنانچہ اس غرض سے اونھیں تو عرب کے دستور قدیم کے مطابق ایک عورت نے گریہ و بکا میں اونکا ساتھہ دینا چاہا - آنحضرت نے دیکھا تو فرمایا : " کیا اوس گھر میں شیطان کو داخل کرنا چاہتے ہو جس سے خدا نے اوسکو نکال دیا ہے " (۳)

جب حضرة جعفر بن ابی طالب کے قتل کی خبر آئی تو اونکی عورتوں نے اسی طریقہ سے نوحہ کرنا شروع کیا - ایک شخص نے آنحضرت کو خبر کی - آپ نے منع کرنے کا حکم دیا لیکن وہ ناکامیاب

(۱) بخاری جزء ۸ - ص - ۱۷۴
(۲) بخاری جزء ۸ - ص - ۳۲
(۳) صحیح مسلم جلد ۱ - ص - ۳۴۰

مشابہت ہوجاتی ' تو آپ فوراً ٹوکدیتے - ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ دوپٹا اوڑہ رہی تہیں - آپ نے دیکہا تو فرمایا :

لية لا ليتين ایک تہ کرکے اوڑھو دوتہ نہ کرو ۔

کیونکہ دو تہ کرنے سے عمامہ کے ساتہہ مشابہت پیدا ہوجاتی تہی ' جو مردوں کی خاص وضع ہے - آپ کو اسپر اسقدر اصرار تہا کہ ایک عورت نے پردہ سے آپ کو ایک خط دینا چاہا ' اسکے ہاتہوں میں مہندی نہ تہی - آپ نے فرمایا : یہ مرد کا ہاتہہ ہے یا عورت کا ؟ - اسنے کہا میں عورت ہوں ' فرمایا " اگر تم عورت ہو تو مہندی لگاؤ "

اکثر عورتیں نہایت غیر محتاط لباس پہنتی تہیں - اسکے متعلق خود قرآن حکیم میں آیتیں نازل ہوئی ہیں - خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم جب کبہی اس قسم کی بے احتیاطی ملاحظہ فرماتے تہے تو فوراً روکدیتے تہے - حضرت اسماء بنت ابی بکر آپ کے سامنے باریک کپڑا پہن کے آئیں تو آپ نے منہ پہیر لیا ' پہر فرمایا : " عورت بلوغ کے بعد صرف منہ اور ہاتہہ کہلا رکہہ سکتی ہے " (۱) -

عورتیں عموماً راستوں میں مردوں کے دوش بدوش چلتی تہیں - ایک مرتبہ آپ مسجد سے نکلے تو دیکہا کہ مرد و عورت دونوں ساتہہ ساتہہ راہ میں چل رہے ہیں ' آپ نے فرمایا : " تم کو درمیان راہ چلنے کا کوئی حق حاصل نہیں ' تم کو راستے کے کنارے چلنا چاہیئے " اسکے بعد سے عورتیں دیواروں سے لگ کر چلنے لگیں - اس قسم کے بیسیوں واقعات کتب حدیث میں مذکور ہیں ۔

(رفع نزاع باہمی و اصلاح ذات البین)

اسلام نے مسلمانوں پر سب سے بڑا احسان الہی یہ جتایا ہے :
فاصبحتم بنعمته اخوانا خدا نے تمکو باہم دشمنی کے بعد بہائی بہائی بنادیا -

لیکن باہمی اختلاف و تنازع سے یہ رشتۂ اخوت ٹوٹ سکتا تہا ' اسلیے آنحضرت کے فرائض احتساب میں سب سے اہم فرض رفع نزاع تہا - چنانچہ جب کبہی آپ کو کسی شر و فساد خانگی کی خبر ملتی تو آپ جاتے اور اصلاح فرماتے - ایک مرتبہ آپ کو خبر ملی کہ قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں باہم کچہہ نا چاقی پیدا ہوگئی ہے - آپ چند صحابہ کے ساتہہ تشریف لیگئے ' اور معاملہ کے سلجہانے میں اسقدر دیر لگی کہ نماز کا وقت آگیا - چنانچہ حضرت بلال کے درخواست کرنے پر حضرت ابوبکر نے نماز پڑہائی (۲)

عبداللہ بن سلول ایک بار نہایت گستاخانہ پیش آیا ' یہاں تک کہ صحابہ سے ضبط نہو سکا اور وہ لڑنے بہڑنے پر تیار ہوگئے ' اسپر عبد اللہ بن سلول کے حامی بہی اوٹہے ' اور فریقین باہم دست و گریباں ہوگئے ' لیکن آنحضرت نے مسلمانوں کو سمجہا بجہاکر الگ کیا اور فرمایا کہ صلح فساد سے بہتر ہے (۳)

واقعہ حک کے متعلق خود مسلمانوں کے دو قبیلوں اوس و خزرج میں سخت نزاع قائم ہوگئی ' اور دونوں فریق آمادہ جنگ ہوگئے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو سمجہا بجہا کر ٹہنڈا کیا -

(مراعاۃ ادب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بزرگوں کے ادب و تعظیم کا نہایت خیال رہتا تہا ' معمولی باتوں پر بہی گرفت کرتے تہے - ایک موقع پر جب حضرت عبد اللہ بن مسعود کے چہوٹے بیٹے نے گفتگو میں سبقت کرنی چاہی تو آپ نے فوراً ٹوکدیا :

الکبر الکبر (۴) یعنی پہلے بڑے کو بولنے دو !

(۱) ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۲۱۱
(۲) ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۲۱۸
(۳) ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۲۱۱
(۴) ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۳۹۰

اسئلة و اجوبتہا

حکومۃ شوریٰ اور اسلام

خلافۃ راشدۂ اسلامیہ کا نظام جمہوری

منہاج نبوۃ اور شوریٰ

(از جناب مولوی مصباح الدین صاحب - لشکر گوالیار)

عرصہ ہوا الہلال میں جناب نے اسلام کے حکم شوریٰ اور خلافۃ راشدہ کے نظام حکومت کے متعلق ایک مضمون تحریر فرمایا تہا ' اور دہلی کے کسی شخص نے اسپر اعتراض کیا تہا - خاکسار نے وہ مضمون جو پیسہ اخبار میں شائع کیا گیا تہا ' حضور کی خدمت مبارک میں بہیجا تہا اور استدعا کی تہی کہ اس مسئلہ کو ایک بار بالکل واضح کردیا جائے - جناب نے از راہ کرم لکہا تہا کہ عنقریب اسپر توجہ کی جائیگی - اسکے بعد جب الہلال میں " القارعہ " کے عنوان سے جناب نے مسئلہ خلافۃ اسلامی پر مضمون لکہا تو اسمیں یہ بہی لکہا تہا کہ اسلام نے اپنا نظام حکومت ایک خاص طرح کا جمہوری قرار دیا ہے ' اور کوئی حکومت اسلامی نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ پارلیمنٹری طرز حکومت پر عامل نہو - اسپر بہی بعض لوگوں نے اعتراض کیا تہا ' اور اس وقت مکرر خاکسار نے جناب کو اس اہم مسئلہ پر توجہ دلائی تہی ' لیکن صد افسوس کہ اسکے بعد مقدس الہلال کی اشاعت بند ہوگئی ' اور دل کی حسرت دل ہی میں رہگئی -

اب تیسری بار جناب کو زحمت دیتا ہوں اور ملتمس ہوں کہ البلاغ میں اس کے لیے بہی کچہہ جگہ نکالی جائے - معترضین کا بیان ہے کہ خلافت راشدہ کا طرز حکومت ایک طرح سے شخصی تہا - ایک شخص خلیفۃ المسلمین ہوتا تہا ' اور سب اسکی متابعت کرتے تہے - حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کو معزول کردیا اور باوجود مخالفت کے مسلمانوں کے مشورہ کی کچہہ پروا نہ کی - حضرۃ ابوبکر نے منکرین زکواۃ سے قتال کیا اور بہت سے صحابہ اسکے مخالف تہے - پس پارلیمنٹ کہاں ہوئی اور ارکان شوریٰ کی رائے کی متابعت خلیفہ کیلیے کیونکر واجب ہوئی ؟ وغیرہ وغیرہ - ضرورت اسکی ہے کہ سب سے پہلے جناب خلفاء راشدین کے طرز حکومت کو واضح فرمادیں تاکہ موجودہ زمانے کی اصطلاحات پارلیمنٹ وغیرہ کو اس سے ملاکر معلوم کیا جاسکے کہ کسقدر حالت مختلف اور کسقدر متحد تہی ؟ خاکسار نے الفاروق کو اسی خیال سے بار بار دیکہا تاکہ کم از کم حضرۃ عمر کے عہد کا نمونہ صاف ہوجائے ' لیکن تشفی نہوئی - بعض حضرات کا یہ بہی خیال ہے کہ جب تک سلطان عبد الحمید سریر آرائے خلافت تہے ' اس وقت تک دولۃ عثمانیہ ٹہیک ٹہیک اسلامی خلافۃ کی مصداق تہی ' لیکن اسکے بعد یورپ کے اثرات سے متاثر ہوکر نوجوان ترکوں نے شورش کی ' اور انکو معزول کرکے تمام رشتۂ حکومت اپنے ہاتہوں میں لے لیا - اب سلطان ترکی کوئی اختیار نہیں رکہتے ' اور تمام اختیار پارلیمنٹ کے ہاتہہ میں ہے - اسمیں عیسائی ممبر بہی ہیں ' یہودی ممبر بہی ہیں ' دروز بہی ہیں - اب امیر المومنین کی اسلامی طاقت محض برائے نام ہے -

(حفظ الید و حفظ اللسان)

اسلام نے ایک عظیم الشان اخلاقی اصول یہ قائم کیا تھا:

المسلم من سلم المسلمون من یدہ و من لسانہ — مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمانوں کو ایذا نہ پہونچے -

اس اصول کی خلاف ورزی کا اثر اگرچہ ہر موقع پر برے نتائج پیدا کرتا ہے، تاہم برابر درجہ کے لوگ انتقام لیکر اپنے دل کو تسکین دے لیتے ہیں کمزور انسانوں کو تو اسکا بھی موقعہ نہیں ملسکتا - چنانچہ اس قسم کے موقعوں پر جب کوئی شخص اس اخلاقی جرم کا مرتکب ہوتا تھا، تو آپ فوراً ٹوکدیتے تھے - حضرت ابو ذر غفاری فرماتے ہیں کہ میںنے اپنے غلام کو ماں کی گالی دی - آپ نے فرمایا "تم اوسکو گالی دیتے ہو؟ تم میں زمانۂ جاہلیت کا اثر ابھی باقی ہے - تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں - جنکو خدا نے تمہارے سپرد کردیا ہے جو تم کھاؤ، وہی اونکو کھلاؤ - جو تم پہنو وہی اونکو پہناؤ، اور اونکی طاقت سے زیادہ اون سے کام نہ لو، اگر لیتے ہو تو اونکی اعانت کرو" (١)

حضرت ابو مسعود انصاری کہتے ہیں: "میں اپنے غلام کو مار رہا تھا - یکایک پیچھے سے ایک آواز آئی کہ اے ابو مسعود! ہوشیار! خدا کو تم پر اس سے زیادہ قدرت حاصل ہے - میںنے پیچھے مڑکے دیکھا تو آنحضرت تھے" حضرت ابو مسعود پر اس کا یہ اثر پڑا کہ اونہوں نے غلام کو آزاد کردیا (٢)

(مداحی کا انسداد)

انسان خوشامد پسند ہے، اور مداحی اس دبی ہوئی چنگاری کو اور بھی ابھار دیتی ہے - امرا و سلاطین کو اسی نے تباہ کردیا - آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کو خود مدح سے نفرت تھی اور لوگوں کو بھی اس سے منع فرماتے تھے - چنانچہ ایک آدمی نہایت مبالغہ آمیز طور پر ایک شخص کی مدح کررہا تھا، آپ نے دیکھا تو فرمایا: "تم نے اوسکو ہلاک کردیا" (٣)

(عیش پرستی کا انسداد)

عیش پرستی بظاہر تمدن کا زیور ہے، لیکن درحقیقت اوسکے اندرونی نظام کا اصلی گھن یہی چیز ہے - آنحضرت کی زندگی نہایت سادہ تھی، آپ تمام لوگوں کو اسی سادگی کی تعلیم دیتے تھے، اور جب کبھی کوئی چیز اسکے خلاف نظر سے گذرتی تو اوس سے بیزاری ظاہر فرماتے تھے -

ایک مرتبہ آپ راستے سے گذرے تو ایک بلند عمارت نظر آئی - آپ نے فرمایا کسکا مکان ہے؟ لوگوں نے ایک انصاری کا نام لیا - آپ خاموش ہوگئے، لیکن دل میں بات رکھہ لی - وہ انصاری آپ کی خدمت میں حاضر ہوے اور سلام کیا، آپ نے منہ پھیر لیا - اونہوں نے کئی بار سلام کیا لیکن آپ کا اعراض بدستور قائم رہا - اونہوں نے اپنے دوستوں سے آنحضرت کی ناراضی کا سبب پوچھا، تو لوگوں نے واقعہ بیان کیا - وہ فوراً گئے اور اوس مکان کو منہدم کردیا - آپ دوسری بار اوس طرف سے گذرے تو فرمایا کہ وہ عمارت کیا ہوگئی؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! صاحب خانہ نے آپ کی ناراضی کے خوف سے اوسکو گرادیا - آپنے فرمایا ہر وہ گھر جو ضرورت سے زائد ہو، صاحب خانہ پر وبال ہے - (٤)

ایک مرتبہ آپ کسی لڑائی سے واپس آئے، حضرت عائشہ نے شوق و عقیدت سے گھر کو ایک نہایت رنگین پردہ سے سجادیا آپ تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے سلام کیا لیکن آپ کے چہرہ سے ناراضی کے آثار ظاہر ہوے اور سلام کا جواب تک نہیں دیا - پھر خود اپنے دست مبارک سے پردے کے دو ٹکڑے کردیے اور فرمایا کہ خدا نے ہمکو مٹی اور پتھر سے آراستہ کرنے کا حکم نہیں دیا ہے - (١)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھہ بھی اس قسم کے موافع پیش آے ہیں -

(عفت و عصمت)

اسلام پاکبازی اور عفت کی تعلیم دینے کیلیے آیا تھا:

والذین لفروجہم حفظون — کامیاب مسلمان وہ ہیں جو عفیف اور پاکباز ہیں -

اس بنا پر جب کبھی اس قسم کے موافع پیش آتے تھے جن سے مسلمانوں کی اس خصوصیت پر حرف آسکتا تھا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم فوراً اوس سے تعرض فرماتے تھے -

حضرت فضل ابن عباس نہایت وجیہہ آدمی تھے، زمانہ حج میں آنحضرت نے اونکو اپنے ساتھہ سوار کرلیا تھا - ایک خوبرو عورت آنحضرت کی طرف فتوی پوچھنے کیلیے بڑھی - فضل نے اوسکو شوق کی نگاہوں سے دیکھنا شروع کیا، آنحضرت نے خود دست مبارک سے اونکی ٹھوڑی پکڑکر اونکا منہ اوسکی طرف سے پھیر دیا - (٢)

یورپ کو آج اپنے تہذیب و تمدن پر بڑا ناز ہے اگرچہ یورپ کی اخلاقی حالت کے اصلی منظر نہایت نفرت انگیز ہیں - بظاہر ہر انگریز کو ستر عورت کا خیال رہتا ہے اور کسی نے کسی انگریز کو راہ میں برہنہ تن بہت کم دیکھا ہوگا، لیکن اسلام کی تہذیب اس بارے میں صرف نمائشی لباس آرائی ہی کو کافی نہیں سمجھتی - ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک شخص کو میدان میں برہنہ نہاتے ہوے دیکھا، فوراً منبر پر تشریف لاے اور ایک عام خطبہ دیا:

ان اللہ حیی ستیر یحب الحیاء و الستر فاذا غسل احدکم فلیستتر — خدا صاحب حیا اور پردہ دار ہے، وہ حیا اور ستر پوشی کو پسند کرتا ہے پس تم میں سے جو کوئی غسل کرے چاہیے کہ پردہ ڈال لیا کرے

آنحضرت کو ستر عورت کا اسقدر خیال تھا کہ ایک مرتبہ مسور بن مخرمہ نے ایک بھاری پتھر اوٹھایا - اس حالت میں اونکا تہبند گرگیا - آپ نے فوراً ٹوکا کہ کپڑا اوٹھاؤ برہنہ نہ ہو (٣) تمدن یورپ کی ستر پوشی کا یہ حال ہے کہ غسل خانوں، حماموں، بحری ساحلوں، اور پیراکی کے حوضوں میں صدہا متمدن انسان برہنہ ہوکر ایک دوسرے کے سامنے ہوتے ہیں -

(اصلاح مستورات)

اس معاملہ میں عورتوں کی حالت مختلف حیثیتوں سے قابل توجہ و محتاج اصلاح تھی - عرب میں مخنثوں کا ایک گروہ موجود تھا، جو علانیہ گھروں میں آتا جاتا تھا - ایک بار ایک مخنث نے ازواج مطہرات کے سامنے ایک عورت کے محاسن ذکر کیے ایک مرد کی نظر و ذوق سے بیان کیے - آنحضرت نے فوراً حکم دیا یہ لوگ گھر میں نہ گھسنے پائیں (٤)

عرب کی عورتوں میں جو بد اخلاقیاں پھیل گئی تھیں، اون میں ایک بد اخلاقی یہ بھی تھی کہ بعض عورتیں مردوں کی وضع اختیار کرتی تھیں - آنحضرت نے ان پر عموما لعنت بھیجی ہے - لیکن جب کبھی کسی عورت کی وضع کو مردوں سے بلا قصد بھی

(١) بخاری جزء ١ - ص - ١١
(٢) ابو داود ص - ٣٤٧ - جلد ٢
(٣) بخاری جزء - ٣ - ص - ١٧٧
(٤) ابو داود جلد ٢ صفحہ ٣٥٩

(١) ابو داود ص - ٢١٦ - جلد - ٢
(٢) بخاری جزء - ٨ - ص - ٥١
(٣) ابو داؤد جلد - ٢ - ص - ٢٠١
(٤) مسلم جلد - ٢ - ص - ٢٣٣

عن ابن شهاب كان عمر بن الخطاب اذا نزل الامر المعضل دعا الفتيان فاستشارهم يبتغي حدة عقولهم (کنز العمال ج-۱-ص-۱۹۳)

زهري روایت کرتے هیں که حضرت عمر کو جب کوئي معضل مسئله پیش آتا تو نوجوانوں کو طلب فرماتے اور ان سے مشورہ لیتے ' تاکه انکي ذهانت عقل کا اتباع کریں -

بلاذري جو مشهور مورخ هے ' ایک ضمني موقع پر لکهتا هے :

كان للمهاجرين مجلس في المسجد فكان عمر يجلس معهم و يحدثهم عما ينتهي اليه من امر الآفاق (فتوح البلدان -)

مسجد نبوي میں مهاجرین کي ایک مجلس تهي - حضرت عمر انکے پاس بیٹهتے تهے اور ملک کے جو واقعات ان تک پهونچتے تهے انکو بیان کرتے تهے -

قرآن و حدیث کے بعد فقه کا درجه هے - فقه اسلامي کا تیسرا رکن اجماع هے ' جو مشورهٔ ملت کي سب سے کامل اور معتاط حد هے - یعني علماے امت کا کسي مذهبي غیر منصوص مسئله پر اور قوم کے ارباب سیاست کا کسي طریقه سیاست پر اتفاق کرنا - آنحضرت نے جماعت کي اکثریت کو همیشه ایک بالاتر جگه دي - کبهي فرمایا که لا تجتمع امتي على الضلالة - میري امة کبهي بهي ضلالت پر اجماع نهیں کرسکتي - کبهي ارشاد هوا که يد الله على الجماعة - جماعت پر الله کا هاتهه هے - اس سے متخلف نه کرو - شخصیت کے مقابله میں جماعت کي قوت کو قائم کرنا جمهوریت کي اصلي بنیاد هے ' اور اس سے بڑهکر اسکے لیے تصریح کیا هوسکتي هے ؟

ان تصریحات کے علاوہ تاریخ و احادیث کے بکثرت واقعات هیں جن سے ثابت هوتا هے که خود آنحضرت باتباع حکم الهي اور نیز خلفاے راشدین باقتداے سنت نبوي ' هر امر اهم میں لوگوں سے مشورہ لیتے تهے ' اور مسائل پر اجماع کرتے تهے - مسجد نبوي اسلام کي مجلس عمومي یا سینیٹ تهي - اکابر مهاجرین و انصار ارکان خاص ' اور عام مسلمان ارکان عام تهے - مدینه کي گلیوں میں الصلوٰة جامعة کي ندا انعقاد مجلس کا اعلان کردیتي - اس قسم کي مجالس میں جو واقعات پیش هوے ' انکي ایک مختصر فهرست ذیل میں هم پیش کرتے هیں :

(عهد نبوت)

طریقهٔ اذان ' تکذیب واقعهٔ افک ' جنگ بدر میں آگے بڑهنا ' بدر کے کنویں پر مقیم هونا ' فدیهٔ اسیران جنگ بدر ' جنگ احد میں مدینه سے نکلکر لڑنا ' غزوهٔ خندق میں مدینه کے اندر محصور هوکر لڑنا ' ایام خندق میں حمله آوروں سے مدینه کي ایک تهائي پیداوار پر صلح کرنیکي بحث ' حدیبیه میں جنگ کا مسئلهٔ ' وغیره

(عهد خلافت راشده)

کتابت قرآن ' قتال اهل ارتداد ' جنگ شام ' مجوسیوں سے جزیه لینے کي بحث ' ملک عراق و شام کو فوج کي جاگیر میں دینے کا مسئله ' نهاوند کي لڑائي میں حضرت عمر کي شرکت کي بحث ' بعض عمال و حکام کا تقرر ' امراء فوج کا انتخاب ' تقسیم غنیمت ' فوج کي تنخواه ' سنه هجري کا تعین ' غسل جنابت بغیر خروج ' ترتیب دفاتر ' وبا زده ملک میں داخل هونیکي بحث ' تجارت غیر قومي پر محصول ' جنگ افریقه ' بیت المال کا تعلق و تصرف ' وغیره ذالک -

شخصي اور غیر شخصي حکومتوں میں بڑا فرق یهي هے که شخصي حکومتوں میں همیشه سلاطین و ملوک نے ملک کي آمدني کو اپني خاص چیز سمجها هے ' جسپر وہ هر قسم کا اختیار تصرف و اقتدار کا رکهتے هیں ' اور اپنے فوائد ذاتي سے بچا کر جو کچهه رعایا کیلیے خرچ کرتے هیں ' اسکو اپنا احسان قرار دیتے هیں لیکن

جستوري و جمهوري حکومت کي سب سے پهلي خصوصیت یه هے که محاصل ملکي کو انکے دست قهر سے نجات ملے ' کیونکه وہ پبلک کي چیز هے ' اور پبلک هي کي ضرورتوں میں اسکو صرف هونا هے - البته رئیس ملک کو اپني خدمات و انتظام کے معاوضه میں بقدر ضرورت اوس سے دیا جاسکتا هے - لیکن یه ایک ایسي مساوات هے جسکي تعمیل یورپ کي دستوري حکومتوں میں بهي اب تک نهوسکي ' اور لاکهوں روپے هر سال ملوک و سلاطین اور ارکان خاندان شاهي کے اسراف و نشاط کیلیے دیے جاتے هیں - هم الحرية في الاسلام کے ایک نمبر میں سلاطین یورپ اور پریسیڈنٹ جمهوریت فرانس و امریکه کي تنخواهوں کا حال درج کرکے اسکا مقابله خلفاء راشدین کي تنخواهوں سے کرچکے هیں -

لیکن اسلام اپنے اول ظهور سے اسپر عامل هے - ملک کي آمدني کو وہ مال الله اور پهر مال المسلمین سمجهتا هے ' اور اسي لیے خزانهٔ ملکي کا نام اسکي اصطلاح میں بیت مال المسلمین هے یعنے تمام مسلمانوں کے مال کا خزانه ! -

عهد نبوت میں خراج و جزیه کي جو رقم ممالک مفتوحه سے آتي تهي ' آپ اوس سے صرف اسقدر لیتے جسقدر ایک فقیر الحال شخص کي نا گزیر ضرورتوں کیلیے لا بدي هے ' اور تمام رقم ملک کے اهل حاجت کي امداد اور مسلمانوں کي عام ضروریات میں صرف هوتي تهي - اکثر ایسا هوتا تها که بادشاہ عرب بهوک سے پیٹ پر پتهر باندهتا تها ' اسکے گهر میں مهینوں چولها نهیں جلتا تها ' اکثر راتوںکو چراغ میں تیل تک میسر نه آتا تها ' لیکن خزانهٔ ملکي سے وہ اس حالت میں بهي ایک پیسه لینا گوارہ نکرتا تها - جب اسنے وفات پائي تو اسکي زرہ ایک یهودي کے هاں چند سیر جو پر رهن تهي !

حکومت کو ذاتي ملک نه قرار دینے پر سب سے بڑي دلیل یه هے که آپ نے اپنا جانشیں اپنے کسي عزیز کو قرار نهیں دیا -

خلفاے راشدین بهي اس اسوهٔ حسنه کے بهترین نمونه تهے ' خلفاے اربعه میں سے کسیکو بهي یه حق نه تها که بمعاوضهٔ خدمت ملکي چند درهم ماهوار سے زیاده حاصل کرے - حضرت ابو بکر رضي الله عنه اپنے آغاز ایام خلافت میں بهي تجارت کرتے تهے ' اور اپنے لیے بیت المال سے کچهه نه لیتے تهے ' جب خدمات خلافت کي گرانباري سے مجبور هو گئے اور تجارت کیلیے وقت نه نکال سکے تو مسلمانوں کے مشورہ کے بعد خود بهي بقدر احتیاج لینے لگے - حضرت عمر بهي بیت المال سے حق مقررہ سے زیاده نهیں لیتے تهے ' اور اس حق مقررہ کي بهي خود انهوں نے تفصیل کردي تهي - یعني گرمي اور جاڑوں کیلیے دو جوڑے کپڑے ' ایک متوسط الحال قریشي کیطرح اهل و عیال کے اخراجات ' حج کیلیے سال میں ایک بار سواري ' اور بس !

ایک بار ایک مسلمان نے صرف اس بنا پر انکي اطاعت سے انکار کیا که اسکو شبهه هوا که حضرت عمر نے اپنے حق سے زیاده چادر لیلي هے - بیت المال سے ایک لونٹ گم هوتا تها تو حضرت عمر (ض) گهبرا جاتے تهے که میں جوابده هوں - کار و بار خلافت کیلیے جب چراغ جلاتے تهے تو فراغت کے بعد فوراً بجهادیتے تهے که اب مجهے اس سے فائده اٹهانے کا حق نهیں

ایک بار حضرت عمر کي بیوي نے ایک مسلمان قاصد کي معرفت جب وہ خلافت کے طرف سے قسطنطنیه جا رها تها ' قیصر کي بیوي کو کچهه تحفه بهیجا - قیصره نے رومي قاصد کے هاتهه ایک گرانبها هدیه حضرت عمر کي بیوي کے لیے بهیجدیا - حضرت عمر کو جب معلوم هوا تو گهر میں تشریف لاے اور وہ گرانبها هدیه لیکر بیت المال میں داخل کردیا ' اور فرمایا "یه عام مسلمانوں کي چیز هے ' کیا اس سے پہلے بهي قیصر نے تجهکو هدیه بهیجا تها ؟ "

البـــلاغ :

آپ نے ایک نہایت اہم دینی اور تاریخی بحث چھیڑدی ہے جو بغیر اسکے صاف نہیں ہوسکتی کہ نہایت شرح و بسط کے ساتھہ نظر ڈالی جائے - آپکے سوال کو میں چند ٹکڑوں میں منقسم کردیتا ہوں تاکہ بسہولت تمام پہلو بحث میں آسکیں :

(۱) خلافۃ راشدۂ اسلامیہ کا طرز حکومت جسکو آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے "علی منہاج النبوۃ" فرمایا یعنی وہ طریق نبوۃ پر کاربند ہوگی، کیا تھا؟

(۲) موجودہ پارلیمنٹری طرز حکومت اور اسلامی طریق شوری-

(۳) ایک ایسا مجلس الشوری جسمیں غیر مسلم ارکان بھی ہوں، کیا اسلامی دارالشوری ہوسکتا ہے؟

الہلال کی جلد (۳) میں جو سلسلۂ مضامین "الحریۃ فی الاسلام" کے عنوان سے شائع ہوا ہے، آپ اسپر مکرر نظر ڈال لیں- نہایت شرح و بسط کے ساتھہ اس مسئلہ کا حل شرعی اسمیں موجود ہے اور ایک طالب حق کو کفایت کرتا ہے - البتہ یہ سلسلہ نا تمام رہگیا تھا، اور ایک پورا ٹکڑا جو "حکم شوری" کے عنوان پر لکھدیا گیا تھا، اس خیال سے شائع نہوا کہ زیادہ مفصل و مدلل کرکے شائع کرنا مقصود تھا - لیکن اس ٹکڑے کو بھی اب شائع کردیا جاتا ہے- یہ ایک مختصر اور اجمالی نظر ہے - آپکے مطالعہ میں آجائے - اسکے بعد بقیہ سوالات کا جواب عرض کرونگا -

(حکـــم شوری)

یعنی تمام داخلی و خارجی معاملات ملکی اور امور انتظامی و قانونی ملک کے اہل الرائے اور وکلاء ملت اشخاص کے مشورہ سے انجام پائیں، اس مسئلۂ کے اثبات و تفصیل سے پہلے ایک تمہید کی ضرورت ہے-

ہر دستوری (مقید بقانون) حکومت کیلیے ایک اصولی قانون ہوتا ہے، جو باہمی مشورہ سے منفصل ہوکر آیندہ تمام قوانین کیلیے ایک اصول موضوعہ اور سنگ بنیاد قرار پاتا ہے - یورپ کے جمہوری و پارلیمنٹری دور نے اسے "قانون اساسی" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے- حکومت ہمیشہ اس بنیادی قانون کی متابعت پر مجبور ہوتی ہے اور جتنے قوانین و اصول وضع ہوتے ہیں، سب کے سب اسی اولین قانون اساسی کے ماتحت رہتے ہیں - اسکی تمام دفعات اصولی و کلی ہوتی ہیں - وہ جزئیات سے کوئی تعلق نہیں رکھتا - ہر شاخ حکومت و نظام سلطنت کیلیے اصولی دفعات وضع کردیتا ہے -

اسلام کا بھی ایک قانون اساسی ہے یعنی "قرآن اور اسکی عملی تفسیر جسکا نام "سنت" ہے - اسی پر تمام قوانین اسلامی کی بنیاد ہے-

اسلام کا یہ قانون اساسی دنیا کے تمام دیگر قوانین اساسیہ کے خلاف انسانوں کا گھڑا ہوا نہیں ہے بلکہ اوس مقنن اعظم کی تاسیسات ہیں جسکے قوانین فطرت سے دنیا کا ذرہ ذرہ جکڑا ہوا ہے، اور جسکے کلمات و سنن میں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا: لا تبدیل لکلمات اللہ - و لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا -

اس قانون اساسی کے مادۂ جو معاملات ملکی اور امور انتظامی و قانونی ہیں، اسلام کا حکم ہے کہ وہ ہمیشہ باہمی مشورۂ عام سے طے ہوں - مسجد نبوی ہماری مجلس شوری تھی - مہاجرین و انصار مجلس کے ارکان خاص، اور عام مسلمان اوسکے ارکان عام تھے - "الصلوۃ جامعۃ" انعقاد مجلس کا اعلان تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو مشورۂ انسانی سے مستغنی تھے، وہ بھی بر بنائے تعلیم امت استشارہ فرماتے تھے اور تمام خلفاے راشدین کا اسی پر عمل تھا - مختصر اس مسئلہ میں زیادہ کاوش کی ضرورت نہیں، خود قرآن حکیم نے اس مسئلہ کو فیصل کردیا ہے :

و شـــاورھم فی الامر (۳-۱۵۳)	معاملات حکومت میں مشورہ کرلیا کرو!

دوسری جگہ صحابہ کرام کی توصیف و مدح میں خدا فرماتا ہے:

وامرھـــم شوری بینھم (۴۲-۳۶)	انکے معاملات حکومت باہمی مشورہ سے طے ہوتے ہیں-

پہلی آیۃ نے حکم دیا، اور دوسری نے اسکی تعمیل کی خبر دیدی -

پہلی آیت کی تفسیر میں صاحب فتح البیان نے ایک نامور عالم ابن خواز منداد کا یہہ قول نقل کیا ہے :

واجب علی الولاۃ مشاورۃ العلماء فیمـــا لایعلمون وفیما اشکل علیھم من امور الدنیا و مشاورۃ وجوہ الجیش فیمـــا یتعلق بالحرب و وجوہ الناس فیما یتعلق بالمصالح و وجوہ الکتاب والعمال والوزراء فیما یتعلق بمصالح البلاد و عمارتھا (ج-۲-ص-۱۳۰ مصر)	حکام ملک پر اون معاملات میں جنکو وہ نہیں جانتے اور دیگر امور دنیاوی میں واقف کاروں سے، معاملات جنگ میں افسران فوج سے، مصـــالح عــــامہ میں معززین ملک سے، اور معاملات ملکی میں اہل دفتر و حکام و وزرا سے مشورہ کرنا واجب ہے -

وہ امام یا سلاطین جو حکم شوری کی تعمیل نہیں کرتے، امام قرطبی حسب ذیل فتوی انکے متعلق نقل کرتے ہیں :

لا خلاف فی وجوب عزل من لایستشیر اہل العلم والدین- (فتح البیان ج-۲-ص-۱۳۰)	جو خلیفہ اہل علم و اہل دین سے مشورہ نہ کیا کرے، اوسکی معزولی کے واجب ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں -.

"الحریۃ فی الاسلام" کی گذشتہ صحبتوں میں ہم حکم شوری کی تشریح کرچکے ہیں - اب دیکھنا چاہیے کہ عمل کی حیثیت سے اسلام نے اسکا کیا نمونہ پیش کیا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت عائشہ کی شہادت ہے کہ :

ما رایت احداً اکثر استشارۃ للرجال من رسول اللہ صلعم- (رواہ البغوی)	میں نے رسول اللہ سے زیادہ کسیکو اس بارے میں نہ پایا کہ لوگوں سے مشورہ کرتے دم لیا جائے -

حضرۃ ابو ہریرہ سے مروی ہے :

ما رایت احدا اکثر مشورۃ لاصحابہ من رسول اللہ صلعم (رواہ الترمذی)	میں نے آنحضرت صلعم سے زیادہ کسیکو اپنے اصحاب سے مشورہ لیتے نہیں دیکھا -

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص کو لکھا تھا

ان رسول اللہ صلعم شاورنا فی الحرب فعلیک بــــہ (کنزہ العمال- ج-۱- ص ۱۹۴)	رسول اللہ صلعم امور حرب میں ہم لوگوں سے مشورہ کرتے تھے پس تم بھی ایسا ہی کیا کرو

اس حدیث سے نہ صرف آنحضرت کا طرز عمل ظاہر ہوتا ہے بلکہ حضرت ابوبکر کا بھی اصول عمل واضح ہوجاتا ہے -

اسکے بعد حضرت عمر کا دور ہے - انہوں نے مہاجرین و انصار کی باقاعدہ مجلسیں قائم کیں، اون سے ہمیشہ امور مملکت میں مشورہ لیا - عام مسلمانوں کو بھی ہر مسئلہ میں اعتراض کا حق حاصل تھا، عہد فاروقی کی تاریخ ان واقعات سے اسقدر لبریز ہے کہ اگر کسی ایک مضمون میں ضمناً سمیٹنا ممکن نہیں - مثلاً چند واقعات حوالۂ قلم ہیں:

انکار برابر قائم رہا - اسکے بعد ایک تاجر نے ایک نگینہ کھدوایا اور دس درہم اُجرت دي - ابومسلم نے ان درهموں کو گہر میں لاکر عورتوں کے سامنے پھینک دیا ' اور کہا : " میں دس سال سے متصل یہ کوشش کررہا ہوں کہ تمکو مال حرام نہ کھلاؤں "

جعفر بن حرب کا باپ پادشاہ کے درباریوں میں تہا ' اسلیے وہ اپني دولت اور جائداد کو هميشه مشتبه نگاہ سے دیکھتا تہا - چنانچہ آخر عمر میں تمام مال و دولت چھوڑ کر برهنہ تن گھر سے نکل گیا ' اور ستر پوشي کیلیے ایک تالاب میں جا کر بیٹھ گیا - اسي حالت میں ایک دوست کي نگاہ پڑگئي ' اوس نے ایک کرتہ پہنا کر تالاب سے باہر نکالا -

عیسي بن صبیح نے بھي اسي اشتباہ کي بنا پر مرنے سے پہلے اپني تمام دولت لٹا دي -

محدثین کرام کي سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ علم و مذهب کي خدمت پر کسي سے ایک حبہ معاوضہ لینا پسند نہیں کرتے تہے - تاریخ معتزلہ میں بھي اس خصوصیت کے نظائر بکثرت ملتے ہیں - جعفر بن مشیر نہایت فقیرانہ زندگي بسر کرتا تہا - ایک بار اوس نے خطبہ نکاح پڑھا ' اور ایک تاجر اوسکي طلاقت لساني پر فریفتہ هوگیا - وہ فوراً اپنے گھر گیا اور پانسو اشرفیاں جعفر بن مشیر کے یہاں بھجوادیں - لیکن جعفر نے اونکو واپس کردیا - لوگوں نے کہا : " آپ بادشاهوں کے عطیہ کو تو واپس هي کردیتے تہے لیکن یہ تو تاجر کا مال ہے ' اور اوس نے اپنے هاتهہ سے کمایا ہے " جعفر نے کہا : " هاں لیکن میں اپني خوش بیاني پر معاوضہ لینا نہیں چاهتا "

معتزلہ اگرچہ زهد و قناعت کي بنا پر تعلقات سلطنت سے هميشه احتراز کرتے تہے ' یہاں تک کہ ابوالقاسم عبید اللہ بن احمد کو ایک مرتبہ اُمور سلطنت سے کچھہ تعلق پیدا هوگیا تو آخر میں اُونهوں نے اس سے توبہ کي ' لیکن اگر یہ گروہ نظام سلطنت کا جزو بنایا جاتا ' تو هميشه کیلیے ظلم کي بنیاد متزلزل هوجاتي ' اور عدل و انصاف کا منارہ دوبارہ قائم هوجاتا - عمال کے مظالم کا سب سے بڑا سبب حرص و هوا ہے جو خزانہ شاهي سے زیادہ اون کے جیب و دامن کو بھرتي رهتي ہے - لیکن علماء حق مال و دولت سے بالکل بے نیاز تہے ' اسلیے وہ ان مناصب پر فائز هوکر احتساب کے غرض کو پوري قوت و نفوذ کے ساتهہ ادا کرسکتے تہے - واثق باللہ کے زمانے میں جب تحصیلداروں کا ظلم حد سے گذر گیا تو اوس نے حکم دیا کہ تمام عہدہ داروں کي نگراني کیلیے صیغہ مال میں صرف فرقہ معتزلہ هي کے لوگ منتخب کیے جائیں - چنانچہ قاضي ابن ابي داؤد نے ابو یعقوب شحام کا انتخاب کیا ' اور خضل بن مروان کي نگراني کي خدمت اسکو تفویض کي نتیجہ یہ هوا کہ فضل کا جو هاتهہ رعایا کي هر چیز کي طرف بے روک ٹوک بڑھتا تہا ' اب احتساب کي سخت زنجیروں میں جکڑ گیا ' اور اوسکي مطلق العناني دفعتاً جاتي رهي -

(معتزلہ کي علمي زندگي)

اسلام نے جو آزادي فکر اور حریت اظہار تمام غیر مذاهب کو بخشي تهي ' اسکو مسلمانوں کي علمي ترقي ' اور خلفاے عباسیہ کي بے تعصبي نے اور زیادہ ترقي دیدي تهي - اسلیے هر فرقہ نہایت آزادي کے ساتهہ اپنے مذهبي عقائد کا اظہار کرسکتا تہا ' اور عموماً بحث و مناظرہ کا بازار گرم رهتا تہا - یہ میدان معتزلہ کي علمي خدمات کا بہترین جولانگاہ بنا -

قدیم مذاهب میں یہود و نصاری کا فرقہ مدت سے اسلام کا حریف مقابل رهچکا ہے اسلیے معتزلہ نے اونکي مذهبي کتابوں کا بالاستیعاب مطالعہ کیا تہا - ابراهیم بن سیار نظام نے توراۃ و انجیل اور زبور کو مع شروح و تفاسیر کے ازبر یاد کرلیا تہا - واصل بن عطاء نے فرقہ مانویہ کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھي تهي جو عموماً پڑھي پڑھائي جاتي تهي - ابو یعقوب نے مخالفین اسلام کے رد میں مختلف کتابیں تصنیف کیں ' ابو علي نے اسي غرض سے علم نجوم میں مہارت حاصل کي اور منجمین کے رد میں ایک کتاب لکھي -

لیکن معتزلہ نے سب سے زیادہ ملاحدہ و دهریہ کي طرف توجہ کي - ملاحدہ میں ایک شخص ابن الراوندي تہا جسکا پورا نام ابو الحسین احمد بن یحیی ہے - وہ بعض ذاتي اغراض سے ملحد هوگیا اور الحاد کي تائید میں متعدد کتابیں لکھیں - ایک کتاب خود قرآن حکیم کے رد میں لکھي تهي جسکا نام دامغ تہا ' ایک کتاب میں موحدین کا رد کیا تہا ' ایک کتاب تمام انبیاء کے رد میں تصنیف کي تهي جسکا نام فرید تہا ' ایک کتاب معتزلہ کي هجو میں بھي لکھي تهي - وہ نہایت تنگدست تہا ' اور غالباً شکم پروري هي کي غرض سے ملحد هوگیا تہا ' اسلیے دوسرے مذاهب کي تائید میں بھي معاوضہ لیکر اُجرتي کتابیں لکھدیا کرتا تہا - بعض کتابوں میں یہود و نصاری اور ثنویہ اور ارباب تعطیل کے مذاهب باطلہ کي تائید کي تهي -

معتزلہ نے اس فتنہ کے دبانے کیلیے هر قسم کي کوششیں کیں ' پہلے بادشاہ کو اوسکے قتل پر آمادہ کیا ' لیکن ابن راوندي نے بھاگ کر کوفہ کے ایک یہودي کے دامن میں پناہ لي اور وهیں مرگیا ' اوسکے بعد اُسکي تصنیفات کے رد میں معتزلہ کي مجموعي طاقت نے حصہ لیا - فضائح المعتزلہ کا رد ابو الحسین نے کیا جسکا نام النقض والانتصار ہے - کتاب الفرید کي تغلیط ابو هاشم نے کي ' شیخ ابو علي ابو الحسین خیاط اور زبیري نے اوسکے رد میں بکثرت کتابیں لکھیں - ابو بکر محمد بن ابراهیم نے اوسکي چاروں کتابوں کا رد کیا -

لیکن ان مذهبي سرگرمیوں میں قلم سے زیادہ معتزلہ نے زبان سے کام لیا - تمدني ترقیوں نے بغداد کو هر فرقہ ' هر مذهب ' اور هر گروہ کا مرکز بنا دیا تہا ' اسلیے بغداد کے اندر دجلہ کي لہروں کے ساتهہ مختلف عقائد اور مختلف خیالات کا تلاطم بھي برپا رهتا تہا - خلفاے عباسیہ کي علمي بے تعصبي نے هر گروہ کو اظہار خیالات کا نہایت فیاضانہ موقع دیا تہا ' اس آزادي سے یہودي ' سوفسطائی ' ثنوی ' مجوسي ' سب کے سب یکساں فائدہ اوٹھاتے تہے - خیالات کے اس تراکم اور زبان کي اس آزادي نے مناظرہ کا ایک اکھاڑا قائم کردیا ' خلفاے بنو عباس کے دربار میں اگرچہ دوسرے سامان آرائش کے ساتهہ ' فقہاء ' محدثین ' اور ادباء کا گلدستہ بھي سجایا جاتا تہا ' لیکن اس دنگل کے مرد میدان صرف معتزلہ هي هوسکتے تہے -

لیکن اون مناظروں میں اس زمانہ کي طرح محض علمي زور آزمائیاں نہیں هوتي تهیں ' بلکہ وہ اشاعت اسلام کا سب سے بڑا ذریعہ تہے ' اور اسي غرض سے معتزلہ نے اوس کو اپني علمي طاقت کا جولانگاہ بنایا تہا - ایک مرتبہ فرقہ سمنیہ کے ایک شخص نے جہم بن صفوان معتزلي سے پوچھا : " کیا کوئي چیز حواس خمسہ کے ادراک سے باہر بھي ہے ؟ " جہم نے کہا " نہیں " اوس نے پھر پوچھا : " تم نے اپنے خدا کو کس حاسہ کے ذریعہ سے پہچانا ؟ " جہم بند هوگیا ' لیکن اوس نے واصل بن عطاء سے بذریعہ خط و کتابت کے جواب دریافت کیا ' واصل نے جواب دیا کہ " حواس خمسہ کے علاوہ ایک چیز عقل اور حجت بھي ہے ' زندہ اور مردہ میں عقل هي کے ذریعہ سے تفریق کي جاسکتي ہے ' هوشیار اور دیوانے کو دلیل هي کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے " جہم نے اوسکو یہي جواب دیا ' معترض نے کہا " یہ سچ ہے ' لیکن یہ کسي دوسرے کي بتائي هوئي بات معلوم هوتي ہے " جہم نے اسکا اعتراف کیا ' چنانچہ معترض

اس واقعه سے زیاده واضح اور زیاده روشن حضرت عمرؓ کا وه خطبه ہے جسمیں اونہوں نے خلیفه اور عام اهل ملک کے حقوق ملکي کا ذکر کیا ہے :

انما انا وما لکم کولي الیتیم ان استغنیت استعففت و ان افتقرت اکلت بالمعروف ۔ لکم علی ایها الناس خصال فخذوني بها ۔ لکم علی ان لا اجتبي شیئاً من خراجکم و لا مما افاء الله علیکم الا من وجهه ولکم علی اذا وقع في یدي ان لا یخرج مني الا في حقه ۔ ولکم علی ان ازید في اعطیاتکم (کتاب الخراج ابو یوسف - ص ۹۷)

تمہارے مال کي اور میري مثال ایک یتیم کے مربي کیطرح ہے ۔ اگر میں مستغني هونگا تو کچهه نه لونگا اور اگر محتاج هونگا تو حسب دستور کچهه کهانیکو لے لونگا - لوگو ! مجهپر تمہارے چند حقوق هیں جنکا تمکو مجهسے مطالبه کرنا چاهیے - مجهپر تمہارا حق ہے که ملک کا خراج اور مال غنیمت بیجا طور سے جمع نکروں ۔ مجهپر تمہارا حق ہے که جب میرے هاتهه تمہارا خراج و غنیمت آئے تو میرے هاتهه سے بیجا طور سے نه نکلے ۔ مجهپر تمہارا حق ہے که میں تمہارے وظائف میں اضافه کروں -

الله الله ! آج رعایا گورنمنٹوں سے اپنا حق مانگتي ہے اور نہیں ملتا ۔ اور ایک زمانے میں مسلمانوں کو عادت دلائي گئي تهي که اگر وه اپنا حق مانگنا بهول جائیں تو خود پادشاه وقت انکو یاد دلائے که تمہیں مجهسے مطالبه کرنا چاهیے !!

حضرت عثمان رضي الله عنه کا بهي خود اپنے متعلق یہي طرز عمل تها ۔ آخر ایام میں جب بعض اعزه کے متعلق طرفداري کا میلان ان سے ظاهر هوا تو فوراً مسلمانوں کي ایک بڑي جماعت انکي طرف سے مشتبه هوگئي ۔ حضرت علي علیه السلام کا بهي بشدت اسي پر عمل تها - عبد الله بن زمعه نے جب ان سے بلا استحقاق کچهه طلب کیا تو فرمایا :

ان هذا المال لیس لي و لك و انما هو فيء للمسلمین ! (نہج البلاغة ص - ۹ ۴۸)

یه مال نه میرا ہے اور نه تیرا ۔ یه عام مسلمانوں کي آمدني ہے -

ولید بن عبد الملک دمشق میں جب بے انتہا مصارف سے جامع مسجد بنوا رها تها تو مسلمانوں نے فوراً اعتراضات کیے که بیت المال کا اسقدر روپیه کیوں بیکار صرف کیا جا رها ہے ؟ حضرت عمر بن عبد العزیز سلطنت کے کاغذات دیکهنے کیلیے ایک خاص چراغ رکهتے تهے جسمیں بیت المال کا تیل ڈالا جاتا تها ۔ اور اپنے ذاتي مطالعه کیلیے دوسرا چراغ رکهتے تهے جسمیں اپني ذاتي تنخواه سے تیل ڈالتے تهے -

کیا ان واقعات کے بعد بهي اسمیں شبه هوسکتا ہے که حکومت اسلامیه کا نظام دستوري یا جمہوري نه تها ؟ کیا اس سے بہتر مثال حکومت عامه کي کوئي قوم پیش کرسکتي ہے ؟ کیا تاریخ ماضي کے خزانه میں اس سے بہتر کوئي نظیر موجود ہے ۔ اور مستقبل کو اس سے بہتر نمونه ملسکتا ہے ؟

یه تو مسلمانوں کي حکومت ماضیه کا افسانه تها جو انکي مذهبي تعلیمات کي سطح پر ٹهیک تیره سو برس هوے که قائم هوئي تهي ۔ لیکن آج مسلمانوں نے اگر زندگي حاصل کي ہے ۔ اگر مذهبي احساس انمیں پهر پیدا هوگیا ہے ۔ اگر جوهر و روح اسلام کے وه پهر طالب هیں ۔ تو دین کے بعد انکي سب سے پہلي کوشش دنیا کي صحیح سیاست کیلیے هوني چاهیے ۔ کیونکه اسلام نے دین اور سیاست کو الگ الگ نہیں رکها ہے - وه ایک هي حقیقت شرعي ہے - قرآن حکیم نے ۔ احادیث نے ۔ تاریخ اسلام نے ۔ همکو جس طرز سیاست کي ابت رهوا میں زنده رکهنا چاها ہے ۔ اسي میں همارے لیے زندگي ہے ۔ اور اوسکے بغیر موت ہے - -

تاریخ و عبر

تاریخ معتزله کا ایک ورق

نظائر و امثال

(۲)

معتزله میں اگرچه دعوة حق کي آخري منزل شهادت سے گذر جانیکا فخر صرف غیلان دمشقي هي کو حاصل هوا ۔ تاهم احتساب کي وه خصوصیت جو کسي گروه کو سلاطین سے بے نیاز ۔ جاه پرستي سے متنفر ۔ مناصب دنیا سے بیزار کردیتي ہے ۔ اس فرقه کے هر فرد میں نمایاں طور پر نظر آتي ہے -

محمد بن اسمعیل عسکري کي بے نیازي کا یه عالم تها که ایک بار بادشاه وقت نے اونکے پاس خط بهیجا - سلاطین کے خطوط دنیادار اشخاص کي تاریخ زندگي کا روشن صفحه هوتے هیں - لیکن اوس نے نہایت بے پروائي سے کہا ۔ " میں نوه هاے خاک کے برابر بهي اس خط کي وقعت نہیں کرتا " -

جعفر بن بشر اگرچه اس عسرت کے ساتهه زندگي بسر کرتا تها که وه مستحقین زکوة میں داخل هوگیا تها ۔ تاهم جب اوس کو ایک بادشاه نے دس هزار درهم کا عطیه دینا چاها ۔ تو اوس نے صاف انکار کردیا البته ایک دوست کے دو درهم قبول کر لیے - لوگوں نے اسکي وجه پوچهي - اوس نے کہا :- " جن لوگوں کو دس هزار کي ضرورت ہے ۔ وه مجهه سے زیاده اوسکے مستحق تهے - میري ضروریات کیلیے یه دو درهم کافي هیں "

ابوبکر محمد بن ابراهیم کو ایک بادشاه نے عطیه لینے پر اسقدر مجبور کیا که اوسکے ناخنوں میں کیلیں ٹهکوادیں - با اینهمه اوس نے قبول نہیں کیا -

صله و عطیه هي کي خصوصیت نه تهي ۔ بلکه علماے حق کو هر اوس چیز سے احتراز تها جو سلاطین و امراء کي طرف منسوب هوتي تهي - ابو عبد الله حسین بن علي کي فاقه مستي اس درجه تک پہنچ گئي تهي که ایک مرتبه ابو الحسن ازرق اوسکے پاس آیا - دیکها تو وه تصنیف و تالیف میں مصروف تها - ابو الحسن نے حجرے میں پاني ڈهونڈها تو نہیں ملا ۔ ادهر ادهر نگاه دوڑائي ۔ کهانے پینے کي کوئي چیز نظر نہیں آئي ۔ اوس نے تعجب کے ساتهه پوچها " آپ اس فاقه مستي میں کیونکر تصنیف و تالیف کرتے هیں ؟ " حسین بن علي نے کہا : " اگر میں مشاغل علمیه کو چهوڑ دوں تو کیا سامان معاش فراهم هوجائیگا ؟ " ابو الحسن نے کہا " نہیں " حسین بن علي نے کہا " تو پهر وقت ضائع کرنے سے کیا فائده ؟ تصنیف و تالیف میں مصروف رهنا هي بہتر ہے "

لیکن با اینهمه اوسکے زهد کي یه کیفیت تهي که عضد الدوله اوسکے لیے خوان شاهي سے طعام خاصه بهیجتا تها اور وه اوس میں سے ایک لقمه بهي منهه میں نہیں ڈالتا تها -

ابو مسلم نقاش ایک معتزلي تها جو نگینه پر نام کهودا کرتا تها - ایک مرتبه ایک امیر کا خادم ایک نگینه لیکر آیا ۔ اوس نے نام کهودنے سے انکار کردیا - خادم نے کہا : " اگر اجرت کم ہے تو میں اس سے زیاده دیسکتا هوں " چنانچه اوس نے سو دینار تک اجرت دینا چاهي لیکن ابو مسلم نے منظور نہیں کیا - یہاں تک که گهر میں سے اسکي عورتوں نے پکارا : " تنگدستي سے هم سب کا برا حال هو رها ہے ۔ اس رقم سے انکار کردینا کسي طرح مناسب نہیں " لیکن اوسکا

آل انڈیا محمڈن کانفرنس

اور دعوۃ اسلامی

اواخر نومبر میں اس عاجز نے صاحبزادہ آفتاب احمد خان جوائنٹ سکریٹری کانفرنس کو رجسٹرڈ خط کے ذریعہ اطلاع دی کہ وہ سالہاے گذشتہ کی طرح امسال بھی کانفرنس کے پروگرام میں میری تقریر کیلیے وقت رکھیں' اور میری تقریر کا موضوع " صراط مستقیم " ہوگا -

اس خط کے جواب میں صاحبزادہ صاحب نے جو خط لکھا ' اور اسکے جواب میں جو خط میں نے بھیجا ' ان دونوں کی نقل حسب ذیل ہے - میں بیمار ہوں ' اور اس اشاعت میں اسکے متعلق اور کچھہ نہیں لکھہ سکتا - آیندہ نمبر میں انشاء اللہ لکھونگا - یہ محض ایک شخصی مسئلہ نہیں ہے' بلکہ کانفرنس کے اصول مباحث و مواعظ کا ایک علم سوال پیدا ہو گیا ہے' اور مسلمانوں کو معلوم کرنا چاهیے کہ اسکے احاطہ کے اندر اسلام کی دعوۃ و تعلیم کیلیے گنجایش ہے یا نہیں ؟

(۱)

(صاحبزادہ صاحب کا خط)

میں گذشتہ پانچ ہفتوں میں والدہ صاحبہ کی علالت اور اپنے جوان کیھہوبت بھانجے کی علالت اور انتقال کے سبب سے سخت پریشانیوں میں رہا ' اور نیز چونکہ آپکے خط کے مضمون کے متعلق مجھکو جناب والا آنریری سکریٹری صاحب کانفرنس اور دیگر ممبروں سے مشورہ کرنا تھا ' اسلیے جواب میں دیر ہوئی - معاف فرمائیں -

آپکو معلوم ہے کہ اس کانفرنس کے وجود کا مقصد اور موضوع تعلیمی تحریک کی اشاعت ان اصول کے مطابق ہے جو سر سید علیہ الرحمۃ نے قائم کی' اور جنپر علی گڈہ کی تحریک مبنی ہے - پس کانفرنس کے پلیٹ فارم پر جو کچھہ بھی تعلیمی تجاویز پیش ہوں اور انکے متعلق جو کچھہ تقریریں ہوں' ان سب میں اصلی غرض کا ملحوظ رہنا لازمی امر ہے - کانفرنس میں جو تعلیمی مسایل یا مسلمانونکی تعلیمی ضرورتوں کے متعلق جو تجاویز پیش ہوں' ان سے اتفاق یا اختلاف کرنیکا ہر ایک ممبر کو حق ہے - لیکن کانفرنس کے وجود کا جو مقصد اور موضوع ہے' اسپر کانفرنس کے پلیٹ فارم پر حملہ کرنیکا کسیکو حق نہیں - اسقدر تمہید کے بعد اب میں آپکو آپکی وہ تقریر یاد دلاتا ہوں جو گذشتہ سال راولپنڈی کے اجلاس کانفرنس میں آپنے فرمائی تھی - اور جس میں آپنے فرمایا تھا کہ کانفرنس کی تعلیمی تحریک اس قسم کی ہے جیسے کہ کسی مردہ کو موم روغن کے ذریعہ سے زندہ کرنیکی کوشش کرنا - اس سے مجھکو بحث نہیں کہ آپنے جس راے کا اظہار کیا تھا' وہ صحیح ہے یا کیا؟ لیکن یہ میں ضرور عرض کرونگا کہ کانفرنس کے پلیٹ فارم پر اس قسم کی تقریر قطعاً ان مقاصد کے منافی ہے جنکے لیے یہ کانفرنس قائم ہے - سالہا سال کی کوشش کے بعد بڑی مشکلات کا سامنا کرکے راولپنڈی میں کانفرنس کا اجلاس اس غرض سے کیا گیا تھا کہ سوحد کے مسلمانونکو تعلیم کی طرف توجہ ہو' اور شمال مغربی اضلاع میں جو اسلامی خطہ ہے اور جو جہل کی تاریکی کیوجہ سے نہایت پستی کی حالت میں ہے' اوس میں تعلیم کے ذریعہ سے بیداری کے سامان پیدا ہوں - چنانچہ حتی الامکان مختلف تحریکوں اور لکچروں کے ذریعہ سے حاضرین کو تعلیمی تحریک کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی - لیکن آپنے آخری اجلاس میں جو تقریر فرمائی' اوس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ جو اثر کانفرنس کے مقاصد کی تائید میں پیدا ہوا تھا' وہ بہت کچھہ زایل ہوگیا - ایسی حالت میں سب سے اول یہ امر صاف ہو جانا ضروری ہے کہ جس تعلیمی تحریک کی اشاعت کیلیے یہ کانفرنس قائم ہے اور جن اصول کے مطابق اور جن مقاصد کیلیے سر سید علیہ الرحمۃ نے اسکی بنا قایم کی ہے' انکو آپ ہندوستان کے مسلمانوں کےلیے مفید اور ضروری سمجھتے ہیں یا نہیں؟ اور انکو قوم میں مقبول عام کرانے کی کوشش کرنا کانفرنس کے ممبروں کا فرض تصور کرتے ہیں یا نہیں ؟ اس امر کی نسبت جوابیہ آنے پر جناب کے اول خط کے متعلق جواب عرض کیا جائیگا - والسلام -

خاکسار : آفتاب احمد

(۲)

(خط کا جواب)

جس دن آپکا والا نامہ پہنچا ' اسی دن سے نزلہ و سوء کار میں مبتلا ہوں' تمام کام معطل ہیں - آج تھوڑی سی مہلت ملی تو سب سے پہلے جواب یاد آیا -

افسوس ہے کہ مجھے ان حوادث کی خبر نہ تھی جنکا ذکر جنابنے آغاز خط میں کیا ہے ' ورنہ تاخیر جواب کیلیے کسی طرح اظہار شکایت نہ کرتا - انا للہ و انا الیہ راجعون' و عظم اللہ اجورکم بمصائبکم -

میں آپکا شکرگذار ہوں کہ آپنے اپنے خیالات صاف صاف ظاہر کردیے ' اور ان مصنوعی اور نمایشی عذرات سے بالکل کام نہ لیا جو آجکل ایسے مواقع میں عموماً اخفاء اصلیت کیلیے کام میں لاے جاتے ہیں - یہی شان ایک مسلمان کی تمام معاملات میں

(بقیہ مضمون صفحہ ۲۸ کا)

بادشاہ سندھ نے ہارون الرشید کو لکھہ بھیجا کہ " میں نے آپ کے مذہب اور آپ کی قوم کے متعلق جو باتیں سنی تھیں' انپر یقین نہیں کرتا تھا ' لیکن اب انکی تصدیق ہو گئی " ہارون الرشید کو یہ خط پڑھ کے سخت رنج ہوا اور بے اختیار پکار اٹھا " کیا اب کوئی ایسا شخص نہیں رہا جو مذہب اسلام کی حمایت کرے ؟ " لوگوں نے کہا " ہاں! اے امیر المومنین! ایسے لوگ ہیں' مگر اسوقت انکی زبانیں بند کردیگئی ہیں' اور اکثر تو قید خانوں میں پڑے ہوے سڑ رہے ہیں " ہارون الرشید نے علماء معتزلہ کو بلوایا اور اس مسئلہ کا جواب پوچھا - انہی لوگوں میں ایک لڑکا بھی تھا - اسنے کہا " یہ سوال ہی صحیح نہیں ' کیونکہ ہر مخلوق حادث ہوتی ہے اور خدا قدیم ہے' اسلیے وہ اپنا مثل پیدا ہی نہیں کر سکتا - قدرت کا یہاں کوئی سوال نہیں ! "

ہارون الرشید اس جواب سے اسقدر خوش ہوا کہ اوسی لڑکے کو مناظرہ کیلیے ہندوستان بھیجنا چاہا لیکن لوگوں نے کہا کہ اور مسائل بھی پیش آئینگے - ایسے شخص کو بھیجنا چاهیے جو علم کلام کے تمام مسائل پر حاوی ہو - چنانچہ اس غرض کیلیے معمر معتزلی کا انتخاب ہوا ' لیکن اوس برہمن نے جس نے فقیہ موصوف کے ساتھہ مناظرہ کیا تھا ' اپنی رسوائی کے خوف سے راستے میں زہر دلوا دیا -

(استدراک)

معتزلہ کے یہ تمام حالات زیادہ تر قاضی ابوبکر یحیی کی تاریخ معتزلہ سے لیے گئے ہیں جسے پچھلے دنوں ڈاکٹر ارنلڈ نے شائع کیا تھا - بعض بعض واقعات مقریزی کی تاریخ مصر جلد دوم اور ابن خلکان وغیرہ سے بھی ماخوذ ہیں -

خود واصل کے پاس آیا، اوس سے بالمشافہ بحث کی، اور نس فرقۃ العند کے تمام لوگ مسلمان ہوگئے !

ابو الہذیل علاف سرگروہ معتزلہ کو مناظرہ میں نہایت کمال حاصل تھا، وہ مخالف کو چند فقروں میں بند کردیتا تھا - بالخصوص مجوس اور فرقۂ ثنویہ کے ساتھہ جو مناظرے کیے ہیں، وہ خاص طور پر شہرت رکھتے ہیں - انہی مناظروں کے اثر نے تین ہزار آدمیوں کو اوسکے ہاتھہ پر مشرف باسلام کرایا !

معتزلہ کے مناظروں کا عام اثر اسلیے ہوتا تھا کہ وہ ہر شخص کو عقلی گورکھہ دھندوں میں پھنسانا نہیں چاہتے تھے، بلکہ اکثر سیدھا سادھا جواب دیدیتے تھے، جو معترض کے دل میں اتر جاتا تھا - ایک مرتبہ ابوالہذیل کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا : " مجھے قران مجید کی بعض آیتوں میں شبہہ ہے اسکو حل کرنا چاہتا ہوں - لوگوں نے اس غرض کے لیے آپ ہی کا نام بتایا ہے " ابوالہذیل نے پوچھا " آپ کو کیا شبہہ ہے ؟ " اس نے کہا : " مجھے قرآن کی بعض آیتیں متناقض اور بعض اصول عربیت کے مخالف معلوم ہوتی ہیں " ابو الہذیل نے کہا " میں اُن میں سے ہر ایک کا الگ الگ جواب دوں یا ایک عام تقریر کردوں جو سب کا جواب ہو جاے " اس نے کہا " ایک کلی جواب بہتر ہوگا " ابوالہذیل نے کہا :

" آپ کو یہ معلوم ہے کہ آنحضرت شرفاے عرب میں سے تھے، اور انکی زبان مستند مانی جاتی تھی - آپ یہ جانتے ہیں کہ آنحضرت کا شمار عقلاے عرب میں کیا جاتا تھا - آپ سے یہ بھی مخفی نہیں کہ اہل عرب نے آنحضرت سے مناظرے کیے، آپ کو ان کوششوں کا بھی علم ہے جو اہل عرب نے آپ کی تکذیب میں کیں ؟ تو کیا ایک معمولی درجہ کے آدمی کے بہکانے سے آپ اُن لوگوں کے اقوال کو چھوڑدیتے ہیں جو عربی لغت کے سب سے بڑے ماہر تھے ؟ اور جنہوں نے بہت سے مناظروں کے بعد اسلام کو قبول کیا تھا ؟ "

اس نے اسی وقت کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا -

فن مناظرہ میں سب سے زیادہ ضرورت انتقال ذہنی اور قوت حافظہ کی ہوتی ہے - ابوالہذیل کا حافظہ اس قدر قوی تھا کہ اُسنے ایک مجلس مناظرہ کے اندر سات سو عربی اشعار استشہاد میں پیش کیے !

صالح بن عبد القدوس ایک مجوسی تھا اُس نے ایک مرتبہ مناظرہ میں دعوی کیا کہ " عالم ہستی نور و ظلمت کی ترکیب سے پیدا ہوا ہے " ابو الہذیل نے سوال کیا کہ " ان دونوں کے امتزاج سے کوئی تیسری چیز پیدا ہوئی، یا نور و ظلمت کی حقیقت میں کوئی تغیر پیدا ہوا ؟ " صالح نے کہا " نہیں عالم صرف نور و ظلمت کا نام ہے، امتزاج نے کوئی تیسری چیز نہیں پیدا کی " - ابو الہذیل نے کہا " اصول فلسفہ کی بنا پر دو متضاد عناصر کی ترکیب سے ہمیشہ ایک تیسری حقیقت پیدا ہوتی ہے، اور اگر ترکیب و انضمام سے یہ حقیقت جدیدہ وجود میں نہیں آے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ عنصر متضاد نہیں تھے، بلکہ صرف ایک ہی عنصر تھا - "

صالح ساکت ہوگیا -

صالح اور ابوالہذیل میں ہمیشہ مجلس مناظرہ گرم رہتی - ابوالہذیل اُس پر اس قدر غالب آگیا تھا کہ ہنسی مذاق میں بھی اُسکو زیر کردیتا تھا - ایک بار صالح کا ایک صغیر السن بچہ مرگیا، ابو الہذیل اُسکی طرف سے گذرا تو نہایت افسردہ پایا - ابو الہذیل نے کہا " غم کی کیا بات ہے ؟ آدمی تو تمہارے نزدیک صرف ایک سبزۂ روئیدہ ہے " اُس نے کہا " مجھے صرف یہ افسوس ہے کہ اُس نے میری کتاب الشکوک نہیں پڑھی " ابو الہذیل نے کہا " کتاب الشکوک کس فن کی کتاب ہے ؟ "

صالح نے کہا " میںنے ایک کتاب لکھی ہے جسکو پڑھ کر ہر چیز میں شک پیدا ہوجاتا ہے " ابو الہذیل نے کہا " تو پھر اُسکا مرنا بھی مشکوک ہے، اور اس میں بھی شبہہ ہے کہ اُس نے وہ کتاب پڑھی یا نہیں ؟ "

اسی ظریفانہ طریقہ سے ابو القاسم عبد اللہ بن احمد نے بھی ایک سوفسطائی کو بند کردیا تھا اور اوس نے اپنے عقائد سے توبہ کرلی تھی -

معتزلہ نے فن مناظرہ میں اسقدر شہرت حاصل کی کہ وہ اکثر مناظروں میں حَکم مانے جاتے تھے - مسئلہ نسخ شریعت میں ایک شخص نے کسی یہودی سے گفتگو کی اور بات اسقدر بڑھی کہ ابو القاسم معتزلی کو دونوں نے حکم مانا -

رفتہ رفتہ مناظرہ کا ذوق اسقدر عام ہوگیا کہ خود خلفاء نے بھی اوس میں حصہ لیا اور دربار شاہی بھی مجلس مناظرہ بن گیا، لیکن اس بزم کی شمع بھی معتزلہ ہی تھے - ایک مرتبہ مامون الرشید نے ابو الہذیل علاف اور زادان ثنوی سے مناظرہ کرایا، سوء اتفاق سے جعفر برمکی مجلس مناظرہ میں شریک نہوسکا، لیکن فرط شوق سے خود زادان کے پاس پہونچا اور اس مناظرہ کے متعلق جو واقعات تھے اوسکی تصدیق کرنی چاہی - زادان نے کہا " یہ واقعات سچ ہیں، لیکن اسکا کیا علاج کیا جاے کہ تمہارے ہی یہاں مجلس ہوتی ہے، اور تمہارا ہی بادشاہ اوسکا صدر نشین ہوتا ہے "

(ہندوستان میں مجلس مناظرہ)

اب ان مناظروں کی شہرت بغداد سے نکل کر اقصاے ہند تک پہونچی - چنانچہ بادشاہ ہندوستان (سندھہ) نے ہارون الرشید کو کہا کہ " آپ اس قوم کے بادشاہ ہیں جو اپنے مذہب کو صرف تلوار کے ذریعہ سے پھیلانا جانتی ہے، لیکن اگر آپ کو اپنے مذہب کی صداقت پر اعتماد ہے تو مناظرہ کیلیے ایک عالم کو بھیجدیجیے - اگر آپ کا مذہب حق ہوگا تو میں مسلمان ہوجاؤنگا، ورنہ آپ کو ہمارے مذہب میں داخل ہونا پڑےگا " یہ وہ زمانہ تھا جبکہ فقہاء کی مخالفتوں سے ہارون الرشید نے معتزلہ کو بحث و مناظرہ سے روکدیا تھا، بلکہ اکثر معتزلہ کو قید کردیا تھا، اسلیے مناظرہ کیلیے ایک فقیہ کو بھیجنا پڑا - فقیہ موصوف جب بادشاہ ہندوستان کے دربار میں پہونچے، تو اوس نے نہایت تعظیم کی اور ہندوستان کے تمام پنڈتوں کو جمع کیا -

مناظرہ شروع ہوا تو ان میں سے ایک برہمن نے پوچھا : حقانیت کی کیا دلیل ہے ؟ فقیہ موصوف نے ثوری، سفیان، شعبی، اور ابن عون کے سلسلہ سے روایت شروع کی - برہمن خاموشی کے ساتھہ تمام روایتوں کو سنتا رہا، جب وہ سلسلہ روایت ختم کرچکے تو اس نے کہا " جس شخص کی حدیثیں آپ نے سنائی ہیں، اسکی نبوت پر کیونکر یقین کیا جاسکتا ہے " ؟ عالم موصوف نے قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھ دیں جن میں آنحضرت کو نبی اور پیغمبر کہا گیا تھا، برہمن نے کہا " اسکا کیا ثبوت ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے ؟ ممکن ہے کہ پیغمبر نے اسکو خود ہی گڑھہ لیا ہو " اب وہ بالکل خاموش ہوگئے - اوسنے اصول اسلام کو چھوڑ کر علم کلام کے ایک خاص مسئلہ پر گفتگو شروع کی - اسنے پوچھا : کیا تمہارا خدا قادر ہے ؟ انہوں نے کہا " ہاں " اُسنے کہا " تو کیا وہ اپنا مثل بھی پیدا کرسکتا ہے " فقیہ موصوف نے جواب دیا " یہ تو علم کلام کا مسئلہ ہے، ہم لوگ اسکو بدعت سمجھتے ہیں "

اب برہمن نے بادشاہ کی طرف مخاطب ہوکر کہا " میں نے تو پہلے ہی کہدیا تھا کہ مسلمانوں کی قوم ایک جاہل قوم ہے، وہ صرف تلوار کے ذریعہ سے اپنے مذہب کو پھیلا سکتی ہے "

و خبر دار ہو - گذشتہ صدی کے تمام مسائل اصلاح و دعوۃ میں سے آپ حضرات کو صرف سر سید مرحوم ہی کی تحریک کا حال معلوم ہے - اسکے استغراق سے مہلت نہیں - آپ کو کیا معلوم کہ مسئلہ " تحریک جدید " و " دعوۃ تعلیم جدید " (متعلق اہل اسلام) خود ایک موضوع مستقل ہوگیا ہے ' اور گذشتہ صدی کے اندر تمام عالم اسلامی نے اسپر نظر ڈالی ہے ' اور ایک وسیع لٹریچر اسکا موجود ہے - اسکے دیکھنے سے ایک شخص اُن تمام مشارب و مذاہب و طرق و اسالیب کو معلوم کر سکتا ہے جو اس مسئلہ سے تعلق رکھتے ہیں ' اور اسلام کی دینی تعلیمات اور مسلمانوں کے قومی خصائص و مقومات کے علم صحیح کا اسپر اطلاق کرکے حقیقت شناسی کے طرف قدم اٹھا سکتا ہے - میرے گذشتہ دس سال کے لیل و نہار ' سفر و حضر ' صحت و مرض ' ہر حال کے مطالعۂ دائمی کا ایک خاص موضوع یہ چیز بھی رہی ہے - آپکو سنکر تعجب ہوگا کہ مختلف رسائل و اخبارات و مجلات عالم اسلامی کے سوا ' خاص اسی موضوع پر کم از کم پچاس کتابیں میری نظر سے گذری ہیں ' جنکے وجود کا بھی خبر داران ہند کو علم نہیں - پھر اسکے ساتھہ ہی الحمد للہ میں نے اس بارے میں ایک مجتہدانہ بصیرۃ پائی ہے ' اور اسلامی تاریخ کے استقرائی نتائج نے میری مدد کی ہے ' اور قرآن و سنۃ نے بڑے دلائل و براہین کے ساتھہ بتلایا ہے کہ اس مسئلہ کی صحیح و سعید راہ کیا ہے ؟ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم -

پس اس بارے میں میرا تخاطب آپ حضرات سے نہیں ہے ' اور نہ میں اس بارے میں آپ حضرات سے تعرض کرنا چاہتا ہوں - یہ موضوع دوسرا ہے ' اور اسکی کائنات اُس دنیا سے بالکل مختلف ہے جسمیں آپ لوگ بستے ہیں - موجودہ مسئلہ سے اسکا کوئی تعلق نہ تھا ' اور یہ بالکل بے سود تھا کہ آپنے اپنی خواہش کو کانفرنس کے ایک اصول کی شکل میں پیش کردیا -

آپ لوگوں کا دعوا ہے کہ آپ سر سید مرحوم کے مشن کے داعی ہیں - سر سید کا بڑا کارنامہ یہ بتلایا جاتا ہے کہ انہوں نے تقلید کا قلع و قمع کیا اور اجتہاد راے کا دروازہ کھولنا چاہا - لیکن آپ لوگ خود ہی ایک بدترین تقلید اعمی میں گرفتار ہوگئے ہیں ' اور یہ تقلید اُس تقلید سے ہزار درجہ افسوس ناک ہے جو مقلدین فقہ ہدایہ یا مقلدین تفسیر جلالین و مدارک کی بیان کی جاتی ہے - تاہم میں اس بارے میں کچھہ نہ کہونگا ' کیونکہ کہنا بیکار ہے - " تقلیـد " کا پہلا خاصہ یہ ہے کہ سوال کا جواب نہیں ملسکتا :

ولکن لا حیـاۃ لمن تنـادی

(۳) بہر حال آپنے میرے شخص خاص کے معاملے کو کانفرنس کا اصولی مسئلہ بناکر ایک اہم بحث چھیڑ دی ہے ' جسکو اگر صاف نہ کیا گیا تو کانفرنس کے دروازوں پر مسلمانوں کیلیے قفل چڑھادیے جائینگے - اسکا صاف کرنا تو اب ناگزیر ہوگیا ہے - لیکن ان دو چار دنوں کے اندر آپکے لیے کچھہ ضروری نہیں ہے کہ ایک شخصی معاملے کو کسی اصول موضوعہ کے حوالے کرکے الگ ہوجائیں -

(۴) سر دست اس مسئلہ کو یوں صاف کیا جاسکتا ہے کہ آپ مجھسے شخصاً دریافت کرلیں کہ آیندہ کانفرنس میں کس موضوع پر تقریر کرونگا ؟ اور پھر اس سے اندازہ کریں کہ یہ تقریر کیسی ہوگی ؟

میں نے پہلے آپکو لکھا تھا - اب بالتشریح کہتا ہوں کہ میری تقریر کا موضوع " صراط مستقیم " ہوگا - اسکی تشریح ' اور وہ بیانات جو قرآن حکیم نے صراط مستقیم کے متعلق کیے ہیں ' اس موضوع کے کسی حصہ کو نہ تو سر سید کے تعلیمی مشن سے کوئی تعلق ہے اور نہ کچھہ اسکی بحث ہے - یہ ایک خالص مذہبی موضوع ہے اور از سرتا پا قرآن و سنۃ سے متعلق -

(۵) الحمد للہ کہ خدا نے ہندوستان کے ہر گوشے کو میری آواز کی پذیرائی کیلیے آمادہ کردیا ہے اور ہر جگہ ہزارہا دل پیدا کردیے ہیں جو میری ہر آواز کے استقبال کیلیے مستعد ہیں - و اما بنعمۃ ربک فحدث - کوئی روک جو آپ حضرات اسکے لیے پیدا کریں ' سودمند نہیں ہوسکتی ' اور گیند کی قوت جذب کا فعل جس قوۃ سے ہوتا ہے ' اتنی ہی طاقت سے قوۃ دفع جواب بھی دیتی ہے - راولپنڈی میں خود آپ لوگوں نے میری مخالفت کرکے پبلک کو اپنے سے بدظن کرایا ' اور پھر اسکے نتائج لازمی ہیں - علی الخصوص پونا کو تو میں آپسے زیادہ جانتا ہوں - کانفرنس کا پنڈال آپ مجھپر بند کرکے دیکھہ لیں ' میں کسی اور گوشے میں خدا اور اسکے رسول کا پیغام مسلمانوں کو پہنچا سکتا ہوں - میرا ذاتی نقصان اس سے کچھہ نہوگا ' اور اگر کوئی شخص اس حماقت میں گرفتار ہے کہ کانفرنس کا پلیٹ فارم میرے لیے ایک بہت ہی بڑی عجیب و غریب دولت ہے جس سے محروم ہوکر لٹ جاؤنگا ' تو اسکی حماقت بہت ہی افسوس ناک ہے - اگر آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ کانفرنس میں میری تقریر روک کر کوئی بڑی کامیابی حاصل کرسکتے ہیں ' تو بسم اللہ ' اسکا بھی تجربہ ہوجاے ' جیسا کہ چار پانچ سال سے بیسیوں تجربے آپ لوگ کرچکے ہیں - مجھے اللہ اور اسکے رسول کی ان تعلیمات کو کہنا ' لکھنا ' مدون کرنا ہے ' جنکو میری بصیرۃ حق سمجھتی ہے ' اور میرا معاملہ اب وہاں تک پہنچ گیا ہے کہ آپ لوگوں کے بد ارادے اسکے لیے بالکل خارج از بحث ہیں - مولوی نذیر احمد مرحوم کا ترجمۃ القرآن آپکے پاس شاید ہوگا - اسمیں سورہ جن کو نکالیے اور کسی وقت فرصت ملے تو اس آیت پر غور کیجیے - وانہ لما قام عبد اللہ یدعوہ ' کادوا یکونون علیہ لبدا -

ضـــرورت مارچ سنہ ۱۹۱۶ع میں

ایک قومی بلا فیس تعلیم دینے والے اسکول کی ہیڈ ماسٹری کے لیے ایک ایم - اے پاس مسلمان اور سکنڈ ماسٹری کے لیے تین تجربہ کار گریجویٹ کی ضرورت ہے -

تنخواہ یا دیگر باتوں کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت طے ہوسکتا ہے - درخواستیں معہ نقل سرٹیفکٹ پوسٹ بوکس نمبر ۳۷۱ - رنگون آنی چاہیے -

P. O. Box No. 371
Rangoon,

ایجنٹوں کیلیے کمیشن

ہندوستان کے تمام اردو ' بنگلہ ' گجراتی ' اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں البلاغ پہلا رسالہ ہے جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - تمام ملک ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک اسکی اشاعت کے استقبال کیلیے چشم براہ ہے - پس اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں تو ایجنسی کیلیے درخواست بھیجیے ' کمیشن معقول دیا جاتا ہے - اور تبلیغ حق اور اشاعۃ معارف قرانیہ کا ثواب اخروی مزید براں -

ہوني چاهيے - اگر هم سب ايسا هي كيا كريں تو نصف اندروني اختلافات كا خاتمه هوجائے -

ليكن جناب نے اپنے خـط ميں (معاف فرمائـيگا) ترتيب مقدمات و طرز استدلال كے ايسے متعدد مسامحات جائز ركهے هيں جنكي وجه سے مجهے عرض جواب ميں بڑي هي مشكل پيش آگئي هے - اگر ان آموزكي نسبت لكهتا هوں' تو صفحوں كے صفحے چاهييں' مگر نه مجهے اسكي مهلت نه آپكو - اعراض كرتا هوں تو جو خلط مبحث آپنے كرديا هے' وه نفس مقصود كو صاف و واضح نهيں هونے ديتا - ايك چيز آپكي اور آپكے هم خيال بزرگوں كي خواهش هے' اور ايك چيز كسي كام كے اصول و مقصد اور شرائط وغيره كا مسئله - كچهه ضروري نهيں كه پهلي چيز هي بنياد ثاني الذكر هي پر ركهي جاے - آپ اگر دونوں مسئلوں كو الگ ركهتے تو بات زياده صاف اور روشن تهي -

آپ نے كيسي تعجب انگيز غلطي كي هے جبكه خود هي ايك مقدمه قائم كيا هے اور قبل اسكے كه مخاطب آسے تسليم كرے' يا اسكا مقدمة مسلمه هونا ثابت هوجاے' پوري شكل بهي قائم كرلي هے اور پهر نتيجه بهي نكال ليا هے ؟

آپ لكهتے هيں كه "كانفرنس كا موضوع تعليمي هے" يه بالكل ٹهيك هے اور اسكا نام هي اسكے ليے شاهد :

گواه عاشـــق صادق در آستيں باشـــد !

ليكن اسكے بعد ارشاد هوتا هے كه "ان اصولوں كے مطابق جو سر سيد مرحوم نے قائم كيے" گذارش هے كه مقدمه كا يه ٹكڑا كهاں سے ماخوذ هے ؟ ميں اسے تسليم نهيں كرتا - كانفرنس كے مقاصد كي فهرست' دفعات و قواعد' شرائط و ضوابط' عهد اولى كي مجلسيں' اركان اساسي كي تقريريں' خود سيد صاحب كي تقرير جو انهوں نے علي گڈه كے دونوں جلسوں اور لكهنؤ ميں كي' نيز اسكي تمام رپورٹيں' يه تمام ذخيره موجود هے - ميں بهت ممنون هونگا اگر آپ انسے ثابت كردكهائيں كه خود سيد صاحب مرحوم نے يه كهاں لكها هے ؟ اور كانفرنس كي تحريروں كے متعلق يه فيصلة امر و نهي كس نے قرار ديا هے ؟

بلا شبه سر سـيد مرحوم اسكے باني تهے' ليكن باني هونے سے يه كهاں لازم آتا هے كه مسئلة تعليم كو انهوں نے ايك خاص اصول كے ماتحت كركے كانفرنس كے حوالے كرديا هے' اور اب اسكے پليٹ فارم پر اسكے ايك حرف سے بهي انحراف و اختلاف جائز نهيں ؟

قرآن حكيم سے همارے مجتهدين و فقهاء مسائل كا استخراج كيا كرتے هيں - اس استخراج و استنباط كي انهوں نے متعدد قسميں قرار دي هيں - ايك يه كه صاف صاف كسي آيت ميں كوئي حكم هو اسكو " صراحة النص " كهيں گے - ايك يه كه صاف صاف حكم نهو' ليكن اور طرق بيان سے دلالت هوتي هو يا اشاره كيا گيا هو' تو اسكے ليے " دلالة النص " اور " اشارة النص " وغيره اصطلاحات قائم كي هيں -

آپكے ليے بهي يه دروازه باز هے - صراحة النص كا تو اصلي مطالبه هے' ليكن خير' دلالة النص هي سهي - كسي نه كسي طرح يه واضح كرديجيے كه جناب كا پيش كرده اعتقاد فلاں نص سر سيد سے ماخوذ هے -

يا للعجب ! آپ لوگ فخر كرتے هيں اگر ايك نصراني كانفرنس كے پليٹ فارم پر آكر بهت سي ايسي باتيں كهه جاے جو آپكے عقائد و اغراض كے بالكل ضد هوں' ليكن آپ لوگوں كا اعتقاد يه هے كه كوئي مسلمان اختلاف نهيں كرسكتا ؟

پهر كيا آپكو ياد نهيں رها كه آپكا يه مقدمه كس طرح هميشه پامال كيا جاچكا هے' اور كتني نظيريں اسكے ليے مخالف و ضد موجود هيں ؟

كيا بمبئي كانفرنس كے پريسيڈنٹ مسٹر بدرالدين طيب جي نهيں بنائے گئے جو يكسر علي گڈه كي تحريك هي كے مخالف تهے ؟ كيا انهوں نے اپنے اختتامي ايڈريس كے اندر وه كچهه نه كها جو سر سيد مرحوم كے مشن اور عقائد و اصول تعليم كے سرتا سر خلاف تها؟ انسے يه شرط نهيں كرائي گئي تهي !

سر سيد مرحوم پردۂ نسواں كے كسقدر اشد شديد حامي تهے ؟ اور خارجي تعليم نسواں كے ولولوں پر كيسے غضب ناك هوجاتے تهے ؟ حتى كه مير ممتاز علي كے رساله حقوق نسواں كو پهاڑ كر ردي كے ٹوكرے ميں ڈالديا تها' ليكن آپكے پيشروؤں نے مسٹر طيب جي كو صدر بنايا' اور انهوں نے پرده كي علانيه مخالفت پريذيڈنشل ايڈريس ميں كي -

پهر دوسري دهلي كانفرنس كي صدارت كيليے سر آغا خاں لاے گئے' انهوں نے مسلمانوں كے تنزل كے جو اسباب اساسي بتلاے' ان ميں عورتوں كا پرده بهي تها - كيا يه سر سيد كے عقائد كے خلاف نه تها ؟

اسي پونا كانفرنس كا صدر آپنے جسٹس عبد الرحيم كو بنايا هے جو سر سيد كے بهت سے بنيادي اصولوں هي كے مخالف هيں - كيا انسے بهي آپنے يه مقدمه طے كرا ليا هے ؟ آپكو معلوم هے كه وه ايڈريس ميں كيا كهيں گے ؟ آپكو معلوم نهيں مگر مجهے معلوم هے -

مدراس كانفرنس كا صدر ايك مسيحي عهده دار (جسٹس اتم) تها - اس مقدمه كا اثر زياده سے زياده يه هے كه سر سيد مرحوم كے مذهب تعليم سے انحراف نهو - ليكن ايك مسيحي شخص كے متعلق تو يه سوال بهي پيدا هوسكتا تها كه كهيں وه نفس اسلام كے خلاف كوئي بات نه كهدے - آپ تو اسوقت اس جگهه پر نه تهے' ليكن مرحوم محسن الملك كے كاغذات ميں اس اقرار نامے كي نقل تلاش كيجيے جو انهوں نے جسٹس موصوف سے كرايا تها !

پهلي لكهنؤ كانفرنس ميں تو خود سر سيد مرحوم نے مرحوم سجاد حسين ايڈيٹر اوده پنچ سے يه مقدمے طے نه كيا' حالانكه بڑي ضرورت اس مقدمے كي اس وقت تهي - معلوم نهيں آپكو وه واقعات معلوم هيں يا نهيں ؟

معاف فرمائيگا' آپنے يه ايك اصولي سوال چهيڑ ديا هے' اور اسكے معني يه هيں كه آل انڈيا كانفرنس جسكو تمام مسلمانوں كي نيابت دي جاتي هے' اپنے پليٹ فارم كيليے ايك خاص مذهب ركهتي هے' اور جو اسكے خلاف راے ركهتا هو' اسے وهاں قدم ركهنے كا حق نهيں - يه كانفرنس كا ايك خطرناك اقفال هے' اور ضروري هے كه ايك بار اس مسئله كو پبلك كے سامنے ٹهيك ٹهيك فيصل كرليا جاے - آجتك كسي كو بهي اسكا خيال نهيں هوا تها -

(۲) بهر حال يه تو آپكا مقدمه هے - رهي اصلي حقيقت تو يه بهي صحيح نهيں كه ميں نے راولپنڈي كانفرنس ميں كانفرنس كے مقاصد كو سامنے ركهكر اسكا رد كيا تها - بلكه اسكا مقصد عام طور پر مسئلة دعوة و اصلاح كا مبحث تها' اور يه دكهلانا مقصود تها كه مسلمانوں كي هر دعوة كو اصولاً مذهبي هونا چاهيے' اور اسيكے واسطه سے تعليم بهي پهيلاني چاهيے' يه نهيں هونا چاهيے كه مذهب سے الگ هوكر ايك مستقل تعليمي دعوت قرار دي جاے' جسميں كبهي كاميابي نهيں هوسكتي -

نيز يه كه اسلام ميں "تعليم" كي كوئي علحده دعوة نهيں هے - اسكي دعوة ايك هي هے' اور اسي كے اندر سب كچهه موجود هے -

ليكن معاف فرمائيگا' يه جو كچهه كها گيا' اسكو آپ حضرات بالكل نهيں سمجهه سكتے' بلكه قديم و جديد جماعتوں ميں آج كوئي گروه ايسا موجود نهيں هے جو اس حقيقت كا صحيح اندازه شناس اور محرم

کے فن میں اُستاد تھے: مخرمۃ بن نوفل، جبیر بن مطعم، عقیل بن ابی طالب۔ علم انساب عرب کا موروثی فن تھا، اور خاص کر یہ تینوں (۱) بزرگ اس فن کے لحاظ سے تمام عرب میں ممتاز تھے۔ حضرت عمر نے اُن کو بلاکر یہ خدمت سپرد کی کہ تمام قریش اور انصار کا ایک دفتر تیار کریں، جس میں ہر شخص کا نام و نسب مفصلاً درج ہو۔ اِن لوگوں نے ایک نقشہ بناکر پیش دیا، جس میں سب سے پہلے بنو ہاشم، پھر حضرت ابوبکر کا خاندان، پھر حضرت عمر کا قبیلہ تھا۔ یہ ترتیب اُن لوگوں نے خلافت و حکومت کے لحاظ سے قرار دی تھی۔ لیکن اگر وہ قائم رہتی تو خلافت خود غرضی کا آلہ بن جاتی۔ حضرت عمر نے فرمایا "یوں نہیں بلکہ آنحضرت کے قرابت داروں سے شروع کرو، اور درجہ بدرجہ جو لوگ جسقدر آنحضرت سے دور ہوتے گئے ہیں اسی ترتیب سے اُن کے نام آخر میں لکھتے جاؤ۔ یہاں تک کہ جب میرے قبیلے تک نوبت آے تو میرا نام بھی لکھو" اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ خلفاے اربعہ میں سے حضرت عمر کا نسب سب سے اخیر میں جاکر آنحضرت سے ملتا ہے۔ غرض اس ہدایت کے موافق رجسٹر تیار ہوا، اور حسب ذیل تنخواہیں مقرر ہوئیں: (۲)

تقسیم مراتب	تعداد تنخواہ سالانہ
جو لوگ جنگ بدر میں شریک تھے۔	۵ - ہزار درہم
مہاجرین حبش اور شرکاے جنگ اُحد۔	۴ - ہزار درہم
فتح مکہ کے پہلے جن لوگوں نے ہجرت کی۔	۳ - ہزار درہم
جو لوگ فتح مکہ میں ایمان لاے۔	۲ - ہزار درہم
جو لوگ جنگ قادسیہ اور یرموک میں شریک تھے۔	۲ - ہزار درہم
اہل یمن۔	۴۰۰ - درہم
قادسیہ اور یرموک کے بعد کے مجاہدین۔	۳۰۰ - درہم
بلا امتیاز مراتب۔	۲۰۰ - درہم

جن لوگوں کے نام درج دفتر ہوے، اُن کی بیوی بچوں کی تنخواہیں بھی مقرر ہوئیں۔ چنانچہ مہاجرین اور انصار کی بیویوں کی تنخواہ ۲۰۰ سے ۴۰۰ درہم تک اور اہل بدر کی اولاد ذکور کی دو دو ہزار درہم مقرر ہوئی۔ اس موقع پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جن لوگوں کی جو تنخواہ مقرر ہوئی، اُن کے غلاموں کی بھی وہی تنخواہ مقرر ہوئی، اور اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلام کے نزدیک غلاموں کا کیا پایہ تھا؟

جسقدر آدمی درج رجسٹر (۳) ہوے، اگرچہ سب درحقیقت فوج کی حیثیت رکھتے تھے، لیکن اُن کی دو قسمیں قرار دی گئیں:

(۱) جو لوگ ہر وقت جنگی مہمات میں مصروف رہتے تھے۔ گویا یہ فوج نظام یعنی با قاعدہ فوج تھی۔

(۲) جو لوگ معمولاً اپنے گھروں پر رہتے تھے، لیکن ضرورت کے وقت طلب کیے جاسکتے تھے۔ اُن کو عربی میں "مطوعہ" کہتے ہیں، اور آجکل کی اصطلاح میں اس قسم کی فوج کو والنٹیر کہا جاتا ہے۔ البتہ فرق اتنا ہے کہ آجکل والنٹیر تنخواہ نہیں پاتے۔

فوجی نظم و نسق کا یہ پہلا دیباچہ تھا، اور اسوجہ سے اسمیں بعض بے ترتیبیاں بھی تھیں۔ سب سے بڑا غلط مبحث یہ تھا کہ فوجی تنخواہوں کے ساتھ پولیٹکل تنخواہیں بھی شامل تھیں اور دونوں کا ایک ہی رجسٹر تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ یعنی سنہ ۲۱ ھ میں حضرت عمر نے اس صیغے کو اسقدر مرتب اور منتظم کردیا کہ غالباً اس عہد تک کہیں اور کبھی نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ ہم ایک ایک جزئی انتظام کو اس موقع پر نہایت تفصیل سے لکھتے ہیں اس سے معلوم ہوگا کہ عرب کے ابتداے تمدن میں انتظامات فوجی کی اسقدر شاخیں قائم کرنا اور ایک ایک شاخ کا اس حد تک مرتب اور با قاعدہ ہونا اُسی شخص کا کام تھا جو فاروق اعظم کا لقب رکھتا تھا۔

اس صیغے میں سب سے مقدم اور اُصولی انتظام کو ملک جنگی حیثیت سے مختلف حصوں کے اندر تقسیم کردینا تھا۔ حضرت عمر نے سنہ ۲۰ ھ میں فوجی اور ملکی حیثیت سے ملک کی دو تقسیمیں کیں: ملکی اور فوجی۔ ملکی کا حال دیوانی انتظامات کے ذکر میں گزر چکا۔ فوجی حیثیت سے چند بڑے بڑے مرکز قرار دیے جنکا نام (۱) "جند" رکھا، اور یہی اصطلاح آجتک قائم ہے۔ اُن کی تفصیل یہ تھی: مدینہ، کوفہ، بصرہ، موصل، فسطاط، مصر، دمشق، حمص، اردن، فلسطین۔ حضرت عمر کے زمانے میں فتوحات کی حد اگرچہ بلوچستان کے ڈانڈے سے مل گئی تھی، لیکن جو ممالک آئینی ممالک کہے جاسکتے تھے،

---

(۱) جاحظ نے کتاب البیان و التبیین (جلد دوم صفحہ - ۴۷ مطبوعہ مصر) میں لکھا ہے کہ تمام قریش میں چار شخص اشعار عرب اور انساب و اخبار کے حافظ تھے، مخرمہ بن نوفل، ابوالجہم حویطب بن عبد العزی، عقیل بن ابیطالب۔

(۲) تنخواہوں کی تفصیل میں مختلف روایتیں ہیں۔ میں نے کتاب الخراج صفحہ ۲۴ و مقریزی جلد اول صفحہ ۹۲ و بلاذری صفحہ ۴۴۸ و یعقوبی صفحہ ۱۷۵ و طبری صفحہ ۲۴۱۱ کے بیان کو حتی الامکان مطابق کرکے لکھا ہے۔

(۳) اس موقع پر ایک امر نہایت توجہ کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے کہ بہت سے ظاہر بینوں کا خیال ہے کہ حضرت عمر نے تمام عرب کی جو تنخواہیں مقرر کیں، اُسکو فوجی صیغے سے چنداں تعلق نہیں، بلکہ یہ رفاہ عام کی غرض سے تھا۔ لیکن یہ نہایت غلط خیال ہے، اولاً تو یہاں مورخوں نے اس واقعہ کا شان نزول بیان کیا ہے، لکھا ہے کہ ولید بن ہشام نے حضرت عمر سے کہا: "قد جیت الشام فرایت ملوکہا قد دونوا دیوانا و جندوا جندا فاخذ بقوله" یعنی میں نے شام کے بادشاہوں کو دیکھا ہے

(پہلے کالم نمبر ۳ کا بقیہ نوٹ)

کہ وہ دفتر اور فوج رکھتے ہیں۔ آپ بھی دفتر بنالیجیے اور فوج مرتب کیجیے۔ چنانچہ حضرت عمر نے ولید کے قول پر عمل کیا۔ دوسرے یہ کہ جن لوگوں سے جنگی خدمت نہیں لیجاتی تھی اور قدیم جنگی خدمتوں کا استحقاق بھی نہیں رکھتے تھے، حضرت عمر اُنکی تنخواہ نہیں مقرر کرتے تھے۔ اسی بنا پر مکہ کے لوگوں کو تنخواہ نہیں ملتی تھی۔ فتوح البلدان میں ہے: "ان عمر کان لا یعطی اہل مکۃ عطاءاً و لا یضرب علیہم بعثا" یہی وجہ تھی کہ جب صحرا نشین بدوؤں نے حضرت ابو عبیدہ سے تنخواہ کی تقرری کی درخواست کی، تو اُنہوں نے فرمایا کہ جب تک آبادی میں رہنے والوں کی تنخواہیں مقرر نہو جائیں، صحرا نشینوں کا روزینہ نہیں مقرر ہوسکتا۔ البتہ اسمیں شک نہیں کہ اول اول فوج کے رجسٹر میں اور بھی بہت سی قسم کے لوگ شامل تھے۔ مثلاً جو لوگ قرآن مجید حفظ کرلیتے تھے، یا کسی فن میں صاحب کمال تھے، لیکن استقرا سے معلوم ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ یہ غلط مبحث جو بضرورت اختیار کیا گیا تھا، مٹتا گیا۔ چنانچہ اسی مضمون میں آگے اسکی بحث آتی ہے۔

(۱) جند کی تحقیق کے لیے دیکھو فتوح البلدان صفحہ ۱۳۲ مورخ یعقوبی نے واقعات سنہ ۲۰ ہجری میں لکھا ہے کہ اِس سال حضرت عمر نے فوجی مصر مقامات قائم کیے، لیکن مورخ مذکور نے صرف فلسطین، جزیرہ، موصل، اور قنسرین کا نام لکھا ہے، یہ صریح غلطی ہے۔

مختارات

الحرب فی الاسلام

تاریخ اسلام اور نظام فوجي

البلاغ نمبر ۳ میں ایک مضمون عنوان بالا سے شائع ہوا تھا ' جو زیادہ تر جارج زیدان ایڈیٹر الہلال قاہرہ کے مضامین سے ماخوذ تھا - اسمیں ظاہر کیا گیا تھا کہ حجاج بن یوسف (عہد عبد الملک اموي) تک مسلمانوں کا تمدن فوجي نظام سے محروم تھا ' حجاج نے سب سے پہلے ایک با قاعدہ نظام کي بنیاد ڈالي اور رومي نظام سے اصول و قواعد اخذ کیے -

اس مضمون کے ساتھہ ہم نے ایک مختصر نوٹ لکھا تھا ' اور اس خیال کي تغلیط کرتے ہوے وعدہ کیا تھا کہ آیندہ اشاعتوں میں اس موضوع پر مفصل بحث کرینگے -

ہم نے لکھا تھا کہ مسلمانوں کا فوجي نظام نہ تو عبدالملک اموي کے زمانے میں قائم ہوا ' اور نہ حجاج بن یوسف کو اسمیں کچھہ دخل ہے - خلافۃ راشدہ کے ابتدائي دور هي میں اسکي باقاعدہ بنیاد پڑ گئي تھي ' اور قدماء مورخین کے علاوہ کتب حدیث کے ضمني اشارات و آثار سے بھي اسپر روشني پڑتي ہے -

اسی اثناء میں ہمیں معلوم ہوا کہ شمس العلماء مولانا شبلي نعماني مرحوم نے الفاروق میں ایک مستقل عنوان سے اسپر نظر ڈالي ہے ' اور تمام شواہد و واقعات جمع کردیے ہیں - الفاروق کے دیکھنے سے اس خیال کي پوري تصدیق ہوئي - فی الحقیقت جس وسعت و تحقیق کے ساتھہ انہوں نے اس بحث کو لکھدیا ہے ' اسپر سوا چند حدیث الطبع کتابوں کے شواہد اور بعض آثار صحابہ کے ' اور کچھہ اضافہ نہیں ہوسکتا -

عرصہ سے خیال تھا کہ " مختارات " کے عنوان سے ایک نیا باب رسالہ میں بڑھایا جاے - اسکا مقصد یہ ہو کہ بعض اہم اور قدیم مصنفات کے مفید مقامات و ابواب اقتباس و تہذیب کے بعد درج کیے جائیں - صدہا کتابیں ہیں جو شائع ہو چکي ہیں ' لیکن عام و سرسري نظر و مطالعہ کي رو میں انکے اہم مقامات بھي دب گئے ہیں - ضرورت ہے کہ انہیں از سر نو ابھارا جاے اور بعنوان صد سبب ملک کے سامنے پیش کیا جاے -

غیر مطبوعہ مصنفات کے مفید ابواب و حصص بھي اسمیں درج کیے جاسکتے ہیں ' اور عربي و انگریزي کتب کے تراجم و منقولات اسکا اصلي موضوع ہے -

چنانچہ " مختارات " کے باب کو اس اشاعۃ سے شروع کیا جاتا ہے ' اور سب سے پہلے الفاروق کے اس حصہ کو شائع کرتے ہیں - الہلال و البلاغ کي تحریر و تصنیف کي تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ کسي اردو کتاب کا کوئي حصہ اسمیں نقل کیا گیا ہے ' بلکہ یوں کہنا چاهیے کہ موجودہ عہد کي کسي کتاب سے کوئي چیز نقل کي گئی ہے - لیکن امید ہے کہ موضوع کي اہمیت اور منقول عنہ کتاب کي واقعي وقعت اسي کي مستحق تصور کي جائیگي -

(عرب جاهلیۃ اور نظام فوجي)

عرب میں شاهان یمن وغیرہ کے یہاں فوج کا کوئي منتظم بندوبست نہیں تھا - اسلام کے آغاز تک اسکي ضرورت هي نہیں پیش آئي ' حضرت ابوبکر کے عہد میں صرف اسقدر ہوا کہ خلافت کے پہلے سال غنیمت سے جسقدر بچا ' وہ سب لوگوں پر دس دس روپے کے حساب سے تقسیم کردیا گیا - دوسرے سال آمدني زیادہ ہوئي تو یہ تعداد دس سے بیس تک پہنچ گئي ' لیکن نہ تو فوج کي کچھہ تنخواہ مقرر ہوئي ' نہ اهل فوج کا کوئي رجسٹر بنا ' اور نہ کوئي محکمہ جنگ قائم ہوا -

حضرت عمر رض کي اوائل خلافت تک بھي یہي حال رہا ' لیکن سنہ ۱۵ هجري میں حضرت عمر نے اس صیغے کو اسقدر منتظم اور باقاعدہ کردیا کہ اسوقت کے لحاظ سے تعجب ہوتا ہے -

(حضرت عمر کا فوجي نظام)

حضرت عمر کے توجہ کرنے کے مختلف اسباب بیان کیے گئے ہیں - عام روایت یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ جو بحرین کے حاکم مقرر کیے گئے تھے ' پانچ لاکھہ درہم لیکر مدینہ میں آئے ' اور حضرت عمر کو اس کي اطلاع دي - پانچ لاکھہ کي رقم اس وقت اسقدر اعجوبہ چیز تھي کہ حضرت عمر نے فرمایا : چیز ہے ! کہتے کیا ہو ؟ انہوں نے پھر پانچ لاکھہ کہا - حضرت عمر نے فرمایا : تم کو گنتي بھي آتي ہے ؟ ابوهریرہ نے کہا هاں ! یہ کہکر پانچ دفعہ لاکھہ لاکھہ کہا - حضرت عمر کو یقین آیا تو مجلس شوری منعقد کي ' اور راے پوچھي کہ اسقدر زر کثیر کیونکر صرف کیا جاے ؟ حضرت علي ' حضرت عثمان ' اور دیگر صحابہ نے مختلف تجویزیں پیش کیں - ولید بن هشام نے کہا کہ میں نے شام کے والیان ملک کو دیکھا ہے کہ اُن کے یہاں فوج کا دفتر اور رجسٹر مرتب رہتا ہے - حضرت عمر کو یہ راے پسند آئي اور فوج کي اسم نویسي اور ترتیب دفتر کا خیال پیدا ہوا - (۱) ایک اور روایت میں ہے کہ راے دهندہ نے سلاطین عجم کا حوالہ دیا ' اور یہي روایت قرین قیاس ہے ' کیونکہ جب دفتر مرتب ہوا تو اس کا نام دیوان رکھا گیا ' اور یہ فارسي لفظ ہے - دبستان ' دبیر ' دفتر ' دیوان ' سب ایک مادہ کے الفاظ ہیں جنکا مشترک مادہ " دب " ایک پہلوي لفظ ہے ' جسکے معنے نگاہ رکھنے کے ہیں -

(تمام ملک کو فوج بنانا)

بہر حال سنہ ۱۵ هجري میں حضرت عمر نے فوج کا ایک مستقل محکمہ قائم کرنا چاہا - اس باب میں اُن کي سب سے زیادہ قابل لحاظ جو تجویز تھي ' وہ تمام ملک کو فوج بنانا تھا - انہوں نے اس مسئلے کو کہ ہر مسلمان فوج اسلام کا ایک قدرتي سپاهي ہے ' باقاعدہ طور سے عمل میں لانا چاہا - لیکن چونکہ ابتداء میں ایسي تعمیم ممکن نہ تھي ' اسلیے اول قریش اور انصار سے کام شروع کیا - مدینہ منورہ میں اسوقت تین شخص بہت بڑے نساب اور حساب و کتابت

(۱) مقریزي صفحہ ۹۲ اور مروج البلدان صفحہ ۴۴۹ -

تھے۔ آباد کیے - (۱) سنہ ۱۹ھ میں جب یزید بن ابی سفیان کا انتقال ہوا تو اُن کے بھائی معاویہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ سواحل شام پر زیادہ تیاری کی ضرورت ہے - حضرت عمر نے اسی وقت حکم بھیجا کہ تمام قلعوں کی نئے سرے سے مرمت کرائی جاے، اور اُن میں فوجیں مرتب کیجائیں، اس کے ساتھ تمام دریائی منظرگاھوں پر پہرہ والے تعینات کیے جائیں، اور آگ روشن رھنے کا انتظام کیا جاے (۲) -

اسکندریہ میں یہ انتظام تھا کہ عمرو بن العاص کی افسری میں جسقدر فوجیں تھیں، اُس کی ایک چوتھائی اسکندریہ کے لیے مخصوص تھی، ایک چوتھائی ساحل کے مقامات میں رھتی تھی، باقی آدھی فوج خود عمرو بن العاص کے ساتھ فسطاط میں اقامت رکھتی تھی - یہ فوجیں بڑے بڑے وسیع ایوانوں میں رھتی تھیں، اور ھر ایوان میں اِن کے ساتھ ایک عریف رھتا تھا، جو اُن کے قبیلہ کا سردار ھوتا تھا اور جسکی معرفت اُن کو تنخواھیں تقسیم ھوتی تھیں - ایوانوں کے آگے صحن کے طور پر وسیع افتادہ زمین ھوتی تھی (۳) -

سنہ ۲۵ھ میں جب ھرقل نے دریا کی راہ سے مصر پر حملہ کرنا چاھا، تو حضرت عمر نے تمام سواحل پر فوجی چھاؤنیاں قائم کردیں - یہاں تک کہ عمرو بن العاص کی ماتحتی میں جسقدر فوج تھی، اُسکی ایک چوتھائی اِنھی مقامات کے لیے مخصوص کردی (۴) - عراق میں بصرہ و کوفہ اگرچہ خود محفوظ مقام تھے، چنانچہ خاص کوفہ میں چالیس ھزار سپاھی ھمیشہ موجود رھتے تھے اور انتظام یہ تھا کہ اِن میں سے دس ھزار بیرونی مہمات میں مصروف رکھے جائیں (۵)، تاھم اِن اضلاع میں عجمیوں کی جو فوجی چھاؤنیاں پہلے سے موجود تھیں، از سرنو تعمیر کرکے فوجی قوت سے مضبوط کردی گئیں - حزیہ اور زابوقہ میں سات چھوٹی چھوٹی چھاؤنیاں تھیں، وہ سب نئے سرے سے تعمیر کردی گئیں (۶) -

صوبۂ خوزستان میں نہایت کثرت سے فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں، چنانچہ نہر تیری، مناذر، سواق الاھواز، سرق، ھرمزان، سوس، بنیان، جندی سابور، مہرجانقدق، یہ تمام مقامات فوجوں سے معمور ھوگئے (۷) - رے اور آذربایجان کی چھاؤنیوں میں ھمیشہ دس ھزار فوجیں موجود رھتی تھیں -

(۱) فتوح البلدان صفحۂ ۱۵۰ میں ہے: ورتب ابوعبیدة بیالس جماعة من المقاتلة، واسکنہ قوماً من العرب الذین کانوا بالشام فاسلموا بعد قدوم المسلمین الشام -

(۲) فتوح البلدان صفحۂ ۱۲۸ میں ہے: ان معاویة کتب الی عمر بن الخطاب بعد موت اخیه یزید، یصف له حال السواحل، فکتب الیه فی مرمة حصونها و ترتیب المقاتلة فیها و اقامة الحرس علی مناظرها و اتخاذ المواقید لها -

(۳) مقریزی جلد اول صفحۂ ۱۹۷ میں ہے: و کان لکل عریف قصر ینزل فیه بمن معه من اصحابه و اتخذوا فیه الخاید -

(۴) دیکھو طبری صفحۂ ۲۵۹۴ و مقریزی صفحۂ ۱۹۷

(۵) تاریخ طبری صفحۂ ۱۸۰۵ میں ہے وکان بالکوفة اذاذاک اربعون الف مقاتل، وکان یغزو ھذین الثغرین ری و آذربیجان ھم عشرة الف فی کل سنة - فکان الرجل نصیبه فی کل اربع سنین غزوا -

(۶) فتوح البلدان صفحۂ ۴۵۰

(۷) طبری صفحۂ ۲۶۵۰ -

(فوجی چھاؤنیاں کس اُصول پر قائم کی تھیں)

اِسی طرح اور سیکڑوں چھاؤنیاں جابجا قائم کی گئیں، جن کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں - البتہ اِس موقع پر یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ اِس سلسلے کو اسقدر وسعت کیوں دیگئی تھی اور فوجی مقامات کے انتخاب میں کیا اُصول ملحوظ تھے؟ اصل یہ ہے کہ اسوقت تک اسلام کی فوجی قوت نے اگرچہ بہت زور اور وسعت حاصل کرلی تھی، لیکن بحری طاقت کا کچھہ سامان نہ تھا - اُدھر یونانی مدت سے اس فن میں مشاق ھوتے تھے - اسوجہ سے شام و مصر میں اگرچہ کسی اندرونی بغاوت کا کچھہ اندیشہ نہ تھا، کیونکہ اھل ملک باوجود اختلاف مذھب کے مسلمانوں کو عیسائیوں سے زیادہ پسند کرتے تھے، تاھم رومیوں کے بحری حملوں کا ھمیشہ کھٹکا لگا رھتا تھا - اس کے ساتھہ ایشیاے کوچک ابھی تک رومیوں کے قبضے میں تھا، اور وھاں اُنکی قوت کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا تھا - اِن وجوہ سے ضرور تھا کہ سرحدی مقامات اور بندرگاھوں کو نہایت مستحکم رکھا جاے - یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر نے جسقدر فوجی چھاؤنیاں قائم کیں، انھی مقامات میں کیں، جو یا تو ساحل پر واقع تھے، یا ایشیاے کوچک کے ناکے پر تھے - عراق کی حالت اِس سے مختلف تھی، کیونکہ وھاں سلطنت کے سوا ملک کے بڑے بڑے رئیس جو مرزبان کہلاتے تھے، اپنی بقاے ریاست کے لیے لڑتے رھتے تھے، اور دب کر مطیع بھی ھوجاتے تھے تو اُن کی اِطاعت پر اطمینان نہیں ھو سکتا تھا - اِس لیے اِن ممالک میں ھر جگہ فوجی سلسلہ قائم رکھنا ضروری تھا کہ مدعیان ریاست بغاوت کا خواب نہ دیکھنے پائیں -

(فوجی دفتر کی وسعت)

حضرت عمر نے اِس سلسلے کے ساتھہ انتظامات کے اور صیغوں پر بھی توجہ کی، اور ایک ایک صیغے کو اسقدر منتظم کردیا کہ اُسوقت کے تمدن کے لحاظ سے ایک معجزہ سا معلوم ھوتا ہے فوجوں کی بھرتی کا دفتر جسکی ابتداء مہاجرین اور انصار سے ھوئی تھی، وسیع ھوتے ھوتے قریباً تمام عرب کو محیط ھو گیا - مدینہ سے عسفان تک جو مکہ معظمہ سے دو منزل اِدھر ہے، جسقدر قبائل آباد تھے، ایک ایک کی مردم شماری ھوکر رجسٹر بنے - بحرین جو عرب کا انتہائی صوبہ ہے بلکہ عرب کے جغرافیہ نویس اسکو عراق کے اضلاع میں شمار کرتے ھیں، وھاں کے تمام قبائل کا دفتر تیار کیا گیا - کوفہ، بصرہ، موصل، فسطاط، حیرہ، وغیرہ میں جسقدر عرب آباد ھوگئے تھے، سب کے رجسٹر مرتب ھوے - اِس بیشمار گروہ کی علی قدر مراتب تنخواھیں مقرر کی گئیں، اور اگرچہ اِن سب کا مجموعی شمار تاریخوں سے معلوم نہیں ھوتا، تاھم قرائن سے معلوم ھوتا ہے کہ کم سے کم آٹھہ دس لاکھہ ھتیار بند آدمی تھے - ابن سعد کی روایت ہے کہ ھر سال تیس ھزار نئی فوج فتوحات کیلیے بھیجی جاتی تھی (۱) کوفہ کی نسبت علامۂ طبری نے تصریح کی ہے کہ وھاں ایک لاکھہ آدمی لڑنے کے قابل بساے گئے، جن میں سے ۴۰ ھزار باقاعدہ فوج تھی - یعنی اُن کو باری باری سے ھمیشہ رے اور آذربایجان کے مہمات میں حاضر رھنا ضرور تھا -

(سالانہ بھرتی)

یہی نظام تھا جس کی بدولت ایک مدت تک تمام دنیا پر عرب کا رعب و داب قائم رھا، اور فتوحات کا سیلاب برابر بڑھتا گیا - جسقدر اس نظام میں کمی ھوتی گئی، اسی قدر عرب کی طاقت میں ضعف آتا گیا - سب سے پہلے امیر معاویہ نے اسمیں تبدیلی کی یعنی شیر خوار بچوں کی تنخواہ بند کردی - عبد الملک بن مروان

(۱) کنز العمال صفحہ ۳۳۱ - امام مالک نے موطا میں ۳۰ ھزار کے بجاے ۴۰ ھزار کی تعداد بیان کی ہے -

وہ صرف عراق ' مصر ' جزیرہ ' اور شام تھے - چنانچہ اسی اصول پر فوجی صـدر مقامات بھی انھی ممالـک میں قائم کیے گئے - موصل جزیرہ کا صدر مقام تھا - شام کی وسعت کے لحاظ سے وہاں متعدد صدر مقام کرنے ضرور تھے' اس لیے دمشق ' فلسطین ' حمص ' اردن' چار صدر مقام قرار دیے - فسطاط کی وجہ سے جو اب قاہرہ سے بدل گیا ' تمام مصر پر اثر پڑتا تھا - بصرہ' کوفہ ' یہ دو شہر فارس ' خوزستان' اور تمام مشرق کی فتوحات کے دروازے تھے

(بارکیں ' سواری ' اور رسد)

ان صدر مقامات میں جو انتظامات فوج کے لیے کیے تھے' حسب ذیل تھے :

(۱) فوجوں کے رہنے کے لیے بارکیں تھیں - کوفہ ' بصرہ' فسطاط ' یہ تینوں شہر دراصل فوج کے قیام اور بود و باش کے لیے آباد کیے گئے تھے - موصل میں عجمیوں کے زمانے کا ایک قلعہ' چند گرجے' اور معمولی مکانات تھے - ہرثمہ بن عرفجہ ازدی (گورنر موصل) نے حضرت عمر کی ہدایت کے بموجب داغ بیل ڈال کر اسکو شہر کی صورت میں آباد کیا ' اور عرب کے مختلف قبیلوں کے لیے جدا جدا محلے بسالیے -

(۲) ہر جگہہ بڑے بڑے اصطبل خانے تھے جن میں چار چار ہزار گھوڑے ہر وقت ساز و سامان کے ساتھہ تیار رہتے تھے - یہ صرف اس غرض سے مہیا رکھے جاتے تھے کہ دفعتاً ضرورت پیش آجائے تو ۳۲ - ہزار سواروں کا رسالہ فوراً تیار ہوجائے - (۱) سنہ ۱۷ - ہجری میں جزیرہ والوں نے دفعتاً بغاوت کردی تو یہی تدبیر کلید ظفر تھی - ان گھوڑوں کی پرداخت اور تربیت میں نہایت اہتمام کیا جاتا تھا - مدینۂ منورہ کا انتظام حضرت عمر نے خود اپنے اہتمام میں رکھا تھا - شہر سے چار منزل پر ایک چراگاہ (۲) تیار کرائی تھی' اور خود اپنے غلام کو جسکا نام ہنی تھا' اسکی حفاظت اور نگرانی کے لیے مقرر کیا تھا - ان گھوڑوں کی رانوں پر داغ کے ذریعہ سے یہ الفاظ لکھے جاتے تھے : " فی سبیـــل اللــہ " (۳) کوفہ میں اسکا اہتمام سلمان بن ربیعۃ الباہلی کے متعلق تھا' جو گھوڑوں کی شناخت اور پرداخت میں کمال رکھتے تھے' یہاں تک کہ ان کے نام میں یہ خصوصیت داخل ہوگئی تھی ' اور سلمان الخیل کے نام سے پکارے جاتے تھے - جاڑوں میں یہ گھوڑے اصطبل خانے میں رکھے جاتے تھے - چنانچہ چوتھی صدی تک یہ جگہ " آری " کے نام سے مشہور تھی جس کے معنے اصطبل خانہ کے ہیں' اور اسی لحاظ سے عجمی اسکو آخور شاہ جہاں کہتے تھے - بہار میں یہ گھوڑے ساحل فرات پر عاقول

(۱) تاریخ طبری صفحۂ ۲۵۰۴ میں ہے : کان لعمر اربعة الاف فرس " عدة لکون ان کان یشتیها فی قبلة قصر الکوفة - و بالبصرة نحو منها - و قیمه علیها جزء بن معاویة و فی کل مصر من الامصار الثمـانیة علی قدرها - فان نابتهم نایبة رکب قوم و تقدموا الی ان یستعد الناس -

(۲) حضرت عمر نے گھوڑوں اور اونٹوں کی پرورش اور پرداخت کے لیے عرب میں متعدد چراگاہیں تیار کرائی تھیں - سب سے بڑی چراگاہ مقام ربذہ میں تھی جو مدینۂ منورہ سے ۳ - منزل کے فاصلے پر نجد کے ضلع میں واقع ہے - یہ چراگاہ دس میل لمبی اور اسیقدر چوڑی تھی - دوسری مقام ضریہ میں تھی' جو مکہ معظمہ سے سات منزل پر ہے - اسکی وسعت ہر طرف سے چھہ چھہ میل تھی' اسمیں قریباً ۴۰ ہزار اونٹ پرورش پاتے تھے - ان چراگاہوں کی پوری تفصیل خلاصة الوفا باخبار دار المصطفی مطبوعہ مصر صفحہ ۲۵۵ و ۲۵۶ میں ہے -

(۳) کنز العمال جلد - ۶ - صفحہ - ۳۳۱ -

کے قریب شاداب چراگاہوں میں چرائے جاتے تھے - سلمان ہمیشہ گھوڑوں کی تربیت میں نہایت کوشش کرتے تھے' اور ہمیشہ سال میں ایک دفعہ گھوڑ دوڑ بھی کراتے تھے -

خاص کر عمدہ نسل کے گھوڑوں کو انہوں نے نہایت ترقی دی - اس سے پہلے اہل عرب نسل میں ماں کی پروا نہیں کرتے تھے - سب سے پہلے سلمان نے یہ امتیاز قائم کیا - چنانچہ جس گھوڑے کی ماں عربی نہیں ہوتی تھی' اسکو دوغلا قرار دیکر تقسیم غنیمت میں سوار کو حصے سے محروم کردیتے تھے - (۱)

بصرہ کا اہتمام جزء بن معاویہ کے متعلق تھا جو صوبۂ اہواز کے گورنر رہ چکے تھے -

(۳) فوج کے متعلق ہر قسم کے کاغـذات اور دفتر انھی مقامات میں رہتا تھا -

(۴) رسد کے لیے جو غلہ اور اجناس مہیا کی جاتی تھیں' وہ انھی مقامات میں رکھی جاتی تھیں ' اور یہیں سے اور مقامات کو بھیجی جاتی تھیں -

(فوجی چھاؤنیاں)

ان صدر مقامات کے علاوہ حضرت عمر نے بڑے بڑے شہروں اور مناسب مقامات میں نہایت کثرت سے فوجی چھاؤنیاں قائم کیں' اور عرب کو تمام ممالـک مفتوحہ میں پھیلا دیا - اگرچہ یہ ایک عام اصول تھا کہ جو شہر فتح ہوتا تھا' اسی وقت ایک مناسب تعداد کی فوج وہاں متعین کردی جاتی تھی (۲) جو وہاں سے ٹلتی نہ تھی چنانچہ حضرت ابو عبیدہ نے جب شام فتح کیا ' تو ہر ہر ضلع میں ایک ایک عامل مقرر کردیا جس کے ساتھہ ایک معتد بہ فوج رہتی تھی ' لیکن امن و امان قائم ہونے پر بھی کوئی بڑا ضلع یا شہر ایسا نہ تھا جہاں فوجی سلسلہ قائم نہیں کیا گیا ہو -

سنہ ۱۷ ہجری میں حضرت عمر نے جب شام کا سفر کیا تو ان مقامات میں جہاں ملک کی سرحد دشمن کے ملک سے ملتی تھی' یعنی ملوک' بفیع' رعیان ' قورس ' تیزین ' انطاکیہ' وغیرہ (عربی میں ان کو فروج یا ثغور کہتے ہیں) ایک ایک شہر مورچہ کیا اور ہر قسم کا فوجی نظم و نسق اور مناسب انتظامات کیے - جو مقامات دریا کے کنارے پر واقع تھے اور بلاد ساحلیہ کہلاتے تھے (یعنی عسقلان ' یافا ' قیساریہ ' ارسوف ' عکا ' صور ' بیروت ' طرسوس ' صیدا ' ایلس ' لاذقیہ) چونکہ رومیوں کی بحری طاقت کی زد پر تھے' اس لیے اسکا مستقل جداگانہ انتظام کیا ' اور اسکا افسر کل عبد اللہ بن قیس کو مقرر کیا - (۳) بالس چونکہ غربی فرات کے ساحل پر تھا اور عراق سے ہم سرحد تھا' اسلیے وہاں فوجی انتظام کے ساتھہ اسقدر اور اضافہ کیا کہ شامی عرب جو اسلام قبول کرچکے

(۱) کتب رجال میں سلمان بن ربیعہ کا تذکرہ دیکھو -

(۲) فتوح البلدان صفحۂ ۱۲۸ میں ہے : و کان المسلمون کلما فتحوا مدینـة ظاهرة او عند ساحل، رتبوا فیها قدر من یحتاج له الیه من المسلمین - فان حـدث فی شی منها حـدث من قبل العدو سربوا الیها الامداد - اور صفحۂ ۱۵ میں ہے : و ولی ابو عبید کل کورة فتحها عاملا و ضم الیه جماعة من المسلمین و شحن النواحی المخوفة -

(۳) تاریخ طبری صفحۂ ۲۵۲۳ - اصل عبارت یہ ہے قسم عمر الارزاق و سمی الشواتی و الصوایف و سد فروج الشام و مسالحها و اخذ یدور بها' و سمی ذلک فی کل کورة' و استعمل عبد اللہ بن قیس علی السواحل من کل کورة -

هر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری ہے

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سہام صاحب کا اوبھرالین

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا ہونا - اور اسکے دیر یا ہونیسے تشنج کا پیدا ہونا - اولاد کا نہونا غرض کل شکایات جو اکثر مستورات کو ہوتے ہیں - مایوس شدہ لوگونکو خوشخبری دیجاتی ہے کہ مندرجہ ذیل مستند مصالحونکی تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور لمبی زندگانی حاصل کریں یعنی ڈاکٹر سہام صاحب کا اوبھرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد ہوں -

مستند مدراس شاہد - ڈاکٹر ایم سی لاہلسکا راؤ اول اسسٹنٹ کیمیکل اگزامنر مدراس فرماتے ہیں " مینے اوبھرالین کو امراض مستورات کیلیے " نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جی - ریلس - ایل - اد ایل ار - سی - پی ایک ایس - سی گوشا اسپتال مدراس فرماتی ہیں :- " نمونے کی شیشیاں اوبھرالین کی اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بہت نفع بخش پایا " -

مس ایم جی - ایم - براڈلی ایم - ڈی (ڈرہ) بی - ایس - سی - (لنڈن) منطلک جان اسپتال ارکاٹ یعنی فرماتی ہیں : " اوبھرالین جسکو کہ مینے استعمال کیا ہے " زنانہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے "

قیمت فی بوتل ۲ روپیہ ۸ آنہ - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ ہدایت مفت درخواست آنے پر روانہ ہوتا ہے

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

IMPERIAL FLUTE

بہترین اور نہایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیہ

قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیہ

ہر درخواست کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور پیشگی آنا چاہیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیہ -

ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیہ

I mperial Depot. 60, Srigopal Vallick Lane Bowbazar, Calcutta.

پوبن ٹانین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز دوا ! یہ دماغ کو مضبوط کرتی ہے - واسوخہ طاقتور بناتی ہے - یہ ایک نہایت عمدہ ٹانک ہے جوکہ یکساں مرد اور عورت استعمال کرسکتے ہیں - اسکے استعمال سے ا ماہ پہلے کو قوت اور چالاکی ہے - ضعیف وغیرہ کو بھی مفید ہے جو اس کو لیکر مستفید ہوں قیمت دو روپیہ -

زینو ٹون

اس دوا کے باقاعدہ استعمال سے ضعف باہ ایکدم رفع ہو جاتی ہے اس کے استعمال کرنے ہی آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ

AYESHA

تفریح دماغ - حسن کی افزایش - رنگ کی تازگی - بال کا بڑھنا باتیں اسمیں موجود ہیں - نہایت خوشبودار - قیمت ۳ روپیہ -

نمونہ مفت - مشورہ مفت - فہرست مفت

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

مفت ! مفت !!

راے صاحب ڈاکٹر کے - سی : داس صاحب کا تصنیف کردہ نوجوانوں کا رہنما و صحت جسمانی و زندگی کا بیمہ کتاب ڈاکٹری مہاشی - مفت روانہ ہوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta.

رینلڈ کی مسٹریز آف دی کورٹ آف لنڈن

یہ مشہور ناول جوکہ سولہ جلدوں میں ہے اپنی نظیر آپ ہی ہے اور تھوڑی سی رہگئی ہے - اصلی قیمت کی چوتھائی قیمت میں دیجاتی ہے - اصلی قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - کپڑیکی جلد ہے جسمیں سنہری حروف کی کتابت ہے اور ۳۱۶ ہاف ٹون تصاویر ہیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وی - پی اور ایک روپیہ ۱۴ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بئوبازار - کلکتہ

Imperiai Book Depot, 6o Srigopal Mullick Lane, Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور

تبلہ انعام

ہمارا سائنس فکس فورسٹ ہارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و ہوا میں یکساں رہنے والا ہمارے خاص کارخانہ میں کواساں لکڑی سے طیار کیا ہوا ہے اسوجہ سے کبھی پوری قیمت اور کبھی نصف قیمت پر فروخت کرتے ہیں - ایک ماہ کیلیے یہ قیمت رکھی گئی ہے - ایک مرتبہ منگوا کر آزمایش کیجیے - لیکن تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچہ مال ناپسند ہوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے ہم واپس کرلیوینگے - اس وجہ سے آپ دریافت کرلیجیے نہ یہ کمپنی کسی کو دھوکا نہیں دیتی ہے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیہ - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیہ - و ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیہ - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیہ - ہر ایک باجہ کیواسطے مبلغ پانچ روپیہ پیشگی روانہ کرنا چاہیے اور اپنا پورا پتہ اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاہیے - ہر ایک سنگل ریڈ کے ساتھہ ایک کبھی اور ڈبل ریڈ کے ساتھہ ایک تبلہ وتوکی انعام دیا جاویگا - منشی ہارمونیم سکھیا کا قیمت ایک روپیہ ہے -

نیشنل ہارمونیم کمپنی ڈاکخانہ شملہ - کلکتہ

SALVITAE

یہ ایک اتنا مجرب دوا ان امراض کا ہے کہ جسکی وجہ سے انسان اپنی قدرتی قوت سے کرجاتا ہے - یہ دوا ان کھوئی ہوئی قوت کو پھر پیدا کر دیتی ہے - قیمت ایک روپیہ -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمہ اور کتنے ہی عرصہ کا ہو اگر اس سے اچھا نہ ہو تو ہمارا دمہ - کھانسی کے لیے بھی مفید ہے - قیمت ایک روپیہ -

PILES TABLETS.

بواسیر خونی ہو یا بادی - بغیر جراحی عمل کے اچھا ہوتا ہے - قیمت ایک روپیہ -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

---

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے ہر قسم کا جنون خواہ نوبتی جنون ' مرگی والا جنون ' غمگین رہنے کا جنون ' عقل میں فتور ' بے خوابی وغیرہ وغیرہ دفع ہوتی ہے - اور وہ ایسا صحیح و سالم ہو جاتا ہے کہ کبھی ایسا گمان تک بھی نہیں ہوتا کہ وہ کبھی ایسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت فی شیشی پانچ روپیہ ۱۲ محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

نے اور بھي اسکو گھٹایا ' اور معتصم باللہ نے سرے سے فوجي دفتر میں سے عرب کے نام ھي نکال دیے' اور اُسي دن درحقیقت حکومت بھي مسلمانوں کے ھاتھہ سے نکل گئي - یہ ایک اتفاقیہ جملہ بیچ میں آگیا تھا - ھم پھر حضرت عمر کے فوجي نظام کي طرف واپس آتے ھیں - حضرت عمر نے فوجي دفتر کو یہاں تک وسعت دي کہ اھل عجم بھي اُسمیں داخل کیے گئے - یزد گرد شاھنشاہ فارس نے دیلم کي قوم سے ایک منتخب دستہ تیار کیا تھا جس کي تعداد چار ھزار تھي' اور جند شاھنشاہ یعني فوج خاصہ کہلاتا تھا یہ فوج قادسیہ میں کئي معرکوں کے بعد ایرانیوں سے علحدہ ھوکر اسلام کے حلقے میں آگئي - سعد بن ابي وقاص گورنر کوفہ نے ان کو فوج میں داخل کر لیا' اور کوفہ میں آباد کرکے اُن کي تنخواھیں مقرر کردیں (۱) -

(فوجي اقوام)

چنانچہ اسلامي فتوحات میں ان کا نام بھي جا بجا تاریخوں میں آتا ھے - یزد جرد کي فوج ھراول کا سردار ایک بڑا نامي افسر تھا جو سیاہ کے لقب سے پکارا جاتا تھا - سنہ ۱۷ ھجري میں یزد گرد اصفہان کو روانہ ھوا تو سیاہ کو تین سو سواروں کے ساتھہ جن میں ستر بڑے بڑے نامي پہلوان تھے' اصطخر کي طرف بھیجا تاکہ ھر ھر شہر سے چیدہ بہادر منتخب کرکے ایک دستہ تیار کرے - ابو موسی اشعري نے جب سنہ ۲۰ ھجري میں سوس کا محاصرہ کیا تو یزد گرد نے سیاہ کو حکم دیا کہ اس چیدہ رسالے کے ساتھہ ابو موسی کے مقابلے کو جاے - سوس کي فتح کے بعد سیاہ نے مع تمام سرداروں کے ابو موسی سے چند شرائط کے ساتھہ امن کي درخواست کي - ابو موسی گو شرائط پر راضي نہ تھے' لیکن کیفیت واقعہ سے حضرت عمر کو اطلاع دي - حضرت عمر نے لکھہ بھیجا کہ تمام شرائط منظور کر لیے جائیں - چنانچہ وہ سب کے سب بصرہ میں آباد کیے گئے اور فوجي دفتر میں نام درج کرکے اُن کي تنخواھیں مقرر کردي گئیں - انمیں سے چھہ افسروں کي (جن کے نام یہ ہیں: سیاہ' خسرو' شہریار' شیرویہ' شہرویہ' افرودین) ڈھائي ڈھائي ھزار اور سو سو بہادروں کي دو دو ھزار تنخواہ مقرر ھولي - تستر کے معرکہ میں سیاہ ھي کي تدبیر سے فتح حاصل ھوئي تھي - (۲)

باذان نوشیروان کي طرف سے یمن کا گورنر تھا ' اُسکي زیر میں جو ایراني فوج تھي' اُسمیں سے اکثر مسلمان ھوگئے تھے - ان کا نام بھي دفتر فوج میں لکھا گیا - تعجب یہ ھے کہ فاروقي لشکر ھندوستان کے بہادروں سے بھي خالي نہ تھا - سندھ کے جاٹ جنکو اھل عرب زط کہتے تھے' یزد گرد کے لشکر میں شامل تھے - سوس کے معرکہ کے بعد وہ اسلام کے حلقہ بگوش ھوے' اور فوج میں بھرتي کرکے بصرہ میں آباد کیے گیے - (۳)

یوناني اور رومي بہادر بھي فوج میں شامل تھے - چنانچہ فتح مصر میں ان میں سے پانسو آدمي شریک جنگ تھے' اور جب عمرو بن العاص نے فسطاط آباد کیا تو یہ ایک جداگانہ محلے میں آباد کیے گئے - یہودیوں سے بھي یہ سلسلہ خالي نہ تھا ' چنانچہ مصر کي فتح میں ان میں سے ایک ھزار آدمي اسلامي فوج کے ساتھہ شریک تھے - (۴)

---

(۱) فتوح البلدان صفحہ ۲۸۰ -

(۲) طبري واقعات سنہ ۱۷ ھجري ذکر فتح سوس - و فتوح البلدان از صفحہ ۳۷۲ تا ۳۷۵ -

(۳) فتوح البلدان صفحہ ۳۷۵

(۴) مقریزي نے صفحہ ۲۹۸ میں ان سب کے حالات کسي قدر تفصیل سے لکھے ھیں -

---

غرض حضرت عمر نے صیغۂ جنگ کو جو وسعت دي تھي' اُس کے لیے کسي قوم اور کسي ملک کي تخصیص نہ تھي - یہاں تک کہ مذھب و ملت کي بھي کچھہ قید نہ تھي - والنٹیر فوج میں تو ھزاروں مجوسي شامل تھے جنکو مسلمانوں کے برابر مشاھرے ملتے تھے - فوج نظام میں بھي مجوسیوں کا پتہ ملتا ھے' چنانچہ اسکي تفصیل غیر قوموں کے حقوق کے ذکر میں آئیگي - لیکن یہ یاد رکھنا چاھیے کہ صیغۂ جنگ کي یہ وسعت جسمیں تمام قوموں کو داخل کرلیا گیا تھا ' صرف اسلام کي ایک فیاضي تھي' ورنہ فتوحات ملکي کے لیے عرب کو اپني تلوار کے سوا اور کسي کا کبھي ممنون ھونا نہیں پڑا - البتہ اِس سے بھي انکار نہیں ھوسکتا کہ جن قوموں سے مقابلہ تھا' اُنھیں کے ھم قوموں کو اُن سے لڑانا فن جنگ کا بڑا اُصول ھے :

که خرگوش ھرمرز را بے شگفت
سگ آں ولایت تواند گرفت

جیسا کہ ھم اوپر لکھہ آے ھیں ' ابتداے انتظام میں فوجي صیغہ صاف صاف جداگانہ حیثیت نہیں رکھتا تھا - یعني جو لوگ اور اور حیثیتوں سے تنخواھیں پاتے تھے' اُن کے نام بھي فوجي رجسٹر میں درج تھے' اور اُسوقت یہي مصلحت تھي - لیکن حضرت عمر نے اب یہ پردہ بھي اُٹھا دینا چاھا - شروع شروع میں تنخواہ کي کمي بیشي میں قرآن خواني کے وصف کا بھي لحاظ ھوتا تھا ' لیکن چونکہ اس کو فوجي اُمور سے کچھہ تعلق نہ تھا اسلیے حضرت عمر نے اسکو صیغۂ تعلیم سے متعلق کرکے اِس دفتر سے الگ کردیا - چنانچہ سعد بن وقاص کو یہ الفاظ لکھہ بھیجے : لا لفظ علی القرآن احد -

(تنخواھوں میں ترقي)

اسکے بعد تنخواھوں کي ترقي کي طرف توجہ کي ' وہ فوج کو زراعت' تجارت' اور اس قسم کے تمام اشغال سے بزور باز رکھتے تھے' اس لیے ضرور تھا کہ اُن کي تمام ضروریات کي کفالت کي جاے' چنانچہ اس لحاظ سے تنخواھوں میں کافي اضافہ کیا گیا - ادنی سے ادنی شرح جو ۲۰۰ سالانہ تھي ۳۰۰ کردي - افسروں کي تنخواہ سات ھزار سے لیکر دس ھزار تک بڑھا دي - بچوں کي تنخواہ دودھہ چھوڑنے کے دن سے مقرر ھوتي تھي' اب حکم دیدیا کہ پیدا ھونے کے دن ھي سے مقرر کردي جاے -

(رسد کا انتظام)

رسد کا بندوبست پہلے صرف اسقدر تھا کہ فوجیں مثلاً قادسیہ میں پہونچیں تو آس پاس کے دیہات پر حملہ کرکے جنس اور غلہ لوٹ لائیں' البتہ گوشت کا بندوبست دارالخلافت سے تھا یعني حضرت عمر مدینۂ منورہ سے بھیجا کرتے تھے - (۱) پھر یہ انتظام ھوا کہ مفتوحہ قوموں سے جزیہ کے ساتھہ في کس ۲۵ آثار غلہ لیا جاتا تھا اور وہ رسد کے کام میں آتا تھا - مصر میں غلہ کے ساتھہ روغن زیتون' شہد' اور سرکہ بھي وصول کیا جاتا تھا جو سپاھیوں کے لیے سالن کا کام دیتا تھا - جزیرہ میں بھي یہي انتظام تھا - لیکن اِسمیں رعایا کو زحمت ھوتي تھي چنانچہ حضرت عمر نے آخر میں اس کے بجاے نقدي مقرر کردي (۲) جسکو رعایا نے نہایت خوشي سے قبول کیا -

---

(۱) فتوح البلدان صفحہ - ۲۵۹ - اصل عبارت یہ ھے : فاذا احتاجوا الی العلف و الطعام ' اخرجوا خیولا في البر فاغارت . علی اسفل الفرات ۔ و کان عمر یبعث الیھم من المدینة الغنم والجزر -

(۲) فتوح البلدان صفحہ ۱۷۸ و ۲۱۹ -

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ

البلاغ

هٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۱۴ : ۵۲)

نمبر - ۸ - ۹	كلكته : جمعه ۲۲ - ۲۹ ربيع الاول سنه ۱۳۳۴ هجري Calcutta : Friday, 28th Jan. & 4th Feb. 1916.	جلد ۱

ترجمان القران

يعني قرآن حكيم كا اردو ترجمه' از خامهٔ ايڈيٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار كے حقيقي حامل و مبلغ حضرات انبياء كرام و رسل عظام هيں - پس انكي تبليغ و تعليم اور نشر و توزيع كا مقدس كام دراصل ايک پيغمبرانه عمل هے' جس كي توفيق صرف انهي لوگوں كو مل سكتي هے جنهيں حق تعالى انبياء كرام كي معيت و تبعيت كا درجه عطا فرماتا هے' اور انكا نور علم براه راست مشكواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله يؤتيه من يشاء -

هندوستان كي گذشته قرون اخيره ميں سب سے پهلے جس مقدس خاندان كو اس خدمت كي توفيق ملي' وه حضرت شاه عبد الرحيم رحمة الله عليه كا خاندان تها - انكے فرزند حجة الاسلام' امام الاعلام' مجدد العصر' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے' جنهوں نے سب سے پهلے قرآن حكيم كے ترجمه كي ضرورت الهام الهي سے محسوس كي' اور فارسي ميں اپنا عديم النظير ترجمه مرتب كيا - انكے بعد حضرة شاه رفيع الدين اور شاه عبد القادر رحمة الله عليهما كا ظهور هوا' اور اردو زبان ميں ترجمة القران كي بنياد استوار هوئي - شكر الله سعيهم' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهيک ايک صدي گذر چكي هے' ليكن يه كهنا كسي طرح مبالغه آميز نه سمجها جائيگا كه نشر و تبليغ قرآن حكيم كي جو بنياد اس خاندان بزرگ نے ركهي تهي' اسكي تكميل كا شرف حق تعالى نے ايڈيٹر الهلال كيليے مخصوص كرديا تها' جنهوں نے بعض داعيان حق و علم كے اصرار سے اپنے انداز ممتاز' و بلاغت و انشاء مخصوص' و فهم حقائق و معارف قرآنيه' و ضروريات و احتياجات وقت كو ملحوظ ركهكر قرآن حكيم كا يه اردو ترجمه نهايت سليس' علم فهم' معني خيز' حقيقت فرما عبارت ميں مرتب كيا هے' اور بحمد الله كه زير طبع هے -

يه ترجمه كيسا هے ؟ ان لوگوں كيليے جو الهلال كا مطالعه كرچكے هيں' اسكا جواب دينا بالكل غير ضروري هے -

يه ترجمه حامل المتن ٹائپ كي جگهه ليتهو ميں چهاپا جارها هے تاكه ارزاں هو' اور بچوں' عورتوں' سب كے مطالعه ميں آسكے - قيمت في جلد چهه روپيه ركهي گئي هے - ليكن جو حضرات اس اعلان كو ديكهتے هي قيمت بهيجدينگے' انسے صرف ساڑهے چار روپيه ليے جائينگے - درخواستيں اور روپيه منيجر البلاغ كے نام بهيجنا چاهيے -

---

نوٹ :- تين نمبر هونے كي وجه سے قيمت في پرچه چهه آنه

مدیر مسئول و رئیس التحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

البلاغ

Tel. Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No 648.

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad.
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly Rs. 6-12

نمبر ۹ — کلکتہ : جمعہ ۲۹ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۴ ہجری . — جلد ۱

Calcutta : Friday, February 4, 1916.

دعوۃ الی القران

(۱) قرآن حکیم کی اشاعۃ اور تبلیغ مسلمانوں کا قومی عشق تھا - انہوں نے جو کچھہ کیا صرف اسی کیلیے کیا' اور انکی تاریخ معامد و فضائل میں جو کچھہ بھی ہے صرف اسی کے لیے ہے - انہوں نے اپنا وطن چھوڑا تو اسی کیلیے' عزیز و اقربا سے مہجور ہوے تو اسی کی خاطر' مال و دولت لٹایا تو اسی کی یاد میں' انکی تلواریں بے نیام ہوئیں تو اسی کی صولت کیلیے' اور انکی گردنوں کا خون بہا تو اسی کے عشق میں! آہ' انکی قومی زندگی کی عام صدا یہ تھی:

إن صلاتي و نسكي	میری عبادت' میری قربانی' میرا جینا
و محياي و مماتي	میرا مرنا' غرضکہ زندگی اور زندگی میں
لله رب العالمين -	جو کچھہ ہے' سب کچھہ اللہ کیلیے ہے
	جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ؟

لیکن انقلاب زمانہ نے آج اسی قوم کو اس حالت تک پہنچا دیا ہے کہ قرآن کی تبلیغ کی راہ میں ایثار نفس اور فدویت جسم و جان کی توقع کیا کی جاے' مال و دولت کے کسی حقیر حصے کا انفاق بھی ناپید ہوگیا ہے !!

(۲) حدیث صحیح میں آیا ہے کہ میری امۃ پر ایک وقت ایسا آئیگا جب ایک چھوٹی سی نیکی اتنا ثواب حاصل کریگی' جسقدر بڑی سے بڑی نیکی آج حاصل کرتی ہے' کیونکہ جب تاریکی بہت بڑھجاے اور روشنی کی تمام قندیلیں بجھہ جائیں' تو اشتعال دیاسلائی کی ایک تیلی بھی بہت قیمتی ہوتی ہے' اور اگر ایک ٹمٹماتا ہوا دیا بھی میسر آجاے تو اسے بجلی کے لیمپ سے بڑھکر لوگ غنیمت سمجھتے ہیں

یقیناً وہ وقت آ گیا - تاریکی ہر طرف ہے مگر روشنی کا کوئی سامان نہیں کرتا - ایسی حالت میں اگر کسی طرف سے ایک ہلکی سی شعاع بھی نظر آجاے تو اسکی ویسی ہی عزت کرنی چاہیے جیسی روشنی کے عہد میں کسی قیمتی سے قیمتی فانوس کی کیا کرتے تھے -

(۳) ترجمان القرآن اور البیان کی توسیع اشاعۃ کیلیے بعض احباب کرام جو کچھہ سعی کر رہے ہیں' میں اسے اسی نظر سے دیکھتا ہوں' اور چاہتا ہوں کہ لوگ بھی اسی نظر سے دیکھیں - ان دونوں کتابوں کیلیے سب سے بڑی ضرورت اس چیز کی ہے کہ غیر مستطیع مسلمانوں میں (اور وہی مسلمان سب سے زیادہ اسکے مستحق ہیں) اسکی اشاعۃ کا انتظام کیا جاے' اور مسلمانوں کا کوئی حلقہ اور کوئی طبقہ ایسا باقی نہ رہے جسکے اندر اسکے چند نسخے نہ پہنچ جائیں - علی الخصوص انگریزی و عربی مدارس کے طلباء' مساجد کے ائمہ و حفاظ' اور بالعموم تمام علماء کرام و ارباب وعظ و

اسکے اصلی مخاطب ہیں - ان میں سے ہر شخص اپنے ساتھہ ایک بڑا دائرہ صحبۃ و اثر کا رکھتا ہے' اور اگر قرآن حکیم کے فہم و درس کی صحیح راہ اسکے آگے کھل جاے تو ہزاروں مسلمانوں کے اندر تبدیلی پیدا ہوجاے -

(۴) سو الحمد للہ کہ بعض ارباب اخلاص کو اللہ نے اسکی توفیق دی ہے کہ انکی متعدد جلدیں لیکر مفت تقسیم کریں' اور اسطرح انہوں نے ایک ایسے عہد میں جبکہ انفاق فی سبیل اللہ کی سچی مثالیں ناپید ہو رہی ہیں' اور مسلمانوں کے مال و دولت میں خدا اور اسکے کلمۂ حق کے لیے کوئی حصہ نظر نہیں آتا' ایمان باللہ اور عشق کلام الہی کا ایک قابل صد عزت نمونہ پیش کیا ہے -

اس سلسلے میں سب سے زیادہ مستحق ذکر حاجی عبد الغفور صاحب ہیں جنہوں نے تفسیر البیان کی پچاس جلدوں کی قیمت بھیجدی ہے - ان جلدوںکو وہ اپنے وطن میں تقسیم کرینگے -

لیکن سب سے زیادہ قابل تقلید نمونہ ان احباب بہاولپور کا ہے جنہوں نے اپنی ایک رسمی اور تفریحی صحبت کی دلاویزیوں پر اللہ کے کلام مقدس کی تبلیغ کو ترجیح دی ہے !

جناب شیخ محمد عبد اللہ صاحب بہاولپور سے لکھتے ہیں :

" میرے ایک دوست مسٹر علی احمد خان بی - اے ہیں جنکی تنخواہ میں اللہ کے فضل سے پچاس روپیہ کا اضافہ ہوا ہے - اس ترقی کی خوشی میں دوستوں کی خواہش تھی کہ چاء اور شیرینی کی کوئی صحبت منعقد ہو' لیکن سب کی یہ راے قرار پائی کہ چند لمحوں کی بیفائدہ صحبت کی جگہ اگر دین کی کوئی خدمت ہوجاے اور خدا کا کلام اسکے بندوں تک پہنچ جاے' تو یہ بڑی ہی سعادت کی بات ہوگی - پس ہم سب نے قرار دیا کہ جو روپیہ ٹی پارٹی میں خرچ کرنے کیلیے نکالا گیا تھا' اسی سے آپکے ترجمۃ القرآن کے نسخے منگواے جائیں اور ارباب دل میں مفت تقسیم کیے جائیں - چنانچہ سو روپیہ کا منی آرڈر مرسل خدمت ہے - ترجمان القرآن کی قیمت میں محسوب ہو' اس روپیہ سے جسقدر نسخے آپ بھیجیں گے' مسٹر موصوف کے احباب میں تقسیم کردے جائینگے "

اللہ تعالی مسٹر موصوف اور انکے تمام دوستوں کو اس عمل خیر کیلیے جزاء خیر دے - بظاہر یہ ایک معمولی سا واقعہ ہے' لیکن غور کیجیے تو مسلمانوں کیلیے محبت قرآنی کا ایک بہت بڑا نمونہ ہے - بالفرض اگر لوگ اسی طرح اپنے اولین فرض اسلامی کو محسوس کریں' تو بغیر کسی بہت بڑے دنیوی نقصان کے گوارا کیے وہ اللہ کی خدمت کیلیے بہت کچھہ کر سکتے ہیں -

اسی طرح شیخ عبد الحمید صاحب (رسولپور ضلع میرٹھہ) نے چند جلدوں کی قیمت بھیجدی ہے' اور چند قومی لائبریریوں کا پتہ لکھا ہے کہ انکی جانب سے مفت وہاں بھیجدی جائیں .

"كتاب مرقوم يشهده المقربون" (٨٣ : ١٨)

" في ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [٨٣ : ٢٦]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خواں این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) " الهلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک هي وقت میں دعوۃ دینیۃ اسلامیۃ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید ' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ ' اور وحدۃ کلمۃ امۃ مرحومہ کي تحریک کا لسان العال ' اور نیز مقالات علمیہ ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۃ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الاهیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے هیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور هیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب ' و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الاهیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوي سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی نظیر مثال تمام عالم اسلامي میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکي تمام سیاسي و غیر سیاسي معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کي ' اور سیاسی آزادي و حریت کو بھی تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر هي اندر ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدها اقلام و صحائف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادي و عملي الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد في سبیل اللہ مخلص ہوگئے هیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر هیں جن میں ایک نئي مذہبي بیداری پیدا ہوگئي ہے : و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد في سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و مرحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت ' متلاشیان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الاهیہ و علوم نبویہ ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئي نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی هوں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے ' جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(۷) چھہ مہینے کي ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئي ہے - ولایتي کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑي تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلي اور دوسري جلد دوبارہ چھپے گي - تیسري ' چوتھي اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رہگئے هیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی هیں ' اس قسم کي ہر چار تصویریں بھي اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی هیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کي اجرت ہے -

قدمی کی بڑی بڑی چٹانوں کو پانی کی طرح بہا دیسکتی ہے، تو وہ تو اسکے سعادت مند فرزندوں کا گھرانا اور اسکے عشاق قدیم کی [illegible] معرفان تھی - یہاں تو گفت و شنود حسن و عشق اور قول و قرار وصل و وصول کی جگہ صرف ایک تبسم امید نواز ہی دیوانہ بنا دینے کیلیے کافی تھا :

شنیدہ ام کہ سگاں را قلادہ می بندی
چرا بگردن حافظ نمی نہی رسنے ؟

پس یہ اطاعت شعاران عشق اپنے پر اسرار و غیر مرئی معشوق کے حکموں کے آگے سچے عاشقوں کی طرح گر گئے، اور اپنے وجود کو ایک فرمان بردار مرکب بناکر اسکے سپرد کردیا - پھر کس قدر نادان ہیں وہ لوگ جو سواری کے ایک چارپاے کی تو شکایت کرتے ہیں، مگر اسکو نہیں دیکھتے جسکے ہاتھہ میں اسکی لگام تھی، اور جسکے بوجھہ نے اس مسکین کی پیٹھہ پر قابو پایا تھا ؟ اولئک حزب الشیطان، الا ان حزب الشیطان ھم الخاسرون (۵۹ : ۱۹)

قران حکیم نے ہمکو شیطان کا ایک بڑا خاصہ یہ بھی بتلایا ہے کہ وہ اپنے وفادار غلاموں کو ایک کام کا حکم دیتا ہے، لیکن جب وہ اسکی تعمیل کرتے ہیں تو دنیا سے کہتا ہے کہ مجھے اس کام سے کیا واسطہ ؟

کمثل الشیطان اذ قال للانسان اکفر، فلما کفر قال انی بری منک ! (۵۹ : ۱۶)	انکی مثال شیطان کی سی ہے - اس نے انسان سے کہا کہ کفر و ضلالت اختیار کر، جب انسان نے اس حکم کی تعمیل کی تو پھر وہ الگ ہوگیا، اور

کہنے لگا کہ مجھے اس کام سے کوئی واسطہ نہیں - میں تیرے کفر سے بالکل بری الذمہ ہوں -

پس یہ بیفائدہ ہے اگر آج بھی وہ ظاہر کرے کہ مجھے اس شر و فساد سے کوئی واسطہ نہیں اور میں اس سے بری الذمہ ہوں، کیونکہ ہمیں اسکی قدیمی عادت معلوم ہے، اور اگرچہ ہمیشہ سب کچھہ وہی کرتا ہے، پر ہمیشہ اپنے کو الگ دکھلاتا اور ظاہر کرتا ہے کہ اسے کوئی سروکار نہیں -

یاد رکھو کہ شر و فساد جسقدر ہے شیطان ہی کی وسوسہ اندازی کا نتیجہ ہے، ورنہ اسلام کا کوئی چھوٹا سے چھوٹا فرزند بھی راہ فساد اختیار نہ کرتا : ان الشیطان للانسان عدوا مبین -

اسی وسوسہ اندازی کا نتیجہ تھا کہ لیگ سے پہلے بھی شر و فساد پیدا ہوا، اور اجلاس کے اندر بھی - پس ہمارا جو کچھہ بھی معاملہ ہے، وہ جہل و نادانی کی ان پتلیوں سے نہیں ہے جو دنیا کے سامنے ناچ رہی تھیں، بلکہ جو کچھہ بھی ہے وہ اس خوفناک آسیب سے ہے جسکی روح انکے اندر حلول کر گئی تھی، اور جب وہ چیخ رہے تھے تو اسی کی آواز انکے حلقوں سے نکل رہی تھی !

اس سے بھی بڑھکر قابل تذکرہ شرارت ان لوگوں کی ہے جو لیگ کے گذشتہ اجلاس کے اثرات و نتائج کی نسبت طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلاتے ہیں، اور اس ہنگامہ کے واقعات کو اس انداز سے بیان کرتے ہیں، گویا انہوں نے لیگ کے اجلاس کو بالکل کھودیا -

لیکن ہم کو یقین ہے کہ یہ تمام کوششیں بیکار ہیں، اور غلط فہمی خواہ کتنی ہی سخت ہو لیکن انسان کی بینائی نہیں چھین سکتی - گذشتہ اجلاس کی کامیابی و ناکامی کا اندازہ صرف اس چیز سے کیا جاسکتا ہے کہ اجلاس کا مقصود اصلی کیا تھا، اور وہ حاصل ہوسکا یا نہیں ؟

یہ بالکل ظاہر ہے کہ اس سال لیگ کے بمبئی میں منعقد کرنے کا کوئی مقصد اسکے سوا نہ تھا کہ ہندو مسلمانوں کے ملکی اتفاق کی طرف سعی و طلب کا ایک نمایاں قدم بڑھایا جاے، اور موجودہ حالات و مقتضیات کے مطابق مسلمانوں کی طرف سے ایک زندہ سیاسی آواز بلند ہوسکے -

یہی مقصد تھا جسکے لیے ایک جماعت اس بات پر اڑ گئی کہ لیگ کا اجلاس ضرور بمبئی ہی میں منعقد کیا جاے، اور اسکے فوائد کے یقین کا اسقدر اسپر استغراق طاری ہوا کہ انعقاد کی خوشی میں باہمی راضی نامہ کی ایک بد ترین اور قابل صد نفرت شکل بھی ان نے منظور کرلی -

یہ راضی نامہ وہ ہے جسکو سر سید علی امام کی اس "صلح فرما" خصوصیت کا دوسرا عمل سمجھنا چاہیے جسکا پہلا عمل مسئلہ مسجد کانپور کی مشہور "صلح" ہے -

اس راضی نامہ کا مقصد یہ تھا کہ لیگ کے اجلاس میں سوا تین تجویزوں کے جنکے الفاظ تک قرار پا چکے تھے، اور کوئی کارروائی نہ کی جاے : وفاداری، توسیع عہد ویسراے، اور ایک کمیٹی کا انعقاد -

اب اسکے بعد واقعات پر نظر ڈالیے اور دیکھیے کہ یہ تمام مفسدانہ ساز و سامان جو راضی نامہ کے بعد بھی جاری رکھے گئے، اس مقصد اصلی کو کہاں تک نقصان پہنچا سکے جو لیگ کے انعقاد سے مقصود اصلی تھا ؟

آل انڈیا مسلم لیگ، اسکے کاموں، اسکی کارکن جماعت اور اسکے سرپرستوں کے طریق عمل کے متعلق ابتدا سے ہماری ایک خاص طرح کی راے رہی ہے، اور جو ان دونوں جماعتوں کے افکار سے بالکل مختلف ہے جنکو موجودہ لیگ کے موافقین و مخالفین کے نام سے پکارا جاتا ہے - با ایں ہمہ ہم یقینی طور پر دیکھہ رہے ہیں کہ لیگ کے آغاز وجود سے لیکر اس وقت تک اگر اسکا کوئی اجتماع ایسا ہوا ہے جسکو نسبتاً مفید و کامیاب کہا جاسکے، تو وہ یہی عجیب و غریب اجتماع تھا جو باوجود ان تمام مفسدانہ طاقتوں اور مفسدانہ ساز و سامان مقاومت کے ساحل بمبئی پر منعقد ہوا -

انعقاد کا پہلا مقصد یہ تھا کہ ہندو مسلمانوں کے ملکی اتحاد کی طرف ایک زیادہ نمایاں اور موثر قدم بڑھایا جاے - اسکو کوئی قوۃ فساد نہ روک سکی - نہ افساد و اضلال کی طاقتوں کا وہ سب سے بڑا ہولناک بت روک سکا جسکے چہرے پر نقاب رہتا ہے، اور نہ اسکے مندر کے وہ پجاری روک سکے جو اسکے پر اسرار حکموں پر رقص عبادت کرتے ہیں - لیگ اور کانگریس کے اجلاس ایک شہر میں ہوے، لیگ کے ممبر ہوم رول لیگ میں شریک ہوے، اور ماڈریٹ کانگریسی پارٹی سے زیادہ اظہار جوش کے ساتھہ اسکی کارروائی میں حصہ لیا، پھر کانگریس میں شریک ہوے، اور ممبران کانگریس لیگ میں آے - یہ چیز فی نفسہ ہماری نظروں میں کوئی ایسی وقیع چیز نہیں ہے - مگر چونکہ کانگریس اور مسلمانوں کی تفریق کو ہمیشہ ایک بت بناکر مسلمانوں نے پوجا ہے، اسلیے اسکا پاش پاش ہونا ہر طرح ایک اہم واقعہ ہونے کی استعداد رکھتا ہے -

اس سے بھی اہم تر چیز یہ تھی کہ مسلمانوں کے سیاسی مجمع سے ایک ایسی آواز آتی جسمیں کچھہ جان ہو، اور جسکی روح کو وقت کا فرضی اور وہمی سوال اٹھاکر ہلاک نہ کیا جاسکے - سو اس میں کوئی شک نہیں کہ مسٹر مظہر الحق کا ایڈریس اس اعتبار سے لیگ کی تمام تاریخ کا حاصل زندگی ہے، اور باوجود ہجوم مشکلات و احاطۂ موانع کے انہوں نے جسقدر بھی اظہار حقیقت کی توفیق پائی، وہ ہمیشہ یادگار رہیگی -

انکے ایڈریس میں جو کچھہ موجود ہے، وہ بلحاظ وقت کی مشکلات کے اسقدر وقیع ہے، کہ اسکی وقعت پر غیر موجود کا افسوس غالب نہیں آ سکتا -

شذرات

مسلم لیگ

مسلم لیگ کے گذشتہ اجلاس کا تذکرہ اخبارات و رسائل کے صفحات اور بحث و مذاکرہ کی صحبتوں میں قریب الاختتام ہے - کامل چار ہفتے اسپر گذر چکے، اور ہر شائق و سامع نے اسکے نقد و بحث میں کچھہ نہ کچھہ حصہ لیا - تاہم بہت سی ضروری باتیں اب تک باقی ہیں، اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ اصلیت کو مشتبہ کرنے کیلیے چند مفسدانہ غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہیں -

جنوری کے اوائل میں اگر ہمیں فرصت ملتی تو بہ تفصیل اس واقعہ کی نسبت لکھتے - لیکن اب تفصیل کا موقعہ نہیں رہا - صرف ان غلط فہمیوں کی طرف اشارہ کردینا چاہتے ہیں، جنکا اثر واقعہ کی عارضی حیثیت کی جگہ اصولی نتائج و عبر پر پڑتا ہے -

اس سلسلے میں سب سے پہلی چیز جو سامنے آتی ہے، وہ مسلمانان بمبئی کے اندرونی اختلافات کا مسئلہ ہے، جسکو عام طور پر لیگ کے ہنگامہ کی اصلی علت قرار دیا جاتا ہے -

ہم اس تعجب اور حیرانی کے ظاہر کرنے کیلیے الفاظ نہیں پاتے، جسکے ساتھہ ہم نے ان تحریروں کو پڑھا ہے جو بعض مدعیان علم و واقفیت نے شائع کی ہیں، اور جنکے اندر وہ یقین کے ساتھہ ظاہر کرتے ہیں کہ مسلمانان بمبئی کے سیاسی اختلاف اور پارٹی فیلنگ نے لیگ کے جلسے کو اس مصیبت سے دو چار کیا !

دنیا میں علم و یقین کے حاصل کرنے کا ذریعہ مشاہدہ ہے، سماع ہے، روایت ہے، قیاس صحیح ہے، اور تواتر و تسلسل واقعات ہے - ہم حیران ہیں کہ لیگ کے اجلاس بمبئی کے متعلق یہ تمام ذرائع موجود ہیں، اور ان میں سے ہر ذریعہ صاف صاف یقین دلا رہا ہے کہ اس ہنگامہ کو نہ تو مسلمانان بمبئی کے کسی سیاسی اختلاف آراء سے تعلق تھا، اور نہ مختلف سیاسی جماعتوں کی کشمکش سے - یہ جو کچھہ ہوا، اسکی علة اصلی صرف ایک ہی تھی، اور وہ صرف اسی مخفی طاقت کی کار فرمائی تھی جو ہمیشہ خود تو پس پردہ رہتی ہے، لیکن اپنے تنخواہ دار سپاہیوں کو آگے بھیجدیتی ہے - تاکہ میدان رزم میں خیمہ نشیں سپہ سالار کے احکام کی تعمیل کریں -

لیگ کے اجلاس سے پہلے جو کچھہ ہوا، اور لیگ کے اجلاس کے اندر جو کچھہ ہوا، دونوں کی پوری سرگذشت دنیا کے سامنے موجود ہے - اور وہ اس حقیقت کو اسدرجہ روشن و واضح صورت میں نمایاں کر رہی ہے کہ ہندوستان کے مخفی دسائس و فریب کی پوری تاریخ میں ایسا بے نقاب جلوہ کبھی بھی نظر نہیں آیا تھا -

ان نادانوں یا دانستہ حق پوشوں کا بیان ہے کہ لیگ نے اس سال کانگریس سے ملنا چاہا، اور ہندوستان کے مستقبل کی امیدیں میں وہ یک قلم ہندوں کے ہمدوش کھڑی ہوگئی - مثل آزر و جماعات کے بمبئی میں بھی مسلمانوں کا ایک گروہ اس بدعت کا مخالف موجود تھا - اس نے پہلے کوشش کی کہ جلسہ نہو - پھر جب سید علی امام نے بمبئی میں راضی نامہ کرانے کی یادگار عزت حاصل کی، تو مجبوراً ساتھہ ہوگیا - تاہم اختلاف شدید تھا - اسکی دانشمندی و سیاست فہمی کسی طرح بھی گوارا نہیں کرسکتی تھی کہ مسلمان ہندوں کے ساتھہ ملکر اپنے آپکو تباہ کرڈالیں - پس وہ ایک مجاہد حق جماعت کی طرح جہاد فی سبیل الحق کیلیے طیار ہوگیا، اور شہر کے بدمعاشوں اور اراذل کی ایک پلٹن طیار کرکے لیگ پر حملہ کردیا -

لیکن جن لوگوں کو اخبارات کے صفحوں پر اسطرح علانیہ کذب سرائی سے عار نہیں آتا، کیا وہ بتلاسکتے ہیں کہ جس جماعت نے لیگ کی مخالفت میں حصہ لیا، اس میں وہ کون لوگ ہیں جنکو سیاست فہمی اور قوم پرستی کا یہ خلعت عطا ہورہا ہے ؟ کیا پچاس ساٹھہ آدمیوں کی وہ جماعت جو وزیٹروں کے حلقہ میں آکر بیٹھہ گئی تھی، اور جسے صرف یہ تعلیم دی گئی تھی کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد "شیم شیم" کا نعرہ بلند کرتے رہنا، چنانچہ وہ مسکین اپنے پیشواؤں کے شور و غل پر بھی اسی آموختہ کو دہرا دیتے تھے ؟ اگر وہ نہیں تو پھر کیا علی خاں معروف بہ عبد الرؤف جو پرانی گاڑیوں کو بیچا کرتا ہے، اور جس غریب کو یہ بھی نہیں معلوم کہ کانگریس کیا بلا ہے اور لیگ کس جانور کا نام ہے ؟ اگر وہ بھی نہیں تو پھر کیا بمبئی کے بدمعاشوں کا وہ سردار جو اسٹیج کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا تھا اور جو لیگ سے اپنے سیاسی اختلاف کو اس ماہرانہ جملے میں ادا کرتا تھا کہ " میرا ملک کابل کیوں ہندوں کو بخش رہے ہو " ؟ اگر یہ لوگ صرف مزدور تھے، اور سیاست کا معلم وہی تھا جسکے ذریعہ انہوں نے مزدوری پائی، تو پھر کیا سلیمان قاسم متھا کے روپیوں کی تھیلیوں میں اس سیاسی فہم و تدبر کو ڈھونڈھیں، حالانکہ روپیہ سے آلو اور بمبئی کے بدمعاش دونوں چیزیں خریدی جاسکتی ہیں مگر نہ تو عقل خریدی جاسکتی ہے اور نہ علم !

لطف کی بات یہ ہے کہ ان بحث کرنے والوں میں اکثر لوگ وہ ہیں جو خود بمبئی میں موجود تھے، لیکن انکی واقفیت کا یہ حال ہے کہ بیچارے علی خاں سندھی کو " مولانا عبد الرؤف " کے لقب سے لکھتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی بمبئی کا بڑا لیڈر ہے جس نے بھرے جلسے میں مخالفت کی، اور محض سیاسی اختلاف کی وجہ سے شور و غل مچایا - حالانکہ بمبئی کا ہر شخص اس شخص کے حالات سے واقف ہے، اور ہر جگہ اس قسم کے باجے بازاروں میں بکثرت ملتے ہیں، جنکو کوکدیا جائے تو بجتے رہینگے -

بہر حال بمبئی میں لیگ کے موقعہ پر جو کچھہ ہوا، اسکو کسی سیاسی اختلاف و جماعت بندی سے کوئی تعلق نہیں - ہر شخص جانتا ہے کہ ہندو مسلمانوں کا اتحاد ان لوگوں کی نظروں میں کس درجہ مہیب چیز ہے، جنہوں نے اپنی کامیابیوں کا محل تفریق عناصر کی بنیاد پر تعمیر کیا ہے، اور علی الخصوص موجودہ حالات میں کانگریس اور لیگ کا یکجا ہونا اور مل جلکر ایک کمیٹی بنانا، انکے مقاصد کیلیے کس درجہ ہولناک ہے ؟ بمبئی میں انہی مقاصد سے لیگ کو منعقد کیا جاتا تھا - پس کوشش کی گئی کہ اسکی راہ میں موانع پیدا کیے جائیں - اسکے لیے ہمیشہ سے ایک ہی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، اور وہ ہم سب کو معلوم ہے - شیطان کو کبھی بھی انسانوں نے اپنے سامنے نہیں دیکھا ہے، اسکی وسوسہ اندازیوں نے ہمیشہ انسانوں ہی کو اپنی سواری کا گدھا بنایا ہے :

الذي يوسوس في صدور الناس من الجنة و الناس -

پس شیطان اس موقعہ پر بھی اپنے انسانی تخت فساد کے ساتھہ آیا، اور اس نے اپنے فرمان بردار و اطاعت شعار فرزندوں کو بیدار کیا، جنہوں نے اسکی شان لطف کی ایک پر اعزاز گزارش ثابت

گلستاں کا ہر حرف اور ہر لفظ سعدي کا کلام نہيں ہے' ليکن گلستاں سعدي کي ہے - اسليے وہ حقيقت جو انفراد حروف و اصوات کے علاوہ ہے' اسي کا نام گلستاں ہوگا اور وہي سعدي کي تصنيف ہے -

پس " قرآن " جس کتاب کا نام ہے' وہ کسي اعتبار سے بھي مخلوق نہيں ہوسکتي - معتزلہ نے اسے مخلوق قرار ديکر ايک طرف تو آن بحثوں کا دروازہ کھولا جو اسلام کيليے سب سے بڑا فتنہ تھا' دوسري طرف قرآن کي الہي عظمت و قدوسيت کے اعتقادي اساس کو بھي سخت صدمہ پہنچنے کا امکان پيدا کرديا - قرآن کي رباني و الہي عظمت کا اعتقاد اسلام کي تمام کائنات زندگي کي اصلي روح تھي - پس اگر آغاز عہد هي ميں اسکي پوري حفاظت نہ کي جاتي تو بہت جلد وہ وقت آجاتا جب لوگ تورات اور انجيل کي طرح قرآن حکيم کي عزت الہي کو بھي غارت کرديتے -

"الله تعالی نے فرزندان اسلام کي سب سے بڑي مقدس و حامل شريعة جماعة يعني محدثين کرام کو اس بدعة مضلہ کے انسداد کيليے کھڑا کرديا' اور انہوں نے اپنا خون بہاکر اس مسئلہ کے دست برد سے قرآن حکيم کي حفاظت کي -

(مسئلــہ کی اهميت)

آجکل کے بعض ارباب علم و نظر کا خيال ہے کہ اس قسم کي بحثيں جنکے ليے همارے سلف صالح اور علماء حق نے ايک عظيم الشان داخلي جہاد کيا' اور اکثر اوقات اپني زندگيوں تک کي قرباني کردي' محض ايک لفظي نزاع تھي' اور صرف سوء فہم و کج ذهني نے انکو اهم و وقيع بنا ديا تھا -

وہ ان لوگوں کي عقلوں پر تعجب کرتے هيں اور کہتے هيں کہ هم آن سے زيادہ عقلمند هيں کيونکہ ان بحثوں کي بے وقعتي و بے اثري کو خرد مندانہ محسوس کررہے هيں - ليکن افسوس کہ هم ان سے متفق نہيں هوسکتے - يہ مسائل جس عہد ميں پيدا هوے' وہ اسلام کي نشو و نماء اجتماعي کا ابتدائي عہد تھا - اسکے سرچشمے پھوٹ کر بہہ رہے تھے' اور ايک تنکا بھي آنکي راہ ميں آ جاتا تھا تو خوف هوتا تھا کہ يہي تنکے جمع هوکر ايک دن بڑي بڑي نہروں کے دهانوں کو بند کرديںگے - محدثين کرام نے اس حقيقت کو سمجھا' اور اسلام کي حفاظت کيليے کمر بستہ هوگئے - آنکي مثال اس جانباز عاشق کي سي تھي' جو اپنے معشوق کے تلووں ميں ايک کانٹے کي چبھن بھي ديکھتا ہے تو اس زور سے چيختا ہے' گويا آسکے پہلو ميں خنجر نے شگاف کرديا - وہ آس ايک ايک تنکے' ايک ايک کانٹے' اور مٹي کے ايک ايک ذرے کيليے اپني گردنوں کو ذبح کرا دينا چاهتے تھے جو اسلام کي راہ ميں آ جائيں' اور اسکي صراط مستقيم کو آلودہ کرنا چاهيں - اگر اس وقت الله تعالی فرزندان اسلام کي اس سب سے زيادہ برگذيدہ جماعت کے دلوں کو اپنے الہام سے معمور نہ کرديتا' اور وہ ايک داخلي جہاد عظيم کرکے ان تمام فتنوں کا سد باب نہ کرتے' تو آج دنيا ميں اسلام کي بھي وهي حالت هوتي جو دنيا کے تمام محرف و مسخ مذاهب کي نظر آرهي ہے' اور اسکي حقيقي تعليم کو بھي طرح طرح کي بدعات و محدثات کا سيلاب بہا ليگيا هوتا -

آج تمہارا حال يہ ہے کہ اسلام کي گردن پر تلواريں چلتي هيں' تو تمہيں اتنا بھي صدمہ نہيں هوتا جتنا کسي انگلي کے پوتے ميں سوئي کي خلش سے هو سکتا ہے - تم آن پاک روحوں اور خدا کے کلمۂ حق کے جاں نثاروں کی حالت کا کيا اندازہ کر سکتے هو جو اسکي راہ ميں ايک تنکے کے آجانے سے بھي اضطراب بيچين هوجاتے تھے' گويا انکے بستر پر دهکتے هوے انگارے بچھا دیے گئے !

قرآن حکيم کي جس حفاظت و عظمت پر تم آج ناز کرتے هو' يہ در اصل انهي محدثين کرام کي حق پرستيوں کا نتيجہ ہے جنہوں نے اسکو بھي گوارا نہ کيا کہ کوئي نئي آواز قرآن کيليے اٹھائي جاے' اور کوئي بات ايسي اسکي نسبت کہي جاے جو اسکي غير انساني عظمت کي تنزيہ و تقديس کو بٹہ لگاے -

پھر اس سے بھي قطع نظر کرو - يہ مسئلہ محض ايک لفظي نزاع هي کب تھا ؟ معتزلہ کہتے تھے کہ قرآن مخلوق و حادث ہے - هر مسلمان کو اسکا اعتقاد رکھنا چاهيے - اور اس طرح قرآن کيليے ايک ايسي بات کہتے تھے اور ايک ايسي بات کا اقرار کرانا چاهتے تھے جسکا اقرار نہ تو خود قرآن نے کرايا اور نہ رسول نے کچھہ کہا' پھر کيا يہ ايک سخت فتنہ نہ تھا جو نئي نئي اعتقادي بدعتوں کا ابليسي دروازہ کھولتا تھا ؟ اور کيا يہ شريعة پر اضافہ کرنا اور اسلامي اعتقاد کي ترميم نہ تھي ؟

محدثين کرام نے جن مقاصد کي بنا پر اس طرح کے تمام فتنوں کي مخالفت کي اور کسي شکل ميں بھي انکو گوارا نہ کيا' واقعات نے ثابت کرديا ہے کہ وہ يکسر صحيح و واقعي تھے - هم ديکھہ رہے هيں کہ انهي مسائل نے بالآخر اسلام کي حقيقي تعليم کو طرح طرح کي خارجي ضلالتوں سے آلودہ کيا' اور ان کوششوں کے بعد بھي اسلامي عقائد غير ديني اثرات و اختلاط سے محفوظ نہ رہ سکے - صرف محدثين کرام هي کا ايک گروہ ايسا نظر آتا ہے جنکے دلوں کو الله نے اپني حفاظت ميں لے ليا تھا - نہ تو انقلابات علمي کے موثرات انکي استقامت حق پر غالب آسکے - اور نہ انساني افکار و اوهام کي دلکشياں انکے دلوں کو جمال قرآن و سنت کے عشق سے پھير سکيں - في الحقيقت يہي وہ پاک جماعت تھي جسکے ليے زبان نبوت نے اول روز هي حکم سناديا تھا : لا يزال طائفة من امتي قائمين على الحق' حتى ياتي امر الله وهم غالبون -

بہر حال علماء حق اور محدثين کرام نے اس بدعة شديدہ اور فتنۂ عظيمہ کا اس قوة و سر فروشي کے ساتھہ مقابلہ کيا کہ تمام دنيا کي حق پرستي و امر بالمعروف کي تاريخ ميں اسکے واقعات ياد گار رهينگے -

اگر يہ مسئلہ صرف عامۂ معتزلہ تک محدود رهتا' تو پيروان اسلام کے سواد اعظم کيليے (جو آسکا مخالف تھا) کوئي مصيبت نہ تھي' يہ صرف بحث و دلائل کا ميدان هوتا ' زبان و قلم کا جہاد اسکے ليے کافي تھا' ليکن مصيبت يہ تھي کہ حکومت وقت نے اس مذهب کا ساتھہ ديا' اور بعض خلفاء عباسيہ نے معتزلہ کے ساتھہ هوکر خلق قرآن کے مسئلہ کو بجبر پھيلانا چاها - انہوں نے حکومت کے زور' سزاؤں کے اعلان' قيدخانوں کي زنجيروں' اور جلادوں کي تلواروں کو حرکت دي' اسليے يہ علمي مسئلہ' علمي نہ رها' بلکہ ارباب حق کيليے ابتلا و آزمايش کي ايک هيبت ناک هولناکي بنگيا -

(مامون الرشيد کا استبداد)

خلفاے عباسيہ ميں مامون الرشيد عباسي ايک عجيب و غريب حکمران گذرا ہے - اسکي زندگي ميں بعض چيزيں بالکل متضاد جمع هوگئي تھيں - وہ ايک طرف علوم اسلاميہ کا ماهر تھا' عربية کا کامل الفن تھا' علم و حکمت کا عاشق اور حريت و آزادي کا حامي تھا - اسکي حريت پسندي نے دنيا کے تمام مذهبوں کو مطلق العنان چھوڑ ديا تھا - الحاد آزاد تھا' ثنويت کي پرسش نہ تھي' مانويت علانيہ ظاهر کي جاتي تھي' مزدکية کيليے کوئي روک نہ تھا' يونان و ايران کے جن ملحدانہ مذاهب کو کبھي بھي پناہ نہ ملي تھي' وہ بغداد کے گلي کوچوں ميں پرورش پا رہے تھے -

ليکن دوسري طرف اسلام کے اندروني مذاهب و اختلافات کے ميدان ميں آکر ديکھيے' تو اسکے هاتھہ ميں استبداد کي بے پناہ تلوار اور زبان پر جبر و قہر کے سخت سے سخت احکام نظر آتے هيں !

مامون الرشيد کے اسي استبداد داخلي کے سلسلے ميں مسئلۂ خلق قرآن کا فتنۂ عظيمہ بھي ہے' جسنے تيسري صدي هجري ميں علماء حق کيليے ابتلاء و امتحان کا ايک نہايت نازک وقت پيدا کرديا تھا - آس نے معتزلہ کا مذهب خلق قبول کرليا' اور اسي کو حق و باطل اور اسلام و کفر کا معيار قرار ديا - اس نے چاها کہ

احرار اسلام

الامر بالمعروف والنهي عن المنكر

تاریخ عہد عباسیہ کا ایک صفحہ

مسئلۂ خلق قرآن اور مناظرۂ دربار مامون الرشید

علماء سلف کي حریت حقہ اور دعوۃ الی الحق کا ایک نظارہ !

اسلام کے ابتدائي عہدوں میں جن مسائل نے سب سے پہلے اختلاف و تفریق کي بنیادیں رکھي ھیں' اور مسلمانوں کو کتاب و سنت کے صراط مستقیم اور صحابۂ کرام کے اسوۂ حسنہ سے انحراف کي راہ نکھالي ھے' ان میں سے ایک معرکۃ الآراء اور شدید الاختلاف مسئلہ " خلق و قدم قرآن " کا بھی ھے -

(مسئلہ خلق قرآن)

مسئلۂ " خلق و قدم قرآن " سے مقصود یہ تھا کہ اللہ کا کلام جو ھمارے پاس ایک کتاب کي شکل میں موجود ھے' اسمیں الفاظ ھیں اور معاني ھیں' الفاظ کي آواز ھے جو مختلف حرکات زبان و اطراف زبان سے بنتي اور نکلتي ھے - معاني کے حقائق متصورہ ھیں جنکا وجود معقولي بھي ھے اور وجود خارجي بھي - پس ان اعتبارات سے قران قدیم ھے یا حادث ؟ مخلوق ھے یا غیر مخلوق ؟

اس مسئلہ کو فلسفہ اور فلسفہ داں اقوام کے اختلاط نے پیدا کیا تھا - اسلام کي اصلي سرزمین ان لا حاصل اور قواء عملیہ کو بیکار کرنے والي کاوشوں سے بالکل پاک تھي - آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے ھمیشہ اُن سوالات سے صحابہ کو روکا جو انکي عملي زندگي اور انکے نصب العین سے اُنکو ھٹانے والے تھے - اسلام نے عمل سعادت کي ایک ھي سیدھي راہ کھول دي تھي' اور وہ چاھتا تھا کہ مسلمان صرف اسي کي رھروي میں مشغول رھیں - آپکے بعد تمام عہد صحابہ بھي اسي حال میں بسر ھوا - لیکن بنو امیہ کي حکومت نے نظام خلافۃ اسلامي میں ایک انقلاب عظیم کرکے اسکي اجتماعي قوت کي نشوؤ نما روک دي' اور نئے نئے فتنوں اور ھلاکتوں کا دروازہ کھول دیا - ایک بڑا فتنہ علوم عقلیۂ قدیمہ اور مذھب کا غیر صالح اختلاط تھا - ایک طرف نو مسلم عجمي اقوام اپني تمام پراني بحثوں اور کاوشوں کو اپنے ساتھہ لائیں' دوسری طرف اھل کتاب اور مجوسي علماء حکومت اموي کي تمام شاخوں اور محکموں پر حاوي ھوگئے - ان لوگوں نے جہاں اپني مذھبي روایتیں مسلمانوں میں پھیلائیں' وھاں فلسفیانہ مباحث قدیمہ کا وہ دفتر پارینہ بھي کھولدیا' جو اسکندریہ و سوریا کے کھنڈروں اور جندیسا پور و مدائن کے اطلال و آثار کے اندر مدفون ھوچکے تھے -

در اصل اس سوال کو پیدا کرنا ھي ایک سخت ضلالت اور مسلک شریعۃ سے انحراف تھا - قران اللہ کا کلام ھے جسکو خدا کے رسول نے ھم تک پہنچایا - ھماري معلومات اسکي نسبت صرف اسي قدر ھے اور اس سے ھدایت حاصل کرنے کیلیے اتنا علم کافي ھے - وہ مخلوق ھے یا قدیم ؟ یہ سوال نہ تو خود قرآن نے ھمارے سامنے کیا' نہ اللہ کے رسول نے' نہ تربیت یافتگان عہد نبوت نے - پس جو کچھہ ضروري تھا' وہ وھي تھا جو بتلا دیا گیا' اور جو نہیں بتلایا گیا وہ ضروري ھي نہیں ھے' اور اسکي فکر و کاوش میں ھمارے لیے کوئي سعادت نہیں -

سلف صالح اور محدثین کرام کا یہي مسلک تھا' اور صرف اسي راہ میں امن تھا - لیکن افسوس کہ مسلمان اُن فتنوں سے نہ بچ سکے جو انسے پہلے کي قوموں میں موجب ضلالت ھو چکے تھے -

پھر قدم و حدوث کے اعتبار سے بھي دیکھا جاے تو مسئلہ بالکل واضح تھا' اور اسکي حقیقت ایک ھي تھي - اللہ اور اسکي تمام صفات کاملہ قدیم ھیں - اسکي ایک صفت کلام بھي ھے - قران اللہ کا کلام ھے' پس حروف و اصوات و الفاظ کي جس مرتبہ و منظمہ شکل میں وہ موجود ھے' اسکي حقیقت نظمي و ترتیبي کو بھي قدیم ھي ھونا چاھیے -

لیکن فلسفیانہ کاوشوں نے ایک صاف بات کو پیچیدہ بنا کو نظر و بحث کي اور راھیں بھي کھولدیں - فرقۂ معتزلہ نے جو فلسفہ و معقولات یوناني سے متاثر ھوچکا تھا' اس مسئلہ کو بالکل دوسري نظر سے دیکھا - انھوں نے کہا کہ قرآن حکیم آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ھوا - اس سے پہلے نہ تھا - وہ ایک با معني عبارت ھے - عبارت جملوں سے مرکب ھے' جملے الفاظ سے' اور الفاظ حروف سے - یہ حروف اور یہ الفاظ جب ھماري زبان سے نکلتے ھیں' تو ھماري آواز ھوتے ھیں جو اس سے پہلے نہ تھی' اور جسکا حدوث ھمارے ھي حلق و زبان سے ھوا - پس ان اعتبارات سے قران مخلوق ھے' قدیم نہیں ھو سکتا - علاوہ بریں، اللہ ھر شے کا خالق ھے - قران بھي اشیاء میں داخل ھے - اسے بھي مخلوق ھونا چاھیے -

ان خیالات سے معتزلہ نے سخت ٹھوکر کھائي - انھوں نے دعوا کردیا کہ قران مخلوق ھے' اور اسطرح گمراھي و فساد کا ایک بڑا دروازہ امۃ پر کھولدیا - انکي ھدایت فلسفیانہ کاوشوں کے اندر گم ھوگئي - وہ یہ نہ سمجھے کہ اصوات حروف کا مخلوق ھونا جو انسان کا فعل ھے' دوسري چیز ھے' اور قران کا مخلوق ھونا جو ایک حقیقت نظمي و ترتیبي کا نام ھے' بالکل دوسري - قران حکیم کو کسي اعتبار سے بھي مخلوق و حادث نہیں کہہ سکتے - وہ نہ تو حرفوں کا نام ھے اور نہ ان آوازوں کا جو انسان کے حلق سے نکلتي ھیں - " الحمد للہ رب العالمین " کا ھر حرف اور ھر لفظ اپني انفرادي حالت میں جو آواز پیدا کرتا ھے' اور انکي حرکات صوتیہ سے جو تموج ھوا کے ذرات میں ھوتا ھے' یقیناً حادث ھے - لیکن ساتھہ ھي وہ قران بھي نہیں ھے - قران تو اُس حقیقت نظمي کا نام ھے جو ان حرفوں کي ایک خاص الھي ترتیب و تنظیم سے متشکل ھوئي' اور " الحمد للہ رب العالمین " بنکر لسان وحي پر جاري ھوئي - وہ قدیم ھے' اسلیے کہ خدا بھي قدیم ھے -

کا فرض ادا کریں - لیکن اسمیں بڑی ہی مشکلیں تھیں - ہر قدم پر اسکا خوف لگا تھا کہ کہیں مامورین کے مقابلہ سے پہلے ہی گرفتار نہ کرلیے جائیں، یا قتل کا موقعہ نہ دیدیا جائے۔

وہ اللہ کی طرف جھکے، اس راہ میں اسکی نصرۃ غیبی سے مدد چاہی، اور ایک خاص تدبیر کرکے جمعہ کے دن جامع رصافہ میں پہنچے - انکا چھوٹا سا لڑکا بھی انکے ساتھ تھا۔

(جامع رصافہ میں کلمۂ حق کا اعلان)

نماز جمعہ ابھی ختم ہی ہوئی تھی کہ لوگوں نے حیرت و تعجب کے ساتھ ایک عجیب واقعہ دیکھا - ایک شخص جو اپنی صورت اور لباس سے مکہ کا باشندہ معلوم ہوتا ہے، پہلی صف میں کھڑا ہوگیا ہے، ایک چھوٹا سا بچہ اسکے بالمقابل ایک ستون سے پیٹھ لگائے اسکی طرف نگراں ہے، اور باواز بلند باہم سوال و جواب ہو رہا ہے :

اجنبی نے پکار کر پوچھا : " میرے بیٹے ! قرآن کی نسبت تو کیا کہتا ہے ؟ "

بچے نے پکار کر جواب دیا : " کلام اللہ، منزل، غیر مخلوق - اللہ کا کلام، اتارا ہوا، غیر مخلوق ! ! "

آہ ! یہ چند لفظ تھے جو ایک بچے کی زبان سے نکلے، لیکن فی الحقیقت انہی کے اندر دعوۃ حق اور امر بالمعروف کی ایک کائنات ایمانی مخفی تھی - یہ وہ صدا تھی جسکے لیے اس وقت بغداد کا ایک ایک ذرہ پیاسا تھا، لیکن اسکی در و دیوار کو برسوں سے نصیب نہیں ہوئی تھی - صرف ایک بار اس جملہ کو کہدینا ہی وہ جہاد اعظم تھا، جسکی فضیلت کے آگے ایک ہزار برس کی شب ہاے عبادت اور روزہاے صیام بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتے تھے !

اسلیے نہیں کہ خلق قرآن کا مسئلہ دعوۃ حق کی قوتوں کے خرچ کرنے کیلیے سب سے بڑا مصرف تھا، اور اسلیے بھی نہیں کہ اس صدا کے ایک بار بلند ہوجانے سے وہ جیل خانے کھل جاسکتے تھے جنکے اندر علماء حق محبوس تھے، اور وہ زنجیریں ٹوٹ جا سکتی تھیں جو امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح کے پاؤں میں پڑی تھیں، بلکہ صرف اسلیے کہ جبر و استبداد غیر شرعی سے ایک کلمۂ حق کو کہنا جرم قرار دیدیا گیا تھا، اور انسان کا ہاتھ بڑھا تھا تاکہ خدا کی کھولی ہوئی زبانوں کو بند کردے - پس اس وقت زمین کے ہر اس بسنے والے پر جو خدا کو جانتا اور خدا کے رشتے کو اپنے دل میں رکھتا تھا، فرض ہوگیا تھا کہ اس انسانی جبر کو توڑدے، اور خدا کی وفاداری کیلیے انسانی اطاعت سے سرکش ہو جاے -

اس وقت برسوں کے کاموں اور صدیوں کے ارادوں کی ضرورت نہ تھی، بلکہ صرف ایک ہی مقدس لمحہ کی جسکے اندر صداے حق کی ایک نڈر آواز بلند ہوجاے - اس ایک آواز کا بلند کردینا ہی اصلی کام تھا - اسکے بلند کردینے کے بعد یہ سوال نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے کام کیا کیا؟ حق کا کہنا جب جرم ہوجاے تو حق کا کہدینا ہی سب سے بڑا کام ہے !

اگر شیخ عبد العزیز کنانی اسکے بعد ہی قتل کردیا جاتا، جب بھی اسکے کام کی عظمت کا ایک ذرہ بھی نہ گھٹتا :

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جایر	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : سب سے زیادہ فضیلت والا جہاد کلمۂ حق ہے جو کسی جابر بادشاہ کے مقابلہ میں کہا جاے -

(حاکم پولیس اور شیخ کی گفتگو)

اس سوال و جواب کی ایک ہی صدا نے تمام مسجد کے اندر تہلکہ مچادیا - لوگ حیرت سے دم بخود ہوگئے اور حیرانی ہوکر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے - بہت سے لوگ بھاگے کہ اب کوئی بلا آئی،

ہی مصیبت آنے والی ہے - لیکن شیخ عبد العزیز بے خوف و ہراس اپنی جگہ پر کھڑے تھے، اور انکا لڑکا سامنے کے ستون سے ٹیک لگائے ہوے منتظر سوال تھا !

اتنے میں کوتوال شہر سپاہیوں کی ایک جماعت لیکر مسجد میں پہنچ گیا، اور شیخ عبد العزیز اور انکے لڑکے کو گرفتار کرکے اپنے محکمہ کے رئیس اعلی کے دفتر میں لے گیا، جسکو آجکل کی اصطلاح میں پولیس کمشنر کہنا چاہیے - اس وقت بغداد کا پولیس کمشنر عمرو بن مسعدہ تھا - دونوں میں حسب ذیل گفتگو ہوئی :

عمرو بن مسعدہ پولیس کمشنر : " کیا تم پاگل ہو؟ "

شیخ عبد العزیز : " نہیں "

عمرو : کسی نے تمہیں بہکایا ہے ؟

شیخ : نہیں -

عمرو : خود کشی کرنا چاہتے ہو؟

شیخ : نہیں - الحمد للہ میں صحیح العقل ہوں، اپنے ہوش و حواس میں ہوں اور علم و معرفۃ رکھتا ہوں -

عمرو : کسی نے تم پر ظلم کیا ہے - تم مظلوم ہو؟

شیخ : نہیں -

عمرو بن مسعدہ نے کوتوال سے کہا کہ اسے پوری نگرانی و حفاظت کے ساتھ میرے مکان میں پہنچا دو - سپاہیوں کی جماعت نے شیخ کو گھیر لیا، دو آدمیوں نے انکے دونوں ہاتھ اپنے اپنے ہاتھوں میں لے لیے اور پولیس کمشنر کے مکان میں داخل ہوے -

عمرو بن مسعدہ (کمشنر پولیس) انسے پہلے ہی مکان پہنچ گیا تھا، اور صحن میں ایک آہنی کرسی پر بیٹھا تھا - ایک نہایت ہی مکلف اور مطلا افسر پولیس کی وردی اسکے جسم پر تھی (۱) شیخ کو اپنے سامنے کھڑا کرکے اس نے مزید تحقیق شروع کی :

عمرو : تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

شیخ : مکہ معظمہ کا -

عمرو : آج مسجد میں تمنے جو کچھ کیا اس سے تمہارا مقصد کیا تھا ؟

شیخ : طلبت القربۃ الی اللہ و رجاء الزلفی لدیہ ! (اللہ کے قرب کی طلب، اور اس کے رضا کی امید !)

عمرو : نہیں، تمہارا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے ذریعہ شہرت حاصل کرو، اور چونکہ تم اسکے نتائج سے ناواقف ہو اسلیے حماقت سے سمجھتے ہو کہ یہ شہرت وسیلۂ رزق ہو جائیگی اور لوگوں سے مال و دولت لوٹ سکوگے۔

شیخ : اگر اعلان حق کے سوا اور کوئی خیال میرے سامنے تھا، تو وہ صرف یہ تھا کہ کسی طرح امیر المومنین کے حضور تک پہنچوں، اور انکی موجودگی میں اس مسئلہ کی نسبت مدعیان خلق قرآن سے مناظرہ کروں

عمرو : سبحان اللہ ! اسکی بھی آپکو جرات ہے ؟

شیخ : تم کو میری خواہش پر تعجب کرنے اور حقارت کی نظر ڈالنے کا کوئی حق نہیں - تم امیر المومنین کو سب سے بڑا سمجھتے ہوگے، مگر میں خدا کو سب سے بڑا یقین کرتا ہوں !

عمرو : اچھا، یہی سہی، پھر کیا تم طیار ہو کہ امیر المومنین کے دربار میں اس عقیدہ کو ظاہر کرو اور علماء سے مناظرہ کرو ؟

شیخ : الحمد للہ، اللہ کی مدد سے بالکل طیار ہوں - صرف یہی ایک چیز ہے جس نے مجھے یہاں تک پہنچایا، اور میں نے دیدہ و دانستہ ایک ایسے شدید خطرہ میں اپنے آپکو اور اپنے عزیز بچے کی جان کو ڈالدیا - خدا کی مقدس کتاب کی عزت برباد ہورہی ہے، اور اسکی نسبت اس بات کا اقرار لیا جارہا ہے جسکا اقرار

(۱) شیخ عبد العزیز نے اپنے رسالہ میں یہاں " شوار " کا لفظ لکھا ہے - شوار سے مقصود وہ خاص لباس ہے جو اس زمانے کے افسران فوج و پولیس کی سرکاری وردی ہوتی تھی -

اپني حکومت کے جبر و قہر سے لوگوں کو مجبور کرے' اور اُس چيز کا اقرار کرائے جسکے ليے شريعت نے اُنھيں کوئي حکم نہيں ديا ہے - بلا شبہ وہ اپنے بھائي امين الرشيد کو قيد خانے کي کوٹھري ميں قتل کرا سکتا تھا' اور يقيناً اسکے بھيجے ہوے جلادوں کي تلواروں ميں يہ قدرت تھي کہ مسکين امين کے تکيے کي ڈھال پر غالب آ جائيں' ليکن اسکي پوري حکومت اور حکومت کي تمام طاقتيں بھي اس سے عاجز تھيں کہ حاملين شريعت اور علماء حق کے استقامت و ثبات پر غالب آسکيں' اور انکو حق و ہدايت کي اُس راہ سے پھراديں جسپر انکا يقين او ر نور ايمان اُنھيں چلا رہا تھا !

تاہم فتنہ عظيم تھا' اور اسکے قہارانہ نتائج نے وہ سب کچھہ کيا جو ايسے مواقع ميں ہميشہ ہوا ہے - بہت سے علماء حق قيد ہوے' بہت سے جلا وطن کيے گئے' بعض خاک و خون ميں بھي تڑپے' اور بہتوں کے قدم جادۂ ثبات سے ڈگمگا بھي گئے -

(فتنہ کي ابتدا)

غالباً سب سے پہلے سنہ ۲۱۲ - ہجري ميں مامون الرشيد نے خلق قرآن کے مسئلہ کا سرکاري طور پر اعلان کيا اور دار الخلافۃ ميں بحث و مباحثہ کا بازار گرم ہوا - ليکن جبر و تشدد کي ابتدا سنہ ۲۱۸ سے نظر آتي ہے' جبکہ مامون الرشيد پوري قوت کے ساتھہ آمادہ ہوگيا تھا کہ تلوار کے زور سے خلق قرآن کا مذہب مسلمانوں ميں پھيلا دے -

چنانچہ اسي سنہ ميں اس نے ايک فرمان اسحاق بن ابراہيم گورنر بغداد کے نام بھيجا - فرمان کا مضمون يہ تھا کہ تمام علماء شہر کو جمع کرو - جو لوگ خلق قرآن کا اقرار کريں اُنھيں چھوڑ دو' جو انکار کريں اُنکي نسبت خبر دو - پھر دوسرا فرمان بھيجا کہ بشر بن وليد الکندي قاضي القضاۃ اور ابراہيم بن مہدي اگر انکار کريں تو قتل کر ديے جائيں - ليکن انکے علاوہ ديگر منکرين خلق قران کو صرف قيد کر ديا جاے - (ابو الفداء - جلد دوم - صفحہ - ۳۱)

ابراہيم بن مہدي کے قتل کا تو پوليٹکل اسباب سے وہ خواستگار ہي تھا - ليکن بشر بن وليد کيليے قتل کي سختي اسليے تھي کہ وہ قاضي القضاۃ تھے - افسوس کہ ان دونوں کا ثبات اس پہلي آزمايش ھي ميں ہلاک ہوگيا' اور خلق قرآن کا اقرار کر کے اپني جان بچالي' اور بہت سي کمزور روحوں نے بھي انکا ساتھہ ديا' ليکن علماء حق کي ايک مقدس جماعت ايسي بھي تھي جسکے ليے حکومت کي تلواروں اور دنيوي عقوبتوں کے فرمانوں سے بڑھکر خدا کا فرمان ہيبت و سطوت رکھتا تھا - اُنھوں نے صاف انکار کر ديا' اور قيد خانے کي بيڑياں خوشي خوشي پہن ليں - اس جماعت حق کا سرتاج وہ وجود مقدس و مبارک تھا' جسکو شريعت کے احياء و تجديد اور کتاب و سنت کے مسلک قويم کے اعلان و حفظ کي خدمت درگاہ الہي سے سپرد ہوئي تھي' اور جسکي قرباني کو خدا نے اس فتنہ کے استيصال کيليے روز ازل ہي سے چن ليا تھا - يعني حضرۃ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ عليہ جو في الحقيقت تمام ائمۂ سلف ميں اپني مخصوص فضيلتوں کي بنا پر ايک ہي شخص ہيں' جنکو " امام اہل سنت و الجماعۃ " کے لقب سے پکارا جا سکتا ہے -

ہم اس مضمون کے دوسرے نمبر ميں امام موصوف کي اس يادگار قرباني کا حال بہ تفصيل لکھينگے' يہاں صرف اسي قدر اشارہ کر کے ايک دوسرے واقعہ کي طرف متوجہ ہوتے ہيں -

(جـامع رصـافـہ)

اس واقعہ کے بعد ہي مصائب و محن کا ايک سيلاب امنڈ آيا' اور تمام بغداد کانپ اٹھا - علماء کے سامنے صرف دو ہي راہيں تھيں - يا اس چيز کا اقرار کريں جسکا اقرار شريعت نے انسے نہ کرايا' يا جلاد کي تلوار ديکھيں اور قيد خانے کي زنجيروں سے ہم آغوش ہوں -

بہتوں نے بغداد سے ہجرت کي' بہتوں نے گھر سے نکلنا بند کر ديا' بہتوں کي عزلت گزيني يہاں تک بڑھي کہ جمعہ کي جماعت کي شرکت بھي ترک کردي - ليکن کسي کو اسکي جرأت نہيں ہوتي تھي کہ مامون الرشيد کي سطوت و جلال کے مقابلے کيليے اٹھے' اور اس جبر و قہر اور تسلط غير شرعي سے آگے روکے -

مامون نے گذشتہ واقعات ہي پر قناعت نہ کي' بلکہ استبداد و جبر کا ايک قدم اور آگے بڑھايا - بغداد کي سب سے بڑي مسجد " جامع رصافہ " تھي جو رصافہ کے شرقي جانب واقع تھي' اور جسکا صحن ہميشہ علماء ملت کے درس و مواعظ کي مجلسوں سے پر رہتا تھا - مامون نے حکم ديا کہ فقہاء و محدثين ميں سے کوئي عالم مسجد ميں درس نہ دے' اور نہ لوگوں کے مجمع ميں بيٹھے - صرف بشر مريسي اور محمد بن جہم کيليے يہ منصب مخصوص ہے جو اکابر معتزلہ' اور خلق قران کے دعاۃ ميں سے تھے -

انھي دونوں شخصوں کے ہاتھہ ميں تمام فقہاء و محدثين کي موت و حيات کا رشتہ ديديا تھا - جو عالم مسئلۂ خلق قران کي مخالفت ميں ايک لفظ بھي زبان سے نکالتا تھا' پوليس اسے گرفتار کر ليتي تھي' اور انکے سامنے ليجاتي تھي - وہ جو حکم ديتے تھے اسکي معاً تعميل کي جاتي تھي - علماء کا ايک بہت بڑا گروہ جو اپنے اندر سچائي کيليے دکھہ اٹھانے کي طاقت نہيں رکھتا تھا' بظاہر انکا ہم زبان بنگيا تھا' اور نفاق کے سپر پر انکي تلوار کو روکتا تھا -

يہ متوحش خبريں بہت جلد تمام عالم اسلامي ميں پھيل گئيں' اور ہر شہر ميں اسي فتنہ کا چرچا ہونے لگا -

(شيخ عبد العزيز الکناني)

مکہ معظمہ ميں اس وقت ايک عالم حق اور محدث عصر شيخ عبد العزيز بن يحيى کناني تھے - انھوں نے جب اس فتنہ کا حال سنا اور مامون کے قہر و جبر' معتزلہ کے استيلاء' اور علماء کي خاموشي کي سرگذشتيں معلوم کيں' تو غيرت حق کے جوش اور امر بالمعروف کي روح ايماني کے اضطراب سے بے اختيار ہوگئے' اور عزم بالجزم کر ليا کہ اس فتنہ کے انسداد کي راہ ميں اپني زندگي قربان کر دينگے - وہ اپنے رسالہ ميں (جو خاص طور پر اسي واقعہ کي نسبت لکھا ہے اور جسکا قلمي نسخہ جامع اموي دمشق کے کتب خانہ ميں محفوظ ہے) لکھتے ہيں :

قلق بي و انا بمکۃ ما ابتلي بہ الناس في بغداد وکيف استطال عليہم بشر المريسي ولبس علي امير المومنين وعامۃ اوليائہ' فطار نومي' وخرجت من بلدي' متوجہاً الي ربي' واسالہ سلامتي - حتي قدمت بغداد فشاہدت من غلظ الامر و امتدادہ اضعاف ما کان يتصل بي -

ميں مکہ ميں تھا جب مجھکو بغداد کے واقعات معلوم ہوے کہ کس طرح مسلمان ايک سخت مصيبت ميں مبتلا ہوگئے ہيں' اور کس طرح بشر مريسي انپر سختياں کر رہا ہے' اور کس طرح امير المومنين اور اُنکي سلطنت پر اسکا داؤ چل گيا ہے - پس ميں غفلت سے چونکا اور اپنے شہر سے نکلا - اللہ کي طرف ميري نظر تھي اور اسي کے فضل و نصرۃ سے اپني سلامتي کا خواستگار تھا - يہانتک کہ بغداد تک پہنچ گيا اور اپني آنکھوں سے تمام حالت ديکھي - مجھپر روشن ہوا کہ معاملہ اس سے بدرجہا زيادہ سخت و پر مصيبت ہے جتنا ميں نے سنا تھا - انتہى :

ہم شيخ موصوف کے رسالے سے اس سفر حق اور جہاد امر بالمعروف کے واقعات نقل کرتے ہيں -

(ورود بغـــداد)

شيخ عبد العزيز بغداد پہنچے اور يہاں کے تمام حالات معلوم کيے - سب سے پہلا مرحلہ يہ تھا کہ وہ کسي طرح مامون الرشيد کے دربار تک پہنچيں' اور اس مسئلہ کے متعلق امر بالمعروف

مقالات

تربیت عسکـــریـــه
اور
قـــرآن حکیـــم

انسان نہایت سرکش اور متمرد ہے ' اوس نے بارہا حقوق الہي میں دست اندازي کي ہے ' اوسکي عظمت و جبروت کے سراپردۂ جلال کو چاک چاک کرنا چاہا ہے ' اوسکے دامن توحید پر چنگل مارا ہے ' اور پتھروں بلکه کنکریوں تک کو اوسکا شریک بنا دیا ہے -

اوس نے خدا کي پاکي و قدوسیت کو بھي اپنے انساني جذبات کے ساتھه ملوث کرنا چاہا ' اور اوسکے صالح بندوں کو اوسکا بیٹا بنایا : سبحانه و تعالی عما یقولون علوا کبیرا (١٧ :)

اوس نے کبھي کبھي غرور و تکبر کے گھمنڈ میں آکر خود اپنا نسب نامه بھي خدا کے ساتھه جوڑ دیا ہے ' اور اسطرح اپنے خاندان کو تمام دنیا سے اونچا کرنا چاہا ہے ! تعالی الله عما یشرکون !

اوس نے خدا کے بھیجے ہوے پیغمبروں کو ساحر ' مجنون پاگل اور دیوانه کہا ہے ' اونکو طرح طرح کي اذیتیں دي ہیں ' اونکے ساتھه ہر موقع پر گستاخي کي ہے ' بلکه کبھي کبھي خدا کے ان صالح بندوں کو قتل بھي کردیا ہے -

لیکن اس سرکش انسان کا خون اس قدر گراں قیمت اور بیش بہا ہے که اس تمرد و طغیان پر بھي خدا نے اوسکي حرمت کو قائم رکھا - لیکن جب سرکشي و عصیان نے بہت زیادہ سر اوٹھایا ' اور خدا کے دائرۂ عفو و کرم کے حدود سے آگے بڑھگئي ' تو قانون تعـذیب الہي کو بھي حـرکت ہوئي ' اور خـدا نے ظالم قوموں پر اپني عظیـم الشان مخلـوقات کو مسلط کردیا - اونھوں نے اوسکو بـد اعمـالیوں کي پوري پوري سزا دي - ثمود کو زمین نے پیس کر غبار بنا دیا ' عاد کو ہوا کے جھونکے خس و خاشاک کي طرح اوڑا لیگئے ' قوم نوح کو طوفان کا ریلا تنکے کي طرح بہا لیگیا ! وکذالک اخـذ ربک اذا اخذ القری وهي ظالمة ' ان اخذه الیم شدید ! (١١ :)

(حقوق العـــباد)

[illegible] خدا نے اپنے حقوق کي حفاظت و احترام کیلیے [illegible] خون نہیں بہایا - خدا نے دنیا کي بڑي بڑي [illegible] قوموں کو [illegible] ' اونکي نسل [illegible] ' اونکي یادگاروں کو [illegible] ' لیکن وه جبتک سر زمین پر آباد تھے ' اوسکے دامن پر خون [illegible] دھبه بھي نظر نہیں آیا -

البته جب انسان نے حقوق الہي کے حدود سے بھي آگے قدم بڑھایا ' اور خود اپنے بھائیوں کے فطري حقوق کو پامال کرنا چاہا ' اونکے [illegible] لیے ' اونکي آزادي و خود مختاري سلب کرلي ' اونکے بچوں کي آزادانه نشو و نما روکدي ' انکي زمینوں پر اپنے عیش و نشاط کے محل تعمیر کیے ' انکے جسم سے نکلے ہوے پسینے اور گردنوں سے بہے ہوے خون سے اپني تشنگي ظلم کو تسکین دي ' اور پوري قوم و ملک کو اپني قومي سیادت و عظمت کیلیے ایک آلۂ بیجان بنا لیا تاکه اپني قدرتي حرکت کو چھوڑ کر صرف اونھي کے اشاروں پر حرکت کریں ' تو اس وقت خدا نے بھي اپنے شکنجۂ عذاب کو پہلے سے زیاده سخت کیا ' اور جو سیاست الہي پہلے سے قائم تھي ' اوسکا رنگ بالکل بدل گیا - پہلے سیاست رباني کا منصب صرف آسمان و زمین اور ابر و دریا کو حاصل تھا ' جنکي عذاب کي چکي چند لمحوں کے اندر قوم کي قوم کو پیس ڈالتي تھي ' مگر اب یه خدمت خود انسان ھي کو ' بلکه صرف انسان کے ہاتھه کي دس انگلیوں کو سپرد کردي گئي - انسان جب تک خدا کے حقوق کو پامال کر رہا تھا ' خدا اپني عظیم الشان مخلوقات کے ذریعه سے اونکو عذاب دیتا تھا - اب خود انسان کے حقوق روندے جارہے تھے ' اسلیے خدا نے بھي انسانیة کي عزت و احترام کو قائم رکھنے کیلیے خود انسان ھي کو کھڑا کردیا !

زمانۂ وحشت میں انسان نے کتنے انسانوں کے حقوق پامال کیے ہونگے ؟ کتنے انسانوں کو قتل کردیا ہوگا ؟ کتنے بچے ذبح کردیے ہونگے ؟ کتنـي عورتوں کے سر سے چادر عصمت اوتار لي ہوگي ؟ ان حقوق کے تحفظ کیلیے تلواریں بھي چمکي ہونگي ' نیزوں نے بھي اپني رواني دکھائي ہوگي ' کمانوں کي چڑھاؤ کي آواز سے بھي وحشت کدۂ عالم گونج اٹھا ہوگا ' لیکن تاریخ نے ان واقعات کو یاد نہیں رکھا ' وه اسوقت موجود نه تھي - اسلیے وه بھي ان قوموں کے ساتھه جنگـل کے تاریک گوشوں اور پہاڑوں کے تنگ غاروں میں گم ہوگئي - البته زمانۂ تمدن کي تاریخ نے اس قسم کے سیکڑوں واقعات کو اب تک ازبر رکھا ہے ' اور اس آموخته کے یاد کرنے میں سب سے زیاده زبان تیغ نے مدد دي ہے - خون کے دھبوں نے اونکے نقوش رنگین کو کبھي مٹنے نه دیا -

(DIVIDE AND RULE.)

تربیت عسکري کیلیے پہلي چیز ایک متحده قومیت کا پیدا ہونا ہے - محض انسانوں کي ایک بھیڑ سے متمدن فوج نہیں بن سکتي جب تک که قومیت کي روح ایک متحد جماعت پیدا نه کردے - باہمي اتفاق و اتحاد کي زنجیریں سب کے پاؤں میں ہوں ' کسي ایک مقصد کے عشق اور ایک حکم کي اطاعت میں سب کے سب ایک بن جائیں - یہی وجه ہے که جو حکومتیں اپنے جبر و استبداد کے قائم کرنے کیلیے کسي قوم کے سپاہیانه جذبات کو فنا [illegible] چاہتي ہیں ' وه سب سے پہلے سیاسي فریب و دسائس کے ذریعه اوس میں پھوٹ ' نفاق ' بغض ' کینه ' اور باہمي انتقام کے جذبات خبیثـه پیدا کرکے اونکي جمعیت کو توڑ دیتي ہیں ' اور اسطرح رفته رفته اونکي قومیت فنا ہوجاتي ہے -

لیکن اس خدع و فریب کي ضرورت اسوقت ہوتي ہے ' جب قوم میں کچھه لوگ بیدار دماغ ' متحرک اعصاب ' اور مضطرب دل رکھتے ہوں ' اور سیاست کي چھپي ہوئي چالوں کے زہر آلود اثر سے متاثر ہوتے رہتے ہوں - لیکن جب کوئي قوم دل و دماغ کھوکر

خدا اور اسکے رسول نے نہیں لیا، مسلمانوں کی زبانوں کو خدا نے کھولا ہے، مگر تم بند کر رہے ہو، اور بغیر کسی جرم و قصور کے بندگان خدا طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا ہو رہے ہیں - پس میں علم رکھتا ہوں، مجھے شریعت کی معرفۃ خدا نے عطا فرمائی ہے، میرا فرض ہے کہ اس فتنہ کے انسداد کی کوشش کروں - نتیجہ اللہ کے ہاتھہ میں ہے -

عمرو : اچھی بات ہے - تم امیر المومنین کے دربار تک پہنچا دیے جاؤگے، لیکن اگر وہاں پہنچکر تم نے اپنا کوئی اور مقصد ظاہر کیا اور ثابت ہوگیا کہ اس مسئلہ کا اظہار محض ایک بہانہ تھا تو پھر؟

(اس مسئلہ کے خلاف بحث کرنے کیلیے دربار میں جانا اسوقت ایک ایسی عجیب بات تھی کہ کسی طرح عمرو بن مسعدہ کو اسکا یقین نہیں آتا تھا - وہ سمجھتا تھا کہ کوئی اور ذاتی مقصد ہے - دربار تک پہنچنے کیلیے اس مسئلہ کو وسیلہ بنا لیا ہے -)

شیخ : اگر ایسا ہوا تو میرا خون تمہارے لیے حلال ہے -

عمرو : تمہارے خون کے حرام ہونے میں تو مجھے اب بھی شبہ ہے، جبکہ تم امیر المومنین کے حکم کی علانیہ مسجد میں توہین کرچکے ہو -

شیخ : حکم صرف خدا اور اسکے قرآن کا ہے -

عمرو بن مسعدہ نے گھوڑا طلب کیا، اور کوتوال سے کہا کہ میں دربار کی طرف جاتا ہوں، تم شیخ اور اسکے لڑکے کو سپاہیوں کے حلقہ میں لیکر پیچھے پیچھے آؤ -

شہر کی تمام خلقت ان عجیب و غریب باپ بیٹوں کو حیرت اور افسوس کی نظروں سے دیکھہ رہی تھی، جنھوں نے موت کی تلاش میں بغداد کا سفر کیا تھا، اور اب اسکے منہہ میں بیخوف و خطر جا رہے تھے !

راہ میں انہوں نے لوگوں کی آوازیں سنیں جو کہہ رہے تھے :

" دارالخلافۃ میں باہر کے مسافر زندگی اور راحت کیلیے آتے ہیں، لیکن انہوں نے موت کے عشق میں اپنا گھر چھوڑا "

کیا واقعی ان دونوں نے موت کیلیے اپنے وطن عزیز کو چھوڑا تھا؟

ہاں، مگر اس موت کیلیے جو تمام امۃ مرحومہ کو استبداد کی موت سے نجات دلاکر حریت حقہ کی زندگی بخشنے والی تھی !

بل احیاء و لکن لا یشعرون !

قصر شاہی بغداد کے شرقی حصہ میں تھا - یہ مجمع دجلہ کو عبور کرکے ایوان خلافت تک پہنچا، اور عمرو بن مسعدہ شیخ کو کوتوال کی حفاظت میں چھوڑکر خود اندر گیا - کچھہ عرصہ کے بعد واپس آکر شیخ سے کہا :

" میں نے تمہارا حال امیر المومنین کی خدمت میں عرض کردیا کہ تم مسئلہ خلق قرآن کی نسبت ان علماء دار الخلافۃ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہو جو خلق کے قائل ہیں - امیر المومنین نے اسے منظور فرمایا - پیر کے دن مجلس مناظرہ منعقد ہوگی، امیر المومنین خود بہ نفس نفیس شریک مجلس ہونگے - اگر پیر تک کیلیے کسی شخص کو اپنی ضمانت میں پیش کرو تو تمہیں رہا کردیا جاے "

شیخ نے کہا : " میں مسافر ہوں، کسی شخص سے یہاں جان پہچان نہیں رکھتا کہ اسکی ضمانت پیش کرسکوں، علی الخصوص ایسی حالت میں کہ ایک شاہی مجرم ہوں، میرے لیے کسے موت ہے کہ اپنی جان مصیبت میں ڈالیگا ؟ "

عمرو نے کہا : " خیر، ہم تم پر اعتماد کرتے ہیں - جب تم اپنے عقیدے میں ایک خیال کو حق سمجھکر اسکے لیے ایسی پرخطر جرات کر رہے ہو، تو یقیناً تم جھوٹ نہیں بول سکتے - تم جاؤ اور اپنے معاملہ پر غور کرو - اگر اب بھی تم اس جنون سے باز آجاؤ تو تمہاری مسافرت پر رحم کرکے امید ہے کہ امیر المومنین تمہاری کل کی جرات کو معاف کردیں "

جرات حق کی پہلی برکت اور خدا کی نصرۃ کا پہلا نظارہ دیکھو کہ افسر شاہی جو اسلیے تھا کہ شیخ کو سزا دے، خود بخود اسپر اعتماد کرتا ہے اور بغیر کسی کی ضمانت لیے رہا کردیتا ہے :

ان تنصر اللہ، ینصرکم - (اگر تم خدا کے کلمۂ حق کی مدد کروگے تو خدا بھی تمہاری مدد کریگا)

(مناظرہ کے دن)

مامون الرشید نے تمام علماء دار الخلافۃ کو پیر کے دن دربار شاہی میں حاضر ہونے کا حکم دیدیا - شیخ عبد العزیز پیر کے دن قصر شاہی میں حاضر ہوے تو کوتوال کو اپنا منتظر پایا - وہ عمرو بن مسعدہ کے سامنے لے گیا، عمرو نے دیکھتے ہی کہا :

" امید ہے کہ اب تمہیں عقل آ گئی ہوگی، اور تم اس جنون سے باز آ گئے ہوگے جسکا نتیجہ قتل کے سوا اور کچھہ نہیں ہے - تم امیر المومنین کے حکم و عقیدے کی اس سختی سے مخالفت کرنا چاہتے ہو - اسکا نتیجہ تلوار کے سوا اور کچھہ نہ دیکھوگے - اب بھی اس حماقت سے باز آ جاؤ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ معافی دلا دونگا - نیز شاہی انعام و اکرام اور جاگیر و ریاست سے تم مالا مال کردیے جاؤ گے کیونکہ تمہارے اندر شجاعت کا جوہر موجود ہے "

لیکن شیخ عبد العزیز کیلیے یہ تمام باتیں بے سود تھیں - انہوں نے کہا : " حق مظلوم ہوگیا ہے - میں اسے پھر قائم کرنا چاہتا ہوں - مجھے جب اپنی زندگی کی پروا نہیں تو مال و جاگیر کا ذکر کیا کرتے ہو؟ "

برو ایں دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقا را بلند ست آشیانہ !

عمرو جوش تاسف سے کھڑا ہوگیا اور کہا : " افسوس تمہاری غربت پر اور صد افسوس تمہارے بچے کی یتیمی اور تمہاری بیوی کی بیوگی پر ! میں تمہیں ہلاکت سے نکالنے کی کوشش کر رہا ہوں مگر تم ہلاکت کے عشق میں دیوانے ہو رہے ہو "!

شیخ کی روح حق سے صداے یقین اٹھی : " اللہ کی وہ نصرۃ و اعانت جو صرف حق اور خدمت گذاران حق کیلیے ہے مجھے کبھی نہیں بھلا سکتی، اور اگر میرے لیے اللہ نے اپنی راہ میں موت ہی لکھدی ہے تو یہ شہادت ہے، پھر شہادت سے بڑھکر اور کونسی نعمت ہو سکتی ہے جسکا ایک مومن کو عشق ہو ؟ "

عمرو نے جب دیکھا کہ سمجھانا بیکار ہے، تو صحبت ختم کردی اور مامون الرشید کو اسکے آنے اور آمادۂ مناظرہ ہونے کی اطلاع دی - پھر شیخ کو ایک ایسی جگہ بٹھادیا جہاں سے وہ تمام آنے والے لوگوں کو دیکھہ سکے، اور کہا کہ اجتماع کی تکمیل کے بعد تم حضرت شاہی میں طلب کیے جاؤگے -

شیخ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں کہ عمرو کو میری ہلاکت کا اسدرجہ یقین تھا کہ باوجود میری طرف سے مایوس ہونے کے ضبط نہ کر سکا، اور آخر میں پھر نصیحت کی :

قد حرصت علی خلاصک جھدی، و انت حریص علی سفک دمک جھدک ! فقلت : یا عمرو ! معونۃ اللہ اعظم والطف من ان یدسانی و من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ !

میں نے تمہاری نجات و سلامتی کیلیے وہاں تک کوشش کی جہاں تک میرے امکان میں تھا، مگر افسوس کہ تم اپنا خون بہانے کیلیے حریص ہو اور اسکے لیے اپنی پوری قوۃ سعی صرف کر رہے ہو - میں نے کہا : اے عمرو ! اللہ کی اعانت اس سے زیادہ بڑی اور مہربانی رکھنے والی ہے کہ مجھے بھلادے، اور جس نے اللہ پر بھروسہ کیا، اسکو خدا بس کرتا ہے !

[لھا بقیۃ صالحۃ]

کو اور کہیں نہیں لے گئیں ' اُسي کے محل تک بحفاظت پہنچا دیا جسکے سر غرور کو کچلنے کیلیے ایک دن یہ شیر خوار بچہ اٹھنے والا تھا - پھر محل فرعوني کي عورتوں کو اُنپر مہربان کردیا ' اُنھوں نے اپنے بچوں کي طرح خاص شاهي محل کے اندر پرورش کي ' اور اُنکي والدہ هي اُنکي دایہ قرار پائیں - اسمیں الله کي بڑي مصلحت یہ تھي کہ حضرۃ موسی کي پرورش شاهي محل میں هوئي تو پادشاهوں کے جاہ و جلال باطل کا رعب اُنکے دل سے نکل جائیگا ' اور بچپن هي سے شاهانہ زندگي ' سیاست و ملک داري کے طریقے ' اور ظالمانہ حکومتوں کے تمام اسرار و خفایا اُن پر منکشف هوجائینگے -

فالتقطه آل فرعون لیکون لهم عدوا و حزنا - ان فرعون و هامان و جنودهما کانوا خاطئین (۲۸ : ۷)

پھر اوسکو آل فرعون نے دریا سے نکال لیا ' اور اس بچے کو پرورش کیا تاکہ آگے چلکر وہ اونکا دشمن اور سرمایہ رنج و غم بنے - بے شک فرعون ' هامان ' اور اونکا لشکر غلطي پر تھا - جبکہ اپنے دشمن کو اپنے گھر کے اندر پالرها تھا !

(آغاز کار)

اسکے بعد آزمائش و ابتلاء کے متعدد موقعے پیش آے - اونھوں نے ایک ظالم شخص کو عین حالت ظلم میں قتل کردیا :

و دخل المدینة علی حین غفلة من اهلها ' فوجد فیها رجلین یقتتلن : هذا من شیعته و هذا من عدوہ - فاستغاثه الذي من شیعته علی الذي من عدوہ ' فوکزہ موسی فقضی علیه - قال هذا من عمل الشیطان انه عدو مضل مبین ! (۲۸ : ۱۴)

اور جب کہ تمام لوگ غافل تھے موسی شہر میں آے ' اور اوسمیں دو آدمیوں کو جھگڑتے هوے دیکھا ' اون میں ایک آدمي اونکي قوم کا تھا ' اور دوسرا اونکے دشمن کے گروہ کا - موسی کو دیکھکر اونکي قوم کے آدمي نے دشمن کے ظلم کي فریاد کي ' اور موسی نے اوسکو ایک ایسا گھونسا مارا کہ وہ مرگیا - یہ حال دیکھکر وہ گھبراے کہ شیطان نے مجھے مصیبت میں پھنسادیا - بے شک شیطان گمراہ کن دشمن ہے -

اب خدا نے ظلم و فساد اور انساني عبودیت و غلامي کي سرزمین سے اونکو دور کرنا چاها ' کیونکہ ضرورت تھي کہ وہ کسي آزاد مقام پر رهکر آنے والے وقت کیلیے طیار هوجائیں - پس وہ نکلے اور ایک طرف خدا کي رهنمائي کے سہارے پر چل کھڑے هوے :

و لما توجه تلقاء مدین قال عسی ربي ان یهدیني سواء السبیل - (۲۸ : ۲۱)

جب موسی مصر سے نکل کر مدین کي طرف روانہ هوے ' تو کہا کہ خدا مجھکو ضرور سیدھا راستہ دکھائیگا -

(درسگاہ مدین)

خدا نے اونکي رهنمائي کي ' اور بخط مستقیم اونکو اپنے ایک صالح بندے کي آغوش تربیت میں ڈالدیا - وهاں اونھوں نے کامل آٹھہ سال تک آزادي کي هوا میں اپنے جذبات حقہ و قواء صالحہ کو نشو و نما دي - پھر جب پلٹے تو فرعون کے تاج و تخت الٹنے کیلیے تمام ساز و سامان نصرۃ سے مسلح تھے :

و ان الق عصاک فلما رآها تهتز کانها جان ولی مدبرا و لم یعقب - یموسی اقبل و لا تخف ' انک من الآمنین - اسلک یدک في جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء ' و اضمم الیک جناحک من الرهب فذانک برهانان من ربک الی فرعون و ملائه انهم کانوا قوما فاسقین - (۲۸ : ۳۱)

اور هم نے موسی کو حکم دیا کہ اپني لاٹھي کو پھینک دو ' موسی نے اپنے هاتھہ سے عصا پھینک دیا ' لیکن جب دیکھا کہ وہ سانپ کي طرح حرکت کر رها ہے ' تو پشت پھیر کر بھاگے ' اور پھر اوس طرف رخ نہ کیا - هم نے کہا اے موسی ! آگے بڑھو ' مطلق خوف نہ کھاؤ تم محفوظ رهوگے ' پھر هم نے حکم دیا کہ اپنے هاتھہ کو گریبان میں ڈالو ' وہ چمکتا هوا نکلیگا - تمھارے خدا کي طرف سے فرعون اور اوسکے ارکان سلطنت کیلیے یہ دو نشانیاں دیگئي هیں -

(سپہ سالار جنگ)

فوج کي تنظیم و ترتیب کیلیے جس سپہ سالار کي ضرورت تھي وہ تمام آلات حرب سے مسلح هوگیا ' لیکن وہ جن لوگوں سے اپني فوج کو مرتب کرنا چاهتا تھا ' وہ خود گرفتار زندان مصیبت تھے ' اسلیے اوس نے اپنا پہلا مطالبہ جو فرعوني گورنمنٹ سے کیا ' وہ اسي فوج کي رهائي کا مطالبہ تھا :

ان ادوا الي عباد الله اني لکم رسول امین (۴۴ : ۱۷)

خدا کے ان بندوں کو میرے حوالے کردو ' میں تمھارے پاس ایک امانت دار پیغمبر بن کے آیا هوں -

(داخلي تبلیغ)

لیکن فرعون نے جیسا کہ تمام ظالم بادشاهوں کا طریقہ ہے ' اونکے اس الهي مطالبہ کو رد کردیا - پس ضرور هوا کہ اب کچھہ دنوں تک مصر هي میں رهکر بنو اسرائیل کي تربیت و تعلیم کا انتظام کیا جاے ' اور صدیوں کي محکومي و غلامي نے جس درجہ انکے فوجي قوی کو معطل کر دیا ہے ' اسي درجہ کي قوي و موثر تعلیم کے ذریعہ انمیں حریت و استقلال کے عزائم پیدا کیے جائیں -

پس حکم الهي کے مطابق حضرۃ موسی علیه السلام اپني دعوۃ کي داخلي تبلیغ میں مشغول هوگئے اور بني اسرائیل کو آنے والے وقت کیلیے طیار کرنا شروع کردیا - اس طیاري کا طریقہ اور اسکے اصول جو قرآن حکیم نے بتلاے هیں ' هم کسي دوسري صحبت میں انکي طرف متوجہ هونگے -

(پہلي فوجي نمایش)

جب ایک اچھي مدت اسپر گذر گئي تو حکم الهي هوا کہ اب وقت آگیا ہے کہ اس طیار کردہ فوج کي حرکت شروع هوجاے - پس پہلي منزل یہ ہے کہ اب فرعوني گورنمنٹ کے ساز و سامان اور احکام و قوانین کي بالکل پروا نہ کرو - وہ بنو اسرائیل کو اپني غلامي سے نکلنے نہیں دیتي ' مگر تم ابکو اپنے ساتھہ لیکر راتوں رات نکل کھڑے هو - تمھارا تعاقب کیا جائیگا ' لیکن عذاب الهي بھي اسکے تعاقب سے غفلت نہیں کریگا :

فاسر بعبادي لیلا انکم متبعون (۴۴ : ۲۲)

میرے بندوں کو لیکر راتوں رات نکل جاؤ ' کیونکہ تمھارا تعاقب کیا جائیگا -

اونھوں نے حکم الهي کي تعمیل کي ' اور اسطرح فوج کیلیے جس اجتماع و انضمام کي ضرورت هوتي ہے اُسکا قوام تیار هوگیا -

(روح عسکري)

لیکن فوج صرف آدمیوں کي اُس صف هي کا نام نہیں ہے جو میدان جنگ میں دیوار کي طرح کھڑي کردي جاتي ہے ' بلکہ جسطرح دنیا کي هر حقیقت مادہ و قوت سے مرکب ہے ' اُسي طرح فوج بھي جسم و روح کے مجموعہ کا نام ہے - یہ روح تلواروں کے چمکتے هوے جوهر میں نہیں مل سکتي ' اُسکا آشیانہ شہسواروں کے خود میں نہیں ہے ' وہ حلقہ دار زرہ کے جال میں مرغ رشتہ بپا کي طرح گرفتار نہیں ہے ' اُس نے ان تمام قیود سے آزاد هوکر صرف سپاهیوں کے دل هي کو اپنا گھر بنایا ہے - اسي گوشے میں اُسکي معجزانہ طاقت کي کار فرمائیاں ظاهر هوتي هیں - فوج کي تعداد کي کمي بیشي سے اسپر کوئي اثر نہیں پڑتا - ایک سو اور ایک هزار کے اختلاف سے اسکي حقیقت بدل نہیں جاتي ' سامان جنگ کے عدم و وجود کو اسمیں کوئي دخل نہیں ' وہ چاهے تو ایک انسان کے اندر چمک کر اسے ایک هزار انسانوں پر غالب کردے :

اپنے سرچشمۂ احساس کو بالکل فنا کردیتی ہے ‘ تو پھر ان فریبنہ کاریوں کی ضرورت ہی نہیں ہوتی ‘ بلکہ سر بازار تلوار سے اسکے نقش وجود کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا جاتا ہے -

دنیا کی ملکی تاریخیں اس قسم کی بہت سی مٹی ہوئی قوموں کو نمایاں کرسکتی ہیں ‘ لیکن مذہبی تاریخ واقعات میں تسلسل و نظام اور ترتیب نہیں ڈھونڈھتی - وہ دنیا کو محض عبرت کا افسانہ سناتی ہے - اسلیے وہ صرف ایک اہم اور کثیر النتائج واقعہ کا انتخاب کرلیتی ہے ‘ جو تمام دنیا کیلیے مجموعۂ عبرت ہوتا ہے ‘ اور اسکو بار بار دنیا کے آگے پیش کرتی رہتی ہے - اس اصول کی بنا پر اوس نے ہمکو صرف فرعون کے مظالم کی داستان سنائی ہے ‘ جسکا انتہائی ظلم و عدوان یہ تھا کہ وہ اپنی اجنبی رعایا کے اندر پھوٹ اور نااتفاقی ڈالکر حکومت کرتا تھا اور ایک گروہ کو ضعیف اور دوسرے کو قوی رکھتا تھا :

ان فرعون علا فی الارض و جعل اھلھا شیعا یستضعف طائفۃ منھم - (۲۸ : ۳)

فرعون نے خدا کی زمین میں بہت سر اوٹھایا ‘ اور اوسکے رہنے والوں میں پھوٹ ڈالکر انکو گروہ در گروہ کردیا - و ان میں سے ایک جماعت کو کمزور رکھتا اور ابھرنے نہ دیتا -

مذہبی حکومتوں کے سوا ظلم ہر دنیوی سلطنت کا مایۂ خمیر ہے ‘ اور باوجود مختلف قسم کے مظالم کے وہ اپنی زندگی کے وہ دن پورے کرلیتی ہیں جو خدا نے اونکے لیے مقرر کردیے ہیں - لیکن جب کوئی سلطنت ظلم کو اس انتہائی درجہ تک پہونچادیتی ہے کہ انسانی حقوق کا کوئی ٹھکانا نہیں رہتا تو یہ اوسکی زندگی کا آخری دن ہوتا ہے - اسوقت اوسکا تاج و تخت الٹ دیا جاتا ہے ‘ اور وہ صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دی جاتی ہے -

آج بھی ہم دیکھہ رہے ہیں کہ خدا کا یہ قانون کس طرح کام کر رہا ہے ؟

(ظلم کی موت ہی سے عدل پیدا ہوتا ہے)

لیکن دنیا پر یکے بعد دیگرے ہمیشہ متضاد قوتوں نے حکومت کی ہے ‘ رات کے جانے کے بعد ہمیشہ دن جلوہ گر ہوا ہے ‘ تاریکی کے بعد ہمیشہ روشنی چمکی ہے ‘ سیاہی کے بعد ہمیشہ سفیدی نے ظہور کیا ہے - یہی حال حکومتوں اور سلطنتوں کا بھی ہے - جب ایک ظالم حکومت مٹتی ہے تو اسکی جگہ اوسیوقت ایک عادل سلطنت قائم ہوجاتی ہے - ظلم کا جانا ہی عدل کے ظہور کا پیام ہے ‘ اور رات اگر ختم ہوگئی ہے تو اسکے یہی معنی ہیں کہ دن آگیا -

جب جابرانہ قوموں کی قوت فنا ہوجاتی ہے ‘ تو ایک عادلانہ نظام قائم ہوجاتا ہے - فرعون کی جابرانہ سلطنت کا زوال ایک دوسری قوم کی عادلانہ حکومت کا مقدمہ تھا ‘ اسلیے خدا نے فرعونیوں کی ہلاکت کے ساتھہ ہی عدل الہی کے قیام کا بھی مژدہ سنا دیا :

و نرید ان نمن علی الـذین استضعفـوا فی الارض و نجعلھم ائمۃ و نجعلھم الوارثین و نمکن لھم فی الارض و نری فرعون و ھامان و جنودھما منھم ما کانوا یحذرون (۲۸ : ۳)

اور ہم اپنے دائمی قانون عدل کی بنا پر چاہتے ہیں کہ جو لوگ ہماری زمین میں کمزور بنا کر ایک مدت تک رکھے گئے ہیں ‘ ان پر احسان کریں ‘ اور اونکو دنیا کی پیشوائی عطا فرمائیں ‘ بڑی بڑی طاقتور قوموں کے تاج و تخت کے وہی وارث ہوں ‘ اور انکی پادشاہت زمین پر قائم ہوجاے - فرعون و ہامان اور انکی حکمران قوم کو انکے طرف سے جس چیز کا کھٹکا تھا اور جسکے لیے وہ انہیں کمزور رکھتے تھے ‘ وہی انکے سامنے آلیگی !

(انقلاب قوۃ و ضعف)

یہ تو سلطنت فرعونی کے انقلاب کی سرگذشت تھی ‘ لیکن غور کرو کہ اس آیۃ کریمہ کے اندر قرآن حکیم نے کس طرح اپنے ایک قانون الہی کی خبر دیدی ہے ؟ وہ بتلاتا ہے کہ دنیا قوت کے جاہ و جلال کی نمایش گاہ ہے ‘ اور کمزوروں کی ہلاکت کا مقتل ہے - طاقتور قومیں کمزوروں کو اپنا غلام و محکوم بناتی ہیں ‘ ان میں پھوٹ اور اختلاف ڈالتی ہیں ‘ انکے مختلف فرقوں اور مختلف گروہوں کو باہم ملنے نہیں دیتیں ‘ کیونکہ اگر وہ ملکر ایک ہوجائیں تو پھر کمزور نہ رہیں اور اتفاق و یگانگت کی طاقت اعلی ظالموں کا تخت و تاج الٹ دے - یہی حال مصر میں بنو اسرائیل کا تھا -

لیکن اسکے ساتھہ ہی دنیا کا ایک مستثنی قانون بھی ہے ‘ اور خدا کے زبردست ہاتھہ کی گاہ گاہ چمک جانے والی حرکت بھی ہوتی ہے - جب ظلم اور طاقت کے شیطان کا غرور حد سے بڑھجاتا ہے تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ دنیا طاقت والوں کی جگہ کمزوروں کا گھر بنا دی جاتی ہے ‘ اور وہی زمین جو کمزوروں کیلیے قتل گاہ تھی ‘ طاقت والوں کی تباہی و ہلاکت کا تماشا گاہ بن جاتی ہے - پس آنکی آن میں چھوٹے بڑے کیے جاتے ہیں ‘ اور بڑوں کو چھوٹا بنایا جاتا ہے - وہ کہ کمزور کردیے گئے تھے ‘ وہ کہ بیکس اور بے نوا تھے ‘ وہ کہ صرف رونے ‘ ماتم کرنے ‘ بے بسی کی چیخیں مارنے ‘ اور لٹنے لٹانے کیلیے تھے ‘ وقت آتا ہے کہ احسان الہی کے سزاوار ٹھہرتے ہیں ‘ اور کمزوری کی جگہ طاقت کیلیے ‘ بیکسی کی جگہ فرمانروائی کیلیے ‘ رونے کی جگہ خوشیوں کیلیے ‘ ماتم کی جگہ عیش و کامرانی کیلیے ‘ اور لٹنے کی جگہ لوٹنے کیلیے ‘ تمام عالم میں نمایاں ہو جاتے ہیں - قوۃ فرعونی کی جگہ قوۃ موسوی کی تلوار آن کی آن میں دنیا کو پلٹ دیتی ہے ‘ اور صدیوں کی گری ہوئی قومیں پھر جاہ و جلال ربانی کے ظہور و قیام کیلیے دنیا کی وارث اور خلیفہ بنا دی جاتی ہیں !

(تربیت عسکری)

لیکن جسطرح تلوار کی آخری حرکت کسی سلطنت کی شہرگ کو کاٹ دیتی ہے ‘ اوسی طرح اوسکی پہلی جنبش نظام حکومت کو قائم بھی کردیتی ہے - حکومت سیاست کا سرچشمہ ہے ‘ اور سیاست کی پیاس ہمیشہ تلوار ہی کے پانی سے بجھی ہے - خدا تعالی حضرت موسی علیہ السلام کو فرعون کے تاج و تخت الٹنے اور بنو اسرائیل کی حکومت قائم کرنے کیلیے ایک تیغ برہنہ کی صورت میں نمایاں کرنا چاہتا تھا ‘ اسلیے دیکھو کہ کس طرح اونکو بچپن ہی سے میدان جنگ کے شدائد و مصائب برداشت کرنے کا خوگر بنایا ‘ اور طرح طرح کی آزمایشوں میں ڈالدیا ؟ ابھی آنھوں نے دنیا میں پہلا ہی قدم رکھا تھا کہ ماں کے آغوش محبت سے جدا ہوگئے ‘ اور جس آغوش کی محبت سے زمین پر رینگنے والے کیڑے بھی محروم نہیں رہتے ‘ اللہ کی معلمانہ مشیت نے اپنے رسول اولوالعزم کو اس سے محروم کردیا - دریاے نیل کی طوفان خیز موجوں کی آغوش میں آنہیں ڈالدیا گیا کہ ایک دن دریا کے طوفان ہی میں سے انکو اپنی راہ نکالنی تھی :

و اوحینا الی ام موسی ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم و لا تخافی و لا تحزنی انا رادوہ الیک ‘ و جاعلوہ من المرسلین (۲۸ : ۹)

اور ہم نے موسی کی ماں کے دل میں یہ بات ڈالدی کہ اوسکو دودہ پلاے ‘ اور اگر فرعون کے ظلم کیوجہ سے اوسکی جان کا خوف ہو ‘ تو دریا میں ڈالدے - اور کسی قسم کا خوف یا غم نہ کرے ‘ ہم پھر اسکی گود میں اسکے لخت جگر کو واپس کردینگے ‘ اور اسکو اپنا پیغمبر بنائینگے -

حضرۃ موسی کی والدہ نے اپنے لخت جگر کو دریا کی لہروں کی آغوش میں ڈالدیا - لیکن نیل کی لہریں اس امانت مقدس

مختارات

الحرب فی الاسلام

تاریخ اسلام اور نظام عسکری

(۲)

(رسد کا مستقل محکمہ)

رفتہ رفتہ حضرت عمر نے رسد کا ایک مستقل محکمہ قائم کیا ' جسکا نام اھراء تھا - چنانچہ شام میں عمرو بن عتبہ (۱) اس محکمہ کے افسر مقرر ھوے - "اھراء" ھری کی جمع ہے - ھری ایک یونانی لفظ ہے جسکے معنی گودام کے ھیں - چونکہ رسد کے یکجا جمع ھوے اور وھاں سے تقسیم ھونے کا یہ طریقہ یونانیوں سے لیا گیا تھا ' اس لیے نام میں بھی وھی یونانی لفظ قائم رھا - تمام جنس اور غلہ ایک وسیع گودام میں جمع ھوتا تھا اور مہینے کی پہلی تاریخ فی سپاھی ایک من دس سیر کے حساب سے تقسیم ھوتا تھا - اسکے ساتھہ فی کس ۱۲ ثار روغن زیتون ' اور ۱۲ ثار سرکہ بھی ملتا تھا - اس کے بعد اور بھی ترقی ھوئی ' یعنی خشک جنس کے بجاے پکا پکایا کھانا ملتا تھا - چنانچہ مورخ یعقوبی نے حضرت عمر کے سفر شام کے ذکر میں اسکی تصریح کی ہے -

(خوراک اور کپڑا اور بھتہ)

تنخواہ اور خوراک کے علاوہ کپڑا بھی دربار خلافت سے ملتا تھا ' جسکی تفصیل وردی کے ذکر میں آئیگی - ان تمام باتوں کے ساتھہ بھتہ بھی مقرر تھا ' جسکو عربی میں "معونة" کہتے ھیں - سواری کا گھوڑا سواروں کو اپنے اھتمام سے مہیا کرنا پڑتا تھا - لیکن جو شخص کم مایہ ھوتا اور اُسکی تنخواہ بھی ناکافی ھوتی اُسکو حکومت کی طرف سے گھوڑا ملتا تھا - چنانچہ خاص اس غرض کے لیے حضرت عمر کے حکم سے خود دار الخلافة میں چار ھزار گھوڑے ھر وقت موجود رھتے تھے - (۲)

بھتہ اور تنخواہ وغیرہ کی تقسیم کے اوقات مختلف تھے - شروع محرم میں تنخواہ ' فصل بہار میں بھتہ ' اور فصل کٹنے کیوقت خاص خاص جاگیروں کی آمدنی تقسیم ھوتی تھی - (۳) تنخواہ کی تقسیم کا یہ طریقہ تھا کہ ھر قبیلے کے ساتھہ ایک عریف یعنی مقدم یا رئیس ھوتا تھا - فوجی افسر جو کم سے کم دس دس سپاھیوں پر افسر ھوتے تھے ' اور جو اُمراء الاعشار کہلاتے تھے ' تنخواہ اُن کو دیجاتی تھی - وہ عریف کو حوالہ کرتے تھے ' اور عریف اپنے اپنے قبیلے کے سپاھیوں کے حوالہ کردیتا - ایک ایک عریف کے متعلق ایک ایک لاکھہ درھم کی تقسیم تھی - چنانچہ کوفہ و بصرہ میں سو عریف تھے جن کے ذریعے سے ایک کرور کی رقم تقسیم ھوتی تھی - اس انتظام میں نہایت احتیاط اور خبر گیری سے کام لیا جاتا تھا - عراق میں اُمراے اعشار نے تنخواھوں کی تقسیم میں بے اعتدالی کی ' تو حضرت عمر نے عرب کے بڑے بڑے نساب اور اھل الراے مثلاً سعید بن عمران اور مشعلہ بن نعیم ' وغیرہ کو بلا کر اسکی جانچ پر مقرر کیا - چنانچہ ان لوگوں نے دوبارہ نہایت تحقیق اور صحت کے ساتھہ لوگوں کے عہدے اور روزینے مقرر کیے ' اور دس دس کی جگہ سات سات سپاھی پر ایک ایک افسر مقرر کیا - (۱) عریف کا تقرر بھی فاروقی ایجادات سے تھا ' جسکی تقلید مدتوں تک کی گئی - کنز العمال باب الجہاد میں بیہقی کی روایت ہے : "اول من دون الدواوین و عرف العرفا عمر بن الخطاب"

تنخواھوں میں قدامت اور کارکردگی کے لحاظ سے وقتاً فوقتاً اضافہ ھوتا رھتا تھا - قادسیہ میں زھرہ ' عصمہ ' ضبی وغیرہ نے بڑے مردانہ کام کیے تھے ' اسلیے اُن کی تنخواھیں دو دو ھزار سے ڈھائی ڈھائی ھزار ھوگئیں - مقررہ رقموں کے علاوہ غنیمت سے وقتاً فوقتاً جو ھاتھہ آتا تھا اور علی قدر مراتب فوج پر تقسیم ھوتا تھا ' اُسکی تو کچھہ انتہا ھی نہ تھی - چنانچہ جلولاء میں نو نو ھزار اور نہاوند میں چھہ چھہ ھزار درھم ایک ایک سوار کے حصہ میں آئے تھے !

صحت اور تندرستی قائم رکھنے کے لیے حسب ذیل قاعدے مقرر تھے :

(اختلاف موسم کے لحاظ سے فوج کی تقسیم)

(۱) جاڑے اور گرمی کے لحاظ سے لڑائی کی جہتیں متعین کردی تھیں ' یعنی جو سرد ملک تھے ان پر گرمیوں میں ' اور گرم ملکوں پر جاڑوں میں فوجیں بھیجی جاتی تھیں - اس تقسیم کا نام شاتیہ اور صافیة رکھا اور یہی اصطلاح آجتک قائم ہے - یہاں تک کہ ھمارے مورخین مغربی مہمات اور فتوحات کو صرف "صوایف" کے لفظ سے تعبیر کرتے ھیں - یہ انتظام حضرت عمر نے سنہ ۱۷ ھجری میں کیا تھا - علامۂ طبری لکھتے ھیں : "و سمی الشواتی و الصوائف - و سمی ذالک فی کل کورة"

(۲) فصل بہار میں فوجیں اُن مقامات میں بھیجدی جاتی تھیں ' جہاں کی آب و ھوا عمدہ اور سبزہ و مرغزار ھوتا تھا - یہ قاعدہ اول اول سنہ ۱۷ ھجری میں جاری کیا گیا جبکہ مداین کی فتح کے بعد وھاں کی خراب آب و ھوا نے فوج کی تندرستی کو نقصان پہنچایا

---

(۱) تاریخ طبری صفحۂ ۲۵۲۹ - اھراء کے معنی اور مفہوم کیلیے دیکھو لسان العرب اور فتوح البلدان صفحہ ۲۰۸ -

(۲) کتاب الخراج صفحۂ ۲۷ - اصل عبارت یہ ہے : "کان لعمر بن الخطاب اربعة الاف فرس - فاذا کان فی عطاء الرجل خفة او کان محتاجا اعطاه الفرس"

(۳) طبری صفحہ ۲۴۸۹ - اصل عبارت یہ ہے "و امرهم بمعاونهم فی الربیع من کل سنة و باعطائهم فی المحرم من کل سنة و بفیئهم عند طلوع الشعری فی کل سنة ' و ذالک عند ادراک الغلات"

(۱) یہ واقعات نہایت تفصیل کے ساتھہ طبری صفحۂ ۲۴۹۵ و ۲۴۹۶ ' و مقریزی صفحۂ ۹۳ میں ھیں -

يا ايها النبي حرض المومنين على القتال ان يكن منكم عشرون صابرون يغلبوا مائتين وان يكن منكم مائة يغلبوا الفا من الذين كفروا بانهم قوم لا يفقهون (۸ : ۶۶)

اے پیغمبر مسلمانوں کو جہاد کیلیے آبھارو ' اگر تم میں بیس آدمی بھی صابر ہوں گے تو وہ دو سو دشمنوں پر غالب آجائینگے' اور اگر تم میں سو آدمی بھی صبر کی طاقت رکھنے ہونگے تو دفاروں کے ایک ہزار جمعیت پر غلبہ حاصل کرلینگے -

عزم و استقلال اور صبر و تحمل کی طاقت صرف افراد کی کثرت سے پیدا نہیں ہوسکتی ' اسکو آزادی کی زندگی ہی پیدا کرتی ہے جو قواء انسانی کی نشو و نما کی فطرتی تربیت گاہ ہے -

لیکن آزادی ایک ایسا جوہر ہے' جو کبھی تو اس قدر ارزاں ہوجاتا ہے کہ ہر ریگستان کے چمکتے ہوے درے میں مل سکتا ہے' اور کبھی اس قدر گران قیمت ہوجاتا ہے کہ صرف تاج شاہی کے جڑے ہوے موتیوں ہی میں اوسکی جھلک نظر آتی ہے -

حضرت موسی علیہ السلام جس فوج کی تعلیم و تربیت کیلیے خدا کی طرف سے مامور ہوے تھے ' اوس کے اندر یہ جوہر بالکل مفقود ہوگیا تھا - فرعون کی غلامی نے اوسکے تمام شریفانہ جذبات فنا کردیے تھے' اوس نے کبھی حکومت کا خواب بھی نہیں دیکھا تھا - حضرت موسی علیہ السلام کی پیغمبرانہ دعوۃ کی طاقت نے مومنین بالغیب کا ایک چھوٹا سا گروہ ضرور پیدا کردیا جس نے حریۃ صادقہ کی روح سے معمور ہوکر فرعون کو للکارا تھا :

فاقض ما انت قاض انما تقضي هذه الحيواة الدنيا (۲۰ : ۷۵)

جو حکم چاہو ہمارے لیے دو' تمہاری حکومت زیادہ سے زیادہ اس دنیوی زندگی ہی کا فیصلہ کرسکتی ہے کہ ہمیں قتل کردے - اس سے زیادہ تم اور کیا کرسکتے ہو؟

لیکن یہ بھی صرف نور ایمان کی ایک جدید روح کی صدا تھی جسنے غلاموں کے ملک میں حریت حقہ کا غلغلہ بلند کرکے ایک نمونہ قائم کردیا' ورنہ بنو اسرائیل کے حلقے سے کبھی اس قسم کی صدائیں بلند نہیں ہوسکتی تھیں -

(جہاد فی سبیل اللہ سے اعراض)

پس اس بنا پر بنو اسرائیل کی فوجی تعلیم و تربیت کیلیے وہی صحرائی مرکز موزوں تھا' جہاں انسان نے سب سے پہلے آزادی کی ہوا کھائی ہے - یعنے اٰبادیوں اور بستیوں سے الگ کوئی صحرا اور میدان' جہاں نہ کسی کی حکومت ہو' نہ کسی انسان کا حکم - ایسی جگہوں کے عوض ہوں اور خود مختار پرندوں کے جھنڈ' اسی حالت فطری و حقیقی میں رہکر وہ اپنی گم شدہ حریۃ کو تلاش کرسکتے تھے جو مصر کی آبادیوں میں کھو گئی تھی !

لیکن حضرت موسی علیہ السلام نے پہلے آنے والے جاہ و جلال و عظمت کو یاد دلاکر آنکے جذبۂ شجاعت کو تازہ کرنا چاہا :

واذ قال موسى لقومه يا قوم اذكروا نعمة الله عليكم اذ جعل فيكم انبياء وجعلكم ملوكا وآتاكم ما لم يوت احداً من العالمين - يا قوم ادخلوا الارض المقدسة التي كتب الله لكم ولا ترتدوا على ادباركم فتنقلبوا خاسرين - (۵ : ۲۳)

جب موسی نے اپنی قوم سے کہا : اے لوگو خدا کی نعمتوں کو دیکھو' اس نے تم میں پیغمبر پیدا کیے تھے' اب تمکو بادشاہ بناتا ہے' اور وہ عظمت عطا فرماتا ہے جو ابتک کسیکو بھی نہیں تھی - پس عزم اور ہمت کرو' اور ارض مقدس میں داخل ہوجاو - اسکی حکومت صرف تمہاری ہی قسمت میں لکھی گئی ہے' اور ہرگز بزدلوں کی طرح پیٹھہ نہ پھیرو' اسکا نتیجہ بجز ناکامیابی و محرومی کے کچھہ نہ ہوگا -

لیکن یہ امتحان ایک ایسی قوم کیلیے سودمند نہ ہو سکا جو صدیوں سے غلامی کی لعنت میں گرفتار تھی - بنو اسرائیل کی بزدلی نے نہایت مایوسانہ جواب دیا :

قالوا يموسى ان فيها قوماً جبارين ' وانا لن ندخلها حتى يخرجوا منها - فان يخرجوا منها فانا داخلون (۵ : ۲۵)

اُن لوگوں نے جواب دیا کہ اے موسی ارض مقدس میں ایک نہایت ہیبتناک قوم رہتی ہے - ہم اُس میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتے - وہ اپنے ساز و سامان اور طاقت سے ہمیں پیس ڈالینگے - جب تک کہ وہ ملک سے خود بخود نہ ہٹ جائیں' ہم اُسکا رخ نہ کرینگے -

اِس داخلہ سے محض شاہی جاہ و جلال کا منظر دکھانا مقصود نہ تھا ' بلکہ بنواسرائیل کی قدیم کھوئی ہوئی عظمت کو خلافت الہی کی صورت میں قائم کرنا تھا ' اور خلافت الہی کے قائم کرنے کیلیے جس قسم کی شجاعت درکار ہوتی ہے' اُسکو صرف نور ایمان ہی قائم کرسکتا تھا - بنواسرائیل کے دل اس کی حرارت سے خالی تھے - دو مخلص مومنوں نے اپنے نور ایمان کی حرارت سے اُنکے دلوں کو گرمانا چاہا :

قال رجلان من الذين يخافون انعم الله عليهما ادخلوا عليهم الباب - فاذا دخلتموه فانكم غالبون ' وعلى الله فتوكلوا ان كنتم مؤمنين - (۵ : ۲۶)

جو لوگ بیت المقدس میں داخل ہونے سے ڈر رہے تھے' اونہیں میں سے دو آدمیوں نے جن پر خدا نے نور ایمان کے ذریعہ سے احسان کیا تھا کہا : جہاد فی سبیل اللہ سے انکار نہ کرو اور اللہ پر اعتماد کرکے ارض مقدس میں داخل ہوجاؤ - جب اُسکے اندر داخل ہوجاؤگے تو تم یقیناً غالب ہوگے - اگر تم مسلمان ہو تو خدا پر بھروسہ کرو -

لیکن اس پر بھی اونکے دلوں میں حرارت پیدا نہ ہوئی' اور انہوں نے صاف جواب دیدیا :

قالوا يموسى انا لن ندخلها ابدا ما داموا فيها ' فاذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون - (۵ : ۲۷)

اون لوگوں نے کہا اے موسی ! جبتک وہ طاقتور لوگ اُس شہر میں ہیں' ہم اُسمیں ہرگز داخل نہیں ہوسکتے - تم اپنے خدا کے ساتھہ جاکر لڑو' ہم اس جگہہ بیٹھہ کر تماشا دیکھینگے -

(چہل سالہ قیام صحراء)

اب حضرت موسی علیہ السلام کو بالکل مایوسی ہوگئی' اور اونہوں نے اس بزدل قوم سے علیحدہ ہونا چاہا :

قال رب اني لا املك الا نفسي و اخي ' فافرق بيننا وبين القوم الفسقين (۵ : ۲۸)

حضرت موسی نے کہا : خداوندا ! میں صرف اپنے وجود پر اور اپنے بھائی ہارون ہی پر اختیار رکھتا ہوں ' اپنی قوم کی بزدلی اور روحانی موت کو کیا کروں ؟ اب مجھہ میں اور اس بدکار قوم میں علحدگی کردے -

لیکن حکم الہی ہوا کہ اے موسی ! تم مایوسی کیلیے پیدا نہیں کیے گئے ہو' تمہاری پیغمبرانہ استقامت کی طاقت کو ان مشکلوں کا مقابلہ کرنا چاہیے - بنی اسرائیل کو مدتوں کی غلامی نے جہاد فی سبیل اللہ کی مقدس راہ سے نا آشنا کردیا ہے - وہ چھوٹی چھوٹی راحتوں کے عاشق ہیں ' بڑے مقصد کی راہ میں مصیبت اٹھانے سے جی چراتے ہیں - غلامی کی زندگی کا یہ لازمی نتیجہ ہے - پس اس سے نہ گھبراؤ اور انہیں یہاں سے نکالکر کسی آزاد و بے قید صحرا میں جا بساؤ ' وہاں کی خالص اور فطری اب و ہوا میں ایک زمانہ بسر کریں - عہد غلامی کی پرورش یافتہ نسل مٹ جاے - ایک نئی مستعد نسل پیدا ہو ' پھر وہ راہ جہاد کی مشکلات کو برداشت کرسکیگی :

قال فانها محرمة عليهم اربعين سنة يتيهون في الارض فلا تأس على القوم الفسقين (۵ : ۲۹)

خدا نے کہا : بیت المقدس کا داخلہ ان کے لیے چالیس سال تک حرام ہوگیا' اب اسی سرزمین میں وہ سرگرداں رہینگے - حصول عظمت میں یہ چہل سالہ تاخیر انہی کی بزدلی کا نتیجہ ہے - پس ایسے لوگوں کی محرومی پر تمہیں افسوس نہیں کرنا چاہیے -

اسکے دبل ضرور اپنے ساتھ رکھتا تھا - سوئیاں ' سوا ' تورا ' قینچی ' سوتالی ' توبڑا ' چھلنی (۱) "

(قلعہ شکن آلات)

قلعوں پر حملہ کرنے کے لیے منجنیق کا استعمال اگرچہ خود آنحضرت کے زمانے میں شروع ہوچکا تھا ' چنانچہ سب سے پہلے سنہ ۸ ھ میں طائف کے محاصرے میں اس سے کام لیا گیا - لیکن حضرت عمر کے زمانے میں اسکو بہت ترقی ہوئی ' اور بڑے بڑے قلعے اسی کے ذریعے سے فتح ہوئے ' مثلاً سنہ ۱۷ ھ میں بہرسیر [illegible] منجنیقیں استعمال کی گئیں - محاصرے [illegible] ایک اور آلہ تھا جسکو دبابہ کہتے تھے یہ ایک لکڑی کا [illegible] اوپر تلے کئی درجے ہوتے تھے اور نیچے پہیے لگے ہوتے تھے [illegible] انداز اور نقب زنوں اور تیر اندازوں کو اس کے اندر بٹھا دیا جاتا تھا - اسکو ریلتے ہوئے آگے بڑھاتے چلتے تھے - اس طرح قلعہ کی جڑ میں پہنچ جاتے تھے اور قلعہ کی دیواروں کو آلات کے ذریعے سے توڑ دیتے تھے - بہرسیر کے محاصرہ میں یہ آلہ بھی استعمال کیا گیا تھا -

(سفر میــنا)

راستہ صاف کرنا ' سڑک بنانا ' پل باندھنا ' یعنی جو کام آجکل سفرمینا کی فوج سے لیا جاتا ہے ' اسکا انتظام بھی نہایت معقول تھا ' اور یہ کام خاص کر مفتوحہ قوموں سے لیا جاتا تھا - عمرو بن العاص نے جب فسطاط فتح کیا تو مقوقس ' والی مصر نے یہ شرط منظور کی کہ فوج اسلام جدھر رخ کرے گی ' سفرمینا کی خدمتوں کو مصری انجام دیں گے (۲) - چنانچہ عمرو بن العاص جب رومیوں کے مقابلے کے لیے اسکندریہ کی طرف بڑھے تو خود مصری منزل بمنزل پل باندھتے ' سڑک بناتے ' اور بازار لگاتے گئے - علامۂ مقریزی نے لکھا ہے کہ چونکہ مسلمانوں کے سلوک نے تمام ملک کو گرویدہ کرلیا تھا ' اس واسطے قبطی خود بڑی خوشی سے ان خدمتوں کو انجام دیتے تھے -

(خبر رسانی اور جاسوسی)

جاسوسی اور خبر رسانی کا انتظام نہایت خوبی سے کیا گیا تھا اور اسکے لیے قدرتی سامان ہاتھ آگئے تھے - شام و عراق میں کثرت سے عرب آباد تھے ' اور ان میں سے ایک گروہ کثیر نے اسلام قبول کرلیا تھا - یہ لوگ چونکہ مدت سے ان ممالک میں رہتے تھے ' اس لیے کوئی واقعہ اُن سے چھپ نہیں سکتا تھا - ان لوگوں کو اجازت تھی کہ اپنا اسلام لوگوں پر ظاہر نہ کریں ' اور چونکہ یہ لوگ ظاہری وضع قطع سے پارسی یا عیسائی معلوم ہوتے تھے ' اسلیے دشمن کی موجوں میں جہاں چاہتے تھے چلے جاتے تھے - یرموک ' قادسیہ ' تکریت میں انہی جاسوسوں کی بدولت بڑے بڑے کام نکلے - (۳) شام میں ہر شہر کے رئیسوں نے خود اپنی طرف سے اور اپنی خوشی سے جاسوس لگا رکھے تھے ' جو قیصر کی فوجی تیاریوں اور نقل و حرکت کی خبریں پہنچاتے تھے - قاضی ابو یوسف کتاب

(۱) فتوح البلدان صفحہ ۳۲۸ -

(۲) مقریزی صفحۂ ۱۶۳ میں ہے - " فخرج عمرو بالمسلمین و خرج معہ جماعة من رؤساء القبط و قد اصلحوا لہم الطرق و اقاموا لہم الجسور و الاسواق "

(۳) تاریخ شام ازدی صفحۂ ۲۴۹ و ۲۴۷۵ - ازدی کی عبارت یہ ہے : لما نزلت الروم منزلہم الذي نزلوا بہ ' دسسنا الیہم رجالا من اہل البلد کانوا نصاریٰ و حسن اسلامہم و امرناہم ان یدخلوا عسکرہم و یکتموا اسلامہم و یاتوا باخبارہم -

الخراج میں لکھتے ہیں : (۱) " فلما رای اہل الذمة وفاء المسلمین لہم و حسن السیرة فیہم ' صاروا اشداء علی عدو المسلمین علی اعدایہم ' فبعث اہل کل مدینة ممن جری الصلح بینہم و بین المسلمین رجالا من قبلہم ' یتجسسون الاخبار عن الروم و عن ملکہم و ما یریدون ان یصنعوا " اردن اور فلسطین کے اضلاع میں یہودیوں کا ایک فرقہ رہتا تھا جو سامرہ کہلاتا تھا - یہ لوگ خاص جاسوسی اور خبر رسانی کے کام کیلیے مقرر کیے گئے ' اور اس کے صلے میں اُن کی مقبوضہ زمینیں انکو معافی میں دیدی گئی تھیں (۲) - اِسی طرح جراجمة کی قوم اس خدمت پر مامور ہوئی اور اُن کو بھی خراج معاف کردیا گیا -

(پرچہ نویسوں کا انتظام)

فوجی انتظام کے سلسلے میں جو چیز سب سے بڑھکر حیرت انگیز ہے ' یہ ہے کہ باوجودیکہ اس قدر بیشمار فوجیں تھیں اور مختلف ملک ' مختلف قبائل ' مختلف طبائع کے لوگ اِس سلسلے میں داخل تھے ' ساتھ ہی وہ نہایت دور دراز مقامات تک پھیلی ہوئی تھیں ' جہاں سے دارالخلافة تک سیکڑوں ہزاروں کوس کا فاصلہ تھا ' تاہم تمام فوج اِس طرح حضرت عمر کے قبضۂ قدرت میں تھی کہ گویا وہ خود ہر جگہہ فوج کے ساتھہ موجود ہیں - اسکا عام سبب تو حضرت عمر کی سطوت اور اُن کا رعب و داب تھا - لیکن ایک بڑا سبب یہ تھا کہ حضرت عمر نے ہر فوج کے ساتھہ پرچہ نویس لگا رکھے تھے ' اور فوج کی ایک ایک بات کی اُنکو خبر پہنچتی رہتی تھی - علامۂ طبری ایک ضمنی موقع پر لکھتے ہیں : " و کانت یکون لعمر العیون فی کل جیش فکتب الی عمر بما کان فی تلک الغزاة ' و بلغہ الذي قال عتبة (۳) - " ایک اور موقع پر لکھتے ہیں (۴) " و کان عمر لا یخفی علیہ شي في عملہ "

اِس انتظام سے حضرت عمر یہ کام لیتے تھے کہ جہاں فوج میں کسی شخص سے کسی قسم کی بد اعتدالی ہو جاتی تھی ' فوراً اسکا تدارک کردیتے تھے ' جس سے اوروں کو بھی عبرت ہو جاتی تھی - ایران کی فتوحات میں عمرو معدیکرب نے ایک دفعہ اپنے افسر کی شان میں گستاخانہ کلمہ کہدیا تھا ' فوراً حضرت عمر کو خبر ہوئی اور اُسی وقت اُنھوں نے عمرو معدیکرب کو تحریر کے ذریعے ایسی چشم نمائی کی کہ پھر اُنکو کبھی ایسی جرأت نہیں ہوئی - اِس قسم کی سیکڑوں مثالیں ہیں جنکا استقصاء نہیں ہو سکتا -

(۱) کتاب مذکور صفحۂ ۸۰ -

(۲) فتوح البلدان صفحہ ۱۵۸ -

(۳) طبری صفحۂ ۲۲۰۸ -

(۴) طبری صفحۂ ۲۵۲۶ -

تها - چنانچه عتبه بن غزوان کو لکها که همیشه جب بہار کا موسم آ جاۓ تو فوجیں شاداب اور سر سبز مقامات میں چلي جائیں (١)

(بہار کے زمانے میں فوجوں کا قیام)

عمر بن العاص گورنر مصر موسم بہار کے آنے کے ساتھه ھي فوج کو باهر بهیجدیتے تھے ' اور حکم دیتے که سیر و شکار میں بسر کریں' اور گهوڑوں کو چراکر اور فربه بناکر لائیں -

(آب و هوا کا لحاظ)

(٣) بارکوں کي تعمیر اور چهاؤنیوں کے بنانے میں همیشه عمده آب و هوا کا لحاظ کیا جاتا تها ' اور مکانات کے آگے کهلے هوۓ خوش فضا صحن چهوڑدیے جاتے تھے - فوجوں کے لیے جو شہر آباد کیے گئے' مثلاً کوفه ' بصره ' فسطاط وغیره' ان میں اصول صحت کے لحاظ سے سڑکیں ' کوچے ' اور گلیاں نہایت وسیع هوتي تهیں- حضرت عمر کو اسمیں اسقدر اهتمام تها که مساحت اور وسعت کي تعین بهي خود لکهه کر بهیجي تهي - چنانچه اسکي تفصیل ان شہروں کے ذکر میں گزر چکي هے -

(کوچ کي حالت میں فوج کي آرام کا دن)

(٤) فوج جب کوچ پر هوتي تهي تو حکم تها که همیشه جمعه کے دن مقام کرے اور پورے ایک شب و روز قیام رکهے ' تا که لوگ دم لے لیں اور هتیاروں اور کپڑوں کو درست کرلیں - یه بهي تاکید تهي که هر روز اسي قدر مسافت طے کریں جس سے تهکنے نه پائیں' اور پڑاؤ وهیں دیا جاۓ جہاں هر قسم کي ضروریات مهیا هوں- چنانچه سعد بن وقاص کو جو فرمان فوجي هدایتوں کے متعلق لکها ' اسمیں اور اهم باتوں کے ساتهه ان تمام جزئیات کي تفصیل بهي لکهي (٢)

(رخصت کے قاعدے)

رخصت کا بهي با قاعده انتظام تها - جو فوجیں دور دراز مقامات پر مامور تهیں اُن کو سال میں ایک دفعه ورنه دو دفعه رخصت ملتي ' بلکه ایک موقع پر جب اُنهوں نے ایک عورت کو اپنے شوهر کي جدائي میں دردناک اشعار پڑهتے سنا تو افسروں کو احکام بهیجدیے که کوئي شخص چار مہینے سے زیاده باهر رهنے پر مجبور نه کیا جاۓ -

لیکن یه تمام آسانیاں اسي حد تک تهیں جہاں تک ضرورت کا تقاضا تها ' ورنه آرام طلبي ' کاهلي ' عیش پرستي سے بچنے کے لیے سخت بندشیں بهي کي تهیں - نہایت تاکید تهي که " اهل فوج رکاب کے سہارے سے سوار نه هوں' نرم کپڑے نه پہنیں ' دهوپ کهانا نه چهوڑیں ' حماموں میں نه نہائیں "

(فوج کا لباس)

تاریخوں سے یه پته نہیں چلتا که حضرت عمر نے فوج کے لیے کوئي خاص لباس جسکو وردي کہتے هیں قرار دیا تها - اُن کے جو احکام فوج کے نام منقول هیں ' اُن میں صرف اسقدر هے که لوگ عجمي لباس نه پہنیں- لیکن معلوم هوتا هے که اس حکم کي تعمیل پر چنداں زور نہیں دیا گیا ' کیونکه سنه ٢١ هجري میں جب مصر میں ذمیوں پر جزیه مقرر هوا تو فوج کے کپڑے بهي اُسمیں شامل تھے اور وه یه تھے - اُون کا جبه ' لمبي ٹوپي یا عمامه ' پاجامه ' موزه (١) حالانکه اول اول پاجامه اور موزه کو حضرت عمر نے بتصریح منع کیا تها -

(١) تاریخ طبری میں هے " وکتب عمر الی سعد بن مالک و الی عتبة بن غزوان ان یتربعا بالناس في کل حین ربیع في اطیب ارضیهم" کتاب مذکور صفحۂ ٢٤٨٦ -

(٢) عقد الفرید جلد اول صفحه ٤٩ میں یه فرمان بعینه منقول هے-

(فوج میں خزانچي و محاسب و مترجم)

فوج کے متعلق حضرت عمر کي اور بہت سي ایجادیں هیں جنکا عرب میں کبهي وجود نه تها - مثلاً هر فوج کے ساتهه ایک افسر خزانه ' ایک محاسب ' ایک قاضي ' اور متعدد مترجم هوتے تھے - ان کے علاوه متعدد طبیب اور جراح بهي هوتے تھے - چنانچه جنگ قادسیه میں عبد الرحمن بن ربیعه قاضي' زیاد بن ابي سفیان محاسب' بلال هجري مترجم تھے - (٢) فوج میں محکمۂ عدالت ' سرشته حساب ' مترجمي ' اور ڈاکٹري کي ابتدا بهي اسي زمانے سے هے -

(فن جنگ میں ترقي)

فوجي قواعد کي نسبت همکو صرف اسقدر معلوم هے که حضرت عمر فوجي افسروں کو جو احکام بهیجتے تھے' اُن میں چار چیزوں کے سیکهنے کي تاکید هوتي تهي - تیرنا ' گهوڑے دوڑانا ' تیر لگانا ' ننگے پاؤں چلنا - اس کے سوا همکو معلوم نہیں که فوج کو کسي قسم کي قواعد سکهلائي جاتي تهي - تاهم اسمیں بهي شبه نہیں که حضرت عمر کے عهد میں سابق کي نسبت فن جنگ نے بہت ترقي کي - عرب میں جنگ کا پہلے یه طریقه تها که دونوں طرف کے غول بے ترتیب کهڑے هو جاتے تھے' پهر دونوں طرف سے ایک ایک سپاهي نکل کر لڑتا تها اور باقي تمام فوج چپ کهڑي رهتي تهي - اخر میں عام حمله هوتا تها - اسلام کے آغاز میں صف بندي کا طریقه جاري هوا ' اور فوج کے مختلف حصے قرار پاۓ - مثلاً میمنه ' میسره' وغیره - لیکن هر حصه بطور خود لڑتا تها - یعني تمام فوج کسي ایک سپه سـالار کے نیچے رهکر نہیں لڑتي تهي - سب سے پہلے سنه ١٥ هجري میں یرموک کے معرکه میں حضرت خالد کي بدولت تعبیه کي طرز پر جنگ هوئي یعنے کل فوج جسکي تعداد ٤٠ هزار کے قریب تهي' ٣٦ صفوں میں تقسیم هوکر حضرت خالد کي ماتحتي میں کام کرتي تهي ' اور وه تمام فوج کو تنہا لڑاتے تھے -

حضرت عمر رضي الله عنه کے زمانے میں فوج کے جسقدر حصے اور شعبے تھے حسب ذیل هیں :

قلب — سپه سالار اسي حصے میں رهتا تها -
مقدمه — قلب کے آگے کچهه فاصلے پر هوتا تها
میمنه — قلب کے دائیں هاتهه پر رهتا تها -
میسره — بائیں هاتهه پر -
ساقه — سب سے پیچهے -
طلیعه — گشت کي فوج جو دشمن کي فوجوں کي دیکهه بهال رکهتي تهي -
رده — جو ساقه سے پیچهے رهتي تهي تا که دشمن عقب سے حمله نه کرسکے -
رائد — جو فوج کے چاره اور پاني کي تلاش کرتي تهي -
رکبان — شتر سوار -
فرسان — سوار -
راجل — پیاده -
رماة — تیر انداز -

هر سپاهي کو جنگ کي ضرورت کي تمام چیزیں اپنے ساتهه رکهني پڑتي تهیں - فتوح البلدان میں لکها هے که کثیر بن شهاب (حضرت عمر کے ایک فوجي افسر تھے) کي فوج کا هر سپاهي

(١) فتوح البلدان صفحۂ ٢١٥ -

(٢) طبري واقعات سنه ١٤ هجري صفحه ٢٢٢٦ -

انہوں نے انحضرت کے جسد اطہر کو چوم کر کردیا تھا' لیکن اسلام کی حفاظت اس سے بھی زیادہ مقدم تھی - چنانچہ ابھی آپ دفن بھی نہ ہوئے تھے کہ وہ صحابہ کے مجمع میں تشریف لائے' دیکھا کہ حضرت عمر ... شدید پریشانی کی حالت میں صحابہ سے کچھ کہہ رہے تھے - انہوں نے روکا' وہ باز نہیں آئے - پھر روکا' مگر انہوں نے توجہ نہ کی - اب مجبور ہوکر خود ایک خطبہ دیا' جس نے تمام صحابہ کو انکے آگے ہمہ تن گوش بنا دیا:

اما بعد' فمن كان منكم يعبد محمدا صلى الله عليه وسلم فان محمدا صلى الله عليه وسلم قد مات - ومن كان يعبد الله فان الله حي لا يموت - قال الله تعالى وما محمد الا رسول (۱)

جو لوگ تم میں سے محمد کو پوجتے تھے تو انہیں معلوم ہو کہ اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وصال کے ساتھہ انکے اسلام کا بھی خاتمہ ہوچکا' لیکن جو لوگ خدا کے پوجنے والے تھے' انکو یقین کرنا چاہئیے کہ انکا خدا اب تک زندہ ہے' اور کبھی نہ مریگا - خدا خود کہتا ہے کہ محمد تو صرف ایک پیغمبر ہیں' جیسا کہ انکے پہلے پیغمبر آئے اور اپنا فرض نبوت ادا کرکے دنیا سے چلے گئے -

صحابہ کہتے ہیں کہ " اس خطبہ کے بعد لوگوں کو ایسا محسوس ہوا گویا یہ آیت ابھی نئی نازل ہوئی ہے - جو کبھی نازل ہی نہیں ہوئی تھی " انکی زبان سے وہ کچھہ اسطرح برموقت ادا ہوئی کہ ہر شخص کے دل میں اتر گئی اور ہر زبان نے اسکو بار بار دھرایا !

غالباً اسی ضبط و استقلال کا اثر تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں آنہی کی بیعت کیلیے سب سے پہلے ہاتھہ بڑھایا -

خلافت کے بعد احتساب کا ایک نہایت نازک موقع اور پیش آیا' یعنے ایک گروہ نے زکواۃ روک دی - حضرت ابوبکر نے اُن سے جہاد کرنا چاہا - حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے اختلاف کیا اور کہا: " کلمہ گویوں کے ساتھہ کیونکر جہاد کیا جا سکتا ہے ؟ " لیکن حضرت ابوبکر نے صاف کہدیا: " جو لوگ نماز اور زکواۃ میں ذرہ برابر بھی تفریق کرینگے' اور ایک بکری کا بچہ بھی روک لینگے' میں اُن سے مقاتلہ کرونگا " چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی بعد میں اُن کی اصابت رائے کو تسلیم کرنا پڑا (۲)

ان اہم مواقع کے علاوہ احتساب کے اور بھی جزئی موقعے عہد نبوت میں پیش آئے' اور اُنہوں نے اس فرض کو ادا کیا - صحابہ کرام کے پیغمبرانہ اعمال کا میدان اسقدر وسیع ہے کہ تمام واقعات کو جمع کرنا ممکن نہیں - عید کے دن کچھہ عورتیں حضرت عائشہ کے گھر میں گا رہی تھیں - حضرت ابوبکر آئے اور اُنکو ڈانٹا' لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو گانے کی اجازت دیدی (۳)

ایک مرتبہ ایک عورت کے پاس سے گذرے - دیکھا کہ وہ بالکل خاموش ہے - لوگوں سے دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ اُس نے عرب کے قدیم طریق رہبانیت پر " خاموش حج " کیا ہے - اُنہوں نے اُس سے کہا: " یہ جائز نہیں' یہ زمانہ جاہلیت کا دستور تھا - "

یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس فرض کے ادا کرنے پر اُنکو اسلام کی قوت یا خلافت کی سطوت نے اس قدر دلیر کردیا تھا' بلکہ یہ قوت خلافت سے پہلے بھی ہمیشہ اسی طرح اپنا عمل انجام دیتی رہی - ابتداے اسلام میں جب اسلام کا کوئی حامی و مددگار نہ تھا' اُسوقت بھی اُنہوں نے اسی دلیری کے ساتھہ اس فرض کو ادا کیا - ایک مرتبہ آنحضرت نماز پڑھ رہے تھے' عقبہ بن معیط نامی ایک شقی آیا اور آپکی اس مقدس گردن کو پکڑ کے زور سے دبایا جسکے اندر سے تمام کائنات ارضی کی سعادت کی صدائیں نکلتی تھیں - حضرت ابوبکر فوراً لپکے اور ہاتھہ پکڑ کے اُسکو دور ہٹا دیا' اور کہا " تم ایک شخص کو صرف اس بنا پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب صرف خدا ہے ؟ " (۱)

(اسوۂ احتساب فاروقی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اسلام لاے تھے تو اونکے ہاتھہ میں تلوار تھی - اسلام لانے کے بعد بھی وہ تلوار اونکے ہاتھہ میں ہر جگہ نظر آتی ہے -

ہم حدیثوں میں قدم قدم پر پڑھتے ہیں کہ جب کسی نے شان اسلام کے خلاف کوئی بات کی' حضرت عمر رض نے فوراً تلوار اوٹھا لی - حاطب بن بلتعہ نے مدینہ کے اہل مکہ کو ایک خط لکھا' جس کے ذریعہ اونکو مسلمانوں کے مخفی حالات معلوم ہو گئے - حضرت عمر رض نے فوراً تلوار سنبھال لی اور آنحضرت سے عرض کیا: " اجازت دیجیے کہ اس منافق کی گردن اوڑا دوں " (۲)

ایک غزوہ میں عبد اللہ ابن ابی بن سلول نے جو منافقوں کا لیڈر تھا' کہا: " مدینہ چل کر معزز ذلیل کو نکال دیا جائیگا " حضرت عمر نے فوراً آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر درخواست کی: " حکم دیجیے کہ اس منافق کا فیصلہ کردوں " لیکن رحمۃ للعالمین نے دونوں موقعوں پر اونکو روک دیا (۳)

احتساب کیلیے نرمی و ملاطفت کے ساتھہ بہت زیادہ دلیری' آزادی' اور جرأت کی ضرورت ہوتی ہے - حضرت عمر میں احتساب کی بھی آخر الذکر شان زیادہ نمایاں نظر آتی ہے جسکے بغیر کوئی انسان سچائی کا محتسب نہیں ہوسکتا - اسیران بدر اور صلح حدیبیہ کے واقعہ میں اونہوں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل سے جس طرح اختلاف کرنے کی جرأت کی' اوسکا حال ہر اوس شخص کو معلوم ہے جس نے صحاح کا مطالعہ کیا ہے - جب آنحضرت نے عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھنی چاہی تو دیکھو کہ اونہوں نے بے اختیار دامن پکڑ کے روک لیا (۴)

تمام صحابہ کو کم و بیش احتساب کے ادا کرنے کا خیال تھا' لیکن کسی کی یہ جرأت نہ تھی کہ آنحضرت کی بیویوں کے معاملے میں بھی روک ٹوک کرتا - اس معاملہ میں صرف حضرت عمر تمام صحابہ کے اندر ممتاز نظر آتے ہیں - حضرت سودہ کو باہر نکلنے پر اونہی نے ٹوکا تھا - (۵) اور خود آیت حجاب نے بھی اونکی تقلید کی - یہاں تک کہ خود حضرت ام سلمہ کو ایک بار شکایت کرنی پڑی کہ " اے عمر! اب تم اسقدر بڑہ چلے ہو کہ ازواج مطہرات اور خود آنحضرت کے معاملے میں بھی دخل دینے لگے ؟ " (۶)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں مستحق ادب خیال کیے جاتے تھے' لیکن ایک موقع پر جب خود اونکی بہن نے جوش غم میں حد شریعت سے تجاوز کرکے نوحہ کیا' تو حضرت عمر رض نے اونکو گھر سے نکلوا دیا - (۷)

---

(۱) بخاری جزء ۲ - ص - ۷۲ کتاب الجنائز -
(۲) بخاری جزء ۲ ۱۵۹ -
(۳) بخاری جزء ۲ - ص - ۱۴۰ کتاب العیدین -

(۱) بخاری جزء ۹ - ص - ۱۰ -
(۲) بخاری جزء ۶ - ص - ۷۸
(۳) بخاری جزء ۹ - ص - ۱۴۵
(۴) بخاری جزء ۱ - ص - ۹۷
(۵) بخاری جزء ۸ - ص - ۵۴
(۶) بخاری جزء ۹ - ص - ۱۵۷
(۷) بخاری جزء ۹ - ص - ۸۲ -

اُسوۂ حسنہ

الحسبـــة فـــي الاســـلام

احتســاب اور اســلام

تربیت یافتگان عہد نبوت کا اســوۂ حسنہ

"احتساب" کے معنی یہ هیں که انسان نیکی کا محافظ هو اور بدی کی هر شکل اور هر نمود کو فنا کرنے کا اپنے اندر ایک ان تھک جوش رکھے - وہ سب سے پہلے خود اپنے نفس کا محتسب بنے ' پھر اپنے خاندان کا ' اپنے محلہ کا ' اپنے محلہ کا ' اپنی قوم کا ' اور تمام دنیا کا ' یعنی وہ تکونوا شہداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شہیدا -

وہ همیشه دنیا کے هر اعتقاد و عمل کا احتساب کرے ' یعنی همیشه نگران رہے که نیکی اور راستی کی راہ سے انحراف تو نہیں هو رہا ؟

اگر کہیں سچائی اور عدالت سے انحراف نظر آئے ' تو وہ اپنے هاتھہ سے ' اپنی زبان سے ' اپنی تمام قوتوں سے اس انحراف کو دور کرنے کی کوشش کرے ' کیونکہ وہ خدا کی زمین پر خدا کی سچائی کا محافظ و ذمہ دار ہے ' اور اسکے وجود کو صرف اسیلیے قائم کیا گیا ہے ' تاکہ میزان عدل کی نگرانی کرے اور بدی کے درخت کو بڑھنے اور پھلنے سے روکے -

جماعت اسلامی اسی احتساب کی ایک اصولی حقیقت ہے - امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسی کا نام ہے ' اور یہی وہ قوة معامله و مرتبه ہے جو امة مسلمه کے هر فرد کو سپرد کی گئی ' اور انکی نسبت فرمایا که "کنتم خیر امة اخرجت للناس ' تامرون بالمعروف و تنهون عن المنکر!

گذشته نمبر میں هم نے آنحضرة صلی الله علیه و سلم کی حیاة طیبه سے چند متفرق واقعات جمع کرکے کوشش کی تھی که آپکی زندگی کو ایک " محتسب " زندگی کے لحاظ سے پیش نظر رکھہ سکیں ' اور بہ حیثیت سچائی کے ایک محتسب هونے کے جو اسوۂ حسنہ آپنے قائم کیا ہے ' اسکے بعض اهم جزئیات قوم کے سامنے واضح هوسکیں - اسی سلسلے میں آج صحابۂ کرام اور تربیت یافتگان آغوش نبوة کی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالنا چاهتے هیں ' تاکہ مومنین اولین کا نمونہ بھی اس بارے میں واضح هوجائے - یہ میدان نہایت وسیع ہے - هم سردست خلافة راشدہ کی ترتیب تاریخی کو اختیار کرینگے ' اور سب سے پہلے حضرة ابوبکر و عمر رضی الله عنهما سے سلسله شروع کرینگے -

(اسوۂ صدیقی به حیثیت محتسب)

حضرت ابوبکر صدیق کی ذات درحقیقت آنحضرت کے اسوۂ حسنہ کا ایک مکمل پرتو ہے - فطرة صالحه نے جاهلیت هی کے زمانے سے اونکے دل میں فرض احتساب کے ادا کرنے کا احساس پیدا کردیا تھا - اسلام نے ان چھپے هوے شراروں کو چمکا دیا ' اور وہ مسلمان هونے کے ساتھہ هی محتسب اعظم بن گئے -

(تزکیۂ نفس)

اونکو تزکیۂ نفس کا (جو احتساب کی پہلی شرط ہے) اس قدر خیال تھا که اونکے غلام نے ایک بار اونکو کچھہ مال لاکر دیا - اوسکو حضرت ابوبکر نے اپنی وجه معاش میں صرف کردیا ' غلام نے کہا " کیا آپ کو معلوم ہے که یہ کیسا مال تھا ؟" اونھوں نے کہا " مجھے کچھہ خبر نہیں " اوس نے کہا " میں جاهلیة کے زمانے میں عرب کے کاهنوں کی طرح مکر و فریب سے غیب کی باتیں بتایا کرتا تھا - آج ایک شخص نے اوسیکا معاوضہ دیا ' اور اب نے اپنی وجه معاش میں خرچ کردیا " حضرت ابوبکر رضی الله عنه نے اسی مال کی معاش سے کچھہ غذا اس وقت کھائی تھی ' جوش میں آکر اپنی انگلیاں حلق میں ڈالدیں ' اور جو کچھہ کھایا تھا ' قے کرکے نکال دیا ! (بخاری جزء ۲)

(اصـــلاح خانـــدان)

شرائط احتساب میں اپنے نفس کی اصلاح کے بعد اصلاح خاندان کا مرحله پیش آتا ہے - حضرت ابو بکر همیشه اس فرض کے ادا کرنے میں سرگرم رهتے تھے - حضرت عائشه فرماتی هیں : " میں نے جب سے هوش سنبھالا ہے ' اپنے گھر کو مسلمان هی پایا " یہ حضرت ابوبکر کی اسی هدایت اور ارشاد احتساب کی برکت تھی ' ورنہ اس وقت صدها خاندان تھے جنکا کوئی ایک شخص تو مسلمان هوگیا تھا لیکن تمام گھرانا بدستور کفر میں مبتلا تھا - حضرت عائشه باوجودیکه آنحضرت صلی الله علیه و سلم کے نکاح میں آچکی تھیں ' اور اب اونکو حضرت ابوبکر رضی الله عنه کی هدایت و ارشاد کی ضرورت نه تھی ' تاهم جب کبھی اون سے کوئی لغزش هوجاتی تو نہایت سختی کے ساتھہ تنبیه کرتے تھے -

حضرت عائشه آنحضرت کے ساتھہ کسی سفر میں تھیں - اونکا هار گم هوگیا - آنحضرت اور صحابه اوسکی تلاش کیلیے رک گئے - اتفاق سے اس جگه پانی کا کوئی سامان نه تھا - صحابه نے حضرت ابوبکر صدیق سے شکایت کی - وہ آئے تو دیکھا که آنحضرت حضرت عائشه کے زانو پر سر رکھکر سو رہے هیں - لیکن پھر بھی اُنسے ضبط نه هوسکا اور حضرت عائشه کو سخت ملامت کی که " تونے اپنے هار کیلیے تمام لوگونکو اسقدر پریشان کیا " چنانچه اسی موقع پر آیت تیمم نازل هوئی تھی اور تمام صحابه پکار اوٹھے تھے :

ما هـي باول برکتکـــم یــا ال ابی بکــر (۱) یعنی اے خاندان ابوبکر ! تمھاری صرف یہ پہلی هی برکت نہیں ہے که حکم تیمم کے نزول کا باعث هوے ' اس سے پہلے بھی تمھارا وجود برکتوں کا سرچشمه رهچکا ہے !

(احـــتساب ملـت)

قوم کی هدایت و ارشاد کیلیے اونھوں نے ایسے نازک موقع پر فرض احتساب ادا کیا که خود حضرت عمر جیسے ضابط اور مستقل شخص کے هوش و حواس بھی پراگندہ هوگئے تھے - آنحضرت کے انتقال کے وقت اسلام ایک سخت مصیبت میں مبتلا هوگیا تھا - چھپے هوے دشمنوں کے مخفی جذبات میں جنبش پیدا هوگئی تھی ' اور اگر ضبط و استقلال کے ساتھہ ارکان اسلام کو قائم نه کر دکھایا جاتا ' تو دشمنان حق اس مہلت کو اپنے دیرینه حوصلوں کی شکارگاہ بنا لیتے - لیکن اس اهم فرض کی طرف کسی کو توجه نه تھی ' اور محبوب رب العالمین کے فراق نے تمام صحابه کو سرگردان و حیران بنا دیا تھا - ایسی حالت میں حضرت ابو بکر صدیق هی کا دماغ تھا جو سکون کی حالت میں تھا - محبت اور جذبۂ عقیدت کا اظہار تو

(۱) صحیح بخاری جزو - ۷۰۱

ہوتا ہے ' لیکن اس طریقہ میں جس قوت کی ضرورت ہوتی ہے ' وہ ایک لدنی جوہر مقدس ہے جو ہر شخص میں پیدا نہیں ہوسکتا-

ایمان باللہ ' انقطاع علائق ماسوی اللہ ' تقوی ' طہارت ' زہد و عبادت ' اور فضائل و اخلاق کی عملی زندگی سے انسان میں ایک خاص کیفیت [illegible] راسخہ پیدا ہوجاتی ہے ' جسکو شریعت کی زبان میں روحانیت ' اورعلم النفس کی اصطلاح میں نفوذ کہتے ہیں - جن لوگوں میں یہ روحانیت پیدا ہوجاتی ہے وہ اپنے وجود کے اندر طاقت و سلطانی کی ایک ایسی نافذانہ قوۃ پالیتے ہیں ' جو تلوار کی دھار اور آگ کی لپٹ سے زیادہ مخلوقات پر اثر رکھتی ہے - پس اس قوت کے حصول کے بعد وہ انسانوں کے سامنے آتے ہیں تو نیکی کا ایک فرشتہ نمایاں ہوجاتا ہے - انکے حضور میں کبھی برائی سر نہیں اٹھا سکتی ' اور کوئی انسان گناہ نہیں کرسکتا - جو لوگ انکی صحبت میں رہتے ہیں ' اُنپر انکی یہ قوۃ روحانی ازسرتاپا چھاجاتی ہے ' اور بسااوقات اسطرح خیر مجسم بنا دیتی ہے کہ گناہ کی ہوس ہی معدوم ہوجاتی ہے-

صلحاء امت میں یہ قوۃ اعتقاد راسخ اور اعمال صالحہ سے پیدا ہوتی ہے ' اور اسکی ایک خاص حد ہے - لیکن حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ظہور کا مقصد چونکہ اصلاح نفوس ہوتا ہے ' اسلیے اللہ تعالی انکی فطرۃ کے اندر ہی اس قوۃ کو اس انتہائی حد تک ودیعت کردیتا ہے جو انسانیۃ کبری کا درجۂ قصوی ہے ' اور جو صرف انبیاء ہی کیلیے مخصوص ہے -

وہ جب دنیا میں آتے ہیں تو بغیر کسب و اخذ کے اس قوۃ الہی کا اعلی ترین سرچشمہ ہوتے ہیں ' اور انکے سلطان نفوذ و احاطۂ کلی کے آگے بدی کی تمام طاقتیں فنا ہوجاتی ہیں - انکے پاس لوہے کے آلات اور خون ریزی کے اسلحہ میں سے کچھہ نہیں ہوتا ' لیکن یہی قوۃ الاہیہ ہوتی ہے جو انکو ازسرتاپا ایک تسخیر الہی بنا دیتی ہے اور انکا وجود ' انکی نقل و حرکت ' انکی گفتار و رفتار ' انکا کھانا پینا ' رہنا سہنا ' غرضکہ زندگی اور وجود کی ایک ایک حرکت اور ایک ایک ادا کا اللہ محافظ ہوتا ہے ' اور انکے اندر نیکی کی نافذانہ و عاملانہ قوۃ کی بجلیاں بھر دیتا ہے -

انبیاء کرام کے ظہور کا مقصد سعادت انسانی اور سلام ارضی ہے ' اسلیے انکو نبوت کی جسقدر طاقتیں بخشی جاتی ہیں ' وہ انکے کام اور کام کی وسعت کے مطابق ہوتی ہیں - سپہ سالار فوج کو جتنی بڑی فوج سے لڑنا ہوتا ہے ' اسی کے مطابق اسکو فوجی سر و سامان بھی دیا جاتا ہے ' اور اسی کے مطابق اسکے سپاہیوں کی تعداد اور طاقت بھی ہوتی ہے - اسلام سے پہلے جسقدر انبیاء کرام علیہم السلام آے ' انکا جہاد صرف محدود ملکوں اور قوموں کی گمراہیوں کے مقابلے میں تھا - لہذا انکا سامان جنگ بھی انکے کام کے مطابق تھا - لیکن اسلام کا ظہور تمام کرۂ ارضی کی ضلالت کو نابود کرنے کیلیے تھا ' اور تمام نوع بشری کی اصلاح اسکے سامنے تھی - پس اسکا پیغمبر بھی تمام پچھلی قوتوں سے زیادہ قوۃ لیکر آیا ' اور تمام پچھلی فوجوں اور فوجی سر و سامان سے زیادہ وسیع و عظیم اسکی فوج اور اسکا سامان جنگ تھا -

یہی وجہ ہے کہ پیغمبرانہ طاقتوں میں سے ہر طاقت پیغمبر اسلام کو زیادہ ملی ' اور یہی وجہ ہے کہ اور تمام پیغمبروں کی طیار کردہ جماعت سے کہیں زیادہ طاقتور جماعت اس نے طیار کی - اعمال نبوت میں سب سے بڑی طاقت یہی قوۃ نفوذ و تربیت ہے ' اسی قوۃ سے وہ دنیا کی تمام شیطانی قوتوں کو نابود کردیتے ہیں - پس اسلام کے پاس اس قوۃ کا خزانہ بھی سب سے زیادہ وسیع تھا ' اور اس نے صحابہ کرام کی جو جماعت اس قوۃ سے طیار کی تھی ' وہ تمام پچھلی خلفاء نبوت جماعتوں سے بڑھکر اس قوۃ روحانی کو اپنے اندر رکھتی تھی -

عہد نبوۃ کی تاریخ ہمیں اور کچھہ نہیں بتلاتی ' صرف اسی قوۃ الہی کی ایک روحانی سرگذشت ہے - صحابہ کو جس چیز نے احتساب حق کی پیغمبرانہ قوتوں سے معمور کردیا تھا ' وہ اسی قوت کی تربیت تھی ' اور صحابہ کی زندگی میں احتساب حق کا جو عملی نمونہ نظر آتا ہے اور جو انکی زندگی کی ایک ایک ادا کے اندر جلوہ افگن ہے ' وہ اسی قوۃ معلمہ و مربیہ کی متعلمہ و تربیت یافتہ تصویر تھی -

حضرت حنظلہ تمیمی فرماتے ہیں : " ہم لوگ آنحضرت کی خدمت میں تھے کہ آپ نے جنت و دوزخ کا ذکر اس موثر طریقہ سے کیا کہ ہم نے اُنکو اپنی آنکھوں سے دیکھہ لیا ' لیکن میں خدمت مبارک سے اُٹھکر بال بچوں میں آیا اور اُنکے ساتھہ چہل اور ہنسی مذاق کرنے میں مصروف ہوگیا ' تو وہ اثر زائل ہوگیا جو آپ کے فیض صحبت نے پیدا کردیا تھا - پھر مجھکو وہ تذکرے یاد آے تو میں فوراً اُٹھا اور حضرت ابوبکر سے ملکر کہا کہ میں منافق ہوگیا ہوں - آنحضرۃ کی خدمت میں جو ذوق و شوق مجھپر طاری ہوگیا تھا ' وہ گھر پہنچکر باقی نہ رہا - حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : یہ کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے آخر ہم بھی تو ایسا ہی کرتے ہیں "

لیکن حضرت حنظلہ کو اُنکے اس جواب سے تسکین نہیں ہوئی - اونہوں نے براہ راست آنحضرت سے اسکا ذکر کیا - آپ نے فرمایا : " تملوگوں کی جو حالت میرے پاس ہوتی ہے ' اگر یہ قائم رہ جاتی تو تم سے فرشتے راستوں میں مصافحہ کرتے " (سنن ابن ماجہ صفحہ ۷۷۵)

روحانیت کی اس قوۃ کی اصلی پہچان یہ ہے کہ یہ انسان کے اندر ایک عامل و نافذ طاقت پیدا کردیتی ہے ' اور اسلیے اسکا وجود جسطرح انسانوں کو نیک بنا دینے کیلیے تھیر [illegible] ہے ' دوسرے انسانوں سے نہیں ہوسکتا - وہ وعظ کرسکتے ہیں ' ہدایت کرسکتے ہیں ' نیکی کی خوبیاں بتا سکتے ہیں ' مگر [illegible] جلال و سلطانی حق سے چھاکر آے نیک نہیں بنا دیسکتے - صحابہ کرام میں اس قوۃ حق کے کرشمے ہمیں ہر جگہ نظر آتے ہیں - لیکن خاص طور پر حضرۃ علی ' حضرۃ عمر ' اور حضرۃ ابوبکر (رضی اللہ عنہم) اس قوۃ کا مظہر تھے - حضرت ابوبکر صدیق نے جب سب سے پہلے تنہا ہجرت کرنی چاہی ' تو اسی قوۃ کا اعتراف تھا جسکی بنا پر ابن دغنہ نے آپ کو جانے سے روکا :

"مثلک یا ابا بکر لاتخرج ولا یخرج انک تکسب المعدوم و تصل الرحم وتحمل الکل و تقوی الضیف و تعین علی نوائب الحق فانا لک جار ارجع واعبد ربک [illegible] (بخاری جزو ۵)

اے ابوبکر ! تم جیسا شخص نہ ہجرت کرسکتا ہے اور نہ ہجرت کرنے پر اُسکو مجبور کیا جا سکتا ہے - تم مفلسوں کو مال دیتے ہو ' حقوق رحمی [illegible] قوم کا [illegible] اپنے سر پر اٹھا لیتے ہو ' [illegible] ضیافت کرتے ہو ' [illegible] قبیلے کی [illegible] ہو ' تم میرے پڑوسی ہو ' پلٹو اور اپنے شہر میں خدا کی عبادت کرو -

چنانچہ کفار قریش نے بھی ابن [illegible] کی سفارش سے [illegible] کے اندر عبادت کرنے اور قرآن پڑھنے کی اجازت دیدی اور اسطرح کفار باوجود انتہاء شقاوت و مخالفت کے خود انکو ہجرت سے روکنے لگے !

اُنہوں نے شوق عبادت میں گھر کے اندر ایک مسجد [illegible] اور عبادت و قرأت میں مصروف ہوگئے ' لیکن جب وہ قرآن پڑھتے تو اُن پر سخت خشیت و رقت طاری ہوجاتی تھی '

حقيقت يه هے كه آزادي صداقت اور دليري حق ادب كے منافي نهيں ' ورنه خود حضرت عمر سے زياده آنحضرت كا ادب كون كرسكتا تها؟ اپني ذات كے علاوه جب بهي كسي دوسرے سے كوئي حركت صادر هوجاتي جو آنحضرت كے ادب كے ذرا بهي منافي هوتي تو وه اسكي برداشت كي طاقت نهيں ركهتے تهے - آنحضرت كي خدمت ميں چند عورتيں نهايت اونچي آواز سے ساتهه گفتگو كررهي تهيں ' اتفاق سے حضرت عمر آگئے تو سب كي سب سے محتشا اوٹهه كے بهاگ گئيں كه اس جرات پر كهيں انكي تلوار احتساب كو حركت نهو جائے - آنهيں نے كها: " اے اپني جان كي دشمنو! رسول الله سے زياده مجهه سے ڈرتي هو؟ " (۱)

حضرت عمر كے كارنامه احتساب ميں سب سے زياده نماياں وه واقعات هيں ' جهاں انهوں نے صحابه كو كثرت روايت حديث سے روكا هے - حديث كي روايت جس قدر ضروري هے ' اسي قدر مشكل بهي هے - صحابه كے زمانه ميں اگرچه كذب في الرواية كا (يعنے عمداً غلط اور جهوٹ روايت كرنے كا) احتمال نه تها - تاهم غلطيوں كے پيدا هونے كا انديشه تها ' اور بعض موقعوں پر غلطياں پيدا بهي هوئيں - چنانچه اسكے متعلق حضرت عائشه ' حضرت ابن عمر ' حضرت ابو هريره اور حضرت عبد الله بن عباس كي تنقيدي روايات كو پيش نظر ركهنا چاهيئے - پس اسي بنا پر حضرت عمر روايت حديث كي غير محتاط كثرت پر نهايت سخت گيري كرتے تهے - حضرت ابوهريره نے جب كثرت سے روايتيں كيں ' تو انهوں نے صاف صاف كهديا - " اب اگر تم نے احتياط نه كي تو كوڑوں سے پٹوا كر نكلوا دونگا " (۲)

ايک بار حضرت ابو موسى اشعري نے ان كو تين بار سلام كيا ' وه مصروف تهے جواب نهيں ديا - وه واپس چلے گئے - فارغ هوے تو بلا كر واپس جانے كي وجه پوچهي - انهوں نے كها: " آنحضرت نے فرمايا هے كه تين بار اجازت طلب كرنے پر اگر اجازت نه ملے تو واپس جاو " حضرت عمر نے كها: " اس حديث كي صحت پر گواه لاؤ " چنانچه حضرت ابو سعيد خدري نے شهادت دي ' تو انكا دامن چهوڑا (۳)

دو عورتوں ميں زد و كوب هوئي - ايک حامله تهي - اسكا حمل ساقط هوگيا - حضرت عمر كے سامنے مقدمه پيش هوا تو آپ نے صحابه سے دريافت فرمايا : " كسي نے آنحضرت سے اسكے متعلق كوئي حديث سني هے ؟ " مغيره نے كها: " هاں ' آنحضرت نے اسكي ديت ايک غلام يا ايک لونڈي دلوائي هے " ليكن انهوں نے تسليم نه كيا اور اس حديث پر شهادت طلب كي ' چنانچه جب محمد بن مسلم نے گواهي دي تو اسكے مطابق فيصله كيا (۴)

انهوں نے اس معامله ميں اس قدر سخت گيري كي كه بعض موقعوں پر صحابه چيخ اٹهے: " لا تكن عذابا علي اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم " (۵) يعني اے عمر! اصحاب رسول كيليے تم عذاب نه هوجاو!

حضرت عمر كي نگاه اگرچه هميشه اسي قسم كے جلائل امور پر پڑتي تهي ' تاهم وه جزئيات احتساب سے بهي بے پروا نه تهے - جب ايک عورت شريک جنازه هوئي تو انهوں نے اسكو ڈانٹا كه تمهاري

(۱) بخاري جزء - ۸ ص - ۲۳

(۲) تذكرة الحفاظ جلد اول تذكره عمر فاروق -

(۳) بخاري جزء ۸ - ص - ۵۴ -

(۴) بخاري جزء - ۹ ص - ۱۱

(۵) ابو داود جلد - ۲ ص - ۳۴۹

شركت كا حكم شرعي موجود نهيں ' ليكن آنحضرت صلي الله عليه وسلم نے اسكو اجازت ديدي (۱)

ايک بار طائف كے دو آدميوں نے مسجد نبوي ميں شور و غل كيا - حضرت عمر نے انكو بلوا كر كها : " اگر تم مسافر نه هوتے تو ميں تمكو سزا ديتا ' تم مسجد نبوي كے اندر شور كرتے هو؟ " (۲)

ايک بار حضرت ابن زبير كے بدن پر حرير كا كپڑا ديكها تو اسكو پهاڑ ديا - انكے باپ زبير نے كها " تم نے بچے كو دل شكسته كرديا " فرمايا " بچوں كو حرير نه پهناؤ " يعني بچپن سے آنهيں عيش و راحت جسم كا عادي نه كرو - اسلام هر مسلمان كو سپاهي كي طرح ساده وضع اور محنت پسند ديكهنا چاهتا هے - (۳)

رويشد ثقفي ايک شخص تها جس نے شراب كي دكان كهولي تهي - حضرت عمر نے دكان ميں آگ لگوادي اور فرمايا : " تو فويسق هے نه كه رويشد " حضرت علي عليه السلام نے بهي ايک گاؤں كو جلواديا تها جس ميں شراب كي تجارت هوتي تهي (۴)

حضرت عمر (ض) نے ايک آدمي كو ديكها كه دوده ميں پاني ملا كر بيچ رها هے - اس سے چهينكر دوده كو زمين پر گرا ديا (۵)

انبيائے سابقين كي جو محرف اور ناقابل وثوق كتابيں عرب ميں پهيلي هوئي تهيں جن سے اسلام ميں بهي اختلاط مذهبي پيدا هوجانے كا خوف تها ' حضرت عمر نے اُن سب كو جلا ديا -

اے كاش اسرائيليات كا تمام ذخيره نابود هوجاتا -

سعد بن ابي وقاص نے اميرانه ٹهاٹ كے ساتهه ايک محل بنايا اور بادشاهوں كي طرح پردے ميں رهنے لگے ' حضرت عمر كو خبر هوئي تو اس محل كو جلوا ديا - يه شدت تهي جو اسلامي احتساب كے نمونوں نے همارے سامنے پيش كي هے - يه امارت اور سلطاني كے بڑے بڑے محل هي هيں جنكے اندر انسانية كي بربادي كي تمام خباثتيں پليں ' اور يهي محل هيں جنهوں نے خلفاء اسلام كي كچي ميزانوں كي جگه بنكر اسلام كي اصلي طاقت كو پاش پاش كرديا !

اس قسم كے سيكڑوں واقعات هيں جنكي تفصيل اس مختصر مضمون ميں نهيں كي جاسكتي -

(ايک دقيق نكته)

آنحضرت صلى الله عليه وسلم نے امر بالمعروف و النهي عن المنكر كا يه طريقه بتايا هے :

من راى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه ' فان لم يستطع فبقلبه و ذلك اضعف الايمان (مسلم جلد - ۱ ص - ۳۸ كتاب الايمان)	تم ميں سے جو شخص كسي برائي كو ديكهے تو چاهيے كه اسكو اپنے هاتهه سے بدلدے ' ليكن اگر اس پر قادر نهو تو زبان سے ٹوكے ' اگر اس پر بهي قادر نهو توكم ازكم دل هي سے برا سمجهے ' مگر يه آخري صورت ادنى درجه كا ايمان هے -

يه حديث احتساب مختلف درجوں كي اس قدر جامع هے كه ايک صاحب اقتدار بادشاه سے ليكر ايک اپاهج فقير تک اسكے اندر اپنا حكم اور طريقه پالے سكتا هے ' ليكن اسكے علاوه احتساب كا ايک اور طريقه بهي هے جس پر هر شخص عمل نهيں كرسكتا - احتساب كا هر طريقه هاتهه ' زبان ' يا كم از كم دل كي قوت كا محتاج

(۱) سنن ابن ماجه - ص - ۲۷۱

(۲) بخاري جزء ۱ - ص - ۹۷

(۳) الحسبة في السلام لحجة الاسلام ابن تيميه - ص - ۴۴

(۴) الحسبة في السلام - ص - ۴۳

(۵) الحسبة في السلام - ص - ۴۳

هر فرمایش میں البلاغ کا حواله دینا ضروری هے

رینلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ ف لنڈن

یه مشهور ناول جو که سوله جلدوں میں هے ابهي چهپ کر نکلی هے اور تهوڑي سي رهگئي هے - اصلي قیمت کي چوتهائي قیمت میں دیجاتي هے - اصلي قیمت خالص ۴۰ روپیه اور اب دس ۱۰ روپیه - کپڑیکي جلد هے جسمیں سنهري حروف کي کتابت هے اور ۳۱۶ هاف ٹون تصاویر هیں تمام جلدیں دس روپیه میں وي - پي اور ایک روپیه ۱۴ - آنه محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بوبازار - کلکته

Imperial Book Depot, 6o Srigopal Mullick Lane,
Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور

تبله انعام

همارا سائنس فکسن فرسٹ هارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و هوا میں یکساں رهنے والا همارے خاص کارخانه میں کراساں لکڑي سے طیار کیا هوا هے اسوجه سے کبهي پوري قیمت اور کبهي نصف قیمت پر فروخت کرتے هیں - ایک ماه کیلیے یه قیمت رکهی گئی هے - ایک مرتبه منگواکر آزمایش کیجیے - نهیں تو پهر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچه مال ناپسند هوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے هم واپس کرلیوینگے - اس وجه سے آپ دریافت کرلیجیے که یه کمپنی کسی کو دهوکا نهیں دیتی هے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیه - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیه - و ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیه - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیه - هر ایک باجه کیواسطے مبلغ پانچ روپیه پیشگي روانه کرنا چاهیے اور اپنا پورا پته اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکهنا چاهیے - هر ایک سنگل ریڈ کے ساتهه ایک گهڑي اور ڈبل ریڈ کے ساتهه ایک تبله و ڈگی انعام دیا جاویگا - هندي هارمونیم سکهنا کا قیمت ایک روپیه هے -

نیشنل هارمونیم کمپني ڈاکخانه شمله - کلکته

SALVITAE

یه ایک اتنا مجرب دوا ان امراض کا هے که جسکي وجه سے انسان اپنی قدرتي قوت سے گرجاتا هے - یه دوا ان کهوئي هوئي قوت کو پهر پیدا کر دیتي هے - قیمت ایک روپیه -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمه اور کتنے هي عرصه کا هو اگر اس سے اچها نه هو تو همارا دمه - کهانسي کے لیے بهي مفید هے - قیمت ایک روپیه -

PILES TABLETS

بواسیر خوني هو یا بادي - بغیر جراحي عمل کے اچها هوتا هے - قیمت ایک روپیه -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

---

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هر قسم کا جنون خواه نوبتي جنون' مرگي زدہ جنون' غمگین رهنے کا جنون' عقل میں فتور' بے خوابي وغیره دفع هوتي هے - اور وه ایسا صحیح و سالم هو جاتا هے که کبهی ایسا گمان تک بهي نهیں هوتا که وه کبهي ایسے مرض میں مبتلا تها -

قیمت في شیشي پانچ روپیه علاوه محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سہام صاحب کا اوبهرالین

مستورات کے جمله اقسام کے امراض - یعنی خلاصه نه آنا - بلکه اسوقت درد کا پیدا هونا - اور اسکے دیر پا هونیسے تشنج کا پیدا هونا - اولاد کا نهونا غرض کل شکایات جو اندروني مستورات کو هوتے هیں - مایوس شده لوگونکو خوشخبري دیجاتي هے که مندرجه ذیل مستند معالجونکي تصدیق کرده دوا کو استعمال کریں اور ثمره زندگاني حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سہام صاحب کا اوبهرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاهو - ڈاکٹر ایم - سي - ننجنڈا راو اول اسسٹنٹ کیمیکل اگزامنر مدراس فرماتے هیں - "مینے اوبهرالین کو امراض مستورات کیلیے" نهایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ریلس - ایل - ایم - ایل - آر - سي - پي ایف ایس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتي هیں :- "نمونے کي شیشیاں اوبهرالین کي اچهے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پایا" -

مس ایم - جي - ایم - براڈلي - ایم - ڈي - (برن) بي - ایس - سي - (لنڈن) سینٹ جارج اسپتال ارکاڈي بمبئي فرماتي هیں : "اوبهرالین جسکو که مینے استعمال کیا هے" زنانه شکایتوں کیلیے بهت عمده اور کامیاب دوا هے"

قیمت في بوتل ۲ روپیه ۸ آنه - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیه -

پرچه هدایت مفت درخواست آنے پر روانه هوتا هے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

IMPERIAL FLUTE

بهترین اور نهایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیه
قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیه

هر درخواست کے ساتهه ۵ روپیه بطور پیشگي آنا چاهیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیه -
ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیه

I mperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane
Bowbazar, Calcutta.

پوپن ٹائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز دوا - یه دوا کل دماغي کمزوریونکو دفع کرتي هے - پژمرده دلونکو تازه بناتي هے - یه ایک نهایت عمده ٹانک هے جوکه یکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے هیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسه کو قوت پهونچتي هے - هسٹریه وغیره کو بهي مفید هے - قیمت دو روپیه -

زینو ٹون

اس دوا کے بیروني استعمال سے ضعف باه ایکدم دور هو جاتي هے اس کے استعمال کرتے هي آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیه آٹهه آنه -

AYESHA

مُفرح دماغ - حسن کي افزائش - رنگوں کي تازگي - بال کا بڑهنا یه سب باتیں اسمیں موجود هیں - نهایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیه -

نمونه مُفت - مشوره مُفت - فهرست مُفت

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

مفت! مفت!!

راے صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب کا تصنیف کرده نوجوانوں کا رهنما و صحت جسماني - و زندگي کا بیمه کتاب قانون عیاشي - مفت روانه هوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

اور اسکا روحانی اثر کفار کے بال بچوں پر پڑتا تھا ' وہ سب پروانہ وار اِس شمع ہدایت پر ٹوٹ ٹوٹ کے گرتے - یہ حال دیکھکر کفار کو خوف ہوا کہ ہمارے بال بچے کہیں مسلمان نہ ہوجائیں - چنانچہ کفار نے ابن دغنہ کو اونکا اپنا قول و قرار یاد دلایا - لیکن حضرت ابوبکر نے فرمایا : " اب میں تمھاری ہمسائیگی سے خدا کی ہمسائیگی میں جاتا ہوں " خدا نے بھی انکی یہ آرزو بہت جلد پوری کردی اور چند ہی دنوں کے بعد ہجرت نبوی کا واقعہ پیش آ گیا -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قوۃ احتساب اور روحانی اثر کا تو خود آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تصدیق فرمائی - جب چند عورتوں نے آنحضرت کے سامنے ذرا بیباکی سے گفتگو کی ' اور آنحضرت کے رفق وملاطفت نے بھی اسکو گوارا کرلیا ' تو یہ حضرت عمر ہی کی ہیبت تھی جس نے انکو پردے کی آڑ میں بھگا دیا تھا ' اور اُس موقع پر دعوت کی زبان نے حضرت عمر کی اس روحانی قوۃ احتساب کا اعلان کیا تھا :

ما لقیک الشیطان سالکا فی — ہمیشہ شیطان تمھاری راہ سے
قط الا سالک فی تحسب — بچ کے چلے گا -

(بخاری جزو ۵)

(ایک متفرق نظر)

خلافت کے فرائض نے اگرچہ حضرت ابوبکر (رض) و حضرت عمر (رض) کے دائرۂ احتساب کو نہایت وسیع کردیا ہے ' تاہم صحابہ کا زمانہ خیر القرون تھا ' اسلیے صحابہ کا ہر فرد سرگرم احتساب رہتا تھا - یہاں تک کہ معمولی سے معمولی چیزوں پر بھی روک ٹوک کی جاتی تھی -

اسلام نے دنیا کی مدنیۂ صالحہ کو جو ترقی دی ہے ' اوسکا اثر ایک ایک جزئیات میں نظر آتا ہے - کھانے پینے اوٹھنے بیٹھنے ' ملنے جلنے ' غرض ہر چیز میں عرب کی حالت قابل اصلاح تھی ' اور اسلام نے اوسکی اصلاح کی - منجملہ اون تمام اصلاحوں کے ایک جزئی اصلاح یہ بھی تھی کہ کھانے پینے کی حالت میں حرص و طمع کا اظہار نہ ہونے پاے - اسی بنا پر آنحضرت نے ایک ساتھہ دو دو کھجوروں کے کھانے کی ممانعت فرمادی تھی ' کیونکہ اس سے حرص و طمع کا اظہار ہوتا تھا - احادیث کی اصطلاح میں اوسکو " قران " کہتے ہیں -

ایک مرتبہ قحط کا زمانہ تھا ' حضرت ابن زبیر لوگوں کو کھجوریں تقسیم کردیا کرتے تھے ' لوگ شدت گرسنگی میں کھاتے تھے ' تو تہذیب اور ارشاد نبوی کا لحاظ نہیں رکھتے تھے - لیکن جب حضرت عبد اللہ ابن عمر اودھر سے گذرتے تو لوگوں کو ٹوکتے : " آنحضرت نے قران سے منع فرمایا ہے ' البتہ اپنے دوسرے شریک طعام سے اجازت لیکر ایسا کیا جاسکتا ہے " (بخاری جزء ۳)

ایک مرتبہ حضرت ابن عمر نے ابو ایوب انصاری کو دعوت دی ' وہ آے تو دیوار پر ایک منقش و مصور پردہ لگا ہوا تھا - حضرت ابن عمر نے معذرت کی کہ " عورتوں نے ایسا کیا ہے " لیکن اونہوں نے دعوت کو رد کردیا اور اوٹھکر چلے آے -

فرض احتساب کا دائرہ صحابہ ہی تک محدود نہ تھا بلکہ جو لوگ اونکی صحبت سے مستفید ہوتے تھے ' وہ بھی نہایت آزادی کے ساتھہ اس فرض کو ادا کرتے تھے ' اور خود صحابہ کو ٹوکتے تھے - ایک مرتبہ حضرت ابو برزہ سلمی گھوڑے پر سوار ہوکر آے اور اوترکر نماز پڑھنے لگے ' گھوڑا بھاگا ' اونھوں نے نماز چھوڑکر اوسکا تعاقب کیا اور پکڑ لاے ' پھر نماز پوری کی - ایک شخص نے دیکھا تو کہا : " اس بڈھے کی اس جراءت کو دیکھیے کہ گھوڑے کے پکڑنے کیلیے نماز چھوڑ دی " اونھوں نے کہا : " جب سے آنحضرت کا ساتھہ چھوٹا کسی نے مجھہ کو ملامت نہیں کی تھی - میرا گھر بہت دور ہے ' اگر گھوڑا بھاگ جاتا تو میں شام تک گھر نہیں پہونچ سکتا تھا ' میں آنحضرت کی آسانیاں دیکھہ چکا ہوں (بخاری جزء ۸)

تفسیر البیـــان

اور جمـاعـــۂ طـلـبـاء

تفسیر کے حقیقی مخاطب و مستحق طلباء ہیں

مجھے اس بات سے ایک گونہ افسوس ہے کہ آپنے عام مسلمان خریداروں کے لیے البیان کے چندے میں ایکروپیہ کی رعایت کی ہے ' بشرطیکہ ایک ماہ کے اندر خریداری کی درخواستیں آپ کے دفتر میں پہونچ جائیں - مگر اُن بیچاروں کے لیے کسی قسم کی رعایت نہیں رکھی جن کے لیے البیان کا مطالعہ از بس ضروری ہے ' اور قوم کے لیے عموماً اور آپ جیسے فاضل اجل ' داعی الی الحق ' اور اسلام کے دلدادہ کے لیے خصوصاً لازم ہے کہ اُن کی حالتوں کو درست کیا جاے - تاکہ آیندہ ترقی کے لیے ایک مفید عنصر ثابت ہوں -

آپ کو معلوم ہوگا کہ آجکل کے پڑھے لکھے نوجوانوں پر مغربی تعلیم نے ایسا اثر کیا ہے کہ وہ اسلام کی حقانیت اور اُس کے معانی کو پس پشت ڈالتے جاتے ہیں ' اور اس طرف سے بہت کچھہ غفلت کر رہے ہیں ' آجکل کے طالب علم کو اتنا بھی معلوم نہیں ہے کہ اسلام کیا ہے ؟ اور قرآن حکیم کی کیا تعلیم ہے ؟ مگر میرے خیال میں ایک طرح وہ راستی پر ہیں ' کیونکہ اُن کو ایسی ہی تعلیم دی جارہی ہے جس میں مستغرق ہونے کے بعد وہ مذہبی تعلیم کی کسی طرح پروا نہیں کرسکتے - پھر عموماً وہ غریب اپنے تعلیمی اخراجات کے نیچے اِس قدر دبے ہوئے ہیں کہ ان میں اتنی طاقت ہی نہیں ہوتی ہے کہ عمدہ عمدہ مذہبی کتب کا مطالعہ کر سکیں -

اگرچہ جو قیمت سالانہ آپنے البیان کی رکھی ہے ' اسقدر زیادہ نہیں ' مگر ایک طالب علم کے لیے زیادہ ہے ' کیونکہ اُس کے تعلیمی اخراجات اتنے زیادہ ہیں کہ ایک کوڑی بھی اُن کتب کے مطالعہ کے لیے نہیں بچا سکتا - میں نے اکثر طالب علموں کو اسوقت کہتے سنا ہے کہ " افسوس البیان کا مطالعہ ہمارے لیے ازحد ضروری ہے ' مگر ہم کچھہ نہیں کرسکتے - ہم میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کی خریداری کے لیے رقم مہیا کر سکیں "

میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر ہم طالب علموں کے لیے کسی قدر ہمیشہ کے لیے البیان کے سالانہ چندے میں رعایت کی جاے ' تو بہت سے طالب علم اِس کو خریدنے کے لیے تیار ہو جائینگے -

اس زمانہ میں اس بات کی سخت سے سخت ضرورت ہے کہ کسی صورت سے طالب علموں کے دلوں میں اسلام کی حقانیت کا اثر ڈالا جاے ' اور اسلام کا من جانب اللہ ہونا ثابت کیا جاے - اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ قـرآن کریـم کی ایک مفصل اور مشرح تفسیر انکے سامنے پیش کی جاے ' جس کو وہ بآسانی مطالعہ کرسکیں - یہ تو ہر طرح معلوم و یقین ہے کہ صرف آپ ہی کی تفسیر اس ضرورت کو پورا کرسکتی ہے ' مگر سوال یہ ہے کہ ہم لوگ (طالب علم) کیا طریقہ اختیار کریں جس سے فیضیاب ہو سکیں ؟

.... بی - اے -
متعلم ایل - ایل - بی - کلاس

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الكريم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۴ : ۵۲)

نمبر - ۱۰ | کلکته : جمعه ٦ - ربيع الثاني سنة ۱۳۳۴ هجري — Calcutta : Friday, 11,th February 1916. | جلد ۱

ترجمان القرآن

يعني قرآن حکيم کا اردو ترجمه ' از خامهٔ ابوالکلام

آسماني صحائف و اسفار کے حقيقي حامل و مبلغ حضرات انبياء کرام و رسل عظام هيں - پس انکي تبليغ و تعليم اور نشر و توزيع کا مقدس کام درا صل ايک پيغمبرانه عمل هے ' جس کي توفيق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهيں حق تعالی انبياء کرام کي معيت و تبعيت کا درجهٔ عطا فرماتا هے ' اور اونکا نور علم براه راست مشکواۃ نبوت سے ملخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله يؤتيه من يشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخيره ميں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفيق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحيم رحمة الله عليه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام العلم ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکيم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي ميں اپنا عديم النظير ترجمه مرتب کيا - انکے بعد حضرة شاه رفيع الدين اور شاه عبد القادر رحمة الله عليهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان ميں ترجمة القرآن کي بنياد استوار هوئي - شکر الله سعيهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهيک ايک صدي گذر چکي هے ' ليکن يه کهنا کسي طرح مبالغه آميز نه سمجها جائيگا که نشر و تبليغ قرآن حکيم کي جو بنياد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکميل کا شرف حق تعالی نے ايڈيٹر الهلال کيليے مخصوص کرديا تها ' جنهوں نے بعض داعيان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرآنيه ' و ضروريات و احتياجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکيم کا يه اردو ترجمه نهايت سليس ' عام فهم ' معني خيز ' حقيقت فرما عبارت ميں مرتب کيا هے ' اور بحمد الله که زير طبع هے -

يه ترجمه کيسا هے ؟ ان لوگوں کيليے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هيں ' اسکا جواب دينا بالکل غير ضروري هے -

يه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه ليتهو ميں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه ميں آسکے - قيمت في جلد چهه روپيه رکهي گئي هے - ليکن جو حضرات اس اعلان کو ديکهتے هي قيمت بهيجديںگے ' انسے صرف ساڑهے چار روپيه ليے جائينگے - درخواستيں اور روپيه منيجر البلاغ کے نام بهيجنا چاهيے -

البــلاغ

فی

مقاصد القران

هــذا بـيـان لـلـنـاس ' و هـدى و موعظة للمتقين (۳ : ۳۳)

یعنی قرآن حکیم کي مفصل تفسير' از خامه اڈیٹر الهلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاهر کردینا کافي هے که قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اوسکي محیط الکل معلمانه دعوة کا موجوده دور جس قلم کے فیضان سے پیدا هوا هے' یه اسي قلم سے نکلي هوئي مفصل اور مکمل تفسیر القرن هے !

یه تفسیر موزوں کتابي تقطیع پر چھپنا شروع هوگئي هے - هر مهینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیاده سے زیاده ۱۰۰ صفحے اعلی - جه کے ساز و سامان طباعة کے ساتهه شائع هوتے رهینگے - اس سلسلے کا پهلا نمبر جسمیں نصف حصه مقدمۂ تفسیر او ر نصف سورۂ فاتحه کي تفسیر کا هوگا' انشاء الله عنقریب شائع هوجائیگا - قیمت سالانه ۲۵ - ربیع الاول تک چار روپیه - بعد کو پانچ - روپیه -

اڈیٹر الهلال کي راے

میں همیشه کلکته کے یوروپین فرم " جیمس مرے " کے یهاں سے عینک لیتا تها - اس مرتبه مجهے ضرورت هوئي تو میسرز ایم - ان - احمد - اینڈ سنز (نمبر ۱-۱۵ رپن اسٹریٹ کلکته) سے کئی مختلف قسم کي عینکیں خرید کیں' اور میں اعتراف کرتا هوں که وه هر طرح بهتر اور عمده هیں' او ر یوروپین کارخانوں سے مستغنی کردیتي هے - مزید براں مقابلتا قیمت بهي ارزاں هیں - کام بهي جلد اور وعده کے مطابق هوتا هے -

آپکو واجبي قیمت پر هر قسم کي اصلي پتهر کي عینک مضبوط صحیح وقت دینے والي گهڑیونکي ضرورت هو تو ان میں سے ایک منگواکر آزمایش کریں - رعایتي قیمت وغیره کي لالچ میں پڑکر دهوکا نه کهائیں •

صرف اپني عمر و دور و نزدیک کي بینائي کي کیفیت تحریر فرمانے پر همارے لایق و تجربه کار ڈاکٹرونکي تجویز سے اصلی پتهر کي عینک بذریعه وي - پي کے ارسال خدمت کي جائیگي - اسپر بهي اگر آپ کے موافق نه آے تو بلا اجرت بدل دیجائیگي -

عینک نکل کمانی مع اصلی پتهر کے قیمت ۵ روپیه سے آٹهه روپیه تک -

عینک رولڈ گولڈ کماني مع اصلي پتهر کے قیمت دس روپیه سے پندره روپیه تک - محصول ڈاک، وغیره ۶ - آنه -

دو نظر (یعني نزدیک و دور دیکهنے) کي عینک قیمت بالا نرخوں سے ۵ روپیه زیاده -

۱ - انگما واچ پتلي خوشنما مضبوط و صحیح وقت کي گارنٹي ۳ سال مع محصول ۵ روپیه -

۲ - قبل کیس خوبصورت و مضبوط وقت کي سچی گارنٹي ۳ سال مع محصول ۶ روپیه -

۳ - چاندیکي قبل کیس مثل کرونامیٹر کے وقت کي سچي گارنٹي ۳ سال مع محصول ۱۰ روپیه -

۴ - نکل کیس و میکا واچ نهایت پائدار و وقت کي نهایت سچي گارنٹي ۵ سال مع محصول ۱۷ - روپیه -

۵ - نیو رسٹ واچ هاتهه کي زیب دینے والي مع تسمه گارنٹي چار سال مع محصول ۱۵ - روپیه سے ۲۲ - روپیه تک -

ایم - اِن - احمد اینڈ سنز تاجران عینک و گهري نمبر ۱ - ۱۵ رپن اسٹریٹ ڈاکخانه ویلسلي کلکته

جسکا درد وهي جانتا هے ' دوسرا کیونکر جان سکتا هے

یه سخت سردي کے موسم میں تندرست انسان کا جاں بلب هو رها هے - سردي هٹانے کیلیے کتنے بندوبست کیے جاتے هیں - لیکن افسوس بدقسمتي سے دمه کے مریض نا قابل برداشت تکلیف سے بهت هي پریشان هوتے هیں' اور رات و دن سانس پهولنے کیوجه سے دم نکلے جاتے هیں' اور نیند تک حرام هو جاتي هے - دیکهیے ! آپ انکو کسقدر تکلیف هے - لیکن افسوس هے که اس لا علاج مرض کي بازاري دوا زیاده تر نقصان اشیاء او ر دهتوره' بهنگ' بلا ڈونا' پوٹاس' اے او دالڈ' دیکر بنتي هے - اسلیے فائده هونا تو درکنار مریض بے موت مارا جاتا هے - ڈاکٹر برمن کي کیمیائي اصول سے بني هوئي دمه کي دوا ایک انمول جوهر هے یه صرف هماری هي بات نهیں هے بلکه هزاروں مریض اس مرض سے شفا پاکر مداح هیں - آپنے بهت خرچ کیا هوگا - لیکن ایک مرتبه اسے بهي آزمالیں - اسمیں نقصان نهیں - قیمت ایک روپیه چار آنه في شیشي - محصول ڈاک ۵ آنه - اس دوا کي دو خاص فوائد هیں - (۱) ایک خوراک میں دمه دبتا هے - (۲) اور کچهه روز کے استعمال سے جڑ سے چلا جاتا هے اور جبتک استعمال میں رهے مزوا نهیں هوتا هے

Tel. Address: "Albalagh" Calcutta.
Telephone No 948.

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad.
45. Ripon Lane.
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly .. Rs. 6-12

البلاغ

مسئول رئیس قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدهلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکته

ٹیلی فون نمبر ۹۴۸

سالانه - ۱۲ - روپیه
شش ماہی - ۶ - ۱۲ - آنه

نمبر - ۱۰ | کلکته : جمعه ۹ - ربیع الثانی سنه ۱۳۳۴ هجری | جلد ۱
Calcutta : Friday, 11th February 1916.

دعوة الی القـــران

گذشته اشاعة کے آخري صفحه میں هم نے تفسیر البیان کي قیمت کے متعلق ایک مراسلة درج کي تهي - آسکے متعلق پنجاب کے ایک صاحب غیرت و درد بزرگ لکهتے هیں :

" اس خط کو پڑهکر خاکسار کي طبیعت پر نهایت اثر پڑا ' الله الله ایک جماعت تو ان لوگوں کي هے جنکو جناب کي قلمي خدمات سے مستفید هونے کي توفیق ملي هے مگر اپني بدبختي سے محروم رهتي هے - اور ایک جماعت آن لوگوں کي هے جو فیض یاب هونے کیلیے مضطرب هیں ' لیکن اتني استطاعت نهیں رکهتے که اپني حسرت پوري کریں - حقیقت یه هے که جناب کي تصنیفات کے اصلي مستحق یهي لوگ هیں - انگریزي مدارس کے تعلیم یافته طلباء کي مذهبي اصلاح تمام آینده نسل کي اصلاح هے ' اور انهي کو سب سے زیاده ضرورت اس بات کي هے که جناب کي روح بخش تصنیفات سے فیض یاب هوں - جس وقت سے جناب نے البیان کا اعلان کیا هے ' میں اسکي ضرورت محسوس کر رها هوں اور اپنے اکثر دوستوں سے بهي عرض کرچکا هوں - اس مشکل کے دور کرنے کا اصلي علاج یه هے که ایک مستقل فنڈ اس غرض سے کهولدیا جاے که جو طلباء ' علماء ' اور عام طور پر غیر مستطیع اشخاص البلاغ اور البیان کو انکي اصلي قیمت دیکر نهیں خرید سکتے ' انسے نصف قیمت لي جاے ' اور نصف قیمت اس فنڈ سے ادا کردي جاے - جناب کے عقیدتمندوں کا دائره بحمد لله اسقدر وسیع هے که کسي ایسے فنڈ کے قائم کرنے میں ذرا بهي دقت نهیں هوسکتي - صرف اعلان کي ضرورت هے - جناب نے خاکسار کي درخواست پر پانچ شخصوں کے ساتهه رعایت منظور فرمالي لیکن اسطرح کس کس شخص کیلیے صرف دفتر هی پر بار ڈالا جالیگا ' علی الخصوص جبکه الهـــلال پریس کي ضبطي ضمانت کے نقصانات کثیره اس ضبط و تحمل کے ساتهه جناب نے گوارا کیے هیں - بهرحال میں اس بارے میں صرف تحریک هي نهیں کرتا بلکه اپني جانب سے پچاس روپیه کي ایک حقیر رقم بهي پیش کرتا هوں - بشرطیکه دیگر ناظرین البـــلاغ بهي خاکسار کا ساتهه دیں ' اور بهت جلد اس فنــڈ کو اس حد تک پهنچا دیں که هـزاروں غیر مستطیع صاحبان علم میں هم " البـلاغ " اور " البیـان " کو تقسیم کرسکیں - جناب از راه نوازش اس عریضه کو شائع فرمادیں - البته خاکسار کے نام کے اظهار کي ضرورت نهیں - "

حقیقت حال یه هے که جس وقت سے البیـان اور ترجمان القرآن کا اعلان هوا هے ' تقریباً هر روز پندره بیس خطوط آن علماء و طلباء کے پهنچتے هیں ' جو انکے مطالعه کا نهایت شوق ظاهر کرتے هیں:- لیکن مالي مجبوریوں کي وجه سے خرید نهیں سکتے - پچهلے نمبر میں صرف ایک خط بطور نمونه کے درج کردیا گیا تها ' تاکه ملک کي حالت کا انداز هو سکے - الهـــلال کي پوري سه ساله زندگي ایسے هي درخواستوں کے هجوم میں گذري ' اور البــــلاغ کا بهي یهي حال هے -

الهــــلال کے متعلق احباب کو معلوم هے که اسکے صدها نسخے همیشه مفت تقسیم کیے گئے ' اور نو سو سے زاید اشخاص سے نصف قیمت بلکه اس سے بهي کم منظور کرلي گئي -

موجوده حالت پریس کي مالي مشکلات کي جیسي کچهه هے ' اسکو الله هي بهتر جانتا هے ' اور اگر اسکا فضل و کرم عزم و اراده کي لازوال دولت سے مالا مال نه کردیتا ' تو سچ یه هے که البــــلاغ کا ایک نمبر بهي نکالنا مشکل تها ' با ایں همه دفتر نے اب بهي اس قسم کي درخواستوں کو منظور کرلینے کي کوشش کي ' اور الله هي کے فضل پر اعتماد هے - وه چاهیگا تو اپني دعوة حق کي اشاعة و توزیع کا خود بخود سامان کردیگا -

الله تعالی آپکو جزاے خیر دے که آپنے محض محبت ایماني و شیفتگي قرآني کے رشتے سے البــــلاغ و البیـــان کے متعلق یه تجویز پیش کي هے منظور هوگا تو آپکي تحریک ضایع نهوگي اور وه جس کام کیلیے چاهے دلوں کو کهول دے سکتا هے !

اعتذار

جنگ یورپ کا جو اثر ابتدا سے کاغذ کے مسئله پر پڑا هے ' اس سے احباب کرام بے خبر نهیں هیں - الهـــلال جس کاغذ پر چهپتا تها ' آسکي قیمت زیاده سے زیاده پونے چار روپیه في ریم تهي - وهي کاغذ البــــلاغ کیلیے چهه روپیه في ریم کے حساب سے لینا پڑا ' لیکن هم نے اس اضافـه کو بهي گوارا کرلیا اور برابر البــــلاغ آسي کاغذ پر چهپتا رها -

لیکن اب حالت یهاں تک پهنچ گئي که اس قسم کے کاغذ سے تمام بازار یکسر خالي هوگیا هے ' اور اگر چار گني قیمت بهي دي جاے جب بهي میسر نهیں آ سکتا - مجبوراً دوسرے قسم کے کاغذ کو قبول کرنا پڑا اور آج پهلي مرتبه اسپر البـلاغ چهاپا جاتا هے - اسکي قیمت بهي الهـلال کے کاغذ سے ڈیوڑهي هے !

(۲)

آج جمعرات کا دن هے - اس نمبر کے تمام فارم چهپ چکے هیں ' صرف آخري فارم شذرات کا باقي هے ' مگر یکایک مولانا کي طبیعت بدمزه هوگئي هے ' اور اُمید نهیں که اس حالت میں آج شذرات لکهے جاسکیں اور کمپوز هوسکیں - مجبوراً مراسلات کا ایک مضمون جو کمپوز شده طیار تها ' شذرات کي جگه دیدیا جاتا هے تاکه نا قاعده اشاعت میں اب پهر فتور نه آنے -

[منیجر]

"كتاب مرقوم يشهده المقربون" (۸۳ : ۱۸)

"في ذالك فليتنافس المتنافسون !" [۸۳ : ۲۶]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) "الہلال" تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۃ اسلامیۃ کے احیاء، درس قرآن و سنت کی تجدید، اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ، اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال، اور نیز مقالات علمیہ و فصول ادبیہ، و مضامین و عناوین سیاسیۃ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الاہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے، وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ، ایک ایک جملہ، ایک ایک ترکیب، بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب، و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجتہدانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الاہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی نظیر و مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا !

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی، اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں، ہزاروں زبانوں، اور صدہا اقلام و صحائف نے اس حقیقت کو معتقدانہ تکرار دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالعلم

والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا، اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین، مذبذبین، متفرنجین، ملحدین، اور تارکین اعمال و احکام، راسخ الاعتقاد مومن، صادق الاعمال مسلم، اور مجاہد في سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے: و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد في سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے، وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و موہبت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت، متلاشیان علم و حکمت، خواستگاران ادب و انشاء، تشنگان معارف الاہیہ و علوم نبویہ، غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہیں- وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے، جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے، اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے-

(۷) چھہ مہینے کی ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئی ہے - ولایتی کپڑے کی جلد، اعلی ترین کاغذ، اور تمام ہندوستان میں وحید و فرید چھپائی کے ساتھہ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپے گی - تیسری، چوتھی اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زائد ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں، اس قسم کی ہر چار تصویریں بھی اگر کسی اور کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے- ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے-

(۳) قومي يا نيشنلسٹ - اس فرقه كي تھيوري يه ہے كه صرف كاشت اور سكونت كي زمينيں شخصي ملكيت سے نكال دي جائيں ' كيونكه ثروت كا اصلي منبع زمين ہے ' اور جب تمام زمينيں جمہور يا گورنمنٹ كي ملك ہوجائيں گي ' تو اهل حاجت اور مفلسين كي حالت بہت كچھه سنبھل جائيگي -

سوشلسٹوں كے يه مختلف فرقے تمام ممالك متمدنه ميں روز بروز پھيلتے جاتے هيں اور هر جگه انكي تعداد روز بروز بڑهتي جاتي ہے - يورپ كے بعض بعض ملك كے اكثر باشندے سوشيلزم كے معتقد هوتے جاتے هيں - اس فرقه كي تمام اطراف عالم ميں خفيه سوسائيٹياں ' انجمنيں ' اور اخبارات هيں ' جو انكے خيالات كي اشاعت كرتے هيں ' بيدار كرتے هيں ' موجوده نظام سلطنت كے برخلاف جوش پيدا كرتے هيں ' سلاطين ' حكام ' ملك ' اور ارباب ثروت كے قتل كي تدبيريں كرتے هيں - ناچار گورنمنٹوں كو انكي مزاحمت پر آماده هونا پڑتا ہے ' اور بزور قوت انكي بيخكني كي كوششيں كرني پڑتي هيں - ليكن يه تمام كوششيں بے سود هوتي هيں اور سوشلزم كا سيلاب نهيں تهمتا -

سنه ۱۸۸۷ ع سے اس مذهب كے پيرو جرمني ميں بہت بڑھ رہے هيں - سنه ۱۹۰۸ ع ميں جرمني ميں اشتراكيين كي تعداد دس لاكهه تهي ' سنه ۱۹۱۰ ع ميں بيس لاكهه هوگئي - جرمني كے علاوه فرانس ' بلجيم ' هولينڈ ' پولينڈ ' روس ' امريكا ' رومانيا ' اٹلي ' پروشيا ' سويٹزرلينڈ ' انگلينڈ ' اور امريكا كا بھي يهي حال ہے -

اشتراكيين كي تعداد ميں روز بروز اضافه هونا كوئي تعجب انگيز امر نهيں ' كيونكه سوشلزم كا اصلي مقصود فقراے قوم اور مزدور پيشه اشخاص كي حمايت ہے ' اور يه معلوم ہے كه ملك ميں مزدوروں اور فقيروں كي تعداد تمام فرقوں سے زياده ہے - اس حالت ميں فرض كرلينا چاهيے كه يورپ كے تمام فقرا اور مزدور پيشه درحقيقت سوشيالسٹ هيں - ليكن عجيب تر يه ہے كه سوشيلزم كي آواز سے تمام يورپ اسقدر گونج اٹھا ہے كه اسكي تاثير سے يورپ كا كوئي فرقه بچ نهيں سكتا ' كنسرويٹو پارٹي جسكا منتہاے مقصد قديم آداب و رسوم كي حمايت اور ذاتي اعزاز و مناصب كي محافظت ہے ' اسكو بھي كسي قدر تغير كے بعد سوشيلزم كا هم آهنگ هونا پڑا - انتها يه ہے كه كالج اور اسكول كے پروفيسر اور ٹيچر ' اور ديركنيسه كے راهب اور پادري بھي اصول اشتراكيت ميں كسيقدر ترميم كے بعد اشتراكيين كے هم آواز هوگئے هيں -

اس چيخ ' پكار ' شور و فرياد ' واويلا و هنگامه كا اثر يه ہے كه تمام يورپ كے خيالات ميں موجوده نظام تمدن كے انقلاب كے متعلق عجيب قسم كا تلاطم برپا هوگيا اور هر شخص جديد تمدن كے مصائب كو محسوس كر رها ہے -

اس مقدمه كے ساتهه چند مقدمات كا اور اضافه كرو :

(۱) يورپ ميں تمدن كي بنا شخصي فوائد ' خود غرضي اور ذاتي منافع پر ہے - باپ بيٹے كو نهيں پوچھتا - بيٹا باپ كي خبر نهيں ليتا ' پھر ملك كے عام افراد كے ساتهه اسكو كيا همدردي هوسكتي ہے ؟

(۲) يورپ كي ثروت اور دولت كا اصلي سرچشمه صنعت اور تجارت ہے - هر شهر ميں كمپنياں اور كارخانے هيں جنكے مالك اشخاص يا جماعت كے چند افراد هيں - هر كارخانه ميں هزاروں مزدور كام كرتے هيں ' جنكي روزانه آمدني انكے روزانه اخراجات كے ليے مشكل سے كافي هوسكتي ہے - نتيجه يه ہے كه ايك طرف تو كارخانه داروں كي مختصر جماعت كارخانه كے منافع كثير سے مالا مال هوجاتي ہے ' دوسري طرف ادنى طبقے ميں فقرا اور مساكين كي تعداد بھي بڑهه رهي ہے -

(۳) بنكوں كے وجود نے يه قيامت برپا كر ركهي ہے كه ايك پيسه كا قرض بھي بغير سود كے نهيں مل سكتا - جائدادين عام پبلك كے هاتهه سے نكل كر مالكان بنك كے تصرف ميں آتي جاتي هيں ' اس سے فقرا اور ناداروں كي كثرت هو رهي ہے -

(۴) تمدن جديد نے ضروريات زندگي كي قيمت اسقدر بڑها دي ہے كه كم ثروت والوں كو وهاں زندگي بسر كرنا مشكل ہے - كهانے كي چيزيں اسقدر گراں هيں كه فقرا انكو خريد نهيں سكتے - ملك كي شدت حاجت كي وجه سے نرخ اشيا ميں گراني حد سے زياده بڑھ جاتي ہے ' اور آزادئ تجارت كي بنا پر گورنمنٹيں اس ميں زياده روك ٹوك نهيں كر سكتيں -

(۵) گورنمنٹوں نے فقيروں اور بے ساز و سامان شخصوں كے ذاتي مصارف كے ليے كوئي سامان نهيں كيا - يه تو ہے كه اندهوں ' كوڑهيوں ' لولوں ' اور مجبوروں كيليے امدادي محكمے قائم هيں ' ليكن ايك مجبور قرضدار كے اداے قرض كي كوئي صورت نهيں - ايك مزدور كو اگر آج كوئي مزدوري نه مل سكي تو وه كل كيا كهائيگا ؟ ايك فقير كے پاس كپڑا نهيں ' وه كپڑا كهاں سے لائيگا ؟ يورپ عام مصالح كي نگراني تو كر رها ہے ' ليكن شخصي ضرورتيں اور اتفاقي حاجات كا اسكے يهاں كوئي بندوبست نهيں -

(۶) اتفاق سے اول تو يورپ مذهب سے آزاد ہے ' اور اسليے وه شخصي همدردي كي قدر نهيں كر سكتا - علم و تمدن نے اسكے بجاے ملكي اور جمهوري همدردي قائم كردي ہے جو شخصي ضروريات كيليے كافي نهيں ' دوسرے وهاں جس مذهب كا رواج ہے وه عيسائيت ہے ' جسنے مال و دولت كي سخت تحقير كي ہے ' عام نصائح كے سوا اسنے ارباب ثروت كو اهل حاجت كي مالي امداد كيليے بھي كوئي حكم نهيں ديا ' اسليے عيسائي ممالك ميں فقرا كے ساتهه يه بے اعتنائي كچهه بعيد نهيں ہے -

يورپ كے تمام ممالك ميں انگلستان باعتبار ثروت كے سب سے زياده ممتاز ہے - ليكن يهاں بھي يه حالت ہے كه جنگ سے پہلے ۱۷۰۰۰۰۰ تعداد صرف ان فقرا كي تهي جنكي گورنمنٹ امداد كرتي تهي - جرمني كي سنه ۱۸۷۰ ميں مجموعي آبادي ۴۰۰۰۰۰۰۰ كرور تهي - آجكل ۶۰۴۰۰۰۰۰ كرور ہے - سالانه اموات كي تعداد سے پيدايش كي تعداد ۹ لاكهه زياده هو رهي ہے - اسي كے ساتهه ساتهه فقرا اور مساكين كي تعداد بھي بڑھ رهي ہے - جرمني كے كارخانے ' كاشتكارياں ' دستكارياں ' اور هر قسم كے ذرائع صرف چار كرور آدميوں كي كفالت كرتے هيں - اسكا لازمي نتيجه يه ہے كه اشتراكيين كي تعداد نهايت سرعت كے ساتهه بڑھ رهي ہے -

ان تمام بيانات مذكورۂ بالا سے بالكل واضح هوگيا كه يورپ آجكل عجيب قسم كے اقتصادي مصائب ميں مبتلا ہے ' اور سوال يه پيدا هوتا ہے كه اسنے ان مشكلات كے حل كرنے كيليے كيا تدابير اختيار كي هيں ؟

جرمني نے جنگ سے پہلے يه طے كيا تها كه اشيا كے نرخ ميں كمي كي جاے - اسنے فقرا اور مساكين كے ليے الگ بازار قائم كيے جهاں خوراك كي معمولي چيزيں ارزاں قيمت پر فروخت هوتي هيں - پوليس كو حكم ديا ہے كه ان بازاروں ميں اهل ثروت نه جانے پائيں ' اس قسم كے چار بازار صرف برلن ميں قائم كيے گئے هيں -

انگلستان كي گورنمنٹ بھي فقرا كي اعانت كيليے آماده هوئي ہے ' سنه ۱۹۰۶ ع ميں انگلستان نے فقرا اور اهل حاجت پر ۱۴۷۸۶۰۰۰ گني صرف كيا ' ان اخراجات سے ۱۷۰۰۰۰۰ لاكهه افراد كي اسنے اعانت كي ' ان ميں سے ۵۳۸۰۰۰ كي تا زندگي ' ۵۳۰۰۰۰ كي ايك مدت دراز تك ' ۶۴۰۰۰۰ كي صرف ايك سال تك - انگريز مزدوروں نے باهمي مشورۂ و امداد كيليے ٹريڈيونين نام ايك عام انجمن بھي قائم كي ہے جو بہت كامياب هو رهي ہے -

پروشيا (جرمني) كي گورنمنٹ نے اصول اشتراكيت كے مطابق حسب ذيل قوانين جاري كيے جو پروشيا كے شهري قانون كے لونيسويں باب كي مختلف دفعات ميں مذكور هيں :

مراسلات

اســـلام اور ســوشيلـــزم

(از جناب مولانا سيد سليمان صاحب ندوي - ناظم دار المصنفين - اعظم گڈھ)

آجکل كي جديد عربي مصطلحات ميں "سوشيلزم" كو "اشتراكية" سے تعبير كرتے هيں ' اور سوشيلزم كے معتقد اور پيرو يعني سوشيالسٹ كو "اشتراكي" كہتے هيں -

سوشيلزم اس خيال پر مبني هے كه دنيا ميں ايک طرف تو ايسے اشخاص پائے جاتے هيں جو لاكهوں اور كروروں روپے كي جائداد كے مالک هيں ' اور جنكے قبضے ميں انكي حاجت سے بہت زيادہ روپيه هے - دوسري طرف ايسے افراد پائے جاتے هيں ' جنكے پاس اتنا بهي نہيں جس سے اپني ستر پوشي كرسكيں يا شكم سير هوسكيں' اسليے وہ كروروں روپے جو ارباب ثروت كے پاس بيكار پڑے هيں ' وہ ان فقرا اور مساكين پر تقسيم كرديے جائيں تاكه دونوں گروه بآساني زندگي بسر كرسكيں -

اس مسئلہ كو زيادہ صاف كرنے كے ليے همكو علم اقتصاد سياسي يعني پولٹيكل اكانمي كي طرف رخ كرنا چاهيے - اكانمي نے يه طے كرديا هے كه انسان كي هر قسم كي دولت اور پيداوار كے اصول اولي دو چيزيں هيں "محنت" اور "راس المال" كيونكه انسان كے تمام ذرايع آمدني كا اصلي منبع صرف دو چيزيں هيں "زراعت" اور "صنعت" انكے علاوه اور دوسري هر قسم كي آمدنياں انہيں دونوں ذرائع مذكورہ كے ماتحت هيں' مثلاً "زمينداري" كه اسكي اصلي آمدني زراعت پر موقوف هے - "تجارت" صنعت اور زراعت كي پيدوار كے باهمي تبادله كا نام هے ' نوكريوں كے ذريعه سے جو روپيه مالک سے وصول كيا جاتا هے ' وہ درحقيقت اسي زراعت اور صنعت كي براسطه يا بلا واسطه آمدني هے -

پهر همكو صنعت اور زراعت كي حقيقت پر غور كرنا چاهيے - صنعت اُن مادي چيزوں كو جنكو هر مقام پر يا بعض بعض مقام پر خدا نے فطرتي طور سے پيدا كرديا هے اور جو بيكار پڑي هيں' حاجت انساني كے مناسب بنانے كا نام هے ' ان مادي چيزوں كو حاجت انساني كے مناسب بنانيكے ليے دو چيزوں كي ضرورت هے "كام كرنے والوں كي محنت كي" اور "اُن آلات اور اوزار كي جن سے كام كرنے والا اپنے اثر فاعلي كو ان مادي چيزوں پر صرف كرتا هے" آلات اور اوزار كے ليے "راس المال" اور "سرمايه" كي ضرورت هے' اسليے صنعت و دستكاري كي اصلي آمدني كا منبع "مزدوروں كي محنت" اور كارخانه دار كا سرمايه هے ' يهي حال زراعت كا هے - زمين كي درستگي كے ليے مزدوروں كي ' اور آلات زراعت كے ليے سرمايه كي ضرورت هے -

خلاصهٔ تفصيل ماسبق يه هے كه دنيا كي هر نوع اور قسم كي آمدني كي اصل ' مزدور اور اهل سرمايه هيں - دونوں آمدني كے پيدا كرنے ميں برابر كے شريک هيں' اسليے تقاضاے انصاف يه هے كه زراعت اور صنعت كي تمام آمدني دو مساوي حصوں ميں تقسيم هوني چاهيے - ايک حصه مزدوروں كو ديا جاے اور دوسرا حصه اهل سرمايه ليں' ليكن تمام دنيا ميں اهل سرمايه اور كارخانه دار تمام منافع كے اصلي مالک بن جاتے هيں' اور مزدوروں كو انكے حق سے اسقدر كم ديا جاتا هے كه وہ مشكل سے اوقات بسري كرسكتے هيں ' اسليے ضرورت هے كه مزدوروں كي اعانت كيجاے -

ان تمام مقدمات بالا كا نتيجه يه هے كه فقرا اور مزدوروں كي امداد كيجاے - يهي خيال سوشيلزم اور اشتراكيت كا سنگ بنياد هے' اس خيال كي كاميابي كے ليے انكو بہت سے مراتب طے كرنے پڑتے هيں جنكا ماحصل يه هے كه موجوده نظام زندگي بالكل بدل ديا جاے - هر قسم كي جائدادیں اور ملكيتيں اهل سرمايه اور ارباب ثروت كي شخصي ملكيت و تصرف سے نكال كر وقف عام كرديجائيں - تمام كاشتكارياں ' جائدادیں' اور كارخانے جمهور ملک كي ملكيت هوں ' گورمنٹ كو مخصوص افراد كے قبضے سے نكال كر عام پبلک كے زير انتظام كيا جاے - هر قسم كے آلات و سرمايه مشترک طور سے تمام اهل ملک يا گورنمنٹ كي ملک هوں ' ملک كے تمام افراد محنت صرف كريں ' هر قسم كا منافع ايک جگه جمع هو' اور وہ تمام اهل ملک پر مساوي طور سے گورنمنٹ كي زير نگراني تقسيم هو' هر شخص كے امتيازات شخصي مٹا ديے جائيں ' ذاتي اعزاز و تفوق كي كوئي مثال باقي نه رهے - بادشاه ' اور رعايا' غلام' اور حاكم' امير اور فقير' معزز اور ذليل' غرض كه هر قسم كے تفاوت مراتب كو صفحهٔ عالم سے محو كرديا جاے' اور تمام عالم ميں هر چيز كے اندر مساوات عامه هوجاے' انتہا يه هے كه انكا خيال مساوات' خدا كي غير معمولي عظمت كو بهي تسليم نہيں كرتا !

"اكانمي" جس سے "اشتراكيت" كو تعلق هے' اسكا باني اول كو ايک فرانسيسي عالم انٹوان ڈي منٹكرئيل المتوفي سنه ١٦١٥ع هے اور اسكا مدون ڈاكٹر كينسي سنه ١٧٥٨ع هے ' ليكن اكانمي كو فن كي حيثيت سے جسنے دنيا كے سامنے روشناس كيا' وہ ايڈم اسمتهه هے جسكي اس فن ميں پہلي تصنيف سنه ١٧٧٦ع ميں شائع هوئي - اسمتهه كے بعد دو انگريز عالم امالٹس' ريكارڈو' اور فرانسيسي عالم جان بپٹسٹ پيدا هوے - انهوں نے اس فن كو تكميل تک پہنچا ديا - يه علماے فن اقتصاد انيسويں صدي كے ابتدائي حصے ميں تهے - اس بيان سے يه ثابت هوا كه اشتراكيت انيسويں صدي كي پيداوار هے -

جن اكانمسٹ اور علماے اقتصاد كا هم نے تذكرہ كيا' وہ نفس فن كے اصول اور ان اصول كو عملي صورت ميں لانے كي نسبت كسي قدر مختلف الراے هيں - اسكا نتيجه يه هوا كه اشتراكيين اور سوشيا لسٹس كے چند فرقے هوگئے :

(١) فوضوي يا كمونسٹ يا نہلسٹ - اس فرقه كا خيال يه هے كه تمام دنيا سے هر قسم كي شخصي ملكيتيں اور امتيازات مٹا ديے جائيں ' دنيا كا نظم و نسق ذاتي ملک سے نكل كر جمهور كي ملک هوجاے' تاكه تمام انسان مساويانه حيثيت سے زندگي بسر كريں - يه فرقه بجبر ملكيت كو مٹانا چاهتا هے - عهده داران و ارباب ثروت كو مار ڈالنا اس كے نزديک ثواب هے -

(٢) اجتماعي يا سوشيالسٹ - يه فقط يه چاهتا هے كه صرف آلات شخصي تصرف سے نكال كر عام پبلک كي ملک كرديے جائيں' تاكه فقرا اور مزدور ارباب ثروت و اهل سرمايه كي احتياج كے بغير كام كرسكيں -

احرار اسلام

الامر بالمعروف والنهي عن المنكر

تاریخ عہد عباسیہ کا ایک صفحہ

مسئلہ خلق قرآن اور مناظرۂ دربار مامون الرشید

علماء سلف کي حریۃ حقہ اور دعوۃ الی الحق کا ایک نظارہ

(۲)

(مناظرہ کا اهتمام اور هیبت و اجلال دربار)

مامون الرشید نے مناظرہ کي طیاري کیلیے غیر معمولي احکام جاري کردیے تھے - اپني نوعیت کے لحاظ سے یہ ایک عجیب و غریب مناظرہ تھا ، اسلیے تمام امراؤ رؤساء ، علماء و فقہاء ، ارکان و وزراء ، افسران فوجي و ملکي ، اپنے تمام ساز و سامان جاہ و جلال کے ساتھہ اسمیں شریک ہونے کیلیے نکلے - عبد العزیز کناني نے ڈیوڑھي میں بیٹھے هوے دیکھا کہ انساني جاہ و جلال اور سطوت و هیبت کے بڑے بڑے مناظر یکے بعد دیگرے انکے سامنے سے گذر رہے هیں !

وہ اپنے رسالہ میں لکھتے هیں :

" عمرو بن مسعدہ نے مجھے ایسي جگہ بٹھایا جہانسے میں تمام آنے والوں کو اچھي طرح دیکھہ سکوں - بعد کو مجھے معلوم ہوا کہ خاص امیر المومنین کے حکم سے ایسا کیا گیا تھا - اس سے مقصد یہ تھا کہ دربار میں جانے سے پہلے هي دربار کے جاہ و جلال کي هیبت مجھپر طاري هو جاے ، اور میں دیکھہ لوں کہ کیسے پر هیبت و سطوت مجمع کے سامنے مجھے جانا پڑیگا ، اور آزادي و بے باکي کي زبان کھولني پڑیگي ؟ لیکن افسوس کہ وہ انساني جاہ و جلال کے جلوے دکھلا کر ایک ایسے شخص کي آنکھوں میں قدر اور هیبت پیدا کرنا چاهتے تھے ، جسکي نگاهوں کے سامنے رب السماوات و الارض کا لا زوال جاہ و جلال موجود تھا ، اور جو نگاہ خدا کي عظمت و قدوسیت کے جلووں میں محو هو چکي هو ، اسکو انسانوں اور انسانوں کے قیمتي کپڑوں اور آهني تلواروں کي قطاریں کیا ڈرا سکتي هیں ؟ "

مبیں حقیر گدایان عشق را ، کین قوم
شہان بے کمر و خسروان بے کلہ اند !

شیخ عبد العزیز نے دیکھا کہ سب سے پہلے امراء بنو هاشم کا گروہ نمودار هوا جنکے سیاہ عماموں کے طلائي شملے هوا میں لرز رہے تھے ، اور آفتاب کي روشني میں انکا سنہري رنگ اسطرح درخشندہ تھا کہ نگاهیں زیادہ دیر تک نظارہ کي تاب نہیں لا سکتي تھیں - انکي عبائیں بھي سیاہ تھیں جنکو خلفاء عباسیہ نے اپنا قومي لباس قرار دیا تھا ، اور عباؤں کي سیاهي کے اندر سنہري ساز و یراق اور طلائي قبضۂ و میان شمشیر کي متحرک چمک اسطرح نظر آتي تھي ، گویا ابر آلود آسمان پر بجلیوں کي مضطرب لہریں کوند رهي هیں !

اسکے بعد علماء و فضلاء دار الخلافۃ کا مقدس جلوس تھا ، جنکے لباس اور ساز و سامان سواري میں اگرچہ سونے چاندي کے تکلفات نہ تھے اور هر چیز سے سادگي اور بے تکلفي نمایاں تھي ، تاهم انکا عظیم الشان گروہ ، غلاموں کے حلقے ، خدام کا جاہ و حشم ، مذهبي زندگي کا مقدس جاہ و جلال ، اور پر هیبت و وقار چہرے ، بجاے خود ایک ایسي هیبت رکھتے تھے جو مصنوعي تکلفات و آرائش کے ساز و سامان سے بے نیاز تھي - اس جلوس میں سب سے پہلے بشر مریسي کي سواري تھي جو اس وقت فرقۂ معتزلہ کا سب سے زیادہ نامور رئیس تھا - اسکے بعد دار الخلافۃ کا قاضي القضاۃ اپنے جاہ و حشم ریاست کے ساتھہ جلوہ آرا تھا - پھر تمام قضاۃ و ارباب افتاء کي جماعت تھي - انکے بعد متکلمین و فقہاء اور ارباب درس و علوم کا سلسلہ - لیکن ان سب میں زیادہ نمایاں حصہ فرقۂ معتزلہ کے علماء کا تھا ، اور جو علماء معتزلہ میں سے نہ تھے ، وہ بھي اقلا مسئلۂ خلق قرآن میں سرکاري حکم کے آگے سر اطاعت جھکا چکے تھے -

اس نظارۂ تقدس کے بعد وزراء و ارکان سلطنت کا پر عظمت نظارہ تھا - انکے عمامے بھي سیاہ تھے ، مگر طلائي شملوں کي جگہ عماموں کے بالائي پیچ پر ایک مطلا حاشیہ لگا تھا ، اور وہ اس احتیاط سے لپیٹا گیا تھا کہ عمامہ کا نصف زیرین قطر طراز شعاعیں کا ایک سنہري دائرہ بنگیا تھا - انکے گھوڑوں کے ساز و یراق بھي مطلا تھے ، اور سنہري وردیوں سے ملبوس غلاموں کا شاندار حلقہ هر سوار کے گرد و پیش جلوہ فروش عظمت و اجلال تھا !

اعیان حکومت کے بعد افسران فوجي کي سب سے زیادہ موثر اور هولناک هیبت تھي جو اپني اپني فوجوں کے ساتھہ محل شاهي کي طرف آرہے تھے ، اور انکي برهنہ تلواریں ، رو بہ آسمان نیزے ، طرح طرح کے اسلحۂ جنگ ، ایک آهني سمندر کي طرح متلاطم نظر آتے تھے !

شیخ عبد العزیز اس فوجي نظارۂ دهشت کا ذکر کرتے هوے لکھتے هیں :

ورکب القوم بالسلاح لحداث الهیبۃ في نفسي وسائر الناس الذین یرشک ان نفسهم -	اور مسلح فوج کي اسلیے نمایش کي گئي تاکہ میرے دل پر وحشت و هیبت طاري هوجاے - نیز اس خیال سے بھي کہ میں نے حکم سلطاني کو ٹھکرا کر اگر عام رعایا کے اندر کوئي مفسدانہ

جوش پیدا کردیا هو ، تو وہ بھي اس فوجي نمایش سے مرعوب هوکر دب جاے -

اس سے معلوم هوتا ہے کہ حکومت نے یہ ساز و سامان صرف شیخ کو ڈرانے هي کے لیے نہیں کیا تھا ، بلکہ عام رعایا کے اندر مخالفانہ جوش پیدا هوجانے کا بھي اُسے اندیشہ تھا ، چنانچہ

دفعه اول : گورنمنٹ پر فرض ہے که ان لوگوں کي معاش کي متکفل هو جو خود اپني معاش پیدا نهیں کر سکتے -

دفعه دوم : بیکاروں کے لیے انکي حالت کے مناسب کوئي خدمت یا کام مقرر کیا جائیگا -

دفعه سوم : جو لوگ سستي ' کاهلي ' یا کسي اور عادت مذموم کے سبب سے کام سے متنفر هوں ' انکو گورنمنٹ کي نگراني میں مفید اشغال کے اندر مصروف کیا جائیگا -

دفعه ششم : گورنمنٹ پر فرض ہے که وہ اپنے کارخانے اور ملز قائم کرے ' جن سے محتاجوں کي زندگي کا سامان هوسکے ' اور فضول خرچ لوگوں کي بهي تہذیب اخلاق هو -

دفعه دهم : دیہاتوں میں مینوسپلٹي کا فرض ہے که دیہات کے مفلسوں اور محتاجوں کي حاجت پوري کیا کرے -

دفعه یاز دهم : مینوسپلٹي پر فرض ہے که وہ ناداري اور افلاس کے اسباب کي تحقیق کرے اور اسکے انسداد کے تدابیر اختیار کرے -

یہانتک گورنمنٹوں اور حکومتوں کي کوششوں کا بیان تها - مذهب کي حیثیت سے یورپ کے مذهبي علما اور پادري بهي ان اقتصادي مشکلات اور معاشرتي مصائب کو دور کرنے کے لیے اٹھے هیں ' لیکن کیا تم خیال کرتے هو که ان علماے مسیحیت نے انجیل مقدس یا مسیحي تعلیمات کي هدایت سے ان عقدوں کے حل کرنے کي کوشش کي هوگي ؟ نهیں ' انکو اس مسیحي مذهب میں اسکي کوئي هدایت نهیں ملتي ' جسنے اهل دولت کو سخت تحقیر کے ساتھ اپني آسماني بادشاهت سے نکالدیا ہے ' اسلیے انکو چارہ کار اسکے سوا اور کچھ نظر نه آیا که وہ بهي تهوڑي ترمیم کے ساتھ اشتراکیین کي صف میں کهڑے هوجائیں - ان مذهبي علماء کے اشتراکي اصول کے لحاظ سے دو فرقے هیں : " فرقۂ انجیلي اشتراکي " اور " کیتهولک اشتراکي " ان مذهبي فرقوں کو اشتراکی یا سوشیالسٹ کہنا صرف اسلیے جائز ہے که سوشیالسٹ کا لقب خود انهوں نے اپنے لیے خوشي سے اختیار کیا ہے ' ورنه در حقیقت وہ سوشیالسٹ نهیں هیں - انهوں نے فقرا ' اهل حاجت و افلاس اور غریب مزدوروں کي حمایت صرف اسلیے جائز رکهي ہے که مذهبي وقار آزاد خیال یورپ کے ادنی طبقے میں قائم هوجاے ' بہرحال انجیلي اشتراکیین نے (جسکے ممبر زیادہ تر گرجوں کے پادري هیں) حسب ذیل تجویزیں اختیار کي هیں :

" مسیحي اشتراکي مزدوروں کي انجمن مذهبي عقائد کے احترام اور ملک و حکومت کے محبت پر مبنی ہے - وہ گورنمنٹ سے درخواست کرتي ہے که اهل پیشه اور مزدوروں کے لیے خاص مفید قوانین وضع کیے جائیں - یتیم بچوں ' بیوہ عورتوں ' اور مجبور لوگوں کے لیے امدادي فنڈ قائم کیے جائیں - کام کي مناسبت سے مزدوروں کے لیے کام کرنے کے گھنٹے معدود کردیے جائیں - سرکاري املاک اور دیہاتي جائدادیں مزدوروں کو معمولي نرخ سے زیادہ ارزاں نرخ پر دیں - اعانت فقرا کے لیے آمدني پر ٹیکس ' اور وراثت کے قرب و بعد اور کمي و بیشي کے لحاظ سے ترکه پر محصول لگایا جائے "

کیتهولک اشتراکیین کي حسب ذیل تجاویز هیں :

" باهمي امداد کے لیے انجمنیں قائم کي جائیں - سرمایه مزدوروں کے سپرد کیا جاے ' گورنمنٹ اُجرت کار اور اوقات کار کي تعین کرے - سرپرستوں اور بچوں کا اور اهل سرمایه اور مزدوروں کا باهمي تعلق صاف کرے - قرض دهي کي انجمنیں قائم هوں جو اهل حاجت کو بغیر سود کے قرض دیں "

اس تفصیل سے هم اس نتیجه پر پہونچ گئے هیں که یورپ میں جنگ نه هوتي جب بهي وہ سخت مصیبت میں مبتلا تها - اقتصادي مشکلات روز بروز بڑھتے جاتے هیں - اهل افلاس اور ارباب احتیاج کي امداد و اعانت کي کوئي صحیح راہ اب تک نه نکل سکي -

مختلف ممالک اور انجمنیں مختلف تدابیر سے ان مشکلات کی عقدہ کشائي کر رهي هیں - لیکن ابتک کوئي باقاعدہ اصول اسکے لیے مدون نه هوا -

اب همکو یه ثابت کرنا ہے که گذشته اقوام کے تمدن میں بهي اس قسم کي مشکلات پیدا هوئیں ' اور وہ بهي انکو حل نکر سکیں - گذشته زمانے میں یہود اور سلافي اقوام میں دستور تها که تمام زمین ایک وقت پر تمام افراد میں تقسیم کردي جاتي تهي - بعض قوموں میں زمین کا تمام اختیار ایک شخص کو دیدیا جاتا تها - وہ زمین اور اسکے منافع کو تمام قوم میں تقسیم کر دیتا تها - فراعنۂ مصر کے زمانه میں بهي اسي اصول اشتراکیت پر عمل هوتا تها -

گذشته اقوام میں یونان بهي ایک خاص پایه رکهتا ہے - لیکن اپنے زمانۂ تمدن میں وہ بهي اشتراکیت اور سوشلزم سے نه بچ سکا - مشہور مقنن سولن کے عہد میں ایتھنز کے اندر ارباب ثروت اور نادار فرقه میں ایک عجیب فتنه برپا هوا -

نادار اور مفلس فرقه کو ضد تهي که شہر کي تمام دولت ایک جگه اکٹهي کرکے تمام افراد پر مساوي طور سے تقسیم کردي جاے - اهل ثروت کي جماعت کو اصرار تها که دولت و ثروت کي مقدار حسب مدارج اعزاز هوني چاهیے - سولن نے اس فتنه پر کوئي توجه نه کي - لیکن اسپارٹا میں لیکارگا نے اصول اشتراکیت تسلیم کرلیا ' اور اسپارٹا کي تمام دولت اسنے افراد پر برابر برابر تقسیم کردي - ایران میں مزدکي فرقه کا وجود بهي انهي بواعث کا نتیجه تها - مزدک کي راے تهي که تمام فتنوں کا سبب واحد دولت اور عورتیں هیں ' اسلیے دولت کو بندش ملکیت سے اور عورتوں کو قیود زوجیت سے آزاد کرکے تمام ملک کے استعمال کیلیے عام کردینا چاهیے - ایران کے طبقۂ زیریں نے حصول دولت کیلیے اور طبقۂ اعلی نے حصول سامان عیش و مسرت کیلیے ان خیالات کو قبول کرلیا - لیکن اسکا جو نتیجه هوا ' وہ مدائن کے کهنڈروں سے پوچهو -

ان واقعات سے ثابت هوتا ہے که ان اقتصادي اور اشترا کي مصائب کا کامل اندفاع نه گذشته اقوام سے هوسکا ' اور نه موجودہ زمانه میں یورپ ' ان عقدوں کو حل کرسکا - نیز اس سے یه بهي ثابت هوتا ہے که اشتراکیت هر اس تمدن کے لیے لازمي ہے جسکي بنیاد روحانیت اور مذهب پر نه هو - بهر حال موجودہ یورپ اور اقوام گذشته کے عقلا اور اشتراکیین نے ایک مدت کے تجربوں کے بعد ان دقتوں کو هموار کرنے کے لیے جو تجویزیں پیش کي هیں ' گو انکا مفصل ذکر پہلے گذر چکا ہے ' لیکن یہاں بطور نتیجه باختصار پهر اعادہ کرتے هیں :

(۱) ذاتي اعزاز و امتیاز مٹا دیا جاے ' اور تمام افراد مساوي الرتبه هو جائیں -

(۲) حکومت جمهور ملک کي مجموعي طاقت کا نام هو -

(۳) اهل حاجت کي امداد کے لیے لوگوں کي آمدني پر ٹیکس لگایا جاے ' اور اسکے لیے فنڈ مقرر کیا جاے - سود سے بچنے کے لیے قرض دینے والي انجمنیں قائم کي جائیں - گورنمنٹ کا فرض ہے که وہ فقرا اور محتاجوں کي خبر لے ' اور وہ بازار کا نرخ مقرر کرے -

یه وہ اصول هیں جنکي بنا پر اقوام عالم نے کشاکش و مشکلات مذکورہ سے رهائي حاصل کرني چاهي ہے - ان اصول کي یه تین دفعات بالا درحقیقت تین قسم کي اصلاحات سے مُرکب هیں :

(۱) اصلاح معاشرت - (۲) اصلاح حکومت - (۳) اصلاح اقتصاد -

لیکن اب تک یه اصول خیالي هیں ' عالم وجود میں کوئي منتظم سلسله انکا ابتک قائم نهوا - اب آؤ ' هم تمهیں بتلائیں که اسلام نے ان اصولوں کو کہاں تک ملحوظ رکها ' جس کي وجه سے اسکا تمدن اشتراکیت کے جراثیم سے همیشه محفوظ رها ہے ؟ -

یہ نگاہوں کو خیرہ کردینے والا ایک آفتاب نصف النہار تھا، جو یکایک ابر کے نقاب سے باہر نکل آیا، اور ایک غریب الوطن اجنبی کیلیے بہت مشکل تھا کہ پہلی نظر میں اس نظارے سے متاثر نہو - (۱)

تمام خدام و متعلقین دربار کو چونکہ شیخ کے متعلق معلوم تھا کہ یہ شاہی مجرم ہے اور اس نے موجودہ عہد حکومت کا سب سے بڑا دینی جرم کیا ہے، اسلیے انہوں نے چاہا کہ مامون کے حضور میں جسقدر سختی اور بے احترامی اسکے ساتھہ ہوسکتی ہے کریں، اور اسے محترم لوگوں کی طرح دربار میں نہ لائیں - چنانچہ اس موقعہ کے متعلق شیخ عبد العزیز اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں :

فازاح الستر، و اخذ الرجال بیدی وعضدی، و جعل اقوام ایدیھم فی ظھری و علی رقبتی، و طفقوا یعدون بی ؛ فنظرنی المامون و انا اسمع صوتہ "خلوا عنہ" و کثر الضجیج من الحجاب و القواد بمثل ذالک، فخلوا عنی، وقد کاد یتغیر عقلی من شدۃ الجزع وعظیم ما رایت فی ذالک الصحن من السلاح، وھو مدہ الصحن وکلمۃ قلیل الخبرۃ بدار امیر المومنین، ما رایتھا قبل ذالک و لا دخلتھا -

"پردہ ہٹا، اور خدام بارگاہ نے میرے ہاتھوں اور بازؤں کو پکڑ لیا، وہ اسطرح مجھہ پر ٹوٹ پڑے کہ انکا ایک ہاتھہ میرے سینے پر تھا اور ایک ہاتھہ کاندھے پر - انہوں نے اسطرح سختی و بے احترامی کے ساتھہ چاہا کہ مجھے اندر لیجائیں - مگر اسی وقت مامون الرشید کی نگاہیں مجھپر پڑیں اور میں نے اسکی آواز سنی کہ وہ کہہ رہا ہے : "اسے چھوڑ دو" مامون کے کہنے کے ساتھہ ہی اور لوگوں نے بھی اسکی تعمیل میں "چھوڑ دو، چھوڑ دو" کا غل مچایا، اور بے شمار آوازیں ایک ساتھہ بلند ہوگئیں - حکم شاہی پاتے ہی خدام و حجاب نے مجھے چھوڑ دیا - لیکن دربار شاہی کے اچانک نظارے، خدام و حجاب کی اس دارو گیر، اہالیان دربار کی صداؤں کے ہنگامہ، اور برہنہ تلواروں اور اسلحۂ جنگ سے بھرے ہوے صحن کی ہولناکی نے میرے ہوش و حواس پر نہایت اثر ڈالا، اور قریب ہوا کہ شدت ہراس اور ہیبت نظارہ سے میری عقل متغیر ہو جاے - اور میرا حال یہ تھا کہ نہ تو کبھی اس سے پہلے میں نے محل شاہی کو دیکھا تھا نہ کبھی اسمیں قدم رکھا تھا - میری معلومات بھی امیر المومنین کے دربار کے متعلق بہت تھوڑی تھی" انتہی -

علماء حق کے اس صدق بیان اور راستی فطرۃ کو دیکھو کہ شیخ عبد العزیز کس طرح صاف صاف خود اپنے قلم سے اپنی کمزوری کی سرگذشت لکھہ رہے ہیں جو اس موقعہ میں انسے ظاہر ہوئی، اور

(۱) مامون الرشید تخت پر نہیں تھا، کیونکہ یہ مجلس مناظرہ تھی اور ہارون الرشید سے لیکر مقتدر باللہ تک خلفاء عباسیہ کا یہی قاعدہ رہا کہ علمی مجالس میں ہمیشہ مثل اور شرکاء مجلس کے فرش ہی پر بیٹھتے تھے - البتہ صدر ایوان میں انکی جگہ اور مغرق بطلا قالین مخصوص تھا - ڈاکٹر جی - سلیمان (G. Salmon) نے ابوبکر خطیب بغدادی کی تاریخ مدینۃ السلام کا جو ٹکڑا ایڈٹ کرکے چھاپا ہے، اسمیں ایک خاص عنوان خلفاے عباسیہ کی مجالس علمیہ کے متعلق بھی ہے - اسمیں تشریح کردی ہے کہ ہارون و مامون جب کبھی کسی مجلس مناظرہ و معادثۂ علمیہ میں یا بیت الحکمۃ میں آتے تھے، تو عام علماء و حکماء کی طرح خود بھی فرش پر بیٹھتے تھے، اور مامون کا تو یہ حال تھا کہ بسا اوقات اپنے معتمد علماء کو صدر میں اپنی جگہ دیدیتا تھا !

اس دربار میں پہونچکر جسکے جلوں نے قیصر روم کے ایلچی کو اپنے عہد تنزل میں بھی مبہوت و لا یعقل کردیا تھا، وہ بازل نگاہ اپنے ضبط و تمکین کو قائم نہ رکھہ سکے ؟ (۱)

بہر حال شیخ کو حجاب کے جبر و قہر سے نجات ملی، اور دربار کے دروازہ سے چند قدم آگے بڑھے - وہ لکھتے ہیں کہ مامون الرشید کی آواز برابر میرے کانوں میں آ رہی تھی : "ادخلوہ و قربوہ" اسکو اندر لاؤ اور مجھسے قریب کرو ! چنانچہ وہ بلا تامل آگے بڑھتے گئے - یہاں تک کہ انہوں نے اس عہد کی زمین کے سب سے بڑے بادشاہ کو اپنے سامنے دیکھا، اور بغیر کسی عجز و انحناء کے بآواز بلند کہا : "السلام علیک . یا امیر المومنین و رحمۃ اللہ و برکاتہ" مامون نے جواب دیا : "و علیک السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ" اور ساتھہ ہی ایک لمحہ تک سر سے لیکر پیر تک انکو دیکھتا رہا - اسکے بعد کہا "اور آگے آؤ" شیخ آگے بڑھے، پھر کہا "آگے آؤ" شیخ اور آگے بڑھے، تیسری مرتبہ پھر اسی حکم کو دھرایا - شیخ بالکل قریب چلے گئے - صاحب الستر بھی ساتھہ تھا، اور بتدریج انکو آگے بڑھاتا جاتا تھا - یہاں تک کہ ان میں اور مامون الرشید میں صرف اتنا فاصلہ رہگیا کہ دو آدمی درمیان میں بیٹھہ سکتے تھے - شیخ اپنی جگہ پاکر بیٹھہ گئے، مگر ابتک انکے دل میں ہیبت و رعب کے اثرات باقی تھے -

(صاعقۂ حق کی پہلی گرج)

شیخ جونہی اپنی جگہ پر بیٹھے، ایک طرف سے صدا آئی :

"اس کے لیے تو صرف اسقدر کہدینا کافی ہے کہ قبح اللہ وجہک (عربی میں تذلیل و تحقیر کی ایک گالی ہے) خدا کی قسم میں نے اپنی پوری عمر میں کسی شخص کو اسقدر بد صورت نہیں دیکھا"

شیخ لکھتے ہیں کہ میں نے اس آواز کو سنا، لیکن ابتک میرے دل میں ہیبت و ہراس کا تھوڑا بہت اثر باقی تھا، اسلیے میں خاموش رہا - حتی کہ کہنے والے کے طرف میں نے نظر اٹھا کے دیکھا بھی نہیں -

(۱) المقتدر باللہ عباسی کے زمانے میں قیصر روم نے بعض معاملات کے انجام دینے کیلیے ایک سفیر بھیجا تھا، جس سے خلیفۂ موصوف نے "قصر حسنی" میں ملاقات کی تھی - اس ملاقات کی تفصیلی حالت خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں درج کی ہے - وہ لکھتے ہیں کہ سفیر دہلیز میں قدم رکھتے ہی بالکل مبہوت ہوگیا - ساز و سامان سلطنت دیکھکر اسکے ہوش و حواس بجا نہ رہے - اس نے حجاب سے کہا کہ کچھہ دیر کیلیے مجھے تنہا چھوڑ دیا جاے تاکہ اپنے ہوش و حواس میں آجاؤں !

اللہ اللہ انقلاب زمانہ کی نیرنگیاں ! ایک زمانہ وہ تھا کہ روم کا سفیر ہمارے دربار میں آتا تھا اور ہماری عظمتوں کو دیکھکر بے ہوش ہوجاتا تھا - آج خود ہم غیروں کے ساز و سامان دیکھکر شدت مرعوبیت سے بیعقل و حواس ہوگئے ہیں، اور انکو طاقت کا ایک دیوتا سمجھکر اللہ کی طرح پوج رہے ہیں - حتی کہ ہیبت و ہراس کے سوا کبھی خود دارانہ احساس کا ایک لمحہ بھی ہمیں میسر نہیں آتا !

آگ تھے ابتداے عشق میں ہم
ہوگئے خاک، انتہا ہے یہ !

آگ کے شعلے بجھہ جاتے ہیں لیکن راکھہ کی ڈھیر میں چنگاریاں دبی دبائی باقی رہتی ہیں اور ہوا کے ایک جھونکے سے بھڑک اٹھتی ہیں - پھر کیا اس چولہے کی چنگاریاں کبھی بھی نہ بھڑکینگی ؟ کیا طوفانی حوادث و تغیرات کا کوئی جھونکا انپر سے نہیں گذریگا ؟ وھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا و ھو الولی الحمید !

کرو کہ ایک مسافر و غریب الوطن اجنبي کي صرف ایک هي صداے حق نے مامون الرشید اعظم کي اُس حکومت کو جو قیصر قسطنطنیہ کو " روم کا کتا " کہکر خطاب کرتي تهي اور کتے کي طرح علجزي کي زمین پر لوٹا دینے کي طاقت بهي رکهتي تهي ' کس طرح لرزا دیا تها ؟ اور کسطرح وہ کهبرا کر اپني فوجوں اور انکي برهنہ تلواروں کي نمایش کر رها تها ' کہ کہیں اس غریب الوطن کي مقاومت میري مطیع رعایا کے دل سے میري هیبت نہ نکال دے ؟

پهر اور زیادہ غور کرو ' اور دیکهو کہ یہ عبد العزیز کون تها ؟ دنیا کي پادشاهت اسکے پاس کتني تهي ؟ خزانہ و فوج میں سے کیا رکهتا تها ؟ کتنے غلام اسکي رکاب کو تهامتے تهے ؟ کتنے محل اس نے اپني آسایش کیلیے تعمیر کیے تهے ؟

آہ ' دنیا کے ان تمام سامانوں اور دنیوي جاہ و جلال کي ان تمام نمایشوں میں سے تو اس کے پاس کچهہ بهي نہ تها - ایک تنہا مسافر جسکو بغداد میں آے هوے چوتها دن تها ' ایک غریب الوطن فقیر جسکا شہر بهر میں ایک بهي ساتهي اور حمایتي نہ تها ' ایک اجنبي محض جس کے جسم پر مسکیني کے لباس اور غربت کي فقر نمائي کے سوا اور کچهہ نہ تها - با ایں همہ اسکے پاس ایک ایسي طاقت تهي ' جسکي فرماں روائي و ملوکي کے آگے مامون الرشید کي پوري سلطنت بهي هیچ تهي ' اور جسکے جاہ و جلال کے آگے اسکي وہ سطوت و ابهت بهي کچهہ نہیں کرسکتي تهي جس سے قیصر روم ڈرتا اور شاہ فرانس لرزتا تها - یہ طاقت نہ تو تخت شاهي کے اوپر پیدا هوتي هے ' اور نہ شہنشاهي کے عظیم الشان قصروں اور محلوں میں - اسکا گهر انسان کا ٹوٹا هوا دل هے ' اور اسکا محل ایمان باللہ کي زخمي روح هے - پادشاہ کا تخت جسم پر حکم کرسکتا اور لوهے کي تلوار گردن کي رگوں کو کاٹ سکتي هے ' پر نہ تو اس طاقت الهي کے آشیانے کو اجاڑ سکتي هے ' اور نہ اس کي اقلیم سلطنت پر اسکي فرمان روائیہ چل سکتي هے - وهاں صرف خدا هے ' اسکا ایمان هے ' اسکے کلمۂ حق کي خسروي هے ' اسکي صداقت و راستي کي ملوکي هے ' اور حق و معروف کے ایک هي فرمان اعظم کا حکم هے !

اولائک کتب في قلوبهم الایمان و ایدهم بروح منہ ' و یدخلهم جنات تجري من تحتها الانهار خالدین فیهـا ' رضي اللہ عنهم ورضوا عنہ ' اولائک حزب اللہ ' الا ان حزب اللہ هم المفلحون ! (٥٨ : ٣٠)

یهي وہ راست باز انسان هیں جنکے دلوں میں اللہ نے اپنے ایمان کا نقش جما دیا ' اور اپني روح نصرۃ و فتح مندي سے انکي مدد کي ' پس اب خوف وهراس اور ناکامي و نامرادي انکے لیے نہ رهي ' وہ انکو بہشتوں کي بہشتي زندگي میں داخل کریگا - وهاں باغ و چمن کا دائمي عیش هے اور نہروں کي رواني کا نظارۂ راحت - اللہ انسے راضي هوا اور وہ اللہ سے راضي هوے - یہ اللہ کي جماعت هے ' اور یقین کرو کہ اللہ کي جماعت هي فتح و مراد پانے والي هے -

پس شیخ عبد العزیز کے وجود غربت و فلاکت کے اندر جو هیبت و اجلال پیدا هوگیا تها ' اور جس نے مامون اعظم کو اپني فوجوں کے نکالنے اور تلواروں کے چمکانے پر مجبور کردیا تها ' وہ شیخ عبد العزیز کي هیبت نہ تهي جسکو تلوار کي ایک حرکت دو ٹکرے کردیسکتي تهي ' وہ خدا سے عبد العزیز کي هیبت تهي ' وہ حق پرستي اور ایمان باللہ کي قهاریت تهي ' وہ جرات ایماني اور سطوت روحاني کا نا ممکن التسخیر اجلال تها - کما قال في المثنوي :

هیبت حق ست این از خلق نیست
هیبت این مرد صاحب دلق نیست !

فلا تخافوهم و خافون ان کنتم مؤمنین !

(داخلہ)

جب تمام ارکان و شرکاء مجلس مناظرہ آچکے ' تو شیخ عبد العزیز کي بهي طلبي هوئي - ایک کے بعد ایک متعدد دهلیزیں تهیں جنسے شیخ کو گذرنا پڑا ' سلطاني دهلیزوں کے مرحلے کے بعد ایوان هاے خلافت کا ایک سلسلہ شروع هوا ' جن میں سے هر ایوان ایک پوري شہنشاهي کے ساز و سامان شوکت و ابهت سے معمور تها ' اور هر ایوان کے خاتمہ پر اسکا پہلا رهنما رخصت هوجاتا اور نیا هاتهہ اپنے پیچهے آنے کا اشارہ کرتا تها - اسکے بعد اور بهي بهت سے مرحلے آئے جنکي تمام جزئیات شیخ نے لکهي هیں - اور انسے زیادہ خطیب بغدادي وغیرہ مورخین عہد عباسیہ کي روایتوں سے واضح هوتي هیں - لیکن سرگذشت کا یہ تمام حصہ دولت عباسیہ کے جاہ و جلال سلطنت کے کارخانوں سے تعلق رکهتا هے ' مگر هم اس وقت مضطرب هیں کہ مجلس مناظرہ تک جلد سے جلد پہنچیں ' اور انساني حکومتوں کے جاہ و جلال کي جگہ ایک داعي حق کے جاہ و جلال خداوندي کا جلوہ دیکهیں -

(صاحب الستر)

یہاں تک کہ " صاحب الستر " یعنے رئیس حجاب کا ایوان خاص آگیا - عہد عباسیہ میں " صاحب الستر " کا عہدہ بالکل ویسا هي تها جیسا آجکل یورپ میں (Lord Chamber Lain) یا ترکي میں " وزیر تشریفات " کا هے - یعني شاهي ملاقات و حضور کا متوسط و وسیلہ - اسکو " حاجب " بهي کہتے تهے ' اور یہ قصر شاهي کا وہ آخري برزخ هوتا تها جسکے بعد خلیفہ کے حضور میں کوئي شخص پہنچ سکتا تها - اسلام نے جب خلیفۂ وقت کیلیے کوئي محل هي نہ بنایا تو اسکے دروازے کیلیے دربان کہاں سے آتا ؟ اسلیے خلفاے راشدین کا تمام عہد اس عہدہ سے خالي رها - سب سے پہلے امیر معاویہ نے دهلیز شاهي کي بنیاد ڈالي ' اور شاهان عجم کي روایتیں سنکر حاجب کا عہدہ اسکے لیے قرار دیا (١)

حاجب صحن دربار تک لے گیا - صحن کے دونوں جانب کمروں کا ایک سلسلہ تها ' جنمیں مخصوص وزرا ' و ندماء اذن حضور تک ٹهہرتے اور انتظار کرتے تهے - یہاں پہنچکر شیخ سے حاجب نے پوچها :

" آپکو وضو کے تجدید کي خواهش هے ؟ "

شیخ نے کہا " نہیں " حاجب نے کہا :

" تو قبل اسکے کہ آپ امیر المومنین کے حضور میں پہنچیں ' دو رکعت نماز نفل پڑهہ لیجیے "

شیخ نے نماز پڑهي ' اور جب نماز پڑهي تو یہ کہنا غیر ضروري هے کہ کس عالم میں پڑهي ' اور اپنے اُس خداوند قدوس کے حضور میں کیونکر کهڑے رهے جسکے کلمۂ حق کیلیے عنقریب ایک انساني شہنشاهي کے حضور میں لیجاے والے تهے :

بجرم عشق توام مي کشند ' غوغائیست
تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیست

واللہ یعلم ما تسرون وما تعلنون !

(ایوان دربار)

اب پردہ اٹها ' اور شیخ نے یکا یک دیکها کہ کرۂ ارضي کے موجودہ عہد کا سب سے بڑا شہنشاہ (مامون اعظم) اسکے سامنے هے -

---

(١) الستیعاب میں حافظ ابن عبد البر نے اسکي تصریح کي هے - نیز تمام مورخین اسلام کا اسپر اتفاق هے -

اُسوۂ حسنہ

الحسبة في الاسلام

احتساب اور اسلام

(تربیت یافتگان عہد مقدس نبوت)

(۲)

(احتساب محتسب)

اگرچہ فرض احتساب ہر موقع پر مجتہد کی قوت ' زبان کی آزادی ' اور قلب کی جرات کا محتاج ہوتا ہے ' لیکن جب کبھی خود محتسب کے اعمال و افعال کا احتساب کرنا پڑتا ہے تو نسبتاً ہر موقع سے زیادہ ان چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے -

اسلام میں منصب خلافت کے اور فرائض کی ساتھہ خلفاء کا ایک فرض احتساب بھی تھا ' اسلیے ہر خلیفہ محتسب بھی ہوتا تھا - اگرچہ خلافت راشدہ کے زمانہ میں بھی خلیفہ کا وجود عام صحابہ سے بالاتر سمجھا جاتا تھا - چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن عباس نے حضرت عمر کے خوف و ہیبت سے مدت تک ایک ضروری مسئلہ کے پوچھنے کی جرات نہ کی (۱) لیکن یہ رعب و داب کچھہ جبر و استبداد ' غلبہ و قہر ' ظلم و ستم کا نتیجہ نہ تھا جو انسان کے ہاتھہ میں ہتکڑیاں پہنا دیتا ہے ' منہ میں لگام لگادیتا ہے ' دل کی حرکت کو بند کردیتا ہے ؛ بلکہ اوسکو صرف نور ایمان ' پابندی فرائض ' اور فضائل اخلاق کے مجموعہ نے پیدا کیا تھا ' اسلیے خلفاء راشدین کو ہر شخص نہایت آسانی کے ساتھہ روک ٹوک سکتا تھا - جب حضرت عمر نے مہر کے بارے میں سختی کی اور لوگوں کو بیش قرار مہر باندھنے سے روکنا چاہا ' تو ایک عورت نے نہایت آزادی سے کہا : " عمر! تمکو اسکا حق حاصل نہیں ہے ' خدا نے تو مہر کے بارے میں قنطارا مقنطرہ (روپیہ پیسے کے بہت بڑے ڈھیر) کا لفظ کہا ہے " یہ سنتے ہی حضرت عمر نے اوسکے حسن استدلال اور آزادی اعلان حق کی داد دی اور فرمایا : " مردوں نے غلطی کی ' اور ایک عورت نے صحیح بات کہی " (فتح الباری جلد - ۹ - صفحہ - ۱۷۵)

ایک شخص نے جب ان سے کہا : " اے ابن خطاب ! تم انصاف نہیں کرتے ' اور ہمکو فیاضانہ عطیہ نہیں دیتے " تو وہ اس قدر برہم ہوے کہ اوسپر حملہ کرنا چاہا ' لیکن جب ایک دوسرے شخص نے یہ آیت پڑھ دی :

خذ العفو و امر بالمعروف و اعرض عن الجاهلین ! معاف کرنے کا طریقہ اختیار کرو ' نیکی کا حکم دو ' اور جاہلوں سے درگذر کرو !

تو دفعتاً ٹھنڈے پڑگئے (بخاری جزء ۹ -)

لیکن یہ روشن زمانہ صرف ۳۰ برس کا زمانہ تھا - اسکے بعد خلافت بنو امیہ قائم ہوئی ' اور ایک حدیث صحیح کی بنا پر " ملک عضوض " کا زمانہ شروع ہوگیا - اب جمہوریت اسلامی فنا ہوگئی ' نظام روحانی اولٹ دیا گیا ' صحابہ کے عہد فضائل کا مجموعہ درہم برہم ہوگیا ' اور ان سب کی جگہ شخصیت و استبداد نے لیلی ' اسلیے اس زمانے میں فرض احتساب کا ادا کرنا درحقیقت لوہے کی اوس زنجیر کی کڑیوں کو توڑنا تھا ' جو ہاتھوں میں ڈالنے کیلیے ڈھالی جا چکی تھی - لیکن جو ہاتھہ حق کی حمایت کیلیے اوٹھتا ہے ' وہ اگر اونکے توڑنے کی طاقت نہیں رکھتا تو کم ازکم انکے اندر پھنسنے کی طاقت تو ضرور رکھتا ہے !

اس زمانہ میں عہد نبوت کی جو روشن یادگاریں باقی رہ گئیں تھیں ' اونکا نور ایمان اس عہد ظلمت میں بھی حق کو حق اور باطل کو باطل دکھاتا تھا ' اور وہ جبابرۂ بنو امیہ کو ہمیشہ ٹوکتی رہتی تھیں -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدة العمر نماز عیدین کیلیے منبر نہیں لے گئے ' اور خطبہ ہمیشہ نماز کے بعد دیتے رہے - خلفاے راشدین کے زمانے تک یہی سنت قائم رہی - لیکن امراے بنو امیہ نے اسکو بدلدینا چاہا ' کیونکہ انھوں نے دیکھا کہ نماز کے بعد لوگ متفرق ہو جاتے ہیں اور انکے خطبوں کے سننے کیلیے کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کرتے - پس انھوں نے یہ طریقہ ایجاد کیا کہ نماز سے پہلے خطبہ دیدیا جاے ' اور اسطرح لوگوں کو اپنے خطبوں کے سننے کیلیے مجبور کردیں - لیکن جب پہلے پہل مروان نے اسکی ابتداء کی اور عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ کیلیے منبر پر چڑھنے لگا ' تو اسی وقت ایک مسلمان نے اسکا دامن پکڑ کر روکا اور چلا کر کہا : " یہ سنت نبوی کے بالکل مخالف ہے " لوگوں نے اسپر اوسکو چشم نمائی کی ' لیکن حضرت ابو سعید خدری بھی موجود تھے - انھوں نے کہا : " اس شخص نے اپنا فرض اسلامی ادا کیا ہے - آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ہاتھہ سے ' زبان سے ' یا کم ازکم دل سے ہر برائی کا انکار کرنا چاہیے " (ابن ماجہ صفحہ ۲۱۰ - و شرح منتقی للشوکانی)

ایک مرتبہ مقدام بن معدیکرب ' عمرو بن اسود ' اور قبیلہ بنو اسد کا ایک شخص ' یہ تینوں آدمی امیر معاویہ کے دربار میں حاضر ہوے - امیر معاویہ نے باتوں باتوں میں کہا : " مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسن بن علی نے انتقال کیا " مقدام نے " انا للہ و انا الیہ راجعون " پڑھا - اونکے اس اظہار افسوس پر ایک خوشامد پیشہ درباری نے کہا : " کیا آپ اسکو کوئی مصیبت خیال کرتے ہیں ؟ " اونھوں نے کہا " کیوں نہیں ؟ آنحضرت نے اونکو (یعنی حضرة حسن ابن علی علیہما السلام کو) اپنی گود میں رکھکر فرمایا تھا کہ یہ خاص میرا بیٹا ہے ' پس جگر گوشۂ رسول کی وفات کیوں نہ ہمارے لیے مصیبت ہو؟ " اسپر قبیلہ بنو اسد کے اوس آدمی نے جو اونکے ساتھہ آیا تھا ' کہا : " وہ ایک شرارہ تھے جسکو خدا نے بجھا دیا " مقدام یہ سخت گستاخانہ فقرہ سنکر آگ بگولا ہوگئے اور جوش میں آکر بے باکانہ بول اٹھے : " میں جب تک تمکو کوئی سخت بات اسی جگہہ نہ سناؤنگا یہاں سے نہ ٹلونگا " پھر امیر معاویہ کی طرف مخاطب ہوکر کہا : " میں کچھہ کہنا چاہتا ہوں ' اگر وہ حق ہو تو تم تصدیق کرنا - حق نہ ہو تو جھٹلا دینا " امیر معاویہ نے اجازت دی - اونھوں نے کہا : " میں تمہیں خدا کی قسم دلاکر پوچھتا ہوں کہ کیا آنحضرت نے سونے کے زیور پہننے کی ممانعت نہیں کی ؟ " معاویہ نے کہا " ہاں " اونھوں نے پوچھا : " میں تم سے خدا کی قسم دلاکر پوچھتا ہوں کہ کیا آنحضرت نے حریر کے پہننے سے منع نہیں فرمایا ؟ " کہا " ہاں " پھر انھوں نے سوال کیا : " میں تمہیں خدا کی قسم دلاکر پوچھتا ہوں کہ آنحضرت نے جانوروں کی کھال کے فرش سے منع نہیں فرمایا ؟ " امیر معاویہ کو کہنا پڑا " ہاں " -

اب اونھوں نے اس اقرار و تصدیق کے بعد کہا : " خدا کی قسم ' میں تمہارے محل میں یہ تمام چیزیں دیکھہ رہا ہوں ! "

امیر معاویہ کی سیاست یہ تھی کہ مال و دولت کے چھینٹوں سے گرم دلوں کو ٹھنڈا کیا کرتا تھا - مسلمانوں کو طمع مال کی راہ سب سے پہلے اسی نے دکھلائی - چنانچہ اس موقع پر بھی یہی اصول کام میں لایا گیا - اس نے حکم دیا کہ مقدام کو فوراً انعام و اکرام سے مالا مال

(۱) یعنی مسئلۂ ایلاؤ تخییر

اسکے بعد مامون الرشید شیخ کی طرف متوجه هوا' اور شیخ کا نام' خاندان' ابوبت' جدیت' قبیله' وطن' محله' مکه معظمه کے بذو هاشم کے حالات' اور اس قسم کی اور بہت سی باتیں دریافت کیں' جنکو هم نظر انداز کردیتے هیں - اسکے بعد کہا :

" تمہارا بغداد میں آنا اور جامع رصافه میں کهڑے هوکر میرے ایک حکم دینی و شرعی کو توڑنا' اور خدا کی صفات میں دوسری چیزوں کو شریک کرنا' اور پهر مناظره کی خواهش کرنا' یه تمام حالات هم نے سنے هیں' اور اسی لیے علماء دار الخلافه کو هم نے آج مدعو کیا هے "

شیخ لکھتے هیں که " مامون الرشید کا یه جمله کہنا که تم نے خدا کی صفات میں دوسری چیزوں کو شریک کیا' میرے لیے رحمت الہی هوگیا - مجهپر دربار کی هیبت کا اثر ابتک باقی تها' مگر مسألهٔ خلق قرآن کی نسبت جب یه قول باطل میں نے سنا تو معاً دل کے اندر ایک آگ بهڑک اٹهی' اور دعوة حق کی غیرت سے میں معمور هوگیا - ساری هیبت و دهشت یکقلم کافور هوگئی اور میں دوبدو جواب دینے اور امر بالمعروف کا فرض ادا کرنے کیلیے بالکل مستعد هوگیا "

مامون کے جملے ابهی پورے ختم بهی نہیں هوے تہ که شیخ کی آواز بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک کی طرح ایوان دربار میں گونج اٹهی' تمام اهل دربار اس مبازرت اور بے باکی پر تڑپتے رهے' مگر اس نے کسی کی پروا نه کی' اور جس طرح ایک معمولی و حقیر انسان سے کوئی خطاب کرتا هے' کڑکتی هوئی آواز میں تقریر شروع کی:

" یا امیر المومنین ! میں ایک فقیر الحال طالب العلم هوں - اپنے وطن اور خانهٔ خدا کے مقدس جوار میں تها که میں نے خلیفهٔ وقت کے مظالم و جبر کی درد انگیز سرگذشت سنی - مجهے معلوم هوا که حق مظلوم هوگیا هے' سنت کی روشنی بجهه گئی هے' بدعت کی آندهیاں زور و شور سے چل رهی هیں' حق کا کہنا جرم هوگیا هے' اور باطل پرستی کے صلے میں جاه و عزت کی بخشش هورهی هے - جس چیز کا اقرار خدا تعالی نے امة مرحومه سے نہیں کرایا' جسکی گواهی اسکے رسولوں نے نہیں دی' جسکا اعلان خلفاے راشدین نے نہیں کیا جنکی خلافت طریق نبوت پر تهی' اور جسکے لیے کسی ایک صاحب رسول الله کی زبان کو بهی حرکت نہیں هوئی' اس چیز کے اقرار کو آج ایک انسان هر مومن کیلیے شرط قرار دے رها هے' جو هارون الرشید کے گهر میں پیدا هوا اور وه هادی کا لڑکا تها - اسنے نه تو تابعین کو پایا' نه اصحاب رسول الله کو دیکها' نه عهد نبوت کی برکتوں میں اسکا کوئی حصه هے - تاهم وه شریعت الہی کے اس مخفی راز کو جانتا هے جسکو تابعین نے نه جانا اگرچه دنیا سے مومن گئے' صحابه نے نه جانا' اگرچه کفر کی چهینٹ بهی انپر نه پڑی' رسول الله (صلی الله علیه و سلم) نے اسکے لیے کچهه نه کہا حالانکه صاحب وحی و رسالت تهے "

شیخ عبد العزیز اب وه عبد العزیز نه تها جسکو عمر بن مسعده نے کوتوالی میں اپنے سامنے کهڑا کیا تها' اور جو دربار مامونی کے دروازے میں قدم رکهتے هی اسکی هیبت و اجلال سے لرز اٹها تها - اب وه ایک دوسری هی روح حق تهی' جو دنیا کی تمام جسمانی طاقتوں اور عظمتوں سے ارفع و اعلی هوکر صرف رب السماوات و الارض کی قدوسیت سے فیض یاب جلال و قہاریت تهی' اور مامون الرشید اگر تمام کرهٔ ارضی کی بکهری هوئی طاقتوں کو جمع کرکے اپنے ساتهه لے آتا' جب بهی اسکی صدا کی گرج کی تاب نہیں لاسکتا تها !

شیخ کے جوش و خروش' بے باکانه طرز بیان' مساویانه مقابلے اور هنگامه ساز آواز کی هولناکیوں نے اس تمام مجمع کو اسطرح دم بخود کردیا که (حسب تصریح شیخ) کسی کو روکنے یا ٹوکنے کا هوش نه تها - حتی که جب انہوں نے خود مامون الرشید اعظم کا اس حقارت کے ساتهه ذکر کیا' جب بهی نه ان حجاب و خدام بارگاه کی تلواروں کو حرکت هوئی' جو اسے دهکیلتے هوے دربار میں لارهے تهے' اور نه ان امرا و رؤساء کی زبانیں هلیں' جنهوں نے اسکے کم رو چهرے کی حقارت کی تهی ! الا ان اولیاء الله لا خوف علیهم و لا هم یحزنون !

شیخ نے اپنی تقریر جاری رکهی :

" آه ! تم هوا کا وه جهونکا هو جس سے شریعت کی آگ تو نه روشن هو سکی مگر اس نے سنت کے چراغوں کو گل کردیا - تم سیلاب خلافت کی وه رو هو' جو بدعات و محدثات کی خس و خاشاک کو تو نه بہا سکی مگر اس نے حق پرستی کے تناور درختوں کو گرا دیا - تم امارت و سیادت کی وه تلوار هو جو بطلان و ناحق کوشی کی فوجوں کو تو نه قتل کرسکی پر اس نے ارباب حق کے سروں کو اپنی برش و روانی کا تختهٔ مشق بنایا ! ابتک تمہارا دعوی رسول کی جانشینی کا رها تها - مگر اے مامون بن هارون ! تو اب رسول کی جانشینی هی کا نہیں بلکه رسول سے زیاده حق رسالت کا مدعی هوگیا هے - رسول خدا نے امة سے اسکا اقرار کبهی نہیں کرایا که وه کلام الله کو غیر مخلوق کہیں' مگر تیرے نزدیک کوئی شخص مسلمان نہیں هوسکتا جب تک وه بطلان کے اس کلمه پر ایمان نه لاے - تو نے صرف اس جرم پر که ارباب حق نے صراط مستقیم سے انحراف نه کیا جو خدا کے رسول اور اسکے تربیت یافتوں نے انکے آگے کهول دی هے' اپنے جبر و جور کی تلوار میان سے کهینچی' اور انہیں کافروں کی طرح قید خانوں میں قید کردیا - رسول الله کی سنت کے اتباع کیلیے تیرے پاس سزا و عقوبت هے' اور بدعت و ضلالت کیلیے پیشوائی و سیادت کی عزت ! خدا کے رسول نے ذمیوں کو امان دی هے' مگر تیری خلافت میں مسلمانوں کیلیے امان نہیں هے - اے مامون ! الله سے ڈر' اسکے عذاب کی پکڑ سے کانپ جسمیں بہت ڈهیل هے' مگر جس سے کبهی چهٹکارا نہیں - وه زمین کے ائمهٔ و خلفاء کو تلوار بخشتا هے تو انسے چهین بهی لیتا هے - تم سے پہلے دمشق کے ائمهٔ جور نے مسلمانوں کا خون مباح کیا' مگر تمہارے هاتهوں انکا خون بهی مباح کیا گیا - نه هو که تمہارا خون بهی کسی کے هاتهوں مباح کیا جاے - تم انکے تخت کے وارث هوے هو' مگر انکے جور و طغیان کی وراثت نه لو"

مقالات

دي زندگي ميں کسقدر فرق عظيم و تباين کلي ہے ؟ علمي حيثيت سے حکماء صرف اصول و کليات قائم کر سکتے هيں - اونکے جزئيات کا احاطه اونکے دسترس سے باهر ہے - عملي طهارت کے لحاظ سے ديکها جائے تو وہ کوئي چيز نهيں - ليکن انبياء کرام ميں پهلي چيز عملي نمونه کي روح القدس ہے' اور چونکه انکا کام فلسفه نهيں بلکه انساني زندگي کي سعادت ہے' اسليے وہ زيادہ تر جزئيات هي پر نظر ڈالتے هيں - اونکو کليات سے بهت زيادہ بحث نهيں هوتي - وہ پاک انسان بنا نے آتے هيں ' فلسفه کي نظريات وضع کرنے نهيں آتے -

حکماء اور انبياء ميں سب سے بڑا فرق يه ہے که انبياء خود عمل کرتے هيں' اور دوسروں سے عمل کرواتے هيں' ليکن حکماء کي پوري جماعت کا يه حال رها ہے که انهوں نے عمل کے دائرہ ميں قدم بهي نهيں رکها ' اور کسي عملي گروہ کے پيدا کرنے کا شرف تو کسي حکيم کو حاصل نهيں - پس نبوت کي حقيقت دو جزو سے مرکب ہے' علم اور عمل - خدا نے انهي دونوں اجزاء سے نبوت کي تحديد کي :

يتلــو عليهــم آيتــه — وہ پيغمبر اون پر خدا کي آيات کي تلاوت
و يزکيهم' و يعلمهم الکتب — کرتا ہے' اونکے اخلاق کا تزکيه کرتا ہے ' اور
و الحکمـــة - — اونکو کتاب و حکمت کي باتيں سکهاتا ہے-

آنحضرت صلی الله عليه وسلم کے سلسلۂ احتساب ميں هم نے جن اعمال جزئيه کا حواله ديا ہے ' اون سے يه حقيقت اچهي طرح واضح هو جاتي ہے - ان جزئيات سے ثابت هوتا ہے که آپ کي نگاہ کس طرح صحابه کي ايک ايک ادا پر پڑتي تهي ' اور آپ کس طرح اون پر گرفت کرتے رهتے تهے' اور اس پيغمبرانه دارو گير نے کس درجه صحيح نظام عمل و نمونۂ اخلاق حسنه قائم کرديا تها ؟

حکماء کے حالات ميں مبسوط کتابيں لکهي جا چکي هيں ' ليکن تمام دنيا کے حکماء کي مجموعي تاريخ بهي اس قسم کا عملي نظام نه قائم کرسکي ' اور نه کسي حکيم نے فرض احتساب ادا کرنے کيليے اپنے آپ کو خطرے ميں ڈالا -

(رافت و رحمت)

خدا نے آنحضرت کي سب سے زيادہ نمايان خصوصيت يه بتائي ہے :

بالمومنين رؤف رحيم- — وہ مسلمانوں پر نهايت شفقت ' بے غرضانه محبت ' اور کمال لطف و مهر رکهتے هيں !

آپ کے سلسلۂ احتساب ميں هم نے جن واقعات کو جمع کرديا ہے ' اون سے حرف بحرف اسکي تصديق هوتي ہے - ان واقعات سے ظاهر هوتا ہے که فرض احتساب آپ کا روزانه معمول تها - آپ ايک جزئي سے جزئي بات پر بهي روک ٹوک کرتے تهے - تاهم آپ نے کسي موقع پر بهي بلا ضرورت سختي و خشونت کا اظهار نهيں کيا ' بلکه اکثر مواقع ايسے پيش آے جهاں زبان سے ايک حرف بهي نهيں نکالا ' کسي فعل پر اظهار ناراضي کرنا هوا تو سلام کا جواب نهيں ديا ' کهيں منه پهير ليا ' کهيں کوئي آيت پڑه دي' کهيں کوئي پر اثر جمله فرماديا- يهي رفق و ملاطفت تهي' جسکي کشش تمام دنيا کو آپ کي طرف کهينچ لاتي تهي' اور اسي نے صحابه کے عمل کو يکسر سنوار ديا تها - اور اسي بنا پر خدا نے بهي فرمايا :

اسلام اور تربيت عسکري

ايک ابتدائي اور سرسري مطالعه

هم نے گذشته نمبر ميں " تربيت عسکري " کے عنوان سے ايک سلسلۂ بحث شروع کيا تها - اراده تها که پہلے قصص بنو اسرائيل پر نظر ڈالکر پهر اسلام کي تربيت عسکري پر متوجه هونگے' اور دونوں کا باهم ارتقائي تعلق و ربط واضح کرنے کي کوشش کرينگے - ليکن سلسلۂ تاريخ بنو اسرائيل ميں قرآن حکيم کي تصريحات و اشارات اسقدر وسيع هيں که رسائل و جرائد کے مقالات ميں انکو سميٹنا بهت مشکل ہے - حضرۃ موسی علی نبينا و عليه السلام کي زندگي اور اعمال اجتماعيه کے بعد بهي بنو اسرائيل کي تاريخ خلافة و وراثت ارضي کا بهت بڑا سلسله باقي رهجاتا ہے ' اور علی الخصوص قصه طالوت و جالوت اور عهد حضرت سليمان عليه السلام کے اشارات اسقدر اهم و ضروري هيں که کسي طرح نظر انداز نهيں کيا جاسکتے -

ليکن بالفعل هم اس صحبت کو اس هفته ملتوي رکهتے هيں که فرصت تحرير نهيں ' اور اسکي جگه اسلام کے نظام عمل عسکري پر ايک سرسري نظر ڈالنا چاهتے هيں - يه ٹکڑہ پہلے سے لکها هوا بلکه کمپوز کيا هوا موجود ہے - اسکي اشاعت ميں همارے ليے بهت آسانياں هيں -

---

(پہلے کالم کا بقيه مضمون)

لو کنت فظا غليظ القلب — اگر تم اکهڑ اور سخت طبع هوتے تو
لانفضــوا من حولــک — لوگ تمهارے پاس سے بهاگتے -

(احتساب اور وحدت قوميت)

ان واقعات سے ثابت هوتا ہے که تنازع و اختلاف کے زمانے ميں فرض احتساب ادا نهيں کيا جاسکتا - خدا نے احتساب کي علت اوس ولايت عامه يعني نيکي کے رشته کي برادري و رفاقت کے حق کو قرار ديا ہے ' جو ايک مسلمان کو دوسرے مسلمان پر حاصل ہے اور جس نے تمام فرزندان اسلام کو ايک زنجير اتحاد ميں منسلک کرديا ہے :

والمومنون والمومنات بعضهم — مسلمان مرد اور مسلمان عورتيں
اولياء بعض' يامرون بالمعروف — ايک دوسرے کي دوست اور
و ينهــون عن المنکــر — مددگار هيں ' نيکي کا حکم ديتے هيں اور برائي سے روکتے هيں -

ليکن اختلاف اور تفرقه کے زمانے ميں يه حق ولايت زايل هوجاتا ہے - هر شخص ايک دوسرے کا دشمن بن جاتا ہے ' ايک جماعت اور مذهب کي جگه بيسيوں جماعتيں بن جاتي هيں اور ايک دوسرے کو درندوں کي طرح چيرتي پهاڑتي هيں - اسليے نه کوئي کسيکو روکتا ہے اور نه کوئي کسيکي سنتا ہے - يهي وجه ہے که حضرت عثمان کے زمانه خلافت ميں احتساب کي مثاليں پيشتر کي نسبت کم ملتي هيں' کيونکه اختلاف کي بنياد پڑ چکي تهي -

کردیا جاے - لیکن مقدام نے جوکچهه پایا ' اُسي وقت فقرا کو تقسیم کردیا - (ابو داؤد - کتاب اللباس)

صحابه کرام کے حالات میں اس قسم کي آزادي حق و امر بالمعروف کي مثلیں اس کثرت سے ملسکتي هیں که دنیا کي پوري تاریخ اخلاق و فضائل اسکي نظیر پیش کرنے سے عاجز هے - لیکن اس سلسلۂ مضامین کا مٰاخذ صرف احادیث کي کتابیں هیں ' اور کتب حدیث میں سے بهي صرف معتمد ترین ذخیرہ حدیث یعني صحاح سته ' پس جسقدر حصه عام تاریخ کے ذخیرہ سے تعلق رکهتا هے ' اسکو نظر انداز کر دیتے هیں -

(احتســاب کا اثــر و نفــوذ)

شریر روحوں اور ناپاک هستیوں نے هر زمانه میں خدا کے نیک بندوں کو قوت کے صحیح استعمال سے روکا هے - فرعون نے اسي لیے حضرت موسی علیه السلام کو ارض مصر سے نکال دیا تها ' قریش اور روساء یهود کي سازشیں مسلمانوں کے استیصال قوت هي کیلیے قائم هوئي تهیں - منافقین نے اسي غرض سے مسجد ضرار کو مسلمانوں کي تفریق کا آله بنایا تها -

لیکن قوت هي کا صحیح استعمال اخلاق کا سنگ بنیاد هے ' اور اوسي نے نظام عالم کو قائم رکها هے - اگر آفتاب اپني پوري طاقت کے ساتهه زمین میں حرارت نه پهونچاتا ' اگر ابر اپني پوري طاقت کے ساتهه اوس میں رطوبت نه پیدا کرتا ' اگر کرۂ هوا کي پوري طاقت اوس میں عمل نه کرتي ' تو زمین کي گود میں ایک سبز پته ' ایک رنگین ورق گل ' ایک دانۂ غله بهي نظر نه آتا !

لیکن خدا کي رحمت کبهي کبهي چهپے هوے چشموں کي سوتوں کو کهول دیتي هے ' برف سے ڈهکے هوے پاني میں رواني پیدا هوجاتي هے ' وہ اوبل اوبل کر اور بهه بهه کر دنیا کو سیراب کردیتي هیں -

اسي رحمت الهي نے عهد نبوت و عهد صحابه میں قوت الاهیه کو پوري آزادي و وسعت دیدي تهي ' اسلیے اوسکے استعمال صحیح کے نتائج صحابه کرام کي هر شعبۂ زندگي میں کامل و اکمل نظر آتے هیں -

احتساب کا سب سے زیادہ عظیم الشان اثر یه هے که وہ انسان میں حق کے قبول کرنے ' اُسکي جستجو میں سرگرداں رهنے ' اور اُسپر عمل پذیر هونے کا مادہ پیدا کردے - عهد نبوت و عهد صحابه میں احتساب کے یه آثار قائمه هر جگهه نمایاں نظر آتے هیں - اوپر گذرچکا هے که حضرت عمر کو مهر کے معامله میں جب ایک عورت نے ٹوکا تو اُنهوں نے کس صداقت کے ساتهه اپني غلطي کا اعتراف کرلیا - ایک بے ادبي یا ایک الزام پر جب اُنهوں نے ایک شخص پر حمله کرنا چاها ' تو قرآن مجید کي ایک آیت نے انکا هاتهه پکڑ لیا - یه کوئي مخصوص موقع هي نه تها ' بلکه قرآن حکیم کے احتساب نے اُن میں اسکا عام مادہ پیدا کردیا تها - چنانچه امام بخاري نے اسي حدیث میں اُنکي خصوصیت احتساب کي تصریح بهي کردي هے : کان وقافا عند حدود الله !
یعني وہ منا هي قرآن سے آگے کبهي تجاوز نهیں کر سکتے تهے !

حق کي جستجو کا شوق هر صحابي کے دل کو قوت احتساب کي رهنمائي کا منتظر رکهتا تها - ایک مرتبه حضرة انس بن مالک مدینه میں آے - لوگوں نے اتباع سنت کے شوق میں اُن سے پوچهنا شروع کیا که همارا کوئي فعل آنحضرت کے افعال و اقوال کے خلاف تو نهیں هے ؟ اُنهوں نے کها : " بس میں اتنا فرق پاتا هوں که تم لوگ نماز میں صف سیدهي نهیں رکهتے " (بخاري جزء - ۱)

آنحضرت نے عهد صحابه کو خیر القرون کها هے ' لیکن اگر اس مبارک زمانے کي تمام خصوصیات کي تعلیل کي جاے ' تو ان میں سب سے زیادہ نمایاں جزو عمل وهي هوگا ' جسکے نظام کو صرف احتساب هي نے قائم کیا تها - آنحضرت نے جس بنا پر عهد نبوت کو خیر القرون یعني بهترین عهد فرمایا هے ' آپکي خود هي تصریح بهي کردي هے :

ثم ان بعدکم قوما یشهدون ولا یستشهدون ویخونون ولا یوتمنون و ینذرون ولا یوفون (بخاري جزء ۵)

پهر تمهارے بعد ایک ایسي قوم پیدا هوگي ' جو گواهي دیگي مگر حق کي گواهي دینے کي اسمیں کوئي طلب نهوگي ' وہ خیانت کریگي ' اُسمیں امانت نهوگي ' اور نذر مانیگي تو اوسکو پورا نه کریگي -

اس سے معلوم هوا که جن فسادات کو خیر القرون کے بعد کي قوموں میں بیان کیا هے ' انکا نهونا هي خیر القرون کي اصلي خصوصیت هے - لیکن اس خصوصیت کو صرف احتساب هي کے اثر نے قائم رکها تها - صحابه کے بعد جو زمانه پیدا هونے والا تها ' وہ تابعین کا زمانه تها - لیکن اس مبارک زمانے کو بهي صرف قوت احتساب هي نے پیدا کیا - چنانچه صحابه کي نسل خود شهادت دیتي هے :

کانوا یضربونا علی الشهادة و العهد و نحن صغار (بخاري - جزء ۵)

صحابه همکو بیجا شهادت دینے اور معاهدہ کرنے پر بچپن هي میں سزا دیتے تهے ' تاکه اسکي عادت نه پڑے -

صحابه کے بچے جس طرح برائیوں سے روکے جاتے تهے ' اوسي طرح اون سے نیکي پر عمل بهي کرایا جاتا تها - ایک مرتبه صبح کو آنحضرة نے اعلان کرادیا که جو لوگ عاشورے کا روزہ رکهه چکے هیں اونکو روزہ پورا کرنا چاهیے ' اور جو لوگ افطار کرچکے هیں ' وہ بهي بقیه دن روزہ رکهیں - اس اعلان کے بعد صحابه نے اسپر اس شدت کے ساتهه عمل کیا که خود بهي روزہ رکهتے تهے اور اپنے بچوں سے بهي روزہ رکهواتے تهے ! جب کوئي بچه بهوک کي شدت سے روتا تها تو بهلانے کیلیے اس کے کهلونے اسکے هاتهه میں دیدیتے تهے - (مسلم جلد ۱ - صفحه ۴۲۳)

عهد نبوت میں عدل و انصاف کے معیار کو صحابه کي اسي تربیت پذیري نے بلند تر کردیا تهـا - ایک مرتبـه آنحضرت نے فرمایا " اگر کوئي عامل ایک دهاگا بهي اپنے پاس چهپا رکهے گا تو یه اوسکي خیانت میں محسوب هوگا ' اور قیامت میں اسکو نمایاں کیا جائیگا " ایک صحابي پر جو کسي مقام کے حاکم تهے ' اسکا اسقدر اثر هوا که فوراً آنحضرة کي خدمت میں حاضر هوے اور عرض کیا " یا رسول الله ! مجهے اس خدمت سے معاف رکهیے " آپنے وجه پوچهي تو اونهوں نے آپ کي اس وعید شدید کا حواله دیا اور کها : " اسکے خوف سے میرا دل کانپ اوٹهتا هے ! "

آه ' آن مسلمانوں کو آج کهاں ڈهونڈهیں جنکي صرف یهي خصوصیت نهیں تهي که :

کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنکر

تمهارا ظهور ایک بهترین امت کي حیثیت سے هوا هے ' جو نیکي کا حکم دیتي اور برائیوں سے روکتي هے -

بلکه ساتهه هي یه خصوصیت بهي تهي :

ما آتاکم الرسول فخذوہ و ما نهکم عنه فانتهوا و اتقوا الله ان الله شدید العقاب - (حشر ۷)

پیغمبر خدا تم کو جس چیز کا حکم دیں ' اوسکو قبول کرلو ' اور جس چیز سے روکیں ' اوس سے رک جاو ! خدا سے ڈرو ' خدا سخت عذاب دینے والا هے -

خدا کا رسول حکم دیتا تها ' وہ قبول کرتے تهے - رسول روکتا تها ' وہ رک جاتے تهے - وہ بیج ڈالتا تها ' انهوں نے اپني زمین قلب کو اسکے لیے صالح بنادیا تها - وہ سراسر حسن تها ' یه سراسر عشق تهے !

قوت فاعله اور قوت منفعله کا یهي امتزاج روحاني تها جس نے صحابه کے روشن زمانے کو پیدا کیا ' اور اب انهي دونوں قوتوں کے فقدان نے دنیا کو گمراهي میں مبتلا کردیا هے - نه دعوۂ حق کیلیے همارے علماء میں فعل هے - نه عام افراد امت میں انفعال و تاثر !!

(ایک ضروري نکته)

ایک نادان ملحد کهه اٹهتا هے که شریعت اور فلسفۂ اخلاق ' دونوں کا ایک هي مقصد هے ' لیکن وہ نهیں دیکهتا که انبیاء اور حکماء

فوج کو میدان کارزار میں بھوک پیاس کی جو تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ھیں' روزہ کے ذریعے مسلمانوں کو اسکا خوگر بنایا گیا۔

اقسام جہاد کی وسعت نے جہاد بالمال کی ایک خاص قسم پیدا کردی تھی' یعنی کلمۂ حق کیلیے جان کے ساتھ مال کو بھی لٹانا - زکوۃ و صدقہ کے ذریعہ اسلام نے اسکا باضابطہ نظام قائم کردیا - حج اسلام کے تمام اعمال کا مجموعہ ھے' اور اس میں ایک اھم ترین جزو جہا دکا بھی ھے - فوجی زندگی کیلیے سفر ھے' شدائد سفر ھیں' عزیزوں اور قریبوں سے جدائی ھے' صرف ایک ھی وردی پر قناعت کرنی ھے' اور ایک ھی میدان میں سب کو جمع ہوکر اپنے مقصود وحید کو ڈھونڈھنا ھے - تفصیل کا موقعہ نہیں' مگر حج کے اندر فوجی زندگی کی یہ تمام تعلیمیں موجود ھیں -

ان تمام عبادات کے ادا کرنے کیلیے جو شرائط اور پابندیاں فرض کی گئی ھیں' آنکے متعلق اسلام کو مذاھب پر یہ فضیلت حاصل ھے کہ اُس نے مذھب کی تمام پابندیوں کو نہایت آسان کردیا ھے - حالت سفر و مجبوری میں انسان صرف تیمم کرکے نماز پڑھ سکتا ھے - تعداد رکعات کے لحاظ سے نماز کی صرف دو رکعتیں کافی ھیں' سفر میں روزہ رکھنا ضروری نہیں -

لیکن خدا نے اِن آسانیوں کو عیش و نعم کا ذریعہ نہیں بنایا ھے جیسا کہ ھوا پرست امراء سمجھتے ھیں' بلکہ اُن کا مقصود صرف اُس عظیم الشان فرض کو آسان کردینا تھا جسکا نام جہاد ھے - چنانچہ آیت تیمم ایک سفر جہاد ھی میں نازل ہوئی' اور قصر نماز اور افطار رمضان کا حکم اگرچہ اب ھر سفر کو شامل ہوگیا ھے' لیکن آنحضرت اور صحابہ کے سفر کا مقصد صرف جہاد ھی ہوتا تھا - اِس بنا پر جو مسلمان کامل طور پر فرائض و عبادات کا پابند ھے' وھی مسلم ھے - اور جو مسلم ھے' وہ لازمی طور پر مجاھد فی سبیل اللہ اور فوج حق کا سپاھی ہوگا -

پس ایک ایسی قلیل جماعت نے جسکو روز اول ھی سے فوجی تعلیم دیگئی ہو' جسکا مجموعۂ عبادت تربیت عسکری کا بہترین مظہر ہو' جس نے کامل دس سال تک صبر و استقلال' عزم و ثبات' اور جفا کشی کی پوری مشق حاصل کرلی ہو' اگر بدر و حنین میں کفار کی صفیں اُلٹ دیں' خیبر کے قلعوں کو چور چور کردیا' اور قیصر و کسریٰ کو جاکر پامال کر آئی' تو کوئی تعجب انگیز امر نہیں -

البتہ دنیا نے ھمیشہ فوج کی حقیقت کے سمجھنے میں غلطی کی ھے - اسلام کا سب سے بڑا فوجی کارنامہ یہ ھے کہ اُس نے اسی عالمگیر غلطی کا پردہ چاک چاک کردیا - ایک مدت تک دنیا نے فوج کا مفہوم صرف اسی قدر سمجھا تھا کہ فوج . بہت بڑی تعداد کے مجموعہ کا نام ھے اور اسکی طاقت صرف تعداد اور آلات ھی سے عبارت ھے' آج بھی جبکہ فوجی نظام اپنے انتہائی درجہ کو پہونچ گیا ھے' کثرت کو ھمیشہ قلت کے مقابلے میں ترجیح دی جاتی ھے' اور فتح و ظفر کی امیدیں اسی فوج کے ساتھ وابستہ رھتی ھیں' جو وسیع رقبہ زمین کے ساتھ وسیع اعداد و شمار پر بھی قابض ہو -

اسکے بعد اس نظام میں کسی قدر ترقی ہوئی' اور جسمانی صحت و تندرستی اور عصبی طاقت کا بھی اضافہ کیا گیا -

چنانچہ عام طور پر فوجی قابلیت پیدا کرنے کیلیے اسپارٹا میں ایک قانون نافذ کیا گیا تھا' جسکا منشا یہ تھا کہ جو بچے فطرتاً ضعیف اور کمزور پیدا ہوں' انکو ھلاک کردینا چاھیے - اسپارٹا میں اس قانون پر عمل کیا گیا' اور چند ھی دنوں میں اس کی سر زمین نے اپنی آغوش کو قوی ھیکل نوجوانوں سے بھر لیا -

لیکن درحقیقت فوجی نظام کی یہ ترکیب ایک فلسفیانہ غلطی پر مبنی تھی' یہ نظام اس اصول پر مبنی تھا کہ فوج صرف اپنی جسمانی طاقت ھی سے لڑتی ھے' اور جسمانی طاقت کے جمع کرنے کے صرف دو ھی طریقے ہوسکتے ھیں - ایک طریقہ یہ ھے کہ غیر محدود لوگوں کی ترکیب سے میدان جنگ میں طاقت کا ایک عظیم الشان پہاڑ کھڑا کردیا جائے' دوسری راہ یہ ھے کہ اگر اسقدر افراد کا اجتماع نا ممکن ہو' تو تعداد کی کمی کو افراد کی جسمانی طاقت کی زیادتی سے پورا کیا جائے اور زیادہ طاقتور سپاھی جمع کیے جائیں - چنانچہ قدیم تاریخوں میں اسی غلط خیال کی بنا پر عظیم الشان فتوحات کو غیر محدود فوج اور غیر معمولی طاقت کے سپہ سالاروں کی طرف عموماً منسوب کیا گیا ھے -

لیکن حقیقت یہ ھے کہ فوج میدانِ جنگ میں کسی خارجی طاقت سے نہیں لڑتی' بلکہ وہ حریف کا مقابلہ صرف جذبات کی اندرونی قوت سے کرتی ھے' اور جذبات کی یہ قوت غیر محدود تعداد اور غیر معمولی طاقت کے سپاھیوں کے ساتھ مخصوص نہیں ھے - وہ چند کمزور انسانوں اور مسکینوں کے اندر بھی پیدا ہوسکتی ھے' اور پیدا ہوکر وھی نتائج حاصل کرسکتی ھے' جو کسی فوج کا ایک ٹڈی دل حاصل کرسکتا ھے -

اسلام پہلا فوجی مذھب ھے' جس نے تربیت عسکری کی بنیاد اسی اصول پر قرار دی' اور اسی اصول پر اوس نے مجاھدین اسلام کی فوجی تعلیم شروع کی - اُس نے بتایا کہ فتح و ظفر صرف بڑی بڑی جماعتوں کے ساتھ ھی مخصوص نہیں ھے' بلکہ ایک چھوٹا سا گروہ بھی اپنے اندر ایمان باللہ پیدا کرکے ایک عظیم الشان جماعت کو شکست دیسکتا ھے :

وکم من فئـة قليلـة	کتنے ھی چھوٹے گروہ ھیں جو بڑے
غلبت فئـة كثيرة باذن	بڑے گروھوں پر خدا کے حکم سے
الله و الله مع الصبرين	غالب آگئے' اور خدا صرف ارباب عزم
(۲ : ۲۵۰)	وھمت ھی کے ساتھ ھے -

اسپارٹا کی سر زمین جن ضعیف بچوں کو اپنی آغوش سے نہایت بیدردی کے ساتھ پھینک دیتی تھی' اسلام نے اُنکو اپنی آغوش محبت میں اُٹھا لیا' کیونکہ فوج صرف جذبات صالحہ کی روح سے طاقتور ہوکر لڑتی ھے' اور جذبات کا اثر ضعیف الاعصاب لوگوں پر قوی والوں سے کہیں زیادہ پڑتا ھے (۱)' پس وھی تو بہترین فوجی خدمت انجام دیسکتے ھیں - انکو ضعف و ناتوانی کے جرم سے ٹھکرایا کیوں جائے؟ چنانچہ کتب احادیث میں ھم دیکھتے ھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فوجی دربار صرف بڑے بڑے جسموں اور چوڑے چوڑے سینوں ھی کیلیے نہ تھا' بلکہ اسمیں ھمیشہ ضعیفوں اور ناتوانوں کو خاص رحمت و محبت کے ساتھ ڈھونڈھا جاتا تھا :

ابغوا الی الضعفـاء فـانما	میرے پاس ضعیفوں کو لاؤ'
ترزقون وتنصرون بضعفائكم	کیونکہ تمکو انھی کی بدولت
(ابو داؤد جلد - ۱ - ص - ۳۴۸)	روزی اور مدد ملتی ھے -

اس بنا پر اسلام نے فوجی نظام کی ترتیب میں مادہ کو بالکل نظر انداز کردیا' اور اُسکی ترکیب صرف روح سے کی' یہی روح ھے جسکو اسلام کا نظام اخلاق کہا جاتا ھے -

اسلام ایک مکمل مذھب کے تمام اجزاء کا مجموعہ ھے' اسلیے اوس نے عقائد و عبادات کے سلسلہ میں اخلاق کو بھی نمایاں جگہہ دی ھے - لیکن اسلام نے مسلمانوں کو خاص طور پر جن اخلاق حسنہ کی تعلیم دی' وہ تمام تر فوجی گروہ سے تعلق رکھتے ھیں - اوس نے صبر و توکل اور عزم و استقلال کی ھر موقع پر تعلیم دی' اور یہی چیزیں ھیں جنکے ذریعہ سے کوئی فوج میدان جنگ میں ثابت قدم

(۱) علم النفس کا یہ ایک مسلم مسئلہ ھے -

اسلام كي تربيت عسكري كا عنوان نهايت اهم اور بيحد وسيع هے - سب سے پہلے قرآن حکيم کي وه تصريحات سامنے آتي هيں جن ميں مسلمانوں کے قومي خصائص واضح کيے گئے هيں' اور اُن ميں هر خصوصيت کے اندر عسکري تربيت کي ايک حقيقت اعلى موجود هے - اسکے بعد اقوال و اعمال نبوت هيں - آنحضرت صلى الله عليه و سلم کي زندگي' آنکا اسوۂ حسنه' آنکے اعمال طيبه ' تمام ايام و واقعات مقدسۂ جهاد في سبيل الله کے واردات و حالات ' ان سب چيزوں کو سامنے لانا اور ان ميں نظم و ترتيب پيدا کرنا اس مبحث کيليے ضروري هے -

ليکن ان چيزوں کو بهي هم آينده کسي مطمئن صحبت کيليے اٹها رکهتے هيں' اور آج صرف ايک عام اور سرسري نظر ڈالکر نظام اسلامي او ر نظام موسوي کے باهمي تعلق و ربط کي کڑي ڈهونڈهتے هيں-

(دعوۃ اسلامي)

حقوق الله و حقوق العباد کي جو عادلانه تقسيم خدا نے کردي هے' اوسکو عدل و حقيقت کے ساتهه قائم رکهنا ايک مکمل مذهب کا اصلي فرض هے - انسان نے ابتداء هي سے ان حقوق ميں دست اندازي شروع کي ' اور جسقدر اوس نے حقوق الله کو پامال کيا ' اوسي قدر حقوق العباد بهي پامال هوتے گئے - حضرت ابراهيم عليه السلام کے زمانے ميں حقوق الله کي بربادي اپنے انتهائي درجے تک پهونچ گئي تهي ' اور انسان نے علانيه خدائي کي صفتوں کا دعوى کرديا تها :

الـم تر الى الذي حاج ابراهيم في ربه ان اتـه اللـه الملك ' اذ قـال ابراهيم ربي الذي يحي و يميت - قال انـا احي و اميت (٢ : ٢٦٠)

کيا تم اوس شخص کو نهيں ديکهتے جس نے ابراهيم سے اوسکے خدا کے بارے ميں اس غرور کي بنا پر حجت کي' که خدا نے اسکو بادشاه بنا ديا تها ؟ جب ابراهيم نے کها که ميرا خدا وه هے جو زنده کرتا هے اور مار ڈالتا هے ' تو اوس سرکش نے کها که مجهه ميں بهي يه طاقت موجود هے که زنده کرتا هوں اور مارتا هوں -

ليکن خدا تعالى نے اپنے حقوق کي محافظت کيليے کبهي زمين پر انسان کا خون نهيں بهايا ' صرف انسان کے ظلم هي نے زمين کو خون سے رنگين کيا هے ' اور يه دهبا اُسکے دامن پر اوسوقت سے لگا هے' جب ايک بهائي (قابيل) نے دوسرے بهائي (هابيل) پر تلوار اوٹهائي هے - يهي وجه هے که احاديث ميں تمام دنيا کي خونريزيوں کا ذمه دار قابيل هي کو قرار ديا گيا - حضرت موسى عليه السلام کے زمانے تک حقوق الله بالکل مٹ گئے تهے ' اور شيطان انسان کے اندر سے صاف صاف بول رها تها :

و قال فـرعون يا ايها الملاء ما علمت لکم من اله غيري (٢٨ : ٣٨)

اور فرعون نے اپنے ارکان سلطنت سے کها : ميں اپنے سوا نهيں جانتا که تمهارا اور بهي کوئي خدا هے -

وه اگر اسي دعوي پر قانع رهتا ' تو ممکن تها که خدا کا غصه اوس سے چشم پوشي کرتا ' اور اُسکے سر پر خدا کي تلوار نه چمکتي' جيسا که حضرت ابراهيم عليه السلام کے زمانے تک دنيا پر خدا کا ابر کرم محيط رها - ليکن اوس نے اس حد سے بهي ترقي کي ' اور حقوق العباد کي حدود ميں ظلم و جبر کا قدم رکها - اس نقطے پر پهونچکر هميشه خدا کي تلوار ميان سے نکل آئي هے ' اور دنيا کو خون کے دريا ميں تيرنا پڑا هے - چنانچه خدا نے اپنے حقوق سے تو چشم پوشي کرلي' ليکن وه حقوق العباد کي پامالي کو نهيں ديکهه سکتا تها ' اسليے حضرت موسى عليه السلام کو اُسکي محافظت کيليے فرعون کے پاس بهيجا :

اذهب الى فرعون انه طغى (٢٠ : ٢٩)

اے موسى ! فرعون کي طرف جاو کيونکه وه نهايت ظالم و سر کش هوگيا هے ' يعني خدا کے بندوں پر نهايت ظلم کرتا هے -

يه پهلا دن تها که خدا کے ايک صالح بندے نے بسط عدل ' قيام امن ' حمايت حق کيليے هاتهه ميں تلوار لي' اور اُسي دن سے تربيت عسکري کي مذهبي روح نے دنيا ميں ظهور کيا -

اسلام دين الهي کي آخرين تکميل تهي' پس وه حقوق الله اور حقوق العباد ' دونوں کی حفاظت کا تنها ذمه دار تها - ايک طرف تو وه اُن بتوں کو چور چور کرنا چاهتا تها جنهوں نے خدا کي جبروت و قدوسيت کا اپنے آپ کو شريک بنا ليا تها - دوسري طرف وه ان تمام بيڑيوں سے انسانيت کو کامل نجات بخشنا چاهتا تها جو طرح طرح کي سياسي ' مذهبي ' اخلاقي ' معاشرتي ' اور ذهني غلاميوں کي اسکے پانوں ميں ڈالدي گئي تهيں' اور جنکي وجه سے تمام کرۂ ارضي حقوق العباد کے غصب و هلاکت کا ايک جهنم کده بن گيا تها !

پس تکميل دين الهي يعني حقوق الله و حقوق العباد کي کامل محافظت کيليے اسلام نے تمام انبياء کرام ميں صرف انهي دو اولو العـزم پيغمبروں کے اسوۂ حسنه کو اپني امت کيليے نصب العين قرار ديا - چنانچه حقوق الله کي حفاظت کيليے اُس نے حضرت ابراهيم عليه السلام کے نقش قدم کي پيروي کي تعليم دي :

قد كانت لكم اسوۃ حسنة في ابراهيم والذين معه -

تمهارے ليے ابراهيم اور اسکے ساتهيوں کي ذات ميں پيروي و اتباع کيليے بهترين نمونه رکها گيا هے -

اسلام نے کامل دس سال تک هر قسم کي جسماني تکليفيں برداشت کيں' هر قسم کي دنيوي ذلتيں سهيں' هر قسم کے مصائب کا مقابله کيا ' ليکن کفار کے ساتهه کسي قسم کي سختي نهيں کي' اور اونکو نهايت نرمي و محبت کے ساتهه توحيد کي دعوت ديتا رها - اسطرح جب اوس نے مسلمانوں کو اسوۂ ابراهيمي کا خوگر بنا ليا ' اور اسيکے ساتهه ساتهه فوجي تعليم کي سب سے بڑي عملي مشق يعني صبر و تحمل اور عزم و استقلال کي تکميل هوگئي ' تو پهر حقوق العباد کي محافظت کيليے اسوۂ موسوي کے اتباع کي بهي تعليم دي ' اور وحي الهي نے دعوۃ موسوي اور دعوۃ محمدي کي اس مشابهت کو نماياں کيا :

انـا ارسلنا اليكم رسـولاً شاهــداً عليكــم كمـا ارسلنا الى فرعون رسولا - (١٥ : ٧٣)

هم نے تمهارے پاس اپنا ايک پيغمبر بهيجا جو حق و عدالت کي شهادت ديتا هے' جس طرح فرعون کي جانب اپنا ايک پيغمبر بهيجا تها -

يهيں سے عملاً اسلام کي فوجي زندگی شروع هوتي هے - حق و صداقت کا جو وعظ وه آج تک صرف زبان سے سناتا تها ' اب اُسميں زبان تيغ کو بهي شريک بنا ليا گيا -

ليکن اسلام کے تمام اعمال و عبادات پر غور کرنے سے معلوم هوجاتا هے که يه محض کوئي فوري تغير نه تها جو انصار مدينه کي اعانت يا کفار مکه کے دست ظلم کي رهائي سے وقوع ميں آيا هو - بلکه اسليے که اسلام کا حقيقي دستور العمل صرف جهاد تها' اور وه اب مسلمانوں کے نظام عمل کے رگ رگ ميں سرايت کرگيا تها - فرائض اسلام کي ابتداء نماز سے هوتي هے اور وه تمام تر فوجي قالب ميں ڈهالي گئي هے ' نماز کے تمام ارکان مجاهدين حق کے اعمال هي کي تصوير هيں :

كان النبي صلعم و جيوشه اذ علوا الثنايا كبروا و اذا هبطوا سبحوا' فـوضعت الصلـوۃ على ذالـك (ابو داود ج-١ ص-٣٤٩ كتاب الجهاد)

آنحضرت اور مجاهدين کي فوجيں جب پهاڑيوں کے اوپر چڑهتي تهيں تو تکبير کا غلغله بلند کرتي تهيں' اور جب اوپر سے نيچے کي طرف اُترتي تهيں تو سبحان الله کا نعره مارتي تهيں- پس نماز ميں بهي قيـام و قعود ' رکوع و سجود' اور تکبير و تسبيح کو اُسي قالب ميں ڈهالا گيا -

کو چاند اور سورج میں ڈھونڈھتي ہے مگر نا کامیاب ہوتي ہے اور یہي نا کامیابي اوسکا گنجینۂ مراد ہے :

فلما رای القمر بازغا قال ھذا ربي فلما افل قال لئن لم یھدني ربي لاکونن من القوم الظلمین - فلما رای الشمس بازغة قال ھذا ربي ھذا اکبر - فلما افلت قال یقوم اني بري مما تشرکون - (انعام : ۷۷)

جب چاند کو چمکتے ہوے دیکھا تو کہا یہ میرا خدا ہے - لیکن جب وہ ڈوب گیا تو اُسکي فطرۃ صالحہ بول اٹھي : اگر میرا خدا مجھے ھدایت نہ کرتا تو میں راہ ھدایت سے بھٹک جاتا - پھر جب سورج کو چمکتے دیکھا تو کہا یہ میرا خدا ہے یہ سب سے بڑا ہے - لیکن جب وہ بھي غروب ہوگیا تو اُس نے کہا : لوگو! میري جستجو ان جلوں میں گم نہیں ہوسکتي - میري فطرۃ صالحہ نے حقیقت تک مجھے پہنچا دیا ہے - میں اوس چیز سے علحدہ ہوتا ہوں جسکو تم شریک خدا بناتے ہو !

لیکن ان تغیرات سے عام طور پر لوگ اوس وقت تک بیخبر رہتے ہیں جب تک کہ زلزلے کا ایک دھکا اونکو ہوشیار نہیں کردیتا - پس حرکت روحاني تو برابر جاري رہتي ہے مگر جمود و غفلت انسان کي آنکھوں پر پردے ڈالدیتي ہے اور وہ حرکت کے نتائج پر غور نہیں کرسکتا - اسي غفلت اور مدھوشي کے عالم میں اچانک ایک پر ہیبت اور زلزلہ انگیز آواز سنتا ہے :

جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا !

حق آیا اور باطل مٹ گیا باطل مٹنے ھي کے لیے تھا -

وہ گھبرا کے آنکھہ کھولتا ہے اور اوسکو نظر آتا ہے کہ جو گھر تین سو ساٹھہ تصویروں سے سجایا گیا تھا اوس کي زینت کیلیے صرف ایک ھي قندیل کافي ہے :

الله نور السموات و الارض

خدا ھي کي ذات آسمان و زمین کا اصلي نور ہے !

(کون و فساد یا اصلح و افساد)

تم نے دیکھا ؟ مادیات میں معتقدات میں روحانیات میں اخلاق و عادات میں کس ترتیب و انتظام کے ساتھہ عمل کون و فساد جاري ہے ؟ اصلح و افساد کیونکر دست و گریباں ہیں ؟ نور و ظلمت کسطرح ہم آغوش ہیں ؟ خیر و شر کس درجہ مخلوط ہیں ؟ اصلح کو افساد اور افساد کو اصلح کیونکر مستلزم ہے ؟

پس تم جس چیز کو " اصلح " کہتے ہو دوسرا اوسیکو " افساد " کہہ سکتا ہے چنانچہ فرعون نے کہا :

و قال فرعون ذروني اقتل موسی و لیدع ربہ اني اخاف ان یبدل دینکم او ان یظھر في الارض الفساد (مومن : ۲۷)

فرعون نے کہا : مجھکو چھوڑ دو کہ موسی کو قتل کردوں اور وہ اپنے خدا کو اپني مدد کیلیے بلاے - میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمھارا دین نہ بدل دے یا یہ کہ زمین میں فساد نہ پھیلاے -

فرعون نے حضرۃ موسی پر فساد پھیلا نے کا الزام لگایا حالانکہ حضرۃ موسی کي ساري دعوۃ اسي لیے تھي کہ وہ فرعون کو مفسد قرار دیتے تھے اور اسکے افساد سے دنیا کو نجات دلانا چاھتے تھے -

منافقین سے کہا گیا :

لا تفسدوا في الارض — زمین میں فساد نہ کرو !

اونھوں نے جواب دیا :

انما نحن مصلحون

ہم تو اصلح کرنے والے ہیں - مفسد کیسے ہوسکتے ہیں ؟

لیکن با اینہمہ اختلاط و التباس افساد و اصلح میں ایک حد فاصل بھي ہے :

مرج البحرین یلتقین بینھما برزخ لا یبغین (الرحمن : ۱۸)

خدا نے کھارے اور میٹھے دریاؤں کے پاني کو باھم ملا کر بہایا پھر بھي ان دونوں کے درمیان ایک حد ہے - جس سے آگے نہیں ہوسکتے -

ایک دوسرے کي حد میں داخل ہوکر انسان اُس پردے کو اٹھانا چاھتا ہے پھر بھي حقیقت بے نقاب نہیں ہوتي اسلیے مفسد و مصلح کي حقیقي تمیز صرف خدا ھي کر سکتا ہے جس نے اس پردے کو قائم کیا ہے :

و الله یعلم المفسد من المصلح -

خدا ھي مفسد کو مصلح سے جدا کرتا اور اسکا علم رکھتا ہے -

تم نے اصلح و افساد کو دیکھا لیکن تم غور سے نہ دیکھہ سکے کیونکہ اون پر پردے پڑے ہوے تھے تمکو اور زیادہ غور سے دیکھنا چاھیے کیونکہ وہ ایات الہي ہیں :

و من آیاتہ منامکم باللیل و النھار و ابتغاؤ کم من فضلہ (روم : ۲۲)

اور خدا کي آیات میں سے تمھارا رات کا سونا اور دن کو خدا کے احسان کي تلاش کرنا ہے -

لیکن اس آیت کے اختلاف کے اندر اس سے بھي زیادہ محیر العقول آیت الہي ہے :

ان في اختلاف اللیل و النھار و ما خلق الله في السموات و الارض لایات لقوم یتقون -

رات دن کے اختلاف اور تمام عالم کائنات کے اختلافات کے اندر ارباب تقوی کیلیے بڑي ھي نشانیاں ہیں -

اسلیے خدا نے اصلح و افساد سے زیادہ اختلاف اصلح و افساد کو اپني قدرت کاملہ کا مظہر بنایا ہے :

یمحو الله ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب

خدا جس چیز کو چاھتا ہے مٹاتا ہے اور جس چیز کو چاھتا ہے قائم کرتا ہے اور اوسیکے پاس ام الکتاب ہے -

عالم کائنات اسي ام الکتاب کا ایک ورق ہے اس کتاب کو الٹو تو تمکو اول ھي صفحے پر نظر آئیگا کہ دنیا ایک قانون فطري اور ایک نظام الہي کي تابع ہے اور اس سے سرمو تجاوز نہیں کرسکتي - اصلح و افساد بلکہ تمام نظام عالم اسي قانون پر چل رہا ہے - تم کو یہ دقیق حقیقت نظر نہیں آتي تھي اسلیے خدا نے خود ھي اسکي تفسیر بھي کردي :

لا الشمس ینبغي لھا ان تدرک القمر و لا اللیل سابق النھار و کل في فلک یسبحون -

نہ سورج کو یہ حق حاصل ہے کہ چاند کو پالے نہ رات دن سے پہلے آسکتي ہے سب اپنے دائرہ و محور میں گھوم رہے ہیں -

(جزئیات اصلح و افساد)

تم کس آساني سے کہدیتے ہو کہ یہ افساد ہے یہ اصلح ہے - زید مفسد ہے عمر مصلح ہے - لیکن تم کو اب معلوم ہوا ہوگا کہ اصلح و افساد کا ایک قانون ہے جو ایک نظام خاص کا منبع ہے اسلیے تمکو بے پروائي کے ساتھہ کسیکو مصلح و مفسد کے خطاب دینے میں تامل کرنا چاھیے اور سب سے پہلے ایک منطقیانہ ترتیب کے ساتھہ اصلح و افساد کي حقیقت متعین کرلیني چاھیے -

قرآن حکیم میں اس حقیقت کو ذیل کے عنوانات کے تحت میں واضح کیا ہے :

(۱) جزئیات افساد و اصلح اور اونکے آثار و علائم کي تعیین و تشخیص -

(۲) اصلح و افساد یا خیر و شر دنیا میں مخلوط اور بالکل ملے جلے ہیں لیکن اصلح افساد پر خیر شر پر کماً و کیفاً غالب

باب التفسیر

الاصلاح والافساد

ان ارید الا " الاصلاح " ما استطعت !)

دنیا عالم کون و فساد ہے ' اس میں ایک چیز بنتی ہے تو دوسری بگڑتی ہے - ایک چراغ بجھتا ہے' تو دوسرا جلتا ہے - کلیوں کے دہن تنگ کا نقشہ بگڑ جاتا ہے' تب پھولوں کا شگفتہ چہرہ متبسم ہوتا ہے - قطرہ اپنی صورت بدل دیتا ہے ' تب موتی اپنی آب و تاب دکھاتا ہے - سیاہی اپنی روانی کھو دیتی ہے ' تب صفحۂ قرطاس پر ایک نقش ثابت جاوہ آرا ہوتا ہے - یہ ابدی قانون ہمیشہ سے جاری ہے ' اور ہمیشہ جاری رہیگا :

کل یوم ھو فی شان	ہر دن کی شان نت نئی ہے !

قدرت کا یہی عمل ہے جسکو اللہ تعالی قرآن حکیم میں آیات الہیہ یعنی خدا کی نشانیوں سے تعبیر کرتا ہے' اور بندوں کو اوسکی طرف بار بار توجہ دلاتا ہے :

ان فی اختلاف اللیل و النہار	رات دن کے اختلاف اور ان تمام
و ما خلق اللہ فی السموات	چیزوں کے تغیرات میں جنکو خدا
و الارض لآیات لقوم یتقون -	نے آسمان و زمین میں پیدا کیا

ہے ' اوس قوم کیلیے بڑی ہی نشانیاں رکھی گئی ہیں ' جو راہ تقوی اختیار کرتی ہے !

قدرت کا یہ عمل افق عالم کے سوا خود انسان کے اندر بھی جاری ہے - اسکو وہ خود محسوس نہیں کرتا - اسلیے خدا محسوس کراتا ہے :

وفی انفسکم افلا تبصرون ؟	اللہ کی نشانیاں صرف تم سے باہر

ہی نہیں ہیں بلکہ خود تمہارے وجود کے اندر بھی موجود ہیں - پھر کیا تم اپنے وجود کو بھی نہیں دیکھتے ؟

انسان دیکھتا ہے کہ ایک گھر بگڑتا ہے اور دوسرا بنتا ہے ' مگر کبھی اونکی طرف دھیان نہیں کرتا - انسان کو بتایا جاتا ہے کہ اوسکے جسم کے ذرات ہر وقت بدلتے رہتے ہیں ' پھر بھی وہ جاننے کی طرح نہیں جانتا - لیکن یہ بیخبری' یہ بے حسی' یہ سرگشتگی بھی ایک فطرتی اصول کا نتیجہ ہے' اسلیے یہ بھی خدا کی ایک بڑی آیت ہے -

انسان جس چیز کو پیہم و متصل دیکھتا رہتا ہے ' اوسکی اہمیت کا اندازہ بہت کم کرتا ہے - سورج نکلتا ہے ' اور چاند کو اسکے سنہرے تخت پر بٹھاکر ڈوب جاتا ہے - یہ انقلاب حکومت کیسا عجیب و غریب ہے ؟ لیکن انسان اپنی آنکھیں بند کرکے سو جاتا ہے ' اور اس جلوے کی کچھہ پروا نہیں کرتا - وہ اسکو ہمیشہ دیکھتا رہتا ہے ' اسلیے تعجب اور کاوش سے دیکھنا نہیں چاہتا - مگر دنیا میں جب دفعتاً کوئی نیا انقلاب ہو جاتا ہے تو وہ دم بخود ہوکے رہ جاتا ہے' اسلیے کہ دفعتاً ایسا بہت کم دیکھنے میں آتا ہے -

انسان اپنے مخفی اثرات کا بھی احساس نہیں کرتا - اسکے جسم کے ذرے رفتہ رفتہ بدلتے رہتے ہیں ' اور اوسکی عمر آہستہ آہستہ گذرتی جاتی ہے - مگر وہ ہوشیار نہیں ہوتا - یہاں تک کہ قبر کا دہانۂ خاک اسکے لیے کھل جاتا ہے اور آواز اٹھتی ہے :

الہکم التکاثر حتی زرتم	کثرت لذائذ و فوائد دنیوی کی غفلت نے
المقابر کلا سوف تعلمون	تمہیں بیدار ہونے نہ دیا ' یہاں تک کہ
ثم کلا سوف تعلمون !	قبروں کا چہرہ تمہیں نظر آ گیا !

لیکن فطرۃ الہی سب کی تربیت کرتی ہے - اگر جسم کیلیے دن اور رات ہیں' اگر آنکھہ کیلیے خواب و بیداری ہے' اگر اعضاء کیلیے سکون و حرکت ہے' تو روح بھی ان انعامات الہیہ کی سب سے زیادہ مستحق ہے - وہ پھول کی سیج پر مست خواب رہتا ہے ' اسی حالت غفلت میں دفعتاً رات کا پردہ پھٹتا ہے اور روح بیدار ہو جاتی ہے -

لیکن تمہاری طرح تمہاری روح مرغ سحر کی آواز اور بانگ موذن سے بیدار نہیں ہوتی - وہ بہت سوتی ہے' اور سخت غفلت کی نیند سوتی ہے ' اسلیے اوسکے جگانے کیلیے بجلی کی کڑک ' بادل کی گرج ' اور دھماکے کی آواز کی ضرورت ہوتی ہے - بجلی چمکتی ہے ' بادل گرجتے ہیں ' طوفان امنڈتا ہے ' آندھی چلتی ہے ' زلزلہ آتا ہے ' زمین پھٹتی ہے ' تب کہیں جاکر وہ بیدار ہوتی ہے - اور اگر نہیں بیدار ہوتی' تو پانی کے ساتھہ بہہ جاتی ہے' آندھی کے ساتھہ اڑ جاتی ہے' زمین کی زلزلہ انگیز لرزش کے ساتھہ پیوند خاک ہو جاتی ہے :

حتی اذا جاء امرنا و فار التنور	یہاں تک کہ جب ہمارے قانون
قلنا احمل فیہا من کل	تعذیب و انقلاب کا وقت آ گیا
زوجین اثنین و اہلک الا من	اور عذاب کے تنور نے جوش مارا
سبق علیہ القول -	تو قوم نوح کی ہلاکت کا سیلاب

بہہ اٹھا - اور ہم نے نوح کو حکم دیا کہ اپنے لیے کشتی طیار کرو !

فارسلنا علیہم ریحا صرصرا	پس ہم نے اونکے اوپر آندھی
فی ایام نحسات لنذیقہم عذاب	بھیجی جو ہلاکت کے برے
الخزی فی الحیوۃ الدنیا -	دنوں میں نمودار ہوئی ' تاکہ

انہیں ناکامی و ذلت کے عذاب کا مزا اسی زندگی میں چکھا دیں -

و اخذت الذین ظلموا الصیحۃ	اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا '
فاصبحوا فی دیارہم جثمین -	اونکو ایک ناگہانی کڑک نے

پکڑ لیا ' وہ اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے ہی رہ گئے !

(کون و فساد روحانی)

کون و فساد کا یہی دائمی عمل معتقدات و روحانیات میں بھی نظر آتا ہے - ایک عقیدہ قائم ہوتا ہے' تو دوسرا بدل جاتا ہے - توحید نور افگن ہوتی ہے ' تو شرک کی تاریکی مٹ جاتی ہے - دل میں ایک گھر کرتا ہے' تو تین کو اوس سے نکلنا پڑتا ہے -

یہ روحانی تغیرات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں' لیکن صرف انسان کی فطرۃ صالحہ ہی کو اسکا احساس ہوتا ہے - وہ اونکے نتائج

(صفحۂ ۱۳ کا بقیہ مضمون)

ہو سکتی ہے - اسلام دنیا میں حق و صداقت کی اشاعت کیلیے آیا تھا ' لیکن حق و صداقت کا میدان صرف جہاد ہی کے ذریعہ سے فتح ہو سکتا تھا ' اور صبر جہاد کی حقیقت کیلیے اصلی شرط ہے ' پس اس نے ہمیشہ حق و صبر کو لازم و ملزوم قرار دیا :

والعصر ' ان الانسان لفی	زمانہ اور اسکے حوادث و نتائج شاہد
خسر ' الا الذین آمنوا	ہیں کہ انسان کی قوتیں اور انسان
و عملو الصالحات وتوا	کے تمام اعمال بڑے ہی گھاٹے ٹوٹے میں
صوا بالحق وتواصوا بالصبر !	رہتے ہیں اور صرف وہی انسان کامیاب

ہوتے ہیں جنہوں نے اپنے اندر یقین پیدا کیا ' اور اپنے عمل کو صالح رکھا ' نیز باہم حق کی وصیت کی اور صبر کی طرف ایک دوسرے کو بلایا

و اذا تـــولى سعى في الارض لـيـفسد فيـها و يهلك الحرث والنسل و الـلـه لا يحب الـفساد (بقره : ٢٠٥)

وہ اللہ کي زمين ميں اصلاح کيليے بلکہ فساد پهيلانے کيليے قدم اٹھاتا ھے تاکہ زراعت اور نسل کو ھلاکت کردے ' وہ مفسد ھے اور خدا فساد کو پسند نہيں کرتا -

(١٠) ايک شخص باپ کي نا فرماني کرتا ھے ' ماں کا کہنا نہيں مانتا ' بھائي کي مدد نہيں کرتا ' تعلقات رحمي کو منقطع کرديتا ھے ' خانہ جنگي شروع ھوتي ھے اور نظام خانگي درھم برھم ھوجاتا ھے ' اسليے وہ مفسد ھے :

يقطعـــون ما امر الله به ان يوصـــل و يفسدون في الارض ' اولـــئك هـــم الخسرون (بقرہ : ٢٠)

خدا نے جس چيز کے جوڑنے کا حکم ديا ھے ' اوسکو کاٹ ديتے ھيں ' اور زمين ميں فساد پهيـلاتے ھيں ' وھي لوگ ھيں کہ نامراد و ناکام رھينگے -

فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا في الارض و تقطعوا ارحامكم ؟ (محمد : ٢٢)

تو پهر کيا تم چاھتے ھو کہ زمين ميں فساد پهيلاؤ اور خدا کے قائم کيے ھوے رشتوں کو قطع کرو ؟

(١١) توحيد اصلاح کا اصلي منبع ھے ' اسليے جو شخص مشرک ھے وہ سب سے بڑا مفسد ھے :

و ما من اله الا الـلـه و ان الـلـه لهوا لعزيز الحكيم - فان تـــولوا فان الله عليـــم بالمفسديـــن - (آل عمران : ٥٦)

خدا کے سوا کوئي معبود نہيں ' اور بـلا شبہ خدا ھي کي ذات ھے جو عزيز و حکيم ھے - پھر اگر تم اُسي کے نہيں آگے جھکتے اور اپني غير انساني پرستش گاھوں کو نہيں چھوڑتے ھو تو يقين کرو کہ اسکا نتيجہ تمھارے ھي آگے آئيگا ' اور خدا مفسدوں سے خوب واقف ھے -

(١٢) ايک پيمانہ عدل قائم ھو جاتا ھے ' اور دنيا کے سامنے اصلاح کا دروازہ کھل جاتا ھے ' مگر ايک تاجر اوس پيمانہ کے برابر نہيں ديتا ' وہ فساد کرتا ھے ' اور بعد اصلاح کے فساد کرتا ھے ' اسليے ايک پيغمبر پکارتا ھے :

فاوفو الكيل و الميـــزان ولا تبخسو النـــاس اشيـــاءهم و لا تفسدوا في الارض بعد اصلاحها (اعراف ٨٣)

پيمانے اور ترازو کو پورا کرکے تولو ' اور لوگوں کو اونکي چيزيں کم نہ دو ' زمين ميں اصلاح کے بعد فساد نہ پهيلاؤ -

(١٣) مذھب ميں ثابت قدم رھنا اصلاح کي تکميل ھے ' اور تذبـذب و ضعف اعتـــقاد فتـــنہ و فساد کي روح رواں - حضرت موسى عليه السلام نے توحيد کي تعليم دي ' مگر اونکو معلوم تھا کہ يہ عقيدہ ابھي راسخ نہيں ھوا ھے اسليے شرک کا خوف ھے ' پس حضرت ھارون کو نصيحت کي :

و قال موسى لاخيه هارون اخلفني في قومي و اصلح و لا تتبع سبيل المفسدين (اعراف : ١٣٨)

موسى نے اپنے بھائي ھارون سے کہا : قوم کي ھدايت کيليے ميرے خليفہ بن جاؤ ' اصلاح کرو ' اور مفسدين کا اتباع نہ کرو جو بنکر پھر بگڑجاتے ھيں -

(١٤) انـفاق مال يعنى صدقۂ و زکوۃ اور خيـرات و بخشش سے دنيا کي اصلاح ھوتي ھے اسليے بخل افساد ھے :

و منهم من عهد الله لئن آتينا من فضله لنصدقن و لنكونن من الصلحين - فلما آتينهم من فضله ' بخلوا به ' و تولوا وهـــم معرضون (توبه : ٧٦)

اور بعض اون ميں سے وہ لوگ ھيں جنھوں نے خدا سے عہد کيا کہ اگر ھم کو مال و دولت عطا کريگا تو ھم تيري راہ ميں خرچ کرينگے ' اور اسطرح صالحين ميں سے ھوجائينگے ' پھر جب خدا نے اونکو مال ديا تو معصيت مال ميں خدا کو بھول کو بخل کرنے لگے -

(١٥) تمام اھل مذاھب اپنے اعمال و عقائد کو ذريعہ اصلاح و ارشاد سمجھکے بجا لاتے ھيں ' ليکن ھر وہ عمل جو تعليمات اسلاميہ کے مخالف ھے ' افساد ھے - گرفتاران عذاب پکارتے ھيں :

ربنا اخرجنا نعمل صالحاغير الذي كنا نعمل (فاطر : ٣٥)

خدا يا ھم کو جھنم سے نکال کہ ھم صالح اعمال بجا لائيں ' وہ نہيں جنکو پہلے صالح کام سمجھکر کرتے تھے بلکہ وہ جو في الحقيقت اصلاح ھے -

(١٦) افساد بجاے خود افساد ھے ' ليکن اسکے ليے گروہ بندي کرنا اور اجتماعي قوت پيدا کرنا دوسرا فساد ھے ' چنانچہ خدا نے مفسد گروھوں کا خاص طور پر ذکر کيا :

و كان في المدينة تسعة رهط ' يفسدون في الارض و لا يـصـــلـــحـــون -

شھر ميں نو گروہ تھے جو زمين ميں فســـاد پھيلاتے تھے ' اور اصـــلاح نہيں کرتے تھے -

ذوالقرنين سے لوگوں نے استدعا کي :

قالوا يا ذالقرنين ان ياجوج و ماجوج مفسدون في الارض - (كهف : ٩٣)

اون لوگوں نے کہا اے ذوالقرنين ياجوج و ماجوج کا گروہ زمين ميں فساد کرتا ھے -

ان کے علاوہ فساد کے اور بھي بے شمار جزئيات ھيں جو اصولاً انھي کے تحت ميں داخل ھوسکتے ھيں - خدا نے لفظ فساد کے ساتھ اگرچہ اونکا ذکر نہيں کيا ليکن وہ سب سرچشمۂ فساد ھيں - شراب خواري ' قمار بازي ' سود خواري ' وغيرہ کو خدا نے رجس يعني ناپاکي کہا ھے ' ليکن يہ بھي فساد کي مختلف تعبيريں ھيں ' کيونکہ ھر گناہ کي ترکيب فساد کے خمير ھي سے ھوتي ھے - اللہ تعالى نے تمام ابواب فساد کا جزئياً و کلياً قرآن ميں ذکر کيا ھے ' ليکن مفسدين کي کوئي خاص دنيوي علامت نہيں بتلائي جو اونکے اعمال کي عکسي تصوير يا اونکا پرتو ھو ' پس وہ صرف اپنے اعمال ھي سے پہچانے جا سکتے ھيں - فساد در اصل عدم محض و تيرگي خالص کا نام ھے ' اور تاريکي ميں صرف تاريکي ھي نظر آتي ھے - البتہ افساد کے نتائج نہايت عبرت انگيز طريقے سے بيان فرمائے ھيں اور قرآن حکيم کا اصولي طرز بيان يہي ھے کہ وہ نتائج و خواص اعمال پر سب سے زيادہ زور ديتا ھے اور اسي کے اندر انکے تمام اطراف نظر و بحث آجاتے ھيں -

مگر نتائج افساد بھي کوئي محسوس چيز نہ تھي جسکو اجسام کي طرح دکھلا ديا جاتا ' اسليے اوس ميں بھي تعداد و امتياز کو ملحوظ نہيں رکھا ھے ' بلکہ ايک ھي عبرت انگيز بربادي مختلف ھلاکتوں کي صورت ميں جلوہ گر ھوتي ھے - [البقية تتلي]

(بقيہ مضمون صفحہ ٢٠ کا)

[١٠]

دوسرے دن ميجر اسٹوارٹ نے اپنے دوست کو ايک تار دکھلايا جو لندن سے آيا تھا اور جسميں اُسکي بہن نے لکھا تھا کہ ميں بيمار ھوں فوراً چلے آؤ - ميجر نے اس عارضي جدائي پر سخت افسوس ظاھر کيا اور کہا کہ عنقريب واپس آؤنگا -

ميجر اسٹوارٹ ١٥ - اپريل کو برلن گيا تھا اور ١٥ - دسمبر کو واپس روانہ ھوا - يعني ايک توپ کے دھانہ کا صرف پيمائشي عدد معلوم کرنے کيليے اُس نے کامل نو ماہ صرف کيے !

ميجر برلن سے روانہ ھوکر سيدھا پيرس پہنچا ' اور جنرل بلو اور وزير نظارۃ جنگ سے ١٩ - دسمبر کو ملاقات کي - اس ملاقات سے ايک ھفتہ کے بعد يعني ٢٦ دسمبر کو حکومت فرانس نے فيصلہ کيا کہ جنگي طياريوں کيليے ايک نئي رقم منظور کي جاے ' اور فرانسيسي توپوں کي تجديد و ترقي کيليے نئے ساز و سامان عمل ميں آئيں - اس تجديد کا سب سے بڑا نتيجہ فرانس کي مشہور ٧٥ مليميٹر والي توپ ھے -

دو ماہ کے بعد حکومت جرمني نے معلوم کر ليا کہ فرانس نے نئي طيارياں شروع کردي ھيں ' اور جرمني کي ٧٥ مليميٹر والي توپ کا جواب طيار کر رھا ھے -

ہے - یعنی بلحاظ حقیقت کے بھی ' بلحاظ وجود سے بھی' اور بلحاظ نتائج کے بھی -

(۳) ان دونوں کے درمیان ایک حد فاصل ہے ' جو ایک کو دوسرے سے ممتاز کردیتی ہے -

(۴) اصلاح و افساد کا توازن طبعی صرف دین الہی کے ذریعہ سے قائم رہ سکتا ہے -

(۵) لیکن اس توازن کے قائم رکھنے کیلیے جزئیات عمل میں مصالح عامہ کا لحاظ ضروری ہے -

(۶) اعمال صالحہ کی ایک محدود زندگی ہے' اور وہ جسمانیات کی طرح صحت و مرض یعنی اصلاح و افساد سے گھری ہوئی ہے -

(۷) جمہوریت صالحہ اور اجتماعی قوت عادلہ اسکو امراض سے محفوظ رکھتی ہے اور اصلاح کو ترقی دیتی ہے -

اب ان تمام مراتب پر بہ ترتیب غور کرنا چاہیے -

(بعض ابتدائی جزئیات)

(۱) چور چوری کرتا ہے - ایک کا گھر برباد ہوتا ہے' لیکن خود چور کا گھر آباد ہوجاتا ہے - اسلیے یہ افساد بھی ایک دوسری صورت میں اصلاح ہے - با اینہمہ اسکو ہر شخص افساد کہتا ہے - حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں پر جب مصر میں پیمانہ کی چوری کا الزام لگایا گیا تو انہوں نے کہا :

تاللہ لقد علمتم ما جئنا لنفسد فی الارض و ما کنا سارقین (یوسف ۷۳)

خدا کی قسم تملوگ جانتے ہو کہ ہم اسلیے یہاں نہیں آے کہ زمین میں فساد کریں اور ہم چور نہیں ہیں -

(۲) ایک شخص اس سے بھی زیادہ ترقی کرتا ہے ' اور محدود چوری کی جگہ ڈاکے ڈالتا ہے - اس سے اگرچہ لٹنے والونکی بستی بالکل لٹ جاتی ہے' مگر لوٹنے والوں کا گھر مال و دولت کی کان بھی بن جاتا ہے ' پس اسمیں افساد کے ساتھہ اصلاح بھی ہے' مگر انبیاء کرام اسکو مایۂ فساد کہتے ہیں - حضرۃ لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا :

ائنکم لتاتون الرجال و تقطعون السبیل و تاتون فی نادیکم المنکر (عنکبوت : ۲۸)

تم فعل خلاف وضع فطری کرتے ہو' ڈاکہ ڈالتے ہو' اور اپنی مجلسوں میں بد اخلاقیوں کے کام کرتے ہو-

یہ فساد ایسا عظیم تھا کہ بالآخر حضرۃ لوط سے دیکھا نہ گیا ' اور وہ بیقرار ہوکے پکار اٹھے :

رب انصرنی علی القوم المفسدین

خدا یا مجکو اس مفسد قوم کے مقابلے میں نصرت دے !

(۳) ایک شخص غیر فطری طریقوں سے لذت نفسانی حاصل کرتا ہے ' اور اسکو اپنے نفس کی بھلائی اسی میں نظر آتی ہے ' وہ اسکو فلسفۂ عیش و امید کے لقب سے یاد کرتا ہے ' لیکن تمہیں معلوم ہے کہ یہ کیسا مفسدانہ فلسفہ ہے جو حفظ صحت کو' نسل کو' مال و دولت کو' انسان کے قواے طبعی کو یکسر برباد کردیتا ہے ؟ انہی نتائج مہلکہ کے لحاظ سے ایک پیغمبر خدا نے بے اختیار ہوکر کہدیا تھا :

رب انصرنی علی القوم المفسدین

خدا یا مجکو مفسد لوگوں پر نصرت عطا کر!

(۴) ایک حکومت ' ایک قوم کی حریت و ازادی سلب کرلیتی ہے ' اس سے غلاموں کی طرح کام لیتی ہے ' اسکی قوت کو فنا کردیتی ہے ' اسکی اخلاقی طاقت کو برباد کردیتی ہے ' اسکا یہ عمل باطل یکقلم سرچشمۂ فساد ہے' لیکن وہ کہتی ہے کہ میں اپنی قوم کی اصلاح کرتی ہوں اور اسیکی اصلاح و عروج کیلیے دوسری قوم کو اپنا غلام بناتی ہوں - پس جو شخص اس حکومت کے خلاف جہاد کرتا ہے' وہ اسکو مفسد قرار دیتی ہے' لیکن تم کو معلوم ہے کہ خدا اسکو کیا کہتا ہے ؟

ان فرعون علا فی الارض وجعل اہلہا شیعا یستضعف طائفۃ منہم یذبح ابناء ہم و یستحیی نساء ہم - انہ کان من المفسدین (قصص)

فرعون نے مصر میں سر کشی کا بڑا ہی سر اٹھایا تھا - اس نے رعایا کو کمزور کرنے کیلیے گروہ در گروہ کردیا - ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کرنا چاہتا تھا ' وہ ان کے بچوں کو ذبح کرتا' انکی عورتوں کو بے عصمتی کیلیے چھوڑ دیتا - بلا شبہ وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا -

(۵) ایک شخص علمی قوت سے قوا میں تغیر پیدا کرنا چاہتا ہے ' کیمیاء بناتا ہے ' جادو سے اشیاء کی صورت بدل دیتا ہے ' اور ان اصول کی مخالفت کرتا ہے جن پر دنیا خدا کے حکم سے چل رہی ہے - تمکو یہ فعل کیسا عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے ؟ لیکن کیا خدا کی قدرت بھی اسکو پسند کرتی ہے ؟

فلما القوا قال موسی ماجئتم بہ السحر ان اللہ سیبطلہ ' ان اللہ لا یصلح عمل المفسدین (یونس ۸۴)

جب جادو گروں نے اپنی رسیاں پھینکیں تو موسی نے کہا تم نے جس چیز کو نمایاں کیا ہے خدا اسکو باطل کردیگا ' خدا مفسدین کے اعمال کو کبھی صلح نہیں دیتا -

(۶) جو شخص دنیا میں صرف غلبۂ و قہر اور جبر و استبداد کو پھیلانا چاہتا ہے' وہ مفسد ہے' اور اسکے یہ اعمال مفسدانہ ہیں -

تلک الدار الآخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین (قصص : ۸۳)

یہ آخرت کا گھر ہم صرف انہی لوگوں کیلیے بنائینگے' جو نہ تو خدا کی زمین میں بڑائی اور سرکشی کرنا چاہتے ہیں' اور نہ ہی زمین کا فساد انہیں پسند ہے - اور انجام کار انہی لوگوں کیلیے ہے جو متقی ہیں -

(۷) ایک شخص کے پاس بہت دولت ہے ' اسکی ضرورتوں سے بہت روپیہ بچ رہتا ہے' دوسرے انسان محتاج ہیں ' انکی حالت کے اصلاح کی ضرورت ہے' مگر وہ شخص اپنے خزانہ کو مقفل رکھتا ہے ' اور خدا کے بندوں کیلیے خدا ہی کی بخشی ہوئی دولت میں سے کچھہ نکالنا نہیں چاہتا :

واحسن کما احسن اللہ الیک ولا تبغ الفساد فی الارض ان اللہ لا یحب المفسدین (قصص ۷۷)

اے قارون ! انسانوں پر احسان کر جیسا کہ خدا نے تجھپر احسان کیا ہے ' اور زمین میں فساد نہ پھیلا ' خدا فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا -

(۸) ایک راست باز جماعت حق کیلیے سفر کرتی ہے ' دنیا میں نیکی پھیلانے کیلیے اٹھتی ہے' دنیا کو نور ایمان سے معمور کرنا چاہتی ہے ' مگر ایک قوم اسکو روکدیتی ہے' اسکی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے' اس قوم کی یہ روش انسان کے حقوق کی پامالی ہے اور نیکی کیلیے ہلاکت ہے' اسلیے وہ بھی مفسد ہے :

الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ زدناہم عذابا فوق العذاب بما کانوا یفسدون (نحل ۹۰)

جن لوگوں نے کفر کیا اور خدا کی راہ سے مسلمانوں کو روکدیا ' ہم انکے عذاب پر عذاب بڑھائینگے ' اسلیے کہ وہ فساد کرتے تھے -

(۹) جو شخص انسان کی بوئی ہوئی کھیتیوں کو پامال کردیتا ہے' اسکے مویشیوں کو زہر دیتا ہے' انسان کے لگاے ہوے درختوں کو کاٹ ڈالتا ہے' اسکی رزق اور محنت پر دست اندازی کرتا ہے' وہ بھی مفسد ہے :

موجودہ جنگ یورپ میں اگر جرمني کے حیرت انگیز سامان جنگ کے مقابلے میں کسي اسلحہ کا نام لیا گیا ہے تو وہ فرانس کي سب سے بڑي توپ ہے جسکا دہانہ ۷۵ ملي میٹر کا بیان کیا جاتا ہے' اور جو اسي نام سے مشہور ہوگئي ہے - ذیل کي سرگذشت سے معلوم ہوگا کہ حکومت فرانس کو اس توپ کي ایجاد کا خیال کیونکر پیدا ہوا؟

[۴]

سنہ ۹۶ ۱۸ کا موسم بہار ابھي شروع ہي ہوا تھا' کہ گورنمنٹ فرانس کو جرمني کي ایک جدید جنگي ایجاد کي خبر ملي - معلوم ہوا کہ بعض جرمن کارخانوں نے ایک ایسي نئي توپ ایجاد کي ہے جو اُن تمام توپوں سے زیادہ تیز چلنے والي اور زیادہ مہلک آتشباري کرنے والي ہے جو اس وقت تک ایجاد ہوچکي ہیں - فرانس کي نظارت جنگ نے اسکي تحقیقات کرني چاہیے - اسي زمانے میں انگلستان کا ایک فوجي افسر میجر اسٹوارٹ سیر و سیاحت کیلیے فرانس گیا تھا اور انگلستان کے اخبارات نے کسي واقعہ کے ضمن میں اُسکي سراغرساني کي قابلیتوں کي تعریف کي تھي - گورنمنٹ فرانس نے میجر مذکور کي خدمات حاصل کرلیں' اور اس عجیب توپ کي خفیہ تحقیقات کا کام اُسي کے سپرد کردیا -

میجر اسٹوارٹ ہر طرح اس کام کیلیے موزوں تھا - جرمن زبان نہایت فصاحت سے بولتا تھا' توپ سازي اور آلات توپ کي ایجادات کے فن سے بھي اسے بڑي دلچسپي رہي تھي - بلکہ ایک حد تک اس فن کا ماہر تھا -

سب سے بڑي بات یہ کہ وہ باپ کے طرف سے گو انگریز تھا' مگر ماں فرانسیسي تھي' اور اسلیے اسکي رگوں میں فرانسیسي خون موجود تھا - اس قسم کے تمام کاموں میں سب سے زیادہ ضرورت تحریک جذبات کي ہوتي ہے - فرانسیسي تعلق کي وجہ سے وہ فرانس کي قومي خدمت' اپنے قومي جذبات صرف کرکے کرسکتا تھا -

اس سے بھي بڑھکر یہ کہ وہ ایک زمانے میں مشرقي افریقہ کي سیاحت کرچکا تھا - مشرقي افریقہ جرمني کے ماتحت ہے اور ایک خالص جرمن نو آبادي ہے - یہاں وہ عرصہ تک شہر دمار میں ہیرے کي کانوں کي تفتیش کا کام کرتا رہا - بہت سے قیمتي ہیرے اس نے دریافت کیے' اور اس دریافت کے ذریعہ تمام جرمني میں شہرت حاصل کر لي - حتی کہ بعض اخبارات نے اسکے حالات زندگي شائع کیے' اور بڑے بڑے امرا اور سرمایہ داروں نے خط و کتابت کي -

غرضکہ ان تمام وجوہ سے میجر اسٹوارٹ کا انتخاب ایک بہترین انتخاب تھا - میجر نے جرمني کے بڑے بڑے آدمیوں کے نام چند تقریبي خطوط بھي حاصل کرلیے' اور تمام ضروریات کار فراہم کرکے برلن روانہ ہوگیا -

[۵]

برلن پہنچکر میجر اسٹوارٹ ایک نہایت عالیشان ہوٹل میں مقیم ہوا' اور اپنے سابقہ تعلقات اور جدید تقریب و معرفي کے خطوط کے ذریعہ وہاں کي بڑي بڑي سوسائیٹیوں میں رسائي پیدا کرلي -

میجر اسٹوارٹ کا اصلي مقصد توپ سازي کے کارخانوں علی الخصوص مشہور کارخانۂ کرپ کے اسرار و خفایا سے وابستہ تھا' اور اسمیں یا تو وہاں کے ملازموں سے مدد مل سکتي تھي' یا فوجي حلقہ کے کسي افسر سے - لیکن اس نے اپني زندگي اور زندگي کي تمام صحبتوں کو ان دونوں جماعتوں سے ابتدا میں الگ رکھا تاکہ کسي قسم کا شبہ نہوسکے' اور زیادہ تر امرا و رؤساء کي صحبتوں میں اپني آمد و رفت شروع کردي -

جب کچھہ عرصہ اس حالت پر گذر چکا' تو ایک قدم آور آگے بڑھایا' اور عام مجمعوں کي آمد و رفت شروع کي - اس طرح کے مجمعوں میں ہر طرح کے لوگ آیا کرتے ہیں' اور بلا سابقہ تعارف کے محض لہو پرستي و عیش دوستي کا رشتہ نئے نئے تعلقات پیدا کردیتا ہے -

ایک بیفکر اور دولت مند عیاش کي لا ابالانہ زندگي میں اس نے اپنے مقصد کي طرف تیز قدمي کي - وہ ہر روز بڑے بڑے تھیٹروں میں جاتا' کلبوں میں بالالتزام شریک ہوتا' قمارخانوں میں بڑي بڑي بازیاں لگاتا' گھنٹوں بیلرڈ کھیلتا' رقص و سرود کے تماشا گاہوں میں قیمتي سے قیمتي جگہ اسکے لیے ہمیشہ محفوظ رہتي - تاش کے پتوں میں اسکي زندگي کي سب سے بڑي محبوبیت تھي - وہ اکثر اپنے نئے دوستوں سے کہتا: " صبح کے بستر کي چاہ اور رات کے لذیذ ڈنر سے مجھے محروم کردو' مگر ان محبوب پتوں کو میري نظروں سے اوجھل ہونے دو - انکي رفاقت میں ہارنا بھي ایک عیش بہشت ہے " تھوڑے ہي عرصہ کے اندر اسکي امیرانہ عیش پرستیوں کا چرچا جا بجا ہونے لگا' اور بہت سے فوجي افسروں اور فوجي کارخانوں کے متعلقین سے اسکي دوستانہ ملاقاتیں ہوگئیں -

وہ بلا ناغہ تھیٹر میں جاتا' اور جب تماشہ ختم ہو جاتا تو بعض فوجي افسروں کو اپنے ساتھہ ہوٹل میں لیجاتا اور ایک حاتمانہ فیاضي کے ساتھہ قیمتي سے قیمتي شراب پلاتا - طرح طرح کے تذکرے درمیان میں آتے' کبھي مشرقي افریقہ کے حالات بیان کرتا' کبھي جنوبي افریقہ کے قمارخانوں اور عیش کدوں کے افسانے سناتا' کبھي اُن بڑي بڑي بازیوں کے واقعات کہتا جو اس نے کارلو کے مشہور عالم قمار خانے میں لگائي تھیں -

[۶]

یہ تمام فوجي افسر بھي پرلے درجہ کے عیاش اور قمار باز تھے - انکے لیے ایک ایسے اجنبي مسافر کي صحبت جو اپني دولت بلا دریغ لٹا رہا تھا' نعمت غیر مترقبہ تھي - وہ اپني قسمت پر ناز کرتے کہ بلا طلب و سعي ایک ایسي طلائي صحبت میسر آ گئي ہے' جسکا کبھي انہیں تصور بھي نصیب نہ ہوا تھا - میجر اسٹوارٹ بھي روز بروز اپني فیاضي کا دام زیادہ پھیلاتا جاتا' اور ایک ایک نشست میں پانچ پانچ پونڈ خرچ کر دیتا -

تھوڑے ہي دنوں میں میجر اسٹوارٹ کو ان افسروں کے تمام حالات معلوم ہوگئے - اس نے دیکھا کہ سب کے سب قماربازي میں مبتلا ہیں' اور جیسا کہ اس کا لازمي نتیجہ ہے' روز افزوں افلاس و فقر نے سب کو مصیبت زدہ بنا دیا ہے - ان میں سے چند آدمي ایسے تھے جو قمار بازي کو کسي علمي و اعدادي اصول پر منطبق کرنے کے خبط میں گرفتار تھے - انکا عقیدہ تھا کہ ایسے علمي اصول دریافت کیے جاسکتے ہیں جنکے معلوم ہو جانے کے بعد کبھي بازي غلط نہیں ہو سکتي اور کبھي آدمي ہار نہیں سکتا - انمیں سے ایک افسر تو اسکو علم الاعداد کا مسئلہ بتلاتا تھا - لیکن دوسرا مصر تھا کہ ریاضي سے اسے کوئي تعلق نہیں' اسکي کنجي قدیم زمانے کے مخفي علوم میں دریافت کرني چاہیے - البتہ اس علمي ماتم میں سب یکساں شریک تھے کہ " افسوس سائنس نے سب کچھہ دیا لیکن ابتک جوے کے لیے کوئي علم صحیح دریافت نہ کرسکا"! - جب کبھي دنیا کي آیندہ علمي ترقیات کا موضوع بحث درمیان میں آتا تو وہ بالاتفاق کہتے: " مستقبل کے علمي عہد کا سب سے بڑا حکیم وہي ہوگا جو جوے کو ایک با قاعدہ فن بنا دے " میجر نے اپنے دوستوں کي اس کمزوري کو محسوس کر لیا' اور اسي پر اپنے نفوذ و اثر کي عمارت کھڑي کي - سب سے پہلے اس نے اس قسم کي روایتیں سنائیں جن میں بعض عجیب و غریب انسان کسي پر اسرار علم کے ذریعہ ہمیشہ جیتتے تھے اور کوئي انسے جیت نہیں سکتا تھا - اس نے اپنا چشم دید واقعہ بیان کیا کہ قمار خانہ کارلو میں ایک اسپیني سیاح نے دو ماہ تک قیام کیا اور تقریباً سو

بريد فرنگ

جواسيس الحرب

(ایک فرانسیسي جاسوس جرمني میں)

(فرانس نے اپني سب سے بڑي توپ کیونکر ایجاد کي ؟)

ایک دلچسپ حکایت

انسان کے اعمال حیات کا باهم ربط و اختلاف دنیا کا سب سے زیادہ عجیب منظر هے - اخلاقي محاسن کا حکم حسن و قبح هر نئے دائرے میں آکر بدلتا ' اور هر نئے میدان عمل میں ایک نئي صورت اختیار کرتا هے - ایک هي چیز ایک جگه حسن هے ' دوسري جگه قبح - ایک هي فعل ایک دائرے میں نیکي هے ' دوسرے دائرہ میں بدي - ایک هي عمل ایک کیلیے اصلاح هے ' دوسرے کیلیے افساد - ایک هي حکم ایک جماعت کیلیے زندگي هے ' دوسرے کیلیے موت - پھولوں کي سیج محل شاهي میں آراسته کي جا رهي هے ' مگر دوسري جگه باغ و چمن کي تمام دولت لٹ رهي هے !

ز غارت چمنت بر بهار منتها ست
که گل بدامن ما دسته دسته مي آید !

[۲]

شخصي اور جماعتي ' دونوں حالتوں میں " جاسوسي " اور " مخبري " کس قدر واضح فعل قبیح هے ؟ جاسوسي کے معنی یه هیں که در پردہ کسي کے کاموں کا کھوج لگانا ' اور چھپ کر اسکے اعمال کي ٹوہ میں رهنا - یه فی الحقیقت انسان کے فطرتي حق خود مختاري و آزادي میں مداخلت هے ' اور کسي انسان کو اسکا حق نہیں پہنچتا که دوسرے انسان کے آزادانه اعمال و افعال کي مخفي سراغرساني کرکے اسکے اختیار و حق عمل کو سلب کرے - علاوہ بریں چھپ کر کسي کام کے انجام دینے سے انساني عزم و ارادہ کا شرف اور احساس عزت بالکل فنا هو جاتا هے ' اور اسطرح کا متجسس جہاں دوسرے کي ازادي عمل میں دست انداز هوتا هے ' وهاں اپنے دماغ و جذبات کے شرف کو بھي کھو دیتا هے - یهي وجه هے که عام طور پر اخلاق نے جاسوسي کو نهایت مذموم فعل قرار دیا ' اور قرآن حکیم نے فرمایا که :

لا تجسسوا ! چھپ کر ٹوہ میں نه رهو -

لیکن یهي جاسوسي جب ایک دوسرے بھیس میں نمودار هوتي هے ' اور ملکي و فوجي خدمت کا نقاب اپنے چهرے پر ڈال لیتي هے ' تو یکایک اخلاقي احکام کي کائنات میں ایک انقلاب عظیم هو جاتا هے ' اور وهي چیز جو اس سے پہلے غیر اضافي حالت میں انساني رذالت و خباثت کا بد ترین فعل سمجھي جاتي تھي ' اب جرات ' شجاعت ' شهامت ' اور جذبات فائقه و فاضله کا نمونه بن جاتي هے !

اگر ایک شخص تمهارے افعال کي جاسوسي کرے ' چھپ چھپ کے تمهارے کاموں کو دیکھے ' راتوں کي تاریکي میں تمهارے پیچھے چلے ' اور دروازوں کي آڑ سے تمهارے اعمال کا کھوج لگائے ' تو اسپر تمهیں کسقدر غصه آئیگا ؟ تم کهوگے که یه انسانیت نہیں هے شیطنت هے - یه اخلاق کي هلاکت هے ' یه شرافت نفس کا خاتمه هے -

لیکن اب تم خود آٹھتے هو که اپني قوم اور ملک کیلیے اسکے دشمنوں کي جاسوسي کرو ' انکے سازوسامان جنگ کا سراغ لگاؤ ' انکي مخالفانه تدبیروں کو چھپ کے معلوم کرو ' انکي تعداد فوج اور اسباب و اسلحه کے مخفي حالات دریافت کرو ' اور ان معلومات کے ذریعه اپني حکومت ' اپني فوج ' اپني قوم کي کامیابي و فتح مندي میں معین هو - یه بھي جاسوسي هے - البته اس جاسوسي کا مقصد دوسرا هو گیا هے - جو شخص تمهارے افعال کي جاسوسي کرتا تھا ' اسکا مقصد یا تو تم سے شخصي دشمني تھي ' یا تمهاري کسي دشمن جماعت یا دشمن حکومت کے احکام کي تعمیل - مگر تم اپنے لیے نہیں ' بلکه اپني قوم اور اپني جماعت کے فوائد کیلیے اپنے آپ کو خطروں میں ڈالتے هو ' اور اُسکے دشمنوں کي مخفیات کي سراغرساني کرتے هو - پس مقصد کے اختلاف نے تمهارے اخلاقي حکم کو بھي بدلدیا هے - پہلي صورت میں تم جاسوسي کو بدترین عیب سمجھتے تھے ' دوسري صورت میں ایک ایسي فضیلت جسکي تم کو آرزو هے ' جسکے لیے قومي ناموري هے ' بهتر سے بهتر صله هے ' اور عزت و احترام کا نمایاں استحقاق - و انما الاعمال بالنیات !

[۳]

دنیا کي قدیم سے قدیم جنگوں کي تاریخ میں بھي " جاسوسي " کا پته چلتا هے ' اور همیشه فوجي اعمال کے نهایت اهم اجزاء میں سے ایک چیز جاسوسي بھي رهي هے - قدیم روایتوں میں هم نے نهایت دلچسپي کے ساتھ اُن جاسوسوں اور عیاروں کے حالات پڑھے هیں جو بھیس بدل بدل کے دشمن کي فوجوں میں جاتے تھے ' اور اُنکي آنکھوں میں خاک ڈالکر اپني تمام مطلوبه معلومات حاصل کر لیتے تھے - موجودہ زمانے کي ترقیات نے جس طرح " سراغرساني " کے کام کو ایک بہت بڑا فن بنا دیا هے اور اسقدر ترقي دي هے که اسپر مستقل کتابیں لکھي گئي هیں - اسي طرح " فوجي جاسوسي " کے کاموں میں بھي عجیب عجیب وسعتیں پیدا کي گئي هیں ' اور گذشته پچاس سال کي لڑائیوں میں جاسوسوں کي سرگذشتیں نهایت عجیب و غریب رهي هیں -

موجودہ جنگ یورپ نے جهاں هر طرح کے جنگي مباحث و مذاکرات کا دروازہ کھولدیا هے ' وهاں فن جاسوسي اور اسکي وقیع و اهم سرگذشتوں کے بھي عجیب عجیب سلسلے اخبارات و رسائل میں نکل رهے هیں - یورپ کي کوئي ڈاک ایسي نہیں آتي جسمیں جاسوسي کي گذشته و موجودہ سرگذشتوں کا ذخیرہ نهو - حال میں ایک فرانسیسي اهل قلم نے فرانس و جرمني کے جنگي تعلقات قبل از جنگ کي سرگذشت شائع کي هے ' جس سے موجودہ جنگ کي طیاریوں ' جرمني کي مخفي کوششوں ' اور جاسوسي کے دلچسپ واقعات و حوادث پر ایک نهایت وقیع روشني پڑتي هے -

هر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری ہے

ریلنڈ کی مسٹریز اف دی کورٹ اف لندن

یہ مشہور ناول جوکہ سولہ جلدوں میں ہے ابھی چھپ کر نکلی ہے اور تھوڑی سی رہگئی ہے - اصلی قیمت کی چوتھائی قیمت میں دیجاتی ہے - اصلی قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - کپڑیکی جلد ہے جسمیں سنہری حروف کی کتابت ہے اور ۴۱۶ ہاف ٹون تصاویر ہیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وی - پی ازایک روپیہ ۱۴ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بوبازار - کلکتہ

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullick Lane,
Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور
تبلہ انعام

ہ سارا سائنس فکسن فورٹ ہارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و ہوا میں یکساں رہنے والا ہمارے خاص کارخانہ میں ساگوان لکڑی سے طیار کیا ہوا ہے اسوجہ سے کبھی پوری قیمت اور کبھی نصف قیمت پر فروخت کرتے ہیں - ایک ماہ کیلیے یہ قیمت رکھی گئی ہے - ایک مرتبہ ضرور آزمایش کیجیے - نہیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچہ مال ناپسند ہوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے ہم واپس کرلیونگے - اس وجہ سے آپ دریافت کرلیجیے کہ یہ کمپنی کسی کو دھوکا نہیں دیتی ہے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیہ - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیہ - و ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیہ - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیہ - ہر ایک باجہ کیواسطے مبلغ پانچ روپیہ پیشگی روانہ کرنا چاہیے اور اپنا پورا پتہ اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاہیے - ہر ایک سنگل ریڈ کے ساتھہ ایک جوڑی اور ڈبل ریڈ کے ساتھہ ایک تبلہ و ڈگی انعام دیا جاویگا - ہندی ہارمونیم سکھا کا قیمت ایک روپیہ ہے -

نیشنل ہارمونیم کمپنی ڈاکخانہ شملہ - کلکتہ

SALVITAE

یہ ایک اتنا مجرب دوا ان امراض کا ہے کہ جسکی وجہ - انسان اپنی قدرتی قوت سے گرجاتا ہے - یہ دوا ان دھولی [illegible] کو پھر پیدا کر دیتی ہے - قیمت ایک روپیہ -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمہ اور کتنے ہی عرصہ کا ہو اگر اس سے اچھا نہ ہو تو ہمارا ذمہ -

کھانسی کے لیے بھی مفید ہے - قیمت ایک روپیہ -

PILES TABLETS.

بواسیر خونی ہو یا بادی - بغیر جراحی عمل کے اچھا ہوتا ہے قیمت دو روپیہ -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists
Dharamtola Street, Calcutta.

ہر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے ہر قسم کا جنون خواہ نوباتی جنون ' مرگی جنون ' غمگین رہنے کا جنون ' عقل میں فتور ' بے خوابی وغیرہ وغیرہ دفع ہوتی ہے - اور وہ ایسا صحیح و سالم ہوجاتا ہے کہ کبھی ایسا گمان تک بھی نہیں ہوتا کہ وہ کبھی ایسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت فی شیشی پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سیسام صاحب کا اوبھرالین

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض - کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا ہونا - اور اسکے دیر یا ہوزیے تشنج کا پیدا ہونا - اولاد کا نہونا غرض کل شکایات جو اندرونی مستورات کو ہوتے ہیں - مایوس شدہ لوگوںکو خوشخبری دیجاتی ہے کہ مندرجہ ذیل مستند معالجوںکی تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور تمو زندگانی حاصل کریں یعنی ڈاکٹر سیسام صاحب کا اوبھرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد ہوں -

مستند مدراس شاہر - ڈاکٹر ایم سی - ننجنکا راؤ اول اسسٹنٹ کیمپبل الزامنر مدراس فرماتے ہیں - "میںنے اوبھرالین کو امراض مستورات کیلیے " نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جی - ویبسٹر - ایل ار - ایل - ار - سی - پی اینڈ ایس - سی گوشا اسپتال مدراس فرماتی ہیں :- "نمونے کی شیشیاں اوبھرالین کی اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بہت نفع بخش پایا "

مس ایم جی - ایم - ڈاکٹر - ام - ڈی (برن) بی - ایس - سی - (لندن) سپرنٹنڈنٹ سیدل ارکاٹ ودیما فرماتی ہیں: "اوبھرالین جسکو کہ میںنے استعمال کیا ہے ان شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے "

قیمت فی بوتل - روپیہ ۸ آنہ - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ ہدایت مفت درخواست آنے پر روانہ ہوتا ہے -

Harris & Co.. Chemists, Kalighat Calcutta.

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ

۱۳ - ۱۷ - ۲۰ روپیہ -

ڈبل ریڈ

۲۱ - ۲۷ - ۳۰ - روپیہ

ہر درخواست کے ساتھہ [illegible] آنا چاهیے -

[illegible] Iyer 60, Srigopal [illegible]allik Lane
Bowbazar, Calcutta

IMPERIAL FLUTE

[illegible] اور نہایت لاجواب

قیمت سنگل ریڈ

۱۴ - ۱۸ - [illegible] روپیہ

قیمت ڈبل ریڈ

۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیہ

ہر درخواست کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور پیشگی آنا چاهیے -

Imperial Depot 60, Srigopal [illegible]allick Lane
Bowbazar, Calcutta.

مفت ! مفت !!

[illegible] صاحب ڈاکٹر - سی [illegible] داس صاحب کا تصنیف کردہ نوجوانوں کا رہنما و صحت جسمانی و زندگی کا بیمہ کتاب قانون حیات - مفت روانہ ہوگا -

Swasthy S[illegible] Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

مرتبہ بازي لگائي - صرف گیارہ مرتبہ هارا - ایک کم نوے مرتبہ روپیہ کا ڈھیر اسي کے سامنے تھا !

اسي سلسلے میں وہ اپني مہارت کا بھي ضمناً تذکرہ کردیتا ' مگر اس ادعاء میں کافي جزو انکسار کا بھي ھوتا - وہ کہتا : " اس میدان میں دعوی کون کرسکتا ہے ؟ تاھم مہارت بھي ایک علمي حقیقت ہے اور اس سے میں انکار نہیں کرتا "

ان تذکروں نے بیچارے قمار زدہ افسروں کو بالکل مدھوش کردیا اور وہ یکسر اسکے قابو میں آ گئے - ایک طرف روزانہ فیاضیوں کي چاٹ ' دوسري طرف قمار بازي کي مہارت اور اسکے دقیق نکتوں کے حاصل کرنے کا شوق ' تیسري طرف دولت اور تمول کا قدرتي اثر ونفوذ - تھوڑے ھي دنوں میں انکا یہ حال ھوگیا کہ میجر اسٹوارٹ کو ایک دیوتا کي طرح پوجنے لگے -

[٧]

ان دوستوں میں ایک شخص جنگ زولو کا نامور افسر تھا - کئي تمغے بھي اُس نے حاصل کیے تھے - لیکن قمار بازي کي لت نے بالکل مفلس و قلاش کردیا تھا - میجر اسٹوارٹ نے زیادہ تر اُسي پر نظر رکھي ' اور اُسي کي اخلاقي کمزوریوں کو اپنے مقاصد کے حصول کا آلہ بنانا چاہا -

سب سے پہلا وار یہ کیا کہ اس سے تنہا صحبتیں شروع کردیں اور یقین دلایا کہ جس چیز کي تمھیں تلاش ہے ' میرا وجود اُسي کي کنجي ہے - تم دیکھتے ھو کہ نہایت بے دردي کے ساتھہ روپیہ لٹاتا ھوں ' اور تم اسپر سخت متعجب ھوتے ھو - حالانکہ جو چیز مفت حاصل کي جاتي ہے ' مفت لٹائي بھي جاتي ہے - میري تمام دولت صرف مشق و مہارت قمار کا نتیجہ ہے - چند ایسے نکتے حاصل کرلیے ھیں جنکي بدولت سو بازیوں میں اَسي بازیاں میري کہیں نہیں گئیں - اگر تم چاھو تو علم و عمل قمار کي یہ سب سے بڑي قیمتي چیز تمھیں بھي سکھادوں -

اس جادو کا اُس غریب کے پاس کوئي منتر نہ تھا - پھر اس سے بھي بڑھکر یہ کہ قمار بازي کیلیے بے دریغ روپیہ دینا شروع کردیا - ایکسو بیس پاؤنڈ کا اُس پر ایک قرض تھا جس سے بہت پریشان و عاجز رھتا تھا - وہ بھي اس فیاض اجنبي نے ادا کردیا -

[٨]

لیکن ساتھہ ھي وہ دوسرے شکاروں سے بھي غافل نہ تھا - نہیں معلوم کونسا شخص آگے چلکر زیادہ مفید ھو؟ اسلیے جسقدر فوجي افسر اسکے دام میں پھنس چکے تھے' سب سے تعلقات بڑھاتا جاتا تھا -

اسي اثناء میں خود بخود ایک عجیب واقعہ پیش آیا ' جسکا اسے شان و گمان بھي نہ تھا - ایک دن میجر اسٹوارٹ اور اسکا سفر زدہ قمار دوست ھوٹل کے کمرے میں بیٹھے تھے ' اور میجر اُسکے پھنسانے اور اچھي طرح اپنے قابو میں لانے کیلیے ایک نیا دام ڈال رہا تھا - اس نے کہا کہ " مشرقي افریقہ میں ابتک متعدد مقامات ایسے باقي ھیں جہاں ھیرے کي بڑي بڑي کانیں نکل سکتي ھیں ' اور جنکي نسبت گذشتہ قیام افریقہ کے زمانے میں پوري تحقیقات کرچکا ھوں - لیکن یورپ کے سرمایہ داروں کو اسکي خبر نہیں - میرا ارادہ ہے کہ ایک نئي کمپني قائم کروں ' اور فرانس اور جرمني' دونوں ملکوں سے اسکے لیے سرمایہ فراھم کیاجاے - اگر میں ایسا کرسکا تو تم بھي اسکے حصہ دار ھوگے ' خواہ ایک کوڑي بھي نہ دیسکو "

یہ سنکر فوجي افسر کي زبانسے بے اختیار نکل گیا :

" یہ نہایت ھي عمدہ خیال ہے - لیکن میں نہیں سمجھتا کہ تمھاري مجوزہ کمپني اُس آنے والے وقت سے پہلے قائم ھوسکے جبکہ ھماري نئی توپیں بالکل مکمل ھو جائینگی' اور یورپ کي سب سے

ان فرانسیسي بندروں سے ھوگا - ایسي حالت میں بہتر ہے کہ سال دو سال تک فرانس و جرمني کي کسي مشترکہ کمپني کا خیال چھوڑ دو - تمھاري صحبت مجھے مجبور کرتي ہے کہ ایک سرکاري راز کو اس بے تاملي سے ظاھر کردوں - اگر تم نے کمپني قائم کي تو دو سال تک کوئي جرمن سرمایہ دار اسکے حصے نہیں خریدیگا "

میجر اسٹوارٹ نے اپنے مخفي جذبات کو ضبط کرکے نہایت بے پروائي سے کہا :

" ھم فوجي لوگ جنگ کے خواب دیکھتے دیکھتے پاگل ھوگئے ھیں - یہ قصے اخباروں کي وھم سازیوں کیلیے چھوڑ دو - ھمیشہ کہا جاتا ہے کہ فلاں حکومت جب فلاں قسم کي توپیں بنالیگي تو جنگ یورپ شروع ھوجائیگي - فلاں حکومت کے پاس جب اتنے ڈریڈناٹ جہاز ھوجائینگے تو وہ ایک منٹ صبر نہ کریگي - مگر نہ کہیں توپوں کا کھلنا ختم ھوتا ہے' اور نہ جہاز ھي بن چکتے ھیں میں ان باتوں کو صرف گپ سمجھتا ھوں "

فوجي افسر نے نہایت صفائي کے ساتھہ جواب دیا :

" ھاں تمام یورپ کا یہي حال ہے' مگر ھمارے پروگرام جنگ کو ایسا سمجھنا تمھاري غلطي ہے - تم خود اپني آنکھوں سے دیکھہ لوگے کہ جونہي کارخانہ کرپ نے اپني آخري ایجاد مکمل کرلي' یورپ کا نقشہ یکایک درھم برھم ھوجائیگا "

میجر اسٹوارٹ کے سامنے خود بخود راستہ کھل گیا - اس نے نہایت سادگي سے پوچھا :

" کونسي آخري ایجاد؟ "

افسر نے کہا :

" یہ کوئي نہیں بتلا سکتا ' مگر کارخانہ کرپ کا ایک انجینیر میرا ھمراز و ھم صحبت ہے - اسکي زباني سننے میں آیا ہے کہ شاید کوئي نئي توپ طیار ھو رھي ہے - اُسکے دھانے کا قطر ٧٥ ملیمیٹر ھوگا اور اُسکي پرزو کا مقابلہ دنیا کا کوئي صناعي آلہ نہیں کرسکے گا "

میجر اسٹوارٹ نے کہا :

" خیر' ھمیں ان بحثوں سے کیا غرض ؟ شامپین کا ایک گلاس اس ایجاد سے کہیں زیادہ قیمتي ہے - آو ایک جام اوڑائیں اور کہیں ٹہلنے چلیں - اِن باتوں سے دنیا کے کاروبار معطل نہیں ھو سکتے "

[٩]

اب بند خود بخود ٹوٹ چکا تھا - بغیر اسکے کہ میجر روشني کي مزید تلاش کرے ' خود ھي روشني اسکے آگے چمک گئي - ایک دن جبکہ جام و مینا کي گردش خوب ھوچکي تھي ' میجر نے پھر متوقعہ جنگ یورپ کا تذکرہ چھیڑ دیا - اس نے جرمن افسر کے گلاس میں شامپین انڈیلتے ھوے کہا تھا :

" لیکن میرے دوست ! پیرس کے اخبار تو کہتے ھیں کہ ھمیشہ سنہ ٧١ ھي نہیں رھیگا' جبکہ سیدان کا معرکہ پیش آیا تھا اور جرمني نے فرانس کو کچل ڈالا تھا "

افسر نے رومال سے منھہ پونچھا اور قہقہہ لگایا :

" اگر ھمیشہ سنہ ٧١ نہیں ہے تو سنہ ٩٩ تو آنے والا ہے ؟ یقین کرو کہ جرمني کو اب اپني قدرتي سیاحت کیلیے زیادہ انتظار کي ضرورت نہیں ہے - تمام سامان مکمل ھوچکا ہے - برلن میں عنقریب فوجي روانگي کا ترانہ گایا جائیگا - اب ھمارے سفر کا دوسرا پروگرام ہے - ایک ھي کوچ میں جرمن فوج سیدھي پیرس پہنچ جائیگي ' اور جہاں آج نمایش پیرس کي عمارتیں کھڑي کي جارھي ھیں' یہ ھماري فوج کي چھہ کمپنیوں کے قیام کیلیے بہت ھي عمدہ میدان ھوگا "

بعد کو واقعات سے معلوم ھوا کہ فوجي افسر کا یہ بیان جرمني کے اس پروگرام کي طرف اشارہ تھا جو فروري سنہ ١٨٩٧ میں جمعہ گزانیس کیلیے اس نے تجویز کیا تھا -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنين (القرآن الحکيم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذکر اولوا الالباب (١٤ : ٥٢)

جلد ۱ | کلکته : جمعه ۱۳ - ربيع الثاني سنه ۱۳۳۴ هجري
Calcutta : Friday, 18th February, 1916. | نمبر - ۱۱

ترجمان القرآن

يعني قرآن حکيم کا اردو ترجمه، از خامهٔ اديٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقيقي حامل و مبلغ حضرات انبياء کرام و رسل عظام هيں - پس انکي تبليغ و تعليم اور نشر و ترزيع کا مقدس کام دراصل ايک پيغمبرانه عمل هے، جس کي توفيق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهيں حق تعالى انبياء کرام کي معيت و تبعيت کا درجه عطا فرماتا هے، اور ارنکا نور علم براه راست مشکواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے: وذالک فضل الله يوتيه من يشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخيره ميں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفيق ملي، وه حضرت شاه عبد الرحيم رحمة الله عليه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام، امام الاعلام، مجدد العصر، حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے، جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکيم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي، اور فارسي ميں اپنا عديم النظير ترجمه مرتب کيا - انکے بعد حضرة شاه رفيع الدين اور شاه عبد القادر رحمة الله عليهما کا ظهور هوا، اور اردو زبان ميں ترجمة القرآن کي بنياد استوار هوئي - شکر الله سعيهم، و جعل الجنة مثواهم!

اس واقعه پر ٹهيک ايک صدي گذر چکي هے، ا س يه کهنا کسي طرح مبالغه آميز نه سمجها جائيگا که نشر و تبليغ قرآن حکيم کي جو بنياد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي، اسکي تکميل کا شرف حق تعالى نے اڈيٹر الهلال کيليے مخصوص کرديا تها، جنهوں نے بعض داعيان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز، و بلاغت و انشاء مخصوص، و فهم حقائق و معارف قرانيه، و ضروريات و احتياجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکيم کا يه اردو ترجمه نهايت سليس، عام فهم، معني خيز، حقيقت فرما عبارت ميں مرتب کيا هے، اور بحمد الله که زير طبع هے -

يه ترجمه کيسا هے؟ ان لوگوں کيليے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هيں، اسکا جواب دينا بالکل غير ضروري هے -

يه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه ليتهو ميں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو، اور بچے، عورتيں، سب کے مطالعه ميں آسکے - قيمت في جلد چهه روپيه رکهي گئي هے - ليکن جو حضرات اس اعلان کو ديکهتے هي قيمت بهيجدينگے، انسے صرف ساڑهے چار روپيه ليے جائينگے - درخواستيں از روپيه منيجر البلاغ کے نام بهيجنا چاهيے -

البیان

فی

مقاصد القرآن

ھــذا بـیـان لـلـنـاس ' و ھـدی و موعظة للمتقین (۳ : ۳۳)

یعنی قرآن حکیم کی مفصل تفسیر ' اثر خامه اڈیٹر الہلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاہر کردینا کافی ہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اوسکی محیط الکل معلمانه دعوة کا موجوده دور جس قلم کے فیضان سے پیدا ہوا ہے ' یہ اسی قلم سے نکلی ہوئی مفصل اور مکمل تفسیر القرآن ہے !

یہ تفسیر موزوں کتابی تقطیع پر چھپنا شروع ہوئی ہے - ہر مہینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیاده سے زیاده ۱۰۰ صفحے اعلی درجہ کے ساز و سامان طباعة کے ساتھه شائع ہوتے رہینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصہ مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحہ کی تفسیر کا ہوگا ' انشاء الله عنقریب شائع ہوجائیگا - قیمت سالانه قبل از اشاعت چار روپیه - بعد کو پانچ - روپیه -

نوادر آثار مطبوعات قدیمۂ ہند

تاریــخ ہنـدوسـتـان

ترجمه فارسی " ہسٹری آف انڈیا " مصنفۂ مسٹر جان مارشمن

مطبوعۂ قدیم کلکته سنه ۱۸۵۹

ہندوستان کی تاریخوں کے لکھنے میں جن انگریز مصنفین نے جانکاہ محنتیں کی ہیں ' ان میں مسٹر جان - سی - مارشمن کا نام خصوصیت کے ساتھه قابل ذکر ہے - اسکا نہایت سلیس و فصیح فارسی ترجمه مولوی عبدالرحیم گورکھپوری نے کیا تھا ' اور بحکم لارڈ کیننگ پرنس بہرام شاہ نبیرۂ سلطان ٹیپو مرحوم و مغفور نے نہایت اہتمام و تکلف سے طبع کرایا تھا - اس کتاب کی ایک بڑی خوبی اسکی خاص طرح کی چھپائی بھی ہے - یعنی چھپی تو ہے ٹائپ میں ' لیکن ٹائپ برخلاف عام ٹائپ کے بالکل نستعلیق خط کا ہے - کاغذ بھی نہایت اعلی درجه کا لگایا گیا ہے - علاوہ مقدمه و فہرست کے اصلی کتاب ۳۰۴ صفحوں میں ختم ہوئی ہے - چند نسخے موجود ہیں - قیمت مجلد ۳ - روپیه -

ترجمۂ تفسیر کبیر اردو

حضرت امام فخر الدین رازی رحمة الله علیه کی تفسیر جس درجه کی کتاب ہے ' جسکا اندازہ ارباب فن ہی خوب کر سکتے ہیں ' اگر آج یہ تفسیر موجود نہ ہوتی تو صدہا مباحث و مطالب تھے جو ہماری معلومات سے بالکل مفقود ہو جاتے -

پچھلے دنوں ایک فیاض صاحب درد مسلمان نے صرف کرکے اسکا اردو ترجمه کرایا تھا ' ترجمے کے متعلق اڈیٹر ہلال کی راے ہے کہ وہ نہایت سلیس و سہل اور خوش اسلوب ترجمه ہے

لکھائی اور چھپائی بھی بہترین درجه کی ہے - جلد اول کے نسخه دفتر البلاغ میں بغرض فروخت موجود ہیں پہلے قیمت دو روپیه تھی اب بغرض نفع عام - ایک روپیه ۸ - آنه کر دی گئی ہے -

تمام درخواستیں : " منیجر البلاغ کلکته " کے نام آئیں

جسکا درد وہی جانتا ہے ' دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یہ سخت سردی کے موسم میں تندرست انسان کا جان بلب ہو رہا ہے - سردی مٹانے کیلیے بندوبست کیے جاتے ہیں - لیکن افسوس بدقسمتی سے دمه کے مریض نا قابل برداشت تکلیف سے بہت پریشان ہوتے ہیں ' اور رات دن سانس پھولنے کیوجہ سے دم نکلے جاتے ہیں ' اور نیند تک حرام ہو جاتی ہے دیکھیے ! آپ اونکو کسقدر تکلیف ہے - لیکن افسوس ہے کہ اس کا علاج مرض کی بازاری دوا زیاده تر نشه اشیاء اور معطورو ' بھنگ ' بلا ڈونا ' پوٹاس ' اے او ڈائڈ ' دیگر بنتی ہے - اسلیے فائدہ ہونا تو درکنار یہ موت مارا جاتا ہے - ڈاکٹر برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی دمه کی دوا ایک انمول جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں ہے بلکه ہزاروں مریض اس مرض سے شفا پاکر مداح ہیں - آپنے بہت خرچ کیا لیکن ایک مرتبه اسے بھی آزمالیں - اسمیں نقصان نہیں - قیمت ایک روپیه چار آنه فی شیشی - محصول ۵ آنه - اس دوا کی دو خاص فوائد ہیں - (۱) ایک خوراک میں دمه دبتا ہے - (۲) اور کچھه روز استعمال سے جڑ سے چلا جاتا ہے اور جبتک استعمال میں رہے دورہ نہیں ہوتا ہے -

ڈاکٹر ایس کے برمن [illegible] کلکته

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane Calcutta.

Tel. Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No 648

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly ,, Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول و رئیس التحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۱۱ | کلکتہ : جمعہ ۱۳ - ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۴ ہجری | جلد ۱
Calcutta : Friday, 18th February 1916.

افکار و حوادث

گذشتہ جنوري میں "مجوزہ شیعہ کالج" کا جو وفد ہز آنر سر جیمس مسٹن بہادر کي خدمت میں بمقام لکھنو پیش ہوا تھا، اسکي رولداد اب ایک رسالہ کي شکل میں شائع کي گئي ہے- رولداد کا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۴ - جنوري کو گورنمنٹ ہاؤس لکھنو میں ایڈریس پیش کیا گیا، اور اسکے جواب میں خطاب ملوکانۂ ہمایوني نے عرض و نیاز کے ایک ایک لفظ کو خلعت قبولیت و پذیرائي عطا فرمایا :

دیدار ہم میسر و بوس و کنار ہم
از بخت شکر دارم و از روزگار ہم !

ادھر عرض نیاز کي ارادت کیشي تھي، تو ادھر نگاہ مہر و کرم کي عجز پروري - ادھر عشق کام طلب کي امیدواري تھي، تو ادھر حسن عشق نواز کي کام فرمائي - ادھر " ادعوني " کي تعمیل میں دست دعا دراز تھا، تو ادھر وعدۂ " استجب لکم " کي تصدیق میں دروازۂ استجابت باز- ایک طرف سراسر عشق تھا - دوسري طرف سراسر حسن :

وجود او ہمہ حسن ست و ہستیم ہمہ عشق
بہ بخت دشمن و اقبال دوست سرگند ست !

رسم و راہ کوچۂ عشق کے واقف کار جانتے ہیں کہ یہاں حق و ہنر کا سوال کام نہیں دیتا، [illegible] س دنیا کا سارا دار و مدار محض بخشش و کرم پر ہے: اسکي نظریں جسپر پڑ جائیں اور اسکي بے نیازي جسکو سرفراز کردے، وہي سب سے زیادہ مستحق، اور اسي میں سب سے بڑا ہنر ہے- استحقاق اور ہنر دکھلا کر چاندي اور سونا لیا جاسکتا ہے لیکن محبت کي نظریں اور پیار کي ادائیں نہیں خریدي جاسکتیں - ارسطو اگر لیلي کے [illegible] کا پردہ اٹھاتا اور قیس کي دیوانگي کے مقابلہ میں اپنے فن منطق کو پیش کرتا، تو آپکو اچھي طرح معلوم ہے کہ کیا جواب ملتا :

معمورۂ دلے اگرت ہست بازگوے
کاینجا سخن بہ ملک فریدوں نمي رود

پس عالم حسن و عشق کے کاروبار اور رد و قبول کے احکام دوسرے ہیں، اور یہاں سب سے بڑا جوہر، سب سے بڑا ہنر، سب سے بڑا استحقاق، سب سے بڑي دلیل، اور سب سے بڑا صغرا کبري یہ ہے کہ اس کي نظریں قبول کرلیں، اور وہ کہ سب چاہنے والوں کي چاہتیں اسي کیلیے ہیں، خود کسي کي شیفتگي کو اپني چاہتوں کیلیے چھانٹ لے - پھر جسکو خود وہ چاہے، اسکي قسمت کا کیا پوچھنا کہ عشق کي شہنشاہي اور اقلیم حسن کي فرماں روائي ہے - بن پڑے تو اپني چاہتوں میں اس خوش نصیب کو بھي شامل کرلیجیے کہ محبوب کا محبوب بھي محبوب ہوتا ہے، اور مذہب عشق کا منتہاء کمال یہي ہے :

چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے
وہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے ؟

مرحوم ذوق کي غزلوں میں میں اپنا ذوق بہت کم پاتا ہوں تا ہم ایک شعر انکا بھي یاد آگیا :

تم جسے یاد کرو پھر اسے کیا یاد رہے
نہ خدائي کي ہو پروا نہ خدا یاد رہے

اردو شاعري میں جس چیز کو " معاملہ گوئي " کہتے ہیں، شعراے ایران اسے " وقوعہ گوئي " سے تعبیر کرتے ہیں - اواخر عہد صفویہ میں فغاني کے اسکول نے جو شعرا پیدا کیے، انھوں نے خاص طور پر اس رنگ کو بہت ترقي دي - ازانجملہ ضمیري صفاہاني ہے جسکا ایک شعر میں نہیں بھولتا :

چو مي بینم کسے از کوے او دل شاد مي آید
فریبے کز وے اول خوردہ بودم یاد مي آید

اس وفد نے جو ایڈریس پیش کیا تھا وہ اسقدر دلچسپ نہیں ہے جسقدر ایڈریس کا جواب دلچسپ ہے، اور ایسا ہونا ضروري تھا - عشق خواہ کسي شکل میں ہو، عجز و نیاز کیلیے ہے- دلبري و رعنائي کیلیے نہیں ہے - یہ خواص حسن کے ہیں - اسکا کوئي جلوہ دلربائي و نظارہ پروري سے خالي نہیں ہوتا - یہ تو وہ چیز ہے کہ اگر بے مہري و غیظ و غضب [illegible] ہو، جب بھي پیار کرنے ہي کي چیز ہوتي ہے، پھر لطف و نوازش اور بخشش و کرم کي ہوش ربائي کا کیا پوچھنا :

سافر کو مرے ہاتھ سے لیجیو کہ چلا میں !

ہز آنر اپنے جواب میں فرماتے ہیں :

" اس بیان سے میرا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ مجھہ کو کسي قوم یا مذہب کے لوگوں کي کوئي خاص رعایت منظور ہے - نہ میرا یہ منشا ہے کہ جو بڑي بلیغ کوششیں ابتک مسلمانوں کي ترقي تعلیم کي نسبت کي گئي ہیں انکي بیقدري کي جاے "

لیکن ہم حیران ہیں کہ اس جملے کے کہنے کي کیا ضرورت تھي ؟ بھلا ایک منٹ کیلیے بھي کوئي عقلمند ہز آنر کي نسبت ایسي بدگماني کرسکتا ہے ؟

نہ ہم سمجھے نہ تم آے کہیں سے
پسینہ پونچھیے اپني جبیں سے

آب حیات

رهلسی کایا پلٹ ' یونانی اکسیر البدن اور
کیمیا گر اکسیر اعظم کہتے ہیں یہ امرت پورا

زندگی کو موت سے ایک روپیہ میں خریدنا

(آبحیات کے اکسیری فوائد !)

صحت کے برابر دنیا میں کوئی نعمت نہیں - جو لوگ وقت پر قدر نہیں کرتے - جب تندرستی بگڑ جاتی ہے - پھر عمر بھر پچھتاتے ہیں جو لا حاصل ہوتا ہے - اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئیں کھیت۔ ہندوستان گرم ملک ہے اور بوجہ شدت گرما گرد و غبار سے آئے دن ہزاروں قسم کی بیماریاں و فساد خون کے دکھ ہر روز نئے نئے پیدا ہوا کرتے ہیں - گرانی اشیاء خوردنی نے عام لوگوں کو مفلس بنا رکھا ہے - اور کثرت بیماری نے لوگوں کو کمائی کے لائق نہیں رکھا ' اس لیے عام لوگ بلا علاج زندہ درگور ہو جاتے ہیں - اگر علاج کرتے ہیں تو فیس اور قیمت دوا ادا کرنے سے تلاش' تنگدست بن جاتے ہیں - اور صاحب توفیق حضرات کو دوا خالص نہیں ملتی - مندرجہ بالا تکالیف کو دور کرنے لئے حکیم مطلق نے آب حیات کو مسیحائی اثر بخشا ہے تاکہ کوئی دکھ دنیا میں نہ رہے - غریب سے غریب اور لاچار سے لاچار ایک پیسہ کی ایک خوراک لے کر امراض مزمنہ مایوسہ سے خلاصی پائے - آبحیات ہر مرض شدید کی دوا ہے خارجاً لگانے سے ہر درد وغیرہ کے لیے شفا ہے - ایک شیشی آبحیات کی کنبہ بھر کو بہت بلاؤں اور ناگہانی آفتوں سے بچاسکتی ہے' کسیکو معلوم نہیں مرض کسوقت رات کو یا دن کو جنگل میں یا گھر میں آ دبالیگی اسلیے یہ عقلمندی ہے کہ پہلے ہی سے ایک شیشی گھر میں رکھی جائے -

(فوائد مصدقہ آبحیات)

تپدق ' تپ محرقہ ' صفراوی تپ' تپ بر سوت' سل ' پیچش' صفراوی اسہال ' سرسام ' درد سر ' درد پہلو ' نمونیا ' ذات الجنب' تپش دل ' ناسور ' بدھ کا زخم ' درد کان ' مسوڑوں سے خون آنا ' پھوڑے پھنسیاں ' پٹھوں کا اکڑاؤ ' براسیر ' اواسیر ' بھگندر' تالو کا سوراخ ' دانت کا درد ' قبض ' درد قولنج ' درد کمر ' نقرس ' چھپاکی متلی ' قے ' زخموں میں کیڑے پڑنا ' کثرت پیاس ' تشنج ' بیخوابی ' کھانسی خشک و تر ' کرم ' چھوٹے ' ورم پستان ' درد دل ' ہیضہ ' طاعون ' خنازیر ' درد شکم ' زہر دار ڈنک ' بھڑ ' سانپ ' بچھو ' آگ سے جلنا ' گرمی کی شدت سے جسم پر گرم دانے نکلنا ' درد ' چوٹ ' خارش نکسیر وغیرہ وغیرہ کتاب میں مفصل حال درج ہے -

قیمت فی شیشی ایک روپیہ - چھ شیشی پانچ روپیہ - ایک درجن دس روپیہ محصول ڈاک ذمہ خریدار۔

آبحیات کا مسیحائی اثر

(سل ' دق ' کھانسی ' سات ماہ کی صرف سات دن میں دور)

عالیجناب ہز ہائینس نواب میر فیض محمد خانصاحب بہادر
کے - سی - ایس - آئی والی ریاست خیرپور سندھ

سر - اے غلام رسول عرصہ سات ماہ سے بعارضہ بخار لازمی جو ۱۰۴ درجہ تھرما میٹر پر رہتا تھا - اور اس کے علاوہ کھانسی ایسی شدید تھی کہ سونا ' بیٹھنا حرام ہوگیا تھا - چونکہ سر - اے ممدوح اپنے آقائے نامدار میر احمد علی خاں صاحب کی خدمت میں شب و روز رہتا تھا اور کھانا پینا ان کے ساتھ رکھتا تھا - ان کے معالجہ کے لئے یورپین سول سرجن سات سو روپیہ روزانہ کراچی وغیرہ سے اور لاہور و اطباء ہندوستان سے جمع کیے گئے رہے - مہر ممدوح مطلق تھا - کوئی چارہ نہ چلا اور وہ فوت ہوگیا - تمام طبیبوں اور ڈاکٹروں نے متفق ہوکر کہا تھا کہ سر - اے غلام رسول بھی اسی مرض میں مبتلا ہوگیا تھا -

آخر جب تمام معالجات سے تنگ آکر بحالت مایوسی سرکار ابد پائدار والی ریاست نے حکیم غلام نبی زبدۃ الحکماء لاہور کو جو جامع علوم ڈاکٹری و یونانی اور ماہر فنون ہر دو طب ہیں ' ریاست میں برائے معالجہ طلب فرمایا -

(آبحیات کا کرشمۂ قدرت)

زبدۃ الحکماء موصوف نے یورپین ڈاکٹر وغیرہ مڈیکل افسروں سے اس بات کا اتفاق کیا کہ مقدمہ سل ہے - اور جگر بھی بگڑ گیا ہے' صرف دس قطرہ آبحیات کے [illegible] دفعہ دینے شروع کیے ' اور تمام انگریزی و یونانی دوائیاں ترک کرادیں - سات ماہ کا بخار اور کھانسی ساتویں روز جاتی رہی - یہ جادو کے اثر کی خبر ریاست میں مشہور ہوگئی - اور آبحیات کے جادو اثر کرشمے اور اس کے سریع العمل اور سریع الاثر لا علاج بیماروں کا کوئی کم قیمت علاج ہے' تو آبحیات تسلیم کر لیا گیا ہے - اب سندھ میں جو آتا ہے - اسی آبحیات کا طالب ہوتا ہے - تمام اخباروں میں اسی قصہ کو پڑھ لو اور وہاں سے تصدیق کرلو کہ سر - اے غلام رسول اب تندرست ہے اور کاروبار ریاست میں مصروف ہے -

(العبد - خان بہادر رسول بخش خاں نائب وزیر ریاست خیرپور سندھ)

الغرض آبحیات کی شیشی ہر گھر میں موجود ہونی ضرور ہے - سفر و حضر میں کار آمد - نہ ڈاکٹر کی ضرورت ہے نہ طبیب کی - بیسیوں امراض کی ایک ہی تیر بہدف دوا ہے' جو کسی قسم کے ضرر کے بغیر فائدہ دیتی ہے -

قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ - (منیجر)

(شربت [illegible] اعصاب)

وہ نقص جو بھر پور جوانی [illegible] مرد کو رنجیدہ خاطر بناتے ہیں' اس سے دور ہوتے ہیں - گئی ہوئی طاقت کو واپس لاکر مرد کو پورا مرد بناتا ہے - افعال قبیحہ اور کثرت عیاشی نے جب جسم کی قوت کو گھٹا دیا ہو - تو یہ شربت خاک میں ملی ہوئی امیدیں بر لاتا ہے' فی شیشی صرف چار روپیہ -

(سفوف مستحکم دندان)

ہلتے دانت مضبوط - بدبو میل دور - دانت موتیوں کی طرح چمکدار - قیمت چار تولہ ایک روپیہ -

(سر کا خوشبودار تیل)

بالوں کو خوشبودار رکھنے کے سوا سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہونے دیتا - دافع ضعف دماغ نزلہ و زکام فی شیشی تین روپیہ -

دوائی درد کان - قیمت صرف ایک روپیہ -

(سرخ رو)

بعد از غسل اس دوا کے دو قطرے چہرے پر مل لینے سے چہرہ خوبصورت ہو جاتا ہے' قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ

(روغن اعجاز)

برسوں کے زخم دنوں میں بھر جاتے ہیں' ناسور ' بھگندر - خنازیر کے گھاؤ اور کار بنکل زخم کا اچھا علاج - قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ -

(دوائی پیچش و مروڑ)

نہایت زود اثر اور مجرب دوائی ہے - قیمت چار تولہ صرف ایک روپیہ ہے -

(خنازیر کا خوردنی علاج)

اس دوائی کے کھانے سے گلٹیاں اندر ہی اندر بیٹھ جاتی ہیں قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ -

بخاروں کی شرطیہ دواء - پسینہ آکر ہر قسم کا بخار ایک گھنٹہ میں اتر جاتا ہے - قیمت فی ڈبیہ دو روپیہ -

(سفوف دافع درد گردہ)

اس کے استعمال سے ریگ مثانہ دور ہوکر آیندہ دورہ درد سے نجات ہوتی ہے - چار تولہ صرف دو روپیہ -

پتہ - منیجر شفاخانہ شہنشاہی ' سند یافتہ حکیم و ڈاکٹر حاجی ' غلام ' نبی
زبدۃ الحکماء لاہور - موچی دروازہ

چیز ہے، اور جب تک یہ دور نہ ہوگی اس وقت تک کوئی سعی تجدید و احیاء کامیاب نہیں ہو سکتی - مسلمانوں کا سیاسی تنزل، اخلاقی تنزل، علمی تنزل، مدنی و عمرانی تنزل، یہ تمام جزئیات تنزل ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی کلی اصل نہیں ہے - ان تمام مختلف شاخوں سے گذر کر جب درخت کی جڑ تک نظر پہنچیگی تو صاف نظر آجائیگا کہ علل و اسباب کے کلیات دوسرے ہیں، اور ان میں سب سے زیادہ اہم و نافذ علت مسلمانونکی تالیف کے بعد تفریق، توحید کے بعد تعدد، اجتماع کے بعد افتراق، اور نزول علم کے بعد بغی و عدوان ہے -

بظاہر اس چیز کو ہر شخص محسوس کرتا ہے، اور مسلمانوں کے تنزل کے اسباب پر ماتم کرتے ہوے کوئی آنکھ ایسی نہیں ہے جسکے آنسوؤں میں اس منظر کو دخل نہو - تقریباً سب کہتے ہیں کہ اختلاف سے اتفاق بہتر ہے اور دشمنی پر محبت کو ترجیح دینی چاہیے - با ایں ہمہ بد بختی یہ ہے کہ مسئلۂ اختلاف و افتراق امۃ کو اسکی اصل اہمیت کوئی بھی نہیں دیتا اور کسی کو اسکی توفیق نہیں ملتی کہ ظواہر و آثار سے گذر کر اسباب و علل پر نظر ڈالے، اور صحت نظر کے ساتھہ اصلیت مستورہ کی تشخیص کرے - اگر گذشتہ دور اصلاح و تحریک میں کسی کا قدم یہاں تک پہنچا بھی ہے تو بدبختانہ اسکے بعد کی منزل علاج گم ہوگئی ہے، اور یہ افسانہ بہت طول طویل ہے -

درخت جب سوکھتا ہے تو اسلیے نہیں سوکھتا کہ اسکی شاخوں میں رطوبت نہیں رہی، بلکہ صرف اسلیے کہ رطوبت حیات کا سرچشمہ جڑ ہے اور اسمیں اب زندگی باقی نہیں رہی - اسی طرح کوئی قوم اسلیے نہیں بگڑتی کہ اس نے اپنی تعلیم سعادت کی فروعات کو چھوڑ دیا، بلکہ اسلیے کہ اصول و کلیات کا سر رشتہ اسکے ہاتھوں سے جاتا رہا - جب تک جڑ میں زندگی ہے، اسوقت تک درخت کا ایک پتہ بھی خشک نہیں ہوسکتا - لیکن اگر جڑ کو پانی نصیب نہیں تو شاخوں اور پتوں کے اوپر سمندر کے سمندر بھی انڈیلدو، وہ سر سبز نہیں ہوسکتے -

اسلام کے بھی اصول ہیں اور فروع ہیں - پس مسلمانوں کی تباہی و بربادی کو اصول میں ڈھونڈھنا چاہیے نہ کہ فروع میں - اسلام کی اولین اصل عقیدۂ "توحید" ہے - اسی عقیدے کے اندر مسلمانوں کی تمام روح حیات مضمر تھی، اور اسی روح نے انکو دائمی زندگی کی خوشخبری سنائی تھی - لیکن مسلمانوں نے سب سے زیادہ اسی عقیدے سے انحراف کیا - حتی کہ آج اس سے بڑھکر اور کسی اعتقاد میں وہ تجدید دعوۃ کے محتاج نہیں ہیں - جسطرح عقیدۂ توحید کے معنی یہ نہ تھے کہ مشرکین مکہ کی طرح زبان سے تو ایک صانع کُل کا اقرار کردیا جاے (لیقولن اللہ) لیکن اپنی عملی زندگی پر صدہا غیر الہی عبودیتوں کی لعنت بھی طاری کرلی جاے، اسی طرح توحید کی حقیقت کے ساتھہ یہ ضلالت بھی جمع نہیں ہوسکتی تھی کہ ایک فاطر السماوات والارض کی بندگی کا دعوا کرکے، بہت سے خداؤں کے ماننے والوں کی طرح بہت سی جماعتوں اور شکلوں میں متفرق ہوجائیں - اعتقاد توحید کا اولین مطالبہ یہ تھا کہ تمام کرۂ ارضی کی سعادت و ہدایت کیلیے ایک ایسی امۃ عادلہ طیار ہو، جو تمام پچھلی قوموں کے برخلاف اپنے تمام عقائد و اعمال کے اندر جلوۂ توحید رکھے - اسکا خدا ایک ہو، اسکا مبدا حکم و سلطانی ایک ہو، اسکا مصدر امر و نہی ایک ہو، اسکی کتاب اللہ ایک ہو، اسکا رسول اللہ ایک ہو، اسکا قبلہ ایک ہو، اسکا نام ایک ہو، اسکے خصائص و اعمال ایک ہوں - یعنے جسطرح اسکا خدا وحدہ لا شریک ہو، اسی طرح اسکا قرآن بھی اپنی ہدایت میں، اسکا رسول بھی اپنی تعلیم کتاب و حکمت میں، اور اسکی امۃ بھی اپنے خصائص و معاہد اور وحدۃ و یگانگت میں وحدہ لا شریک ہو!

ان ہذہ امتکم امۃ واحدہ و انا ربکم فاتقون !

یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اسلام کی حقیقت اصلی اس چیز کو بتلایا ہے، جو اختلاف و تفرق کے ساتھہ جمع ہی نہیں ہوسکتی - وہ ہر جگہ اسلام کو "وحدۃ و تالف" اور کفر کو "تعدد و تشتت" قرار دیتا ہے - اور جس شدت اور اعادہ و تکرار کے ساتھہ شرک سے روکتا ہے، ٹھیک ٹھیک اسی طرح تفریق و شقاق سے بھی باز رکھنا چاہتا ہے - وہ بار بار کہتا ہے کہ تم "مغضوب علیہم" یعنی یہود اور "الضالین" یعنی نصاری کی ضلالتوں سے اپنے آپکو بچاؤ اور "انعام یافتہ" جماعتوں کی راہ پر چلو - پھر جا بجا تشریح کرتا ہے کہ یہود و نصاری کی سب سے بڑی ضلالت یہ تھی کہ انہوں نے نزول "علم" یعنی نزول شریعت کے بعد راہ شقاوت اختیار کی - خدا نے انکو ایک کردیا تھا پر وہ ایک نہ رہے، اور مختلف مذہبوں، مختلف جماعتوں، مختلف ناموں، مختلف غیر الہی عبودیتوں میں متفرق ہوگئے :

الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعا، وکل حزب بما لدیہم فرحون (۳۰ : ۳۲)

ان لوگوں کی راہ اختیار نہ کرو جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا، اور ایک امۃ ہونے کی جگہ گروہ گروہ ہوگئے - ہر فرقہ اپنے ہی خیالات و اوہام کو حق سمجھتا ہے اور اسپر قانع اور خوشحال ہے !

اس سے بھی زیادہ یہ کہ جا بجا واضح کیا کہ کسی امت کیلیے تالیف و اتحاد رحمت الہی ہے، اور تحزب و تفرق عذاب الہی - خدا جب کبھی کسی قوم کو سزا دینا چاہتا ہے تو اسمیں باہمی تفرقہ اور اختلاف ڈالدیتا ہے :

قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم عذاباً من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا ویذیق بعضکم بأس بعض (۶ : ۶۵)

کہدے کہ اللہ اسپر قادر ہے کہ وہ تم پر اوپر سے کوئی عذاب لاے یا تمہارے قدموں کے نیچے ہی سے اسکا عذاب نمایاں ہو، یا پھر تمہارے اندر پھوٹ ڈالدے - تم گروہ گروہ اور جماعت جماعت ہوجاؤ، اور باہم ایک دوسرے سے لڑکر خود اپنی ہی تلوار سے اپنے کو ہلاک کرو -

اللہ کے رسول نے سب سے بڑی وصیت امۃ کو یہی کی :

لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم اعناق بعض (بخاری)

میں نے تمکو عذاب شقاق و افتراق سے نکالکر اتحاد و تالیف کی رحمت کا پیکر بنا دیا ہے - لیکن میرے بعد کافروں کا طریق اختیار نہ کرنا کہ باہم ایک کی تلوار دوسرے کی گردن پر چلے -

اور یہی چیز ہے جسکی طرف باب مدینۃ العلم حضرۃ امیر علیہ السلام نے اپنے ایک خطبۂ مقدسہ میں دعوۃ دی :

الا ہم واحد، و نبیہم واحد، وکتابہم واحد، افامرہم اللہ بالاختلاف فاطاعوہ، ام نہاہم عنہ فعصوہ؟ ام انزل اللہ دینا ناقصا فاستعان بہم علی اتمامہ؟ (نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۹۲)

انکا خدا ایک ہے، نبی ایک ہے، کتاب ایک ہے، پھر کیا ہے کہ وہ باہم اختلاف کرتے ہیں؟ خدا نے کیا انکو اختلاف کا حکم دیا ہے کہ اسکی پیروی میں مختلف ہو رہے ہیں؟ یا اس نے اختلاف سے روکا ہے اور وہ حکم الہی کی نافرمانی کر رہے ہیں؟ یا پھر یہ ہے کہ خدا نے ناقص دین اتارا اور اسلیے اس طریق سے اب اسکو مکمل کرنا چاہتے ہیں؟

قرآن حکیم کی بے شمار تصریحات کو میں ایک تمہیدی ٹکڑے میں کہانتک نقل کروں؟ مختصر یہ کہ سب کو یاد ہے اور سب پڑھتے

شذرات

مجـــوزة شيعـــہ كالـــج

" الزمــوا السواد الاعظـم فان يد الله على الجماعة' و اياكم و الفرقة' فان الشاذ من الناس للشيطان كما ان الشاذ من الغنم للذئب ' الا ' من دعا الى هذا الشعار فاقتلوه و لو كان تحت عمامتي هذه ! ! " (۱)

(حضرة علي عليه السلام - نہج البلاغة صفحه ۲۶۱)

مالذا التـقاطع في السلام بينـكمو
و انتمو يا عبـاد الـلـه اخـــوان !

(۱)

باوجود كئي هفتوں كے اعراض و اغماض كے ' آج ميں مجبور هوا هوں كه وقت كے ايک ايسے مسئله كي نسبت چند كلمات لكهوں جو هميشه سے اسلامي مباحث و نظر كا سب سے زياده مشتبه و ظنون آلود موضوع رها هے ' اور جو اسقدر نا مبارک موضوع هے جسكو كسي طرح بهي بد گمانيوں اور غلط فهميوں كي آلودگي سے الگ نہيں كيا جاسكتا - تاهم سچائي كي ناتحانه حقيقت پر ميرا اعتماد هے ' اور اعلان حق اور امر بالمعروف كا فرض شرعي خوف ظنون و هجوم شبهات سے ساقـط نہيں هوجاسكتا - اگر دنيا ميں ايسے لوگ موجود هيں جنكو چراغ كي روشني دهندلي نظر آتي هے' تو يه انكي آنكهوں كا ضعف هے جسـو دور كرنا چاهيـے - انكي خاطر چراغ گل نہيں كيے جاسكتے : فذكر ان الذكر تنفع المومنين ! .

ميں آج مجوزه شيعه كالج كے متعلق اپنے خيالات ظاهر كرنا چاهتا هوں - مجهه كو يقين هے كه ميري اس تحرير كو پڑهكر بهت سے لوگ ظنون فاسده ميں مبتلا هونگے ' اور كوشش كي جائيگي كه اسكو فريقانه جذبات و عصبية كي طرف منسوب كيا جاے - ليكن الحمد لله كه مجهكو اپنے اُن صدها برادران شيعه كے جذبات و آراء صادقه بهي معلوم هيں جو ميرے مسلک و اصول كے متعلق پوري بصيرة ركهتے هيں ' اور اميد واثق هے كه انكي اصلي حقيقت شناسي وقت كے صناعي و خارجي جذبات سے كبهي بهي مغلوب نه هوسكيگي :

فاما الـذين في قلـوبهم زيـغ فيتبعون ما تشابه منـه ابتغـاء الفتنـــة (۳۰ : ۱۸)	البته جن لوگوں كے دماغوں ميں كجي اور راستي سے انحراف هے' تو وه كلام حق كي صاف صاف اور كهلي كهلي باتوں پر غـور و تفكـر نہيں كرينگے - بلكه

صرف انهي چيزوں كے پيچهے لگے رهينگے جن ميں انكو تشابه اور ابهام نظر آئيگا تاكه فتنه و فساد پيدا كريں اور لوگونكو راه حق سے بهٹكائيں -

(مسئلۂ اصـلاح و تجديد امـة)

سب سے پہلے ميں يه ظاهر كرديـنا چاهتا هوں كه مسئلۂ " اصلاح و تجديد امة " كے متعلق ميرا ايک خاص مسلک هے ' اور اس مسلک كي بنياد محض بعض جزئيات عروج و تنزل كے مشاهده و تاثر پر نہيں هے جيسا كه گذشته پچاس سال كي تمام اصلاحي تحريكوں كا حال رها هے ' بلكه اسكي بنياد وه كليات و اصول عقائد هيں جنكو اسلام كي تصريحات' كتاب و سنت كي محكمات ' عقل و براهين كي دلالت ' تاريخ و استقراء تاريخي كے نظر و اخذ ' اور تمام جزئيات ترقي و تنزل امم كے درس و فكر كے بعد ميں نے قرار ديا هے - اور اس بارے ميں ايک پورا مـرتب سلسلۂ عمـل اپنے پيش نظـر ركهتا هوں -

منجمله اُن عقائد و اصول كے جن پر ميرا مسلک دعوة مبني هے ' ايک سب سے بڑا اهم اصول وه هے جسكو ميں " مسئلۂ تحزب و تمذهب " سے تعبير كرتا هوں هيں' يعنے مسلمانوں كا توحيد و تاليف كے بعد پهر متفرق هو كر گروه در گروه هو جانا اور ايک امة قيمه كي جگه مختلف ناموں اور مختلف مذهبوں ميں بٹ جانا - ميرا يه عقيده هے كه مسلمانوں كے تمام ادبار و تنزل كي اصلي و حقيقي علت يهي

(۱) حضرة امير عليه السلام كے ايک خطبه كے مشهور كلمات مقدسه هيں - فرمايا كه " سواد اعظم كي معيت كو اپنے اوپر لازم كرو كه الله كا هاتهه جماعت كے ساتهه هے - جماعت سے الگ نهو اور تفريق سے بچو' كيونكه جو شخص اپني جماعت سے الگ هوگيا وه شيطان كيليے هوگيا جس طرح بكري اپني ريوڑ سے الگ هوكر بهيڑيے كے ليے هوجاتي هے - آگاه هو كه جو شخص تفريق كلمه كي طرف بلاے اور جماعت ميں پهوٹ ڈالے اسے قتـل كر ڈالو' اگرچه وه وهي بسر هو جو ميرے عمامے كے نيچے چهپا هے - (يعني اگر ميں خود تفرقه و علحدگي كا باعث هوں تو ميں بهي اسي كا مستحق هوں) " سواد اعظم " سے مقصود يه نہيں هے كه صرف تعداد كے لحاظ سے كوئي بڑي جماعت جيسا كه لوگ سمجهتے هيں' بلكه مقصود اسلام اور اسكي قومي جماعت هے' اور وهي اعظـم هے - ابن ماجه كي حديث كا بهي يهي مطلب هے -

[بقيه فكار و حوادث]

هم نے ابهي كہا هے كه شيوۂ عشق و كمال شيفتگي يه كه معشوق پر حكمراني نه كيجيے' بلكه اپنے عشق كو اسكے فرمـان حسن كا محكوم كرديجيے - فلسفۂ حسن و عشق كے سب سے بڑے حكيم عرفي شيرازي كا قول فيصل آپكو معلوم هے :

قبول خاطر معشوق شرط ديدارست
بحكم شوق تماشا مكن كه بے ادبيست

آپكو اگر دعوے محبت هے تو هر اس شے كو پيار كيجيے جسپر پيار كي ايک غلط انداز نظر بهي اُس نے ڈالدي هو - مذهب عشق كي منزل " تفويض " يهي هے :-

چنانچه الحمد لله هم ديكهتے هيں كه اكثر مدعيان عشق و كمال عشق نے يهي شيوة اختيار كيا هے - ازانجمله مجمع عشاق علي گڈه كثـرهم الله تعالى) هے - باوجوديـكه يہاں كا هر مجنوں و فـرهاد مسئلۂ تعليم و مركز تعليم كے بارے ميں ايک لمحه كيليے بهي متحمل رقابت نه تها' ليكن جونهي نظر محبوب نے اپني محبوبيت كا اعـلان كرديا' معاً سب نے ادعاء رقابت كي تلوار نيام ميں ركهه لي' اور اب فيصلۂ سركار حسن كے آگے سب كي گـردنيں خم هيں :

سر تسليم خم هے جو مزاج يار ميں آے !

مذاکرہ علمیّہ

علـــم الانسان

ANTHROPOLOGY.

تلک اٰثارنا تـــدل علینـــا
فاسئلوا حالـــنا عن الاٰثار!

اگر ہم انسان کو بہ حیثیت ایک نوع کے اپنے درس و مطالعہ کا موضوع قرار دیں' تو اسکے متعلق متعدد سوالات پیدا ہونگے -

مثلاً یہ کہ نوع انسـاني کیونکر عالم وجود میں آئي ؟ اسکي نوعي حیثیت دفعتہً پیدا ہوگئي یا بتدریج پیدا ہوئي ؟ وہ کب سے ہے ؟ اسکي ترکیب جسماني کیا ہے ؟ اسکي اور دیگر حیوانات کي ترکیب جسماني میں کیا فرق ہے ؟ موثرات خارجیہ کا اس پر کیا اثر پڑا ہے ؟ مختلف اقوام میں باہمي علاقہ کیا ہے ؟ مختلف اقوام عالم کسي ایک فرد انساني ہي سے پیدا ہوي ہیں یا چند افراد سے ؟ زبان ' مذہب ' اخلاق ' عادات ' اور رسوم میں اختلاف کے اسباب کیا ہیں ؟ یہ مختلف شکلیں کن عام اصول کے ماتحت ہیں ؟

ان سوالات کے جواب اگر علیحدہ علیحدہ دیے جائیں تو وہ مختلف اور مستقل علوم کے مباحث ہونگے -

مثلاً انسان کي تدریجي یا مستقل آفرینش کا تعلق علم الحیات سے ہے - اسکي ترکیب جسماني کي بحث علم تشریح اور علم وظائف الاعضاء میں داخل ہے - انسان اور دیگر حیوانات کي جسماني ساخت میں وجوہ مشابہت و اختلاف کا علم تشریح اضافي کا موضوع ہے - وعلم جرا -

لیکن اگر ان تمام سوالات پر یکجائي نظر ڈالي جاے' اور کسي ایک سلسلہ کے ماتحت انکے جواب دیے جائیں تو یہ مجموعي جوابات ایک کلي علم الانسان کا مایۂ خمیر ہونگے -

پس در حقیقت علـم الانسان (Anthropology) نـوع انساني کي ایک تاریخ طبیعي ہے جس میں بحث کے تمام ممکن پہلوؤں پر نظر ڈالي جاتي ہے ' اور قانون ارتقاء (یعنے کائنات کي رفتہ رفتہ بتدریج ترقي و تکمیل) کي روشني میں یہ معلوم کرنے کي کوشش کي جاتي ہے کہ نوع انساني پر آغاز آفرینش سے لیکر اسوقت تک کیا کیا تغیرات گزرے ہیں ؟

(نـوع انسـاني کي قـدامـت)

نوع انساني کے متعلق اولین سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسکي آفرینش مستقل ہے یا تدریجي ؟ یعني اسکي موجودہ نوعي حیثیت اسکے عالم وجود میں آنے کے وقت سے ہے یا یہ مختلف تغیرات تدریجي کا نتیجہ ہے' جسے اصطلاح میں ارتقاء کہتے ہیں ؟

لیکن ہم اس سوال کو سر دست قلم انداز کرتے ہیں -

اسکے بعد دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نوع انساني اس کرۂ ارضي پر کب سے ہے ؟ بظاہر اس سوال کا جواب تاریخ دیسکتي ہے ' لیکن تاریخ کي طرف رجوع کرنے سے پہلے غور کرلینا چاہیے کہ تاریخ اپنا سرمایۂ اطلاع کن ماخذوں سے فراہم کرتي ہے ؟ تاریخ کے ماخذ حسب ذیل ہیں :

(۱) وہ کتابیں جو اقوام یا ممالک کے حالات میں لکھي گئي ہیں -

(۲) قصے ' کہانیاں' قومي روایات ' اشعار وغیرہ -

(۳) آثار عتیقہ جو حفریات (زمین کي کھدائي کے کاموں) کے سلسلہ میں دستیاب ہوے ہیں -

یہ ظاہر ہے کہ پہلے دو ماخذ صرف ان حالات و تغیرات پر روشني ڈال سکتے ہیں جو نوع انساني پر آخري چند ہزار سال کے اندر گزرے ہیں - کیونکہ تصنیف و تالیف اور فسانہ طرازي و شعر گوئي در اصل انسان کے ارتقاء مدني کا نتیجہ ہے' اسلیے یہ چیزیں بھي صرف اپنے عہد یا اپنے عہد سے کسیقدر پہلے کے حالات ہي بیان کرسکتي ہیں' مگر نوع انساني کي عمر کا بیشتر حصہ جو اس زمانے سے پہلے گزرا ہے' ہنوز تاریکي میں رہتا ہے -

انسان کے اس ماضي مجہول کو اصطلاح میں " عہد قبل التاریخ" کہتے ہیں یعنے تاریخ کي تدوین و روایت سے پہلے کا زمانہ - عہد قبل التـاریخ کے حالات - صرف آثار عتیقہ ہي سے معلوم ہوسکتے ہیں - اثار عتیقہ سے جو نتائج نکلتے ہیں ' گو وہ تخمیني ہوتے ہیں ' تاہم واقعیت سے خالي نہیں ہوتے - اسلیے یقیني ذرائع کي عدم موجودگي میں ان تخمیني ذرائع سے ضرور کام لیا جاسکتا ہے -

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ نوع انساني کے عہد قبل التاریخ کے حالات در اصل صرف آثار عتیقہ ہي اپني زبان خاموشي سے بیان کرسکتے ہیں - نیز یہ کہ تاریخ کے پاس اس سلسلہ میں جسقدر بھي سرمایۂ معلومات ہے' وہ سب کا سب علم الاثـار ہي کا نتیجہ ہے -

(عہد قبل التاریخ)

نوع انساني کے عہد قبل التاریخ کي تاریخ ابھي بالکل نامکمل ہے - مدفون آثار کي تنقیب جسقـدر وسعت و سـرگرمي کے ساتھہ کي جارہي ہے' اسیقدر عجیب و غریب انکشافات ہوتے جاتے ہیں - اسوقت تـک جسقدر آثار دستیاب ہوے ہیں ' انکے لحاظ سے علماء آثار نے عہد قبل التاریخ کي تقسیم تین دوروں میں کي ہے :

(۱) دور حجري - یعني وہ زمانہ جبکہ انسان اپنے آلات وغیرہ پتھر سے بناتا تھا - پتھر ہي میں رہتا تھا اور پتھر ہي سب سے بڑا اسکا آلہ تھا -

(۲) دور برنزي - یعني وہ زمانہ جبکہ انسان اپنے آلات وغیرہ ایک قسم کي مرکب دھات سے بنانے لگا جسے " برونز " کہتے ہیں اور جو زیادہ تر تانبے اور جست کو ملاکر بناتے ہیں -

ہیں : و اعتصموا بحبل اللہ جمیعـا و لا تفرقوا ‘ و اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم ‘ فاصبحتـم بنعمتہ اخوانا - اگے چلکر فرمایا : و لا تکونوا کالذین تفـرقوا و اختلفـوا من بعد ماجاءھم البینـــات - اور اُن قوموں کی طرح نہ ہوجاؤ جو تم سے پہلے گذر چکی ہیں‘ اور جنکا حال یہ رہا ہے کہ خدا کی شریعت کے نزول کے بعد پھر متفرق ہوگئیں اور اتحاد کی جگہہ اختلاف کی راہ اختیار کی -

لیکن بد بختانہ مسلمانوں نے وہی کیا جس سے وہ روکے گئے تھے - خدا نے انکو دوسروں کیلیے تلوار دی تھی ‘ انہوں نے خود اپنوں پر چلالی - خدا نے انکو ایک بنایا تھا‘ وہ متعدد جماعتوں میں متفرق ہوگئے - خدا نے انکو ایک شریعت دی تھی‘ انہوں نے بہت سی شریعتیں بنالیں - خدا نے انکا ایک ہی نام ” مسلم “ رکھا تھا : ھو سمـاکـم المسلمیـن من قبـل و فی ھـذا (۲۲ : ۷۸) ان الدین عند اللہ الاسلام (۳ : ۱۷) یعنے دین الہی صرف اسلام ہے اور اللہ نے تمہارا نام ہمیشہ سے اور ہمیشہ کیلیے صرف مسلم رکھا ہے - مگر ان میں سے ہر جماعت نے اپنا الگ الگ نام رکھا ‘ اور اصلین کتاب و سنت سے اسقدر بعد و ہجر‘ اور ” ما انـزل اللہ بہا مـن سلطان “ سے اسقدر شغف و وصل ہوگیا ‘ کہ اپنے ٹھہرائے ہوے ناموں سے اپنے تئیں پکار کر ہر جماعت خوش ہوتی ہے‘ مگر خدا کے ٹھہرائے ہوے نام میں اسکے لیے بڑا ہی دکھہ اور بڑی ہی ذلت ہے ‘ حتی کہ اگر اسطرف دعوۃ دی جاتی ہے تو اسے کفر و ضلالت سے منسوب کرتی ہے - ٹھیک ٹھیک یہودیوں کی حالت انہوں نے اپنے اوپر طاری کرلی کہ ” فتقطعوا امرھم بینھم زبرا کل حزب بما لدیھم فرحون !

پس یہ اختلاف و شقاق ایک عذاب الہی ہے ‘ مسلمانوں کی سب سے بڑی معصیت ہے‘ سب سے بڑا طغیان ہے‘ سب سے بڑا عدوان ہے‘ اور تمام مصائب و خسران قومی کا مبدء حقیقی ہے - زمین کی سطح پر مسلمانوں نے اس سے بڑھکر اور کوئی گناہ نہیں کیا ‘ اور خدا نے جسقدر بھی اسوقت تک انکو سزائیں دی ہیں ‘ وہ سب کی سب اسی بڑے جرم کی پاداش ہیں : ذالک بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ انعمھا علی قوم حتی یغیروا ما بانفسھم و ان اللہ سمیع علیم (۸ : ۵۵)

اس اختلاف و تحزب کے علل و اسباب کیا کیا ہیں ؟ اسکا علاج حقیقی کیا ہے ؟ دائمی علاج اگر نہ ہوسکے تو عارضی علاج کی کیا صورت ہے ؟ جسقدر علاج ابتک کیے گئے کیوں کامیاب نہیں ہوے؟ ان پہلوؤں پر میں اس وقت نظر نہیں ڈالونگا‘ کیونکہ مقصود صرف اپنے اصول دعوۃ و اصلاح کو واضح کرنا ہے‘ نہ کہ اصل مسئلہ پر نظر ڈالنا -

(عـود الی المقصـد)

سطور مندرجہ صدر سے یہ چیز تمہارے سامنے واضح ہوگئی ہوگی کہ مسئلہ اختلاف و تفریق کے متعلق میرا عقیدہ کیا ہے‘ اور کس نظر سے میں اسے دیکھتا ہوں؟ اسی عقیدہ کا نتیجہ ہے کہ ہمیشہ اتحاد کلمہ کی دعوۃ میرے تمام کار و بار دعوۃ کی اولین بنیاد و اساس رہی ہے‘ اور یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں کہ اپنی تحریر و تقریر کی کسی شاخ میں اس اصل مہم سے اعـراض کرسکوں - ایک شخص فروعات عمل میں ٹھوکر کھا سکتا ہے ‘ لیکن اپنے عقیدے اور اصل و کلیہ کو کبھی نہیں بھلا سکتا -

الحمد للہ کہ گذشتہ چار سال کی متصل تحریر و اشاعات کی زندگی میں میں نے کبھی اس اصـل جلیـل و عظیم سے سر مو انحراف نہیں کیا‘ اور میری اُن تمـام تحریرات و مطبوعات میں جو ہر آٹھویں دن دنیا کے سامنے آشکارا ہوجاتی تھیں‘ ایک مضمون‘ ایک سطر‘ ایک لفظ ‘ نہیں دکھلایا جاسکتا جسمیں فریقانہ تعصبات اور فرقہ بندی کے ناپاک جـذبات کا ایک شائبہ بھی پایا جاتا ہو و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء -

جو شخص اپنے عقائد محکمہ میں نفس اختلاف و شقاق ہی کو ایک ایسی ضلالت سمجھتا ہو جو کبھی اسلام کے ساتھہ جمع نہیں ہوسکتی‘ اور جو شخص اسلام کی حقیقت کو ” وحـدت “ اور کفر مفہوم ” تفرق “ یقین کرتا ہو ‘ کیونکر ممکن ہے کہ وہ خود تفریق و اختلاف کا موجب بنے ‘ اور جس آگ کو بجھانے کیلیے اٹھا ہے ‘ اسکو اور زیادہ بھڑکاے ؟

میں نے الحمد للہ کہ سنی شیعہ کی تفریق سے فہم حقیقت کی ایک بالا تر جگہ پائی ہے ‘ اور میں عزت پاکر پھر اسے نہیں کھو دونگا کہ فرو تر جگہ اختـیار کروں - راہ حقیقت طلبی میں میرا پہلا قدم وہی تھا جو ان تمام فریقانہ راہوں سے یک قلم الـگ ہوکر ایک دوسری گم شدہ راہ کے سراغ میں اٹھا‘ اور اُس صراط مستقیم کو اپنے سامنے پایا جسکی نسبت اول دن ہی کہدیا گیا تھا کہ :

فاتبعوہ و لا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلـہ -

اسلام کی اس ایک ہی صراط مستقیم کو اختـیار کـرو - بہت سی راہوں پر نہ چلو -

میں نے ہمیشہ اتحاد کلمہ کی دعوۃ دی ‘ ہمیشہ اختلاف و انشقاق کی تمام صداؤں سے مخالفت کی ‘ ہمیشہ اُن لوگوں کو ملامت کی جو محض فریقانہ جذبات کی وجہ سے مسلمانوں کے حقوق پامال کرتے اور انکو اپنی اسلامی اخوت کا کوئی حصہ دینا نہیں چاہتے ہیں - میں نے کبھی سنیوں کی کسی بات کو محض اسلیے اچھا نہیں کہا کہ وہ سنی ہیں‘ اور شیعوں کی کسی سچائی سے اسلیے انکار نہیں کیا کہ وہ شیعہ ہیں - حق و باطل کے مقام کی طہارت جماعت بندی کی گندگی سے آلودہ نہیں ہوسکتی ‘ اور یہ تفریقات اس شخص کے لیے کیا موثر ہوسکتی ہیں جو سرے سے اس تفریق کی زنجیر ہی کو توڑ چکا ہو ؟ میں نہیں جانتا کہ سنیت کیا چیز ہے اور شیعیت کسے کہتے ہیں ؟ میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں‘ اسکی کتاب میرے پاس ہے‘ میں نے اسکے رسول کو پہچانا ہے ‘ مجھکو عقل دی گئی ہے اور اشیاء کے حقائق ثابتہ کو تسلیم کرتا ہوں‘ پس جو چیز سفید ہے سفید ہے ‘ جو سیاہ ہے سیاہ ہے - کوئی سفید کپڑا اسلیے سیاہ نہیں ہوجا سکتا کہ اسکو فلاں فرقہ نے پہنا ‘ اور کوئی حق اسلیے باطل نہیں ہوجا سکتا کہ یہ فلاں انسان کی طرف منسوب ہے -

یہ ہیں میرے عقائد‘ یہ ہے میرا مسلک ‘ اور یہ ہے وہ بصیرۃ راسخہ جو کتاب و سنت نے مجھے عطا کی ہے - اسی بصیرۃ نے مجھکو ہمیشہ فریقانہ نزاعات سے الگ رکھا - اور وہی آج مجھکو مجبور کرتی ہے کہ اپنے ان عزیزو محترم بھائیوں کے آگے جنھوں نے اپنی مصلحت پر غیروں کے مقاصد کو ترجیح دی ہے ‘ دشمنوں کی طرح نہیں بلکہ دوستوں کی طرح ‘ غیروں کی طرح نہیں بلکہ اپنوں کی طرح‘ بڑوں کے حکم و غرور کے ساتھہ نہیں بلکہ چھوٹوں کے عجز و نیاز کے ساتھہ ‘ مجوزہ شیعہ کالج کے طرز و اسلوب کار سے اپنا اختلاف پیش کروں : فستذکرون ما اقول لکم و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد -

اطـــلاع

اگر الهـــلال کی پہلی شش ماہی جلد کسی صاحب کے پاس مکمل موجود ہو‘ اور وہ فروخت کرنا چاہیں تو دفتر کو اطلاع دیں -

تصویر نمبر (۲)

ان حالات کی مجموعی معلومات کی بناء پر علماء آثار اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس گڑھے کے بالائی پندرہ فیٹ مختلف تغیرات علم الارض کے بعد پیدا ہوئے ہیں - زیریں پندرہ فیٹ مختلف تغیرات و حوادث ارضی کا نتیجہ ہیں - یہاں کسی وقت انسانوں کی آبادی تھی، اور دور جلیدی میں کوئی عظیم الشان سیلاب بھی یہاں سے گذرا ہے -

(دنیا کے چند اور مشہور غار)

اس سلسلہ میں دنیا کے چند غاروں کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، جو علم الارض اور علم الآثار کی مشترک علمی دلچسپیوں کے لحاظ سے مشہور ہیں -

ان غاروں میں سے سب سے زیادہ مشہور اور قدیم غار "گرگاس" ہے - یہ غار فرانس کے سلسلہ کوہ پیرن میں مقام پنتاں کے قریب واقع ہے - اس غار کے گرد و پیش جو آثار پائے جاتے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے یہاں دور جلیدی میں سیلابوں اور طوفان کا سلسلہ جاری رہا ہے - اس غار میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے ایک بڑا ہال ملتا ہے - اس ہال کا طول ۵۰۰ فیٹ ہے - اسکی چھت اسقدر پست ہے کہ ایک آدمی کھڑا ہوکے اسے اپنے ہاتھ سے چھو سکتا ہے - دروازہ کے پاس چولہے، ہڈیاں، اسلحہ، اور راکھ کے ڈھیر ملتے ہیں - ان آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں کے باشندے "اور نیک" نسل کے تھے - "اور نیک" فرانس کے ایک شہر کا نام ہے - یہ نسل اسی شہر کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور وہ دور حجری میں آباد تھی - غار کے اندر داخلہ کے بعد سب سے پہلے اس کے دونوں جانب گول گول گڑھے ملتے ہیں - ان گڑھوں کے اوپر چونے وغیرہ کا ایک دبیز پلستر ہے - اور پلستر پر ہتھیلیوں کے نشانات ابتک قائم ہیں -

یہ نشانات زیادہ تر بائیں ہاتھ کی ہتھیلیوں کے ہیں - معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ہم لوگوں کی طرح اکثر اپنے دہنے ہاتھ سے کام لیتے تھے، اور انہوں نے یہ نشانات اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلیاں رکھکے داہنے ہاتھ کی انگلیوں سے بنائے ہیں - انگلیوں کے درمیان جو جگہ خالی رہتی ہے، اسکو سیاہ مٹی سے رنگدیا ہے - اکثر ہتھیلیوں کے نشانوں میں صرف چار انگلیوں کے نشان ہیں - گو یہ بالکل ممکن ہے کہ انہوں نے ان نشانات کے بنانے میں عمداً ایک انگلی کا نشان نہ بنایا ہو، مگر بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی مذہبی خیال کی بناء پر اپنی ایک انگلی کاٹ ڈالا کرتے تھے - چنانچہ آسٹریلیا کے اصلی باشندوں میں بعض قبائل عبادت و ثواب کے خیال سے اسوقت تک اپنی ایک انگلی کاٹ ڈالا کرتے ہیں -

دیواروں پر ان جانوروں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں جو اس غار کے باشندے اپنے لیے شکار کرکے لایا کرتے تھے - ان تصاویر میں اس عہد کی نو آموزی و سادگی کے آثار پوری طرح نمایاں ہیں - مثلاً منجملہ دیگر تصاویر کے ایک تصویر بھینس کی ہے - اس قدیم مصور نے سینگ اس طرح بنائے ہیں گویا وہ اس بھینس کو سامنے سے کھڑا دیکھرہا ہے - لیکن پیر اس طرح بنائے ہیں گویا دہنے یا بائیں طرف کھڑے ہوکر اسکی تصویر کھینچی گئی ہے - اسکے علاوہ پیروں کی شکل میں بھی فرق ہے - معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس جانور کے پیروں کی تصویر ہے جس کا تصور اس نے اپنے ذہن میں قائم کیا ہے، نہ کہ اس جانور کے پیروں کی جسے وہ شکار کرکے لایا کرتا ہے - (دیکھو تصویر نمبر ۱)

اس سلسلہ کوہ پیرن میں ایک اور غار ہے جو "ماربینر" کے نام سے مشہور ہے - یہ غار پہلے غار کے مشرق میں واقع ہے - اس غار کا طول قریباً ڈیڑھ میل ہے - اس کا ابتدائی نصف حصہ پتھروں سے پٹا ہوا ہے - اسکے بعد دوسرے نصف حصہ میں ایک وسیع مکان ملتا ہے - مکان میں جو نقوش و آثار ہیں، انکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غار کے باشندے اسے مکان کے طور پر استعمال کیا کرتے تھے - اسکی دیواروں پر مختلف جانوروں کی ۵۰ تصاویر موجود ہیں - یہ تمام تصاویر اپنی صنعت کے لحاظ سے پہلے غار کی تصاویر سے بہتر ہیں، مثلاً ان تصاویر میں ایک تصویر گھوڑے کی ہے - مصور نے اس تصویر میں صرف بدن کے بنانے ہی پر اکتفاء نہیں کی ہے بلکہ گھوڑے کی ایال اور دم کو بھی نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے، اور اس میں ایک حد تک کامیاب معلوم ہوتا ہے - چہرہ، ناک، آنکھ، اور دہانہ کا محض سرسری خاکہ ہی نہیں بلکہ ایک خوبصورت گھوڑے کے چہرے کی مکمل تصویر ہے - (دیکھو تصویر نمبر ۲)

اس غار میں صرف مرئی اشیاء ہی کی تصویریں نہیں ہیں بلکہ کچھ معنی خیز نقوش اور بعض خیالی شکلیں بھی نظر آتی ہیں - غرض اس غار کے تمام نقش و نگار کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غار کے باشندے اس دور میں تھے جب انسان فن تصویر و رسم میں ایک حد تک ترقی کرچکا تھا -

موجودہ صدی کے آغاز میں علماء یورپ کی کوشش سے ایشیاء اور افریقہ میں جو تحقیقات ہوئی ہیں ان سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ اس قسم کا علمی خزانہ صرف یورپ کی سرزمین ہی میں نہیں ہے بلکہ ایشیا اور افریقہ کی زمینوں میں وہ آثار مدفون ہیں جو اگر آج پوری طرح منظر علم پر آجائیں تو علم الارض اور علم الآثار میں ایک عظیم الشان اضافہ ہوجائے - لیکن یہ داستان بہت طویل اور ایک مستقل صحبت کی طالب ہے -

غار "پلو" کی ایک دیوار کا نقش - یہ گائے کی تصویر ہے جسکو مصور کامیابی کے ساتھ نہیں بنا سکا -

تصویر نمبر (۱)

(۳) دور حدیدی - یعنی وہ زمانہ جبکہ انسان نے اپنے آلات وغیرہ لوہے سے بنانا شروع کیے -

ان مختلف دوروں کے زمانہ کا قطعی تعین نہ صرف مشکل ہی ہے بلکہ قریباً نا ممکن ہے - علماء حیات اور علماء آثار عتیقہ صرف اسقدر کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ آثار و علائم سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کرہ ارضی پر کروڑوں سال سے آباد ہے -

لیکن سر راے لنکسٹر نے (جو علم الانسان کا ایک مشہور محقق ہے) اس موضوع پر اخبار ڈیلی ٹیلیگراف میں چند مضامین شائع کیے تھے ' جس میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ انسان اس کرہ میں) پر اقلا ۱۰ - لاکھ سال سے آباد ہے -

(آثار عتیقہ کے اقسام ثلاثہ)

جن آثار عتیقہ سے انسان کے عہد قبل التاریخ کے حالات مستنبط کیے جاتے ہیں ' وہ تین قسم کے ہیں :

(۱) حیوانات کی ہڈیاں -

(۲) خود انسان کی ہڈیاں -

(۳) آلات اسلحہ ' اثاث البیت ' نقوش وغیرہ -

ذیل میں ہم چند واقعات قلمبند کرتے ہیں ' جن سے یہ اندازہ ہوجائیگا کہ علماء فن ان آثار سے کیونکر نتائج اخذ کرتے ہیں ؟ اور زمین کے اندر کی چند ہڈیاں ' چند شکستہ پتھر ' چند مجہول و ناقابل فہم لکیریں ' کیونکر دنیا کی قدیمی تاریخ کو روشنی میں لاتی ہیں ؟

(عہد اثری کی ایک غار)

یورپ کی ایک مشہور غار میں ایک اثری (عالم آثار عتیقہ کی زیر نگرانی کھدائی کا کام شروع ہوا - ۲۰ - فٹ گہرا کھودنے کے بعد ایک چولہا ملا - اس چولہے کی کل کائنات پتھر کے چند ٹکڑے تھے جنکو کھڑا کرکے چولہا بنا لیا گیا تھا - اسکے قریب ہی ہڈیوں کا ایک ڈھیر تھا - یہ ہڈیاں اسقدر بوسیدہ ہوگئی تھیں کہ ایک غیر ماہر فن اثریات انکے متعلق کوئی راے قائم نہیں کرسکتا تھا - بوسیدہ ہڈیاں بحفاظت تمام ایک ماہر فن کے ملاحظہ کے لیے بھیجدی گئیں - اس نے مطالعہ و درس کے بعد یہ راے ظاہر کی کہ اس ڈھیر میں مختلف حیوانات کی ہڈیاں شامل ہیں - بعض ہڈیاں دریائی گھوڑے کی ہیں ' بعض اس خاص نسل کے گھوڑے کی ہیں جو چین کے ریگستانوں میں بکثرت ہوتا ہے ' کچھہ خشکی کے گھوڑے کی ہڈیاں ہیں ' انکے علاوہ بیل اور ہرن کی چند ہڈیاں بھی اس میں شامل ہیں -

اس ڈھیر میں ان حیوانی ہڈیوں کے علاوہ انسان کے بھی ۱۳ دانت اور داڑھیں موجود تھیں جو تحقیقات سے نہایت مضبوط ثابت ہوئیں - یہ دیکھکر اس ماہر فن نے یہ راے قائم کی کہ جس شخص کے دانت ہیں ' اسکی عمر مرتے وقت زائد سے زائد ۳۰ سال کی ہوگی - ان واقعات سے آخری نتیجہ یہ نکالا گیا کہ اس غار میں کبھی گوشت خور انسان آگئے تھے اور بسے تھے - انکی حجری صناعت میں سے چولہا ' اور انکے وجود میں سے دانت اور داڑھیں ' آنے والی نسلوں سے اپنا علاقہ قائم کرنے کیلیے باقی رہگئی ہیں !

یہ دانت جب ایک دوسرے ماہر فن کو دکھاے گئے تو اس نے بعض نتائج کا مزید اضافہ کیا - اس نے کہا کہ دانتوں کی قطع سے معلوم ہوتا ہے کہ جس جبڑے میں یہ لگے ہونگے ' اسکی ہڈی بہت بڑی ہوگی ' اور اسی تناسب سے وہ کھوپڑی بھی موجودہ انسانوں کی کھوپڑی سے بہت زیادہ بڑی ہوگی جس سے یہ جبڑے وابستہ تھے -

(ایک دوسری اہم غار)

اسی طرح ایک باغ میں سلسلہ تنقیب جاری تھا - مزدور ۳۰ فٹ تک کھودتے ہوے چلے گئے - دیکھا گیا تو ۱۵ فٹ تک زمین کی ویسی ہی حالت ہے جیسی عام طور پر ہوتی ہے ' لیکن اسکے بعد ۳ فٹ گہری ایک تہ ملی جس میں کائی اور درختوں کی جڑیں موجود تھیں -

ان آثار سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ ۱۰ فیٹ کی بالائی زمین کی تخلیق سے پہلے یہاں کوئی جنگل موجود تھا -

اسکے بعد دو یا تین فیٹ کی ایک اور تہ ملی - اس تہ میں گھونگے ' سیپ ' وغیرہ ملے - ان آثار سے علماء نے یہ راے قائم کی کہ یہاں کسی زمانہ میں طوفان آیا تھا -

اسکے بعد ایک نئی تہ شروع ہوئی - اسکا حجم ۵ فیٹ سے ۷ فیٹ تک تھا - اس تہ میں بڑے بڑے درختوں کی جڑیں ملیں ' ان جڑوں کو دیکھکر یہ راے قائم کی گئی کہ یہاں کی زمین نہایت سر سبز و بار آور ہوگی - اس تہ میں جڑوں کے علاوہ پتھر کے چند اسلحہ اور مٹی کے برتنوں کے چند ٹکڑے بھی ملے - اس سے علماء آثار اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہاں کبھی دور حجری کے لوگ آباد تھے -

اسکے بعد کی تہ کا حجم ۶ اور ۸ فیٹ کے درمیان تھا - اس تہ میں خاص قسم کے پتھروں کے ٹکڑے ملے جن سے ان خوفناک طوفانوں کا سراغ ملتا ہے جو دور جلیدی میں اس کرہ ارضی پر اکثر آیا کرتے تھے - سب سے آخری تہ کا حجم ۳ یا ۴ فیٹ تھا ' اسکے بعد صرف پتھر کی چٹانیں تھیں -

انسان کے ابتدائی عہد کا ایک صناعی عمل

یہ سب سے زیادہ پرانا اثری نقش ہے جو ایک پتھر پر بنایا گیا تھا اور اب نصف ٹوٹ گیا ہے - کسی جانور کے لنبے لنبے پچھلے دو پاؤں نظر آتے ہیں اور اسکے سامنے ایک آدمی لیٹا ہے -

احرار اسلام

الامر بالمعروف والنہی عن المنکر

تاریخ عہد عباسیہ کا ایک صفحہ

مسئلہ خلق قرآن اور مناظرہ دربار مامون الرشید.

علماء سلف کی حریۃ حقہ اور دعوۃ الی الحق کا ایک نظارہ

(۳)

(شیخ عبد العزیز کی بقیہ تقریر)

جوں جوں وقت گذرتا جاتا تھا، شیخ کا جوش و خروش بڑھتا جاتا تھا - سارے دربار پر ایک بیخودانہ ہیبت طاری تھی - فوجوں کی قطاریں جسکے ڈرانے کیلیے نکالی گئی تھیں، امراؤ رؤسا کا پر عظمت جلوس جسکی زبان کو گونگا اور عقل کو معطل کردینا چاہتا تھا، خدام و حجاب کی برہنہ تلواریں جسکو سزا دینے اور ایک ادنی اشارہ شاہی پر قتل کردینے کیلیے چمک رہی تھیں، اور جو ایک فقیر الحال اجنبی اور بیکس مجرم کی طرح بغداد کی کوتوالی میں کھڑا کیا گیا تھا، حق کی شہنشاہی کو دیکھو کہ وہی شخص آج مامون اعظم کے دربار میں اسطرح بادشاہوں کی طرح غضبناک ہو رہا اور شہنشاہوں کی طرح حکمرانی کر رہا ہے، گویا بغداد کے تخت پر مامون کی جگہہ اسکو بٹھا دیا گیا ہے، اور ایوان دربار کے اندر اور باہر جو کچھہ ہے، وہ مامون الرشید اعظم کیلیے نہیں ہے بلکہ عبد العزیز بن یحیی الکنانی کیلیے ہے !

اور پھر دیکھو کہ ان چند لمحوں کے اندر کوئی چیز بھی نہیں بدلی - وہی "مامون ہے"، وہی اسکا تاج و تخت ہے، وہی اسکے ارکان و وزرا ہیں، وہی فوجیں ہیں، وہی انکی بے نیام تلواریں ہیں، وہی مجلس مناظرہ ہے، اور وہی عبدالعزیز کا جسم حقیر و وجود تھا، لیکن صرف ایک چیز بدل گئی - یعنی عبدالعزیز کا دل اور اسکی ایمان و حق پرستی کی روح الہی - اس ایک حقیقت کے بدلنے کے ساتھہ ہی تمام کائنات جسم و طاقت میں بھی انقلاب عظیم ہوگیا - جو انسان قہر کیلیے تھے، خود مقہور ہوگئے - جو زبانیں حکم کیلیے تھیں، خود محکوم ہوگئیں - جو ہاتھہ عتاب کیلیے تھے، خود معتوب ہوگئے - جو آنکھیں سحر و ساحری کیلیے تھیں، خود مسحور ہوگئیں، اور جو عظمتیں کسی سے سجدہ خواہ تھیں، اب خود ہی کسی عظمت اعلی و رفعت کبری کے آگے سر بسجود ہوگئیں !

من له المولی فله الکل !

شیخ نے تقریر جاری رکھی اور خلافۃ اسلامی اور اسکے فرائض کی طرف متوجہ ہوے، اور بکثرت قرآن حکیم کی آیات اور احادیث کی تصریحات بیان کرکے دکھلایا کہ مسلمانوں کے امیر کو کیسا ہونا چاہیے، اور خلفاے عباسیہ علی الخصوص مامون الرشید کے اعمال کیسے ہیں ؟ پھر انہوں نے خلفاء راشدین اور عامۂ صحابہ کے اتباع کتاب و سنت اور اجتناب بدعات و محدثات کا حال بیان کیا، اور اپنے شیوخ حدیث کے سلسلے سے چند حدیثیں روایت کیں، جن میں خلافۃ راشدہ کے بعد فتنہ و فساد کے پیدا ہونے کی خبر دیگئی تھی، اور بتلایا گیا تھا کہ نئے نئے اعتقاد مسلمانوں کے سامنے لاے جائینگے اور انکو کتاب و سنت کی راہ سے منحرف کرنے کی کوشش ہوگی -

شیخ نے اپنے جن شیوخ سے روایتیں کیں، ان میں عبد اللہ ابن نمیر الہمدانی بھی ہیں جو محمد بن عبد اللہ ابن نمیر الہمدانی استاذ امام بخاری کے والد ہیں، نیز عبد الرزاق الصنعانی ہیں جو حضرۃ امام احمد ابن حنبل کے مشہور شیوخ میں سے ہیں -

شیخ نے رسالہ میں اپنی پوری تقریر نقل کی ہے جو چار صفحوں میں آئی ہے - رسالہ کی جو نقل اس وقت پیش نظر ہے، وہ فلسکیپ کاغذ کی تقطیع پر لکھا گیا ہے، اور ہر سطر میں ۲۰ سطریں ہیں - لیکن بخوف طوالت بقیہ تقریر کو ہم نظر انداز کردیتے ہیں - تقریر کا خاتمہ ان الفاظ پر ہوا :

" اے امیر المومنین ! خدا تعالی نے ہم سے اپنے کلام کی نسبت صرف یہی اقرار چاہا ہے کہ وہ اللہ کا اُتارا ہوا کلام ہے جسکو روح الامین نے قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا اور اُسکی زبان عربی ہے جیسا کہ فرمایا : و انه لتنزیل رب العالمین، نزل به الروح الامین علی قلبك لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین - اُس نے کہیں بھی ہم سے اسکا اقرار نہیں کرایا ہے کہ تم قرآن کو مخلوق کہو اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس چیز کو مسلمانوں کے آگے پیش کیا - جب کبھی کوئی کافر مسلمان ہوتا تھا تو آپ اس سے اللہ کی وحدانیت کا اقرار لیتے، اپنی رسالت پر گواہی دلاتے، اور ارکان اربعہ کی طرف دعوۃ دیتے، لیکن یہ نہ کہتے کہ قرآن کو مخلوق تسلیم کرو - پھر تمام اصحاب رسول اللہ کا بھی یہی حال رہا، اور باوجودیکہ ان میں سے بعض ان بدعتوں اور فتنوں کے آغاز تک موجود تھے، اُنہوں نے کبھی بھی اُس حد سے باہر قدم نہیں نکالا جو قرآن و سنت نے قرار دیدی ہے - پس اے امیر المومنین ! تجھکو کیا ہوگیا ہے کہ اُمۃ مرحومہ کیلیے رحمت ہونے کی جگہ عذاب بننا چاہتا ہے ؟ اور جب تک کوئی مومن قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار نہ کرے، تیری تلوار سے نجات نہیں پاسکتا ؟ واللہ کہ یہ بدعتوں اور فتنوں کا وہی سیلاب ہے جسکے اُمۃ کے کی ہمکو خبر دیگئی تھی، اور جس سے اصحاب رسول اللہ نے ہمیشہ بیزاری کی تھی - گمراہوں اور بدعتیوں کا یہ تمام گروہ جو تیرے گرد جمع ہوگیا ہے اور تجھکو صراط مستقیم سے بھٹکا رہا ہے، کیا تیری نظر میں انکی دلیلوں کی اس سے زیادہ وقعت ہے جو رسول اللہ اور اُنکے اصحاب کو خدا نے دی تھی ؟ اگر توحید اور عدل یہی ہے اور خدا کی تمام صفتوں سے انکار کیے بغیر کوئی مومن مومن نہیں ہوسکتا، تو کیا وہ سب کے سب مومن نہ تھے جو اگر مومن نہ تھے تو خود ہمارا ایمان بھی باقی نہیں رہتا ؟ "

بريد فرنگ

ايک نئي زمين کا اکتشاف

دائرۂ قطب شمالي

توپوں کي صداؤں٬ فضائي قنابل کي آتش افشانيوں٬ جہازوں کے تصادم٬ اور قتل و غارت کے ہنگامۂ دار و گير ميں يورپ سے ايک نئي صداے علمي و اکتشاف ارضي کا بھي غلغله بلند ہوا ہے٬ اور انگلستان کي پچھلي ڈاک اسکي تفصيلات سے لبريز ہے -

ناروے کا ايک نو عمر سياح جارج استيفنسن سنه ۱۹۱۳ کے اوائل ميں قطب شمالي کي سياحت کيليے طيار ہوا تھا٬ اور کنيڈا کي قومي انجمن جغرافيه اور امريکه کي مجلس تاريخ طبيعي نے اسکے تمام مخارج سفر اپنے ذمے ليليے تھے - استيفنسن کي يه مہم سياحت اس سلسلۂ تحقيقات کي تيسري مہم تھي٬ جس ميں سے پہلي سنه ۱۹۰۶ ع ميں مرتب ہوئي تھي٬ اور دوسري سنه ۱۹۰۸ ميں - استيفنسن نے " کارلوک " نامي ايک جہاز کا انتظام کيا٬ دو چھوٹي کشتياں ساتھه ليں٬ تين سال کي تمام ضروريات زندگي فراہم کيں٬ مختلف علوم و فنون کے ماہرين کي ايک مختصر جماعت کو معيت کيليے منتخب کيا٬ اور جون سنه ۱۹۱۳ ع ميں جزيرۂ وکٹوريا کے جنوبي ساحل سے روانه ہوگيا -

ان تمام سياحتوں کيليے جنکي منزل مقصود قطب شمالي ہو٬ سب سے پہلي منزل بحر بوفور (Beaufort) ہے - ليکن قبل اسکے که جہاز وہاں تک پہنچے٬ موسم نے نامساعدت کي٬ اور جاڑے کي فصل شروع ہوگئي - اب سب سے بڑي مصيبت ايک خاص طرح کي شمالي کہر تھي جس سے سال ميں آٹھه مہينے سطح سمندر بالکل مستور رہتي ہے - مجبور ہوکر استيفنسن مع اپني جماعت کے ايک جزيرہ ميں اتر گيا اور موسم کا انتظار کرنے لگا - جہاز ساحل سمندر ميں چار مہينے تک کھڑا رہا٬ ليکن جولائي سنه ۱۹۱۴ ع ميں غرق ہوگيا -

يه حال ديکھکر استيفنسن کي جماعت ميں سخت اختلاف پڑگيا - اکثر ساتھيوں نے ہمت ہاردي اور واپسي کا اراده کرديا - ليکن استيفنسن اپنے عزم پر برابر قائم رہا اور مصائب سفر کي حدوست کنيڈا کو اطلاع دي - کنيڈا نے ايک دوسرا جہاز روانه [illegible] جزيرہ ہرشل (Herschel) ميں استيفنسن سے ملاقي ہوا٬ اور وہ پھر از سر نو اپني جد و جہد سياحت ميں مشغول ہوگيا -

ليکن اب استيفنسن نے اپني تحقيقات کے مقصد ميں کسي قدر تبديلي کردي - جزائر بحر بوفور کے قيام کے اثناء ميں اسے خيال ہوا که سب سے پہلے شمالي السکا (Alaska) کي تحقيقات کرے٬ جسکے متعلق بعض سياحوں نے بيان کيا ہے که اوقيانوس منجمد شمالي کے وسط ميں ايک عمده زمين واقع ہے اور وہ آباد کي جاسکتي ہے -

۲۷ - اپريل کو استيفنسن عرض شمالي کے ۷۳ درجه اور طول غربي کے ۲۴۰ درجه تک پہنچ گيا - يہاں اسپر بڑے بڑے مصائب آے - دو کے سوا تمام ساتھيوں نے رفاقت چھوڑ دي٬ اور ۱۳ رفيق نذر اجل ہوگئے - تاہم اس نے ہمت نه ہاري اور سفر جاري رکھا - مگر ۷۴ درجه تک پہنچکر زاد راه نے بھي پيام اختتام سنايا - يه مصيبت لا علاج تھي - مجبوراً بنکس (Banks) ميں اتر پڑا جو ۳۰ ميل راس پرنس البرٹ سے مغرب ميں واقع ہے (قطب شمالي کو نقشه ميں نکالکر ايک نظر ڈال ليجيے)

فروري سنه ۱۹۱۵ ع ميں شمال کي طرف مزيد سياحت شروع کي٬ اور بالآخر ۱۹ جون کي صبح کو اسکي منتظر آنکھوں کا ايک جديد سرزمين کے منظر بري نے استقبال کيا٬ جسکي تلاش ميں برف و سرما کي تين مہلک فصليں اسنے برداشت کي تھيں !

يه نئي مکتشفه زمين نقشه ميں عرض شمالي کے درجه ۷۸٬ اور طول غربي کے ۱۱۷ درجه ميں واقع ہے٬ اور اسکا داخلي طول ۱۰ ميل تک اندازہ کيا گيا ہے -

استيفنسن تکميل تحقيقات کے بعد واپس روانه ہوا - نقطه مارٹن (Marttin Pt.) تک تو اسکے ورود کي دنيا کو خبر ملي٬ ليکن اسکے بعد تمام گذشته سال انتظار و تجسس ميں بسر ہوگيا اور کوئي مزيد اطلاع نہيں ملي - يہانتک که عام طور پر اسکي ہلاکت کا يقين کر ليا گيا - ليکن گذشته نومبر ميں يکايک ايک پيغامبر کنيڈا ميں پہنچا٬ اور اس سے معلوم ہوا که استيفنسن راس کليٹ (C. Kellett) ميں بخيريت موجود ہے٬ اور بعض ديگر علمي تحقيقات ميں مشغول ہے -

اس جديد ارضي اکتشاف نے علماء فن کے آگے ايک مبحث کھولديا ہے - ارض جديد کي جيولوجي٬ نباتاتي٬ حيواني اور مقناطيسي حالات و موثرات کے متعلق عرصه تک بحث و نظر کا سلسله جاري رہيگا - بشرطيکه يورپ کے موجوده تمدن کي اتني عمر اور بڑھجاے٬ که وہ کرۂ ارضي کي اس نئي متاع يغما سے متمتع ہوسکے -

زمين کا جسقدر بحري و بري حصه يورپ کے تصرف ميں قدرت نے ديديا تھا٬ کيا اسکو امن اور مزاحمت دينے کے کام سے فارغ ہوگيا ہے که اب اسکے چھپے ہوے چند ٹکڑوں پر بھي متصرف ہونا اور انکي خبروں سے فتح مندانه مسرت حاصل کرنا چاہتا ہے ؟

الحجة لك عليهم و الحق معك ، اتبعناك ، و لن تكن الحجة لهم عليك ، عاتبناک -

کوئي فریق نه بنیں) پس مناظرہ کر- اگر تیري حجة تیرے مخالفین پر واضح هوگئي اور حق تیرے ساتھ ثابت هوا تو هم تیري پیروي کرینگے ، اور اگر تو حجة نه لاسکا اور حق نے تیرے مخالفین کا ساتھ دیا ، تو پھر تیرے لیئے اسکي سزا ہے "۔

(آغـاز منـاظرہ)

شیخ نے مناظرہ کیلیے پوري آمادگي ظاهر کي ، اور مامون نے بشر مریسي رئیس معتزلۂ عهد کو حکم دیا که مناظرہ شروع کرو -

بشر اپني جگه سے اٹھکر مامون کي نشست کے قریب آیا ، اسکي تمام جماعت اسکے ساتھ تھي - مامون نے خود هي فیصله کردیا تھا که دلیل بشر پیش کریگا اور شیخ جواب دیگا - خارج از موضوع کوئي بات نهیں کي جائیگي - دلائل کا تمام دار و مدار صرف قران کي اندروني شهادت پر هوگا ، اور هر فریق پورے ضبط و سکون اور کشادہ دلي کے ساتھ مخالف کي تقریر سنیگا - مامون نے دونوں فریق کو مخاطب کرکے اس بارے میں جو تقریر کي ، وہ نهایت وقیع ہے ، اور گویا اداب مناظرہ پر ایک بهترین درس ہے - جس قدر حصه شیخ نے اپني رساله میں نقل کیا ہے ، هم کسي دوسري صحبت میں اسکا ترجمه کرینگے -

اب مناظرہ شروع هوا - بشر یکے بعد دیگرے قران کریم کي آیات پیش کرتا ، اور شیخ اسکا جواب دیتے - پھر رد و جواب الجواب کا سلسله جاري هوتا - شیخ نے حرف بحرف تمام مناظرہ نقل کیا ہے اور پورے شرح و بسط اور انصاف و عدالة کے ساتھ مخالف کي تمام دلیلوں اور تقریروں کو بھي قلمبند کیا ہے -

افسوس که هم اس مناظرہ کو نقل نهیں کرسکتے ، کیونکه بهت طول طویل ہے اور رساله کے اوراق کا بڑا حصه اسي پر مشتمل ہے - نیز زیادہ تر خالص علمي دلائل و مباحث سے تعلق رکھتا ہے جسکے مطالعه میں عام قارئین البلاغ کیلیے کوئي دلچسپي نه هوگي - عموماً جو دلائل کتب کلام و عقائد و اختلافات میں مسئلۂ قدم و خلق قرآن کے متعلق نظر آتے هیں ، وهي فریقین کي طرف سے پیش هوے ، اور هماري موجودہ صحبت کا موضوع مسئلۂ خلق قرآن نهیں بلکه علماء سلف کے امر بالمعروف و نهي عن المنکر کا ایک نظارہ دکھلانا ہے -

بشر مریسي کے طرف سے جسقدر آیتیں قرآن حکیم کي پیش کي جاتي تھیں ، اسکے جواب میں خود قرآن هي سے عبد العزیز استشهاد لاتے اور ثابت کردیتے که ان آیات کو خلق قرآن سے کوئي تعلق نهیں -

اسي سلسله میں حروف و اصوات کي بحث نکل آئي - جهم بن صفوان نے اگرچه نفي صفات کي بنا پر خلق قران کا دعوی کیا تھا ، لیکن بشر مریسي کا اعتقاد اشاعرہ کے اعتقاد سے اقرب تھا - وہ زیادہ تر حروف و اصوات عربیه کے حدوث و خلق پر زور دیتا ، اور "کلام الله" اور " قران عربي " میں تفریق کرکے اُس قران کے خلق و حدوث کو قطعي قرار دیتا ، جو عربي زبان میں هم پڑھتے اور لکھتے هیں - لیکن شیخ عبد العزیز نے ثابت کیا که جو قرآن آتارا گیا وہ عربي میں تھا ، جیساکه جا بجا فرمایا : انا انزلناہ قرانا عربیا - یا کہا : بلسان عربي مبین - پس وہ چیز جو عربي زبان میں آتري تھي اگر عربي تھي ، تو قطعاً عربي کے حروف و اصوات هي میں تھي ، اسکے معدوم نهیں هوسکتي ، اور وهي کلام الله ہے - پس کلام الله عربي میں آترا ، اُسي کو رسول نے تلاوت کیا ، اور وهي هماري زبانوں سے بھي نکلتا ہے - کوئي دوسري چیز نهیں ہے -

(فتح و شکست کا آخري میدان)

سلسلۂ بحث بڑھتا جاتا تھا ، اور مامون کا یه حال تھا که کبھي شیخ کے حسن جواب کي داد دیتا ، اور کبھي بشر کے استدلال و استشهاد سے خوش هوتا که یکایک بشر نے کها :

" میں اپنے اور تمام دلائل و براهین کو خود هي چھوڑ دیتا هوں کیونکه اسطرح رد و کد میں کوئي نتیجه نهیں نکلے گا - اب صرف ایک سوال کرتا هوں ، اسکا جواب دو - تمام بحث کا ابھي خاتمه هوجائیگا اور حق کے اعتراف کے بغیر تم کوئي راہ نجات اپنے سامنے نه پاؤگے "

یه کهکر اس نے سوال کیا :

" قران نے صدها مقام پر الله کو خالق کل شي کها ہے یا نهیں یعني خدا هر چیز کا خالق ہے ؟ "

شیخ نے کها : " هاں وهي هر شے کا خالق ہے "

بشر نے کها : " قران بھي "شے" ہے یا نهیں ؟ "

شیخ نے کها : "پہلے "شے" کي حقیقت سن لو پھر جواب مانگو"

بشر زیادہ تیز هوکر بولا : " میں اور کچھ سننا نهیں چاهتا ، پہلے میرے سوال کا جواب دو - قران بھي " اشیاء " میں داخل ہے یا نهیں ؟ "

شیخ نے پھر کها : " تمهارا طرز سوال هي غلط ہے - اسمیں دھوکا ہے - تم کو چاهیے که صبر و ضبط کے ساتھ پہلے میري تقریر سن لو "

بشر نے کها : " تقریریں بهت هوچکیں ، امیر المومنین کو نتیجۂ مناظرہ کا انتظار ہے - اب اور کسي تقریر کی ضرورت نهیں - تم میرے سوال کا جواب دو "

شیخ نے پھر جواب سے اعراض کیا - اسپر بشر نے مامون سے کها :

" یا امیر المومنین ! حاکم کا فرض عدل و انصاف ہے - آپ حکم هیں - اگر عبد العزیز حجة رکھتا ہے تو سوال کا جواب کیوں نهیں دیتا ؟ "

یه حالت دیکھکر محمد بن جهم معتزلي نے پکارا : " ظهر امر الله و هم کارهون ! " بشر کے گروہ میں سے ایک اور شخص اٹھکر کھڑا هوگیا اور چیخ کر کها : " یا امیر المومنین ! جاء الحق و زهق الباطل - ان الباطل کان زهوقا " شیخ عبد العزیز لکھتے هیں که خود بشر بھي اپنا جوش و تعصب نه روک سکا اور بار بار کهنے لگا : " و لکن قعد حمار الشیخ علی القنطرہ " یعني بالاخر شیخ کا گدھا پل دیکھکر بیٹھ گیا ، اور آگے نه بڑھ سکا !

شیخ کا اعراض دیکھکر مجلس کو یقین هوگیا که شیخ کے پاس اس دلیل کا کوئي جواب نهیں اور اس نے تلوار رکھدي - اگر وہ تسلیم کرتا ہے که قران بھي شے ہے اور اشیاء میں داخل ، تو لازمي طور پر ماننا پڑتا ہے که الله هر شے کا خالق ہے اور هر شے مخلوق ہے - پس قران بھي مخلوق ہے - اگر نهیں مانتا تو عقل و بداهت سے انکار کرتا ہے کیونکه یه ظاهر ہے که قرآن بھي اشیاء میں داخل ہے - یه کسي طرح نهیں کهه سکتے که وہ شے نهیں - اگر شے نهیں تو کیا ہے ؟

خود مامون الرشید کا بھي یهي خیال تھا - اسے یقین هوگیا تھا که شیخ عبد العزیز بالکل بے بس هوگیا ہے ، اسي لیے جواب سے بچنا چاهتا ہے - اس نے پہلي دفعه غضبناک هوکر شیخ سے کها :

" یا عبد العزیز ! تجھے کیا هوگیا ہے ، کیوں سوال کا جواب نهیں دیتا ؟ "

(اعـلان حـق)

شیخ لکھتے هیں که " في الحقیقت اس وقت میں کشمکش میں مبتلا هوگیا تھا ، اور صاف نظر آتا تھا که قران کے "شے" ماننے کے ساتھ هي یه سب لوگ شور مچائینگے که قران کا مخلوق هونا ثابت هوگیا - لیکن مامون کے غضب ناک هوتے هي الله نے میري مدد کي ، اور یکایک راہ کامیابي دکھلادي "

اسکے بعد انہوں نے جہم بن صفوان کا ذکر کیا جس نے سب سے پہلے خلق قرآن اور نفي صفات کي بدعت ایجاد کي اور اپنے اساتذہ کے سلسلۂ روایت سے بیان کیا کہ بعض بقیۂ صحابہ نے کس طرح اس قول پر اظہار خشم کیا اور اسکو ایک بہت بڑا فتنہ قرار دیکر مسلمانوں کو اجتناب و احتراز کي وصیت کي - پھر کہا :

" صرف امر بالمعروف و نہي عن المنکر کا فرض تھا جس نے مجھے یہاں تک پہنچایا ' اور الحمد للہ کہ اللہ تعالی نے جو حق کا رفیق اور خدام حق کا ولي ہے ' مجھے تیري مجلس میں پہنچنے اور فرض حق ادا کرنے کي توفیق دیدي - میں نے جو کچھہ کہا ہے' اگر حق ہے تو اسکي تصدیق کر' اور ان مفسدوں کا ساتھہ چھوڑ دے جو توحید کے نام سے شرک و ضلالت پھیلا رہے ہیں - اگر حق نہیں ہے تو اسکے بطلان پر کتاب و سنت سے دلیل لا ' اور مجکو جھٹلا تاکہ میں اس چیز کے حق ہونے کي راہ پا سکوں جسکو سلف میں سے کسي نے بھي نہ جانا - یہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کي سنت اور انکا طریق ہے کہ انہوں نے حجۃ پیش کي اور منکرین سے حجۃ طلب کي ' لیکن اے امیر المومنین ایک سنت ان لوگوں نے بھي ہے جنھوں نے راہ حجۃ و برہان میں اپنے کو ناکام پاکر جور و قہر کے دامن میں پناہ لي تھي' اور کہا تھا کہ : حرقوہ وانصروا الھتکم ان کنتم فاعلین - ابراہیم کو آگ میں جلادو' اور اسطرح اپنے معبودوں کي حمایت کرو جنکے معبود ہونے پر تم کوئي حجۃ نہیں لا سکتے - ان لوگوں کے پاس اپنے اعتقاد کي نصرت کیلیے حجۃ و دلیل نہ تھي' اسلیے وہ حضرۃ ابراہیم پر جور و قہر اور ظلم و ستم کرکے اپنے اعتقاد کو منصور و فتح مند کرنا چاہتے تھے - پس اگر دلیل و حجۃ کي سنت کي جگہ قہر و ظلم کي سنت پر تو عمل کریگا ' تو یاد رکھہ کہ یہ ملۃ ابراہیمي کي سنت نہوگي ' ملۃ نمرودي کا اتباع ہوگا - با ایں ہمہ پیروان ابراہیم علیہ السلام اسکے لیے بھي طیار ہیں ' اور تو دیکھہ رہا ہے کہ اگر میں اسکے لیے طیار نہوتا تو اس مجلس تک نہ پہنچتا "

یاد ہوگا کہ جب عبد العزیز دربار میں پہنچا تھا تو ایک طرف سے آواز آئي تھي : " اس شخص کیلیے تو صرف یہي کہدینا کافي ہے کہ قبح اللہ وجہک - خدا کي قسم میں نے کسي شخص کو اس سے زیادہ بد شکل نہیں دیکھا " شیخ نے یہ جملہ سنا تھا مگر اسوقت خاموشي اختیار کرلي تھي - اب وہ اسطرف متوجہ ہوے :

" اور اے امیر المومنین ! تو نے کہا ہے کہ میري خواہش مناظرہ کے پورا کرنے کیلیے آج کي مجلس منعقد ہوئي ہے' لیکن میں نے دربار میں آتے ہي سب سے پہلي آواز جو سني ' اسي سے معلوم ہوگیا کہ اس مجلس کے مناظرہ کرنے والوں کے علم و حجۃ کا کیا حال ہے ؟ اور کن دلیلوں سے وہ حق کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں ؟ پھر کیا وہي لوگ مجھسے مناظرہ کرینگے جنکے پاس سب سے بڑي دلیل بطلان حق کیلیے یہ ہے کہ مجھکو خالق کائنات نے رنگ اور چہرہ اچھا نہ دیا ؟ اور میں انکي نگاہوں میں جمیل و حسین نہیں ؟ اے امیر المومنین ! میں تجھسے پوچھتا ہوں کہ یہ تمام نقش و نگار جو تیرے ایوان دربار کي دیواروں پر بنے ہوے ہیں اگر خوشنما نہوتے ' تو تو انکو ملامت کرتا یا انکے صناع اور صانع کے قلم کو ؟ اگر تیري ملامت صناع تک پہنچتي تو کیا میرے جسم و چہرہ پر اعتراض کرکے انہوں نے صانع کائنات پر ملامت نہیں کي اور اسکي صناعت کو ذلیل نہیں ٹھیرایا ؟ کیا یہي وہ توحید ہے جسکے یہ لوگ مدعي ہیں' اور جو کامل نہیں ہوسکتي جب تک کہ اللہ کے کلام منزل کو مخلوق نہ کہا جاے ؟ حضرۃ یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالی نے جمال جسم اور حسن خلقۃ عطا فرمایا تھا ' لیکن پادشاہ مصر نے جب انکو قید خانے سے نکالکر ملک و سلطنت عطا کي تو انہوں نے کہا : " اجعلني علي خزائن الارض اني حفیظ علیم " اے بادشاہ ! اپني سلطنت میرے سپرد کردے میں حفاظت کرنے والا اور صاحب علم ہوں - یہ نہیں کہا کہ " انـي حسن جمیـل " مجھے سلطنت دیدے کیونکہ میں حسین اور خوبصورت ہوں - "

(مامون کي معوبیت)

شیخ لکھتے ہیں :

" میں جب تک تقریر کرتا رہا ' مامون اسطرح ٹکٹکي لگاے میري جانب نگراں تھا ' گویا پتھر ہے' جسمیں نہ تو ارادہ ہے نہ روح - اثناء تقریر میں کئي بار میں نے دیکھا کہ اسکي آنکھیں تر ہوگئي تھیں' اور قریب تھا کہ آنسو بہ نکلے - یہ حال دیکھکر تمام اہل دربار متحیر تھے' اور جبکہ وہ مامون سے حکم قتل کے منتظر تھے' تو انہوں نے دیکھا کہ شدت تاثر و معوبیت سے وہ خود ہي بیحال ہورہا ہے - ان میں سے ہر شخص حیرت و دہشت سے ہلاک ہوگیا کہ جو مامون مسئلہ خلق قرآن کے مخالفین کیلیے قتل و سلب کے سوا اور کچھہ نہیں رکھتا تھا ' وہ کس طرح صامت و ساکن بیٹھا ہے' اور جو کچھہ میں کہہ رہا ہوں سن رہا ہے ؟ حالانکہ وہ اللہ کي نصرت حق سے بیخبر تھے' اور نہیں جانتے تھے کہ سب کچھہ اسي کے اختیار میں ہے اور وہ جو چاہے کرسکتا ہے " -

(مامون کي تقریر)

شیخ جب تقریر ختم کرچکے تو مامون الرشید کچھہ دیر تک خاموش رہا - پھر کہا :

" اے عبـد العزیـز ! اللہ تجھپر رحم کرے - تو نے جو کچھہ کہا میں نے سنا ' اور جن جن چیزوں کو تو نے میري طرف نسبت دي ' ان کیلیے میں نے اپنے نفس کا احتساب کیا - الحمد للہ کہ میں انسے بري ہوں - میں بندگان خدا پر ظلم نہیں کرنا چاہتا' بلکہ انکو حق اور توحید کي طرف بلاتا ہوں جسکو دلیل و برہان اور کتاب اللہ نے مجھپر ظاہر کیا ہے - با ایں ہمہ یقین کرکہ میرا حلم میرے غضب پر غالب آئیگا ' اور خدا کي قسم' میں تیري سختي اور درشتي کي وجہ سے اپنا انتقام تجھسے نہ لونگا' بلکہ تیري دلیلوں کو سنونگا اور تیرے براہین کو وزن کرونگا - مجھپر ظاہر ہوگیا کہ تو حق کي غیرت رکھتا ہے اور اسکے لیے بے باک ہے - تو نے اپنے گھر کو دنیا کیلیے نہیں چھوڑا بلکہ اس چیز کیلیے چھوڑا جسکو تو حق یقین کرتا ہے - پس تیري حمیت حق اسکي مستحق ہے کہ تیري عزت کي جاے' اور تیري کوئي سختي مجھکو اس اعتراف سے نہیں روک سکتي - میرا تیرا معاملہ اب صرف حق و باطل کا ہے - اگر تیرے پاس حجۃ ابراہیمي ہے تو پیش کر جسکي پیروي کیلیے تو یہاں تک آیا ہے' اور جب تک تو قرآن کي اس شہادت اور عقل صریح کي اس دلیل کو نہ جھٹلادے جو قرآن کو مخلوق ثابت کرتي ہے' اس وقت تک تجھے حق نہیں ہے کہ اپنے آپکو حجۃ ابراہیمي کا پیرو ثابت کرے - حجۃ ابراہیمي یہ تھي کہ جب منکر خدا نے اس سے جھگڑا کیا تو حضرۃ ابراہیم نے کہا : " اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے ' اگر تجھکو اس سے انکار ہے تو تو مغرب سے نکال دیکھہ " یہ حجۃ ایسي تھي جسکو عقل نے پہچانا اور مشاہدہ و حس نے اسپر گواہي دي - پس تو بھي حجۃ لا ' اور صاحبان علم و حجج سے مناظرہ کر " :

مامون کے آخري الفاظ یہ تھے :

و قد جمعت المخالفین لک لتناظرھم بین یدي ' واکون انا الحاکم بینکم ' فان تبین	" اور میں نے تیرے مخالفین کو جمع کیا تاکہ تو انسے میرے سامنے مناظرہ کرے ' اور میں بمنزلہ ایک حاکم کے تم دونوں فریق کیلیے ہوں (یعني خود

باب التفسیر

الاصـــلاح والافســـاد

(ان ارید الا " الاصلاح " ماستطعت !)

(۲)

(بعض جزئیات نتــائج افســـاد)

(۱) بنو اسرائیل نے احکام توراۃ کي مخالفت کي ' اور خدا کي زمین میں عدل و اصلاح کي جگۂ عصیان و فساد پھیلایا - بخت نصر اوٹھا اور پا مال کردیا ' کیونکہ افساد کا آخري نتیجه یهي ہے :

و قضینا الی بني اسرائیل فی الکتاب لتفسدن في الارض مرتین' و لتعلن علوا کبیرا - فاذا جاء وعد اولاهما بعثنا علیکم عبادا لنا اولی باس شدید - فجاسوا خلال الدیار و کان وعـــدا مفعولا - (اســـرائیل : ۴)

هم نے بني اسرائیل کیلیے کتاب میں فیصله کردیا تها که تم لوگ دوبار زمین میں فساد پهیلاؤ گے' اور بڑي هي حد درجه کي سرکشي کروگے' سو جب پهلا عهد فساد کا آیا تو هم نے تمهارے اوپر اپنے طاقتور و جنگ آزما بندے بهیجدیے جنهوں نے تمام شهر کو اجاڑ دیا ' اور خدا کا وعده پورا هونے والا تها -

(۲) ایک قوم نے احسان کي ناشکري کي' اور آنحضرت کے اونٹوں کا گله لوٹ لیا ' چرواهوں کو قتل کر دیا ' اسلام لاکر پهر مرتد هوگئي - قرآن حکیم نے اس افساد کي سزا مقرر کي' اور اونکو وه دیگئي:

انما جزاء الذین یحاربون الله و رسوله و یسعون في الارض فســادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیهم و ارجلهم من خلاف او ینفوا من الارض - (مائده : ۳۷)

اونلوگوں کي سزا جو خدا اور خدا کے رسول سے لڑتے هیں اور زمین میں فساد پهیلاتے هیں ' یه ہے که قتل کردیے جائیں ' یا پهانسي پر لٹکیں ' یا اونکے هاتهه پانوں الٹے کاٹڈا لے جائیں ' یا جلا وطن کردیے جائیں -

(۳) الله تعالے مصلحین کي جماعت کو بتدریج بڑهاتا ہے' اور مفسدین کي جمعیت کو بتدریج توڑتا گهٹاتا ' اور پهر بالکل مٹا دیتا ہے - البته اس تدریج عروج و زوال کي رفتار مختلف هوتي ہے :

و اذکروا اذ کنتم قلیلا فکثرکم و انظـــروا کیف کان عاقبـة المفسدیـــن (اعراف ۸۵)

اور یاد کرو که جب تم تهوڑے تهے' تو خدا نے تمکو زیاده کردیا ' اور ساتهه هي دیکهو که مفسدین کا کیسا انجام هوا ؟ ادهر تم بڑهتے گئے ادهر وه گهٹتے گئے !

(۴) فرعون نے خدا کي زمین میں استکبار کیا ' ایک قوم کي آزادي سلب کرلي ' اوسکي قوت کو برباد کردیا ' اسکو غلاموں کي طرح اپنا محکوم رکهنا چاها' یه عمل فساد تها ' پس اسکا لازمي نتیجه نکلا اور اسکي تباهي کا وقـــت آگیا - آخري وقت آنکهه کهلي ' مگر اب وقت گذر چکا تها :

الئن و قد عصیت قبـــل و کنت من المفسدیـــن (یونس : ۹۱)

اے فرعون اب تو خدا کے آگے جهکنا چاهتا ہے حالانکه پہلے سرکشي کرچکا ہے اور زمین کے مفسدوں میں سے تیرا وجود بهي تها !

(۵) اسي طرح اور بهي متعدد گذشته قومیں تهیں' جنکا مایه خمیر فساد تها ' الله تعالی کے حکم سے کوئي زلزله کے ساتهه پیوند خاک هوگئي:

و اخذت الذین ظلموا الصیحة فاصبحـــوا فـــي دیارهـــم جثمین -

جنلوگوں نے ظلم کیا تها ' اونکو عذاب الهي کي کڑک نے پکڑ لیا ' اور وه اپنے گهروں میں بیٹهے کے بیٹهے هي رهگئے -

کسي کو هوا اپنے ساتهه اڑا لے گئي :

فارسلنا علیهم ریحا صرصرا في ایام نحسات لنذیقهم عـــذاب الـخـــزي في الحیوة الدنیا -

هم نے اون پر آندهي بهیجي انکي نامبارکي کے دنوں میں' تاکه هم اونکو دنیا میں ذلت و نامرادي کا عذاب چکهادیں -

کسي کو پاني اپنے ساتهه بها لیگیا :

حتـــی اذا جـــاء امرنا و فار التنـــور

یهاں تک که جب همارے قانون عذاب کا وقت آگیا اور تنور نے جوش مارا -

دیکهو ' جزاء و سزا میں کسقدر مناسبت ہے ؟ فساد عدم ہے ' یه قومیں بهي معدوم هو گئیں - افساد نتائج اصلاح کو مٹاتا ہے ' یه قومیں بهي مٹ گئیں - کما تدین تدان -

(بعـــض جزئیات نتائج اصـــلاح)

لیکن اعمال صالحه کي حالت اعمال مفسده سے بالکل مختلف ہے - وه زندگي اور طاقت و صحت هیں ' اسلیے زندگي هي کے نتائج کا اون سے ظهور هوتا ہے - وه روشني هیں' اسلیے روشني هي کے تمام آثار و علائم اپنے ساتهه رکهتے هیں - اسي بنا پر الله تعالی نے اعمال صالحه سے زیاده اعمال صالحه کے نتائج و آثار کا ذکر کیا ہے :

(۲) ارباب اصلاح جو کام کرتے هیں ' صرف اپنے نور ایمان کي هدایت سے کرتے هیں' اونکو ترغیبات کي ضرورت نهیں هوتي:

ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات یهدیهم ربهـــم بایمانهـــم تجـــري من تحتهم الانهار في جنت نعیـــم (یونس ۹)

جو لوگ اللــه پر ایمـــان لاے اور' صالح اعمال اختیار کیے تو الله انکے ایمان کي روشني کو انکے لیے شمع هدایت بنا دیتا ہے - انکے لیے نعمتوں کي جنة ہے ' اور اسکي نهروں کي رواني کا عیش نظاره !

نیکي و بدي اور فساد و صلاح میں یهي فرق ہے جسکو خدا نے اجمالاً بیان کیا ہے - هر بدي کے اندر ترغیبات کا ایک ذخیره چهپا رهتا ہے جو نفس اماره کو اپني طرف بلاتا ہے ' لیکن نیکي نهایت ساده صورت میں نمایاں هوتي ہے' کیونکه وه انسان کي فطرة اصلي ہے اور فطرة کا هر جمال ساده هوتا ہے -

(۳) مصلحین هر شخص سے جهک کے ملتے هیں' تکبر و غرور سے اونکو نفرت هوتي ہے ' استکبار اون سے چهو نهیں جاتا :

ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات و اخبتوا الی ربهم اولئک اصحـــب الجنة هم فیها خلدون - (هود : ۲۵)

جو لوگ ایمان لاے' صالح اعمال اختیار کیے' اور اپنے پروردگار کیلیے عاجزي کي' سو یهي لوگ " اصحاب الجنة " هیں جو اپني حیاة بهشتي میں همیشه شاد و خرم رهینگے !

" اخبات " یعنی عاجزي و تواضع اگرچه خود عمل صالح میں داخل ہے اور اسلیے مستقل حیثیت سے اسکے ذکر کي ضرورت نه

شیخ نے کہا : " مجھکو جواب دینے سے انکار نہیں ' لیکن جس طریق سے سوال کیا گیا ہے ' اسمیں ایک سخت دھوکا اور فساد ہے اسلیے میں پہلے اُسے صاف کرنا چاہتا تھا - با ایں ہمہ اگر امیر المومنین کو اسپر اصرار ہے تو اچھا ' میں تسلیم کرلیتا ہوں کہ قران بھی اشیاء میں داخل ہے "

یہ اقرار سنتے ہی بشر اچھل پڑا ' اور بشر اور مامون الرشید ایک ساتھہ بول اٹھے :

" اگر قران بھی اشیاء میں داخل ہے تو قران کہتا ہے کہ اللہ تمام اشیاء کا خالق ہے اور تمام اشیاء مخلوق ہیں ' پس قران کو بھی تم نے مخلوق تسلیم کرلیا "

شیخ نے گرج کر کہا :

" ہرگز نہیں ! اس سے یہ کبھی لازم نہیں آتا - قران کہتا ہے : و یحذرکم اللہ نفسہ یعنی اللہ تم کو اپنے " نفس " سے ڈراتا ہے - اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کا بھی نفس ہے - اور پھر قران کہتا ہے کہ کل نفس ذائقۃ الموت ہر نفس کیلیے ضرور ہے کہ وہ موت کا مزہ چکھے - پس اگر اشیاء میں قران داخل ہوکر مخلوق ہوگیا ' تو کیا خدا بھی " کل نفس " میں داخل ہوکر اور نفس ہوکر موت کا مزہ چکھے گا ؟ "

شیخ عبد العزیز کا یہ کہنا تھا کہ تمام مجلس پر سناٹا چھا گیا ' اور ایسا معلوم ہوا ' گویا یہ الفاظ نہیں تھے ' ایک بجلی تھی جو یکا یک کوند گئی ' اور تمام نگاہوں کو خیرہ اور دلوں کو دہلا گئی - خود بشر مریسی مبہوت ہوکر دیکھنے کا دیکھتا ہی رہگیا ! فوقع الحق و بطـل ما کانوا یعملـــون -

یا تو مامون الرشید غضب ناک ہوکر شیخ سے جواب طلب کررہا تھا اور اسے خلق قران کے اعتراف پر مجبور سمجھتا تھا ' یا بے اختیار ہوکر عبد العزیز کے جواب پر وجد کرنے لگا ' اور پکار پکار کر کہنے لگا " معاذ اللہ ! معاذ اللہ !! خدا کی ذات موت سے بری ہے ! "

(خـــاتمــہ)

بشر مریسی نے اپنے آخری سوال کو مناظرہ کا خاتمہ قرار دیا تھا - شیخ نے بھی اسکا جواب ایسا ہی دیا - وہ مناظرہ کا خاتمہ اور حجۃ کا اعلان آخری تھا !

مامون الرشیــد نے حکم دیا کہ مناظـرہ ختم کیا جاے ' اور عبد العزیز سے مخاطب ہوکے کہا :

" اگرچہ اس مسئلہ کا فیصلہ ہماری آجکی صحبت میں نہ ہوسکا ' لیکن اسمیں کوئی شک نہیں کہ تو نے اپنے مخاطب کا کامیابی کے ساتھہ مقابلہ کیا ' اور اسکی کسی دلیل کے آگے میں نے تجھے عاجز نہ پایا - تیری فضیلت علمی پر تیرے جوابات گواہ تھے - تیری جرات و ثابت قدمی تیری فضیلــت کا اصلی جوہر ہے - تو نے جس بے خوفی و بے جگری سے میرے حضور میں زبان کھولی اور جسطرح میرے جلال و غضب اور موت و ہلاکت کے خوف سے بے پروا ہوکر تقریر کی ' واللہ کہ میں اسکی قدر کرونگا ' اور تیری درشتی و تلخ گوئی کو اپنی قدر دانیوں اور حلم سے ڈھکا چھونگا - میرے طرف سے تیرے لیے امن اور اعزاز و اکرام کا فرمان ہے - اور تیرا جوہر استعداد اسکا مستحق ہے کہ میری مجلس علم کا ندیم ہو - تو اب مدینۃ السلام میں قیام کر اور ہر بدھہ کے دن میری صحبت علمی میں شریک ہو "

شیخ لکھتے ہیں : " اسکے بعد مامون الرشید نے حکم دیا کہ دس ہزار درہم میری قیامگاہ پر بھیجدیا جاے - نیز قیام کیلیے ایک سجا سجایا محل سرکاری بھی مرحمت ہو - پھر تلوار کی نیام پر ہاتھہ رکھا جو مجلس کی برخاستگی کا اشارہ تھا - تمام اہل دربار اٹھہ کھڑے ہوے - میں جب رخصت ہونے لگا تو مامون مسکرایا اور کہا " آج تو نے اپنے بڑے ہی طاقتور حریف پر فتح پالی "

اسکے بعد لکھتے ہیں :

" میں جب دربار سے نکلا تو تمام لوگوں کو راستوں ' دکانوں ' اور کوٹھوں پر چشـــم براہ پایا - لوگ منتظر تھے کہ میری اس جرات کا کیا نتیجہ نکلتا ہے ؟ جب انہوں نے دیکھا کہ میں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھہ واپس جا رہا ہوں اور مجلس مناظرہ میں کامیاب رہا ہوں تو اُنکی حیرت اور خوشی کی کوئی حد نہ رہی - لوگ ہر طرف سے مبارکباد دینے اور ارباب حق کی فتح پر خوشیاں منانے کیلیے ہجوم کرتے ' اور مجھسے مصافحہ کرنے کے واسطے اپنی جانوں کو تہلکہ میں ڈالتے - حتی کہ جوش خلائق اور شدت ہجوم سے میں عاجز آگیا اور گھر تک پہنچنا دشوار ہوگیا - "

" اسکے بعد جب تمام علماء شہر و امصار کو واقعات منـــاظرہ کی خبـر ملی تو اس غیر متوقـع تائیـد غیبـــی پر سجدۂ شکر بجا لاے ' اور اس ایـک نمونے نے ہـزاروں زبانوں کو یکایک کھول دیا - جو خوف جان و مال سے اظہار حق نہیں کرسکتی تھیں ' پہلے مامون کے غضب و صولت کو دیکھکر کسی کو جرات نہیں پڑتی تھی - لیکن اب لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ اگر جرات و ثابت قدمی کے ساتھہ حق کا اعلان کیا جاے ' تو اللہ کی نصرت کبھی ساتھہ نہیں چھوڑتی اور ہر شخص کامیابی حاصل کرسکتا ہے "

" صبح سے لیکر شام تک میرا مکان لوگوں سے بھرا رہتا اور وہ مجلس مناظرہ کے حالات پوچھتے - میں روایت کرتے کرتے تھک گیا - یہاں تک کہ خبر دور دور پھیل گئی اور حجــاز و شـام تک سے لوگ دریافت کرنے کیلیے آنے لگے - تب عاجز آکر میں نے چاہا کہ اس مناظرہ کے واقعات قلمبند کردوں تاکہ ہر شخص اسکو پڑھکر حق کی فتــح اور باطــل کے خـذلان کی سرگذشت معلوم کرلے "

(استـــدراک)

(١) شیخ نے اپنی تقریر کے ابتدائی حصہ میں (جو البلاغ کی گذشتہ اشاعۃ میں نکلا ہے) کہا ہے : " خدا نے مسلمانوں سے خلق قران کا اقـرار نہیں کرایا لیکن ایک انسان کراتا ہے (یعنی مامون) جو ہارون کے گھر میں پیدا ہوا اور ہارون ہادی کا بیٹا تھا "

شیخ کے رسالہ میں ایسا ہی لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے - خلیفہ ہارون الرشید ہادی کا بیٹا نہیں ہے بلکہ ہارون اور ہادی دونوں محمد بن منصـور ملقـب بہ مہدی کے بیٹے ہیں - مہدی کے بعد تیرہ ماہ تک ہادی تخت نشیں رہا - اسکے بعد ہارون الرشید خلیفہ ہوا - غالباً یہ کتابت کی غلطی ہے -

(٢) تقریر میں انہوں نے کہا : " تم سے پہلے ائمۂ جور نے جو کچھہ کیا ' اللہ نے اسکے لیے تم کو کھڑا کردیا " یہ اشارہ بنو امیہ کی طرف تھا جنکو ہلاک کرکے آل عباس نے اپنی حکومت قائم کی -

(٣) اس سرگذشت کو ہم نے نہایت تفصیل سے لکھا تاکہ ہمارے موجودہ عہد کے علماء ' سلف کے ان واقعات کو پڑھیں اور عبرت پکڑیں - امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوۃ و تبلیغ حق ہی وہ اصلی و حقیقی فرض ہے جو اسلام نے علماء کے سپرد کیا ہے ' اگر اس فرض سے انکا علم و عمل خالی ہے تو انکو یقین کرنا چاہیے کہ انہوں نے اپنی ہستی مقاصی اور راستے کے پتھر اور جنگل کی گھاس انسے زیادہ قیمتی ہے -

لسعيـه و انا لـه كاتبون - (انبياء : ٩٤)

کوشش کبھي ضائع نه جاليگي' اور همارا قانون ایسا هي ہے -

اونکو ناکامیابي پر ناکامیابي هوتي ہے' مگر وہ اپني دھن میں لگے رهتے هیں - کیونکه اونکا نور ایمان بتاتا ہے که وهي ایک دن کامیاب هونگے - خدا کے پورے هونے والے وعدے کي دستاویز اونکے هاتھه میں هوتي ہے - وہ ایک مقصد اعلی کیلیے کوشش کرتے هیں' اونکو دھمکایا جاتا ہے مگر وہ نہیں ڈرتے - اونکو ملامت کي جاتي ہے مگر وہ آزردہ خاطر نہیں هوتے' اسلیے که وہ خدا کے وعدوں پر یقین رکھتے هیں :

فمن آمن و اصلح فلا خوف علیهم و لا هم یحـزنـون - (انعام : ٤٨)

جو شخص ایمان لایا اور اپني اصلاح کي تو اسکے لیے نه تو کسي طرح کا ڈر ہے اور نه وہ کبھي غمگین هوگا -

(١٤) عمل صالح انسان کے دل کو سنوارتا ہے' اسلیے پچھلے گناهوں کا جو داغ دل میں هوتا ہے' اوسکو بھي مٹا دیتا ہے :

و الـذین آمنـوا و عملـو الصالحات و آمنوا بما نـزل علی محمـد و هو الحـق من ربهم' کفر عنهم سیاتهـم و اصلح بالهم (محمد : ٢)

اور جو لوگ ایمان لاے' عمل صالح کیا' اور قران حکیم پر یقین کیا جو انکے پروردگار کي طرف سے انکے لیے پیام حق ہے' سو وہ یقین کریں که انکے تمام گناہ جھڑ گئے اور انکے دل کو سنوار دیا گیا -

اونکي گناهوں کي ناکام زندگي کو نیکي کي سعید و کامیاب زندگي سے خدا بدل دیتا ہے :

الا من تاب و آمن و عمل عملا صالحا فاولئك یبـدل الله سیآتهم حسنات' و کان اللـه غفـورا رحیمـا - (فرقان : ٧٠)

مگر جس شخص نے توبه کي' ایمان لایا' اور عـمل صالح کیا' تو خدا اسکے گناهوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے' اور خدا بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے -

حضرت عمر رضي الله عنه جب تلوار لیکر آنحضرت (صلی الله علیه و سلم) کے قتل کرنے کیلیے چلے تھے' تو یه تلوار کیسي مفسدانه نظر آتي تھي ؟ مگر اب اوسکے جوهر میں ایمان و اصلاح کے نور چمکتے هوے نظر آتے هیں - کیا یه بدي کو نیکي کے ساتھه بدلدینا نہیں ہے ؟

(١٥) صالحین تقوی اختیار کرتے هیں' جچي تلي هوئي بات کرتے هیں' اور وہ اونکے اعمال کا سنگھار بن جاتي ہے :

یا ایها الذین آمنوا اتقو الله و قولوا قولا سدیـدا' یصلح لکم اعمـالکـم و یغفـر لکـم ذنوبکم - (احزاب : ٧٠)

مسلمانو! خدا سے ڈرو' ٹھیک اور پکي بات بولو' وہ تمهارے اعمال کو تمهارے لیے سنوار دیگا' اور تمهارے گناهوں کو معاف کردیگا -

(١٦) مصلحین نهایت پاک و با مراد زندگي بسر کرتے هیں:

من عمل صالحا مـن ذکر و انثی و هو مومن فلنحیه حیوة طیبة و لنجزینهم اجرهم باحسن کانوا یـعملـون - (نحل : ٩٩)

جس عورت و مرد نے عمل صالح کیا اور وہ مومن بھي ہے' تو هم اوسکو ایک پاک زندگي عطا کرینگے اور اوسکے کاموں میں ایسي قوت دیدینگے که محنت سے زیادہ اسکا پھل پایگا -

(١٧) مصلحین کے اعمال کے نتائج کسي نه کسي طرح اونکي اولاد کو بھي مل جاتے هیں' اور اگر نہیں ملتے تو اونکو یقین کرنا چاهیے که اونکا باپ صالح نه تھا - اگر کسي قوم کو حکومت نہیں ملتي تو اوسکو ماننا چاهیے که اوسکے آباء و اجداد نے جو تاج سر پر رکھا تھا' اوس میں صلح و فلاح کا موتي نه تھا - حضرة موسی جب ایک عالم الهي سے فیض یاب هونے کیلیے نکلے اور وہ انکے ساتھه روانه هوا تو راہ میں ایک شهر پڑا - شهر والے اتنے بد اخلاق تھے که انهوں نے رهنے کي جگه تک نه دي - لیکن حضرة موسی کے ساتھي نے شهر کے باهر ایک پراني دیوار کي تعمیر شروع کردي - حضرة موسی نے اس تعمیر پر تعجب کیا تو انهوں نے یه علت بتلائي که اسکے نیچے ایک صالح مرد و عورت کي دولت ہے جسکے وارث انکے یتیم بچے هونگے :

و اما الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینـة و کان تحته کنز لهما و کان ابوهما صالحا' فـاراد ربـك ان یبلغا اشدهمـا و یستخرجا کنـزهما رحمة من ربـك - (کهف : ٨٢)

دیوار شهر کے دو یتیم بچوں کي تھي' اوسکے نیچے اون دونوں کا خزانه دفن تھا اور اون دونوں کا باپ صالح تھا' خدا نے چاها که جب وہ جوان هوجائیں تو اپنا خزانه نکال لیں' اور ایسا نهو که انکے جوان هونے سے پہلے هي دیوار پراني هوکر گر جاے -

لیکن اسکے لیے اولاد کو بھي صالح هونا چاهیے' ورنه نتیجه برعکس هوگا - حضرة موسی کے ساتھي نے اسي سفر میں ایک لڑکے کو قتل بھي کردیا کیونکه برخلاف ان یتیم بچوں کے وہ مفسد هونے والا تھا :

و اما الغـلـم فـکان ابواہ مـومنـین فخشیـنا ان یرهقهمـا طغیـانـا و کفرا - (کهف : ٧٩)

وہ لڑکا جسکو میں نے قتل کیا' سو اسکے باپ ماں مومن تھے' مجھکو خوف پیدا هوا که طغیان و کفر کي وجه سے کہیں سرکشي نه کرے -

(١٨) صالحین کو ابدي شهرت حاصل هوتي ہے' اور وہ همیشه قائم رهتي ہے - بقاء' دوام' استمرار' اصلاح کے لازمي خواص هیں :

رب هب لي حکماء الحقني بالصلحین و اجعـل لي لسان صدق فی الاخـرین - (شعراء : ٨٣).

خدایا مجھے نبوت دے' اور مجھکو صلحا میں داخل کر' اور آنیوالي نسلوں میں میرا دائمي ذکر قائم رکھه !

(١٩) صلحاء کا دل حرص و طمع سے خالي هوتا ہے' رشک و حسد سے اونکو نفرت هوتي ہے' وہ جزاء آخروي کے آگے دنیوي مال و دولت کو هیچ سمجھتے هیں :

قال الذین یریدون الحیـوة الدنیا : یلیت لـنا مثـل ما اوتي قارون انه لذو حظ عظیم - و قال الذین اوتو العلم و یلکم ثواب اللـه خیر لمن آمن و عـمل صالحـا - (قصص : ٨٠)

اون لوگوں نے جو دنیوي زندگي کے طالب تھے' حسرت کھائي که کاش همارے پاس بھي وہ هوتا جو قارون کو دیا گیا ہے - وہ کیسا بڑا نصیبور ہے ! مگر جو لوگ صاحب علم و سعادت تھے اونهوں نے کها یه کونسي چیز ہے جسکے لیے حسرت کررہے هو؟ صد افسوس تم پر! اصلي نعمت تو الله کا وہ بدله ہے جو صالحوں کو اونکے اعمال کا ملتا ہے' اور خدا کے مومن و صالح بندوں کیلیے وهي سب سے بڑي چیز ہے -

(٢٠) بدي کا نتیجه کتنا هي دل خوش کن هو مگر وہ محدود ہے' شـراب کا نشه همیشه نہیں رهتا مگر حق کا متوالا همیشه مست رهتا ہے - چوري سے دولت کثیرہ هاتھه آسکتي ہے' مگر اوسکو گن سکتے هیں - لیکن تجارت سے جو فوائد حاصل هوتے هیں' اوسکي کوئي خاص حد نہیں - ایک معمولي دکاندار اپني زندگي خوش گذراني کے ساتھه بسر کردیتا ہے' اور اوسکو کچھه معلوم نہیں هوتا که کیا آیا اور کیا گیا ؟ مگر چور روپیه کو گن گن کے رکھه دیتا ہے' پھر بھي چند دنوں میں تمام دولت اوڑ جاتي ہے - دل کا دکھه اور ضمیر کي بے امني اسکے علاوہ ہے -

تھي، ليکن قرآن حکيم کا طرزِ خطاب يہ ہے کہ وہ عام کے بعد خاص کو مستقلاً بيان کرتا ہے، جس سے اوسکا اهتمام شان واضح کرنا مقصود هوتا ہے - چنانچہ تم کو معلوم ہے کہ عام نمازوں کے بعد صلواۃ وسطی کا ذکر مستقل طور پر کيا گيا حالانکہ احکام نماز ميں نماز کي هر شکل، هر قسم، اور هر طريق داخل تھا - اسي اصول کي بنا پر خدا نے اخبات کا ذکر بھي يہاں مستقلاً کيا ہے :

(۴) مصلحين کے اعمال کبھي ضائع نہيں هوتے - عمل صالح کا بيج کبھي بھي سڑ گل نہيں سکتا - وہ قطعاً پھليگا اور قطعاً پھل لائيگا -

ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات انا لا نضيع اجر من احسن عملا (کہف : ۲۹)

جو لوگ ايمان لائے اور عمل صالح کيا، تو انکو همارا يہ قانون معلوم هو جانا چاهيے کہ هم عمل صالح کرنے والے کے اجر اور مکافات کو کبھي ضائع نہيں کرتے -

زنا سينکڑوں بيجوں کو ضائع کرديتا ہے، ليکن نکاح اپنے نتائج اپني گود ميں ديکھتا ہے -

(۵) مصلحين ميں هميشہ باهم محبت و يگانگي هوتي ہے باهمي پھوٹ اور نفاق صاحب اصلاح گروہ ميں نہيں هو سکتا :

ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات سيجعل لهم الرحمن ودا - (مريم : ۹۶)

جو لوگ ايمان لائے اور عمل صالح کيا، سو قريب ہے کہ خدائے رحمن انکے ليے محبت کا دروازہ کھولديگا -

ليکن عمل فاسد کا نتيجہ صرف بغض و عداوت ہے :

فاغرينا بينهم العداوة والبغضاء الى يوم القيمة (مائدہ : ۱۷)

هم نے قيامت تک کيليے اقوام نصاری کے درميان بغض و عداوت کي آگ بھڑکا دي -

انما يريد الشيطن ان يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر و الميسر ويصدكم عن ذكر الله و عن الصلوة فهل انتم منتهون ؟

شيطان چاهتا ہے کہ تمھارے درميان شراب نوشي و قمار بازي کے ذريعہ بغض و عداوت ڈالدے، اور تم کو ذکر خدا اور نماز سے روکدے، تو کيا تم باز نہيں آؤگے ؟

(۶) مصلحين کي ايک بہت بڑي خصوصيت يہ ہے کہ وہ عدل الہي کے قيام کيليے اپني تمام قوتوں کو وقف کرديتے هيں، اور جب کبھي ان پر ظلم کيا جاتا ہے تو پتھر اور گھانس کي طرح بےحس و حرکت نہيں پڑے رهتے بلکہ انسان کي طرح اٹھتے هيں اور ظالموں سے انکے ظلم کا بدلہ ليتے هيں تاکہ ظالم کو سزا ملے اور عدل قائم هو - اس بارے ميں انکا ارادہ اور فعل دونوں يکساں هوتا ہے - جيسا کہتے هيں ويسا هي کرکے دکھاديتے هيں - انکي زندگي کي بنياد ارادہ نہيں بلکہ عمل هوتا ہے :

انهم يقولون ما لا يفعلون الا الذين آمنوا و عملوا الصالحات وذكروا الله كثيرا و انتصروا من بعد ما ظلموا (شعراء : ۲۲۷)

ان مفسدوں کا يہ حال ہے کہ جو کچھہ زبان سے کہتے هيں اسکے خلاف عمل کرتے هيں - البتہ وہ لوگ جو الله پر ايمان لائے، عمل صالح کيا، زيادہ سے زيادہ الله کے ذکر ميں لگے رہے، اور ظلم کا بدلہ لينے ميں فتح مندي حاصل کي، بعد اسکے کہ ان پر ظلم کيا گيا تھا اور وہ مظلوم تھے - سو انکا حال ايسا نہيں ہے -

ليکن اگر کسي نے ظالم کي حمايت کي، يا اوسکے ظلم پر خاموش رها، يا خاموش رهنے کي هدايت کي، تو وہ مفسد ہے - کيونکہ وہ عمل فاسد کي اعانت کرتا ہے -

(۷) مصلحين کي ايک خصوصيت يہ ہے کہ انکا اعتماد صرف الله پر هوتا ہے، پس وہ صبر کرتے هيں اور صبر کے معني کسي عمل اور کاميابي کي راہ ميں مشکلوں کے برداشت کرنے اور قرباني کے هيں :

الذين صبروا و على ربهم يتوكلون (عنکبوت : ۵۸)

جن لوگوں نے صبر کيا اور جو خدا هي پر بھروسا رکھتے هيں -

(۸) مصلحين معاملات ميں نہايت ديانت دار هوتے هيں - شرکت کے کاموں کو نہايت ايمانداري سے انجام ديتے هيں، مشترکہ چيزوں پر خود قابض نہيں هو جاتے بلکہ دوسروں کو بھي مداخلت کا موقع ديتے هيں :

و ان كثيرا من الخلطاء ليبغي بعضهم على بعض الا الذين آمنوا و عملوا الصالحات و قليل ما هم (ص : ۲۳)

اور بہت سے ساجھے کا کام کرنے والے ايک دوسرے پر زيادتي کرتے هيں مگر وہ لوگ جو ايمان لائے اور عمل صالح کيا، تو انکا شيوہ عدل اور ديانت داري ہے - البتہ ايسے لوگ تھوڑے هيں -

(۹) خدا مصلحين کي دعا قبول کرتا ہے، انکي پکار کبھي مردود نہيں هوتي - اور اونکے مال و دولت کو بڑھاتا ہے :

و يستجيب الذين آمنوا و عملوا الصالحات، و يزيدهم من فضله (شوری : ۲۷)

اور جو لوگ ايمان لائے اور عمل صالح کيا سو خدا اونکي دعا کو قبول کرتا ہے اور انکے کاموں کے پھل ميں اپنے فضل سے برکت اور فراواني بخشتا ہے -

(۱۰) وہ کبھي ذليل و رسوا نہيں هوتے، بلکہ هميشہ معزز اور بلند و ممتاز هوتے هيں - تمام دنيا پر شرف و فضيلت صرف انهي کيليے ہے - اشخاص کي حالت ميں بھي اور جماعت کي حالت ميں بھي :

ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات اولئك هم خير البرية (بينہ : ۶)

جو لوگ ايمان لائے اور عمل صالح کيا، سو وہ دنيا کي بہترين هستي هيں -

اگر کوئي قوم دنيا ميں ذليل ہے تو سمجھہ لينا چاهيے کہ وہ عمل صالح نہيں کرتي :

(۱۱) وہ هميشہ حق اور قرباني کي باهم وصيت کرتے رهتے هيں اور ايک دوسرے کو اسکي دعوة ديتے هيں، پس تمام کائنات ارضي ميں کاميابي اور فتح و مراد انهي کيليے ہے - زندگي کے تمام مشکلات اور عمل انساني کي تمام ناکاميوں سے وہ محفوظ هوجاتے هيں :

والعصر ان الانسان لفي خسر الا الذين آمنوا و عملوا الصالحات وتواصوا بالحق و تواصوا بالصبر (والعصر : ۳)

زمانہ شاهد ہے کہ انسان کيليے ناکاميابي کے سوا کچھہ نہيں ہے - مگر وہ لوگ جو ايمان لائے، عمل صالح کيا، حق اور صبر کي باهمدگر وصيت کي، تو انکے ليے ناکامي کي جگہ هميشہ کام و مراد کي زندگي هوگي !

(۱۲) مصلحين کو ظلم و غصب حقوق کا کبھي ڈر نہيں هوتا، کيونکہ وہ دليري کے ساتھہ ظلم کا مقابلہ کرتے هيں، اور طاقت کے ساتھہ اپنے حقوق کو محفوظ رکھتے هيں :

و من يعمل من الصالحات و هو مومن فلا يخاف ظلما و لا هضما (طہ : ۱۱)

اور جو شخص عمل صالح کرتا ہے، اور ساتھہ هي الله پر يقين رکھتا ہے، سو اسکے ليے ظلم اور غصب حق سے کوئي خوف نہيں - نہ اسپر ظلم هوسکے گا اور نہ اسکا حق مارا جائيگا -

(۱۳) مصلحين کي کوششيں کبھي رائگاں نہيں جاتيں :

فمن يعمل من الصالحات و هو مومن فلا كفران

جو شخص عمل صالح کرتا ہے اور الله پر ايمان لايا ہے، تو اوسکي

مراسلات

اصلاح معاشرت اور اسلام

(بسلسلہ اسلام اور سوشیلزم)

(از مولانا سید سلیمان صاحب ندوی)

گذشتہ نمبر میں اقوام جدیدہ و قدیمہ کے اشتراکی مذاهب اور انکے اثرات پر بہ تفصیل بحث کرچکے هیں - اب هم دکھلانا چاهتے هیں که اس بارے میں اسلام کي تعلیمات کیا هیں ؟ سوشیلزم کے اعتبار سے سب سے پہلے اصلاح معاشرت کا مسئلہ سامنے آتا ہے ' یعني ذاتي اعزاز و امتیاز مٹادیا جاے اور تمام افراد باعتبار معاش و مال کے مساوي الرتبه هوجائیں -

مساوات کي چار صورتیں هیں ' مساوات نسبي و قومي ' مساوات حقوق و قانون ' مساوات رتبه ' مساوات مالي -

(مساوات نسبي و قومي)

اسلام نے نسبي و قومي امتیاز بالکل مٹا دیا ہے ' اور تمام مسلمانوں میں ایک عام اسلامي برادري قائم کردي ہے - ایک مسلمان کوکسي دوسرے مسلمان پر کوئي قومي یا نسبي امتیاز حاصل نہیں ہے - قرآن مجید میں ہے :

یا ایها الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند الله اتقکم (حجرات)

لوگو! هم نے تمکو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ' اور تمکو مختلف قوم اور قبائل بنایا ' تاکه آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو ' خدا کے نزدیک تم میں سب سے بزرگ اور مکرم وهي ہے جو زیادہ پرهیزگار هو -

دوسري آیت یه ہے :

انما المومنون اخوة (حجرات)

مسلمان سب آپس میں بھائي هیں -

رسول الله صلی الله علیه و سلم نے فرمایا ہے :

ان الله قد اذهب عنکم عبیة الجاهلیة و فخرها بالآباء - انما هو مومن تقي او فاجر شقي - الناس کلهم بنو آدم وآدم من تراب (ترمذي باب مفاخرة)

خدا نے جاهلیت کي نخوت اور باپ دادوں پر فخر کرنا تم سے دور کردیا ہے - آدمي یا مومن اور پرهیزگار ہے ' یا بدکردار اور شقي ہے ' تم سب آدم کے بیٹے هو اور آدم مٹي سے بنا تھا -

انسابکم هذه لیست بمسبة علی احد - کلکم بنو آدم...... لیس لاحد علی احد فضل الا بدین و تقوی (مشکوة باب مفاخرة)

نسب کسي کا کسي کے لیے باعث عار نہیں ہے ' تم سب آدم کے بیٹے هو ...... ایک کو دوسرے پر دین و تقوی کے سوا اور کوئي سبب فضیلت نہیں ہے -

لا فضل لعربي علي عجمي و لا لعجمي علي عربي

عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر کوئي فضیلت نہیں ہے -

یه احکام صرف عام نصائح هي نہیں هیں ' بلکه عملاً بھي اسلام نے اسکا نمونه دنیا کے سامنے پیش کردیا - حضرت زینب جو رسول الله صلی الله علیه و سلم کي پھوپھي زاد بہن تھیں ' آنکو رسول الله نے ایک غلام سے بیاہ دیا - بلال رض ' سلمان رض ' حذیفة ' صهیب رض ' جو حبش ' ایران ' اور یمن وغیرہ کے زرخرید غلام تھے ' اسلام نے معزز ترین عرب کي صف بصف آن کو کھڑا کردیا -

حضرت بلال رضي الله عنه حبش کے ایک ادنی غلام تھے جنکو حضرت ابوبکر رضي الله عنه نے خرید کر آزاد کردیا تھا - حضرت عمر (رضي الله عنه) آنکو اپنا آقا کہا کرتے تھے - حضرت سلمان جو فارس سے عرب میں غلام بنکر آئے تھے ' رسول الله (صلی الله علیه و سلم) نے آنکو اپنا نقیب فرمایا ہے اور آنکا نام حضرت ابوبکر (رضي الله عنه) حضرت عمر (رضي الله عنه) حضرت علي (رضي الله عنه) حضرت ابن مسعود (رضي الله عنه) کے پہلو به پہلو لیا ہے - حضرت بلال نے مدینه میں آکر شادي کرني چاهي تو مدینه کي گلیوں میں لوگوں سے پکار کر کہا : " لوگو ! تم جانتے هو که میں ایک معمولي زرخرید غلام هوں ' تم میں کوئي شریف ہے جو اپني بیٹي میري زوجیت میں دے " ؟ انصار نے کہا : " اے بلال ! مدینه کا هر شریف اپني بیٹي تمہاري زوجیت میں دینا اپني عزت سمجھتا ہے "

(مساوات حقوق قانوني)

مساوات حقوق پر اسلام نے جس شدت سے عمل کیا ہے ' آسکي نظیر تمام دنیا میں نہیں مل سکتي - اسلام کي نظر میں جسطرح ایک حبشي اور ایک قریشي نسب کي حیثیت سے برابر هیں ' اسی طرح حقوق میں بھي بالکل مساوي هیں - اس کا ثبوت گو اوپر کي آیات اور احادیث سے نہایت وضاحت سے هو رها ہے ' تاهم مزید توضیح کے لیے هم چند آیات ' احادیث ' اور واقعات پھر پیش کرتے هیں جن سے ثابت هوگا که اسلام نے کیونکر اعلی و ادنی ' امیر و غریب ' قریب و بعید ' دوست و دشمن ' سب کے ساتھ عدل و انصاف اور قانون و حقوق میں مساوات کا حکم دیا ہے :

یا ایها الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شهداء لله و لا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلو اعدلوا هو اقرب للتقوی (آل عمران)

مسلمانو ! انصاف پر مضبوطي سے قائم رهو ' اور خدا هي کیلیے گواهي دو ' کسي گروہ کي دشمني اس بات کا باعث نہو که تم انصاف نکرو - انصاف کرو که یه تقوی سے قریب تر ہے -

اس آیت سے ثابت هوتا ہے که همکو دوست و دشمن ' سب کے ساتھ عدل و مساوات کا حکم دیا گیا ہے :

و اذا قلتم فاعدلو ولو کان ذا قربی - (انعام)

جب بولو انصاف کي بات بولو ' اگرچه کسي تمہارے قرابت دار هي کے خلاف هو -

اس آیت کریمه نے قریب و بعید میں مساوات کا فیصله کردیا :

کتب علیکم القصاص فی القتلی - (بقره)

تمپر مقتولین کا قصاص فرض کیا گیا -

النفس بالنفس (مائده)

جان کے بدلے جان -

ان دونوں آیتوں کا اطلاق تمام افراد انسان میں جان و زندگي کي مساوات ثابت کرتا ہے :

ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات لهم اجز غير ممنون (سجده : ۷۵)

جو لوگ ایمان لاے اور عمل صالح کیا' اونکے لیے غیر منقطع معاوضہ ہے -

(۲۲) ہر چیز کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے' اسلیے نیکی کے نتائج بھی آدمی کی طرف منتقل ہوجاتے ہیں' لیکن تم نہیں جانتے کہ اس معراج روحانی کا زینہ کیا ہے؟ خدا خود بتلاتا ہے :

الیه یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعه (فاطر : ۱۱)

خدا کی طرف کلمات طیبه چڑھتے ہیں اور عمل صالح اوسکو اونچا کردیتا ہے - (اس آیت کی مزید تفسیر آگے آئیگی)

پس ہر نیک نیت کا' ہر سچی شہرت کا' ہر سچی کوشش کا' زینہ صرف اعمال صالحہ ہیں - جو اونکو خدا تک پہونچا دیتے ہیں -

(۲۳) بیٹے کے ساتھ باپ کی محبت عمل صالح ہے' کیونکہ وہ بیٹے کے اعمال صالحہ کا نتیجہ ہوتی ہے' اور کوئی عمل صالح نتیجہ بد پیدا نہیں کرسکتا - حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت تھی کیونکہ وہ صالح تھے' اور اسلیے اونکو اپنے عمل صالح کا بہترین معاوضہ ملا تھا - لیکن انکے بھائیوں نے اس محبت کو جذب کرنا چاہا' مقصد نیک تھا' لیکن طریق اخذ و جذب مفسدانہ تھا' اسلیے ناکامیابی وذلت دائمی نصیب ہوئی :

اقتلوا یوسف او اطرحوه ارضا یخل لکم وجه ابیکم و تکونوا من بعده قوما صالحین - (یوسف : ۹)

یوسف کو قتل کر ڈالو یا اوسکو کسی جگہ پھینکدو' باپ کی محبت تمہارے طرف منتقل ہو جائیگی' اور تم اوسکے بعد ایک صالح جماعت بن جاؤگے -

(۲۴) دنیا کے بادشاہ ہمیشہ صلحاء ہوتے ہیں' متعدد غیر صالح قوموں نے اپنی سلطنت کھودی - حالانکہ وہ ایک مدت تک وارث تاج وتخت رہ چکی تھیں - متعدد حکمراں قومیں اعمال فاسدہ کے نشے میں چور ہیں اور سمجھتی ہیں کہ یہی اعمال تہذیب و تمدن کے زیور ہیں - لیکن آنکو خدا کے ہاتھہ کی گردش پر نگاہ رکھنی چاہیے جو آہستہ آہستہ حرکت کرتا ہے' اور ایک مرتبہ دفعتاً جھک کر الٹ دیتا ہے : جعلنا عالیها سافلها :

ان الارض یرثها عبادی الصلحون (انبیاء : ۱۰۵)

زمین کے وارث صرف خدا کے صالح بندے ہوتے ہیں - فساد کے ساتھہ حکومت نہیں باقی رہسکتی -

(۲۵) نیکی اور اصلاح کا ثمرہ پورا پورا ملتا ہے :

واما الذین آمنوا وعملوا الصالحات فیوفیهم أجورهم والله لا یحب الظلمین (آل عمران : ۵۰)

جو لوگ ایمان لاے اور عمل صالح کیا تو خدا آنکو پورا معاوضہ دیگا اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا -

(۲۶) صلحاء تلاوت کرتے ہیں' خدا کا سجدہ بجا لاتے ہیں' امر بالمعروف والنهی عن المنکر کرتے ہیں' اور نیکی کی راہ میں سب سے آگے رہنا چاہتے ہیں :

من اهل الکتاب امة قائمة یتلون آیات الله آناء اللیل وهم یسجدون - یؤمنون بالله والیوم الآخر و یأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر و یسارعون فی الخیرات و اولئک من الصالحین - (آل عمران : ۱۰۸)

اور اہل کتاب میں ایک مستعد گروہ ہے جو خدا کی آیات راتوں کو پڑھتا ہے اس حال میں کہ وہ سر بسجود ہوتا ہے' خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا ہے' نیکی کا حکم دیتا ہے' برائی سے روکتا ہے' اور نیکی کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے' یہی لوگ صلحاء میں سے ہیں -

(۲۷) صلحاء کا ولی اور رفیق و مددگار صرف خدا ہوتا ہے' اسلیے وہ اسی سے رشتۂ مودت جوڑتے ہیں :

ان ولی الله الذی نزل الکتب و هو یتولی الصالحین - (اعراف : ۱۹۶)

میرا ولی صرف خدا ہے جس نے کتابیں نازل کیں' اور وہ صالحوں کو دوست رکھتا ہے -

(۲۸) برائی کتنی ہی پھیلی ہو' تاریکی کا بادل کتنا ہی غلیظ ہو' مگر صلحا کا نور ایمان آنکو برائیوں میں ملوث ہونے سے بچا لیتا ہے :

و نجینه من القریة التی کانت تعمل الخبائث انهم کانوا قوم سوء فسقین و ادخلنا فی رحمتنا انه من الصالحین - (انبیاء ۷۴)

اور ہم نے لوط کو اوس گانوں سے نجات دی جو بدکاریاں کرتا تھا' وہ نہایت بری اور بدکار قوم تھی - اور ہم نے اوسکو اپنی رحمت میں داخل کیا کہ وہ صالحین میں سے تھا اور صالحین کی جگہ ہماری آغوش رحمت ہی ہے !

(۲۹) صلحاء مصیبت کے وقت مایوس نہیں ہوتے' ناشکری نہیں کرتے' اور خوشحالی میں غرور و فخر سے بھی بچتے ہیں کہ اونکا ظرف وسیع ہوتا ہے :

ولئن اذقنا الانسان رحمة ثم نزعتها منه انه لیئوس کفور ولئن اذقناه نعماء بعد ضراء مسته لیقولن ذهب السیئات عنی انه لفرح فخور الا الذین صبروا و عملوا الصلحت اولئک لهم مغفرة و اجر کبیر (هود ۱۲ : ۱۳ : ۱۴)

اور اگر ہم نے انسان کو اپنی رحمت کا مزا چکھایا اور پھر اوس سے رحمت کو چھین لیا' تو وہ نا امید و نا شکرا ہو جاتا ہے' اور اگر نعمت کی لذت مصیبت کے بعد چکھائی' تو کہتا ہے کہ ابتو برائی میرے پاس سے چلی گئی' اور خوش ہوکر غرور سے اترانے لگتا ہے' البتہ ان لوگوں کا یہ حال نہیں ہوتا جنہوں نے اعمال صالحہ اختیار کیے' مشکلات میں صبر کیا - سو اونکے لیے مغفرت اور بڑا معاوضہ ہے -

(۳۰) وہ لوگوں کی امانتیں ادا کرتے ہیں' اور نہایت منصفانہ فیصلہ سناتے ہیں - خدا نے صلحاء کے ذکر کے بعد اونکو عدل احکام کا حکم دیا ہے - کیونکہ عمل صالح کا یہی نتیجہ ہونا چاہیے :

ان الله یأمرکم ان تودوا الامانات الی اهلها و اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل - (نساء : ۶۱)

خدا تمکو حکم دیتا ہے کہ امانتیں کو ادا کرو' اور جب فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھہ کرو -

اب اعمال فاسدہ و اعمال صالحہ کی فہرست تمہارے سامنے ہے' مصلحین و مفسدین کی جماعت تمہارے آگے کھڑی ہے - نتائج پیش نظر ہیں' مختلف حیثیتوں سے مقابلہ کرو' اعمال فاسدہ کس کثرت سے ہیں' اور کسقدر نقش و نگار کے پردے میں چھپے ہوے ہیں؟ لیکن نتائج کا حال مختلف ہے' اعمال فاسدہ کا صرف یہی ایک نتیجہ ہے جسکا عبرت ناک منظر گذشتہ قوموں کے افسانے پیش نظر کردیتے ہیں - لیکن اعمال صالحہ کے نتائج کس کثرت سے ہیں' اور کس قدر مختلف ہیں؟ اعمال صالحہ اپنے خواص و نتائج و آثار سے کبھی الگ نہیں ہوسکتے' اسلیے خدا نے اعمال کے ساتھہ اونکے نتائج و آثار کا بھی ذکر کیا ہے - لیکن اعمال فاسدہ کے نتائج اون سے جدا بھی ہوجاتے ہیں - اسلیے کوئی مفسد دفعتاً برباد نہیں ہوجاتا' وہ آہستہ آہستہ ہلاک ہوتا رہتا ہے - قرآن حکیم کی اصطلاح میں اسیکا نام " امہال " ہے - یعنی بتدریج ہلاکت و تباہی کا قانون الہی -

(البقیة یتلی)

انا معشر العــــرب سواء	هم عرب لوگ آپس میں برابر هیں -
لا یستعبد بعضنا بعضاً -	ایک دوسرے کو غـــلام نہیں بناتے -

مساوات رتبه کي ایک صورت اور رهگئي که حاکم و محکوم اور آقا و نوکر کا باهمي اختلاف رتبه بهي اُٹهه جاے' لیکن اگر اس سے مقصد یه هے که دنیا میں کوئي حاکم هو نه محکوم' آقا هو نه غلام' تو اسوقت تک یه ایک ناقابل عمل اصول هے جبتک دنیا میں مختلف الاستعداد اور مختلف الاخلاق انسان موجود هیں' اور اُن میں باهمي امداد کي احتیاج باقي هے - قرآن کہتا هے :

و رفعنا بعضهم فوق بعض	هم نے ایک کو دوسرے پر ترجیح دي
درجات لیتخــذ بعضهــم	تاکه ایک دوسرے کو اپنے کام میں
بعضاً سخریا -	لے سکیں -

اور اگر اس سے مقصود یه هے که باوجود امتیاز مراتب' حقوق میں یکساني هو' تو یه عین حکم اسلام هے - حقوق کو چهوڑو' اسلام کي شریعت میں تو رعایا اور غلام کا لفظ بهي بولنا مستحسن نہیں' سب انسان عباد الله یعنے صرف الله کے غلام هیں -

(مساوات مالي)

فقرا اور اهل ثروت کے باهمي تصفیه کے لیے اشتراکیت نے جو اصول قرار دیے هیں' ان میں سب سے زیاده نا قابل عمل اصول یہي هے - تاریخي حیثیت سے اس اصول کي غلطي اسطرح ثابت هے که سولن کے عهد سے لیکر جو اس اصول کي تاریخ پیدایش هے' اب تک دنیا اس پر عمل نه کرسکي - سوشیالسٹ کہتے هیں که دولت کي اصل محنت هے اسلیے تمام افراد کو محنت کرني چاهیے' اور اسکا منافع مساوي طور سے تقسیـــم کردینا چاهیے - لیکن یه ایک صریح غلطي هے - یه صحیح هے که دولت کا زیاده تر مدار محنت هي پر هے' لیکن تمام افراد کي محنت یکساں نہیں هوتي - جب تک تمام افراد محنت' مقدار محنت' مهارات علم' قوت' صحت تدبیر' اور عقل میں مساوي نهوجالیں' انکي محنتوں کا معاوضه بهي مساوي نہیں هوسکتا - ایک شخص اپني قوت دماغي سے ایک شے ایجاد کرتا هے' اُسکي درستي اور تکمیل میں سالها سال کے شدائد برداشت کرتا هے' اور ایک مزدور صرف اُسکي نقل اُتار سکتا هے' کیا دونوں کي محنتوں کا ایک هي معاوضه دیا جائیگا ؟ ایک شخص ۲۴ گهنٹوں میں ۲۰ گهنٹے محنت کرسکتا هے' دوسرا صرف ۱۰ - گهنٹے' تیسرا ۵ - گهنٹے' چوتها ۲ گهنٹے' کیا یه انصاف هے که ان تمام مختلف الدرجات اشخاص کي محنت کي ایک هي قیمت هو؟ ایک ماهر فن دستکاري ایک شے نہایت عمدگي سے طیار کرتا هے - اسکا رفیق وهي چیز نہایت بهدي اور بد وضع بنا تا هے' کیا دونوں کا ایک نرخ هوگا ؟ ایک ماهر علوم جو کسي کالج کا پروفیسر هو' کیا اسکي تنخواه ایک نیم عالم کے برابر هوگي جو کسي معمولي اسکول کا ٹیچر هو؟ ایک لائق بیرسٹر اور ایک معمولي وکیل کا معاوضه ایک هوگا ؟ ایک جنرل اور ایک سپاهي کي قیمت ایک هوگي ؟ ایک دانشمند وزیر اور ایک محرر کا معاوضه مساوي هوگا ؟ کون کہه سکتا هے که ان سب کي محنتوں اور قابیلتوں کي ایک قیمت هوگي' اور جب ایک قیمت نه هوگي تو دولت اور قیمت محنت کے اختلاف مراتب کا مٹانا فطرت اور قدرت کي مخالفت هے -

دوسري بات قابل غور یه هے که تمدن افراد میں باهمي احتیاج پیدا کرتا هے - اگر دولت و تمول میں لوگ مختلف الدرجه نہوں' تو ایک بیمار کو نوکر' ایک کمزور کو بار بردار' ایک تاجر کو محرر' ایک گورنمنٹ کو سپاهي' ایک نا واقف فن طباخ و باورچي (وقس علي ذلک) کیونکر هاتهه آسکتا هے ؟ قرآن مجید نے انهي دو اصولوں کو مد نظر رکهکر اختلاف مدارج مالي کي طرف اشاره کیا هے :

والله فضل بعضکم علی	خدا نے رزق میں ایک کو دوسرے پر
بعض في الرزق' فمـــا	برتري دي هے' تو جنکو برتري دي
الذین فضلـــوا برادي	گئي هے وه اپنا رزق لوٹاکر اون لوگوں کو
رزقهم علی ما ملـکـت	کبهي نہیں دینگے جنکے وه مالک
ایمانهـــم فهم فیـــه سواء	هیں تاکه وه سب برابر هوجائیں -
(نحل)	

دوسري آیت میں بهي اسي طرف اشاره کیا گیا هے :

نحن قسمنا بینهم معیشتهم	هم نے دنیاوي زندگي میں اُنکے
في الحیوة ورفعنا بعضهـــم	درمیان اُنکي معیشت تقسیم کردي
فوق بعض درجـــات لیتخذ	اور ایک کو کئي درجه دوسرے پر
بعضهـــم بعضـــاً سخریاً	بلند کیا تاکه ایک دوسرے کو اپنے
(زخرف)	کام میں مدد کیلیے لے سکیں -

اس بیان سے ظاهر هے که سوشیلزم میں مساوات مالي کا اصول نہایت خطرناک غلطي پر مبني هے - لیکن جو نتیجه اس اصول کے ذریعه سے اشتراکیین حاصل کرنا چاهتے هیں' اسلام نے اونکا دوسرا مفید ذریعه بتادیا هے جسکا بیان آگے آئیگا - اس تمام تفصیل کا ماحصل یه هے که فقرا اور اهل احتیاج کي امداد کے لیے اصلاح معاشرت کي جو مفید و حقیقي تجاویز تهیں' اسلام نے اُن سے دریغ نہیں کیا هے' اور جو کچهه افراط و تفریط تها' اُس سے صاف منع کردیا هے -

(اصلاح اقتصادي یا مالي)

اسلام نے اقتصادي امور میں جو اصلاحیں کي هیں' امرا اور اهل ثروت کو جس متعدل حالت پر رکها هے' فقرا اور اهل افلاس کي امداد و اعانت کي جو صورتیں پیدا کي هیں' اُنکو پڑهکر یه فیصله کرنا نہایت آسان هوگا که دنیا میں اسلام هي ایک ایسا مذهب هے جسنے تمدن کي تمام مشکلوں کو اس نکته سنجي کے ساتهه حل کردیا هے که جدید تمدن بهي باوجود اپني انتہائي وسعت کے نوع انسان کے لیے کوئي جدید اور مفید تجویز پیش نه کرسکا - مضمون کے گـــذشته نمبر میں هم اُن اقتصادي مشکلات کا بیان کرچکے هیں جن میں آجکل یورپ مبتلا هے' اور جن سے مسیحي مذهب انکو نجات دلانے سے بالکل عاجز هے - لیکن مسلمانوں کے هزار ساله تمدن میں صرف اُنکا ایک مذهب تها جو هر راه میں اُنکے لیے مشعل هدایت تها -

عقلاے یورپ نے مصائب اقتصادي سے رهائي پانے کے لیے سب سے ضروري تجویزیں یه پیش کي هیں :

(۱) اهل حاجت کي امداد کے لیے لوگوں کي آمدني پر ٹیکس لگایا جاے' اور اُنکے لیے فنڈ مقرر کیا جاے -

(۲) سود سے بچنے کے لیے قرض دینے والي انجمنیں قائم کي جائیں -

(۳) گورنمنـــٹ کا فرض هے که فقرا اور اهل حاجت کي خبرگیري کرے' بازار کا نرخ مقرر کرے -

یه تمام تجویزیں جنکو یورپ ایک مدت کے تجربه کے بعد سمجها هے' لیکن جن پر اب تک عمل نه کرسکا' اسلام انکو اپنے ابتداے پیدایش هي میں سمجهه چکا تها' اور ایک مدت دراز سے وه ان پر عامل هے -

(اســلام میں مال کا رتبه)

سب سے پہلا مرحله یه هے که دولت و مال کا کیا رتبه هے ؟ اسلام کے سوا اکثر مذاهب نے اس نکته کے سمجهنے میں غلطي کي هے - عیسائیت کا حکم هے که اهل دولت آسمان کي بادشاهت میں داخل نہیں هوسکتے - یہودیت نے ایک حد تک دولت کي قدر کي هے' مگر انکي دولت کے ثمرات و فوائد صرف فقراے بني اسرائیل تک محدود هیں - برهمه مذهب پیشوایان مذهب

عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم اقيموا حدود الله علي القريب و البعيدکم ولا تاخذ في الله لومة الئم (ابن ماجه کتاب الحدود)

عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول الله صلی الله علیه و سلم نےفرمایا که خدا کے حدود (یعني خدا کے مقرر کردہ قواعد و آئین) دور و قریب سب پر یکساں جاري کرو' اور خدا کے معامله میں تم ملامت کرنے والوں کي ملامت کي پروا نه کرو -

یه حدیث تعزیر و سزا میں قانون مساوات کو ثابت کرتي ہے' اور یه اسلام کا صرف قولي حکم نہیں ہے بلکه اُسکا اس پر عمل بھي رہا - قبیلهٔ مخزوم کي ایک عورت چوري میں ماخوذ ہوئي - قریش نے رسول الله سے سفارش کرنے کے لیے حضرت اُسامه کو آمادہ کیا جنکو رسول الله بہت عزیز رکھتے تھے - لیکن جب اس واقعه کے متعلق آپ سے سفارش کي گئي تو آپ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا :

انما اهلك الذین قبلکم انهم کانوا اذا سرق فیهم الشریف ترکوہ - و اذا سرق فیهم الوضیع اقاموا علیه الحدود ایم الله لوان فاطمه بنت محمد سرقت لقطعت یدها ' (بخاري الشفاعة في الحدود)

تم سے پہلي قومیں اسلیے هلاک کي گئیں' که جب کبھي اُن میں کوئي بڑا آدمي چوري (یا کوئي جرم) کرتا تو اُسکو چھوڑ دیتے اور جب کوئي معمولي آدمي چوري کرتا تو اُسکو سزا دیتے - خدا کي قسم اگر محمد کي بیٹي فاطمه بھي چوري کرتي تو میں اُسکا ہاتھه کاٹتا -

حضرت عمر(ض) نے ایک جرم پر اپنے بیٹے عبید الله پر خود اپنے هاتھه سے حد جاري کي ' اور گو وہ اسي سزا میں مرگئے لیکن حضرت عمر نے حد سے هاتھه نہیں روکا - ان احکام اور واقعات سے بالکل واضح ہو جاتا ہے که اسلام نے مساوات قانوني کا کسقدر لحاظ لیا ہے ؟

اب آؤ' عام مساوات حقوق کي نسبت اسلام کا طرز عمل بتائیں -

یه ظاهر ہے که رسول الله تمام مسلمانوں کے آقا اور سردار تھے' لیکن کبھي آپ نے اپنے لیے عام مسلمانوں سے زیادہ امتیاز نہیں چاها - ایک سفر میں کھانا پکانے کے لیے لوگوں نے کام تقسیم کر لیے - رسول الله نے جنگل سے لکڑیاں لانے کا کام اپنے ذمه لیا - حضرت انس ایک نوجوان صحابي دس برس رسول الله کي خدمت میں رہے ' لیکن اُنکا بیان ہے که اس طویل عرصه میں جتني خدمت میں نے رسول الله کي کي' اُس سے زیادہ آپ نے میري خدمت کي !

خلفاے راشدین جو اسلام کے زندہ پیکر تھے' انکا بھي همیشه یہي طرز عمل رہا - حضرت عمر جب بیت المقدس جا رہے تھے تو ایک اونٹ تھا جسپر باري باري سے حضرت عمر کا غلام اور خود حضرت عمر سوار ہوتے تھے - جب بیت المقدس کے قریب پہونچے ' تو غلام کي باري تھي - غلام نے کہا " امیر المومنین شہر قریب ہے آپ سوار ہوں" حضرت عمر نے فرمایا " نہیں حق تمہارا ہے تم سوار ہو" آخر غلام سوار ہوا اور حضرت عمر (ض) پیادہ اونٹ کي ڈوري پکڑے ہوے شہر میں داخل ہوے - حالانکه یه وہ وقت تھا که تمام مخلوق خلیفهٔ اسلام کي شان و عظمت دیکھنے کے لیے گھروں سے نکل آئي تھي !

واقعهٔ اجنادین میں رومي سپه سالار نے ایک جاسوس مسلمانوں کے حالات دریافت کرنے کے لیے بھیجا - وہ جاسوس اسلام کے سچے نمونوں کو یعنے جب صحابه کو دیکھکر واپس ہوتا ہے تو رومي سپه سالار سے ایک تعیر کے عالم میں کہتا ہے :

هم باللیل رهبان و بالنهار فرسان لو سرق ابن ملکهم قطعوہ' و اذا زنی رجموہ!

یه لوگ رات کو راهب عبادت گذار اور دن کو فوجي سوار هیں - اگر ان کے بادشاہ کا لڑکا بھي چوري کرے تو هاتھه کاٹیں' اور اگر زنا کرے تو پتھراؤ کریں !

حضرت ابوبکر رضی الله نے خلافت کي پہلي تقریر جو کي تھي اُسکے حسب ذیل فقرے پڑھو :

و ان اقواکم عندی الضعیف حتی اخذله بحقه' و ان اضعفکم عندی القوی حتی اخذ منه الحق - (ابن سعد جزء ۳ صفحه ۱۲۹)

تم میں جو سب سے قوي ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے' یہاں تک که میں اس سے حق وصول کروں' اور تم میں جو سب سے کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوي ہے یہانتک که اُسکا حق دلواؤں -

شاهزادہ یمن مسلمان ہوگیا تھا - صرف اسلیے مرتد ہوکر عیسائي ہوگیا که ایک عام اور غریب مسلمان کے مقابله میں حضرت عمر (ض) نے اُسکو کوئي ترجیح ندي - حضرت علي (ض) جب ایک مقدمه میں مدعا علیه بنکر آئے' تو اُنکو مدعي کے برابر کھڑا ہونا پڑا ' فارس کي لڑائي میں جب مغیرہ بن شعبه رستم کے پاس سفیر بنکر گئے' اور اسلامي مساوات کے جوش میں وہ رستم کے برابر تخت پر بیٹھه گئے' تو درباریوں نے یه گستاخي دیکھکر اُنکو تخت سے اُتاردیا' اُسوقت اُنکے منهه سے کس بیساختگي کے ساتھه یه الفاظ نکلے هیں :

لا یستعبد بعضنا بعضا (۱)

همارے یہاں تو ایک دوسرے کو غلام بنانے کا دستور نہیں ہے !

ایک مرتبه ایک شخص نے صرف اسلیے حضرت عمر کي اطاعت سے انکار کیا که اُسکو خیال ہوا که حضرت عمر نے تقسیم غنیمت میں اپنا حصه عام مسلمانوں سے زیادہ لیا ہے - منصور عباسي بڑے جاہ و جلال کا خلیفه تھا - ایک شخص نے جب اُسپر قاضي کے یہاں دعوی کیا تو معمولي آدمیوں کي طرح اُسکو مدعي کے برابر قاضي کے سامنے کھڑا ہونا پڑا - اسلام کے زیر سایه جو قومیں رهیں' اُنکو بھي هر قسم کے مذهبي اور ملکي حقوق حاصل رہے - اس تفصیل کے بعد کون کہه سکتا ہے که اسلام نے مساوات حقوق پر عمل نہیں کیا ؛

(مساوات مراتب)

اسلام باهمي افراد میں ترجیح رتبه اور فضیلت مدارج کا قائل ہے ' قرآن مجید میں ہے :

انظر کیف فضلنا بعضهم علی بعض -

دیکھو همنے کسطرح اُنمیں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دي ؟

اور عقل بھي اُسکو تسلیم نہیں کرتي که مختلف اعمال ' اخلاق ' اطوار ' اور اوضاع کے آدمي اعزاز و فضیلت میں مساوي الدرجه ہوجائیں - اسلیے اشتراکیت کا یه اصول کسي قدر ترمیم طلب ہے - اسلام نے نہایت نکته سنجي کے ساتھه اسکي یوں ترمیم کي ہے که اُسنے اعزاز و مرتبت کي دو قسمیں قرار دي هیں " صحیح اعزاز و منزلت " اور " ناجائز اعزاز و منزلت " نا جائز اعزاز و منزلت وہ ہے جو غرور' نخوت ' مناصب دنیوي ' وجاهت موروثي ' نسب اور دولت پر مبنی ہو - صحیح اعزاز و منزلت وہ ہے جسکي بنا اخلاق ' حسن عمل ' اور نیک کرداري پر ہو - خدا فرماتا ہے :

ان اکرمکم عند الله اتقکم - (حجرات)

خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ نیک کردار ہے -

رسول الله صلی الله علیه و سلم فرماتے هیں :

الکرم التقوی (ترمذي باب مفاخرت)

بزرگي نیک کرداري ہے -

مساوات رتبه کي واقعیت دریافت کرنے کے لیے حضرت مغیرہ بن شعبه کا وہ قول پھر پڑھو' جو اُنھوں نے دربار فارس میں فخر و شرف کے لہجے میں کہا تھا :

(۱) طبري جلد ۴ صفحه ۱۰۸ - مطبوعه مصر -

رینلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ ف لندن

یه مشہور ناول جوکه سوله جلدوںمیں ہے ابھي چھپ کر نکلي ہے اور تھوڑي سي رہگئي ہے - اصلي قیمت کي چوتھائي قیمت میں دیجاتي ہے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیه اور اب دس ۱۰ روپیه - کپڑیکي جلد ہے جسمیں سنہري حروف کي کتابت ہے اور ۴۱۶ ہاف ٹون تصاویر ہیں تمام جلدیں دس روپیه میں وي - پي اور ایک روپیه ۱۴ - آنه محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈیپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بئوبازار - کلکته

Imperiai Book Depot, 6o Srigopal Mullick Lane,
Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور

تبله انعام

ھمارا سائنس فکس فومرٹ ہارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و ہوا میں یکساں رہنے والا ہمارے خاص کارخانہ میں کراسان لکڑي سے طیار کیا ہوا ہے اسوجه سے کبھي پوري قیمت اورکبھي نصف قیمت پرفروخت کرتے ہیں - ایک ماہ کیلیے یه قیمت رکھي گئي ہے - ایک مرتبه ضرور آزمایش کیجیے - نہیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچه مال ناپسند ہوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے ہم واپس کرلیوینگے - اس وجه سے آپ دریافت کرلیجیے که یه کمپني کسی کو دھوکا نہیں دیتي ہے - گرانٹي تین برس - سنگل ریڈ اصلي قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیه - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیه - و ڈبل ریڈ اصلي قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیه - و نصف قیمت ۳۲ ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیه - ہرایک باجه کیواسطے مبلغ پانچ روپیه پیشگي روانه کرنا چاہیے اور اپنا پورا پته اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاہیے - ہرایک سنگل ریڈ کے ساتھه ایک گھڑي اور ڈبل ریڈ کے ساتھه ایک تبله و ڈگی انعام دیا جاویگا - ہندی ہارمونیم سکھا کا قیمت ایک روپیه ہے -

نیشنل ہارمونیم کمپني ڈاکخانه شمله - کلکته

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سہام صاحب کا اوبہرالین

مستورات کے جمله اقسام کے امراض - کا خلاصه نه آنا - بلکه اسوقت درد کا پیدا ہونا - اور اسکے مہر یا ہرنیے تھنے کا پیدا ہونا - اولاد کا نہونا غرض کل شکایات جو اندروني مستورات کو ہوتے ہیں - مایوس شده لوگونکو خوشخبري دیجاتي ہے که مندرجه ذیل مستند معالجونکي تصدیق کرده دوا کو استعمال کریں اور لطف زندگاني حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سہام صاحب کا اوبہرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد ہوں -

مستند مدراس شاہر - ڈاکٹر ایم - سي - ننجنڈا راؤ ایل اسسٹنٹ کیمیکل اکزامنر مدراس فرماتے ہیں - "میںنے اوبہرالین کو امراض مستورات کیلیے" نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - رینلس - ایل - ایم - ایل - آر - سي - پي اینڈ ایس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتي ہیں :- "نمونے کي شیشیاں اوبہرالین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پایا"

مس ایم جي - ایم - براڈلي - ایم - ڈي - (برن) بي - ایس - سي - (لنڈن) سینٹ جارج اسپتال ارکاوکاتي بمبئي فرماتي ہیں : "اوبہرالین جسکو که میںنے استعمال کیا ہے" زنانه شکایتوں کیلیے بہت عمده اور کامیاب دوا ہے"

قیمت في بوتل ۲ روپیه ۸ آنه - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیه -

پرچه ہدایت مفت درخواست آنے پر روانه ہوتا ہے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

IMPERIAL FLUTE

بہترین اور نہایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیه

قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیه

ہر درخواست کے ساتھه ۵ روپیه بطور پیشگي آنا چاہیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیه -

ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیه

I mperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane
Bowbazar, Calcutta.

پوہن ٹانین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز شفا - یه دماغ صاف کرتي ہے - پژمرده دلونکو تازه بناتي ہے - یه ایک نہایت موثر ٹانک ہے جوکه یکساں مرد اور عورت استعمال کرسکتے ہیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسه کو قوت پہونچتي ہے - مسلویه وغیره کو بھي مفید ہے جو لیس کو لوہکي بکس کي قیمت دو روپیه -

زینو ٹون

یه دوا تھوڑے استعمال سے ضعف باه ایکدم دور ہو جاتي ہے اس کا استعمال کرکے ہي آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیه آٹھه آنه -

AYESHA

مُفرح دماغ - حسن کي افزایش - رگوں کي تازگي - بال کا بڑھنا یه سب باتیں اسمیں موجود ہیں - نہایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیه -

نمونه مُفت - مشوره مُفت - فہرست مُفت

Dutta & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta

مفت! مفت!!

راے صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب کا تصنیف کرده نوجوانوں کا رہنما و صحت جسماني و زندگي کا بیمه کتاب قلمي عیاشي - مفت روانه ہوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

SALVITAE

یه ایک اتنا مجرب دوا ان امراض کا ہے که جسکي وجه سے انسان اپني قدرتي قوت سے گرجاتا ہے - یه دوا ان کھوئی ہوئی قوت کو پھر پیدا کردیتي ہے - قیمت ایک روپیه -

ASTHMA TABLETS

کسي قسم کا دمه اور کتنے ہي عرصه کا ہو اگر اس سے اچھا نه ہو تو ہمارا دمه - کھانسي کے لیے بھي مفید ہے - قیمه - ایک روپیه -

PILES TABLETS

بواسیر خوني ہو یا بادي - بغیرجراحي عمل کے اچھا ہوتا ہے - قیمت ایک روپیه -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

---

ہر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے ہر قسم کا جنون خواه دوبدي جنون - مرگي والا جنون - غمگین رہنے کا جنون - عقل میں فتور - بے خوابي وغیرہ وغیرہ دفع ہوتي ہے - اور وہ ایسا صحیح و سالم ہو جاتا ہے که کبھي ایسا گمان تک بھي نہیں ہوتا که وہ کبھي اسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت في شیشي پانچ روپیه علاوه محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

تنگ کو گداگر اور سائل بننے کی اجازت دیتا ہے، لیکن اسلام نے دولت کو معیشت انسانی کا ستون قرار دیا ہے:

ولا تؤتوا السفہاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاما (نساء)
تم اپنا وہ مال بیوقوفوں کو نہ دیدو جسکو خدا نے تمہاری معیشت کا قوام بنایا ہے -

قرآن مجید نے مال کو جو پایہ بخشا ہے، اُسکا اندازہ اس سے ہوگا کہ اُسنے مال کو پچیس جگہ "فضل" کہا ہے، اکیس مقام پر لفظ "خیر" کے ساتھہ تعبیر کیا ہے، بارہ مرتبہ "حسنہ" اور "رحمۃ" کے لفظ سے یاد کیا ہے - (۱) اسلام کے فرائض خمسہ میں سے دو فرض کے ادا کرنے کا شرف صرف اہل ثروت کو عطا ہوا ہے -

(مال عام قـوم کا حق ہے)

مساوات مالی کی بحث میں ہم یہ ثابت کرچکے ہیں کہ تمام قوم یا تمام ملک میں مال و دولت کی مساوات عقلاً اور عملاً محال ہے، لیکن اس سے چارہ نہیں ہوسکتا کہ ملک و قوم کی تمام دولت اگرچہ ملکیت کی حیثیت سے افراد کے تصرف میں ہو، لیکن اُسکی بقا اور ترقی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ تمام دولت قوم اور ملک کی مجموعی دولت قرار دی جائے تاکہ ہر فرد کو لحاظ رہے کہ دوسرے فرد کی دولت برباد اور تلف نہو جائے، اور قوم و ملک کی مجموعی دولت رو بہ زوال نہ ہو - اگر کوئی شخص خود اپنی دولت آپ ہی ضائع کر رہا ہو تو بھی قوم و ملک کو اسکی اصلاح و بقا کے لیے دخل دینا جائز ہو - قرآن مجید نے اس نکتہ کو ملحوظ رکھا ہے:

ولا تؤتوا السفہاء اموالکم (نساء)
بیوقوفوں کو اپنا مال ندیدو -

اس آیت میں بیوقوف سے مراد نابالغ یا نا سمجھہ یتیم لڑکے ہیں، اور اُنکے سرپرستوں کی طرف خطاب کیا گیا ہے - یہ مال خود یتیموں کا ہے جو امانتاً اُنکے سرپرستوں کے پاس جمع ہے - خود سرپرستوں کا نہیں ہے - اس بنا پر چاہیے تھا کہ آیت یوں ہوتی: "بیوقوفوں کو اُنکی دولت ندیدو" لیکن یتیموں کی شخصی دولت عام سرپرستوں کی دولت اسلیے قرار دی گئی تاکہ شخصی دولت کو قوم و ملک کا حق قرار دیا جائے - اس سے زیادہ صاف یہ آیت ہے:

یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل (نساء)
ایمان والو! تم لوگ اپنی دولت آپس میں ناجائز طریقہ سے نہ حاصل کرو -

یہ ظاہر ہے کہ لوگ ناجائز طریقہ سے دوسرے ہی کی دولت حاصل کرتے ہیں - خود اپنی دولت کیسے حاصل کرینگے؟ پس اس سے اشارہ اسی بات کی طرف ہے کہ گو وہ مال شخص غیر کے تصرف میں ہے لیکن درحقیقت وہ کل قوم کا حق ہے - اسلیے اُسکی حفاظت و بقا کی کوشش عام قوم و ملک کا فرض ہے -

(ذرائع معاش)

مذہب اسلام نے اپنے تمام پیروؤں کو کسب معاش کی تعلیم دی ہے - اُسکا عام حکم ہے:

لیس للانسان الا ما سعی -
انسان جو کچھہ کوشش کرتا ہے وہی اُسکے لیے ہے -

بیہقی کی روایت ہے:

طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ -
پاک کمائی کا حاصل کرنا فرض ہے بعد فرائض دینی کی -

(۱) مجمع القرآن امام ابو الفضائل رازی - صفحہ ۸۷ - ۸۸ -

تمام ذرائع معاش میں سے اسلام نے زراعت، حرفت، اور تجارت کو پسند کیا ہے، لیکن تجارت کو سب سے زیادہ رتبہ دیا ہے - مفسرین کی رائے ہے کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں ابتغاء فضل (یعنی خدا کے فضل کی تلاش) کا لفظ آیا ہے، وہاں تجارت ہی مقصود ہے - نماز جمعہ کے بعد حکم ہے:

فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض و ابتغوا من فضل اللہ - (جمعہ)
جب نماز ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ، اور خدا کا فضل ڈھونڈو (یعنی تجارت میں مشغول ہو) -

صحابہ کی تعریف میں ہے -

تراہم رکعا سجدا یبتغون فضلاً من اللہ و رضوانا (محمد)
تم اُنکو رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے، خدا کا فضل اور رضا ڈھونڈھتے ہوئے دیکھو گے (یعنی تجارت)

دوسری جگہ صحابہ کے تجارتی سفر کی مدح میں کہا گیا ہے:

و آخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ -
اور دوسرے لوگ ہیں جو خدا کا فضل ڈھونڈھتے ہوئے (تجارت کرتے ہوئے) ملک میں سفر کرتے ہیں -

حج میں تجارت کرنا اسلام سے پہلے لوگ برا سمجھتے تھے - اسلام نے ان الفاظ میں اسکی اجازت دی:

لیشہدوا منافع لہم - (حج)
(حج کو آئیں) تاکہ وہ اپنے منافع و فوائد تجارت کو دیکھیں -

تحصیل معاش کے لیے تجارت کرنے کا اس آیت میں حکم دیا گیا:

یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم (نساء)
ایمان والو! تم لوگ اپنا مال آپس میں ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ، لیکن یہ کہ تجارت ہو آپس کی رضامندی سے -

حاکم نے کُنی میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا:

یا معشر قریش لا یغلبنکم ہذا و اصحابہ علی التجارۃ فانہا نصف المال (کنز العمال) (ج - ۲ ص - ۲۱۸)
اے قریش! تجارت میں یہ لوگ تم پر بڑھہ نہ جائیں، کیونکہ تجارت نصف دولت ہے -

احادیث میں صنعت اور دستکاری کے بھی فضائل آئے ہیں:

عن المقدام بن معدیکرب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - قال ما کسب الرجل کسبا اطیب من یدہ (ابن ماجہ ابواب التجارۃ)
"مقدام بن معدیکرب نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کوئی کمائی اپنے ہاتھہ کی کمائی سے بہتر نہیں پیدا کرسکتا ہے!"

ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! بہتر کمائی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

عمل الرجل بیدہ و کل بیع مبرور - (طبرانی)
انسان کے ہاتھہ کا کام اور ہر ایماندارانہ تجارت!

حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری چراتے تھے، حضرت زکریا نجار تھے، حضرت ابوبکر صدیق بزاز تھے -

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے، تو آپ نے زراعت کے متعلق قریش کو خطاب کرکے فرمایا:

یا معشر قریش انکم باقل الارض مطرا فاحرثوا فان الحرث مبارک (کنز العمال بحوالہ ابن جریر) ج - ۲ - ص - ۲۱۹)
اے گروہ قریش تم ایسی زمین ہو جہاں بارش کم ہوتی ہے! تو زراعت کرو، زراعت میں برکت دی گئی ہے -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين (القرآن الكريم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۴ : ۵۲)

نمبر - ۱۲ | کلکته : جمعه ۲۰ - ربیع الثاني سنه ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱

Calcutta : Friday, 25th February, 1916.

ترجمان القرآن

یعني قرآن حکیم کا اردو ترجمه ' از خامۀ ایڈیٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و ترزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل هے ' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا هے ' اور اونکا نور علم براہ راست مشکراۃ نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیرہ میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وہ حضرت شاہ عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة السلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاہ ولي الله قدس سرہ تھے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القرآن کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي هے ' لیکن یه کهنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس ' علم فهم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا هے ' اور بحمد الله که زیر طبع هے -

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري هے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ هي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي هے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت پهونچادینگے انسے صرف ساڑھے چار روپیه لیے جائینگے - مرغوبستان اور روپیه ملیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane Calcutta.

Tel. Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No 648

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول رئیس التحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانہ — ۱۲ — روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۱۲ | کلکتہ : جمعہ ۲۰ - ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۴ ہجری
Calcutta : Friday, 25th February 1916. | جلد ۱

شذرات

مجوزہ شیعہ کالج

ایتها النفوس المختلفه ! و القلوب المتشتة ! الشاهدة ابدانهم ، و الغائبة عنهم عقولهم ، اظارکم علی الحق و انتم تنفرون عنه نفور المعزی من وعوعة الاسد ! هيهات هيهات ان اطلع بکم سرار العدل ، او اقيم اعوجاج الحق !
(حضرة علي عليه السلام - نہج البلاغة صفحہ ۲۹۷)

گذشتہ نمبر میں میں اپنے اصول دعوۃ اور مسلک عمل کے متعلق بالاختصار عرض حال کرچکا ہوں - آج اپنے اختلاف اور وجوہ اختلاف کو ظاہر کرونگا -

(تحریک کي ابتدا)

کسي مولود کي حالت کا صحیح اندازہ کرنے کیلیے سب سے پہلي چیز اسکے مولد و منشاء کو معلوم کرنا ہے - اس اعتبار سے " مجوزہ شیعہ کالج " کیلیے بھي سب سے پہلي بحث یہ سامنے آتي ہے کہ اس تحریک کا مبدء و مولد کیا ہے ؟ یعني کیا حالات و اسباب تھے جن سے اس تحریک کي تخلیق و تکوین ہوئي ؟ اسکا مبدء خود انسان کے قلب کے اندر ہے جہاں ضرورتوں کا احساس اور حقیقتوں کا علم ہوتا ہے ' یا باہر کا القا ہے جس نے اپني مصلحتوں کیلیے دوسروں کي مصلحتوں کا نام اختیار کیا ہے ؟ پھر جس فضاء میں اس تحریک کے مخلوق مزاجي نے پرورش پائي ' وہ کہاں کي فضاء اور کس سرزمین کا موسم تھا ؟ میداني سر زمینیں تھیں جہاں بیج بویا جاتا ہے ' یا پہاڑوں کي چوٹیاں تھیں جنکي بلندي سے پاني برستا ہے ؟

اس بارے میں بشیا کي معلومات حسب ذیل ہیں :

غالباً تین سال کا زمانہ گذرا کہ شیعہ کانفرنس کے بعض ارکان نے علي گڈہ کالج کے متعلق بعض تجویزات شائع کیں ' اور اس مسئلہ کو چھیڑا کہ علي گڈہ کالج میں شیعوں کے حقوق بہ حیثیت شیعہ ہونے کے کیا کیا ہیں ' اور ان کو کس طرح پامال کیا جا رہا ہے ؟ ساتھہ ہي اس بارے میں ارکان کالج سے خط وکتابت بھي شروع کي ' اور اپنے جماعتي مطالبات کي ایک فہرست پیش کي - سب سے پہلي مراسلت غالباً نواب وقار الملک کے عہدہ نظامت کے عہد میں ہوئي تھي -

مطالبات کي فہرست میں نے اس زمانے میں دیکھي تھي مگر اس وقت انکي تمام جزئیات یاد نہیں - بہ حیثیت مجموعي اس فہرست کا یہ حال تھا کہ : خلطوا عملاً صالحا و اخر سیئا بعض مطالبات تو واقعي مستحق قبول تھے اور بعض صحیح نہ تھے - مثلاً شیعہ طلباء کے حقوق دیني اور اہتمام ضروریات دینیہ کے متعلق جو کچھہ تھا ' اصولاً سب درست تھا - لیکن اسکے ساتھہ ہي یہ مطالبہ بالکل بے معني تھا کہ کالج کا ایک سکریٹري سني ہو اور اسکے بعد دوسرا شیعہ - کالج کا سکریٹري یقیناً شیعہ ہونا چاہیے اور اگر ہمیشہ شیعہ ہي ہوتا رہے تو اور بہتر - لیکن اسلیے کہ وہ مسلمان اور صاحب صلاحیت ہے - نہ اسلیے کہ وہ شیعہ ہے : کیونکہ سنیت اور شیعیت ' سب مصنوعي اور خود ساختہ اسماء ہیں : سمیتموها انتم و اباؤکم ما انزل اللہ بها من سلطان - نام کي سچائي اس کرۂ ارضي پر صرف ایک ہے - اور وہ " اسلام " ہے : هو سما کم المسلمین !

مطالبات میں شیعہ طلبا کي دیني تعلیم و تربیت اور دیني اعمال کے حقوق کے متعلق جسقدر دفعات تھیں ' اصولاً انکي صحت میں کچھہ کلام نہیں ' لیکن علي گڈہ کالج کي سرزمین میں سرے سے مذہب اور اسلام کي تعلیم و تربیت ہي کو کون پوچھتا ہے کہ سني اور شیعہ دینیات کي بحث کي نوبت آے ؟ اگر ارکان شیعہ کانفرنس کو اسکي شکایت تھي کہ انکي مخصوص تعلیم دینیات کا کالج میں کوئي انتظام نہیں ' تو وہ مجھے بتلائیں کہ عام طور پر نفس مذہب و اسلام کي تربیت ہي کا وہاں کونسا انتظام ہے ؟ جن ارکان کالج سے وہ شیعوں کے حقوق مانگ رہے تھے ' وہ پہلے نفس اسلام کے مطالبہ سے تو عہدہ برا ہوجائیں ؟ محض مسلمانوں کو پھانسنے کیلیے اور انسے چندے وصول کرنے کیلیے تو اس بستي کا ہر فرد مذہب مذہب قوم قوم پکارنے لگتا ہے ' اور جب مسلمانوں کے سامنے آکر کھڑا ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مذہب اور مذہب کي تربیت کا دکھہ اس سے زیادہ اس دنیا میں اور کسي کو نہیں ہے " لیکن اگر کالج میں جاکر انکے اعمال کا تجسس کیا جاے ' اور دیکھنا چاہیے کہ طلباء کے سامنے کالج کے سرپرستوں ' کالج کے عہدہ داروں نے ' کالج کے پروفیسروں نے ' مذہب [illegible]

[illegible]

آب حیات

جلقی کایا پلٹ ' یونانی اکسیر البدن اور
کھماکر اکسیر اعظم کہتے ہیں یہ امرت ہے

زندگی کو موت سے ایک روپیہ میں خریدنا

(آبحیات کے اکسیری فوائد!)

صحت کے برابر دنیا میں کوئی نعمت نہیں - جو لوگ وقت پر قدر نہیں کرتے - جب تندرستی بگڑ جاتی ہے - پھر عمر بھر پچھتاتے ہیں جو لا حاصل ہوتا ہے - اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئیں کھیت - ہندوستان گرم ملک ہے اور بوجہ شدت گرما گرد و غبار کے سبب سے ہزاروں قسم کی بیماریاں و فساد خون کے باعث ہر روز نئے نئے پیدا ہوا کرتے ہیں - گرانی اشیاء خوردنی نے عام لوگوں کو مفلس بنا رکھا ہے - اور کثرت بیماری نے لوگوں کو کمائی کے لائق نہیں رکھا ' اس لیے عام لوگ بلا علاج زندہ درگور ہو جاتے ہیں - اگر علاج کرتے ہیں تو فیس اور قیمت دوا ادا کرنے سے قلاش ' تنگدست بن جاتے ہیں - اور صاحب توفیق حضرات کو دوا خالص نہیں ملتی - مندرجہ بالا تکالیف کو دور کرنے لئے حکیم مطلق نے آب حیات کو مسیحائی اثر بخشا ہے تاکہ کوئی دکھ دنیا میں نہ رہے - غریب سے غریب اور لاچار سے لاچار ایک پیسہ کی ایک خوراک لے کر امراض مزمنہ مایوسہ سے خلاصی پائے - آبحیات ہر مرض شدید کی دوا ہے خارجاً لگانے سے ہر درد وغیرہ کے لیے شفا ہے - ایک شیشی آبحیات کی کنبہ بھر کو بہت بلاؤں اور ناگہانی آفتوں سے بچاسکتی ہے ' کسیکو معلوم نہیں مرض کسوقت رات کو یا دن کو جنگل میں یا گھر میں آدبائیگی اسلیے یہ عقلمندی ہے کہ پہلے ہی سے ایک شیشی گھر میں رکھی جائے -

(فوائد مصدقہ آبحیات)

تپدق ' تپ محرقہ ' صفراوی تپ ' تپ پر سوت ' سل ' پیچش ' صفراوی اسہال ' سرسام ' درد سر ' درد پہلو ' نمونیا ' ذات الجنب ' تپش دل ' ناسور ' بدھ کا زخم ' درد کان ' مسوڑوں سے خون آنا ' پھوڑے پھنسیاں ' پٹھوں کا اکڑاؤ ' بواسیر ' نواسیر ' بھگندر ' تالو کا سوراخ ' دانت کا درد ' قبض ' درد قولنج ' درد کمر ' نقرس ' چھپاکی ' متلی ' قے ' زخموں میں کیڑے پڑنا ' کثرت پیاس ' تشنج ' بیخوابی ' کھانسی خشک و تر ' ورم ' چھوتے ' ورم پستان ' درد دل ' ہیضہ ' طاعون ' خنازیر ' درد شکم ' زہر دار ڈنگ ' بھڑ ' سانپ ' بچھو ' آگ سے جلنا ' گرمی کی شدت سے جسم پر گرم دانے نکلنا ' درد ' چوٹ ' خارش نکسیر وغیرہ وغیرہ کتاب میں مفصل حال درج ہے -

قیمت فی شیشی ایک روپیہ - چھ شیشی پانچ روپیہ - ایک درجن دس روپیہ محصول ڈاک ذمہ خریدار -

آبحیات کا مسیحائی اثر

(سل ' دق ' کھانسی ' سات ماہ کی صرف سات دن میں دور)

عالیجناب ہز ہائینس نواب میر فیض محمد خانصاحب بہادر کے - سی - ایس - آئی والی ریاست خیرپور سندھ

مسماۃ غلام رسول عرصہ سات ماہ سے بعارضہ بخار لازمی جو ۱۰۴ درجہ تھرما میٹر پر رہتا تھا - اور اس کے علاوہ کھانسی ایسی شدید تھی کہ سونا ' بیٹھنا حرام ہو گیا تھا - چونکہ مسماۃ ممدوح اپنے آقائے نامدار میراحمد علی خاں صاحب کی خدمت میں شب و روز رہتا تھا اور کھانا پینا ان کے ساتھ رکھتا تھا - اُن کے معالجہ کے لئے یورپین سول سرجن سات سو روپیہ روزانہ کراچی وغیرہ سے اور نامور اطبائے ہندوستان سے جمع کیے رہے - میر ممدوح مدقوق تھا - کوئی چارہ نہ چلا اور وہ فوت ہوگیا - تمام طبیبوں اور ڈاکٹروں نے متفق ہوکر کہدیا تھا کہ مسماۃ غلام رسول بھی اسی مرض میں مبتلا ہوگیا تھا -

آخر جب تمام معالجات سے تنگ آکر بحالت مایوسی سرکار ابد پائدار والی ریاست نے حکیم غلام نبی زبدۃ الحکماء لاہور کو جو جامع علوم ڈاکٹری و یونانی اور ماہر فنون ہر دو طب ہیں ' ریاست میں برائے معالجہ طلب فرمایا -

(آبحیات کا کرشمۂ قدرت)

زبدۃ الحکماء موصوف نے یورپین ڈاکٹر وغیرہ میڈیکل افسروں سے اس بات کا اتفاق کیا کہ مقدمہ سل ہے - اور جگر بھی بگڑ گیا ہے ' صرف دس قطرہ آبحیات کے تین دفعہ دینے شروع کیے ' اور تمام انگریزی و یونانی دوائیاں ترک کرادیں - سات ماہ کا بخار اور کھانسی ساتویں روز جاتی رہی - یہ جادو کے اثر کی خبر ریاست میں مشہور ہوگئی - اور آبحیات کے جادو اثر کرشمے اور اس کے سریع العمل اور سریع الاثر لاعلاج بیماروں کا کوئی کم قیمت علاج ہے ' تو آبحیات تسلیم کر لیا گیا ہے - اب سندھ میں جو آتا ہے - اسی آبحیات کا طالب ہوتا ہے - تمام اخباروں میں اسی قصہ کو پڑھ لو اور وہاں سے تصدیق کرلو کہ مسماۃ غلام رسول اب تندرست ہے اور کاروبار ریاست میں مصروف ہے -

(العبد - خان بہادر رسول بخش خاں نائب وزیر ریاست خیرپور سندھ)

الغرض آبحیات کی شیشی ہر گھر میں موجود ہونی ضرور ہے - سفر و حضر میں کار آمد - نہ ڈاکٹر کی ضرورت ہے نہ طبیب کی - بیسیوں امراض کی ایک ہی تیر بہدف دوا ہے ' جو کسی قسم کے ضرر کے بغیر فائدہ دیتی ہے -

قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ - (منیجر)

(شربت مقوی اعصاب)

وہ نقص جو بھر پور جوانی میں مرد کو رنجیدہ خاطر بناتے ہیں ' اس سے دور ہوتے ہیں - گئی ہوئی طاقت کو واپس لاکر مرد کو پورا مرد بناتا ہے - افعال قبیحہ اور کثرت عیاشی نے جب جسم کی قوت کو گھٹا دیا ہو - تو یہ شربت خاک میں ملی ہوئی امیدیں بر لاتا ہے ' فی شیشی صرف چار روپیہ -

(سنون مستحکم دندان)

ہلتے دانت مضبوط - بدبو میل دور - دانت موتیوں کی طرح چمکدار - قیمت چار تولہ ایک روپیہ -

(سر کا خوشبودار تیل)

بالوں کو خوشبودار رکھنے کے سوا سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہونے دیتا - دافع ضعف دماغ نزلہ و زکام فی شیشی تین روپیہ -

دوائی درد کان - قیمت صرف ایک روپیہ -

(سرخ رو)

بعد از غسل اس دوا کے دو قطرے چہرے پر مل لینے سے چہرہ خوبصورت ہو جاتا ہے ' قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ

(روغن اعجاز)

برسوں کے زخم دنوں میں بھر جاتے ہیں ' ناسور ' بھگندر - خنازیر کے گھاؤ اور کاربنکل زخم کا اچھا علاج - قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ -

(دوائی پیچش و مروڑ)

نہایت زود اثر اور مجرب دوائی ہے - قیمت چار تولہ صرف ایک روپیہ ہے -

(خنازیر کا خوردنی علاج)

اس دوائی کے کھانے سے گلٹیاں اندر ہی اندر بیٹھ جاتی ہیں قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ -

بخاروں کی شرطیہ دوا - پسینہ آکر ہر قسم کا بخار ایک گھنٹہ میں اتر جاتا ہے - قیمت فی ڈبیہ دو روپیہ -

(سفوف دافع درد گردہ)

اس کے استعمال سے ریگ مثانہ دور ہوکر آئندہ دورہ درد سے نجات ہوتی ہے - چار تولہ صرف دو روپیہ -

پتہ - منیجر شفاخانہ شہنشاہی ' سند یافتہ حکیم و ڈاکٹر حاجی ' غلام ' نبی زبدۃ الحکماء لاہور - موچی دروازہ

ایڈریسن کے جواب کے پڑھنے سے معلوم هوتا ہے کہ اس تجویز میں هز آنر کیلیے کچھہ ایسي محبوبیت و مطلوبیت ہے کہ باربار اسکي تعریف کرتے هیں' بار بار اعانت کا وعدہ کرتے هیں' بار بار کام کرنے والوں کو داد دیتے هیں' اور پھر بھي جي نہیں بھرتا اور یہي کہتا ہے کہ ایک بار آور کہدیجیے : من احب شئیا اکثر ذکرہ :

اعــد ذکــر نعـمــان لنــا ' ان ذکــرہ
هي المســك ما کــررتــه یتـضــوع

چنانچہ آخر میں وہ خود هي فرماتے هیں : " میں آپ سے تین بارکہہ چکا هوں اور پھر کہتا هوں کہ اس صوبے کي گورنمنٹ آپ کي اس تجویزکو قابل تحسین و آفرین سمجھتي ہے' اور اسکي تائید کرتي ہے'. اور جب اسکا وقت آئیگا تو حتي الامکان آپ کي امداد میں هرگز کوتاهي نہ کریگي - آپ پورا اطمینان رکھیں کہ میں اور میرے ماتحت عہدہ دار هر طرح جہاں تک امکان میں ہے' آپ کي اعانت کرنے پر آمادہ رهینگے "

انھوں نے ایک افسر اعلی کي طرح صرف اپني گورنمنٹ کي زیادہ سے زیادہ ممکن اعانت کا وعدہ هي نہ کیا' بلکہ ایک سچے مربي اور سرپرست کي طرح کام کرنے کي تدبیریں اور انکے قیمتي نکتے بھي سمجھا دیے -

شیعہ کالج کیلیے چالیس لاکھہ کا سرمایہ تجویز کیا گیا ہے - ظاهر ہے کہ چالیس لاکھہ کي رقم جلد جمع نہیں هوسکتي اور اسلیے جلد کالج بھي نہیں بن سکتا - مگر تاخیر کا یہ پہلو هز آنر کو گوارا نہیں - انھوں نے فرمایا کہ چالیس لاکھہ کي فراهمي کا انتظار نہ کیجیے' اگر بارہ لاکھہ بھي جمع هو جائیں تو کام شروع کردیجیے :

" آپ پہلے اس کمتر رقم یعني بارہ لاکھہ کے فوراً جمع کرنے کا ارادہ کریں' اگر یہ رقم وصول کرلي جاریگي تو میں اسکي ذمہ داري کرسکتا هوں کہ گورنمنٹ آپ کي اعانت کریگي اور اپنے حد امکان پوري مدد دیگي "

اس سے بھي زیادہ بے خطا تدبیر یہ بتائي کہ :

" اپني جماعت کے بڑے بڑے زمینداروں کو آمادہ کیجیے - وہ اپني سالانہ آمدني کا جزو معقول سرمایہ تعمیر میں دیں اور اپني سالانہ مالگذاري میں سے کوئي مقررہ رقم في صدي کالج کے مستقل اخراجات کیلیے دینا منظور کریں - هندوستان کے هر حصہ سے اپني جماعت کے اشخاص کو لکھنؤ میں بلالیجے تاکہ بڑے جلسہ میں شریک هوں' اور انسے درخواست کیجیے کہ وطن کي واپسي سے پہلے کالج کے قیام کا قابل اطمینان بندوبست کرتے جائیں "

ایڈریس کے اس جواب کے پڑھنے کے ساتھہ مندرجہ ذیل واقعات کو بھي پیش نظر رکھہ لیجیے :

(۱) سندھ کے مسلمانوں نے خود هي اپني تعلیم و ترقي کیلیے ایک دائمي فنڈ قائم کرنا چاها' اور تجویز کي کہ هر زمیندار في صدي کے حساب سے ایک رقم اسمیں داخل کرے - علي گڈھ کانفرنس نے اسکے متعلق بار بار رزولیوشن پاس کیے اور حکام سے التجائیں کیں کہ خدا را اسمیں مدد دیجیے' مگر چار سال هو گئے' ابتک کوئي نتیجہ نہیں نکلا -

(۲) بمبئي میں ایک مسلمان نے آٹھہ لاکھہ روپیے گورنمنٹ کو دیے هیں تاکہ مسلمانوں کي تعلیم میں خرچ کیے جائیں - اگر گورنمنٹ اپنے عام اصول کے مطابق اتني هي رقم خود بھي دیدے یا شیعہ کالج کي طرح کسي بڑي سرکاري زبان سے اسکے لیے چند الفاظ کہلوا دے تو ایک عمدہ کالج کي بنیاد فوراً پڑ جاسکتي ہے - مگر گورنمنٹ بمبئي نے ظاهر کیا ہے کہ جنگ کي وجہ سے سردست روپیہ نکالنا مشکل ہے -

(۳) بنگال میں ایک کالج کا مسئلہ سالہا سال سے درپیش ہے' لیکن موجودہ حالات و مواقع کي وجہ سے اسمیں برابر تاخیر هو رهي ہے - متعدد بار کہا گیا ہے کہ جنگ کي وجہ سے سردست روپیہ کي فراهمي مشکل ہے -

مجوزہ شیعہ کالج کي تحریک کي تولید اور نشو و نما کي یہ اجمالي سرگذشت تھي - اسکے مطالعہ سے هر صاحب عقل سمجھہ لے سکتا ہے کہ اس تحریک کا مبدء و مولد کیا ہے ؟ اور سوال اصلي ایک نئے کالج کا اور برادران شیعہ کي خواهشوں کا ہے' یا اُن مقاصد مخفیہ کا جنکے لیے اس تحریک کو آلہ بنایا گیا ہے ؟

(الساکت عن الحق شیطان اخرس)

ایک طرف تو اس تحریک کي تولید و نشو و نما کا یہ حال نظر آتا ہے' دوسري طرف علي گڈھ کے ارکان کالج اور محافظین مسئلہ تعلیم جدید کا موجودہ رویہ ہے' اور ضروري ہے کہ چند کلمات اسکي نسبت بھي کہے جائیں -

علي گڈھ کالج اور علي گڈھ کانفرنس کے ارباب حل و عقد نے همیشہ دعوا کیا ہے کہ همارا موضوع مسلمانوں کي جدید تعلیم اور علی الخصوص اعلی تعلیم ہے - همارا موضوع پالیٹکس نہیں ہے - پس پولیٹکل معاملات میں هم سے کسي آزادانہ رویہ کي خواهش کرنا ایک ایسي چیز کا مطالبہ ہے جو همارے دائرۂ عمل هي سے باهر ہے - البتہ تعلیم کے متعلق هم سب کچھہ کرسکتے هیں اور کررہے هیں -

انھوں نے مسلمانوں کي تعلیم کے متعلق ایک خاص اصول وضع کیا ہے' اور همیشہ سے کہتے آے هیں کہ مسلمانوں کي تعلیمي حیات و ممات کا دار و مدار اسي اصول پر ہے - اس اصول کو وہ " ایک قومي مرکز کے قیام و تکمیل " کے نام سے پکارتے هیں' اور کہتے هیں کہ مسلمانوں کیلیے صرف تعلیم هي کي ضرورت نہیں ہے' بلکہ تعلیم سے بھي زیادہ ایک " قومي مرکز " کے قائم کرنے کي ضرورت ہے - جب تک کہ ایک ایسا مرکز موجود نہ هوگا' متفرق کوششیں کچھہ سود مند نہیں هوسکتیں - پھر اسکے بعد دعوا کرتے هیں کہ علي گڈھ کالج هي مسلمانوں کا قومي مرکز ہے' اور اسي کے قیام و تکمیل پر مسلمانوں کي تمام حیات و ممات قومي کا دار و مدار ہے -

انکي اصلي کوشش یہ هوتي ہے کہ اسکو دنیا بھر کي چیزوں کا مرکز ثابت کردیں' لیکن جب اسمیں کامیابي نہیں هوتي تو مجبوراً " تعلیمي مرکز " کے قرار دینے هي پر اکتفا کرلیتے هیں اور کہتے هیں کہ مسلمانوں کو چاهیے کہ دین و دنیا کا اور کوئي کام نہ کریں - صرف کالج هي کو پوجیں اور صرف کالج هي کو روپیہ دیں : جاهدوا في سبیلہ باموالکم و انفسکم ! اگر وہ ایسا نہ کرینگے اور اور کاموں میں لگ جائینگے' تو مرکز قائم نہ هوگا' اور مرکز نہوا تو پھر قوم قوم نہیں -

نیز ان لوگوں نے اپني تقلید اور پرستش کا ایک نیا بت بنایا ہے' اور اسکا نام رکھا ہے " سر سید کي پالیٹي " - یوناني علم الاصنام میں هر طاقت کیلیے ایک مخصوص بت هوتا تھا - یہ نہیں هوسکتا تھا کہ رزق کا دیوتا علم کے دیوتے کے کاموں میں مداخلت کرے' یا کیوپڈ وینس کي حکومت میں خلل ڈالے - لیکن ان لوگوں نے صرف ایک هي بت بنایا ہے اور اسکے اختیارات اسقدر وسیع هیں کہ علم و عمل کا کوئي گوشہ اس سے خالي نہیں - یہ کہتے هیں کہ هم " سر سید کي پالیسي " سے سر مو تجاوز نہیں کرینگے' اور مسلمان صرف وهي ہے جو " سر سید کي پالیسي " پر نہ صرف ایمان مجمل بلکہ ایمان مفصل کا اقرار کرے -

سر سید مرحوم کي پالیسي کا اس بارے میں یہ حال تھا کہ انھوں نے پہلي لکھنؤ کانفرنس اور نیز میرٹھہ کانفرنس میں خاص رزولیوشن پیش کیے کہ جب تک مسلمان اپني تمام متفرق اور علحدہ علحدہ کوششوں کو ترک کرکے ایک مکمل تعلیمي مرکز نہیں بنا لینگے' انکي کشتي طوفان هلاکت سے نہیں

مذہب کے اتباع کا، اور مذہب کی عملی زندگی کا کونسا نمونہ پیش کیا ہے؟ اور اپنے علم و عمل میں مذہب کو کتنی اہمیت و وقعت دیتے ہیں؟ تو اسوقت کھل جائے کہ نمایش و تصنع کے ان پردوں کے پیچھے کیا چھپا ہے؟ اور کس طرح عملی الحاد کو مذہب، اور کفر و ارباب کفر کی پرستش کو اسلام پرستی کا نام دیا جارہا ہے۔ مذہب کے ان پرستاروں اور اسلام کے ان غمگساروں میں سے اکثر وہ ہیں جنکو پانچ وقت اللہ کے حضور میں جھکنے سے بھی شرم آتی ہے، با ایں ہمہ انکا دعوا ہے کہ ہم مسلمانوں کیلیے مصلح ہیں۔ اور مسلمانوں میں بھی بہت سی فریب خوردہ روحیں ایسی ہیں جو یقین کرلیتی ہیں کہ گھوڑے کے بالوں سے ریشمی چادر بنی جاسکتی ہے اور فسق و الحاد سے مسلمانوں کی اصلاح ہوسکتی ہے!

بہر حال مطالبات کیے گئے اور اس بارے میں ارکان کالج سے مراسلت شروع ہوئی۔ نفس مطالبات کے اعتدال و عدم اعتدال کے متعلق تو میں نے اپنی راے ظاہر کردی، لیکن دوسرا اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان شکایتوں کا اصلی مبدء کیا تھا؟ وہ خود پیدا ہوئی تھیں یا پیدا کرائی گئی تھیں؟ ممکن ہے کہ شکایتوں کا بیج خود بخود زمین میں پڑگیا ہو لیکن اسمیں تو کوئی شک نہیں کہ پانی اسے باہر سے ملا، اور اگر بیج کو باہر سے پانی نہ ملے تو زمین کے اندر کی رطوبت اتنی نہیں ہوتی جو اسے ایک تناور درخت بنادے۔

یہ وہ وقت تھا جبکہ مسلمانوں کی تعلیم اور علی گڈہ کی مرکزیت و احاطۂ اثر کے متعلق احکام و اوامر میں ایک انقلاب عظیم ہو رہا تھا، اور جو چیز کل تک سب سے زیادہ محبوب تھی کیونکہ سب سے زیادہ وفا سرشتانہ خلقت اور سب سے زیادہ اطاعت شعارانہ خصائص کا اسکی نسبت یقین کیا جاتا تھا، وہی اب سب سے زیادہ مبغوض و مردود ہوگئی تھی، کیونکہ واقعات کی تبدیلی نے ثابت کردیا تھا کہ طاقت اور مرکزیت پیدا کرکے یہی سب سے اچھی چیز کسی وقت سب سے زیادہ مضر اور پر خطر بھی ہو جاسکتی ہے۔ ساتھہ ہی واقعات عمومی کے تغیرات نے اسکی بھی ضرورت پیدا کردی تھی کہ اگر تفریق و نزاع باہمی کی کوئی نئی بنیاد پڑ جاے، تو حال کیلیے سب سے بڑی مصلحت اور مستقبل کیلیے سب سے بڑی بشارت ہوگی۔

علی گڈہ کالج اور شیعہ جماعۃ کے حقوق کا مسئلہ اس غرض کے حصول کیلیے بہ یک کرشمہ دوکار ہوگیا۔ ایک طرف علی گڈہ کی مرکزیت، تعلیم کے احاطہ و اثر، اور وحدت جذبات و خصائص پر بھی اس سے پورا اثر پڑتا تھا، دوسری طرف اتحاد عمومی کیلیے بھی اس سے بڑھکر اور کوئی فتنہ کارگر نہیں ہوسکتا تھا کہ: جعلوا اھلہا شیعا کی پوری پوری تفصیل تھی۔ پس جیسا کہ قاعدہ ہے اور جیسا کہ ہمیشہ ہوا ہے، مخفی و زیر حجاب رہنے والی قوتیں آگے بڑھیں، اور اس مسئلہ کو پرورش کیلیے خاص طور پر اپنی گودوں میں اٹھا لیا۔

رفتہ رفتہ یہ مسئلہ یہاں تک بڑھا کہ بعض شیعہ ارکان و سرپرستان کالج نے کالج اور کالج کی اعانت سے دست برداری کا ارادہ کرلیا۔ ہز ہائینس نواب صاحب رامپور نے تار کے ذریعہ اپنی علیحدگی کی اطلاع دی، اور جب ایک وفد انکی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مطالبات کی فہرست نکالکر پیش کردی۔ اسی وقت یہ امر بالکل واضح ہوگیا تھا کہ کونسی قوتیں اس مسئلہ کے اندر کام کر رہی ہیں۔

با ایں ہمہ اس وقت بھی میری یہی راے تھی اور اب بھی یہی راے ہے، کہ خود ارکان کالج نے بھی اس بارے میں سخت غلطی کی، اور وہ یقیناً اس بات کیلیے جوابدہ ہیں کہ باوجود علم و خبرداری کے ابتدا ہی میں انہوں نے اس فتنہ کو کیوں نہیں روکا؟ انکو چاہیے تھا کہ وہ ان تمام مطالبات کا جو انکے بھائیوں نے انکے آگے پیش کیے تھے، پوری کشادہ دلی کے ساتھہ استقبال کرتے، اور اپنی قواعد پرستیوں اور حاکمانہ بے مہریوں کی جگہ خوشی خوشی کہدیتے کہ جو کچھہ ہم کرسکتے ہیں اس سے ہمیں انکار نہیں ہے۔ اگر بعض مطالبات ناقابل قبول تھے تو انسے انکار کردیتے، لیکن جسقدر حصہ قابل عمل و قبول تھا، اسکے مان لینے میں ایک لمحہ کی بھی دیر نہ لگاتے۔

ارباب کالج نے سب سے پہلی غلطی یہ کی کہ مطالبات پیش کرنے والوں کے حق و اہمیت سے صاف صاف انکار کرنا شروع کردیا: کبھی کہا کہ اس طرح شکایت کرنا اور جواب مانگنا بالکل ناقابل التفات ہے۔ ہمارے ٹرسٹیوں میں شیعہ ممبر بھی موجود ہیں اور وہی سب کچھہ ہیں، انکے سوا نہ تو اور کوئی شیعوں کا وکیل ہے اور نہ کسی کو حق نیابت و ترجمانی حاصل ہے۔ کبھی کہا کہ ہم نے دینیات کی ایک کمیٹی بنادی ہے اور دینیات کی نگرانی کیلیے فلاں فلاں شیعہ حضرات ملازم ہیں۔ اسکے سوا اور کچھہ نہیں ہوسکتا۔

حالانکہ یہ سب باتیں فتنہ کی تھیں۔ ایسی ہی غلطیوں سے چھوٹی چھوٹی باتیں اتنی اہم بن جاتی ہیں کہ انسے اغیار فایدہ اٹھاتے ہیں اور تفریق کلمہ کا ایک بنا بنایا کھیل انہیں ملجاتا ہے۔ کالج والوں کو سمجھنا تھا کہ معاملہ دوسرا ہوگیا ہے اور ایک نئے فتنہ کی بنیاد رکھی جارہی ہے۔ اسوقت قانون کالج کا حوالہ دینا اور اپنے کانسٹی ٹیوشن کا راگ گانا بالکل لاحاصل ہے۔ کوشش صرف اسکی ہونی چاہیے کہ فتنہ کو زیادہ بڑھنے نہ دیا جاے۔

پھر شکایتیں بھی کیا ہیں، اور انکی حقیقت کیا ہے؟ محض چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جن میں کچھہ بھی دھرا نہیں ہے۔ اگر کوئی نئی کمیٹی بن گئی یا چند نئے آدمیوں کو لے لیا گیا، یا چند تعطیلیں بڑھا دی گئیں، تو ان باتوں سے کالج کا کیا بگڑتا ہے، اور بہر حال اپنے ہی عزیزوں، اپنے ہی بھائیوں، اپنے ہی گھر کے ساتھیوں کو اس سے خوشی ملتی ہے۔ یہ بہتر ہے اس سے کہ غیروں کو خوشی ملے۔ اگر ایک بھائی غلطی کر رہا ہے تو تم غلطی مت کرو اور اسے منالو۔ ایسا نہو کہ وہ اپنوں سے روٹھہ کر غیروں کی چوکھٹ پر چلا جاے۔ اور بڑی سے بڑی مصیبت اور بڑا سے بڑا دکھہ برداشت کیا جاسکتا ہے، مگر یہ نہیں دیکھا جاسکتا کہ اپنوں کا سر ہو اور غیروں کی چوکھٹ۔

بہر حال اس بارے میں ارکان کالج نے بھی غلطی کی اور فرصت کو اپنے ہاتھوں ضائع کردیا۔ یہانتک کہ اس مسئلہ نے دوسرے دور میں قدم رکھا اور ایک علحدہ شیعہ کالج بنانے کا خیال پیدا کیا گیا۔ صورت حال یوں قرار دی گئی کہ علی گڈہ کالج صرف سنیوں کا کالج ہے، اسلیے چاہیے کہ شیعوں کا بھی ایک الگ کالج قائم ہو۔

(ڈیپوٹیشن)

رفتہ رفتہ تمام ابتدائی مراتب طے کیے گئے اور بالآخر مسئلہ اس حد تک پہونچ گیا کہ ۱۴ جنوری کو زیر ریاست ہز ہائینس نواب صاحب رامپور ایک ڈیپوٹیشن ہز آنر سر جیمس مسٹن کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایڈریس پیش کیا۔

ایڈریس کے جواب میں ہز آنر نے جس عدیم النظیر جوش و محبت کے ساتھہ اس تجویز کا خیر مقدم کیا، اور جس طرح گورنمنٹ کی اعانت و شرکت کے والہانہ و مخلصانہ وعدے کیے، انکو پڑھکر مجھے ذرا بھی تعجب نہ ہوا، کیونکہ تعجب ہمیشہ غیر متوقع نتائج پر ہوتا ہے اور یہ چیز پہلے سے معلوم تھی۔

شئون اسلامیہ

عراق و لیلائے عراق

ایک لمحۂ اشک سر زمین "تجري من تحتها الانہار" کي یاد میں !

یقولون "لیلي" بالعراق مریضة
فما لک لا تضني و انت صدیق !
شفي الله "مرضی" بالعراق ، فانني
علی کل مرضی بالعراق شفیق
فان تلک "لیلی" بالعراق مریضة
فاني في بحر الحتوف غریق !
اهیم با قطار البلاد و عرضها
و ما لی الی "لیلی" الغداة طریق !

یہ اشعار عہد امویہ کے مشہور عاشق قیس عامري کي طرف منسوب ہیں - کہتے ہیں کہ ایک دن قیس اپني شوریدگي میں بے خبر پڑا تھا کہ اسکے کانوں میں کسي کي آواز آئي جو کہہ رہا ہے :

الا ان لیلي بالعراق مریضة
و انت خلي البال تلهو و ترقد !

"لیلي عراق میں بیمار پڑي ہے اور تیرا حال یہ ہے کہ بیفکر و بیغم کھیل کود میں اپنا وقت کاٹ رہا ہے" :

فلو کنت یا مجنون تضنی من الهوی
لبت کما بات السلیم المسهد !

" اے مجنوں اگر تو واقعي بیماري محبت کا مریض ہے ، اور تجھے لیلي کے عشق و شیفتگي کا دعوی ہے ، تو ضرور تھا کہ تیرے محبوب کے دکھہ میں پڑنے کے ساتھہ ہي تجھپر بھي دکھہ طاري ہوجاتا ، اور اسکي بیقراري سے زیادہ تجھہ میں بیقراري اور بے چیني ہوتي - عشق کا دعوا اور بے دردوں کي طرح بیفکري ، یہ دونوں چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں "

کہتے ہیں کہ یہ سنتے ہي قیس مجنوں پر ایک بجلي سي گرگئي ، جوش تاسف میں اُس نے گریبان پھاڑ ڈالا ، سر اور چہرے پر خاک ملنے لگا ، عراق و لیلائے عراق کے سوا اسکي زبان سے کوئي لفظ نہیں نکلتا تھا ، وہ بیخودانہ اُٹھا اور ایک سچے دیوانۂ عشق کي شان سے کوہ و بیاباں کي طرف روانہ ہوگیا - ابو عیسی روایت کرتا ہے کہ اس وقت مندرجۂ بالا اشعار اُسکي زبان پر تھے - جنکا ترجمہ حسب ذیل ہے :

"آہ ، کہتے ہیں کہ لیلي عراق میں بیمار پڑگئي ہے - پھر تجھے کیا ہوگیا ہے کہ صحیح و تندرست نظر آتا ہے - حالانکہ اس محبوبہ مریضہ کے عشق کا دعوا رکھتا ہے ؟

اگر واقعي یہ سچ ہے کہ لیلي عراق میں بیمار ہے تو مجھے بیماري کي دعوۃ نہ دو - میں تو موتوں اور ہلاکتوں کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہوں !

میں شہروں میں گشت لگاتا ہوں اور عراق تک پہنچنے کي راہ ڈھونڈھتا ہوں ، لیکن افسوس کہ لیلي تک پہنچنے کي تمام راہیں بند ہوگئي ہیں !

خدا سر زمین عراق کے تمام بیماروں کو شفا دے ، کیونکہ جب سے میں نے اپنے بیمار عراق کي خبر سني ہے ، عراق کے ہر بیمار کیلیے شفیق ہوگیا ہوں !! "

(۲)

لیکن اے سر زمین عراق ! اے بہشت زار دجلۂ و فرات ! اے مصداق تجري من تحتها الانہار ! اے مایۂ عشق چہل کرور نفوس ملت ! قیس عامري کي لیلي چند دنوں کیلیے تیري آبادیوں میں آ بسي تھي اور اسلیے وہ تجھہ تک پہنچنے کیلیے بیقرار تھا ، لیکن آہ ، ہمارے لیے تو تیري تمام سرزمین یکسر لیلي زار حسن و جمال ہے ، اور تیري کسي ایک عمارت کے اندر ہي نہیں ، بلکہ تیري خاک کے ہر ذرے کے اندر ہمارے عشق ماضي کا ایک حجلۂ حسن و جمال آراستہ ہے ! قیس عامري کي لیلي اگر بادیۂ نجد کے خیموں سے نکلکر تیري سر زمین میں آگئي تھي ، تو ہمارے اقبال رفتہ کي بھي ایک لیلي ہے جو ریگ زار حجاز سے نکلي ، اور صدیوں تک تیري سر زمین اسکے لیے منزل عیش و نشاط رہي - بابل و نینوا کي وراثت تیري ہي سر زمین میں ہم کو دي گئي تھي - کلدان اور مدائن کے مدفون خزانے تو نے ہي ہمارے سپرد کیے تھے - ہارون الرشید کي سنہري کشتیاں تیرے ہي دجلہ میں تیرتي تھیں ، مامون اعظم کا دربار عظمت و اجلال تیرے ہي خاک کا ایک افسانہ گذشتہ ہے - تو ہي ہے کہ تیري زمین کا ایک ایک کھنڈر ، تیري خاک کا ایک ایک تودہ ، تیري نہروں کي ایک ایک لہر ، کاروان رفتۂ لیلي کا نقش قدم اور کاروبار عشق ماضي کا افسانہ سرا ہے - اور پھر اے سر زمین لیلي ! تیري ہي فضاء محبوب ہے جسکے ہر ذرے سے آج بھي بازگشت ناقۂ لیلي کي صدائیں اُٹھہ رہي ہیں ، اور ہر اُس مجنوں کیلیے ملامت ہے جو عشق لیلي کے دعوے کے ساتھہ سر زمین لیلي سے

عمارہ کا منظر دجلہ کي طرف سے !

نکلیگی - چنانچه انهوں نے اس رزولیوشن کا نام " مسلمانوں کي قسمت کا فیصله رکھا " اور همیشه دوسرے کالجوں ' اسکولوں اور مستقل تعلیمي کوششوں کي مخالفت کرتے رهے - حتی که لکھنو کانفرنس میں انکو اسي مسئلۂ کے متعلق اسقدر جوش آ گیا که بہت سے لوگ اسکے متحمل نه هوسکے - مرحوم سجاد حسین ایڈیٹر اوده پنچ نے پھبتیاں اوڑائیں ' اور لوگ جلسه سے اٹھکر چلے آے -

ان تمام امور کے علاوه سب سے بڑي چیز یه هے که یه لوگ اپنے آپکو اتحاد و جمعیة کلمه کا داعي قرار دیتے هیں ' اور اسي بنا پر شیعه مطالبات کا ایک بڑا حصه ان لوگوں نے منظور نہیں کیا ' کیونکه اسکے ماننے سے مسلمانوں میں تفریق بڑھتي -

مجھکو یہاں اس سے کوئي بحث نہیں که انکے یه تمام مسالک و عقائد صحیح هیں یا غلط ؟ بحث صرف یه هے که انکے مدعیانه عقائد کا یه حال هے - پس اب سوال پیدا هوتا هے که مجوزه شیعه کالج کا وجود انکے ان عقائد مسلمه اور انکے امام معصوم کے مذهب و ملت کے لحاظ سے کیا حکم رکھتا هے ؟

کیا ایک علحده کالج کا قائم کرنا آنکے اصول " مرکزیت " کیلیے پیغام هلاکت نہیں هے ؟

کیا شیعه کالج کے نام سے اسکي دعوة دینا ' کلمۂ اتحاد کیلیے فتنۂ عظیم نہیں هے ؟

کیا علي گڈه کالج کے اندر دو مسجدوں کا بنانا تفریق تھا ' مگر " شیعه کالج " کي بنیاد رکھکر آب و هواے تفریق میں آینده نسلوں کو طیار کرنا تفریق نہیں هے !

کیا یه سچ نہیں هے که شیعه کالج کي اصل بنیاد علي گڈه کالج هي کي مخالفت سے پڑي ' اور اسطرح علي گڈه کالج کے احاطه و اثر کو نقصان پہنچایا جارها هے ؟

کیا اس کالج کا وجود " سر سید کي مسلمه پالیسي " اور مسلک تمرکز و جمیعة فریقین کیلیے جسپر محمڈن کالج کي بنیاد رکھي گئي تھي ' سخت مہلک نہیں هے ؟

کیا ارکان کالج میں هر شخص کا یه اعتقاد و علم راسخ نہیں هے که یه تحریک موجوده عهد کي سب سے زیاده مضر تحریک هے ' اور اس سے سخت نقصان مسلمانوں کو پہنچیگا ؟

اگر ان تمام سوالوں کا جواب اثبات میں هے تو میں پوچھتا هوں که علي گڈه پارٹي نے اس وقت تک اسکي مخالفت و اصلاح اور کلمۂ حق کے اعلان کیلیے کیا کارروائي کي هے ؟ آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس نے جسکي نسبت کہا جاتا هے که اسکا موضوع صرف مسئله تعلیم هے ' مسئلـه تعلیم قومي کي اس یکسر هلاکت و بربادي کیلیے کونسي صدا بلند کي هے ؟ یه کیا هے که علي گڈه کالج کي بستي کا هر فرد یکسر بهرا گونگا بن گیا هے جیسا که سر سید نے نہیں بلکه صاحب شریعت نے کہا هے که الساکت عن الحق شیطان اخرس اور یه کون هے جسنے تمام مصلحین قوم ' ماهرین فلسفه تعلیم ' اور مجددین مائة حاضره کي زبانوں پر ایسے قفل چڑھا دیے هیں که کسي کے حلق سے آواز نہیں نکلتي ' اور سب پر هلاکت کي چپ اور موت کي خاموشي چھا گئي هے ؟ اموات غیر احیاء و ما یشعرون ایان یبعثون (١٦ : ٢١)

تمهارا مسلک مرکزیت اب کہاں فنا هوگیا ؟ تمهاري دعوت قومیت کس گوشے میں دفن کردي گئي ؟ تمهاري چهل ساله محنت اکارت جارهي هے ' تم کہاں چھپ گئے هو ؟ تمهارے امام معصوم کا مذهب ذبح کیا جا رها هے ' تم کیوں نہیں بولتے ؟ تمهاري شریعت تعلیم مٹائي جارهي هے ' تمهارے گلوں میں پھندے کیوں پڑ گئے هیں ؟ یا سبحان الله ! اگر ایک مسلم الله اور رسول کے نام کي دعوت دے تو اسپر اپني کانفرنس کا دروازه بند کرنا چاهتے هو ' اور کہتے هو که سب سے پہلے سر سید پر ایمان لانے کا اقرار کرلے ' اسکے بعد وه تقریر کرسکتا هے - اس کا سب سے بڑا جرم یه هے که اس نے سر سید کي شریعت سے انحراف کیا - لیکن آج سرے سے علي گڈه کالج کا اصولي بنیاد هي منهدم کیا جا رها هے اور سر سید کي شریعت مرکزیت کي دھجیاں اوڑ رهي هیں مگر تم سب پر نفاق کي موت طاري هوگئي هے اور تم سب مردوں کي طرح بیحس و حرکت پڑے هو ؟

تم کہتے هو که همارا دائرۂ عمل قومي تعلیم هے - سیاست نہیں هے - اچھي بات هے - لیکن اب بتلاؤ که یه جو کچھه هے سیاست هے یا تعلیم ؟ اگر قومي تعلیم کا مسئله هے تو تمهاري قومیت اور قومي تعلیم کي لن ترانیاں کہاں دفن هوگئیں ؟

تم بھلا ان سوالات کا جواب کیا دوگے ' میں خود هي حقیقت کو بے نقاب کردیتا هوں تاکه هر انسان تمهاري اصلي صورت دیکھه لے ' اور معلوم هوجاے که حق سے تمهارا رشته کیا هے ؟ نه تو تمهارے اعتقادات بدلے هیں اور نه هي تمهارے مسلک پر کوئي موت طاري هوئي هے ' بلکه اصلي مصیبت یه هے که تمهارے دل پر موت چھا گئي اور تمهارے ایمان نے تم کو چھوڑ دیا - اصل یه هے که تمهارے صوبه کا سب سے بڑا حاکم علانیه شیعه کالج کي تحریک کا ساتھه دے رها هے اور کھلے بندوں اسکي حمایت کررها هے - یه دیکھکر تمهارے هوش و حواس غائب هوگئے هیں ' اور مارے ڈر اور هیبت کے تمهاري جان نکلي جارهي هے - تم دیکھتے هو ' مگر بول نہیں سکتے - سنتے هو ' مگر زبان نہیں هلا سکتے - چاهتے هو ' مگر هل نہیں سکتے - تم کہتے هو که اگر هم نے ذرا بھي زبان هلائي تو عجب نہیں که هم دربار شاهي سے مردود هو جائیں - نخشي ان تصیبنا دائـرة - (٥ : ٥٧)

یه هے تمهاري حق پرستي ' یه هے تمهاري صداقت ' یه هے تمهاري مدة العمر کے دعوں اور لن ترانیوں کي کائنات و حقیقت ! آه ' ایک انسان کے ڈر نے تمهاري روح پر ایسي هلاکت طاري کردي هے که تم اس چیز کو زبان سے نہیں نکال سکتے جسکو تمهارا دل حق کہه رها هے - اے سست ایمانو ! تم انسان سے ڈرتے هو ' مگر افسوس که تمهارے دل سے خدا کا خوف اس طرح نکل گیا هے جس طرح کبوتر اپنے گھونسلے سے اوڑ جاتا هے : علی خوف من فرعون و ملائهم ان یفتنهم ! (١٠ : ٨٢)

یهي وه مقام هے جہاں آکر تم میرے مقابلے میں بالکل بیدست و پا هوجاتے هو ' اور تمام دنیا دیکھه لیتي هے که حق کس کے ساتھه هے ؟ اسکے ساتھه هے جو اعلان حق کي وجه سے اپني زندگي کو هر وقت خطروں اور هلاکتوں میں گھرا هوا دیکھتا هے پھر بھي اعلاء کلمة الحق سے باز نہیں رهسکتا ' یا انکے ساتھه هے جو اپني پنجاه ساله کمائي کو صرف ایک انسان کے وهمي خوف اور هیبت کي وجه سے اپنے هاتھوں تاراج کررهے هیں ؟ فاي الفریق احق بالامن ان کنتم تعلمون ؟

(۴)

الله تعالى نے مسلمانوں سے بہشت و نعائم بہشت کا وعدہ کیا تها' اور باغوں کي سرسبز و شاداب زندگي کي بشارت دي تهي :

و بشر الذين آمنوا و عملوا الصالحات ان لهم جنات (بقره)	جو لوگ ايمان لاے اور اعمال صالحه اختيار کيے' تو انکو باغوں کي زندگي کي بشارت ديدو -

يه باغ وه تهے جنکا سب سے زياده نماياں وصف يه تها :

تجري من تحتها الانهار (بقره)	انکے تلے نهريں بهه رهي هونگي -

يهي جنت تهي جسکا ايمان والوں سے وعده کيا گيا تها' اور جسکا وعده گذشته صالح قوموں سے بهي کيا گيا تها :

تلک الجنة التي نورث من عبادنا من کان تقيا (مريم)	همارے بندوں ميں جو متقي هوگا' هم ايسي هي جنت کا اسے وارث بنائيں گے -

ارباب ايمان و عمل صالح کيليے يه وعده آخرة ميں پورا هونے والا هے - ليکن اسميں کچهه شک نہيں که دنيا ميں بهي پورا هوگيا' او رجو لوگ خدا کے متقي بندے تهے' انهوں نے اپني آنکهوں سے بهشتي زندگي کي نعمتوں کو ديکهه ليا - کرۂ ارضي کي تمام بهشتي سر زمينوں کے وهي وارث هوے' اور فتح مندي و کامراني کي سلطاني و کامراني صرف انهي کيليے نامزد کي گئي - اس بهشتي زندگي ميں نه تو انکے ليے غم تها اور نه هي نامرادي' نه مايوسي کو وهاں بار تها اور نه نا اميدي کا وهاں نام و نشان - وه جو چاهتے تهے پاتے تهے' اور جس نعمت کيليے اٹهتے تهے' وه خود انکے سامنے جهکنے کيليے دوڑتي تهي :

جناة عدن التي وعد الرحمن عباده بالغيب انه کان وعده ما تيا - لا يسمعون فيها لغوا الا سلاما' و لهم رزقهم فيها بکرة و عشيا ! (مريم)	دائمي عيش و مراد کے باغ جنکا وعده خداے رحمن نے اپنے نيک بندوں سے کيا' اور جو اگرچه انکے سامنے نہيں هيں اور نه ابهي وه ديکهه سکتے هيں' مگر الله کا وعده يقيناً پورا هوکر رهيگا -

اس بهشتي زندگي ميں سلامتي و کامراني کے سوا کوئي بيکار و فضول صدا انکے کانوں ميں نہيں پڑيگي - انکي رزق صبح و شام انکے ليے طيار رهيگي - اپني احتياج اور رزق کيليے وه کبهي دکهه نه اٹها لينگے !

اس بهشتي زندگي کي ايک سب سے بڑي خصوصيت يه تهي که تجري من تحتها الانهار يعني آخرة کي جنت اعلى کا پرتو دنيا کي حياة بهشتي ميں بهي نظر آگيا' اور وه تمام بهشتي سرزمينيں مسلمانوں کو سپرد کردي گئيں' جنکے تلے پاک و شفاف پاني کي نهريں بهه رهي تهيں - آه' سرزمين عراق هي وه دنيا کي جنت تهي جو عاقبت کي جنت کا ايک ظل کامل هے' اور جسکے نيچے دجله و فرات کي نهريں هر جگه اور هر حصے ميں بهه رهي هيں ! يهي جنت دنيا کے سب سے بڑے تمدنوں اور بڑي سے بڑي قوموں کي وراثت ميں آئي - بابل و نينوا کے تمدن نے يهيں نشو و نما پايا' اور ايرانيوں کا تخت جلال و عظمت صديوں تک يهيں حکمراني کرتا رها - بالاخر وراثت ارضي کي جب آخري بخشش هوئي تو دنيا کے تمام خزائن و دفائن کے ساتهه تجري من تحتها الانهار کي بهشت ارضي بهي مسلمانوں هي کو سپرد کي گئي : تلک الجنة التي نورث من عبادنا من کان تقيا !

دنيا نے انقلابات و تغيرات کے سينکڑوں رنگ بدلے - مسلمانوں نے اچے اعمال صالحه سے اگر اس بهشت ارضي کا اپنے اپکو مستحق ثابت کيا تها' تو بد اعماليوں سے اپني نا اهلي کا خود هي فيصله بهي کرديا - انکے باهمي اختلاف و شقاق کي تلواريں سب سے زياده اسي مدينة السلام ميں چمکيں' اور مسلمانوں کے ايک گروه نے هميشه اس بهشت سے دوسرے کو بيدخل کرنا چاها - خدا کي زمين صرف صلحاء کيليے هے : ان الارض يرثها عبادى الصالحون اور اس بنا پر کچهه عجيب نه تها اگر اس بهشت ارضي کے بسنے والوں کو حکم الهي ملتا جيسا که آور بهت سي سر زمينوں ميں ملا :

اهبطوا ! بعضکم لبعض عدو -	اس جنت سے نکل جاؤ - تم ميں سے ايک دوسرے کا دشمن هے -

ليکن الله کا وعده سچا هے اور وه صرف پورا هي هونے کيليے هے - اس نے تجري من تحتها الانهار کي بهشت کي جهاں کهيں بشارت دي هے' وهاں ساتهه هي يه بهي فرما ديا هے : تجري من تحتها الانهار خالدين فيها ! يعني اس سر زمين بهشت کے تلے نهريں بهه رهي هونگي' اور اسميں مسلمان هميشه رهينگے - کبهي اس سے نکالے نه جائينگے - اسکے وعده کي سچائي کو ديکهو که دنيا ميں صدها انقلابات و تغيرات هو چکے هيں' ليکن " خالدين فيها " کے وعده کا فرمان حق ابتک بدستور نافذ و قائم هے' اور تيره صديوں کي عظيم الشان مدت کے اندر ايک لمحه بهي ايسا نہيں گذرا هے که اس وعده کي سچائي ميں فرق آيا هو - اس وعدۂ الهي کے ماضي کو تمام دنيا ديکهه چکي هے' مگر مستقبل کو ديکهنا ابهي باقي هے :

و کان وعدا مفعولا !

مشهد مبارک حضرت امام حسين عليه و على اباله و اجداده الصلواة والسلام

قبه زبيده خاتون زوجه هارون الرشيد

اطلاع

اگر الهلال کي پہلي شش ماهي جلد کسي صاحب کے پاس مکمل موجود هو' اور وه فروخت کرنا چاهيں تو دفتر کو اطلاع ديں -

بغداد کا جديد پل

تغافل بهي کر رها هے ' حالانکه عشق ليلى کا دعوا اور مسکن ليلى سے غفلت ' يه دونوں چيزيں ايک دل ميں جمع نهيں هوسکتيں :

فلو كنت يا مجنون تضني من الهوى
لبت كمـــا بات السليـــم المسهـــد !

پس افسوس هر اُس دل پر' جس نے "ليلي" کي ياد کو ايک لمحه کيليے بهي بهلايا ' اور صد افسوس هر اُس آنسو پر جو "ليلي" کے سوا کسي دوسرے کيليے بهايا گيا :

اذا كان هذا الدمع يجري صبابة
على غير ليلي ' فهو دمع مضيع !

(۳)

مندرجهٔ بالا سطور بے اختيار قلم سے نکل گئيں جبکه موجوده واقعات کي تقريب سے هم نے اراده کيا که سر زمين عراق و بغداد کے بعض مناظر البلاغ کے صفحات پر شائع کريں - عالمگير جنگ يورپ کے معرکے کچهه عرصه سے سر زمين ايشيا ميں منتقل هوگئے هيں ' از انجمله سر زمين بغداد هے جهاں مهينوں سے ميدان اقدام و ادبار گرم هے ' اور خصوصيت کے ساتهه قط العماره اور مابين بصرة و بغداد کے مقامات دنيا کے سامنے آ رهے هيں - چنانچه اس مرقع ميں بهي سب سے پہلے العماره کي آبادي کا ايک منظر آپ کے سامنے هے جو دجله کے کنارے واقع هے ' اور اگر آپ چشم تصور سے کام ليں تو انهي ساحلي عمارتوں کے عقب ميں جنگ عراق گذشته کے بهت سے عبرت انگيز نتائج و حوادث نظر آسکتے هيں - و هموا بما لم ينالوا !

يه مناظر دجله کے سلسلے ميں پهلا منظر تها - نهر دجله کا دوسرا منظر بغداد جديد کي وسط آبادي کا هے جهاں مغربي و مشرقي آبادي کو ايک نئے پل کے ذريعه ملا ديا گيا هے ' اور پل کے دونوں طرف چهوٹي چهوٹي کشتياں بکثرت نظر آ رهي هيں - يه کشتياں اب تو زياده تر شهر کي اندروني آمد و رفت کيليے کام ميں لائي جاتي هيں ' ليکن کسي زمانے ميں هارون الرشيد اور مامون اعظم کي سير و تفريح کا بڑا ذريعه يهي تهيں ! و تلك الايام نداولها بين الناس -

تيسرا مرقع سفارت خانه برطانيه کي جديد عمارت اور دجله کي قديم رواني ' دونوں کا مشترک منظر هے - دجله کي سطح اگرچه بالکل خاموش اور ساکن هے - حتى که ايک هلکي سي لهر بهي اسپر حرکت کرتي هوئي نظر نهيں آتي ' تاهم اگر آپ سننا چاهيں تو اسکي زباں چپ نهيں هے - آپ کو معلوم هے که صدائيں صرف لبوں کي حرکت هي سے نهيں نکلتيں - بارها ايسا بهي هوتا هے که ايک خاموش چهره اور ايک غير متحرک لب ان غوامض و اسرار کي شرح و تفصيل کرديتا هے جنکے ليے زبان کي حرکت اور حلق کي آواز بالکل گونگي هوتي هے - خاموش فصاحت نے اکثر گويائي کے دعووں کو شکست دي هے :

لسان عيني فى الهوى و هو ناطق
و دمعي فصيح في الهوى و هو اعجم !

نظارهٔ دجله کي ان تين منزلوں کے بعد اب ذرا اُن لوگوں کے حالات پر بهي نظر ڈال ليجيے جنکي ياد دجله کي ياد اور سر زمين دجله سے وابسته هے - ايک عجيب مخروطي شکل کا گنبد آپ ديکهه رهے هيں جو کسي هشت پهلو عمارت کے اوپر سے نماياں هے ' اور عمارت کے هر طرف پخته قبريں بني هوئي هيں - يه مشهور زبيده خاتون زوجهٔ هارون الرشيد کا مقبره هے ' اور دجله کے بعد هي آپکے سامنے آگيا هے تاکه مکان کے ساتهه اسکے پچهلے مکينوں کو بهي دو گهڑي ياد کرليں -

بغداد اور بغداد والوں کو يهيں چهوڑ ديجيے ' اور آگے بڑهيے - اب آپ گنبدوں اور مناروں کي ايک موثر سرزمين کي طرف بڑهه رهے هيں جسکي ياد و تذکره کي تقديس کو زمانه کے صدها تغيرات و حوادث بهي نقصان نه پهنچا سکے ' اور جو سر زمين عراق کا سب سے زياده پر اثر اور تاريخي حصه هے - يه کربلا کي سر زمين عبرة و بصيرة هے ' اور روضه حضرة سيد الشهداء امام حسين عليه السلام کا درخشاں گنبد اور اسکے سر بفلک منارے آپ ديکهه رهے هيں - يه منارے حق کي طاقت کا اعلان هيں ' اور کلمهٔ حرية کي فتح اور کلمهٔ استبداد کے خسران و خذلان کي شهادت هيں - وہ بتلا رهے هيں که دنيا ميں سب سے بڑي طاقت حق کي هے نه که انساني تاج و تخت کي ' اور خدا کي زمين پر سب سے بڑا فتحمند وهي هے جس نے سب سے زياده مظلومي کے ساتهه اپنا خون بهايا - تيره سو برس هوے که اس سرزمين پر دو گروه باهم معرکه آرا هوے تهے - ايک گروه صرف بهتر بهوکے پياسے انسانوں کا ضعيف و ناتوان مجمع تها ' اور جانوں اور گردنوں کے سوا اسکے پاس کچهه نه تها - دوسري طرف دمشق کا تاج و تخت ' حکومت و سلطنت ' ساز و سامان خسروي و ملوکي ' اور هزارها انسانوں کا قاهر و جابر گروه تها - بظاهر پهلي جماعت نے شکست پائي ' کيونکه قتل کي گئي ' اور اسکے خون سے ساحل فرات کي سرزمين مدتوں تک سرخ رهي ' ليکن فى الحقيقت يه ايک محض عارضي منظر تها - غور کيجيے که آخر کي فتحمندي اور عاقبة کار کي کاميابي کس کو ملي ؟ انکو جنکے نام و نشان سے بهي آج تمام سطح ارضي خالي هے ' يا اسکو جسکا گنبد آجتک اسکے بقاء ذکر اور کلمهٔ باقيه کے ثبوت ميں سر بفلک استاده هے ؟ يه کيسي عجيب بات هے که آج تمام شاهان بنو اميه ميں سے کسي ايک شخص کي قبر کا بهي دنيا سراغ نهيں لگا سکتي - کيونکه بنو عباس نے انکي قبروں کو اکهاڑ اکهاڑ کے مسمار کرديا ' اور کوئي اثر دنيا ميں باقي نه رکها - بر خلاف اسکے مدفن کربلا کا اثر مجسم ابتک حي و قائم موجود هے ' اور اگرچه مخالفين کے دست تظلم نے بارها اسکو بهي مسمار و بے نام و نشان کرنا چاها ' تاهم اسکا نشان کسي طرح نه مٹ سکا که ظلم کا دهبه کبهي نهيں دهل سکتا - پهر کيا بقا ے قبور و آثار کے بارے ميں بهي زمين قانون بقاے اصلح کي پابند هے ' اور اپني گود ميں صرف اسي کے اثر کو باقي رکهنا چاهتي هے جو اصلح تها ؟

سفارت خانه برطانيه بغداد

کھالي جاتي ہے جسمیں بڑائي اور عظمت ہو - اسلیے تمام قسموں میں صرف عظمتوں ہي کو تلاش کرتے رہے - انکي شہادت حق و دلالۃ حقائق پر نظر نہ ڈالي - امام رازي گو فرماتے ہیں کہ قسم ایک طرح کي دلیل ہے' لیکن چونکہ اصل حقیقت سے پوري طرح متاثر نہیں ہیں' اسلیے اُسي غلطي کو شروع کر دیتے ہیں جو اعتراف معني دلیل کے ساتھہ جمع نہیں ہو سکتي تھي - یعني تین اور زیتون کي عظمت اور بزرگي کو ثابت کرنا چاہتے ہیں - پھر جب اور کچھہ نظر نہیں آتا تو فرماتے ہیں کہ تین (انجیر) کا مزہ بہت اچھا ہے' اور وہ معدے کیلیے مسہل و ملین ہے' اور زیتون کي لکڑي کے اندر تیل ہے ! گویا نہ تو دنیا کے اندر کوئي اور پھل ملین ہے اور نہ کوئي اور شے اپنے اندر روغن رکھتي ہے !

سچ یہ ہے کہ متاخرین میں یہ فضیلت و مزیت اللہ تعالی نے صرف حضرۃ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور انکے ارشد تلامذہ علامہ ابن قیم کیلیے مخصوص کردي تھي کہ حقـائق و معارف کتاب و سنت کے جمال حقیقي کو بے نقاب کریں' اور جو پردے متاخرین نے یکے بعد دیگرے ڈالدیے ہیں' انکو اللہ کي بخشي ہوئي قوۃ مجددہ و مصلحہ سے چاک چاک کردیں - چنانچہ تاریخ اسلام کے ان دو عظیم الشان انسانوں نے اقسام القران کي اس حقیقت کو جا بجا واضح کیا ہے - اور موجودہ زمانے میں سب سے بڑا خوش نصیب انسان وہ ہے جسکے دلونکو اللہ ان مصلحین حقیقي کي تصنیفات کے فہم و درس کیلیے کھول دے کہ انکا نور علم مشکواۃ نبوۃ سے براہ راست ماخوذ تھا -

(موضوع سـورۂ والتین)

دنیا میں انسان اپنے اندر دیکھتا ہے تو اسکو جذبات و موثرات کا ایک عجیب مخلوط اور متضاد ہجوم نظر آتا ہے - باہر دیکھتا ہے تو اسکي ناکامیاں اور مایوسیاں اسکي کامیابیوں اور امیدوں سے زیادہ نظر آتي ہیں -

جذبات کے اعتبار سے وہ ایک ہي وجود ہے جو کبھي فرشتوں کي طرح محبت و ہمدردي اور شرافت و عفت کا پیکر ہے' اور کبھي قتل و ہلاکت اور خونریزي و سفاکي میں سانپوں کے زہر سے بدتر اور درندوں کے پنجوں سے اسفل ہے - وہي انسان جو جـانوروں کو تکلیف میں دیکھکر ہمـدردي کے جـذبات سے معمور ہوجاتا ہے' بسا اوقات اپنے بھائیوں کا بیدریغ خون بہانے لگتا ہے تاکہ انکے خون سے اپني خود غرضي کي پیاس بجھاے -

خارجي اعمال کے لحاظ سے اسکي بوقلموني اور زیادہ عجیب ہے - وہ ایک ہي وجود ہے جو کبھي تاج و تخت حکومت پر جلوہ آرا ہوتا ہے' اور کبھي کتوں کي طرح غلامي کي خاک پر لوٹتا ہے - کبھي اسکي ہمت سر بفلک عمارتوں کے بنانے' پہاڑوں کے کاٹنے' سمندروں کے مسخر کرنے سے نہیں تھکتي' اور کبھي ایسا ہوتا ہے کہ پتوں کي ایک دیوار کو کھڑا کرنا بھي اسکے لیے مشکل ہو جاتا ہے -

وہ کبھي بجلي سے ڈرتا ہے' طوفان سے لرزتا ہے' آسمان کو دہشت و خوف سے دیکھتا ہے' اور پھر اسقدر انکے مظاہر و شئون سے مرعوب ہوجاتا ہے کہ انکي پرستش و بندگي شروع کردیتا ہے' اور کہتا ہے کہ میں انکے آگے صرف جھکنے اور عاجزي ہي کیلیے ہوں - اسکے تنزل و تسفـل کیلیے یہ مثال بھي کافي نہیں - ایک وقت آتا ہے جبکہ دنیا میں پتھر کے اُن ٹکڑوں کیلیے جو راستوں میں ٹھوکریں کھاتے ہیں' عزت ہوتي ہے' پر انسان کیلیے کوئي عزت باقي نہیں رہتي - وہ انسان ہوکر پتھروں کے آگے ماتھا ٹیکتا' انکو اپنے آقا اور خداوند کي طرح پوجتا' اور اپني حیات و ممات کو انکي رضا و غضب میں منحصر یقین کرتا ہے - کتا زیادہ سے زیادہ انسان کے آگے جھکتا ہے کہ وہ کتے سے اشرف و اعلی ہے - گھوڑا اور ہاتھي انسان کے چاکر بن جاتے ہیں کہ انسان کي عظمت کا مقابلہ نہیں کرسکتے' مگر انسان کتے سے بھي بدتر اور گھوڑے اور ہاتھي سے بھي اسفل ہے کہ نیچے سے اعلی کے آگے نہیں بلکہ اپنے ہي جیسے کے سامنے یا اپنے سے بھي بدتر کے آگے جھکتا اور لرزندہ ہوتا ہے !

تم کسي کتے کو نہیں دیکھوگے کہ وہ کسي دوسرے کتے کے آگے عاجزي کرے' لیکن یہ انسان ہي ہے کہ اپنے جیسے ایک انسان کو چاندي سونے کے تخت پر بٹھاتا ہے' اور پھر کتوں کي طرح اسکے آگے زمین پر لوٹتا اور گرد مذلت چاٹتا ہے -

اعمـال انساني کے اس اختلاف و تضاد اور انفـعالات و تاثرات عملیہ کي اس بوقلموني و رنگا رنگي میں انساني فطرۃ اصلیہ کي حقیقت گم ہوجاتي ہے - کچھہ نہیں کھلتا کہ یہ عجیب جانور جو سب سے بڑا بھي ہے اور سب سے چھوٹا بھي' اسکي اصلی متاع فطرۃ کیا تھي جو اسے دیگئي تھي؟ وہ في نفسہ شیطان ہے یا فرشتہ؟ بھیڑیا ہے یا بکري؟ تاریکي ہے یا روشني؟ نیک ہے یا بد؟ اچھا ہے یا برا؟

(مسئلۂ خیر و شر فطرۃ انساني)

یہ سوال انسان کي اصل فطرۃ و جبـلۃ کي نیکي اور بدي کا ہے - یعني کیا بالطبع وہ نیک بنایا گیا ہے یا بد ؟ یا دونوں ؟ اسکے داخلي جذبات و داعیات کي کشا کش اور خارجي اعمال و نتائج کا میدان تو نور و ظلمت' ملکوتیۃ و بہیمیۃ' حسن و بد روئي' علو و تسفل' عظمت و ذلت' نیکي و بدي' دونوں کا مجموعہ نظر آتا ہے' اور کچھہ پتہ نہیں چلتا کہ در اصل وہ کیا ہے ؟!

دنیـا میں ابتـدا سے لیکر ابتک اس سـوال کے متعلق تین مختلف مذاہب نظر آتے ہیں :

(۱) انسان کي اصلي جبلت و فطرۃ بدي ہے' لیکن باہر کي تربیت اسکو عارضي طور پر خوشنما کردیتي ہے - وہ خصائص فـطرۃ کے اعتبار سے ایک خالص حیوان ہے - لیکن تربیت پذیري کے اعتبار سے انپر فوقیت رکھتا ہے - درخت کي جڑ اور شاخیں متناسب نہیں ہوتیں' لیکن انکو کاٹ کر اور چھیل کر ہم درست کر لیتے ہیں - فطرۃ کي تمام خلقت کا بھي حال ہے - اصل فطرۃ میں قوام و اعتدال نہیں ہوتا - چھیل چھال کر اسے سڈول بنا لیا جاسکتا ہے - یہي حال انسان کا ہے - باہر کي صناعي تربیت سے ایک نیا رنگ اپنے اوپر چڑھا لیتا ہے' لیکن جب اوپر کا رنگ کمزور ہوجاتا ہے تو اصلي تہ نظر آجاتي ہے - بڑا سے بڑا مہذب انسان بھي غصہ و انتقام میں درندہ بن جاتا ہے - اسلیے کہ اسکا مصنوعي رنـگ اُتر گیا اور اسکي اصلي فطرۃ شر اُبھر آئي -

یہ مذہب "مذہب شر" یا "مذہب یاس" ہے - وہ دنیا کي ہر چیز کو شر اور یاس کي نظر سے دیکھتا ہے - یونان میں دیو جانس کلبي (Diogenes) اسي فلسفۂ اخلاق کا مشہور پیشوا گذرا ہے -

(۲) دوسـرا مذہب اُن لوگوں کا ہے جو انسان کي فطرۃ کو بالکل ایک سادہ حالت میں دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسمیں نہ تو نیکي ہے اور نہ بدي ہے - نہ وہ کانٹوں کي چبھن ہے اور نہ پھولوں کي مہک - وہ محض ایک منفعل' اثر پذیر' اور نقش انگیز وجود ہے جو اپنے ساتھہ کچھہ نہیں لاتا مگر دنیا میں آکر جو کچھہ پاتا ہے لے لیتا ہے - وہ ایک دامن ہے جسکے اندر سـواے گنجایش و عمق کے اور کچھہ نہیں ہے - اسمیں ہر طرح کا بوجھہ بھرلینے کي صلاحیت ہے مگر ابھي کوئي چیز اسمیں بھري نہیں گئي ہے - اب اگر اسکو پتھر ملا ہے تو اسکو بھر لیگا' پھول ملے ہیں تو انکو اٹھا لیگا - یہ تشبیہ واضح تر یہ کہ انسان کي فطرۃ اصلاً ایک سفید کاغذ ہے - اسپر کوئي نقش نہیں ہوتا - نہ تو کانٹے کي تصویر ہوتي ہے اور نہ پھول کي - اب جو کچھہ اسپر بنا یا جائیگا' بن جائیگا -

حکماء یـونان میں اس مذہب کا ایک دور رہچکا ہے - معتزلہ نے بھي زیادہ تر اسي کي پیروي کي تھي' آج یورپ میں بھي حکماء اخلاق کا ایک بڑا گروہ یہي کہتا ہے -

(۳) تیسرا مذہب "جامع خیر و شر" ہے - [illegible] وہ کہتا ہے کہ:

آدمي زادہ طرفہ معجون ست !

نیکي اور بدي' دونوں [illegible] فطرۃ میں موجود ہیں - بالقوۃ وہ شیطان اور فرشتہ دونوں ہے' قوۃ ملکوتي و بہیمي دونوں رکھتا

اسئلة واجوبتها

تفسیر ســورة و التــین

اقســام القــران

(از جناب مولوي وصي احمد صاحب بلگرامي)

جناب علامۂ دوراں وحید الزماں مولانا ابوالکلام صاحب آزاد دام مجدکم - پس از سلام مسنون گذارش یه ہے که البلاغ نمبر ۵ و ۶ میں جناب مولوي مظهر الدین صاحب شیرکوٹي نے جو سورۂ و التیــن پر روشني ڈالي ہے ' اوسکے متعلــق چنــد ضروري استفسارات هیں :

ملاحظه هو فرماتے هیں : " انجیر ' زیتون ' طــور سینیا ' مکۂ معظمه ' اس دعوــے پر شاهد هیں که همنے انسان کو بهتر سے بهتر حالت میں پیدا کیا ہے "

طور سینا اور مکۂ معظمه کي شهادت تو واضح ہے که حضرت موسی اور جناب رسالت مآب صلی الله علیه و آله وسلم کي آنکهیں نور وحدت سے انهیں مقاموں پر منور هوئیں - ضعیف انسان کي بزرگي پر یه دونوں صاد کرتے هیں ' اور اسلیے گواہ لاے جاسکتے هیں - مگر تین اور زیتون کي شهادت کے متعلق جناب موصوف یوں فرماتے هیں :

(۱) " انجیر ایک نهایت چهوٹا پهل ہے ' لیکن غذا و دوا میں بے شمار فوائد رکهتا ہے - ذائقه کے لحاظ سے نهایت شیریں ہے باعتبار طبي فوائد کے قاطع بلغم ' ملین طبع ' مطهر کلتین ' مسمن بدن ' وغیره اسکے معمولي خواص هیں - پس انجیر شاهد ہے که جسطرح جسم صغیر هوکر بیشمار فوائد کا مجموعه ہے - اسیطرح وجود انساني بهي جسماً مختصر ' لیکن مختلف قوتوں کا پتله ہے "

(۲) " جسطرح زیتون میں روغن حلول کیے هوــے ہے ' اور زیتون کي قدر اوسکے روغن هي کي وجه سے ہے ' اسیطرح انساني جسم میں بهي روح کا حلول ہے ' اور اسکا شرف بهي اوسکي روح هي سے ہے ' ورنه انسان مٹي کا ایک ڈهیر ہے - اور بس "

همنے یه سب مانا ' لیکن سوال یه پیدا هوتا ہے که جسطرح انجیر اپنے جسم صغیر میں بیشمار فوائد اور زیتون اپنے قالب میں تیل کا خزانه رکهتا ہے ' اسي طرح روــے زمین پر اور نیز ملک عرب میں هزاروں لاکهوں ایسے پهل هیں ' جو یهي خواص رکهتے هیں - پهر کیا وجه که اتني بڑي شهادت پیش کرتے وقت جناب باري نے انجیر اور زیتون هي کو چنا ؟

جناب موصوف کي توضیح سے تسکین نهیں هوتي - انگریزي پڑهنے والے طلبا کي آنکهیں اور دل ظاهر ہے که آجکل کلام مجید کي معرفت و نکات سے نابینا هیں - اندها آدمي مجبوراً هر هر قدم پر ٹهوکریں کهاتا ہے ' اس صورت میں بینا آنکهوں کا فرض ہے که صحیح راسته بتلا دیں - لهذا یه عریضه ارسال خدمت گرامي ہے که تین او زیتون کي شهادت پر شکوک مذکورۂ بالا کا لحاظ کرتے هوــے جناب مزید روشني ڈالنے کي تکلیف گوارا فرمائیں ' باعث مشکوري هوگا - و السلام -

البــلاغ :

قرآن حکیم کے فهم و درس کا جو ذوق آپکے خط سے ظاهر هوتا ہے ' اس سے یه فقیر نهایت خوش وقت هوا - الله تعالی آپکے اس ذوق میں برکت و ثبات عطا فرماــے ' اور آپکے امثال و نظائر سے همارے جدید مدارس کي عمارتیں معمور هو جائیں -

آپکا سوال در اصل مسئلۂ " اقسام القرآن " سے تعلق رکهتا ہے - یعني قرآن حکیم کي جن سورتوں میں الله تعالی نے حروف قسم کے ساتهه بعض اشیاء کا ذکر فرمایا ہے ' انکي حقیقت ' اور جواب قسم سے انکا ربط و تعلق - ازانجمله سورۂ والتین ہے ' اور اسمیں سب سے پہلے تین و زیتون کي قسم نظر آتي ہے - درس و فهم حقائق قرانیه کي مختلف راهیں هیں ' اور بسا اوقات انکي حقیقت مختلف نظروں کو مختلف روشنیوں میں نظر آتي ہے - تین و زیتون کے متعلق ایک تفسیر امام رازي رحمة الله علیه کي تهي جسکو مولانا مظهر الدین صاحب نے اپنے مضمون میں نهایت خوبي سے پیش کیا ہے ' اور انکے خصائص کو نوع انساني کے جسم و حقیقت کے خصائص سے تشبیه دي ہے - لیکن اسمیں کوئي شک نهیں که سورۃ کے موضوع اور بقیه اقسام کے ربط کیلیے صرف اتنا هي کافي نهیں ہے - مزید غور و فکر اور جستجوــے حقیقت کیلیے قدم اٹهانا چاهیے - میں آپکے سوال کا جواب دو صحبتوں میں دونگا -

(چند مقــدمات مهمــه)

سب سے پہلے چند مقدمات آپکے سامنے آجائیں جن پر دارومدار تمام مباحث تفسیر مبني هیں -

(۱) قرآن حکیم کي هر سورۃ کا ایک موضوع (سبجکٹ) ہے - اور اول سے لیکر آخر تک وه سورۃ اسي پر مبني ہے ' جسقدر مطالب درمیان میں آگئے هیں وه سب کے سب اسي ایک موضوع اصلي کے ناگزیر و ضروري اطراف بحث و تعلیم هیں -

(۲) هر ســورۃ کي ابتدا و انتها اس موضوع کے معلوم کرنے کي کنجي ہے -

(۳) جب هر سورۃ کا ایک موضوع ہے تو یه چیز بهي ضمناً آپکو معلوم هوگئي که قرآن کي تمام آیات باهم مربوط و مسلسل هیں ' اور ایک نظم و اسلوب حقیقي کے ساتهه سلسلۂ بیان بتدریج اجمال سے تفصیل ' دعوے سے دلیل ' اور تعلیم سے امثال و نظائر کیطرف بڑهتا اور کهلتا جاتا ہے - اسي کو قرآن حکیم نے " تصریف آیات " سے جا بجا تعبیر کیا ہے - " صرف " کے معني لغت میں " رد الشي من حالة الی حالة " کے هیں (کما صرح به الاصفهاني)

(۴) " قسم " کے معني شهادت و دلالت کے هیں ' قرآن حکیم نے جس چیز کو حروف قسم کے ساتهه پیش کیا ہے ' وه ایک شاهد هے جو اپنے ما بعد دعوے کیلیے دلیل پیش کرتا ہے - قسم کا مقصد استشهاد هوتا ہے - هم خدا کي قسم کهاتے هیں - یعنے کهتے هیں که خدا شاهد ہے که هم نے جهوٹ نهیں بولا - سورہ والفجر میں ہے " هل في ذالك قسم لذي حجر " یعنے ان چیزوں میں صاحب عقل کیلیے بڑي هي شهادت ہے - منافقین کهتے تھے که " اشهد انك لرسول الله " هم گواهي دیتے هیں آپ الله کے رسول هیں - خدا نے انکي تکذیب کي اور کها : " اتخذوا ایمانهم جنة " انهوں نے اپني قسموں کو ڈهال بنالیا ہے - یه ظاهر ہے که منافقین نے شهادت دي تهي - قسم نهیں کهائي تهي - پس خدا نے خود هي شهادت کو قسم سے تعبیر کرکے حقیقت کهولدي -

لیکن چونکه علم مفسرین متاخرین نے اس حقیقت پر غور نهیں کیا ' اسلیے وه اس دهوکے میں پڑگئے که قسم اس چیز کي

خدا نے اسکو روشني دي ہے' اور اسکے اندر آئینہ رکھدیا ہے - وہ دنیا میں آتا ہے اور باہر کے پردوں سے اندر کي روشني کو ڈھانپ دیتا ہے - باہر کے گرد و غبار سے اندر کے آئینہ کو مکدر کردیتا ہے - اب [illegible] کہ وہ تاریک ہے' مگر نہیں سونچتے کہ اسکي اصل روشني تھي - تاریکي نہ تھي - اس نے روشني کو چمکنے نہ دیا - تم کہتے ہو کہ اسکے دامن میں زنگ اور غبار تھا - حالانکہ زنگ و غبار نہ تھا بلکہ صاف و شفاف آئینہ تھا - باہر سے گرد اڑرهي تھي - اسکو چاهیے تھا کہ دامن سے ڈھانپ لیتا' مگر اس نے گرد و غبار کو پسند کیا اور آئینہ کي چمک کي قدر نہ کي - اب وہ غبار آلود ہے - کچھ دنوں کے بعد بالکل تاریک ہوکر لوہے کا ایک سیاہ ٹکڑا بن جائیگا' مگر اسلیے نہیں کہ اسکے پاس لوہا تھا' بلکہ صرف اسلیے کہ آئینہ کو صاف نہ رهنے دیا

یہي انسان کي وہ فطرۃ اصلي ہے جسکو قرآن حکیم فطرۃ صالحہ قرار دیتا ہے' یعني وہ فطرۃ جو بالکل اپني اصلي نیکي کي حالت میں ہے' اور باہر کي کسي بدي سے اسکو آلودہ نہیں کیا گیا ہے - یہي فطـرۃ صالحہ دین الہي ہے' یہي دین قیـم ہے' یہي دین حنیفي ہے' یہي صـراط مستقـیم ہے' یہي فطـرۃ اللہ ہے' یہي صبغۃ اللہ ہے' اور قرآن کي اصطلاح میں سب سے آخر مگر سب سے زیادہ جامع و حاوي نام اسي کا "اسلام" ہے -

اور اسي لیے قرآن کہتا ہے کہ انسان کي اصلي فطرۃ "اسلام" ہے اور "کفر" ایک صناعي اور غیر فطري عمل ہے - اگر ایک انسان "مسلم" ہے تو اسکو یوں کہو کہ وہ اپني اصلي فطرۃ صالحہ پر قائم ہے' اسکي فطري روشني نور دے رهي ہے' اسکي فطرۃ خیر کي قندیل کو باہر کا کوئي طوفان بجھا نہ سکا' اور وہ ویسا هي ہے جیسا فطرۃ نے اسے بنایا تھا - لیکن اگر ایک انسان "مسلم" نہیں ہے تو اسکے یہ معنی هیں کہ فطرۃ حقیقي کا چراغ بجھ گیا' اسکے اندر کا آئینہ زنگ آلود ہوگیا' گرد و غبار کي تو بر تو تہوں نے اسکو سیاہ کردیا' اور وہ فطرۃ کي صورت حقیقي کي جگہ ایک مسخ شدہ غیر فطري و مصنوعي جانور بن گیا - معصیت سے یہ فطري آئینہ زنگ آلود ہوتا ہے' اور کفر زنگ آلودگي کي وہ آخري حالت ہے جبکہ آئینہ بالکل سیاہ ہوگیا' اور ایک دھندلي سي چمک بھي اس میں باقي نہ رهي: ختم اللہ علی قلوبہم و علی سمعہم و ابصارہم غشاوۃ - اور: سواء علیہم ء انذرتہم ام لم تنذرہم لا یومنون - وغیرہ تصریحات قرآنیہ میں اسي آخري مرتبۂ ضلالت کي طرف اشارہ ہے - اور لہم قلوب لا یفقہون بہا اور: جعلنا علی قلوبہم اکنۃ ان یفقہوہ - اور: کالانعام بل ہم اضل میں اسي فطرۃ صالحہ کي پامالي اور ایک غیر فطري حالت مسخ و انقلاب کو واضح کیا گیا ہے - یہ وقت تفصیل کا نہیں - اشارات پر اکتفا کیجیے -

اور ٹھیک ٹھیک یہي معني هیں مسلم کي اس مشہور حدیث کے جسکي شرح میں عجیب عجیب حیرانیاں لوگوں کو ہورهي هیں کہ:

ما من مولـود الا یولد	دنیا میں کوئي بچہ پیدا نہیں ہوتا
علی الفطـرۃ و ابـواہ	مگر اپني اصل فطرۃ پر - پھر یہودي
یہودانہ و ینصـرانہ -	اسے یہودي بنا لیتے هیں اور نصراني نصراني

ایک دوسري روایۃ میں ہے: ما من مولود یولد الا و ہو علی ہذہ الملۃ - یعني جسقدر بچے پیدا ہوتے هیں' سب ملۃ اسلام پر پیدا ہوتے هیں -

انسان کي فطرۃ صالحہ هي کا نام اسلام ہے' اور ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے' اپني اصلي اور بے میل فطرۃ هي پر پیدا ہوتا ہے' پس انسان کا ہر بچہ "مسلم" ہو پیدا کیا گیا - البتہ [illegible] ہے اور باہر کي هوائیں اسکے اندر کي روشني کو تہ و بالا کرنے لگتي هیں - اگر یہودیت کے اثرات اس نے پائے' تو یہودیت کا جھونکا اسکے چراغ

فطرۃ کو گل کردیگا' اگر مجوسیت کا طوفان اٹھا' تو اسي میں اسکي کشتي فطرۃ ڈگمگانے لگیگي - پر یہ جو کچھ ہوگا' باہر کا اثر و کسب ہے - اسکے اندر کي فطرۃ صرف اسلام تھي - یعني صرف نیکي و خیر تھي -

تمہید بڑھتي [illegible] ہے اور یہ مبحث خود ایک مستقل صحبت ہے - اگر اس بارے میں قرآن حکیم کي مزید تصریحات جمع کي جائیں تو صفحوں کے صفحے اسي میں صرف ہوجائیں - یہي معني هیں ذریۃ انساني کے "بلی" کہنے کے جبکہ خدا نے انسے پوچھا کہ "الست بربکم ؟" کیا میں هي تمہارا پروردگار نہیں ہوں ؟ پس انسان کي فطرۃ اصلي تصدیق ہے جو اسکے اندر ودیعت کردي گئي اور اب اگر "بلی" کي جگہ یعنی تصدیق ربوبیت کي جگہ وہ انکار کرتا ہے' تو یہ اسکي فطرۃ کي صدا نہیں ہے - ایک غیر فطري صناعي ہے -

اور اسي فطرۃ صالحہ کا نام قرآن حکیم نے "قلب سلیم" رکھا ہے یعني وہ دل جو بالکل صحیح و سالم ہو اور اپني اصلي تندرستي و اعتدال پر قائم ہو - کوئي نیا عارضہ اور بیماري اسے نہیں لگ گئي ہے - حضرۃ ابراهیم علیہ السلام کي نسبت فرمایا کہ اذ جاء ربہ بقلب سلیم جبکہ وہ اپنے رب کے حضور قلب سلیم یعني فطرۃ صالحہ غیر آلودہ کے ساتھ حاضر ہوے - تم کو معلوم ہے کہ حضرۃ ابراهیم کي یہ فطرۃ صالحہ وہ تھي جسکو باہر کا کوئي بڑا سے بڑا جلوہ بھي مرعوب نہ کرسکا' اور اسکے اندر کي روشني پکار اٹھي: اني وجہت وجہي للذي فطر السماوات و الارض حنیفا و ما انا من المشرکین -

اور یہي وجہ ہے کہ خدا کي شریعت کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ اس فطرۃ صالحہ پر انسان نے صناعي و خارجي ضلالت کا جو زنگ چڑھا دیا ہے' اسے دور کردے' اور اسکي اصلي روشني پھر چمک اٹھے - یہي وجہ ہے کہ هدایت الہي کو قرآن نے "ذکر" کے لفظ سے تعبیر کیا' اور ضلالت و کفر کو "نسیان" کہا - "ذکر" کے معني حفظ اور یاد کے هیں' نسیان بھولنے کو کہتے هیں - چونکہ فطرۃ اصلي کو انسان بھلا دیتا ہے اور اسي کا نام ضلالت ہے - پس ضلالت نسیان ہوي اور هدایت فطرۃ اصلي کے بھلاے ہوے سبق کو پھر تازہ کردینا - اسیلیے اسکو ذکر کہا - نسیان کي انتہا "غفلت" ہے' "غفلت" کو قرآن نے منتہاء ضلالت قرار دیا ہے - لہم قلوب لا یفقہون بہا' و لہم اذان لا یسمعون بہا' و لہم اعین لا یبصرون بہا' اولئک کالانعام بل ہم اضل - اولئک ہم "الغافلون" -

ایک اور آیت بھي نسیان کے متعلق اس سرسري نظر میں سن لو: الذین نسو اللہ فانساہم انفسہم - وہ لوگ کہ انہوں نے اللہ کے رشتہ کو بھلایا' اور نتیجہ یہ نکلا کہ اپنے نفسوں هي کو بھول گئے -

اسکا مطلب یہ ہے کہ اپنے نفسوں کو یعني اپني فطرۃ صالحہ کو بھول گئے - کیونکہ فطرۃ صالحہ تو وہ تھي جس نے کہا تھا "بلی" یعني خدا کي ربوبیت اور اسکے رشتے کا اقرار کیا تھا - اب اگر وہ کسي هستي کے رشتے کو بھلا رہے هیں جسکے آگے فطرۃ اصلي "بلی" کہہ چکي ہے' تو اس رشتے کو نہیں بھلا رہے بلکہ اپني فطرۃ هي کو بھلا رہے هیں -

(عود الی المقصود)

بہر حال' قرآن حکیم انسان کي فطرۃ کو خالص نیکي قرار دیتا ہے' اور بدي سے اسکي فطرۃ صالحہ کو پاک بتلاتا ہے - وہ کہتا ہے کہ اسکي فطرۃ صرف تندرستي اور صحت ہے - البتہ وہ دنیا میں آکر بہت سي بیماریاں مول لے لیتا ہے - بیماري باہر کا اثر ہے' اندر صرف تندرستي ہے -

سورۃ والتین کا موضوع اصلي یہي حقیقت ہے - یعني اسمیں انسان کي فطرۃ صالحہ کي اسي کم [illegible] اسلوب کو واضح کیا گیا ہے - اس موضوع کیلیے قرآن نے مفصل درس بھي دیے هیں' لیکن یہ منجملہ مجمل مگر جامع و حاوي درس کے ہے -

ہے- دنیا میں آکر جس قسم کے خارجي موثرات ملتے هیں' انهي کے مطابق اسکي کوئي ایک قوۃ نشوو نما پاتي اور بروز کرتي ہے - اگر نیک اثرات اسکے لیے جمع هوجائیں جنکو تم "نیکي" کے لقب سے پکارتے هو' تو اسکي قوت ملکوتي آبهریگي اور چمکیگي' لیکن اگر برخلاف اسکے بدي کا گرد و غبار چها جایگا تو نیکي کي چمک ماند پڑجائیگي' اور بـدي کي تاریکي پهیل اٹهیگي - اس مذهب کے پیروں کے نزدیک انسان کے اندر بالقوۃ ملکوتیۃ و بهیمیۃ دونوں هیں' مگر انکا فعل تربیت و تاثرات سے نمود پکڑتا ہے - گویا نیکي اور بدي دو بیج هیں جنکو انسان اپنے ساتهه دنیا میں لاتا ہے' پهر جس بیج کو تربیت و تاثر کا پاني ملجاتا ہے' وهي پهولتا پهلتا اور تناور درخت بدتا ہے -

دنیاے قدیم و جدید' دونوں میں اس مذهب نے بہت ترقي و مقبولیت حاصل کي ہے - ارسطو کا بهي یهي مذهب تها' اور تقریباً تمام حکماء اسلام نے اسي کو قبول کیا ہے - ابن مسکویه جس نے یوناني اخلاق کو سب سے زیادہ مشرح و منظم لکها ہے' اسي مذهب کا داعي ہے - دور جدید کے حکماء اخلاق میں بهي یهي مذهب زیادہ مقبول ہے - امام فخر الدین رازي وغیرہ تمام مفسرین تفسیر قرآن میں اسي مذهب کو پیش نظر رکهتے هیں' اور "و هدیناہ النجدین" اور "فالهمها فجورها و تقواها" وغیرہ آیات کریمه کي تفسیر اسي مذهب کی بنا پر کرتے هیں - کہا جاسکتا ہے کہ مسئلۂ خیر و شر فطرۃ کے متعلق دنیا کا غالب اور عام اعتقاد یهي ہے - اور چونکه انساني اعمال و نتائج میں خیر و شر دونوں نظر آتے هیں' اسلیے هر شخص سمجهتا ہے که یهي مذهب زیادہ صحیح و احق ہے-

(القرآن الحکیم)

قرآن حکیم نے دین الهي کا دوسرا نام "العلم" رکها ہے :

ولئن اتبعت اهواءهم بعد الذي جاءک من العلم - اور اگر تونے انکي خواهشوں کي پیروي کي' بعد اسکے که تیرے پاس علم یعني دین الهي آ چکا ہے - الخ -

هر جگه گمراہ قوموں کے بغي و ضلالت پر ملامت کرتے هوے کہا:

فما اختلفوا الا بعد ما جاءهم العلم بغیا بینهم - (۴۵ : ۱۹)

حاملین قرآن کي نسبت کہا : في صدور الذین اوتو العلم - وہ انکے سینوں میں ہے جنکو علم دیا گیا - نیز کہا کہ یه "برهان" ہے "بصائر" ہے "نور" ہے' "بصیرۃ" ہے' اور هر جگه کفر کو کہا که وہ "ظن" ہے "شک" ہے' تخمین ہے' اور اٹکل کي باتیں اور قیاسات هیں : ما لهم بذالک من علم انهم الا یظنون - پهر دین الهي کے ماننے اور اطاعت کرنے کو "ایمان" کہا' اور ایمان والوں کو "مومن"- ایمان امن سے ہے اور امن کے معني "طمانیۃ النفس" اور زوال خوف و شک کے هیں - ان تمام تصریحات سے واضح هوا که دنیا میں علم و یقین صرف ایک هي ہے اور وہ وحي الهي ہے' اور اسکے سوا اور جسقدر ادعاء علم کے اعلانات هیں' ظن اور شک سے آگے نہیں بڑهسکتے - نیز یه که "ایمان" کے معني "یقین" حاصل کرنے کے هیں' اور مومن وہ ہے جسکے پاس "شک" کي جگه "یقین" هو- یهي وجه ہے که مومن اور غیر مومن کو "الذین یعلمون" اور "و الذین لا یعلمون" اور "الاعمی" اور "البصیر" سے تشبیه دي - یعنے صاحبان علم اور بینا' اور ارباب جهل اور اندہے !

اس بنا پر علم اضافي و محدود تو دنیا کے پاس ہے' مگر علي الطلاق "العلم" قرآن کے سوا اور کوئي نہیں' اور قرآن جس کے پاس ہے وهي دنیا میں سب سے زیادہ اعلم اور سب سے بڑا جاننے والا ہے - پس [illegible] و ظنون کے تمام اختلافات کو اسي "العلم" اور [illegible] کے عرض کرنا چاهیے که وهي ایک حکم حقیقي ہے - اس عاجز نے جہاں تک غور کیا ہے' معلوم هوتا ہے که مسئلۂ خیر و شر فطرۃ کے متعلق قرآن حکیم کا فیصله ان تینوں مذهبوں سے الگ ہے - اور تمام دنیا میں وہ پهلي آواز ہے جو انسان کے شرف فطري و خیریت کو ان تمام ظنون و اوهام کي پیدا کردہ ذلتوں سے نجات بخشتي ہے - ان تینوں مذهبوں میں پهلا مذهب فطرۃ انساني کو زمین کي گهانس اور مٹي کے تودوں سے زیادہ حقیر قرار دیتا ہے - گهانس حیوانات کي غذا ہے اور مٹي سے دیوار بنائي جا سکتي ہے' مگر یه مذهب کہتا ہے که انساني فطرۃ میں مضرۃ کے سوا کوئي نفع نہیں - یه مغرور انسان کا اپني نسبت پهلا مایوس فیصله تها -

اسکے بعد دوسرا مذهب سامنے آتا ہے اور اسکو ایک سادہ صفحه قرار دیتا ہے جسمیں نه تو نیکي کا نقش ہے اور نه بدي کا - بلا شبه یه مذهب انسان کیلیے پہلے مذهب جیسا بے رحم نہیں' تاهم یه بهي اسکي فطـرۃ کو کوئي شرف نہیں بخشتا' اور ایک منفعل اور هر طرح کے اثر کو قبول کرنے والا وجود قرار دیکر چهوڑ دیتا ہے -

تیسرا مذهب سب سے زیادہ مقبول' سب سے زیادہ عام' اور اس بارے میں انساني علم کي سب سے بڑي جست ہے - لیکن وہ بهي پهولوں کے ساتهه کانٹوں کو برقرار رکهتا' اور انسان کو فرشتگي دیکر شیطنت کا بهي مساوي حصه بخشتا ہے - اسکي غـایت تحقیق یه ہے که بالفطرۃ اسمیں نیکي بهي ہے اور بدي بهي - پس وہ جسطرح اچها ہے' برا بهي ہے - اگر بدي کا پله نه جهکا تو نیکي کے پلے کو بهي زیادہ وزن نصیب نہیں - نتیجه کے اعتبار سے اسکي فطرۃ یہاں بهي شرافت و احترام سے محروم و نامراد ہے : و ذالک مبلغهم من العلم -

ان تینوں مذهبوں نے فطرۃ انسانیۃ کي حقیقت کو کهو دیا' اور وہ اپنا سراغ نه پاسکے -

یه مذاهب حکماء اخلاق اور علم افکار و آراء انساني کے هیں - لیکن آج جسقدر مذاهب دنیا میں موجود هیں' انکا فیصله بهي یهي ہے - اکثر حالتوں میں تو وہ پہلے مذهب کي دعوۃ دیتے هیں - بعض حالتوں میں اگر انکے شارحین تاویلات رکیکه سے کسي بلند درجه کو حاصل کرنا چاهتے هیں' تو بهي آخري مذهب سے آگے انکا قدم نہیں بڑهتا -

لیکن قرآن یعنے "العلم" دنیا میں اسلیے نہیں آیا که فطرۃ کے محجوب جمال کو اور زیادہ مستور کردے' بلکه اسکي دعوۃ کي اولین حقیقت یه تهي که انساني ضلالت و ظنون نے فطرۃ و حقیقت پر جو پردے ڈالدیے هیں' انکو اسطرح چاک چاک کردے که انسان اپنے هي آئینه کے اندر اپني صورت دیکهه لے - پس وہ اولین آواز ہے جس نے سب سے پہلے اس گم شدہ حقیقت کا سراغ بتلایا' اور دعوا کیا که انسان کي فطرۃ و جبلۃ نه تو محض ایک صفحۂ سادہ ہے' نه صرف بدي اور شر کي ناپاکي ہے' اور نه هي ملکوتیت اور بهیمیت کا مرکب' بلکه وہ ایک خالص و کامل نیکي ہے' جسمیں خیر کے سوا اور کچهه نہیں ہے' اور کوئي قوۃ اسکے اندر ایسي نہیں رکهي گئي ہے جسمیں بدي اور برائي کا اصلاً بیج هو- وہ صرف نیکي هي لیکر دنیا میں آتا ہے' نیکي هي کیلیے پیدا کیا گیا ہے' اور نیکي هي کیلیے اسکو سب کچهه دیا گیا ہے - لیکن وہ دنیا میں آکر اپني فطري نیکي کي حفاظت نہیں کرتا' اسکے نشو و نما کي راهیں بند هو جاتي هیں' اور اسکے طبیعي ابهار کو اسطرح دبا دیا جاتا ہے جس طرح کسي پودے پر ایک پتهر رکهکر اسکي قوۃ پامال کردي جاے - پس انسان کے اندر جو کچهه ہے وہ خالص نیکي ہے' اور جسقدر بهي برائي ہے' وہ اسکا کسب خارجي ہے - نیکي اسکا فطري عمل ہے' اور بدي غیر فطري' خارجي' اور یکسر صناعي - اگر وہ نیک ہے تو یه فطرۃ ہے' اگر بد ہے تو یه تصنع ہے - اسکو بیج ایک هي دیا گیا ہے جو صرف نیکي کا ہے - جب وہ ابهرتا ہے تو تم کہتے هو که یه نیکي ہے' جب پامال کردیا جاتا ہے تو تم کہتے هو که بدي ہے' حالانکه تم نہیں جانتے که پهل اور پهول کا نه لگنا کوئي الگ وجود نہیں ہے' بلکه درخت کے نشو و نما کے عدم کا نام ہے -

خلاف رسم دریں عہد خرق عادت دان
کہ کارہائے چنیں از شمار بوالعجبی ست

قرآن حکیم کی تمام دعوۃ کا خلاصہ یہ تھا کہ وہ " ما وجدنا علیہ آباءنا " اور " انا وجدنا آباءنا علیٰ امۃ و انا علیٰ آثارھم مقتدون " کے خلاف ایک یکسر صدائے احتجاج ہے جو دنیا سے اسکے سوا کچھ نہیں چاہتی کہ تقلید کی جگہ اجتہاد، اور جہل کی جگہ علم و برہان کو اپنا دستور العمل بنائے - لیکن صدیوں سے تمام عالم اسلامی کا یہ حال ہو رہا ہے کہ علم و فن کی کوئی شاخ نہیں جو تقلید اعمیٰ و اتباع بغیر بصیرۃ کے استیلاء ضلالت سے بچی ہو' اور جس تقلید کے متعلق بالاتفاق سب نے فیصلہ کردیا تھا کہ وہ جہل کا دوسرا نام ہے اور علم کے ساتھہ جمع نہیں ہوسکتی کیونکہ علم نام حصول دلیل کا ہے' اسی کا نام آج علم رکھا گیا ہے - درس و تدریس و تصنیف و تالیف میں منتہاء کمال یہ رہگیا ہے کہ چند اقوال زید و عمر کے نقل کردیے جائیں' اور جس راہ پر ایک بھیڑ چلتی ہوئی نظر آگئی ہے ' اسی پر خود بھی گام زن ہو جائیں - کہ انا علیٰ آثارھم مقتدون !

جو روشنی بکلی گم ہوگئی ہے' اسکی ایک چھوٹی سی کرن بھی موجودہ عصر ظلمت میں کم از آفتاب نہیں - صاحب معراج العقول کی سب سے زیادہ ممتاز چیز یہی ہے - اور ہر جگہ نمایاں نظر آتی ہے - وہ حق کو نہ تو کسی ایک مصنف کی ملکیت میں دیدیتے ہیں اور نہ کسی مسئلہ کی صداقت و عدم صداقت کا معیار سنیت و شیعیت کو قرار دیتے ہیں - متعدد مقامات میں انہوں نے صاحب عماد الاسلام اور علامۂ مجلسی کے تشدد و تقشف پر پوری بیباکی کے ساتھہ رد و طعن کیا ہے' اور متعدد مقامات ہیں جہاں وہ امام فخر الدین رازی کی تحسین کرتے ہوے نظر آتے ہیں' اور اس سے بالکل بے پروا ہیں کہ کس شخص کا تعلق کس فرقہ سے ہے ؟

جو حال ہمارے یہاں متاخرین فقہاء ترکستان و ما وراء النہر کے تشدد و غلو کا ہے ' بعینہ یہی حال تاریخ اثنا عشریہ میں عہد صفویہ کے اواخر کا رہا ہے جبکہ پولٹیکل حالات نے غلو و تشدد کو آہستہ آہستہ جزو مذہب بنا دیا ' اور بتدریج مسلک اثنا عشریہ قرون گذشتہ سے ہٹکر بالکل ایک نئی چیز بن گیا - اس عہد کی ایک بڑی خصوصیت توسیع باب تکفیر' و غلو و ہرج احکام' و تشدد عصبیۃ احزابی و مذہبی ہے -

ہندوستان کے بعض گذشتہ افاضل شیعہ نے بھی اسی مسلک و اختیار کیا - ازانجملہ علامہ مجلسی صاحب بحار ایران میں ہیں ' اور مولانا السید دلدار علی مرحوم صاحب عماد الاسلام ' وغیرہ کتب شہیرہ ہندوستان میں

لیکن صاحب معراج العقول نے اس حق گویانہ آزادی کے ساتھہ جسکی نظیر آجکل بہت کم ملتی ہے ' صاف صاف ان بزرگوں کے مسلک کی تغلیط کی ہے ' اور واضح کردیا ہے کہ اس تشدد و غلو نے نہایت سخت نقصان علمی و ذہنی قوم کو پہنچایا ہے - سبحان اللہ کیا مبارک تھا وہ آزاد و حق گو قلم جس سے مندرجہ ذیل سطریں دیباچۂ معراج العقول میں نکلیں :

" فاصبحت الشیعۃ جماھیرھم فی الدہور المتاخرۃ من الدولۃ الصفویۃ الی الآن صفر الید من علوم البرہان و ذوق العرفان جمیعاً الا ماشاء اللہ ' فصارت اسواء حالاً من الشاعرۃ "

عہد صفویہ نے مذہب شیعہ میں جو بدعتیں پیدا کیں' منجملہ انکے ایک تصوف سے بعد و ہجر اور بالعموم صوفیاء کرام کی تکفیر و تفسیق ہے - اسی کا اثر ہے جو ہندوستان کے افاضل شیعہ تک پہنچا اور ایک مشہور فاضل نے کہا :

این کلام صوفیان شوم نیست
مثنوی مولوی روم نیست

چنانچہ صاحب عماد الاسلام نے بھی صوفیاء کی مخالفت میں بہت کچھہ لکھا ہے - لیکن صاحب معراج العقول کا اعتدال مسلک اور ذوق سلیم اس افراط و تفریط کا متحمل نہیں ہوسکتا تھا - انہوں نے قابل تحسین جرأت کے ساتھہ اس تقلید کے خلاف اپنی پر زور صدا بلند کی ہے' اور نہایت تفصیل سے صوفیاء کے مسلک پر بحث کرکے ایک طرف صوفیین جاہلین کے خرافات و اباطیل کی پردہ دری کی ہے ' دوسری طرف تصوف صالح و حقیقی کے احترام حقیقت کا بلا خوف لومۃ لائم اعتراف کیا ہے - منجملہ متشددین منکرین و مکفرین صوفیاء کے ایک صاحب کتاب الشہاب الثاقب بھی ہیں - مصنف نے ایک مخصوص فصل میں انکے اعتراضات پر نقد کیا ہے اور صوفیاء کرام کے دعوی کشف پر نہایت منصفانہ بحث کی ہے - صاحب الشہاب نے نفحات الانس سے چند واقعات نقل کرکے مولانا جامی کی تکفیر و تفسیق کی تھی - اسپر مصنف معراج لکھتے ہیں " و اکتفا فی الاستدلال بالسب و الشتم علی الجامی بانہ ناقلہ و ھو فاسق و کافر ثم انہ سنی و لکنا لسنا ممن یقلدہ فلا نرضی بمقالہ و لا نوافقہ فی ھذہ العصبیۃ القبیحۃ والمشاتمۃ الفضیحۃ - و الجامی عندنا فاضل عارف - و اما تسنلہ علی حد یجب علی مثلہ تفسیقہ و تکفیرہ و عداوتہ فلا نسلمہ "

متاخرین علماء شیعہ میں شیخ بہاء الدین عاملی کے بعد غالباً صاحب معراج العقول دوسرے شخص ہیں جنہوں نے تصوف کے متعلق انصاف و راستی سے کام لیا ہے -

متعدد اعمال صحیحۃ و شرعیہ ہیں جنکو شارع نے بعض خاص مصالح و حکم سے قرار دیا لیکن دنیا نے اصلی حکمت و علت کو بالکل بھلا دیا ' اور اسکی جگہ صرف رسم و قشر پر قانع ہوگئی - حقیقت کا یہ احتجاب اور رسم کا یہ رسوخ و احاطہ بسا اوقات طرح طرح کی مضرتوں کا مولد و مبدء ثابت ہوا ہے -

ازانجملہ عمل " استخارہ " ہے - یہ ایک صحیح عمل شرعی تھا اور اس سے مقصود یہ تھا کہ بسا اوقات انسان مختلف راہوں اور پہلوؤں کو دیکھکر ایک عالم کشمکش و تذبذب میں مبتلا ہوجاتا ہے' اور اسکی قوۃ فیصلہ گم ہوجاتی ہے - ایسی حالت میں بہتر ہے کہ وہ اپنے معاملہ کو معرفت اللہ کی طرف لیجائے' اور اسکے حضور و ملتجی ہو کہ جس راہ میں اسکے لیے امن و فلاح ہے' اسکی طرف رہنمائی کردے -

لیکن ان لوگوں نے اسے ایک کھیل بنا دیا ہے ' اور عوام شیعہ کا تو اس بارے میں عجیب حال ہے - متعدد لوگوں کو میں نے خود دیکھا ہے کہ ہر وقت تسبیح ہاتھہ میں ہے اور " افعل " اور " لا تفعل " کے اشارۂ وجوبی کے انتظار میں بلا فصل متحرک - کھانا کھانا ہے تو استخارہ ' پانی پینا ہے ' تو استخارہ ' یہ استخارہ شرعی نہیں ہے بلکہ شارع کے ایک مقرر دانہ عمل مقدس کا عملی استہزاء ہے - صاحب معراج العقول نے اس بارے میں بھی نہایت خوبی سے داد تحقیق دی ہے' اور ایک مستقل فصل میں اسپر بحث کی ہے - چنانچہ لکھتے ہیں : " حتی ان کثیرا منھم اتخذوھا شعارا و تکارا لیلا و نہار بل کانھم عدوھا من اھم الواجبات الی ان صارت من شعائر التشیع .... و سرت ھذہ العقیدۃ فی علمائھم و جہالھم جمیعاً - حتی رایت بعض اجلۃ العلماء والفقہاء انہ بنی کل حرکۃ و سکون من لیلہ و نہارہ علی الاستخارۃ حتی انہ کان لا یدخل علی اھلہ و عیالہ بدونہا "

فریقانہ نزاعات اور تحزب و تمذہب کی عصبیۃ جاہلیۃ کے بحران نے صدیوں سے اعتدال مسلک کو گم کردیا ہے' اور تقلید نے ہمتوں کو اسقدر پست کردیا ہے کہ کسی شخص کو راہ حقیقت میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں ہوتی - اللہ تعالی صاحب معراج العقول کو جزاء خیر دے جنہوں نے اس راہ میں قدم رکھا اور اجتہاد و استقلال فکر کے ساتھہ اپنی سیاحت تحقیق ختم کی - افسوس کہ بعض چیزیں مباحث الٰہیہ و کلامیہ تھیں - مثلاً بحث حسن و قبح ' شیاء

مطبوعات جدیده

معـــراج العقـــول (۱)

مفلس کي قسمت سے زیادہ اُس شخص کي بدقسمتي پر افسوس کرنا چاہیے جسکے پاس دولت کا کچھہ نہ کچھہ بقیہ موجود ہے ' مگر وہ اس سے متمتع نہیں ہوتا -

یہي حال آج تمام عالم اسلامي ' اور علی الخصوص مسلمانان ہند کا ہے - وہ ہر چیز میں صرف اسي چیز کا ماتم کرتے ہیں جو جا چکي ہے ' مگر جو کچھہ موجود ہے اس سے خبردار ہونے اور کام لینے کا کسي کو ہوش نہیں - مذہب کو ' علم کو ' تمدن کو ' اخلاق کو ' معاشرت کو ' غرضکہ حیات قومي کي جس شاخ کو دیکھیے گا یہي نظر آئیگا کہ مسلمانوں کي جیب اسقدر خالي نہیں ہے جسقدر انکا ہاتھہ بیخبر ہے -

صرف اسي بات کو دیکھیے کہ ہندوستان سے علم و ارباب علم کے رخصت ہوجانے پر کس قدر آنسو بہاے جاتے ہیں ' اور کس طرح ہمیشہ ماتم کیا جاتا ہے کہ علم و قلم کي صحبتیں برہم ہوگئیں ؟ لیکن اس چیز پر کسي کي نظر نہیں پڑتي کہ علم و قلم کي آج بھي جو قابلیتیں موجود ہیں' وہ کس طرح ضائع کي جارہي ہیں ' اور ملک کي ناقدرشناسي اور بد امتیازي نے کس طرح انہیں مٹنے کیلیے گمنامي میں چھوڑ دیا ہے ؟ کتنے ہي ارباب علم و فضل ہیں' جنکا جوہر علمي آج صرف اسلیے رائگاں جارہا ہے کہ اُنکو امن کي ایک رات اور دل جمعي کي ایک صبح بھي نصیب نہیں - کتنے ہي ارباب قلم ہیں جو بہتر سے بہتر علمي خدمت انجام دیسکتے ہیں لیکن انکي تمام قابلیت کچھہ نہیں کرسکتي کیونکہ اتني استطاعت بھي نہیں رکھتے کہ ضرورت کي چند کتابیں خرید سکیں - کتنے ہي صاحبان استعداد و فکر ہیں جنکے لیے اصلي مشغلہ علم و فن کا تھا لیکن انکا سارا وقت اسمیں خرچ ہوتا ہے کہ :

چـہ خـورد بامـداد فـرزنـدم !

لوگ اسپر ماتم کرتے ہیں کہ جانے والے چلے گئے ' مگر کسي کي آنکھہ نہیں روتي کہ جو باقي ہیں اُنکي خبر لیں -

ایسے ہي ارباب علم و ذوق میں سے جناب مولانا سید مرتضی صاحب نونہروي ہیں جنکي ایک تصنیف " معراج العقول " پچھلے دنوں شائع ہوئي ہے ' اور جسکے مطالعہ کے بعد سطور مندرجۂ صدر کي ہر صاحب نظر تصدیق کرسکتا ہے -

صاحب " معراج العقول " موجودہ عہد کے علماء شیعہ میں ایک ممتاز اہل نظر ہیں - اور منجملہ اُن مخصوص بزرگوں کے ہیں جنکو اجتہاد فکر ' حریت راے ' اور اصابت فہم نے شاہراہ عام کي تقلید پرستیوں سے الگ کردیا ہے ' اور اسلیے نہ تو وقت کي مقبول عام صفوں میں انکے لیے کوئي جگہ رہي ہے ' اور نہ خود انکو ہي اُن صفوں میں جگہ پانے کي کوئي حسرت ہے - زمانے نے ہمیشہ ایسے لوگوں کے مقابلے میں ناقدردانی کا حربہ اٹھایا ہے ' مگر انہوں نے بھي اپني بے نیازیوں سے ہمیشہ اسکے سر غرور و جہل کو شکست دي ہے :

تا روا بود بہ بازار جہـــاں جنس وفا
رونقـــی گشتم و از طالع دکاں رفتـم

صاحب معراج العقول مولوي سید علي بلگرامي مرحوم کے زمانے میں بعہدۂ نظامت علوم و فنون ' ریاست حیدر آباد دکن سے تعلق رکھتے تھے - انقلابات و تغیرات نے ورق الٹا تو اپنے وطن کا رخ کیا - ایک عرصہ سے وہیں عزلت گزیں ہیں اور بے نیازانہ و علم پرستانہ مشغول تصنیف و تالیف رہتے ہیں - زمانے کو اگر انکے علم و فضل کي خبر نہیں ہے تو نہو ' مگر انکو زمانے کي جہل پرستي اور خیرہ مذاقي کا حال اچھي طرح معلوم ہے :

ز مرغان حرم در کام زاغاں طعمہ اندازد
مدار روزگار سفلہ پرور را تماشـــا کن

معراج العقول عربي کي ایک ضخیم کتاب ہے جو ۸ سو صفحوں پر ختم ہوئي ہے اور حسن طباعۃ کے متعلق اسقدر کہدینا کافي ہے کہ نامي پریس کانپور میں غیر معمولي اہتمام کے ساتھہ چھاپي گئی ہے - کتاب کا موضوع کلام و الاہییات ہے ' اور جناب مصنف کے مطالعہ و نظر کا اصلي موضوع یہي ہے - ان مباحث کیلیے متاخرین نے زیادہ تر یہ روش اختیار کي تھي کہ کسي چیز کو بطور متن کے قرار دیکر اسکي شرح لکھتے تھے ' اور اس ضمن میں تمام پیش نظر مباحث ایک ترتیب خاص کے ساتھہ آ جاتے تھے - صاحب معراج العقول نے بھي اسي کا تتبع کیا ' اور مشہور دعاء مشلول کو جو اسماء حسنیٰ کا مجموعہ ہے ' شرح کیلیے منتخب کیا - کلام و الاہییات کے جتنے اہم مباحث ہیں' وہ سب کے سب مختلف صفات باري تعالیٰ عز اسمہ سے تعلق رکھتے ہیں - اسلیے اسماء حسنے کي شرح لکھنے کے یہ معني ہیں گویا کلام و مباحث الاہیۂ حکمیہ پر ایک جامع کتاب لکھدي -

افسوس کہ البلاغ کي محدود و مشروط صحبتیں تفصیلي تبصرہ کي متحمل نہیں' کتاب نہایت ضخیم ہے اور جن مباحث و مسائل پر مشتمل ہے ان میں سے ہر مسئلہ اسقدر وسیع اطراف بحث رکھتا ہے کہ جب تک تفصیل کے ساتھہ نقد و تبصرہ نہ کیا جاے کتاب کي حیثیت واضح نہیں ہو سکتي - اس سے بھي زیادہ یہ کہ کتاب عربي میں ہے' یعني اُس زبان میں ہے جو مرحوم عرفي کے عہد میں بھي مخصوص بہ خواص تھي' اور " حدیث زیر لبي " ہي کیلیے موزوں سمجھي جاتي تھي :

مدار صحبت ما بر حدیث زیر لبي ست
کہ اہل شوق عـوام اند و گفتگو عربي ست

اور جب اُس عہد کا یہ حال تھا تو ہمارے عہد کي نسبت تو سوال ہي بیکار ہے :

مجلس چو بر شکست تماشا بما رسید !

پس اسکے سوا چارہ نہیں کہ سرسري اشارات پر اکتفا کیا جاے - سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ قابل ذکر خصوصیت جو اُس کتاب کو موجودہ عہد کي بہترین مصنفات کا درجہ دیتي ہے ' وہ اجتہاد فکر و استقلال راے ہے جسکي روشني کتاب کے ہر مبحث میں نمایاں ہے - یہ وہ فضیلت عظمی و مزیت کبری ہے کہ اگر کتاب میں اور کچھہ نہ ہوتا ' اور آٹھہ سو صفحوں کے اندر صرف ایک سطر بھي اس دولت عظمی سے بہرہ ور ہوتي ' جب بھي صاحب معراج العقول کے شرف و امتیاز کیلیے کافي تھا -

(۱) یہ کتاب نہایت اہتمام اور تکلف سے چھاپي گئي ہے - ۸ سو صفحوں پر ختم ہوئي ہے - قیمت پانچ روپیہ ہے اور خود مصنف سے " نونہرہ ضلع غازیپور " کے پتہ سے ملسکتي ہے -

فرشتوں کو ایک عیب ہزاروں ہنر کے سامنے ہیچ نظر آیا ' اسلیے خود اپنی غلطی کا اعتراف کیا :

قالوا سبحنك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم (بقرہ : ۳۱)

اُن لوگوں نے کہا : خدایا ہمکو تو صرف اسی قدر علم ہے جتنا تونے ہمکو سکھایا ہے - بیشک تو ہی بڑا علم والا ' اور تیری ہی دانائی سب سے بڑی دانائی ہے !

پس خیر و شر کے اعمال کا یہ امتزاج علم و دانائی پر مبنی ہے :
ربنا ما خلقت هذا باطلا -

جس طرح مقدار و کمیت کے لحاظ سے خیر شر پر اور اصلاح افساد پر غالب ہے ' اسی طرح کیفیت کے لحاظ سے بھی وہ شر و فساد سے زیادہ لطیف ' نرم ' رقیق ' اور تربیت پذیر ہے - شر و فساد ایک کوئلہ ہے جو پھونکنے کے بعد بھڑکتا ہے ' لیکن خیر و اصلاح بجلی کی رو ہے جو دفعتاً مشتعل ہو جاتی ہے - اصلاح اصل فطرة صالحہ ہے اور افساد خارجی ضلالت کا نتیجہ ' پس ضرورت صرف تزکیہ و تربیت کی ہے تاکہ زنگ دور ہو جاے اور آئینہ چمک اٹھے :

قد افلح من زكها وقد خاب من دسها -

وہ شخص کامیاب ہوا جس نے اوسکا تزکیہ کیا ' اور وہ ناکامیاب رہا جس نے اوسکو دفن کر دیا -

اس تربیت و تزکیہ کے بعد اوسکا قوام اس قدر لطیف ہو جاتا ہے کہ :

يكاد زيتها يضيء ولو لم تمسسه نار - نور على نور ' يهدی الله لنوره من يشاء (نور : ۳۵)

قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جاے اگرچہ اوس میں آگ نہ لگائی جاے - روشنی پر روشنی ہے - خدا اپنی روشنی کی طرف جسکو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے -

یہ وہی نور ہے جسکو حضرت موسی نے شجر طور پر ' حضرت ابراہیم نے آفتاب و ماہتاب میں ' ایک نبی امی نے غار حرا کی تاریکی میں دیکھا تھا - کیونکہ اس چراغ کا نور نہ تو چاند اور سورج کی روشنی میں ماند پڑ سکتا ہے ' نہ رات کی تاریکی اوس پر پردہ ڈال سکتی ہے -

(الحدّ الفاصل)

لیکن با اینہمہ تاریکی موجود ہے - گو روشنی میں مدغم ہو گئی ہے - دنیا میں بہت سے اندھے بھی ہیں ' اسلیے وہ روشنی کو نہیں دیکھ سکتے - پس خیر و شر کے درمیان ایک حد فاصل کی ضرورت ہے کہ آب شیریں و آب شور باہم ملنے نہ پائیں - خدا نے یہ حد بھی قائم کردی ہے :

مرج البحرين يلتقين ' بينهما برزخ لا يبغين

میٹھے اور کھارے پانی کے دو دریا جو باہم مل گئے ہیں ' مگر اونکے درمیان ایک پردہ بھی ہے کہ ایک دوسرے کی حد میں داخل نہیں ہو سکتا -

جس وقت سے خیر و شر ہے اوسی وقت سے یہ حد بھی قائم کردی گئی ہے - چنانچہ حضرت آدم کو بھی یہ حد بتلا دی گئی تھی :

ولا تقربا هذه الشجرة فتكون من الظلمين (بقرہ : ۳۳)

اور اس درخت کے قریب نہ پھٹکنا تاکہ زیادتی و انحراف کرنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ -

لیکن یہ حد محسوس چیز نہیں ہے ' اسلیے شریعت نے اسکی امتیاز کا ذریعہ صرف ذوق صحیح کو قرار دیا ہے - چنانچہ آنحضرت نے فرمایا " کہ گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے " اور یہ ذوقی شہادت فطرتی چیز ہے - آدمی جب گناہ کرتا ہے تو اوسکا دل دھڑکنے لگتا ہے ' چہرہ متغیر ہو جاتا ہے ' اسیکا نام نور ایمانی ہے - اور یہی خیر و شر کی حد فاصل کو قائم رکھ سکتا ہے - لیکن با اینہمہ اختلاط علم ہے ' شر مستطیر ہے ' تاریکی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے - اسلیے آدمی کا پاؤں پھسل جاتا ہے ' اور وہ سرحد سے آگے قدم رکھدیتا ہے - اس بنا پر :

ان منكم الا واردها

تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو جہنم

على ربك حتماً مقضيا (مریم : ۷۲)

میں نہ اوترے ' یہ تمہارے پروردگار کا قطعی فیصلہ ہے -

لیکن خدا کی رحمت بڑی نقاد ہے ' وہ جانتی ہے کہ دنیا میں زر خالص کا وجود بہت کم ہے - اسلیے وہ اپنے دامن میں اوس سونے کو بھی چھپالیتی ہے جو خاک کے ذروں میں مخلوط ہے - جہنم کی آنچ بھی اسیلیے دکھائی گئی کہ سونا صرف آنچ ہی سے پاک ہو سکتا ہے :

وآخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا عملا صالحا وآخر سيئا عسى الله ان يتوب عليهم ان الله غفور رحيم (توبہ : ۱۰۳)

اور دوسرے لوگ وہ ہیں کہ انہوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا ' انہوں نے اچھے اور برے دونوں طرح کے کام ملے جلے کیے تھے -

لیکن دنیا کی فضاے غیر محدود (التعادل و التوازن) میں ہزاروں سیارے گردش کر رہے ہیں ' اور ہر ایک چاہتا ہے کہ دوسرے کی حد میں قدم رکھے ' اسلیے اگر فطرت اونکو کسی مضبوط رسی میں جکڑ نہ دیتی تو وہ ایک دوسرے کی طرف بڑھتے ' بڑھ کے ٹکراتے ' اور نظام عالم درہم برہم ہو جاتا - پس قدرت الہی اونکو کشش باہمی سے ایک دوسرے کی طرف بڑھنے نہیں دیتی ' اسلیے سب کے سب اپنے اپنے طور پر ایک نہایت منتظم ' ایک نہایت با قاعدہ ' ایک نہایت مرتب گردش کر رہے ہیں :

لا الشمس ينبغي لها ان تدرك القمر ولا الليل سابق النهار وكل في فلك يسبحون

نہ سورج کو یہ حق ہے کہ چاند کو پالے ' نہ رات دن کے آگے بڑھ سکتی ہے ' سب ایک محور پر گردش کر رہے ہیں -

انسان کا ' انسان کے اعمال کا ' انسان کے اخلاق و عادات کا بھی یہی حال ہے - وہ ایک دوسرے سے ٹکرانا چاہتے ہیں ' اسلیے وحی الہی مذہب کی سنہری زنجیر سے اونکی مطلق العنانیوں کو جکڑ دیتی ہے :

واعتصموا بحبل الله جميعا -

سب کے سب خدا کی رسی کو مضبوط پکڑ لو ' کہ ایک دوسرے پر تعدی نہ کرنے پاے اور دنیا کی میزان عدل کا پلہ برابر رہے -

لقد ارسلنا رسلنا بالبينت وانزلنا معهم الكتاب والميزان ليقوم الناس بالقسط (حدید : ۲۵)

ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل حقہ و براہین واضحہ کے ساتھ بھیجا اور انکے ساتھ کتاب اور میزان کو اوتارا - تاکہ عدل و توازن قائم رہے -

لیکن انسان کے جذبات ' فطرت کی دوسرے قواے طبیعیہ سے زیادہ ذکی الحس ' زود اثر ' اور سریع الاشتعال ہیں - اسلیے وہ باوجود اس جذب و کشش کے باہم ٹکرانا چاہتے ہیں - پس :

لو اتبع الحق اهواءهم لفسدت السموات والارض ومن فيهن (مومنون ۷۱)

اگر حق بھی اونکا اتباع کرتا ' تو زمین و آسمان اور اونکے رہنے والے برباد ہو جاتے -

دنیا کو اس تباہی سے بچانے کیلیے اوسکو بجبر و اکراہ ایک مرکز پر لانے کی ضرورت ہوتی ہے ' اور یہی فطری ضرورت ' جہاد ' قصاص ' اور تعزیر و عقوبت کی سنگ بنیاد ہے :

وانزلنا الحديد فيه باس شديد ومنافع للناس (حدید : ۲۵)

اور ہم نے لوہا اوتارا کہ اس میں سلطان و نفوذ کی بڑی خوفناکی ہے اور لوگوں کیلیے فوائد بھی ہیں -

قرآن حکیم نے جا بجا اسی توازن طبعی کے ذریعہ قیام امن وسلم عام کی طرف اشارہ کیا ہے :

ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض ولكن الله ذو فضل على العلمين (بقرہ : ۲۵۲)

اور اگر خدا بعض آدمیوں کے ظلم و زیادتی کو بعض کے ذریعہ دفع نہ کراتا ' تو زمین تباہ ہو جاتی - لیکن خدا تو دنیا پر احسان کرنے والا ہے -

باب التفسير

الاصــــلاح والافســــاد

(ان اريد الا " الاصلاح " ما استطعت !)

(۳)

(الاختـــلاط و الالتــباس)

تم نے اصلاح کو افساد سے ' مصلحين کو مفسدين سے ' نور کو ظلمت سے ' پھول کو کانٹوں سے ' الگ کرکے دیکھه لیا - لیکن سوال یه ہے که مفسدین و مصلحین کي یه صفیں صرف کاغذ هي کے صفحے پر علحدہ قائم کي جاسکتي هیں' یا سطح زمین پر بھي انکي بزم آرائي هوسکتي ہے ؟ چاند سے داغ صرف تصویر هي میں جدا کیا جاسکتا ہے ' یا وہ آسمان پر بھي درحقیقت جدا هوسکتا ہے ؟ قرآن حکیم اسکا جواب نفي میں دیتا ہے :

فالهمها فجورها و تقواها - خدا نے نفس انساني کو بدکاري اور پرهیزگاري دونوں کي راهیں دکھلا دیں -

اصلاح و افساد اورخیر و شرکي یهي دونوں متضاد حالتیں هیں' جو عمل انساني میں ودیعت کیگئي هیں ' اسلیے افساد و اصلاح بھي ایک دوسرے سے علحدہ نہیں هوسکتے -

بد قسمت لوگ تقدیرکي بڑي شکایت کرتے هیں ' لیکن یه شکایت صحیح نہیں ہے - اونکو اصل فطرت هي کي شکایت کرني چاهیے که اوس نے دنیا میں برائي کا وجود کیوں رکھا ؟ هم اگرچه اسکي جرأت نہیں کرسکتے لیکن خدا کے دوسرے معصوم بندوں نے اس قسم کي جرأت کي تھي :

اذ قال ربك للملئكة اني جاعل في الارض خليفه ' قالوا اتجعل فيها من يفسد فيهـــا و يسفك الدماء - (بقرا : ۲۸)

جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا که میں زمین میں اپنا خلیفه بنانے والا هوں' تو انهوں نے عرض کیا : کیا تو اوس نوع کو خلیفه بنائیگا جو زمین میں فساد و خونریزي کریگي -

خدا نے اس اعتراض کا جو جواب دیا اوسکي تحقیق چند سطروں کے بعد آئیگي - لیکن حضرت آدم کے عمل نے تو جنت هي میں فرشتوں کے اعتراض کي بظاهر تصدیق کردي :

فازلهما الشيطن عنهـا فاخرجهما مما كانا فيه ' و قلنـا اهبطوا بعضكـم لبعض عدو ' ولكم في الارض مستــقر و متـاع الى حين (بقرة : ۳۴)

پس اون دونوں کو شیطان نے راہ اطاعت سے ڈگمگادیا ' اور اوس عیش و آرام کے گھر میں جس میں وہ آباد تھے رهنے نه دیا - هم نے کہا که یہاں سے اترو ' تم میں سے ایک دوسرے کا دشمن ہے ' اور تمہارے لیے اب زمین هي میں ٹھکانا ' اور ایک مدت مقررہ تک زندگي بسر کرنا ہے -

لیکن تم کو صرف حضرت آدم کے عمل هي کو نہیں دیکھنا چاهیے ' بلکه اوسکے دقیق نتائج پر بھي نظر ڈالني چاهیے - حضرت آدم نے غلطي کی ' اور خود اپنا بنا بنایا گھر اوجاڑا ' لیکن تم نے دیکھا که اس افساد نے کیا اصلاح کي ؟ اس تخریب نے کیا تعمیر کي ؟ بغور دیکھو ! اس تخریب نے ایک عالم کھڑا کردیا ' جس میں آدم کي اولاد چلتي پھرتي نظر آتي ہے ' اسلیے حضرت آدم کا یه گناہ فرشتوں کے اعتراض کي تصدیق نہیں کرتا ' بلکه یه اوسکا عملي جواب ہے - اونهوں نے کہا تھا که فساد سے دنیا برباد هوجائیگي ' خدا نے اونکو دکھادیا که اصلاح و افساد لازم ملزوم هیں' اسلیے اگر ایک گھر برباد هوگا تو دوسرا آباد بھي هوجائیگا -

تم نے دیکھه لیا که تخلیق عالم کا سنگ بنیاد خیر و شر کي اجتماعي حالت کي سطح پر رکھا گیا ہے' اگر ترکیب نه هوتي تو تعمیر نا ممکن تھي' اسلیے خیر و شر اور اصلاح و افساد نه صرف اشخاص کا بلکه مادہ عالم کا مایۂ خمیر هیں ' لیکن سوال یه ہے که مادہ عالم کي ترکیب میں دونوں اجزاء برابر کی نسبت رکھتے هیں یا انمیں کوئي جزء غالب بھي ہے ؟ خدا کا فیض عام جواب دیتا ہے که :

سبقت رحمتي على غضبي - میري رحمت میرے غصے پر سبقت لیگئي ہے -

اسلیے خیر شر پر' اصلاح افساد پر' غالب ہے - اور خدا نے فرشتوں کو یهي جواب دیا ہے - فرشتوں کو حضرۃ آدم کے دامن پر صرف ایک فساد کا دھبا نظر آیا تھا جسکو خون کے چھینٹوں نے اور رنگین اور نمایاں کردیا تھا ' لیکن خدا نے کہا که ایک دھبه هزاروں نقش و نگار کے پردے میں چھپ جا سکتا ہے :

و علم آدم الاسماء كلها ثم عرضهم على الملئكة - فقال انبؤني باسماء ها اولاء ان كنتم صادقين (بقرہ : ۲۹).

اور آدم کو الله نے کل چیزوں کے نام سکھادیے پھر آنکو فرشتوں کے سامنے پیش کرکے کہا ! مجھے ان کے نام بتاؤ اگر تم اپنے دعوے میں سچے هو -

---

(بقیه مطبوعات جدیدہ صفحه ۱۳)

و مسئله تعلیل و عدم تعطیل افعال واجب بالاعراض و مسئله علمیه جزئیات مادیه وغیرہ' لیکن ان پر بحث کرنے کیلیے کافي وقت اور گنجایش صفحات مطلوب ' اور اس سے میں مجبور هوں -

یه نه سمجھا جاے که چونکه فاضل مصنف نے متاخرین شیعه سے اختلاف کیا ہے اسلیے میں کتاب کو مستحق تحسین سمجھتا هوں ' بلکه میرے نزدیک کتاب کے بہترین مواقع وہ هیں' جہاں انهوں نے مسائل کلامیه پر بحث کرتے هوے اشاعرہ و معتزله کے مذاهب کا رد و قبول کیا ہے ' اور متعدد مقامات پر اشاعرہ کے رد کرنے میں حق انکے ساتھه ہے ' اور میرا مسلک اشاعرہ و معتزله دونوں سے الگ ہے' والحمد لله على ذالك -

آخر میں میں ضروري سمجھتا هوں که جناب راجه ابو جعفر صاحب رئیس فیض آباد کي اس علم پرستانه فیاضي کا اعتراف کروں که انهوں نے اس کتاب کي اشاعت کا سروسامان کیا - موجودہ عہد کے رؤساء میں اسکي مثالیں ناپید هیں ' کچھه شک نہیں که راجه صاحب ممدوح نے اپنے اس انفاق في سبيل العلم سے ایک قابل صد تحسین نمونه قائم کیا ہے -

جناب مصنف کي متعدد تصنیفات اور على الخصوص اس کتاب کي دوسري جلد ہے' جسکي اشاعت کا ابتک کوئي سروسامان نہیں هوا - افسوس اس عہد جہل پرور پر' اور صد افسوس اس عصر ضلالت اندیش پر' جسمیں ایسے ارباب علم و نظر موجود هیں مگر انکے بہترین اثرات علمیه صرف چاندي کے چند سکوں کے نه ملنے سے شائع نہو سکیں - کیا اس وسیع ملک میں جہاں صدها رؤساء و ارباب دولت موجود هیں ' اور جہاں متعدد بڑي بڑي اسلامي ریاستیں قائم هیں ' کوئي بھي نہیں جو علم کي بیکسي پر روے' اور ارباب علم کي کس مپرسي پر غمگین هو ؟ جو لوگ هزاروں روپیه نمایش و لہو و لعب اور اطاعت طواغیت حکومت میں ضائع کر رہے هیں ' کیا انکي دولت میں علم و خدمت علم کیلیے کوئي حصه نہیں ہے ؟

اُسنے کہا "آہن - مذہب و طریقہ پرجس پر ہم سب تھے کوئی نہیں رہا کہ میں تمہیں اُسکے پاس جانے کا حکم دوں - اب ایک نبی کے مبعوث ہونے کا زمانہ آگیا ہے جو دین ابراہیم کو لیکر مبعوث ہوگا - وہ اُرض عرب سے اُٹھے گا ' اُسکا ٹھکانا کھجوروں والا ایک مقام ہوگا جو پتھریلی زمین کے درمیان واقع ہے - اگر تمکو قدرت ہو تو اُسکے پاس جانا ' اُسکی نشانیاں یہ ہیں کہ وہ صدقہ نہ کھائیگا ' لیکن ھدیہ قبول کرلیگا ' اور اُسکے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی "

دوسری روایتوں میں ہے کہ صاحب عموریہ نے اُن سے کہا :

" ایک شخص ارض شام سے دو جھاڑیوں کے درمیان نکلیگا ' وہ ایک جھاڑی سے دوسری جھاڑی کی طرف ہر سال ایک رات کو نکلتا ہے ' آیندہ سال بھی ایک خاص رات کو جو عام طور پر معلوم ہے نکلیگا - لوگ اُسکے پاس آئیں گے - وہ بیماریوں کی دوا دیگا اور اُنکے لیے دعا کریگا ' اور وہ شفا پالیں گے - تم بھی اُسکے پاس جانا اور جس شخص کو ڈھونڈتے ہو اُسکو پوچھنا " چنانچہ میں آیا ' اور اُن دونوں جھاڑیوں کے پاس آدمیوں کے ساتھ ٹھہرا رہا - جب وہ رات آئی ' جس میں وہ ایک جھاڑی سے نکل کر دوسری جھاڑی میں جایا کرتا تھا تو وہ نکلا - لوگوں کے ہجوم سے میں رکا رہا - یہانتک کہ وہ جھاڑی میں گھسکر مجھ سے بالکل چھپ گیا ' صرف اُسکے شانے نظر آتے تھے - میں نے اُسکے شانوں کو پکڑا - لیکن وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوا اور کہنے لگا تمہیں کیا ضرورت ہے ؟ میں نے کہا میں آپ سے دین ابراہیم حنیفی کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتا ہوں - اُسنے کہا : اسوقت تو اس مذہب کو کوئی نہیں پوچھتا - ایک نبی کا زمانہ قریب آیا ہے - وہ اس گھر کے قریب نکلیگا ' اور اُس دین کو زندہ کریگا جسکو تم پوچھ رہے ہو - چنانچہ جب میں وہاں سے پلٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ واقعہ بیان کیا ' تو آپ نے فرمایا : اگر یہ صحیح ہے تو تم نے عیسی ابن مریم سے ملاقات کی -

بہرحال واقعہ جو کچھ ہو حضرت سلمان (رض) نے عموریہ سے لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچنے کا واقعہ اسطرح بیان کیا ہے :

" قبیلہ بنو کلب کا ایک قافلہ گذرا - میں نے اُنکے وطن کا پتہ پوچھا ' اُن لوگوں نے مجھے اُسکا نام بتایا - میں نے اُن سے کہا کہ میں تمہیں اپنی بکریاں اور گائیں اس شرط پر دیتا ہوں کہ مجھکو بھی اپنے وطن تک لیچلو - اُن لوگوں نے مجھے سوار کرلیا ' اور مجھے وادی القری میں لے آئے ' اور مجھے غلام بناکر ایک یہودی کے ہاتھ بیچ ڈالا - میں نے اُس جگہ کھجور کے درخت دیکھے اور میرے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ یہ وہی سرزمین تو نہیں ہے جسکا مجھکو نشان دیا گیا ہے - اسکی تصدیق ابھی تک نہیں ہوئی تھی ' لیکن کھجور کے دیکھنے سے میرے دل میں آرزو پیدا ہوگئی تھی - میں نے وہاں قیام کیا - یہانتک کہ بنی قریظہ کے یہودیوں میں سے ایک شخص اُسکے پاس آیا اور اُس سے مجھے خرید لیا - وہ مجھے لیکر مدینہ میں آیا اور اُن نشانیوں کی بنا پر جو صاحب عموریہ نے مجھکو بتائی تھیں میں نے مدینہ کو فوراً پہچان لیا - مجھے یقین ہوگیا کہ یہ وہی سرزمین ہے جسکا پتہ مجھے دیا گیا ہے - میں اس شخص کے یہاں ایک نخلستان میں کام کرتا رہا - اسی زمانے میں رسول اللہ مبعوث ہوئے ' لیکن مجھپر آپ کا حال مخفی رہا - چنانچہ جب آپ مدینہ میں تشریف لائے اور قبا میں بنی عمرو بن عوف کے یہاں اُترے تو میں ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا اور اُسکے نیچے میرا آقا بیٹھا تھا - اسی حالت میں ایک یہودی جو میرے آقا کا چچا زاد بھائی تھا آیا ' اور اُسکے پاس کھڑے ہوکر کہنے لگا : " خدا بنی قیلہ کو ہلاک کرے کہ وہ ایک شخص پر جو قبا میں مقیم ہے اور مکہ سے آیا ہے ٹوٹے پڑتے ہیں ' اور کہتے ہیں کہ یہ پیغمبر ہے " خدا کی قسم اُسکے اس کہنے کے ساتھ ہی مجھے لرزہ سا آگیا اور درخت ہلنے لگا - یہاں تک کہ مجھے خیال پیدا ہوا کہ میں اپنے آقا کے اوپر گر پڑونگا - اسکے بعد میں جلدی سے اُترا اور اُس سے اس خبر کو پوچھنے لگا - میرے آقا نے ہاتھ اُٹھاکر مجھے ایک طمانچہ مارا ' اور کہا : تمہیں اس سے کیا مطلب - تم اپنا کام کرو - میں نے کہا : مجھے صرف اس خبر کی تصدیق کرنی تھی - اُسنے کہا : نہیں تم اپنا کام سنبھالو - چنانچہ میں اپنا کام کرنے لگا - جب شام ہوئی تو میرے پاس جو کچھ مال تھا اُسکو اُٹھا کرکے رسول اللہ کے پاس آیا - آپ قبا میں مقیم تھے - جب میں وہاں داخل ہوا تو آپ کے پاس چند صحابہ تھے - میں نے کہا : مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے پاس کچھ مال نہیں ہے ' اور آپ کے پاس اصحاب بھی ہیں ' اہل حاجت اور مسافر ہیں ' میرے پاس کچھ مال تھا جسکو میں نے صدقہ کے لیے رکھ چھوڑا تھا ' جب مجھے آپ کا حال معلوم ہوا تو آپ سے زیادہ کوئی اسکا مستحق نظر نہیں آیا - اس بنا پر میں یہ مال لایا ہوں - یہ کہکر میں نے مال کو رکھدیا - رسول اللہ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم اسکو صرف کرو - لیکن خود اسکو ہاتھ نہیں لگایا - میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ پہلی نشانی ہے - میں وہاں سے لوٹا اور کچھ مال اور جمع کرکے لایا - میں نے سلام کرکے کہا کہ مجھے معلوم ہوا کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے - میرے پاس اور بھی کچھ مال تھا جسکو میں بطور تحفہ کے پیش کرنا چاہتا تھا ' آج اُسکو لایا ہوں - آپنے قبول کیا اور اصحاب کے ساتھ اُس میں شریک ہوئے - میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دوسری علامت ہے - میں لوٹ کر کچھ دنوں کے بعد پھر آیا تو آپ بقیع غرقد میں ایک جنازہ کے ساتھ ساتھ جارہے تھے - آپ کے ارد گرد آپ کے اصحاب تھے ' آپ کے پاس صرف دو چادریں تھیں ' ایک کو اوڑھے ہوئے ' اور دوسری کا تہبند باندھے ہوئے تھے - میں نے سلام کیا اور ادھر اُدھر آپ کی پیٹھ دیکھنے لگا ' جب آپ کو میرا مقصد معلوم ہوا تو چادر پیٹھ سے اُٹھادی اور مجھکو مہر نبوت ویسی ہی نظر آئی جیسا کہ مجھ سے بیان کیا گیا تھا - میں اُسکے چومنے کے لیے ٹوٹ پڑا ' اور رونے لگا - آپنے فرمایا ذرا ہٹ چلو - میں ہٹ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور اپنا واقعہ بیان کیا - آپکو یہ واقعہ عجیب تر معلوم ہوا ' اور آپ نے چاہا کہ صحابہ بھی اُسکو سنیں ' اسکے بعد میں اسلام لایا - لیکن غلامی کی وجہ سے بدر و احد کی لڑائی میں شریک نہو سکا - مجھ سے رسول اللہ نے کہا : کہ تم مکاتب بنجاؤ - میں نے اپنے آقا سے اسکی درخواست کی تو اُس نے درخواست اس شرط پر قبول کی کہ میں تین سو کھجور کے درخت اسکے لیے لگادوں ' اور چالیس اوقیہ چاندی ادا کردوں - رسول اللہ نے صحابہ سے فرمایا کہ کھجور کے پودوں سے اپنے بھائی کی مدد کرو - چنانچہ ہر شخص نے اپنی اپنی حیثیت کے موافق کسی نے تیس ' کسی نے بیس ' کسی نے پندرہ ' کسی نے دس پودے مجھکو دیے - آپ نے فرمایا : " اسکو لیکر چلو اور زمین کھودو - جب اُنکے بٹھانے کا ارادہ کرنا تو مجھے اطلاع دینا - میں اُنکو خود اپنے ہاتھ سے بٹھاؤنگا " میں نے زمین کھودنے کی تیاری کی تو اور صحابہ نے بھی میری مدد کی - اسکے بعد رسول اللہ آئے اور اپنے ہاتھ سے اُنکو بٹھانے اور مٹی برابر کرنے لگے ' اور خدا سے برکت مانگی - اُس ذات کی قسم جسکے ہاتھ میں سلمان کی جان ہے ' اُن میں سے ایک پودا بھی ضائع نہیں ہوا - اب مجھپر صرف درہم باقی رہگئے تھے - اتفاق سے ایک روز رسول اللہ اپنے صحابہ کے ساتھ تھے کہ صحابہ میں سے ایک شخص انڈے کے برابر سونا لایا ' جسکو اُس نے کسی کان میں پایا تھا - اُس نے سونا رسول اللہ پر تصدق کردیا - آپ نے فرمایا آخر سلمان غریب کا کیا حال ہے ؟ اُسکو بلاؤ - چنانچہ میں آیا - آپ نے فرمایا اُسکو لیجاؤ اور اپنا بدل کتابت ادا کردو - میں نے کہا اتنے میں کیا ہوگا ؟ آپ نے فرمایا بقیہ بھی خدا تمہاری طرف سے ادا کردیگا "

بہر حال بدل کتابت ادا کرکے وہ آزاد ہوگئے -

اسوۂ حسنہ

تربیت یافتگان عہد نبوت

حضرت سلمان فارسی

رضي الله عنه

(از مولانا عبد السلام صاحب ندوي)

حضرت سلمان فارسي ' جیسا کہ آنکے اس انتساب سے ظاہر ہوتا ہے ' ایرانی النسل تھے - اسلام سے پہلے آنکا نام مابہ تھا - آنکا سلسلہ نسب یہ ہے : مابہ بن برخشان بن مورسلان بن بہوذان بن فیروز بن سہرک - بہرک جن پر آنکے شجرۂ نسب کي انتہا ہوتي ہے ' اب الملک کي اولاد میں تھے - ایک مرتبہ خود حضرت سلمان (رض) سے آنکا نسب پوچھا گیا - آنہوں نے سلمان بن اسلام بتلایا - لیکن یہ اسلام کي شیفتگي کا اثر تھا کہ وہ اپنے آپ کو صرف اسلام کي طرف منسوب کرنا پسند فرماتے تھے -

وطنیت کے متعلق اختلاف ہے - بعض روایتوں میں ہے کہ رام ہرمز (خلیج فارس) کے رہنے والے تھے - بعض راویوں کا بیان ہے کہ آنکا وطن جي تھا جو اصفہان کا ایک شہر ہے -

آنکے اسلام لانے کا قصہ نہایت دلچسپ اور عجیب ہے ' جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنہوں نے نظر اجتہاد سے اکثر مشہور مذاہب کو خوب جانچ کر اسلام قبول کیا تھا - استیعاب میں ہے کہ وہ کچھہ اوپر دس برس خدا کي عبادت کرنے کے بعد مطلب رسالت پناہ تک پہونچے - بہر حال آنہوں نے اپنے اسلام لانے کا قصہ خود ہي بیان کیا ہے ' جو حضرت عبد اللہ بن عباس کي روایت سے ذیل میں درج کیا جاتا ہے -

(جستجوے حق)

" میں اصفہان کے ایک گانو جي کا رہنے والا تھا ' میرا باپ وہاں کا دہقان تھا ' اس کو مجھہ سے اسقدر محبت تھي کہ مجھکو لڑکیوں کي طرح گھر سے نکلنے نہیں دیتا تھا - اس زمانے میں میرا مذہب مجوسي تھا - میں ایسي آگ کے پاس رہتا تھا جو کبھي بجھنے نہیں پاتي تھي - بعض گانوں میں میرے باپ کي جائداد تھي اور وہ ایک مکان کي تعمیر میں مصروف تھا - ایک دن اسنے مجھے بلاکر کہا : " بیٹا ! میں اس عمارت کي تعمیر میں جیسا کہ تم دیکھتے ہو ' مصروف ہوں - تم میري جائداد کي طرف چلے جاؤ ' لیکن وہاں رہ نہ جانا ' کیونکہ اگر ایسا کروگے تو میں اپني تمام جائداد کو چھوڑ چھاڑ کر تمہاري فکر میں مصروف ہوجاؤنگا " میں اس غرض سے نکلا تو میرا گذر ایک گرجے کي طرف ہوا - میں وہاں لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھکر آنکے پاس گیا تاکہ دیکھوں وہ کیا کر رہے ہیں - مجھکو آنکي نماز خوش آئي اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ انکا مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے - چنانچہ میں غروب آفتاب تک وہاں سے نہ نکلا اور نہ اپنے باپ کے پاس واپس آیا - یہانتک کہ میرے باپ نے میري جستجو میں آدمي دوڑاے - جب عیسائیوں کي نماز مجھے پسند آئي تو میں نے آن سے پوچھا " اس مذہب کا مرکز کہاں ہے ؟ " انہوں نے شام کا پتہ بتایا - میں وہاں سے چلکر اپنے باپ کے پاس آیا - اسنے کہا : بیٹا ! تم کہاں تھے ؟ میں نے تو پہلے ہي تم سے کہدیا تھا کہ رک نہ رہنا - میں نے کہا " میرا گذر کچھہ لوگوں پر ہوا جو گرجے میں نماز پڑھہ رہے تھے ' مجھکو آنکي نماز اور آنکا مذہب خوش آیا اور مجھے معلوم ہوا کہ آنکا مذہب ہمارے مذہب سے اچھا ہے " اسنے کہا " نہیں بیٹا ! تمہارا اور تمہارے آبا و اجداد کا مذہب آنکے دین سے افضل ہے " میں نے کہا " خدا کی قسم ہرگز نہیں " یہ سنکر وہ میري طرف سے بدظن ہوگیا اور میرے پانوں میں بیڑیاں ڈالکر مجھے قید میں رکھا - میں نے عیسائیوں کے پاس آدمي بھیجکر پیغام دیا کہ میں نے تمہارا مذہب اختیار کرلیا ہے - جب تمہارے یہاں کوئي شام کا قافلہ آے تو مجھے خبر دینا - چنانچہ آنکے یہاں تاجروں کا ایک قافلہ آیا تو آنہوں نے مجھے خبر کي - میں نے کہلا بھیجا کہ جب وہ لوگ واپس جانے کا قصد کریں تو مجھے اطلاع کرنا - چنانچہ جب قافلہ واپس جانے لگا تو آنہوں نے مجھے اسکي اطلاع دي - میں بیڑیاں توڑ تاڑ کر نکلا اور آنکے ساتھہ شام کي طرف روانہ ہوا - جب شام میں آیا ' تو میں نے پوچھا " تمہارا عالم کون ہے ؟ " آنہوں نے پادري کو بتایا - میں نے آسکے پاس جاکر اپنا واقعہ بیان کیا ' اور گذارش کي کہ آپ کي خدمت میں رہکر نماز پڑھنا اور علم سیکھنا چاہتا ہوں ' کیونکہ میں نے آپ کا مذہب قبول کرلیا ہے - آسنے مجھے اپنے پاس ٹھہرنے کي اجازت دي - چنانچہ میں آسکے پاس رہا ' لیکن وہ ایک بدترین مذہبي شخص تھا - لوگوں کو صدقہ کا حکم دیتا اور آسکي رغبت دلاتا تھا ' لیکن جب لوگ صدقہ کا مال جمع کرتے تھے تو اپنے خزانہ میں رکھہ لیتا تھا - یہانتک کہ آسکے پاس درہم و دینار کے سات گھڑے جمع ہوگئے تھے - چنانچہ جب آسنے انتقال کیا اور لوگ آسکي تجہیز و تکفین کے لیے جمع ہوے ' تو میں نے کہا " کیا تم لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ ایک بدترین شخص تھا " ساتھہ ہي میں نے صدقہ کے مال کے متعلق آسکا تمام کارنامہ بیان کیا - آن لوگوں نے اسکا ثبوت مانگا - میں نے آن ساتوں گھڑوں کا سونا اور چاندي نکال کر رکھدیا - جب آن لوگوں نے یہ دیکھا تو کہا کہ خدا کي قسم ہم اسکو دفن نہیں کرینگے - آسکے بعد آسکو سولي پر لٹکایا اور پتھر مارے ' اور دوسرے شخص کو آسکا قائم مقام مقرر کیا - میں نے مسلمانوں کے سوا کسي شخص کو آس قائم مقام سے بہتر نہیں پایا - میرے دلمیں آسکي محبت اسقدر پیدا ہوگئي کہ آسکے پہلے کسي چیز کي نہیں ہوئي تھي - جب آسکي وفات کا زمانہ آیا تو میں نے کہا " اب تو یہ وقت آپہونچا ' آپ میرے لیے کیا فرماتے ہیں ؟ " آسنے کہا : " بیٹا میں جس طریقہ پر ہوں ' اس پر بجز ایک شخص کے جو موصل میں رہتا ہے مجھے کوئي دوسرا نظر نہیں آتا ' باقي لوگوں نے تو اپنے مذہب کو بالکل بدل دیا ہے " چنانچہ جب آسکا انتقال ہوچکا ' تو میں صاحب موصل کے پاس آیا اور آسکي اس وصیت کا حال بیان کیا - آسنے مجھے قیام کي اجازت دي ' اور میں ایک مدت تک اسي طریقہ پر رہا جس پر آسکا پیشرو تھا - لیکن جب آسکي موت کا بھي زمانہ آگیا تو میں نے کہا " اب یہ وقت آپہونچا ' مجھے آپ کیا وصیت کرتے ہیں " آسنے کہا : " بیٹا جس روش پر میں ہوں آسپر بجز ایک شخص کے جو نصیبین میں قیام پذیر ہے ' میري دانست میں کوئي دوسرا نہیں ہے ' تم آس سے جاکر ملاقات کرو " چنانچہ میں آسکے پاس آیا اور اس واقعہ کي خبر دي ' اور وہاں بھي ایک مدت تک رہا - جب آسکي وفات کا وقت آیا تو میں نے عرض کیا کہ فلاں فلاں نے مجھہ کو فلاں فلاں کي خدمت میں رہنے کي وصیت کي تھي ' آپ مجھے کہاں جانے کي وصیت کرتے ہیں ؟ آسنے کہا " میري دانست میں میرے مذہب پر بجز ایک شخص کے جو عموریہ میں ہے ' کوئي نہیں ہے - اگر تمہیں استطاعت ہو تو آس سے جاکر ملو " جب اسکا انتقال ہوچکا تو میں صاحب عموریہ سے ملا ' اور واقعہ بیان کیا - آسنے ٹھہرنے کي اجازت دي - میں نے وہاں قیام کیا اور آس کو ٹھیک اسي روش پر پایا جس پر آنکے اصحاب تھے - میں وہاں ایک مدت تک رہا - مجھے وہاں کچھہ مال ہاتھہ آیا جس سے میں نے گاے اور بکریاں وغیرہ خرید لیں - جب آسکي بھي موت کا وقت آگیا تو میں نے کہا " آپ مجھے کسکے یہاں جانے کا حکم دیتے ہیں ؟

مچھلي کو پاني ميں فروخت کرنا ' پرندوں کو ہوا ميں بيچنا ' جانوروں کو ماں کے پيٹ ميں ہونے کي حالت ميں بيع کرنا ' زمين کو يا مال کو کاشت يا تجارت پر اسطرح دينا کہ اُسکي شرح حصۂ خاص (مثلاً چار سو من غلہ يا چار سو روپيہ) سے مقرر کرلي جاے ' کيونکہ ان تمام صورتوں ميں بيع حالت مستقبل پر مبني ہے جسکے متعلق کوئي فيصلہ نہيں کيا جاسکتا -

سطور بالا سے دو نتيجے مستنبط ہوتے ہيں :

(۱) اسلام نے دولت کو ايک مہتم بالشان رتبہ ديا ہے - اپنے پيرووں کو تحصيل دولت اور کسب معاش کي سخت تاکيد کي ہے ' اُنکے ليے تحصيل دولت و طلب معاش کي تمام راہيں کھول دي ہيں -

(۲) وہ تمام صورتيں جن سے باہمي فساد ' مضرت ' اور شخصي فوائد کے مقابلہ ميں جمہور کي ملکيت کا نقصان متصور ہے ' ممنوع قرار ديدي ہيں -

(ارباب دولت اور فقرا)

نتائج سابقہ سے يہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے ارباب ثروت کي بڑي قدر کي ہے ' ليکن اسکے مقابلہ ميں سوال پيدا ہوتا ہے کہ اُسنے دوسرے طبقہ يعنے فقرا کے ليے کيا سامان کيا ؟ اس باب ميں اُسکي سب سے پہلي کوشش يہ ہے کہ اُسنے اُن ارباب ثروت کو سخت تحقير کي نگاہ سے ديکھا ہے ' جنھوں نے اپني زندگي کا سب سے اہم مقصد جمع مال قرار ديا اور جو دولت کو مقصود بالذات سمجھتے ہيں :

ويل لكل همزة لمزة الذي جمع مالا و عدده - يحسب ان ماله اخلده (سورة همزه)

برا ہو ہر ايک چغلخور عيب جو کا جسنے مال جمع کيا اور اسکو گنا ' اور وہ گمان کرتا ہے کہ اُسکا مال اُسکو ہميشہ باقي رکھيگا -

دوسري جگہ ہے :

و الذين يكنزون الذهب و الفضة و لا ينفقونها في سبيل الله فبشرهم بعذاب اليم (سورة توبه)

اور جو لوگ سونا اور چاندي جمع کرتے ہيں ' اور اُسکو خدا کي راہ ميں نہيں خرچ کرتے تو انکو عذاب دردناک کي بشارت ديدو -

(بخل و اسراف)

ان آيات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے بخالت کي مذمت کي ہے ' تو کيا وہ اسراف کو پسند کرتا ہے ؟ کيا وہ اسکو پسند کرتا ہے کہ تمام دولت اہل حاجت اور فقرا ميں تقسيم کر ديجاے ؟ نہيں ' وہ ديگر مذاہب کي طرح اسکو نہيں پسند کرتا - اُسکي تعليم ہے کہ حقداروں کو اُنکا پورا حق دو ' ليکن اداے حق ميں اسراف نہ کرو :

و ات ذالقربى حقه و المسكين و ابن السبيل و لا تبذر تبذيرا ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين (سورة الاسراء)

قرابت داروں ' مسکينوں ' اور مسافروں کو اُنکا حق دو ' اور زيادہ فضول خرچي نہ کرو - فضولخرچ لوگ شيطان کے بھائي ہيں -

ہر شخص اپني ذات پر خرچ کرنے کا مختار ہے ' جتنا چاہے خرچ کرسکتا ہے - ليکن اسلام اسکو بھي جائز نہيں رکھتا ' وہ کہتا ہے :

كلوا و اشربوا و لا تسرفوا - کھاؤ اور پيو اور اسراف نہ کرو -

اسلام نے اس باب ميں نہايت معتدل طريقہ اختيار کيا ہے - وہ ديگر مدعيان روحانيت مذاہب کي طرح يہ نہيں کہتا کہ اپنا تمام سرمايہ فقيروں کو ديکر خود فقير بن جاؤ ' اور نہ دنيا داروں کي طرح وہ بخل کي تعليم ديتا ہے ' اُسکا اعلان ہے :

و لا تجعل يدك مغلولة الى عنقك و لا تبسطها كل البسط فتقعد ملوما محسورا (سورة الاسراء)

اپنا ہاتھ اپني گردن ميں نہ باندھ لو (يعني بالکل بخالت نہ کرو) اور نہ اُس کو پورا کھول دو (يعني اسراف نہ کرو) کہ حقير و ذليل ہوجاؤ -

اسلام کہتا ہے :

و اقصد في مشيك - اپني چال ميں ميانہ روي اختيار کرو -

لوگ پوچھتے ہيں کہ ہم کو کيا خرچ کرنا چاہيے ؟ اُسکے جواب ميں خدا فرماتا ہے :

و يسئلونك ماذا ينفقون قل العفو (بقره)

لوگ تجھسے پوچھتے ہيں کہ ہم کيا خرچ کريں ؟ کہدے کہ جو حاجت سے زيادہ ہو -

اس بيان سے معلوم ہوگيا ہوگا کہ اسلام بخل و اسراف کے درميان ميانہ روي کي تعليم ديتا ہے ' وہ خدا کي راہ ميں مال کا وہ حصہ خرچ کرنے کو کہتا ہے جو حاجت سے زيادہ ہو -

(زکوۃ)

احاديث نے حاجت سے زيادہ ہونے کي تفسير يہ کردي ہے کہ جو نقد مسلمان کے پاس اسکي تمام ضروري ضروريات کے بعد سال بھر ميں بچ جاے ' اور وہ کم از کم دو سو درم کي ماليت ہو ' يعني چاليس انگريزي روپئے ' اُسکا چاليسواں حصہ خدا کي راہ ميں فقرا کو ديا جاے - اسي کا نام زکوۃ ہے - اسلام ميں زکوۃ ہر صاحب استطاعت مسلمان پر فرض ہے - استطاعت سے مراد يہي ہے کہ اُسکے پاس چاليس روپيے اُسکي ضروريات سے زايد سال بھر ميں باقي رہيں ' ايسے شخص پر چاليسواں حصہ ' يعنے ايک روپيہ واجب ہے -

زردشت کے مذہب ميں بھي زکوۃ فرض ہے - ليکن اُس ميں زايد از حاجت مال کا دسواں حصہ فرض کيا گيا ہے - ليکن يہ ظاہر ہے کہ يہ مقدار ايسي ہے جو بآساني نہيں دي جاسکتي - اسلام نے چاليسواں حصہ اسقدر اعتدال کے ساتھہ رکھا ہے جس سے زيادہ اعتدال نہيں ہوسکتا -

اسلام نے مال زکوۃ کے مستحقين پر تقسيم کرنے کا با قاعدہ انتظام کيا ہے - تمام ملک کي زکوۃ بيت المال ميں جمع کي جاے ' اور وہ خلافت کي زير نگراني تمام مستحقين کو حسب حاجت دي جاے - اس سے دو فائدے مقصود ہيں - اول يہ کہ مستحقين ملک کي انتظام اور سلسلہ کے ساتھہ اعانت کي جاے ' ايسا نہ ہو کہ ايک شخص کو بہت مل جاے دوسرے کو کچھہ نہ ملے - دوسرے يہ کہ خود اصحاب زکوۃ بھي باقاعدہ ادا کرتے رہيں ' اور اُن سے بتاکيد سالانہ رقم وصول کي جاے -

زکوۃ کي يہ رقم کس کو دي جاے گي ؟ اس کا جواب بھي خود قرآن مجيد نے ديديا ہے :

انما الصدقات للفقراء و المساكين و العاملين عليها ' و المؤلفة قلوبهم و فى الرقاب و الغارمين و فى سبيل الله و ابن السبيل ' فريضة من الله (توبه)

زکوۃ صرف فقرا ' مساکين ' تحصيلداران زکوۃ ' نو مسلموں ' اور غلاموں کے آزاد کرنے ميں خرچ کي جاے ' نيز قرضداروں کو دي جاے ' اور خدا کي راہ ميں ' اور مسافروں کو -

اس سالانہ چندہ کے علاوہ ايک اور فنڈ بھي اسلام نے مستحقين اعانت کے ليے قائم کيا ہے :

و اعلموا انما غنمتم من شيء فان لله خمسه و للرسول و لذي القربى و اليتامى و المساكين و ابن السبيل - (انفال)

جو کچھہ مال غنيمت تمھارے ہاتھہ آے ' اُسکا پانچواں حصہ خدا اور اُسکے رسول ' اقربا ' يتيم ' مساکين ' اور مسافر کے ليے ہے -

مقالات

اصلاح معاشیت اور اسلام

(بسلسلہ اسلام و سوشیلزم)

(از مولانا سید سلیمان صاحب ندوي)

(۲)

(کسب معاش کي اصلاح)

اسلام نے ایک طرف تو اس سختي و لحاظہ کے ساتھہ کسب معاش کا حکم دیا کہ دنیا کي کسي تعلیم میں اسکي نظیر نہیں ملسکتي' دوسري طرف معاش کے بعض اُن ذریعوں اور صورتوں کو پوري سختي کے ساتھہ روک بھي دیا جن سے انسان کي نوعي مساوات و فطري حقوق کو نقصان پہنچتا تھا' اور نیز طرح طرح کے اخلاقي و اجتماعي فسادات پیدا ہوتے تھے - یہ ممنوعہ وسائل معاش چار قسموں میں آسکتے ہیں :

(۱) بغیر حق کے ایک انسان کا دوسرے انسان کے مال و نتائج محنت پر قبضہ -

(۲) اس قسم کے وسائل جنکي وجہ سے دولت صرف چند افراد میں محدود رہجاے اور دولت کے سیلان عام و تقسیم قومي میں خلل پڑجاے -

(۳) بعض خاص خاص فساد انگیز وسائل معاش -

(۴) ایسي صورتیں جن سے ایک فریق کو نقصان پہنچے -

چنانچہ اسلام نے بطور ایک اصول کے کہدیا ہے :

یا ایہا الذین امنوا لاتا کلوا اموالکم بینکم بالباطل

اے ایمان والو ! آپس میں اپنا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ -

پہلي صورت کي مثال رشوت ہے' رشوت درحقیقت بے استحقاق آمدني کا نام ہے - قرآن مجید میں ہے :

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلوا بہا الی الحکام لتاکلوا فریقاً من اموال الناس بالاثم - (بقرہ)

آپس میں تم لوگ اپنا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ' اور نہ حکام کو مال دو تاکہ تم لوگوں کے مال کا ایک حصہ گناہ سے حاصل کرو -

دوسري صورت کي مثال " سود " ہے - سود میں بے شمار اخلاقي اور اقتصادي مضرتیں مضمر ہیں - اخلاقي حیثیت سے سود کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ اس سے انسان کي باہمي مہرباني و شفقت کي عمارت منہدم ہوجاتي ہے - غریب سے غریب آدمي کو بلا سود قرض ملنا مشکل ہوجاتا ہے - متوسط الحال انسان قرض لیکر اصل ادا کرسکتا ہے' لیکن سود کے بار کا وہ متحمل نہیں ہوسکتا' اور آخر کو اُسکو اپني ساري دولت سے دست بردار ہونا پڑتا ہے - اعلی طبقہ کے لوگ بلا شبہہ سود دے بھي سکتے اور لے بھي سکتے ہیں' لیکن اسمیں بھي شک نہیں کہ سود بڑي سي بڑي دولت میں بھي گھن لگا دیتا ہے - دوسري سب سے بڑي اقتصادي مضرت اسمیں یہ ہے کہ اس سے دولت چند افراد اور چند جماعتوں میں محدود ہوجاتي ہے - مثال کے لیے ہندوستان کے مہاجن اور یورپ کے بینکر پیش نظر ہیں - یہي وہ عظیم الشان مضرت ہے جس سے بچنے کي غرض سے ارباب اشتراکیۃ غربا کے لیے قرض دینے والي انجمنیں قائم کرنا چاہتے ہیں - لیکن اسلام کي فکر عاقبت اندیش نے نفس سود ہي کو اپنے پیرووں کے لیے حرام کردیا' جس سے یہ تمام اخلاقي اور اقتصادي مضرتیں خود بخود دور ہوگئیں - قرآن مجید میں ہے :

الذین یاکلون الربا لا یقومون الا کما یقوم الذي یتخبطہ الشیطان من المس - (بقرہ)

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت میں اُس شخص کیطرح اٹھیں گے جسکو شیطان نے چھوکر مخبوط کردیا ہے -

یا ایہا الذین آمنوا اتقو اللہ و ذروا ما بقي من الربا ان کنتم مومنین' و ان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ - و ان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون و لا تظلمون - (بقرہ)

اے ایمان والو ! خدا سے ڈرو اور جو کچھہ سود باقي رہگیا ہو وہ چھوڑ دو' اور اگر تم ایسا نکرو تو خدا اور رسول سے جنگ کرنے کا اعلان دو اور اگر تم باز آؤ تو تم اپني اصل لے سکتے ہو - تم نہ کسي پر ظلم کرو' اور نہ تم پر کوئي ظلم کرے -

آخري آیت میں حرمت ربوا کي وجہ بھي ظاہر کردي گئي ہے - اسي طرح اسلام میں " احتکار " بھي ممنوع ہے - (احتکار کے یہ معنے ہیں کہ غلہ وغیرہ عام ضرورت کي چیزوں کو گراني کے زمانے میں فروخت کرنے کے خیال سے روک رکھنا) کیونکہ اس سے ایک حریص انسان کو فائدہ ہوتا ہے' لیکن جمہور ملک کو نقصان پہونچتا ہے -

تیسري صورت سے مراد " قمار بازي " ہے جسکي لاٹري وغیرہ مختلف صورتیں آج یورپ میں اور کسي قدر ہندوستان میں جاري ہیں' اور جن میں سے بعض صورتوں کو مجبوراً دفع فساد کے لیے گورنمنٹ کو روکنا پڑا :

انما الخمر و المیسر و الازلام رجس من عمل الشیطان

شراب' قمار بازي' جوے کے پانسے یہ سب چیزیں ناپاک ہیں' شیطاني عمل میں سے -

اسي طرح بیع کي وہ تمام صورتیں اسلام نے ناجائز کردي ہیں جن سے باہمي منازعت و فساد کا خوف ہو' جیسے ملابسہ' منابذہ' بیع الحصاۃ' بیع الغرر - یہ ان اقسام تجارت کے نام ہیں جو اسلام سے پہلے عرب میں جاري تھے' اور اب بھي ان کي بعض قسمیں اور ملکوں میں پائي جاتي ہیں - ملامسہ سے مطلب یہ ہے کہ رات کي تاریکي میں یا دن کو آنکھہ بند کر کے ایک متعین قیمت دیکر انسان دکان سے جو چیز چاہے اُٹھ لے - منابذہ کے یہ معني ہیں کہ خریدار آنکھہ بند کر کے قیمت پھینک دے' اور دکاندار آنکھہ بند کر کے اٹکل سے کوئي چیز اٹھا کر دیدے - بیع الحصاۃ سے مراد یہ ہے کہ خریدار کنکري پھینکے' دکان کي جس چیز پر جاکر وہ کنکري گرے' خریدار وہ چیز لیلے - بیع الغرر سے مقصد دھوکے اور مکر کي خرید و فروخت ہے' جیسے خریدار کي ناواقفیت میں کسي غیر کي چیز خریدار کے ہاتھہ بیچڈالے - اسلام نے ان تمام صورتوں کو ممنوع قرار دیا ہے -

چوتھي صورت سے مراد اُس قسم کي تجارت ہے جسمیں سامان بیع کے موجود ہونے یا قبضے میں آنے سے پہلے اُسکو فروخت کیا جاتا ہے - جیسے میوہ پکنے سے پہلے درخت کے میوہ کو بیچدینا'

اس فنڈ کا خزانہ بھی بیت المال ہے' اسی کے ساتھ مسلمانوں کے پاس ایک تیسرا فنڈ بھی اس کام کیلیے ہے- عید اضحی کی قربانی اور اسکی کھال کی قیمت :

و یـذکروا اسـم اللـه علی ما رزقهم من بهیمة الانعام' فکلـــوا منهـــا و اطعمـــو البائسَ الفقیـــر- (حج)

اور تاکہ نام لو خدا کا (قربانی کرتے وقت) اُس جانور پر جو خدا نے تمکو دیا ہے' خود کھاؤ اُسمیں سے اور مشقت زدہ فقیروں کو کھلاؤ-

کیا مبارک ہوگا وہ دن جب اسلام کے بیت المال میں یہ تمام فنڈ جمع ہوتے ہونگے' اور ان اهل حاجت' فقرا' مساکین' اور یتیموںکی امداد کیجاتی ہوگی!

اس تمام بیان سے معلوم ہوا کہ اگر اسلام نے اہل دولت کو کسب معاش کا موقعہ دیا ہے' تو دوسری طرف اہل احتیاج کی بھی اسنے کچھہ کم خبرگیری نہیں کی ہے- یہی وہ چیز ہے جسکو آج موجودہ تمدن کی خود غرضانہ تاریکی میں اهـــل اشتراکیـة ڈھونڈھتے ہیں اور نہیں پاتے ہیں- اِنہیں تدابیر کا اثر تھا کہ اسلام میں ایک ایسا زمانہ بھی آیا ہے جب لوگ خیرات دینے کیلیے فقیر ڈھونڈھتے تھے' اور نہیں ملتے تھے- کیا یورپ میں بھی کبھی ایسا زمانہ آئیگا ؟

اسلام کی اس فیاضی سے کسی کو یہ شبہہ نہ ہو کہ وہ قوم میں ایک اپاهج' یا شکستہ' اور گداگر جماعت طیار کرنا چاهتا ہے- قرآن مجید نے زکوۃ اور صدقات کے مصارف خود حصر کے ساتھہ مقرر کردیے ہیں' اور اسلام میں برابر اسی پر عمل ہوتا رہا- حدیث شریف میں ہے :

لا تحل الصـدقـة لغني و لا لـــذي مـــرة سوی (ترمذی)

خیرات مالدار آدمی کو اور جس کو کمانیکی قوت ہو اور جس کے اعضا درست ہوں' حلال نہیں-

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیـہ و سلم اپنے آخری حج میں صدقہ کا مال تقسیم فرما رہے تھے کہ دو آدمی مانگنے کو آـے' آپنے اُن پر نظر ڈالی' اور پھر نیچی کرلی- وہ دونوں صحیح العضـاء اور مضبوط تھے- آپ نے فرمایا :

ان شئتما آتیتکما و لا حظ فیها لغني و لا لقوي مكتسب- (ابو داؤد)

اگر تم چاهو تو میں تم کو دوں' لیکن اس میں مالدار اور مضبوط کمانے والے آدمی کا کچھہ حصہ نہیں ہے-

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا یا رسول اللہ کچھہ زکوۃ دیجیے ! آپنے فرمایا :

ان اللـه لم یرض بحکم لـنبـي و لا غیـره فـي الصدقات' فجزاها ثمانیة اجـزاء- فان کنت من تلک الاجزاء اعطیتـک- (ابو داؤد)

خدا زکوۃ کے بارے میں کسی نبی یا غیر نبی کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوا ہے' بلکہ خود اُس نے اُس کے آٹھہ حصے کیے ہیں- اگر ان میں سے تم کسی میں ہو تو میں تم کو دوں-

حضرۃ زبیر بن عوام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لان یاخذ احـدکم حبلة فیـاتي بحزمـة حطب علی ظهره- فیبیعها فیکف الله بها وجهه خیر لـه من ان یسأل الـنـاس (بخاری)

تم میں سے کوئی شخص رسی لے' اور اپنی پیٹھہ پر لکڑی کا گٹھہ لیکر آـے اور اُس کو بیچے' اور خدا اُس کی عزت اُس سے رکھہ لے' اُس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے-

مستطیع گداگروں کی نسبت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

ما یـزال الـرجل یسأل الناس حتی یاتي یوم القیـامـة و لیس في وجهـــه مزعة لحم- (دار قطني)

جو شخص لوگوں سے مانگتا ہے وہ قیامت میں آئیگا تو اُس کے منہہ میں گوشت نہ ہوگا-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرۃ ثوبان سے فرمایا :

من یتقبل لي بواحـدة اتقبل له بالجنة لا یسأل الناس شیئاً (ابوداؤد)

کون میری ایک بات مانتا ہے ؟ میں اُسکے لیے جنت کا وعدہ کرتا ہوں- لوگوں سے مانگا نہ کرو !

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کچھہ اُنسے مانگا- آپنے فرمایا تمہارے پاس کچھہ ہے ؟ اُسنے کہا ہاں- ایک کمل ہے- آپنے کمل بیچکر ایک کلہاڑی خریددی کہ جنگل سے لکڑیاں لاکر بیچے-

حضرت عمر کے پاس ایک غیر مستحق گداگر آیا- آپنے اسکو پکڑکر ایک شخص کے پاس نوکر رکھا دیا- خانۂ کعبہ میں حضرت عمر رضی اللہ نے ایک شخص کو بھیک مانگتے دیکھا تو سخت سزا دی- (۱) ان تصریحات کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام کی فیاضی کا نتیجہ گداگروں کی جماعت بڑھانا ہے-

اب ہمکو صرف ایک بات اور کہنی باقی رہگئی ہے- اهل اشتراکیة اور یورپ کی اصلاح طلب پارٹی چاهتی ہے کہ بازار کا نرخ مقرر کیا جاـے اور بازار میں کھانے کی چیزونکی نگرانی کیجاـے- آجکل یورپ اور امریکا کے بازارونمیں کیمسٹری کے زور سے جسطرح چیزوں کی تبدیل ماهیت کی جاتی ہے' جسطرح ظاهر نما چیزیں بنالی جاتی ہیں' اور معمولی قیمت کی چیزیں ظاهری آب و تاب اور ملمع کی وجہ سے گراں قیمت بکتی ہیں' اس طرز تجارت سے غربا اور عام ملک کو جو نقصان پہونچتا ہے وہ محتاج اظہار نہیں- اس حالت میں سوشیالیسٹ پارٹی کا اپنی درخواست پر زور دینا بجا ہے-

لیکن اسلام اس ضرورت کو بھی پورا کرچکا ہے- اسلام میں انہیں اغراض کیلیے صیغۂ احتساب قائم ہوا تھا- محتسب اس صیغہ کا اعلی عہدہ دار ہوتا تھا' اسکے فرائض وهی ہوتے تھے جسکو اهل اشتراکیة تعین نرخ و نگرانی اشیاـے بازار کے لیے طلب کرتے ہیں-

ان تمام مباحث اور ان تمام تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ آج متمدن ممالک جن مصائب میں مبتلا ہیں' اسکا اصلی سبب یہ ہے کہ جدید تمدن کی بنیاد کسی صحیح مذهب پر نہیں ہے- اب مصلحین تمدن و معاشرت اور عقلاـے یورپ جو اصلاحات پیش کرتے ہیں' اُنمیں گو بعض باتیں غلط ہیں جنکی اسلام نے تردید کردی ہے' لیکن بقیہ امور وهی ہیں جنکو اسلام پہلے هی دن سمجھہ چکا تھا' اور اُسکی اصلاح کی تدبیریں کرلی تھیں- یہی وجہ ہے کہ اُسکا تمدن اشتراکیة کے جراثیم سے پاک رہا- حضرت عثمان کے عہد میں امراـے شام کے پاس بے انتہا دولت جمع ہوگئی تھی- حضرت ابو ذر غفاری' جو ایک بلند پایہ صحابی تھے' اُنہوں نے ان لوگوں کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ یہ دولت تمام فقرا پر تقسیم کر دیجاـے- لیکن چونکہ اس زمانہ میں فقرا کے حقوق کا کافی طور سے انتظام تھا' اسلیے حضرت ابو ذر کا کوئی هم آهنگ پیدا نہو سکا-

بہر حال اگر اس تفصیل کے بعد کہ اُسنے دنیا میں ہر قسم کی جائز مساوات قائم کی' اسنے جمہوریت کی بنا ڈالی' اُسنے امرا اور اهل ثروت کو همدردی کی تعلیم دی' اُسنے فقراـے ملک کا مستحکم اور پائدار بندوبست کیا' اگر یہ دعوی کیا جاـے تو کون انکار کر سکتا ہے کہ اسلام هی دنیا کا تنہا مذهب ہے جسکے پیرو کو اشتراکیة کے طوفان کا کوئی خوف نہیں- وہ صالح اشتراکیة کا معلم و محافظ ہے' اور غیر صالح افراط تفریط کا مخالف-

---

(۱) مشکوۃ باب الزکوۃ-

(۲) ان تمام واقعات کے لیے مشکوۃ' باب من لاتحـــل لہ الصدقة دیکھو-

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (١٤ : ٥٢)

نمبر - ١٣-١٤ | کلکته : جمعه ٢٧ - ربيع الثاني ٥ - جمادي الاول سنه ١٣٣٤ هجري | جلد ١

Calcutta : Friday, 3rd and 10th March, 1916.

ترجمان القرآن

يعني قرآن حکيم کا اردو ترجمه ' از خامه ايڈيٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقيقي حامل و مبلغ حضرات انبياء کرام و رسل عظام هيں - پس انکي تبليغ و تعليم اور نشر و توزيع کا مقدس کام دراصل ايک پيغمبرانه عمل هے جس کي توفيق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهيں حق تعالی انبياء کرام کي معيت و تبعيت کا درجه عطا فرماتا هے ' اور اونکا نور علم براه راست مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ هوتا هے : وذالک فضل الله يؤتيه من يشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخيره ميں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفيق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحيم رحمة الله عليه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکيم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي ميں اپنا عديم النظير ترجمه مرتب کيا - انکے بعد حضرة شاه رفيع الدين اور شاه عبد القادر رحمة الله عليهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان ميں ترجمة القرآن کي بنياد استوار هوئي - شکر الله سعيهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهيک ايک صدي گذر چکي هے ' ليکن يه کہنا کسي طرح مبالغه آميز نه سمجها جائيگا که نشر و تبليغ قرآن حکيم کي جو بنياد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکميل کا شرف حق تعالی نے ايڈيٹر الهلال کيليے مخصوص کرديا تها ' جنهوں نے بعض داعيان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرآنيه ' و ضروريات و احتياجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکيم کا يه اردو ترجمه نهايت سليس ' عام فهم ' معني خيز ' حقيقت فرما عبارت ميں مرتب کيا هے ' اور بحمد الله که زير طبع هے -

يه ترجمه کيسا هے ؟ ان لوگوں کيليے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هيں ' اسکا جواب دينا بالکل غير ضروري هے -

يه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه ليتهو ميں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه ميں آسکے - قيمت في جلد چهه روپيه رکهي گئي هے - ليکن جو حضرات اس اعلان کو ديکهتے هي قيمت بهيجدينگے ' ان سے صرف ساڑهے چار روپيه ليے جائينگے - درخواستيں اور روپيه منيجر البلاغ کے نام بهيجنا چاهيے -

نوٹ — ڈبل نمبر هونے کي وجه سے قيمت في پرچه چهه آنه

البیان

فی

مقاصد القرآن

ھـذا بیـان لـلـنـاس، و ھـدی و موعظة للمتقین (۳ : ۳۳)

یعنی قرآن حکیم کي مفصل تفسیر، اثر خامہ اڈیٹر الہلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاهر کردینا کافي ہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اوسکي محیط الکل معلمانہ تعلیم کا موجودہ دور جس قلم کے فیضان سے پیدا ہوا ہے، یہ اسي قلم سے نکلي هوئي مفصل اور مکمل تفسیر القرآن ہے !

یہ تفسیر موزوں کتابي تقطیع پر چهپنا شروع هوگئي ہے - هر مہینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۹۴ اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ صفحے اعلی درجہ کے ساز و سامان طباعة کے ساتهہ شائع هوتے رهینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصہ مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحہ کي تفسیر کا هوگا، انشاء اللہ عنقریب شائع هوجائیگا - قیمت سالانہ قبل از اشاعت چار روپیہ - بعد کو پانچ - روپیہ -

لیجئے ! مزیـــدار متهائي کهائیے

'Phone No. 241. Calcutta. | تیلیفون نمبر ۲۴۱ کلکتہ

جاپان کے مشہور و معروف کارخانے کی متهائیاں اب هندوستان میں بهي میسر هونے لگیں -

موریناگا کمپني جاپان میں سب سے بڑي متهائي بنانے والي کمپني ہے -

THE MORINAGA CONFECTIONERY, Co., Ltd. JAPAN.

ان متهائیوں میں ایسي کوئي چیز نہیں جو مذهب کے خلاف هو -

صرف دودهہ اور میوجات کے جوهر سے بنائي گئي هیں - اسمیں کوئي جزو کسي چیز کے بیکار اور بے اثر حصے کا نہیں لیا جاتا -

بچوں کیلیے نہایت ضروري چیز ہے - لذیذ اور خوش ذایقہ هونے کے علاوہ مفید صحت و توانائي بهي ہے -
اور هر شخص اسے ذوق و رغبت سے کهانا چاهتا ہے -

باوجود ان تمام خوبیون کے اس کي قیمت بہت هی کم رکهي گئي ہے -

یہ متهائیاں تمام هندوستان میں نہایت کثرت سے بکتي هیں -

کم سے کم ایک مرتبہ تو منگواکر تجربہ کیجیے !!

Sole Agents for India :—

Bessuo & Co. 111, Radha Bazar Street, Calcutta. & Hornby Road, Bombay.

هندوستان کے واسطے سول ایجنٹ :—

بیشو اینڈ کمپنی نمبر ۱۱۱ - رادها بازار سٹریت - کلکتہ - و هارن بی روڈ - بمبئی -

Printed & Published by Q. Ahmed at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane Calcutta.

Tel. Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No 948

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly ,, Rs. 6-12

البلاغ

مسئول و نگران تحریر
احمد المکنیٰ بابی الکلام الآزاد الدہلوی

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ

ٹیلی فون نمبر ۹۴۸

سالانہ — ۱۲ — روپیہ
ششماہی - ۶ —۱۲- آنہ

نمبر — ۱۳ — ۱۴
کلکتہ : جمعہ ۲۷ - ربیع الثانی و ۵ - جمادي الاولی سنه ۱۳۳۴ هجري
Calcutta : Friday, 3rd and 10th March, 1916.
جلد ۱

البیـــان

البیان کي اشاعة میں تاخیر پر تنبیه هو رهي هے ایراسے سوا چارہ نہیں کہ اُن احباب کرام سے بخشش و عفو کا خواستگار هوں جنهوں نے همیشه میري کمزوریوں پر نظر رکھکر میرے قصوروں سے درگذر کي هے - میں اپنے تمام کاموں کو تنہا انجام دیتا هوں ' اور اللہ کي مشیت ایسي هي تھي کہ اپني محنتوں اور شب بیداریوں کیلیے تن تنہا چھوڑ دیا جاؤں - مجھے ایک هي وقت کے اندر مختلف ذوق ' مختلف لٹریچر ' مختلف افکار اور مختلف مطالعه و نظر کے بیسیوں کام انجام دینے پڑتے هیں ' اور دار الارشاد کا سلسله اور اپني زندگي کي اولجھنیں انکے علاوہ هیں ' اسلیے اکثر ایسا هوتا هے کہ کاموں کے اختتام و تکمیل کے متعلق ارادے کرتا هوں مگر میرا اندازہ بالکل غلط نکلتا هے اور بیسیوں غیر متوقع موانع نکل آتے هیں - اگر میں کسي دن چند گھنٹوں کیلیے بیمار پڑجاتا هوں تو یکایک دس بارہ کام رک جاتے هیں اور اسکے سوا چارہ نہیں نظر آتا کہ اپني هلاکت گوارا کرلوں مگر کاموں میں خلل نہ پڑنے دوں ' البیـــان کے متعلق پوري امید تھی کہ ربیع الاول سے پہلے نکل جائیگا لیکن ایک طرف تو میں اپني مجبوریوں اور کام کي کثرت و هجوم سے درماندہ هوتا رها ' دوسري طرف البـــلاغ کے تسلسل کار کي وجه سے پریس کو بھي زیادہ مہلت نہیں ملي - نتیجه یہ نکلا کہ ابتک پہلا نمبر نہ نکل سکا -

---

با ایں همه جسقدر کوشش هوسکتي هے کي جارہي هے اور حتی الامکان سعي یہي هے کہ جس وقت بھي پریس کو مہلت ملے سب سے پہلے البیـــان کے فارم مشین پر چڑھادیے جائیں ' ایک نمبر نکل جاے تو پھر خود بخود کام کا تسلسل دقتوں کو دور کردیگا - امید هے کہ احباب کرام تھوڑا سا توقف اور گوارہ کرلینگے ' اور عجب نہیں کہ انتظار کي تلخي سے زیادہ نتیجه شیریں هو

ایک اور بڑي اور لاعلاج دقت یہ هے کہ دنیا میں اس کي طرح کاغذ کا بھي قحط هوگیا هے - خشک سالي یہاں تک بڑھگئي هے کہ چاندي سونا بازار میں هر وقت خریدا جاسکتا هے مگر کاغذ نہیں ملتا - البیـــان کیلیے مجبوراً جو کاغذ لیا لیا ' وہ اسقدر گراں پڑا هے کہ سمجھہ میں نہیـــں آتا - مجوزہ قیمت کیونکر اسکو کفایت کریگي ؟ بہر حال پہلا نمبر نکل جاے تو پھر اس مسئله پر غور کیا جائیگا - ترجمان القرآن کا بھي یہي حال هے ' اور اسکے لیے بھي تھوڑا سا انتظار گوارا کر لینا چاهیے -

خـاتمـة سخـــن

مجـــوزۂ شیعـــه کالـــج

" نصحت لكم ' ولكن لا تحبـــون الناصحيـــن "

گذشته دو نمبروں میں هم نے بالاختصار اپنے وہ خیالات ظاهر کردیے جو مجوزہ شیعه کالج کي تحریک اور اسکے نشو و نما کے اسباب و بواعث میں سے همارے پیش نظر هیں - اب آخري سوال یہ سامنے آتا هے کہ موجودہ حالت میں کیا کرنا چاهیے ؟

هم اسکا جواب نہایت اختصار سے دینگے کیونکہ اس هفته کسي مفصل تحریر کي گنجایش رساله میں نہ نکل سکي -

(۱) همارا عقیده یہ نہیں هے کہ مسلمان محمڈن کالج کے سوا اور کوئي کالج قائم نہ کریں ' بلکہ جسقدر کالج بھي کامل انتظام اور صحیح نظام تربیت کے ساتھہ قائم هوسکیں ' بہتر هیں اور ضروري هیں - " مرکز " اور " تعلیمي مرکز " کا خیال اصلاً غلط نہیں هے مگر جو مطلب ارباب علي گڈہ نے سمجھا هے وہ بھي صحیح نہیں - دنیا کي غلطیاں اسلیے غلط نہیں هوتیں کہ ان میں صحت نہیں هوتي ' بلکہ اکثر ایسا هوتا هے کہ سچ کو جھوٹ سے ممزوج و آلودہ کرکے دکھلایا جاتا هے ' اور مخلوط سچ ' خالص جھوٹ سے کہیں زیادہ فتنه پرداز هے - یقیناً اصول مرکزیة ایک قدرتي اور صحیح ترین چیز هے ' کوئي کام هو بغیر اسکے چارہ نہیں ' اور یہ بھي غلط نہیں هے کہ علي گڈہ کالج مسلمانان هند کیلیے نئي تعلیم کے مرکز کي حیثیت پیدا کرچکا هے ' مگر ساتھہ هي اسکے یہ معني بھي نہیں هیں کہ اور کوئي مفید کام نہ کیا جاے ' اور صرف مرکز مرکز پکارتے رهنا مسلمانوں کي تمام روز افزوں ضرورتوں کو پورا کردیگا - خوارج نے کہا تھا کہ " ان الحكم الا لله " اسپر حضرة امیر علیه السلام نے فرمایا : " کلمة حق یرید بها الباطل " انکا یہ کہنا کلمة حق هے ' مگر مقصود باطل هے - سر اصول مرکزیة کا بھي یہي حال هے -

(۲) پس اس سے بڑھکر خوشي کي اور کونسي بات هوسکتي هے کہ ایک نیا کالج مسلمانوں کیلیے اور قائم هوجاے ' لیکن کالج قائم کرنے کے یہ معني نہ تھے کہ باهمي اختلاف و نزاع کي زمین طیار کرکے اسپر غیروں کے هاتھوں تخم ریزي کرائي جاتي - چاهیے تھا کہ علي گڈہ کالج کے نزاع سے الگ هوکر محض خدمت قومي اور جذبات صالحۂ اسلامیه پر اسکي بنیاد رکھي جاتي - اگر

آب حیات

رشیِ کایا پلٹ، یونانی اکسیر البدن اور
کیمیاگر اکسیر اعظم کہتے ہیں یہ امرت ہوا

زندگی کو موت سے ایک روپیہ میں خریدنا

(آبحیات کے اکسیری فوائد !)

صحت کے برابر دنیا میں کوئی نعمت نہیں - جو لوگ وقت پر قدر نہیں کرتے - جب تندرستی بگڑ جاتی ہے - پھر عمر بھر پچھتاتے ہیں جو لا حاصل ہوتا ہے - اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئیں کھیت- ہندوستان گرم ملک ہے اور بوجہ شدت گرما گرد وغبار سے لے کر ہزاروں قسم کی بیماریاں و فساد خون کے دکھ ہر روز نئے لئے پیدا ہوا کرتے ہیں - گرانی اشیاء خوردنی نے عام لوگوں کو مفلس بنا رکھا ہے - اور کثرت بیماری نے لوگوں کو کمائی کے لائق نہیں رکھا ' اس لیے عام لوگ بلا علاج زندہ درگور ہو جاتے ہیں- اگر علاج کرتے ہیں تو فیس اور قیمت دوا ادا کرنے سے قلاش تنگدست بن جاتے ہیں- اور صاحب توفیق حضرات کو دوا خالص نہیں ملتی - مندرجہ بالا تکالیف کو دور کرنے لئے حکیم مطلق نے آب حیات کو مسیحائی اثر بخشا ہے تاکہ کوئی دکھیا دنیا میں نہ رہے - غریب سے غریب اور لاچار سے لاچار ایک پیسہ کی ایک خوراک لے کر امراض مزمنہ مایوس سے خلاصی پائے - آبحیات ہر مرض شدید کی دوا ہے خارجاً لگانے سے ہر درد وغیرہ کے لیے شفا ہے - ایک شیشی آبحیات کی کنبہ بھر کو بہت بلاؤں اور ناگہانی آفتوں سے بچا سکتی ہے' کسیکو معلوم نہیں مرض کس وقت رات کو یا دن کو جنگل میں یا گھر میں آ دبالیگی اسلیے یہ عقلمندی ہے کہ پہلے ہی سے ایک شیشی گھر میں رکھی جائے -

(فوائد مصدقہ آبحیات)

تپ دق ' تپ محرقہ ' صفراوی تپ' تپ بر سرت' سل ' پیچش' صفراوی اسہال ' سرسام ' درد سر ' درد پہلو ' نمونیا ' ذات الجنب' تپش دل ' ناسور ' بدھ کا زخم ' درد کان ' مسوڑوں سے خون آنا' پھوڑے پھنسیاں ' پٹھوں کا اینٹھاؤ ' بواسیر ' اوا سیر ' بھگندر' ناسور کا سوراخ ' دانت کا درد' قبض ' درد قولنج' درد کمر ' نقرس ' چھپاکی متلی ' قے ' زخموں میں کیڑے پڑنا ' کثرت پیاس' تخمہ' بدحواسی' کھانسی خشک و تر' ورم ' جھولے ' ورم پستان ' درد دل' ہیضہ ' طاعون' خنازیر ' درد شکم ' زہر دار ڈنگ' بھڑ' سانپ' بچھو' آگ سے جلنا ' گرمی کی شدت سے جسم پر گرم دانے نکلنا' درد' چوٹ ' خارش لکسیر وغیرہ وغیرہ کتاب میں مفصل حال درج ہے -

قیمت فی شیشی ایک روپیہ - چھ شیشی پانچ روپیہ - ایک درجن دس روپیہ محصول ڈاک ذمہ خریدار-

آبحیات کا مسیحائی اثر

(سل' دق ' کھانسی' سات ماہ کی صرف سات دن میں دور)
عالیجناب ہز ہائینس نواب میر فیض محمد خانصاحب بہادر کے - سی - ایس - آئی والی ریاست خیرپور سندھ

میراں غلام رسول عرصہ سات ماہ سے بعارضہ بخار لازمی جو ۱۰۴ درجہ تھرما میٹر پر رہتا تھا - اور اس کے علاوہ کھانسی ایسی شدید تھی کہ سونا ' بیٹھنا حرام ہو گیا تھا - چونکہ میر - اسے ممدوح اپنے آقائے نامدار میر احمد علی خان صاحب کی خدمت میں شب و روز رہتا تھا اور کھانا پینا ان کے ساتھ رکھتا تھا - ان کے معالجہ کے لئے یورپین سول سرجن سات سو روپیہ روزانہ کراچی وغیرہ سے اور نامور اطباء ہندوستان سے جمع ہوتے رہے - میر ممدوح مدقوق تھا - کوئی چارہ نہ چلا اور وہ فوت ہوگیا - تمام طبیبوں اور ڈاکٹروں نے متفق ہوکر کہدیا تھا کہ میر - اسے غلام رسول بھی اسی مرض میں مبتلا ہوگیا تھا-

آخر جب تمام معالجات سے تنگ آکر بحالت مایوسی سرکار ابد پائدار والی ریاست نے حکیم غلام نبی زبدۃ الحکماء لاہور کو جو جامع علوم ڈاکٹری و یونانی اور ماہر فنون ہر دو طب ہیں ' ریاست میں برائے معالجہ طلب فرمایا -

(آبحیات کا کرشمۂ قدرت)

زبدۃ الحکماء موصوف نے یورپین ڈاکٹر وغیرہ میڈیکل افسروں سے اس بات کا اتفاق کیا کہ مقدمہ سل ہے - اور جگر بھی بگڑ گیا ہے' صرف دس قطرہ آبحیات کے تین دفعہ دینے شروع کیے ' اور تمام انگریزی و یونانی دوائیاں ترک کرادیں - سات ماہ کا بخار اور کھانسی ساتویں روز جاتی رہی- یہ جادو کے اثر کی خبر ریاست میں مشہور ہوگئی- اور آبحیات کے جادو اثر کرشمے اور اس کے سریع العمل اور سریع الاثر لا علاج بیماروں کا کوئی کم قیمت علاج ہے' تو آبحیات تسلیم کر لیا گیا ہے - اب سندھ میں جو آتا ہے - اسی آبحیات کا طالب ہوتا ہے - تمام اخباروں میں اسی قصہ کو پڑھو اور وہاں سے تصدیق کرلو کہ میر- اسے غلام رسول اب تندرست ہے اور کاروبار ریاست میں مصروف ہے -

(العبد- خان بہادر رسول بخش خان نائب وزیر ریاست خیرپور سندھ)

الغرض آبحیات کی شیشی ہر گھر میں موجود ہونی ضرور ہے - سفر و حضر میں کار آمد - نہ ڈاکٹر کی ضرورت ہے نہ طبیب کی - بیسیوں امراض کی ایک ہی تیر بہدف دوا ہے' جو کسی قسم کے ضرر کے بغیر فائدہ دیتی ہے -

قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ - (منیجر)

(شربت مقوی اعصاب)

وہ نقص جو بھرپور جوانی میں مرد کو رنجیدہ خاطر بناتے ہیں' اس سے دور ہوتے ہیں - گئی ہوئی طاقت کو واپس لاکر مرد کو پورا مرد بناتا ہے - افعال قبیحہ اور کثرت عیاشی نے جب جسم کی قوت کو کھٹا دیا ہو- تو یہ شربت خاک میں ملی ہوئی امیدیں بر لاتا ہے' فی شیشی صرف چار روپیہ -

(سنون مستحکم دندان)

ہلتے دانت مضبوط - بدبو میل دور - دانت موتیوں کی طرح چمکدار- قیمت چار تولہ ایک روپیہ.-

(سر کا خوشبودار تیل)

بالوں کو خوشبودار رکھنے کے سوا سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہونے دیتا - دافع ضعف دماغ نزلہ و زکام فی شیشی تین روپیہ -

دوائی درد کان - قیمت صرف ایک روپیہ -

(سرخ رو)

بعد از غسل اس دوا کے دو قطرے چہرے پر مل لینے سے چہرہ خوبصورت ہو جاتا ہے' قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ

(روغن اعجاز)

برسوں کے زخم دنوں میں بھر جاتے ہیں' ناسور ' بھگندر- خنازیر کے گھاؤ اور کاربنکل زخم کا اچھا علاج - قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ-

(دوائی پیچش و مروڑ)

نہایت زود اثر اور مجرب دوائی ہے -قیمت چار تولہ صرف ایک روپیہ ہے -

(خنازیر کا خوردنی علاج)

اس دوائی کے کھانے سے گلٹیاں اندر ہی اندر بیٹھ جاتی ہیں قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ -

بخاروں کی شرطیہ دوا - پسینہ آکر ہر قسم کا بخار ایک گھنٹہ میں اتر جاتا ہے - قیمت فی ڈبہ دو روپیہ -

(سفوف دافع درد گردہ)

اس کے استعمال سے ریگ مثانہ دور ہوکر آئندہ دورہ درد سے نجات ہوتی ہے - چار تولہ صرف دو روپیہ -

پتہ - منیجر شفاخانہ شہنشاہی ' سند یافتہ حکیم و ڈاکٹر حاجی ' غلام ' نبی زبدۃ الحکماء لاہور- موچی دروازہ

الم يان للذين آمنوا ان تخشع قلوبهم لذكر الله و ما نزل من الحق ؟

كيا مسلمانوں كيليے ابهي وقت نهيں آيا كه الله كے ذكر اور اسكي اتاري هوئي سچائي سے انكے اندر درد
اور شكستگي پيدا هو ؟ اور وه اپنے دلوں كو آگے جهكا دیں ؟ ؟

افسانۂ هجر و وصال !

پهر چهيڑا حسن نے اپنا قصه
بس آج كي شب بهي سو چكے هم !

كيا دنيا ميں جس طرح بهار و خزاں كے موسم آتے ، ربيع و خريف كي هوائيں چلتيں ، اور جاڑے اور گرميوں كا سورج بدلتا هے ، اسي طرح دلوں كي شورشوں كا بهي كوئي موسم هے ؟ روحوں كي بيقراري كي بهي كوئي فصل هے ؟ ديوانگي اور سراسيمگي كا بهي كوئي وقت هے ، جسكي هوائيں چلتي هيں اور جنكے بادل نمودار هوتے هيں ؟ ميں نهيں جانتا كه ايسا هو - مگر ميں پاتا هوں كه ميرے دل كي ديوانگي ٹهر ٹهر كے اٹهتي اور ميري روح كي شورش گذر گذر كے لوٹتي هے - ميں كچهه عرصه سے اس دريا كي مانند جو اتر گيا هو ، چپ تها ، ليكن آج اس سمندر كي مانند جسكي تهه سے موجيں جوش مار رهي هوں ، پهر آهوں سے بهرا هوا هوں ، فريادوں سے معمور هوگيا هوں ، شورشوں سے لبريز هوں ، اور ديوانگيوں كے سرجوش سے ميرا ساغر ضبط چهلك گيا هے - آج مجهے پهر اس حالت كي تلاش هے جسكو اپنے سر و چهره پر اوڑها سكوں ، پهر ان ٹكڑوں كي جستجو هے جنكو اپنے دل و جگر ميں چبهو سكوں ، پهر ديوانه وار مشغلوں كي اور ان بيماروں كي بستي كي ضرورت هے جن عشق كي بيماري سے اتنا دبا اور بدمستي نے مجهے عاجز كرديا ، اور ميں پكارتا هوں كه جب بهر كے روؤں ، اور جسقدر چيخ چيخ كے ناله و فرياد كرسكتا هوں ، كرتا رهوں - ميري چيخيں تمهارے عيش و نشاط كو مكدر كرديں ، ميرا ناله و بكا تمهارے عيش كدوں كو ماتم كده بنادے ، ميري آهيں تمهارے دلوں ميں ناسور پڑجائيں ، ميري شورش غم سے تمهارے چهروں كي مسكراهٹ معدوم هو جاے - ميں تم كو غم و ماتم سے بهردوں - ميں تم كو درد و حسرت كا پتله بنادوں - تمهاري آنكهيں نديوں كي طرح بهه جائيں ، تمهارا دل تنور كي طرح بهڑك اٹهے ، تمهاري زبانيں ديوانوں كي طرح چيخ اٹهيں ، اور تمهاري غفلت عيش اور بے دردي نشاط كي وه بستي جو مدتوں سے برابر آباد چلي آتي هے ، اسطرح اُجڑ جاے كه پهر كبهي آباد نهو :

روے بازار مراد امروز عرفي با منست
ديدۂ تر مي فروشم دامن تر ميخرم !

* * *

دنيا ميں هم ديكهتے هيں كه انسان كي نيند اگر موت كي نيند نه هو ، تو كبهي نه كبهي ضرور ختم هوتي هے ، اور ايسا نهيں هوسكتا كه سونے والا كبهي نه جاگے - پهر بعضوں كي نيند ايسي هوتي هے كه اك ذرا سي آواز انكو جگا دينے كيليے كافي هوتي هے - بعض كي ايسے سخت هوتي هے تو انكے ليے چيخنے اور شور مچانے كي ضرورت هوتي هے - بعض ايسے بهي زياده غفلت كي نيند سونے والے هوتے هيں تو انكو جهنجهوڑنے اور هلانے كي ضرورت هوتي هے - اور اگر سونے والے كے جاگ اٹهنے كيليے يه بهي بيكار هوں تو پهر ايسا تو كبهي بهي نهيں هوسكتا كه بهونچال آجاے ، آتش فشاں پهاڑ پهٹ اٹهيں ، پهاڑوں كے ٹكرانے كے دهماكوں سے كان كے پردے ريزه ريزه هوجائيں اور پهر بهي نيند كے متوالے آنكهيں نه كهوليں -

سو يقين كرو كه خدا كا بهي اب بندوں كے ساتهه ايسا هي حال هے - اسكي صدائيں اٹهتي هيں تاكه غفلت كے سونے والے آنكهيں كهوليں ، اور اس پر بهي وه كروٹ نهيں ليتے ، تو هر طرف شور و غل مچنے لگتا هے تاكه سونے والوں كي نيند ٹوٹے - اگر اسپر بهي نيند نهيں ٹوٹتي تو هاتهه نمودار هوتے هيں اور وه جهنجهوڑ جهنجهوڑ كے اٹهاتے هے كه صبح آگئي اور آفتاب كي كرنيں ديواروں سے اتر كر صحنوں اور ميدانوں ميں پهيل گئيں - اب بهي اٹهه جاو اور اس دن كو اپنے هاتهه سے نه كهو جو جاكر پهر واپس نهيں آيا - ليكن آه ، اكثر ايسا هوتا هے كه اس جهنجهوڑنے پر بهي آنكهيں نهيں كهلتيں اور نيند كے متوالے كروٹ نهيں ليتے تو پهر دهماكے هوتے هيں ، زلزلے آتے هيں ، زمينيں پهٹنے لگتي هيں ، پهاڑ ايك دوسرے سے ٹكرانے لگتے هيں ، اور صداؤں اور آوازوں كي هولناكيوں سے تمام دنيا بهر جاتي هے - سو يه بهي سب كچهه اسي ليے هوتا هے تاكه كسي طرح انسان جاگے اور اب بهي آنكهيں كهولدے - اگر اسپر بهي آنكهيں نهيں كهلتيں تو پهر خدا كا فرشته پكار اٹهتا هے كه :

اموات غير احياء ! و لا يشعرون ايان يبعثون - يه زندوں كي آبادي نهيں بلكه مردوں كي بستي هے - وه اٹهنے اور اٹهاے جانے كي گهڑي سے بالكل غافل هو رهے هيں !

* * *

اس تنبيه اور هوشياري كي تمام تدبيريں هوچكيں ، اور ايك سونے والے كو جگانے كيليے جو كچهه كيا جاسكتا هے ، وه سب كچهه كيا جاچكا ، پر افسوس كه تمهاري آنكهيں ابتك بند هيں ، تمهاري غفلت كا نشه كسي طرح نهيں ٹوٹا ، اور تمهاري موت كي نيند كسي طرح بهي نهيں ٹوٹتي - دنيا ميں انسان كيليے عقل و بصيرت هے ، عقلا كي دانائياں هيں ، هاديوں كي هدايتيں هيں ، واعظوں كے وعظ هيں ، خدا كے مقدس نوشتے هيں ، اور رسولوں كي بتلائي هوئي تعليمات هيں ، پهر حوادث و تغيرات هيں ، انقلابات و تبدلات هيں ، آثار و علائم هيں ، استنباط و استشهاد هے ، ليكن آه ، وه قوم جسكي غفلت كيليے يه سب كچهه بيكار هے ! نه تو دنيا كے گذرے هوے واقعات ميں اسكے ليے كوئي اثر هے ، نه حال كے حوادث و تغيرات ميں اسكے ليے كوئي پيغام هے ، نه الله كے كلام سے ڈرتي اور كانپتي هے اور نه بندوں كي هدايتوں سے عبرت پكڑتي هے :

ما ياتيهم من ايات ربهم الا كانوا عنها معرضين (۶ : ۴)	الله كي نشانيوں ميں سے كوئي نشاني بهي ايسي نه آئي جسكو ديكهه كر انهوں نے عبرت پكڑي هو اور غفلت و سركشي سے باز آگئے هوں -

بلكه بسا اوقات ايسا نظر آتا هے كه جسقدر عبرت كي صدائيں جگانا چاهتي هيں ، اتني هي اسكي نيند زياده گهري هوتي جاتي هے :

و لقد جاءهم من الانباء ما فيه مزدجر حكمة بالغة فما تغن النذر ! (۵۴ : ۴)	اور بلا شبهه انكے پاس ايسي خبريں آچكي هيں جن ميں بڑي هي تنبيه اور هشياري هے اور بهت هي بڑي گهري حكمت و دانائي ، پر افسوس كه حوادث و انقلاب كي يه ڈراوني هدايت بهي انكي بيداري كيليے كافي نه هوئي !

دنيا ميں سب سے پهلے انسان كے آگے تاريخ يعنے دنيا كے گذرے هوے واقعات آتے هيں ، اور انهي سے انسان تجربه كي دانائي اور بصيرة حاصل كرتا هے - وه ديكهتا هے كه هميشه ايك هي طرح كے

صورت میں یہ سوال صرف ایک نئے کالج کا سوال ہوتا اور کوئی راست باز انسان ایسا نہوتا کہ اس تحریک کی پر جوش دل سے تائید نہ کرتا - مگر اب یہ کالج کا مسئلہ نہیں رہا بلکہ افتراق امۃ و انشقاق ملت کے فتنۂ خوابیدہ کے ایقاظ و ازدیاد کا (لا قدر اللہ)

(۳) لیکن بہرحال جو کچھہ ہونا تھا ہوچکا' اور اب اسکے سوا کچھہ چارۂ کار نہیں کہ ماضی کے اعادہ سے مایوس ہوکر صرف صورت موجودہ پر غور کیا جاے - تو جہاں تک میں سونچتا ہوں گو فتنہ کروٹ لیچکا ہے مگر اب بھی اسکو سلایا جاسکتا ہے' اور اگر اللہ تعالی داعیان تحریک کے دلوں کو کھول دے اور وہ مسلمانوں کی تباہ حالیوں پر رحم کھائیں' اور اسکے خدیوں کے زخموں کو اور زیادہ گھرا نہ رنا چاہیں' تو اب بھی کچھہ نہ کچھہ صورت اصلاح پیدا ہوسکتی ہے' اور اس تحریک سے نقصان کی جگہ فائدہ کی امید بھی کی جاسکتی ہے -

(۴) میں داعیان شیعہ کالج سے یہ نہیں چاھتا کہ وہ اس تحریک کو چھوڑ دیں' اور نہ اسکا آرزومند ہوں کہ اپنے طریق کار میں کوئی بڑی بنیادی تبدیلی کریں' بلکہ نہایت عاجزی اور کمال منت کے ساتھہ صرف دو جزئی تبدیلیوں کا خواستگار ہوں جنسے نہ تو انکے مقصد اصلی میں (اگر وہ محض اشاعۃ تعلیم و خدمت ملت ہے) کوئی حرج واقع ہوسکتا ہے اور نہ انکی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے - اول یہ کہ وہ جو کچھہ چاھیں کریں اور جو چاھیں بنالیں مگر خدا کیلیے اسکا نام " شیعہ کالج " نہ رکھیں - کیونکہ اُن انسانوں کیلیے جو قران نامی کتاب کے ماننے والے اور محمد بن عبد اللہ علیہ الصلوۃ و السلام کے پیرو ہیں' اس زمین پر بجز " اسلام " کے اور کوئی نام نہیں ہے - ابتک اس بدعۃ سے خاک ہند محفوظ رہی ہے کہ سنی کالج' شیعہ کالج' اور اہلحدیث کالج کے ناموں سے کالج قائم ہوے ہوں - پس خدا را افتراق و انشقاق کی ہلاکتوں کا ایک نیا دروازہ نہ کھولیں -

پھر قطع نظر اسکے دیکھنا یہ ہے کہ مجوزہ کالج کو " شیعہ کالج " کے نام سے موسوم کرنے کی ضرورت کیا پیش آئی ہے ؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ اسکے قیام سے مقصود مسلمانوں کے اس گروہ کی تعلیم و تربیت خصوصی ہے جو " شیعہ " کہلاتا ہے' اسلیے اسکا نام بھی شیعہ کالج رکھا جاے - سو اگر یہی مقصد ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ اسکو نام سے کیا علاقہ ہے اور اگر اسکا نام شیعہ کالج نہ رکھا جائیگا تو اس کے مقصد کو کیا نقصان پہنچے گا ؟ مقصد اصلی کا حصول اس پر موقوف ہے کہ عملاً زیادہ تر شیعہ افراد ہی اسمیں تعلیم پائیں' انہی کی تعلیم دینیات کا اسمیں خاصۃ انتظام کیا جاے' اور ان سب اصولی امور کو اسکے کانسٹی ٹیوشن میں داخل کردیا جاے - پس اگر اسکا نام شیعہ کالج نہ رکھا جاے بلکہ سرے سے " کالج " بھی نہ کہا جاے' جب بھی حصول مقصد میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا -

بزرگان شیعہ کانفرنس و حضرات مجلس منتظمہ کالج کو غور کرنا چاھیے کہ ابتک ہندوستان میں کوئی کالج اور مدرسہ کسی خاص فرقہ کے نام کے ساتھہ قائم نہیں ہوا ہے' اور وہ نہ صرف تفریق و انشقاق اور تمذہب و تحزب کی جھیل کو بھرنے کی جگہ زیادہ وسیع کر رہے ہیں' بلکہ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ نام اور انتساب کے ایک نئے فتنہ کی بنیاد رکھنے والے بن رہے ہیں' جو ابتک کسی کو نہیں سوجھا تھا - نئے نئے فتنوں کی راہ کھولنے کے لیے حضرۃ امیر علیہ السلام نے جو کچھہ فرمایا ہے' خدا را اسے نہج البلاغۃ کے خطبۂ نہروان میں دیکھہ لیں -

مسلمانوں کا کوئی نام ہو اور خواہ کوئی فرقہ انکا نام دے' مسلمانوں ہی کا نام ہے' اور انکا نام بجز اسلام اور انتساب اسلام کے کچھہ بھی نہیں ہوسکتا - میں حضرات ائمۂ کرام علیہم السلام کی تصریحات مندرجۂ اصول کافی وغیرہ سے ثابت کرنے کیلیے طیار ہوں کہ جسطرح سنیوں کیلیے صرف اسلام ہی کا نام سچا نام ہے' اسی طرح برادران شیعہ کیلیے بھی اس شداے قرار دے ہوے نام کے سوا اور کوئی نام شرعی نہیں ہوسکتا'

اگر کسی وجہ سے حضرات مجوزین کالج مدرسۂ اسلامیہ وغیرہ ناموں سے اسکو موسوم کرنا نہیں چاھتے' تو خیر' کسی ایسے علم یا فن سے موسوم کردیں جسمیں کسیطرح کی بھی نسبت نہو' مثلاً دار العلوم وغیرہ - اسطرح وہ اپنے مقاصد میں سے کسی چیز کو بھی نہیں کھوئینگے' مگر تمام مسلمانوں پر ایک عظیم الشان احسان و فضل کرنے کا ذریعہ ہونگے - ایسا احسان جس سے بڑھکر اور کوئی احسان نہیں ہوسکتا اور سونچیں تو انکا احسان خود انہی کے وجود کیلیے ہے -

دوسری عاجزانہ التماس یہ ہے کہ جس طرح انہوں نے اسکی تعلیم کا دروازہ قابل تحسین فیاضی کے ساتھہ تمام مسلمانوں کیلیے کھلا رکھا ہے' اسی طرح اعانت کرنے اور اسکی بنا میں شرکت ہونے کا دروازہ بھی اپنے بھائیوں پر بند نہ کریں' اور یہ تخصیص نہ رکھیں کہ صرف شیعوں ہی کا روپیہ اسکے لیے قبول کیا جائیگا - وہ خاص طور پر خود کوشش کریں' اور خاص طور پر برادران شیعہ ہی سے اعانت کے طالب ہوں' لیکن دروازہ عام طور پر کھلا ہو' اور اگر غیر شیعہ مسلمان بھی اسکی خدمت کا شرف حاصل کرنا چاھیں تو اسے نامنظور نہ کریں - اسطرح کرنے سے وہ اپنے اصول عمل در نہایت صاف اور غیر مشتبہ بنادینگے اور انکے خاص مقاصد کا کچھہ بھی نقصان نہوگا - اگر انہوں نے در اعانۃ کی فہرست سب کیلیے کھلی رکھی تو اس سے یہ نتیجہ کبھی بھی نہیں نکلتا کہ کل کو کوئی اسپر دعوا کردیگا - جبکہ اسکی بنیاد رکھنے والے وہی ہیں اور اصلاً انکا مقصد یہی ہے کہ خاص طور پر برادران شیعہ کی تعلیم کا انتظام ہو' تو پھر غیر شیعہ مسلمانوں کی شمولیت کسی طرح بھی اسمیں خلل انداز نہیں ہوسکتی - اگر بقول ارکان شیعہ کانفرنس کے سیعہ ارباب ذوق کا لاکھوں روپیہ محمڈن کالج علی گڈہ سے شیعہ حقوق کو حاصل نہ کراسکا' تو پھر چند غیر مسلمانوں کا تھوڑا سا روپیہ کیوں مجوزہ کالج کی خصوصیت و تصرف میں خلل ڈال سکیگا ؟ مجھے مخصوصاً معلوم ہے کہ متعدد غیر شیعہ اشخاص بصورت قبولیت اس میں شرکت کرنے کیلیے طیار ہیں' اور انہوں نے مجھہ سے کہا ہے کہ ہمارے لیے یہ بڑے ہی فخر اور عزت کی بات ہوگی اگر ہمارے عزیز بھائی ہمارے ناچیز هدیوں کو قبول کرلیں' اور سب سے پہلے میں خود اس خوشی کو حاصل کرنے کیلیے اپنے اندر نہایت بے چین جوش پاتا ہوں -

یہ خاتمۂ سخن ہے - وقت نہیں کہ اس داستان کو طول دیا جاے' ورنہ یہ حکایت بڑی ہی درد انگیز ہے اور بہت سی راتوں کو آنکھوں میں کاٹ دینے والی ہے - اللہ دلوں کا بھید جاننے والا ہے اور اسکی نظر سے کسی کا دل چھپا نہیں - وہ بہتر جانتا ہے کہ مجوزہ شیعہ کالج کے متعلق جو کچھہ میری زبان سے نکل رہا ہے' یہ فریقانہ تعصب کی خباثت اور جماعت بندی کے ناپاک حسد کا نتیجہ ہے یا محض کلمۂ اسلام کی محبت کا جسمیں کسی فریقانہ اینٹ روڑے کی گنجایش نہیں' اور محض اپنے عزیز بھائیوں کو ایک سخت ٹھوکر سے بچانے کا اضطراب جو اُس حد سے کوسوں آگے گذر چکا ہے جہاں شیعہ سنی کی تمیز کا نام و نشان ہو ؟ فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ' اولئک الذین ھداھم اللہ و اولئک ھم اولوا الالباب !

آنکھیں دیکھنے کیلیے ہیں ' کان سننے کیلیے ہیں ' اور دل پہلو میں رکھا گیا ہے تا تڑپے اور بیقرار ہو - لیکن وہ سب کچھہ تمہارے لیے بیکار ہوگیا ہے جسکو آنکھہ دیکھتی ہے ' اور وہ سب آوازیں بے اثر ہوگئی ہیں جو کانوں سے سنائی دیتی ہیں ' اور وہ تمام فکریں اور عبرتیں ڈوب گئی ہیں جنسے دل تڑپتے اور روحیں بیقرار ہوتی ہیں - پس جو کچھہ کیا جاے لا حاصل ہے ' اور جو کچھہ کہا جاے بیکار ہے - آہ ' تم غافل ہوگئے ہو ' تم پر موت کا پنجہ چل گیا ہے ' تم گمراہی کے قبضے میں آگئے ' تمہارے احساس فنا ہوگئے اور تمہارے دل کی دانائی میٹ دی گئی - اگر ایسا نہوتا تو جو کچھہ ہوچکا ہے اور جو کچھہ ہو رہا ہے ' وہ ایسا تھا کہ اندھے بینا ہوجاتے ' لنگڑے چلنے لگتے ' گونگوں کی چیخ سے دنیا ہل جاتی ' اور لولوں کے ہاتھہ شیروں کے پنجوں کی طرح طاقتور ہوجاتے - آہ ' تمہاری غفلت سے بڑھکر آجتک دنیا میں کوئی اچھنبے کی بات نہوئی ' اور تمہاری نیند کی سنگینی کے آگے پتھروں کے دل چھوٹ گئے - آہ ' تم ایسے نہ تھے ' پھر تم ان لوگوں کی طرح کیوں ہوگئے جنکے لیے خدا کا رسول ماتم کرتا تھا ؟

لہم قلوب لا یفقہون بہا و لہم اعین لا یبصرون بہا و لہم اذان لا یسمعون بہا اولائک کالانعام بل ہم اضل اولائک ہم الغافلون " (۷ : ۱۷۸)	انکے پاس دل ہیں مگر سونچتے نہیں ' انکے پاس آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں ' انکے پاس کان ہیں مگر سنتے نہیں ' وہ مثل چارپایوں کے ہوگئے بلکہ انسے بھی بدتر ' اور یہی ہیں کہ غفلت میں ڈوب گئے ہیں ! !

* * *

آہ ' کوئی نہیں ' سب گمراہ ہوگئے ' سب نکمے نکلے ' سب غافل ہوگئے ' سب پر نیند کی موت چھاگئی ' سب نے ایک ہی طرح کی ہلاکت بھی لی ' سب ایک ہی طرح کی تباہیوں پر ٹوٹے ' سب نے خدا کو چھوڑ دیا ' سب نے اسکے عشق سے منہہ موڑ لیا ' سب نے اسکے رشتے کو بٹہ لگایا ' سب غیروں کے ہوگئے ' سب نے غیروں کی چوکھٹوں کی گرد چاٹی ' اور سب نے ایک ساتھہ ملکر گندگیوں اور ناپاکیوں سے پیار کیا - آہ ' سب نے عہد باندھا کہ ہم ایک ہی وقت میں گمراہ ہوجائینگے ' اور سب نے قسم کھائی کہ ہم ایک ہی وقت میں خدا کی پکار سے بھاگینگے - آہ ' سب اس سے بھاگ گئے ' سب نے اس سے غول در غول بنکر بیزاری کی ! کوئی نہیں جو اسکے لیے روے ' کوئی نہیں جو اسکے عشق میں آہ و نالہ کرے - اسکی محبت کی بستیاں اجڑ گئیں ' اسکے عشق اور پیار کے گھرانے مٹ گئے ' اسکے گلہ کا کوئی رکھوالا نہ رہا ' اور اسکے کھیتوں کی حفاظت کیلیے کوئی آنکھہ نہ جاگی ! سب شیطان کے پیچھے دوڑے ' سب نے ابلیس کے ساتھہ عاشقی کی ' اور سب نے بدکار عورتوں کی طرح اپنی اشنائی کیلیے اسے پکارا - پھر اسپر قیامت یہ ہے کہ کسی کو ندامت نہیں ' کسی کا سر شرمندگی سے نہیں جھکتا ' کسی کے گلے سے توبہ و انابت کی آواز نہیں نکلتی ' کسی کی پیشانی میں سجدہ کیلیے بیقراری نہیں ' کوئی نہیں جو روتے ہوے کو منانے کیلیے دوڑجاے ' اور کوئی نہیں جو اپنی بدحالیوں اور ہلاکتوں پر پھوٹ پھوٹ کر آہ و زاری کرے !

و لقد اخذ نا ہم بالعذاب فما استکانوا لربہم وما یتضرعون ! (۲۳ : ۲۱)	ہم نے انہیں عذاب کی تکلیفوں میں مبتلا بھی کردیا پھر بھی اپنے خدا کے آگے نہ جھکے اور ان میں شکستگی اور عاجزی پیدا نہ ہوئی -

آہ ' میں کیا کروں ' اور کہاں جاؤں ' اور کس طرح تمہارے دلوں کے اندر اتر جاؤں ' اور یہ کسطرح ہو کہ تمہاری روحیں پلٹ جائیں ' اور تمہاری غفلت مرجاے - یہ کیا ہوگیا ہے کہ تم پاگلوں سے بھی بدتر ہوگئے ہو ' اور شراب کے متوالے تم سے زیادہ عقلمند ہیں - تم کیوں اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہو ' اور کیوں تمہاری عقلوں پر ایسا طاعون چھا گیا ہے کہ سب کچھہ کہتے اور سمجھتے ہو پر نہ تو راستبازی کی راہ تمہارے آگے کھلتی ہے ' اور نہ گمراہوں کے نقش قدم کو چھوڑتے ہو :

افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالہا ؟ (۴۷ : ۲۵)	کیا یہ لوگ قرآن کی آیتوں پر غور نہیں کرتے یا ایسا ہوا ہے کہ انکے دلوں پر قفل چڑھگئے ہیں ؟

کیا تم وہ ہو جنکے لیے کہا گیا کہ :

وجعلنا علی قلوبہم اکنۃ ان یفقہوہ وفی آذانہم وقرا ! (۱۷ : ۴۸)	اور انکے دلوں پر ہم نے پردے ڈالدیے ہیں کہ وہ کچھہ نہ سمجھیں ' آنکھہ بیکار ہوگئی اور انکے کان بہرے ہوگئے ہیں !

آہ ' تم کو معلوم ہے کہ خدا کا قانون کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اسکی سنۃ اللہ کبھی انسانوں کی کسی بہتر کیلیے بدل نہ جائیگی - اسکا یہ قانون ہے کہ آگ جلاتی ہے اور زہر کھانے سے آدمی مرجاتا ہے ' اور اسی طرح غفلت و معصیت ہلاکت لاتی ہے اور خدا کی نافرمانیوں سے عذابوں اور دردناکیوں کا ظہور ہوتا ہے - ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے ' اب بھی ایسا ہی ہو رہا ہے ' اور آیندہ بھی ایسا ہی ہوگا :

سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (۳۳ : ۶۲)	یہ اللہ کا قانون ہے جسکے مطابق تمام گذری ہوئی قوموں سے سلوک ہوا اور اللہ کے قانون میں تم کبھی تبدیلی نہ پاؤ گے !

* * *

پس میں آج سب کچھہ چھوڑ کے تم سے ایک ہی آخری بات کہنی چاہتا ہوں ' اور یقین کرو کہ اسکے سوا جو کچھہ کہا جاتا ہے اگر وہ اس بات کے لیے نہیں کہا جاتا تو سب کچھہ بیکار ہے اور اس میں تمہارے لیے کوئی برکت و امن نہیں - سو یاد رکھو اور ماننے کیلیے جھک جاؤ کہ تمہاری زندگی کا ہر عمل بیکار ہے ' اور تمہاری فکروں کی ہر فکر گمراہی و ضلالت ہے - تمہارے لیے صرف ایک ہی راہ نجات ہے اور بغیر اسکے کسی طرح چھٹکارا نہیں - تم جب تک اس پہلی منزل سے نہ گذروگے ' اس وقت تک خدا کا قہر تم پر سے ٹھنڈا نہوگا ' اور تم کبھی مراد اور خوشحالی نہ پاؤ گے - تمہارے سفر عمل کا پہلا قدم یہ ہے کہ توبہ کرو ' توبہ کرو ' اپنی تمام قوتوں اور تمام طاقتوں کے ساتھہ خدا کے آگے جھک جاؤ ' اسکی سرکشی اور بغاوت چھوڑ دو ' اسکے عشق اور محبت کو اسقدر پیو کہ بدمست ہو جاؤ ' اور اسکے آگے اسطرح گرو اور اسطرح روؤ اور اسقدر تڑپو کہ اسے تم پر پیار آجاے ' اور وہ تمہیں بچے کی طرح پھر اپنی گود میں اٹھالے ' اور سب کچھہ تمہیں کو دیدے ' جسطرح کہ سب کچھہ تمہیں کو اس نے بخشدیا تھا :

یاایہا الذین آمنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا و یکفر عنکم سیئاتکم و یغفر لکم و اللہ ذو الفضل العظیم - (۸ : ۲۹)	مسلمانو ! اگر تم اللہ سے ڈرنے والے ہوجاؤ ' تو اللہ تمام دنیا میں تمہارے لیے ایک امتیاز اور سربلندی پیدا کردیگا ' نیز تمہاری تمام برائیوں کو دور کردیگا اور تمہیں بخشدیگا -

تم اسکے آگے کیوں نہیں جھک جاتے ؟ وہ تو بڑا ہی فضل و کرم کرنے والا ہے !

تم نے غفلت کو خوب آزما لیا ' تم نے نا فرمانیوں کی حد تک کو راستہ چکھہ لی ' تم نے گناہ اور معصیت کے پھل سے اچھی طرح اپنے دامن بھر لیے ' تم نے دیکھہ لیا کہ ایک خدا کی چوکھٹ سے تم نے سرکشی کی اور کس طرح ساری دنیا تم سے سرکش ہوگئی ' اور ایک اسکے روٹھنے سے کس طرح تمام دنیا تم سے

واقعات ظاہر ہوے ' ایک ہی طرح کے اعلانات کیے گیے ' ایک ہی طرح کی حالتیں ظاری ہوئیں' اور ایک ہی طرح کے نتیجے نکلے - بس تجربہ اور استقراء نے بتلا دیا ہے کہ اب بھی ہمیشہ جب کبھی ویسی حالتیں پیدا ہونگی تو ویسے ہی نتائج نکلیں گے ' اور اگر آگ کے شعلوں نے ہمیشہ انسان کے جسم کو جھلسا دیا ہے تو ایسا کبھی نہ ہوگا کہ آگ کے شعلوں میں کودکر کوئی ٹھنڈک پاے -

سو اگر تمہاری نیند سونے والوں کی نیند ہوتی - بے روح لاش کی نیند نہوتی - تو تمہارے جاگنے کیلیے تاریخ کی آواز بس کرتی تھی - تمہارے آگے نوع بشری کی پوری تاریخ موجود ہے - ہزاروں ملکوں اور قوموں کے تجربے موجود ہیں' ہزاروں آثار و اطلال ہیں اور زمین کے صدہا گوشے گذرے ہوؤنکی عمارتوں سے اور مٹے ہوؤں کے کھنڈروں سے رکے ہوے ہیں ' تو تم ان سب کے پاس جاؤ اور ان سب سے پوچھہ دیکھو کہ دنیا میں کوئی قوم بھی معصیت کرکے زندہ رہی ہے' اور انسانوں کا کوئی گروہ بھی خدا سے بھاگ کر بچ سکا ہے ؟ کبھی ایسا ہوا ہے کہ خدا کے قانونوں پر چلکر قومیں تباہ ہوئی ہوں' اور اسکے قانون کو توڑکے انہوں نے خوشحالی اور ہمیشگی پالی ہو؟

اقوام کو چھوڑ دو اور افراد کو تلاش کرو - جب سے زمین بنی ہے' آجتک ' ایک انسان بھی اسکی گود میں ایسا پلا ہے جس نے غفلت و اعراض کرکے زندگی پائی ہو' اور خدا کے قانونوں کو توڑ کے خوشحالی و مراد حاصل کی ہو؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ کیا ہے کہ تم زہر کھا رہے ہو اور امیدوار ہو کہ تمہیں زندگی ملے' اور تم نے شیروں کے بھٹ کی راہ اختیار کی ہے اور سمجھتے ہو کہ انسانوں کی آبادی میں تم پہنچ جاؤگے ؟

الم یاتہم نباء الــذین من قبلهــم قوم نوح و عاد و ثمود و قوم ابراهیم واصحاب مدین والمــؤ تفکات ؟ اتتهم رسلهــم بالبینـــات فما کان الله لیظلمهـم و لکـــن کانوا انفسهم یظلمون -

کیا انہوں نے ان لوگوں کا حال نہیں سنا جو انسے پہلے گذر چکے ہیں - مثلاً قوم نوح' عاد' ثمود' قوم ابراهیم' اصحاب مدین ' اور وہ لوگ جنکی بستیاں الٹ دی گئیں ؟ ان سب کے پاس الله کے رسول آے اور راہ حق کی نشانیاں انہیں دکھلائیں لیکن انہوں نے بد عملیوں کی راہ اختیار کی اور اسکی پاداش میں عذاب دیے گئے - سو الله تو کسی پر ظلم نہیں کرتا مگر ان بد بختوں نے خود ہی اپنی ہلاکت چاہی !

اگر گذرے ہوے واقعات و حوادث میں بھی تمہارے لیے کوئی آواز نہیں' تو پھر خود تمہاری آنکھوں کے سامنے گذرنے والے حوادث و تغیرات ہیں اور انکی زبان سب سے زیادہ چیخنے والی اور سب سے زیادہ دلوں کے اندر گھر کر جانے والی ہے :

او لا یرون انهـم یفتنون فی کل عـام مـــرة او مرتین ثـم لا یتـوبون و لا هم یذکرون ؟

کیا نہیں دیکھتے کہ کوئی برس ایسا نہیں گذرتا کہ ایک بار یا دو بار وہ بلاؤں میں نہ ڈالے جاتے ہوں' پھر بھی انکی غفلت کا یہ حال ہے کہ نہ تو توبہ کرتے ہیں اور نہ مصیبتوں سے نصیحت پکڑتے ہیں !

اور اگر وہ تمام حوادث و تغیرات جنسے تمہاری زندگی کا ہر سال اور ہر ماہ بلکہ ہر طلوع و غروب معمور تھا ' تمہارے سمجھنے اور بیدار ہوجانے کیلیے کافی نہ تھے تو آہ ' کیا خداے قدوس کی وہ سب سے آخری کڑک اور اسکے قانون تعذیب امم کی وہ سب سے زیادہ کپکپا دینے والی اور عقلوں اور ہوشوں کو مبہوت کردینے والی گرج بھی تمہیں نہیں جگاتی' جسکے زلزلہ انگیز دھماکوں سے پہاڑوں کی چوٹیاں ہل گئیں' اور قریب ہے کہ زمین دھنس جاے اور سمندروں سے مچھلیاں رونے اور ماتم کرنے کیلیے ابھر آئیں ؟

کلا ' و القمــر ' و اللیل اذا ادبر ' و الصبـــح اذا

بیشک ' چاند ' جبکہ نکل آیا - رات جبکہ ختم ہوگئی ' اور صبح جبکہ روشن

اسفر ' انها لاحدی الکبر ' نذیراً للبشر ' لمن شــاء منکم ان یتقدم او یتاخر (۳۹ : ۷۴)

ہوگیا ' کہ یہ حادثہ بڑے بڑے انقلابات میں سے ایک بڑا ہی انقلاب ہے اور غافل انسان کو غفلتوں کے پاداش سے ہشیار کرانے والا ہے - تو تم میں سے جو بڑھنا چاہے اسکے لیے اب بڑھنا ہے' اور جو پیچھے ہٹنا چاہے' اسکے لیے غافل رہکر تباہ ہونا !

پھر اگر تم اسلیے نہیں اٹھتے تھے کہ جب تک زلزلے نہ آئینگے نہیں اٹھوگے ' اور جب تک آتش فشاں پہاڑ نہیں پھٹیں گے آنکھہ نہیں کھولوگے ' اور جب تک پہاڑوں کی چوٹیوں اور سمندروں کی موجوں کے اندر سے چیخ نہ اٹھیگی کانوں کو نہیں کھولوگے' تو آہ' یہ کیا ہے کہ زلزلے بھی آچکے اور تم نے کروٹ نہ لی' ؟ آتش فشانیوں کی ہولناکیوں سے زمین چیخ اٹھی اور ابھی تم خبر نہوے ؟ اب اور کس بات کے منتظر ہو' اور کیا چاہتے ہو کہ آسمان پھٹ جاے اور آفتاب کے پرزے پرزے ہوجائیں اور کرہ ارضی دھواں بنکر اڑ جاے ؟

فهل ینتظرون الا الساعــة ان تاتیهم بغتة ؟ فقد جاء اشراطها ' فانی لهــم اذا جاءتهم ذکراهم ؟

پھر کیا یہ لوگ اخری فیصلہ کر دینے والی گھڑی کے منتظر ہیں کہ اچانک انپر آ نازل ہو ؟ سو اگر اسی کا انتظار ہے تو اسکی نشــانیاں تو آچکیں - اور جب وہ گھڑی خود آجائیگی تو اسوقت انکے لیے کیا ہوگا ؟ '

آفتاب کو ہمیشہ اسکی کرنوں میں دیکھا جاتا ہے اور دھویں کو دیکھکر مسافر پالیتا ہے کہ آگ جل رہی ہے - اسیطرح خدا کا جلال بھی ہمیشہ اپنی نشانیوں اور آیتوں کے اندر سے دیکھا گیا ہے ' اور ہمیشہ اس نے اپنے افتاب جلال کی جھلک بدلیوں کے نقاب میں دکھلائی ہے - پس وہ جو ہمیشہ آیا تھا اور جس نے ہمیشہ مغرور و غافل انسان کو ماننے اور قبول کرلینے کیلیے مجبور کر دیا تھا ' آج بھی آگیا ' اور آنکھیں رکھنے والوں کیلیے اس نے اپنے چہرے پر سے اچانک نقاب الٹ دی - پھر اگر اب بھی تم نہیں دیکھتے اور اب بھی تم اسکے آگے جھکنے کیلیے نہیں گرجاتے' تو شاید تم منتظر ہو کہ وہ انسانوں کی طرح تمہارے سامنے آکھڑا ہو جاے' اور سورج کی کرنوں کے تخت پر بیٹھکر آسمان سے اسطرح اتر پڑے کہ تم اپنی انگلیوں سے ٹٹولکر اسکو چھوؤ ' اور اپنے کانوں کو اسکے منہ سے لگادو تاکہ وہ آوازوں اور حرفوں کے اندر بولدے کہ میں خداوند خداے قہار ہوں' اور جیسا کہ ہمیشہ سے ہوں ' اسی طرح اب بھی موجود ہوں' مجھے مان لو اور مجھسے انکار نہ کرو :

قال الذین لا یرجون لقاءنا لولا انزلنا علینا الملائکة او نری ربنا (۲۵ : ۲۴)

اور ان لوگوں نے کہ خدا کے لقاء کی امید نہیں رکھتے کہا : اگر جو کچھہ تم کہتے ہو سچ ہے تو کیوں نہیں ہم پر فرشتے اتارے گیے اور کیوں ایسا نہوا کہ ہمارا پروردگار آسمان سے اتر آتا اور ہم اسے دیکھہ لیتے ؟

سو اگر واقعی اسی کے منتظر ہو تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمہارا انتظار کبھی ختم نہوگا ' یہاں تک کہ خدا کی جگہ اسکا آخری عذاب اتریگا اور تم سر دھنتے رہوگے اور سوختنیوں کی بشارت دیگا '

یوم یرون الملائکة لا بشری یومئذ للمجرمین (۲۵ : ۲۲)

جس دن الله کے فرشتے نظر آینگے تو اس دن مجرموں کیلیے کوئی بشارت نہوگی بلکہ وہ صالحوں کی طرح اسکا انتظار کریں

ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے اور ہمیشہ اس دن کے منتظر رہنے والوں نے اپنے انتظار کا ایسا ہی جواب پایا ہے :

فهل ینتظرون الا مثـل ایام الذین خلوا مـــن قبلهم ؟ قل فانتظـــروا انی معکم من المنتظرین (۱۰ : ۱۰۲)

پس کیا یہ لوگ بھی ویسے ہی دنوں کے منتظر ہیں جیسے ان سے پہلے قومیں پر آچکے ہیں ؟ اگر ایسا ہی ہے تو کہدو کہ اچھا انتظار کرو - میں بھی تمہارے ساتھہ انتظار کرنے والوں میں ہوں

باب التفسیر

الحق و الباطل

او الاصلاح و الافساد

حقیقت بقاے اسلام و فناے کفر

آج هم چاهتے هیں که قرآن حکیم کی تفسیر کے ایک نهایت هي اهم مسئله کے متعلق ایک سلسلهٔ مضامین شروع کریں -

یه مسئله نهایت عظیم الشان هے اور قرآن حکیم کے بکثرت بیانات و تصریحات هیں جنکا فهم صحیح اس کے سمجهه لینے پر موقوف هے - هم کوشش کرینگے که اس سلسله کی هر صحبت ایک مستقل صحبت هو' اور اپنے اتمام لذت و تکمیل مطالعه میں ماسبق و مابعد کی محتاج نهو - و ما توفیقي الا بالله -

(بقاء حق و فناے باطل)

قرآن حکیم کے مطالعه سے معلوم هوتا هے که اس نے اپني تمام تعلیمات کي بنیاد ایک خاص حقیقت و قانون پر رکهي هے جس کو وه حق کے بقاء اور باطل کے شکست و هلاکت سے تعبیر کرتا هے - یعني وه کهتا هے که کائنات عالم میں ایک چیز هے جسکا نام حق هے - اسکا خاصهٔ قدرتي یه هے که وه صرف کامیابي و فتح اور بقاء و دوام کیلیے هے - نقصان اور هلاکت کبهي اسکے لیے نهیں هوسکتي - اسکے بالمقابل ایک دوسري چیز هے جسکا نام " باطل " هے - جسطرح پهلي چیز صرف بقاء کیلیے تهي' اسی طرح یه صرف فناء و هلاکت کیلیے هے - اسکو کبهي بهي کامیابي نهیں ملسکتي اور کبهي وه حق پر غالب نهیں آ سکتي - پهر جا بجا انهي دو حقیقتوں کو اور مختلف ناموں سے بهي پکارا هے اور مختلف حالتوں میں آکر انکي مختلف صورتیں بتلائي هیں - تاهم هر جگه انکے ان دو قدرتي خاصوں کا دعوا اور اعلان عام موجود هے' اور اس پر اسقدر زور دیا گیا هے که دو تہائي قرآن اسي قانون بقاء حق و فناء باطل کے ذکر سے لبریز هے - کهیں صرف صاف اور ساده دعوا کردیا هے' کهیں دلائل و شواهد پیش کیے هیں' کهیں مثالوں کے پیرایه میں سمجهایا هے' کهیں حق و باطل کے مشهور معرکوں کي سرگذشتیں دهرائي هیں' اور کهیں مختلف موموں اور ملکوں کے قصص و واقعات سناکر اسکي حقیقت کو ذهن نشین کیا هے - پهر کهیں اس قانون کے نفاذ کے آثار و علائم بتلاے هیں' کهیں اسکے نتائج و ثمرات کو گنایا هے' کهیں بتلایا هے که اسکي حکومت ابتداء خلقت سے هے اور آخر تک رهیگي' کهیں خبر دي هے که دنیا کا ماضي اور مستقبل یکساں طور پر اس قانون کي صداقت کي شهادت هے' اور کهیں نهایت شرح و بسط سے ان تمام شبهوں اور اعتراضوں کے جواب دیے هیں' جنکو نادان و غافل انسان اس قانون کي اٹل پادشاهت پر کر بیٹهتا هے -

پهر اس سے بهي زیاده یه که یه قانون قرآن حکیم اور دین الهي کي ایک ایسي بنیادي حقیقت هے جو اسکے تعلیم و هدایت کي تمام شاخوں پر چهائي هے -

بتلایا جاتا هے' سب کے اندر سے اسي قانون الهي کي صدائیں اٹهه رهي هیں - قصص و واقعات هیں تو اسی قانون کیلیے' امثال و حکم هیں تو اسي قانون کیلیے - احکام و نواهی هیں تو اسي قانون کیلیے - کائنات هستي اور مظاهر فطرت کے مطالعه کا حکم دیا جاتا هے تو اسي کے لیے - ملکوت السماوات والارض کے تفکر و تدبر پر زور دیا جاتا هے تو اسي کي غرض سے - غفلت اور اعراض پر تنبیه کي گئي هے تو اسي کي خاطر' اور تعقل و تفقه کا حکم دیا گیا هے تو صرف اسي کے واسطے - دنیا میں جو کچهه هے اور جو کچهه هوتا هے' قرآن کهتا هے که سب کو اسي قانون کیلیے دیکهو اور سب پر اسي کے سمجهنے کیلیے غور و فکر کرو - وه کهتا هے که اگر آسمان پر هر طرف سے گهٹائیں امنڈ آئي هیں اور ٹهنڈي هواؤں کے جهونکے چل رهے هیں تو تمهیں کیا هوگیا هے که تم اس قانون کو نهیں سمجهتے ؟ اگر سمندروں میں موجیں اٹهه رهي هیں اور بڑے بڑے جهاز ان میں تنکوں کي طرح تیر رهے هیں تو تمهاري آنکهوں کو کیا هوگیا هے که تم اس قانون کو نهیں دیکهتے ؟ باغوں میں پهول کهلے هیں اور کهیت شادابي سے لہلہا اٹهے هیں' پر قرآن کهتا هے که پهولوں کے اوراق میں بهی اسی قانون کو پڑهو اور کهیتوں پر سے بهي اسي لیے گذرو تاکه خدا کے اس سب سے بڑے اور سب سے پہلے قانون کو پالو -

هم یهاں اُن آیات کو نقل نهیں کرینگے کیونکه انهی پر آگے چلکر بحث کرنی هے' اور وه نهایت کثرت سے هیں تاهم تم قرآن کے جس حصه پر نظر ڈالوگے اس قانون کا دعوا هر جگه نظر آئیگا :

و قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زهوقا (١٧ : ٨١)	اور کهدے که حق آیا اور باطل نابود هوا یقیناً اور که باطل صرف نا بود هونے اور کهو جانے هي کیلیے هے -

سورهٔ یونس میں هے :

و یحق الله الحق بکلماته و لو کره المجرمون (١٠ : ٨٢)	اور الله اپنی کلمات سے حق کو حق کر دکهائیگا اگرچه باطل پرستوں پر یه شاق گذرے !

وه هر جگه کهتا هے :

ان الله سیبطله' ان الله لا یصلح عمل المفسدین (١٠ : ٨١)	الله باطل کو عنقریب معدوم کردیگا - وه فساد والوں کو کامیابي نهیں دیتا -

حضرة یوسف نے بهي یهي کها تها :

الله لا یفلح الظالمون	خدا ظلم والوں کو فلاح نهیں دیتا -

اسي سلسله میں وه اور زیاده اس چیز کو واضح کرتا هے جبکه کهتا هے که :

ان الله لا یهدي القوم الفاسقین	خدا فاسقوں کو هدایت نهیں دیتا - یعني راه فلاح انهیں نهیں ملتي -

اور پهر اسکے علاوه عام طور پر انبیاء کرام علیهم السلام اور انکے تمام متبعین کي زندگي کو دیکها جاے تو انکا ایک ایک عمل اور ایک ایک قول اسي قانون کا یقین و ظهور هوگا - قرآن حکیم کے علاوه جسقدر خدا کي مقدس کتابیں دنیا میں آئیں' ان سب نے بهي اسي قانون کي پادشاهت کا اعلان کیا - اخلاق میں آکر بهي همکو سچائي کي کامیابي اور باطل کي شکست کا یقین دلایا جاتا هے' اور عام طور پر گو ایسے انسان کم هیں جنکو سچائي کي فتح پر سچا یقین هو' تاهم بولتے سب هیں که کامیابي حق هي کیلیے هے -

پس ایک نهایت اهم اور مقدم سوال یه پیدا هوتا هے که قرآن حکیم اور تمام مقدس نوشتوں کے اس دعوے کي حقیقت کیا هے ؟ اور حق کے بقاء و فتح اور باطل کے فناء و شکست کي حقیقت کیوں بطور ایک قانون کے پیش کي جاتي هے ؟ یه کیوں هے که حق کامیاب هو اور کیوں نه یه سمجهه لیں که کامیابي باطل کیلیے هے ؟

دین الهي اور قرآن حکیم نے اپنے تمام دعوؤں کي صداقت کي

کئي ؟ پس مان جاو اور اب بھي باز آجاو - [illegible] آز تقوی و راستبازي کو بھي آزمالیں - سر کشیوں کو چکھہ چکے ' آؤ اطاعت کا بھي مزہ دیکھہ لو - [illegible] تجربہ کر چکے ' آؤ اسي ایک سے پھر کبھي نہ جڑ جاؤ جس سے [illegible] ذلتو اور خواریوں ' ٹھوکروں اور راندگیوں کے سوا کچھہ بھي ہاتھہ نہ آیا :

افلا یتوبون الی اللہ	پھر کیا ہے کہ اب بھي تم اللہ کے آگے
و یستغفرونہ و اللہ	نہیں جھکتے اور توبہ و استغفار نہیں کرتے
غفـــور رحیـــم !	حالانکہ اللہ تو بڑا ھي بخشدینے والا اور
	بڑا ھي رحمت فرما ہے

* * *

تمھارے خدا نے تمھارے ساتھہ کونسي برائی کي تھي کہ تم نے اسے چھوڑ دیا ' اور اسے چھوڑ کے کونسي دولت و نعمت ہے جو تمھیں ھاتھہ آگئي ؟ خدا سے بڑھکے وہ اور کون [illegible] ہے جسکے [illegible] نے تم کو خدا سے چھین لیا ' اور اس سے بڑھکر کس کے پاس محبت اور پیار ہے جسکي زنجیریں تمھارے پانوں میں پڑگئیں ؟ تم غیروں کے پاس جاتے ہو تا کہ ٹھوکریں کھاؤ ' پر خدا کے پاس نہیں دوڑتے تا کہ وہ تمھیں پیار کرے ؟ اگر تم محبت کے [illegible] ہو تو الرحمن الرحیـــم سے بڑھکر اور کون ہے جسکے عشق میں اسے چھوڑ رہے ہو ؟ اگر تم رزق کے بھوکے ہو تو رب العالمین سے بڑھکر اور کون ہے جسکے خزانوں کی لالچ نے تم کو متوالا کردیا ہے ؟ اگر تم اپنی محنت کي مزدوري مانگتے ہو ' تو مالک یوم الدین سے بڑھکر کون ملگیا ہے جو تمھیں بدلہ دیگا ؟ فاہ ' آہ ' ثم اہ ' علی ما فرطتم في جنب اللہ !

ام اتخذوا من دونہ الھۃ ؟	پھر کیا ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ
قل ھاتوا برھانکـــم -	دوسروں کو اپنا معبود بنا لیا ہے ؟
(۲۱ : ۲۴)	ایسا ھی ہے تو انسے کہو کہ اپني دلیل

پیش کریں کہ وہ کونسي حقیقت ہے جس نے انکي نظروں میں دوسروں کو محبوب بنا دیا ہے ؟

[illegible] تم [illegible] بے نیاز ہو سکتے [illegible] آگے جھکنے [illegible] کچھہ مطلوب [illegible] دیکھہ کر [illegible] اور کیا اس وقت [illegible] پکارنے اور ہر طرف سے مایوس ہوکر اسي سے راحت اور سکھہ مانگنے کي ضرورت نہوگي ؟

کلا اذا بلغـــت التراقي	ھاں ' جب وہ گھڑي آے کہ جان [illegible]
و قیل من راق ' و ظـــن	سے کھنچکر گردن کي ھنسلي تک
انہ الفراق ' و التفـــت	آپہنچے اور دیکھنے والے بول اٹھیں کہ
الساق بالســـاق ' الی	اسکا علاج کرنے والا کون ہے ؟ اور بیمار
ربـك یومئذ المساق '	خیال کرلے کہ اب کوچ کا وقت آگیا '
فلا صدق و لا صلی ' و	اور اسکے درد اور بےچیني کا یہ عالم ہو کہ
لکن کـــذب و تولـــی -	ایک پنڈلي دوسري پنڈلي پر پٹکنے
(۲۸ : ۷۵)	لگے ' سو یہ وہ وقت ہوگا کہ اللہ ھي کي

طرف انسان کا کوچ ہوگا - پھر بتلاؤ کہ اس وقت اس بدبخت کا کیا حال ہوگا جس نے نہ تو کبھي خدا کے حکم کو مانا اور نہ کبھي اسکے آگے عبادت کیلیے جھکا - بلکہ ھمیشہ سچائیوں کو جھٹلایا اور حکموں سے منہ موڑا ؟

* * *

اگر تم کو آنکھیں دي گئي تھیں تو اسي لیے تاکہ تم اسکو دیکھو - اگر تم کو دل دیا گیا تھا تو اسی لیے تا صرف اسي کو پیار کرو ' اگر تم کو آنسو دیے گئے تھے تو اسي لیے تاکہ صرف اسي کي یاد میں بہاؤ ' اور اگر تمھاري پیشاني بلند کي گئي تھي تو اسي لیے تا

اسي کے آگے جھکاؤ ' پر [illegible] تمھاري زبانیں اسکي حمد کے زمزموں سے محروم ہوگئیں ' تمھارے دل اسکي محبت کے نہونے سے اجڑ گئے ' تمھاري روحیں [illegible] اسي چاہت کي جگہ غیروں کي چاھتیں بھر گئیں ' تمھارے قدم اسکي طرف بڑھنے سے بوجھل ہوگئے ' اور تمھاري آنکھوں میں اسکے عشق کے درد و غم کیلیے ایک قطرۂ اشک بھي نہ رہا - تمھاري مسجدیں تڑپ رھي ھیں کہ راست بازوں کي تڑپتي ہوئی اور مضطرب نمازیں انکو نصیب ہوں ' مگر حیرانی [illegible] چار پایوں کے کھڑے رہنے اور اوندھے ہوجانے کے سوا وہاں اور کچھہ نہیں ہوتا - حالانکہ تمھارا خدا تمھارے کھڑے رہنے اور اوندھے گر پڑنے کا بھوکا نہیں ' اور اگر صرف پانوں کو کھڑا رکھنا ھي عبادت ہوتا تو جنگلوں کے درختوں سے زیادہ تم کھڑے نہیں رہسکتے : فویل للمصلین الـــذین ھم عن صلاتھم ساھون (۱۰۷ : ۴) و اذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی یراؤن الناس و لا یذکرون اللہ الا قلیلا (۴ : ۱۴۲)

* * *

بہت ہوچکا ' اب بھي چھوڑ دو ' آہ ' بہت سوچکے اب بھي چونک اٹھو ' بہت گم ہوچکے اب بھي اپنے کو پالو - خدانے تم کو وہ مہلت دي ہے جس سے بڑھکر آجتک زمین کي کسي مخلوق کو بھي مہلت نہ دي گئي ' پھر نہو کہ وہ تم سے اپنا رشتہ کاٹ لے ' اور تمھاري جگہ کسي اور کو اپني چاھتوں کي شہنشاھي اور اپني محبت کا تاج و تخت دیدے ' جیسا کہ اس نے ھمیشہ کیا ہے :

و ربک الغنی ذو الرحمۃ	اور تمھارا پروردگار بے پروا اور فیاض ہے -
ان یشـــاء یذھبکـــم	اگر وہ چاھیگا تو تم سے اپنا رشتہ کاٹ لیگا
و یستخلف من بعدکم	اور تمھارے بعد اسي دوسري جماعت
ما یشاء کما انشـــاکم	کو کھڑا کردیگا جس طرح کہ خود تم کو
من ذریۃ قوم آخرین -	دوسروں میں سے اسنے منتخب کیا تھا !

[illegible] تم اپنا مال و متاع خدا سے زیادہ محبوب ہے کہ اسے نہ چھوڑ ' اور اپني جانوں کو اسکي محبت سے بھي زیادہ پیارا سمجھتے ہو کہ اسکے [illegible] میں نہ ڈالوگے ' اور اگر تمھارے دلوں کي آھیں تمھارے جگر کي تپش ' اور تمھاري آنکھوں کے آنسو ' اب اسکے لیے [illegible] رہے [illegible] دوسروں [illegible] ہوگئے ھیں ' تو یقین کرو کہ وہ بھي تمھارا محتاج نہیں ہے ' اور [illegible] آفتاب [illegible] سے بھي [illegible] ہے ' وہ اگر چاھیگا تو اپنے کلمۂ حق کي خدمت کیلیے درختوں کو چلا دیگا ' پہاڑوں کو متحرک کردیگا ' کنکریوں اور خاک کے ذروں کے اندر سے صدائیں اٹھنے لگینگي ' پر وہ فاسق اور نافرمان [illegible] سے کبھي بھي کام نہ لیگا ' اور اپنے پاک کام کي عـــزت کو [illegible] کي گندگی سے کبھي آلودہ نہ ہونے دیگا - اور پھر تم مانو یا نہ مانو مگر میں نے سچ سچ دیکھا کہ جب تمھارے اندر سے اسکي پکار کو جواب نہ ملا تو وہ دوسروں کو پیار اور محبت کے ہاتھوں سے اشارہ کررھا ہے :

یا ایھـــا الذین امنوا	اے مسلمانو ! تم میں سے جو شخص
من یرتد منکـــم عن	دین حق کي راہ سے پھر جائیگا سو اسے
دینہ فســـوف یاتی اللہ	یقین کرنا چاھیے کہ خدا اپنے کلمۂ حق
بقوم یحبھم و یحبـــونہ	کیلیے اسکا محتاج نہیں ہے - قریب
اذلۃ علی المومنیـــن	ہے کہ وہ ایک قوم کو نمایاں کرے
اعزۃ علی الکافـــرین '	جو اللہ کو چاھنے والي ہوگي اور اللہ
یجاھـــدون في سبیل	اسے پیار کریگا - وہ مومنوں کے آگے
اللہ و لا یخـــافون لومۃ	نہایت عاجز و نرم ہونگے پر دشمنان
لائم - ذالك فضل اللہ	حق کیلیے نہایت مغرور و سرکش '
یوتیہ من یشـــاء و اللہ	اللہ کي راہ میں بیخوف مجاھد ہونگے '
ذو فضل عظیم -	اور کسي الزام دینے والے کے الزام کي

پروا نہ کرینگے - یہ اللہ کا بڑا ھي فضل ہے - جس کو چاہے چن لے - وہ بڑا ھي فضل و کرم والا ہے -

پھر اجتماعی حالت میں دیکھو تو یہی قانون نظر آتا ہے - طاقتور گھرانے اور نسلیں ضعیف گھرانوں اور نسلوں کو مقابلے میں شکست دیدیتی ہیں - قوی قومیں کمزور قوموں کو ہلاک کر دیتی ہیں - جس جماعت اور قوم کے پاس طاقت ہے' وہ طاقت کے قدرتی حق کا حربہ لیکر اٹھتی ہے اور کہتی ہے کہ خدا کی زمین میرے لیے ہے' کیونکہ میں طاقتور ہوں - پس تمام کمزور قومیں اسکے دعوے کے آگے جھک جاتی ہیں اور اپنی جگہ خالی کردیتی ہیں تا طاقت والی قومیں اسپر قابض ہوجائیں - یہ بھی بقاء اصلح ہے - اصلح نے غیر اصلح کو شکست دیدی' اور فطرۃ نے اصلح اقوام کو بقاء کیلیے چھانٹ لیا -

اسی طرح عام طور پر تمام حیوانات کو دیکھو - طاقتور اور اصلح حیوانات باقی رہتے ہیں' ضعیف و غیر اصلح مٹ جاتے ہیں یا تو وہ خود اپنی جگہ خالی کردیتے ہیں' کیونکہ ضعف کا نتیجہ موت ہے - یا پھر ضعف کی وجہ سے اپنا دفاع نہیں کر سکتے اور طاقت انکو اپنا لقمہ بنا لیتی ہے - شیر بکری کو کھا لیتا ہے' بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل لیتی ہے - ہوا میں اڑنے والے جانور چھوٹے چھوٹے کیڑوں اور بھنگوں کو ہلاک کرکے اپنی غذا بنا لیتے ہیں -

نباتات کو دیکھو' جو درخت طاقتور ہوتا ہے اسی کو زمین اپنی گود میں جگہ دیتی ہے اور جو کمزور ہوجاتا ہے اسکو چھانٹ دیتی ہے - وہ خشک ہوکر فنا ہوجاتا ہے - ایک ہی جگہ دو چیزیں نظر آتی ہیں - ایک بڑے تناور درخت کی جڑیں ہیں جو پھیلی ہوئی ہیں' ساتھہ ہی چھوٹے چھوٹے درختوں کے پودے پانی دے دیکر اگائے گئے ہیں - فطرۃ بڑے درخت کو باقی رکھنے کیلیے چھانٹ لیتی ہے - اسکے پھیلے ہوے ریشے زمین کی تمام رطوبت اور قوۃ نشوو کو کھینچ لیتے ہیں اور ضعیف پودوں کیلیے کچھہ باقی نہیں رہتا - وہ فنا ہوجاتے ہیں - تم ہزاروں درخت لگادو اور صدھا تخم زمین میں چھڑک دو - پھل وہی لائیگا اور زندگی و بقا اسی کو ملیگی' جو اصلح ہوگا - غیر اصلح کو زمین قبول نہ کریگی اور وہ اپنی غیر اصلحیت سے اپنی موت کا اعلان کردیگا -

جمادات کا بھی یہی حال ہے - البتہ انکے جمود اور ٹھونس اجزا کی وجہ سے انکے اعمال و تغیرات کی رفتار بہت ہی دھیمی ہے' اور گھڑی کے گھنٹے کی سوئیں کی حرکت کی طرح تم انکی حرکت و تغیر کو دیکھہ نہیں سکتے -

اس سے قطع نظر' دنیا میں وجود اور زندگی میں سے جو کچھہ ہے' سب بقاء اصلح کے ماتحت ہے - پھر کتنے ہی حیوانات ہیں جو زمین کی گود میں پیدا ہوے' پر اس نے انہی کو قبول کیا جو اصلح تھے - کتنے ہی انواع حیوانات کی نسلیں ہیں جو مدتوں تک زمین میں چلی پھریں' مگر باقی وہی رہیں جو اصلح تھیں - کتنے ہی درخت آگے اور طرح طرح کی سرسبزیاں زمین کی سطح پر نظر آئیں مگر جن میں ضعف و نقص پیدا ہوگیا' وہ سب کے سب چھانٹ دیے گئے' اور جو تندرست رہے' باقی رکھے گئے - جنگل میں صدھا درخت کھڑے ہیں - جو سر سبز ہیں' پھلوں اور پھولوں سے لدے ہوے ہیں' وہی پالے جائینگے' انہی کی رکھوالی کی جائیگی' اور انہی کو زندہ رکھا جائیگا' مگر جو سوکھہ گئے' انکی شاخوں میں سبز پتے نہ رہے' اور وہ انکے سایے میں راحت اور آرام باقی نہ رہا' سو وہ کاٹ دیے جائینگے - انکی لکڑیاں چولھوں میں جل جل کر پکارینگی کہ دنیا میں زندگی صرف اصلح کیلیے ہے - غیر اصلح کو آگ اور سوختنی کے سوا کچھہ نہ ملیگا - نظیری نیشاپوری اسی کو کہتا ہے :

تو نخل میوہ فشاں باش در حدیقۂ دھر
کہ کم درخت قوی خشک شد کہ نہ شکستند

آبنوس کے درخت کی لکڑی سے کنگھی بنی اور زلف معشوق کی معطر لٹوں سے ہم کنار ہوئی' لیکن اسی کی ہم جنس لکڑیاں تھیں جو چولھے میں جل رہی تھیں' اور اسی گھر کے چولھے میں جسکے صحن باغ میں آبنوس کے شانۂ حسین سے دست حسن آرائش پا رہا تھا - غور کرو تو یہ بھی بقاء اصلح ہے - اصلح نے وہی جگہ پالی جو اصلح کیلیے تھی - غیر اصلح کو وہی جگہ ملی جو اسکے لیے قرار دیدی گئی تھی - فطرۃ انتخاب کرتی ہے -

اچھا' ایک گھر گر گیا اور ایک کی چھتیں استحکام و استواری کے ساتھہ قائم ہیں - تم نے کبھی سوچا' کہ یہ کیا ہے ؟ کیا یہی نہیں ہے کہ جو عمارت اصلح ہے اور قوی ہے' باقی رہیگی' جو غیر اصلح ہے' فنا ہوجائیگی ؟

شہروں کو دیکھو' آبادیوں کو دیکھو' زمینوں کو دیکھو' نہروں کو دیکھو' کتنے ہی شہر ایک وقت میں آباد ہوتے ہیں' پر آگے چلکر چند شہروں کی آبادی بڑھتی اور قائم رہتی ہے - باقی اجڑ جاتے ہیں اور انسانوں کی جگہ زاغ و زغن کا آشیانہ بنتے ہیں - کیوں ؟ اسلیے کہ قانون بقاء اصلح نافذ ہے - جو آباد رہا وہ اصلح تھا - جو اجڑ گیا وہ اصلح نہ تھا -

زمین ہر جگہ ایک ہی طرح کی زمین ہے مگر ہر زمین آباد نہیں - آباد وہی ہوتی ہے جو آبادی کے لیے اصلح ہے - تم کہتے ہو کہ اسکی ہوا اچھی ہے' اسکا پانی صحیح ہے' اسکا موسم خوشگوار ہے - الفاظ بہت سے ہوگئے مگر مطلب سبکا ایک ہی ہے - یوں کہو کہ جو زمین آباد رہنے کیلیے اصلح تھی وہ آباد رہی' جو اصلح نہ تھی آباد نہ ہوئی - اسکا اصلح نہونا دیکھہ لو - چٹیل میدان ہے' جنگل ہے' اشرف المخلوقات کی جگہ سانپوں اور کیڑوں کا مسکن ہے !

پھر یہ کیا ہے کہ ایک زمین پر کانٹے نظر آتے ہیں' اور ایک پھولوں اور سرسبزیوں سے بہشت بنی ہوئی ہے ؟ اسلیے کہ پہلی اصلح نہیں ہے - وہاں پھول نہیں اگتا' وہ مفسد ہے - مفسد کو یہ حق نہیں کہ پھولوں کا تاج اسکے سر پر رکھا جائے - اسکے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا جائیگا - دوسری زمین اصلح ہے - پس وہ دلفریب رنگتوں اور روح پرور عطر بیزیوں سے دلفریب بنائی جائیگی' اور حسن و خوبروئی کا باغ وہاں آراستہ ہوگا -

ایک نہر کیوں سوکھہ گئی ؟ اصلح نہ تھی کیونکہ نہر بننے اور پانی کے جاری رہنے کی قوت اس سے چھن گئی - جمنا اور گنگا کیوں بہہ رہی ہیں ؟ اسلیے کہ اصلح ہیں - غیر اصلح نالے اور نہریں سب اسی میں آکر جذب ہوجا لینگے -

(عالم معنویات اور بقاء اصلح)

اب چند لمحوں کیلیے ایک اور دنیا میں آؤ - خیالات ہیں' افکار ہیں' علوم ہیں' ایجادات ہیں' تعلیمات ہیں' قوانین ہیں' زبانیں ہیں' اسماء ہیں' اصطلاحات ہیں' راگنیاں ہیں' ضرب المثلیں ہیں' تصنیفات اور کتب ہیں - اس قسم کی تمام چیزوں کو جن کا تم تصور کرسکتے ہو اپنے سامنے لاؤ' اور دیکھو کہ ان سب میں بھی تنازع البقاء جاری ہے - پھر انتخاب طبیعی ہے' اور بقا و عاقبت اسی کیلیے ہے جو اصلح و اوفق ہے - ہزارہا خیالات و افکار پیدا ہوتے اور پھیلتے ہیں - لیکن باقی وہی رہیگا جو اصلح ہے - صدہا علوم قائم ہوے اور صدھا ایجادات کی گئیں' مگر انتخاب طبیعی نے ثابت کردیا کہ جو علوم نافع تھے انکو عروج و اشاعۃ نصیب ہوئی' جو نافع اور اسلیے اصلح نہ تھے' مٹ گئے - نافع علوم کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکے - چاندی سونا بنانے کی کیمیاء کا فن کتنے عرصہ سے دنیا میں پیدا ہوچکا ہے ؟ اور کتنے ہی انسانوں نے اسکے لیے اپنی زندگیاں وقف کردی ہیں ؟ لیکن دیکھو

ہمیشہ یہی دعوا کیا ہے کہ کامیابی و نصرۃ ظاہر ہوکر بتلا دیگی کہ حق کون ہے اور باطل کس کے پاس ہے ؟

یا قوم اعملوا علی مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون من له عاقبة الدار - انه لا یفلح الظالمون -

اے لوگ ! تم بہی جگہ کام کرو میں بھی کام کررہا ہوں عنقریب جان جاؤ گے کہ انجام کار کس کیلیے ہے ؟ اللہ کبھی ظالموں کو فلاح نہیں دیتا -

پس جب تک اس قانون کی حقیقت اور سچائی کو نہ سمجھہ لیا جاے ' اس وقت تک کوئی انسان نہ تو قرآن کو سمجھہ سکتا ہے اور نہ دین حق کے ایمان و حقیقت میں اسکا کوئی حصہ ہوسکتا ہے -

(قانون انتخـاب طبیعی یا بقاء اصلح)

لیکن قبل اسکے کہ اصل بحث شروع ہو ' یہ سمجھہ لینا چاہیے کہ تمام عالم وجود و حیات میں " تنازع البقاء " یعنی بقاء اور زندگی کے قائم رکھنے کیلیے ایک دائمی جنگ اور مقابلہ قائم ہے ' اور اسی حالت سے " انتخاب طبیعی " اور " بقاء امثل و اصلح " کی حقیقت واضح ہوتی ہے - یعنی فطرۃ صحیح اور طاقتور کو بقاء اور زندگی کیلیے چھانٹ لیتی ہے اور کمزور و غیر صالح کو فنا کیلیے چھوڑ دیتی ہے -

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ہر وجود کے اندر اسکی طلب رکھدی ہے کہ اپنے تئیں باقی رکھے اور ہلاک ہونے سے بچاے - یہ بقاء کا عشق اسکی طبیعۃ کا خلقی عشق ہے ' اور اسقدر قوی ہے کہ وہ جو کچھہ کرتا ہے صرف اسی کے لیے کرتا ہے اور اسکی تمام جد و جہد حیاۃ کا مبدء یہی ہے -

لیکن دوسری طرف کائنات ہستی کا یہ حال ہے کہ اسکا ہر گوشہ اور ہر ذرہ اپنے اندر ایک خلقت و مقصد رکھتا ہے اور اسکی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو بغیر کسی وجود و مقصد کے ہو - اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا وجود و خلقت اور اعمال خلقت سے بالکل اٹی ہوئی ہے اور اس کا کوئی گوشہ خالی اور بیکار نہیں ہے - اسکی مثال یوں سمجھو کہ ایک مکان ہے اور اسکے صدہا کمرے ہیں ' مگر گھر کا کوئی کمرہ خالی نہیں ہے - اب جب کبھی کوئی شخص گھر کے کسی کمرہ پر قبضہ کرنا چاہیگا تو یہ نہیں ہوگا کہ وہ اٹھا اور ایک خالی کمرہ میں بس گیا ' بلکہ کوشش کرنی پڑیگی کہ اسکو خالی کراے ' اور جو شخص پہلے سے اسمیں موجود ہے وہ یا تو ہٹ جاے یا مٹ جاے -

اس حالت کا قدرتی نتیجہ یہ نکلا کہ ہر وجود کے بناؤ کیلیے ضروری ہوگیا کہ کسی دوسرے وجود پر بگاڑ طاری ہو ' اور ہر طاقت کے پیدا ہونے کیلیے ضروری ٹھرا کہ کوئی دوسری طاقت کمزور ہوجاے - پس دنیا میں ہر زندگی اپنے کو باقی رکھنا چاہتی ہے ' اور باقی رہنے کیلیے جد و جہد کرتی اور اپنی راہ کو صاف کرتی ہے - چونکہ ہر ہستی یہی کررہی اور اسی کیلیے اسکی حرکت و جہد ہے ' اسلیے دنیا میں بقاء کی خواہش و طلب سے کشاکش کی ایک باہمی جنگ قائم ہوگئی ہے - ان گنت فوجیں ہیں جو باہمدگر لڑ رہی ہیں ' ٹکرا رہی ہیں ' ایک دوسرے کو پامال کر رہی ہیں ' اور ہر فوج چاہتی ہے کہ کامیاب و فتح مند ہو - خود باقی رہے ' دوسروں کو فنا کردے - حیوانات ' نباتات ' جمادات ' بلکہ تمام معنویات و معقولات میں بھی یہ باہمی جنگ قائم ہے ' اور اس تنازع میں چونکہ بقاء کیلیے فنا مستلزم اور تعمیر بغیر تخریب کے ہو نہیں سکتی ' لہذا ناقص چیز بگڑتی ہے اور سالم وجود بنتا ہے - ناقص جگہ خالی کرتا ہے اور سالم قابض ہوجاتا ہے - اسی حالت کا نام تنازع البقاء ہے اور اسی سے انتخاب طبیعی قانون ہمارے سامنے آتا ہے -

اب اس کشمکش میں کامیابی اور بقا صرف اسیکے لیے ہے جس کے اندر عدل و صحت کی وہ حالت پیدا ہوجاے جسکا نام طاقت اور تندرستی ہے - جسطرح جنگ میں طاقتور فریق فتح پاتا ہے اسی طرح اس جنگ میں بھی طاقت [illegible]

اور صحت فتح پائیگی ' اور ضعف اور نقص شکست کھاکر رفتہ رفتہ [illegible] ہوجائیگا - اسی سے قانون مدافعۃ پیدا ہوتا ہے - یعنی اس کشمکش میں جو وجود اپنا دفاع طاقت کے ساتھہ کام کرسکے گا اور [illegible] زور سے مغلوب نہوگا وہی باقی رہیگا -

یہ چیز کہ دنیا میں طاقت اور صحت باقی رہتی ہے اور ضعف و نقص فنا ہو جاتا ہے ' بتلاتی ہے کہ قدرت الہی نے دنیا میں زندہ رہنے ' باقی رہنے ' نشو و نما پانے ' اور غالب ہونے کو صرف طاقت و صحت کا خاصہ قرار دیا ہے ' اور اس کا یہ قانون ہے کہ وہ طاقت کو منتخب کرلیتی ہے تاکہ وہ باقی رہے اور ضعف کو چھانٹ دیتی ہے تاکہ وہ ہلاک ہوجاے - پس دراصل یہ فطرۃ کا قانون انتخاب ہے - طاقت کو باقی رکھنے کیلیے الگ کرلینا اور ضعف کو ہلاکت کیلیے جدا کردینا - اسی کا نام انتخاب طبیعی اور نیچرل سلکشن ہے -

(بقـــاء اصلـــح و امثل)

اسی انتخاب طبیعی سے بقاء اصلح کی حقیقت واضح ہوتی ہے - انتخاب طبیعی کے معنی یہ ہیں کہ فطرۃ دنیا میں صرف طاقت و صحت اور سلامتی و موفقیت کو باقی رکھتی ہے - پس اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں جو وجود سب سے زیادہ طاقتور ' تندرست ' صحیح و سالم ' اور نقص و خرابی سے پاک ہوگا ' وہی باقی رہیگا ' اور جو ایسا نہیں ہے وہ مٹا دیا جائیگا - یہی معنی بقاء اصلح کے ہیں - اصلح یعنی ارفق ' امثل ' اجود ' اعدل ' اسلم ' اصح ' اور اقوی -

اب دنیا پر نظر ڈالو اور دیکھو کہ دنیا کی ہر خلقت اور حیات و وجود کے ہر گوشہ میں کس طرح قانون بقاء اصلح نافذ ہے اور بغیر انقطاع و تزلزل کے کام کررہا ہے ؟

حیوانات میں سب سے پہلے خود انسان کو دیکھو ' انفراد کی حالت میں بھی جانچو اور اجتماع کی حالت میں بھی مطالعہ کرو - انسان کا جسم طرح طرح کے اعضاء داخلی و خارجی سے مرکب ہے اور ان سب کے افعال ہیں ' خواص ہیں ' باہم ترتیب و امتزاج کا اعتدال ہے ' اور پھر اس سے قوت اور ضعف ' صحت اور بیماری ' نقص اور سلامتی کی مختلف حالتیں اسپر طاری ہوتی رہتی ہیں -

پس سب سے پہلے تو اسکے ہاتھہ میں شکار کا برچھا ' عملیات کا آلہ ' جد و جہد کا متحرک ہاتھہ ' اور طلب نفع و سود کا ولولۂ فطری ' اور ہجوم و دفاع کا بڑھنا اور ہٹنا نظر آتا ہے - وہ اپنے کو باقی رکھنے اور قوی بنانے کیلیے جن جن چیزوں کا محتاج ہے ' ان میں سے ہر چیز کو جد و جہد کرکے حاصل کرتا ہے اور اپنے وجود کے بقاء کے عشق میں صدہا وجودوں کو مٹادیتا ہے - وہ جانوروں کو ہلاک کرتا اور انکا گوشت کھاتا ہے - ان جانوروں کے مقابلے میں وہ اصلح ہے ' پس اصلح کیلیے غیر اصلح فنا ہوجاتے اور اصلح اضعف کو مٹا دیتا ہے - وہ اپنے تمام اعمال حیات میں فوائد و قوی کو حاصل کرتا اور مضرت کو دور کرتا ہے - اسکے بھی یہی معنی ہیں کہ وہ باقی رہنے کیلیے اپنے کو قوی بناتا اور ضعف و اضمحلال سے بچتا ہے - وہ ہلاکت کے ہر حملے کو اپنے سے دور کرتا ' انکے دور کرنے کے وسائل عمل میں لاتا ' اور ہر نقصان پہنچانے والے اثر کو دفع کرتا ہے - یہ بھی وہی طلب بقاء اور اصلح بننے کی سعی ہے - اسی طرح اسکے تمام اعمال کو دیکھہ جاؤ - سب کے اندر یہی چیز نظر آئیگی - پھر اسکے بعد دیکھوگے کہ جب انسان کے اندر ضعف پیدا ہوگیا ' نقص پیدا ہوگیا ' فتور آگیا ' اعتدال سے انحراف ہوگیا ' اسکے کارخانۂ جسم کا کوئی پرزا ٹوٹ گیا ' زنگ آلود ہوگیا ' یا اور کوئی ایسی حالت طاری ہوگئی جس کے بعد وہ اصلح نہ رہا اور ضعف و نقص اسپر چھا گیا ' سو اسکا قدرتی نتیجہ یہ نکلیگا کہ وہ ہلاک ہوجایگا اور باقی رہنے کے قابل نہ رہیگا - فطرۃ اسکو چھانٹ دیگی ' کیونکہ وہ کہتی ہے کہ میری دنیا صرف اصلح ' اسلم ' اور اقوی کیلیے ہے - ناقص یہاں نہیں بس سکتا -

یه تشابه و تماثل جنین میں اور بھي زیادہ نمایاں ھوتا ہے - انسان ' چوپاے ' اور پرندے کے جنین اپنے دور اول میں اسدرجه متشابه هوتے هیں که تمیز مشکل هوتي ہے -

(مسئلۂ وحدت اصل انواع)

یه کونه کوں انواع و اصناف مستقل بالذات هیں یا ایک دوسرے سے مشتق و منشعب؟ یعنی هر نوع الگ الگ اپنا نوعي وجود و اصل رکھتي ہے یا باهم ایک دوسرے سے نکلي هوئي هیں ؟ یه ایک گرہ ہے جسکي کشایش سے تشابه اور تبائین دونوں عاجز هیں -

مختلف طبقات ارضي کے درس کے لیے عرصه سے جابجا زمینیں کھودي جارهي هیں - اس سلسله میں بہت سے حیوانات کے آثار و بقایا بھي دستیاب هوے هیں - ان آثار کے دیکھنے سے معلوم هوتا ہے که تمام انواع مستقل بالذات نہیں هیں بلکه تشبیه کي زبان میں ایک درخت کي مختلف شاخیں هیں - یعني ایک هي نوع سے تمام نوعیں نکل آئي هیں - سب سے پہلے فرانس کے چند پروفیسر یعني علامۂ مالیه ' لا مارک ' ایتان ' جو فرسان ' هیلر وغیرہ نے اس وحدت اصل کے مسئله پر غور کیا ' اور اسکو نظریه کی صورت میں پیش کیا - مگر شرح و بسط اور دلائل و براهین سے اسکو اسدرجه مستحکم نه کرسکے که عالم علمي میں آواز بازگشت پیدا کرسکتا -

اس مسئله کیلیے ان علماء فرانس کي تحقیقات في الحقیقت ایک دوسرا دور تھا - پہلا دور حکماء اسلام کا ہے جنھوں نے اس نظریه کی صدا سب سے پہلے بلند کي - علامۂ ابن مسکویه صاحب فوز الصغر ' مصنفین رسائل اخوان الصفاء ' امام راغب اصفهاني ' مولانا روم ' حکیم سنائي ' اور عمر خیام وہ حکما هیں جنھوں نے اپني اپني تصنیفات میں هیلر اور لا مارک سے کہیں پہلے اسے واضح کرنا چاها -

ڈارون نے اس مسئله کو اپنے هاتھه میں لیا ' اور ایک طویل درس و مطالعه ' غور و فکر ' اور کد و کاوش کے بعد اس بلند آهنگي سے اس کا صور پھونکا که تمام عالم علمي گونج اٹھا - یه اس مسئله کا تیسرا دور ہے ' اور اسي دور میں آکر اس نظریه نے مقبولیت حاصل کي ہے -

(قانون تنازع البقاء)

دنیا میں ایک طرف هر شے کو اپنا وجود عزیز ہے اور اسکے حفظ و بقاء کے لیے ساعی و کوشاں ہے ' دوسري طرف بعض کا وجود بعض کے فنا کے ساتھه وابسته - اسلیے تمام عالم میں ایک جنگ بپا ہے ' اور هر شے اسمیں حمله آور یا مدافعه کي حیثیت سے مصروف پیکار ہے - یہي جد و جہد ہے جسکو (Struggle for Existence) کہتے هیں - اور عربي میں اسکا ترجمه " تنازع البقاء " ہے یعنے اپني بقاء و قیام کیلیے عالم وجود کي هر شے ایک دوسرے سے کشمکش اور تصادم میں ہے -

جنگ کا قاعدہ ہے که اسمیں قوي اپنے سر پر فتح کے نشان اڑاتا ہے اور ضعیف مذلت و شکست کي خاک - اس قاعدہ عامه کي بناء پر اس مخصوص جنگ میں بھي طاقتور سر بلند و فتحیاب هوتا ہے ' اور کمزور پامال و مقہور - چونکه جنگ برابر جاري رهتي ہے اسلیے نتیجۂ لازمي یعني پامالي کي ضربیں کمزور پر برابر بڑھتي هیں - یه پیهم ضربیں ضعیف کے نقش هستي کو بتدریج پامال کردیتي هیں - یہاں تک که رفته رفته مرقع کائنات اس سے خالي هو جاتا ہے -

یا یوں کہو که بقاء و استمرار وجود ایک خلعت ہے جو صرف اسي کو ملتا ہے جسکو تمام همچشموں اور حریفوں پر برتري و تفوق حاصل هو - معیار تفوق کیا ہے ؟ کشاکش هستي میں غلبه و چیرہ دستي - پس جو شخص اسمیں بوجه قوت کے غالب هوتا ہے اسکو طبیعة (نیچر) چن لیتي ہے اور یه خلعت بے بہا بخشدیتي ہے -

گو تعبیریں دو هیں - مقصد و مفاد ایک ہے - یعني بقاء قوي اور فناء ضعیف -

تعبیر کي طرح نام بھي دو هیں - ڈارون اور اسکے پیرو اسکو انتخاب طبیعي یا (Natural Selection) کہتے هیں ' اور پروفیسر ویلز اور همنوایان ویلز بقاء اصلح یعني (Survival of the Fittest)

(تشریح)

تمام اجسام مؤثرات خارجیه ' موسم ' غذا ' طرز بود ماند وغیرہ سے متاثر هوتے هیں -

برفستان کے باشندے گورے برف کي طرح سفید هوتے هیں - اگر انمیں سے کوئي انسان کسي تپتے هوے گرم ریگستان میں رهنے لگے تو اس کا رنگ خراب هوجائیگا ' تاهم صباحت قائم رهیگي - چند نسلوں کے بعد یه صباحت ملاحت سے بدلجائیگي - ایک زمانے کے بعد نسلیں سبزہ رنگ هونے لگینگي - اسکے بعد پھر سیاہ فام - جن خاندانوں کے پیشرو برف کي طرح سفید تھے ' اب انکي یادگاریں بھونرے کي طرح سیاہ هیں -

مؤثرات خارجیه کي تاثیر کي یه ایک نہایت سادہ اور عام الوقوع مثال ہے - رنگ کي طرح اعضاء کي ساخت ' قوی ' بلکه نفس وجود تک اثر پذیر هوتا ہے -

شیر ایک درندہ ہے - قدرتاً اسکے پنجوں میں ناخن اور دانتوں میں کچلیاں هوتي هیں - یه ناخن اور کچلیاں تیز اور زود شکاف هوتي هیں - لیکن فرض کرو که شیروں کي ایک جماعت کسي

---

(۱) پروفیسر ویلز موجودہ عہد کا مشہور حکیم طبیعي اور مذهب نشو و ارتقاء کا ایک رکن اعظم تھا - دو سال هوے که اس نے انتقال کیا - اسکے حالات الهلال کي چوتھي جلد میں مفصل شائع هوچکے هیں -

(صفحه ۱۰ کے نوٹ)

(۱) انگریزي میں (Fibre) ان بال یا تاگے کي طرح باریک اور لمبے اجسام کو کہتے هیں جن سے رگیں اور نسیج مرکب هیں - عربي میں اسکا ترجمه " لیف " ہے جسکي جمع الیاف آتي ہے - فائبر کے لفظي معني " ریشه " کے هیں کیونکه وہ دیکھنے میں بالکل مثل ریشے کے معلوم هوتے هیں - هم نے لیف کي جگه اردو کے ایک سبک اور سہل لفظ یعني " ریشے " کو اصطلاح کیلیے مناسب سمجھا ' اور یه اپنے معني پر پوري طرح حاوي بھي ہے -

(۲) حویصله (جمع حویصلات) وہ مجوف چھوٹا سا جسم جسمیں کوئي خلط پائي جاے - یہي کرہ ہے جسمیں حیوانات منویه پیدا هوتے هیں - انکو انگریزي میں (Vesicle) کہتے هیں -

(۳) فن تشریح سے معلوم هوتا ہے که آنکھه کا ڈھیلا دو قسم کي رطوبتوں سے لبریز هوتا ہے - اول پاني کي طرح ایک سیال رطوبت ' جسکے دو خزانے هوتے هیں - اور دونوں خزانوں کے درمیان ایک پردہ سا حائل هوتا ہے - عربي میں اس رطوبت کو رطوبت مائیه اور اس حجاب کو قزحیه کہتے هیں - انگریزي میں دونوں کو علی الترتیب (Aqueous humours) اور (Iris of eye) کہتے هیں -

(۴) یه دوسري رطوبت ہے جو منجمد اور عدسي صورت میں (عدسي صورت میں یعني دال کي طرح) ایک آبگیني جسم میں پائي جاتي ہے - اسکو عربي میں رطوبت جلیدیه اور انگریزي میں (Vitreous humours) کہتے هیں -

انسان کے اندر جو کچھہ ہے وہ اسکا نفس ہے - باہر جو کچھہ ہے وہ افاق ہے - قران حکیم نے جا بجا اسے تنبیہ کی ہے کہ اپنے اندر بھی دیکھے اور اپنے سے باہر کو بھی سمجھے - یعنے انفس اور افاق دونوں پر تفکر کرے : و سنریہم اٰیاتنا فی الافاق و فی انفسہم حتی یتبین لہم انہ الحق (۴۲ : ۵۲) عنقریب وہ اللہ کی نشانیاں افاق اور انفس میں یعنے اپنے سے باہر اور اپنے اندر دیکھینگے - یہ مشاہدہ حقیقت اصلی کو انپر کھولدیگا اور وہ پالینگے کہ بلا شبہ دین الہی کی دعوۃ حق ہے - دوسری جگہ زور دیا و فی انفسکم افلا تبصرون - تم اپنے اندر نہیں دیکھتے کہ کیا ہے ؟ اگر تم دیکھو تو تمہیں معلوم ہوجاے کہ شریعۃ الہی کوئی نئی چیز تم سے نہیں چاہتی - تمہاری فطرۃ اصلی ہی کا ظہور خالص چاہتی ہے - اسی کا نام دین قیم ہے -

(استشہاد و طریق استشہاد)

سورۂ و التین نے اسی حقیقت کو بیان کیا ہے اور اسپر شہادت پیش کی ہے - بیان بمنزلۂ دعوے کے ہے ' اور شہادت اسکی دلیل ہے - دعوا تمہیں معلوم ہوچکا : لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم - ہم نے انسان کو بہترین حالت عدل پر پیدا کیا ہے - اب دلیل کا حصہ باقی ہے ' لیکن قبل اسکے کہ دلائل پر نظر ڈالیں ' اسپر غور کرلینا چاہیے کہ اس غلطی کا اصلی سبب کیا تھا ' جسکو سورۂ والتین دور کرنا چاہتی ہے ؟

اسکا اصلی سبب اعمال انسانی کی رنگا رنگی اور بوقلمونی تھی - انسان نے جب اپنے آپکو دیکھنا چاہا تو اپنی فطرۃ کو نہ دیکھہ سکا کہ وہ محجوب و مستور ہوگئی تھی - اس نے اپنے اعمال و افعال کو دیکھا اور انکے اندر ایک عجیب متضاد اختلاف نظر آیا - اس نے دیکھا کہ نیکی اور بدی دونوں باہم دست و گریباں ہیں - اگر ایک طرف اسکے اندر نیکی و شرافت کے رقیق و لطیف جذبات نظر آتے ہیں ' تو دوسری طرف درندگی و بہیمیت کی خوفناکی بھی نظر آتی ہے - اگر وہ فرشتوں کی طرح محبت و احسان کی آنکھیں رکھتا ہے ' تو بھیڑیوں اور بچھوؤں کی طرح اسکے پاس حرص و غرض کا پنجہ اور خونریزی و سفاکی کی زہریلی ڈنک بھی ہے - اگر ایک طرف پادشاہوں کے زرنگار تخت ' اور حکموں اور فرمانروائیوں کی عظمت و کبریائی نظر آتی ہے جو انسانی عظمت و جلال کی شہادتیں دے رہی ہیں ' تو انہی کے سامنے غلاموں کی پا بزنجیر صفیں بھی دست بستہ کھڑی ہیں جو انسان کو کتے اور بلی سے بھی زیادہ حقیر ثابت کر رہی ہیں ' کیونکہ نہ تو کتے نے اپنے جیسے کتے کے آگے سر جھکایا اور نہ بلی نے کبھی بلی کو سجدہ کیا -

اس نے دیکھا کہ یہی انسان حاکم بھی ہے محکوم بھی ساجد بھی ہے مسجود بھی ' عالم بھی ہے جاہل بھی ' عاقل بھی ہے ابلہ بھی ' نیک بھی ہے بد بھی ' شہنشاہی کا تخت ' حکمرانی کا فرمان ' فتح مندی کی تلوار ' نیکی کی فرشتگی ' اور سچائی کی قدوسیت بھی رہی ہے - اور غلامی کی خاک محکومی کی ذلت ' مقتولی کی گردن ' بدی کی شیطنت ' اور شر کی رذالت بھی - اسکے سوا اور کوئی نہیں !

یہی انسان ہے جو رات کو دروازوں پر پاسبانی کرتا ہے تاکہ اسکے ہم جنس گھر کے اندر امن سے سوئیں ' اور یہی انسان ہے کہ دوسرے طرف سے آکر مکان میں نقب بھی لگاتا ہے تاکہ اپنے ہم جنسوں کو دکھہ اور نقصان پہنچاے - اگر عبادت گاہوں کے اندر فرشتے نہیں آتے بلکہ انسان ہی ہوتے ہیں ' تو ڈاکوؤں کے جتھوں کے اندر بھی بھیڑیے جمع نہیں ہوتے بلکہ آدم ہی کی اولاد ہوتی ہے -

پس اعمال انسانی کی اس رنگارنگی اور نور و ظلمت کے اس اختلاط کو دیکھکر وہ اس دھوکے میں پڑگیا کہ جس مخلوق کے اعمال کا یہ حال ہے ' اسکی فطرۃ کا بھی یہی حال ہوگا - اگر وہ اپنے اعمال کے اندر نیکی اور بدی اور عظمت و ذلت دونوں رکھتا ہے ' تو اسکی فطرۃ کے اندر بھی نیکی و بدی اور فوز و خسران دونوں ہونگے - اگر وہ اپنے اعمال اور نتائج اعمال کے اندر عظمت کا تخت اور ذلت کی بندگی ' دونوں جلوے دکھلاتا ہے ' تو اپنی فطرۃ کے اندر بھی طاقت و تسلط اور مقہوریت و مغلوبیت ' دونوں رکھتا ہوگا -

اس نے اعمال کو دیکھکر فطرۃ کیلیے حکم لگانا چاہا ' اور اسنے افراد کی حالت کو دیکھکر نوع کیلیے فیصلہ کردیا -

اسی غلطی نے اسکے اندر یہ عقیدہ پیدا کیا کہ ہم صرف برائی اور نیکی ہی کیلیے نہیں ہیں جیسا کہ بعض افراد نظر آتے ہیں ' بلکہ حقیر ہونے اور برے رہنے کیلیے بھی ہیں جسطرح کہ اکثر افراد شہادت دیتے ہیں - پس نیکی اور برائی دونوں کیلیے اسمیں ایک مایوس قناعت پیدا ہوگئی ' اور اس غیر صالح قناعت نے عزم اور ہمت کی پیاس کو بالکل بجھادیا - ایک غلام ساری عمر غلامی اور بندگی میں خوش خوش گذار دیتا ہے ' اور کبھی اسکے اندر یہ احساس پیدا نہیں ہوتا کہ میں بھی ویسا ہی انسان ہوں جیسا میرا آقا ' پھر میں کیوں صرف بندگی کیلیے ہوں اور یہ کیوں آقائی کیلیے ؟ ایک محکوم قوم ویسی ہی خوشی اور سکھہ کے ساتھہ غلامی کی خاک پر لوٹتی ہے ' جسطرح ایک حاکم قوم عزت و عظمت کے تخت پر فرمانروائی کرتی ہے ' اور کبھی اسکے اندر یہ بیقراری نہیں اٹھتی کہ ہم بھی انسان ہیں ' ہمارے پاس بھی وہ سب کچھہ ہے جو ان حاکموں کے پاس ہے ' پھر ہم کیوں ذلت کیلیے ہیں اور یہ کیوں عظمت و فرمانروائی کیلیے ؟ ہزاروں مزدور ہیں جو کارخانوں میں پھرکیوں کی طرح چکر کھاتے ہیں اور اسمیں اتنے ہی خوش ہوتے ہیں جسقدر کارخانہ کا مالک - لیکن کبھی ان میں یہ تڑپ نہیں اٹھتی کہ اگر ہم بھی چاہیں تو کارخانہ کے مزدور کی جگہ کارخانے کے مالک بن سکتے ہیں ' اور یہ کیا ہے کہ ہماری ہی طرح انسان ہمارے مالک بنگئے ؟ پھر اسی طرح دیکھو کہ ہزارہا انسان ہیں جو طرح طرح کی بدیوں اور خباثتوں کی گندگیوں میں ڈوبے ہوے ہیں ' مگر کبھی نہیں سونچتے کہ نیک و پاک انسان بھی آخر ہمارے ہی طرح انسان ہیں ' یہ کیوں ہے کہ وہ نیک ہیں مگر ہم نیکی کیلیے جنبش نہیں کرسکتے ؟

ہر طرح کی مثالیں سامنے لاؤ ' اور ادنی و اعلی حالتوں کے اختلاف کے جسقدر پہلو ہوسکتے ہیں ' ان سب پر نظر ڈالو - تم پاؤگے کہ پستی و ذلت اور بدی و شرارت کی ہر زندگی کے اندر ایک باطل قناعت اور قاتل بے حسی پیدا ہوگئی ہے ' اور یہی قناعت و بے حسی قوتوں کو پامال اور انسانیۃ اعلی کی تمام بڑی سے بڑی طاقتوں کو ضائع کر رہی ہے -

اب غور کرو کہ یہ حالت کیوں پیدا ہوئی ؟ اسکا سبب بجز اسکے اور کچھہ نظر نہیں آئیگا کہ چونکہ انسان کے اعمال اور اسکے ثمرات متضاد اور مخلوط ہیں ' اور اکثر حالتوں میں پستی و ناکامی کے نمونے زیادہ ' اور عظمت و کامرانی کے امثال کم ہیں ' اسلیے ہر نامرادی کی حالت میں انسان نے نامرادوں پر نظر ڈالی ' اور ہر برائی کی زندگی میں اس نے بروں کو دیکھا - یعنی نامرادوں کو دیکھکر اپنی نامرادی پر ' گرے ہوؤں کو دیکھکر اپنی گری ہوئی حالت پر ' بروں کو دیکھکر اپنی برائیوں پر وہ ایک طرح کا استدلال کرنے لگا ' اور انسے شہادت لا کر اپنی حالت کو فطری اور لابدی سمجھنے لگا - اس غلط استشہاد نے اسکے اندر غلط قناعت پیدا کی ' اسکے احساس کو فنا کردیا ' اسکی طلب بجھہ گئی ' اور وہ اپنی ذلت و برائی کو اصلی اور شدنی چیز سمجھکر ایک بناوٹی خوشحالی میں مبتلا ہوگیا - غلام کے اندر آقا بننے کا کیوں جوش نہیں اٹھتا ؟ اسلیے کہ وہ اپنے جیسے غلاموں کو دیکھتا ہے اور

ایسے جنگل میں پہنچ جاے جہاں اسے گوشت نہ ملے تو کیا ہوگا ؟ اکثر تو مرجائینگے - کچھہ ایسے سخت جاں ہونگے کہ جی بچینگے - بھوک کي شدت انکے لیے گھانس پتوں کو گوارا کردیگي - وہ سبزي کھانا شروع کردینگے - آنے والي نسلیں اسي عالم میں آنکھہ کھولینگي' انکے لیے یہ معمولي بات ہوگي - ایک معتدبہ زمانے کے بعد تمام آلات و اعضاء سبعیت و درندگي یعني بڑے بڑے دانت' خونخوار پنجے' قوي اور ہضم کن معدہ' یہ سب کے سب بوجہ تعطیل و عدم استعمال ازکار رفتہ ہوجائینگے' اور اسکے بعد یا تو یہ نسل ضعیف ہوتے ہوتے فنا ہوجائیگي' یا باقي رہیگي مگر بالکل ایک نئے قسم کا شیر بنکر-

گوشت خور (Carnivora) جانوروں کي آنتیں چھوٹي ہوتي ہیں اور نباتات خور جانوروں کي لمبي - جب اس جماعت کي کئي نسلیں نباتات خوري کے عالم میں گذرینگي تو انکي آنتیں بھي گوشت خور جانوروں کي طرح لمبي ہوجائینگي - آنتوں کي طرح وہ تمام اعضاء بھی نشو و نما پائینگے' جنکي گوشت خور زندگي میں ضرورت ہوتي ہے -

اب فرض کرو کہ اس خاندان کے چند اعضاء کسي ایسي جگہ چلے جائیں جہاں انکو غذا صرف پاني میں ملسکتي ہو تو پھر کیا ہوگا؟ سابق کي طرح یہ بھي اسي کے خوگر ہوجائینگے - اب وہ اعضاء بھي مضمحل و افسردہ ہوجائینگے جو نباتات خوري کی زندگي میں بڑھے تھے - جبکہ وہ زمین میں اپني غذا ڈھونڈھتے تھے - اور انکے بدلے اب وہ اعضاء بڑھینگے جنکي ضرورت اس تیسري زندگي میں ہوگي -

مختصراً یہ کہ جب غذا کا تغیر ایک عرصہ تک جاري رہتا ہے تو اسکے بعد اعضاء میں بھي تغیر ہو جاتا ہے -

مؤثرات خارجیہ سے اعضاء میں تغیرات کا ہونا محض امکان و احتمال یا فرض و تخمین ہي نہیں ہے' بلکہ ایک ایسا واقعہ ہے جو ایک نوع کے مختلف ممالک میں رہنے والے افراد کے باھمي موازنہ کے وقت صاف نظر آ جاتا ہے' اور انکار کي گنجایش نہیں رہتي -

یہي وہ قانون طبیعۃ ہے جسکا اصطلاحي نام عربي میں مطابقت اور انگریزي میں (Adaptation) ہے -

کسي نسل کے اسلاف (پہلوں) میں مؤثرات خارجیہ سے جو تغیرات پیدا ہوتے ہیں' وہ ابتداً عارضي ہوتے ہیں' مگر ساتھہ ھي آنے والي نسلوں میں برابر منتقل ہوتے رہتے ہیں - جسقدر زمانہ گزرتا جاتا ہے' اتنے ھي وہ مستحکم اور راسخ ہوتے جاتے ہیں - جب زیادہ مدت گزر جاتي ہے تو پھر یہ تغیرات اسدرجہ راسخ ہوجاتے ہیں کہ دیکھنے والے کو وہ عارضي تغیر کے بدلے جوھري و اصلي معلوم ہوتے ہیں - اور اسي بنا پر ہم کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ اصلاً مختلف انواع ہیں -

تمام اختلافات جن کو لوگ اصلي و جوھري سمجھتے ہیں انکي سراغ رساني کیجاتي ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ در اصل وہ بسیط' سادہ' اور عارضي تغیرات تھے جو مؤثرات خارجیہ کیوجہ سے پیدا ہوے تھے - پھر نسلاً بعد نسل دائمي' راسخ' مرکب' اور روز افزوں ہوتے گئے یہي چیز قانون وراثت یا (Heredity) ہے -

تنازع البقاء' انتخاب طبیعي بقاء اصلح' مطابقت' اور وراثت' یہي چار ستون ہیں جن پر نظریہ ڈارون کي عمارت قائم ہے -

تم نے محسوس کیا ہوگا کہ ڈارون اصناف و انواع کے تعدد کا سرچشمہ زیادہ تر قانون مطابقت اور قانون وراثت ھي کو قرار دیتا ہے -

یہاں تک مذہب نشو و ارتقاء کا خلاصہ بطور تمہید کے بیان کیا گیا - اب ہم دوسرے نمبر میں بتلائینگے کہ "تحول انفعالي" سے مقصود کیا ہے ؟ اور کہاں تک وہ قابل رد یا قابل قبول ہے ؟

اسئلۃ واجوبتہا

تفسیر سورۃ و التین

اقسام القران

(۲)

گذشتہ صحبت میں یہ مسئلہ ایک حد تک واضح ہو چکا کہ سورۃ والتین کا موضوع اصلي فطرۃ صادقۃ انساني کے شرف و خیریت کا اعلان ہے' اور یہ بتلاتا ہے کہ انسان نے اپني حقیقت و فطرۃ کے متعلق جسقدر مایوس فیصلہ کیے ہیں وہ سب غلط ہیں' نہ تو اللہ نے اسکي فطرۃ کو شر اور بدي کیلیے بنایا ہے اور نہ اسکي حقیقت اسقدر حقیر و ذلیل ہے کہ وہ کائنات ھستي کے ہر وجود و ظہور کے آگے جھک جاے' اور انکے کرشموں کے سامنے اپنے تئیں حقیر و لاچار سمجھہ لے - اگر وہ اپني فطرۃ صادقہ کو عمل غیر صالح سے پامال نہ کرے تو وہ دنیا میں بڑي سے بڑي عظمت حاصل کرسکتا ہے -

اس موقعہ پر اسیقدر اور سمجھہ لینا چاھیے کہ انسان کا اپني فطرۃ صادقہ کي حقیقت سے بیخبر رہنا' در اصل اسکي تمام ناکامیوں کي اصلي جڑ ہے - کائنات عالم کے دائرۂ حقیقت کیلیے اسکا وجود بمنزلۂ ایک نقطۂ و مرکز کے ہے' پس جب تک انسان اپنے نفس کي حقیقت کو نہیں پائیگا' وہ تمام عالم کي حقیقت کو نہیں پا سکتا' اور حقیقت کو نہیں پا سکتا تو اپني تخلیق کي غرض و مقصد کو بھي پورا نہیں کر سکتا - سب سے پہلي چیز یہ تھي کہ وہ سمجھے کہ دنیا میں جو کچھہ ہے اسکے لیے ہے' وہ کسي کیلیے نہیں ہے - لیکن اپنے شرف و عظمت اور خیریت و حرمت کے احتجاب نے اس حقیقت تک پہنچنے نہ دیا - وہ کائنات عالم کے ادنے ادنے جلووں سے مرعوب و ھیبت زدہ ہوگیا' اور سمجھنے لگا کہ جب بجلي کي چمک مجھسے بڑي ہے' سمندر کا طوفان مجھسے زیادہ قہار ہے' شیر کا پنجہ مجھسے زیادہ قوي ہے' ھاتھي کا وجود مجھسے زیادہ عظیم ہے' حتی کہ مچھر کي ڈنک اور رینگنے والے زہریلي کیڑوں کا زہر بھي میرے لیے سخت خوفناک ہے' تو پھر میري ھستي کیا ہے اور مجھہ میں کونسي بڑائي ہو سکتي ہے ؟ اسي خیال کا نتیجہ ہے کہ ایک طرف تو اسنے اینٹ اور پتھر تک کي پوجا شروع کردي' اور دوسري طرف اپنے وجود کو اسقدر ذلیل سمجھہ لیا کہ جھکنے' گرنے' لوٹنے' پوجنے' اور بندگي کرنے کے لیے اسکے اندر ایک قوي اور دائمي استعداد پیدا ہوگئي - اس صناعي و خارجي ضلالت سے ہر قوۃ نے غیر فطري فائدہ اٹھایا' اور جب چاھا ایک ادني کرشمۂ قوت دکھلا کر اسکے جسم و دماغ کو اپنے آگے جھکا دیا -

تحقیر و تذلیل نفس انساني کي یہ انتہائي حالت اسي' نتیجہ تھي کہ اس نے اپني فطرۃ کي خیریت کو نہ سمجھا اور ھمیشہ اسکے خلاف فیصلہ کیا - اس نے چارپایوں کو دیکھا اور سانپوں اور بھیڑیوں کي درندگي و خوفناکي پر نظر ڈالي' پھر اسي طرح اپني نسبت بھي فیصلہ کر لیا کہ اسمیں بدي اور بہیمیت کے سوا کچھہ نہیں ہے' اور اگر نیکي کا کوئي جزء ہے بھي' تو وہ بدي کے ساتھہ ممزوج و مخلوط یعنے ملا جلا ہے -

یہ تنزل انساني کي اصلي علت اور انسانیۃ اعلی اور خلقۃ کبری کي گم شدگي تھي - سورۃ والتین نے اسي کا سراغ بتلایا ہے - پس فی الحقیقت اسکا موضوع انسانیۃ اعلی کا اعلان ہے -

لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم - ثم رددناه اسفل سافلين - الا الذين آمنوا و عملو الصالحات فلهم اجر غير ممنون ؛ فما يكذبك بعد بالدين الیس الله باحکم الحاكمين -

انسان کو بہترین حالت عدل پر پیدا کیا - پھر اسکو بد سے بدتر حالت میں پھینک دیا - مگر وہ لوگ کہ ایمان لائے اور عمل صالح کیے تو انکے اعمال کے نتائج صرف بہتری ھي کیلیے ھیں - انکے عمل صالح کا بدلہ کبھي منقطع نہوگا - ھمیشہ پھل دیگا - پس حقیقت کے سمجھہ لینے کے بعد کون ہے جو اعمال کے نتائج سے انکار کریگا ؟ اور اس بارے میں رسول کي تعلیم کو جھٹلائیگا ؟ کیا سب سے بڑا حکم کرنے والا خدا ھي نہیں ہے جسکے قانون جزا و سزا میں کبھي تبدیلي نہیں ھو سکتي ؟

(تفصیل استشهاد)

حضرة نوح علیہ السلام کے بعد دین الہي کا سلسلہ حضرة ابراھیم خلیل الله علیہ السلام سے شروع ھوتا ہے ؛ اور ظہور اسلام اسي کا آخري مکمل ظہور ہے - حضرة ابراھیم کي نسل سے بنو اسرائیل پیدا ھوے جنکے احیاء کیلیے حضرة موسی کي دعوة کا ظہور ھوا اور انھوں نے بنو اسرائیل کو مصریوں کي غلامي سے نکال کر عزت و خلافت کے درجہ پر پہنچا دیا - انکے بعد جب بنو اسرائیل نے پھر الله کے احکام سے سرتابي کي اور اصلاح کي جگہ افساد کا طریق اختیار کیا تو روز بروز تنزل و تسفل میں مبتلا ھونے لگے ؛ پس انبیاء مجددین کا سلسلہ شروع ھوا اور وہ یکے بعد دیگرے اصلاح کرتے رہے - لیکن سلسلۂ تنزل بھي برابر بڑھتا گیا - حتی کہ وراثت ارضي سے بنو اسرائیل محروم ھوگئے اور انپر یکسر تباھي و بربادي طاري ھوگئي - اسوقت حضرت عیسی علیہ السلام کی دعوة کا ظہور ھوا ؛ جن پر چند غریب اور فاقہ مست انسان ایمان لاے ؛ لیکن الله نے انھي غریب مچھیروں اور فقیروں کو یہ درجہ دیا کہ انکي دعوة و تبلیغ عالم میں پھیلي ؛ اور تمام روم و یونان میں مسیحي مذھب پھیل گیا -

پس انسان کے اعمال عظیمہ و صالحہ کے ان مظاھر کے تین قریبي درجے ھوے :

(١) دین الہي کي وہ بنیاد جو بیابان حجاز میں حضرة ابراھیم و اسماعیل علیہما السلام نے ڈالي ؛ اور اسکي اینٹیں رکھتے ھوے امة مسلمہ کے ظہور کي دعا مانگي :

و اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسماعیل : ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم ! (٢١ : ١)

اور جب حضرة ابراھیم و حضرة اسماعیل خانہ کعبہ کي بنیادیں رکھہ رہے تھے ؛ تو انکي زبانوں پر یہ پاک دعا جاري تھي : اے پروردگار ! ھمارے اس کام کو قبول کرلے - تو دعاؤں کا سننے والا ہے اور تو ھماري نیتوں کو خوب جاننے والا ہے !

الله تعالی نے اس دعا کو قبول کیا ؛ نسل اسماعیلي سے امة مسلمہ کا ظہور ھوا ؛ اور وہ آخري معلم رباني آگیا جس نے تعلیم کتاب و حکمت اور تربیت و تزکیۂ الہي سے جماعة مومنین پیدا کردي -

(٢) دعوة موسوي کي وہ روشني جو طور سینا پر چمکي اور وادي ایمن کے بقعہ مبارکہ سے " انی انا الله رب العالمین " کي صداء حق آئي :

فلما اتاھا نودي من شاطي الواد الایمن في البقعة المبارکة من الشجرة ان یا موسی ! اني انا الله رب العالمین !

پس جب موسی کوہ طور کے پاس پہنچے تو وادي ایمن کے کنارے کہ زمین کا ایک مبارک حصہ تھا ؛ درخت سے ندا آئي : اے موسی ! میں ھوں تمام جہانوں کا پروردگار !

یہي کوہ طور تھي وادي ایمن کي روشني تھي جس نے بنو اسرائیل کو ظلمت تنزل و تسفل سے نجات دلائي ؛ اور عظمت و خلافت الہي کے درجہ تک مرتفع کیا -

(٣) دعوة مسیحي کا وہ ظہور جو سلسلۂ اسرائیلي کا آخري ظہور تھا اور جو بیت المقدس کي سر زمین میں ھوا :

فامنت طائفة من بني اسرائیل و کفرت طائفة فایدنا الذین امنوا علی عدوھم فاصبحوا ظاھرین !

پس بنو اسرائیل کي ایک جماعت اسپر ایمان لائي اور ایک جماعت نے انکار کیا - مومنوں کو ھم نے انکے دشمنوں کے مقابلے میں مدد دي - نتیجہ یہ نکلا کہ ایمان والوں کي کامیابي اور فتح مندي ظاھر ھوگئي -

قرآن حکیم کي مخاطب جو جماعتیں تھیں ؛ انکي معلومات میں بھي انساني عظمت و قدوسیت کے بالاتفاق یہي تین جلوے تھے - اھل کتاب حضرة موسی اور حضرة عیسی علیہ السلام کے نام لیوا تھے ؛ اور مشرکین مکہ کا بڑا ادعائي شرف یہ تھا کہ اپنے تئیں حضرة ابراھیم کي طرف منسوب کریں -

پس سورۂ والتین میں سعادت انساني کے انھي تین ظہوروں سے انسان کی فطرۃ صالحہ و عظمت و شرف پر شہادت لائي گئي ہے - " تین اور زیتون " سے مقصود سر زمین شام ہے جہاں حضرة عیسی کا ظہور ھوا اور جو تمام انبیاء مجددین اسرائیل کا مقام ظہور ہے ؛ " طور سینین " سے اشارہ دعوة موسوي کي طرف ہے جسکي تجلي کا مطلع اسي مقدس پہاڑ کا دامن تھا - " بلد امین " یعني ھمیشہ امن میں رھنے والا گھر خانۂ کعبہ ہے ؛ اور اسمیں اشارہ حضرة ابراھیم کي دعوة موسسۂ ابراھیمیہ اور اسکے نتائج کي طرف ہے -

استشہاد کي ترتیب شاخ سے اصل کي طرف ؛ نسل سے مورث کي طرف ؛ فاضل سے افضل کي طرف ؛ اور حسن سے احسن کي طرف ہے - یعني ظہور سعادت انساني کے اس سلسلہ میں افضل ترین بنیادي مرتبہ دعوة ابراھیمي کا ہے - اسکے بعد مرتبۂ قیام شریعت موسوي کا ؛ اسکے بعد مرتبۂ تجدید انبیاء بني اسرائیل کا عموما ؛ اور حضرة عیسی کا خصوصا - (علی نبینا و علیہم الصلواة و السلام)

پس ترتیب جزء سے شاخ کي طرف نہیں ہے ؛ بلکہ شاخ سے جڑ کي طرف ہے اور اسمیں بالترتیب تینوں درجوں کے مراتب یکے بعد دیگرے ملحوظ رکھے گئے ھیں - چونکہ سب سے آخري ظہور مسیحي سب سے زیادہ قریب تھا ؛ اسلیے سب سے پہلے اوسکا ذکر کیا گیا ؛ اسکے بعد اس سے اعلی مرتبہ دعوة موسوي کا تھا ؛ پس اسکا ذکر کیا ؛ پھر سب سے اعلی ترین مرتبہ بمنزلۂ اصل و حقیقة الحقائق کے مقام خلت کبری حضرة ابراھیم کا تھا ؛ پس اسپر مدارج ثلاثہ ختم ھوگئے -

(تین و زیتون)

" تین و زیتون " سے سر زمین شام کا مراد لینا بالکل واضح ہے :

(١) " طور سینا " اور " بلد امین " دونوں میں اشارہ اس سرزمین کي طرف کیا گیا ہے جہاں ان کي دعوتوں کا ظہور ھوا - پس معلوم ھوا کہ اس سورۃ میں سرزمین کي طرف اشارہ کرکے اس سرزمین کي مشہور دعوة و امة کي طرف اشارہ کرنا مقصود ہے - اس بنا پر " تین و زیتون " میں بھي اشارہ کسي سرزمین ھي کي طرف ھوگا جیسا کہ ما بعد کي دو شہادتوں میں ہے -

(٢) دنیا کي تمام سرزمینوں میں اس وقت بھي جبکہ قرآن حکیم نازل ھوا ؛ اور اب بھي جبکہ ملکوں کي طبعي پیداوار کي فہرست ھمارے سامنے موجود ہے ؛ انجیر اور زیتون ایک مخصوص پیداوار سرزمین شام کي ہے - جس کثرت کے ساتھہ اور جسقدر اعلی درجہ کي یہ دونوں چیزیں وھاں ھوتي ھیں ؛ کہیں نہیں ھوتیں - زیتون کا تیل شام کي عام غذا ہے - گھي کي جگہ عام طور پر اسي کو استعمال کرتے ھیں - عیسائیوں کے بڑے بڑے

سمجھتا ہے کہ یہ صرف میرے ہی لیے نہیں ہے بلکہ سب کیلیے ہے ' اور اسلیے ایک قدرتی چیز ہے جسپر صرف صبر ہی کرلینا چاہیے - پس اس نے غلاموں پر نظر ڈالی اور غلاموں سے اپنی غلامی پر شہادت لایا - اگر وہ غلاموں کی جگہ اقاؤں کو دیکھتا اور ان سے شہادت لیتا کہ آخر وہ بھی تو انسان ہی ہیں اور اسی کرۂ ارضی کی پیٹھہ پر بستے ہیں ' تو فوراً اسکا احساس مردہ زندہ ہوجاتا ' اور اپنی فطرۃ کے شرف و خیریت کو پا لیتا - ایک مزدور کیوں اسی میں خوش ہے کہ اٹھارہ گھنٹے کی محنت کے معاوضہ میں صرف ایک روٹی پاے ؟ اسلیے کہ وہ اپنی ادنی حالت کیلیے اپنے ہی جیسی ادنی حالت کے مزدوروں کو دیکھتا اور انسے استشہاد کرتا ہے ' اگر وہ انسے استشہاد کرتا جنکی وہ مزدوری کرتا ہے تو اسکے اندر بھی ولولۂ عزم و طلب پیدا ہوتا - ایک بد انسان کس طرح برائی میں اپنے اندر تسکین و قناعت پیدا کرلیتا ہے ؟ اسلیے کہ وہ بروں ہی کو دیکھتا ہے ' اور انھی سے استشہاد کر کے سمجھہ لیتا ہے کہ انسان اسلیے بھی بنایا گیا ہے کہ برائی کرے جیسا کہ سب کررہے ہیں ' اور جب سب کررہے ہیں تو وہاں ایک اور سہی :

بیـــا کہ رونق ایں کارخـــانہ کـــم نـــوں
ز زہد ہمچو تولی یا بہ فسق ہمچو منی !

پس حاصل مبحث یہ ہے کہ انسان نے فطرۃ انسانی کی حقیقت و خیریت کے سمجھنے میں غلطی کی اسلیے کہ اُس نے :

(۱) اعمال انسانی کو خیر و شر اور عظمت و ذلت کا مجموعہ دیکھا -

(۲) پس وہ سمجھا کہ انسان کی فطرۃ میں بھی خیر و شر اور ذلت و عظمت دونوں ہیں -

(۳) اس نے اعمال کی راہ سے فطرۃ کو دیکھنا چاہا اور افراد کی حالت کو دیکھکر نوع کو بھی اسی پر قیاس کرلیا -

(۴) اسی اعتقاد کا اثر اسکے تمام اعمال حیات میں پڑا - جب اُس نے انسانی فطرۃ کو خیر و شر کا مجموعہ سمجھہ لیا تو اسکے اندر شر و تسفل کی حالت میں ایک گمراہ قناعت پیدا ہوگئی - وہ سمجھنے لگا کہ جب برائی فطرۃ ہی میں ہے تو نیکی کا نہونا کوئی ایسی چیز نہیں جسپر افسوس کیا جاے ' اور جسکے لیے اچھنبا ہو -

اسکی یہ حالت دراصل ایک استشہاد و استدلال ہے جو وہ تمام ادنی و سافل حالتوں کے افراد سے کرتا ' اور عموماً اعمال شر و تسفل کو اپنے سامنے لاتا ہے -

(سورۂ والتین کے مطالب کی ترتیب)

سورۂ والتین کا موضوع ' اور مسئلۂ خیر و شر فطرۃ کے متعلق انسان کی غلطی کے اصلی اسباب معلوم ہوگئے - اب دیکھو کہ سورۂ والتین نے اس حقیقت کے اظہار و ثبوت کیلیے مطالب کی ترتیب کیا اختیار کی ہے ؟

(۱) اس نے دعوا کیا کہ انسان کی فطرۃ ہم نے نیک و صالح پیدا کی ہے - وہ صرف شرف و عظمت کیلیے ہے - اسکو بہترین حالت عدل پر ہم نے پیدا کیا ہے اور عدل ہی خیر کی حقیقت ہے : لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم -

(۲) ساتھہ ہی اس نے اُس غلطی کا ازالہ کیا جسکی وجہ سے انسان نے اپنی فطرۃ کے متعلق ایسی عظیم الشان غلطی کی - اسکی بڑی غلطی یہ تھی کہ وہ انسان کی فطرۃ کے معلوم کرنے کیلیے انسان کے اعمال کو دیکھتا ہے ' اور برے انسانوں کو دیکھکر فطرۃ کی برائی پر استشہاد کرتا ہے - پس سورۂ والتین نے انسانی اعمال کی عظمت و جبروت کیلیے انسان کی عظمت و شرفِ سے استشہاد کیا ' اور یہ کہا کہ تم بُرے ہوؤں کو دیکھکر اپنی فطرۃ کو کیوں گرا ہوا سمجھتے ہو ؟ انکو نہیں دیکھتے جو گرنے کی جگہ بلند ہوے ؟ یہ لوگ جو فطرۃ صادقہ کو قائم رکھکر بلند ہوے ' وہی لوگ ہیں جنکی طرف و التین و الزیتون ' وطور سینین ' و ھذا البلد الامین کے تین جملوں میں اشارہ کیا گیا ہے - اور یہی وہ انعام یافتۂ الہی گروہ ہیں جنکی راہ صراط مستقیم ہے اور جنکی راہ کی طلب سورہ فاتحہ میں سکھلائی گئی ہے : صراط الذین انعمت علیہم انکی راہ جن پر خدا نے انعام کیا - یہی حزب اللہ ہے - یہی اولیاء اللہ ہیں - یہی خیر البریہ ہیں ' یہی البصیر ہیں ' اور یہی اصحاب الجنۃ ہیں -

(۳) رہا اعمال انسانی کی بو قلمونی اور خیر و شر کا سوال تو یہ اسلیے نہیں ہے کہ انسان کی فطرۃ برائی ہے - اسکی فطرۃ تو عدل و خیر ہی ہے ' البتہ وہ جب اسکو ضائع کردیتا ہے اور اعمال سافلہ میں مبتلا ہوجاتا ہے تو جس طرح اسکی خلقت سب سے اعلی تھی ' اسی طرح اسکا اکتساب عمل اسکو سب سے زیادہ ادنی بھی بنا دیتا ہے - حتی کہ اپنی حقیقت انسانی کو مسخ کرکے بسا اوقات چارپایوں اور درندوں سے بھی بد تر ہو جاتا ہے - تم یہ حالت مسخ دیکھکر کہتے ہو کہ یہ فطرۃ ہے ' مگر نہیں سمجھتے کہ فطرۃ نہیں ' خارج کا کسب و عمل ہے - پس اعمال انسانی میں خیر و شر اور عظمت و تسفل جو تمہیں نظر آتا ہے ' اس میں تفریق کرو - نیکی و عظمت اسکی خلقت ہے ' اور شر و تسفل اسکی ضلالت عمل اور ضیاع فطرۃ - یہ اسکا عمل ہی ہے جس نے اُسے چارپایوں سے بھی بدتر بنا دیا ہے : ثم رددناہ اسفل سافلین - اسفل سافلین یعنی ادنی سے بھی ادنی تر حالت تک گرے ہوے وہی ہیں جنکا نام مغضوب اور ضالین ہے - پھر حزب الشیطان ' اولیاء الطاغوۃ ' شر البریہ ' الاعمی ' اور اصحاب النار بھی وہی ہیں -

(۴) یہ غلطی اسلیے ہے کہ تم اللہ کے قانون جزا و مکافات سے بیخبر ہو - اسکا قانون ہے کہ ہر بیج پھل لاتا ' اور اسی طرح انسان کا ہر عمل ایک نتیجہ پیدا کرتا ہے - زہر جب کھایا جایگا انسان مریگا ' اور معصیت جب کبھی کی جائیگی عذاب آیگا - پس اعمال کے جزا ہی سے تمام نتائج پیدا ہوتے ہیں - اگر تمہارے اعمال فطرۃ صالحہ یعنی دین الہی کے مطابق ہیں اور تم نے اس کو ضائع نہیں کیا ہے ' تو تم اپنے فطری بڑائی اور نیکی حاصل کروگے ' اگر تم نے ضائع کردیا تو پھر تم مسخ ہو جاؤگے اور تم سے برا جانور زمین کی پیٹھہ پر اور کوئی نہ ہوگا - جانور نے اپنی اصلی فطرۃ کو ضائع نہیں کیا - وہ سافل ہے - تم نے اپنی فطرۃ ہی کو ضائع کردیا ' پس تم سافلوں سے بھی اسفل اور بد سے بھی بدتر ہوگئے !

(۵) پس جن لوگوں نے اپنی فطرۃ کو عمل غیر صالح سے ضائع کردیا وہ انسانیۃ سے گرگئے ' مگر جنھوں نے ایمان باللہ سے انکار نہ کیا اور ایسے اعمال اختیار کیے جو صالح ہیں اور اسلیے نور فطرۃ کو قائم رکھنے والے اور چمکانے والے ہیں ' سو وہ اعلی سے اعلی مراتب انسانیۃ تک فائز ہوے ' اور ہمیشہ ایسا ہی ہوگا - اس دوسری جماعت کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انکے عمل صالح کا درخت ہمیشہ پھل دیگا - انکے نتائج حقہ کی برکتیں اور نعمتیں کبھی بھی ختم نہونگی - وہ اسفل سافلین کی حالت میں نہونگے کہ فنا اور ہلاکت انپر طاری ہو - وہ " شجرۂ خبیثہ " نہیں ہیں ' " شجرۂ طیبہ " ہیں - لہذا فرمایا : فلہم اجر غیر ممنون !

(اصل تفسیر)

اب اصل سورۃ کی یکجا تلاوت کرو :

و التین و الزیتون ' وطور سینین وھذا البلد الامین -	انجیر اور زیتون ' طور سینا ' اور مکہ معظمہ شاہد ہیں کہ بلا شبہ ہم نے

مختارات

خواطر فی الاسلام

تاریخ مدنیۃ اسلامیہ کا ایک سرسری د[ور]

اردو زبان میں ابتک کوئی کتاب ایسی لکھی نہیں گئی جسمیں اختصار کے ساتھہ تاریخ اسلام کے مختلف دوروں پر نظر ڈالی گئی ہو' اور فلسفۂ تاریخ کے اصول پر علل و اسباب عروج و زوال سے بحث کی گئی ہو۔

عربی زبان کی جدید مطبوعات میں ایک کتاب " خواطر فی الاسلام " ہے جسکو عطا حسنی بک نامی ایک جدید تعلیم یافتہ مصری نے تصنیف کیا ہے - کتاب کا موضوع تقریباً وہی ہے جسکی طرف سطور بالا میں اشارہ کیا گیا' البتہ طرز بحث و نظر زیادہ دقیق اور بلند نہیں ہے اور یہ حال مصر کی تمام تصنیفات کا ہے - پس سمجھنا چاہیے کہ اپنے موضوع میں ایک ابتدائی درجہ کی مگر دلچسپ کتاب ہے -

پچھلے دنوں مجھے خیال ہوا تھا کہ بحالت موجودہ اگر اسکا اردو ترجمہ شائع ہوجاے تو بہتر ہے - چنانچہ ایک اہل قلم نے میری خواہش پر اسکا ترجمہ شروع کردیا اور اب قریب الختتام ہے - کتاب میں بالترتیب تمام اسلامی دوروں پر نظر ڈالی گئی ہے - آجکی اشاعت میں بضمن مختارات اٹھارویں فصل کا ترجمہ شائع کیا جاتا ہے جو خلافۃ راشدہ کے دور کیلیے بطور تمہید کے ہے - آیندہ اشاعۃ میں انیسویں فصل شائع ہوگی اور وہی اصل بحث اور اسلیے زیادہ اہم و دلچسپ ہے -

فصل ہشتم

اسلامی دور اول

اسلام کا پہلا دور حروب و فتوحات کی رزمگاہ ہے - مسلمانوں نے جہاد فی سبیل اللہ کے حکم عام پر عمل کیا' اور توفیق الہی اونکی حلیف تھی - اسلیے کوئی قلعہ نہ تھا جو اونکی انگلیوں کے اشاروں پر فتح نہ ہوا ہو' اور کوئی ملک نہ تھا جس نے اسلامی حرکت سیاسی کے سامنے اپنی گردن نہ جھکا دی ہو-

اسلام وہ پہلی سلطنت ہے جس نے انسانوں سے انسانیۃ کیلیے جنگ کی' اور اقوام عالم کو یہ جتلادیا کہ فاتح مسلمان اپنے مغلوب دشمن پر رحم کرتے ہیں - اور جب اونکا مقابل تابع و فرمان بردار ہو جاے' تو وہ اوسکے ساتھہ رحیمانہ نرمی کے سلوک سے پیش آتے ہیں - خواہ وہ لڑنے سے پہلے صرف رعب اسلام سے مرعوب ہوکر اطاعت گذار ہوا ہو' یا جنگ کے بعد شکست کھا کر -

اس سے پہلے یہ قاعدہ تھا کہ جب ایک بادشاہ دوسرے پر غالب آتا تو وہ اپنے مقابل کو قتل کر ڈالتا یا اوسکو قید کر لیتا تھا - اور اسکے ساتھہ اوسکے ننھے بچوں اور حجلہ نشین شہزادیوں کو بھی وہی نقصان ہوتا جو اونکے بدقسمت بادشاہ کا ہوتا - جسطرح شہ[ر] کے رہنے والے گھر لوٹے جاتے' اونکی عورتوں کو بھی قید کیا جاتا' اور بچوں کو ظالم فاتح عموماً تہ تیغ کر دیتے - یہی تباہی شاہی حرم سرا پر بھی آتی تھی - مورخوں نے بکثرت ایسے واقعات بیان کیے ہیں جنکے ذکر سے ہمارے جسم کانپ اٹھتے ہیں اور اونکے سننے سے کان بہرے ہوجاتے ہیں - اسی طرح پہلے فاتحین یہی سلوک اوس مقابل کے ساتھ بھی کرتے جو بلا لڑے ہتھیار ڈالدیتا اور مطیع و منقاد ہو جاتا - اس بارے میں اوس دشمن میں جو جنگ کے بعد زیر ہوا ہو اور اوس میں جو بغیر جنگ کے مطیع ہوگیا ہو' کوئی فرق نہ تھا' اور سب کی عزت و ناموس کا خاتمہ یکساں طور پر کیا جاتا - ان بیرحموں کو نہ تو شہزادیوں کی عصمت دری پر رحم آتا اور نہ شہزادوں کی جوانی پر -

اس قسم کے واقعات سے ہم کتاب کو طوالت دینا نہیں چاہتے - اگر قبل از اسلام کے زمانہ پر تم نظر ڈالوگے تو وہ اس قسم کے ہیبتناک حوادث سے سیاہ نظر آئیگا - دولت شرقیہ' حکومت رومانیہ' اور سلطنت فارس کے عہد پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ کی تاریخ اون ہولناک جنگوں کے خون سے رنگی ہوئی ہے جنمیں یہ سلطنتیں مبتلا ہوئیں - لیکن ہمیشہ فتح کے بعد انہوں نے اپنے بدقسمت مفتوح حریفوں کو ایسی ایسی وحشت ناک سزائیں دیں کہ اون پر زمانہ ابتک اشک ریز ہے اور ہمیشہ رہیگا -

وہ مسلمان ہی ہیں جنہوں نے فتح کا قدم اس حالت میں آگے بڑھایا کہ ہاتھوں میں قرآن اور سر پر لواء اسلام تھا - اور اسلیے اسلامی فتوحات کا مقصد سواء اسکے کچھہ نہ تھا کہ اشاعۃ کلمۂ عدل و حق ہو' اور انسانیۃ راحت تامہ اور سعادت کاملہ سے مستفید ہو- مسلمانوں نے انسانوں کو استبداد کے پنجوں سے چھڑایا' حریت کی روح پرور ہوا سے پالا' اور غارتگر دشمنوں سے اوسکو محفوظ و مامون رکھا - غرض مسلمانوں کی فتح انسانیۃ کی خادم تھی - اہل عقل و صاحب سیاسۃ کیلیے یہی وہ عقدہ تھا جسکو اسلام نے حل کیا' اور یہی وہ روشن دلیل تھی جس نے ظاہر کردیا کہ دین حنیف کی وہ اعجاز آفریں تاثیر کیا تھی جس نے عالم کے قلوب کو اپنی طرف مائل کرلیا تھا اور وحشت مزاجوں کو نرم دل اور جہالت کدوں کو مدنیۃ آباد بنا دیا تھا -

اس موقعہ پر یہ ضروری ہے کہ صرف مدنیۃ نصرانیۃ سے بحث کی جاے - لہذا اسکے لیے مثالاً اوس زمانہ فترۃ کو پیش نظر رکھنا چاہیے جو بت پرست اقوام پر غلبۂ نصاری کے بعد سے شروع ہوا' اور ظہور اسلام تک رہا - یعنی سنہ ۳۰۶ ع سے (جبکہ شاہ قسطنطین نصرانی ہوگیا تھا) سنہ ۶۲۲ ع تک جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سنہ ہجرت ہے - اسوقت شرقی سلطنت کے نصرانی تاجدار یا تو مذہب کے سایہ میں برسر حکومت تھے یا خود حکومت مذہب پر سایہ افگن تھی - زمانۂ فترہ کی تاریخ کلیسا ہمکو بتاتی ہے کہ عیسائیۃ اسوقت فساد کی جڑ اور انسانیۃ کشی کا ٹھکانا تھی جسکے حاملین کا صرف یہ کام تھا کہ بعض بعض پر لعنتوں کے تیر برسایا کریں اور قوی ضعیف کو بیرحمی و بیدردی سے قتل کر ڈالے جیسا کہ ہم پہلے بتفصیل تحریر کر آے ہیں - مشرقی مسیحی سلطنت کی شام ' مصر و فارس کی لڑائیاں جو اس قرن

مذهبي اعمال کا ابتک یه ایک مقدس جزء هے - انکے تمام مذهبي وسوم میں اسي تیل کو " مقدس تیل " کہا جاتا هے - زوم کے تمام عیسائي پادشاه جب تخت نشین هوتے تهے تو مقدس تیلُ اُنکے سینے پر لگایا جاتا تها اور کہتے تهے که یه حضرۃ سلیمان کا اتباع هے - آجتک تاج پوشي کي رسم میں ایک پیالي روغن زیتون کي بهي رکهي جاتي هے - قطع نظران تمام خصوصیات کے ' اس سے توکوئي انکارنہیں کرسکتا که تمام عرب میں یه دو چیزیں شام کي مخصوص و ممتاز پیداوار سمجهي جاتي تهیں' اور اسقدر مشهور تهیں نه بچه بچه جانتا تها - اشارہ کیلیے یه کافي هے -

(۳) پس جب تین و زیتون کا اشارہ بهي کسي ملک کي طرف هونا چاهیے اور وہ شام کے سوا آورکوئي نہیں هوسکتا ' تو پهر یه ظاهر هے که شام کا سب سے بڑا آخري ظہور حضرۃ عیسی کي دعوۃ هے' اور ساتهه هي یه سر زمین تمام اسرائیلي انبیاء مجددین کے ظہور کا بهي گهر هے -

نیز چونکه اسکے بعد هي دعوۃ موسوي کي طرف اشارہ موجود هے' اسلیے ربط بهي یهي چاهتا هے که حضرۃ عیسی کي دعوۃ کي طرف بهي اشارہ هو -

(۴) سب سے زیادہ یه که تین اور زیتون کي تفسیر کے متعلق صحابۂ کرام و تابعین عظام رضوان الله علیهم اجمعین کي جو روایات موجود هیں' ان سب پر مجموعي نظر ڈالنے کے بعد یهي تفسیر مرجح ثابت هوتي هے ' اور قران حکیم کي سب سے زیادہ صحیح تفسیر وهي هے جو صحابه کي تفسیر سے مطابق هو که انکے علوم حامل وحي سے براہ راست ماخوذ تهے -

امام ابن جریر طبري نے تمام روایتیں جمع کردي هیں - انپر نظر ڈالو - سب سے پہلے حضرۃ کعب کا ایک قول سامنے آتا هے که " التیـن مسجد دمشق و الزیتون بیت المقدس " تین مسجد دمشق هے اور زیتون بیت المقدس - پهر حضرت عبد الله ابن عباس کي نسبت سے اس قول کي شهرت ثابت هوتي هے که " الزیتـون بیت المقدس " یعني زیتون بیت المقدس هے -

لیکن اسکے بعد بعض کبار تابعین کي تصریحات آتي هیں جنهوں نے اس امر پر زور دیا هے که " هو تینکم و زیتونکم " - یعني تین اور زیتون سے یهي انجیر اور زیتون مراد هے جو تم استعمال کرتے هو - آور کوئي چیز مقصود نہیں هے - حضرۃ حسن' عکرمه' مجاهد' قتادہ وغیرہ سب نے یهي کہا هے -

اب ان دونوں تفسیروں کو جمع کرو - جن صحابه سے اس قول کو شهرت هوئي که تین اور زیتون سے مراد مسجد دمشق اور بیت المقدس هے' انکا مقصود یه نه تها که دمشق کي کسي عمارت کا نام تین هے اور بیت المقدس کا نام زیتون' بلکه یه واضح کرنا تها که تین و زیتون میں اشارہ سر زمین شام کي طرف هے' کیونکه وهاں ان دو چیزوں کي پیداوار بکثرت هوتي هے اور یه اسکے خصائص میں سے هیں - پس " زیتون یعني بیت المقدس " سے مطلب یه تها که زیتون میں اشارہ بیت المقدس کي طرف هے -

لیکن بہت سے لوگوں کو اسمیں غلطي هوئي اور انهوں نے یه سمجهه لیا که طور سینا کي طرح زیتون بهي بیت المقدس کے کسي پہاڑ کا نام هے - اور پهر طرح طرح کي مزید تاویلین اسمیں هوگئیں - یه حال دیکهکر بعض اجلۂ تابعین نے غلطي دور کرنا چاها' اور زور دیکر کہا که " هو تینکم و زیتونکم " تین اور زیتون کسي پہاڑ یا ملک کا نام نہیں هے - وہ یهي انجیر اور زیتون کا درخت هے جو تم استعمال کرتے هو - گویا انهوں نے واضح کیا که تین و زیتون سے اسکي جاے پیدایش مقصود هے - یه نہیں که خود اس سر زمین کا نام هي تین و زیتون هو -

چنانچه امام ابن جریر کا بهي قریب قریب یهي خیال هے - تمام روایتیں جمع کرکے لکهتے هیں :

و الصواب من القول في ذلك عندنا من قال التین هو التین الذي یوکل و الزیتون هو الزیتون الذي یعصر منه الزیت لان ذالك هو المعروف عند العرب .... الا ان یقـول قائل اقسم ربنا بالتین و الزیتـون - و المراد من الکلام القسم بمنابت التین و منابت زیتون فیکون ذالك مذهبا - (جلد ۳۰ : ۱۵۴)

اس بارے میں همارے نزدیک ان لوگوں کا قول ٹهیک هے جنهوں نے کہا که تین وهي تین هے جو کهایا جاتا هے' اور زیتون وهي درخت هے جس سے تیل نکلتا هے - کیونکه عرب میں یه معروف تها - اور اس نام کے کسي پہاڑ کو وہ نہیں جانتے تهے - هاں یه هوسکتا هے که ایک شخص کہے که الله نے تین اور زیتون کي قسم کهائي مگر مقصود اس سے تین و زیتون کي پیدایش کے مقامات کي قسم کهانا هے - سو اگر یه کہا جاے تو یه ایک مذهب هو گا -

اس سے معلوم هوا که جو لوگ تین و زیتون سے یهي پهل اور درخت مراد لیتے هیں ' انکو صرف اس سے انکار هے که کسي ملک یا پہاڑ کا نام تین و زیتون نہیں هے' اور یه بالکل صحیح هے - لیکن اس سے وہ انکار نہیں کرتے که ان چیزوں سے ان چیزوں کي پیدایش کي سر زمین مراد نه هو -

(احســـن تقـــویم)

" احسن تقویم " میں " تقویم " ٹهیک ٹهیک بمعني تعدیل کے هے - یعني هم نے انسان کو بہترین قوام و عدل پر پیدا کیا - تعدیل خلقت میں جسم اور فطرۃ ' ظاهر و باطن ' سب داخل هیں - اور جن صحابه و تابعین سے " في اعدل خلق و احسن صورۃ " بکثرت منقول هے' اور نیز جو صحابه استقامت صورت و جسم کو پیش کرکے حقیقت تعدیل خلقت کو سمجهانا چاهتے هیں' ان سب کا مقصود یهي تعدیل فطرۃ هے اور اس بارے میں کوئي اختلاف نہیں - کسي نے کہا که انسان کا قد دیکهو' کسي نے کہا جسم کا تناسب دیکهو' کوئي اور آگے بڑها اور کہا که خلقت کي تعدیل معنوي پر بهي نظر ڈالو - تعدیل کا ایک بڑا نمونه انسان کا قد هے ' اسکي بڑي نمود اسکے متناسب اعضاء و جسم میں هے ' اور پهر اسکي فطرۃ عدل و قوام صحیح پر پیدا کي گئي هے - پس سب نے ایک هي حقیقت کو واضح کیا اور اسیکو مختلف تعبیرات سے سمجهانا چاها -

الهـــلال کی مــکمل جــلدیں

آخـــري فـــرصت

الهـــلال کي مکمل جلدیں اب بالکل ختم هوگئي هیں - صرف دو اور تین جلد کے چند مکمل نسخے باقي هیں بظاهر امید نہیں که پهر دوبارہ مجلدات الهـــلال طبع هوسکیں - اسلیے ارباب ذوق اس آخري مهلت سے فائدہ اٹهالیں اور اگر طلب هو تو دفتر سے منگوالیں - هر نسخه مجلد هے - مع فهرست مضامین تصاویر - قیمت مجلد آٹهه روپیه -

بعض جلدیں نا تمام بهي نکل سکتي هیں - یعني جن میں ایک یا دو نمبر نہیں هیں - جن حضرات کو نا تمام جلدوں کي ضرورت هو - وہ طلب فرما لیں - جتنے پرچے نہیں هیں ' انکي اور جلد کي قیمت وضع کرلي جائیگي -

شئون اسلامیہ

جو اپنے اسلاف سے سنتے چلے آے تہے - حضرۃ ابو بکر صدیق (رض) نے مرتدین سے جنگ کی' اور ان پر فتحیاب ہوے - اسیطرح تمام جزیرۃ العرب میں تعلیم قران عام ہوگئی اور اوس نور الہی کی تنویر سے عرب کا کوئی کنبہ خالی نہ رہا - اپنی وفات کیوقت زید بن حارثہ کی سیادت میں جس مہم جنگی کو جناب رسول اللہ صلعم نے شام کی جانب بہیجنا چاہا تہا' اسکو جناب صدیق اکبر نے بہی شام پر حملہ آور ہونیکا حکم دیا - اسکے علاوہ بلاد فارس کی جانب بہی لشکرکشی کی - یہ فوج کشی حضرت ابوبکر کی ناعاقبت اندیشانہ یا بلا سوچے سمجہے نہ تہی' بلکہ کامل احتیاط' کمال حسن تدبیر' اور بہترین طریقہ سیاسۃ پر عمل میں آئی تہی' جسکی شہادت ان لشکروں کی فتوحات ہیں اور اوراق تاریخ میں موجود ہیں - حضرت ابو بکر صدیق نے کالج زنی نہی عربی سے پڑہا تہا' لہذا بایں لحاظ انکو حکمت قرآنی اس دہن مبارک سے عطا ہوئی تہی جو سرچشمہ حکمت و علوم حقہ تہا - پس صدیق اکبر کی سیاسۃ عظیمہ اور حکمت عالیہ ذرا بہی قابل تعجب نہیں -

انکے بعد عمر فاروق خلیفہ ثانی کا دور آیا - اونکی قابل فخر حسن تدبیر' شہرۂ آفاق سیاسۃ' مایۂ روزگار حکمت و تدبر' بے مثل حکمت عملی نے بہت سے با جبروت سلاطین کا نام صفحہ دنیا سے محو کردیا' اور زمانہ سے یہ اقرار کرا لیا کہ اسوقت اس زمین کی سطح پر عمر فاروق کا کوئی مثل و نظیر نہ تہا :

مضی الدہور وما اتین بمثلہ
ولقد اتی فعجزن عن نظرائہ

اگر تم اس مدنیت کے بادشاہ اور حکمت و سیاست کے امام یعنی فاروق اعظم کے ایام جاہلیۃ کے حالات پڑہوگے تو تمکو معلوم ہوگا کہ یہی علم و حکم کا پیکر قبل از اسلام ایک سادہ و معمولی بدوی وجود تہا جسکی ترقی کی کائنات کل یہ ہے کہ وہ مویشیوں کا تاجر ہے اور اس غرض سے شام و فارس کا گاہ گاہ سفر کرلیتا ہے - مگر اسی وجود نے جب انوار قرآنی کو اپنے قلب میں جذب کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آداب و حکمت الہی کی تعلیم پائی تو عدل و فضل' سیاسۃ و ریاست' علوم و حکم کی وہ آیات بنیات ظاہر ہوئیں کہ تمام اہل تحقیق کے نزدیک اونکی کوئی مثال نہیں ملسکتی -

یہی حالت بقیہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ اونمیں سے ہر ایک میدان حرب کا بطل' لشکر کا سپہ سالار' سیاسۃ کا امام' اور ہدایت کا آفتاب تہا - چنانچہ حضرت علی' ابو عبیدہ' سعد بن ابی وقاص' طلحہ' زبیر' عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم - اور اکثر صحابہ مدنیۃ فاضلہ کی بلند ترین منزل میں ہیں -

نسیم شمال

سراج الاخبار افغانیہ و مجلۃ البلاغ ہند

وان کنت لا تدری' فتلک مصیبۃ
وان کنت تدری' فالمصیبۃ اعظم !

بر قارئین کرام پوشیدہ نیست کہ مجلۂ الہلال و البلاغ از اغاز اشاعۃ الی الآن در اقتباس آرا و افکار معاصرین کرام نسبت خودش یک مسلک مخصوصی پیش گرفتہ' و گاہے از باب تقریظات جرائد و مجلات عصر نقل و اقتباس نہ نمودہ - حتی کہ جرائد و مجلات شہیرۂ عالم اسلامی علی الخصوص روزنامہ ہاے آستانۂ علیہ و مصر و شام مثل اقدام و ترجمان حقیقت و شہال و سبیل الرشاد و المنار و البلاغ بیروت وغیرہا از مرحمت و لطف کریمانہ و حسن ظن معاصرانۂ خود شان ہرچہ درین باب بکرات و مرات نگارش فرمودند' علی سبیل الاشارہ ہم ازان نقل و حکایت درمیان نہ آمد - لکن این اولین دفعہ ست کہ بر خلاف مسلک قدیم خود از یک جریدۂ شہیرۂ عالم اسلامی بعض سطور را در صفحات البلاغ اقتباس می کنیم کہ بطور تقریظ البلاغ تازہ نگارش یافتہ -

این جریدۂ جلیلۂ یگانہ سراج الاخبار افغانیہ ست کہ از دار الامارۃ دولۃ علیۂ اسلامیۂ افغانیہ خلد اللہ تعالی شوکتہا و ملکہا ہر ہفتہ توزیع و نشر' و در اسم محترم خود یک یاد آوری دل افروز و یک تذکار روح پرور اسم سامی و محبوب اعلی حضرۃ سراج الملۃ و الدین را دارا ست' و بدین واسطہ مرکز آمال و مطمع انظار و جالب قلوب تمام ملت اسلامیہ می باشد :

ومن مذہبی حب الدیار لاہلہا
وللناس فیما یعشقون مذاہب

مدیر و محرر این جریدہ شریفہ حضرۃ ادیب جلیل و فاضل نحریر عالی جناب معالی آداب میرزا محمود طرزی از اجلۂ مشاہیر عصر اند کہ سالہاے دراز در ممالک عربیۂ اسلامیہ علوم و فنون قدیمہ و حدیثہ را بسعی جدید اخذ و تحصیل' و باز از طلب مخصوص حضرۃ ملوکی طرف وطن مبارک خود عودت' و مدتہا ست کہ پیوستہ در خدمت ابناے وطن' و دعوۃ و تبلیغ کلمۂ حق و صدق' و نشر و توزیع علوم و فنون' و تدوین مصنفات و ادبیات نافعہ' و ترتیب و تحریر جریدۂ محترمۂ سراج الاخبار افغانیہ' اوقات گرامی خود را وقف نمودہ' و بدان واسطہ در تمام عالم اسلامی بیرق شہرت و لواء عزت را بر افراشتہ اند - فطوبی لرجل یعیش و یموت فی قوم یعرف اقدار الرجال !

ہنگامیکہ در سنہ ۱۹۰۴ عودت فرماے وطن مبارک بودند و از دمشق شام بہ خاک ہند وارد' این فقیر در بمبئی مقیم بودہ - ہنوز آن لمحات گرانمایۂ وقت خود را فراموش نہ کردہ ام کہ' از صحبت و ملاقات این فاضل یگانہ خوش وقت و سعادت اندوز بودم :

فترة میں ہوئیں' ان نفرت آمیز حالات سے معمور ہیں جو دامن مسیحیت پر سخت بدنما داغ ہیں' اور ہمارا خیال ہے کہ اس ظلم آلود دامن کو دیکھکر عیسائیۃ کی روح اب بھی کانپتی ہوگی - کیونکہ اوس سے انسانیۃ کی روح بھی سخت تلاطم میں ہے - اس زمانہ کے مجوسی سلاطین اور نصرانی ملوک بالکل یکساں ہیں - اگر کوئی مدعی امتیاز اپنے برے واقعات کی تلاش کریگا تو ان دونوں میں کوئی فرق نہیں بتاسکتا - جس بیرحمی کے کارنامے مجوسیوں کی تاریخ حملہ آوری میں موجود ہیں ' وہی ظالمانہ حوادث مسیحی حملوں میں بھی نظر آتے ہیں -

اور اگر ایسا ہوا تو اسمیں کوئی تعجب کی بات نہیں - اسلیے کہ نصرانیۃ اس دنیا کیلیے نہیں ہے بلکہ صرف عاقبت کیلیے ہے - جیسا کہ خود مسیح علیہ السلام نے فرمایا . " میری سلطنۃ اس جہان میں ہے "

اس زمانہ فترۃ میں گذشتہ تمدن کے تاجدار اور علوم قدیمہ کے وارث روم و فارس تھے' لیکن بارجود اس تفوق کے وہ خود ہمجیۃ و وحشت میں غرق تھے' اور وہ شرمناک حرکتیں اُن سے صادر ہوتی تھیں جن سے انسانیۃ بیزار ہے -

عرب قرن فترۃ میں بالکل جاہل اور عالم بھیمیۃ میں تھا - اوسمیں مدنیۃ کی بو تک نہ تھی اور تمدن کے قلم سے بھی واقف نہ تھا - اسی طرح وہ اُس علم و فلسفہ سے بھی جاہل تھا جو عجم میں پھیل چکا تھا - اہل عرب کی صنعت یہ تھی کہ وہ مویشیوں کو چراتے تھے اور چراگاہوں کیلیے لڑتے تھے - انکی تجارتی کائنات صرف یہ تھی کہ کچھہ سوداگران عرب ' فارس اور شام کے بازاروں میں اپنے جانوروں کو فروخت کرکے وہاں کی تھوڑی سی دولت حاصل کرلیا کرتے تھے - اور انکی مثال بعینہ ایسی تھی جسطرح کہ آج بعض عربی سوداگر قاہرہ کی شاہراہوں پر کبھی کبھی جانوروں کو بیچتے نظر آجاتے ہیں -

انھی بدوی عربوں نے جب ذکاوت و عقل کی منزل میں قدم رکھا تو نہایت قلیل وقت میں انکی وہ حالت ہوگئی جو ہم کو صحابۂ کرام کی زندگی میں نظر آتی ہے - سیاست ملکی میں انکا حزم و احتیاط ' تسخیر ممالک میں انکی حسن تدبیر' فتح بلاد میں انکا اسوۂ حسنہ ' اور شہروں کی آبادی و زینت میں انکا ولولۂ مدنیۃ اپنی آپ نظیر ہے -

آج تمام عالم جاپان کی ترقی سے حیرت زدہ ہے اور اُس کے موجودہ ارتقاء نے عقول عالم کو حیرت میں غرق کردیا ہے - لیکن اسکی ترقی کا زمانہ بھی پینتیس سال ہے ' اور ان اسباب کی بنا پر ہے جنکو زمانہ کے انقلاب نے اسوقت پیدا کردیا ہے' اور انپر غور کرنیکے بعد جاپان کی ترقی میں کوئی غرابت و حیرت باقی نہیں رہتی -

انیسویں صدی میں تمدنی وسائل علمی اسباب کی طرح اسقدر بکثرت موجود ہیں کہ جلد سے جلد وہ قوم جو بدویۃ و توحش میں غرق ہے ' تمدن و علوم کا آفتاب بن سکتی ہے - یورپ و امریکہ میں تعلیم علم ہے' مدارس کی کثرت نے ہرکس و ناکس ' شہری و دیہاتی کیلیے اپنے دروازے کھول رکھے ہیں -

جب جاپان کی منجمد سطح متحرک ہوئی اور اسکے تخت حکومت پر گذشتہ بیدار مغز بادشاہ جلوس فرما ہوا تو اس نے جوشیلے قلق جاپانیوں کا ایک لشکر عظیم مرتب کیا' اور یورپ و امریکہ میں تحصیل علوم و فنون کی غرض سے اسکو بھیجا - نیز اپنے ملک میں بڑے بڑے مدارس قائم کیے ' اور یورپ و امریکہ کے فاضلوں کو بلاکر انکا پروفیسر مقرر کیا' ساتھہ ہی پارلیمنٹی حکومت کی بنیاد ڈالی - ایسی حالت میں کوئی عجیب بات نہیں اگر ایک جاہل قوم تیس سال کے اندر ایک بڑی قوی قوم بن جاے -

لیکن اگر ہم عرب کی تاریخ کو پڑھیں اور اسکی جہالت سابقہ کو سامنے لائیں' تو کوئی چیز بھی سواے اسلام کے ایسی نظر نہیں آتی جو اہل عرب کے اسلامی تمدن کی معاون ہوتی ' اور اونکو مدنی و علمی ترقی کی طرف حرص دلاتی' یا عمرانیۃ کے جذبہ کو پیدا کرتی - بلکہ اسکے برعکس اونمیں ظہور اسلام سے پہلے بدویانہ درشت مزاجی موجود تھی ' اور جاہلانہ جنگ و جدال رات دن کا مشغلہ تھا - تربیت مویشی اونکی دین و دنیا تھی' اور حفظ نسب و بلاغۃ و فصاحت فطری کائنات علمی - مگر اسلام کے بعد انکی حالت میں ایک نا قابل فہم انقلاب ہوگیا - دنیا کا امن و امان انھی کی ذات سے وابستہ ہوگیا - انہوں نے وہ علم حاصل کیا اور اوس صداقت کی پرستش کی' جس نے علم ہندسہ ' الجبرہ ' طبعییات ' کیمیا ' تاریخ وغیرہ تمام اون علوم سے بے نیاز کردیا جنکی ایک فاتح لشکر اور سیاسی جماعت کو سخت ضرورت ہوتی ہے - اسباب ظاہر کے لحاظ سے بغیر اون فنون و علوم کے فتح و نصرت اور حکومت و سیاست محال ہے ' مگر انہوں نے محال کو واقعہ بنا دیا - وہ علم کیا تھا اور وہ صداقت کونسی تھی ؟ وہ صرف قرآن اور اوسکے حقائق و معارف تھے' جنکو اہل عرب نے نبی امی صلعم کی مقدس زبان سے سنا ' اور اونکی مردہ رگوں میں برقی قوۃ کیطرح وہ تعلیم کام کرگئی - وہ حقانیت کا ایک نور تھا جس نے تمام عرب کو ایک ہی جلوہ میں بیخود کردیا ' اور عرب کے بدوی و وحشی فخر روزگار ہوگئے -

پس عرب کے اسلامی انقلاب کو اس نظر سے نہ دیکھو کہ ایک نئی قوم پیدا ہوگئی' بلکہ اس لحاظ سے دیکھو کہ تمدن وحکمت کو کس چیز نے پیدا کیا ؟ گذشتہ متمدن قوموں نے بتدریج تمدن و علوم کو حاصل کیا اور پھر دنیا کی رزمگاہ میں در آے - آج ہمارے سامنے جاپان ہے جس نے یورپ سے تمدن و علم کو اخذ کیا اور کامیابی کے ساتھہ مشہور ہوگیا - مگر عربوں کے پہلے دور میں کوئی تمدنی سرچشمہ ایسا نہیں ملتا جس سے انہوں نے فائدہ اٹھایا ہو - صرف دین اسلام کا ظہور اور قرآن مجید کی تعلیم تھی جو انکو ملی - اور بغیر علوم و تمدن کو اخذ کیے ہوے انہوں نے تمدن و عمران ' مساوات و امن' اور تعمیر و سلام کے ایسے تیس سال پیدا کردیے جنکے نظیر نہ تو دنیا کے قدیم تمدنوں میں ملتی ہے اور نہ جدید تمدن میں -

تمام عالم میں ایک متنفس بھی خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم' ایسا نظر نہیں آتا جو اس حقیقت سے انکار کرے کہ یہ سب کچھہ ثمرہ اونھی انوار الہیہ کا نہ تھا ' جو نبی کریم صلعم پر نازل ہوے - بلکہ اس صدی میں اکثر ایسے معترفین پیدا ہوگئے ہیں جنکو صاف صاف اقرار ہے کہ عربستان کے نبی امی ہی نے اس موجودہ تمدن کی حرکت پیدا کی تھی' اور وہ اسلام ہی ہے جس نے دوبارہ مدنیۃ کو زندہ کیا - اور اس لحاظ سے بلاشک و شبہہ نبی عربی کا وجود رحمۃ للعالمین ہے - چنانچہ اکثر عقلاء فرنگ اور محققین یورپ نے یہ تصریح کردی ہے کہ اگر اسلام ظاہر نہ ہوتا اور بلاد معمورۂ عالم سلاطین روم و فارس کی عنایتوں کے دست نگر رہتے تو عمرانیۃ مٹ جاتی ' شہر اجڑ جاتے' اور علوم و فنون کا لاشہ کبھی کا تڑپکر ٹھنڈا ہوگیا ہوتا - جو شخص صفحات تاریخ پر تحقیق و تدقیق کی نظر ڈالیگا وہ اسکو ایک قول صادق اور عقیدہ راسخہ پالیگا -

جب ہم جناب ابو بکر صدیق (رض) کی طرف دیکھتے ہیں جو رسول اللہ صلعم کے بعد خلیفہ ہوے ' تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ آنہوں نے سیاست کا وہ مستحکم ستون قائم کردیا تھا' جسکو مدارس سیاسیہ کے بڑے بڑے ماہر بھی نہیں قائم کرسکتے - ملک رانی کے بہترین اصول سے آپ واقف تھے' سطوت و سیاست کے پوشیدہ طریق آپ پر منکشف ہوگئے تھے - حالانکہ اسلام سے پہلے صدیق اکبر بھی دیگر ابناء عرب کی طرح بدویانہ زندگی رکھتے تھے - پس اگر قرآن شریف نازل نہ ہوتا تو اہل عرب علوم و فنون ' معاشرت و معاملات اور تاریخ سیاست سے بالکل جاہل رہتے - سواے اون چند روایتوں کے

انسان کي حياة صالحه

اور اسکي طبعي عمر

سلسلة الاصلاح والافساد کي ايک مختصر صحبت

دنيا معدوم تهي ' وجود ميں آئي ' پهر معدوم هوجائيگي ' نباتات ' حيوانات ' معدنيات ' کا وجود صفحهٔ هستي پر نه تها ' خدا نے ان کو پيدا کيا ' اور وهي ايک دن ان کو ارٹ بهي ديگا ' دنيا کے نشيب و فراز مٹ جائينگے ' اور خدا اور خدا کے فرشتے ايک هموار ميدان ميں کهڑے هوکر انسان کے اعمال فاسده و صالحه کا جائزه لينگے :

کلا اذا دکت الارض دکا دکا و جاء ربک و الملک صفا صفا (فجر : ٢٢)

جب زمين جوڑ جوڑ کردي جائيگي ' اور تمهارا پروردگار اور اسکے فرشتوں کے پرے کے پرے آ جائينگے -

اعمال صالحه و اخلاق فاضله کے قائم رکهنے کيليے ذوق فطري ديا گيا ' پيمانه عام قائم کيا گيا ' خير و شر کي حد بندي کردي - ليکن کيا تمهارے اعمال اس قانون الهي سے آزاد هيں ؟ نهيں ' تمهارے اعمال ' تمهارے اخلاق ' تمهارے فضائل بهي دنيا کي اور چيزوں کي طرح معدوم تهے - قوت صالحه نے اونکو پيدا کيا ' مگر وقت و مکان کے لحاظ سے ان ميں بهي ايک سلسلهٔ وجود و عدم جاري هے -

جسطرح دنيا کي ايک عمر هے ' اشخاص کي ايک محدود زندگي هے ' اقوام کے موت و حيات کي ايک مدت هے - يهي حال تمهارے فضائل و مناقب کا بهي هے - حضرة آدم کا سلسلهٔ نسب قيامت تک قائم رهيگا مگر بني آدم کا حسب چار پشتوں سے زياده نهيں چل سکتا - ايک شخص جد و جهد کرکے فضائل کا اکتساب کرتا هے ' علوم سيکهتا هے ' حکومت کي بنياد ڈالتا هے - مذهب کا سنگ بنياد رکهتا هے ' اوسکا بچه اس جد و جهد کا ذکر اوسکي زبان سے سنتا هے ' اوسکے اعمال کو ديکهتا هے - باپ مرجاتا هے ' اور وه اونهي طريقوں پر عمل کرتا هے جن پر باپ نے عمل کرکے يه بنياد قائم کي تهي ' ليکن ديوار ميں ذرا سا شگاف هو جاتا هے ' کيونکه باپ حصول محاسن کا موجد تها ' يه مقلد هے ' اور مقلد و مجتهد کا فرق ظاهر هے - دو پشت اسطرح گذر جاتي هے اور شرف خانداني قائم رهتا هے - تيسري پشت شروع هوتي هے ' اور يه سلسلهٔ خاندان صرف آبا و اجداد کي سني سنائي باتوں کي تقليد کرتا هے ' اسليے شگاف ميں اور زياده وسعت پيدا هوجاتي هے - پهر چوتهي پشت شروع هوتي هے ' اور مغرور انسان آباء و اجداد کے فضائل اور جد و جهد کا مرقع زرين ديکهتا هے اور يقين کرليتا هے که اب يه وراثت دائمي هے ' جد و جهد اور عمل حق کي کوئي ضرورت نهيں - جب قلعه مستحکم هوگيا تو پهر فوج کي کيا حاجت هے ؟ پس وه هاتهه پانوں توڑ کے بيٹهه جاتا هے ' يه حال ديکهکر محرکات و وسائل عمل بهي اسکو چهوڑ ديتے هيں اور کسي دوسرے خاندان کا هاتهه پکڑ ليتے هيں - وه خاندان ان آلات و اسلحه کو ليکر اوٹهتا هے ' اور قلعه فتح کرليتا هے - ديوار دهم سے گر پڑتي هے ' اور چار پشت کے بعد اعمال صالحه کا گهرانا عموماً دوسري جگهه منتقل هوجاتا هے -

اگرچه بهت سے خاندانوں کا شرف اس سے زياده مدت تک قائم رهتا هے ' اور بهت سے خاندان اس سے پہلے بهي برباد هو جاتے هيں ' ليکن معلوم هوتا هے که اعمال صالحه کي متوسط عمر يهي هے - قران حکيم اور حديث و تاريخ سے بهي اسکي تائيد هوتي هے :

ليس على الذين آمنوا وعملوا الصالحات جناح فيما طعموا اذا ما اتقوا و آمنوا و عملو الصالحات ثم اتقوا و آمنوا ثم اتقوا و احسنوا و الله يحب المحسنين - (مائده : ٩٣)

جو لوگ ايمان لاے اور عمل صالح کيا ' اونپر کوئي گناه اوس چيز کيليے نہيں هے جسکو اونهوں نے کهايا ' جبکه تقوی اختيار کيا ' ايمان لاے ' اور عمل صالح کيا ' پهر تقوی اختيار کيا اور ايمان لاے ' پهر تقوى اختيار کيا اور احسان کيا ' اور خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکهتا هے -

ايمان و عمل صالح کے بعد ايک درجه قائم هوگيا ' اسکے بعد خدا نے تين بار تقوى و ايمان و احسان کي هدايت کي ' اسليے يه چاروں درجے مکمل هوگئے - چوتهے درجه پر احسان کا حکم ديا که عمل صالح کي تکميل احسان هي هے -

خدا نے اگرچه ان مراتب اربعه کو چند متعين اشخاص کے ساتهه محدود کرديا هے ' ليکن يه قران حکيم کا عام انداز هے که باپ کے اعمال کو اولاد کي طرف منسوب کر ديتا هے ' اسکے بعد کے تينوں مراتب نيچے کي پشتوں کے ساتهه تعلق رکهتے هيں - حديث شريف ميں آنحضرت نے حضرت يوسف عليه السلام کے مناقب کا ذکر ان الفاظ ميں فرمايا هے :

انما الکريم ' ابن الکريم ' ابن الکريم ' ابن الکريم يوسف بن يعقوب -

شريف ' شريف کا بيٹا ' شريف کا بيٹا ' شريف کا بيٹا ' يوسف بن يعقوب هے -

يعني آپ نے کرم کا انحصار چار پشتوں ميں کيا ' جسکا مقصد يه هے که حضرت يوسف کے خاندان نے شرافت کي کامل مدت کو پورا کرليا ' اور يهي چار پشتوں کي مدت اوسکي آخري سرحد هے -

ايک بار نوشيرواں نے نعمان سے کہا " کيا عرب ميں کوئي قبيله سب سے ممتاز هے ؟ " اوس نے کہا هاں ! نوشيرواں نے وجه فضيلت پوچهي - نعمان نے جواب ديا : جس خاندان ميں تين سردار متصل هوتے چلے آئيں ' پهر چوتهے کي باري آے ' تو تمام قبيلے ميں وه خاندان ممتاز خيال کيا جاتا هے - نوشيرواں نے اس خاندان کو طلب کيا تو آل حذيفه بن بدر الفزاري نے شرافت کي يه آخري سند پيش کي - اگر سلاطين عالم کے خاندانوں پر نگاه غائر ڈالي جاے تو وه بهي اسکي تائيد کرينگے ' اور خلافت راشده کا دور تو اسکي واضح مثال هے :

خير القرون قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم -

بهترين زمانه ميرا زمانه هے پهر وه لوگ جو اسکے بعد آئينگے پهر وه جو اس کے بعد -

آنحضرت صلى الله عليه وسلم نے چوتهے دور کا ذکر نهيں کيا که فتنه و فساد کا زمانه قابل ذکر نهيں -

عموماً اقوام کي عمر ' اشخاص سے زياده ممتد هوتي هے - يهي حال اخلاق و فضائل کا بهي هے - اشخاص اور اشخاص کے ساتهه اونکے محاسن زندگي بهي چلے جاتے هيں ' ليکن قوم باقي رهتي هے ' اور اوسکے ساتهه اوسکي اخلاقي روح بهي قائم رهتي هے - پس اگر هم اپني اخلاقي زندگي کو ترقي دينا چاهتے هيں ' تو همکو اپنے تمام اعمال صالحه کو جمهوريت کے قالب ميں ڈهال دينا چاهيے - اسلام کے قالب ميں فطرتاً يه روح موجود تهي ' اسليے اوسکے تمام قواے طبعي ايک مرکز پر جمع هوکر جسم کو حرکت ديتے تهے ' ليکن امتداد زمانه نے اس مرکز کو اپني جگه سے هٹا ديا ' اسليے شخصيت نے جمهوريت کي جگه ليلي اور خلافت نے حکومت کي صورت اختيار کرلي ' جب تک بدن ميں قوت تهي مرض کے نتائج علانيه محسوس نهيں هوے ' ليکن جب جسم کي قوت ميں اضمحلال پيدا هوا تو دفعتاً ظاهر هوگئے - دنيا نے ديکهه ليا که مرض نے رطوبت غريزي کو خشک کرديا هے ' اور حرارة اصليه کا چراغ بجهه گيا ' اوسوقت خدا کا فرشته پکارا - ظهر الفساد فى البر والبحر بما کسبت ايدي الناس - رطوبت اگرچه خشک هوگئي هے ' حرارت اگرچه بجهه گئي هے ' مگر جسم باقي هے ' اور وه پهر اسي معجون مرکب سے توانائي حاصل کرسکتا هے -

تــذکـرت ایــامــا مضــت و لیالیا
خلت ، فجری من ذکرهن دموعي
الا ، هــل لنــا یوما من الــدهر عودة
و هل لي الی وقت الوصــل رجوع ؟
و هــل بعــد اعــراض الحبیب، تواصل
و هـــل لبـــدور قـــد افلن طـــلوع ؟

اما معلوم نیست که آن طرف چه طور ست ؟

ایکه هرگز فرامشـــت نه کنـــم
هیچت از بنــده یاد مي آید ؟

بلکه باید گفت :

بهـــر تو شنیـــده‌ام سخن ها
شاید که تــو هم شنیده باشي !

همین تذکرهٔ و یادآوري یک صحبت رفتهٔ قدیم بود که از مطالعه تقریظ البــــلاغ با جگرے پراز خون و دلے پر از اضطراب تازه گشت ، و یک تقریب مخاطبهٔ و محادثهٔ صدیق قدیم انگاشته بے اختیار این چند کلمات از خامه حسرت نــگار تراوش یافته - و الی یضیق صدری ولا ینطلق لساني:

و من بعــد هـــذا مایدق بیانه
و ما کتمه احظی لدید و اجمـل

انما اشکوا بثی و حزني الی الله و اعلم من الله ما لا تعلمون !

و ان کنت لا تـــدری فتلك مصیبـــة
و ان کنت تدری ، فالمصیبـــة اعظـــم !

وهو الذي ینزل الغیث من بعد ما قنطوا ، و ینشر رحمته ، و هو الولي الحمید !

* * *

معاصر محترم ممدوح در شماره ۱۰ ماه روان به عنوان تقریظ مي نگارد :

(البــــلاغ)

" البلاغ " نام یک رسالهٔ فواید اسالهٔ اسلامیه است که در تحت ریاست تحریري ادیب فاضل ، و لبیب کامل ، وطن پرور غیور ، و افاظ فصیح و بلیغ مشهور هند ، جناب مولانا ابو الکلام صاحب آزاد در هر پانزده روز یک بار بکمال زینت و زیبائي اشاعت و انتشار مي یابد - مسلك و مقصد اعظم این رسالهٔ بلاغت توام از نام نامي این روز نامهٔ گرامي بخوبي ظاهر و آشکار ست - چنانچه علاوه بر معاني که ازان مراد و مفاد یگانهٔ تبلیغ احکام اسلام و ترغیب به حفظ و ترتیب قوانین منیف شرع شریف حضرت خیرالانام علیه السلام اخذ و استنباط میشود ، مطلب و مقصد فصاحت و بلاغت آن نیز مفهوم و معلوم میگردد - طرز تحریر و شیوهٔ تقریر این جرید فریده خیلیٔ مرغوب و پسندیده است - حالانچه اصل هر واقعه و هر بحث و بیاني را از آیات بینات قرآن عظیم الشان اخذ و استناد مي نماید -

جناب مولانائے موصوف در خصوص رنگیني عبارات ، و سنگیني کلمات ، و متانتهٔ الفاظ و لغاتی که درحین تقریر و اثنائے تحریر خود شان بی تکلفانه استعمال مي فرمایند ، در همگنان معروف ، و در خلق و ایجاد مضامین جید و عناوین جدید طبع عالي شان به حیثیت یک موجد و مخترع در عالم اسلامي تسلیم میشود -

قبل ازین " الهــلال " نام یک رسالهٔ معتبر دیگری که طرز تحریر و نهج تقریر و وضع تقطیع و ترکیب آنرا رسالهٔ مقدسه ازالهٔ " البلاغ " عیناً پیروي و تعقیب میکند ، نیز در تحت مدیریهٔ جناب فاضل منظر الیه در عرصهٔ ادبیات رونق افزاي عالم مطبوعات مي گردید ، ولی پیش از مدت ده ماه بنا بر بعضی اشکالات مالی و اشغالات کثیرهٔ مدیر عرفان تخمیز خود به توقیف و تعطیل مجبور شد - و درینقدر مدت مدید شایقان دیدار و عاشقان گفتار خود را در انتظار مید اشت - تا بتاریخ اول محرم سنه ۱۳۳۴ در عوض آن شمارهٔ نخستین رسالهٔ " البــلاغ " الغرا در معرض طبع و انتشار آمده ، عالم علم و ادب را یک رونق تازه و یک طراوت بی اندازهٔ بخشید - و بدینصورت قلوب همهٔ هواخواهان و جمیع مشترکین " الهــــلال " را به چهرهٔ ملاحت شیرهٔ خود حظ و سرور فوق العــادة عطا فرموده ، بنظافتهای صوري و لطافتهای معنوي خود گرویده و مجلوب ساخت - و درین خصوص ذات جناب مولانا ابو الکلام خیلی شایان تمجید و تحسین میباشد - علاوه بر اخلاق حمیده و اوصاف پسندیدهٔ مانند حب دین و وطن و جوش اسلامي که مولانا و بعضي از امثال شانرا در قطعهٔ هندوستان به آن شهرت حاصل است ، صفت اعجاز کلامي و فصاحت و بلاغت بیاني و عبور علوم دینیه تنها از صفات ممتاز و مخصوصیتی است که حق سبحانه تعالی خاص به ایشان عطا فرموده و ادبیات زبان أردو را به آن عروج و ترقی داده است - انســان اگر مجلدات " الهــــلال " را در زیر نظر دقت و مطالعه بگیرد ، بے شبهه در مقابل جدت تحــریر و تقریر و جیادت مفهوم و معناي آن محو و حیران خواهد ماند - و از آنجا قوت سحر نــگاري و جادو زباني صاحب و مدیر انرا اندازه و تخمین خواهد توانست - حقیقتاً جناب مولانا در مسلک خود یک شیوهٔ احسن و یک اصول بسیار مستحسنی را که نظیر آن کمتر یافتــه میشود از پیش گرفتــه تعقیب مي کند -

رسالهٔ مصورهٔ " البلاغ " بلحاظ صورت و معنی از جراید برگزیده و ممتاز أردو زبان قطعهٔ وسیعهٔ هندوستان است ، و هیچ اخبارے نیست که بقواعد مخصوصه و اصول موضوعهٔ وے که براے خود اخذ و انتخاب نموده ، دعوی همسري نماید - در لطافت و پاکیزگي خود یگانهٔ جریدهٔ است که در همهٔ هندوستان بطبع میرسد - یکی از خصوصیات لازمهٔ آن اینست که بحروف " تایپ " و تصاویر بسیار زیبا و مهمي مطبوع و مزین مي گردد - قیمت سالیانه آن تنها ۱۲ روپیه انکلیزي و شش ماهٔ آن ۹ روپیه و ۱۲ - آنه میباشد ، و حجمش هم گاهي از ۲۴ صحیفه کمتر نمیشود - مجلدات رســالهٔ مصورهٔ " الهلال " که قبل ازین اشاعت مي یافت ، نیز هر یک به قیمت ۷ روپیه انکلیزي در ادارهٔ علیهٔ " البلاغ " در کلکته بفروش میرسد که همهٔ آنها به اعتبار صفائي تصاویر کثیره و استفادهٔ ارباب ذوق شایان مطالعه و لازم خریدنست - ما همهٔ اهالي وطن عزیز خود را که بزبان أردو کم و بیشی آشنائي دارند و یک شوق و لذت علمي را مالک باشند ، به اشترای مجلدات " الهلال " و اشتراک رســالهٔ " البــلاغ " ترغیب و تحــریض داده مي گوییم که مطــالعهٔ این چنین آثار مفیده براے ایشان باعث بسی استفاده و توسیع معلومات و تولید عزائم و همم است -

" سراج الاخبار افغانیه " رفیق معزز و محترم خود " البــلاغ " را بکمال فرحت و مسرت استقبال و پذیرائي مي کند ، و همواره بتمام کامیابي و موفقیت اشاعـت آنرا در تحت مدیرت جناب کمالات مآب فضیلتمند مولانا ابو الکلام آرزو دارد ، و همهٔ عالم اسلام را بشارت میدهد که الحمد لله در هندوستان نیز بعضی چنین نواتی وجود دارند که بکمال فعالیت مدافعهٔ دیني را نموده با همهٔ موجودیت خود شان بر حفظ حرارت اسلامي درین قوم و ملت خود کوشش ورزیده ، آنرا از شر و ضرر نجات و رستگاري میدهند - " زاد الله تعالی امثالهم "

البــــلاغ :

سخن طرازي و دانش هنر نظیري نیست
قبــول دوست مگــر نالهٔ حزین گــردد !

ایک بلو ۱۰لہ شخص نے ...لے خریدی ' وہ حضرت سلمان کو نہیں جانتا تھا ...حیم انہیں ... ...ہلیں لادیں - وہ واستے سے گذرے تو لوگوں نے ... آپ کے بدلے ... تھا لیتے ہیں ' اسنے پوچھا یہ کون ہیں ؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ رسول اللہ کے صحابی ہیں ' اسنے معذرت چاہی ' مگر اُنہوں نے کہا کہ میں نے تو یہ نیت کرلی ہے کہ اُسکو تمہارے گھر تک پہونچاؤنگا -

ایک دفعہ وہ فوج کے امیر ہوکر گئے ' فوج کے نوجوانوں کے پاس ہوکر گذرے تو اُن سبھوں نے اُنکی ہنسی اُڑائی - ایک شخص نے کہا آپ سنتے ہیں ؟ اُنہوں نے فرمایا ان سے درگذر کرو ' خیر و شر کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا -

وہ اگرچہ مدائن کے امیر تھے ' لیکن جب کبھی نکلتے تو لوگ کہتے " کرک آمد کرک آمد " وہ پوچھتے کہ یہ کیا کہتے ہیں تو لوگ کہتے کہ یہ سب آپ کو گدڑیے سے تشبیہ دیتے ہیں - لیکن وہ اُن سے درگذر کرتے -

لیکن باوجود اس زہد اور حلم و انکسار کے اُن میں رہبانیت کا شائبہ تک نہ تھا ' اور صرف یہی نہیں کہ خود رہبانیت سے بچتے ' بلکہ دوسروں کو بھی اس سے بچانے کی کوشش کرتے - حضرت ابوالدرداء سے رسول اللہ نے اُن کی مواخاۃ کرائی تھی - ایک دن حضرت ابو الدرداء کی بی بی نے اُن سے شکایت کی کہ وہ رات بھر تو نماز پڑھتے ہیں اور دن کو روزے رکھتے ہیں (یعنے میرا حق ادا نہیں کرتے) اسلیے حضرت سلمان فارسی نے وہ رات وہیں بسر کی - جب ابو الدرداء نماز کو اُٹھے تو اُنھوں نے روک لیا - صبح ہوئی تو کھانا تیار کروایا ' اور جب تک ابوالدرداء نے روزہ نہ افطار کر لیا ' وہاں سے نہ ٹلے - ابو الدرداء رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوے تو آپ نے فرمایا : سلمان تم سے زیادہ عالم ہیں ' اعتدال کے ساتھ عبادت کرو -

(منـــاقـــب)

حضرت سلمان کو زہد ' عبادت ' حلم و انکسار ' اور اخلاق حسنہ کی وجہ سے وہ درجہ حاصل تھا ' جو اکثر صحابہ کو حاصل نہ ہوا ہوگا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت تین شخصوں یعنی حضرۃ علی ' عمار ' اور سلمان کی مشتاق ہے - (رضی اللہ عنہم) - حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ سلمان کو رسول اللہ سے وہ قربت حاصل تھی کہ قریب تھا کہ ہم لوگوں پر غالب آ جائیں - حضرت علی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ سلمان کو آخر و اول کا علم حاصل ہے - وہ ایک ایسا دریا ہیں جو کبھی خشک نہیں ہوسکتا ' وہ اہل بیت میں سے ہیں - حضرت عبد اللہ بن عمر کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار اور حضرت سلمان فارسی کا چار ہزار تھا - لوگوں نے حضرت عمر سے پوچھا کہ ان کو امیر المومنین کے بیٹے پر کیا فضیلت ہے ' جو انکا وظیفہ زیادہ مقرر کیا گیا ہے ؟ حضرت عمر نے فرمایا : سلمان جن جن لڑائیوں میں رسول اللہ کے ساتھ شریک ہوے ' اُن میں ابن عمر نہیں شریک ہوے -

(وفـــات)

حضرت سلمان فارسی کی وفات کا واقعہ بھی نہایت عجیب ہے - جب اُنکی موت کا وقت آیا تو اُنھوں نے اپنی بی بی سے کہا کہ جو چیز میں نے چھپا رکھی ہے - اُسکو اُٹھا لاؤ - وہ مشک کی ایک تھیلی اُٹھا لائیں - حضرت سلمان فارسی نے پیالے میں پانی منگوایا اور مشک کو اُسمیں حل کردیا - پھر بی بی سے فرمایا : اسکو میرے آس پاس چھڑک دو ' کیونکہ میرے پاس ایک ایسی مخلوق آنے والی ہے جو خوشبو کو بہت پسند کرتی ہے ' اور کھانا نہیں کھاتی (ملائکہ) اور دروازہ بند کرکے تم یہاں سے چلی جاؤ - اُن کی بی بی تعمیل حکم کرکے تھوڑی دیر تک باہر بیٹھی تھیں کہ اُنھوں نے ایک نہایت آہستہ آواز سنی - جاکر دیکھا تو اُنکا وصال ہوچکا تھا -

مواعظ و خطب

ســـورۃ کریمــۃ ماعـــون

(از مولانا خواجہ عبد الحی - سابق پروفیسر میرٹھ کالج)

دولت کے کرشمے بھی عجیب و غریب ہیں - ایک مجسمہ شیطنت اور ملعونیت ' ایک پیکر فسق و فجور انسان ' زریں لباس زیب تن کیے ہوے تمہاری مجلس میں آ جاتا ہے - اُس کا ایک ایک فعل ' ایک ایک حرکت اخلاق انسانی کو توڑنے والی ' اور نظام عالم کو درہم برہم کرنے والی ہوتی ہے ' مگر سونے کا چمکدار تھیلا سب کی آنکھوں کو خیرہ کردیتا ہے اور تمام حاضرین سر بسجود ہوکر " انت الہنا " پکارنے لگتے ہیں - اسکی تمام برائیاں نیکیاں بن جاتی ہیں ' اسکے تمام نقائص محاسن و فضائل میں بدل جاتے ہیں ' اور وہی فساد و شیطنت کا پتلا ' معبود و مطلوب ہر بو الہوس بن جاتا ہے - دولت کے یہ کرشمے ہیں ' تم ان کو روز مرہ مشاہدہ کرتے ہو ' مگر تم ان سے نصیحت و عبرت حاصل نہیں کرتے - یمرون علیہا و ہم عنہـــا معرضون -

دولت اپنے ساتھ خوبیاں بھی لیکر آتی ہے اور برائیاں بھی ' قرآن حکیم مال جمع کرنے سے تمکو نہیں روکتا بلکہ مختلف مقامات پر اس کو " خیر " سے تعبیر کیا ہے مگر اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ اسکے اندر عیب نہیں ' قرآن اپنے انداز مخصوص کے لحاظ سے ہر ایک بحث کی تنقیح کرتا ہے ' اسکے محاسن و فضائل ظاہر کرتا ہے ' اسکے عیوب و مفاسد کو کھولتا ہے ' اور پھر بتلا دیتا ہے کہ صراط مستقیم کیا ہے ؟

بخل ایک نہایت ہی مذموم و قبیح شے ہے ' جسوقت کسی قوم سے مالی و جانی قربانی کا مادہ جاتا رہتا ہے ' وہ قوم تباہ ہو جاتی ہے ' اور زندہ قوموں میں شمار ہونے کے قابل نہیں رہتی -

سورۂ صف میں فرمایا : ہل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم ' تومنون باللہ و رسولہ و تجاہدون فی سبیل اللـہ باموالـکم و انفسکم ' ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون - آؤ تمہیں وہ تجارت نافع بتالیں جس کا یقینی اور قطعی نتیجہ یہ ہو کہ عذاب الیم سے نجات مل جاے ' وہ تجارت وحید صرف یہ ہے کہ اللہ و رسول پر سچے سچے ایمان لے آؤ اور مال و جان کو حق کی راہ میں قربان کرو - حقیقت یہ ہے کہ اگر تمہیں ذرا بھی علم ہوگا تو تم دیکھ لوگے کہ اس میں تمہارے لیے بڑی ہی خیر و برکت ہے -

پھر اس قربانی کو زیادہ واضح ' نتیجہ خیز ' اور موثر بتلانے کی غرض سے سورۂ توبہ میں فرمایا : قل ان کان اباؤکم و ابناؤکم و اخوانکم و ازواجکـم و عشیرتـکم و اموال اقترفتمـوہا و تجـارۃ تخشـون کسادہا و مسـاکن ترضونہا ' احب الیکـم من اللہ و رسولہ و جہاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللـہ بامرہ ' واللہ لا یہـدی القـوم الفسقیـن - مسلمانو ! اگر تمہارے باپ ' بیٹے ' بھائی ' عورتیں ' برادری ' وہ مال جو تم نے کمایا ہے ' وہ سوداگری و تجارت جسکی کساد بازاری کا تمہیں ڈر ہے ' وہ مکانات جو تمہیں بہت ہی مرغوب ہیں ' اگر ان میں سے ایک چیز بھی تمکو زیادہ عزیز ہے اللہ سے اسکے رسول سے اور پھر اسکی راہ میں قربانی کرنے سے ' تو یقین کرو کہ تمہارے لیے اللہ کی رحمت و محبت کا دروازہ بند ہوگیا ہے - بس اب تم اللہ کے آخری فیصلہ کا انتظار کرو اور اس بات کا یقین کرو کہ خداے حکیم و علیم بد اخلاقیوں کی کبھی رہنمائی نہیں کرتا -

غور کرو ' یہ اس جانی و مالی قربانی سے بھاگنے کا نتیجہ ہے جو اوپر بیان کیا گیا ' اب ایسی قوم کی ہدایت کا دروازہ مقفل

اُسوۂ حسنہ

تربیت یافتگان عہد نبوت

حضرت سلمان فارسی

رضی اللہ عنہ

(از مولانا عبد السلام صاحب ندوی)

(۲)

(غـــزوات)

بدر و احد کی لڑائیاں جس وقت واقع ہوئیں، حضرت سلمان فارسی غلامی کی حالت میں تھے، اسلیے مجبوراً شریک نہ ہوسکے - بدل کتابت ادا کرکے جب وہ آزاد ہوگئے تو غزوۂ خندق پیش آیا، اور یہ پہلی لڑائی تھی جس میں وہ شریک ہوے - اسکے بعد تمام لڑائیوں میں عام طور پر شریک ہوتے رہے - غزوۂ خندق میں حضرت سلمان فارسی ہی کے مشورہ سے خندق کھودی گئی تھی - اسکے کھودنے کے لیے انصار اور مہاجرین میں غالباً مسابقت کا خیال پیدا ہوگیا تھا - چونکہ حضرت سلمان فارسی نہایت قوی آدمی تھے، اس بنا پر آنکے متعلق انصار و مہاجرین میں حجت ہوئی - انصار کہتے تھے سلمان ہم میں سے ہیں، اور مہاجرین آنکو اپنی طرف کھینچتے تھے - حضرت سلمان فارسی کی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہوسکتی ہے کہ جناب رسول اللہ نے اس جھگڑے کو ان الفاظ میں چکا دیا کہ :

سلمان منا اھل البیت — سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں -

غالباً کسی مذہب کے بانی نے ایک اجنبی غلام کو اسقدر عزت نہ دی ہوگی کہ اُسکو اپنے اہل بیت میں شامل کرلیا ہو - یہ مساوات اسـلام ہی نے قائم کی تھی اور یہ اسیکا خاصۂ لازمی ہے -

(اخـــلاق و عـادات)

حضرت سلمان فارسی بیحد حلیم، منکسر المزاج، قانع، رحم دل، زہد پیشہ، اور فیاض طبع تھے - بیت المال سے آنکو چار ہزار درہم ملتے تھے - لیکن وہ آنکو تقسیم کردیتے تھے، اور خود اپنے ہاتھہ کی کمائی پر بسر کرتے تھے - وہ جس زمانے میں مدائن کے امیر تھے، کھجور کی چٹائیاں وغیرہ بناکر معاش پیدا کرتے تھے - چنانچہ کچھہ لوگ آنکی طرف گذرے اور یہ حالت دیکھکر کہا : آپ تو یہاں کے امیر ہیں، اور آپ کو بیت المال سے بھی وظیفہ ملتا ہے، پھر آپ ایسا کیوں کرتے ہیں ؟ - آنہوں نے کہا : میں اپنے کسب کا مال زیادہ پسند کرتا ہوں - بعض روایتوں میں ہے کہ آنکا وظیفہ پانچ ہزار تھا، اور وہ تیس ہزار آدمیوں کے حاکم تھے - لیکن اس حالت میں بھی وہ لکڑیاں چن لاتے تھے، اور آنکے پاس صرف ایک عبا تھی جسکا آدھا حصہ بچھاتے تھے اور آدھا پہنتے تھے - جو وظیفہ ملتا تھا آسکو تقسیم کردیتے تھے، اور کماکر گذر اوقات کرتے تھے - آنہوں نے اپنے لیے کوئی مکان نہیں بنایا تھا، جہاں کسی کا گھر مل جاتا، آسکے سایہ میں پڑ رہتے تھے - ایک مرتبہ حذیفہ (رض) نے آن سے کہا ہم آپ کے لیے گھر کیوں نہ بنادیں - انہوں نے فرمایا کیا مجھے بادشاہ بنانا چاہتے ہو ؟ کیا میرے لیے ویسا ہی گھر بناؤگے جیسا کہ تمہارا مدائن میں ہے ؟

آنہوں نے کہا نہیں، ہم تمہارے لیے بانس کا گھر بنائینگے، اور آسکی چھت نرکل کی ہوگی، وہ اسقدر پست ہوگا کہ جب تم کھڑے ہوگے تو تمہارا سر آس سے لگ جائیگا، اور اس قدر تنگ ہوگا کہ جب سونا چاہوگے تو تمہارے پہلو آسکے دونوں کناروں سے مل جائینگے - آنہوں نے کہا اب تم نے میرے دل کی بات کہی -

امارت اور حکومت سب کو عزیز ہے، لیکن حضرت سلمان (رض) زہد کی وجہ سے آسکو ہمیشہ مکروہ سمجھا کیے، ایک بار آن سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا :

حلاوۃ رضاعتہا و — یعنی آسکے دودھہ کی شیرینی اور آسکے

مرارۃ فطامہا - — دودھہ چھوڑنے کی تلخی اسکا سبب ہے -

عمر بھر کسی سے سوال نہیں کیا، زکوۃ و خیرات کے مال کھانے سے اسقدر بچتے تھے کہ ایک مرتبہ آنکے غلام نے درخواست کی کہ مجھے مکاتب بنا دیجیے - آنہوں نے فرمایا : تمہارے پاس کچھہ مال ہے - اسنے کہا نہیں - آپ نے کہا پھر یہ کیونکر ہوگا ؟ آسنے جواب دیا کہ میں لوگوں سے سوال کرکے یہ مال ادا کردونگا - آپ نے فرمایا کیا مجھے لوگوں کا دھوون کھلانا چاہتے ہو ؟

وہ زہد و قناعت کی وجہ سے معمولی سے معمولی سامان کو بھی وبال جان سمجھتے تھے - وہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوے تو سعد بن ابی وقاص آنکی عیادت کو آے، حضرت سلمان آنکو دیکھکر رونے لگے - آنہوں نے کہا رونے کی کوئی وجہ نہیں، رسول اللہ آپ سے بہت خوش تشریف لیگئے - آپ قیامت کے دن اپنے ساتھیوں سے ملینگے اور حوض کوثر پر رسول اللہ سے بھی ملاقات ہوگی - حضرت سلمان نے فرمایا : خدا کی قسم میں موت کی گھبراہٹ یا دنیا کی طمع سے نہیں روتا - لیکن رسول اللہ نے وصیت کی تھی کہ تمہاری معاش ایک مسافر کی زادراہ سے زیادہ نہ ہونی چاہیے - حالانکہ ہمارے آس پاس یہ سانپ ہیں !

جس سامان دنیا کو انہوں نے سانپ کا خطاب دیا تھا، وہ صرف ایک پیالہ اور لوٹے کے سوا کچھہ نہ تھا -

حضرت سلمان فارسی کا توکل اور آنکی قناعت عام طور پر مشہور تھی - یہانتک کہ بعض صحابہ نے آنکی وفات کے بعد خواب میں بھی توکل و قناعت ہی کو دیکھا -

عبد اللہ بن سلام کا بیان ہے کہ میں ایک روز دوپہر کے وقت سویا ہوا تھا، مجھے نیند آگئی تو سلمان آے اور سلام کیا، میں نے سلام کا جواب دیا، اور پوچھا کہ تم نے کیسا گھر پایا - انہوں نے نہایت عمدہ - توکل اختیار کرو کیونکہ توکل نہایت عمدہ چیز ہے - اور اس جملہ کو باربار دوہراتے رہے -

رحمدلی کی یہ کیفیت تھی کہ اپنے غلاموں سے دو کام لینا کبھی نہیں گوارا فرماتے تھے - ایک دفعہ ایک شخص آنکے پاس آیا، وہ اسوقت آٹا گوندھہ رہے تھے - اس نے کہا آپ کا خادم کہاں ہے ؟ آپ نے فرمایا ہم نے اسکو ایک ضرورت کے لیے بھیجا ہے، ہم نے پسند نہیں کیا کہ اس پر دو کاموں کا بار ڈالا جاے -

حلم و خاکساری کا تو وہ گویا مجسم نمونہ تھے - وہ مدائن کے امیر تھے - ایک مرتبہ نکلے تو ایک شخص بانس کا بوجھہ لیے جاتا تھا، اس سے انکے جسم میں خراش آگئی، وہ رک گئے اور پاس آکر اور بازو ہلاکر کہنے لگے : جب تک جوانی کا لطف نہ اٹھالو خدا تم کو زندہ رکھے -

ایک مرتبہ ایک شخص شام سے انجیر کا گٹھا لیے آتا تھا، اس نے حضرت سلمان فارسی کو دیکھا تو انکے بدن پر صرف ایک چھوٹی سی عبا تھی، اسکو چونکہ یہ معلوم نہ تھا کہ مدائن کے حاکم یہی ہیں، اسلیے اسنے بلا کر کہا کہ یہاں آؤ - یہ بوجھہ اٹھا لیچلو - حضرت سلمان کو بوجھہ لیجاتے ہوے لوگوں نے دیکھا تو اس سے کہا یہ تو یہاں کے گورنر ہیں - اسنے کہا مجھے کیا معلوم تھا ؟ حضرت سلمان نے فرمایا جب تک اسکو تمہارے گھر تک نہ پہونچادونگا ہرگز نہ اتارونگا

مدارس اسلامیہ

جامع ازہر

(از جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی)

چوتھی صدی کے وسط میں جبکہ اخشیدی سلطنت کا اولوالعزم فرمان روا کافور فوت ہوچکا تھا اور اُسکی جگہ احمد بن علی بن الاخشیدی تخت مصر پر بٹھایا گیا تھا ، تو احمد بن علی اپنی کم سنی کی وجہ سے سلطنت کا بار نہ اُٹھا سکا اور اسکا چچا زاد بھائی حسین بن عبد اللہ اسکی طرف سے منتظم سلطنت قرار پایا - جعفر بن الفرات ان دنوں وزیر اعظم تھا - احمد جو اصلی وارث تاج و تخت تھا اور جسکو اخشیدی سلطنت کا سچا درد ہوسکتا تھا وہ کم سن تھا ، اوروں کو بقاے سلطنت کی کیا پروا ہوسکتی تھی ؟ اُنکی کوشش صرف ذاتی کامیابیوں تک محدود رہی - نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت کے تمام ارکان مضمحل ہوگئے - امرا کی غفلت سے مداخل مخارج سے کہیں بڑھگئے - فوجیوں کے مقررہ تنخواہوں میں روز بروز کمی ہونے لگی - آخر فوج کے ایک دستہ نے اصلاح سلطنت سے نا امید ہوکے المعز لدین اللہ کو جو اُن دنوں افریقہ کا بادشاہ تھا ، لکھا کہ " تم آؤ مصر پر حملہ کرو ہم تمہاری مدد کرینگے " معز نے یہ نوید جانفزا سنتے ہی ابوالحسن جوہر بن عبد اللہ کی زیر امارت ایک فوج مصر کی طرف روانہ کردی - اخشیدی سلطنت کی طرف سے بھی مقابلہ کے لیے فوج بھیجی گئی - ۱۱ - شعبان سنہ ۳۵۸ میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا ، مگر جو سیلاب پھیل چکا تھا ، وہ اب کسی کے روکے کب رک سکتا تھا ؟ کچھہ دنوں تک تو مصری فوج برابر کا جواب دیتی رہی ، مگر آخر اسکے پلہ استقلال کو لغزش ہوئی اور شکست فاش کھائی -

دوسرے دن جوہر اپنی کامیاب فوج کے ساتھہ بڑے جاہ وجلال سے مصر میں داخل ہوا اور امن عام کا اعلان کیا - جب فاطمیین کو ملک مصر پر پورا اقتدار حاصل ہوچکا ، تو اُنکو خیال پیدا ہوا کہ اس فتح کی یادگار میں ایک نیا شہر آباد کرنا چاہیے جو بنی فاطمہ کے نام کو قیامت تک زندہ رکھے - یہ فوری تحریک بہت جلد قوت سے فعلیت میں آگئی ، اور اُسی سال سنہ ۳۵۸ میں یہ شہر آباد ہوگیا جسکا نام فتح کی مناسبت سے المنصوریہ رکھا گیا - لیکن جب سنہ ۳۶۲ میں خلیفہ فاطمی المعز لدین اللہ نے قیروان کو چھوڑ کر مصر کو دار الخلافت بنایا تو خلیفہ کے نسبت سے اسکا نام القاہرۃ المعزیہ رکھا گیا - اب صرف " قاہرہ " زبانوں پر رہگیا ہے -

اُس زمانہ کی رسم یہ تھی کہ جب کوئی نیا اسلامی شہر بسایا جاتا تو تبرکا وہاں پہلے مسجد کی بنیاد ڈالی جاتی تھی - چونکہ فاطمیین شیعہ تھے ، اسلیے اہل سنت کی مسجد میں خطبۂ خلافت دینا نامناسب خیال کرتے تھے - ان وجوہ سے جوہر نے روز شنبہ ۲۴ جمادی الاولی سنہ ۳۵۹ کو اُس مسجد کی بنیاد ڈالی جسکی قسمت میں آگے چلکر جامع ازہر ہونا تھا - دو برس کی متواتر جانفشانیوں کے بعد سنہ ۳۶۱ میں اسکی عمارت طیار ہوگئی - اسکا نام فاطمیین نے سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء کی طرف منسوب کرکے جامع ازہر رکھا - اسکی وسعت اور صرف کثیر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اسکی صرف ایک قطار میں ۷۶ ستون سنگ مرمر کے تھے -

سنہ ۷۰۲ میں ایک سخت زلزلہ آیا جسکے صدمہ سے جامع ازہر کی کچھہ دیواریں گرپڑیں - سالار نامی ایک امیر نے پھر نئے سرے سے تعمیر کرائی - سنہ ۱۱۶۷ میں امیر عبد الرحمن کتخدا نے نصف جدید عمارتوں کا اس پر اضافہ کردیا جنمیں صرف سنگ مرمر کے ۵۰ ستون تھے - اگر متعلقات جامع کو بھی شمار کرلیا جاے تو ازہر کے کل ستون کی مجموعی تعداد ۳۷۵ ہوگی -

اگر تم قدیم عمارت کی جو فاطمیین کی یادگار ہے ، سیر کرنا چاہوگے تو تمھیں اندر جانے کے لیے تین دروازے ملینگے - اندر پہونچکر تم کو معلوم ہوگا کہ یہ مسجد چاروں طرف سے گھری ہوئی ہے ، اُسکی اندرونی سطح سنگ مرمر سے مزین ہے ، جس پر کوفی خط میں قرآن شریف کی آیتوں کا طغرا ہے - جدید و قدیم دونوں عمارتوں کے دو حصے ہیں - ایک چھت ہے جس میں لکڑی کی کڑیاں ہیں اور اُن میں بڑی دیدہ ریزی سے نقش و نگار بنائے گئے ہیں - دوسرا پتھر کا کھلا صحن ہے جس میں طلبا ایام گرما میں شب کو سوتے ہیں - پہلے اس میں دس محرابیں تھیں جن میں سے اب صرف چھہ رہگئی ہیں - مگر ان محرابوں میں صرف دو مشہور ہیں - ایک کا امام شافعی المذہب ہے اور دوسرے کا مالکی - کل مسجد میں صرف ایک منبر ہے جس پر کھڑے ہوکر امام جمعہ اور عیدین کا خطبہ پڑھتا ہے - اذان دینے کے لیے پانچ بہت بلند منارے ہیں جن پر چڑھکے موذن اذان کہا کرتے ہیں - جامع ازہر کی ایک عجیب و غریب رسم یہ ہے کہ یہاں موذن اندھے مقرر کیے جاتے ہیں تاکہ مناروں پر چڑھتے وقت پردہ نشین گھروں کی پردہ دری نہ ہو - جب موذن اذان کہنا چاہتے ہیں تو ایک بار " المیقاتی " کا نعرہ بلند کرتے ہیں - اس آواز کو سنکر اور مسجدوں کے موذن بھی اذان کے لیے طیار ہو جاتے ہیں -

مقریزی کے کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موسم حج میں ان مناروں پر کثرت سے روشنی کی جاتی تھی جس سے ساری مسجد بقعۂ نور بن جاتی تھی - اس جلوۂ نور کے حسن منظر کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ خلفاے فاطمیین نے صرف اسکی سیر دیکھنے کی غرض سے ایک قصر بنایا تھا -

دولۃ فاطمیہ جب اپنی زندگی کے دن پورے کرچکی اور ایوبیہ خاندان کا سب سے بڑا پرجوش ممبر سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب مصر پر قابض ہوا تو اس نے شیخ صدر الدین بن درباس شافعی کو مصر کا قاضی القضاۃ مقرر کیا - شوافع کے ہاں چونکہ ایک شہر میں دو جگہ نماز جمعہ نہیں ہوسکتی ، اسلیے جامع ازہر کے بدلے جامع حاکمی میں نماز جمعہ ہونے لگی ، کیونکہ یہ مسجد ازہر سے زیادہ وسیع تھی - تقریباً سو برس تک جامع ازہر میں نماز جمعہ موقوف رہی - جب سلطان ظاہر سنہ ۶۵۸ میں مصر کا حکمراں ہوا تو اس نے شافعی قاضی کو اس خدمت سے سبکدوش کرکے اسکی جگہ ایک حنفی قاضی القضاۃ مقرر کیا ، جس نے ازہر میں پھر جمعہ پڑھنے کی اجازت دیدی ، اور جب سے آج تک برابر یہاں نماز جمعہ بڑے شان و شوکت سے ادا کی جاتی ہے -

(مدرسۃ الازہر)

چونکہ یہ مقدس عمارت مذہبی شان کے ساتھہ دولۃ فاطمیہ کی یادگار تھی ، اسلیے جب کوئی شخص مصر پر نیا حکمراں ہوتا ، تو وہ کچھہ نہ کچھہ مذہبی خاوص یا بقاے نام کی غرض سے اُن عمارتوں پر اضافہ کرتا جاتا جو گذشتہ سلاطین کے نام زندہ کر رہی تھیں - کسی نے دار الاقامۃ ، کسی نے حمام ، کسی نے باورچی خانے بنوادیے - چنانچہ اسوقت جامع ازہر کی وسعت ۱۲۲۵۰ گز ہے - یہاں کا ہر کمرہ جسکو ازہر کی اصطلاح میں رواق کہتے ہیں ، متوسط وسعت کا ہوتا ہے ، جس میں دو تین الماریاں بھی ہوتی ہیں - مختلف ممالک اسلامیہ کے لیے یہاں الگ الگ دار الاقامۃ ہیں ، اور اُنکا مہتمم جسکو ازہر کی زبان میں شیخ کہتے ہیں ، الگ ہوتا ہے ، اور اسکا

هوجاتا ہے ' وہ مغضوب و ملعون هوجاتي ہے اور خدا کي لعنت کا آهني طوق اسکي گردن میں پڑجاتا ہے ' پھر دنیا میں کون ہے جو اللہ کے ذلیل کیے هوے کو عزت دے ؟

بخل اگرچہ تم ابتدا میں صرف مال کے لیے کروگے مگر اس کا فساد عظیم جان کے عزیز هونے تک پہنچ جائیگا ' اور خدا کے راستہ میں دکھہ اٹھانا بھي تمھارے لیے مشکل ترین امر هوجائیگا -

قرآن حکیم نے اسي بخل کو لیا ' اور ایک مستقل سورۃ میں اسکے نتائج کو واضح کیا :

ارأیت الذي یکذب بالدین ' فذلک الذي یدع الیتیم ولا یحض علی طعام المسکین -

کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس کو اتنا بھي یقین نہیں کہ اسکو کسي نہ کسي دن اپنے اعمال کا خود جوابدہ هونا پڑیگا ' اور اگرچہ زبان سے وہ قیامت کا اقرار کرتا ہے' مگر اسکے اعمال اسکے اس اقرار کي تکذیب کر رہے هیں ؟ جو شخص یتیموں کي ذرا بھي پروا نہ کرے بلکہ جب وہ اپني حاجات اس دولتمند شخص کے پاس لے کر آویں تو انکو دھکا دیکر نکالدے - تو کیا اس عمل قبیح سے یہ ثابت نہیں هوا کہ اس کو قیامت پر ذرا بھي یقین نہیں ؟ اسکے ساتھہ تو اسکے اعمال جائینگے نہ کہ مال و دولت - مگر حقیقت یہ ہے کہ اسکو وهم وگمان بھي نہیں کہ هر شخص کو اپنے اعمال کا آپ جواب دینا ہے - خیر اسکو بھي جانے دو ' اگر یہ نہ سهي تو کم سے کم اتنا تو هوتا کہ دوسروں هي کو نیکي کي ترغیب دیتا' مگر اس بدبخت کي حالت عجیب ہے کہ اوروں کو بھي مساکین و فقرا کي خدمت کرنے پر ترغیب نہیں دیتا - اسکے یہ تمام اعمال و افعال صاف صاف اعلان کر رہے هیں کہ اسکو قیامت سے قطعي انکار ہے ' ورنہ کیا اتني معمولي نیکي سے بھي گریز کرتا ؟

یہ وہ جماعت ہے جسکے پاس مال ہے ' دولت ہے' اور وہ اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتي ' بلکہ اسکو خزانوں اور کوٹھریوں میں مقفل کرکے بند رکھتي ہے ' ان کي بعینہ وهي حالت ہے جو یہودیوں کي تھي : والذین یکنزون الذهب و الفضۃ ولا ینفقونها في سبیل اللہ فبشرهم بعذاب الیم - یوم یحمی علیها في نار جهنم فتکوی بها جباههم و جنوبهم و ظهورهم هذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون - جو لوگ سونا اور چاندي ' مال اور دولت جمع کرکے خزانوں میں جمع کرتے هیں اور غربت و افلاس کے خوف سے اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے ' تو انکو عذاب الیم کي خوشخبري سنادو - اس مال کو جهنم کي آتش میں گرم کرکے ان کے ماتھے' ان کے لبوں' اور ان کے پشتوں پر داغ دیا جائیگا - اسوقت انسے کہا جائیگا کہ یهي وہ مال و متاع زندگي ہے جو بیحد مرغوب و محبوب هونے کے باعث تم جمع رکھتے تھے ' دیکھو یہ اس گاڑنے اور جمع کرنے کا نتیجہ ہے -

رسول اللہ صلي اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ جہاد کیلیے روپیہ کي ضرورت تھي - آپ نے مسجد میں جاکر خطبہ دیا اور صحابہ رضی اللہ عنهم سے فرمایا کھجور لاؤ -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر سے کھجور لیکر دربار نبوت میں حاضر هوے - یہ اس وقت امیر تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تم نے گھر میں کیا چھوڑا اور همارے لیے کیا لاے ؟

حضرت عمر نے عرض کیا : تمام مال جمع کیا' نصف حضور کي خدمت میں پیش کردیا اور نصف اپنے اهل و عیال کیلیے رکھہ آیا هوں -

اب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حاضر هوتے هیں - یہ اس زمانہ میں غریب تھے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے دریافت فرمایا : همارے لیے کیا لاے : اور گھر میں کیا چھوڑا ؟ عرض کیا : جو کچھہ گھر میں موجود تھا سب کچھہ جمع کرکے لے آیا هوں اور گھر میں اللہ اور اسکا رسول ہے -

دنیا نے دیکھہ لیا کہ ان قربانیوں نے کیا نتائج پیدا کیے' اور جس وقت مسلمانوں میں یہ جذبہ فدویت پیدا هوجائیگا اسکے نتائج دوبارہ دیکھہ لینگے -

ان تین آیتوں میں ارباب مال و دولت کی تصویر کھینچ دي جب وہ انفاق في سبیل اللہ سے گریز کریں - اس کے ساتھہ اب ان لوگوں کي طرف توجہ دلائي جاتي ہے جو نماز تو پڑھتے هیں مگر در اصل اسکے مقصد حقیقي کا ذرا بھي خیال نہیں کرتے :

فویل للمصلین الذین هم عن صلاتهم ساهون الذین هم یراؤن و یمنعون الماعون - جو لوگ نماز پڑھتے هیں 'چاهیے تھا کہ نماز انکے اندر تمام وہ خصائص پیدا کردیتي جو نماز کے اصل مقاصد هیں ' مگر هم دیکھتے هیں کہ جاني قرباني تو کجا ' مالي قرباني سے بھي گریز کرتے هیں' معمولي روزمرہ کے استعمال کي چیزیں تک لوگوں کو دینے سے انهیں انکار ہے - ایک عالم سے اتنا نہیں هوسکتا کہ اپني کتابیں دوسرے کو پڑھنے کیلیے عاریۃ دیدے ' ایک طالب علم یہ نہیں کرسکتا کہ اپنے قلم و دوات سے دوسرے کو نفع پہنچاوے ' ایک عورت میں اتني فدویت بھي نہیں پیدا هوسکتي کہ اپنے برتن دوسري پڑوسن کو استعمال کے لیے دیدے - جب نماز پڑھتے هیں ' اور نہایت خشوع و خضوع کا اظہار کرتے هیں' تو بڑي لمبي نمازیں هوتي هیں' پیشاني پر سجدہ کا نشان پڑجاتا ہے' مگر قرباني کا اتنا مادہ بھي پیدا نہیں هوتا - پس افسوس ایسے نمازیوں کیلیے - وہ نماز کي اصل حقیقت کو بھول گئے - وہ نماز سے بالکل غافل هیں ' وہ محض لوگوں کو دکھلانے کي غرض سے نماز پڑھتے هیں - اللہ کیلیے انکے پاس کچھہ نہیں ہے !

اس چھوٹي سي سورۃ میں قدوس حق نواز نے بخل کي حقیقت کو واضح کردیا ہے کہ اس سے قومیں تباہ ' ملتیں برباد' اور مذاهب ناپید هوجاتے هیں - اب یہ بخل خواہ ارباب دولت میں پیدا هو جس کو تم آساني سے سمجھہ سکتے هو' خواہ ان عابدان گوشہ نشیں میں پیدا هو' جو کنج عزلت میں بیٹھکر ادعاء زهد و عبادت کرتے هیں ' نمازیں پڑھتے هیں مگر بے سود' سجدے کرتے هیں مگر لا حاصل' دعائیں مانگتے هیں مگر قبول نہیں هوتیں -

حقیقت یهي ہے کہ ابتدا میں قوموں کے اندر مالي قرباني کا جذبہ پیدا هوتا ہے 'جب اسمیں کامل و مکمل هوجاتي هیں تو پھر جاني قرباني کا حکم هوتا ہے - اسي جگہ دیکھو' سورہ ماعون میں بخل کي مذمت بتلائي تاکہ بخل سے بچیں ، اور اللہ کے راستہ میں مال خرچ کریں - ایک مدت تک جب اس پر عمل هوتا رها ' قوم مالي قرباني کیلیے ایک حد تک تیار هوگئي تو پھر سورہ کوثر نازل هوئي جسمیں جاني قرباني پر زیادہ زور دیا گیا اور اس کا ایک هي نتیجہ بھي بتا دیا : ان شانئک هو الابتر

(وظائف)

یہاں طلبا کو دو قسم کے وظائف دیے جاتے ہیں - اول ماهانه نقد' دوم سامان خورو نوش - دونوں قسم کے طلبا کي ایک خاص تعداد هے جن سے زائد کو مدرسه وظیفه نہیں دیتا جب تک اسمیں سے کوئي جگه خالي نهو - کهانے' میں هر طالب علم کو زیاده سے زیاده چهه روٹیوں تک لینے کا اختیار هے - ازهر کا مذهبي اقتدار دیکھو که عمائد مصر خود تبرکا اپنے لیے ازهر سے روٹیاں مقرر کراتے هیں - طلبا کي اس مالي امداد کي تعداد کم سے کم ۲ قرش یعني ۵ آنه' اور زیاده سے زیاده سو قرش ماهانه یعني پندره روپیه دس آنه هے - اس وقت جامع ازهر میں تین هزار وظیفه خوار طلباء هیں -

(اخلاق)

چونکه جامع ازهر کے طلبا مختلف مذاهب کے هیں اور مختلف ممالک کے باشندے هیں' اسلیے اُنکے اخلاق و عادات پر کوئي رائے نہیں کیا جاسکتا - عموماً وهاں کے طلبا کے وهي اخلاق و عادات هیں جو هندوستان کے عربي خواں طلبا کے همیں نظر آتے هیں -

(مدرسین)

جامع ازهر میں دو قسم کے علما هیں' ایک وه جو سنه ۱۲۸۸ ه سے (جس نے ازهر کا دور جدید شروع هوتا هے) پہلے کے هیں' ان کي تعداد روز بروز کم هوتي جاتي هے - اس وقت اُنکي تعداد اُنسٹهه هے - دوسرے وه علما هیں جنکا تعلق ازهر سے اسکے بعد شروع هوا هے - ان دونوں قسم کے علما کي تعداد بحیثیت درجات حسب ذیل هے :

مدرسین درجه اول	۷۲
مدرسین درجه دوم	۷۳
مدرسین درجه سوم	۱۱۰

مدرسین درجه اول کو اختیار هے که وه جو علم اور جو کتاب چاهیں پڑها سکتے هیں' کسي قسم کي روک ٹوک نہیں هے - درجه دوم کے علما صرف صرف و نحو کي متوسط کتابیں پڑها سکتے هیں - درجه سوم کے اساتذه چهوٹي چهوٹي کتابیں پڑهاتے هیں - درجه ثاني و سوم کے مدرسین اگر درجه اول میں آنا چاهیں تو اونکو درجه اول کي مدرسي کا امتحان دینا هوگا - خود مجلس انتظامیه بهي ترقي دے سکتي هے - بشرطیکه اُنکي قابلیت و وسعت معلومات کا جوهر مجلس پر ظاهر هوگیا هو - به لحاظ اختلاف مذاهب مدرسین کي تقسیم حسب ذیل هے :

حنفي	۷۲	شافعي	۱۰۰
مالکي	۷۷	حنبلي	۳

(تنخواه)

حساب و جغرافیه و ریاضي وغیره پڑهانے کیلیے بیس اساتذه اور هیں' پس تمام اساتذه کي مجموعي تعداد ۲۷۲ هوئي - ان اساتذه کي تقسیم بحیثیت تنخواه ماهانه یه هے :

	روپیه	آنه	پائي
درجه اول	۲۳	۲	۰
درجه ثاني	۱۵	۱۰	۰
درجه ثالث	۹	۱۱	۶

یه نقشه صرف اُن اساتذه کي تنخواه کو بتلاتا هے جو دور جدید کے بعد مقرر کیے گئے هیں - دور جدید سے پہلے کے علما کے مشاهرے ان سے زیاده هیں - مدرسین کو خورونوش کے سامان کي تکلیف نہیں دي جاتي' مشاهره کے علاوه کهانا اور رهنے کے لیے کمرے بهي دیے جاتے هیں' جہاں ضروریات زندگي کے سامان موجود رهتے هیں -

(لباس)

ازهر میں ایک رسم یه بهي هے که خدیو کي طرف سے علما کو سالانه پوشاکیں ملتي هیں' اور اب کپڑوں کے بدلے اُنکي قیمت هي دیدیجاتي هے - مدرسین کي بوجه اختلاف ملک و ملت کوئي خاص پوشاک نہیں هے' مگر عموماً سب عربي لباس زیب بدن کرتے هیں - البته جدید تعلیم یافته اساتذه جو حساب و جغرافیه کي تعلیم دیتے هیں' فرنچ ڈریس پہنتے هیں -

مدرسین سرکاري کمیٹیوں اور مجامع عامه میں ایک خاص وضع کي پوشاک پہنتے هیں' جسکو مصر کي زبان میں "کساوی تشریفیه" یعني عزت کا لباس کہتے هیں - یه لباس حکومت مصري اُس شخص کو بهي بطور خلعت کے دیتي هے جو کوئي خاص علمي قابلیت رکهتا هے -

(اعزاز)

علماے ازهر پر سلطنت کا بہت کم دباؤ پڑتا هے - مصر میں کیا کیا انقلابات نه هوے - فاطمیین' ایوبیین' چراکسه' دولة عثمانیه کي یکے بادیگرے سلطنتیں قائم هوئیں' مگر ازهر جس شان سے پہلے تها اب تک اُسي شان سے قائم هے - اب بهي سیاست کا اثر علماے مصر پر بہت کم هوتا هے اور ایک حد تک آرسي لیے هے' اسي لیے خواص و عوام اُنکو نگاه عزت سے دیکهتے هیں - شیوخ ازهر جب سوار هوکر بازاروں میں نکلتے هیں' تو دوکاندار اُٹهه اُٹهه کر تعظیم کرتے هیں اور رکاب کو بوسه دیتے هیں - جب شروع شروع یہاں ریل جاري هوئي هے تو سعید پاشا نے علما کے لیے کرایه معاف کردیا تها - اب بهي نصف کرایه لیا جاتا هے - ازهر کا ایک قانون یه بهي هے که جب کوئي مدرس انتقال کرتا هے تو اُسکي تنخواه اُسکي اولاد پر تقسیم کرکے اُنهیں ازهر میں جبري تعلیم دلائي جاتي هے -

(تعلیم و تدریس)

جامع ازهر کي علمي زندگي کي ابتدا سنه ۳۶۵ سے هوتي هے جبکه دولة فاطمیه کو مصر پر قبضه کیے هوے آٹهه سال گذر چکے تهے - چونکه سلطنت کا مذهب اسوقت شیعه تها' اسلیے صفر سنه ۳۶۵ هجري کو قاضي علي بن نعمان نے جامع ازهر میں شیعي فقه پر املا کیا' اور اب وه کتاب کي صورت میں موجود هے جسکا نام الاقتصار هے - جب تک فاطمیه دولت رهي' یہاں شیعي فقه کا درس هوتا رها - جمعه کو خود امراے سلطنت اور خلیفة فاطمي درس کي شرکت سے مشرف هوتے تهے - دولت فاطمیه کي اُس شاهانه توجه کو دیکهکر جو معقولات و ریاضي کي طرف ملتفت تهي' به قرینۂ غالب معلوم هوتا هے که ازهر میں علوم عقلي و ریاضي کي بهي تعلیم هوتي هوگي - دولت فاطمیه کے علمي خزانه میں ایک لاکهه کتابیں تهیں جن میں سے چهه هزار صرف علم طب کي تهیں - دو کرهٔ فلکي تهے جن میں ایک چاندي کا تها اور اُسکي نسبت مشهور تها که وه خود بطلیموس کے هاتهه کا بنایا هوا هے اور اسکے بنانے میں تین هزار اشرفیاں صرف کي گئي هیں - خدا جانے گردش چرخ نے اسکو یہاں کیونکر پهونچا دیا؟ ایک جغرافیائي نقشه بهي تها جس میں کاغذ کے بدلے نیلگوں ریشمیں کپڑے کي زمین تهي اور اُس میں دنیا کے تمام پہاڑ' دریا' آبادیاں' سونے چاندي سے بنائي گئي تهیں -

جامع ازهر میں دو سو دو برس تک شیعي علوم کا درس هوتا رها - سنه ۵۶۷ میں جب دولة فاطمیه برباد هوگئي' اور اُسکي جگهه سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب جو سلطنت ایوبیه کا ایک پرجوش ممبر تها تخت مصر پر جلوه افروز هوا' تو اُس نے دو اور نئے مدرسه تعمیر کراے - ایک میں فقہاے شافعیه درس دیتے تهے' دوسرے میں علماے مالکیه' اور اس خیال سے که شیعي سلطنت کي کوئي زنده یادگار مصر میں باقي نرهے' اُس نے جامع ازهر میں تدریس موقوف کرادي - چنانچه پورے ایک سو دس برس تک جامع ازهر کي درسگاهیں شرف تدریس سے محروم رهیں - سنه ۶۵۸ هجري میں جب ایوبیه خاندان چراکسه کے هاتهه سے برباد هوا اور سلطان ظاهر مصر پر قابض هوا' تو اُس نے پهر ازهر کي آراستگي کا حکم دیا - اب گویا ازهر کي علمي زندگي دوباره شروع هوتي هے' اور اپني

تقرر طلبه کے انتخاب سے ہوتا ہے - شیخ الرزاق کے فرائض وہي ہیں جو انگریزي کالجوں کے پرانکٹر کے ہیں - ہر کمرہ میں چٹائیوں کا فرش ہوتا ہے جو ہر ششماہي پر بدل ڈالي جاتي ہیں -

جامع ازہر میں جہاں ' مصر ' شام ' بغداد ' حضر موت ' یمن ' کرد ' ترک ' حبش ' طرابلس ' تیونس ' افغانستان ' مراکش ' سوڈان ' جزیرہ جاوا ' اور حجاز کے لیے علحدہ علحدہ بورڈنگ ہیں ' وہاں غریب ہندوستان کے لیے بھي ایک خاص دارالاقامة ہے - انھي دارالاقامتوں میں طلبہ رہتے ہیں اور اسلیے تاکہ تعلیم کے سوا کسي اور طرف ملتفت نہوں ' آنکو وظائف دیے جاتے ہیں - وظائف کي مقدار طالب علم کے احتیاج کے موافق ہوتي ہے ' کسي کو صرف کھانا دیا جاتا ہے ' کسي کپڑے بھي دیے جاتے ہیں ' کسي کو ذاتي مصارف کے لیے نقد دیا جاتا ہے -

(مالي حالت)

سلاطین فاطمیہ میں سے پہلے پہل المعز لدین اللہ کے بیٹے العزیز باللہ نے طلبا و مدرسین کے وظائف مقرر کیے اور دارالاقامے بنواے - جمعہ کے دن یہ لوگ خود حلقۂ درس میں شریک ہوتے تھے - عید کے دن مدرسین کو خلعت دیا جاتا تھا - حاکم بامر اللہ نے ازہر کے لیے دو تنور اور ستائیس قندیلیں چاندي کي بنوائیں تھیں جو ایام رمضان میں روشن کي جاتي تھیں - ان کے سوا اکثر امراء و سلاطین ازہر کے لیے بڑي بڑي جاگیریں وقف کرتے تھے - سب سے پہلے جس نے جامع ازہر کے لیے جاگیر وقف کرنیکی عزت حاصل کي ' وہ دولت فاطمیہ کا علم دوست خلیفہ الحاکم بامر اللہ ہے - اسکے بعد یکے بعد دیگرے اور امراے سلطنت نے بھي جاگیریں وقف کیں - خاندان خدیوي نے بھي بڑي بڑي رقموں سے ازہر کي امداد کي ہے - حکومت خدیویہ ۹۶۱۱ - گینی سالانہ سے ازہر کي اعانت کرتي ہے - ازہر کي موقوفہ جاگیروں کي سالانہ آمدني ۸۰۰۰ گینی سے کم نہیں ہے -

(طلباء ازہر)

قاعدہ ہے کہ الناس علی دین ملوکہم - لوگوں نے جب دیکھا کہ امراء و سلاطین کي ازہر کي طرف خاص توجہ ہے ' تو مختلف ممالک سے کثرت کے ساتھہ طلبہ تحصیل علم کے شوق میں جامع ازہر میں آنے لگے - مشکل سے کوئي مسلمانوں کي آبادي ہوگي جہاں کا کوئي طالب علم ازہر کي تعلیم سے مشرف نہ ہوا ہو - ابھي ازہر اپنے بچپن کي منزلیں بھي طے کرنے نہ پایا تھا کہ آسکي درسگاہ طلبا سے بھرگئي تھي ' اور اب تو آسکے آغوش درس میں دور دور کي علمي اولادیں پرورش پا رہي ہیں - حنفي ' شافعي ' حنبلي ' مالکي ' ترکي ' ہندي ' حجازي ' طرابلسي ' مختلف رنگ و بو کے پھولوں سے ازہر کا دامن پر ہے - سنہ ۸۱۸ - ہجري میں یہاں ۷۵۰ طالب علم تھے - سنہ ۱۲۹۲ ہجري میں یہاں کے طلبا کي تعداد ۱۱۰۹۵ تھي - سنہ ۱۳۱۰ ہجري میں یہاں ۸۲۵۹ طالب علم تعلیم پا رہے تھے - سنہ ۱۳۲۰ میں ۱۰۴۰۳ - طلبا تھے - ان طلبا کي تعداد بہ لحاظ مختلف مذاہب حسب ذیل ہے :

حنفیہ	۲۹۵۱
مالکیہ	۲۶۵۴
شافعیہ	۴۵۶۹
حنابلہ	۲۹

مصریوں کے مقابلہ میں غیر مصري طلبہ بہت کم ہیں جو ذیل کے نقشہ سے ظاہر ہوگا :

شامي	۲۹۴	جبرت (ملک حبش)	۹
ترک	۱۰۴	ہندوستاني	۳
طرابلس الغرب	۵۲	حجازي	۷
جزائر	۲۷	جاوا	۷
مراکش	۲۲	افغان	
تیونس	۲۰	دارپور (سوڈان)	۱۴
کرد	۹	سنارد (سوڈان)	۲۸
بغدادي	۲	برنو (سوڈان)	۱۴
بربري	۴۵	صلیح (سوڈان)	۱۳
			۹۴۵

(لباس)

ان طلبا کا کوئي ایک خاص لباس نہیں ہے جو انکي دلي یکجہتي کا عنوان بن سکے - ہر طالب علم اپنے وطن کي پوشاک پہنتا ہے - مگر یوروپین ڈریس کوئي طالب علم نہیں پہنتا - عمامہ وہاں کے ضروریات لباس سے ہے - عموماً آنکي وضع عربي ہے - سروں پر سفید رنگ کے عمامے ہوتے ہیں - بدن پر عبائیں ہوتي ہیں - ہاں سادات سبز عمامے باندھتے ہیں ' یہ سرکاري طور پر سنہ ۷۷۳ میں شعبان بن ناظر سلطان مصر نے سادات کیلیے یہ شناخت قرار دي تھي - اسي کي طرف اشارہ کرکے ایک شاعر ابو جابر نامي کہتا ہے :

جعلوا لابناء الرسول علامة
ان العلامة شان من لم یشہر

ترجمہ - لوگوں نے اولاد رسول کیلیے علامت مقرر کي ہے - لیکن علامت کي ضرورت گمنام لوگوں کے لیے ہے -

نور النبوة في کریم وجوههم
یغني الشریف عن الطراز الاخضر

ترجمہ - آنکے چہروں سے نبوت کي روشني چمک رہي ہے ' اسلیے آنکو سبز پوشاک کي علامت کي حاجت نہیں -

(انتظام صحت)

پہلے یہاں طلبا کے صحت کا انتظام نہ تھا - دولۃ خدیویہ نے اسکي طرف توجہ کي اور صفائي کا اہتمام کیا - پہلے یہاں کي عمارت ہر طرف سے گھري ہوئي تھي - اب تازہ ہوا آنیکے لیے میدان وسیع کیا گیا ہے - ایک ڈاکٹر اور ایک عطار خانہ بھي خاص مدرسہ کے متعلق ہے جہاں سے دوائیں مفت دي جاتي ہیں

(قواعد داخلۂ مدرسہ)

یہاں کسي طالب علم سے کسي قسم کي فیس نہیں لي جاتي جو طالب علم کہ صرف اسباق میں شریک ہونا چاہتا ہے ' اسکے لیے کوئي قید نہیں ہے ' ہر شخص شریک ہوسکتا ہے - ہاں اہل دار الاقامہ میں داخل ہونیکے لیے مندرجہ ذیل شروط کي پابندي کي جاتي ہے :

(۱) پندرہ برس سے کم عمر نہو -

(۲) معمولي نوشت و خواند سے واقف ہو -

(۳) کم سے کم نصف قرآن مجید کا حافظ ہو -

(۴) اندھے طلبا کو پورا قرآن یاد ہونا چاہیے -

پہلے طالب علم کا قرآن میں امتحان لیا جاتا ہے - اگر ممتحن نے آسکي کامیابي کي شہادت دي ' تو وہ جامع ازہر ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے ' وہاں آسکو چیچک کا ٹیکہ لگایا جاتا ہے یہاں سے فارغ ہوکر وہ آن اساتذہ کي خدمت میں حاضر ہوتا ہے جن سے آسکا سبق متعلق ہوگا - اگر آنھوں نے اجازت دي تو آسکا نام آس بورڈنگ ہوس میں داخل کیا جاتا ہے جہاں وہ رہنا چاہتا ہے - آسکے بعد مدرسہ ازہر کے عام رجسٹر میں آسکا نام درج کیا جاتا ہے - یہ قواعد مصري طلبہ کے ساتھہ مخصوص ہیں - مصري طالب علم جب مدرسہ میں داخل ہونیکي درخواست کرتا ہے تو شیخ الرواق ' منتظمین اور سر برآوردہ طلبا کي ایک مجلس منعقد کرتا ہے - یہ مجلس آس طالب علم کا امتحان لیتي ہے اور کامیابي کے بعد اسکے داخلہ کي اجازت دیتي ہے -

۱ – مآثر الکرام - و سرو آزاد

مصنفۂ

حسان الہند مولانا میر غـلام علي آزاد بلگرامي پر

مولانا حکیم شمس اللہ قادري صاحب - ایم - اے - ایس - ایف
آر - ایچ - ایس - عالم آثار قدیمہ کا

ریویو

علم تاریخ کي دو قسمیں ہیں - ایک وہ سلسلہ واقعات ہے کہ جس میں مختلف قوموں اور سلطنتوں کے عروج و زوال سے بحث کي جاتي ہے٬ اور جس کو عرف عام میں تاریخ یا ہسٹري کے نام سے تعبیر کرتے ہیں - دوسري قسم وہ ہے کہ جس میں کسي ملک و قوم کے افراد کا تذکرہ کیا جاتا ہے٬ اس کو اسماء الرجال یا بیوگریفي کہتے ہیں -

اسماء الرجال جس کو دوسرے الفاظ میں تذکرہ نویسي بھي کہتے ہیں کم و بیش قدیم الایام سے چلا آتا ہے - عبراني٬ یوناني رومي لٹریچر میں اس قبیل کي بہت سي کتابیں موجود ہیں - لیکن ان میں زیادہ تر ملکي بہادروں کے نامي کارنامے یا اولیا و شہدا کے کشف و کرامات منضبط ہیں - قرون وسطی میں مسلمانوں نے اس فن کو اس قدر ترقي دي کہ جس کي نظیر دنیا میں نہیں مل سکتي - ان لوگوں نے تراجم٬ طبقات٬ وفیات و اعیان وغیرہ کے عنوانوں میں ہزاروں کتابیں لکھ ڈالیں٬ اور ان میں علماء و فضلا٬ شعرا٬ حکما٬ امرا وغیرہ وغیرہ غرض ہر طبقہ کے لکھوکھا آدمیوں کا تذکرہ قلم بند کردیا - اس موقعہ پر یہ ظاہر کردینا بھي خالي از دلچسپي نہ ہوگا کہ یہ تمام کارنامے ان مسلمانوں کے تھے جو بلاد ایران٬ روم و شام و مصر میں رہتے تھے - برخلاف اس کے ہندوستان کے مسلمانوں نے اس کے ساتھ بہت بے اعتنائي سے کام لیا -

مسلمانان ہند کي تاریخ پانچویں صدي ہجري سے شروع ہوتي ہے - اس زمانے سے لیکر مغل ایمپائر کے انحطاط تک ہندوستان کي مردم خیز خاک سے بڑے بڑے علما٬ فضلا اور نامي گرامي اہل کمال پیدا ہوئے ہیں - مگر افسوس ہے کہ ان کے حالات مصنفین کي بے التفاتي سے اس طرح ناپید ہوگئے کہ اس وقت باوجود تلاش و تجسس کے بھي نہیں مل سکتے -

مولانا آزاد بلگرامي بارھویں صدي میں ایک نامي گرامي مصنف گزرے ہیں - انہوں نے اسماء الرجال میں بہت سي کتابیں لکھي ہیں٬ اور موقعہ پر فخر کے ساتھ اس امر کا ذکر کیا ہے کہ وہ ہندوستان میں اسماء الرجال کے سب سے پہلے مصنف ہیں - چنانچہ ان کي اصل عبارت یہ ہے :

" و پیش از من احدی آستین سعي باین درجہ نہ شکستہ و کمر خدمت بزرگان سلف و خلف باین جد و جہد نہ بستہ " -

مولانا آزاد سے پہلے اگرچہ ملا عبد القادر بدایوني اور شیخ ابو الفضل - بختاور خان عالمگیري وغیرہ مورخین نے اپني تاریخوں میں اپنے معاصرین کا تذکرہ بھي قلم بند کیا ہے - لیکن یہ تصریحات اس موضوع پر مستقل تصنیف کي حیثیت نہیں رکھتي ہیں - مولانا آزاد اسماء الرجال کو ایک مستقل فن قرار دیکر اس کے مختلف شعبوں پر متعدد کتابیں تصنیف کیں مثلاً :

تراجم علما میں سبحۃ المرجان٬ مآثر الکرام - تراجم شعرا میں ید بیضا - خزانۂ عامرہ - تراجم صوفیہ میں روضۃ الاولیا٬ شجرۂ طیبہ٬ وغیرہ وغیرہ - اس اعتبار سے اگر ہم یہ کہیں تو کچھ بیجا امر نہ ہوگا کہ مولانا آزاد بلگرامي ہندوستان میں اسماء الرجال کے سب سے پہلے مصنف ہیں - ۱

مآثر الکرام اسماء الرجال کي ایک قابل قدر اور بیش قیمت کتاب ہے - علامہ مصنف نے اس کے دو حصے قرار دیے ہیں - پہلے حصہ میں ان کیتو سو (۱۰۰) مشاہیر علما و صوفیہ کا تذکرہ قلم بند کیا ہے٬ جو فتح اسلام سے لیکر بارھویں صدي ہجري کے خاتمہ تک سرزمین ہندوستان کے مختلف شہروں میں گزرے ہیں - دوسرا حصہ جس کا نام سرو آزاد ہے شعرا کے متعلق ہے - اس میں فارسي اور ہند کے (۱۰۱) شعرا کا تذکرہ ہے - اور ہر ایک شخص کي نسبت وہ تمام باتیں درج کردي ہیں جو اس کي سوانح عمري کے لیے ضروري اور کار آمد ہیں - مثلاً خاندان٬ قوم٬ وطن٬ تعلیم و تربیت٬ تلمذ - اخلاق و عادات٬ تصنیف و تالیف وغیرہ

اور ان کے ضمن میں بہت سے تاریخي واقعات و علمي نکات کا تذکرہ بھي آگیا ہے -

مصنف نے حصہ اول کو دو فصلوں پر مرتب کیا ہے - پہلي فصل میں اولیاے کرام کے حالات ہیں - دوسري فصل میں علما و فضلا کا تذکرہ ہے - ہر فصل کي ابتدا میں ایک تمہید ہے - پہلی تمہید میں ہندوستان میں مسلمانوں کے آنے اور اسلام کے اشاعت پانے کا ذکر ہے - اسي طرح دوسري تمہید میں اہل اسلام میں علوم و فنون کے پھیلنے اور خلفاے بغداد و اندلس کے مشاغل علمي کا بیان ہے -

حصہ دوم یعني سرو آزاد کي ابتدا میں ایک مقدمہ ہے جس میں فارسي شاعري کي تاریخ بیان کي ہے - شعرا کے تراجم درج کیے ہیں اور اس کے ضمن میں موقع بموقع شعر و سخن کے قیمتي نکات کا بھي تذکرہ کردیا ہے -

ان دونوں حصوں میں ایک خاص باب یہ ہے کہ اکثر مشاہیر دکن کے حالات بھي آگئے ہیں٬ اور نواب نظام الملک آصفجاہ اور انکے خاندان کا تذکرہ اس شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے کہ ان کے ہم زمانہ تصنیفات سے کسي میں بھي نہیں مل سکتا -

بارھویں صدي کے نصف آخر میں جو حوادثات پیش آئے ہیں مصنف نے انکا ذکر نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے٬ اور بعض باتیں تو ایسي لکھی ہیں کہ جو کسي دوسري تاریخ میں مشکل سے مل سکتي ہیں٬ اور جو حضرات تاریخ دکن سے مذاق رکھتے ہیں ان کیلیے یہ حصہ (سرو آزاد) ایک لاجواب تحفہ ہے -

فن تراجم میں یوں تو ہندوستان میں بہت سي کتابیں لکھي گئي ہیں - لیکن ان میں صرف دو کتابیں ایسي ہیں جو ہر زمانہ میں عزت و رفعت کی نگاہوں سے دیکھي جا سکتي ہیں - ان میں ایک مآثر الامرا ہے جس میں ہندوستان کے بڑے بڑے وزرا٬ امرا اور عہدہ داروں کا تذکرہ منضبط ہے - دوسري کتاب مآثر الکرام اور اس کا حصہ دوم سرو آزاد ہے٬ جس میں علما٬ فقرا اور شعرا کے حالات لکھے ہیں٬ اور ہر ایک کا حال اس تفصیل سے درج ہے کہ کسي دوسري کتاب میں اس کي نظیر نہیں مل سکتي -

مآثر الامرا کو بنگال ایشیاٹک سوسائیٹي کي علم دوست جماعت نے مدت ہوئي کہ تین ضخیم جلدوں میں چھاپ کر شایع کردیا ہے - لیکن مآثر الکرام کے دونوں حصے ابھي تک گوشۂ گمنامي میں پڑے ہوے تھے -

خدا بھلا کرے مولوي عبد اللہ صاحب کا کہ باوجود بے بضاعت ہونیکے اس کتاب کو نہایت اعلی اہتمام سے چھپوا کر ہندوستان کي علمي تاریخ میں ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے٬ اور تمام اہل ملک کو ان کے احسان کا مشکور ہونا چاہیے - اور جو حضرات تاریخي مذاق رکھتے ہیں ان کے لیے یہ دونوں چراغ ہدایت کا کام دینگے - پہلے حصہ کے (۳۳۴) اور دوسرے حصے کے (۴۲۲) صفحات ہیں - ان کي قیمت حسب ذیل رکھی گئي ہے :

مآثر الکرام	قیمت	۲ روپیہ	علاوہ محصول ڈاک
سرو آزاد	قیمت	۳ روپیہ	علاوہ محصول ڈاک

علم الکلام في ارتقاء الاسلام

(یعنے اردو ترجمـہ)

" پروپوزڈ پولیٹکل اینڈ سوشیل ریفارمز انڈر مسلم رول "

مُصنفہ

نواب اعظم یار جنگ مولوي چراغ علي مرحوم

پر مولوي محمد اختر صاحب کا ریویو

اس کتاب میں علامہ مصنف نے بزبان انگریزي سنہ ۱۸۸۳ ع میں ایک یوروپین عالم ریورنڈ ملکم میکال کے اس اعتراض کي تردید کي ہے کہ " مذہب اسلام مانع ترقي ہے " قرآن٬ حدیث٬ فقہ اور تاریخ سے نہایت عالمانہ طریق پر یہ ثابت کیا ہے کہ اسلامي روحاني٬ اخلاقي اور معاشي ترقي کا حامي٬ تغیر زمانہ کے ساتھ نئے تمدن و سیاست کا ساتھ دینے والا٬ اور زندہ ضروریات کے مطابق ہر قسم کے قوانین کي بنیاد ڈالنے کي صلاحیت رکھنے والا مذہب ہے - اس کي فطرت جمود و خمود کے منافي ہے - اسي ضمن میں اسلام کے متعلق دوسرے یوروپین مصنفین مثلاً سر ولیم میور٬ ورتھ اسمتھ٬ پالگریس

اسي، علمي شان و شوكت سے مختلف الاوطان اور مختلف المذاهب طلبا و مدرسين کا گلدسته نظر آنے لگتا ہے - امراء و سلاطين كي علمي فياضياں پهر ازهر كو روز بروز ترقي دينی لگيں - دور دور سے جامع ازهر كي علمي كشش طلبا كو كهينچ لائي - اعراق ' بغداد ' غرناطة ' قيونس ' عسقلان ' تبريز ' اندلس ' اصفهان سے طلبا آرہے تھے - علم کے شرق و شرق ميں دور دراز سفر كي مصيبتوں كو كچهه خاطر ميں نه لاتے ' گمنامي اور جهل کے بادلوں ميں چهپے هوے ازهر ميں داخل هوتے ' اور علم و شهرت کي روشني سے درخشنده هوكر نكلتے - امام عز الدين بن عبد السلام ' امام سبكي ' شهاب قرآنی ' ابن هشام سراج بلقيني ' شيخ جلال الدين سيوطي ' ابراهيم بن عيسى اندلسي ' عز الدين عمر بن عبد الله عمر القدسي ' ابو حيان محمد بن يوسف غرناطي ' تاج الدين تبريزي ' امام اصفهاني ' امام زيلعي ' حافظ عراقي ' حافظ ابن حجر عسقلاني ' علاء الدين حموي ' رضي شاطبي ' محمد بن محمد بغدادي ' قاسم بن محمد قيونسي ' شيخ السلام زكريا انصاري ' يه تمام لوگ جو آسمان علم کے آفتاب و ماهتاب هيں ' اسي درسگاه کے فيضياب اور اسي ميخانة علم کے جرعه نوش تھے !

(نصاب تعليم)

دولة فاطميه کے بعد جامع ازهر ميں اول اول فقه شافعي كا درس ديا گيا ' اسکے بعد اور مذاهب کے علوم کا بهي درس ديا جانے لگا - گو يهاں معقولات كي بهي تعليم هوتي تهي ' مگر چونكه ابتدا هي سے جامع ازهر ميں ايک مذهبي شان قائم هوگئي تهي ' اسليے اس كي درسگاه رفته رفته عقلي علوم سے محروم هوگئي -

سنه ۱۳۰۰ تک اس خيال ميں كوئي تبديلي نهيں هوئي ' مگر جب چودهويں صدي کا آفتاب طلوع هوا ' تو علماء و امراے مصر كو خيال هوا كه ازهر ميں معقولات كي تعليم بهي لازمي طور سے هوني چاهيے - مگر چونكه عوام کے دماغ ميں يه خيال راسخ هوچكا تها كه مذهبي مدارس كو فلسفيانه تعليمات سے پاک هونا چاهيے ' اسليے سنه ۱۳۰۶ ميں ايک استفتا شيخ محمد ابناني شيخ السلام مصر و شيخ جامع الازهر اور شيخ محمد البنا مفتي مصر كي خدمت ميں پيش كيا گيا كه علوم عقليه طبعيات (فزكس) كيميا (كيمسٹري) رياضي (ميتهميٹكس) كي تعليم كي اسلام اجازت ديتا ہے يا نهيں ؟ بالاتفاق دونوں نے اسکے اباحت بلكه ضرورت کا فتوى ديا - اسوقت سے معقولات جامع ازهر کے درس ميں داخل هيں مگر سركاري طور پر يه علوم عباس حلمي پاشا خديو حال کے عهد ميں ۲۰ محرم سنه ۱۳۱۴ كو داخل كيے گئے - اب ازهر ميں فلسفه ' منطق ' حساب ' جغرافيه ' تاريخ اسلام ' رياضي ' هندسه ' تقرير و تحرير وغيره كي بهي تعليم دي جاتي ہے ' اور بغرض تشويق طلبه معززين مصر نے علوم جديده ميں كامياب هونے والے طلبه کے ليے سالانه وظائف مقرر كرديے هيں -

بالفعل جامع ازهر كي پوري مدت خواندگي ميں حسب ذيل علوم پڑهاے جاتے هيں: صرف نحو ' معاني ' بيان ' بديع ' فقه ' اصول فقه ' حديث ' اصول حديث ' تفسير ' علم كلام ' علم الاخلاق ' حساب ' جبر ' مقابله ' علم عروض و قافيه ' تاريخ اسلام ' منطق ' علم الخطابيه و الكتابية ' علم لغت ' جغرافيه ' علوم عقليه فلسفه -

جامع ازهر کا كوئي مطبوعه نصاب موجود نهيں ہے ' اسليے ازهر كي داخل نصاب كتابوں کے نام نهيں بتاے جاسكے ' مگر ... وهاں كتابيں پڑهائي جاتي هيں - ان ميں سے اكثر وه كتابيں هيں جو هندوستان ميں نهيں پڑهائي جاتيں - علوم بهي حسب ذيل علم هندوستاني عربي مدارس سے زياده هيں -

(علم صرف)

مراح مؤلفه احمد بن مسعود ' كافيه ' ابن حاجب مع شرح شيخ السلام رضي ' تصريف مع شرح سعد تفتازاني ' ترصيف ' نظم المقود طحطاوي ' لامية الافعال ابن مالک ' رسالة الجوهرة في فن الاشتقاق -

(علم نحو)

اجرو میه مع شروح ' توضيح ابن هشام مع شرح ' ازهرية مع شروح ' قطر الندى عبد الله بن هشام ' مذهب ابن هشام ' الفيه ابن مالک مع شروح ابن عقيل و اشموني ' مغني اللبيب ابن هشام - تسهيل ابن مالک -

(علم اللغة)

قاموس فيروز آبادي مع شرح سيد مرتضى ' صحاح جوهري مختار الصحاح رازي ' المصباح المنير ' فقه اللغة امام منصور ثعالبي اساس زمخشري ' المزهر علامه و حافظ عبد الرحمن جلال الدين سيوطي ' لسان العرب جمال الدين انصاري -

(فقه حنفي)

نور الايضاح شيخ شرنبلالي ' كنز نسفي مع شروح طائي و ابن نجيم و زيلعي عيني ' تنوير الابصار مع شرح حصفكي ' البداية امام مرغيناني ' الهداية ' الغاية ' فتح القدير ' الاشباه و النظائر ابن نجيم ' كتاب الخراج امام ابو يوسف ' ملتقي للشيخ حلبي مع شرح حصفكي ' مجمع البحرين ابن ساعاتي ' قدوري ابو الحسن بغدادي ' جامع الفصولين ابن قاضي سماوية -

(فقه مالكي)

عشماويه شيخ عشماوي مع شرح ابن تركى ' العزيه ' رساله ابن ابي زيد مع شرح اقرب المسالک ' مختصر خليل مع شروح المجموع ' العاصمية ' البقرة ' القصاري -

(فقه شافعي)

التقريب شيخ احمد مع شرح خطيب شربيني ' الاشباه و النظائر جلال الدين سيوطي ' التحرير شيخ السلام زكريا ' منهج الطلاب ' منهاج الطالبين شيخ محي الدين يحيى نووي ' التهذيب ' نهج الطلاب ' البهجة ' الوجيز امام غزالي ' الروض نووي ' الارشاد ' كشف النقاب ' فتاوى ابن حجر ' فتاوى الرملي ' الرحبيه ' الترتيب ' كشف الغوامض ' الفيه -

(فقه حنبلي)

متن الدليل ' الغاية ' زاد المتقنع ' متن المنتهى ' الاقناع ' المقنع لابن قدامه ' مختصر المقنع ' الانصاف ' الفروع ' تصحيح الفروع ' مختصر الشاطبي -

(اصول فقه)

جمع الجوامع للسبكي مع شرح قاضي عضد ' منار الانوار للنسفي مع شرح ابن مالک و حصفكي و ابن نجيم ' التفتيح لصدر الشريعة ' تنقيح الفصول ' الورقات لامام الحرمين مع شروح الورقات للخطاب ' التحرير للكمال بن ابن الهمام ' اصول البدائع ' المرأت -

(علم حديث)

صحيح بخاري مع قسطلاني و عسقلاني و عيني و زكريا انصاري ' صحيح امام مسلم مع شرح محي الدين نووي ' مختصر البخاري شيخ ابن ابی جمرہ ' الشفاء قاضي عياض مع شرح خفاجي و ملا علي قاري ' موطا امام مالک مع شرح زرقاني و ابن عبد البر ' الجامع الصغير للسيوطي ' مع شروح ' الاذكار امام نووي مع شرح ' التجريد ' شمائل ترمذي ' الترغيب و الترهيب امام منذري ' الاربعين امام نووي ' صحيح ترمذي ' صحيح نسائی ' صحيح الاشعث ' صحيح ابن ماجه ' مواهب لدنيه امام قسطلاني ' السيرة الحلبيه امام حلبي -

تے ہیں کہ اس نے کس طرح اس علمی میدان میں داد تحقیق دی ہے اور اپنے مقصد میں کہانتک کامیاب ہوا ہے - اور جس سبجکٹ پر قلم اٹھایا ہے پھر کسی دوسرے کے لیے اس پر خامہ فرسائی کی بہت کم گنجایش باقی رکھی ہے - پبلک کو اس دعوی کا ثبوت کتاب ہذا اور ان کی دوسری تصانیف سے بخوبی مل سکے گا - جب وہ اسی مصنف کی دوسری کتاب " تحقیق الجہاد " کو پڑھیگی جو چھپ کر اردو زبان میں تیار ہوگئی ہے اور ۴۱۲ صفحات پر ختم ہوئی ہے ' تو مصنف کا علمی پایہ اس صدی کے تمام مسلمان مصنفین سے اعلی و ارفع ثابت ہوگا - افسوس ہے کہ سوائے معدودے چند مضامین مطبوعہ " تہذیب الاخلاق " کے ابھی پبلک کے پاس کوئی اور ایسا معیار نہیں پہنچا جس سے وہ مصنف کو جانچ سکے - لہذا پبلیشر کتاب ہذا (مولوی عبد اللہ خانصاحب کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن) نے ارادہ کیا ہے کہ مصنف مرحوم کے ان تمام قلمی مسودات کو شایع کردیا جائے جو وہ اس دنیاے فانی میں اپنی ایک لازوال یادگار چھوڑ گیا ہے - یہ رسائل نہایت جستجو سے جمع کیے گئے ہیں جو تقریباً دو ہزار صفحات (۲۰۰۰) تک وسیع ہوں گے - ان میں سے ہر ایک رسالہ ایک بیش بہا علمی خزانہ ہے ' اور بالکل نئے نئے سبجکٹوں پر اردو زبان میں لکھا گیا ہے - یہ رسائل بعد طبع دنیا کو حیرت میں ڈال دینگے -

کتاب نہایت خوشخط عمدہ کاغذ پر دو حصوں میں چھاپی گئی ہے ' از شائقین کو بقیمت ۳ روپیہ علاوہ محصول ڈاک - مولوی عبد اللہ خاں صاحب بک سیلر اینڈ پبلیشر حیدر آباد دکن کتب خانہ آصفیہ سے مل سکتی ہے - فقط -

---

۳ - گلشن ہند

تصنیف میرزا علی دہلوی المتخلص بہ لطف پر

حکیم سید شمس اللہ قادری صاحب عالم اثار قدیمہ کا ریویو

لارڈ رپن ہونتگز گورنر جنرل (سنہ ۱۸۷۳ ع سنہ ۱۸۸۴ع) کے زمانہ میں نواب علی ابراہیم خاں نے گلشن ابراہیم کے نام سے فارسی زبان میں شعراے ہند کا ایک تذکرہ لکھا تھا - زبان اردو کے مشہور محسن و سر پرست مسٹر جان گلکرسٹ کی فرمایش سے سنہ ۱۸۰۱ میں بعہد مارکوئس آف ویلزلی (سنہ ۱۷۹۸ ع - سنہ ۱۸۰۵ ع) میرزا علی لطف نے بہت کچھہ اضافہ کے بعد اردو میں اس کا ترجمہ کیا اور گلشن ہند نام رکھا - میرزا علی لطف کے والد میرزا کاظم بیگ استر آباد کے باشندے تھے - سنہ ۱۷۴۱ع میں نادر شاہ کے ہمراہ دہلی آئے ' اور نواب ابو المنصور خاں کے توسط سے شاہی دربار میں ملازمت کرلی - فارسی کے شاعر تھے - ہجری تخلص تھا - میرزا علی لطف دہلی میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو و نما پائی - جوانی میں عظیم آباد چلے گئے اور وہاں سے کلکتہ پہونچے - کچھہ عرصہ وہاں قیام رہا اس کے بعد حیدر آباد چلے آئے - اس وقت نواب سکندر جاہ (سنہ ۱۷۹۸ع - سنہ ۱۸۲۸ ع) کی حکومت تھی - نواب اعظم الامرا ارسطو جاہ ان کے وزیر اعظم تھے - ارسطو جاہ نے انھیں اپنے مصاحبین میں داخل کرلیا ' اور چار سو روپیہ ماہوار مقرر کردی - سنہ ۱۸۱۴ع میں بمقام حیدر آباد میرزا علی لطف کا انتقال ہوا (گلشن ہند - ص - ۱۳۶ - گلشن بے خار - ص - ۱۶۷ - تاریخ گلزار آصفیہ - ص - ۴۹۰) نظم اردو کے باوا آدم ولی دکھنی سے لیکر سنہ ۱۸۰۱ع تک جس قدر مشہور شعرا گذرے ہیں ' قریب قریب ان تمام کا تذکرہ گلشن ہند میں مندرج ہے - مصنف نے ہر شخص کے ضروری حالات مثلاً خاندان ' قوم و وطن ' تعلیم و تربیت ' تلمذ ' اخلاق و عادات ' تصنیف و تالیف وغیرہ کا ذکر کیا ہے - اسی کے ضمن میں ہندوستان کے بہت سے تاریخی واقعات بھی لکھدیے ہیں -

اس تذکرہ سے اردو شاعری کی نسبت کئی ایک نئی باتیں معلوم ہوئی ہیں - مشہور محدث شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی نسبت لکھا ہے کہ آپ اردو کے بھی شاعر تھے ' اشتیاق تخلص تھا -

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فارسی کے مشہور شاعر میرزا عبد القادر بیدل بھی اردو میں شعر کہا کرتے تھے - چنانچہ ان کے دو بیت بھی گلشن ہند میں منقول ہیں - اس تذکرہ میں بعض ایسے شعراء کا بھی کلام درج ہے جن کا نام تو بہت مشہور ہے ' مگر کلام نہیں ملتا - مثنوی سحر البیان کے مصنف میر حسن دہلوی اردو کے بلند پایہ شاعر ہوے ہیں اس وقت ان کا دیوان ناپید ہے - شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد لکھتے ہیں :

" دیوان نہیں ملتا .... آج یہ نوبت ہے کہ پانچ غزلیں بھی دوری نہ ملیں ' جو اس کتاب میں درج کرتا - (آب حیات) مولوی صاحب موصوف نے آب حیات میں صرف سولہ شعر درج کیے ہیں - گلشن ہند میں تین صفحوں پر صرف غزلیات کا انتخاب درج ہے - سید محمد میر اثر کی مثنوی " خواب و خیال " نہایت مشہور ہے ' مگر آج تک دیکھنے میں نہیں آئی - گلشن ہند میں اسکا انتخاب بھی درج ہے - میرزا لطف چونکہ بڑے بڑے شعرا میر ' انشا ' مصحفی ' منت وغیرہ کے ہم عصر اور صحبت یافتہ تھے ' اس لیے ان کے بہت سے ایسے واقعات بھی لکھے ہیں جن کا دوسری کتابوں میں پتہ تک نہیں چلتا - میر تقی کے حالات میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ سرکار کمپنی نے کلکتہ فورٹ ولیم میں اردو کتابوں کی تصنیف و تالیف کا محکمہ قائم کیا ' تو کرنیل اسکاٹ رزیڈنٹ لکھنو کی وساطت سے میر صاحب کلکتہ بلوائے گئے - مگر بوجہ پیرانہ سالی وہاں نہ جاسکے - یہ ایسا واقعہ ہے جس کو کسی تذکرہ نویس نے نہیں لکھا -

میرزا لطف نے حالات لکھنے میں نہایت صاف بیانی سے کام لیا ہے - بلا کسی رو و رعایت کے سچ سچ باتیں بھی لکھہ دی ہیں - خان آرزو نے شیخ علی حزیں کے کلام پر جو نکتہ چینی کی ہے اس کی نسبت لکھا ہے کہ :

" دیوان شیخ کا دیکھکر بہت سے شعر سقیم ٹھہراے - چنانچہ وہ سب اعتراض جملہ کرکے ایک رسالہ لکھا اور اوس کا نام تنبیہ الغافلین رکھا - عوام کی طبیعت تو ان اعتراض سے البتہ تشویش میں پڑتی ہے ' نہیں تو صاف نزاع معلوم ہوتی ہے ' جب باریک بینوں کی نگاہ اس سے جا لڑتی ہے " -

الغرض گلشن ہند شعراے اردو کا ایک نادر و نایاب اور قابل قدر تذکرہ ہے - سنہ ۱۹۰۶ع سے پہلے دنیا میں اس کے تین نسخوں کا پتہ معلوم تھا - ایک نسخہ انڈیا آفس لائبریری واقع لندن کا - دوسرا نسخہ پروفیسر گارسن دی تاسی کے کتب خانہ کا - تیسرا نسخہ اودھہ کے کتب خانہ شاہی کا - (جو اس وقت انڈیا آفس لائبریری میں شریک کردیا گیا ہے) سنہ ۱۹۰۵ع کے موسم برسات میں حیدر آباد کی رود موسی کو طغیانی ہوئی ' جس کی وجہ سے ہزاروں گھر غرق ہوگئے ' لاکھوں کا نقصان ہوا - کسی آفت رسیدہ کا کتب خانہ بھی بہہ گیا - اس میں یہ نادر الوجود تذکرہ بھی تھا - مولوی غلام محمد صاحب نے جو آج کل تعلقدار ہیں اسے خرید لیا - شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی کی نظر سے جب یہ تذکرہ گزرا تو انھیں بدرجہ غایت پسند آیا ' اور اسے انجمن ترقی اردو کی طرف سے شائع کرنے کا قصد کیا - لیکن جب انجمن نے پیچ در پیچ دفتر طرز عمل کی وجہ سے اس کو نہ چھاپ سکی ' تو شمس العلماء نے مولوی عبد اللہ خاں کو اس کے شایع کرنے کی رائے دی ' اور خود اس کی تصحیح کی ' اور بہت سے حواشی بھی لکھے - کتاب کی ابتدا میں مولوی عبد الحق صاحب بی - اے - سکریٹری انجمن ترقی اردو نے ایک عالمانہ مقدمہ بھی لکھا ہے ' جس میں زبان اردو کے نشو و نما کی تاریخ اور اس کے قدیم تصنیفات کا بیان ' تذکرہ ہذا کے خصوصیات ' نہایت وضاحت سے بتلائے ہیں -

مولوی عبد اللہ خاں نے اس کتاب کو چھپواکر اردو علم ادب میں ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے - امید ہے کہ جو لوگ اردو کی ترقی کے خواہاں ہیں وہ ضرور اس کی اشاعت میں کوشش کرینگے صفحات (۲۴۳) قیمت صرف ایک روپیہ -

(۴) تحقیق الجہاد نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم کی کتاب " کرٹیکل اکسپوزیشن آف دی پاپیولر جہاد " کا اردو ترجمہ ترجمۂ مولوی غلام الحسنین صاحب پانی پتی - علامۂ مصنف نے اس کتاب میں یوروپین مصنفین کے اس اعتراض کو رفع کیا ہے کہ " مذہب اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے " فاضل مصنف نے قرآن ' حدیث ' فقہ اور تاریخ سے عالمانہ اور محققانہ طور پر ثابت کیا ہے کہ جناب رسالت مآب (صلعم) نے تمام غزوات و سرایا و بعوث محض دفاعی تھے ' اور ان کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ غیر مسلموں کو بزور شمشیر مسلمان کیا جائے - حجم (۴۱۲) صفحات - قیمت ۳ روپے -

هیو - سیل وغیرہ کی غلط بیانوں کی اصلاح بھی مشرقی اور مغربی حوالوں سے کی گئی ہے ' اور صدہا اسلامی مسائل متعلق معاشرت و سیاست پر عالمانہ بحث کی گئی ہے -

غرض کہ یہ کتاب اسلامی تمدن و سیاست کا خلاصہ ہے ' اور اس میں وہ مسائل جمع کیے گئے ہیں' جن پر ہزارہا اسلامی کتب کے مطالعہ کے بعد بھی بہ مشکل عبور ہوسکتا ہے - اور یہ کہنا بالکل مبالغہ سے خالی ہے کہ جو قیمتی معلومات اس مختصر کتاب میں جمع کی گئی ہیں وہ آج تک زبان اردو میں نہیں ملینگی' جس کا ثبوت فہرست مضامین کتاب ہذا سے ملیگا -

اس پر آشوب زمانہ میں جب کہ ہر طرف سے مسلمانوں کے تمدن و سیاست اور اُن کے ملکی وقومی اخلاق پر حملے کیے جارہے ہیں ' اور دیکھایا جاتا ہے کہ اُنکا وجود کرۂ ارض کی تہذیب و شایستگی کے حق میں ایک بار اور سد راہ ہے ' اس کتاب کا مطالعہ تمام علم دوست حضرات اور خصوصاً تعلیم یافتہ مسلمانوں اور بالخصوص اُن حضرات کو بیحد مفید ہوگا ' جنھوں نے محض حب اسلامی اور حب قومی سے اپنی زندگی مذہب اسلام کی حمایت کیلیے وقف کردکھی ہے ' اور جن کو رات دن یہ فکر دامنگیر رہتی ہے کہ مذہب اسلام کو نئی روشنی و تہذیب کا ساتھہ دینے والا ثابت کیا جاے ' اور اس پر جو ناجائز حملے کیے جارہے ہیں' اُنکی مدافعت عالمانہ طور پر کی جاے - اس لحاظ سے یہ کتاب اسلامی مشنریوں کو نہایت اعلی درجہ کے ہتھیار کا کام دیگی - کیونکہ علامہ مصنف نے اس کتاب میں الزامی جوابوں سے کام نہیں لیا ' بلکہ ہر اعتـ[illegible] کا جواب تحقیقی ' اور قرآن وحدیث اور تعامل مسلمانان صد[illegible] . اور تاریخ وفقہ اور مقننین اسلام ' اور مسلمانوں کے زندہ زمانہ کی مثالوں سے دیا ہے - اور بالمقابل دوسرے مذاہب خصوصاً عیسائیت کے قانون اور فقہ کا ذکر کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اسلام نے دنیا کی تہذیب و شایستگی کے حق میں کیا کیا ' اور مخالفین نے کیا -

غرضکہ مصنف نے زبردست دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مذہب اسلام صرف سر زمین عرب اور خاص مسلمانوں کے حق میں ہی مفید نہیں ہے' بلکہ وہ یہ آیۃ رحمت ہے جس پر تمام دنیا کی دینی و دنیوی فلاح منحصر ہے' اور اس کا نیچر ایسا پر حکمت ہے کہ ملک و قوم اور زمانہ کا ساتھہ دے سکتا ہے ' اور اس طرح وہ ایک زندہ مذہب ہے ' اور ریورنڈ ملکم میکال کا اعتراض تاریخی شہادتوں کے بالکل خلاف ہے -

مرحوم مصنف نے اس کتاب کو دو حصوں پر تقسیم کیا ہے - پہلے حصہ میں نہایت شرح و بسط کے ساتھہ مسائل تمدن و سیاست پر بحث کی ہے ' جس میں جزیہ ' دار الحرب' دارالاسلام' حقوق ذمیان ' شہادت غیر مسلمین ' حقوق رعایا ' ارتداد و بغاوت ' مساوات اقوام.غیر' عدم جواز جنگ و جدال از قرآن ' مذہبی آزادی' تعمیر گرجا' معاہدوں کی پابندی' خلفاء اسلام کی تاریخی مسالمت' قانون بین الاقوام وغیرہ کا تفصیلی ذکر ہے -

دوسرے حصہ میں مسائل معاشرت کو اسلامی روشنی میں دکھلایا گیا ہے ' اور مسائل طلاق و نکاح ' تعدد زوجات ' اور غلامی و تسری پر مفصل بحث کی گئی ہے -

اس کے علاوہ حصہ اول کے شروع میں مصنف نے ایک مفصل مقدمہ بھی لکھا ہے - اس مقدمہ میں اُن اہم امور پر بحث کی گئی ہے جو اسلامی فقہ کے اصل الاصول ہیں ' یعنے فقہ کے دور' مذہب اربعۃ کا شیوع ' اختلاف زمان و مکان سے مسائل فقہی کا بدلتا رہنا ' قیاس.و اجماع اور عدم اختتام اجتہاد وغیرہ -

اس کتاب میں سلطنت ترکی کی سیاسی حالت کا ذکر بھی آیا ہے - علامہ مصنف نے اس سلسلہ بیان میں اُن تمام اعتراضات کی قلعی بھی کھولدی ہے جن کا سنگ بنیاد مہذب یورپ اسپر رکھتا ہے کہ اسلام کا کانسٹی ٹیوشن اس کے تنزل کا ب[illegible]ب ہے ' اور اسی مناسبت سے مصنف نے اس کتاب کو سلطان عبدالحمید خان کے نام ڈیڈیکیٹ کیا تھا -

محض قومی خدمت کی غرض سے اردو زبان میں اس کا ترجمہ کیا گیا ہے - ترجمہ کی خوبی کے بارہ میں صرف اسقدر کہدینا کافی ہے کہ اس کا مترجم موجودہ زمانہ کا وہ مسلم الثبوت انشا پرداز ہے جس کے وجود سے اردو زبان زیربار احسان ہے ' جسکا نام نامی مولوی عبدالحق صاحب بی - اے (علیگ) ہے -

اس کتاب کا ترجمہ کچھہ آسان نہیں تھا - کیونکہ گو یہ کتاب انگریزی زبان میں تھی' اور یہ بات ایک معمولی سی معلوم ہوتی ہے ' لیکن اس کو اردو کا جامہ پہنانے کے لیے اسلامی معلومات ا عربیۃ کی سخت ضرورت تھی - کیونکہ اس کتاب میں ہزارہا آیات قرانی ' احادیث' مسائل فقہ ' اور سیکڑوں کتب علمیہ عربیہ کے اقتباسات دیے گئے ہیں ' جن کا ترجمہ بغیر اصل کے مقابلہ کیے ہوے نہیں ہوسکتا تھا' اور نہ اصطلاحات عربیہ قائم رہ سکتی تھیں - لہذا اس کتاب کے ترجمہ میں مترجم نے جو جانکاہی و جانفشانی کی ہے وہ بجاے خود ایک مستقل تصنیف کا درجہ رکھتی ہے اور اس لحاظ سے یہ کتاب اُن حضرات کو چراغ ہدایت کا کام دیگی جو اعلی درجہ کی کتب علمیہ کا ترجمہ کرنا چاہتے ہیں -

اس محنت کے علاوہ فاضل مترجم نے اصل پر بہت کچھہ اضافہ بھی کیا ہے ' یعنے ایک بسیط اور جامع مقدمہ بھی تحریر کیا ہے - جو تین حصوں پر مشتمل ہے :

حصہ اول میں علامہ مصنف کے حالات زندگی قلمبند کیے ہیں' جو بجاے خود ایک نہایت عمدہ او رمفید چیز ہے - اور اُن سے یہ سبق ملتا ہے کہ مصنف نے محض اپنی کوشش اور مطالعہ سے یہ علمی پایہ اور مراتب دنیاوی حاصل کیے' جس کی مثال اب تک نئے تعلیم یافتہ لوگوں میں نہیں پیدا ہوئی - گویا مصنف کی سوانح عمری سیلف ہلپ کا ایک کامل نمونہ ہے -

حصہ دوم میں علامہ مصنف کی دوسری تصانیف تحقیق الجہاد و رپرافت ' کتاب زیر بحث او ر دیگر کتب پر ریویو کیا گیا ہے -

حصہ سوم میں فاضل مترجم نے اُن آراء و خیالات کو جمع کیا ہے جو مشاہیر عہد اور علماے یورپ نے کتاب ہذا کی نسبت ظاہر کیے تھے ' مثلاً ڈاکٹر ہنٹر ' ڈبلیو - سی بلنٹ ' مصنف فیوچر آف اسلام ' ڈاکٹر اسپرنگر اور سر سید مرحوم وغیرہ -

ڈاکٹر اسپرنگر اپنے زمانہ کا مشہور عالم شرقیات گزرا ہے ' اُس کا خط خصوصیت سے قابل ذکر ہے - یہ خط نہایت دلچسپ اور عالمانہ ہے - اس میں مسلمانوں کے ترقی و تنزل کے اسباب اور اُن کے علمی کارناموں پر مفصل بحث کی گئی ہے - یہ خط کتاب کے شایع ہونے کے بعد مصنف کو لکھا گیا تھا - جس میں اُن خیالات کی بیحد تعریف کی گئی ہے' جو اس کتاب میں ظاہر کئے گئے ہیں' اور مجبوراً اُس کو یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ واقعی مذہب اسلام اصول کسی قوم کی ترقی میں سد راہ نہیں ہو سکتے - بلکہ ناقص تعلیم و تربیت نے مسلمانوں کو اس قعر مذلت میں ڈال رکھا ہے - لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ نصاب تعلیم میں اصلاح کی جاے تاکہ انسانی ترقی کا وہ اعلی مقصد حاصل ہو سکے جو مذہب اسلام کا منشاء ہے - چنانچہ اُس نے اس خط میں ایک کورس خاکہ بھی پیش کیا ہے ' جس سے مصلحان تعلیم قدیم کو ا[illegible] تعلیمی انقلاب کے زمانہ میں بہت کچھہ مدد مل سکتی ہے خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ قیام محمڈن یونیورسٹی علیگڈ مسئلہ بھی خواہان قوم کے پیش نظر ہے -

اگرچہ مصنف کا زمانہ کچھہ بہت دور نہیں ہے' لیکن اردو خ[illegible] پبلک سے اُس کا تعارف کرانا ضرور ہے' کیونکہ مصنف اکثر و بـ[illegible] ایسے خیالات انگریزی زبان میں ظاہر کرتے تھے -

اس مختصر ریویو میں مصنف کی علمی اور شخصیت مفصل روشنی نہیں ڈالی جاسکتی - کیونکہ وہ ایک ایسا جـ[illegible] صفات شخص ہے جو اپنے تعارف کے ایسے نہایت وقت کا محتاج ہے - تاہم اس کتاب کا پوزیشن بتانے اور پبلک کی واقفیت کے لیے کچھہ نہ کچھہ لکھنا ضرور ہے -

مصنف مرحوم سر سید مرحوم کے اصحاب میں سب سے عالم اور دقیق النظر اور وسیع معلومات کا شخص تھا - لیکن قدر سب سے زیادہ خاموش تھا - اور ہر وقت مطالعہ میں مصر[illegible] رہتا تھا - باوجود عالم شرقیات ہونے کے وہ ہمیشہ اپنے خیالات انگـ[illegible] زبان میں ظاہر کرتا تھا - اور اُس کا روے سخن اُن علماے انگلـ[illegible] کی طرف رہتا تھا جن کا مقصد زندگی یہ تھا کہ مذہب اسـ[illegible] تمام ممکن پہلوؤں سے مورد مطاعن بنایا جاے - لہذا مصنف مر[illegible] نے بھی اپنا اعلی مقصد زندگی یہ قرار دیا تھا کہ مذہب ا[illegible] کی حمایت میں اپنا دل و دماغ اور جان و مال وقف کردے جو لوگ انگریزی میں مصنف کی تصانیف تک رسائی رکھتے ہیں وہ اس کے علمی مطمح نظر اور ایثار نفس سے بخوبی واقف ہیں

هر فرمایش میں البلاغ کا حواله دینا ضروری هے

(۵) الفاروق - شمس العلما مولانا شبلی نعمانی کی لاثانی تصنیف - جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مفصل سوانح عمری اور آن کے ملکی ' مالی ' فوجی انتظامات اور ذاتی فضل و کمال کا تذکرہ مندرج ہے - قیمت ۳ روپیہ -

(۶) آثار الصنادید - مرحوم سر سید کی مشہور تصنیف جس میں دہلی کی تاریخ اور وہاں کے آثار و عمارات کا تذکرہ مندرج ہے - نامی پریس کانپور کا مشہور اڈیشن - قیمت ۳ روپیہ -

(۷) میڈیکل جیورس پروڈنس - حضرت مولانا سید علی بلگرامی مرحوم کی مشہور کتاب - جو صاحب وکیلوں ' بیرسٹروں اور عہدہ داران پولیس و عدالت کے لیے نہایت مفید و کار آمد ہے - تعداد صفحات (۳۸۰) مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ قیمت سابق ۹ روپے قیمت حال ۳ روپیہ -

(۸) علم اصول قانون - مصنفۂ سر فیلڈبر چیمبرز ایڈن ال - ال - ڈی کا اُردو ترجمہ جو نظام الدین حسن خاں صاحب بی - اے - بی - ال - سابق جج ہائیکورٹ حیدر آباد اور مولوی ظفر علی خاں صاحب بی - اے کی نظر ثانی کے بعد شایع ہوا ہے - مترجمہ مسٹر مانک شاہ دین شاہ شش جج دولت آصفیہ - آخر میں اصطلاحات کا فرہنگ انگریزی و اُردو شامل ہے - کل تعداد صفحات (۸۰۸) قیمت ۸ روپیہ -

(۹) تمدن ہند - قیمت پچاس روپیہ -

(۱۰) داستان ترکتازان ہند - ۵ جلد فارسی زبان میں - جس میں مسلمانوں کے ابتدائی حملوں سے دولت مغلیہ کے انقراض تک تمام سلاطین ہند کے مفصل حالات منضبط ہیں - اعلی کاغذ پر نہایت خوشخط چھپی ہے حجم (۲۲۵۹) صفحہ - قیمت سابق ۲۰ روپیہ قیمت حال ۹ روپیہ -

(۱۱) الغزالی - مصنفۂ مولانا شبلی نعمانی - امام ہمام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی کی سوانح عمری اور ان کے علمی کارناموں پر مفصل تذکرہ - حجم (۲۸۴) صفحہ طبع اعلی قیمت ۲ روپیہ -

(۱۲) جنگل میں منگل - انگلستان کے مشہور مصنف اڈیارڈ کپلنگ کی کتاب " دی جنگل بک " کا اُردو ترجمہ - مترجمہ مولوی ظفر علی خاں بی - اے - جس میں انوار سہیلی کی طرز پر حیوانات کی دلچسپ حکایات لکھی گئی ہیں - حجم ۴۹۲ صفحہ قیمت سابق ۴ روپیہ حال دو روپیہ -

(۱۳) وکرم اروسی - سنسکرت کے مشہور ڈراما نویس کالی داس کے ڈراماتین کا ترجمہ - مترجمہ مولوی عزیز مرزا صاحب بی - اے مرحوم - ابتدا میں مرحوم مترجم نے ایک عالمانہ مقدمہ لکھا ہے جس میں سنسکرت ڈراما کی تاریخ اور مصنف ڈراما کے سوانحی حالات مذکور ہیں - قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ -

(۱۴) انسر اللغات - عربی فارسی کے کئی ہزار متداول الفاظ کی کار آمد ڈکشنری - حجم ۱۲۲۶ صفحہ - قیمت سابق ۶ روپیہ قیمت حال ۲ روپیہ -

(نوٹ) عربی فارسی الفاظ کے معنے اُردو زبان میں رکھے گئے ہیں -

(۱۵) قران السعدین - جس میں تذکیر و تانیث کے جامع قواعد لکھے ہیں ' اور کئی ہزار الفاظ کی تذکیر و تانیث بتلائی گئی ہے - قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ -

(۱۶) دربار اکبری - مولانا آزاد دہلوی کی مشہور کتاب - جس میں اکبر اور اس کے اہل دربار کا تذکرہ مذکور ہے - قیمت ۳ روپیہ -

(۱۷) فغان ایران - مسٹر شوسٹر کی مشہور کتاب " اسٹرنگلنگ آف پرشیا " کا ترجمہ - حجم (۵۰۰) صفحہ مع ۲۱ تصاویر عکسی - قیمت ۵ روپیہ -

(۱۸) صنمخانۂ عشق - حضرت امیر مینائی کا مشہور دیوان قیمت ۳ روپیہ -

۱۹ - حکمت بالغہ

مولوی احمد مکرم صاحب عباسی چریا کوٹی نے ایک فیاضانہ مفید سلسلہ جدید تصنیفات و تالیفات کا قائم کیا - مولوی صاحب کا مقصود یہ ہے کہ قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کے متعلق آج تک جس قدر دلائل کیے گئے ہیں آن سب کو ایک جگہ مرتب و مدون کر دیا جائے ' اس سلسلہ کی ایک کتاب موسوم بہ " حکمت بالغہ " تین جلدوں میں چھپ کر تیار ہو چکی ہے -

پہلی جلد کے چار حصہ ہیں - پہلے حصہ میں قرآن مجید کی پوری تاریخ ہے جو " اتقان فی علوم القرآن " علامہ سیوطی کے ایک بڑے حصہ کا خلاصہ ہے - دوسرے حصہ میں تواتر قرآن کی بحث ہے اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید جو آنحضرت (صلعم) پر نازل ہوا تھا ' وہ بغیر کسی تحریف یا کمی بیشی کے ویسا ہی موجود ہے ' جیسا کہ نزول کے وقت تھا - اور یہ مسئلہ کل فرقہائے اسلامی کا مسلمہ ہے - تیسرے حصہ میں قرآن کے اسماء و صفات کے نہایت مبسوط مباحث ہیں - جن میں ضمناً بہت سے علمی مضامین پر معرکۃ الآرا بحثیں ہیں - چوتھے حصہ سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے - اس میں چند مقدمات اور قرآن مجید کی ایک سو پیشین گوئیاں ہیں جو پوری ہو چکی ہیں - پیشین گوئیوں کے ضمن میں علم کلام کے بہت سے مسائل حل کیے گئے ہیں ' اور فلسفۂ جدیدہ جو نئے اعتراضات قرآن مجید اور اسلام پر کرتا ہے ان پر تفصیلی بحث کی گئی ہے -

دوسری جلد ایک مقدمہ اور دو بابوں پر مشتمل ہے - مقدمہ میں نبوت کی مکمل اور نہایت محققانہ تعریف کی گئی ہے - آنحضرت صلعم کی نبوت سے بحث کرتے ہوے آیۂ خاتم النبیین کی عالمانہ تفسیر کی ہے - پہلے باب میں رسول عربی صلعم کی ان معرکۃ الآرا پیشین گوئیوں کو مرتب کیا ہے جو کتب احادیث کی تدوین کے بعد پوری ہوئی ہیں ' اور اب تک پوری ہوتی جاتی ہیں - دوسرے باب میں ان پیشین گوئیوں کو لکھا ہے جو تدوین کتب احادیث سے پہلے ہو چکی ہیں - اس باب سے آنحضرت صلعم کی صداقت پوری طور سے ثابت ہوتی ہے -

تیسری جلد میں فاضل مصنف نے عقل و نقل اور علمائے یورپ کے مستند اقوال سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم امی تھے ' اور آپ کو لکھنا پڑھنا کچھ نہیں آتا تھا - قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کی نو عقلی دلیلیں لکھی ہیں - یہ عظیم الشان کتاب ایسے پر آشوب زمانہ میں جب کہ ہر طرف سے مذہب اسلام پر نکتہ چینی ہو رہی ہے ' ایک عمدہ حامی اور رہبر کا کام دے گی - عبارت نہایت سلیس اور دل چسپ ہے ' اور زبان اردو میں اس کتاب سے ایک بہت قابل قدر اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر سہ جلد (۱۰۶۴) لکھائی چھپائی و کاغذ عمدہ ہے قیمت ۵ روپیہ -

۲۰ - نعمت عظمی

امام عبد الوہاب شعرانی کا قلم قلمی ہمیشہ اسلامی دنیا میں مشہور رہا ہے - آپ دسویں صدی ہجری کے مشہور ولی ہیں - " لواقح الانوار " صوفیائے کرام کا ایک مشہور تذکرہ آپ کی تصنیف ہے - اس تذکرہ میں اولیاء فقراء اور مجاذیب کے احوال و اقوال اس طرح پر کلمات جوامع کے جمع کیے ہیں کہ ان کے مطالعہ سے اصلاح حال ہو اور عادات و اخلاق درست ہوں ' اور صوفیائے کرام کے بارے میں انسان سوء ظن سے محفوظ رہے - یہ لاجواب کتاب عربی زبان میں تھی - ہمارے محترم دوست مولوی سید عبد الغنی صاحب وارثی نے جو اعلی درجہ کے ادیب ہیں اور علم تصوف سے خاص طور سے دل چسپی رکھتے ہیں - اس کتاب کا ترجمہ نعمت عظمی کے نام سے کیا ہے - اس کے چھپنے سے اردو زبان میں ایک قیمتی اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر دو جلد (۷۴۹) خوشخط کاغذ اعلی قیمت ۵ - روپیہ -

(نوٹ ۱) ایک روپیہ فی جلد کے حساب سے ہر کتاب کی عمدہ جلد بن سکتی ہے -

(نوٹ ۲) کل کتابوں کا محصول ڈاک وغیرہ ذمۂ خریدار ہوگا -

المشتہر عبد اللہ خان بک سیلر اینڈ پبلیشر کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد - دکن -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو الٰه واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۴ : ۵۲)

نمبر ۱۵ - ۱۶ | کلکته : جمعه ۱۲ - ۱۹ جمادی الاول سنه ۱۳۳۴ هجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 17th and 24th March, 1916.

ترجمان القرآن

یعني قرآن حکیم کا اردو ترجمه' اڈیٹر الهلال کے خامه سے

اسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل هے' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا هے' اور انکا نور علم براه راست مشکواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : وذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي' وه حضرت شاه عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة السلام' امام العلام' مجدد العصر' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاه رفیع الدین اور شاه عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا' اور اردو زبان میں ترجمة القرآن کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي هے' لیکن یه کهنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے اڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز' و بلاغت و انشاء مخصوص' و فهم حقائق و معارف قرانیه' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس' عام فهم' معني خیز' حقیقت ... عبارت میں مرتب کیا هے' اور بحمد الله که زیر طبع هے -

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري هے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو' اور بچے' عورتیں' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي هے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے' انسے صرف ساڑهے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

نوٹ ـــ دونوں نمبر هوگئے هیں - صفحه ۲۰۸ -

البيان

في

مقاصد القرآن

هـذا بيان للنـاس ، و هـدى و موعظة للمتقين (۳ : ۳۳)

يعني قرآن حكيم كي مفصل تفسير ، از خامه اڈيٹر الهلال

اس تفسير کے متعلق صرف اسقدر ظاهر کردينا کافي ہے کہ قرآن حكيم کے حقائق و معارف اور اسکي محيط الکل معلمانه معرفة کا موجوده دور جس قلم کے فيضان سے پيدا هوا ہے ، يہ اسي قلم سے نکلي هوئي مفصل اور مکمل تفسير القرآن ہے !

يہ تفسير موزوں کتابي تقطيع پر چهپنا شروع هوگئي ہے - هر مهينے کے وسط ميں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زيادہ سے زيادہ ۱۰۰ صفحے اعلى درجہ کے ساز و سامان طباعة کے ساتهہ شائع هوتے رهينگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسميں نصف حصہ مقدمۂ تفسير اور نصف سورۂ فاتحہ کي تفسير کا هوگا ، انشاء الله عنقريب شائع هوجائيگا - قيمت سالانہ قبل از اشاعت چار روپيہ - بعد کو پانچ - روپيہ -

نوادر آثار مطبوعات قديمۂ هند

تاريخ هندوستان

ترجمہ فارسي " هسٹري آف انڈيا " مصنفہ مسٹر جان مارشمن

مطبوعۂ قديم کلکتہ سنہ ۱۸۵۹

هندوستان کي تاريخوں کے لکهنے ميں جن انگريز مصنفين نے جانکاہ محنتيں کي هيں ، ان ميں مسٹر جان - سي - مارشمن کا قلم خصوصيت کے ساتهہ قابل ذکر ہے - اسکا نهايت سليس و فصيح فارسي ترجمہ مولوي عبدالرحيم گورکهپوري نے کيا تها ، اور بحکم لارڈ کيننگ پرنس بہرام شاہ نبيرۂ سلطان ٹيپو مرحوم و مغفور نے نهايت اهتمام و تکلف سے طبع کرايا تها اس کتاب کي ايک بڑي خوبي اسکي خاص طرح کي چهپائي بهي ہے - يعني چهپي تو ہے ٹائپ ميں ، ليکن ٹائپ برخلاف عام ٹائپ کے بالکل نستعليق خط کا ہے - کاغذ بهي نهايت اعلى درجہ کا لگايا گيا ہے - علاوہ مقدمہ و فهرست کے صلى کتاب ۴۰۴ صفحوں ميں ختم هوئي ہے - چند نسخے موجود هيں - قيمت مجلد ۳ - روپيہ -

ترجمۂ تفسير کبير اردو

حضرت امام فخر الدين رازي رحمة الله عليه کي تفسير جس درجہ کي کتاب ہے ، جسکا اندازہ ارباب فن هي خوب کر سکتے هيں اگر آج يہ تفسير موجود نہ هوتي تو صدها مباحث و مطالب جليلہ تهے جو هماري معلومات سے بالکل مفقود هو جاتے -

پچهلے دنوں ايک فياض صاحب درد مسلمان نے صرف کثير کرکے اسکا اردو ترجمہ کرايا تها ، ترجمے کے متعلق اڈيٹر الهلال کي راے ہے کہ وہ نهايت سليس و سهل اور خوش اسلوب و مربوط ترجمہ ہے

لکهائي اور چهپائي بهي بهترين درجہ کي ہے - جلد اول کے کچهہ نسخہ دفتر البلاغ ميں بغرض فروخت موجود هيں پہلے قيمت دو روپيہ تهي اب بغرض نفع علم - ايک روپيہ ۸ - آنہ کردي گئي ہے -

تمام درخواستيں : " منيجر البـلاغ کلکتہ " کے نام آئيں -

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 46, Ripon Lane Calcutta.

Tel Address- "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 648

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly „ Rs. 6-12

البلاغ

مدير مسئول رئيس التحرير
احمد المكنى بابي الكلام الدهلوي

مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکته

ٹیلی فون نمبر ۶۴۸

سالانه - ۱۲ - روپیه
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنه

جلد ۱ | کلکته : جمعه ۱۲ و ۱۹ و ۲۶ جمادی الاول سنه ۱۳۳۴ هجري
Calcutta : Friday, 17th, 24th and 31st March, 1916. | نمبر — ۱۵ - ۱۶ - ۱۷

قفا نبک من ذکری حبیب و منزل !

اني مهاجر الی ربی ، انه هو العزیز الحکیم !

(۲۹ : ۲۵)

ستبدی لک الایام ما کنت جاهلا
و یاتیک بالاخبار من لم تزود !

" یمحو الله ما یشاء و یثبت و عنده ام الکتاب - و اما نرینک بعض الذي نعدهم او نتوفنیک ، فانما علیک " البلاغ " و علینا " الحساب " ! اولم یروا انا ناتي الارض ننقصها من اطرافها ؟ و الله یحکم ، لا معقب لحکمه ، و هو سریع الحساب ! (۱۳ : ۴۲) قل کفی بالله شهیدا بیني و بینکم ، و من عنده علم الکتاب ! (۱۳ : ۴۳)

۲۸ - مارچ کو گورنمنٹ بنگال کا حکم زیر دفعه ۳ - ڈیفنس ایکٹ پہنچا که میں چار دن کے اندر کلکته کا قیام ترک کردوں اور حدود بنگال سے باہر چلا جاؤں - بعد کو یه مدت ایک هفته تک بڑھادي گئي - اس سے پہلے گورنمنٹ دهلي ، پنجاب ، اور متحده اپنے اپنے صوبوں میں آنے سے روک چکي هیں ، تاهم اُن لوگوں کیلیے جنکو اول روز هي :

یا عبادي الذین امنوا ان	اے میرے بندو که جنهوں ایمان رکھتے
ارضي واسعة ،	هو ! یقین کرو که میري زمین بهت
فایاي فاعبدون !	وسیع هے اور کسي ایک ٹکڑے میں
(۲۹ : ۵۷)	محدود نهیں - پس میرے هي آگے

جھکو اور صرف میري هي بندگي کرو !

کا حکم مل چکا هے ، یه احکام بالکل بے اثر هیں ، اور ترک وطن و ذهاب الی الله تو وہ منزل محبوب و مطلوب هے ، جسکا منزل تبلیغ و دعوۃ کے بعد پیش آنا هر دعوۃ کے بقاء و ظهور کیلیے ناگزیر هے - پس اگر یه منزل پیش آگئي هے تو خداے قدوس کي تحمید و تقدیس کرني چاهیے که انشاء الله آخري منزل بهي دور نهیں : اعملوا علی مکانتکم ، اني عامل فسوف تعلمون من تکون له عاقبة الدار ؟

مکن تغافل ازاں بیشتر که مي ترسم
گمان برند که ایں بنده بے خداوند ست !

جب که تمام زمانے کے سامنے انسانوں کے بنائے هوے طریقے تھے ، اور جب که سعي و عمل کا هر ولوله اس سے زیاده بلند نهیں هوسکتا تھا که غیر قوموں کي مجلسي و اجتماعي طریقوں کي ادهوري اور ناقص تقلید کرکے امة مرحومه کو بھي آنکي طرف دعوۃ دیجاے ، تو فضل و رحمت الهي نے اس عاجز کي راهنمائي کي ، اور بغیر اسکے که کوئي انساني نمونه یا مادي تحریک اس کے لیے محرک هوئي هو ، خود بخود اُس راه عمل کو کھول دیا جسکو بغیر لطف و توفیق الهي کے اس دنیا میں کوئي نهیں پا سکتا - پس ابتدا هي سے اس عاجز نے تمام نام نهاد سیاسي و تعلیمي و قومي تحریکوں سے الگ هوکر صرف دعوۃ و تبلیغ اسلامي و قرآني کي صراط مستقیم کو اپنا شعار و دستور العمل قرار دیا ، اور ایک ایسے عهد ضلالت میں جو طرح طرح کي انساني آوازوں سے گونج رها تھا ، سب سے پہلے " اجیبوا داعی الله " کي صدا بلند کي - نیز اس گم شده حقیقت کو آشکارا کردینے کي توفیق پائي که مسلمانوں کي نجات و فلاح نه تو محض دعوۃ تعلیم میں هے نه دعوۃ قومیت و سیاست میں ، نه انجمنوں کي کثرت میں هے اور نه محض مدرسوں اور کالجوں کے قائم کرنے میں ، بلکه جب تک حضرات انبیاء کرام کے اسوۂ حسنه اور داعي اسلام کي سنت مقدسه سے کوئي دعوۃ حقه ماخوذ نهوگي اور انساني طریقوں کي جگه الهي سرچشموں سے فیض یاب هوکر نشو و نما نه پائیگي ، اُس وقت تک وہ کامیابي اور فوز و فلاح حاصل نهیں هوسکتي جس کے متعلق کلام الهي نے فرما دیا هے که صرف متقین و مومنین هي کیلیے مخصوص هے -

حضرات انبیاء کرام کا اسوۂ حسنه هم کو بتلاتا هے که سب سے پہلي منزل تبلیغ و دعوۃ کي هے ، دوسري ذهاب الی الله اور ترک وطن کي ، اور پھر تیسري ظهور امر الهي کي : سأوریکم آیاتي فلا تستعجلون !

سو الحمد لله که یه حقیقت اب کسي بحث و دلیل کي محتاج نهیں رهي هے که حق تعالی نے اپنے فضل و کرم سے اس عاجز کو جو توفیق رفیق دعوۃ و تبلیغ کي عطا فرمائي ، اور جس طرح اسکو رفع ذکر ، و اعلان و ظهور ، و سلطان و نفوذ ، و رسوخ و انتشار

آب حیات

منسی کایا پلٹ، جوانی اکسیر البدن اور
کیمیاگر اکسیر اعظم کہتے ہیں بہ اموت پورا

زندگی کو موت سے ایک روپیہ میں خریدنا

(آبحیات کے اکسیری فوائد !)

صحت کے برابر دنیا میں کوئی نعمت نہیں - جو لوگ وقت پر قدر نہیں کرتے - جب تندرستی بگڑ جاتی ہے - پھر عمر بھر پچھتاتے ہیں جو لا حاصل ہوتا ہے - اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئیں کھیت- ہندوستان گرم ملک ہے اور گرمی کی شدت کی وجہ سے اس میں ہزاروں قسم کی بیماریاں روز پیدا ہوتی ہیں - نئے نئے پیدا ہوا کرتے ہیں - [illegible] لوگوں کو مفلس بنا رکھا ہے - اور کثرت بیماری نے لوگوں کو کمائی کے لائق نہیں رکھا - اس لیے عام لوگ بلا علاج زیادہ دکھ ور ہو جاتے ہیں - اگر علاج کرتے ہیں تو فیس اور قیمت دوا ادا کرنے سے قلاش تنگدست بن جاتے ہیں - اور صاحب توفیق حضرات کو دوا خالص نہیں ملتی - مندرجہ بالا تکالیف دور کرنے کے لئے حکیم مطلق نے آب حیات کو مسیحائی اثر بخشا ہے تاکہ کوئی دکھیا دنیا میں نہ رہے - غریب سے غریب اور لاچار سے لاچار ایک پیسہ کی ایک خوراک لے کر امراض مزمنہ مایوسہ سے خلاصی پائے - آبحیات ہر مرض شدید کی دوا ہے خارجاً لگانے سے ہر درد وغیرہ کے لیے شفا ہے - ایک شیشی آبحیات کی کنبہ بھر کو بہت بلاؤں اور ناگہانی آفتوں سے بچاسکتی ہے، کسیکو معلوم نہیں مرض کسوقت رات کو یا دن کو جنگل میں یا گھر میں آ دبائیگی اسلیے یہ عقلمندی ہے کہ پہلے ہی سے ایک شیشی گھر میں رکھی جائے -

(فوائد مصدقہ آبحیات)

تپدق، تپ محرقہ، صفراوی تپ، تپ پرسوت، سل، پیچش صفراوی اسہال، سرسام، درد سر، درد پہلو، نمونیا، ذات الجنب، تپش دل، ناسور، بدھ کا زخم، درد ناف، مسوڑوں سے خون آنا، پھوڑے پھنسیاں، پٹھوں کا اتراؤ، بواسیر، نواسیر، بھگندر، تالو کا سوراخ، دانت کا درد، قبض، درد قولنج، درد امر، دمہ، چھپاکی متلی، قے، زخموں میں کیڑے پڑنا، کثرت پیاس، ہیضہ، بیخوابی کھانسی خشک و تر، ورم، پھوڑے، ورم پستان، درد دل، ہیضہ طاعون، خنازیر، درد شکم، زہردار ڈنگ، بھڑ، سانپ، بچھو، آگ سے جلنا، گرمی کی شدت سے جسم پر گرم دانے نکلنا، درد، چوٹ، خارش لکسیر وغیرہ وغیرہ کتاب میں مفصل حال درج ہے -

قیمت فی شیشی ایک روپیہ - چھ شیشی پانچ روپیہ - ایک درجن دس روپیہ محصول ڈاک ذمہ خریدار-

آبحیات کا مسیحائی اثر

(سل، دق، کھانسی، سات ماہ کی صرف سات دن میں دور)

عالیجناب ہز ہائینس نواب میر فیض محمد خانصاحب بہادر
کے - سی - ایس - آئی والی ریاست خیرپور سندھ

مسمی غلام رسول عرصہ سات ماہ سے بعارضہ بخار لازمی جو ۱۰۴ درجہ تھرما میٹر پر رہتا تھا - اور اس کے علاوہ کھانسی ایسی شدید تھی کہ سونا، بیٹھنا حرام ہو گیا تھا - چونکہ مسمی - اسے ممدوح اپنے آقائے نامدار میر احمد علی خاں صاحب کی خدمت میں شب و روز رہتا تھا اور کھانا پینا ان کے ساتھ رکھتا تھا - ان کے معالجہ کے لئے [illegible] سول سرجن سات سو روپیہ روزانہ کراچی وغیرہ سے اور نامور اطبائے ہندوستان سے جمع ہوئے تھے - میر ممدوح مدقوق تھا - کوئی چارہ نہ چلا اور وہ فوت ہوگیا - تمام طبیبوں اور ڈاکٹروں نے متفق ہوکر کہدیا تھا کہ مسمی - اسے غلام رسول بھی اسی مرض میں مبتلا ہوگیا تھا -

آخر جب تمام معالجات سے تنگ آ کر بحالت مایوسی سرکار ابد قرار والی ریاست نے حکیم غلام نبی زبدۃ الحکماء لاہور کو جو جامع علوم ڈاکٹری و یونانی اور ماہر فنون ہر دو طب ہیں، ریاست میں برائے معالجہ طلب فرمایا -

(آبحیات کا کرشمۂ قدرت)

زبدۃ الحکماء موصوف نے پوربدن ڈاکٹر وغیرہ مذکور افسروں سے اس بات کا اتفاق کیا کہ مقدمہ سل ہے - اور جگر بھی بگڑ گیا ہے، صرف دس قطرہ آبحیات کے تین دفعہ دینے شروع کیے، اور تمام انگریزی و یونانی دوائیاں ترک کرادیں - سات ماہ کا بخار و کھانسی ساتویں روز جاتی رہی - یہ جادو کے اثر کی خبر ریاست میں مشہور ہوگئی - اور آبحیات کے [illegible] اثر [illegible] اور اس کے سریع العمل اور [illegible] الاثر [illegible] کم قیمت [illegible] ہے، تو آبحیات تسلیم [illegible] گیا ہے - اب [illegible] میں جو آتا ہے - اسی آبحیات کا طالب ہوتا ہے - تمام اخباروں میں اسی قصہ کو پڑھو اور وہاں سے تصدیق کرا لو - اب غلام رسول ایسا تندرست ہے اور کاروبار [illegible] میں مصروف ہے -

(العبد خان بہادر [illegible] بخش خاں نائب وزیر ریاست خیرپور سندھ)

الغرض آبحیات کی شیشی ہر گھر میں موجود ہونی ضرور ہے - سفر و حضر میں کار آمد - نہ ڈاکٹر کی ضرورت ہے نہ طبیب کی - بیسیوں امراض کی ایک ہی تیر بہدف دوا ہے، جو کسی قسم کے ضرر کے بغیر فائدہ دیتی ہے -

قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ - (منیجر)

(شربت مقوی اعصاب)

وہ نقص جو بھرپور جوانی میں مرد کو رنجیدہ خاطر بنائے ہیں، اس سے دور ہوتے ہیں - گئی ہوئی طاقت کو واپس لاکر مرد کو پورا مرد بناتا ہے - افعال قبیحہ اور کثرت عیاشی نے جب جسم کی قوت کو گھٹا دیا ہو - تو یہ شربت خاک میں ملی ہوئی امیدیں بر لاتا ہے، فی شیشی صرف چار روپیہ -

(سنون مستحکم دندان)

ہلتے دانت مضبوط - بدبو میل دور - دانت موتیوں کی طرح چمکدار - قیمت چار تولہ ایک روپیہ -

(سر کا خوشبودار تیل)

بالوں کو خوشبودار رکھنے کے سوا سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہونے دیتا - دافع ضعف دماغ نزلہ و زکام فی شیشی تین روپیہ -

دوائی درد کان - قیمت صرف ایک روپیہ -

(سرخ رو)

بعد از غسل اس دوا کے دو قطرے چہرے پر مل لینے سے چہرہ خوبصورت ہو جاتا ہے، قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ

(روغن اعجاز)

برسوں کے زخم دنوں میں بھر جاتے ہیں، ناسور، بھگندر - خنازیر کے گھاؤ اور کاربنکل زخم کا اچھا علاج - قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ

(دوائی پیچش و مروڑ)

نہایت زود اثر اور مجرب دوائی ہے - قیمت چار تولہ صرف ایک روپیہ ہے -

(خنازیر کا خوردنی علاج)

اس دوائی کے کھانے سے گنٹھیاں اندر ہی اندر بیٹھ جاتی ہیں قیمت دو تولہ صرف دو روپیہ -

بخاروں کی شرطیہ دواء - پسینہ آکر ہر قسم کا بخار ایک گھنٹہ میں اتر جاتا ہے - قیمت فی ڈبیہ دو روپیہ -

(سفوف دافع درد گردہ)

اس کے استعمال سے ریگ مثانہ دور ہوکر آیندہ دورہ درد سے نجات ہوتی ہے - چار تولہ صرف دو روپیہ -

پتہ - منیجر شفاخانہ شہنشاہی، سند یافتہ حکیم و ڈاکٹر حاجی، غلام نبی
زبدۃ الحکماء لاہور - موچی دروازہ

افکار و حوادث

مسئلہ مسلم یونیورسٹی

اور علوم و معارف جدیدہ !

دنیا کے عجائب و غرائب کی فہرست بڑی طولانی ہے - شاہنامہ کے عجیب و غریب " سیمرغ " سے لیکر دل بکاولی کے عجیب الخواص " پھول " تک ' ایک سے ایک عجب المخلوقات ' اور ایک سے ایک محیر العقول ہے !

اگر بابل کے معلق باغ اور مصر قدیم کے پر اسرار مندروں سے قطع نظر کرلیا جاے جنکی ملکیت کا تاریخ قدیم کو دعوا ہے ' جب بھی دیوار قہقہہ کی طلسم آرا دیوار ' اسکندر اعظم کا اعجوبہ زا چشمۂ حیات ' اور بادش بغیر حاتم طائی کی فیاضانہ سیاحتوں کے انکشافات دنیا کی دلچسپیوں کیلیے کیا کم ہیں ؟

* * *

تاہم موجودہ زمانہ عقل و دانائی اور تجربۂ و مشاہدہ کا عہد ہے - لوگ کہتے ہیں کہ اب ہم بہت زیادہ عقلمند ہوگئے ہیں - اسلیے ان عجیب عجیب قصوں کو نہیں مان سکتے - لیکن اگر ان قصوں کو نہیں مان سکتے تو اس واقعہ کو تو مان سکتے ہیں کہ مسلم یونیورسٹی بلا توقف لے لینی چاہیے ' اسلیے کہ مہاراجہ دربھنگہ اور پنڈت مدن موہن مالویا نے لیلی ' اور اسلیے کہ ایک لاکھہ روپیہ ماہوار ملیگا ' اور اسلیے کہ علی گڈہ میں ہر سال تقسیم سندات کا عظیم الشان جلسہ منعقد ہوگا ' اور اسلیے کہ " برٹش گورنمنٹ رحمت الہی ہے " اور اسلیے کہ " سر سید علیہ الرحمۃ کا حقیقی مقصد ایسا ہی تھا " اور اسلیے کہ " خالق اکبر نے ہم کو اسی لیے بنایا ہے کہ احکامات و اوامر کی تعمیل کریں " اور اسلیے کہ " مسلمانوں کی مسلمہ قومی پالیسی گورنمنٹ کے اعتماد پر مبنی ہے " اور سب سے آخر مگر سب سے پہلے یہ کہ بنارس کی طرح علی گڈہ کی گلیاں بھی گذشتہ فروری کے عجیب و غریب مناظر و مشاہد کو دیکھہ لینگی ' اور یہ سب سے بڑی نعمت ہے جسکے لیے کوئی بنی روح اس کرۂ ارضی پر بیقرار ہوسکتی ہے ' اور سب سے بڑی دولت کونین ہے جو آدم کی اولاد کو دنیا میں ملسکتی ہے :

و فی ذالک فلیتنا فس المتنا فسون -

* * *

اگر مسلم یونیورسٹی کے بلا انتظار لے لینے کیلیے یہ حقائق و دقائق " دلیل و برہان " ہوسکتے ہیں ' اور دنیا میں ایسے دماغ باقی ہیں جو علمی سنجیدگی کے ساتھہ ان چیزوں کو پیش کرنے سے نہیں شرماتے ' اور ایسے لوگ موجود ہیں جو دلائل و شواہد کی طرح ان کو قبول کرلے سکتے ہیں ' تو پھر دنیاے قدیم کی کوئی روایت بھی عجیب نہیں ' اور بلا تامل مان لینا چاہیے کہ دنیا میں اب بھی وہ تمام عجائب و غرایب ہوسکتے ہیں جو کسی مجہول ماضی میں ہو چکے ہیں - اب ہم کو پورا یقین ہے کہ فردوسی کے سیمرغ سے مایوس ہوجانے کا فیصلہ صحیح نہیں تھا - اسکے گھونسلے سے اب بھی " زال " پیدا ہو سکتا ہے ' کیونکہ مسلم یونیورسٹی کے لے لیتے ہی سب کچھہ ہوجائیگا ' اور اگر آپکی آنکھیں جاتی رہیں تو اسکا صحیح علاج یہ ہے کہ " گل بکاولی " کو تلاش کیجیے ' کیونکہ حقائق کے ثبوت کا دار و مدار اب حقائق پر نہیں بلکہ صرف نقالی ' حکم ' اطاعت ' اور خوش اعتقادی و حسن ظن پر آ کر رہگیا ہے '

اور اگر ایسا ہی ہے تو غریب " تاج الملوک " نے کیا خطا کی ہے کہ اسکی مشہور و متواتر روایت کو نظر انداز کردیا جاے ؟

* * *

حقیقت میں یہ واقعہ بھی دنیا کے عجائب و نوادر میں سے ہے کہ ایک طرف تو مسلمانوں کو کہا جاتا ہے کہ انکے تمام امراض کا علاج ' انکے تمام جستجوؤں کا مقصود ' انکی تمام امیدوں اور آرزوں کا مرکز و ملجاء مسلم یونیورسٹی ہے ' اور یہی وہ چیز ہے جو غرناطہ اور قرطبہ اور بغداد اور کیمبرج اور اکسفورڈ اور نہیں معلوم کیا کیا کچھہ مسلمانوں کے حوالے کردیگی - دوسری طرف جب انسے کہا جاتا ہے کہ " اگر یہ متاع اسقدر قیمتی ' اسقدر عظیم و اہم ' اور اسدرجہ موت و حیات ملت کا فیصلہ کرنے والی ہے ' تو خدا را جلدی نہ کیجیے - بغیر کامل جد و جہد اور سعی و کوشش کے خاتمہ نہ کردیجیے - ایک ہی غمزۂ تمکین طلب پر اپنی تمام متاع دل و جاں نذر نہ کردیجیے - صبر ' استقامت ' فکر راسخ ' اور سعی و جہد کامل دنیا میں ہمیشہ عزائم امور کیلیے ایک حقیقت ثابتہ رہے ہیں - آپ بھی انسے کام لیجیے ' اور ساتھہ ہی اپنی اصلاح حال اور حقیقی و معنوی ترقیات و توسیعات میں سرگرم رہیے کہ اصل کار یہی ہے - اور اگر ایسا نہیں ہے اور چند مہینوں یا ایک سال کے اندر آپکی ساری کائنات سعی و تدبیر غارت جا رہی ہے ' تو پھر خدا را آہ و واویلا نہ مچائیے ' مخفی اور درپردہ کوششیں نہ کیجیے - یہ تعلقہ داری کا مقدمہ یا جد امجد مرحوم کی وراثت کا جھگڑا نہیں ہے - دلائل و حقائق کا مقابلہ ہے - سنجیدگی کے ساتھہ واقعی دلائل پیش کیجیے - دنیا میں عقل و فہم کی بخشش عام ہے ' اور آپ جیسی نہیں مگر سمجھہ ہر شخص رکھتا ہے " تو پھر اسکے جواب میں یا تو بگڑ جاتے ہیں کہ تم " مسلمہ قومی پالیسی " کے دشمن ہو ' یا روٹھہ جاتے ہیں کہ تم ہماری بات نہیں مانتے ' یا پھر دلیل پیش کرنے پر آتے ہیں تو یہ فرماتے ہیں کہ بنارس میں لڈو بٹ چکے ہیں - تم بھی بے تحاشا دوڑ جاؤ !

(" علوم جدیدہ ")

اصل یہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے بلا توقف لیلینے کے متعلق جسقدر مصنفات و اسفار محققین عہد نے شائع کیے ہیں ' انسے مسلم یونیورسٹی کا ہندو یونیورسٹی ایکٹ پر لے لینا ضروری ثابت ہوتا ہو یا نہو ' لیکن اسمیں تو کچھہ شک نہیں کہ ضمناً ایک عظیم الشان کام ضرور انجام پا گیا - ہمارا اشارہ اس جدید فن منطق کی طرف ہے جو " علماء مسلم یونیورسٹی " نے مدون فرمایا ہے اور جس نے ثابت کردیا ہے کہ دنیا میں ارسطو سے بڑھکر آجتک کوئی انسان احمق نہیں ہوا - مسکین ارسطو کے وقت سے لیکر اس وقت تک دنیا اس عالمگیر غلطی میں مبتلا رہی ہے کہ دعوے اور دلیل میں ربط کی ضرورت ہوتی ہے - مگر یہ کیسا سفیہانہ اور احمقانہ خیال تھا ؟ ہمارے محققین کاملین نے اپنی سیف منطق کی پہلی ضرب اسی پر ماری ' اور ثابت کر دیا کہ اس سے بڑھکر اور کوئی غلط خیال نہیں ہوسکتا - دلیل کیلیے صرف ایک ہی شے ضروری ہے - یعنی وہ بلا کسی درمیانی فصل کے معاً دعوے کے بعد کہدی جاے - اب رہی یہ بات کہ اسمیں اور دعوے میں ربط بھی ہو ' تو ایسا سمجھنا ایک خالص حماقت ہے جسمیں بدبخت ارسطو گرفتار تھا ' اور کچھہ ضرور نہیں کہ ہر انسان گرفتار ہو !

* * *

اس سے بھی بڑھکر ان مباحث حکمیۂ و فنیہ نے جس ' قدیم غلطی کی ضلالت سے نوع انسانی کو نجات دلائی ' وہ " برہان " کی تعریف کا مسئلہ ہے - تمام دنیاے قدیم و جدید کس درجہ عقل و دانائی سے محروم تھی ' جب کہ یقین کررہی تھی کہ

علم کي حيرت انگيز و محير العقول نشانيوں سے ممتاز کيا ' وہ کلمۂ حق و صدق کي شہنشاهي و خسروي اور دعوۃ الی اللہ کي فتح مندي و کامراني کي ايک عجيب و غريب مثال ہے ' اور کم از کم هندوستان کي سر زمين ميں اسکي کوئي قريبي مثال موجود نہيں ہے - باوجود اُن تمام حالات و واقعات کے جو سب کو معلوم هيں ' اور باوجود اُن صدها موانع و مہالک کے جنکو هر شخص ديکهه رها ہے ' اللہ کي مرضي اسي کي مقتضي هوئي کہ جتني مدت تک کيليے اس نے ضروري سمجها ہے ' ايک غير مستعد و غير متزلزل هستي بنا کر مجکو اور ميرے کاموں کو دنيا ميں قائم کردے ' اور ايسي نا قابل فہم و نا قابل توجيہہ قوت ديدے جسکو کوئي غير الٰهي طاقت نقصان نہ پہنچا سکے - چنانچہ دنيا نے ديکهه ليا کہ ايسا هي هوا ' اور جو کچهه هوا وہ انساني عقل و ادراک کي رسائي سے يکسر ما فوق ہے - گذشتہ زمانے کے تمام واقعات و حوادث اپنے سامنے لاؤ ' اور پهر اللہ کي حکمت اور کلمۂ صدق و عدل کے تسلط و نفوذ کو ديکهو کہ کيسي بيفکري ' کيسي وثوق القلب ' کس درجہ حاکمانہ استغنا ' اور کسقدر خسروانہ اجلال و سلطان کے ساتهہ دعوۃ حق و قرآن کا سلسلہ جاري رها ' اور کيسي کيسي لرزہ انگيز منزلوں ميں سے يہ دعوۃ محفوظ و مصئون گذر گئي ؟ حتی کہ صدها منکرين اور جاحدين منافقين و مخذولين طرح طرح کي آرزوئيں اور کوششيں کرتے کرتے بدم هوگئے ' اور قدرت حق کي بوالعجبيوں اور کرشموں اور سلطان دعوۃ کي شہنشاهيوں اور خسرويوں کو ديکهتے ديکهتے شدت تعجب و حيرت سے پاگل هوگئے ' مگر " و تمت کلمة ربك صدقا و عدلا " کے قانون کو نہ بدلنا تها اور نہ بدلا ' اور " لا مبدل لکلماته " کي حقيقت غير مسخر تهي اور غير مسخر رهي : الا ان اولياء اللہ لا خوف عليهم و لا هم يحزنون !

ميں نے ابتداء اشاعة الهلال سے ليکر اس وقت تک جو کچهہ لکها اور کہا ہے ' اسکا حرف حرف زمانے کے علم و حافظہ ميں محفوظ ہے - ميں نے نہ تو کبهي تعليم کا ذکر کيا ' نہ سياسي اصولوں اور تقليدوں کي دعوۃ دي ' نہ اُن رهنماؤں اور پيشواؤں کي راہ اختيار کي جنهوں نے امۃ مرحومہ کي تجديد و احياء کو غير قوموں کي تقليد و اتباع ميں محدود ديکها ہے ' اور نہ کبهي انسانوں کے بنائے هوئے طريقوں اور حکمت عمليوں کو اختيار کيا ' جو ابناء زمانہ کي بلند پروازيوں کا هميشہ منتہاء خيال رها ہے - برخلاف اسکے ميں نے هميشہ خدا کا نام ليا ' ميں نے هميشہ قرآن کي دعوۃ دي ' ميں نے هميشہ ايمان ' يقين ' اعتقاد ' اور عمل صالح کا ذکر کيا ' اور ميں نے جب کبهي کوئي بات کہي تو اسکو وحي الٰهي کي دائمي اور غير متغير يقينيات اور حقائق کي بنا پر پيش کيا - ميں اپنے سامنے ايک " يقين " رکهتا تها ' اور ميري دعوۃ کي بنياد انساني افکار پر نہيں بلکہ ايک ديني اعتقاد پر تهي - دنيا کي هر چيز بدل سکتي ہے مگر الٰهي اعتقاد و يقين نہيں بدل سکتا - اسليے زمانہ کي کوئي تبديلي ميرے ليے موثر نہ هو سکي - ميں نے ابتدا سے ليکر اس وقت تک ايک هي اعلان کيا ' اور اسي اعلان کے نتائج و ثمرات هيں جو مجهکو اپنے اعمال و اشغال کي هر شاخ ميں نظر آے - ميں نے الهلال کي اولين اشاعت کے سب سے پہلے مضمون کو ان سطروں پر ختم کيا تها جنکو دنيا نے بهلا ديا هو مگر ميں نہيں بهلا سکتا :

" آہ خداے حي و قيوم ہے جسکے کان فريادوں کے سننے کيليے هر وقت طيار ' اور نغمۂ امن يجيب المضطر اذا دعاہ سے عشق نواز هر قلب مشتاق هيں ' اور جس کي آنکهيں کسي حال ميں بے خبر نہيں اور هر آن و هر لمحہ ان ربك لبالمرصاد کي تکتي لگائي هوئي هيں ' يہ آخري التجا ہے کہ اگر وہ مجهہ ميں سچائي اور اخلاص کي کوئي سرگرمي ديکهتا ہے ' اگر اس کي ملۃ مرحومہ اور اس کے کلمۂ حق کي خدمت کي کوئي سچي تپش ميرے دل کے اندر موجود ہے ' اور اگر واقعي اس کي راہ ميں فدويت و جاں فروشي کي ايک آگ ہے جس ميں برسوں سے بغير دهويں کے جل رها هوں ' تو اپنے فضل و لطف سے مجهہ کو اتني مہلت عطا فرماے کہ اپنے بعض مقاصد کے نتائج اپنے سامنے ديکهہ لوں - ليکن اگر يہ ميرے تمام کام محض ايک تجارتي کار و بار اور ايک دکاندارانہ مشغلہ هيں جنميں قومي خدمت اور ملت پرستي کے نام سے گرم بازاري پيدا کرنا چاهتا هوں ' تو قبل اسکے کہ ميں اپني جگهہ پر سنبهل سکوں ' وہ ميري زندگي و مہلت کا خاتمہ کردے ' اور نيز ميرے تمام کاموں کو ايک دن بلکہ ايک لمحہ کيليے بهي کاميابي کي لذت چکهنے نہ دے - باغوں کے سرسبز و ثمر دار درختوں کي حفاظت کي جاتي ہے ' مگر جنگل کے خشک درختوں کو جلادينا هي چاهيے - جس دل ميں خلوص اور صداقت کو جگہ نہ ملي ' اسکو صادقوں اور راست بازوں کي طرح کاميابي کيليے کيوں باقي رکها جاے ؟

ام حسب الذين اجترحوا السيئات ان نجعلهم کالذين آمنوا و عملوا الصلحات ' سواء محياهم و مماتهم ؟ ساء ما يحکمون ! (۴۵ : ۲۰)

وہ لوگ جنهوں نے بديوں اور برائيوں کي راہ اختيار کي ہے ' کيا ايسا سمجهتے هيں کہ هم انکو اُن لوگوں جيسا کرديننگے جو ايمان لاے اور اعمال صالحہ اختيار کيے ؟ کيا راست بازوں اور مفسدوں کي زندگي اور موت ايک طرح کي ہے ؟ افسوس انکي سمجهہ پر اور افسوس انکے فيصلہ پر !

يہ وہ جملے هيں جو جولائي سنہ ۱۹۱۲ ميں ميرے قلم سے نکلے تهے اور جنکو ميں برابر الهلال کي هر جلد کے اختتام اور نئي جلد کے افتتاح کے موقعہ پر دهراتا رها هوں - سو الحمد للہ کہ اس کريم ذرہ نواز نے ميري درماندگيوں کو قبول کرليا ' اور واقعات نے هر منزل و هر قدم پر ثابت کرديا کہ ميري يہ عاجزانہ دعا بے اثر نہ رهي - يہ اسي کے هاتهہ ميں تها کہ وہ بتلا ديتا کہ جو کچهہ کيا جارها ہے ' وہ اصلح و الحق ہے جسکو بڑهنے اور پهيلنے کيليے چهوڑ دينا چاهيے ' يا مفسد و باطل ہے جسکو فنا هو جانا اور مٹ جانا چاهيے ؟ پس اس نے بتلا ديا کہ حقيقت کيا ہے ' اور ارباب بصيرۃ نے ديکهہ ليا کہ حکمۃ الٰهي کيا چاهتي ہے ؟ دعوۃ حقہ و کاذبہ کي تفريق کا يهي معيار ہے - اور اگر خدا سچائي اور صداقت کے ساتهہ بهي وهي کرے جو باطل اور افساد کے ساتهہ کرتا ہے ' تو دنيا سے امن اور ايمان اٹهہ جاے اور خدا کے ماننے کيليے انسان کے پاس کوئي روشني نہ رہے - يہ محال ہے کہ صادق اور کاذب ايک هي نتيجہ پائيں ' اور يہ کبهي نہيں هوسکتا کہ خدا کا سلوک حق اور باطل ' دونوں کے ساتهہ يکساں هو : لا يستوي اصحاب النار و اصحاب الجنة ' اصحاب الجنة هم الفائزون -

اور پهر اس کے فضل و کرم کي بخششوں اور نعمتوں ميں سے سب سے بڑي اور سب سے آخري نعمت وہ ہے جو اس نے موجودہ واقعہ کے اندر پوشيدہ رکهي ہے - يعني البلاغ کي دعوۃ و تبليغ کو اسکي دوسري منزل تک عروج و رفعت بخشي گئي ' اور مقام ذهاب الی اللہ و ترک وطن پيش آيا : اني ذاهب الی ربي سيهدين (۳۷ : ۹۷) فسبحان الذي بيدہ ملکوۃ کل شی و اليه ترجعون -

يہ جو کچهہ تها ' کلمۂ حق و عدل کي دعوۃ و تبليغ کي سرگذشت تهي جو الحمد للہ و المنہ کہ اپني دوسري منزل تک پہنچ گئي ہے - و لا مبدل لکلماته - رها خود اس عاجز کے وجود کا معاملہ ' تو شخص و ذات کا يہاں کبهي بهي سوال نہيں هوا ہے ' اور ميري تشفي کيليے مرحوم عرفي کا يہ شعر سالها سال سے مونس و رفيق ہے :

اميد هست کہ بيگانگي عرفي را
بدوستي سخن هاے آشنا بخشند !

و افوض امري الی اللہ ان اللہ بصير بالعباد -

چانسلری ہے، تمام معلمین، و اساتذۂ یونیورسٹی کی جماعت اپنے اپنے مدارج علمیہ کے مطابق شاندار اور طویل الذیل جبئے پہنے ہوے تمکنت افلاطونی، عظمت سقراطی، اور شان یونانی و رومانی کے ساتھہ یمین و شمال رونق افزا ہے، اور یکے بعد دیگرے حاملین علوم و فائزین مراتب عالیۂ تعلیمیہ کے مقدس غول بڑھتے ہیں اور سند بکف اور چغہ بدوش ہوکر واپس جاتے ہیں! اللہ اللہ! کون ہے جو ایک لمحہ کیلیے بھی اس بہشت تعلیمی و جنت قومی کے منظر روح پرور کو دیکھہ لے اور پھر اسکے عشق جنوں آور سے مست و لا یعقل نہوجاے؟ یونیورسٹی کے پیش کردہ ہزارہا نقائص ایک طرف، اور اس منظر قومی و تعلیمی کا نظارۂ یک لمحہ ایک طرف! اگر مسلم یونیورسٹی سے اور کچھہ نہ ہوتا، اور صرف سال بھر میں ایک بار اس منظر جاں نواز و مشہد روح پرور کا ایک نظارہ میسر آجاتا، جب بھی یہ سودا اسقدر ارزاں تھا، گویا گرد و خاک کی ایک مٹھی دیکر بہشت شداد مول لیلی! البتہ یہ ایک خالص "تعلیمی مسئلہ" ہے اور اسکو صرف عرفاء تعلیم و کاملین حقائق قومیہ ہی سمجھہ سکتے ہیں - شرف قزوینی نے انہی حقائق و معارف کے متعلق کہا ہے:

بیا کہ مسئلۂ عشق ازاں دقیق ترست
کہ حل شود شرف از فکر باطل ہمہ کس

نا محرمان اسرار کا یہاں گذر نہیں:

کیں زمین را آسمانے دیگرست!

* * *

بعض ارباب اشارات و اصحاب معارف سے یہ بھی منقول ہے کہ اگر قوم کی دیدۂ بصیرۃ بینا ہوتی تو بنارس ہندو یونیورسٹی کا گذشتہ جلسہ فہم حقیقت کیلیے بس کرتا تھا - سبحان اللہ! کیسا عجیب و غریب منظر تھا جو چشم فلک نے پہلی مرتبہ خاک ہند میں دیکھا! عظیم الشان والیان ریاست کا ہجوم، اعلی ترین حکام و فرماں روایان ملک کا اجتماع، شرکت و عظمت قومی کا عدیم النظیر مظاہرہ، اور تعلیمی فرمانفرمائی و خسروی کے عہد حکومت کا افتتاح! اس سے بڑھکر ایک قومی یونیورسٹی کیلیے اور کیا ہو سکتا ہے؟ کیا یہ منظر اسکے لیے کافی نہیں ہے کہ قوم کی آنکھیں کھلیں اور وہ بھی کسی نہ کسی طرح یونیورسٹی لیلینے کیلیے پاگل ہوجاے؟ افسوس کہ قوم میں "ماہرین مسئلۂ تعلیم" کا قحط الرجال ہے اور "علمی کام" اور "مسئلۂ قومی تعلیم" کے حقائق و اسرار سمجھنے والے ناپید ہیں - اگر ایسا نہوتا تو یہ روز بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا! لوگ کیسی تمسخر انگیز غلطی کرتے ہیں جبکہ کہتے ہیں کہ قومی یونیورسٹی کسی بڑے جلسے، کسی بڑے مجموعۂ عمارت، اور ناموں اور رسموں کے کسی طول طویل سلسلے کا نام نہیں ہے؟ کوئی ان بیخبروں سے پوچھے کہ اگر یونیورسٹی جلسہ، عمارت، اور اسم و رسم کا نام نہیں تو اور کس چیز کا نام ہے؟ یہ نادان ہندو یونیورسٹی ایکٹ کو دیکھتے ہیں اور صرف اختیارات، عہدۂ وائس چینسلر کی منظوری و عدم منظوری، ریگولیشنز کا انتظار، وغیرہ وغیرہ چند الفاظ انہوں نے سیکھہ لیے ہیں، حالانکہ حقیقت یونیورسٹی نہ تو ان جزئیات و فروعات میں ہے، اور نہ اختیارات کا مسئلہ فی نفسہ کوئی قابل توجہ ہے - اصلی حقیقت تو وہ نقرئی ہتوڑا تھا جس سے بنارس میں ہندو یونیورسٹی کا سنگ بنیاد نصب کیا گیا، اور اگر ایک ایسے ہی نقرئی ہتوڑے کی با عظمت ضرب سرزمین علی گڈہ کو بھی نصیب ہوگئی تو ساری مشکلیں حل، اور ساری امیدوں کیلیے پیام بشارت ہے!

افسانۂ زلف

یا "مسلم یونیورسٹی"

اولا یرون انہم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین ثم لا یتوبون و لا ہم یذکرون! (توبہ)

کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ کوئی برس ایسا نہیں گذرتا کہ ایک بار یا دو بار وہ بلاؤں میں نہ ڈالے جاتے ہوں، پھر بھی انکی غفلت کا یہ حال ہے کہ نہ تو توبہ کرتے ہیں اور نہ واقعات و حوادث کی تنبیہوں اور سرزنشوں سے نصیحت پکڑتے ہیں!

رات اور زلف کا یہ افسانہ
قصہ کوتہ، بڑی کہانی ہے!

مسئلۂ مسلم یونیورسٹی کی گذشتہ سہ سالہ تاریخ جن واقعات و حوادث سے عبارت ہے، میں انکو اس وقت بہ تفصیل نہیں دہراؤنگا کیونکہ واقعات ابھی اس قدر پرانے نہیں ہوے ہیں کہ حافظہ کیلیے تجدید ذکر کی ضرورت ہو-

نفس تجویز کی ابتدائی تحریک، گورنمنٹ کا اولین مراسلہ، فونڈیشن کمیٹی کا پہلا انعقاد، ڈیپوٹیشن کی تشکیل و شکست، فونڈیشن کمیٹی کا دوسرا اجلاس علی گڈہ، پھر مسلم یونیورسٹی ایسوسی ایشن کا قیام، علی الخصوص اسکا پچھلا اجلاس، یہ اور نیز ان واقعات و حوادث کے بے شمار اطراف و نتائج، نہ صرف مسلم یونیورسٹی نامی کسی مسئلہ کی سرگذشت ہے بلکہ مسلمانوں کی گذشتہ سہ سالہ حیات قومی و اجتماعی کی ایک ایسی مکمل تاریخ ہے، جسمیں اس تین سال کے اندر کی ہر چیز دیکھی اور پڑھی جاسکتی ہے!

علی الخصوص حق و باطل اور اصلاح و افساد کی باہمی آویزش اور حق کے قدرتی اور لازمی خواص فتح و نصرت کے ظہور و اعلان کے لحاظ سے تو مسئلۂ مسلم یونیورسٹی کی تاریخ اسدرجہ پر عبرت و بصیرۃ ہے کہ اگر ہندوستان کے اور تمام واقعات و حوادث سے قطع نظر کر لیا جاے تو صرف یہی واقعہ اس حقیقت کے اعلان کیلیے بس کرتا ہے کہ حق جاگ اٹھتا ہے، اور جب وہ جاگ اٹھے تو پھر باطل کیلیے امن و بقاء نہیں ہے-

[۲]

مسئلۂ مسلم یونیورسٹی کے واقعہ کو دنیا خواہ کچھہ ہی سمجھے مگر میں نے ہمیشہ اسمیں ایک ہی چیز کو دیکھا اور ہمیشہ اس سے ایک ہی طرح کی صدائیں سنیں - میں نے دیکھا کہ حق و باطل معرکہ آرا ہیں، اور گو مختلف صداؤں، مختلف ناموں، اور مختلف شکلوں میں منظر آرائیاں ہو رہی ہیں مگر انکے اندر بجز حق و باطل کے مقابلے کے اور کچھہ نہیں ہے - میری یہ صاف نظارگی بہتوں کو خوش نہ آئی، اور بہتوں نے کوشش کہ اسقدر صاف لفظوں میں مطلب نہ کہا جاے، لیکن میں اپنے مشاہدہ کو جھٹلا نہیں سکتا تھا - الحمد اللہ کہ ابتدا سے لیکر اسوقت تک میں نے جو کچھہ دیکھا، صاف صاف کہا، اور کوئی سعی، کوئی آرزو، کوئی قوت، میری نگاہ کو گرد آلود نہ کرسکی:

بندۂ را کہ بفرماں خدا راہ رود
نگزارند کہ در بند زلیخا ماند

غور کرو کہ اس تمام عرصہ کے اندر یکے بعد دیگرے کیسے کیسے واقعات پیش آے، اور کس طرح ہر موقعہ پر حق نے بتلادیا

" برهان " اس چيز کو کهتے هيں جسکے مان لينے سے دعوے کا مان لينا لازم آجاے ؟ حالانکه مصنفين صحائف مسلم يونيورسٹي و مدونين اسفار مسئلۂ قومي و تعليمي نے (جن ميں بڑے بڑے ماهرين فلسفۂ تعليم موجود هيں) ثابت کرديا هے که نه صرف يه تعريف غلط هي هے ' بلکه اصل حقيقت بالکل اسکے برعکس هے - دعوے اور برهان ميں جسقدر بعد لزومي هو ' اسيقدر وه زياده صحيح اور مسکت برهان هوگا - مثلاً دعوا يه هے که مسلم يونيورسٹي جن شرائط کے ساتهه اسوقت مل رهي هے ' بلا توقف لے لينا چاهيے' کيونکه اس سے مسلمانوں کا تعليمي و قومي مقصود حاصل هوجائيگا - دليل يه هے که ايک لاکهه روپيه ماهوار ملتا هے - اب جس وقت تک کوئي شخص روپيه کي اس تعدادي اور معداري حقيقت ثابته کو جهٹلا نه دے ' اس وقت تک يه دعوا غلط نهيں هوسکتا !

* * *

ارسطو نے شاعري کو محاکات کا نتيجه قرار ديا هے ' يعني وه کهتا هے که انسان ميں بالطبع نقالي کا ماده موجود هے - وه جس حالت کو ديکهتا هے ' اس سے منفعلانه متاثر هوتا هے اور اسي کو دهراتا هے - مگر مسئلۂ مسلم يونيورسٹي کا محقق کهتا هے که يه اس قديم مدعي علم کي سخت کوتاه نظري تهي - شاعري هي نهيں بلکه قومي زندگي کے تمام اعمال و افکار علی الخصوص مسئلۂ تعليم و قوميت کا دار و مدار " اصول محاکات " يعني نقالي پر هے - دوسروں کو جس طرح کرتے ديکهو ' اسي طرح خود بهي کرو - اگر ايک جهرکو انسانوں کي کوئي بهيڑ کر رهي هے ' تو انکا کرنا بجاے خود ايک دليل عمل هے - اسکے بعد اور کسي دليل کي ضرورت باقي نهيں رهتي - مسلمانوں کے تمام قومي و تعليمي امور کا محور اسي حقيقت کو هونا چاهيے - انکے ليے نه تو کوئي چيز سياه هے اور نه سفيد - سياهي اور سفيدي کا معيار دوسروں کا سياه و سفيد کهنا اور قرار دينا هے - پس جب مهاراجه دربهنگه اور پنڈت مدن موهن مالويا کي کميٹي نے کهديا که يه چيز سفيد هے ' تو اب تمام مسلمانوں کو چاهيے که بے چون و چرا اسکے آگے سربسجود هوجائيں ' اور اگر کوے کو بهي علي گڈه کي فضاء ميں اوڑتا هوا ديکهيں تو چيخ اٹهيں که بگلا ناچ رها هے !

* * *

يه محققين عهد ' ماهرين مسئلۂ تعليم ' محرمان اسرار و رموز قوميات و تعليمات جديده ' اور مجددين و مصلحين عصر تعليمي کي جماعت تهي - ليکن انکے بعد ارباب سلوک و معرفت و اصحاب حقائق و معارف کا ايک مقدس گروه سامنے آتا هے ' اور علمي طرز بحث کي جگه عارفانه انداز بيان کے ساتهه کهتا هے که يه مقام استدلال و براهين کا نهيں بلکه محض وجدانيات و جذبات کا هے :

گر باستدلال کار ديں بدے
فخر رازي راز دار ديں بدے

جب مذهب اور مذهب کے اعتقادات جيسي اهم و عظيم چيز کے متعلق غزالي و رازي کا فتوی هے که اس مقام کو استدلال و عقليات سے نهيں بلکه ذوق و وجدان سے طے کرو ' تو پهر يونيورسٹي کے متعلق دليل و برهان کا طلب کرنا کب جائز هوسکتا هے ؟ اگر خدا کے وجود و صفات کا ثبوت عقل و دليل سے نهيں بلکه صرف وجدان و جذبات کے اعتراف سے ملتا هے ' تو پهر مسلم يونيورسٹي کي ... صفات کے متعلق يه مغرورانه کاوش عقل و ذهن کي کيوں هے ؟ يه مقام دوسرا هے - يهاں عقل کے دعووں سے کام نهيں چلتا - اس يونان کدۂ اسرار و معارف کا سب سے بڑا افلاطون وه هے جو سب سے زياده بے عقلي و ناداني کا اقرار کرے - يهاں فلسفۂ و عقل کي پرسش نهيں هوتي - اس عالم ميں بقراط کے طب ' ارسطو کي منطق ' اور افلاطون کي اشراقيات سے کهيں زياده اس چرواهے کي بے وقوفي مقبول هے

جو مولانا روم کي کائنات قصص و حکايات ميں حضرت موسی عليه السلام سے ايک جنگل ميں ملا تها اور خدا کو اپنے صحرائي جهونپڑے ميں دعوة دينا چاهتا تها تا که اپني بکريوں کا دوده پلاے :

ملت عشق از همه دين ها جدا ست
عاشقاں را ملت و مذهب خدا ست

پهر کيا تم نے نهيں سنا که خدا کے مقدس نوشتے کيا کهتے هيں ؟ حضرة مسيح نے عقل کا دعوا کرنے والوں کو " سانپ کے بچوں " کا تاريخي لقب عطا فرمايا اور کها که " تو آسمان کي بادشاهت ميں داخل نهيں هوسکتا جب تک زمين پر سب سے زياده نادان و بے عقل نه بن جاے "

ز نازکي نه برد يے بمنزل مقصود
مگر طريق رهش از سر نيازکني !

* * *

مشهور هے که امام فخر الدين رازي نے دو سو دليليں خدا تعالی کے وجود کے اثبات ميں جمع کي تهيں ' اور اعلان کرديا تها که هم نے اس راه کو عقل کي راهنمائي ميں طے کرليا - يه خبر سنکر شيطان نے اپنا بهيس بدلا اور مجلس درس ميں آکر امام رازي سے مباحثه شروع کرديا - جو دليليں انهوں نے تمام عمر کي فکر و کاوش سے قائم کي تهيں ' يکے بعد ديگرے پيش کرتے اور شيطان ايک دو اعتراض کرکے انکو باطل کرديتا - يه حال ديکهکر امام صاحب بهت پريشان هوے اور الله کے حضور اپنے عجز کا اقرار کيا - خواب ميں ديکها که ايک شخص کهه رها هے " ان دليلوں کو چهوڑدو - يه دليل و استدلال کا مقام نهيں هے - يوں کهو که بغير کسي دليل کے کهتا هوں که خدا هے اور اسکو کوئي جهٹلا نهيں سکتا ." بزرگان طريقت روايت کرتے هيں که جب انکار دليل کي يه آخري دليل امام رازي نے پيش کي تو شيطان نے عاجز و درمانده هوکر ايک نعره مارا ' اور راه فرار اختيار کي که اس دليل کا جواب ميرے پاس کوئي نهيں يهي حال ديکهکر مولانا روم نے کهديا تها :

پاے استدلاليان چوبيں بود
پاے چوبيں سخت بے تمکيں بود

چنانچه خانقاه مسلم يونيورسٹي کے پير طريقت بهي ايسا هي فرماتے هيں - ارشاد هوا که دليلوں کا يه مقام نهيں - بغير کسي دليل کے هم کهتے هيں که مسلم يونيورسٹي کو جلد سے جلد لے لينا چاهيے اور حق اسي ميں هے - اگر معلم الملکوت اس آخري ملکوتي و لاهوتي دليل کو سنکر چيخ اٹها تها ' تو اے هزار حسرت و افسوس انسان کے قلب غافل پر ' اگر اس دليل کو سنکر بے اختيار رو نه پڑے !

* * *

نيز فرمايا که مسلم يونيورسٹي کا مسئله دلائل و شواهد سے تعلق نهيں رکهتا ' بلکه صرف ايک لمحۂ تصور سے عبارت هے جو صالح اعتقاد اور صافي و پاک ذهن کے ساتهه ميسر آجاے - دنيا کي تمام اشياء و موجودات کا مشاهده آنکهيں کهولکر کرتے هيں ' مگر يه وه سر لاهوتي و رمز ناسوتي هے جسکا مشاهده اس وقت تک نهيں هوسکتا جب تک آنکهيں اچهي طرح بند نه کرليجيے ! "

هاں آنکهيں بند کيجيے اور چشم تصور سے کام ليجيے - مسلم يونيورسٹي قائم هوچکي هے ' اور سينٹ هال ميں تقسيم انعامات و سندات کا عظيم الشان جلسه منعقد هے - ايک مسلمان والي رياست يا کوئي بڑي قومي شخصيت جسکے چانسلر هونے کا گورنمنٹ گزٹ نے اعلان کرديا هے ' با کمال شوکت و ابهت و با يک دنيا عظمت و رفعت ' سرير آراے مسند

ہیں جنہوں نے ابھی اُس منظر کو نہیں بھلایا ہوگا جبکہ ۲۸ دسمبر کی صبح کو فونڈیشن کمیٹی کے اجلاس کی آخری نشست ہوئی ہے اور یہ رزولیوشن باتفاق پاس کرانا چاہا ہے کہ ۲۹ آدمیوں کی ایک جماعت کو اس مسئلہ کے رد و قبول کا پورا اختیار دیدیا جاے - کیسا مغرورانہ اعلان، کیسا فتح مندانہ تھمنڈ، کیسا مالکانہ حکم، اور کس درجہ شادمانی و مسرت کا بیخودانہ و سرشارانہ جوش و خروش تھا، جب دو روز کی متصل مخفی تدابیر کے بعد طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلانے کا کام انجام دو پہنچایا گیا، اور بظاہر اُس پورے مجمع میں مجھکو اپنی صداے حق کے اعلان و انداز کیلیے تن تنہا چھوڑ دیا گیا؟ پھر وہ یادگار اور نا قابل فراموش گھڑی، جب میری آواز کو فریب خوردہ مجمع نے قبول نہ کیا، اور نادان انسان یہ نہ سمجھے کہ جس آواز کو اسوقت رد کر رہے ہیں، قریب ہے کہ اسی کے سننے، اُسی کے ماننے، اور اُسی کی اطاعت کرنے کیلیے انکو بیقرار ہونا پڑیگا - اسکے بعد ان قابل رحم روحوں کا شور و غل جنکے اندر بجز نادانی، غلط فہمی اور سوء فہم کے اور کچھہ نہ تھا، اور ساتھہ ہی رزولیوشن کے پاس کرنے کا پادشاہانہ اعلان، جس نے خوشیوں اور شادمانیوں کی مستی سے نادانوں اور بیخبروں کو متوالا کردیا تھا: و زین ذلک فی قلوبکم و ظننتم ظن السوء، و کنتم قوما بورا - (۴۸ : ۱۲)

با ایں ہمہ نتیجہ کیا نکلا؟ فتح مندیوں اور کامرانیوں کے اس اعلان نے کتنی عمر پائی؟ کامیابی و نصرة کا یہ گھمنڈ جس نے اپنی بڑائی کا اعلان کیا تھا حالانکہ بڑا صرف خدا ہے، کتنی مدت تک زندگی پا سکا؟ بلا شبہہ ۲۸ - کی صبح کو چند سو آدمیوں کے مجمع میں مجھکو شکست دیدی گئی، لیکن اسکے بعد کتنی صبحیں فتح و کامیابی کی نصیب ہوئیں، اور صبح صرف ۲۸ دسمبر ہی کی نہ تھی؟ کیا ایسا نہیں ہوا کہ ابھی پورے چار مہینے بھی نہیں گذرے تھے کہ "والعاقبة للمتقین" کی قدوسیت و جبروتیت یکا یک نمایاں ہوئی اور ہموا بما لم ینالوا کے قانون فطرت نے ظاہر عوذر بتلادیا کہ فتح کسکے لیے اور شکست کیلیے کون ہے؟ اور پھر کیا یہ سچ نہیں ہے کہ جو رزولیوشن اس درجہ غرور اسکندری اور نشاط جمشیدی کے ساتھہ پاس کیا گیا تھا، بالاخر نامراد و خاسر ہوا، اور جس ڈیپوٹیشن کی دیوار اتنی محنتوں اور مشقتوں سے چنی گئی تھی، اسکو خود ہی اپنے ہاتھوں گرانا پڑا؟ اللہ اللہ! اُس قدوس حکیم کی مصلحتیں اور اُس حی و قیوم کی قدرتیں! جن ہاتھوں نے اس ڈیپوٹیشن کی تجویز کی کامیابی پر خوشیوں سے سرمست ہوکر دس دس منٹ تک متصل تالیاں بجائی تھیں، انہی ہاتھوں کو میں نے دیکھا کہ زمین کھود رہے ہیں، اور اس چار ماہہ طفل نو مولود کو سپرد خاک کر رہے ہیں!! اگر عقل مر نہ گئی ہو، اور ایمان باللہ کی روح نے جسم کو چھوڑ نہ دیا ہو، تو کلمۂ حق و صدق کی کامیابی اور دعوۃ الہلال کی فتح مندی کیلیے اس سے بڑھکر اور کیا نشانی ہوسکتی ہے؟ لیکن: و من لم یجعل اللہ لہ نوراً فما لہ من نور؟

[۵]

لیکن مسئلۂ مسلم یونیورسٹی کی تاریخ اسی واقعہ پر پہنچکر ختم نہیں ہوجاتی - اگر انسان کی غفلت حق کی طاقت کو بار بار آزمانا چاہتی ہے تو حق بھی اپنے خواص کے بار بار اظہار و اعلان سے نہیں تھکتا - فونڈیشن کمیٹی کے اولین اجلاس اور مجوزہ ڈیپوٹیشن کے حادثہ نے اگرچہ بتلادیا تھا کہ آگ کا خاصہ حرارت ہے اور اسکو چھونے سے ہاتھہ جل جاتا ہے، لیکن نادانوں نے چاہا کہ انگاروں سے کھیلنے کا تجربہ ابھی اور جاری رکھیں - چنانچہ اسکے بعد علی گڈہ میں فونڈیشن کمیٹی کا دوسرا اجلاس کیا گیا، بڑی بڑی کوششوں اور تدبیروں سے اپنے ہم مشرب اشخاص مختلف اطراف ہند سے جمع کیے گئے، خاص علی گڈہ میں جلسہ منعقد کرکے یقین کیا گیا کہ ہمارے دارالخلافہ کے اندر آکر باہر کی کوئی جماعت کامیاب نہیں ہوسکتی: ظنوا انہم مانعتہم حصونہم من اللہ - انہوں نے گمان کیا کہ ہمارے قلعہ کی دیواریں اللہ کی طاقت کو آنے سے روکدینگی - فاتاہم اللہ من حیث لم یحتسبوا - پس خدا اس راستہ سے آیا جہاں سے ظہور طاقت کا انہیں گمان بھی نہ تھا - و قذف فی قلوبہم الرعب - نتیجہ یہ نکلا کہ اپنے حصار و لشکر کے اندر جلسہ کرکے بھی وہ ناکام رہے، اور کلمۂ حق کی ہیبت اسطرح انکے دلوں پر چھاگئی کہ باوجود کمال جد و جہد کے کچھہ بھی نہ کرسکے، اور داعیان حق نے جو کچھہ چاہا وہی ہوا - و لکم فیہا ما تشتہی انفسکم و لکم فیہا ما تدعون!

پھر اسی زمانے میں مسلم یونیورسٹی ایسوسی ایشن قائم کی گئی، اور اسکے ضمن میں متعدد جزئی واقعات پیش آے، مگر ہر جزئی سے جزئی واقعہ میں بھی قوت حق و غلبۂ آراء ملت کی طاقت اپنے آثار و شواہد دکھلاتی رہی، اور اس میدان کے کسی گوشے نے بھی انکو پناہ نہ دی - حتی کہ گذشتہ اجلاس ایسوسی ایشن کا آخری واقعہ پیش آیا جسمیں مخفی طیاریوں اور درپردہ تدبیروں کو منتہاء سعی تک پہنچا دیا گیا تھا - جنگ کے زمانے کے شدید اثرات، بعض آزاد خیال افراد کی نظر بندیاں، ایک عرصہ کے التوا و خاموشی کی وجہ سے عام طور پر دلوں کی افسردگی، جنگ کے زمانے کی وجہ سے آزادانہ خیالات کے اظہار کی عام طور پر بندشیں، اور اور بہت سے ایسے وقتی حالات و اسباب پیش نظر تھے جنکی وجہ سے ان لوگوں کو پورا یقین ہوگیا تھا کہ موجودہ فرصت حصول مقصد کیلیے سب سے زیادہ قیمتی ہے، اور کچھہ عجب نہیں کہ شملہ کے وعدے علی گڈہ کی کوششوں سے پورے ہوجائیں - اس اجلاس کے انعقاد کی سرگذشت بھی اس سے کم دلچسپ نہیں ہے جس قدر اجلاس کے اندرونی واقعات دلچسپ ہیں - دوسری فونڈیشن کمیٹی میں طے پایا تھا کہ ایک ڈیپوٹیشن آخری گفتگو کیلیے وایسراے ہند کی خدمت میں حاضر ہو، اور اب اس کے تمام مراتب ابتدائی طے پاچکے تھے، لیکن صورت حال یوں ٹہرائی گئی کہ گویا ڈیپوٹیشن کے آنے کی اس طرف سے درخواست کی گئی ہے اور وہاں سے جواب صاف ملا گیا ہے کہ جب تک اصولی شرائط ہندو یونیورسٹی کے منظور نہ کرلیے جائیں، اس وقت تک ڈیپوٹیشن کا آنا بیکار ہے - اس سے مقصود یہ تھا کہ مسلمانوں کے سامنے یونیورسٹی کا مسئلہ آخری رد و قبول کی شکل میں آجاے اور لوگ گھبراکے اور پریشان ہوکے فیصلہ کردیں کہ جب اس طرح دو ٹک جواب مل گیا ہے تو اب لے لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں -

لیکن با ایں ہمہ اس سعی کا بھی جو نتیجہ نکلا وہ دنیا کو معلوم ہے - بالاخر اُسی ناکامی نے انکا استقبال کیا جو اولین اجلاس فونڈیشن کمیٹی سے انکی رفیق حال و ہمدم اعمال ہے، اور بجز اسکے کہ ماتموں میں ایک نئے ماتم کا اور حسرتوں میں ایک اور نئی حسرت کا اضافہ ہوگیا، اس پورے گروہ کو اور کچھہ بھی ہاتھہ نہ آیا -

[۶]

اب ۱۰ - اپریل کو پھر فونڈیشن کمیٹی کا اجلاس لکھنو میں منعقد کیا گیا ہے اور یہ لوگ تین سال کے متواتر و مسلسل تجربے کے بعد اب پھر اٹھے ہیں کہ خدا کو اور اسکے کلمۂ حق کی قوت کو ایک بار اور آزمالیں - یہ محض فونڈیشن کمیٹی کا ایک مجمع ہی نہیں ہے، بلکہ اُن کوششوں اور تدبیروں کی انتہا ہے جو مشیت الہی کے مقابلے میں انسانوں کا کوئی گروہ کرسکتا ہے - ان لوگوں نے سمجھا ہے کہ اگر ہم ایک مرتبہ آخری جانبازانہ کوشش کا سامان اور کرلینگے تو ضرور خدا

که وہ کہاں ہے اور باطل نے دیکھ لیا کہ خصائص حق کا قانون کسطرح اٹل اور غیر متغیر ہے ؟

[۳]

اس سلسلے میں سب سے پہلے وہ زمانہ یاد آتا ہے جب پہلے پہل مسلم یونیورسٹی کے متعلق دنیا نے معلوم کیا ہے کہ جن امیدوں اور ولولوں میں انکو مبتلا کیا گیا تھا ' ضرور نہیں ہے کہ اصلیت ویسی ہی ہو - اس زمانے میں الہلال نیا نیا شائع ہوا تھا - اس نے مسلسل چار اشاعتوں میں تعلیمی ممبر کے اولین مراسلہ پر بحث کی اور مسلم یونیورسٹی کی تحریک اور اسکے دعاۃ و واعظین کے متعلق خصوصاً اور تمام قومی تحریکوں اور جماعتی کاموں کے متعلق عموماً ' اُن افکار اسلامیہ اور عقائد صحیحہ کا اعلان کیا جنکی صداؤں سے سرزمین ہند کی اسلامی آبادی اسوقت تک آشنا نہ ہوئی تھی - یہ سلسلۂ مقالات بھی الہلال کے اُن ابتدائی مقالات میں سے ہے جنھوں نے مسلمانان ہند کے آگے سب سے پہلے اسلام کے احکام دینیہ و اوامر شرعیہ کی بنا پر حریۃ فکر' و اجتہاد رائے' و دعوۃ الی الحق' و توصیۂ معروف ' و احتساب شرعی کی دعوۃ پیش کی ' اور جسکو چند مہینوں کے اندر حکمۃ الہی نے وہ فتح مندانہ نشر و اعلان اور خسروانہ قبولیت و رفعت عطا فرمائی کہ وہی دعوۃ' وہی پکار' وہی الفاظ' وہی جملے ' وہی ترکیبیں ' وہی عقائد ' ہزاروں انسانوں ' صدہا جماعتوں ' بڑی بڑی آبادیوں ' بڑے بڑے شہروں ' بلکہ مسلمانان ہند کے سب سے زیادہ وسیع و غالب حصے کی زبانوں سے نکلنے لگے - حتی کہ بہت سے ایسے لوگ بھی جو اُس وقت دعوۃ الہلال کے اشد شدید منکرین و جاحدین میں سے تھے' دوسرے ناموں اور بھیسوں میں آکر انھی عقائد کا وعظ کرنے لگے اور سلطان حق کی قہرمانیت و شہنشاہیت کے آگے سر بسجود ہو جانے کیلیے مجبور ہو گئے - و للہ در ما قال :

کرگفتۂ زعشق گہے حرف آشنا
آں ہم حکایتیست کہ ازمن شنیدۂ !

چونکہ اس وقت تک انقلابی دور دعوۃ شروع نہیں ہوا تھا ' اور استعباد فکر' و اسر ذہن ' و تقلید اشخاص ' و اتباع افکار مالوفۂ و متوارثہ کی بندشیں ہر جماعت اور ہر گروہ کیلیے زینت پاؤ گردن تھیں' اسلیے اس سلسلۂ مقالات کا شائع ہونا تھا کہ ہر طرف سے رد و انکار کی صدائیں اٹھنے لگیں' اور ان لوگوں نے جنکی تمام عمر انسانی پرستشوں اور طرح طرح کی دنیاوی طاقتوں کی عبودیتوں میں بسر ہوئی تھی ' حیران ہو ہوکے چلانا شروع کیا :

اجعل اللہۃ الھا واحداً ؟ ان ھذا لشي عجاب ! ! (۳۸ : ۴)

کیا اس شخص نے تمام معبودوں سے انکار کرکے صرف ایک ہی کو معبود قرار دیدیا ہے ؟ یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے !

بعضوں نے سب سے بڑی وجہ انکار یہ بتلائی :

ما سمعنا بھذا في الملۃ الاخرہ ' ان ھذا الا اختلاق - (۳۸ : ۹)

ہم نے ایسی بات تو کبھی اپنی پرانی ملت میں نہ سنی ' کچھہ نہیں ' یہ اس شخص کی من گھڑت بات ہے !

بہتوں نے عاجز آکر وہ آخری صداے باطل بھی بلند کی جو اسوقت سے دنیا میں بلند ہوتی آئی ہے جب سے کہ حق کی دعوت اور پکار موجود ہے :

حرقوہ و انصروا الھتکم ان کنتم فاعلین (۲۱ : ۶۸)

اسکو جلادو' اسکو ہلاک کردو' اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم حقیقت میں کچھہ کرنے والے ہو!

حتی کہ بعض ایسے مخصوص افراد بھی جنکے افکار و عزائم میں تبدیلی ہو چکی تھی اور آزاد بیانیوں کی راہ پر چلنا چاہتے تھے ' یکایک قدیم اثرات سے پاک نہوسکے اور الہلال کی صدائیں ابتدا ابتدا میں انہیں بھی خوش نہ آئیں - لیکن پھر غور کرو کہ چند دنوں کے بعد ہی ان حالات کا نتیجہ کیا نکلا ؟ دنیا کی اُن نظروں نے جو ایک غیر معلوم مدت سے حق و باطل کے ان گنت معرکے دیکھہ چکی ہے ' اس معرکے میں بھی کیا دیکھا ؟ کس کے ساتھہ اللہ تھا جس نے اسکو تنزل کی جگہ عروج ' ادبار کی جگہ اقدام' شکست کی جگہ فتح ' اور ذلت و رسوائی کی جگہ عظمت و رفعت بخشی ؟ اور وہ کون تھے جنکو روز بروز ناکامی و نامرادی اور ذلت و خسران کے سوا اور کچھہ ہاتھہ نہ آیا ؟ کس کے ساتھہ سچائی تھی جو ہمیشہ " لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون " اور " لھم البشري فی الحیاۃ الدنیا و فی الاخرہ " کا مصداق رہا ؟ اور کون رشتۂ حق و صدق سے محروم تھا جس نے ان الباطل کان ذھوقا کے سوا اور کچھہ نہ پایا ؟ اسکا جواب میں خود نہ دونگا - ان سوالوں کا جواب ہندوستان کے زمین و آسمان سے پوچھو' خاک ہند کے ایک ایک ذرہ سے پوچھو ' ہر اُس ستارے سے پوچھو جو گذشتہ تین سال کے اندر ہندوستان کی راتوں میں نکلا ' اور آفتاب کی ہر اُس کرن سے پوچھو جو پچھلے تین سالوں کی ہر صبح کو چمکی اور ہر شام کو غروب ہوئی ' اور اگر یہ تمام صدائیں بھی اسکے لیے کافی نہوں' تو پھر خود انھی ہستیوں کے پاس جاو جنھوں نے صداے حق کے انکار و جحود میں منکرین سابقین اور جاحدین اقدمین سے اپنا رشتہ جوڑا ہے ' اور انکے پہلوؤں کے اندر اُتر کے دیکھو کہ دل کا ایک ایک گوشہ اور اسکی گہرائی میں کا ایک ایک ریشہ کیا کہہ رہا ہے ؟ کس ناکامی کا داغ ہے ' اور کس نامرادی کا ماتم ؟

[۴]

اس عہد کے بعد ہی نہ صرف مسئلۂ مسلم یونیورسٹی کی تاریخ ' بلکہ مسلمانان ہند کے اعمال و افکار عمومی کی تاریخ کا وہ مشہور اور یادگار واقعہ پیش آیا جو بصیرتوں کا ایک صحیفہ عبرتوں کا ایک سرچشمہ ' اور قلوب مومنین و ارواح صادقین کیلیے موعظتوں اور حکمتوں کی روشنیوں کا ایک آفتاب عالمتاب تھا :

لمن کان لہ قلب او القي السمع و ھو شہید ! (۵۰ : ۳۶) یعنی فونڈیشن کمیٹی کا پہلا اجلاس جو ۲۶ دسمبر سنہ ۱۹۱۳ کو قیصر باغ لکھنو میں منعقد ہوا - آہ ' کیا دنیا میں ایسی غفلتیں بھی بستی ہیں جنکے جگانے کیلیے زلزلوں اور آتش فشانیوں کے دھماکے بھی بیکار ہوتے ہیں ' اور کیا ایسی آنکھیں بھی موجود ہیں جنکے لیے دوپہر کے سورج میں بھی روشنی نہیں ؟ فونڈیشن کمیٹی کا یہ اجلاس اور اس کے نتائج و عواقب قاہرہ اعلان حق و فتح صداقت کا ایک ایسا تاریخی واقعہ تھا کہ اگر لوگوں کے دلوں کو حق و انابت اور خشیت ایمانی کا ایک ذرہ احساس بھی ملا ہوتا تو ہدایت یابی اور توبۂ و رجوع الی الحق کیلیے صرف یہی ایک واقعہ بس کرتا تھا - وہ سمجھہ جاتے کہ حق کس کے ساتھہ ہے اور اللہ کی مشیت کا ہاتھہ کسکی جانب سے حرکت کر رہا ہے ؟ وہ اعلان و ظہور اور انقلاب وقت و افکار کی روشنیوں کی ایک ایسی مجلی دوپہر تھی کہ اندھوں کو بھی راہ مل جاتی تھی اور تہہ خانوں کو بھی روشنی سے چمک اٹھنا تھا ' لیکن افسوس انسان کی غفلت پر' اور صد حسرت دلوں کے اعراض اور عقلوں کی ضلالت پر' کہ سرگشتگان خواب و سرمستی کی رات اسپر بھی ختم نہ ہوئی" اور حق پرستی کی راہ اسطرح انکے سامنے سے گم ہوگئی کہ ایسی واضح و آشکارا رہنمائیوں کے بعد بھی صراط مستقیم پر قدم نہ رکھہ سکے : ما یاتیھم من ایات ربھم الا کانوا عنھا معرضین !

کیا یہ ممکن ہے کہ ایک صحیح الفکر دماغ اس واقعہ کو دیکھے اور پھر بھی معلوم نہ کرسکے کہ خدا کیا چاہتا ہے ؟ ہزارہا انسان

ادبیات

اثار خطیۂ ادبیہ

میرزا غالب مرحوم کا غیر مطبوعہ کلام

(قصیدہ در تہنیت غسل صحت نواب یوسف علي خاں بہادر سابق والی رامپور)

مرحبا سال فرخی آئیں * عید شوال و ماہ فروردیں
شب و روز افتخار لیل و نہار * مہ و سال اشرف شہور و سنیں
گرچہ ہے بعد عید کے نوروز * لیک پیش از سہ ہفتہ بعد نہیں
سو اس آئیں [illegible] ہولي ہے * مجلسیں جا بجا [illegible] رنگیں
شہر میں کو بکو [illegible] * باغ میں سو بسو گل و نسریں
شہر گویا نمونۂ گلزار * باغ گویا نگار خانۂ چیں
تین تہوار اور [illegible] خوب * جمع ہرگز ہوے نہ ہونگے کہیں !

* * *

پھر ہوئي ہے اسی مہینے میں * منعقد محفل [illegible]
محفل غسل صحت نواب * رونق افزائے مسند تمکیں
بزم گہہ میں امیر شاہ نشاں * رزم گہہ میں حریف [illegible]
پیشگاہ حضور [illegible] * خیر خواہ جناب [illegible]
جنکي مسند کا [illegible] گوشہ * جنکي خاتم کا [illegible]
جنکي دیوار [illegible] کے نیچے * آسماں ہے گدائے [illegible]
دہر میں اس طرح کی بزم سرور * ہوئي ہو کبھی [illegible] زمیں
انجم چرخ گر [illegible] * [illegible] ماہ [illegible]

* * *

راجہ اندر کا جو اکھاڑا ہے * ہے وہ [illegible] سطح چرخ برین
وہ نظرگاہ اہل وہم و خیال * یہ ضیا بخش چشم اہل یقین
واں کہاں یہ عطا؟ بذل و کرم * کہ جہاں گدیہ گر کا نام نہیں؟
یاں زمیں پر نظر جہاں تک جاے * ژالہ آسا بچھے ہیں در ثمیں
نغمۂ مطربان زہرہ نوا! * جلوۂ لولیان ماہ جبیں!
اُس اکھاڑے میں جو کہ ہے مظنون * یاں وہ دیکھا بچشم صورت بیں

* *

سرور مہر فرہ جو سوار * بکمال تجمل و تزئیں
سب نے جانا کہ ہے پری توسن * اور [illegible] ہے دامن زیں
نقش سم سمند ہے یکسر * بن گیا دشت دامن گلچیں
فوج کي گرد راہ مشک فشاں * رہروونکي مشام عطر آگیں
بسکہ بخشي ہے فوج کو عزت * فوج کا ہر پیادہ ہے فرزیں
مرکب خاص یوں زمیں پر تھا * جس طرح ہے سپہر پر پرویں
چھوڑ دیتا تھا گور کو بہرام * ران پر داغ تازہ دیکے وہیں
اور داغ آپکي غلامي کا * خاص بہرام کا ہے زیب سریں

* * *

بندہ پرور! ثنا طرازي سے * مدعا عرض فن شعر نہیں
آپکي مدح اور میرا منہہ ؟ * گرکہوں بھي تو کس کو آے یقیں ؟
اور پھر اب کہ ضعف پیری سے * ہوگیا ہوں نزار و زار و حزیں
پیری و نیستي ، خدا کي پناہ! * دست خالي و خاطر غمگیں !
صرف اظہار ہے ارادت کا * ہے قلم کے جو سجدہ زیر جبیں
مدح گستر نہیں دعا گو ہے * (غالب) عاجز نیاز آگیں
ہے دعا بھي یہي کہ دنیا میں * تم رہو زندہ جاوداں ! آمیں !

کو شکست دیدینگے' کیونکہ انسانوں کي طرح لڑتے لڑتے وہ بھي تھک جا سکتا ہے' اور اگر بہت زیادہ روپیہ' بہت زیادہ سازشیں' بہت زیادہ انسان' اور بہت زیادہ انساني تدبیروں کا مواد جمع ہوجائے تو کیوں نہیں خدا کو بھي ہار مان لیني پڑے؟ چنانچہ مہینوں سے طرح طرح کے سامان کیے جا رہے ہیں' اور بڑے بڑے دعوے اور بڑے بڑے اعلانات سننے میں آ رہے ہیں - اب دیکھنا یہ ہے کہ اس آخري معرکے کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ کیا کلمۂ حق و جماعت کي پچھلي فتح مندیاں صرف اسلیے تھیں کہ بہت زیادہ سامان اسکے حریفوں نے نہیں کیا تھا اور اب زیادہ سامان کرکے اسکو شکست دیدي جائیگي؟ یہ سچ ہے کہ صوبۂ متحدہ کي گورنمنٹ نے پچھلے اجلاس ایسوسي ایشن کي شرکت کے بعد ہي مجھکو اپنے صوبے میں داخل ہونے سے روک دیا ہے' اور اسلیے میں اس جلسہ میں شریک نہیں ہوسکتا' لیکن غالباً وہ خدا کو لکھنو میں آنے سے نہیں روک سکتي' اور اسکے آنے اور نمودار ہونے کي راہیں ہمیشہ ایسي رہي ہیں جنکا انسانوں کو وہم و گمان بھي نہ تھا: فاتاھم اللہ من حیث لم یحتسبوا -

یہ وہي حق اور باطل کا مقابلہ ہے جو برسوں سے ہورہا ہے' یہ وہي اشخاص اور جماعت کے فوائد کي معرکہ آرائي ہے جسکا میدان عرصہ سے گرم ہے' یہ وہي اصلاح اور افساد کے قوت و ضعف کا فیصلہ ہے جو اگرچہ اول روز ہي ہوچکا ہے مگر ایک آخري فیصلہ غالباً ابھي باقي ہے - پس قریب ہے کہ حق ظاہر ہو' اور کچھہ دیر نہیں کہ جس کلمہ کے ساتھہ اللہ کي مشیت و حکمت شامل ہے' وہ اپني آخري فتح مندي کا اعلان عام کردے:

اعملوا علی مکانتکم انا عاملون - وانتظــروا انا منتظــرون! (۱۱ : ۱۲۲) وما ربک بغافل عمـا تعملون (۱۱ : ۱۲۳)

اے لوگو! تم اپني جگہ کام کیے جاؤ' ہم اپني جگہ کام کررہے ہیں - اور پھر نتیجہ کا انتظار کرو - ہم بھي انتظار کرنے والے ہیں! .... اور تمہـارا پروردگار ان کاموں سے غافل نہیں جن میں تم لگے ہوے ہو -

(دلائــل و مباحث)

ہمارا ارادہ تھا کہ اس نمبر میں ایک مضمون ان تمام دلائل و مباحث کے متعلق بھي لکھینگے جو اس وقت تـک مسلم یونیورسٹي کے بلا انتظار لیلینے کے لیے شائع کیے گئے ہیں - چنانچہ اسي غرض سے ہم نے ایک پورے فارم کي جگہ خالي رکھي' اور تمام کاغذات و رسائل جمع کراے جو اس وقت تـک شائع کیے جاچکے ہیں -

لیکن اب کہ لکھنے کا ارادہ کیا ہے' اور ان تمام مضامین و رسائل پر نظر ثاني ہے جو ابتدا سے لیکر اسوقت تک شائع کیے گئے ہیں' علی الخصوص وہ تحریریں جو گذشتہ اجلاس ایسوسي ایشن کے موقعہ پر شائع کي گئیں' نیز وہ بعض رسائل جو پچھلے دو چار ہفتوں کے اندر نکلے ہیں' تو سمجھہ میں نہیں آتا کہ کس چیز کو دلیل و ثبوت کے لفظ سے موسوم [illegible] اور اس تمام ذخیرۂ اشاعات کي کس سطر کو قابل بحث [illegible] قرار دیں؟ اس تمام ذخیرہ میں ایک دلیــل بھي ایسي نہیں ملتي جو ثابت کرسکے کہ بحالت موجودہ (جبکہ گورنمنٹ آف انڈیا اور گورنمنٹ انگلستان نام نہاد قومي یونیورسٹیوں کے متعلق ایک انقطاعي مقام اختیار کرچکي ہے) چند دنوں کے مزید انتظار' ضوابط ہندو یونیورسٹي کي ترتیب' قوانین متعلقۂ [illegible] سکل' اور دوائر نفوذ و احاطہ کے معاملہ میں کونسا نقصان عائد ہوجاتا ہے؟ [illegible] مضامین و رسائل شائع کیے گئے ہیں' بلا [illegible] مبالغہ ان [illegible] ضلالت فکر و راے اور تلبیسات و مغالطات کے [illegible] کچھہ نہیں ہے - مثلاً

(۱) ایک بڑي دلیل بار بار یہ [illegible] ہے' گورنمنٹ کي راے بدل جاے [illegible]

اس بیان میں کئي دھوکے اور مغالطات ہیں - اول تو قومي یونیورسٹي کے متعلق نہ صرف حکومت ہند بلکہ حکومت بالا بھي اپني پالیسي صاف و واضح کرچکي ہے اور ایک قوم کو دیچکي ہے - اب اسمیں تبدیلي کا خوف دلانا ایک ایسي سوفسطائیت ہے جسکو بجز علي گڈہ کے " محققین تعلیم " کے اور کوئي اختیار نہیں کرسکتا - ثانیاً ابھي ابھي جدید ممبر تعلیمات دہلي کي صحبت میں ظاہر کرچکا ہے کہ " ہندو یونیورسٹي کي شرائط پر مسلم یونیورسٹي ہر حال میں طیار ہے - آپ جب چاہیں لیلے سکتے ہیں " -

(۲) دلیل نہیں مگر ایک بڑا مغالطہ یہ دیا جاتا ہے کہ مسلم یونیورسٹي لے لینے کي صورت میں علي گڈہ کالج کي آزادانہ حالت کچھہ نہ کچھہ بڑھ ہي جائیگي - گھٹ کسي طرح نہیں سکتي - مگر یہ بیان اپني شدت اور نوعیت کے لحاظ سے ایک ایسا کامل ترین قسم کا جھوٹ ہے جس سے زیادہ غلط بیاني انسان کي زبان نہیں کرسکتي - دلیل میں یہ لوگ علي گڈہ کالج کے موجودہ قانون اور ہندو یونیورسٹي ایکٹ کا مقابلہ کرتے ہیں اور بلا دریغ سفید کو سیاہ اور دنکو رات دکھلاتے ہیں - علي گڈہ کالج اور گورنمنٹ کے اختیارات کي اصلي بنا قانون ٹرسٹیاں کي دفعہ ۱۴۷ ہے: " لوکل گورنمنٹ اور ڈائرکٹر تعلیمات کو کالج کي تعلیم کے اندروني انتظامات اور بورڈنگ ہاؤس کے انتظام اور کالج کے اسٹاف کے تقرر اور موقوفي اور تبادلہ نیز معاملات متعلق تعلیم مذہبي میں بجز اسکے جسکا ذکر دفعہ ۱۴۴ میں ہے' مداخلت کرنے کا اختیار نہوگا "

دفعہ ۱۴۴ جسکا اسمیں ذکر ہے یہ ہے " لوکل گورنمنٹ کو اختیار ہوگا کہ اس امر کي نسبت اپنا اطمینان کرنے کي غرض سے کہ کالج کا اسٹاف کالج کے طالب علموں کي تعلیمي ضروریات کیلیے کافي ہے' ٹرسٹیوں سے وقتاً فوقتاً استفسار کرے' اور اگر استفسار کے بعد لوکل گورنمنٹ کو یہ معلوم ہو کہ کالج اسٹاف کا کوئي عہدہ دار اس کام کے قابل نہیں ہے' تو ٹرسٹیوں کو ہدایت کریگي' کہ اس شخص کو اس عہدہ سے علحدہ کردیا جاے "

ان دفعات سے واضح ہوگیا کہ موجودہ قوانین کي بنا پر لوکل گورنمنٹ کو صرف اسقدر اختیار حاصل ہے کہ اگر کالج کي تعلیمي ضروریات کیلیے کوئي عہدہ دار قابل نہو تو وہ ٹرسٹیوں کو ہدایت کریگي کہ اسے علحدہ کردیں -

علاوہ بریں قانون ٹرسٹیاں اسوقت ہمارے سامنے ہے - اسمیں جسقدر دفعات گورنمنٹ اور عہدہ داران گورنمنٹ کے علائق سے تعلق رکھتي ہیں' ان سب میں حسب ذیل الفاظ کے سوا اور کچھہ نہیں ملسکتا:

" ڈائرکٹر کو ...... صلاح دینے کا اختیار ہوگا - ٹرسٹیوں کا فرض ہوگا کہ مشورہ پر لحاظ کریں - عمل نہ کرنے کے وجوہ قلمبند کریں (دفعہ ۱۴۱) وزیٹر (یعني لفٹننٹ گورنر) مشورہ دینے کا مجاز ہوگا (دفعہ ۱۴۲) وزیٹر کو جائز ہے کہ اپني راے لکھے - کوئي تجویز پیش کرے - بورڈ آف مینیجمنٹ کا فرض ہوگا کہ مشورہ پر غور کرے (دفعہ ۴۳ ضمن ۲) گورنمنٹ کو اختیار ہوگا کہ تحقیقات کرے (دفعہ ۱۳۹)

اس سے معلوم ہوا کہ موجودہ حالت میں قوانین کالج [illegible] کے کسي علاقہ کو قانوناً " صلاح و مشورہ' تجاویز [illegible] و تحقیق " سے زیادہ تسلیم نہیں کرتے' اور پھر [illegible] ۱۴۷ اپنے تمام اندروني معاملات میں وہ آزاد ہے -

کے مقابلہ [illegible] ہندو یونیورسٹي ایکٹ اور اسکي دفعات [illegible] کا خلاصہ [illegible] لفظوں میں یہ ہے کہ ہر بنیادي و اساسي [illegible] نہ صرف [illegible] دینے بلکہ منظوري و عدم منظوري کا اختیار [illegible] نے اپنے [illegible] میں رکھا ہے' اور ضوابط کي ترتیب بھي [illegible] گورنمنٹ ہي کے متعلق ہے -

فرانس کا ایک مشہور عالم نباتي "دي کاندل" ہے - اس نے سنہ ۱۸۲۰ء میں اپني کتاب شائع کي اور اسمیں تنازع البقاء کے قانون کو ایک منظم شکل میں پیش کیا - وہ لکھتا ہے کہ نباتات نباتات ہمیشہ ایک عالم تنازع و مزاحمة اور کشمکش میں ہے' اور جو فرد اور قسم اصلح و اقوي ہوتي ہے ' باقي رہتي ہے ' اور جو اصلح نہیں رہتي مٹ جاتي ہے -

(تیسرا دور)

یہ انتخاب طبیعي کا دوسرا دور تھا کہ عالم نباتات میں بھي اس قانون کا کشف ہوا - تیسرا دور خود چارلس ڈارون کا ہے جس نے اس قوت کے ساتھہ مسئلہ نشو و ارتقاء کو پیش کیا کہ وہ ایک مدلل و مرتب نظریہ بنکر تمام علمي دنیا میں شائع ہوگیا - ڈارون نے اپنے نظریہ کي بنیاد جن قوانین پر رکھي ' ان میں سب سے زیادہ اہم تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي ہے - اس نے انتخاب طبیعي کو ایک مستقل قانون طبیعة قرار دیا ' اور نہایت تفصیل و کثرت سے اسکے امثال و نظائر جمع کیے - اس نے اپني دوسري کتاب کا نام ھي یہ رکھا کہ " پیدائش انواع بواسطۂ انتخاب طبیعي یا بواسطۂ حفظ انواع اکمل در تنازع البقاء "

ڈارون نے ظاہر کیا کہ تنازع البقاء جمادات سے لیکر حیوانات تک میں جاري و ساري ہے' اور طبیعة اسي درخت اور اسي حیوان کو باقي رکھتي ہے جو اصلح و اقوی ہو - اس نے تنازع البقاء کي دو حالتیں قرار دیں : فاعلي اور مفعولي - فاعلي سے مقصود یہ کشمکش ہے جو حیوانات میں ایک کو دوسرے کے ساتھہ در پیش ہے اور مفعولي وہ کشمکش ہے جو احیاء و حیوانات کو قواے طبیعیۂ عامتہ کے ساتھہ پیش آتي ہے - پھر " انتخاب " کي بھي وہ دو قسمیں کرتا ہے - طبیعي اور صناعي - طبیعي اصل انتخاب ہے جو خود فطرة بتدریج کررھي ہے - اصلح کو باقي رکھتي ہے - غیر اصلح کو چھانٹ دیتي ہے - صناعي وہ انتخاب ہے جو انسان کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہے - وہ طرح طرح کي موثر تدبیروں اور تربیتوں سے ایک نوع کے درخت کو قوت پہنچاتا اور بہتر حالت میں لاتا ہے - پس وہ اصلح ہوکر حسب قانون طبیعة باقي رہتا ہے - یا کسي ایک زمین کو درست کرتا ہے' جھاڑیاں کاٹ دیتا ہے' کھنڈروں کو بھر دیتا ہے' اطراف کو صاف کردیتا ہے' وہ اصلح ہوکر لائق آبادي ہوجاتي ہے' یا کسي ایک نسل حیواني کو لیکر پرورش کرتا ہے' عمدہ آب و ہوا میں رکھتا عمدہ غذا کھلاتا ' اچھے اصولوں پر پرورش کرتا ہے - وہ اصلح ہوکر باقي رہتي ہے ' اور اسکے مقابلے میں غیر تربیت یافتہ نسل مٹ جاتي ہے - وغیرہ ذالک من الامثال و الشباہ - لیکن آگے چلکر تم کو معلوم ہوگا کہ انتخاب طبیعي اور صناعي کا یہ فرق ڈارون کي سخت غلطي تھي - جس انتخاب کو وہ صناعي کہتا ہے ' وہ کوئي مستقل قسم نہیں ہے بلکہ اسي انتخاب طبیعي کي ایک قوة عاملہ ہے - طبیعت نے انتخاب کیلیے مختلف عوامل و وسائل قرار دیے ہیں ' ان میں خود انسان کا ہاتھہ بھي فطرة کے اعمال کا ایک آلہ ہے - فطرة الہي کبھي تو اسکے ہاتھہ میں تلوار دیدیتي ہے تاکہ غیر اصلح ہستیوں کو قتل کرکے مٹادے اور اسطرح فطرة کا دنیا میں خلیفہ ہو' اور کبھي اصلاح و تربیت کي قوت دیدیتي ہے تاکہ باقي رہنے والي قوتوں کی اصلحیت کا ذریعہ بن جاے اور اصلح دنیا میں باقي رہے - خود انسان کوئي چیز نہیں ہے ' ڈارون' انسان تھا - وہ ظن و تخمین سے آگے نہیں بڑھسکا' قرآن العلم ہے اور اختلافات کیلیے حکم ' وہ اصل حقیقت کو واضح کردیگا - ولتعلمن نبأہ بعد حین -

ڈارون کے بعد ھي (بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ تقریباً اسکے معاصرین میں) مشہور " ویلز " ہے ' جس نے خاص طور پر مسئلۂ " انتخاب طبیعي " کو اپنے درس و نظر کا موضوع قرار دیا اور مستقل طور پر اس قانون کے کشف و حقیقت کیلیے اپنے اعمال عملیہ وقف کردیے - مسلسل سیاحتوں اور بعض غیر آبادیوں اور غیر متمدن ممالک کے مشاہدات نے اسکو بہت مدد دي ' اور مختلف قسم کے حیوانات - علي الخصوص صنف طیور کا اس نے خاصتاً مطالعہ کیا - الہـــلال جلد ۴ - کي آخري اشاعة میں ہم بہ تفصیل اسکے تجارب پر بحث کرچکے ہیں - حیوانات و احیاء میں انتخاب طبیعي کے قانون کو جس وسعت کے ساتھہ اسنے ثابت کیا ہے' وہ درجہ خود ڈارون کو بھي نصیب نہیں - سب سے پہلے بقاء امثل و اصلح (نیچرل سلکشن) کي اصطلاح اسي نے وضع کي ہے - پس ڈارون اور ویلز انتخاب طبیعي کا تیسرا درجہ ہیں ' جنھوں نے جمادات اور نباتات کے علاوہ خود حیوانات میں بھي قانون انتخاب کي حقیقت و نفاذ کو معلوم کیا -

(چوتھا دور)

لیکن اس دور تک انتخاب طبیعي کا قانون اگرچہ عالم حیوانات تک پہنچ چکا ہے اور انسان نے دیکھہ لیا ہے کہ فطرة جمادات و نباتات کي طرح خود اسکي نوع یعنے حیوانات میں بھي اصلح کو باقي رکھتي اور غیر اصلح کو چھانٹ دیتي ہے ' تاہم ابتک وہ اس سے آگے نہیں بڑھسکا کہ حیوانات کا تنازع البقاء مرتبہ وجود انساني سے نیچے جاري ہے ' اور جب نوع حیواني ترقي کرتے ہوے وجود انساني تک پہنچ گئي تو چونکہ انسان زنجیر ارتقاء کي آخري کڑي ہے اسلیے اسکے بعد اور کچھہ نہیں ہوتا -

ڈارون کے مباحث و مذاکرات کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف انسان کے وجود کي تکوین تک اپني تمام نظریات کو محدود رکھتا ہے - وہ کہتا ہے کہ دنیا میں مخلوقات کا سلسلۂ ارتقاء جمادات کي ابتدائي تخلیقات سے شروع ہوکر عالم نباتات میں پہنچتا ہے ' اور نباتات سے حیوانات میں - پھر حیوانات میں علقۂ اولی (پروٹو پلاسم) کے ارتقاء اور مذہب کریات کي طرف بھي اشارہ کرتا ہے - یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے آخري زنجیر تک پہنچتا ہے یعني وجود انسان تک - اس کے بعد وہ بالکل خاموش ہے' اور چونکہ سلسلۂ ارتقاء کو اسکے بعد نہیں دیکھتا ' اسلیے جس قدر عوامل و موثرات ارتقاء میں' مثلاً انتخاب طبیعي ' مطابقت و وراثت ' انکو بھي وجود انساني کے بعد معلوم نہیں کرتا -

ڈارون کي اصلي غلطي یہ تھي کہ اس نے تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي کو ایک مستقل قانون فطرة کي شکل میں نہیں دیکھا تھا' بلکہ اپنے نظریہ وحدة انواع (یعنے اصل میں صرف ایک ھي نوع ہے جس سے تمام انواع و عوالم خلقت بتدریج بن گئے ہیں) کے ضمن میں اس قانون کو بھي جگہہ دي تھي - اس کا مذہب یہ تھا کہ ایک ھي نوع سے مختلف انواع اسلیے پیدا ہوگئیں کہ دنیا میں چار قوانین طبعیة : تنازع البقاء ' انتخاب طبیعي ' مطابقت ' اور وراثت کام کررہے ہیں' اور جس طرح انسان کا عمل اور صناعة مفید و نافع چیز کو چھانٹ لیتا اور بچاتا ہے' اور مضر اور ناقص کو چھوڑ دیتا ہے' ٹھیک ٹھیک اسي طرح طبیعة بھي اصلح کو باقي رکھتي اور غیر اصلح کو ضائع کردیتي ہے - پس ایک ھي نوع بہ تحت قانون مطابقت و وراثت ' مختلف اثرات زمین و احتیاجات خلقت و تلاش غذا وغیرہ سے متاثر ہوکر بتدریج متغیر ہوئي ' تنازع البقاء جاري تھا ' انتخاب طبیعي نے اصلح و اقوي کو باقي رکھا ' غیر اصلح کو ضائع کردیا - نتیجہ یہ نکلا کہ قوي و اصلح وجود برابر قائم و ترقي فرما رہا - حتی کہ خلقت کي آخري زنجیر تک پہنچا جو انسان ہے -

حالانکہ " انتخاب طبیعي " کا قانون ایک مستقل قانون فطرة ہے' جو مسئلۂ وحدت انواع کا تابع نہیں' اور اگر ایک نوع کي جگہ مستقلاً ہر نوع کو ایک علحدہ نوع بھي مان لیا جاے

باب التفسیر

الحق و الباطل

حقیقت بقاء اسلام و فنائے کفر

گذشتہ صحبت میں " تنازع البقاء " اور " انتخاب طبیعی " اور " بقاء اصلح و امثل " کی حقیقت پر ہم ایک مجموعی نظر ڈال چکے ہیں - اب قبل اسکے کہ اصل موضوع کی طرف متوجہ ہوں ' مسئلہ انتخاب طبیعی کے تدریجی ارتقاء اور اسکے مختلف دوروں پر ایک سرسری نظر ڈال لینا ضروری ہے -

ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ قانون انتخاب طبیعی کے متعلق اس وقت تک انسانی معلومات کس درجہ تک پہنچی ہیں اور زیادہ سے زیادہ انسان جو اسکے متعلق جانتا ہے وہ کیا ہے ؟ گذشتہ صحبت میں ہم نے جو کچھ لکھا وہ گویا اس وقت تک کی تمام حاصل شدہ معلومات کا ایک مرتب سلسلہ تھا ' لیکن ضروری ہے کہ اس قانون کے علم و اختبار کے درجہ بدرجہ جو مختلف مراتب رہے ہیں ' انکو بھی مختصراً واضح کردیا جائے - ہمارے لیے ہمیشہ ایک بڑی مصیبت موضوع کی وسعت ' خیالات و افکار کا ہجوم و انتشار ' اور اختصار بیان کی ناگزیر ضرورت ہوتی ہے - اس صحبت میں بھی یہی مشکل درپیش ' تاہم جہاں تک ممکن ہوگا ' اختصار سے کام لینگے ' اور عمداً اہم سے اہم اطراف بحث کو بھی ترک کردینگے -

یہاں اس قدر ظاہر کردینا ضروری ہے کہ مباحث بحث کا حصہ بعض احباب کی نظروں میں خشک اور بے مزہ ہو ' کیونکہ محض تاریخی حالات و علمی مصطلحات پر مبنی ہے - ایسے حضرات کو چاہیے کہ وہ اس ٹکڑے کو چھوڑ دیں ' اور اس کے بعد کے عنوان سے مطالعہ فرمائیں جہاں سے قرآن حکیم کی بحث شروع ہوتی ہیں -

(۲)

مراتب کشف و تحقیق بقاء اصلح

گذشتہ صحبت میں انتخاب طبیعی پر جو مجموعی نظر ڈالی گئی ہے ' اسکے امثال و نظائر کو ہم نے انسان سے شروع کیا ' پھر نباتات و جمادات تک پہنچکر افکار و ذہنیات و عالم معنویات کی طرف چلے گئے ' لیکن اس قانون کی تحقیق و کشف کی تاریخ بالکل اس کے برعکس واقع ہوئی ہے - یعنی سب سے پہلے انسان نے جمادات میں تنازع البقاء اور انتخاب طبیعی کو معلوم کیا ' اسکے بعد حیوانات میں ' پھر انسانی کے اجتماع و تمدن میں ' اور سب سے آخر عالم افکار و ذہنیات و معنویات میں - حسب قانون ارتقاء ' اس قانون کے کشف و علم میں بھی قدرتی طور پر اسی طرح ارتقاء کا ہونا ضروری تھا -

(بقاء اصلح کا اولین کشف)

یہ عجیب بات ہے کہ قانون تنازع البقاء کی سب سے پہلی روشنی زمین کے بالائی سطح کی روشن فضاء کی جگہ اسکے اندرونی طبقوں اور نہایت عمیق غاروں کی تاریکی میں چمکی !

چارلس ڈارون سے کچھہ پہلے چند علماء طبقات الارض (جیولوجی) اور علماء احافیر و اثریات (آرکیولوجی) کے نام ہم کو معلوم ہوتے ہیں جنہوں نے زمین کے اندرونی طبقات کی بتدریج تکوین و تخلیق کے مطالعۂ و درس میں تنازع البقاء کی طرف رہنمائی پائی ' اور انکو خیال ہوا کہ طبیعت کا کوئی غیر معلوم قانون ہے جو بہتر و اصلح اشیاء کو قائم رکھتا اور ناقص شدہ اجزاء کو فنا کر دیتا ہے - انتخاب طبیعی کے کشف کا یہ پہلا درجہ تھا جو گویا عالم جمادات میں ہوا - ان علماء نے تکوین ارض کے مختلف دوروں کی جو طبقات الارضی عمر قرار دی ' اسمیں تنازع البقاء اور انتخاب طبیعی کے اصولوں کو ایک نا مکمل اور ابتدائی صورت میں ملحوظ رکھا ہے -

(دوسرا دور)

اسی دور میں قبل اسکے کہ چارلس ڈارون اپنے مشہور مذہب ارتقاء کو دنیا کے سامنے پیش کرے ' فرانس میں لامارک اور جوفرسان دو مشہور حکماء طبیعی کا ظہور ہوا ' جنہوں نے ڈارون کی طرح مسئلہ وحدۃ انواع کو اپنا موضوع بحث قرار دیا -

لامارک پیرس کے باغ نباتات کا مہتمم تھا اور اس میں نباتات کے علاوہ ایک بڑا ذخیرہ طرح طرح کے حیوانات کا بھی موجود تھا - حیوانات و نباتات کی مختلف انواع کے علمی درس و مطالعہ اور تربیت صناعی کے اعمال و نتائج سے اسکو مسئلۂ وحدتِ انواع کی طرف ایک قوی تحریک ملی ' اور بالترتیب سنہ ۱۸۰۹ اور سنہ ۱۸۱۵ میں اس نے اپنی دو کتابیں " فلسفۂ حیوانات " اور " تاریخ حیوانات معدومہ " شائع کیں - ان کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب وحدت انواع میں اسکا زیادہ تر اعتماد قانون وراثت (Heredity) اور قانون مطابقت (Adaptation) پر تھا (جنکی تشریح گذشتہ اشاعت کے مضمون التحول الفجائی میں کی جا چکی ہے) تنازع البقاء اور انتخاب طبیعی کو وہ زیادہ اہمیت نہیں دیتا ' تاہم اس سے بیخبر بھی نہیں ہے - اپنی دوسری کتاب میں جمادات کے علاوہ نباتات میں بھی طبیعۃ کے انتخاب کی طرف اشارہ کرتا ہے -

لامارک کا معاصر جوفرسان ہے (المتولد سنہ ۱۷۷۲) اس نے سنہ ۱۸۲۸ میں اپنی کتاب " اصل وحدۃ ترکیب عضوی " شائع کی - اسکا اعتماد زیادہ تر قانون مطابقت یعنی موثرات خارجیہ پر تھا - وہ کہتا ہے کہ آب و ہوا ' حرارت ' رطوبۃ ' اور مقدار کاربونک ایسیڈ کے اختلافات سے ایک نوع متاثر ہوکر مختلف انواع کی شکل میں منتقل ہوتی - تاہم اس نے بھی تنازع البقاء کی طرف اشارات کیے ہیں ' اور معلوم ہوتا ہے کہ نباتات تک اسکی بھی نظر پہنچ چکی تھی -

اسی زمانے میں دو مشہور شخص جرمنی کے اندر بھی مسئلۂ وحدت انواع و نشو و ارتقاء پر غور کر رہے تھے - یعنی مشہور شاعر " گیٹے " (Goethe) اور مشہور طبیعی " اوکن " - گیٹے نے سنہ ۱۷۹۰ میں اپنی کتاب " تحول نباتات " شائع کی اور اوکن (المتوفی سنہ ۱۸۵۱) نے سنہ ۱۸۱۸ میں " فلسفۂ طبیعی " یہ لوگ بھی لامارک کی طرح ابھی تنازع البقاء کی حقیقت سے پوری طرح باخبر نہیں ہیں ' لیکن کبھی کبھی اسطرف بھی ایک دو قدم بڑھ آتے ہیں ' اور جمادات کے علاوہ نباتات میں بھی ایک مزاحمۃ اور کشاکش کو دیکھہ لیتے ہیں -

لیکن سب سے زیادہ جس شخص نے عالم نباتات میں انتخاب طبیعی کے قانون کا مطالعہ کیا اور اسکو قوت کے ساتھہ پیش کیا " وہ

آج تک تمام ممالک متمدنہ اپنے ارتقاء علمي کا آخري مرتبہ سمجھتے تھے اس نے ثابت کردیا کہ وہ ادنی ترین مرتبۂ وہم و ضلالت ہے -

ازآنجملہ مذہب ارتقاء ہے - وہ انسان کے ارتقاء و تسلسل اجتماعي و مدني کا قائل نہیں بلکہ مذہب دور کو از سر نو قائم کرتا ہے یعني کہتا ہے کہ ترقي کے بعد پھر تنزل شروع ہوتا ہے اور تنزل کے بعد پھر ترقي شروع ہوتي ہے - لیکن ساتھہ ہي انتخاب طبیعي اور بقاء اصلح کے ماتحت انسان کي اجتماعي و قومي زندگي کو اس قدر شرح و بسط اور دلائل و حقائق کے ساتھہ دیکھتا ہے کہ قدماء میں سے کسي کو بھي یہ توجہ نصیب نہیں -

نیٹشے کے علاوہ جرمني کے جدید حکماء میں ایک عظیم الشان شخص ٹریشکے (Treitschke) (۱) بھي گذرا ہے جس نے کو کوئي کتاب یادگار نہیں چھوڑي مگر اپنے دروس و خطبات میں مسئلہ بقاء اصلح کو انسان کي حیاۃ اجتماعي پر نہایت وسعت کے ساتھہ منطبق کیا -

(حاصل صحبت)

قانون انتخاب طبیعي کے مختلف دوروں اور انساني علم کے منتہاے تحقیق کي یہ مختصر سرگذشت ہے ' انسان ہزاروں برس تک انتخاب طبیعي سے بالکل بے خبر رہا - پھر سب سے پہلے جمادات و نباتات اور عالم اجسام حیہ میں تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي کو اس نے معلوم کیا ' اور عرصہ تک اسي پر قانع رہا - وہ دنیا کي ہر چیز میں تنازع البقاء کي جنگ کا تماشہ دیکھتا مگر خود اپنے وجود اور اپنے اعمال حیات کي طرف اسے بالکل بیخبر تھا کہ خود اسکے اندر کیا ہو رہا ہے ؟ وہ درختوں ' چڑیوں ' رینگنے والے کیڑوں کا مطالعہ کرتا اور کہتا کہ انتخاب طبیعي کا اخذ و دفع جاري ہے اور فطرۃ اصلح کو باقي رکھتي اور غیر اصلح کو ہلاک کر دیتي ہے ' پر کبھي خود اپنے وجود کو نہیں دیکھتا کہ یہاں بھي کس طرح اصلح باقي رہتا اور غیر اصلح مٹ جانے کیلیے چھوڑ دیا جاتا ہے ؟ یہ خود فراموشي انسان کي ایک علم غلطي ہے ' اور اسکي نظر و فکر کے تمام دائروں میں نظر آتي ہے -

لیکن پھر وہ آگے بڑھا ' اور اس نے دیکھا کہ خود انسان کي اجتماعي زندگي بھي اسي قانون کے ماتحت ہے - اسپنسر نے اسکے لیے قدم اٹھایا اور ٹریشکے اور نیٹشے نے اس مطالعہ کو آخري مرتبۂ کشف و بحث تک پہنچایا - لیکن تاہم یہ آخري مرتبہ بھي صرف اس حد تک پہنچکر رہگیا کہ انسان کي اجتماعي زندگي میں بقا قوي و ضعیف کیلیے ہے - لیکن یہ حقیقت کہ کیا انفرادي حالت میں بھي بقاء اصلح کا قانون کام کرتا ہے ؟ تو اس کے جواب سے تمام مجمع انساني خاموش ہے - پھر سب سے زیادہ اہم اور ضروري سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تم زندگي اور بقاء کو "اصلح" کیلیے قرار دیتے ہو ' لیکن "اصلح" اور "اصلح" کي حقیقت کیا ہے ؟ اور اصلحیت کے حصول کے صحیح اصول کیا ہیں ؟ اس سوال کے جواب میں یا تو خاموشي ہے ' یا پھر اختلافات و نزاعات ' ظنون و اوہام ' تخمین و قیاسات ہیں - سب سے زیادہ بہتر جواب دینے کي نیٹشے نے کوشش کي ہے ' مگر آگے چلکر تم کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ بھي نہیں بتلا سکتا کہ "اصلح" کي اصل حقیقت کیا ہے ؟

ان مراتب و تو ضیحات کے بعد ہم بالکل مستعد ہوگئے ہیں کہ مسئلہ بقاء حق کي تیسري صحبت شروع کریں ' اور دیکھیں کہ یہ سب کچھہ تو انساني علم کي انتہا تھي ' مگر قرآن حکیم یعنی "العلم" کیا بتلاتا ہے ؟

---

(۱) جرمن زبان میں عموماً ٹي غیر ملفوظ ہوتا ہے اور سي ایچ کا تلفظ اکثر اوقات ش سے کرتے ہیں - غالباً اس نام میں بھي ٹي پڑھا نہیں جاتا - لوگ انگریزي ترکیب سمجھکر غلطي نہ کریں -

[۴]

القــــرآن الحکیـــم

(حقیقت حق و باطل)

دنیا اور دنیا کي تمام مخلوقات اور انکے اعمال و نتائج پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو سب سے پہلے ہم کو اعمال ہستي کے اندر متضاد اور با ہمدگر مخالف حقیقتوں کي دو صفیں نظر آتي ہیں ' جو ایک دوسرے کے مقابلہ میں اپنے اپنے آثار و خواص کے ساتھہ موجود ہیں اور تمام اعمال حیات انہي کے ملنے اور الگ ہونے ' جڑنے اور ٹوٹنے ' متحد ہونے اور متخالف ہونے ' ٹکرانے اور ایک دوسرے پر گرنے ' اور پھر باہم متضارب و متصادم ہونے سے عبارت ہیں - ہستي کا کوئي گوشہ نہیں جس میں متضاد قوتوں کي کشاکش نظر نہ آتي ہو - دنیا تمام ہي اس کشاکش قواء متضادہ کا ہے - یعني دو باہم لڑتي ہوئي مخالف قوتوں کے آثار و خواص دنیا کي ہر چیز میں نظر آتے ہیں -

ان متضاد حقیقتوں اور حالتوں کو مختلف دائروں میں آکر ہم مختلف ناموں سے پکارتے ہیں - سب سے پہلا نام انکا "کون و فساد" ہے - یعني ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں اشیا کا بننا ' سنورنا ' درست ہونا ہے ' یا انکا بگڑنا ' بکھرنا ' معدوم ہونا ہے - بننا تکوین ہے اور بگڑنا فساد - اسکے بعد ہم فلسفہ و نظریات حکیمہ میں آتے ہیں تو ہمکو "وجود و عدم" کي اصطلاح معلوم ہوتي ہے - یہ بھي انہي دو حقیقتوں کي تعبیر ہے - فلسفہ بتلاتا ہے کہ دنیا میں وجود و عدم کا سلسلہ برابر جاري ہے - چیزیں مختلف صورتوں میں وجود پاتي ہیں ' اور پھر انکي صورتیں معدوم ہوجاتي ہیں - تکوین صور وجود ہے اور اعدام صور عدم - علوم مادیہ میں انہي حقیقتوں کو دوسرے ناموں سے پکارتے ہیں - علم کہرباء (الکٹرسٹي) میں انہي کا نام منفي و مثبت ہے - یعني ایک قوت نفي کي ہے ایک اثبات کي - طبعیات میں انہي کا نام جذب و دفع ہے - اسي کو ایجاب و سلب بھي کہتے ہیں -

اخلاق میں آکر بھي دو حقیقتیں ہیں جنکو تعمیر و تخریب سے تعبیر کیا جاتا ہے - یعني بنانا اور خراب کرنا - پھر جب کچھہ اور آگے بڑھتے ہیں تو کون و فساد کے بھي دو چہرے ہیں جو خیر اور شر ' نیکي اور بدي ' روشني اور اندھیاري کے نقابوں میں اپني نمایش کرتے ہیں اور انکو نئے ناموں سے پکارا جاتا ہے - لیکن خواہ کتنے ہي مختلف ناموں سے پکارا جاے ' در اصل حقیقت ایک ہي ہے ' اور مختلف علوم میں آکر انساني علم نے انکے مختلف نام رکھدیے ہیں -

اور آگے بڑھو اور دیکھو کہ یہي دو حقیقتیں اور کن کن شکلوں میں موجود ہیں اور کام کر رہي ہیں ؟ تمام اجسام و وجوہ پر نظر ڈالو اور دیکھو کہ دنیا کي تمام موجودات میں یا قوت ہے یا ضعف ' یا قوي ہے یا ضعیف ' یا سالم ہے یا ناقص ' یا عدل ہے یا انحراف ' سو یہ بھي في الحقیقت وہي دو مختلف حالتیں ہیں جنکو پہلے مختلف ناموں سے پکار چکے ہو -

جسم کیلیے تم کہتے ہو کہ صحت و تندرستي ہے اور بیماري و ناخوشي ' جذبات و حسیات میں کہتے ہو کہ لذت ہے یا الم ' خوشي ہے یا غم ' اشک حسرت ہیں یا تبسم عیش -

ان سب سے بھي بڑھکر تمہاري علم اصطلاح یہ ہے کہ ایک حالت کو "موت" کہتے ہو ' اور ایک حالت کو "زندگي" ' زندگي تمہارا عشق عمل ہے ' اور موت تمہارے لیے پیام یاس -

سو یہ بھي في الحقیقت وہي دو مختلف حالتوں کي صفیں ہیں جو اس رنگ میں بھي آگئي ہیں ' اور پہلے انکو اور شکلوں میں تم پہچان چکے ہو -

جب بھی قانون انتخاب طبیعی کی حقیقت بدستور قائم رہتی ہے اور وہ ہر حال میں ایک محکم و ناقابل انکار حقیقت ہے - بہرحال ڈارون تک انتخاب طبیعی عالم حیوانات تک میں تو معلوم ہوگیا مگر خود انسان کے وجود، اسکے اعمال، اور فرد و اجتماع کی کشاکش و مزاحمۃ کی حقیقت پر کوئی روشنی نہیں پڑی - اس حد تک پہنچکر قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ یہ تنازع البقاء، یہ فطرۃ کا انتخاب، یہ قوۃ مصلحۃ و مدبرۂ عالم کا حفظ اصلح و دفع افساد، کیا صرف پتھروں، مٹی کے منجمد ٹکڑوں، درختوں کی جڑوں اور چارپایوں اور چڑیوں ہی تک محدود ہے، یا تنازع البقاء خود انسان کی زندگی اور اعمال کے اندر بھی جاری ہے اور اصلح باقی رہتا ہے اور غیر اصلح فنا ہو جاتا ہے؟ پھر کیا یہ ممکن ہے کہ فطرۃ چڑیوں اور چارپایوں میں سے تو اصلح کو انتخاب کر لے، مگر خود انسان کیلیے اسکا قانون انتخاب بیکار ہو؟

ڈارون کے بعد جس شخص نے انتخاب طبیعی کو نسبتاً زیادہ وسیع دائرہ میں دیکھنا چاہا، وہ پروفیسر "ہیکل" ہے، جو مذہب ڈارون کے مشہور منتصرین میں سے ہے، تاہم کوئی مدلل وسعت پیدا نہو سکی، کیونکہ سب سے زیادہ توجہ اسکی قانون وراثت و مطابقۃ پر رہی - ساتھ ہی اس نے تنازع البقاء کا دائرہ ایک لحاظ سے تنگ بھی کردیا - وہ کہتا ہے کہ تنازع البقاء اس لحاظ سے کہ ایک وجود دوسرے وجود کا مقابلہ کر کے بوجہ اصلحیت اسکو فنا کردے، صرف ذی روح اجسام ہی میں محدود ہے - حالانکہ ہیکل سے پہلے ہم انتخاب طبیعی کو تمام کائنات عالم میں کام کرتا ہوا دیکھہ چکے ہیں -

(آخری درجۂ کشف و تحقیق)

اب اسکے بعد حکماء یورپ ہمکو دو گروہوں میں منقسم نظر آتے ہیں - ایک گروہ نے اپنا قدم آگے بڑھایا اور اس حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کی کہ سلسلۂ ارتقاء انسان تک پہنچنے کے بعد معدوم نہیں ہوگیا، بلکہ خود انسان میں بھی جاری ہے اور تمام قوانین طبیعۃ مثلاً انتخاب طبیعی وغیرہ بدستور کار فرما ہیں - دوسری جماعت نے اس سے انکار کیا - اسنے کہا کہ اب عالم عضوی میں ارتقاء کے ہونے کا کوئی ثبوت نہیں - صرف تحول و تبدل ہم دیکھہ رہے ہیں - یہ آخری جماعت "مذہب تحول" کے نام سے مشہور ہوئی - اور پہلی "مذہب ارتقاء" کے نام سے -

پروفیسر ہیکل پہلی جماعت میں سے ہے، مگر زیادہ قوت کے ساتھہ آگے بڑھنا نہیں چاہتا - انگلستان میں سب سے بڑا شخص جس نے تنازع البقاء اور انتخاب طبیعی کو وسعت دیکر چوتھے مرتبہ میں پہنچا دیا، وہ مشہور حکیم ہربرٹ اسپنسر ہے - اس نے مسئلہ ارتقاء پر بالکل ایک نئی قسم کی نظر ڈالی، عوامل ارتقاء کو خود انسان کی اجتماعی اور قومی زندگی میں نافذ و جاری قرار دیا، اور انسان کی پوری اجتماعی زندگی کو قوانین مادیۂ طبعیۃ پر مرتب کردیا - اس بارے میں اسکی کتاب "اصول سوشیالوجی" ایک انقلاب آفرین کتاب سمجھی جاتی ہے -

اسپنسر کہتا ہے کہ خود انسان کی اجتماعی زندگی، اقوام کی پیدائش و موت، تمدن و تہذیب کا عروج و زوال، اور نیز ہیئۃ اجتماعیہ کی ہر شاخ اسی قانون کے ماتحت ہے - یہاں بھی ہر جگہ تنازع البقاء جاری ہے - جماعتوں کا مقابلہ ہے، اصولوں کا مقابلہ ہے، صناعتوں کا مقابلہ ہے، علوم کا مقابلہ ہے، تمدن و شایستگی کا مقابلہ ہے، دولت و اقتصاد کا مقابلہ ہے، پھر زندگی اسی کیلیے ہے جو اصلح ہے اور طبیعۃ باقی اسی کو رکھیگی جس میں قوت ہے

اسپنسر کے علاوہ اس عہد میں اور بھی بعض مصنفین ایسے ملتے ہیں جنھوں نے تنازع البقاء اور انتخاب طبیعی کے قانون کو حیوانات و اجسام کے علاوہ ذہنیات و معنویات میں بھی دیکھنا چاہا تھا - ازانجملہ علم طبقات الارض کا ایک مشہور پروفیسر چارلس لائل ہے، جس نے سنہ ۱۷۹۰ میں اپنی کتاب "قدامت جنس بشری" شائع کی، اور اس میں قانون تنازع البقاء و انتخاب طبیعی کو دنیا کی تمام زبانوں اور لغتوں پر منطبق کرنا چاہا - اس نے کتاب کا مواد زیادہ تر مشہور ماہر علم اللسان میکس ملر سے لیا ہے اور دعوا کیا ہے کہ دنیا کی زبانوں کے اندر بھی تنازع البقاء جاری ہے - جو زبان اصلح ہے باقی رہتی ہے، غیر اصلح مٹ جاتی ہے - یہ گویا انتخاب طبیعی کا عالم معنویات میں مشاہدہ تھا، اور اس اعتبار سے بلاشبہ پروفیسر موصوف کو ایک مخصوص مزیت حاصل ہے -

لائل نے اپنی کتاب میں اُن اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے جو مذہب ارتقاء پر کیے جاتے ہیں اور سب کی مثالیں علم اللسان سے پیش کی ہیں - ایک مشہور اور بڑا اعتراض یہ ہے کہ سلسلۂ ارتقاء کی متعدد درمیانی کڑیاں ہیں جو نہیں ملتیں - لائل کہتا ہے کہ ہالینڈ کی زبان کو دیکھو جو انگریزی اور جرمن زبان میں ایک درمیانی کڑی کا درجہ رکھتی ہے - اگر زبانوں کے تنازع البقاء میں یہ زبان فتح مند نہوئی اور اسلیے بوجہ غیر اصلحیت مٹ گئی، تو عجب نہیں کہ ایک زمانہ آئے جب علماء علم اللسان کہیں کہ جرمن اور انگریزی زبان میں کوئی باہمی تعلق نہیں کیونکہ دونوں کا درمیانی ٹکڑا نہیں ملتا -

لائل کے علاوہ جرمنی کا ایک اور محقق شلائخر بھی اس سلسلہ میں قابل ذکر ہے جس نے خاص اسی موضوع پر ایک کتاب لکھی اور سنہ ۱۸۶۳ ع میں شائع کی - کتاب کا نام اپنے موضوع کو ظاہر کرتا ہے - یعنی "مذہب ڈارون و علم اللغات" اس کتاب میں اس نے ظاہر کیا ہے کہ تمام لغات عالم مذہب ڈارون کے مطابق پیدا ہوئی ہیں، مقابلہ اور کشمکش میں پڑیں، پھر طبیعت انتخاب کرتی ہے، اصلح رہتی ہے، غیر اصلح مٹ جاتی ہے -

(حکماء جرمنی کا جدید دور)

ان تمام لوگوں نے قانون انتخاب طبیعی کو اجسام و حیوانات سے بڑھا کر اجتماعیات و معنویات تک پہنچا دیا، لیکن فی الحقیقۃ اس مسئلہ کی تحقیق و کشف کا آخری درجہ جرمنی کی ء پرور و انقلاب آفریں سرزمین کیلیے مخصوص تھا جسکے اندر گذشتہ قرن کے اندر چند ایسے افراد عالیہ و افکار مجددہ پیدا ہوے جنھوں نے قانون انتخاب طبیعی کو بالکل ایک نئی کائنات ع و تحقیق تک پہنچادیا - اس مسئلہ کا یہ آخری دور ہے، اور یہاں تک پہنچکر انسان نے جو کچھہ اس بارے میں سمجھا ہے، گویا اسکا منتہاے علم ہے -

یہ آخری دور ڈاکٹر لوئس بخنر سے شروع ہوتا ہے جس نے شہر اوزنبرگ کی یونیورسٹی میں مسلسل چھہ لکچر مذہب نشو ارتقا پر دیے، اور سنہ ۱۸۷۵ ع میں ان کا مجموعہ چھپ کر شائع ہوا ہماری اس تحریر کا تاریخی حصہ اسی سے ماخوذ ہے - بخنر اسپنسر کے ہمقدم ہوکر کائنات عالم کی ہر خلقت اور خود انسان کی اجتماعی زندگی کی ہر شاخ پر تنازع البقاء کو منطبق کیا ہے

بخنر کے بعد جرمنی کے علمی حلقوں میں برابر اس مسئلہ درس و مطالعہ جاری رہا - یہاں تک کہ تاریخ علم و حکمت انسانی کا وہ سب سے بڑا شخص پیدا ہوا جس کے آگے یونانیوں کا دور علم اور یورپ کی تمام کائنات فکر گرد ہوگئی، یعنی مشہور پروفیسر نیٹشے (Nietzsche) اس عجیب و غریب حکیم نے دنیا پوری کائنات علم و فلسفہ کو یکسر منقلب کردیا، اور جن اصولوں

نہیں ملسکتي ' اور یہ کبھي نہیں ھوسکتا کہ پاني کي طرح جھاگ کو اور سونے کي طرح میل کو بچا کر رکھا جاے -

(۴) اسکے بعد کیسے واضح لفظوں میں فرمایا کہ کذالک یضرب اللہ الحق و الباطل - حق اور باطل کي یہي مثال ہے : فاما الزبد فیذھب جفاء - پس جھاگ جو نافع نہیں ہے وہ باطل ہے ' باطل بہہ جائیگا ' چھانٹ دیا جائیگا - فنا ھو جائیگا ' حق وہ ہے جسکي تعریف ما ینفع الناس کے لفظوں سے سمجھہ لو - یعني وہ چیز جو نافع ہے ' اور اسلیے اصلح اور امثل و اوفق ہے - پس وھي باقي رھیگي اور باقي رکھي جائیگي -

(۵) انتخاب طبیعي اور بقاء اصلح کي صحیح حقیقت یہي ہے - اور اس آیت نے صاف صاف طور پر واضح کردیا ہے کہ بقاء حق اور فناء باطل اسي قانون کا ظہور ہے -

اگر تم کہو کہ تنازع البقا کي اسمیں صراحت نہیں تو اسکے لیے سورۂ بقرہ کو پڑھو - فرمایا :

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذو فضل علی العالمین (۲ : ۲۵۲)	اور اگر اللہ ایسا نہ کرتا کہ بعض انسانوں کے ذریعہ بعض کو دفع کراتا تو زمین تباہ ھوجاتي لیکن اللہ کي حکمت کائنات کیلیے فضل و احسان ہے کہ وہ فساد کو اصلاح سے دور کراتا ہے -

اس آیۃ کریمہ میں صاف صاف واضح کردیا کہ اگر ایک گروہ کے ذریعہ دوسرے کو دفع نہ کیا جاتا تو زمین میں اصلاح باقي نہ رھتي اور وہ صرف نقص اور فساد کا گھر بنجاتي - خدا تعالی کي حکمت نے تنازع البقاء کے ذریعہ ایک سے دوسرے کو دفع کرایا اور یہي قوۃ دافعۂ فساد بقاء اصلح و امثل کا ذریعہ ہے - پس یہ بڑي ھي حکمت اور عدل فرمائي ہے کہ اس نے تنازع حیات میں طاقت و اصلح کو دفع و غلبہ کا ذریعہ بنایا تا کہ صرف صحت ھي دنیا میں باقي رہے - یہي چیز ہے جسکو ڈارون نہ پا سکا اور جسکے لیے جرمني کا حکیم اعظم " نیٹشے " بیقرار ہے مگر اپنے سامنے نہیں پاتا -

اب تمام مقدمات ختم ھوگئے - آیندہ صحبت سے اصل مبحث شروع ھوگا اور وہ اسقدر اہم و اعظم ہے کہ اگر بہتر طریقہ سے صاف ھوگیا تو دو تہائي قرآن حکیم کي تفسیر ایک ھي مضمون میں ھوجائیگي -

شـــرح مـــوطـــا

حضرت شاہ ولي اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے موطاء امام مالک کي شرحیں عربي اور فارسي میں لکھي ھیں - " مصفی " اور " مسوی " - دونوں چھپ چکي ھیں مگر کم یاب ھیں - میرے پاس شرح فارسي مطبوعہ اور عربي قلمي موجود تھي لیکن اب تلاش کرنے سے معلوم ھوا کہ یا تو کوئي صاحب لیگئے یا بمبئي میں ضائع گئیں - اگر کسي صاحب کے پاس ھوں اور وہ فروخت کرنا چاھیں تو دفتر البلاغ کو اطلاع دیں - (ابو الکلام)

اسـئلۃ و اجوبتھا

حکـم رضـاع و محـــرمات رضـاعۃ

(از جناب مولوي حکیم غلام غوث صاحب - خانپور)

جناب اعلی و اقدس تحیۃ و تسلیم -

یہ استفتا .... بھیجا گیا تھا .... نے در مختار کي ایک عبارت کا ٹکرہ لکھکر فتوی دیا ہے کہ " ان روایات سے معلوم ھوتا ہے کہ اس صورت میں حرمت رضاعت ثابت نہیں ہے ' اور صرف ایک عورت کا قول معتبر نہیں ہے - اوسکے قول سے حرمت رضاعت ثابت نہوئي ' پس نکاح دونوں میں جائز ہے - یعنے بھائي کي لڑکي اور بہن کے لڑکے کا نکاح باھم درست ہے " تم کلامہ "

اور ھمکو ضرورت ہے دلائل اور احادیث کي - رضاعت میں دودھہ کي مقدار کیا ہے ؟ اصلي علت و مصلحت حرمت کیا ہے ؟ کن روایات صحیحہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے جو جواب میں ظاھر کیا گیا ہے ؟ ساٹھہ برس کي عورت' اونیس سال سے بیوہ ' کیا اوس سے دودھہ آنا ممکن ہے ؟ اگر ممکن ہے تو حرمت رضاعت میں اوسکو دخل ہے یا نہیں ؟

آپکا مطالعہ وسیع اور اجتہاد قوي ہے ' اسلیے عرض ہے کہ تشریح کے ساتھہ آگاھي بخشیں ' اور اس مسئلہ پر تشریح کے ساتھہ سنکر عمل کرنا ہے -

اگر جواز کا مسئلہ طمانیت بخش نہ ملا ' تو شاید وہ کہیں لڑکي بیاھینگا نہیں - دیوبند سے جواب آ گیا ' لیکن ضرورت تفصیل کي باقي ہے -

(اســتـــفـــتـــا)

کیا فرماتے ھیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کي لڑکي اور اوسکي حقیقي بہن کا لڑکا ہے - یہ تو ظاھر ہے کہ انکا نکاح جائز ہے ' مگر بات یہ آ پڑي ہے کہ اوس شخص کي وہي بہن جسکا لڑکا ہے مرگئي ' اور وہ بچہ دودھہ پر تھا - پرورش کے لیے ایک ایسي عورت کو سونپا گیا جسکي عمر ساٹھہ برس سے متجاوز اور ۱۹ سال سے بیوہ تھي - یہ عورت لڑکي والے اور اوسکي بہن لڑکے والي کي بھي والدہ ہے !

بچہ کو دودھہ مختلف عورتیں پلاتي رھیں - اب نکاح ھونے کي بات سنکر اوسي اونیس سال کي بیوہ عورت نے ظاھر کیا ہے کہ یہ بچہ میرے پستان چوسا کرتا تھا - دودھہ تو نہیں آتا تھا ' مگر پاني نکلتا تھا -

اور یہ بھي ہے کہ وھي بیوہ عورت جو لڑکي اور لڑکے کے ماں باپ کي والدہ ہے یہ پیوند نہیں چاھتي - دوسري جگہ کے لیے اسکا اصرار ہے اور انکا انکار -

مشرح جواب کي بدلائل عقلي و نقلي ضرورت ہے -

البـــلاغ

سب سے پہلے یہ سمجھہ لینا چاھیے کہ حکم رضاعۃ سے شارع کا مقصود کیا ہے ؟ کتاب و سنۃ کي تصریحات بینہ سے ھم اس اصل تک پہنچ چکے ھیں کہ شریعت کا کوئي حکم مصلحت و حکمت سے خالي نہیں ھوتا ' اور ضرور ہے کہ ھر حکم اپنے بیانات میں اسکي

اب آؤ آگے بڑھو - تم انسان ہو اور اسلیے ان متضاد حقیقتوں اور حالتوں کو اس سے زیادہ نہ دیکھ سکے ' لیکن قرآن حکیم آگے بڑھتا ہے اور ان متضاد حالتوں کو زیادہ وسیع ' زیادہ احاطہ کن ' اور زیادہ حقیقت نما اصطلاحوں سے موسوم کرتا ہے - تم کہتے ہو کہ تکوین ہے اور افساد ' وجود ہے اور عدم ' تعمیر ہے اور تخریب ' بناؤ ہے اور بگاڑ ' ضعف و نقص ہے اور قوت و کمال ' عدل ہے اور انحراف ' موت ہے اور زندگي ' قرآن حکیم کہتا ہے کہ حق ہے اور باطل ' اصلاح ہے اور افساد ' ہدایت ہے اور ضلالت ' معصیت ہے اور تقوی ' اطاعت ہے اور طغیان ' حسنات ہیں اور سیئات ' اور پھر ان سب سے بڑھکر اور ان سب سے جامع و مانع " اسلام " ہے اور " کفر " -

جس طرح تم کائنات ہستي کے ہر عمل میں بناؤ دیکھتے ہو اور بگاڑ ' اجسام و وجود میں قوة دیکھتے ہو اور ضعف ' حسیات میں الم دیکھتے ہو اور لذت ' اپني حیاة جسماني میں عدل مزاج کو دیکھتے ہو اور انحراف کو ' پھر کہتے ہو کہ یہ تندرستي و بقاء ہے اور وہ بیماري و ہلاکت - ٹھیک ٹھیک اسي طرح قرآن حکیم کہتا ہے کہ ہدایت ہے اور ضلالت ' معصیت ہے اور تقوی ' سعادت ہے اور شقاوت - پھر جسطرح تم کہتے ہو کہ ضعیف مٹ جائیگا اور بیمار مر جائیگا - طاقت و صحت باقي رکھتي ہے اور کمزوري و بیماري ہلاک کردیتي ہے - ٹھیک اسي طرح وہ کہتا ہے کہ باطل مٹ جائیگا اور گمراہ ہلاک ہوگا ' ہدایت انسان کو باقي و قائم رکھتي ہے اور ضلالت ہلاک کرتي ہے - عمل صالح صرف بقاؤ قیام کیلیے ہے اور عمل مفسد فنا و خسران کیلیے !

تم اپنے محدود علم میں صرف اتنا جانتے ہو کہ طاقت و صحت اور وجود و توفق زندگي کو بڑھاتا اور نقصان و ہلاکت سے بچاتا ہے ' لیکن " العلم " اور " البصائر " یعني قرآن بتلاتا ہے کہ صرف اتنا ہي نہیں بلکہ اور آگے بڑھو اور یوں بولو کہ عمل صالح و حق باقي رکھتا اور طاقت بخشتا ہے ' اور عمل غیر صالح فنا کرتا اور نقصان و کمزوري پیدا کرتا ہے - وہ کہتا ہے کہ تم اتنے سارے لفظ نہ بولو اور ایک ہي حقیقت کو بہت سي شکلوں میں دیکھکر گم نہو جاؤ - بلکہ صرف ایک ہي لفظ بولدو - دنیا میں یا حق ہے یا باطل ' یعني یا قوت ہے یا ضعف - حق باقي رہیگا اور باطل تباہ و ہلاک ہوگا - یعني طاقت باقي رہیگي اور کمزوري تبد[illegible] موت تک پہنچکر فنا ہو جائیگي -

تم کہتے ہو کہ دنیا میں انتخاب طبیعي یا بقاء اصلح کا قانون جاري ہے ' اور کائنات ہستي کے تمام وہ انقلابات و تغیرات اسي کا نتیجہ ہیں جن میں وجود اور اعدام ' غلبہ اور انہزام ' اور زندگي اور موت کا سلسلہ ہمیں نظر آتا ہے - یہ بالکل سچ ہے مگر پھر تم کیوں نہیں آگے بڑھتے اور کیوں نہیں تسلیم کرلیتے کہ یہي انتخاب فطرة کا قانون ہے جو حق کو باقي رکھتا ہے اور باطل کو فنا کرتا ہے ؟

اصطلاحات کے لختلاف نے کس طرح حقیقت کو پیچیدہ بنادیا ہے ؟ تم جب کبھي قانون انتخاب طبیعي پر بحث کرتے ہو اور کہتے ہو کہ بقاء اصلح کیلیے ہے ' تو یہ نہیں جانتے کہ ٹھیک ٹھیک اسي حقیقت کا اقرار کر رہے ہو جسکو قرآن حق و باطل اور اسلام و کفر کے نام سے پیش کرتا ہے - تم کہتے ہو کہ ضعف و نقص فنا ہوگا - طاقت اور اصلحیت باقي رہیگي [illegible] قرآن کہتا ہے کہ یہي شے جس کو تم ضعف کہتے ہو میري زبان میں باطل اور کفر ہے ' اور وہ اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے جتنا تم سمجھتے ہو - پس بقاء طاقت کیلیے ہے - طاقت صرف حق ' سچ ' عدل ' اور عمل صالح میں ہے - وہ باقي رہیگا ' اور جو اسکے مقابلے میں اٹھیگا فنا ہو جائیگا -

(انتخــاب طبیعــي اور قرآن حکیـم)

اب ہر طرف سے ہٹ کر سب سے پہلے قرآن حکیم اور العلم حقیقي کے سامنے مسئلۂ انتخاب طبیعي کو عرض کرو - قرآن حکیم نے صاف صاف اس تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي کے قانون کو جا بجا واضح کیا ہے اور وہ بقاء اصلح و امثل کو ایک قانون الہي اور امر مقدر قرار دیتا ہے - چونکہ آگے چلکر تمام آیتوں کي تفسیر ہوگي ' اسلیے یہاں صرف ایک آیت کریمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے ' سورۂ رعد میں فرمایا :

انزل من السماء ماء فسالت اودیة بقدرها فاحتمل السیل زبداً رابیا و مما یوقدون علیه في النار ابتغاء حلیة او متاع زبد مثله کذالک یضرب الله الحق و الباطل ' فاما الزبد فیذهب جفاء و اما ما ینفع الناس فیمکث في الارض ' کذالک یضرب الله الامثال للذین استجابوا لربهم الحسنی (۱۳ : ۱۷)

اللہ نے آسمان سے پاني برسایا پس اپني اپني گنجائش کے مطابق زمین کے نالے پاني سے بھر گئے اور بہہ نکلے - ساتھہ ہي زور و شور سے پاني کي رو گرنے لگي اور پاني کي سطح جھاگ سے بھر گئي - اب دیکھو کہ کس طرح پاني کي رو جھاگ کو بہا لیجا رہي ہے اور صرف بقدر ضرورت پاني نیچے باقي رہگیا ہے ؟ اسي طرح اس وقت بھي جھاگ اٹھتي ہے جب آگ پر صفائي کیلیے سونے کو اور اور طرح طرح کي چیزوں کو تم رکھتے ہو اور تپاتے ہو - میل کٹ کٹ کر نکل جاتا ہے اور خالص اور صاف سونا باقي رہجاتا ہے - ٹھیک ٹھیک یہي مثال حق اور باطل کي ہے - پس جو چیز محض جھاگ ہے ' وہ بہہ کر رائگاں جائیگي اور اسکو بقا و زندگي نہیں دي جائیگي ' لیکن جو چیز نفع اور فائدہ دینے والي ہے اور اسلیے نافع وجود کا حکم رکھتي ہے ' وہ زمین پر باقي و قائم رہیگي - اسي طرح اللہ تعالی سعادت و بقاء حیاة کي حقیقتوں کو مثالوں کي بدولت میں سمجھاتا ہے تاکہ اطاعت فرمایان حق نصیحت پکڑیں -

یہ آیة کریمہ عجیب و غریب ہے اور چند جملوں کے اندر اعجاز الہي و بلاغت ربانی نے ایک کائنات حقیقت اور دنیاء معارف کو بھر دیا ہے - آگے چلکر اسکي تفصیل آئیگي - مگر یہاں چند امور پر غور کرو :

(۱) اس آیة میں اللہ تعالی نے صاف صاف واضح کردیا ہے کہ دنیا میں بقاے وجود کیلیے اللہ تعالی کا کونسا قانون کام کر رہا ہے ؟ پھر بتلا دیا ہے کہ وہ انتخاب طبیعي او بقاء اصلح ہے -

(۲) فرمایا اسکي مثال یوں ہے کہ پاني برسا اور زور سے نالے ' ندیاں ' اور وادیاں بہنے لگیں - پاني کے زور سے جھاگ پر جھاگ اٹھہ رہي ہے اور ابل ابل کر اطراف میں پھیل رہ ہے - لیکن دیکھو کہ پاني کي رو جھاگ کو کس طرح بہاکر لیجاتي ہے جو بیکار اور لاحاصل ہے ' اور کس طرح پاني کا مفید ' ضروري نافع ' اور بقدر ضرورت حصہ وہیں جم کر رہجاتا ہے ؟ اسکے بعد اس حالت کو اس وقت دیکھو جبکہ کھوٹ اور میل صاف کرنے کیلیے کسي چیز کو آگ پر تپاتے ہو - اسوقت بھي میل کٹ کٹ جھاگ کي صورت میں نکل جاتا ہے اور اگر سونا ہے تو صاف مجلي اتر رہجاتا ہے -

(۳) پس یہ جو کچھہ ہو رہا ہے سو کیا ہے ؟ فرمایا کہ یہ ایک قانون ہے کہ و اما ما ینفع الناس فیمکث في الارض - یعني جو چیز میں نفع اور فائدہ ہے وہي زمین پر رہیگي ' اور جو نافع نہ ہے وہ جھاگ اور میل کي طرح چھانٹ دي جائیگي - اسکو زندگ

(احادیث رضاعة)

اب آپ احادیث صحیحۂ باب پر نظر ڈالیے اور غور کیجیے کہ سطور مندرجۂ صدر محض عقلی استنباط و تعلیل ہی نہیں ہیں بلکہ احادیث صحیحہ سے ٹھیک ٹھیک یہی امور بطور اصول کے معلوم ہوتے ہیں -

سب سے پہلے حضرة عائشہ کی حدیث مسلم وغیرہ سامنے آتی ہے کہ " لا تحرم المصة و المصتان " یعنی ایک دو مرتبہ بچے کا پستان چوسنا حرمت رضاعة کا موجب نہیں ہوسکتا - پھر حدیث ام الفضل مندرجۂ مسلم میں ایک شخص نے آنحضرة سے پوچھا : کیا ایک مرتبہ بچے کے منہ لگا دینے سے حرمت ہوجاتی ہے ؟ فرمایا : لا تحرم الرضعة و لا الرضعتان و لا المصة و المصتان - ایک دوسری روایت میں " لا تحرم الاملاجة و لا الا ملاجتان " بھی آیا ہے - اسی طرح احمد و نسائی اور ترمذی نے حضرة ابن زبیر سے روایت کی ہے کہ " لا تحرم من الرضاعة المصة و المصتان " ترمذی میں ہے : " الصحیح عن اهل الحدیث من روایة ابن الزبیر عن عائشة کما فی الحدیث الاول " حاصل سب کا یہ ہوا کہ بچے کے ایک دو بار منہ لگا دینے اور دودھ پی لینے سے حرمت نہیں ہوسکتی - " رضعہ " سے مقصود رضاع کا ایک مرتبہ ہونا ہے - بچے نے جب پستان منہ میں لیا اور بغیر کسی کے چھڑائے خود چھوڑ کے دوبارہ پینا چاہا تو یہ ایک " رضعہ " ہے - " مصہ " کے معنی ہیں کسی چیز کو تھوڑا سا لینا - یا تھوڑا سا پینا - " ملج " کے معنی بھی یہی ہیں - یعنی بچے کا ہونٹوں میں پستان کو لینا اور دودھ پینا - پس تمام احادیث میں یہی الفاظ فرمائے جن سے واضح ہوگیا کہ ایک دو مصہ و رضعہ سے حرمت نہیں ہوتی -

اسکے بعد حضرة عائشہ کی وہ مشہور حدیث پڑھیے جسکو باختلاف الفاظ و باتحاد معنی بخاری و مسلم اور ترمذی و احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ " کان فیما نزل من القرآن عشر رضعات معلومات یحرمن ثم نسخن بخمس معلومات " الخ - اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آخری تعداد اسکی پانچ رضعات ہیں - یعنی بچے کا پانچ بار پینا - قصۂ ارضاع سالم بھی اسکا موید ہے کہ " ثم ارضعیہ خمس رضعات " اور خوف طوالت مانع تفصیل -

ان تمام روایات سے ثابت ہوگیا کہ چونکہ اصل علت حرمت دودھ کا تغذیہ اور اس سے جسم کا طیار ہونا ہے ' اور یہ حالت ایک دو مرتبہ پی لینے سے اس درجہ تک نہیں ہوتی کہ ماں کے حقوق قائم ہوجائیں ' اسلیے شارع نے ایک دو بار پینے کو وجہ حرمت نہیں قرار دیا ' اور اسکی مقدار و تعداد اتنی مقرر کردی جس سے مولود کے جسم کو کافی مقدار میں غذا ملسکے -

چنانچہ صحابہ میں حضرة علی ' حضرت عایشہ ' حضرة ابن مسعود ' ابن زبیر رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب تھا کہ خمس رضعات معلومات سے کم میں حرمت نہیں ہوتی - حضرة عطاء ' طاوس ' سعید بن جبیر ' عروہ ابن الزبیر ' لیث بن سعد ' وغیرہم بھی اسی طرف گئے ہیں - ائمۂ امصار میں حضرة امام شافعی ' امام احمد (فی ظاهر مذهبه) ابن حزم ' اور اسحق کا بھی یہی مذہب ہے - لیکن حضرة امام اعظم ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ نے قلت و کثرت اور تعداد و مقدار کو اس بارے میں اہمیت نہ دی ' اور بسبب اہمیت حکم تحریم رضاع ہر حال میں حرمت کو ضروری قرار دیا سو بقول صاحب حجة اللہ یہ ایک طرح کی مزید احتیاط ہے ' مگر احادیث و روایات وہی ہیں جو اوپر درج کردی گئیں - وجوہ و قیاسات حنفیہ شرح معانی وغیرہ میں بہ تفصیل دیکھے جاسکتے ہیں ' اور امام المحققین حجة السلام حضرة امام ابن قیم نے زاد المعاد میں اور شیخ المتاخرین امام شوکانی نے نیل میں نہایت تفصیل کے ساتھ تمام پہلوؤں پر بحث کردی ہے -

اب اسکے بعد اور آگے بڑھیے - ترمذی میں حضرة ام سلمہ سے ہے کہ " لا یحرم من الرضاع الا ما فتق الامعاء فی الثدی و کان قبل الفطام " دار قطنی کی روایت میں ہے " لا رضاع الا ما کان فی الحولین " ابو داؤد طیالسی اپنی مسند میں لائے ہیں : " لا رضاع بعد فصال و لا یتم بعد احتلام " ان سب سے بڑھکر حضرة عائشہ کی حدیث ہے کہ جب آنحضرة نے انکے پاس ایک شخص کو دیکھا تو پوچھا کہ یہ کون ہے ؟ حضرة عائشہ نے کہا میرا برادر رضاعی ہے - اسپر فرمایا : " یا عائشہ ! انظرن من اخوانکن فانما الرضاعة من المجاعة " اس حدیث کو ترمذی کے علاوہ تمام اصحاب صحاح نے روایت کیا ہے - حاصل ان تمام روایات کا یہ ہے کہ حرمت رضاعة کیلیے ضروری ہے کہ دودھ پینے کی عمر میں بچہ اسقدر دودھ پیے جس سے اسکا معدہ کافی غذائیت حاصل کرسکے - اور اسکے لیے ضروری ہے کہ بچے نے اس زمانے میں دودھ پیا ہو جبکہ اسکی غذا صرف دودھ تھی اور اسلیے وہ اپنی بھوک کو صرف ماں کے دودھ ہی سے دور کرسکتا تھا - یعنی ابتدا کے دو سال یا کچھ زیادہ -

اسکے علاوہ ابو داؤد کی ایک اور روایت مرفوع بھی ہے کہ " لا رضاع الا ما انشر العظم و انبت اللحم " لیکن اسکے اسناد میں ابو موسی الہلالی اور انکے والد دو مجہول شخص ہیں - امام بیہقی کی ایک روایت سے خود ابو موسی کی مجہولیة تو دور ہوجاتی ہے مگر انکے والد کی مجہولیة باقی رہتی ہے - تاہم بصورت صالحیة احتجاج ' یہ روایت بھی سابق روایات کی موید ہے - یعنی دودھ کا اسقدر پینا جس سے مولود کے جسم و ہیکل میں نشو و نما ہوسکے -

پس غور کیجیے کہ ان تمام روایتوں سے بھی وہی علت اصلی ثابت ہوئی جو بطور اصل کے اوپر لکھی جاچکی ہے - چونکہ وجہ تحریم دودھ کا تغذیہ اور اس سے جسم کا نشو و نما پانا ہے ' اسلیے واضح کردیا گیا کہ وہی رضاعة سبب حرمت ہو سکتی ہے جو دودھ پینے کے زمانے میں ہوئی ہو ' بچے کیلیے غذاء اصلی ہو ' اور اس سے اسکے جسم و ہیکل میں نشو و نما ہو سکے -

خود شارع نے اسکی اخری مقدار " خمس رضعات معلومات " قرار دیدی ہے - پس دودھ پینے کے زمانے اور " حولین " میں جب کبھی خمس رضعات معلومات ہو تو یہ وہ رضاعة ہوگی ' جسکو شارع نے " ما فتق الامعاء فی الثدی " ای فی زمن الثدی قرار دیا ہے ' اور یہی وہ مقدار ہے جو شارع کے نزدیک " ما انشر العظم و انبت اللحم " ہے -

(صورت مسئولہ)

اب آپکے سوال کی طرف متوجہ ہوتا ہوں - آپنے ایک تو مخصوص صورت حال پیش کی ہے - ساتھہ ہی نفس مسئلۂ رضاعة کے متعلق بھی تشریح چاہی ہے - اصل مسئلہ کیلیے تو غالباً سطور مندرجۂ صدر کافی ہونگی ' رہی صورت مسئولہ تو ضمناً اسکا بھی جواب ہوگیا - روایات مندرجۂ صدر سے ثابت ہوگیا کہ وجہ حرمت تغذیۂ شیر ہے - یعنی مولود کا دودھ پینا - پس اگر کوئی عورت بہلانے کیلیے بچے کے منہ کو اپنی چھاتی سے لگادے اور وہ بغیر دودھ آئے محض چوستا رہے ' تو اس سے ہرگز ہرگز حکم تحریم رضاعة ثابت نہیں ہوسکتا ' اور بجز احمق و بے عقل کے کوئی شخص اسکا تصور بھی نہیں کریگا - صورت مسئولہ میں عورت کا یہ کہنا کہ پانی نکلتا تھا ' محض لغو و بے اثر ہے - جب عورت عرصہ سے بیوہ ہوچکی تھی بلکہ سن یاس تک پہونچ چکی تھی تو دودھ کا وجود ہی باقی نہ رہا ' اور چونکہ وجہ حرمت دودھ کا پینا ہے ' اسلیے حرمت کا بھی وجود باقی نہیں -

آپ دیکھہ رہے ہیں کہ احادیث صریحہ تو اس حالت کو بھی وجہ حرمت قرار نہیں دیتے کہ بچہ ایک دو بار پستان منہہ میں

مصلحت و حکمت کي طرف بھي اشارہ کردے - یہ دوسري بات ہے کہ بعض اوقات اپنے قصورِ فہم و نارسائي فکر سے ہم علل و حکم کو نہ سمجھہ سکیں -

یہ معلوم ہے کہ قرآن حکیم نے اُن عورتوں کو جنکا بچپنے میں دودھہ پیا ہو' مثل ماں کے قرار دیا : و امھاتکم اللاتي ارضعنکم - (۴ : ۲۳) اور انحضرة صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا : ان اللہ حرم من الرضاع ما حرم من النسب - یعني نسب کے تعلق سے جو رشتے حرام هیں' دودھہ کے رشتے سے بھي اللہ نے حرام کردیے - یہ روایت حضرة علي علیہ السلام کي ہے جسکو امام احمد و ترمذي نے درج کیا ہے - لیکن اسکے هم معني روایات حضرة ابن عباس و حضرة عائشہ رضی اللہ عنهما سے بخاري و مسلم وغیرہ میں باختلاف جزئیات الفاظ موجود هیں -

اب غور کیجیے کہ اس حرمت کي علت کیا ہے ؟ سو فکر صحیح بتلاتي ہے کہ اولاد اور ماں کے تعلق میں سب سے زیادہ نمایاں چیز پیدایش کے بعد رضاعة هي ہے - بچہ جب دنیا میں آتا ہے تو اسکي غذا کیلیے دنیا کي تمام پیداوار و حاصلات یکقلم بیکار هوتي هیں - نباتات کي نعمتیں اسکے کام نہیں آسکتیں' حیوانات کا گوشت اسکے لیے اینٹ پتھر سے زیادہ قیمتي نہیں هوتا' پاني جس سے دنیا کي هر چیز زندگي پاتي ہے اور جو زندگي کیلیے سب سے بڑي ضروري نعمت ہے' وہ بھي اسکے لیے بیکار هوتا ہے - صرف ایک هي غذا هوتي ہے جو تمام کائنات ارضي کي غذاؤں میں سے اسکے کام آسکتي ہے اور جسکو حاصل کرکے وہ دنیا میں ایک کامل انساني جسم و شکل اختیار کرسکتا ہے - یہ غذا دودھہ ہے' اور فطرة الهي نے قبل اسکے کہ وہ دنیا میں آے' ماں کے جسم کے اندر هي اسکا انتظام کردیا ہے : ربنا الذی اعطی کل شي خلقه ثم هدی (۲۰ : ۵۰)

یهي چیز اسکي زندگي کا اولین وسیلہ اور اسکے بقاء وجود کا ذریعۂ وحید ہے - اگر ایک بچے کي نشوونما اور آرام و آسایش کا تمام انتظام کردیا جاے اور صرف یهي ایک چیز اس سے چھین لي جاے' تو دنیا اور دنیا کا تمام دستر خوانِ نعائم و لذائذ اسکے لیے بیکار هو جائیگا اور وہ تھوڑے هي دیر کے بعد هلاک هوجائیگا - کیونکہ یهي اسکي غذا ہے' اسي غذا سے اسکا جسم بنتا' گوشت بڑھتا' خون صالح پیدا هوتا' اور هڈیوں کے اجزا نشوونما پاتے هیں - موجودہ زمانے میں بڑے بڑے ڈاکٹروں نے تحقیق و اختبار کے بعد تسلیم کرلیا ہے کہ بچے کي صحیح و صالح غذا ماں کا دودھ ہے - جو لوگ حیوانات کے دودھ سے بچے کو پالتے هیں' وہ اسکي ابتدائي زندگي هي میں اسکو صحت و توانائي سے محروم کردیتے هیں -

پس دودھ کا تغذیہ ماں اور اولاد کے تعلق کا سب سے زیادہ بنیادي معاملہ ہے - اس بنا پر اگر ایک عورت نے کسي دوسرے کے بچے کو بھي دودھ پلایا اور پرورش کیا' تو وہ ٹھیک ٹھیک مثل اسکے حقیقي ماں کے هوگئي - جسطرح ماں کا دودھ اسکے جسم کے اجزا کي تولید و نمو کا ذریعہ تھا' اسي طرح اسکے دودھ سے اسکے هیکلِ جسم کا ایک ایک ذرہ بنا اور هڈیوں کے اجزا تک میں پیوست هوگیا -

یہ امومة یعنے ماں هونے کا ایک صحیح اور طبیعي اشتراک ہے' اور اسلیے ضروري ہے کہ جو حقوق حقیقي ماں کے بچے پر هوں' وهي حقوق امومة رضاعة یعني دودھ پلانے والي کے بھي قرار دیے جائیں' اور جو اثرات ان حقوق سے مرتب هوتے هیں' وہ محبت کے سبب اس حالت میں بھي مرتب هوں -

ایک اور دقیق نکتہ بھي اس بارے میں پیش نظر رہے - اللہ تعالی کے صفات میں ایک تو خالقیت ہے اور ایک ربوبیت - مجازي طور پر والدین بھي بچے کیلیے خلقت اور ربوبیت' دونوں کا واسطہ هوتے هیں - پس اگر امومة حقیقي کو مجازي خالقیت حاصل ہے تو امومة رضاعة کو مجازاً ربوبیت - ربوبیت کے معني پرورش اور حسبِ احتیاج و وقت ضروریات پورا کرنا ہے -

لہذا شارع نے دودھ پلانے والي امومة کو بھي امومة حقیقي کے لقب سے موسوم کیا' اور انکا شمار بھي " امهات " میں هوا کہ : و امھاتکم اللاتي ارضعنکم - اور : ان اللہ حرم من الرضاع ما حرم من النسب - کیونکہ نسب میں ایک بڑي چیز حق رضاعة ہے اور وہ امهات حقیقي اور امهات مرضعہ دونوں میں مشترک ہے -

چنانچہ تاریخ اسلام کے ایک عظیم الشان شخص ملهم و مجدد' یعني حضرت حجة الاسلام شاہ ولی اللہ رحمة اللہ علیہ لکھتے هیں :

ومنها الرضاعة فان التي ارضعت تشبه الام من حیث انها سبب اجتماع امشاج بنیتة و قیام هیکله' غیر ان الام جمعت خلقته في بطنها و هذه درت علیه سد رمقة في اول نشاءته فهي ام بعد الام و اولادها اخوة بعد الاخوة - (حجة اللہ البالغه - مطبوعه مصر ۲ : ۹۸)	اور محرمات شرعیہ میں سے رضاعة بھي ہے' اور اسکي علت یہ ہے کہ جس عورت نے دودھ پلایا تو وہ حقیقي ماں کے مشابہ هوگئي - اس بنا پر کہ اسي کا دودھ بچے کے اخلاط جسم کے اجتماع اور صورت جسم کے قیام اور نشوونما پانے کا مثل ماں کے ذریعہ هوا - حقیقي ماں کے شکم میں اسکے جسم کي خلقت کا اجتماع و انضمام هوا تھا' اور دودھ پلانے والی نے اسکي پہلي نمود میں غذا دیکر اسکی خلقت و جسم کو نشوونما بخشي - پس یہ اسکي دوسري ماں هوئي

بعد حقیقي ماں کے' اور اسي لیے اسکي اولاد بھائي بہن هوے بعد هم بطن بھائي بہنوں کے -

اس علت و مصلحت کے معلوم کرنے کے بعد قدرتي طور پر حسب ذیل امور سامنے آجاتے هیں :

(۱) حکم رضاعة میں اصل وهي ہے جو اس لفظ سے ظاهر ہوتا ہے - یعني دودھ کا پینا' پس شبہ رضاعة کي هر وہ حالت جس میں یہ اصل نہو' رضاعة میں داخل نہیں -

(۲) بچے کي ابتدائي عمر کا جو حصہ ایسا هوتا ہے جس میں اُس کي غذا دودھہ هوتي ہے' اُسي حصۂ عمر سے یہ متعلق هوگا - کیونکہ مقصود اصلي تغذیۂ شیر و تربیت مولود ہے -

(۳) چونکہ اصل حرمت تغذیۂ شیر ہے اسلیے حکم رضاعة کے نفاذ کیلیے ایک کم سے کم مقدار بھي هوني چاهیے - لیکن یہ مقدار ایسي هي هوني چاهیے جس سے علت نهي و حرمت یعني نشو و نماء جسم و تولید خون و تشکیل هیکل و بنیہ حاصل هو و الا فلا

چنانچہ حضرة شاہ ولي اللہ نے بھي اس کے طرف اشارہ کیا ہے جبکہ فرمایا ہے : ولما كان الرضاع انما صار سببا للتحریم لمعني المشابهة بالام في كونها سبباً لقیام بنیة المولود و تركیب هیكلة' وجب ان یعتبر في الرضاع شیئان : احد هما القدرة الذي یتحقق به هذ المعني .... و الثاني ان یكون الرضاع في اول قیام الهیكل و تشبح صورة الولد' و الا' فهو غذاء بمنزلة سائر الاغذیة الكائنة بعد التشبح و قیام الهیكل (۲ : ۹۸) یعني چونکہ رضاعة کا سبب حرمت هونا اس علة پر مبني ہے کہ مولود کے جسم و وجود کے نشو و نما کا ذریعہ مرضعہ کا دودھ هوتا ہے' اسلیے ضرور هوا کہ رضاعة میں دو چیزیں بطور اصل کے دیکھي جائیں - اول اتني مقدار میں رضاعة کا هونا جس سے یہ صورت پیدا هو' دوسرے یہ رضاع انسان کے اول عهد میں هو جبکہ دودھہ اسکي غذا هوتي ہے' اور اسي سے اسکا جسم و هیکل نشوونما پاتا ہے - انتهی ملخصاً -

" قال رسول الله صلعم : سموا باسماء الانبياء و احب الاسماء الی الله عبد الله و عبد الرحمن " یعنی انبیاء کرام کے نام رکھا کرو اور سب سے زیادہ پیارا نام اللہ کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے -

ان تمام تصریحات و واقعات سے ثابت ہوا کہ :

(۱) شارع نے ناموں کے معانی و مطالب کی رعایت کی ہے جیسا کہ عقل صحیح کہتی ہے کہ ہونی چاہیے - نام سب سے پہلی چیز ہے جو مسمی کو نمایاں کرتی ہے - پس اگر اسمیں رعایت معانی صحیحۂ و مستحسنہ ملحوظ نہو تو اسکا اثر مسمی کی شخصیت و وجود پر لا محالہ پڑیگا -

(۲) مسلمانوں کے ناموں کیلیے ضروری ہے کہ تمام غیر شرعی نسبتوں سے پاک ہوں - بحکم حدیث مسلم " لا یقولن احد ام عبدی و امتی - کلکم عبید الله و کل نسائکم اماء الله " یعنی اپنے غلاموں اور زیردستوں کو کوئی اپنا بندہ اور بندی نہ کہے - تم سب صرف اللہ ہی کے بندے ہو اور سب عورتیں اللہ ہی کی بندیاں ہیں -

(۳) مومن و مسلم ہستی وہ اشرف و اعلی ہستی ہے جسکو خدا نے " خیر البریہ " قرار دیا ہے ' یعنی تمام ... میں اس سے اشرف و اعلی کوئی وجود نہیں - پس انکے نام بھی ایسے ہونے چاہئیں جو بہ لحاظ اپنے مطالب و معانی کے اشرف و اعلی ہوں ' اور شرف انسانیت و ایمان ... واضح کرنے والے ہوں ' نیز تمام غیر الہی نسبتوں سے پاک ہوں - اگر خود انکی پیشانی خدا کے سوا اور کسی کے آگے نہیں جھک سکتی ' تو انکے ناموں میں بھی خدا کے سوا اور کسی کی عبد... کی نسبت نہیں ہوسکتی -

(۴) آنحضرت صلی ... نے متعدد ایسے ناموں کو بدل دیا جنکے معانی ... خصائص مسلم کے خلاف تھے ' کیونکہ یہ شرف انسانی و اسلامی کے خلاف ہے - لیکن آجکل ہزارہا جاہل مسلمان ایسے نام اپنے بچوں کے رکھتے ہیں جو الفاظ کے لحاظ سے کریہہ الصوت اور معانی کے لحاظ سے ارذل و اسفل ہیں ' مثلاً دمڑی ' چھکوڑی ' بھوسی ' شبراتی ' چھنن ' ببن ' بدھن ' وغیرہ وغیرہ من الخرافات ' تو یہ سب شرعاً بالکل ناجائز ہیں اور اپنے وجود مومن و مسلم کو جو اللہ کے آگے زمین و آسمان کی تمام کائنات سے زیادہ افضل و برتر ہے ' ذلیل و خوار کرنا ہے - علماء کا فرض ہے کہ ایسے ناموں کو حکماً بدلیں ' بشرطیکہ وعظ کی قیمت وصول کرنے اور پیری و مرشدی کے نذرانے لینے کے سوا اور بھی کوئی کام وہ کرنا چاہتے ہوں -

(۵) فرمایا کہ انبیاء کرام کے نام رکھو - کیونکہ انبیاء کرام کے نام نہایت اجمل و احسن ہیں - انکے ہم اسم ہوکر انکے اعمال جلیلہ و اسوۂ حسنہ کی پیروی کا شوق ہوگا - و لنعم ما قیل :

فتشبهوا ان لم تكونوا مثلهم
ان التشبه بالكرام كرام

سب سے زیادہ محبوب نام اللہ کو عبد اللہ اور عبد الرحمن جیسے نام ہیں ' اور یہ بالکل ظاہر ہے - عبد اللہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ انسان جسکی غلامی اور عبودیت کیلیے اللہ کے سوا اور کسی کی چوکھٹ نہیں ' سو جو انسان عبد اللہ ہوگا ' یعنے صرف اللہ ہی کا اور اللہ ہی کیلیے ہوگا ' اس سے بڑھکر اللہ کو اور کون محبوب ہوسکتا ہے ؟ پھر اس حدیث پر غور کرو کہ اللہ کو اپنی عبدیت و غلامی کس قدر محبوب ہے کہ ناموں میں بھی وہ انہی ناموں کو محبوب رکھتا ہے جنمیں اسکی غلامی کی طرف اشارہ ہو - آہ ' جس ذات کو نام میں بھی غیر کی عبدیت پسند نہیں ' وہ عمل کے اندر دوسروں کی غلامی میں تم کو دیکھنا کب گوارا کریگا ؟ ان الله لا يغفر ان يشرك به و يغفر ما دون ذالك لمن يشاء - محبوب کہتا ہے کہ عاشق کی ساری خطائیں معاف ہیں لیکن یہ خطا معاف نہیں ہوسکتی کہ میرے سوا کسی دوسرے کو بھی اپنے دل میں جگہ دے کہ دل صرف میرے لیے ہے :

اذا كان هذا الدمع يجري صبابة
على غير ليلى فهو دمع مضيع

میں نے جب ابو داؤد میں یہ الفاظ پڑھے تھے : احب الاسماء الی الله عبد الله - تو کہہ نہیں سکتا کہ قلب و جگر کا کیا حال ہوا تھا ؟ آہ ' ایسا کیوں نہیں ہے کہ جگر پھٹ جاتے اور کیوں دلوں کے ٹکڑے منہہ سے نہیں نکل پڑتے ؟ اللہ اللہ ! اسکو تو ناموں میں بھی وہی نام پسند جنمیں اسکے غلامی کی نسبت ہو ' اور ہمیں اپنے کاموں میں وہ کام پسند جو دوسروں کی غلامی کی لعنت سے مخذول و ملعون ہوں !

سارت مشرقة و سرت مغرب
شتان بين مشرق و مغرب

آپ کہینگے کہ مبحث کیا ہے اور کہہ کیا رہا ہوں ؟ ہاں یہ سچ ہے ' مگر میں کیا کروں ' کوئی بحث ہو مگر ... کے اصلی رخ کو نہیں بھلا سکتا ' اور جب ٹیس اور ٹپک ہو تو ہر صحبت میں آہ نکل ہی آتی ہے :

تمثل لي ليلى بكل سبيل !

رہا آپکا دوسرا سوال کہ یاسین اور طہ نام رکھا جاے یا نہ رکھا جاے ؟ تو مولانا رحیم بخش صاحب نے جو جواب دیا ہے صحیح ہے ' اور اولی یہی ہے کہ انسے احتراز کیا جاے کیونکہ انکے معانی یقینی طور پر متحقق نہیں اور اسلیے طرح طرح کے خدشات لاحق ' اور حضرت امام مالک کی نہی قابل قبول و مدلل -

البتہ مولوی صاحب کا یہ تشدد کہ جس شخص کا نام طہ ہو اسکے پیچھے نماز درست نہیں ' بالکل غلط اور یکسر قابل رد و انکار ہے - صحت امامت کے شرائط ہم کو معلوم ہیں ' اور ان پر تسمیۂ طہ سے کوئی اثر نہیں پڑتا - معلوم نہیں اصلی حالات کیا ہیں اور کیا امور مفتی کے سامنے پیش کیے گئے ؟ بہر حال اگر ایک شخص کا نام طہ ہو اور وہ نماز پڑھاتا ہو تو بلا تکلف اسکے پیچھے نماز پڑھیے - کوئی دلیل شرعی اسکے خلاف نہیں -

لیلے اور دودھ پیلیے - مصة و لا مصتان ' رضعة و لا الرضعتان ' املاجة و لا الا ملاجتان ' نصوص صریحه و قاطعه هیں - پهر جب دودھ کے وجود اور حالت مرضعیة میں بهي ایک دو بار مکیدن و نوشیدن وجه حرمت نهیں ' تو صورت مسئوله میں کیونکر حرمت هو سکتي هے ؟ جن ائمۂ کرام رحمهم الله نے حرمت میں قلت و کثرت اور مقدار و عدد کو تسلیم نهیں کیا هے ' انکے نزدیک بهي دودھ کا وجود بهرحال ضروري هے - پس کسي طرح بهي اُس عورت کا بیان مفید حرمت نهیں هو سکتا -

چنانچه یهي وجه هے که گیارهویں صدي کے مجدد و مصلح امام المتاخرین علامۂ شوکاني نے اپنے مختصر در البهیه میں باب الرضاع کو حسب ذیل جامع و حاوي لفظوں میں لکها هے :

انما یثبت حکمه بخمس رضعات مع تیقن وجود اللبن و یحرم ما یحرم بالنسب (نسخۂ قلمي منقول از خط مصنف)

رضاعة کا حکم پانچ مرتبه دودھ پینے سے ثابت هوگا ایسي حالت میں که دودھ کا وجود یقیني هو ' اور پهر رضاعه سے بهي وه تمام رشتے حرام هو جائینگے جو نسب سے هوتے هیں -

سبحان الله ! کیا جامع و مانع الفاظ هیں ' اور کس طرح چند لفظوں کے اندر باب الرضاع کے تمام مباحث مهمۂ و طویله کو ختم کردیا هے - حضرة علامۂ شوکاني کے یهي خصائص و فضائل و آیات باهرۂ حکمة یمانیه هیں جنکو دیکهکر روح بے اختیار جوش تحسین و آفرین سے معمور هو جاتي هے ' اور ارباب حق و صفا و پرستاران کعبۂ کتاب و سنت بیخودانه پکار اٹهتے هیں :

و اني و ان کنت الاخیر زمانه
لات بما لم یستطعه الاوائل

اب غور کیجیے که کس طرح علامۂ و مجدد ممدوح نے " مع تیقن وجود اللبن " کي قید لگا کر آپکے سوال کا جواب صاف دیدیا هے اور یه حقیقت اسقدر واضح هے که اسدرجه بحث و تحقیق کي بهي ضرورت نه تهي

بهرحال جو جواب آپکے سوال کا بعض علماء عصر نے دیا هے که " عورت کا بیان مفید حرمت نهیں اور نکاح هوسکتا هے " بالکل صحیح هے - رها یه مسئله که اس بارے میں " صرف ایک عورت کا قول معتبر نهیں " تو یه امر البته بحث طلب ' اور صحیح بخاري وغیره میں حدیث عقبه بن الحرث اور واقعه امة سوداء موجود ' اور مذهب حضرة عثمان و ابن عباس و زهري و الحسن و اسحق و الا وزاعي و احمد بن حنبل و مالک رحمهم الله معلوم ' لیکن آپکي پیش کرده صورت کو اس مسئله سے کوئي تعلق نهیں - مجرد مرضعه کي شهادت معتبر هو یا نهو ' لیکن یهاں تو سرے سے حالت رضاعة هي مفقود هے - کوشش کیجیے که یه جاهلانه خیال دور هوجاے اور جو رشته شرعاً جائز هے ' اسکو شریعة پر افتراء کرکے اور اسکي نسبت غیر صحیح سے نا جائز ٹهراکر نه روکا جاسکے ' که یه ایک خدمت دیني هوگي اور آپکا اجر الله کے یهاں طیار هے -

مسئلۂ تسمیۂ طه و یاسین

(ایک مستفسر - از آره)

(۱) ناموں میں معني اصلي ملحوظ هوتے هیں یا نهیں ؟

(۲) یاسین اور طه نام رکهنا جائز هے یا نهیں ؟

یهاں مولوي رحیم بخش صاحب نے ان سوالوں کا یه جواب دیا هے که :

(۱) معاني کا ملحوظ هونا عقلاً ضروري نهیں مگر اس بالکل انکار بهي نهیں کیا جا سکتا - احادیث صحیحه سے معلوم هوتا هے که آنحضرة نے متعدد ایسے ناموں کو بدلدیا جنکے معاني اچهے نه تهے - ترمذي میں هے : ان النبي صلعم کان یغیر الاسم القبیح

(۲) یاسین اور طه نام رکهنا یقیناً منع هے که وه اسماء الہي و اسماء آنحضرة صلے الله علیه وسلم میں سے ایسے نام هیں جنکے معاني معلوم نهیں - کیا عجب که انکے وه معاني هوں جو غیر خدا یا غیر رسول پر صادق نه آسکیں - چنانچه امام ابن عربي نے احکام القران میں حضرة امام مالک کا قول نقل کیا هے که یاسین نام نه رکهو کیونکه وه الله کا نام هے -

نیز مولوي صاحب موصوف یه بهي فرماتے هیں که جس شخص کا نام طه یا یاسین هو ' اسکے پیچهے نماز پڑهنا جائز نهیں - اب جناب سے گذارش هے که اسکا جواب البلاغ میں مرحمت هو -

البلاغ :

ناموں میں انکے معاني کي رعایت کا هونا عقلاً واضح و بین ' اور احادیث صحیحه سے ثابت و معلوم هے - اگر ناموں میں معاني ملحوظ نهیں تو عبد المسیح اور عبد العزی کیوں ناجائز هوں اور کیوں بدلے گئے ؟ کسي عمارت کا هم نام رکهتے هیں تو مهمل و بے رعایت نهیں رکهتے ' کتابوں کا نام رکهتے هیں تو کتاب کے موضوع و مقصد کو ملحوظ رکهتے هیں ' حتی که اپنے پالتو محبوب جانوروں کے ناموں میں بهي رعایت معاني ضرور کرتے هیں پهر یا للعجب اگر انسان کے نام میں جس سے وه مدة العمر پکارا جائیگا اور جو همیشه کیلیے اسکا علم و خطاب هوگا ' معاني صحیحه و مفهومات مستحسنه کي رعایت ملحوظ نه رکهي جاے - احادیث اس بارے میں بے شمار هیں اور کتب محدثین میں یه مبحث تفصیل موجود هے - حضرة عمر رضی الله عنه نے اپني ایک لڑکي کا نام " عاصیه " رکها تها - آنحضرة نے بدلکر " جمیله " رکها - عاصیه کے معني گناهگار اور نافرمان کے تهے ' آپنے نام بدلکر گویا اشاره کر دیا که انسان کیلیے بهتر وصف جمال هے نه که عصیان - حضرة علي علیه السلام نے اپنے صاحبزادے کا نام حرب یعني لڑائي رکها - عرب میں یه نام بکثرت رکها جاتا تها - آنحضرة نے سنا تو فرمایا حسن رکهو - جب دوسرے صاحبزادے پیدا هوے تو پهر حضرة علي نے وهي " حرب " تجویز کیا - آپنے پهر بدلدیا اور حسین رکها - تیسرے صاحبزادے محسن هیں ' انکا نام بهي پہلے حرب رکها تها ' آنحضرة نے بدلکر محسن کردیا -

حضرة سعید بن مسیب کهتے هیں که میرے جد امجد جب آنحضرة صلی الله علیه وسلم کي خدمت میں حاضر هوے تو آپنے نام پوچها - عرض کیا " حزن " یعنی رنج و ملال - فرمایا " بل انت سهل " لیکن چونکه حزن مشهور هوچکا تها ' لوگ اسي نام سے پکارتے رهے -

مجهے اس وقت فرصت بالکل نهیں هے اور کتابوں کو تجسس نهیں کر سکتا ' لیکن یاد پڑتا هے که ابو داؤد میں بروایت ابو وهب کے

اُسوۂ حسنہ

تفویض و اطاعت

عہد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

تم نے غور کیا ہوگا کہ عالم کی اکثر قوتیں ایک قوت کے تابع ہوتی ہیں، اور اس ایک ہی قوت پر تمام قوتوں کی ہستی کا دار و مدار ہوتا ہے - ایک جرنل کی بہادری ہزاروں اور لاکھوں کو بہادر بنا سکتی ہے، اور اسی ایک کے جبن و بزدلی سے کل فوج ذلت و نامرادی کا جامہ پہن لیتی ہے - اس قسم کی چھوٹی چھوٹی مثالیں بکثرت پیش نظر لائی جاسکتی ہیں، مگر ان سب سے گذر کر نظام عالم کی ایک مجموعی مثال سامنے لاؤ - جسطرح تمام عالم کی طاقت و حرکت کا سرچشمہ ایک جرم آفتاب ہے اور بغیر سورج کے اس عالم کی نزہت و رونق قائم نہیں رہسکتی، بعینہ یہی حالت مذہب کی بھی ہے - کل مذہبی اعمال و افکار اور حرکت و سکون کا سرچشمہ محض اس شخص کا وجود ہوتا ہے جو مذہب کا منادی بنکر آتا ہے، اور ایک صحیح تعلیم الٰہی لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے - اگر وہ اپنی پیش کردہ صداقت کا مکمل نمونہ ہے تو اسکی قوت جذب و کشش عالم کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور پھر اسی کی حرکت و قوت میں وہ زور پیدا ہو جاتا ہے کہ تمام عالم اس سے حرکت میں لایا جاسکتا ہے، طبقات ارضی اس سے الٹے جاسکتے ہیں، اور زمین و آسمان زیر و زبر کیے جاسکتے ہیں -

حکماء کہتے ہیں کہ انسان میں بالطبع نقل کا مادہ موجود ہے، جیسا دیکھتا ہے ویسا کرتا ہے - اسی کو ارسطو اصول محاکات سے تعبیر کرتا ہے - لیکن مذہب ایک حقیقت ہے جس کو اسوۂ حسنہ کہتا ہے - اللہ تعالی انبیاء کو مبعوث کرتا ہے اور بار بار انکی زندگی اور انکے اعمال کی طرف توجہ دلاتا ہے - اسی طرح عہد انبیاء کے جو مقدس نفوس ہیں، انکے سوانح و حالات کو بھی پیش کرتا ہے - جہاں قرآن کریم نے یہ کہا کہ: لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة لمن کان یرجو لقاء اللہ والیوم الآخر و ذکر اللہ کثیرا (احزاب : ۸) وہاں صحابہ کے متعلق بھی ارشاد فرمایا کہ: لقد کان لکم فیہم اسوة حسنة لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر و من یتول فان اللہ غنی حمید - (۶:۶۰) ایک دوسرے مقام پر حضرت ابراہیم کے اسوۂ حسنہ کے ساتھہ انکے متبعین کے بھی اسوۂ حسنہ کا ذکر کیا گیا: قد کانت لکم اسوة حسنة فی ابراہیم والذین معہ اذ قالوا لقومہم انا براء منکم و مما تعبدون من دون اللہ - (ممتحنہ : ۴) ایک جگہ حکم ہوا کہ: یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول تو اسکے بعد ہی متصل فرمایا: و اولی الامر منکم - اور یہ ظاہر ہے کہ صحابہ کرام اولی الامر کے اولین مصداق ہیں - پس جس طرح اسوۂ انبیاء کرام کو یاد دلایا گیا ہے اسی طرح آغوش نشینان عہد نبوت کے اسوۂ حسنہ اور طریق عمل کا بھی ذکر کیا گیا ہے -

خیر الناس قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم (بخاری)

(تفویض اور اسوۂ صحابہ)

تفویض کے معنی کسی شے کو سونپ دینے کے ہیں - قرآن حکیم اور احادیث و آثار اس لفظ کو کمال مرتبۂ ایمان کیلیے استعمال کرتے ہیں، اور بہ تصریح واضح کرتے ہیں کہ جب تک یہ مرتبہ حاصل نہو، اس وقت تک کوئی انسان مومن کامل نہیں ہوسکتا -

تفویض اسلامی سے مقصود یہ ہے کہ ایک انسان اپنے اندر اور اپنے سے باہر جو کچھہ رکھتا ہے، وہ سب کچھہ اللہ اور اسکے رسول کے سپرد کردے اور یقین کرلے کہ میری جان اور میری جان کے لوازم میں سے جو کچھہ ہے، وہ میرا نہیں بلکہ اللہ اور اسکے کلمۂ حق کا ہے - تمام کائنات عالم اسی تفویض پر قائم ہے -

روح اگرچہ ہمارے جسمانی پیکروں میں ہے مگر ہر وقت خیال یہ ہو کہ یہ ہماری نہیں بلکہ کسی اور کی ہے - مال و متاع، دولت و تمول ہمارے خزانوں میں مقفل ہو، مگر یہ یقین ایک لمحہ کیلیے بھی ہم سے جدا نہ ہو کہ یہ سب کچھہ ہمارا نہیں بلکہ کسی دوسرے کا ہے - اعزا و اقارب کا رشتۂ الفت ہمارے گلے میں ہو، مگر اس ایک رشتہ کے قائم رکھنے کیلیے ہر ان تمام رشتوں کو توڑا جاسکے - آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من مالہ و اولادہ و نفسہ

اسوقت تک مومن کامل کوئی نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسکی جان و مال اور اہل و عیال سے زیادہ میں عزیز نہ ہوجاؤں -

اس حدیث میں تین چیزوں کا ذکر فرمایا - جان، اہل و عیال، مال - اور اگر غور کرو تو انسان کی محبوبات و مطلوبات میں سے جو کچھہ ہے سب اسی کے اندر ہے - اس سے باہر کچھہ نہیں - سب سے پہلے وہ اپنی جان اور زندگی کا عاشق ہے اور یہ وہ عشق ہے جو اس سے صدہا عشقوں کو چھڑادیتا ہے - پھر اہل و عیال کی محبت و تعلق کا مرتبہ ہے کہ بسا اوقات انسان اپنی جان کو قربان کر ڈالنا چاہتا ہے مگر اپنی اولاد و عیال کو دکھہ میں نہیں دیکھہ سکتا - اسکے بعد مال ہے، اور اسکی محبت کی زنجیریں بھی بڑی ہی سخت ہوتی ہیں - مال اسکی زندگی کے قیام کا ذریعہ، اسکی محنت کا حاصل، اور اسکے بقا کیلیے وسیلۂ غذا ہے -

پس اس حدیث میں مومن کی زندگی اور مرتبۂ ایمان کی تکمیل کی یہ تصویر کھینچی گئی ہے کہ جان، مال، اہل و عیال، سب ہی محبت کے رشتوں پر ایمان و حق کا رشتہ غالب آجائے اور صاحب قرآن و داعی اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت و متابعت کے آگے کوئی چیز حتی کہ خود اپنی جان بھی وقیع نہو - یہی تفویض ہے، اور یہی وہ حقیقت ایمان و اسلام ہے جسکی عملی تصویر ہم کو صحابہ کرام کی زندگی میں نظر آسکتی ہے -

اس حدیث کے مطابق تفویض کی ہم بھی تین قسمیں قرار دیتے ہیں: تفویض نفس، تفویض مال، اولاد، اور ان تینوں قسموں کے لحاظ سے ہم صحابہ کرام کے جستہ جستہ واقعات پیش کرینگے -

اس سلسلہ میں ہم ترتیب خلافت کو ملحوظ رکھکر پہلے خلفاء اربعہ کی مقدس زندگی پر نظر ڈالتے ہیں -

(حضرۃ صدیق رض)

سب سے پہلے حضرۃ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی زندگی کے چند متفرق واقعات یکجا کرینگے جن سے ان کے تفویض مال و متاع کا اسوۂ حسنہ واضح ہوتا ہے -

[۱]

دنیاء اسلام جانتی ہے کہ حضرت بلال نے صدر اسلام میں جب سرزمین اسلام پر قدم رکھا تو مصائب و آلام نے انکو کسطرح گھیر لیا تھا، اور کفار عرب کیسے ہیبت ناک عذاب انکو دیا کرتے تھے؟ یہ زہرہ گداز خبر جب حضرت ابوبکر کے گوش گذار ہوئی تو بے اختیار تڑپ اٹھے - رسول اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: "کاش اسوقت میرے پاس مال ہوتا تو میں بلال کو خرید لیتا" آخر کار پھر جسطرح ممکن ہوا جستجو کرکے انکو خریدا اور آزاد کردیا - (ترمذی وغیرہ)

تفویض مال کی یہ سنت حسنہ صرف ایک ہی مرتبہ انسے ادا نہیں ہوئی - بلکہ بعینہ اس قسم کے متعدد واقعات ظہور میں

المراسلة والمناظرة

بیع غرر و مسئلہ اجارہ اراضی، مروجہ

از جناب مولانا ابو النصر محمد عبد القادر صاحب
مفتی ریاست جموں

مخدومنا مولانا ابو الــکلام سلمہم اللہ السی دار السلام - السلام علیکم و رحمۃ اللہ - معروض آنکہ جناب کے رسالہ البــلاغ ۲۵ فروری سنہ ۱۶ صفحــہ ۱۹ میں ایک مضمون مولــوی سیــد سلیمــان صاحب کے نام سے چھپا ہے ' جسمیں وہ لکھتے ہیں کہ زمین کاشت کو حصہ مقررہ پر دینا بیع غرر میں داخل ہے - خاکسار کی رائے میں مولویصاحب کی تقریر تفصیل طلب ہے - والا مطلق تحقیق سے بعید ہے - یہاں جموں میں سے ایک جاہل عنید نے پہلے ہی پنجاب کے رواج ٹھیکہ پر جو مالک زمین اپنی زمین مزارعہ کو بطور اجارہ کے نقدی مقررہ یا غلۂ مقررہ پر دیدیتے ہیں' بہت فتنہ اور شور و غل بپا کر رکھا تھا - جناب کے اخبار نے زخم پر نمک کا کام دیا' اسلیے مجبوراً خاکسار کو بھی کچھہ لکھنا پڑا - امید ہے کہ جناب فریقین کی تحریرات دیکھکر اپنی رائے زرین اور فکر متین سے مسلم پبلک کو فتنہ سے بچاوینگے - اور اگر جناب کچھہ لکھنا مناسب نہ سمجھیں تو پھر خاکسار کی تحریر کو طبع کردیں تاکہ محاسبان حق خود فیصلہ کرلیں - میری کم بضاعتی یا طرز تحریر سے ناواقفیت مانع نشر حقیقت نہو -

مولوی محمد سلیمان صاحب البلاغ ۲۵ فروری سنہ ۱۶ میں لکھتے ہیں :

" زمین کو یا مــال کو کاشت یا تجارت پر اسطــرح دیں کہ اسکی شرح حصہ خاص (مثلاً چار سو من غلہ یا چار سو روپیہ) سے مقرر کرلی جاے ' ان تمام صورتوں میں بیع حالت مستقبل پر مبنی ہے' جسکے متعلق کوئی حصہ نہیں کیا جا سکتا "

عبارت مذکورہ سے دو احتمال ہوسکتے ہیں :

(۱) کوئی شخص اپنی اراضی کسی مزارع کو اس شرط پر دیوے کہ پیداوار میں سے جو میرا حصہ ہے' وہ میں اسقدر رقم یا اسقدر غلہ پر فروخت کرتا ہوں - تو یہ بلا شبہہ بیع حالت مستقبل پر مبنی ہے -

(۲) ایک شخص اراضی کاشتکار کو اس قرار داد پر دیوے کہ میں اپنی اراضی اتنی رقم پر یا اتنے غلہ پر ایک سال کیلیے یا زیادہ کیلیے بطور اجارہ و کرایہ کے دیتا ہوں - یہ طریق پنجاب میں عام طور پر مروج ہے -

مالکان اراضی مزارعین کے خوف خیانت سے اراضی بطور ٹھیکہ کے طریقہ مذکورہ پر دیتے ہیں - مولوی صاحب کی غرض اگر اسی طریق کو بیع غرر میں شامل کرنا ہے تو یہ بعید از تحقیق ہے - بیع کے معنی کسی چیز کا بعوض مالک ہونا ہی نہیں ہے - بلکہ بیع چار انواع کو شامل ہے - کما فی شرح الوقایۃ : و اعلم ان التملیکات اربعۃ انواع ' فتملیک العین با لعوض بیع ' و بلا عوض ہبۃ ' و تملیک المنفعۃ بعوض اجارۃ ' و بلا عوض عاریۃ - صورت مذکورہ مروجہ پنجاب تملیک اجارہ ہے جسکے مشہور معنی کرایہ ہیں - اور صحیح مسلم نے باب فی کراء الارض باندھا ہے ' اور زمین کا کرایہ پر دینا جائز اور مفتی بہ ہے - ہدایہ اور شرح وقایہ وغیرہ میں صاف موجود ہے : و لو استاجر ارضاً لبناء او غرس صح - (شرح وقایہ صفحہ ۲۹۹)

بلوغ المرام محشی مطبوعہ دہلی صفحہ ۳۳ میں ہے : و عن حنظلۃ ابن قیس رض قال سالت رافع ابن خدیج رض عن کراء الارض با الذہب و الفضۃ فقال لا باس بہ - انما کان الناس یواجرون علی عہد رسول اللہ صلعم علی الماذیانات و اقبال الجداول و اشیاء من الــزرع فیہلک ہذا ' و یسلم ہــذا - و یسلم ہذا و یہلــک ہذا و لــم یکــن للنــاس کــراء الا ہــذا فلــذالک زجــر عنــہ - فاما شئ معلوم مضمون لا باس بہ - رواہ مسلم - شیخ المحدثین حافظ امام ابن حجر عسقــلانی رح مولف کتــاب مذکور نے بعد ذکر اس حدیث کے لکھا ہے : و فیہ بیان لما اجمل فی المتفق علیہ من اطــلاق النہی عن کراء الارض - و شارح کتــاب مذکورہ صاحب سبل السلام اور علامہ امام شوکانی یمنی حدیث مذکورہ کی شرح میں لکھتے ہیں : و قد جمــع بین احادیث النہی عن المزارعۃ و بین الاحادیث الدالۃ علی جوازہا ' بوجوہ' احسنہا ان النہی کان فی اول الامر ثم ابیح و یدل علی ہذ الجمع حدیث جابر و حدیث رافع ابن خدیج فی الباب عند مسلم ' و یؤیدہ مما وقع من المزارعۃ فی عہدہ صلعم و فی عہد الخلفاء - و من البعید غفلتہم عن النہی کانوا یدفعون الارض الی من یذرعہا ببذر من عنــدہ علی ان یکون لمالــک الارض ما ینبت علی مسائل المیاہ و روس الجــداول فنہوا عن ذالک مما فیہ من الغرر فربما ہلک ذا دون ذالک - انتہی

حضور علیہ الســلام کا بعد فتح خیبر یہود خیبر کو اراضی حصہ مقررہ نصف یا ربع پر دینا بھی اسی کا موید ہے - صورت مذکورہ مروجہ پنجاب تو بالکل ایسی ہے جیسے مکان کرایہ پر دیے جاتے ہیں' پھر جب مکانوں کا کرایہ پر دینا جائز و مباح ہے تو معلوم نہیں کہ مولوی صاحب نے کس دلیل سے زمین کے کرایہ پر دینیکو بیع غرر میں شمار کرلیا ہے - ملاحظہ ہو موطا امام محمد رح صفحہ ۳۵۶ : قال محمد و بہذا نأخذ لا باس بکرائہا بالذہب و الورق و بالحنطۃ کیلاً معلوماً و ضرباً معلوماً ما لم یشــترط ذالک مما یخرج منہا فان اشترط مما یخرج منہا کیلاً معلوماً فلا خیر فیہ و ہو قول ابی حنیفۃ و العامۃ من فقہائنا - و قد سئل عن کرائہا سعید ابن جبیر بالحنطۃ کیلاً معلوماً فرخص فی ذلک فقال ہل ذلک الا مثل البیت یکری : مولانا مخدومنا محمد عبد الحی صاحب مــرحوم محدث لکھنوی اسیکی شرح تعلیق الممجد میں لکھتے ہیں : اے لیس ذلک الا مثل کراء البیت بالذہب و الفضۃ و الحنطۃ المعلومۃ و غیر ذلک فلما جاز ذالک' جاز ہذا -

مولوی صاحب ممدوح کی غرض اگر صورت ثانیہ مروجہ پنجاب ہے تو جناب کو تفصیل کے ساتھہ مدلل لکھنا چاہیے اور اگر غرض صورت اول ہے یا کچھہ اور' تو بھی پبلک کو شبہ اور فتنہ و فساد سے بچانا چاہیے - خاکسار نے جو کچھہ لکھا ہے نیک نیتی اور اعلان حق کے لیے لکھا ہے - اگر مولوی صاحب خلاف مدلل مبرہن لکھیں جس سے بندہ کی تسکین ہوجاے تو بندہ فوراً رجوع کیلیے تیار ہے -

البــلاغ :

یہ عاجز آپکی راے سے بالکل متفق ہے اور آپکا بیان صحیح و مدلل ہے - جہاں تک میں غور کرتا ہوں آپکی بیان کردہ صورت اجارہ ہی کی معلوم ہوتی ہے اور اجارہ کو بیع غرر مروجۂ جاہلیۃ و حال سے کوئی تعلق نہیں - غالباً مولانا سید سلیمان صاحب کا بھی یہی مقصد ہوگا - امید ہے کہ وہ خود اسپر لکھینگے - اصولاً بیع غرر او اسکے اطلاقات کے چند پہلو ضرور قابل غور ہیں اور مسئلہ کو حد حیال سے بالکل الگ کرلینا چاہیے کہ شریعت میں حیلہ نہیں ہے اگر آیندہ فرصت ملی تو کچھہ عرض کرونگا - سر دست جناب کی تحریر کی اشاعت کافی ہے - اور میں اس سے متفق ہوں -

شیعہ کالج [illegible] دینا اور کالج فنڈ میں غیر شیعہ کی امداد قبول کرلینا " ایسی باتیں ہیں جکے ماننے میں غالباً کسی کو عذر نہ ہوگا - ان افراد اور اس جماعت کی مخالفت سے قطع نظر جو تمام شیعوں کے دنیا کے کبھی فرد بشر کو جنت کیلیے مستحق نہیں سمجھتے ہیں ' اپنے تعصب کی مخالفت تو کوئی روک نہیں سکتا - رہا یہ کہ تمام شیعوں کا کیا خیال ہے ؟ تو مذہب امامیہ بد قسمتی سے ایسے لوگوں کی امانت میں ہے جو کسیطرح اهل نہیں اور اپنے بیجا تعصب سے مذہب کو بدنام کرتے ہیں ' ورنہ خود اسلام (یا اسکا کوئی طریق اختیار کیا جائے) تعصب سے کوسوں دور ہے -

خدا کرے آپ کی ترمیموں کی تائید میں هندوستان کے ہر گوشہ سے صدائیں بلند ہوں !

(سید وصی احمد بلگرامی)

البــلاغ :

الحمد للہ کہ سورۂ و التین اور حقیقت شہادۃ تین و زیتون کے متعلق آپنے جو سوال کیا تھا ' اسکا جواب آپکے لیے موجب تسکین و اذعان ہوا - اپنی محبت اور حسن ظن کی وجہ سے آپنے جو کچھہ لکھا ہے ' اللہ تعالی ہم سب کو اسکا اهل ثابت کرے -

مجوزہ شیعہ کالج کے متعلق فقیر نے جو کچھہ لکھا ہے ' وہ محض ایک مخلصانہ التماس ہے جو اگر سنی گئی تو کلمۂ اسلام و ملت کی سب سے بڑی خدمت ہوگی ' اور اگر اعراض کیا گیا تو وما علینا الا البـلاغ - اللہ علیم و خبیر ہے اور وہ بہتر جانتا ہے کہ جو کچھہ لکھا گیا وہ فریقانہ تعصب و تحاسد کا نتیجہ ہے یا ایک ایسے دل کی صدا ہے جو اس طرح کے تمام جذبات سافلہ و رذیلہ سے الحمد للہ کہ بالکل پاک ہوچکا ہے - آپکو یاد ہوگا کہ جب آپ نے شیعہ کالج کے متعلق خط لکھا اور پھر خود آکر ملے اور سخت اصرار کیا کہ اس تحریک کی اصلاح کیلیے میں قلم اٹھاوں تو میں نے کیا جواب دیا تھا ؟ آپ بسبب اپنے کمال جوش اتحاد و عشق وحدۃ اسلامی کے مصر تھے کہ دوسرا کالج قائم ہی نہ ہونا چاہیے - لیکن میں نے اس سے مخالفت کی تھی اور کہا تھا کہ صرف طرز عمل اور طریق کار کا سوال ہے ' اور اگر ان حالات سے الگ ہوکر اس تحریک کو شروع کیا [illegible] کی خود غرضانہ غلطیوں کا نتیجہ ہیں ' تو محض تحریک [illegible] وجہ مخالفت نہ ہونی چاہیے -

خط کے آخر میں آپ لکھتے ہیں کہ [illegible] میں علم فرقۂ امامیہ کی امانت [illegible] کسی طرح [illegible] اهل نہیں - لیکن میں تو کوئی وجہ نہیں پاتا کہ ایسی [illegible] مایوس راے آپ قائم کریں - میں دیکھتا ہوں کہ الحمد للہ جماعۃ شیعہ میں (اور جماعۃ صرف ایک ہی ہے جسکا نام اسلام ہے) ہر جگہ اور ہر حصہ میں ایسے ارباب نظر و رائے موجود ہیں جنسے بڑی بڑی امیدیں ہم سب کی وابستہ ہیں ' اور انشاء اللہ تعالی مایوسی کی جگہ ہر طرح فتح باب امید ہے - جماعۃ امامیہ کا سب سے بڑا مرکز و منبع علوم و مذہب سرزمین عراق اور علی الخصوص عتبات عالیات (زاد اللہ شرفہم) ہیں ' اور آپ کو معلوم ہے کہ حضرات مجتہدین کرام عراق و حجج اسلامیۂ عتبات عالیات نے سالہا سال سے کس طرح وحدۃ امۃ و اتحاد کلمہ کیلیے قولاً و فعلاً اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے ' اور علی الخصوص حضرۃ شہید خامس آیۃ اللہ خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کے اعمال مقدسہ ہمارے سامنے ہیں ' اور انکے نقش قدم پر چلنے والے انسے بڑھکر اپنے اقدام حق کا ثبوت دے رہے ہیں - پھر هندوستان میں بھی جہانتک فقیر کی معلومات ہے ' ایسے ارباب نظر و فکر موجود ہیں جنکی توجہات گرامی سے کسی طرح بھی ہم نا امید نہیں ہوسکتے - علی الخصوص جناب مولانا السید ناصر حسین صاحب قبلہ جنکی ذات گرامی سے فقیر کو ہمیشہ بہترین توقعات رہی ہیں اور مجوزہ شیعہ کالج کے متعلق بھی امید واثق ہے کہ وہ آخری صحبت کی معروضات پر ضرور توجہ فرمائینگے ' اور انشاء اللہ مسئلۂ وحدۃ کلمہ و حفظ بیضۂ ملت و اتحاد احزاب و فرق اسلامیہ کی دعوۃ حقہ پر ہم سب سے زیادہ انکی نظر صائب کام کرتی ہوگی - نیز چونکہ جناب ممدوح کی خدمت میں فقیر کو شخصاً نیاز حاصل ہے ' اور وہ فقیر کے مسلک و اصول سے بخوبی واقف ہیں ' اسلیے کسی طرح یہ امید نہیں کیجا سکتی کہ اس بارے میں بعض نادان و نافہم طبائع کی پیدا کردہ غلط فہمیاں انکے لیے موجب عدم التفات ہوسکیں - و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعبـاد -

ایک اهم علمی مسئلہ !

تجربہ کی قوت ! اور یہ کہ تجربہ سے تمام مشکلیں دور ہو جاتی ہیں !

یہ مسئلہ حل ہوگیا کہ صناعۃ کے مسئلہ میں ملک اور سرزمین کو دخل نہیں !

رنگون سوپ ورکس اس اکتشاف کا ذریعہ ہے

یورپ اور ممالک متمدنہ کی صناعیوں اور علمی ایجادات کا سلسلہ جس وقت سے شروع ہوا ہے ' اسی وقت سے یہ مسئلہ بھی تمام مشرقی ممالک اور علی الخصوص اهل هند کے سامنے ہے کہ کیوں یورپ کی سی صنعتیں اور مصنوعہ چیزیں ہماری سرزمین میں نہیں بن سکتی ہیں ؟

اس سوال کا ہمیشہ ایک ہی جواب رہا ہے اور جس وقت سے سوال ہے اس وقت سے وہ جواب بھی موجود ہے - صنعت و حرفت کی کنجی تجربہ ' کوشش ' سرمایہ ' اور سرمایہ کے صحیح استعمال میں پوشیدہ ہے - اگر هندوستان بھی انہی اصولوں سے کام لے اور تجربہ کی راہ میں اولوالعزمانہ قدم رکھے تو وہ سب کچھہ کرسکتا ہے جو یورپ ' امریکہ ' اور جاپان میں ہو رہا ہے !

اس جواب کی صداقت کا عملی ثبوت " رنگون سوپ ورکس " یعنی صابون سازی کا کارخانہ واقع رنگون ہے - اس کارخانے نے کافی سرمایہ لگا کر اور جدید علمی و صناعی اصولوں سے کام لیکر صابون بنانے کا کام جاری کیا اور جاپان کے ماہرین کیمسٹری سے مدد لی - اسکا نتیجہ ہمارے سامنے ہے - بہترین ' خوشبودار ' خوش رنگ ' مفید رنگ و جلد ' اور بالکل بے ضرر صابون مثل ولایتی صابونوں کے بننے لگے ' اور تھوڑے ہی عرصے میں اسکا غلغلہ دور دور تک پہنچ گیا -

اگر آپ کے دل میں ملکی صنعت و حرفت کا درد ہے ' تو کیا یہ ضروری نہیں کہ آپ اس کارخانے کے صابونوں کو ولایتی صابونوں پر ترجیح دیں ' جب کہ چیز ویسی ہی اور قیمت میں ارزانی ہے ؟

اس کارخانے کا صدر دفتر " مکان نمبر ۱۹ - گلی نمبر ۲۸ - رنگون " ہے اور اسکی ایک شاخ کلکتہ کیننگ اسٹریٹ - میتہ بلڈنگ ' نمبر ۳۳ " میں موجود ہے - کم سے کم ایک بار تجربہ تو کیجیے اور دیکھیے کہ خود آپکے ملک میں بھی کیا کچھہ ہو رہا ہے مگر آپکی بے التفاتیاں اور یورپ کی پرستش ہے جس نے ملکی صنعت و حرفت کا دروازہ بند کردیا ہے !

میں آئے - چند مرتبہ مختلف غلاموں کو گرفتار عذاب دیکھا اور خرید کر آزاد کردیا - یہانتک کہ حضرت بلال کیطرح جو غلام خریدے گئے اور پھر آزاد کیے گئے' اونکا شمار سات تک ہے -
(استیعاب ج - ۱ - ص - ۳۴۲)

[۲]

جب حضرت ابو بکر مشرف باسلام ہوے ہیں تو اونکے پاس چالیس ہزار درہم تھے - عرب جاہلیۃ میں اسقدر روپیہ کا ہونا ایک غیر معمولی دولت مندی تھی لیکن حضرۃ ابو بکر نے یہ تمام روپیہ راہ اسلام میں بے دریغ لٹا دیا حتی کہ خود آنحضرۃ نے فرمایا: ما نفعني مال ما نفعني مال ابي بكر - یعني ابو بکر کے مال کے برابر کسیکے مال نے مجھکو نفع نہیں دیا (استیعاب ج - ۱ - ص - ۳۴۲)

ایک مرتبہ جناب رسالتمآب صلعم نے صحابہ سے سوال کیا کہ آج جنازہ کی نماز کس نے پڑھی؟ تمام خاموش رہے مگر حضرۃ ابو بکر نے عرض کیا: یا رسول اللہ میں نے - اسی طرح آپنے چند سوال کیے اور سبکے جواب میں سامعین نے سکوت کیا' لیکن حضرت ابو بکر نے ہر ایک کے جواب میں ہاں کہا - یہانتک کہ آپنے دریافت فرمایا: مسکین کو آج کھانا کس نے کھلایا ہے؟ حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ میں نے - اسکے بعد ارشاد نبوی ہوا: وجبت له الجنة
(مسلم جزو ۲ - ص - ۲۷۴)

[۳]

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرۃ نے ہم تمام صحابہ کو صدقہ کرنیکا حکم دیا - میرے پاس کافی مقدار میں مال موجود تھا - میں نہایت خوش ہوا کہ آج قطعاً جناب صدیق سے بازی لے جاؤنگا - آخرکار نصف مال میں نے گھر چھوڑا اور نصف لاکر خدمت نبوی میں پیش کردیا - لیکن حضرت ابوبکر کل مال لے آئے - آنحضرۃ نے مجھسے سوال کیا کہ تم اپنے اہل وعیال کیلیے کسقدر مال رکھہ آے ہو؟ میں نے کہا کہ نصف - یہی سوال جناب ابوبکر سے کیا گیا - اونھوں نے جواب میں عرض کیا کہ کچھہ نہیں' خدا اور اوسکے رسول کا نام میرے اہل وعیال کا سرمایہ اور میرے گھر کی دولت ہے - حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اسکے بعد مجھے یقین ہوگیا کہ اب میں کبھی حضرۃ ابوبکر سے آگے قدم نہیں رکھہ سکتا (ترمذی - ج - ۳ -)

[۴]

تم صدر اسلام کی مصیبتوں کو دیکھو' اسوقت عالم اسلامی کی بیچارگی کو دیکھو' یکسر غربت و افلاس کو دیکھو' ہر وقت بلاؤں اور مصیبتوں کا حصار و ہجوم دیکھو' پھر سونچو کہ کیا صحابہ کرام کو یہ خیال نہ تھا کہ آج گھر لٹا کر کل کیا کھائینگے؟ کیا اونکو یہ خبر نہ تھی کہ اس عالم افلاس میں بظاہر دولت کے آنیکی کہیں سے بھی توقع نہیں' پھر گذران اوقات کیونکر ہوگی؟ بھوکے بچے کیا کھائینگے؟ بھوک پیاس سے اونکا تڑپنا کسطرح دیکھا جائیگا؟ یہ تمام خیالات اونکے سامنے بھی تھے - اور آج کی طرح وہ بھی عاقبت بیں تھے - تاہم انکے قلب میں ایمان تھا' سینہ میں جوش تفویض تھا' سر میں عشق اطاعت رسول کا سودا تھا' رگ رگ میں جاں نثارانہ خون تھا' اور ایثار و جانفروشی کا طوفان اندر سے اوبل رہا تھا جسکے زور سے یہ تمام بندھن کٹ جاتے ہیں - اور جب یہ کیفیت طاری ہوجاتی ہے تو پھر لوٹنے میں نہیں بلکہ لٹانے میں مزہ آتا ہے - بننے میں نہیں بلکہ بگڑنے میں خوشی ہوتی ہے - اقامت میں نہیں بلکہ غربت میں عیش و سرور معلوم ہوتا ہے - [illegible] نما قصروں میں نہیں بلکہ ہیبت ناک جنگلوں میں [illegible] ہے - اگر تمہاری ماسی آنکھیں اس عالم وجد و سرور کو [illegible] نہیں کرسکتیں تو صفحۂ قرطاس پر ان واقعات کو تو دیکھہ سکتی ہیں! فہل من مدکر؟

(مراسلات)

معجزۂ شیعہ کالج

البلاغ نمبر ۱۳ اور ۱۴ وصول ہوا - شیعہ کالج پر خاتمہ سخن اور سورۂ والتین کا تتمہ باب تفسیر نظر سے گذرا - مگر قبل اسکے کہ ان کے متعلق کچھہ راے زنی کیجاے' کیا حقیر کو یہ کہنے کی اجازت ہے کہ عالیجناب میرزا محمود طرزی نے ایڈیٹر سراج الاخبار کابل نے حضور کے بارہ میں جو کچھہ فرمایا ہے' وہ گویا میرے منہہ سے بات چھین لی ہے؟ آپ سے برتر صاحب زبان و قلم' آپ سے عالی مرتبہ مصلح ملت' اور آپ سے بڑھکر مومن مخلص اس وقت کون ہے؟ آپ کے دل کی کیفیت میں جو کچھہ بھی کیف ہے' وہ الہلال مرحوم و البلاغ کی آنکھوں سے ٹپکتا ہے - اسپر حضور یہ ستم کرتے ہیں کہ میرزا موصوف کے جواب میں نظیری کا شعر پیش کرتے ہیں - یہ محض انکسار ہے - جناب میرزا محمود نہ معلوم آپ کو کیا جواب دیں' مگر انکی طرف سے اور نیز ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے یہ صدا اٹھہ رہی ہے: (نظامی)

دبیر نکتہ سنجی' ساحری' نے نے غلط گفتم
فسوں سازی فسوں خوانی فسون سامری دانی!

غالب نے اپنے دیوان کے بارے میں دعوی کیا ہے کہ:

غالب اگر فن سخن دیں بودے
آں دیں را ایزدی کتاب ایں بودے

آج وہ دعوی اگر آپ کریں تو کس کو کلام ہوسکتا ہے؟ مگر شاعرانہ تعلی کی جگہ آپ کے انکسار طبع نے البلاغ کا مرتبہ بلند کردیا ہے!

کیا عرض کروں کہ سورۂ تین کی تفسیر پڑھکر آنکھیں کسقدر روشن ہوگئیں - بیشک حضور ہی کا قلم ہے جس نے اس میدان میں یوں گل افشانی کی کہ میدان میدان نہ رہا بلکہ چمن حقائق و معارف ہوگیا - تین اور زیتون کی شہادت دینے کی جو پہلے بیان کیگئی تھی وہ دل کو لگتی نہ تھی - تفسیر کے معنی ہیں کہ آنکھوں کے سامنے جتنے پردے پڑے ہوں سب اوٹھہ جائیں - یہی حالت حضور کی تحریر پڑھکر ہوئی - ہندوستان کے مدعیان علم کہاں سے آپ کا ایسا دماغ لائیں جو فلسفۂ قدیم موجودہ فلسفۂ یورپ کا احاطہ کرکے فلسفۂ اسلام سے اسکا موازنہ کر اور دکھادیں کہ سب باطل اور ظن ہیں - فقط اسلام ہی حق عین فطرت ہے - سبحان اللہ! حضور یقین مانیں کہ میں ایک عزیز کو پرسوں وہ تفسیر سنانے لگا تو محویت کا یہ عالم تھا گیارہ بجے شب سے پڑھتے پڑھتے صبح کے تین بج گئے! قادر الکلامی اور معجز بیانی کسی میں ایسی تو ہو؟ تین اور زیتون سے اشارہ جناب حضرۃ عیسی علیہ السلام کی ذات مقدس کیطرف تو آیت قرآنی کے معنی بالکل واضح ہوگئے - اور مزید [illegible] و جواب کی مطلق گنجایش نہیں -!

اس تفسیر کو دیکھکر تفسیر القرآن کیلیے بیچینی اور بڑھ گئی خدا آپ کی ذات کو ہم میں تا صد و سی سال باقی رکھے! گمراہان راہ کیلیے ہمیشہ شمع ہدایت ثابت ہوں -

شیعہ کالج کی بابت یہ عرض کرنا ہے کہ حضور کی عین صائب ہے - میں خود امامیہ طریق رکھتا ہوں مگر غلو و تفریق کو حقیقت امامیت نہیں سمجھتا جیسا کہ اہل [illegible] وغیرہ سمجھتے ہیں - حضور کی راے سے مجھے اتفاق کلی ہے - " استیٹسمین " وغیرہ میں میں ایک مضمون بھیجنے جسمیں آپ کی تحریر کا حوالہ رہیگا اور دو ترمیمیں جو [illegible] میں آنکی تائید ہوگی -

دي ويريس نے جو درخت لگاے تھے ' انمیں ایک درخت یه بھي تھا - سنه ۱۸۸۶ع سے سنه ۱۹۰۰ع تک وہ برابر اس درخت کو لگاتا رہا - پہلے هي سال یعني سنه ۸۷ع میں جو درخت نکلے ' وہ اصل سے مختلف الشکل تھے - دوسرے سال سنه ۸۸ع میں جو درخت پیدا هوے' وہ نه صرف اصل سے مختلف هي تھے بلکه خود انمیں باهم اختلاف بھي تھا -

سنه ۱۹۰۰ع میں دي ویریس کے پاس اس درخت کے ۸۰۰ پودے تھے جنکي ترتیب و تقسیم کے بعد مختلف ۷ - اصناف پیدا هوے تھے - یه یاد رکھنا چاهیے که یه ۸ سو پودے ایک هزار پودوں میں سے منتخب کیے گئے تھے - اس حساب سے تحول فجائي کا اوسط ۲ - ۱۱ في صدي هوا -

ڈاکٹر وهالٹ جیرٹ کہتے هیں :

" میں نے سنه ۱۸۹۸ع میں ولایتي بیگن کي الکم نامي قسم کے ۴۴ درخت لگاے - پھول آنے سے پہلے میں نے ان کو اکھاڑ کے اچھے چھوٹے پائیں باغ میں لگادیا - وهاں درخت لگ گئے اور خوب پھلے پھولے - انمیں جو پھل لگے وہ ویسے هي تھے جیسے که انکي اصل میں لگتے تھے - تنا تقریباً دو میٹر کا لمبا مگر اتنا نازک اور پتلا که دوهرا هو هو کے زمین پر آ گیا تھا ' پتوں کا رنگ هرا ' سطح پر جھریاں کم ' پھل کا قد میانه وضع ' شکل کروي مسطح اور عرض میں کسیقدر مستطیل ' پر مغز ' خوش ذائقه ' پکنے کے بعد رنگ سبزي سے قرمزي هوجاتا تھا - قرمزي کے ساتھه کسیقدر زردي بھي هوتي تھي - تمام پھل ایک ساتھه پکتے تھے - ان پھلوں میں جو پھل سب سے اچھے تھے ' ان میں سے چند پھلوں کے بیج لیکے ایک کیسے میں رکھه لیے - دوسرے سال جب فصل آئي تو میں نے پھر یه بیج بوے - مجھے انتظار تھا که ابکے بھي الکم کے بیگن پیدا هونگے - کیونکه میں نے نہایت عمده پھلوں کے بیج پوري احتیاط کے ساتھه محفوظ رکھے تھے اور کوشش کي تھي که ان میں دوسري قسم کا ایک بیج بھي ملنے نه پاے - پھر جس جگه یه بیج بوے گئے تھے ' وهاں اور کوئي درخت بھي نه تھا - با ایں همه جب انکي کلي پھوٹي تو اصل سے بالکل مختلف تھي ' بڑھي تو تنا سیدھا مگر بلندي ایک اور ثلث میٹر سے زیاده نه تھي - شاخ کم اور سخت ' لچک ندارد ' پتے سبز تھے مگر عریض و گنجان اور سطح پر شکنیں ' پھل کي شکل اصلي پھل سے همشکل تھي مگر ذائقه اور رنگ مختلف ' سرخي اور لذت دونو زیاده ' مگر زردي مفقود - میں سمجھا که نه تو یه بیگن کي کوئي قسم هے اور نه الکم کا درخت ' میري غفلت سے غلطاً بیج ضائع هوگئے اور یه کوئي دوسري هي چیز هے جو الکم کي جگه بو دي گئي -

پھر سنه ۱۹۰۰ع میں میں نے فلاں سیڈ اسٹور (مخزن تخم) سے الکم کے بیج خریدے - یه بیج ان درختوں کے تھے جو پنسلوانیا میں بوے گئے تھے جہاں سے میں نے پہلے الکم کے درخت لیے تھے - یه بیج بوے ' درخت بھي لگے - مگر ان درختوں سے بالکل مختلف جن کے حالات پہلے بیان کیے جا چکے هیں - یه یاد رکھنا چاهیے که ان درختوں کے گرد و پیش ولایتي بیگن کي کسي اور قسم کا ایک درخت بھي نه تھا -

جیسا که میں نے پہلي دفعه کیا تھا اس بار بھي نہایت احتیاط کے ساتھه بہترین پھلوں کے بیج رکھه لیے اور دوسرے سال بوے - پر حیرت و صد تعجب ! که ابکي بھي سنه ۱۸۹۹ع کي طرح ساخیں ' پتے ' پھول ' سب کچھه اصل سے مختلف اور سنه ۹۹ع کے درختوں اور پھلوں سے مشابه نکلے ! اس مرتبه اسکي وجه میں اپني غفلت کو نہیں قرار دیسکتا تھا کیونکه بیجوں سے لیکے پھل کے آنے تک تمام کام میں نے خود کیے ' اور اسي توجه و اعتناء کے ساتھه جیسا که میں تمام تجارب علمیه میں کرتا هوں - یه اختلاف هر لحاظ میں تھا ' اور ایک درخت بھي اپني اصل کي طرح نه تھا -

مجھے یقین هوگیا که اب یه دوسري قسم پیدا هوگئی هے - میں نے اس کا نام واشنگٹن رکھا هے - یه قسم رنگ و ذائقه اور برگ و بار دونوں میں اپني اصل سے مختلف هے "

غرض پروفیسر دي ویریس اور ڈاکٹر وهالٹ کے تجارب سے معلوم هوتا هے که اس آهسته خرام تدریج کے بغیر بھي جو ڈارون مانتا هے ' بالکل ممکن هے که ایک اصل کي بعض فرعیں یکایک اپني اصل سے مختلف هوجائیں اور ایک مستقل نوع قرار دیجا سکیں -

(عالم حیوانات)

ان تجارب کا اثر صرف نباتات پر هے ' اسلیے ان سے صرف نباتات میں تحول فجائي کا ثبوت ملتا هے - اب دوسرا سوال یه هے که آیا حیوان میں بھي تحول فجائي هوسکتا هے ؟

یه صحیح هے که نباتات کی طرح حیوانات میں بھي تحول فجائي کے وقوع کي کوئي شہادت قطعی و عیني موجود نہیں ' لیکن سوال یه هے که :

(۱) کیا تحول فجائي ممکن هے ؟

(۲) کیا تحول فجائي محض احتمال هے ' یا اس حد سے گذر کر واقعه کي صورت میں بھي کہیں آچکا هے ؟

(۳) حیوانات میں اسکے وقوع کے لیے کوئي امر مانع هے ؟

(۴) طبقات الارض کے درس و مطالعه سے کیا معلوم هوتا هے ؟

نباتات میں تحول فجائي کے متعلق هم جسقدر لکھه چکے هیں ' اس سے اندازه هوگیا هوگا که اول الذکر دو سوالوں کا جواب اثبات میں هے - البته وقوع کي شہادتیں ابھي اس کثرت تک نہیں پہنچي هیں که یه نظریه اپنے آخري دور اذعان تک پہنچ جاے -

تحول فجائي کے ماننے میں پس و پیش اس بناء پر نه تھا که اسکا مظہر کون هے ؟ بلکه اس بناء پر تھا که آیا وہ فی نفسه ممکن الوقوع بھي هے یا نہیں ؟ اور اگر هے تو اسکے وقوع کا کیا ثبوت هے ؟ اسلیے جب نباتات میں اسکے وقوع کا ثبوت ملچکا هے تو اب حیوان میں اسکے امکان کا سوال نہیں رها بلکه ثبوت وقوع کا سوال سامنے آ گیا هے -

فرانس کے ایک مشہور حکیم طبیعي موسیو داسترے نے حال میں اس موضوع پر نہایت تفصیل سے بحث کي هے جس کا خلاصه رساله سائنٹفک امریکن میں شائع هوا هے - اس بحث کے ذکر سے پہلے زمین کے مختلف طبقات کو سمجھه لینا چاهیے - چونکه طبقات ارض کا ذکر عرضاً آگیا هے هم صرف اصل نظریه کے ذکر پر اکتفا کرینگے -

(طبقات ارضیه)

یه مشتعل و ملتہب اجرام جنکو فلکیات میں " شموس " یعني سورج کہتے هیں ' تمام سیارات کے وجود کا سرچشمه هیں - قانون اشتعال کي بناء پر یه اجرام بڑے بڑے دهکتے هوے ٹکڑے اچھالتے رهتے هیں - یه ٹکڑے تھوڑي دور جاکے پھر واپس آ جاتے هیں اور انهي میں گر پڑتے هیں ' یه اجرام پھر انکو اچھالتے هیں اور وہ پہلي مرتبه کیطرح پھر واپس آجاتے هیں - یه سلسله برابر جاري رهتا هے -

یه اجرام اپنے محور پر گردش کرتے رهتے هیں - اسي حالت میں اتفاق سے کبھي کوئي ایسا واقعه پیدا هو جاتا هے جسکي وجه سے کوئي ٹکڑا ان اجسام میں سے نکلجاتا هے اور پھر انمیں واپس نہیں آتا - اسي وقت اس ٹکڑے کے گرد ایک مخصوص دائره پیدا هو جاتا هے ' اور وہ ٹکڑا مستقل هوکر اس دائرہ میں بلا انقطاع گردش کرنے لگتا هے -

تمام سیارات کي طرح زمین بھي آفتاب کے جسم کا ایک ٹکڑا هے - اسکے انفصال و انقطاع کي صورت وهي هوئی هے جو ابھي هم نے بیان

مذاکرۂ علمیہ

التحول الفجائی

یعنی

(MUTATION)

(۲)

(اعصار تغیرات)

ان دونوں قانونوں کو صحیح تسلیم کرنے بعد بھی ایک سوال رہجاتا ہے - یعنی یہ تمام تنوع و تعدد کتنے عرصے میں ہوا ؟

ڈارون نے مدت کی تعیین نہیں کی تھی اسلیے تقدیر و تخمین کے سامنے ایک غیر محدود میدان پڑا تھا مگر تھوڑی ہی دور کے بعد عمر زمین کی آخری سرحد ملجاتی تھی -

علماء طبقات الارض زمین کی جو عمر تجویز کرتے تھے وہ اس کثیر التنوع اور سست رفتار تدریجی تغیرات کے لیے ناکافی معلوم ہوتی تھی - اسلیے قدرتی طور پر دو صورتیں پیدا ہوگئی تھیں :

(۱) زمین کی عمر کا تخمینہ غلط ہے -

یہ صورت قرین قیاس اور دلائل و برہان سے بے نیاز تھی - اسلیے عموماً یہی اختیار کی گئی اور علماء ارض نے اپنے تخمینہ کے حدود وسیع کرکے سو ملین سال تک مدت عمر ارض پہنچ کردی -

(۲) یہ مانا جاے کہ جسطرح مخصوص حالت کے بعد ایک فرد سے دوسری مختلف فرد پیدا ہوجاتی ہے، اسیطرح مخصوص حالت کے بعد ایک نوع سے دوسری مختلف نوع پیدا ہوگئی ہے -

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جسطرح نوع مجموعۂ افراد کا نام ہے، اسیطرح فرد مجموعۂ حویصلات کا نام ہے - حویصلہ کی تعریف تم پڑھ چکے ہو - یعنی وہ ابتدائی کرۂ حیات جس سے بتدریج جنین بنتا اور پھر حیوان کی شکل اختیار کرتا ہے - ان حویصلتوں میں سے ہر ایک حویصلے سے ایک اور حویصلہ پیدا ہوتا ہے - پہلا حویصلہ مرجاتا ہے، دوسرا حویصلہ اسکی جگہ لے لیتا ہے - اسے پیشرو کی طرح اس حویصلے سے بھی ایک اور حویصلہ پیدا ہوتا ہے - یہ بھی مرجاتا ہے اور اسکی جگہ نو پید حویصلہ لیلیتا ہے - غرض اسیطرح حویصلات کی موت و پیدایش کا سلسلہ جاری رہتا ہے (۱) پس فرد و نوع دونوں مستقل بالذات کوئی شے نہیں ہیں، بلکہ اول الذکر حویصلات اور ثانی الذکر افراد کے مجموعہ کا نام ہے -

پس جسطرح یہ ممکن ہے کہ ایک مجموعۂ حویصلات (فرد) سے دوسرا مجموعۂ حویصلات اسطرح پیدا ہوجاے کہ دونوں میں نمایاں اختلاف ہو، اسیطرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک مجموعۂ افراد (نوع) سے دوسرا مجموعۂ افراد (نوع) اسطرح پیدا ہوجاے کہ دونوں میں امتیاز واضح ہو - اور نیز جسطرح مجموعۂ حویصلات میں اختلاف کے لیے یہ ضروری نہیں کہ بتدریج و بدفعات پیدا ہو، اسیطرح مجموعۂ افراد میں بھی اختلاف کے لیے اس قید کی کچھ ضرورت نظر نہیں آتی -

(التحول الفجائی)

اسی مقام سے نظریہ "تحول فجائی" پیدا ہوتا ہے، اور اس مضمون میں ہمارا اصلی مقصود یہی جدید نظریہ ہے -

لفظ تحول "حول" سے ہے - حول کے معنی "تغیر الشی و انفصالہ عن غیرہ" کے ہیں یعنی کسی چیز میں ایسے تغیر کا ہونا کہ وہ کسی دوسری چیز سے بالکل الگ ہوجاے - مذہب ڈارون کی بنیاد اس اعتقاد پر ہے کہ مختلف موثرات و گرد و پیش کی بنا پر بتدریج تغیرات پیدا ہوتے ہیں اور پھر وہ یہاں تک بڑھ جاتے کہ بالکل ایک مختلف نوع پیدا ہوجاتی ہے - پس ایسے تغیر کیلیے صحیح ترین لفظ عربی میں "تحول" ہے -

لیکن کیا حسب مذہب ڈارون ہمیشہ یہ تحول بتدریج ہوتا ہے یا کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ بغیر کسی بڑی علم الارضی یا طبیعیاتی مدت کے یکایک ہوجاے ؟ تحول فجائی اسی دوسرے پہلو کا نام ہے - "فجائی" یعنی یکایک، اچانک -

یہ صورت ایک زمانے تک محض اجمال کی حد تک رہی، سب سے پہلے ہالینڈ کے ایک عالم نباتات پروفیسر ڈی ویریس نے اس اجمال کو علمی مسئلہ کی صورت میں بہ تفصیل پیش کیا -

دنیا کے تمام اکتشافات و اختراعات قریباً اتفاق و بخت کی رہنمائی سے ہوے ہیں - پروفیسر ڈی ویریس نے امسٹرڈم کے باغ میں ایک دفعہ سو قسم کے بیج بوے، اور نہایت احتیاط کے ساتھ انکی نگرانی شروع کی - جس پودے میں اصلی درخت سے ذرا بھی اختلاف نظر آتا تھا، اسکے گرد ایک اوٹ کھڑی کردیتا تھا تاکہ ایک پودہ دوسرے پودے سے ملنے نہ پاے، اور یہ شبہ نہ ہو کہ یہ اختلاف متعدد پودوں کے باہم ملنے کا نتیجہ ہے -

یہ سلسلہ عرصہ تک جاری رہا، یہاں تک کہ پروفیسر موصوف نے دیکھا کہ بعض درخت اپنے ہم نوع درختوں سے اسقدر علحدہ ہوگئے کہ انکو مستقل نوع یا کم ازکم مستقل صنف کہنے بیجا نہ تھا -

ایک درخت ہے جسکے پتوں کی قطع گدھے کے کان سے ملتی ہوئی نظر آتی ہے - یہ درخت امریکن نژاد ہے - سنہ ۱۶۱۳ع میں امریکہ سے ہالینڈ لایا گیا - یہاں کی آب و ہوا سازگار ہوئی اور جنگلوں اور باغوں، دونوں مقامات میں پیدا ہونے لگا - سنہ ۱۸۷۵ع میں دیکھا گیا کہ شہر بلورہم کے اطراف میں یہ درخت بکثرت پیدا ہوا، بڑھا، اور اتنے گونہ گون اقسام پیدا ہوگئے، گویا اسوقت یہ خطہ علم طبقات الارض کے دور اول میں ہے، اور نئے نئے اصناف پیدا ہو رہے ہیں !

(۱) حویصلات کا نظریہ دلچسپ اور علمی حیثیت سے نہایت اہم ہے - مگر اجمال ناکافی ہے اور تفصیل کا موقع نہیں - مواد پیش نظر ہے - بشرط فرصت انشاء اللہ تعالی اس نظریہ پر بھی مفصل بحث کی جائیگی - اس مضمون میں اصل نظریہ کی تشریح اور دلائل کے علاوہ اس پر بھی بحث کی جائیگی کہ حکماء اسلامیہ کے مشہور و معروف مسئلہ تجدد امثال اور اس نظریہ کچھ فرق ہے یا نہیں ؟ اگر ہے تو کسقدر ہے ؟ منہ

مدارس اسلامیہ

جـامـع ازهـر

(٢٠)

(طریق درس)

جامع ازهر میں اعلی اور ادنی درجہ کي حیثیت سے تقسیم نہیں ہے ' اور نہ ایک درجہ کے لیے الگ الگ کمرے ہیں ' وهي جامع مسجد کا صحن بهي ہے اور وهي درسگاہ بهي ہے - صحن مسجد میں پتهر کا فرش ہے - اسي پر طلبہ بیٹهتے هیں' اور هر مدرس کے لیے ایک ستون مخصوص ہے - عموماً مدرسین بهي اسي ستون سے ٹیک لگاکر فرش پر بیٹهہ جاتے هیں - اور کبهي کبهي ان کي نشست کرسي پر بهي هوتي ہے - جب کوئي مدرس درس دینا چاهتا ہے تو ستون سے تکیہ لگا کر قبلہ رخ بیٹهہ جاتا ہے - طلبہ گرد حلقہ باندهکر چار زانو هوجاتے هیں' هر طالب علم کے هاتهہ میں کتاب هوتي ہے - شیخ کے سامنے بهي کتاب هوتي ہے - جب استاد درس شروع کرنا چاهتا ہے تو پہلے بسم اللہ اور حمد و نعت پڑهکر رسول اللہ صلعم پر درود و سلام بهیجتا ہے - اس سے فارغ هوکر اکثر تو خود اور کبهي کبهي طلبہ سے کتاب کي عبارت پڑهواتا ہے اور پهر اسکي تفسیر کرتا ہے - کتاب کا مطلب بیان کرنے میں ایک لفظ کتاب سے باهر نہیں بتاتا - یہاں تک کہ مثال پیش کرتے وقت بهي اسکا خیال رکهتا ہے کہ مثال کتاب سے باهر نہو - اسي وجہ سے ازهر میں سو برس پہلے جو درس دیا جاتا تها ' وهي بعینہ لفظ بلفظ آج بهي دیا جاتا ہے - طلبا استاذ کی تقریر کو قلمبند نہیں کرتے - هاں اثناے تقریر میں اگر وہ کچهہ نہ سمجهے هوں یا اس مسئلہ پر کوئي اعتراض پیدا هوتا هو تو استاذ سے پوچهہ سکتے هیں اور استاذ خوشي سے انکي غلط فہمي دور کردیتا ہے' اثناے درس میں اگر طالب علم قانون اخلاق کي خلاف ورزي کرے تو اساتذہ چشم نمائي کرسکتے هیں' اور عموماً اشارہ و کنایہ میں اسکي غلطي پر تنبیہ کرلي جاتي ہے -

استاذ آخر میں سورۂ فاتحہ پڑهکر درس ختم کردیتا ہے اور رخصت هوتے وقت هر طالب علم اٹهہ اٹهہ کر استاذ کے هاتهہ کو بوسہ دیتا ہے اور ان سے دعاے خیر کي درخواست کرتا ہے -

پہلے اساتذہ مسائل کي مشق نہیں کراتے تهے مگر فرمان خدیوي مصدرہ ٢٠ محرم سنہ ١٣١٤ کي رو سے اب مشق مسائل بهي ضروریات درس میں سے شمار کي جانے لگي ہے -

ازهر میں تعین اوقات کے لیے کوئي پروگرام نہیں هوتا مگر روز مرہ کا معمولي پروگرام یہ ہے :

طلوع آفتاب سے پہلے — تفسیر و حدیث -

طلوع کے بعد سے — فقہ -

نماز ظهر کے بعد — نحو و صرف ' معاني و بیان و بدیع ' اصول فقہ -

نماز عصر کے بعد — حساب ' تاریخ ' جغرافیہ ' اور علوم جدیدہ -

بعد نماز مغرب — منطق ' آداب البحث ' هیئة ' فلسفہ -

یہ درس کي مجلسیں عموماً کم سے کم ایک گهنٹہ تک اور زیادہ سے زیادہ دو گهنٹے تک قائم رهتي هیں - معمولاً یہاں کے طلبا چار سبق پڑهتے هیں - دو صبح اور دو شام - انقلاب موسم کي وجہ سے حسن کے بڑهنے گهٹنے کا اسباق کي زیادتي و کمي پر بهي اثر هوتا ہے

ازهر کے دور جدید میں اسکا بهي انتظام کیا گیا ہے کہ مقصود بالذات علوم میں' علوم آلیہ سے زیادہ وقت صرف کیا جاے -

(مدت تعلیم)

جامع ازهر کي حیات وسطي میں مدت خواندگي کي کوئي تحدید نہ تهي ' اسلیے تحصیل علم کي علت غائي صرف شکم پروري خیال کي جاتي تهي' اور ازهر بجاے جامع (یونیورسٹي) هونے کے فقیروں کا تکیہ بن گیا تها - طلبا بچپن میں داخل هوتے تهے اور مرکر نکلتے تهے - طلبا امتحان میں یا تو داخل هي نہ هوتے ' یا قصداً فیل هوجاتے کہ نہ فارغ هونگے اور نہ مدرسہ سے نکلنا پڑیگا - ازهر کي انتظامي مجلس نے اس مسئلہ پر کافي غور کرنے کے بعد یہ قانون جاري کردیا کہ جو طالب علم چند بار امتحان میں شرکت نہ کرے یا امتحان میں ناکامیاب هو' وہ ازهر سے خارج کردیا جاے - اسکے علاوہ انہوں نے مدت خواندگي کي بهي تحدید کي ' درجۂ عالم حاصل کرنے کیلیے کم سے کم بارہ برس اور زیادہ سے زیادہ ١٥ - برس تک ازهر اسکي اعانت کرسکتا ہے -

(امتحانات)

علوم قدیمہ کے لیے وهاں کوئي سالانہ امتحان نہیں ہے جس سے طلبہ کي تعلیمي استعداد اور مدرسین کي محنت و جانفشاني کا اندازہ هوسکے ' یا جو ترقي درجات کا معیار بن سکے - طالب علم جب اپنے آپ میں خود هي اوپر درجوں کي لیاقت محسوس کرتا ہے تو وہ ان درجوں کو چهوڑ کر آگے بڑهتا ہے ' اور یوں هي بڑهتا هوا اپنے خیال میں علم کی دشوار گذار راہ طے کر ڈالتا ہے -

علوم جدیدہ کا سالانہ امتحان لیا جاتا ہے - آخري تعلیمي منزل پر پہنچ کر ازهر کي یونیورسٹي اپنے طلبا کو تین قسم کے سارٹیفکٹ (شہادت) تقسیم کرتي ہے ' گو یہ امتحانات اور اسناد سنہ ١٩٨٨ - سے جاري هیں مگر شیخ الجامع کے عدم حسن انتظام کي وجہ سے انکا نظم کچهہ اچها نہیں رها - سنہ ١٣٠٥ - میں کچهہ اصلاح کي گئي مگر وہ پہلے سے بهي زیادہ ناکافي رهي - اسلیے سنہ ١٣١٤ - میں پهر امتحان کے قواعد پر نظر ثاني کي گئي ' اور ان پر آج تک عمل در آمد هوتا ہے -

یہ غیر سرکاري سند مدارس اسلامیۂ هند کي طرح اس شخص کو دي جاتي ہے جس نے شیوخ ازهر سے معتبر کتابیں پڑهي هوں اور حسن قابلیت و وسعت معلومات کا اچها نمونہ پیش کیا هو - اس سند میں اس بات کي شہادت دي جاتي ہے کہ اس نے ازهر میں تعلیم پائي ہے ' علوم و فنون میں ماهر ہے ' درس و تدریس اور افتا کا اسکو حق حاصل ہے - مشایخ ازهر اسمیں اتصال اسناد بهي لکهتے هیں یعني اس نے بخاري مجهسے پڑهي اور میں نے فلاں سے پڑهي ' اس نے فلاں سے ' اور یوں هي یہ سلسلہ امام بخاري تک ملادیا جاتا ہے - سند کا یہ قدیم طریقہ ہے - اسکے موجد محدثین هیں - هندوستان میں بهي یہ طریقہ رائج ہے - اس سند میں استاذ کچهہ نصیحتیں بهي لکهہ دیتے هیں' جس میں تقوی اور خوف خدا کي هدایت کرتے هیں - نیز لکهتے هیں کہ جو تمہیں معلوم نہو' اسکي نسبت فتوی نہ دو' محکمہ سرکاري میں یہ سند کچهہ کام نہیں دے سکتي -

(شہادة العالمیة)

یہ سند اس طالب علم کو دي جاتي ہے جس نے مسلسل کم سے کم ١٢ - برس تک ازهر میں تعلیم پائي ہے - اور ان تمام علوم کو حاصل کیا هو جو ازهر میں پڑهاے جاتے هیں - اس امتحان کا طریقہ یہ ہے کہ کم سے کم آٹهہ دن پہلے شیخ الجامع

کي ہے - ابتداء القطام میں یہ شعلۂ مجسم تھا - فضاء محض میں گردش کا اقتضاء یہ تھا کہ اسکي حرارت نکلے‘ خروج حرارت کا لازمي نتیجہ یہ تھا کہ جسم میں برودت پیدا ہو‘ برودت اپنے ساتھہ انجماد لاتي ہے - چنانچہ جب اسکي حرارت نکلي تو اسمیں انجماد شروع ہوا‘ اور اس سیال کرے کے بالائي حصہ پر ایک سطح منجمد قشري تیار ہوگئي - (انجماد قشري یعني ایسا انجماد جسپر چھلکے کي طرح بالائي غلاف ہو) یہ قشر باریک تھا اور ان مواد سے تیار ہوا تھا جو پگھلے ہوے بہتے پھرتے تھے - یہي قشر یا سطح منجمد زمین کا طبقۂ اولی کہلاتي ہے -

طبقہ اولی کے نیچے ایک آتشکدہ تھا جو برابر جل رہا تھا - بخارات پیدا ہوے اور اس طبقہ کے مسامات کي راہ سے نکلکر بلند ہوگئے - اوپر جاکے ابر بنے اور ابروں سے دریا پیدا ہوے‘ ان دریاؤں میں ارضیت کے قابل جو اجزاء تھے‘ وہ نیچے بیٹھگئے‘ اور ایک دوسرا طبقہ تیار ہوگیا - اس طبقہ میں حیوانات کے بقایا و آثار اور مختلف اقسام کے پتھر بھي پاے جاتے ہیں - یہ طبقہ ثانیہ کہلاتا ہے -

اسکے بعد ایک اور طبقہ ہے - یہ طبقہ مختلف قسم کے پتھروں سے مرکب ہے - اسکو طبقہ ثالثہ کہتے ہیں - اسکے بعد وہ طبقہ ہے جسکو طبقہ رابعہ کہتے ہیں‘ اور جسکے متعلق موسیو داسترے نے اپنے مضمون میں دعوی کیا ہے کہ حیوانات میں تحول فجائي علم الارض کے دور اولین میں ہوا تھا -

موسیو داسترے نے اس دعوی پر ان بقایا و آثار سے استدلال کیا ہے جو طبقہ اولی کے گڑھوں کے درس و نظر (اسٹڈي) کے وقت نظر آتے ہیں -

ان خندقوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا تمام انواع حیوان اسوقت بہت تھوڑے عرصہ کے اندر پیدا ہوگئے تھے - کیونکہ طبقہ مندرجہ باریک ہے کہ انکي ساخت کے لیے طویل زمانے کي ضرورت نہیں -

تاریخ طبیعي (نیچرل ہسٹري) میں ایک اصطلاح زحافات یعني (Reptiles) بھي ہے - زحافات سے مراد وہ حیوانات میں جنکے جسم کا توالد ہتھي اور ٹھنڈے خون سے ہوتا ہے -

زحافات علم الارض کے دور ثاني میں پیدا ہوے ہیں - انکے بقایا کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے اندر غیر معمولي تنوع و اختلاف تھا - بعض بلي سے بھي چھوٹے تھے - بعض ہاتھي سے بھي بڑے - بعض گوشت کھاتے تھے - بعض نباتات - بعض پاني میں رہتے تھے - بعض خشکي میں - بعض دو پیروں پر چلتے تھے - بعض چار پر - یہ تنوع اور اختلاف اگر اسي تدریج کے ساتھہ ہوا ہے جو ڈارون مانتا ہے‘ تو اسکے لیے ایک غیر معمولي طویل مدت چاہیے - مگر جیسا کہ اس طبقہ کے درس سے معلوم ہوتا ہے‘ وہ کسي غیر معمولي و طویل مدت کي جگہ بہت ہي کم مدت میں تیار ہوا ہے -

موسیو داسترے ان تمام نظریات کو پیش کرکے استدلال کرتے ہیں کہ :

" اس طبقہ ارضي کے حالت سے تحول فجائي پر استدلال کیا جاسکتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ طبیعۃ کا اصول تسلیۃ صرف قانون تدریج ہي کا پابند نہیں - جب نباتات کے علاوہ حیوانات میں بھي اسکا سراغ چلتا ہے تو پھر اس نظریہ کي تضعیف کي کوئي وجہ ہم نہیں پاتے‘ اور ہم کو اس وقت کا انتظار کرنا چاہیے‘ جب تحول فجائي بالکل قطعي حد تک پہنچ جائیگا "

(استدراک)

بعد ، فجائي کے مسئلہ کو اس قدر تشریح و تفصیل سے ہم نے کیوں لکھا ہے ؟ اور کیا مقصد اسکي تحریر سے پیش نظر ہیں ؟ انکو ہم آیندہ بسلسلۂ " بقاء حق و فناء باطل " لکھینگے جسکا سلسلہ جاري ہے - یہاں صرف چند اشارات کر دیتے ہیں :

(۱) قانون نشوء و ارتقاء اور مذہب ڈارون کي بنیاد قانون تدریج تخلیق و نشوء پر ہے - یعني کوئي چیز دنیا میں یکایک نہیں پیدا ہو جاتي - بتدریج مختلف دوروں سے گذر کے ایک انتہائي نقطہ تک پہنچتي ہے‘ اور یہي تحول تدریجي ایک نوع کو دوسري نوع میں بدل دیتا ہے - یہ قانون بالکل صحیح ہے اور ہمارا روزانہ مشاہدہ بھي اسکي تصدیق کرتا ہے‘ لیکن جو عموم و اطلاق اسمیں پیدا ہوگیا ہے‘ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مذہب کي بعض تعلیمات کے متعلق مدعیان علم کو شبہات پیدا ہونے لگے ہیں -

(۲) کہا جاتا ہے کہ بغیر تدریجي تخلیق و نشوء کے کوئی تخلیق و تبدیلي نہیں ہو سکتي - تمام انقلابات مادیہ کا یہي حال ہے - پس اگر مذہب کسي موقعہ پر اچانک اور ناگہاني تغیرات و تخلیقات کي خبر دیتا ہے تو وہ قابل تسلیم نہیں -

(۳) ہم سرے سے اس اصول ہي کو تسلیم نہیں کرتے کہ حق و باطل اور علم و جہل کا معیار انساني ظن و تخمین اور اسکے قیاسی نظریات ہیں - ظن اور شک کا مقابلہ کبھي اس کتاب الہي سے نہیں ہو سکتا جسکا دعوا یہ ہے کہ میرے پاس ظن نہیں بلکہ یقین ہے‘ اور جو سب سے پہلی معرفي اپني ان لفظوں میں کراتي ہے کہ :

لاریب فیہ (آغاز بقرہ)	اس کتاب میں شک و شبہہ کو دخل نہیں

تاہم جن لوگوں کے ایمان و یقین کا سر رشتہ انساني ظن و تخمین کے ہاتھہ میں ہے‘ وہ اگر چاہیں تو بغیر اپنے اصول سے انحراف کرنے کے اعلانات قرانیہ کو بھي تسلیم کر سکتے ہیں - یہي نظریۂ تحول فجائي ہے جو یکسر ڈارون کے قانون نشو و تدریج کے خلاف و قوع کي شہادت دیتا ہے‘ اور یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ نباتات و حیوانات میں بغیر تدریج کے تھوڑے ہي عرصے کے اندر تحولات و انقلابات ہو جا سکتے ہیں - پھر جب غیر تدریجي تحول کا اعتراف شروع ہوگیا تو قانون تحول تدریجي کا عموم کہاں رہا ؟ اور کب نظریۂ ڈارون اس حد تک پہنچ گیا کہ اسکي بنا پر ایک ایسي کتاب کو جھٹلایا جاے جو دعوا کرتي ہے کہ مبنی ظن و تخمین و نظریات نہیں ہوں - برہان و یقین اور بصائر و " لاریب فیہ " ہوں ؟ اور جسکے لانے والا اعلان کرتا ہے کہ :

ھذہ سبیلي ادعو الی اللہ علی بصیرۃ انا و من اتبعني (آخر یوسف)	یہ ہے میري راہ - میں اللہ کیطرف اس یقین و علم کي بنا پر بلاتا ہوں جو مجھے حاصل ہے -

اس نظریۂ تحول فجائي سے (جوکہ ابھی اپني ابتدائي منزل میں ہے مگر نہیں معلوم آگے چلکر کیا کیا مزید معلومات اس بارے میں حاصل ہونے والي ہیں) بے شمار نتائج و بہ سامنے آتے ہیں - ازانجملہ قرآن حکیم کي اس آیۃ کي تفسیر کرو

اولیـــس الذي خلق السماوات والارض بقادر علی ان یخلق مثلھم ؟ بلی وھو الخلاق العلیم انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقــول لہ " کن " فیکــون (اخر یاسین)	کیا وہ خداے حکیم جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا‘ اسپر قادر نہیں کہ انکے مانند پیدا کردے ؟ بلا شبہ قادر ہے اور وہ سب سے بڑا قوۃ خالقیۃ و مکونیۃ رکھنے والا اور صاحب علم ہے - اسکي قدرت و خالقیت کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ کسي چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسکے لیے حکم دیتا ہے کہ " ہوجا " اور بس ہوجاتي ہے -

فسبحان الذي بیدہ ملکوت کل شي و الیہ ترجعون !

۱ ـ مآثر الکرام ـ و سرو آزاد

مصنفہ

حسان الہند مولانا میر غلام علی آزاد بلگرامی پر

مولانا حکیم شمس اللہ قادری صاحب ـ ایم ـ اے ـ ایس ـ ایف
آر ـ ایچ ـ ایس ـ عالم آثار قدیمہ کا

ریویو

علم تاریخ کی دو قسمیں ہیں ـ ایک وہ سلسلہ واقعات ہے کہ جس میں مختلف قوموں اور سلطنتوں کے عروج و زوال سے بحث کی جاتی ہے ' اور جس کو عرف عام میں تاریخ یا ہسٹری کے نام سے تعبیر کرتے ہیں ـ دوسری قسم وہ ہے کہ جس میں کسی ملک و قوم کے افراد کا تذکرہ کیا جاتا ہے' اس کو اسماء الرجال یا بیوگریفی کہتے ہیں ـ

اسماء الرجال جس کو دوسرے الفاظ میں تذکرہ نویسی بھی کہتے ہیں کم و بیش قدیم الایام سے چلا آتا ہے ـ عبرانی' یونانی' رومی لٹریچر میں اس قبیل کی بہت سی کتابیں موجود ہیں ـ لیکن اُن میں زیادہ تر ملکی بہادروں کے نامی کارنامے یا اولیا و شہدا کے کشف و کرامات منضبط ہیں ـ قرون وسطی میں مسلمانوں نے اِس فن کو اِس قدر ترقی دی کہ جس کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی ـ ان لوگوں نے تراجم ' طبقات ' وفیات و اعیان وغیرہ کے عنوانوں سے ہزاروں کتابیں لکھہ ڈالیں' اور ان میں علماء و فضلا ' شعرا ' حکما ' امرا وغیرہ وغیرہ غرض ہر طبقہ کے ابھرنہار آدمیوں کا تذکرہ قلم بند کر دیا ـ اس موقعہ پر یہ ظاہر کردینا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ یہ تمام کارنامے ان مسلمانوں کے تھے جو بغداد' ایران ' روم و شام و مصر میں رہتے تھے ـ برخلاف اس کے ہندوستان کے مسلمانوں نے اس کے ساتھہ بہت بے اعتنائی سے کام لیا ـ

مسلمانان ہند کی تاریخ پانچویں صدی ہجری سے شروع ہوتی ہے ـ اس زمانے سے لیکر مغل ایمپائر کے انحطاط تک ہندوستان کی مردم خیز خاک سے بڑے بڑے علما ' فضلا اور نامی گرامی اہل کمال پیدا ہوے ہیں ـ مگر افسوس ہے کہ ان کے حالات مصنفین کی بے التفاتی سے اس طرح ناپید ہوگیے کہ اس وقت باوجود تلاش و تجسس کے بھی نہیں مل سکتے ـ

مولانا آزاد بلگرامی بارھویں صدی میں ایک نامی گرامی مصنف گزرے ہیں ـ انھوں نے اسماء الرجال میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں' اور موقعہ پر فخر کے ساتھہ اس امر کا ذکر کیا ہے کہ وہ ہندوستان میں اسماء الرجال کے سب سے پہلے مصنف ہیں ـ چنانچہ اُن کی اصل عبارت یہ ہے :

" و پیش از من احدی آستین سعی باین عرصہ نہ شکستہ و کمر خدمت بزرگان سلف و خلف باین جد و جہد نہ بستہ " ـ

ـ مولانا آزاد سے پہلے اگرچہ ملا عبد القادر بدایونی اور شیخ ابو الفضل ـ بختاور خان عالمگیری وغیرہ مورخین نے اپنی تاریخوں میں اپنے معاصرین کا تذکرہ بھی قلم بند کیا ہے ـ لیکن یہ تحریرات اس موضوع پر مستقل تصنیف کی حیثیت نہیں رکھتی ہیں ـ مولانا آزاد اسماء الرجال کو ایک مستقل فن قرار دیکر اس کے مختلف شعبوں پر متعدد کتابیں تصنیف کیں مثلاً :

تراجم علما میں سبحۃ المرجان ' مآثر الکرام ـ تراجم شعرا میں ید بیضا ـ خزانۂ عامرہ ـ تراجم صوفیہ میں روضۃ الاولیا ' شجرۂ طیبہ وغیرہ وغیرہ ـ اس اعتبار سے اگر ہم یہ کہیں تو کچھہ بیجا امر نہ ہوگا کہ مولانا آزاد بلگرامی ہندوستان میں اسماء الرجال کے سب سے پہلے مصنف ہیں ـ

مآثر الکرام اسماء الرجال کی ایک قابل قدر اور بیش قیمت کتاب ہے ـ علامہ مصنف نے اس کے دو حصے قرار دیے ہیں ـ پہلے حصہ میں ان ڈیڑھ سو (۱۵۰) مشاہیر علما و صوفیہ کا تذکرہ قلم بند کیا ہے' جو مقدم سلام سے لیکر بارھویں صدی ہجری کے خاتمہ تک سرزمین ہندوستان کے مختلف شہروں میں گزرے ہیں ـ دوسرا حصہ جس کا نام سرو آزاد ہے شعرا کے متعلق ہے ـ اس میں فارسی اور ہند کے (۱۵۱) شعرا کا تذکرہ ہے ـ اور ہر ایک شخص کی نسبت وہ تمام باتیں درج کردی ہیں جو اس کی سوانح عمری کے لیے ضروری اور کار آمد ہیں ـ مثلاً خاندان ' قوم ' وطن ' تعلیم و تربیت ' تلامذہ ـ اخلاق و عادات ' تصنیف و تالیف وغیرہ

اور ان کے ضمن میں بہت سے تاریخی واقعات و علمی نکات کا تذکرہ بھی آگیا ہے ـ

مصنف نے حصہ اول کو دو فصلوں پر مرتب کیا ہے ـ پہلی فصل میں اولیاے کرام کے حالات ہیں ـ دوسری فصل میں علما و فضلا کا تذکرہ ہے ـ ہر فصل کی ابتدا میں ایک تمہید ہے ـ پہلی تمہید میں ہندوستان میں مسلمانوں کے آنے اور اسلام کے اشاعت پانے کا ذکر ہے ـ اسی طرح دوسری تمہید میں اہل اسلام میں علوم و فنون کے پھیلنے اور خلفاے بغداد و اندلس کے مشاغل علمی کا بیان ہے ـ

حصہ دوم یعنے سرو آزاد کی ابتدا میں ایک مقدمہ ہے جس میں فارسی شاعری کی تاریخ بیان کی ہے ـ شعرا کے تراجم درج کیے ہیں اور اس کے ضمن میں موقع بموقع شعر و سخن کے قیمتی نکات کا بھی تذکرہ کردیا ہے ـ

ان دونوں حصوں میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اکثر مشاہیر دکن کے حالات بھی آگئے ہیں' اور نواب نظام الملک آصفجاہ اور انکے خاندان کا تذکرہ اس شرح و بسط کے ساتھہ لکھا ہے کہ اُن کے ہم زمانہ تصنیفات سے کسی میں بھی نہیں مل سکتا ـ

بارھویں صدی کے نصف آخر میں جو حوادثات پیش آے ہیں مصنف نے اُنکا ذکر نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے' اور بعض باتیں تو ایسی لکھی ہیں کہ جو کسی دوسری تاریخ میں مشکل سے مل سکتی ہیں' اور جو حضرات تاریخ دکن سے مذاق رکھتے ہیں اُن کیلیے یہ حصہ (سرو آزاد) ایک لاجواب تحفہ ہے ـ

فن تراجم میں یوں تو ہندوستان میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں ـ لیکن ان میں صرف دو کتابیں ایسی ہیں جو ہر زمانہ میں عزت و رفعت کی نگاہوں سے دیکھی جا سکتی ہیں ـ ان میں ایک مآثر الامرا ہے جس میں ہندوستان کے بڑے بڑے وزرا' امرا اور عہدہ داروں کا تذکرہ منضبط ہے ـ دوسری کتاب مآثر الکرام اور اس کا حصہ دوم سرو آزاد ہے' جس میں علما' فقرا اور شعرا کے حالات لکھے ہیں' اور ہر ایک کا حال اس تفصیل سے درج ہے کہ کسی دوسری کتاب میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی ـ

مآثر الامرا کو بنگال ایشیاٹک سوسائیٹی کی علم دوست جماعت نے مدت ہوئی کہ تین ضخیم جلدوں میں چھاپ کر شایع کردیا ہے ـ لیکن مآثر الکرام کے دونوں حصے ابھی تک گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوے تھے ـ

خدا بھلا کرے مولوی عبد اللہ صاحب کا کہ باوجود بے بضاعت ہونیکے اس کتاب کو نہایت اعلی اہتمام سے چھپوا کر ہندوستان کی علمی تاریخ میں ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے ' اور تمام اہل ملک کو ان کے احسان کا مشکور ہونا چاہیے ـ اور جو حضرات تاریخی مذاق رکھتے ہیں ان کے لیے یہ دونوں چراغ ہدایت کا کام دینگے ـ پہلے حصہ کے (۳۳۴) اور دوسرے حصے کے (۳۲۲) صفحات ہیں ـ ان کی قیمت حسب ذیل رکھی گئی ہے :

مآثر الکرام	قیمت	۲ روپیہ	علاوہ محصول ڈاک
سرو آزاد	قیمت	۳ روپیہ	علاوہ محصول ڈاک.

---

۲ ـ اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام

(یعنے اردو ترجمہ)

" پرپوزڈ پولیٹکل اینڈ سوشیل ریفارمز انڈر مسلم رول "

مصنفہ

نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم

پر مولوی محمد اختر صاحب کا ریویو

اس کتاب میں علامہ مصنف نے دو دان انگریزی سنہ ۱۸۸۳ع میں ایک یوروپین عالم ریورنڈ مالکم میکال کے اس اعتراض کی تردید میں کہ " مذہب اسلام مانع ترقی ہے " قرآن ' حدیث ' فقہ اور تاریخ سے نہایت عالمانہ طریق پر یہ ثابت کیا ہے کہ اسلامی روحانی ' اخلاقی اور معاشی ترقی کا حامی ' تغیر زمانہ کے ساتھہ لگے تمدن و سیلست کا ساتھہ دینے والا اور زندہ ضروریات کے مطابق ہر قسم کے قوانین کی بنیاد دالنے کی صلاحیت رکھنے والا مذہب ہے ـ اس کی فطرت جمود و خمود کے منافی ہے ـ اسی ضمن میں اسلام کے متعدد دوسرے یوروپین مصنفین ـ مثلاً سر ولیم میور' سوتھہ اسمتھہ ' پالگراس

(پرنسپل) اُن مضامین کی تعیین کرکے طالب علم کو اطلاع دیتا ہے جن میں امتحان لینا مد نظر ہوتا ہے - امتحان کے دن شیخ الجامع کی زیر صدارت مجلس امتحان منعقد ہوتی ہے جسکے ممبر علما و اساتذہ ہوتے ہیں - ہر ممبر کو امتحان دینے والے طالب علم سے مضمون کے متعلق ہر قسم کے سوالات کرنیکا اختیار ہوتا ہے - اسوقت طالب علم اپنے کو ایک مدرس از ممتحنین کو شاگرد کی حیثیت سے خیال کرکے اُن سوالات کا جواب دیتا ہے ' اور یوں حسب حیثیت اول ' دوم ' سوم ' درجہ میں کامیابی کی سند دی جاتی ہے - اس سند پر خدیو معظم کے بھی دستخط ہوتے ہیں ' اور بعض ممتاز کامیاب طالب علموں کو اسکے ساتھہ خلعت بھی دیا جاتا ہے - اس سند کے حاصل کرنے والے طلبہ جامع ازہر اور مصر کے دیگر مدرسوں میں ہر قسم کی تدریس کے علاوہ مصری محکمہ قضاء شرعی اور افتاء کی خدمات سے بھی مستفید ہوسکتے ہیں -

(شہادۃ الاہلیۃ)

یہ امتحان کا سب سے ادنیٰ پیمانہ ہے - اس سارٹیفکٹ کے حاصل کرنے والے طلبہ وہ ہیں ' جنہوں نے کم سے کم آٹھہ سال تک مسلسل ازہر میں تعلیم حاصل کی ہے - اس امتحان کے دینے والے طلبہ کیلیے شیخ الجامع کی ماتحتی میں تین علما مقرر کیے جاتے ہیں جو ان کا امتحان لیتے ہیں - حسب حیثیت کامیابی کے بعد شہادۃ الاہلیہ کی سند دیجاتی ہے - اسپر شیخ الجامع کا دستخط ہوتا ہے - یہ طلبا مساجد میں امام ' خطیب ' واعظ ' معلم ' نیز چھوٹے چھوٹے مکتبوں کے مدرس ہوسکتے ہیں -

ازہر ایک اور قسم کی سند اُن طلبا کو بھی دیتا ہے جنہوں نے ازہر میں تین سال تک پڑھا ہو - اس سند کا صرف اتنا نتیجہ ہے کہ یہ طلبا فوجی خدمت سے سبکدوش کردیے جاتے ہیں ' ان مذکورہ بالا امتحانات کی کوئی فیس نہیں لیجاتی -

(تعطیل)

جامع ازہر میں سالانہ تعطیلیں بھی ہوا کرتی ہیں اور انکے علاوہ ہفتہ کے بعد دو روز کی معمولی تعطیلیں بھی ہوتی ہیں - گرمی کے موسم میں بھی ڈیڑھ مہینہ کی تعطیل ہوتی ہے بشرطیکہ رمضان ایام گرما میں نہ آیا ہو ' ان کے علاوہ اور غیر معمولی چھٹیاں بھی ہوا کرتی ہیں - مثلاً جب یہاں کوئی استاذ انتقال کرتا ہے تو عموماً مدرسہ تین دن کیلیے بند ہو جاتا ہے ' طلبہ ان دنوں میں شب کو ماتم کی مجلسیں منعقد کرتے ہیں - اس مجمع کی نشست وہیں پر ہوتی ہے جہاں بیٹھکر مرحوم استاذ درس دیا کرتا تھا - فاتحہ خوانی کے بعد یہ مجمع منتشر ہو جاتا ہے - اسکے سوا چار ہفتوں تک نماز جمعہ کے بعد وہیں بیٹھکر قرآن مجید تلاوت کرتے ہیں اور اُسکا ثواب مرنے والے استاذ کیلیے تحفہ بھیجتے ہیں -

(انتظامی مجلس)

جامع ازہر نے چونکہ آغوش سلطنت میں پرورش پائی ہے اسلیے اسکی ابتدائی زندگی ہی سے اسکا انتظام سلاطین و امرا سے متعلق رہا - یعنی جسکے ہاتھہ میں مصر کی عنان حکومت ہوتی تھی وہی ازہر کا شیخ الجامع یا آنریری پرنسپل بھی ہوا کرتا تھا - بادشاہ کی طرف سے مذاہب اربعہ کے مشایخ اور شیوخ الاروقہ اسکی صحیح حالت کی نگرانی کرتے تھے ' مگر گیارھویں صدی میں [illegible] سے یہی مناسب سمجھا گیا کہ ازہر میں شیخ الجامع کا [illegible] یا عہدہ مقرر کیا جائے جسکے ہاتھہ میں ازہر کی کل انتظامی [illegible] اور یہ تمام مدیرانِ ازہر اور اساتذہ کا افسر کل قرار دیا جائے - اس معزز عہدہ کیلیے صرف علما مخصوص ہیں - اُن میں سے بھی صرف ایسے شخص کا انتخاب ہوسکتا ہے جو علم و فضل کی حیثیت سے فخر مصر ہو -

شیخ الجامع کے لیے یہ ضرور نہیں ہے کہ وہ کسی خاص مذہب کا ہو بلکہ مذاہب اربعہ میں سے ہر ایک کا انتخاب ہوسکتا ہے - اول اول جو عالم شیخ الجامع مقرر ہوے تھے ' وہ امام ابو عبد اللہ تھے جو مالکی مذہب رکھتے تھے - سنہ ۱۰۹۰ ہجری سے سنہ ۱۱۷۱ھ تک یہ عہدہ علماے مالکیہ ہی کے ہاتھوں میں رہا - سنہ ۱۱۷۱ سے سنہ ۱۲۸۷ تک علماے شافعیہ اس خدمت کو انجام دیتے رہے ' اور سنہ ۱۲۸۷ سے علماے حنفیہ بھی اس عہدہ کے فرائض ادا کرنے لگے -

پہلے دستور تھا کہ شیخ الجامع جب تک زندہ رہتا ' اس عہدے سے سبکدوش نہ کیا جاتا ' مگر سنہ ۱۲۷۷ میں یہ قاعدہ منسوخ ہوگیا -

جامع ازہر کے شیخ الجامع کا مصر میں وہ رتبہ اور عزت ہے ' جو خلفاے عباسیہ و بنو امیہ کے عہد میں قاضی القضاۃ کیلیے تھی ' یا آجکل قسطنطنیہ اور ٹیونس میں شیخ الاسلام کو حاصل ہے - شیخ الجامع مصری علما کا سرگروہ تسلیم کیا جاتا ہے جسکو قوم کے شخصی معاملات میں بھی دخل دینے کا حق حاصل ہے -

مگر قاضی مصر سے اسکا درجہ کم ہے ' کیونکہ قاضی حضرۃ خلیفۃ المسلمین سلطان المعظم کی طرف سے مقرر ہوتا ہے اور شیخ الجامع کا انتخاب خود خدیو مصر کرتا ہے -

جب کسی کو شیخ الجامع ہونے کی عزت حاصل ہوتی ہے تو خدیو اپنے محل شاہی میں علما و فضلا کی بڑے ہی تزک و احتشام سے دعوت کرتا ہے اور آخر میں سلطنت مصر کی طرف سے شیخ الجامع کو خلعت فاخرہ سے ممتاز کیا جاتا ہے -

علاوہ سامان خورد و نوش کے شیخ الجامع کو ۱۰۵۰۰ روپیہ سالانہ مدرسہ کی طرف سے دیا جاتا ہے - پہلے ازہر کے اختیارات و انتظامات محض شخصی تصرف میں ہوتے تھے مگر سنہ ۱۳۱۲ میں اس کے لیے ایک انتظامی مجلس قائم کی گئی جسکے ارکان کی تعداد پانچ ہوتی ہے - ان میں سے ایک شیخ الجامع ہوتا ہے ' دو ازہر کے جلیل القدر اساتذہ ' اور دو خدیوی سلطنت کے بااثر حکام - آمدنی و خرچ کی حساب فہمی ' نصاب کی ترمیم ' ازہر کے لیے مفید قوانین کا بنانا ' ان کے فرائض میں سے ہے -

یہ ایک دلچسپ تصویر ہے اُس عربی یونیورسٹی کی جو آج غالباً دنیا کی سب سے قدیم یونیورسٹی ہے - جسکی پرانے در و دیوار سے مسلمانوں کی اگلی تہذیب اور علمی عروج کا اندازہ کیا جاسکتا ہے - اسوقت جامع ازہر کی عمر ۹۷۹ برس کی ہوچکی ہے - جامع ازہر کو چھوڑکر مصر میں اور بھی بہت سے چھوٹے چھوٹے مدارس ہیں جنکی تعداد ۳۹۵ تک بیان کی جاتی ہے - ان مدارس میں ۱۱۹۰۲ طلبہ اسوقت تعلیم پا رہے ہیں اور ۷۷۱ علما اپنی درس و تدریس سے اُن مدرسوں کی رونق بڑھا رہے ہیں -

اور جانتے هیں کہ اس نے کس طرح اس علمي میدان میں داد تحقیق بهي دي هے اور اپنے مقصد میں کہانتک کامیاب هوا هے - اور جس سبجکٹ پر قلم اٹهایا هے پهر کسي دوسرے کے لیے اس پر خامه کرنے کي بہت کم گنجایش باقي رکهي هے - پبلک کو اس معرفی کا ثبوت کتاب هـذا اور اس کي دوسري تصانیف سے بخوبي مل سکے گا - جب وه سی مصنف کي دوسری کتاب " تحقیق الجہاد " کو پڑهیگي جو چهپ کر اردو زبان میں نیز هوگئي هے اور ٤١٢ صفحات پر ختم هوئي هے ' تو مصنف کا علمي پایه اس صدی کے تمام مسلمان مصنفین سے اعلی و ارفع ثابت هوگا - افسوس هے که سواے معدودے چند مضامین مطبوعه " تہذیب الاخلاق " کے ابهي پبلک کے پاس کوئي اور ایسا معیار نہیں پہنچا جس سے وه مصنف کو جانچ سکے - لہذا پبلیشر کتاب هذا (مولوی عبد الله خانصاحب کتب خانه آصفیه حیدر آباد دکن) نے اراده کیا هے که مصنف مرحوم کے اُن تمام قلمي مسودات کو شایع کردیا جاے جو وه اس دارِ فاني میں اپني ایک لازوال یادگار چهوڑ گیا هے - یه رسائل نہایت جستجو سے جمع کیے گئے هیں جو تقریباً دو هزار صفحات (٢٠٠٠) تک وسیع هوں گے - ان میں سے هر ایک رساله ایک بیش بہا علمي خزانه هے ' اور بالکل نئے نئے سبجکٹوں پر اردو زبان میں لکها گیا هے - یه رسائل بعد طبع دنیا کو حیرت میں ڈال دینگے -

کتاب نہایت خوشخط عمده کاغذ پر دو حصوں میں چهاپي گئي هے ' اور شائقین کو بقیمت ٣ روپیه علاوه محصول ڈاک - مولوی عبد الله خاں صاحب بک سیلر اینڈ پبلیشر حیدر آباد دکن کتب خانه آصفیه سے مل سکتي هے - فقط -

٣ - گـلـشـن هـنـد

تصنیف میرزا علي دهلوي المتخلص به لطف پر

حکیم سید شمس الله قادري صاحب عالم آثار قدیمه کا ریویو

لارڈ وارن هیسٹنگز گورنر جنرل (سنه ١٧٧٣ ع سنه ١٧٨٢ع) کے زمانه میں نواب علي ابراهیم خاں نے گلشن ابراهیم کے نام سے فارسي زبان میں شعراے هند کا ایک تذکره لکها تها - زبان اردو کے مشہور محسن و سر پرست مسٹر جان گلگرسٹ کي فرمایش سے سنه ١٨٠١ میں بعہد مارکوئس آف ویلزلي (سنه ١٧٩٨ ع - سنه ١٨٠٥ ع) میرزا علي لطف نے بہت کچهه اضافه کے بعد اردو میں اس کا ترجمه کیا اور گلشن هند نام رکها - میرزا علي لطف کے والد میرزا کاظم بیگ استر آباد کے باشندے تهے - سنه ١٧٤١ع میں نادر شاه کے همراه دهلي آے ' اور نواب ابو المنصور خاں کے توسط سے شاهي دربار میں ملازمت کرلي - فارسي کے شاعر تهے - هجري تخلص تها - میرزا علي لطف دهلي میں پیدا هوے اور وهیں نشو و نما پائي - جواني میں عظیم آباد چلے گئے اور وهاں سے کلکته پہنچے - کچهه عرصه یہاں قیام رها اس کے بعد حیدر آباد چلے آے - اس وقت نواب سکندر جاه (سنه ١٧٦٨ع - سنه ١٨٢٨ ع) کي حکومت تهي - نواب اعظم الامرا ارسطو جاه ان کے وزیر اعظم تهے - ارسطو جاه نے انهیں اپنے مصاحبین میں شامل کرلیا ' اور چار سو روپیه ماهوار مقرر کردي - سنه ١٨١٢ع میں بمقام حیدر آباد میرزا علي لطف کا انتقال هوا (گلشن هند - ص - ١٣٦ - گلشن بے خار - ص - ١٩٧ - تاریخ گلزار آصفیه - ص - ٣٥٠) نظم اردو کے باوا آدم ولی دکهني سے لیکر سنه ١٨٠١ ع تک جس قدر مشہور شعرا گذرے هیں ' قریب قریب ان تمام کا تذکره گلشن هند میں مندرج هے - مصنف نے هر شخص کے ضروري حالات مثلاً خانداني ' قوم و وطن ' تعلیم و تربیت ' تلمذ ' اخلاق و عادات ' تصنیف و تالیف وغیره کا ذکر کیا هے - اسي کے ضمن میں هندوستان کے بہت سے تاریخي واقعات بهي لکهدیے هیں -

اس تذکره سے اردو شاعري کي نسبت کئي ایک نئي باتیں معلوم هوتي هیں - مشہور محدث شاه ولي الله صاحب دهلوي کي نسبت لکها هے که ' اردو کے بهي شاعر تهے ' اشتیاق تخلص تها -

یه بهي معلوم　　کے فارسي کے مشہور شاعر میرزا عبد القادر بیدل　　کے نام کي کرتے تهے - چنانچه ان کے موسوف بهي گلا　　معنی مرجمه اس تذکره میں بعض ایسے شعراء کا بهي　　١٠٢ کا ما هو - ترجمه مشہور هے ' مگر　　هے کہ اس

کلام نہیں ملتا - مثنوي سحر البیان کے مصنف میر حسن دهلوي اردو کے بلند پایه شاعر هوے هیں اس وقت ان کا دیوان نایاب هے - شمس العلما مولوي محمد حسین آزاد لکهتے هیں :

" دیوان نہیں ملتا .... آج یه نوبت هے که پانچ غزلیں بهي پوري نه ملیں ' جو اس کتاب میں درج کرتا - (آب حیات) مولوي صاحب موصوف نے آب حیات میں صرف سوله شعر درج کیے هیں - گلشن هند میں تین صفحوں پر صرف غزلیات کا انتخاب درج هے - سید محمد میر اثر کي مثنوي " خواب و خیال " نہایت مشہور هے ' مگر آج تک دیکهنے میں نہیں آئي - گلشن هند میں اسکا انتخاب بهي درج هے - میرزا لطف چونکه بڑے بڑے شعرا میر ' انشا ' مصحفي ' منت وغیره کے هم عصر اور صحبت یافته تهے ' اس لیے ان کے بہت سے ایسے واقعات بهي لکهے هیں جن کا دوسري کتابوں میں پته تک نہیں چلتا - میر تقی کے حالات میں ایک مقام پر لکها هے که سرکار کمپني نے کلکته فورٹ ولیم میں اردو کتابوں کی تصنیف و تالیف کا محکمه قائم کیا ' تو کرنیل اسکاٹ رزیڈنٹ لکهنو کی وساطت سے میر صاحب کلکته بلواے گئے - مگر بوجه پیرانه سالي وهاں نه جاسکے - یه ایسا واقعه هے جس کو کسي تذکره نویس نے نہیں لکها -

میرزا لطف نے حالات لکهنے میں نہایت صاف بیاني سے کام لیا هے - بلا کسي رو و رعایت کے سچ سچ باتیں بهي لکهه دي هیں - خان آرزو نے شیخ علي حزیں کے کلام پر جو نکته چیني کي هے اس کي نسبت لکها هے که :

" دیوان شیخ کا دیکهکر بہت سے شعر سقیم ٹهراے - چنانچه وه سب اعتراض جمله کرکے ایک رساله لکها اور اوس کا نام تنبیه الغافلین رکها - عوام کي طبیعت تو ان اعتراض سے البته تشویش میں پڑتي هے ' نہیں تو صاف نزاع معلوم هوتي هے ' جب باریک بینوں کي نگاه اس سے جا لڑتي هے " -

الغرض گلشن هند شعراے اردو کا ایک نادر و نایاب اور قابل قدر تذکره هے - سنه ١٩٠٦ع سے پہلے دنیا میں اس کے تین نسخوں کا پته معلوم تها - ایک نسخه انڈیا آفس لائبریري واقع لندن کا - دوسرا نسخه پروفیسر کارسن دي تاسي کے کتب خانه کا - تیسرا نسخه اودهه کے کتب خانه شاهی کا - (جو اس وقت انڈیا آفس لائبریري میں شریک کردیا گیا هے) سنه ١٩٠٥ع کے موسم برسات میں حیدر آباد کي رود موسی کو طغیاني هوئي ' جس کي وجه سے هزاروں گهر غرق هوگئے ' لاکهوں کا نقصان هوا - کسي آفت رسیده کا سب خزانه بهي بهه گیا - اس میں یه نادر الوجود تذکره بهي تها - مولوي غلام محمد صاحب نے جو آج کل تعلقدار هیں اسے خرید لیا - شمس العلماء مولانا شبلي نعماني کي نظر سے جب یه تذکره گزرا تو انهیں بدرجه غایت پسند آیا ' اور اوسے انجمن ترقي اردو کي طرف سے شائع کرنے کا قصد کیا - لیکن جب انجمن نے پیچ در پیچ دار طرز عمل کي وجه سے اس کو نه چهاپ سکي ' تو شمس العلماء نے مولوي عبد الله خاں کو اس کے شایع کرنے کي راے دي ' اور خود اس کي تصحیح کي ' اور بہت سے حواشي بهي لکهے - کتاب کي ابتدا میں مولوي عبد الحق صاحب بي - اے - سکریٹري انجمن ترقي اردو نے ایک عالمانه مقدمه بهي لکها هے ' جس میں زبان اردو کے نشوو نما کی تاریخ اور اس کے قدیم تصنیفات کا بیان ' تذکره هذا کے خصوصیات ' نہایت وضاحت سے بتلاے هیں -

مولوي عبد الله خاں نے اس کتاب کو چهپواکر اردو علم ادب میں ایک قابل قدر اضافه کیا هے - امید هے که جو لوگ اردو کي ترقي کے خواهاں هیں وه ضرور اس کي اشاعت میں کوشش کرینگے - صفحات (٢٣٣) قیمت صرف ایک روپیه -

(٣) تحقیق الجہاد نواب اعظم یار جنگ مولوي چراغ علي مرحوم کي کتاب " کریٹیکل اکسپوزیشن آف دي پاپولر جہاد " کا اردو ترجمه مترجمۂ مولوي غلام الحسنین صاحب پاني پتي ' علامۂ مصنف نے اس کتاب میں یورپین مصنفین کے اس اعتراض کو رفع کیا هے که " مذهب اسلام بزور شمشیر پهیلایا گیا هے " فاضل مصنف نے قرآن ' حدیث ' فقه اور تاریخ سے عالمانه اور محققانه طور پر ثابت کیا هے که جناب رسالت مآب (صلعم) کے تمام غزوات و سرایا و بعوث محض دفاعي تهے ' اور ان کا یه مقصد هرگز نه تها که غیر مسلموں کو بزور شمشیر مسلمان کیا جاے - حجم (٤١٢) صفحات - قیمت ٣ روپے -

ہوں-سیل وغیرہ کی غلط بیانیوں کی اصلاح بھی مشرقی اور مغربی حوالوں سے کی گئی ہے' اور صدہا اسلامی مسائل متعلق معاشرت و سیاست پر عالمانہ بحث کی گئی ہے -

غرض کہ یہ کتاب اسلامی تمدن و سیاست کا خلاصہ ہے' اور اس میں وہ مسائل جمع کیے گئے ہیں' جن پر ہزارہا اسلامی کتب کے مطالعہ کے بعد بھی بہ مشکل عبور ہوسکتا ہے - اور یہ کہنا بالکل مبالغہ سے خالی ہے کہ جو قیمتی معلومات اس مختصر کتاب میں جمع کی گئی ہیں وہ آج تک زبان اردو میں نہیں ملینگی' جس کا ثبوت فہرست مضامین کتاب ہذا سے ملیگا -

اس پر آشوب زمانہ میں جب کہ ہر طرف سے مسلمانوں کے تمدن و سیاست اور اُن کے ملکی و قومی اخلاق پر حملے کیے جارہے ہیں' اور دیکھایا جاتا ہے کہ اُنکا وجود کرۂ ارض کی تہذیب و شایستگی کے حق میں ایک بار اور سد راہ ہے' اس کتاب کا مطالعہ تمام علم دوست حضرات اور خصوصاً تعلیم یافتہ مسلمانوں اور بالخصوص اُن حضرات کو بیحد مفید ہوتا' جنھوں نے محض حب اسلامی اور حب قومی سے اپنی زندگی مذہب اسلام کی حمایت کیلیے وقف کررکھی ہے' اور جن کو رات دن یہ فکر دامنگیر رہتی ہے کہ مذہب اسلام کو نئی روشنی و تہذیب کا ساتھہ دینے والا ثابت کیا جاے' اور اس پر جو ناجائز حملے کیے جارہے ہیں' اُنکی مدافعت عالمانہ طور پر کی جاے - اس لحاظ سے یہ کتاب اسلامی مشنریوں کو نہایت اعلی درجہ کے ہتھیار کا کام دیگی - کیونکہ علامہ مصنف نے اس کتاب میں الزامی جوابوں سے کام نہیں لیا' بلکہ ہر اعتراض کا جواب تحقیقی' اور قرآن و حدیث اور تعامل مسلمانان صدر اول اور تاریخ و فقہ اور مقننین اسلام' اور مسلمانوں کے زندہ زمانہ کی مثالوں سے دیا ہے - اور بالمقابل دوسرے مذاہب خصوصاً عیسائیت کے قانون اور فقہ کا ذکر کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اسلام نے دنیا کی تہذیب و شایستگی کے حق میں کیا کیا' اور مخالفین نے کیا -

غرضکہ مصنف نے زبردست دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مذہب اسلام صرف سرزمین عرب اور خاص مسلمانوں کے حق میں ہی مفید نہیں ہے' بلکہ وہ یہ آیۃ رحمت ہے جس پر تمام دنیا کی دینی و دنیوی فلاح منحصر ہے' اور اس کا نیچر ایسا پر حکمت ہے کہ ملک و قوم اور زمانہ کا ساتھہ دے سکتا ہے' اور اس طرح وہ ایک زندہ مذہب ہے' اور ریونڈ ملکم میکال کا اعتراض تاریخی شہادتوں کے بالکل خلاف ہے -

مرحوم مصنف نے اس کتاب کو دو حصوں پر تقسیم کیا ہے - پہلے حصہ میں نہایت شرح و بسط کے ساتھہ مسائل تمدن و سیاست پر بحث کی ہے' جس میں جزیہ' دار الحرب' دارالاسلام' حقوق ذمیاں' شہادت غیر مسلمین' حقوق رعایا' ارتداد و بغاوت' مساوات اقوام غیر' عدم جواز جنگ و جدال از قرآن' مذہبی آزادی' تعمیر گرجا' معاہدوں کی پابندی' خلفاء اسلام کی تاریخی مسالمت' قانون بین الاقوام وغیرہ کا تفصیلی ذکر ہے -

دوسرے حصہ میں مسائل معاشرت کو اسلامی روشنی میں دکھلایا گیا ہے' اور مسائل طلاق و نکاح' تعدد زوجات' اور غلامی و تسری پر مفصل بحث کی گئی ہے -

اس کے علاوہ حصہ اول کے شروع میں مصنف نے ایک مفصل مقدمہ بھی لکھا ہے - اس مقدمہ میں اُن اہم امور پر بحث کی گئی ہے جو اسلامی فقہ کے اصل الاصول ہیں' یعنی فقہ کے دور' مذاہب اربعہ کا شیوع' اختلاف زمان و مکان سے مسائل فقہی کا بدلتا رہنا' قیاس و اجماع اور عدم اختتام اجتہاد وغیرہ -

اس کتاب میں سلطنت ترکی کی سیاسی حالت کا ذکر بھی آیا ہے - علامہ مصنف نے اس سلسلۂ بیان میں اُن تمام اعتراضات کی قلعی بھی کھولدی ہے جن کا سنگ بنیاد مہذب یورپ اسپر رکھتا ہے کہ اسلام کا کانسٹی ٹیوشن اس کے تنزل کا باعث ہے' اور اسی مناسبت سے مصنف نے اس کتاب کو سلطان عبد الحمید خان کے نام ڈیڈیکیٹ کیا تھا -

محض قومی خدمت کی غرض سے اردو زبان میں اس کا ترجمہ کیا گیا ہے - ترجمہ کی خوبی کے بارہ میں صرف اسقدر کہدینا کافی ہے کہ اُس کا مترجم موجودہ زمانہ کا وہ مسلم الثبوت انشا پرداز ہے [illegible] سے اردو زبان زیربار احسان ہے' جسکا نام نامی مولوی [illegible] صاحب بی - اے (علیگ) ہے -

اس کتاب کا ترجمہ کچھہ آسان نہیں تھا - کیونکہ گو یہ کتاب انگریزی زبان میں تھی' اور یہ بات ایک معمولی سی معلوم ہوتی ہے' لیکن اس کو اردو کا جامہ پہنانے کے لیے اسلامی معلومات اور عربیۃ کی سخت ضرورت تھی - کیونکہ اس کتاب میں ہزارہا آیات قرانی' احادیث' مسائل فقہ' اور سیکڑوں کتب علمیہ عربیہ کے اقتباسات دیے گئے ہیں' جن کا ترجمہ بغیر اصل کے مقابلہ کیے ہوے نہیں ہوسکتا تھا' اور نہ اصطلاحات عربیہ قائم رہ سکتی تھیں - لہذا اس کتاب کے ترجمہ میں مترجم نے جو جانکاہی و جانفشانی کی ہے وہ بجاے خود ایک مستقل تصنیف کا درجہ رکھتی ہے اور اس لحاظ سے یہ کتاب اُن حضرات کو چراغ ہدایت کا کام دیگی جو اعلی درجہ کی کتب علمیہ کا ترجمہ کرنا چاہتے ہیں -

اس محنت کے علاوہ فاضل مترجم نے اصل پر بہت کچھہ اضافہ بھی کیا ہے' یعنی ایک بسیط اور جامع مقدمہ بھی تحریر کیا ہے - جو تین حصوں پر مشتمل ہے :

حصہ اول میں علامہ مصنف کے حالات زندگی قلمبند کیے ہیں' جو بجاے خود ایک نہایت عمدہ اور مفید چیز ہے - اور اُن سے یہ سبق ملتا ہے کہ مصنف نے محض اپنی کوشش اور مطالعہ سے یہ علمی پایہ اور مراتب دنیاوی حاصل کیے' جس کی مثال اب تک نئے تعلیم یافتہ لوگوں میں نہیں پیدا ہوئی - گویا مصنف کی سوانح عمری سیلف ہلپ کا ایک کامل نمونہ ہے -

حصہ دوم میں علامہ مصنف کی دوسری تصانیف تحقیق الجہاد ٹروپرانٹ' کتاب زیر بحث اور دیگر کتب پر ریویو کیا گیا ہے -

حصہ سوم میں فاضل مترجم نے اُن آراء و خیالات کو جمع کیا ہے جو مشاہیر عہد اور علماے یورپ نے کتاب ہذا کی نسبت ظاہر کیے تھے' مثلاً ڈاکٹر ہنٹر' ڈبلیو - سی بلنٹ' مصنف فیوچر آف اسلام' ڈاکٹر اسپرنگر اور سر سید مرحوم وغیرہ -

ڈاکٹر اسپرنگر اپنے زمانہ کا مشہور عالم شرقیات گزرا ہے' اُس کا خط خصوصیت سے قابل ذکر ہے - یہ خط نہایت دلچسپ اور عالمانہ ہے - اس میں مسلمانوں کے ترقی و تنزل کے اسباب اور اُن کے علمی کارناموں پر مفصل بحث کی گئی ہے - یہ خط کتاب کے شایع ہونے کے بعد مصنف کو لکھا گیا تھا - جس میں اُن خیالات کی بیحد تعریف کی گئی ہے' جو اس کتاب میں ظاہر کئے گئے ہیں' اور مجبوراً اُس کو یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ واقعی مذہب اسلام کے اصول کسی قوم کی ترقی میں سد راہ نہیں ہوسکتے - بلکہ [illegible] تعلیم و تربیت نے مسلمانوں کو اس قعر مذلت میں ڈال رکھا ہے لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ نصاب تعلیم میں اصلاح کی جاے تاکہ انسانی ترقی کا وہ اعلی مقصد حاصل ہوسکے جو مذہب اسلام کا منشاء ہے - چنانچہ اُس نے اس خط میں ایک کورس کا خاکہ بھی پیش کیا ہے' جس سے مصلحان تعلیم قدیم کو اس تعلیمی انقلاب کے زمانہ میں بہت کچھہ مدد مل سکتی ہے - خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ قیام مسلم یونیورسٹی علیگڈہ کا مسئلہ بھی خواہان قوم کے پیش نظر ہے -

اگرچہ مصنف کا زمانہ کچھہ بہت دور نہیں ہے' لیکن اردو خواں پبلک سے اُس کا تعارف کرانا ضرور ہے' کیونکہ مصنف اکثر و بیشتر ایسے خیالات انگریزی زبان میں ظاہر کرتے تھے -

اس مختصر ریویو میں مصنف کی علمی اور شخصیت پر مفصل روشنی نہیں ڈالی جاسکتی - کیونکہ وہ ایک ایسا جامع صفات شخص ہے جو اپنے تعارف کے لیے نہایت وقت نظر کا محتاج ہے - تاہم اس کتاب کا پوزیشن بتانے اور پبلک کی واقفیت کے لیے کچھہ نہ کچھہ لکھنا ضرور ہے -

مصنف مرحوم سر سید مرحوم کے اصحاب میں سب سے زیادہ عالم اور دقیق النظر اور وسیع معلومات کا شخص تھا - لیکن اُسی قدر سب سے زیادہ خاموش تھا - اور ہر وقت مطالعہ میں مصروف رہتا تھا - باوجود عالم شرقیات ہونے کے وہ ہمیشہ اپنے خیالات انگریزی زبان میں ظاہر کرتا تھا - اور اُس کا روے سخن اُن علماے اقوام غیر کی طرف رہتا تھا جن کا مقصد زندگی یہ تھا کہ مذہب اسلام کو تمام ممکن پہلوؤں سے مورد مطاعن بنایا جاے - لہذا مصنف مرحوم نے بھی اپنا اعلی مقصد زندگی یہ قرار دیا تھا کہ مذہب اسلام کی حمایت میں اپنا دل و دماغ اور جان و مال وقف کردے - جو لوگ انگریزی میں مصنف کی تصانیف تک رسائی رکھتے ہیں وہ اس کے علمی مطمح نظر اور ایثار نفس سے بخوبی واقف ہیں -

جسکا درد وهي جانتا هے، دوسرا کیونکر جان سکتا هے

یہ سخت سردي کے موسم میں تندرست انسان کا جان بلب هو رها هے - سردي جتانے کیلیے کافی بندوبست کیے جاتے هیں - لیکن افسوس بدقسمتي سے دمه کے مریض نا قابل برداشت تکلیف سے بہت هي پریشان هوتے هیں، اور رات و دن سانس پھولنے کی وجہ سے دم نکلے جاتے هیں، اور نیند تک حرام هو جاتي هے - دیکھیے ! آج ادهر دمعدر تکلیف هے - لیکن افسوس هے که اس لا علاج مرض کي بازاري دوا زیاده تر نشیلی اشیاء اور دھتورہ، بھنگ، بلا ڈونا، پوٹاس، اے او ڈالڈ، دیگر بنتي هے - اسلیے فائدہ هونا تو درکنار سوس بے موت مرا جاتا هے - ڈاکٹر برمن کی کیمیالي اصول سے بنی هوئي دمه کي دوا ایک انمول جوهر هے یه صرف هماری هي بات نہیں هے بلکه هزاروں مریض اس مرض سے شفا پاکر مداح هیں - آپنے بہت خرچ کیا هوگا - لیکن ایک مرتبہ اسے بھي آزمائیں - اسمیں نقصان نہیں - قیمت ایک روپیه چار آنه فی شیشی - محصولڈاک ۵ - اس دوا کي دو خاص فوائد هیں - (۱) ایک خوراک میں دمه دبتا هے - (۲) اور کچھه روز کے استعمال سے جڑ سے چلا جاتا هے اور جبتک استعمال میں رہے دورہ نہیں هوتا هے -

---

نوادر آثار مطبوعات قدیمۂ هند

تاریخ هندوستان

ترجمه فارسي " هسٹري آف انڈیا " مصنفه مسٹر جان مارشمن
مطبوعۂ قدیم کلکته سنه ۱۸۵۹

هندوستان کي تاریخوں کے لکھنے میں جن انگریز مصنفین نے جانکاه مصنتیں کي هیں، اُن میں مسٹر جان - سي مارشمن کا نام خصوصیت کے ساتھه قابل ذکر هے - اسکا نہایت سلیس و فصیح فارسي ترجمه مولوي عبدالرحیم گورکھپوري نےکیا تھا، اور بحکم لارڈ کیننگ پرنس بہرام شاہ نبیرۂ سلطان ٹیپو مرحوم و مغفور نے نہایت اهتمام و تکلف سے طبع کرایا تھا اس کتاب کي ایک بڑي خوبي اسکي خاص طرح کي چھپائي بھي هے - یعنے چھپي تو هے ٹائپ میں، لیکن ٹائپ برخلاف علم ٹائپ کے بالکل نستعلیق خط کا هے - کاغذ بھي نہایت اعلی درجه کا لگایا گیا هے - علاوہ مقدمه و فہرست کے اصلي کتاب ۴۰۴ صفحوں میں ختم هوئي هے - چند نسخے موجود هیں - قیمت مجلد ۳ - روپیه -

ترجمہ تفسیر کبیر اردو

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر جس درجہ کی کتاب ہے جس کا اندازہ ارباب فن ہی خوب کر سکتے ہیں اگر آج یہ تفسیر موجود نہ ہوتی تو صدہا مباحث و مطالب عالیہ تھے جو ہماری معلومات سے بالکل مفقود ہو جاتے - پچھلے دنوں ایک فیاض صاحب درد مسلمان نے صرف کثیر کر کے اسکا اردو ترجمہ کرایا تھا، ترجمہ کے متعلق اڈیٹر الہلال کی رائے ہے کہ وہ نہایت سلیس و سہل اور خوش اسلوب و مربوط ترجمہ ہے - لکھائی اور چھپائی بھی بہترین درجہ کی ہے - جلد اول کے کچھ نسخے دفتر البلاغ میں بغرض فروخت موجود ہیں پہلے قیمت دو روپیہ تھی اب بغرض نفع عام ایک روپیہ آٹھ آنہ کر دی گئی ہے -

تمام درخواستیں: منیجر البلاغ کلکتہ کے نام آئیں

تمام درخواستیں: " منیجر البلاغ " کلکته کے نام آئیں -

میسحا انٹی ملیریا مکسچر اکسیر دافع بخار ہر قسم

همنے خلق الله کي ضروریات کا خیال کرکے اس عرق کو سالہاسال کي کوشش اور صرف کثیر کے بعد ایجاد کیا هے، اور فروخت کرنے کے قبل بذریعه اشتہارات عام طور پر هزارها شیشیاں مفت تقسیم کردي هیں تاکه اسکے فوائد کا پورا اندازہ هوجاے - مقام مسرت هے که خدا کے فضل سے هزاروں کي جانیں اسکي بدولت بچي هیں، اور هم دعوے کے ساتھه کہه سکتے هیں که همارے عرق کے استعمال سے هرقسم کا بخار یعني پرانا بخار، موسمي بخار، باري کا بخار، پھر کر آنے والا بخار، اور وہ بخار جسمیں ورم جگر و طحال بھي لاحق هو، یا وہ بخار جسمیں متلي اور قے بھي آتي هو - سردي سے هو یا گرمي سے، جنگلي بخار هو، یا بخار میں درد سر بھي هو، کالا بخار، یا آسامي هو، زرد بخار هو، بخار ساته گلٹیاں بھي هوگئي هوں، اور اعضا کي کمزوري کي وجه سے بخار آتا هو ان سب کو بحکم خدا دور کرتا هے - اگر شفا پانے کے بعد بھي استعمال کیجاے تو بھوک بڑہ جاتي هے، اور تمام اعضا میں خون صالح پیدا هونے کي وجه سے ایک قسم کا جوش اور بدن میں چستي و چالاکي آجاتي هے - نیز آسکي سابق تندرستي از سر نو آجاتي هے - اگر بخار نه آتا هو اور هاتھه پیر ٹوٹتے هوں، بدن میں سستي اور طبیعت میں کاهلي رهتي هو - کام کرنے کو جي نه چاهتا هو - کھانا دیر سے هضم هوتا هو - تو یه تمام شکایتیں بھي اسکے استعمال کرنے سے رفع هو جاتي هیں، اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوي هو جاتے هیں -

قیمت بڑي بوتل - ایک روپیه چار آنه - چھوٹي بوتل باره آنه
پرچه ترکیب استعمال بوتل کے همراه ملتا هے

المشتہر و پروپرائٹر
ایم - ایس - عبد الغني کھمسی - ۲۲ و ۳۳
کولو ٹوله اسٹریٹ - کلکته

نہایت مفید اور خوشبودار

تیل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا هي کرنا هے تو کام کے لیے بہت سے قسم کے تیل اور چکني اشیا موجود هیں، اور جب تہذیب و شایستگي ابتدائي حالت میں تھي تو تیل، چربي، مسکه، گھي اور چکني اشیا کا استعمال ضرورت کے لیے کافي سمجھا جاتا تھا - مگر تہذیب کي ترقي نے جب سب چیزوں کي کانٹ چھانٹ کي تو تیلوں کو پھولوں یا مصالحوں سے بساکر معطر و خوشبودار بنایا گیا، اور ایک عرصه تک لوگ اسي ظاهري تکلف کے دلداده رهے - لیکن سائینس کي ترقي نے آج کل کے زمانه میں محض نمود اور نمایش کو نکما ثابت کر دیا هے، اور عالم متمدن نمود کے ساتھه فائدے کا بھي جویاں هے - بنابریں هم نے سالها سال کي کوشش اور تجربے سے هر قسم کے دیسي و ولایتي تیلوں کو جانچکر " موهني کسم تیل " تیار کیا هے - اسمیں نه صرف خوشبو سازي هي سے مدد لي هے، بلکه موجوده سائنٹیفک تحقیقات سے بھي جسکے بغیر آج مہذب دنیا کا کوئي کام چل نہیں سکتا -

یه تیل خالص نباتاتي تیل پر تیار کیا گیا هے، اور اپني نفاست اور خوشبو کے دیرپا هونے میں لاجواب هے - اسکے استعمال سے بال خوب گھنے آگتے هیں - جڑیں مضبوط هوجاتي هیں اور قبل از وقت بال سفید نہیں هوتے - درد سر، نزله، چکر اور دماغي کمزوریوں کے لیے از بس مفید هے - اسکي خوشبو نہایت خوشگوار دل آویز هوتي هے، نه تو سردي سے جمتا هے اور نه عرصه تک رکھنے سے سڑتا هے -

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے هاں سے مل سکتا هے
قیمت في شیشي ۱۰ - آنه علاوه محصول ڈاک -

(۵) الفاروق - شمس العلما مولانا شبلي نعماني كي لاثاني تصنيف - جس ميں حضرت عمر رضي الله عنه كي مفصل سوانح عمري اور آن كے ملكي ' مالي ' فوجي انتظامات اور ذاتي فضل وكمال كا تذكره مندرج هے - قيمت ۳ روپيه -

(۶) آثار الصناديد - مرحوم سر سيد كي مشهور تصنيف جس ميں دهلي كي تاريخ اور وهاں كے آثار و عمارات كا تذكره مندرج هے - نامي پريس كا پور كا مشهور اڈيشن - قيمت ۳ روپيه -

(۷) ميڈيكل جيورس پروڈنس - حضرت مولانا سيد علي بلگرامي مرحوم كي مشهور كتاب - يه كتاب وكيلوں ' بيرسٹروں اور عهده داران پوليس و عدالت كے ليے نهايت مفيد و كارآمد هے - تعداد صفحات (۳۸۰) مطبوعه مطبع مفيد عام آگره قيمت سابق ۹ روپے قيمت حال ۳ روپيه -

(۸) علم اصول قانون - مصنفهٔ سر ڈبليو ايم رتيگن ال - ال - ڈي كا اردو ترجمه جو نظام الدين حسن خان صاحب بي - اے - بي - ال - سابق جج هائيكورٹ حيدر آباد اور مولوي ظفر علي خان صاحب بي - اے كي نظر ثاني كے بعد شايع هوا هے - مترجمه مسٹر مانك شاه دين شاه شش جج دولت آصفيه - آخر ميں اصطلاحات كا فرهنگ انگريزي و اردو شامل هے - كل تعداد صفحات (۸۰۸) قيمت ۸ روپيه -

(۹) تمدن هند - قيمت پچاس روپيه -

(۱۰) داستان ترك تازان هند - ۵ جلد فارسي زبان ميں - جس ميں مسلمانوں كے ابتدائي حملوں سے دولت مغليه كے انقراض تك تمام سلاطين هند كے مفصل حالات منضبط هيں - اعلى كاغذ پر نهايت خوشخط چهپي هے حجم (۲۲۵۹) صفحه - قيمت سابق ۲۰ روپيه قيمت حال ۹ روپيه -

(۱۱) الغزالي - مصنفهٔ مولانا شبلي نعماني - امام همام ابوحامد محمد بن محمد الغزالي كي سوانح عمري اور ان كے علمي كارناموں پر مفصل تذكره - حجم (۲۸۲) صفحه طبع اعلى قيمت ۲ روپيه -

(۱۲) جنگل ميں منگل - انگلستان كے مشهور مصنف اڈيارڈ كپلنگ كي كتاب " دي جنگل بك " كا اردو ترجمه - مترجمه مولوي ظفر علي خان بي - اے - جس ميں انوار سهيلي كي طرز پر حيوانات كي دلچسپ حكايات لكهي گئي هيں - حجم ۴۶۲ صفحه قيمت سابق ۴ روپيه حال دو روپيه -

(۱۳) وكرم اروسي - سنسكرت كے مشهور ڈراما نويس كالي داس كے ڈراما كا ترجمه - مترجمه مولوي عزيز مرزا صاحب بي - اے مرحوم - ابتدا ميں مرحوم مترجم نے ايك عالمانه مقدمه لكها هے جس ميں سنسكرت ڈراما كي تاريخ اور مصنف ڈراما كے سوانحي حالات مذكور هيں - قيمت ايك روپيه آٹهه آنه -

(۱۴) انس اللغات - عربي فارسي كے كئي هزار متداول الفاظ كي كثر است تشفري - حجم ۱۲۲۶ صفحه - قيمت سابق ۹ روپيه قيمت حال ۲ روپيه -

(نوٹ) عربي فارسي الفاظ كے معنے اردو زبان ميں ركهے گئے هيں -

(۱۵) قول السعدين - جس ميں تذكير و تانيث كے جامع قواعد لكهے هيں ' اور كئي هزار الفاظ كي تذكير و تانيث بتلائي گئي هے - قيمت ايك روپيه آٹهه آنه -

(۱۶) دربار اكبري - مولانا آزاد دهلوي كي مشهور كتاب - جس ميں اكبر اور اس كے اهل دربار كا تذكره مذكور هے - قيمت ۳ روپيه -

(۱۷) نقش ايران - مسٹر شوسٹر كي مشهور كتاب " اسٹرنگلنگ آف پرشيا " كا ترجمه - حجم (۵۰۰) صفحه مع ۴۱ تصاوير عكسي - قيمت ۵ روپيه -

(۱۸) صنمخانهٔ عشق - حضرت امير مينائي كا مشهور ... قيمت ۳ روپيه -

۱۹ - حكمت بالغه

مولوي احمد مكرم صاحب عباسي چريا كوٹي نے ايك نهايت مفيد سلسله جديد تصنيفات و تاليفات كا قائم كيا - مولوي صاحب كا مقصود يه هے كه قرآن مجيد كے كلام الهي هونے كے متعلق آج تك جس قدر دلائل ديے گئے هيں ان سب كو ايك جگه مرتب و مدون كر ديا جائے ' اس سلسله كي ايك كتاب موسوم به " حكمت بالغه " تين جلدوں ميں چهپ كر تيار هو چكي هے -

پهلي جلد كے چار حصه هيں - پهلے حصه ميں قرآن مجيد كي پوري تاريخ هے جو " اتقان في علوم القرآن " علامه سيوطي كے ايك بڑے حصه كا خلاصه هے - دوسرے حصه ميں تواتر قرآن كي بحث هے اس ميں ثابت كيا گيا هے كه قرآن مجيد جو آنحضرت (صلعم) نازل هوا تها ' وه بغير كسي تحريف يا كمي بيشي كے ويسا هي موجود هے ' جيسا كه نزول كے وقت تها - اور يه مسئله كل فرق اسلامي كا مسلمه هے - تيسرے حصه ميں قرآن كے اسماء و صفات كے نهايت مبسوط مباحث هيں - جن ميں ضمناً بهت سے علم مضامين پر معركة الآرا بحثيں هيں - چوتهے حصه سے اصل كتاب شروع هوتي هے - اس ميں چند مقدمات اور قرآن مجيد كي ايك سو پيشين گوئياں هيں جو پوري هو چكي هيں - پيشين گوئيوں كے ضمن ميں علم كلام كے بهت سے مسائل حل كيے گئے هيں ' اور فلسفه جديده جو نئے اعتراضات قرآن مجيد اور اسلام پر كرتا هے ان پر تفصيلي بحث كي گئي هے -

دوسري جلد ايك مقدمه اور دو بابوں پر مشتمل هے - مقدمه ميں نبوت كي مكمل اور نهايت محققانه تعريف كي گئي هے آنحضرت صلعم كي نبوت سے بحث كرتے هوے آية خاتم النبيين كي عالمانه تفسير كي هے - پهلے باب ميں رسول عربي صلعم كي ان معركة الآرا پيشين گوئيوں كو مرتب كيا هے جو كتب احاديث كي تدوين كے بعد پوري هوئي هيں ' اور اب تك پوري هوتي جاتي هيں - دوسرے باب ميں ان پيشين گوئيوں كو لكها هے جو تدوين كتب احاديث سے پهلے هو چكي هيں - اس باب سے آنحضرت صلعم كي صداقت پوري طور سے ثابت هوتي هے -

تيسري جلد ميں فاضل مصنف نے عقل و نقل اور علماء يورپ كے مستند اقوال سے ثابت كيا هے كه آنحضرت صلعم امي تهے ' اور آپ كو لكهنا پڑهنا كچهه نهيں آتا تها - قرآن مجيد كے الهي هونے كے نو عقلي دليليں لكهي هيں - يه عظيم الشان كتاب ايسے پر آشوب زمانه ميں جب كه هر طرف سے مذهب اسلام پر نكته چيني هو رهي هے ' ايك عمده هادي اور رهبر كا كام دے گي عبارت نهايت سليس اور دلچسپ هے ' اور زبان اردو ميں اس كتاب سے ايك بهت قابل قدر اضافه هوا هے - تعداد صفحات هر سه جلد (۱۰۹۴) لكهائي چهپائي و كاغذ عمده هے قيمت ۵ روپيه

۲۰ - نعمت عظمى

امام عبد الوهاب شعراني كا نام نامي هميشه اسلامي دنيا ميں مشهور رها هے - آپ دسويں صدي هجري كے مشهور بزرگ هيں " لواقح الانوار " صوفياے كرام كا ايك مشهور تذكره آپ كي تصنيف هے - اس تذكرے ميں اولياء فقراء اور مجاذيب كے احوال و اقوال اس طرح بركات جهانت كے جمع كيے هيں كه ان كے مطالعه سے اصلاح حال هو ' اور عادات و اخلاق درست هوں ' اور صوفياے كرام كے بارے ميں انسان سوء ظن سے محفوظ رهے - يه لاجواب كتاب عربي زبان ميں تهي - همارے محترم دوست مولوي سيد عبد الغني صاحب وارثي نے جو اعلى درجه كے اديب هيں اور علم تصوف سے خاص طور سے دلچسپي ركهتے هيں - اس كتاب كا ترجمه نعمت عظمى كے نام سے كيا هے - اس كے چهپنے سے اردو زبان ميں ايك قيمتي اضافه هوا هے - تعداد صفحات هر دو جلد (۷۲۹) - كاغذ اعلى قيمت ۵ - روپيه -

(نوٹ ۱) ايك روپيه في جلد كے حساب سے نهايت عمده جلد بن سكتي هے -

۲) كل كتابوں كا محصول ڈاك وغيره ذمهٔ خريدار

مشتهر عبد الله خان بك سيلر ... كتب خانهٔ آصفيه حيدرآباد - دكن

مضامین اور تصاویر کی فہرست

البلاغ

مولانا ابوالکلام آزاد

اتر پردیش اردو اکادمی نے اس اخبار کو الہلال جلد ششم قرار دیا ہے۔

Printed & Published by Q. Ahmad at the Al-Balagh Press, 40, Ripon Lane Calcutta.

فہرست مضامین

جلد ہفتم

الہلال

۱۰ر جون تا ۹ر دسمبر ۱۹۲۷

ابوالکلام آزاد

اترپردیش اردو اکادمی
لکھنؤ

فہرست تصاویر

پیش لفظ

جون ۱۹۸۶ء میں جب اتر پردیش اردو اکادمی کی تشکیل نو ہوئی اور میں کوئی چار سال کے وقفے کے بعد اس کی مجلس انتظامیہ کا ایک بار پھر چیرمین نامزد کیا گیا تو میرے ذہن نے اس کا جو ترقیاتی منصوبہ مرتب کیا، اس میں مولانا ابوالکلام آزاد کی صد سالہ جشن ولادت کی تقریبات کو سر فہرست جگہ ملی، اور سچ بات تو یہ ہے کہ میں کسی طرح یہ عہدہ قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں تھا لیکن چھ ماہ کی طویل کشمکش کے بعد میرے اندازِ فکر میں تبدیلی رونما ہوئی اور اس جذبے نے میری انفعالی کیفیتوں کو شکست دے دی کہ مولانا کی شخصیت اور ان کی تعلیمات کو عام کرنا ہمارے واجبات میں ہے اور اردو اکادمی اس قومی کام میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

میں نے جب اکادمی کی مجلس انتظامیہ کے اراکین سے آزاد صدی کے مختلف پہلوؤں پر غیر رسمی گفتگو کی تو ان کے اندر اس منصوبے کی تکمیل کا ذوق مجھ سے کہیں زیادہ ملا اور آخر کار مجلس انتظامیہ نے اپنی پہلی نشست میں الہلال کی مکمل فائلوں کے عکس کی طباعت و اشاعت کا منصوبہ بڑے عزم و حوصلے کے ساتھ منظور کر لیا۔ مجلس انتظامیہ نے محسوس کیا کہ مولانا آزاد کو اس سے زیادہ مخلصانہ خراج عقیدت اور کیا ہوگا کہ الہلال کا عکس ملک کے کونے کونے میں پہنچا دیا جائے۔

اکادمی کا سالانہ بجٹ محدود اور متعین ہوتا ہے۔ اس کی مدیں مقرر ہیں اور ریاستی حکومت ان مدوں کے پیشِ نظر ہر سال گرانٹ دیتی ہے۔ آزاد صدی کا بجٹ الگ سے مرتب کیا گیا اور حکومت کو منظوری اور اضافی گرانٹ کے لیے بھیج دیا گیا۔

بجٹ، ضمنی بجٹ، گرانٹ، اضافی گرانٹ، متواتر اور غیر متواتر گرانٹ ـــــ یہ ایسے موضوعات ہیں جن کی جزئیات ہمیشہ میرے دائرہ فہم سے باہر رہی ہیں۔ ایک مدت تک جب اضافی گرانٹ کے سلسلے میں حکومت سے کوئی جواب نہیں ملا اور اکادمی کے افسروں نے اس کے مالہ و ماعلیہ کی تفصیلات مجھے بتائیں تو میرے شب و روز کے معمولات متاثر ہو گئے اور کچھ میں نہیں آتا تھا کہ الہلال کے عکس کی اشاعت کیوں کر ممکن ہو گی۔ عوام و خواص سے کسی طرح کا چندہ وصول کرنا ہمیشہ اور ہر حال میں میرے معمولات سے خارج رہا ہے۔ جب کوئی راستہ نظر نہیں آیا تو میں نے گرانٹ کی منظوری کی توقع پر کام کا آغاز کر دیا۔

اسی اثنا میں گورکھپور ایئر پورٹ پر جناب ویر بہادر سنگھ (سابق وزیر اعلا) سے ملاقات ہو گئی اور میں نے آزاد صدی کا ذکر چھیڑ دیا۔ انھوں نے اس خیال سے اتفاق کیا کہ اتر پردیش میں "آزاد صدی تقریبات" اس طرح منائی جائیں جو ہر لحاظ سے مولانا آزاد کے شایانِ شان ہوں۔ انھوں نے اضافی گرانٹ کے سلسلے میں کہا کہ اس کی فکر نہ کیجیے، لکھنؤ آ جایے، گرانٹ مل جائے گی۔ میں نے ۲۲ مارچ ۱۹۸۸ء کو جب شری ویر بہادر سنگھ سے لکھنؤ میں ملاقات کی تو انھیں ایئر پورٹ والی بات یاد آ گئی۔ بجٹ کے جو کاغذات اکادمی سے بھجوائے گئے تھے، ابھی ان کی نظر سے نہیں گذرے تھے مگر انھوں نے بطیب خاطر ایک دوسرے کاغذ پر پانچ لاکھ کی رقم منظور کی اور کہا کہ جتنی مزید رقم کی ضرورت ہو گی، حکومت ادا کرے گی۔

جون ۱۹۸۸ء میں جناب نراین دت تیواری نے وزیر اعلا کا عہدہ سنبھالا۔ ۱۸ جولائی ۱۹۸۸ء کو اکادمی کی مجلس عام کا اجلاس منعقد ہوا جس میں تیواری جی نے بھی شرکت کی۔ اکادمی کی صدر بیگم حامدہ حبیب اللہ نے آزاد صدی تقریبات کے لیے مزید پانچ لاکھ کی رقم کا مطالبہ کیا۔ تیواری جی نے اسی اجلاس میں اس مطالبے کو منظور کر لیا اور اس طرح آزاد صدی تقریبات کے لیے ریاستی حکومت نے مجموعی طور پر دس لاکھ روپے کا عطیہ منظور کیا۔

الہلال کے عکس کی اشاعت کوئی اہمیت رکھتی ہے کہ نہیں، اس سوال کا جواب ـــ منفی تو ہرگز نہیں۔ ہمارے سامنے اس کے بہت سے مثبت پہلو ہیں۔ پہلی بات تو یہی ہے کہ مولانا آزاد پر کوئی تحقیقی اور تنقیدی کام اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک الہلال کے سارے شماروں کا بالاستیعاب مطالعہ نہ کر لیا جائے۔ مولانا آزاد کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں صرف اس لیے راہ پا گئی ہیں کہ الہلال کی فائلیں کمیاب ہیں اور خواہش کے باوصف لوگوں کو اس کے مطالعے کا موقع نہیں ملتا۔ الہلال مولانا کی دینی، سیاسی، علمی اور ادبی شخصیت کا حرفِ آغاز بھی ہے اور حرفِ آخر بھی۔

اہم معروضات

- الہلال کے عکس کی اشاعت سات جلدوں میں کی جا رہی ہے جن کی تفصیل یہ ہے :

جلد	از		تک	تعداد	
جلد اوّل	۱۳ جولائی ۱۹۱۲ء	تا	۲۵ دسمبر ۱۹۱۲ء	۲۳	شمارے
جلد دوم	۸ جنوری ۱۹۱۳ء	تا	۲۵ جون ۱۹۱۳ء	۲۴	شمارے
جلد سوم	۲ جولائی ۱۹۱۳ء	تا	۲۴ دسمبر ۱۹۱۳ء	۲۵	شمارے
جلد چہارم	۰ جنوری ۱۹۱۳ء	تا	۲۴ جون ۱۹۱۴ء	۲۱	شمارے
جلد پنجم	یکم جولائی ۱۹۱۴ء	تا	۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء	۱۸	شمارے
جلد ششم	(البلاغ) ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء	تا	۳۱ مارچ ۱۹۱۶ء	۱۱	شمارے
جلد ہفتم	۱۰ جون ۱۹۲۷ء	تا	۹ دسمبر ۱۹۲۷ء	۲۴	شمارے

شماروں کی مجموعی تعداد ۱۴۶

- البلاغ کو تسلسل قائم رکھنے کے لیے الہلال میں شامل کر لیا گیا ہے اور اکادمی نے اس کا ذکر جلد ششم کی حیثیت سے کیا ہے۔
- الہلال کی سات جلدوں کو تین مجلدات میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے تاکہ ان کی مجموعی قیمت کچھ کم ہو جائے۔ مجلدات کی تفصیل یہ ہے۔

جلد اوّل اور جلد دوم ———————— ایک ساتھ مجلد ہیں

جلد سوم اور جلد چہارم ———————— ایک ساتھ مجلد ہیں

جلد پنجم، جلد ششم اور جلد ہفتم ———————— ایک ساتھ مجلد ہیں

- الہلال کا متن لائن نگیٹو سے طبع ہوا ہے، تصویریں ہاف ٹون نگیٹو سے چھپی ہیں۔
- کوشش کی گئی ہے کہ الہلال میں شائع شدہ سارے اشتہارات کا عکس بھی شائع ہو جائے۔
- متن میں (اور صفحات کے تسلسل میں بھی) کئی جگہ غلطیاں نظر آئیں لیکن ان کی تصحیح صرف اس لیے نہیں کی گئی کہ ہم 'نقل مطابق اصل' کے اصول سے انحراف نہیں کرنا چاہتے۔
- بعض جلدوں کی فہرست الہلال میں شائع ہوئی تھی۔ اسے متعلقہ جلدوں کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ جن جلدوں کی فہرست الہلال نے شائع نہیں کی تھی، اسے اکادمی نے مرتب کر کے متعلقہ جلدوں میں شامل کر دیا ہے۔
- یوں تو الہلال میں صفحہ نمبر کی صراحت ہوتی تھی لیکن اشتہارات صفحہ نمبر سے عاری ہوتے تھے۔ آسانی کے لیے اکادمی اڈیشن کے صفحہ نمبر کا بھی اندراج کر دیا گیا ہے جو اشتہارات اور تصاویر کو بھی محیط ہے۔ اکادمی اڈیشن کا صفحہ نمبر نیچے نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔
- الہلال کی فروخت سے اکادمی اپنی آمدنی میں کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہتی اس لیے یہ لاگت سے کم قیمت پر فراہم کیا جا رہا ہے۔

ان موضوعات کا کون سا ایسا نکتہ ہے جس کی تصریح الہلال میں نہیں ہے۔ آزاد اور الہلال لازم و ملزوم ہیں، اس لیے اگر آزاد صدی کے موقع پر بھی مولانا آزاد کا مطالعہ ادھورا رہتا ہے تو موجودہ نسل ہمیشہ مورد الزام رہے گی کہ وہ اپنے فرائض سے عہدہ برآ نہیں ہوئی۔ اتر پردیش اردو اکادمی اس الزام سے اپنے معاصرین کو بری کر رہی ہے۔

الہلال کسی الف لیلوی داستان کے زمرے میں شامل ہوتا جا رہا ہے اردو کے مختلف درجات کے نصاب میں مولانا آزاد کی تحریریں بجا طور پر شامل کی گئی ہیں اور جب اساتذہ ان تحریروں پر درس دیتے ہیں تو الہلال اور اس کی گوناں گوں خصوصیات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ طلبہ کے اندر الہلال کے دیدار کی خواہش بیدار ہو جاتی ہے۔ مگر اساتذہ ان کی یہ خواہش پوری نہیں کر سکتے کہ الہلال ایک جنس نایاب ہے۔ اگر کہیں کسی کے پاس کوئی شمارہ ہے بھی تو وہ اتنے پر اسرار طریقے سے اس کی جلوہ گری کا سامان بہم کرتا ہے کہ "یہ جلوہ گری" ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے" کے ذیل میں آ جاتی ہے۔ الہلال کے عکس کی اشاعت سے نئی نسل کی شکایت دور ہو جائے گی۔ کم از کم اتنا دعویٰ تو وہ کر سکتی ہے کہ اصل الہلال کو نہ سہی اس نے اس کا عکس تو دیکھا ہے۔ الہلال کی یہ نئی جامہ پوشی اس کے اندازِ قد کی بہر حال غمازی کرے گی۔

اسلاف علم و ہنر اور ہم دور کے مابین جو امتیازی لکیر کھینچتے آئے ہیں، اس کی حقانیت کا بارہا تجربہ ہوا لیکن الہلال کی فائلوں کی تلاش نے اسے آئینہ کر دیا۔ اس کی اشاعت کے لیے ریاستی حکومت سے گرانٹ قبول کی گئی لیکن اس کے صحیح سالم اوراق کی فراہمی مرحلۂ ہوئے شیر ثابت ہوا۔ میں ۱۹۵۸ء میں گورکھپور آ گیا تھا اور برابر یہاں کے ذاتی کتب خانوں کی تلاش اور ان سے استفادے میں مصروف رہا۔ بعض ذاتی کتب خانوں کی فہرستیں بھی میں نے مرتب کی تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ الہلال کے سارے شمارے مجھے گورکھپور میں مل جائیں گے اور اگر دو چار شماروں کی کمی ہوگی تو وہ باہر کے کتب خانوں سے پوری ہو جائے گی۔ میرے اس یقین نے دھوکا نہیں دیا۔ قریب قریب سارے شمارے یہاں مل گئے۔ بلکہ بعض بعض شماروں کی تو چھ چھ کاپیاں ملیں لیکن دستبرد زمانہ نے ان شماروں کی جو گت بنا دی تھی، اس نے میرے عزم و حوصلے کو متاثر کر دیا۔ کسی کا سرورق غائب ہے، کسی کے بیچ کے صفحات غیر حاضر، بعض فائلیں ناقص الاول، بعض ناقص الآخر اور بعض ناقص الطرفین نکلیں۔ بعض شماروں سے تصویریں غائب تھیں ——— اور اعجوبے کی حد یہ تھی کہ بعض شماروں کے ایک کالم کو دیمک چاٹ گئی تھی اور بعض کے دوسرے کالموں کو۔ غرض الہلال کی دستیابی کی جہاں خوشی تھی وہاں اس کا غم تھا کہ اس کا عکس کیوں کر لیا جائے گا۔

بہت سی تدبیریں اور ترکیبیں ذہن میں آئیں لیکن میں نے یہ کیا کہ سب سے پہلے سارے شماروں کے کارڈ بنا لیے اور اس کے اندراجات اس طور پر مکمل کیے جن سے بعض علمی اشارات کی نشاندہی بھی ہو جائے اور عاریت دینے والوں کے نام اور شماروں کی ہیئت کذائی بھی واضح ہو جائے۔ اس کے بعد ایک ایک کر کے میں نے سارے شماروں کے الیکٹرواسٹیٹ عکس حاصل کر لیے۔ اصل مرحلہ اس کے بعد پیش آیا جسے میں تنہا طے نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اپنی بیوی کے سامنے مسائل رکھے اور اس سے کہا کہ میں پنجنے دو ہفتے کے لیے سارے گھر کو اس کام میں لگانا چاہتا ہوں۔ تم ایسا کرو کہ گھر کے معمولات میں فرق بھی نہ آئے اور اپنی اپنی بساط کے مطابق گھر کا ہر فرد اس کام میں میری مدد بھی کر دے۔ ماں کا حکم ہوا تو میرا بیٹا مسعود اور بیٹیاں عذرا، بشریٰ، قدسیہ، فوزیہ اور زیبا الہلال کے کام میں لگ گئیں۔ سارا گھر الہلال کی، اصل فائلوں اور ان کی الیکٹرواسٹیٹ کاپیوں سے بھر گیا۔ کرسیوں پر، میزوں پر، فرش پر، ہر جگہ الہلال کے شمارے بکھرے ہوئے تھے اور اللہ کا نام لے کر ہم سب نے ہر شمارے کے ایک ایک ورق کو دیکھنا شروع کیا اور جہاں کوئی نقص نظر آتا اسے فوراً اسی شمارے کی دوسری کاپیوں کی مدد سے درست کر لیا جاتا۔ اس کی صورت یہ اختیار کی گئی کہ متاثرہ عبارت پر صاف عبارت والا فوٹو چپکا دیا جاتا اور پھر اس طرح کے اوراق کا دوبارہ الیکٹرواسٹیٹ کرایا جاتا تاکہ اس کی تیکنیک بننے میں دشواری نہ ہو۔ دن بھر بلیڈ سے کاٹ کاٹ کر زخمی اوراق پر پنبۂ مرہم رکھا جاتا اور شام کو ان کا الیکٹرواسٹیٹ کرایا جاتا۔ صبح کو تین چار بجے جب میں سو کر اٹھتا تو ان نئے اوراق کا حرفاً حرفاً مطالعہ کرتا اور اوریجنل سے موازنہ کرتا کہ کہیں کوئی نقطہ یا حرف متاثر تو نہیں ہو گیا ہے۔

ہر چند ہم نے کوشش کی ہے کہ الہلال کا ایک ایک لفظ اصل حالت میں قارئین کے سامنے آ جائے لیکن ہم انسان ہیں، ہم سے ضرور غلطیاں سرزد ہوئی ہیں ہم عفو و درگذر کے مستحق ہیں۔

جن لوگوں نے الہلال کی فراہمی اور اس کی ترتیب میں میری مدد کی ہے ان کا شکریہ ادا کرنا میرے واجبات میں داخل ہے۔ احسان کرنے والوں کی فہرست بہت طویل ہے لیکن جن لوگوں کے احسانات مجھے ہر موقع پر اور ہر حال میں یاد رہیں گے، اُن میں سب سے پہلے جناب مصطفیٰ کمال، اسسٹنٹ لائبریرین، گورکھپور کا نام آتا ہے۔ موصوف ایم۔ اے میں میرے شاگرد رہ چکے ہیں، انھوں نے الہلال کی فراہمی میں بڑی گرم جوشی کا مظاہرہ کیا۔ روزنامہ قومی آواز کے سب ایڈیٹر جناب قطب اللہ نے الہلال کے بعض شمارے صرف فراہم نہیں کیے بلکہ کوشش کر کے ان کی فوٹو کاپیاں نکلوائیں۔ دارالمصنفین اعظم گڈھ کے مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب نے بھی بعض شماروں کی فراہمی میں بروقت مدد کی۔ ڈاکٹر رضیہ حامد نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ الہلال کی ایک فائل میرے پاس بھجوا دی۔ میں ان سب کا اپنی طرف سے اور اکادمی کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ڈاکٹر ریاض الدین اور ڈاکٹر تحریر انجم نے فہرست سازی اور ترتیب میں غیر معمولی دلچسپی لی، ڈاکٹر محمد شعیب نے کتابت اور تزئین کا بار سنبھالا، یہ تینوں میرے شاگرد رہ چکے ہیں۔ شاگرد بھی اولاد کا درجہ رکھتے ہیں لیکن ان کا شکریہ ادا کیے بغیر میں اپنے فرض سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

یہ کام مجلس انتظامیہ کے فیصلے سے انجام پذیر ہوا ہے۔ اس نے مجھے جو حکم دیا، میں نے اس کی تعمیل کی۔ میں مجلس انتظامیہ کے ہر رکن کا فرداً فرداً شکریہ ادا کر رہا ہوں۔

"آزاد صدی تقریبات" کے لیے مجلس انتظامیہ نے جس سب کمیٹی کی تشکیل کی تھی، اس میں ڈاکٹر عابد رضا بیدار، ڈائرکٹر خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، جناب احمد سعید ملیح آبادی، چیف ایڈیٹر آزاد ہند، کلکتہ اور پروفیسر ریاض الرحمن شیروانی، صدر شعبۂ اسلامیات، کشمیر یونیورسٹی، سری نگر خصوصی مدعوئین کی حیثیت سے شامل کیے گئے تھے۔ ان حضرات کے سرگرم تعاون کو اکادمی ہمیشہ یاد رکھے گی۔

اگر الہلال کے اس عکسی ایڈیشن کی پذیرائی ہوئی تو جناب سید اطہر مسعود رضوی، پبلی کیشن آفیسر اور جناب رام کرشن ورما، سکریٹری اکادمی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ طباعت و اشاعت کا سارا بار انھوں نے اٹھایا تھا۔ اس میں جو خامیاں ہیں تو صدق دل سے میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہ مجھ سے سرزد ہوئی ہیں۔ میں آپ کو ناظرین یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنے احساس فرض کو کبھی مرنے نہیں دیا۔ میں نے اپنی علمی زندگی کی تشکیل میں مولانا آزاد کی تحریروں سے ہمیشہ کام لیا۔ میری خواہش رہی ہے کہ نئی نسل بھی ان تحریروں سے استفادہ کرے۔ الہلال کی اشاعت میں مجھے اس خواہش کی تکمیل کے آثار نظر آتے ہیں!

اتر پردیش اردو اکادمی
قیصر باغ، لکھنؤ
یکم اگست ۱۹۸۸ء

محمود الٰہی
چیرمین، مجلس انتظامیہ

مضامین و تصاویر کی فہرست

الہلال

جلد ہفتم

۱۰ جون ۱۹۲۷ء تا ۹ دسمبر ۱۹۲۷ء

فہرست مضامین

برترانسان	١٥	٢	٣٩٤
برقی مچھلیاں	٢	٨	٥٨
ذرۂ آب کی سرگزشت	١	٥	٢١
ریڈیم	٨	٣	٢٠٥
عالم سادی	١٧	٧	٤٥٥
علوم مادیہ کی ترقی	١٩	٩	٥١٣
قانونِ تورات جسمانی و معنوی	١٤	٢	٣٣٨
قدما کی مفقود صنعتیں	٢٥	٨	٦٨٠
لاسلکی کا راز	١٢	٨	٣١٩
نظریہ ارتقا کا گم شدہ حلقہ	٨	٢	٢٠٤
نظریہ نشو و ارتقا کی موجودہ منزل	٢٠	٢٠	٥٥٢
نظریہ نشو و ارتقا کی موجودہ منزل (٢)	٢١	١٦	٥٨٦
مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں :			
سید جمال الدین افغانی	١١	٦	٢٨٦
مصطفٰے فاضل پاشا اور لائحہ اصلاحیہ	١٦	٦	٤٢٦
مصطفٰے پاشا الفاضل اور لائحہ اصلاحیہ (٢)	١٧	١٣	١٦١
مصر کی سیاسی بیداری کی تاریخ	٢٥	١٨	٦٩٠
مطبوعات جدیدہ :			
استحضار و مخاطبات ارواح	١٠	٤	٢٦٠
ایک صدی قبل ایک مشرقی خاتون کی شرقیت	٩	٣	١٢١
پان یورپین تحریک اور امنِ عالم	٧	١٢	١٨٦
رستم بن رضا	٢٣	٢	٦١٨
سفیروں کا استقبال	١٩	٨	٥١٢
شخصی آزادی	١٣	٦	٣٧٠
علم الآثار مصر	٦	١٢	١٥٨
غدر ١٨٥٧ء اور تصویر کا دوسرا رُخ	١٢	١٨	٣٢٦
غدر ١٨٥٧ء اور تصویر کا دوسرا رُخ	١٣	١٤	٣٥٠
غدر ١٨٥٧ء تصویر کا دوسرا رُخ	٢٤	١٧	٦٦١
فتوح الشام کی سریانی تاریخ	١	٤	٢٠
قابلیت کا مقیاس و میزان	٣ – ٤	٦	٨٨
کیمونزم اور اس کے مقاصد	٢٠	٢	٥٣٤
کیا یورپ میں عربی نسل موجود ہے	٢	٧	٥٧
نپولین اور اس کی اخلاقی زندگی	٢٢	٢	٥٩٠
نپولین اور اس کی اخلاقی زندگی	٢٤	٢	٦٤٦

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں :			
انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثہ	٧	٤	١٧٨
انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثہ	٨	٧	٢٠٩
انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثہ	٩	١٠	٢٤٠
انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثہ	١٠	٢	٢٥٨
مقالات :			
اسلام اور نیشنلزم (١)	١	١٧	٣٣
اسلام اور نیشنلزم (٢)	٢	١٥	٦٥
اسلام اور نیشنلزم (٣)	٣ – ٤	٢٥	١١١
جدید مذہب روحی	٢٤	٧	٦٥١
علم اور دین	١٣	٦	٣٤٢
علم الاجتماع (١)	١٥	٨	٤٠٠
علم الاجتماع (٢)	١٦	٢	٤٢٢
علم الاجتماع (٣)	١٧	٤	٤٥٢
علم اور کلیسا کا معرکہ	١٨	٢	٤٧٨
عہدِ انقلاب اور شخصی استبداد	١٣	٤	٢٣٠
قانون کی تنقید اور قانون کی توہین	١٤	٤	٣٦٨
کیمونزم اور اس کے مقاصد	٢٢	٩	٥٩٧
لیلیٰ مجنوں	١٠	١٥	٢٧١
لیلیٰ مجنوں	١١	٣	٢٨٣
محرم الحرام ١٣٤٦ھ	٥	٢١	١٣٩
محرم الحرام ١٣٤٦ھ	٧	٢١	١٩٥
مستشرقین اور استشراق	٢١	٤	٥٦٤
معتزلیا سپاہی	١٢	٩	٣١٧
معاہدۂ حجاز اور برطانیہ	١٨	٢٠	٤٩٦
ہندوستان اور مجموعۂ عالم (١)	٢٠	١٢	٥٤٤
ہندوستان اور مجموعۂ عالم (٢)	٢١	٢	٥٦٢
ہندوستان اور مجموعۂ عالم (٣)	٢٢	٢٠	٦٠٨
ہندوستان اور مجموعۂ عالم (٤)	٢٣	١٤	٦٣٠
ہندوستان اور مجموعۂ عالم (٥)	٢٤	١٤	٦٥٨
ہندوستان اور مجموعۂ عالم (٦)	٢٥	١٦	٦٨٨

فہرست تصاویر

جلد ہفتم

الہلال

۱۰ر جون تا ۹ر دسمبر ۱۹۲۷

ابوالکلام آزاد

اترپردیش اردو اکادمی
لکھنؤ

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين (القرآن الكريم)

الهلال

ايك هفته وار مصور رساله

نمبر ١ — كلكته : جمعه ٩ ذوالحجه ١٣٤٥ هجري — جلد ١

Calcutta : Friday, June 10. 1927.

فهرس

اعتذار

(١) الهلال كي اشاعت ميں اندازه سے زياده تاخير هوئي۔ اميد تهي كه نئے ٹائپ كي مطلوبه مقدار پهلي مئي تك مل جائيگي اور پهلے هفته سے پرچه نكل جائيگا ' ليكن پهلي مئي كي جگه مئي كے اواخر تك بهي ٹائپ كي كافي مقدار طيار نهوسكي ' اور سارا مهينه اسي انتظار ميں نكل گيا - اب بهي جسقدر ٹائپ مهيا هوا تها وه كافي نه تها - كم از كم ايك هفته اور انتظار كي ضرورت تهي ليكن چونكه اب زياده تاخير نا قابل برداشت تهي ' اسلئے كسي نه كسي طرح پهلا نمبر مرتب كركے شائع كر ديا جاتا هے - اميد هے كه اس هفته ٹائپ كي پوري مقدار حاصل هوجائيگي ' اور جرمني اور قاهره كا ٹائپ بهي پهنچ جايگا جسكا ايك عرصه سے انتظار تها .

(٢) اسي سبب سے اس نمبر كے بعض اهم مضامين درج هونے سے رهگئے - " باب التفسير " كا حصه ٹائپ كيلئے چهوڑ ديا گيا تها ' ليكن ٹائپ كي كمي كي وجه سے تمييز نه هوسكا اور اسكي جگه " مطبوعات جديده " كا ايك صفحه ديكر فارم پورا كرديا گيا - حالانكه اسكي جگه اس فارم ميں نه تهي - انشاء الله آينده نمبر سے تمام ابواب اپني اصلي ترتيب ميں درج هوسكينگے .

(٣) ايك اهم سوال آينده الهلال كے مضامين اور انكے طرز بيان كا هے - يه ظاهر هے كه الهلال كے فوائد عام نهيں هوسكتے جب تك كه اسكا دايرهٔ بحث و نظر عام فهم نهو - اور عام فهم جبهي هوسكتا هے جبكه مطالب كے سهل هونے كے ساتهه انكا اسلوب بيان اور زبان بهي سهل هو - ليكن مشكل يه هے كه هر طرح كے مطالب كا عام فهم طريقه پر بيان كرنا آسان نهيں ' بعض دقيق اور علمي مطالب ايسے هوتے هيں كه انهيں كتنا هي كهلا كر بيان كيا جاے ' ايك حد تك مشكل اور گراں ضرور هونگے - اس مشكل كا هم نے يه حل سونچا هے كه آينده الهلال ميں دونوں قسم كے مضامين درج كئے جائيں بڑا حصه تو سهل و عام فهم هو ' ليكن كچهه حصه بلند اور خاص قسم كا بهي هو - اس طرح عوام و خواص ' دونوں كے ذوق و نظر كا سامان مهيا هوجايگا - باقي رها زبان كا معامله ' تو وه هر حال ميں حتي الوسع سهل اور صاف اختيار كي جائيگي ' كسي درجه كا موضوع هو ' ليكن اسلوب بيان مشكل اور دير فهم نهوگا .

کی رھائی سے نئی امیدیں فروغ پانے لگیں' ھندو مسلمانوں کے باھمی تفرقہ اور اسکے پیچ در پیچ معاملات نے جنکی ابتدا سنہ ۱۹۲۳ میں ھوچکی تھی' اب زیادہ وسیع اور گہری حالت اختیار کرلی' اور اسلئے اصلاح حال کی کوششوں کی اھمیت اور مقدار بھی دہ چند ھوگئی - نتیجہ یہ نکلا کہ دنوں نے ھفتوں کی شکل اختیار کی' ھفتے تیزی کے ساتھہ مہینے بنے' اور مہینوں نے دیکھتے دیکھتے برس کا دائرہ پورا کردیا - اس طرح سنہ ۱۹۲۴ - کا خاتمہ بھی سامنے آگیا اور مجھے سر اٹھانے کی مہلت نہ ملی -

***

اب جو چیز میرے ارادوں کی تعمیل میں سب سے بڑی روک تھی' وہ مسٹر سی' آر' داس کا وجود تھا - وہ کسی طرح بھی اس پر راضی نہیں ہوتے تھے کہ میں کلکتہ کا قیام ترک کروں ' اور میں محسوس کرتا تھا کہ میرے تمام ارادوں کی تعمیل کے لئے کلکتہ کا قیام ترک کرنا سب سے پہلی چیز ھے - کئی ماہ اس کشمکش میں نکل گئے - بالآخر ستمبر سنہ ۲۴ - میں میں نے ارادہ کرلیا کہ کسی نہ کسی طرح یہ منزل طے کرلینی چاھیے - چنانچہ دھلی کے قیام کا ارادہ کیا اور نقل مکان کے تمام ضروری انتظامات عمل میں لانا شروع کردیے یہانتک کہ اواخر دسمبر میں کتب خانہ بھی صندوقوں میں بند ہوکر کلکتہ سے دھلی پہنچ گیا کہ میرے نقل مکان کی سب سے بڑی متاع یہی تھی -

لیکن جنوری سنہ ۱۹۲۵ - میں جب بلگام کانگرس سے واپس ھوا اور میرے نقل قیام کے معاملہ نے شہرت پائی' تو مسٹر سی' آر' داس اپنے اوصاف و محاسن کی ساری گیرائیوں اور محبت و رفاقت کی تمام کششوں کے ساتھہ کچھہ اس طرح راہ روک کر کھڑے ھوگئے کہ میرے لئے دھلی کی طرف قدم اٹھانا ناممکن ھوگیا - یقیناً میرا ارادہ متزلزل نہ ھوتا اگر اُن کے ساتھہ ملک کے بعض اھم مقاصد کی امیدیں بھی صف آرا نہ ھو جاتیں - یہ وہ وقت تھا جب ملک کی عام حالت کی طرف سے میں نہایت افسردہ دل رکھتا تھا' اور نہایت اضطراب کے ساتھہ محسوس کر رھا تھا کہ اگر کانگرس کے ھندو رھنماؤں میں سے ایک اولوالعزم شخص بھی ایسا نکل آئے جو ھر طرح کی سیاسی مشغولیتیں اور انکے سود و زیاں کی الجھنیں چھوڑ کر صرف ملکی مسئلہ کے حل کے لئے اٹھہ کھڑا ھو' تو میں باوجود ھر طرح کے افسردہ کن حالات کے امید و مراد کا ایک کامیاب قدم اٹھا سکتا ھوں - میرے دل پر اس جوانمرد سیاست کی خوبیاں نقش تھیں - مجھے یقین تھا کہ مہاتما گاندھی کے بعد یہی ایک شخص ھے جو اگر آمادۂ کار ھوگیا تو بہت ممکن ھے راہ کی رکاوٹیں دور کی جاسکیں - وہ مجھے ھمرھی و رفاقت کا یقین دلاتے تھے اور مستعد تھے کہ بنگال کونسل کے آیندہ معرکہ کے بعد ھمہ تن اس کام کیلئے وقف ھوجائینگے - نتیجہ یہ نکلا کہ اتنی دور تک قدم اٹھا دینے کے بعد' پھر واپس لوٹنا پڑا اور اس سلسلہ میں وقت و مصارف کے جو گراں قدر نقصانات پیش آئے' برداشت کرلینے پڑے -

لیکن اس اثنا میں مشیت الہی ایک دوسرا ھی فیصلہ کر چکی تھی - مسٹر داس مجھے روک کر دارجلنگ گئے' لیکن رحلت پیام اجل خود انہیں روک لینے کی طیاری کررھا تھا - جولائی میں یکایک ان کا انتقال ھوگیا - اور کلکتہ واپس آئے تو اس طرح واپس آئے کہ ھمیشہ کے لئے رخصت ھوچکے تھے' اور انکے ساتھہ وقت کی وہ امیدیں بھی رخصت ھوچکی تھیں جنکی منت کشی کرکے انہوں نے عالم ماہ پہلے میری راہ روکی تھی !

غنچۂ چمن کہ بہار و خزاں ھم آغوش ست
زمانہ جام بدست و جنازہ بردوش ست

***

بہرحال کہانتک اس افسردہ کن داستان کو طول دیا جائے ؟ مختصر یہ ھے کہ یکے بعد دیگرے اس طرح کے حالات پیش آتے رھے کہ وقت جو اپنی تیز رفتاری میں کبھی ھمارے حالات کی پروا نہیں کرتا' برابر نکلتا گیا' اور دیکھتے دیکھتے سنہ ۱۹۲۳ - کی جگہ سنہ ۱۹۲۶ - کا خاتمہ سامنے آگیا !

یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ راھم دور شد !

اب بھی طبیعت کا میلان کسی ایسی ذمہ داری قبول کرنے کی طرف نہ تھا - لیکن انسانی طبیعت کے انفعال و تاثر کا کچھہ عجیب حال ھے - گزشتہ ستمبر میں اشغال کے پے درپے التوا اور ملک کی اجتماعی و ذھنی ضروریات کے تقاضے سے طبیعت کچھہ اس طرح متاثر ھوگئی کہ جب ایک موقعہ پر بعض دوستان عزیز نے خصوصیت کے ساتھہ الہلال کی اشاعت پر زور دیا اور اس کی ضرورت کے مختلف پہلوؤں پر توجہ دلائی تو طبیعت انکار کی طرف مائل نہ ھوسکی - خیال ھوا کہ میرے ذاتی حالات کا مقتضا کچھہ ھی کیوں نہ ھو' لیکن ترجیح وقت کی ضرورت ھی کو ھے' اور کام کرنے والوں کیلئے ناگزیر ھے کہ اسکے سامنے سر تسلیم خم کردیں -

ایک حقیقت بالکل واضح تھی اور اُس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا - یہ واقعہ ھے کہ اگر سنہ ۱۲ - اور سنہ ۱۶ - میں الہلال ضروری تھا تاکہ مقصد و عمل کی مسدود راہ موم پر کھول دے' تو سنہ ۲۷ - میں بھی وہ کم ضروری نہیں ھے تاکہ سفر کی سب سے بڑی نازک اور پر خطر منزل میں وقت کی رھنمائی کرے - مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ اگر تقسیم عمل کے فقدان سے اس ضرورت کا کوئی دوسرا انتظام موجود نہیں' تو چاھیے کہ اپنی تمام ناتوانیوں اور درماندگیوں کے ساتھہ ضرورت و عمل کے مختلف گوشوں میں جسقدر بھی کام کرسکتے ھیں' کرتے رھیں - اقلاً کوشش سے باز نہ آئیں - سعی کی تکمیل اور توفیق کی مساعدت مشیت الہی کے فیصلہ پر موقوف ھے' اور جو اسکے کرنے کی چیز ھے وہ اسی کے حوالہ کردینی چاھئے -

***

الہلال کے تیسرے دور کا پہلا پرچہ شائع کرتے ھوے مقتضائے وقت نے فکر و تصور کے ھر گوشے میں جنبش پیدا کردی ھے - افکار و مطالب کا ھر طرف سے ھجوم ھے - قلم کی درماندگی اور گنجایش اوراق کی کوتاھی کسی طرح بھی اُسکا ساتھہ نہیں دے سکتی - جی چاھتا ھے' گیارہ سال کی خاموشی کی تلافی ایک ھی مجلس میں کردیجیے :

روی بازار مراد امروز عرفی با منست
دیدۂ ترمی فروشم دامن ترمی خرم !

لیکن مشکل یہ ھے کہ طبیعتیں طوالت بیان کی متحمل نہیں اور رشتۂ بیان کا یہ حال ھے کہ ایک مرتبہ کھل جائے تو پھر جلد لپیٹا نہیں جا سکتا :

ایں رشتہ بہ انگشت نہ پیچی کہ درازست !

مجبوراً قلم روکتا ھوں - آج کے لیے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں - باقی مطالب جو اس موقعہ کے لحاظ سے ضروری تھے' آیندہ اشاعت کا انتظار کیجیے - اب گیارہ برس کے بعد یہ مجلس دیرین پھر آراستہ ھوئی ھے تو جہانتک جذوق سماع ساتھہ دیگا' مجھے کہنا ھے اور حریفان بزم

زخمہ بر تار رگ جاں میزنم
کس چہ داند تا چہ دستاں میزنم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مئے کہ می رود امروز در گلوئے دو کون
کمینہ جرعۂ تہ شیشہ ہائے دوش من ست!

الحمد للہ وحدہ - الہلال کا پہلا نمبر جون سنہ ۱۹۱۲ - میں شائع ہوا تھا اور آخری نمبر نومبر سنہ ۱۹۱۴ میں - پھر نومبر سنہ ۱۹۱۵ سے دوسرا سلسلۂ اشاعت "البلاغ" کے نام سے شروع ہوا اور مارچ سنہ ۱۹۱۶ میں ختم ہوگیا - اب یہ تیسرا سلسلۂ اشاعت ہے جو کامل گیارہ برس کے بعد از سر نو شروع ہوتا ہے :

ربنا آتنا من لدنک رحمۃ وھیی لنا من امرنا رشدا .

•••

اس دنیا میں انسان کی بے چارگی اور مشیت الہی کے حکم و سلطان کا سب سے بڑا مظہر انسانی ارادوں کی ناکامی اور قضاء مشیت کا فیصلہ ہے - اسی لئے بعض عرفاء نے کہا ہے کہ " عرفت ربی بفسخ العزائم " یہ عجیب بات ہے کہ سنہ ۱۹۱۹ - کے اواخر سے لیکر گذشتہ ستمبر تک کوئی خیال بھی میرے ذہن سے اسقدر بعید نہ تھا جسقدر الہلال کی سہ بارہ اشاعت اور اسکی ذمہ داریاں قبول کرنے کا خیال تھا - میری شخصی زندگی اور اسکی احتیاجات، نیز قومی و علمی مقاصد اور انکا مقتضی، دونو اس بات کے مخالف تھے کہ الہلال جیسے رسالہ کی ہفتہ وار اشاعت کی ذمہ داری تیسری مرتبہ اپنے اوپر لیتا - جہانتک میری شخصی حالت کا تعلق ہے، سب سے پہلا سوال صحت کا تھا اور میں دیکھہ رہا تھا کہ وہ روز بروز کمزور ہو رہی ہے، اور یہ زندگی کی ابتدائی احتیاطوں کے خلاف ہوگا اگر سنہ ۱۹۱۲ اور سنہ ۱۹۱۶ کی سی محنتیں پھر اسکے لئے مہیا کی جائیں - قومی و علمی مقاصد کا یہ حال تھا کہ بعض اہم تصنیفات کی تکمیل و اشاعت عرصہ سے ملتوی چلی آتی تھی، اور الہلال جیسے رسالہ کی ہفتہ وار اشاعت کا بار اٹھا لینے کے بعد مشکل تھا کہ انکے لیے فراغ خاطر میسر آسکتا - اسکے علاوہ طبع و فکر کی کاوشوں اور طلب و نظر کی وسعت پیمائیوں نے بے شمار ارادے نہاں خانۂ دل میں جمع کر رکھے تھے - ان سب کیلئے بھی اوقات فراغ کی ضرورت اور خلوت و انزوا کی جستجو تھی - یہی وجہ ہے کہ ۹ - جنوری سنہ ۱۹۲۳ - میں جب قید خانہ سے نکلا تو اس بارے میں ایک طے شدہ ارادہ اپنے سامنے رکھتا تھا - خیال تھا کہ جونہی وقت کی سیاسی مشغولیت مہلت دیگی، پہلا کام یہ کرونگا کہ چار پانچ سال کیلئے کسی ایسے گوشے میں کہ صحت کی درماندگیوں کیلئے سودمند اور چند رفقاء علم و عمل کی موجودگی سے دلپسند ہوگا، مقیم ہوجاونگا اور اپنے پیش نظر علمی و عملی مقاصد کی مشغولیت و تکمیل کے سوا اور کسی کام سے علاقہ نہیں رکھونگا :

فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنے !

احباب و مخلصین میں جن حقیقت شناسوں کی نظر ان کاموں کی اہمیت پر تھی وہ تو انہی کے متمنی تھے لیکن عام طور پر لوگوں کو طلب الہلال کی تھی - کوئی وقت بھی اسکی طلب و اصرار سے خالی نہیں جاتا تھا، تاہم میری طبیعت کا یہ حال تھا کہ کسی طرح بھی اسکے لئے آمادہ نہیں ہوتی تھی - تمام تر جستجو اسی بات کی تھی کہ فراغ خاطر اور یکسوئی طبع کے ساتھہ اپنی علمی زندگی میں مشغول ہوجاؤں اور ان ارادوں کی تکمیل کی سعی کروں جو مدتوں سے وقت و مہلت کے منتظر ہیں -

•••

لیکن اس تمام طلب و جستجو کا بالآخر نتیجہ کیا نکلا ؟

یہ نکلا کہ وقت کے تقاضے، احباب کے پیہم اصرار، اور التوا و انتظار عمل کی ناقابل برداشت حالت سے عاجز آکر مشغولیت کی وہی صورت اختیار کرلینی پڑی جس سے سالہا سال تک اس درجہ گریزاں تھا - یعنی فیصلہ کرلینا پڑا کہ الہلال جاری کردیا جائے، اور ساتھہ ہی تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھنے کی بھی کوشش کی جائے - اگر دونوں کاموں کا بہ یک وقت انجام دینا دشوار ہے تو دشواری پر غالب آنا چاہئے - اگر صحت ساتھہ نہیں دیتی تو کیا مضائقہ ؟ آسے ساتھہ لینا چاہئے - ضرورت ہماری درماندگیوں اور عاجزیوں کا انتظار کیوں کرے ؟ کیوں وہی ہو جو ہماری پسند اور انتخاب ہے ؟ کیوں وہ نہ ہو جو وقت کا حکم اور مشیت الہی کا فیصلہ ہے ؟

سالہا سال سے جس عنقائے فراغ اور کیمیائے سکون کی جستجو تھی، بالآخر اسکا نتیجہ نکلا تو یہ نکلا !

این رسم و راہ تازہ ز حرمان عہد ماست
عنقا بہ روزگار کسے نامہ بر نبود !

•••

جنوری سنہ ۲۰ - سے لیکر دو سال تک کا زمانہ تحریک ترک موالات یا لا تعاون کا زمانہ تھا اور اسکی خود فروشانہ سرگرمیوں میں اسکی مہلت ہی نہیں مل سکتی تھی کہ مستقبل کی طرف نظر اٹھائی جائے - لیکن ۱۰ - دسمبر سنہ ۱۹۲۱ - کو جب میں گرفتار ہوگیا، اور اسکے چند ماہ بعد مہاتما گاندھی کی گرفتاری پر تحریک کی عملی سرگرمیاں ختم ہوگئیں، تو قید خانہ کی کوٹھری میں موقعہ ملا کہ مستقبل کی طرف نظر اٹھاوں اور وقت کی ضرورتیں اور اپنی استعداد کار دیکھتے ہوئے آیندہ کاموں کا فیصلہ کروں - میں نے فیصلہ کیا، اور اسپر مطمئن دل و دماغ لیکر ۹ - جنوری سنہ ۲۳ - کو باہر نکلا، لیکن باہر نکلنے کے بعد ملک کی جو صورت حال سامنے آئی، وہ بھی ایسی نہ تھی کہ نظر انداز کردی جاتی - تحریک کی عملی قوتیں ختم ہوچکی تھیں، تفرقہ و انتشار ہر گوشے میں نمایاں تھا، کانگریس دو متحارب جماعتوں میں بٹ گئی تھی، اور ایک دوسرے کے خلاف صف آرائی شروع ہوگئی تھی - ضروری تھا کہ بقدر استطاعت اصلاح حال کی کوشش کی جاتی - لیکن جب کوشش شروع کی تو بتدریج اسکا دامن پھیلتا گیا - یہانتک کہ پورا سنہ ۱۹۲۳ - اسی میں نکل گیا .

جنوری سنہ ۲۴ - میں حالات نے نئی صورتیں اختیار کیں - کانگریس کی ایک جماعت نے اسمبلی اور کونسلوں کیلئے کھڑے ہوکر ملک کی سیاسی خاموشی میں ہلچل پیدا کردی - مہاتما گاندھی

مذاکرہ علمیہ

ذرۂ آب کی سرگزشت

علمی مطالب کے بیان کا ایک دلچسپ اور دلنشین طریقہ یہ ہے کہ تمثیلات و حکایات کے پیرایہ میں بیان کیے جائیں تاکہ وہ لوگ بھی دلچسپی لے سکیں جو علمی مطالب کے خشک مباحث سے متحمل نہیں ہوسکتے۔ یورپ کے بعض اہل قلم اِس قسم کی ادبیات لکھنے میں شہرت و امتیاز حاصل کر چکے ہیں۔ منجملہ انکے مسٹر ویر شیلڈ ہیں جو شکاگو یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں۔ انہوں نے رسالہ سائینٹفک امریکن میں ایک دلچسپ سلسلہ لکھنا شروع کیا تھا جسکے ہر نمبر میں کوئی ایک علمی موضوع بطریق تمثیل و حکایت بیان کرتے تھے۔ ہم آج اس سلسلہ کا پہلا نمبر ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔ یہ ذرۂ آب کی سرگزشت ہے اور خود اُسکی کی زبانی بیان کی گئی ہے۔ پانی کا وہ چھوٹا سے چھوٹا خوردبینی (Microscopic) ذرہ جو چشم غیر مسلح (Naked eye) سے دکھائی بھی نہیں دیتا۔ اپنے نشو و بلوغ کے مختلف درجوں سے گزر کر کس طرح ایک عظیم اور بے کنار سمندر کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے؟ اور پھر ابتدا کی اس بے مایگی سے لیکر انتہا کی عظمت بے پایاں تک کیسے کیسے عجیب تغیرات و تاثرات اس پر گزرتے ہیں؟ وہ کبھی بادلوں کی چادر ہے۔ کبھی بارش کی بوند ہے۔ کبھی پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف کی سطح منجمد ہے۔ اور کبھی نہروں کی روانی کی صورت میں گنگا جمنا اور دجلہ و فرات ہے۔ حکمت الہی اور فطرۃ کائنات کے یہ تمام عجائب اس مختصر سی داستان میں آپ سن لینگے۔ اس مضمون کے ساتھ دو تصویریں بھی درج کی جاتی ہیں جو ذرۂ آب کے تبدلات کے دو مختلف منظر پیش کرتی ہیں۔ ایک تصویر میں پہاڑی نہر کا منظر دکھلایا ہے جب وہ جم کر بالکل برف ہو گئی ہے۔ دوسری تصویر میں قلم فطرۃ کی نہایت ہی عجیب گلکاری ہے۔ یعنی منجمد پانی کے وہ بلوری مرقع ہیں جن میں طرح طرح کے نقوش بن گئے ہیں۔

میں پانی کا ایک ننھا سا ذرہ ہوں۔ اتنا چھوٹا ہوں کہ انسانی آنکھ لاکھ کوشش کرے مجھے دیکھ نہیں سکتی۔ قوی سے قوی خوردبین میں بھی میں نظر نہیں آسکتا۔ تاہم میں موجود ہوں۔ یقینی طور پر موجود ہوں۔ میرے وجود میں ہرگز کوئی شبہ نہیں کرسکتا۔ میں اپنے ہی جیسے ننھے ذروں سے مل کر موسلادھار مینہ کی صورت میں شور برپا کرتا ہوں، دریا کی شکل میں موجیں مارتا ہوں، پھر بے پایاں سمندروں کی نیلگوں سطح بنکر زمین کے چاروں طرف پھیل جاتا ہوں۔ میں اِس سے بھی بڑھ کر ایک چیز ہوں۔ میں تمام حیوانات و نباتات کے جسموں میں موجود ہوں۔ بلکہ اکثر جسم مجھی سے بنے ہیں۔ میں زمین کے بھی تقریباً ہر مادہ میں موجود ہوں۔ حتی کہ سنگلاخ چٹانوں اور ٹھوس دھاتوں تک میں سمایا ہوا ہوں۔ میری سرگزشت بہت طولانی ہے۔ اگر سننا چاہتے ہو تو مجھے انکار نہیں۔

(میری پیدایش)

میں کس طرح پیدا ہوا؟ یہ کوئی نہیں بتا سکتا۔ لیکن مجھے معلوم ہے۔ بے شمار صدیاں گزر چکی ہیں۔ کم سے کم دس کروڑ برس پہلے میں پیدا ہوا تھا۔ اِس تمام مدت کے اندر کیسے کیسے عجیب و غریب حالات مجھپر گزرے؟ یہ ایک نہایت طویل داستان ہے۔ تم اُسے شروع سے آخر تک کسی طرح بھی نہیں سن سکتے۔ اِس کیلئے کئی سو برس درکار ہونگے۔ تمہاری عمر زیادہ سے زیادہ سو برس کی ہوتی ہے حالانکہ یہ بمشکل میری زندگی کی ایک ساعت ہے!

ایک زمانہ ایسا گزرا ہے جب میں پانی نہ تھا۔ کوئی دوسری ہی چیز تھا۔ پھر ایک عجیب طریقہ پر میری ہستی کی ابتدائی بناوٹ ہوئی۔ یہ کروڑوں برس پہلے کی بات ہے۔ دراصل میری ولادت ایک آتش فشاں پہاڑ یعنی آگ کے پہاڑ کی گردن میں ہوئی تھی۔ یہ پہاڑ اب موجود نہیں ہے۔ بجھکر خاک ہوگیا۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب زمین نئی نئی جمی تھی۔

میں اُس طرح پیدا نہیں ہوا جس طرح نر اور مادہ کے ملنے سے حیوان اور پھول پتے پیدا ہوتے ہیں۔ میری پیدائش دو ذاتوں سے نہیں، تین ذاتوں سے ہوئی ہے۔ "ہیڈروجین" کے دو جوہر "آکسیجن" کے جوہر سے مل گئے۔ اُنکے ملتے ہی میں اچانک ظاہر ہوگیا!

یہ تین جوہر جنکے ملنے سے میری خلقت ہوئی ہے، بہت پہلے سے موجود تھے۔ اِتنے پہلے سے جسکا اندازہ کرنا ناممکن ہے۔ میرے اِن اجداد کی تاریخ ضرور عجیب اور عظیم الشان واقعات سے لبریز ہوگی۔ اگر مجھے کسی طرح معلوم ہوجاتی تو میں آفتاب کی اصلیت اور ستاروں کے گزشتہ انقلابات کے تمام اسرار فاش کردیتا۔ یہ تینوں جوہر اثیر (ایتھر) یا لامتناہی فضا میں موجود تھے جس سے کہ آفتاب کی تکوین ہوئی ہے۔ پھر جب ستارے آفتاب سے جدا ہوگئے تو میرے اِن تینوں بزرگوں نے اپنے لئے زمین پسند کرلی۔ وہ شاید جانتے تھے کہ زمین ہی زندوں کا مسکن بنیگی۔ لہذا انہوں نے کمال دانشمندی سے باقی تمام ستاروں پر اِسے ترجیح دی۔ صرف ترجیح ہی نہیں دی بلکہ یہ احسان عظیم بھی کیا کہ اِسے کرہ بننے کیلئے جس ابتدائی سروسامان کی ضرورت تھی، اُسکے بنانے میں اُس کا ہاتھ بھی بٹایا۔ حالانکہ وہ خود اُس وقت نہایت کمزور اور کم مقدار تھے۔

میری تکوین کے وقت یہ تینوں حضرات، جیسا کہ ابھی کہہ چکا ہوں، آتش فشاں کی گردن میں معلق تھے۔ اُنکے لئے پہاڑ کے آتشیں پیٹ میں باہم ملاقات و معانقہ ناممکن تھا۔ کیونکہ وہاں سخت گرمی تھی اور دباؤ بھی بے حساب تھا۔ لہذا وہ اوپر کو چلے۔ یہاں انہوں نے حرارت میں جو ذرا کمی پائی تو بے صبری سے بیچ گردن ہی

مطبوعات جدیدہ

فتوح الشام کی سریانی تاریخ

پہلی صدی ہجری کی اسلامی فتوحات پر عربی زبان میں تاریخ کا وافر ذخیرہ موجود ہے ' لیکن یہ کمی ہمیشہ محسوس کی گئی ہے کہ تمام تر بعد کے مورخین کے قلم سے مدون ہوا ہے - خود اُس عہد کی کوئی قلمی شہادت موجود نہیں - یہی وجہ ہے کہ فتوحات مصر و شام کی تاریخی روایات پر زمانۂ حال کے نکتہ چینوں نے اعتراضات کئے ہیں' اور بعض سرگزشتوں کی نسبت خیال کیا ہے کہ مبالغہ سے خالی نہیں ہیں۔

لیکن حال میں مشہور انگریز مستشرق ڈاکٹر رائٹ کو ایک سریانی تاریخ کا پتہ چلا ہے - خیال کیا جاتا ہے کہ یہ دمشق کے کسی مسیحی عالم کی تحریر ہے جو فتوحات شام کے زمانہ میں موجود تھا اور اکثر واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا - بد قسمتی سے اسوقت تک پوری کتاب دستیاب نہیں ہوئی ہے - صرف ایک صفحہ ملا ہے - وہ بھی دست برد زمانہ سے محفوظ نہیں - اُس میں کل ۲۹ سطریں ہیں - سات ابتدائی سطریں تو کیڑے نے بالکل کھا ڈالی ہیں - باقی سطور میں بھی جا بجا الفاظ مٹ گئے ہیں یا کرم خوردہ ہیں - زمانۂ حال کے مشہور جرمن مستشرق پروفیسر نولڈک Noeldeke نے اس صفحہ کی عبارت حل کی ہے اور اُس پر ایک مختصر رسالہ شائع کیا ہے - چونکہ یہ ایک نہایت قیمتی تاریخی شہادت ہے اسلئے اسکا خلاصہ بعض ضروری تشریحات کے ساتھ ہم شائع کر دیتے ہیں۔

اِس صفحہ میں جنگ یرموک کا حال لکھا ہے - معلوم ہے کہ فتوحات شام میں یہ جنگ سب سے بڑی اور فیصلہ کن جنگ تھی - اِسی لئے یہ کرم خردہ صفحہ مورخین کی نظر میں غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے - ذیل میں اُسکی ہر سطر کا ترجمہ ملاحظہ ہو :-

۱ — ۷ ... (پڑھی نہیں گئی)

۸ — ... کانون ثانی (جنوری) میں معاہدہ قرار پایا اور ہماری جانیں بچیں۔

۹ — حمص اور دوسرے بہت سے گاؤں برباد اور انکے باشندے قتل ہوے۔

۱۰ — ... (کرم خوردہ) ... محمد ... مقتول اور قیدی بکثرت تھے ۔

۱۱ — ... (کرم خوردہ) جلیل سے بیت ...

۱۲ — عرب اطراف (دمشق ؟) میں پھیل گئے -

۱۳ — ہر جگہ نمودار ہوے۔

۱۴ — اور آئے ... اور ... انکی طرف ... اور ... دوان -

۱۵ — سنہ ... اور بیس میں فوج کا ہراول روانہ ہوا اور بھیڑوں کے گلے ضبط کر لئے۔

۱۶ — اطراف حمص میں' اور رومی آئے مقابلہ پر آگئے -

۱۷ — ... اور تاریخ دس

۱۸ — ماہ آب - (یعنی اگست) میں رومی دمشق سے مفرور ہوگئے۔

۱۹ — بعد انکی تعداد دس ہزار کے قریب تھی' اور

۲۰ — ایک سال بعد رومی آئے اور ماہ آب (اگست) کی ۲۰ تاریخ سنہ

۲۱ — ۹۴۷ مین رومی جابیہ کے مقام میں جمع ہوئے۔

۲۲ — اور رومیوں کے بہت زیادہ آدمی قتل ہوئے

۲۳ — تقریباً پچاس ہزار

۲۴ — سنہ (۷) ۹۴ میں ... ۲۵ — ... اور پھیل گئے

۲۶ — ... خوش ہوے ۲۷ — ...

۲۸ — ... ۲۹ — لیکن رومی رنجیدہ ہوے

(قوسین کے مابین جتنے الفاظ ہیں مستشرق نولڈک کے بڑھائے ہیں)

اِس کرم خوردہ صفحہ نے ایک اہم اور قیمتی بات دنیا کی معلومات میں اضافہ کردی ہے - ابتک جنگ یرموک کی ٹھیک تاریخ معلوم نہیں تھی - اسلامی مورخین نے کوئی معین تصریح نہیں کی ہے - اُنکا بیان صرف اس قدر ہے کہ رجب سنہ ۱۵ ھ میں ہوئی تھی - لیکن اِس سریانی صفحہ نے اُسکی تاریخ متعین کردی - اِسمیں ۲۰ آب سنہ ۹۴۷ مذکور ہے - یہ سنہ مسیحی نہیں "سلوکیدی" ہے - سلوکیدی تاریخ شاہ "سولیکوس" کی تخت نشینی سے شروع ہوتی ہے - یہ سکندر اعظم کی وفات کے بعد (سنہ ۳۲۳ قبل مسیح) شام کا بادشاہ تھا - قدیم زمانے میں یہی تاریخ شام' عراق' فلسطین اور اناطولیہ وغیرہ ممالک میں رائج تھی - یہودیوں کی بول چال میں اِس سنہ کا نام "منیان ہشطاروت" ہے - غرضکہ اِس سریانی سند کے بموجب جنگ یرموک ۲۰ آب سنہ ۹۴۷ سلوکیدی میں ہوئی تھی - یعنی ۲۰ - اگست سنہ ۶۳۶ عیسوی میں - ہجری حساب سے یہ تاریخ ٹھیک ۱۲ - رجب سنہ ۱۵ ہوتی ہے۔

اِس صفحہ سے ایک اور اہم نقطہ بھی حل ہوجاتا ہے - یعنی جنگ کے اصلی محل کا تعین - عرب مورخ اُسے خود "یرموک" میں قرار دیتے ہیں - لیکن یہ سریانی مورخ "جابیہ" بتاتا ہے - جابیہ دریاے یرموک سے کچھ فاصلہ پر ہے - غالباً لڑائی جابیہ ہی میں ہوئی تھی - لیکن چونکہ یرموک عرب میں زیادہ مشہور تھا اس لئے عربی مورخین نے اُسے یرموک ہی کی طرف منسوب کردیا - پھر یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ اسلامی لشکر نے اپنا پڑاؤ یرموک ہی کے کنارے ڈالا ہوگا - کیونکہ یہ لڑائی اگست کے مہینہ میں ہوئی تھی جبکہ شام میں پانی کی قلت ہوتی ہے - ضروری ہے کہ عرب دریا کے قریب رہنے پر مجبور ہوئے ہوں۔

عرب مورخوں نے اِس جنگ میں رومی فوج کی تعداد کئی لاکھ بتائی ہے - مورخ بلاذری وغیرہ قریب دو لاکھ کے قرار دیتے ہیں' مقتولین کی تعداد بھی بلاذری نے تقریباً ستر ہزار بتائی ہے - بعض یورپین مورخ اسے مبالغہ کہتے تھے - لیکن اِس سریانی صفحہ نے عرب مورخین کی تصدیق کردی - اِس میں رومی مقتولین کی تعداد کا تخمینہ پچاس ہزار ہے جو عرب مورخین کے بیان کے قریب قریب ہے - ظاہر ہے مقتولین کی اِتنی بڑی تعداد اُسی فوج میں ہوسکتی ہے جو قریباً دو لاکھ سے کم نہ ہو۔

ہوتے یہی بدلی ایک عظیم الشان کالی گھٹا کی صورت میں تبدیل ہوگئی۔ وہ پورے آسمان پر چھائی تھی اور سورج کو زمین کے ایک حصہ سے چھپا دیا تھا۔ اب ہم دو مخالف اور متضاد قوتوں کے بیچ میں تھے۔ ایک طرف قوت جاذبہ تھی۔ یہ ہمیں مجبور کرتی تھی کہ ایک دوسرے سے ملیں اور باہم پیوست ہوں تاکہ بڑے بڑے قطرے وجود میں آئیں۔ دوسری طرف قوت دفع کرنے والی تھی اور اسکی کوشش یہ تھی کہ ہم باہم ایک دوسرے سے جدا رہیں اور منتشر ہو جائیں۔ لیکن یہ قوت آہستہ آہستہ کمزور ہوتی گئی اور پہلی قوت قوی ہوتی گئی۔ لہذا ہماری باہمی پیوستگی برابر بڑھتی رہی اور بڑے بڑے قطرے بنتے گئے۔

ہوتے ہوتے یہ قطرے اتنے بڑے اور وزنی ہوگئے کہ ہوا میں انکے اٹھانے کی قوت باقی نہ رہی۔ اب ایک عظیم انقلاب پیش آیا۔ قطرے مینہ کی صورت میں زمین پر آ کر گرے، اور میں جو بڑا نشیں تھا زمین بوس ہوگیا۔ یا تو ہوا کی گود میں اتنی بلندی پر اڑا اڑا پھر رہا تھا، یا اب گر کر دریائے زخار کا ایک نہایت ہی حقیر جزو ہو کر رہ گیا۔ اتنا حقیر کہ تم شاید تصور بھی نہیں کرسکتے۔ سوئی کی نوک پر پانی کی جتنی بڑی بوند ٹہر سکتی ہے، اس سے بھی نہیں زیادہ میں چھوٹا تھا۔ اس بوند میں میرے جیسے کروڑوں ذرے موجود ہوتے ہیں!

(سمندر میں واپسی)

سمندر میں پہنچکر ایک اور انقلاب میں نے دیکھا۔ فضا میں اگرچہ میں آزاد تھا تاہم ہوا کے قبضہ ہی میں تھا۔ ہوا مجھے اٹھائے اور پکڑے تھی۔ لیکن اب سمندر میں خود میں نے پگھلے ہوئے مواد گھیرنا اور پکڑنا شروع کردیے۔ یہ مواد مختلف قسم کے ہیں اور تمہارے علماء نے انکے الگ الگ نام رکھے ہیں۔

ان میں سب سے زیادہ مشہور کھانے کا نمک ہے۔ اس کا نام اصطلاح میں "کلورایڈ سوڈیم" یا "کلورایڈ سوڈیم" ہے۔ اسکے بعد "کلورایڈ مگنیشیم" پھر "سلفائڈ مگنیشیم" اور "کلشیم" اور "پوٹیشیم" اور "کاربن" اور "برومائڈ" اور "آیوڈائڈ" اور "فلورایڈ" وغیرہ ہیں۔ انہی مواد میں سونا چاندی بھی داخل ہیں۔ بہرحال سمندر کا پانی ایسے خالی نہیں ہے۔ ہم نے باوجود رقیق ذرے ہونے کے بہت سے مواد قید کرلئے، جس طرح ہوا نے گیس ہونے پر بھی ہمیں قید کر رکھا تھا۔ ہم نے صرف یہی نہیں کیا بلکہ خود ہوا سے بھی اپنی پرانی قید کا بدلہ لے لیا۔ مگر وہ بھی انتقام پر اتر آئی۔ اسنے غیظ و غضب سے ہم پر حملے کرنا اور موجوں کی شکل میں ہمیں اچھالنا شروع کیا۔ دوسری مصیبت یہ پیش آئی کہ بعض علاقوں میں سورج بھی ہم پر نہایت سختی سے اپنی گرم شعاعیں ڈالنے لگا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ہمارا وزن کم ہوگیا اور رفتار سست پڑگئی۔ اس دوران میں میری حالت ناقابل بیان تھی۔ کبھی میں ساحل پر آکر گرتا تھا، کبھی دھارے میں پڑکر خط استوا سے قطب تک چلا جاتا تھا، اور کبھی زمین کے چاروں طرف چکر کھاتا پھرتا تھا۔

ستم یہ ہوا کہ ہوا اور سورج دونوں مخالف ہوکر ہمیں نیچا دکھانے پر تل گئے۔ ایک مرتبہ میرے بہت سے بھائی بند آبی ذرے سطح سمندر پر غفلت میں پڑے تیر رہے تھے کہ ایکایک ہوا نے حملہ کردیا اور قید کرلینا چاہا۔ سورج بھی فوراً اسکی کمک پر مستعد ہوگیا اور اپنی شعاعوں کا لشکر اتار دیا۔ اب مقابلہ ناممکن تھا۔ یہ تمام ذرے قید ہوگئے۔ میری جو شامت آئی تو میں بھی تماشہ دیکھنے اوپر آگیا۔ ہوا اور سورج نے دیکھا تو مجھپر بھی ہاتھ صاف کیا اور قید کرکے اوپر لے چلے۔ میری نادانی دیکھو کہ میں اس قید پر بہت خوش ہوا۔ میں نے خیال کیا کہ سمندر میں رہنے سے ہوا میں رہنا کہیں اچھا ہے۔ چنانچہ بغیر کسی عذر کے روانہ ہوگیا۔ بہت اوپر لیجاکر ہوا نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں خوش و خرم لامتناہی فضا میں رقص کرنے اور دوڑنے لگا۔ اب مجھے کوئی غم نہ تھا۔ جب ذرا جی گھبراتا تو نیچے نظر کرکے خشکی اور تری کا تماشہ دیکھ لیا کرتا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ میری اس خوشی کی عمر بہت تھوڑی ہے۔

(برفانی دریا اور پہاڑ میں)

مدت دراز تک میں اسی حالت سے آسمان پر سیدھی دوڑتا رہا۔ کبھی تن تنہا پھرتا، کبھی بھاپ کے ابر کے ساتھ ہوا خوری کرتا۔ آخر یہ آزادی بھی رنگ لائی۔ ایک دن میں سیر و تفریح میں مصروف تھا کہ سخت سردی نے آ گھیرا۔ قریب تھا کہ اکڑ کر رہ جاؤں۔ میں بچا۔ مگر برف کے ایک ننھے سے قطرہ میں جو نہایت شفاف، نازک اور خوشنما تھا، میں جا بسا۔ یہ مثلث قطرہ دوسرے برفانی مثلثوں کے ساتھ سرد ہوا میں قائم تھا۔ نور کی شعاعیں ابر پر پڑیں اور مسدس ہو کر ہالہ کی شکل میں سورج اور چاند کے گرد نظر آئیں۔ اسکے بعد میرے برفانی مثلث نے آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا۔ یہانتک کہ مسدس شکل کی ایک برفانی چادر سی بن گئی۔ یہی حال دوسرے مثلثوں کا بھی ہوا۔ پھر سب باہم مل گئے، اور برف کا بھاری بادل بن کر فضا میں چل پڑے۔ چلتے چلتے ایک بہت ہی قدیم اور سربفلک پہاڑ ملا۔ میں نے یہ پہاڑ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس پر برف جمی پڑی تھی۔ ہمارا بادل اچانک اس کی چوٹی پر اتر پڑا۔ اب بھی نجات ممکن تھی، مگر غضب یہ ہوا کہ ہمارے بادل پر فوراً اور بہت سے برفانی بادل بھی آگرے۔ میں انکے نیچے بالکل دفن ہوگیا۔ یہاں کی سردی ناقابل بیان تھی۔ یا تو میں خط استوا کے سمندروں میں گرم سورج کے نیچے رہتا تھا، یا اب برف کی بے شمار تہوں کے نیچے دبا پڑا تھا!

لیکن خوش نصیبی سے میرے اوپر کی برف کو ترس آگیا۔ شاید خود اُسے بھی سردی لگی اور وہ آہستہ آہستہ پہاڑ سے نیچے کی طرف پھسلنے لگی۔ اب مجھے پھر اس مصیبت سے نکلنے کی امید بندھی۔ مگر ابھی قسمت میں آرام نہ تھا۔ اوپر سے اور برف برابر گر رہی تھی۔ قبل اسکے کہ میری برف پگھل کر بہتی ہو

مجمد نہر کا ایک منظر جو کوہ الپس کی چوٹیوں سے نشیب میں جاری ہے

میں ہم آغوش ہوگئے - اُنکا ملنا نہ تھا - ایک طلسم تھا - فوراً میرا وجود ظہور میں آگیا !

لیکن یہ نہ سمجھنا کہ اِن تینوں بزرگوں کو صرف ایک ہی فرزند نصیب ہوا - ایک اکیلا میں ہی پیدا نہیں ہوا تھا - میرے ساتھہ ٹھیک وقت میرے کروڑوں بھائی بہن بھی پیدا ہوگئے تھے - سب ٹھیک میری ہی طرح پیدا ہوئے اور بالکل میرا ہی سا قد و قامت پایا - میں کیا کہوں ہم سب کس دوزخ میں تھے ؟ ہماری جنم بھومی میں قیامت کی گرمی تھی - دم منھہ کو آتا تھا - گلا گھٹا جاتا تھا - ایک پر ایک گرا پڑتا تھا - آخر اِسکے سوا کوئی صورت نظر نہ آئی کہ کسی طرح باہر نکل کھڑے ہوں - چنانچہ ہم آہستہ آہستہ اوپر پہاڑ کی گردن تک پہنچے - یہاں جو ذرا دباؤ میں کمی ہوئی اور ہماری قوت بڑھی ' تو ہم سب نے ایک ساتھہ زور مارا اور اچانک باہر کود پڑے - ہمارا نکلنا کوئی معمولی سی بات نہ تھی - ایک ہولناک دھماکا تھا - پہاڑ کی پوری چوٹی اُڑکر ریزہ ریزہ ہوگئی - پھر ہم نے فوراً بھاپ کے ایک ستون کی شکل اختیار کرلی - یہ ستون بہت لمبا تھا - ہم سیدھے اوپر کی طرف اُٹھتے رہے - اب ہم اپنی سب سے پہلی قید سے آزاد ہوگئے تھے -

(فضا میں پرواز)

پہاڑ کی چوٹی توڑکر جب ہم باہر نکلے تو میں نے اپنے آپکو فضا میں اڑتا پایا - گرم ہوا مجھے بہت اونچی بلندیوں پر لے گئی - میں نہیں کہہ سکتا کتنی دور تک پہنچا - میرے پاس ناپنے کا کوئی آلہ نہ تھا - تاہم مجھے یقین ہے کہ زمین سے دس میل تو ضرور اوپر ہونگا - وہاں پہنچکر میں تھہر گیا - آکسیجن اور نائٹروجن کے عنصر جنسے ہوا مرکب ہے ' مجھے گھیرے تھے - میرے گرد کروڑوں آبی ذرے رقص کر رہے تھے - کسی کو قرار نہ تھا - حیرت انگیز سرعت سے اوپر نیچے ہوتے رہتے تھے - ساتھہ ہی سخت تصادم بھی جاری تھا - ہر لمحہ لاکھوں ذرے آپسمیں ٹکریں مارتے اور ہوا کے عناصر بھی انسے متصادم ہوتے - میں کہہ نہیں سکتا کس غرض سے یہ تمام رقص و تصادم جاری تھا ؟ بلکہ مجھے یہ بھی معلوم نہیں اُنکے وجود سے مقصود اصلی کیا تھا ؟ میں صرف اپنا مشاہدہ بیان کررہا ہوں - اسرار اور علل کا شناسا نہیں ہوں -

بہرحال ہواؤں نے ہمیں اپنی گود میں اٹھا لیا اور مشرق کی سمت لے چلیں - تم کہوگے مشرق کی طرف کیوں لے گئیں ؟ یہ اِس لئے کہ اُن بلندیوں پر ہوائیں ہمیشہ پچھم سے پورب ہی کی طرف چلتی ہیں - ہواؤں کی گود میں آرام سے بیٹھکر میں نے اپنے دوسرے ساتھیوں آبی اور خاکی ذروں کے ساتھہ پورے کرۂ زمین کا پہلی مرتبہ دورہ کیا -

یہ بڑے اچھے دن تھے - ہمارے لئے خوشی ہی خوشی تھی - ہوا نہایت لطیف تھی - ہم پانی کے ذرے پوری آزادی اور وسعت کے ساتھہ چلتے پھرتے تھے - یہ آزادی ہمارے لئے سب سے بڑی نعمت تھی - کیونکہ حرکت ہماری فطرت میں ہے - ہم ایک دم بھی ٹھہر نہیں سکتے - اُس وقت حرکت کی ہمیں پوری آزادی تھی - لیکن اِسکا نتیجہ یہ ضرور تھا کہ ہم میں ہر وقت سخت تصادم جاری رہتا تھا - ایک لمحہ میں لاکھوں مرتبہ باہم ٹکراتے تھے !

اُس زمانہ میں ہمارا مسکن بادلوں اور ہواؤں کے اوپر تھا - یہ تمام چیزیں نشیبی فضا میں رہتی ہیں اور ہم اُنسے بلندی پر تھے - ہم اپنے اوپر آسمان کو سیاہ دیکھتے اور آفتاب نیلا دکھائی دیتا - تارے ہمیں ٹھیک دوپہر کو بھی نظر آجاتے تھے - وہاں ہوا ازبس لطیف ہے - زمین سے دسواں حصہ بھی اُس میں کثافت نہیں - لیکن ہوا کی اِس لطافت نے آفتاب کی شعاعیں بہت تیز کردی تھیں - کیونکہ لطیف ہوا دھوپ بہت کم جذب کرتی ہے - یہی باعث ہے کہ وہاں سردی بھی بلا کی پڑتی ہے - سورج کی شعاعیں بہت تیز تھیں لیکن مجھپر انکا کوئی اثر نہیں پڑتا تھا - اُنکا اثر صرف اُنہیں جسموں پر پڑسکتا ہے جو بہت سے ذروں سے مرکب ہوا کرتے ہوں - مجھپر کیسے اثر پڑتا ؟ میں تو محض ایک ننھا سا ذرہ تھا -

(بادلوں میں داخلہ)

مدت دراز تک ہم اِسی حالت میں رہے - پھر ہوا کا وہ حصہ ٹھنڈا پڑگیا جہاں ہم تھے - میں فوراً اپنے لاکھوں بھائیوں کے ساتھہ خاک کے ایک ذرہ سے لپٹ گیا جو پاس ہی اُڑرہا تھا - اِسی حرکت کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں اب تک پانی کا ایک منجمد قطرہ بن گیا - لیکن یہ قطرہ نہایت ہی چھوٹا اور ہلکا تھا - یہی وجہ ہوئی کہ وہ ہوا میں برابر اُڑتا رہا - منجمد قطرہ کی طرح اور بھی کئی قطرے بن گئے تھے - یہ سب منجمد قطرے مل گئے اور اب ہم ایک نورانی بادل کی صورت میں آسمان پر چھاگئے - یہ قصہ اُس وقت کا ہے جب ہماری انسانی نسل کا کہیں پتہ بھی نہ تھا - بلکہ کوئی بھی سانس لینے والا حیوان زمین پر موجود نہ تھا - البتہ مچھلیاں موجود تھیں - اگر وہ اُس وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھاکر دیکھتیں تو اُنہیں اِس گنبد نیلگوں میں بادل کی ایک خوبصورت چادر ہلتی نظر آتی ! —

برف کے بلوری ٹکڑے جس طرح کہ خوردبین میں نظر آتے ہیں

اِس اثنا میں کبھی کبھی ہوا کی ہلکی موجیں ہم سے آکر ٹکراتی تھیں اور ہمیں ایک دوسرے سے جدا کردیتی تھیں - اس حالت میں ہمارا بادل غائب ہوجاتا تھا - کیونکہ ہوا کی مصادمت سے گرمی بڑھ جاتی تھی اور ہماری برفیلی فطرت بھاپ بنکر اوجھل ہوجاتے تھے - یہ عمل مدت تک جاری رہا - آخرکار ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ہم اتفاق سے نشیبی فضا میں سیر کررہے تھے - اچانک ہوا کی موجیں آکر ٹکرا گئیں - اِس وقت اُنکی رفتار بہت زیادہ تیز تھی - اِس سرعت کا لازمی نتیجہ حرارت کی زیادتی ہوئی - ہم نے غبار کا ایک ذرہ پکڑکر سہارا لینا چاہا - مگر اچانک سیال پانی کی ننھی بوند بنکر رہگئے - یہی حال میرے دوسرے بھائی بندوں کا بھی ہوا - سب پانی کی بوندیں بن گئے - پھر اِن سب بوندوں نے ملکر ایک چھوٹی سی بدلی کی شکل اختیار کرلی - یہ بدلی کی دوسری حالت تھی جو ہم پر طاری ہوئی -

ہماری یہ دوسری بدلی آہستہ آہستہ بھاری اور موٹی ہونے لگی - کیونکہ بے شمار آبی ذرے اُس میں آکر جمع ہونے لگے - ہوتے

تحقیقات کے بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ شاہی کے قیام میں بادہ تر اس وجہ سے تاخیر ہو رہی ہے کہ خود شاہ پسندوں میں پھوٹ پڑ گئی ہے - انکی دو پارٹیاں ہو گئی ہیں اور ایک دوسرے کو آگے بڑھنے سے روک رہی ہے -

عجیب بات یہ ہے کہ دونوں پارٹیوں کے لیڈر دو شاہی عورتیں ہیں - دونوں میں سخت عداوت ہے - ایک دوسری کو نیچا دکھانے پر تلی ہوئی ہے اور پس پردہ سخت جنگ ہو رہی ہے - مدتوں کے بعد اب جرمنی پھر عورتوں کی سازشوں کا آماجگاہ بن گیا ہے -

یہ دونوں لڑنے والی عورتیں کون ہیں ؟ ساس اور بہو! سابق قیصر ولیم کی نئی دلہن اور سابق ولی عہد کی بیگم - یہ ہیں وہ دو آتش مزاج اور اولوالعزم عورتیں جو پروشیا کے تخت کے لئے ذاتی جنگ کی طیاریاں کر رہی ہیں !

یہ ایک کھلا راز ہے کہ شاہزادی ہرمائن (سابق قیصر کی دوسری بیوی) اپنے بوڑھے شوہر کے دل و دماغ پر پوری طرح حاوی ہے - خود قیصر ولیم امریکا کے ایک مشہور اخبار میں ایک حد تک اس کا اعتراف کر چکے ہیں - قیصر نے اپنے مضمون میں اپنی دو محبتوں کی سرگزشت لکھی تھی - پہلی محبت کا تعلق متوفی ملکہ آسٹا سے ہے - اس کے بارے میں قیصر نے یہ جملہ لکھا تھا: "اسکی جدائی کا داغ میرے قلب سے کبھی مٹنے والا نہیں" لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ داغ مٹ گیا اور بدنصیب شہنشاہ کے آخر زندگی کی ایک نئی دلچسپی نے بہت ہی جلد خشک کر دیے - ایک دن یہ غمزدہ انسان اپنی ڈاک کا تھیلا دیکھ رہا تھا - اچانک ایک خط نظر آیا - یہ خط ایک بیوہ کے لڑکے نے لکھا تھا -

قیصر کہتا ہے "مجھے فوراً اپنے ایک مرحوم وفادار افسر کا خیال یاد آگیا اور اس مناسبت نے دلچسپی پیدا کر دی" چنانچہ خط و کتابت جاری ہو گئی اور قیصر کے دل میں محبت کی گدگدی پیدا ہونے لگی - شاہزادی ہرمائن کی شادی اسی اتفاقی خط و کتابت کا نتیجہ ہے - قیصر نے بڑی گرم جوشی سے اپنی نئی بیوی کا ذکر کیا ہے - ڈورن میں آنے جانے والے واقف ہیں کہ بوڑھا شہنشاہ کس طرح اپنی نئی دلہن کے قبضہ میں ہے - سابق ملکہ کے ساتھ وہ ایک سخت گیر شوہر تھا - مگر اب وہ پورے معنوں میں مطیع شوہر ہے -

یہ واقعہ ہے کہ جنگ میں ناکامی کے بعد قیصر کی طبیعت بالکل بجھ گئی تھی - وہ بقیہ زندگی گوشہ نشینی میں گزارنا چاہتا تھا - مگر شاہزادی ہرمائن نے آکر اس میں ایک نئی روح پھونک دی - یہ اسی کے اصرار کا نتیجہ تھا کہ قیصر نے کھوئے ہوئے تاج و تخت کا پھر خیال کیا اور برلن واپس جانے کی کوشش شروع کر دی -

جاننے والے جانتے ہیں کہ ہرمائن کیسی بلند حوصلہ اور مستقل مزاج عورت ہے ؟ وہ اپنے سر پر تاج دیکھنے کیلئے سخت بیچین ہے - افسوس ہے وہ پورے جرمنی کی ملکہ نہ بن سکے - لیکن پروشیا کے شاہی تخت پر بیٹھنے کا تو اسنے عزم مصمم کر لیا ہے - قیصر کی اس وقت بھی یہی ضد ہے کہ اسے سب لوگ "امپریس" (شہنشاہ ملکہ) لقب سے پکاریں -

میدان میں ایک طرف ہرمائن ہے اور پوری قوت سے لڑ رہی ہے - دوسری طرف شاہزادی سیسیلیا - سابق ولی عہد کی بیوی کھڑی ہے - یہ شاہزادی اپنے شوہر کی طرف سے بالکل نا امید ہو گئی ہے - اب اسکی امیدیں اپنے عزیز بیٹے سے وابستہ ہیں جسکی عمر اس وقت ۲۱ برس کی ہے - یہ اسی کو تخت شاہی پر بٹھانا چاہتی ہے - قیصر ولیم کا یہ پوتا نہایت خوبصورت، خوش اخلاق، ملنسار اور بہادر ہے - بڑا ہونہار اور ہر دلعزیز سمجھا جاتا ہے - اس کی شخصیت کے متعلق طرح طرح کے عقیدتمندانہ قصے تمام ملک میں پھیلے ہوئے ہیں -

ان دونوں شاہزادیوں میں جس تیز مقابلہ ہو رہا ہے - دونوں اس جنگ میں غیر معمولی ہمت و مہارت ظاہر کر رہی ہیں اور دونوں نے لاکھوں دلوں پر قبضہ کر لیا ہے - مگر ایسے آثار موجود ہیں جو ہرمائن کی کامیابی کا زیادہ یقین دلاتے ہیں - بلکہ اس وقت تک وہ کئی کامیابیاں حاصل بھی کر چکی ہے - چنانچہ اپنے اور اپنے شوہر کیلئے حکومت سے دو لاکھ پچاس ہزار ایکڑ زمین اور ایک لاکھ پونڈ نقد حاصل کر چکی ہے - روز بروز اسکا اقتدار بھی بڑھتا جاتا ہے - بظاہر اسکی کامیابی قریب ہے - معزول قیصر کی واپسی کے خلاف جو قانونی بندش کئی سال سے قائم تھی چند مہینے بعد ختم ہو جائیگی - خیال کیا جاتا ہے کہ اس وقت قیصر کو کوئی قوت بھی جرمنی میں داخل ہونے سے روک نہیں سکتی !

یہ عجیب بات ہے کہ اس لڑائی میں دونوں کے شوہر بڑی حد تک بے غرض ہیں - معزول قیصر کی زندگی ختم ہونے پر ہے - اس لئے اسے اپنی ذات کے لئے اب کچھ لینا نہیں ہے - صرف اپنی محبوب بیوی کی رضا جوئی پیش نظر ہے - اسی طرح سابق ولی عہد بھی تاج و تخت سے بیزار ہے - صرف اپنے بچے کی محبت اسے مجبور کر رہی ہے کہ اپنی بیوی کی کوششوں کا ساتھ دے -

---

پاؤں کی کیلیں

بعض آدمیوں کے پیروں میں کیلیں نکل آتی ہیں - یہ کیلیں کئی قسم سے مختلف ہوتی ہیں - دکھنا پڑتا ہے تو اس میں پاؤں کی کھال موٹی ہو جاتی ہے - کیل میں بھی کھال موٹی ہو جاتی ہے مگر ساتھ ہی گوشت میں اصلی کیل کی طرح ایک سخت سی کیل بھی پڑ جاتی ہے - وہ سخت تکلیف دیتی ہے - عام طور پر اسے کاٹ دیا جاتا ہے - عارضی آرام ہو جاتا ہے مگر وہ پھر بڑھ جاتی ہے اور پریشان کرتی ہے - بہت سے لوگ اسے دوا لگا کر داغ دیتے ہیں مگر زیادہ فائدہ نہیں ہوتا -

یہ کیلیں تنگ جوتا پہننے سے پیدا ہوتی ہیں - کبھی پاؤں کے تلوے میں ہوتی ہیں - کبھی انگلیوں کے اوپر اور کبھی ان کے درمیان پڑ جاتی ہیں - تنگ جوتے سے جس مقام پر زیادہ دباؤ پڑتا ہے وہاں التہابی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے - اگر جوتا اتارا نہ جائے تو کھال سخت ہو جاتی ہے لیکن اتارنے کے بعد یہ التہاب اکثر کیل کی شکل اختیار کر لیتا ہے -

یہ کیلیں تندرستی کے لئے نہایت مضر ہیں - سینہ اور حلق پر بہت برا اثر ڈالتی ہیں - یہی وجہ ہے کہ یورپ اور امریکا میں اس سے بچنے کے لئے عام طور پر کھلے جوتے پہنے جاتے ہیں - انگریز اس بارے میں سب سے زیادہ محتاط ہیں - حتی کہ کبھی کبھی ان کے جوتے اتنے کھلے ہوتے ہیں کہ برے معلوم ہوتے ہیں - انگریزوں کی احتیاط کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ لارڈ ولنگٹن سے پوچھا گیا سپاہی کو سب سے زیادہ کس چیز کی ضرورت ہے ؟ انہوں نے کہا: "تین چیزوں کی: کھلا جوتا - کھلا جوتا - کھلا جوتا"

بريد فرنگ

جمهورية اور شهيّة كي نئي كشمكش

تاج كيلئے دو جرمن عورتوں كي مصفي جنگ

الهلال كے مقاله نگار مقيم برلن كے قلم سے

(اصل انگريزي سے ترجمه كيا گيا)

چند دن هوئے برلن كي سڑكوں نے ايك هيبت ناك منظر ديكها - شاهراهوں پر إس طرح گولياں چلتيں اور لڑائيں كرتي تهيں جس طرح عام بغاوتوں كے زمانه ميں هوا كرتا هے - يه لڑائي جمهوريت پسندوں اور شاه پسندوں كے درميان تهي - پوليس بهي بے دهڑك فير كر رهي تهي اور علانيه جمهوريت پسندوں كے خلاف تهي - لڑائي كي اهميت كا اندازه إس سے كيا جاسكتا هے كه پريسيڈنٹ هيڈنبرگ كا حريف

سابق قيصر جرمني

مرتيالن بهي إس ميں شريك تها اور سخت زخمي هوا -

ليكن يه لڑائي كتني هي سخت هو' مجهے اُس كي تفصيلات پر بحث كرنے كي ضرورت نهيں - ريوٹر ايجنسي نے إس فرض سے سبكدوش كرديا هے - مجهے إس وقت اصلي معامله پر غور كرنا هے - يه لڑائي اور إس جيسي بهت سي لڑائياں جو جرمني ميں هوتي رهتي هيں' بجاے خود زياده اهميت نهيں ركهتيں - اصلي اهميت اُس سبب كو حاصل هے جو إن خانه جنگيوں كا موجب هے -

دنيا جانتي هے كه جرمني ميں اگرچه جمهوري حكومت قائم هوگئي هے مگر ملك كا عام رجحان شاهي كي طرف هے - جرمني آج بهي اُسي طرح تاج و تخت كي پرستش كرتا هے' جس طرح جنگ سے پهلے كرتا تها - معزول قيصر اس وقت بهي جرمن دلوں كا ويسا هي ديوتا هے جيسا اپنے عروج كے زمانه ميں تها - جرمني ميں جمهوري حكومت إس لئے قائم نهيں هوگئي هے كه باشندوں كي اكثريت اُسے چاهتي هے' بلكه إس وجه سے هے كه جرمني كے لئے انگلستان اور فرانس كو خوش ركهنا ضروري هے اور وه سابق قيصر اور خاندان هوهنزولرن كي حكومت پسند نهيں كرتے .

پهر دنيا يه بهي خوب جانتي هے كه اب إن دونوں طاقتور حريفوں كا رعب كم بلكه تقريبا زائل هوگيا هے - اب جرمن علي الاعلان اپنے شاه پسندانه ميلان كا إظهار كرتے اور جنگي سپهسالار اپنے آقا وليم كي وفاداري كے كهلے بندوں مقر هيں - خود جنرل هنڈنبرگ موجوده رئيس جمهوريت بهي اپنے إس رجحان كے لئے مشهور هوچكا هے - ايك مرتبه تو اُس نے صاف صاف اعلان كرديا تها كه " سابق قيصر كي وفاداري كي جو قسم ميں نے كهائي تهي' اُس سے ابتك آزاد نهيں هوا هوں " يهي باعث هے كه جب وه رئيس جمهوريت منتخب هوا تو عام طور پر دنيا نے خيال كيا كه يه قيصر كے واپس آنيكي تمهيد هے - يه خيال بے بنياد بهي نه تها - يه واقعه هے كه اِس بوڑهے جنرل نے سياسي زندگي كي بوجهل ذمهدارياں زياده تر اسي نيت سے قبول كيں كه اپنے پرانے آقا كے لئے زمين طيار كرے - برلن كے سياسي حلقوں ميں تو يهانتك كها جاتا هے كه هنڈنبرگ نے يه منصب خود قيصر كے اصرار و حكم سے قبول كيا هے - صرف هيڈنبرگ هي نهيں' جو جماعت إس وقت برسر حكومت هے' اُسكي اكثريت بهي سراسر شاه پسند هے .

ميں جس پهلو پر روشني ڈالنا چاهتا هوں' وه ابتك عام نظروں سے تاريكي ميں هے - باوجود شاه پرستي كے عام ميلان كے ابتك شاهي حكومت كا قيام كيوں وجود ميں نهيں آسكا ؟ يه سوال اكثر دلوں ميں پيدا هوتا هے مگر صاف جواب حاصل كئے بغير ره جاتا هے .

نئي برف سے آكر اُسے ٹهوس يخ بنا ديا - اب ميں سخت اور شفاف برف كي چٹان كا ايك جزو بن گيا تها - قدرت كے كرشمے ديكهو ! ايك وقت ميں بهاپ كا ذره تها' هر طرف اُڑتا پهرتا تها - اب ايك نهايت ٹهوس جسم كا جزو بن گيا - جب تك هوا ميں رها' آزادي سے حركت كرتا تها - سمندر ميں بهي زياده بندش نه تهي - ليكن برف ميں پڑكر مجهے صديوں ايك تنگ اور سرد قيدخانه ميں رهنا پڑا - نه وهاں روشني نظر آتي تهي' نه كسي طرف جنبش كرسكتا تها - اندهيرا گهپ - موت كي سي خاموشي - قبر سے بدتر قيدخانه !

(سمندر ميں واپسي)

صدياں گزرگئيں - ميں نا اميد هوچكا تها - سمجهتا تها كبهي رهائي نصيب نه هوگي - مگر يه بهي ميري غلطي تهي - جس برف ميں ميں مقيد تها وه برابر نيچے اُترتي جاتي تهي در اصل اُسنے ايك برفاني سيلاب كي شكل اختيار كرلي تهي - اُترتے اُترتے وه زمين كے كنارے پهنچ گئي - ميں بالكل غافل تها - اچانك اُسكا ايك بڑا ٹكڑا ٹوٹ كر سمندر ميں گر پڑا اور زور كا دهماكا هوا - ميں سمجها پهاڑ پهٹ پڑا هے - پهر خاموشي چهاگئي اور ميري نا اميدي لوٹ آئي - ليكن بالاخر ايك دن جبكه ميں غافل تها' برف كا وه ٹكڑا ايك چٹان سے ٹكراكر پاش پاش هوگيا' اور ميں قيد سے آزاد هوگيا - اف ميں پهر اُسي سمندر ميں پڑا تير رها هوں جس سے كسي زمانه ميں هوا قيد كركے آسمان پر لے اُڑي تهي - يه هے ميري سرگزشت كا ايك حصه - باقي حصے كسي دوسري فرصت ميں بيان كرونگا .

اُسنے مجھے دیکھتے ہی جوش کے ساتھہ کہا "میرا نام ایلن ہے" ایلن واقعی اپنے پورے معنوں میں منظر جمال ہے - قد درمیانی ' جسم سڈول ' نہ فربہ نہ لاغر ' ہاتھہ پاؤں تناسب و اعتدال کا نمونہ - اُسکا رنگ صاف بتا رہا تھا کہ یہودی نہیں ہے جیسا کہ مشہور ہوگیا ہے ۔

میرے خیال میں اُسکی سب سے زیادہ عجیب چیز اُسکی آنکھیں ہیں - سچ مچ کو سحر کار ' جادو بھری آنکھیں ' نہ چھوٹی نہ بڑی ' صاف اور سنہری ' دراز پلکوں کے نیچے ساکن ' لطیف ابروں کے سایہ میں مطمئن ' لیکن ہزاروں معانی و مطالب حسن سے لبریز !

اپنے خندۂ جانستاں سے بجلیاں گراتی ہوئی میرے استقبال کو بڑھی - رسمی سلام و کلام کے بعد ایک صوفے پر بیٹھہ گئی اور بعد کسی انتظار کے اپنی باریک ' تھنکتی ' مگر سنجیدہ آواز میں گفتگو شروع کردی :

"اب مجھے بے لاگ حقیقت کا اعلان کردینا چاہئے" اُسنے کہا "میں بہت دن خاموش رہی لیکن کب تک خاموشی کے ساتھہ دنیا کی تہمتیں برداشت کرتی رہوں ؟ میں نے سخت عذاب جھیلا ہے - آہ ! کیسا نا قابل تحمل عذاب ! عالمگیر انسانی تحقیر کا عذاب ! دشمنوں نے دنیا بھر میں مشہور کردیا ہے کہ میں ایک بد چلن اور آوارہ گرد عورت ہوں ! کیا میں بد چلن عورت ہوں ؟ یہ کیسی خوفناک تہمت ہے !"

اب اُسکے چہرہ پر ہلکی سی زردی چھا گئی :

"لوگوں نے سب ہی کچھہ کہا اور لکھا - وہ کونسا برا لفظ تھا جو میری نسبت نہیں لکھا گیا - کیا یہ سچ نہیں ہے ؟"

ایک لمحہ خاموشی کے بعد اُسنے پھر تقریر شروع کی :

"دشمنوں نے دنیا کو یقین دلانے کی پوری کوشش کی کہ مجھہ میں وہ تمام رذالتیں جمع ہیں جو کسی عورت میں ہوسکتی ہیں - میں ساحرہ ہوں - غارت گر ہوں - آوارہ ہوں - ہرجائی ہوں - پرنس کارل کو برباد کرنے والی ہوں - اُسکی بیوی بچے سے اُسے جدا کرنے والی ہوں - میں اُسے بھگا لائی ہوں - اُسکے خاندان میں پھوٹ ڈالنے والی ہوں - آہ ! غریب و ناتواں ایلن رومانیا کی جملہ مصائب کی تنہا ذمہ دار ہے ! جب میں اپنی انگلی یوں ہلاتی ہوں (اُسنے اپنی مخروطی انگلی اٹھاکر کہا) تو رومانیا کا قدیم شاندار تخت شاہی لرز جاتا ہے - اُلٹ کر پاش پاش ہوجاتا ہے !"

اُس نے ایک غم ناک قہقہہ مارا " بلا شبہ یہ عجیب ہے اگر مزاحک نہیں ہے " یہ کہکر وہ کرسی سے اُٹھہ کھڑی ہوگئی - پھر بیٹھہ گئی اور سنجیدگی سے کہنے لگی :

"میں تمہیں حقیقت بتاتی ہوں - تم نے سنا ہوگا میں گزشتہ سال میلانو میں تھی - تمام اخباروں نے لکھہ مارا کہ پرنس کارل میرے ساتھہ بھاگ آیا ہے - حالانکہ یہ قطعاً جھوٹ تھا - اصلیت صرف اتنی ہے کہ رومانیا میں سخت سیاسی مشکلات در پیش تھیں - مصائب نے پرنس کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا - اتفاقیہ میری اُس سے ملاقات ہوگئی - اُسے ایک سچے رفیق و مونس کی ضرورت تھی - اُس نے میری طرف دیکھا اور میں نے اُس کی رفاقت و ہمدردی کا فیصلہ کر لیا "

اُس نے پہلو بدلا اور کرسی اپنی انگلی سے کریدنے لگی :

"تم سمجھہ سکتی ہو" اُس نے رنجیدہ پیرایہ میں کہا "میں کیسی سخت مشکل میں پڑ گئی تھی ؟ صرف یہی ایک خیال مجھے تسلی دیسکتا تھا کہ سچی دوستی کے معنی ہیں نفس کی کامل قربانی ' اور میں اپنی قربانی کرکے فرض دوستی ادا کر رہی ہوں - بلا شبہ جب کبھی میں دشمنوں کی تہمتیں سنتی تو میرا دل پاش پاش ہوجاتا - لیکن پھر صبر و عزم سے کام لیتی اور سوچتی کہ یہ حالت زیادہ عرصہ تک باقی نہیں رہ سکتی - دراصل بدقسمتی کی یہ تمام شرارت اسلئے تھی کہ شاہزادہ کو ہمیشہ کے لئے ... کردیا جائے - اِس میں شک نہیں شرارت بہت دنوں تک کامیاب رہی - حتی کہ ایسا وقت بھی ہم پر گزر چکا ہے جب اِس دنیا میں ایک انسان بھی ہمارا ہمدرد نہ تھا "

"تم نے بروقت کیوں اِن تہمتوں کی اصلیت ظاہر نہیں کردی ؟" میں نے سوال کیا ۔

"میں متکبر تھی" اُس نے تیزی سے جواب دیا " ہاں میں متکبر تھی - میری خودداری کو سخت ٹھیس لگی تھی - میں دنیا کو مخاطب کرنا پسند نہیں کرتی تھی - میں اس دنیا سے جو سنگ دل انسانوں سے بھری ہوئی ہے نفرت کرتی ہوں - شاید میں ہمیشہ نفرت کرتی رہوں - میں کیوں دنیا کی کمینہ تہمت تراشیوں کے جواب میں اپنے آپ کو نمایاں کرتی ؟ تم خود دیکھتی ہو معاملہ بالکل صاف تھا - کسی صفائی کی ضرورت ہی نہ تھی - مجھے یقین ہے کہ میرا دامن بے داغ ہے - پھر میں اپنی صفائی کی کیوں کوشش کرتی ؟ جو آدمی اپنی صفائی کرتا ہے وہ گویا خود اپنے اوپر تہمت اوڑھہ لیتا ہے"

تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد وہ پھر بولی :

"اِس تمام قصہ کی بنیاد صرف اتفاق پر ہے - بالکل اتفاقیہ طور پر پرنس سے میری ملاقات ہوگئی - میں پرنس سے دوستی کا رشتہ جوڑنے پر مجبور ہوگئی کیونکہ اُس وقت اُسے دوستی کی ضرورت تھی - میں نے کوشش کی کہ ٹھیک وہ روش اختیار کروں جو ایسی حالت میں کسی مخلص دوست کی ہوسکتی ہے - کیا ایک دوست کیلئے اسکی ضرورت ہے کہ اپنی دوستی کیلئے اپنی برات ثابت کرے ؟"

"پھر اب کیوں تم نے رائے بدل دی ؟ کیا تمہارے اور پرنس کے درمیان کوئی نئی بات پیدا ہوگئی ہے یا عنقریب ہونے والی ہے ؟" میں نے سوال کیا -

اُسنے شانے ہلا کر بے صبری سے جواب دیا :

"ہمارے درمیان کوئی بات بھی واقع نہیں ہوئی اور نہ کبھی ہوسکتی ہے - کیونکہ ہمارا معاملہ ایسی محبت کا معاملہ نہیں ہے جو ہوا و ہوس کی محبت ہو اور جیسا کہ لوگ یقین کر رہے ہیں - ہمارا علاقہ نفس انسانی کے اُن پست درجوں سے نہیں بلکہ اوپر ہے - کہا جاتا ہے کہ دوستی ' حقیقی دوستی : سورج کے نیچے کمیاب ہے - اور مرد اور عورت کے درمیان تو اور زیادہ - لیکن میں یہ کہنے کی جرات کرتی ہوں کہ میں نے اس دنیا میں ایک انسان کے ساتھہ دوستی کی ہے - پرنس کو ایک دوست کی ضرورت تھی - میں اُسکی دوست بن گئی - اُسے ابتک دوست کی ضرورت ہے ' اِس لئے میں ابتک اُسکے ساتھہ ہوں - میں چونکہ اسکی دوست ہوں اسلئے اسکی تمام مصالح و فوائد کی بھی دوست ہوں ' اور ایک لمحہ کیلئے بھی گوارا نہیں کرسکتی کہ اسکی خوشحالیوں کی راہ میں روک ثابت ہوں "

مادام جوش سے تقریر کر رہی تھی - وہ مجھے یقین دلانا چاہتی تھی کہ پرنس اور اُسکی بیوی ہیلینا کے ملاپ اور مفاہمت کو وہ ناپسند نہیں کرتی -

حسن و عشق اور تاج و تخت

رومانیا کا تخت شاہی ایک فتنہ گر حسن کے رحم پر

(قیس کی داستان لیلی کی زبانی)

الہلال کے مقالہ نگار پیرس کے قلم سے

اس وقت دنیا کے کسی ملک میں بھی وہ عجیب صورت حال درپیش نہیں ہے جو ایک برس سے رومانیا کو ایک سخت داخلی اضطراب میں مبتلا کیے ہوئے ہے۔ ملک میں ہر وقت خانہ جنگی اور خونریزی برپا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ نہیں کہا جاسکتا حالات کی یہ نازک صورت حال کس حد تک پہنچکر رکیگی؟

یہ تمام اضطراب و اختلال کیوں ہے؟ صرف اسلیے کہ پرنس کارل سابق ولی عہد رومانیا پر کمانـدار عشق کا بے پناہ تیر چل گیا اور وہ ایک فتنہ گر حسن کی نگاہ برق پاش کا مقابلہ نہ کرسکا:

عشق ازین بسیار کردہ ست و کند

دوران جنگ میں جب جرمن فوجیں بخارسٹ (دارالحکومت رومانیا) پر قابض تھیں، تو یہ شاہزادہ اپنی فوج کے ایک افسر کی لڑکی پر فریفتہ ہوگیا اور اس سے اوڈیسا میں خفیہ شادی کرلی۔ لیکن جنگ کے بعد جب فوجیں رومانیا واپس آگئیں تو بادشاہ پر یہ رشتہ گراں گزرا اور اسنے علحدگی کا حکم دیدیا۔

ملکہ اور بھی زیادہ سخت تھی۔ مدت تک کشمکش جاری رہی۔ بالآخر شہزادہ کو مجبور ہوجانا پڑا اور اپنی بیوی کو طلاق دیدی۔ ایک شیر خوار بچہ اسکی گود میں تھا۔ طلاق کے بعد مع اپنے بچے کے رومانیا سے جلا وطن کردی گئی۔

اسکے بعد شاہزادہ کی شادی یونانی شاہزادی ہیلینا سے کردی گئی۔ اسوقت عام طور پر یقین کیا جاتا تھا کہ اب ولی عہد مطمئن ہوکر شاہی زندگی بسر کریگا اور یہ ناگوار حادثہ فراموش ہوجائیگا۔ لیکن واقعات اسکے برخلاف ثابت ہوئے۔ چند ہی دنوں بعد شاہزادہ کو اپنی نئی بیوی سے نفرت ہوگئی اور اس نفرت نے عشق و الفت کا ایک نیا محل تعمیر کرڈالا۔ دسمبر سنہ ۱۹۲۵ کی صبح کو اچانک معلوم ہوا کہ شاہزادہ بخارسٹ سے پوشیدہ نکل گیا ہے، اور میڈم لوپسکو نامی ایک عورت بھی اسکے ساتھ فرار ہوگئی ہے۔ شہزادہ کی ایک تحریر اسکی نشست کے کمرے سے ملی۔ اس میں لکھا تھا کہ میں اب ولی عہدی سے دست بردار ہو جاتا ہوں۔ جس ولی عہدی سے مجھے اپنی زندگی کی ابتدائی راحت بھی نہیں مل سکتی، بہتر ہے کہ اسے کسی دوسرے کیلئے چھوڑ دوں!

اس واقعہ نے تمام یورپ میں ہلچل مچادی۔ ۴- جنوری سنہ ۱۹۲۶- کو رومانی پارلیمنٹ کا جلسہ ہوا اور اسنے طے کیا کہ شہزادہ کا پانچ برس کا لڑکا جو پرنسس ہیلینا کے بطن سے ہے ولی عہد مقرر کیا جائے۔ ساتھ ہی اعلان کیا گیا کہ دس برس کیلئے پرنس کارل کا داخلہ رومانیا میں ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔

پرنس پر یہ کارروائی شاق گزری۔ اب وہ اپنے ملک میں واپس آنا اور اپنا حق واپس لینا چاہتا ہے۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہے کہ ملک دو گروہوں میں بٹ گیا ہے۔ حلقۂ حکومت پرنس کے خلاف ہے، مگر رعایا کی اکثریت اسکی حمایت پر تلی ہوئی ہے۔ پرنس کی مخالفت میں سب سے زیادہ سرگرم خود اسکی ماں ہے۔ اس ملکہ کی سختی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اسے "دل میں خنجر رکھنے والی ماں" کے لقب سے خود رومانی پکارنے لگے ہیں۔

ولی عہد کی موجودہ روش کی تمام ذمہ داری اسکی نئی محبوبہ میڈم لوپسکو کے سر ڈالدی گئی ہے۔ یورپ کے اخبارات اسکے خلاف مضامین شائع کر رہے ہیں۔ اور اسے "خوفناک ساحرہ" اور "قزاق" کا لقب دیا جا رہا ہے۔ وہ سال بھر تک تو خاموش رہی، لیکن اب پہلی مرتبہ زبان کھولی ہے۔ حال میں ایک انگریز اخبار نویس خاتون اس سے پیرس میں ملی تھی۔ اس خاتون نے اپنی ملاقات کی سرگذشت حسب ذیل بیان کی ہے:

"میں نے رومانیا کا تخت شاہی نہیں ہلایا۔ نہ پرنس کارل میری وجہ سے تخت شاہی سے دست بردار ہوا ہے جیسا کہ دنیا نے ہمارے دشمنوں کے کہنے سے یقین کر رکھا ہے۔ میں نہ تو ساحرہ ہوں۔ نہ قزاق ہوں۔ میں محض پرنس کی ایک مخلص دوست ہوں۔ میں پرنس کے فرائض کی راہ میں سد راہ نہیں بن سکتی"

ان الفاظ سے مڈم لوپسکو نے اپنی گفتگو شروع کی:

"میں نے پرنس کارل کو تخت شاہی سے علحدہ نہیں کیا" میڈم نے کہا "میں انہیں بادشاہ بننے سے ہرگز نہیں روکتی۔ میں تو محض انکے رنج میں شریک اور جلاوطنی کی رفیق ہوں۔ اس سے زیادہ میری کوئی حیثیت نہیں"

انگریز خاتون لکھتی ہے: مڈم لوپسکو پیرس کے مضافات میں مقیم ہے۔ مکان اچھا خاصہ دو منزلہ ہے۔ مکان کے گرد آہنی احاطہ ہے اور اسمیں مضبوط دروازے لگے ہیں۔ ہمیشہ خفیہ پولس کے دو آدمی نگرانی کرتے ہیں۔ پھاٹک کی کنجی ایک چوکیدار دربان کے پاس رہتی ہے۔ وہی کھولتا اور بند کرتا ہے۔

مکان کے اندر میں نے ہر چیز آراستہ اور گھریلو پائی۔ نیم ریشمی فرش بچھا تھا۔ جابجا نفیس کرسیاں رکھی تھیں۔ خوبصورت گلدستے قرینے سے میزوں پر چنے تھے۔ غرضکہ گھر کی مجموعی ہیئت صاف بتا رہی تھی کہ اس میں کوئی با سلیقہ عورت رہتی ہے۔

میرے لیے دروازہ کھلا۔ میں معترف ہوں کہ میڈم لوپسکو کو اچانک اپنے سامنے دیکھکر میں دم بخود ہو گئی۔ یہی وہ سرخ بالوں والی ساحرہ حسن ہے جسنے رومانیا کی پوری سلطنت اپنی جنبش ابرو کے ایک اشارے سے ہلا ڈالی! یہی وہ شہرۂ آفاق مگر پر اسرار عورت ہے جسے بہت کم آدمیوں نے دیکھا ہے مگر سب نے اسکے بارے میں خیال آفرینی کی ہے! اسی کی نسبت مشہور ہے کہ اسکی جانستاں اداؤں نے مستقبل کے ایک بادشاہ سے اسکا تاج و تخت چھڑوا دیا! میں تسلیم کرتی ہوں کہ میں نے اسکی جو تصویر اپنے ذہن میں کھینچ رکھی تھی، وہ اس سے بالکل مختلف نکلی۔

یہ ایک نہایت حسین عورت ہے۔ عمر بیس برس سے کچھ کم ہوگی۔ بال سرخ نہیں ہیں جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے۔ اسکے بالوں کا رنگ پکے گیہوں کا رنگ ہے جب دھوپ میں سورج کی زریں شعاعوں سے وہ چمک دار ہوجاتا ہے۔ چہرہ کے گرد گھنے، ریشمیں، سنہری، بالوں کا ہجوم ہے۔ بال نہایت شاندار ہیں نئے فیشن کے خلاف اپنی پوری درازی رکھتے ہیں۔ وہ عورت نہیں ہے۔ گلاب کا نازک، تازہ، شگفتہ، خنداں، اور دلفریب پھول ہے!

یونانی زبان کو حاصل تھا - اس عہد کی صنعت کتابت و تزئین کے آثار بھی محفوظ ہیں - یعنی ایسی کتابیں بھی محفوظ ہیں جو مطلا و مذہب یا مصور لکھی گئی تھیں ' اور کاغذ کی جگہ ہرن کی جھلی استعمال کی گئی تھی - مذہبی اعمال و رسوم کی بعض اشیاء بھی پائی جاتی ہیں جو اسپین کے آخری مسیحی فرمانروا والڈ کے استعمال میں آتی تھیں .

عمارت کا ایک دوسرا حصہ اندلس کے اسلامی عہد تمدن کی یادگاروں پر مشتمل ہے - اسمیں تقریباً دو ہزار مجلدات عربی کتابوں کی ہونگی - کچھہ ذخیرہ تصاویر و نقوش اور صنعتی اشیاء و نوادر کا بھی ہے .

(اسکوریال کی خاموش شہادت)

لیکن کیا اندلس کے آٹھہ سو برس کے اسلامی تمدن کا صرف اتنا ہی ذخیرہ دنیا کے حصہ میں آیا تھا جو اسکوریال میں محفوظ ہے ؟ اور کیا یہ ذخیرہ بھی اندلس کے دوسرے مسیحی دور کی علمی حفاظت کا نتیجہ ہے ؟

نہیں ' تاریخ ان دونوں سوالوں کا جواب نفی میں دیتی ہے .

دنیا کی تاریخ میں شاید ہی علم و تمدن کیلئے ایسے تاریک و المناک ایام آئے ہوں جیسے اسلامی حکومت کے زوال و اخراج کے بعد اندلس میں آئے - سنہ ۱۴۹۱ع میں جب غرناطہ کا آخری مسلمان فرمانروا ابو عبد اللہ اسلامی حکومتوں کی اعانت سے مایوس ہوکر مجبور ہوگیا کہ غرناطہ دشمن کے حوالہ کر دے ' تو اسوقت فرڈی ننڈ اور اہالی غرناطہ میں ایک معاہدہ ہوا تھا - اسمیں ۶۷ شرطیں تھیں جو آجتک صفحات تاریخ پر ثبت ہیں - ان شرطوں میں بعض شرائط اسلامی مدرسوں اور کتب خانوں کے بارے میں بھی تھیں - جس طرح فرڈی ننڈ نے مسلمانوں کی مذہبی آزادی اور شہری و مدنی حقوق کے احترام کا عہد کیا تھا ' اسی طرح اس بات کا بھی عہد کیا تھا کہ تمام اسلامی مدرسے قائم رکھے جائینگے ' اور اسلامی کتب خانے مسلمانوں کی ملکیت تسلیم کئے جائینگے - لیکن اس معاہدہ اور اسکی ۶۷ شرطوں کا نتیجہ کیا نکلا ؟ مشہور مورخ الوس اور رمپیو کے لفظوں میں یہ نکلا کہ " دنیا میں شاید ہی کسی انسانی گروہ نے انسانوں کے قتل ' آبادیوں کی ویرانی ' علم و مدنیۃ کی بربادی ' اور وحشت و بربریۃ کی اشاعت میں ایسی مجنونانہ بیتابی دکھلائی ہوگی جیسی کہ اسپین کے عام برادران مسیحیین نے دکھلائی - پچاس برس کے اندر نہ صرف مسلمانوں سے ' بلکہ علم و مدنیۃ کی تمام علامتوں اور نشانیوں سے پورا جزیرہ نمائے اندلس صاف کر دیا گیا " !

اسپین میں علوم و کتب کی موجودگی اسلامی حکومت کی سب سے بڑی خصوصیت تھی ' لیکن جب مسیحی حکومت کا علم لہرانے لگتا تو اسکا پہلا نتیجہ یہ نکلتا کہ مدرسوں کی عمارتیں منہدم ہوجاتیں اور کتابوں کے انبار آگ کے حوالے کردیے جاتے - کامل ڈیڑھہ سو برس تک (جو اندلس میں اسلامی حکومت کے زوال اور مسیحی اقتدار کے عروج کا زمانہ ہے) اسکا سلسلہ جاری رہا - جب کسی شہر سے عرب خارج کئے جاتے ' تو فاتح جماعت کا پہلا کام یہ ہوتا کہ ڈھونڈھ ڈھونڈھکر کتابیں جمع کی جاتیں اور آگ کے حوالے کردی جاتیں - آخری کتب خانہ جو جلایا گیا ' وہ غرناطہ کا شاہی کتب خانہ تھا جسکی حفاظت کا خصوصیت کے ساتھہ فرڈی ننڈ نے معاہدہ تسلیم میں عہد کیا تھا - مورخین یورپ نے اس کتب خانہ کی کتابوں کی تعداد اسی ہزار سے ایک لاکھہ تک بیان کی ہے - تاریخ نے جس انسان کو اتنے بڑے ذخیرۂ علم و مدنیۃ کے ضائع کردینے کی لازوال شہرت حاصل ہوئی ' وہ تاریخ اسپین کا مشہور کارڈنیل فرانسسکو زی مینس Conlinal Francisco Ximena ہے .

کارڈنیل مذکور کو اسپین کی تاریخ میں وہی درجہ حاصل ہے جو ایک دوسرے کارڈنیل ریشیلیو Richelieu کو فرانس کی تاریخ میں حاصل ہوا ہے - دونوں مذہبی حلقہ سے نکلکر حکومت و فرمانروائی کے حلقہ میں آئے ' اور ترقی کرتے کرتے نائب السلطنت کے عہدہ تک پہنچ گئے - یہی وجہ ہے کہ مورخین نے دونوں شخصیتوں کا مقابلہ کیا ہے اور انکے خصائص پر بحثیں کی ہیں - زمانہ حال کے بعض مورخوں نے زی مینس کو ریشیلیو پر ترجیح دی ہے ' کیونکہ یہ آخر الذکر کہیں زیادہ علم و فن کا شائق تھا - وہ کہتے ہیں کہ اسی کی کوشش سے اسپین کی پہلی یونیورسٹی وجود میں آئی جو الکالا Alcala میں قائم ہوئی تھی اور جسکی نسبت فرانسس اول نے کہا تھا " تمہارے زی مینس نے تنہا وہ کام کیا جو فرانس میں پندرہ بادشاہوں کی ایک پوری صف کرسکی ہے " اور پھر یہ اسی کی محنت و توجہ کا نتیجہ تھا کہ سنہ ۱۵۱۷ ء میں کتب مقدسہ کی مختلف زبانوں کا ایک مکمل ایڈیشن مع ضمیموں اور تشریحات کے چھہ جلدوں میں چھپکر شائع ہوا .

لیکن مذہبی تعصب و جنون کی یہ کیسی عجیب مثال ہے کہ سنہ ۱۴۹۹ میں یہی کارڈنیل جو یونیورسٹی کا موسس اور علوم و فنون کا قدرداں ہے ' ایک دوسرے مقدس آدمی فرڈیننڈ دی ٹالاویرا Ferdinand de Talavera کے ساتھہ ملکر یہ فتوی صادر کرتا ہے کہ غرناطہ کا شاہی کتب خانہ جلا دیا جائے ' کیونکہ خود اسی بانی دار العلوم کے لفظوں میں " اسکی کتابیں انجیل کی تعلیم سے مطابقت نہیں رکھتیں " !

مشہور مورخ کانڈی Conde لکھتا ہے :

" ان اسی ہزار کتابوں کے علمی مطالب کی قدر و قیمت بجائے خود رہی ' ان میں سے ہر کتاب کی جلد اس درجہ بیش قیمت اور عجیب و غریب صنعتوں سے بنی ہوئی تھی کہ لوگوں نے جلتے ہوئے ڈھیروں میں سے جلدوں کے بیش قیمت ٹکڑے نکال نکالکر سونے چاندی اور قیمتی پتھروں کی بڑی مقدار حاصل کرلی " !

یہ معاملہ یہیں تک پہنچکر ختم نہیں ہوگیا - شاہی کتب خانہ جلادینے کے بعد محکمہ تفتیش مقدس Inquisition کے اپنے عمال شہر میں پھیلا دیے جو مسلمانوں کے گھروں کی تلاشی لیں اور عربی کی جس قدر کتابیں ملیں ضبط کرلی جائیں - مشہور فرانسیسی مستشرق پروفیسر ڈوزی Dozy کی تاریخ مسلمانان اندلس Histoire des Musalmans d' Espagne کی شہادت کے مطابق یہ ذخیرہ بھی شاہی کتب خانہ کے ذخیرہ سے کسی طرح کم نہ تھا .

کتب خانۂ اسکندریہ کے جلائے کی کہانی میں بیان کیا گیا ہے کہ کتابیں چھہ مہینے تک شہر کے حماموں میں ایندھن کی جگہ جلتی رہی تھیں - افسانہ میں کتابیں چھہ ماہ تک جل سکتی ہیں - لیکن کسی واقعہ میں آگ کا عمل اتنا کمزور نہیں ہوسکتا کہ چھہ ماہ تک کتابوں کو مہلت زندگی دیدے - غرناطہ کا حادثہ افسانہ نہیں ہے ' واقعہ ہے - اس لئے جو کچھہ بیان کیا گیا ہے یہ ہے کہ " کامل سات دن تک کتابوں کے ڈھیر جلتے رہے تھے " !

ان حالات کے بعد ظاہر ہے کہ اندلس کے اسلامی تمدن کا کوئی علمی ذخیرہ ایسا باقی نہیں رہا تھا جو موجودہ دنیا تک پہنچ سکتا -

آثار عتیقہ

وہ اچانک کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی اور چھت کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے لگی - مجھے سخت حیرت ہوئی کیونکہ اب اسنے ایک دلربا نازنین کی جگہ اچانک ایک حکیم اور فلسفی کا لب و لہجہ اختیار کر لیا تھا :

" دوستی اُس چیز سے بہت بلند ہے جسے محبت کہتے ہیں - دوستی سراسر قربانی اور اعتماد ہے ' مگر محبت سراسر انانیت اور خود پرستی ہے - یہی سبب ہے کہ جب میں دیکھتی ہوں ایک ہمارے باہمی تعلق کو عشق و محبت کا تعلق بتاتے ہیں تو میرے جذبات سخت مجروح ہوجاتے ہیں - اگر ہم میں عشق ہوتا تو میں اتنی خوش نصیب اور مطمئن نہ ہوتی جتنی اِس وقت ہوں - محبت چند ہفتے ' چند مہینے ' شاید چند برس رہتی ہو - لیکن دوستی زندگی کا ایک ابدی معاہدہ ہے - جوں جوں وقت گذرتا ہے ' اسکا جوش افسردہ نہیں پڑتا بلکہ اور زیادہ بڑھتا جاتا ہے "

" اعلی خیال ہے " میں نے اسکی تصدیق کی " لیکن اب کیا ارادہ ہے ؟ آیندہ کا پروگرام کیا ہے ؟ "

مجھم لوپسکو کرسی سے اٹھ کر کھڑکی کے پاس گئی - ریشمیں پردہ ہٹا کر سورج پر نظر ڈالی - پھر لوٹ آئی :

" سچ یہ ہے میں نے ابتک کچھہ بھی غور نہیں کیا ہے " اُس نے بے پروائی سے جواب دیا " در اصل کوئی پروگرام نہیں ہے - قدرتی طور پر معاملہ کا دار و مدار ...... " وہ اچانک رک گئی " میں پیرس میں بہت خوش ہوں " بات ٹالنے کے لئے کہنے لگی " میری دلی تمنا ہے کہ لوگ مجھے تنہا چھوڑ دیں - بالکل بھول جائیں - میں خاموش زندگی بسر کرنا چاہتی ہوں "

یہ اُس نے سچ کہا - یہ عجیب عورت پیرس سے صرف پندرہ منٹ کے فاصلہ پر مقیم ہے - مگر تین تین ہفتہ تک شہر نہیں جاتی - واقعی وہ تنہائی پسند ہے -

" میں یہاں رہنا پسند کرتی ہوں " اُس نے کہا " کیونکہ یہاں ہر طرف خاموشی ہے - موسم بہار میں یہ درخت ہرے بھرے ہو جائینگے "

میں نے اِس افواہ کے متعلق سوال کیا کہ کیونکر عاشق و معشوق عنقریب سیاحی شروع کرنے والے ہیں - اُس نے جواب دیا :

" مجھے سیاحی کا شوق نہیں ہے - میرے خیال میں رومانیا دنیا کا سب سے زیادہ خوبصورت ملک ہے "

در حقیقت یہ نازنین حیرت انگیز جاذبیت اور کشش رکھتی ہے - کوئی شخص بھی اُس کے تاثیر جمال سے اپنی حفاظت نہیں کرسکتا - اُس کی شخصیت سادہ لیکن پورے معنوں میں موثر ہے - اِس ملاقات کے بعد مجھے کوئی تعجب نہیں اگر رومانیا کا تخت شاہی اِس عورت کے خوف سے تھر تھرا رہا ہے !

اندلس میں اسلامی تمدن کا آخری نقش قدم

(کنیسۂ اسکوریال کے عربی آثار)

اندلس (اسپین) کے موجودہ دار الحکومت میڈرڈ سے تقریباً تیس میل کے فاصلہ پر ایک عظیم الشان مسیحی خانقاہ " اسکوریال " کے نام سے موجود ہے جسے شاہ فلپ ثانی نے سنہ ۱۵۸۴ میں تعمیر کیا تھا - جہانتک عمارت کے طرز و قسم کا تعلق ہے ' وسعت و بزرگی کے سوا اسمیں کوئی خاص بات ایسی نہیں جو قابل ذکر ہو - اندلس کے آخری مسیحی عہد کی تمام عمارتوں کی طرح یہ عمارت بھی تعمیری فنون لطیفہ کی تمام خوبیوں سے خالی ہے - با ایں ہمہ اسکی دلکشی میں کلام نہیں - ہمیشہ دنیا کے سیاح اور محقق اسکی زیارت کیلئے آتے رہتے ہیں اور دنیا کی مشہور عمارتوں کے سلسلے میں اسکا نام بھی برابر لیا جاتا ہے -

یہ اسلئے ہے کہ اسی عمارت کے ایک حصہ میں اندلس کا شاہی کتب خانہ محفوظ ہے - اندلس کے قبل از اسلام اور بعد از اسلام عہد کے متعلق جو کچھہ بھی موجودہ دنیا کی وراثت میں آیا ہے ' وہ اسی خانقاہ کی سنگین دیواروں کے قبضہ میں ہے ' اور اسلئے علم و تاریخ کے سراغ رسانوں کیلئے یہ مقام بھی لندن کے برٹش میوزیم ' پیرس کے قومی کتب خانے ' قاہرہ کے دار الآثار اور برلن کے کتب خانۂ مشرقی سے کم قدر و قیمت نہیں رکھتا - بلکہ بعض حالتوں میں کہیں زیادہ قیمتی ہے -

(کتب خانے کے دو حصے)

اس کتب خانے میں تقریباً ۴۵ ہزار نسخے کتابوں کے محفوظ ہیں - پرانے سکوں ' تصویروں ' نقوش ' اور مختلف قسم کی تاریخی اشیاء و نوادر کی بھی ایک کافی مقدار جمع کی گئی ہے - ایک حصہ ان کتابوں اور تاریخی آثار کا ہے جو اندلس کے قبل از اسلام عہد سے تعلق رکھتے ہیں - دوسرا حصہ وہ ہے جسکا تعلق عہد اسلام کے آثار سے ہے - ان دونوں حصوں کی موجودگی بجائے خود تاریخ کی ایک نہایت عبرت انگیز داستان ہے !

پہلے حصہ میں قبل از اسلام عہد کے وہ تمام نوادر و آثار موجود ہیں جنکی اُس عہد کی تمدنی استعداد دیکھتے ہوئے توقع کی جا سکتی ہے - تورات و انجیل کا وہ نسخہ جو اسپین کے مسیحی حکمرانوں کی تلاوت کا خاص نسخہ تھا ' اپنی کامل و اصلی حالت میں موجود ہے - ایک سترے زیادہ لاطینی زبان کی مذہبی کتابیں بھی اُس عہد کی یادگار ہیں - ایک بڑی تعداد ان نوشتوں کی بھی ہے جو قدیم اندلسی زبان میں لکھے گئے تھے اور اندلس کے ملکی و سیاسی انقلابات انکے وجود پر کوئی مخالف اثر نہ ڈال سکے - ایک خاص مقدار مسیحی مذہبی کتب کی یونانی زبان میں بھی ہے ' اور اس سے اُس مذہبی و علمی اقتدار کا سراغ لگتا ہے جو ازمنۂ وسطی میں

گئی ہے اور شہر و محل کی کنجیاں فرڈی نینڈ اور ازابلا کے حوالے کر رہا ہے۔

(۳) ابو عبداللہ کی تلوار اور ڈھال۔

(۴) ابو عبداللہ کی ایک ریشمین اور زرتار قبا۔

(۵) قرآن رکھنے کی ایک طلائی رحل جو سلاطین موحدین کی خیال کی جاتی ہے۔

(۶) ایک قدیم تاریخی مرقع جس میں غرناطہ کے اسلامی دار القضاء کا منظر دکھایا گیا ہے اور جو قصر الحمراء کی ایک دیوار کے مرقع سے نقل لیا گیا ہے۔

(۷) "اے وی روس دی گریٹ" یعنی قاضی ابن رشد اعظم کی تصویر جو اُس سنگی بت کی نقل ہے جو اُس کے بعض یہودی شاگردوں نے طیار کیا تھا۔

(۸) اندلس کے عرب جنگ آزماؤں کا ایک منظر۔

(۹) غرناطہ کے محل شاہی کی طلائی کنجیاں جو عبد اللہ نے فرڈی نینڈ کے حوالے کی تھیں۔

(۱۰) الحمراء کے ایک سنگی بت کی نقل جسکی نسبت یقین کیا جاتا ہے کہ وہ اسلامی عہد وسطی کے ایک مسلمان فرمانروا کی شبیہ ہے۔

(پروفیسر اسیلیو کی منتخبات)

ہم پروفیسر ایم اسیلیو (M. Emilio) کے نہایت شکرگزار ہیں کہ انہوں نے الہلال میں شائع کرنے کیلئے کتب خانہ اسکوریال کے آثار و نوادر کے عکسی فوٹو اور ضروری تشریحات بھیج دی ہیں۔ پروفیسر موصوف اسپین کے مستشرقین میں اپنے ذوق علم اور مستعدی تصنیف کے لحاظ سے ممتاز درجہ رکھتے ہیں اور متعدد کتابیں عربی علوم و آثار پر مرتب کر چکے ہیں۔ ہم وقتاً فوقتاً انکی فراہم کردہ معلومات الہلال کے صفحات پر شائع کرتے رہینگے۔ آج اس سلسلہ میں اسکوریال کے چار آثار ہدیۂ ناظرین ہیں:

(۱) سب سے پہلا منظر اسلامی اندلس کی آخری نگاہ تودیع ہے۔ یہ غرناطہ کا آخری فرمانروا ابو عبداللہ ہے جو سنہ ۸۹۷ ہجری میں اندلس سے خارج کیا گیا۔ اسکے اخراج پر یورپ کے ہشت صد سالہ عربی حکومت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا۔ تمام مورخین عرب و فرنگ متفق ہیں کہ یہ نہایت کمزور دل و دماغ کا انسان تھا۔ اُسکا ارادہ پست، دماغ وہمی، اور طبیعت عیش پسند واقع ہوئی تھی۔ وہ اپنی نسل کا ویسا ہی کمزور انسان تھا جیسا نسل عباسی کا آخری فرمانروا المعتصم باللہ یا نسل تیموری کا آخری نام لیوا بہادر شاہ تھا۔ لیکن تاریخ ان شخصیتوں کو انکی شخصیتوں میں نہیں دیکھتی۔ انکے زوال میں ایک پورے عہد و نظام کا زوال اُسکے سامنے آجاتا ہے۔ ابو عبد اللہ اپنی ذات سے کتنا ہی برا ہو، لیکن وہ سر زمین یورپ میں اسلامی و عربی تمدن کا آخری نقش قدم تھا۔ اُسکے مٹنے سے صرف اُسکی شخصیت ہی نہیں مٹ گئی۔ بلکہ اسلام کا

غرناطہ کے قاضیوں کی مجلس

ہشت صد سالہ ذاتی تمدن و عظمت بھی مٹ گیا!

عمارت [illegible]

[illegible]

[illegible] خاندان بھی [illegible] کے آخری فرمانروا کی شبیہ بھی [illegible] اسی حال و خط کے پیچھے تاریخ عرب کی عظمت رفتہ کا ایک طول طویل سلسلہ دیکھا جاسکتا ہے۔ [illegible] اپنے اقبال رفتہ کا ایک مرقع [illegible] اور [illegible] ابو عبداللہ اور [illegible] مرحوم کے [illegible] نظر حسرت ڈال لینے اور [illegible] کیلئے ایک [illegible] شخصیتیں دراصل ہماری عظمت ماضی کے تین افسانے ہیں

وما كان قيس هلكه هلك واحد
ولكنه بنيان قوم تهدما!

(۲) دوسرا مرقع اسی منظر حسرت کا ایک دوسرا گوشہ ہے۔ یہ ابو عبداللہ کی ایک ریشمی اور زرتار قبا ہے جو اس وقت تک اپنی اصلی حالت و شکل میں محفوظ ہے۔ اس سے نہ صرف اُس عہد کے وضع و قطع لباس کا ایک شاہی نمونہ معرض علم میں آجاتا ہے، بلکہ اسلامی اندلس کی مختلف صناعیوں کا بھی پورا سراغ لگتا ہے۔ [illegible] کی بناوٹ [illegible] کے مشجر اور گل بوٹے جن سے اسکا حاشیہ اور متن مزین ہے اس درجہ قیمتی اور صنعت نمایانہ ہیں کہ بعض اہل نظر نے صرف اس قبا سے مستنبط صنائع پر ایک پوری تحریر لکھی ہے۔

(۳) تیسرا منظر ایک مرقع ہے جسمیں غرناطہ کے قاضیوں کی ایک مجلس دکھائی گئی ہے۔ مرقع کے نیچے جو عبارت درج ہے اُس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مرقع مشہور قصر "الحمراء" کی ایک دیوار پر منقش تھا۔ سولہویں صدی کے وسط میں ایک مصور نے اُس سے یہ نقل طیار کی۔ اس مرقع کی ہر تصویر فن مصوری کے لحاظ سے اس درجہ صحیح اور باقاعدہ ہے کہ موجودہ زمانہ بھی بمشکل کوئی نقص نکال سکتا ہے۔ الحمراء کی دوسری تصویروں کی طرح یہ مرقع بھی اندلس کے عربی عہد کی اُن ترقیات پر گواہ ہے جو فن مصوری کی اعلیٰ اقسام میں اُسے حاصل تھیں۔ تاریخی قدر و قیمت کا پہلو یہ ہے کہ اُس عہد کے شرفاء و علماء کی وضع قطع اور طریق لباس و نشست کا ایسا واضح منظر سامنے آجاتا ہے جسکا کسی دوسرے ذریعہ سے علم ممکن نہیں۔

(۴) چوتھا منظر عربی فوج کی ایک جماعت کا منظر ہے جسکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ قرون وسطیٰ میں کسی صناع نے طیار کیا تھا اور اُن عرب سپاہیوں کا ایک سائیڈ [illegible] چاہتا تھا جنہوں نے فرانس پر فوج کشی کی تھی۔ اس سے عربی فوج کی وضع و قطع اور آلات و اسلحہ پر نہایت قیمتی روشنی پڑتی ہے۔

عربی فوج کا ایک منظر جسنے فرانس پر حملہ کیا تھا

مقالات

اسلام اور نیشنلزم

بہ بہمتی سزد گرشم ساندہ مراساقی
ہفتاد بادہ دوشنہ ام ہیشا ہو دادا

یہ عجیب بات ہو کہ ہندوستان میں جو زمانہ سب سے زیادہ باہر کے اسلامی معاملات کے انہماک کا زمانہ تھا۔ یعنی حرکت خلافت کا زمانہ، اُسوقت کسی شخص کو بھی یہ خیال نہیں گزرا کہ باہر کے اسلامی معاملات میں اس قدر دلچسپی لینا ہندوستانی قومیت کے نقطۂ خیال سے کہاں تک مضبوط ہو سکتا ہو؟ یا یہ کہ نام نہاد پان اسلامیزم اور ہندوستانی نیشنلزم دو متضاد جذبے ہیں جو بیک وقت جمع نہیں ہو سکتے۔ بلاشبہ اُسوقت بھی ایک گروہ حرکت خلافت کا مخالف تھا، لیکن اُس میں ہندو مسلمان دونوں تھے، اور اُس کی مخالفت بھی اس بنا پر نہ تھی کہ یہ معاملہ ہندوستان کے جغرافیائی حدود سے باہر کا ہو، بلکہ اس لئے تھی کہ وہ اس قدر دور تک جانا پسند نہیں کرتا تھا جس قدر دور یہ حرکت جانا چاہتی تھی۔ مطالبات خلافت پر موقوف نہیں، خود ہندوستان کے سیاسی مطالب کے لئے بھی وہ اس طرز عمل سے متفق نہ تھا۔

لیکن جونہی سنہ ۱۹۲۲ء میں حرکت کی سرگرمیاں رُکیں اور لوگوں کے ہاتھ پاؤں بیکار ہوئے فوراً طرح طرح کی بحثیں اور کاوشیں شروع ہو گئیں۔ اب ہر شخص سوچنے لگا کہ ہندوستان کے جغرافیائی حدود سے باہر کے معاملات میں اس قدر دلچسپی لینا کہاں تک قومیت و وطنیت کے جذبات کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے؟ اتنا ہی نہیں بلکہ مسئلہ نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور مسلمانوں سے گزر کر اسلام کی تعلیم تک پہنچ گیا۔ اب سیکڑوں دماغ و قلم ہیں جنھیں اس سوال کی بحث و کاوش سے فرصت نہیں ملتی کہ اسلام کی دینی تعلیم کی روح قومیت کے موافق ہو یا مخالف؟

یہ حالت بظاہر کتنی ہی عجیب معلوم ہوتی ہو مگر فی الحقیقت عجیب نہیں ہو۔ علم الاجتماع کے مطالعہ کرنے والے ایسے ہی احوال و تغیرات میں جماعت کے ذہنی قوانین کی جستجو کیا کرتے ہیں۔ جب آدمی بیکار ہوتا ہو تو ضرورت سے زیادہ سوچنے لگتا ہو۔ مشغول آدمی کو زیادہ خیال آرائیوں کی مہلت ہی نہیں ملتی۔ یہی حال جماعتوں اور قوموں کا بھی ہو۔ جس وقت تک وہ عملی زندگی میں مشغول رہتی ہیں، ذہن و فکر کو ضرورت سے زیادہ دقیقہ سنجیوں کی مہلت ہی نہیں ملتی۔ لیکن جونہی ہاتھ پاؤں بیکار ہو جاتے ہیں، ذہن و خیال ابھر آتا ہو اور اپنی کارستانیاں شروع کر دیتا ہو۔ پہلے ارادہ کی ساری قوت عمل میں مشغول تھی۔ اب عمل کی جگہ تخیل کے لئے وقف ہو جاتی ہو۔ پہلے کسی کو ذہنی بلند پروازیوں کی فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔ اب جس کسی کو دیکھو غیر ضروری بحثوں، بے محل کاوشوں، فرضی صور توں، تخمینی سوالوں، بے قید تخیلات، اور مطلق العنان اوہام و ظنون سے سرگراں ہو جاتا ہو!

ذہن و عمل کے قوا کا یہی عدم توازن ہو جس سے جماعتوں کی زندگی میں عملی اضمحلال کی افسردگی اور تعطل کی بنیاد پڑتی ہو، اور بعض اوقات یہ علت یہاں تک بڑھ جاتی ہو کہ عمل کی استعداد بالکل مفقود ہو جاتی ہو۔ یا اس درجہ کمزور پڑ جاتی ہو کہ کوئی نمایاں اور عظیم قدم نہیں اُٹھایا جا سکتا۔

ہر قوم کی تاریخ میں اس حالت کی مثالیں ڈھونڈھی جا سکتی ہیں۔ قومی عروج کے زمانے پر نظر ڈالو گے تو وہ سرتا پا عمل نظر آئے گا، لیکن تنزل کا عہد دیکھو گے تو عمل کی جگہ تخیل کی فرمانروائی ہوگی۔ پہلی حالت میں تخیل محدود مگر قدم بے روک ہوتا ہو۔ دوسری حالت میں قدم رک جاتا ہو مگر خیال آسمان پیمائیاں شروع کر دیتا ہو۔ عربوں نے جب روم اور ایران کے تخت الٹ دئے تھے تو ان کی سادگی فکر کا یہ حال تھا کہ قضا و قدر کے مسئلہ میں وہم و گمان کا دخل بھی جائز نہیں رکھتے تھے۔ لیکن جب قضاء و قدر اور جبر و اختیار کی گتھی سلجھانے کے لئے انھیں بے پایاں سے زیادہ مذہب گھڑ لئے، تو وحشی تاتاریوں کے ہاتھوں ان قوم سے ان کے تمام ولولے پامال ہو رہے تھے!

آج بھی یورپ کی قوموں میں اس کی مثالیں صاف نظر آ رہی ہیں۔ اینگلو سکسن نسل کے مقابلے میں فرانسیسی قوم زیادہ ذہنی اور تخیل پسند ہو، اور اس لئے کسی طرح بھی اپنا مقابلہ نہ کر سکنے پر قادر نہیں ہو۔

[illegible] ۱۹۲۲ء میں معاملات کی [illegible] [illegible] ہو رہی تھی، حالانکہ [illegible] نے مسئلہ خلافت [illegible] اس کی سادہ [illegible] غالباً اس سے زیادہ سوچنے کی ضرورت [illegible] اگر ہندوستان کے [illegible] سے [illegible]

کہ اُس کی موجودہ منزل حیات میں اس سے زیادہ کاوش کی ضرورت بھی نہ تھی۔ وہ نہایت تیزی کے ساتھ اُٹھے، اور قبل اس کے کہ ذہن و خیال کو چون و چرا کی مہلت ملے، کام شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ چند مہینوں کے اندر ایک عام حرکت ظہور میں آ گئی۔ مطالبۂ خلافت ہندو مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ بن گیا تھا۔ سیکڑوں ہزاروں ہندوؤں نے اسمیں ویسی ہی گہری اور بے ریا دلچسپی ظاہر کی جیسی خود مسلمان ظاہر کر رہے تھے، بلکہ کہا جا سکتا ہو کہ بعض حالتوں میں خود مسلمانوں سے بھی آگے قدم پیش پیش تھے۔

لیکن جب عملی مشغولیت کا دَور ختم ہو گیا تو رد عمل کا عمل در آمد شروع ہو گیا۔ وہی چیز جو چند دن پہلے ملک کا سب سے زیادہ مقبول عمل تھی، اب ایک مشتبہ اور بحث طلب چیز بن گئی، اور فکر و خیال نے طرح طرح کی کاوشیں شروع کر دیں۔ جس وقت ہزاروں کی تعداد میں لوگ قیدخانے جا رہے تھے تاکہ ترکی کے ساتھ انصاف کیا جائے، اُسوقت کسی کو بھی یہ بات نہ سوجھی کہ اس مطالبہ کا اس درجہ انہماک ہندوستانی قومیت کے ساتھ میل کھاتا ہو یا نہیں؟ لیکن اب ہر شخص اسی خیال سے متفکر ہو، اور کوئی قلم و زبان نہیں جس پر یہ سوال طاری نہ ہو!

ایک طرف تو یہ لوگ ہیں جو نکتہ چینی کے رنگ میں اس مسئلہ پر بحث کر رہے ہیں، دوسری طرف مسلمان اہل قلم ہیں، اور چونکہ خود انکے سامنے بھی کوئی صاف اور واضح حقیقت نہیں ہو، اس لئے کچھ عجب طرح کے افراط و تفریط میں مبتلا ہیں۔ کچھ لوگ وہ ہیں جنھوں نے الہلال کے پچھلے صفحات پر اس قسم کی بحثیں دیکھی تھیں کہ اسلام کی وسعت نظر وطنیت کی تنگ نظری کی متحمل نہیں، چونکہ بات کے محل اور موقعہ پر ان کی نظر نہیں ہو، اس لئے وہ اس کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام "نیشنلزم" کا مخالف ہو اور کسی مسلمان کو "نیشنلسٹ" نہیں ہونا چاہئے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو مسلمانان ہند کی سیاسی بے حسی سے سخت نالاں ہیں۔ وہ جب دیکھتے ہیں کہ باہر کے اسلامی مسائل کے لئے اُن میں جس قدر دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے اُس قدر خود اپنے ملک کے لئے نہیں ہوتی تو وہ خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی وسعت تعلق و احساس ہی اس صورت حال کے لئے ذمہ دار ہو، اس لئے وہ کہتے ہیں کہ اب اسے خیرباد کہہ دینا چاہئے۔ حالانکہ نہ تو اسلام کی وسعت نظر کے یہ معنی ہیں کہ وہ قومیت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ نہ قومیت کے لئے اس بات کی ضرورت ہو کہ خواہ مخواہ اسلامی اخوّت کا دائرہ تنگ کیا جائے۔ یہ دونوں صورتیں افراط و تفریط میں داخل ہیں، اور ہر معاملہ کی طرح یہاں بھی حقیقت اطراف میں نہیں بلکہ وسط میں ڈھونڈھنی چاہئے۔

وہ "وسط" کیا ہو؟

اس تحریر سے مقصود اُسی کی جستجو و تحقیق ہو۔ چونکہ مسئلہ کے اطراف وسیع ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ انھیں چند حصوں میں منقسم کر دیا جائے۔ آج پہلا حصہ ہدیۂ قارئین ہو۔

۱

حیاۃ اجتماعیہ اور اس کا سلسلۂ ارتقاء

"قومیت" کیا ہو؟ انسان کی اجتماعی زندگی کے احساس و اعتقاد کی ایک خاص حالت کا نام ہو۔ یہ انسانوں کے کسی ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے ممتاز کرتی ہو اور اس کے ذریعہ اُس کی ایک بڑی جمعیت باہم مربوط ہو کر زندگی بسر کرتی اور اجتماعی زندگی کے کشاکش سے عہدہ برا ہوتی ہو۔ اس سے قبل اس کے کہ اس بارے میں اسلام کی تعلیم و دعوت پر نظر ڈالی جائے خود انسان کی حالت پر نظر ڈالنی چاہئے کہ اس کے اجتماعی رشتوں اور رشتوں کے احساس و اعتقاد کا کیا حال ہو؟

جس طرح کائنات ہستی کی ہر شئے پر قانون نشو و ارتقاء جاری ہو۔ یعنے ہر چیز ابتدائی حالت سے انتہائی منتہا تک، طفولیت سے رُشد و بلوغ تک، تنگی سے وسعت تک، پستی سے بلندی تک، اور نقص سے کمال تک بہ تدریج ترقی کرتی ہو، اور اس رفتار ترقی میں اُسے مختلف درجوں اور منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے، اُسی طرح انسان کا احساس اجتماع بھی تدریجی ترقی کا ایک لگاتار ارتقائی سلسلہ ہے۔ وہ ایک نہایت محدود اور تنگ دائرے سے شروع ہوتا ہو لیکن بہ تدریج بڑھتا اور پھیلتا ہو

عالم شرق و اسلام

شام کی حرکت استقلال

فرانسیسی مظالم کے چند خونیں مناظر

الہلال کے مقالہ نگار مقیم بیروت کے قلم سے

شام کی حرکت استقلال پر کامل بیس مہینے گذر چکے - ان بیس مہینوں کے اندر انکے فرزندوں کا خون جس بے دردی کے ساتھ بہایا گیا ... اور خود انہوں نے بھی جس بے پروائی کے ساتھ اپنا خون بہا دیا ہے، وہ ایک ایسی سرگزشت ہے جو ظلم و مظلومی ... و استبداد کی تاریخ میں ایک بڑے ہی درد انگیز داستان کا اضافہ کرتی ہے !

میں آج آپ کو چند تصاویر بھیجتا ہوں - فرانسیسی حکومت نے معلمہ تاک اور تار پر جیسا جابرانہ احتساب قائم رکھا ہے، اسے دیکھتے ہوئے امید نہیں کہ یہ بسلامت پہنچ سکیں - لیکن اگر پہنچ گئیں تو کم از کم ایک لمحہ کے لئے آپ ان قتیلان حریت و استقلال کی یاد سے اپنا دل و دماغ غمگین کر سکینگے جنہیں بیسویں صدی کے سورج کی روشنی میں یورپ کی سب سے بڑی متمدن قوم نے علانیہ قتل کیا ہے، اور صرف اسلیے قتل کیا ہے کہ اپنے وطن عزیز کی غلامیوں پر دل دردمند اور زبان ماتم سرا رکھتے تھے !

فرانس، " انقلاب فرانس " کے مبادی حریت و استقلال کا فرانس، بے شمار انسانوں کا علانیہ قتل جائز رکھتا ہے - اسلیے کہ وہ اپنے وطن کیلیے حق اور استقلال کا لفظ بولنے کی جرأت کرتے ہیں !

ان تصویروں میں پہلا منظر دو شہیدان وطن کی نعشوں کا ہے جنہیں دمشق کے میدان مرجہ (ساحة المرجة) میں پھانسی دی گئی تھی اور پھانسی کے بعد انکی نعشیں چھوڑ دی گئی تھیں تاکہ دو دن تک لٹکتی رہیں، اور تمام باشندگان دمشق اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ جرم وطن پرستی کی سزا اس دنیا میں کیا ہے ؟ ان میں پہلی نعش جسکے سر پر طربوش ہے شیخ احمد خیاط کی ہے - یہ مشہور شامی زعیم حرکۃ سعید عکاش کا عزیز تھا - دوسری نعش جسکے سر پر عمامہ ہے شیخ عبد العزیز سلطنی کی ہے - یہ اطراف دمشق کے ایک بدوی قبیلہ کے شیخ تھے۔

ان دونوں شہیدان وطن کا جرم کیا تھا ؟ یہ تھا کہ ۱۹ اکتوبر سنہ ۲۶ کو دروازہ دمشق کے سامنے بدوی قبائل کی ایک جانفروش چھاپہ مار ... فرانسیسی فوج کو سخت ہزیمت دی تھی، اور اس ہزیمت کی ذلت مٹانے کیلئے اس مہذب قوم کو ضرورت تھی کہ چند بے گناہ انسانوں کا خون بہاکر اپنے دل انتقام پرست کو تسکین دے - چنانچہ بہت سے آدمی گرفتار کئے گئے اور انمیں سے شیخ خیاط اور شیخ سلامی کو فوراً پھانسی پر چڑھا دیا گیا - ان کا جرم یہ قرار دیا گیا کہ یہ شیخ سعید عکاش کے دوستوں میں سے ہیں جسکا گروہ دمشق سے باہر فرانسیسی فوجوں کو پے در پے شکستیں دیرہا ہے - جب انسے دریافت کیا گیا کہ کیا وہ عکاش کے دوستوں میں نہیں ہیں ؟ تو ان دونوں سرفروشان حق نے بے تامل جواب دیا " شام کا کون ایسا بے عزت انسان ہوسکتا ہے جو عکاش جیسے بہادر اور جانفروش وطن کی دوستی سے انکار کرے ؟ "

دوسرے موقع میں بھی ایک نعش سولی پر لٹک رہی ہے۔ یہ بھی ایک وطن پرست غیور کی ہے جسے " باغیوں " میں شمار کیا گیا - اسکا نام احمد دباح تھا اور یہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے فرانسیسی فوج کی خدمت و اعانت سے انکار کردیا تھا - اگر آپ تصویر کو غور سے دیکھینگے، تو نعش کے سینے پر کچھ حروف لکھے نظر آئینگے - دراصل یہ ایک کاغذ ہے جو پھانسی دیدینے کے بعد ہر نعش کے سینے پر چسپاں کر دیا جاتا ہے اور اسپر " مجرم " کے جرم کی نوعیت اور مقدار لکھدی جاتی ہے - جب تک نعش لٹکتی رہتی ہے یہ کاغذ بھی چسپاں رہتا ہے تاکہ جب کبھی کسی شخص کی نظر پڑجائے تو وہ اسکا جرم و گناہ معلوم کرلے - کونسا جرم ؟ کونسا گناہ ؟ حقوق وطن کی حفاظت کا جرم ! اور حقوق ملت کے احترام کا گناہ ! اس سے بڑھکر آج یورپ کی عدالت میں کوئی اور بڑا جرم نہیں ہے :

فمن شاء فلينظر الى فمنظري
نذير الى من ظن ان الهوى سهل

اکتوبر سنہ ۲۵ سے لیکر اسوقت تک جتنے آدمیوں کو پھانسی کے ذریعہ قتل کی سزا دی گئی ہے، انکی تعداد سینکڑوں سے کسی طرح کم نہوگی - صرف دمشق کے میدان مرجہ میں سینکڑوں سے زیادہ آدمی سولی کے تختے پر کھڑے ہوچکے ہیں - انمیں سے چند سولیوں کی تصویر لینے کا ایک مقامی عکاس کو موقعہ ملگیا تھا - بعض ذرائع سے انکی نقلیں مجھ تک پہنچ گئیں - اگر آپکے ذریعہ یہ مناظر شائع ہوگئے تو ممکن ہے برادران ہند کی آنکھیں چند قطرات اشک بہانے میں بخل نہ کریں - ان جانبازان عشق وطن کیلئے آنسوؤں کے یہ چند قطرے بھی بہت قیمتی ہونگے - کیونکہ انکی قربانیاں ابھی تک دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہیں، اور ابھی مؤرخ کے حسن ... کا ایک مدت تک انتظار کرنا ہے !

ومکان کی وحدت نمایاں ہوئی اور اس نقطۂ وحدت نے نسلی دائرہ سے زیادہ وسیع و عام دائرہ اپنے گرد کھینچ لیا۔ یہ دائرہ مختلف قبیلوں اور نسلوں کو باہم دگر مربوط و متحد کر دیتا ہے۔

"وطنیۃ" کے بعد جذبۂ اجتماع کے لئے "جنسیت" کی منزل نمایاں ہوتی ہے۔ اس سے مقصود انسانی علاقہ کا ایک ایسا وسیع دائرہ ہے جو تمام پچھلے دائروں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے، اور ان سب بالاتر رشتۂ اشتراک پیدا کرتا ہے۔ ضروری نہیں کہ یہ رشتہ کسی خاص اصل پر مبنی ہو۔ کہیں وطنیت نے ایک زیادہ وسیع صورت اختیار کر لی ہے اور دوسری وطنیتوں کو بھی اپنے اندر جذب کر لیتی ہے۔ کہیں ایسا ہوا ہے کہ کوئی بعید تاریخی نسل کا اشتراک نقطۂ اتحاد بن گیا ہے اور جس قدر انسانی جماعتیں اس سے وابستگی پیدا کر سکتی ہیں، پیدا کر لیتی ہیں، اگرچہ مختلف اقطاع ارضی میں آباد ہوں۔ رنگ اور زبان بھی ایسی وجہ اشتراک کا کام دیتی ہے اور وہ تمام مختلف وطنیتیں اور نسلی جماعتیں شامل ہو جاتی ہیں جو رنگ میں یا زبان کے ابتدائی مواد میں اشتراک رکھتی ہوں۔ "جنسیت" کا یہ دائرہ تمدن کی وسعت و ترقی اور ملکی و سیاسی مقاصد کی کشمکش سے بتدریج ظہور پذیر ہوا۔ مختلف وطنیتوں نے دیکھا کہ وطنیۃ کے دائرہ سے بھی زیادہ وسیع دائرہ اتحاد اور ہم رشتگی کا پیدا کر سکتی ہیں جو مختلف وطنیتوں کو اپنے اندر سمیٹ لے گا، اس لئے انھوں نے "جنسیت" کی طرف قدم بڑھایا۔ امریکن جنسیت دنیا کی مختلف نسلوں اور وطنیتوں کا مجموعہ ہے۔ فرانسیسی جنسیت ہر اُس فرد کو اپنے میں شامل کر لیتی ہے جو چند خاص اجتماعی و معیشتی عقائد و اعمال میں شریک ہو جاتا ہے۔ لاطینی جنسیت اُن تمام قوموں کو منسلک کرتی ہے جو لاطینی حلقہ کی مختلف شاخوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ سفید، سرخ، زرد، اور گندمی رنگت کی بھی تقسیم پیدا ہو گئی، اور جنس کا کام دینے لگی۔

بہر حال احساس اجتماع کا یہ ایک ایسا دائرہ ہے جو تمام پچھلے دائروں سے زیادہ وسیع ہے اور انسانوں کی بڑی بڑی تعداد اس میں سمٹ آتی ہے۔

"جنسیت" کے بعد اس سے بھی زیادہ وسیع دائرہ اُس رشتہ کا پیدا ہو جاتا ہے جو جغرافیہ کی بڑی بڑی تقسیموں سے پیدا ہو گیا ہے۔ مثلاً ایشیا، افریقہ، مشرق، مغرب۔ اس دائرہ میں پہونچکر انسان محسوس کرنے لگتا ہے کہ اُن کے باہمی علائق کی دنیا وطن و جنس سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ ایشیا کا باشندہ تمام ایشیا کو اپنا وطن سمجھنے لگتا ہے، اور یورپ کا باشندہ تمام یورپ کے لئے جذبۂ وطنیۃ محسوس کرتا ہے۔

جغرافیہ کی تقسیم پر پہنچکر اضافی وسعت کی تمام کڑیاں ختم ہو جاتی ہیں اور وہ منزل سامنے آ جاتی ہے جو حقیقت کے عموم و اطلاق کی آخری منزل ہے اور جہاں پہونچکر یہ سلسلۂ ارتقا درجۂ بلوغ و تکمیل تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ منزل "انسانیت" اور "ارضیۃ" کی منزل ہے۔ یہاں پہونچکر انسان محسوس کرتا ہے کہ رشتوں اور علاقوں کی تمام حد بندیاں اور اضافی نسبتیں جو اُسنے بنا رکھی تھیں، ان میں سے کوئی بھی حقیقی و فطری نہیں ہے۔ حقیقی رشتہ صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام کرۂ ارضی انسان کا وطن ہے، تمام نسل انسانی ایک ہی گھرانے کے افراد ہیں، اور ہر انسان دوسرے انسان کا بھائی ہے۔ اس منزل پر پہونچکر انسان کے اجتماعی علائق کا سفر ختم ہو جاتا ہے اور وحدۃ نسلی، وحدۃ مکانی اور وحدت جنسی کی جگہ فاطر السماوات والارض کی بنائی ہوئی ایک ہی وحدۃ انسانی اپنی کامل اور بے پردہ صورت میں آشکارا ہو جاتی ہے!

انسانی علم و معرفت کے سفر میں یہ منزل وحدت اور کل کی منزل ہے، اُس کا ہر سفر جزو و فرد سے شروع ہوتا ہے، اور کل اور نوع کی وحدۃ پر ختم ہو جاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں تعین اور تشتت کے تمام پردے اُٹھ جاتے ہیں، اضافت اور نسبت کی تمام تنگ نظریاں اور حد بندیاں دُور ہو جاتی ہیں، اور عارف منزل شناس دیکھ لیتا ہے کہ اس کائنات کثرت میں حقیقت بجز وحدۃ کے اور کچھ نہیں ہے! ہر گوشہ میں پہلے کثرت ہے، افراد ہیں، اجزا ہیں، لیکن اگر جستجوئے حقیقت کا قدم رُکے نہیں تو بالآخر وحدۃ، نوع، اور کل کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ نسل، وطن، قوم، جنس، سفید، سیاہ، افریقی، ایشیائی، بہت سے اسمار گردہ لئے گئے تھے، حالانکہ سب کا ایک سے زیادہ نہ تھا اور وہ صرف "انسان" ہے:

عباراتنا شتی وحسنک واحد
وکل الی ذاک الجمال یشیر!

وحدت سے کثرت کی طرف

تم نے نوع انسانی کو اُس کی طفولیت کے گہوارہ میں دیکھا؟ یہ وہی انسان ہے جس کی وسعت نظر و علائق کے لئے آج کرۂ ارضی کا پورا دائرہ بھی کافی نہیں ہے۔ وہ آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے کہ نظام شمسی کے دوسرے ستاروں سے اپنا رشتۂ وجود جوڑ لے، لیکن اُس وقت کیا حال تھا؟ اُس وقت اس کے ادراک و احساس کی غفلت و محجوبیت کا یہ حال تھا کہ خود اپنے وجود کی وسعت و نوعیت کی بھی خبر نہیں رکھتا تھا۔ وہ اس طرح باہم دگر علحدگی اور بے رشتگی کی زندگی بسر کرتا تھا گویا ایک نوع کی جگہ مختلف انواع کے افراد ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ اُس کے علم و ادراک کی بند آنکھیں کھلنے لگیں۔ وہ محسوس کرنے لگا کہ اپنے انفرادی وجود میں تنہا نہیں ہے بلکہ اپنے ہی جیسا فرد ہے جس کا برابر ایک کی طرح انسان ہے۔ لیکن چونکہ علم و احساس کی یہ رفتار قرب سے بُعد کی طرف تھی، اس لئے سب سے پہلے وہ رشتہ نمایاں ہوا جو سب سے زیادہ قریب تھا، اور سب کے آخر اس رشتہ کا ابھار ہوا جو سب زیادہ دُور تھا۔ قرب و بعد کے ان دونوں کناروں کے درمیان جس قدر منزلیں پیش آئیں، اُن میں سے ہر منزل اپنی ماقبل منزل سے دُور تر لیکن مابعد منزل سے قریب تر تھی۔ انسانی ادراک و احساس کے لئے سب سے زیادہ قریبی اور سامنے کا رشتہ کیا تھا؟ ماں باپ کا رشتہ، اس لئے سب سے پہلے اُسی کا احساس بیدار ہوا۔ سب سے زیادہ دُور کا رشتہ کیا تھا؟ "انسانیۃ" اور "انسانی اخوت" کا رشتہ۔ اس لئے سب سے آخر اسی منزل کی نمود ہوئی۔

انسانی اخوت کا رشتہ دُور کا رشتہ اس لئے ہوا کہ یہ ایک غیر محدود کثرت کو وحدت میں لانے کے بعد نمایاں ہو سکتا تھا، اور چونکہ ہمیشہ کثرت و تعدد کی وسعت میں انسانی عقل گم ہو جایا کرتی ہے، اس لئے وحدت تک پہنچتے پہنچتے اُسے بہت دیر لگ جاتی ہے۔

اصل یہ ہے کہ کائنات ہستی وحدت و کثرت کی صورت آرائیوں کا ایک عجیب و غریب طلسم ہے، اس لئے جب کبھی کاروان عقل جستجوئے حقیقت میں نکلتا ہے، تو اُسے کثرت سے وحدت کی طرف بڑھنا پڑتا ہے، اور جب تک منزل بہ منزل پوری مسافت طے نہیں کر لیتا، حقیقت تک پہنچ نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حقائق ہستی کے ہر گوشہ میں انسانی علم کی تاریخ ایک پوری داستان سیاحت ہے۔ درجہ بدرجہ اور منزل بہ منزل علم نے ترقی کی ہے اور جستجو نے سراغ پایا ہے۔ جس طرح انسان کو صرف اتنی بات معلوم کرنے کے لئے کہ ایک ہزار ہشت پہل جالند ایک ہزار ستین نہیں ہیں، بے شمار زمانہ مطلوب تھا، اسی طرح وہ خود اپنے وجود کی نوعی وحدت اور اسکے عالمگیر رشتے کا علم و احساس بھی فوراً حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ ناگزیر تھا کہ ایک پوری مسافت منزل بہ منزل طے کی جائے، چنانچہ طے کی گئی، اور بالآخر وحدت انسانی کی منزل نمودار ہو گئی!

انسان کی حیات انفرادی

یہ انسان کی نوعی زندگی کی سرگزشت تھی اب کچھ دیر کے لئے اُس کی انفرادی زندگی پر بھی ایک نظر ڈال لو۔ نوعی زندگی کے علم کے لئے تاریخ کے اوراق اُلٹنے پڑے تھے، لیکن فرد کی زندگی کا صفحہ تو ہر وقت ہماری نظروں کے سامنے ہے۔ یہاں بھی دیکھو، کس طرح احساس اجتماع کا فطری سلسلۂ ارتقا درجہ بدرجہ ظہور کرتا ہے اور منزل بہ منزل آگے لے جاتا ہے؟ جب ایک بچہ ماں کی گود میں آنکھیں کھولتا ہے تو ماں کے سوا اور کسی انسانی رشتے کا احساس نہیں رکھتا۔ پھر آہستہ آہستہ اُس کا ادراک اُبھرتا اور پھیلتا ہے، اور احساس کی وہ کڑیاں نمودار ہونے لگتی ہیں جو قرب سے بُعد کی طرف اُس کی رہنمائی کرتی ہیں۔ پہلے صرف ماں باپ ہی کے دامن سے لپٹتا تھا، یہ "امومۃ" اور "ابوۃ" کی ابتدائی کڑیاں تھیں۔ پھر اُس کے گھر کی چار دیواری اُسکی دنیا ہو گئی۔ نظر طفولیت کی نارسائی اس سے آگے نہیں دیکھ سکتی تھی یہ "عائلہ" کی منزل تھی۔ پھر اُس کی عمر کچھ زیادہ ہوئی تو اپنے گھرانے اور خاندان کے تمام رشتہ داروں کو بھی جاننے پہچاننے لگا اگرچہ وہ اُس کے گھر کی چار دیواری میں نہ رہتے ہوں۔ یہ وہی منزل ہے جسے پہلے "قبیلۃ" کے نام سے پہچان چکے ہو۔ اس اثنا میں مسکن و مکان کا رشتہ بھی بوجہ قریبی ہونے کے دائرہ احساس و ادراک میں آ جاتا ہے۔ پہلے اپنے ہمسایہ سے پھر اپنے محلے کے لوگوں سے پھر پوری بستی اور شہر سے مانوس ہو جاتا ہے۔ یہ وہی منزل ہے جو "بلدیۃ" کے نام سے تم کو پیش آ چکی ہے۔

ان ابتدائی احساسات کے بعد وہ وقت آتا ہے جب طفولیت کا عہد ختم ہو جاتا ہے اور نظر و ادراک اس حد تک نشو و نما پا لیتے ہیں کہ مشاہدہ کی طرح سماع سے بھی علم و احساس حاصل کریں، تو تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور اس کی ذہنیت اسی سانچے میں ڈھلنا شروع ہو جاتی ہے جو انسان کی تمدنی زندگی نے پیدا کر لی ہے۔ لیکن اب بھی احساس اجتماع کی رفتار وہی رہتی ہے جو قرب سے بُعد کی طرف ہونی چاہئے۔ وہ اپنے دل میں پہلی کشش وطن کی طرف پاتا ہے۔ پھر قوم و جنس کا سرا کھینچتا ہے، سب سے آخر میں انسانیت آتی ہے اور اس کے دل کے دروازہ پر دستک دینے لگتی ہے!

اگر ایک بچہ کو باقاعدہ تعلیم و تربیت کی ہوا نہ لگے، تو اس صورت میں بھی اُسے ایسی ہی منزلیں پیش آئیں گی۔ البتہ بعض کڑیاں جو تہذیب و تمدن کے افکار و عقائد سے پیدا ہو گئی ہیں اُس کے سامنے نہ آئیں۔ وہ قدرتی طور پر پہلے اپنے مولد و مسکن کا رشتہ محسوس کرے گا۔ پھر اطراف و جوانب کی طرف کھنچے گا۔ پھر اپنے ملک و اقلیم کا تصور کرے گا، اور سب سے آخر دنیا اُسے رشتۂ انسانیۃ کے ساتھ نمود کرے گی!

اور بالآخر وسعت و بلوغ تک پہنچ جاتا ہے۔ دنیا کی تمام چیزوں کی طرح اس کی بھی ایک کڑی ابتدائی ہے اور ایک انتہائی ہے۔ ابتدائی کڑی میں اس کا احساس اس کے جسم و دماغ کی طرح گہوارۂ طفولیت میں سوتا نظر آتا ہے۔ پھر جوں جوں دماغی ادراک نشو و نما پاتا ہے، اجتماعی رشتوں و علاقوں کا احساس بھی وسعت پذیر ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے اور پھیلتے پھیلتے اس نقطۂ بلوغ و کمال تک پہنچ جاتا ہے جو اس سلسلۂ ارتقا کی آخری کڑی ہے۔

حلقات تسعۂ ارتقا

انسانی حالت پر ہمیشہ دو مختلف حیثیتوں سے نظر ڈالی جاتی ہے: نوعی اور انفرادی۔ نوعی سے مقصود یہ ہے کہ بہ حیثیت ایک نوع کے اس پر جو کچھ گزر چکا ہے اس کی جستجو کی جائے۔ انفرادی سے مقصود یہ ہے کہ ہمیشہ ایک انسانی وجود پر جو کچھ گزرتا ہے اس کی تحقیق کی جائے۔ پہلی کے لئے تاریخ و آثار کا اور دوسری کے لئے خود انسان کی زندگی کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

اس اعتبار سے اگر انسان کی حالت پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اجتماعی احساس و ادراک کا یہ سلسلۂ ارتقا نوع اور فرد دونوں زندگیوں میں یکساں طور پر موجود ہے، اور اس کی بڑی اور اصولی کڑیاں حسب ذیل ہیں:

(۱) امومۃ۔
(۲) ابوۃ۔
(۳) عائلہ۔
(۴) قبیلہ۔
(۵) بلدیۃ۔
(۶) وطنیۃ۔
(۷) جنسیت و قومیۃ۔
(۸) براعظمیت یا تقسیم بہ لحاظ جغرافیہ۔
(۹) انسانیت و ارضیۃ۔

"امومۃ" کے معنی عربی میں ماں ہونے اور ماں کے رشتے کے ہیں۔ اس سے مقصود انسان کی وہ ابتدائی حالت ہے جب وہ پیدا ہوتا ہے اور اس کی ساری دنیا صرف ماں کی گود ہوتی ہے۔ اس ابتدائی منزل میں انسان کا علاقۂ اجتماع صرف "امومۃ" میں محدود ہوتا ہے۔ فطرۃ کا رشتہ اس کی رہنمائی کرتا ہے اور اس کے معصوم ہاتھ ماں کی گردن میں حائل ہو جاتے ہیں۔ یہ زوجیۃ سے اجتماعیت کی طرف انسان کا پہلا قدم ہے۔

"ابوۃ" سے مقصود باپ کا رشتہ ہے۔ ماں بچے کو باپ کے آغوش محبت میں رکھ دیتی ہے اور اب وہ ماں کے ساتھ ایک دوسرے وجود کا رشتہ بھی محسوس کرنے لگتا ہے۔ یہ اس سلسلہ کی دوسری کڑی ہے۔

تمدن کے وجود میں آنے سے پہلے انسان انفرادی اور خلقی زندگی بسر کرتا ہوگا۔ اس وقت انعقاد مدنی (یعنی تعین و التزام کے ساتھ مزاوجت کے طریقے) کا وجود نہ تھا۔ ممکن ہے عام حیوانات کی طرح اولاد کا بنیادی رشتہ محض امومۃ کا رشتہ ہو اور ابوۃ کا تعین اور تشخص بعد میں بنا ہو۔ میں نے "ممکن ہے" کے لفظ سے اس لئے تعبیر کیا کہ اس بارے میں علماء علم الانسان کے نظریات مختلف ہیں اور کوئی واضح روشنی موجود نہیں۔ بہرحال ابتداء میں ابوۃ کا تشخص ہوا ہو یا نہ ہو جس دن سے یہ تشخص شروع ہوا ہے، امومۃ کے بعد احساس اجتماع کی دوسری منزل یہی ہے۔

"عائلہ" عربی میں خاندان کو کہتے ہیں لیکن خاندان کا لفظ ہماری زبان میں زیادہ وسعت رکھتا ہے۔ عائلہ کا اطلاق اس سے کم تر دائرے پر ہوتا ہے۔ اس سے مقصود وہ قریبی رشتہ دار ہیں جن کے اکٹھے ہونے سے ایک گھرانے کی مشترک زندگی کا نظام قائم ہوتا ہے۔ یہ اس سلسلۂ ارتقا کی تیسری کڑی ہے۔ انسان نے جب انفرادی زندگی کی جگہ مل جل کر رہنا شروع کیا تو اس کا پہلا منظر یہ تھا کہ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں کا حلقہ بنا کر رہتا تھا تاکہ زندگی کی کش مکش میں تنہا رہنے کی جگہ ایک جتھا پیدا ہو جائے۔ "قریبی رشتہ داروں" کے اس احساس ہی سے اجتماعی ارتقا کی یہ تیسری منزل وجود میں آتی ہے۔ کیونکہ اب ماں باپ کے علاوہ دوسرے انسانوں کا بھی رشتہ محسوس کیا جانے لگا اور اجتماعیۃ کے احساس میں وسعت ہو گئی۔

"قبیلہ" اس سلسلہ کی چوتھی کڑی ہے۔ اور یہ بہ نسبت "عائلہ" کے زیادہ وسیع حلقہ رکھتا ہے۔ تمدن کے ابتدائی ایام میں جب کچھ عرصہ تک "عائلہ" کا نظام جاری رہا تو ہر خاندان کی نسل بڑھتی اور پھیلتی گئی۔ یہاں تک کہ پانچ پانچ دس دس پشتیں گزرنے کے بعد ہر خاندان کے افراد کی تعداد سینکڑوں ہزاروں تک پہنچ گئی۔ اتنی بڑی تعداد صرف عائلہ کی چار دیواری میں سما نہیں سکتی تھی۔ اس لئے قدرتی طور پر ایک وسیع تر حلقۂ قرابت پیدا ہو گیا، اور باوجود مختلف گھروں میں رہنے کے ہر فرد اس حلقہ کی نسبت سے پہچانا جانے لگا۔ جنگ و صلح کے موقعوں پر بھی یہ حلقے ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوتے ہونگے۔ اس طرح "قبیلہ" کی بنیاد پڑی، اور اب اس منزل میں پہنچ کر وہی انسان جس کا احساس اجتماع صرف "امومۃ" اور "ابوۃ" میں محدود تھا، اپنے آپ کو ایک وسیع حلقۂ انسانی کا رکن سمجھنے لگا۔ یہ پورا حلقہ ایک خاص مورث اعلیٰ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا اور اس کے وجود کو اپنی رشتہ داریوں اور قرب جوئیوں کے لئے اعتقاد و شرف کا مرکز ٹھہراتا۔ یہیں سے نسب کی بنیاد چلی اور اس کی حفاظت کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ عرب، افریقہ، ہندوستان، امریکہ اور آسٹریلیا وغیرہ میں آج تک قبائل کا نقش قدم ڈھونڈھا جا سکتا ہے۔ عرب میں تو قبائل کی تقسیم اور نسب کی حفاظت کا ایسا دور دورہ رہا کہ تمدنی اور شہری زندگی کا اختلاط بھی اسے نہ مٹا سکا۔ اس وقت بھی اندرون عرب میں ہر قبیلہ بہ حیثیت قبیلہ کے اسی طرح موجود ہے جس طرح چھٹی صدی عیسوی سے پہلے تھا۔ ہندوستان میں راجپوتوں کے مختلف نسلی سلسلے اور سورج بنسی اور چندر بنسی کا انتساب بھی اسی کا نتیجہ ہے۔

یہ جو نسل انسانی کی آج بڑی بڑی اصولی تقسیمیں کی جا رہی ہیں۔ مثلاً سامی، آرین، منگولین، تو ان کی بھی بنیاد جب پڑی ہوگی، اسی "قبیلہ" کی منزل میں پڑی ہوگی۔ اب اگرچہ نسل انسانی اس منزل سے بہت آگے بڑھ چکی ہے، لیکن اس کی انفرادی زندگی میں یہ اب بھی ویسی ہی ایک منزل ہے، جیسی بہ حیثیت نوع کے تاریخ میں پیش آئی تھی۔ اب بھی جب انسان کا بچہ بڑا ہوتا ہے اور طفولیت کے سادہ احساسات کی جگہ تربیت و سماع کے اثرات نمایاں ہونے لگتے ہیں، تو وہ اپنے گھرانے کے حلقہ سے ایک زیادہ وسیع حلقۂ رشتہ داریوں کا محسوس کرتا ہے۔ یہی احساس "عائلہ" کے بعد "قبیلہ" کا احساس ہے۔

اس چوتھی کڑی پر نسل کا دائرہ ختم ہو جاتا ہے، اور مکان کا رشتہ ظہور کرتا ہے۔ اب تک انسان کا احساس اجتماع صرف نسل کے رشتے میں محدود تھا۔ کیونکہ اس کے دماغ کے لئے سب سے زیادہ قریبی رشتہ یہی تھا اور ہمیشہ اس کے ادراک کا سفر قرب سے بعد کی طرف ہوتا ہے۔ لیکن اب ایک دوسرا رشتہ بھی دعوت اعتقاد دینے لگا۔ ابتداء میں انسان کی زندگی محض انفرادی زندگی تھی، پھر عائلہ اور خاندان کی بنیاد پڑی، لیکن پھر بھی وہ عرصہ تک ویسی ہی غیر شہری زندگی بسر کرتا رہا جیسی آجکل بھی صحرائی قبائل یا ایشیا اور یورپ کے جپسیوں کی زندگی ہے۔ وہ پانی، چارہ، اور غذا کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل و حرکت کرتا رہتا تھا۔ لیکن جب ایک کافی مدت اس حالت پر گزر گئی، تو ہر قبیلہ اور گروہ کے لئے کوئی خاص حصۂ زمین مسکن و مولد کی شکل میں متعین ہو گیا۔ مثلاً کوئی خاص قبیلہ تھا جو خزاں میں ایک جگہ رہتا اور بہار میں دوسری جگہ چلا جاتا۔ عرصہ کے تواتر قیام سے یہ دونوں مقام اس کے لئے مسکن و موطن بن گئے۔ یا کسی جماعت نے کسی ایک ہی مقام پر قیام اختیار کر لیا اور کچھ عرصہ کے بعد وہ اس جگہ میں اپنے لئے خصوصیت محسوس کرنے لگی۔ ساتھ ہی ایسا بھی ہوا کہ مختلف قبائل کسی ایک ہی حصۂ ارضی میں آس پاس رہنے لگے اور عرصہ تک قریب رہنے کی وجہ سے ان میں باہمی قرب و علائق کی ایک خاص حالت پیدا ہو گئی۔ ان اسباب سے اس اجتماعی احساس اور جذبہ کی بنیاد پڑی جسے میں نے "بلدیۃ" سے تعبیر کیا ہے۔ یہ اس احساس کی پانچویں منزل ہے۔ اس منزل میں پہنچ کر انسان ایک نیا رشتہ محسوس کرنے لگا جو کسی ایک ہی جگہ رہنے سہنے اور وہیں پیدا ہونے کے اشتراک کا رشتہ ہے۔

ایک مدت تک جس مقام پر انسان رہتا ہے قدرتی طور پر اس سے زیادہ مانوس ہو جاتا ہے۔ اس انس کے اسباب ایک سے زیادہ ہیں۔ اولاً تو اس مقام کی ارضی خصوصیات کے ساتھ اس کی زندگی کے حالات کچھ اس طرح مل جل جاتے ہیں کہ وہاں کے ہر موسم اور ہر حالت کے ساتھ اس کی زندگی کی کوئی نہ کوئی حالت وابستہ ہو جاتی ہے، اور اس کے تصور میں اس کے لئے کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ ثانیاً، مشاہدہ کے استمرار و تواتر میں بجائے خود حیوانی دماغ کے لئے تاثیر ہے۔ جن چیزوں سے اس کا لگاتار واسطہ رہتا ہے قدرتی طور پر ان سے زیادہ مالوف ہو جاتا ہے۔ ثالثاً، مکان و قیام کے ساتھ نسل و رفاقت کے بھی تمام رشتے جمع ہو جاتے ہیں۔ جس مقام پر انسان پیدا ہوا اور پرورش پائی ہو وہیں اس کے تمام عزیز و اقارب اور جانے پہچانے ہوئے آدمی ہوتے ہیں اور اس لئے ان کی محبتوں کی یاد وہاں کے چپہ چپہ میں بس جاتی ہے۔ غرضکہ انسان نے نسل کے بعد مکان و وطن کا رشتہ بھی محسوس کیا اور بہ تدریج اس کی گیرائیاں بڑھتی گئیں۔ یہاں تک کہ یہ اس کے جذبات کا مرکز اور مکانی مل بیٹھی کے ولولوں کا محور بن گیا!

الا لیت شعری هل ابیتن لیلۃ
بوادٍ وحولی اذخر وجلیل!

"بلدیۃ" کے بعد چھٹی کڑی "وطنیۃ" کی آتی ہے۔ وطنیۃ "بلدیۃ" کے رشتہ کی ایک خاص ترقی یافتہ صورت کا نام ہے۔ جب تمدن میں مزید ترقی و وسعت ہوئی، بکثرت آبادیاں اور شہر بن گئے، اور انسان کے باہمی علائق بھی زیادہ وسیع ہو گئے، تو "بلدیۃ" کے جذبات میں بھی وسعت شروع ہو گئی، اور اب انسان نہ صرف اپنے مسکن و بلدہ کو بلکہ اس تمام علاقے کو اپنا وطن محسوس کرنے لگا جس کے ایک گوشہ میں وہ آباد تھا۔ پھر بتدریج اس دائرہ میں اور وسعت ہوئی، چھوٹے چھوٹے علاقوں کی جگہ زمین کے بڑے بڑے حصے داخل ہو گئے، یہاں تک کہ اب ایک پوری اقلیم بھی مفہوم وطنیۃ میں داخل ہو جاتی ہے!

نسل کے اجتماعی احساس نے افراد کی کثرت نسل کے نقطۂ وحدت میں سمیٹ دی تھی [illegible]

علم ترقی کرے گا ان عناصر کے شمار میں تخفیف ہوتی جائے گی۔ بہت ممکن ہو ایک زمانہ آئے جب ہم دعویٰ سے کہہ سکیں کہ صرف ایک ہیڈروجین ہی تمام عناصر و کائنات کی اصل ہو، سب کچھ اُسی سے ظہور پذیر ہوا ہو۔"

میں "شاباش! اگر کائنات، ہیڈروجین سے بنی ہو تو بتاؤ مرغوں کی وہ معزز پردادی کیونکر وجود میں آئی جسنے پہلا انڈا دیا تھا؟ ظاہر ہے وہ خود تو انڈے سے پیدا نہیں ہوئی۔"

وہ "یہ سب سے پہلی مرغی پیدا نہیں ہوئی بلکہ ظہور پذیر ہوئی تھی۔"

میں "کس چیز سے ظہور پذیر ہوئی؟"

وہ "میں نہیں جانتا۔"

میں "تو تم اُس کا وجود ثابت نہیں کر سکتے؟"

وہ "میں ہر چیز کا عالم نہیں ہوں۔"

میں "تمھارے اس صریح اعترافِ عجز کی داد دیتا ہوں۔ لیکن تم کہہ چکے ہو کہ اولین مادۂ حیات پیدا نہیں کیا گیا۔ اب ہم کائنات کی اصل و ابتدا کے موضوع پر پہنچ گئے۔ ہیڈروجینی انڈے کی بحث پر مگر تم نے اپنے جہل کا اعتراف کر لیا اور نہیں بتا سکے کہ وہ انڈا پیدا کیا گیا یا پیدا نہیں کیا گیا؟"

وہ "یہی سہی۔ لیکن میں برابر مدعی ہوں کہ کائنات اُس طرح پیدا نہیں ہوئی جس طرح توراۃ میں لکھا ہے۔"

میں "مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ کائنات کس طرح خلق ہوئی ہو۔ ہر حال کسی نہ کسی طرح وجود میں ضرور آئی ہے۔"

وہ "میں صفائی سے اعتراف کرتا ہوں کہ علم اس گتھی کے سلجھانے میں ناکام رہا ہے اور بقول "سٹرانگ" کبھی مستقبل میں اس کا فیصلہ ہو سکے گا۔"

میں "تمھارے اس اعترافِ جہل کی بھی میں قدر کرتا ہوں۔ اچھا اب بحث کا رخ ذرا پھیر دیں۔ کیا تم یقین کرتے ہو کہ تمام طبیعی مخلوقات، سبزیاں، اور حیوانات صرف ایک ہیڈروجین کے مختلف مرکبات ہیں؟"

وہ "ہاں۔"

میں "کیا خالی ظرف سے کسی چیز کا نکالنا ممکن ہے؟"

وہ "ہرگز نہیں۔ لیکن جناب! میں نے یہ کب کہا کہ ہیڈروجن ایک خالی ظرف ہے؟"

میں "لیکن میں بھی تو یہ نہیں کہتا، اچھا یوں سہی، کیا کسی ظرف سے اُتنا نکالا جا سکتا ہے جتنا اُس میں نہیں ہے؟"

وہ "نہیں۔"

میں "تو کیا ہیڈروجین سے اُتنا حاصل کیا جا سکتا ہے جتنا اُس کے اندر نہیں ہے؟"

وہ "نہیں۔"

میں "کیا تم خیال کرتے ہو کہ مادۂ حیات ہیڈروجین سے وجود میں آیا ہے؟"

وہ "بیشک، تمام آلی اجسام (organisms)، نباتات، حیوانات، تمام اہل فن، مصور، شاعر، مصنف، فلاسفر، علماء، غرضکہ تمام کائنات اُسی اصل ہیڈروجینی انڈے کی پیداوار ہیں۔"

میں "اس عجیب طلسمی انڈے کے خواص ممیزات کیا ہیں؟"

وہ "اسمیں کوئی طلسم یا جادو نہیں۔ یہ نیچر، کائنات کی ماں ہے۔"

میں "ہاں والدہ ماجدہ! لیکن ضرور ہے کہ اس اصلی ہیڈروجینی انڈے میں کچھ خاصیتیں تھیں۔ خود ہیڈروجین کہاں سے آیا؟"

وہ "نہیں معلوم۔"

میں "یہ عجیب خواص اُس میں کیونکر پیدا ہو گئے؟"

وہ "نہیں معلوم۔"

میں "تم قائل ہو کہ ہیڈروجین میں کچھ خاصیتیں تھیں جنھوں نے تدریج کائنات کو ظاہر کیا۔ لیکن کیا تم یہ تصور کر سکتے ہو کہ ہیڈروجین میں یہ خواص بغیر کسی صاحبِ ادراک اور عاقل ہستی کے عمل کے خود بخود موجود ہو گئے؟"

وہ "موضوع نہایت دقیق ہے۔ میری ناقص عقل اُس کے فہم کی قابلیت نہیں رکھتی۔"

میں "میرا سوال یہ ہے کہ ان عجیب خواص کا انڈا یا ہیڈروجینی کتلہ جس سے تمام کائنات رونما ہوئی اور جس سے مادۂ حیات اُچھل کر برآمد ہوا، ممکن ہے کہ بغیر کسی ذہانت اور عقلی قوت کے وجود کے موجود ہو گیا ہو؟ اگر ہیڈروجین میں عقل و ادراک نہیں تو تم جو اس سے بنے ہو، کیونکر عاقل اور صاحبِ ادراک ہو؟"

وہ "میں آج مزید گفتگو نہیں کر سکتا۔ شب بخیر۔"

تیسری مجلس

میں ایک رسالہ اُٹھا کر دیکھنے لگا۔ اتفاق سے اسمیں یہ قصہ چھپا تھا کہ ایک شہزادے نے اپنی محبوبہ کو ایک آہنی انڈا تحفۃً بھیجا۔ محبوبہ اسے دیکھ کر سخت برہم ہوئی اور اُسے زور سے زمین پر دے مارا۔ انڈا ٹوٹ گیا۔ اُس کے اندر سفیدی چاندی کی تھی، زردی سونے کی۔ زردی کی ڈلی کے اندر چھوٹا سا طلائی تاج اور الماس کی انگوٹھی رکھی تھی۔ یہ قصہ پڑھ کر مجھے خیال ہوا کہ شاہزادہ کا بھیجا ہوا یہ انڈا اُس عظیم انڈے کے مقابلہ میں ہیچ ہے جس کے اندر سورج، چاند، ستارے ثریا، زمین، عالم نباتات و حیوان اور دنیا بھر کی عقل و حکمت بھری ہوئی ہے۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میرا بھائی آ گیا اور کہنے لگا۔ "کس سوچ میں ہو؟"

میں "کیا تم بتا سکتے ہو کہ دنیا میں کوئی دریا بھی ایسا ہے جو کسی سرچشمہ سے نہ پھوٹا ہو؟"

وہ "بالکل معمولی سوال ہے۔ نہیں۔"

میں "کیا اثرات، بغیر مؤثرات کے موجود ہو سکتے ہیں؟"

وہ "ہر اثر کے لئے مؤثر و سبب کا وجود ضروری ہے۔ لیکن بواعث و اسباب کی بحث نہایت پیچیدہ ہے۔ شاید آپ ڈیوڈ ہیوم کے اس قول سے متفق نہیں کہ سبب اور مسبب کے مابین وہی تعلق ہے جو دن اور رات کے درمیان ہے؟"

میں "ہاں میری یہ رائے نہیں۔ رات، دن کے بعد ضرور آتی ہے لیکن دونوں میں کوئی سببی علاقہ نہیں ہے۔ خیر آؤ، ہم اُسی عجیب طلسمی انڈے پر غور کریں۔ "نیچر" کیا ہے؟ کہاں سے آیا؟ کیسے آیا؟ کب آیا؟ کیا تم "نیچر" کی تعریف بیان کر سکتے ہو؟"

وہ "نیچر کی تعریف آسان نہیں۔ بقول ایک حکیم کے "آسمان کے نیچے چلو اور نیچر کی تعلیمات و قوانین سے آگاہ ہو۔" یا بقول ایک دوسرے حکیم کے، "نیچر کی بوقلمونی پر نظر کرو۔ ذرے باہم وابستہ ہیں، جذب کرتے ہیں اور جذب ہوتے ہیں۔ نیچر کا قرب تمھیں اُس کے وصل سے شادکام کرے گا۔"

میں "تم کہہ چکے ہو کہ نیچر نے سب سے پہلا انڈا مہیا کیا اور اُسے مختلف الاشکال زندہ و پرجمال مرکبات بنانے کی قوت بخشی۔ میں بغیر خود دعویٰ حاصل کئے نیچر کی یہ قابلیت تسلیم نہیں کر سکتا۔ آخر بتاؤ تو نیچر ہے کیا بلا؟ فرشتہ ہے؟ بھوت ہے؟ کیا یہ "سنٹا کلاز" (فرضی گلابی رنگ کا بڈھا جو کرسمس میں اچھے بچوں کے لئے تحفے لا کر غائب ہو جاتا ہے) ہے، رات کو چپ چپاتے آتا اور صبح ہوتے ہی غائب ہو جاتا ہے؟"

وہ "براہ عنایت مذاق نہ کیجئے۔"

میں "تم کہتے ہو نیچر ہر چیز کی ماں ہے اور اُس کی اولاد سمندر کے کناروں پر بچھی ہوئی ریگ کے ذروں سے بھی زیادہ ہے۔ لیکن پھر بھی تم میری اس سے تعریف نہیں کراتے۔"

وہ "نیچر ہر قسم کی تعریف و تعارف سے برتر ہے۔ اُس کے دامن میں زمین و آسمان دونوں بچوں کی طرح چھپے ہیں۔"

میں "تمھارے خیال میں نیچر ایک اَن دیکھی قوت نہیں جو کسی شخصیت، ذہانت سے الگ ہو کر کام کرتی ہے؟"

وہ "ہرگز نہیں۔ حکیم ... کہتا ہے "نیچر ... [illegible]

نام نہیں ہے بلکہ وہ صرف اُس چیز کا نام ہے جو انسان کی قوت و ذہانت کے بغیر واقع ہوتی ہے۔" وہ نیچر ہی ہے جسنے ہمیں آسمان، زمین، پھول پتی، کھیتیاں اور سمندر کی مچھلیاں بخشی ہیں۔"

میں "لیکن تم کہہ چکے ہو کہ ہر چیز اولین ہیڈروجینی انڈے سے ہوئی ہے۔ اور اس طلسمی انڈے نے اپنی قوت نیچر سے حاصل کی ہے پس اب بتاؤ اس انڈے اور نیچر میں کیا فرق ہے؟"

وہ "دونوں کا تجزیہ و فصل بہت مشکل ہے۔ لیکن یہ یقینی ہے کہ ایک دوسرے کا مُسبّب نہیں ہے۔"

میں "خیر ہم فرض کئے لیتے ہیں کہ شروع میں ہیڈروجینی انڈا موجود تھا اور اُسی سے تمام کائنات وجود میں آئی، لیکن کیا تم یہ نہیں تسلیم کرو گے کہ اس انڈے کے لئے بھی کوئی خالق ہونا چاہئے اور اُسی خالق کو اُس کا نگراں اور مربی ہونا چاہئے؟ کائنات کا یہ ارتقا صرف ازلی و ابدی خدا ہی کی قدرت کا ایک کرشمہ ہونا چاہئے۔"

وہ "میں یہ تسلیم نہیں کرتا۔"

میں "پھر خدا کی جگہ کیسے رکھتے ہو؟ اگر انڈا فعلاً موجود تھا تو اُس کے لئے کسی عاقل ہستی کا وجود ضروری ہے۔ اگر انڈا خود بخود موجود ہوا اور خود اُسی نے اپنے آپ کو بنایا ہے اور خود ہی اپنا مربی و محافظ تھا تو بس: یہی وہ ہستی ہے جسے ہم خدا کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ لیکن اگر اس انڈے میں اپنے سنبھالنے اور حرکت کرنے کی ذاتی قوت نہیں، تو ضرور کوئی اُس سے بھی بڑی قوت ہوگی جسنے اُسے حرکت دی اور اُس میں حسبِ مرضی تصرف کیا۔"

اسپر اُسنے غور کرنے کی مہلت مانگی۔

چوتھی مجلس

دوسرے دن آنے کے ساتھ ہی کہنے لگا:

"جس چیز کو تم خدا کہتے ہو وہ محض "نظام" ہے جو کائنات میں جاری و ساری ہے۔ سٹوارٹ مل کہتا ہے: بلا استثنا تمام ظواہر اٹل قوانین کے ماتحت ہیں جن کی راہ میں کوئی طبیعی یا غیر طبیعی قوت حائل نہیں ہو سکتی۔"

میں "مل نے واقعی، علم منطق پر نفیس کتابیں تصنیف کی ہیں۔ کیا اچھا ہوتا اگر فلسفہ پر گفتگو کرتے وقت بھی وہ منطق ہی کی پیروی کرتا۔ مگر افسوس اس بحث میں آ کر وہ اپنی ساری منطق بھول جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے "تمام ظواہر یعنی ستاروں کی حرکت، آلو کی پیداوار، کرکٹ کا کھیل، شراب کا نشہ" اگر وہ "کوپرنیکس ستاروں ہی تک محدود رکھتا تو شاید ہم مخالفت میں زبان نہ کھول سکتے۔ مگر شراب، آلو، کرکٹ کے ذکر پر آ کر ہم اُسے خاموش کر سکتے ہیں، سادہ لوح کہہ سکتا ہے کہ ان امور کا کسی دوسری قوت سے کوئی تعلق نہیں، لیکن عقلمند جانتا ہے کہ اٹل قوانین کے اندر کوئی حقیقی قوت موجود ہے جو نیکی اور تقوی کی طرف آدمی کو لے جاتی ہے۔ خود کیرڈ نے بھی اپنی منطقی کتاب میں تصریح کی ہے کہ اٹل قوانین کے اندر کوئی قوت مخفی ہے۔ یہ قوت اگرچہ حکومت نہیں کرتی مگر موجود ضرور ہے۔ پس اب بتاؤ "نیچر" سے تمھارا مقصود کیا ہے؟ "نیچر" اور نیچر کے قوانین میں کیا فرق ہے؟ میں ہکسلے اور ٹنڈل وغیرہ کی کتابیں پڑھتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ خواص اعضاء، بجلی، کیمیا، نباتات، حیوانات، وغیرہ مباحث پر بڑے سلیقہ سے گفتگو کرتے ہیں، لیکن جہاں فلسفہ میں آئے اُنکے حواس گم ہو گئے، محض معمولی سطح کے آدمیوں کی طرح گفتگو کرنے لگتے ہیں۔ — اُن کی تمام تر ذہانت اسپر صرف ہوتی ہے کہ "خدا" "معجزہ" اور "خلق" کے الفاظ پر بحث شروع کر دیتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ یہ ہنر دکھاتے ہیں کہ ان الفاظ کو دوسرے الفاظ "نیچر" "فطرت" "قانون" "ارتقا" سے بدل دیتے ہیں۔ میں "نیچر" اور "قانون" دونوں کی علحدہ علحدہ تعریف جاننا چاہتا ہوں۔ تم کہتے ہو قانون، قوت، فعال ہے یعنی زبردست محرک۔ لیکن اپنے دعوے پر کوئی دلیل پیش نہیں کرتے۔ یہ محض فرضی

بصائر و حکم

مُرغی پہلے پیدا ہوئی یا انڈا؟

مومن اور منکر کا ایک دلچسپ مکالمہ

جلال بی اے آنرز علیگ

چھ مجلسیں

پہلی مجلس

میرا بھائی ایک ایسا ہی "آزاد خیال" شخص ہے جیسا آزاد خیال اشخاص بیسویں صدی کی عام پیداوار ہیں۔ بحث و مناظرہ کا اُسے بہت شوق ہے۔ اپنے تیز اور فلسفی خیالات کے اظہار میں کبھی تامّل نہیں کرتا اور جب کبھی گفتگو کرتا ہے تو اس کا معارضہ سخت اور بحث بے جھجک ہوتی ہے۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگا:

"مجھے یقین نہیں آتا کہ "بلعام" کی گدھی بولی ہو جیسا کہ توراۃ میں بیان کیا گیا ہے!"

میں نے جواب دیا:

"میں نہایت خوش ہوں گا اگر دنیا بھر کے گدھوں کا منہ باندھ دیا جائے اور وہ کبھی اپنی کرخت آواز دنیا کو نہ سنا سکیں۔"

میرا جواب بھائی نے مذاق پر محمول کیا وہ سنجیدہ تھا اور علمی مباحث میں ہرگز مذاق گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ اُسنے چیں بجبیں ہو کر کہا:

"میں ہزل گفتگو پسند نہیں کرتا۔ سنجیدہ دقیق مباحث میں میرا جی لگتا ہے۔"

میں نے کہا:

"بہت بہتر، کوئی سنجیدہ مسئلہ پیش کرو تاکہ میں بھی سنجیدگی سے گفتگو کروں۔"

ایک لمحہ غور کرنے کے بعد کہنے لگا:

"تعجب ہے آپ ہمیشہ مجھی سے سوال چاہتے ہیں۔ یہ کیا ضرور ہے کہ مسئلہ میں ہی حملہ آور ہوں اور آپ مدافعت کریں؟ آج خود آپ ہی کیوں نہ پہلا گولا پھینکیں؟ کیا مجھ پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں رکھتے؟"

میں نے جواب دیا:

"کیوں نہیں؟ کسی عمارت کا ڈھا دینا تعمیر سے زیادہ آسان ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ تم کوئی عمارت ہی نہیں رکھتے۔ تمہارے پاس کوئی مثبت چیز ہے ہی نہیں۔ صرف انکار او منفی پہلو ہے۔ پھر میں کس چیز پر حملہ کروں؟ تاہم ایک مسئلہ میں تمہاری زبان سے اُمۃ الالحاد کے فتوے سننا چاہتا ہوں۔"

اُسنے وعدہ کیا کہ میرے ہر سوال پر سنجیدگی کے ساتھ بحث کرے گا اور ملحدین کے افکار پوری وضاحت سے پیش کرے گا۔

میں نے سوال کیا۔

"مُرغی پہلے پیدا ہوئی یا انڈا؟"

ساتھ ہی میں نے کہا:

"سوال بالکل آسان اور صاف ہے۔ متشابہ علماء ہے؟ مزہ حل کیا ہوگا۔ تمہاری کیا رائے ہے؟"

وہ کچھ گھبرا سا گیا:

"یہ سوال بے فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ اس پر بحث کی کیا ضرورت ہے؟"

اُسنے جواب دیا۔

"ممکن ہے تمہارا خیال صحیح ہو۔"

میں نے کہا:

"لیکن اگر میری ذاتی رائے پوچھتے ہو تو میں اس سوال کو بہت اہم سمجھتا اور تمہارے جواب کا بےچینی سے منتظر ہوں۔ خود تم نے مجھ سے سوال کی خواہش کی تھی۔ اب تمہیں جواب سے گریز نہیں کرنا چاہئے۔"

وہ "یہ سوال بظاہر بالکل معمولی ہے لیکن در اصل اپنے اندر ایک دقیق فلسفی بحث چھپائے ہے۔ یا تو آپ اسے کسی دوسری شکل میں پیش کیجئے یا اپنا مقصود واضح کر دیجئے۔"

میں "تم بہت ڈر رہے ہو۔ حالانکہ تمہیں ڈرنا نہیں چاہئے۔ یہاں کچھ جال نہیں ہے جس میں پھنس جاؤ گے۔ مجھے اس موضوع کے متعلق صرف اتنی ہی واقفیت ہے کہ انڈا مرغی کے پیٹ سے نکلتا ہے اور مرغی بچے سے بنتی ہے۔"

اُسنے میری تصدیق کی۔ پھر میں نے کہا:

"اگر یہ سچ ہے تو کیا علم طبقات الارض کے ماہر سرچارلس لائل نے یہ اصل قرار نہیں دے دی ہے کہ "ماضی کو حاضر کے دلائل سے واضح کرنا چاہئے؟"

وہ "بیشک"

میں "تو انڈے اور مرغی کا یہ معاملہ ہمیشہ سے یوں ہی چلا آ رہا ہے؟"

وہ "ہاں"

میں "تو ضرور ہے کہ پہلی مرغی اور پہلے انڈے کا وجود اپنی اپنی جگہ پر مستقل ہوگا؟"

وہ "بیشک"

میں "اگر یہ صحیح ہے تو پہلی مرغی انڈے سے پہلے وجود میں آئی، کیونکہ وہ انڈے سے پیدا نہیں ہوئی ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو سرچارلس لائل کا اصول ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ حاضر کا مشاہدہ اس کے خلاف ہے اور ماضی کو واضح نہیں کرتا۔ ہم دیکھتے ہیں ہر مرغی انڈے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور حاضر کی اس دلیل و مشاہدہ سے ہمیں یہی کہنا چاہئے کہ ہمیشہ مرغی انڈے ہی سے پیدا ہوتی رہی ہے۔ مگر تمہیں ابھی تسلیم کرنا پڑا کہ سب سے پہلی مرغی انڈے سے پیدا نہیں ہوئی۔"

اسپر وہ دیر تک خاموش رہنے کے بعد بولا:

"آپنے باحث یہ کیسے تسلیم کر لیا کہ سب سے پہلی مرغی بغیر انڈے کے موجود ہوئی؟ خود مرغی کوئی مستقل وجود نہیں ہے۔ اُسی انڈے کی ترقی یافتہ شکل صورت ہے۔ اگر ہم صحیح علمی اصول کی روشنی میں غور کریں تو فوراً اسی نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ انڈا پہلے ہوا ہے، لہٰذا ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ سب سے پہلی مرغی بھی انڈے ہی سے پیدا ہوئی ہے۔"

میں "بہت خوب۔ تو اب یہ طے پا گیا کہ سب سے پہلی مرغی انڈے سے پیدا ہوئی ہے۔ یعنی انڈے کا وجود مرغی کے وجود سے پہلے ہوا یعنی سب سے پہلا انڈا مرغی کے پیٹ سے نہیں نکلا۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو بھی لائل کا نظریہ ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ حاضر، ماضی کی تائید نہیں کر رہا ہے، سراسر مخالف ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں ہر انڈا مرغی ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی بتا دو کہ اگر سب سے پہلا انڈا مرغی سے پیدا نہیں ہوا تو کہاں سے آیا؟ کیونکر آیا؟ کب آیا؟"

وہ "میں سمجھ گیا۔ آپ مجھے یہ کہنے پر مجبور کر رہے ہیں کہ انڈا خدا نے پیدا کیا۔"

میں "میں سائل ہوں، مجیب نہیں ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ آسمانی کتابوں کے قائل اس سوال کا یہ صاف اور معمولی جواب دے کر سبکدوش ہو جاتے ہیں کہ سب سے پہلا انڈا خدا نے خود پیدا کیا تھا لیکن یہ بے دلیل ہے۔ اگر تم علمی دلائل و براہین سے کوئی فیصلہ کن جواب دے سکو تو میں نہایت ممنون ہوں گا۔"

وہ "کیا انڈے کا مسئلہ تمام حقائق کائنات پر چسپاں ہو سکتا ہے؟"

میں "بیشک، ضرور ہے کہ شروع شروع گیہوں کا سب سے پہلا دانہ موجود ہوا ہو، سب سے پہلی بلی ہو، سب سے پہلی مچھلی ہو، سب سے پہلی بکری ہو، سب سے پہلا انسان ہو...... اگر تم انڈے کی گتھی سلجھا دو تو میں باقی تمام کائنات کو اُسی پر قیاس کر لوں گا، اور ہم آفرینش کا راز دنیا پر کھول سکیں گے۔"

وہ "آفرینش کا سوال بہت قدیم سوال ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ کائنات، تدریجی ارتقا کے ساتھ وجود میں آئی ہے"

میں "سچ ہے لیکن اصل حیات اس سے مستثنیٰ ہے۔ زندگی کا پہلا تخم ضرور ہے کہ پیدا کیا گیا ہے۔ نظریۂ ارتقا مجھے مرعوب نہیں کر سکتا ارتقا کے لئے ضروری ہے کہ پہلے سے کوئی وجود موجود ہو، اور اُس میں تدریجی ترقی ہوئی ہو۔ لیکن عدم محض میں کیونکر ترقی ممکن ہے؟ ضرور ہے کہ پہلے انڈے کا وجود تسلیم کرو پھر اُس پر خلقت کی عمارت کھڑی کرو۔ پس میرا سوال یہی ہے کہ وہ سب سے پہلا انڈا کہاں سے آیا؟"

وہ "میں ڈاکٹر باسٹین کے اس نظریہ سے بالکل متفق ہوں کہ ہر جاندار غیر عضوی بے جان مواد سے وجود میں آیا ہے"

میں "لیکن پہلے اور ٹنڈال نے اس نظریہ کو باطل قرار دیا ہے اور تمام علماء نے وہی قدیم نظریہ تسلیم کیا ہے کہ جاندار جاندار سے موجود ہوا ہے۔"

اسپر وہ لاجواب سا ہو گیا اور کہنے لگا باقی گفتگو کل ہوگی۔

دوسری مجلس

دوسرے دن میں نے اُس سے کہا:

"کل میں زندگی کی اصل کے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔ میرا سوال ایک ایسے انڈے کے متعلق تھا جو زندہ عناصر سے مرکب ہے لیکن تم نے ڈاکٹر باسٹین کا قول پیش کر دیا کہ انڈا غیر جاندار مواد سے وجود میں آیا ہے۔ حالانکہ میرا سوال جاندار انڈے کے متعلق تھا، مردہ انڈے سے بحث نہ تھی۔ لیکن خیر میں تمہاری خاطر فرض کئے لیتا ہوں کہ سب سے پہلا غیر عضوی مردہ مواد سے ظہور پذیر ہوا تھا مثلاً ہم کہیں سب سے پہلے انڈے کی اصل، ریت کا ایک ذرہ تھا، مگر یہ کہنے کے بعد بھی سوال بدستور قائم رہتا ہے۔ اب اُس کی صرف لفظی شکل بدل جاتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ریت کا ذرہ کہاں سے آیا؟"

وہ "ریگ کا ذرہ اور ہر عنصر بہت سے ایسے دقیق ذرات مادّہ سے مرکب ہے جنہیں انسانی نگاہ کسی طرح بھی مشاہدہ نہیں کر سکتی لیکن باوجود اس کے ہم ان غیر مرئی ذرات کے وجود کے قائل ہیں۔ سر دست ہم عناصر کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے لیکن جو ابھی

میں "عجیب سہی، معجزہ سہی"

اس کے بعد میں نے سوال کیا:

"کیا تم اسپنسر کے متبعین کا یہ عقیدہ تسلیم کرتے ہو کہ تمام ظواہر زمین و آسمان، ایک مجہول مخفی قوت کا اعلان ہیں جو اُن کے پس پردہ کار فرما ہے؟ اسی قوت کا نام میری بول چال میں "خدا" ہے"

اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا:

"انسان اپنے افعال و اعمال میں کچھ اختیار رکھتا ہے یا محض مشین کے ایک پرزے کی طرح بغیر اپنے ارادہ و اختیار کے عمل کرتا ہے؟"

وہ "کاتون کا مذہب یہ ہے کہ انسان مجبور محض ہے، قاتل اس لئے قتل کا ارتکاب کرتا ہے کہ وہ اس پر مجبور ہوتا ہے۔ قضا و قدر سے وہ بالکل بے بس ہو چکا ہوتا ہے"

میں "اس عقیدے کے ماننے والوں کا علاج یہ ہے کہ سب ایک ساتھ پھانسی پر لٹکا دیئے جائیں اور ہمیشہ کے لئے دنیا کو اُن سے نجات دے دی جائے"

آخر میں میں نے ایک سوال کیا:

"ہم کس منزل کی طرف جا رہے ہیں؟"

وہ "موت کی طرف۔ موت ہی ہم سب کی منزل مقصود ہے جس دن تم مر گئے، اُس دن سے تم معدوم ہو گئے۔ یہ سچ ہے کہ جسم کے ذرات غیر فانی ہیں، ہمیشہ باقی رہیں گے۔ لیکن وہ چیز جسے تم شخصیت یا ضمیر کہتے ہیں، دائمی طور پر فنا ہو جائے گی۔ مجھے قیامت یعنی دوسری زندگی کا ہرگز یقین نہیں ہے۔ میں دوبارہ زندگی کے تلخ اُٹھانے کا مستحق نہیں ہوں۔ مرتے ہی، عدم محض طاری ہو جائے گا۔ روز لوگوں کو مرتے دیکھتے ہو۔ اُن کی زندگی کا چراغ گل ہو جاتا ہے۔ آخری سانس کے ٹوٹتے ہی عقلی قویٰ ختم ہو جاتے ہیں اور انسان خاک میں ملجاتا ہے، خاک ہی سے اُٹھا تھا، خاک ہی میں مل گیا۔ ان ھی الا حیاتنا الدنیا، نموت و نحیا و ما نحن بمبعوثین!"

میں "تو تمہارا نظریۂ ارتقا، ایک منحوس مذہب ہے اور آخرت میں اس سے کوئی بھی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ وہ انسان کو کس قدر جلد فنا کر دیتا ہے؟ پہلے تو وہ انسان کو ابدیت کا سبز باغ دکھاتا ہے اور جب وہ مسکین قبضہ میں آ جاتا ہے تو ناامید کر کے چھوڑ دیتا ہے اس کے پاس بدبخت انسان کے لئے اُمید اور تسکین کا کوئی سُراغ نہیں"

وہ "ہمیں حقیقت کی پیروی کرنا چاہیے، نتائج کو چھوڑ دینا چاہیے"

میں: "تو تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ عمر ختم ہونے پر جسم انسانی کے اجزاء اور عناصر مضمحل ہو کر اپنا عمل چھوڑ دیتے ہیں۔ یعنی قوت اصلیہ محرکہ ختم ہو جاتی ہے اور تمہارا کارخانہ اچانک رُک جاتا ہے۔ اگر یہی ہے تو پھر ریشم کا جسمی انڈا ہمارے سامنے موجود ہے قدرتی طور پر تسلیم کرنا پڑے گا کہ انڈے میں کوئی محدود قوت پوشیدہ کر دی گئی تھی، جبھی تو ایک معین زمانے کے بعد وہ اُسے باہر نکال دیتا ہے۔ اس کے بعد وہی صورتیں ممکن ہیں: یا ابدی موت یا نئی زندگی کا آغاز، میرے دوست کیا یہ ممکن نہیں کہ جس نیچر نے ایک مرتبہ ہمارے جسمی انڈے کو اصلی قوت کا مظہر بنایا تھا وہی کچھ مدت آرام لینے کے بعد پھر انگڑائی لے کر اُٹھے اور نئی قوت نئی تندرستی اور نئے جذبے میں اپنی نمود کرے؟ یہ خیال ہماری خودداری اور شرف کے کس قدر خلاف ہے کہ ہمارا آغاز جھینگے کے بچے سے ہو اور خاتمہ دائمی فنا پر ہو جائے اور یہ دونوں نہایت کریہ و ناشائستہ ہیں۔ انسان میں جو چیز سب سے افضل ہے یعنی اُس کی شخصیت، ضمیر، عقل، اور اگر خدانخواستہ قوی کی طرح، یہ سب تو فنا ہو جائیں اور مادی چیزیں، گوشت، پوست، ہڈیاں، کسی نہ کسی شکل میں ہمیشہ برقرار رہیں؟ یہ کیسی عجیب منطق کیسی عجیب عقلیت، اور کیسا عجیب فلسفہ ہے؟"

اس گفتگو پر میرے مخاطب کے چہرے کا رنگ بدل گیا، وہ گہری سوچ میں پڑ گیا۔ دیر کے بعد سر اُٹھا کر کہنے لگا۔ "پھر ملیں گے"

استدراک

مضمون مندرجۂ صدر ایک انگریز اہل قلم مسٹر جیکب ہاڈر کی کتاب سے ماخوذ ہے جو حال میں شائع ہوئی ہے۔ ہم نے یہاں ترجمہ کی جگہ "اخذ" کا لفظ اس لئے اختیار کیا کہ اُردو میں انگریزی تحریر کے مطالب بہ تصرف منتقل کر دیئے گئے ہیں۔ انگریزی عبارات کا بجنسہٖ ترجمہ نہیں کیا گیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس قسم کے مطالب کو کسی ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنے کا بہتر اور مؤثر طریقہ یہی ہے۔ بعض مقامات میں حذف و اضافہ بھی کیا گیا ہے جو ہمارے خیال میں ضروری تھا۔

تفریح و ترویح فکر

بعض مشہور آدمیوں کے لطیفے

انگلستان میں ایک مشہور مشاق ایکٹر تھا اُس کے زمانہ میں کوئی آدمی بھی اس فن میں اُس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا، ایک مرتبہ وہ اپنا تھیٹر لے کر مانچسٹر گیا۔ ہزاروں کی تعداد میں مخلوق دیکھنے آئی۔ خیال کیا گیا کہ ایکٹر یہاں بہت کامیاب ہوگا۔ مگر اتفاق سے اُنھیں دنوں میں ایک خوبصورت رقاصہ بھی مانچسٹر پہونچی۔ یہ عورت اگرچہ اپنے فن میں ذرا بھی مہارت نہیں رکھتی تھی، لیکن تھی نہایت حسین اور دلفریب۔ پبلک نے سُنا تو ایکٹر کو چھوڑ کر رقاصہ کی طرف رُخ پھیر دیا۔ شہر کے ایک معزز آدمی نے یہ حالت دیکھی تو فن سے دلچسپی ظاہر کرنے کے لئے ایکٹر کے پاس گیا، اور ہمدردی کی راہ سے کہنے لگا "افسوس، لوگوں کو فن کی قدر نہیں۔ تمہارے جیسے ماہر کو چھوڑ کر اُس جاہل عورت کے ہو گئے ہیں" ایکٹر نے فوراً جواب دیا "نہیں حضرت! افسوس نہ کیجئے فن، نیچر کا مقابلہ نہیں کر سکتا" ایکٹر کا مقصود یہ تھا کہ میں تو صرف فن کا ماہر ہوں، لیکن رقاصہ، نیچر کی دولت یعنی حسن کی مالک ہے، میرا اُس کا کیونکر مقابلہ ہو سکتا ہے؟

ایک مرتبہ انگلستان کی ایک کمسن شاہزادی اپنی ماں کے ساتھ نہایت شان و شوکت سے لندن کی ایک سڑک پر جا رہی تھی۔ راستہ میں فاقہ زدہ مزدوروں کی ایک بڑی بھیڑ دکھائی دی جو غل مچا رہی تھی، شاہزادی نے اپنی ماں سے دریافت کیا "یہ کون لوگ ہیں اور کیوں چلا رہے ہیں؟" ماں نے جواب دیا "یہ مزدور ہیں، روٹی کے لئے پریشان ہیں" شاہزادی نے تعجب سے کہا "روٹی نہیں ملتی تو کیک کیوں نہیں خرید لیتے!"

پرنس آف ویلز کے متعلق مشہور ہے کہ بچپن میں ایک مرتبہ شاہی دعوت میں تھے۔ دسترخوان پر بڑے بڑے معزز لوگ جمع تھے اور بادشاہ اُن سے گفتگو میں مصروف تھا۔ کھانے کے دوران میں ولیعہد نے اچانک بادشاہ سے کہا "بابا، بابا!" بادشاہ نے لڑکے کو جھڑک دیا اور خاموش رہنے کا حکم دیا، جب گفتگو ختم ہوئی تو بادشاہ نے لڑکے سے کہا "کہو کیا کہتے تھے؟" ولیعہد نے کہا "اب کچھ نہیں، اُس وقت آپکے کیک میں ایک کیڑا تھا۔ میں اُسی کی بابت کہنا چاہتا تھا مگر آپنے مجھے چُپ کر دیا اور کیڑا کھا لیا!"

شاہ ایڈورڈ کا قصہ ہے کہ ولیعہدی کے زمانہ میں اُنھوں نے ایک مرتبہ اپنی والدہ ملکہ وکٹوریہ کو خط لکھا اور دو پونڈ طلب کئے۔ ملکہ نے روپیہ کے بجائے لمبا چوڑا خط بھیجا اور کفایت شعاری کی خوبیاں جتائیں۔ ایک ہفتہ بعد ولیعہد نے ماں کو شکریہ کا خط لکھا "آپکا خط موصول ہوا۔ اب مجھے ۰ پونڈ کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ میں نے آپ کا خط ۲۰ پونڈ میں فروخت کر ڈالا!"

موجودہ شاہ جارج کے متعلق مشہور ہے کہ بچپن میں انھوں نے اپنی ایک کھلائی سے فرمائش کی کہ انھیں کوئی کہانی سُنائے۔ کھلائی نے کہا نہیں، تم خود کوئی کہانی لکھ کر مجھے سُناؤ۔ چنانچہ شہزادہ نے حسب ذیل کہانی لکھی:

"ایک حقیر جھونپڑے میں میاں بیوی رہتے تھے، دونوں بالکل مفلس تھے۔ کچھ بھی کھانے کو نہ رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ دو دن گزر گئے اور انھیں کھانے کو روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہ ملا۔ شوہر نے اپنی بیوی کو روتے دیکھ کر پوچھا:

"پیاری کیا بات ہے؟"

"بھوک سے میرا دم نکلا جاتا ہے" عورت نے روتے ہوئے جواب دیا۔

شوہر نے کہا "میں ابھی بندوبست کرتا ہوں"

چنانچہ وہ اُٹھا، گھنٹی بجائی، خادم دوڑا آیا، اور آہستہ سے کہا "میری بیوی کے لئے ابھی پلیٹ میں روٹی اور مکھن لاؤ"

۱۹۲۲ء میں مسٹر لائڈ جارج اپنی موٹر میں جا رہے تھے۔ راستہ میں شام ہو گئی۔ ڈرائیور موٹر روک کر اُترا اور لالٹین جلانے لگا۔ مسٹر لائڈ جارج بھی اُتر پڑے اور پیچھے کی بتی دیکھنے لگے۔ ڈرائیور اپنے کام سے فارغ ہو کر تیزی سے اپنی جگہ پر آ بیٹھا اور موٹر چھوڑ دی، اُسے کیا معلوم تھا کہ لائڈ جارج گاڑی کے پیچھے کھڑے ہیں، موٹر چلدی اور یہ پیچھے کھڑے چیختے رہ گئے، اب رات اندھیری ہو گئی تھی۔ لائڈ جارج سخت پریشان تھے، اُن کا مکان دس میل دور تھا، مجبوراً پیدل چلے، تھوڑی دور پاگل خانہ تھا، اُنھوں نے خیال کیا شاید یہاں کوئی سواری مل جائے، اطمینان سے آگے بڑھے اور پھاٹک پر دستک دی، نگہبان آرام کر رہا تھا، دستک سُن کر خفا ہوا، اور دروازہ کھولا، وزیر نے اپنی ضرورت بیان کی اور موٹر کے لئے درخواست کی، مغرور نگہبان نے حقارت سے سر ہلایا اور دروازہ بند کرنے لگا۔ لائڈ جارج نے اُسے روکا اور کہا "تم جانتے نہیں میں وزیر مال ہوں!" دربان نے کہا "درست، درست! وزیر صاحب اسوقت ہمارے پاگل خانے میں آپ جیسے چھ وزیر بند ہیں، اگر پسند کریں تو اُن سے حضور کی ملاقات کرا دوں؟ بہتر ہے کہ اسی سڑک پر سیدھے چلے جاؤ، یاں دور نہیں ہے، تڑکے تڑکے گھر پہنچ جاؤ گے!"

وزیر کی پھر کچھ کہنے کی ہمت نہ پڑی اور خاموش روانہ ہو گئے، مگر خوش قسمتی سے ڈرائیور اُن کی تلاش میں موٹر واپس لایا۔

ایک مرتبہ ایک دولتمند عورت نے اپنے محلہ کے تمام لڑکوں کی دعوت کی۔ لڑکے کھانے کھا رہے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ ایک لڑکے نے فخر سے کہا "کل میرے باپ نے مجھے ایک چمچہ خرید کر دیا ہے جس پر لکھا ہے "آب و نمک کا تحفہ لیجئے" اس پر دوسرے لڑکے نے کہا "بہت شیخی نہ بگھارو کل میرے باپ نے بھی مجھے ایک چمچہ دیا ہے جس پر لکھا ہے "میامی ہوٹل" اس پر پہلے لڑکے نے اپنے باپ کی چوری کا راز کھولا ہی!

ایک فلسفی کہتا ہے "شادی کا مطلب یہ ہے کہ دو شخص قیامت تک محبت کرنے کی قسم کھائیں، پھر تکرار اور جھگڑے کے، پھر تیس سال دو لگ اور چشم پوشی کے!"

کے ختم ہونے سے پہلے اُن کی تعداد ۔۔ ۹ تک پہنچ جائے گی ، وزارت کا ایک بڑا کارنامہ ، وہ قانون ہی جو حکام کے لئے بنایا گیا ہو ۔ اِس قانون نے حکام کے فرائض و اختیارات صاف صاف واضح کر دئیے ہیں اور اُنھیں بے سبب معزولی کے خطرے سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے ۔

تعزیری قوانین کے متعلق وزیر نے بیان کیا :

۔۔ ضابطۂ قوانین صرف دَس مہینے سے جاری ہوا ہی پہلے ضابطہ میں صرف ۲۶۰ دفعات تھیں مگر اِس میں ۴۰۰ دفعات ہیں ۔ اِس کا نتیجہ یہ ہو کہ پہلے انصاف کی جو راہیں بند تھیں وہ اب بالکل کھل گئی ہیں ۔ پہلے انصاف ، سب کے لئے یکساں نہ تھا ، امیروں و طاقت وروں کے ساتھ رعایتیں کی جاتی تھیں اور غریبوں اور کمزوروں کا حق مارا جاتا تھا ۔ مگر اب یہ ناممکن ہو ۔ قانون کی نظر میں سب بالکل برابر ہو گئے ہیں ۔

وزیر کے بیان میں سب سے اہم حصہ وہ تھا جس میں اُنھوں نے موجودہ ترکی عدالتوں کی حیثیت کے متعلق یورپین مبصروں کی شہادتیں پیش کی تھیں ۔ اُنھوں نے کہا ۔

" معاہدۂ لوزان کے بموجب ہمنے ۵ سال کے لئے چار یورپین قانونی مشیر ملازم رکھے تھے ۔ ہم نے اُن سے اپنی عدالتوں کی موجودہ حیثیت کے متعلق رپورٹ طلب کی تھی ۔ اُنھوں نے اب یہ رپورٹ پیش کر دی ہو ۔ وہ لکھتے ہیں " اِس تمام مدت میں ترکی عدالتوں کے خلاف ہمارے سامنے ۹ شکایتیں پیش ہوئیں ۔ ہم نے جانچ کر کے معلوم کر لیا کہ وہ سب کی سب بالکل بہتان ہیں ۔ ہماری مدت عنقریب ختم ہونے والی ہو ۔ ہم اپنے ملکوں کو واپس جائیں گے اور ہر جگہ یہ اعلان کریں گے کہ موجودہ ترکی عدالتیں ، اپنے افسروں کی دیانت ، قابلیت ، انصاف پسندی ، اور مقدمات کے جلد سے جلد فیصلہ کرنے کی وجہ سے دُنیا کی ترقی یافتہ سے ترقی یافتہ عدالتوں سے کسی طرح بھی کم درجہ نہیں ہیں ۔ "

وزارت تعلیم

مصطفےٰ نجاتی بک وزیر تعلیم نے اپنے محکمہ کے متعلق بیان کیا :

" ۱۹۲۳ء میں ابتدائی مدارس کی تعداد ۵۰۰,۰ تھی ، مدرسوں کی تعداد ۱۰,۲۳۹ ۔ اور طالب علموں کی ۹ ، ۴۰۹ ، ۲۴۰ ، ۳ تھی ۔ لیکن اب مدرسے ۶,۰۰۰,۱ ہیں ، مدرس ۱۲,۰۲۲ ہیں اور طالب علم ۳,۸۵,۲۵۵ ہیں ۔ "

اِس کے بعد وزیر نے پوری تفصیل سے اپنی وزارت کی کوششوں پر تبصرہ کیا اور بتایا ثانوی اور اعلیٰ تعلیم میں کیا کیا ترقیاں ہوئی ہیں ۔ پھر تعلیم و تربیت کے اُس بورڈ کا ذکر کیا جو انگورہ میں قائم ہوا ہے ۔ نیز تعلیمی انسپکٹروں کی کارگزاریاں سنائیں جو تمام ملک میں دَورہ کرتے پھرتے ہیں ۔ اُنھوں نے اپنی تقریر اِس نتیجہ پر ختم کی :

" اِس سے پہلے ہمارے ملک میں تعلیم ، دنیا کے لئے مفید نہ تھی ، دین کے لئے ۔ لیکن اب اُس کی حالت بالکل بدل گئی ہے ۔ اب ہماری تعلیم ہر قسم کے دباؤ سے آزاد ہے ، دل و دماغ کو آزاد کر رہی ہے ۔ جدید ترین علمی اصول پر جاری ہے ۔ ترکی قومیت کا جذبہ جگا رہی ہے ، ترکی قوم کو صحیح معنوں میں زندہ قوم بنا رہی ہے ۔ مختصر یہ کہ اب ہماری تعلیم ٹھیک اُسی طرح ہے جس طرح ترکی صدر جمہوریت کے لفظوں میں یہ ہے :

" تعلیم کی غرض یہ نہیں ہونی چاہیے کہ اُس سے مستفید ہو کر لوگ بازاری اور مغرور بنیں ۔ تعلیم کا اصلی مقصد یہ ہونا چاہیے کہ اپنی مادی و معنوی زندگی میں کامیابی حاصل کی جائے ۔ "

بحری و بجٹ کی بحث

[illegible]

کے لئے پوری طرح آراستہ ہو ۔ مستقبل قریب میں میرا مرادیہ ہی کہ کل !

وزیر بحر و اساطیل بک نے کہا ۔

" بحری وزارت جمہوری بیڑے کی تقویت کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے ۔ "

ہیٹ کا قضیہ

جزیرۂ قبرص کے شرعی محکمہ نے ایک مسلمان کو اِس جرم پر میراث پانے سے محروم کر دیا ہے کہ اُس نے ہیٹ پہننا شروع کر دیا ہو ۔ ترکی میں یہ خبر پہنچی تو اخبارات کے نامہ نگار یہاں کے مفتی اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے سوال کیا ۔ مفتی کا جواب حسب ذیل تھا :

" ترکی میں اکثر مؤمن ، ہیٹ پہنتے ہیں ۔ مگر اِس سے اُن کے دینی عقائد میں کوئی خلل نہیں پڑتا ۔ قبرص کے شرعی محکمہ کا یہ حکم جہالت ، تعصب اور ریاکاری پر مبنی ہو ۔ شریعت کی نظر میں اِس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ۔ "

مزدوروں کا قانون

عنقریب انگورہ کی قومی پارلیمنٹ اُس مسودۂ قانون پر غور کرنے والی ہو جو مزدوروں اور کارخانہ داروں کے متعلق طیار کیا گیا ہو ۔

اِس قانون کا خلاصہ یہ ہو کہ دَس سال سے کم عمر بچوں کو مزدور نہیں بنایا جائے گا ۔ مزدوری کا وقت روزانہ دَس گھنٹے ہوگا ۔ درمیان میں ایک گھنٹہ آرام کے لئے مخصوص ہوگا لیکن اگر کوئی ناگزیر ضرورت پیش آ جائے تو حکومت کی اجازت سے بارہ گھنٹے بھی مزدوروں سے کام لیا جا سکتا ہو ۔ مگر اِس صورت میں زیادہ گھنٹوں کی مزدوری الگ دی جائے گی اور اِس کے بعد مزدور کو بارہ گھنٹے آرام کے لئے دیئے جائیں گے ۔ کوئی مزدور اچانک کام سے علحدہ نہیں کیا جا سکے گا ۔ طرفین کو پندرہ دن پہلے نوٹس دینا ضروری ہو ۔ علحدگی کے وقت مزدور کو اُس کی پوری اُجرت دی جائے گی ۔ کارخانہ داروں کے لئے ضروری ہے کہ مزدوروں کی تندرستی کی حفاظت کریں ۔ اُنکے لئے مفت دواخانے اور ڈاکٹر مہیا کریں اور اُنھیں زیادہ سے زیادہ آرام دینے کی کوشش کریں ۔ جو مزدور کام کے دَوران میں مرجائیں ، اُن کی تجہیز و تکفین کارخانہ داروں کے ذمہ ہوگا ۔ نیز اُنکے خاندان کو اُن کی روزانہ مزدوری کا چھ سو گنا تاوان ادا کرنا پڑے گا ۔

پٹرول کے چشمے

عباس حلمی پاشا سابق خدیو مصر کا قائم کردہ صنعتی و تجارتی بینک " موفقہ " اور " شار کوئی " کے علاقہ میں پٹرول کے چشمے تلاش کر رہا ہے ۔ حکومت نے اُسے زمین کھودنے کی اجازت دے دی ہو اگر چشمے مل گئے تو اُن سے کام لینے کے لئے بینک سرمایہ داروں سے معاملہ طے کرے گا ۔

ترکی کلب

جدید قومی حرکت کے ساتھ اناطولیہ کے طول و عرض میں بکثرت کلب قائم ہو گئے تھے ۔ یہ کلب پچھلے نازک زمانہ میں وطنی جہاد کے مرکز تھے اور اب امن کے زمانہ میں قومیت کے مدرسے بن گئے ہیں ۔ حال میں تمام کلب گھروں کی ایک جلسی کانفرنس انگورہ میں منعقد ہوئی ، دور دور سے نمائندے مختلف علاقوں سے آ کر شریک ہوئے ۔ محمد تمہ بک وزیر عام نے صدارت کی ۔ اُن کا خطبہ اِس جملہ سے شروع ہوا " ہم سمجھتے ہیں وہ بنیادی پتھر ہے جس پر ترکی کلب قائم ہیں " اور اِس عبارت پر ختم ہوا ۔ " قومی جذبہ جیسا کہ ہمارا وطنی شاعر کہتا ہے ، ایک بے روک سیلاب ہے جو زمانہ کا ہر حکم توڑ کر بہتا ہے اور راہ کی تمام رکاوٹیں اپنی قوت قاہرہ سے دور پھینک دیتا ہے ۔ " میں اِس پر یہ اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ قومی جذبہ ، روشن حقیقت کا سیلاب ہے جو تمام تاریکیاں نابود کر دیتا ہے اور قوموں کو اُن کی قومی زندگی کی مختلف منزلوں میں پہنچا دیتا ہے ۔ "

ختم کتابت کے وقت خبر زیادہ ہو گئی جو بعد میں شائع کی جائیں گی ۔

مہر " الہلال " مصر

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

(اصل عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا)

جدید وزارت

عدلی پاشا یکن کی وزارت پچھلے دنوں مستعفی ہو گئی تھی ۔ استعفا کا سبب بالکل معمولی تھا ۔ پارلیمنٹ میں مصری بینک کی اعانت کے سلسلہ میں بعض ممبروں نے تجویز پیش کی تھی کہ اِس اعانت پر وزارت کا شکریہ ادا کیا جائے ۔ مجلس نے اتنی ذرا سی بات پر شکریہ غیر ضروری سمجھا اور تجویز مسترد کر دی ۔ وزارت نے پارلیمنٹ کے اِس فعل کو بے اعتمادی پر محمول کیا اور استعفا دیدیا ۔ حالانکہ یہ محض غلط فہمی تھی جیسا کہ سرکاری طور پر اعلان ہو چکا ہو ۔ لیکن چونکہ استعفا پیش کیا جا چکا تھا اِس لئے وزارت نے واپس لینے میں اپنی سُبکی دیکھی اور فیصلہ پر قائم رہی ۔

مقام مسرت ہو کہ اِس واقعہ سے سیاسی پارٹیوں کے اتحاد میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوا ۔ حالانکہ مصر کے برطانی " دوستوں " نے اِس کی بہت کوشش کی تھی ۔ چنانچہ نئی وزارت میں پارٹیوں کا وہی تناسب ہے جو پرانی وزارت میں تھا ۔ بلکہ اُس کے تمام رُکن بھی وہی ہیں جو سابق وزارت میں تھے ۔ صرف سابق وزیر اعظم عدلی پاشا نہیں ہیں لیکن اُنھی کی پارٹی کے ایک رُکن عبد الخالق ثروت پاشا وزیر اعظم ہیں ۔

مصر ترکی کی روش اختیار کر رہا ہو

ترکی کے موجودہ انقلاب نے مصر کی اجتماعی و ذہنی حالت پر بہت اثر ڈالا ہو ۔ مصر اگرچہ موجودہ تمدن سے مدت ہوئی متأثر ہو چکا تھا لیکن علمارِ ازہر کا رسمی اقتدار نئی اصلاحات کا مخالف تھا ، اور نیا طبقہ اِن کی مخالفت پر قادر نہ تھا ۔ اب ترکی انقلاب نے ملک میں ایک نئی ذہنیت پیدا کر دی ہو ۔ مواد پہلے سے پختہ ہو چکا تھا ۔ ایک نئی جنبش کی ضرورت تھی اور وہ ترکی کے انقلاب سے پیدا ہو گئی ۔ اب اچانک صورت حال اِس درجہ منقلب ہو گئی ہو کہ معلوم ہوتا ہو ازہر کا اقتدار بھی ختم ہو چکا ہو ۔ تعلیم یافتہ طبقہ اور موجودہ پارلیمنٹ ، دونوں کی کوشش ہو کہ ترکی کی طرح مصر کی سیاسی زندگی پر سے بھی سرکاری علما کا اقتدار اُٹھا دیں تاکہ سیاسی اصلاحات بے روک ٹوک نافذ کی جا سکیں ۔ لیکن جو لوگ قدیم و جدید کی نزاع میں معتدل روش رکھتے ہیں وہ بجا طور پر اندیشہ ظاہر کرتے ہیں کہ علمار قدیم کے جمود کا یہ ردِ عمل (ری ایکشن) افراط و تفریط تک پہنچ جائے گا ۔

یہ جدوجہد اخبارات کے کالموں ، کتابوں کے صفحوں ، پارلیمنٹ کے جلسوں ، مقرروں کی تقریروں ، اسکولوں کے کمروں ، حتیٰ کہ چائے خانوں تک میں نمایاں طور پر دیکھی جا سکتی ہو ۔ علمار بُری طرح لے دے ہو رہی ہو اور اُنھیں ترقی و اصلاح کا دشمن ثابت کیا جا رہا ہے ۔ یہ جدوجہد اتنی وسیع اور قوی ہو کہ علمار اُس کے مقابلہ میں پیچھے ہٹتے چلے جا رہے ہیں اور شکستوں پر شکستیں اُٹھا رہے ہیں چنانچہ نکاح ، طلاق اور تعدد ازدواج کے مسائل میں علمارِ ازہر کی رائے کے خلاف حکومت نے بے تأمل فیصلہ کر دیا ۔ نئے اصلاحی قوانین معیشت کے سلسلے میں یہ مسائل زیر بحث تھے ۔

علمارِ ازہر کی بے وقعتی کا اندازہ اِس سے ہو سکتا ہو کہ گزشتہ پارلیمنٹ میں شیخ الازہر پر خیانت ، غبن ، اور فریب دہی کا علانیہ الزام لگایا گیا اور سربرآوردہ ممبروں نے مطالبہ کیا کہ اُن پر مقدمہ چلایا جائے ۔ اِس معاملہ کا تعلق اُس خلافت کانفرنس سے تھا جو دو برس پہلے علمارِ ازہر نے منعقد کی تھی ۔ شیخ ازہر نے محکمۂ اوقاف سے تین ہزار پونڈ (۴۵ ہزار روپیہ) بہ مکرر وصول کئے تھے کہ دینی ملّی مصارف میں خرچ کئے جائیں گے ، لیکن اب یہ ثابت و الزام ہو گیا ہو کہ یہ تلم

برید شرق

مکتوب انگورہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم انگورہ کے قلم سے)

ٹرکی اور بلغاریہ

مشہور "معاہدۂ ٹیرانا" کے بعد بلقان میں ایک نئی صورت حال پیدا ہوگئی ہے۔ یہ معاہدہ اٹلی اور البانیا کے مابین ابھی حال ہوا ہے اور اس کی رو سے البانیا تقریباً اٹلی کی ماتحتی میں آگیا ہے۔ اس معاہدہ نے یوگوسلاویا (سرویا) کو بہت ناراض کردیا ہے، اور اٹلی کے میدان میں آجانے کے بعد بلقان کا سیاسی توازن ٹوٹ گیا ہے۔ اس کے بعد ہی اٹلی نے ہنگری سے بھی ایک معاہدہ حال ہی میں سرانجام دیا ہے جس نے صورت حال میں اور بھی زیادہ پیچیدگی پیدا کردی ہے۔ یہی نہیں بلکہ عنقریب رومانیا بھی اٹلی کی گود میں جارہا ہے۔ اور کوشش کی جارہی ہے کہ بلغاریہ کو بھی بلا لیا جائے۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ بلقان میں ایک نئی سرگرمی رونما ہوئی ہے اور اٹلی، ہنگری، رومانیہ، البانیہ اور بلغاریہ کا جتھا بن گیا ہے یا عنقریب بن جانے والا ہے۔ اس جتھے کی اصلی غرض کیا ہے؟ دو سمجھی جاتی ہیں:

(۱) البانیہ پر اٹلی کا قبضہ

(۲) بالشویک روس کے خلاف مشرقی یورپ کی سلطنتوں کا اتحاد۔

درحقیقت یہ صورت حال برطانیہ کی خارجہ پالیسی نے پیدا کی ہے اور روس کے خلاف عالمگیر جہاد شروع کرنے کی طرف یہ پہلا خطرناک عملی قدم ہے۔

اس بلقانی پیچیدگی نے یوگوسلاویا کی پوزیشن بہت خراب کردی ہے، وہ اس جتھے میں شریک نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ البانیہ پر اٹلی کا اقتدار اُسے کسی حال میں بھی گوارا نہیں ہوسکتا۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ وہ بالکل بے یار و مددگار رہ گیا ہے اور اُس کی سلامتی کو واقعی خطرہ درپیش ہے۔ یوگوسلاویا کے بعد اس صورت حال کا سب سے زیادہ اثر ٹرکی پر پڑتا ہے، کیونکہ بلقان کی ہر تبدیلی اُس کے حال و مستقبل پر گہرا اثر ڈال سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ٹرکی بھی پریشان ہے اور یوگوسلاویا کے ساتھ علانیہ ہمدردی ظاہر کر رہا ہے۔

ٹرکی کی بظاہر یہ کوشش ہے کہ مذکورۂ بالا جتھے کے مقابلہ میں یوگوسلاویا، بلغاریہ، یونان اور ٹرکی مل کر ایک جتھا قائم کریں۔ مگر اس راہ میں سخت مشکلات ہیں۔ یوگوسلاویا، بلغاریہ کے بہت سے علاقے دبائے بیٹھا ہے اس لئے بلغاریہ اُس سے ملنے پر طیار نہیں۔ ادھر یونان اپنی ناقابل فراموش بربادیوں کی وجہ سے ٹرکی کا ساتھ دینے پر آمادہ نہیں۔ تاہم کوشش ہو رہی ہے۔ اس کوشش کی ایک تازہ مثال وہ اہم مضمون ہے جو محمود بک نے اپنے نیم سرکاری اخبار "حاکمیت ملت" میں بلغاریہ کے متعلق شائع کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"ترکی جمہوریت نے بلغاریہ سے تعلقات بڑھانے میں ہر ممکن سعی کی اور پورے اخلاص سے کام لیا۔ چنانچہ ایک خاص سفیر صوفیا بھیجا اور تجارتی معاہدہ کے لئے گفت و شنید کی۔ لمبی بحث کے بعد بالآخر معاہدہ پر دستخط ہوگئے۔ مگر بعض مخفی اسباب کی وجہ سے دوستانہ تعلقات پھر بھی قائم نہ ہوسکے۔ بڑا تعجب ہے کہ بلغاریہ کا سرکاری اخبار "لابلقان" بلقانی اتحاد پر شرح و بسط سے گفتگو کرتا ہے مگر اس سلسلہ میں ٹرکی کا مطلق ذکر نہیں کرتا۔ بلغاریہ، بلقانی جتھے میں تنہا شامل ہوجانا چاہتا ہے مگر اپنے قریبی پڑوسی، ٹرکی کا کوئی خیال نہیں کرتا۔"

اس کے جواب میں بلغاری اخبار کا یہ جملہ بہت معنی خیز ہے:

"محمود بک بلغاریہ کو الزام دیتے ہیں مگر یہ حقیقت بالکل بھول جاتے ہیں کہ بلغاریہ نے اب تک کوئی عملی کارروائی نہیں کی ہے۔ بلاشبہ بلقانی اتحاد کی بحث درپیش ہے، لیکن اسے بلغاریہ نے پیش نہیں کیا ہے۔ بلغاریہ اس وقت اپنی داخلی مشکلات میں اس درجہ منہمک ہے کہ ہرگز اس قسم کے کسی اتحاد کا خیال نہیں کرسکتا۔ ٹرکی سے بلغاریہ کے تعلقات دوستانہ ہیں اور اُن کی بنیاد بلقان کے امن و سلامتی پر ہے۔ پھر ترکی جمہوریت اور اُس کے محترم صدر سے بھی ہمارے اخلاص میں کوئی فرق نہیں پڑا ہے۔ ہم ٹرکی کے موجودہ انقلاب کی پوری عزت کرتے اور اُس کے حیرت انگیز نتائج سے ہرگز چشم پوشی نہیں کرسکتے۔"

بہرحال ۱۹۱۲ء کی طرح اس وقت بھی بلقان کی گتھی بہت زیادہ اُلجھی ہوئی ہے۔ مستقبل کے متعلق سردست پیشین گوئی کرنا مشکل ہے۔

پورا ملک سپاہی بنجائے

قومی مدافعت کی کمیٹی کے اُس مسودۂ قانون کو تحقیقاتی کمیٹی نے پاس کرکے وزارت کے حوالہ کردیا ہے جو تمام ملک کو سپاہی بنا دینے کے متعلق ادھر ایک برس سے زیر غور تھا۔ وزارت نے بھی اسے منظور کرلیا ہے اور عنقریب پارلیمنٹ کے سامنے پیش کرنے والی ہے۔

اس مہتم بالشان قانون کا خلاصہ یہ ہے کہ بیس سال کی عمر سے ۴۶ سال کی عمر تک ہر باشندہ فوجی خدمت کے قابل ہے۔ فوجی خدمت جبری ہوگی۔ پیدل فوج میں خدمت کی مدت ڈیڑھ سال ہے۔ جنگی موسیقی میں دو سال۔ جندرمہ میں ڈھائی سال اور بحری فوج میں تین سال۔ بحری فوج، جندرمہ اور افسروں کے مدرسہ میں اٹھارہ سال سے کم عمر کا کوئی رضاکار منظور نہیں کیا جائے گا۔

اس قانون نے طالب علموں کے لئے بڑی سہولتیں پیدا کردی ہیں۔ اعلیٰ تعلیم یافتوں کے لئے فوجی خدمت کی مدت صرف ۶ مہینے رکھی گئی ہے۔ ثانوی (سکنڈری) تعلیم پانے والوں کے لئے ۸ مہینے ابتدائی ڈگری حاصل کرنے والوں کے لئے دس مہینے۔ تیسرے درجوں میں پہنچنے والے طالب علم اُس وقت تک معاف ہیں جب تک اپنی تعلیم ختم نہ کرلیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ یہ زمانہ اٹھائیس سال کی عمر سے زیادہ نہ ہونا چاہئے۔ جو طالب علم اس عمر میں بھی فارغ التحصیل نہیں ہوگا اُسے فوجی خدمت میں زبردستی داخل کردیا جائے گا۔ جو لوگ فوجی خدمت سے مستثنیٰ رہنا چاہتے ہیں انھیں چھ سو ترکی پونڈ ادا کرنا چاہئے۔ نیز کم از کم ۹ ہفتے کسی مقام پر جنگی قواعد سیکھنی چاہئے۔

اس قانون سے حکومت کا صاف مقصد یہ ہے کہ پوری ترکی قوم کو سپاہی بنا دینا چاہتی ہے۔ یہ موجودہ حکومت کی بیدار مغزی اور مستعدی کی ایک بین دلیل ہے۔ امید ہے کہ اس کے نتائج عنقریب نہایت شاندار ظاہر ہوں گے۔

ٹرکی کا میزانیہ

۱۹۲۶ء کے میزانیہ (بجٹ) کی تحقیقات ختم ہوگئی۔ اعداد شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کی آمدنی ۱۹،۴۵،۰۵،۰۸،۵۵۴ ترکی پونڈ ہے اور خرچ ۱۹،۴۴،۷۴،۴۰۰ پونڈ ہے۔ یعنی آمدنی خرچ سے کسی قدر زیادہ ہی ہے۔

کمیٹی کی رپورٹ سے واضح ہوتا ہے کہ بری بحری فوج، جندرمہ (یعنی فوجی پولیس) اور چند دوسرے محکموں کے علاوہ حکومت کے پاس ۴۸،۷۷۰ چھوٹے بڑے عہدے دار اور ۸۱،۷۷ معمولی ملازم اور خدمت گار ہیں۔

ذیل کے نقشہ سے موجودہ سال کے مصارف کی اہم مدیں معلوم ہوں گی:

مد	رقم	
قومی پارلیمنٹ	۱۹،۹۶،۱۴۴	پونڈ ترکی
صدر جمہوریت کا عملہ	۳،۱۱۳،۰۴۴	"
محکمۂ حسابات	۴،۴۴۴،۳۳۵	"
محکمۂ مشورت	۲،۳۳۴،۴۲۴	"
صدر معاملات مذہبی کا عملہ	۱۷،۹۹۶،۲۴۰	"
وزارت مال	۲،۹۳،۸۱،۸۱۱	"
عام قرضے	۹۸،۷۴،۷۰۹	"
وزارت داخلیہ	۵۸،۷۲،۷۷۴	"
ڈاک اور تار	۵۴،۷۱،۵۶۸	"
امن عام	۵۹،۵۵،۹۳۳	"
جندرمہ	۵۱،۹۵،۲۹۲	"
مہاجرین کی آبادی	۲۵،۷۵،۸۵۹	"
وزارت خارجیہ	۳۲،۱۴،۰۹۶	"
مطبوعات	۳،۱۹۴،۰۶۸	"
محکمۂ حفظان صحت	۳۲،۰۲،۸۸۰	"
محکمۂ عدالت	۵۱،۹۵،۷۵۶	"
وزارت تعلیم	۶۱،۵۸،۹۳۰	"
پبلک ورکس	۲،۱۵۷،۲۳۰،۴۳	"
وزارت تجارت	۱۰،۰۵،۹۱۱	"
بندرگاہوں کا محکمہ	۴،۲۲۴،۱۲۳	"
وزارت زراعت	۳۷،۷۲،۲۹۸	"
وزارت جنگ	۵،۸۰،۹۶،۱۳۴	"
جنگی ضروریات	۵۱،۹۰،۴۵۷	"
محکمۂ نقشہ کشی	۷،۳۵،۰۶۷	"
وزارت بحر	۵۶،۲۴،۱۸۰	"

محکمۂ قانون و عدالت

بجٹ پر بحث کے سلسلہ میں حکومت کے مختلف شعبوں کی کارگزاریوں پر بھی پارلیمنٹ میں دلچسپ تبصرے ہو رہے ہیں۔ چنانچہ محمود اسعد بک نے محکمۂ عدالت کے متعلق حسب ذیل تصریحات کیں:

"عدالتوں کی وزارت پوری کوشش کر رہی ہے کہ اپنے عہدے داروں کو خوش حال بنادے تاکہ وہ دیانت کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے سکیں۔ چنانچہ عدالت عالیہ کے ججوں کی تنخواہ پہلے ۱۹۰ پونڈ تھی اب ۴۰۰ پونڈ (ترکی) ماہوار کردی گئی ہے۔ اسی طرح تمام عہدے داروں کی تنخواہ میں ۵۰ فی صدی کا اضافہ کردیا گیا ہے۔ اس وقت پورے ملک میں سات سو سے زیادہ چھوٹی بڑی عدالتیں موجود ہیں۔ وزارت نے پوری کوشش کی ہے کہ اُس کے تمام ملازم، مدارس کے باقاعدہ تعلیم یافتہ ہوں۔ چنانچہ خاص اس مقصد سے اُس نے بکثرت تعلیم گاہیں جاری کی ہیں۔ وزارت کی مستعدی کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس قلیل مدت میں اُس کے ۸۰ فیصدی ملازم باقاعدہ تعلیم یافتہ ہوچکے ہیں۔ انگورہ کے مدرسۂ قانون (لاکالج) میں جو صرف پچھلے سال جاری ہوا ہے، اس وقت ۴۰۰ طالب علم موجود ہیں۔"

رقم خلافت کا نفرنس پر صرف کر دی گئی۔ اخبارات نے اس معاملہ کو بہت اُبھارا اور علماء کے خلاف مظاہرہ شروع کر دیا حتی کہ بات پارلیمنٹ تک پہنچ گئی۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ شیخ ازہر کی حیثیت محض ایک عالم اور پرنسپل ہی کی نہیں ہے بلکہ ان کا وہ درجہ مصر میں وہی تھا جو ترکی میں شیخ الاسلام کا تھا وہ ہمیشہ اس لقب سے مخاطب بھی کیے جاتے تھے۔ مگر دوران بحث میں پارلیمنٹ کے ممبروں نے صاف اعلان کر دیا کہ مصر میں شیخ الاسلام کا کوئی عہدہ نہیں ہے۔ اس اہم اعلان پر کسی ممبر نے اعتراض کیا نہ صدر نے ٹوکنے کی ضرورت محسوس کی۔ گویا اعلان کر دیا گیا کہ مصر کسی شیخ الاسلام کا وجود تسلیم نہیں کرتا!

یہ اور اسی قسم کے واقعات یقین دلاتے ہیں کہ مصر میں بھی ترکی جیسا ایک انقلاب انگیز ذہنی انقلاب جلد رونما ہونے والا ہے۔ در اصل بلاد اسلامیہ کے لئے اب اس انقلاب کی منزل سے گزرنا اگزیر ہو گیا ہے۔ علماء قدیم اصلاح و تجدید کی جگہ اصلاح کی مخالفت اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ زمانہ کا مزاج اس سختی کا متحمل نہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کسی معتدل اور صحیح امتزاجی حالت کی جگہ ردّ عمل شروع ہو جاتا ہے۔ پہلے افراط تھی، تو اب تفریط کا دَور دَورہ ہو جاتا ہے۔ ترکی میں یہی ہوا۔ مصر میں یہی ہو رہا ہے، اور دیگر اسلامی ممالک بھی جلد یا بدیر اسی حالت میں مبتلا ہونے والے ہیں۔ شاید اس افراط و تفریط کے بعد اعتدال و قوام کا دَور شروع ہو۔ بظاہر حال تو اصحاب اعتدال کے لئے کوئی قریبی اُمید نظر نہیں آتی۔

عربی انسائیکلوپیڈیا

مصر میں علمی بیداری غیر معمولی وسعت اختیار کر رہی ہے۔ جنگ کے بعد سے رفتار ترقی بہت تیز ہو گئی ہے۔ اچھے اچھے اہل علم و قلم پیدا ہو گئے ہیں۔ بڑی سرگرمی سے کوشش ہو رہی ہے کہ ملک جلد سے جلد متمدن ملکوں کے قریب پہنچ جائے۔ اس وقت تصنیف و ترجمہ کی سطح بھی سابق سے بلند ہو گئی ہے۔ قومی اخبارات نے بھی بہت زیادہ ترقی کی ہے اور قریب ہے کہ یورپین اخبارات کے درجہ پر پہنچ جائیں۔

اس سلسلہ میں سب سے اہم تجویز عربی انسائیکلوپیڈیا (دائرۃ المعارف) کی تجویز ہے۔ یہ تجویز اگرچہ پرانی ہے اور گیارہ جلدوں کی ایک ابتدائی دائرۃ المعارف موجود بھی ہے لیکن اس سے پہلے کبھی سنجیدگی کے ساتھ غور نہیں کیا گیا تھا۔ اب خود حکومت نے اس کی طرف عملی قدم اٹھایا ہے۔ وزیر اعظم اور وزیر تعلیم دونوں نے ملکر ایک کمیٹی مقرر کی ہے جس کا کام یہ ہوگا کہ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے طریقوں پر غور کرے۔ وزیر اعظم نے تصریح کی ہے کہ انگریزی، فرانسیسی اور دوسری زبانوں کی انسائیکلوپیڈیا کا عربی زبان میں حذف و اضافہ کے ساتھ ترجمہ عربی انسائیکلوپیڈیا مرتب کرنے کی بہترین صورت ہے۔ ملک کے علمی حلقے اس کی تائید کر رہے ہیں۔ بلکہ بعض اہل علم نے تو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے متعدد مقالوں کا ترجمہ بھی شروع کر دیا ہے۔ ایک موقر مصری اخبار نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ اصل کتاب شروع کرنے سے پہلے اس کی انڈیکس (یعنی فہرست اسماء و الفاظ) کا ترجمہ کر لیا جائے تاکہ علمی اصطلاحات کے وضع و انتخاب کا مرحلہ طے ہو جائے۔ عربی انسائیکلوپیڈیا کی تجویز جس درجہ اہم ہے، حاجت بیان نہیں لیکن ہمیں اس لحاظ سے قطعاً اختلاف ہے کہ انگریزی اور فرنچ انسائیکلوپیڈیا کا ترجمہ حصول مقصد کے لئے کافی ہوگا۔ بغیر مستقل ادارۂ تصنیف و ترتیب کے یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا اور جب خود حکومت کا محکمۂ تعلیم اس کے لئے آمادہ ہو گیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس درجہ کا اہتمام ناقابل عمل ہو۔

عربی کا موجودہ ملک الشعراء

چند دن ہوئے مصر میں بڑی ادبی چہل پہل دیکھی گئی۔ امیر الشعراء تمام عرب کا اُدبا و شعراء نے حصہ لیا۔ صرف مصر ہی کے ادبا نے نہیں بلکہ فلسطین، شام، عراق، بحرین وغیرہ عربی ممالک نے بھی دلچسپی ظاہر کی۔ بہت سے ادیب و شاعر باہر سے آکر شریک ہوئے جنہوں نے اپنا کلام سنایا۔ تقریب یہ تھی کہ مصر کے مشہور اور سابق درباری شاعر شوقی کے کمال فن کے اعتراف میں قومی مظاہرہ کرتے ہوئے ایک مؤتمر عربی (عربی کانفرنس) منعقد کی جائے، سلطان مصر نے مؤتمر کی سرپرستی کی اور جلسہ ارکان حکومت اور اسلامی سلطنتوں کے سفراء شریک ہوئے۔

مؤتمر کے جلسے کئی روز تک جاری رہے۔ عربی زبان اور اس کی شاعری پر مبسوط مضامین پڑھے گئے جشن میں قصیدے سنائے گئے۔ فلسطین کے مفتی اعظم سید امین حسینی اور مسعود لیاسی کے علاوہ امام اکبر بھی مؤتمر کی شرکت کی غرض سے مصر آئے تھے۔

دراصل مصریوں میں وطنیت کے جذبات بہت ترقی کر گئے ہیں وہ اپنے وطن کی عزت بڑھانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں اور انہیں کبھی کبھی حد اعتدال سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں۔ مثال میں خود یہی واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ احمد شوقی موجودہ مصر کے کہنہ مشق شاعر ہیں۔ مگر اس درجے نہیں جو مصریوں نے اپنی مبالغہ پسندی سے انہیں دے دیا ہے۔ انہیں امیر الشعراء اور ملک الشعراء کا خطاب دینا اصلیت سے زیادہ ہے وقت کے عربی شعراء میں ان سے بلند پایہ رکھنے والے شعراء خود مصر میں موجود ہیں۔

ہمارے خیال میں عراق کے مشہور فلسفی شاعر جمیل صدقی زہاوی نے شوقی پر صحیح تنقید کی ہے۔ ہم اُسے یہاں نقل کئے بغیر نہیں رہ سکتے زہاوی لکھتے ہیں:

"شوقی بڑے شاعر ہیں مگر ملک الشعراء نہیں ہیں۔ شوقی حال کے نہیں، ماضی کے شاعر ہیں۔ شوقی آگے کی طرف چل رہے ہیں مگر ان کا چہرہ پیچھے کی طرف مڑا ہوا ہے۔ موجودہ عربی نسل انہیں اس لئے پسند کرتی ہے کہ ان کا کلام اس کی ذہنیت و ذوق کے مطابق ہے۔ لیکن جب عربی نسل و ذہنیت مستقبل قریب میں اپنی موجودہ سطح سے بلند ہو جائے گی تو شوقی کا شعر مر جائے گا۔"

بہرحال یہ مظاہرہ نہایت شاندار اور پر اثر تھا۔ کئی دن تک عظیم الشان اجتماع جاری رہا جس میں تمام اُدبا و شعراء عصر کے بڑی اور بری پیام نظم و نثر سنائے گئے اور شرکاء نے تقریریں کیں۔ تیسرے دن رات کو ایک عالیشان ڈنر ہوا۔

مسٹر فلبی اور حجاز

مشہور انگریز مستشرق مسٹر فلبی جو کچھ عرصے سے جدہ میں مقیم ہیں، پچھلے دنوں مصر آئے تھے۔ مصری اخبارات نے اُن کی حسب ذیل گفتگو شائع کی ہے:

"میں حجاز کی موجودہ تاریخ مرتب کر رہا ہوں۔ اس میں شریف حسین کی خود مختاری کے دن سے سلطان ابن سعود کے قبضہ تک تمام متعلقہ واقعات جمع کئے جائیں گے۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں جزیرہ نمائے عرب کی مفصل تاریخ لکھوں گا۔ کیونکہ ایک انگریزی کمپنی نے اس کی فرمائش کی ہے۔"

سلطان ابن سعود کی شخصیت کے بارے میں مسٹر فلبی نے کہا:

"مجھے پورا یقین ہے کہ ابن سعود موجودہ زمانہ کے عظیم ترین آدمیوں میں سے ہے۔ وہ صرف سپہ سالار اور مدبر ہی نہیں ہے بلکہ اس سے بھی کچھ بڑھ کر ہے۔ بلاشبہ اب تک دنیا نے اُن کی صرف جنگی قابلیت ہی دیکھی ہے، انتظامی قابلیت نہیں دیکھی ہے۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ انتظامی قابلیت میں کم درجہ ہیں۔ انتظامی قابلیت ملک کی تنظیم و ترتیب اور سیاسی اصلاحات کا نام ہے۔ یہ چیز مہینوں اور ہفتوں میں ظاہر نہیں ہو سکتی۔ ابن سعود کی انتظامی قابلیت کا یہ کارنامہ ہی کیا کم ہے کہ انہوں نے نہایت قلیل مدت کے اندر حجاز میں ایسا امن امان قائم کر دیا جیسا اس ملک میں عرصہ سے نہیں دیکھا گیا ہے۔"

مسئلہ خلافت کے متعلق مسٹر فلبی نے کہا:

"مجھے نہیں معلوم ابن سعود منصب خلافت حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں یا نہیں لیکن مجھے بہ تحقیق معلوم ہے کہ وہ اس سلسلہ میں کوئی کوشش نہیں کر رہے ہیں۔ مجھے جہاں تک اس شخص کی ذہنیت کا پتہ چلا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ خود کسی چیز کی طرف بڑھنا نہیں چاہتے الا یہ کہ وہ خود ان کے سامنے آجائے۔ فتح حجاز کی بھی انہوں نے کوئی کوشش نہیں کی تھی لیکن وہ خود بخود انہیں حاصل ہو گئی۔"

یمن و نجد کی کشیدگی کے متعلق انہوں نے کہا:

"ابن سعود نے بارہا اعلان کر دیا ہے کہ انہیں امام یحییٰ سے جنگ کرنے کا ہرگز شوق نہیں۔ وہ اس لڑائی کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور بغیر شدید مجبوری کے اس کی طرف کبھی قدم نہیں اٹھائیں گے۔ شدید مجبوری کی خود انہوں نے یہ تفسیر کی ہے کہ امام یحییٰ اُن کی سرحدوں پر علانیہ حملہ کر دیں۔ میرے خیال میں امام یحییٰ ایسا کبھی نہیں کریں گے۔ الا یہ کہ اٹلی انہیں اس پر مجبور کر دے۔"

مسٹر فلبی کے اس آخری جملہ کو مصری اخبارات نے بہت اہمیت دی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اٹلی کا عرب کے دونوں بادشاہوں کی لڑائی میں بہت نفع ہے۔ اٹلی خوب جانتا ہے کہ امام یحییٰ ابن سعود کو کامل شکست دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اُنکے حملہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ابن سعود بھی حملہ آور ہونگے۔ اُس وقت اٹلی سیاسی میدان میں آکودیگا اور سلطان نجد سے مطالبہ کرے گا کہ یمن میں پیش قدمی نہ کریں کیونکہ یمن کے ساتھ اس کا معاہدۂ حمایت ہو چکا ہے اس طرح اسے عرب کے معاملات و مسائل میں مداخلت کا پورا موقع مل جائے گا۔

جدید انگریزی نجدی معاہدہ کے متعلق مسٹر فلبی نے کہا۔

"ابھی تک معاہدہ طے نہیں پایا ہے لیکن گفت و شنید جاری ہے۔ اُمید ہے طرفین جلد ایسی شرطوں پر پہنچ جائیں گے جو دونوں کے لئے باعزت اور مفید ہوں گی۔"

مسجد پیرس

سلطان مراکش کے وزیر تشریفات (چیمبرلین) قاہرہ آئے ہیں۔ ان کا نام سید قدور بن غبریط ہے۔ یہ مراکش کے سربرآوردہ شخص ہیں جدید تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہیں۔ اپنے درباری عہدہ کے علاوہ شمالی افریقہ کے محکمۂ اوقاف کے صدر بھی ہیں۔ پیرس میں جو عظیم الشان مسجد تعمیر ہوئی ہے وہ زیادہ تر انہی کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ آج کے مصری اخبارات میں ان کا حسب ذیل بیان شائع ہوا ہے:

"میں مصر اس لئے آیا ہوں کہ یہاں کے مخیر اور فیاض مسلمانوں سے مسجد پیرس کی بعض ملحقہ نامکمل عمارتوں کی تکمیل کے لئے امداد حاصل کروں۔ یہاں سے میں فلسطین اور شام بھی جاؤں گا۔ شام میں میری ایک کوشش یہ بھی ہوگی کہ فرانسیسی حکام کو حجاز ریلوے کے دوبارہ اجراء پر آمادہ کروں تاکہ حاجیوں کو سفر میں آسانی ہو۔"

مسجد پیرس کی تاریخ تعمیر بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

"پیرس میں جامع مسجد تعمیر کرنے کا خیال ۵۰ برس سے موجود تھا مگر عمل میں نہ آسکا۔ پہلے فرانس میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ لیکن حالات میں جلد جلد تبدیلی ہوئی اور مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ ۵۰ ہزار سے بھی زیادہ ہو گئی۔ ظاہر ہے اب مسجد کا قیام ضروری تھا چنانچہ سلطان مغرب "بائی ٹیونس" اور امراء الجزائر کی فیاضیوں نے یہ عظیم الشان مسجد عروس البلاد پیرس میں تعمیر کر دی۔

مسجد ۸ ہزار مربع میٹر کے وسیع رقبہ میں بنائی گئی ہے۔ اس کے ساتھ اندلسی وضع کا نہایت دلفریب باغیچہ ہے۔ صحن میں پانی کا عظیم الشان فوارہ ہے اور اس کے گرد عربی طرز کے خوبصورت ستون کھڑے کئے گئے ہیں۔ مسجد کے ساتھ شفاخانہ بھی ہے۔ ہفتہ میں تین دن اس کے دروازے کھلتے ہیں اور غریب مسلمانوں کا مفت علاج کیا جاتا ہے۔ ایک کتب خانہ بھی قائم کیا گیا ہے یہ اگرچہ ابتدائی حالت میں ہے لیکن بتدریج ترقی کر جائے گا۔ اس میں وہ تمام کتابیں جمع کی جائیں گی جو دنیا کی مختلف زبانوں میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق لکھی گئی ہیں۔ ایک علمی ایوان بھی ہے جس میں مسلم اور غیر مسلم علماء ماہوار جمع ہونگے اور مبادلۂ خیالات کریں گے۔ ساتھ ہی شرقی طرز کا ایک حمام بھی بنایا گیا ہے جو تمام یورپ میں اپنی وضع کا تنہا حمام ہے۔ ایک شرقی ہوٹل بھی کھولا گیا ہے۔ اس میں شرقی عربی کھانے مستقل قیمت پر ملتے ہیں۔ چائے خانہ بھی ہے جہاں بکثرت فرانسیسی آتے ہیں اور عربی قہوہ پیتے ہیں۔"

والے پوری سنجیدگی سے سچ کوئی ہیں اور اُن کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے اپنے فوٹو بھی بھیج دیتے ہیں۔ صرف فوٹو ہی نہیں بلکہ اپنی آمدنی کا تخمینہ (اندازہ) ٹیکس کی رسیدیں بھی روانہ کر دیتے ہیں تاکہ اخبار نویس انھیں معمولی آدمی خیال نہ کرے۔

اخبارات کے بعض مباحث خاص طور پر ان مجنونوں کا جنون خط نویسی اُبھار دیتے ہیں۔ مثلاً روحانیات، نباتیات، نسائیات وغیرہ۔ ان مباحث پر اخبار میں ایک مضمون بھی ہماری بدبختی کے لئے کافی ہوتا ہے۔ ہر طرف سے مجنونوں کے خط آنا شروع ہو جاتے ہیں۔

مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ جنون مردوں سے کہیں زیادہ عورتوں میں ہے۔ ویسے بھی عورتوں کی ایک جنسی خصوصیت یہ ہے کہ انھیں لکھنے کے لئے کسی مناسبت اور ربط مقصد کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اُنکے ہر خط میں ایک نئے موضوع پر بحث ہوتی ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ہر مجنون خاتون اپنے رازوں کے لئے کسی ایک اخبار نویس کو "صندوق" بنا دینا ضروری تصور کرتی ہے۔ بدقسمتی سے مجھے بھی ایک خاتون نے ایک مرتبہ اس عزت کا مستحق سمجھا۔ مسلسل تین سال تک ہر روز ایک خط پہنچ جاتا۔ ان خطوط میں اُس کی مفصل سوانح عمری ہوتی تھی۔ خانہ داری کے جھگڑے، شوہر کے معاملات، محبت کے اثرات، بیوفائی کے شکوے، غرضکہ کوئی بات نہ تھی جو ان خطوں میں تفصیل سے موجود نہ ہو۔ میں نے کبھی کسی خط کی رسید نہیں بھیجی۔ مگر محترم خانم کو رسید کی چنداں پرواہ نہ تھی اُسے صرف خط بھیجنے سے کام تھا۔

خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو

لیکن یہ سلسلہ ایک مرتبہ اچانک ٹوٹ گیا اور میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ کہ محترم خاتون اب اپنے جنون سے شفا پا گئی۔ اور مجھے بھی نجات مل گئی!

عورتوں کا سب سے سخت جنون، مذہبی جنون ہوتا ہے۔ جب یہ کسی "خوش نصیب" اخبار نویس سے خوش ہو جاتی ہیں تو اپنے خطوط کے ساتھ گنڈے تعویذ بھی بھیجا کرتی ہیں، اور بڑی لجاجتیں و اصرار سے اُسے مجبور کرتی ہیں کہ یہ تعویذ ضرور استعمال کرے۔ لیکن جب اخبار نویس سے وہ ناراض ہو گئیں تو بس اُس کے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ وہ کون گالی ہے جو اُسے دی نہیں جاتی؟ اتنی بددعائیں اور لعنتیں آتی ہیں کہ غریب اخبار نویس کتنا ہی مستقل مزاج ہو ضرور کانپ اُٹھتا ہے!

بلاشبہ ہم مجنونوں کے خط پڑھنے پر مجبور نہیں ہیں۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ بہت سے مجنون خط کتابت ہی کافی نہیں سمجھتے بنفس نفیس ملاقات کو تشریف لے آتے ہیں اور یہ مصیبت بالکل لاعلاج ہے۔

ایک دن دفتر میں چپراسی نے ایک ملاقاتی کا کارڈ میرے حوالہ کیا۔ "مسیو گبونل" نیچے کی سطر میں یہ لفظ تھے "ایک اہم شخصی معاملہ" میں نے اندر آنے کی اجازت دیدی۔ پہلی نظر میں خیال ہوا اچھا خاصہ سنجیدہ باوقار آدمی ہے۔

"جناب! میں آپکی کوئی خدمت بجا لا سکتا ہوں؟" خاموش ملاقاتی سے میں نے سوال کیا۔

"آپ اُس معاملہ سے واقف ہیں جس کے لئے میں حاضر ہوا ہوں" اُسنے متین آواز میں جواب دیا۔

"مجھے افسوس کے ساتھ انکار کرنا پڑتا ہے" میں نے عاجزی سے کہا۔

"تجاہل عارفانہ نہ برتئے۔ آپ خوب جانتے ہیں" حضرت کا جواب تھا۔

"جناب، آج پہلی مرتبہ مجھے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے"

"لیکن آپ اپنے مضامین میں روز میرا ذکر کرتے ہیں!"

"عجیب! یہ پہلا موقعہ ہے کہ میں اسم گرامی سے واقف ہوا ہوں"

"ریاکاری چھوڑ دیجئے۔ بیوقوف نہ بنائیے...... میں روز آپکے مضامین میں اپنا ذکر پڑھتا ہوں" اچانک اُس کی صورت بدل گئی۔ غصہ سے کانپنے لگا "تم میرے خاندان کے راز جانتے ہو۔ اپنے گندے مضامین میں یہ راز لکھکر مجھے رسوا کرتے ہو...... آہ! لیکن خیر اب اس کا خاتمہ ہونا چاہئے۔ میں اس وقت اسی لئے آیا ہوں کہ اپنے آپ کو اور تمکو تمھاری شرارتوں سے نجات دیدوں...... آپ میری حیرانی کا اندازہ کر سکتے ہیں جب میں نے اس عجیب الخلقت کلام کے خاتمہ پر اچانک سنا "میں قتل کر ڈالوں گا"

فوراً جیب سے بھرا ہوا پستول نکالا...... "خدایا کیا کروں؟" میرے خیال کیا۔ اب میرا کام تمام ہوا...... عنقریب میرے دوست میرا جنازہ اُٹھانے آئیں گے...... لیکن خود اس پاگل کا کچھ نہیں بگڑیگا۔ عدالت جنون کے عذر پر اُسے رہا کر دے گی...... میں نے ارادہ کیا اس عجیب ملاقاتی پر ٹوٹ پڑوں اور پستول چھین لوں لیکن یہ ناممکن تھا کیونکہ میری ایڈیٹری کا بڑا میز ہمارے مابین حائل تھا۔ افسوس اخبار نویسی کا منحوس میز! میں نے اپنے حواس بجا کئے:

"سگریٹ پیجئے" میں نے مصنوعی بے خوفی سے کہا اور فوراً کوٹ کی جیب سے سگریٹ کی خوشنما ڈبیا نکالکر پیش کر دی۔ خلاف توقع سگریٹ نے اُس کا غصہ بالکل فرو کر دیا۔ وہ خاموش بیٹھکر دھواں اُڑانے لگا۔

"واقعی میں خطاوار ہوں۔ مگر براہ عنایت مجھے وہ مضمون بتلائیے جس میں آپ کو رسوا کرنے کی میں نے جرأت کی ہے؟" میں نے ڈرتے ڈرتے بڑی لجاجت سے کہا۔

مجنون نے جیب سے ایک پلندا نکالا اور میرے سامنے پھینک دیا میں نے غور سے تمام مضمون دیکھے۔ اُن میں کوئی ایک بھی شخصی معاملات پر نہ تھا۔ کسی میں مکانوں کی گرانی پر بحث تھی۔ کسی میں بازار کے نرخ پر کسی میں علمی نمائش پر، اور کسی میں عورتوں کے کترے ہوئے بالوں اور نیچے لباس پر گفتگو تھی۔ اسی طرح عام معاشرتی معاملات سے سب کا تعلق تھا۔ میں نے حیرت سے مجنون کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ وہ میرا تعجب سمجھ گیا۔ کھڑا ہو گیا۔ اخبار اُٹھا کر جا بجا سے پڑھنا اور ہر ہر فقرے پر مجھے قہر آلود نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا۔ آخر میں اُسنے عورتوں کے کترے ہوئے بالوں پر مضمون پڑھنا شروع کیا اور جوش سے چلایا۔

"یہ دیکھو۔ اب بھی انکار کرو گے؟ کیسے بند بند لفظوں میں میرے خاندان کا مضحکہ اُڑایا ہے؟ اس فقرے کے کیا معنی ہیں "جو عورت اپنے بال کترواتی ہے وہ ایک نہ ایک دن ضرور گنجی ہو جائے گی" یہ میرے چچا زاد بھائی بیگموں کی پر کھلی چوٹ ہے! غلط کہتا ہوں؟ میرا چچا گنجا ہے۔ ایک دن وہ میڈم...... پر خفا ہوئے۔ لیکن میں تفصیل کیوں بیان کروں؟ تمھیں سب معلوم ہے۔ میرے چچا کو بھی جانتے ہو۔ اس میڈم کو بھی، اور اُس کی خفگی کے سبب کو بھی۔ تمھیں سب راز معلوم ہے۔ تم ہمیں بدنام کرنے پر تلے ہوئے ہو۔ تم کمینہ ہو!"

خوش قسمتی سے اس سخت لفظ نے اُس کا غصہ کم کر دیا۔ میں نے گھنٹی بجائی۔ نوکر کے آنے پر مجھے اطمینان ہوا۔ مجنون نے ایک بیباک حقارت نظر مجھ پر ڈالی اور کہا۔

"جناب! اس مرتبہ معاف کرتا ہوں۔ آئندہ احتیاط کیجئے۔ مجھے اور میرے خاندان کو نہ چھیڑیئے ورنہ کیڑے مکوڑوں کی طرح کچل ڈالونگا"

وہ بغیر سلام کئے چلا گیا۔ میں نے بھی شائستگی کی ضرورت محسوس نہیں کی، اور میں خیال کرتا ہوں اس ضرورت کے عدم احساس پر کوئی صاحب مجھے ملامت کرنا پسند نہ کرینگے۔

اشتہار

(امام ابن تیمیہ کے تازہ ترین رسالے)

شیخ الاسلام کے حسب ذیل رسالوں کا ترجمہ مولوی عبد الرزاق صاحب ملیح آبادی کے قلم سے حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ قابل دید رسالے ہیں:

(۱) مجذوب: شریعت میں مجذوب کا کیا حکم ہے؟ وہ ولی اللہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ قیمت ۴ر (۲) حسین و یزید: تاریخ اسلام کی سب سے زیادہ پیچیدہ گتھی سلجھا کر رکھدی ہے۔ قیمت ۸ر (۳) صداقت رسول: پہلی مرتبہ سیرت نبوی اس طرح سمیٹ کر جمع کر دی ہے کہ رسول اللہ صلعم کی عظمت کا سکہ دلوں پر بیٹھ جاتا ہے۔ قیمت ۸ر (۴) مناظرۂ ابن تیمیہ: صوفیوں سے بادشاہ کے سامنے عظیم الشان مباحثہ ہوا تھا، خود شیخ نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا ہے۔ قیمت ۸ر ملنے کا پتہ: مکتبہ ... نمبر ۵۵ ... کلکتہ

عالم مطبوعات و صحائف

نہایۃ الارب اور مسالک الابصار

علماء تاریخ نے ہر زبان کی ادبیات کی طرح عربی علم ادب کے بھی تین دور قرار دیے ہیں۔ پہلا دور تحریر و تدوین کا ہے۔ دوسرا تکمیل و تنقیح کا۔ تیسرا توسیع و تہذیب کا۔ اس آخری دور نے تصنیف و تالیف کی صناعت میں جو نئی نئی وسعتیں پیدا کیں، اُن میں ایک خاص قسم اُن کتابوں کی ہے جنھیں متاخرین "موسوعات" اور "مجامیع" سے تعبیر کرتے ہیں۔ "موسوعات" سے مقصود ایسی کتابیں ہیں جو کسی ایک موضوع پر نہیں لکھی جاتی تھیں بلکہ متعدد علوم و فنون کا مجموعہ ہوتی تھیں۔ بعض علماء نے اس کا دائرہ یہاں تک وسیع کیا کہ تمام علوم و فنون اور ان کی چھوٹی بڑی شاخیں اسمیں آ گئیں۔ اس قسم کی "موسوعات" بیس سے لیکر ۵۰ جلد تک کی لکھی گئیں!

دراصل یہ موسوعات ایک طرح کی انسائیکلوپیڈیا تھیں، اُس عہد کے علماء موسوعات کا تاریخ علوم میں وہی درجہ ہے جو یورپ کی تیرہویں صدی کے انسائیکلوپیڈین علماء کا موجودہ تاریخ علوم میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ موسوعات کی ترتیب علوم کی ترتیب تھی جو ایک خاص حد تک پھیلکر ختم ہو جاتی ہے مگر انسائیکلوپیڈیا کے لئے لغت و قوامیس کی ترتیب اختیار کی گئی جس کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہے۔

اس عہد کی کتب موسوعات میں دو کتابوں کو بہت شہرت حاصل ہوئی تھی شہاب الدین احمد نویری کی نہایۃ الارب اور ابن فضل اللہ العمری کی مسالک الابصار۔ پہلی کتاب تیس سے زیادہ جلدوں میں ختم ہوئی ہے اور دوسری کم و بیش بیس جلدوں میں ہے۔

ان دونوں کتابوں کے مکمل نسخے عزیز الوجود تھے۔ پچھلے دنوں یورپ کے مشہور محققین کتب احمد زکی پاشا نے قسطنطنیہ، وکاؤنٹ کے کتب خانوں سے صحیح و مکمل نسخے مرتب کئے اور خاصکر قسطنطنیہ کے کتب خانوں سے بذریعہ عکس حاصل کیا گیا تھا۔ چار سال ہوئے حکومت مصر نے ان دونوں کتابوں کی اشاعت کا فیصلہ کیا اور کتب خانۂ خدیویہ کے "احیاء کتب عربیہ" کے سلسلہ میں ان کی طباعت شروع ہو گئی۔ گزشتہ سال دونوں کتابوں کی تین تین جلدیں چھپ گئی تھیں اب دو جلدیں مزید چھپکر شائع ہو گئی ہیں اور ہمارے سامنے ہیں۔

اگرچہ یہ عہد متاخرین کی تصنیف ہیں اور جو کچھ ہے جمع و تالیف ہے تاہم چونکہ اب وہ ذخیرہ بھی ہمارے پاس موجود نہیں جو ان کتابوں کے عہد تالیف میں موجود تھا، اس لئے ان دونوں کتابوں سے تاریخ و علوم کے متعلق اہم مسائل پر نہایت قیمتی روشنی پڑتی ہے۔ ہم عنقریب ان دونوں نئی جلدوں کے بعض مفید مطالب ہدیۂ قارئین کرینگے۔

مذہب اور دُنیائے جدید

حال میں پروفیسر وائیٹ ہیڈ کی ایک تصنیف:

"Religion in the Making"

کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ یہ دراصل ان کی چار تقریروں کا مجموعہ ہے جو انھوں نے گزشتہ سال بوسٹن یونیورسٹی میں کی تھیں۔ جو حضرات انگریزی کی جدید الطبع مصنفات پر نظر رکھتے ہیں، انھوں نے پروفیسر موصوف کی وہ کتاب ضرور دیکھی ہوگی جو پچھلے دنوں "علم اور دنیائے جدید" کے نام سے شائع ہوئی تھی۔ وہ بھی ان کی بعض تقریروں کا

نجدی تحریک نہایت تیزی سے پھیل رہی ہے۔ بکثرت قبیلے نجدی مذہب اختیار کر چکے ہیں اور بہت سے اختیار کرنے کی طیاری میں ہیں۔ برطانوی حکام اس دینی تحریک سے خائف ہیں۔ اپنے علاقوں میں پھیلنا پسند نہیں کرتے۔ ابھی چند دن ہوئے برطانوی حکام نے دو عرب سرداروں [illegible] پاشا المجالی شیخ المشائخ اور مثقال پاشا الفائز شیخ قبائل صخر کو طلب کیا تھا اور بڑی آؤ بھگت کی تھی۔ مگر انھوں نے حکومت کا ساتھ دینے سے صاف انکار کر دیا۔

اس علاقہ کے باشندوں میں یہ تحریک بھی پھیل رہی ہے کہ امیر عبداللہ کی حکومت الٹ دی جائے اور ملک کا تعلق براہ راست برطانوی حکام سے ہو جائے۔ اس تحریک کا مقصد یہ ہے کہ اگر ملک برطانوی اقتدار سے نجات حاصل نہیں کر سکتا تو کم از کم برائے نام عربی حکومت کی دوہری مصیبت سے تو نجات حاصل کرے۔ یقیناً برطانیہ کی براہ راست حکومت اس سے کہیں زیادہ بہتر اور ذمہ دار ہوگی جس قدر اس کے بٹھلائے ہوئے پتلے امیر عبداللہ کی ہے۔

(فوجی قانون کا اعلان)

شرق اردن کی مذکورہ بالا بیداری اور دروزی مجاہدین کی آمد و رفت کی وجہ سے امیر عبداللہ نے علاقہ "اردن" میں فوجی قانون (مارشل لا) کا اعلان کر دیا ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ ایک طرف ملک کی عام رائے مرعوب کر دی جائے، دوسری طرف فرانس بھی خوش ہو جائے۔ فرانس مدت سے شاکی تھا کہ دروزی مجاہدین اس علاقہ میں پناہ لیتے اور یہاں سے مسلح ہو کر واپس آتے ہیں۔

یہودی بیت المال

گزشتہ سال یہودی بیت المال کی آمدنی ۶۷۷،۰۱۰ پونڈ یعنی ۱۰۲۳۰۰۰۰ روپے ہوئی۔ امریکہ کے یہودیوں کا عطیہ ۳۲۲۰۰۲ پونڈ، کینیڈا کا ۲۰ ہزار ۳۶۰ پونڈ اور برطانیہ کا ۵۰۹۰۰ پونڈ ہے۔ دنیا کی ترقی خواہ قوموں کی اولوالعزمیاں ایسی ہوتی ہیں۔ اس کے مقابلے میں ہماری ہستیوں کا جو حال ہے وہ معلوم ہے!

حضرت یوسفؑ کی قبر

فلسطین کے ایک قدیم شہر "سیخم" میں کھدائی ہو رہی ہے۔ اگر یہ تحقیقات کامیاب ہوئی تو ہم صدیوں کے راز دنیا کے سامنے آجائیں گے۔ اس شہر میں یورپین محققین کی ایک جماعت حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر تلاش کر رہی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس شہر سے بے شمار اسرائیلی روایات وابستہ ہیں اور ان پر سے جلد پردہ اٹھنے والا ہے۔

بروایت توراۃ سیخم ہی میں حضرت ابراہیم نے محراب بنائی تھی اور شاہ بلوط کے ایک بڑے درخت کو بطور مقدس علامت کے قرار دیا تھا۔ نیز اسی شہر میں حضرت یعقوب نے حامر کی اولاد سے زمین خریدی اور مقدس محراب بنائی۔ نیز سنگلاخ زمین میں ایک کنواں بنایا تھا جو ۸۰ فٹ گہرا اور ۹ فٹ کے قطر میں تھا۔ لیکن شیخم بن حامر جسکی زمین تھی، یعقوب کی لڑکی "دینا" پر عاشق ہو گیا۔ انھوں نے اسے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ عقد سے پہلے ہی اس کے ساتھ زن و شوہر کی زندگی بسر کرے۔ اس پر یعقوب کے لڑکوں کو غصہ آیا اور انھوں نے دھوکہ سے اس کو قتل کر ڈالا۔ پھر یعقوب علیہ السلام اس علاقے سے چلے گئے۔ مگر جانے [illegible] پہلے آپ نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ مخالف قبیلے کے تمام دیوتا اور عبادت کے آلات ایک غار میں پھینک دئے جائیں۔

موجودہ کھدائی کی ایک غرض ان دیوتاؤں کی تلاش بھی ہے۔ سیخم میں یعقوب علیہ السلام کا کنواں اب تک موجود ہے۔ روایت ہے کہ یوسف علیہ السلام کی لاش بھی مصر سے لاکر اسی علاقہ میں دفن کی گئی تھی۔ ایک مقبرہ مدت سے حضرت یوسف کی طرف منسوب ہے چونکہ یہ عربی قبائل کے تحت و تصرف میں تھا، اس لئے اب تک اسکی تحقیقات نہ ہو سکی۔ لیکن اب ڈاکٹر ارنسٹ سیلین کو، جو اس تحقیقاتی جماعت کے صدر ہیں، قبر کھولنے کی اجازت مل گئی ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ حضرت یوسف کی لاش مومیا کی ہوئی صحیح و سالم دستیاب ہو جائے گی۔ نیز قدیم مصری کاغذ پر لکھی ہوئی تحریریں بھی نکلیں گی کیونکہ پہلے مصر میں انکی نعش مصری طریقہ پر دفن کی گئی تھی، وہاں سے کنعان میں لائی گئی۔ اگر یہ امیدیں کامیاب ہوئیں تو یقیناً اس سوال کا جواب بھی مل جائے گا کہ حضرت یوسف کے عہد کا فرعون کون تھا؟

اسی شہر میں ایک ٹیلہ پر کھدائی کرتے ہوئے ایک اور قدیم شہر اور تمدن کے نشان ملے ہیں۔ ماہرین آثار کا خیال ہے کہ یہ عمارت مشہور اسرائیلی بادشاہ "یربعام اول" کا قلعہ ہے۔ خیال کیا جاتا ہے اسی ٹیلہ میں حضرت یعقوب کی قوم کے دیوتا اور دوسری یادگاریں بھی مدفون ہیں۔

سیخم فلسطین کا ایک نہایت ہی قدیم شہر ہے۔ اس کی تاریخ کا آغاز اس وقت سے ہوا ہے جب نئے نئے عبرانی، کنعان کی سرزمین پر نمودار ہوئے تھے۔ خوش قسمتی سے اب تک اس شہر کے بہت سے آثار دستیاب ہو چکے ہیں۔ اس کی شہر پناہ اور دو بہت ہی عظیم الشان پھاٹک نکل آئے ہیں۔ نیز ایک محل کی بنیادیں بھی ملی ہیں جو دو ستونوں پر قائم تھا اور اس کے بڑے بڑے ٹکڑے بھی مل گئے ہیں۔

فرنگی تحقیقات دنیا کے علم میں معتدل اضافہ کرے گی اور اسرائیلی تاریخ کے وہ پہلو روشنی میں آجائیں گے جو اب تک تاریکی میں ہیں۔

(پارٹیوں کا اتحاد)

سیاسی جماعتوں کے اختلافات کی وبا فلسطین میں بھی انگریزی قبضہ کے ساتھ پہنچی اور قومی اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔ مسلمین مدت سے کوشش کر رہے ہیں کہ سیاسی پارٹیوں میں اتحاد قائم ہو جائے مگر آج تک کوئی صورت نہ نکل سکی۔ اب کچھ مدت کی خاموشی کے بعد پھر اس قسم کی کوششیں شروع ہوئی ہیں، بظاہر کامیابی کی امید نہیں۔ کیونکہ اکثر لیڈر اپنی ذاتی اغراض کے بندے ہیں۔

ارتھوڈکس مسیحی

کل ارتھوڈکس مسیحیوں کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ عیسائیوں میں یہ فرقہ یہاں سب سے زیادہ مظلوم ہے، کیونکہ کوئی طاقتور سلطنت اس کی پشت پناہی پر موجود نہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے اب یہ فرقہ بھی اپنے حقوق کے لئے عملی کوشش شروع کرنے والا ہے۔

شریف علی

مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا کہ شریف علی سابق شاہ حجاز بہت جلد یہاں آنے والے ہیں۔ آمد کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ محض تبدیل آب و ہوا مقصود ہے۔ لیکن بعض حلقوں میں یقین کیا جاتا ہے کہ انھیں اس لئے بلایا گیا ہے کہ فلسطین کے مسلمانوں میں برطانیہ کے موافق جذبات کو ترقی دیں۔ فلسطین میں شریف حسین اور ان کے خاندان کا پروپیگنڈا سالہا سال سے جاری ہے: عوام کی ایک جماعت اس سے متاثر بھی ہے۔ برطانیہ کا ایک زمانہ میں خیال تھا کہ اگر اس ملک نے براہ راست برطانوی حکومت منظور نہیں کی تو یہاں بھی شریف حسین کا کوئی لڑکا بٹھا دیا جائے گا، مگر بعد کے حالات نے یہ خیال پیدا نہ ہونے دیا۔

شرفاء مکہ کے اس خاندان کی بدبختی پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ برطانیہ کے ہاتھوں ایسا روز بد دیکھنے کے بعد بھی وہ اب تک اُس کی انگلیوں پر ناچ رہا ہے۔ عراق میں امیر فیصل عبودیت کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ شرق اردن میں امیر عبداللہ غلام بنا ہوا ہے، اور اب امیر علی فلسطین کو گمراہ کرنے آرہے ہیں!

تذکرہ

خواطر و سوانح

میری اخباری زندگی کا ایک لمحہ

اخبار نویس کی ڈاک

حال میں ایک نہایت دلچسپ کتاب اس نام سے فرانس میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں فن اخبار نویسی کے تیس فرانسیسی ائمہ نے اپنی اپنی صحافتی زندگی کا سب سے زیادہ دلچسپ اور یادگار واقعہ لکھا ہے۔ کتاب از حد مقبول ہوئی ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں اس کے نسخے نکل چکے ہیں۔ کئی دوسری زبانوں میں بھی ترجمے شائع ہو گئے ہیں۔ ناظرین کی دلچسپی و آگاہی کے لئے ہم اس کا ترجمہ بالاقساط شروع کرینگے۔ آج اس کا پہلا مضمون ملاحظہ ہو۔ یہ مشہور اخبار نویس مسیو کلیمان ووٹیل نے حسب ذیل سرخی سے لکھا ہے:

اخبار نویس اور مجنون

مجھ سے دماغی امراض کے ایک ماہر ڈاکٹر نے کہا:

"میں اپنے مریض سے پہلا سوال یہ کرتا ہوں "کیا تم اخبار نویسوں سے خط و کتابت رکھتے ہو؟ اگر وہ اقرار کرتا ہے تو سمجھ لیتا ہوں اسکے علاج میں کافی وقت لگے گا"

"یہ کیونکر؟" میں نے تعجب سے سوال کیا۔

"میں یہ نہیں کہتا کہ اخبار نویسوں سے خط و کتابت کرنے والے سب لوگ مجنون ہوتے ہیں" اُنہوں نے جواب دیا "لیکن مجھے یقین ہے کہ اُن میں سے اکثر ضرور پاگل ہوتے ہیں!"

مدت کے بعد مجھے ڈاکٹر کی سچائی پر ایمان لانا پڑا۔ میرا تجربہ بھی یہی ہے کہ پراگندہ دماغ اور پاگل ہی زیادہ تر اخبار نویسوں سے خط و کتابت کرتے ہیں۔ اس مصیبت کو میرے ہم پیشہ ہی بہتر سمجھ سکتے ہیں۔

روزانہ ڈاک میں میرے پاس ہزاروں خطوط آتے ہیں۔ لکھنے والے ان کی تزئین و آرائش میں غیر معمولی محنت کرتے ہیں، قسم قسم کی روشنائی استعمال کی جاتی ہے۔ کوئی عبارت سرخ ہے، کوئی نیلی، کوئی سبز۔ کہیں پر بڑے بڑے حروف، کہیں پر حروف کے گرد پھول پتیاں بنی ہوئیں۔ بسا اوقات عبارت کا آغاز سنجیدگی سے ہوتا ہے مگر چند سطروں کے بعد ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ کسی مجنون کا خط ہے!

مثلاً ایک واقعہ سنئے۔ پیرس کے باشندوں کو شکایت پیدا ہوئی کہ موٹروں کی کثرت نے راستہ چلنا مشکل کر دیا ہے۔ اخبارات میں بھی اس کا ذکر ہوا۔ اب کیا تھا؟ ہزاروں خط روزانہ ہمارے پاس آنا شروع ہو گئے۔ ہر خط میں اس مشکل کا ایک نیا حل موجود ہوتا تھا۔ کیسا حل؟ ایسا حل کہ اگر میں بیان کروں تو شاید آپ یقین نہ کریں۔ ایک صاحب نے لکھا "اس مشکل کا بہترین حل یہ ہے کہ دریائے سین اسفلٹ سے پاٹ دی جائے اور شہر کی سڑکوں کے بجائے اسی پر موٹر چلیں!"

اور سنئے امن و امان کے حامیوں نے یہ تجویز لکھ بھیجی "تمام یورپ ایک جمہوریت کے ماتحت ہو جائے!" یہی نہیں بلکہ ازراہ عنایت اس "افلاطونی جمہوریت" کا دستور العمل بھی مرتب کر کے بھیج دیا!

ایک "ماہر اقتصادیات" نے لکھا "حکومت، پارہ کے بنک نوٹ تیار کرے تاکہ اقتصادی حالات کی تبدیلی کے ساتھ اُن کا وزن، اور نرخ بھی خود بخود تبدیل ہوتا رہے"

یہ احمقانہ تجویزیں، مذاق سے پیش نہیں کی جاتیں۔ آپ کے سوچنے

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲ | کلکتہ : جمعہ ۲۳ ذوالحجہ ۱۳۴۵ هجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, June 24, 1927.

فہرس

اطلاعات ضروري

(۱) هر چيز کي ابتدا هوتي هے اور تکميل - الهلال کے يه دو نمبر نئے سلسلۂ اشاعت کي ابتدا تهي - همیں امید هے که تیسرے نمبر سے اسکي ظاهري و معنوي تکمیل شروع هو جائیگي -

(۲) ان دونوں نمبروں میں متعدد اهم ابواب شروع نه هوسکے - اب آئنده نمبر کي ترتیب ابتدا سے ایسي اختیار کي جائیگي که زیاده سے زیاده ابواب و اقسام کي گنجایش نکل آئے - خاص مضامین میں سے ملکي و سیاسي مباحث اور باب التفسیر کے مختلف عنوان اور عام قسم کے مضامین میں سے افسانه و تاریخ کا حصه اهم هے - امید هے که آئنده نمبر سے شروع هو جائیگا -

(۳) تصاویر کا بهي مطلوبه قطعه طیار هوگیا هے - ٹائپ کے حصه کے تمام مضامین تقریباً مصور هونگے - ایک خاص صفحه صرف تصاویر کا بهي بڑها دیا جائیگا - بعض مضامین کیلئے متعدد رنگوں میں چهپي هوي تصاویر ضروري تهیں ، انکي لوحیں بهي بنکر طیار هوگئي هیں -

(۴) مصر اور جرمني کا ٹائپ بهي آگیا هے - امید هے که مزید حسن و زیبائش کا باعث هوگا -

(۵) عالم شرق و اسلام کے مشاهیر اهل قلم کے متعدد اهم مقالات (علاوه هفته وار چٹهیوں کے) پچهلي ڈاک میں آگئے هیں - اور آئنده درج هونگے

(۶) شائقین الهلال سے امید هے که توسیع اشاعت کیلئے پوري کوشش کرینگے کیونکه الهلال کے گرانقدر مصارف صرف اسکي غیر معمولي اشاعت هي سے پورے کیے جاسکتے هیں -

(۷) رسالے کي خریداري وغیره امور کے متعلق جو خطوط هوں ، براه عنایت انهیں مولانا ابوالکلام کے نام نه بهیجئے ، اسکي وجه سے تعمیل میں تاخیر هو جاتي هے - براه راست " منیجر " کے نام آنا چاهئیں -

منیجر

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول - -	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے - -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي - - -	سات روپیه
قیمت في پرچه - - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الهلال" کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر "ایڈیٹر" کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رہے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(حکایت برق و خرمن)

اس بارے میں میرے اجزاء فکر اور اوراق نظر کی پریشانی کی داستان بھی کچھ عجیب حال ہے - علم کی زندگی سیاست کی زندگی سے کچھ اس طرح مختلف واقع ہوئی ہے کہ دونوں کا ایک وقت اور ایک محل میں جمع ہونا بہت مشکل ہے - میری زندگی کی مشکلات میں پہلی مشکل یہ واقع ہوئی کہ میں نے چاہا دونوں کو بہ یک وقت اور بہ یک محل جمع کردوں :

پنبہ را آشتی ایں جا بہ شرار افتاد ست !

دراصل ذوق کی وسعت، طلب کی عدم قناعت، نظر کی بلند پیمائیاں، اور فکر کی مشکل پسندیاں نہ تو ایک راہ پر صبر کرسکتی ہیں، نہ سہل و آسان روشیں اختیار کرسکتی ہیں - دنیا نے فکر و عمل کے الگ الگ گوشے بنائے ہیں، اور استعداد و صلاحیت کے دائرے بنا کر ان میں لکیریں کھینچ دی ہیں، تاکہ تقسیم عمل کے حدود قائم ہوجائیں - لیکن یہ تقسیمیں اور حد بندیاں ہمیشہ نہیں چل سکتیں - کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ طبیعت کا جوش اور فکر کی وسعت ان چھوٹے چھوٹے خانوں کی تنگ نالیوں میں قائم نہیں رہ سکتی، اور حد بندیاں توڑ کر باہر نکل جاتی ہے - میں فکر کی یکسوئی اور ایک ہی راہ پر پڑ جانے کی آسانیوں سے بے خبر نہیں ہوں - لیکن کیا کروں ؟ مبدۂ ازل نے طبیعتیں تقسیم کرتے ہوئے مجھ نا مراد کے لیے یہی پسند کیا کہ ہر راہ کی پیمائش اور ہر کوچے کی گردش کا اضطراب اسمیں ودیعت کردیا جائے - علم کا استغراق اور سیاست کی خود فروشیاں دنیا کیلیے متضاد ہوں تو ہوں، لیکن میرے لیے تو ایک ہی دماغ کا سودا اور ایک ہی دل کی تپش تھی :

روے دریا سلسبیل و قعر دریا آتش ست !

جہاں تک بن پڑا، آب و آتش کی اس یک جائی اور برق و خرمن کی اس بزم آمیزی میں کوتاہی بھی نہ ہوئی - سیاسی زندگی کی سرگردانیاں ایسی ہی سخت کیوں نہ رہی ہوں، لیکن ذہن و فکر کی مشغولیتوں میں ابھی خلل نہ ڈال سکیں - لوگوں نے گوشۂ عافیت، چمن کے سکون اور مکتب خانوں کے بے خلل استغراق میں علم و نظر کے مرحلے طے کیے ہیں، لیکن یہاں جو کچھ پیش آیا یہ تھا کہ سیاسی و ملکی صف آرائیوں کے ہنگامے تھے، یا نظر بندی کی سختیاں اور قید خانے کی کوٹھریاں تھیں - تاہم دماغ اپنے کاموں میں مشغول اور فکر اپنی کاوشوں میں سرگرم تھا :

تا دست رسم برد زدم چاک گریباں
شرمندگی از خرقۂ پشمینہ ندارم

لیکن اس فرزانہ طبیعت میں کوئی چیز بھی اپنے قدرتی خواص معطل نہیں کردیتی - برق کے لیے گرنا اور خرمن کے لیے جل جانا ناگزیر ہے - نتیجہ یہ نکلا کہ اگر ایک طرف ذوق تمام کاغذ و قلم کے انبار لگا رہا تھا، تو دوسری طرف سیاسی مشغولیت کی آتش افروزیاں بھی اپنے کام میں سرگرم تھیں :

متاعی جمع کن شاید کہ غارتگر شود پیدا !

سنہ ۱۶ سے لیکر سنہ ۲۱ تک یکے بعد دیگرے اس طرح کے حالات پیش آتے رہے کہ ایک طرف میں اپنا سرمایۂ فکر جمع کرتا جاتا تھا - دوسری طرف دست برد زمانہ انہیں پوری بے دردی کے ساتھ منتشر کرتا جاتا تھا - اور چونکہ یہ خود اپنی اختیار کردہ زندگی کا لازمی نتیجہ تھا، اس لیے صبر کے سوا چارۂ کار بھی نہ تھا :

آنچہ کار خود کردیم، با خود چہ توانم کرد ؟

(سنہ ۱۶ سے ۲۱ تک)

سنہ ۱۶ میں جب بنگال سے مجھے خارج کیا گیا اور رانچی گیا، تو یہ وہ وقت تھا کہ البلاغ اور دار الارشاد کی مشغولیت کے ساتھ میں نے اپنے افکار و تحقیقات کی تحریر و ترتیب بھی شروع کردی تھی - جن امور کی تکمیل و ترتیب پیش نظر تھی، وہ کسی ایک ہی موضوع سے تعلق نہیں رکھتے تھے - بے شمار گوشے سامنے آتے تھے، اور ہر گوشۂ نظر میں اس کثرت سے متفرق اور منتشر حقیقتیں نمایاں ہوتی تھیں کہ ان سب کا جمع کرنا، اور اصول و کلیات کے ماتحت لانا آسان نہ تھا - ضرورت تھی کہ عرصہ تک فکر و کاوش کا معاملہ جاری رہے - بہت سی چیزیں ابتدائی شکل میں مرتب ہوئی تھیں - بہت سی نا تمام تھیں - برسوں سے دماغ اس کا عادی ہوگیا ہے کہ ہمیشہ کسی نہ کسی گوشۂ تحقیق کی فکر اور کسی نہ کسی عقدہ کار کے حل میں مشغول رہتا ہے، اور ایسی بے شمار یاد داشتیں جو فی الحقیقت کسی نہ کسی معاملۂ علم و تحقیق کی اصلی بنیادیں ہوتی ہیں، قلم سے نکلتی رہتی ہیں - اسوقت تک کم از کم ایک ہزار چھوٹے بڑے پرچے تو صرف یاد داشتوں ہی کے سیاہ ہوچکے ہونگے !

تالیف نسخہ ہاے وفا کر رہا تھا میں
مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا !

یہ تمام ذخیرہ، دماغ کا حاصل اور زندگی کا سرمایہ تھا - اسمیں سے کچھ حصہ تو اپنے ساتھ رانچی لے گیا تھا - باقی حصہ کلکتہ کے سکونتی مکان میں چھوڑ دیا تھا - کیونکہ اسوقت حالات کی رفتار کچھ عجیب طرح کی تھی - نہیں کہا جاسکتا تھا کہ مستقبل میں کیا پیش آئے - لیکن جب پانچ ماہ کے بعد حکومت ہند نے میری نظر بندی کے احکام جاری کیے، تو ایک ہی وقت میں رانچی اور کلکتہ، دونوں جگہ خانہ تلاشی کی گئی - اور پھر اس وقت سے لگاتار سلسلہ اس کا جاری ہوگیا - رانچی میں دو مرتبہ اور کلکتہ میں تین مرتبہ یہ معاملہ پیش آیا - کلکتہ میں نہ صرف میرے سکونتی مکان اور مطبع ہی کی تلاشی لی گئی بلکہ ان تمام مکانات کی بھی لی گئی جن کی نسبت کوئی ادنی سا شبہ بھی میرے کاغذات کی موجودگی کا ہوسکتا تھا - کاغذات زیادہ تر متفرق مسودات تھے - یاد داشتیں تھیں - مجمل اشارات تھے - میں عموماً یاد داشت فارسی میں یا عربی میں لکھا کرتا ہوں کیونکہ اردو میں اختصار ممکن نہیں - تلاشی کا کام زیادہ تر انگریز حکام یا بنگالی ماتحتوں کے ذمہ تھا - اور ان میں کوئی مسلمان تھا بھی تو ٹوٹی پھوٹی اردو کے سوا کچھ نہیں جانتا تھا - نتیجہ یہ نکلا کہ ہر کاغذ کا پرزہ اسرار اور ہر سطر سیاسی راز بن گئی، اور سب کو ایک تعبیر کی شکل میں جمع اور قبضہ میں لے لیا گیا - نقش احتیاط کے ساتھ جمع کرتے اور احتیاط کے ساتھ رکھتے - لیکن ان میں کون تھا جسے ان چیزوں کا درد ہوتا ؟ نتیجہ یہ نکلا کہ نصف سے زیادہ اوراق تو تلاشی کے وقت کی بے احتیاطیوں میں ضائع ہوگئے، اور نصف جو باقی رہے، انہیں بھی اس بے احتیاطی کے ساتھ اِدھر اُدھر جوڑ دیا گیا کہ کوئی ایک چیز بھی اپنی اصلی شکل میں باقی نہ رہی - پھر اس پر طرہ یہ کہ یہ برباد شدہ ذخیرہ بھی پورا واپس نہیں ملا - جو کاغذات کلکتہ سے لیے گئے، بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ دنوں تک پولیس کمشنر کے دفتر میں رہے تھے - اتفاقاً وہاں کے ایک گوشہ میں آگ لگ گئی - اور دفتر کے سامان کے ساتھ بعض اوراق بھی جل گئے - پولیس کے دفتر میں آگ بھی لگی تھی تو اسی وقت، جب یہ دفتر پریشان وہاں جمع تھا !

گری تھی جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو ؟

الہلال کا تیسرا دور

باز نوائے بلبلاں عشق تو یاد مي دهد !
هر که بعشق نیست خوش عمر به باد مي دهد !

(مقاصد و مطالب)

جب کسي چیز کے اوصاف اُسکي خصوصیات کا درجه حاصل کر لیتے هیں تو پهر ذات اور صفات کي تفریق اُٹهه جاتي هے - ذات کا تصور هي اوصاف کے تصور کیلئے کافي هوتا هے - الہلال کے ظاهري و باطني اوصاف جانے بهي تهے اور جیسے کچهه بهي تهے ' خصوصیات کا درجه رکهتے تهے ' اور اب بهي که گیاره برس کي کافي مدت گزر چکي هے ' بدستور خصوصیات هیں - پس جہانتک مقاصد و مطالب کا تعلق هے ' کسي تشریح و تفصیل کي ضرورت نہیں - صرف اسقدر کہدینا کافي هے که الہلال تیسري مرتبه اسلئے نکل رها هے تاکه تیسري مرتبه الہلال نکلے - الہلال کے مقاصد و مطالب کي تشریح میں اگر صفحے کے صفحے لکهڈالے جائیں ' جب بهي اِتني وضاحت نه هوسکے گي ' جتني اس ایک جمله میں موجود هے :

تو خود حدیث مفصل بخوان ازین مجمل

لیکن ممکن هے بعض طبیعتوں کیلئے که معاني و حقیقت سے کہیں زیاده صورت و لفظ سے آشنائي رکهتے هیں ' یه کافي نه هو اور اُنکا انتظار باقي رهے ' اسلئے بہتر هوگا که چند الفاظ اس بارے میں بهي حوالۂ قلم کردیے جائیں -

(مقاصد خاص و مقاصد عام)

الہلال جب سنه ۱۹۱۲ - میں نکلا تها تو اُس کے پیش نظر کچهه مقاصد تو خاص قسم کے تهے اور کچهه عام قسم کے

عام مقاصد کا تعلق عام طور پر ادب اور سیاست و صحافت کے عام مباحث سے تها ' اور مقصود یه تها که اردو زبان میں هر اعتبار سے ایک ایسا بلند پایه رساله وجود میں آجائے جو زمانه کي رفتار ترقي کا ساتهه دے سکے ' اور فکر و نگارش کے هر میدان میں ایک نئي قسم کي بلندي پیدا کردے -

خاص مقاصد کا تعلق اُس کي " دعوت " سے تها - وه دعوت جو مذهب میں مجتہدانه نظر و فکر کا ایک نیا دروازه کهولتي تهي ' اور سیاست میں آزادي فکر و عمل اور علوئے نظر و رائے کي طرف مسلمانوں کو لیجانا چاهتي تهي - اُس کي دعوت کا معامله اس درجه وسیع اور گہرا هے که یا تو صرف مجمل اشاره کیا جا سکتا هے ' یا پوري تفصیل کي جاسکتي هے - ادهوري تفصیل یا تفصیل نما اجمال سود مند نهوگا - اس لئے صرف اشاره پر اکتفا کرتا هوں -

بہر حال اُس کے مقاصد کا ایک حصه " دعوت " تها اور یه خاص تها - ایک حصه علم و ادب اور صحافة و کتابة کے اعلی نمونوں پر مشتمل تها اور یه عام تها - اُس کي " دعوت " نے اگر قوم کي سیاسي و دیني ذهنیت (مینٹیلٹي) میں انقلاب پیدا کرنا چاها تها ' تو تحریر و کتابت نے اردو مطبوعات کي رفتار بدل دیني چاهي تهي - ان دونوں قسموں کے مقاصد میں اُسے کہاں تک کامیابي حاصل هوئي ؟ اس کے جواب کا معامله اب تاریخ کے سپرد هوچکا هے - بہتر هے که اس میں مداخلت نه کي جائے -

دنیا اور دنیا کے ساتهه هندوستان گیاره باره برس آگے بڑهچکا هے سنه ۱۲ اور ۲۷ کے درمیان تغیر و ترقي کي ایک بڑي مسافت حائل هے - تاهم جہانتک الہلال کے عام و خاص مقاصد کا تعلق هے ' صورت حال میں کوئي تبدیلي نہیں هوئي - اسکے لئے اب بهي دونوں میدان عمل ویسے هي منتظر و باز هیں ' جیسے سنه ۱۲ اور ۱۶ میں تهے - اب بهي اسکي " دعوت " کیلئے وقت کي احتیاج راه تک رهي هے - اور اسکي تحریر و کتابة اور آرایش اوراق و صحائف کي جگه بزم سخن میں خالي هے - البته حالات کي تبدیلي نے سفر میں نہیں لیکن منزل کے محل میں ضرور تبدیلي کردي هے - پہلے اگر اسکا سفر ابتدا کے نقطه سے شروع هوا تها تو اب بعد کي منزلوں سے شروع هونا چاهیے پہلے دعوت کي ضرورت اسلئے تهي که راه کهلے اور سفر شروع هو اب که دروازه کهل چکا هے اور قدم بهي رسم و راه سفر سے نا آشنا نه رهے ' اسکي صدائیں اسلئے مطلوب هیں که راه کي مشکلیں حل کي جائیں ' اور سعي و طلب کے جو قدم اُٹهه چکے هیں وه بے راهه روي سے محفوظ رهیں :

مرا تو خضر عقل دیر بایه از چپ و راست
که نو رهي نه کنم ور نه عزم راه خطاست !

اس سلسله میں اگرچه بہت سي چیزیں اهم هیں اور انہیں جلد از جلد بیان میں آنا چاهئے ' لیکن خصوصیت کے ساتهه تین موضوع وقت کي ضروریات کے اصلي موضوع هیں ' اور اسلیے الہلال کے صفحات پر انکا خصوصیت کے ساتهه انتظار کرنا چاهئے :

(۱) ملک کي موجوده سیاسي زندگي کے عملي مسائل .

(۲) مسلمانوں کي اجتماعي زندگي کا موجوده ذهني اور عملي انتشار جو پچهلي حرکت کے رد فعل (ري ایکشن) کي صورت میں نمایاں هوا ' اور اسکے عملي مسائل و مباحث .

(۳) مسلمانان هند کي قومي و اجتماعي ذهنیت کي تشکیل اور اسکے اهم مباحث .

(الہلال کے دیني اور علمي مباحث)

انکے علاوه ایک اور قسم بهي اهم هے - الہلال نے اپنے دیني و علمي مباحث میں نظر و تحقیق کا ایک خاص دروازه کهولا تها ' لیکن وه محض ابتدا تهي - ضرورت تهي که ان بنیادوں پر عمارتیں اُٹهائي جاتیں - باره سال گزر گئے - لوگ انتظار کرتے کرتے تهک گئے انتظار و طلب نے مایوسي کي شکل اختیار کرلي - لیکن مجهے مہلت نه ملي که اس کام کي تکمیل و اشاعت کي طرف متوجه هوتا - جو اصحاب علم و ذوق اُن چیزوں کے طالب تهے ' ان پر میري سیاسي مشغولیتیں شاق گزرتي تهیں - وه چاهتے تهے ' همه تن انهي کاموں کیلئے وقف هو جاؤں - میں اپني سیاسي مشغولیت ترک کر دینے پر قادر نه تها - اب بهي قادر نہیں هوں - لیکن ساتهه هي یقین رکهتا هوں که نه صرف علمي و دیني تحقیقات کے لحاظ سے بلکه خود قوم کي عملي زندگي کي صحیح نشوونما کیلئے اُن کاموں کي تکمیل سب سے زیاده ضروري هے -

ادبیات

موجودہ ترکی شاعری کا ایک نمونہ

شاعـــر اور بلبل

موجودہ عہد کے ترک اہل قلم نے جدید ترکی علم ادب کو دو قسموں میں منقسم کر دیا ہے۔ پہلی قسم "قبل از دستور" کی ہے - دوسری "بعد از دستور" کی - "دستور" سے مقصود سنہ ۱۹۰۸ کا انقلاب ہے جب عثمانی پارلیمنٹ قائم ہوئی تھی -

عہد "بعد از دستور" کے شعرا میں ضیاء الدین خسرو زادہ خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر ہیں - عالمگیر جنگ سے پہلے انکے کلام کا ایک مجموعہ "نغمۂ فلک" کے نام سے شائع ہوا تھا اور اس درجہ مقبول ہوا تھا کہ فرانسیسی اور طلیانی زبانوں میں بھی اسکا ترجمہ ہوگیا - اب انکے کلام کا ایک نیا مجموعہ "نغمۂ ارض" شائع ہوا ہے - "نغمۂ فلک" میں اجرام سماوی کی بزم طرب آراستہ کی گئی تھی - لیکن نغمۂ ارض زمین کے مناظر حسن اور سامان جمال کی طرف دعوت نظر اور صلائے ذوق ہے !

اِس مجموعہ میں پہلی نظم "شاعر اور بلبل" کے عنوان سے ہے اور چار حصوں میں ختم ہوئی ہے - ہم اسکے ایک حصہ کا ترجمہ آج شائع کرتے ہیں - اُردو کے شائقین ادب اِس سے اندازہ کرسکینگے کہ موجودہ ترکی شاعری کے ذوق و تخیل کا کیا حال ہے ؟

***

" شاعـــر اور بلبل "

شعراء نے بلبل دیکھی اور اُس سے سوال کیا :

" گانا ختم کرنے کے بعد تیری جگہہ کہاں ہوئی ؟ "

بلبل نے جواب میں اپنے شیریں راگ شروع کردیے - سب کے دل گرما گیے - سب کے سر جھک گئے - ایک لمحہ کامل خاموشی میں گزر گیا !

آخر ایک شاعر نے سر اُٹھایا :

"کیسی عجیب چڑیا ہے ! دنیا کی تمام زبانیں سمجھتی ہے - اسی لیے روئے زمین کے سب ملکوں کی سیاحت کرچکی ہے ! "

دوسرے نے کہا :

"بے شک یہ تمام زبانیں سمجھتی ہے - لیکن خود ایک ایسی زبان بولتی ہے جسے گو سمجھتے سب ہیں مگر بول کوئی نہیں سکتا ــــ"

سب گردنیں جھکاکر بحر خیال میں ڈوب گئے - پھر کسی نے ایک لفظ بھی نہ کہا !

***

شاعر جمع تھے - رات کا وقت تھا - تاریکی پھیلی ہوئی تھی - چمن زار سے بلبل نکلی - قریب کے درخت پر آ بیٹھی - دلکش نغمے بلند ہوگئے - ہر شاعر کا سر بے اختیار اُٹھ گیا -

مجمع پر کامل خاموشی چھائی تھی !

راگ دلفریب اور فضا غمناک تھی !

ایک شاعر کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں :

" جا ' جا ' ـــ اُو خوش گلو گویے جا ـــ دوست عزیز ـــ آہ تو نے میرے وطن [illegible] شفاف آسمان کے نیچے پرورش پائی ہے ـــ میرے دل کے دروازے تیرے لئے کھل گئے ـــ میں تجھسے محبت کرتا ہوں ـــ وطن عزیز اور میرے دوستوں کا حال سنا ـــ مجھے وہ دل کشا باغ و چمن یاد ہیں ـــ وہ بلوری نہر ـــ وہ چھوٹی سی پہاڑ کی چوٹی ـــ زرافشاں کرنوں میں چمکتی ہوئی ـــ وہ آباد شہر مجھے سب کچھہ ابتک یاد ہے ـــ تیری شیریں آواز نے فراموشی کے بادل میرے دماغ سے ہٹا دیے ـــ یاد داشت رفتہ واپس آگئی ـــ تذکار محزون نے پھر زخم دل بنکر نشتر چبھو دیا - آہ ! مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرے کان پانی بہنے کا شور سن رہے ہیں ـــ پہاڑوں اور جنگلوں سے پانی لہراتا ہوا باغوں میں چلا آ رہا ہے - ہرے بھرے باغ ـــ سرد و شیریں پانی ـــ افسوس ! میں پردیس کی مصیبتیں کیوں جھیل رہا ہوں ؟ رنج و کلفت میں کیوں اسیر ہوں ـــ ؟ "

بلبل نے راگ میں جواب دیا :

" آسمان پر سورج چاند کی جوڑی ہمیشہ بنی رہے ! ستاروں کی بزم عشرت کبھی برہم نہ ہو ! ہم ہر وقت انسے لطف اُٹھاتے ہیں ـــ چشموں کے منہہ ہر انسان کیلئے کھلے ہیں ـــ امیدوں کا طائر میمون ہر دل پر بازو کھولے اُڑ رہا ہے ـــ محبت کی دیوی سب سے ہم آغوش ہونے کو تیار ہے ـــ مسرت کی مقدار لا متناہی ہے ـــ عیش حیات کی صراحی کبھی خالی نہیں ہوئی ـــ کامرانی کا جام ہمیشہ سے گردش میں ہے ـــ جتنا جی چاہے پی لو ـــ آخر کار ہم ایک ہی مکان کے صحن میں جمع ہونگے ـــ وہاں ' اُس آخری وطن میں ' اپنے محبوب عزیز کو گلے لگائینگے ـــ "

روتے ہوئے شاعر نے ٹھنڈی سانس بھری اور چپ ہوگیا ۔

***

دوسرے شاعر کی اکھڑی آواز بلند ہوئی :

" میرے وطن کی سرحدیں کس طرح طے کیں ؟ ـــ خوبصورت چڑیا ! ہم وطنوں نے تجھے کیوں جانے دیا ؟ ـــ کسی نے بھی تجھے نہیں روکا ؟ ـــ کیا تو پھر وہاں جائیگی ؟ ـــ اگر جائیو تو مجھے بھی ساتھہ لیتی جائیو ـــ پھولوں سے لدے پھندے باغ اپنے ساتھہ لے چل ! آہ وہ باغ جنکی مخملی زمین پر میری مسین بھیگی تھیں ـــ میں یہاں غمزدہ ہوں ـــ زندگی اور کامرانی کا بوسہ حاصل کرنے سے پہلے ہی قبر کی آغوش میں چلا جاونگا - آہ ' زندگی اور کامرانی کا بوسہ ـــ نئے چمکتے ہوئے آفتاب کا بوسہ ـــ ماہ دو ہفتہ کی سرد اور پر عیش کرنوں سے ہم آغوشی ـــ لیکن میری قبر پر ایک ماتمی آنسو بھی نہیں بہایا جائیگا ـــ "

بلبل نے جواب دیا :

" آفتاب و ماہتاب کی جوڑی سلامت رہے ـــ زندگی میں سب انسے مسرت لوٹتے ہیں ـــ ہم سب کے سروں پر آسمان کی نیلی شبنمی تنی ہے ـــ ہر دل میں آرزوئیں ہیں - روح

ان مسودات میں حسب ذیل کتابیں ایک حد تک مرتب تھیں :
تاریخ معتزلہ - سیرۃ شاہ ولی اللہ - دیوان غالب اردو پر تبصرہ - خصائص مسلم - امثال القرآن - شرف جہاں قزوینی پر تبصرہ - مقدمۂ تفسیر کے تمام اجزاء - ترجمان القرآن کا مسودہ سورۂ ہود تک - تفسیر البیان سورۂ نساء کے ابتدائی حصہ تک - مضامین اور یاد داشتوں کا ذخیرہ اسکے علاوہ ہے - قیام رانچی کے ابتدائی زمانے میں دو رسالے نئے لکھنا شروع کیے تھے - ایک وحدۃ قوانین کائنات پر - دوسرا قانون انتخاب طبیعی اور معنویۃ کائنات پر - انکے اوراق بھی اسی ذخیرہ میں شامل ہوگئے -

اسکے بعد رانچی کی زندگی میں وہاں کی مقامی خدمات سے جسقدر وقت بچا' تصنیف و تالیف میں صرف ہوا - مقدمہ' ترجمہ اور تفسیر کے بارے میں بہت سی تبدیلیاں فکر و خیال میں ہوگئی تھیں - تقریباً از سر نو کام شروع ہوا تھا - جنوری سنہ ۲۰ - میں اپنا تمام نیا ذخیرہ لیکر رانچی سے نکلا - اس مرتبہ ارادہ کرلیا تھا کہ کم از کم ترجمان القرآن کسی نہ کسی طرح شائع کر دینا چاہئے - اسی خیال سے متن قرآن کی کاپیاں ایک دوست عزیز کے اپنے اہتمام و صرف سے لاہور میں لکھوالیں' اور ترجمہ کی کتابت کا کام بھی ستمبر ۱۹۲۱ - میں شروع ہوگیا -

اگر پانچ چھہ ماہ تک بھی یہ حالت باقی رہتی' تو باوجود ہر طرح کی سیاسی مشغولیتوں کی سرگرانیوں کے' عجب نہیں کہ کسی نہ کسی طرح یہ ایک چیز مکمل ہوجاتی - لیکن اسے کیا کیجیے کہ اگر ایک طرف اس خوص سازیوں اور سرمایہ اندوزیوں کی کوششیں جاری تھیں - تو دوسری طرف نگاہ برق کی دعوت میں بھی کوتاہی نہیں ہوتی تھی - ۱۰ - دسمبر سنہ ۱۹۲۱ - کو میں گرفتار ہوا' اور پھر خانہ تلاشیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا - مختلف اغراض سے (جنکی تشریح کا یہ موقعہ نہیں) پے در پے تلاشیاں کی گئیں -

نتیجہ یہ نکلا کہ نہ صرف بے شمار مسودات و اوراق' بلکہ کتابت کی ہوئی کاپیوں کا بھی تمام ذخیرہ پریشان و منتشر ہوکر پولیس کے قبضہ میں چلا گیا - ۹ - جنوری سنہ ۲۳ - کو جب رہا ہوکر واپس آیا' تو سنہ ۱۹۱۶ - سے لیکر سنہ ۲۰ - تک کی تمام محنت تقریباً رائگاں ہوچکی تھی!

و ماتی یساعدنا الوصال و دھرنا * یومان' یوم نوی ؛ یوم صدود

عرصہ کی رد و کد کے بعد اوراق واپس ملے' لیکن تمام تر ناقص' منتشر' اور برباد شدہ تھے - اب بغیر نئی محنت کے ان کا کوئی حصہ بھی کام نہیں دے سکتا تھا - یہ بربادی پہلی بربادی سے بھی زیادہ ہمت شکن تھی' لیکن چونکہ خود اختیاری حالت کا نتیجہ تھی اس لئے جس طرح پہلی مرتبہ صبر و خاموشی کے ساتھ برداشت کرلی گئی تھی' اس مرتبہ بھی برداشت کرلینی پڑی - حتی کہ آج سے پہلے شاید اسکا تذکرہ بھی قلم و زبان سے آشنا نہیں ہوا -

جن لوگوں کو تصنیف و تالیف کے معاملات کی خبر ہے' وہ جانتے ہیں کہ ایک مفکر اور اہل قلم کے لئے یہ بات کتنی مشکل اور اذیت دہ ہوتی ہے کہ اپنی لکھی ہوئی چیز برباد دیکھے اور دوبارہ قلم اٹھانے پر مجبور ہو - مشہور ہے کہ جب کارلائل کی تاریخ انقلاب فرانس کا مسودہ جل گیا' تو عرصہ تک اس کا یہ حال تھا کہ قلم پکڑتا اور بغیر ایک حرف لکھے چھوڑ دیتا - کارلائل کا حادثہ اتفاقی تھا - اس کیلیے اسے شکایت بھی دیتی تھی اور اس کی بے شدتی بھی قابل ملامت نہیں - لیکن میرے ... حوادث پیش آئے' اتفاقی نہ تھے - اختیاری تھے - اس لیے دل کے لیے تھے ہی درد انگیز اور ہمت شکن ہوں' لیکن دماغ کے لیے ان میں کوئی وجہ شکایت نہیں ہوسکتی تھی - مجھے دونوں مرتبہ تسلیم کرلینا پڑا کہ یا تو اس طرح کی زندگی اختیار نہیں کرنی تھی' یا کی ہے تو پھر اس کے تمام قدرتی نتائج گوارا کرلینے چاہئیں سرمد کا فیصلہ صرف ایک کشتۂ عشق ہی کا نہیں بلکہ انسان کی تمام مصیبتوں کیلئے عام و ابدی فیصلہ ہے :

یا تن بہ رضاء دوست می باید داد * یا قطع نظر ز یار می باید کرد!

قصد کے خلاف اس حصۂ بیان میں بہت طول ہوگیا - مختصر یہ ہے کہ جہانتک میری مذہبی اور علمی تدوینات کا تعلق ہے' حالت کی رفتار کچھہ عجیب طرح کی رہی ہے عرصہ کے انتظار و التواء اور بار بار کی تعمیر و تخریب سے طبیعت کچھہ اس طرح اکتا گئی ہے کہ اب نہ تو ترتیب و ضبط کی طرف مائل ہے' نہ آرائش گفتار اور زینت بیان کا شوق ہے - صرف یہ چاہتا ہوں کہ جس طرح بھی بنے' اور جس شکل و حالت میں بھی ممکن ہو' وہ تمام مطالب و تحقیقات ایک مرتبہ شائع ہو جائیں' جو اس تمام مدت کی دماغی کاوش و جستجو کا نتیجہ ہیں -

چنانچہ اب کہ الہلال تیسری مرتبہ شائع کرنا پڑا ہے' اسکے صفحات کا ایک خاص حصہ اس مقصد کیلئے بھی وقف رہیگا -

البتہ یہ یاد رہے کہ نہ تو ہر طبیعت ان مباحث کی شائق ہے اور نہ ہر مخاطب انکے بار فہم کا متحمل :

بزم میں اہل سخن بھی ہیں تماشائی بھی!

رسالہ کی حسن ترتیب بھی اسکی متحمل نہیں کہ کوئی ایک ہی قسم کی چیز زیادہ جگہ روک لے - اسلئے ناگزیر ہے کہ حسب گنجائش جستہ جستہ جگہ نکالی جائے' اور ترتیب اشاعت ایسی اختیار کی جائے کہ صحبت کا ذائقہ بدلتا رہے - ایک ہی سلسلۂ بیان سے طبیعتیں اکتا نہ جائیں -

(عام مقاصد)

لیکن اگر ان خاص مقاصد سے قطع نظر کرلی جائے' جب بھی عام مقاصد کی ضرورت و اہمیت کا یہ حال ہے کہ اگر الہلال کے دو کے دس رسالے بھی ملک میں شائع ہوں جب بھی ضرورت پوری نہوگی

چند حقیقتیں صاف اور تسلیم شدہ ہیں - یقیناً ان میں دو رایوں کی گنجایش نہیں : موجودہ زمانہ "پریس" اور مطبوعات کا زمانہ ہے - وہ صرف علم و ادب کی ترقی کیلئے بلکہ قومی و اجتماعی زندگی کی نشو و نما کیلئے بھی انکا وجود ناگزیر ہے - علم و ادب کی صحیح ترقی بجائے خود قوم کے اجتماعی ذہن و فکر کی ترقی ہے - جیسے جیسے اسکی سطح بلند ہوگی' ویسی ہی قومی زندگی کی سطح بھی بلند ہوتی جائیگی - جہانتک "پریس اور صحافۃ (جرنلزم) کا تعلق ہے' دنیا اسقدر آگے نکل چکی ہے کہ اب دس برس پیشتر کی صحافۃ صدیوں کی پرانی چیز معلوم ہوتی ہے - قومی زندگی کی تعمیر کیلئے ایک بنیاد کی اینٹ زبان ہے زبان کی ترقی کے لئے پہلی چیز اسکی ادبیات (لٹریچر) ہیں ادبیات کی نشو و نما بغیر اعلی درجہ کے رسائل و مطبوعات ممکن نہیں -

یہ' اور اس طرح کی وہ تمام باتیں جو معروف و معلوم ہیں اور صحیح ہیں' تو کیا اسکی ضرورت لوگ محسوس نہیں کرتے تمام بر اعظم ہند میں کم از کم ایک رسالہ اردو کا ایسا موجود ہو اپنی ظاہری اور باطنی خصوصیات میں دنیا کی ترقی یافتہ صحافت کا نمونہ پیش کرسکے؟

دنیا نے انیسویں صدی کے اوائل میں طباعت و صحافۃ کا جس نقطہ پر چھوڑا تھا' اردو زبان کی صحافۃ سنہ ۱۹۲۷ - میں اسی پر قناعت کیے ہوئے ہے - آخر یہ حالت کب تک باقی رہیگی ؟

مطبوعات جدیدہ

کیا یورپ میں عربي نسل موجود ھے ؟

مندرجۂ صدر سوال کے جواب میں ڈاکٹر احمد شاھین ایک مصري اھل قلم نے ایک دلچسپ کتاب شائع کي ہے جو مصر کي تازہ ڈاک میں آئي ھے - اِس میں مختلف تاریخي اور جغرافیائي مصادر سے ثابت کیا ھے کہ اسوقت تک براعظمِ یورپ کے مختلف مقامات میں عربي نسل کي آبادیاں موجود ھیں - غالباً اس موضوع پر یہ پہلي کتاب ھے جو تاریخي تحقیقات کا ایک نیا میدان اھل نظر کیلئے مہیا کرتي ھے - مصنف نے فرانس کي عربي النسل آبادي کے بارے میں جو کچھہ لکھا ھے، ھم اس کا خلاصہ یہاں ترجمہ کر کے درج کرتے ھیں :

"ساتویں صدي کے اوائل میں عربوں نے فرانس پر حکمراني کي تھي - کاسون کے علاقہ پر اُنکا پورا قبضہ تھا اور یگرر، رویگ، جیود، ران ڈگلے، لورا، اور وادي رون تک اُنکي فوجیں بڑھتي رھتي تھیں - اُنکا سب سے بڑا حریف ڈیوک ڈائلن تھا، اور برابر مقابلے کر رھا تھا - لیکن جب اُسکا ایک نیا دشمن پرنس چارلس مارٹل پیدا ھو گیا، تو اُس نے عربوں سے صلح کرلي اور اپني لڑکي عرب سپہ سالار عثمان بن علي سے بیاہ دي - اسکے بعد سنہ ۲۵۵ ھ میں خود عربوں میں پھوٹ پڑ گئي - سپہ سالار عثمان نے خلیفۂ اندلس سے الگ ھو کر خود مختاري کا اعلان کر دیا - خلیفہ نے اُسکي سرکوبي کیلیے ایک فوج گراں بھیجي - اھل یورپ نے یہ حالت دیکھي تو باھم متفق ھوکر عربوں کے مقابلہ پر آ گئے اور "براتیہ" کا تاریخي معرکہ واقع ھوا - عربوں کو شکست ھوئي، اور وہ فرانس میں ھرطرف بھاگ نکلے - فرانس کے عام باشندوں نے انکے ساتھہ بد سلوکي نہیں کي، بلکہ مفروریں کا گرم جوشي سے خیر مقدم کیا - اُنکي شرافت، نیکي، اور اخلاق کي شہرت وہ مدت سے سنتے آئے تھے -

فرانسیسیوں کا یہ حسن ظن آج تک باقي ھے - دیہاتوں میں ابتک عربوں کي شجاعت اور فیاضي کي داستانیں پھیلي ھوئي ھیں جب کاموں سے فارغ ھوکر فرانسیسي کسان رات کے وقت بیٹھتے ھیں تو وہ پراني کہانیاں ایک دوسرے کو سنایا کرتے ھیں -

مقام مونٹرکسویل کے قریب ایک گاؤں "کرنبلیہ" نام موجود ہے - یہاں کے باشندے عام فرانسیسیوں سے بالکل علحدہ زندگي بسر کرتے ھیں - اُنسے رشتہ داریاں بھي منظور نہیں کرتے - اِنکي زبان بھي خاص ھے دوسرے لوگ اُسے نہیں سمجھتے - کیونکہ اُس میں عربي الفاظ بکثرت موجود ھیں - یہ لوگ شادي کي تقریب میں فرانسیسوں کي طرح ناچ کے جلسے بھي نہیں کرتے - اپني عورتوں کو باھر نکلنے سے بھي روکتے ھیں - اُنکي اکثر عورتیں ابتک برقعہ پہنتي ھیں -

فرانس کے [illegible] علاقوں میں بکثرت ایسے دیہاتي موجود ھیں جو اپنے رنگ، ذھانت، اور محنت و مشقت میں عام فرانسیسیوں سے بالکل مختلف ھیں - یہ لوگ بھي دراصل عربي نسل سے ھیں - ملک کي آب و ھوا نے اُنپر زیادہ اثر نہیں ڈالا - صرف زبان بدل گئي ھے - تاھم "اللہ" کا تلفظ اسوقت تک صاف کرتے ھیں - اِس لفظ کا استعمال اُنکي زبان میں عام ھے - اور بھي بہت سے عربي لفظ اُنکي بول چال میں موجود ھیں -

یہي باعث ھے کہ مشہور فرانسیسي مورخ مسیو جیمو نے لکھا ھے :

"جب کسي کسان کو دبلا، سانولا، تیز نظر، اور جري پاؤ، تو سمجھہ لو کہ وہ قدیم عربوں کي نسل سے ھے"

ایک دوسرا مورخ تصریح کرتا ھے :

"میں نے بہت سے فرانسیسي کسان ایسے دیکھے ھیں جنکے نام ابتک عربي ھیں - مثلاً فتح اللہ، عبد اللہ، باب اللہ وغیرہ - اُن کي زبان بھي عربي ھے اگرچہ بگڑ گئي ھے - میرے سوال پر اُنھوں نے بتایا کہ اُن کا نسب محفوظ ھے اور یہ کہ وہ عربي النسل ھیں"

پرسب اور کوربان بوگے کے علاقوں کے باشندے ابتک عربوں کو یاد کرتے اور اُن کي بڑي تعریفیں کرتے ھیں - وہ تمام قدیم آثار اور شکستہ قلعوں کو عربي بتاتے ھیں - مغربي اور متوسط فرانس میں ابتک بہت سي عربي یادگاریں مثلاً پھاٹک اور کنویں وغیرہ موجود ھیں - اُن کے نام بھي عربي ھیں - اگرچہ اُنھیں فرانسیسي لب و لہجہ نے مسخ کر ڈالا ھے -

تاریخ عربي فتوحات کي برکتوں کے ذکر سے لبریز ھے - اُنھوں نے صرف یہي نہیں کیا کہ اُن تاریک زمانوں میں علم کا نور فرانس میں پھیلایا بلکہ ھر طرح کي تمدني اصلاحات بھي جاري کیں - چنانچہ آب پاشي کے ذرائع اُنھي نے مہیا کیے اور باشندوں کو اُنسے فائدہ اُٹھانے کے طریقے سکھائے - مختلف قسم کے غلے لے گئے اور اُنکي کاشت رائج کي - الپس کے پہاڑوں پر عمدہ گھاس مویشیوں کیلئے اُنھي کي پیدا کي ھوئي ھے - اوبوسوں کے علاقے میں دري اور قالین بننے کے کارخانے قائم کئے - کورتین نامي گاؤں میں ابتک اِن کارخانوں کے عرب مزدوروں کي نسل موجود ھے - عربوں کے جانے سے پہلے فرانسیسي کشتي اور جہاز بنانا نہیں جانتے تھے - عربوں ھي سے اُنھوں نے یہ فن سیکھا - موسیو فرومذین اور کبلومیہ جیسے مورخین نے اپني کتابوں میں ثابت کیا ھے کہ اھل فرانس نے فن تعمیر بھي عربوں ھي سے سیکھا تھا - اِسکا زندہ ثبوت ابتک موجود ھے - فرانس کا موجودہ فن تعمیر صاف بتا رھا ھے کہ عربي ذوق اُس میں کار فرما ھے"

میں امیدوں کا بسیرا ہے — سب کا مسرت میں حصہ ہے — نہ تو سورج کی کرنوں نے کبھی بخل کیا - نہ چاند کی بخشش جمال میں کبھی کوتاہی ہوئی — آخرکار ہم سب ایک ہی چار دیواری میں جمع ہونگے — وہاں اپنے محبوب عزیزوں کے بوسہ ہائے عشق سے لذت دوام حاصل کرینگے ! "

***

عین اُس وقت کالی گھٹائیں ہٹ گئیں - ستاروں کے جھرمٹ میں بدر منیر جھومتا ہوا بر آمد ہوا -

تمام تاریکیاں معدوم ہوگئی تھیں - آسمان کی مجلس شب افروز آراستہ تھی - نور کے فرشتے صف بستہ کھڑے تھے !

ایک شاعر نے دبی زبان سے کہا :

" بلبل اپنی نغمہ سرائی میں صادق اور اپنے زیر و بم میں معصوم ہے — یہ دیکھو ماہتاب سامنے ہے — اُسکی روپہلی چاندنی ہمیں دعوت نشاط دے رہی ہے ! آخر کار دوستوں سے ملاقات یقینی ہے ! — پھر ہم کیوں رنج کریں ؟ کیا سورج کی چمک ، چاند کی مسکراہٹ ، ستاروں کی شب افروزی ، پھولوں کا قہقہہ ، شاخوں کا رقص ، باد صبا کی اٹکھیلیاں ، دریاؤں کی خوش خرامی ، اور پھر فطرۃ کے اس تمام جلوہ زار عیش و جمال کے سامنے اس مطرب کائنات کی نغمہ سنجی ، ہمارے سرور روح کیلیے کافی نہیں ؟ "

سب کے چہروں پر اطمینان کا سکون پھیل گیا - لبوں پر تبسم دوڑنے لگا - گویا اِس طائر میمون نے فکروں کا پہاڑ سر سے گرا دیا -

اب ہجر و فراق کا تلخ جام سب کے سامنے سے ہٹ گیا تھا - عیش دوام کی صراحی سب کے منہ سے لگی تھی !

***

آتش دان کے سامنے ایک بوڑھا چپ بیٹھا تھا - افسردہ نگاہیں آگ پر تھیں - ٹھنڈی سانس لیکر بولا :

" آہ ! میں اِس ایندھن کی طرح ہوں — قریب ہے کہ سب لکڑی جل جائیگی — بالکل جل جائیگی — اِسی طرح میں بھی عنقریب جل جاؤنگا — سر تا سر جل جاؤنگا — "

لیکن فوراً بلبل کی آواز کان میں آئی - مایوس بوڑھا جھنجھلا کر بولا :

" چپ او زباں دراز چڑیا چپ — جوانی کے دن یاد نہ دلا — وہ دن جب جسم میں قوت اور چستی تھی — جب نہ آنکھیں دیکھنے سے تھکتی تھیں ، نہ کان سننے سے — خوشی کے دنوں کی یاد تازہ نہ کر — میں اب زندہ اور پر امید انسان کی جگہ ہڈیوں کا ایک ڈھیر ہوں — مجھے پچھلا زمانہ بھول جانے دے — "

بلبل نے جواب دیا :

" ماضی بعینہ مستقبل ہے — اگر مستقبل تاریک ہے تو ماضی کی یاد اُسے روشن کردیگی — ماضی کی روح پرور نسیم ، حاضر کی گرمی ہلکا کردیگی — آفتاب زندگی ہر وقت درخشاں ہے — خود ہم اُسے اپنے فکروں کے بادلوں سے چھپا دیتے ہیں — "

ماضی ، حاضر ، مستقبل ، تینوں بوڑھے کے دماغ میں آگئے اور مل جل گئے - دل میں گدگدی پیدا ہوئی - آرزوں کے معطر پھول شگفتہ ہوگئے - وہ پھول جو چالیس برس کی عمر میں کلیوں کی پنکھڑیاں توڑ کر مسکرائے تھے !

بوڑھے نے آہستہ سے کہا :

" بلبل نے سچ کہا — بے شک زندگی کا آفتاب ہر وقت روشن ہے — شباب اور پیری ایک ہی ہے — عاقل پیری کو بھی جوانی بنا سکتا ہے — بشرطیکہ جوانی کا پر جوش پانی بڑھاپے کے ساکن پانی میں ملا دے — مسرت کے دنوں کی یاد سے بڑھکر بھی کیا اس دنیا میں کوئی مسرت ہو سکتی ہے ؟ "

پھر وہ چارپائی پر لیٹ گیا اور بلبل کے نغموں میں بے خبر سو گیا !

ماں

(مادری محبت و شعور پر چند خیالات)

" دنیا کا سب سے زیادہ دلکش اور موثر منظر کیا ہے ؟ ماں کے وجود کا منظر ہے جب وہ اپنے بچہ کو مامتا بھری نظروں سے دیکھتی ہے ! اِس سے زیادہ دلفریب نظارہ کوئی نہیں ہوسکتا کہ ہر قسم کے افکار و خیالات سے خالی الذہن ، سادہ دل بچہ کودتا اچھلتا پھرتا ہے ، اور اُسکی ماں مادرانہ محبت و ہوشیاری سے اُسکی معصومانہ حرکتوں کی نگرانی کر رہی ہے ! " (نامق کمال)

***

" اُس احساس سے زیادہ خوشگوار احساس شاید کوئی نہیں جو ماں کے دل میں اپنے بچہ کے کھلانے کے وقت پیدا ہوتا ہے ! - اس احساس سے زیادہ الم ناک احساس کوئی نہیں جو ماں اپنے بچہ کو تکلیف میں دیکھکر محسوس کرتی ہے - اِس باب میں عورت ، مرد سے کہیں زیادہ زندگی اور زندگی کی حقیقت کا شعور رکھتی ہے "

" انسان ، باپ سے زیادہ ماں سے متاثر ہوتا ہے - سب سے پہلی صورت جو ہمارے ذہن میں قائم ہوتی ہے وہ ہماری ماں ہی کی صورت ہوتی ہے - ہم زندگی بھر اُس صورت سے متاثر رہتے ہیں - جب ہم حسن کا احساس کرتے ہیں تو ہمارے سامنے اپنی ماں کا وہ چہرہ آجاتا ہے جو ہمیں ہنسایا کرتا تھا - کبھی ہم اُسی کے خط و خال کو نا دانستہ حسن کا معیار قرار دیتے ہیں - ہم اپنی ماں کے کس قدر مزاج داں ہوتے ہیں ؟ صرف اُس کی آنکھیں دیکھکر ہم سمجھہ جاتے ہیں کہ وہ خوش ہے یا ناخوش ، حالانکہ ہم بالکل بچہ ہوتے ہیں اور ہمارا سادہ ذہن دنیا کی کوئی بات بھی سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا " (بوفی)

***

" دنیا کی کوئی زبان بھی مادری محبت کی قوت ، خوبصورتی اور بہادری کو الفاظ میں بیان نہیں کرسکتی - مرد جھجک کر رہ جاتا ہے - اُس کی قوت جواب دے جاتی ہے ، مگر ماں اپنے بیٹے کی محبت میں کبھی کمزور اور سست نہیں پڑتی - ماں ہمیشہ امانت و اخلاص کا ستارہ بنکر زندگی کے اِس صحرا میں اپنے بچے کی رہنمائی کرتی رہتی ہے " (شاپن)

***

" باپ بے اعتنائی کرسکتا ہے - بھائی دشمن بن سکتا ہے - زن و شو میں عداوت پیدا ہوسکتی ہے - لیکن ماں کی محبت میں کبھی فتور نہیں پڑ سکتا - وہ زندگی بھر یکساں حالت میں تر و تازہ رہتی ہے - لڑکا کتنے ہی قصور کرے ، ماں کی محبت برقرار رہتی ہے - وہ ہمیشہ اُس لگائے بیٹھی رہتی ہے کہ کسی نہ کسی دن اُس کا لخت جگر نادم ہوکر اُس کی شفقت بھری گود میں ضرور آجائیگا - ماں زندگی بھر بچہ کی مسکراہٹ یاد رکھتی ہے - وہ مسکراہٹ جو اُس کے سینہ کو مسرت سے لبریز کردیتی تھی ! اس [illegible] میں وہ کسی طرح بھی اپنی مادری محبت سے دست بردار نہیں ہو سکتی " ([illegible])

دریعہ جسم انسانی تک پہنچ جاتی ہیں - یہ اثر اگرچہ خطرناک نہیں ہے مگر کافی گھبراہٹ اور دہشت طاری کردیتا ہے - اس مچھلی کی یہ برقی قوت ایک مرتبہ عمل کرنے کے بعد پھر عارضی طور پر ختم ہو جاتی ہے اور جب تک کچھ عرصہ سکون و آرام کی زندگی بسر نہ کرلے کام نہیں دیسکتی -

تارپیڈو کی تقریباً بیس قسمیں گرم اور نیم گرم سمندروں کے متفرق حصوں میں پائی جاتی ہیں -

(نیل کی برقی مچھلی)

برقی مچھلیوں کی دوسری جنس دریائے نیل میں پائی جاتی ہے ' جس کو علمی اصطلاح میں الکٹریکس مالپٹیرورس (Electricus Malapterurus) کہتے ہیں - اس کی صورت تارپیڈو مچھلی سے مختلف ہے - یہ ایک چھوٹی سی مضبوط روغن دار مچھلی ہے جس کی کھال چکنی اور پر چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں - اسکی مونچھیں بھی ہوتی ہیں مگر چھوٹی - بھورے جسم پر چھوٹے بڑے سیاہ داغ ہوتے ہیں - اس مچھلی کا بھی برقی آلہ تقریباً تارپیڈو مچھلیوں کی طرح ہوتا ہے -

(ستارہ بیں)

برقی مچھلیوں کی تیسری قسم داغدار ہے - اس کا اصطلاحی نام ایسٹروسکوپس گوٹیٹس (Astrascopus guttatus) ہے - اسکی شکل سب سے علحدہ اور عجیب ہوتی ہے - یہ ایک چھوٹی مگر قوی الجثہ مچھلی ہے جو ایک فٹ لمبی اور صورت میں مینڈک سے مشابہ ہوتی ہے - اسکا سر بڑا اور اوپر کی طرف

تارپیڈو برقی مچھلی

چپٹا ہوتا ہے - اسکے ٹھوس اور کھردرے بدن پر چھوٹے چھوٹے چھلکے ہوتے ہیں جسم کے اوپر کا حصہ چھوٹے چھوٹے گول داغوں سے بھرا ہوتا ہے -

اس کی اصلی خصوصیت اسکے سر کی ساخت ہے - یہ سر ایک مربع بکس کی طرح ہوتا ہے - دونوں آنکھیں سر پر اس طرح لگی ہوتی ہیں کہ ادھر ادھر یا نیچے نہیں دیکھ سکتیں - یہی وجہ ہے کہ اسکا نام ستارہ بیں (Star gazer) رکھا گیا ہے -

اس مچھلی کی آنکھوں کے پیچھے ڈھکے چمڑے کے دو چھوٹے چھوٹے برقی خزانے ہوتے ہیں - پرنسٹن یونیورسٹی کے پروفیسر الرک ڈاہلگرن (Ulric Dahlgren) نے اس برقی خزانے کے اجزاء کا مطالعہ کیا ہے - اس برقی آلہ کی ساخت بالکل نئی وضع کی ہے - اس میں بہت سے مسطح پرت مساوی مقدار کے ہوتے ہیں جنکو الکٹروپلیکس (Electroplax) کہتے ہیں ' اور ہر دو پرتوں کے درمیان ایک گاڑھا قوام ہوتا ہے - ستارہ بیں مچھلیوں کی بہت سی دوسری قسمیں جاپان اور یورپ کے ساحلوں پر ملتی ہیں - چونکہ یہ مچھلیاں گوشت خوار ہیں ' اسلئے قرینہ یہی ہے کہ چھوٹی چھوٹی مچھلیاں برقی صدمے سے بیحس ہوکر انکے وسیع دہانے کا نوالہ بن جاتی ہونگی -

(برقی ایل)

جس مچھلی میں سب سے زیادہ برقی قوت ودیعت کی گئی ہے وہ برقی ایل (Eel) ہے جسکا اصطلاحی نام الکٹریکس الکٹروفورس (Electricus Electroforus) ہے - یہ مچھلی برازیل اور گائنا کے دریاؤں میں پائی جاتی ہے - ایل مچھلی کو ہندوستان میں بام مچھلی کہتے ہیں اور کھائی بھی جاتی ہے - برقی ایل اگرچہ اپنی لمبی اور سانپ نما شکل میں بام مچھلی سے مشابہ ہوتی ہے مگر علم حیوانات کی تحقیقات میں اسکی باطنی ساخت بام سے مختلف ہے -

برقی ایل اپنی برقی قوت میں تمام برقی مچھلیوں سے زیادہ طاقتور ہے - یہ برقی آلات کے دو جوڑے رکھتی ہے اور دونوں میں بہ کثرت چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیاں ہوتی ہیں - اس برقی آلہ کا ایک جوڑا اسکی دم کے اوپر ہوتا ہے ' دوسرا پچھلے پروں کی حد میں - برازیل کی برقی ایل کی لمبائی چھ فٹ تک ہوتی ہے - اس کا برقی صدمہ ایسا تیز و شدید ہوتا ہے کہ مس ہوتے ہی جسم کو بالکل شل کردیتا ہے -

ڈاکٹر ایم ' ای ' بلاک (M. E. Block) اپنی کتاب مچھلیوں کی طبعی تاریخ (Natural History) میں برقی ایل پر متعدد تجربوں کا بیان کرتے ہیں - ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مچھلیاں جب سکون و عافیت میں ہوتی ہیں تو برقی صدمہ نہیں پہونچاتیں ' لیکن اگر انہیں مشتعل کر کے غضبناک کردیا جائے تو تیز برقی لہر اٹھنے لگتی ہے - انہیں جسقدر سخت غصہ آئیگا '

تارپیڈو کا برقی خزانہ ایکس رز کی تصویر میں

اتنا ہی زیادہ برق کا صدمہ بھی شدید ہوگا - جب یہ اپنی آزادی کی حالت میں پانی کے اندر ہوتی ہیں تو ان میں برقی قوت زیادہ رہتی ہے ' مگر جب قید کرلی جاتی ہیں تو گھٹ جاتی ہے -

جب برقی مچھلی مرنے لگتی ہے تو اسکی برقی قوت بھی کم ہوتی جاتی ہے - یہانتک کہ مرنے کے بعد بالکل زائل ہوجاتی ہے - ان مچھلیوں کی برقی لہر دھات کی اشیا اور تمام برق پذیر conductor اشیاء میں فوراً سرایت کرجاتی ہے مگر شیشہ اور ریشم پر اثر نہیں کرتی - چھوٹی مچھلیاں ان سے مس ہوتے ہی شل ہوجاتی ہیں اور یہ بہ آسانی ان کا شکار کرلیتی ہیں -

بعض لوگوں نے دعوا کیا ہے کہ اگر دھات کے دو ٹکڑوں سے یہ مچھلی چھو دی جائے تو دونوں ٹکڑوں کے درمیان ایک برقی شرارہ پیدا ہوجائیگا - مگر یہ دعوی ابھی تجربے کا محتاج ہے - ایک ماہر بیان کرتا ہے کہ انتالیس آدمی ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑکر حلقہ میں کھڑے ہوگئے ' اور اس حلقہ کے ایک سرے پر برقی ایل کا جسم چھو دیا گیا - معاً حلقہ کے تمام آدمیوں کو اسی طرح کا برقی صدمہ محسوس ہوا جیسا کسی بہت بڑے برقی آلہ کے استعمال سے ہوسکتا ہے !

مذاکرہ علمیّہ

برقی مچھلیاں

حکمت الہی کی کارفرمائیاں بھی کیسی عجیب وغریب ہیں! انسان نے لاکھوں برس کی سراغ رسانیوں کے بعد کائنات کی ایک سب سے بڑی قوت کا کھوج لگایا جسکا نام قوت برق ہے - یہ قوت آج اس کی کاروباری کا سب سے بڑا خزانہ ہے - زمین اس سے روشن ہوتی ہے - آسمان پر طیارے اسی کے ذریعہ اُڑتے ہیں - سواری کیلئے سب سے بڑا مرکب یہی ہے - کارخانوں کیلئے سب سے بڑی قوت حرکت اسی سے ملتی ہے - خبر رسانی میں اسی کی پیغام بری پر آج بحر و بر کا دار و مدار ہے - زمین کی طاقت کے تمام خزانے خالی ہوجائیں' لیکن اس لازوال خزانے کے ختم ہوجانے کا کبھی اندیشہ نہیں -

لیکن جب انسان نے اس عجیب خزانۂ قوت پر قبضہ کرکے فخر و غرور سے سر اُٹھایا' تو قدرت نے اپنے پردۂ اسرار کا ایک نیا گوشہ کھول دیا - انسان نے دیکھا اور دیکھکر ششدر رہگیا کہ جس چیز کو وہ اپنی طاقتوں کا سب سے بڑا خزانہ سمجھکر اسقدر مغرور ہو رہا ہے' وہ قدرت کے کارخانۂ حیات میں اس سے زیادہ قدر و قیمت نہیں رکھتی کہ چند حقیر اور مجہول جانوروں کے جنگ و شکار کا ایک معمولی سا ہتھیار ہے!

قدرت نے ہر جاندار کو اُسکی غذا کے حصول کیلئے مختلف قسم کی قوتیں اور طرح طرح کے آلات دیے ہیں - کسی جانور کے پاس بڑے بڑے پنجے ہیں - کسی کے پاس لمبے لمبے دانت ہیں' کوئی سینگ کے ہتھیار سے لڑتا ہے' کوئی اپنی تیز سانس کے ذریعہ اپنا شکار کھینچ لیتا ہے - ایسا ہی ایک ہتیار برقی قوت کا خزانہ (بیٹری) بھی ہے - جن جانوروں کے پاس یہ خزانہ ہے' وہ اسے ایک ہتیار کی طرح کام میں لاتے ہیں - جب اُنکا شکار قریب آتا ہے' تو برقی قوت کی لہریں اسے بے ہوش یا شل کر ڈالدیتی ہے' اور وہ اسے بہ آسانی اپنا نوالہ بنا لیتے ہیں!

ان جانوروں کا برقی خزانہ انکے دوران خون کی حرکت سے کچھہ ایسا عجیب تعلق رکھتا ہے کہ ہمیشہ برقی قوت اس سے حاصل کی رہتی ہے - قوت کی تیزی اور اجراء کیلئے محرک کی ضرورت ہے - یہ کام انکے جوش اور غضب کے ہیجان سے لیا جاتا ہے - جونہی وہ جوش میں آتے ہیں' غضب و ہیجان کی حرارت برقی خزانہ کیلئے تازہ قوت بہم پہنچا دیتی ہے' اور برقی لہریں تیزی کے ساتھہ اُٹھنے اور ٹکرانے لگتی ہیں!

ان جانوروں میں سب سے زیادہ عجیب برقی مچھلیاں ہیں - آج ہم انکی بعض اقسام کی تشریح کرتے ہیں - یہ تشریح اس دلچسپ اور محققانہ مضمون سے ماخوذ ہے جو رسالہ سائنٹفک امریکن کی پچھلی اشاعت میں شائع ہوا ہے -

(پُر اسرار جانور)

سنہ ۱۸۸۲ء کے موسم سرما میں جب پروفیسر [illegible] جارڈن معاملہ کی وسٹ Key west کی مچھلیوں کی نسل و عادات کی تحقیق میں سرگرم تھا' تو ایک سیاہ رنگ کی چھوٹی سی مچھلی اپنے ہاتھہ میں لئے اس نے دفعۃً [illegible] ایک عجیب صدمہ [illegible] - اس نے کہا میں نے یہ مچھلی ساحل کے قریب [illegible] میں نے اس کے جسم میں [illegible] مگر [illegible] اس سے مس ہوا' ایک سخت صدمہ [illegible] بازو شل ہوگیا!

برقی مچھلی کا یہ پہلا انکشاف تھا -

(تارپیڈو مچھلی)

یہ مچھلی اس جنس کی تھی جسے تارپیڈو Torpebo یا برقی رے (Electric ray) کہتے ہیں - اس جنس کی یہ سب سے چھوٹی قسم کی مچھلی تھی - بہاما (Bahama) اور مغربی کی (Key west) کے مقامی ماہی گیر اسے "نمب فش" (numb fish) یعنی شل کردینے والی مچھلی کہتے ہیں - [illegible] زمانے میں اس طرح کی [illegible] [illegible] ہونگی - [illegible] دریائی نیولیں سے [illegible] تھا یا نہیں؟

ان مچھلیوں کا جسم [illegible] عموماً اور چپٹا ہوتا ہے - یہ برقی مچھلیاں [illegible] میں ساحل کے قریب پائی جاتی ہیں - ان کی [illegible] جو امریکہ کی [illegible] بحر الکاہل کی تارپیڈو کہلاتی ہیں - انکا طول [illegible] اور وزن ایک من دس سیر سے زیادہ نہیں ہوتا - رنگ عموماً سیاہ ہوتا ہے - عام طور پر غذا کے استعمال نہیں کی جاتیں -

تمام تارپیڈو مچھلیوں کا برقی آلہ ساخت [illegible] ہوتا ہے - یہ آلہ ایک بڑی تھیلی کی طرح ہوتا ہے جس میں [illegible] کی مدیوں کے چھتے کی طرح چھوٹی چھوٹی خش پہل کوٹھریاں بنی ہوتی ہیں - بڑی جسامت میں ایسی کوٹھریاں چار سو تک دیکھی گئی ہیں - اس طرح کی تھیلیاں کھال کے نیچے' سر کے دونوں جانب' آنکھوں کے پیچھے' اور بازوں یا پیروں کے جوڑ سے ملی ہوئی پائی گئی ہیں - اس تھیلی کی ہر کوٹھری گویا جسم کے پٹھوں کی ایک تبدیل شدہ صورت ہے - وہ ایک شفاف اور متحرک گاڑھے قوام (Jelly) سے بھری ہوتی ہے -

تارپیڈو مچھلی میں اس تھیلی کا برقی خزانہ سب سے بڑا ہوتا ہے - وہ اپنے دشمن پر اسی ہتیار سے حملہ کرتی اور اسے شل کردیتی ہے - چاقو' برچھی' تلوار سے اس پر حملہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ دھات کی اشیاء فوراً برقی لہر قبول کرلیتی ہیں اور ان کے

موجودہ زمانے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ بتلائی جاتی ہے کہ علوم و تمدن کی ترقی اور سیر و حرکت کے حیرت انگیز وسائل نے قوموں اور ملکوں کا تفرقہ دور کر دیا ہے ' بحر و بر کے فاصلے مل گئے ہیں ' اور ساری دنیا ایسی ہوگئی ہے ' جیسے ایک مسلسل آبادی کے مختلف محلے اور حصے ہوتے ہیں !

لیکن اس پر بھی ہم دیکھہ رہے ہیں کہ قوموں اور ملکوں کے مکان کا تفرقہ جسقدر کم ہوتا جاتا ہے ' دل اور دماغ کا تفرقہ اتنا ہی بڑھتا جاتا ہے - جسقدر تیزی سے بیسویں صدی کی موٹریں اور طیارے دوڑ رہے ہیں ' اتنی ہی تیزی سے قوموں کے دل بھی ایک دوسرے سے برگشتہ ہو رہے ہیں !

لیکن اب سے تیرہ سو برس پہلے جب دنیا موجودہ زمانے کے تمام وسائل قرب و اجتماع سے محروم تھی ' بحر احمر کے کنارے ' ریگستان عرب کے وسط میں ' حجاز کی " چٹیل اور بے زراعت وادی " کے اندر ' ایک صداء اجتماع بلند ہوئی ' اور نسل انسانی کے منتشر افراد کا ایک نیا گھرانا آباد کیا گیا - انسانی اجتماع و یگانگت کی یہ پکار صرف اتنا ہی نہیں چاہتی تھی کہ ملکوں کی سرحدیں اور جغرافیہ کی حدیں ایک دوسرے سے قریب ہوجائیں '

الہلال کے مقالہ نگار مقیم جدہ ۲۸ - مئی کے مراسلہ میں لکھتے ہیں :

" آجکل بحر احمر کا یہ ساحلی مقام تمام کرۂ ارضی کے انسانوں کا مرکز بن گیا ہے - خشکی اور تری ' دونوں راہوں سے قوموں اور ملکوں کے قافلے پہنچ رہے ہیں - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جدہ کی زمین شق ہوگئی ہے اور انسانوں کے انبوہ اگل رہی ہے -

اخبارات سے آپکو معلوم ہوچکا ہوگا کہ برطانی نمایندہ جدہ میں مقیم تھا تاکہ سلطان ابن سعود سے نئے معاہدہ کے مواد پر گفتگو کرے - نمایندہ [illegible] ساتھہ سکریٹریوں کا بھی ایک بڑا اسٹاف تھا ایک دن میں نے مغرب کی نماز ساحل کی ریگ پر ادا کی جہاں بعض رؤساء جدہ نے حاجیوں کی طرح ایک روزانہ اجتماع " نادی الصلوۃ " کے نام سے قائم کر رکھا ہے - نماز کے بعد جب میں لوٹا اور بازار کے قریب پہنچا ' تو دیکھا ہوں برطانی نمایندہ کے اسٹاف کے چند انگریز کھڑے بازار کے نظارہ میں محو ہیں - ان میں ایک شخص مسٹر رابرٹس نامی تھے جن سے میں ایک دو مرتبہ مل چکا تھا - میں نے انسے پوچھا " آپ کس چیز کے نظارہ میں اسقدر دلچسپی لے رہے ہیں ؟ " انہوں نے کہا :

عرفات میں حاجیوں کا اجتماع !

بلکہ اس کا مقصد نسل انسانی کے بکھرے ہوئے دلوں اور برگشتہ روحوں کو ایک دوسرے سے جوڑ دینا تھا -

یہ پکار سنی گئی - کرۂ ارضی کے سارے گوشوں اور خشکی اور تری کی ساری راہوں سے اس پکار کی بازگشت بلند ہوئی - انجن اور برق کی برق رفتار سواریوں کے ذریعہ نہیں ' تار اور لاسلکی کے کارت موت ستونوں پر سے نہیں ' بلکہ دل کے اعتقاد اور روح کے ایمان کے ذریعہ اسکی پکار سب نے سنی ' اور اسکی پکار کا جواب سب کی زبانوں سے نکلا !

یہ اسلام کی پکار تھی ! یہ اسلام کا فریضۂ حج تھا !

اس نے ملکوں کو اٹھا دیا ' قوموں کو جوڑ دیا ' نسل اور زبان و مکان کے سارے تفرقے دور کردیے ' گورے کو کالے کے ساتھہ اور بادشاہ کو فقیر کے ساتھہ ایک ہی مقام میں ' ایک ہی وضع و لباس میں ' ایک ہی صورت و اعتقاد کے ساتھہ ' اسطرح جمع کردیا کہ انسانی گمرہی کے بنائے ہوئے سارے امتیازات مٹ گئے ' انسانی اخوت و وحدت اپنی اصلی صورت میں بے نقاب ہوگئی !

" دیکھو ' یہ ہندوستانیوں کا گروہ ہے - یہ پانچ پسند کے جاوے کھڑے ہیں - انکے ساتھہ ایک چینی کی منگولین صورت دکھائی دے رہی ہے - دوسری طرف ایک ترکستانی کی سیاہ ٹوپی اور افغانی کی بڑی سی پگڑی ہے - انکے پیچھے ایک گروہ بدوی عربوں کا ہے جیسے پھنسے جا رہا ہے اور انکے ساتھہ افریقہ کا ایک حبشی [illegible] ہنس ہنس کر باتیں کر رہا ہے - تیسری طرف دو حبشی کھڑے ہیں اور ایک مصری طربوش انکے پیچھے نظر آ رہی ہے [illegible] تمام قوموں کی آبادیاں جغرافیہ کے نقشے میں ڈھونڈھی جائیں ' تو کیسے کیسے عظیم سمندر اور بے کنار صحرا ان میں حائل نظر آئینگے ؟ لیکن یہاں ان سب کو جمع کر دیا گیا ہے - حج کے اس موسم میں خود بخود دنیا کے تمام گوشے اس جگہ یکجا ہوجاتے ہیں - [illegible] دنیا کے کسی حصے میں بھی ایسا منظر نظر آسکتا ہے ؟ کیا اس [illegible] سے بھی بڑھکر کوئی منظر ہے ' جو انسانی اجتماع کی ایک مجسم [illegible] قوت کا پتہ دے ؟ میں سوچ رہا ہوں کہ کس کے ہاتھوں میں [illegible] سا ہے جس سے بحر و بر کے یہ تمام گوشے کھینچ لیے [illegible] ہیں ؟

اسلام کے ہاتھہ میں ! چھٹی صدی کے صحراء عرب [illegible] اسلام آج بھی انسانی اخوت کی سب سے بڑی زندہ قوت ہے ! "

عالم شرق و اسلام

حج سنہ ١٣٤٥

"وادی غیر ذی زرع" میں قوموں کا ہجوم اور ملکوں کا اتصال !

واذن في الناس بالحج يأتوك رجالاً وعلى كل ضامر يأتين من كل فج عميق !

منی میں حاجیوں کا پڑاؤ

موسم حج میں مسجد حرام کا اجتماع جمعہ

٦٠

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیرِ عالم اپنی زندگی کے آخری اوقات میں!

امام علی علیہ السلام

ایک مغربی شاعر کہتا ہے: "اگر تم ایک انسان کو اُس کے تمام اوصاف و خصائل اور ضمیر و سرشت کی اصلی صورت میں دیکھنا چاہتے ہو تو انتظار کرو۔ اُس وقت کا انتظار کرو جب موت کا دروازہ اُس پر کھل جائے۔ اُس وقت وہ ساری بناوٹی پردے ہٹ جائیں گے جو انسان اپنی حقیقی صورت پر ڈال لیا کرتا ہے۔ اُس کی صحیح تصویر بے نقاب ہو کر دنیا کے سامنے آ جاتی ہے۔" یہ بالکل صحیح ہے۔ انسان کی حقیقت کا بہترین مطالعہ اُس کی زندگی کے آخری لمحوں ہی میں کیا جا سکتا ہے۔

ایک مدت سے ہمیں خیال تھا کہ اگر دنیا کے اکابر و مشاہیر کے صرف وہ حالات جمع کر دیے جائیں جن کا تعلق اُن کی زندگی کی آخری گھڑیوں سے ہے، تو یہ اخلاق، حکمت اور موعظت کا نہایت عبرت انگیز مجموعہ ہوگا، اور انسانی طبیعت و اخلاق کے بے شمار نکتے اُن سے حل ہو جائیں گے۔ چنانچہ اسی خیال سے مشاہیرِ عالم کے حالات پر نظر ڈالی گئی، اور جستجو و تحقیق کے بعد ایک ضخیم مجموعہ مرتب ہو گیا۔ اس میں تاریخِ اسلام کے تمام اکابر و مشاہیر خلفائے راشدین سے لیکر علماء و حکماء تک آ گئے ہیں۔ اسکے علاوہ عام مشاہیرِ عالم کے حالاتِ وفات کا بھی کافی ذخیرہ ہے۔ بہ حیثیت مجموعی جب اس ذخیرہ پر نظر ڈالی گئی، تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ یہی متفرق حالات جو اپنی انفرادی صورت میں کوئی خاص اثر نہیں رکھتے تھے، اب یکجا ہو کر تاریخِ عالم کی کیسی مفید، پُر تاثیر اور قیمتی چیز بن گئے ہیں؟ آج ہم اس مجموعہ میں سے حضرت علی علیہ السلام کی وفات کے حالات شائع کرتے ہیں۔ آیندہ بھی انکا سلسلہ جاری رہے گا۔ یہ یاد رہے کہ اس سلسلہ سے مقصود صرف قبل از موت حالات کا جمع کرنا ہے۔ کسی طرح کی بحث و نظر مقصود نہیں ہے۔ البتہ حالات کے جمع کرنے میں پوری کاوش و جستجو کی گئی ہے۔

جنگِ جمل کے بعد اسلامی خلافت کی نزاع دو شخصوں میں محصور ہو گئی تھی: امام علی بن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان۔ ان کے درمیان تیسری شخصیت عمرو بن العاص کی تھی اور اپنے سیاسی تدبر کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی۔

جنگِ صفین نے مسلمانوں میں ایک نیا فرقہ "خوارج" کا پیدا کر دیا تھا۔ یہ اگرچہ تمام تر سیاسی اغراض و مقاصد رکھتا تھا لیکن مسلمانوں کے دوسرے سیاسی فرقوں کی طرح اُس کے عقائد بھی دینی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ اسنے اپنا سیاسی مذہب یہ آیت قرار دی تھی کہ "ان الحکم الا للہ" یعنی حکومت کسی آدمی کی نہیں ہونی چاہئے۔ دراصل تاریخِ اسلام کے خوارج موجودہ تمدن کے انارکسٹ تھے۔ لہذا وہ کوفہ اور دمشق، دونوں حکومتوں کے مخالف تھے۔

مکہ میں بیٹھکر خارجیوں نے سازش کی۔ تین آدمیوں نے بیڑا اٹھایا کہ پوری تاریخِ اسلام بدل دینگے۔ اور انہوں نے بدل ہی دی!

عمرو بن بکیر تمیمی نے کہا: "میں حاکمِ مصر عمرو بن العاص کو قتل کر دوں گا، کیونکہ وہ فتنہ کی متحرک روح ہے!"

برک بن عبداللہ تمیمی نے کہا: "میں معاویہ بن ابی سفیان کو قتل کروں گا کیونکہ اُسنے شام میں قیصریت قائم کی ہے!"

ایک لمحہ کے لئے خاموشی چھا گئی۔ علی بن ابی طالب کے علم سے دل تھراتے تھے۔ بالآخر عبدالرحمن بن ملجم مرادی نے خاموشی توڑی: "میں علی کو قتل کر دوں گا!"

اس ہولناک مہم کے لئے ۱۷ رمضان کی تاریخ مقرر کی گئی۔ دو پہلے شخص اپنی مہم میں ناکام رہے۔ لیکن عبدالرحمن بن ملجم کامیاب ہو گیا۔ اس اجمال کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

مکہ سے چلکر عبدالرحمن کوفہ پہونچا۔ یہاں بھی خوارج کی ایک بڑی جماعت موجود تھی۔ عبدالرحمن اُن کے ہاں آتا جاتا تھا۔ ایک دن قبیلہ تیم الرباب کے بعض خارجیوں سے اُسکی ملاقات ہو گئی۔ انہی میں ایک خوبصورت عورت قطام نامی تھی۔ اُسکا باپ اور بھائی

جنگ نہروان میں مارے گئے تھے۔ قطام بہت حسین اور ساحرہ بھی تھی۔ عبدالرحمن اُس پر عاشق ہو گیا۔ سنگ دل نازنین نے کہا: "میرے وصل کی شرط یہ ہے کہ جو مہر طلب کروں وہ ادا کرو۔" ابن ملجم راضی ہو گیا۔ قطام نے اپنا مہر یہ بتایا: "تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک کنیز، اور علی کا قتل!" عبدالرحمن نے کہا: "منظور، مگر علی کو کیونکر قتل کروں؟" خونخوار معشوقہ نے جواب دیا: "چھپکر اگر تو کامیاب ہو کر لوٹ آئے گا تو مخلوق کو شر سے نجات دے گا اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ مسرت کی زندگی بسر کرے گا۔ اگر مارا جائے گا تو جنت اور لازوال نعمت حاصل کرے گا۔" عبدالرحمن نے مطمئن ہو کر یہ شعر پڑھے:

ثلاثۃ آلاف وعبد وقینۃ	وضرب علی بالحسام المصمم
فلا مہر اغلی من علی وان غلا	ولا فتک الا دون فتک ابن ملجم

(طبقات ابن سعد۔ کامل المبرد وغیرہ)

روایتوں سے ثابت ہے کہ حضرت علی کے قلب میں آنے والے حادثہ کا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ عبدالرحمن ابن ملجم کی طرف جب دیکھتے تو محسوس کرتے کہ اس کے ہاتھ خون سے رنگین ہونے والے ہیں۔ ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ فرماتے تھے: "خدا کی قسم! مجھے نبی صلعم نے بتلایا ہے کہ میری موت قتل سے ہوگی۔"

عبدالرحمن بن ملجم دو مرتبہ بیعت کے لئے آیا مگر آپنے لوٹا دیا۔ تیسری دفعہ آیا تو فرمایا: "سب سے زیادہ بدبخت آدمی کو کون چیز روک رہی ہے؟ واللہ یہ چیز (اپنی ڈاڑھی کی طرف اشارہ کیا) اس کے خون سے (سر کی طرف اشارہ کر کے) ضرور رنگ جانے والی ہے۔" (ابن سعد)

کبھی کبھی جب اپنے ساتھیوں سے خفا ہوتے تو فرماتے: "تم میں سب سے زیادہ بدبخت آدمی کو آنے اور میرے قتل کرنے سے کون چیز روک رہی ہے؟ خدایا! میں ان سے اکتا گیا ہوں اور یہ مجھ سے اکتا گئے ہیں۔ مجھے ان سے راحت دے، اور انھیں مجھ سے راحت دے۔" (ابن سعد)

ایک دن خطبہ میں فرمایا: "قسم اس پروردگار کی جسنے بیج اگایا اور جان پیدا کیا! یہ اس سے ضرور رنگ جانے والی ہے (اپنی ڈاڑھی

اور سر کی طرف اشارہ کیا) بدبخت کیوں انتظار کر رہا ہے؟"

لوگوں نے عرض کیا: "امیر المومنین! ہمیں اُس کا نام بتلائیے، ہم ابھی اُس کا فیصلہ کر ڈالیں گے۔" فرمایا: "تو تم ایسے آدمی کو قتل کرو گے جسنے مجھے ابھی قتل نہیں کیا ہے؟"

عرض کی گئی: "تو پھر کسی کو خلیفہ بنا دیجئے۔" فرمایا: "نہیں، میں تمھیں اُسی حال میں چھوڑ جاؤنگا جس حال میں تمھیں رسول اللہ صلعم چھوڑ گئے تھے۔"

لوگوں نے عرض کیا: "اس صورت میں آپ خدا کو کیا جواب دینگے؟"

فرمایا: "کہوں گا: خدایا میں ان میں تجھے چھوڑ گیا ہوں، تو چاہے تو ان کی اصلاح کرے اور چاہے انھیں بگاڑ دے۔"

(مسند امام احمد۔ مسند علی)

حادثہ سے پہلے

آپکی کنیز ام جعفر کی روایت ہے کہ واقعہ قتل سے چند دن پہلے میں آپکے ہاتھ دھلا رہی تھی کہ آپنے سر اٹھایا۔ پھر داڑھی ہاتھ میں لی اور فرمایا: "حیف تجھ پر، تو خون سے رنگی جائے گی۔" (ابن سعد)

آپکے بعض اصحاب کو بھی اس سازش کا کچھ پتہ چل گیا تھا۔ چنانچہ خود بنی مراد میں سے ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا: "امیر المومنین ہوشیار رہیے۔ یہاں کچھ لوگ آپکے قتل کا ارادہ کر رہے ہیں۔"

(الامامۃ والسیاسۃ)

یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ کس قبیلہ میں سازش ہو رہی ہے؟ چنانچہ ایک دن آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک شخص نے آکر عرض کی: "ہوشیار رہیے کیونکہ قبیلہ مراد کے کچھ لوگ آپکے قتل کی فکر میں ہیں۔" (ابن سعد)

یہ بھی واضح ہو گیا تھا کہ کون شخص ارادہ کر رہا ہے؟ اشعث نے ایک دن ابن ملجم کو تلوار لگائے دیکھا اور اُس سے کہا: "مجھے اپنی تلوار دکھاؤ۔" اُسنے تلوار دکھائی تو وہ بالکل نئی تھی۔ انہوں نے کہا: "تلوار لگانے کی کیا وجہ ہے حالانکہ یہ زمانہ جنگ کا نہیں؟" عبدالرحمن نے کہا: "میں گاؤں کے اونٹ ذبح کرنا چاہتا ہوں۔" اشعث سمجھ گئے اور اپنے خچر پر سوار ہو کر حضرت علی کے سامنے حاضر ہوئے اور کہا: "آپ ابن ملجم کی جرأت و شجاعت سے واقف ہیں۔" آپنے جواب دیا: "لیکن اُسنے مجھے ابھی تک قتل نہیں کیا ہے!"

(الکامل)

ایک دن آپ مسجد میں خطبہ دے رہے تھے۔ ابن ملجم منبر کے پاس بیٹھا تھا۔ لوگوں نے سنا کہ وہ دانت پیسکر کہہ رہا ہے: "واللہ میں انھیں تیرے شر سے نجات دیدوں گا۔" امیر المومنین جب مسجد سے اپنے گھر لوٹے تو لوگ اُسے گریبان سے پکڑ کر لائے اور تمام واقعہ سنایا۔ آپنے فرمایا: "لیکن ابھی تک اسنے مجھے قتل نہیں کیا ہے۔ چھوڑ دو۔" (الکامل)

ابن ملجم کا ارادہ اس قدر مشہور ہو گیا تھا کہ خود آپ بھی اُسے دیکھکر عمرو بن معدیکرب کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

اُرید حباءہ ویرید قتلی ۔۔۔ عذیرک من خلیلک من مراد

ابن ملجم برابر برأت ظاہر کیا کرتا تھا لیکن ایک دن جھنجلا کر کہنے لگا: "جو بات ہونے والی ہے ضرور ہو کر رہیگی۔"

اس پر بعض لوگوں نے کہا: "آپ اسے پہچان گئے ہیں۔ پھر اسے قتل کیوں نہیں کر ڈالتے؟" فرمایا: "اپنے قاتل کو کیسے قتل کروں؟" (کامل)

صبحِ شہادت

اقدامِ قتل جمعہ کے دن نمازِ فجر کے وقت ہوا۔ رات بھر ابن ملجم، اشعث بن قیس کندی کی مسجد میں اس کے ساتھ باتیں کرتا

شام کي حرکت استقلال

فرانسيسي مظالم کے چند خونين مناظر !

غوطه (دمشق) ميں دو وطن پرست غيور گوريلوں سے مار ڈالے گئے اور انکي نعشين سڑک پر چھوڑ دي گئيں

٧ - اکتوبر کے حادثه کے بعد بے شمار آدمي پھانسي پر چڑھاے گئے - ايک پھانسي کا منظر جسميں تين نعشيں لٹک رهي هيں !

دمشق کے محله ميدان کا ايک منظر - بے گناه اور غير مسلم آبادي کا قتل عام - بے شمار لاشيں سڑک پر پڑي هيں - عرصه تک يه اسي طرح پڑي رهيں !

میں تمہیں خدا ہی کے سپرد کرتا ہوں۔ تمہارے لئے سلامتی و رحمت چاہتا ہوں"

اس کے بعد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا اور ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کرلیں۔ (طبری جلد ۶)

دفن کے بعد

دفن کے بعد دوسرے دن حضرت امام حسن نے مسجد میں خطبہ دیا: "لوگو! کل تم سے ایک ایسا شخص رخصت ہوگیا ہے جس سے نہ اگلے علم میں پیشقدمی کر گئے اور نہ پچھلے اس کی برابری کرسکیں گے۔ رسول اللہ صلعم اسے جھنڈا دیتے تھے اور اس کے ہاتھ پر فتح ہوجاتی تھی۔ اس نے چاندی سونا کچھ نہیں چھوڑا۔ صرف اپنے روزینے میں سے کاٹ کر ۷۰۰ درہم گھر کے لئے جمع کئے تھے" (ایک درہم تقریباً چار آنے کا ہوتا تھا) (مسند حسن)

زید بن حسین سے مروی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کی خبر کلثوم بن عمر کے ذریعہ مدینہ پہنچی۔ سنتے ہی تمام شہر میں کہرام پڑگیا۔ کوئی آنکھ نہ تھی جو روتی نہ ہو۔ بالکل وہی منظر درپیش تھا جو رسول اللہ کی وفات کے دن دیکھا گیا تھا۔ جب ذرا سکون ہوا تو صحابہ نے کہا "چلو ام المومنین عائشہ کو دیکھیں کہ رسول اللہ کے بھتیجے کی موت سنکر ان کا کیا حال ہے؟"

حضرت زید کہتے ہیں "سب لوگ ہجوم کرکے ام المومنین کے گھر گئے اور اجازت چاہی۔ انھوں نے دیکھا کہ حادثہ کی خبر پہلے سے پہنچ چکی ہے اور ام المومنین غم سے نڈھال، آنسوؤں سے تر بیٹھی ہیں۔ لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو خاموش لوٹ گئے۔"

حضرت زید فرماتے ہیں "دوسرے دن مشہور ہوا ام المومنین رسول اللہ کی قبر پر جارہی ہیں۔ مسجد میں جتنے بھی مہاجرین و انصار تھے، استقبال کو اٹھ کھڑے ہوئے اور سلام کرنے لگے۔ مگر ام المومنین نہ کسی کے سلام کا جواب دیتی تھیں، نہ بولتی تھیں ..... شدت گریہ سے زبان بند تھی۔ دل تنگ تھا۔ چادر تک سنبھلتی نہ تھی۔ بار بار پیروں میں الجھتی اور آپ لڑکھڑا لڑکھڑا جاتیں۔ بدقت تمام پہنچیں۔ لوگ پیچھے پیچھے چلے آرہے تھے۔ حجرہ میں داخل ہوئیں تو دروازہ پکڑ کر کھڑی ہوگئیں اور ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا:

"اے نبی ہدایت! تجھ پر سلام! اے ابو القاسم تجھ پر سلام! اے رسول اللہ! آپ پر اور آپکے دونوں ساتھیوں پر سلام! میں آپکے محبوب ترین عزیز کی موت کی خبر آپکو سنانے آئی ہوں! میں آپ کو آپکے عزیز ترین کی یاد تازہ کرنے آئی ہوں! بخدا آپ کا چنا ہوا حبیب، منتخب کیا ہوا عزیز قتل ہوگیا! واللہ وہ قتل ہوگیا جس کی بیوی افضل ترین عورت تھی! واللہ وہ قتل ہوگیا جو ایمان لایا اور ایمان کے عہد میں پورا اترا! میں رونے والی غمزدہ ہوں! میں اسپر آنسو بہانے اور جلنے والی ہوں! اگر قبر کھل جاتی تو تیری زبان بھی یہی کہتی کہ تیرا عزیز ترین اور معزز ترین وجود قتل ہوگیا! ..." (عقد الفرید ج ۲)

ایک روایت میں ہے کہ ام المومنین عائشہ نے جب امیر المومنین کی شہادت سنی تو ٹھنڈی سانس لی اور کہا "اب عرب جو چاہیں کریں، کوئی انھیں روکنے والا باقی نہیں رہا" (استیعاب)

مرثیہ

آپکے مشہور صحابی ابو الاسود الدئلی نے مرثیہ کہا تھا جس کا پہلا شعر کتاب الاستیعاب و مناقب میں عام طور پر نقل کیا جاتا ہے:

الا ابلغ معاویۃ بن حرب ۔ فلا قرت عیون الشامتینا

مقالات

اسلام اور "نیشنلزم"

وانقل دار الشرقی نجد
کل نجد للعامریۃ دار!

(۲)

انسان اپنی ذہنی زندگی میں اپنے اجتماعی رشتوں کی مختلف منزلوں سے درجہ بدرجہ کیونکر گزرا؟ اس کی انفرادی زندگی میں آج بھی یہ تمام منزلیں کس طرح یکے بعد دیگرے پیش آتی ہیں؟ اسکی مختصر سرگزشت ہماری نظروں سے گزر چکی۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ:

(۱) قومیت اور وطنیت انسان کے اجتماعی رشتہ کی ایک خاص حالت کا نام ہے۔ لیکن یہ کوئی مستقل حالت نہیں ہے۔ ایک سلسلۂ دراز کی مختلف کڑیوں میں سے ایک کڑی ہے۔

(۲) یہ سلسلہ انسان کی اجتماعی زندگی اور اجتماعی ربط و علائق کے احساس و اعتقاد کا سلسلہ ہے۔ جس طرح کائنات ہستی کی ہر چیز اپنے ابتدائی نقطہ سے شروع ہو کر بتدریج بلوغ و کمال تک پہنچتی ہے اور جس طرح انسان نے اپنے علم و عمل کے ہر گوشے میں بتدریج ترقی کرکے حقیقت و کمال تک رسائی حاصل کی ہے، اسی طرح اس معاملہ میں بھی اس کا سفر ابتدا سے انتہا تک، طفولیت سے رشد و بلوغ تک، اور نقص سے کمال تک پہنچا اور ختم ہوتا ہے۔ اس سلسلہ کی ابتدائی کڑی "امومۃ" اور انتہائی "انسانیۃ" ہے۔ جس رشتہ کو قومیت اور جنسیت سے آج تعبیر کیا جاتا ہے، وہ دراصل اسی سلسلۂ ارتقا کی ایک درمیانی کڑی ہے۔

(۳) چونکہ درمیانی کڑی ہے، اس لئے وہ اجتماعی رشتہ کی کوئی حقیقی حالت نہیں ہے۔ محض ایک اضافی چیز ہے۔ جس طرح ایک زمانے میں انسان نظر کی تنگی اور علم کی کوتاہی سے صرف "امومۃ" اور "ابوۃ" یا "عائلہ و قبیلہ" کے رشتہ پر قانع تھا، اسی طرح جب وسعت ملاحظہ کے ایک دو قدم اور آگے بڑھے، تو قومیت و جنسیت کا دائرہ پیدا ہوگیا۔ بلاشبہ یہ دائرہ پچھلے دائروں سے زیادہ وسیع ہے، لیکن فطرۃ کی حقیقی وسعت کے مقابلے میں پھر تنگ اور ناتمام ہے۔ فطرۃ اور حقیقت کی اصلی وسعت کیا ہے؟ "انسانیت" اور "ارضیۃ" کا عالمگیر رشتہ۔ یہی انسان کی اجتماعی زندگی کے لئے ایک ہی فطری رشتہ ہے۔ باقی سب اضافے، اور اس لئے غیر حقیقی ہیں۔

(۴) اس معاملہ کی پوری وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ اسی قسم کی دوسری حالتیں بھی سامنے لائی جائیں۔ انسان نے صرف اپنے ہی کو نہیں بلکہ اپنے سے باہر کی بھی ہر چیز اسی طرح جانی ہے۔ اس نے پہلے زمین کے اس ٹکڑے کو سب کچھ سمجھا تھا جس میں پیدا ہوا تھا۔ اب بھی جب پیدا ہوتا ہے تو گھر کی چار دیواری ہی اس کی دنیا ہوتی ہے۔ اس نے زمین کی عام مخلوقات پر نظر ڈالی، انسان میں سے ہر قسم و صنف کو رنگوں کے ذریعہ پہچان سکا۔ اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی، اور ہزاروں لاکھوں برس کے بعد یہ حقیقت معلوم کرسکا کہ سورج کا ایک نظام اجتماع ہے اور خود کرۂ ارضی بھی اسی کا ایک فرد ہے۔

علم و ادراک کے ان تمام سفروں میں اسکی درمیانی منزلیں جو درجہ رکھتی ہیں، وہی درجہ یہاں کی بھی درمیانی منزلوں کا ہے۔ زمین کے بارے میں انسانی علم کی ایک درمیانی منزل یہ تھی کہ آبادی صرف اس کے نصف حصہ میں ہے، باقی سمندر ہے۔ یہ منزل علم اور حقیقت کی منزل تھی، یا جہل اور محجوبیت کی؟ اگر علم اور حقیقت کی منزل نہ تھی، تو پھر بعینہ وطنیت اور جنسیت بھی اس سفر کی ویسی ہی درمیانی منزلیں ہیں۔ یہ انسان کے جہل و نقص کی منزلیں کیوں نہ ہوں؟

انسان نے جب پہلے پہل جہاز رانی شروع کی تھی تو (مثلاً) ہر سمندر کے گوشہ کو پانی کی ایک مستقل دنیا یقین کرلیا تھا اور انکے بیشمار نام رکھ دیئے تھے۔ پھر ایک وقت آیا جب اسے معلوم ہوا کہ یہ اسکے علم و نظر کی ناتمامی تھی۔ دراصل زمین کا سمندر ایک ہی ہے۔ اسی کے مختلف گوشے ہیں جو ادھر ادھر پھیل گئے ہیں۔ جب اس نے ایک سمندر کو پچاس سمندر خیال کیا تھا، تو یہ منزل علم و حقیقت کی منزل تھی، یا نقص و جہل کی؟ اگر نقص و جہل کی تھی تو انسانی جماعت و اعتقاد کی وہ حالت کیوں جہل و نقص کی حالت نہ ہو جب وہ یقین کرتی ہے کہ انسانیت کا ایک ہی رشتہ اجتماع، ایک ہی رشتہ اجتماع نہیں ہے، بیسیوں ٹکڑے اور بے شمار قسمیں ہیں؟ بلاشبہ جس طرح زمین کے ایک حصہ کا علم و تعین، اس حالت کے مقابلے میں جب انسان کو زمین کا اتنا علم بھی حاصل نہ تھا، علم کی وسعت تھی اور حقیقت سے قرب تھا۔ اسی طرح یہاں بھی قومیت و جنسیت کی حالت اس حالت کے مقابلے میں جب انسان عائلہ اور قبیلہ کے تنگ دائروں پر قانع تھا، علم کی زیادہ وسعت اور حقیقت سے زیادہ قرب ہے، لیکن یہ ایک اضافی حالت ہوئی۔ علم اور حقیقت نہیں ہے۔ علم و حقیقت کی منزل اگر نمودار ہوجائے تو پھر وہ کمال کا نقطہ اور ارتقا کی انتہا ہوگی۔ اس وقت کسی پچھلی منزل پر قانع رہنا ترقی نہیں ہوگی، تنزل ہوگا۔

اگر آج ایک شخص امریکہ کے وجود سے منکر ہو اور کہے کہ کرہ کا صرف ایک ہی حصہ آباد ہے، تو تم کیا کہوگے؟ یقیناً یہی کہوگے کہ چھ سو برس پیشتر یہ جہل قبول کرنے کے لئے دنیا طیار ہو سکتی تھی۔

اچھا، تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو کہتا ہے کہ انسان کو نسل و مکان یا جنس و قوم کے رشتے پر قناعت کرلینی چاہئے کیونکہ ایک زمانے میں اس کا علم و ادراک انہی دائروں میں محدود تھا؟ تم نے ابھی کہا تھا کہ "دنیا چھ سو برس پیشتر کا جہل قبول کرنے کے لئے طیار نہیں" کیا اب تمہیں ٹھیک اسی طرح یہ نہیں کہہ دینا چاہئے کہ "دنیا ہزاروں برس پیشتر کا جہل قبول

کی بولی ہیں۔ "شہادت" کے لفظ کے ساتھ جب کسی عقیدے کا اظہار کیا جاتا ہے، تو اُس کی ایک خاص حیثیت ہوتی ہے۔ یہ موقعہ تفصیل کا نہیں۔ مختصراً یوں سمجھنا چاہئے کہ شہادت کے معنی گواہی دینے کے ہیں اور یہ اُسی وقت دی جاسکتی ہے جبکہ دو باتیں موجود ہوں:
ایک یہ کہ جس بات کی گواہی دی جائے، اُسپر گواہ کو پورا پورا یقین ہو۔ ایسا یقین جیسا اپنی آنکھ سے دیکھی بھالی چیز پر ہوتا ہے۔
دوسری یہ کہ وہ کوئی ایسی بات ہو جس کی سچائی اور حقیقت پوشیدہ ہوگئی ہو اور دنیا میں عام طور پر اُسے جھٹلایا جا رہا ہو، اس لئے ضرورت ہو کہ اُسپر گواہی دیکر اُسے نمایاں اور عالم آشکارا کر دیا جائے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو اُس کے لئے "شہادت" کا لفظ موزوں نہ ہوگا۔ اظہار خیال کے دوسرے الفاظ کافی ہونگے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے "شہادت" کے لفظ کے ساتھ جن جن امور کا اعلان کیا ہے، وہ تمام تر وہی ہیں جو عقائد و ایمان کی بنیادی سچائیاں ہیں اور جن کی حقیقت انسان کے جہل و گمراہی سے اس درجہ پوشیدہ ہوگئی تھی کہ اُنکے جھٹلانے پر تمام دُنیانے ایکا کر لیا تھا۔ ضرورت تھی کہ اُنکے لئے نوع انسانی کے دل و زبان سے از سر نو گواہی دلوائی جائے۔ تاکہ ایک طرف اُنکے یقین و اعتقاد کا اعلان ہو جائے، دوسری طرف اُنکے جھٹلانے کی تکذیب ہو جائے۔ پھر اس شہادت کے بھی مراتب اور اقسام ہیں لیکن ان کی تشریح کا یہ موقعہ نہیں۔

اب غور کرو کہ اس دعا میں جس طرح توحید اور رسالت کا اقرار لفظ "شہادت" کے ساتھ کیا گیا ہے، ٹھیک اُسی طرح انسانی برادری کی حقیقت پر بھی "شہادت" دی گئی ہے۔ اس سے تین باتیں واضح ہوگئیں:

اوّل یہ کہ اسلام کے نزدیک انسانی برادری کا قیام اس درجہ اہم تھا کہ اس کے اقرار کے لئے بھی "شہادت" کا لفظ اختیار کیا گیا جو اُسنے ایمان و عقائد کی بنیادی صداقتوں کے اقرار کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ ایک ایسی بات تھی جس کے لئے زیادہ سے زیادہ مضبوط یقین و ایمان مطلوب تھا۔ ایسا یقین جو ایک گواہ گواہی دیتے ہوئے کسی بات کی واقعیت پر رکھتا ہے۔

تیسرے یہ کہ یہ ایک ایسی حقیقت تھی جو ہر طرف جھٹلائی جا رہی تھی۔ اور چونکہ جھٹلائی جا رہی تھی، اس لئے ضرورت تھی کہ اُسپر "گواہی" دی جائے، اور اُس کی گواہی ہمیشہ کے لئے قائم کر دی جائے۔

انسان کی عالمگیر اخوت کی راہ میں سب سے بڑی روک چار چیزیں تھیں: نسل۔ وطن۔ رنگت۔ زبان۔ انہی چار امتیازات کی بنا پر الگ الگ حلقے بنائے گئے تھے، اور انسانیت کا ایک دائرہ بے شمار چھوٹے چھوٹے دائروں میں بٹ گیا تھا۔ اسلام نے نہ صرف ان چاروں سے انکار کیا، بلکہ انکے خلاف ایسے واضح اور قطعی اعلانات کر دیئے کہ کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہی۔ "نسل" کی نسبت صاف صاف کہدیا کہ سب کی نسل ایک ہی ہے۔ "وطن" کی نسبت کہدیا کہ عرب ہو یا عجم، سب ایک ہی خدا کی زمین کے باشندے ہیں۔ "زبان" اور "رنگ" کی نسبت فیصلہ کر دیا کہ یہ خدا کی حکمت و قدرت کی نشانیاں ہیں۔ کسی جگہ کی آب و ہوا ایک رنگ پیدا کرتی ہے، کہیں کی آب و ہوا دوسرا رنگ۔ کہیں ایک خاص طرح کی زبان اور لہجہ کے وجود میں آگئی، کہیں دوسری زبان۔ لیکن یہ اختلافات انسان کے اتحاد اخوت کی جگہ [illegible] نہیں ہوسکتے۔

پھر اس کے ساتھ ہی اُسنے اپنے اعمال کا جو نظام طیار کیا، اُس کے ہر گوشہ کی وضع و قطع ایسی رکھی جس کے ساتھ امتیاز نسل و قوم جمع ہی نہیں ہوسکتا۔ روزانہ اعمال و عبادات میں ایسی چیزیں رکھ دی گئیں کہ ہمیشہ انسانی وحدت و مساوات کا عملی اعتراف ہوتا رہے۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، سب میں یہ روح کام کر رہی ہے۔ انسانی اخوۃ کے قیام و نفوذ کا ایک پورا نظام ہے جو ہر فرد کو مجبور کر دیتا ہے کہ اس حقیقت کا اقرار کرے، اُس کے تمام تقاضے بر اطاعت قبول کرے، اس کے یقین و ایمان کی عملی تصویر بنجائے!

اس بارے میں بے شمار چیزیں لکھنے اور بیان کرنے کی ہیں لیکن یہاں ذکر ضمناً آگیا ہے، اس لئے صرف اشارات پر اکتفا کیا گیا۔

اسلام کو اپنی اس دعوت میں کہاں تک کامیابی ہوئی؟ انسانی برادری کا گم گشتہ حلقہ قائم ہوگیا یا نہیں؟ اس کا مفصل بیان آگے آئے گا۔ لیکن تاریخ اور مشاہدہ کا یہ فیصلہ تو بلا نزاع مسلّم ہے کہ:

(۱) عرب کی نسلی اور وطنی عصبیت پر ایسی کاری ضرب لگی کہ پھر سر نہ اُٹھا سکی۔

(۲) عرب سے باہر وہ جہاں جہاں پہنچا، ایک ایسی انسانی اخوۃ کی دعوت جو وطنی اور نسلی امتیازات سے بالاتر تھی، اُس کے ساتھ ساتھ تھی۔ آٹھویں صدی عیسوی میں جب یورپ کی اجتماعی زندگی "عائلہ" اور "قبیلہ" کی سرحد سے آگے نہیں بڑھی تھی، اسلام اسپین اور فرانس میں انسانی اخوۃ کا پیغام سنا رہا تھا!

(۳) اُسنے ایک ایسا عالمگیر معاشرتی نظام قائم کر دیا جو ہر طرح کے نسلی و وطنی تعصبات سے بالاتر ہے، اور جس کی بنیاد انسانی اخوۃ اور وحدۃ پر ہے۔

(۴) قرون وسطی (ڈارک ایجز) کے بعد یورپ کے تمدن کا نیا دور شروع ہوا، اور اسنے قومیت و جنسیت کا صور اس زور سے پھونکا کہ تمام دنیا اس کی صدائے بازگشت سے گونج اٹھی۔ اب "انسانیۃ" کی راہ میں جنسیت و قومیت کی کڑی حائل ہو رہی ہے لیکن اسلام نے اب سے تیرہ سو برس پہلے یہ تمام کڑیاں منہدم کر لی تھیں۔

(۵) اگر کہا جائے کہ اسلام کی دعوت سے بھی انسانیت کا عام حلقہ پیدا نہ ہوسکا۔ بلکہ "اسلامیت" کا ایک نیا حلقہ بن گیا، تو یہ صحیح ہے لیکن چند حقیقتیں تسلیم کرنی پڑینگی!

اولاً یہ قصور زمانے کی استعداد کا ہے نہ کہ اسلام کی دعوت کا۔ مختلف وجوہ سے جن کی تشریح آگے آئے گی دُنیا کو اعلیٰ منزل انسانیت تک پہنچنے کے لئے ابھی بڑا وقت درکار تھا۔

ثانیاً اگرچہ "اسلامیت" کا ایک نیا حلقہ پیدا ہوگیا مگر کیسا وسیع حلقہ؟ ایسا وسیع حلقہ کہ اسوقت تک کے تمام عملی حلقوں میں سب سے زیادہ وسیع حلقہ وہی ہے۔ بلاشبہ وہ بھی ایک چار دیواری کھینچ دینے پر مجبور ہوگیا، لیکن کیسی چار دیواری؟ اس درجہ وسیع چار دیواری کہ دنیا کے تمام گوشے اُس کے پھیلاؤ کے اندر آگئے۔ اُسنے کسی گوشے، کسی دائرے، کسی ہیئت اجتماعیہ (سوسائٹی) کو بھی اپنی چار دیواری سے باہر رہنے نہیں دیا۔ اس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کی دعوت نے انسانی اجتماع کا ایک ایسا دائرہ پیدا کر دیا جو نوع انسانی کے تمام پچھلے دائروں سے اونچا اور صرف ایک ہی درجہ "انسانیۃ" سے نیچے ہے۔ وہ انسان کو تمام پچھلی منزلوں سے بلند کر کے ایک ایسی سطح تک پہنچا دیتا ہے جہاں سے "انسانیت" کی آخری بلندی صرف ایک درجہ بلند ہے۔ وہ [illegible] قدم اُس سطح تک پہنچا دیتا ہے جہاں سے صرف ایک قدم آگے بڑھنا رہجاتا ہے۔ حالانکہ دنیا کی تمام قوموں کے لئے منزلوں کی منزلیں باقی ہیں!

اس اعتبار سے اگر رشتۂ اجتماع کی تمام کڑیوں پر نظر ڈالی جائے، تو اُن میں ایک نئی کڑی سابق کڑیوں کے اوپر مگر آخری "انسانیۃ واوضیۃ" سے نیچے بڑھا دینی پڑیگی۔ اور اس سلسلۂ ارتقا کی نو منزلوں کی جگہ دس منزلیں ہو جائینگی:

(۱) اسرۃ
(۲) الزوۃ
(۳) عائلہ
(۴) قبیلہ
(۵) بلدیۃ
(۶) وطنیۃ
(۷) قومیت و جنسیت
(۸) براعظمیت یا تقسیم بہ لحاظ جغرافیہ
(۹) اسلامیت
(۱۰) انسانیۃ واوضیۃ

"اسلامیت" کی سرحد "انسانیۃ" کی سرحد سے [illegible]۔ اگر دنیا چاہے تو صرف ایک قدم میں منزل مقصود تک جاسکتی ہے!

لیکن کیا دُنیا میں اُس کی طلب موجود ہے؟ اس کے لئے ہمیں دوسری مجلس کا انتظار کرنا چاہئے۔

کرنے کے لئے طیار نہیں" ؟ کیسی عجیب بات ہو کہ تم ایک ہی چیز کو ایک جگہ ٹھکراتے ہو اور دوسری جگہ اپنے سر پر جگہ دیتے ہو؟ اس سے بھی بڑھکر انسان کی عالمگیر غفلت و مجوریت کا کوئی منظر ہو سکتا ہو کہ اُسے چھ سو برس پیچھے ہٹنے سے تو انکار ہو، لیکن اس سے انکار نہیں کہ ہزاروں برس پیچھے دھکیل دیا جائے؟

۳

اسلام اور عصبیت قوم و جنس

ان مقدمات کی تشریح کے بعد اب دیکھنا چاہیے کہ اسلام نے اس بارے میں دنیا کو جس طرف لیجانا چاہا تھا، وہ کونسی منزل اور کونسا نقطہ ہو؟

وہ منزل "انسانیۃ" کی منزل ہو۔ وہ نقطہ اس سلسلۂ ارتقاء کا نقطۂ کمال ہو!

چھٹی صدی عیسوی میں جب اسلام کا ظہور ہوا، تو دنیا کے قدم "قبیلہ" اور "وطنیۃ" کی منزل سے آگے نہیں بڑھے تھے۔ اسلام کا ظہور عرب میں ہوا، اور عرب کی آبادی قبیلوں کا مجموعہ تھی۔ ہر قبیلہ اپنی نسلی جنسیت کے دائرہ کے اندر محدود تھا، اور اس سے باہر کی کوئی وسعت قبول نہیں کرتا تھا۔ ان تنگ دائروں کے اعتقاد سے فخر و غرور، نسل انسانی کی تحقیر و تذلیل، اور باہمدگر غلبہ و تسلط کے جس قدر مہلک جذبات پیدا ہو جایا کرتے ہیں (جن کی تشریح آگے آئے گی) وہ سب کے سب اس شدت و قوت کے ساتھ اُن کے خمیر میں سرایت کر چکے تھے کہ شاید ہی کسی قوم کی تاریخ میں اس کی نظیر مل سکے۔ اُن میں کا ہر فرد اپنے قبیلہ کے انتساب سے بڑھکر دنیا کی کوئی عظمت و کبریائی تسلیم نہیں کرتا تھا۔ سیکڑوں ہزاروں جانیں آن کی آن میں قربان ہو جاتی تھیں تاکہ قبیلہ کے شرف و غرور کو صدمہ نہ پہنچے۔ یہ معاملہ اس درجہ معلوم و مسلم ہو کہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ حماسہ میں آج بھی انکے اشعار پڑھتے ہیں تو جذبات نسل و نسب کی شدت و حرارت سے دل و دماغ تنور کی طرح گرم ہو جاتا ہو۔ دنیا کی کسی قوم کی شاعری ان جذبات میں عرب جاہلیۃ کا مقابلہ نہیں کر سکتی!

عربی میں قبیلہ، خاندان، نسل، و مکان کی اس جنبہ داری کے اعتقاد اور اس کے غلو کو "عصبیت" سے تعبیر کرتے تھے۔ اس عصبیت کی پہلی بنیاد عربیت پر تھی، یعنے غیر عرب کے مقابلہ میں عرب کی فضیلت! اور اس کے بعد عربیت میں بھی ہر قبیلہ اپنے نسلی امتیاز کے غرور سے سرگراں تھا۔

عرب سے باہر بھی دنیا کا تمام آباد حصہ قبیلہ اور وطن سے زیادہ وسیع دائرہ کوئی نہیں رکھتا تھا۔ رومی تمدن نے رومن قومیت کی بنیادیں استوار کی تھیں، لیکن اس کی بنیاد بھی نسل اور وطن ہی پر تھی۔ سسلی کے حاکم نے جب ایک رومانی کو گرفتار کرکے کوڑوں سے پٹوایا تھا تو وہ اسکی ہر ضرب پر چیختا تھا "میں رومانی ہوں"۔ مشہور رومی خطیب سسرو نے اس حاکم کے خلاف تقریر کرتے ہوئے کہا تھا "ایک رومانی قوم کے وسط میں لٹایا جاتا ہو اور اسقدر سے پٹوایا جاتا ہو ... وہ دم وا رومانیت کی شکایت کرتا ہو۔ مدد دیتا ہو۔ صرف اس جملہ کی تکرار کرتا ہو کہ میں رومانی ہوں اے مجلس قضاۃ! اس مظلوم کو یقین تھا کہ میں اپنے آپکو رومانی کہکر ساری تکلیفوں اور ... سے بچا سکتا ہوں" ... [illegible] ... رومانی ہوں ... [illegible]

اسپر فخر کیا کہ وہ رومانی تھا۔ یہ نہیں کہا کہ انسان تھا۔ اُسے انسانیت کا نہیں، رومانیت کا استغراق تھا!

لیکن اسلام ان منزلوں میں رُک نہ سکا۔ اسنے اُن تمام رشتوں اور رشتوں کی بنیادوں سے انکار کر دیا جو انسان کے ظلم و تنگ نظری کو تاہیوں نے بنا رکھے تھے۔ وہ نسل، وطن، جنس، رنگ، زبان، کسی غیر حقیقی رشتے کو تسلیم نہ کر سکا۔ اُسنے انسان کو صرف ایک ہی رشتے کی دعوت دی۔ انسانیت اور انسانی برادری کے فطری رشتہ کی!

یا ایہا الناس! انا خلقناکم من ذکر و انثی وجعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا، ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم، ان اللہ علیم خبیر (۴۹: ۱۳)

"اے مجمع انسانی! ہمنے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہو، پھر ایسا کیا کہ تمہیں مختلف شاخوں اور قبیلوں کی صورت میں کر دیا۔ بہت سے گروہوں اور ملکوں میں بکھر گئے۔ لیکن شاخوں اور قبیلوں کا یہ اختلاف صرف اس لئے ہوا کہ ایک گروہ سے دوسرا گروہ پہچانا جا سکے۔ باقی رہی یہ بات کہ انسان کے شرف و عزت کا معیار کیا ہو تو اسکی بنیاد یہ طرح طرح کی گروہ بندیاں نہیں ہیں بلکہ انسان کی عملی زندگی ہو۔ اللہ کے حضور وہی سب سے زیادہ شریف ہو جو سب سے زیادہ اپنے کاموں میں پرہیزگار ہو!"

اس آیت کی ساری روح "لتعارفوا" کے لفظ میں ہو۔ اس لفظ نے اس حقیقت کا اعلان کر دیا کہ انسانوں کے گروہوں اور جماعتوں کے جتنے بھی حلقے بنے ہیں، خواہ وہ نسل کی بنا پر بنے ہوں خواہ وطن و جنس کی بنا پر، ان کی ساری قدر و قیمت صرف اتنی ہو کہ باہمدگر پہچان کا ذریعہ ہیں۔ اس سے زیادہ کوئی اثر نہیں رکھتے۔ تمام کرۂ ارضی پر پھیلی ہوئی نسل انسانی کے لئے ضروری تھا کہ مختلف حصوں اور گروہوں میں منقسم ہو جائے اور جب منقسم ہو گئی تو ناگزیر ہوا کہ ایک گروہ کو دوسرے سے پہچاننے کے لئے کوئی نہ کوئی ذریعۂ تعارف پیدا ہو جائے۔ یہ تمام حلقے تعارف کا ذریعہ ہیں۔ یہ افریقی ہو، یہ عربی ہو۔ یہ آرین ہو، یہ منگولین ہو۔ اس طرح ہر جماعت کی پہچان ہو جاتی ہو۔ لیکن اس تقسیم میں نہ تو کوئی امتیاز ہو، نہ یہ کوئی حقیقی تقسیم ہو۔ حقیقی امتیاز صرف ایک ہی ہو سکتا ہو، اور وہ انسان کی سعی و عمل کا امتیاز ہو۔

اب تمام نسل انسانی ایک سطح اور ایک صف میں کھڑی ہو گئی۔ حقیقت کسی کو بلندی نہیں دیتی، مگر اُس کو جو اپنے عمل سے شرف و رفعت کا استحقاق ثابت کر دے!

جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں، مینا اُسی کا ہو!

رشتۂ انسانیت کی وحدت و اخوۃ کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کر دیا کہ "خلقناکم من ذکر و انثی"، تمام نوع انسانی کی ایک ہی اصل ایک ہی خاندان، ایک ہی گھرانا ہو۔ پس جب نی الحقیقت نہ تو نسل کا امتیاز ہو، کیونکہ نسل ایک ہی ہو، نہ وطن میں تفرقہ ہو، کیونکہ سب کا ایک ہی ... ہو، تو پھر ان میں کا ایک گروہ دوسرے گروہ سے کیوں الگ ہو؟ کیوں ایک ہی خاندان اور ایک ہی گھرانے کے رشتہ دار ایک دوسرے سے کٹ کر غیر اور اجنبی بن جائیں؟

اس بارے میں اسلام کی بنیادی تصریحات اس درجہ مشہور و معلوم ہیں کہ یہاں اُن کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ مقصود صرف اشارہ ہی ... قرآنی تصریحات کے یہ انسانی وحدت کا اعلان کرتی ہیں۔ وہ تمام آیتیں بھی جن میں ظاہر کیا گیا ہو کہ مجمع انسانی کی اصل وحدت تھی۔ ... اور فطرۃ الٰہی سے ... وما کان الناس الا امۃ واحدۃ فاختلفوا ... [illegible] (۱۰: ۱۹)

اسلام کے داعی اول کی تعلیم اور عمل کا جو کچھ حال تھا، وہ بھی محتاج بیان نہیں۔ آپنے نسل و جنس کے غرور و تنگ نظری کو عصبیۃ جاہلیۃ سے تعبیر کیا اور بار بار اعلان کر دیا کہ "لیس منا من مات علی العصبیۃ۔ لیس منا من دعیٰ الی العصبیۃ۔ لیس منا من قاتل علی العصبیۃ" یعنی وہ ہم میں سے نہیں جو نسل و قوم کی عصبیت کے تعصب پر دنیا سے جائے۔ وہ ہم میں سے نہیں جو نسل و قوم کے تعصب کی طرف دعوت دے۔ وہ ہم میں سے نہیں جو اس تعصب کی بنا پر کسی دوسری جماعت سے لڑائی لڑے۔ حجۃ الوداع یعنی اُس حج کے موقعہ پر جو آپ کی زندگی کا آخری حج تھا، آخری خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "لا فضل لعربی علی عجمی، ولا لعجمی علی عربی۔ کلکم ابناء آدم" (صحیحین) "لیس لاحد فضل علی احد الا بدین و تقویٰ۔ الناس کلہم بنو آدم و آدم من تراب" (رواہ الحاکم) آج کے دن سے نسل و قومیت کے سارے امتیازات مٹ گئے۔ اب نہ کسی عرب کو عرب ہونے کی وجہ سے عجمی پر فضیلت ہو سکتی ہو۔ نہ عجمی کو عربی پر۔ فضیلت اسی کے لئے ہو جو اپنے عمل میں فضیلت رکھتا ہو۔ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں، اور اس لئے سب ایک ہی صف میں اور ایک ہی درجہ کے ہیں!

اسلام کی دعوت میں انسانی وحدت و اخوۃ کی حقیقت کو کس درجہ اہمیت حاصل تھی؟ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہو۔ آنحضرت (صلعم) سے جو دعائیں پانچ وقت کی نماز میں ثابت ہیں، اُن میں سے ایک دعا یہ ہو۔ زید بن ارقم نامی ایک راوی کہتے ہیں کہ آپ ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگتے تھے: (کان رسول اللہ صلعم یقول فی دبر کل صلوٰۃ):

اللّٰہم ربنا و رب کل شیء، انا شہید انک الرب وحدک لا شریک لک! اللّٰہم ربنا و رب کل شیء، انا شہید ان محمداً عبدک و رسولک! اللّٰہم ربنا و رب کل شیء، انا شہید ان العباد کلہم اخوۃ (مسند امام احمد و ابوداؤد)	"خدایا! ہمارا اور ساری کائنات ہستی کا پروردگار! میں گواہ ہوں کہ صرف تو ہی پروردگار عالم ہو، تیرے سوا کوئی نہیں۔ خدایا! ہمارا اور ساری کائنات ہستی کا پروردگار! میں گواہ ہوں کہ محمد اس سے زیادہ نہیں ہو کہ تیرا بندہ ہو اور تیرا رسول ہو! خدایا! ہمارا اور تمام کائنات ہستی کا پروردگار! میں گواہ ہوں کہ تیرے سارے بندے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ انھوں نے کتنے ہی تفرقے پیدا کر رکھے ہوں لیکن تو نے اُن سب کو ایک ہی رشتۂ انسانیت میں جوڑ دیا ہو"!

غور کرو، اس دعا میں کیے بعد دیگرے تین شہادتیں ہیں۔ پہلی پروردگار عالم کی توحید و ربوبیت کی ہو۔ دوسری رسول کی رسالت اور بندگی کی ہو۔ یہ دونوں شہادتیں اسلام کے دینی عقائد کی بنیاد اور اولین اصول ہیں۔ اب ان دو اہم ترین عقیدوں کی شہادت کے ساتھ ہی تیسری شہادت جس بات کی دی جاتی ہو وہ ضرور اسقدر اہم ہو کہ بانی اسلام کے نقطۂ نگاہ سے اس درجہ اہم ہو کہ ان دونوں کے بعد تیسری جگہ پا سکے۔ وہ کیا ہو؟ "ان العباد کلہم اخوۃ" خدایا! اگرچہ انسان نے تیری بنائی ہوئی انسانی برادری چھوڑکر طرح طرح کی نئی برادریاں اور رشتے بنا رکھے ہیں، لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ جس طرح تیری وحدانیت اور تیرے رسول کی رسالت برحق ہو، اُسی طرح یہ بھی برحق ہو کہ سارے انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ انھوں نے جہل و مجوریت سے کتنا ہی یہ مقدس رشتہ بھلا دیا ہو، لیکن یہ رشتہ حقیقی ہو اور قائم ہو!

داعی اسلام توحید الٰہی کے بعد جس حقیقت کا اعلان عام کرنا چاہتا تھا، وہ انسان کی انسانی برادری تھی!

اس موقعہ پر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ قرآن نے اسلام

دوسری سیٹھ بدری پرشاد کی جو وہاں کے اکان آرامی میں سے ہے اور ہندوستان کی زمیندارانہ خصائل کا کامل نمونہ ہو۔ مصنف کے قلم کو "پریم" سے زیادہ بدری پرشاد کی تصویر کھینچنے میں کامیابی ہوئی ہو۔

یہ کہنا ضروری نہیں کہ ہندوستانی زندگی کے جس افسانہ پر مسٹر اوڈوائر کے قلم سے دیباچہ نکلے گا، سیاسی حیثیت سے اُسکی روح کیا ہوگی؟ افسانہ کا معاشرتی ماحصل جو کچھ بھی ہو، لیکن سیاسی ماحصل یہ ہو کہ ہندوستان کی اصلی آبادی دیہات کی آبادی ہو۔ اُس کے حقیقی اور عملی مسائل اقتصادی اور زرعی ہیں، ملکی سیاسی ضرورت اُنہی کے حل اور اصلاح کی ہو۔ سیاسی نظام کی ترقی نہ تو ضروری ہو نہ سود مند!

قصہ کوتہ گشت ورنہ دردِ سر بسیار بود!

آشور اور بابل کی نئی تاریخ

Ancient Records of Assyria And Babylonia

آشور (اسیریا) اور بابل کا ما بین النہرین تمدن، تاریخ قدیم کی وہ عجیب داستان ہو جو صرف ہزاروں برس پہلے کے کھنڈر اور زیر زمین اینٹوں ہی کی زبانی سنی جاسکتی ہو۔ قلم و کتابت کے ذریعہ بہت کم صدائیں ہم تک پہنچی ہیں۔ علماء آثار نے اس عہد کے آثار سے بہت کچھ ذخیرۂ علم حاصل کرلیا ہو۔ یہ اب تاریخ کی ایک مستقل شاخ ہوگئی ہو۔ تاہم بحث و تحقیق کا سلسلہ جاری ہو۔

حال میں شکاگو یونیورسٹی (امریکہ) کے ایک پروفیسر مسٹر ڈی۔ ڈی لکنبل (D. D. Luckenbill) نے اس موضوع پر دو جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہو جو پچھلے ماہ شائع ہوگئی۔ اسمیں کوشش کی ہو کہ جس قدر بھی معلومات آثار قدیمہ کے ذریعہ حاصل ہوئی ہیں، وہ سب تاریخی ترتیب کے ساتھ جمع کردیجائیں۔ تاریخ کی ابتدا اُس زمانہ سے کی ہو جو تاریخ کی ابتدائی روشنی کا نام ہو، اور ختم اُس عہد پر کیا ہو جب سرزمین نینوا تباہ ہوجاتی ہو۔ مصنف نے دیباچہ میں تصریح کی ہو کہ:

"اس تاریخ کا تمام تر دارومدار آثار قدیمہ ہو۔ آثار سے جو معلومات حاصل کی جاتی ہیں وہ بہت حد تک ایک خاص طریق استدلال پر مبنی ہوتی ہیں۔ اگر اس طریق استدلال کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ بھی غلط ثابت ہوجائے تو نتائج کا بہت بڑا سلسلہ نظر انداز کردینے کے قابل ہوجائے گا۔ اس لئے میں نے کوشش کی ہو کہ حتی الامکان استدلالی طریقہ کی جگہ استنباط و استخراج کے سادہ طریقہ پر قناعت کرلوں لیکن یہ ہر جگہ کام نہیں دے سکتا تھا۔ بعض مقامات ایسے ہیں کہ استدلال کے بغیر قدم بڑھایا ہی نہیں جاسکتا۔ ایسے موقعوں پر طریق استدلال کام میں لایا گیا ہو مگر یہ احتیاط کرلی ہو کہ اول تو صرف مستند علماء آثار کے بیانات پر قناعت کرلی جائے۔ ثانیاً حتی الوسع استدلال میں بھی قریبی اور صاف استدلال سے نکالے ہوئے نتائج لئے جائیں۔"

قدیم ہندوستان میں سانپ کی حیثیت

Indian Serpent-Lore or The Nagas in Hindu Legend

ڈاکٹر جے۔ ووگل Vogel نے سنہ حال میں ایک کتاب لکھی ہو۔ ہندوؤں کے علم الاصنام میں سانپ کے وجود نے کیوں اہمیت حاصل کرلی؟ اور کس طرح اس کی پرستش کا رواج ہوا؟ اس کتاب میں اس سوال کو حل کرنے کی کوشش کی ہو۔ مصنف نے پہلے ہندوستان میں سانپوں کی کثرت اور انکے اثرات پر بحث کی ہو۔ پھر "ناگ" اور اس کے تخیل پر نظر ڈالی ہو اور اس سلسلہ میں وہ تمام افسانے بھی درج کردئے ہیں جن کا تعلق ناگ بادشاہوں اور ناگ کی قوم سے ہو۔

کتاب بہ حیثیت مجموعی دلچسپ ہو اگرچہ تحقیقات کا پایہ بلند نہیں ہو۔ ہم اس کے بعض حصوں کا ترجمہ آیندہ شائع کریں گے۔

تجہیز و تکفین کی فضول خرچیاں

Funeral Customs: Their Origin and Development

مسٹر بی۔ اس۔ پکل Puckle نے یہ کتاب اس غرض سے لکھی ہو کہ مسیحی رسوم کے مطابق تجہیز و تکفین کے جو طریقے یورپ میں رائج ہیں، ان پر تاریخ و فلسفہ کے نقطۂ خیال سے نظر ڈالی جائے، اور اقتصادی حیثیت سے اُن کا مسرفانہ پہلو بھی واضح کیا جائے۔ کتاب کا موضوع اگرچہ صرف یورپ کی زندگی سے تعلق رکھتا ہو لیکن تجہیز و تکفین کا مسئلہ عام ہو، اس لئے جا بجا نہایت دلچسپ اور مفید مباحث آگئے ہیں۔ یہ کیا بات ہو کہ موت جو زندگی کا خاتمہ اور حسرت و ماتم کا پیغام ہو، اُس ساز و سامان سے علحدہ نہ ہوسکی جو انسان نے زندگی کی شان و شوکت اور ہنگامہ آرائی کے لئے اختیار کئے تھے؟ وحشی قوموں سے لے کر موجودہ عہد کی متمدن قوموں تک، کوئی بھی اس پر راضی نہیں ہوتا کہ موت کا مرحلہ محض خاموشی و غمگینی کے ساتھ طے کرلے؟ مصنف اس کے جواب میں چار سبب بتلاتا ہو:

(۱) یہ قدیم اور عالمگیر اعتقاد کہ بعض رسوم کی ادائیگی پر میت کی آیندہ عافیت موقوف ہو۔

(۲) اگر میت کے ساتھ انصاف اور فیاضی ملحوظ نہ رکھی گئی تو وہ زندوں کو ستانے لگے گا۔

(۳) رائے عامہ جسے حق حاصل ہو کہ جنازوں کی شان و شوکت یا سادگی دیکھ کر وقعتی پر اظہار خیال کرے۔

(۴) میت کے عزیزوں قریبوں کے دماغ کی وہ حالت مختلف جو کچھ عرصہ کے لئے دنیا اور دنیا کے تمام مصالح و فوائد سے بے پروا ہوجاتی ہو اور فضول خرچی کی مضرتوں کا احساس باقی نہیں رہتا۔

لوزان کی آیندہ مسیحی کانفرنس

معلوم نہیں قارئین الہلال کو اس کانفرنس کا حال معلوم ہو یا نہیں جو سنہ میں اس لئے قائم کی گئی تھی تاکہ تمام مسیحی ممالک کے مذہبی عقائد و نظام کی وحدت و یکجہتی کے لئے مسلسل کوشش شروع کی جائے؟ یہ کانفرنس لوزان میں منعقد ہوئی تھی جس کا نام ترکی معاہدۂ صلح کے سلسلہ میں کافی شہرت حاصل کرچکا ہو۔ اب آیندہ اگست میں اس کا دوسرا اجلاس منعقد ہوگا۔ پچھلی دنوں کے تمام اخبارات اس کے تذکرہ سے لبریز ہیں۔ مسیحی مذہب کا حال ہو جسے اول دن سے اصول و عقائد کے تفرقوں میں پرورش پائی تھی۔ لیکن اصلاح کی بنیاد پر جو حالت میں ہوئی وہ کلیسا اور کلیسا کے اختلافات کے لئے کوئی جگہ ہو۔

نہیں رکھی گئی تھی۔ پھر کیا مسلمانوں کے لئے اسمیں کوئی عبرت نہیں ہوگی؟ کاش ہندوستان میں بھی کسی "لوزان" کی صدا بلند ہوا!

ٹرکی کی جدید مردم شماری

ترکی حکومت نے نئی مردم شماری کا انتظام کیا ہو۔ اس سلسلہ میں اخبار نیر الیسٹ لندن نے لکھا تھا کہ "ٹرکی حکومت کی جانب سے بار بار ظاہر کیا گیا ہو کہ اُس کی موجودہ آبادی ساڑھے تیرہ ملین (ایک کرور پینتیس لاکھ) سے کم نہیں ہو لیکن واقعہ یہ ہو کہ اس سے بہت کم ہو" اسپر مطلب بے نے جو موجودہ ترکی حکومت میں دیوانی امور کے ڈائرکٹر جنرل ہیں، ایک بیان شائع کیا ہو اور نیر الیسٹ کی تغلیط کی ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ "یہ تخمینہ تمام سرکاری کاغذات سے ثابت شدہ ہو، اور بہت ممکن ہو کہ آیندہ مردم شماری میں اس سے بھی زیادہ تعداد ثابت ہو"۔

آزادی پر دنیا کی نئی نظر

مئی کے کنٹم پریری ریویو میں مسٹر ہربرٹ سیموئل نے ایک مطول مقالہ "لبرٹی" (آزادی) کے عنوان سے لکھا ہو۔ انگلستان کے درمیانی طبقہ کا زاویۂ نگاہ معلوم کرنے کے لئے یہ ایک نہایت مفید تحریر ہو۔ یہ نہ تو اس میدان میں زیادہ دُور تک جانا چاہتی ہو۔ نہ اسپر قانع ہو کہ قدم نہ اُٹھائے۔ پڑھنے والا محسوس کرتا ہو کہ اُسے ایک درمیانی جگہ مل گئی ہو۔

مقالہ نگار نے آزادی کی وہی پانچ قسمیں کی ہیں جو آجکل عام طور پر کی جاتی ہیں:

(۱) شخصی

(۲) دماغی

(۳) سیاسی

(۴) اقتصادی

(۵) قومی

پھر بتلایا ہو کہ ان میں سے ہر آزادی کا ایک حلقہ ہو لیکن مشکل یہ پیش آجاتی ہو کہ ہر حلقہ دوسرے حلقہ سے متناقض ہو جاتا ہو۔ مجبوراً ان سب میں اتنی کمی بیشی کردینی پڑتی ہو کہ مجموعی حالت میں اعتدال پیدا ہوجائے۔ کبھی شخصی آزادی گھٹا دی جاتی ہو تاکہ سیاسی آزادی کو صدمہ پہنچے۔ کبھی سیاسی آزادی محدود کردی جاتی ہو تاکہ شخصی آزادی کا درجہ گھٹ نہ جائے۔ ان تمام حلقوں کے ایسے حدود قائم ہوجانا جو باہدگر موافق و مطابق ہوں، دنیا کی عملی مشکلات میں سے سب سے بڑی مشکل ہو۔ جس دن ہم یہ مشکل حل کرلینگے، آزادی کا علمی عقدہ بھی حل ہوجائے گا۔

جدید روس کا جدید تمدن

اسی رسالہ میں مسٹر سی۔ ایچ ہر فورڈ کا ایک نہایت دلچسپ مقالہ "بالشویزم کی تہذیب" پر نکلا ہو۔ مسٹر موصوف لکھتے ہیں:

"بالشویسٹ روس کو ہم اسوقت تک صرف تعصب ہی کی عینک میں سے دیکھتے رہے ہیں لیکن یہ حالت کب تک باقی رہے گی؟ کب تک حقیقت سے زیادہ ہم اپنے متعصبانہ جذبات کا پاس کرتے رہیں گے؟ روس کے اس انقلاب کو ہم "نئی" کا تسلسل

عالم مطبوعات و صحائف

اس باب سے مقصود یہ ہے کہ اس کے نیچے وہ تمام مفید اور دلچسپ معلومات جمع کی جاسکیں جو مشرق و مغرب کی مطبوعات و صحائف سے اخذ کی جاسکتی ہیں۔ صحائف کے ساتھ "مطبوعات" کا لفظ اس لئے بڑھا دیا گیا ہے تاکہ اخبارات و رسائل کے علاوہ ہر قسم کی مطبوعہ چیزیں بھی اس کے دائرۂ نظر میں آجائیں۔ ہر ہفتہ دنیا کے مختلف حصوں میں ایک بڑی تعداد کتابوں کی شائع ہوتی رہتی ہے۔ ان کا بڑا حصہ ایسا ہے جو یا تو با آسانی میسر آجاتا ہے یا اگر انکا علم اخبارات و رسائل کے ذریعہ انکے ضروری مطالب و فوائد معلوم ہو جاتے ہیں۔ اس عنوان کے نیچے ان کا تذکرہ کیا جاسکے گا، ضروری مطالب اخذ و نقل کئے جاسکیں گے، اور بعض حالتوں میں مختصراً نقد و تبصرہ بھی ہو جائے گا۔

اخبارات و رسائل کا یہ حال ہے کہ اگر تمام زبانوں کے اخبارات میں سے صرف انگریزی، عربی، اور ترکی زبان کے اخبارات ہی چن لئے جائیں، اور ان میں سے بھی صرف وہی لئے جائیں جو نہایت وسیع درجہ کے ہیں، جب بھی ان کی تعداد اتنی بڑی ہوگی کہ نہ تو بآسانی خریدی جاسکتی ہے، نہ ہر شخص اپنے اوقات فراغ میں ان سب کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ اس لئے علم و اطلاع کا بہتر و سہل ذریعہ یہی ہے کہ ان کا خلاصہ نظر سے گزرتا رہے۔ ہر اخبار میں خواہ وہ کتنا ہی اعلیٰ درجہ کا کیوں نہ ہو کام کی چیزیں چند ہی ہوتی ہیں اور وہ بآسانی چن لی جاسکتی ہیں۔ یہی حال کتابوں کا ہے۔ یورپ کی زبانوں میں متعدد رسائل کا موضوع ہی یہ ہے۔ اور انگلستان نے اسی تقسیم عمل کے اس درجہ تک کمال ترقی کی ہے کہ ہر قسم کے ذریعے شائع ہوتے ہیں؟ البتہ یہ ممکن ہے کہ چند صفحات اس کے لئے مخصوص کر دئے جائیں۔ الہلال میں یہ باب اسی غرض سے قرار دیا گیا ہے۔

اس باب کی اہمیت اور نفع کا اندازہ شاید تو اتنا نہ ہو سکے خصوصاً اس وجہ سے کہ اس نمبر میں بہت کم جگہ اس کے لئے نکل سکی۔ لیکن اگر چند ہفتوں تک اس کا مطالعہ جاری رکھا تو آپ محسوس کریں گے کہ یہ کیسی درجہ مفید اور دلچسپ چیز ہے؟ الہلال کے ان چند صفحات کا مطالعہ کرنا مغرب و مشرق کی مطبوعات کے تمام وسیع ذخیرہ کا مطالعہ ہوگا۔

الہلال کے ان چند کالموں کے لکھنے کے لئے جس محنت و صرف کی ضرورت ہے، مشکل ہے کہ آپ اس کا اندازہ لگا سکیں۔ جو چیز ہفتہ بھر کی تلاش و کاوش کے بعد لکھی جائے گی، وہ زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ کے اندر آپ پڑھ لیں گے۔ ممکن ہے مطالب کی دلچسپی آپ کو اسکا بھی محسوس نہ ہونے دے۔ تاہم اس واقعہ سے آپ کو بے خبر نہیں رہنا چاہئے کہ سینکڑوں روپیہ کے صرف اور ایک اہل قلم کے پورے سات دنوں کی محنت سے یہ چند کالم تیار کئے جاتے ہیں۔ بسا اوقات اس کی صرف ایک سطر لکھنے کے لئے ضرورت ہوگی کہ کئی سو صفحوں کی کتاب یا اخبارات و رسائل اول سے لیکر آخر تک پڑھ ڈالے جائیں، اور بعض اوقات تو ایسا ہوگا کہ سینکڑوں صفحے پڑھ کر بھی پڑھنے کے اندر ایک سطر بھی میسر نہ آسکے گی!

اس وقت دفتر الہلال میں مغرب و مشرق کے بہترین اخبارات و رسائل کا بہت بڑا ذخیرہ جمع ہوتا ہے۔ انگریزی، فرانسیسی، اطالیانی، جرمن، اسپینی، عربی، ترکی، فارسی اور اسپانی زبان کے رسائل، مصور، ہفتہ وار، اخبار، مسلم، ہر قسم کے اخبار و رسائل مہیا کئے گئے ہیں۔ علیا کی اور ایشیائی زبانوں کے سوا باقی تمام زبانوں کے مطالعہ اور اخذ و ترجمہ کا انتظام موجود ہے۔ اور امید ہے کہ بہت جلد ان دونوں زبانوں کے مطالعہ کا بھی انتظام ہو جائے گا۔ یہی حال نئی کتابوں کا ہے۔ شاید ہی کوئی ہفتہ اس سے خالی جاتا ہو کہ نئی مطبوعات کا ذخیرہ یہاں نہ پہنچتا ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ حتی الامکان اس تمام ذخیرہ کا بہترین خلاصہ ہر ہفتہ پیش کر دیا کریں۔

یہ واضح رہے کہ "عالم مطبوعات و صحائف" کا باب "مطبوعات جدیدہ" سے مختلف ہے۔ "مطبوعات جدیدہ" کا عنوان اس لئے رکھا گیا ہے تاکہ تمام کتابوں پر نقد و تبصرہ کیا جائے، یا اگر کسی خاص کتاب کا کوئی اہم جزء قابل اشاعت ہو تو اسے بجنسہ نقل کر لیا جائے، لیکن عالم مطبوعات و صحائف کا دائرۂ نظر عام و وسیع ہے۔ اس میں ہر طرح کی مطبوعات سے ہر طرح کی ضروری معلومات منتخب کر کے جمع کی جائیں گی۔

تاریخ کبیر ذہبی

تاریخ اسلام کے عہد متاخرین میں امام شمس الدین الذہبی (المتوفی ۷۴۸ھ) کو علم و تصنیف کا جو درجہ حاصل ہے، وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔ ان کا عہد آخری فن کا عہد تھا، تاہم جو قبولیت و شہرت ان کی مصنفات کو حاصل ہوئی، اس سے ان سے پچھلے بڑے سے بڑے مرتبی کہ شیوخ و اساتذہ بھی محروم ہیں۔ انکی مصنفات میں ایک بڑا حصہ تاریخ و رجال کا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اب تک میزان الاعتدال کے سوا (جسے سب سے پہلے ہندوستان کے ایک عالم مولانا عبدالحی مرحوم فرنگی محلی نے چھپوا کر شائع کیا) اور کوئی مطول کتاب شائع نہ ہو سکی۔

تاریخ میں ان کی سب سے بڑی کتاب "تاریخ الاسلام و طبقات المشاہیر الاسلام" ہے جو "تاریخ کبیر ذہبی" کے نام سے مشہور ہے۔ آٹھویں صدی ہجری کے بعد اسلام کی جس قدر تاریخیں لکھی گئیں، سب کی سب اس سے ماخوذ ہیں۔ کوئی متاخر مورخ ایسا نہیں جو اس کا حوالہ نہ دیتا ہو۔ اس کے مختلف نسخے دنیا کے مختلف کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں لیکن تمام ناقص ہیں۔ بدقسمتی سے کسی ایک مقام پر بھی کوئی مکمل نسخہ موجود نہیں۔

یورپ کے مستشرقین اور مستشرق جماعتوں کا ایک خاص طریق کار یہ ہے کہ وہ جب کوئی خاص کتاب شائع کرنی چاہتے ہیں تو پہلے اس کے تمام موجودہ نسخوں کی ایک یادداشت تیار کر لیتے ہیں۔ یہ یادداشت نہایت قیمتی ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ دنیا کے مختلف مقامات میں اس کے کون کون سے نسخے موجود ہیں، اور کیونکر ان سب سے اس کا ایک مکمل اور صحیح نسخہ مرتب کیا جا سکتا ہے؟ ۱۹۱۱ء میں ہالینڈ کے مشہور مستشرق پروفیسر دی گوئے de Goeje نے ایک یادداشت اس کتاب پر شائع کی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی پہلی اور پانچویں جلد پیرس کے قومی کتب خانہ میں موجود ہے۔ دوسری اور چوتھی آکسفورڈ میں ہے۔ تیسری تمام اور قاہرہ میں ہے۔ چھٹی، ساتویں، اور آٹھویں برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں ہے۔ نویں سے لیکر بارہویں جلد تک قسطنطنیہ کے کتب خانہ ایا صوفیہ میں موجود ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر جلدیں ناقص ہیں اور جب تک انکے ناقص اجزاء کے مقابلہ میں دوسرے نسخوں سے کامل اجزاء نہ مل جائیں مکمل نسخہ کی ترتیب مشکل ہے۔ اس یادداشت میں ان اجزاء کا بھی حال صحیح تھا، اور امید کی گئی تھی کہ کل نسخہ مرتب ہو جائیگا۔

ہندوستان میں بھی اس کے نسخے جابجا پائے جاتے ہیں مگر کل نسخہ کہیں نہیں ہے۔ رامپور کے کتب خانے میں تین جلدیں ہیں۔ لکھنؤ کے کتب خانۂ مولانا حامد حسین مرحوم میں بھی تین ہیں۔ بانکی پور میں ایک جلد ہے۔ مولانا ابوالکلام . . . کے کتب خانہ میں دو جلدیں ہیں، دوسری اور چوتھی۔ غالباً حیدرآباد میں بھی بعض جلدیں پائی جاتی ہیں۔

اصل کتاب کی ایک کتابت میں بارہ جلدیں ہیں اور ایک میں تیرہ۔ مصنف نے ابتداء اسلام سے اپنے عہد تک یعنے ساتویں صدی ہجری تک کے حالات و تراجم جمع کرنے کا التزام کیا تھا۔ ترتیب یہ اختیار کی ہے کہ پوری مدت ستر بابوں میں منقسم ہے یعنی ہر بیس برس کے لئے ایک باب ہے۔ ہر باب میں پہلے وقائع و حوادث بہ ترتیب سنین جمع کئے ہیں۔ پھر وفیات و تراجم بہ ترتیب حروف تہجی بیان کئے ہیں۔ دوسری اور چوتھی جلد جو مولانا کے کتب خانہ میں موجود ہیں، ان میں ۲۰۱ھ سے ۳۰۰ھ تک کے، اور ۴۰۱ھ سے ۵۰۰ھ تک کے حالات ہیں۔

دنیا اس کتاب کی اشاعت سے مایوس ہو چکی تھی۔ لیکن اب شائقین علم یہ سنکر نہایت خوش ہونگے کہ نہ صرف اس کا کل نسخہ مرتب کر لیا گیا ہے، بلکہ اس کی طباعت کا کام بھی شروع ہو گیا ہے۔ چنانچہ جرمنی سے پروفیسر آرنلڈ بن لکھتے ہیں کہ تاریخ کا کل نسخہ جو گذشتہ چند سال سے زیر تصحیح و تکمیل تھا اب مکمل ہو گیا ہے۔ اور پہلی جلد کی چھپائی بھی شروع ہو گئی ہے۔

پروفیسر موصوف کا یہ خط مولانا ابوالکلام کے نام آیا ہے جن سے ان کی خط و کتابت ۱۹۱۲ء سے جاری ہے۔ اس میں انہوں نے مولانا کے کتب خانہ کی دونوں جلدیں طلب کی ہیں، اور اس کام کی نہایت دلچسپ تاریخ بھی بیان کی ہے تاکہ الہلال میں شائع کی جائے۔ پروفیسر موصوف یورپ کے ان مشاہیر اہل علم میں سے ہیں جنہوں نے از راہ عنایت الہلال کے لئے تحریر مقالات کا وعدہ فرمایا تھا۔ ہم آئندہ ان کی تحریر کا ترجمہ بسلسلۂ مقالات شائع کرینگے۔

پریم

A. Tale of Modern India

مندرجۂ صدر نام سے مسٹر ایچ۔ کے۔ گورڈن نے ایک ناول لکھا ہے جو پچھلی ڈاک کی نئی کتابوں میں ہمارے پاس پہونچا ہے۔ اس میں پنجاب کی دیہاتی زندگی کی ایک دلچسپ داستان بیان کی گئی ہے، اور مصنف کا بیان ہے کہ یہ داستان نہیں ہے ایک سچی سرگزشت ہے۔ سر مائیکل اوڈ وائر (سابق گورنر پنجاب) نے اسپر دیباچہ لکھا ہے اور یہ رائے قائم کی ہے کہ زمانۂ حال کی ہندوستانی زندگی کے مسائل سمجھنے میں یہ سرگزشت بہت مدد دے گی۔

اس افسانہ میں اگرچہ متعدد سیرتیں ذکر کی گئی ہیں لیکن دو سیرتیں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ ایک تو خود پریم کی جو اپنی کاشتکاری کی پرمصیبت زندگی شروع کرتا ہے

بریدِ شرق

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار قسطنطنیہ کے قلم سے)

دو تاریخی دشمن روبرو

سابق خدیو مصر کا مقدمہ

عباس پاشا حلمی، دورِ حاضر کے سربرآوردہ مشاہیر میں سے ہیں۔ جنگ عمومی کے آغاز تک مصر کے فرمانروا تھے۔ برطانیہ سے ان کی مخالفت تاریخی واقعہ بن گئی ہے۔ باہمی عداوت کی سرگزشت خود لارڈ کرومر نے اپنے پُرزور سیاسی قلم سے لکھی ہے اور "عباس ثانی" کے نام سے دنیا کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ لارڈ موصوف نے عباس کی مذمت میں اپنی تمام قوت کتابت صرف کر دی ہے۔ مگر شروع سے آخر تک کتاب پڑھ ڈالنے کے بعد اس کے سوا کچھ ثابت نہیں ہوتا کہ "یہ خدیو، برطانیہ کا دشمن تھا" کیونکہ "برطانیہ نے اُس کے ملک پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا"

یہاں ہم خدیو کی وطن پرستی کی تاریخ بیان کرنی نہیں چاہتے لیکن یہ ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ آخرکار اسی وطن پرستی نے عباس حلمی کو اپنے تاج و تخت سے محروم کرایا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ برطانیہ نے مصر میں اُس کی تمام ذاتی جائداد ضبط کر کے پورا پورا انتقام لے لیا۔

آج مصر میں خدیو کی کوئی ملکیت باقی نہیں ہے حالانکہ جنگ سے پہلے وہ مصر کا سب سے بڑا صاحب املاک تھا۔ خدیو سابق کی دولت کے متعلق بہت سے قصے مشہور ہیں۔ وہ اپنے عہد حکومت میں دنیا کے چند سب سے زیادہ دولتمند فرمانرواؤں میں سے تھا۔

بہرحال وہ قدیم تاریخی دشمنی آج پھر منظر عام پر آگئی ہے۔ پہلے اُس کا دائرہ شاہی محل، انگریزی ریزیڈنسی، اور سیاسی حلقوں میں محدود تھا۔ آج وہ عدالت کے ایوان میں جلوہ آرا ہے اور جج اُس پر محاکمہ کرنے بیٹھے ہیں۔

مقدمہ کی نوعیت

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سابق خدیو نے قسطنطنیہ کی مخلوط اعلیٰ عدالت میں حکومت برطانیہ پر دعویٰ دائر کیا ہے اور اپنی جائداد کا معاوضہ طلب کیا ہے جو دوران جنگ میں ضبط کر لی گئی تھی۔ خدیو کا دعویٰ یہ ہے کہ برطانیہ نے اُس کی جائداد ضبط کرنے کے بعد اُسے صرف ۶۰۰۰۰۰ پونڈ معاوضہ دیا ہے۔ یہ رقم بہت کم ہے۔ اُسے ۲۰۱۴۳۸۰۲ پونڈ معاوضہ ملنا چاہئے۔

مدعا علیہ کا جواب دعویٰ

دعویٰ اپنے اجمال میں جیسا کچھ سادہ ہے لیکن اتنا ہی قانونی بہت سی پیچیدگیاں پیدا کر دی ہیں جن کے حل کرنے میں یورپ ترکی، مصر، برطانیہ، اور بعض دوسرے یورپین ملکوں کے قابل ترین علمائے قانون مشغول ہیں۔ یہ پیچیدگیاں دراصل برطانیہ کی طرف سے پیدا کی گئی ہیں۔ برطانوی وکیل مسٹر اموس نے کل عدالت میں اپنے اعتراضات پیش کئے تھے۔ سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ موجودہ عدالت، جس کے سامنے مقدمہ پیش ہے، اس مقدمہ کی سماعت کا اختیار نہیں رکھتی۔ برطانی نمایندے نے اس کے لئے متعدد دلیلیں پیش کی ہیں۔ اول مدعی کی شخصیت۔ ثانیاً دعوے کا موضوع۔

انگریزی وکیل نے کامل تین گھنٹے تقریر کی۔ اور ان دونوں نقطوں پر ہر پہلو سے روشنی ڈالی۔ اُس کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے:

"مدعی کی شخصیت، موجودہ عدالت کے دائرۂ اختیار سے باہر ہے۔ یہ اس لئے کہ خدیو کی جنسیت مصری ہے۔ اور یہ مسلم ہے کہ اس عدالت کے سامنے صرف اُنھی لوگوں کے دعوے آسکتے ہیں جو ترکی جنسیت رکھتے ہوں اور برطانیہ یا اُس کی رعایا کے خلاف دعویٰ رکھتے ہوں" اپنے دعوے کے ثبوت میں وکیل نے کہا "اب تک مصری حکومت سابق خدیو کو "مصری" ہی گردانتی ہے اور اور اُن کی ترکی جنسیت تسلیم نہیں کرتی۔ اس بارے میں مصری اور ترکی حکومت میں گفت و شنید بھی ہو چکی ہے۔ مگر مصری حکومت اپنے فیصلہ پر قائم ہے۔ میرے لئے سرکاری کاغذات پیش کرنا مشکل ہے۔ لیکن میرے پاس موجودہ مصری وزیر اعظم عبد الخالق ثروت پاشا کا خط موجود ہے جو اُن سے خاص اس موقعہ کے لئے حاصل کیا گیا ہے"

اس کے بعد وکیل نے وزیر اعظم مصر کا خط پیش کیا جو حسب ذیل ہے:

"آپ کا خط پہونچا۔ افسوس جواب میں بہت تاخیر ہوئی۔ اس کا اصلی سبب وزارت کا استعفا تھا۔ اسی استعفا کی وجہ سے اُس نوٹ پر دستخط بھی دیرسے ہوئے جو سابق خدیو عباس پاشا کے متعلق مصری حکومت ترکی سفیر کے حوالہ کرنے والی تھی۔ آج اس نوٹ پر دستخط ثبت ہوگئے اور ترکی سفیر کو دے دیا گیا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مصری حکومت سابق خدیو کی جنسیت کی تبدیلی تسلیم نہیں کرتی ... میں آپ کی اس اہم مہم میں آپکی کامیابی کا خواہشمند ہوں"

خط سنانے کے بعد انگریزی وکیل نے کہا:

"یہ مسئلہ بالکل صاف ہوگیا کہ عباس حلمی مصری ہیں۔ ترکی نہیں ہیں۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۴ء میں برطانیہ نے مصر پر اپنے حمایت (پروٹیکٹوریٹ) کا اعلان کیا۔ اُس وقت سے خدیو انگریزی رعایا ہو گئے۔ لہذا اُن کا موجودہ دعویٰ برطانیہ کا ایک داخلی معاملہ ہے۔ یعنی برطانیہ کی ایک رعایا نے حکومت برطانیہ پر دعویٰ کیا ہے۔ موجودہ عدالت کو ایسے مقدمات سننے کا قانوناً حق نہیں ہے۔ بنا بریں عدالت کو اس مقدمہ پر غور نہیں کرنا چاہئے"

اس کے بعد وکیل نے دوسرے نقطہ پر بحث شروع کی:

"خدیو اپنی جائداد کا معاوضہ طلب کرتے ہیں۔ حالانکہ موجودہ عدالت کو معاوضہ کے دعوؤں پر غور کرنے کا حق ہی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عدالت، معاہدۂ لوزان کے بموجب وجود میں آئی ہے اور اس معاہدہ میں صاف تصریح موجود ہے کہ ترکی برطانی عدالت صرف اُن دعوؤں پر غور کرے گی جو ترکی یا دول اتحاد طرفین پر کسی جائداد کے متعلق دائر کرینگے بشرطیکہ اُس جائداد کا طرفین کو علم ہو۔ لیکن خدیو کسی جائداد کا مطالبہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ معاوضہ طلب کرتے ہیں۔ حالانکہ معاوضہ کا معاملہ اس عدالت کے اختیار سے باہر ہے"

یہ کہکر وکیل نے معاہدۂ لوزان کی دفعہ ۵۸ پڑھی جس کا مضمون یہ ہے:

"ترکی اور دول اتحاد باہمی رضامندی سے اُن تمام نقدی معاوضوں کے مطالبہ سے دست بردار ہوتے ہیں جن کا تعلق یکم اگست ۱۹۱۴ء سے تاریخ معاہدہ تک طرفین کی جائداد سے ہے عام اس سے کہ وہ جائدادیں تباہ ہو گئی ہوں یا ضبط کر لی گئی ہوں"

وکیل نے کہا "اس تصریح کے بعد خدیو کا دعویٰ بالکل بے بنیاد ہو جاتا ہے" یہاں پر انگریزی وکیل کو اعتراف کرنا پڑا کہ "لوزان کا معاہدہ اُن معاہدوں سے بالکل مختلف ہے جو دول اتحاد نے جرمنی، آسٹریا، اور بلغاریہ سے کئے ہیں۔ یہ معاہدے غالب اور مغلوب کے مابین ہوئے تھے، اسی لئے اُن میں غالب کی سخت شرطیں موجود ہیں۔ لیکن لوزان کا معاہدہ دو برابر کے حریفوں میں ہوا تھا غالب اور مغلوب میں نہیں ہوا تھا۔ اسی لئے اُس کی تمام شرطوں کی بنیاد مساوات پر ہے"

یہ تاریخی واقعہ بھی اُسے تسلیم کرنا پڑا کہ "لوزان کانفرنس میں اتحادیوں نے ترکی کو دبانے کی کوشش کی تھی۔ چنانچہ تین کرور پونڈ تاوان جنگ طلب کیا تھا۔ مگر ترکی نے صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد ڈیڑھ کرور طلب کیا۔ اسپر بھی ترکی راضی نہ ہوا۔ آخر ایک کرور بیس لاکھ پر اصرار کیا گیا۔ مگر ترکی نے اس بارے میں گفتگو کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ مجبوراً اتحادیوں کو مذکورۂ بالا دفعہ ۵۸ پر راضی ہونا پڑا، جس کی رو سے طرفین ہر قسم کے مالی معاوضوں سے دست بردار ہو گئے"

اس کے بعد وکیل نے معاہدہ کی دفعہ ۶۵ اور ۶۶ پر بحث کی "بلاشبہ ان دفعوں میں طرفین نے تسلیم کیا ہے کہ ضبط شدہ جائدادیں واپس کر دیں گے یا اُن کی قیمت ادا کر دیں گے۔ مگر اس میں صاف تصریح موجود ہے کہ ایسے دعوے اُس عدالت میں پیش ہو سکتے ہیں جو طرفین خاص اسی غرض سے مقرر کرینگے موجودہ عدالت کی یہ حیثیت نہیں ہے، لہذا اس مقدمہ پر غور کرنا اُس کے اختیار سے باہر ہے"

اس کے بعد وکیل نے یہ اعتراض پیش کیا کہ "معاہدۂ لوزان کی رو سے طرفین ایسی ہی جائدادوں کا مطالبہ کر سکتے ہیں جو کسی ایک فریق کے قبضہ میں ہیں۔ کیونکہ اگر قبضہ میں نہیں ہیں تو اُن کی واپسی بھی ناممکن ہے۔ مدعی عباس پاشا کی فی الحال کوئی

بتلاتے ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ طرح طرح کے تمدنی اور تعلیمی قیاس کے مدارج پوری سرعت کے ساتھ طے کر رہا ہے۔ وقت آگیا ہے کہ ہم ہر طرح کے تعصبات سے الگ ہو کر اعتدال فکر کے ساتھ روسی انقلاب کا مطالعہ کریں"

ترک اور نسل ابراہیمی

پچھلے دنوں پروفیسر حقی بے نے جو جامعہ قسطنطنیہ میں اسلامی تاریخ کے مدرس ہیں، ایک عجیب نظریہ اخبارات میں شائع کیا تھا۔ ماحصل اس کا یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نسل سے تھے جو ترکوں کی نسل ہے۔ نظریہ کے اثبات میں لغات قرآن، اور علم الاقوام سے دلائل پیش کرنے کی کوشش کی تھی لیکن جتنی باتیں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالی گئی تھیں، ان میں ایک بھی ایسی نہ تھی جو اہل علم کے لئے قابل التفات ہو۔ خصوصاً قرآن سے استدلال تو نہ صرف غیر مفید بلکہ عدم فہم و تدبر پر مبنی تھا۔

پچھلی ڈاک کے ترکی اخبارات میں پھر یہ بحث چھڑ گئی ہے۔ توحید افکار میں ایک اہل قلم نے طول طویل مضمون لکھا ہے، وقت کے مقالہ نگار نے اس کے رد پر زور قلم صرف کر دیا ہے۔ توحید افکار کا مضمون حقی بک کی تائید میں ہے۔ وقت کا مضمون تغلیط میں۔ ضمناً یہ بحث بھی چھڑ گئی ہے کہ قدیم تقسیم اقوام کی بنا پر منگولین نسل کا ایک حلقہ قرار دیا گیا ہے۔ لیکن یہ کہاں تک نکتہ چینیوں سے محفوظ ہے؟ توحید افکار کے مقالہ نگار نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قدیم تاتاری نسل اپنی ایک مستقل شاخ رکھتی ہے۔ مشرق اقصیٰ اس کا محل و وطن نہ تھا۔ یہ دنیا کے وسطی حصوں سے وہاں پہنچی تھی۔

اس سلسلہ میں لفظ "تارخ" اور "آزر" کی اصلیت نے بھی ایک سخت نزاع پیدا کر دی ہے۔ یہ بحث بھی چھڑ گئی ہے کہ "تارخ" اور "آزر" اصلاً ایک ہی لفظ ہیں یا دو مختلف نام ہیں؟ قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم کو "آزر" کا بیٹا بتلایا گیا ہے: اذ قال ابراھیم لابیہ آزر" لیکن تورات میں "تارخ" ہے۔ مفسرین نے اس کی یوں توجیہ کی ہے کہ "آزر" حضرت ابراہیم کا باپ نہ تھا چچا تھا۔ باپ "تارخ" ہی تھا۔ لیکن چونکہ اسی نے حضرت ابراہیم کی پرورش کی تھی۔ نیز عربی میں چچا پر بھی باپ کا اطلاق ہوتا ہے، اس لئے قرآن نے "آزر" کو باپ کے لفظ سے تعبیر کیا۔

بہرحال یہ، اور اس طرح کی بحثیں ایک طرح کی کاوش فکر اور تفنن طبع ہیں۔ اس سے زیادہ ان کی کوئی وقعت نہیں جہاں تک حضرت ابراہیم کے باپ کی شخصیت کا سوال ہے، صاف بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ "تارخ" اور "آزر" سے ایک ہی شخصیت مراد ہے۔ قدیم الفاظ و اعلام میں اس طرح کے تبدلات بکثرت ہوئے ہیں۔

امریکہ کے شامی اور استقلال شام

قارئین الاستقلال کو غالباً معلوم ہوگا کہ امریکہ میں شامی مہاجرین کی بڑی بڑی نو آبادیاں ہیں۔ انھوں نے امریکن قومیت قبول کر لی ہے۔ اور عام امریکن آبادی کی طرح تمول و خوشحالی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کے خاص عربی اخبارات ہیں، کتب خانے ہیں، مطابع ہیں، جماعتیں اور انجمنیں ہیں۔ اور خاص نیویارک میں [illegible] نکالے ہیں۔ غالب حصہ [illegible] مسلمان بھی ہیں۔

چونکہ ان کی جدید تمدنی زندگی کی ابتدائی نشو و نما فرانس کے زیر اثر ہوئی تھی، اس لئے قدرتی طور پر جذبات کا میلان اسی طرف رہتا ہے۔ جنگ کے بعد جب فرانس نے شام پر غاصبانہ قبضہ کیا، تو انھوں نے شام کو مبارکباد دی۔ پھر جب شامیوں نے فرانسیسی مظالم سے عاجز آکر اعلان جنگ کر دیا، تو ان کے اخبارات علانیہ فرانس کے حامی اور دروزیوں کی "وحشت و جہالت اور ناشکر گزاری" پر تاسف تھے!

چونکہ مہاجرین امریکہ ابناء شام کی سب سے بڑی متمول اور طاقتور جماعت ہیں، اس لئے قدرتی طور پر انکے خیالات کا مسئلہ شام پر نہایت مضر اثر پڑتا تھا۔

یہ حال دیکھ کر متعدد شامی لیڈروں نے امریکہ کا سفر کیا۔ پچھلے دنوں ڈاکٹر عبد الرحمٰن شہبندر گئے تھے، جنھوں نے امریکہ کی تمام شامی آبادیوں میں لکچر دئے اور صورت حال سے مطلع کیا۔ انکے بعد مشہور شامی زعیم، امیر شکیب ارسلان نے اسی غرض سے امریکہ کا سفر کیا اور کئی ماہ تک مقیم رہے۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام کوششیں پوری طرح بار آور ہوئی ہیں اور امریکن شامیوں کی رائے عامہ میں بہت کچھ تبدیلی ہو گئی ہے کئی ہفتہ سے امریکہ سے جس قدر عربی اخبارات آ رہے ہیں، ان سے اس تبدیلی کا پتہ چلتا ہے۔ پچھلی ڈاک کے البیان اور الہدیٰ میں کئی مضامین شام کے مسئلہ استقلال پر نکلے ہیں۔ سب میں وہی نقطۂ خیال کام کر رہا ہے جو شام کا مخلصانہ وطنی نقطۂ خیال ہے۔ الہدیٰ لکھتا ہے:

"بلا شبہ ہم فرانس کے علم و ادب کے مقروض ہیں۔ ہمیں اس قرضہ کی اہمیت سے انکار نہیں لیکن ہم اس کے لئے طیار نہیں کہ اس کے معاوضہ میں اپنا وطن عزیز اور اس کا وطنی استقلال مال غنیمت کی طرح حوالہ کر دیں۔ ہم فرانس کے آگے عبودیت و محکومیت کا سجدہ کرنے سے انکار کرتے ہیں"

پارہ کا فوری علاج

ہر شخص جانتا ہے کہ کچا پارہ اگر جسم کے اندر چلا جائے تو نہایت مضر ہوتا ہے۔ پارہ کا پھوٹنا مشہور ہے ایک مدت سے طبی حلقوں کو تلاش تھی کہ اسکا کوئی فوری اور قطعی علاج معلوم ہو جائے اب امریکہ کے مشہور طبی رسالہ "جرنل آف دی میڈیکل ایسوسی ایشن" میں اس کا مجرب اور سہل علاج بتلایا گیا ہے۔ امریکہ کے تمام مستند طبی حلقے اس کی تصدیق کرتے ہیں:

"اگر کوئی شخص پارہ کھا گیا ہو تو پہلے ایک یا دو گلاس دودھ پلا دو۔ پھر چند کچے انڈے کھلا دو۔ یہ چیزیں جب پارے سے ملتی ہیں تو فوراً ایک نمک طیار ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ معدہ میں پارہ ہضم نہ ہو سکے گا اور دودھ اور انڈے کی چکناہٹ معدہ کی دیوار کو چکنا بھی کر دے گی تاکہ پارہ جذب نہ ہو سکے۔ البتہ یاد رہے کہ بہر حال میں دو باتوں کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے۔ ایک یہ کہ پانچ جہاں تک جلد ممکن ہو یہ علاج عمل میں آ جائے۔ دوسرے یہ کہ معدہ کی صفائی اچھی طرح کر دی جائے"

خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایا کریں۔ نیز نام اور پتہ صاف ہونا چاہئے ورنہ تعمیل میں دیر ہوگی۔

مینیجر الاستقلال، کلکتہ

مکتوبِ فلسطین

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم بیت المقدس کے قلم سے)
(عربی سے ترجمہ کیا گیا)

جامعۂ عبرانی

فلسطین کی عبرانی یونیورسٹی نے اعلان کیا ہے کہ وہ عربی زبان کا شعری لغت مرتب کر رہی ہے۔ اس سے مقصود لغت کی ایک ایسی کتاب ہے جس میں اُن تمام لفظوں اور محاوروں کی تحقیق کی جائے گی جو عربی اشعار میں استعمال ہوئے ہیں۔

یہ تجویز نہایت اہم اور ایک بڑی ضرورت پوری کرنے والی ہے۔ عربی علم ادب سے مہارت رکھنے والے جانتے ہیں کہ عہد جاہلیت اور مولدین کے کتنے اشعار محض اس لئے مشکل ہو گئے ہیں کہ موجودہ کتب لغت میں اُن کے الفاظ اور محاوروں کی پوری تحقیق موجود نہیں۔

تحقیقات سے مجھے معلوم ہوا کہ اس غرض کے لئے یونیورسٹی نے علمار کی ایک کمیٹی بنائی ہے۔ مشہور یہودی علامہ ہرفنسر اس کے صدر ہیں۔ کام شروع ہو گیا ہے۔ لیکن اس کی تکمیل میں تقریباً پندرہ برس لگیں گے۔

اسی سلسلہ میں یونیورسٹی کی ایک اور تجویز بھی قابل ذکر ہے۔

عربی ادب سے دلچسپی رکھنے والوں نے جرمنی کے مشہور مستشرق پروفیسر بکر کا نام سنا ہوگا۔ یہ اس وقت پروشیا کے وزیر تعلیم ہیں۔ انھوں نے سالہا سال کی کوششوں سے عربی زبان کی بکثرت قدیم قلمی تحریریں جمع کی ہیں۔ علمی دنیا میں ان کا مجموعہ نہایت نادر اور قیمتی سمجھا جاتا ہے۔ فلسطین کی یہودی یونیورسٹی نے گزشتہ ماہ یہ تجویز منظور کی ہے کہ پروفیسر مذکور سے یہ تاریخی مجموعہ خرید لیا جائے اور پورے اہتمام کے ساتھ شایع کر دیا جائے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اگر یہ مجموعہ شایع ہوا تو دس جلدوں میں ختم ہوگا۔

عبرانی یونیورسٹی کے کارناموں میں مشرق کی اکثر قوموں کے لئے بڑی ہی عبرت ہے۔

عبرانی اپنے بولنے والوں کی پراگندگی و بربادی کے بعد خود بھی برباد ہو گئی تھی۔ مُردہ زبانوں میں اُس کا شمار تھا۔ مذہبی کتابوں اور عبادت خانوں کے باہر اُس کا نام و نشان تک باقی نہ رہا تھا لیکن سخت جان یہودیوں کی تیس برس کی کوششوں نے آج اُسے ایک زندہ زبان بنا دیا ہے۔ اسوقت فلسطین میں عربی کے بعد سب سے زیادہ مستعمل یہی زبان ہے۔ عدالتوں اور بازاروں تک میں بولی جاتی ہے۔ اسمیں نئے علوم و فنون ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ ہے۔ اپنی خاص یونیورسٹی رکھتی ہے جس کا شمار موجودہ عہد کی بہترین یونیورسٹیوں میں ہے!

عبرانی یونیورسٹی کی عظمت کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ دو سال کی قلیل مدت میں اُس نے ایک لاکھ ۴۰ ہزار کتابیں اپنے کتب خانہ میں جمع کر لی ہیں جو تمام تر یہودی علوم اور یہودی قوم سے تعلق رکھتی ہیں!

قومی مؤتمر

فلسطین کی قومی مؤتمر (کانگرس) نے ایک عام اجتماع منعقد کرنے کی دعوت شایع کی ہے۔ اس سے غرض اُس قانون پر بحث و اعتراض ہے جو گورنمنٹ نے فلسطینی قومیت یا جنسیت کے متعلق عمل میں بنایا ہے۔ یہ قانون اُن تمام لوگوں کو فلسطینی جنسیت سے خارج کرتا ہے جو فلسطین کے باہر بود و باش رکھتے ہیں۔ نیز انھیں اپنے ملک میں واپس ہونے سے بھی منع کرتا ہے۔ اس قانون کی وجہ سے باشندے سخت ہیجان میں ہیں۔

مجلس تشریع

ملک میں مجلس تشریع (لیجسلیٹو کونسل) کے قیام کا مطالبہ عام ہے۔ گورنمنٹ بھی اس پر غور کر رہی ہے۔ اس راہ میں بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ جن لوگوں پر قوم کو اعتماد ہے، حکومت انھیں پسند نہیں کرتی۔ اور حکومت کے آدمیوں پر قوم کو اعتماد نہیں۔ اس صورت میں کونسل کا قیام کیسے ہو سکتا ہے؟ حکومت ڈرتی ہے کہ اپنا ایک نیا دشمن کیوں پیدا کرے؟ قوم خیال کرتی ہے حکومت کے ہاتھ میں ایک نیا ہتھیار کیوں دے؟ لیکن متعدد سیاسی رہنماؤں نے اعلان کیا ہے کہ ہم حکومت کے ساتھ اتحاد عمل کرنے کو تیار ہیں بشرطیکہ وہ سچائی کے ساتھ قومی مطالبے کی طرف عملی قدم اُٹھائے۔ ایسے معاملات میں "سچائی" کی قید ہمیشہ مشتبہ ہوتی ہے!

ایک اہم انکشاف

پروفیسر ولیم یہاں آثار قدیمہ تلاش کر رہے ہیں۔ حال میں انھیں "تل تیشا" پر زمین کے اندر ایک دیوار ملی ہے۔ سولہ سے بیس فٹ تک موٹی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے یہ ۱۸۰۰ قبل مسیح میں تعمیر ہوئی تھی۔

ڈاکٹروں کی تعداد

آخری اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ اسوقت فلسطین میں کُل ۴۴۰ ڈاکٹر ہیں۔ ان میں ۲۷۳ یہودی ہیں، ۴۰ عرب ہیں ۱۲۳ یورپین ہیں۔ یہودی ڈاکٹروں میں ایک تہائی عورتیں ہیں۔

امیر عبداللہ

اخبارات نے امیر عبداللہ کی ایک ملاقات کا حال شایع کیا ہے جو اُنھوں نے ایک مصری اخبار نویس سے حال میں کی تھی۔ امیر نے کہا:

"مصر میں ذہنی بیداری اس طرح اُبل رہی ہے جس طرح کہ لاوا اُبلتا ہے۔ اس کے مستقبل اور نتیجہ کے متعلق ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ قدیم خیالات و افکار کے باب میں فکر کی آزادی میرے نزدیک نہایت مستحسن ہے۔ تجدید و اجتہاد میں جو چیز مجھے بہت پسند ہے وہ اعتدال ہے۔ جلد بازی اور مشرقی فضائل و اخلاق کی تحقیر مجھے پسند نہیں"

مصر کی سیاسی بیداری کے متعلق امیر نے گفتگو کرنے سے انکار کیا۔ البتہ ڈرتے ڈرتے اتنی تصریح کی "مصر کے دوستوں کو بیداری بہت مرغوب ہے"

اپنی ریاست کے متعلق اُنھوں نے کہا "میں اپنے ملک کو وہ تمام دستوری (پارلیمنٹری) حقوق دینا پسند کرتا ہوں جو اُسکے لئے مضر نہ ہوں" اور اُس کی "عقلی استعداد" کے مطابق ہوں"

انگریزی معاہدہ کے متعلق کہا "معاہدہ ابھی آخری منزل میں نہیں پہونچا ہے۔ البتہ گفت و شنید ختم ہو گئی ہے۔ ممکن ہے مزید ترمیم ہو۔ بہرحال مجھے یقین ہے کہ یہ ویسا ہی معاہدہ ہوگا جیسا برطانیہ نے عراق سے کیا ہے"

اپنے والد شریف حسین سابق شاہ حجاز کے بارے میں انھوں نے کہا "اپنی آخری حاضری کے وقت میں نے عرض کیا تھا کہ کسی دوسرے ملک میں اقامت اختیار کریں۔ مگر اُنھوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے والد قبرص میں محض اپنی خوشی سے مقیم ہیں۔ وہ بالکل آزاد ہیں جس ملک میں چاہیں قیام کر سکتے ہیں"

فلسطین کی ایک بڑی شخصیت

فلسطین کے ایک ممتاز اور مقتدر سیاسی رہنما موسیٰ کاظم پاشا ہیں۔ شروع سے وطن کی آزادی کے لئے کوشاں ہیں۔ قومی انجمن کے فی الحال صدر ہیں۔ اخبارات نے اُن کی ایک سیاسی گفتگو شایع کی ہے۔ یہ فلسطین کی عام رائے کی صحیح ترجمانی کرتی ہے۔ اُس کا خلاصہ ذیل ہے:

"ملک کا مطالبہ یہ ہے کہ قومی حکومت دستوری بنیادوں پر قائم ہو۔ قومی مجلس اُس کی پشت پناہ اور نگراں ہو دنیا کی تمام حکومتوں کی طرح یہ حکومت بھی صرف ملکی مجلس ہی کے سامنے جوابدہ ہو۔ ہم برطانوی حکمرانی تسلیم نہیں کرتے۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کر سکتے ہیں کہ ایک معین مدت تک کے لئے اپنے خارجی معاملات اجنبیوں کے ہاتھ میں رہنے دیں۔ لیکن ہم کامل اندرونی آزادی چاہتے ہیں ہم سردست اپنے ملک کے لئے وہی سیاسی حیثیت چاہتے ہیں جو عراق کو حاصل ہے۔ یعنی ہم انگریزوں سے اس شرط پر معاہدہ کر سکتے ہیں کہ ملک کی اندرونی آزادی محفوظ رہے اور دستوری حکومت قائم کرنے دیجائے۔ ہماری راہ میں سب سے بڑی مشکل یہودی قوم ہے ہم یہودیوں سے کوئی عداوت نہیں رکھتے۔ ہم اپنے ملک میں اُن کا خیر مقدم کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ مگر وہ زیادتی کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے ملک کو غصب کرنا چاہتے ہیں، یہ بات ہم کبھی منظور نہیں کر سکتے۔ عربوں کو برطانیہ سے بیشمار شکایتیں ہیں۔ سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ اُسنے اُن کی آزادی سلب کر لی۔ دوسری شکایت یہ ہے کہ تقریباً تمام اعلیٰ اور درمیانی عہدے یہودیوں اور انگریزوں کے لئے خاص کر دیے۔ تیسری یہ کہ انگریزی حکومت نے ہماری تعلیم اپنے قبضہ میں کر لی ہے جس سے ملک کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ چوتھی یہ کہ بیشمار ٹیکس غریب ملک کو تباہ کر رہے ہیں۔ پانچویں یہ کہ ظالمانہ قانون جاری کئے گئے ہیں۔ اس قانون سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا کہ حکومت جسے مشتبہ سمجھے ۹ مہینے کے لئے بغیر مقدمہ چلائے قید کر سکتی ہے"

مکتوبِ مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)
(اصل عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا)

مصر و برطانیہ کی نزاع

"قوم کی روح کو نہ جنگی قانون مغلوب کر سکتا ہے نہ ظالم کا ظلم، نہ دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت کی قوت"

(سعد پاشا زغلول)

مصر کی موجودہ سیاسی جدوجہد کی پُوری تاریخ اس ایک جملہ میں پنہاں ہے۔ برطانیہ نے ہر ممکن ذریعہ سے اس چھوٹی سی قوم کو مغلوب و مقہور کرنے کی کوشش کی۔ مگر اس نہتی قوم نے مغلوب ہونے سے ہمیشہ انکار کیا۔ برطانیہ کو مجبوراً ظلم و جور کے ہتھیار رکھ دینے پڑے۔ سیاسی بازی گری شروع کی۔ مگر اس قوم نے فریب کھانے سے بھی انکار کر دیا۔ برطانیہ کا آخری اور خطرناک حربہ، زیور پاشا کی وزارت تھی۔ یہ شخص مصری تھا مگر برطانیہ سے زیادہ مصر کے لئے مُضر تھا۔ اپنے ملک کی سیاسی زندگی کا گلا گھونٹنے کی پوری کوشش کی۔ مگر قوم نے اُسے بھی چشم زدن میں گرا دیا۔ آج مصر پر حکومت خود مصریوں کی ہے۔ آج مصر کی حکومت، عام رائے کے ماتحت ہے۔ عام رائے برطانیہ کے خلاف ہے؛ اس لئے ملک کی حکومت بھی برطانیہ کے خلاف ہے۔ عام رائے کے ملک میں برطانیہ کا کوئی امتیاز باقی نہ رہا

جائداد بھی برطانیہ کے قبضہ میں نہیں ہو۔ کیونکہ مصر اب ایک خود مختار سلطنت ہو اور برطانیہ کو اُس کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا حق باقی نہیں رہا"

"علاوہ بریں" وکیل نے مزید استدلال کرتے ہوئے کہا "معاہدۂ لوزآن نے یہ بھی تصریح کردی ہو کہ برطانیہ اُنہی ملکوں کی جائدادیں واپس کرے گا جو اس معاہدہ کے وقت ٹرکی کے قبضہ سے نکلے ہیں۔ ظاہر ہے مصر کا شمار ایسے ملکوں میں نہیں ہو مصر جنگ سے پہلے ہی ٹرکی سے علحدہ ہو چکا تھا"

اس موقعہ پر وکیل نے لاہائی کی عدالت عالیہ کے مشہور جج موسیو کوبر کا یہ قول نقل کیا کہ کسی ملک کے اپنی سلطنت سے علحدہ ہونے کے لئے ضروری نہیں ہو کہ وہ سلطنت یہ علحدگی تسلیم بھی کرے فعلاً کسی ملک کی حکومت کا بے اختیار ہوجانا اس کے لئے کافی ہو کہ اُسے حکومت کے امتیاز سے محروم تسلیم کرلیا جائے"

اس قول سے وکیل نے یہ استدلال کیا کہ "ٹرکی نے اگرچہ مصر کی علحدگی سرکاری طور پر اُس وقت تسلیم نہیں کی تھی۔ مگر مصر فعلاً اُس سے علحدہ ہوچکا تھا اور اگر اُس وقت کی علحدگی قانوناً جائز نہ ہو تو پھر ۱۹۱۴ء میں انگریزی حمایت نے تو مصر کو قطعاً الگ کردیا تھا اور دول نے بھی اسے تسلیم کرلیا تھا۔ اگر یہ بھی معتبر نہ ہو تو مارچ ۱۹۲۲ء میں مصر کے اعلان خود مختاری پر تو کوئی زد پڑ نہیں سکتی۔ یہ اعلان صرف دول یورپ ہی نے نہیں بلکہ خود ٹرکی نے بھی تسلیم کرلیا ہو"

غرضکہ انگریزی وکیل نے ہر ممکن دلیل سے ثابت کرنا چاہا کہ خدیو عباس کا موجودہ دعویٰ اگر بے بنیاد نہ ہو تو بھی اس عدالت میں پیش نہیں ہوسکتا۔ عدالت میں ۶۰ سے زیادہ سربرآوردہ ترک اور سفراء دول موجود تھے۔ مگر کسی نے بھی انگریزی وکیل کی تقریر پسند نہیں کی۔ اُس کی تقریر غیر دلچسپ اور افسردہ کن تھی تمام حاضرین اس قدر متفکر ہو رہے تھے کہ وہ بار بار جوش میں آکر تمسخر آمیز حرکتیں کرنے لگتا تھا سب سے زیادہ تمسخر انگیز منظر اُس کی عینک میں تھا۔ وہ اپنی عینک کسی طرح بھی سنبھال نہیں سکتا تھا۔ بار بار ناک پر رکھتا اور پھر گھبرا کر اُتار دیتا۔ جب رکھتا تھا تو اس طرح ججوں کو دیکھنے لگتا تھا گویا کتاب پڑھ رہا ہو۔ جب اُتار دیتا تھا تو اس طرح نظریں اُٹھا دیتا تھا گویا اندھیرے سے اچانک روشنی میں آگیا ہو!

برخلاف اس کے خدیو کے پیروکار بڑے سلیقہ اور وقار کے وکیل تھے۔ انکے سرگروہ مشہور قانون داں طاہر بک ہیں۔ یہ استاد مجموعۂ قانون کے مہتمم ہیں اور لوزآن کانفرنس میں ترکی وفد کے قانونی مشیر تھے۔

خدیو کے وکلاء کی بحث

خدیو کی طرف سے تین وکیل تھے۔ تینوں نے انگریزی وکیل کی بحث کے تین اہم نقطوں کو باہم تقسیم کرلیا تھا۔

طاہر بک نے خدیو کی جنسیت پر بحث کی۔ اُنھوں نے کہا:

"خدیو، ترکی رعایا ہیں۔ کیونکہ ترکی قانون جنسیت اُنھیں ترکی رعایا قرار دیتا ہو اور مصری قانون جنسیت اُنھیں مصری تسلیم نہیں کرتا۔ خود برطانیہ معترف ہو کہ ۵ نومبر ۱۹۱۴ء تک خدیو عثمانی رعایا میں تھا، پھر اس تاریخ کے بعد بقول اُس کے خدیو مصری رعایا ہوگئے۔ حالانکہ ۱۹۲۶ء کے مصری قانون جنسیت کی دفعہ ۱۱ خدیو کو مصری جنسیت سے خارج کر رہی ہو۔ کیونکہ مصر میں اُنکی عدم موجودگی اور مصر میں اُن کے داخلہ کی ممانعت کی وجہ سے وہ شرطیں عائد نہیں ہوتیں جو مصری رعایا ہونے کے لئے قانون میں درج ہیں۔ اس قانون میں صاف لکھا ہو کہ وہی لوگ مصری رعیت ہیں جو ۵ راکتوبر ۱۹۱۴ء کو مصر میں موجود تھے اور اسکے بعد بھی برابر وہاں بود و باش رکھتے ہیں۔ خدیو عباس میں یہ دونوں شرطیں پوری نہیں ہوئیں۔ بلاشبہ ۱۹۱۴ء میں خدیو اپنے ملک واپس جانا چاہتے تھے مگر خود انگریزی سفیر مقیم قسطنطنیہ نے اُنھیں واپسی سے روک دیا"

اس کے بعد طاہر بک نے مصری وزیراعظم عبدالخالق ثروت پاشا کے مذکورۂ بالا خط پر گفتگو کرتے ہوئے کہا:

"یہ نام نہاد خط، اس مقدمہ میں پیش کرنا درست نہیں۔ کیونکہ طرفین نے عدالت کے سامنے پہلے ہی طے کرلیا تھا کہ ایسے کاغذات پیش نہیں کئے جائیں گے جو پہلے سے طرفین کے معائنہ میں نہیں آچکے ہیں۔ انگریزی وکیل نے یہ کارروائی بالکل خلاف اصول کی ہو۔ تاہم میں اس خط پر چند نقطے کہے بغیر نہیں رہ سکتا یہ خط محض شخصی اور نجی کاخط ہو۔ سرکاری دستاویز نہیں ہوسکتا خود میرے پاس ترکی حکومت کے سرکاری کاغذات موجود ہیں جن سے میرے موکل کی ترکی جنسیت پوری طرح ثابت ہوتی ہو مگر میں نے پیش نہیں کئے کیونکہ میں کوئی کارروائی باہمی معاہدہ کے خلاف نہیں کرنی چاہتا۔ ثروت پاشا کے خط پر ایک سرسری نظر ڈالنے ہی سے ثابت ہوجاتا ہو کہ یہ خط صرف اس لئے حاصل کیا گیا ہو کہ مدعا علیہ مقدمہ پر اپنے موافق اثر ڈالے۔ نیز یہ ایک ایسی حکومت کے وزیراعظم نے لکھا ہو جس کی مصلحت اسی میں ہو کہ میرا موکل مقدمہ ہار جائے۔ کیونکہ اُس کی جائداد اسی حکومت کے ہاتھ میں ہو اور وہ اس سے متمتع ہو رہی ہو۔ اس خط کو کتنی ہی اہمیت دی جائے مگر وہ مصری قانون جنسیت کی دفعہ ۲ کو باطل نہیں کرسکتا جسنے خدیو کو مصری جنسیت سے محروم کردیا ہو"

اس کے بعد ترکی وکیل نے اپنے حریف کے اس بیان کی تردید کی کہ خدیو کی جنسیت کے بارے میں مصری اور ترکی حکومتوں کے مابین گفت و شنید ہوئی تھی۔ اُنھوں نے کہا:

"ترکی حکومت نے اس بارے میں مصری حکومت سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ ترکی حکومت پوری تاکید سے خدیو کو ترکی سمجھتی رہی ہے۔ پھر وہ ایک ایسے صاف معاملہ پر گفتگو کرکے اُسے مشتبہ کیسے بنا سکتی تھی؟ ممکن ہو یہ حقیقت ثروت پاشا کے لئے تکلیف دہ ہو۔ ممکن ہو حکومت برطانیہ کو موجودہ مشکل سے نکالنے کے لئے مصری حکومت اپنے سر ذمہ داری لے لے مگر ان تمام کوششوں کے بعد بھی حقیقت، حقیقت ہی رہے گی۔ خدیو، ترکی سے مصری نہیں ہوجائیں گے۔ ہمارے موکل نے انگریزی وکیل کے اس بیان پر عصمت پاشا کو توجہ دلائی تھی۔ اسپر اُنھوں نے جو جواب بھیجا ہے وہ میں عدالت کے سامنے رکھ دیتا ہوں"

اس کے بعد اُنھوں نے عصمت پاشا کا حسب ذیل خط پڑھ کر سنایا:

"آپکی جنسیت کے متعلق ہمیں حکومت مصر کے کسی اعتراض کا آجتک علم نہیں۔ ہماری وزارت خارجہ بھی ابتک ناواقف ہو کہ مصر میں ترکی سفیر کو مصری حکومت نے اس بارے میں کوئی نوٹ دیا ہو۔ آپکی جنسیت کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہوسکتا یہ مسئلہ کسی حال میں بھی معرض بحث میں نہیں لایا جاسکتا"

طاہر بک کے بعد خدیو کے دوسرے وکیل مسیو برگیر نے اس نقطہ پر بحث کی کہ مصر، ٹرکی سے کب علحدہ ہوا؟ اُنھوں نے ثابت کیا کہ ٹرکی، مصر سے معاہدۂ لوزآن کے وقت سے دست بردار ہوا ہو نہ کہ اس سے پہلے۔ معاہدہ کی دفعہ ۱۷ میں صاف لکھا ہو کہ ٹرکی اپنی حدود کے باہر جملہ مقبوضات سے دست بردار ہوتا ہو پھر مصر اور سوڈان کے متعلق اسی دفعہ میں مزید تصریح موجود ہو کہ ان دونوں ملکوں سے دست برداری ۵ نومبر ۱۹۱۴ء سے تصور کی جائے گی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہو کہ مصر کی باضابطہ علحدگی معاہدۂ لوزآن سے ہوئی ہو۔ نہ کہ کسی اور معاہدہ یا واقعہ سے۔

اس کے بعد خدیو کے تیسرے وکیل مسیو گارنر نے وکیل کے اس اعتراض پر بحث کی کہ موجودہ عدالت اس مقدمہ پر غور نہیں کرسکتی۔ اُنھوں نے کہا:

"میرے موکل کی جائداد مصر میں تھی۔ برطانیہ نے اُسے ضبط کرلیا۔ ثبوت یہ ہو کہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۴ء کو جبکہ یہ واقعہ پیش آیا مصر برطانیہ کے قبضہ میں تھا اگرچہ اس قبضہ کا باضابطہ اعلان ۱۸ دسمبر ۱۹۱۴ء میں ہوا ہو"

اس کے بعد وکیل نے بین الاقوامی قوانین کی بہت سی کتابوں کے حوالے پڑھ کر بتایا کہ کسی ملک پر قبضہ اگر فعلاً موجود ہو اور اس قبضہ کے لئے کوئی معاہدہ یا اعلان نہ بھی ہوا ہو جب بھی وہ قبضہ قانوناً تسلیم کیا جائے گا۔ فعلاً اُس کا موجود ہونا اُس کی موجودگی کی سب سے بڑی دلیل ہو۔ تمام علماء قانون نے قبضہ کی تعریف یہ کی ہو کہ کسی ملک کی مدافعت کی ذمہ داری اور اُس کے معاملات میں مداخلت کا نام قبضہ ہو۔ یہ چیز اُس وقت سے موجود تھی جب سے برطانیہ کی فوجیں مصر میں داخل ہوئیں۔

اپنے دعویٰ کی دلیل میں وکیل نے لارڈ ملنر اور دوسرے ذمہ دار انگریزوں کی تصریحات بھی پیش کیں اور بتایا کہ مصر فعلاً انگریزی حمایت میں تھا اگرچہ اُس کا باضابطہ اعلان ۱۸ دسمبر ۱۹۱۴ء کو ہوا۔ وکیل کی سب سے بڑی دلیل، جسنے پوری عدالت کو سکتہ میں ڈال دیا، انگریزی سپہ سالار مصر کا وہ اعلان تھا جو اُسنے اگست ۱۹۱۴ء میں شایع کیا تھا اور اسمیں لکھا تھا کہ برطانیہ نے اُسے مصر کی حمایت و مدافعت کے لئے مقرر کیا ہو۔

غرضکہ وکیل نے قطعی طور پر ثابت کردیا کہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۴ء میں جبکہ خدیو کی جائداد ضبط ہوئی ہو، مصر برطانیہ ہی کے قبضہ میں تھا۔ اس کے بعد وکیل نے اُن تمام اعتراضوں کو ایک ایک کرکے رد کردیا جو انگریزی وکیل نے معاہدۂ لوزآن پر بحث کرتے ہوئے ضبط شدہ جائدادوں اور اُن کے معاوضہ کے متعلق پیش کئے تھے۔

ترکی حکومت کا بیان

تمام کارروائی ختم ہونے کے بعد ترکی حکومت کے نمائندے مصطفیٰ راشد بک نے عدالت کے سامنے ۱۹ بڑے صفحوں پر لکھی ہوئی ایک دستاویز پیش کی۔ اسمیں ترکی حکومت نے مقدمہ کے بارے میں اپنے خیالات ظاہر کئے تھے۔ اسکے بعد ترکی وزیر خارجہ کا یہ پیغام پڑھا گیا:

"عباس حلمی پاشا ترکی جنسیت رکھتے ہیں۔ ہم نے مصری حکومت سے جو گفت و شنید کی تھی وہ خدیو کے بارے میں نہیں بلکہ مصری قانون جنسیت کے بارے میں تھی۔ چونکہ خدیو جنگ عمومی کے قبل ہی سے قسطنطنیہ میں مقیم ہیں اس لئے مصری قانون کی دفعہ ۲ و ۳ کی رو سے وہ مصری رعایا نہیں ہوسکتے"

آخر میں عدالت نے انگریزی وکیل سے پوچھا کہ آپ کو کچھ اور کہنا ہو؟ وکیل نے انکار کیا۔ اسپر عدالت برخاست ہوگئی۔ فیصلہ کی تاریخ کا بعد میں اعلان کیا جائے گا۔

کریں گے۔ مگر اُنھوں نے ایسا نہیں کیا۔ اُسوقت مصر کے وزیر اعظم برطانیہ کے ساختہ پرداختہ احمد زیور پاشا تھے۔ اُنھوں نے اِس اہم واقعہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اب لارڈ جارج کی سیاحت نے یہ سوال مصری پارلیمنٹ میں پیدا کر دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ لارڈ جارج مصر میں برطانوی نمائندے کیونکر ہو سکتے ہیں جبکہ اُنھوں نے شاہ مصر کے سامنے اپنے کاغذات پیش نہیں کئے؟

اِس قانونی سوال کا جواب وزیر اعظم نے یہ دیا ہے کہ سفراء کا اپنے کاغذات پیش کرنا، قرون وسطیٰ کی رسم ہے جبکہ بادشاہ ایک دوسرے سے خط و کتابت کرتے تھے۔ موجودہ زمانہ میں یہ رسم کوئی معنی نہیں رکھتی اور بعض حکومتوں، مثلاً سوئٹزرلینڈ نے اسے بالکل موقوف کر دیا ہے۔ تاہم ابتک یہ رسم اکثر ملکوں میں باقی ہے اور مصر میں بھی تھی۔ لہذا اگرچہ زیور پاشا کی وزارت نے برطانوی نمائندے کی اِس فرد گذاشت پر کوئی اعتراض نہیں کیا تاہم ابھی وقت ہے، موجودہ وزارت حکومت برطانیہ سے اِس بارے میں گفتگو کرے گی۔

"ہائی کمشنر؟"

دوران بحث میں ایک اور قانونی سوال پیدا ہو گیا۔ برطانوی نمائندہ "ہائی کمشنر" کیوں کہلاتا ہے؟ حالانکہ عام طور پر سیاسی نمائندے اِس لقب سے نہیں پکارے جاتے۔

اِس کے جواب میں وزیر اعظم نے بیان کیا۔ بین الاقوامی کتب قانون میں عام طور پر سیاسی نمائندوں کا لقب "Ministre Plenipotentiaire" یا "Ambassadeur" ہے۔ لیکن بعد میں ایک نیا لقب "ہائی کمشنر" کے نام سے رائج ہو گیا۔ یہ لفظ بین الاقوامی کتب قانون میں شاذ و نادر ہی کہیں نظر آتا ہے۔ بین الاقوامی طریق عمل نے بھی اِس کے معنی ابتک پوری طرح متعین نہیں کئے ہیں۔ تاہم اِس قدر طے پا گیا ہے کہ یہ لقب ایسے دو ملکوں کے سیاسی نمائندوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جن کے سیاسی علائق صاف بنیادوں پر قائم نہیں ہوتے۔ یہی سبب ہے کہ معاہدۂ لوزان سے پہلے جدید ترکی میں انگلستان اور فرانس کے سیاسی نمائندے "ہائی کمشنر" کہلاتے تھے۔ اِسی طرح اِسوقت ولایات متحدۂ امریکہ میں کینیڈا کا سیاسی نمائندہ "ہائی کمشنر" کہلاتا ہے۔ حالانکہ ایک لمحہ کے لئے بھی کینیڈا کو امریکہ کے زیر اثر نہیں کہا جا سکتا۔ اعلان خود مختاری سے پہلے مصر میں انگریزی نمائندہ اسی لقب سے یاد کیا جاتا تھا اِس لئے اب تک اِسی لقب سے پکارا جاتا ہے، کیونکہ مصر اور برطانیہ کے سیاسی علائق متعین اور صاف بنیادوں پر قائم نہیں ہیں۔

محمل مصری

اِس سال محمل مصری مکہ معظمہ نہیں گیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ گزشتہ سال موسم حج میں ایک ناگوار واقعہ پیش آ گیا تھا۔ کئی صدیوں سے یہ رسم چلی آتی ہے کہ محمل کے ساتھ ایک مصری فوج مع باجہ اور توپخانہ جاتا ہے۔ اِس کی ضرورت اِس لئے پیش آئی تھی کہ اُسوقت حجاز میں امن پوری طرح قائم نہ تھا اور مقامی حکومت، محمل کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لیتی تھی۔ حسب عادت گزشتہ سال بھی محمل کے ساتھ فوج گئی۔ نجدیوں سے اُس کا بعض امور میں اختلاف ہوا اور اختلاف نے کشت و خون کی صورت اختیار کر لی۔ اِس نزاع میں بہت سے نجدی مارے گئے کیونکہ وہ نہتے تھے اور مصری فوج کا کوئی قابل ذکر نقصان نہیں ہوا۔

اِس واقعہ کے بعد سلطان ابن سعود نے حکومت مصر کو لکھا کہ آئندہ سے محمل کے ساتھ مسلح فوج نہ آئے۔ مصری حکومت نے یہ مطالبہ منظور نہیں کیا کیونکہ گزشتہ سال کے واقعہ کے بعد [illegible]

زیادہ ہو گیا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ محمل کی روانگی ملتوی رہی۔

سلطان ابن سعود نے اپنی خواہش کے جواز پر تین دلیلیں پیش کی تھیں۔ ایک یہ کہ اب حجاز میں ہر طرح امن و امان ہے اور حجازی حکومت محمل اور حجاج کی حفاظت کی ذمہ داری لیتی ہے۔ دوسرے یہ کہ کسی سلطنت میں غیر سلطنت کی مسلح فوج کا داخل ہونا اُس کی خود مختاری کے منافی ہے۔ تیسرے یہ کہ شرعی احکام کے بموجب بھی یہ مناسب نہیں کہ ہتھیار بند فوج بلا ضرورت حدود حرم میں داخل ہو۔

مصری حکومت نے اپنے انکار کی دو وجہیں قرار دی ہیں: ایک یہ کہ کئی صدیوں سے برابر یہ رسم چلی آتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اُسے حکومت حجاز کی اِس ذمہ داری پر پورا اطمینان نہیں ہے کہ وہ محمل اور مصری حاجیوں کی حفاظت کر سکے گی۔

بہرحال اِس سال محمل نہیں گیا۔ البتہ مصری حاجیوں کی ایک بڑی تعداد حج کے لئے روانہ ہو گئی ہے۔

مکتوب چین

(الہلال کے نامہ نگار مقیم شنگھائی کے قلم سے)

اِس وقت چین کی کیا حالت ہے؟

یہ سوال ہر جگہ بیرونی دنیا میں عام طور پر پوچھا جا رہا ہے۔ مگر کوئی صاف جواب نہیں ملتا۔ کیونکہ برطانوی دعایۃ (پروپیگنڈا) نے اصلیت پر پردے ڈال دئے ہیں اور اِس قدر غلط فہمیاں پھیلا دی ہیں کہ حقیقت معلوم کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔

برطانیہ کو پورے چین سے پرخاش نہیں ہے۔ شمالی حکومت تو اُس کے زیر اثر ہے۔ اِس لئے باوجود وہ درجہ بدنظمی اور ظلم و بربادی کے اِس حکومت کے خلاف اُس کی زبان نہیں کھل سکتی۔ بلکہ اُلٹی تعریفیں کی جا رہی ہیں۔

لیکن چین کی جنوبی حکومت کے خلاف اُس کے پریس کی تمام قوتیں وقف ہو گئی ہیں۔ جتنی بھی برائیاں ہیں۔ سب اُس کے سر تھوپی جا رہی ہیں۔ کیوں؟ اِس لئے کہ یہ حکومت قوم پرستوں کی حکومت ہے اور برطانوی ملک گیر پالیسی کے خلاف شمشیر کف ہے!

بیرونی دنیا کو یقین دلایا جا رہا ہے کہ جنوبی چین کمیونسٹ روس کے اثر و اقتدار میں ہے۔ وہاں سرے سے کوئی باضابطہ حکومت ہی نہیں ہے۔ قتل و غارت اور بے امنی عام ہے۔ حالانکہ یہ صریح کذب و افترا ہے۔

قوم پرست چین ہرگز روسی کمیونسٹوں کے اثر میں نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ اُس میں کمیونسٹوں کو بہت قوت حاصل ہے۔ مگر وہ کمیونسٹ روسی نہیں خود چینی ہیں۔ کمیونزم کچھ روس کی ذاتی جائداد نہیں ہے۔ وہ معاشرتی عقائد کا ایک مذہب ہے اور ہر قوم اُسے قبول کر سکتی ہے بغیر اِس کے کہ کمیونسٹ روس کے ماتحت یا زیر اثر ہو۔ بلاشبہ قوم پرست چین، روس کی طرف مائل ہے۔ لیکن اِس کی وجہ بالکل معقول ہے۔ وہ روس ہی ہے جس نے دول یورپ کے حلقے سے نکل کر چین کے ساتھ انصاف کیا اور وہ تمام مراعات اُٹھا دیں جو اُسے پچھلے ناجائز معاہدوں کی رو سے حاصل تھیں اور جن کے بوجھ سے [illegible] [illegible]

[illegible]

اِتنا عام ہے جتنا دنیا کی باقاعدہ سے باقاعدہ حکومت میں ہو سکتا ہے۔ یہاں چوری، قزاقی کی وارداتیں بھی نہیں ہوتیں۔ تقریباً روز بڑے بڑے شہروں میں عظیم الشان جلوس اور مظاہرے نکلتے رہتے ہیں، مگر انتظام ایسا مکمل ہے کہ کبھی کوئی تصادم نہیں ہوتا۔ پھر یہاں ہندوستان کی طرح مذہبی جھگڑے بھی پیدا نہیں ہوتے۔ کوئی مقام نہیں جہاں بودھ، کنفیوشس اور اہل اسلام موجود نہ ہوں۔ بہت سے علاقوں میں عیسائیوں کی بھی آبادیاں ہیں۔ یہودی بھی موجود ہیں۔ لیکن سب امن و صلح کے ساتھ رہتے ہیں۔ حکومت قومی ہے اِس لئے کبھی کوئی باہمی نزاع پیدا ہی نہیں ہوتی۔

دنیا بھر میں یہ بھی مشہور کر دیا گیا ہے کہ جنرل چیانگ کے شیک کی علیحدگی کے بعد قومی حکومت بہت کمزور ہو گئی ہے۔ حالانکہ یہ بھی غلط ہے۔ بلاشبہ جنرل مذکور یورپین اثرات سے متاثر ہو کر قومی حکومت سے باغی ہو گیا۔ یہ بھی سچ ہے کہ اُس کے ماتحت ایک بڑی فوج بھی ہے۔ کئی علاقوں پر قابض ہے اور نانکنگ اُس کا صدر مقام ہے۔ لیکن اِس سے مرکزی حکومت کی قوت میں کوئی کمزوری پیدا نہیں ہوئی ہے۔ وہ آج بھی کافی طاقتور ہے اور اُس کی مظفر و منصور فوجیں شمالی چین کو فتح کرتی ہوئی برابر بڑھ رہی ہیں۔

پھر جنرل کے شیک کی بغاوت بھی ابتک ایک معما ہے۔ اِسوقت تک مرکزی حکومت سے اُس کا کوئی قابل ذکر تصادم نہیں ہوا۔ اُس نے ہانکو پر حملہ نہیں کیا بلکہ سیدھا شمالی چین کی طرف روانہ ہو گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُس کی بغاوت برطانیہ کے لئے عملاً کچھ مفید نہ ہو سکی بلکہ سراسر نقصان ہی پہنچا۔ پہلے اُس کے حلیف شمالیوں پر صرف کنٹن کا دباؤ تھا۔ اب یہ جنرل الگ ہو کر نئی طاقت سے دہرا دباؤ ڈال رہا ہے۔

علاوہ بریں اگر قوم پرست حکومت کو اِس باغی سپہ سالار کی علیحدگی سے نقصان پہونچا تو ساتھ ہی قدرت نے اُس کی فوراً تلافی بھی کر دی۔ عین وقت پر چین کا مشہور عیسائی جنرل فینگ (جو کئی سال تک پیکنگ کا حاکم رہ چکا ہے) اُس سے آملا اور اپنی تازہ دم منظم فوج لا کر اُس کی قوت میں نمایاں اضافہ کر دیا۔ یہ جنرل اپنی جنگی قابلیت کی ایک بڑی تاریخ رکھتا ہے۔ تمام یورپ و امریکہ اور جاپان کے اخبارات اِس سے چند سال پہلے تسلیم کر چکے ہیں کہ جیسی باقاعدہ فوج اِس کے پاس ہے، کسی دوسرے چینی جنرل کے پاس نہیں ہے۔ لیکن اب جبکہ وہ کمیونسٹ ہو کر قوم پرست حکومت کے جھنڈے تلے آ گیا ہے تو کہا جا رہا ہے کہ [illegible] کوئی نہیں!

یہ اِسی جنرل کے اتحاد کا نتیجہ ہے کہ قوم پرست فوجیں تیزی سے "پیکن - ہانکو ریلوے" اور "ٹین سن - پیکو" لائن پر بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ ان کی قوت میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ نئی نئی قوتیں اُن کی فتوحات دیکھ کر اُن سے ملتی جاتی ہیں۔ اِس سلسلہ میں سب سے زیادہ اہم خبر یہاں کے چینی حلقوں میں یہ پھیلی ہوئی ہے کہ عنقریب صوبۂ شانسی کا جنگی حاکم جنرل "ین ہی - شان" قوم پرستوں کی جماعت میں شامل ہونے والا ہے۔ اگر یہ خبر صحیح نکلی تو قومی حکومت کو غیر معمولی قوت حاصل ہو جائے گی۔ (۱۲ - جون کی سرکاری خبر مظہر ہے کہ یہ جنرل قوم پرستوں سے مل گیا۔ الہلال)

غرضکہ اِسوقت چین کی حالت قومی نقطۂ نظر سے نہایت امید افزا ہے۔ قومی حکومت روز بروز طاقت ور ہو رہی ہے۔ پیکنگ کی (شمالی) حکومت کو سخت زوال ہو رہا ہے۔ بظاہر اور دوسری سلطنتوں میں اِس صورت حال سے سخت بے چینی پیدا ہو گئی ہے۔ وہ پیکن کے بچانے کی فکر کر رہی ہیں۔ لیکن کامیابی کی کوئی امید نظر [illegible]

دینا نہیں چاہتی۔ اس لئے حکومت بھی برطانوی امتیازات اٹھا لینے پر تلی ہوئی ہے۔

مصر کی خود مختاری تسلیم کر لینے کے بعد بھی برطانیہ نے اپنے لئے کئی ملکانہ امتیازات باقی رکھے ہیں۔ انگریزی فوج مصر کی سرزمین پر موجود ہے۔ مصری فوج کا سپہ سالار انگریز ہے۔ متعدد انتظامی محکموں پر انگریز عہدہ داروں کی نگرانی ہے۔ طور سینا اور طرابلس کے سرحدی علاقے انگریز افسروں کی ماتحتی میں ہیں۔

ظاہر ہے یہ امتیازات ملکی آزادی اور قومی خود مختاری کے قطعی منافی ہیں۔ ان کی موجودگی میں مصر کا اعلان خود مختاری بالکل بے معنی اور مضحکہ انگیز رہ جاتا ہے۔ مصر نے سالہا سال صبر کیا، لیکن اب وہ طیار ہو گیا ہے کہ اپنے حقوق کا آخری مطالبہ شروع کر دے۔

انگریز افسروں اور سپہ سالار کی موقوفی

اس سلسلہ میں مصری حکومت کی پہلی کارروائی یہ تھی کہ اُس نے انتظامی محکموں کے تمام انگریز عہدہ دار برخاست کر دیے صرف محکمہ عدالت، محکمہ مال، اور بعض دوسرے عہدوں پر گنتی کے انگریز رہنے دیے، لیکن ان کے لئے بھی خاص خاص شرطیں مقرر کر دی گئیں۔ یہ واقعہ عدلی پاشا کی وزارت میں ہوا تھا۔ اب ثروت پاشا نے آکر دوسرا قدم اٹھایا ہے، اور یہ قدم نہایت نتیجہ خیز ہے۔ مصری پارلیمنٹ کی جنگی کمیٹی نے طے کر دیا کہ سردار سپاہ کا عہدہ توڑ دیا جائے اور اُس کے اختیارات ایک جنگی مجلس کے سپرد کر دیے جائیں۔ حکومت نے بھی یہ تجویز پسند کی اور اسے جاری کرنا چاہا۔ مگر انگلستان اپنے غاصبانہ حقوق سے دست بردار ہونے کے لئے طیار نہیں ہے۔

برطانیہ کا دعویٰ ہے کہ ۲۸ فروری ۱۹۲۲ء کی تصریح میں یہ طے پا گیا ہے کہ مصری فوج انگریزی سردار سپاہ کے ماتحت رہے گی۔ حالانکہ یہ دعویٰ سراسر بے بنیاد ہے۔ اس تصریح میں فوج کا مطلقاً کوئی ذکر نہیں ہے اور نہ صرف اس تصریح میں بلکہ ۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۷ء تک کے کسی معاہدہ یا گفت و شنید میں اس کا ذکر نہیں پایا جاتا۔ مصری حکومت کی حجت یہ ہے کہ انگریزی حمایت (پروٹکٹوریٹ) کے زمانہ میں مصری فوج سردار کے ماتحت تھی۔ لیکن اب اعلان خود مختاری کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ قدیم نظام باقی رکھا جائے۔

غرض کہ اس وقت یہ مسئلہ برطانیہ اور مصر کے درمیان سخت نزاع کا موجب ہو گیا ہے۔ طرفین اپنی اپنی بات پر اڑے ہوئے ہیں اور ایک قدم بھی پیچھے ہٹنا منظور نہیں کرتے۔ اس مسئلہ کی اہمیت صاف ظاہر ہے۔ انگریز سپہ سالار کی ماتحتی میں مصری فوج رہنے کے معنی بجز اس کے کچھ نہیں ہیں کہ یہ فوج بھی انگریزوں ہی کی ہے۔ برطانیہ خوب سمجھتا ہے کہ سردار کی موقوفی کے بعد مصر کی جنگی قوت حاصل ہو جائے گی اور زبردستیوں کا وہ سلسلہ بند ہو جائے گا جو مدت سے برطانیہ جاری کئے ہوئے ہے۔

لارڈ جارج لائڈ کی بے ضابطگی

ابھی یہ معاملہ طے نہیں ہوا تھا کہ ایک اور نئی مشکل پیدا ہو گئی۔ یہ مشکل برطانوی ہائی کمشنر لارڈ جارج لائڈ نے پیدا کی ہے۔ موصوف چند سال پہلے ہندوستان کے ایک صوبہ کے گورنر تھے۔ ہندوستان سے انگلستان واپس گئے اور فوراً مصر بھیج دیے گئے۔ مصر پہنچ کر انھیں یاد نہیں رہا کہ اب ایک ایسے ملک میں آ گئے ہیں جو ہندوستان کی طرح برطانیہ کے ماتحت نہیں ہے۔ بات بات میں حاکمانہ شان دکھانے لگے۔ قاہرہ میں اُن کی آنکھیں شاہی استقبال اور مظاہر عبودیت ڈھونڈھتی تھیں۔ جہاں اس کا امکان نہ تھا، مایوس ہو کر دیہاتی علاقوں پر نظر ڈالی۔ وہاں علاقہ قنا میں چند

قیام اللہ خاص موجود ہیں۔ اُنھوں نے مدت کی خواہش پوری کر دی۔ ایک پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا گیا۔ یہ اسپشل ٹرین پر دھوم دھام سے پہنچے، خشوع و خضوع کے مظاہرے قبول کئے، اور کسانوں میں بالکل ویسی ہی حاکمانہ تقریر کی جیسی تقریروں کے وہ ہندوستان میں عادی رہ چکے ہیں۔

لیکن جب اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی، تو عام رائے میں سخت برہمی پیدا ہو گئی۔ ہر طرف سے اعتراض شروع ہوا کہ برطانوی ہائی کمشنر کو اس کارروائی کا کیا حق تھا؟ اخبارات سے گزر کر یہ معاملہ پارلیمنٹ تک پہنچا۔ وہاں ممبروں نے نہایت سخت نکتہ چینی کی اور حکومت کو مجبور کیا کہ جواب طلب کرے۔

سب کو معلوم ہے کہ مصری پارلیمنٹ پر زغلول پاشا کی وطن پرست پارٹی حاوی ہے۔ اس واقعہ سے فائدہ اُٹھا کر انگریزی اخبارات نے لکھنا شروع کر دیا ہے کہ برطانیہ کی مخالفت صرف یہی جماعت کر رہی ہے۔ حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے۔ برطانیہ کی مخالفت پر تمام جماعتیں متحد ہیں۔ ذیل میں ہم چند اقتباس صرف اُن تقریروں کے دیتے ہیں جو معتدل جماعت کے سربرآوردہ ممبروں نے اس معاملہ پر پارلیمنٹ میں کی ہیں۔

حسین یوسف عامر آفندی نے کہا "ہمیں برطانوی نمائندہ سے صاف کہہ دینا چاہئے کہ مصر اپنی آزادی کسی قیمت پر بھی فروخت کرنے کے لئے طیار نہیں۔ اگر ہم نے برطانیہ کے ساتھ مفاہمت کی پالیسی پسند کی تھی تو صرف اس لئے کہ ہمیں یہ پالیسی مصر کی خود مختاری کے لئے مفید معلوم ہوئی تھی۔ اگر برطانیہ ہماری ملائمت سے ناجائز فائدہ اُٹھانا چاہتا ہے تو ہم اپنی پالیسی بدل ڈالنے میں ایک لمحہ بھی پس و پیش نہیں کریں گے۔"

ابراہیم دسوقی آفندی نے کہا "برطانوی نمائندے کو حق ہے کہ ملک کے جس حصہ میں چاہے سیر کرے۔ نیز ملکی فاتحوں کو بھی حق ہے کہ جس طرح چاہیں اُس کی آؤ بھگت کریں لیکن ساتھ ہی برطانوی نمائندے کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مصر ایک آزاد ملک ہے، اور یہ کہ اس سرزمین میں جب 'ملک' کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مقصود صرف وہ ہستی ہوتی ہے جو مصر کے تخت پر بیٹھی ہے۔ میں اُس پالیسی کے ہرگز کوئی معنی نہیں سمجھتا جس کا نتیجہ ملک کی خود مختاری کی قطعی پامالی ہو۔"

طراف علی آفندی نے کہا "مصر کی مصالحانہ پالیسی کو کسی کی کمزوری پر محمول نہیں کرنا چاہئے۔ ہم کمزور نہیں ہیں۔ ہمارے پاس حق ہے اور ہم حق کی قوت سے قوی ہیں۔"

سب سے زیادہ اہم اور پُر زور تقریر، معتدل جماعت کے مشہور زعیم ابراہیم الہلباوی بک کی تھی۔ یہ وہی شخص ہیں جو ایک زمانہ میں برطانیہ کے بڑے مداح اور مخلص خدمت گذار تھے۔ ۱۹۰۶ء کے مشہور حادثہ "دنشوائی" میں انھی نے انگریز مجرموں کی طرف سے قانونی پیروی کی تھی اور انھیں سزا سے بچا لیا تھا۔ انھوں نے اپنی تقریر میں کہا:

"بہت سی تقریریں ہو چکی ہیں۔ لیکن معاملہ اس قدر اہم ہے کہ میں بھی گفتگو کرنے پر مجبور ہوں۔ دنیا دیکھ لے کہ میں نوجوان نہیں ہوں، میرا سر سفید ہو گیا ہے۔ بڑھاپا اپنی جملہ کمزوریوں کے ساتھ مجھ پر ٹوٹ پڑا ہے۔ کوئی یہ نہ کہے کہ مصری پارلیمنٹ پُر جوش نوجوانوں کے ہاتھ کا ساتھ دے رہی ہے۔ میں سعد پاشا کی جماعت میں سے بھی نہیں ہوں۔ البتہ میں مصری ہوں، اور چونکہ تمام مصر برطانوی نمائندے سے نالاں ہے اس لئے قدرتی طور پر میں بھی نالاں ہوں۔ اس برطانوی نمائندے نے سیاسی دستوروں کی

خلاف ورزی کی ہے۔ اُسے ہمارے ملک کی آزادی کے لئے خطرہ پیدا کر دیا ہے..."

پارلیمنٹ میں اُس مصری پولیس افسر پر بھی نکتہ چینی کی گئی جس نے "قنا" میں لارڈ جارج لائڈ کی تقریر ترجمہ کی تھی۔ ایک مقرر نے اس مناسبت سے نپولین اعظم کا یہ تاریخی واقعہ بیان کیا۔ ایک جنگ میں دشمن فوج کے ایک بڑے افسر نے نپولین کے لئے جاسوسی کی تھی جس سے بالآخر بادشاہ کو فتح ہوئی۔ فتح کے بعد جاسوس طرح طرح کی امیدیں لے کر نپولین کے خیمہ کی طرف دوڑا۔ وہ یقین کرتا تھا کہ نپولین اس شاندار خدمت پر اُس سے مصافحہ کرے گا اور اپنے سینہ سے لگائے گا۔ لیکن نپولین نے جونہی اُسے دیکھا، ناگواری کے ساتھ اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ ایک لمبی لاٹھی کے سرے پر اشرفیوں کی تھیلی باندھ کر جاسوس سے کہا "یہ ہے تیرا صلہ، لے لے۔ تیرے جیسے خائن کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینا پسند نہیں کرتا۔"

ابراہیم الہلباوی بک نے سلطان عبدالعزیز کا بھی ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا۔ انھوں نے کہا "ستر برس گزرے سلطان عبدالعزیز نے فرانس کی سیاحت کی تھی۔ ایک دن وہ پیرس میں جا رہے تھے۔ نپولین ثالث شاہ فرانس اُن کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ سلطان فرانسیسی زبان نہیں جانتے تھے۔ لیکن ترکی وزیر خارجہ راشد پاشا جانتے تھے اور دونوں فرمانرواؤں کی گفتگو کا ترجمہ کرتے جاتے تھے۔ نپولین نے راشد پاشا سے کہا "سلطان المعظم سے کہو کہ جزیرہ کریٹ میں اپنی رعایا پر رحم کریں اور نئے انتظامات جاری کریں۔" راشد پاشا نے اس جملہ کا ترجمہ ترکی میں اپنے آقا کو سنایا۔ اس پر سلطان کا جواب کیا تھا؟ وہ بالکل خاموش ہو گئے، گویا سنا ہی نہیں۔ نپولین نے خیال کیا شاید مطلب نہیں سمجھے۔ راشد پاشا سے پھر ترجمہ کرنے کو کہا۔ مگر اُنھوں نے محسوس کر لیا تھا کہ سلطان ناراض ہو گئے ہیں چنانچہ دوبارہ ترجمہ کرنے سے معذرت کی۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ سلطان نے اپنی قیام گاہ پر پہنچتے ہی عالی پاشا وزیر اعظم کو طلب کیا اور حکم دیا کہ فوراً راشد پاشا وزیر خارجہ کو برطرف کر دو۔ وزیر کو اس اچانک عتاب پر بڑا تعجب ہوا۔ ڈرتے ڈرتے سبب پوچھا۔ سلطان نے کہا "راشد پاشا نے ایک ایسے جملہ کا ترجمہ مجھے سنایا جو ہرگز سننا نہیں چاہئے تھا کیونکہ وہ میرے ساتھ بطور مترجم کے نہیں تھے۔ وزیر خارجہ کی حیثیت سے تھے۔ میرے وزیروں کو معلوم ہونا چاہئے کہ کون بات میری سلطنت کے مصالح اور عزت کے مطابق ہے کون مخالف ہے۔ جب ایک اجنبی بادشاہ نے ایک ایسی بات منہ سے نکالی تھی جس سے میری سلطنت کے معاملات میں مداخلت پائی جاتی ہے تو میرے وزیر خارجہ کا فرض تھا کہ اُس بات کا مجھے ترجمہ سنانے سے صاف انکار کر دیتا!"

ایک اور مشکل

لارڈ جارج لائڈ کی اس کارروائی نے ایک اور معاملہ کی یاد تازہ کر دی ہے۔ عام سیاسی دستور یہ ہے کہ جب کسی سلطنت کا نئا یا نمائندہ دوسرے ملک میں پہنچتا ہے تو اُس ملک کی حکومت کے سامنے اپنی تقرری کے کاغذات پیش کرتا اور اُس کی منظوری حاصل کرتا ہے۔ مصر میں بھی یہی دستور جاری تھا۔ جنگ سے پہلے تک جتنے برطانوی نمائندے آئے اپنے کاغذات خدیو کے سامنے پیش کرتے رہے۔ لارڈ کچنر نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ لیکن دوران جنگ میں یہ رسم موقوف ہو گئی کیونکہ اب مصر خود مختار نہیں رہا تھا۔ برطانیہ کا ایک مقبوضہ ملک تھا۔ مصر کے اعلان خود مختاری کے بعد سب سے پہلا برطانوی نمائندہ یہی لارڈ جارج لائڈ تھے۔ یہ دسمبر ۱۹۲۵ء میں پہنچے۔ خیال تھا کہ اپنے کاغذات شاہ مصر کے سامنے پیش

کے لئے موت! لیکن جری دل موت سے کب ڈرتے ہیں؟"۔

اضطراب و مسرت!

پورا پیرس ہمہ تن گوش تھا۔ دو دن گزر گئے۔ دوشنبہ کی شام کو میدانوں اور پبلک مقاموں میں ایسا ہجوم تھا جیسا جنگ کے بعد کبھی دیکھا نہیں گیا۔ مضطرب دل اور لڑکھڑاتی زبانیں پکار رہی تھیں "خبر! خبر؟" "تیز تو خبر آگئی!" اچانک شور مچا "نجیسر پہنچ گیا!" اخبارات کے ضمیموں کی جلی سرخی تھی۔ بعض اخبار فروشوں پر ٹوٹ پڑی۔ کش کش اور ہجوم میں بہت سے اخبار پھٹ گئے۔ ایک خریدتا تھا اور دس اُس کے ہاتھ سے چھینتے تھے۔ کئی عورتیں بھیڑ میں گر پڑیں۔ کئی بٹوے کھل گئے "سفید چڑیا نیویارک کے آسمان پر دیکھی گئی!" یہ خبر تھی جو اخبارات نے شایع کی تھی۔ اب کیا تھا؟ مسرت اور قومی فخر و غرور کی عام لہر دوڑ گئی۔ مصافحے اور معانقے ہونے لگے۔ ہر ہونٹ پر ہنسی تھی اور ہر آنکھ میں مسرت کے آنسو تھے۔

کپتان کی ماں!

اچانک مجمع میں ایک طرف جنبش ہوئی۔ انسانوں کا سیلاب ایک خاص گوشہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ہجوم سے باہر نکلنا ناممکن تھا۔ میں نے بھی اپنی باگیں چھوڑ دیں۔ لاکھوں آدمی کی بھیڑ ایک سہ منزلہ مکان کے سامنے پہنچکر رک گئی۔ یہ کپتان کی ماں کا گھر تھا۔ سخت کش مکش تھی سب کی خواہش تھی کہ میڈم کے کمرے میں پہنچ جائیں۔ خوش قسمتی سے مجھے اوپر چڑھنے کا موقعہ ملگیا۔ ساٹھ برس کی ایک تنومند بوڑھی خاتون ہمارے سامنے تھی! مسرت نے اُس کا عجب حال کر دیا تھا۔ ہر لحمہ شادی مرگ کا اندیشہ تھا۔ اسوقت وہ پورے فرانس کی ماں تھی پورا پیرس اُسے کھڑا اسلام کر رہا تھا!

یقینی خبر

دو دن پھر گزر گئے۔ "سفید چڑیا" کی کوئی خبر نہیں آئی۔ آج پورا پیرس اُداس ہے۔ سب کے دل دھڑک رہے ہیں۔ انتظار سے تنگ ہو کر پیرس پھر میدانوں کی طرف چلا۔ پہلے سے کہیں زیادہ ہجوم تھا لیکن تمام آوازیں بند ہو گئیں کامل سکون چھا گیا۔ ایک لمحہ کے بعد تالیوں کا شور بلند ہوا۔ بیک وقت لاکھوں تالیاں بجرہی تھیں۔ پھر یکا یک نعرے بلند ہونے لگے "نجیسر پہنچ گیا!" "سرکاری طور پر تصدیق ہو گئی!" سرکاری عمارتوں پر جھنڈے اُڑا دئے گئے۔ لیٹ لیٹ سے "مبارک! سلامت!" کے پیغام حکومت فرانس کے نام آنے لگے اب شہر پیرس کی خوشی نا قابل بیان تھی! فرانس نے امریکہ کو شکست دیدی!!

لیکن . . .

"لیکن؟"

"لیکن" کا حال کوئی پیرس کے دل سے پوچھے "افسوس! خبر غلط تھی" اخبارات کی اس سرخی نے پیرس کا تمام سرور و عیش رنج و الم سے بدل دیا۔ تحقیقات سے ثابت ہوا کہ جو نیویارک کے آسمان پر جو "سفید چڑیا" مثلاتی نظر آئی تھی، وہ فرانسیسی جہاز نہ تھا۔ امریکہ ہی کا ایک ہوائی جہاز تھا۔

اس وقت تمام پیرس اُداس ہے، کیونکہ اُس کے قومی فاتح کا کہیں پتہ نہیں۔ کیا وہ بحر اعظم کی موجوں پر ہے؟ کینیڈا کے پہاڑوں پر ہے؟ آئرلینڈ کے جنگلوں میں ہے؟ خدایا! وہ کہاں ہے؟ ہر زبان یہی سوال کرتی ہے مگر کوئی جواب نہیں ملتا۔ کپتان کے دو بھائی ہیں ایک اُسے انگریزی آبنائے میں تلاش کر کے نا امید واپس آچکا ہے۔ دوسرا ساحل امریکہ میں ڈھونڈ رہا پھرتا ہے۔ مگر ابتک کہیں کوئی نشان نہیں ملا!

عقاب موت

پیرس کی بیچینی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اس بہادر ملاح سے پہلے بھی تجربہ آئے عجیب تھا۔ دوران جنگ میں اس نوجوان نے ایسے حیرت انگیز کارنامے دکھلائے تھے کہ اُس کا جنگی لقب "عقاب موت" ہو گیا تھا۔ جنگ میں اسے بار بار کاری زخم آئے۔ ۲۴ آپریشن کئے گئے۔ ڈاکٹروں نے فیصلہ کر دیا تھا کہ اب یہ فوج کے لائق نہیں رہا۔ مگر زخم بھرتے ہی وہ پھر فوج میں تھا۔ سپہ سالار نے کہا "تم فوج میں قبول نہیں کئے جا سکتے" اُسنے فوراً جواب دیا "لیکن میں فوج کو قبول کر سکتا ہوں" چنانچہ برابر لڑتا رہا۔ ۲۴ ہوائی معرکے سر کئے ۷۰ دشمن جہاز برباد کر ڈالے۔ فرانس کا سب سے بڑا جنگی تمغہ حاصل کیا۔ ۲۴ چھوٹے تمغے اور ستارے پائے۔ یہ سب حکومت فرانس کی طرف سے تھے۔ برطانیہ اور امریکہ کے تمغے اس کے علاوہ ہیں۔

کپتان کی ماں سے ملاقات

کپتان کی بوڑھی ماں کا کیا حال ہے؟

خوش قسمتی سے اس معزز خاتون نے چندلے مجھے بھی بخشے ہیں اُس کی ملاقات کو بے اختیار اور بغیر اطلاع کے پہنچ گیا تھا۔ دروازہ پر میں نے دستک دی، دستک کے ساتھ ہی پٹ کھل گئے اور میں نے ایک مضطرب آواز سُنی: "کوئی خبر لائے ہو؟" یہ غمزدہ ماں کی آواز تھی۔ افسوس، میرے پاس کوئی خبر نہ تھی۔ فرط تأثر سے میری آواز بند ہو گئی "خبر کا نہ ہونا خود اچھی خبر ہے" خاتون نے سر ہلا کر بکسته آواز میں کہا۔ اس سے اُس جانگداز اندیشہ کا پتہ چلتا تھا جس میں اس کا الم زدہ دل مبتلا تھا! بایں ہمہ اس کے صبر و تحمل کا وقار بدستور قائم تھا۔ وہ اب بھی ہنستی تھی مگر ایسی ہنسی جس میں ہزاروں نالہائے دل کی چیخیں پوشیدہ تھیں۔

"تمام دنیا آپکے قلق میں شریک ہے" میں نے ہمدردانہ لہجہ میں کہا

"صاحب تمہیں بھی امید ہے نہ؟" خاتون نے اضطراب سے کہا۔

"بلا شک! مجھے کیا بہتوں کو یقین ہے کہ کپتان امریکہ کے کسی غیر آباد علاقے میں پہنچ گیا ہے" میرا جواب تھا۔

ظلم اب اپنے آنسو روک نہ سکی۔ "ماما! رو نہیں" اُس کے ایک لڑکے نے کہا۔

"کیا؟" خاتون نے سخت جد و جہد سے اپنے کو سنبھالکر کہا "میں روتی نہیں ہوں۔ مجھے اب تک یقین ہے۔ وہ ضرور لوٹ آئے گا۔ تین مہینے گزر جائیں۔ ۹ مہینے گزر جائیں، مگر یہ امید میرے دل میں برابر زندہ رہے گی!"

میں اس گھر میں زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ بمشکل بچہ کو اجازت مانگی۔ سڑک پر پہنچتے پہنچتے میرا سوال بھی تر تھا!

شاید اسوقت بھی وہ گرجا میں قربان گاہ کے سامنے اپنے گھٹنوں پر جھکی ہوئی "پاک ماں" سے پیرس کے گم شدہ محبوب کے لئے دعا مانگ رہی ہے۔

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

سالہا میں تین نسخے چھپے تھے۔ ۔۔۔ اسلامیہ انجمن کو دے دیے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہو گئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ نیز میں چھپ چکا ہے۔ قیمت ۸ آنے

مینیجر الہلال کلکتہ

خواطر و سوانح

میری اخباری زندگی کا ایک لمحہ

گذشتہ نمبر میں ہم نے ایک کتاب کا ذکر کیا تھا جو حال میں شایع ہوئی ہے اور جس میں تین فرانسیسی اخبار نویسوں نے اپنی اپنی زندگی کے اہم واردات و حوادث بیان کئے ہیں۔ اس کتاب کی ایک سرگزشت پچھلی اشاعت میں آپکی نظر سے گزر چکی ہے۔ آج ایک دوسری سرگزشت درج کی جاتی ہے۔ یہ موسیو گستاں شیرو کے قلم سے نکلی ہے جو عرصہ تک اخبار طان پیرس کے مشرقی مقالہ نگار رہ چکے ہیں۔ اس سرگزشت میں انھوں نے اپنے قیام طرابلس کے زمانے کے بعض واردات لکھے ہیں جب اٹلی اور اندرون طرابلس کے عربوں میں لڑائی جاری تھی:

صحرا کے خرّاٹے!

یورپین تہذیب سے دُور، طرابلس، صحرائے افریقہ کے دامن میں پوشیدہ پڑا تھا۔ ۱۹۱۱ء میں یکایک اٹلی نے حملہ کیا اور مغربی ممالک پر اُس کے بند دروازے کھل گئے!

مجھے وہ رات عمر بھر یاد رہے گی جو میری اخباری زندگی کی سب سے زیادہ عجیب رات ہے۔ یہ رات مجھے طرابلس میں پیش آئی تھی۔

میں اپنے ہوٹل میں بیٹھا تھا کہ وہ نوجوان عرب کمرے میں آیا جو میری خدمت کرتا اور روز صبح گھوڑا تیار کر دیتا تھا۔ اُسنے کمرے میں ہر طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھا اور میرے تنہا ہونے کا پورا یقین حاصل کر کے کہنے لگا:

"محمد سعید ملاقات کرنی چاہتا ہے۔ اگر آپ رازداری کا وعدہ کریں تو میں آج ہی رات آپکو اُسکے پاس لے چلوں"

پھر مجھے متعجب دیکھ کر بولا:

"آپ اُسے نہیں جانتے مگر وہ آپکو جانتا ہے"

میں غور کرنے لگا۔

علی میرے زین کی رکاب صاف کرنے لگا۔

"ملعون یوسف آج پھر رکاب صاف کرنا بھول گیا" علی بڑ بڑا رہا تھا۔

"آج رات جب ڈاکخانہ سے نکلئے گا تو میں آپ کا پیچھا کرونگا بشرطیکہ کوئی ساتھ نہ ہوا" اُسنے مجھے مخاطب کئے بغیر کہا۔

اُسوقت طرابلس محفوظ نہیں تھا۔ ذراسی بے احتیاطی بھی تو چین کے لئے موت کا باعث تھی۔ میرا فرانسیسی ہونا، میری زندگی کے لئے ضمانت نہ تھا۔ کسی طرف سے اچانک ایک گولی آکر میرا خاتمہ کر دے سکتی تھی۔ میں متردد تھا کہ بغیر کچھ معلوم کئے محمد سعید کے ہاں چلا جانا مناسب ہے یا نہیں؟ میرا قاعدہ تھا کہ روز رات کو تار گھر جا کر اپنے دن بھر کی معلومات پیرس کے اخبارات کو بھیجا کرتا تھا۔

شاید گیارہ بجے میں تار گھر سے نکلا۔ رات نہایت تاریک تھی سڑکوں پر کوئی روشنی نہ تھی۔ میں تنہا نہ تھا۔ ایک اطالین اور ایک فرانسیسی اخبار نویس بھی میرے ساتھ تھے۔ تھوڑی دور چلکر وہ دونوں اپنے ہوٹل کے سامنے پہنچ گئے۔ اب مجھے اپنے ہوٹل کی طرف تنہا جانا تھا۔

ایک چوراہے پر پہنچکر مجھے محسوس ہوا کہ کسی کی پرچھائی میں نے دیکھی ہے۔ میرا خیال صحیح تھا۔ میرا خدمتگار علی میرے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔

بریدِ فرنگ

جرمنی کی چٹھی

کمزور قوموں کے لئے عبرت و موعظت

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم برلن کے قلم سے)

گزشتہ جنگِ عمومی میں جتنی بربادیاں جرمنی پر آئیں، اُن کا تصور بھی بیرونی دُنیا نہیں کر سکتی۔ جنگ نے جرمنی کو بالکل دیوالیہ کر دیا تھا۔ تمام خزانے خیالی ہو گئے تھے۔ صنعت و حرفت فنا ہو گئی تھی۔ لاکھوں کی تعداد میں نوجوان قتل ہوئے تھے اور لاکھوں کی تعداد میں بیکار ہو گئے تھے۔ پورا ملک فقر و فاقہ میں مبتلا تھا پھر جنگ، شکست پر ختم ہوئی۔ ایسی شکست جس کی نظیریں تاریخ میں کم ملتی ہیں۔ تمام بیرونی مقبوضات نکل گئے۔ ۱۳ فی صدی اصلی ملک کم ہو گیا۔ ۱۰ فیصدی آبادی نکل گئی۔ ۲۵ سے ۷۵ فی صدی تک قیمت کی خام پیداوار جاتی رہی۔ مزید برآں یہ کہ اِس برباد شدہ ملک پر تاوانِ جنگ کا اتنا بھاری بوجھ ڈال دیا گیا جس کی مثال دُنیا نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

جرمنی کے دوست اور دشمن دونوں یقین کرتے تھے کہ اب اِس ملک کی تاریخ ختم ہو گئی۔ اتنی سخت مزلوں کے بعد بھی کبھی کوئی بچا ہے؟ لیکن پورے دس برس بھی ابھی اسپر نہیں گزرے تھے کہ یہ مردہ پھر قبر سے نکل آیا اور اِس طرح زندہ ہو گیا کہ سچ مچ طلسم معلوم ہوتا ہے۔ جرمنی نے جو معجزہ دکھایا ہے اُس کے بیان کے لئے ہومر جیسے شاعر کی ضرورت ہے۔

آج جرمنی، پھر اول درجہ کی یورپین طاقت بنتی جاتی ہے۔ مجلس اقوام میں اِسوقت اُسے وہی مرتبہ حاصل ہے جو برطانیہ اور فرانس کو ہے جنہوں نے آج سے ۸ برس پہلے ورسیلز کے محل میں بیٹھکر اُس کا گلا گھونٹا تھا۔ آج سے دو برس پہلے جرمنی کا سکہ تباہ ہو گیا تھا۔ نجات کی کوئی صورت بھی نظر نہ آتی تھی۔ مگر آج جرمنی دنیا کی تیسری اقتصادی قوت ہے اور برطانیہ اور امریکہ کے بعد سے بڑی تجارت کا مالک بن گیا ہے۔ اِسوقت اُس کی صنعت و حرفت نہایت تیزی سے اُس سطح تک آ رہی ہے جہاں جنگ سے پہلے تھی!

آخر اِس حیرت انگیز کامیابی کا راز کیا ہے؟ جواب بالکل صاف ہے۔ اِس ملک پر ایک سرسری نظر ڈالنے ہی سے معلوم ہو جاتا ہے۔ جرمنی کو جس چیز نے موت کے منہ سے نکالا وہ اُسکی ہمت، محنت، اشتراکِ عمل، اور اپنی حالت کا صحیح اندازہ لگا لینا ہے۔ جرمن قوم کی یہ امتیازی صفت ہے کہ فتح و شکست دونوں حالتوں میں بہادر رہتی ہے۔ قوم کے تمام افراد اور جماعتوں میں بڑی خود اعتمادی موجود ہے جو دنیا کی کسی دوسری قوم میں پائی نہیں جاتی۔ دراصل یہی خود اعتمادی اُس کی کامیابی کا اصلی راز ہے۔

جرمنی کی موجودہ ترقی صرف پچھلے تین سال سے شروع ہوئی ہے۔ یہ ملک تقریباً اُن تمام اقتصادی مشکلات پر غالب آ گیا ہے جو یورپ کی اکثر سلطنتوں کی زندگی خطرے میں ڈالے ہوئے ہیں۔ جرمنی نے سب سے پہلے اپنے سکے کی طرف توجہ کی۔ اِسوقت دنیا میں جرمنی ہی وہ ملک ہے جس کا سکہ اپنی حقیقی قیمت پر قائم ہے۔

جن لوگوں نے جرمنی کو دورانِ جنگ میں دیکھا ہے وہ موجودہ حالت میں دیکھ کر ضرور دنگ ہو جائیں گے۔ جرمنی کے تاریک دن نکل گئے۔ درخشاں مستقبل صاف نظر آ رہا ہے۔ برلن اب پھر عروس البلاد ہے۔ جنگ سے پہلے پیرس، وائنا، اور برسلز میں بھی وہ عظمت و جلال موجود نہ تھا جو آج برلن میں ہر طرف دیکھا جا سکتا ہے!

فتحمند فرانس منحوس دنوں کا انتظار کر رہا ہے جیسا کہ ایک فرانسیسی وزیر نے حال میں اعلان کیا ہے۔ سرف دولتمندوں نے پیرس کی طرف سے منہ پھیر لیا ہے، اِس لئے فرانس کے پائے تخت پر ہر جگہ اُداسی چھا گئی ہے۔ لیکن برلن کے تھیٹر اور کلب گرمیش پسند امیروں سے لبریز ہیں۔

آج جبکہ تمام یورپ فقیر ہو رہا ہے اور روز بروز دولت کم ہو رہی ہے، جرمنی کی دولت میں روز افزوں ترقی ہے۔ سرکاری اعداد و شمار سے معلوم ہوا ہے کہ گزشتہ سال جرمن عورتوں نے صرف اپنے لباس پر ۲۰ کروڑ روپیہ صرف کیا تھا! ممکن ہے آپ خیال کریں بحالتِ موجودہ یہ جرمن عورتوں کا تباہ کن اسراف ہے، لیکن ایک جرمن وزیر نے جس روشنی میں اسے دیکھا ہے وہ آپکے خیال سے بالکل مختلف ہے۔

وزیر موصوف نے عورتوں کے اِس اسراف کے بارے میں کہا "گزشتہ زمانہ میں ہمارے لئے کچھ مشکل نہ تھا کہ سال میں کپڑوں کے دو جوڑے دیکر عورتوں کو مطمئن کر دیتے۔ ایک جوڑے میں بھی کام نکل جایا کرتا تھا۔ لیکن اب حالت بالکل بدل گئی ہے۔ پہلے سال بھر کے کپڑوں میں جتنا خرچ ہوتا تھا اُس سے زیادہ اب عورتوں کی رنگین جرابوں میں صرف ہو جاتا ہے۔ اگر گھر میں کم سے کم بارہ جوڑے موجود نہ ہوں تو عورت شکایت کرتی ہے کہ پہننے کو کچھ بھی نہیں ہے! لیکن میں عورتوں کو ہرگز ملامت نہیں کروں گا۔ دراصل ہمیں اُن کا شکرگزار ہونا چاہئے۔ اِس اسراف سے وہ ملک کی بڑی خدمت انجام دے رہی ہیں۔ جنگ نے ہماری ہمتیں پست اور دلوں کو مردہ کر ڈالے تھے۔ ہم گھر کی گڑیا کی زندگی پر قانع ہو گئے تھے۔ مگر ہماری عورتوں نے ہمیں دل کھول کر خرچ کرنے لگیں، اور اِس طرح مردوں کو مجبور کر دیا کہ وہ پہلے سے زیادہ محنت کرکے ملک کے لئے دولت پیدا کریں"

"تازہ ترین اعداد و شمار سے ثابت ہوتا ہے کہ اِسوقت افراد کی شخصی آمدنی ۵۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ مارک سالانہ ہے۔ گویا ہر فرد کی آمدنی ۷۹۰ مارک ہے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی اپنی جنگ سے پہلے کی خوشحالی کے قریب پہنچ گیا ہے۔ جنگ سے پہلے افراد کی آمدنی اِس سے صرف ۱۵ فیصدی زیادہ تھی۔

جرمنی کی صنعتی ترقی کا اندازہ اِس سے ہو سکتا ہے کہ ۱۹۱۳ء میں برآمد کی قیمت ۱۰،۰۰۰،۰۰۰،۱۵۵ مارک تھی لیکن ۱۹۲۶ء میں بڑھ کر ۹،۸۸۰،۹۰۰،۰۰۰ مارک تک پہنچ گئی ہے۔ جرمنی کا تجارتی بیڑہ تباہ ہو گیا تھا لیکن اب پھر اس کا بیڑہ سمندروں میں پھیلا نظر آ رہا ہے۔ ۱۹۲۰ء میں یہ بیڑہ صرف ۹۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ٹن وزن کا تھا۔ اب ۱۹۲۶ء میں اُس کا وزن ۳،۲۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ٹن ہو گیا ہے۔ جرمنی کی خوشحالی اب اِس درجہ پہنچ گئی ہے کہ حکومت نے ارادہ کیا ہے "ایبن" اور "مالیڈی" کے دو زرخیز علاقے پھر خرید لے!

جرمنی کی موجودہ خوشحالی کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اِسوقت کام کرنے والوں کی تعداد پہلے سے بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ جنگ سے پہلے جو لوگ بیکاری کی زندگی بسر کرتے تھے اب وہ کام کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اِسوقت ملک میں ۱۰،۷۰۰،۵۰۰ آدمی شدید محنت کے کام کر رہے ہیں، حالانکہ جنگ سے پہلے ایسے محنتی کارکنوں کی تعداد اِس سے آدھی تھی۔

مکتوب فرانس

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم پیرس کے قلم سے)

فرانس کی عظمت!

۸ مئی کو تڑکے تڑکے پیرس کے آسمان پر ایک عظیم نقش اُڑتی دکھائی دی۔ اِس پر ایک بڑی انسانی کھوپڑی، دو بیضوی ہڈیاں اور دو روشن شمعوں کی تصویریں بنی تھیں!

یہ نقش نہ تھی، فرانس کی قومی عظمت تھی۔ اور تاریخ کی ابدیت کی طرف جا رہی تھی۔ یہ علم و حکمت، اور انسانی اولوالعزمی کے میدان میں فرانس اور امریکہ کا مقابلہ تھا، اور بالآخر خوفناک موت کی طرف جانے والا تھا۔

امریکہ کی طرف سے اعلان ہوا "ہم بحر اعظم اٹلانٹک کو بلا انقطاع ایک ہی پرواز میں عبور کر لیں گے۔ نیویارک سے اُڑیں گے اور پیرس میں جاکر دم لیں گے!" فرانس نے سنا تو اُسے اِس اعلان میں اپنی عظمت کی تحقیر محسوس ہوئی۔ اُسے کہا "قبل اِس کے کہ تم پیرس آؤ اور تاریخ کی لازوال شہرت حاصل کرو، ہم تم سے بازی لے جائیں گے اور نیویارک پہ اپنے جلال کا پرچم اُڑائیں گے!"

یہ بہادرانہ الفاظ تھے جو فرانس کی طرف سے کپتان نجیسر نے کہے۔

۳۵ سال کی عمر، بھرپور جوانی، دلفریب مردانہ حسن، نازنینان پیرس کی دل پسندیوں کا مرکز۔ یہ نجیسر تھا! مگر فرانس کی عظمت سب سے بالاتر ہے!

وہ اُٹھا، اپنے ایک رفیق کو ساتھ لیا۔ اور ہوائی جہاز میں اُڑ چلا۔ اِتنی بڑی مہم اور صرف ایک انجن کا جہاز! مخلوق چلائی "موت! موت!" مگر کپتان نے جواب دیا "ہاں فرانس کی عظمت

السحر الحلال فی مجلات الہلال

گہ گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی۔ اُس نے ملک کے سیاسی، علمی، ادبی اور دینی افکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے، قریب ہے کہ مستقبل ہند کا مورخ اُن پر بحث کریگا اور اُن کے اندر وہ عناصر و مبادیات ڈھونڈھیگا جن سے ہندوستان کی سنہ ۱۹۱۹ کے بعد کی اجتماعی ذہنیت ظہور پذیر ہوئی۔

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا، لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا، اِس لئے اُس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعہ تھا۔ اُس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب، مذہب، سیاست، ادبیات، علمی و فنی اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے۔ اور اُسکا ہر باب اپنی مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا۔ پھر اس کی ظاہری خوبیاں اردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں۔ اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا، جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں۔ اِس کی جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمی، مذہبی، سیاسی، اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں۔ اِن کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کی تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیہ میں خرید کیا۔ اور حال میں ایک صاحب نے اِس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے۔ جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں۔ پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا، ہم نے کوشش کی کہ شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جا سکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے۔

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں بھی مکمل ہوگئی ہیں۔ ہم اِس اعلان کے ذریعہ شایقین علم و ادب کو خبر دیتے ہیں کہ اِس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں، چونکہ جلدوں کی ایک بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف اُنہیں درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی۔ ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے۔

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ   الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " " چہارم ۱۰ روپیہ   " " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اِس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے۔ قیمت فی پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ہے۔

مینیجر "البلاغ پریس"

ہم دونوں شہر کے بازار سے گزر کر تنگ گلیوں میں داخل ہو گئے۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ پورا شہر سو رہا تھا۔ بندوقوں کی آواز بھی بہت کم سنائی دیتی تھیں۔

میں نے اپنے تئیں اچانک عربوں کے محلہ میں پایا۔ الف لیلہ کے پُراسرار اور اونچی دیواروں سے گھرے ہوئے مکانات میرے دونوں طرف تھے!

علی ایک پست اور گول دروازے کے سامنے رُک گیا۔ اپنے دونوں ہونٹھ بھینچے اور ایک خاص قسم کی شیریں آواز میں چلایا:

"محمد! محمد!"

فوراً دروازہ کھلا۔ میں اندر داخل ہوا۔ خادم کے ہاتھ میں شمع تھی۔ اس کی روشنی میں مجھے ایک بھاری بھرکم شیخ دکھائی دیا۔

"آپ محمد سعید کے گھر میں ہیں" شیخ نے اپنی فصیح زبان میں کہا۔ "گویا آپ خود اپنے گھر میں ہیں۔ محمد سعید میں ہی ہوں۔ میں آپکا منتظر تھا۔ میری زندگی آپکے لئے حاضر ہو۔ کیا آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں گے؟ یہاں جتنے لوگ ہیں، سب میرے فرمانبردار اور آپکے دوست ہیں۔"

محمد سعید کی ظاہری ہیئت بتاتی تھی کہ مالدار ہو اور دوسرے بہت سے شیخوں کی طرح اس فتنہ کی وجہ سے خانہ نشین ہو گیا ہو۔ وہ مجھے ایک غلام گردش میں لے چلا میں نے دیکھا وہاں بہت سے لوگ سو رہے ہیں۔ پھر ہم ایک بڑے ایوان میں پہنچے۔ شیخ نے تالی بجائی اور ایک خادم نے پیتل کی سینی لاکے رکھدی۔ سینی میں ٹھنڈے پانی سے لبریز گلاس، مٹھائی کی تشتری، اور قہوہ کی پیالیاں تھیں۔

محمد سعید نے ایک بلند ٹھیک پر مجھے بٹھایا۔ اس پر دبیز اور نرم قالین بچھا تھا۔ خود بھی میرے سامنے بیٹھ گیا۔

"میں اپنے مکان میں آپ کا استقبال کرتا ہوں" محمد سعید نے میرے چہرے پر اپنی تیز سیاہ آنکھیں جما کر کہا "یہاں آپکو آنے کی زحمت دیکر میں نے عربی اخلاق کے خلاف عمل کیا ہے۔ معافی چاہتا ہوں۔ لیکن مجھے یقین تھا۔ آپ ایک ایسے شخص کو تسلی دینے کی ضرور تکلیف گوارا کریں گے جس کی زندگی ختم ہو چکی ہو، اور جو یہاں اپنے گھر میں بیٹھا اپنے ملک کی بربادی دیکھ رہا ہو۔ میں بغیر کسی تمہید کے اپنی دعوت کا مقصد بیان کرتا ہوں۔ یہاں طرابلس میں آپ تین فرانسیسی موجود ہیں۔ میں جانتا ہوں آپ ان غاصب طلیانیوں کی طرح نہیں ہیں۔ آپ عربوں سے محبت کرتے ہیں۔ محمد سعید اُس شخص کا بیٹا ہے جس نے آپکی قوم کے ایک بڑے آدمی کی خدمت کی تھی اور اُس سے اپنے خدمت پر اعلیٰ سندیں حاصل کی تھیں۔ میرا باپ ٹیونس میں فرانس کے سپہ سالار اعظم اسکوآٹ کا معتمد تھا"

محمد سعید نے میرا تعجب محسوس کر لیا۔ وہ مسکرایا: "چند دن ہوئے آپ خود اُس کا ذکر کر رہے تھے۔ مجھے خبر پہنچ چکی ہے" شیخ نے پہلو بدل کر کہا۔ "مجھے آزادی سے گفتگو کرنے کی اجازت دیجئے۔ میں مطمئن ہوں کہ خدا کے سامنے بے خوف کھڑا ہوں گا۔ کیونکہ مجھے اپنا کوئی ایسا گناہ معلوم نہیں جس پر میں نادم ہوں۔ لیکن اس بدنصیب ملک کی قسمت معلوم کرنے سے پہلے مر جانا میرے لئے نہایت تکلیف دہ ہو۔ آپنے خود اپنی آنکھوں سے پرسوں چودہ لاشیں پھانسی پر لٹکی دیکھی ہونگی۔ خدا اُنھیں کبھی معاف نہ کرے گا جنھوں نے اِن معصوموں کی جان لی ہو! میں نے سُنا ہو آپ نے اِن بے گناہوں کے لئے چند کلمے شفقت کے کہے تھے۔ آپ میری باتیں سُنئے اور صاف جواب دیجئے۔ کیا واقعی میری قوم فنا کر ڈالی جائے گی؟"

میں نے مضطرب شیخ کو ہر طرح اطمینان دلایا اور دیر تک باتیں

کرتا رہا۔ پھر میں نے واپسی کا خیال کیا۔ وہ بولا:

"میں آپکے ساتھ دو آدمی بھیجنے کو مستعد ہوں۔ وہ آپکو حفاظت سے پہنچا دیں گے۔ لیکن ممکن ہو کسی کی تجسس نظریں پڑ جائیں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہو آپ یہیں سو جائیں؟ صبح قریب ہو؟"

اُسنے پھر تالی بجائی۔ خادم کو قالین لانے کا حکم دیا۔ مجھ سے کہنے لگا: "آپ اسی جگہ سوئیں گے جہاں بیٹھے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کس چیز پر آپ بیٹھے ہیں؟ آپ محمد سعید کی تمام ہستی گرانبہا دولت پر بیٹھے ہیں"

یہ کہکر اُسنے اُس جھٹک کا فرش حقارت سے اُلٹ دیا جس پر ہم بیٹھے تھے اور اوپر کا تختہ ہٹا کر جوش سے کہنے لگا:

"دیکھو"

میں نے دیکھا۔ مگر کیا دیکھا؟ عمر بھر اسے نہ بھولوں گا۔ میں نے دیکھا عظیم صندوق میں سونا اس طرح بھرا پڑا ہو جس طرح کوٹھی میں غلہ بھرا ہوتا ہو!

"یہ سب مجھے اپنے چچاؤں سے ملا ہو۔ قافلہ والوں سے اور خود میں نے کمایا ہو" اُسنے سادگی سے کہا "اگر اس سب کے لُٹا دینے سے میری قوم کی جان بچ سکتی ہو تو میں ابھی لُٹا دینے پر بخوشی تیار ہوں"

پھر اُسنے بے پرواہی سے ڈھکنا چھوڑ دیا۔ وہ زور سے صندوق پر گرا۔ اور محمد سعید باہر چلا گیا۔ اُسنے اپنے خزانہ میں قفل تک نہیں لگایا۔ میں نے عربی شب بخیر کی آواز سنی اور پھر اُس کا پرجوش چہرہ غائب تھا!

میں آرام کی نیند سو گیا۔ میں اس قدر متاثر تھا کہ یہ خیال بھی نہیں ہوا کہ میں کسی کے خزانہ پر لیٹا ہوں!

کیا یہ خواب تھا؟

نہیں، لیکن جب غور کرتا ہوں تو یہ واقعہ بھی کم از خواب نہیں! محمد سعید کی آرزو پوری نہیں ہوئی۔ اُس کا ملک اُس کی قوم کے لئے آزاد نہ ہو سکا۔ مگر اس کا پُراسرار خزانہ کبھی کبھی اب بھی مجھے اُس عظیم و خاک صندوق کی یاد آجاتی ہو!

بیسویں صدی کا آدم خور گروہ

یورپ کی زبانوں میں ایک لفظ قدیم سے موجود ہو جس کا لفظی ترجمہ میں Cannibalism ہو۔ یعنی انسانی گوشت کھانے کا مذہب اور طریقہ۔ از منۂ وسطیٰ (ڈارک ایجز) کی تاریخ شہادت دیتی ہو کہ یورپ میں انسانی گوشت کھایا جاتا تھا۔ صلیبی لڑائیوں کے مسیحی مجاہدین جب اسلامی ممالک میں پہنچے تھے تو جب کبھی غذا کی قلت ہوتی انسان کا گوشت کھانا شروع کر دیتے تھے۔ مشہور مورخ گبن اور تجاوز شہادت دیتے ہیں کہ انطاکیہ، طرابلس، عکا، اور بیت المقدس میں صلیبی مجاہدین انسانی گوشت کا علانیہ استعمال کرتے تھے!

لیکن معلوم ہوتا ہو کہ اس مذہب کے پیروؤں سے اب بھی سرزمین یورپ خالی نہیں ہو۔ پچھلی ڈاک کے انگریزی اخبارات میں ایک عجیب تفصیل آئی ہو۔ وسط یورپ سے ایک اخبار لکھتا ہو کہ زیگسیلو میں چھبیس آدمی اس جرم میں گرفتار کئے گئے ہیں کہ ان کی سب زیادہ مرغوب غذا آدمی کا گوشت ہو!

پولیس کی تحقیقات سے ظاہر ہوتا ہو کہ یہ لوگ ایک جنگل کے قریب خیموں میں رہتے تھے۔ اُس طرف سے جو آدمی گزرتا تھا اُسے قتل کرکے کھا جاتے تھے۔ مجرموں نے عدالت میں اقرار کیا کہ انھوں نے

ایک مہینے کے اندر صرف ۹ آدمی نوشجان کئے۔ پانچ عورتیں اور ایک طالب علم! یقیناً انکے نزدیک انسانی گوشت کی ایک خاص قسم طالب علم کا گوشت ہوگا!

اُنھوں نے اپنا عذر یہ بیان کیا کہ "ہم کام نہ ملنے کی وجہ سے بالکل غریب ہو گئے تھے۔ گوشت خرید نہیں سکتے تھے۔ صرف چاول اور آلو پر گزر تھی! مجبور ہو کر یہ طریقہ اختیار کیا"!

اُنھوں نے آدمی شکار کرنے کا طریقہ بھی بتایا ہو: "جب کوئی شخص اُس راستہ پر نکل آتا تھا، ہم اُس سے بڑے اخلاق سے ملتے تھے۔ میٹھی میٹھی باتیں کرتے تھے اور دم دلاسا دیکر اپنے خیموں میں لے آتے تھے۔ پھر اُسے مانوس اور غافل کرنے کے لئے یورپ کی اقتصادی، سیاسی حالت پر گفتگو شروع کر دیتے تھے۔ جب وہ مطمئن ہو کر بیٹھ جاتا اور وقت کے سیاسی مباحث میں غور و فکر کرنے لگتا تو پیچھے سے اُس کے سر پر کلہاڑی مار دیتے تھے۔ پھر اُس کے کباب بنا کر کھا لیتے تھے۔"

اس بیان کی سادگی اور واقعیت کا تو اعتراف کرنا چاہئے۔ لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ کلہاڑی مارنے کے فیصلہ کن عمل سے پہلے "اقتصادی اور سیاسی مباحث" کا تذکرہ کیوں ضروری سمجھا گیا تھا۔

طالب علم جسکی عمر صرف ۸۰ برس ہے!

پچھلے دنوں فرانس کی شہرۂ آفاق یونیورسٹی سوربون کے اعلیٰ علمی امتحان میں ایک طالب علم دیکھا گیا جس کی عمر اس وقت ۸۰ برس ہو۔ حاضرین کو زیادہ حیرت اس لئے بھی ہوئی کہ یہ عجیب طالب علم ملک کا ایک مشہور آدمی ہو۔ اس کا نام مسیو لوئی اینڈریہ ہو۔ یہ فرنچ پارلیمنٹ کا ایک سابق ممبر، پولیس کا سابق کمشنر، اور کسی زمانہ میں فرانس کا دوسرے ممالک میں سفیر بھی رہ چکا ہو!

لوگوں کی حیرت دیکھ کر اُسنے سنجیدگی سے کہا "میں بوڑھا ہو گیا ہوں مگر میرا علمی شغف بدستور جوان ہو!"

اسنے کامل ۳ گھنٹہ امتحان کی کمیٹی کے روبرو زبانی امتحان دیا۔ اور قوی دلائل سے اپنا تاریخی موضوع بحث ثابت کر دیا۔ ممتحنوں نے بڑی سختی برتی اور اعتراض کرنے میں اُس کی عمر کی کوئی رعایت نہیں کی۔ جب پوری طرح اُس کا علمی تبحر ثابت ہو گیا تو فن تاریخ میں ڈاکٹری کی سند دی گئی۔

امتحان کا ایوان بڑے بڑے علما و مشاہیر سے پُر تھا۔ مشہور مسیو کلیمنشو بھی موجود تھے۔ یہ طالب علم کے پرانے دوست ہیں۔ کامیابی پر سب سے پہلے انہی نے تالی بجائی۔ پھر تحسین و آفرین کی صداؤں سے پورا ایوان گونج اُٹھا۔

یہ "طالب علم" اپنی حاضر جوابی میں قدیم سے مشہور ہو۔ اُس کے یہ واقعات تک لوگوں کو یاد ہیں کہ ایک مرتبہ وہ پارلیمنٹ میں تقریر کر رہا تھا۔ ایک ممبر نے اُٹھکر اُس پر اعتراض کرنا شروع کر دیا۔ مقرر نے طعنہ زنی کی راہ سے معترض کو مخاطب کیا: "میں "نامعلوم" ممبر کا نہایت شکر گزار ہوں گا اگر وہ مجھے اپنی تقریر ختم کرنے کی اجازت عنایت فرمائیں" معترض نے غصہ سے کہا "مسیو اینڈریہ! میں نامعلوم نہیں ہوں۔ آپ مجھے خوب جانتے ہیں" مقرر نے فوراً یہ نکتہ جما دیا۔ "میں نے کب کہا کہ آپ میرے لئے "نامعلوم" ہیں۔ البتہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ دنیا کے نزدیک بھی "معلوم" ہیں!"

اہمال

ابلاغ پبلی کیشنز

۸۱

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين (القرآن الحكيم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۳ و ۴ — کلکتہ : جمعہ ۱ - و ۸ - محرم ۱۳۴۶ ھجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 1 & 8. July 1927.

فہرس

پنجاب ھایئکورٹ کا ایک فیصلہ

کیا ھندوستان میں دلآزار اور نفرت انگیز مذھبي حملوں کي روک کیلیے کوئي قانون نہیں ہے ؟

مولانا ابوالکلام نے حسب ذیل تحریر بعض اخبارات میں بغرض اشاعت بھیجي ہے :

جناب من ! بکثرت لوگوں نے بذریعہ خطوط اور تار دریافت کیا ہے کہ " رنگیلا رسول " نامي کتاب کي اپیل کے فیصلہ سے جو صورت حال پیدا ھوگئي ہے ' اسکي نسبت میري رائے کیا ہے ؟ میں چاھتا ھوں مندرجہ ذیل سطور اس بارے میں شائع کردي جائیں :

میرے خیال میں بلاشبہ اس فیصلہ سے وقت کا ایک نہایت ضروري سوال پیدا ھوگیا ہے - وہ صرف مسلمانوں ھي کیلیے نہیں بلکہ اُن تمام لوگوں کیلیے قابل غور ہے جو چاھتے ھیں کہ ملک کي اخلاقي اور دماغي فضا شائستہ اور پاک رہے ' اور لوگ قلم و زبان کي گندگیوں سے آلودہ نہوں - ھندوستان جیسے مختلف المذاھب ملک میں تو صلح و امن کا قیام بھي بہت کچھہ اسي پر موقوف ہے - اگر في الحقیقت اس بارے میں کوئي قانوني روک موجود نہیں ' تو ھمیں منتظر رھنا چاھیے کہ ھر مذھب کا پیرو دوسرے مذھب اور اسکے رھنماؤں کو علانیہ گالیاں دینا شروع کردیگا اور ظاھر ہے کہ اسکے نتائج کیا ھونگے ؟

میں نے کتاب زیر بحث نہیں دیکھي ہے ' لیکن اب اسے دیکھنے کي ضرورت بھي باقي نہیں رھي - جسٹس کنور دلیپ سنگھ اپنے فیصلہ میں تسلیم کرتے ھیں کہ " کتاب یقیناً باني (داعي) اسلام کي ھجو پر مشتمل ہے - طرز تحریر معاندانہ ہے - اور مسلمانوں کے احساسات مجروح ھونے کا احتمال ہے - بلکہ ان کے دلوں میں نفرت کے جذبات پیدا ھونے کا خیال بھي حق بجانب ...

دو نمبروں کا مجموعہ ھونے کي وجہ سے اس نمبر کي قیمت ۷ - آنہ ہے - نہ کہ ۹ - آنہ جیسا کہ لوح پر

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	-	-	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	-	-	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی	-	-	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	-	-	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ، مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

دشمنی اور نفرت کے جذبات بڑھ رہے ہیں اور انکا سب سے بڑا باعث اسی طرح کی مذہبی بد زبانی اور مذہبی دلآزاری کی کوششیں ہیں؟ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ اب مسلمانوں اور آریا سماجیوں سے بھی گزر کر معاملہ مسلمانوں اور ہندوؤں کا بن گیا ہے' اور اس قسم کے حملوں سے روز بروز دونوں جماعتوں کے دلوں کی برگشتگی بڑھ رہی ہے؟ یقیناً جج کی نظر قانون پر رہنی چاہیے - لیکن قانون پر نظر رکھنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ تعزیرات ہند کے صفحات سے باہر کے لیے اپنی آنکھیں میچ لے - یقیناً جج کے لیے ضروری ہے کہ وہ بیرونی اثرات سے متاثر نہو' لیکن بیرونی اثرات سے متاثر نہونے کا یہ منشا نہیں ہے کہ مقدمہ کی نوعیت اور حالات کی افتاد کے لیے بھی اسکے پاس کوئی گوشۂ نگاہ نہو -

یاد رکھنا چاہیے کہ قانون اور اخلاق' دونوں کا حکم بہت حد تک حالات اور گرد و پیش کے تابع ہوتا ہے - ایک ہی فعل ایک وقت اور جگہ میں جرم نہیں ہوتا' مگر دوسری جگہہ اور دوسری حالت میں جرم ہوجاتا ہے - میں تسلیم کرتا ہوں کہ اگر یورپ یا امریکہ میں اس قسم کی کتاب حضرت مسیح کی نسبت لکھی جاے' اور وہاں دفعہ ۱۵۳ الف - کے مضمون کی کوئی دفعہ موجود ہو' تو اسکی زد میں کتاب نہیں آئیگی - اسے قانونی گرفت میں لانے کے لیے کسی دوسرے قانون کی ضرورت ہوگی - یا غالباً گرفت میں لانے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے - لیکن ہندوستان جیسے ملک کی حالت وہاں سے بالکل مختلف ہے - یہاں اگر ایک شخص اسطرح کی مذہبی بد زبانی اور ہجو سرائی کرتا ہے' تو قطعاً اسکے اثرات بہت زیادہ شدید اور بہت زیادہ وسیع ہوتے ہیں' اور اسکی وجہہ سے صرف لکھنے والے ہی کے برخلاف نہیں' بلکہ اسکے ہم مذہبوں کے خلاف بھی نفرت کے خیالات پھیل جاتے ہیں - کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کے عوام کی یہ ذہنیت غلط ہے اور اس میں اصلاح ہونی چاہیے - لیکن میں یاد دلاؤنگا کہ قانون اور عدالت کا فرض اصلاح (ریفارم) نہیں ہے' بلکہ صورت حال کے مطابق لوگوں کے عقائد و جذبات کا اعتراف کرنا ہے - یہ صورت حال اچھی ہو یا بری لیکن موجود ہے یا نہیں؟ اگر موجود ہے' تو جب تک موجود ہے' دفعہ ۱۵۳ - الف کی زد میں اس طرح کے تمام مذہبی حملے آنے چاہئیں - تعزیرات ہند کا مجموعہ ہندوستان کی دماغی اصلاح کیلیے مرتب نہیں ہوا ہے - امن و انصاف کے قیام کے لیے مرتب ہوا ہے - اسے اس سے کوئی غرض نہیں کہ کیا ہونا چاہیے؟ وہ صرف یہ دیکھتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے؟ اور جو کچھہ ہو رہا ہے' اسے ملحوظ رکھتے ہوے باشندوں کے جذبات و مصالح کا کیونکر تحفظ کیا جا سکتا ہے؟

اب دوسری دفعہ ۲۹۸ - پر نظر ڈالیے - اپنے مقصد اور مقصد کے بیان میں یہ کسقدر واضح ہے؟ مگر جسٹس موصوف کہتے ہیں' اس قسم کے افعال کے لیے یہ بھی سودمند نہیں - دفعہ میں "دلآزاری" کا لفظ ہے - وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ کتاب دلآزار ہے - تاہم انکے خیال میں یہ دلآزاری وہ "دلآزاری" نہیں ہے جو ۲۹۸ - میں مقصود ہے - وہ کہتے ہیں کہ اگر اس قسم کی کتابیں اس دفعہ کے ماتحت لائی جائیں' تو نتیجہ یہ نکلیگا کہ ہر طرح کی آزادانہ نکتہ چینی جرم ہوجائیگی - کیونکہ کوئی نکتہ چینی کسی پیشواے مذہب کے خلاف کتنی ہی معتدل کیوں نہو' اس کے پیروؤں کیلیے ضرور دلآزار ہوگی -

مجھے افسوس کے ساتھہ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں جسٹس موصوف کی تنقیح پہلی تنقیح سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے - اگر یہ طرز تنقیح تسلیم کرلیا جاے تو مجھے خوف ہے کہ صرف ۲۹۸ - ہی نہیں بلکہ تعزیرات ہند کی پانچ سو گیارہ دفعات میں سے اکثر دفعات کا نفاذ مشتبہ ہوجائیگا!

تین چیزیں ہیں' اور تینوں کا حکم ایک نہیں ہوسکتا - ایک چیز نکتہ چینی ہے - ایک سخت نکتہ چینی ہے - ایک بدزبانی اور ہجو ہے - دفعہ ۲۹۸ - مذہبی "دلآزاری" کو روکتی ہے - دیکھنا یہ چاہیے کہ ان تینوں قسم کی چیزوں میں سے کونسی چیز اس "قانونی دلآزاری" کے ماتحت آتی ہے؟ بلا شبہہ ہر مذہب کے ماننے والوں میں ایسے غیر روادار لوگ موجود ہیں جو اپنے عقیدہ کے خلاف کسی طرح کی نکتہ چینی بھی نہیں سن سکتے - ہر طرح کی نکتہ چینی ان کے لیے دلآزار ہوجاتی ہے مگر یہ معلوم ہے کہ اس طرح کے معاملات میں قانون کسی خاص انتہائی حالت کا اعتراف نہیں کرتا' بلکہ ہر طرح کی نرم و گرم حالتوں سے ایک معتدل اور مناسب اوسط نکال لیتا ہے - دلآزاری کے احساس کی ایسی حالت ایک انتہائی درجہ کی حالت ہے - قانون اسکا لحاظ نہیں کریگا - وہ ہر طرح کی گرم اور نرم طبائع سامنے رکھکر معلوم کریگا کہ اس بارے میں احساس دلآزاری کا اوسط درجہ کیا ہوسکتا ہے؟ یہ اوسط بالکل واضح ہے - یہ ایک ایسے آدمی یا جماعت کا احساس ہے جو ایک طرف تو ہر انسان کے آزادانہ حق راے زنی کا پورا احترام کرتا ہے دوسری طرف اس حق کا بے اعتدالانہ اور حملہ آورانہ استعمال بھی گوارا نہیں کرتا - ایسے شخص یا ایسی جماعت کیلیے مذہبی نکتہ چینی' اگرچہ کتنی ہی آزادانہ کیوں نہو' کبھی "دلآزار" نہیں ہوسکتی - البتہ ہر طرح کی بد زبانی' ہجو' تذلیل و تحقیر' اور ہنسی اڑانے کی کوشش ضرور "دلآزار" ہوگی - یہی "دلآزاری" دفعہ ۲۹۸ - کی زد میں آتی ہے' اور اگر زیر بحث رسالہ کی روش اور زبان ایسی ہی ہے (اور خود جسٹس موصوف نے تسلیم کیا ہے کہ ایسی ہی ہے) تو پھر کوئی وجہہ نہیں کہ کیوں وہ اس دفعہ کی زد میں نہ آئے؟

بہر حال ہندوستان کی اعلی عدالتوں میں سے ایک عدالت کا فیصلہ اسکے خلاف ہوگیا ہے' اور اب اسکے سوا چارہ نہیں کہ ایک صاف اور غیر مشتبہ قانون کے ذریعہ اسطرح کی مذہبی دلآزاریوں کا (نہ کہ نکتہ چینی کا) سد باب کردیا جاے - ہز ایکسلنسی گورنر پنجاب نے بھی مسلمانان پنجاب کے وفد کا جواب دیتے ہوے اسکی ضرورت تسلیم کرنے پر میلان ظاہر کیا ہے - میں آیندہ زیادہ تفصیل کے ساتھہ اس بارے میں اپنا نقطۂ خیال ظاہر کرونگا -

---

اطلاع

افسوس ہے کہ ہمارا پچھلا اندازہ صحیح نہ نکلا اور طباعت و اشاعت کی مشکلات دور نہ ہوسکیں - اب اسکے سوا چارہ نہ تھا کہ ہر ہفتہ کے پرچے یکجائی نکالدیے جائیں - چنانچہ یہ نمبر ۳ اور ۴ کا مجموعہ ہے جو شائع ہو رہا ہے - اسکے بعض فارم پہلے چھپ چکے تھے جنکی پیشانی پر صرف یکم جولائی ہے - لیکن بعد کو جو فارم چھپے انپر ۱ — ۸ جولائی کردیا گیا ہے - ضخامت بھی اسکی اس سے زیادہ ہے جسقدر آخری صفحہ کے عدد سے معلوم ہوتی ہے - ٹائیپ کے آخری حصہ میں ۱۲ الف - سے ۱۲ د - تک چار صفحے مزید بڑھا دیے گئے ہیں' اور رسالہ کی ضخامت پوری دو جزء کی ہے -

ہمیں اس بد نظمی کے لیے جسقدر افسوس ہے اسکا اظہار الفاظ میں سودمند نہ ہوگا جب تک عمل کے ذریعہ ظہور میں نہ آئے - ہم اس بارے میں بجز اسکے اور کچھہ کہنا نہیں چاہتے کہ انتہائی کوشش جو مطبع کی دقتیں دور کرنے کے لیے کی جاسکتی ہیں ہم کر رہے ہیں' اور انشاءاللہ ہمیں امید ہے کہ یہ اس مطبع کی آخری بدنظمی ثابت ہوگی اور آیندہ ہر نمبر ٹھیک اپنے وقت پر شائع ہوگا -

متعدد باب جو اس وقت تک شروع نہ ہوسکے تھے' وہ بھی آیندہ نمبر کے لیے کمپوز ہو رہے ہیں -

منیجر

وہ کہتے ہیں کہ اس قسم کا فعل دفعہ ۱۵۳ - الف کی زد میں نہیں آتا جو پراسیکیوٹر کے طرف سے لگائی گئی ہے - کیونکہ انکے لفظوں میں "یہ دفعہ ایسے وسیع مفہوم کیلیے وضع نہیں ہوئی ہے - یہ صرف اسلیے وضع ہوئی ہے کہ کسی شخص یا جماعت پر جو اسوقت زندہ موجود ہے کسی کو حملہ کرنے کی جرأت نہو - گذشتہ مذہبی رہنماؤں کے خلاف حملے ' اگرچہ کیسے ہی شرارت انگیز اور سفیہانہ کیوں نہوں ' اسکے مفہوم میں داخل نہیں ہوسکتے "

دوسرے لفظوں میں جسٹس موصوف کی راے یوں بیان کی جا سکتی ہے "۱۵۳ - الف کا تعلق ایسی تحریر و تقریر سے ہے جسکے ذریعہ کسی جماعت کے خلاف دوسری جماعت میں دشمنی و نفرت پیدا کی جاے - لیکن اگر ایک شخص کسی مذہب یا بانی مذہب کے خلاف بد زبانی کرتا ہے ' تو اسے یہ نہیں قرار دیا جا سکتا کہ اُس نے دو جماعتوں کے اندر دشمنی و نفرت پیدا کرنی چاہی ہے - کیونکہ یہ ایک شخص کا ذاتی فعل ہے - اسکی وجہ سے خود اُسکی ذات اس مذہب کے پیرؤں کے نزدیک قابل نفرت ہو جاسکتی ہے' لیکن اسے " دو جماعتوں میں دشمنی و نفرت پیدا کرنا " نہیں کہا جاسکتا -

نتیجہ اس سے یہ نکلا کہ جسٹس موصوف نے دو صورتیں قرار دی ہیں : ایک یہ کہ مثلاً ایک شخص کوئی ایسی کتاب لکھے جس سے مسلمانوں کے خلاف ہندؤں کے اندر یا ہندؤں کے برخلاف مسلمانوں کے اندر دشمنی و نفرت پیدا ہو سکتی ہے - دوسری صورت یہ ہے کہ کسی مذہب یا بانی مذہب کے خلاف دلازار حملہ کیا جاے - وہ کہتے ہیں دفعہ ۱۵۳ - الف کا تعلق پہلی صورت سے ہے - دوسری صورت سے نہیں ہے -

اس میں شک نہیں کہ یہ دونوں صورتیں مختلف ضرور ہیں - اس میں بھی شک نہیں کہ دفعہ ۱۵۳ - الف کا ابتدائی مفہوم جماعتوں سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ افراد سے - لیکن اسکے ساتھہ ہی میں انکے اس خیال سے متفق نہیں ہوسکتا کہ زیر بحث معاملہ پر اس دفعہ کی زد نہیں پڑتی اور وہ اس دائرۂ اثر سے بالکل باہر ہے -

بلاشبہ میں ماہر قانون نہیں ہوں - میں یہ بھی پسند نہیں کرونگا کہ جسٹس موصوف کی قانونی قابلیت کے اعتراف میں کوتاہی کروں - لیکن میں سمجھتا ہوں ' معاملہ اسقدر صاف اور واضح ہے کہ اسمیں کسی طرح کی قانونی موشگافی کی ضرورت ہی نہیں ہے - ہر شخص جو قانون کے منشاء ' الفاظ ' اور حالات پر معمولی درجہ کی نظر بھی رکھتا ہے ' بغیر کسی کاوش کے معلوم کرلے سکتا ہے کہ جسٹس موصوف کی نظر صرف ایک ہی پہلو پر گئی ہے - دوسرا پہلو اُنہوں نے نظر انداز کردیا ہے -

علاوہ بریں اگر دفعہ ۱۵۳ - الف کی زد اسطرح کے افعال پر نہیں پڑتی تو دفعہ ۲۹۸ - بھی موجود ہے - لیکن مشکل یہ ہے کہ جسٹس موصوف کی تنقیم میں اسطرح کے معاملات دفعہ ۲۹۸ - کے ماتحت بھی نہیں آسکتے -

پہلے میں چند الفاظ ان دونوں دفعات کی نسبت کہنا چاہتا ہوں -

سنہ ۱۸۶۸ - میں جب ایکٹ نمبر ۴۵ - یعنی مجموعہ تعزیرات ہند نافذ ہوا ' تو اس میں کوئی دفعہ ایسی موجود نہ تھی جسکے ذریعہ " مختلف طبقات میں دشمنی و نفرت پیدا کرنے " کے افعال صاف اور صریح لفظوں میں روکے جاسکیں - اسمیں آٹھواں باب ان جرائم کی نسبت موجود تھا جو آسودگی عامۂ خلائق میں خلل انداز ہوسکتے ہیں - لیکن اسکی تمام دفعات زیادہ تر بلوے اور بلوے کے اشتعال وغیرہ سے تعلق رکھتی تھیں - البتہ ایک باب " جرائم متعلق مذہب " موجود تھا - اسمیں ۲۹۵ - سے لیکر ۲۹۸ - تک چار دفعات رکھی گئی تھیں - پہلی دفعہ کا تعلق مذہبی معابد اور متبرک مقامات کی توہین سے تھا - دوسری کا مذہبی اعمال و رسوم سے ' تیسری کا اموات و قبور سے - چوتھی دفعہ ۲۹۸ - تھی ' اور اُس کے الفاظ یہ تھے :

" جو شخص سونچ بچار کر مذہب کی نسبت کسی شخص کا دل دکھانے کی نیت سے کوئی بات کہے ' یا کوئی آواز نکالے ' یا کوئی حرکت کرے ' یا کوئی چیز سامنے لائے ' تو شخص مذکور کو دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی قید کی سزا دی جائیگی "

واضعان تعزیرات ہند نے خیال کیا تھا کہ یہ دفعات کافی ہیں ' لیکن بعد کو تجربے سے معلوم ہوا کہ کافی نہیں ہیں - سنہ ۱۸۹۸ - میں ایکٹ نمبر ۴ - کے ذریعہ تعزیرات ہند کی ترمیم کی گئی اور دفعہ ۱۵۳ - الف - کا اضافہ کیا گیا میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس دفعہ کے الحاق سے اصلی مقصود گورنمنٹ کی سیاسی اغراض کا پورا کرنا تھا ' لیکن میں یہ تسلیم نہیں کرسکتا کہ اِس کا دائرہ اس درجہ تنگ ہے جس درجہ جسٹس موصوف نے قرار دیا ہے - اس دفعہ کے الفاظ یہ ہیں :

" جو کوئی ایسی باتوں کے ذریعہ جو تلفظ سے ادا کی جائیں ' یا لکھی جائیں ' یا اشاروں کے ذریعہ ' یا نقوش مرئیہ کے ذریعہ ' یا اور کسی ذریعہ سے ملک معظم کی رعایا کے مختلف طبقات کے درمیان دشمنی یا نفرت کے خیالات بڑھائے ' یا بڑھانے کا اقدام کرے ' تو اُسے ایسی قید کی سزا دی جائیگی ...... الخ "

اب تعزیرات ہند میں دو دفعہ ہوگئیں - ۲۹۸ - اور ۱۵۳ - الف -

پہلی دفعہ ہر طرح کی مذہبی " دلازاری " کو جرم قرار دیتی ہے جو عمداً عمل میں لائی جائے - دوسری دفعہ ہر ایسے فعل کو جس کے ذریعہ برطانی ہندوستان کی دو مختلف جماعتوں کے درمیان دشمنی اور نفرت کے خیالات پیدا ہوں یا ہوسکتے ہوں ' تعزیری جرائم میں شمار کرتی ہے -

میں نے اپنی عادت کے خلاف بار بار یہ دفعات پڑھیں اور صورت حال پر غور کیا میں کوئی معقول وجہ نہیں دیکھتا کہ اس قسم کی تحریریں جیسی کہ زیر بحث تحریر ہے ' کیوں ان دونوں دفعات کی زد میں نہیں آتیں ؟ جسٹس دلیپ سنگھ کہتے ہیں " اگرچہ کتنی ہی دلازار اور سفیہانہ کیوں نہ ہوں' اس کی زد میں نہیں آتیں " مگر میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ اگرچہ کتنی ہی کم دلازار اور کم سفیہانہ کیوں نہو ہوں لیکن اگر وہ واقعی دلازار اور سفیہانہ ہیں ' تو ان دفعات کی زد سے بچ نہیں سکتیں -

امر تنقیح طلب صرف یہ ہے کہ اس قسم کی چیزوں سے " دو مختلف جماعتوں میں دشمنی اور نفرت کے خیالات " پیدا ہوتے ہیں یا نہیں ؟ نیز اس سے " کسی فرد یا جماعت کی دلازاری " ہوتی ہے یا نہیں ؟ سب سے پہلے دفعہ ۱۵۳ - الف کو لیجیے - جسٹس موصوف کی نظر صرف فرد اور جماعت کے فرق کی طرف گئی ہے - بلاشبہ یہ فرق پیش نظر رکھنا چاہیے - مگر سوال یہ ہے کہ دفعہ کا منشا صرف فعل کی صورت اور اُسکی لفظی نسبت سے تعلق رکھتا ہے ' یا اُسکا زور فعل کے اثر اور نتائج پر ہے ؟ اگر جواب اثبات میں ہے ' اور میں امید کرتا ہوں کہ قانونی نقطۂ خیال سے اسکا صرف یہی جواب ہوسکتا ہے ' تو پھر معاملہ کا فیصلہ نہایت آسان ہے - یہ کوئی نظری مسئلہ نہیں ہے - تمامتر واقعہ سے تعلق رکھتا ہے - دیکھنا یہ چاہیے کہ اس قسم کی مذہبی بد زبانی اور ہجوگوئی کا برطانی ہندوستان کی مختلف جماعتوں میں کیا اثر پیدا ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے ؟ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ برسوں سے ملک کی دو جماعتیں یعنی مسلمانوں اور آریا سماجیوں میں باہمدگر

آئرلینڈ کا ایک عملاق جس کا قد ۲۵۵ سنٹي ميٹر تها -

انک جرمن عورت جس کا قد ۲۲۵ سنٹي ميٹر تها

عماليق يا دراز قد آدمی

درازي قد كي علمي توجيهه

قد كي درازي اگر ايک خاص معتدل حد تک هو تو حسن و جمال كي دلاويزيوں ميں سے شمار كي جاتي هے - خواجه حافظ نے اسي قد كي درازي ميں اپني " عمر دراز " كي " كوتاهی " كا پيغام سنا تها :

بالا بلند ' سروقد خوش خرام من
كوتاه كرد قصۂ عمر دراز من !

ليكن يهي " بالا بلندي " جب حد سے گزر جاتي هے تو حسن و دلاويزي كي جگه عجائب الخلقة ميں شمار هونے لگتي هے - مختلف قوموں ميں ايسے عجيب الخلقة دراز قد آدمي پائے گئے هيں اور اب بهي پائے جاتے هيں - عربوں كي ايک قديم شاخ نے مصر پر حمله كيا تها - اسكے اكثر افراد قد آور تهے - اسي ليے عربي ميں انكا نام " عماليق " پڑ گيا تها - غير معمولي دراز قد كو عربي ميں " عملاق " كهتے هيں -

تهوڑي مدت گزري نيويارک ميں ايک عجيب آدمي ظاهر هوا تها اسكي عمر ۲۴ سال تهي - يه شخص اِس قدر لانبا تها كه جب موٹر ميں بيٹها تو اُسكي چهت ميں سوراخ كرنا پڑا تاكه اُسكا سر باهر نكلا رهے - كيونكه وه كسي طرح بهي موٹر ميں سما نه سكا تها - بازاروں ميں لوگوں نے اُسے ديكها تو تصويريں لينے لگے - اُسكا قد ۸ - فٹ تها !

سنه ۱۹۲۴ع ميں ومبلي (لندن) كي مشهور نمائش ميں ايک عملاق نمودار هوا تها - اسكي عمر صرف ۲۳ سال تهي مگر قد دو ميٹر ۸۴ - سنٹيمٹر تها - يه لندن اِس لئے آيا تها كه اجرت ليكر اپني نمائش دے - وه اپنے قد كي درازي كي وجه سے هميشه اپني خاص چارپائي اور پاني كا ٹب ساتهه ركهتا تها - كيونكه يه دونوں چيزيں اُسكے مناسب حال كهيں بهي دستياب نهيں هوتي تهيں - اِسكي خوراک كتني تهي ؟ اسكا اندازه اِس سے هو سكتا هے كه اُسكے روز كے ناشته ميں ۱۵ - انڈے ' ۳ - بڑي مچهلياں ' ۵ - پليٹ سالن كے ' ۱۲ - روغني ٹكياں ' اور ۸ - پياليں چاے كي هوتي تهيں !

آج كل يورپ كے بعض علمي رسائل ميں يه بحث چهڑ گئي هے كه اس طرح كي غير معمولي دراز قدي كي علت كيا هے ؟

عام طور پر علماء كا خيال هے كه اِسكي علت دماغي گلٹي هے - مشاهده سے معلوم هوچكا هے كه هر انسان ميں دماغ كے نيچے اور ناک كے پيچهے ايک گلٹي هوتي هے - اسے عربي ميں " الغدة النكفية " اور انگريزي ميں Parotid gland كهتے هيں - يهي گلٹي قد كي كمي بيشي كي علت هوا كرتي هے -

انساني جسم گلٹيوں سے بهرا پڑا هے - يهي آسے قائم ركهتي هيں اور اُسكے اجزاء سے جسم كا توازن برقرار رهتا هے - چنانچه فربهي و لاغري ' بلند قامتي و پسته قدي ' ذهانت و بلادت ' دوران خون كي تيزي و سستي ' سب كا تعلق انهي گلٹيوں سے هے - اس دماغي گلٹي كا ايک اهم كام يه بهي هے كه وه ايسے مواد خارج كرتي رهتي هے جو خون كے ساتهه جاري رهتے اور هڈياں بڑهاتے رهتے هيں - جب اِن مواد كا اخراج كم هو جاتا هے تو انسان پسته قد ره جاتا هے - جب ضرورت سے زياده هو جاتا هے تو هڈياں غير معمولي طور پر لمبي هو جاتي هيں اور آدمي كا قد بهي بهت بڑه جاتا هے -

يه دماغي گلٹي دو حصوں ميں منقسم هے : ايک حصه آگے هوتا هے - دوسرا پيچهے هوتا هے - دونوں ايک عظمي (هڈي كے) صندوقچه ميں بند هوتے هيں - يه صندوقچه كهوپڑي كے اندر بطور ايک چهوٹي سي كوٹهڑي كے ركها هوتا هے - رونٹجن شعاعوں كے ذريعه تحقيق هوا هے كه لانبے آدميوں

موجوده زمانے كا سب سے بڑا عملاق ايک روسي مافنوف نامي هے - قد ۲۸۵ سنٹي ميٹر -

بلسا لئے - معلوم هوتا هے ريگ كے بوجهه سے اِنكا چهلكا چٹک گيا تها اور ريگ كے ذرے اندر پهنچ گئے تهے - امتداد زمانه سے اندروني اور بيروني دونوں حصے پتهرا گئے هيں اور لكهوكها برس سے قائم هيں -

اِسكے علاوه بعض اور يادگاريں بهي دستياب هوئي هيں - شايد وه اِن انڈوں سے بهي زياده قيمتي ثابت هوں - وه يادگاريں پتهرائے هوئے انساني دانت هيں اور كئي هزار برس كے پرانے هيں - وهاں انكي موجودگي اِس بات كا قطعي ثبوت هے كه كسي زمانه ميں يه صحرا انسانوں سے معمور تها - تحقيقات سے ثابت هوا هے كه يه دانت

غاروں ميں رهنے والے انسانوں كے نهيں هوسكتے (كيونكه اُن زمانوں ميں زمين پر غار موجود هي نه تهے) خيال كيا جاتا هے يه انسان نهروں اور جهيلوں كے كنارے رهتے هونگے - مكان بهي نه تهے - آسمان كي چهت كے نيچے سوتے هونگے - اُسكے بعد بتدريج گهر بنانا شروع كيا - پهر پتهر كے اوزار طيار كئے - اِسي لئے اُس عهد كو " عهد حجري " كهتے هيں -

يه تحقيقاتي كميشن اِس صحراء ميں ابهي تين سال اور رهيگا - اُسے يقين هے كه مزيد تحقيقات كا دروازه عنقريب كهلنے والا هے دنيا كا تمام حلقۂ علم اسكے آخري نتائج كي راه تک رها هے -

مذاکرہ علمیّہ

انسان کي تخلیق و ظہور کا اولین محل

(صحراء "گوبي" انسانیت کا اولین گہوارا ہے)

ایک نیا نظریہ

صحراء "گوبي" واقع منگولیا میں یورپین علماء کي ایک جماعت تحقیقات میں مصروف ہے - اسکي غرض یہ جدید نظریہ ثابت کرنا ہے کہ یہي صحراء انسانیت کا اصلي گہوارہ ہے - یہیں سے نکل کر انسان کي نسل تمام دنیا میں پھیلي ۔

اس جماعت کے صدر پروفیسر انڈروز نے یورپ و امریکہ کے علمي رسائل میں حسب ذیل بیان شائع کیا ہے :

"اس بات کے ثبوت میں متعدد دلائل موجود هیں کہ انسان نے اپني سب سے پہلي نشوونما صحراء گوبي میں حاصل کي ہے - یہ ثابت هوچکا ہے کہ ان نہایت پرانے زمانوں میں جبکہ تمام یورپ اور امریکا برف سے ڈھکا هوا تھا' وسط ایشیا میں ایک خطہ ایسا موجود تھا جو طوفان برف سے محفوظ تھا - یہ خطہ یہي صحراء تھا - اس وقت صرف یہي ایک زمین زندگي کي نشوونما کي صلاحیت رکھتي تھي -

پھر ہمارے سامنے اس امر کے بھي دلائل موجود هیں کہ انسان جس راستہ سے دنیا کے دوسرے خطوں میں آباد هونیکے لیے پہنچا' وہ راستہ یورپ اور امریکا کے درمیان واقع تھا - علماء کو فرانس اور امریکا کي زمینوں کے اندر سے ایسے آثار دستیاب هوے هیں جو باهمدگر پوري مشابہت رکھتے هیں' اور صاف بتا رہے هیں کہ انکي اصل اور سرچشمہ ایک هي ہے - نیز انسے یہ بھي ظاهر هوتا ہے کہ وہ وسط ایشیا سے تعلق رکھتے هیں -

اکثر علماء یقین کرتے هیں کہ ہماري زمین ایک کروڑ برس پہلے عظیم الخلقت حیوانوں سے آباد تھي - یہ تمام حیوان نابود هوگئے - بعض کي هڈیاں ملتي هیں - انمیں سب سے اهم حیوان وہ تھے جنھیں آجکل علماء علم حیوان "ڈینو سر" اور "مستودن" کے نام سے موسوم کرتے هیں - صحراء گوبي ان حیوانوں سے لبریز تھا - اسي نامعلوم زمانہ میں وہ منتشر هوے - ایک طرف سے چین پہنچے' دوسري طرف سے امریکا میں وارد هوے - یہي سبب اس مشابہت کا ہے جو امریکا اور مشرق قریب کے زیر زمین آثار میں هم دیکھ رہے هیں ۔

ممکن ہے اعتراض کیا جائے کہ ایسے بے آب و گیاہ ریگستان میں زندگي کیونکر قائم رہ سکتي ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ تقریباً ایک کروڑ سال پہلے یہ صحراء ریگستان نہ تھا - بلکہ سرسبز و شاداب علاقہ تھا - هر طرف درختوں کي کثرت تھي' دریا بہہ رہے تھے' زمین صاف تھي' اور پھلوں اور ترکاریوں سے لبریز تھي - اس وقت یہ صحراء انسان کے ظہور اور نشوونما کیلیے سب سے زیادہ موزوں مقام تھا ۔

زندگي یہاں برابر بڑھتي اور ترقي کرتي رهي - یہانتک کہ رینگنے والے جاندار ظاهر هوے - پھر چھاتیاں رکھنے والے حیوان پیدا هوے - پھر انسان نے ظہور کیا - قدیم انسان موجودہ انسان سے کسي قدر مختلف تھا - امتداد زمانہ کے ساتھہ ساتھہ اسنے بھي ترقي کي - اسکي نسل بڑھتي گئي - یہانتک کہ یہ علاقہ اسکے لیے ناکافي هوگیا - پھر یہ مصیبت بھي پیش آئي کہ یہاں کا جنگل خشک هونا شروع هوگیا - آهستہ آهستہ درخت سوکھنے لگے - پاني کم هونے لگا - مجبوراً انسان نے هجرت کي' اور یہ جنگل ریگستان هو کر رهگیا جیسا کہ اس وقت هم دیکھہ رہے هیں ۔

یہاں سے نکل کر انسان سب سے پہلے چین' هندوستان' روس' فرانس' جرمني' برطانیا' اور امریکا پہنچا - اسکي جماعتیں برابر آگے بڑھتي اور نئي نئي زمینیں تلاش کرکے آباد هوتي گئیں - حتی کہ تمام قابل بود و باش سرزمینوں پر اسکا قبضہ هوگیا "

یہ اس جدید نظریہ کا خلاصہ ہے - پروفیسر انڈروز کي جماعت بحث و تفحیص کے بعد ایسے نتائج پر پہنچي ہے جو اس نظریہ کي پر زور تائید کرتے هیں - چنانچہ اسے "ڈینوسر" اور "مستودن" اور چھاتي رکھنے والے حیوانات کي هڈیاں ملي هیں - ان هڈیوں کي کثرت اس یقین پر مجبور کرتي ہے کہ یہ حیوانات اس صحراء میں باهر سے آئے هوے مسافر نہیں تھے - بلکہ مقیم تھے - یہ مان لینے کے بعد قدرتي طور پر یہ بھي تسلیم کرلینا پڑیگا کہ اس وقت یہ مقام صحراء نہ تھا - سرسبز جنگل تھا - اور بعض کا اندازہ ہے کہ بعض حیوانوں کي بلندي چھہ میٹر سے بھي زیادہ تھي ۔

اس تحقیقاتي کمیشن کو سب سے اهم چیز جو هاتھہ لگي ہے' وہ ڈینو سر جانور کے انڈے هیں - ایسے قرائن موجود هیں جنسے خیال کیا جاتا ہے کہ ڈینو سر کي مادہ نے حسب عادت ریت کے گڑھے میں انڈے دیے تھے - مگر اچانک آندھي آئي اور ریگ نے انڈوں کو چھپا لیا - لاکھوں برس نیچے رهنے کے بعد بالآخر یہ انڈے

صحراء گوبي کے ایک سرسبز گوشہ کا منظر

عمدگی سے کیے جاسکتے ہیں - لیکن اگر دوسری صورت ہوتی ہے تو حیوان سے کام لیتا ہوں - مثلاً اُن مقامات میں جہاں ریل اور سڑکیں نہیں ہیں باربرداری کا کام جانور زیادہ اچھا کرسکتے ہیں - آخری درجہ میں انسان سے کام لیتا ہوں - یہ اصول اگرچہ ہمارے اسلاف دو معلوم تھا مگر اُن سے عملاً کام لینا صرف پچاس برس ہی سے شروع ہوا ہے -

اب غور کرنا چاہئے ' اہل و قابل اشخاص کا انتخاب کیونکر کیا جاے ؟ فرض کرو ' حکومت امریکا کو ایک مرد یا عورت کی ضرورت ہے - امریکا کی آبادی دس کرور ہے - وہ کیا صفتیں ہیں جو مطلوبہ مرد اور عورت میں ہونی چاہئیں ؟

عام طور پر پہلی شرط یہ قرار دی جاتی ہے کہ وہ شخص امریکن ہو - یہیں پیدا ہوا ہو' یا امریکن قومیت اختیار کرچکا ہو - دوسری شرط یہ سمجھی جاتی ہے کہ اُسکی عمر سولہ برس سے زیادہ اور ساٹھہ سے کم ہو - اِس شرط کی رو سے دو ثلث آبادی دائرۂ انتخاب سے باھر نکل جاتی ہے -

حالانکہ انتخاب میں ہمیں کسی ایک شرط یا صفت ہی پر اڑ جانا نہیں چاہئے - کیونکہ کبھی عمر کا معاملہ قومیت سے زیادہ اہم ہوتا ہے - کبھی تربیت ' قدرتی قابلیت سے زیادہ کار آمد ہوتی ہے - کبھی تجربہ ' قابلیت سے زیادہ ضروری ہوتا ہے - ہمیں اگر اصلح انسان کی ضرورت ہے تو اسکے لیے قومیت ' وطنیت ' اور عمر کی شرطیں ابتدائی شرطیں کیوں سمجھی جائیں ؟

طویل غور و فکر اور تجربہ کے بعد میں نے انسانی انتخاب کا ایک پیمانہ طیار کیا ہے - اُسمیں ۲۳ - درجے رکھے ہیں - انتخاب کے وقت اِس پیمانہ سے فائدہ اٹھانا چاہئے - ذیل میں اُسکی تفصیل ملاحظہ ہو :

(۱) قومیت (۲) نسل
(۳) شہریت (۴) عمر
(۵) ابتدائی تربیت یا وراثت (۶) ذہنی قابلیت
(۷) جسمانی قابلیت (۸) عملی قابلیت
(۹) اولین ماحول (۱۰) تعلیم
(۱۱) عام تربیت (۱۲) تجربہ
(۱۳) فطری قابلیت (۱۴) فنی مہارت
(۱۵) مزاج (۱۶) سیکھنے کی قابلیت
(۱۷) حرکات وسکنات (۱۸) علم ذہنی یا بدنی شکل
(۱۹) قد و قامت (۲۰) سختی یا نرمی
(۲۱) رنگ (۲۲) کاٹھی
(۲۳) مجموعی ہیئت

جب مجھے کسی آدمی کی ضرورت ہوتی ہے تو میں یہ پیمانہ سامنے رکھہ لیتا ہوں اور ہر شخص کو اِن تیئیس وجوہ انتخاب کی بنا پر جانچتا ہوں - جسکے نمبر زیادہ نکلتے ہیں ' اسے انتخاب کرلیتا ہوں - البتہ جانچنے والے کیلیے بھی صاحب نظر ہونا ضروری ہے -

عام طور پر لوگ انتخاب میں فنی مہارت (اکسپرٹ نس) کو دیکھتے ہیں اور دوسری تمام صفات نظر انداز کر جاتے ہیں - حالانکہ یہ سخت غلطی ہے - جانور اور چوپاں پالنے والے مذکورہ بالا صفات تمام کے تمام ملحوظ رکھتے ہیں - کیونکہ وہ سب ضروری ' اور انسان و حیوان کے مفید و مضر ہونے کا سبب ہوتی ہیں -

ان تیئیس وجوہ انتخاب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ ان میں کچھہ تو ایسے ہیں جنکے لیے خارجی معلومات حاصل کرنے کی ضرورت ہوگی - مثلاً تعلیم ' جنسیت ' تربیت وغیرہ - اور کچھہ ایسے ہیں جنکے لیے بے خطا قیافہ شناسی کی ضرورت ہوگی - قیافہ شناسی کی یہ استعداد بغیر اسکے حاصل نہیں ہوسکتی کہ انسانی دماغ و جسم کے علوم میں سے ہر علم سے ضروری واقفیت حاصل کرلی جاے -

انسانی مزاج اور قابلیت کا صحیح طور پر معلوم کرنا بہت مشکل ہے - قد و قامت ' رنگ روپ ' اور جسم کی کاٹھی سے بھی طبیعت کا اندازہ کرنا آسان نہیں - اِس بارے میں انسان ' حیوان سے بہت کچھہ مختلف ہے - طویل تجربہ کی ضرورت ہے کہ انسان ' انسان شناس نگاہ پیدا کرلے - بارہا ایسا ہوا کہ میں کسی مرد کی ذہانت یا کسی عورت کے حسن سے دھوکا کھا گیا ہوں -

اِنہی تجربوں کی بنا پر میری پختہ راے ہے کہ اگر کسی شخص کے متعلق یقین ہوجائے کہ وہ زندگی بھر کام میں لگا رہے گا ' تو اُسکے امتحان میں دس بیس ہزار ڈالر اور چار پانچ سال خرچ کر ڈالنا کچھہ بیجا نہ ہوگا -

بلا شبہ مناسب اور اصلح آدمی کا انتخاب مشکل ہے - لیکن مذکورہ بالا پیمانہ اگر کام میں لایا جائے تو بڑی حد تک آسانی ہوجاتی ہے اور انتخاب میں زیادہ غلطی نہیں ہوتی -

(ایک مثال)

کچھہ مدت ہوے ریلوے میں ایک معمولی جگہ خالی ہوئی تھی - اسکے لئے آدمی کا انتخاب میرے سپرد کیا گیا - میں نے اخبارات میں حسب ذیل اعلان شایع کیا :

" ریلوے میں کام کرنے کیلئے ایک امریکن نوجوان کی ضرورت ہے - اُسے تجربہ کار اور خوش اخلاق ہونا چاہئے - ساٹھہ ڈالر تنخواہ دی جائیگی - تین مہینے امتحان کیا جائیگا - پھر اضافۂ و ترقی کا سوال پیدا ہوگا - درخواست کرنے والوں کو اپنی تین تصویریں بھیجنی چاہئیں : ایک اپنے رخسار اور کنپٹی کی - دوسری پورے چہرہ کی - تیسری پورے قد کی "

تین سو درخواستیں آئیں اور چھہ گھنٹے معاینہ میں صرف ہوئے - ۲۹۰ - میں نے پہلی ہی نظر میں مسترد کردیں - کیونکہ اُنکی شکلوں میں کوئی نمایاں عیب موجود تھا - بعضوں کے لباس اور خط و خال سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ محض ناکارہ ہیں - بعضوں کی ہیئت اور قطع بتلا رہی تھی کہ بڑے ضدی ہیں - سیکھنے کی قابلیت نہیں رکھتے - بعضوں کے دل و دماغ اور اخلاق کی کمزوری عیاں تھی -

باقی دس تصویروں کی میں نے پوری دیدہ ریزی سے جانچ کی - دو آدمی مطلوب تھے - مگر جانچ میں چار پورے اترے - اور تجربہ نے بتا دیا کہ میری جانچ درست تھی - خود آدمیوں سے ملاقات کرنے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ اُن کی تصویریں منگا لی جائیں اور اُنکا دقت نظر کے ساتھہ مطالعہ کیا جاے "

(چار تصویریں)

اسکے بعد مصنف نے نو آدمیوں کی تصویریں درج کی ہیں اور ہر تصویر کے نیچے صاحب تصویر کے اوصاف بھی درج کردیے ہیں :

(۱) دماغی آدمی --- یہ شکل ایک ایسے آدمی کی ہے جو سنجیدہ ' مطمئن ' حلیم ہے - کم منفعل ہوتا ہے - زیادہ غور کرتا ہے - سوچ سمجھکر راے قائم کرتا ہے اور اُس سے کبھی ہٹتا نہیں - حال سے زیادہ ماضی پر نظر رکھتا ہے - سست عمل ہے - مگر ہوشیاری سے کام کرتا ہے - ہمیشہ ایک ہی طریقہ پر رہتا ہے -

مطبوعات جدیدہ

قابلیت کا مقیاس و میزان

انسان کے انتخاب میں انتخاب اصلح

ہر شخص جانتا ہے کہ دنیا میں وہي کام کامیاب ہوسکتا ہے جسے اُس کا اہل اور قابل آدمي انجام دے - بہتر سے بہتر کام بھي کامیاب نہیں ہوگا ' اگر اسکے لیے اہل آدمي میسر نہ آئینگے -

لیکن ہر کام کیلئے اُسکي ضرورت کے مطابق اہل آدمي کیونکر چنا جائے ؟ اسکا فیصلہ آسان نہیں ہے -

دنیا میں قدرت الہي کے قوانین عمل میں سے ایک قانون " انتخاب اصلح " کا ہے - یعنے قدرت ہر چیز میں اصلح اور بہتر کو چھانٹ لیتي ہے - غیر صالح اور کمتر کو چھوڑ دیتي ہے - زندگي ' صحت ' طاقت ' اور کامراني کي ساري بنیاد اسي قانون پر ہے - افسوس انسان کي نا مرادي پر ' اگر وہ خود اپني جنس کے انتخاب میں ایسا نہ کرسکے !

موجودہ زمانے میں " اہل آدمي کا انتخاب " ایک مستقل علمي موضوع ہو گیا ہے - اسکے بڑے بڑے ماہر فن ہیں - حال میں اس فن کے ایک بہت بڑے امریکن ماہر نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھي ہے جو امریکہ کي ایک تجارتي انجمن کے اہتمام سے شائع ہوئي ہے - یہ دراصل اُن مقالات کا مجموعہ ہے جو مصنف کتاب نے وقتاً فوقتاً اس موضوع پر لکھے تھے ' اور امریکہ کے مختلف علمي رسائل میں شائع ہوے تھے - کتاب نہایت مفید اور دلچسپ ہے ' اور چونکہ ایک خالص نظري مسئلہ کو عملي اصول و قواعد کي شکل دي گئي ہے ' اسلیے علمي حلقوں نے اُس کا نہایت پرجوش استقبال کیا ہے - ہم وقتاً فوقتاً اسکے بعض ضروري مباحث الہلال میں شائع کرتے رہینگے - آج اسکے بعض ابتدائي مباحث کا ترجمہ ہدیۂ قارئین کرتے ہیں -

پہلے باب میں انتخاب اہل کي ضرورت پر بحث کرتے ہوے مصنف لکھتا ہے :

(انتخاب اصلح)

" تمام کام جبھي انجام پاسکتے ہیں جب اہل آدمیوں کے سپرد کیے جائیں ' ورنہ آلات کي ایجاد ' بجلي کے استعمال ' اور کوئلہ کي کفایت سے کوئي فائدہ حاصل نہ ہوگا - یہ چیزیں کام میں مدد دیتي ہیں ' لیکن کام کو کامیاب نہیں بنا سکتیں - کامیابي صرف اہل و اصلح کارکنوں کے انتخاب پر موقوف ہے .

ہم ہر چیز انتخاب کرتے ہیں - کوئي چیز خرید انتخاب کرکے خریدتے ہیں - تم بازار میں ایک دانہ سیب لیدے جاتے ہو تو ایک ایک چن کر لیتے ہو - یہ نہیں کہتے کہ سب سیب ہي ہیں ' بغیر انتخاب کے لے لیں - یہي حال آدمیوں کا بھي ہے - سیب کي طرح سب آدمي بھي یکساں نہیں ہوتے - کچھہ اچھے ہوتے ہیں ' کچھہ برے - کچھہ اہل ہوتے ہیں ' کچھہ نا اہل - لہذا انمیں بھي انتخاب ہونا چاہئے - اچھا اور قابل لے لینا چاہئے - برا اور نا کارہ چھوڑ دینا چاہئے - پھر محض اتناهي کافي نہیں ہے کہ اہل و قابل کا انتخاب کرلیا جاے ' بلکہ اُسے اُسي حیثیت میں بھي رکھنا چاہئے جسکا وہ مستحق ہے - مثلاً اگر ایک موسیقي داں کو موسیقي کي خدمت کیلئے منتخب کیا جائے ' تو اُسے در بدر پھرکر روٹي کمانے سے مستغني کردینا بھي ضروري ہے - تاکہ بے فکر ہوکر اپني پوري قابلیت سے فائدہ پہنچاسکے "

(معیار انتخاب)

اسکے بعد اس سوال پر بحث کرتے ہوے - کہ " ہر کام کیلئے اہل اور صالح شخصیت کے انتخاب کیلئے کوئي معیار اور قاعدہ بن سکتا ہے یا نہیں " ؟ - لکھتا ہے :

" میرے دفتر میں چالیس آدمي کام کرتے ہیں - جب میں کوئي نیا کام شروع کرتا ہوں اور نئے آدمیوں کي ضرورت محسوس ہوتي ہے ' تو سب سے پہلے غور کرتا ہوں کہ یہ کام آلہ کے ذریعہ سے کیا جاسکتا ہے ' حیوان کے ذریعہ ' یا آدمي کي ضرورت ہے ؟ اگر پہلي صورت ممکن ہوتي ہے تو وہي کام میں لاتا ہوں - کیونکہ آلات حیوان و انسان سے بہتر کام کرتے ہیں - مثلاً پن چکي ' آب پاشي ' بھاري بوجھہ اٹھانا - ظاہر ہے یہ کام آلات کے ذریعہ آساني اور

میں یہ گلٹي بہت بڑي ہوتي ہے ' اور بڑوں میں بہت ہي چھوٹي ہوتي ہے - اِس گلٹي کي ایک خاصیت یہ بھي بیان کي جاتي ہے کہ وہ خون میں نمکین مادہ کو معتدل رکھتي ہے ' اور اُسے اُتني مقدار میں کردیتي ہے ' جتني سمندر کے پاني میں ہوتي ہے -

تاریخ میں بہت سے عمالیق کے نام محفوظ ہیں - فرانس میں ایک شخص " جان تورنر " نامي گزرا ہے - ۱۵ - برس کي عمر میں اُس کا قد غیر معمولي سرعت سے بڑھنے لگا - یہاں تک کہ ۸ - فٹ ۳ - انچ تک پہنچ گیا - اُس کا جوتا ۱۴ - انچ لمبا ہوتا تھا -

مرنے پر اُس کے دماغ کا وزن کیا گیا تو دو سیر تھائي اونس تھا سرکي جانچ کرنے پر معلوم ہوا کہ اُس کي دماغي گلٹي بہت بڑي تھي -

ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ وہ زمانہ جلد آنے والا ہے جب انسان چند نشتر کي پچکاریاں (یعني انجیکشن) لیکر اپنا قد جتنا چاہے گا بڑھا لے گا - اگر کتے کو انجیکشن دیدیا جائیگا تو وہ گھوڑے کے برابر ہوجائیگا - یہ بات بظاہر عجیب معلوم ہوتي ہے - مگر علم جس سرعت سے ترقي کررہا ہے ' اُسے دیکھتے ہوے اب کوئي بات بھي عجیب نہیں رہي ہے -

بريد فرنگ

فرانسیسی اولوالعزمی کی قربانی

کپتان ننجیسر کي مفقود الخبري !

بیسویں صدي کے تمام وسائل علم و احاطه کي شکست !

انسان کي علمي اولوالعزمیوں اور قدرت کي قهرمانی حکومت میں ایک مسلسل جنگ جاري ہے !

اس نے سمندر کے طوفانوں کا مقابله کیا اور طاقتور سے طاقتور جہاز طیار کرلیے !

اس نے زمین کي پہنائي کا مقابله کیا ' اور بهاپ اور بجلي پر قبضه کرکے ایسي سواریاں بنالیں ' جو ایک منٹ میں دو دو میل طے کرلیتي ہیں !

اسنے آسمان کي طرف دیکها - هوا میں پرند هر طرف اڑ رہے تہے ' لیکن انسان کیلیے کوئي جگه نه تهي - بالآخر اس نے یہاں بهي کامیابي حاصل کي ' اور ایسے طیارے ایجاد کرلیے جو تمام کرۂ ارضي کي فضا میں چکر لگا رہے ہیں !

ان پے درپے کامیابیوں کے بعد اسنے دم لیا ' اور فخر و غرور سے سر اٹھایا - خشکي ' تري ' هوا : تینوں مسخر هو چکے ہیں !

لیکن قدرت ! اٹل ' بے پروا ' بے مہر ' اور قہرمان قدرت ! کیا اسکے حاکمانه قوانین بهي مسخر هوگئے ؟ کیا سچ مچ کو انساني اولوالعزمي نے اسے شکست دیدي ؟

اولوالعزم انسان کا سر اپني بے بسي کے تصور سے جهک گیا - کیونکه اس نے دیکها که ان ساري اولوالعزمانه کامرانیوں کے بعد بهي اس تناسب میں کوئي فرق نہیں آیا ہے جو اسکي بے بسي اور قدرت کي حاکمانه سطوت کا روز اول سے قائم هوچکا ہے !

پہلے وه چهوٹي چهوٹي باد باني کشتیوں ' جانوروں کي سواریوں اور دشت و جبال کے قافلوں میں قوانین قدرت کے سامنے بے بس تها - اب بیسویں صدي کے دخاني جہازوں ' زیر آب کشتیوں ' برق رفتار ریلوں ' اور باد پیما طیاروں کے اندر بے بس ہے !

قدرت آگے بڑهنے سے نہیں روکتي - خود اکساتي رهتي ہے که آگے بڑهو - لیکن یه گوارا نہیں کرتي که اسکي بے بسي کي حدیں ٹوٹ جائیں - وه برابر بڑهتا رهیگا - قدرت اسے برابر دعوت اقدام دیتي رهیگي -

لیکن اس کي بے بسي ' بیچارگي ' بے دست و پائي : تو وه اٹل ہے ' امٹ ہے ' نا قابل تغیر ہے ' ابدي ہے ' اس کي پیشاني خلقت کي سرنوشت ہے جو قلم قدرت نے صبح ازل کي روشني میں نقش کردي ہے - اس کا مقام بدلتا رهیگا - کل تک وه جس جگه کهڑا تها ' آج اس سے سیکڑوں کوس اونچا هوگیا ہے - کل اس سے بهي بلندي پر هوگا - مگر فضاء عالم لا متناهي ہے - وه کتنا هي بلند هوتا جائے ' پهر بهي بلندي باقي هي رهیگي !

قارئین الهلال کپتان ننجیسر کي هوائي مهم اور اسکے نتیجه سے بے خبر نہیں ہیں - گذشته نمبر میں همارے مقاله نگار پیرس کي چٹهي شائع هوچکي ہے جس نے نہایت موثر پیرایه میں اس مهم کي مفقود الخبري کي سرگذشت سنائي تهي - اب کئي هفته اور گزر چکے - اس عرصه میں ریوٹر نے دو مرتبه ایسي خبریں دیں ' جسے امید بندهي که کم از کم کپتان کي موت کا سراغ لگ جائیگا - لیکن بعد کو پهر انکي تغلیط کردي گئي - نتیجه یه نکلا که دنیا اب تک اس اولوالعزمي کے نتیجه سے بے خبر ہے !

هر ایجاد کي طرح طیاروں کي ایجاد بهي علمي قربانیوں کي ایک بہت بڑي داستان ہے ' لیکن موجوده عهد میں هوائي مہموں کي مفقود الخبري کا یه غالباً چهٹا یا ساتواں واقعه هوگا - اس سے پہلے انگلستان ' امریکا ' اٹلي ' اور هالینڈ کے متعدد طیارے مفقود الخبر هوچکے ہیں -

لیکن موجوده عهد میں انساني قافلوں کي مفقود الخبري کس درجه عجیب واقعه ہے ؟ ریل ' ڈاک ' تار ' لاسلکي ' نے تمام دنیا کو ایک کردیا ہے ' خشکي اور تري کا چپه چپه اور گوشه گوشه ایک دوسرے سے ملگیا ہے '

کپتان ننجیسر

بیسویں صدي کي معلوم ' محکوم ' اور مسخر دنیا ہے ' اور انسان کي علمي اور عقلي فتح مندیاں اپنے منتہاء عروج تک پہنچ چکي ہیں - تاهم قدرت کي حاکمانه سطوت کے مقابلے میں انسان اب بهي اسدرجه بے بس ہے که دنیا کے تمام وسائل علم و اطلاع جواب دیچکے ہیں اور اب تک نه تو اس هوائي مشین کا کچهه سراغ لگ سکا ہے ' نه اسکے اولوالعزم سائق کا کچهه پته چلا ہے - دنیا فرانس اور امریکه کے هوائي مقابله کے نتیجه کیلیے مضطرب تهي ' لیکن اسے ایک دوسرے هي مقابله کے نتیجه کي خبر سنني پڑي - وه مقابله ' جسمیں ایک طرف قدرت الهي کي اٹل حاکمانه سطوت ہے ' دوسري طرف انسان کے ناقص اور محدود علم کي بلند پروازیاں ہیں ! و ما اوتیتم من العلم الا قلیلا -

نمبر ۱

(۲) دماغي عملي آدمي — اپنے آپ کو بہت کچھہ سمجھتا ہے - بلند ہمت ہے - محنتي ہے - مضبوط ارادہ رکھتا ہے - شک کو پاس آنے نہیں دیتا - فصیح اللسان ہے - اپني قوت اور اپنے کام کي اهمیت پر یقین رکھتا ہے - صاف دماغ کا مالک ہے -

(۳) عملي دماغي آدمي — خوش کلام - دلوں کا محبوب - سب کو راضي رکھنے والا ' بلند ہمت ' فراخ دل ' ترقي اور صنعت کا شیدائي - بہت حرکت کرنے والا ' بہت نفع پہنچانے والا ' تنہائي میں کام کرنے والا ' مستقل مزاج -

(۴) عمل کي قوت نفوذ رکھنے والا آدمي — مضبوط ارادہ ' مضبوط رائے ' سخت مزاج ' سنگ دل ' جلد منفعل ہوجانے والا ' تنہائي پسند ' بھروسہ اور اعتماد کے لائق - اس کي مثال اس ہیرے کي سي ہے جو خراد سے ہنوز محروم ہے -

(۵) مستعد عملي آدمي — سخت اور درشت مزاج ' عزم صادق کا مالک ' کم غور کرنے والا ' اپنے نفس پر بھروسہ رکھنے والا ' کتني ہي مشکلات ہوں مگر اپنے ارادہ پر عمل کرنے والا -

(۶) دماغي عملي آدمي — خوش گفتار ' بڑي بڑي اسکیمیں سوچنے والا ' دوسروں پر اثر ڈالنے والا ' اپنے اصلي خیالات چھپانے والا ' اپني رائے پر جما رہنے والا ' گرد و پیش پر نظر رکھنے والا ' اپنے اوپر بہت بھروسہ رکھنے والا ' صاف دماغ کا مالک -

(۷) دماغي عملي آدمي — مستقل رائے رکھتا ہے ' زیادہ نفع پہنچاتا ہے - معاملات پر صحیح رائے رکھتا ہے - خوش تقریر ہے - صاف بیان ہے - فراخ دل ہے - ترقي اور رفاہ عام کے کام زیادہ پسند کرتا ہے -

(۸) دماغي آدمي — نرم مزاج ' محبوب ' حلیم ' مضبوط رائے رکھنے والا ' سست عمل ' مفکر ' متاثر نہیں ہوتا ' حق کو سنتا ہے اور قبول کرلیتا ہے -

نمبر ۲

(۹) دماغي عملي آدمي — صاف رائے رکھتا ہے ' بحث میں قوي دلیلیں لاتا ہے ' مخلص ہے ' حق کا جویا ہے ' زندہ ضمیر کا مالک ' معتمد ہے ' مخاطب کو اپني گفتگو سے قائل کردیتا ہے -

ان نو قسموں میں اصولي قسمیں در اصل چار ہیں : دماغي ' عملي ' دماغي عملي ' عملي دماغي - اور انہي کے متعدد نمونے دکھائے گئے ہیں - دماغي اور عملي کا مطلب واضح ہے - " دماغي عملي " سے مقصود ایسي شخصیت ہے جسکے خصائل میں اگرچہ عملیت کا عنصر بھي موجود ہے لیکن غلبہ دماغیت کو ہے - " عملي دماغي " اسکے برعکس ہے - اسمیں عملیت غالب اور دماغیت مغلوب ہوتي ہے - خالص " دماغي " عملي قوت سے ' اور خالص " عملي " دماغي اوصاف سے عاري ہوتا ہے -

ہم اس مضمون کي وضاحت کے لیے چار تصویریں بھي کتاب سے نقل کردیتے ہیں جن سے چار اصولي قیافے واضح ہو جائینگے :

(۱) دماغي

(۲) عملي

(۳) دماغي عملي

(۴) عملي دماغي

تصویر نمبر (۱) خالص دماغي کي ہے - ہر شخص جو انسان شناسي کي کچھہ بھي نظر رکھتا ہے ' پہلي نگاہ ہي میں راے قائم کرلیگا کہ اسکے خط و خال کي مجموعي شہادت ذہن و فکر کا اعلان ہے - عملیت سے خالي ہے - مگر نمبر (۲) اسکے برعکس ہے - یہ ایک ٹھوس عملي قیافہ ہے جسمیں ذہنیت کي ہلکي سي جھلک بھي نظر نہیں آتي - نمبر (۳) اور (۴) میں پہلي ذہنیت کے غلبہ اور عملیت کي موجودگي کا پتہ دیتي ہے ' اور دوسري میں عملیت کے غلبہ کے ساتھہ ذہنیت کا عنصر بھي نمایاں ہے -

نمبر ۳

نمبر ۴

جولائی سنه ۱۹۲۷ مین جولائی سنه ۱۹۲۵ پر ایك نظر !

دیش بندھو چترنجن داس

۱۷ - جون سے پہلي جولائي تک تمام ملک نے دیش بندھو چترنجن داس کي یادگار میں جلسے منعقد کیے ہیں - یہ دیکھکر بے اختیار خیال سنه ۱۹۲۵ - کي طرف منتقل ہوگیا - سنه ۲۵ - اور سنه ۲۷ - میں صرف دو برس کي مدت حائل ہے ' لیکن ان دو برسوں کے اندر ملک کي سیاسي و قومي زندگي میں کیسي کیسي عظیم تبدیلیاں ہوگئیں ؟ سنه ۲۵ - اگرچه سنه ۲۰ - اور سنه ۲۱ - نہ تھا - مگر پھر بھي سنه ۲۵ - تھا - ۲۶ - اور ۲۷ - نہ تھا - کاش سنه ۲۷ - میں ہم سنه ۲۵ - کي زندگي ہي واپس لا سکیں !

اس تقریب سے مسٹر سي - آر - داس کي شخصیت بھي سامنے آگئي - في الحقیقت ملک کو اسکي موجودہ منزل حیات میں ایسے ہي سیاسي رہنماؤں کي ضرورت تھي - دو سال گزر گئے مگر ابتک داس کي جگہ ملکي رہنماؤں کي صف میں خالي ہے ' اور نہیں معلوم کب تک خالي رہیگي !

جولائي سنه ۲۵ - میں مسٹر داس کي وفات پر ایک تحریر حوالۂ قلم ہوئي تھي ' تاکہ ایک مقامي انگریزي اخبار کے خاص نمبر میں شائع ہو - مناسب معلوم ہوا کہ اس موقعہ پر اسے شائع کردیا جائے - جولائي سنه ۲۷ - میں جولائي سنه ۲۵ - کے افکار و خیالات پر یہ ایک نظر باز گشت ہے !

(تاریـــخ کا انتظار)

فرانس کے مشہور مصنف ویکٹر ہیوگو **Victor Hugo** نے والٹیر **Voltaire** کي صد ساله یادگار مناتے ہوے کہا تھا " زندگي کتني ہي شاندار او عظیم ہو لیکن تاریخ اپنے فیصله کیلئے ہمیشه موت کي منتظر رہتي ہے " اگر یہ سچ ہے تو ہندوستان کے مورخ کا انتظار ختم ہوچکا - دیش بندھو چترنجن داس کي زندگي کي عزت اب تاریخ کے اوراق کیلئے ایک فیصل شدہ واقعه ہے - وہ اپني زندگي میں اپنے لیے جو بات نہیں بتلا سکے تھے ' اپني موت سے دنیا پر آشکارا کرگئے !

ہندوستان نے اپني جدید تاریخ میں شاید ہي کسي قومي رہنما کي موت پر ایسا عالمگیر ماتم کیا ہوگا ' جیسا دیش بندھو کي ناگہاني وفات پر ہوا - ۱۹ - جون کو جب اُنکي نعش کلکته کي طولاني سڑکوں پر سے گزري تو اس عظیم الشان شہر نے اپني پوري آبادي استقبال کیلئے صف بسته کردي تھي - ماتمي انسانوں کا ایک صحرا تھا جو ایک کنارہ سے دوسرے تک پھیلا ہوا تھا - غمگین دلوں اور اشکبار آنکھوں کي وہ آن گنت تعداد اسکے علاوہ ہے جو راس کماري سے لیکر کشمیر تک ' ہر جگه ہندوستان میں دیکھي جاسکتي تھي !

پہلي جولائي کي مغموم اور خاموش سه پہر کے اضافه نے اس ماتم کي تاثیر اور زیادہ مکمل کردي - اس دن بر اعظم ہند کے گوشے گوشے میں ماتمي مجلسیں منعقد ہوئیں جنکي روئداد سے اسوقت تک اخباروں کے صفحے رنگے ہوتے ہیں -

ہندوستان جو بد قسمتي سے زندگي کے ہر گوشے میں طرح طرح کے تفرقوں میں بٹ چکا ہے ' موت کے اس ماتم میں کس طرح متحد ہوگیا تھا ؟ مذہب ' نسل ' جماعت ' کوئي اختلاف بھي یہ اتحاد نہ روک سکا - سب نے بہ یک وقت محسوس کیا کہ ہم میں سے ایک بڑي زندگي جدا ہوگئي ہے - ان میں بہت سے ایسے بھي تھے جو انکي زندگي میں آنکي پیروي کا درجہ لیے - بہت سے ایسے بھي تھے جنکے قدم ہمیشه انکے خلاف اٹھا کرتے تھے - تاہم جب وہ مر گئے ' تو ان میں سے کوئي بھي اپنے آپکو انکي عزت سے نہ روک سکا - زندگي کیلئے موت کا یہي فیصله ہے جسکا تاریخ انتظار کیا کرتي ہے !

(موت کا ماتم اور زندگي کے آثار)

ہندوستان کے کروڑوں دلوں کا یہ متحدہ احساس ہندوستان کي موجودہ تاریخ کا ایک اہم واقعه ہے - ایسے ہي واقعات سے احساس قومیت کے ضعف و قوت اور اس کے نشو و نما کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے - اس میں صرف ایک ہر دلعزیز انسان کي موت کا ماتم ہي نہیں ہے - بلکه کروڑوں دلوں کي زندگي کي جھلک بھي دکھائي دے رہي ہے - یہ موت کي مایوسي میں زندگي کي امید ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک کي عام زندگي میں غفلت اور افسردگي کتني ہي نمایاں ہوگئي ہو ' لیکن اس کي تہہ میں ایک گہري اور حقیقي بیداري جگه پکڑ چکي ہے ' اور جیسا کہ تاریخ کا تجربه شہادت دیتا ہے ' بیداري کي یہ اندروني قوت جب ایک مرتبه جگه پکڑلے تو پھر اسے پامال نہیں کیا جاسکتا - یہ اپنے نشو و نما اور تکمیل میں ہمیشه سے اٹل رہي ہے اور ہمیشه اٹل رہیگي !

(دیش بندھو کي کامیابي کا راز)

لیکن میں اسوقت اتنا دور نہیں جانا چاہتا - میں تو صرف اس بات پر غور کرنا چاہتا ہوں کہ اس شخصیت کے کہ بحیثیت سیاسي رہنما کے جو کامیابي حاصل کي ' اسکا راز کیا تھا ؟ ہر شخص کو معلوم ہے کہ ان کي ملکي رہنمائي کي عمر کوئي بڑي عمر نہیں ہے - ان کي نمایاں قابلیتوں پر اگرچه مدت سے نظریں پڑ رہي تھیں اور سنه ۱۹۱۷ میں وہ اچھي طرح پبلک پلیٹ فارم پر نمایاں ہوگئے تھے ' تاہم ان کي رہنمائي کا اصلي زمانه تحریک لا تعاون (نون کوا پریشن) سے شروع ہوتا ہے - یہ زیادہ سے زیادہ پانچ سال کا زمانه ہے - اتنے قلیل عرصه کے اندر ہي انہوں نے ہندوستان کي تاریخ میں اپني نمایاں جگه بنا لي اور تمام ملک کے دلوں فتح کرلیے - ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ اس غیر معمولي کامیابي میں اُنکے ان غیر معمولي اوصاف کو زیادہ دخل تھا ؟

جس طرح ایک مکمل تصویر بنانے کیلیے کوئي ایک رنگ ہي کافي نہیں ہوتا - اسي طرح ایک بڑے آدمي کیلیے بھي کوئي ایک قابلیت کافي نہیں ہو سکتي - کتنے ہي مختلف رنگ چاہئیں جنسے کمال اور بڑائي کي ایک شاندار تصویر کھینچي جا سکتي ہے - دیش بندھو میں یہ مختلف اوصاف اپني کافي مقدار میں جمع ہوگئے تھے - وہ دماغي اور اخلاقي ' دونوں طرح کے وصفوں سے مالدار تھے - انکي ذہانت غیر معمولي تھي - اُنکي رائے تعجب انگیز حد تک صائب اور بحث و استدلال کي قوت اعلے درجه

بات کے قائل نہیں تھے کہ انتظار کرو اور سوچو - " جو پتھر راستے میں آجائے اسے فوراً ہٹا دینا چاہیے اور رکنا نہیں چاہیے " یہی انکے سفر کا دستورالعمل تھا - شکسپیر نے ہملٹ میں انسانی دماغ کی وہ حالت بتلائی ہے جب وہ حیران ہوکر سوچتا ہے " کروں یا نہ کروں ؟ " یہ " کروں یا نہ کروں " ان میں نہ تھا !

انکا دوسرا وصف بھی ایک طرح اسی وصف کے ساتھ بیان کیا جا سکتا ہے - ہندوستان کی قومیت کی راہ میں سب سے زیادہ مشکل روک ہندو مسلم مسئلہ کی پیچیدگیاں ہیں - حالات ایسے نہیے اور شدید ہیں کہ بسا اوقات ایک بڑا سے بڑا ہندوستانی محب الوطن بھی فرقہ وارانہ تنگ نظری سے اپنے دماغ کی نگہبانی نہیں کر سکتا - بڑی ہی ہمت، عشق وطن اور جنون آزادی کا بڑا ہی طاقتور جذبہ چاہیے جو ہمیں ایسی بلندی پر پہنچادے جہاں تک ان نچلے جذبات کی رسائی نہو - میں وثوق کے ساتھ

جن لوگوں کو ہندو مسلم مسئلہ کی عملی مشکلات کا علم ہے، وہ جانتے ہیں کہ معاملہ کس درجہ مشکل اور پیچیدہ ہے ؟ معاملہ کی کوئی جانب اختیار کی جائے، ضروری ہے کہ مشکلوں اور مزاحمتوں کا ایک طوفان عظیم سامنے آجائے - گزشتہ فروری (سنہ ۱۹۲۴) میں دہلی کی آل پارٹیز کانفرنس نے کامل ایک ہفتہ تک نشست جاری رکھی لیکن بالاخر بلا کسی فیصلہ کے منتشر ہوگئی - ایسا مشکل اور ہمت آزما معاملہ جب دیش بندھو کے سامنے اچانک آ گیا تو انہوں نے کیا کیا ؟ میں پہلی مرتبہ لوگوں کو بتلانا چاہتا ہوں کہ صرف پانچ منٹ کے اندر فیصلہ کردیا !

یہاں میں نے پانچ منٹ تھوڑے وقت کے معنی میں مجازاً استعمال نہیں کیا ہے - بلکہ سچ مچ گھڑی کے پانچ منٹ مراد ہیں - بنگال لیجس لیٹو کونسل کے انتخاب سنہ ۲۳ - سے جب ہم فارغ ہوے، تو مخالفین نے کانگرس کو ناکام رکھنے کے

کہہ سکتا ہوں کہ چترنجن داس نے ایسی بلندی حاصل کرلی تھی اور وہ کسی حال میں بھی اس سے اترنے کیلئے طیار نہ تھے - اس بارے میں انکا دل فراخ اور فیاض تھا - وہ ملک کی آزادی اور نجات کیلئے وہ ساری چیزیں قربان کر دینے کیلئے طیار تھے، جو اس اعلی مقصد سے کمتر درجہ کی ہو سکتی ہیں - صرف یہی روح ہندوستان کا مسئلہ حل کر سکتی ہے - افسوس کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ مقام اسوقت تک بہت کم ہندوستانی رہنماؤں کو حاصل ہو سکا ہے -

(میثاق بنگال)

ہندو مسلم مسئلہ کے سلسلے میں " میثاق بنگال " (بنگال پیکٹ) ان کی زندگی کا مشہور واقعہ ہے - اس پر موافق مخالف، دونوں طرح کی رائیوں کا نہایت پر جوش مظاہرہ ہوچکا ہے - لیکن اسوقت تک بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ یہ میثاق وجود میں کیونکر آیا تھا ؟

لئے ہر طرح کے ہتیار آزمانا شروع کردیے - ان میں سب سے زیادہ موثر اور آزمودہ ہتیار فرقہ وارانہ حقوق کا مسئلہ چھیڑ دینا تھا - اس وقت کونسل کے اندر اور باہر، دونوں جگہ جماعت کی کامیابی بہت کچھہ اسپر موقوف تھی کہ مسلمان کیا طرز عمل اختیار کرتے ہیں ؟ جیسا کہ معلوم ہے، مسلمان دو جماعتوں میں منقسم تھے : ایک جماعت کانگرس کے ساتھہ تھی - ایک باہر - کانگرس کی کوشش تھی کہ تمام مسلمان کانگرس کا ساتھہ دیں - مخالفین کوشش کر رہے تھے کہ ہندو مسلم مسئلہ چھیڑ کر انہیں اس سے باز رکھا جائے - اس اثناء میں وہ ایک عجیب چال چلے - انہوں نے ممبران کونسل سے کہا کہ اگر کانگریس پارٹی میں شامل ہی ہونا چاہتے ہو تو کم از کم اس کا فیصلہ کرلو کہ مزید سیاسی حقوق ملنے پر مسلمانوں کی نمائندگی کا کیا حال ہوگا ؟ یہ انہوں نے اس لئے کہا کہ ان کا خیال تھا، مسلمانوں کی جانب سے جو مطالبات پیش ہونگے، انہیں کانگرس

تک دلنشین تھی - آنکا دماغ ایک ایسا سانچہ تھا جو کوئی ٹیڑھی اور نا ہموار چیز قبول ہی نہیں کرتا تھا - کوئی معاملہ کتنا ہی آلجھا ہوا ہو' وہ فوراً صاف اور صحیح پہلو پا لیتے تھے اور پھر کج بحث مخاطب کتنا ہی آلجھائے' آنکا دماغ متاثر نہیں ہوتا تھا - آنکی قوت تقریر ایک مانی ہوئی بات ہے - انکی تقریر میں نہ تو صرف نظر فریب فصاحت ہوتی تھی نہ صرف خشک استدلال' بلکہ خطابت (آریٹری) کے یہ دونوں ضروری عنصر اپنی مناسبت کے ساتھہ مرکب ہوتے تھے' اور جیسا کہ یونانی مقرروں کا مقولہ ہے' ایک مقرر کیلئے سب سے بڑا وصف یہی ہے کہ ان دونوں عنصروں کی ترکیب میں بے اعتدالی سے محفوظ رہے - انکے دماغ سے کہیں زیادہ آنکا دل مالا مال تھا - حب الوطنی کے شعلوں سے آنکے دل کا تنور ہمیشہ گرم رہتا تھا - وہ اپنی زندگی میں بھی ایک جلتی ہوی چتا تھے - آنکی فیاضی اور ابناء جنس کی بے پایاں ہمدردی کا سب سے بعلور ایک مسلم واقعہ کے ذکر کیا ہے - آنکی فیاضی علماء اخلاق کے نزدیک اسراف سمجھی جائیگی - سب جانتے ہیں کہ انہوں نے لاکھوں روپیے کمائے' لیکن جب قانونی پیشہ چھوڑا تو رہنے کا مکان گرو تھا اور بمشکل چند ہزار روپیے خرچ کیلئے پاس تھے! انکے ایثار اور قربانیوں کا ذکر محتاج بیان نہیں - انہوں نے وطن کی خدمت کیلئے سچ مچ کو زندگی کی ساری آسائشیں قربان کردیں - وہ کلکتہ کی اعلیٰ آسائش پسند سوسائٹی کی شاندار زندگی ترک کرکے کھدر کی ایک چادر پر قانع ہوگئے تھے!

آنکے یہ تمام اوصاف آج موافق مخالف' سب کی زبانوں پر ہیں - لیکن میں صرف انہی پر قانع نہیں ہو سکتا - میں اس سے بھی زیادہ کوئی بات معلوم کرنی چاہتا ہوں - یہ اوصاف بلا شبہ غیر معمولی ہیں - لیکن ایسے نہیں ہیں جن میں دوسروں کا حصہ نہو - ہندوستان اسوقت رہنماؤں اور رہنمائی کی قابلیت رکھنے والوں سے مفلس نہیں ہے - آسکے رہنماؤں کی صف کافی طویل ہے - ان میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو بجا طور پر ان اوصاف کا کم و بیش دعوا کر سکتے ہیں - پس ہمیں صرف اسی حد تک رک نہیں جانا چاہیے - ہمیں جستجو کرنی چاہیے کہ انکے رہنمایانہ خصائص کے وہ خاص اوصاف کیا تھے جنکی وجہ سے انہوں نے اتنے قلیل عرصہ میں ایسی ممتاز کامیابی حاصل کرلی؟

(دو وصف)

میرے خیال میں انکے دو خاص وصف ایسے تھے جن میں آنکی رہنمایانہ زندگی کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے - میں ان دو وصفوں کو آنکی ساری قابلیتوں میں آبھرا ہوا دیکھتا ہوں :

اول یہ کہ انکے اندر ایک نڈر اور بے باک قوۃ عمل موجود تھی -

ثانیاً یہ کہ انکی حب الوطنی اور قومیت فرقہ وارانہ جذبات سے پوری طرح پاک و صاف تھی -

یہ دو باتیں کہنے میں بہت معمولی ہیں لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے - انہی دو وصفوں کے اندر ایک ہندوستانی رہنما کیلیے آج سب سے بڑی آزمایش مضمر ہے - میں خیال کرتا ہوں دوسرے وصف کے بغیر تو ہندوستان جیسے ملک میں سچی حب الوطنی اور قومیت کا نشو و نما ہو ہی نہیں سکتا -

نڈر اور بے باک قوت عمل سے میرا مقصود یہ ہے کہ ہم میں ایک بے باک اور خطرہ میں کود پڑنے والے سپاہی کی طرح کام کرنے کی روح موجود ہو - جو بات ہمارے اعتقاد میں سچی اور ضروری ہو' بغیر تامل اور تذبذب کے کہنے اور کر بیٹھنے کیلیے طیار ہو جائیں - بہت زیادہ سونچنا' دیر تک متذبذب اور متردد رہنا' قدم اٹھانا اور پیچھے ہٹا لینا' طرح طرح کے نقشے بنانا اور چاک کردینا: ایک مفکر (تھینکر) کیلیے بہترین اوصاف ہوں لیکن ایک قائد (لیڈر) کیلیے نہ صرف غیر ضروری بلکہ مضر [illegible] - یہ کہنے کی جرات [illegible] ہوں کہ بسا اوقات عیوب میں داخل ہیں - ایک قائد کی راہ ایک فلاسفر کی راہ سے مختلف ہوتی ہے - قائد میں تعقل سے زیادہ عملیت ہونی چاہیے - [illegible] ہم حکیم سے نہیں [illegible] سالار سے [illegible] - ایک سپہ سالار اگر نقشہ جنگ سونچنے میں ایک مفکر کی طرح غرق ہو جائے' تو میدان جنگ کیلیے یقیناً کوئی دوسرا جنگ آزما ڈھونڈھنا پڑیگا - نپولین نے جنگ مرنگو کا نقشہ ضرور ترتیب دے لیا تھا' لیکن کوہ الپس کی نا قابل عبور چوٹی سے جب فرانسیسی فوج گزرگئی تو یہ آسکے دماغ کا نہیں' آسکی بے باک شجاعت و ہمت کا کام تھا!

چترنجن داس کے اسی وصف کا مجھپر خاص طور پر اثر ہے - ممکن ہے وہ سونچنے میں سست ہوں' لیکن کرگزرنے میں بے دھڑک اور بے باک تھے - کوئی معاملہ کیسا ہی بحث طلب اور پیچ در پیچ کیوں نہ ہو' وہ فوراً ایک راے قائم کرلیتے اور پھر بے دھڑک چل کھڑے ہوتے تھے - جھجھک اور تذبذب کو انکی سیرت (کیرکٹر) میں جگہ نہیں ملی تھی - وہ عملی سیاست میں اس

اگر تمہارا نیشنلزم سچا نیشنلزم ہے - اگر تمہاری حریت طلبی ایک دعو[illegible] - [illegible] اضطراب دلاتی ہو - سب کے ساتھہ فیاضی اور فراخ دلی برتو - سب کو [illegible] اور پھر دفتری اقتدار سے پہونچا جگہ خالی کردے - چترنجن داس

۱۹ - جون سنہ ۱۹۲۵ - کو کلکتہ کی تمام آبادی سڑکوں پر جمع ہوگئی تھی تاکہ مسٹر داس کی نعش کا استقبال کرے۔
لیکن اپریل سنہ ۲۶ - میں یہی آبادی سڑکوں پر دوبارہ جمع ہوگئی تاکہ ایک
دوسرے کا سر پھوڑے !

پارٹي منظور نه کر سکے گي- نتيجه يه نکليگا که مسلمان مايوس هوکر الگ هوجائينگے ' اور مسلمانوں کي علحدگي کے بعد کانگرس پارٹي نه تو کاونسل کے اندر کچهه کر سکيگي - نه باهر مضبوط هو سکيگي -

چنانچه مسلمانوں کے مطالبات کي ايک فهرست ايک بڑے سرکاري افسر کے يهاں طيار کي گئي - اچانک ايک دن صبح مجهے معلوم هوا که آج مطالبات پيش کيے جائينگے - ميں نے اسي وقت مسٹر داس سے بذريعه ٹيلي فون گفتگو کي- ميں نے دريافت کيا که

اگر يه مطالبات پيش هوے تو آپکا طرز عمل کيا هوگا ؟ انهوں نے بلا کسي تامل کے جواب ديا " ميں فوراً منظور کر لونگا - کوئي وجه نهيں که ايک معقول مطالبه منظور نه کيا جاے اگرچه بے موقعه پيش هوا هو" - يقيناً انهوں نے يه فيصلهٔ پانچ منٹ سے بهي کم ميں کرديا تها !

اس طرح ايک سخت خطرہ سے فوراً نجات ملگئي - البته ايک دوسرا خطره پيدا هوگيا - يعني مخالفت کا وه طوفان عظيم جو اس کے خلاف شروع هوا - ليکن اسکے فرو کرنے کيلئے بهي هم اس وقت کافي طاقتور تهے -

(کارپوريشن دي ميرشپ)

شايد کلکته سے باهر بهت کم لوگوں کو يه بات معلوم هوئي که جب کارپوريشن کلکته کے پچهلے انتخابات ميں کانگرس کو کاميابي هوئي ' اور کارپوريشن کے پہلے مير کے انتخاب کا مسئله پيش آيا

دارجلنگ ميں، جنازه کا کلکته کي طرف کوچ

تو مسٹر داس بالکل طيار نه تهے که خود مير منتخب هوں - پہلي مرتبه جب اس بارے ميں مجهه ميں اور ان ميں مشورہ هوا تو انهوں نے زور دے کر کها " ميں چاهتا هوں پهلا مير ايک مسلمان هو- يه اس روح کا عملي ثبوت هوگا جو کانگرس پارٹي نے مسلمانوں کي نسبت ظاهر کي هے - اور چونکه بجز تمهارے اور کوئي مسلمان ايسا موجود نهيں جسے هم سب بالاتفاق منتخب کرليں' اسليے تم اسکے ليے

سَیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبة الذین من قبلھم؟
(۳۰:۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

مغرب اقصیٰ اور اندلس پر ایک نظرِ اعتبار!

ایک مصری سیاح کے تاثرات

الجزائر

۹۷ سال سے الجزائر پر فرانس کا قبضہ ہے۔ فرانسیسیوں کی چستی و چالاکی، ذہانت و ذوق مشہور ہے۔ الجزائر اس کی بہترین نمائش گاہ ہے۔ ملک کا اکثر حصہ، جنت کا نمونہ بن گیا ہے۔ اسمٰعیل پاشا خدیو نے مصر کے لئے دعا کی تھی کہ "افریقہ کا یہ خطہ یورپ بن جائے" خدا نے الجزائر میں اُن کی دعا قبول کر لی۔ محال ہے کہ کوئی سیاح اسے نیم متمدن افریقہ سمجھے۔ اب یہ یورپ کا ایک ٹکڑا اور بہترین ٹکڑا ہے، فرانس کا ٹکڑا ہے، بلکہ فرانس کا سب سے بہتر ٹکڑا — پیرس ہے!

الجزائر "پیرس" بن گیا ہے۔ یعنی الجزائر کی سرزمین۔ لیکن اس سرزمین کے باشندوں کا کیا حال ہے؟ کیا اُنھیں بھی "پیرس" کے باشندوں کی زندگی حاصل ہے؟ افسوس! اس زمین "جنت" بن گئی ہے مگر اس کے بدنصیب باشندوں کے لئے غلامی اور غلامی کی زندگی کے "جہنم" کے سوا کچھ نہیں ہے! وہ نہ تو "یورپین" ہے اور نہ "فرانسیسی" بن سکے۔ فرانسیسی تمدن اس سرزمین پر قبضہ کرتا جاتا ہے، اور وہاں کے اصلی باشندے جگہ چھوڑتے جاتے ہیں گویا نئی تہذیب انہیں دھکیل رہی ہے، اور ملک کے اُن گوشوں کے اندر قید کر رہی ہے جو علم و تمدن کی روشنی سے محروم ہیں۔

الجزائر کے بڑے شہروں میں دیسی باشندوں کا کوئی گھر نظر نہیں آتا، بازاروں میں ان کی کوئی بڑی دوکان نہیں۔ چلئے خاک [illegible] سیرگاہوں، درجہ اول کی گاڑیوں میں کبھی الجزائری نظر نہیں آئے گا۔ گیا پورا ملک اپنے اصلی باشندوں سے خالی ہو گیا ہے بڑی تلاش کے بعد شہروں میں دو چار حقیر اور میلے کچیلے محلے ملتے ہیں۔ الجزائری انھیں محلوں میں قید ہیں۔ یورپین محلوں اور بازاروں میں اگر آتے بھی ہیں تو بھیک مانگنے، مزدوری کرنے، گاڑیاں چلانے۔ وما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون!

الجزائر میں الجزائریوں کی تعداد برابر کم ہو رہی ہے۔ اصل [illegible] ان کا [illegible] الجزائری

جوق جوق پہاڑوں اور بیابانوں کی طرف بھاگ رہے ہیں حتیٰ کہ اسوقت ان کی آبادی چھ میں ایک رہ گئی ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں ان کی تعداد اور بھی کم ہے۔ پایۂ تخت میں ایک چوتھائی سے بھی کم ہونگے!

اگر تاریخ کا افسانہ صحیح ہے اور قومیں اُسی طرح فنا ہو جاتی ہیں جس طرح افراد اور حیوانات و نباتات، تو تاریخ کو اپنے دامن میں ایک نئے افسانۂ زوال کے لئے گنجائش نکال لینی چاہئے۔ عنقریب ایک بڑی قوم صفحۂ روزگار سے حرفِ غلط کی طرح مٹ جانیوالی ہے۔ یہ قوم الجزائر کی سرزمین پر پڑی سسک رہی ہے، زیادہ سے زیادہ سو برس اُسے دم توڑنے میں اور لگیں گے۔ کون کہتا ہے جہل و غفلت کے ہاتھ پاؤں نہیں؟ جسے دیکھنا ہو الجزائر میں آئے۔ یہاں جہل کے ہاتھ ایک قوم کا گلا گھونٹ رہے ہیں، اور غفلت اپنے پیروں سے اُسے کچل رہی ہے!

مراکش

مراکش اور الجزائر میں بہت فرق ہے۔ زمین میں بھی اختلاف ہے۔ باشندوں کے طبائع و خصوصیات میں بھی اختلافات ہے۔ مراکش زیادہ سرسبز اور خوبصورت ہے۔ مراکش، اسپین سے بہت مشابہ ہے۔ وہ دراصل اسپین ہی ہے، صرف سمندر کی گردش نے دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا ہے۔ مراکش اور اسپین کے باشندوں میں بھی بہت مشابہت ہے۔ ایک ہی خاندان کی دو شاخیں معلوم ہوتے ہیں!

اہل مراکش کی معاشرتی زندگی اور قدیم تاریخ، دونوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک وقت میں، یہ قوم بہت بڑے تمدن کی مالک تھی جو مشرق اور مغرب کے مابین درمیانی کڑی تھی۔ آسمانِ تمدن پر ایک سورج تھی اور چاروں طرف عالم کو روشن کر رہی تھی۔ لیکن جس قدر اس کی ترقی کی رفتار تیز رہی تھی اسی قدر اس کا زوال بھی سریع السیر ہوا۔ یوں کہنا چاہئے کہ [illegible] مراکشیوں کی موجودہ معاشرتی زندگی کی ایک عجیب خصوصیت [illegible] ایسی [illegible] جو ایک [illegible] بادشاہوں

کا سا ڈھیلا اور طویل الذیل لباس پہنتے ہیں۔ سب کے چہروں پر بڑھاپے کی سی متانت اور سنجیدگی نظر آتی ہے۔ ہر مراکشی اپنی داڑھی اور وضع قطع میں ایک پیر مرشد اور فقیہ عالم معلوم ہوتا ہے۔ سکون سکوت، آہستگی، سنجیدگی، ہر حال میں ملحوظ رہیگی۔ ہاتھ ہلائینگے تو رُک رُک کر، سر گھمائیں گے تو سوچ سوچ کر، بولیں گے تو ٹھہر ٹھہر کر، چلیں گے تو متانت و تمکنت سے دامنِ لباس سنبھالتے ہوئے! میرے خیال میں یہ لباس عیش پسند بادشاہوں کا تھا لیکن پوری قوم عیش پسند ہو گئی اور سب نے بادشاہوں کا لباس پہن لیا!

ناممکن ہے کہ آج کے مراکشی نے اسپین فتح کیا ہو اور آدھا فرانس تہ و بالا کر ڈالا ہو۔ نازک جوتیاں پہننے والا پہاڑوں پر کیسے دوڑ سکتا ہے؟ لمبے لمبے جبے، بھاری بھاری عمامے، انسان کو کب چست و چالاک بننے دے سکتے ہیں؟ لیکن نہیں وہ بھی مراکشی ہی تھے۔ اُسوقت مراکش جوان تھا۔ اب بوڑھا ہو گیا ہے!

مراکشیوں اور جزائریوں میں فرق

اہل مراکش کے چہروں پر مجھے وہ نیکی دکھائی دی جو اہل جزائر کے چہروں پر موجود نہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا یہ محض ظاہری فرق ہے یا حقیقی ہے؟ مراکشی داڑھیوں کی پرورش کرتے ہیں۔ خدا انکے گھنے بالوں میں برکت دے! برخلاف انکے جزائری گالوں کی صفائی کرتے اور مونچھیں بڑھاتے ہیں۔ خدا انھیں طول و عرض میں پھیلائے! مراکشی کتنے ہی غیظ و غضب کا اظہار کرے مگر نبض دیکھنے سے اُس کا دل خالی ہے وہ واقعی نیک اور پاک دل ہوتا ہے۔

مراکشی کی ساکن نظریں اُس کے باطنی سکون کی خبر دیتی ہیں۔ لیکن اس سکون کے ساتھ غفلت بھی نمایاں دکھائی دیتی ہے اور بسا اوقات حماقت تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن اُن میں غفلت و حماقت کہاں سے آئی؟ حالانکہ وہ شراب اور ہر قسم کے نشوں سے قطعی طور پر دُور ہیں۔ اگر واقعی ان میں غفلت و حماقت موجود ہے تو یہ اُس عیش و راحت کا نتیجہ ہوگی جس میں وہ صدیوں سے مبتلا ہیں۔

میرے خیال میں مراکشی غفلت و حماقت کے اس قدر شکار نہیں ہوئے ہیں۔ جس قدر مصائب نے اُنکے حواس گم کر دیئے ہیں۔ ہر طرف سے اُن کے وطن پر اغیار کی یورش ہے۔ وہ بے بس ہو چکے ہیں۔ چارۂ کار نظر نہیں آتا۔ اس حالت نے اُنھیں مدہوش بنا دیا ہے حالانکہ وہ حقیقت میں مدہوش نہیں ہیں: وتری الناس سکٰریٰ وما ھم بسکٰریٰ، ولکن عذاب اللہ شدید!

برخلاف ان کے جزائری کی نظریں تیز اور ولولوں سے لبریز ہیں۔ لیکن مکروہی اُنھیں نیچا کئے دیتی ہے۔ اُن کی نظروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے، گویا بپھرے شیر ہیں، اور زنجیروں میں کسے ہوئے ہیں۔ اُن میں زندہ دلی بھی ہے، اور امید ہے کہ اگر میدان خالی پائے تو خطرناک صورت اختیار کرلے!

اہل مراکش کی عربیت میرے لئے بہت مشکل تھی۔ برخلاف اس کے الجزائر کی زبان مصر و شام کی عربی سے زیادہ قریب ہے۔ البتہ الجزائر کی زبان میں یہ خرابی بہت نمایاں ہو گئی ہے کہ لوگوں نے بکثرت فرانسیسی لفظ داخل کر لئے ہیں۔ فصیح عربی وہاں تقریباً مفقود ہوتی جاتی ہے۔

اندلس

اندلس (اسپین) اسلام و عرب کی آٹھ صدیوں کا اندلس [illegible] بہت مفصل ہے۔ اگر مختصر کیا جائے تو اُس کا نقشہ کھینچیں

طیار ہوجاؤ" اسوقت تک الڈرمین کا انتخاب بھی نہیں ہوا تھا - انہوں نے پانچ الڈرمین میں ایک تلم میرا اسی غرض سے رکھا تھا تاکہ مجھے میر منتخب کیا جاسکے -

لیکن میں نے نہایت اصرار کے ساتھہ اس سے اختلاف کیا - میں نے کہا - جہانتک میری ذات خاص کا تعلق ہے میں نہ تو اب اور نہ کبھی آئندہ اپنے آپ کو ان مناصب کے لئے مستعد کرسکتا ہوں - میری زندگی کی رفتار ابتدا سے دوسری ہے - وہ کسی طرح ان مناصب کے ساتھہ جمع نہیں ہوسکتی - باقی رہا کسی مسلمان کا میر ہونا" تو بلا شبہ مسلمانوں کو پوری کشادہ دلی کے ساتھہ موقعہ دینا چاہیے - لیکن اسوقت ہر اعتبار سے ضروری ہے کہ آپ ہی میر منتخب کیے جائیں - خود مسلمانوں کی بھی خواہش یہی ہے -

(میرا اُن کا باهمی تعلق)

میں چند الفاظ اپنے اور اُن کے باہمی تعلقات کی نسبت کہے بغیر نہیں رہ سکتا - اُن کی برادرانہ محبت کی یاد میرے دل کا ایک نا قابل اندمال زخم ہے - ہمارا ایک دوسرے سے تعارف سوسائٹی میں نہیں ہوا - نہ ہم میں اور کسی طرح کا ذاتی تعلق تھا - محض قومی خدمت کے سلسلہ میں ایک دوسرے سے روشناس ہوے - لیکن طبیعتوں کی مناسبت نے بہت جلد دلی علاقہ کی صورت اختیار کرلی - حتی کہ ہم محسوس کرنے لگے کہ دو بھائیوں کی طرح ایک دوسرے سے منسلک ہوچکے ہیں -

سنہ ۱۹۱۷ - سے پہلے ان کی شہرت زیادہ تر بہ حیثیت ایک کامیاب بیرسٹر کے تھی - اسی سنہ میں وہ پبلک پلیٹ فارم پر نمایاں ہوئے - میں اسوقت نظر بند ہوچکا تھا اور رانچی میں مقیم تھا - اخبارات میں ان کی سرگرمیوں کا حال پڑھتا رہا - جنوری سنہ ۲۰ میں جب رہا ہوکر واپس آیا" تو پہلی مرتبہ اُن سے شناسائی ہوئی - ایک دعوت میں جو مجھے دی گئی تھی" وہ بھی شریک تھے - لیکن یہ شناسائی محض سرسری تھی - اس کے بعد ہی "نوان کواپریشن" کی تحریک کا ابتدائی زمانہ شروع ہوگیا اور اگست میں کانگریس کا خاص اجلاس کلکتہ میں منعقد ہوا - اس موقعہ پر وہ اس نظام عمل سے متفق نہ ہوسکے - سال کے آخر تک مخالف رہے - اور اس لئے یہ زمانہ ہم دونوں نے باہمی مخالفت میں بسر کیا - وہ ناگپور کانگریس کے لئے مخالفانہ طیاریاں کر رہے تھے - میری کوششیں موافقانہ تھیں -

ناگپور کانگریس میں وہ اس لائحہ عمل سے متفق ہوگئے" اور پھر ہم دونوں از سرنو ملے تاکہ بنگال کے کاموں کی نسبت مشورہ کریں - فی الحقیقت اسی زمانہ سے میرے ان کے تعلقات کا اصلی زمانہ شروع ہوتا ہے - اس تاریخ سے لیکر ان کے انتقال تک میرا اُن کا شب و روز ساتھہ رہا - روز بروز باہم ایک دوسرے سے قریب تر ہوتے گئے - انہیں مجھپر اعتماد تھا - اور میرے دل پر ان کی خوبیاں نقش تھیں -

باہمی علائق کا یہ زمانہ کچھہ عجیب گونا گوں حالت میں بسر ہوا - اس میں دسمبر سنہ ۲۱ - کا وہ یادگار وقت بھی شامل ہے جب سب سے پہلے بنگال میں "سول ڈس اوبیڈینس" کا قدم اٹھایا گیا اور دو ہفتہ کے اندر اس نے حکومت کو مجبور کردیا کہ سختی و مقابلہ کی جگہ صلح و آشتی کا ہاتھہ بڑھائے - اس زمانہ میں ہم رات کے دو بجے تک اکٹھے بیٹھتے" اور دوسرے دن کا پروگرام تجویز کرتے - ۹ دسمبر سنہ ۲۱ - کو ہمیں معلوم ہوگیا کہ اب ہماری گرفتاری میں تاخیر نہیں کی جائیگی - اس دن رات کے گیارہ بجے مسٹر کیرن شنکر رائے کے مکان پر ہمارا آخری اجتماع ہوا" اور دوسرے دن سہ پہر کو بہ یک وقت گرفتار کرلیے گئے - قید خانہ میں بھی ہماری یک جائی قائم رہی - البتہ انہیں چھہ ماہ کی سزا دی گئی تھی - مجھے ایک سال کی - اس لیے وہ مجھہ سے چھہ ماہ پہلے رہا ہوگئے -

۶ - جنوری سنہ ۲۳ - کو جب میں رہا ہوا" تو کانگریس دو جماعتوں میں بٹ چکی تھی - اور نئی سوراجیہ پارٹی کے لیڈر مسٹر داس تھے - دونوں جماعتیں مجھے اپنی طرف کھینچ رہی تھیں لیکن میں کسی میں بھی شریک نہیں ہوا" اور اپنا وقت تمام تر اس کوشش میں صرف کر دیا کہ کسی طرح یہ اختلاف دور ہوجائے - یا کم از کم ایسی شکل اختیار کرلے کہ کانگریس کی مجموعی طاقت باہمی جنگ و جدال میں ضائع نہ جائے - چونکہ دونوں طرف جماعت بندی کے شدید جذبات کام کر رہے تھے" اور متحدہ نقطۂ عمل اپنی جگہہ سے ہٹ چکا تھا" اسلئے قدم قدم پر مشکلات پیش آئیں - بالاخر کامل آٹھہ ماہ کی جد و جہد کے بعد مجھے اپنی کوشش میں کامیابی ہوئی اور دہلی کے خاص اجلاس کانگریس میں ایک متفقہ فیصلہ ہوگیا -

اس کوشش کے اثنا میں مسٹر داس کا جو طرز عمل ظاہر و باطن رہا" اسنے میرے دل پر انکی غیر معمولی صفات کا اثر اور زیادہ گہرائی کے ساتھہ نقش کردیا - میں اس کام میں بہ حیثیت ایک صلح جو (پیس میکر) کے مجبور تھا کہ حسب ضرورت دونوں طرف رد و کد کروں" اور کبھی ایک جماعت کو دباؤں - کبھی دوسری کو - بارہا ہم میں نہایت تیز اور سخت بحثیں بھی ہوگئیں - مجھے جس طرح "نو چینجرز" کے جمود و تقلید سے اختلاف تھا - اسی طرح "پرو چینجرز" کی بے قیدی سے بھی متفق نہ تھا - با ایں ہمہ ان تمام حالات کے اندر بھی جو حقیقت برابر مجھپر کھلتی گئی" وہ بہ حیثیت ایک سیاسی قائد اور مدبر کے مسٹر داس کی شخصیت تھی -

جہانتک ہندو مسلم مسئلہ کا تعلق ہے" میرا انکا معاملہ کچھہ عجیب طرح کا تھا - میں ڈرتا ہوں کہ ملک کی موجودہ آب و ہوا میں بہت کم لوگ اسے ٹھیک طور پر سمجھہ سکینگے - ہم جب کبھی اس طرح کے معاملات پر گفتگو کرتے تھے" تو بلا مبالغہ ہمیں ایک ادنی احساس بھی کسی طرح کی تفریق کا نہیں ہوتا تھا - بارہا وہ کسی معاملہ میں ہندوں کی کسی جماعت کے نقطۂ خیال کے خلاف راے دیتے - اور میں مسلمانوں کے کسی گروہ کی راے سے متفق نہ ہوسکتا - میرے دل میں کبھی یہ گمان بھی نہیں گزرتا کہ ان میں میرے ہم مذہبوں کے خلاف کوئی فرقہ وارانہ جذبہ ہے - اسی طرح وہ بھی کبھی اس کا خیال نہیں کرسکتے تھے کہ میری حق پسندی فرقہ وارانہ خود غرضی سے آلودہ ہوسکتی ہے - وہ تمام معاملات جو آج ملک میں فرقہ وارانہ نزاعات کا ایک طوفان برپا کردیتے ہیں" ہمارے سامنے آتے تھے" اور ہم اس آسانی کے ساتھہ فیصلہ کرلیتے تھے کہ ہم دونوں کے علاوہ کسی تیسرے کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوتی تھی - بارہا ہم نے ایک دوسرے سے یہ سوال کیا کہ کیا تمام ملک کے اندر دس بیس انسان بھی ایسے پیدا نہیں ہوسکتے جو اسی طرح انصاف اور حق پسندی کے ساتھہ ہر معاملہ پر نظر ڈالیں ؟

بے خبر نہ تھا۔ عاشورا کی مجلس کا خاتمہ ابھی نازنینوں کے ہاتھوں پر ہوا کرتا تھا۔ انکے چہرے کھلے ہوئے زہد شکن حسن سے تمتما رہے، آنکھوں سے شوخی ٹپک رہی تھی، اوا مئین مستانہ۔ اور ہاتھوں میں جام اور بلوری صراحیاں، آموجود ہوئیں۔ دور چلنے لگا۔ کس چیز کا دور؟ پانی کا؟ نہیں۔ شربت کا؟ نہیں۔ مے کا! یا درویشوں کی اصطلاح میں "شراب طہورہ" کا! محرم کی مجلس! حسین علیہ السلام کا ماتم! اور ساغر و پیمانہ! یہ ساقی! یہ سال بھر کے بھوکے خانقاہ نشین درویش!

ساقی نے تین پھیرے کئے۔ یاران قدح نوش پرستی چھا گئی کچھ عجب "سرور" کا عالم ہوا۔ ہر پہلو میں ایک ایک ساقی نے جگہ لے لی۔ پھر "نغمۂ معرفت" شروع ہوا۔ تمام حاضرین نے وجد کے ساتھ گانا شروع کیا۔ صرف ایک میں اپنی خشک طبعی کی وجہ سے اس "سعادت" سے محروم رہا تھا۔

اس "نغمۂ معرفت" کے چند بند ملاحظہ ہوں:

"کاف اور نون "کن" کے خطاب سے بھی پہلے ہم موجود تھے۔ قبل اس کے کہ کسی کو دیدار ربانی حاصل ہو، ہم رب سے "قاب قوسین او ادنیٰ" تھے!"

"آدم سے پہلے، حوا سے پہلے ہم حق تھے اور حق کے ساتھ "بزم مبہم" میں ہم آغوش تھے!"

"ہم ایک رات مریم بتول کے ساتھ لیٹے (معاذ اللہ) ہم ہی عیسیٰ مسیح کے باپ تھے!" (معاذ اللہ)

"ہمیں کو موسیٰ کلیم نے پکارا تھا "رب ارنی" (خدایا مجھے اپنا جلوہ دکھا)

"ہمیں نے موسیٰ کو جواب دیا تھا "لن ترانی" (تو مجھے ہرگز دیکھ نہیں سکتا)

"ہم ہی طور سینا پر جلوہ گر ہوئے تھے!......"

جب رات زیادہ گئی۔ درویش اور نازنین حجروں کی طرف بڑھے۔ میں اپنے رفیق کے ساتھ دن بھر کی پیاس سے قریب موت، تکیہ سے نیچے اُتر رہا تھا۔

حکومت نے اب "غم دلق" کی یہ مجلسیں موقوف کر دی ہیں۔ استنبول کے عیاش، سابق خانقاہ نشین درویش، انکے غم میں مدتوں روئیں گے۔

موجودہ ترکی حکومت کی اصلاحات الحاد و بے دینی سے تعبیر کی جاتی ہیں کہ اُسنے اس طرح کے تمام "مذہبی" اور "مقدس" اعمال و رسوم بند کر دئیے ہیں۔ لیکن کیا آپکے قارئین کرام میں سے کوئی بزرگ مجھے بتلائیں گے کہ اسلام کے نقطۂ خیال سے اس طرح کی رسوم کیا حکم رکھتی تھیں؟ اور ان کا انسداد "الحاد" اور "بے دینی" ہے یا "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کا قیام ہے؟

امیر البحر برسٹل اور ترکی انقلاب

امیر البحر برسٹل، ترکی میں آمریکہ کے سیاسی نمائندے ہیں اس ہفتہ انھوں نے ترکی انقلاب کے متعلق اپنے خیالات یہاں کے اخبارات میں شایع کئے ہیں۔ انکے خیالات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"مشرق قریب میں میری زندگی کے یہ ۸ برس میری پوری پچھلی زندگی کے اہم ترین سال ہیں۔ میں نے اس مدت میں بے شمار عقلی و ذہنی فوائد حاصل کئے۔ میں نے ایک قوم کی موت اور اُس کی دوبارہ زندگی اپنی آنکھوں سے دیکھی!

"ترکی کا موجودہ انقلاب، درحقیقت تاریخ جدید کا حیرت انگیز واقعہ ہے۔ یہ انقلاب اچانک نہیں ہوگیا جیسا کہ بہت سے لوگ غلطی سے سمجھتے ہیں۔ یہ سالہا سال سے اندر ہی اندر اپنی جڑیں پکڑ رہا تھا، یہاں تک کہ مناسب موقعہ پر نمایاں ہوگیا۔ بلا شبہ انقلاب بہت جلد ہوگیا۔ لیکن اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ خوش قسمتی سے ترکی کو عین وقت پر ایسے اولو العزم، مدبر، بہادر اور قابل رہنما مل گئے، جو بجا طور پر تاریخ کی عظیم ترین شخصیتوں کے ساتھ دفن کئے جا سکتے ہیں۔ ان ترکی رہنماؤں نے اپنی ان تھک کوششوں اور حیرت انگیز جوش سے ایک نہایت قلیل مدت کے اندر وہ نتائج حاصل کرلئے جن کے لئے قوموں کو صدیوں تک انتظار کرنا پڑتا ہے!

"کوئی شخص بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ ترکی کی آخری جنگ، وطنی حکومت کا قیام، پھر سابق حکومت کی برطرفی، اور جمہوریت کی تاسیس، ایسے عظیم الشان واقعات ہیں جو ہمیشہ یادگار رہیں گے، اور انکے ساتھ غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور انکے رفقاء کے نام بھی ہمیشہ زندہ رہیں گے!

"۱۹۱۹ء میں جب میں یہاں پہونچا، تو قریب تھا، یہ ملک دنیا کے نقشے سے مٹ جائے۔ لیکن آج کیا حال ہے؟ آج ترکی صحیح معنوں میں خود مختار، طاقتور اور نو ملک ہے۔ ایک امید افزا مستقبل اُس کے سامنے ہے۔ میں بغیر کسی جھجک کے اعلان کرتا ہوں کہ جب کبھی مجھے ترکی کی جنگ آزادی کا خیال آتا ہے، میرا سر شریف اور بہادر قوم کی عظمت کے سامنے جھک جاتا ہے!

"تلوار کا جہاد ختم ہوچکا۔ اب تجارتی و اقتصادی جہاد شروع ہوا ہے۔ یہ جہاد پہلے جہاد سے بھی زیادہ سخت ہے اور عظیم قربانیاں طلب کرتا ہے۔ اس میدان میں بھی ترک پوری طرح ساعی ہیں لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اب تک انھیں نمایاں کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ملک کی ناتجربہ کاری ہے۔ مجھے امید ہے کہ اگر کوششیں جاری رہیں تو ترک یہ میدان بھی سر کرلیں گے۔ نئی ریلوں کا جاری ہونا، نئی بندرگاہوں کا کھلنا، نئی سڑکوں کی تعمیر، زراعت کی ترقی، تعلیم کا عموم، حفظان صحت کا اہتمام اور اقتصادی معاملات سے عام دلچسپی، یہ ساری باتیں ایک نہایت روشن مستقبل کی خبر دے رہی ہیں!

"عدل و انصاف اور امن امان کا دور دورہ اور ماہرین فن مالیات و اقتصادیات کی کثرت ہمیں بہت کچھ امیدیں دلا رہی ہے۔ پھر ترکی کا صلح جویانہ مسلک، اپنے پڑوسیوں سے دوستانہ تعلقات جنگی قوت کے عاجلانہ استعمال سے پرہیز ایسی باتیں ہیں جو دنیا بھر میں ترکی کو معزز بنا رہی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ترکی، بدامنی اور فساد کے اس تنور مشرق قریب کی ہمیشہ یوں ہی نگرانی کرتا رہے گا اور اسے کبھی پھٹنے نہیں دے سکیگا!

"میں خیال کرتا ہوں کہ اب آمریکہ، ترکی کو پہلے سے زیادہ جاننے پہچانے لگا ہے۔ اہل آمریکہ علمی لوگ ہیں، اور ہمیشہ صرف نتائج ہی پر نظر رکھتے ہیں۔ قدیم ترکی کے متعلق مشہور تھا کہ یہاں ایک قوم کو دوسری قوم پر ترجیح دی جاتی ہے۔ لیکن اگر موجودہ حکومت نے موجودہ مساوات کو ہمیشہ کے لئے قائم کر دکھایا، جیسا کہ مجھے امید ہے کہ وہ کر دکھائیگی، تو کوئی وجہ نہیں کہ آمریکہ میں بہت جلد عزت و عظمت حاصل نہ کرلے"

انگورہ۔ قیصریہ ریلوے

گزشتہ ہفتہ "انگورہ۔ قیصریہ" ریلوے..... لائن کا افتتاح ہوگیا۔ یہ ریلوے مختلف حیثیتوں سے غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے۔ جنگی نقطۂ نظر سے تو یہ ترکی کے لئے بمنزلہ [illegible] ہے۔ جنگ آزادی کے زمانے میں ترکوں نے یہ حقیقت معلوم کرلی تھی۔ دشمن انگورہ کے [illegible] دھکے دے رہا تھا [illegible] فوجیں دور دراز علاقوں میں بکھری پڑی تھیں۔ کیونکہ اندرون ملک میں کافی ریلوے لائینیں نہ تھیں۔ پہلے انگورہ سے قیصریہ تک گھوڑوں اور گاڑیوں پر پچھ اور نو دن لگتے تھے۔ فوجی نقل و حرکت کے لئے اس سے کتنی مدت صرف ہوتی تھی۔ اب ریل بنجانے کے بعد یہ پوری مسافت صرف چند گھنٹے کی مسافت ہے!

تجارتی اور اقتصادی لحاظ سے بھی یہ ریلوے بہت مفید ہوگی۔ اندرون ملک کی پیداوار بہ آسانی ہر جگہ منتقل کی جاسکے گی اور ضروری اشیاء بہ آسانی وہاں پہنچ جایا کریں گی۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اس ریلوے نے ترکی عزم و ہمت کا ناقابل رد ثبوت بہم پہونچایا ہے۔ یہ ریلوے صرف ترکی سرمایہ اور ترکی محنت سے طیار ہوئی ہے۔ باہر کے کسی آدمی سے کوئی مدد نہیں لی گئی۔ جب ترکی پارلیمنٹ نے اس کی اسکیم منظور کی تھی تو یورپ کے سرمایہ دار ہنستے تھے۔ وہ کہتے تھے ترک یہ کام تن تنہا انجام نہیں دے سکیں گے۔ لیکن ترکوں نے حیرت انگیز سرعت کے ساتھ انجام دے دیا اور یورپ کی زبانیں حیرت سے بند ہوگئیں۔

یہی سبب ہے کہ اس کے افتتاح پر تمام ملک نے مسرت کا عام مظاہرہ کیا۔ افتتاحی جلسہ بھی بڑا شاندار تھا۔ اس جلسہ میں عصمت پاشا وزیر اعظم نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

"قیصریہ کے باشندے ۴۰ سال سے کوشاں تھے کہ کسی طرح انکے زرخیز علاقے میں ریل جاری ہوجائے۔ مگر پچھلی حکومتوں کو اس کی توفیق نہ ملی۔ موجودہ جمہوریت نے ملکی آزادی کی طرف سے اطمینان حاصل کرتے ہی سب سے پہلا کام اپنے سامنے یہی رکھا تھا جسکی تکمیل آج ہمارے سامنے ہے۔ جب ہم نے اپنے داخلی پروگرام پر عمل کرنا چاہا اور ریلوے لائنوں کی تعمیر کا ارادہ کیا، تو ہر طرف سے صدائیں اُٹھیں "یہ ناممکن ہے" ہم نے کہا "ناممکن کیسے ہے؟ ہر باشندے کا فرض ہے کہ اپنے ملک کی خوشحالی کے لئے کوشاں ہو۔ فرض بھی کبھی ناممکن ہوا کرتا ہے؟" ہم اپنی قدرت و قابلیت کا دعویٰ کرتے تھے۔ مگر دوسرے حلقوں سے ہماری بے چارگی اور بے قدری کا اعلان کیا جاتا تھا لیکن آج کسی کو ہمیں ناقابل کہنے کی جرأت نہیں ہوسکتی۔ یہ ریلوے درحقیقت ہماری ایک داخلی اور خارجی فتح ہے۔ لیکن جس طرح ہماری جنگی فتوحات نے ہمیں مغرور اور غافل نہیں کیا تھا، اسی طرح یہ فتح بھی ہماری ہمتوں کو اور آگے بڑھائے گی۔ یہ ریلوے محض ایک ابتدا ہے۔ کئی اور اہم لائنیں طیار ہو رہی ہیں بہت سی عنقریب شروع کی جانے والی ہیں۔ ہم جلد تمام ملک میں، ایک سرے سے دوسرے سرے تک آہنی خطوط کا جال بچھا دیں گے"

روسی انگریزی جھگڑا اور ترکی

ادھر کئی مہینہ سے انگلستان اور روس کے تعلقات کی کشیدگی نے خطرناک صورت اختیار کرلی ہے۔ ابھی تک جنگ کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ لیکن اگر جلد تصفیہ نہ ہوا تو مستقبل قریب میں جنگ یقینی ہے۔ اگر یہ جنگ ہوئی تو اُس میں ترکی کی کیا حیثیت ہوگی؟

یہ سوال ہے جو اسوقت انگلستان، روس، اور خود ترکی میں ہر جگہ پوچھا جا رہا ہے۔ یہ اس لئے کہ اس جنگ میں ترکی کو اپنے جغرافی محل و اطراف کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت حاصل ہوگی۔ طرفین کوشاں ہیں کہ اُسے اپنے ساتھ ملالیں۔ مگر جہاں تک ترکی کی عام رائے کا تعلق ہے، روس ہی کی طرف رجحان عام ہے ترکی اخبارات روس کی حمایت میں مضامین شایع کر رہے ہیں اور کہتے ہیں روس نے ترکی کی اُسوقت مدد کی تھی جب انگلستان نے اپنے اتحادیوں کے ساتھ ملکر اُسے نیست و نابود کر دینے کی

جاسکتا۔ اسپین کے چپہ چپہ میں عربی آثار ہیں۔ رومن زمانے کی یادگاریں بھی اس سے پہلے کی، اور اس کے بعد کی یادگاریں ہیں۔ لیکن تمدن جدید کے سیاح صرف عربی یادگاروں ہی کی قدر کرتے ہیں، اور انھی کے مشاہدے کے لئے تمام دنیا سے شد رحال کرکے آتے ہیں۔

اندلس میں ابتک بکثرت عربی آثار باقی ہیں اگرچہ متعصب اور جاہل اسپینیوں نے اُن کے مٹانے میں کوئی کوشش اُٹھا نہیں رکھی۔ انھوں نے عرب اور عربوں کو انتہے دینی جوش کے ساتھ برباد کیا۔ عربوں کا سمندر تک پیچھا کیا، اور اب خود عربی ممالک میں اُن کا قلع قمع کر رہے ہیں!

اسپینیوں نے عربی یادگاریں محو کرنے کی پوری کوشش کی مگر چند یادگاریں اتنی سخت جان تھیں کہ ابتک موجود ہیں۔ پتھر اور چونے کی یادگاروں کے علاوہ بہت سی معنوی یادگاریں بھی ایسی قائم ہیں کہ انھیں کوئی انسانی قوت مٹا نہیں سکتی۔ اسپینی زبان، بے شمار عربی الفاظ سے لبریز ہے۔ ان الفاظ کا نکال دینا ناممکن ہے۔ انکے نکال دینے کے بعد "اسپینی زبان" زبان ہی نہیں رہے گی۔ پھر اسپین میں کتنے بے شمار چہرے ہیں، جو پکار پکار کر اعلان کر رہے ہیں کہ ہم عربی ہیں! پیشانی کی ساخت، ناک کی قطع، بالوں کی سیاہی، نرمی، اور پیچ و خم سب عربی ہیں۔ کتنی آنکھیں ہیں جو عربی سیاح کی آنکھوں سے لپک کر معانقہ کرتی اور زبان حال سے پکارتی ہیں:

دانا سہی اقدا منافی نعالہم واقنا بین اللحی والحوجیبا

پھر اسپین کی پوری سرزمین، اور اُس سرزمین کا ذرہ ذرہ عرب شہیدوں کے خون سے ترہے۔ اسپینی لاکھ کوشش کریں اپنی سرزمین سے شہیدوں کا خون جلاوطن نہیں کرسکتے!

اسپین میں ابتک عربوں کے محلے موجود ہیں اگرچہ عرب اُن میں آباد نہیں ہیں۔ مکین نہیں رہے۔ لیکن مکان اب تک موجود ہیں! عربی بازار ہیں، عربی قلعے ہیں، عربی محل ہیں، عربی باغ ہیں۔ مسجدیں بھی ہیں جن کے میناروں پر اب موذن کی صداؤں کی جگہ سنہری صلیبوں کی نمائش ہوتی ہے!

عبرت کے مقامات میں بھی کبھی کوئی ہنستا ہے؟ لیکن میں نے اپنے تئیں اندلس کی عبرتگاہوں میں حیرت سے دیکھا کہ مسکرا رہا ہوں! میں "قصر الحمراء" کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ کیونکہ مجھے وہ بادشاہ اور امراء سر نیچے کئے اور کمر جھکائے دیکھتے نظر آتے تھے جنھوں نے آباؤ اجداد کی عظمت اپنی عیش پسندی کی نذر کردی اور خود ذلیل و خوار ہوکر خس و خاشاک کی طرح بہ گئے! میں نے اُنھیں پکار کر کہا: "قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا، فهل وجدتم ما وعد ربكم حقا؟"

لیکن میرا یہ جذبہ زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا۔ فوراً دل نے آہ کی اور دل کی آہ نے آنکھوں میں پہونچکر قطرات اشک کی صورت اختیار کرلی۔ قرآن حکیم کی یہ آیت کریمہ میری زبان پر تھی: كم تركوا من جنات وعيون وزروع ومقام كريم، ونعمة كانوا فيها فاكهين، كذلك واورثناها قوما آخرين۔ فما بكت عليهم السماء والارض وما كانوا منظرين!

(علی عبد الرزاق)

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۴ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کاموں کے لئے استعمال کیجاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادتگاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

منیجر "الہلال" کلکتہ

بریدشرق

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

ترکی کا محرم - امیر البحر برسٹل کا بیان - انگورہ قیصریہ ریلوے - روسی انگریزی جھگڑا اور ترکی

ترکی کا محرم

ہجری سال ختم ہو رہا ہے۔ نئے سال کی آمد آمد ہے۔ یہاں جائے خانوں میں آجکل بعض لوگ جماہیاں لے رہے ہیں۔ انھیں سال نو کی ذرا بھی خوشی نہیں۔ محرم کے غم میں گھلے جاتے ہیں۔ محرم کے پرکشش جلسوں اور مجلسوں کی موقوفی پر!

ان کا غم ایک حد تک بجا ہے۔ واقعی ترکی خصوصاً قسطنطنیہ کا محرم بہت دلچسپ ہوتا تھا۔ نئی حکومت نے جہاں اور بہت سی پرانی رسمیں موقوف کردی ہیں، محرم کے جلسے بھی روک دیئے ہیں۔ حکومت کی یہ کتنی ہی بڑی اصلاح کیوں نہ ہو لیکن جنھیں ان جلسوں کی چاٹ پڑ چکی ہے، انھیں ناراض ہونے سے نہیں روکا جاسکتا۔ وہ کہتے ہیں "زندگی کا آدھا مزہ جاتا رہا!"

حکومت نے ۱۹۲۶ میں محرم کے مراسم موقوف کردیئے۔ اب وہ افسانہ بن گئے ہیں۔ لیکن قبل اس کے کہ دنیا انھیں فراموش کردے تاریخ اپنے صفحات میں ان کے لئے جگہ نکالے، ہم ایک تحریر اور انھیں یاد کرلینا چاہتے ہیں۔

میں جو کچھ لکھنے والا ہوں، سنی سنائی باتیں نہیں ہیں، چشم دید واقعات ہیں۔ زیادہ تفصیل کا موقع نہیں۔ صرف خانقاہوں کے محرم کا ذکر کروں گا۔

حالت یہ تھی کہ خانقاہوں کے بے فکر ملا اور ملازم کھرونی سال بھر تک محرم کا بےچینی سے انتظار کیا کرتے تھے۔ کیونکہ اُن کی کمائی اور خوش وقتی کا اصلی موسم یہی تھا۔ پہلی محرم سے خانقاہوں میں سیاہ پہنے پڑجاتے تھے۔ اُنکے پُر اسرار رہنے والے اپنے سفید اور سبز جامے اُتار کر سیاہ جامے پہن لیتے تھے۔ پانی کے نل بند کردیئے جاتے تھے۔ اگر پیاس لگی ہو مگر وہاں پانی مل نہیں سکتا تھا۔ پانی کے ظروف تک ہٹادیئے جاتے تھے۔ جتلاتے تھے یہ لوگ اہل بیت کے محب ہیں، پانی تک نہیں پیتے! حالانکہ یہ محض فریب تھا۔ یہ محرم بھر سیراب رہتے تھے۔ پانی زنجیروں اور لوٹوں میں بھر کر مکان کے کونوں، غسل خانوں، اور پاخانوں میں رکھ دیا جاتا تھا! اور یہ محرم کے روزے دار وہاں جا جا کر اپنی پیاس بجھالیا کرتے تھے!

مجھے بارہا خانقاہوں میں محرم کی مجلسیں دیکھنے کا موقع ملا۔ سب سے آخری مجلس کی یاد ابتک میرے دل میں تازہ ہے۔ چونکہ یہ سب سے آخری مجلس تھی۔ اس کے بعد قانون نے اس طرح کی مجلسیں ممنوع ٹھرادیں۔ اس لئے اسے ایک تاریخی اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔ ناظرین کی دلچسپی کے لئے میں اُس کا مختصر حال عرض کئے دیتا ہوں۔

پُرانی خانقاہ

باسفورس کی نیلگوں سطح کے کنارے، ایک سرسبز بلند پہاڑ پر، ایک عظیم خانقاہ تھی۔ محرم کے دنوں میں ایک دوست کے ساتھ میں اس خانقاہ میں گیا۔ تیسرا پہر تھا۔ پہاڑ دشوار گزار تھا۔ میں بہت تھک گیا تھا۔ پیاس سے حلق میں کانٹے پڑ گئے تھے۔ عمارت میں داخل ہوتے ہی میں نے بے اختیار پانی مانگا۔ اپنی غلطی پر میں اب تک نادم ہوتا ہوں۔ ہر طرف سے درویشوں کی سیاہ تیز آنکھیں مجھ پر اُٹھ گئیں اور غیظ و غضب سے گھورنے لگیں۔ ایک آواز بلند ہوئی "خارجی!" دوسری آواز بلند ہوئی "یزیدی!" تیسری آواز بلند ہونے والی تھی کہ میرے دوست نے اُسے روک دیا۔ درویش میرے رفیق سے واقف تھے۔ اُسنے اُنھیں یقین دلایا کہ یہ شخص (یعنی میں) خارجی نہیں ہے۔ محب اہل بیت کرام اور صوفیوں کا معتقد ہے۔ یہ حرکت محض نادانستہ ہوگئی ہے!" اگر میں اس مکاری اور ریاکاری کی حقیقت سے واقف نہ ہوتا تو یقیناً متاثر ہوتا اور عجب نہیں ان درویشوں کے ہاتھ چوم لیتا جو حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے غم میں پیاسے رہتے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد ہم ایک وسیع ایوان میں مدعو کئے گئے۔ نماز باجماعت ہوئی۔ پھر مرثیہ شروع ہوا۔ واقعی نہایت پُرتاثیر مرثیہ تھا۔ حاضرین کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی تھی۔

نماز کی جگہ دسترخوان

مغرب تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ہم سمجھے اب نماز ہوگی۔ مگر نماز کے بجائے ہم "عاشورا کی دعوت" پر بلائے گئے۔ درویشوں کو ہماری یہ حرکت بہت ناگوار گذری کہ ہم نے کھانے پر نماز پڑھنے کو کیوں مقدم رکھا؟ جب ہم دسترخوان پر پہونچے تو گھنی داڑھیوں کے اندر اُنکے گال غصے سے لال نظر آرہے تھے!

کھانا پُرتکلف تھا۔ مگر پانی کا نام نہیں۔ میں شروع ہی سے بہت پیاسا تھا۔ حلق میں لقمے اٹکتے تھے۔ مگر خوف سے پانی کا نام بھی نہیں لے سکتا تھا۔ کھانا ختم ہوگیا۔ اب پانی کی امید بندھی مگر بالکل عبث۔ جہنمی پیاس کے ساتھ بیٹھا میں دل ہی دل میں اپنے رفیق کو کوس رہا تھا۔

سیاہ پوش پریوں کا غول!

اچانک ایک دروازہ کھلا اور ایوان میں سیاہ پوش پریوں کا غول داخل ہوگیا! مجھے کوئی تعجب نہیں ہوا کیونکہ حقیقت سے

فلسطین

قومیں مر کر پھر کس طرح جی اٹھتی ہیں؟

اسرائیل کے منتشر گھرانے کا اجتماع!

صیہونی تحریک

اس ہفتہ کی ڈاک میں ہمارے مقالہ نگار فلسطین کی کوئی تحریر نہیں آئی ہے۔ ممکن ہے کسی وجہ سے تاخیر ہوگئی ہو۔ لیکن مصری معاصر "السیاسۃ" میں اُس کے نامہ نگار کی ایک نہایت دلچسپ تحریر شائع ہوئی ہے۔ چونکہ اس کا موضوع اہم اور ضروری ہے، اس لئے ہم بر تیہ مشرق کے سلسلہ میں اس کا ترجمہ یہاں درج کر دیتے ہیں۔

یہودیوں کی پراگندگی

پہلی صدی مسیحی میں رومن بیطس نے اسرائیل کی بیٹیوں کا سراغ لگا لیا، اور پھر اس طرح حملہ آور ہوا کہ اس گھرانے کا پورا کنبہ یا تو ہلاک ہوگیا، یا منتشر ہوگیا۔ اپنے وطن سے بھاگ کر یہودی دنیا بھر میں بکھر گئے۔ لیکن جہاں بھی پناہ لی، مارے، ستائے، اور ذلیل کئے گئے۔ لیکن یہ قوم ایسی سخت جان تھی کہ ہر ستم کی بربادیوں اور قتل عام پر بھی زندہ رہی۔ صرف زندہ ہی نہیں رہی بلکہ اپنا اجتماعی شیرازہ بھی دست بُرد زمانہ سے محفوظ رکھا۔

عربوں یا مسلمانوں کا عہد، یہودیوں کے لئے سب سے زیادہ مبارک ثابت ہوا۔ اسلامی ملکوں میں وہ ظلم و ستم سے محفوظ ہوگئے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اُنھیں پوری شہری اور مذہبی آزادی حاصل ہوگئی۔ وہ اپنے تمام مذہبی شعائر قائم رکھ سکتے تھے اور اپنے تمام اجتماعی و معاشرتی اعمال میں خود مختار تھے۔ مستند یہودی مورخوں نے تسلیم کیا ہے کہ اگر اسلام کی سیاسی قوت قائم نہ ہو جاتی، تو یہودی قوم قطعاً برباد ہو جاتی!

اپنی آخری بدنصیبی کے ابتدائی دور کے بعد اس قوم کے لئے سب سے زیادہ سخت زمانہ وہ تھا، جب اسلامی سلطنتیں تہ و بالا ہونے لگیں اور مسیحیت نے از سر نو سنبھالا لیا۔ اس منحوس عہد میں یہودیوں کی پراگندگی آخری حد تک پہنچ گئی۔ تاریک قرون وسطیٰ (ڈل ایجز) کے مسیحی تعصب نے اُنھیں بُری طرح برباد کیا۔ کوئی مسیحی ملک نہ تھا جہاں یہودیوں پر عام جہاد کا اعلان نہ کر دیا گیا ہو۔ ان کے معبد بند کر دئے گئے۔ اُن کی انجمنیں توڑ دی گئیں۔ اُن کی کتابیں جلا دی گئیں۔ اُن کے علماء پھانسی پر لٹکائے گئے۔ اُنھیں مجبور کیا گیا کہ اپنا دین چھوڑیں یا قتل اور آگ میں جلنا منظور کریں!

بالآخر یہ تاریک دن بھی ٹل گئے۔ نئی تہذیب کا سپیدۂ ظلمت کدۂ مغرب میں طلوع ہوا اور "اسرائیل" کی مردہ لاش نے آہستہ آہستہ سانس لینا شروع کیا۔ دنیا سمجھی تھی یہ قوم فنا ہوگئی۔ مگر اچانک کیا دیکھتی ہے کہ اُس میں زندگی کے آثار پوری طرح موجود ہیں۔ اب یورپین ملکوں میں یہودیوں کو دینی و اجتماعی آزادی مل گئی اور وہ امن سے زندگی بسر کرنے لگے۔

مگر یہ دن زیادہ دراز نہیں نکلے۔ مسیحی یورپ نے یہودیوں سے سیاسی خطرہ محسوس کیا اور از سر نو ظلم شروع کر دیا۔ اس مرتبہ دینی تعصب کی جگہ سیاسی تعصب کارفرما تھا۔ انیسویں صدی کے آخر تک تقریباً یہی حالت رہی۔ یہودیوں کی مخالف تحریک کو یورپ کی بول چال میں "L' ANTI-SEMETIONE" یعنی مخالف سامی تحریک کہتے تھے۔ حالانکہ یہودیوں کو غیر سامی قرار دینا خود ایک سخت ظلم تھا۔ یہودی ہی دنیا میں خالص ترین سامی ہیں۔

یہودی مفکرین نے نہایت دانشمندی سے اب یہ طے کیا کہ اس ظلم و ستم سے نجات حاصل کرنے کی بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ اپنی ظاہری قومی خصوصیات، مثلاً زبان، لباس، طرز بود و باش سے دست بردار ہو جائیں، اور جس ملک میں رہیں، اسی کی وضع و قطع اختیار کر لیں تاکہ مخالفین کا تعصب اور ظلم کم ہو جائے۔ لیکن یہ تجویز بھی کچھ زیادہ سود مند ثابت نہ ہوئی۔ خصوصاً روس میں جہاں یہودیوں کا قتل عام جاری تھا۔

وطنی مرکز کی طرف عود

اب یہودیوں میں اچانک ایک نیا خیال پیدا ہوا۔ فلسطین کی یاد ہر زمانہ میں اُنھیں بے چین رکھتی تھی۔ لیکن یہ یاد محض روحانی تھی۔ اب جو خیال پیدا ہوا اُس نے فلسطین کو ایک نئے روپ میں دکھایا۔ اُنھیں نظر آیا کہ یہ مقدس وطن جس سے بچھڑے ہوئے دو ہزار برس ہو چکے ہیں، از سر نو اُن کا وطن بن سکتا ہے۔

اس دعوت کا مبشر ایک روشن خیال، متدین، آسٹریا کا یہودی اخبار نویس تھا۔ اس کا نام ڈاکٹر تھیوڈور ہرٹزل تھا۔ اُسنے اپنی دعوت اُس وقت شروع کی جبکہ روس اور فرانس میں یہودیوں کے حقوق تلف ہو رہے تھے۔ اُسنے سنہ ۱۸۹۶ء میں ایک کتاب "یہودی سلطنت" کے نام سے شائع کی اور قوی دلائل سے ثابت کیا کہ "یہودی مسئلہ کا تنہا حل یہی ممکن ہے کہ تمام یہودی ایک ملک میں جمع ہو جائیں، اور تمام سلطنتیں اُنکے ملک کی خود مختاری تسلیم کر لیں۔"

یہ دعوت دنیا بھر کے یہودیوں نے پسند کی اور ۱۸۹۷ء میں اپنی پہلی کانفرنس شہر "بال" میں منعقد کی۔ اسمیں مختلف ملکوں سے دو سو یہودی نمائندے شریک ہوئے تھے۔

اب سے تیس برس پہلے روس کے یہودیوں میں فلسطین کی طرف ہجرت کرنے کی تحریک موجود تھی۔ کئی سو یہودی ہجرت کر بھی چکے تھے اور بیت المقدس میں ایک انجمن "محبین صیہون" کے نام سے قائم بھی ہو گئی تھی۔ اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ دنیا بھر کے یہودیوں کو سرزمین مقدس کی طرف ہجرت کی دعوت دی جائے۔ مگر یہ انجمن کامیاب نہیں ہوئی۔ صرف چند زراعتی نو آبادیاں فلسطین میں قائم ہو سکیں۔

لیکن "بال کانفرنس" نے قومی وطن کی تحریک منظور کر لی اور اسے یہودیوں کی قومی تحریک بنا دیا۔ اس تحریک کا نام "صیہونی تحریک" قرار پایا (صیہون، ایک پہاڑ کا نام ہے جس کی بابت توراۃ میں لکھا ہے کہ بیت المقدس اسی پر تعمیر ہوا تھا) اور اس کے لئے ایک قابل عمل پروگرام تیار کیا گیا۔ پروگرام حسب ذیل تھا:

"صیہونی تحریک کا مقصد یہ ہے کہ فلسطین میں یہودیوں کے لئے ایک ایسا قومی وطن پیدا کیا جائے جس کی حمایت بین الاقوامی قانون کے ذمہ ہو۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے مندرجہ ذیل سامان اختیار کئے جائیں:

(۱) یہودی کاشتکاروں اور دستکاروں کو فلسطین کی طرف ہجرت پر آمادہ کیا جائے۔

(۲) مقامی اور بین الاقوامی انجمنوں کے ذریعہ یہودیوں کی شیرازہ بندی کی جائے۔

(۳) یہودی قومیت کا جذبہ تمام قوم میں جگایا جائے۔

(۴) عثمانی حکومت کو یہودی وطن کی تجویز قبول کر لینے پر آمادہ کیا جائے۔

عملی جد و جہد کا آغاز

اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے وائنا میں مرکزی انجمن قائم کی گئی اور ڈاکٹر ہرٹزل نے جد و جہد شروع کر دی۔ اُس نے ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۱ء تک کئی مرتبہ سلطان عبد الحمید سے ملاقاتیں کیں اور اُنھیں یہ تجویز قبول کر لینے پر بہت بہت راغب کیا، مگر وہ برابر انکار ہی کرتے رہے۔ جب ادھر سے بالکل نا امیدی ہوگئی تو ڈاکٹر نے برطانیہ سے گفت و شنید شروع کی اور جزیرہ نمائے سینا میں یہودی نو آبادی قائم کرنے کی اجازت چاہی۔ برطانیہ نے اسے منظور کر لیا، اور مصری حکومت بھی آمادہ ہوگئی کہ یہ علاقہ یہودیوں کے حوالہ کر دے۔ مگر بعد میں اس تجویز پر عمل نہیں کیا جا سکا، کیونکہ تحقیقات سے ثابت ہوا کہ یہ صحرا آبادی کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

ڈاکٹر ہرٹزل نے پھر انگریزی حکومت کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اُسنے یہودیوں کو جنوبی افریقہ میں ایک وسیع علاقہ پیش کر دیا۔ لیکن چھٹی یہودی کانفرنس نے اسے بھی نامنظور کر دیا کیونکہ زمین کے ماہروں نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا "یہ زمین بھی آبادی کے لئے موزوں نہیں ہے۔"

ڈاکٹر ہرٹزل کا سنہ ۱۹۰۴ء میں انتقال ہوگیا۔ لیکن مرنے سے پہلے دو کام ایسے کر گیا جو یہودی قومیت کے لئے عملی بنیاد بن گئے۔ ایک "یہودی نو آبادی بینک" اور دوسرا "یہودی اینا"۔

اس کے بعد بھی صیہونی کانفرنسیں برابر منعقد ہوتی رہیں اور یہودیوں میں قومی روح پھونکتی رہیں۔ اُن کی نظر فلسطین پر لگی ہوئی تھی۔ مگر مشکل یہ تھی کہ ترکی حکومت اس بارے میں [illegible] سننا نہیں چاہتی تھی۔ خود فلسطین کے مسلمان اور عیسائی باشندے بھی اسے گوارا کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔

عالمگیر جنگ عالم

سنہ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم چھڑ گئی، اور اُس کے ساتھ یہودیوں میں بھی نئی حرکت پیدا ہوگئی۔ اُنکے [illegible] نے [illegible] کیا کہ جرمنی، ترکی اور ان کے اتحادیوں کی فتح سے اُن کا کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا لیکن اتحادیوں [illegible] ہوگا۔ لہٰذا اُنھوں نے برطانیہ کا ساتھ دیا اور جنگ میں اپنی دولت و اثر سے اُس کی بڑی مدد کی۔

اس تمام جد و جہد کا نتیجہ بالآخر یہ نکلا کہ یہودیوں کو اپنے مقصد میں کامیابی ہوگئی۔ ۲ نومبر سنہ ۱۹۱۷ء کا دن ان کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ یہی وہ دن ہے جس میں برطانیہ نے یہودیوں کے قومی وطن کے قیام کی تجویز منظور کی۔ یہ یادگار دستاویز "تصریح بالفور" کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ اُسوقت لارڈ بالفور برطانیہ کے وزیر خارجہ تھے۔ انہی نے انگلستان کے مشہور یہودی ساہوکار لارڈ راتھ چائلڈ کے نام سرکاری مراسلہ بھیجا تھا۔ اس کا لفظی ترجمہ حسب ذیل ہے:

تصریح بالفور

"میں انتہائی مسرت سے حکومت برطانیہ کی جانب سے آپکو اطلاع دیتا ہوں کہ ہز مجسٹی کی حکومت فلسطین میں یہودی قومی وطن کا قیام پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے وہ ہر ممکن کوشش کرے گی۔ البتہ یہ ظاہر ہے کہ برطانیہ کوئی ایسی بات نہیں کر سکتی جو فلسطین کے غیر یہودی باشندوں کے

ٹھان لی تھی۔

اس سوال پر ترکی حکومت بھی سنجیدگی سے غور کر رہی ہے؟ کیونکہ جنگ کی صورت میں اُسے لا محالہ کسی ایک فریق کا ساتھ دینا پڑے گا۔

مکتوب عراق

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم بغداد کے قلم سے)
(عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا)

تعلیم

مجھے اپنے اس پہلے مراسلہ میں عراق کی تعلیمی حالت پر کچھ نہ کچھ تبصرہ ضرور کرنا چاہیئے۔ کیونکہ تعلیم کا معاملہ نہایت اہم ہے خصوصاً عراق جیسے ملک کے لئے جو خود مختاری کے لئے بے چین ہے مگر فقدانِ علم کی وجہ سے اپنی آرزو پوری نہیں کرسکتا۔

بدنصیبی سے عراق میں اعلیٰ تعلیم کے لئے کوئی درسگاہ موجود نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عراقیوں کو بیرونی دنیا پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ زیادہ تر طالب علم قسطنطنیہ اور بیروت جاتے ہیں۔ کچھ مصر بھی بھیجے گئے ہیں۔ یورپ اور امریکہ جانے والوں کی تعداد ابھی بہت کم ہے۔

موجودہ حکومت نے یا تو اعلیٰ تعلیم کی طرف توجہ ہی نہیں کی - یا کچھ موانع حائل ہوگئے۔ بہر حال عراق میں اعلیٰ تعلیم بالکل مفقود ہے۔ البتہ حکومت ابتدائی تعلیم کی اشاعت میں زیادہ مستعدی کا اظہار کر رہی ہے۔ اسوقت ابتدائی مدارس میں طالب علموں کی تعداد ۲۳۸۰۰ ہے - مکاتب میں ۱۳۳۵۵ ہے۔ اور شبینہ مدرسوں میں ۲۰۷۸ ہے یعنی کل تعداد ۳۹۲۳۳ ہے۔ یہ تعداد اگر گذشتہ سالوں کے مقابلہ میں رکھی جائے، تو تقریباً ڈیوڑھی ہوگی۔

ابتدائی تعلیم کے بعد ثانوی (سکنڈری) تعلیم کا درجہ ہے اور اسی تناسب سے اُس کی ترقی بھی ہونا چاہیئے۔ لیکن یہاں صورت حال اس سے بالکل مختلف ہے۔ حکومت نے بغداد، موصل، نجف، بصرہ، حلہ، عمادہ، کرک، سلیمانیہ میں ثانوی مدرسے قائم کئے ہیں مگر طالب علموں کی تعداد ابتک ۱۶۱ سے زیادہ نہیں ہوسکی!

ابتدائی اور ثانوی کے علاوہ دو مدرسے معلمین کی تعلیم کے لئے بھی ہیں - ایک مردوں کے لئے اور ایک عورتوں کے لئے - اول الذکر میں طالب علموں کی تعداد ۲۹۰ ہے اور ثانی الذکر میں ۸۰۔

تعلیم کی زبان عربی ہے اور درجۂ تعلیم کچھ زیادہ پست نہیں ہے۔ البتہ مدرسۃ الحقوق (یعنی مدرسۂ قانون) اور مدرسۃ الہندسہ (یعنی انجینیری کے اسکول) میں تعلیم کا معیار نہایت ناقص ہے۔ اس لئے کہ یہاں بھی تعلیم عربی ہی میں ہوتی ہے۔ اور عربی زبان میں ان علوم پر کتابیں بہت کم ہیں۔ عراقی طالب علم چونکہ کوئی یورپین زبان جانتے نہیں، اس لئے مجبوراً یہ طریقہ اختیار کرنا پڑا ہے کہ صرف اُن یادداشتوں کے ذریعہ تعلیم دی جاتی ہے جو طلبا اساتذہ کی تقریروں سے طیار کر لیتے ہیں۔

البتہ ایک بات بہت امید افزا ہے اور وہ یہ ہے کہ اب حکومت نے اپنے خرچ سے طالب علموں کو یورپ اور امریکہ بھیجنا شروع کردیا ہے۔ اسوقت ان طالب علموں کی تعداد پچیس تک پہنچ گئی ہے لیکن ابھی سال ۲۰ کا اور اضافہ بھی ہونے والا ہے۔ انکے علاوہ چند طالب علم وزارت جنگ نے انگلستان بھیجے ہیں اور محکمۂ بیطاری نے چند لڑکوں کو کلکتہ کی درسگاہوں میں بھیجا ہے۔

امیر فیصل سے ملاقات

چند دن ہوئے امیر فیصل "شاہ عراق" نے ایک مصری اخبار نویس کو اپنی ملاقات کا موقعہ دیا۔ مقامی اخبارات نے ملاقات کی حسب ذیل تفصیل شایع کی ہے:

انگریزی عراقی معاہدہ کے متعلق امیر فیصل نے کہا "اس معاہدہ کی مدت ۱۹۲۸ء کے آغاز میں ختم ہو جائیگی - معاہدہ میں ایک دفعہ اس بارے میں موجود ہے کہ ہر چار سال بعد معاہدہ کی تجدید یا ترمیم ہوا کرے گی۔ عراق میں جوں جوں قابلیت پیدا ہوتی جائیگی ویسے ویسے اُسے زیادہ آزادی اور حقوق دیا جائے گا - یہاں تک کہ وہ ایک دن مجلس اقوام (لیگ آف نیشنز) کا ممبر ہو جائے گا، اور دنیا کے دوسرے خود مختار ملکوں کی طرح ایک خود مختار ملک کی زندگی بسر کرسکے گا"

امیر فیصل نے کہا "مجھے یقین ہے عراق بہت جلد یہ درجہ حاصل کرلے گا۔ بہت جلد سے میری مراد ایک دو سال ہے"

مجھے اُمید ہے آپکے قارئین کرام کا ذوق سیاسی اس سے مستغنی ہوگا کہ میں امیر کے بیان پر اپنے رائے زنی کروں۔

عراق کی حکومت کو اب تک بیرونی سلطنتوں نے تسلیم نہیں کیا ہے۔ اس کے متعلق امیر فیصل نے کہا:

"ہماری نظر میں اس مسئلہ کی کوئی زیادہ اہمیت نہیں ہے۔ کیونکہ جن سلطنتوں کے فوائد عراق سے وابستہ ہیں، وہ ایک نہ ایک دن ہماری حکومت کے اعتراف پر ضرور مجبور ہو جائیں گی۔ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ ہمارے تعلقات نہایت دوستانہ ہیں۔ مستقبل قریب میں ہم ٹرکی سے سیاسی تعلقات قائم کرسکیں گے۔ حکومت ایران کے نمائندے نے اگرچہ مجلس اقوام میں عراقی حکومت کا وجود تسلیم کرلیا ہے مگر طہران کی مرکزی حکومت نے اب تک عملی اعتراف کا کوئی ثبوت نہیں دیا"

اب تک عراق کے قنصل دوسرے ملکوں میں موجود نہیں ہیں۔ بیرونی دنیا میں عراق کے معاملات کا ذمہ دار صرف برطانیہ ہے۔ اس صورت حال کی تاویل ہمارے "خود مختار بادشاہ" نے یہ کی:

"عراق کو اس کی ذرا بھی فکر نہیں ہے۔ کیونکہ بجز ایران اور ٹرکی کے بیرونی دنیا میں ہمارے مصالح کہیں بھی نہیں ہیں۔ جب ان دونوں پڑوسیوں سے ہماری مفاہمت ہو جائے گی تو ہم سیاسی نمائندوں کا تبادلہ کریں گے۔ دوسرے ملکوں سے اس طرح کے علائق پیدا کرنے کا ہمیں کوئی خیال نہیں ہے"

یہ کہنا ضروری نہیں کہ عراق کی "دو سال کے اندر" حاصل ہونے والی "خود مختاری" کے ساتھ یہ توجیہ کہاں تک جمع ہوسکتی ہے؟ مصر کے موجودہ ذہنی انقلاب کے متعلق امیر نے یوں اظہار خیال کیا:

"میں نے اس ذہنی انقلاب کی پوری تحقیق نہیں کی ہے۔ اس لئے میری رائے چنداں اہمیت نہیں رکھتی۔ تاہم اپنی محدود واقفیت کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ اگر مصر برابر اسی طرح ذہنی ترقی کرتا گیا تو بہت جلد مغربی قوموں کے برابر ہو جائے گا۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ ذہنی انقلابوں کی بنیادیں ہمیشہ قومی روایات پر قائم ہونا چاہئیں۔ اسوقت مصر، تمام عربی ممالک کے لئے شمع ہدایت بنا ہوا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اُسکی ذہنی ترقی صلح روایات پر مبنی ہو تاکہ دوسری عربی قومیں بھی اپنی عربیت و قومیت قائم رکھتے ہوئے اس کا ساتھ دے سکیں۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ قومی بیداری صرف عقل و ذہن ہی تک محدود نہیں رہنا چاہیئے۔ عملی بیداری بھی ہونی چاہیئے۔ مجھے افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مشرق کی موجودہ بیداری محض ذہنی و نظری ہے۔ حالانکہ قومیں عملی بیداری ہی سے کامل قومی ترقی حاصل کرسکتی ہیں"

عراقی فوج اور برطانیہ

انگریزی عراقی معاہدہ کی ایک دفعہ یہ ہے کہ ۱۹۲۸ء میں معاہدہ پر نظر ثانی کی جائے گی، اور برطانیہ اپنی تمام فوجی قوت ملک سے ہٹالے گا۔

اب جبکہ یہ مدت ختم ہو رہی ہے تو قدرتی طور پر عراقی حکومت کو خیال ہوا کہ اپنی قومی فوج میں اضافہ کرے۔ چنانچہ اُسنے جبری بھرتی کی تجویز منظور کرلی۔ برطانی ہائی کمشنر پہلے تو برابر خاموش رہا، لیکن جب حکومت نے عملاً کاروائی شروع کردینی چاہی تو اُسنے اعتراض کیا اور اس تجویز سے حکومت کی مخالفت ظاہر کی۔

اُسنے اپنے نوٹ میں لکھا ہے

"عراق کی مدافعت صرف عراقی فوج نہیں کرسکتی۔ اُسے برابر انگریزی قوت کی ضرورت ہے۔ عراق کے پاس ہوائی بیڑہ موجود نہیں ہے۔ اس بیڑے اور فوج کی تنظیم کے لئے کافی روپیہ بھی نہیں ہے۔ لہذا جبری بھرتی کی تجویز ناقابل عمل ہے۔ علاوہ بریں یہ غیر ضروری بھی ہے۔ کیونکہ برطانیہ اپنی "دوستی" میں برابر "وفادار" ہے اور عراق کی مدافعت کی ذمہ داری قبول کرچکا ہے"!

یہ ہے ہمارے امیر کی وہ موجودہ خود مختاری جس کا دو تین سال کے اندر انہیں انتظار ہے!

برطانی ہائی کمشنر کے اس اعتراض پر عراقی وزارت نے اپنا استعفا پیش کردیا۔ مگر امیر نے منظور نہیں کیا اور اسپر زور دیا کہ حکومت برطانیہ سے مزید گفت و شنید جاری کی جائے۔

اسوقت صرف یہ فوج ہی کی مشکل درپیش نہیں ہے بلکہ ایک دوسرا معاملہ بھی درپیش ہے۔ عراقی حکومت نے برطانیہ سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ریلوے اور بندرگاہ سے دست بردار ہو جائے جیسا کہ اُسنے وعدہ کیا تھا مگر برطانیہ اسپر آمادہ نہیں ہے، اور ظاہر ہے کہ کیوں آمادہ ہو؟

کویت کی پنچایت

نجد و عراق میں کئی سال ہوئے ایک معاہدہ ہوا تھا اور فریقین نے اتفاق کیا تھا کہ وقتاً فوقتاً عراقی اور نجدی نمائندوں کی پنچایت منعقد ہوا کرے اور قبائل کے تمام باہمی معاملات کا فیصلہ اُسی کے ہاتھ میں ہو۔ چنانچہ اس قسم کی ایک پنچایت اسی ماہ کویت میں منعقد ہونے والی ہے۔ کیونکہ ادہر عراقی نجدی قبائل میں کئی لڑائیاں اور غارت گریاں ہوچکی ہیں۔

کردستان

سلیمانیہ کی کمشنری میں کردوں کے دو علاقے "شاہ بازار" اور "پنجوین" اب تک حکومت عراق کے مطیع نہیں ہوئے تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ان علاقوں کے باشندے قرب و جوار کے علاقوں پر حملے بھی کرتے رہتے تھے۔ اس ہفتہ حکومت نے "پنجوین" کے شہر پر فوجی قبضہ کرلیا ہے اور مشہور کردی زعیم شیخ محمود سے لڑائی ہو رہی ہے۔

ہے کہ - ملک میں ہم نے پوری طرح امن وامان قائم کردیا ہو اگرچہ کبھی کبھی ہتیار بند ٹولیاں غارت گری کرجاتی ہیں " ایک اعتبار سے یہ بیان صحیح ہو - بلاشبہ اسوقت وہ کوئی قابل ذکر جنگی کاروائی نہیں کررہے ہیں - لیکن یہاں ہر شخص جانتا ہو اور خود حکومت فرانس بھی جانتی ہو کہ یہ سکون ، ایک آنے والے طوفان کا پیش خیمہ ہو -

شام کی قومی تحریک

اس نقطہ پر پہنچنے کے بعد قدرتی طور پر سوال ہوتا ہو کہ آخر شام کی قومی تحریک کیا ہو ؟ اُس کے مقاصد کیا ہیں ؟ اُس کی تاریخ کیا ہو ؟ جواب کے لئے بڑی تفصیل کی ضرورت ہو اور وہ اس مراسلہ میں ممکن نہیں - تاہم ایک سرسری نظر ڈالنا ضروری ہو تاکہ آپکے قارئین حقیقت حال سے بے خبر نہ رہیں -

شام کی قومی تحریک کے متعلق یہ سمجھنا سخت غلطی ہو کہ وہ فرانس کی خصومت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو - یہ تحریک جنگ عظیم سے پہلے بھی موجود تھی اور خود عثمانی حکومت کے مقابلہ میں شروع ہوئی تھی -

جنگ عام میں شام کا رجحان دول اتحاد کی طرف تھا اور اسی رجحان کی وجہ سے شام کو مرحوم جمال پاشا کے ہاتھوں طرح طرح کی سختیاں جھیلنی پڑیں - اتحادیوں کی طرف یہ رجحان محض اس لئے تھا کہ شام امید کرتا تھا وہ اتحادیوں کے ذریعہ اپنی ملکی آزادی حاصل کرسکے گا - اتحادیوں میں فرانس سے آسے بڑی عقیدت تھی - کیونکہ فرانس ۵۰ برس سے یہاں اپنا اثر پھیلا رہا تھا ، اور شامی تحریک کی علانیہ پیٹھ ٹھونکتا تھا - یہی وجہ ہو کہ جب جنگ کے خاتمہ پر فرانس کو شام کی وصایۃ (مینڈیٹ) ملی تو ملک میں مسرت کے نعرے بلند ہوگئے اور سادہ لوح باشندوں نے یقین کیا کہ اب فرانس کے ہاتھوں آزادی کی دولت ضرور ملجائے گی - مگر اُنھیں جلد ہی اپنی غلطی معلوم ہوگئی - اُنھوں نے دیکھ لیا کہ فرانس ترکوں سے بھی زیادہ مستبد اور سخت گیر ہے - صرف یہی نہیں کہ وہ آزادی دینی نہیں چاہتا ، بلکہ اُن کی قومیت بھی برباد کرڈالنا چاہتا ہو -

فرانس نے قبضہ حاصل کرتے ہی یہ کیا کہ ملک کے چار ٹکڑے کرڈالے ، اور چاروں کو ایک دوسرے سے بالکل مختلف نظام اور دستور کے ماتحت رکھا - چنانچہ لبنان ایک علیحدہ جمہوریت بنادی گئی - دمشق کی حکومت الگ کردی - جبل حوران کو بھی ایک علیحدہ قطعہ بنادیا - اور اسی طرح بلاد علویین کو بھی ایک مستقل ملک قرار دیدیا - اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ ملک کے ان چاروں حصوں میں کسی قسم کا سیاسی اجتماعی ، اور انتظامی رشتہ وارتباط باقی نہ رہے ، بلکہ الگ الگ ہوکر ایک دوسرے کی مخالفت شروع کردیں -

یہی نہیں بلکہ ہر حصہ ملک میں فرقہ وار کش مکش بھی پیدا کردی جو شرق میں مغربی حکومتوں کا سب سے بڑا آلہ کار رہا ہو - پہلے مسلمانوں ، عیسائیوں ، یہودیوں میں پھوٹ ڈال دی - پھر ان میں سے ہر فرقہ کی مختلف شاخوں کو ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کردیا - عرب اور غیر عرب کا جھگڑا ، شیعہ اور سنی کا جھگڑا ، ترکوں اور چرکسیوں کا جھگڑا ، اور سنی اور یہودیوں کا جھگڑا ، غرضکہ بے شمار فتنے پیدا کردیئے -

لیکن باوجود ان تمام ریشہ دوانیوں کے مجموعی طور پر شام کے وطن پرست اب تک اپنی اصلی تحریک بچائے ہوئے ہیں - اُن کا مطالبہ صرف ایک ہو ، اور وہ یہ ہو کہ فرانس شام کو خالی کردے - وطنی جماعت سے اکثر کا مستقل پالیسی ہو اور ان کا مطالبہ یہ ہو کہ شام کی موجودہ تقسیم منسوخ کردی جائے ، اور ملک کو اندرونی خود مختاری دیدی جائے - تیسرا گروہ ابن الوقتوں کا ہو - وہ فرانس کے بھی حامی ہیں اور گاہ گاہ ملک کے بھی حامی ہیں - ان میں سے اکثر لوگوں کا خیال ہو کہ جس طرح برطانیہ نے عراق اور شرق اردن میں دو برائے نام پادشاہ بٹھادیے ہیں ، اسی طرح فرانس کو بھی شام میں ایک " پادشاہ " کا پتلہ بٹھادینا چاہیے - اس سلسلہ میں متعدد شاہزادوں اور امیروں کا نام لیا جاتا ہو جن کا ذکر اوپر آچکا ہو - لیکن زیادہ میلان عباس حلمی سابق خدیو مصر یا ان کے چھوٹے بھائی پرنس محمد علی اور پرنس یوسف کمال کی طرف ظاہر کیا جاتا ہو - ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا -

---

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

(عربی سے ترجمہ کیا گیا)

انگریزی مصری نزاع

پچھلے مکتوب میں اس نزاع اور اُس کے بنیادی نقطوں پر روشنی ڈال چکا ہوں - نزاع کی اصلی بنیاد درحقیقت مصری فوج کا معاملہ ہو - مصری حکومت انگریزی " سرداری " کا عہدہ منسوخ کرکے فوج اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی ہو - برطانیہ اسے منظور نہیں کرتا - اور مصر کو مصنوعی آزادی اور نام نہاد خود مختاری دیکر بدستور محکوم رکھنا چاہتی ہو -

اس نزاع میں برطانیہ نے اپنے وہ تمام حربے استعمال کیے جن کا وہ مدت سے عادی ہو - سر آسٹن چیمبرلین نے پارلیمنٹ کے ایوان میں کھڑے ہوکر اپنا وہی پرانا راگ الاپا " یورپین باشندوں کی زندگی خطرے میں ہو " ساتھ ہی جنگی جہاز بھی بھیجدیے - مزید برآں تمام یورپ میں مصر کے خلاف دعایۃ (پروپگنڈا) شروع کردی گئی - نتیجہ یہ نکلا کہ فرانس ، اٹلی ، اور بعض دوسرے یورپین ممالک کے اخباروں نے مصر کے خلاف زہر اُگلنا اور برطانیہ کو سخت سے سخت کارروائی کا مشورہ دینا شروع کردیا - درحقیقت فرانس اور اٹلی ، دونوں مصر کی بیداری سے اُسی طرح خائف ہیں ، جس طرح خود برطانیہ ہو - اٹلی کو خوف طرابلس کی وجہ سے ہے فرانس کو الجزائر ، ٹیونس ، مراکش ، اور خود شام کی وجہ سے -

لیکن ان تمام دھمکیوں اور تہدیدوں کا اثر کیا ہوا ؟ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ مصری حکومت انگریزی قوت کے سامنے فوراً جھک جائے گی - لیکن اب معلوم ہوتا ہو کہ وہ زمانے لد گئے جب اس طرح کے مظاہرے رعب پیدا کردیا کرتے تھے - مصری حکومت خلاف توقع اسوقت تک اپنے مسلک پر قائم رہی ہو -

جان بل کی عادت ہو کہ جب دھمکی سے حریف مرعوب نہیں ہوتا تو خود نرم پڑجاتا ہو - چنانچہ مصری حکومت کی استقامت دیکھتے ہی لارڈ لائیڈ جارج بہت کچھ نرم پڑگئے ہیں اور اپنے مطالبات ہلکے کرتے جاتے ہیں - ابھی تک نزاع ختم نہیں ہوئی ہو - لیکن خیال کیا جاتا ہو کہ امروز فردا میں نرم گرم تصفیہ ہوجائے گا - انگریزی مصری گفت و شنید پردۂ راز میں ہو - لیکن یہاں کے اخبارات نے وہ بنیادی نقطے شایع کردیے ہیں جن پر مصری حکومت کی آخری یادداشت مبنی ہو - وہ حسب ذیل ہیں :

(۱) مصری پارلیمنٹ بدستور تنفیذی قوت کی نگرانی کا حق رکھتی ہو -

(۲) وزارت جنگ اور اُس کی تمام شاخوں پر مصری پارلیمنٹ کا اقتدار قائم رہے گا -

(۳) وزارت جنگ کی تمام مجالس بدستور قائم رہیں گی اور اُن کی موجودہ قوت و اختیار میں کوئی کمی نہیں ہوگی -

(۴) تمام سرزمین مصر پر مصری حکومت کا اقتدار برقرار رہے گا ، اور پوری مملکت کی نگرانی مصری پارلیمنٹ کے ہاتھ میں رہے گی -

اگر برطانیہ نے یہ بنیادیں تسلیم کرلیں ، جس کا قوی امکان ہو ، تو موجودہ نزاع کا خاتمہ ہوجائے گا -

مصر کی ذہنی و اجتماعی ترقی

جنگ عظیم کے بعد مصر نے صرف سیاسی ترقی ہی نہیں کی بلکہ اُس کی ذہنی و اجتماعی حالت میں بھی عظیم تغیرات ہوئے - یہ تغیرات کس درجہ تک پہنچ چکے ہیں ؟ اس کا جواب مشکل ہو - بیرونی دنیا اس کا اندازہ نہیں کرسکتی - البتہ سیاسی ترقی ، ہمیشہ ذہنی و اجتماعی ترقی کا نتیجہ ہوتی ہو - مصر کی موجودہ سیاسی بیداری سے اُس کی ذہنی و اجتماعی بیداری کا اندازہ کیا جاسکتا ہو - پچھلے دنوں یہاں " مؤتمر عربی " منعقد ہوئی تھی ، جس کا تذکرہ اپنے پچھلے خط میں کرچکا ہوں اس مؤتمر میں دوسرے عربی ممالک کے جو فضلا شریک ہوئے تھے ، انھیں مصر کی حالت دیکھ کر سخت حیرت ہوئی - ذیل میں صرف ایک مشہور شامی فاضل علامہ محمد کرد علی کے تاثرات درج کیے جاتے ہیں جن کا اظہار اُنھوں نے شام میں جاکر کیا ہو - موصوف کہتے ہیں :

" سب سے پہلے میں نے ۱۹۰۱ء میں مصر کی زیارت کی تھی آخری سفر کا ۲۶ سال کے بعد اب اتفاق ہوا - مجھے وہ انقلاب عظیم دیکھ کر سخت حیرت ہوئی جو اس چوتھائی صدی کے اندر مصر پر طاری ہوگیا ہو - میں نے اپنے اس آخری سفر میں مصر کا پوری طرح مطالعہ کیا - ہر طبقہ کو غور سے دیکھا - تقریریں سنیں ، قصیدے سُنے ، انجمنیں دیکھیں - تھیٹر دیکھے - اخبارات کا معائنہ کیا - کتبخانوں کی سیر کی - غرضکہ ہر پہلو پر نظر ڈالی - مجموعی طور پر میں نے یہ اثر قبول کیا کہ مصر نے حیرت انگیز ترقی کرلی ہو - سب سے زیادہ نمایاں حقیقت میں نے یہ دیکھی کہ فرانسیسی تہذیب ، جس کی تخم ریزی فرانسیسی علماء نے انیسویں صدی کے اوائل میں کی تھی وہ مصر کے انگریزی اقتدار سے مغلوب نہ ہوسکی ، بلکہ اُس نے انگریزی تہذیب کی خصوصیات کو شکست دیدی - مصر نے اس تمدن میں تراش خراش کرکے ایسی تبدیلی پیدا کرلی ہو کہ وہ فرانسیسی کی جگہ مصری یا عربی تمدن بن گیا ہو - اسوقت کا قاہرہ ، پرانے زمانہ کا بغداد ، قرطبہ ، اشبلیہ ، طلیطلہ ، غرناطہ ہے - اسے صحیح معنوں میں تمام عربی دنیا کا علمی و ذہنی مرکز تسلیم کرنا چاہئے - اسوقت ملک میں دس ہزار مکتب جاری ہیں - لیکن مصری حکومت اسے کافی نہیں سمجھتی - دس ہزار مزید جاری کرنا چاہتی ہو "

دینی یا شہری حقوق کے منافی ہو۔ میں ممنون ہوں گا اگر آپ یہ تصریح صیہونی انجمن تک پہونچا دیں"

یہ تصریح دراصل ڈاکٹر حایم ویزمان کی کوششوں سے حاصل ہوئی تھی۔ یہ اُس وقت صیہونی انجمن کی انتظامی مجلس کے ممبر تھے اور اب اُس کے صدر ہیں۔ اس تصریح کے صادر ہونے ہی فرانس، اٹلی، جاپان، اور امریکہ نے اسے تسلیم کر لیا۔ یہودیوں نے ایک لمحہ ضایع کئے بغیر عملی کارروائیاں شروع کر دیں۔ ڈاکٹر ویزمان کی صدارت میں ایک نمائندہ وفد فلسطین بھیجا گیا تاکہ برطانوی حکام کی تائید سے یہودیوں کی ہجرت اور آبادی کا سامان مہیا کرے۔

یہودیوں نے صرف اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ مجلس اقوام سے بھی اس کی تصدیق چاہی۔ چنانچہ فلسطین کی برطانوی وصایة (مینڈیٹ) کی دستاویز کے دیباچہ میں تحریر ہے "تمام دول اتحاد اس بات پر متفق ہیں کہ برطانی سلطنت اس تصریح کو عملاً کامیاب بنانے کے لئے ذمہ دار ہے جو ۲ نومبر کو اُس کی جانب سے ظاہر کی گئی ہے"

اس دستاویز کی دفعہ ۲ میں ہے:

"حکمران حکومت اس امر کی ذمہ دار ہے کہ ملک (فلسطین) میں ایک ایسی سیاسی، انتظامی، اقتصادی صورت حال پیدا کرے جو یہودی وطن کے قیام کے لئے ضروری ہے"

چوتھی دفعہ میں ہے:

"یہ طے پا گیا کہ یہودیوں کی نمائندہ مجلس فلسطین میں ایک ذمہ دار مجلس تسلیم کی جائے گی، اور اُن تمام اقتصادی و اجتماعی معاملات میں اُس سے مشورہ لیا جائے گا جن کا تعلق "یہودی وطن" سے ہے۔ یہ بھی طے پا گیا کہ صیہونی انجمن ہی ایک ایسی مجلس ہے جو یہودیوں کی قائم مقام اور ذمہ دار ہے۔ لہذا وہ اُسوقت تک یہودیوں کی نمائندہ تسلیم کی جائے گی جب تک اپنی یہ حیثیت برقرار رکھے گی۔ لہذا صیہونی انجمن کو اختیار دیا جاتا ہے کہ برطانیہ کے مشورے سے وہ تمام تدابیر اختیار کرے جن سے "قومی وطن" کے لئے دنیا بھر کے یہودیوں سے امداد و اعانت حاصل کی جا سکتی ہے"

غرضکہ اس دستاویز میں اسی طرح کی اور بھی کئی تصریحیں موجود ہیں۔

اجراء، عمل، اور ترقی!

جس دن سے بالفور کی تصریح جاری ہوئی ہے، یہودی اپنی تجویز کو حیرت انگیز سرگرمی اور جوش سے عملی جامہ پہنا رہے ہیں۔ اس مقصد کے لئے اُنھوں نے کئی مجالس بنا رکھی ہیں:

(۱) عام صیہونی انجمن۔ اس کی ۶۷ شاخیں ہیں اور دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس انجمن میں ہر یہودی مقررہ فیس ادا کر کے داخل ہو سکتا ہے۔ سنہ ۱۹۲۵ء میں اس کے ممبروں کی تعداد ۶ لاکھ تیس ہزار تھی۔ اس انجمن کی سالانہ کانفرنس درحقیقت صیہونی تحریک میں سب سے زیادہ با اختیار مجلس ہوتی ہے۔ یہی پروگرام بناتی، عزل و نصب کرتی، میزانیہ منظور کرتی اور سال کے لئے مختلف مجلسیں منتخب کرتی ہے۔

اِن کمیٹیوں میں سب سے زیادہ اہم اُس کی جمعیۃ عاملہ اور مرکزی جمعیۃ ہے۔ جمعیۃ عاملہ میں دس ممبر رہتے ہیں۔ ۵ ہمیشہ لندن میں رہتے ہیں اور ۵ بیت المقدس میں۔ ان کا کام اُن تمام آبادی اور سیاسی مسائل کا حل کرنا ہے جن کا تعلق فلسطین کے یہودیوں سے ہے۔

(۲) مالی مجالس۔ ان سے مقصود یہودی وطن کی مالی ضروریات کا مہیا کرنا ہے۔ یہ مجالس دراصل تین بینک ہیں:

(۱) یہودی نوآبادی بینک۔ اس کا دفتر لندن میں ہے اور سرمایہ تیس لاکھ پونڈ ہے۔

(۲) فلسطینی انگریزی انجمن۔ اس کا راس المال بھی ۲۰ لاکھ پونڈ ہے۔

(۳) یہودی بیت المال۔ اس کا دفتر بھی لندن میں ہے اور سرمایہ ۲۲ لاکھ پونڈ ہے۔

یعنی یہودیوں کی قومی تحریک کے پاس اسوقت ۷۲ لاکھ پونڈ ۱۱ کروڑ روپیہ موجود ہے۔

یہ ہے وہ عملی قوت جس سے قومیں مرکر زندہ ہوتی ہیں! یہ وہ قوم تھی جس کا حوادث عالم خاتمہ کر چکے تھے جس کی پیشانی پر ذلت و مسکنت کی مُہر لگ چکی تھی۔ جو دنیا کے ہر گوشہ میں مظلوم، بے بس، اور تباہ حال تھی جس کی کل تعداد چند ملین نفوس سے زیادہ نہیں۔ باایں ہمہ جب اُسنے زندہ ہونے اور زندہ رہنے کا فیصلہ کر لیا تو کوئی بھی رکاوٹ بھی اس کی راہ نہ روک سکی۔ حتیٰ کہ بڑی بڑی طاقتور حکومتوں کو بھی راستہ خالی کر دینا پڑا!

لیکن اُس کے مقابلہ میں ہمارا کیا حال ہے؟ اُن مشرقی اقوام کا کیا حال ہے جو صدیوں سے حکمرانی کرتی آئی ہیں۔ جو اب بھی حکومت کی عزت سے محروم نہیں، جنھیں حکومت کے تخت سے اُترے ابھی پوری ایک صدی بھی نہیں گزری ہے۔ جن کی تعداد کروڑہا نفوس سے متجاوز ہے۔ اور جو اپنی قومی کارناموں اور تمدنیوں کی ایک مسلسل اور قریبی تاریخ رکھتی ہیں؟

جواب کی ضرورت نہیں، لیکن یہ سوال کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا جب غفلت دُور ہوگی اور دانش رفتہ واپس آ جائے گی؟ ان فی ذلک لذکریٰ لمن کان لہٗ قلب او القی السمع وھو شھید!

مکتوب شام

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم بیروت کے قلم سے)

(عربی سے ترجمہ کیا گیا)

شام کا مستقبل

شام کے فرانسیسی ہائی کمشنر ایم ہنری پونسو، مدت سے پیرس میں مقیم ہیں۔ ملک میں عام طور پر خیال کیا جا رہا ہے کہ ان کی غیر حاضری محض اس وجہ سے ہے کہ نئی اصلاحات کے اجراء کے لئے وہ مرکزی حکومت سے مشورے کر رہے ہیں۔

کچھ نہیں کہا جا سکتا اُن کی اس پُراسرار غیر حاضری کی اصلی وجہ کیا ہے؟ لیکن اس کی وجہ سے ملک میں عام بےچینی پھیلی ہوئی ہے۔ ایک گروہ اس صورت کو نیک شگون سمجھتا ہے اور بڑے بڑے ہوائی قلعے بنا رہا ہے۔ دوسرا گروہ اسے شگون بد سمجھتا ہے اور ناامیدی کا اظہار کر رہا ہے۔ شاید ہائی کمشنر کے رُوپوش کر دینے میں حکومت کی بھی یہی مصلحت تھی کہ ملک کے جذبات میں اختلاف حال پیدا ہو جائے اور متحدہ مطالبے کی قوت کمزور پڑ جائے۔ اگر یہی مصلحت تھی تو اسمیں شک نہیں کہ یہ ایک حد تک کامیاب ہوئی ہے!

آئندہ شام کا نظام حکومت کیا ہوگا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب اسوقت کوئی بھی نہیں دے سکتا۔ حتیٰ کہ خود فرانس بھی نہیں دے سکتا۔ شام کے بارے میں فرانس کی پالیسی اب تک نہایت مضطرب رہی ہے۔ کبھی وہ چاہتا ہے اس ملک کو الجزائر کی طرح اپنا ایک محکوم نوآبادی علاقہ بنا لے۔ کبھی سوچتا ہے فونس کی سی برائے نام ریاست قائم کر دے۔ کبھی امیر عبدالقادر الجزائری مرحوم کی اولاد کی طرف میلان ظاہر کرتا ہے۔ کبھی شام کے تخت کے لئے سلطان عبدالحمید کے کسی لڑکے کو ڈھونڈھتا پھرتا ہے۔ کبھی شریف حسین سابق شاہ حجاز کے بیٹوں پر اُس کی نظر پڑتی ہے۔ غرضکہ اُس کا مسلک ابتک استوار نہیں ہوا ہے۔

شام کی موجودہ مشکلات درحقیقت اسی سیاسی اضطراب کا نتیجہ ہیں۔ جب تک فرانس اپنی روش مضبوط بنیادوں پر قائم نہیں کرے گا، اُسوقت تک یہ مشکلات دُور نہیں ہوں گی۔

ایک نیا نظریہ

آجکل دمشق میں مغرب اقصیٰ کے ایک وزیر سید قدور بن غبریط آئے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنی آمد کی غرض یہ بتائی ہے کہ پیرس کی مسجد کے لئے چندہ جمع کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہاں کی علم رائے اسے تسلیم نہیں کرتی۔ لوگ کہتے ہیں یہ کام اتنا اہم نہ تھا کہ اس کے لئے ایک وزیر اپنے فرائض وزارت چھوڑ کر اتنا طویل سفر اختیار کرتا۔ پھر اگر یہ کام اتنا ہی اہم تھا تو بھی شام میں چندہ کی تحریک کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ ملک اندرونی شورشوں سے برباد ہو رہا ہے۔ چندے کے لئے سب سے مناسب مقام، مصر اور ہندوستان تھے۔ (ہم اس پر اتنا اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ "سب سے مناسب مقام" اب اگر صرف مصر ہی کو سمجھا جائے تو ہندوستان کو کوئی شکایت نہ ہوگی! ۔ الہلال)

پھر آخر سید قدور بن غبریط کیوں آئے ہیں؟ اس کا جواب وہی دیا جا رہا ہے جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں، یعنی فرانس کی سیاسی حکمت عملی کا اضطراب۔ خیال کیا جاتا ہے اب فرانس، شام کو مراکش کے ماتحت کر دینا چاہتا ہے۔ اس کی صورت یہ تجویز ہوئی ہے کہ "سلطان" مراکش کے بھائی یا لڑکے کو شام کا "بادشاہ" بنا دیا جائے گا۔ اور حکومت کی باگیں مراکش کے فرانسیسی حکام کے ہاتھوں میں رہیں گی!

اگر یہ افواہ صحیح ہے تو بدنصیب شام کی طرح فرانس کے تدبر پر بھی ماتم کرنا چاہئے۔ شام، مراکش سے کہیں زیادہ متمدن اور ترقی یافتہ ملک ہے۔ بھلا شامی یہ تجویز ایک لمحہ کے لئے بھی قبول کر سکتے ہیں کہ مراکش کے ماتحت ہو جائیں؟ جب سے یہ افواہ مشہور ہوئی ہے ہر طرف عام ناراضی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ شام کے باشندے بڑے مہمان نواز ہیں، مگر اس افواہ نے اُنھیں سید قدور سے سخت متنفر کر دیا ہے۔ چند دن کی بات ہے کہ دمشق کی بلدیہ (میونسپلٹی) کے رئیس نے مراکشی مہمان کے اعزاز میں ایک دعوت کا اہتمام کیا تھا اور معززین شہر کو خطوط کے ذریعہ دعوتیں بھیجی تھیں۔ مگر چونکہ اُسوقت تک یہ افواہ پھیل چکی تھی، اس لئے چھ سات آدمیوں سے زیادہ دعوت میں مجمع نہ ہو سکا اور اس مہمان "عزیز" نے معلوم کر لیا کہ شام اب اُنھیں اُنکے مقصد سفر سے الگ کر کے نہیں دیکھ سکتا!

جہاد آزادی

"دروز" ابتک جہاد آزادی سے تھکے نہیں ہیں۔ بلاشبہ اُنھیں سخت نقصانات برداشت کرنے پڑے۔ مٹھی بھر قوم اور فرانس جیسی سلطنت سے جنگ! تاریخ کی بڑی سے بڑی حیرت انگیز بات ہے۔ مگر یہ بہادر قوم کسی طرح بھی ہتیار رکھنے پر آمادہ نہیں ہوتی!

دروزیوں کی موجودہ قوت کیا ہے؟ اُن کا پروگرام کیا ہے؟ یہ بات بھی ویسی ہی مبہم ہے جیسی خود فرانس کی حکمت عملی ہے۔ ہائی کمشنر نے پیرس میں ظہور کرتے ہوئے شام کی حالت پر تاثر

اور میدانِ عمل میں ہمیشہ سرگرمی دکھاتی رہی۔ پنجاب میں آباد ہونے والے عام یونانیوں کے برعکس اس کی جدوجہد برابر جاری رہی تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس باختری یونانیوں نے ۱۹۰ قبل مسیح میں دوبارہ ٹیکسلا اور دیگر قریبی علاقوں پر قبضہ جما لیا۔

تورانیوں کا دور

یونانیوں نے ٹیکسلا پر تقریباً ایک سو سال تک حکومت کی۔ اس کے بعد سیستان کے رہنے والے تورانیوں نے جو ہندوستان میں آکر شاکا کہلائے تھے، ہرات کے علاقہ کو فتح کر لیا اور پنجاب پر حملہ کر دیا۔ قریب ایک صدی قبل مسیح میں ٹیکسلا پر ان کا قبضہ ہو گیا تھا۔ ان کے بعد اہل پارتھیا یعنی ایرانیوں کا دورِ دورہ رہا۔

اہل کشان کا حملہ

سنہ ۶۰ یا سنہ ۷۰ء میں اہل کشان نے جو اصل اولاً چین کے شمال مغرب سے آئے تھے، اہل پارتھیا کو مغلوب کر کے وادیٔ کابل اور ٹیکسلا پر قبضہ کر لیا۔ دوسری صدی عیسوی میں اہل کشان کا ایک عظیم الشان بادشاہ کنشک تخت نشین ہوا۔ اس کی سلطنت وسط ایشیا سے حدودِ بنگال تک پھیلی ہوئی تھی۔ پشاور (پرش پورا) اس کا سرمائی دارالخلافہ تھا۔ پانچویں صدی عیسوی تک اہل کشان کا عروج رہا۔ پھر ان کا زوال شروع ہو گیا۔ ٹیکسلا کی کھدائی میں بہت سے ساسانی سکے بھی برآمد ہوئے ہیں۔ ان سے قیاس کیا جاتا ہے کہ اہل کشان کے زوال کا ابتدائی باعث کوئی ساسانی حملہ ہوا تھا۔

ٹیکسلا کی تباہی

لیکن اس خاندان کی آخری اور مکمل تباہی اس وحشی قوم کے ہاتھوں ہوئی جس کو سفید ہن کہتے ہیں۔ یہ لوگ سنہ ۴۵۵ء میں ایک بہت بڑی فوج لے کر ہندوستان پر حملہ آور ہوئے۔ کشان کی سلطنت زیر نگیں کر لی۔ اور خاندانِ گپتا کی عظیم الشان سلطنت کو بھی تباہ اور برباد کر دیا۔ ایک چینی سیاح فاہیان نامی نے سنہ ۴۰۳ء میں ٹیکسلا کر بدھ مذہب کے مقدس مقامات کی زیارت کی تھی۔ اس کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت شمال مغربی ہندوستان میں بدھ مذہب کی زیارت گاہیں بہت آباد اور مشہور تھیں۔ لیکن ان ہن وحشیوں نے یہ تمام علاقہ بڑی بے دردی سے ویران کر دیا۔ ٹیکسلا اور دوسرے مقامات کی خانقاہیں اور مندر انہی لوگوں کے ہاتھوں برباد ہوئے۔ اس قتال فتنہ کے بعد ٹیکسلا کو پھر کبھی عروج نصیب نہیں ہوا۔ ساتویں صدی عیسوی میں ٹیکسلا سلطنتِ کشمیر کا ایک صوبہ بن چکا تھا۔ اور مقامی حکام کی خانہ جنگیاں اس کے باقی ماندہ مندروں اور خانقاہوں کی تباہی کا باعث ہو رہی تھیں۔

موجودہ آثار

اب ہم ان خانقاہوں، مندروں اور دوسری چھوٹی چھوٹی چیزوں کا ذکر کرتے ہیں جو ٹیکسلا کی کھدائی سے برآمد ہوئی ہیں۔

دھرم راجیکا ستوپہ

اس سلسلہ میں سب سے پہلے قابلِ ذکر دھرم راجیکا ستوپہ ہے۔ ابتدا میں لفظ ستوپہ صرف ان ٹیلوں کے لئے استعمال ہوتا تھا جو مُردوں کو دفن کرنے کی غرض سے بنائے جاتے تھے۔ لیکن بعد کو اس کا اطلاق ان ٹیلوں کے لئے مخصوص ہو گیا جو مہاتما بدھ کے حواریوں کے تبرکات محفوظ کرنے یا کسی متبرک مقام کی یادگار قائم کرنے کے لئے بنائے جاتے تھے۔ یہ ستوپہ "چیر ٹوپ" کے نام سے بھی مشہور ہے۔ یہ ستوپہ تمرا نالے کی سطح سے بہت اوپر ایک اونچے میدان میں واقع ہے۔ اس کے نزدیک دوسرے چھوٹے چھوٹے ستوپے، مندر اور بھکشوؤں کے رہنے کے مکانات بھی ہیں۔ بڑا ستوپہ گول ہے۔ اس کے گرد ایک بلند چبوترہ ہے جس پر چاروں طرف زینے لگے ہیں۔ یہ چبوترہ ستوپے کے گرد طواف کرنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ چھوٹے ستوپوں میں سے ایک ستوپے کا تبرک خانہ پتھروں کا بنا ہوا ہے۔ اس خانے کے اندر سے ایک ڈبیا ملی ہے جو چار انچ اونچی ہے۔ اس ڈبیا کے اندر ایک اور چھوٹی سی ڈبیا ہے اور اس میں کچھ جلی ہوئی ہڈی، کچھ راکھ اور سونے، موتی اور ہڈی کے چند دانے پائے گئے ہیں۔ اسی جگہ میں پتھر کا ایک چھوٹا سا ستوپہ بھی دستیاب ہوا ہے جس کے نیچے کی طرف لعل، بلور، سنگِ سلیمانی، یاقوت، نیلم، عقیق، فیروزہ، مرجان، پکھراج، اور ہڈی کے سخت دانے اور نگینے کافی تعداد میں موجود تھے۔ ایک اور چھوٹے ستوپے کے تبرک خانہ سے کسی پرانے سکے کی پن کی طرح سونے کا ایک زیور نیلم، بلور اور یاقوت کے دانے اور تورنگے کے ٹکڑے دستیاب ہوئے ہیں۔ یہ چیزیں سرکارِ ہند نے لنکا کے پیروانِ بدھ کو تحفے کے طور پر دیدی ہیں اور اب لنکا کے ایک مندر میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ مندروں میں چونے اور مٹی کی کئی مورتیاں بھی ملی ہیں۔ ایک اور چھوٹے ستوپے کے اندر سے چاندی کی ڈبیا ملی ہے جس کے اندر ایک اور چھوٹی سنہری ڈبیا تھی اس میں ہڈیوں کے چند باریک ٹکڑے رکھے ہوئے ہیں۔ ان ہڈیوں اور جسم انسانی کی سوختہ راکھ کی نسبت علمائے آثار نے مختلف قیاسات لگائے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ خود بدھ اعظم کی نعش کی راکھ ہے، لیکن اس وقت تک بدھ کے جس قدر حالات معلوم ہوئے ہیں ان سے اس قیاس کی پوری طرح تصدیق نہیں ہوتی۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ بدھ اعظم کی نہیں لیکن دوسرے اکابر مذہب کی نعش کا بقیہ ہے۔ غالباً یہ دوسرا قیاس ہی قرینِ صواب ہے۔

ایک مندر میں بدھ کے ایک مجسمے کا ٹکڑا ملا ہے۔ اس میں صرف پاؤں اور لباس کا نچلا حصہ باقی رہ گیا ہے۔ یہ پاؤں ایڑی سے انگوٹھے تک ۵ فٹ ۳ انچ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجسمہ قریباً ۳۵ فٹ بلند ہوگا! ایک اور چھوٹے ستوپے سے سلطنتِ کشان کے ۵ طلائی سکے بھی دستیاب ہوئے ہیں۔

ان ستوپوں اور مندروں کے ساتھ بعض دوسری عمارات بھی ہیں۔ ایک گلی میں بدھ کی دو بڑی بڑی مورتیں پائی گئی ہیں جن کے سر ضائع ہو چکے ہیں لیکن مورت کی وضع سے حالتِ استغراق ظاہر ہوتی ہے۔ ان ستوپوں سے ذرا آگے ایک کھلے میدان میں ایک تالاب برآمد ہوا ہے جس کے پہلوؤں میں چار چھوٹے چھوٹے ستوپے اور ہیں۔ یہ تالاب تورانی یا پارتھیائی عہد کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ایک ستوپے کے اندر سے برتن میں رکھی ہوئی کچھ راکھ اور عہدِ کنشک کے چند سکے بھی ملے ہیں۔

ان کے علاوہ اور کئی طرح کے تبرکات اور بدھ کی مختلف حالتوں کی مورتیاں اور قدیم سکے بھی ملے ہیں جن سے ٹیکسلا کی تاریخ پر نہایت قیمتی روشنی پڑتی ہے۔

کنال ستوپہ

دوسرا ستوپہ جو کھدائی سے برآمد ہوا ہے وہ ستوپہ کنال کے نام سے موسوم ہے۔ ہیون چوانگ (چین کا مشہور سیاح) جب ٹیکسلا آیا تھا تو وہ اسی شہر میں مقیم ہوا تھا۔ اسے آجکل سرکپ کہتے ہیں۔ شہر کے مضافات میں جن چار بدھ یادگاروں کا اس سیاح نے ذکر کیا ہے، ان میں سے ایک ناگ راجہ ایلاپترا کا تالاب تھا۔ یہ متبرک تالاب حسن ابدال میں واقع تھا جسے سکھ آجکل پنجہ صاحب کہتے ہیں اور جس کے متعلق ان کی کئی عجیب و غریب روایات مشہور ہیں۔ دوسرا ایک ستوپہ ہے جس نے بدھ کی ایک پیشین گوئی کے مطابق خزانہ برآمد ہونا چاہئے تھا۔ تیسرا یہی سروالا ستوپہ ہے جسے راجہ اشوک نے تعمیر کیا تھا۔ چوتھا وہ ستوپہ ہے جسے راجہ اشوک نے اس مقام پر بنایا تھا جہاں ایک روایت کے مطابق اس کے بیٹے کنال کی آنکھیں اس کی سوتیلی ماں نے نکلوا دی تھیں۔

ستوپہ کنال شہر سرکپ کے شرقی جانب واقع ہے۔ اس کی کرسی شمالاً جنوباً ۶۰ فٹ لمبی، اور شرقاً غرباً ۳۶ فٹ چوڑی ہے۔ یہ ستوپہ تیسری یا چوتھی صدی عیسوی کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ایک چھوٹا سا ستوپہ اس ستوپے کے اندر سے بھی برآمد ہوا ہے۔

ستوپہ کنال کے نزدیک ایک خانقاہ بھی ہے۔ اس کی دیواریں جو ۱۳-۱۴ فٹ بلند تھیں اب بھی کہیں کہیں باقی ہیں۔ یہ خانقاہ قریباً دو سو فٹ لمبی اور ڈیڑھ سو فٹ چوڑی ہے۔ چاروں طرف برآمدے اور حجرے بنے ہوئے ہیں۔

شہر سرکپ

شہر سرکپ کے کھنڈروں سے تمام شہر کا پورا پورا نقشہ ظاہر ہوتا ہے۔ مکانات، بازار، دکانیں، گلیاں، چوک، شاہی محل، چھوٹے چھوٹے ستوپے، مندر، یونیورسٹی کی عمارات، تمام کی تمام نمودار ہو چکی ہیں۔

برآمد شدہ اشیاء

اس شہر کی کھدائی سے ایک کثیر تعداد مختلف اشیاء کی برآمد ہوئی ہے۔ جن کا صرف اجمالی ذکر کیا جا سکتا ہے:

مٹی کے مختلف برتن۔ پانی پینے کے پیالے۔ بڑے بڑے گھڑے۔ پختہ مٹی کی چھوٹی چھوٹی مورتیں۔ کھلونے۔ سادہ اور نقش دار طشتریاں۔ آہنی برتن، پھاوڑے۔ کرسیاں۔ تپائیاں۔ گھوڑوں کی لگامیں۔ کنجیاں۔ تلواریں۔ تیر۔ کانسی اور تانبے کے برتن۔ عطر دان۔ کئی ہزار سکے۔ سونے چاندی کے زیور... مثلاً طلائی کنگنوں کی جوڑیاں۔ طلائی بالیوں کا ایک جوڑا۔ طلائی جھمکے۔ طلائی جھومر۔ سونے کی انگشتریاں۔ طلائی زنجیریں۔ طلائی ہار۔ طلائی تعویذ۔ طلائی آویزے جن میں یاقوت کے نگینے جڑے ہوئے ہیں۔ طلائی سکے۔ طلائی تمغے۔ عقیق۔ یاقوت اور شیشے کے نگینے۔ مختلف سکے اور سکے ڈھالنے کے سانچے وغیرہ وغیرہ۔

بہت سی چیزیں جو اس وقت کی تہذیب، تعلیم، تاریخ، اور تمدن پر روشنی ڈالتی ہیں۔ دستیاب ہو چکی ہیں۔

جنڈیال کے ٹیلے

شہر سرکپ کے شمال کی جانب کچا کوٹ سے گزر کر جنڈیال کے دو اونچے اونچے ٹیلے ہیں ان میں سے ایک ٹیلے کی کھدائی سے ایک مندر کے کھنڈر... برآمد ہوئے ہیں۔ یہ مندر ایک مصنوعی ٹیلے پر جو سطح زمین سے ۲۵ فٹ بلند ہے تعمیر کیا گیا تھا۔ اس مندر کا طول ۱۵۰ فٹ ہے۔ اب تک یقین سے معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ مندر کس مذہب کا ہے؟ البتہ یہ ظاہر ہے کہ تورانی یا پارتھیائی عہد میں جب ٹیکسلا میں زرتشتیوں کا زور تھا، تعمیر ہوا تھا۔

دوسرا ٹیلہ پہلے ٹیلے سے ذرا پچھم کی طرف ہے۔ اس ٹیلے پر بھی ایک بہت بڑی عمارت کے کھنڈر... موجود ہیں۔ انہی ٹیلوں کے قریب دو اور چھوٹے ٹیلے بھی ہیں۔ ان میں سے ایک کے اندر سے ایک ستوپہ برآمد ہوا ہے اور دوسرے سے ایک ستوپہ کے آثار۔

شہر سرسکھ

سرکپ والے مندر سے قریب ڈیڑھ میل خانپور کی طرف شہر سرسکھ کے کھنڈرات ہیں۔ یہ شہر ٹیکسلا کا سب سے آخری اور جدید شہر ہے۔ غالباً راجہ کنشک نے آباد کیا تھا۔ شہر کی فصیل سا[illegible] مسلم ہے۔ اور فصیل کے باہر [illegible] ہیں۔ سرسکھ کا عام نقشہ قریب قریب مستطیل ہے۔ یہاں جو چند ٹیلے تھے کے بچے

آثار عتیقہ

ٹکسلا

ہندوستان قدیم کا ایک مکمل منظر زمین کے نیچے!

دنیا کے ایک عظیم تمدن کی سرگزشت اطلال و آثار کی زبانی!

پیروان بدھ کے شہر، دار العلوم، خانقاہیں

(از جناب میر ولی اللہ صاحب وکیل ایبٹ آباد)

راولپنڈی کے قریب ایک قدیم شہر کے جو آثار برآمد ہوئے ہیں، اور جن کا ذکر "ٹکسلا یونیورسٹی" کے نام سے تمام دنیا کے اخبارات میں ہو چکا ہے، موجودہ عہد میں علم الآثار کا نہایت قیمتی سرمایہ ہے۔ سب سے بڑی خصوصیت اس انکشاف کی یہ ہے کہ یہ ایک پرانی آبادی کا مکمل نقشہ دنیا کے سامنے نمایاں کر دیتا ہے۔ پورا شہر، شہر کی تقسیم اور اس کے محلے، اس کی سڑکیں، اس کی عمارتیں، اس کے دینی و علمی حلقے، سب اس طرح سامنے آ جاتے ہیں، گویا حوادث و ایام کے قلم نے پرانے کھنڈروں اور افتادہ ویرانوں کی سیاہی سے صفحۂ ارض پر ایک پورا افسانہ لکھ دیا ہے:

تلک آثارنا تدل علینا فاسئلوا بعدنا عن الآثار!

کسی پرانے تمدن کا اتنا مرتب، مکمل اور دیکھا ہوا اثر بہت کم میسر آیا ہے۔

اس انکشاف کے جستہ جستہ حالات اگرچہ شائع ہو چکے ہیں لیکن اس وقت تک پوری شرح و تفصیل کے ساتھ کوئی نظر نہیں ڈالی گئی تھی۔ امید ہے میر ولی اللہ صاحب کی مندرجۂ ذیل تحریر دلچسپی کے ساتھ پڑھی جائے گی۔ ہم کسی آئندہ اشاعت میں ٹکسلا کے ضروری نقوش و نقشے بھی شائع کریں گے۔

جغرافیائی محل

راولپنڈی کے شمال مغرب میں بیس میل کے فاصلہ پر ٹکسلا ریلوے سٹیشن کے شمال مشرق، ایک قطعۂ زمین ہے۔ یہاں آج سے چند سال پہلے صرف بے رونق زمین، اونچے اونچے ٹیلے، اور چھوٹی چھوٹی خشک پہاڑیاں تھیں، اور اب کچھ عرصہ سے زمین سے نکلے ہوئے مکانوں، خانقاہوں، مندروں کے کھنڈر... دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن آج سے ڈیڑھ دو ہزار برس پہلے اسی قطعہ میں عظیم الشان شہر آباد تھے۔ ایسے شہر جن کی دولت و شوکت اور علمی کارناموں کو یونان اور ایران کی شاندار سلطنتیں بھی حیرت اور رشک کی نگاہوں سے دیکھا کرتی تھیں!

یہ علاقہ ایک شاداب وادی میں واقع ہے جو دریائے ہرو اور اس کے دو معاونوں لنڈی اور تمراہ سے سیراب ہوتی ہے۔ اس علاقہ کی حفاظت کے لئے قدرت نے ایک طرف مارگلہ اور دوسری طرف مری اور ہزارہ کے پہاڑوں سے ایک قلعہ بنا دیا ہے۔ یہی دریا اور پہاڑ زمانۂ قدیم میں ٹکسلا کی آبادی اور رونق کا باعث تھے۔ چونکہ یہ علاقہ ہندوستان اور وسط ایشیا کی شاہراہ پر واقع ہے، اس لئے ہندوستان کی پرانی تاریخ میں اس علاقہ کو ایک خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ انگریزوں سے پہلے ہندوستان پر جتنی بیرونی قومیں حملہ آور ہوئیں، سب کی سب اسی راستے سے داخل ہوئی تھیں۔ اسی وجہ سے اس علاقہ پر یکے بعد دیگرے کئی قومیں قبضہ کرتی رہی ہیں اور مختلف حکمران بھی رہے ہیں۔

انکشاف

چین کا مشہور سیاح ہوان چوانگ ساتویں صدی عیسوی میں یاترا کی غرض سے ہندوستان آیا تھا۔ اس کے سفرنامہ کی ان یادداشتوں نے جو ٹکسلا کے متعلق تھیں، غالباً سب سے پہلے آثار قدیمہ کے ماہرین کی توجہ اس طرف مبذول کی۔ ایک مدت سے گرد و نواح کے زمینداروں کو اس علاقہ میں پرانے سکے اور دیگر آثار ملتے رہتے تھے اور علم الآثار کے بعض انگریز شائقین بھی یہاں سے کچھ نہ کچھ ڈھونڈھ نکالتے تھے۔ لیکن آثار کے ان بیش بہا دفینوں کی باقاعدہ اور منظم کھدائی چند سال ہوئے سر جان مارشل سی، آئی، ای، ڈائرکٹر جنرل محکمۂ آثار قدیمۂ ہند نے شروع کی۔ اس کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارے سامنے تین شہروں کے قریب قریب مکمل کھنڈر اور مختلف قوموں کے بے شمار سکے، زیور، برتن، اور بتوں کا ایک عدیم المثال عجائب خانہ موجود ہے!

ریلوے سٹیشن ٹکسلا کا نام پہلے "سرائے کالا" تھا۔ اب چند چند سال سے اسے ٹکسلا کہتے ہیں۔ سٹیشن کے قریب جو گاؤں آباد ہے، اس کا نام سرائے کالا یا ڈھیری شاہان ہے۔ ممکن ہے یہ نام خاندان قدیم کے بسائے ہوئے شہروں کے ان کھنڈروں کی وجہ سے پڑ گیا ہو جو اس علاقہ میں بکثرت موجود ہیں۔

تین شہر

اب تک تین چار میل کے فاصلہ کے اندر تین پرانے شہروں کے کھنڈر... مل چکے ہیں۔ ان میں سب سے پرانے شہر کا نام بھڑ ہے۔ اس شہر کے کھنڈر سرائے کالا، جولیان ریلوے لائن اور تمراناله کے درمیان واقع ہیں۔ اس شہر کی لمبائی شمالاً جنوباً ۱۲۱۰ گز اور چوڑائی شرقاً غرباً ۷۳۰ گز ہے۔ یہ شہر یونانیوں کے آنے سے کئی سو سال پہلے آباد ہوا تھا۔

دوسرا شہر "سرکپ" ہے۔ اس کی فصیل اب تک موجود ہے۔ فصیل کا محیط ۶ ہزار گز اور موٹائی ۱۵ بیس فٹ ہے۔ فصیل کے بیرونی جانب تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر حفاظت کے لئے برج بھی بنے ہوئے ہیں۔ یہ شہر غالباً دوسری صدی عیسوی میں آباد ہوا تھا۔

ٹکسلا کا تیسرا شہر "سرسکھ" ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ شہر شاہان کشان (غالباً راجہ کنشک) کا آباد کیا ہوا ہے۔ فصیل کا دور قریباً تین میل ہے اور دیوار ۱۸ فٹ موٹی ہے۔ فصیل کے باہر ۹۰-۹۰ فٹ کے فاصلہ پر برج بھی بنے ہوئے ہیں۔ "سرسکھ" کی فصیل کے اندر آجکل تین چھوٹے چھوٹے گاؤں میر پور، ٹوپکیاں اور پنڈ کا کڑا آباد ہیں۔

ان شہروں کے علاوہ بدھ مذہب والوں کے بنائے ہوئے ستوپوں، خانقاہوں، اور دیگر قدیم عمارات کے آثار بھی بکثرت پائے جاتے ہیں جن کا ذکر آگے آئیگا۔

تاریخی حالات

اس شہر کا اصلی نام "تکسلا" یا "تکشا شلا" تھا۔ یونانی مورخین نے اسے "ٹکسلا" لکھا ہے۔ شہر کی قدامت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مہا بھارت میں اس کا ذکر موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے پانچویں صدی قبل مسیح میں یہ علاقہ سلطنت ایران کا ایک حصہ تھا۔ اس کی تصدیق ان کتبوں سے ہوتی ہے جو نقش رستم میں دارا کی قبر اور خود ٹکسلا میں بھی ملے ہیں۔ بدھ مذہب کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹکسلا میں ایک بہت بڑی یونیورسٹی تھی جو علوم و فنون کی تعلیم و تحقیق کے لئے دنیا بھر میں مشہور تھی۔

سکندر اعظم کا حملہ

چوتھی صدی قبل مسیح کے اواخر میں سکندر اعظم نے پنجاب پر حملہ کیا۔ ٹکسلا کی سلطنت اس وقت دریائے اٹک سے دریائے جہلم تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہ بغیر کسی لڑائی کے سکندر اعظم کے حوالے کر دی گئی۔ جب سکندر نے راجہ پورس پر حملہ کیا، تو راجہ امبھی والی ٹکسلا نے فوج سے سکندر کی امداد کی۔ اس کے صلہ میں سکندر نے راجہ کو نہ صرف سلطنت ٹکسلا ہی پر بحال رہنے دیا، بلکہ اپنے مفتوحہ علاقے کا ایک حصہ بھی دے دیا۔ ۳۲۳ قبل مسیح میں سکندر اعظم کی وفات کے بعد راجہ چندر گپت نے یونانی فوجوں کو دریائے اٹک کے پار ہٹا دیا اور پنجاب اور ٹکسلا کی تمام ریاستیں اس کے تصرف میں آ گئیں۔ چندر گپت کی حکومت کی سخت گیری سے تنگ آکر ٹکسلا نے خود مختاری کے لئے جد و جہد کی اور بالآخر مگدھ کی حکومت کی ماتحتی سے آزاد ہو گیا۔ لیکن تھوڑے عرصے کے بعد راجہ کا ولی عہد شہزادہ اشوک آ پہنچا۔ اور اس علاقہ کو دوبارہ فتح کر کے ٹکسلا میں بحیثیت نائب السلطنت کے متمکن ہو گیا۔ تیسری صدی قبل مسیح کے آخری سالوں میں راجہ اشوک کی وفات پر سلطنت مگدھ کا شیرازہ پھر پریشان ہونا شروع ہو گیا۔ چنانچہ ٹکسلا بھی سلطنت کے دوسرے صوبوں کی طرح خود مختار ہو گیا، اور اس کی آزادی و حکمرانیوں کا تیسرا دور شروع ہوا۔

دوسرا یونانی دور

یونانی آدمیوں کی ایک جماعت جو سکندر اعظم کے ساتھ آئی تھی، باختر میں آباد ہو گئی تھی۔ یہ نوآباد جماعت اور اس کی

بریدِ فرنگ

مکتوب فرانس

(الہلال کے مقالہ نگار پیرس کے قلم سے)

شیخ سنوسی - اور آمریکہ کی کامیاب ہوائی مہم

شیخ سنوسی

اس ہفتہ اخبار "طان" نے اپنے ایک نامہ نگار کا نہایت دلچسپ مضمون شائع کیا ہے - یہ نامہ نگار ملک عسیر (یمن) گیا تھا اور مشہور مجاہد طرابلس السید احمد الشریف یعنی شیخ سنوسی سے ملاقات حاصل کی تھی - یہ مضمون دراصل اسی ملاقات کے متعلق ہے ذیل میں اُس کے اہم حصے ملاحظہ ہوں:

شیخ سنوسی کی شخصیت

شیخ سنوسی بھی اُن لوگوں میں سے ہیں جو کچھ مدت پہلے صاحب اختیار و قوت تھے - اُن کا نام دول یورپ کے دلوں پر رعب طاری کر دیتا تھا - اُن کی شخصیت تمام دنیا میں خاص اہمیت رکھتی تھی لیکن جس طرح جنگ عظیم نے بڑے بڑے بادشاہوں کے تاج اُن کے سروں سے آتار پھینکے، اُسی طرح صحرا کے اس درویش بادشاہ کو بھی اُس کی حکومت سے محروم کر دیا - آج یہ اولوالعزم انسان جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہا ہے - لیکن اس پر بھی اُس کی شخصیت اب بھی اُتنی ہی وزنی ہے جتنی کبھی تھی، بلکہ وہ معزول فرمانرواؤں میں اسوقت سب سے زیادہ با اثر، معزز، اور طاقتور ہے - یہ اس لئے کہ اُس کی بادشاہی صرف گوشت پوست کے پتلوں پر قائم نہ تھی کہ اُن کے ٹوٹتے ہی وہ بے قدر و قیمت ہو جاتا - اُسکی حکومت جسموں کے ساتھ ساتھ دلوں اور روحوں پر بھی قائم تھی - وہ اب بھی قائم ہے اور کوئی انسانی قوت اُسے زائل نہیں کر سکتی -

شیخ سنوسی آجکل عسیر میں موجود ہیں - عسیر سے اُنکے دیرینہ خاندانی تعلقات ہیں - شیخ سنوسی کے دادا سید محمد سنوسی، سید احمد ادریسی کے شاگرد اور مرید تھے اور انہی کے حکم سے طرابلس گئے تھے اس رشتہ کی وجہ سے شیخ سنوسی کا عسیر میں بہت اثر ہے - بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ اسوقت عسیر کی حکومت شیخ سنوسی ہی کے ہاتھ میں ہے - عسیر میں آکر اُنھوں نے دو کام بہت اہم کئے - ایک یہ کہ امیر علی ادریسی کو معزول کر دیا جو ایک ناسمجھ نوجوان تھا اور اُس کی جگہ اُس کے چچا امیر حسن ادریسی کو حاکم بنا دیا جو مدبر اور دانشمند آدمی ہے - دوسرا کام یہ کیا کہ نجد و عسیر میں معاہدہ کرا کے عسیر کو یورپین اقتدار سے بچا لیا -

عسیر کے قلعہ میں

شیخ سنوسی سے مجھے قلعہ میں شرف ملاقات حاصل ہوا - رات کا وقت تھا - دو غلام ہمارے سامنے روشن موم بتیاں لئے چل رہے تھے اور پیچھے دس بارہ سپاہی ننگی تلواریں لئے ساتھ تھے - بچاٹک پر ہم ایک لمحہ رکنے پر مجبور ہوئے کیونکہ ایک سنتری کو بچھو نے کاٹ لیا تھا -

ہم صحن میں پہنچے - جا بجا ذکر چاکر لیٹے تھے - ہمیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے - پھر ایک تنگ دروازے میں گھسے اور ایک دوسرے صحن میں پہنچے - یہ بالکل خالی تھا - ہم برابر ایک صحن سے دوسرے صحن میں پہنچتے رہے - یہاں تک کہ ایک مکعب شکل کی مختصر عمارت کے سامنے پہونچے - یہی شیخ سنوسی سے ملاقات کی جگہ ہے -

شیخ سنوسی کا حلیہ

میں اندر داخل ہوا تو جلیل القدر شیخ کو اپنے انتظار میں پایا - موصوف کا قد درمیانہ، جسم لاغر، صورت مراکشی، رنگ گہرا، ناک بڑی اور خمیدہ، داڑھی ہلکی اور چھوٹی، مونچھیں لمبی اور پتلی - لباس مراکشی - اس حال میں وہ مجھ سے ملے - ملاقات کے وقت اُن کے اعصاب میں سخت ہیجان تھا اور نہایت غضبناک معلوم ہوتے تھے - میں قالین پر بیٹھ گیا - شیخ میرے سامنے تھے - خدیو نے میرا تعارف ان لفظوں میں کرایا: "یہ بڑے شریف آدمی ہیں ان کی بات پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے"

شیخ سنوسی کا جوش

شیخ نے بڑے ہی جوش سے تقریر شروع کر دی - اٹلی کا نام جب زبان پر آتا تھا تو دانت پیستے تھے - "ہم سنوسی آزادی کیساتھ زندہ رہیں گے اور آزادی مریں گے" شیخ نے تھرائی ہوئی آواز میں کہا "ہم موت کے آخری لمحہ تک یورپین ملک گیری سے لڑینگے بہت ممکن ہے آج ہم فتح حاصل نہ کر سکیں - لیکن میدان سیاست میں ہمیشہ اچھے موقعے آتے رہتے ہیں - عنقریب ہمارا موقعہ بھی آجائے گا"

آزادی کی قیمت

"بعض ایسی سلطنتیں بھی موجود ہیں جو ہم سے کہتی ہیں: اپنی تلوار نیام میں رکھ لو، ہم تمھیں اتنی اتنی دولت دیتے ہیں! یہ وہ سلطنتیں ہیں جو علم و حکمت کی دعویدار ہیں - مگر وہ عربی علم النفس سے قطعاً جاہل ہیں - اگر وہ پہاڑ اُحد کے برابر بھی ہمیں سونا تول دیں، اور افریقہ کی پوری ریگ کو الماس زمرد بنا دیں، جب بھی ہمارا یہی جواب ہوگا - نہیں! آزادی، چاندی سونے اور ہیرے اور موتی سے بھی زیادہ قیمتی چیز ہے - وہ کسی قیمت پر بھی فروخت نہیں کی جاسکتی"

سنوسی طریقہ

یورپ میں شاید یہی سمجھا جاتا ہے کہ سنوسیت محض ایک بدوی درویشوں کا طریقہ ہے - یہ سمجھنے والوں کی غلطی ہے - ہماری ہر خانقاہ بیک وقت، مسجد، مسافر خانہ، مدرسہ اور فوجی بارک ہے - ہر خانقاہ کا شیخ بیک وقت نماز کا امام، مدرسہ کا معلم، مجلس کا واعظ اور فوج کا سپہ سالار ہے - تمام صحرا، افریقہ ہماری خانقاہوں سے لبریز ہے - تمام خانقاہیں صرف ایک مرکز کے تابع ہیں اور اُس مرکز کا امام خود میں ہوں!

"ہماری تحریک صرف طرابلس ہی میں عام نہیں ہے بلکہ سوڈان، مصر، حجاز اور یمن تک میں پھیلی ہوئی ہے - بلاشبہ اِن ملکوں میں اُسکے سیاسی قوت اپنے ہاتھ میں نہیں لی ہے - لیکن جب ہم چاہیں ہزاروں مجاہد اِن علاقوں سے حاصل کر سکتے ہیں"

اٹلی نے کیا حاصل کیا؟

"میری عدم موجودگی میں بھی طرابلس اور بنی غازی میں سنوسی اٹلی سے نبرد آزمائی کر رہے ہیں اور ہمیشہ یوں ہی کرتے رہیں گے - وہاں میرے چچا کا لڑکا میرا قائم مقام ہے اور ہرگز ذلت قبول نہیں کر سکتا - اتنی طویل اور خونریز جنگوں کے بعد بھی اٹلی سمندر سے کچھ زیادہ دور تک نہ جاسکا - اندرون ملک پر اٹلی کا قبضہ محال ہے"

صحرائی جنت

"مصریوں کے ہاتھ سے "جغبوب" چھین کر اٹلی والے خوش ہو رہے ہیں کہ اب ہم سنوسیوں کو مار لیں گے! لیکن یہ بھی ان کی سخت غلطی ہے - جغبوب ہمارا ایک مقدس شہر ہے، صرف اسوجہ سے نہیں کہ وہاں محمد سنوسی (رح) کی قبر ہے بلکہ اس وجہ سے بھی کہ وہ ہمارا عقلی مرکز ہے - وہیں ہماری سب سے بڑی علمی جامعہ (یونیورسٹی) ہے ہم نے اس صحرائی خطہ کو جنت بنا دیا ہے - اس میں نہریں جاری کی ہیں اور پورا شہر آباد کر دیا ہے - جغبوب پر قبضہ، اٹلی کی ایک بہت بڑی سیاسی غلطی ہے - عنقریب اُسے اپنی اس حماقت کی سزا مل جائے گی - ہم اپنے اس متبرک شہر کو ہرگز اٹلی کے علم کے نیچے نہیں دیکھ سکتے - ہم اپنے خون سے اسے دوبارہ خرید لیں گے!"

طلیانی جنسیت

"ہم سے اٹلی کہتا ہے "ہماری جنسیت قبول کر لو" ہرگز نہیں! یہ ہمارا جواب ہے اور قیامت تک یہی جواب رہے گا - میں اپنی اور اپنے چچیرے بھائی اور تمام سنوسیوں کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ اپنی گردنیں کٹوا دینا ہمارے لئے اس سے کہیں زیادہ آسان ہے کہ طلیانی (اٹالین) جنسیت کی طرف اپنے آپ کو منسوب کریں - میں صحرا کا باشندہ تھا - اب حکومت حجاز کی رعیت ہوں - اگر حالات مجھے اس جنسیت کی محافظت نہ کرنے دیں تو میں مصری ہونا پسند کروں گا - میں مصریوں سے محبت کرتا ہوں - میں مصریوں کا شکر گزار ہوں - میں زندگی بھر اُن کا احسان مند رہوں گا - کیونکہ اُنھوں نے اپنے طرابلسی بھائیوں کی بڑی مدد کی تھی اور جغبوب کی بڑی شجاعت سے مدافعت کی تھی - وہ جغبوب جو سلطان عبد المجید نے ہمیں مصری وقف سے بخش دیا تھا"

اسلامی روح

شیخ سنوسی بڑے غصہ، جوش، اور تلخی سے تقریر کر رہے تھے - اچانک وہ چپ ہو گئے - شاید سستانے لگے - پھر اُنھوں نے مجھ سے کہا:

"جب تم یورپ پہنچنا تو اٹلی والوں سے کہدینا کہ اُنھوں نے اب تک اسلامی روح نہیں سمجھی ہے - اگر سمجھی ہوتی تو ہرگز یہ خیال نہ کرتے کہ جغبوب پر قبضہ کر کے وہ ہمیں زیر کر لیں گے - بہت سی سلطنتیں جو آج بڑی کہی جاتی ہیں کل چھوٹی ہو جائیں گی - جرمنی اور روس کو دیکھو

ہاتھی دانت کا بنا ہوا ایک آئینے کا دستہ، اور شاہنشاہ اکبر کے زمانے کے کچھ پیسے برآمد ہوئے ہیں۔

لال چک کے آثار

ترسکہ کے شمال مشرق میں ڈیڑھ سو گز کے فاصلہ پر چار چھوٹے چھوٹے ٹیلے تھے جنہیں آجکل لال چک کہتے ہیں۔ ان ٹیلوں کے نیچے سے بدھ مذہب والوں کی ایک آبادی کے آثار نکلے ہیں۔ ان میں ستوپے، مندر، اور خانقاہیں ہیں۔ یہ غالباً چوتھی صدی عیسوی کی تعمیرات ہیں۔ ان کھنڈروں سے عہد اقبالی کے کئی نقرئی سکے بھی برآمد ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارتیں چھٹی یا ساتویں صدی عیسوی سے پہلے جلکر پیوند زمین ہوگئیں۔ ایک ستوپے کی اندرونی بھرتی سے مختلف زمانوں اور مختلف بادشاہوں کے ایک سو چالیس سکے دستیاب ہوئے ہیں۔ ایک اور چھوٹے ستوپے کی بنیادی چنائی میں سے سونے، یاقوت، لعل، یشب، اور سیپ کے تیس منکے ملے ہیں۔ لیکن یادگاری ہڈی کا کوئی نشان باقی نہیں رہا ہے۔

بادل پور کا ستوپہ

بادل پور کا ستوپہ جو موضع بھیر کے قریب واقع ہے، دستبرد زمانہ کا زیادہ شکار رہا۔ کرسی کے سوا اس کے آثار بہت کم باقی ہیں۔ اس ستوپے کے مشرق کی طرف ایک وسیع خانقاہ کے بھی کھنڈروں ہیں جو سکے یہاں سے برآمد ہوئے ہیں، وہ تلم کشک ہوشک، اور واسودیو (یعنی شاہان کشان) کے عہد کے ہیں۔ یہ غالباً تیسری صدی عیسوی کی تعمیر ہے۔

مصوّر دیواریں

بدھ عمارات کے وہ سلسلے جو موہڑہ مرادو اور جولیاں کے نزدیک واقع ہیں، نہایت محفوظ حالت میں برآمد ہوئے ہیں۔ یہاں بعض ستوپے ایسے ہیں جن کی تمام سطح پر تصویریں ہی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ ان ستوپوں کے ساتھ خانقاہیں بھی ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے بعض پرانے کنوؤں کے کھنڈر... بھی نظر آتے تھے جو اب بھر چکے ہیں اور ان پر کاشت ہوتی ہے۔ خانقاہوں میں چاروں طرف حجرے تھے۔ ایک گوشہ میں غسل خانہ، مجلس خانہ، باورچی خانہ، نعمت خانہ، اور انبار خانہ تھا۔ ان مقامات پر بدھ کی حالت استغراق کی کئی مورتیاں ہیں۔

ٹکسلا کی آتشزدگی

جس آگ سے یہ عمارات تباہ ہوئیں وہ پانچویں صدی عیسوی سے پہلے کی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ان حجروں میں سے ایک یاقوت کی جلی ہوئی مہر برآمد ہوئی ہے جس پر عہد گپتا کے براہمی خط میں یہ الفاظ کندہ ہیں " سری کلیشوما داسی " اسی عہد کی ایک اور تحریر بھوج پتر پر لکھی ہوئی بھی ملی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آتش زدگی کا حادثہ عہد گپتا سے پیشتر کا نہیں ہوسکتا، اور اس کا زمانہ پانچویں صدی عیسوی کا اواخر ہے۔ یہاں سے ساسانی کشانی سونے کے چند کھوٹے سکے، آہنی میخیں، قبضے، تانبے کے زیور، اور مٹی کی مورتیں بھی دستیاب ہوئی ہیں۔

ایک زیر تنقیب حصہ

بھلّر ستوپہ کے قریب بدھ مذہب کی یادگاروں کا ایک اور سلسلہ بھی زیر تنقیب (کھدائی) ہے۔ یہ سلسلہ سرائے کالا جولیان ریلوے لائن کے قریب، سرائے کالا سے ۵ میل اور دریائے ہرو سے نصف میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ہیان چوانگ کا بیان ہے کہ بھلّر ستوپہ شاہنشاہ اشوک نے اس مقام پر بنایا تھا جہاں مہاتما بدھ نے اپنے سابق جنم میں اپنا سر قربان کیا تھا۔ اس وقت

اس ستوپے کا کوئی نشان باقی نہیں کیونکہ جو ستوپہ موجود ہے وہ تیسری یا چوتھی صدی عیسوی سے پہلے کا نہیں ہوسکتا۔ ستوپے کے سامنے ایک وسیع صحن ہے اور چاروں طرف کمرے اور ایک خانقاہ کے آثار ہیں۔

شہر "بھلّر"

شہر بھلّر جو ٹکسلا کا سب سے قدیم شہر ہے، موضع بھلّر وڈگاہی کے پاس ہے۔ یہاں سے مٹی کے برتن، مٹی کی مورتیں، چاندی کے کھوٹے سکے، طلائی زیورات (چوڑی اور آویزہ وغیرہ) موتی، نیلم، یاقوت، مونگے، اور دیگر قیمتی پتھروں کے منکے، ایک تنگ تاریک کنواں، اور اس کنویں سے خالی مٹکے ایک دوسرے کے اوپر رکھے ہوئے، برآمد ہوئے ہیں۔ بعض اندرونی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زیور... تیسری صدی قبل مسیح میں یہاں گم گئے تھے۔

مقالات

اسلام اور نیشنلزم

۳

عصبیت نسل و وطن

گزشتہ مجلس میں ہم اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ اسلام کی دعوت "انسانیت" اور "انسانی برادری" کی دعوت تھی۔ اس لئے اس کا رجحان ان تمام تعصبات کے خلاف تھا جو نسل و وطن کے اعتبارات سے پیدا ہو گئے تھے۔ اب ضروری ہے کہ مختصراً عصبیت نسل و وطن کی بھی تشریح کر دی جائے۔ تاکہ واضح ہو جائے کہ اسلام کی روح جس چیز کی مخالف ہے، وہ صاف اور معین صورت میں کیا ہے؟

دو چیزیں ہیں، ایک نسل و وطن کا تحفظ ہے۔ ایک نسل و وطن کا تعصب ہے۔ اسلام کی روح تعصب کی مخالف ہے۔ تحفظ کی مخالف نہیں ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ جب کبھی کوئی اس طرح کا دائرہ بنتا ہے، تو گو اس کی ابتدا تحفظ کے جذبات سے ہوتی ہے، لیکن آگے چلکر تحفظ تعصب کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پہلے انسانوں کی ایک جماعت وطنیت اور قومیت کا دائرہ اس لئے کھینچتی ہے تاکہ اس کے اندر رہکر دوسروں کے حملوں سے اپنی حفاظت کرے، یہ قومیت "دفاعی قومیت" ہوتی ہے۔ لیکن جب کچھ عرصہ تک یہ دائرہ قائم رہتا ہے تو پھر قومی حفاظت کی جگہ قومی برتری اور وطنی گھمنڈ کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے، اور "دفاعی قومیت" اچانک "ہجومی قومیت" کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اب قومیت اپنا بچاؤ ہی نہیں چاہتی۔ دوسروں پر حملہ بھی کرنا چاہتی ہے ساتھ ہی نسلی اور قبیلی برتری کا نشہ دوسرے انسانوں سے علیحدگی اور ان کی تحقیر و تذلیل کے جذبات بھی برانگیختہ کر دیتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مختلف قومی حلقوں میں باہمگر تصادم شروع ہو جاتا ہے، اور انسانیت کے تمام اعلیٰ جذبات افسردہ ہو کر رہ جاتے ہیں۔

اس صورت حال کا علاج صرف یہی تھا کہ حتی الامکان تنگ دائروں کا قیام ہی روک دیا جائے۔ جب کبھی کوئی تنگ دائرہ بنے گا، تو چونکہ یہ حقیقی انسانی دائرہ کی وسعت میں قطع برید ہوگی، اس لئے ضروری ہے کہ وسعت نظر و احساس کی جگہ تنگ نظری و ضیق صدر کی بنیادیں پڑ جائیں۔ اسلام نے اسی لئے ان تمام تنگ دائروں کی ہمت افزائی کرنے سے انکار کر دیا، لیکن افسوس ہے کہ دنیا ابھی اتنی بلند نہیں ہوئی تھی کہ اس وسعت نظر کی متحمل ہو سکتی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام کا ایک ایسا دائرہ تو بن گیا جو تمام پچھلے دائروں سے زیادہ وسیع ہے لیکن نوع انسانی کی حد بندیاں نہ ٹوٹ سکیں!

وطنی و نسلی عصبیت کی اگر تحلیل کی جائے تو تین چیزیں الگ الگ ہمیں خاص خاص شکلوں میں جو تغیر کے بتلایا گیا تھا ہم کہتے ہیں کہ اس عصبیت کے عناصر کیا ہیں:

(۱) جاہلی تنگ نظری۔

"جاہلی تنگ نظری" سے مقصود یہ ہے کہ جب انسانوں کا کوئی گروہ دوسروں سے الگ ہو کر ایک چھوٹے سے دائرے کے اندر محصور ہو جاتا ہے، تو اس کا دل تنگ، نظر محدود، اور ظرف کوتاہ ہو جاتا ہے اس کی ذہنیت ایک محدود گوشے کے اندر سمٹ کے رہ جاتی ہے۔ اس کا جاہلی دماغ فکر کی وسعت، حوصلہ کی فراخی، اور ارادوں کی بلندی پیدا نہیں کر سکتا۔ زندگی اور زندگی کے ہر گوشہ میں پیمانۂ فکر وسعت سے نا آشنا ہو جاتا ہے۔ انسانی ہمدردی کے جذبات بھی نہایت تنگ اور محدود ہو جاتے ہیں۔ وہ صرف اپنے کو اور اپنے تنگ گوشے ہی کو دیکھتا رہتا ہے۔ اس سے باہر کا کوئی اثر قبول نہیں کر سکتا۔ وہ انسان ہونے پر بھی نوع انسانی سے الگ رہنا چاہتا ہے۔ اس میں اور انسانیت میں ایک ناقابل عبور دیوار کھنچ جاتی ہے!

جاہلی مزاج کی اس حالت کا اندازہ کرنے کے لئے سب سے زیادہ واضح مثال ہندوستان کی ہم ذاتوں کا نظام (کاسٹ سسٹم) ہے۔ یہ دنیا کے اس عہد کی سب سے زیادہ طاقتور اور دیرپا یادگار ہے جب اس کے قدیم "قبیلہ" کی منزل میں جم چکے تھے۔ "قبیلہ" کی حد بندی کو منو نے ذات کی تقسیم میں منقسم کر دیا، اور جاہلی حد بندی کی حفاظت کے لئے انکے الگ الگ کام اور پیشے قرار دیئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ انسانیت کے تمام اعلیٰ جذبات فنا ہو گئے، اور حلقہ بندی کی ساری تنگ نظریاں اپنی انتہائی حالت میں پیدا ہو گئیں۔ اب دنیا منو کے عہد سے ہزاروں برس آگے بڑھ چکی ہے لیکن ہندوستان اب بھی طیار نہیں ہے کہ ان حد بندیوں کی سرحد عبور کر کے انسانیت کی وسعت کی طرف قدم اٹھائے!

(۲) نسلی اور وطنی غرور و کبر۔

دوسری چیز نسلی اور وطنی بڑائی کا گھمنڈ ہے اور اس سے بڑھکر انسانیت اور انسانی حقوق کے لئے کوئی جذبہ مہلک نہیں یہ اعتقاد اور عمل کے تمام گوشے پامال کر دیتا ہے۔ انسانیت، عمل، استعداد، اور حق کی جگہ ایک غیر طبعی معیار فضیلت یعنی نسل اور وطن کا معیار قائم ہو جاتا ہے۔ اس کے قدیم نمونے عرب جاہلیت کے غرور نسب اور ہندوستان کے برہمنوں کے نسلی گھمنڈ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ نئے نمونے یورپ کی قومیتوں اور جنسیتوں کی شکل میں دنیا کے سامنے ہیں۔ علم، استعداد اور مساوات کی اس سب سے بڑی صدی میں بھی ایک انگریز سب سے پہلے انگریز ہونے کو اور ایک امریکن سب سے پہلے امریکن ہونے پر نظر رکھتا ہے!

البتہ یاد رہے کہ "غرور" اور "خودداری" میں فرق ہے۔ جماعت اور فرد دونوں کے لئے غرور مذموم ہے۔ خودداری مذموم نہیں ہے۔

(۳) جاہلی برتری کا غلو۔

تیسری چیز وہ ہے جسے "جاہلی برتری کے غلو" سے تعبیر کیا جائے۔ جب ایک دائرہ وطنیہ اور قومیہ کا بن جاتا ہے، تو پھر آہستہ آہستہ اس میں قومی برتری کے جذبات نشو و نما پانے لگتے ہیں جو ایک خاص حد تک قرآن میں غلو نہیں ہوتا، لیکن جب اس حد سے متجاوز ہو جاتے ہیں، تو پھر قومی گھمنڈ اور کبریائی کا ایک جنون ہوتا ہے جس کے نشے سے قوم کا ہر فرد متوالا ہو جاتا ہے۔ وہ چاہتا ہے نوع انسانی کا ہر فرد اسکی قومی برتری کے سامنے سر بسجود ہو جائے اور زمین کا ہر ٹکڑا اس کے قدموں سے پامال ہو۔ اسکی حرص غیر محدود اور اس کے قومی مطامع لاانتہا ہوتے ہیں۔ رومیوں نے ساری دنیا کو دو قسموں میں بانٹ دیا تھا: حاکم اور محکوم۔ وہ صرف اپنے کو حاکم قوم سمجھتے۔ باقی ساری دنیا محکومیت کے لئے تھی۔ نپولین کی پے در پے لڑائیوں نے فرانس کی آبادیاں نوجوان مردوں سے خالی کر دیں۔ اس کی عالمگیر اولوالعزمیوں کی وجہ سے تمام یورپ فرانس کا دشمن ہو گیا۔ تاہم نپولین جو جاہلی دماغ کے بھیدوں کا سب سے بڑا شناسا تھا، جب کبھی عوام کے سامنے آتا اور نعرہ لگاتا۔ فرانس کی عظمت، فرانس کا جھنڈا، فرانس کے جھنڈے کے تین رنگ، تو فرانس اپنی ساری بربادیاں اور خونریزیاں بھول جاتا اور وطنیت کے جنون سے بیخود ہو کر پکارنے لگتا "زندہ باد فرانس" اتنا ہی نہیں بلکہ قومی اور وطنی گھمنڈ کے اس نشہ میں وہ یہ بھی بھول جاتا کہ جس شاہی استبداد سے نجات پانے کے لئے اس نے ہزاروں فرانسیسیوں کے سر گلوٹین کی چھری سے جدا کر دیئے تھے: وہی استبداد آج نپولین کی شخصیت میں ایک درجہ اور شدید ہو کر موجود ہو گیا ہے، اور شاہی کی جگہ "شہنشاہی" اس پر مسلط ہے۔ وہ دیوانہ وار پکارتا "زندہ باد شہنشاہ"!

نطشے اور برن ہارڈی نے جرمنی کو "حاکم قومیت" اور "حکم دنیا" کا جو جام پلایا تھا، اس کی سرمستیاں بھی دنیا دیکھ چکی ہے۔ "دنیا میں سب سے بڑی قوم جرمن کو ہونا چاہئے یا برطانیہ کو؟" اس سوال نے ۵ برس تک تمام کرۂ ارضی کو خون اور آگ کے حوالے کر دیا۔ آج "برطانی شہنشاہیت" کا بے پناہ جذبہ دنیا کی کسی قوم کو سر اٹھانے نہیں دیتا۔ سب کو پامال اور سربسجود دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ کیا چیز ہے؟ یہ بھی وہی قومی برتری کا غلو اور جنون ہے۔ "قومیت" کا وہی حلقہ جو کبھی اس لئے بنا تھا کہ اپنی حفاظت کرے۔ اب اس لئے باقی ہے تاکہ دنیا کی کسی قوم اور ملک کے لئے حفاظت باقی نہ رہے!

اسلام کی دعوت جس عصبیت کی مخالف تھی اور جسے اس نے "عصبیۃ جاہلیۃ" سے تعبیر کیا، وہ یہی عصبیت ہے۔ اس سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ اس نے "وطنیۃ" اور "قومیۃ" کی جس حالت سے اختلاف کیا، وہ وہی حالت ہے جب فلاح اور تحفظ کی جگہ ہجوم اور تعصب کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں البتہ: چونکہ اصل بنیاد اس حالت کی یہی ہے کہ انسانیت کے وسیع رشتے کی جگہ تنگ اور محدود دائروں کا پیدا ہو جانا، اس لئے اس کی ذہنیت کا عام رجحان اسی طرف ہے کہ سرے سے تنگ دائرے وجود ہی میں نہ آئیں۔

۴

یورپ کی تجدید قومیت

"قومیت" اپنے سادہ معنوں میں اگرچہ پہلے سے موجود تھی لیکن موجودہ زمانے میں "قومیت" کے لفظ سے جن اجتماعی عقائد و جذبات کی طرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے، یہ دراصل یورپ کے نئے عہد تمدن کی پیداوار ہے۔ اس کی پیدائش انسانی آزادی و حقوق کی حفاظت کے لئے ہوئی تھی، لیکن اب انسان کی آزادی و حقوق کے لئے یہی چیز سب سے بڑی مصیبت بن گئی ہے!

اٹلی نے کیسی سخت شکست اٹھائی؟ دیکھئے کس طرح پارہ پارہ ہوچکا تھا لیکن پھر چند دنوں کے بعد صورت حال میں انقلاب ہوا۔ آج وہ پھر دنیا کی عظیم سلطنتیں بن گئی ہیں۔ اسی طرح آج اٹلی ترکی ضعیف ہیں، لیکن کون جانتا ہے کل کیا ہوگا؟ کیا اٹلی کے پاس کوئی ضمانت موجود ہے کہ اُس کی قوت ہمیشہ یونہی برقرار رہیگی اور ہم کبھی کروٹ نہیں لینگے؟ میں اسے تسلیم نہیں کرسکتا۔"

غلامی یا سیاہ موت!

"میں ہرگز ہرگز اٹلی کی ملک گیر پالیسی کے آگے جھک نہیں سکتا۔ یہ ناممکن ہے! بالکل ناممکن ہے! قیامت تک ناممکن ہے! میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے خون ریزی مرغوب ہے۔ میں ہرگز جنگ کا خواہشمند نہیں ہوں۔ میں صلح چاہتا ہوں، اٹلی سے بھی صلح چاہتا ہوں۔ مگر صلح کی بنیاد کیا ہے؟ کیا غلامی؟ ہرگز نہیں۔ غلامی سے پہلے تو سیاہ موت! پھر کیا ہے؟ اقتصادی امتیازات؟ میں شروع سے کہہ رہا ہوں کہ اقتصادی امتیازات دینے کو آمادہ ہوں۔ لیکن یہ اُسوقت جب طرابلس کی سرزمین پر اٹلی کا ایک سپاہی بھی باقی نہ ہو۔ اگر ایسا نہ ہوسکے تو پھر اس کے سوا چارہ نہیں کہ جنگ! اتنی جنگ جنگ! قیامت تک جنگ!"

شیخ سنوسی کا غصہ

اب شیخ سنوسی کا غصہ حد بیان سے تجاوز کرچکا تھا۔ وہ تمام بدن سے کانپ رہے تھے۔ آنکھیں سُرخ ہوگئی تھیں۔ میں نے آجتک کبھی کسی آدمی کو اتنے غیظ و غضب میں نہیں دیکھا۔ میں ہرگز اپنی اس حالت کی پردہ پوشی نہیں کرنی چاہتا کہ اُن کا غصہ دیکھکر خوفزدہ ہوگیا تھا!

دیر تک چپ رہنے کے بعد اُنھوں نے جرمنی کی تعریف شروع کی اور ہنڈنبرگ کو بہت سراہا۔ میں سمجھا اب غصہ ٹھنڈا ہوگیا مگر اچانک وہ پھر زور سے چلائے "جغبوب! اٹلی والوں سے کہدینا کہ آزادی یا موت!..."

وہ جوش سے بالکل بےخود ہوگئے۔ کچھ اور کہنا چاہتے تھے۔ مگر ان کا جوش و غضب دیکھکر میں نے یہی بات مناسب سمجھی کہ مجلس ختم ہوجائے۔ خلاف دستور میں نے رخصت ہونے کی اجازت چاہی۔ شیخ بالکل خاموش ہوگئے۔ مگر تمام بدن سے کانپ رہے تھے اُنھوں نے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ شاید کہہ ہی نہ سکے صرف ہاتھ کے اشارے سے مجھے خدا حافظ کہا۔

نیویارک سے پیرس تک

میں اپنے پچھلے مکتوب میں کپتان تجیسر کا مفصل ذکر کرچکا ہوں کہ کس طرح وہ پیرس سے ہوائی جہاز پر نیویارک کے لئے روانہ ہوا اور لاپتہ ہوگیا۔ کپتان تجیسر کی داستان، فرانس کی عظمت کی داستان تھی، اب امریکہ کی عظمت کی داستان بھی سن لیجئے۔ آج پُرانا پیرس، دل شکستہ پیرس، چارلس لنڈبرگ کے سامنے سر جھکائے کھڑا ہے۔ یہ ۲۲ سالہ نوجوان، امریکہ کی پیدا عظمت کا نشان ہے،

کپتان تجیسر ایک پرواز میں بحر اعظم اٹلانٹک عبور نہ کرسکا اسکی عمر ۴۴ سال کی تھی۔ امریکہ کا ہوائی فاتح چارلس اس مہم میں کامیاب ہوگیا۔ آج تمام دنیا کی نظریں اس نوجوان کے چہرے پر گڑی ہوئی ہیں جس کے رخسار ہنوز بچپن کے بھولپن سے لبریز ہیں مگر جس کے دل میں تدین اور مستقل مزاجی کا خون جوش مار رہا ہے!

اسنے اپنا ہوائی جہاز خود اپنی نگرانی میں بنوایا تھا اُس کا نام "گہوارۂ موت" رکھا تھا۔ اسکی چھت اکہری تھی۔ لوگوں کو حیرت تھی کہ ایسے معمولی جہاز سے یہ مہم کیسے سر کی جاسکتی ہے؟ روانگی کی تاریخ ہواباز نے اپنا بہت سا وقت نیویارک کے ایک سینما میں گزارا۔ واپسی پر اُسنے خادم کو ہدایت کی کہ ٹھیک ۲ بجے رات کو جگا دے۔ چنانچہ اُسوقت سے اپنے جہاز کے پرزوں کا معائنہ کرتا رہا۔ پھر امریکن گھڑی کے حساب سے ٹھیک، ۷ بجکر ۴۰ منٹ صبح اسکا جہاز گھڑی کے حساب سے ۹ بجکر ۴۰ منٹ پھر کو نیویارک کے ہوائی اسٹیشن سے اڑا۔ یہ ۲۰ مئی کا واقعہ تھا۔

اس کی گود میں اُس کی عزیز سیاہ بلی بھی تھی اور وہ اُسے اپنے ساتھ لیجانا چاہتا تھا۔ مگر بعد میں یہ خیال کرکے کہ اتنی بلندی پر پہونچکر وہ شاید زندہ نہ رہیگی، اپنے ایک دوست کو یہ کہتے ہوئے دیدی "یہ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ اسکی خوب خاطر کرنا!"

جب جہاز کے انجن نے حرکت کی تو اُس کا ایک دوست رونے لگا۔ ہواباز نے کہا "کیوں روتے ہو؟ رونے کی کوئی وجہ نہیں خدا حافظ!" اب "گہوارۂ موت" ہوا میں تھا!

روانگی کے بعد نوجوان کی ماں نے کہا "چارلس ضرور پیرس پہنچ جائے گا۔ مجھے یقین ہے۔ اگر جہاز میں جگہ ہوتی تو میں بھی اس کے ساتھ سفر کرتی!" زندہ قوم کی عورتوں کا یہ حال ہے!

۲۱ مئی کی شام کو "گہوارۂ موت" پیرس میں تھا! جہاز اترتے ہی امریکن سفارتخانہ کا ڈاکٹر دوڑا اور ہواباز کا طبی معائنہ کرنا چاہا۔ ہوا در لڑکے نے ڈاکٹر کو روک دیا "کوئی ضرورت نہیں میں ذرا بھی تھکا نہیں ہوں"

پھر حاضرین کے اصرار پر اُسنے اپنے اس حیرت انگیز سفر کے متعلق صرف اس قدر کہا:

"نیویارک کے رصدخانے نے اُڑنے سے پہلے مجھے خبر دی کہ فضا کی حالت بہت ہی خراب ہے۔ راستہ میں مجبوراً اس کی تصدیق ہوگئی۔ ۱۶۰۰ کیلومیٹر مسافت میں نے سخت برفانی آندھیوں میں طے کی۔ میں اس طوفان سے بچنے کے لئے کبھی ۳۰۰۰ میٹر بلندی پر اُڑجاتا تھا اور کبھی اتنا نیچا ہوجاتا تھا کہ سمندر کو چھو سکتا تھا میں اس حال میں سطح سمندر سے صرف ۲ میٹر بلند ہوتا تھا۔ راستہ بھر مجھے ذرا بھی نیند محسوس نہیں ہوئی۔ میں ایک ایسی حالت میں تھا جو نیند کی حالت قبول نہیں کرسکتی تھی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ پیرس سے بھی آگے روم تک میں جاسکتا تھا۔ کیونکہ میرے جہاز میں کافی پٹرول بچ رہا ہے"

اس گفتگو کے بعد ہواباز آرام کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ دوسرے دن امریکن سفارتخانے میں اُسے مدعو کیا۔ یہاں سفیر نے بے تار کی ٹیلیفون کے ذریعہ نوجوان کی ماں سے گفتگو کا انتظام کر رکھا تھا۔

"ہیلو" ہواباز نے اپنی ماں کو مخاطب کیا "معاملہ کچھ بھی نہ تھا! تم خیریت سے ہوگی۔ میں بالکل تندرست ہوں۔ ختم سفر ہوگئی!"

"سب سے زیادہ کٹھن گھڑی کون سی تھی؟" اخبار نویسوں نے سوال کیا۔

"سب سے زیادہ کٹھن گھڑی، پیرس پہنچنے اور لاکھوں آدمیوں کے ہجوم میں گھرے ہونے کی گھڑی تھی" ہواباز نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "نیویارک سے پرواز بہت ہی تکلیف دہ تھی میں سمجھتا تھا اس سے زیادہ تکلیف پیش نہیں آسکتی لیکن پیرس پہنچنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ وہ تکلیف کچھ بھی نہ تھی۔ میں اب نہایت سی کثیف کہر میں گھر گیا تھا۔ کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا برف کی ہولناک بارش ہورہی تھی اور میں بار بار بہت نیچا ہوجاتا تھا میں نے بڑی کوشش کی کہ برفانی طوفان کے اوپر نکل جاؤں مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ اسوقت میں نے ناامیدی محسوس کی اور خودکشی کا خیال کیا۔ مگر ناکامی کی ذلت، موت سے زیادہ سخت تھی۔ میں نے اپنے دل سے کہا "ایک دن مرنا ہے۔ کچھ پرواہ نہیں اگر اسی سمندر میں قبر بنجائے" میں برابر جدوجہد کرتا رہا یہاں تک کہ طوفان نکل گیا اور موسم خوشگوار ہوگیا۔ دوسرے دن دوپہر کے قریب مجھے سمندر میں ماہی گیروں کی چند بادبانی کشتیاں نظر آئیں۔ اب میری مسرت ناقابل بیان تھی۔ میں بالکل نیچے اُتر آیا۔ قریب تھا میرا جہاز کشتیوں کے مستول سے ٹکرا جائے۔ میں نے چلا کر کہا "کیا یہی آئرلینڈ کا راستہ ہے؟" وہ حیرت سے میرے جہاز کو تک رہے تھے۔ شاید مجھے مجنوں سمجھے۔ اُنھوں نے کوئی جواب نہیں دیا یا دیا اور میں نے سنا نہیں۔ بہرحال تقریباً ۴ بجے شام کو مجھے خشک زمین دکھائی دی۔ میں پھر نیچے اُتر آیا اور غور سے وہ سنگلاخ چٹانیں دیکھیں جو سمندر میں بھوتوں کی طرح سر نکالے کھڑی تھیں۔ میں نے فوراً پہچان لیا کہ یہ آئرلینڈ ہے۔ اب مجھ اپنی کامیابی کا یقین تھا۔ میں آئرلینڈ اور انگلینڈ کی فضا میں بالکل نیچے اُڑ رہا تھا مگر کسی نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں راستہ بھولا نہیں۔ سیدھا پیرس آگیا لیکن عین وقت پر یہاں کے ہوائی اسٹیشن کا راستہ بھول گیا۔ مگر زیادہ دقت نہیں ہوئی۔ اسٹیشن کی روشنی نے میری رہنمائی کی"

اس گفتگو کے بعد ہواباز کپتان تجیسر کی ماں سے ملنے گیا۔ پیرس کی نازنینوں نے جو خوبصورت تجیسر کھو چکی ہیں، اُسے دیکھا تو چلائیں "واقعی یہ خوبصورت ہے!"

غرضکہ وہ ہوائی مہم سر ہوگئی جو اب تک ناممکن معلوم ہوتی تھی، نیویارک سے پیرس تک ۶ ہزار کیلومیٹر کی مسافت ایک پرواز میں طے ہوگئی اور صرف ساڑھے ۳۳ گھنٹوں کی مدت میں!

۲۵ ہزار ڈالر مہم سر کرنے والے کے لئے انعام تھا۔ ۲۲ سالہ نوجوان چارلس نے اسے حاصل کرلیا!

گزر چکی ہے۔ یہ قومیت کا تحفظ نہیں ہے۔ قومیت کا تعصب ہے، یہ "انسانیت" اور "انسانی برادری" کے عین ضد ہے۔ یہ "انسانی آزادی و حقوق" کے اعتقاد کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ یہ آزادی کے نام سے آزادی کی پامالی، اور قومیت کے نام سے صرف طاقت کی معبودیت ہے!

نئی قومیت کے محاسن و مفاسد

اگر یورپ کی قومیتوں اور ان کے اعمال پر نظر ڈالی جائے تو حسب ذیل حقیقتیں سامنے آئیں گی:

(۱) "انسانی آزادی" اور "قومی حقوق" کے مبادیات تسلیم شدہ قائم ہو گئے اور ان کی وجہ سے یورپ کے ذہن و اجتماع کا انقلاب عظیم وجود میں آ گیا۔ جدید "قومیت" کے اصول و عقائد نے جماعتوں کے اندر ایک ایسی نئی اجتماعی طاقت پیدا کر دی جو تمام پچھلی اجتماعی طاقتوں سے زیادہ منظم اور قوی تھی۔

(۲) قومیت کے نشو و نما سے پہلے یورپ مذہبی تعصبات میں مبتلا تھا۔ مسیحیت کی مذہبی جکڑ بندیاں اتنی سخت تھیں کہ ذہن و دماغ کو ہلنے نہیں دیتی تھیں۔ اب "قومیت" کے فروغ نے مذہب کے تعصبات دھیمے کر دیئے۔ مذہب کی جگہ قومیت اجتماع و ارتباط کا رشتہ بن گئی۔ قومیت نے جب سر اٹھایا تھا، تو اسے شاہی استبداد سے کہیں زیادہ پوپ اور کلیسا کے استبداد کا مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ والٹیر نے بیت المقدس کی جگہ انسانی آزادی کے لئے جنگ مقدس (کروسیڈ) کا اعلان کیا تھا۔ جب اس معرکہ میں قومیت فتحمند ہوئی تو یہ فتح شاہی اور کلیسائی، دونوں طرح کے استبدادوں پر فتح تھی۔ اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ قومیت جڑ پکڑتی جاتی تھی، اور کلیسائی جمود اکھڑتا جاتا تھا۔

(۳) "قومیت" کے فروغ سے پہلے یورپ ذہن و اعتقاد کے جن دائروں میں بند تھا، وہ حد درجہ تنگ تھے۔ اس لئے قومیت نے پچھلے دائروں سے ایک زیادہ وسیع دائرہ مہیا کر دیا اور اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلا کہ ہر گوشۂ فکر و عمل میں ایک ایسی وسعت پیدا ہو گئی جس کا اس سے پہلے وہم و گمان بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

(۴) مذہبی اور نسلی تعصبات کی جگہ "قومیت" کے قائم ہو جانے کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ ملک کے اندر تمام جماعتیں اور تمام طبقات باہم گر متحد اور منسلک ہو گئے۔ یہ احساس کہ "فلاں انسان ہمارا ہم قوم اور ہم وطن ہے" اتنا قوی اور موثر ہو گیا کہ اس پر کوئی تعصب غالب نہ آ سکا۔ مسیحیت اور یہودیت کی تاریخی اور روایتی دشمنی مسلم ہے۔ دنیا کے کسی گوشہ میں بھی بدنصیب یہودیوں نے وہ ظلم و ستم برداشت نہ کئے ہونگے جو یورپ کی مسیحی حکومتوں میں انہیں صدیوں تک جھیلنے پڑے۔ اٹھارویں صدی کے اواخر تک کسی انسان کے لئے یہودی ہونا ایک ناقابل معافی جرم تھا۔ لیکن اب "قومیت" کے جذبے نے یہ تمام جذبات مغلوب کر دیئے۔ سب سے پہلے انگلستان اور فرانس نے، پھر بہ تدریج یورپ کی دوسری قوموں نے ان کا حق قومیت بھی اسی طرح تسلیم کر لیا، جس طرح ان ملکوں کے مسیحی باشندوں کا تسلیم کیا تھا۔ ایک یہودی، انگریز، فرانسیسی یا جرمن ہو کر اسی طرح ان ملکوں کے شہری اور قومی حقوق سے متمتع ہونے لگا، جس طرح مسیحی باشندے ہوتے تھے۔ انیسویں صدی میں انگریز یہودیوں کے لئے تمام برطانی عہدوں اور منصبوں کے دروازے کھول دیئے گئے، حتیٰ کہ وزارت کے بڑے سے بڑے منصب کے لئے بھی یہودیت مانع نہ رہی۔

یہ تھا "قومیت" کے محاسن کا پہلو، لیکن اس کے نتائج مفاسد:

(۱) یہ جو کچھ ہوا، صرف یورپ میں اور یورپ کے باشندوں میں ہوا۔ یورپ کے حدود سے باہر کے لئے نہ تو "انسانی آزادی" کا اعلان موثر ہو سکا، نہ "قومی حقوق" کا اعتقاد۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدیم رومن اصول کے مطابق یورپ نے فیصلہ کر لیا کہ دنیا برتر اور کمتر اقوام میں تقسیم ہے۔ آزادی اور حقوق کے تمام اصول برتر اقوام کے لئے ہیں، نہ کہ کمتر اقوام کے لئے۔ یورپ اور امریکہ دنیا کا نصف برتر حصہ ہے، بقیہ دنیا کمتر حصہ ہے۔ اس لئے اسے کوئی حق نہیں کہ انسانی آزادی اور قومی حقوق کا مطالبہ کرے، جو برتر اقوام کے لئے مخصوص ہیں!

(۲) فرانس جس وقت اپنے ملک کے اندر تیسرے انقلاب (۱۸۳۰ء) کی طیاریاں کر رہا تھا، تو اس وقت کسی فرانسیسی کے ذہن میں اس بات کا خطرہ بھی نہیں گزرا کہ اسی آزادی کی امیر عبدالقادر الجزائری اور اس کی بدبخت قوم کو بھی ضرورت ہو یا نہیں جسے فرانس نے اپنی فوجی طاقت سے غلام بننے پر مجبور کر دیا ہے؟ آج فرانس کی علم حریت و قومیت شام میں جو کچھ کر رہی ہے، دنیا کے سامنے ہے۔ انگلستان کہتا ہے وہ چھوٹی قوموں کا محافظ ہے۔ آزادی کا جائے پناہ ہے۔ محب الوطنوں کے لئے گوشۂ امن ہے۔ لیکن یہ سب کچھ کن حالات میں اور کن کے لئے ہے؟ بلاشبہ اس نے روس کے نراجیوں کو پناہ دی، فرانس کے جلاوطنوں کے لئے دروازے کھول دیئے، یونان کی آزادی کے لئے اپنا قومی شاعر بائرن پیدا کر دیا، اٹلی کے میزینی کو اپنی آبادیوں میں جگہ دے دی، اور یورپ کے بے شمار انقلابی نقشے لندن کی گلیوں اور مکانوں ہی میں کھینچے گئے۔ مگر مشرق اور ایشیا کے لئے اس کی یہ "حریت پروری" و "قومیت" کیا فیصلہ کرتی رہی؟ وہ روس اور آسٹریا کے مظلوموں کو پناہ دیتا رہا، لیکن خود اس کے ظلم و تسلط کے مظلوموں کے لئے اس کے پاس پناہ دینے کا کیا سامان تھا؟ جواب کی ضرورت نہیں کیونکہ آج مشرق اور ایشیا کا ہر گوشہ زبان حال سے جواب دے رہا ہے!

(۳) چونکہ "دفاعی قومیت" کی جگہ "ہجومی قومیت" کا جارحانہ مزاج پیدا ہو گیا تھا، اس لئے خود یورپ کو بھی اپنی "قومی عصبیت" کے نتائج سے نجات نہ مل سکی۔ بلاشبہ غیر یورپین اقوام و بلاد کے مقابلہ میں اس نے اپنے لئے آزادی و حقوق کا ایک بلند معیار قرار دے لیا، لیکن یہ معیار گروہ بندی کی تنگ نظری اور قومی برتری و تسلط کے جذبات پر غالب نہ آ سکا جو "ہجومی قومیت" کے لازمی خواص ہیں۔ "قومی برتری" کی حرص نے تصادم و کشاکش کی حالت پیدا کر دی، اور جماعتی ذہنیتوں پر "حق" کی جگہ اسی "طاقت" کے ...... اصول کی فرمانروائی قائم ہو گئی جس کے خلاف اس نے خود شروع سے اعلان جنگ کیا گیا تھا۔ "قومی برتری" کی اس کشاکش نے یورپین طاقتوں کے لئے ایک کبھی ختم نہ ہونے والی باہمی جنگ کی حالت پیدا کر دی ہے۔ ہر قومیت دوسری قومیت کو پیچھے ہٹا کر خود آگے بڑھنا چاہتی ہے۔ مقابلہ کا ایک بڑا میدان مشرق کی کمزور قوموں نے بہم پہنچا دیا۔ ہر قوم چاہتی ہے اس میدان میں سب سے بڑھ کر غاصب اور سب سے زیادہ طامع ثابت ہو۔ استعمار، تجارت، اسلحہ سازی، مادی تقدم، اور صنعتی تفوق! ہر گوشہ میں مقابلہ ہے۔ پچھلی عالمگیر جنگ قومی مزاج کی اسی ہیجان و حالت کا نتیجہ تھی، اور ابھی اس کے عالمگیر زخم کا خون خشک نہیں ہوا تھا کہ ایک دوسرے تصادم کا میدان طیار ہونے لگا۔

(۴) [illegible] قومی عصبیت کی سادی [illegible] پستی و شیفتگی کے ساتھ پیدا ہو گئیں۔ [illegible] و اصلاح کا [illegible]

کا خود اور ہندوستان کے برہمنوں کی مغرورانہ تنگ دلی ایک نئی صورت میں ابھر آئی جو پہلی صورت سے کہیں زیادہ طاقتور اور بے پناہ ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ "انسانیت" کا دائرہ اب بھی ویسا ہی تنگ ہے جیسا پہلے تھا۔

رد عمل

ضروری تھا کہ اس حالت کا رد عمل پیدا ہو۔ "ہجومی قومیت" کا مجنونانہ غلو اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اب دنیا کا تغیر پسند مزاج زیادہ عرصہ تک متحمل نہیں ہو سکتا۔

انیسویں صدی ابھی زیادہ آگے نہیں بڑھی تھی کہ اس کے آثار شروع ہو گئے۔ سوسائٹی کے نچلے طبقوں نے دیکھا کہ آزادی اور مساوات کی اتنی ہنگامہ آرائیوں کے بعد بھی حقیقی آزادی اور مساوات بدستور مفقود ہیں۔ موجودہ نظام قومیت جو آزادی و مساوات کی بنیادوں پر قائم ہوا تھا، اب خود آزادی و مساوات کی راہ میں روک بن گیا ہے۔ نئے دور سے پہلے دنیا کا استبداد اور غیر مساویانہ امتیاز چند افراد اور خاندانوں میں محدود تھا۔ اب وہ بڑے گروہوں میں پھیل گیا ہے۔ اس لئے حق و مساوات کے مقابلہ میں طاقت اتنی سمٹی ہوئی اور مرکز کی حالت میں نہیں ہے جس قدر پہلے تھی۔ تاہم جہاں تک انسانی آزادی و مساوات کا تعلق ہے، نوع انسانی اب بھی اس سے اسی طرح محروم ہے جس طرح پہلے تھی!

اس سے بھی زیادہ یہ کہ سرمایہ داری کی طاقت نے آج پہلے سے بھی کہیں زیادہ اقتدار حاصل کر لیا ہے۔ پہلے انسانوں پر جو تسلط و تسلط صدیوں کی شاہی نسل اور امیرانہ روایت حاصل کر سکتی تھی اب وہ اختیار چند مہینوں اور برسوں کے اندر ایک سرمایہ دار محض روپے کے ذریعہ حاصل کر لیتا ہے اور دنیا کی صلح و جنگ اور ملکوں اور قوموں کی حکومت و محکومی کی باگ فوراً اس کے ہاتھوں میں چلی جاتی ہے!

انیسویں صدی کے "سوشلزم" کی تخم ریزی اسی رد عمل کا نتیجہ تھی۔ اب یہ بڑھتے بڑھتے "کمیونزم" تک پہنچ چکا ہے، اور صرف یورپ کا نظام قومیت بلکہ ہیئت اجتماعیہ (سوسائٹی) کا پورا نظام الٹ دینا چاہتا ہے۔

عالمگیر جنگ یورپ اس نظام قومیت کی نامرادیوں کا سب سے بڑا اعلان تھا۔ ۴ سال تک خون اور آگ میں رہ کر جب دنیا نے دوبارہ سنبھالا لیا تو زندگی اور امن کی جستجو از سر نو شروع ہو گئی۔ ان تمام لوگوں نے جن کی ذہنیت کسی قومی نظام حکومت کی غرض پرستیوں سے آلودہ نہ تھی، محسوس کر لیا کہ پچھلا نظام اب دنیا کو زیادہ عرصہ تک مطمئن نہیں رکھ سکتا۔ یورپ کے حکما اور مفکرین میں ایک بڑا گروہ پیدا ہو گیا ہے جو قومیت کی اس عصبیت سے اکتا گیا ہے اور "قومیت کی جگہ" "انسانیت" کی وسیع فضا ڈھونڈھ رہا ہے۔ طرح طرح کے نئے نظریے اور نئی تجویزیں دماغوں میں نشو و نما پا رہی ہیں۔ "دنیا کے نظام اجتماع کی نئی تقسیم" اور "انسانی برادری کا غیر مشروط حلقہ" وقت کا سب سے زیادہ اہم اور دلچسپ موضوع فکر ہے۔

اگر بحیثیت مجموعی دنیا کی موجودہ ذہنی فضا پر نظر ڈالی جائے، تو صاف نظر آتا ہے کہ ایک موسم ختم ہو رہا ہے اور دوسرے کی آمد آمد ہے۔ جس زمانہ سے ہم گزر رہے ہیں، عجب نہیں مستقبل کا مورخ اسی میں مستقبل کے آثار کی جستجو کرے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ نئے موسم کا پیغام کیا ہوگا؟ لیکن یہ ضرور ہے کہ دنیا اس وقت تک جن اجتماعی دائروں میں محصور رہی ہے، اس سے ایک زیادہ وسیع

دفاعی قومیت کی پیدائش

ازمنۂ وسطیٰ (ڈمل ایجز) کے بعد جب یورپ نے کروٹ بدلی اور نئے تمدن کی نشوونما شروع ہوئی، تو اُس کے ساتھ ساتھ ایک نئے قسم کی اجتماعی زندگی بھی نشوونما پانے لگی۔ یہ وہ وقت تھا جب ایک طرف علم اور آزادی کی رُوح تمام یورپ میں پھیل رہی تھی، دوسری طرف شخصی حکومتوں کا استبداد اور اجنبی تسلط کا ظلم اپنی تمام پُرانی روایتوں پر مضبوطی کے ساتھ قائم تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ایک نئی کھینچ تان شروع ہوگئی۔ ایک طرف شاہی تاج و تخت اور اس کے غیر محدود دعوے تھے۔ دوسری طرف علم و آزادی کے پیدا کئے ہوئے نئے نئے اصول اور نئے نئے ولولے تھے۔ تاج و تخت کے مقابلے میں جب عوام کے جذبات آزادی جوش میں آئے تو خود بخود ایک نہایت موثر اور طاقتور لفظ وجود میں آگیا یہ لفظ پہلے سے موجود تھا لیکن اس کے ساحرانہ معانی لوگوں کو معلوم نہ تھے۔ اب ہر شخص کے سامنے آگئے۔ یہ لفظ "قوم" تھا، اور یہ انکشاف "قوم ہونے" یعنے "قومیت" کا انکشاف تھا۔ شاہی تاج و تخت کا دعوا تھا جیسا کہ بدنصیب لوئس شانزدہم نے بعد کو کہا: "حق اسلاقت میں ہوں" عوام اب اسے تسلیم کرنے کے لئے طیار نہ تھے۔ خود بخود سوال پیدا ہوگیا کہ اگر شاہی نسل اور تاج و تخت کی وراثت، حق اسلاقت کا جائز سرچشمہ نہیں ہے تو پھر کون ہے؟ وہ کونسی قوت ہے جس کے سامنے شاہی تاج و تخت کو بھی سر جھکا دینا چاہیئے؟ خود بخود جواب پیدا ہوگیا کہ "قوم" ہے۔ صرف "قوم" ہی ہر طرح کے حق و طاقت کا سرچشمہ ہے۔ صرف قوم ہی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اپنے اوپر حکومت کرے!

"رعیت" اور "قوم"

اُس وقت تک عوام کا اعتقاد یہ تھا کہ طاقت کا مرکز شاہی تاج و تخت ہے۔ اب طاقت کا ایک نیا مرکز نمودار ہوگیا جو خود اُن کے اندر پوشیدہ تھا مگر اُسے خبر نہ تھی۔ یہ "قوم" اور "قوم ہونے" کی طاقت تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یکایک صورت حال میں ایک عظیم انقلاب ہوگیا۔ یعنی "رعیت" کی جگہ "قومیت" نے لے لی۔ اب عوام "رعیت" نہ تھے۔ "قوم" تھے۔ جب تک وہ "رعیت" تھے دنیا کی قوت شاہی اور شاہیت میں مرتکز تھی۔ اب وہ "قوم" ہوگئے تو ساری قوت خود اُنہی میں سمٹ آئی۔ صرف اتنی تبدیلی نے دنیا کی اجتماعی زندگی کا پورا نقشہ بدل دیا۔ کارلائل CARLYLE کے بلاغت طراز لفظوں میں "رعیت کا قوم ہو جانا دنیا کا ایک ہی مرتبہ اُلٹ پلٹ ہو جانا تھا۔ زبانوں کا کوئی لفظ بھی اُس انقلاب حال کی تعبیر نہیں کر سکتا جو صرف اِن دو سادہ لفظوں کے اُلٹ بدل ہو جانے سے نوع انسانی کی تاریخ میں پیدا ہوگیا!"

دنیا میں صرف انسان ہی پیدا نہیں ہوتے۔ الفاظ بھی پیدا ہوتے ہیں، اور جس طرح ایک عظیم انسان کی پیدائش دنیا کے انقلابات کی پیدائش ہوتی ہے، اُسی طرح بعض عظیم لفظوں کی پیدائش میں بھی عظیم انقلابات مضمر ہوتے ہیں۔ بلاشبہ لفظ "قوم" کی پیدائش تاریخ کا انقلاب عظیم تھا۔ لیکن اگر کارلائل چند قدم آگے بڑھ سکتا تو دیکھتا کہ دنیا کا سب سے بڑا انقلاب لفظ "قوم" کی پیدائش میں نہیں بلکہ "انسان" کی پیدائش میں مضمر ہے۔ کون ہے جو اُس انقلاب کی عظمت کا نقشہ کھینچ سکتا ہے؟

جن اشخاص نے انقلاب فرانس کی ابتدائی تخم ریزی کی تھی، اُن میں والٹیر Voltaire اور روسو Rousseau سب سے آگے ہیں۔ روسو کی کتاب "معاہدۂ اجتماعی" Social Contract دنیا کے جدید جمہوری عہد کا اولین صحیفہ سمجھی جاتی ہے۔ یہ کتاب جب لکھی گئی تھی، تو لوگ اس کی خیالی نقشہ آرائیوں پر ہنستے تھے لیکن کارلائل کے تاریخی اور ضرب المثل لفظوں میں "جب اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا تو اُس کی جلد باندھنے کے لئے اُن لوگوں کا چمڑا استعمال میں لایا گیا جنہوں نے اس کی ہنسی اُڑائی تھی!"

روسو نے انسانی آزادی و حقوق کا نقشہ کھینچتے ہوئے قوم اور قومیت کے بھی خال و خط آراستہ کئے ہیں۔ وہ انسان کی انفرادی آزادی کے اعتقاد کے ساتھ "قوم" کا حلقہ ارتباط بھی قائم کرتا ہے اور اسے ایک معاشرتی معاہدہ سے تعبیر کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے سوسائٹی کا ہر فرد آزاد ہے اور تمام افراد کے حقوق مساوی ہیں، لیکن سوسائٹی کا انتظام قائم رکھنے کے لئے ایک منظم حلقے کی ضرورت ہے۔ یہ حلقہ قومی نظام کا حلقہ ہے۔ "قوم" اور "قوم ہونا" ہی وہ تنہا نظام ہے جسے حکم اور تنظیم کی ساری قوتیں حاصل ہونی چاہئیں۔

اس میں شک نہیں کہ روسو نے جس آزاد نظام معاشرت اور دنیا کے "آزاد اور روشن عہد" کا خواب دیکھا تھا، اُس کی تعبیر دنیا کو نہیں ملی، لیکن اُس کے "قومیت" اور "جمہوریت" کے اصول دنیا نے بغیر کسی تأمل کے قبول کر لئے، اور پھر انقلاب فرانس کا وہ خونیں سیلاب نمودار ہوا جو عہد قدیم کے تمام شخصی اور شاہی اصول و عقائد بہا لے گیا!

گزشتہ دو صدیوں سے دنیا "قومیت" کے انہی بنیادی اصول پر گامزن ہے۔

جدید "قومیت" کے مبادیات

یہ جدید "قومیت" جن مبادیات و عقائد پر قائم ہوئی، اُس کے اہم اصول حسب ذیل ہیں:

(۱) باشندوں کا جو گروہ کسی خاص جغرافیائی حدود کے اندر نسل، یا وطن، یا زبان، یا معاشرت کی یکانگت کی بنا پر یکجا ہو، جب اُس کے افراد اپنے آپ کو ایک "قوم" محسوس کریں، تو وہ ایک "قوم" ہیں، اور کسی کو حق حاصل نہیں کہ اُنکے "قوم" ہونے سے انکار کرے۔

(۲) ہر قوم کا پیدائشی اور فطری حق ہے کہ وہ آزاد رہے، اور اپنی پسند کے مطابق اپنے تمام معاملات کا فیصلہ کرے۔ کسی دوسری قوم کو حق نہیں کہ اس میں مداخلت کرے۔

(۳) "قومی آزادی" کے حق کی بنا قدرتی حق ہے، نہ کہ طاقت اور تحفظ۔ اگر ایک قوم کمزور ہے، یا اپنے معاملات کا بہترین انتظام نہیں کر سکتی، تو اس کی وجہ سے کسی دوسری طاقتور یا زیادہ شائستہ قوم کو یہ حق حاصل نہیں ہو جاتا کہ اُس پر حکومت کرے۔ طاقت کے ذریعہ کسی قوم کے حق قومیت کو سلب کرنا، دنیا کے عالمگیر اور قدرتی قانون کی خلاف ورزی ہے۔

(۴) ہر طرح اور ہر نوعیت کی بالادستی اور اقتدار کا مرکز "قوم" ہے۔ کوئی جماعت یا کوئی فرد کوئی ایسا اختیار کام میں نہیں لا سکتا جسے براہ راست قوم سے بطریق جائز حاصل نہ کیا گیا ہو۔

(۵) قوم کے تمام افراد اپنے تمام شہری، معاشرتی، اور قانونی حقوق میں مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ نسل، خاندان، اور پیشہ کی وجہ سے کسی کو کوئی امتیاز حاصل نہیں ہو سکتا۔ معاشرتی ترقی و تنزل کا معیار ہر فرد کی قدرتی اور اکتسابی قابلیت ہے۔ نہ کہ نسل و خاندان۔

قوم، قومیت، اور قومی حقوق کے یہ مبادیات دراصل انسانی آزادی و حقوق کے اُسی مواد سے پیدا ہوئے تھے جنہیں یورپ میں نئے تمدنی عہد نے پیدا کیا تھا۔ اور جن کے واضح و اکثر، روسو، اور فرانس کے انسائیکلوپیڈیا کے اصحاب تھے۔ قوم اور "قومیت" کے حقوق اس نقطے سے شروع ہوئے کہ انسان اور انسان کے حقوق کیا ہیں؟ اس اصل نے کہ "ہر انسان فطرۃً آزاد ہے اور اس کی آزادی کے لئے کوئی روک نہیں ہونی چاہئیے جب تک وہ کسی دوسرے کی آزادی کے لئے روک نہ ہو" یہ قاعدہ بھی پیدا کر دیا کہ "ہر قوم کو آزاد ہونا چاہئیے۔ اور کسی فرد یا جماعت کو یہ حق نہیں کہ اُس کی آزادی میں خلل انداز ہو"

اِن مبادیات کا جس سرزمین نے بہ حیثیت ایک قوم کے دنیا میں اعلان کیا وہ امریکہ اور فرانس ہے۔ امریکہ کے اعلانات ۱۷۷۶ء اور ۱۷۸۳ء کے تاریخ میں ثبت ہو چکے ہیں۔ اُس نے انہی مبادیات کی بنا پر انگلستان کا مقابلہ کیا اور فتحمند ہوئی۔ فرانس کا اعلان اُس کے انقلاب کا اعلان ہے جو تاریخ میں "اعلان حقوق انسانی" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جسے فرانسیسی اسمبلی نے ۲۶ اگست ۱۷۸۹ء میں منظور کیا تھا۔

"ہجومی قومیت"

گزشتہ تفصیل سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ یورپ کی جدید "قومیت" کے عناصر انسانی آزادی و حقوق کے مواد سے حاصل کئے گئے تھے، اُس کا ظہور ہجوم کے لئے نہیں بلکہ دفاع کے لئے ہوا تھا۔ یہ دراصل پورے معنوں میں "دفاعی قومیت" تھی جو شاہی استبداد اور اجنبی تسلط کا مقابلہ کرنے کے لئے وجود میں آئی تھی۔ ایک طرف مظلوم اور پامال رعایا اُٹھی تاکہ بادشاہوں اور امیروں کے ظلم و ستم کے مقابلے میں "قومی حق" کا علم بلند کریں۔ دوسری طرف کمزور قوموں نے سنبھالا لیا تاکہ اجنبی حکمرانی کا مقابلہ کرنے کے لئے مرکز "قومیت" میں اپنی منتشر قوتیں جمع کر لیں۔ انگلستان اور فرانس نے شاہی تاج و تخت کے استبداد کا مقابلہ کیا۔ امریکہ نے انگلستان کی حکومت سے انکار کر دیا۔ یونان اور بلقانی قوموں نے عثمانی شہنشاہی سے آزادی حاصل کر لی۔ پولینڈ روسی تسلط کے خلاف بار بار اُٹھا اور مقابل ہوا۔ اٹلی نے آسٹریا کی فوجیں ہمیشہ کے لئے اپنے وطن سے باہر کر دیں۔ اسی طرح یورپ کے ہر گروہ نے اپنے اپنے وطن کے جغرافیائی حدود بنائے اور اُن کے حصار میں اپنی "قومیت" کا قلعہ تعمیر کر لیا۔ نپولین کے زوال کے بعد جب یورپ کا نقشہ از سر نو بنایا گیا، تو یہ وطنی اور قومی حد بندیاں نقشے کے خطوط میں داخل ہوگئیں۔

لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟ کیا انسانی آزادی و حقوق کے وہ تمام اصول جو اِن قومیتوں کا مایۂ خمیر تھے، دنیا میں قائم ہوگئے؟ کیا امریکہ کے "اعلان آزادی" اور انقلاب فرانس کے "اعلان حقوق انسانی" کے مبادیات نے دنیا کی تمام قوموں کے لئے حق و آزادی کی نعمت مہیا کر دی؟ کیا واقعی طاقت کی جگہ حق کا اور استبداد کی جگہ آزادی کا دعوی تسلیم کر لیا گیا؟

دنیا نے حیرت و دہشت کے ساتھ دیکھا کہ اِن میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی۔ وہی "قومیتیں" جو انسان کے انفرادی و قومی حقوق کی حفاظت اور دفاع کے لئے وجود میں آئی تھیں کچھ دنوں کے بعد انسانی آزادی و حقوق کی پامالی و آلات کا ذریعہ ہوگئیں۔ اُن کی ابتدا "دفاعی قومیت" سے ہوئی تھی لیکن اُن کا ظہور "ہجومی قومیت" کی شکل میں ہوا۔ جاہلی تنگ نظری، وطنی غرور و کبر، اور قومی برتری و اقتدار کے تمام جذبات اُبھر گئے، اور انسانی آزادی و حقوق کے مبادیات و اصول اِس لئے رہ گئے کہ ہر قوم صرف اپنے لئے اُن کا نفاذ چاہے اور اپنے سوا سب کو اُن سے محروم دیکھے!

یہ وہی "وطنی و قومی عصبیت" کی مالت ہے جس کی تشریح ...

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

Printed and Published by

Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta.

Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين (القرآن الحكيم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۵ — کلکتہ : جمعہ ۱۵ - محرم ۱۳۴٦ ہجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 15, July 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

ضروری ہی کہ ہم اسکا اب فیصلہ کرلین

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی -

طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای - پتھر کی چھپائی مین محدود رہکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی -

ہندی اور ہندوستان کی تمام زبانون نی، نیز عربی، فارسی، ترکی، تینون سامی زبانون نی حروف کی چھپائی اختیار کرلی ہی اور انکی طباعۃ یورپ کی طباعۃ کا مقابلہ کر رہی ہی - کیون اردو زبان بھی ایسا نہ کری جو اسی رسم الخط مین لکھی جاتی ہی ؟

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تک بن سکی ہین، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ہی -

اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ہی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ہین - آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کرلین - لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین -

ہماری رای مین بہترین حروف یہی ہین - اگر فارسی اور ترکی کیلیي یہ نا موزون نہین تو اردو کیلیي کیون نا موزون ہون ؟

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیي - یاد رکھیي - طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیي سب سی زیادہ اہم مسئلہ ہی - ضروری ہی کہ اسکی تمام نقایص ایک بار دور کر دی جائین -

الہلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ کلکتہ سے شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " مینجر الہلال " کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے.

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بعیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ کم دنوں کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لیے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لیے جنکا تعلق دفتر کے دفتری مواقع (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

مطبوعات جدیدہ

ایک صدی قبل ایک مغربی خاتون کی مشرقیۃ

ایک مرد نما انگریز خاتون جو شام میں متوطن ہوگئی تھی -

لیڈی اسٹن ہوپ

حال میں ایک فرانسیسی اہل قلم موسیو بلوشر نے ایک نئے قسم کے تاریخی موضوع پر کتاب لکھی ہے : " اٹھارھویں - صدی میں مغرب و مشرق کا اتصال " اسمیں ان تمام یورپین اشخاص کے حالات جمع کیے ہیں جنھوں نے اٹھارھویں صدی میں " مشرقیۃ " اختیار کرلی تھی - " مشرقیۃ " سے مصنف کا مقصود یہ ہے کہ مشرقی ممالک کی رسوم ' معاشرت ' وضع و قطع ' اور طرز و فکر کا اس طرح اختیار کرلینا ' گویا مغربیۃ ترک کرکے سرتا سر مشرقیۃ اپنے اوپر طاری کرلی ہے !

مصنف کو اس موضوع میں اس سے کہیں زیادہ کامیابی ہوئی ہے ' جتنی کامیابی کی بظاہر توقع کی جاسکتی ہے - ایک بہت بڑی تعداد یورپ کی تمام اقوام کی نظر آتی ہے جسنے ترکی ' مصر ' شام ' عراق ' ہندوستان ' اور چین میں توطن اختیار کرلیا تھا ' یا بہت زیادہ مدت تک کیلیے مقیم ہوگئی تھی ' اور اپنا مغربی جامہ اتار کر سرتاسر مشرقی جامہ پہن لیا تھا - سترھویں اور اٹھارھویں صدی کے ہندوستان کے ہندوستانی انگریزوں ' ہندوستانی فرانسیسیوں ' اور ہندوستانی ڈچوں کے حالات سے تو ہم بے خبر نہیں ہیں ' لیکن دوسرے مشرقی ممالک کے ان مشرقی مغربیوں کے حالات یقیناً ہمارے لیے نئی دلچسپی کا باعث ہونگے -

اب زمانے کی رفتار الٹ چکی ہے - اب مغربیوں کی مشرقیۃ کا نہیں بلکہ مشرق کی " مغربیۃ " کا دور دورہ ہے - یقیناً ایک ایسے عہد میں یہ حالات ہمارے لیے عبرت انگیز دلچسپی سے خالی نہونگے -

آج ہم اس کتاب سے ایک انگریز خاتون کے حالات مع تصاویر کے نقل کرتے ہیں - یہ خاتون مشہور انگریز مدبر سر ولیم پٹ کے خاندان سے تعلق رکھتی تھی - اسے شام و لبنان کی مشرقیۃ نے کچھہ اس طرح لبھا لیا تھا کہ اپنا وطن ' اپنی قوم ' اور مغربی دنیا کے تمام علائق ترک کرکے ہمیشہ کیلیے لبنان میں مقیم ہوگئی اور بالآخر وہیں پیوند خاک ہوئی :

(لیڈی اسٹن ہوپ)

سنہ ۱۷۷۶ - میں ایک انگریز لڑکی پیدا ہوئی - باپ کی طرف سے اسکا رشتہ لارڈ اسٹن ہوپ سے ' اور ماں کی طرف سے لارڈ چتہم سے ملتا تھا -

لارڈ اسٹن ہوپ " باغی لارڈ " کے لقب سے مشہور تھا - کیونکہ وہ انقلاب فرانس کا بہت بڑا مداح اور جمہوریت کا حد غلو تک حامی تھا -

لارڈ چتہم ' مشہور برطانوی وزیر اعظم ولیم پٹ کا باپ تھا - نپولین اعظم کے نام کے ساتھہ پٹ کا نام بھی ہمیشہ زندہ رہے گا - دونوں کی دشمنی ' دشمنی کی حد سے بھی تجاوز کرگئی تھی - ولیم پٹ نے جب جان دی ' تو اسکے آخری الفاظ یہ تھے : " جنگ ' جنگ " یعنی فرانس سے جنگ !

یہ لڑکی بچپن ہی سے عجیب الاطوار تھی - انتہا پسندی اسے اپنے ددھیال سے ورثہ میں ملی تھی - مستقل مزاجی اور خیال کی آزادی ننھیال سے پائی تھی -

جب وہ چار برس کی تھی ' اسکی ماں مرگئی - باپ نے نئی شادی کرلی - لڑکی اپنے باپ کی بیوی سے نباہ نہ کرسکی اور اپنی نانی کے گھر چلی گئی - نانی کی موت کے بعد اپنے ماموں ولیم پٹ کے ہاں اٹھہ آئی - یہاں اسے انگلستان کے مشہور ترین آدمیوں اور یورپ کے بڑے بڑے مدبروں کے دیکھنے کا موقعہ ملا ' اور یوروپین سیاست کے بہت سے راز اس پر کھل گئے -

سنہ ۱۸۰۶ - میں ولیم پٹ کا بھی انتقال ہوگیا - مگر مرنے سے پہلے بھانجی کے نام پندرہ سو پونڈ سالانہ وظیفہ مقرر کرگیا - اب اسنے متوفی ماموں کا گھر بھی چھوڑ دیا اور دیہات میں اٹھہ گئی - کئی سال دیہاتی زندگی میں بسر کردیے -

اپنے ماموں کے گھر اور دیہات میں انگلستان کے بہت سے معزز نوجوانوں سے اسکی دوستی ہوگئی تھی - بعض کی محبت نے اسکے دل کا التفات حاصل بھی کیا ' مگر نا معلوم اسباب کی بنا پر وہ شادی نہ کرسکی ' یا شادی کرنی نہ چاہی -

یہ بات نہ تھی کہ وہ بد صورت ہو اور مرد اس سے نفرت کرتے ہوں - اسکا شمار حسینوں میں تھا - سرو قامت اور چھریرا بدن رکھتی تھی - لیکن اسکے خط و خال زنانہ ہونے کی جگہہ زیادہ تر مردانہ تھے - اس لیے نسوانی کشش اپنے اندر پیدا نہیں کرسکتے تھے -

(مشرق کی سیاحت)

سنہ ۱۸۱۰ - میں اسکا بھائی بھی مرگیا - اس سے وہ بڑی محبت کرتی تھی اور اپنی زندگی اسکی خدمت کیلیے وقف کردی تھی - یہ حادثہ اسکے لیے ناقابل برداشت تھا - چنانچہ غم غلط کرنے کیلیے سمندر کے سفر کا قصد کیا - پہلے صرف جبل طارق تک جانے کا

" اُس کي شخصيت ' ذاتي عظمت اور انکے اطوار سے مرکب ہے - اِس مرکب کي تعليل کرنے کي ناکام کوشش کي جگه همیں اُسکا نام جنون رکھدینا چاھیے "

یه شاعر کي رائے ہے - لیکن خود خاتون نے شاعر کو کس نظر سے دیکھا ؟ وہ اپني یاد داشت میں لکھتي ہے :

" یه شخص تصنع کا عادي ہے - زنانه اطوار رکھتا ہے - ھمیشه اپنے پیروں کي سبکي اور نزاکت دکھانے کي کوشش کرتا ہے - مذھب کے بارے میں جب اس سے سوال کیا جاتا ہے تو صاف جواب دینے سے نروتا ہے "

وہ اپنے ملاقاتیوں کے ساتھه ایوان میں مردوں کي طرح بیٹھا کرتي تھي - گفتگو کا انداز یه تھا گویا مقرر تقریر کر رھا ہے - رات رات بھر باتیں کرتي رھتي - یہانتک که ملاقاتي بے اختیار ھوکر سو جاتے تھے !

(بڑھاپا اور خاتمه)

اسکي زندگي کے آخري دن بڑي ھي تکلیف میں کٹے - بڑھاپے کے زمانه میں سود خوار یہودیوں کا افسوں اُس پر چل گیا تھا - قرض کي عادت پڑگئي تھي ' اسراف کي کوئي حد نه رھی تھی - نتیجه یه نکلا که دیوالیه ھوگئي - صرف چار غلام باقي رہ گئے - باقي تمام خدم و حشم رخصت کرنا پڑے اور تمام جائداد ھاتھه سے نکل گئي - حتیٰ که ولیم پٹ کا وظیفه بھي قرضه کي نذر ھوگیا - سنه ۱۸۳۸ میں اِس خود دار خاتون نے ملکه وکٹوریا اور وزیر اعظم انگلستان کو اپني حالت زار سے آگاہ کیا اور اعانت کیلیے بڑي بڑي منتیں کیں مگر کوئي شنوائي نه ھوئي -

نتیجه یه نکلا که صحراء کي ملکه فاقے کرنے لگي - عمر کي زیادتي ' بڑھاپے کي کمزوري ' پراني عظمت کي یاد ' موجودہ بے سروساماني ؛ غرضکه سیکڑوں مصیبتیں بیک وقت ٹوٹ پڑي تھیں - بالآخر بیمار ھوئي اور سنه ۱۸۳۹ - میں اپنے پیچھے ایک عجیب تاریخ چھوڑ کر فوت ھوگئي - بیروت کے انگریز قونصل نے سنا تو فوراً پہنچا ' اور تجہیز و تکفین کے رسوم انجام دیکر محل کے باغ میں نعش دفن کردي -

مدت کي غفلت کے بعد سنه ۱۹۱۱ - میں انگلستان کو یه خاتون یاد آئي اور اُس کي قبر پخته بنوادي گئي - مصنف کا بیان ہے که سنه ۱۹۱۳ - میں اُس نے قلعه کے کھنڈر اور اسکي نئي بني ھوي قبر دیر الیاس میں دیکھي تھي -

لیڈي اسٹن ھوپ کا مارٹین کے ھمراہ اپنے قلعه میں
لیڈي کے سر پر پگڑي ہے اور کا مارٹین برهنه سر ہے -

افسانہ

محبت اور قربانی
یا
سزا اور انتقام ؟

وکٹر هیوگو کا " بشپ " اور تاریخ اسلام کا " بغدادي "

درس وفا اگر بود زمزمهٔ محبتی
جمعه به مکتب آورد طفل گریز پای را

(۱)

انگریزي تعلیم یافته اشخاص میں بہت کم لوگ ھونگے جنہوں نے فرانس کے مشہور انشا پرداز وکٹر هیگو Victor Hugo کي مصنفات کے انگریزي ترجمے نه پڑھے ھوں - نثر میں اُس کي بہترین کتاب کا میزربل Les Miserables تسلیم کي گئي ہے - اس قصه میں اس نے دکھایا ہے که انساني زندگي کي تمام شقاوتیں اور مصیبتیں صرف اس لیے موجود هیں که سوسائٹي کا نظام اور اخلاق غلط ہے - اس کے پاس رحم ' محبت ' عفو ' اور اصلاح کے لیے تو کوئي جذبه نہیں ' لیکن وہ قانون اور سزا پر پورا اعتقاد رکھتي ہے - نتیجه یه ہے که انسان کو جرم اور معصیت سے بچانے کے لیے وہ کچھه نہیں کرسکتي - لیکن جرم پر سزا دینے اور معصیت پر نفرت کرنے کے لیے ھر وقت طیار رھتي ہے !

ایک شخص جو اپني یا اپنے عزیزوں کي بھوک سے عاجز آکر چوري کرتا ہے ' یا نیکي اور خدا پرستي کي تعلیم نه ملنے کي وجه سے شریر ھو جاتا ہے ' اُسے کتني ھي سزائیں دي جائیں ' وہ جرم کرتا ھي رھیگا - کیونکه سزا نے نه تو اس کي بھوک کا علاج کیا ' نه اس کي روح کي تاریکي کے لیے نیکي کي روشني بہم پہنچائي - اس کا علاج رحم اور محبت ہے - مگر یہي چیز سوسائٹي کے پاس نہیں ہے !

وہ کہتا ہے ' جرم اور گناہ روح کا زخم ہے - یه محبت کے مرهم ھي سے اچھا ھوسکتا ہے - لیکن دنیا کے پاس مرهم نہیں ہے - صرف سزا کا تازیانه ہے !

ارادہ تھا - لیکن جب وہانتک پہنچ گئي تو آگے بڑھنے کا شوق دامنگیر ہوا - یہانتک کہ مشرق کے تمام مشہور مقامات یونان٬ ترکي٬ مالٹا٬ مصر٬ وغیرہ کي اُس نے سیر و سیاحت کرلي - اُس وقت یہ تمام ممالک عثماني سلطنت کے زیر نگیں تھے ۔

(مشرقیۃ کي ابتدا)

ایک مرتبہ اس سیاحت کے اثنا میں ایسا اتفاق ہوا کہ اُسکي کشتي سمندر میں ٹوٹ گئي - قریب تھا کہ سب ڈوب جاتے - لیکن عین وقت پر بچا لیے گئے - چونکہ اس حادثہ میں اس خاتون کے کپڑے ضائع ہو گئے تھے٬ اسلیے ایک ترک افسر نے اپني جنگي وردی اُتار کر دیدي اور اُسنے شکریہ کے ساتھہ قبول کرلي - یہ پہلا موقعہ تھا کہ اپنا مغربي اور جنسي لباس ترک کرکے اسنے مشرقي اور مردانہ کپڑے پہنے٬ لیکن یہ وضع کچھہ ایسي دل کو بھا گئي کہ مدۃ العمر کے لیے مردانہ مشرقي وضع اختیار کرلي !

لڑکي ایک ترک افسر کي وردي پہنے اسکندریہ میں داخل ہوئي اپني سہیلي کو بھي مردانہ لباس اختیار کرنے پر مجبور کیا - چند روز آرام کرکے فلسطین روانہ ہوئي - یہاں ترکي وردي اُتار کر مصري ممالیک کا پر شوکت لباس اختیار کرلیا - سر پر عمامہ٬ جسم پر قفطان اور جبہ٬ سنہري تلوار کمر میں٬ اس انگریز خاتون کي جو سر ولیم پٹ وزیر اعظم برطانیہ کي بھانجي تھي٬ دلپسند وضع تھي !

ملکہ زینوبیا (زباء) کي اِس ویران راجدھاني کے کھنڈروں میں (کیونکہ وہ فلسطین ھي میں تھي) اُسے غیر معمولي کیفیت محسوس ہوئي - یہاں اس مرد نما خاتون کو صحرا نشینوں نے ملکۂ صحراء کا تاج پہنایا !

(مشرقیۃ کا فیصلہ)

معلوم ہوتا ہے٬ اسي زمانہ میں اسکے اندر مشرقي توطن اور مشرقي زندگي کا خیال پیدا ہوگیا تھا٬ اور اُسنے اپني بقیہ زندگي کیلیے ایک آخري فیصلہ کر لیا تھا - وہ حماۃ اور انطاکیہ ہوتي ہوئي دیر الیاس نامي مقام پر پہنچي٬ اور یہاں آبادي سے باہر پہاڑ پر اپنے لیے ایک قلعہ طیار کرایا - یہي قلعہ اُسکا گھر اور یہي پہاڑ اُسکا وطن ہوگیا - یورپ اور یورپ والوں کو بالکل بھول گئي ۔ عربي حقہ منہہ سے لگا کر دھواں اڑاتي - گھوڑے پالتي - غلام خریدتي - اور ایک مشرق نژاد امیر کي سي زندگي بسر کرتي - اس کے پاس چالیس غلام تھے - خود اسي نے انہیں جنگي قواعد بھي سکھائي تھي -

آھستہ آھستہ اس نے بڑي قوت اور اھمیت حاصل کرلي - اب اُسکي حیثیت ایک طاقتور شیخ قبیلہ کي ہوگئي تھي - بستي کے تمام قبائل اس کے مطیع ہوگئے تھے - یہ پوري فیاضي کے ساتھہ اُنہیں روپیہ دیتي٬ اور اُنھي کي زبان میں اُن سے باتیں کرتي - اُنکے تمام جھگڑے قضیے اِسي کے سامنے آتے - یہ تمام مقدمات کا ایک حکمران کي طرح فیصلہ کرتي اور مجرموں کو سزائیں دیتي - قرب و جوار کے سرکش لوگوں سے مقابلہ بھي جاري رہتا - اسکي دھاک تمام علاقہ میں بیٹھہ گئي تھي - لوگ اسکے رعب سے کانپتے تھے - اُسکے پاس ایک جلاد بھي نوکر تھا جو عادي مجرموں کو قتل کرتا تھا - قید خانہ بھي بنایا تھا - مجرموں کو اسمیں قید کرتي تھي -

٢٥ - برس یہاں رھي٬ اور اِسطرح رھي٬ کہ اس علاقہ کي ایک طاقتور امیر سمجھي جاتي تھي - بسا اوقات دول یورپ بھي مجبور ہوئیں کہ اُسکي خوشامدیں کریں - انگریز ہونے پر بھي وہ انگریزوں اور انگریزي حکومت سے سخت نفرت کرتي تھي - اِس جوار میں جب کبھي انگریز ریشہ دواني کرتے٬ یہ فوراً اسکا توڑ کردیتي - اُسوقت انگلستان کي خارجي نظارت یقین کرتي تھي کہ یہ عجیب و غریب انگریز عورت مشرق میں اُسکي ایک خطرناک دشمن ہے !

اُسکي ھمت٬ شجاعت٬ قوت : ۰ کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ لبنان کے مشہور دروزي سردار "امیر شہاب" جیسے جبار سے بھي اسنے مقابلہ کیا تھا !

اِس سے بھي بڑھکر یہ کہ محمد علي خدیو اول کے بیٹے ابراھیم پاشا نے جب شام پر حملہ کیا٬ تو اس سے درخواست کي کہ یہ غیر جانب دار رہے - یہ ابراھیم پاشا وھي تھا جس نے ایک طرف حجاز میں نجدیوں کا تخت الٹ دیا تھا٬ دوسري طرف سلطنت عثمانیہ کو اپنے جبروت کے آگے جھکنے پر مجبور کردیا تھا !

اُسے گھوڑوں کا بڑا شوق تھا - اصیل سے اصیل عربي گھوڑے اُسکے اصطبل میں بندھے رھتے تھے - بلیوں سے بھي بہت محبت تھي - اُسکا قلعہ بلیوں سے بھرا رھتا تھا - وہ جادو٬ نجوم٬ اور تناسخ کي بھي قائل تھي -

(لامارٹین سے ملاقات)

سنہ ١٨٣٢ - میں مشہور فرانسیسي شاعر و مصنف لامارٹین (١) اس سے ملا تھا جب اُس نے مشرق قریب کا سفر کیا تھا - اُسوقت وہ بوڑھي ہوچکي تھي - شاعر نے اسکي بابت اپنا تاثر جن لفظوں میں ظاہر کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں :

لیڈي اسٹن ہوپ
مشرق کے سفر اور مشرقیۃ سے پہلے

(١) لامارٹین انیسویں صدي کا مشہور فرانسیسي شاعر اور مصنف ہے جس کي نسبت تسلیم کیا گیا ہے کہ شعر موسیقي (لیریک) کے جدید مذھب (اسکول) کا باني وھي ہے - مشرق اور مشرقي شاعري سے بھي اسے غیر معمولي دلچسپي تھي - خیال کیا جاتا ہے٬ اسکے کلام کا وہ حصہ جس میں خدا کي حمد و ثنا ایک نئے اسلوب میں کي گئي ہے اور اسکي صفات و تجلیات کے مظاھر کا استغراق نمایاں ہوتا ہے٬ دراصل اسلامي الٰھیات و تصوف کے مطالعہ کا پرتو ہے - سنہ ١٨٣٠ - میں اُس نے اسلامي ممالک کا سفر کیا - اُسوقت سلطان عبد المجید خاں مرحوم تخت عثماني پر متمکن تھے - اُنہوں نے جب اس سیاح کے حالات سنے تو ملاقات کیلیے بلایا٬ اور اسمرنا اور لبنان میں ایک بہت بڑا قطعۂ زمین بطور جاگیر کے بخشدیا - اُس کے بعد سے لامارٹین کچھہ عرصہ اسمرنا میں رھا - کچھہ عرصہ لبنان میں - اسي زمانہ میں اس نے اپنا مشہور سفر نامۂ مشرق مرتب کیا اور دولۃ عثمانیہ کي تاریخ آٹھہ جلدوں میں لکھي - مندرجۂ متن رائے اُسکے سفر نامہ سے ماخوذ ہوگي٬ اگرچہ مصنف نے حوالہ نہیں دیا ہے - (الهلال)

" تو کیا وہ بات ٹھیک تھی " پولیس افسر نے متعجب ہوکر کہا " جو اس شخص نے ہم سے بیان کی تھی ؟ جب ہم نے اس سے دریافت کیا کہ یہ قیمتی سامان تمہیں کیونکر ملا ؟ تو اس نے کہا کہ ....."

بشپ نے اس کی بات ختم ہونے کا انتظار نہیں کیا - خود ہی یہ کہکر پوری کردی :

" اس نے کہا کہ یہ چیز مجھے ایک بوڑھے پادری نے دی تھی جس کے یہاں میں نے رات بسر کی تھی ' مگر تم نے اسکی بات باور نہ کی اور گرفتار کرکے میرے پاس لے آئے - کیوں ؟ یہی بات ہے ؟ اگر یہی بات ہے تو تم نے غلطی کی "

پولیس افسر نے جین کو چھوڑ دیا - جین کی کند اور اکھڑ طبیعت کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ اس لطیف مگر حیرت انگیز طرز عمل کی نزاکت محسوس کرسکتا - صورت حال کی عجیب ' غیر متوقع ' اور انقلابی نوعیت نے اسے مبہوت کردیا - اس کی انکھیں کھلی تھیں مگر اسے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا - بشپ اٹھا اور چاندی کے دونوں شمعدان جو اس کی چوری سے بچ رہے تھے ' اٹھا سامنے کردیے :

" میرے دوست ! یہ اپنی چیز لیلو اور خدا کے امن اور سلامتی کے ساتھ جاؤ - مگر دیکھو ' جب کبھی تم واپس آؤ ' تو یاد رکھنا - تمہارے لیے بالکل غیر ضروری ہے کہ باغ میں سے گزرنے کی زحمت برداشت کرو - تم اس گھر میں ہمیشہ اس کے صدر دروازے سے داخل ہوسکتے ہو - رات ہو یا دن - وہ کبھی اندر سے بند نہیں کیا جاتا - صرف بھڑا دیا جاتا ہے "

جین نے بغیر اس کے کہ صورت حال سمجھہ سکا ہو ' ایک ایسے آدمی کی طرح جو اپنے ہوش و حواس میں نہ ہو ' ہاتھہ بڑھا دیا اور شمعدان لے لیے - اب بشپ ایک قدم آگے بڑھتا ہے اور جین کے کان میں کہتا ہے :

" دیکھو یہ نہ بھولنا کہ تم نے مجھہ سے آج کیا وعدہ کیا ہے ؟ تم نے وعدہ کیا ہے کہ اس سامان کی قیمت سے ایک راست باز آدمی کی زندگی بسر کروگے "

جین نے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا - وہ تو مبہوت اور دم بخود کھڑا تھا - بشپ نے اس کے کہنے کا انتظار نہیں کیا - اسے جو کہنا چاہیے تھا ' وہ خود ہی اس کی طرف سے فرض کرلیا - قبل اس کہ منظر ختم ہو ' بشپ کی زبان پھر کھلتی ہے - وہ جین کے کاندھے پر شفقت سے ہاتھہ رکھتا ہے اور کہتا ہے :

" جین والجین ! میرے دوست ! میرے عزیز بھائی ! اب تم زیادہ عرصہ تک برائی کی زندگی میں نہیں رہسکتے - میں نے آج تمہاری روح تم سے خرید لی ہے - میں اسے تاریکی سے نکال کر خدا کے حوالہ کرتا ہوں ! "

***

" میرے دوست ! تم یہ اپنے شمعدان کیوں چھوڑ گئے ؟ یہ بھی چاندی کے ہیں اور دو سو میں فروخت ہوسکتے ہیں "

میں نے جب کبھی قصہ کا یہ حصہ پڑھا ہے ' تو محسوس کیا ہے کہ کوئی چیز ضرورت سے زیادہ یہاں آگئی ہے - میں خیال کرتا ہوں ' اگر وکٹر ہیوگو یہ منظر وہیں پر ختم کردیتا جہاں بشپ نے شمعدان دیکر کہا تھا " سلامتی کے ساتھہ جاؤ " تو یہ تصویر کہیں زیادہ موثر اور مکمل ہوتی - اس سے زیادہ بشپ کو خود اپنی زبان سے کہلنے کی ضرورت نہ تھی - اس سیرۃ (کیریکٹر) کی ساری تاثیر اس کی حالت کی رفعت اور کیفیت میں ہے - صراحت اور وضاحت میں نہیں ہے ـــ بسا اوقات عمل کی تاثیر ایک مقدس خاموشی ہوتی ہے جسے چھونا نہیں چاہیے - زبان کی گویائی اس میں مخل ہوسکتی ہے مگر اضافہ نہیں کرسکتی !

***

بہر حال جین یہاں سے نکلتا ہے ' اور اب وہ وقت آتا ہے کہ زندگی بھر کی خواب گراں کے بعد اچانک اس کی آنکھیں کھلتی ہیں اور وہ دیکھتا ہے کہ افکار و احساسات کی ایک بالکل نئی دنیا اس کے اندر پیدا ہوگئی ہے - یہ اس کی زندگی میں پہلا موقعہ تھا کہ نفرت ' حقارت ' اور " سزا کی جگہ رحم ' محبت ' اور عفو و بخشش کی دل نواز صدا اس کے کانوں میں پڑی تھی - یہ پہلا موقعہ تھا کہ اسے معلوم ہوا ' اس دنیا میں صرف " قانون " اور " سزا " ہی نہیں ہے بلکہ ان سے بھی ایک بالا تر حقیقت ہے جو " محبت " اور " قربانی " ہے اور جس کی وسعت اور گہرائیوں کی کوئی انتہا نہیں - وہ کتنا ہی اس حقیقت کی تاثیر سے بچنا چاہتا لیکن یہ اس کا روح و دل زخمی کیے بغیر نہیں رہسکتی تھی - وہ قید خانہ تولوں کا مشہور مجرم سہی ' مگر پھر بھی انسان تھا - سانپ اور بھیڑیا نہ تھا - سانپ کا پھن اور بھیڑیے کا پنجہ بھی تو محبت اور فیاضی کے سامنے نہیں اٹھہ سکتا ؟ نا ممکن تھا کہ وہ بشپ کی رحمت و قربانی سے اپنی شقاوت و معصیت کا مقابلہ نہ کرتا - اس کا دل جسے سوسائٹی کی بے مہری ' قانون کی سنگ دلی ' اور زندگی کی محرومیوں نے پتھر کی طرح سخت کردیا تھا ' اب محبت کی دل نوازیوں سے بے اختیار پگھلنے لگا - سچ مچ دو اس کی روح اس کی نہیں رہی تھی - اسے بشپ کی نگاہ محبت نے خرید لیا تھا - اس خرید و فروخت میں بشپ نے چند برتن کھوئے ' لیکن جین نے اپنی پوری زندگی جو گم ہوچکی تھی واپس پالی - اگر بشپ جین کو قانون اور سزا کے حوالے کردیتا تو کیا پاتا ؟ چاندی کے چند برتن جو اس کے گھر سے چرائے گئے تھے - لیکن چاندی کے برتن زیادہ قیمتی ہیں یا خدا کے ایک بھٹکے ہوئے بندے کی خدا کی طرف واپسی ؟ بشپ کا فیصلہ یہ تھا کہ چاندی نہیں بلکہ انسان قیمتی ہے ! اس نے برتنوں کے ساتھہ شمعدان بھی ملادیے - کیونکہ پھر بھی یہ سودا بہت ارزاں تھا !

***

اس قصہ میں ایک نہایت ہی مؤثر سیرۃ (کیرکٹر) ایک قصبہ کے بشپ (بڑے پادری) کی ہے، اور اسی سے قصہ شروع ہوتا ہے - یہ بشپ رحم اور محبت کا پیکر تھا - انسان کی شقاوت اور مصیبت کے لیے اس کے دل میں نفرت کی جگہ رحمت تھی - وہ اس حقیقت سے بے خبر نہ تھا کہ انسانی روح نفرت و بغض سے نہیں بلکہ محبت اور فیاضی سے شکار کی جاسکتی ہے - وہ اپنی تمام بیش قرار تنخواہ بے نواؤں کی اعانت اور بیماروں کی تیمارداری میں خرچ کرڈالتا اور کہتا "یہ میرے گھر کا خرچ ہے" - وہ اپنا تمام وقت ابناء جنس کی خبر گیری و خدمت میں صرف کردیتا اور کہتا "یہ میرے اوقات کی تقسیم ہے" - جب کبھی کوئی بیمار پڑتا، یہ اس کے سرہانے پہنچ جاتا - جب کبھی کوئی مصیبت میں مبتلا ہوتا، یہ اس کے دروازہ پر دستک دیتا - جب کبھی کوئی مجرم گرفتار ہوتا، یہ اسے توبۂ و انابت کی تسکین دینے میں مشغول نظر آتا!

اس کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا - ہر آنے والے کے لیے وہ ایک ہی آواز رکھتا تھا "اندر چلے آؤ" اس کی راتیں خدا کے تصور میں بسر ہوتی تھیں اور دن اس کے بندوں کی محبت میں!

***

اسی زمانہ میں ایسا اتفاق ہوا کہ فرانس کا ایک مشہور مجرم اٹھارہ برس کی سزا جھیل کر تولون کے قید خانہ سے رہا ہوا اور اسی قصبہ سے گزرا - جاڑے کا موسم تھا - ایک پہر رات گزر چکی تھی - بھوک اور تھکن سے چور چور ہو رہا تھا - سارے قصبہ کا بار بار چکر لگایا کہ رات بھر کے لیے کہیں پناہ مل جائے مگر میسر نہ آئی - وہ ایک رہا شدہ قیدی تھا - کون تھا جو ایسی قابل نفرت مخلوق کو اپنی چھت کے نیچے دیکھنا گوارا کرتا؟ مجبوراً اس نے ایک احاطہ کی شکستہ کوٹھری میں پناہ لی، لیکن وہ کتے کا گھر تھا - کتے نے بھی گوارا نہ کیا کہ اس کے ساتھ شب باش ہو! پھر اس نے سوچا، میرے لیے صرف قید خانہ ہی میں جگہ نکل سکتی ہے - وہ قصبہ کے قید خانہ کے دروازہ پر پہنچا اور بڑی عاجزی سے درخواست کی کہ رات بھر کے لیے اسے جگہ دیدی جائے - لیکن دروازہ کے محافظ نے کہا "یہ سرائے نہیں ہے - قید خانہ ہے - اگر یہاں آنا چاہتے ہو تو پہلے اپنے کو گرفتار کراؤ"

افسوس بد قسمت انسان! قید خانہ بھی اسے پناہ نہیں دے سکتا جب تک وہ جرم نہ کرے!

***

آخر اتفاقات اسے بشپ کے دروازہ پر پہنچاتے ہیں - حسب معمول آواز آتی ہے "اندر چلے آؤ" یہ مکان میں جاتا ہے اور اپنی داستان مصیبت سناتا ہے - بشپ ایک دوست اور بھائی کی طرح اس کا خیر مقدم کرتا ہے اور اپنے اور اپنے خاندان کے ساتھ میز پر بٹھا کر کھانا کھلاتا ہے - گرم کمرہ، گرم غذا، آرام و عافیت سے رات بسر کرنے کا سامان؛ صورت حال کی یہ تبدیلی جین والجین کی طبیعت میں (کیونکہ رہا شدہ قیدی کا یہی نام تھا) شگفتگی پیدا کردیتی ہے - وہ بشپ سے بے تکلف ہوکر باتیں کرنے لگتا ہے - لیکن وہ سخت متعجب ہوتا ہے جب دیکھتا ہے کہ بشپ اسے گفتگو میں "جناب" کرکے مخاطب کرتا ہے - اس نے اپنی زبان سے لاکھوں مرتبہ دوسروں کو "جناب" کہا تھا، لیکن خود اپنے لیے یہ لفظ کبھی نہیں سنا تھا - اس کی ساری عمر قید خانے کے سپاہیوں کی گالیاں سننے میں بسر ہوئی تھی - وہ حیران ہوکر کہتا ہے "میں ایک رہا شدہ قیدی ہوں - اگر تم میرے حال سے واقف ہوتے تو ایسا نہ کہتے" لیکن بشپ کہتا ہے "میں تم سے واقف ہوں - کیونکہ تم میرے بھائی ہو!"

کھانے کے بعد وہ جین کے لیے اپنے کمرے کے ساتھ کا کمرہ طیار کرادیتا ہے - چاندی کا شمع دان روشنی کے لیے رکھدیتا ہے، اور شب بخیر کہکر رخصت ہوجاتا ہے -

جین شکر گزار ہوکر سو جاتا ہے - عمر بھر میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ قید خانہ کے سخت اور تھنڈے فرش کی جگہ ایک نرم اور گرم بستر سے اس کا جسم مس ہوا تھا!

***

اب ایسا ہوتا ہے کہ پچھلے پہر اس کی آنکھ کھلتی ہے - اس کا دماغ جو ظلم کی مصیبتوں سے تھک کر معطل ہوگیا تھا، کئی گھنٹے آرام پاکر اپنی اصلی حالت میں واپس آجاتا ہے اور اپنا گرد و پیش سونچنے لگتا ہے - اچانک اس کے خیالات میں جنبش ہوتی ہے - طمع و حرص کے مجرمانہ جذبات بھڑک اٹھتے ہیں - جرم کا ذوق خفتہ بیدار ہوجاتا ہے - اسے یاد آتا ہے کہ کھانے کی میز پر چاندی کے قیمتی برتن موجود تھے جو اسی کمرے میں ایک جگہ رکھے ہوئے ہیں - وہ اٹھتا ہے - چلے بشپ کے کمرے میں جاتا ہے - نہیں معلوم جرم و گناہ کے کیسے خوفناک ارادے اس کے اندر کھول رہے تھے؟ لیکن جب بشپ کے ساکن اور نورانی چہرے پر نظر پڑتی ہے تو جھجھک کے رہ جاتا ہے - گھبراہٹ میں جلد جلد چاندی کے برتن اٹھاتا ہے، اور باغ کی دیوار پھاند کر روانہ ہوجاتا ہے -

***

بشپ صبح اٹھتا ہے - وہ خیال کرتا ہے کہ اپنے مہمان کے لیے گھر کی گائے کا تازہ دودھ مہیا کرے - لیکن اتنے میں خادمہ آتی ہے اور خبر دیتی ہے کہ یہ "مہمان عزیز" چاندی کے تمام برتن لیکر بھاگ گیا - بشپ سنتا ہے، لیکن اس کی زبان سے شکایت کا ایک حرف نہیں نکلتا - وہ کہتا ہے، لکڑی یا لوہے کے برتن بھی اسی طرح کام دے سکتے ہیں جس طرح چاندی کے برتن، وہ بہ آسانی مہیا کرلیے جائینگے!

اتنے میں دروازہ کھلتا ہے اور پولیس کے سپاہی جین والجین کو گردن سے پکڑے نمودار ہوتے ہیں - ان سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح یہ قصبہ سے نکل کر تیزی سے بھاگا جا رہا تھا - پولیس کے ایک سپاہی کو شبہ ہوا اور گرفتار کر لیا - شبہ کی تصدیق اس بقچہ سے ہوئی جو اس کی بغل میں تھا - اس سے چاندی کے قیمتی برتن نکلے -

یہی موقعہ بشپ کی سیرۃ (کیریکٹر) کی سب سے زیادہ مؤثر تصویر پیش کرتا ہے - جونہی بشپ کی نظر جین پر پڑی، وہ بے تامل آگے بڑھا:

"میرے دوست کیا تم ہو؟" بشپ نے کہا "میں تمھیں دیکھ کر بہت خوش ہوا - لیکن یہ کیا بات ہے کہ تم جاتے ہوئے اپنے شمعدان یہیں چھوڑ گئے؟ حالانکہ وہ بھی تو چاندی کے ہیں" اس نے چاندی کے لفظ پر زور دیا "اور کم سے کم دو سو روپیہ میں فروخت ہوجا سکتے ہیں؟"

پولیس افسر ایک دوسرے ہی طرح کے معاملہ کا متوقع تھا - یہ صورت حال دیکھی تو گھبرا گیا:

مذاکرۂ علمیہ

انسانی عمر کی درازی اور اعادۂ شباب

یورپ کے طبی حلقے سالہا سال سے اعادۂ شباب اور درازی عمر کے جن تجربوں میں مشغول تھے، اُن میں سب سے زیادہ کامیابی ڈاکٹر وورو نوف کو ہوئی ہے جو بندر کی گلٹیوں کی قلم انسان کے جسم میں لگاکر بڑھاپے کو جوانی سے بدل دیتا ہے - اُس کی حیرت انگیز عملی کامیابیوں کا غلغلہ چار سال سے بلند ہے، اور اب اس درجہ مشہور ہوچکا ہے کہ ہر چوتھے پانچویں ہفتے اِس بارے میں کوئی نہ کوئی خبر ریوٹر ایجنسی کے ذریعہ دنیا میں مشتہر ہوجاتی ہے -

سب سے پہلے سنہ ۱۹۲۲ - میں ریوٹر نے یہ خبر مشتہر کی تھی کہ سابق قیصر جرمنی نے ڈاکٹر وورو نوف کو بلایا ہے تاکہ اس عملیہ کا تجربہ کریں - اسکے بعد سنہ ۱۹۲۴ - میں فرانس کی ہاواس ایجنسی نے خبر دی کہ حکومت فرانس نے ڈاکٹر موصوف کو الجزائر بھیجا ہے تاکہ وہاں کی بھیڑوں پر اس عملیہ کا تجربہ کریں - اُسی زمانے میں پیرس کے مشہور مصور رسالہ لا السترا سیوں نے اس عملیہ کی تاریخ اور عملی نتائج پر متعدد مضامین لکھے، اور تھوڑے عرصہ کے بعد انگلستان کے اخبارات سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر وورو نوف نے لنڈن کا سفر کیا ہے اور شاہی طبی مجلس کے زیر اہتمام ایک وقیع جلسہ میں تقریر کی ہے - اس جلسہ میں انہوں نے ایک ۷۵ - برس کا سالخوردہ آدمی بھی پیش کیا تھا جو حد درجہ کمزور ہوچکا تھا، مگر اب اس عملیہ کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ چالیس برس کا طاقتور جوان معلوم ہوتا تھا !

اس کے بعد فرانس اور انگلستان کے طبی رسالوں میں یہ مبحث از سر نو چھڑ گیا - مختلف پہلوؤں سے اس پر بحثیں ہوتی رہیں -

شاید ہندوستان ہی وہ جگہ ہے، جہاں اس عملیہ کی کامیابی اور مقبولیت کا سب سے پہلے اور سب سے بہتر اندازہ لگایا جا سکتا تھا - بندروں کی سب سے بڑی آبادی افریقہ کے بعد ہندوستان میں ہے - اور اگر عمدہ نسل کے بندروں کی جستجو ہو تو وہ غالباً صرف ہندوستان اور اسکے جزیروں ہی میں مل سکتے ہیں - اس لیے ہر ایسے عملیہ کے لیے جس میں اِس "انسان سے ایک درجہ فروتر" جانور کی ضرورت ہو، ضروری ہے کہ ہندوستان سے اپنی ضرورت پوری کرنے کا انتظام کرے - سنہ ۱۹۲۵ع میں اچانک معلوم ہوا کہ شمالی ہند میں ایک نئی قسم کی تجارت شروع ہوگئی ہے اور خوب فروغ پارہی ہے - یہ تجارت بندروں کے فرانس بھیجنے کی تجارت تھی - معلوم ہوا کہ فرانس کی ایک حیوانات فروش کمپنی سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں عمدہ نسل اور قسم کے بندر طلب کررہی ہے، اور بمبئی، کلکتہ، کولمبو سے ایک ایک جہاز میں سو سو بندر بھیجے جا رہے ہیں - یہ صورت حال اس بات کا قطعی ثبوت تھی کہ ڈاکٹر وورو نوف کا عملیہ کم از کم مقبول خوب ہو رہا ہے !

حال میں ریوٹر ایجنسی نے پیرس سے ایک نئی خبر شائع کی تھی - اس سے معلوم ہوا تھا کہ حکومت فرانس نے ڈاکٹر موصوف کو فرانس اور اٹلی کے سرحدی مقامات میں سے ایک نہایت پر فضا اور معتدل مقام دیدیا ہے، اور انہوں نے وہاں ایک قدیم قلعہ میں بہت بڑی تعداد بندروں کی جمع کرلی ہے - مقصود اس سے یہ ہے کہ خود یورپ میں بندر پال کر بڑی تعداد پیدا کرلی جائے، تاکہ اس عملیہ کے انجام دینے میں سہولت ہو -

اس خبر کے دو ہفتہ بعد پیرس کے مشہور اخبار طان میں ایک ملاقات کا دلچسپ حال شائع ہوا جو اسی سرحدی مقام کے قدیم قلعہ میں (جو اب بندروں کی قیام گاہ ہے) مسٹر چرچل اور ڈاکٹر موصوف میں ہوئی تھی - ملاقات کی سرگزشت ڈاکٹر لنم - لوئی فارست کے قلم سے نکلی تھی جو ڈاکٹر وورو نوف کے رائے دوست ہیں -

چونکہ یہ معاملہ موجودہ دنیا کا سب سے زیادہ اہم طبی انکشاف ہے، اس لیے ہم چاہتے ہیں ایک جامع تحریر اس موضوع پر شائع کردیں - ہم نے مختلف مصادر سے اس مبحث کے تین اہم حصے لے لیے ہیں اور انہیں ضروری تصاویر کے ساتھ شائع کردیتے ہیں - پہلا ٹکڑا نیویارک کے مڈیکل جرنل کے ایک مضمون سے ماخوذ ہے جو دنیا کے معتمد طبی رسائل میں سے ہے - دوسرا پیرس کے مشہور مصور رسالہ " لا السترا سیون " کے مضامین سے مرتب کیا گیا ہے جو اس موضوع پر شائع ہوئے تھے - تیسرا " طان " پیرس سے لیا گیا ہے جس میں مسٹر چرچل اور ڈاکٹر وورو نوف کی ملاقات کی سرگزشت بیان کی گئی ہے - اس کا مختصر خلاصہ ہندوستان کے بعض انگریزی اخبارات میں بھی شائع ہوگیا تھا، لیکن اب ڈاک کے اخبارات میں " طان " آگیا ہے اور اس میں پوری سرگذشت درج ہے -

(۱)

(انسانی عمر کی درازی)

زندگی کی بیمہ کرنے والی کمپنیوں کی سالانہ رپورٹیں ظاہر کرتی ہیں کہ گزشتہ صدی کے آخری پچیس برسوں میں انسان کی عمر پہلے سے بارہ برس زیادہ ہوگئی ہے - امریکن پروفیسر ڈاکٹر میو نے واشنگٹن یونیورسٹی میں پچھلے مہینہ تقریر کرتے ہوئے کہا :

نیکی اور بدی میں کشمکش شروع ہوگئی - مقابلہ سخت تھا مگر جیت نیکی ہی کیلیے تھی - جین نے تاریکی اور گناہ کا دشت بے کنار پیچھے چھوڑا ' اور ایک ہی جست میں نیکی اور خدا پرستی کی بلندیوں پر پہنچ گیا :

بال بکشا و صفیر از شجر طوبی زن
حیف باشد چو تو مرغیے کہ اسیر قفسی !

نیکی کی دنیا بدی کی دنیا سے کس قدر دور معلوم ہوتی ہے اور پھر دیکھو تو کتنی نزدیک ہے ؟ جب تک تم نے اسکی طرف قدم نہیں اٹھایا ' وہ اتنی دور ہے کہ اس کا نشان راہ بھی تمھیں دکھائی نہیں دیتا - لیکن جونہی تم اسکی طرف چلے ' وہ اتنی نزدیک ہوجاتی ہے کہ ساری مسافت ایک قدم سے زیادہ نہیں ! یونانی علم الاصنام کی ضرب المثل تھی : " مریخ کے مندر اور عطارد کے مندر میں صرف ایک دیوار حائل ہے - " کیونکہ دونوں ایک ہی احاطہ میں تھے' اور جہل و خونریزی کے مندر سے نکل کر علم و امن کے مندر میں جانے کیلیے صرف اتنا کرنا پڑتا تھا کہ بیچ کے ایک دروازے سے نکلکر دوسرے دروازے میں قدم رکھدیا - یہ اس طرف اشارہ تھا کہ علم و جہل ' محبت و جنگ ' اور نیکی و بدی کی دنیائیں کتنی ہی وسیع اور دور دراز نظر آتی ہوں ' مگر اسکے لیے جو ایک سے نکل کر دوسری میں قدم رکھنا چاہے ' اس سے زیادہ مسافت نہیں ہے کہ ایک گھر کی چوکھٹ سے نکلے اور دوسری چوکھٹ میں قدم رکھدیا !

طے می شود ایں رہ بہ درخشیدن برقے
ما بے خبراں منتظر شمع و چراغیم !

***

بالاخر فرانس کا وہ مشہور مجرم جسکے لیے چوری پیشہ اور قتل تفریح تھی ' جسے دنیا کا قانون اور سوسائٹی کا انصاف انیس برس عذاب میں رکھ کر بھی جرم سے روک نہیں سکا تھا ' جسکی شقاوت اور سیہ کاری اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ قید خانہ سے نکلتے ہی پہلا وار اپنے محسن پر کر گزرا ' اور ذرا بھی ضمیر کی ملامت محسوس نہ کی ؛ اب ایک شریف ' راست باز ' خدا پرست ' اور فیاض آدمی تھا جسکی دولت بندگان خدا کی بے لوث خدمت میں اور جسکی زندگی مصیبت زدوں اور بے سر و سامانوں کی غمخواری میں صرف ہوتی تھی ! اتنا ہی نہیں بلکہ گذشتہ کے احساس اور مستقبل کی طلب نے اب اسکے اندر نیکی اور ایثار کی ایک ایسی اعلی روح پیدا کردی تھی جسکی طاقت کی کوئی انتہا اور جسکی وسعت کا کوئی کنارہ نہ تھا - بشپ کا نمونہ اسے اپنی روحانی بلندی کی سطح سے بھی ایک زیادہ بلندی کی طرف دعوت دے رہا تھا !

***

انسان کتنا ہی نیک بننا چاہے لیکن سوسائٹی اسے نیک بننے نہیں دیتی - وہ اسکا زندگی کے ہر گوشے اور ہر موڑ پر تعاقب کرتی ہے - جین کچھ سے کچھ ہوگیا ' اسکی روح بدل گئی ' اسکا دل پلٹ گیا ' اس کا سینہ جو کبھی شیطان کا نشیمن تھا ' مقدسوں کی نیکیوں کا آشیانہ اور فرشتوں کی پاکیوں کا خزینہ بن گیا ! تاہم سوسائٹی نہ تو اسے معاف کرسکی ' نہ اسکی راہ روکنے سے باز آئی - ایک کے بعد ایک آزمایشیں آتی گئیں ' اور اسکی وہ نیکی جو بشپ نے شمعدان پکڑاتے ہوے اسکے دل کے ریشے ریشے میں اتار دی تھی ' متزلزل نہ ہوئی - وہ قربانیوں پر قربانیاں کرتا گیا - اس نے انسان کی خدمت اور محبت کیلیے اپنا سب کچھ دیدیا - لیکن انسان اسے انصاف کا ایک کلمہ ' اعتراف کا ایک اشارہ ' عزت کی ایک غلط انداز نظر بھی نہ دے سکا !

***

افسانہ بہت طول کھینچتا ہے - سالہا سال گزر جاتے ہیں - یورپ کے بعض اہم واقعات شروع ہوتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں - " واٹرلو " کا معرکہ اور " فرانس کا تیسرا انقلاب " بھی ہو چکتا ہے ' لیکن جین کی عجیب و غریب زندگی کی مسلسل اور غیر منقطع قربانیاں ختم ہونے پر نہیں آتیں - وہ اپنی زندگی کا تمام آخری حصہ صرف کر کے جس یتیم اور مظلوم لڑکی کی پرورش کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اسکی زندگی کی ساری نامرادیوں اور شقاوتوں کا صلہ اس بچہ کی محبت میں مل جایگا ' وہ بھی اس سے بے پروا ہو جاتی ہے - جس شخص کی زندگی کو وہ ایک ایسے زہرہ گداز اور دہشت انگیز خطرہ میں پڑکر بچاتا ہے جس کا تصور بھی انسان کو سہمادے ' وہ بھی اسکے ساتھ انصاف نہیں کرسکتا اور اس سے منھ موڑ لیتا ہے - آخر وہ وقت آتا ہے جب اسی برس کی عمر میں تن تنہا بستر مرت پر کروٹیں بدلتا ہے - اسوقت انسان طیار ہوتا ہے کہ اسکے ساتھ انصاف کرے -

ساری عمر کی نیکی اور قربانی کے بعد اعتراف کی یہی چند گھڑیاں تھیں جو سوسائٹی اسے دے سکی !

***

وکٹر هیوگو کی یہ طیار کی ہوی سیرۃ (کیرکٹر) نہایت مقبول ہوی ہے - یورپ کے بڑے بڑے مصوروں نے اسکا مرقع کھینچنے میں اپنے کمالات کے جوہر دکھلاے ہیں - سب سے بہتر مرقع موریس کا تسلیم کیا جاتا ہے جو گذشتہ صدی کا نامور فرانسیسی مصور تھا - اس مرقع میں اس نے وہ منظر دکھلایا ہے جب پولیس کے سپاہی جین کو گرفتار کر کے لاتے ہیں اور بشپ کے سامنے پیش کرتے ہیں - جین دم بخود کھڑا ہے - اسکے ہاتھ میں چوری کے مال کا بقچہ ہے - بشپ مسکراتا ہوا آگے بڑھتا ہے اور چاندی کے شمعدان اسے پکڑا رہا ہے - نیچے یہ عبارت درج ہے " میرے دوست ! تم رات جاتے ہوے یہ شمعدان کیوں چھوڑ گئے ؟ یہ بھی تو چاندی کے ہیں اور دو سو روپیہ میں فروخت ہو سکتے ہیں " ؟

***

کچھ عرصہ ہوا میں سفر میں تھا اور گزران وقت کے لیے یہ قصہ پڑھ رہا تھا - میں نے خیال کیا ' وکٹر هیوگو نے اپنے زور تخیل سے انسانی سیرۃ کا ایک بڑا ہی بلند اور دلاویز نقشہ کھینچا ہے ' لیکن اگر اس نے مشرق کی شاعری کی طرح (کیونکہ اس نے سعدی اور حافظ کا مطالعہ کیا تھا) مشرق کے اخلاق و تصوف کا بھی مطالعہ کیا ہوتا تو اسے معلوم ہوجاتا کہ اس طرح کی اخلاقی سیرۃ یہاں کی عملی زندگی کے واقعات رہ چکے ہیں - پھر مجھے خیال آیا کہ سید الطائفہ جنید بغدادی (رح) اور ابن ساباط کا واقعہ کس درجہ اس سے مشابہ ' اور اپنی تفصیلات میں کیسا شاندار اور موثر ہے ؟

***

" ابن ساباط " کی سرگزشت کیلیے آیندہ مجلس افسانہ سرائی کا انتظار کیجیے -

" وصاف "

ایک ۷۵ برس کا بوڑھا آدمي
عملیهٔ تقلیم سے پہلے

اِن تجربوں کے بعد اُس نے اِشتہار کر لیا اور خاطر خواہ کامیابي حاصل ہوئي - چالیس سے ساٹھہ برس تک کے آدمیوں پر تجربہ کیا گیا جنکي شرائین سخت ہوگئي تھیں ' اور پیري کے جملہ لوازم اُن پر ٹوٹ پڑے تھے - جوان آدمیوں کا خون اُن کے جسم میں پہنچایا گیا اور یہ تمام عوارض دور ہوگئے - یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ اس طریقہ میں جوان آدمي کا بہت سا خون لیا جاتا ہے - نہیں ' بہت ہي کم خون - اِتنا کم ' جتنا معمولي زخم سے بہہ جایا کرتا ہے - اور وہ اِس عمل کے لیے کافي ہوتا ہے - ایک سنٹي میٹر مکعب سے دو سنٹي میٹر تک خون کافي ہوتا ہے - اِس میں اصلي شرط یہ ہے کہ دونوں کے خون کي فعالي خاصیت یکساں ہو - یہي سبب ہے کہ خون لینے سے پہلے اُس کي طبي جانچ کرلي جاتي ہے - سب سے بہتر خون باپ کے لیے بیٹے کا ہوتا ہے - لیکن بہر حال طبي معائنہ ضروري ہے -

(۲) گلٹیوں کا نظریہ

دوسرا طریقہ گلٹیوں کي عملیات کا ہے - یہ طریقہ اُس نظریہ پر مبني ہے جو آجکل بہت عام اور مقبول ہو رہا ہے - نظریہ یہ ہے کہ جسم کے پورے نظام کا دار و مدار اُن گلٹیوں پر ہے جو خون میں بلا واسطہ اپنا مادہ پہنچاتي رہتي ہیں - اِن گلٹیوں کي مثال بالکل اُس ننھے سے پرزہ کي ہے جو موٹر میں حرکت کے وقت پہلا شرارہ پیدا کرتا ہے -

گلٹیوں کي جسم میں تاثیر مسلم ہے - مثلاً جب گردن کي " غدۂ درقیہ " (Thyroid Glend) خراب ہو جاتي ہے تو انسان میں غفلت و حماقت کي سي ایک کیفیت پیدا ہو جاتي ہے - اِس غدود یا گلٹي کے اوپر دو گلٹیاں اَور بھي موجود ہیں - یہ اِتني چھوٹي ہیں کہ پن کے سر سے زیادہ نہیں ہیں - اگر یہ جسم سے نکال دي جائیں تو فوراً تشنج شروع ہو جائے اور زیادہ سے زیادہ چھہ گھنٹے کے اندر انسان مر جائے - اسي طرح گردوں کے اوپر کي گلٹیاں بھي اگر نکال دي جائیں تو چشم زدن میں اس طرح دم نکل جائے ' گویا بجلي گر پڑي - وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں گلٹیاں ایک خاص طرح کا مادہ خارج کرتي رہتي ہیں جس کا نام " اڈرینالین " ہے - یہي مادہ قلب کي حرکت کا اصلي موجب ہے -

غرضکہ اِس قسم کي بہت سي گلٹیاں انسان کے جسم میں موجود ہیں - لیکن تجربہ کرنے والوں نے اپنے علاج میں صرف تناسلي گلٹیوں سے کام لیا ہے - یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تناسلي گلٹیوں ہي سے وہ مادہ خارج ہوتا ہے جس سے جسم کي تازگي قائم رہتي ہے '

چہرے پر بال نکلتے ہیں ' اور وہ تمام حالات پیدا ہو جاتے ہیں جنسے مرد ' مرد ہوتا اور اُس میں رونق شباب ظاہر ہوتي ہے -

(گلٹیوں کے عملیات)

اِن گلٹیوں کو قوي اور چست کیوں کر کیا جائے ؟ علماء نے اِس کے چند طریقے نکالے ہیں

ایک طریقہ یہ ہے کہ اِن گلٹیوں پر عمل جراحي کرتے ہیں اور اُن کي شرائین مختلف دواؤں کے ذریعہ تر و تازہ کر دي جاتي ہیں ' جن سے مادۂ منویہ آتا ہے اور جو بڑھاپے میں خشک ہو جاتي ہیں - یہ طریقہ اب تک پوري طرح کامیاب نہیں ہوا ہے ' اگر ہو بھي جائے تو صرف اُنھي بڈھوں کے لیے مفید ہوسکتا ہے جن کے قوی ابھي مضبوط ہیں اور جسم میں مادۂ منویہ کافي مقدار میں پیدا ہوتا رہتا ہے - لیکن جن کے قوی بالکل کمزور ہوگئے ہیں ' اُن کے لیے یہ طریقہ مفید نہ ہوگا - یہي وجہ ہے کہ یہ طریقہ مقبول نہیں ہوا -

دوسرا طریقہ پچکاري کے ذریعہ مواد داخل کرنے کا ہے - تندرست حیوان کي تناسلي گلٹیوں کے مواد کا خلاصہ حاصل کیا جاتا ہے ' اور بڈھے جسموں کي گلٹیوں میں پہنچا دیا جاتا ہے - لیکن یہ طریقہ بھي زیادہ کار آمد ثابت نہیں ہوا - کیونکہ اول تو ایسے مواد کا حاصل کرنا مشکل ہے - پھر اِس کا اثر بھي زیادہ دیر پا نہیں ہوتا - کچھہ مدت کے بعد جاتا رہتا ہے -

یہ طریقہ سب سے پہلے ایک امریکن ڈاکٹر براؤن سیکر نے معلوم کیا تھا اور خود اپنے جسم پر اسکا تجربہ کیا تھا - یہ ڈاکٹر بہت بوڑھا ہو گیا تھا - عمر ستر سے بھي زیادہ ہوگئي تھي - علمي اشغال کي قوت باقي نہیں رہي تھي - بڑے غور و فکر کے بعد اُسے خیال ہوا کہ اِس طریقہ کا تجربہ کیوں نہ کیا جائے ؟ چنانچہ تناسلي گلٹیوں کے مواد کا خلاصہ حاصل کیا اور اپنے جسم میں پچکاري کے نشتر کے ذریعہ داخل کر دیا - نتیجہ حیرت انگیز تھا - اچانک شباب کي قوتیں عود کر آئیں !

تیسرا طریقہ وہ ہے جسے پیوند یا قلم لگانے سے تعبیر کیا جاتا ہے یعني جس طرح درختوں کي دو مختلف شاخوں کا باہمدگر پیوند لگایا جاتا ہے ' اسي طرح ایک جسم کا کچھہ حصہ دوسرے جسم میں لگا دیا جائے - اسي لیے ہم نے اسے " تقلیم " کے لفظ سے تعبیر کیا ہے جو عربي میں قلم لگانے کے معني میں بولا جاتا ہے - ایک دوسرا لفظ " تطعیم " بھي ہے - لیکن اسمیں قلم لگانے سے زیادہ ٹیکہ لگانے کا مفہوم پایا جاتا ہے - مصر کے بعض رسائل نے غلطي سے اسے " تطعیم " کہنا شروع کر دیا ہے - حالانکہ تطعیم اِسکے لیے موزوں نہیں

وہي ۷۵ برس کا بوڑھا
عملیہ کے بعد

ڈاکٹر گورسکی

جس نے تجرباتی طور کے ذریعہ اعادۂ شباب کے معاملہ میں کامیابی حاصل کی

" اعداد و شمار سے ثابت ہوگیا ہے کہ انسان کی عمر بڑھ رہی ہے۔ سولہویں صدی سے انیسویں صدی کے وسط یعنی سنہ ۱۸۵۰ع تک ' انسان کی عمر میں بیس برس کا اضافہ ہوچکا ہے۔ اس کے بعد بھی ترقی برابر جاری رہی - اس وقت انسان کی متوسط عمر ۵۸ - سال تک پہنچ چکی ہے "

پروفیسر مذکور کے خیال میں اس زیادتی کا اصلی سبب علم حفظان صحت کی ترقی اور عقل انسانی کی وسعت ہے - اب انسان بہت سے ایسے امراض پر غالب آگیا ہے جو پہلے نا قابل علاج تھے - اسنے بتایا کہ مرد کی زندگی کیلیے سب سے زیادہ خطرہ چھیالس اور اڑتالیس سال کی درمیانی عمر میں ہوتا ہے - لہذا اس موقعہ پر غیر معمولی احتیاط کی ضرورت ہے - عورت کی زندگی ۱۶ - اور ۱۸ - سال کی عمر میں سب سے زیادہ خطرے میں ہوتی ہے - تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ اکثر عورتیں اسی عمر میں مرتی ہیں

عمر کی درازی میں وراثت کو بھی بہت دخل ہے - جن خاندانوں میں عمر زیادہ ہوتی ہے ' انکی نسل زیادہ مدت تک زندہ رہتی ہے - یہ اس لیے کہ عمر کا تعلق جسم کی اُن خلایا یا تھیلیوں سے ہے جو زندگی کی محافظ اور پرورش کرنے والی ہیں - علماء علم الحیاۃ نے اب یہ بات تسلیم کرلی ہے کہ زندگی کی ان تھیلیوں کی قوت و صلاحیت عام طور پر موروثی ہوتی ہے - لہذا طویل العمر خاندانوں کے افراد کو زیادہ عمر پانے کی امید رکھنی چاہیے - بشرطیکہ بے اعتدالیوں سے زندگی کی قوتیں قبل از وقت ضایع نہ کردیں -

حال میں مشہور روسی عالم ڈاکٹر وورونوف نے اعلان کیا ہے :

" عنقریب انسان ۱۲۵ - سال کی عمر حاصل کرلیگا ' اور علم کی ترقی بہت جلد اس مدت کو ۱۴۰ - سال تک بڑھا دیگی "

اور بہت سے علماء نے بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ دنیا بھر میں زندگی کی درازی کیلیے ایک زبردست تحریک پیدا ہوگئی ہے -

(اعادۂ شباب)

لیکن سوال یہ ہے کہ انسان اتنی عمر لیکر کریگا کیا جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ عام طور پر ساٹھہ برس کے بعد ہی بڑھاپے کی کمزوریاں اُسے مغلوب کرلیتی ہیں ' اور اُس کے بعد تو اُسکی زندگی موت سے بھی بدتر ہو جاتی ہے ؟

بلا شبہ یہ سوال بہت اہم ہے -

لیکن علماء علم حیات اس سے غافل نہیں ہیں - اُن کا جواب یہ ہے کہ بڑھاپے کی یہ حالت طبیعی اور لازمی نہیں ہے بلکہ عوارض کا نتیجہ ہے - اگر یہ عوارض دور کردیے جائیں تو سو برس کی عمر میں بھی انسان ویسا ہی خوش حال رہسکتا ہے - جیسا تیس برس کی عمر میں ہوتا ہے - وہ کہتے ہیں - یہ عوارض دور کردیے جاسکتے ہیں -

بڑھاپے کی بیماریاں دور کرنے کا مسئلہ نیا نہیں ہے - قدیم سے انسان نے اس پر غور کیا ہے اور دواؤں کی شکل میں اسکے بہت سے حل تجویز کیے ہیں۔ مگر تجربے اور عمل سے کوئی بھی کارگر ثابت نہ ہوا - اب معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ علماء شاید یہ مہم سر کرلیں -

(سائنس کانگرس کا اعلان عظیم)

گزشتہ سال سوئٹزر لینڈ میں سائنس کانگرس نے اعلان کیا تھا :

" یہ خیال محض بے بنیاد ہے کہ بڑھاپا ایک طبعی حالت ہے جو لازمی طور پر ہر انسان پر طاری ہوتی ہے - بڑھاپا بھی دراصل بیماری کی طرح ایک عارضہ ہے - جس طرح ہر بیماری کے جراثیم ہوتے ہیں' اسی طرح اس بیماری کے بھی جراثیم ہیں' اور علم نے معلوم کر لیے ہیں - اگر ان کے معدوم کردینے میں کامیابی ہوگئی ' تو بڑھاپا بھی معدوم ہو جایگا " !

(۲)

(اعادۂ شباب کے کامیاب طریقے)

بڑھاپا دور کرنے یا بہ الفاظ علمی اس کے جراثیم معدوم کردینے کے جو طریقے اس وقت تک کامیاب ہوچکے ہیں ' وہ کچھہ کم اہمیت نہیں رکھتے - ہم مختصراً اُن تمام طریقوں کا یہاں ذکر کردیتے ہیں -

(۱) تجدید مادۂ دمویہ

اس طریقہ کا موجد پیرس کا ایک ڈاکٹر گورسکی ہے - اس طریقہ کی طرف اسے ڈاکٹر کارل کی کیمیاوی تحقیقات سے رہنمائی ہوئی - ڈاکٹر کارل حیوان کا کوئی عضو یا عضو کا کوئی حصہ ایک عرق کے اندر جس میں دو ثلث خون اور ایک ثلث اسی حیوان کی جنین کا جوہر شامل ہوتا تھا ' رکھدیتا ' اور وہ عضو حیرت انگیز طور پر زندہ رہتا - ڈاکٹر گورسکی نے یہ دیکھکر خیال کیا کہ اگر بوڑھے حیوان کے جسم میں اسی نسل کے جوان حیوان کا خون منتقل کردیا جائے تو اُسے جوان ہوجانا چاہیے - چنانچہ اُس نے تجربہ کیا اور کامیاب رہا - چودہ برس کا ایک بوڑھا کتا اور ۲۴ - برس کا بوڑھا گھوڑا ' دونوں جوان ہوگئے !

مشہور عالم ڈاکٹر وورونوف

جو اعادۂ شباب کے مسئلہ کا محقق اعظم ہے

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

حسین بن علی علیہما السلام

دنیا میں انسانی عظمت و شہرت کے ساتھ حقیقت کا توازن بہت کم قائم رہ سکا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جو شخصیتیں عظمت و تقدس اور قبول و شہرت کی بلندیوں پر پہنچ جاتی ہیں، دنیا عموماً تاریخ و حقیقت سے زیادہ افسانہ و تخیل کے اندر انہیں ڈھونڈھنا چاہتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ تاریخ کے اکثر اہل ابواب تفصیلی کرنا ہو تو بنا دینا پڑا کہ جو واقعہ دنیا میں جس قدر زیادہ مقبول و مشہور ہوگا، اتنا ہی زیادہ اسے افسانہ سرائی اپنے حصار تخیل میں لے لے گی۔ ایک مغربی شاعر گوئٹے نے یہی حقیقت ایک دوسرے پیرایہ میں بیان کی ہے۔ وہ کہتا ہے: "انسانی عظمت کی حقیقت کی انتہا یہ ہے کہ افسانہ بن جائے!"

تاریخ اسلام میں حضرت امام حسین (علیہ علی آبائہ و اجدادہ الصلوٰۃ والسلام) کی شخصیت جو اہمیت رکھتی ہے، محتاج بیان نہیں۔ خلفائے راشدین کے عہد کے بعد جس واقعہ نے اسلام کی دینی، سیاسی، اور اجتماعی تاریخ پر سب سے زیادہ گہرا اثر ڈالا ہے، وہ اُن کی شہادت کا عظیم واقعہ ہے۔ بغیر کسی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کے کسی المناک حادثہ پر نسل انسانی کے اس قدر آنسو نہ بہے ہونگے جس قدر اس حادثہ پر بہہ چکے ہیں۔ تیرہ سو برس کے اندر تیرہ سو محرم گزر چکے، اور ہر محرم اس حادثہ کی یادتازہ کرتا رہا۔ امام حسین کے جسم خونچکاں سے دشت کربلا میں جس قدر خون بہا تھا، اُس کے ایک ایک قطرہ کے بدلے دنیا اشک ہائے ماتم و الم کا ایک ایک سیلاب بہا چکی ہے!

تاہم یہ کیسی عجیب بات ہے کہ تاریخ کا اتنا مشہور اور عظیم تاثیر رکھنے والا واقعہ بھی تاریخ سے کہیں زیادہ افسانہ کی مشق استبداد کر چکا ہے؟ اگر آج ایک جویائے حقیقت چاہے کہ صرف تاریخ اور تاریخ کی محتاط شہادتوں کے اندر اس حادثہ کا مطالعہ کرے، تو اکثر صورتوں میں اسے مایوسی سے دوچار ہونا پڑیگا۔ اسوقت جس قدر بھی مقبول اور متداول ذخیرہ اس موضوع پر موجود ہے، وہ زیادہ تر روضہ خوانی سے تعلق رکھتا ہے جس کا مقصد زیادہ سے زیادہ گریہ و بکا کی حالت پیدا کر دینی ہے، نہ کہ تاریخی حیثیت سے بیان واقعات۔ بعض چیزیں جو تاریخ کی شکل میں مرتب ہوئی ہیں، وہ بھی دراصل تاریخ نہیں ہیں۔ روضہ خوانی اور مجلس طرازی کے مواد ہیں نے ایک دوسری مشق اختیار کر لی ہے۔

اگر آج جستجو کی جائے کہ دنیا کی کسی زبان میں بھی کوئی ایک کتاب ایسی موجود ہے جو حادثہ کربلا کی "تاریخ" ہو، تو واقعہ یہ ہے کہ ایک بھی نہیں!

ذیل میں ہم وفیات مشاہیر عالم میں سے (جس کا ذکر دوسرے نمبر میں ہو چکا ہے) حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے حالات و حوادث نقل کرتے ہیں۔ یہ حادثہ "کربلا کی تاریخ" نہیں ہے، مگر تاہم تاریخی واقعات کا مرتب مجموعہ ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ جہاں تک "تاریخ" کا تعلق ہے، اس حادثہ کے متعلق یاد رہے کہ اس سلسلہ سے مقصود تاریخی بحث و نظر نہیں ہے، بلکہ صرف واقعات وفات کا اس طرح یکجا کر دینا ہے کہ اُس سے ایک مرتب سلسلہ بیان پیدا ہو جائے۔ البتہ واقعات کے تفحص و تحقیق میں پوری کاوش کی گئی ہے۔ شاید اس قدر کاوش و جستجو کے ساتھ ان حالات کا تاریخی مجموعہ دوسری جگہ نہ ملے۔

تمہید

اہل بیت، شروع سے اپنے تئیں خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے تھے۔ امیر معاویہ بن ابی سفیان کی وفات کے بعد تخت خلافت خالی ہوا، یزید بن معاویہ پہلے سے ولی عہد مقرر ہو چکا تھا۔ اُسنے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ اور حسین بن علی علیہما السلام سے بھی بیعت کا مطالبہ کیا۔ امیر المومنین علی علیہ السلام نے کوفہ کو دارالخلافہ قرار دیا تھا، اس لئے وہاں اہل بیت کرام کے طرفداروں کی تعداد زیادہ تھی۔ اُنہوں نے حضرت حسین کو لکھا کہ آپ تشریف لائیے ہم آپکا ساتھ دیں گے۔ آپ نے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو اہل کوفہ سے بیعت لینے کے لئے بھیجا اور خود بھی سفر کی تیاری کرنے لگے۔

دوستوں کا مشورہ

آپکے دوستوں اور عزیزوں کو معلوم ہوا تو سخت مضطرب ہوئے۔ وہ اہل کوفہ کی بے وفائی اور غداری سے واقف تھے، یزید کی سخت گیر طاقتوں سے بھی بے خبر نہ تھے۔ انہوں نے اس سفر کی مخالفت کی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس نے کہا: "لوگ یہ سنکر بہت پریشان ہیں کہ آپ عراق جا رہے ہیں۔ مجھے اصلی حقیقت سے آگاہ کیجئے" حضرت حسین نے جواب دیا: "میں نے عزم کر لیا ہے۔ آج ہی کل میں روانہ ہوتا ہوں" ابن عباس بے اختیار پکار اٹھے: "خدا آپکی حفاظت کرے۔ کیا آپ ایسے لوگوں میں جاتے ہیں جنہوں نے اپنے امیر کو بے دست و پا کر دیا ہے، دشمن کو نکال دیا ہے، اور ملک پر قبضہ کر لیا ہے؟ اگر وہ ایسا کر چکے ہیں تو شوق سے تشریف لیجائیے لیکن اگر ایسا نہیں ہوا ہے۔ حاکم بدستور اُنکی گردن پر سوار ہے، اُسکے گماشتے برابر باج وصول کر رہے ہیں تو اُن کا آپ کو بلانا درحقیقت جنگ کی طرف بلانا ہے۔ میں ڈرتا ہوں، وہ آپکو دھوکا دیں، اور جب دشمن کو طاقتور دیکھیں تو خود آپ سے لڑنے کو تیار ہو جائیں۔" مگر آپ اس طرح کی باتوں سے متاثر نہ ہوئے اور اپنے ارادہ پر قائم رہے۔

ابن عباس کا جوش

جب روانگی کی گھڑی بالکل قریب آگئی تو ابن عباس پھر دوڑے گئے۔ "اے ابن عم" اُنہوں نے بہت کہا: "میں خاموش رہنا چاہتا تھا، مگر خاموش رہا نہیں جاتا۔ میں اس راہ میں آپکی ہلاکت اور بربادی دیکھ رہا ہوں۔ عراق والے، دغاباز ہیں۔ اُنکے قریب بھی نہ جائیے۔ یہیں قیام کیجئے، کیونکہ یہاں حجاز میں آپ سے بڑا کوئی نہیں ہے۔ اگر عراقی آپکو بلاتے ہیں تو اُن سے کہئے پہلے مخالفین کو اپنے علاقہ سے نکال دو، پھر مجھے بلاؤ۔ اگر آپ حجاز سے جانا ہی چاہتے ہیں تو یمن چلے جائیے۔ وہاں قلعے اور دشوار گزار پہاڑ ہیں۔ ملک کشادہ ہے۔ آبادی عموماً آپکے والد کی خیرخواہ ہے۔ وہاں آپ ان لوگوں کی دسترس سے باہر ہونگے۔ خطوں اور قاصدوں کے ذریعہ اپنی دعوت پھیلائیے گا۔ مجھے یقین ہے، اس طرح آپ کامیاب ہو جائیں گے"

لیکن حضرت حسین نے جواب دیا:

"اے ابن عم! میں جانتا ہوں تم میرے خیرخواہ ہو۔ لیکن میں اب عزم کر چکا"

ابن عباس نے کہا:

"اگر آپ نہیں مانتے تو عورتوں اور بچوں کو تو ساتھ نہ لیجائیے۔ مجھے اندیشہ ہے آپ ان کی آنکھوں کے سامنے اُسی طرح قتل نہ کر دئے جائیں جس طرح عثمان بن عفان (رض) اپنے گھر والوں کے سامنے قتل کئے گئے تھے"

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد حضرت ابن عباس نے جوش میں آکر کہا:

"اگر مجھے یقین ہوتا کہ آپکے بال پکڑ لینے اور لوگوں کے جمع ہو جانے سے آپ رک جائیں گے تو واللہ میں ابھی آپ کی پیشانی کے بال پکڑ لوں!" (ابن جریر)

مگر آپ پھر بھی اپنے ارادہ پر قائم رہے۔

عبداللہ بن جعفر کا خط

اسی طرح اور بھی بہت سے لوگوں نے آپکو سمجھایا۔ آپکے چچیرے بھائی عبداللہ بن جعفر نے مدینہ سے خط بھیجا:

"میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ یہ خط دیکھتے ہی اپنے ارادے سے باز آ جائیے۔ کیونکہ اس راہ میں آپکے لئے ہلاکت اور آپکے اہل بیت کے لئے بربادی ہے۔ اگر آپ قتل ہو جائیں گے تو زمین کا نور بجھ جائے گا۔ اسوقت ایک آپ ہی ہدایت کا نشان اور ارباب ایمان کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ سفر میں جلدی نہ کیجئے میں آتا ہوں"

(ابن جریر۔ کامل۔ مقتل ابن اخنف وغیر ذالک)

والی کا خط

یہی نہیں بلکہ انہوں نے یزید کے مقرر کئے ہوئے والی عمرو بن سعید بن العاص سے جاکر کہا "حسین بن علی کو خط لکھ کر ہر طرح مطمئن کر دو" عمرو نے کہا: "آپ خود خط لکھ لائیے۔ میں مہر کر دوں گا" چنانچہ عبداللہ نے والی کی جانب سے یہ خط لکھا:

"میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو اُس راستہ سے دور کر دے جس میں ہلاکت ہے اور اُس راستہ کی طرف رہنمائی کرے جس میں سلامتی ہو۔ مجھے معلوم ہوا ہے آپ عراق جا رہے ہیں۔ میں آپکے لئے شقاق و اختلاف سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں آپکی ہلاکت سے ڈرتا ہوں۔ میں عبداللہ بن جعفر اور یحییٰ بن سعید کو آپکے پاس بھیجتا ہوں۔ انکے ساتھ واپس چلے آئیے۔ میرے پاس آپکے لئے امن، سلامتی نیکی، احسان، اور حسن جوار ہے۔ خدا اسپر شاہد ہے۔ وہی اس کا کفیل نگہبان اور وکیل ہے۔ والسلام"

ہے - اس میں ٹیکہ لگانے کے عملیہ کی طرح کوئی خارجی مادہ داخل نہیں کیا جاتا ' بلکہ ایک عضو کی قلم دوسرے عضو سے پیوند کردی جاتی ہے -

اس کا طریقہ یہ ہے کہ تندرست جسم کی تناسلی گلٹیوں کا پیوند بوڑھے آدمی میں لگادیا جاتا ہے اور وہ بالکل جوان ہو جاتا ہے - سب سے پہلے سنہ ۱۷۷۰ - میں ایک انگریز ڈاکٹر جان ہنٹر نے اس کا تجربہ کیا تھا - بوڑھے کتے میں جوان کتے کی گلٹیاں لگادیں اور اسکا بڑھاپا دور ہوگیا - پھر سنہ ۱۸۴۹ - میں ڈاکٹر برتھولڈ نے مرغ پر یہی تجربہ کیا اور کامیاب ہوا - انیسویں صدی کے آخر میں کئی اور پرندوں پر بھی اس عملیہ کے تجربے کامیاب ہوچکے ہیں -

لیکن یہ محض تجربے ہی تجربے تھے - ابھی اس حد تک معاملہ نہیں پہنچا تھا کہ عملی حقیقت کی طرح تسلیم کرلیا جاتا - مگر سنہ ۱۸۹۴ - میں ڈاکٹر شٹناخ نے وائنا میں از سر نو تجربے شروع کیے - اِنکا سلسلہ ابتک جاری ہے - اِس ڈاکٹر کے تجربے زیادہ تر چوہوں پر تھے - تمام تجربے کامیاب ہوے اور ثابت ہوگیا کہ زیادہ سے زیادہ بوڑھے چوہے بھی جوان ہوسکتے اور چالیس مہینے تک زندہ رہسکتے ہیں - حالانکہ چوہوں کی عمر کا اوسط تیس مہینے سے زیادہ نہیں - اِس کے معنی یہ ہوئے کہ اُنکی عمر میں تقریباً ۳۵ - فی صدی کا اضافہ ہوگیا - اگر اِسی پر آدمی کی عمر کا بھی قیاس کیا جائے تو اسی سے سو برس تک پہنچ جانا ممکن معلوم ہوتا ہے -

(ڈاکٹر وورو نوف)

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ عملیہ کی آخری کامیابی کی عزت ایک روسی ڈاکٹر کے نام لکھی جا چکی تھی جو عرصہ سے پیرس میں مقیم ہے - یعنی ڈاکٹر وورو نوف -

ڈاکٹر موصوف نے اپنے تجربے حیوان سے شروع کیے - سب سے پہلے سنہ ۱۹۱۸ - میں ۱۲ - برس کے بوڑھے دنبے میں ایک جوان دنبے کی تناسلی گلٹی کا پیوند لگایا - نتیجہ یہ ہوا کہ تین مہینے کے اندر بوڑھے دنبے کی حالت بدل گئی - پہلے اُسکا سر جھکا رہتا تھا - ہاتھ پاؤں کانپتے تھے - پیشاب بند ہو ہو جاتا تھا ' اور توالد و تناسل کی قوت بالکل مفقود ہو چکی تھی - لیکن اِس علاج کے بعد اُسکی جوانی واپس آگئی ' جوش شباب پیدا ہوگیا ' سینگ مارنے لگا ' اور مادہ اُس سے حاملہ بھی ہوگئی - ڈاکٹر نے صرف اتنے تجربے ہی پر اکتفا نہیں کی - بلکہ کچھ روز بعد یہ پیوند الگ کر کے دیکھا کہ اب دنبے کی حالت کیا ہوتی ہے ؟ ہوا یہ کہ پیوند کے الگ ہوتے ہی بڑھاپا لوٹ آیا - ڈاکٹر نے دوبارہ پھر پیوند لگا دیا ' وہ پھر از سر نو جوان ہوگیا !

(۸۵ برس سے چالیس برس !)

اِسکے بعد ۷۵ - برس کے ایک بوڑھے انگریز پر تجربہ کیا - یہ نہایت ہی ردی حالت میں تھا - کمزوری حد کو پہنچ چکی تھی - پیٹ کی کھال لٹک آئی تھی - بینائی تقریباً جاچکی تھی - کان بھی بہرے ہونے کے قریب تھے - اس نے اپنی جوانی کا تمام زمانہ ہندوستان کے گرم و سخت موسم میں بسر کیا تھا - وہ اس قدر کمزور تھا کہ ڈاکٹر کے مطب تک بھی خود نہیں جاسکا جو پہلی منزل پر واقع تھا - نوکر اُسے اپنی پیٹھ پر لاد کے لے گیا -

لیکن اِس علاج کے بعد وہ جوان ہوگیا - قوت واپس آگئی ' حتی کہ سر پر بال بھی نکل آئے - حالانکہ مدتوں سے اُسکا سر گنجا ہو رہا تھا ! (صفحہ ۱۱ - کی دونوں تصویریں اسی شخص کی تصویریں ہیں)

ڈاکٹر وورو نوف کا بیان ہے کہ سب سے بہتر پیوند اُس قلم کا ہوتا ہے جو جوان آدمی کی تناسلی گلٹی سے لی جاتی ہے - علاج کیلیے بہت ہی قلیل حصے کی ضرورت ہوتی ہے - اتنے قلیل کی کہ آدمی کی صحت کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا - مگر چونکہ دنیا بھر کی قوموں کے قوانین نے اِسے ممنوع قرار دیدیا ہے ' اس لیے مجبوراً ترقی یافتہ بندر کی گلٹیوں سے کام لیا جاتا ہے - کیونکہ حیوانات میں بندر سے زیادہ کوئی جانور انسان سے قریب نہیں ہے - تحلیل کرنے سے ثابت ہوا ہے کہ بندر کا خون بالکل انسان کے خون کی طرح ہے -

ابتک بکثرت آدمیوں کا علاج ہو چکا ہے ' اور سب پر کامیاب رہا ہے ' سب از سر نو جوان ہوگئے ہیں - ڈاکٹر وورو نوف کا آخری اعلان یہ تھا کہ " دسمبر سنہ ۱۹۲۶ - تک وہ ایک ہزار بوڑھوں پر یہ عملیہ کرچکے ہیں ! "

(جنس اناث اور عملیۂ تقلیم)

جس طرح بوڑھے مردوں کے لیے یہ عملیہ کامیاب ہوا ہے ' کیا بوڑھی عورتوں کے لیے بھی کامیاب ہوسکتا ہے ؟ کیا آیندہ زمانے میں دونوں جنس یکساں شباب کی طرف لوٹ سکیں گے ' یا زندگی اور انتفاع کے ہر میدان کی طرح ' اس میدان میں بھی عورتیں محروم رہجائیں گی ؟

حال میں ڈاکٹر وورو نوف نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے ؟

" اگر آپ چاہیں تو میں آپ سے اُس کمزور و شکستہ عورت کی ملاقات کرادوں جو ۶۰ برس کی عمر اور اس کی ساری محرومیاں لیکر میرے پاس آئی تھی اور اب از سر نو جوان بنکر واپس جا چکی ہے " !

(باقی آیندہ)

الہلال

کا

یہ ۵ - واں نمبر ہے

لیکن

اِس وقت تک توسیع اشاعت کے لیے دفتر نے آپکو کوئی زحمت نہیں دی ہے - کیا آپ کو خود اِس طرف توجہ نہ ہوگی ؟

الہلال کی مکمل جلدیں

گاہ گاہے باز خوان این قصۂ پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

الہلال کی پہلی اور دوسری اشاعت کی جلدوں کے لئے شائقین عموماً بے حد مشتاق تھے۔ چند جلدیں جو دستیاب ہو سکی ہیں حسب ذیل قیمت پر بھیجی جا سکتی ہیں:

الہلال جلد سوم
" جلد چہارم — قیمت فی جلد ۸ روپیہ
" جلد پنجم

البلاغ (یعنی الہلال کا دوسرا سلسلۂ اشاعت) ۵ روپیہ۔ (منیجر الہلال)

مگر آپ بدستور اپنے ارادے پر جمے رہے۔ (ابن جریر وغیرہ)

فرزدق سے ملاقات

مکہ سے آپ عراق کو روانہ ہوگئے۔ "صفاح" نام مقام پر مشہور محب اہل بیت شاعر فرزدق سے ملاقات ہوئی۔ آپنے پوچھا "تیرے پیچھے لوگوں کا کیا حال ہے؟" فرزدق نے جواب دیا۔ "اُنکے دل آپکے ساتھ ہیں۔ مگر تلواریں بنی اُمیہ کے ساتھ ہیں" فرمایا "سچ کہتا ہے۔ اب معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ ہمارا پروردگار ہر لحظہ کسی نہ کسی حکم فرمائی میں ہے۔ اگر اُس کی مشیت ہماری پسند کے مطابق ہو تو اُس کی ستائش کریں گے۔ اگر امید کے خلاف ہو تو بھی نیک نیتی اور تقوی کا ثواب کہیں نہیں گیا ہے"

یہ کہا اور سواری آگے بڑھائی۔ (ایضاً)

مسلم بن عقیل کے عزیزوں کی ضد

زرود نام مقام میں پہونچکر معلوم ہوا کہ آپکے نائب مسلم بن عقیل کو کوفہ میں یزید کے گورنر عبید اللہ بن زیاد نے علانیہ قتل کردیا اور کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ آپنے سُنا تو بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون! پڑھنا شروع کیا۔ بعض ساتھیوں نے کہا:

"اب بھی وقت ہے۔ ہم آپکے اور آپکے اہل بیت کے معاملہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں۔ بہتر یہیں سے لوٹ چلئے۔ کوفہ میں آپ کا کوئی ایک بھی طرفدار اور مددگار نہیں ہے۔ سب آپکے خلاف کھڑے ہوجائیں گے"

آپ خاموش ہوگئے، اور واپسی پر غور کرنے لگے لیکن مسلم بن عقیل کے عزیز کھڑے ہوگئے "واللہ ہم ہرگز نہ ٹلیں گے" انھوں نے کہا "ہم اپنا انتقام لیں گے یا اپنے بھائی کی طرح مرجائیں گے" اسپر آپنے ساتھیوں کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا اور ٹھنڈی سانس لیکر کہا "ان کے بعد زندگی میں کوئی مزہ نہیں" (ایضاً)

راستہ میں بھیڑ چھنٹ گئی

بدوؤں کی ایک بھیڑ آپکے ساتھ ہوگئی تھی۔ یہ سمجھتے تھے کوفہ میں خوب آرام کرینگے۔ آپ اسکی حقیقت سے واقف تھے۔ سب کو جمع کرکے خطبہ دیا۔

"اے لوگو! ہمیں نہایت دہشتناک خبریں پہونچی ہیں۔ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ، اور عبد اللہ بن یقطر قتل کرڈالے گئے، ہمارے طرفداروں نے بیوفائی کی۔ کوفہ میں ہمارا کوئی مددگار نہیں جو ہمارا ساتھ چھوڑنا چاہے چھوڑدے۔ ہم ہرگز خفا نہ ہونگے"

بھیڑ نے سُنا تو دائیں بائیں کھسکنا شروع ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد آپکے گرد وہی آدمی رہ گئے جو مکہ سے ساتھ چلے تھے! (ایضاً)

حُر بن یزید کی آمد

قادسیہ سے جوں ہی آگے بڑھے، عبید اللہ بن زیاد والی عراق کے عامل حصین بن نمیر تمیمی کی طرف سے حُر بن یزید ایک ہزار فوج کے ساتھ نمودار ہوا اور ساتھ ہولیا۔ اسے حکم تھا کہ حضرت حسین کے ساتھ برابر لگا رہے، اور اُسوقت تک پیچھا نہ چھوڑے، جب تک اُنھیں عبید اللہ بن زیاد کے روبرو نہ پہنچادے۔ اسی اثنا میں نماز ظہر کا وقت آگیا۔ آپ تہبند باندھے، چادر اوڑھے، نعلین پہنے تشریف لائے اور حمد و نعت کے بعد اپنے ساتھیوں اور حُر کے سپاہیوں کے سامنے خطبہ دیا:

راہ میں ایک خطبہ

"اے لوگو! خدا کے سامنے اور تمھارے سامنے میرا عذر یہ ہے کہ میں اپنی طرف سے یہاں نہیں آیا ہوں۔ میرے پاس تمھارے خطوط پہنچے، قاصد گئے، مجھے بار بار دعوت دی گئی کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ آپ آئے تاکہ خدا ہمیں آپکے ہاتھ پر جمع کردے۔ اگر اب بھی تمھاری یہی حالت ہے تو میں آگیا ہوں۔ اگر مجھسے عہد و پیمان کرنے کے لئے طیار ہو جن پر میں مطمئن ہوجاؤں، تو میں تمھارے شہر میں چلنے کو آمادہ ہوں۔ اگر ایسا نہیں ہے بلکہ تم میری آمد سے ناخوش ہو، تو میں وہیں واپس چلا جاؤنگا جہاں سے آیا ہوں"

دشمنوں نے آپکے پیچھے نماز پڑھی

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دیر تک خاموش رہنے کے بعد آپ مؤذن سے کہنے لگے "اقامت پکارو" حضرت حسین نے حُر بن یزید سے کہا "کیا تم علحدہ نماز پڑھو گے؟" اُسنے کہا "نہیں، آپ امامت کریں، ہم آپ ہی کے پیچھے نماز پڑھیں گے"

وہیں عصر کی بھی نماز پڑھی۔ دوست دشمن سب مقتدی تھے۔ سلام کے بعد آپنے پھر خطبہ دیا:

دوسرا خطبہ

"اے لوگو! اگر تم تقوی پر رہو اور حقدار کا حق پہچانو، تو یہ خدا کی خوشنودی کا موجب ہوگا۔ ہم اہل بیت ان مدعیوں سے زیادہ حکومت کے حقدار ہیں۔ ان لوگوں کا کوئی حق نہیں۔ یہ تم پر ظلم و جور سے حکومت کرتے ہیں۔ لیکن اگر تم ہمیں ناپسند کرو، ہمارا حق نہ پہچانو، اور تمھاری رائے اب اُس کے خلاف ہوگئی ہو، جو تم نے مجھے اپنے خطوں میں لکھی اور قاصدوں کی زبانی پہنچائی تھی، تو میں واپس چلے جانے کے لئے بخوشی طیار ہوں"

اہل کوفہ کے خطوط

اسپر حُر نے کہا "آپ کن خطوں کا ذکر کرتے ہیں؟ ہمیں ایسے خطوں کا کوئی علم نہیں"

آپنے عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ وہ دونوں تھیلے نکال لائے جن میں کوفہ والوں کے خط بھرے ہیں۔ عقبہ نے تھیلے انڈیل کر خطوں کا ڈھیر لگا دیا۔ اسپر حُر نے کہا "لیکن ہم وہ نہیں ہیں جنھوں نے یہ خط لکھے تھے۔ ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ آپکو عبید اللہ بن زیاد تک پہنچا کے چھوڑیں" حضرت امام نے فرمایا "لیکن یہ موت سے پہلے ناممکن ہے"

پھر آپنے روانگی کا حکم دیا۔ لیکن مخالفین نے راستہ روک لیا۔ آپنے خفا ہوکر حُر سے کہا "تیری ماں تجھے روئے! تو کیا چاہتا ہے؟" حُر نے جواب دیا "واللہ اگر آپکے سوا کوئی اور عرب میری ماں کا نام زبان پر لاتا تو میں اُسے بتا دیتا! لیکن آپکی ماں کا ذکر میری زبان پر بُرائی کے ساتھ نہیں آسکتا" آپنے فرمایا "پھر تم کیا چاہتے ہو؟" اُسنے کہا "میں آپ کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس لیجانا چاہتا ہوں" آپنے جواب دیا "تو واللہ میں تیرے ساتھ نہیں چلوں گا" اُسنے کہا "واللہ میں بھی آپکا پیچھا نہیں چھوڑوں گا" جب گفتگو زیادہ بڑھی تو حُر نے کہا "مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں ملا ہے۔ مجھے صرف یہ حکم ملا ہے کہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں یہاں تک کہ آپکو کوفہ پہنچا دوں۔ اگر آپ اسے منظور نہیں کرتے تو ایسا راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ جاتا ہو نہ مدینہ۔ میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں۔ آپ بھی اگر پسند کریں تو خود بھی یزید یا عبید اللہ کو لکھئے۔ شاید خدا میرے لئے کوئی عافیت کی صورت پیدا کردے، اور آپکے معاملہ میں امتحان سے بچ جاؤں" یہ بات آپنے منظور کرلی اور روانہ ہوئے۔ (ابن جریر۔ ابن کامل وغیرہ)

ایک اور خطبہ

راستہ میں کئی اور مقامات پر بھی آپنے دوستوں اور دشمنوں کو مخاطب کیا۔ مقام بیضہ میں خطبہ دیا:

"اے لوگو! رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے: جو کوئی ایسے حاکم کو دیکھے جو ظلم کرتا ہے، خدا کی قائم کی ہوئی حدیں توڑتا ہے، عہد الٰہی شکست کرتا ہے، سنت نبوی کی مخالفت کرتا ہے، خدا کے بندوں پر

بریدِ شرق

مکتوب چین

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم شنگھائی کے قلم سے)

چین کے بڑے سپہ سالار

تمام چینی مثل ہے۔ "فوج جمع کر لینا آسان ہے مگر اس کے لئے سپہ سالار پیدا کرنا مشکل ہے"۔ یہ مثل چینی پر مدت سے صادق آ رہا ہے۔ چین میں قحط الرجال ہے۔ بڑے آدمی کم پیدا ہوتے ہیں۔

لیکن اس وقت خلاف عادت چند ایسے آدمی پیدا ہو گئے ہیں جو دنیا کے بڑے بڑے آدمیوں میں شمار کئے جا سکتے ہیں۔

"چانگ سو لین"

جنگی حیثیت سے چین کا سب سے بڑا آدمی جنرل چانگ سو لین سمجھا جاتا ہے۔ یہ شمالی افواج کا سپہ سالار اعظم اور پائے تخت پیکن کی حکومت کا مالک ہے۔ اب سے پہلے یہ منچوریا میں قزاقوں کا سردار تھا۔ جنگ بحر کے دوران میں اُسنے شہرت حاصل کی۔ یہ اُس وقت بھی قزاقوں کی ایک چھوٹی ٹولی کا سردار تھا۔ یہ لوگ "سرخ داڑھی والے" کہلاتے تھے اور اُن کے ظلم سے باشندے تھراتے تھے۔ جنگ روس اور جاپان کے زمانہ میں بھی اسنے بہت نام پیدا کیا اور اپنے ڈاکوؤں کے ذریعہ روس کو بہت پریشان کیا۔ اُس وقت سے اسنے جاپان کی سرپرستی حاصل کر لی اور برابر ترقی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۹۱۸ء میں منچوریا کا جنگی حاکم بنا دیا گیا۔

۱۹۲۲ء میں جنرل "وو، پی، فو" سے اُس کا اختلاف ہوا اور سخت جنگ ہوئی۔ چانگ سو لین نے شکست کھائی۔ مگر اُس کی ہمت میں فرق نہیں آیا۔ جاپان کی مدد سے اُسنے پھر قوت حاصل کر لی اور منچوریا میں اپنی کامل خود مختاری کا اعلان کر دیا۔

۱۹۲۴ء میں اُسنے "وو، پی، فو" سے صلح کر لی اور دونوں نے ملکر پیکن پر حملہ کیا، نئی حکومت قائم کی، اور صدر جمہوریہ چین کو نکال باہر کیا۔ پھر "وو، پی، فو" کو بھی پیکن سے بے دخل کر دیا۔ اب وہ پائے تخت کا تنہا مالک ہے۔

"وو، پی، فو"

یہ جنرل صوبہ ہونان کا حاکم ہے۔ یہ صوبہ اپنے رقبہ میں برطانیہ کے برابر ہے۔ گزشتہ سال اسے دریائے ینگ زی کے کنارے کنٹونیوں نے بہت سخت شکست دی۔ اس کے پاس ڈھائی لاکھ نہایت منظم فوج موجود تھی۔ مگر قوم پرستوں سے مل گئی۔ یہ تن تنہا میدان سے بھاگنے پر مجبور ہوا۔ لیکن آدمی اولوالعزم تھا۔ نئی فوج مرتب کر لی۔ اس کی تعداد ایک لاکھ بتائی جاتی ہے۔ یہ کنفوشس مذہب کا عالم اور چینی زبان کا شاعر ہے۔

"سن چوان فانگ، منگ سونگ، چانگ، ٹسنگ"

شمالی چین میں ان مذکورہ بڑے سپہ سالاروں کے علاوہ دوسرے سالار بھی بہت مشہور ہیں۔ ایک مارشل سن چوان فانگ۔ دوسرا مارشل منگ سونگ، ٹسنگ، تیسرا [illegible]

کے نیچے برباد کر ڈالا۔ دوسرا اُس کی مدد کو پہنچا۔ لیکن ناکام ہو کر شمال کی طرف بھاگنے پر مجبور ہوا۔ یہ شخص اپنی جسمانی قوت کے اعتبار سے پورے چین میں ایک آدمی سمجھا جاتا ہے۔

جنوبی چین (یعنی قوم پرست چین) کی مشہور شخصیتیں حسب ذیل ہیں:

جنرل کے شیک

ڈاکٹر سن یات سن کا دست راست تھا۔ کنٹونی فوج کا سپہ سالار تھا۔ لیکن حال ہی میں بعض اختلافات کی بنا پر باغی ہو گیا اور نانکنگ میں اپنی علحدہ حکومت قائم کر لی۔ اپنی جنگی قابلیت، شجاعت، ایثار اور حب الوطنی میں مشہور ہے۔ اس کی فوج میں ایک آسٹرین جنرل بطور مشیر بھی موجود ہے اور بہت نام پیدا کر رہا ہے۔

اوجین چن

کنٹون کا وزیر خارجیہ ہے۔ لندن میں قانون کی تعلیم حاصل کی اور مدت تک وکالت کرتا رہا۔ پھر کنٹون آیا اور قومی حکومت کے سب سے بڑے سیاسی عہدے پر فائز ہو گیا۔

ایم بروڈین

مشہور روسی کمیونسٹ اور مدبر ہے۔ اس کی پوری زندگی انقلابی افکار پھیلانے میں گزری۔ ۱۹۲۲ء میں انگلستان گیا اور انگریز مزدوروں میں بغاوت پھیلانا چاہی۔ لیکن حکومت نے گرفتار کر کے قید کر دیا۔ قید کی مدت ختم ہونے کے بعد ملک بدر کر دیا گیا۔ یہ پہلا موقع نہ تھا کہ اُسنے قیدخانہ کی اسیری کی۔ بارہا گرفتار اور قید ہو چکا ہے۔ اس وقت کنٹون میں اس سے زیادہ کسی کا اثر نہیں۔ چینی انقلاب میں اس کا بہت بڑا حصہ ہے اور اب تک اُس کی روح رواں بنا ہوا ہے۔

"ہسوان تنگ"

چین کے مشاہیر کے ذکر کے ساتھ ہمیں بے اختیار چین کا معزول نوجوان شہنشاہ "ہسوان تنگ" یاد آ جاتا ہے۔ اب سے پندرہ برس پہلے جبکہ اُس کی عمر صرف ۴ برس تھی، اپنے آبائی تخت سے معزول کیا گیا۔ اس وقت اس کی عمر ۱۹ برس ہے۔ تیانتسین میں جاپان کے زیر سایہ مقیم ہے۔ تین سال ہوئے اسنے ایک چینی شاہزادی سے شادی کر لی ہے اور اب خاموشی سے مستقبل کا انتظار کر رہا ہے۔

چونکہ انقلاب چین کے حالات میں یہاں کے مشاہیر کا ذکر آتا رہا ہے اور ناواقفیت کی وجہ سے لوگ ان کی حیثیت کا اندازہ نہیں کر سکتے، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ آج مختصراً ان شخصیتوں کو آپ کو روشناس کر دوں جو موجودہ انقلاب میں نمایاں حصہ رکھتے ہیں۔ اب چند دنوں کے اندر جو حالات پیش آ رہے ہیں جو تغیرات ہو رہے ہیں اُن کی نسبت آئندہ ڈاک کے خط میں تفصیل سے لکھونگا۔

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

عید الاضحی۔ انگورہ کی عید۔ خلق فرقہ سی۔ بیرونی ممالک میں ترکی حکومت کی تشہیر۔ ترکستان اور بالشویک۔ ترکی اور روس۔ ترکی عورت اور حق انتخاب۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا سفر آستانہ۔ شورش کا استیصال۔ الیکٹرک ٹیلیگراف کمپنی اور حکومت۔ یہودیوں، یونانیوں اور ارمنیوں میں شادیاں

عید الاضحی

کئی دن سے عید الاضحی کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ شہر میں غیر معمولی چہل پہل ہے اور اجنبی سے اجنبی آدمی بھی یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کوئی بڑا اسلامی تہوار قریب آ گیا ہے۔ میدان، قربانی کے جانوروں اور اُن کے خریداروں سے لبریز نظر آتے ہیں۔ یورپ والوں کے لئے اس سے زیادہ عجیب منظر اور کیا ہوگا کہ جدید ترین فیشن میں ملبوس، ہیٹ لگائے، ترکی مرد و عورتیں عید کے لئے قربانی کے بکرے خرید رہے ہیں اور انھیں اپنی موٹروں پر ساتھ بٹھا کر چلے جا رہے ہیں۔ عرفہ کے دن (۹ ذی الحج) تو بازاروں کی یہ حالت تھی کہ خریداروں کے ہجوم سے راہ نہیں ملتی تھی۔ دکانیں آدمیوں سے لبریز تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سال بھر کے لئے پوری خرید فروخت آج ہی ہو جائیگی!

عرفہ کے دن تیسرے پہر ہی سے تمام شہر بن سنور کر دلہن بن گیا۔ جدھر دیکھو جمہوریت ترکی کے ہلالی جھنڈے لہرا رہے ہیں۔ دکانوں پر بھی، مکانوں پر بھی، جہازوں اور بادبانی کشتیوں پر بھی۔ شہر کے تمام جنگی مرکزوں اور قلعوں سے توپیں دغنا شروع ہوئیں، اور انکی مسلسل صداؤں نے باشندوں میں مسرت کا جوش اور بھی زیادہ کر دیا۔

عید کے دن صبح تڑکے ہی سے مسجدیں نمازیوں سے لبریز ہو گئیں اور بڑی ہی شان و شوکت سے نماز ادا کی گئی۔ اخبارات کے کالم عید کے مضامین سے پر تھے۔ نیم سرکاری اخبار "ملیت" نے عید قرباں اور حج کے متعلق ایک طویل مضمون کعبہ اور عرفات وغیرہ کی تصویروں کے ساتھ شائع کیا۔ حج کے روحانی و اجتماعی فوائد بیان کئے۔ اُسے مسلمانوں کا بین الاقوامی اجتماع قرار دیا۔ ترکوں کو حج کی ترغیب دی۔ دوسرے اخباروں نے بھی اسی قسم کے مضامین شائع کئے ہیں۔

نماز کے بعد لوگ مسجدوں سے نکلے تو دروازوں پر "اسلامی دار شفقت" کے لڑکوں نے اُن کے سینہ پر پھول لگانا شروع کئے۔ "اسلامی دار شفقت" ایک یتیم خانہ ہے۔ یہ اپنی عمارت کی بلندی و شوکت اور حسن انتظام کی وجہ سے تمام یورپ میں مشہور ہے۔ اس کے یتیم عید کے دن مسجدوں کے دروازے گھیرے کھڑے تھے۔ ہر نمازی کے کوٹ میں پھول لگا دیتے تھے اور وہ کچھ نہ کچھ اُن کے چندہ کے صندوقچہ میں ضرور ڈال دیتا تھا۔

انگورہ کی عید

استنبول کی طرح انگورہ کی عید بھی حسب معمول بہت شاندار تھی۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے قومی پارلیمنٹ کی عمارت میں لوگوں سے ملاقات کی اور عید کی مبارکباد قبول کی۔ اس کے بعد گھوڑدوڑ

انقلاب کے لئے پیشتر سے میدان کھلا ہوا اور اپنا کام کر رہا ہو۔ نئی عمارتیں بلند ہوں یا نہ ہوں، قسطنطنیہ یورپ کا ترقی یافتہ شہر ہے۔ یہی وجہ ہو کہ غازی کمال پاشا نے یہاں آنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور یہ شہر اب تک اُن کی زیارت سے محروم رہا۔ لیکن اب اُس کی اُمید بر آنے والی ہو۔ غازی تشریف لا رہے ہیں۔ مشہور شاہی محل ۔ بگلر بیگ ۔ اور دولمہ باغچہ کی صفائی ہو رہی ہو۔ موصوف انہی میں اُتریں گے۔ شہر بھر میں استقبال کی عام طیاریاں ہیں۔ وہ چاہتا ہو اس موقع پر اپنی عقیدت و اخلاص کا ایک تاریخی مظاہرہ کرے۔ امید ہو کہ دو ہفتے بعد غازی کی روانگی کی خبر ہمیں معلوم ہو جائے گی۔ (تازہ تاربرقیوں سے معلوم ہوا ہو کہ غازی موصوف قسطنطنیہ پہنچ گئے اور شہر نے عظیم الشان استقبال کیا۔ الہلال)

شورش کا استیصال

ترکی کے مشرقی صوبے تمدن سے بہت دور ہیں۔ یہی وجہ ہو کہ ان میں سرکشی اور شورش پسندی زیادہ پائی جاتی ہو۔ وہ موجودہ نظام کے مخالف اور جمہوری عہد کو نامبارک خیال کرتے ہیں۔ پچھلے برسوں انھوں نے بغاوت بھی کر دی تھی، اور حکومت کے لئے شدید خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن حکومت نے بروقت سرکوبی کر دی اور امن و امان قائم ہو گیا۔

امن امان تو قائم ہو گیا، مگر فساد کی جڑیں بدستور موجود رہیں۔ یہ بہت جلد نشو و نما حاصل کر سکتی تھیں۔ یہ حالت دیکھ کر حکومت نے فیصلہ کیا کہ شورش پسند عناصر پوری طرح منتشر کر دیئے جائیں۔ چنانچہ جدید احکام کے مطابق آئندہ ماہ اگست میں ۸۰ خاندان مشرقی صوبوں سے مغربی صوبوں میں منتقل کر دیئے جائیں گے۔ اس سے صرف یہی فائدہ نہیں ہوگا کہ مشرقی صوبوں کا امن مضبوط ہو جائے گا بلکہ خود ان سرکش خاندانوں کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔ متمدن علاقوں میں آکر ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ اپنے آپ کو اور اپنی آئندہ نسلوں کو ضروریات زمانہ کے مطابق بنانے پر مجبور ہو جائیں گے۔

مشرقی خبر رسانی کی کمپنی اور حکومت

۱۹۲۴ء میں ترکی حکومت نے یہ کمپنی بند کر دی تھی۔ کیونکہ اس نے جدید قوانین کے ماتحت اپنے آپکو رجسٹری کرانے سے انکار کر دیا تھا نیز وہ رقم بھی ادا نہیں کی تھی جو یونانی قبضے کے دوران میں اُسکے ذمہ واجب الادا تھی۔ لیکن اب کمپنی نے از سر نو درخواست پیش کی ہو اور حکومت کے تمام مطالبے منظور کر لئے ہیں۔ لہذا اُس کا دفتر دوبارہ کھل گیا ہو اور کام شروع ہونے والا ہو۔

اس کمپنی نے ۲۰ سال تک خبریں پہنچانے کا ٹھیکہ لیا ہو۔ سمندر کے نیچے اس کے تار بچھے ہوئے ہیں، اور بڑے بڑے اسٹیشن اناطولیہ، قسطنطنیہ، چناق قلعہ، کلیسیا، قادیاتیہ، ساقص میں ہیں۔

ٹھیکہ کی اہم شرط یہ ہو کہ کمپنی کے جملہ ملازم ترک ہوں گے۔ البتہ ماہر فن دوسری قوموں سے بھی لئے جا سکتے ہیں۔ لیکن اُن کی تعداد اوسط دس میں ایک سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ شرط بھی ہو کہ ضرورت کے وقت حکومت کمپنی کے تار وطن پر قابض ہو کے خود استعمال کر سکتی ہو۔

یہودیوں، یونانیوں، ارمنیوں میں ازدواج

ترکی حکومت کے جدید قوانین کی رو سے ہر شخص کو حق ہو کہ جس قوم کے فرد سے چاہے شادی کر لے۔ اسکے پہلے نکاح کا معاملہ ہر قوم کے دینی پیشواؤں کے ہاتھ میں تھا۔ اُنکی منظوری اور تصدیق کے بغیر کوئی نکاح جائز نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اب یہ پابندی اُٹھ گئی ہے۔ نکاح کی مذہبی رسم ادا کر لے اور رجسٹرار کے ہاں نام اور معاہدہ ثبت کر دینے سے نکاح قانوناً مکمل ہو جاتا ہو۔ م

مقالات

محرم الحرام سنہ ۱۳۴۶ ہجری

نئے ہجری سنہ کا آغاز!

تذکار ہجرۃ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

وحدثتنی یاسعد عنہا فزدتنی
جنوناً فزدنی من حدیثک یاسعد!

آج جبکہ یہ سطریں لکھ رہا ہوں، محرم کی تیرہویں تاریخ ہو۔ یعنی تیرہ دن اس واقعہ پر گزر چکے ہیں کہ پچھلا ہجری سال ختم ہو چکا اور نیا سال شروع ہو چکا ہو۔ لیکن ہزاروں لاکھوں مسلمانوں میں شاید ایک شخص بھی ایسا نہ ہوگا جسنے غور کیا ہوگا کہ اس سال کا اختتام و آغاز میں تاریخ عالم کے کیسے عظیم انقلاب انگیز واقعہ کی یاد پوشیدہ ہے؟ وہ عظیم واقعہ جس کی یاد آوری سے بڑھ کر تاریخ اسلام کے کسی واقعہ میں بھی ہمارے لئے عبرت کی عظمت اور موعظت کی سرچشمگی نہیں ہوتی، مگر جس واقعہ سے بڑھ کر تاریخ اسلام کا کوئی واقعہ بھی ہماری یادداشت سے دُور اور ہمارے دل کی اثر پذیریوں سے نابود نہیں ہو گیا ہو!

جماعتی حافظہ اور اس کا مزاج

انفرادی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کے اخلاق اور سیرۃ (کریکٹر) کا اندازہ اُس کے حافظہ کی اُفتاد سے کر لیا جا سکتا ہو۔ ایک نیک سیرۃ آدمی کے حافظہ میں غیر ضروری اور بُری باتوں کی یادداشت کے لئے کوئی جگہ نہیں نکل سکتی لیکن ضروری اور اچھی باتیں وہ کبھی نہیں بھول سکتا۔ برخلاف اس کے ایک بد اخلاق آدمی کو کتنی ہی کام کی اور اچھی باتیں سنائی جائیں لیکن اُس کے حافظہ میں اُن کے لئے کوئی جگہ نہیں نکلے گی۔ وہ صرف بیکار اور بُری باتیں ہی یاد رکھ سکتا ہو۔

یہی حال جماعتوں اور قوموں کے دماغ کا بھی ہو۔ اُنکے ادبار و تنزل کی ایک بہت بڑی نشانی یہ ہوتی ہو کہ جماعتی حافظہ کا مزاج بالکل اُلٹ جاتا ہو۔ جو باتیں یاد رکھنی چاہئیں، وہ اس طرح بھلا دی جاتی ہیں کہ بار بار یاد دلانے پر بھی یاد نہیں آتیں، اور جو باتیں بھلا دینی چاہئیں، وہ نہ صرف یاد رکھی جاتی ہیں، بلکہ اُن کی یادگاروں کا ایسا اہتمام کیا جاتا ہو کہ بھلانے کی کتنی ہی کوششیں کی جائیں، کبھی بھلائی نہیں جا سکتیں۔ اسلام اول کے مسلمانوں کی مذہبی اور اجتماعی زندگی سے موجودہ عہد کے مسلمانوں کی زندگی کا مقابلہ کرو تو اس حقیقت کی سب سے زیادہ واضح مثال سامنے آجائے گی۔ اُس وقت مسلمان اُٹھتے بیٹھتے جو باتیں یاد رکھا کرتے تھے، آج کسی کو اُن کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو باتیں آجکل کی بے شمار تقریبوں، تہواروں، یادگاروں، اور اجتماعوں کے ذریعہ یاد رکھی جاتی ہیں، یہ اس وقت کے کسی مسلمان کے وہم و گمان میں بھی نہیں گزری ہوں گی۔ اُس وقت اُن کا حافظہ صرف وہی چیزیں یاد رکھنی چاہتا تھا جن کی یادداشت میں ان کی قومی زندگی کے لئے عبرت و موعظت تھی۔ آج ہمارا حافظہ صرف وہی باتیں یاد رکھنی چاہتا ہو جن کی یاد میں قومی زندگی کے لئے غفلت و اعراض ہو۔ وہ اُن چیزوں کو بھول نہیں سکتے تھے جنہیں یاد رکھنا چاہیے۔ ہم اُن چیزوں کو بھلا نہیں سکتے جنہیں ہمیشہ کے لئے بھلا دینا چاہیے!

سارت مشرقۃ وسرت مغرباً
شتان بین مشرقٍ ومغربٍ!

واقعۂ ہجرۃ

تاریخ عالم کا یہ عظیم واقعہ جس کی یاد سال کے اختتام و آغاز میں پوشیدہ ہو، ہجرۃ نبوی کا واقعہ ہو، کیونکہ پہلی محرم سے نیا اسلامی سال شروع ہوتا ہو، اور اُس کی بنیاد واقعۂ ہجرت پر رکھی گئی ہو۔ ہر سال جب ۳۰ ذوالحجہ کا دن ختم ہوتا اور پہلی محرم کا چاند طلوع ہوتا ہو، تو وہ اس عظیم واقعہ کی یاد ہمارے دلوں میں تازہ کرتی ہے۔ یعنی الحقیقت اس واقعہ کی ایک جاری و قائم یادگار ہو!

یہ دنیا کی تمام قومی یادگاروں کی طرح قوت کی کامرانیوں کی یادگار نہیں ہو۔ بلکہ کمزوری کی فتمندیوں کی یادگار ہو۔ یہ اسباب و وسائل کی فراوانیوں کی یادگار نہیں ہو۔ بے سروسامانیوں کی کامیابیوں کی یادگار ہو۔ یہ طاقت اور حکومت کے جاہ و جلال کی یادگار نہیں ہو۔ محکومی و بے چارگی کے ثبات و استقلال کی یادگار ہو۔ یہ فتح مکہ کی یادگار نہیں ہو جسے دس ہزار تلواروں کی چمک نے فتح کیا تھا۔ یہ فتح مدینہ کی یادگار ہو جسے تلواروں کی چمک نے نہیں بلکہ ایک آوارۂ غربت اور بے سروسامان انسان کی صبح ہجرت نے فتح کیا تھا! تم نے بدر کی جنگی فتح اور مکہ کے مسلح داخلہ کی شاندار شوکت ہمیشہ یاد رکھی ہو۔ لیکن تم نے مدینہ کی بے ہتھیار کی فتح فراموش کر دی، حالانکہ تاریخ اسلام کی ساری آنے والی فتح مندیاں اسی اولین فتح میں ایک بیج کی طرح پوشیدہ

دیکھے گئے۔ پہلی دوڑ میں عربی اور ترکی گھوڑے شریک تھے۔ دوسری میں انگریزی نسل کے گھوڑے بھی شامل ہو گئے تھے۔

"خلق فرقہ سی"

"خلق فرقہ سی" قومی جماعت کا نام ہے اور اسوقت ترکی میں صرف یہی ایک سیاسی جماعت موجود ہے۔ اس کی سالانہ موتمر بھی ہوا کرتی ہے۔ یہ وقت اس کے جلسوں کا تھا۔ مگر انتخابات کی وجہ سے ملتوی کر دیا گیا۔ موجودہ پارلیمنٹ کی مدت جلد ختم ہو جانے والی ہے۔ نئے انتخابات کے لئے طیاریاں ہو رہی ہیں۔ اس سال کی قومی موتمر کو بہت اہمیت دی جا رہی ہے کیونکہ اسمیں غازی مصطفےٰ کمال پاشا اپنا وہ طویل و عریض خطبہ سنائیں گے جس کا ترکی کے اندر اور باہر مدت سے انتظار کیا جا رہا ہے۔ اس خطبہ میں موجودہ قومی حکومت کی پوری تاریخ بیان کی جائے گی۔ اس کے سنانے میں کئی دن صرف ہوں گے۔ خیال کیا جاتا ہے یہ خطبہ اپنے موضوع، اسلوب، اور طول کے لحاظ سے سیاسی خطبوں کی تاریخ میں نمایاں جگہ حاصل کریگا۔ اسے خطبہ نہیں، تاریخ کی ضخیم کتاب کہنا چاہیئے!

بیرونی ممالک میں ترکی حقوق

ترکی پارلیمنٹ نے حکومت کو اختیار دے دیا ہے کہ جن ملکوں میں ترکوں کی جائدادیں ضبط کی جا رہی ہیں، اُن ملکوں کے باشندوں کی جو جائدادیں ترکی سرزمین میں موجود ہیں، حکومت اُنھیں ضبط کر لے۔

پارلیمنٹ کے اس فیصلے نے بحث کا دروازہ کھول دیا ہے۔ عام طور پر سوال کیا جا رہا ہے کہ کیا ایسے ممالک موجود ہیں جہاں ترکوں کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جا رہا ہے؟ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یونان اور یوگوسلاویا میں یہ صورت حال موجود ہے۔

ترکی کی نئی تعمیر

امریکن کمپنی "اولن" نے ارضروم اور سمسون کی بندرگاہوں کی توسیع کا ٹھیکہ ترکی حکومت سے حاصل کر لیا ہے اور عنقریب کام شروع ہونے والا ہے۔ کمپنی نے کئی ریلوے خطوط جاری کرنے اور کئی نئے شہر آباد کرنے کی بھی درخواست کی تھی۔ مگر چونکہ کافی ضمانت پیش نہ کر سکی اس لئے حکومت نے منظوری دینے سے انکار کر دیا۔

ترکستان اور بالشویک

"ڈیکین" اور "کولچک" کی خونریز بغاوتوں کے جواب یورپ کی سرمایہ دار سلطنتیں روسی ترکستان میں ریشہ دوانیاں کر رہی ہیں تاکہ اس ملک کو بالشویکوں کے برخلاف بغاوت پر آمادہ کریں اور سوشلسٹ جمہوری نظام حکومت درہم برہم کر ڈالیں۔

ہندوستان میں کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ موجودہ ترکی جمہوریت نے دنیا بھر کے لوگوں کے لئے اپنے ملک کے دروازے کھول دئے ہیں۔ ہر خیال کے لوگ یہاں جمع ہو سکتے ہیں اور اپنی تحریکیں چلا سکتے ہیں، بشرطیکہ اس ملک کی اندرونی سیاست میں دخل نہ دیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ بالشویک روس سے ترکوں کے تعلقات دوستانہ ہیں، تاہم اُنھوں نے ترکستانی بغاوت پسندوں کو اپنے ملک میں بیٹھ کر روس کے خلاف پروپیگنڈا پھیلانے کی اجازت دیدی ہے۔

ان لوگوں نے "جدید ترکستان" نام ایک اخبار جاری کیا ہے۔ وہ مغربی ترکستان میں بغاوت پھیلانا چاہتے ہیں۔ مغربی ترکستان کا رقبہ ۲۷،۰۰۰،۰۰۰ کیلو میٹر اور آبادی ۲۰،۰۰۰،۰۰۰ ہے۔

لیکن باخبر لوگ جانتے ہیں کہ سرمایہ دار سلطنتوں کی یہ کوشش کامیاب نہیں ہوگی۔ بلاشبہ اُنھیں چند کرایہ کے ترکستانی مل گئے ہیں۔ لیکن ملک کی عام آبادی بالشویکوں کے ساتھ ہے۔ کیونکہ جس قدر آرام، خوشحالی، اور آزادی اُسے اس عہد میں نصیب ہوئی ہے اتنی کبھی پچھلے زمانہ میں نہیں ہوئی تھی۔ زار کی حکومت اس ملک پر صد درجہ ظلم کیا کرتی تھی۔ ترکی زبان کی تعلیم موقوف تھی۔ تمام مدرسے بند کر دئے گئے تھے۔ دینی کتابوں کی اشاعت ممنوع تھی۔ ہزاروں آدمی بے دریغ قتل کئے جاتے تھے۔ مگر بالشویک عہد میں ملک کو پوری اندرونی آزادی حاصل ہو گئی، اور صحیح معنوں میں جمہوری حکومت قائم ہو گئی۔ پھر خود روسیوں کی بھی وہاں ایک بڑی آبادی موجود ہے۔ آخری اعداد و شمار کی رو سے مغربی ترکستان میں ۴ لاکھ روسی آباد ہیں۔ یہ سب جنگجو ہیں، اور اپنی دولت، تعلیم، ترقی کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں۔

ترکستانیوں کو پناہ دینے کی وجہ سے روس، ٹرکی پر ناراض نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ترکی قوانین سے واقف ہے۔ صرف یہی لوگ یہاں نہیں ہیں بلکہ آذربیجان اور سفید روس کے بغاوت پسند بھی پہلے سے موجود ہیں اور پوری آزادی سے اپنے خیالات کی اشاعت کر رہے ہیں۔

ٹرکی اور روس

ہم اپنے کسی پچھلے مکتوب میں اُس ترکی روسی معاہدے کا ذکر کر چکے ہیں جو ۳ سال کی مسلسل گفت و شنید کے بعد طے پایا ہے۔ اس معاہدے کے متعلق سرکاری طور پر بھی اعلان کیا گیا تھا کہ محض تجارتی معاہدہ ہے۔ لیکن اب جبکہ روس اور برطانیہ کے تعلقات کی کشیدگی نے جنگ کا احتمال پیدا کر دیا ہے اور ساری دنیا کی نظریں جغرافیائی موقع کی وجہ سے ٹرکی پر لگی ہوئی ہیں، اس معاہدے پر سے بھی پردہ اُٹھنے لگا ہے۔ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ معاہدے کی اصلی شرطیں کیا کیا ہیں؟ لیکن برطانی حلقے اسے سیاسی معاہدہ قرار دیتے اور سخت اندیشوں کا اظہار کر رہے ہیں۔

ترکی اخبار بھی معاہدے پر اظہار رائے کر رہے ہیں۔ قدرتی طور پر ان کی ہمدردیوں کا میلان روس کی طرف ہے۔ اخبار "جمہوریت" نے ایک طویل افتتاحیہ شائع کیا ہے جس میں لکھتا ہے:

"گزشتہ چند صدیوں سے خونی روس ہمارا سب سے بڑا اور خونخوار دشمن تھا۔ لیکن اس آخری معاہدے نے دشمنی کی تمام باتیں یک لخت بھلا دی ہیں۔ زار کی حکومت، جنگ عظیم کا سب سے بڑا سبب تھی۔ وہ ٹرکی کی لاش پر اپنی عمارت کھڑی کرنی چاہتی تھی۔ لیکن حریت کے طوفان نے اُسے ہمیشہ کے لئے کالعدم کر دیا اور انقلاب پرست نوجوان روس نمودار ہو گیا۔ اُس وقت ہم نے دیکھا کہ ہماری دوستی اور دیانت کا جھنڈا اُس کے کاندھوں پر لہرا رہا ہے!

"ترکوں کی تمنا تھی کہ بالشویک روس کامیاب ہو جائے۔ روس کی آرزو تھی کہ ترکی قوم فتحمند ہو جائے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف امداد کا ہاتھ بڑھایا۔ دشمن مشترک تھا۔ میدان جنگ میں دونوں بھائیوں نے معانقہ کیا اور تلوار کے زور سے اپنی آزادی قائم کر لی۔ یہ حقیقت ہے کہ روس نے عین وقت پر ٹرکی کو برباد ہونے سے بچا لیا۔

"اس صورت حال میں کون خیال کر سکتا ہے کہ ہم ان سرمایہ دار حاسد قوموں کی خاطر اپنے دوست سے بیوفائی کر سکیں گے؟ ترکی قوم کی نظر میں مادیت سے زیادہ اخلاق کا وزن ہے۔ ہم ہرگز بیوفائی کا دھبا اپنی پیشانی پر نہیں لگا سکتے"

صرف برطانیہ ہی نہیں بلکہ بلقان میں بھی اس معاہدہ کی وجہ سے کھلبلی پڑ گئی ہے۔ سب سے زیادہ پریشانی یونان کو ہے۔ ایتھنس کا نیم سرکاری اخبار "بتیا" لکھتا ہے:

"اس معاہدہ کو معمولی سمجھنا یا اُس سے غفلت برتنا سخت غلطی ہوگی۔ ترکی اور روس، دونوں کے ایشیائی مقبوضات سے زیادہ قریب اور باہم وابستہ رہنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مستقبل قریب میں اُن کا اتحاد عمل دنیا کی قسمت پر زبردست اثر ڈالنے والا ہے۔ خصوصاً عالم اسلامی کی قسمت ابھی تک اُن سے وابستہ ہے۔ مسلمانوں میں بالشویزم مقبول ہوتا جاتا ہے۔ مسلمان سمجھتے ہیں یورپ کی غلامی سے اُنھیں یہی قوت نجات دے سکتی ہے۔ ترکی کی دوستی، بالشویزم کے لئے بمنزلہ فتح کے ہے"

ترکی عورت اور حق انتخاب

موجودہ ترکی انقلاب کی تاثیر و قوت کا سب سے بڑا مظہر، ترکی عورت ہے۔ چند سال پہلے تک ترکی عورت کو ملک کی سیاسی، اجتماعی اور ادبی زندگی میں کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ اب سے ۱۰ برس پہلے تو وہ محض ایک بے حقیقت وجود تھی۔ اُسے تعلیم سے جبراً روکا جاتا تھا۔ سخت اور غیر شرعی پردے میں زبردستی رکھا جاتا تھا، اور اُس کے حقوق کے لئے کوئی شنوائی نہ تھی۔

لیکن اب کیا حالت ہے؟ اب حالت یہ ہے کہ شاذ و نادر ہی کوئی ترکی عورت گزشتہ زندگی اختیار کرنے پر راضی ہو سکتی ہے۔ بکثرت عورتیں تعلیم یافتہ ہیں۔ شاعر ہیں۔ انشاپرداز ہیں۔ مقرر ہیں۔ ڈاکٹر ہیں۔۔۔۔۔ لیکن ترکی عورت ابھی اسی پر قانع نہیں ہے۔ اب وہ ملکی پارلیمنٹ میں انتخاب کا حق بھی مانگتی ہے۔ اس تحریک کی لیڈر انجمن نسواں کی رئیس "نزیہہ محی الدین" خانم ہیں۔ انھوں نے پرسوں اپنا اعلان شائع کیا ہے اور حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ عورتوں کو بھی حق انتخاب دیا جائے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اُنھوں نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ آئندہ انتخابات کے موقع پر ترکی عورتیں صرف اُنھیں مرد امیدواروں کے لئے کوشش کریں گی، جو عورتوں کے اس حق کے حامی ہونگے!

ترکی قانون اساسی میں تصریح مذکور ہے کہ حق انتخاب صرف مردوں کے لئے ہے۔ ظاہر ہے قانون اساسی کی تبدیلی کے لئے پارلیمنٹ کی اکثریت کو رائے دینا چاہئے۔ عورتیں چاہتی ہیں کہ اس مرتبہ پارلیمنٹ میں اُن کے حامیوں کی اکثریت ہو جائے۔ تاکہ اُن کا مطالبہ پورا ہو سکے۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا سفر آستانہ

بیزنطینیہ، قسطنطنیہ، شہنشاہوں کا یہ عظیم شہر نہیں معلوم عظمت و جلال کے کتنے جلوے دیکھ چکا ہے! روم کی عظمت اُس نے دیکھی، قسطنطین کا جاہ و جلال اُس نے دیکھا، محمد فاتح کا دبدبہ اُس نے دیکھا۔۔۔ مگر وہ ہنوز نئے نئے جلوؤں کے لئے مضطرب ہے۔ موجودہ عہد کی ایک عظیم شخصیت کے انتظار میں ہے۔ یعنی غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے لئے چشم براہ ہے!

مدت سے قسطنطنیہ کی آرزو تھی کہ غازی ممدوح اُسے اپنی آمد سے مشرف کریں۔ غازی کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اس شہر میں اُن کا استقبال اتنا شاندار ہوگا، جتنا کبھی کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کا ہوا ہوگا۔ مگر اسپر بھی وہ اب تک نہیں گئے۔ حالانکہ اناطولیہ کے ایک ایک گاؤں کا بار بار دورہ کر چکے ہیں۔ یہ صرف اس لئے ہوا کہ موصوف نمود و نمائش پسند نہیں کرتے۔ وہ جاہ و جلال، شان و شوکت ناپسند کرتے ہیں۔ اناطولیہ اگرچہ ترکی سلطنت کی ریڑھ کی ہڈی ہے، مگر سابق سلاطین نے اُسے ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھا اور ترقی دینے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ موجودہ ترکی انقلاب کی تمام اُمیدیں اناطولیہ ہی سے وابستہ ہیں۔ اسی لئے غازی کمال پاشا اور ان کے رفقاء وہیں دورے کرتے رہے اور قومیت اور تمدن کی روح پھونکتے رہے۔ قسطنطنیہ کے متعلق معلوم ہے کہ وہ ترکی کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ شہر ہے۔ یہاں ترکی

اور رومیوں کے سنین مجمع صحابہ میں زیر بحث رہے، اور بعضوں نے ان کو اختیار کرنے کی رائے بھی دی، لیکن عام رجحان اسی طرف تھا کہ نیا سنہ مقرر کرنا چاہئیے۔

اس حقیقت پر بھی نظر رہے کہ سنہ کی ضرورت اور استعمال کی بڑی جگہ حساب کتاب کے دفاتر تھے، اور حضرت عمر نے بہ اتفاق صحابہ، دفاتر کے لئے وہی زبانیں اختیار کر لی تھیں جو پیشتر سے مفتوحہ ممالک میں رائج تھیں۔ ایران کے لئے فارسی، شام کے لئے سریانی، اور مصر کے لئے قبطی تھی (مسعودی و بلاذری) ظاہر ہے کہ جب دفاتر کے لئے ایران و شام کی زبانیں اختیار کر لی گئی تھیں، تو قدرتی طور پر سنہ بھی وہی اختیار کر لینا تھا جو ان ملکوں کے حساب کتاب میں رائج تھا، اور اس کے قواعد بندھے چلے آتے تھے۔ لیکن حضرت عمر اور صحابہ نے ایسا نہیں کیا۔ ایران اور روم و مصر کی زبانیں اختیار کر لیں، مگر سنہ اپنا قائم کرنا چاہا۔ غور کرنا چاہئیے، اس اجتناب کی علت کیا تھی؟

یہ علت تو قطعاً نہیں ہو سکتی کہ صحابۂ کرام محض قومی تعصب اور تنگ دلی کی بنا پر دوسری قوموں کی اچھی اور کار آمد باتوں سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ اولاً تو اس بارے میں خود اسلامی احکام کا یہ حال ہے کہ رکاوٹ کی جگہ صریح ترغیب دی گئی ہے۔ ثانیاً اس عہد کے بے شمار واقعات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کے تعصبات کو اس وقت کے مسلمانوں کی ذہنیت میں کوئی جگہ نہیں ملی تھی۔ وہ دنیا کے تمام علمی و تمدنی ذخیرہ کو خواہ کسی قوم اور ملک سے تعلق رکھتا ہو، اپنا قومی ورثہ سمجھتے تھے۔ خود اسی عہد میں حضرت عمر نے بے شمار معاملات میں غیر قوموں کے علمی اور تمدنی اصول معلوم کئے ہیں، اور ان میں جو باتیں کار آمد اور ضروری نظر آئی ہیں بلا تامل اختیار کر لی ہیں۔ جب کبھی کوئی ایسا معاملہ پیش آیا، وہ ایرانیوں، رومیوں، اور مصریوں کو بہ اصرار طلب کرتے اور ان سے مشورہ لیتے۔ دفاتر حکومت کی تقسیم، خراج و محصول کا تعین، اراضی کی پیمائش اور تشخیص، خزانہ کا قیام، حساب و کتاب کے اصول و قواعد، اور اسی طرح کے بہت سے معاملات ہیں جن میں ایرانی اور رومی قواعد کا تتبع کیا گیا۔ فقہ کا ایک اہم باب فرائض ہے۔ یعنے ورثہ کی تقسیم کے اصول و قواعد۔ چونکہ اس کا تعلق فن حساب سے ہے، اس لئے حضرت عمر نے چاہا، اس کے قواعد کی ترتیب و درستگی کے لئے ایک ماہر حساب سے مدد لی جائے۔ مورخین نے تصریح کی ہے کہ اس غرض سے ایک رومی کو مدینہ میں طلب کیا گیا تھا۔ طبری کے فرمان میں والی شام کو جو الفاظ لکھے تھے وہ یہ ہیں: "ابعث لنا بروحی یقیم لنا حساب فرائضنا" ایک رومی کو بھیجو تاکہ وہ ہمارے فرائض کا حساب استوار کردے۔ (صراط مستقیم حافظ ابن تیمیہ) جب حضرت عمر کو فرائض جیسے شرعی مسئلہ کے حساب میں ایک رومی عیسائی سے مدد لینا ناگوار نہ ہوا، تو ظاہر ہے کہ ایرانی یا رومی سنہ کے اختیار کر لینے میں قومی تعصب کیوں مانع ہوتا جس کا تعلق صرف حساب تاریخ سے ہے؟ پس یقیناً کوئی دوسری ہی علت ہونی چاہئیے جس کی وجہ سے انھوں نے ایرانی اور رومی سنین جیسے مدون و رائج سنہ چھوڑ دئیے، اور ایک نیا سنہ از سر نو قائم کیا۔

اصل یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم اور تربیت نے صحابۂ کرام کا دماغ جس سانچے میں ڈھال دیا تھا، وہ ایسا سانچا تھا جس میں کوئی دوسرے درجہ کا خیال سما ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ صرف اول درجہ کے خیالات کے لئے تھا۔ بہت ممکن ہے کہ دنیا کے تمدنی علوم و فنون کے رائج نہ ہونے کی وجہ سے وہ کوئی بات علمی طریقوں اور منظم لفظوں میں نہ ادا کر سکتے ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بسا اوقات وہ ایک بات کی علت اس شکل و صورت میں نہ دیکھتے ہوں جس شکل میں آج کل ہم دنیا دیکھ رہی ہے، لیکن ان کی طبیعت کی افتاد اور ذہنیت کی روش کچھ اس طرح کی بن گئی تھی کہ جب کبھی کسی معاملہ پر سوچ بچار کرتے تھے تو خواہ علت و موجب سمجھ سکیں یا نہ سمجھ سکیں، لیکن دماغ جاتا اسی طرف تھا جو علم و حکمت کے بہتر سے بہتر اور بلند سے بلند پہلو ہو سکتے ہیں۔ یہی معنی ہیں انبیائے کرام کے مقام "تزکیہ" کے کہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ (۲:۱۲۹) یعنی دل و دماغ کی اس طرح تربیت کر دی جاتی ہے کہ ایک موزوں اور مستقیم سانچا ڈھل جاتا ہے۔ اب جب کبھی کوئی ٹیڑھی چیز اس میں رکھی جائے گی، وہ قبول ہی نہیں کرے گا۔ صرف سیدھی اور موزوں چیزیں ہی اس میں سما سکتی ہیں!

اسلام کی تربیت نے صحابہ کے دل و دماغ میں قومی شرف و خودداری کی روح پھونک دی تھی۔ قومی زندگی کی بنیادیں جن اینٹوں پر استوار ہوتی ہیں، ان میں سے ایک ایک اینٹ کے لئے ان کے اندر پہچان اور لگاؤ تھا۔ اگرچہ وہ لفظوں اور تعبیروں میں انہیں بیان نہ کر سکیں۔ جب حضرت عمر نے سنہ اور تاریخ کی ضرورت محسوس کی، تو اگرچہ متمدن اقوام کے سنین رائج و مستعمل تھے، لیکن ان کی طبیعت ان کی طرف مائل نہ ہو سکی۔ اس لئے کہ ایسا کرنا نہ صرف قومی شرف و خودداری کے خلاف تھا، بلکہ قومی زندگی کی بنیادی اینٹوں میں سے ایک اینٹ کھو دینی تھی۔

قومی زندگی کی بنیادی مقومات میں سے ایک نہایت اہم چیز سنہ اور تاریخ ہے۔ جو قوم اپنا قومی سنہ نہیں رکھتی، وہ گویا اپنی بنیاد کی ایک اینٹ نہیں رکھتی۔ قوم کا سنہ اس کی پیدائش اور ظہور کی تاریخ ہوتا ہے۔ یہ اس کی قومی زندگی کی روایات قائم رکھتا اور صحیفۂ عالم پر اس کے اقبال و عروج کا عنوان ثبت کرتا ہے۔ یہ قومی زندگی کے ظہور و عروج کی ایک جاری و قائم یادگار ہے۔ ہر طرح کی یادگاریں مٹ جا سکتی ہیں لیکن یہ نہیں مٹ سکتی۔ کیونکہ سورج کے طلوع و غروب اور چاند کی غیر متغیر گردش سے اس کا دامن بندھ جاتا ہے، اور دنیا کی عمر کے ساتھ ساتھ اس کی عمر بھی بڑھتی رہتی ہے۔ آج آگسٹس، بکرماجیت، جلال الدین ملک شاہ، اور اکبر اعظم کے نام ان کے سنین کے اندر ہر روز ہمارے سامنے آتے ہیں، اور ہمارا حافظہ ان سے گردن نہیں موڑ سکتا!

ممکن نہ تھا کہ قومی زندگی کا ایک ایسا اہم معاملہ حضرت عمر اور صحابہ کے سامنے آتا اور ان کا دماغ غلط فیصلہ کرتا۔ اگر ایسا ہوتا تو اسلام کی دماغی تربیت غلط ہو جاتی۔ کچھ ضروری نہیں کہ انھوں نے اپنے اس احساس کی کوئی توجیہ و تعلیل بھی کی ہو۔ نتائج تعبیر اور تعلیل سے نہیں بلکہ فعل و عمل سے پیدا ہوتے ہیں۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ وہ اپنے اندر اس کے خلاف میلان پیدا نہ کر سکے۔ وہ باوجود غیر قوموں کی ہر طرح کی علمی و تمدنی چیزیں قبول کر لینے کے ان کا سنہ قبول نہ کر سکے۔ خود بخود ان کی طبیعت کا فیصلہ یہی ہوا کہ قومی سنہ سب سے الگ، اور ایسا ہونا چاہئیے جس کی بنیاد اپنی تاریخ کے کسی قومی واقعہ پر ہو۔ انھوں نے اپنے دفتروں کے لئے ایرانیوں اور رومیوں کی زبان لے لی، ان کے حساب کتاب کے قواعد قبول کر لئے، ان کے حساب کی مصطلحات اور اشارات سے بھی انکار نہیں کیا، لیکن سنہ اور تاریخ لینے پر آمادہ نہ ہو سکے۔ یہ قومی زندگی کی بنیادی اینٹوں میں سے ایک اینٹ تھی، اور اس کو ضروری تھا کہ اپنی ہی ہو اور اپنے ہی ہاتھ سے رکھی جائے۔ انھوں نے ایسا ہی کیا، اور اسلام نے جو ذہنیت ان کی پیدا کر دی تھی اس سے یہی کرنا تھا!

متاخرین کی تعلیل و توجیہ

افسوس ہے کہ صدر اول کے مسلمانوں کی تاریخ کا چہرہ، متاخرین کی نقاشیوں سے اپنے اصلی خال و خط کھو چکا ہے۔ ہر عہد کا مورخ در اصل اسی عہد کی دماغی آب و ہوا کا مخلوق ہوتا ہے، اس لئے سلف کے واقعات کی تصویر کھینچتے ہوئے اسی رنگ و روغن سے کام لیتا ہے جو اس کے عہد کی آب و ہوا مہیا کر سکتی ہے۔ اسلام کی حقیقی اجتماعی زندگی کا اصلی دور صحابۂ کرام کے عہد پر ختم ہو گیا، اور اس کے بعد جوں جوں زمانہ گزرتا گیا، اس دور کی معنوی خصوصیات مفقود ہوتی گئیں۔ متاخرین اہل نظر و قلم کا زمانہ آیا تو یہ وہ وقت تھا، جب صدر اول کی دماغی آب و ہوا کی جگہ بالکل ایک مختلف قسم کی فضا نشو و نما پا چکی تھی۔ اس لئے ان مصنفوں نے جب اس عہد کے حالات پر قلم اٹھایا، تو بجائے اس کے کہ اس عہد کا ذوق و مزاج پیدا کر کے اس کا مطالعہ کرتے اپنے عہد کے پیدا شدہ ذوق کے رنگ میں اس کی ہر بات رنگ ڈالی۔ تاریخ ہی پر موقوف نہیں ہے۔ ہر گوشہ تک اس معاملہ کے اثرات پہنچے حتی کہ فقہ و احکام تک کا گوشہ اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اگر عہد صحابہ سے لیکر آخری عہد تدوین کتب تک کی کتابیں مسلسل موجود ہوتیں اور صدیوں کی ترتیب کے ساتھ ان پر نظر ڈالی جا سکتی، تو صاف نظر آجاتا کہ صدر اول کے واقعات و معاملات بعد کے ہر عہد میں نئے نئے لباس بدلتے آئے ہیں، اور ان کی تعبیر و الفاظ کی جزئیات میں ہر عہد کی ذہنی خصوصیات کا پرتو موجود ہے۔ مثلاً اگر تیرہ صدیوں کی تیرہ مسلسل تاریخیں موجود ہوتیں، تو تم انگلی رکھ کر بتلا سکتے کہ صدر اول کے ایک ہی واقعہ نے اپنی جزئیات و صورت میں کس طرح تیرہ مختلف لباس پہن لئے ہیں؟

بطور مثال کے اسی واقعہ پر نظر ڈالی جائے۔ امام شعبی کی روایت میں صاف موجود ہے "ولم یحب التاریخات القدیمۃ" یعنے حضرت عمر ایک تاریخ کے تعین کی ضرورت محسوس کر رہے تھے، مگر پسند نہیں کرتے تھے کہ قدیم تاریخیں اختیار کریں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ کسی دوسری قوم کی تاریخ کا اختیار کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اور یہ معاملہ ان کی نظر میں ایسا تھا جس کے لئے ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی ایک قومی تاریخ قرار دی جائے لیکن بعد کے مورخین نے اپنے ذوق و میلان طبع کے مطابق اس کی توجیہیں شروع کر دیں۔ واقعہ کی اصلی علت پر تو نظر نہیں گئی، نئے نئے معنی پہنانے لگے۔ میں یہاں صرف دو عہدوں کی دو مختلف نظروں کا ذکر کروں گا۔

علامہ مقریزی نے نویں صدی ہجری کے اوائل میں اپنی بے نظیر تاریخ مصر لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں حضرت عمر اور صحابہ نے ایرانی اور رومی تاریخ پسند نہیں کی، کیونکہ دونوں کے حساب میں کبیسہ تھا۔ (یعنی دورۂ ارضی کی کسر پوری کرنے کے لئے چند سالوں کے بعد مہینوں کے دنوں میں کمی بیشی۔ جس طرح کہ تقویم گریگوری میں ہر چوتھے سال ایک دن کی کمی کر دی گئی ہے) چونکہ اسلام نے "نسئی" سے روکا تھا، اور کبیسہ پر "نسئی" کا شبہ ہو سکتا تھا، اس لئے مناسب نہ تھا کہ ایسا طریقہ اختیار کیا جاتا۔ مورخ موصوف کو یہ دور از کار دقیقہ سنجی اس لئے کرنی پڑی کہ قومی تقویم کی ضرورت و اہمیت کے لئے ان کے ذہن میں کوئی جگہ نہ تھی، اور چونکہ اور کوئی معقول تعلیل سمجھ میں نہیں آئی اس لئے ناچار "نسئی" کی شرعی ممانعت کی وادی میں پہنچ گئے۔ حالانکہ کسی اعتبار سے بھی یہ تعلیل لائق اعتنا نہیں کہا جا سکتا!

تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ظاہری فتحمندیوں کے اعلان کا وقت آیا تھا، تو اُسوقت اسی معنوی فتحمندی کی یاد لوگوں کو دلائی گئی تھی: ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروہا وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ وکلمۃ اللہ ہی العلیا واللہ عزیز حکیم (۹: ۴۰)

تذکارِ محرم

اسی ہجری سنہ کے ساٹھویں برس کربلا کا حادثہ ظہور میں آیا۔ یہ حادثہ اسدرجہ المناک اور درد انگیز تھا، اور اُس کے سیاسی اثرات اس درجہ قوی اور وسیع تھے، کہ جوں جوں وقت گزرتا گیا، اُس کی یاد ایک ماتمی یادگار کی حیثیت اختیار کرتی گئی۔ یہاں تک کہ محرم کے درود کی تمام یادآوریاں صرف اسی حادثہ کے تذکرہ و ماتم میں محدود ہوگئیں اور دوسرے تمام پہلو یک قلم فراموش کر دیئے گئے۔ اس میں شک نہیں کہ حادثۂ کربلا کی المناکیاں اور عبرت انگیزیاں ناقابلِ فراموش ہیں۔ لیکن ہمارے جمعیتی ذہن و فکر کی یہ بہت بڑی غفلت ہوگی اگر اس حادثہ کے استغراق میں تذکرۂ واعتبار کے دوسرے پہلو فراموش کر دیئے جائیں۔ یہ سنہ ہجری کے ساٹھویں برس کے ایک واقعہ کی یاد ہے لیکن خود سنہ ہجری کے پہلے برس کے تذکار سے کیوں چشم بصیرت بند کر لی جائے؟

سنہ ہجری کی ابتدا

اسلام کے ظہور سے پہلے دنیا کی متمدن قوموں میں متعدد سنہ جاری تھے۔ زیادہ مشہور یہودی، رومی اور ایرانی سنین تھے۔ عرب جاہلیت کی اندرونی زندگی اس قدر متمدن نہیں تھی کہ حساب کتاب کی کسی وسیع پیمانے پر ضرورت ہوتی۔ اوقات و مواسم کی حفاظت اور یادداشت کے لئے ملک کا کوئی مشہور واقعہ لے لیتے اور اسی سے وقت کا حساب لگا لیتے۔ منجملہ سنین جاہلیت کے عام الفیل تھا۔ یعنی شاہ حبش کے حجاز پر حملہ کرنے کا سال۔ عرصہ تک یہی واقعہ عرب کے حساب و کتاب میں بطور سنہ کے مستعمل رہا۔ ظہورِ اسلام کے بعد یہ اہمیت خود عہدِ اسلام کے واقعات نے لے لی۔ صحابۂ کرام کا قاعدہ تھا کہ عہدِ اسلامی کے واقعات میں سے کوئی ایک اہم واقعہ لے لیتے اور اسی سے حساب نکالتے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد ہی سورۂ حج کی وہ آیت نازل ہوئی تھی جس میں قتال کی اجازت دی گئی تھی: اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا، وان اللہ علی نصرہم لقدیر (۲۲: ۴۰) اس لئے کچھ دنوں تک یہی واقعہ بطور ایک سنہ کے مستعمل رہا۔ لوگ اسے "سنہ اذن" سے تعبیر کرتے اور یہ تعبیر وقت کے ایک خاص عدد کی طرح یادداشت کا کام دیتی۔ اسی طرح سورۂ برأۃ کے نزول کے بعد "سنہ برأۃ" کا بول چال میں رواج رہا۔ عہدِ نبوی کا آخری سنہ، سنۃ الوداع تھا۔ یعنے آنحضرت (صلعم) کے آخری حج کا واقعہ جو "حجۃ الوداع" کے نام سے مشہور ہوگیا تھا اور ہجرت کے دسویں سال پیش آیا تھا۔ بعض روایات سے اس طرح کے متعدد سنوں کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً سنۃ التمحیص، سنۃ الترفئہ، سنۃ الزلزال، سنۃ الاستئناس۔ بیرونی نے آثار الباقیہ میں اس طرح کے دس سنوں کا ذکر کیا ہے۔

آنحضرت (صلعم) کے وفات کے بعد کچھ عرصہ تک یہی حالت جاری رہی۔ لیکن حضرت عمر (رض) کی خلافت کا عہد شروع ہوا تو ممالکِ مفتوحہ کی وسعت اور دفاترِ حکومت کے قیام سے حساب کتاب کے معاملات زیادہ وسیع ہوگئے، اور ضرورت پیش آئی کہ سرکاری طور پر کوئی ایک سنہ قرار دیدیا جائے۔ چنانچہ اس معاملہ پر غور کیا گیا۔ اور سنہ ہجری کا تقرر عمل میں آیا۔ اُسوقت تک واقعۂ ہجرت پر سترہ برس گزر چکے تھے۔

ضرورت کا احساس اور صحابہ کا مشورہ

سنہ ہجری کا تقرر کیونکر عمل میں آیا؟ کیوں حضرت عمر (رض) اور تمام صحابہ کا ذہن اس طرف گیا کہ اسلامی سنہ کی ابتدا واقعۂ ہجرت سے کی جائے؟ یہ تاریخِ اسلام کا ایک ضروری اور نتیجہ خیز بحث تھا، لیکن افسوس ہے کہ اسوقت تک تعارف و ذکر سے محروم رہا۔

اس بارے میں متعدد روایتیں منقول ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور روایت میمون بن مہران کی ہے جسے تمام مورخین نے نقل کیا ہے۔ مثلاً

رفع الی عمر بن الخطاب صک محلہ شعبان فقال ای شعبان ہو؟ أشعبان الذی نحن فیہ، او الآتی؟ ثم جمع وجوہ الصحابۃ فقال ان الاموال قد کثرت وما قسمنا منہا غیر موقت فکیف التوصل الی ما یضبط بہ ذلک؟ فقالوا یجب ان یعرف ذلک من رسوم الفرس۔ فعند ہا استحضر عمر الہرمزان وسألہ عن ذلک، فقال ان لنا حسابا نسمیہ "ماہ روز" فعربوا الکلمۃ وقالوا "مورخ" ثم طلبوا وقتا یجعلونہ اول التاریخ دولۃ الاسلام، فاتفقوا علی ان یکون المبدء من سنۃ الہجرۃ (تاریخ کبیر ذہبی - وتاریخ مصر مقریزی)

"ایک مرتبہ ایک کاغذ حضرت عمر کے سامنے پیش کیا گیا جس میں شعبان کا مہینہ درج تھا۔ حضرت عمر نے کہا شعبان سے مقصود کونسا شعبان ہے؟ اس برس کا، یا آئندہ برس کا؟ پھر آپنے سربرآوردہ صحابہ کو جمع کیا اور ان سے کہا: آپ حکومت کے مالی وسائل بہت زیادہ وسیع ہوگئے ہیں، اور جو کچھ ہم تقسیم کرتے ہیں وہ ایک ہی وقت میں ختم نہیں ہوجاتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ حساب و کتاب کے لئے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ اوقات ٹھیک طور پر منضبط ہوسکیں۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ ایرانیوں سے مشورہ کرنا چاہیئے۔ اُنکے یہاں اس کے طریقے کیا تھے؟ چنانچہ حضرت عمر نے ہرمزان کو بلایا۔ اُسنے کہا ہمارے یہاں ایک حساب موجود ہے جسے "ماہ روزہ" کہتے ہیں۔ اسی "ماہ روز" کو عربی میں "مورخ" بنا لیا گیا۔ پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ اسلامی حکومت کی تاریخ کے لئے جو سنہ اختیار کیا جائے، اُس کی ابتدا کب سے ہو؟ سب نے اتفاق کیا کہ ہجرت کے برس سے کیجائے۔ چنانچہ ہجری سنہ قرار پایا۔"

ابن حبان نے قرہ بن خالد سے ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے۔ اسمیں ایک دوسرے واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ

کان عند عمر عامل جاء من الیمن فقال لعمر أما تؤرخون تکتبون فی سنۃ کذا وکذا من شہر کذا وکذا؟ فاراد عمر والناس ان یکتبوا من مبعث رسول اللہ صلعم ثم قالوا من عند وفاتہ، ثم ارادوا ان یکون ذلک من الہجرۃ (تاریخ کبیر ذہبی ومقریزی جلد ۲)

"حضرت عمر کے پاس یمن سے ایک عامل آیا تھا۔ اسنے کہا لکھنے پڑھنے میں آپ لوگ تاریخ نہیں لکھتے۔ اس طرح کہ فلاں بات فلاں سنہ میں اور سنہ کے فلاں مہینے میں ہوئی؟ اسپر حضرت عمر اور لوگوں کو اس معاملہ کا خیال ہوا۔ پہلے انھوں نے ارادہ کیا کہ آنحضرت کے مبعوث ہونے کے وقت سے سنہ کا حساب شروع کریں۔ پھر خیال ہوا کہ آپ کی وفات سے شروع کیا جائے۔ لیکن آخر میں یہ رائے قرار پائی کہ ہجرت سے سنہ کا تقرر ہو۔"

ان روایات کی مزید تشریح امام شعبی کی روایت سے ہوتی ہے جو طبری نے نقل کی ہے۔ خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ

ان ابا موسیٰ الاشعری کتب الی عمر انہ تأتینا منک کتب لیس لہا تاریخ وقد کان عمر دون الدواوین ووضع الخراج ورتب الامور وکان یحب التاریخ فیما یتعلق بالمعاملات، وقد یحتاج الی التاریخ ولم یحب التاریخات القدیمۃ واستشار الناس فاتفقوا علی ان یکون المبدأ من الہجرۃ (ریاض النضرۃ)

"ابو موسیٰ اشعری نے حضرت عمر کو لکھا کہ آپکی جانب سے ہمارے نام خطوط آتے ہیں مگر ان پر کوئی تاریخ نہیں ہوتی۔ اور یہ وقت وہ تھا کہ حضرت عمر نے حکومت کے مختلف دفاتر قائم کردیئے تھے اور خراج کے اصول و قواعد طے پا گئے تھے، اور اس لئے محسوس کر رہے تھے کہ ضبطِ اوقات کے لئے ایک خاص تاریخ قرار پا جائے۔ پرانی تاریخیں موجود تھیں لیکن وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ انھیں اختیار کریں۔ ابو موسیٰ اشعری نے لکھا تو انہیں زیادہ توجہ ہوگئی۔ صحابہ کو جمع کرکے مشورہ کیا۔ مشورہ میں سب کی رائے یہی قرار پائی کہ ہجرت کا واقعہ بنیاد ٹھرا کر سنہ ہجری اختیار کیا جائے۔"

ابو ہلال عسکری نے الاوائل میں اور مقریزی نے تاریخ میں حضرت سعید بن المسیب سے نقل کیا ہے کہ واقعۂ ہجرت سے سنہ شروع کرنے کی رائے حضرت علی علیہ السلام نے دی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ

جمع عمر الناس فسألہم من ای یوم یکتب التاریخ؟ فقال علی بن ابی طالب من یوم ہاجر رسول اللہ صلعم وترک مکۃ ففعلہ عمر (کتاب الاوائل قلمی - مقریزی طبع ثانی جلد ۲ صفحہ ۵۶)

"جب حضرت عمر نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ کس دن سے تاریخ کا حساب شروع کیا جائے؟ تو حضرت علی نے فرمایا۔ اس دن سے جس دن آں حضرت نے ہجرت کی اور مکہ سے مدینہ آئے۔"

یعقوبی نے بھی اسے منجملہ اُن امور کے قرار دیا ہے جو حضرت علی کی رائے سے انجام پائے۔ سنہ ۱۶ کے واقعات میں لکھتا ہے:

وفیہا ارخ عمر الکتب واراد ان یکتب التاریخ منذ مولد رسول اللہ ثم قال من المبعث، فاشار علیہ علی بن ابی طالب ان یکتبہ من الہجرۃ، فکتبہ من الہجرۃ (جلد ۲: ۱۶۶)

"اسی زمانہ میں حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ ضبطِ کتابت کے لئے ایک تاریخ قرار دے دی جائے۔ پہلے اُنھیں خیال ہوا آنحضرت کی ولادت سے شروع کریں پھر خیال کیا آپ کی بعثت کے واقعہ سے ابتدا کی جائے۔ لیکن حضرت علی نے رائے دی کہ ہجرت سے شروع کرنا چاہیئے۔"

قومی سنہ کی ضرورت و اہمیت

ان روایات کے مطالعہ کے بعد ضروری ہے کہ بعض امور پر غور کیا جائے:

سب سے پہلی بات جو سامنے آتی ہے، یہ ہے کہ حضرت عمر اور صحابہ نے یہ ضرورت کیوں محسوس کی کہ ایک نیا سنہ قرار دیا جائے؟ امام شعبی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر تاریخ کے تعین و تقرر کی ضرورت محسوس کر رہے تھے لیکن پسند نہیں کرتے تھے کہ دوسری قوموں کی تاریخ اختیار کریں۔ پہلی روایت میں جس ہرمزان کو بلانے اور مشورہ کرنے کا ذکر ہے، یہ خوزستان کا بادشاہ تھا اور مسلمان ہوکر مدینہ میں مقیم ہوگیا تھا۔ حضرت عمر کی مجالس شوریٰ میں اس کا بار بار ذکر آتا ہے۔ (بلاذری وطبری وغیرہما) بیرونی لکھتا ہے کہ جب حضرت عمر نے اس سے مشورہ کیا تو اُسنے نہ صرف ایرانیوں کا طریقہ ہی بتلایا بلکہ رومیوں کے طریقہ کی بھی تشریح کی۔ ایرانیوں کے یہاں کا آخری سنہ یزدگرد کا سنہ تھا، اور رومیوں کا مشہور سنہ سکندر کی پیدائش سے شروع ہوتا تھا۔ بعض صحابہ کو خیال ہوا انہی دونوں میں سے کوئی سنہ اختیار کر لیا جائے، لیکن حضرت عمر اور اور لوگ اس سے متفق نہ ہوئے (۱)۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایرانیوں

---

(۱) بیرونی نے یہ تفصیل میمون بن مہران کی روایت کے سلسلہ ہی میں کی ہے اور اُسکے الفاظ روایت مصدرہ بالا سے مختلف ہیں۔ چونکہ اُسنے کوئی تخریج نہیں کی تھی اس لئے حسبِ اصول ابن ہشام ہم نے صرف اسی استدلال پر...

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی۔ اس نے ملک کے سیاسی، علمی، ادبی اور دینی افکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے، قریب ہے کہ مستقبل ہند کا مورخ ان پر بحث کریگا اور ان کے اندر وہ عناصر و مبادیات ڈھونڈھیگا جن سے ہندوستان کی سنہ ۱۹۱۹ کے بعد کی اجتماعی ذہنیت ظہور پذیر ہوئی۔

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا، لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا، اس لئے اس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعہ تھا۔ اس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب، مذہب، سیاسیات، ادبیات، علوم و فنون، اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے۔ اور اس کا ہر باب اپنی مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا۔ پھر اس کی ظاہری خوبیاں اردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں۔ اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا، جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوگئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں۔ اس کی جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمی، مذہبی، سیاسی، اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں۔ ان کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اس کی تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیہ میں خرید کیا۔ اور حال میں ایک صاحب نے اس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے۔ جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں۔ پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا، ہم نے کوشش کی کہ شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جاسکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے۔

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سیٹوں کی جلدیں پوری مکمل ہوگئی ہیں۔ ہم اس اعلان کے ذریعہ شایقین علم و ادب کو آخری موقعہ دیتے ہیں کہ اس قیمتی ذخیرہ سے حاصل کرنے میں جلدی کریں، چونکہ جلدوں کی اب بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف انہیں درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی۔ ہر جلد مجلد ہے اور اس میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف ابجی لگادی گئی ہے۔

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ — الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " " چہارم ۱۰ روپیہ — " " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے۔ *قیمت فی پرچہ ۸ آنہ۔* محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ہے۔

منیجر *"البلاغ پریس"*

اول تو یہ اُن روایات کے خلاف ہے جو اوپر گزر چکیں، کیونکہ اُن میں تمام قدیم تقویموں کی ناپسندیدگی کا ذکر ہے۔ نہ کہ کسی خاص تقویم کا۔ ثانیاً "نسی" معطلہ جاہلیہ اور کبیسہ معطلہ حساب قطعاً دو مختلف چیزیں ہیں۔ جس "نسی" کو اسلام نے روکا اور قرآن نے کفر کی زیادتی سے تعبیر کیا، وہ یقیناً قمری مہینوں کی اصلی ترتیب کو اِس طرح درہم برہم کر دیتا تھا کہ کبھی شعبان، محرم بن جاتا تھا، اور کبھی رمضان ذوالحجہ قرار پا جاتا تھا۔ اور جس کا نتیجہ یہ تھا کہ اعمال وطاعات کے معین اوقات الٹ پلٹ ہو جاتے تھے اور اُن کے تقرر وتعین کی اہمیت ومصلحت باقی نہیں رہتی تھی۔ لیکن کبیسہ بالکل ایک دوسری چیز ہے۔ اُس کا مقصد دوسرا ہے، اور اُس کے اجزاء کے نتائج دوسرے ہیں۔ اُس کا کوئی اثر اِس طرح کا مرتب نہیں ہوتا۔ وہ محض اِس لئے ہے کہ سال بھر کے تین سو ساٹھ دن قرار دے دینے کے بعد جو کسر رہ جاتی ہو اُسے کچھ عرصے کے بعد پورا کر دیا جائے تاکہ زیادہ مدت گزرنے کے بعد مہینوں اور برسوں کا فرق نہ ہو جائے۔ پس کسی طرح بھی یہ بات تسلیم نہیں کی جا سکتی کہ حضرت عمر اور اکابر صحابہ "نسی" کی حقیقت سے اِس درجہ بے خبر تھے کہ تقویم کے کبیسہ کو بھی "نسی" سمجھ لیتے، یا اُنھیں کبیسہ پر "نسی" کا شبہ ہو سکتا۔

یہ نویں صدی کی ابتدا تھی۔ لیکن سو برس کے بعد یعنی دسویں صدی کے اوائل میں یہی واقعہ ایک دوسرا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ حافظ جلال الدین سیوطی سے تقویم وسنین کے متعلق ایک سوال کیا گیا تھا۔ اُس کے جواب میں انھوں نے ایک رسالہ لکھا ہے۔ اُس میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر اور صحابۂ کرام نے رومی اور ایرانی سنہ اختیار کرنے سے اِس لئے اجتناب کیا کہ یہ عیسائیوں اور مجوسیوں کا سنہ تھا اور اسلام نے اُنھیں روک دیا تھا کہ کفار کا طور طریقہ اختیار کر کے اُس کے رواج وقبولیت کا باعث نہ ہوں۔ اب غور کرو۔ بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی؟ کجا کفار کے طور طریقہ سے اجتناب کا معاملہ، اور کجا یہ معاملہ جو حساب وکتاب کے ایک علمی اصول وقواعد کا معاملہ ہے! حافظ موصوف نے یہ تعلیل کرتے ہوئے خلفائے راشدین کی آدھی تاریخ فراموش کر دی۔ اگر اِس قسم کے معاملات میں غیر قوموں سے اخذ واستفادہ جائز نہ ہوتا، تو حضرت عمر بے شمار معاملات میں ایران وروم کے قدیم انتظامات اور تمدنی طریقوں سے فائدہ اٹھانا کیوں جائز رکھتے؟ یہ صحیح ہے کہ صحابۂ کرام کو غیر قوموں کی بہت سی باتوں سے اجتناب تھا۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی باتوں کو روکا اور عدم اتباع وتشبہ پر زور دیا، مگر وہ باتیں دوسری ہیں، اُن کا محل دوسرا ہے، مقصد دوسرا ہے، اور اثرات دوسرے ہیں۔ اِس معاملے سے اُسے کیا تعلق؟

واقعۂ ہجرت کا اختصاص

اِس جملۂ معترضہ نے بہت طول کھینچا۔ بہرحال اِس معاملے میں پہلی بات جو قابل غور تھی، وہ قومی سنہ کا تقرر اور اُس کی اہمیت کا احساس تھا۔ بغیر کسی متعصبانہ توجیہ کے اختیار کئے، یہ بات سامنے آ جاتی ہے کہ حضرت عمر اور اکابر صحابہ کی اِس پہلو پر نظر تھی۔ وہ محسوس کرتے تھے کہ قومی زندگی کی تقویم کے لئے قومی سنہ ضروری ہے، اور اِس لئے چاہئے کہ یہ باہر سے نہ لیا جائے، اندر ہی طیار کیا جائے۔

اِس کے بعد دوسرا اہم نقطۂ نظر، واقعۂ ہجرت کا اختصاص ہے۔ اِس پہلو پر بھی غور کرنا چاہئے کہ سنہ کی ابتدا قرار دینے کے لئے جس قدر بھی مناسب چیزیں ہو سکتی تھیں، اُن میں سے کسی چیز کی طرف اُن کی نگاہ نہیں گئی۔ ہجرت نبوی کا واقعہ جو تاریخ اسلام کی بے سروسامانی اور فکر وضعف کی یادگار کرتا تھا

اختیار کیا گیا، یہ آخر اِس کی علت کیا تھی؟

بہتر ہے کہ یہ بحث آئندہ مجلس پر ملتوی رکھا جائے۔ اب کی مجلس مقصد سے زیادہ طولانی ہو چکی ہے۔ ممکن ہے کہ ایک ہی نشست کی اتنی طوالت بعض اصحاب کے پر شاق گزر رہی ہو۔

ہوائے الاسکا کی پیمائش

سائنٹفک امریکن میں الاسکا (شمالی امریکہ) کی پیمائش بذریعۂ طیارات پر ایک نہایت دلچسپ مضمون نکلا ہے۔ مقالہ نگار لکھتا ہے کہ معین طیاروں کے ذریعہ سے ایک سرکاری مہم نے الاسکا کے جنگلوں پہاڑوں اور جھیلوں کی صرف پندرہ دنوں میں اتنی پیمائش کر لی جو عام پیمائش کے ذریعہ پندرہ برس میں بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ اِس مہم نے ایسے ایسے مقامات کی تصویریں لیں جہاں اب تک انسان کا گذر نہیں ہوا تھا اور جو بیش قیمت جنگلوں اور جھیلوں سے بھرے ہیں۔ اِس ۴۰ ہزار میل کی پیمائش کی مہم میں دس ہزار میل صرف پندرہ دنوں میں ناپ لئے گئے اور طیاروں نے دس ہزار فٹ کی بلندی سے ایسے صحیح اور صاف فوٹو کھینچ لئے کہ جنگلوں کے درخت بھی گن لئے جا سکتے ہیں۔

فرانس کا جنگی نظام

سنچری کا رجسٹر میں مسٹر ڈیوڈ لاک کا ایک مضمون متذکرۂ عنوان پر شائع ہوا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"فرانس نے گذشتہ جنگ کے بعد پہلا سلسلہ جو پیش نظر رکھا وہ اپنی فوج کی ترتیب وتنظیم ہے۔ اب یہ نظم قریب تکمیل کے ہے ۱۹۲۸ء میں پارلیمنٹ اس پر فیصلہ صادر کرے گی۔ فرانس کا مقصد یہ ہے کہ ساری فرانسیسی قوم جنگ کے لئے ہر دم تیار رہے۔ جس وقت جنگ کا موقع آ جائے تو تیاری میں وقت ضائع نہ ہو۔ یہ پوری مشین جو امن کے زمانہ میں تیار رکھی ہوتی فوراً چلنے لگے۔"

کیا بحالت موجودہ دنیا امن وسکون کا وہم وگمان بھی کر سکتی ہے؟ یہ فرانس ہے۔ یعنی مجلس اقوام کا، برطانیہ کے بعد دوسرا پیامبر امن!!

جدہ میں عربی بنک

سلطان ابن سعود نے امیر حبیب فلاح کو اِس بات کی اجازت دے دی ہے کہ جدہ میں ایک عربی بنک قائم کیا جائے جس کی شاخیں پورٹ سعید، سویز، اور قاہرہ میں ہوں گی۔ اِس بنک کا خاص مقصد یہ ہے کہ حجاج کے لئے سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔

ترکی خواتین کا لباس

ترکی انجمن نسواں نے ترکی خواتین کے لئے ایک نیا لباس تجویز کیا ہے۔ چونکہ موجودہ لباس جو ترکی خواتین استعمال کر رہی تھیں یا تو یورپین عورتوں کا سا لباس تھا، جس پر بے اندازہ روپیہ صرف ہوتا تھا، اِس لئے نئے لباس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ لباس سادگی اور خوبصورتی، دونوں پہلوؤں سے بہتر ہوگا۔

فہرست

آئندہ سے فہرست پہلے صفحہ کی جگہ یہاں آخری صفحہ پر درج ہوا کرے گی

الہلال

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

Printed and Published by

Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta.

Editor—Maulana Abul-Kalam Azad.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ٦ — کلکتہ : جمعہ ٢٢ - محرم ١٣٤٦ هجری — جلد ١

Calcutta : Friday, 22, July 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

ضروری هی که هم اسکا اب فیصله کرلین

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی -

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای - پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی -

هندی اور هندوستان کی تمام زبانون نی، نیز عربی، فارسی، ترکی، تینون سامی زبانون کی حروف کی چھپائی اختیار کر لی هی اور انکی طباعة یورپ کی طباعة کا مقابلہ کر رهی هی - کیون اردو زبان بھی ایسا نہ کری جو اسی رسم الخط مین لکھی جاتی هی ؟

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین، وہ هین جن مین الهلال چھپتا هی -

اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ هی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی هین - آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین - لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین -

همارى راى مین بہترین حروف یہی هین - اگر فارسی اور ترکی کیلیي یہ نا موزون نہین تو اردو کیلیي کیون نا موزون هون ؟

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیي - یاد رکھیي - طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیي سب سی زیادہ اهم مسئلہ هی - ضروری هی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین -

الهلال

آثار عتیقہ

ازمنۂ وسطی میں عربی طبابۃ

عربی طبابۃ اور اطباء یورپہ میں

روم کے کتب خانہ ویٹیکن کے بعض مشرقي آثار

دنیا کے اکثر علوم وفنوں کي طرح فن طب نے بھي عربي تمدن کے ھاتھوں نشوؤ نما حاصل کي ھے - قدیم متمدن اقوام نے دیگر علوم کي طرح اسے بھي پیدا کیا ' مدون کیا ' اور اس درجہ تک پہنچاکر چھوڑ دیا جو ایک عمارت کي نا تمام در و دیوار کا ابتدائي درجہ ھوتا ھے - چھٹي صدي عیسوي میں اسلام نے ظہور کیا اور ریگستان عرب میں انسانوں کي ایک جماعت طیار کر کے مشرق و مغرب میں پھیلادي - یہ آئي ' اور اس نے علم و تمدن کے ھرگوشے پر نظر ڈالي - بنیادیں ھر جگہ تھیں ' اور دیواریں بھي اکثر جگھوں میں اٹھنے لگي تھیں ' لیکن تکمیل کہیں بھي نہیں ھوي تھي - اس کے ذوق علم و تمدن کي وسعت نے ھر گوشے کو ھاتھہ لگایا اور ھر دیوار پر اینٹیں رکھیں - نتیجہ یہ نکلا کہ آج علم و فن کي کوئي شاخ بھي ایسي نہیں ھے جسکے سلسلۂ وسعت و تکمیل کي ایک سب سے بڑي کڑي عربي و اسلامي تمدن کي علمي جد و جہد نہو - یہي سبب ھے کہ مورخین علوم نے عربي تمدن کو عہد قدیم و حاضر کیلیے " واسطۃ العقد " قرار دیا ھے - یعنے درمیان کي کڑي - یہي کڑي ھے جسکا ایک سرا دنیا کے تمام قدیم علوم و تمدن سے اور دوسرا جدید ترقیات سے جڑا ھوا ھے - یہ عہد قدیم کو جدید سے ملاتي ھے ' اور عہد جدید کي سب سے قریب ترکڑي ھے !

ازمنۂ وسطی (مڈل ایجز) میں یورپ کي تمام درس گاھوں میں عربي حکما کا فلسفہ ھي نہیں بلکہ طب بھي پڑھا جاتا تھا - ذکریا رازي ' ابن رومیہ ' بوعلي سینا ' ابن رشد ' ابن زھر ' ابن طفیل ' ابن مسکویہ ' کي کتابیں فن کا اصلي سرمایہ تھیں - جدید طب کي تاریخ میں آج تک کیننن Canon یعني قانون شیخ کا ذکر موجود ھے جو سولھویں صدي تک پیرس اور روم نے طبي مدرسوں کے نصاب تعلیم میں داخل تھا - فلسفہ کي طرح طب کي تاریخ میں بھي ایوي سینا Avicenna ' ایویروس دي گریٹ Averroes ' اور ایوے پاکا Avempaca کے نام آتے ھیں جو در اصل شیخ الرئیس بوعلي سینا ' ابن رشد ' اور ابن باجہ کے عربي ناموں کے یورپین مخارج ھیں ' اور اس سے پتہ لگایا جاسکتا ھے کہ ان ناموں نے اس عہد کے یورپ میں کس درجہ شہرت اور قبولیت حاصل کرلي تھي ؟ روم اور میلانو کی بعض قدیم خانقاھوں کي محرابوں پر شیشے کے رنگین چوکھٹوں میں جہاں ارسطو ' بقراط ' اور جالینوس کي تصویریں بنائي گئي تھیں ' وھاں بوعلي سینا ' ابن رشد ' فارابي ' اور ذکریا رازي کي تصویریں بھي منقش تھیں - یہ شیشے اس وقت تک پوپ کے محل میں موجود ھیں اور بعض مستشرقین نے ان کے عکس اپني مصنفات میں شائع کیے ھیں -

عربي فن طب کے اس عروج و احاطہ کا سب سے بڑا زندہ ثبوت اسکي بے شمار مصطلحات ھیں جو اسوقت تک یورپ کي زبانوں میں مستعمل ھیں - اگر انھیں الگ کر دیا جاے تو طب کے بے شمار اسماء و افعال کیلیے انکے پاس کوئي ذریعۂ بیان باقي نہیں رھیگا انگریزي زبان یورپ کي دوسري زبانوں کے مقابلہ میں اصلاً کم علمي ھے ' تاھم انگریزي طب میں بھي سیکڑوں الفاظ ملینگے جو در اصل عربي اسماء و مصطلحات ھي سے وجود میں آئے ھیں - مثلاً :

عرب اطباء اٹلي کے شاھي محل میں

تمر ھندي (إملي)	Tamarind
یاسمین	Jasmine
یشب	Jasper
تریاق	Theriac
قند	Candy
روغن بلسان	Balsam
عنبر	Amber
کافور	Camphar
بلور	Blawer

مذاکرہ علمیّہ

انسانی عمر کی درازی اور اعادۂ شباب

مسٹر چرچل اور ڈاکٹر وورونوف کا مکالمہ

ڈاکٹر وورونوف

ذیل کے مضمون میں مشہور فرانسیسی اہل قلم ایم - لوئی فارسٹ نے ڈاکٹر وورونوف سے اپنی ایک ملاقات کا حال بیان کیا ہے - ڈاکٹر وورونوف اور انکے عملیہ تقلیم کا حال ہم گذشتہ اشاعت کے اسی باب میں بیان کر چکے ہیں - یہ اس سلسلہ کا تیسرا ٹکڑا ہے :

" مسٹر ونسٹن چرچل ' ڈاکٹر وورونوف ' اور میں ' ریویرا کے قریب ایک خوبصورت گاؤں انٹربین' موسیو لام بالسن کے مہمان تھے - صبح کے ناشتہ کے وقت ڈاکٹر وورونوف کے نئے انکشافات پر بہت ہی دلچسپ گفتگو ہونے لگی - اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ ان کے عملیہ کے ذریعہ صرف حیات انسانی ہی نہیں بڑھ جاسکتی ' بلکہ دنیا کی اقتصادی ترقی میں بھی غیر معمولی انقلابات رونما ہونے والے ہیں -

(دنیا کا آیندہ اقتصادی انقلاب)

ڈاکٹر وورونوف ہمیں یہ بتلا رہے تھے کہ اُنہوں نے اطالیہ کے سرحد پر گریمالڈی کے قلعہ میں کیوں بود باش اختیار کی ہے ؟ اور ایسے نظر فریب مناظر کے درمیان جیسے کہ اس مقام میں ہیں' اپنے بندروں کی قیام گاہ اور اپنے عمل و تجارب کا کارخانہ کیوں بنایا ہے ؟

ڈاکٹر موصوف نے بیان کیا کہ حیوانی غدود کے انعال و خواص کی تحقیقات نے مجھے نئے نئے نتائج پر پہنچا دیا ہے - میں نہ صرف ہر انسان کو از سر نو جوان بنا دے سکتا ہوں' بلکہ قریب ہے کہ جانوروں کی ایک نئی نسل بھی پیدا کردوں - خصوصاً غیر معمولی قوت رکھنے والی بھیڑ جس کے گوشت اور اون کا وزن اتنا زیادہ ہوجائیگا' جتنا آج تک کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آیا !

مسٹر ونسٹن چرچل یہ گفتگو انتہائی دلچسپی سے سن رہے تھے - دونوں میں نہایت دلچسپ گفتگو ہوئی - میں لفظ بہ لفظ تو اُسے لکھ نہیں سکتا مگر حسب ذیل روئداد لکھتے ہوئے اُس کی معنوی صحت کا ذمہ دار ہوں :

مسٹر ونسٹن چرچل نے پوچھا " کیا یہ سچ ہے کہ آپ اپنے grafting (پیوند) کے عمل سے ہر اُس جانور کا گوشت اور چمڑے کا وزن بڑھا دے سکتے ہیں جو انسان کی غذا اور دیگر ضروریات کے لئے کام میں لائے جاتے ہیں ؟ "

" قطعاً - میں نے یہ بھی کیا ہے اور اس سے بھی بڑھکر" - ڈاکٹر وورونوف نے بغیر کسی تامل کے جواب دیا -

" کیا آپ ہر انگریزی بھیڑ کے اون کے وزن میں ایک پاؤ کا اضافہ کر دے سکتے ہیں ؟ " مسٹر چرچل نے مزید تشریح کی -

" بہت آسانی سے - میں نے اس سے بھی زیادہ کامیابی حاصل کی ہے " ڈاکٹر کا قطعی جواب تھا !

" آپ نے کتنے معمولوں (subject) پر اس کا تجربہ کیا ہے ؟ "

" سیکڑوں جانوروں پر - بھیڑ کے تو گلہ کے گلہ پر"

" کیا میں برطانوی وفد بھیج سکتا ہوں تاکہ وہ اِن عملی نتائج کی جانچ پڑتال کرے ؟ "

" بہ خوشی - جس وقت آپ کا جی چاہے "

وہ جانور جن پر ڈاکٹر وورونوف نے اپنے تجربے کئے ہیں ' الجزائر میں ہیں ' اور آئندہ اکتوبر میں برطانوی ماہرین حیوانیات اُن کا معائنہ کرنے کے لیے جانے والے ہیں - اب یہ معلوم کرنا آسان ہے کہ اقتصادی نقطۂ نظر سے یہ انکشاف کیسی عظیم الشان اہمیت رکھتا ہے ؟

مسٹر چرچل

انبيق	**Alembic**

اسكا مادہ يوناني ہے ليكن يورپ ميں عربي سے آيا كيونكہ الف لام موجود ہے -

الكيميا	**Alchemy**
الكحل	**Alcohol**
البق (داغ چشم)	**Albuge**
لبان	**Olibanum**
روغن نفط	**Naphtha**
الاكسير	**Elixir**
قرنية العين	**Carnea**
شجر البان	**Ben**
سمسم	**Sesame**
جرثومہ	**Germ**
مسک	**Musk**
عرق	**Arrack**
نرجس (نرگس)	**Narcissus**
زعفران	**Saffran**
شقائق النعمان	**Aneman**
فلفل	**Pepper**
فاد زہر	**Bezaar**
ليموں	**Lemon**
سنا مكي	**Senna**
مرواريد	**Margaret**
صابون	**Soape**
رب	**Rab**
لوز	**Lozenge**
فرزجہ	**Pessary**
شربت	**Syrupus**
لعوق	**Linctus**
ريوند	**Rhie**
قرنفل	**Caryophylli**
بورق	**Borice**
صندل	**Santali**
كرويہ (زيرہ)	**Carui**
كباب چيني	**Cubebae**
قنب (بهنگ)	**Cannb**
طرطير	**Tartaratum**
زنجبيل	**Zingiber**
سنبل	**Sumbul**
مرح	**Myrrhae**
جلابہ	**Jalap**
شياف	**Suppo**
مر	**Myrrha**

اسي طرح بے شمار الفاظ هيں -

(عربي عمليات طبيہ کے آثار)

پندرهويں صدي تک يورپ ميں امراض کے علاج کا تمام دار و مدار عربي طب اور عرب اطباء پر تها - يورپ کے بادشاہ جب كبهي كسي پيچيدہ مرض ميں مبتلا هوتے ' تو مصر و شام سے عرب اطباء اسي طرح بلائے جاتے تهے ' جس طرح موجودہ زمانے ميں يورپ کے اطباء مشرقي ممالک ميں بلائے جاتے هيں - اس عہد کے بعض قيمتي آثار اس وقت تک يورپ ميں موجود هيں - ان سے عربي اطباء کے وهاں قيام كرنے اور بعض حيرت انگيز معالجات انجام دينے کا ثبوت ملتا ہے - مشہور فرانسيسي مستشرق پروفيسر رينو Reinaud نے اپني تحرير "حروب صليبيہ کے بعد يورپ اور مشرق کے علمي اتصال" ميں اس طرح كي پانچ تصويريں نقل كی هيں جن ميں سے تين تصويريں شاهان يورپ کے معالجات سے تعلق ركهتي هيں - ان ميں سے ايک تصوير هم آج الهـــلال ميں شائع كرتے هيں -

يہ مرقع يورپ کے محل ميں صقليہ (سيسلي) کے قديم اوراق و كتب کے ساتهہ آيا تها - جن اهل نظر نے اس كي جانچ كي ہے وہ متفق هيں كہ :

(۱) يہ تصوير تيرهويں يا چودهويں صدي كي ہے - اور سيسلي ميں طيار كي گئي ہے -

(۲) شاهان سيسلي ميں سے ايک بادشاہ كو اس حالت ميں دكهلايا گيا ہے كہ عرب اطباء اس کا معالجہ كر رہے هيں -

(۳) يہ معالجہ ' داغ دينے کا عمليہ تها - يہ اس كي حالت ' اس کے طريقے ' اور اس کے اوزار كي شكل و قطع واضح كرتي ہے - عربي ميں اس طرح داغ دينے كو "كي" كہتے هيں - اب بهي بعض ممالک ميں داغنے کا طريقہ رائج ہے - ليكن جديد طب نے اسے غير ضروري قرار ديديا ہے -

(۴) شاهان سيسلي ميں سے يہ كس كي تصوير ہے ؟ اس بارے ميں اهل نظر نے مختلف رائيں قايم كي هيں - بعض کا خيال ہے كہ يہ فريڈرک دوم كي تصوير ہے جو عربي علوم و تمدن کا بہت بڑا قدر دان تها' اور جس نے هر علم و فن کے مسلمان علماء اپنے دربار ميں جمع كيے تهے - يہ سنہ ۱۲۲۰ ع - ميں تخت نشين هوا تها -

ليكن بعض خيال كرتے هيں يہ اس قدر پراني نہيں ہے - غالباً يہ اس وقت كي ہے جب نيپلس اور سيسلي كي حكومتيں مل كر "دو سيسليوں كي حكومت" سمجهي جاتي تهيں ' اور چارلس دوم حكمران تها - اس چارلس کے متعلق بهي تاريخي تصريحات موجود هيں كہ اس نے كئي بار اپنے علاج کے ليے مصر اور مراكش سے عرب اطباء طلب كيے تهے - اگر يہ خيال صحيح هو تو اس صورت ميں يہ چودهويں صدي كي تصوير هوگي - كيونكہ چارلس دوم آف نيپلس نے سنہ ۱۳۰۹ ع ميں انتقال كيا ہے -

بہر حال اس ميں شک نہيں يہ قديم عہد كي ايک قيمتي يادگار ہے - اس سے اس عہد کے عرب اطباء كي شكل و صورت ' وضع و لباس ' اور طريق عمليات پر جو روشني پڑتي ہے ' اس كي تاريخي قدر و قيمت کا موجودہ عہد کے مورخين نے اعتراف كيا ہے -

بریدِ فرنگ

مکتوب لندن

(الہــلال کے مقالہ نگار لندن کے قلم سے)

اِس ہفتہ یہاں کا سب سے زیادہ اہم واقعہ شاہ فواد سلطان مصر کا پہلی مرتبہ برطانیہ کے دارالحکومت میں ورود ہے - لندن کے لیے مشرقی فرماں رواؤں کی آمد میں اب کوئی ندرت نہیں رہی ہے - ایک زمانہ وہ تھا جب سلطان عبدالعزیز اور شاہ ناصرالدین نے یورپ اور انگلستان کا سفر کیا تھا ' اور دنیا کے اس سب سے بڑے صدر مقام کی ساری توجہ اُن کی مہمان نوازی اور پذیرائی میں مرکوز ہوگئی تھی - ایک زمانہ آج کل کا ہے جبکہ لندن کے ریجنٹ اسٹریٹ کے لیے "مشرقی بادشاہوں" کا وجود روز مرہ کا نظارہ ہوگیا ہے - اب لندن اُن کے استقبال کا نہیں بلکہ ان کی دوڑ دھوپ کا تماشا دیکھا کرتا ہے !

با ایں ہمہ مختلف قسم کے حالات ایسے جمع ہوگئے ہیں کہ سلطان فواد کے ورود نے غیر معمولی اہمیت اور دلچسپی پیدا کردی ہے - سب سے پہلی بات تو وہ حالات ہیں جن میں اس مہمانی و میزبانی کا اجتماع ہوا ہے -

سیاسی تاریخ میں یہ پہلی مثال ہے کہ دو ملکوں کے تعلقات اس درجہ کشیدہ ہوں جیسے کہ اس وقت مصر و انگلستان کے ہیں ' اور پھر ایک کا بادشاہ دوسرے کا مہمان بنا ہو - ایک طرف انگریزی مصری جھگڑا جاری تھا - انگریزی بیڑا مصری سمندروں میں تخویف و تہدید کے مظاہرے کررہا تھا - دوسری طرف شاہ انگلستان اور شاہ مصر کے مابین پیام و سلام بھی ہورہے تھے !

کچھ مدت ہوئی شاہ انگلستان نے شاہ مصر کو اپنے ملک میں مدعو کیا تھا - لیکن اِس تازہ جھگڑے کی وجہ سے عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ اِس دعوت کے قبول کرنے کا یہ موزوں وقت نہیں ہے - مگر خلاف توقع دعوت منظور کرلی گئی ' اور آج سلطان موصوف کا لندن کے اسٹیشن پر استقبال بھی ہوگیا !

جن غیر معمولی حالات میں یہ دعوت قبول کی گئی تھی ' ویسا ہی ایک غیر معمولی حادثہ بھی پیش آتے آتے رہ گیا - لندن کے لیبر اخبارات کی اطلاعات اگر صحیح تسلیم کرلی جائیں ' تو معلوم ہوتا ہے عین سفر کے وقت ایک سخت جھگڑا پیدا ہونے والا تھا - عام طور پر قاعدہ ہے کہ جب کسی ملک کا بادشاہ سفر کرتا ہے ' تو کم از کم وزیر اعظم ضرور ساتھ ہوتا ہے - حکومت برطانیہ مصر کی موجودہ وزارت کو پسند نہیں کرتی کیونکہ اُس نے قوم پروروں کا ساتھ دیا ہے - اِس لیے کوشش کی گئی کہ وزیراعظم سلطان کے ساتھ سفر نہ کریں - لیکن جب یہ خبر باہر نکلی ' تو رائے عامہ میں سخت اضطراب پیدا ہوگیا - بالآخر یہی طے ہوا کہ وزیر اعظم ضرور ساتھ جائیں - چنانچہ وہ بھی سلطان کے ساتھ آئے ہیں - معلوم ہوا ہے کہ مصری پارلیمنٹ نے مصارف سفر کے لیے بیس ہزار پاونڈ کی منظوری دیدی ہے -

مصر اور انگلستان ' دونوں ملکوں میں سوال کیا جارہا ہے کہ شاہ مصر کی سیاحت کا مقصد کیا ہے ؟ شاہ جارج نے کیوں انہیں دعوت دی ؟ کیوں انہوں نے منظور کرلی ؟ سرکاری جواب تو دونوں جگہ یہ دیا جاتا ہے کہ سیاحت محض "سیاحت" ہے - سیاست سے اسے کوئی تعلق نہیں - لیکن یہاں کے جو حلقے اندرونی حالت پر نظر رکھتے ہیں ' وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس طرح کی سیاحتیں بغیر اہم سیاسی مقاصد کے نہیں ہوا کرتیں -

اِدھر کئی سال سے برطانیہ دیکھ رہا ہے کہ مصر سے اُس کے موجودہ تعلقات برقرار نہیں رہ سکتے - مصری قوم میں سیاسی بیداری پیدا ہوگئی ہے - وہ غیر مساویانہ علائق برداشت نہیں کر سکتی - اب اُسے خوشنما الفاظ سے نہیں بہلایا جاسکتا - مصنوعی آزادی اُسے مطمئن نہیں کرسکتی - لہذا طوعاً و کرہاً اُسے یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑی ہے کہ "تبدیلی کے بغیر چارہ نہیں" جیسا کہ سنہ ۲۰ میں لارڈ ملنر نے اعتراف کیا تھا -

فواد اول سلطان مصر

مصر بھی دیکھتا ہے کہ اُس میں انگلستان سے جنگ کرنے کی قوت نہیں - برطانی عداوت اُسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی - انگریز نہر سویز کسی حال میں بھی چھوڑ نہیں سکتے - لہذا اسی میں بہتری ہے کہ انگریزوں سے ایسے تعلقات پیدا ہوجائیں جو ہر طرح دوستانہ ہوں ' مگر ساتھ ہی جن سے مصر کی خودمختاری کو کوئی نمایاں گزند بھی نہ پہنچے -

ایسے تعلقات کی بنیاد کیا ہوسکتی ہے ؟ مصر اور انگلستان دونوں ملکوں کے ذمہ دار حلقوں کا خیال ہے کہ یہ بنیاد ایک نئے حلف نامہ سے رکھی جا سکتی ہے - دونوں ملک باہم ایک حلف نامہ ترتیب دیکر ایک دوسرے کو مطمئن کردیں - برطانیا مصر کی کامل آزادی تسلیم کرلے اور اندرونی مداخلت سے باز آجائے - مصر برطانیا کو نہر سویز کی طرف سے پورا یقین دلادے کہ ہمیشہ برطانیا کے لیے محفوظ رہیگی اور اس کے خلاف کبھی اُس کا قدم نہیں اُٹھیگا -

(بندروں کی پرورش گاہ)

جسطرح ایک مالی درختوں میں قلم لگاتا ہے ' اسی طرح علم نے جراح کے نشتر کے ذریعہ علم الحیات میں عظیم الشان معجزے پیدا کر دیے ہیں - انکے سمجھنے کیلئے ڈاکٹر وورونوف کی تحقیقات کا مطالعہ ایک آغاز عمل سے کرنا چاہئے - یعنی اس روز سے مطالعہ کرنا چاہیے ' جس روز سے انہوں نے بندر کے غدود کی قلم آدمی میں لگا کے ' بڑھوں کو جوان بنانا شروع کر دیا ہے -

ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں جنہوں نے گریمالتی کے قلعہ میں ڈاکٹر وورونوف کے بندروں کی قیام گاہ اچھی طرح دیکھی بھالی ہو - یہ مقام آدھے فرانسیسی اور آدھے اطالوی سرحد کے اندر واقع ہے - البتہ اسکا دروازہ فرانسسل ہی میں ہے -

" یہ قلعہ نسبتاً جدید طرز کی ایک عمارت ہے ' مگر اسکے پہلو میں اسلامی حکومت کی ایک قدیم یادگار بھی موجود ہے - یہ ایک برج ہے جو دس صدیوں سے زیادہ پرانا ہے ' اور شاید اس اعادۂ شباب کا نشان ہے جو اسکے سایہ میں پرورش پا رہا ہے - یہ قیام گاہ بجائے خود دنیا میں ایک نمونۂ بہشت ہے - ہرے بھرے نباتات " لہلہاتے سبزہ زار ' صاف اور خوشگوار ہوا ' اسپر نیلگوں بحر متوسط کا دلفریب منظر ! یہ مقام ملکہ وکٹوریا کو اسقدر پسند تھا کہ وہ یہاں ایک پتھر کے بنچ پر بیٹھکر دیر تک سمندر کو دیکھا کرتی تھیں - آج ہم لوگ اسی بنچ پر بیٹھکر ڈاکٹر وورو نوف سے انکے انکشافات پر گفتگو کرتے رہے !

" ڈاکٹر وورو نوف - تمہارے والد کا کیا حال ہے ؟ " میں نے ایک دن پوچھا -

ڈاکٹر وورو نوف نے جواب دیا - " میں انکے بارے میں متردد ہوں - انہیں بہت سخت زکام ہوگیا ہے - تم جانتے ہو انکی عمر سو برس کے قریب ہے "

(نورا)

اسکے بعد میں نے " نورا " کے بارے میں دریافت کیا - جواب ملا کہ وہ مرگئی -

دنیا اس " نورا " سے ناواقف ہے - " نورا " ایک بندریا تھی مگر انسانوں سے زیادہ انسانیت رکھتی تھی - وہ بلا کی ذہین تھی - ڈاکٹر وورو نوف اُسے اسلیے عزیز رکھتے تھے کہ وہ بہت دلیری اور خوشی سے ہر طرح کے عمل جراحی کیلیے مستعد ہوجاتی تھی - وہ شاید نسل انسانی کے مفاد کیلیے اپنی قربانی کی ضرورت محسوس کرتی تھی !

" نورا " نے ایک حسین خاتون کی زندگی میں بڑا اضافہ کردیا ہے - اب وہ اپنی عمر سے کہیں زیادہ کمسن ہوگئی ہے - اس کے بعد نورا میں بھی دوسری کمسن بندریا کے غدود کا پیوند لگا دیا گیا تھا ' اور وہ پھر سے جوان ہوگئی تھی - لیکن افسوس ہے کہ کچھہ دنوں کے بعد وضع حمل کرتے ہوئے مرگئی ' اور موجودہ دنیا کے ایک سب سے بڑے طاقتور عالم کو داغ مفارقت دے گئی !

(اسوقت تک کی عملی کامیابی)

ہر شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ ڈاکٹر وورو نوف نے ابتک کتنے کامیاب تجربے کیے ہیں ؟ اور بندر کے غدود کا قلم لگا کر کتنے بڑھوں کو جوان بنا دیا ہے ؟ اس کا جواب انہی کی زبانی حسب ذیل ہے -

" میں ایک ہزار سے زیادہ قلم لگانے کا عمل کر چکا ہوں - اس تعداد میں بلاشبہہ طبیب بھی شامل ہیں - آپ سمجھہ سکتے ہیں کہ یہ لوگ بغیر اس عمل کو سمجھے ہوئے ہرگز عمل جراحی کے لیے راضی نہ ہوتے "

" غدود کے قلم لگانے کے نتیجے سے صرف وہی لوگ انکار کرسکتے ہیں جو بغیر سمجھے بوجھے ہر بات سے انکار کردینے کے عادی ہیں - ان کا یہ طرز عمل علم کے اصول کے قطعاً خلاف ہے "

" آپ پر یہ بات بھی واضح ہونی چاہیے کہ اگر مجھے میرے ہزاروں تجربوں سے کامیاب اور صحیح نتیجہ حاصل نہ ہوتا ' تو میں ساری دنیا میں قوی اور تندرست بندروںکی اس درجہ تلاش نہ کراتا اور اس صرف کثیر کے ساتھہ بندروں کی یہ قیام گاہ نہ بناتا جس کا وسیع کارخانہ آپ دیکھہ رہے ہیں "

" میں امید کرتا ہوں کہ عنقریب بحر متوسط کے ساحلوں پر بندروں کی بے شمار قیام گاہیں تعمیر ہوجائیں گی - یہ مقام ان کی نشو و نما کے لیے خاص طور پر مناسب ہے - یہ جانور بھی نسل انسانی کے لیے اسی طرح کارآمد ہے جس طرح بیل یا بھیڑ "

" میں نے قلعہ گریمالتی میں بندروں کی قیام گاہ اس لیے بنائی کہ غیر ملکی بندر اس آب و ہوا کے عادی ہوجائیں - یہ گویا ان کی مرکزی قیام گاہ ہوگی جہاں سے دوسرے مرکزوں میں بھیجے جائیں گے - اس وقت ہمارے پاس ایک علحدہ اور منتخب جانور خانہ بھی ہے جس میں بندروں کی خاص طور پر پرورش اور دیکھہ بھال کی جاتی ہے - سرد راتوں سے محفوظ رکھنے کے لیے انہیں مصنوعی گرمی پہنچائی جاتی ہے اور اس وقت تک قایم رکھی جاتی ہے جب تک اس میں تدریجی کمی کرکے بندروں کو یہاں کی آب و ہوا کا عادی نہیں کر دیا جاتا "

" مختصر یہ کہ میرا مقصد اس جانور کو بھی اسی طرح پالتو اور مانوس بنا لینا ہے - جس طرح انسان نے رفتہ رفتہ گھوڑے ' بھیڑ ' اور بکریوں کو بنا لیا ہے "

(عارضۂ سرطان کی تحقیقات)

" فی الحال دنیا میں بندروں کی تعداد بہت زیادہ نہیں ہے - بندروں کو نا موافق آب و ہوا سے اور مناسب غذا کی کمی سے سخت جنگ کرنی پڑتی ہے - میں نے افریقہ کے جنگلوں میں دیکھا ہے کہ جس طرح انسان قحط سالی میں موت کا شکار ہو جاتے ہیں ' اسی طرح ایک ایک دن میں ہزاروں بندر بھی غذا نہ ملنے سے مر جاتے ہیں -

" دنیا میں سب سے زیادہ تعداد اُن جانوروں کی ہے ' جنہیں انسان کے ذریعہ غذا ملتی ہے - بندروں کی جان بچانے کیلیے بھی یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے - انہیں بھی موقع دینا چاہیے کہ انسان کے تہذیب و تمدن سے مستفید ہوں اور بھوکے نہ مریں - اگر ایسا ہوا تو وہ عجائب خانوں کی محض زینت ہونے کی جگہ نوع انسانی کو عظیم الشان فوائد پہنچائینگے "

" بندروں کی ساخت اور طبیعت انسان سے بہت کچھہ ملتی جلتی ہے - علم تشریح کے نقطۂ نظر سے تو بندر انسان کا بہت ہی قریبی رشتہ دار ہے - علم طب نے جانوروں پر تجربے کر کے بہت ترقی کی ' مگر افسوس ہے کہ یہ تمام تجربے اُن جانوروں پر کیے گئے جو انسانی ساخت و طبیعت سے بہت دور ہیں "

" سرطان کی تحقیقات سفید چوہوں اور سوروں پر کی جا رہی ہے - میرے خیال میں یہ تحقیقات کبھی مکمل اور مفید نہیں ہو سکتی جب تک کہ اعلی قسم کے بندروں پر تجربے نہ کیے جائیں "

زنجیروں سے جکڑا پڑا تھا اور سخت تکلیفیں اٹھا رہا تھا - فیلپ نے اسے اِس حالت میں دیکھا تو رو دیا - ایک دن اُسے خیال ہوا - اب اس مجنون کے مصائب کا خاتمہ ہو جانا چاہئے - چنانچہ وہ اسکے پاس گیا اور روتے ہوے کہا :

" میرے عزیز بھائی ' مجھے تمہاری ذات پر پورا بھروسہ ہے - تم ایک عقلمند ' دیانت دار ' اور بردبار آدمی ہو - میری مدد کرو - آؤ ' ہم دونوں ملکر ان پاگلوں کی خدمت کریں اور انہیں اِس موذی مرض سے عمر بھر کے لئے نجات دلادیں - تمام ملک میں تمہاری نیکی اور دانشمندی کے چرچے ہو رہے ہیں - کہو تم طیار ہو ؟ "

سچی محبت کی یہ دلنواز صدا سنتے ہی اچانک مجنون کا دماغ صحیح ہوگیا - ڈاکٹر کے الفاظ نے اُس پر جادو کا اثر کر دکھایا - فیلپ نے اسکی بیڑیاں فوراً کٹوادیں ' اور وہ زندگی بھر اسکے ساتھہ وفاداری اور سلامت روی کے ساتھہ کام کرتا رہا "

اِس قسم کے اور بھی بہت سے علاج اُس نے کئے تھے - عقلی امراض کے دور کرنے کے لیے ' بہت سے نئے طریقے ایجاد کیے - فیلپ در حقیقت اِس فن کا امام ہے - ابتک اِس راہ میں اُسی کی پیروی کی جا رہی ہے -

اگر غور کیجیے تو اس مختصر سے واقعہ میں اقوام مشرق کیلیے کیسی عظیم عبرت و موعظت پوشیدہ ہے ؟ ایک قومیں وہ ہیں جو اپنے اُن مشاہیر کی یاد بھی نہیں بھلا سکتیں ' جنھوں نے انکے پاگلوں کیلیے زندگی اور تندرستی کی راہ نکالی تھی - ایک ہم ہیں کہ اپنے اُن مصلحوں اور پیشواؤں کی بھی عزت کرنے کیلیے آمادہ نہیں جو صرف پاگلوں کی زندگی ہی کیلیے نہیں بلکہ تمام ذی ہوش افراد قوم کی زندگی و سعادت کے لیے قربانیاں کر رہے ہیں ! کسی آبادی میں مریضان جنون کی تعداد زیادہ سے زیادہ اِتنی ہوسکتی ہے کہ ہر دس ہزار میں ایک انسان مجنون تصور کرلیا جاے - اس اعتبار سے کہنا چاہئے کہ ڈاکٹر فلپ پینیل نے ایک لاکھہ انسانوں میں سے دس انسانوں کی خدمت کی ' مگر فرانس اسے فراموش نہ کر سکا - لیکن مشرق میں تو ایسے جاں نثاران قوم موجود ہیں جو لاکھہ میں سے دس کے لیے نہیں بلکہ پورے لاکھہ کے لیے زندگی اور سعادت کے دروازے کھولنا چاہتے ہیں ' مگر لوگوں کا کیا حال ہے ؟ یہ حال ہے کہ گردن موڑ کر اُنہیں دیکھنے کے لیے بھی طیار نہیں !

فرانس نے صرف یہی ایک صد سالہ یادگار نہیں منائی ہے - یورپ میں اب عام دستور ہوگیا ہے کہ تمام مشاہیر قوم کی یادگاریں ہر پچیس ' پچاس ' اور سو سال کے بعد منائی جاتی ہیں - غالباً اس قسم کی صد سالہ یادگار سب سے پہلے سنہ ۱۸۸۷ ع میں منائی گئی تھی جب کہ " والٹیر " کی وفات پر سو سال گزرے تھے - اُسی موقعہ پر ویکٹر ہیوگو نے وہ تاریخی تقریر کی تھی جو دنیا کے موجودہ تمام ادب کی اول درجہ کی چیزوں میں سے تسلیم کی جاتی ہے -

(اسموئیل کرومپٹن کی صد سالہ برسی)

لیکن جب فرانس عقلی امراض کے سب سے بڑے ڈاکٹر کی صد سالہ برسی منا رہا تھا ' تو انگلستان بھی تذکار مشاہیر کی مشغولیت سے فارغ نہ تھا - فرانس ذہن و جذبات کا گھر ہے اور انگلستان عملیات و صنائع کا - یہ فرق اس معاملہ میں بھی نمایاں تھا - فرانس عقلی امراض کے سب سے بڑے طبیب کی برسی منا رہا تھا ' تو انگلستان انسانی ضروریات کے سب سے بڑے صناع کی یاد میں مشغول تھا !

یہ صناع اسموئیل کرومپٹن ہے جس نے سب سے پہلے سوت کاتنے کی ایسی مشین ایجاد کی تھی جس کی وجہ سے کپڑا بننے کی صنعت دست انسانی کی احتیاج سے بے نیاز ہوگئی - اور کپڑے کی ساخت کا سب سے بڑا اقتصادی انقلاب ظہور میں آگیا -

میں جس وقت پیرس کے نیم سرکاری اخبار طان میں اس برسی کی روئداد پڑھ رہا تھا ' تو میرا ذہن بے اختیار ہندوستان کی اُس عظیم شخصیت کی طرف منتقل ہوگیا جو دنیا کو " کرومپٹن " کی جگہ اُس غیر معلوم مگر بلا نزاع " عظیم الشان انسان " کی طرف متوجہ کرنا چاہتی ہے ' جس نے اب سے ہزاروں برس پہلے ہاتھہ سے چلانے کا سہل اور سادہ چرخا ایجاد کیا تھا - میں نے اپنے دل میں کہا " افکار و اصول کے یہ کیسے دو مختلف نقطے ہیں جو ایک دوسرے کے مقابلے میں نمودار ہوگئے ہیں ؟ انیسویں صدی کے مغرب کا کرومپٹن ' اور بیسویں صدی کے مشرق کا گاندھی ! " معاملہ اتنا عظیم ہے کہ مجھے رائے زنی کی جرأت سے احتراز کرنا چاہیے - اس قسم کے اختلافات کا ہمیشہ حال نے نہیں بلکہ مستقبل نے فیصلہ کیا ہے - کرومپٹن پر ایک صدی گزر چکی ہے - گاندھی پر کم از کم ایک چوتھائی صدی گزر جانے دو !

صد سالہ برسی کا یہ عظیم اجتماع بولٹن میں ہوا تھا - اس موقعہ پر سوت کاتنے کے چرخوں اور مشینوں کی نمائش بھی کی گئی تھی - تمام قدیم ترین آلات حتی کہ چار ہزار برس پہلے کے مصری چرخے بھی جمع کیے گئے تھے - اس سے مقصود یہ تھا کہ یہ بات واضح کر کے دکھلا دی جاے کہ اسموئیل کرومپٹن سے پہلے سوت کاتنے کے آلات نے کہاں تک ترقی کی تھی ' اور اُن کے مقابلہ میں موجد کی ایجاد نے کیسی حیرت انگیز مشین ایجاد کردی ؟ سر ٹامس فلفکر نے جو بولٹن کے میر ہیں ' نمائش کا افتتاح کیا - اُنہوں نے موجد کی تاریخ بیان کرتے ہوئے کہا :

" ہمیں اِس پاک دل اور بے ریا دیہاتی کی اولوالعزمی کے سامنے جھک جانا چاہیے جس نے دنیا کو ایسی عجیب ایجاد بغیر کسی ذاتی طمع یا نفع کے بلا معاوضہ دیدی ' اور خود اپنے بال بچوں کے ساتھہ نہایت غربت کی زندگی بسر کرتا رہا "

بولٹن کے سب سے بڑے میدان میں موجد کا اسٹیچو کھڑا ہے - اور اپنے خط و خال سے اُس کی اولوالعزمی ' ثابت قدمی ' اور فراخ

خیال کیا جاتا ہے کہ اِس شاہي سیاحت کے اثناء میں بے ضابطه طور پر اسي " حلف نامه " پر تبادلۂ خیال ہوگا - یه نہیں کہا جاسکتا که ایسي معاهدة جس میں ایک طرف مسلم گھمنڈ اور دوسري طرف بے سروسامان قومیت ہے' حقیقت و صداقت کے ساتھه وجود میں آ بھي سکتي ہے یا نہیں ؟

انگلستان کا پریس جس زور و شور سے سلطان فواد کي پذیرائي کر رہا ہے ' اور آج کے سرکاري اهتمامات بھي جس درجه کے کیے گئے تھے ' وہ یقیناً غیر معمولي ہیں - یہاں کے تمام مشرقي اور مشرق دوست حلقے محسوس کررہے ہیں که اس کي تہه میں کوئي خاص چیز کام کر رہي ہے -

انگلستان کے وهي سرکاري اور نیم سرکاري اخبارات جو کل تک مصر کے خلاف بڑے زور و شور سے خامه فرسائي کر رہے تھے' اب سلطان مصر کي تعریفوں کے پل باندھ رہے ہیں - سلطان کے اعزاز و تکریم کا جذبه یہاں تک بڑھگیا ہے که اب اُن کي " مشرقیت " بھي مغرب کے اس صدر مقام پر شاق گزر رہي ہے - کوشش کي جارهي ہے که اُنہیں " مغربي " بنا دیا جائے - ڈیلي نیوز کے مقاله نگار خارجیه کو پہلي مرتبه اس حقیقت کا انکشاف ہوا ہے که سلطان فواد محمد علي خدیو اول کے خاندان سے ہیں' اور محمد علي یوروپین ترکي کا باشنده تھا - ایشیائي ترکي کا نه تھا - وہ لکھتا ہے :

" اس موقعه پر ہم یه حقیقت فراموش نہیں کرسکتے که همارا مہمان عزیز اگرچه اس اعتبار سے همارا مہمان ہے که وہ باهر سے انگلستان میں آیا ہے ' لیکن اس اعتبار سے اُسے مہمان نہیں کہه سکتے کہ وہ مغرب میں مشرق کا مہمان ہے - وہ مشرق کا نہیں بلکه خود مغرب کا ایک فرمانروا ہے جیسے اتفاقات نے مشرق کے ایک تاج و تخت کا مالک بنادیا ہے - همارے قارئین میں سے ہر شخص تاریخ مصر کي اس ابتدائي حقیقت سے با خبر ہوگا که وہاں کے حکمراں خاندان کا مورث اعلی محمد علي اعظم تھا جو البانیا کے ایک قصبه قواله کا باشنده تھا ' اور البانیا یورپ هي کا ایک ٹکڑا ہے - مشرق اور ایشیا میں نہیں ہے - في الحقیقت سلطان فواد کي شخصیت میں آج ہم ایک یوروپین نژاد فرمانروا کي پذیرائي کر رہے ہیں ! "

محمد علي کے خاندان کي مغربیت سو برس تک انگلستان کو یاد نه آئي ' لیکن اب اچانک اس کا انکشاف ہوگیا ہے !

آپ کے دوست انریبل مسٹر پٹیل یہاں سے واپس روانه ہوگئے جہاں تک میں اندازہ کر سکا ہوں ' کہه سکتا ہوں که ایک خاص معیار عمل کے اندر رهکر' انہوں نے یہاں کے سرکاري حلقوں پر اچھا اثر ڈالا ہے - لیجس لیٹو اسمبلي کي ریاست کے ساتھه کانگرسي ہونے کي روایات ملحوظ رکھنا ' اور کھدر کي دهوتي اور ٹوپي بھي سنبھالے رکھنا ' آسان نه تھا ' لیکن اُنہوں نے کسي نه کسي طرح بات بنائے رکھي - یہاں کے هندوستاني حلقوں میں خیال کیا جاتا ہے که غالباً آینده کمیشن میں هندوستاني ممبر کي جگه اُنہي کو دي جائیگي -

اس هفته میں آپ کے اس ارشاد کي تعمیل نه کر سکا که جو کچھه لکھوں هندوستان کے متعلق لکھوں - آینده ڈاک سے اس کا سلسله شروع کروں گا - مجھے امید ہے' سلطان فواد اور مصر کا معامله بھي آپ کے صفحات کے لیے غیر ضروري اور غیر دلچسپ نه ہوگا -

مکتوب فرانس

(الهلال کے مقاله نگار پیرس کے قلم سے)

فیلپ پینیل کي صد ساله برسي

اس موسم کا ایک شاندار واقعه یه تھا که فرانس میں بڑے دھوم دھام سے فیلپ پینیل کي صد ساله برسي منائي گئي -

فیلپ پینیل سنه ۱۷۴۵ - میں پیدا ہوا ' اور سنه ۱۸۲۶ - میں فوت ہوا - یه عقلي امراض کا سب سے بڑا طبیب تسلیم کیا گیا ہے - اِس سے پہلے پاگلوں کو بہت تکلیف دیجاتي تھي - زنجیروں میں باندھ دیا جاتا تھا - غلیظ مکانوں میں رکھا جاتا تھا - بدترین غذا کھلائي جاتي تھي - چوپایوں سے بھي بدتر سلوک کیا جاتا تھا - اِس طبیب نے اِس برتاؤ کے خلاف سب سے پہلے آواز بلند کي ' اور پاگلوں پر رحم اور شفقت کرنے کا عام جذبه پیدا کردیا - پہلے جنون لا علاج مرض سمجھا جاتا تھا - اسي نے سب سے پہلے بتایا که لا علاج نہیں ہے -

فرانس کے مشہور پاگل خانه " بیسیٹر " کے اعلی افسر ڈاکٹر وینوفیم نے فیلپ کي برسي پر ایک مضمون لکھا ہے اور اخبار " ماتان " کے افتتاحي کالمن میں شایع ہوا ہے - مضمون نگار لکھتا ہے :

" فیلپ اِسي پاگل خانه میں معالج تھا جس میں اِس وقت میں خدمت کر رہا ہوں - فیلپ کا درجه خواص کي نظر میں " مسیح جدید " کا درجه ہے - اِسنے عقلي بیماریوں کے علاج میں رحم اور شفقت کو تام کیا - اِسنے ظلم اور سختي کے خلاف اُس وقت صدا بلند کي جب پورے فرانس میں ہولناکي پھیلي ہوئي تھي ' اور ہر طرف خون بہه رہا تھا !

" بیسیٹر پاگل خانه سے فیلپ کا تعلق ستمبر سنه ۱۷۹۳ - میں ہوا - اُسوقت یہاں پچاس پاگل موجود تھے - یه زنجیروں میں بندھے رهتے تھے - ان میں سب سے زیادہ مشہور اور تاریخي پلٹن شاهي باڈي گارڈ کا ایک پرانا سپاهي تھا - یه نہایت هي قوي هیکل تھا اور غیر معمولي جسماني قوت رکھتا تھا - شراب کي عادت پڑگئي اور همیشه مدهوش رهنے لگا - نتیجه یه نکلا که دماغ خراب ہوگیا - فوج سے نکال دیا گیا - جوش جنون میں آسے یه سوجھا که میں فرانس کا سپه سالار اعظم ہوں - جو کوئي یه بات تسلیم نه کرتا ' اُسے بري طرح مارنے لگتا - آخر پاگل خانه بھیج دیا گیا - یہاں وہ دس برس سے

" بنابریں مصری حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ فوج اور سرحدوں کا موجودہ نظام برقرار رہے ' لیکن ساتھہ ہی مصری وزیر جنگ کے اختیارات کو کوئی ٹھیس بھی نہ لگے - وہ بدستور مصری پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ رہیگا "

" اس طریقہ پر ' جو مصلحت اور نظام کے ہر طرح مطابق ہے ' مصری حکومت نے اس مشکل کا معقول حل ڈھونڈھ نکالا ہے - حکومت کو پورا یقین ہے کہ اب تک جو دوستانہ رویہ برطانیا نے گفت و شنید میں اختیار کر رکھا ہے ' وہ برابر قایم رہے گا اور اُن تمام اسباب کو دفع کر سکے گا جو موجودہ مشکل اور دوسری مشکلات کا موجب ہیں "

اس بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ برطانیا کے ابتدائی مطالبات مصری سیادت و حکمرانی کے منافی تھے ' اس لیے مصری حکومت نے اُنہیں تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا - پھر اُنمیں کچھہ ترمیم و تبدیلی ہوئی ' اور ایسی شکل میں پیش کیے گئے جو مصری حکومت کی نظر میں ایک حد تک قابل قبول تھے ' لہذا اُسنے تسلیم کر لیا اور جھگڑا ختم ہو گیا -

(حج براہ مصر)

اس سال موسم حج کی کامیابی کا اندازہ اُس سرکاری رپورٹ سے کیا جا سکتا ہے جو صرف آٹھہ روز کی ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۲ - مئی سے ۳۰ - مئی تک سوئز کی بندرگاہ سے سفر کرنے والے حاجیوں کی تعداد حسب ذیل تھی :

۱۵۰۷ مصری ۲۰۲ ترک ۸۸ جزائری ۹۸ تیونسی
۷۷ مراکش ۱۲۶ طرابلسی ۱ روسی ۲ رومانی ۱۴۷ ایرانی
۱۴ عربی ۲۷ سروین ۵۲ افغانی ۲۳ افریقی ۱۷ اسپینی
۵۹۸ فلسطینی ۲۶ سنگالی ۴۳۲ شامی ۱۵۷ ہندوستانی
۲۴ جاوی ۱۷۱ عراقی - یعنی کل ۳۷۸۵ حاجی تھے -

جون کے پہلے ہفتہ کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ :

۳۱۵ منگولی ۲۶۲ ترک ۲۷۶ جزائری ۱۲۰۵ تیونسی
۲۰۲ مراکشی ۳۰۷ طرابلسی ۲ روسی ۵۸۲ ایرانی ۱۸۱۹ شامی
۵ سروین ۲ بلغاری ۵۸۱ عراقی ۱۹ نیجیریائی ۴۳ حجازی -
یعنی کل ۶۶۷۰ حاجیوں نے سوئز کی راہ سے سفر کیا -

مجموعی تعداد تقریباً ساڑھے دس ہزار ہوئی - صرف دو ہفتہ کے اندر اتنے حاجیوں کا نہر سویز سے گزرنا اس سال کے موسم حج کی شاندار کامیابی کا ایک بین ثبوت ہے -

---

مکتوب شام

(الہلال کے خاص نامہ نگار مقیم دمشق کے قلم سے)

اپنے پچھلے مکتوب میں شام کی مضطرب سیاسی حالت پر روشنی ڈال چکا ہوں - آج بھی وہی حالت ہے جو اُس وقت تھی - نہ تو کوئی تبدیلی ہوئی ہے - نہ کسی قریبی تبدیلی کے آثار نظر آتے ہیں - البتہ ایک اہم واقعہ ضرور پیش آیا ہے اور تمام ملک کی دلچسپی کا مرکز بن گیا ہے -

ایک مدت سے شام کا فرانسیسی ہائی کمشنر موسیو پونسو شام سے غائب تھا اور پیرس میں مقیم تھا - بیان کیا گیا تھا کہ وہ شام کے آئندہ نظام حکومت پر مرکزی حکومت سے گفت و شنید کر رہا ہے - اُس کی طویل غیر حاضری نے ظاہر بینوں کو طرح طرح کی امیدوں میں مبتلا کر دیا تھا - لوگ کہتے تھے - ہائی کمشنر کی پیرس میں موجودگی ضرور نتیجہ خیز ثابت ہوگی - یہی وجہ ہے کہ اِن سب کو واپسی کا بڑی بے چینی سے انتظار تھا -

لیکن اب انتظار کی مدت ختم ہوگئی - ہائی کمشنر واپس آ گیا ہے - لیکن امیدوں کے یہ تمام خوش آئند خواب اس وقت تک تعبیر سے محروم ہیں - اس وقت تک ہائی کمشنر نے نہ تو کوئی اعلان کیا ہے ' نہ بظاہر آثار نظر آتے ہیں - مگر طرح طرح کی افواہیں ضرور پھیل رہی ہیں -

مجھے با خبر حلقوں سے جو کچھہ معلوم ہوا ہے ' یہ ہے کہ پیرس میں ہائی کمشنر اور شامی وفد کے مابین بہت سی ملاقاتیں ہوئیں اور عرصہ تک بحث و مذاکرہ جاری رہا - شامی وفد نے نرم سے نرم شرطیں پیش کی تھیں - لیکن ہائی کمشنر نے صرف چند منظور کر لیں - باقی تمام رد کر دیں - مثلاً وفد کا مطالبہ تھا کہ تمام سیاسی مجرموں کو عام معافی دیدی جاے - مگر حکومت نے سیاسی قائدین کو معافی دینے سے انکار کر دیا - وفد نے پورے ملک کو ایک ہی نظام حکومت کے ماتحت رکھنے کا مطالبہ کیا تھا - لیکن حکومت نے اِسے صرف اِس صورت میں منظور کرنا گوارا کیا کہ نظام حکومت ریاست ہاے متعددہ کا نظام ہو - یعنے چھوٹے چھوٹے صوبے الگ الگ قائم رہیں اور اپنی جگہ خود مختار ہوں - مگر انہیں کسی مرکزی نظم میں متحد کر دیا جاے - اِس سے مقصود یہ ہے کہ ملک میں وحدت جنس و قوم پیدا نہ ہو سکے - ایک قوم بہت سے ٹکڑوں میں منقسم ہوکر اپنی وطنی قوت ضائع کر دے -

اصل یہ ہے کہ ہمیشہ اجنبی اقتدار ملک کی قومی وحدت کا مخالف ہوتا ہے - وہ ہر طرح کی صورت حال گوارا کر لے سکتا ہے لیکن یہ بات گوارا نہیں کر سکتا کہ ملک میں قومی وحدت کی روح پیدا ہو جاے - شام میں یہ روح پہلے سے موجود ہے - زبان ' وطن ' رسم و رواج ' اور اجتماعی خصوصیات نے تمام شامیوں کو ایک رشتہ میں منسلک کر دیا ہے - لیکن فرانس چاہتا ہے ' انکے ٹکڑے ٹکڑے کر دے - وہ ایک رشتۂ قومیت قائم نہ رکھہ سکیں - بہر حال دیکھئے - فرانس کا آئندہ طرز عمل اس بارے میں کیا ہوتا ہے ؟

شام و عراق کی سرحدوں پر قبائل عرب کی خانہ جنگی مدتوں سے جاری ہے - اب دونوں ملکوں کی حکومتیں اسکا قطعی سدباب کر دینا چاہتی ہیں - جنانچہ حال میں طرفین کے دستخط سے عربی ' انگریزی ' اور فرانسیسی زبانوں میں ایک اعلان ہوائی جہاز کے ذریعہ ' سرحدی قبائل میں تقسیم کیا گیا ہے - اسکا ترجمہ حسب ذیل ہے :

" شام و عراق کی سرحدوں پر بسنے والے قبائل کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ شام اور عراق ' دونوں ملکوں کی حکومتوں نے متفق ہوکر طے کر لیا ہے کہ تمہاری آپس کی خانہ جنگی ' کشت و خون ' اور چوری و قزاقی قطعاً نا جائز اور ممنوع ہے - نیز ہتیار بند ہوکر سرحد کے اُس پار جانا بھی ممنوع ہے - آئندہ جو کوئی اس طرح کی کوئی بات کریگا ' اُسے نہایت سخت سزا دیجائیگی "

دلی ثابت کر رہا ہے - انگلستان کے تمام سرت کے طرفخانوں میں اس کی تصویریں آویزاں ہیں اور بڑی عزت و احترام کی نظروں سے دیکھی جاتی ہیں -

یہ صناع سنہ ۱۷۵۳ ع میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۸۲۷ ع میں انتقال کر گیا -

(عثمانی شہزادہ کی وفات)

اس ہفتہ کا ایک افسوس ناک واقعہ پرنس برہان الدین کی وفات ہے جو سلطان عبد الحمید خاں مرحوم کے سب سے چھوٹے لڑکے تھے -

آپ کو معلوم ہے کہ سنہ ۱۹۰۸ ع میں جب دوسرے انقلاب دستور کے بعد سلطان موصوف معزول کردیے گئے ' تو حسب معمول ان کے خاندان سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا تھا - سلطانی خاندان کے دوسرے شہزادوں کی طرح ان کی بھی تنخواہیں مقرر کردی گئی تھیں - سنہ ۱۹۱۶ ع میں جب سلطان عبد الحمید کا انتقال ہوگیا ' تو ان کے لڑکوں نے سلطان کی ذاتی جائداد اور اموال و متاع کے ورثہ کا دعوی کیا - سلطان عبد الحمید کی ذاتی جائداد کا فیصلہ اس قدر مشکل تھا ' جتنا شاید ہی دنیا کے کسی فرمانروا کی جائداد کا ہوا ہو - ترکی میں جو کچھ تھا سب انہی کا تھا ' اور ان کا جو کچھ تھا ' اس میں سے کچھ بھی ان کا نہ تھا - بہر حال ایک کمیشن کا تقرر ہوا ' اور اس نے دعوے کی سماعت کے بعد فیصلہ کر دیا - اس فیصلہ میں دعوے کا بہت قلیل حصہ تسلیم کیا گیا تھا - اکثر مطالبات رد ہوگئے تھے - سلطان کی اولاد اس فیصلہ پر راضی نہ ہوئی ' لیکن چونکہ اس کے بعد ہی جنگ نے انقلاب انگیز صورت اختیار کرلی تھی؛ اس لیے مزید کار روائی کا موقعہ نہ تھا -

جنگ کے بعد جب دوبارہ امن و امان کا وقت آیا ' تو قومی مجلس نے جمہوری حکومت کا اعلان کر دیا ' اور پھر کچھ عرصے بعد خاندان سلطانی کے تمام افراد جلا وطن کر دیے گئے - ان میں سلطان عبد الحمید کا خاندان بھی تھا - اس خاندان کے بعض افراد بیروت چلے گئے - بعض نے یورپ کی راہ لی - انہی میں پرنس برہان الدین بھی تھے - انہوں نے جلا وطنی کے بعد ترکی حکومت پر سلطان عبد الحمید کے ورثہ کا از سر نو دعوی کیا تھا - انہیں پوری امید تھی کہ اس میں کامیاب ہونگے - یہ زیادہ تر سوئٹزر لینڈ میں بعض ترک امراء کے ساتھ رہا کرتے تھے - خود ان کی مالی حالت عثمانی خاندان کے دوسرے ارکان سے بہتر نہ تھی - پچھلے مہینے پیرس آئے تاکہ ترکی سفیر سے ملاقات کریں - شہر کے ایک سب سے ادنی درجہ کے ہوٹل میں ٹھہرے جو انکی مفلسانہ حالت کا لازمی نتیجہ تھا - وہیں اچانک بیمار پڑے اور انتقال کر گئے -

دنیا کے انقلابات صرف تاریخ ہی میں نہیں ڈھونڈھنے چاہئیں - خود ہمارا عہد بھی اپنی تاریخ مرتب کر رہا ہے - زار ' قیصر ' اور عبد الحمید ' موجودہ صدی کے سب سے بڑے شخصی اور مستبد فرمانروا تھے - ان کے جاہ و جلال اور سطوت و جبروت کے ہیبت انگیز واقعات دیکھنے والے ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ابھی زندہ موجود ہیں - لیکن انقلاب کی ایک ہی گردش نے انہیں کتنی بلندی سے کتنی پستی تک پہنچا دیا ؟ آج ان میں سے ایک کا لڑکا پیرس کے سب سے زیادہ ادنی ہوٹل میں دم توڑ چکا ہے ' اور اس کے سرہانے ایک آنکھ بھی ایسی موجود نہیں جو اس پر آنسو بہا رہی ہو -

و تلک الایام نداولها بین الناس !

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

(انگریزی مصری نزاع)

پچھلے ہفتے انگریزی مصری نزاع پر گفتگو کرتے ہوے وہ بنیادیں بتا چکا ہوں جو مصری حکومت نے تصفیہ کے لیے پیش کی تھیں - آج ایک ہفتہ گزرنے کے بعد بھی دنیا کی معلومات اس جھگڑے کے متعلق آگے نہ بڑھسکیں ' کیونکہ تمام گفتگو پردۂ راز میں ہے - طرفین کی پارلیمنٹوں میں مطالبہ کیا گیا کہ گفت و شنید شایع کردی جائے ' مگر دونوں حکومتوں نے ایک ہی جواب دیا - یعنی ابھی تک فریق ثانی نے اسکی اشاعت کی اجازت نہیں دی ہے - اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں اسے شائع کرنا سردست مناسب نہیں سمجھتیں -

اس صورت حال نے دونوں ملکوں میں سخت انتشار پیدا کردیا ہے - برطانی اخبارات دعوی کر رہے ہیں کہ مصر دب گیا اور انگریزی مطالبات منظور کر لیے - مصری اخبارات مدعی ہیں کہ برطانیا سختی سے باز آگیا ' اسلیے مصر نے بھی مصالحت کے لیے آمادگی ظاہر کردی - مگر کیونکر ؟ کہانتک ؟ اسکا کوئی جواب نہیں ملتا !

لیکن یہ یقینی ہے کہ تصفیہ ہوگیا ہے - باقی رہا یہ سوال کہ کس کی ضد پوری ہوی ؟ تو اس بارے میں کوئی قطعی بات نہیں کہی جا سکتی - البتہ عبد الخالق ثروت پاشا مصری وزیر اعظم کی ایک تصریح ضرور موجود ہے - یہ تصریح انہوں نے مصری پارلیمنٹ میں کی ہے - اگرچہ یہ بھی مبہم ہے ' تاہم معاملہ پر کچھ نہ کچھ روشنی ضرور ڈالتی ہے - انہوں نے کہا :

" یہ بات سخت افسوسناک ہے کہ پچھلے دنوں مصری اور برطانوی حکومتوں میں غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی - اس غلط فہمی نے برطانیا کو آمادہ کیا کہ اپنے ہائی کمشنر کے ذریعہ مصری حکومت کے پاس ایک نوٹ بھیجے - اس نوٹ میں مصری فوج اور محکمۂ سرحد کے متعلق چند مطالبے درج تھے - ساتھ ہی یہ بھی درج تھا کہ برطانیا متمنی ہے کہ نزاع دوستانہ طور پر ختم کردی جائے - مصری حکومت نے برطانوی نوٹ پر اچھی طرح غور و خوض کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ اسکے مطالبے اپنی مجموعی ہیئت میں مصری حکمرانی ' مصری پارلیمنٹ کے حقوق ' اور ملک کے قانون اساسی کو نقصان پہنچانے والے ہیں "

" چونکہ ایسے معاملات میں حکومت کو اپنی مرضی سے فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں - قانون کی رو سے پارلیمنٹ کے سامنے پیش کرنے پر مجبور ہے - لہذا اسنے بغیر کسی تامل کے کہدیا کہ یہ مطالبات انکی مجموعی ہیئت میں منظور نہیں کئے جا سکتے "

" مگر چونکہ مصری حکومت ہر غلط فہمی کے دور کرنے کے لیے مستعد رہتی ہے ' اس لیے اسنے معاملہ کو ایک اور طریقہ پر سلجھانا چاہا جس کا اسے قانوناً اختیار تھا اور جو مصر کے بنیادی حقوق کے منافی نہیں ہے - چنانچہ اسنے فوج کے مسئلہ میں غور و بحث کے بعد طے کیا کہ برطانیا کے کون کون مطالبے قابل قبول ہیں اور کون نا قابل قبول ؟ جو امور فوج کیلیے مفید تھے ' یا جنسے کوئی مضرت پیدا نہیں ہوتی تھی ' انہیں اسنے بطور خود منظور کرلیا "

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبة الذین من قبلھم (۳۰-۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح کے تاثرات

ٹیونس اور البانیہ

ٹیونس

اگر الجزائر فرانس کا محکوم ہے تو ٹیونس بھی فرانس کے جولانِ حکومت سے پامال ہو چکا ہے۔ جو فرانسیسی یہاں ہیں وہی فرانسیسی وہاں بھی ہیں۔ محکومی اور ماتحتی، موت کی طرح سخت اور دہشت رفتار ہے۔ ایک خفیہ زہر ہے۔ دوسرا اعلانیہ ہے۔ لہذا کچھ عجب نہیں اگر دونوں ملکوں کی زندگی باہم مشابہ ہو۔ بلکہ پہلی نظر میں تو دونوں کی زندگی ایک ہی طرح کی معلوم بھی ہوتی ہے۔ لیکن میرے خیال میں باوجود اس گہری مشابہت کے دونوں میں بڑا فرق ہے۔ ایک بیماری سو برس کی پرانی ہے، دوسرے کی ۴۰ برس سے بھی کم کی ہے۔ ٹیونس میں جدید زندگی کے مبادیات موجود ہیں، اور امیدوں کے لئے بھی ویسی مایوسیاں نہیں ہیں جیسی الجزائر اور مراکش میں محسوس ہوتی ہیں۔

ٹیونس کی بیداری ٹیونسی قوم کی سعی و ہمت کا نتیجہ ہے۔ شمالی افریقہ میں ظلم کی یکسانیت سے مظلومیت کی حالت یکساں نہیں ہو جا سکتی تھی۔ مراکش، الجزائر، ٹیونس، ربیت، ان تمام مقامات میں یورپین استعمار یکساں قوت و خصائل کے ساتھ نمودار ہوا۔ لیکن ان تمام مختلف مقامات کی جماعتی حالت و استعداد یکساں نہ تھی۔

ٹیونس کی بیداری کے اور بھی متعدد اسباب ہیں۔ بعض قوی ہیں بعض ضعیف ہیں۔ بعض اچھے ہیں، بعض برے ہیں۔ بعض تریاقِ نافع کے حکم میں داخل ہیں۔ بعض سم قاتل کا حکم رکھتے ہیں۔ کبھی برائی سے بھی بھلائی پیدا ہو جاتی ہے۔ کبھی زہر سے بھی شفا حاصل ہوتی ہے۔ جب خدا کسی قوم کی بھلائی چاہتا ہے تو ہر چیز اُس کی خدمتگار ہو جاتی ہے۔ ہر راہ اُسے منزلِ مقصود کی طرف پہونچاتی ہے۔ لیکن جب کسی قوم کی تباہی کے دن آ جاتے ہیں تو ہر چیز اُسے نقصان پہنچاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ٹیونس پر خدا کی مہر و عنایت ہے۔ اسی لئے اُس کے سامنے بھلائی اور ترقی کی راہیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔

ٹیونس میں مدرسے ہیں اور قوم میں علم روز بروز پھیل رہا ہے۔ ٹیونس میں عربی اخبارات ہیں، اور اگرچہ بہت پست اور بے بضاعت ہیں، لیکن بہر حال ملک کی بیداری کا سرچشمہ ہیں۔ ٹیونس میں ایک کرسی بچھی ہے جسے "تختِ شاہی" کہتے ہیں۔ اُس پر ایک ٹیونسی محترم بھی دکھائی دیتا ہے جسے بادشاہ یا وہاں کی اصطلاح میں "بائی" کہتے ہیں۔ اُس کے سر پر ایک غلاف بھی چڑھا ہے۔ اُسے "تاج" کہکر پکارتے ہیں۔ "بائی" کی عیش و عشرت بالکل ویسی ہی ہے جیسی مشرقی بادشاہوں کی ہوا کرتی تھی۔ بہت سے ابن الوقت اس کے محل کا اُسی طرح طواف کرتے ہیں جس طرح مومن کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ اُس کے دروازوں اور چوکھٹوں کو چومتے ہیں اور ماجرد ثواب کی اُمیدیں رکھتے ہیں!

ٹیونس میں نوجوان بھی ہیں۔ قریب ہے کہ اُن کی آنکھیں کھل جائیں اور "زندگی" کا جلوہ دیکھ لیں۔ ٹیونس میں ترقی کا جذبہ بھی موجود ہے۔ اگر محکومی کی بندشیں ذرا بھی ڈھیلی ہو جائیں تو قریب ہے کہ خوب پھلے اور پھولے۔ مگر موجودہ قید و بند بھی اُسے روک نہیں سکتی۔ یہ جذبہ، سنگِ چقماق کی طبیعت رکھتا ہے۔ جتنا رگڑا جاتا ہے، اُتنا ہی چمکتا اور مشتعل ہوتا ہے!

ٹیونس کی بیداری کا ایک سبب، اجنبی تسلط و جبر بھی ہے۔ ٹیونس خوابِ خرگوش میں پڑا سو رہا تھا۔ اجنبی توپوں نے گرج کر اُسے بیدار کر دیا اور اس طرح بیدار کیا کہ پھر اُس کی آنکھیں بند نہ ہوئیں۔ اجنبی تسلط ذی استعداد قوموں کے لئے تازیانۂ عبرت ہوتا ہے، اور نالائق قوموں کے لئے پیامِ ہلاکت!

ٹیونس کی بیداری میں تقلید و جمود اور قدامت پرستی کے عناصر کو بھی بڑا دخل ہے۔ ٹھیک اُسی طرح جس طرح یہ عناصر مصر کی موجودہ بیداری کا ایک سبب بن گئے ہیں۔

اس دنیا میں شرِ محض کا وجود نہیں۔ تقلید و جمود اور قدامت پرستی میں کتنا ہی بڑا شر کیوں نہ ہو، لیکن اسمیں نفع بھی موجود ہے۔ کسی قوم کے لئے مناسب نہیں کہ اپنا ماضی بالکل بھلا دے۔ ماضی اور قدیم کا صالح جوہر ہمیشہ قوم میں موجود رہنا چاہیئے، ورنہ قوم اپنی قومیت کی اساسی روح سے محروم ہو جائے گی۔ یہ قدامت پرست طبقہ اپنے اندر ماضی اور قدیم کی نقش محفوظ رکھتا اور قوم کو اس کے اصلی خط و خال دکھلاتا رہتا ہے۔ یہ طبقہ کتنا ہی مضر ہو مگر اس سے یہ فائدہ ضرور ہے کہ ماضی اور قدیم کی یاد فراموش ہونے نہیں پاتی، اور تغیر طلب قوتوں کی بے اعتدالیاں اعتدال کی حالت پیدا کر لیتی ہیں۔

اے مصلحین! اس مخلوق پر رحم کھاؤ، جس کا نام "قدامت پرست" ہے۔ یہ تمہاری نظروں میں ایک پرانی نعش ہی کیوں نہ ہو مگر یہ تمہارے ہی ماضی کی نعش! اس کی حفاظت کرو۔ اسے نابود کرنے میں جلدی نہ کرو۔ اگر یہ نابود ہو گئی، تو قدامت کی نعش کے ساتھ قدامت کی روح بھی نابود ہو جائے گی!

احمد زوغو کی مملکت "البانیہ"

البانیہ میں سفر بہت تکلیف دہ ہے۔ سمندر سے سفر کی صورت یہ ہے کہ ٹرگو سلاوی جہاز ہر ہفتہ یونان جاتے ہوئے البانی ساحل پر بھی رُکتے ہیں۔ یہی راستہ میں نے اختیار کیا۔ ٹرگو سلاوی بندرگاہ ڈائگزے سوار ہوا اور البانی ساحل دیراز دمیں اُتر پڑا۔

میرے ساتھی مسافر ایک ہاتھ کی انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔ جہاز کا کپتان کروانی نسل کا معتدین تھا۔ رات کو وہ ہمارے ساتھ دیر تک باتیں کیا کرتا۔ ایک دن مجھے ایک گوشے میں لیجا کر کہنے لگا:

"دیکھو! البانیہ قریب آ گیا۔ ہر چیز دیکھنا مگر زبان کسی وقت بھی نہ کھولنا۔ جاسوسوں سے ہوشیار رہنا۔ البانی پولیس تمہیں زیادہ تنگ نہیں کرے گی۔ لیکن بالکل ممکن ہے کہ اندھیری رات میں دو گولیاں ہوا میں اُڑتی آئیں اور تمہارا سینہ توڑ کر پار نکل جائیں۔ تمہارا کام تمام ہو جائے گا مگر قیامت تک پتہ نہیں چلے گا کہ یہ گولیاں کہاں سے آئی تھیں؟"

ہمارا جہاز پہلے تقاندر میں رُکا۔ پھر خوبصورت خلیج انطیفاری میں ٹھہرا۔ صبح ۶ بجے ہم بندرگاہ دوراز و کے سامنے تھے۔ یہاں سے سخت تکلیف دہ سفر کے بعد آخر ٹیرانا پہنچ گئے، جو البانیہ کا پایۂ تخت ہے۔

یہ شہر ترکی قصبات کا منظر پیش کرتا ہے۔ تنگ گھومی ہوئی سڑکیں، اُن پر چھوٹی چھوٹی مکانیں، دکانوں میں دکاندار اپنے کاموں میں ٹھیک اُسی طریقہ پر مشغول جیسے صدیوں پہلے اُن کے آباء و اجداد تھے۔ کہیں ترکی ٹوپیاں بن رہی ہیں۔ کہیں لکڑی کا سامان طیار ہو رہا ہے۔ کہیں تانبے کے ظروف بنائے جا رہے ہیں۔ کہیں کمہار بیٹھا اپنا آنواں گھما رہا ہے۔ ساتھ ہی ترکاری والے بھی دکان لگائے بیٹھے ہیں۔ حجام استرے رگڑ رہے ہیں۔ موچی جوتے گانٹھ رہے ہیں۔ پھر ان سب کے شور و ہنگامہ کو کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ تاہم پورے اطمینان سے کہا جا سکتا ہے کہ شہر کے قدرتی مناظر نہایت دلفریب ہیں۔ مساجد کے میناروں نے فضا میں بلند ہو کر منظر اور بھی زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے!

شہر کے سامنے ایک وسیع میدان ہے۔ اسمیں ایک چھوٹی سی عمارت کھڑی ہے اور سینما کی عمارت معلوم ہوتی ہے، حالانکہ وہ دراصل ملک کی پارلیمنٹ ہے۔

پارلیمنٹ کے پیچھے فوجی بارکیں ہیں۔ حال ہی میں تعمیر ہوئی ہیں اور شہر کی شب و روز نگرانی کرتی ہیں۔

میں نے اپنا اسباب شہر کے سب سے بڑے ہوٹل میں رکھا۔ اس ہوٹل کا نام "بین الاقوامی" ہوٹل ہے۔ لیکن وہ ترکی ہے اور اُس کی ہر چیز بھی ترکی ہے۔ ہوٹل، میدان کے سامنے ہے۔ میدان میں موٹر کاروں کا ہجوم رہتا ہے۔ یہ تمام موٹریں بہت پرانی اور جنگِ عظیم کی میراث ہیں۔

عورتیں صاف پانی بھرنے کے لئے چشموں پر جوق جوق جاتی ہیں۔ مگر کیا مجال کہ اُن کے جسم کا کوئی حصہ نظر آ جائے۔ سر سے پاؤں تک کپڑوں میں لپٹی ہوئی، حتی کہ منہ بھی چھپائے ہوئیں۔ صرف ایک طرف کی آنکھ کھلی ہوتی ہے۔ آہو کی آنکھ، غضب کی

مطبوعات جدیدہ

علم الآثار مصر

(روح کے متعلق قدیم مصریوں کا عقیدہ)

مصر کی قدیم تہذیب دنیائے قدیم کی تاریخ کا ایک نہایت اہم باب ہے - اگر یہ باب الگ کر دیا جائے تو نوع انسانی کی عقلی ترقیات کی ایک نہایت اہم کڑی مفقود ہو جائیگی -

اب سے سو برس پہلے مصر کے اہرام اور حیرت انگیز آثار دنیا کیلیے معما تھے - آج وہ معما نہیں ہیں ' مدرسہ کا کام دے رہے ہیں - قدیم مصری خط " ہیرو گلیفی " پڑھ لیا گیا ہے - قدیم مصری زبان کے ضخیم لغت طیار ہو گئے ہیں - قدیم مصری تحریریں دستیاب ہو گئی ہیں - اور ان سب کے مجموعے سے علوم اثریہ کا ایک مرتب ذخیرہ مدون ہو گیا ہے جسے مصریات (اجپٹیا لوجیا) سے تعبیر کیا جاتا ہے اور روز بروز اسکی وسعت بڑھتی جاتی ہے - حال میں ڈاکٹر احمد بک کمال مرحوم کی بے نظیر کتاب آثار مصر پر شائع ہوی ہے - یہ قاہرہ کے دار الآثار کے ناظر تھے - انہوں نے تمام عمر اثریات مصر کی تحقیقات میں بسر کر دی - یہ کتاب اس موضوع پر علمی دنیا کی آخرین تحقیقات پیش کرتی ہے - ہم چاہتے ہیں وقتاً فوقتاً اسکے بعض اہم مباحث الہلال میں شائع کرتے رہیں -

(بقاء روح کا مصری اعتقاد)

" قدیم مصری تمدن کے سب سے زیادہ عجیب آثار جو ہم تک پہنچے ہیں ' انکے مقبرے اور انکی ممی کی ہوی نعشیں ہیں - اہرام بھی دراصل اسی غرض سے بنائے گئے تھے کہ مقبرہ کا کام دیں - اس سے انکے مذہبی عقائد پر جو موت ' بعد الموت ' اور روح کے خلود و ابدیت سے تعلق رکھتے تھے ' غیر معمولی روشنی پڑتی ہے -

(مقبروں کی تاسیس)

قدیم مصر میں مقبروں کا آغاز اس طرح ہوا کہ پہلے مردے کو زمین کھود کر تنگ گڑھے میں گاڑ دیتے تھے - نعش لٹانے کا بھی رواج نہ تھا - سر سینہ پر جھکا دیا جاتا تھا اور اکڑوں بٹھا کر زمین برابر کر دیتے تھے - اسکے بعد قبر یاد رکھنے کیلیے زمین اونچی کرنے لگے - قبر پر مٹی کا ڈھیر لگا دیا جاتا تھا - پھر مردے کو اوپر کی مٹی سے بچانے کے لیے قبر کے اندر چھت بنانے لگے - پھر چھت کے گرد مٹی کی دیواریں بنادینے کا رواج پڑا - اس کے بعد تابوت کا خیال پیدا ہوا ' اور پتھر کے تابوتوں میں مردے رکھے جانے لگے - پھر خیر کو بیرونی صدموں سے بچانے کیلیے اس پر عمارتیں بنانے لگے - انہی عمارتوں نے ترقی کرتے کرتے اہرام کا عظیم و مہیب درجہ حاصل کر لیا - اس وقت بھی دریائے نیل کے مصب اور فیوم کے مابین تقریباً سو ہرم موجود ہیں ' اگرچہ انمیں سے اکثر منہدم ہو جانے کے قریب ہیں -

اب یہ بات محقق ہو گئی ہے کہ مصر کے اہرام در حقیقت مقبرے ہی تھے - قدیم مورخین کا یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے کہ یہ قلعے ہیں ' یا طوفان سے بچنے کے لیے بنائے گئے تھے ' یا ان میں خزانے مدفون ہیں - قدیم مصری زبان میں اہرام کے نام ہی سے ان کا مقصد اور موضوع معلوم ہو جاتا ہے - مثلاً " مسکن ابدی " " مقام کمال " " مکان خلوۃ " " مقر روح " وغیرہ -

مقبروں کے باب میں یہ تدریجی ترقی کیوں ہوئی ؟ اس لیے کہ روح کی ابدیت کا اعتقاد بھی مصریوں میں بہ تدریج ترقی پذیر ہوا تھا - جس زمانہ میں وہ روح کی بقاء کے قائل نہ تھے ' قبروں کے معاملہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے - پھر جوں جوں یہ عقیدہ بڑھتا گیا ' مقبروں کی اہمیت بھی بڑھتی گئی - مقبروں کو اس عقیدہ سے کیا تعلق ہے ؟ بہت قریبی تعلق ہے - مصریوں کا یہ عقیدہ اس شکل میں تھا کہ جب تک جسم محفوظ رہتا ہے ' روح بھی قائم رہتی ہے - کیونکہ جسم سے علحدہ روح کا وجود نہیں ہو سکتا - اس عقیدہ کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ وہ مردے کا جسم زیادہ سے زیادہ مدت تک محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے تھے - اتنے مستحکم مقبرے بنانا ' اور لاشوں کو ممی کرنا ' اسی غرض سے تھا -

(زندگی کا مصری تخیل)

یہ عقیدہ کیونکر موجود ہوا ؟ مصریوں کا خیال تھا کہ زندگی ایک آدمی سے دوسرے آدمی میں ناک اور منہہ کی راہ منتقل ہوتی ہے - اور یہ کہ انسانی جسم کے بعض اعضاء زندگی کی حفاظت کرتے ہیں ' مگر صرف اسی حالت میں جب کہ خود ان کی بھی حفاظت کی جائے - چنانچہ ہاتھہ کی نبض زندگی کی محافظ ہے ' اس لیے ہاتھہ میں چوڑی پہنکر نبض کی حفاظت کی جاتی تھی - گردن کو بھی ایسا ہی عضو سمجھتے تھے اور اس کی حفاظت کے لیے ہار پہنتے تھے - کان کے لیے بالیاں ' سینہ کے لیے چاندی سونے کی لوحیں ' بازو کے لیے بازو بند ' اسی لیے ان میں رائج ہو گئے - بہت ممکن ہے کہ دنیا میں زیور کا استعمال اسی عقیدہ سے شروع ہوا ہو -

(موت)

ان کا اعتقاد تھا کہ زندگی ہمیشہ رہتی ہے - لیکن نیند کی حالت میں اور کبھی کبھی غشی کے حالت میں آدمی سے جدا ہو جاتی ہے - وہ کہتے تھے جب جسم بگڑ جاتا ہے تو زندگی کا علاقہ بھی اس سے ہمیشہ کے لیے منقطع ہو جاتا ہے - اسی خیال سے نعش کی حفاظت کا خیال پیدا ہوا - اور بالآخر ممی کرنے کا طریقہ واقع ہو گیا - یہ طریقہ اتنا عجیب ' اتنا صحیح ' اور اتنا بے خطا تھا ' کہ چار چار ہزار برس گزر جانے پر بھی آج اصلی حالت میں ان کی نعشیں موجود ہیں ! "

الہلال کی قدیم مکمل جلدیں

گہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

الہلال کی پہلی اور دوسری اشاعت کی جلدوں کے کثرت سے شائقین
علم و ادب مشتاق تھے چند جلدیں جو دفتر مہیا کرسکا ہے حسب ذیل قیمت پر بھی
جاسکتی ہیں:

الہلال جلد سوم
" جلد چہارم — قیمت فی جلد ۱۰ روپیہ
" جلد پنجم

البلاغ (یعنی الہلال کا دوسرا سلسلۂ اشاعت) ۵ روپیہ (منیجر الہلال)

آنکھ! ایک دن میں نے چند عورتوں کی تصویر اُتارنا چاہی۔ اُن کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ انھوں نے مجھے گھورتے دیکھا کر دھمکانا اور غلط گالیاں دینا شروع کر دیا!

رات کو شہر میں بڑی چہل پہل ہوتی ہے۔ پوری آبادی معلوم ہوتا ہے، باہر نکل آتی۔ امراء، سکون و وقار سے چلتے ہیں۔ ہر ایک کے آگے پیچھے حبشی خواجہ سرا تلواریں لئے ہوتے ہیں۔ ہر کوئی اپنی جگہ پر البانیہ کا بادشاہ معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت عورتیں بھی چہل قدمی کرتی نظر آتی ہیں۔ بڑی بڑی سیاہ چادریں اوڑھے ہوتی ہیں۔ اُنکی سب سے زیادہ مرغوب خارجی آرائش یہ ہے کہ رات کو بھی چھتریاں لگائے رہیں!

پورا ملک مسلح ہے۔ ایک آدمی بھی نہتا دکھائی نہیں دیتا۔ اِس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر طرف امن امان قائم ہے۔ ہر کوئی اپنی جان کو ڈرتا ہے، اور کسی پر زیادتی نہیں کرتا۔ میں تیرانا میں تین ہفتے رہا مگر میں نے ایک دن بھی بازاروں میں جھگڑا فساد نہیں دیکھا۔

البانیہ کے باشندے عموماً بڑے دیانت دار ہوتے ہیں۔ چوری کی کبھی کوئی واردات نہیں سنی جاتی۔ مکانوں کے دروازے عموماً شب و روز کھلے رہتے ہیں۔ قفل لگانے کا رواج تقریباً مفقود ہے۔ ایک اجنبی کے لئے یہاں کے بازاروں میں خرید و فروخت بہت مشکل ہے۔ تمام یورپ اور امریکہ کے طلائی، نقرئی، اور نکل کے سکے چلتے ہیں۔ آدمی جب تک ان تمام سکوں سے واقف نہ ہو جو بے شمار قسم کے ہیں، لین دین نہیں کر سکتا۔ مگر تم بے کھٹکے بازار میں جا سکتے ہو۔ جو چاہو خریدو۔ دکاندار جو سکے بھی دے بے گنے لے لو۔ ناممکن ہے تمھیں کبھی دھوکہ دیا جائے۔ ایک دن میں نے نوٹ خریدے دکاندار نے میرے نوٹ کی ریزگاری دے دی۔ اسمیں ترکی، امریکن، اور مصری (سرزمین) سکے ملے جلے تھے۔ میں نے بغیر گنے جیب میں رکھ لی اور روانہ ہو گیا۔ ابھی دس قدم ہی چلا تھا کہ پیچھے سے آواز آئی مڑ کے دیکھا تو تین چار آدمی بے تحاشا دوڑتے چلے آرہے ہیں۔ چلاتے ہیں۔ ہاتھ ہلاتے ہیں۔ میں رک گیا۔ کیا دیکھتا ہوں جوتے والا کھڑا ہانپ رہا ہے:

"جناب!" اُسنے ندامت سے آنکھیں نیچی کر کے کہا "مجھ سے سخت قصور ہوا۔ میں بڑا ہی بیوقوف ہوں۔ بازار میں بیٹھنے کے لائق نہیں۔ آپ کو کم رقم دی ہے۔ یہ لیجئے آپکے دام ہیں معاف کیجئے!"

لیکن پُرامن البانیہ کے سر پر اب جنگ کا بھوت چڑھ رہا ہے۔ تیرانا اس وقت فوج سے لبریز ہے۔ شب و روز جنگی قواعد اور جنگی نظاہرے ہو رہے ہیں۔ تمام فوجی بارکیں سپاہیوں سے پر ہیں حتی کہ اکثر مسجدیں بھی سپاہیوں کے لئے خالی کر دی گئی ہیں۔

مگر یہ جنگی طیاریاں کیوں ہیں؟ "یوگوسلاویا کی طرف سے اندیشہ ہے" یہ جواب دیا جاتا ہے۔ مگر یہ پوری حقیقت نہیں ہے پوری حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ احمد زوغو کو اپنی شخصیت نمایاں کرنی کی فکر ہے۔ ترکی کے مصطفیٰ کمال، اٹلی کے موسولینی، اسپین کے پریمو ڈی ریورا کی طرح احمد زوغو بھی البانیہ کا مطلق العنان ڈکٹیٹر تو ہے مگر وہ اس منصب پر قانع نہیں۔ وہ البانیہ کا بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ تاج شاہی کے لئے اُس کا سر مضطرب ہے۔ وہ چاہتا ہے، تلوار کی نوک سے ایک طلائی تاج اُٹھائے اور اپنے سر پر رکھ لے!

احمد زوغو کا خاص باڈی گارڈ بہت ہی خوفناک ہے۔ تین ہزار زبردست سپاہی اُس کی شب و روز حفاظت کرتے ہیں۔ ٹھیک محل کے سامنے ایک مکان میں اُس کی ماں رہتی ہے۔ روزانہ ...

بصائر و حِکَم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقاتِ وفات میں!

حسین بن علی علیہما السلام

۲

آپکی حسرت اور اصحاب کی وفاداری!

فوج کی واپسی کے بعد رات کو آپنے اپنے ساتھی جمع کئے اور خطبہ دیا:

"خدا کی حمد و ستائش کرتا ہوں، رنج و راحت ہر حال میں اُس کا شکر گزار ہوں۔ الٰہی! تیرا شکر کہ تو نے ہمارے گھر کو نبوت سے مشرف کیا، قرآن کا فہم عطا کیا۔ دین میں سمجھ بخشی، اور ہمیں دیکھنے سننے اور عبرت پکڑنے کی قوتوں سے سرفراز کیا۔ اما بعد۔ لوگو! میں نہیں جانتا آج روئے زمین پر میرے ساتھیوں سے افضل اور بہتر بھی لوگ موجود ہیں، یا میرے اہل بیت سے زیادہ ہمدرد اور غم گسار اہل بیت کسی کے ساتھ ہیں۔ اے لوگو، تم سب کو اسر میری طرف سے جزائے خیر دے! میں سمجھتا ہوں کل میرا ان کا فیصلہ ہو جائیگا۔ غور و فکر کے بعد میری رائے یہ ہے کہ تم سب خاموشی سے نکل جاؤ۔ رات کا وقت ہے۔ میرے اہل بیت کا ہاتھ پکڑ کر فوراً تاریکی میں ادہر اُدہر چلے جاؤ۔ میں خوشی سے تمھیں رخصت کرتا ہوں۔ میری طرف سے کوئی شکایت نہ ہوگی۔ یہ لوگ صرف مجھے چاہتے ہیں میری جان لے کر تم سے غافل ہو جائیں گے۔"

یہ سنکر آپ کے اہل بیت بہت رنجیدہ اور بھائی، بیٹے، بھتیجے جعفر عباس نے کہا "یہ کیوں؟ کیا اس لئے کہ ہم آپکے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے!"

حضرت نے مسلم بن عقیل کے رشتہ داروں سے کہا "اے اولاد عقیل! مسلم کا قتل کافی ہے۔ تم چلے جاؤ۔ میں نے تمھیں اجازت دی۔" وہ کہنے لگے "لوگ کیا کہیں گے؟ یہی کہینگے کہ ہم اپنے شیخ، سردار، اور عم زادوں کو چھوڑ کر بھاگ آئے۔ ہم نے اُن کے ساتھ نہ کوئی تیر پھینکا، نہ نیزہ چلایا، نہ تلوار گھمائی۔ نہیں واللہ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ ہم تو آپ پر اپنی جان، مال، آل اولاد سب کچھ قربان کر دیں گے۔ آپکے ساتھ ہو کر لڑیں گے۔ جناب ہرگز رہے گی وہی ہمیں بھی گزرے گی۔ آپکے بعد خدا ہمیں زندہ نہ رکھے!"

آپکے ساتھی بھی کھڑے ہو گئے۔ مسلم بن عوسجہ اسدی نے کہا: "کیا ہم آپ کو چھوڑ دیں گے؟ حالانکہ اب تک آپکا حق ادا نہیں کر سکے ہیں۔ واللہ نہیں، ہرگز نہیں۔ میں اپنا نیزہ ان دشمنوں کے سینے میں توڑ دونگا۔ جب تک قبضہ ہاتھ میں رہیگا، تلوار چلاتا رہوں گا۔ نہتا ہو جاؤں گا تو پتھر پھینکوں گا۔ یہاں تک کہ موت میرا خاتمہ کر دے!"

سعید بن عبداللہ الحنفی نے کہا "واللہ ہم آپ کو اُس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک خدا جان نہ لے کہ ہم نے رسول اللہ کا حق محفوظ رکھا۔ واللہ اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل ہوں گا، جلایا جاؤں گا، آگ میں بھونا جاؤں گا، پھر میری خاک ہوا میں اُڑا دی جائے گی۔ اور ایک مرتبہ نہیں، ۷۰ مرتبہ مجھ سے یہی سلوک کیا جائے گا۔ پھر بھی میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ آپکی حمایت میں فنا ہو جاؤں"

زہیر بن القین نے کہا "بخدا اگر میں ایک ہزار مرتبہ بھی آرے سے چیرا جاؤں تو بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں۔ خوشا نصیب! اگر میرے قتل سے آپکی اور آپکے اہل بیت کے ان نونہالوں کی جانیں بچ جائیں!" (ابن جریر، کامل، شرح نہج البلاغہ وغیرہا)

حضرت زینبؑ کی بے چینی اور آپکا توصیۂ صبر

حضرت زین العابدین سے روایت ہے کہ جس رات کی صبح میرے والد شہید ہوئے ہیں، میں بیمار تھا اور میری پھوپھی زینب میری تیمارداری کر رہی تھیں۔ اچانک میرے والد نے خیمہ میں اپنے ساتھیوں کو طلب کیا۔ اُس وقت خیمے میں ابوذر غفاری کے غلام حُوَیّ تلوار صاف کر رہے تھے اور میرے والد یہ شعر پڑھ رہے تھے:

یا دہر اف لک من خلیل ؛ کم لک بالاشراق والاصیل!

اے زمانہ! تیرا بُرا ہو، تو کیسا بیوفا دوست ہے! صبح اور شام تیرے ہاتھوں

من صاحب او طالب قتیل ؛ والدہر لا یقنع بالبدیل!

کتنے مارے جاتے ہیں؟ زمانہ کسی کی رعایت نہیں کرتا کہ بعوض قبول نہیں کرتا۔

وانما الامر الی الجلیل ؛ وکل حی سالک السبیل!

اور سارا معاملہ، اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ ہر زندہ موت کی راہ پر چلا جا رہا ہے!

تین چار مرتبہ آپنے یہی شعر دُہرائے۔ میرا دل بھر آیا۔ آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ مگر میں نے آنسو روک لئے۔ میں سمجھ گیا مصیبت ٹلنے والی نہیں۔ میری پھوپھی نے یہ شعر سُنے، وہ بے قابو ہو گئیں بے اختیار دوڑتی ہوئی آئیں اور شیون و فریاد کرنے لگیں۔

حضرت امامؑ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا "اے بہن یہ کیا حال ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ نفس شیطان کی بے صبریاں ہمارے ایمان و استقامت پر غالب آ جائیں" انھوں نے روتے ہوئے کہا:

[illegible]

"کیونکر اس حالت پر صبر کیا جا سکے کہ آپ اپنے ہاتھوں قتل ہو رہے ہیں؟" آپنے کہا "مشیت کا ایسا ہی فیصلہ ہے" اسپر ان کی بیقراریاں اور بڑھ گئیں اور شدت غم سے بے حال ہو گئیں۔ یہ حالت دیکھ کر آپنے ایک طولانی تقریر صبر و استقامت پر فرمائی۔ آپنے کہا "بہن! خدا سے ڈر، خدا کی تعزیت سے تسلی حاصل کر۔ موت دنیا میں ہر زندگی کے لئے ہے آسمان والے بھی ہمیشہ جیتے نہ رہیں گے۔ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ پھر موت کے خیال سے اس قدر رنج و بے قراری کیوں ہو؟ دیکھ، ہمارے لئے اور ہر مسلمان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسوۂ حسنہ ہے، یہ نمونہ ہمیں کیا سکھلاتا ہے؟ یہی ہر حال میں صبر، رضا اور توکل ورضا کی تعلیم دیتا ہے۔ چاہئے کہ کسی حال میں بھی اس سے منحرف نہ ہوں" (یعقوبی و ابن جریر)

پوری رات عبادت وتلاوت میں گزاری

پوری رات آپنے اور آپکے ساتھیوں نے نماز، استغفار اور دعا و تضرع میں گزاری۔ راوی کہتا ہے دشمن کے سوار رات بھر ہمارے لشکر کے گرد چکر لگاتے رہے۔ حضرت حسینؓ بلند آواز سے یہ آیت پڑھ رہے تھے "ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اثما ولھم عذاب مھین۔ ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب[1]" دشمن کے ایک سوار نے یہ آیت سنی تو چلا کر کہنے لگا "قسم رب کعبہ کی ہم ہی طیب ہیں، اور تم سے الگ کر دیئے گئے ہیں!"

عشرہ کی صبح

جمعہ یا سنیچر کے دن دسویں محرم کو نماز فجر کے بعد عمر بن سعد اپنی فوج لے کر نکلا۔ حضرت حسینؓ نے بھی اپنے اصحاب کی صفیں قائم کیں ان کے ساتھ صرف ۳۲ سوار، ۴۰ پیدل، کل ۷۲ آدمی تھے میمنہ پر زہیر بن القین کو مقرر کیا۔ میسرہ، حبیب بن مظاہر کے سپرد کیا۔ علم اپنے بھائی عباس بن علی کے ہاتھ میں دیا۔ خیموں کے پیچھے خندق کھود کر اس میں بہت سا ایندھن ڈھیر کر دیا گیا تھا اور آگ جلا دی تھی تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ آور نہ ہو سکے۔

شمر کی یاوہ گوئی

فوج سے شمر بن ذی الجوشن گھوڑا دوڑاتا نکلا۔ آپ کے لشکر کے گرد پھرا اور آگ دیکھ کر چلایا "اے حسینؓ! قیامت سے پہلے ہی تو نے آگ قبول کر لی؟" حضرت نے جواب دیا "اے چرواہے کے لڑکے، تو ہی آگ کا زیادہ مستحق ہے!" مسلم بن عوسجہ نے عرض کیا "مجھے اجازت دیجئے اسے تیر مار کر ہلاک کر ڈالوں۔ کیونکہ بالکل زد پر ہے" حضرت نے منع کیا۔ "نہیں۔ میں لڑائی میں پہل نہیں کروں گا۔" (ایضاً)

دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے!

دشمن کا رسالہ آگے بڑھتے دیکھ کر آپنے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے "الٰہی! ہر مصیبت میں تو ہی میرا بھروسہ ہے! ہر سختی میں تو ہی میرا پشت پناہ ہے! کتنی مصیبتیں پڑیں، دل کمزور ہو گیا، تدبیر نے جواب دے دیا، دوست نے بیوفائی کی، دشمن نے خوشیاں منائیں، مگر میں نے صرف تجھی سے التجا کی اور تو نے ہی میری دستگیری کی! تو ہی ہر نعمت کا مالک ہے۔ تو ہی احسان والا ہے۔ آج بھی تجھی سے التجا کی جاتی ہے!" (شرح نہج البلاغہ)

دشمن کے سامنے خطبہ

جب دشمن قریب آ گیا تو آپنے اونٹنی طلب کی۔ سوار ہوئے۔ قرآن سامنے رکھا، اور دشمن کی صفوں کے سامنے کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ خطبہ دیا:

"لوگو! میری بات سنو۔ جلدی نہ کرو۔ مجھے نصیحت کر لینے دو۔ اپنا عذر بیان کر لینے دو۔ اپنی آمد کی وجہ کہنے دو۔ اگر میرا عذر معقول ہو، اور تم اسے قبول کر سکو، اور میرے ساتھ انصاف کرو، تو یہ تمہارے لئے خوش نصیبی کا باعث ہوگا اور تم میری مخالفت سے باز آ جاؤ گے لیکن اگر سننے کے بعد بھی تم میرا عذر قبول نہ کرو اور انصاف کرنے سے انکار کر دو، تو پھر مجھے کسی بات سے بھی انکار نہیں ہے۔ تم اور تمہارے سارے ساتھی ایکا کر لو، مجھ پر ٹوٹ پڑو اور مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو۔ میرا اعتماد ہر حال میں صرف پروردگار عالم پر ہے اور وہ نیکو کاروں کا حامی ہے"

آپ کی اہل بیت نے یہ کلام سنا تو شدت تاثر سے بے اختیار ہو گئیں اور خیمے سے آہ و بکا کی صدا بلند ہوئی۔ آپنے اپنے بھائی عباس اور اپنے فرزند علی کو بھیجا کہ انھیں خاموش کرائیں۔ اور کہا "ابھی انھیں بہت رونا باقی ہے" پھر بے اختیار پکار اٹھے "خدا عباس کی عمر دراز کرے" یعنی حضرت عبد اللہ ابن عباس کی۔ راوی کہتا ہے یہ جملہ اس لئے آپکی زبان سے نکل گیا کہ مدینہ میں عبد اللہ ابن عباس نے عورتوں کو ساتھ لیجانے سے منع کیا تھا۔ مگر آپنے اسپر توجہ نہ کی تھی۔ اب ان کا جزع و فزع دیکھا تو عبد اللہ بن عباس کی بات یاد آ گئی۔ پھر آپنے از سر نو تقریر شروع کی:

"لوگو! میرا حسب نسب یاد کرو۔ سوچو میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو۔ خوب غور کرو کیا تمہارے لئے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا روا ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کی لڑکی کا بیٹا، اس کے عم زاد کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا سید الشہداء حمزہ میرے باپ کے چچا نہیں تھے؟ کیا ذو الجناحین جعفر الطیار میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم نے رسول اللہ کا یہ مشہور قول نہیں سنا کہ آپ میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرماتے تھے "سیدا شباب اہل الجنۃ"؟ (جنت میں نوعمروں کے سردار) اگر میرا بیان سچا ہے، اور ضرور سچا ہے کیونکہ واللہ میں ہوش سنبھالنے کے بعد سے لے کر آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو بتلاؤ، کیا تمہیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہئے؟ اگر تم میری بات یقین نہیں کرتے تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے تصدیق کر سکتے ہو۔ جابر بن عبد اللہ انصاری سے پوچھو۔ ابو سعید خدری سے پوچھو۔ سہل بن سعد ساعدی سے پوچھو۔ زید بن ارقم سے پوچھو۔ انس بن مالک سے پوچھو۔ وہ تمہیں بتائیں گے کہ انھوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے یا نہیں؟ کیا یہ بات بھی تمہیں میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی؟ واللہ اس وقت روئے زمین پر بجز میرے کسی نبی کی لڑکی کا بیٹا موجود نہیں۔ میں تمہارے نبی کا بلا واسطہ نواسہ ہوں! کیا تم مجھے اس لئے ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کی جان لی ہے؟ کسی کا خون بہایا ہے؟ کسی کا مال چھینا ہے؟ کہو کیا بات ہے؟ آخر میرا قصور کیا ہے؟"

کوفہ والوں کا جواب

آپنے بار بار پوچھا مگر کسی نے جواب نہیں دیا۔ آخر آپنے بڑے بڑے کوفیوں کو نام لے لے کر پکارنا شروع کیا "اے شبث بن ربعی! اے حجار بن ابجر! اے قیس بن الاشعث! اے یزید بن الحارث! کیا تم نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ "پھل پک گئے، زمین سرسبز ہو گئی، نہریں ابل پڑیں، اگر آپ آئیں گے تو اپنی فوج جرار کے پاس آئیں گے۔ جلد آیئے" اسپر ان لوگوں کی زبانیں کھلیں، اور انھوں نے کہا "ہرگز نہیں، ہم نے تو نہیں لکھا تھا" آپ چلا اٹھے "سبحان اللہ! یہ کیا جھوٹ ہے واللہ، تم ہی نے لکھا تھا!" اس کے بعد آپنے پھر پکار کر کہا: "اے لوگو! چونکہ تم اب مجھے ناپسند کرتے ہو اس لئے بہتر ہے کہ مجھے چھوڑ دو، میں یہاں سے واپس چلا جاتا ہوں"

ذلت منظور نہیں

یہ سنکر قیس بن الاشعث نے کہا "کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ اپنے آپ کو اپنے عم زادوں کے حوالہ کر دیں؟ وہ وہی برتاؤ کریں گے جو آپ کو پسند ہے۔ آپ کو ان سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا"

آپنے جواب دیا "تم سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہو۔ اے شخص کیا تو یہ چاہتا ہے کہ بنی ہاشم تجھ سے مسلم بن عقیل کے سوا ایک اور خون کا بھی مطالبہ کریں؟ نہیں، واللہ، میں ذلت کے ساتھ اپنے آپ کو کبھی ان کے حوالے نہیں کروں گا" (ابن جریر)

یہ کہہ کر آپنے اونٹنی بٹھا دی۔ عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ اسکی کونچیں باندھ دے اور دیکھا کہ دشمن کے لشکر نے آپکی طرف حرکت شروع کر دی ہے۔

زہیر کا کوفہ والوں سے خطاب

زہیر بن القین اپنا گھوڑا بڑھا کر لشکر کے سامنے پہنچے اور چلائے "اے اہل کوفہ! عذاب الٰہی سے ڈرو! ہر مسلمان پر اپنے بھائی کو نصیحت کرنا فرض ہے۔ دیکھو، اسوقت تک ہم سب بھائی بھائی ہیں، ایک ہی دین اور ایک ہی طریقہ پر قائم ہیں جب تک تلواریں نیام سے نہیں نکلتیں۔ تم ہماری نصیحت اور خیر خواہی کے ہر طرح حقدار ہو۔ لیکن تلوار کے درمیان آتے ہی باہمی حرمت ٹوٹ جائے گی اور ہم تم الگ الگ دو گروہ ہو جائیں گے۔ دیکھو خدا نے ہمارا اور تمہارا اپنے نبی کی اولاد کے بارے میں امتحان لینا چاہا ہے۔ ہم تمہیں اہل بیت کی نصرت کی طرف بلاتے اور سرکش عبید اللہ بن زیاد کی مخالفت پر دعوت دیتے ہیں۔ یقین کرو، ان حاکموں سے کبھی تمہیں کوئی بھلائی حاصل نہ ہوگی۔ یہ تمہاری آنکھیں پھوڑیں گے، تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے، تمہارے چہرے بگاڑ دیں گے، تمہیں درختوں کے تنوں پر پھانسی دیں گے، اور نیکو کاروں کو چن چن کر قتل کریں گے۔ بلکہ وہ تو کب کا کر بھی چکے ہیں۔ ابھی حجر بن عدی، ہانی بن عروہ وغیرہ کے واقعات اتنے پرانے نہیں ہوئے ہیں کہ تمہیں یاد نہ رہے ہوں"

کوفیوں نے یہ تقریر سنی تو زہیر کو برا بھلا کہنے لگے اور ابن زیاد کی تعریفیں کرنے لگے۔ "بخدا ہم اسوقت تک نہیں ٹلیں گے جبتک حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو قتل نہ کر لیں یا انھیں امیر کے روبرو حاضر نہ کر دیں" یہ ان کا جواب تھا۔

زہیر نے جواب دیا "خیر، اگر فاطمہؓ کا بیٹا سمیہ کے چھوکرے (یعنی ابن زیاد) سے کہیں زیادہ تمہاری حمایت و نصرت کا مستحق ہے تو کم از کم اولاد رسول کا اتنا پاس تو کرو کہ اسے قتل نہ کرو۔ اسے اس کے عم زاد یزید بن معاویہ کو چھوڑ دو تاکہ آپس میں اپنا معاملہ طے کر لیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یزید کو خوش کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ تم حسینؓ کا خون بہاؤ" (ابن جریر و شرح نہج البلاغہ)

حر بن یزید کی موافقت

عدی بن حرملہ سے روایت ہے کہ ابن سعد نے جب فوج کو حرکت دی تو حر بن یزید نے کہا "خدا آپ کو سنوارے: کیا آپ اس شخص سے واقعی لڑائی کریں گے؟" ابن سعد نے جواب دیا "ہاں واللہ لڑائی! ایسی لڑائی جس میں کم سے کم یہ ہوگا کہ سر کٹ کٹ کے اڑیں گے اور ہاتھ شانوں سے اڑ جائیں گے" حر نے کہا "کیا ان تین شرطوں

---

[1] دشمن یہ خیال نہ کریں کہ ہماری جو ڈھیل ان کے لئے بھلی ہے۔ ہم صرف یہ ڈھیل دے رہے ہیں تاکہ ان کا جرم اور زیادہ ہو جائے۔ خدا مومنوں کو اس حالت پر چھوڑ رکھنے والا نہیں ہے۔ وہ پاک کو ناپاک سے الگ کر دیگا۔

پر ٹوٹ پڑے:

انا زہیر وانا ابن القین ... اذودہم بالسیف عن حسین

میں زہیر ہوں، ابن القین ہوں۔ اپنی تلوار کی نوک سے انھیں حسین سے دور کرونگا
صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ پھر لوٹے اور حضرت حسین کے شانے پر
ہاتھ مار کر جوش سے یہ شعر پڑھے:

اقدم ہدیت ہادیا مہدیا ... فالیوم تلقی جدک النبیا

بڑھو، خدا نے تجھے ہدایت دی، آج تو اپنے نانا نبی سے جا ملیگا

وحسنا والمرتضی علیا ... وذا الجناحین الفتی الکمیا

اور حسن سے اور علی مرتضی سے، اور بہادر جوان جعفر طیار سے

واسد اللہ الشہید الحیا

اور زندہ شہید اسد اللہ حمزہ سے!

پھر دشمن کی طرف لوٹے اور قتل کرتے رہے یہاں تک کہ قتل ہوگئے!

غفاری بھائیوں کی بہادری

اب آپ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ دشمن کو روکنا ممکن نہیں۔ چنانچہ
انھوں نے طے کیا کہ آپکے سامنے ایک ایک کرکے قتل ہوجائیں۔ چنانچہ
دو غفاری بھائی آگے بڑھے اور لڑنے لگے۔ یہ شعر اُن کی زبان
پر جاری تھے:

قد علمت حقا بنو غفار ... وخندف بعد بنی نزار

بنی غفار اور قبائل نزار نے اچھی طرح جان لیا ہے

لنضربن معشر الفجار ... بکل عضب صارم بتار

کہ ہم بے پناہ شمشیر آبدار سے فاجروں کے ٹکڑے اُڑا دیں گے

یا قوم ذودوا عن بنی الاحرار ... بالمشرفی والقنا الخطار

اے قوم! تلواروں اور نیزوں سے شریفوں کی حمایت کرو!

جابری لڑکوں کی فداکاری

انکے بعد دو جابری لڑکے سامنے آئے۔ دونوں بھائی تھے۔ زار
قطار رو رہے تھے۔ حضرت نے اُنھیں دیکھا تو فرمانے لگے "اے میرے
بھائی کے فرزندو! کیوں روتے ہو؟ واللہ مجھے یقین ہے ابھی چند
لمحے بعد تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں گی" اُنھوں نے گریہ سے
ٹوٹی ہوئی آواز میں عرض کیا "ہم اپنی جان پر نہیں روتے۔ ہم آپ پر
روتے ہیں۔ دشمن نے آپ کو گھیر لیا ہے اور ہم آپکے کچھ بھی کام نہیں
آسکتے" پھر دونوں نے بڑی ہی شجاعت سے لڑنا شروع کیا۔ بار
بار چلاتے تھے "السلام علیک یا ابن رسول اللہ!" آپ جواب دیتے
تھے "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ" اور وہ دشمن پر ٹوٹ پڑتے تھے۔
آخر دونوں شہید ہوگئے۔

حنظلہ بن اسعد کی شہادت

انکے بعد حنظلہ بن اسعد، حضرت کے سامنے آکر کھڑے ہوئے
اور باواز بلند دشمن سے مخاطب ہوئے "اے قوم! میں ڈرتا ہوں عاد
و ثمود کی طرح تمھیں بھی روز بد نہ دیکھنا پڑے! میں ڈرتا ہوں تم
برباد نہ ہوجاؤ! اے قوم! حسین کو قتل نہ کرو، ایسا نہ ہو خدا قہر عذاب
نازل کردے!" بالآخر یہ بھی شہید ہوگئے۔

علی اکبر کی شہادت

غرضکہ یکے بعد دیگرے تمام اصحاب قتل ہوگئے۔ اب بنی ہاشم
اور خاندان نبوت کی باری تھی۔ سب سے پہلے آپکے صاحبزادے
علی اکبر میدان میں گئے اور دشمن پر حملہ کیا۔ اُن کا رجز یہ تھا:

انا علی بن حسین بن علی ... نحن ورب البیت اولی بالنبی

میں علی بن حسین بن علی ہوں۔ قسم رب کعبہ کی ہم نبی کے نزدیک زیادہ حقدار ہیں

تاللہ لا یحکم فینا ابن الدعی

قسم خدا کی نامعلوم باپ کے لڑکے کا بیٹا ہم پر حکومت نہیں کرسکتا!
بڑی شجاعت سے لڑے۔ آخر مرہ بن منقذ العبدی کی تلوار سے شہید
ہوگئے۔ ایک راوی کہتا ہے میں نے دیکھا کہ خیمہ سے ایک عورت تیزی
سے نکلی۔ اتنی حسین تھی جیسے اُٹھتا ہوا سورج! وہ چلا رہی تھی "آہ!
بھائی! آہ! بھتیجے!" میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا "زینب
بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم!" لیکن حضرت حسین نے اُن کا ہاتھ
پکڑ لیا اور خیمے میں پہونچا گئے۔ پھر علی کی نعش اُٹھائی اور خیمے کے
سامنے لاکر رکھدی۔ (ایضاً)

ایک جوان رعنا

ان کے بعد اہل بیت اور بنی ہاشم کے دوسرے جانباز شہید
ہوتے رہے یہاں تک کہ میدان میں ایک جوان رعنا نمودار ہوا۔ وہ
کرتہ پہنے، تہ بند باندھے، اور پاؤں میں نعل پہنے تھا۔ بائیں
نعل کی ڈوری ٹوٹی ہوئی تھی۔ وہ اس قدر حسین تھا کہ اُس کا چہرہ
چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ شیر کی طرح بپھرا آیا اور دشمن پر ٹوٹ
پڑا۔ عمرو بن سعد الازدی نے اُس کے سر پر تلوار ماری۔ نوجوان چلایا
"ہائے چچا!" اور زمین پر گر پڑا۔ آواز سنتے ہی حضرت حسین جھپٹے
باز کی طرح لوٹے اور غضبناک شیر کی طرح قاتل پر لپکے۔ بے پناہ
تلوار کا وار کیا۔ قاتل نے ہاتھ اُٹھایا مگر ہاتھ کہنی سے کٹ کر اڑ
چکا تھا۔ زخم کھاکر قاتل نے پکارنا شروع کیا۔ فوج اُسے بچانے
کے لئے ٹوٹ پڑی۔ مگر گھبراہٹ میں بچانے کی جگہ اُسے روند ڈالا۔
راوی کہتا ہے: جب غبار چھٹ گیا تو کیا دیکھتا ہوں حضرت حسین
لڑکے کے سرہانے کھڑے ہیں۔ وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ اور آپ
فرما رہے ہیں "اُن کے لئے ہلاکت جنھوں نے تجھے قتل کیا ہے! قیامت
کے دن تیرے نانا کو یہ کیا جواب دیں گے؟ بخدا تیرے چچا کے لئے
یہ سخت حسرت کا مقام ہے کہ تو اُسے پکارے اور وہ جواب نہ دے،
یا جواب دے مگر تجھے اُس کی آواز نفع نہ پہونچا سکے! افسوس تیرے
چچا کے دشمن بہت ہوگئے اور دوست باقی نہ رہے!" پھر لاش اپنی
گود میں اُٹھائی۔ لڑکے کا سینہ آپکے سینہ سے ملا ہوا تھا اور پاؤں
زمین پر رگڑتے جاتے تھے۔ اس حال سے آپ اُسے لائے اور
علی اکبر کی لاش کے پہلو میں لٹا دیا۔ راوی کہتا ہے میں نے لوگوں
سے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا "قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب!"

مولود تازہ کی شہادت

حضرت حسین پھر اپنی جگہ پر کھڑے ہوگئے۔ عین اُسوقت آپکے
یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ وہ آپکے پاس لایا گیا۔ آپنے اُسے گود میں
رکھا اور اُس کے کان میں اذان دینے لگے۔ اچانک ایک تیر آیا
اور بچہ کے حلق میں پیوست ہوگیا۔ بچہ کی روح اُسی وقت پرواز
کرگئی۔ آپنے تیر اُس کے حلق سے کھینچ کر نکالا، خون سے چلو بھرا
اور اُس کے جسم پر ملنے اور فرمانے لگے "واللہ تو خدا کی نظر میں
حضرت صالح کی اونٹنی سے زیادہ عزیز ہے اور محمد خدا کی نظر میں صالح
سے زیادہ افضل ہیں! الٰہی! اگر تو نے ہم سے اپنی نصرت روک
لی ہے تو وہی کر جس میں بہتری ہو!" (یعقوبی و ابن جریر وغیرہما)

بنی ہاشم کے مقتول

اسی طرح ایک ایک کرکے اکثر بنی ہاشم اور اہل بیت شہید
ہوگئے۔ ان میں سے ذیل کے نام مورخین نے محفوظ رکھے ہیں:
(۱) محمد بن ابی سعید بن عقیل (۲) عبد اللہ بن مسلم بن عقیل (۳) عبد اللہ
بن عقیل (۴) عبد الرحمن بن عقیل (۵) جعفر بن عقیل (۶) محمد بن عبد اللہ
بن جعفر (۷) عون بن عبد اللہ بن جعفر (۸) عباس بن علی (۹) عبد اللہ
بن علی (۱۰) عثمان بن علی (۱۱) محمد بن علی (۱۲) ابوبکر بن علی (۱۳)
ابوبکر بن الحسن (۱۴) عبد اللہ بن الحسن (۱۵) قاسم بن الحسن (۱۶) علی
بن الحسین (۱۷) عبد اللہ بن الحسین۔

ایک بچے کی شجاعت

اب سب کے بعد خود آپ کی باری تھی۔ آپ میدان میں تنہا کھڑے
تھے۔ دشمن یلغار کرکے آتے تھے مگر کسی کو وار کرنے کی ہمت نہیں ہوتی
تھی۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ اس قتل کا گناہ دوسرے کے سر جائے
لیکن شمر بن ذی الجوشن نے لوگوں کو برانگیختہ کرنا شروع کیا۔ ہر طرف
سے آپ کو گھیر لیا گیا۔ اہل بیت کے خیمے میں عورتیں اور چند کم عمر
لڑکے رہ گئے تھے۔ انہی میں سے ایک لڑکے نے آپ کو اس طرح گھرا
دیکھا تو جوش سے بے خود ہوگیا اور خیمہ کی لکڑی لے کر دوڑ پڑا۔ راوی
کہتا ہے اس کے کانوں میں دُر ٹپے ہل رہے تھے۔ یہ گھبرایا ہوا دائیں
بائیں دیکھتا ہوا چلا۔ حضرت زینب کی نظر پڑگئی دوڑ کر پکڑ لیا۔
حضرت حسین نے بھی دیکھ لیا اور بہن سے کہا "روکے رہو۔ آنے
نہ پائے" مگر لڑکے نے زور کرکے اپنے آپ کو چھڑا لیا اور حضرت
کے پہلو میں پہنچ گیا۔ عین اسی وقت بحر بن کعب نے آپ پر تلوار اُٹھائی
لڑکے نے فوراً ڈانٹ بتائی "او خبیث! میرے چچا کو قتل کریگا؟"
سنگدل حملہ آور نے اپنی بلند تلوار لڑکے پر چھوڑ دی۔ اُسنے ہاتھ
پر روکی۔ ہاتھ کٹ گیا۔ ذراسی کھال لگی رہ گئی۔ بچہ تکلیف سے
چلایا۔ حضرت نے اُسے سینے سے چمٹا لیا اور فرمایا "صبر کر۔ اسے
ثواب خداوندی کا ذریعہ بنا۔ اللہ تعالیٰ تجھے بھی تیرے صالح بزرگوں
تک پہونچا دے گا۔ رسول اللہ صلعم، علی بن ابی طالب، حمزہ، جعفر
اور حسن بن علی تک!"

حضرت حسین کی شجاعت

اب آپ پر ہر طرف سے نرغہ شروع ہوا۔ آپنے بھی تلوار چلانا شروع
کی۔ پیدل فوج پر ٹوٹ پڑے اور تن تنہا اُس کے قدم اُکھاڑ دئے۔
عبد اللہ بن عمار، جو خود اس جنگ میں شریک تھا، روایت کرتا
ہے کہ میں نے نیزے سے حضرت حسین پر حملہ کیا اور اُن کے بالکل
قریب پہنچ گیا۔ اگر میں چاہتا تو قتل کرسکتا تھا مگر یہ خیال کرکے
ہٹ گیا کہ یہ گناہ اپنے سر کیوں لوں۔ میں نے دیکھا دائیں بائیں
ہر طرف سے اُن پر حملے ہو رہے تھے، لیکن وہ جس طرف مڑ جاتے
تھے دشمن کو بھگا دیتے تھے۔ وہ اُسوقت کرتہ پہنے اور عمامہ
باندھے تھے۔ واللہ میں نے کبھی کسی شکستہ دل کو جسکا گھر کا گھر
خود اُس کی آنکھوں کے سامنے قتل ہوگیا ہو، ایسا شجاع، ثابت
قدم، مطمئن، اور جری نہیں دیکھا۔ حالت یہ تھی کہ دائیں بائیں
سے دشمن اس طرح بھاگ کھڑے ہوتے تھے جس طرح شیر کو دیکھ کر
بکریاں بھاگ جاتی ہیں۔ دیر تک یہی حالت رہی۔ اسی اثنا میں
آپ کی بہن زینب بنت فاطمہ (علیہا السلام) خیمہ سے باہر نکلیں۔ اُنکے
کانوں میں بالیاں پڑی تھیں۔ وہ چلاتی تھیں "کاش آسمان زمین
پر ٹوٹ پڑے!" یہ وہ موقعہ تھا جبکہ عمر بن سعد حضرت حسین سے
بالکل قریب ہوگیا تھا۔ زینب نے پکار کر کہا "اے عمر! کیا ابو عبد اللہ
تمہاری آنکھوں کے سامنے قتل ہوجائیں گے؟" عمر نے منہ پھیر
لیا مگر اُس کے رخسار اور داڑھی پر آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگیں۔

آپکے حلق میں تیر پیوست ہوگیا

لڑائی کے دوران میں آپکو بہت سخت پیاس لگی۔ آپ پانی
پینے فرات کی طرف چلے۔ مگر دشمن کب جانے دیتا تھا؟ اچانک
ایک تیر آیا اور آپکے حلق میں پیوست ہوگیا۔ آپنے تیر کھینچ لیا
پھر اپنے ہاتھ منہ کی طرف اٹھائے تو دونوں چلو خون سے بھر گئے۔
آپنے خون آسمان کی طرف اچھالا اور خدا کا شکر ادا کیا "الٰہی!
میرا شکوہ تجھی سے ہے۔ دیکھ تیرے رسول کے نواسے سے کیا برتاؤ
ہو رہا ہے!"

تو نیزہ سر بام آکر خوش تماشائیست!

شمر کو سرزنش

پھر آپ اپنے خیمے کی طرف لوٹنے لگے تو شمر اور اُس کے ساتھیوں

میں سے کوئی ایک بھی قابل قبول نہیں جو آپ نے پیش کی ہیں؟“ ابن سعد نے کہا۔ ”بخدا اگر مجھے اختیار ہوتا تو ضرور منظور کرلیتا۔ مگر کیا کروں؟ تمہارا حاکم منظور نہیں کرتا“۔

حُر بن یزید یہ سنکر اپنی جگہ پر لوٹ آیا۔ اس کے قریب خود اُس کے قبیلہ کا بھی ایک شخص کھڑا تھا۔ اس کا نام قرۃ بن قیس تھا۔ حُر نے اُس سے کہا ”تم نے اپنے گھوڑے کو پانی پلا لیا؟“ بعد میں قرہ کہا کرتا تھا حُر کے اس سوال ہی سے میں سمجھ گیا تھا کہ وہ لڑائی میں شریک ہونا نہیں چاہتا اور مجھے ٹالنا چاہتا ہے تاکہ اُس کی شکایت حاکم سے نہ کروں۔ ”میں نے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا ہے میں ابھی جاتا ہوں“ یہ کہکر میں دوسری طرف روانہ ہوگیا۔ میرے الگ ہوتے ہی حُر نے امام حسینؑ کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا۔

اس کے قبیلہ کے ایک شخص مہاجر بن اوس نے کہا ”کیا تم حسینؑ پر حملہ کرنا چاہتے ہو؟“ حُر خاموش ہوگیا۔ مہاجر کو شک ہوا۔ کہنے لگا:

”تمہاری خاموشی مشتبہ ہے۔ میں نے کبھی کسی جنگ میں تمہاری یہ حالت نہیں دیکھی۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کوفہ میں سب سے بڑا بہادر کون ہے؟ تو تمہارے نام کے سوا کوئی نام میری زبان پر نہیں آسکتا۔ پھر یہ تم اس وقت کیا کر رہے ہو؟“

حُر نے سنجیدگی سے جواب دیا:

”بخدا میں جنت یا دوزخ کا انتخاب کر رہا ہوں۔ واللہ میں نے جنت منتخب کرلی اگرچہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا جائے“

یہ کہا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر لشکر حسینؑ میں پہنچ گیا!

حضرت حسینؑ کی خدمت میں پہنچکر کہا ”ابن رسول اللہ میں ہی وہ بدبخت ہوں جس نے آپ کو لوٹنے سے روکا، راستہ بھر آپکا پیچھا کیا، اور اس جگہ آترنے پر مجبور کیا۔ خدا کی قسم، میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یہ لوگ آپ کی شرطیں منظور نہیں کریں گے اور آپکے معاملہ میں اس حد تک پہنچ جائیں گے۔ واللہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ وہ ایسا کرینگے تو ہرگز اس حرکت کا مرتکب ہوتا۔ میں اپنے قصوروں پر نادم ہوکر توبہ کے لئے آپکے پاس آیا ہوں۔ میں آپ کے قدموں پر قتل ہوجانا چاہتا ہوں۔ کیا آپ کے خیال میں یہ میری توبہ کے لئے کافی ہوگا؟“

حضرت نے شفقت سے فرمایا ”ہاں، خدا تیری توبہ قبول کرے تجھے بخش دے۔ تیرا نام کیا ہے؟“ اُس نے کہا ”حُر بن یزید“ فرمایا ”تو حُر (یعنی آزاد) ہی ہے جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھ دیا ہے۔ تو دنیا اور آخرت میں انشاء اللہ حُر ہے“

کوفیوں سے حُر کا خطاب

پھر حُر، دشمن کی صفوں کے سامنے پہونچا اور کہا ”اے لوگو! حسینؑ کی پیش کی ہوئی شرطوں میں سے کوئی شرط منظور کیوں نہیں کرلیتے۔ تاکہ خدا تمہیں اس امتحان سے بچالے؟“ لوگوں نے جواب دیا ”یہ ہمارے سردار عمر بن سعد موجود ہیں، جواب دیں گے“ حُر نے کہا ”میری دلی خواہش تھی کہ آپ کی شرطیں منظور کرسکتا“

اس کے بعد حُر نے نہایت جوش و خروش سے تقریر کی اور اہل کوفہ کو ان کی بدعہدی و غداری پر شرم و غیرت دلائی۔ لیکن اس کے جواب میں انھوں نے تیر برسانا شروع کردیا۔ ناچار خیمہ کی طرف لوٹ آیا۔

جنگ کا آغاز

اس واقعہ کے بعد عمر بن سعد نے اپنی کمان اٹھائی اور لشکر حسینؑ کی طرف یہ کہکر تیر پھینکا۔ ”گواہ رہو، سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہے“ پھر تیر باری شروع ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد زیاد بن ابیہ اور عبید اللہ بن زیاد کے غلام یسار اور سالم میدان میں نکلے اور مبارزہ طلب کی۔ قدیم طرز جنگ میں مبارزت کا طریقہ یہ تھا کہ فریقین کے لشکر سے ایک ایک جنگ آزما نکلتا اور پھر دونوں باہمگر مقابلہ کرتے۔ لشکر حسینؑ سے حبیب بن مظاہر اور بریر بن حضیر نکلنے لگے۔ مگر حضرت حسینؑ نے انھیں منع کیا۔ عبد اللہ بن عمیر الکلبی نے کھڑے ہوکر عرض کیا: ”مجھے اجازت دیجئے“ یہ شخص اپنی بیوی کے ساتھ حضرت کی حمایت کے لئے کوفہ سے چلکر آیا تھا۔ سیاہ رنگ، تنومند، کشادہ سینہ تھا۔ آپنے اُس کی صورت دیکھ کر فرمایا ”بیشک یہ مرد میدان ہے“ اور اجازت دی۔ عبد اللہ نے چند پھیروں میں دونوں حریف زیر کرکے قتل کر ڈالے۔ اُس کی بیوی ام وہب ہاتھ میں لاٹھی لے کھڑی تھی اور جنگ کی ترغیب دیتی جاتی تھی۔ پھر یکایک اُسے اس قدر جوش آیا کہ میدان جنگ کی طرف بڑھنے لگی۔ حضرت حسینؑ یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ فرمایا ”اہل بیت کی طرف سے خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ لیکن عورتوں کے ذمہ لڑائی نہیں ہے“

گھٹنے ٹیک کر نیزے سیدھے کردئیے

اس کے بعد ابن سعد کے میمنہ نے حملہ کیا۔ جب بالکل قریب پہنچ گئے تو حضرت کے رفقاء زمین پر گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہوگئے اور نیزے سیدھے کرلئے۔ نیزوں کے منہ پر گھوڑے بڑھ نہ سکے اور لوٹنے لگے حضرت کی فوج نے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھایا اور تیر مار کر کئی آدمی قتل اور زخمی کرڈالے۔

عام حملہ

اب باقاعدہ جنگ جاری ہوگئی۔ طرفین سے ایک ایک دو دو جواں مرد نکلتے تھے اور تلوار کے جوہر دکھاتے تھے۔ حضرت حسینؑ کے طرفداروں کا پلہ بھاری تھا۔ جو سامنے آجاتا مارا جاتا تھا۔ میمنہ کے سپہ سالار عمر بن الحجاج نے یہ حالت دیکھی تو پکار اُٹھا ”بیوقوفو! جانتے ہو کن سے لڑ رہے ہو؟ یہ لوگ جان پر کھیلے ہوئے ہیں۔ تم اسی طرح ایک ایک کرکے قتل ہوتے جاؤ گے۔ ایسا نہ کرو۔ یہ مٹھی بھر ہیں۔ پتھروں سے انھیں مار سکتے ہو“ عمر بن سعد نے یہ رائے پسند کی اور حکم دیا کہ مبارزت موقوف کی جائے اور عام حملہ شروع ہو۔ چنانچہ میمنہ آگے بڑھا اور کشت و خون شروع ہوگیا۔ ایک گھڑی بعد لڑائی رکی تو نظر آیا کہ حسینی فوج کے نامور بہادر مسلم بن عوسجہ خاک و خون میں پڑے ہیں۔ حضرت حسینؑ دوڑ کر لاش پر پہنچے۔ ابھی سانس باقی تھی۔ آہ سرد بھر کر فرمایا ”مسلم! تجھ پر خدا کی رحمت! فمنهم من قضى نحبه و منهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا!“ مسلم بن عوسجہ اس جنگ میں آپکی جانب سے پہلے شہید تھے۔ (ابن جریر کامل)

گھوڑے بیکار ہوگئے

میمنہ کے بعد میسرہ نے یورش کی۔ شمر بن ذی الجوشن اس کا سپہ سالار تھا۔ حملہ بہت ہی سخت تھا۔ مگر حسینی میسرے نے بڑی ہی بہادری سے مقابلہ کیا۔ اس بار وہ صرف ۳۲ سوار تھے۔ جس طرف لوٹ پڑتے تھے، صفیں اُلٹ جاتی تھیں۔ آخر طاقتور دشمن نے محسوس کرلیا کہ کامیابی ناممکن ہے۔ چنانچہ فوراً نئی کمک طلب کی بہت سے سپاہی اور پانسو تیرانداز مدد کو پہنچ گئے۔ انھوں نے آتے ہی تیر برسانا شروع کردئیے۔ تھوڑی دیر میں حسینی فوج کے تمام گھوڑے بیکار ہوگئے اور سواروں کو پیدل ہوجانا پڑا۔

حُر کی شجاعت

ایوب بن مشرح روایت کرتا ہے کہ حُر بن یزید کا گھوڑا خود میں نے زخمی کیا تھا۔ میں نے اُسے تیروں سے چھلنی کرڈالا۔ حُر بن یزید زمین پر کود پڑے۔ تلوار ہاتھ میں تھی۔ بالکل شیر ببر معلوم ہوتے تھے۔ تلوار بجلی کی طرح حرکت کرتی تھی اور یہ شعر زبان پر تھا:

ان تعقروا بی فانا ابن الحر … اشجع من ذی لبد هزبر

اگر تم نے میرا گھوڑا بیکار کردیا تو کیا ہوا؟ میں شریف کا بیٹا ہوں، خوفناک شیر سے بھی زیادہ بہادر ہوں!

خیمے جلادئیے

لڑائی اپنی پوری ہولناکی سے جاری تھی۔ اب دوپہر ہوگئی مگر کوئی فوج غلبہ حاصل نہ کرسکی۔ وجہ یہ تھی کہ حسینی فوج نے تمام خیمے ایک جگہ کردئیے تھے اور دشمن صرف ایک ہی رُخ سے حملہ کرسکتا تھا۔ عمر بن سعد نے یہ دیکھا تو خیمے اکھاڑ ڈالنے کے لئے آدمی بھیجے۔ حسینی فوج کے صرف ۳-۴ آدمی یہاں مقابلہ کے لئے کافی ثابت ہوئے۔ خیموں کی آڑ سے دشمن کے آدمی قتل کرنے لگے۔ جب یہ صورت بھی ناکام رہی تو عمر بن سعد نے خیمے جلا ڈالنے کا حکم دیا۔ سپاہی آگ لے کر دوڑے۔ حسینی فوج نے یہ دیکھا تو مضطرب ہوئی۔ مگر حضرت حسینؑ نے فرمایا ”کچھ پرواہ نہیں۔ جلانے دو۔ یہ ہمارے لئے اور بھی زیادہ بہتر ہے۔ اب وہ پیچھے سے حملہ نہیں کرسکیں گے“ اور ہوا بھی یہی۔

ام وہب کا قتل

اسی اثنا میں زہیر بن القین نے شمر پر زبردست حملہ کیا اور اُس کی فوج کے قدم اُکھاڑ دئیے۔ مگر کبتک؟ ذرا دیر کے بعد پھر دشمن کا ہجوم ہوگیا۔ اب حسینی لشکر کی بے بسی صاف ظاہر تھی۔ بہت سے لوگ قتل ہوچکے تھے۔ کئی نامی سردار مارے جاچکے تھے حتی کہ عبد اللہ بن عمیر کلبی بھی، جس کا ذکر اوپر گزرچکا، قتل ہوچکا تھا۔ اُس کی بہادر بیوی ام وہب بھی شہید ہوچکی تھی۔ یہ میدان جنگ میں پہنچی اپنے مقتول شوہر کے چہرے سے مٹی صاف کررہی تھی اور یہ کہتی جاتی تھی ”تجھے جنت مبارک ہو!“ شمر نے اسے دیکھا اور قتل کروا ڈالا۔ (ابن جریر۔ شرح نہج البلاغہ)

نماز پڑھنے نہیں دی

ابو ثمامہ عمرو بن عبد اللہ صائدی نے اپنی بے بسی کی حالت محسوس کی اور حضرت حسینؑ سے عرض کیا ”دشمن اب آپ سے بالکل قریب آگیا ہے۔ واللہ آپ اُس وقت تک قتل ہونے نہیں پائیں گے، جب تک میں قتل نہ ہوجاؤں لیکن میری آرزو ہے کہ اپنے رب سے نماز پڑھ کر ملوں جس کا وقت آگیا ہے“ یہ سنکر حضرت نے سر اُٹھایا اور فرمایا ”دشمنوں سے کہو ہمیں نماز کی مہلت دیں“ مگر دشمن نے درخواست منظور نہیں کی اور لڑائی جاری رہی۔

حبیب اور حُر کی شہادت

یہ وقت بہت سخت تھا۔ دشمن نے اپنی پوری قوت لگادی تھی۔ غضب یہ ہوا کہ حسینی میسرہ کے سپہ سالار حبیب بن مظاہر بھی قتل ہوگئے۔ گویا فوج کی کمر ٹوٹ گئی۔ حبیب کے بعد ہی حُر بن یزید کی باری تھی۔ وہ جوش سے یہ شعر پڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس پڑے:

آلیت لا اقتل حتی اقتلا … ولن اصاب الیوم الا مقبلا

میں نے قسم کھائی ہے کہ قتل نہیں ہونگا جب تک قتل نہ کرلوں، اور مرونگا تو اسی حالمیں دیکھا کہ آگے بڑھ رہا ہونگا!

اضربہم بالسیف ضربا مقصلا … لا ناکلا عنہم ولا مہللا

انہیں تلوار کی کاری ضربوں سے مارونگا، نہ بھاگونگا نہ ڈرونگا!

زہیر کی شہادت

چند لمحے کی بات تھی۔ حُر زخموں سے چور ہوکر گرے اور جان بحق تسلیم ہوگئے۔ اب ظہر کا وقت ختم ہورہا تھا۔ حضرت نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ صلوٰۃ الخوف پڑھی۔ نماز کے بعد دشمن کا دباؤ اور بھی زیادہ ہوگیا۔ اس موقعہ پر آپنے میمنہ کے سپہ سالار زہیر بن القین نے میدان اپنے ہاتھ میں لے لیا اور شعر پڑھتے ہوئے دشمن

حکم دیتا ہے کہ مجرم کو سزا دیجائے۔

کیوں؟

اس لئے کہ اُسنے چوری کی ہے۔

اُس بدبخت نے چوری کیوں کی؟

اس لئے کہ وہ انسان ہے، اور انسان بھوک کا غلبہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ وہ شوہر ہے، اور شوہر اپنی بیوی کو بھوک سے ایڑیاں رگڑتے دیکھ نہیں سکتا۔ اس لئے کہ وہ باپ ہے، اور یہ بات کی طاقت سے باہر ہے کہ اپنے بچوں کے اُن آنسوؤں کا نظارہ کر سکے جو بھوک کی اذیت سے اُن کے معصوم چہروں پر بہ رہے ہوں!

پھر اگر بدقسمت انسان قیدخانہ اور تازیانے کی سزائیں جھیل کر بھی اس قابل نہیں ہو جاتا کہ بغیر غذا کے زندہ رہ سکے، تو وہ "مقدس انصاف" اصلاح اور انسانیت کا آخری قدم اُٹھاتا ہے، اور کہتا ہے اسے سولی کے تختے پر لٹکا دو! یہ گویا انسان کے پاس اُس کے ابنائے جنس کی مصیبتوں اور شقاوتوں کا آخری علاج ہے!

یہ ہے انسان کی شہری اور متمدن زندگی کا اخلاق! وہ خود ہی انسان کو بُرائی پر مجبور کرتا ہے اور خود ہی سزا بھی دیتا ہے۔ پھر ظلم اور بے رحمی کے اس تسلسل کو "انصاف" کے نام سے تعبیر کرتا ہے۔ اُس "انصاف" کے نام سے، جو دنیا کی سب سے زیادہ مشہور مگر سب سے زیادہ غیر موجود حقیقت ہے!

٭٭٭

چوتھی صدی ہجری کا بغداد دنیا کا سب سے بڑا شہر اور انسانی تمدن کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ انسانی آبادی و تمدن کے یہ تمام لازمی نتائج موجود ہوتے۔ گندگی میں مکھیاں اور دلدل میں مچھر اُس تیزی سے پیدا نہیں ہوتے جس تیزی سے شہروں کی آب و ہوا جرم اور مجرموں کو پیدا کرتی ہے۔ بغداد کے قیدخانے مجرموں سے بھرے ہوئے تھے۔ پھر بھی اسکی آبادی میں مجرموں کی کوئی کمی نہ تھی!

٭٭٭

بغداد میں آج کل جس طرح حضرت شیخ جنید بغدادیؒ کی زہد و درویشی کی شہرت ہے، اُسی طرح ابن ساباط کی چوری اور عیاری بھی مشہور ہے۔ پہلی شہرت نیکی کی ہے۔ دوسری بدی کی۔ دنیا میں بدی، نیکی کی ہر چیز کی طرح، اُس کی شہرت کا بھی مقابلہ کرنا چاہتی ہے اگرچہ نہیں کر سکتی۔

دس برس سے ابن ساباط مدائن کے محبس میں قید ہے۔ اس کے خوفناک حملوں سے لوگ محفوظ ہو گئے ہیں۔ تاہم اُسکی عیاری اور بے باکیوں کے افسانے لوگ بھولے نہیں۔ وہ جب کبھی کسی بڑی چوری کا حال سنتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں "یہ دوسرا ابن ساباط ہے" اس دس برس کے اندر کتنے ہی نئے ابن ساباط پیدا ہو گئے مگر پہلے ابن ساباط کی شہرت کا کوئی مقابلہ نہ کر سکا۔ بغداد والوں کی بول چال میں وہ جرائم کا شیطان اور بُرائیوں کا عفریت تھا!

ابن ساباط کے خاندانی حالات عوام کو بہت کم معلوم ہیں۔ جب وہ پہلی مرتبہ سوق النخاسین میں چوری کرتا ہوا گرفتار ہوا تو کوتوالی میں اس کے حالات کی تفتیش کی گئی۔ معلوم ہوا یہ بغداد کا باشندہ نہیں ہے۔ اس کے ماں باپ طوس سے ایک قافلہ کے ساتھ آ رہے تھے۔ راہ میں بیمار پڑے اور مر گئے۔ قافلہ والوں کو رحم آیا اور اپنے ساتھ بغداد پہونچا دیا۔ یہ اب سے دو برس پیشتر کی بات ہے۔ یہ دو برس اسنے کہاں اور کیونکر بسر کئے؟ اسکا حال کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ گرفتاری کے وقت اُس کی عمر پندرہ سولہ برس کی تھی۔ کوتوالی کے چبوترے پر بیس کوڑے تازیانے کے لگائے گئے اور چھوڑ دیا گیا۔

اس پہلی سزا نے اُس کی طبیعت پر کچھ عجیب طرح کا اثر ڈالا۔ وہ اب تک ایک ڈرا سہما کمسن لڑکا تھا۔ اب اچانک ایک دلیر و بے باک مجرم کی روح اُس کے اندر پیدا ہو گئی۔ گویا اُس کی تمام شقاوتیں اپنے ظہور کے لئے تازیانے کی ضرب کی منتظر تھیں۔ مجرمانہ اعمال کے تمام بھید اور بدیوں گناہوں کے تمام مخفی طریقے جو کبھی اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں گزرے تھے، اب اس طرح اُسپر کھل گئے گویا ایک تجربہ کار اور مشاق مجرم کا دماغ اُس کے سر میں آ سمایا گیا۔ تھوڑے ہی دنوں کے اندر وہ ایک پکا عیار اور ایک چھٹا ہوا جرائم پیشہ انسان تھا!

اب وہ چھوٹی چھوٹی چوریاں نہیں کرتا تھا۔ پہلی مرتبہ جب اُسنے چوری کی تھی، تو دو دن کی بھوک اُسے نان بائی کی دکان پر لے گئی تھی۔ لیکن اب وہ بھوک سے بے بس ہو کر نہیں بلکہ جرم کے ذوق سے وارفتہ ہو کر چوری کرتا تھا۔ اس لئے اُس کی نگاہیں نان بائی کی روٹیوں پر نہیں بلکہ صرافوں کی تھیلیوں اور سوداگروں کے ذخیروں پر پڑتی تھیں۔ دن دہاڑے، بازار کی مشہور جواہر کا دیوانخانہ، ہر وقت اور ہر جگہ اُس کی کارستانیاں جاری رہتیں۔ اُس کے اندر ایک فاتح کا جوش تھا، سپہ سالار کا سا عزم تھا، سپاہی کی مردانگی تھی، مدبر کی سی دانشمندی تھی؛ لیکن دنیا نے اُس کے لئے یہی پسند کیا کہ وہ بغداد کے بازاروں کا چور ہو۔ اس لئے اُس کی فطرت کے تمام جوہر اسی راہ میں نمایاں ہونے لگے۔ افسوس، فطرت کس فیاضی سے بخشتی ہے، مگر انسان کس بے دردی سے برباد کرتا ہے!

٭٭٭

کچھ دنوں کے بعد جب ابن ساباط کی دراز دستیاں حد سے بڑھ گئیں تو حکومت کو خصوصیت کے ساتھ توجہ ہوئی۔ آخر ایک دن گرفتار کر لیا گیا۔ اب یہ ایک کمسن لڑکا نہ تھا۔ شہر کا سب سے بڑا چور تھا۔ عدالت نے فیصلہ کیا کہ ایک ہاتھ کاٹ ڈالا جائے۔ فوراً تعمیل ہوئی، اور جلاد نے ایک ہی ضرب میں اس کا پنجا الگ کر دیا۔

ابن ساباط کے ہاتھ کا کٹنا، کٹنا نہ تھا، بلکہ سینکڑوں نئے ہاتھوں کو اُس کے شانے سے جوڑ دینا تھا۔ معلوم ہوتا ہے دنیا کے سارے شیطان اور عفریت اس واقعہ کے انتظار میں تھے۔ جونہی اُس کا ہاتھ کٹا، اُنھوں نے اپنے سیکڑوں ہاتھ اُس کے حوالے کر دئے۔ اب اُسنے عراق کے تمام چور اور عیار جمع کر کے اپنا ایک خاصہ جتھا بنا لیا اور فوجی ساز و سامان کے ساتھ لوٹ مار شروع کر دی۔ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اُس کے دلیرانہ حملوں نے تمام عراق میں تہلکہ مچا دیا۔ وہ قافلوں پر حملے کرتا، دیہاتوں میں ڈاکے ڈالتا، محل سراؤں میں نقب لگاتا، سرکاری خزانے لوٹ لیتا، اور پھر یہ سب کچھ اس ہوشیاری اور فرزانگی کے ساتھ کرتا کہ اُسپر یا اُسکے ساتھیوں پر کوئی آنچ نہ آتی۔ ہر موقع پر صاف بچ کر نکل جاتا۔ لوگ جب اُس کے مجرمانہ کارنامے سنتے تو دہشت و حیرت سے مبہوت ہو جاتے۔ یہ شک نہیں جرم روح کی ایک خبیث روح ہے۔ وہ انسان کو فنا کر لیتی ہے مگر انسان اُسے چھوڑ نہیں سکتا!" یہ بغداد والوں کا متفقہ فیصلہ تھا!

٭٭٭

مگر ظاہر ہے، یہ حالت کب تک جاری رہ سکتی تھی؟ بالآخر وقت آگیا کہ ابن ساباط تیسری مرتبہ قانون کے پنجے میں گرفتار ہو جائے۔ ایک موقع پر جب اُسنے اپنے تمام ساتھیوں کو بھاگ نکلنے کا موقع دے دیا تھا اور خود بھی نکل بھاگنے کی طیاری کر رہا تھا، حکومت کے سپاہی پہنچ گئے اور گرفتار کر لیا۔

اس مرتبہ وہ ایک رہزن اور ڈاکو کی حیثیت میں گرفتار ہوا تھا اس کی سزا قتل تھی۔ ابن ساباط نے جب یہ دیکھا کہ جلاد کی تلوار سر پر چمک رہی ہے تو اس کے مجرمانہ خصائل نے اچانک ایک دوسرا رنگ اختیار کر لیا۔ وہ طیار ہو گیا کہ اپنے بچاؤ کے لئے اپنے ساتھیوں کی جانیں قربان کر دے۔ اُسنے عدالت سے کہا۔ اگر اُسے قتل کی سزا نہ دی جائے تو وہ اپنے جتھے کے تمام چور گرفتار کرا دے گا۔ عدالت نے منظور کر لیا۔ اس طرح ابن ساباط خود تو قتل سے بچ گیا لیکن اُس کے تھوڑے سے زیادہ ساتھی اُس کی نشاندہی پر موت کے گھاٹ اُتار دئے گئے! ان سو چوروں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو قتل ہونے سے پہلے ابن ساباط کے نام پر لعنت نہ بھیجی ہو۔ بدعہدی اور بے وفائی ایسی بُرائی ہے جسے بُرے بھی سب سے بڑی بُرائی سمجھتے ہیں۔ ابن ساباط نے اپنے اس طرز عمل سے ثابت کر دیا کہ وہ جرم سے بھی بڑھ کر بُرائی کا کوئی ایک درجہ رکھتا تھا!

٭٭٭

بہرحال اب ابن ساباط مدائن کے قیدخانہ میں زندگی کے دن پورے کر رہا ہے۔ اُس کی آخری گرفتاری پر دس برس گزر چکے ہیں۔ دس برس کا زمانہ اس کے لئے کم مدت نہیں ہے کہ ایک مجرم کی سیاہ کاریاں بھلا دی جائیں۔ لیکن ابن ساباط جیسے مجرم کے کارنامے مدتوں تک نہیں بھلائے جا سکتے۔ دس برس گزرنے پر بھی اُس کے دلیرانہ جرائم کا ذکر بچہ بچہ کی زبان پر ہے۔ لوگوں کو یہ بات تو کبھی بھولے سے بھی یاد نہیں آتی کہ ابن ساباط ہے کہاں اور کس حالت میں ہے؟ کیونکہ یہ معلوم کرنے کی اُنھیں ضرورت بھی نہیں ہے۔ البتہ وہ اُس کے دلیرانہ کارنامے بھولنا نہیں چاہتے، کیونکہ اس تذکرہ میں اُن کے لئے لطف اور دلچسپی ہے۔ اُنھیں ابن ساباط کی نہیں، اپنی دلچسپیوں کی فکر ہے!

٭٭٭

انسان کی بے مہریوں کی طرح اُس کی دلچسپیوں کا بھی کچھ عجیب حال ہے؟ وہ عجیب عجیب اور غیر معمولی باتیں دیکھ کر خوش ہوتا ہے، لیکن اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کی دلچسپی کا یہ تماشا کیسی کیسی مصیبتوں اور شقاوتوں کی پیدائش کے بعد ظہور میں آ سکا ہے؟ اگر ایک چور دلیری کے ساتھ چوری کرتا ہے تو یہ اُس کے لئے بڑی ہی دلچسپی کا واقعہ ہے۔ وہ اُس کی صورت دیکھنے کے لئے بیقرار ہو جاتا ہے۔ وہ گھنٹوں اسپر رائے زنی کرتا ہے اور وہ تمام اخبار خرید لیتا ہے جن میں اُس کی تصویر چھپی ہو یا اُس کا تذکرہ کیا گیا ہو۔ لیکن اس واقعہ میں چور کے لئے کیسی شقاوت ہے؟ اور جس مسکین کا مال چوری گیا ہے اُس کے لئے کیسی مصیبت ہے؟ اس کے سوچنے کی وہ کبھی زحمت گوارا نہیں کرتا!

اگر ایک مکان میں آگ لگ جائے تو انسان کے لئے بڑا ہی دلچسپ نظارہ ہوتا ہے۔ سارا شہر اُمنڈ آتا ہے جو کسی کو دیکھو بے تحاشا دوڑا جاتا ہے۔ لوگ اس نظارہ کے شوق میں اپنا کھانا پینا تک بھول جاتے ہیں۔ اگر چند زندہ انسانوں کے جھلسے ہوئے چہرے آگ کے شعلوں کے اندر نمودار ہو جائیں اور اُن کی چیخیں اتنی بلند ہوں کہ دیکھنے والوں کے کانوں تک پہنچ سکیں، تو پھر اس نظارہ کی دلچسپی انتہائی حد تک پہنچ جاتی ہے، تماشائی جوش نظارہ میں مجنون ہو کر ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں۔ لیکن انسانی دلچسپی کے اس حسنی منظر میں اُس مکان اور اُسکے مکینوں کے لئے کیسی ہلاکت اور تباہی ہے؟ اور جان و مال کی کیسی ہولناک

نے یہاں بھی تعرض کیا۔ حضرت نے محسوس کیا کہ ان کی نیت خراب ہو۔ خیمہ لوٹنا چاہتے ہیں۔ فرمایا "اگر تم میں دین نہیں اور تم روزِ آخرت سے ڈرتے نہیں، تو کم سے کم دنیاوی شرافت پر تو قائم رہو اور میرے خیمے کو اپنے جاہلوں اور اوباشوں سے محفوظ رکھو" شمر نے جواب دیا "اچھا ایسا ہی کیا جائے گا۔ اور آپکا خیمہ محفوظ رہیگا"

آخری تنبیہ

اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ راوی کہتا ہو کہ دشمن اگر چاہتا تو آپ کو بہت پہلے قتل کر ڈالتا۔ مگر یہ گناہ، کوئی بھی اپنے سر لینا نہیں چاہتا تھا۔ آخر شمر ذی الجوشن چلایا "تمہارا برا ہو کیا انتظار کر رہے ہو؟ کیوں کام تمام نہیں کرتے؟" اب ہر طرف سے نرغہ ہوا آپنے پکار کر کہا "کیا میرے قتل پر ایک دوسرے کو ابھارتے ہو؟ واللہ میرے بعد کسی بندے کے قتل پر بھی خدا اتنا ناخوش نہیں ہوگا جتنا میرے قتل پر ناخوش ہوگا"

شہادت!

مگر اب وقت آچکا تھا۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے آپکے بائیں ہاتھ کو زخمی کیا۔ پھر شانے پر تلوار ماری۔ آپ کمزوری سے لڑکھڑائے۔ لوگ ہیبت سے پیچھے ہٹے۔ مگر سنان بن انس نخعی نے بڑھ کر نیزہ مارا اور آپ زمین پر گر پڑے۔ اُسنے ایک شخص سے کہا "سر کاٹ لے" وہ سر کاٹنے کے لئے لپکا مگر جرأت نہ ہوئی۔ سنان بن انس نے دانت پیس کر کہا "خدا تیرے ہاتھ شل کر ڈالے!" پھر جوش سے اُترا۔ آپکو ذبح کیا اور سر تن سے جدا کر لیا!

جعفر بن محمد بن علی سے مروی ہو کہ قتل کے بعد دیکھا گیا کہ آپکے جسم پر نیزے کے ۳۳ زخم اور تلوار کے ۳۴ گھاؤ تھے!

قاتل

سنان بن انس قاتل کے دماغ میں کسی قدر فتور تھا۔ قتل کے وقت اُس کی عجیب حالت تھی۔ جو شخص بھی حضرت کی نعش کے قریب آتا، وہ اُسپر حملہ آور ہوتا تھا۔ وہ ڈرتا تھا کوئی دوسرا اُن کا سر کاٹ نہ لے جائے۔ قاتل نے سر کاٹ کر خولی بن یزید اصبحی کے حوالے کیا اور خود عمر بن سعد کے پاس دوڑا گیا۔ خیمہ کے سامنے کھڑا ہو کر چلایا:

اوقر رکابی فضۃ وذہبا	انا قتلت الملک المحجبا
مجھے چاندی سونے سے لاد دو،	میں نے بڑا بادشاہ مارا ہے!
قتلت خیر الناس اما وابا	وخیرہم اذ ینسبون نسبا

میں نے اسے قتل کیا ہے جسکے ماں باپ سب سے افضل ہیں اور جو اپنے نسب میں سب سے اچھا ہے!

عمر بن سعد نے اُسے اندر بلا لیا۔ بہت خفا ہوا۔ کہنے لگا "معلوم ہوتا ہے تو مجنون ہو!" پھر اپنی لکڑی سے اُسے مار کر کہا "پاگل! ایسی بات کہتا ہو۔ بخدا اگر عبید اللہ بن زیاد سنتا تو تجھے ابھی مروا ڈالتا!"

(ابن جریر)

لوٹ کھسوٹ

قتل کے بعد کوفیوں نے آپکے بدن کے کپڑے تک اتار لئے۔ پھر آپکے خیمے کی طرف بڑھے۔ زین العابدین بستر پر بیمار پڑے تھے۔ شمر اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ پہونچا اور کہنے لگا "اسے بھی کیوں نہ قتل کر ڈالیں؟" لیکن اس کے بعض ساتھیوں نے مخالفت کی، کہا "کیا بچوں کو بھی مار ڈالیگے؟" ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ عمر بن سعد بھی آگیا اور حکم دیا "کوئی عورتوں کے خیمے میں نہ گھسے۔ اس بیمار کو کوئی نہ چھیڑے۔ جس کسی نے خیمہ کا کوئی اسباب لوٹا ہو واپس کر دے" زین العابدین نے یہ سنکر اپنی بیماری آواز سے کہا "عمر بن سعد! خدا تجھے جزائے خیر دے! تیری زبان نے ہمیں بچا لیا!"

نعش روند ڈالی

عمر بن سعد کا حکم تھا کہ حسین کی نعش گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالے۔ اب اس کا وقت آیا۔ اُسنے پکار کر کہا "اس کام کے لئے کون طیار ہوتا ہو؟" دس آدمی طیار ہوئے اور گھوڑے دوڑا کر جسم مبارک روند ڈالا!

[illegible] (ابن جریر۔ کامل۔ یعقوبی) (باقی)

افسانہ

محبت اور قربانی
یا
انتقام اور سزا؟

وکٹر ہیوگو کا "بشپ" اور تاریخ اسلام کا "بغدادی"

درس وفا اگر بود زمزمۂ محبتے
جمعہ بمکتب آورد طفل گریز پائے را!

(دوسرا حصہ)

ہجرت کی تیسری صدی قریب الاختتام ہو۔ بغداد کے تخت خلافت پر المعتضد باللہ عباسی متمکن ہو۔ معتصم کے زمانے سے دار الخلافہ کا شاہی اور فوجی مستقر سامرہ میں منتقل ہو گیا ہو۔ پھر بھی سرزمین بابل کے اس نئے بابل میں پندرہ لاکھ انسان بستے ہیں۔ ایران کے اصطخر، مصر کے ریمسس، اور یورپ کے روم کی جگہ اب دنیا کا تمدنی مرکز بغداد ہو۔

* * *

دنیا کی اس ترقی یافتہ مخلوق کا جسے "انسان" کہتے ہیں کچھ عجیب حال ہو۔ یہ جتنا کم ہوتا ہو، اتنا ہی نیک اور خوش ہوتا ہو۔ اور جتنا زیادہ بڑھتا ہو، اتنی ہی نیکی اور خوشی اس سے دُور ہونے لگتی ہے۔ اس کا کم ہونا خود اُس کے لئے اور خدا کی زمین کے لئے برکت ہے۔ یہ جب چھوٹی چھوٹی بستیوں میں گھانس پھونس کے جھونپڑوں میں رہتا ہو، تو کیسا نیک، کیسا خوش، اور کس درجہ حلیم ہوتا ہو! محبت اور رحمت اُس میں اپنا آشیانہ بناتی ہی اور روح کی پاکیزگی کا نور اُس کے جھونپڑوں کو روشن کرتا ہو۔ لیکن جونہی یہ جھونپڑیوں سے باہر نکلتا ہو، اُس کی بڑی بڑی بھیڑیں ایک خاص رقبہ میں اکٹھی ہو جاتی ہیں، تو اُس کی حالت میں کیسا عجیب انقلاب ہو جاتا ہو! ایک طرف تجارت بازاروں میں آتی ہو، صنعت و حرفت کا خزانہ کھولتی ہو، دولت سر بفلک عمارتیں بناتی ہو، حکومت و اقتدار شان و شکوہ کے سامان آراستہ کرتی ہو۔ لیکن دوسری طرف نیکی رخصت ہو جاتی ہو، محبت اور فیاضی کا سراغ نہیں ملتا، اور امن و راحت کی جگہ انسانی مصیبتوں اور شقاوتوں کا ایک لازوال دَور شروع ہو جاتا ہے۔ وہی انسان کی بستی جو پہلے نیکی و محبت کی دنیا اور راحت و برکت کی بہشت تھی، اب افلاس و مصیبت کا مقتل اور جرموں اور بدیوں کی دوزخ بنجاتی ہو۔ وہی انسان جو جھونپڑیوں کے اندر محبت و فیاضی کی گرمجوشی تھا، اب شہر کے سر بفلک محلوں کے اندر بے مہری و خود غرضی کا پتھر ہوتا ہو۔ جب وہ اپنے عالیشان مکانوں میں عیش و نعمت کے دسترخوان پر بیٹھتا ہو، تو اس کے کتنے ہی ہم جنس سڑکوں پر بھوک سے ایڑیاں رگڑتے ہیں! جب وہ عیش و راحت کے ایوانوں میں حسن و جمال کی محفلیں آراستہ کرتا ہو، تو اُس کے ہمسایہ میں یتیموں کے آنسو نہیں تھمتے اور کتنی ہی بیوائیں ہوتی ہیں جن کے بدنصیب سروں پر چادر کا ایک تار بھی نہیں ہوتا! زندگی کی قدرتی یکسانی کی جگہ اب زندگی کی مصنوعی مگر بے رحم تفاوتیں ہر گوشے میں نمایاں ہو جاتی ہیں!

پھر جب انسانی بے مہری او خود غرضی کے لازمی نتائج ظاہر ہونے لگتے ہیں، کمزوری، افلاس، اور بے نوائی سے مجبور ہو کر بدبخت انسان جرم کی طرف قدم اٹھاتا ہو، تو اچانک دنیا کی زبان کا سب سے زیادہ بے معنی لفظ وجود میں آجاتا ہو۔ یہ "قانون" اور "انصاف" ہو۔ اب بڑی بڑی شاندار عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں اور ان کے دروازہ پر لکھا جاتا ہو "انصاف کا گھر" انصاف کے اس "مقدس گھر" میں کیا ہوتا ہو؟ یہ ہوتا ہو کہ وہی انسان جس نے اپنی بے رحمی و تغافل سے مفلس کو چوری پر اور نیک انسانوں کو بھوک اور بیچارگی پر مجبور کر دیا تھا، قانون کا ہیبت ناک شکنجہ پھیلاتا ہو، اور فرشتوں کا سا معصوم اور سادہ دل کا سا سنجیدہ چہرہ بنا کر

سخت محنت! افسوس، انسان کو اپنے رزق کے لئے کیسی کیسی تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں! دیکھو، یہ چٹائی بچھی ہے۔ یہ چمڑے کا تکیہ میں اسے دیوار کے ساتھ لگا دیتا ہوں۔" اُس نے تکیہ دیوار کے ساتھ لگا کر رکھ دیا۔ "بس ٹھیک ہے۔ اب تم اطمینان کے ساتھ ٹیک لگا کر یہاں بیٹھ جاؤ اور اچھی طرح سستا لو۔ اتنی دیر میں میں تمہارا ادھورا کام پورا کئے دیتا ہوں۔"

اُس نے یہ کہا، اور ابن سآباط کے کاندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھ کر اُسے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ پھر جب اُس کی نظر دوبارہ اُس کی عرق آلود پیشانی پر پڑی، تو اُس نے اپنی کمر سے رومال کھولا اور اس کی پیشانی کا پسینہ پونچھ ڈالا۔ جب وہ پسینہ پونچھ رہا تھا تو اُس کی آنکھوں میں باپ کی سی شفقت اور ہاتھوں میں بھائی کی سی محبت کام کر رہی تھی!

صورت حال کے یہ تمام تغیرات اس تیزی سے ظہور میں آئے کہ ابن سآباط کا دماغ معطل ہو کر رہ گیا۔ وہ کچھ نہ سمجھ سکا کہ معاملہ کیا ہے؟ ایک مدہوش اور بے ارادہ آدمی کی طرح اُس نے اجنبی کے اشارے کی تعمیل کی اور چٹائی پر بیٹھ گیا۔

اب اُس نے دیکھا کہ واقعی اجنبی نے کام شروع کر دیا ہے۔ اُس نے پہلے وہ گٹھری کھولی جو ابن سآباط نے باندھنی چاہی تھی مگر نہ بندھ سکی تھی۔ پھر وہ تھان کھول کر بچھائے اور جس قدر بھی تھان موجود تھے، اُن سب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ میں زیادہ تھے، ایک میں کم۔ پھر دونوں کی الگ الگ دو گٹھریاں باندھ لیں۔ یہ تمام کام اُس نے اس اطمینان اور سکون کے ساتھ کیا، گویا اس کے لئے کوئی انوکھی بات نہ تھی۔

پھر اچانک اُسے کچھ خیال آیا۔ اُس نے اپنی عبا اُتار ڈالی، اور اسے بھی گٹھری کے اندر رکھ دیا۔

اب وہ اُٹھا اور ابن سآباط کے قریب گیا:

"میرے دوست، تمہارے چہرے کی پژمردگی سے معلوم ہوتا ہے کہ تم صرف تھکے ہوئے ہی نہیں ہو بلکہ بھوکے بھی ہو۔ بہتر ہوگا کہ چلنے سے پہلے دودھ کا ایک پیالہ پی لو۔ اگر تم چند لمحے انتظار کر سکو تو میں دودھ لے آؤں۔" اُس نے کہا، جبکہ اُس کے پُر شکوہ چہرہ پر بدستور مسکراہٹ کی دلآویزی موجود تھی۔ ممکن نہ تھا کہ اس مسکراہٹ سے انسانی قلب کے تمام اضطراب محو نہ ہو جائیں!

قبل اس کے کہ ابن سآباط جواب دے، وہ تیزی کے ساتھ مُڑا، اور باہر نکل گیا۔

***

اب ابن سآباط تنہا تھا۔ لیکن تنہا ہونے پر بھی اس کے قدموں میں حرکت نہ ہوئی۔ اجنبی کے طرز عمل میں کوئی بات ایسی نہ تھی جس سے اس کے اندر خوف پیدا ہوتا۔ وہ صرف متحیر اور مبہوت تھا!

اجنبی کی ہستی اور اُس کا طور طریقہ ایسا عجیب و غریب تھا کہ جب تک وہ موجود رہا، ابن سآباط کو تحیر و تاثر نے سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہ دی۔ اجنبی کی شخصیت کی تاثیر سے اس کی ذاتی شخصیت مغلوب ہو گئی تھی۔ لیکن اب وہ تنہا ہوا، تو آہستہ آہستہ اُس کا دماغ اپنی اصلی حالت پر واپس آنے لگا۔ یہاں تک کہ تمام دماغی خصائل پوری طرح اُبھر آئے، اور وہ اُسی روشنی میں معاملات کو دیکھنے لگا جس روشنی میں دیکھنے کا ہمیشہ سے عادی تھا۔

وہ جب اجنبی کا متبسم چہرہ اور دلنواز صدائیں یاد کرتا، تو شک اور خوف کی جگہ اُس کے اندر ایک ایسا ناقابل فہم جذبہ پیدا ہو جاتا جو آج تک اُسے کبھی محسوس نہیں ہوا تھا۔ لیکن پھر جب وہ سوچتا کہ اس تمام معاملہ کا مطلب کیا ہے؟ اور یہ شخص ہے کون؟ تو اس کی عقل حیران رہ جاتی اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اُس نے اپنے دل میں کہا۔ "یہ تو قطعی ہے کہ یہ شخص اس مکان کا مالک نہیں ہے۔ مکان کے مالک کبھی چوروں کا اس طرح استقبال نہیں کیا کرتے۔

...... مگر پھر یہ شخص ہے کون؟ ......"

اچانک ایک نیا خیال اُس کے اندر پیدا ہوا۔ وہ ہنسا: "استغفر اللہ! میں بھی کیا احمق ہوں۔ یہ بھی کوئی سوچنے اور حیران ہونے کی بات تھی؟ معاملہ بالکل صاف ہے۔ تعجب ہے مجھے پہلے کیوں خیال نہیں ہوا؟ یقیناً یہ بھی کوئی میرا ہی ہم پیشہ آدمی ہے، اور اسی نواح میں رہتا ہے۔ اتفاقات نے آج ہم دونوں چوروں کو ایک ہی مکان میں جمع کر دیا۔ چونکہ یہ اسی نواح کا آدمی ہے، اس لئے اس مکان کے تمام حالات سے واقف ہوگا۔ اُسے معلوم ہوگا کہ آج مکان رہنے والوں سے خالی ہے اور بہ اطمینان کام کرنے کا موقع ہے۔ اس لئے وہ روشنی کا سامان ساتھ لے کر آیا۔ لیکن جب دیکھا کہ میں پہلے سے پہنچا ہوا ہوں تو آمادہ ہو گیا کہ میرا ساتھ دے کر ایک حصہ کا حقدار بن جائے......"

***

وہ ابھی سوچ رہا تھا کہ دروازہ کھلا، اور اجنبی ایک لکڑی کا بڑا پیالہ ہاتھ میں لئے نمودار ہو گیا۔

"یہ لو، میں تمہارے لئے دودھ لے آیا ہوں۔ اسے پی لو۔ یہ بھوک اور پیاس، دونوں کے لئے مفید ہوگا۔" اُس نے کہا، اور پیالہ ابن سآباط کو پکڑا دیا۔ ابن سآباط واقعی بھوکا پیاسا تھا۔ بلا تامل منہ کو لگا لیا اور ایک ہی مرتبہ میں ختم کر دیا۔

اب اُسے معاملہ کی فکر ہوئی۔ اتنے دیر کے وقفہ نے اُس کی طبیعت بحال کر دی تھی۔

"دیکھو، اگرچہ میں تم سے پہلے یہاں پہنچ چکا تھا اور ہاتھ لگا چکا تھا، اور اس لئے ہم لوگوں کے قاعدہ کے بموجب تمہارا کوئی حق نہیں، لیکن تمہاری ہوشیاری اور مستعدی دیکھ لینے کے بعد مجھے کوئی تامل نہیں کہ تمہیں بھی اس مال میں شریک کر لوں۔ اگر تم پسند کرو گے تو میں ہمیشہ کے لئے تم سے معاملہ کر لوں گا۔ لیکن دیکھو، میں کہے دیتا ہوں کہ آج جو کچھ بھی یہاں سے لے جائیں گے، اُس میں تم برابر کا حصہ نہیں پا سکتے، کیونکہ در اصل آج کا کام میرا ہی کام تھا،" اُس نے صاف آواز میں کہا۔ اُس کی آواز میں اب تاثر نہیں تھا۔ تحکم تھا۔

اجنبی مسکرایا۔ اُس نے ابن سآباط پر ایک ایسی نظر ڈالی جو اگرچہ شفقت و مہر سے خالی نہ تھی، لیکن اس کے علاوہ بھی اس میں کوئی چیز تھی۔ لیکن ابن سآباط سمجھ نہ سکا۔ اُس نے خیال کیا۔ شاید یہ شخص اس طریق تقسیم پر قانع نہیں ہے۔ اچانک اُس کی آنکھوں میں اُس کی خوفناک مجرمانہ درندگی چمک اُٹھی۔ وہ غصہ سے مضطرب ہو کر کھڑا ہو گیا:

"بے وقوف، چپ کیوں ہو؟ یہ نہ سمجھنا کہ دودھ کا ایک پیالہ پلا کر اور چکنی چپڑی باتیں کر کے تم مجھے احمق بنا لو گے۔ تم نہیں جانتے میں کون ہوں۔ مجھے کوئی احمق نہیں بنا سکتا۔ میں ساری دنیا کو احمق بنا چکا ہوں۔ بولو۔ اس پر راضی ہو یا نہیں؟ اگر نہیں ہو تو ......"

لیکن ابھی اُس کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ اجنبی کے لب متحرک ہوئے۔ اب بھی اُس کے لبوں سے اُس کی مسکراہٹ نہیں ہٹی تھی:

"میرے عزیز دوست! کیوں بلا وجہ اپنی طبیعت آزردہ کرتے ہو؟ آؤ یہ کام جلد نپٹا لیں جو ہمارے سامنے ہے۔ دیکھو، میں نے دو گٹھریاں باندھ لی ہیں۔ ایک چھوٹی ہے۔ ایک بڑی ہے۔ تمہارا ایک ہاتھ ہے اس لئے تم زیادہ بوجھ نہیں سنبھال سکتے۔ لیکن میں دونوں ہاتھوں سے سنبھال لوں گا۔ چھوٹی گٹھری تم اُٹھا لو۔ بڑی میں اُٹھا لیتا ہوں۔ باقی رہا میرا حصہ جس کے خیال سے تمہیں اتنی آزردگی ہوئی ہے، تو میں بھی نہیں چاہتا۔ اس وقت اُس کا فیصلہ کراؤں۔ تم نے کہا ہے کہ تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے معاملہ کر سکتے ہو۔ مجھے بھی ایسا ہی معاملہ پسند ہے۔ میں چاہتا ہوں تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے معاملہ کر لو۔"

"ہاں، اگر یہ بات ہے تو پھر سب کچھ ٹھیک ہے۔ تمہیں ابھی معلوم نہیں میں کون ہوں؟ پورے ملک میں تمہیں مجھ سے بہتر کوئی ساتھی نہیں مل سکتا۔" اُس نے بڑی گٹھری کے اُٹھانے میں اجنبی کو مدد دیتے ہوئے کہا۔

یہ گٹھری اس قدر بھاری تھی کہ ابن سآباط اپنی حیرانی نہ چھپا سکا۔ وہ اگرچہ اپنے نئے رفیق کی زیادہ جرأت افزائی کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ پھر بھی اُس کی زبان سے بے اختیار نکل گیا:

"دوست، تم دیکھنے میں تو بڑے دُبلے پتلے ہو لیکن بوجھ اُٹھانے میں بڑے مضبوط نکلے۔" ساتھ ہی اُس نے اپنے دل میں کہا۔ "یہ جتنا مضبوط ہے، اتنا عقلمند نہیں ہے۔ ورنہ اپنے حصے سے دست بردار نہ ہو جاتا۔ اگر آج یہ احمق نہ ملجاتا تو مجھے سارا مال چھوڑ کر صرف ایک دو تھانوں پر قناعت کر لینی پڑتی۔"

اب ابن سآباط نے اپنی گٹھری اُٹھائی جو بہت ہی ہلکی تھی، اور دونوں باہر نکلے۔ اجنبی کی پیٹھ جیسی پہلے سے خم موجود تھا، اب گٹھری کے بوجھ سے بالکل ہی جھک گئی تھی۔ رات کی تاریکی میں اتنا بھاری بوجھ اُٹھا کر چلنا نہایت دشوار تھا۔ لیکن ابن سآباط کو قدرتی طور پر جلدی تھی۔ وہ بار بار حاکمانہ انداز سے اصرار کرتا کہ تیز چلو۔ اور چونکہ خود اُس کا بوجھ بہت ہلکا تھا، اس لئے خود تیز چلنے میں کسی طرح کی دشواری محسوس نہیں کرتا تھا۔ اجنبی تعمیل حکم کی پوری کوشش کرتا، لیکن اتنا بھاری بوجھ اُٹھا کر تیز چلنا انسانی طاقت سے باہر تھا۔ اس لئے پوری کوشش کرنے پر بھی زیادہ تیز نہیں چل سکتا تھا۔ کئی مرتبہ ٹھوکریں لگیں، بارہا بوجھ گرتے گرتے رہ گیا، ایک مرتبہ اتنی سخت چوٹ کھائی کہ قریب تھا گر جائے۔ پھر بھی اُس نے رُکنے یا سستانے کا نام نہیں لیا۔ گرتا پڑتا اپنے ساتھی کے ساتھ بڑھتا ہی رہا۔

لیکن ابن سآباط اس پر بھی خوش نہ تھا۔ اُس نے پہلے تو ایک دو مرتبہ تیز چلنے کا حکم دیا۔ پھر بے تامل گالیوں پر اُتر آیا۔ ہر لمحہ کے بعد ایک سخت گالی دیتا اور کہتا تیز چلو۔ اتنے میں جسر (پل) آیا۔ یہاں چڑھائی تھی۔ جسم کمزور اور تھکا ہوا، بوجھ بیحد بھاری! اجنبی سنبھل نہ سکا اور بے اختیار گر پڑا۔ ابھی وہ اُٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ اوپر سے ایک سخت لات پڑی۔ یہ ابن سآباط کی لات تھی۔ اُس نے غضبناک ہو کر کہا: "کتے کے بچے! اگر اتنا بوجھ سنبھال نہیں سکتا تھا تو لاد کر لایا کیوں؟" اجنبی ہانپتا ہوا اُٹھا۔ اُس کے چہرہ پر درد و شکایت کی جگہ شرمندگی کے آثار پائے جاتے تھے۔ اُس نے فوراً گٹھری اُٹھا کر پیٹھ پر رکھی اور پھر روانہ ہو گیا۔

***

اب یہ دونوں شہر کے کنارے، ایک ایسے حصہ میں پہنچ گئے جو بہت ہی کم آباد تھا۔ یہاں ایک ناتمام عمارت کا پرانا اور شکستہ احاطہ تھا۔ ابن سآباط اس احاطہ کے ایک جانب پہنچ کر رُک گیا

بربادیوں کے بعد آگ اور موت کی یہ ہولناک دلچسپی جو دیکھ سکتی ہو! اس بات کے سوچنے کی نہ تو لوگوں کو فرصت ملتی ہو۔ نہ وہ سوچنا چاہتے ہیں!

اگر انسان کے ابنار جنس میں سے ایک بدبخت مخلوق سولی کے تختہ پر لٹکا دیا جائے، تو یہ اُن تمام نظاروں میں سے جن کے دیکھنے کا انسان شائق ہو سکتا ہو، سب سے زیادہ دلکش نظارہ ہوتا ہو۔ اپنا دلکش نظارہ کہ گھنٹوں کھڑے رہ کر لٹکتی ہوئی نعش دیکھا رہتا ہو مگر اُس کی سیری نہیں ہوتی۔ لوگ درختوں پر چڑھ جاتے ہیں، ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں، صفیں چیر چیر کر نکل جانا چاہتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ اپنے ایک ہم جنس کو جانکنی میں تڑپتے اور پھر ہوا میں معلق جھولتے دیکھ لینے کی لذت حاصل کریں! لیکو جس انسان کے پھانسی پانے سے انسانی نظارہ کا یہ سب سے زیادہ دلکش تماشا وجود میں آیا، خود اُس پر کیا گزری؟ اور کیوں وہ اس منحوس اور شرمناک موت کا مستحق ٹھہرا؟ سیکڑوں ہزاروں تماشائیوں میں سے ایک کا ذہن بھی اس غیر ضروری اور غیر دلچسپ پہلو کی طرف نہیں جاتا!

تیسرا حصہ

گرمیوں کا موسم ہو۔ آدھی رات گزر چکی ہو۔ مہینہ کی آخری راتیں ہیں۔ بغداد کے آسمان پر ستاروں کی مجلس شبینہ آراستہ ہو مگر چاند کے برآمد ہونے میں ابھی دیر ہو۔ دجلہ کے پار کرخ کی تمام آبادی نیند کی خاموشی اور رات کی تاریکی میں گم ہو۔

اچانک تاریکی میں ایک متحرک تاریکی نمایاں ہوئی۔ سیاہ لبادے میں ایک لپٹا ہوا آدمی خاموشی اور آہستگی کے ساتھ جا رہا ہے۔ وہ ایک گلی سے مڑ کر دوسری گلی میں پہنچا، اور ایک مکان کے سائبان کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ اب اُسنے سانس لی۔ گویا یہ مدت کی بند سانس تھی جسے اب آزادی سے اُبھرنے کی مہلت ملی ہو۔ پھر اُسنے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی "یقیناً تین پہر رات گزر چکی ہو" وہ اپنے دل میں کہنے لگا "مگر کیا بدنصیبی ہو کہ جس طرف رخ کیا ناکامی ہی ہوئی۔ کیا پوری رات اسی طرح ختم ہو جائے گی؟"

یہ خوفناک ابن ساباط ہو جو دس برس کی طول طویل زندگی قیدخانہ میں بسر کرکے اب کسی طرح نکل بھاگا ہو، اور نکلنے کے ساتھ ہی اپنا قدیم پیشہ از سر نو شروع کر رہا ہو۔ یہ اس کی نئی مجرمانہ زندگی کی پہلی رات ہو، اس لئے وقت کے بے نتیجہ ضائع جانے پر اُس کا بے صبر دل پیچ و تاب کھا رہا ہو۔

اُسنے ہر طرف کی آہٹ لی۔ زمین سے کان لگا کر دور دور کی صداؤں کا جائزہ لیا، اور مطمئن ہو کر آگے بڑھا۔ کچھ دور چلکر اسنے دیکھا ایک احاطہ کی دیوار دور تک چلی گئی ہو اور وسط میں بہت بڑا پھاٹک ہو۔ کرخ کے اس علاقہ میں زیادہ تر امرا کے باغ تھے، یا سوداگروں کے گودام تھے۔ اسنے خیال کیا یہ احاطہ یا تو کسی امیر کا باغ ہو، یا کسی سوداگر کا گودام۔ وہ پھاٹک کے پاس پہونچکر رُک گیا اور سوچنے لگا، اندر کیونکر جائے؟ اُسنے آہستگی سے دروازہ پر ہاتھ رکھا، لیکن اُسے نہایت تعجب ہوا کہ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا صرف بھڑا ہوا تھا۔ ایک سکنڈ کے اندر ابن ساباط کے قدم احاطہ کے اندر پہنچ گئے۔

اُسنے دہلیز سے قدم آگے بڑھایا تو ایک وسیع احاطہ نظر آیا اس کے مختلف گوشوں میں چھوٹے چھوٹے حجرے بنے تھے اور وسط میں ایک نسبۃً بڑی عمارت تھی۔ یہ درمیانی عمارت کی طرف بڑھا۔ عجیب بات ہو کہ اس کا دروازہ بھی اندر سے بند نہ تھا چھوتے ہی کھل گیا۔ گویا وہ کسی کی آمد کا منتظر تھا۔ یہ ایک ایسی بے باکی کے ساتھ جو صرف مشاق مجرموں ہی کے قدموں میں ہو سکتی ہو، اندر چلا گیا۔ اندر جاکر دیکھا تو ایک وسیع ایوان (ہال) تھا۔ لیکن سامان آرائش و زینت میں سے کوئی چیز بھی نہ تھی۔ قیمتی اشیا کا نام و نشان نہ تھا۔ صرف ایک کھجور کے پتوں کی پرانی چٹائی بچھی تھی، اور ایک طرف چمڑے کا ایک تکیہ پڑا تھا۔ البتہ ایک گوشہ میں پشمینہ کے موٹے کپڑے کے بہت سے تھان اس طرح بے ترتیب پڑے تھے۔ گویا کسی نے جلدی میں پھینک دئے ہیں اور اُن کے قریب ہی بھیڑ کی کھال کی چند ٹوپیاں بھی پڑی تھیں۔ اُسنے مکان کی موجودات کا یہ پورا جائزہ کچھ تو اپنی اندھیری میں دیکھ لینے والی آنکھوں سے لے لیا تھا اور کچھ اپنے ہاتھ سے ٹٹول ٹٹول کر۔ لیکن اُس کا ہاتھ ایک ہی تھا۔ یہ بغداد والوں کی بول چال میں "ایک ہاتھ کا شیطان" تھا جو اب پھر قید و بند کی زنجیریں توڑ کر آزاد ہو گیا ہو!

دس برس کی قید کے بعد آج ابن ساباط کو پہلی مرتبہ موقعہ ملا تھا کہ اپنے دلپسند کام کی جستجو میں آزادی کے ساتھ نکلے۔ جب اسنے دیکھا، اس مکان میں کامیابی کے آثار نظر نہیں آتے، اور یہ پہلا قدم بیکار ثابت ہوگا، تو اس کے تیز اور بے لگام جذبات سخت مشتعل ہو گئے۔ وہ دل ہی دل میں اس مکان کے رہنے والوں کو گالیاں دینے لگا جو اپنے مکان میں رکھنے کے لئے قیمتی اشیا فراہم نہ کر سکے۔ ایک مفلس کا افلاس خود اُس کے لئے اس قدر درد انگیز نہیں ہوتا جس قدر اُس چور کے لئے جو رات کے پچھلے پہر مال و دولت تلاش کرتا ہوا پہنچتا ہو۔ اسمیں شک نہیں، پشمینہ کے بہت سے تھان یہاں موجود تھے اور وہ کتنے ہی موٹے اور ادنیٰ قسم کے کیوں نہ ہوں مگر پھر بھی اپنی قیمت رکھتے تھے، لیکن مشکل یہ تھی کہ ابن ساباط تنہا تھا۔ اور صرف تنہا ہی نہیں تھا بلکہ دو ہاتھوں کی جگہ صرف ایک ہاتھ رکھتا تھا۔ وہ ہزار ہمت کرتا، مگر اتنا بڑا بوجھ اس کے سنبھالے سنبھل نہیں سکتا تھا۔ وہ تھانوں کی موجودگی پر معترض نہ تھا۔ اُن کے وزن کی گرانی اور اپنی مجبوری پر متاسف تھا۔ اتنی وزنی چیز چرا کر لیجانا آسان نہ تھا!

"ایک ہزار لعنت کرخ اور اُس کے تمام باشندوں پر" وہ اندر ہی اندر بڑبڑانے لگا "نہیں معلوم یہ کون احمق ہو جسنے یہ ملعون تھان جمع کر رکھے ہیں؟ غالباً کوئی تاجر ہو۔ لیکن یہ عجیب طرح کا تاجر ہو جسے بغداد میں تجارت کرنے کے لئے اور کوئی چیز نہیں ملی۔ اتنا بڑا مکان بنا کر اُس میں گدھوں اور خچروں کی جھولیں بنانے کا سامان جمع کر دیا" اُسنے اپنے ایک ہی ہاتھ سے ایک تھان کی ٹٹول ٹٹول کر پیمائش کی "بھلا یہ ملعون بوجھ کس طرح اُٹھایا جا سکتا ہو؟ ایک تھان کے اُٹھانے کے لئے کن کردش گدھو ساتھ لانے چاہئیں"

لیکن بہرحال کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا۔ رات جا رہی تھی، اور اب وقت نہ تھا کہ دوسری جگہ تاکی جاتی۔ اُسنے جلدی سے ایک تھان کھولا اور اُسے فرش پر بچھا دیا۔ پھر کوشش کی زیادہ سے زیادہ تھان جو اُٹھائے جا سکتے ہیں اُٹھالے۔ مشکل یہ تھی کہ مال کم قیمت مگر بہت زیادہ وزنی تھا۔ کم لیتا ہو تو بیکار ہو۔ زیادہ لیتا ہو تو لیجا نہیں سکتا۔ عجب طرح کی کش مکش میں گرفتار تھا۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح یہ مرحلہ طے ہوا، لیکن اب دوسری مشکل پیش آئی۔ موٹے کا کپڑا بیحد موٹا تھا۔ اُسے مڑور دیکر گرہ لگانا آسان نہ تھا دونوں ہاتھوں سے بھی یہ کام مشکل تھا چہ جائے کہ ایک ہاتھ سے؟ بلاشبہ اس کے پاس ہاتھ کی طرح پاؤں ایک نہ تھا۔ دو تھے۔ لیکن وہ بھاگنے میں مدد دے سکتے تھے صرف کی گٹھری باندھنے کے لئے مفید نہ تھے۔ اُسنے بہت سی تجویزیں سوچیں، طرح طرح کے تجربے کئے دانتوں سے کام لیا۔ کئی دفعہ گھٹنے سے دبا لیا!! لیکن کسی طرح بھی گٹھری میں گرہ نہ لگ سکی، وقت کی مصیبتوں میں تاریکی کی بندش نے اور زیادہ اضافہ کر دیا تھا۔

اندرونی جذبات کے ہیجان اور بیرونی فعل کی بے سود محنت نے ابن ساباط کو بہت جلد تھکا دیا۔ وقت کی کمی، عمل کا قدرتی خوف، مال کی گرانی، محنت کی شدت، اور فائدہ کی قلت، اُس کے دماغ کے لئے تمام مخالف تاثرات جمع ہو گئے تھے۔

* * *

اچانک وہ چونک اُٹھا۔ اُس کی تیز قوت سماعت نے کسی کے قدموں کی نرم آہٹ محسوس کی۔ ایک لمحہ تک خاموشی رہی۔ پھر ایسا محسوس ہوا، جیسے کوئی آدمی دروازہ کے پاس کھڑا ہو۔ ابن ساباط گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا، مگر قبل اس کے کہ وہ کوئی حرکت کر سکے، دروازہ کھلا اور روشنی نمایاں ہوئی۔ خوف اور دہشت سے اُس کا خون منجمد ہو گیا۔ جہاں کھڑا تھا، وہیں قدم گڑ گئے۔ نظر اُٹھا کر دیکھا تو سامنے ایک شخص کھڑا ہو۔ اُس کے ایک ہاتھ میں شمعدان ہو، اور اُسے اس طرح اونچا کر رکھا ہو کہ کمرے کے تمام حصے روشن ہو گئے ہیں۔

* * *

اس شخص کی وضع و قطع سے اُس کی شخصیت کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔ میلے رنگ کی ایک لمبی عبا اُس کے جسم پر تھی جسے کمر کے پاس ایک موٹی رسی لپیٹ کر جسم پر چست کر لیا تھا۔ سر پر سیاہ قلنسوہ (اونچی دیوار کی ٹوپی) تھی، اور اس قدر کشادہ تھی کہ اُس کے کنارا بروؤں کے قریب تک پہنچ گئے تھے۔ جسم نہایت نحیف تھا۔ اتنا نحیف کہ صوف کی موٹی عبا پہننے پر بھی اندر کی اُبھری ہوئی ہڈیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں، اور قد کی درازی نے جسم کر کے پاس خفیف سی خمیدگی پیدا ہو گئی تھی، یہ نحافت اور زیادہ نمایاں کر دی تھی۔ لیکن یہ عجیب بات تھی کہ جسم کی اس غیر معمولی نحافت کا کوئی اثر اُس کے چہرہ پر نظر نہیں آتا تھا۔ اتنا کمزور جسم رکھنے پر بھی اُس کا چہرہ کچھ عجیب طرح کی تاثیر و گیرائی رکھتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہڈیوں کے ایک ڈھانچے پر ایک شاندار اور دلاویز چہرہ جوڑ دیا گیا ہو۔ رنگت زرد تھی، رخسار بے گوشت تھے، جسمانی تنومندی کا نام و نشان نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی چہرہ کی مجموعی ہیئت میں کوئی ایسی شاندار چیز تھی کہ دیکھنے والا محسوس کرتا تھا، ایک نہایت طاقتور چہرہ اُس کے سامنے ہو۔ خصوصاً اُس کی نگاہیں ایسی روشن، ایسی مطمئن، ایسی ساکن تھیں، کہ معلوم ہوتا تھا، دنیا کی ساری راحت اور سکون انہی دو حلقوں کے اندر سما گئی ہو!

چند لمحوں تک یہ شخص شمع اونچی کئے ابن ساباط کو دیکھتا رہا پھر اس طرح آگے بڑھا، گویا اُسے جو کچھ سمجھنا تھا، سمجھ چکا ہو۔ اس کے چہرہ پر ہلکا سا زیر لب تبسم تھا۔ ایسا دلاویز اور شیریں تبسم جس کی موجودگی انسانی روح کے سارے اضطراب اور خوف دور کر دے سکتی ہو۔ اُسنے شمعدان ایک طرف رکھ دیا، اور ایک ایسی آواز میں جو شفقت و ہمدردی میں ڈوبی ہوئی تھی، ابن ساباط سے کہا:

"میرے دوست! تم پر خدا کی سلامتی ہو۔ جو کام تم کرنا چاہتے ہو یہ بغیر روشنی اور ایک رفیق کے انجام نہیں پا سکتا۔ دیکھو، یہ شمع روشن ہو اور میں تمہاری رفاقت کے لئے موجود ہوں۔ روشنی میں ہم دونوں اطمینان اور سہولت کے ساتھ یہ کام انجام دے لیں گے"

وہ ایک لمحہ کے لئے رُکا۔ جیسے کچھ سوچنے لگا ہو پھر اُسنے کہا: "مگر میں دیکھتا ہوں تم بہت تھک گئے ہو۔ تمہاری پیشانی پسینہ سے تر ہو رہی ہو۔ یہ گرم موسم، بند کمرہ، تاریکی اور تاریکی میں ایسا

السحر الحلال
فی
مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خواں این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی۔ اس نے ملک کے سیاسی، علمی، ادبی، اور دینی افکار وعقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے، قریب ہے کہ مستقبل ہند کا مورخ ان پر بحث کریگا اور ان کے اندر وہ عناصر و مبادیات ڈھونڈھیگا جن سے ہندوستان کی سنہ ۱۹۱۹ کے بعد کی اجتماعی ذہنیت ظہور پذیر ہوئی۔

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا، لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف ساخوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا، اس لئے اس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعہ تھا۔ اس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب، مذہب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون، اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے اور اسکا ہر باب اپنی مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا۔ پھر اس کی ظاہری خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں۔ اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا، جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں۔ اس کی جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمی، مذہبی، سیاسی، اور اجتماعی مواد ومباحث کا بہترین مجموعہ ہیں۔ ان کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اس کی تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیہ میں خرید کیا۔ اور حال میں ایک صاحب نے اس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے۔ جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں۔ پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاف نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا، ہم نے کوشش کی کہ شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جاسکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے۔

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل ہوگئی ہیں۔ ہم اس اعلان کے ذریعہ شایقین علم و ادب کو اخیر موقعہ دیتے ہیں کہ اس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں، چونکہ جلدوں کی اب بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف انہیں درخواستوں کی تعمیل ہوسکیگی جو سب سے پہلے پہونچیں گی۔ ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے۔

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ — الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " " چہارم ۱۰ روپیہ — " " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے، قیمت فی پرچہ ۸ - آنہ۔ محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ہے۔

منیجر "البلاغ پریس"

اور اجنبی سے کہا یہیں بوجھ اُتار دو۔ پھر خود کود کر اندر گیا اور اجنبی نے باہر سے دونوں گٹھریاں اندر پھینک دیں۔ اس کے بعد اجنبی بھی کود کر اندر ہوگیا، اور دونوں عمارت کے اندرونی حصہ میں پہنچ گئے۔ اس عمارت کے نیچے ایک پُرانا سرواب (تہ خانہ) تھا جس میں ابن ساباط نے قید خانے سے نکلکر پناہ لی تھی۔ لیکن اسوقت وہ سرواب میں نہیں اُترا۔ وہ نہیں چاہتا تھا۔ اجنبی پر ابھی اس درجہ اعتماد کرے کہ اپنا اصلی محفوظ مقام دکھلادے۔

* * *

جس جگہ یہ دونوں کھڑے تھے دراصل ایک ناتمام ایوان تھا یا تو اسپر پوری چھت پڑی ہی نہ تھی، یا پڑی تھی تو امتداد وقت سے شکستہ ہوکر گر پڑی تھی۔ ایک طرف بہت سے پتھروں کا ڈھیر تھا ابن ساباط انہی پتھروں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ دونوں گٹھریاں سامنے دھری تھیں۔ ایک گوشہ میں اجنبی کھڑا ہانپ رہا تھا کچھ دیر تک خاموشی رہی۔

یکایک اجنبی بڑھا اور ابن ساباط کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا اب رات ختم ہونے پر تھی۔ پچھلی پہر کا چاند درخشندہ تھا۔ کھلی چھت سے اُس کی دھیمی اور ظلمت آلود شعاعیں ایوان کے اندر پہنچ رہی تھیں۔ ابن ساباط دیوار کے سائے میں تھا۔ لیکن اجنبی جو اُس کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا تھا، ٹھیک چاند کے مقابل تھا، اسلئے اُس کا چہرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ابن ساباط نے دیکھا کہ تاریکی میں ایک درخشاں چہرہ، ایک نورانی تبسم، ایک پُراسرار اندازِ نگاہ کی دلاویزی سامنے ہے!

"میرے عزیز دوست اور رفیق!" اجنبی نے اپنی اسی دلنواز اور شیریں آواز میں جو دو گھنٹہ پہلے ابن ساباط کو متحیر کر چکی تھی، کہنا شروع کیا "میں نے اپنی خدمت پوری کرلی ہے۔ اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں۔ اس کام کے کرنے میں مجھ سے جو کمزوری اور سستی ظاہر ہوئی اور اُس کی وجہ سے بار بار تمھیں پریشان خاطر ہونا پڑا، اُس کے لئے میں بہت شرمندہ ہوں اور تم سے معافی چاہتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے تم معاف کردوگے۔ اس دنیا میں ہماری کوئی بات بھی خدا کے کاموں سے اس قدر ملتی جلتی نہیں ہے جس قدر یہ بات کہ ہم ایک دوسرے کو معاف کردیں اور بخشدیں۔ لیکن قبل اس کے کہ میں تم سے الگ ہوں، تمھیں بتلادینا چاہتا ہوں کہ میں وہ نہیں ہوں جو تم نے خیال کیا ہے۔ میں اُسی مکان میں رہتا ہوں جہاں آج تم سے ملاقات ہوئی تھی، اور تم نے میری رفاقت قبول کرلی تھی میری عادت ہے کہ رات کو تھوڑی دیر کے لئے اُس کمرے میں جایا کرتا ہوں جہاں تم بیٹھے تھے۔ آج آیا تو دیکھا، تم اندھیرے میں بیٹھے ہو اور تکلیف اُٹھا رہے ہو۔ تم میرے گھر میں میرے عزیز مہمان تھے، افسوس میں آج اس سے زیادہ تمھاری تواضع اور خدمت نہ کر سکا۔ تم نے میرا مکان دیکھ لیا ہے۔ آئندہ جب کبھی تمھیں ضرورت ہو، تم بلا تکلف اپنے رفیق کے پاس چلے آسکتے ہو۔ خدا کی سلامتی اور برکت ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے"

یہ کہا اور آہستگی سے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر مصافحہ کیا، اور تیزی کے ساتھ نکلکر روانہ ہوگیا۔

اجنبی خود تو روانہ ہوگیا لیکن ابن ساباط کو ایک دوسرے ہی عالم میں پہونچا دیا۔ اب وہ مبہوت اور مدہوش تھا۔ اُس کی آنکھیں کھلی تھیں۔ وہ اُسی طرف تک رہی تھیں جس طرف سے اجنبی روانہ ہوا تھا، لیکن معلوم نہیں اُسے کچھ سوجھائی بھی دیتا تھا یا نہیں؟

* * *

دوپہر ڈھل چکی ہے۔ بغداد کی مسجدوں سے جوق جوق نمازی نکل رہے ہیں۔ دوپہر کی گرمی نے امیروں کو تہ خانوں میں اور غریبوں کو دیواروں کے سائے میں بٹھا دیا تھا۔ اب دونوں نکل رہے ہیں۔ ایک تفریح کے لئے، دوسرا مزدوری کے لئے۔ لیکن ابن ساباط اس وقت تک وہیں بیٹھا ہے جہاں صبح بیٹھا تھا۔ رات والی دونوں گٹھریاں سامنے پڑی ہیں، اور اُس کی نظریں اس طرح اُن میں گڑی ہوئی ہیں گویا اُن کی شکنوں کے اندر اپنے رات والے رفیق کو ڈھونڈھ رہا ہے!

بارہ گھنٹے گزر گئے، لیکن جسم اور زندگی کی کوئی ضرورت بھی اُسے محسوس نہیں ہوئی۔ وہ بھوک جس کی خاطر اُسنے اپنا ایک ہاتھ کٹوایا تھا، اب اُسے نہیں ستاتی۔ وہ خوف جس کی وجہ سے صبح کی روشنی اُس کے لئے دنیا کی سب سے زیادہ نفرت انگیز چیز ہو گئی تھی، اب اُسے محسوس نہیں ہوتا! اُس کے دماغ کی ساری قوت صرف ایک نقطہ میں سمٹ آئی ہے۔ اور رات والے عجیب و غریب "اجنبی" کی صورت ہے۔ وہ خود تو اُس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا، مگر اُسے ایک ایسے عالم کی جھلک دکھا دی، جو اب تک اُس کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا!

اُس کی ساری زندگی گناہ اور سیہ کاری میں بسر ہوئی تھی اُسنے انسانوں کی نسبت جو کچھ دیکھا سُنا تھا، وہ یہی تھا کہ خودغرضی کا پتلہ اور نفس پرستی کی مخلوق ہے۔ وہ نفرت سے منہ پھیر لیتا ہے، بے رحمی سے ٹھکرا دیتا ہے، سخت سے سخت سزائیں دیتا ہے، لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ محبت بھی کرتا ہے، اور اسمیں فیاضی، بخشش، اور قربانی کی بھی روح ہوسکتی ہے۔ بچپن میں اُسنے بھی خدا کا نام سنا تھا اور لوگوں کو خدا پرستی کرتے دیکھا تھا۔ لیکن جب زندگی کی کشاکش کا میدان سامنے کھلا تو اُس کا عالم ہی دوسرا تھا۔ اُسنے قدم اُٹھا دیا اور حالات کی رفتار جس طرف لے گئی، بڑھ گیا۔ نہ تو خود اُسے کبھی مہلت ملی کہ خدا پرستی کی طرف متوجہ ہوتا، اور نہ انسانوں نے کبھی اس کی ضرورت محسوس کی کہ اُسے خدا سے آشنا کرتے۔ جوں جوں اُس کی شقاوت بڑھتی گئی، سوسائٹی اپنی سزا وعقوبت کی قدر بھی بڑھاتی گئی۔ سوسائٹی کے پاس اُسکی شقاوت کے لئے بے رحمی تھی، اس نے یہ بھی دنیا کی ساری چیزوں میں سے صرف بے رحمی ہی کا خوگر ہوگیا۔

لیکن اب اچانک اُس کے سامنے سے پردہ ہٹ گیا۔ آسمان کے سورج کی طرح محبت کا بھی ایک سورج ہے۔ یہ جب چمکتا ہے تو صبح اور دل کی ساری تاریکیاں دُور ہوجاتی ہیں۔ اب یکایک اس سورج کی پہلی کرن ابن ساباط کے دل کے تاریک گوشوں پر پڑی، اور دفعۃً تاریکی سے نکلکر روشنی میں آگیا۔

اجنبی کی شخصیت اپنی پہلی ہی نظر میں اُس کے دل تک پہنچ چکی تھی، لیکن وہ جہالت دگرہی سے اس کا مقابلہ کرتا رہا۔ اور حقیقت کے فہم کے لئے طیار نہیں ہوا۔ لیکن جونہی اجنبی کے آخری الفاظ نے وہ پردہ ہٹا دیا جو اُسنے اپنی آنکھوں پر ڈال لیا تھا، حقیقت اپنے پوری شان تاثیر کے ساتھ بے نقاب ہوگئی، اور اب اس کی طاقت سے باہر تھا کہ اس تیر کے زخم سے سینہ بچالے جاتا!

اُسنے اپنی جہالت سے پہلے خیال کیا تھا۔ اجنبی بھی میری طرح کا ایک چور ہے، اور اپنا حصہ لینے کے لئے میری رفاقت و اعانت کررہا ہے۔ اُس کا ذہن یہ تصور ہی نہیں کرسکتا تھا کہ بغیر غرض اور انتفاع کے ایک انسان دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرسکتا ہے۔ لیکن جب اجنبی نے چلتے وقت بتلایا کہ وہ چور نہیں، بلکہ اُسی مکان کا مالک ہے جس مکان کا مال ومتاع غارت کرنے کے لئے وہ گیا تھا، تو اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے یکایک ایک بجلی آسمان سے گر پڑی:

"وہ چور نہیں تھا۔ مکان کا مالک تھا۔ لیکن اُس نے چور کو پکڑ کر اور سزا دلا دینے کی جگہ اُس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟" اس "کیا سلوک کیا؟" کا جواب اُس کی روح کے لئے ناسور اور اُس کے دل کے لئے ایک دہکتا ہوا انگارا تھا۔ وہ جس قدر سوچتا، روح کا زخم گہرا ہوتا جاتا، اور دل کی تپش بڑھتی جاتی۔ اس تمام عرصہ میں اجنبی کے ساتھ جو کچھ گزرا تھا، اُس کا ایک ایک واقعہ، ایک ایک حرف یاد کرتا، اور ہر بات کی یاد کے ساتھ ایک تازہ زخم کی چبھن محسوس کرتا۔ جب ایک مرتبہ حافظہ میں یہ سرگزشت ختم ہوجاتی، تو پھر نئے سرے سے یاد کرنا شروع کردیتا، اور آخر تک پہونچ کر پھر ابتدا کی طرف لوٹتا۔ "میں اُس کے یہاں چوری کرنے کے لئے گیا تھا۔ میں چور تھا۔ میں اس کا مال ومتاع غارت کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اُسے بھی چور سمجھا۔ اُسے گالیاں دیں۔ بے رحمی سے ٹھوکر لگائی۔۔۔۔ مگر اُسنے میرے ساتھ کیا سلوک کیا؟" ہر مرتبہ اس آخری سوال کا جواب سوچتا اور پھر یہی سوال دُہرانے لگتا۔

* * *

سُورج ڈوب رہا تھا۔ بغداد کی مسجدوں کے مناروں پر مغرب کی اذان کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ ابن ساباط بھی اپنے گوشہ میں اُٹھا۔ چادر جسم پر ڈالی اور بغیر کسی جھجھک کے باہر نکل گیا۔ اب اس کے دل میں خوف نہیں تھا۔ کیونکہ خوف کی جگہ ایک دوسرے ہی جذبہ نے لے لی تھی!

وہ کرخ کے اُسی حصہ میں پہونچا جہاں رات گیا تھا۔ رات والے مکان کے پہچاننے میں اُسے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ مکان کے پاس ہی ایک لکڑہارے کا جھونپڑا تھا۔ یہ اُس کے پاس گیا اور پوچھا:

"یہ جو سامنے بڑا سا احاطہ ہے، اسمیں کون تاجر رہتا ہے؟"

"تاجر" بوڑھے لکڑہارے نے تعجب کے ساتھ کہا "معلوم ہوتا ہے تم یہاں کے رہنے والے نہیں ہو۔ یہاں تاجر کہاں سے آیا؟ یہاں تو شیخ جنید بغدادی رہتے ہیں"

ابن ساباط اس نام کی شہرت سے بےخبر نہ تھا لیکن صورت آشنا نہ تھا۔

ابن ساباط مکان کی طرف چلا۔ رات کی طرح اسوقت بھی دروازہ کھلا تھا۔ یہ بے تأمل اندر چلا گیا۔ سامنے وہی رات والا ایوان تھا۔ یہ آہستہ آہستہ بڑھا اور دروازہ کے اندر نگاہ ڈالی۔ وہی رات والی چٹائی بچھی تھی۔ رات والا تکیہ ایک جانب دھرا تھا۔ تکیہ سے سہارا لگائے "عجیب اجنبی" بیٹھا تھا۔ تیس چالیس آدمی سامنے تھے۔ واقعی "اجنبی" "تاجر" نہیں تھا۔ شیخ جنید بغدادی تھے!

اتنے میں عشا کی اذان ہوئی لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جب سب لوگ جا چکے، شیخ بھی اُٹھے جونہی انھوں نے دروازہ کے باہر قدم رکھا، ایک شخص بے تابانہ بڑھا اور قدموں پر گر گیا۔ یہ ابن ساباط تھا۔ اُس کے دل میں سمندر کا تلاطم بند تھا۔ آنکھوں میں جو کبھی تر نہیں ہوئی تھیں، دجلہ کی سوتیں بہہ نکلی تھیں۔ دیر تک گنگ رہیں مگر اب نہیں رک سکتی تھیں۔ آنسوؤں کا سیلاب آجائے تو پھر دل کی کونسی کثافت ہے جو باقی رہ سکتی ہے؟

شیخ نے شفقت سے اُس کا سر اُٹھایا۔ یہ کھڑا ہوگیا مگر زبان نہ کھل سکی اور اب اس کی ضرورت بھی کیا تھی؟ جب نگاہوں کی زبان کھل جاتی ہے تو منہ کی زبان کی ضرورت باقی نہیں رہتی!

* * *

اس واقعہ پر کچھ عرصہ گزر چکا ہے۔ شیخ احمد ابن ساباط کا شمار سید الطائفہ کے حلقۂ ارادت کے اُن افراد میں ہے جو سب میں پیش پیش ہیں۔ شیخ کہا کرتے ہیں: "ابن ساباط نے وہ راہ لمحوں میں طے کرلی جو دوسرے برسوں میں بھی طے نہیں کرسکتے!" * * ابن ساباط کو ۳۰ برس تک دنیا کی دہشت انگیز سزائیں نہ بدل سکیں، مگر محبت اور قربانی کے ایک لمحہ نے چور سے اہل اللہ بنادیا!

الهلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta.
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصوّر رسالہ

نمبر ۷ | کلکتہ : جمعہ ۲۹ ۔ محرم ۱۳۴٦ ھجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 29, July 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

ضروری ھی کہ ھم اسکا اب فیصلہ کرلین

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔

طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

ھندی اور ھندوستان کی تمام زبانون نی ، نیز عربی ، فارسی ، ترکی ، تینون سامی زبانون نی حروف کی چھپائی اختیار کرلی ھی اور انکی طباعۃ یورپ کی طباعۃ کا مقابلہ کر رھی ھی ۔ کیون اردو زبان بھی ایسا نہ کری جو اسی رسم الخط مین لکھی جاتی ھی ؟

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

ھماری رای مین بہترین حروف یہی ھین ۔ اگر فارسی اور ترکی کیلیی یہ نا موزون نہین تو اردو کیلیی کیون نا موزون ھون ؟

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الھلال

الہلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول - - -	بارہ روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے - -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي - - -	سات روپیه
قیمت في پرچه - - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط وکتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے - لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براہ عنایت خط وکتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط وکتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرائیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

آثار عتیقه

علم الآثار مصر

(قدیم مصری عقائد - معاد اور حشر و نشر)

مقتبس از تحقیقات ڈاکٹر احمد کمال بک مرحوم

(۲)

(ممی کرنا)

لاش کے ممی کرنے کا طریقه یه تھا که پہلے ناک کے راستے سے دماغ نکال لیتے تھے - پھر معده اور آنتیں نکال کر پیٹ صاف کرتے تھے - قسم قسم کے خوشبوئیں اندر بھرتے تھے - پھر جسم کو نمک دیکر ستر دن تک نول تار میں رکھتے تھے - اس کے بعد دھوتے تھے اور کپڑے کی پٹیوں میں ملفوف کر دیتے تھے - جسم کی حفاظت کیلیے ٹونے اور ٹوٹکے بھی کرتے ' اور قسم قسم کے تعویذ لٹکاتے - یه دستور عام تھا که چہرے اور انگلیوں پر سونے کا ملمع کر دیتے تھے - خیال تھا که جس طرح سونا بگڑتا نہیں ' اسی طرح اس عمل سے جسم بھی نہیں بگڑے گا - قبر کے اندر مردے کے کمی بت بھی رکھدیتے تھے - تاکه اگر جسم میں کچھه بگاڑ پیدا ہو تو ان بتوں کی وجه سے روح برابر آتی جاتی رہے - ممی کرنے کا جو طریقه مصریوں نے ایجاد کیا تھا ' وہ علم کی اتنی ترقی پر بھی جو بیسویں صدی تک ہو چکی ہے ' موجوده دنیا ایجاد نه کر سکی - حتی که اس کا مصالحه بھی ہمیں معلوم نہیں -

(سحر)

لیکن روح کی واپسی کے لیے صرف اسی قدر کافی نہیں تھا - سحر کی بھی ضرورت سمجھی جاتی تھی - اس موقعه پر جو سحر کیا جاتا تھا ' وہ " اوزیرس " کے افسانه سے اخذ کیا گیا تھا - افسانه یه ہے که " اوزی ریس " کو اس کے بھائی " ست " نے قتل کر کے اس کی بوٹیاں کاٹیں اور ہر بوٹی دوسری بوٹی سے بہت دور پھینک دی - ان کا خیال تھا که اوزی ریس پہلا آدمی تھا جسے موت آئی اس سے پہلے آدمی مرتے نہیں تھے - اس کے قتل کے بعد اس کی بیوی " ایزیس " بہن " نفتیس " ' بیٹے " ہوریس " ' دوست " انوبس " اور " توت " نے سحر کے زور سے اس کی منتشر بوٹیاں جمع کرلیں - انہیں باہم جوڑا ' اور جب پورا جسم جمع ہوگیا تو اسے برہنه ' ریگ پر کھڑا کردیا - پھر " ہوریس " اور " توت " نے جادو کا اوزار اس کے منھه ' آنکھه ' کان ' بازو ' اور پیروں پر رکھا - اوزار رکھنا تھا که فوراً پورا جسم اسطرح جڑ گیا ' گویا کبھی کٹا ہی نه تھا - لیکن روح اب بھی واپس نه آئی - وہ تو قاتل " ست " کے قبضه میں تھی - یه دیکھکر " ہوریس " ' " توت " اور ان کے ساتھیوں نے روح کی جستجو شروع کی - آخر معلوم ہوا که روح تین جانوروں : بیل ' ہرن ' اور بط میں سما گئی ہے - انہوں نے کوشش جاری رکھی ' اور ان جانوروں کے جسم سے روح نکالنے میں کامیاب ہو گئے - اس وقت " ہوریس " خوشی خوشی روح لیا ' اور اپنے باپ " اوزی ریس " کے منھه پر بوسه دیکر اس کے جسم میں اتار دی - " اوزی ریس " زنده ہو گیا - شاید اسی وقت سے بوسه ' محبت کی علامت قرار پا گیا ہے !

اس واقعه کے بعد سے " اوزی ریس " دائمی زندگی کا دیوتا تسلیم کرلیا گیا - کیونکه موت اسے مغلوب نه کرسکی - اس دیوتا سے دوسرے دیوتاؤں ' فرعونوں ' اور تمام مصریوں کو زندگی حاصل ہوئی - سقاره میں چھٹے خاندان کے ایک ہرم پر " کتاب ابدیت " کا یه باب کنده ہے اور پڑھه لیا گیا ہے -

(آخرت کی زندگی)

مصریوں کا ابتدا میں عقیده یه تھا که آخرت میں بھی انسان بالکل ویسی ہی زندگی بسر کرتا ہے ' جیسی دنیا میں اسکی زندگی ہوتی ہے - فرق صرف اسقدر ہے که یہاں کے مصائب و آلام وہاں نہیں ہیں - یہی سبب ہے که وہ مردے کی قبر میں وہ تمام چیزیں رکھدیا کرتے تھے جو دنیاوی زندگی میں اسے مرغوب تھیں - چنانچه قسم قسم کے کھانے ' کپڑے ' زیور ' ساتھه دفن کر دیتے تھے اور سمجھتے تھے ' وہ مرنے کے بعد بھی اِنسے متمتع ہوگا - یہی نہیں بلکه قبر کی دیواروں پر ان چیزوں کی تصویریں بھی بنا دیتے تھے - نیز اسکی دلچسپی کی چیزوں مثلاً شکار ' دریا ' میدان جنگ وغیره کے مناظر بھی کنده کر دیتے - انہیں یقین تھا که سحر کے ذریعه یه تمام تصویریں اور نقوش اصلی ہوجائینگے ' اور ان سے مردے کو وہی لطف حاصل ہوگا جو زندگی میں حاصل ہوتا تھا !

لیکن بتدریج ان خیالات میں وسعت ہوئی - انہوں نے محسوس کیا که دنیاوی زندگی آخری زندگی کا کوئی اعلی نمونه نہیں ہے - چنانچه اسی کا نتیجه ہے که " جنت " کا خیال پیدا ہوا -

(جنت)

لیکن جنت کے تخیل نے بھی بتدریج ترقی کی - شروع میں انکی جنت ' سرزمین مصر ہی جیسا ایک خیالی خطه تھا جسمیں نہریں جاری تھیں ' سبزه لہلہاتا تھا ' زندگی کی جمله دلفریبیاں جمع تھیں - لیکن اس جنت میں باوجود ہر قسم کے آرام و راحت کے ' آدمی کو محنت کرنے پر بھی مجبور ہونا پڑتا تھا - اسے اپنا باغ خود درست کرنا پڑتا اور کھانے کے لیے خود ہی کھیتی کرنی پڑتی تھی - بعد میں محنت کا خیال جاتا رہا ' اور بلا کسی تکلیف کے کھانا پانی حاصل ہونے لگا - اس کے بعد جنت سرزمین مصر سے اٹھکر ملاء اعلی میں پہنچ گئی جہاں کی رونق اور دلفریبی حد تصور سے باہر ہے !

یه معاد کے مصری عقیدے کی انتہائی ترقی تھی -

والٹیر

جسنے کلیسائي اور شاھي استبداد کے خلاف اعلان جنگ کر دیا تھا !

مہذب ' سنجیدہ ' با اصول ' فیاض ' اور دوستوں کا وفادار دکھائي دیتا ہے - کبھي اپنے دوستوں پر جان و مال قربان کرنے پر تلا ہے - کبھي دشمنوں کو پاؤں سے روند ڈالنے پر اڑا ہے - والٹیر ایسي ھي متناقص صفات و اخلاق کا مجموعہ ہے !

لیکن یہ صفتیں اُسکي شخصیت کي اصلي بنیادیں نہیں ھیں - اُسکي شخصیت کے ستون جس چٹان پر قائم تھے ' وہ اُسکي اعلی دماغي قابلیت اور حیرت انگیز ذھانت تھي - ثبوت کے لیے کسي تاریخي شہادت کي ضرورت نہیں - اُسکي کتابیں خود سب سے بڑي شہادت ھیں - ننانوے ضخیم جلدیں اُسکي یادگار ھیں - اُنکا ھر صفحہ روشني کے حرفوں میں لکھا ہے - ھر سطر اپني جگہہ پر ایک کامل سحر ہے - اِتني بڑي ' اِتني کثیر ' اِتني متنوع کتابیں ' کم لوگوں نے چھوڑي ھیں - وہ معلومات و مباحث کي وسعت و تنوع کے لحاظ سے انسائیکلو پیڈیا کا حکم رکھتي ھیں - تاھم حشو و زوائد بہت کم ھیں -

خود والٹیر کا قول ہے " میرا پیشہ یہ ہے کہ جو کچھہ میرے ذھن میں آئے اُسے کہڈالوں " زندگي بھر اسنے اسي پر عمل کیا - لیکن اسکے ذھن میں ھمیشہ وھي آتا تھا جو کہنے کے لائق ھوتا تھا - لغو افکار سے اسکا دماغ بالا تر تھا ' اُسکي سب سے بڑي مہارت یہ تھي کہ ھر خیال کو ایسے پیرایہ میں ادا کردیتا تھا کہ سامعین وجد کرنے لگتے تھے !

والٹیر کي سب سے زیادہ موثر ' دلچسپ ' اور عجیب تحریریں وہ ھیں ' جو اس نے مسیحي کلیسا کے خلاف لکھي ھیں - معلوم ہے کہ اُس نے کلیسا کے جمود اور تعصب کے خلاف (خود اُسي کے لفظوں میں) جنگ مقدس (کروسیڈ) کا اعلان کیا تھا - اِن تحریروں میں اُس نے فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیے ھیں - لفظ اور سطریں نہیں ھیں ' جرار فوجیں ھیں جو حملہ آور ھو رھي ھیں - در حقیقت مسیحي کلیسا کے ھزار سالہ تخت حکومت کے پائے اسي کے ترک تازسے ٹوٹے ' اور اس طرح ٹوٹے کہ پھر کبھي طرح بھي استوار نہ ھوسکے !

والٹیر کي شہرت صرف اسکي کتابوں اور تصنیفوں ھي سے نہیں ھوئي بلکہ وہ بہت بڑا مقرر اور لسان بھي تھا - اِنہیں مختلف قابلیتوں کے مجموعہ نے اُسے اپنے زمانہ کا سب سے بڑا آدمي بنا دیا !

والٹیر ' غضب کا محنتي تھا - کام سے کبھي نہیں تھکتا - یہي سبب ہے کہ وہ اتنا بڑا علمي ذخیرہ چھوڑ گیا ' جتنا اسکے کسي ھم عصر کے امکان میں نہ تھا - اُسکي غیر معمولي چستي کے ثبوت میں خود اُسي کے بہت سے اقوال پیش کیے جا سکتے ھیں - وہ کہتا ہے :

" سستي اور عدم ایک چیز ہے "

ایک اور جگہہ لکھتا ہے :

" تمام آدمي اچھے ھیں ' بجز اُنکے ' جنکے پاس کرنے کے لیے کوئي کام نہیں ! "

اُسکے سکریٹري کا بیان ہے :

" والٹیر بڑا سخي تھا - صرف اپنے وقت میں بخل کرتا تھا "

اُسکا مشہور مقولہ ہے :

" زندگي کے مصائب کم کرنے کے لئے نفس کو ھمیشہ زیادہ سے زیادہ کام میں مشغول رکھنا چاھئے ... میري عمر جتني زیادہ ھوتي جاتي ہے ' محنت کي ضرورت کا اتنا ھي زیادہ یقین ھوتا جاتا ہے - جو شخص محنت کا عادي ھو جاتا ہے ' اُسے محنت میں اتني مسرت حاصل ھوتي ہے کہ زندگي کي تمام کلفتیں بھول جاتا ہے "

اُسکا یہ قول ضرب المثل ھو گیا ہے :

" اگر خود کشي منظور نہیں ہے تو اپنے لیے کوئي کام پیدا کرلو "

اِسي جملہ سے لوگوں نے خیال کیا ہے کہ اسکے دل میں خود کشي کا خیال پیدا ھوا کرتا تھا - اسي لیے وہ ھمیشہ کام میں منہمک رھتا تھا -

(اٹھارھویں صدي کي روح)

وکٹر ھیوگو کا قول ہے :

" والٹیر اور اُس کي روح کا سمجھہ لینا پوري اٹھارھوي صدي کي روح کا سمجھہ لینا ہے "

" اٹلي ایک بڑي تہذیب کا منبع تھا - جرمني سے اصلاح دیني کا سر چشمہ پھوٹا - لیکن فرانس ؟ تو فرانس میں والٹیر تھا - والٹیر ایک پوري قوم تھا - انقلاب عظیم کي دعوت تھا - نہیں ' سرتاپا انقلاب تھا - فرانس کا مشہور انقلاب ' جس نے خون کي موجوں سے ایک نئي دنیا پیدا کردي ' والٹیر ھي کا ایک افسون حیات تھا - یہ شخص اپنے اندر سب کچھہ رکھتا تھا - اُس میں " مونٹین " کا شک تھا - " رابیلیہ " کا تمسخر تھا - " لوتھر " کي حملہ آورانہ قوت تھي - اُسي نے میرابو ' مورات ' ڈانٹن ' روبسپیرو ' پیدا کیے تھے ' اور وہ بارود بنائي تھي جس سے اُنھوں نے دنیا کے تمام نظام ھاے قدیم کي عمارتیں بہ یک دفعہ ھوا میں اڑادیں ! "

لامارتین کہتا ہے :

" اگر انسان کا عمل اُس کي عظمت کا میزان ہے تو بلا شک والٹیر موجودہ یورپ کا سب سے بڑا کاتب تھا - قدرت نے اُس کي عمر میں برکت دي - ۸۳ سال زندہ رھا - قدیم نظام کے معائب معلوم کیے ' اس کے خلاف جہاد کیا ' اور جب مرا تو وھي فتحمند تھا - "

کسي مصنف کو بھي اپنے عہد میں اِتنا اقتدار حاصل نہیں ھوا ' جتنا والٹیر نے حاصل کیا تھا - تمام جہان اُس کا مخالف تھا - کلیسا جو اُس وقت تک سب سے بڑي قوت تھي ' دشمن تھا - حکومت خون کي پیاسي تھي - اُسے قید کیا گیا - جلا وطن کیا گیا - ذلیل کیا گیا - اُس کي کتابیں روکي گئیں ' جلائي گئیں '

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتین

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثہ

والٹیر

FRANCOIS DE VOLTAIRE.

اردو علم ادب کی بے مایگی ہر گوشۂ عام و فن میں نمایاں ہے - لیکن سب سے زیادہ افسوس ناک کمی یہ ہے کہ اِس وقت تک علوم و ادبیات کی وہ اُمہات و اصول بھی اردو میں منتقل نہ ہوسکیں جن کے بغیر موجودہ عہد کی کوئی زبان' ترقی پذیر زبان تسلیم نہیں کی جا سکتی - " اُمہات و اصول " کا لفظ جب کبھی علوم و کتب کے لیے بولا جاتا ہے تو اُس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ہر علم و فن کی وہ بنیادی چیزیں' جو بمنزلۂ اصل و اساس ہیں ' اور جنھوں نے اپنے اپنے دائرۂ بحث و نظر میں مبادیات و قواعد کا درجہ حاصل کر لیا ہے - مثلاً منطق میں ارسطو کا مقالہ' ریاضی میں اقلیدس کے مقالات' قانون میں سولن کے مباحث' طب میں جالینوس کے رسائل خمسہ' نظام حکومت میں افلاطون کی جمہوریۃ' تاریخ میں میں ہیرو ڈوٹس کی کتاب' فن بلاغۃ میں جاحظ کے مقدمات' قصص میں الف لیلہ' منطق استقرائی میں بیکن کا مقالہ' وغیرہ ذلک - علوم و ادب کا کتنا ہی وسیع و وقیع ذخیرہ فراہم ہوجائے' مگر وہ سب برگ و بار ہیں - سب سے پہلے اُن کی جڑیں زبان میں اُستوار ہونی چاہیئں - لطف یہ ہے کہ یہ کام کچھہ ایسا دشوار بھی نہیں - اہل علم کی اگر ایک مختصر جماعت مستعد ہوجائے' تو دو تین سال کے اندر اُمہات علوم و ادب کا بڑا حصہ اردو میں منتقل ہو جا سکتا ہے - لیکن مشکل یہ ہے کہ نہ تو اس وقت تک ہم میں ایسے اہل علم پیدا ہوئے ہیں جنھیں خدمت علم کا اس درجہ شوق ہو' نہ ملک میں علمی طلب ہے جو اہل علم کو اِس طرف متوجہ کرے - بنیاد ان تمام کار و بار علم کی قومی تعلیم ہے' اور وہی اس وقت تک مفقود ہے -

اِس سلسلہ کا ایک اہم گوشہ یورپ کی جدید تاریخ اجتماع و تمدن کی اُمہات و اصول اور اُنکے رجال علم و نظر ہیں - موجودہ دور کی تاریخ' انقلاب فرانس سے شروع کی جاتی ہے - انقلاب فرانس کی تخم ریزی جس عہد میں ہوئی' وہ اٹھارھویں صدی کا ابتدائی حصہ ہے - اِس عہد میں چند شخصیتیں ایسی پیدا ہوگئی تھیں' جنکی دماغی سیرت میں وقت کی تمام انقلابی قوتیں سمٹ آئی تھیں - وہ سرتا پا پیکر انقلاب تھیں - اُنہی کے دماغ و قلم نے انقلاب فرانس کی تخم ریزی کی' اور اُنہی کے مبادیات و اصول ہیں جن سے یورپ کے نئے دور کی تاریخ کا آغاز ہوا - مورخین نے انھیں " انقلاب کے ارکان ثلاثہ " سے تعبیر کیا ہے - اگرچہ تعداد میں تین سے زیادہ ہیں' لیکن قلم و کتابت کی تقسیم میں اُنکے حلقے تین ہی ہیں :

(۱) والٹیر Valtaire -

(۲). روسو Rausseou -

(۳) اور انسائیکلو پیڈیا کے اہل قلم The Encyclopedie -

آخری جماعت اس لقب سے اسلیے موسوم ہوئی کہ اس نے سب سے پہلے فرانسیسی زبان میں انسائیکلو پیڈیا مرتب کی' اور علم اور حریت فکر کے مباحث کی اشاعت اُس کے اوراق و مجلدات کے ذریعہ ہوئی - اس میں سب سے زیادہ نامور اہل قلم دو تھے : ڈیڈرو diderot اور ڈالمبرٹ D' Alembert -

ایک مدت سے مجھے خیال تھا کہ ان ارکان ثلاثہ کی وہ تحریریں جن کا شمار اُمہات و مبادیات میں سے کیا جاتا ہے' اردو میں منتقل کردی جائیں' تاکہ علاوہ اردو علم ادب کی تکمیل کے' غیر انگریزی داں طبقہ کے مطالعہ کیلیے تاریخ جدید کے ذہنی مبادیات مہیا ہوجائیں' اور وہ اسکے محاسن و نقائص' دونوں سے با خبر ہوسکیں - کئی سال ہوے' میں نے روسو کا "لا کنٹرکٹ سوشیل" Le Contrat Social اور ایمیل Emilius ترجمہ کیلیے بعض دوستوں کو دیا تھا - کچھہ حصہ کا ترجمہ ہوا بھی' لیکن افسوس ہے کہ انکی بے ذوقی تکمیل سے مانع ہوی اور اُسکے بعد مجھے بھی توجہ کرنے کی مہلت نہ ملی - میرے کرنے کے کام دوسرے ہیں جن کی تکمیل و اشاعت سے ابتک عہدہ برا نہ ہوسکا - ان کاموں کے لیے وقت کہاں سے لاؤں ؟

لیکن اب الہلال شائع ہوا ہے تو اسکے صفحات کے تنوع میں ہر طرح کے بحث و نظر کی گنجائش ہے - خیال ہوا' کم از کم ایک سلسلہ مضامین اس موضوع پر ایسا مرتب کردیا جاے' جس سے ایک حد تک کتابوں کے فقدان کی تلافی ہوسکے - چنانچہ آج " والٹیر " سے یہ سلسلہ شروع کیا جاتا ہے - اس کے تین حصے ہیں - پہلا حصہ جو آج شائع کیا جاتا ہے اُسکی دماغی سیرۃ پر اجمالی نظر ہے اور اُسکے مختصر حالات زندگی پر مشتمل ہے - دوسرے میں اُسکے اصول و تعلیمات کا خلاصہ ہے - تیسرے میں اسپر نقد و تبصرہ ہے - اور وہی اس سلسلہ کی سب سے زیادہ اہم چیز ہوگی -

(والٹیر)

ایک دن والٹیر' مشہور رقاصہ رومانیل کے ساتھہ اُسکی گاڑی میں بیٹھا تھا - رقاصہ تھیٹر جا رہی تھی جہاں اُسے والٹیر کے شہرۂ آفاق ڈراما " میروب " کی مشق کرنا تھی - وہ بہت پریشان تھی - کہنے لگی " کامیابی کے ساتھہ یہ ڈراما اور اُسکے دقیق جذبات دکھانے کیلیے ضروری ہے کہ میرے جسم میں شیطان حلول کر جائے "

" سچ ہے بیگم ! ہر فن میں کامیابی اسی پر موقوف ہے کہ شیطان جسم میں حلول کر جائے !" والٹیر کا جواب تھا !

والٹیر کے تمام دشمنوں نے خصوصاً کلیسائی حریفوں نے بیک زبان کہا ہے کہ شیطان اِسکے اندر حلول کیے تھا - چنانچہ سینٹ بوف کا قول ہے " ابلیس اُسکے جسم میں تھا " رومیسٹر کہتا ہے " یہہ شخص' جہنم کی تمام قوتوں اور ہولناکیوں کا مالک تھا " !

دراصل والٹیر اپنے وقت کا پورا آدمی تھا - یورپ کی اٹھارویں صدی کی ادبیات کی سچی تصویر اِس فلسفی شاعر میں ہم دیکھہ سکتے ہیں - اُسکی تصانیف میں اُس عصر کی جملہ بھلائیاں اور برائیاں' دونوں جمع ہوگئی ہیں - کبھی وہ نہایت مذموم' کج خلق' بد اطوار' فحاش' بے اصول' مفرط' اور کمینہ نظر آتا ہے - کبھی از حد لطیف'

پڑا - یہ اُس کا پہلا عشق تھا - اسلیے عمر بھر اسکي چبھن دل میں باقي رهي !

سنہ ۱۷۱۵ - میں والٹیر اپنے والد سے علحدہ هوکر پیرس پہونچا - اِسي زمانہ میں لوئي چہاردهم نے انتقال کیا اور لوئي پانزدهم تخت نشین هوا - بادشاہ کمسن تھا ' اسلئے سلطنت کي باگیں اُسکے مربي فلیپ ترولین کے هاتھوں میں آگئیں - یہ شخص کم همت اور ضعیف الارادہ تھا - ملک میں بد امني پھیل گئي - پیرس اِسکا مرکز تھا - والٹیر شورش پسندوں میں داخل هوگیا ' اور اپني بے باکي اور جرات کي وجہہ سے بہت جلد ممتاز جگہ حاصل کرلي -

اُسکي جرات کا اندازہ صرف اِس ایک واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ نائب سلطنت نے کفایت شعاري کے خیال سے شاهي اصطبل کے آدھے گھوڑے بیچ ڈالنے کا حکم دیا تھا - اِس پر والٹیر نے ایک مضمون میں لکھا " کاش نائب سلطنت آدھے گدھوں کي فروخت کا بھي حکم صادر کردیتے جو حکومت کي اونچي کرسیوں پر بیٹھتے هیں ! "

حکام کي نظر سے یہ مضمون گذرا تو سخت برهم هوے - پھر نائب سلطنت کي هجو میں دو قصیدے شایع هوئے اور خیال کیا گیا کہ والٹیر نے هي لکھے هیں - اب پوري حکومت اُسکي دشمن هوگئي - ایک دن کسي تفریح گاہ میں نائب سلطنت نے والٹیر کو دیکھا اور بلاکر کہا " میں تم سے شرط باندھتا هوں کہ عنقریب تمھیں ایک ایسي جگہہ بھیجدونگا جسے تمہاري اِن آنکھوں نے کبھي نہیں دیکھا ہے ! " والٹیر نے تمسخر سے سوال کیا " وہ کون جگہہ هوسکتي ہے ؟ " نائب نے کہا " باسٹل کي تاریک کوٹھریاں ! "

اِس گفتگو پر پورے چوبیس گھنٹے بھي نہیں گذرے تے کہ والٹیر باسٹل کے خوفناک قید خانہ میں بند تھا - یہ واقعہ سنہ ۱۷۱۷ - ع ہے - کاش اُس وقت حکومت کو معلوم هوتا کہ ایک دن یہي باسٹل والٹیر کے پیدا کردہ انقلاب کے هاتھوں منہدم هوکر رهیگا !

اِس وقت تک والٹیر اپنے اصلي نام " فرانسوا منري اروِیہ " سے مشہور تھا - لیکن قید هونے کے بعد آیندہ حکومت کے شکنجہ سے بچنے کے لیے ' ایک فرضي نام اختیار کرلیا جو والٹیر تھا - یہ فرضي نام اس درجہ مشہور هوا کہ آج تاریخ کے سوا کہیں بھي اس کا اصلي نام نہیں ملسکتا -

قید خانہ میں اُسنے بڑي همت و جرات سے کام لیا ' اور اپني شہرۂ آفاق کتاب " هنریاد " تصنیف کي - یہ در اصل هنري چہارم کا قصہ ہے جو پہلے پروٹسٹنٹ هوا تھا - پھر دوبارہ کیتھولک هوگیا ' اور آخرکار قتل کیا گیا -

قید خانہ میں وہ گیارہ مہینے رها - اِس اثنا میں اُسے سخت جسماني تکلیفیں دي گئیں - لیکن بعد میں خود نائب سلطنت کو رحم آ گیا - عزت کے ساتھہ رها کر دیا گیا اور سالانہ وظیفہ بھي مقرر هوگیا - والیٹر کي شوخ طبعي کا اندازہ اِس سے هوسکتا ہے کہ اُس نے نائب سلطنت کو شکریہ کا خط اِن الفاظ میں لکھا تھا :

" اعلی حضرت نے میرے رزق کا جو اهتمام کیا ہے ' اس کے لیے شکرگزار هوں - مگر میري دست بستہ درخواست ہے کہ میري سکونت کے انتظام کرنے کي حضور کبھي زحمت گوارا نہ کریں !

اُسکا اشارہ قید خانہ کي طرف تھا -

باسٹل سے نجات پانے کے بعد والٹیر نے اپنا مشہور ڈراما " اوڈیپ " لکھا - یہ ایک نہایت هي درد انگیز قصہ ہے - بہت مقبول هوا اور مسلسل ۴۵ دن تک پیرس کے تھیٹروں میں دکھایا گیا - والٹیر کے والد کو اِسکا حال معلوم هوا تو خاص اُسکے دیکھنے کے لیے پیرس آیا - تماشہ دیکھتے وقت اپني مسرت بار بار یہ کہکر ظاهر کرتا " آہ شیطان آہ شیطان ! "

سي ڈراما میں اُسنے اپنے یہ انقلاب انگیز خیالات ظاهر کیے تھے :

" همارے کاهن ویسے نہیں هیں جیسا سادہ لوح عوام اُنہیں سمجھتے هیں "

" اِن کاهنوں کے علوم و معارف کیا هیں ؟ در اصل هماري سادہ لوحي اور زود اعتقادي هي اُن کے علوم و معارف هیں ! "

" همیں اپني قوت پر یقین کرنا اور ایمان لانا چاهیے - هر چیز خود اپني آنکھوں سے دیکھني چاهیے - درحقیقت هماري عقل هي همارا معبود ' همارا عبادت خانہ ' اور همارا کاهن ہے "

اِس ڈراما سے والٹیر نے چار هزار فرنک حاصل کیے - اُس نے یہ رقم ضایع نہیں کي - بلکہ اُسے اپنا رأس المال قرار دیا اور بڑي هوشیاري سے اُسے بڑھاتا رها - اُسکا اصول تھا کہ آدمي کو اپني ثروت اپني محنت سے کماني چاهیے اور اپني کمائي سے کچھہ نہ کچھہ پس انداز ضرور کرنا چاهیے - وہ کہا کرتا تھا " فلسفہ چھانٹنے سے پہلے آدمي کو زندہ رهنے کي حکمت سیکھني چاهیے " !

الهلال

کا

یہ ۷ - واں نمبر ہے

لیکن

اِس وقت تک توسیع اشاعت کے لیے دفتر نے آپکو کوئي زحمت نہیں دي ہے - کیا آپ کو خود اِس طرف توجہ نہ هوگي ؟

اِس میں شک نہیں کہ اصحاب ذوق نے جس طرح الهلال کا استقبال کیا ' شاید هي اُسکي کوئي دوسري نظیر اردو اخبارات میں مل سکے - لیکن مشکل یہ ہے کہ پرچہ کي ترتیب و طباعت کا معیار بہت بلند ہے ' اور قیمت اُسکے مقابلہ میں بہت کم - اب یا تو قیمت بڑھاني چاهیے - یا اتني وسیع اشاعت هوني چاهیے کہ اُس سے قیمت کي کمي کي تلافي هوجاے -

حتی کہ چھاپنے ' بیچنے ' اور پڑھنے والوں تک کو سزا دی گئی - مگر والٹیر کے عزم و ہمت میں فرق نہ آیا - وہ تمام دشمنوں پر غالب آیا - تمام مشکلات پر فتحمند ہوا - اُس نے ہمیشہ حق و حقیقت کا اظہار کیا اور بالآخر دنیا کی گردنیں اُس کے علمی و عقلی جبروت کے آگے جھک گئیں - یا تو اُسے ذلیل سمجھا جاتا تھا - یا پھر یہ ہوا کہ بادشاہ ' شہنشاہ ' اور روم کے پوپ تک ' اُس کی خوشامدیں کرنے لگے - سب اُس کی ہیبت سے لرز اٹھے - پاپاؤں کی روحانی گدی اور بادشاہوں کے زریں تخت ہلنے لگے آدھی دنیا نے اِس ساحر کیلیے اپنے کان کھول دئے' اور اُس کی زبان و قلم کا ہر لفظ باشندگان یورپ کے دلوں میں اُتر گیا !

والٹیر ایک ایسے زمانہ میں پیدا ہوا تھا جس کی سب سے بڑی ضرورت تخریب اور شکست و ریخت تھی - جرمنی کا نیٹشے کہتا ہے " ہنسنے والے شیروں کے نمودار ہونے کی ضرورت ہے " والٹیر کے یہ نہیں کہا' مگر وہ سچ مچ کو شیر کی طرح گرجتا اور ہنستا ہوا اٹھا ' اور قدیم نظام کی کہنہ عمارت ڈھا دی - درحقیقت یورپ کی موجودہ بیداری اور تہذیب کا سہرا دو ہی آدمیوں کے سر ہے : والٹیر اور روسو - اِنہی دونوں نے انقلاب فرانس کی تخم ریزی کی' اور وہ سب کچھ مہیا کر دیا جس کی اِس انقلاب کو ضرورت تھی - بدنصیب لوئی شانزدہم نے قتل ہونے سے چند دن پہلے قید خانہ میں والٹیر اور روسو کی کتابیں دیکھی تھیں - وہ بے اختیار چلا اٹھا " اِنہی دو آدمیوں نے فرانس کو برباد کیا ہے ! " ظاہر ہے کہ فرانس کی بربادی سے بدنصیب بادشاہ کا مقصود اپنے خاندان کی بربادی تھی - نپولین اعظم کہا کرتا تھا " بور بون (فرانس کا خاندان شاہی) اپنا تخت و تاج محفوظ رکھہ سکتا تھا اگر والٹیر اور روسو کا منھہ بند کر دیتا " خود والٹیر کہتا ہے " کتابیں ہی قوموں پر حکومت کرتی ہیں " اِسی کا مقولہ ہے " دماغی تربیت سے بڑھکر کوئی ذریعہ آزادی کا نہیں" ایک اور موقعہ پر اُس نے کہا " جب قوم سوچنے لگ جائے تو پھر منزل مقصود سے اُسے روکنا نا ممکن ہو جاتا ہے " والٹیر کے ظہور کے ساتھہ فرانس نے سوچنا شروع کیا ' اور دنیا کی کوئی قوت بھی اُسے آگے بڑھنے سے روک نہ سکی -

(مختصر سوانح حیات)

والٹیر کا اصلی نام " فرانسو ماری اروئہ " ہے - سنہ ۱۶۹۴ ع میں پیرس میں پیدا ہوا' - اُس کا باپ رجسٹرار تھا اور ماں ایک شریف گھرانے کی خاتون تھی - خیال کیا جاتا ہے کہ والٹیر نے اپنی غصہ ور طبیعت اپنے باپ سے ورثہ میں پائی تھی ' اور ذہانت ماں سے - والٹیر کے پیدا ہونے میں اُس کی ماں کو اِتنی تکلیف ہوئی کہ جانبر نہ ہو سکی - وہ خود بھی از حد کمزور تھا - حتی کہ اُس کی دائی نے گود میں لیتے ہی کہہ دیا تھا " بچہ ایک دن سے زیادہ نہیں جیئگا " لیکن اُس کا اندازہ غلط تھا - وہ ۸۴ سال تک زندہ رہا - البتہ بیماریوں اور جسمانی تکلیفوں میں ہمیشہ مبتلا رہا -

والٹیر کا ایک بڑا بھائی بھی تھا - اسکا نام " ارمان " تھا - لیکن وہ ازاد خیالی کے جرم میں کلیسا کے حکم سے قتل کر ڈالا گیا - اُسکا ایک واقعہ بہت مشہور ہے - وہ جب قید تھا اور پھانسی کا حکم صادر ہو گیا تھا ' تو بعض دوستوں نے رائے دی - توبہ کر کے جان بچالے - لیکن یہ سنکر وہ بہت غضب ناک ہو گیا - اُس نے کہا " دوستو ! شکریہ - اگر تم خود پھانسی پر لٹکنا پسند نہیں کرتے تو اُن لوگوں کی راہ کیوں روکتے ہو جو پھانسی پانا پسند کرتے ہیں ؟ "

والٹیر کا باپ اپنے دونوں لڑکوں کی شکایت کیا کرتا تھا " خدا نے مجھے دو پاگل بیٹے دیے ہیں : ایک تو نثر کا جنون ہے' دوسرے کو نظم کا " والٹیر نے شعر کہنا اُس وقت سے شروع کیا جبکہ وہ اپنا نام بھی صحیح طور پر نہیں لکھہ سکتا تھا - اُسکا باپ عملی زندگی کا عادی تھا - اُسے اپنے لڑکے کی یہ حالت دیکھکر افسوس کے ساتھہ یقین کر لیا کہ یہ بالکل ناکارہ نکلیگا - اُسے کیا معلوم تھا' ایک دن اُسکا یہی " ناکارہ " تمام یورپ کا سب سے بڑا اہل قلم تسلیم کیا جائگا !

والٹیر کی ماں کے انتقال کے بعد اُسکا خاندان پیرس چھوڑ کر دیہات میں جا بسا - یہاں ایک دولتمند فاحشہ نے والٹیر کو دیکھا اور اُسمیں آثار ذہانت و نجابت پائے - چنانچہ مرنے سے پہلے وہ یہ نیک کام کر گئی کہ دو ہزار فرنک والٹیر کو ہبہ کر دیے - تا کہ " اس روپیہ سے اُسے کتابیں خرید دی جائیں " .

والٹیر کو اِن کتابوں سے بڑا نفع ہوا - وہ عمر بھر اِس آبرو باختہ عورت کا احسان مند رہا - اِسکے بعد ایک راہب کو اُس سے محبت ہو گئی - لیکن یہ راہب دراصل ملحد تھا - اِس نے اُسے شک و الحاد کی تلقین کی' اور کلیسا کی طرف سے نفرت و انکار دلنشین کر دیا -

اِسکے بعد وہ پادریوں کے مدرسہ میں دینی تعلیم حاصل کرنے کیلیے داخل کیا گیا - یہاں اُسنے فن مناظرہ اور علم کلام سیکھا - اُس وقت بڑا علمی کمال یہ سمجھا جاتا تھا کہ ایک ہی مسئلہ کو بہ زور جدل دو متناقض پہلوؤں سے ثابت کر دیا جائے - والٹیر نے اِس فن میں کمال حاصل کر لیا - نتیجہ یہ نکلا کہ کسی مسئلہ پر بھی اُسے یقین باقی نہ رہا - مدرسہ میں وہ بڑا محنتی طالب علم مشہور تھا - حتی کہ فرصت کے اوقات میں بھی جبکہ اور لڑکے کھیل کود میں مصروف ہوتے ' وہ اساتذہ سے لاہوتی مسائل پر بحث کیا کرتا - اپنی طالب علمانہ زندگی کے متعلق وہ کہا کرتا تھا " پادریوں نے مجھے لاطینی زبان اور بہت سی بیہودہ بکواس سکھادی ہے ! "

تعلیم ختم کرنے کے بعد اُسے عملی دنیا کی طرف توجہ ہوئی ' اور اپنے لیے کوئی پیشہ منتخب کرنا چاہا - اُسنے اپنے باپ سے بلا پس و پیش کہدیا " میں شعر و ادب کو اپنا پیشہ بناؤنگا " باپ بہت خفا ہوا اور بہت سمجھایا - مگر اُسنے ایک نہ سنی اور اپنی ہٹ پر قائم رہا - لطف یہ ہے کہ اِس پیشہ کے متعلق خود اُسکی رائے یہ تھی : " شعر و ادب اُن لوگوں کا مشغلہ ہے جو اجتماعی زندگی میں بے فائدہ بننا اور اپنے عزیزوں اور دوستوں کے سر پر بوجھہ ہونا چاہتے ہیں - یہ اُن لوگوں کا پیشہ ہے جو بھوکوں مر جانا پسند کرتے ہیں "

۲۱ - برس کی عمر تک والٹیر نے اپنے تئیں رندی و عیاشی کیلیے وقف کر رکھا تھا - راتیں باہر گزارتا تھا اور دن گھر پر :

ہمہ شب شراب خوردن ہمہ روز خواب کردن !

اُسکے والد کو اِس بات سے بڑی تکلیف تھی - اُسنے لاکھہ کوشش کی مگر اصلاح کی کوئی صورت نہ نکلی - آخر اپنے ایک سختگیر رشتہ دار کے ہاں بھیجدیا - شروع میں تو اِس نئے مربی نے بڑی سختی کی - لیکن پھر اُسکی غیر معمولی قابلیت و ذہانت دیکھکر آزاد چھوڑ دیا - والد کو معلوم ہوا تو اُسنے واپس بلا لیا اور ہالینڈ میں فرانسیسی سفیر کے حوالہ کر دیا کہ اپنی نگرانی میں رکھے - یہیں ہالینڈ کے پائے تخت لاہائی میں والٹیر نے ایک دوشیزہ سے عشق کیا' مگر راز جلد کھل گیا' اور حضرت کو ہزاروں حسرتوں کے ساتھہ وطن بھاگنا

پرجوش نومسلم هي کا استقبال کر سکتے تھے - بونا پارٹي (بونا پارٹ کو اسکي فوج محبت سے اور انگریز حقارت سے "بونا پارٹي" کہتے تھے) اسکے لیے بھي بے دریغ طیار ہوگیا "

نپولین کے مورخوں میں فین سب سے زیادہ جوش مخالفت رکھتا ہے - اس نے اپني تاریخ صرف اسلیے لکھي ہے تا کہ وہ تمام مواد جمع کردے جو نپولین کي مخالف جماعتوں نے اسکے خلاف راے عامہ پیدا کرنے کیلیے طیار کیا تھا - وہ اس معاملہ میں اسکي " انتہا درجہ کي شیطنت " محسوس کرتا ہے ؛ اور واقعہ کے نا گوار پہلوؤں کي تکمیل کیلیے اتنا حصہ اور بڑھا دیتا ہے کہ " اس نے بار بار مسلمان مشایخ کو خوش کرنے کیلیے مسیحي مذہب کي ہنسي اڑائي اور عیسائیوں کو گالیاں دیں "

بوربون خاندان اور انکے حامیوں نے نپولین کے خلاف تبلیغ و اشاعت کا ایک خاص صیغہ قائم کر رکھا تھا - ہر مہینہ کوئي نہ کوئي رسالہ انگلستان سے چھپکر نکلتا اور تمام یورپ میں تقسیم کیا جاتا - اس کام کیلیے تنخواہ دار اهل قلم مہیا کیے گئے تھے - انھي میں ایک شخص تھیر نامي تھا - اسنے ایک رسالہ اس موضوع پر لکھا تھا کہ " کیا بونا پارٹ ترک (مسلمان) ہوگیا ہے ؟ " تھیرس اس رسالہ کا ذکر کرتے ہوے لکھتا ہے " اس میں نپولین کي کئي تصویریں اس طرح کي بنائي گئي تھیں ' جیسي از منۂ وسطی (مثل ایجز) میں پیغمبر اسلام کي بنائي گئي تھیں - نہایت خونخوار قیافہ - چشم و ابرو سے قتل و خونریزي کے جذبات ٹپک رہے ہیں - ایک ہاتھہ میں برہنہ تلوار ہے - دوسرے میں قرآن "

چند سالوں کے بعد جب نپولین نے پوپ کو پیرس بلایا تاکہ اس کي تاج پوشي کي رسم ادا کرے ' تو لندن کے ایک اخبار کا کارٹون بہت مشہور ہوا تھا - اس میں نپولین کے ایک ہي دھڑ پر دو رو پشت چہرے بنائے تھے - ایک پر پگڑي تھي - ایک برہنہ تھا - پگڑي والے سر کے منھہ سے یہ الفاظ نکل رہے تھے " میں مشرق میں اس لیے آیا ہوں تا کہ دین محمدي زندہ کردوں " مگر برہنہ سر کہہ رہا تھا " میں مشرق سے واپس آگیا تاکہ نوٹر دم کے گھنٹوں کا مقدس بلاوا سنوں ! " پہلا جملہ نپولین کے اعلان مصر سے ماخوذ تھا - دوسرا اس کي ایک پرجوش تقریر سے ' جس میں اس نے مذہب کي ضرورت اور تاثیر پر زور دیتے ہوئے کہا تھا " میرے حافظہ میں کسي چیز کي یاد اس قدر عمیق تاثیر پیدا نہیں کرتي ' جس قدر گرجے کے گھنٹے کي مسلسل صدائیں "

لیکن جب کہ مخالفین نے اس معاملہ کو اس درجہ اهمیت دي ' تو موافقین نے بھي اس کي اهمیت گھٹانے میں کوئي کمي نہیں کي - نپولین کے اکثر ثنا خواں اس بارے میں ساکت رہے ہیں - بعضوں نے ذکر کیا بھي ہے تو اس سے زیادہ نہیں کہ اس نے اپنے اعلانات میں اپنے آپ کو اسلام کا دوست ظاہر کیا تھا - بعض نے انکار و تغلیط میں صراحت سے بھي کام لیا ہے اور لکھہ دیا ہے کہ " یہ واقعہ ہي سرے سے غلط ہے " فورشے اور کلیپر مورخانہ سنجیدگي کے ساتھہ لکھتے ہیں " منجملہ ان تہمتوں کے جو شہنشاہ کے دشمنوں نے تراشي تھیں ایک تہمت یہ بھي تھي " کین تھیوم اور لیس کیس نے (اور آخرالذکر ان لوگوں میں سے ہے جو سینٹ هلینا میں نپولین کے رفیق رہے تھے) اس معاملہ کا کوئي ذکر نہیں کیا ہے - بیوریین نپولین کا سکریٹري اور مصر و شام میں اس کے ساتھہ تھا - وہ نپولین کے واقعات مصر بہت تفصیل سے بیان کرتا ہے ' لیکن اس معاملہ کا کوئي ذکر نہیں کرتا - خود نپولین نے سینٹ هلینا میں اپنے سوانح حیات پر اپنے خیالات قلمبند کرائے تھے جو دو جلدوں میں مرتب ہوکر شائع ہوئے - اس میں وہ مصر کے واقعات کا بہ تفصیل ذکر کرتا ہے - اسلام کا بھي ذکر کرتا ہے - یہ بھي کہتا ہے کہ اگر ضرورت ہوتي تو اسلام قبول کر کے تمام اسلامي ممالک زیر نگیں کر لیتے اور ایک عظیم مشرقي مملکت کي بنیاد رکھدینے میں مجھے تامل نہ ہوتا - لیکن اس کا اعتراف نہیں کرتا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا -

(مصر کے مسلمان مورخ)

نپولین کے حملۂ مصر کا زمانہ اگرچہ مشرق کے دماغي و علمي تنزل کے بلوغ کا زمانہ تھا ' اور مصر و شام کے عہد وسطی کي رهي سهي علمي قوتیں نویں صدي هجري میں تقریباً ختم ہو چکي تھیں ' تا هم جامع ازهر کے وسیع حلقۂ درس و تدریس کي بدولت علم کي کمیت بدستور قائم تھي - اگرچہ کیفیت مفقود ہوچکي تھي - شہاب الدین خفاجي صاحب درۃ الغواص - سید مرتضی زبیدي صاحب تاج العروس - شمس الدین الشامي صاحب سیرۃ الشامیہ و عقود الجمان - ابو بکر مرعي صاحب [illegible] الدریہ - نور الدین الحلبي صاحب سیرۃ حلبیہ - ابن [illegible] المحبي صاحب خلاصۃ الاثر - ابو الفتح اسحاقي صاحب لطائف الاخبار - ابو العباس مقري صاحب نفح الطیب - شمس الدین بکري صاحب تحفۃ البهیہ - ابن یوسف الحلاق صاحب تحفۃ الحباب - شمس الدین تمرتاشي صاحب تنویر الابصار - شرنبلالي شارح متون حنفیہ - شیخ اسماعیل زرقاني شارح موطا و مواهب - وغیرہ علماء مصر کا زمانہ تقریباً گیارہویں اور بارہویں صدي هجري کا زمانہ ہے ' اور اس عہد سے متصل ہے جب نپولین مصر میں داخل ہوا ہے - هجري سنہ کے حساب سے حملۂ مصر سنہ ۱۲۱۳ - میں ہوا ہے - یعنی تیرہویں صدي کے بالکل اوائل میں -

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ' اس زمانے میں بھي علماء مصر و شام ' خصوصاً علماء ازهر کي ایک بہت بڑي تعداد موجود تھي جو درس و تدریس کے ساتھہ تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھي رکھتي تھي - ان میں سب سے زیادہ نمایاں اشخاص جنکا نپولین اور فرانسیسي حکام سے زیادہ سابقہ رہا ' یا انھوں نے اس عہد کے حالات قلمبند کیے ' حسب ذیل ہیں :

(۱) شیخ عبد اللہ الشرقاوي : جامع ازهر کے مشاهیر اساتذہ میں سے تھے - نپولین نے مصر کے شہري انتظام کے لیے چودہ ارکان کي ایک مجلس شوری بنائي تھي جو " دیوان " کے نام سے پکاري جاتي تھي - شیخ شرقاوي کو اسکا رئیس منتخب کیا تھا - انھوں نے ۲۰ - سے زیادہ کتابیں یادگار چھوڑي ہیں - ان میں ایک قیمتي کتاب تحفۃ الناظرین ہے جس میں فرانسیسیوں کے حملہ سے لیکر انکي واپسي تک کے چشم دید حالات بالاختصار بیان کیے ہیں - سنہ ۱۱۵۰ میں پیدا ہوے ' اور ۱۲۲۷ مطابق سنہ ۱۸۱۲ میں انتقال کیا - تحفۃ الناظرین مصر میں چھپ گئي ہے -

(۲) شیخ سلیمان فیومي : یہ بھي اساتذۂ ازهر میں سے تھے ' اور مشیخت کے درجہ تک پہونچ چکے تھے - نپولین نے انھیں بھي " دیوان " کا رکن منتخب کیا تھا - نپولین کے جانے کے بعد جب سردار عسکر کلیبر کو سلیمان حلبي نے قتل کر ڈالا اور فرانسیسیوں نے فوجي عدالت میں تحقیقات کي ' تو یہ بڑے مخمصہ میں پھنس گئے - لیکن بالآخر نجات پائي - انھوں نے بھي ایک مختصر رسالہ

تاریخ و عبر

فرانس کا فاتح اعظم اور اسلام

کیا نپولین مسلمان ہوگیا تھا ؟

اٹھارھویں صدی کے اوائل کا ایک تاریخی مبحث

نپولین کا حملۂ مصر اس کی فاتحانہ اولعزمیوں کا ایک غیر معمولی واقعہ ہے - اُس کی زندگی کے تمام مورخوں نے یہ واقعہ بڑی شرح و تفصیل سے لکھا ہے - یکم جولائی سنہ ۱۷۹۸ ع کو فرانسیسی فوج نے سرزمین مصر پر قدم رکھا تھا ' اور سنہ ۱۸۰۱ ع میں واپسی پر مجبور ہوئی تھی -

لیکن اس حملہ کی داستان کا ایک واقعہ ایسا ہے جس میں نہ توتمام مورخ متفق ہوسکے - نہ کوئی ایک رائے مضبوطی ' کے ساتھہ ظاہر کی جاسکی - بعضوں نے اُسے اِس درجہ غیر وقیع تصور کیا کہ یکقلم نظر انداز کر دیا - بعضوں نے اس قدر اھمیت دی کہ خاص خاص عنوان اور ابواب اُس کے لیے ترتیب دیے - نپولین کے عہد میں اور اُس کے کچھہ عرصہ بعد تک اُس کی مخالفت اور موافقت کے جذبات نہایت شدید تھے - اس لیے یہ واقعہ مخالفوں کے لیے بہت زیادہ اہم ' مگر موافقوں کے لیے نظر انداز کر دینے کے قابل تھا -

یہ نپولین کے مسلمان ہونے یا اپنے تئیں مسلمان ظاہر کرنے کا واقعہ ہے -

تمام تاریخیں متفق ہیں کہ نپولین نے مصر پہنچنے سے پہلے ھی ایسے اعلانات طیار کر لیے تھے جن میں باشندگان مصر کو مخاطب کیا گیا تھا اور مملوکوں کے خلاف (جو وہاں عملاً حکمرانی کر رہے تھے اگرچہ حکماً سیادت دولۃ عثمانیہ کو حاصل تھی) اُبھارا تھا - ان اعلانات میں نپولین نے یہ بھی لکھا تھا " میں اسلام و قرآن کا مخالف نہیں ہوں - بلکہ سچا حامی ہوں - میں چاھتا ہوں ' اصلی اسلام تازہ ہوجائے ' اُس کی عظمت و شوکت برقرار رہے ' اور اُس کے دشمن ناکام و نامراد ہوں " اس میں بھی سب کا اتفاق ہے کہ اس نے مصر جاتے ہوئے راستہ میں اسلام و قرآن کی نسبت غیر معمولی واقفیت حاصل کرلی تھی - وہ مصر کے علما و مشائخ کو اپنی واقفیت سے متعجب کردینے کی کوشش کرتا ' اور اُنہیں بار بار یقین دلاتا کہ اسلام کی بہت بڑی عزت اُس کے دل میں ہے - اس سے بھی کسی نے انکار نہیں کیا ہے اور خود اُس نے بھی اپنے سینٹ ھلینا کے خود نوشتہ تذکرہ میں اعتراف کیا ہے ' کہ اسلام قبول کرنے کے مسئلہ پر اُس نے مصر کے مشائخ سے طول طویل گفتگو کی تھی ' اور وہ کم سے کم شرطیں معلوم کرلی تھیں جو مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہیں - یہ واقعہ بھی مسلّم ہے کہ اُس کے بعض فوجی افسر مسلمان ہوگئے تھے اور مسلمان خاندانوں میں رشتہ داریاں کرلی تھیں - چنانچہ ژاک مینیو جو کلیبر کے قتل کے بعد مصر کا فوجی حاکم منتخب ہوا تھا ' علانیہ مسلمان ہوگیا تھا ' اور " عبداللہ جاک " کے نام سے مشہور تھا - اُس نے ایک مسلمان عورت سے نکاح بھی کر لیا تھا -

لیکن ان تمام متفقہ امور کے ساتھہ جس بات میں اختلاف ہے ' وہ یہ ہے کہ نپولین نے اپنے آپ کو اسلام کا پیرو بھی ظاہر کیا تھا یا نہیں ؟

اُس کے مخالفین کہتے ہیں - وہ مسلمان ہوگیا تھا - یا کم از کم اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا تھا - اُنہوں نے نپولین کے جرائم کی فہرست میں یہ واقعہ بھی شامل کیا ہے ' اور اس سے اُسکی طبعی منافقت ' بے دینی ' اور ابن الوقتی پر استدلال کیا ہے -

نپولین نے جب شام پر حملہ کیا ' تو سر سڈنی اسمتھہ نے جو انگریزی بیڑہ کا امیر البحر تھا شام کے عیسائیوں کے نام ایک اعلان بھیجا تھا - اسمیں لکھا تھا : " وہ انگریز امیر البحر پر جو ایک سچا مسیحی بہادر ہے پوری طرح بھروسہ کریں ' اور نپولین کی کچھہ پروا نہ کریں جو پہلے ایک بے اصول مرتد تھا ' اور اب مصر کے شیخوں کے ھاتھہ پر مسلمان ہو چکا ہے ! "

نپولین کے مشہور بحری حریف لارڈ نیلسن نے اپنی مشہور اور تاریخی آشنا ' لیڈی ھملٹن کو لکھا تھا :

" یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ وہ (نپولین) مصر میں دین محمدی کا غازی بن گیا ہے اور اسکی خبریں ہندوستان کے تباہ شدہ مسلمان نبابوں (نوابوں) تک پہنچ گئی ہیں - مجھے یقین ہے - اگر اُسے اسٹریلیا کے باشندوں کو خوش کرنے کی ضرورت ہوتی تو وہ بلا تامل اپنے تمام فوجی افسروں کے ساتھہ اُس درخت کے تنہ کی پوجا شروع کر دیتا جسپر وہ مردوں کی کھوپڑیاں رکھا کرتے ہیں ! "

انقلاب فرانس کا مشہور ابن الوقت ٹیلیراں Talleyrand ' نپولین کے تذکرہ میں لکھتا ہے " اُس نے کبھی اس بات پر ندامت ظاہر نہیں کی کہ وہ مصر کے اماموں اور شیخوں کے سامنے مملوکوں کی پگڑی اور جبہ پہنکر گیا تھا ' اور کہا تھا ' میں دین محمدی زندہ کرنے اور اسکے لیے جنگ مقدس کرنے آیا ہوں ! "

نپولین کا مشہور انگریز سوانح نویس ایلیسن کہتا ہے " یہ اُس کی زمانہ ساز اور ابن الوقت طبیعت کا سب سے زیادہ مکمل مظہر تھا - اگر نیلسن نے ابو قیر کا بیڑا تباہ نہ کر دیا ہوتا اور قسمت اس سے موافق ہوتی ' تو یقیناً وہ ہندوستان کے ساحل پر قرآن حمایل کیے ہوے اُترتا ' اور حیدر علی سے کہتا : میں دین محمدی کے دشمنوں کو ہندوستان سے نکالنے کیلیے آگیا ہوں - اسکے بعد اگر وہ دیکھتا کہ ہندوستان کے کروڑوں بت پرستوں کو رام کرنے اور انگریزوں کے بر خلاف اُبھارنے کیلیے اسکی ضرورت ہے کہ اپنے آپ کو مقدس دیوتاؤں کا پرستار ظاہر کرے ' تو اس میں بھی اُسے اتنا ھی تامل ہوتا ' جتنا تامل مسلمان ہونے میں ہوا تھا ! " -

سر والٹر اسکاٹ کا قلم اُن تمام انگریز اہل قلم میں جنھوں نے اُس عہد میں نپولین پر قلم اُٹھایا ہے ' زیادہ معتدل تسلیم کیا گیا ہے - وہ بھی اس واقعہ میں نپولین کی " منافقانہ سیاست " کا پورا ظہور دیکھتا ہے اور لکھتا ہے " مصر کے متعصب ... صرف ایک

شيخ خليل بكري

جو نپولين كے زمانه ميں نقيب السادات مصر تھے -

درج كيے جاتے تھے - يه دنيا ميں عربي زبان كا سب سے پہلا اخبار تھا - اس كي تحرير سيد مذكور كے ذمه تھي - اس طرح واقعات و حوادث كي كتابت و تدوين كا انھيں ايسا مستند موقعه مل گيا جو دوسروں كو حاصل نه تھا - سنه وفات ۱۲۳۰ ھ ہے -

(دو شامي مورخ)

ليكن مصر سے باهر دو مشرقي قلم آور بھي تھے جو اس عہد كے حوادث و سوانح ضبط كتابت ميں لا رهے تھے : نقولا ترك ' اور امير حيدر شهاب -

پہلا مصنف لبنان كے ايك مسيحي خاندان سے تعلق ركھتا تھا جو قسطنطنيه سے آكر وهاں مقيم هوگيا تھا - اِس نے نپولين كي زندگي هي ميں نپولين كي تاريخ عربي زبان ميں لكھي تھي جس كا پہلا حصه مع فرانسيسي ترجمه كے سنه ۱۸۳۹ ع ميں پيرس سے شائع هوا - اس حصه ميں فرانسيسيوں كے مصر سے اخراج تک كے واقعات درج هيں - اس كتاب كي قدر و قيمت بہت بڑھ جاتي هے جب خيال كيا جائے ' كه يه مشرق كي سب سے پہلي كتاب هے جو نپولين كے حالات ميں لكھي گئي ' اور اُس وقت لكھي گئي جب خود يورپ ميں بھي اس كي كوئي بڑي تاريخ نهيں لكھي گئي تھي - نپولين كے حملۂ شام كے واقعات كا بڑا حصه مصنف كے چشم ديد واقعات ميں سے هے - اس نے سنه ۱۲۴۴ - مطابق سنه ۱۸۲۸ - ميں انتقال كيا -

امير حيدر لبنان كے خاندان " شهاب " كا ايك صاحب علم و قلم امير تھا - اُس نے كئي كتابيں شام و لبنان كي تاريخ ميں لكھي هيں جن ميں نپولين كے حملۂ مصر و شام كے حوادث بھي آگئے هيں - ان ميں سے غرر الحسان اور نزهة الزمان خصوصيت كے ساتھه قابل ذكر هيں - امير موصوف كا سال وفات سنه ۱۲۵۱ - مطابق ۱۸۳۵ ع هے -

(علماء مصر كي تصويريں)

فرانسيسيوں نے مصري ديوان كے تمام اركان كي تصويريں كھينچ لي تھيں - اور بطور عجائب شرق كے اپنے ساتھه فرانس لے گئے تھے - جبرتي نے يه تصويريں ديكھي هيں ' اور ان كي صناعيوں پر تعجب ظاهر كيا هے - مستشرق مارسل نے جسے نپولين عربي طباعت كے اهتمام كے ليے اپنے ساتھه ليا تھا ' اپني كتاب " معلومات مصر " ميں يه تمام تصويريں درج كردي هيں - هم ان ميں سے شيخ شرقاوي ' شيخ بكري ' اور شيخ سليمان فيومي كي تصويريں اس تحرير كے ساتھه شائع كرديتے هيں - ان سے اُس عہد كے علماء و مشائخ مصر كي وضع و قطع اور شكل و شمائل نظروں كے سامنے آجائيگي - مصر و شام ميں تاريخ اسلام كے ازمنۂ وسطى سے ليكر بارهويں صدي تک ' معاشرتي زندگي تقريباً يكساں رهي هے - اس ليے يه تصويريں اگرچه صرف ڈيڑه سو برس پيشتر كي هيں ' ليكن اُن كي وضع و قطع سے تقريباً چار سو برس پيشتر تک كي وضع و قطع كا اندازه كر ليا جاسكتا هے - ساتويں ' آٹھويں ' اور نويں صدي هجري كے علماء مصر شام ' مثلاً امام ذهبي ' امام مزي ابن دقيق العيد ' تقي الدين سبكي ' حافظ برزالي ' حافظ ابن حجر عسقلاني ' حافظ سخاوي ' جلال الدين سيوطي ' وغيرهم كا لباس اور وضع و قطع تقريباً ايسي هي هوگي ' جيسي شرقاوي اور فيومي كي هے - شيخ بكري كي زندگي چونكه امراء كي سي زندگي تھي ' اس ليے وه سمور كا چغه پہنے هيں اور هاتھه ميں مصري شبقه يعني تمباكو كا پائپ هے -

(عربي مورخين كي شهادت)

اب ديكھنا چاهيے كه نپولين كے اظهار و عدم اظهار اسلام كے بارے ميں ان مورخين كي شهادت كيا هے ؟ اس بارے ميں سب سے زياده معتبر شهادت انهي لوگوں كي هوسكتي هے - ان ميں سے چند مورخ تو خود اُن لوگوں ميں سے هيں ' جن كے سامنے نپولين كے اظهارات هوئے هونگے - مثلاً شيخ مهدي شيخ الازهر ' اور شيخ شرقاوي رئيس الديوان - اور بعض ايسے هيں جو اپنے چشم ديد حالات قلمبند كر رهے هيں اور اس بارے ميں كوئي خاص مورخانه تعصب نهيں ركھتے - مثلاً شيخ جبرتي اور سيد اسماعيل خشاب -

ان كي شهادت يه هے كه نپولين نے نه صرف اپنے تئيں اسلام كا دوست ظاهر كيا تھا ' بلكه مسلمان هونے كا بھي دعوى كيا تھا - وه اسلامي لباس پہنكر علما و مشائخ سے ملتا ' مسجد ميں جاتا ' اور نماز جمعه ميں شريک هوتا - چنانچه اُس نے اپني تصوير بھي اس لباس ميں اُتروائي تھي جو آجتک موجود هے ' اور جسے پروفيسر مارسل نے اپني كتاب ميں درج كيا هے - مزيد تفصيل آئنده نمبر ميں مليگي -

شيخ سُليمان فيومي

جو اُسي عہد كے مشاهير علماء مصر ميں سے تھے

حوادث مصر پر لکھا ہے : " الوقائع و النوازل " سنه ۱۲۳۲ ھ مطابق سنه ۱۸۱۶ میں انتقال کیا -

(۳) شیخ خلیل البکری - مصر میں عرصه سے خاندان وفائیه کا سجادۂ طریقت قائم ہے - چونکه نسلاً حضرت " ابوبکر " کی اولاد میں هیں - اسلیے " بکری " کہلاتے هیں - جو شخص سجاده نشین هوتا ہے اسے " نقیب السادات " کے لقب سے موسوم کیا جاتا ہے جو سرکاری لقب ہے - نپولین کے زمانه میں سجاده نشین شیخ خلیل تھے - نپولین نے انہیں بھی دیوان کا رکن چنا تھا - ان میں اور نپولین اور دوسرے فرانسیسی افسروں میں بہت زیاده رسم و راه پیدا هوگئی تھی - نپولین اکثر انکے مکان پر آتا - یه اسکی دعوتوں میں شریک هوتے - انہی نے نپولین کو ایک چرکسی غلام بطور هدیه کے دیا تھا جسے نپولین اپنے همراه فرانس لے گیا تھا - یه شاعر اور ادیب تھے - اسوقت کے حوادث مصر پر متعدد قصائد لکھے

نپولین مصری اسلامی لباس میں

جب اس نے جامع ازهر اور جامع حسینی میں نماز جمعه ادا کی تھی

هیں - بعض فرانسیسی مستشرقین اپنے ساتھه لیگئے اور پیرس میں ترجمه کے ساتھه شائع کیا - سنه ۱۲۳۵ ھ مطابق سنه ۱۸۲۰ میں انتقال کیا -

(۴) شیخ محمد مهدی - یه اسوقت جامع ازهر کے شیخ تھے اصلاً قبطی تھے - بچپنے میں مسلمان هوگئے اور ازهر میں تحصیل علوم کرکے علم و فضل کا درجه حاصل کرلیا - یہانتک که مشیخت کے درجه تک پہونچ گئے - یه بھی نپولین کے دیوان کے رکن تھے - انہوں نے ایک کتاب الف لیله کی روش پر تحفة المستیقظ لکھی تھی جسے فرانسیسی اپنے ساتھه لیگئے اور فرنچ ترجمه کے ساتھه پیرس میں چھاپ کر شائع کیا - انہوں نے سنه ۱۲۳۰ - مطابق ۱۸۱۹ ع میں انتقال کیا -

(۵) عبدالرحمن جبرتی - یه اس عهد کا سب سے بڑا مورخ ہے - " جبرت " حبش کے قریب ایک موضع کا نام ہے - اس کے مورث

مرادبک مملوک

جو مصر کے دفاع میں نپولین سے لڑا مگر ناکام رها

اعلی وهیں سے مصر آئے تھے - جب نپولین مصر آیا اور دیوان شوری مقرر کیا ' تو اس کے لیے ایک منشی کی ضرورت هوئی - اس کام پر اسی کا تقرر هوا - اسطرح اسے موقعه مل گیا که بہت زیاده قریب سے اس قوم کے حالات و اعمال کا مطالعه کرے -

اس نے اپنے زمانه کے حوادث مصر پر ایک ضخیم کتاب عجائب الآثار لکھی ہے جو تاریخ جبرتی کے نام سے مشہور ہے - اسمیں پہلے ابن ایاس کی تاریخ مصر کی آخری تاریخ سے لیکر اپنے وقت تک کے مختصر حالات دیے هیں تا که ابن ایاس کی تاریخ کے لیے یه تاریخ ذیل اور تکمله کا کام دے - پھر سنه ۱۱۴۲ - هجری سے لیکر سنه ۱۲۳۶ - تک کے تمام اهم حوادث مصر تاریخ وار روز نامچه کی طرح لکھے هیں اور کوئی ضروری بات نظر انداز نہیں کی ہے - غالباً سنه ۱۲۴۰ - مطابق سنه ۱۸۲۵ ع میں انتقال کیا -

افسوس ہے که اس تاریخ کی قدر و قیمت سے مشرقی دنیا برابر غافل رهی - حالانکه یه اٹھارهویں صدی کے اواخر اور انیسویں صدی کے اوائل کے حوادث مصر کی سب سے زیاده مستند تاریخ ہے - نپولین کا حملۂ مصر اور محمد علی خدیو اول کا ظهور ' تاریخ مشرق کے نہایت اهم واقعات هیں - جبرتی نے انکی چشم دید سرگذشت ایک روزنامچه کی طرح مرتب کر کے پیش کر دی ہے -

(۶) سید اسماعیل خشاب - نپولین اپنے ساتھه عربی حروف اور مطبع بھی لے گیا تھا ' اور اس سے ایک سرکاری اخبار بھی جاری کیا تھا - اس میں عدالت اور فوج کے حالات اور سرکاری اعلانات

شیخ عبداللہ شرقاوی

صاحب تحفة الناظرین و رئیس دیوان مصر

ادبیات

تین ہزار سال پہلے کی شاعری

قدیم مصری شاعری

مصر، دنیا کے قدیم ترین تمدن کا مرکز ہے۔ یونان اور روم جبکہ جہل کی ظلمتوں میں لپٹے پڑے تھے، تو مصر میں علم و حکمت کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔

دنیا "توت آنخ آمون" کے نام سے واقف ہو چکی ہے جبکہ ہی میں اس کا مقبرہ اور صحیح و سالم جثہ برآمد ہوا ہے۔ ہم اسی بادشاہ کے ایک عزیز بادشاہ کے زمانہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا نام "آمی نوتپ" چہارم تھا۔ یہ "توت آنخ آمون" کا بہنوئی تھا، اور ۱۳۷۵ قبل مسیح میں مصر کے تخت پر حکمراں تھا۔

قدیم شاہان مصر میں اس بادشاہ کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ اس کے عہد میں مصر کا تمدن اپنے پورے عروج تک پہنچا۔ مصر نے صرف مادی ترقی ہی نہیں کی تھی معنوی ترقی کے بھی کئی مرحلے طے کئے تھے۔ اس سے پہلے مصریوں میں طرح طرح کے توہمات عام تھے۔ عام اعتقاد تھا کہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندگی صرف اسی طرح مل سکتی ہے کہ اس کی قبر پر شیطانوں کی تصویریں بنائی جائیں۔ میزوں پر کھانا پینا رکھا جائے۔ ننھی ننھی مورتیں اس کے کفن میں بطور تعویزوں کے لٹکا دی جائیں۔ خیال تھا یہ سب چیزیں "کا" کو زندہ کر دیتی ہیں، اور "کا" زندہ ہو کر مردے میں ازسر نو روح پھونک دیتا ہے۔ قدیم مصری زبان میں "کا" وہی چیز ہے جسے آجکل ہمزاد کہا جاتا ہے۔ ان کا بھی عقیدہ تھا کہ ہمزاد ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتا ہے۔ صرف موت اسے جدا کر دیتی ہے۔ لیکن اگر مذکورۂ بالا چیزیں قبر میں مہیا کر دی جائیں تو ہمزاد کا تعلق مردے سے باقی رہتا ہے اور کبھی نہ کبھی اس کی دوبارہ زندگی کا باعث ہوتا ہے۔

"آمی نوتپ چہارم" نے یہ تمام متوہمانہ عقائد باطل کر دیئے۔ اسی قدر نہیں بلکہ مصر کے تمام دینی عقائد بھی بدل ڈالے۔ ایک نیا مذہب ایجاد کیا۔ اور اس کی بنیاد آفتاب پرستی پر رکھی۔ پہلے مصریوں کا معبود اعظم "آمون" تھا۔ اس بادشاہ نے اسے منسوخ کر کے "اخناتن" کی عبادت جاری کی۔ "اخناتن" دو مصری لفظوں سے مرکب ہے "اخنا" اور "آتن"۔ "اخنا" کے معنی ہیں روشنی اور نور۔ "آتن" کا اطلاق سورج پر ہوتا تھا لہٰذا "اخناتن" کے معنی ہوئے "سورج کی روشنی"۔

اس بادشاہ کے عہد کے بہت سے آثار اور مقبرے برآمد ہوئے ہیں۔ ان مقبروں میں مذکورۂ بالا خرافات کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ ان میں نہ تو شیطانوں کی تصویریں ہیں، نہ چھوٹی چھوٹی مورتیں، نہ کھانے کے میز ہیں۔ ان میں جو کچھ ہے وہ بادشاہ اور ملک کے جلسوں اور جشنوں کی تصویریں ہیں، یا مصر کی معاشرت کی زندگی کے مرقعے ہیں۔ علماء مصریات کا خیال ہے کہ یہ آثار سب سے زیادہ قیمتی ہیں۔ کیونکہ یہ اس عہد کی زندگی ہمارے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔

قدیم مصری نظم

اسی عہد کے ایک قبرستان میں بہت سے اشعار کندہ ملے ہیں۔ یہ پڑھ لئے گئے ہیں۔ ان کا ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ یہ درحقیقت معبود اعظم "آتن" (آفتاب) کی تعریف و ستائش کے قصیدے ہیں لیکن یہ اس سے بھی بڑھ کر کچھ ہیں۔ یہ تین ہزار سال پہلے کی ترقی یافتہ انسانی ذہنیت دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ شعر، انسانی جذبات و قلبی کیفیات کا آئینہ ہوتا ہے۔ اس مصری شعر کے اندر موجودہ انسانیت، اپنی قدیم شکل دیکھ سکتی ہے۔ ذیل میں اس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

"آتن" کا جلال!

کیا دلفریب ہے تیرا ظہور افق آسمان میں!
اے روشن آفتاب! اے سرچشمۂ حیات!
ہر صبح ہم تجھے آسمان کے پورب میں دیکھتے ہیں
تو پوری زمین اپنے حسن سے معمور کر دیتا ہے!
تو ہی خوبصورت ہے، عظیم ہے، روشن ہے، زمین پر بلند ہے!
تیری شعاعیں تمام زمینوں کو اپنے دامنوں میں لئے ہوئے ہیں!
ہاں، تمام زمینوں کو لئے ہوئے، جنھیں تو ہی نے بنایا ہے!
اور تو ہی نے ان پر انسانوں کو آباد کیا ہے!
ہاں انسانوں کو، جنھیں تو ہی نے پیدا کیا ہے!
"انسان، جنھیں تو نے محبت کے بندھن سے جوڑ دیا!
کہتے ہیں، تو دور ہے، بہت دور ہے!
مگر تو دور کہاں ہے؟ تیری شعاعیں تو زمین پر پھیلی ہوئی ہیں!
اے بلند تر! کیا دن کی تابناکی تیرا ہی ایک جلوۂ نورانی نہیں ہے؟

رات

اے بادشاہ! جب تو آسمان کے پچھم میں لیٹ جاتا ہے
تو سارے جہان پر موت کی تاریکی چھا جاتی ہے!
آدمی اپنے گھروں میں سو جاتے ہیں
منہ لپیٹے بے حرکت، صرف سانس چلتی ہے!
کوئی کسی کو نہیں دیکھتا۔ آنکھیں بند ہوتی ہیں
انکے سرہانے چور کھڑا ہوتا ہے، مگر انھیں خبر نہیں!
شیر کچھاروں سے نکلتے ہیں، سانپ ڈسنا شروع کرتے ہیں!
کیا یہ ظلمت کی فرمانروائی نہیں؟
کیا دنیا سب سناٹے میں نہیں ہے؟
ہاں سب کا بنانے والا افق کی محل سرا میں محو خواب ہے!

دن اور انسان

یہ کیسی ہماہمی ہے؟
زمین مسرت سے کیوں اچھل رہی ہے؟
دیکھو بادشاہ کی سواری افق میں نمودار ہو گئی!
تو نے کائنات روشن کر دی!
تاریکی کا پتہ نہیں!
تو آسمان پر مگر تیری شعاعیں زمین پر!
یہ ہمارے بادشاہ کا جلال ہے!
آدمی خوشی سے اپنے پیروں پر کھڑے ہو گئے
تو نمودار ہوا اور زندگی کا آغاز ہوا!
سب نہا دھو کر کے۔
سب کے ہاتھ مشرق کی طرف اٹھ گئے۔
ہاں مشرق کی طرف، تیری راجدھانی کی طرف!
تیری بندگی کے بعد دنیا کے کام شروع ہو گئے!

دن اور حیوان و نبات

چوپائے چراگاہوں میں پہنچ گئے۔
درخت اور پودے کھلکھلانے لگے
چڑیاں بھی گھونسلوں سے اڑ گئیں
پر اٹھائے، تیری تسبیح کرتی ہوئیں!
ہر پرند اڑ رہا ہے!
ہر کوئی تیری روشنی میں زندگی پا رہا ہے!

دن اور پانی

کشتیاں آنے جانے لگیں
اپنے مستول ہوا میں اڑاتی ہوئیں!
سب راہیں تیرے نور سے روشن ہو گئیں!
مچھلیاں سطح پر دوڑ آئیں!
اے نور! وہ تیرے سجدے میں گر پڑیں!
تیری شعاعوں نے موجیں توڑ دیں!
سمندر کی تہ پر پہنچ گئیں!

انسان کی پیدائش

تو ہی نے عورت سے انسان کو پیدا کیا!
تو ہی نے مرد میں زندگی کا تخم رکھا!
ماں کے پیٹ میں بچے کو زندگی تجھی سے ملی!
وہ نہ روتا ہے نہ گھبراتا ہے
رحم مادر میں پڑا سوتا ہے!
تیرا دست شفقت اسے سنبھالے ہوئے ہے!
ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے اور نور دیکھتا ہے!
تو اس کا معصوم منہ کھول دیتا ہے!
تب وہ بولتا ہے!
پھر تو ہی اس کی ضرورتیں پوری کرتا ہے
اے بادشاہوں کے بادشاہ! تیرا نام بڑا ہے!

حیوان کی پیدائش

مرغی کا انڈا!
اس کے اندر بچہ!
یہ تیری ہی قدرت ہے!
زندگی، یہ تیری ہی صنعت ہے۔
تو ہی نے انڈے میں سانس ڈالی۔
دیکھو، بچہ باہر نکل آیا!

مطبوعات جدیدہ

پان یورپین تحریک اور امن عالم

ایک جرمن مدبر کی تجویزیں

اسوقت جبکہ جنیوا میں اسلحہ کی تخفیف و تحدید کے مسئلہ پر بحثیں ہو رہی ہیں، ایک نئی کتاب کے مضامین یقیناً دلچسپی کے ساتھہ پڑھے جائینگے جو حال میں شائع ہوئی ہے، اور "پان یورپین تحریک" یعنی وحدۃ اقوام یورپ کی تحریک کے ایک جرمن داعی کاونٹ رچرڈ کوڈنہو کیلرگی Richard Caudenhove Kalergi کے قلم سے نکلی ہے -

اس کتاب میں مصنف نے پہلے امن عالم کی ضرورت پر بہت موثر پیرایہ میں نظر ڈالی ہے - پھر ثابت کیا ہے کہ اسکا تنہا ذریعہ یہی ہے کہ "یورپین طاقتوں کی روز افزوں ہتیار بندی موقوف کردی جائے"- لیکن "ہتیار بندی" سے مقصود کیا ہے؟ صرف لوہے اور آگ کے ہتیار؟ مصنف اس سے انکار کرتا ہے - وہ کہتا ہے "صرف لوہے کے ہتیاروں سے نہتا کردینا کچھہ مفید نہ ہوگا - یورپ کو اُس کے سیاسی، اخلاقی، اور اقتصادی حربوں سے بھی نہتا کردینا چاہئے - اسکے بغیر ہتیار بندی کی مخالف تحریک بے فائدہ ہے - جبتک بغض و حسد کے چھالے قوموں کے دلوں میں موجود رہینگے، اُس وقت تک دنیا میں امن و امان قائم نہیں ہوسکتا"

اسکے بعد مصنف لکھتا ہے: "یورپ کی سلامتی کی دو ہی صورتیں ممکن ہیں: مختلف قوموں کے ما بین عدل قائم ہو جائے، اور جنگ اور جنگ کے اسباب روکنے کے لیے سلطنتیں اپنی قوت استعمال کرنے پر متفق ہو جائیں"

آگے چلکر مصنف نے مختلف مغربی طاقتوں کی موجودہ جنگ جویانہ حالت پر نظر ڈالی ہے:

"وارسلیز کے معاہدہ نے جرمنی کو نہتا کردینے کا فیصلہ کردیا ہے - لیکن یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ جرمنی کو اُسکے مسلح پڑوسیوں کے درمیان نہتا کرکے چھوڑ دیا جائے؟ یورپ کے امن و امان کی بنیادی شرط یہ ہے کہ تمام سلطنتیں ایک ساتھہ اور ایک ہی قسم کا قدم اٹھائیں - یا تو سب مسلح ہو جائیں، یا سب ہتیار رکھدیں - بعض کا ہتیار بند رہنا اور بعض کا ہتیار رکھدینا، امن کا نہیں جنگ کا موجب ہے"

"یورپین سواحل کی سلامتی کی سب سے زیادہ آسان اور عملی صورت یہ ہے کہ برطانیا اپنے جنگی بیڑے کے ذریعہ حفاظت کی ذمہ داری لے لے - نہ یہ کہ ہر سلطنت اپنی بحری قوت بڑھا کر جنگ کا ایک اور خطرہ پیدا کردے - اگر برطانیا اس پر راضی ہو جائے کہ اپنا جنگی بیڑا یورپ کی ضرورتوں کیلیے وقف کردیگی تو بلا شک دنیا کا امن و امان یقینی ہو جایگا - لیکن برطانیا یہ اُسی وقت منظور کرسکتی ہے جب تمام دول یورپ طے کرلیں کہ اپنی مجموعی بحری قوت، برطانیا کی بحری قوت سے کم کردینگی"

"ترکی کو مستثنی کردینے کے بعد روس ہی ایک ایسی سلطنت ہے جسکی سرحدیں خشکی میں یورپ سے ملتی ہیں - روسی سرحدیں بہت وسیع ہیں اور بے شمار مشکلات کا سبب بنی ہوئی ہیں - روس کا اپنے تمام پڑوسیوں سے جھگڑا ہے - سب سے زیادہ اہم اُسکے سیاسی اور اجتماعی جھگڑے ہیں - پھر روس کی آبادی بھی بہت بڑی ہے - جنگی طیاریاں بھی عظیم ہیں - اس سے بھی زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ اُس کی اصلی غرض تمام دنیا میں انقلاب پیدا کرنا ہے - روسی مدبر حیرت انگیز مستعدی سے انقلاب کی تخم ریزی کررہے ہیں - جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ روس اپنے مقاصد کی اشاعت امن و آشتی سے کرنی چاہتا ہے، وہ سخت فریب خوردہ ہے - روس جنگ کو اپنے مقاصد کی کامیابی کا ایک ہی ذریعہ سمجھتا ہے"

"روس سے مفاہمت کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ یورپ اُس کی سرحدوں کا احترام کرے اور وہ یورپ کی سرحدوں کا"

"یورپ کو کسی حال میں بھی روس پر حملہ کا ارادہ نہیں کرنا چاہیے - نہ اُس کے اندرونی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت کرنی چاہیے"

"یورپ کی داخلی سلامتی اُس وقت تک نا ممکن ہے جب تک اُس کے موجودہ سیاسی نظام میں مکمل تبدیلی نہ ہوجائے - یورپ کی حفاظت کے لیے کوئی نہ کوئی نظام ضرور مرتب ہونا چاہیے"

"یورپ سے اچانک ہتیار رکھا لیدا نا ممکن ہے - اِس معاملہ میں پیش قدمی اُن سلطنتوں کو کرنی چاہیے جو اِس کی زیادہ ضرورت محسوس کرتی ہیں - جب یہ سلطنتیں باہم ایک رائے پر متفق ہو جائیں گی، تو دوسری سلطنتیں بھی اُن کی پیروی پر مجبور ہو جائیں گی - جنگی قوت کے اعتبار سے یورپ کی دو سلطنتیں زیادہ اہم ہیں - اگر یہ آپس میں متحد الخیال ہو جائیں تو تمام دول یورپ کو سر جھکا دینا پڑیگا جن کی تعداد اِس وقت ۲۵ ہے - مجلس اقوام یا دول عظمی میں سے کسی ایک کو اِس مقصد کے لیے کانفرنس بلانی چاہیے - کانفرنس میں حسب ذیل امور طے کرنے چاہئیں:

(۱) تمام دول یورپ پختہ عہد کرلیں کہ اُن میں سے کوئی کسی پر اعلان جنگ نہ کرے گی -

(۲) ہر باہمی نزاع مابین الاقوامی پنچائت کے سامنے فیصلہ کے لیے پیش کیا جایگا -

(۳) غیر یورپین حملوں کے مقابلہ میں تمام یورپ متحد ہو جائیگا -

(۴) اگر اس معاہدہ پر دستخط کرنے والی ایک سلطنت دوسری پر حملہ کرے گی، تو تمام دول مل کر اُسے سزا دیں گی -

(۵) غیر یورپین سلطنتوں سے دول یورپ نے جتنے معاہدے کر رکھے ہیں، سب منسوخ کردیے جائیں"

پوری قوت سے چلاتا ہو،
خالق کی ستائش کرتا ہو!
اپنے پنجوں پر وَدَّتا پھرتا ہو!

دُنیا کی پیدائش

تیری صنعتیں کیسی عجیب ہیں؟
ہماری عقل سے بھی بالا ہیں!
اے ایک اکیلے معبود!
تیری جیسی قوت کس میں ہو؟
تو نے زمین پیدا کی جس طرح پیدا کرنا چاہا!
تیرے اکیلے ہاتھوں نے زمین بنائی!
تو نے آدمی اور چھوٹے بڑے حیوان پیدا کئے!
تمام زمین کی مخلوق، پیروں سے چلنے والی!
تمام آسمان کی مخلوق، پَروں سے اُڑنے والی!
تو نے سرزمین شام پیدا کی، نوبیا پیدا کیا!
تو ہی نے مصر کی سرزمین بھی پیدا کی!
ہر انسان کو اُس کی جگہ پر بسایا!
اُس کی زندگی کا سامان مہیا کر دیا!

اُسے دولت دی،
اُس پر موت لکھی،
سب کی شکلیں الگ الگ،
سب کی زبانیں جُدا جُدا،
کوئی کالا، کوئی گورا،
اے سب کے مالک! یہ سب تیرا ہی جلوہ ہو!

دریائے نیل

تو نے دوسرے عالم میں نیل پیدا کیا،
اپنی پسند کے مطابق اُسے جاری کیا،
سب نے اُس سے اپنی زندگی پائی،
اے پروردگار! کرمِ سب کے مددگار!
اے زمین کے ہر گھر کے مالک!
اے روز روشن کے آفتاب!
تو ہی نے سب کو پیدا کیا،
تو ہی پہاڑوں پر موسلا دھار مینہ برساتا ہو،
پانی موجیں مارتا زمین پر بہتا ہو!
سب ملکوں میں آدمی اپنے کھیت سینچتے ہیں،
اے ابدیت کے مالک! تیرے کارنامے کیسے شاندار ہیں!
سب جانور بھی تیرے ہی پانی سے سیراب ہوسکتے ہیں
لیکن مصر کا نیل دوسری دنیا سے آتا ہو!
تیری شعاعیں اُس پر پڑتی ہیں!
سبزہ لہلہا اُٹھتا ہو!
باغ جھومنے لگتے ہیں!
تیرا نور زندگی ہو!
تجھی سے کائنات باقی ہو!

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

حسین بن علی علیہما السلام

۳

حضرت زینب نے پامال لاشیں دیکھیں

دوسرے دن عمر بن سعد نے میدان جنگ سے کوچ کیا۔ اہل بیت کی خاتونوں اور بچوں کو ساتھ لے کر کوفہ روانہ ہوگیا۔ قرہ بن قیس (جو شاہد عینی ہی) روایت کرتا ہو کہ ان عورتوں نے جب حضرت حسین اور ان کے لڑکوں اور عزیزوں کی پامال لاشیں دیکھیں تو ضبط نہ کرسکیں اور آہ و فریاد کی صدائیں بلند ہوگئیں۔ میں گھوڑا دوڑا کر قریب پہونچا۔ میں نے کبھی اتنی حسین عورتیں نہیں دیکھی تھیں۔ مجھے زینب بنت فاطمہ (علیہا السلام) کا بین کسی طرح بھی نہیں بھولتا۔ "اے محمد! تجھ پر آسمان کے فرشتوں کا درود وسلام! یہ دیکھ، حسین ریگستان میں پڑا ہے! خاک وخون سے آلودہ ہو! تمام بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو! تیری بیٹیاں قیدی ہیں! تیری اولاد مقتول ہو! ہوا ان پر خاک ڈال رہی ہو!" راوی کہتا ہو دوست دشمن کوئی نہ تھا جو اُنکے بین سے رونے نہ لگا ہو۔

(ابن جریر)

۷۲ سر!

پھر تمام مقتولوں کے سر کاٹے گئے۔ کل ۷۲ سر تھے۔ شمر بن ذی الجوشن قیس بن الاشعث، عمرو بن الحجاج، عزرہ بن قیس، یہ تمام سر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے گئے۔

حضرت کا سر ابن زیاد کے سامنے

حمید بن مسلم (جو خولی بن یزید کے ساتھ حضرت حسین کا سر کوفہ میں لایا تھا) روایت کرتا ہو کہ حسین کا سر ابن زیاد کے روبرو رکھا گیا۔ مجلس حاضرین سے لبریز تھی۔ ابن زیاد کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ چھڑی اُنکے لبوں پر مارنے لگا۔ جب اُسنے بار بار یہی حرکت کی تو زید بن ارقم صحابی چلا اُٹھے: "ان لبوں سے اپنی چھڑی ہٹالے۔ قسم خدا کی، میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا ہو کہ رسول اللہ اپنے ہونٹ ان ہونٹوں پر رکھتے تھے اور ان کا بوسہ لیتے تھے" یہ کہکر وہ زار قطار رونے لگے۔ ابن زیاد خفا ہوگیا۔ "خدا تیری آنکھوں کو رُلائے! واللہ اگر تو بڈھا ہوکر سٹھیا نہ گیا ہوتا تو ابھی تیری گردن ماردیتا!" زید بن ارقم یہ کہتے ہوئے مجلس سے چلے گئے۔ "اے عرب! آج کے بعد سے تم غلام ہو! تم نے ابن فاطمہ کو قتل کیا۔ ابن مرجانہ (یعنی عبید اللہ) کو حاکم بنایا۔ وہ تمھارے نیک انسان قتل کرتا اور تمھارے شریروں کو غلام بناتا ہو تم نے ذلت پسند کرلی۔ خدا انھیں مارے جو ذلت قبول کرتے ہیں!" (بعض روایات میں یہ واقعہ خود یزید کی طرف منسوب ہو مگر صحیح یہی ہو کہ ابن زیاد نے چھڑی ماری تھی)

ابن زیاد اور حضرت زینب

راوی کہتا ہو جب اہل بیت کی خاتونیں اور بچے عبید اللہ کے سامنے پہنچے تو حضرت زینب نے نہایت ہی حقیر لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ اُن کی کنیزیں اُنھیں اپنے بیچ میں لئے تھیں۔ عبید اللہ نے پوچھا "یہ کون بیٹھی ہو؟" اُنھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تین مرتبہ یہی سوال کیا مگر وہ خاموش رہیں۔ آخر اُن کی ایک کنیز نے کہا "یہ زینب بنت فاطمہ ہیں!" عبید اللہ شماتت کی راہ سے چلایا "اُس خدا کی ستائش جسنے تم لوگوں کو رسوا اور ہلاک کیا، اور تمھارے نام کو بٹہ لگایا!" اسپر حضرت زینب نے جواب دیا "ہزار ستائش اُس خدا کے لئے جسنے ہمیں محمد صلعم سے عزت بخشی، اور ہمیں پاک کیا، نہ کہ جیسا تو کہتا ہو۔ فاسق رسوا ہوتے ہیں۔ فاجروں کے نام کو بٹہ لگتا ہو!" ابن زیاد نے کہا "تو نے دیکھا خدا نے تیرے خاندان سے کیا سلوک کیا؟" حضرت زینب بولیں "اُن کی قسمت میں قتل کی موت لکھی تھی اس لئے وہ مقتل میں پہنچ گئے۔ عنقریب خدا تجھے اور اُنھیں ایک جگہ جمع کریگا اور تم باہم اُس کے حضور سوال وجواب کروگے!" ابن زیاد غضبناک ہوا۔ اُس کا غصہ دیکھ کر عمرو بن حریث نے کہا "خدا امیر کو سنوارے! یہ تو محض ایک عورت ہو۔ عورتوں کی بات کا خیال نہیں کرنا چاہئے۔"

پھر کچھ دیر بعد ابن زیاد نے کہا "خدا نے تیرے سرکش سردار اور تیرے اہل بیت کے نافرمان باغیوں کی طرف سے میرا دل ٹھنڈا کر دیا!" اسپر حضرت زینب اپنے تئیں سنبھال نہ سکیں۔ بے اختیار رو پڑیں۔ اُنھوں نے کہا: "واللہ تو نے میرے سردار کو قتل کر ڈالا! میرا خاندان مٹا ڈالا! میری شاخیں کاٹ دیں! میری جڑ اکھاڑ دی! اگر اس سے تیرا دل ٹھنڈا ہوسکتا ہو تو ٹھنڈا ہوجائے!" ابن زیاد نے مسکرا کر کہا "یہ شجاعت ہو! تیرا باپ بھی شاعر اور شجاع تھا!" زینب نے کہا "عورت کو شجاعت سے کیا سروکار؟ میری مصیبت نے مجھے شجاعت سے غافل کر دیا ہو۔ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں، یہ تو دل کی آگ ہو!"

ابن زیاد اور امام زین العابدین

اس گفتگو سے فارغ ہوکر ابن زیاد کی نظر زین العابدین علی بن الحسین پر پڑی۔ یہ بیمار تھے۔ ابن زیاد نے ان سے اُن کا نام پوچھا۔ اُنھوں

---

[1] بعض روایتوں میں ہو کہ حضرت حسن نے یہ کہا تھا (منہاج السنہ)

نے کہا "علی بن الحسین" ابن زیاد نے تعجب سے کہا "کیا اللہ نے علی بن الحسین کو قتل نہیں کر ڈالا؟" زین العابدین نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ابن زیاد نے کہا "بولتا کیوں نہیں؟" اُنھوں نے جواب دیا "میرے ایک اور بھائی کا نام بھی علی تھا۔ لوگوں نے اُسے مار ڈالا" ابن زیاد نے کہا "لوگوں نے نہیں، خدا نے مارا ہے!" اسپر زین العابدین نے یہ آیت پڑھی "اللہ یتوفی الانفس حین موتھا۔ وماکان لنفس ان تموت الا باذن اللہ۔"

اسپر ابن زیاد چلایا "خدا تجھے مارے! تو بھی اُنھی میں سے ہے" پھر اسکے بعد ابن زیاد نے چاہا، انھیں بھی قتل کر ڈالے لیکن زینب بیقرار ہوکر چیخ اُٹھیں "میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں اگر تو مومن ہے اور اس لڑکے کو ضرور ہی قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے بھی کے ساتھ مار ڈال!" امام زین العابدین نے بلند آواز سے کہا "اے ابن زیاد! اگر تو ان عورتوں سے اپنا ذرا بھی رشتہ سمجھتا ہے تو میرے بعد اُن کے ساتھ کسی متقی آدمی کو بھیجنا جو اسلامی معاشرت کے اصول پر اُن سے برتاؤ کرے" ابن زیاد دیر تک زینب کو دیکھتا رہا۔ پھر لوگوں سے مخاطب ہوکر کہنے لگا "رشتہ بھی کیسی عجیب چیز ہے؟ واللہ مجھے یقین ہے کہ یہ سچے دل سے لڑکے کے ساتھ قتل ہونا چاہتی ہے۔ اچھا، لڑکے کو چھوڑ دو یہ بھی اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ جائے" (ابن جریر کامل۔ وغیرہ)

ابن عفیف کا قتل

اس واقعہ کے بعد ابن زیاد نے جامع مسجد میں شہر والوں کو جمع کیا اور خطبہ دیتے ہوئے اُس خدا کی تعریف کی "جسنے حق کو ظاہر کیا، حق والوں کو غالب کیا، امیرالمومنین یزید بن معاویہ اور اُن کی جماعت غالب ہوئی اور کذاب ابن کذاب حسین بن علی اور اُس کے ساتھیوں کو ہلاک کر ڈالا...!" یہ سنکر عبداللہ بن عفیف ازدی (جو حضرت علی کے مشہور صحابی ہیں اور جنگ جمل و صفین میں زخمی ہوکر اپنی دونوں آنکھیں کھو چکے تھے) کھڑے ہوگئے اور چلائے "خدا کی قسم اے ابن مرجانہ! کذاب ابن کذاب تو تو ہے نہ کہ حسین بن علی" ابن زیاد نے یہ سنکر اُنھیں قتل کروا ڈالا۔

یزید کے سامنے

اس کے بعد ابن زیاد نے حضرت حسین کا سر بانس پر نصب کر کے زحر بن قیس کے ہاتھ یزید کے پاس بھیجدیا۔ غاز بن ربیعہ کہتا ہے جس وقت زحر بن قیس پہونچا، میں یزید کے پاس بیٹھا تھا۔ یزید نے اُس سے سوال کیا "کیا خبر ہے؟" قاصد نے جواب دیا "فتح و نصرت کی بشارت لایا ہوں۔ حسین بن علی اپنے اٹھارہ اہل بیت اور ۶۰ حامیتوں کے ساتھ ہم تک پہنچے۔ ہم نے اُنھیں بڑھ کر روکا اور مطالبہ کیا کہ اپنے آپکو ہمارے حوالے کردیں ورنہ لڑائی لڑیں۔ اُنھوں نے اطاعت پر لڑائی کو ترجیح دی چنانچہ ہمنے طلوع آفتاب کے ساتھ ہی اُن پر حملہ بول دیا۔ جب تلواریں اُنکے سروں پر پڑنے لگیں تو اس طرح ہر طرف بھاگنے اور جھاڑیوں اور گڑھوں میں چھپنے لگے جس طرح کبوتر باز سے بھاگتے اور چھپتے ہیں۔ پھر ہمنے اُن سب کا قلع قمع کردیا۔ اسوقت اُنکے لاشے برہنہ پڑے ہیں۔ اُنکے کپڑے خون میں تر بتر ہیں۔ اُن کے رخسار غبار سے میلے ہورہے ہیں، اُن کے جسم دھوپ کی شدت اور ہوا کی تیزی سے خشک ہورہے ہیں۔ گِدوں کی خوراک بن گئے ہیں!"

یزید رونے لگا

راوی کہتا ہے یزید نے یہ سُنا تو اُس کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ کہنے لگا "بغیر قتل حسین کے بھی میں تمھاری اطاعت سے خوش ہوسکتا تھا۔ ابن سمیہ (یعنی ابن زیاد) پر خدا کی لعنت! واللہ اگر میں وہاں ہوتا تو حسین سے ضرور درگذر کرجاتا۔ خدا حسین کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے!" قاصد کو یزید نے کوئی انعام نہیں دیا (ابن جریر۔ کامل

لہ خدا ہی موت کے وقت جانیں لیتا ہے۔ کوئی بھی بغیر اُس کی اذن کے نہیں مرسکتا۔

(تاریخ کبیر ذہبی)

یزید کا تاثر

یزید کے غلام قاسم بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ جب حضرت حسین اور اُن کے اہل بیت کے سر یزید کے سامنے رکھے گئے تو اُسنے یہ شعر پڑھا:

یفلقن ہاما من رجال اعزۃ علینا وھم کانوا اعق واظلما

تلواریں ایسے لوگوں کے سر پھاڑتی ہیں جو ہمیں عزیز ہیں، حالانکہ وہ اصل میں حق فراموش کرنے والے ظالم تھے۔

پھر کہا "واللہ اے حسین! اگر میں وہاں ہوتا تو تجھے ہرگز قتل نہ کرتا!"

اہل بیت دمشق میں

حضرت حسین کے سر کے بعد ابن زیاد نے اہل بیت کو بھی دمشق روانہ کردیا۔ شمر بن ذی الجوشن اور محفز بن ثعلبہ اس قافلے کے سردار تھے۔ امام زین العابدین راستہ بھر خاموش رہے۔ کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ یزید کے دروازے پر پہنچکر محفز بن ثعلبہ چلایا "میں امیرالمومنین کے پاس فاجر کمینوں کو لایا ہوں!" یزید یہ سنکر خفا ہوا۔ کہنے لگا "محفز کی ماں سے زیادہ کمینہ اور شریر بچہ کسی عورت نے پیدا نہیں کیا!"

یزید اور امام زین العابدین

پھر یزید نے شام کے سرداروں کو اپنی مجلس میں بلایا۔ اہل بیت کو بھی بٹھایا اور امام زین العابدین سے مخاطب ہوا "اے علی! تمھارے ہی باپ نے میرا رشتہ کاٹا، میرا حق بھلایا، میری حکومت چھیننا چاہی اسپر خدا نے اُس کے ساتھ وہ کیا جو تم دیکھ چکے ہو"

امام زین العابدین نے جواب میں یہ آیت پڑھی: "ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأھا ان ذلک علی اللہ یسیر لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم واللہ لا یحب کل مختال فخور" یہ جواب یزید کو ناگوار ہوا۔ اُسنے چاہا اپنے بیٹے خالد سے جواب دلوائے۔ مگر خالد کے سمجھ میں کچھ نہ آیا تب یزید نے خالد سے کہا "کہتا کیوں نہیں" "ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر"

پھر یزید دوسرے بچوں اور عورتوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اُنھیں اپنے قریب بُلاکر بٹھایا۔ اُن کی ہیئت خراب ہورہی تھی۔ دیکھ کر متاسف ہوا اور کہنے لگا "خدا ابن مرجانہ کا بُرا کرے! اگر تم سے اُس کا کوئی رشتہ ہوتا تو تمھارے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتا، نہ اس حال سے تمھیں میرے پاس بھیجتا"

حضرت زینب کی بیباکانہ گفتگو

حضرت فاطمہ بنت علی سے مروی ہے کہ "جب ہم یزید کے سامنے بٹھائے گئے تو اُسنے ہمپر ترس ظاہر کیا۔ ہمیں کچھ دینے کا حکم دیا۔ بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ اسی اثنا میں ایک سرخ رنگ کا شامی کھڑا ہوا اور کہنے لگا "امیرالمومنین! یہ لڑکی مجھے عنایت کردیجئے" اور میری طرف اشارہ کیا۔ اُسوقت میں کمسن اور خوبصورت تھی۔ میں خوف سے کانپنے لگی اور اپنی بہن زینب کی چادر پکڑ لی۔ وہ مجھ سے بڑی تھیں زیادہ سمجھدار تھیں، جانتی تھیں یہ بات ہو نہیں سکتی۔ اُنھوں نے چلّا کر کہا "تو کمینہ ہے۔ نہ تجھے اس کا اختیار ہے نہ اسے (یزید کو) اسکا حق ہے!" اس جرأت پر یزید کو غصہ آگیا۔ کہنے لگا "تو جھوٹ بکتی ہے واللہ مجھے یہ حق حاصل ہے۔ اگر چاہوں تو ابھی کرسکتا ہوں" زینب

لہ تمھاری کوئی مصیبت بھی نہیں جو پہلے سے لکھی نہ ہو۔ یہ خدا کے لئے بالکل آسان ہے۔ یہ اس لئے کہ نقصان پر تم افسوس کرو اور فائدہ پر مغرور نہ ہو۔ خدا مغرور اور فخر کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ ٹہ جو مصیبت بھی آتی ہے تو تمھارے اپنے ہاتھوں آتی ہے۔ اور بہت سی غلطیاں تو خدا معاف کردیتا ہے۔

برید فرنگ

مکتوب امریکہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم واشنگٹن کے قلم سے)

امریکہ میں تمدنی اور صناعی ترقی کے افراط کا ردِ عمل۔ امریکہ کی عورتیں زندگی سے بیزار ہو رہی ہیں اس لئے کہ زندگی کی نسوانی مسرتیں ناپید ہو گئی ہیں!

امریکہ عجائب و غرائب کی دنیا ہے، تجارت، صنعت، حرفت، دولت، علم کی ایسی فراوانی ہے کہ اُس کا تصور بھی بیرونی دنیا کے لئے مشکل ہوگا۔ دنیا کا عام خیال یہ ہے کہ دولت اور مادی طاقت حاصل ہو جائے تو دنیا زندگی کی تمام راحتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ پھر کیا امریکہ میں ...... زندگی کی راحتیں حاصل ہیں؟ کیا امریکن مسرت حیات کی جستجو سے فارغ ہو گئے ہیں؟

مجھے بغیر کسی تامل کے جواب دینا ہے کہ نہیں!

قوموں کی اجتماعی زندگی کا مرکزی نقطہ عورت ہے۔ اسی کی زندگی سے ہم سوسائٹی کی اجتماعی حالت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ عورت، انسانی سوسائٹی کی نبض ہے۔ قومی مزاج کا پورا حال، اس نبض پر انگلی رکھنے سے آشکارا ہو جاتا ہے۔ عورت، قوموں کی سعادت و شقاوت کا آئینہ ہے وہ پوری قوم کو اپنے وجود میں پیش کرتی ہے!

امریکہ کی موجودہ اجتماعی زندگی کے سکون یا اضطراب کا اندازہ کرنے کے لئے ہمیں سب سے پہلے امریکن عورت کی دماغی سیتو پر نظر ڈالنی چاہئے۔

چند دن ہوئے مڈل ویسٹ میں ایک کمیٹی قائم کی گئی تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اُن اسباب کی تحقیق کرے جنہوں نے تیس سال سے ۴۰ سال تک کی عمر والی شادی شدہ عورتوں کو اپنی موجودہ زندگی سے بیزار کر رکھا ہے اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ ۳۰ صفحوں میں شائع کی ہے۔ تمام اسباب و حالات پر بحث کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ "امریکن عورت، علم کے ہاتھوں پریشان ہے!"

اس اجمال کی مختصر تشریح حسب ذیل ہے:

امریکن دلہن

شہروں کو چھوڑ کر قصبوں کا بھی یہ حال ہے کہ امریکن دلہن اپنے نئے گھر میں پہنچتی ہے تو علم و فضل سے آراستہ ہوتی ہے۔ اچھی طرح اُن علمی و صناعی آلات کے استعمال سے واقف ہوتی ہے جن سے آج اپنا گھر چلانا ہے امریکہ کی گھریلو زندگی میں بھی کلیں داخل ہو گئی ہیں۔ بہت کم کام عورت کو اپنے ہاتھ سے کرنا پڑتا ہے۔ تمام کام آلات سے لئے جاتے ہیں جن میں ایک طرف تو محنت کم ہوتی ہے دوسری طرف وقت بھی بہت بچتا ہے گھر میں روز کے مشغل کام، گھر کی صفائی، برتنوں کی دھلائی کھانا پکانا، کپڑے دھونا ہیں۔ لیکن ان کاموں میں عورت کو بہت کم محنت کرنا پڑتی ہے۔ مشینیں اور آلات اُس کی خدمت کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ عورت جلد ان سے فارغ ہو جاتی ہے۔ اگر گھر میں بچے نہیں ہیں تو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہتی ہے۔

وہ سوچتی ہے "اب میں کیا کروں؟" اُسے اخبار کا خیال آتا ہے اخبار پڑھنے لگتی ہے، پھر رسالے دیکھتی ہے۔ پھر کتابیں مطالعہ کرتی ہے۔ مگر کب تک، تھک جاتی ہے۔ اب سوچتی ہے "کیا کروں؟" اس سوال کا اُسے کوئی جواب نہیں ملتا۔ جماہیاں لیتی ہے۔ اونگھنے لگتی ہے۔ سو جاتی ہے۔ مگر جاگتے ہی پھر یہی بھیانک سوال اُس کے سامنے آ موجود ہوتا ہے اور وہ کوئی جواب نہیں پاتی!

"آہ! میری مسرت!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر کہتی ہے "میری شادی تو ہو گئی، مگر میری مسرت کہاں ہے؟" وہ اپنے شوہر کا خیال کرتی ہے۔ شوہر اُس کی نظر کے سامنے کہاں ہے؟ وہ تو اپنے دفتر میں بیٹھا ہے اور اپنی بیوی کی طرف سے بالکل غافل تجارتی حساب میں مستغرق ہے! عورت سوچتی ہے "میرے شوہر کو کبھی مجھ سے محبت تھی؟" ممکن ہے کبھی ہو، مگر اب تو اُسے محبت پر غور کرنے کی مہلت ہی کہاں ہے؟ اب اُس کی تجارتی زندگی نے کامیابی کا منہ دیکھ لیا ہے۔ اب تو اُسے بیوی کی جگہ "ڈالر" (امریکن سکہ) سے محبت ہے۔ ہفتے کے ۵ دن تجارت میں منہمک رہتا ہے۔ گھر میں آتا ضرور ہے۔ مگر اس قدر متفکر، اس قدر پراگندہ خاطر، اس قدر خستہ، کہ اُسے اپنی "قدیم محبوبہ" سے ملاقات کا خیال بھی نہیں ہوتا۔ اُس کا جسم گھر میں ہوتا ہے، دماغ دفتر میں۔ باتیں بیوی سے کرتا ہے، خیال حساب میں ہوتا ہے۔ بیوی ضبط کرتی ہے اور ضبط کرتی ہے۔ بے صبری سے اتوار کا انتظار کرتی ہے۔ وہ اتوار بھی آگیا! مگر شوہر اس کے پہلو میں نظر نہیں آتا! آج اتوار ہے، وہ میدان میں "گولف" یا "فٹ بال" کھیل رہا ہے۔ ہفتے کے ۶ دن سخت دماغی کام کیا ہے۔ آج اپنی "تندرستی" کا حق ادا کر رہا ہے!" مگر اُس کی بدنصیب بیوی کا حق؟ بیوی کا حق تو "ڈالر" "تجارت" اور "صحت" کی چکی میں پِس کر رہ گیا!

بیوی کا دل گھر سے اُچاٹ ہو جاتا ہے۔ میدانوں، تماشہ گاہوں اور کلب گھروں کی راہ لیتی ہے۔ مگر بالکل عبث۔ گھر میں تسلی نہیں ملی۔ دوسری جگہ کب مل سکتی ہے؟

علم، حقائق، اشیاء

امریکہ کی سب سے زیادہ قابل فخر درسگاہیں، مشترک زنانہ و مردانہ یونیورسٹیاں ہیں۔ لیکن امریکن عورت کی خانگی شقاوت کی بنیادیں بھی یہیں پڑتی ہیں۔ یہاں عورت اپنی زندگی کے بہترین تین چار سال گذارتی ہے۔ وہ کیا سیکھتی ہے؟ اعلیٰ و دقیق علوم، فلسفہ، علم النفس، علم الحیاۃ وغیرہ وغیرہ! اُس کی جیتی زندگی میں ہرگز کوئی کام نہیں دیتے۔ ایک بوڑھے سے ایک نوجوان دوشیزہ نے سوال کیا "تم یہ علم کیوں پڑھتی ہو؟" اُس نے فوراً جواب دیا "حقائق اشیاء معلوم کرنے کے لئے!" اُنھیں اب "حقائق اشیاء" کا یہی علم یہ سالِ ابتلا میں

ہو گیا ہے!

امریکہ کے تمام جوان مرد اور عورتیں اسی حقائق اشیاء کے جنون میں مبتلا ہیں۔ پھر یہ حقائق "علمی اصول" پر معلوم ہونے چاہئیں! وہ زندگی کی ہر بات "علمی مسئلہ" کی شکل میں دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں اور ہر علمی مسئلہ محل بحث و نظر ہے! محبت، شادی، اولاد، محنت، خانہ داری، کھیل، یہ سب اپنی جگہ پر "حقائق" ہیں، "علمی مسائل" ہیں۔ علم الحیاۃ اور علم الاقتصاد کے اصول پر انھیں حل ہونا چاہئے! پھر وہ حل بھی ایسا ہو جو ہر اعتبار سے علمی و منطقی ہو! یہی سبب ہے کہ امریکہ میں جرأت کی مثالیں کم ملتی ہیں۔ امریکن نوجوان اُسی کام میں جرأت دکھاتا ہے جس میں جرأت کرنا اقتصادی حیثیت سے مفید ہو۔ امریکہ کی یہ مشترک یونیورسٹیاں اس لئے وجود میں آئی ہیں کہ "مرد اور عورت کی تفریق باطل ہو جائے" یہ قول ایک یونیورسٹی کی خاتون پرنسپل کا ہے۔ ایک مشہور فرنچ پروفیسر کے سامنے میں نے یہ قول نقل کیا، تو وہ چلا اٹھا "اُف، ناقابل تصور منطق ہی ہے!"

زندگی کے تمدنی جذبات کی لطافت کی جگہ اب ایک سراپا منطقی اور آلاتی زندگی ہے جس میں امریکہ کا ہر فرد مبتلا ہو گیا ہے!

ناول اور افسانے

میں نے بہت سی یونیورسٹیوں کے کتب خانوں کی سیر کی۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ اُن کی فہرستیں ناولوں اور افسانوں سے تقریباً خالی ہیں۔ اقتصادیات، طبیعیات، فلسفہ، نفسیات غرضکہ دقیق علوم کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ امریکن نوجوان زیادہ زیادہ تر یہی خشک کتابیں پڑھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رقیق جذبات اُن میں بہت کم ہو گئے ہیں۔ مادی اور فلسفی ہو کر رہ گئے ہیں روح اور قلب کی قوتیں دب گئی ہیں۔

مہارت فنی کا غلو

پھر امریکہ کی خانگی زندگی کو تلخ بنانے والی ایک چیز اور بھی ہے تمام نوجوانوں کی تعلیم عام طور پر کسی ایک خاص علم و فن میں کی ہوتی ہے تاکہ کسی ایک پیشہ میں درجۂ اختصاص حاصل ہو جائے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اگر اُس کی بیوی بھی اُس خاص فن میں ماہر نہیں ہوتی جس میں اُس کے شوہر نے مہارت حاصل کی ہے، تو دونوں کی زندگی میں بے لطفی بلکہ تلخی پیدا ہو جاتی ہے۔ شوہر کا دماغی رجحان اور بیوی کا دماغی رجحان باہم مختلف ہو جاتا ہے۔ دونوں اپنی صحبتوں کے لئے کوئی دلچسپ موضوع بحث نہیں پاتے۔ رسمی گفتگو کے بعد اپنے اپنے خیالات میں غرق ہو جاتے ہیں۔ اُس وقت عورت کو محسوس ہوتا ہے کہ اُسے جو تعلیم یونیورسٹی میں حاصل کی تھی، بے فائدہ نکلی۔ وہ افسوس سے ہاتھ ملتی ہے۔ مگر افسوس کرنے سے خانگی مسرت حاصل نہیں ہو سکتی!

قبل از وقت شادی

ان مشترک تعلیم گاہوں نے ایک اور سخت مصیبت بھی پیدا کر دی ہے۔ نوجوان مرد اور عورتیں ایک ساتھ تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور اُن میں بتدریج دوستی پیدا ہو جاتی ہے۔ دوستی محبت کی شکل اختیار کرتی ہے۔ اور محبت کا نتیجہ شادی ہوتا ہے۔ یہ کچھ برا نہ تھا، اگر ایسی عمر میں ہوتا جو پختہ کاری کی عمر ہے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ اکثر شادیاں ۱۹ اور ۲۱ برس کی عمر میں ہو جاتی ہیں، اور اس لئے سخت مشکلات کا پیش خیمہ بنجاتی ہیں۔ مرد اور عورت دونوں عملی زندگی کی اندرونی ذمہ داریوں سے بے خبر ہوتے ہیں۔ بلکہ دونوں ہنوز طالب العلم ہوتے ہیں۔ گھر میں چار چار بچے کھیلتے ہوتے ہیں مگر اُن کے ماں اور باپ دونوں یونیورسٹی کے کمروں میں اساتذہ کے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں! اس صورت حال سے جو پریشانیاں پیدا ہو سکتی ہیں، محتاج بیان نہیں۔ لیکن تعجب ہے امریکہ کے عقلاء اس کا سدّباب نہیں کرتے بلکہ

نے کہا۔ ہرگز نہیں! خدا نے تمھیں یہ حق ہرگز نہیں دیا۔ یہ بات دوسری ہو کہ تم ہماری ملت سے نکل جاؤ اور ہمارا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرلو۔" یزید اور بھی زیادہ خفا ہوا۔ کہنے لگا "دین سے تیرا باپ اور تیرا بھائی نکل چکا ہو!" زینب نے بلا تامل جواب دیا "اللہ کے دین سے، میرے باپ کے دین سے، میرے بھائی کے دین سے، میرے نانا کے دین سے تو نے، تیرے باپ نے، تیرے دادا نے ہدایت پائی ہو!" یزید چلایا "اے دشمن خدا! تو جھوٹی ہو!" زینب بولیں "تو زبردستی حاکم بن بیٹھا ہو۔ ظلم سے گالیاں دیتا ہو۔ اپنی قوت سے مخلوق کو دبا رہا ہو!" حضرت فاطمہ بنت علی کہتی ہیں یہ گفتگو سنکر شاید یزید شرمندہ ہو گیا۔ کیونکہ پھر کچھ نہ بولا۔ مگر وہ شامی پھر کھڑا ہوا اور وہی بات کہی۔ اس پر یزید نے غضبناک آواز میں اُسے ڈانٹ بتائی "دفع ہو، کمبخت! خدا تجھے موت کا تحفہ بخشے!"

یزید کا مشورہ کرنا

دیر تک خاموشی رہی۔ پھر یزید شامی رؤسا و اُمراء کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا "ان لوگوں کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہو؟" بعضوں نے سخت کلامی کے ساتھ بدسلوکی کا مشورہ دیا مگر نعمان بن بشیر نے کہا "انکے ساتھ وہی کیجئے جو رسول اللہ صلعم انھیں اس حال میں دیکھ کر کرتے" حضرت فاطمہ بنت حسین نے یہ سنکر کہا "اے یزید! یہ رسول اللہ کی لڑکیاں ہیں!" اس نسبت کے ذکر سے یزید کی طبیعت بھی متاثر ہو گئی۔ وہ اور درباری اپنے آنسو نہ روک سکے۔ بالآخر یزید نے حکم دیا کہ انکے قیام کے لئے علیحدہ مکان کا انتظام کر دیا جائے۔

یزید کی بیوی کا غم

اس اثنا میں واقعہ کی خبر یزید کے گھر میں عورتوں کو بھی معلوم ہو گئی۔ ہند بنت عبد اللہ یزید کی بیوی نے منھ پر نقاب ڈالا اور باہر آکر یزید سے کہا "امیر المؤمنین! کیا حسین بن فاطمہ بنت رسول اللہ کا سر آیا ہو؟" یزید نے کہا "ہاں! تم خوب رو، بین کرو، رسول اللہ کے نواسے اور قریش کے اصیل پر ماتم کرو۔ ابن زیاد نے بہت جلدی کی، قتل کر ڈالا، خدا اُسے بھی قتل کرے!"

"حسین کی اجتہادی غلطی!"

اس کے بعد یزید نے حاضرین مجلس سے کہا "تم جانتے ہو یہ سب کس بات کا نتیجہ ہو؟ یہ حسین کے اجتہاد کی غلطی کا نتیجہ ہو۔ اُنھوں نے سوچا میرے باپ یزید کے باپ سے افضل ہیں۔ میری ماں یزید کی ماں سے افضل ہو۔ میرے نانا یزید کے نانا سے افضل ہیں، اور میں خود بھی یزید سے افضل ہوں، اس لئے حکومت کا بھی یزید سے زیادہ مستحق ہوں۔ حالانکہ اُن کا یہ سمجھنا کہ اُن کے والد میرے والد سے افضل تھے صحیح نہیں۔ علی اور معاویہ نے باہم جھگڑا کیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ کس کے حق میں فیصلہ ہوا؟ رہا اُن کا یہ کہنا کہ اُن کی ماں میری ماں سے افضل تھی، تو بلاشبہ یہ ٹھیک ہو۔ فاطمہ بنت رسول اللہ میری ماں سے کہیں افضل ہیں۔ اسی طرح اُن کا یہ کہنا کہ اُن کے نانا، میرے نانا سے افضل تھے تو قسم خدا کی! کوئی بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا رسول اللہ سے افضل بلکہ رسول اللہ کے برابر کسی انسان کو نہیں سمجھ سکتا۔ حسین کے اجتہاد نے غلطی کی۔ وہ یہ آیت بالکل بھول گئے "اللھم مالک الملک، تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء، بیدک الخیر انک علی کل شیئ قدیر" (ایضاً)

پھر اہل بیت کی خاتونیں، یزید کے محل میں پہونچائی گئیں۔ خاندان معاویہ کی عورتوں نے انھیں اس حال میں دیکھا تو بے اختیار رونے پیٹنے لگیں۔

یزید کی سعی تلافی

پھر یزید کیا تو فاطمہ بنت حسین سے اُس نے کہا "اے یزید! کیا رسول اللہ کی لڑکیاں کنیزیں ہو گئیں؟" یزید نے جواب دیا "اے میرے بھائی کی بیٹی! ایسا کیوں ہونے لگا؟" فاطمہ نے کہا "بخدا ہمارے کان میں ایک بالی بھی نہیں چھوڑی گئی" یزید نے کہا "تم لوگوں کا جتنا گیا ہو، اُس سے کہیں زیادہ میں تمھیں دوں گا" چنانچہ جسنے اپنا جتنا نقصان بتایا، اُس سے دوگنا تگنا دیدیا گیا۔

یزید کا دستور تھا روز صبح شام کے کھانے میں علی بن حسین کو اپنے ساتھ شریک کیا کرتا۔ ایک دن حضرت حسن کے کمسن بچے عمرو کو بھی بلایا اور ہنسی سے کہنے لگا "تو اس سے لڑیگا؟" اور اپنے لڑکے خالد کی طرف اشارہ کیا۔ عمرو بن حسن نے اپنے بچپنے کے بھولے پن میں جواب دیا "یوں نہیں۔ ایک چھری مجھے دو، اور ایک چھری اسے دو، پھر ہماری لڑائی دیکھو!" یزید کھلکھلا کر ہنس پڑا اور عمرو بن حسن کو گود میں اُٹھا کر سینے سے چمٹا لیا اور کہا "سانپ کا بچہ بھی سانپ ہی ہوتا ہو!"

یزید کی "زود پشیمانی"

یزید نے اہل بیت کو کچھ دن اپنا مہمان رکھا۔ اپنی مجلسوں میں اُن کا ذکر کرتا اور بار بار کہتا "کیا حرج تھا اگر میں خود تھوڑی سی تکلیف گوارا کر لیتا، حسین کو اپنے گھر میں اپنے ساتھ رکھتا۔ اُن کے مطالبہ پر غور کرتا، اگرچہ اس کی وجہ سے میری قوت میں کچھ کمی ہی کیوں نہ پڑ جاتی۔ لیکن اس سے رسول اللہ صلعم کے حق اور رشتہ داری کی تو حفاظت ہوتی۔ خدا کی لعنت ابن مرجانہ (یعنی ابن زیاد) پر جسنے حسین کو لڑائی پر مجبور کیا۔ حسین نے کہا تھا میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیں گے یا مسلمانوں کی سرحد پر جا کر جہاد میں مصروف ہو جائیں گے۔ مگر ابن زیاد نے اُن کی کوئی بات بھی نہیں مانی۔ اور قتل کر ڈالا۔ اُن کے قتل نے تمام مسلمانوں میں مجھے مبغوض بنا دیا۔ خدا کی لعنت ابن مرجانہ پر! خدا کا غضب ابن مرجانہ پر!"

اہل بیت کو رخصت کرنا

پھر جب اہل بیت کو مدینہ بھیجنے لگا تو امام زین العابدین سے ایک مرتبہ اور کہا "ابن مرجانہ پر خدا کی لعنت! واللہ اگر میں حسین کیساتھ ہوتا اور وہ میرے سامنے اپنی کوئی شرط بھی پیش کرتے تو میں اُسے ضرور منظور کر لیتا۔ میں اُن کی جان ہر ممکن ذریعہ سے بچاتا اگرچہ ایسا کرنے میں خود میرے کسی بیٹے کی جان چلی جاتی۔ لیکن خدا کو وہی منظور تھا جو ہو چکا۔ دیکھو! مجھ سے برابر خط کتابت کرتے رہنا، جو ضرورت بھی پیش آئے، مجھے خبر دینا" بعد میں حضرت سکینہ برابر کہا کرتی تھیں "میں نے کبھی کوئی ناشکر انسان یزید سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والا نہیں دیکھا!"

اہل بیت کی فیاضی

یزید نے اہل بیت کو اپنے ایک معتبر آدمی اور فوج کی حفاظت میں رخصت کر دیا۔ اس شخص نے راستہ بھر ان مصیبت زدوں سے اچھا برتاؤ کیا۔ جب یہ منزل مقصود پر پہنچ گئے تو حضرت زینب بنت علی اور حضرت فاطمہ بنت حسین نے اپنی چوڑیاں اور کنگن اسے بھیجکر کہا "یہ تمھاری نیکی کا بدلہ ہو۔ ہمارے پاس کچھ نہیں ہو کہ تمھیں دیں" اُس شخص نے زیور واپس کر دیئے اور کہلایا "واللہ میرا یہ برتاؤ کسی دنیاوی طمع سے نہیں تھا۔ رسول اللہ صلعم کے خیال سے تھا!"

مدینہ میں ماتم

اہل بیت کے آنے سے بہت پہلے مدینہ میں یہ جانکاہ خبر پہنچ چکی تھی۔ بنی ہاشم کی خاتونوں نے سنا تو گھروں سے چلاتی ہوئی نکل پڑیں۔ حضرت عقیل بن ابی طالب کی صاحبزادی آگے آگے تھیں اور یہ شعر پڑھتی جاتی تھیں:

ماذا تقولون ان قال النبی لکم ... ماذا فعلتم وانتم آخر الامم؟

کیا کہو گے جب نبی تم سے سوال کریں گے کہ اے وہ جو سب سے آخری امت ہو!

بعترتی وباھلی بعد مفتقدی ... منھم اساری ومنھم ضرجوا بدم

تم نے میری اولاد اور خاندان سے میرے بعد یہ کیا سلوک کیا کہ ان میں سے بعض قیدی ہیں اور بعض خون میں نہائے پڑے ہیں!

مرثیہ

حضرت حسین کی شہادت پر بہت سے لوگوں نے مرثئے کہے۔ سلیمان بن قتّہ کا مرثیہ بہت زیادہ مشہور ہوا۔

مررت علی ابیات آل محمد ... فلم ارھا کعھدھا یوم حلت

میں خاندان محمد کے گھروں کی طرف سے گزرا، مگر وہ کبھی ویسے نہ تھے جیسے اُس دن جب ان کی حرمت توڑی گئی!

فلا یبعد اللہ الدیار واھلھا ... وان اصبحت من اھلھا قد تخلت

خدا ان مکانوں اور مکینوں کو دور نہ کرے! اگرچہ وہ اب اپنے مکینوں سے خالی پڑے ہیں!

وان قتیل الطف من آل ہاشم ... اذل رقاب المسلمین فذلت!

کربلا میں ہاشمی مقتول کے قتل نے مسلمانوں کی گردنیں ذلیل کر دیں!

وکانوا رجاء ثم صاروا رزیۃ ... فقد عظمت تلک الرزایا وجلت!

ان مقتولوں سے دنیا کی اُمیدیں وابستہ تھیں مگر وہ مصیبت بن گئے۔ آہ! یہ مصیبت کتنی بڑی اور کیسی سخت ہو!

الم تران الارض اضحت مریضۃ ... لفقد حسین والبلاد اقشعرت

کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین حسین کے فراق میں بیمار ہو اور دنیا کانپ رہی ہو؟

وقد اعولت تبکی السماء لفقدہ ... وانجمھا ناحت علیہ وصلت

آسمان بھی اُس کی جدائی پر رو رہا ہو۔ ستارے بھی ماتم کرتے اور سلام بھیجتے ہیں!

ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہو ابھی یہ منزل دُور ہو۔ کم سے کم آئندہ انتخابات میں اُس کی کوئی اُمید نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ اِس ہفتہ حکومت انگورہ نے اعلان کر دیا ہو کہ عورتوں کو حق انتخاب بالفعل نہیں دیا جا سکتا۔ یہ بتائی ہو کہ اُنھوں نے ابھی کافی ترقی نہیں کی ہو۔

برطانیہ کی سازشیں

یونانی اخبارات کی اِس خبر نے ترکی اخبارات کو سخت مشتعل کر دیا ہو کہ "برطانیہ نے حکومت یونان سے خواہش کی ہو کہ روس کے خلاف تمام دول بلقان کی ایک خفیہ کانفرنس منعقد کرے مگر اُس میں ترکی کو شریک نہ ہونے دے" ترکی اخبارات کی رائے میں یہ تجویز ترکی کے لئے ایک مبارزت ہو۔ انگورہ کا سربر آوردہ اخبار "جمہوریت" اپنی پچھلی اشاعت میں یُوں اظہار خیال کرتا ہو:

"اگر یہ خبر صحیح ہو تو اِس کے صاف معنی یہ ہیں کہ برطانیہ روس کے ساتھ ترکی کی مخالفت پر بھی تُلا ہوا ہو۔ اگر اِس تجویز سے برطانیہ کا مقصود یہ ہو کہ ترکی کو دھمکا کر روس سے الگ کر دے، تو ہم صاف لفظوں میں اسکی تعمیل سے انکار کرتے ہیں۔ اب وہ زمانہ گیا جب ترکی ایسی دھمکیوں سے مرعوب ہو جایا کرتا تھا۔ گزشتہ تین صدی کے تجربوں نے ہمیں خوب سکھا دیا ہو کہ ہمیں صرف اپنی قوت پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اور ہم صرف اپنی قوت ہی پر اعتماد رکھتے ہیں۔ ہمارے پاس اتنی قوت موجود ہو جو ہمیں ہر مشکل سے بچا سکتی ہو۔ روس سے ہماری دوستی، زندگی اور موت کا معاملہ ہو۔ روس کو ہماری دوستی کی ضرورت ہو۔ ہمیں روس کی دوستی کی ضرورت ہو۔ ہم روس سے ہرگز علیحدہ نہیں ہو سکتے"

ترکی اور افغانستان

باخبر حلقوں میں خیال کیا جاتا ہو کہ برطانیہ عنقریب افغانستان سے چھیڑ چھاڑ شروع کرے گا۔ روسی خطرے نے برطانیہ کو بدحواس کر دیا ہو۔ وہ دیکھتا ہو روس کے تعلقات افغانستان سے بہت گہرے ہیں۔ افغانستان، ہندوستان کا پڑوسی ہو، لہٰذا روسی افغانی دوستی ہندوستان کے لئے خطرناک ہو۔ اور چونکہ اِس دوستی میں ہندوستان کے لئے خطرہ ہو اِس لئے یا تو افغانستان کو روس سے توڑ لینا چاہئے، یا برطانیہ سے دست بگریباں ہونے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔

یہ ہو برطانیہ کا نقطۂ نظر اور اسی بنا پر وہ بہت جلد افغانستان سے نئی معاملت شروع کرنی چاہتا ہو۔ ہمیں جہاں تک حالات کا علم ہو ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ برطانیہ کو افغانستان کے روس سے الگ کرنے میں ویسی ہی ناکامی ہوگی، جیسی ترکی کے معاملہ میں ہو چکی ہو۔ افغانستان، روس سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ اُسے خوب معلوم ہو کہ برطانیہ اُسے ہرگز کوئی نفع نہیں پہونچائے گا۔ لیکن روس اُسے بے شمار نفع پہونچا رہا ہو۔

یہی باعث ہو کہ پچھلے چند ماہ سے افغانستان کے وزرا ماسکو اور انگورہ کا دورہ کر رہے ہیں۔ فی الحال انگورہ میں مشہور افغانی مدبر محمود خاں طرزی موجود ہیں۔ سرکاری طور پر اُن کی آمد صرف سیر و سیاحت کی غرض سے بتائی گئی ہو۔ خود اُنھوں نے بھی اخبار "حاکمیت ملیہ" کے نامہ نگار سے یہی بیان کیا ہو۔ لیکن اُن کے یہ الفاظ خاص معنی رکھتے ہیں: "افغانستان کی دلی آرزو ہو کہ ترکی سے اُسکے تعلقات اور بھی زیادہ مضبوط ہو جائیں"

مقالات

مُحرّم الحرام سنہ ۱۳۴۶ ہجری

نئے ہجری سنہ کا آغاز!

تذکار ہجرۂ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

۲

واقعۂ ہجرۃ کا اختصاص

پچھلی تحریر میں یہ حقیقت واضح ہو چکی ہو کہ حضرت عمرؓ اور جمیع صحابہ نے ایک نئے سنہ کی ضرورت اِس لئے محسوس کی کہ قومی زندگی کے قیام و تکمیل کے لئے قومی سنہ کی ضرورت تھی، اور اسلام کی تعلیم و تربیت نے اُن کی قومی ذہنیت کا جو مزاج پیدا کر دیا تھا، اُس کا مقتضیٰ یہی تھا کہ اِس ضرورت کی کھٹک طبیعتوں میں پیدا ہوتی۔ لیکن اب اِس کے بعد معاملہ کا سب سے زیادہ ضروری سوال سامنے آتا ہو۔ سوال یہ ہو کہ قومی سنہ کا مبدء قرار دینے کے لئے سامنے کی جتنی چیزیں بھی ہو سکتی تھیں، اُن میں سے کوئی چیز بھی اختیار نہیں کی گئی، اور ایک دُور کی چیز جو بہ ظاہر اِس غرض کے لئے کوئی مناسبت نہیں رکھتی، اُن کے سامنے آگئی، اور اُس پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ آخر اِس کی علت کیا ہو؟

مسلمانوں کا قومی سنہ قرار دینے کے لئے قدرتی طور پر جو چیزیں سامنے کی تھیں، وہ اسلام کا ظہور تھا۔ داعی اسلام کی پیدائش تھی نزول وحی کی ابتدا تھی۔ بدر کی تاریخی فتح تھی۔ مکہ کا فتحمندانہ داخلہ تھا۔ حجۃ الوداع کا اجتماع تھا جو اسلام کی ظاہری اور معنوی تکمیل و فتح کا آخری اعلان تھا۔ لیکن اِن تمام واقعات میں سے کوئی واقعہ بھی اختیار نہیں کیا گیا۔ ہجرۃ مدینہ کی طرف نظر گئی جو نہ کسی پیدائش کا جشن ہو، نہ کسی ظہور کی شوکت۔ نہ کسی جنگ کی فتح ہو، نہ کسی غلبہ و تسلط کا شادیانہ۔ بلکہ اُس زمانہ کی یاد تازہ کرتا ہو جب آغاز اسلام کی بے سروسامانیاں اور فنا کا سامان اِس حد تک پہنچ گئی تھیں کہ داعی اسلام کے لئے اپنے وطن میں زندگی بسر کرنا بھی ناممکن ہو گیا تھا۔ بیچارگی اور مظلومیت کی انتہا تھی کہ اپنا وطن، اپنا گھر، اپنے عزیز و اقارب، اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر، صرف ایک رفیق غمگسار کے ساتھ، رات کی تاریکی میں، رہسپار دشت غربت ہوا تھا!

یہ بھی ظاہر ہے کہ اِس قسم کے معاملات میں قدرتی طور پر دوسری قوموں کے نمونے سامنے آیا کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ اور صحابہ کے سامنے بھی یہ نمونے موجود تھے۔ لیکن وہ اُن کی تقلید پر آمادہ نہ ہو سکے اور اُنھوں نے بالکل ایک دوسری ہی راہ اختیار کی۔

دُنیا کے قومی سنین

قومی سنہ دراصل قوم کی پیدائش اور عروج و اقبال کی تاریخ ہوتا ہو۔ اِس کے ذریعہ قومیں اپنی تاریخ کا سب سے زیادہ اہم اور بنیادی واقعہ یاد رکھنا چاہتی ہیں۔ اُس کا دَور ہر بارہ مہینے کے بعد ختم ہوتا اور از سر نو شروع ہوتا ہو، اور اِس طرح سال نَو کی مسرتوں کے ساتھ اُس کی تاریخی روایات کی شادمانیاں بھی تازہ ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہو کہ دُنیا میں جس قدر سنہ رائج ہوئے، سب کی بنیاد کسی ایسے واقعہ پر نظر آتی ہو جس سے کسی قومی فتح و اقبال کا آغاز ہوا ہو۔ چونکہ اِس طرح کا آغاز عموماً کسی بڑے انسان کی پیدائش سے ہوا ہو، یا کسی بڑے بادشاہ کی تخت نشینی سے، یا کسی بڑی جنگ کی فتح اور کسی نئی سرزمین کے قبضہ و تسلط سے۔ اِس لئے دُنیا کے اکثر سنوں کی ابتدا مشاہیر و اکابر کی پیدائش اور تخت نشینی ہی سے ہوتی ہو۔ بیرونی نے آثار الباقیہ نامی کتاب صرف سنین و تواریخ کے موضوع پر لکھی ہو، اور اِس درجہ کی لکھی ہو کہ آج بھی اِس سے بہتر کتاب نہیں لکھی جا سکتی۔ وہ دُنیا کے تمام سنین کا استقصا کرکے لکھتا ہو "قوموں کا طریقہ اِس بارے میں یہ رہا ہو کہ بانیان حکومت و مذاہب کی پیدائش، بادشاہوں کی تخت نشینی، انبیا کی بعثت، ملکوں کی فتح و تسخیر، سلطنت کے انقلاب و انتقال، اور حوادث عظیمۂ ارضیہ سے تواریخ و سنین کی ابتدا کیا کرتے ہیں"

قدیم سنوں میں بابلی، یہودی، رومی، مسیحی، ہندوستانی، اور ایرانی سنین سب سے زیادہ مشہور و مستعمل رہے ہیں۔ اِن سب کی ابتدا کسی ایسے ہی واقعہ سے ہوئی ہو۔ بابلی سنہ کی بنیاد بخت نصر اول کی پیدائش پر رکھی گئی تھی کیونکہ اُس کے ظہور سے بابل کی عظمت کا آغاز ہوا۔ یہودیوں نے پہلے مصر سے خروج کے واقعہ پر سنہ کی بنیاد رکھی تھی۔ کیونکہ اسی واقعہ سے اُن کی قومی آزادی کا دَور شروع ہوتا تھا۔ پھر جب فلسطین میں یہودی حکومت قائم ہو گئی تو حضرت سلیمانؑ کی تخت نشینی سے بھی سنہ کا حساب کرنے لگے۔ پھر ہیکل کی بربادی کے بعد جب دوبارہ تعمیر کا واقعہ ظہور میں آیا، تو چونکہ اِس سے یہودیوں کے اجتماع و توطن کا نیا دَور شروع ہوتا تھا اِس لئے اِس کی یاد آوری کے جذبہ نے تاریخ و سنہ کی صورت اختیار کر لی۔ رومیوں کا سب سے زیادہ مشہور سنہ اسکندری سنہ ہو جو سکندر فاتح کی پیدائش پر شروع ہوتا ہو۔ پھر آگسٹس کی پیدائش سے نیا سنہ شروع ہوا جبکی فتمندیوں نے رومی عظمت کا نیا دَور شروع کر دیا تھا۔ مسیحی

اسے پسند کرتے ہیں اور اس کی ہمت افزائی کرنے میں بھی مضائقہ نہیں کرتے۔ امریکہ کے بوڑھوں میں یہ مقولہ عام ہے "نوجوانوں کو چھوڑ دو کہ ساتھ بڑھیں پلیں، ساتھ پڑھیں لکھیں، بچپن ہی سے باہم محبت کریں اور اپنی نسل بڑھتے دیکھیں!"

امریکن عورت کی روزمرہ کی زندگی

مردوں کی طرح عورتوں کی زندگی بھی روپیہ کمانے اور خرچ کرنے میں بسر ہوتی ہے۔ بازاروں میں کپڑے کی اکثر بڑی دوکانوں پر جلی حروف میں یہ عبارت لکھی نظر آئے گی "یہاں عورتوں کو کپڑے سینے کی مفت تعلیم دیجاتی ہے" جا بجا سائن بورڈوں پر یہ الفاظ لکھے ہونگے "یہاں علم تدبیر منزل (خانہ داری) پر لیکچر مفت سنائے جاتے ہیں" یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ امریکن عورت بالکل بیکار نہیں ہے۔ وہ اپنی خانگی زندگی میں تو ضرور بدنصیب ہوتی ہے، مگر برابر علمی و ذہنی ترقی کر رہی ہے۔ لیکن در اصل اسی ترقی نے اُسے مسرت سے محروم بھی کر رکھا ہے۔

امریکن عورت، بہت مسرف ہوتی ہے۔ اس کا ثبوت ہر روز بازار میں دیکھا جا سکتا ہے۔ دوکانیں عورتوں سے لبریز رہتی ہیں۔ دوکانداروں کا اپنے اعلانوں میں خطاب عورتوں ہی سے ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں مردوں کو خرید فروخت کی مہلت نہیں۔ مرد روپیہ کمانا جانتے ہیں، خرچ کرنا نہیں جانتے۔ عورتیں اُن کی ہفتہ بھر یا مہینہ بھر کی آمدنی پر قابض ہو جاتی ہیں اور بازاروں میں آکر بے دریغ خرچ کر ڈالتی ہیں۔ عورتوں کے اسراف کا اندازہ صرف اسی بات سے کیا جا سکتا ہے کہ گزشتہ دس سال کے اندر منہ پر ملنے والے روغنوں کی فروخت میں فی صدی دو ہزار کا اضافہ ہو گیا ہے!

زنانہ کلب

امریکہ کے زنانہ کلب، دنیا میں اپنی نظیر آپ ہی ہیں۔ بڑے ہی شاندار، خوبصورت، اور جدید ترین سامان سے آراستہ ہوتے ہیں۔ عورت چونکہ گھر میں شوہر کو نہیں پاتی، اور دلچسپی سے محروم ہوتی ہے، اس لئے اپنا زیادہ وقت کلب ہی میں گزارتی ہے۔ عام دستور یہ ہے کہ عورت اپنے شوہر کو موٹر میں بٹھا کر اُس کے دفتر میں چھوڑ آتی ہے اور باقی پورا دن کلب میں صرف کرتی ہے۔ شام کو پھر موٹر میں جاتی ہے اور شوہر کو دفتر سے لے آتی ہے۔ دونوں رات کا کھانا عموماً ہوٹل میں کھاتے ہیں اور پھر گھر آکر سو رہتے ہیں!

سب سے زیادہ زنانہ کلب مڈل ویسٹ میں ہیں۔ یہ کلب بہت ہی دلچسپ اور مفید ہیں۔ لیکن اُن کا یہ عیب بھی بہت بڑا ہے کہ عورت سے خود فکر کی قوت سلب کر لیتے ہیں اور اُس کے دماغ میں اس قدر معلومات ٹھونس دیتے ہیں کہ وہ انہیں ہضم نہیں کر سکتی اور دماغی بدہضمی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ دن بھر کلب گھروں میں علمی تقریریں ہوتی رہتی ہیں۔ ایک دن میں نے شیکاگو کے ایک زنانہ کلب میں چار مختلف مضمونوں پر لیکچر سنے۔ مضمون یہ تھے:

(۱) مرد کا کام اپنے گھر میں

(۲) غذا کی تاثیر جسم انسانی پر

(۳) موجودہ ادبیات اور خواص عادات

(۴) سحر و ساحری کی حقیقت۔

میں نے بڑے غور سے لیکچر سنے تھے۔ آخر میں سوچنے لگا میں نے کیا سنا تھا؟ باوجود سخت کوشش کے میں اس کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ کیونکہ دماغ مختل ہو چکا تھا۔ صرف دو باتیں حافظہ میں محفوظ رہ گئی تھیں۔ ایک یہ کہ دوپہر کو کھانا نہیں کھانا چاہیے۔ دوسرے یہ کہ دنیا کی موجودہ اقتصادی حالت ایسی ہو گئی ہے کہ انسان، دولت جمع کرنے کا آلہ بن گیا ہے۔ صرف ایک دن میں میرا یہ حال ہوا لیکن آہ ان عورتوں کا کیا حال ہوگا جن کی ساری زندگی انہی کلب گھروں اور اُن کے لیکچروں میں گزرتی ہے؟

بچے کی ماں

امریکہ میں بیشمار انجمنیں اس غرض سے موجود ہیں کہ ماؤں کے لیے مفت مشورے مہیا کریں۔ ان میں ہمیشہ لیکچروں کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور ماؤں کو بتلایا جاتا ہے کہ وہ کون کون کتابیں پڑھیں؟ کس قسم کا کھانا کھائیں؟ کیا سوچیں؟ کیا دیکھیں؟ غرضکہ ہر معاملہ میں باقاعدہ علمی مشورہ دیا جاتا ہے۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ امریکہ میں جس طرح سب معاملات اصول و قواعد کے ماتحت لائے گئے ہیں، اُسی طرح نسوانیت بھی علمی اصول پر منطبق کی جا چکی ہے۔ یہی حد سے زیادہ "علمی انطباق" انسانیت اور عورت کی جنسیت کی فطرت کا خاتمہ ہوا!

دنیا میں امریکہ کی نوجوان عورتوں سے منظم تر کوئی چیز موجود نہیں۔ وہ اہل نہیں ہوتی۔ اپنے شوہر کی طرح کبھی کبھی حال یا مستقبل میں ماہر ہوتی ہے۔ اپنے گھر کو مرتب و منظم رکھ سکتی ہے۔ امریکن عورت انگلستان کی عورت سے کہیں زیادہ منظم اور سلیقہ مند ہوتی ہے۔

امریکن ماں اپنے بچوں سے بیحد محبت کرتی ہے۔ ہندوستان کی طرح امریکہ میں بھی اولاد اپنے ماں باپ کی ملکیت سمجھی جاتی ہے۔ گھروں میں بچوں کے لئے علیحدہ کمرے نہیں ہوتے۔ پورا گھر بچوں کے لئے کھلا ہوا ہے اور وہ دن بھر اودھم مچائے رہتے ہیں۔ اسی طرح دائیاں اور کھلائیاں رکھنے کا بھی رواج کم ہے۔ خود ماں ہی دائی ہوتی ہے۔ ماں اپنے بچوں میں کسی کی مداخلت گوارا نہیں کرتی۔ وہ اُن کا مستقبل اپنے مستقبل سے وابستہ سمجھتی ہے۔ اُن پر وہ تمام تعلیم و تربیت کے اصول منطبق کرتی ہے جو کلب گھروں میں سنتی اور کتابوں میں پڑھتی ہے!

لیکن اس کے باوجود بھی اُس کی زندگی بڑی حد تک مسرت سے خالی ہوتی ہے، کیونکہ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا، علم کی فراوانی اور تجارت کی افزونی نے اُسے اندرونی مسرتوں کا دائرہ تنگ کر رکھا ہے۔ امریکہ کی عورت، علم اور مادی ترقی سے اب نالاں ہو رہی ہے!

بریدِ شرق

مکتوب انگورہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم انگورہ کے قلم سے)

شورائے دولت۔ ترکی ڈاکٹر کی تحقیقات۔ وزیر خارجیہ کی تصریحات۔ ترکی پارلیمنٹ۔ ترکی عورت اور حق انتخاب۔ برطانیہ کی سازش۔ ترکی اور افغانستان۔

شورائے دولت

"مجلس شورائے دولت" کے نام سے ترکی پارلیمنٹ نے ایک مجلس کا قیام منظور کر لیا ہے۔ اُس کی صدارت کے لئے مشہور ترکی قانون دان صفوت بک منتخب ہوئے ہیں۔ اس مجلس کا کام یہ ہوگا کہ حکومت کی تمام وزارتوں اور محکموں کو ضرورت کے وقت مشورہ دے، نیز اُن جھگڑوں کا تصفیہ کرے جو مختلف محکموں میں پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔

ترکی ڈاکٹر کی تحقیقات

مشہور ترکی ڈاکٹر حقی رشاد بک کے متعلق اخبارات نے یہ خبر شائع کی ہے کہ اُنھوں نے آتشک کا حتمی علاج دریافت کر لیا ہے۔ انکا دعویٰ ہے کہ اُن کی دوا کا صرف ایک انجیکشن ہمیشہ کے لئے اس خبیث بیماری کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔ ترکی حکومت ڈاکٹر موصوف کو اپنے خرچ سے یورپ بھیج رہی ہے تاکہ وہاں ماہرین فن کے سامنے اپنے تجربے دکھائیں۔

وزیر خارجیہ کی تصریحات

ڈاکٹر توفیق رشدی بک ترکی وزیر خارجیہ نے اس ہفتہ اخبارات کے نمائندوں کے سامنے حسب ذیل تصریحیں کی ہیں:

"اس وقت ترکی کے تعلقات متمدن دنیا کے جملہ ملکوں سے دوستانہ ہیں۔ اس وقت دنیا کی کسی سلطنت سے بھی ہمارا کوئی اختلاف نہیں۔ پچھلے دنوں جو افسوسناک حادثے بعض سلطنتوں کے مابین واقع ہوئے ہیں، اُنھوں نے ہمارے مسلک پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ ہمارے مسلک کی بنیاد اس عقیدے پر ہے کہ دنیا کا امن و امان ہمارے ملک کے لئے مفید ہے۔ یہی باعث ہے کہ ہم حکومتوں کے درمیان جھگڑے ڈالکر خود نفع نہیں اُٹھاتے۔ کیونکہ یہ ہمارے مقصد امن کے خلاف ہے۔

"بلقانی ریاستوں سے بھی ہمارے تعلقات دوستانہ ہیں۔ ہم اُنھیں اور بھی مضبوط کرنے کی کوشش میں ہیں۔ روس سے ہمارے علائق خاص طور پر بہت ہی اچھے ہیں۔ روس نے کبھی ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کی۔ وہ ہمیشہ ہمارا دوست رہا اور آج بھی دوست ہے۔

"چین کی موجودہ تحریک آزادی سے ہمیں پوری دلچسپی ہے۔ ہم اس عظیم الشان مشرقی قوم کی آزادی کے دل سے متمنی ہیں۔ بہتر ہے ہمیں جو دلی تعلق ہے وہ کسی شرح و تفصیل کا محتاج نہیں۔"

ترکی مجلس کا نیا انتخاب

موجودہ ترکی مجلس (پارلیمنٹ) کی مدت ختم ہو گئی۔ اب نئے انتخابات کا وقت ہے۔ قانون کی رو سے اس مجلس کی عمر ماہ اپریل تک تھی۔ مگر اُسنے دو مہینے اور بڑھا لئے۔ اب وہ دو مہینے بھی گزر چکے ہیں۔ نئے انتخابات ماہ جولائی میں شروع ہونگے۔ باخبر لوگ جانتے ہیں کہ انتخابات کا نتیجہ کیا ہوگا؟ تمام ملک کو غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور اُن کی جماعت پر پورا اعتماد ہے۔ لہذا آئندہ مجلس میں ہمیں تقریباً انہی ممبروں کا انتظار کرنا چاہیے جو موجودہ مجلس کے ارکان تھے۔

ترکی عورت اور حق انتخاب

نئے انتخابات کے پیش آجانے کی وجہ سے اس کا غوغا بہت بڑھ گیا ہے۔ حقوق طلب خواتین بڑی سختی سے مقابلہ کی تیاریاں کر رہی

اندر کی استعداد کی تکمیل کے ساتھ ہی باہر کی استعداد بھی اسکے اندر پیدا ہو جائے۔

اس حقیقت کی وضاحت کے لئے مثال کی ضرورت ہے۔ خدا کی رحمت و ربوبیت نے تمام کائنات ہستی کو بخشش کا خزانہ اور فیضان عام کی بارش بنا رکھا ہے۔ زندگی اور وجود کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے، اُن میں سے ہر چیز موجود ہے، اور اُس کی موجودگی صرف اس لئے ہے تاکہ استعداد کو ڈھونڈھے، صلاحیت کو پالے، اور انفعال کو فعل سے اور انجذاب کو جذب سے مالا مال کر دے۔ سورج روز آسمان پر چمکتا ہے۔ ستارے ہمیشہ زمین کی طرف جھانکتے ہیں۔ ہوائیں یکساں سرگرمجوشی سے چلتی ہیں، بادلوں کی رفتار میں کبھی رکاوٹ نہیں پڑتی۔ سورج کی کرنیں سمندروں کو کھینچنے اور پانی کے ذخیرے جمع کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتیں۔ زمین کی سطح اپنے سارے خزانے لئے ہوئے موجود ہے۔ خاک کے ذرّوں میں سے ہر ذرہ اپنا خاص اثر اور اپنی تاثیر رکھتا ہے۔ موسموں کی تبدیلی اور لیل و نہار کی گردش بھی اپنے مقصد اور حکمت سے باہر نہیں۔ یہ، اور اسی طرح کی تمام اَن گنت اور بے حد و حساب چیزیں:

وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا (۱۴ : ۳۴)

اور اگر تم خدا کی نعمتیں اور بخشائشیں شمار کرنی چاہو، تو وہ اتنی ہیں کہ کبھی تمہارا اندازہ احاطہ نہیں کر سکتا!

قوتوں کا خزانہ اور بخشائشوں اور ربوبیتوں کا فیضان عام ہے، اور اپنی مجموعی صورت میں کائنات ہستی کی وہ "خارجی استعداد" ہے جو وجود کے لئے خلق و تسویہ کا سامان مہیا کرتی اور ہمیشہ اُس کے انتظار میں چشم براہ رہتی ہے۔ لیکن خارج کی اس استعداد سے صرف وہی اشیاء فائدہ اٹھا سکتی اور اپنے حصے کی بخشش پا سکتی ہیں جن کے اندر خود اُن کے "اندر کی استعداد" وجود میں آ چکی ہے۔ یہ اندر کی استعداد باہر کے کارخانۂ استعداد کی تاثیر کے لئے بمنزلۂ انفعال ہے۔ جب تک انفعال کا لب سوال وا نہ ہوگا، فعل و تاثیر کا جواب، فیضان، حرکت میں نہیں آ سکتا!

دہقان ایک بیج اٹھاتا ہے اور زمین کے حوالے کر دیتا ہے۔ اب دیکھو، اس ایک بیج کے بار آور ہونے کے لئے قدرت الٰہی نے کس طرح اپنا تمام کارخانۂ ہستی مہیا کر دیا ہے؟ سورج منتظر ہے کہ اپنی گرمی اس کے لئے وقف کر دے، بادل طیار ہیں کہ اپنے ذخیروں کا منہ کھول دے۔ زمین مستعد ہے کہ اپنی آغوش اس کے لئے وا کر دے، لیکن یہ تمام کارخانۂ بخشش سے وہ جبھی فائدہ اٹھا سکتا ہے جبکہ خود اسکے اندر کی استعداد صحیح و صالح ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے، تو پھر یہ تمام کارخانۂ بخشش و نوال اُس کے لئے بیکار ہوگا۔ سورج اپنا دہکتا ہوا تنور دکھا کر بھی اسے گرم نہ کر سکے گا، بادل اگر اپنا تمام ذخیرۂ آب ختم کر ڈالے، جب بھی اُسے زندگی کی رطوبت کا ایک قطرہ نہیں ملیگا!

پھر ایک صالح بیج جب زمین میں اپنی جگہ بنا لیتا ہے، تو اُس کے اندر کی استعداد ظاہر ہوتی ہے اور اندر ہی اندر پکنے اور بڑھنے لگتی ہے۔ اُسوقت وہ ایک چھوٹا سا وجود ہوتا ہے جس کے اندر باریک ذرّوں اور ریشوں کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ لیکن انہیں ذرّوں اور ریشوں کے اندر اُس کی آنے والی ہستی کی ساری بڑائیاں اور عظمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ کہا جا سکتا ہے ایک عظیم اور تناور درخت کی ساری ٹہنیاں اور پتے، اور اس کے ہزاروں پھول اور پھل انہیں ذرّوں اور باریک ریشوں کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ وہ بتدریج نشو و نما پاتا ہے، اور یکے بعد دیگرے تخلیق و تسویہ کے مختلف درجوں سے گزرتا ہے۔ پھر جب یہ سب کچھ ہو چکتا ہے، تو وہ وقت آ جاتا ہے جب زمین کی سطح چاک ہوتی ہے اور اس کی پہلی شاخ باہر نکلتی ہے۔ چنانچہ وہ ابھرتا ہے، اور کائنات فطرۃ کے جس کارخانۂ فیضان سے زمین کے اندر اکتساب فیض کر رہا تھا، اب اُس سے زمین کی سطح پر بخشش و نوال حاصل کرنے لگتا ہے۔ اُسوقت تم دیکھتے ہو کہ عالم نباتات کا یہ جوان نوخاستہ سر بفلک کھڑا ہے، اور کارخانۂ فطرت کے ہر سامان سے زندگی اور قوت کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اب تم اُس کی ہستی کا اعتراف کرتے ہو، لیکن تم بھول جاتے ہو کہ باہر کی استعداد نے جو کچھ بہم پہنچایا ہے، یہ دراصل اُسی استعداد کا جواب اور نتیجہ ہے جو زمین کے اندر اُس کی داخلی طبیعت نے پیدا کر لی تھی!

عالم حیوانات میں دیکھو تو یہ حقیقت اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ حیوان اور انسان کا جو وجود عالم ہستی میں قدم رکھتا ہے، اور بچپن سے لے کر بڑھاپے تک کی منزلیں طے کرتا ہے، دراصل یہی وجود ہے جو پہلے خود اپنی ہستی کے اندر تخلیق و تکمیل کی منزلیں طے کر چکا ہے۔ اگر اُس کی داخلی استعداد کا دَور صحت اور قوت کے ساتھ ختم نہ ہوتا، تو اس کی خارجی استعداد کا یہ دَور وجود ہی میں نہ آتا۔ وہ پہلے شکم مادر میں جنین کا ابتدائی مادہ تھا۔ پھر اندر ہی اندر بڑھنے اور پھیلنے لگا، بتدریج تخلیق و تسویہ کی مختلف منزلیں وجود میں آئیں۔ پہلے چھوٹے چھوٹے کیڑے تھے جنہوں نے ایک جونک کی سی شکل اختیار کر لی۔ پھر یہ جونک بڑھتے بڑھتے گوشت کا ایک لوتھڑا بن گئی، لوتھڑے میں ہڈیوں کا ڈھانچہ بننا شروع ہوا، اور ڈھانچے پر گوشت پوست کا غلاف چڑھ گیا، پھر گوشت اور ہڈیوں کا یہی مجموعہ نظم و تناسب ایک ایسے سانچے میں ڈھل گیا کہ شکل و ہیئت کی تمام حالتیں اور خال و خط کی ساری دلآویزیاں مکمل ہو گئیں۔ پھر جب اندر ہی اندر تکمیل و تسویہ کے یہ تمام مراتب طے ہو گئے، تو یہ وجود اس قابل ہوا کہ شکم مادر سے باہر قدم نکالے۔ اور تم نے دیکھا کہ خلقت اور ہستی کا ایک زندہ اور مستعد وجود تمہارے سامنے ہے! ثم انشاناہ خلقا آخر، فتبارک اللہ احسن الخالقین! (۲۳ : ۱۴)

بہرحال دنیا میں ہر چیز کی تخلیق و تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ اس میں کارخانۂ فیضان فطرۃ سے اکتساب فیض کی صحیح استعداد پیدا ہو، اور اس استعداد کے ظہور کا پہلا محل اندرونی ہے، دوسرا بیرونی۔ جب تک کوئی چیز اپنے اس پہلے دَور میں صحیح استعداد پیدا نہیں کرے گی، دوسرے دَور کی استعداد پیدا نہیں کر سکتی۔ خارج کے نشو و نما کے لئے داخل کا نشو و نما، بمنزلۂ سبب و علت ہے۔ جب تک سبب موجود نہ ہوگا، نتائج ظہور میں نہیں آئیں گے۔

جماعت کی داخلی استعداد

فرد اور جماعت دونوں کا ایک ہی حال ہے۔ یہ افراد و اشیاء کی مثالیں تھیں۔ انہی کو جماعتوں اور قوموں پر بھی منطبق کرو۔ ٹھیک افراد کی طرح ہر جماعت بھی پیدا ہوا کرتی ہے۔ اس کی تخلیق، نشو و نما، اور ترقی و تکمیل کے لئے بعینہ وہی قوانین ہیں جو اشیاء و افراد کے لئے ہیں۔ جس طرح فطرۃ الٰہی کی ربوبیت نے مخلوقات کی زندگی اور نشو و نما کے لئے اپنی بخشائشوں کے بادل زمین پر پھیلا دیئے ہیں، ہر شئے زندگی دینے والی، ہر شئے پرورش کرنے والی، اور ہر شئے وجود کو کمال تک پہنچانے والی ہے، ٹھیک اُسی طرح "جماعت" اور "امت" کے ظہور و نشو کے لئے بھی ہر طرح کی بخشائشوں اور ہر طرح کی فیض رسانیوں کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ ربوبیت اُس کے ظہور کا انتظار کرتی اور بخشائش فطرۃ اُس کے قدم اٹھانے کی راہ تکتی ہے۔ لیکن جس طرح افراد و اشیاء کے لئے فطرۃ کا تمام سامان بخشش صرف اُسی حالت میں مفید ہو سکتا ہے جبکہ خود ان کے اندر صحیح و صالح استعداد موجود ہو۔ اسی طرح "جماعت" کا وجود بھی وقت کے فیضان اور قدرتی و موروثی ماحول کی بخشائشوں سے اُسی حالت میں فائدہ اُٹھا سکتا ہے، جبکہ خود اُس کے اندر اکتساب انفعال کی صحیح استعداد موجود ہو۔ پھر جس طرح اس استعداد کی تکمیل کے پہلا مرحلہ داخلی ہے، دوسرا خارجی، اسی طرح جماعتوں اور قوموں کی مزاجی استعداد کے لئے بھی پہلا مرحلہ داخلی ہے، دوسرا خارجی۔ کوئی جماعت، کوئی قوم، انسان کی کوئی ہیئت اجتماعیہ کشمکش حیات کی کامیابیاں حاصل نہیں کر سکتی، اگر پہلے ایک تخم اور جنین کی طرح اپنی داخلی استعداد کی منزل طے نہیں کر لیتی۔ اسکی داخلی تخلیق و تکمیل کا بھی ایک معین وقت اور وقت کی معین مقدار ہے، اگر ایک جماعت وجود و کمال کا پورا درجہ حاصل کرنا چاہتی ہے، تو ناگزیر ہے کہ پہلے داخلی استعداد کی تکمیل کا وقت بسر کر لے۔ اس کے بعد خارج کے اعمال و فتوح کا دروازہ خود بخود اُس پر کھل جائے گا۔ کیونکہ خارج کی تمام کامرانیاں اُس کی داخلی استعداد کی تکمیل کا نتیجہ و ثمرہ ہوتی ہیں۔

جس طرح اشیاء و افراد کے جسم کی داخلی استعداد کا دار و مدار اُن کے اندر ہی اندر نشو و نما پانے اور اندر ہی اندر پکنے پر ہے، اسی طرح فرد اور جماعت کی دماغی اور اخلاقی استعداد کا دار و مدار اُن کی ابتدائی تعلیم و تربیت پر ہے جسے قرآن حکیم نے اپنی اصطلاح میں "تزکیہ" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ "تزکیہ" اخلاق و نفس سے مقصود یہ ہے کہ ایک جماعت کو بہ حیثیت ایک جماعت کے جس طرح کے ذہن و مزاج کی ضرورت ہے، وہ اس کے ایک ایک فرد کے اندر پیدا کر دیا جائے، اور اس رسوخ و نفوذ کے ساتھ پیدا کر دیا جائے گویا ایک آہنی کالبد لیکر ان میں سے ہر فرد کا دل و دماغ اُس میں ڈھال دیا گیا ہے۔ جس طرح عالم اجسام میں جسم کی بہتر خلقت اور بہتر نشو و نما طاقت و برتری کا موجب ہوتی ہے، اُسی طرح قوموں اور جماعتوں کے لئے اُن کے افراد کا اخلاق اور اخلاق کی بہتر قسم اور بہتر نشو و نما جماعتی طاقت اور برتری کا باعث ہوتی ہے۔ یہی اخلاق "جماعت" کی زندگی کی اصلی استعداد ہے۔ اسی استعداد سے وہ سب کچھ پاتی ہیں، اور بغیر اس استعداد کے کچھ بھی نہیں کر سکتیں۔ تزکیۂ نفوس کا عمل یہی استعداد پیدا کرتا ہے۔ اسی کی تولید و تکمیل، جماعتوں اور قوموں کی "داخلی استعداد" ہے۔

"جماعت" کی داخلی استعداد کے لئے جس ذہنی و اخلاقی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے، وہ اگرچہ فرداً فرداً ہر فرد جماعت سے تعلق رکھتی ہے، لیکن اُس کا سارا زور "جماعتی ذہن و اخلاق" کی طرف ہوتا ہے۔ یعنی وہ جماعت کے لئے ذہن و اخلاق کا ایک خاص مزاج پیدا کر دینا چاہتی ہے۔ چونکہ یہ مزاج پیدا نہیں ہو سکتا، جب تک جماعت کا ہر فرد اپنا انفرادی ذہن و اخلاق معدوم کر کے جماعتی مزاج پیدا نہ کرلے، اس لئے وہ ذہن و عمل کا ایک خاص سانچا ڈھال لیتی ہے اور پھر تمام افراد کا ذہن و اخلاق، اُسی میں ڈھالنا شروع کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ تمام افراد کی ذہنی و اخلاقی خصوصیات ایک ہی انداز اور روش کی ہو جاتی ہیں، اور اپنے بیشمار انفرادی اختلافات رکھنے پر بھی ذہن و اخلاق کی طبیعت میں یک قلم تماثل اور تشابہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اُن کی خواہشیں یکساں نہیں ہو سکتیں اور یکساں نہیں ہوتیں۔ اُن کی طبیعتوں کی عام روش ایک طرح کی نہیں ہو سکتی اور ایک طرح کی نہیں ہوتی۔ وہ اپنی سمجھ میں، اپنی رائے میں، اپنی زندگی و معیشت کے تمام معاملات میں ایک نہیں ہو جا سکتے اور ایک نہیں ہو جاتے؛ لیکن وہ ذہن و عمل کی اُن ساری باتوں میں جو جماعتی زندگی کی بنیادیں اور اخلاق و سیرۃ کی فضیلت کا معیار ہیں، اس طرح یکساں اور یک نگاہ و عمل ہو جاتے ہیں، گویا معلوم ہوتا ہے سب کے اندر ایک ہی دماغ کام کر رہا ہے اور سب کے

سنہ کا تو نام ہی میلادی سنہ ہے۔ یعنے اس کی ابتدا حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے واقعہ پر رکھی ہے۔

ہندوستان میں جہاں ہر گروہ کے لئے الگ الگ زبان اور الگ الگ پیشہ قرار دیا گیا تھا، وہاں مختلف حلقوں کے لئے مختلف سنہ بھی قرار پا گئے تھے۔ جوتشیوں نے اپنے حساب کے لئے خاص جوتشی سنہ قرار دیا تھا۔ عوام اپنی یادداشت کے لئے الگ سنہ رکھتے تھے۔ حکومتوں اور پادشاہوں کے سنہ اُن کے لئے مخصوص تھے۔ مگر ان سب کی بنیاد کسی نہ کسی ایسے ہی واقعہ پر تھی۔ آخری سنہ جو سب سے زیادہ مشہور ہوا اور آج تک مستعمل ہے، بکرماجیتی سنہ ہے اور یہ راجہ بکرماجیت کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے۔ ایرانیوں میں بھی جس قدر سنہ رائج ہوئے، سب کی ابتدا پیدائش، تخت نشینی، اور کسی ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں انتقال حکومت کا واقعہ ہے۔ اس رسم کی کہ ہر پادشاہ پچھلا سنہ منسوخ کر کے اپنی تخت نشینی کا نیا سنہ جاری کرے اور اُسے سنہ جلوس کہا جائے، ایرانیوں ہی نے بنیاد ڈالی۔ مسلمانوں اور ایرانیوں میں جب جنگ ہوئی ہے، تو ایران کا سرکاری سنہ یزدگرد آخری فرماں روائے ایران کا سنہ جلوس تھا۔

حضرت عمر کا تردد

اُن روایات سے جو پچھلی تحریر میں درج ہو چکی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کو بھی ابتدا میں یہی خیال ہوا تھا کہ آں حضرت (صلعم) کی پیدائش یا بعثت کے وقت سے سنہ کی ابتدا کی جائے۔ سعید بن مسیب اور یعقوبی کی روایت میں ہے کہ آپ نے جب حضرت علی سے مشورہ کیا تو اُن کی رائے یہ ہوئی کہ واقعۂ ہجرت سے ابتدا کرنی چاہئے۔ یہ بات آپ کے دل میں اُتر گئی اور صحابہ بھی اس سے متفق ہو گئے۔ ابن مہران کی روایت میں ہے کہ مبدءِ تاریخ کے بارے میں جب عمل صحابہ نے مشورہ کیا تھا، مختلف رائیں لوگوں نے دیں۔ بالآخر سب اس پر متفق ہو گئے کہ واقعۂ ہجرت سے ابتدا کی جائے: فاتفقوا علی ان یکون المبدء من الھجرۃ۔ ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ پر اچھی طرح غور و فکر کیا گیا تھا، اور ہر طرح کی رائیں ظاہر ہوئی تھیں۔ چونکہ سامنے کی صاف بات یہی تھی کہ آنحضرت کی ولادت یا بعثت سے تاریخ شروع کی جائے جو ظہورِ اسلام کی اصلی بنیاد ہے، اس لئے حضرت عمر کا خیال ابتدا میں اسی طرف گیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کوئی بات اس میں ایسی تھی کہ آپ کی طبیعت کو اس پر انشراح نہیں ہوتا تھا، متردد تھے۔ بات قرینہ کی تھی لیکن دلیں مطمئن نہ تھیں۔ بالآخر مزید مشورہ کیا، اور حضرت علی علیہ السلام نے رائے دی کہ واقعۂ ہجرت سے ابتدا کرنی چاہئے۔ یہ رائے اتنی بہتر اور جچی تلی تھی، کہ فوراً حضرت عمر کے دل میں اُتر گئی، اور تمام اکابر صحابہ بھی اس پر متفق ہو گئے گویا ایک بھولی ہوئی بات تھی جو سب کے حافظہ میں تازہ ہو گئی۔ دریافت طلب یہ معلوم کرنا چاہئے کہ واقعۂ ہجرۃ کی وہ کونسی مناسبت تھی جس نے حضرت علی کو کہ مدینۂ علم نبوت کے باب اور حکمت و سنتِ رسالت کے محرم اسرار تھے، اس طرف توجہ دلائی؟ اور پھر وہ کونسی ایسی مشہور و معلوم خصوصیت تھی، جس کی وجہ سے اتنی دقت کی بات تمام اکابر صحابہ کے فہم میں فوراً قد آ گئی، اور اس طرح تسلیم کر لی گئی جیسے ایک مسلم اور طے شدہ بات ہو؟

واقعۂ ہجرۃ صحابہ کے نظر میں

ہاں، آج ہمارے لئے کہ اسلام کے عہد اول کا دماغ اور بینش دونوں کھو چکے ہیں، یہ بات کتنی ہی تعجب انگیز ہو، مگر صحابۂ کرام کے لئے جو اسلام کے بخشے ہوئے دل اور اس کے بنائے ہوئے دماغ، دونوں کے مالک تھے، یہ بات اتنی صاف، اتنی کھلی ہوئی، اور ایسی طرح سجائی ہوئی تھی کہ اُس کی طرف صرف ایک اشارہ کر دینا ہی کافی تھا۔ داعی اسلام کے تزکیہ و تربیت اور درس کتاب و حکمت نے اُن کے اندر ایک ایسا صالح مزاج پیدا کر دیا تھا، کہ کوئی بات خواہ کتنی ہی سامنے کی اور مقبول و معمول کیوں نہ ہو، لیکن اگر حقیقت اور دانائی کی گہرائیوں سے ذرا بھی ہٹی ہوئی ہوتی تھی، تو فوراً اُن کی طبیعت میں کھٹک پیدا ہو جاتی تھی، اور پھر جبھی تھمتی تھی تو اُسی وقت جب اصلی اور کامل چیز سامنے آ جاتی تھی۔ تم اُن لوگوں کی نیکیاں اور پاکیاں ہمیشہ یاد رکھتے ہو، لیکن تم نے اُن کے علم اور دانائی کی گہرائیاں بھلا دی ہیں، حالانکہ صرف اُن کے دل ہی زیادہ نیک نہ تھے بلکہ اُن کی دانائی و حکمت بھی سب سے زیادہ گہری تھی جیسا کہ خود اُنہی میں سے ایک حقیقت شناس انسان نے کہا تھا: اولئک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کانوا افضل ھذہ الامۃ: ابرھا قلوباً، واعمقھا علماً، واقلھا تکلفاً، اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ ولاقامۃ دینہ (عن عبداللہ ابن مسعود۔ رواہ الدارمی)

اس بارے میں قوموں کا طریقہ اُن کے سامنے آیا، اور خود اُنھیں بھی یہ بات صاف دکھائی دی کہ داعی اسلام کی پیدائش یا بعثت کو اپنی قومی تاریخ کی بنیاد ٹھہرائیں، لیکن چونکہ یہ بات اُس معیارِ نظر سے ہٹی ہوئی تھی جو اس طرح کے معاملات میں اسلام نے قائم کیا تھا، اس لئے نہایت واضح اور نمایاں ہونے پر بھی اُن کی طبیعت کو مطمئن نہ کر سکی۔ وہ ایسا محسوس کرنے لگے کہ کوئی دوسری بات ہونی چاہئے۔ وہ دوسری بات کیا تھی؟ ہجرت مدینہ کا واقعہ۔ جونہی یہ بات سامنے آئی، سب کے دلوں نے قبول کر لی۔ تاریخ کا یہ مبدء دنیا کی تمام تاریخوں اور قومی یادگاروں کے خلاف تھا۔ صرف خلاف ہی نہ تھا۔ بلکہ یکسر اُلٹا تھا۔ دنیا کی تمام قومیں فتح و اقبال سے اپنی تاریخ شروع کرتی ہیں۔ انھوں نے بے چارگی و درماندگی کے واقعہ سے اپنی تاریخ شروع کی۔ دُنیا کی تمام قوموں نے چاہا اپنے ظہور کی سب سے بڑی فتح یاد رکھیں۔ اُنھوں نے چاہا اپنی تاریخ ظہور کی سب سے بڑی بے سروسامانی یاد رکھیں۔ دنیا کی تمام قوموں کا فیصلہ یہ تھا کہ اُن کی قومی تاریخ اُس وقت سے شروع ہوئی، جب اُن کی تاریخ کا سب سے بڑا انسان پیدا ہوا، اور اُس نے جنگ و قتال کے میدانوں میں فتح حاصل کی۔ لیکن اِن کا فیصلہ یہ تھا کہ قومی تاریخ کی ابتدا اُس دن سے ہوئی، جب بڑے انسان کی نہیں بلکہ سب سے بڑے عمل کی پیدائش ہوئی، اور جنگ کے میدانوں میں نہیں بلکہ صبر و استقامت کے میدانوں میں فتح حاصل ہوئی۔ دُنیا کی تمام قوموں کا یقین تھا کہ اُن کی عظمت و شوکت کی بنیاد اُس وقت پڑی، جب اُنھوں نے ملکوں اور سلطنتوں پر قبضہ کر لیا۔ ان کا یقین یہ تھا کہ طاقت و شوکت کا دروازہ اُس دن کھلا، جب ملکوں پر اُنھوں نے قبضہ نہیں کیا، بلکہ اپنا ملک و وطن بھی ترک کر دیا۔ بلا شبہ اُن کی یہ سمجھ دنیا کی ساری قوموں سے اُلٹی سمجھ تھی، لیکن اُس سمجھ سے عین مطابق تھی جو اسلام کی تربیت نے اُن کے اندر پیدا کر دی تھی، وہ اپنی اجتماعی زندگی کی تعمیر قوموں کی تقلید سے نہیں بلکہ اسلام کی روح فکر و عمل سے کرنی چاہتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا معنی سے زیادہ لفظ کی اور روح سے زیادہ جسم کی پرستار ہے۔ وہ پھل ڈھونڈھتی ہے لیکن تخم کی جستجو نہیں کرتی۔ وہ مینار و محراب کی بلندیاں اور خوشنمائیاں دیکھتی ہے لیکن زیر زمین بنیادوں کے لئے نگاہ نہیں رکھتی۔ صحابۂ کرام نے جب پیدائش و بعثت کے واقعات چھوڑ کر ہجرۃ کا واقعہ انتخاب کیا، تو اُن کی نظر بھی پیدائش و ظہورِ فتح و اقبال اور جشن و کامرانی ہی پر تھی۔ وہ کچھ ناکامی و نامرادی کے طلب گار نہ تھے۔ البتہ وہ فتح و اقبال کی صورت اور برگ و بار نہیں دیکھتے تھے۔ حقیقت اور تخم و اساس پر نظر رکھتے تھے۔ اُن پر یہ حقیقت کھل چکی تھی کہ اسلام کی پیدائش و ظہور اور فتح و اقبال کی اصلی بنیاد اُن واقعات میں نہیں ہے جو بظاہر نظر آتے ہیں۔ ہجرتِ مدینہ اور اُس کے اعمال و حقائق میں ہیں۔ اس لئے جو اہمیت دُنیا کی نگاہیں پیدائش، بعثت، بدر، اور فتح مکہ کو دیتی تھیں، وہ اُن کی نظروں میں ہجرۃ مدینہ کو حاصل تھی۔

ہجرۃ نبوی کی حقیقت

لیکن واقعۂ ہجرۃ کیا تھا؟ وہ ایک ہی واقعہ نہ تھا۔ بے شمار اعمال و وقائع کا مجموعہ تھا۔ ایک لمحہ کے لئے اُس کی حقیقت پر بھی غور کر لینا چاہئے۔

اسلام کے ظہور کی تاریخ دراصل دو بڑے اور اصولی حصوں میں منقسم ہے۔ ایک عہد، مکہ کی زندگی اور اعمال کا ہے۔ دوسرا، مدینہ کے قیام اور اعمال کا۔ پہلا آنحضرت (صلعم) کی بعثت سے شروع ہوتا ہے اور ہجرۃ پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی ابتدا غارِ حرا کے اعتکاف سے ہوئی ہے اور تکمیل غارِ ثور کے انزوا پر۔ دوسرا ہجرۃ سے شروع ہوتا ہے اور حجۃ الوداع پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی ابتدا مدینہ کی فتح سے ہوئی، اور تکمیل مکہ کی فتح پر۔

دنیا کی نظروں میں اسلام کے ظہور و اقبال کا اصلی دَور دوسرا دَور تھا۔ کیونکہ اسی دَور میں اسلام کی پہلی غربت ختم ہوئی اور ظاہری طاقت و حشمت کا سر و سامان شروع ہوا۔ بدر کی جنگی فتح ہتیاروں کی پہلی فتح تھی۔ مکہ کی فتح، عرب کی فتح کا اعلان عام تھا۔ لیکن خود اسلام کی نظروں میں اُس کی زندگی کا اصلی دَور، دوسرا نہیں، پہلا تھا۔ وہ دیکھتا تھا کہ اُس کی ساری قوتوں کی بنیادیں دوسرے میں نہیں پہلے دَور میں اُستوار ہوئی ہیں۔ بلا شبہ بدر کے ہتیاروں نے اپنی غیر مسخر طاقت کا دنیا میں اعلان کر دیا۔ لیکن جو ہاتھ ان ہتیاروں کے قبضوں پر جمے تھے، اُن کی طاقتیں کس میدان میں طیار ہوئی تھیں؟ بلا شبہ مکہ کی فتح عرب کی فیصلہ کن فتح تھی، لیکن اگر مدینہ کی فتح ظہور میں نہ آتی، تو مکہ کی فتح کی راہ کیونکر کھلتی؟ یہ سچ ہے کہ مکہ ہتیاروں سے فتح ہوا، لیکن مدینہ ہتیاروں سے نہیں بلکہ ہجرت اور اُس کے دَور کے اعمال سے فتح ہوا تھا۔ پس دوسرے دَور میں جسم کتنا ہی طاقتور ہو گیا ہو، لیکن اُس کی روح پہلے ہی دَور میں ڈھونڈھنی چاہئے!

پہلا دَور تخم تھا۔ دوسرا اُس کے برگ و بار تھے۔ پہلا دَور بنیاد تھی دوسرا ستون و محراب تھا۔ پہلا نشو و نما کا عہد تھا۔ دوسرا ظہور و انفجار کا۔ پہلا معنی و حقیقت تھا۔ دوسرا صورت و اظہار۔ پہلا روح تھا۔ دوسرا جسم۔ پہلے نے پیدا کیا، درست کیا، اور مستعد کر دیا۔ دوسرے نے قدم اُٹھایا، آگے بڑھا، اور فتح و تسخیر کا اعلان کر دیا۔ دوسرے کا ظہور کتنا ہی شاندار ہو، لیکن اولین بنیاد و استعداد کی عظمت پہلے ہی کو حاصل ہے!

استعداد داخلی و خارجی

وجود اور زندگی کے ہر گوشے کے لئے خدا کا قانونِ وجود ایک ہی ہے۔ تم اُس کے کتنے ہی مختلف نام رکھ دو مگر وہ خود ایک سے زیادہ نہیں ہے۔ اب ایک لمحہ کے لئے ٹھہرو، اور غور کرو کہ تخلیق و تکمیل وجود کے لئے خدا کا قانون حیات کیا ہے؟

فرد کی طرح جماعت کا بھی وجود ہے۔ عالم صورت کی طرح عالم معنی بھی اپنی ہستی رکھتا ہے، لیکن کوئی چیز ہو، تخلیق و تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ یکے بعد دیگرے دو مختلف دَوروں سے گزرے۔ پہلا دَور "استعداد داخلی" کا ہے۔ دوسرا "استعداد خارجی" کا۔ ضروری ہے کہ پہلے اندر کی استعداد وجود میں آئے، اور ضروری ہے کہ

السحر الحلال
فی
مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کي تاريخ ميں الہـلال هي وہ رسالہ ہے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي- اُس نے ملک کے سياسي ' علمي ' ادبي ' اور ديني افکار و عقائد پر جو انقلاب انگيز اثرات ڈالے ' قريب ہے کہ مستقبل هند کا مورخ اُن پر بحث کريگا اور اُن کے اندر وہ عناصر و مباديات ڈهونڈهيگا جن سے هندوستان کي سنہ ۱۹۱۹ کے بعد کي اجتماعي ذهنيت ظهور پذير هوئي۔

الہـلال اگرچہ ايک هفتہ وار مصور رسالہ تها ' ليکن چونکہ وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پيدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعہ تها- اُس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامہ کے هوتے تهے- اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانہ خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها- پهر اس کي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب کا پہلا نمونہ تهيں- اردو کا وہ پہلا هفتہ وار رسالہ تها ' جس ميں هاف ٹون تصويروں کے اندراج کا انتظام کيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے کي وجہ سے بہت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر کي چهپائي ميں ممکن نہيں- اِس کي جلديں جديد اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترين مجموعہ هيں- اِن کي مقبوليت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپيہ ميں خريد ليا - اور حال ميں ايک صاحب نے اس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر ميں بهي موجود نہيں) ساڑهے چار سو روپيہ ميں حيدرآباد سے خريدي ہے- جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هيں وہ بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحدہ کرنے کيليے تيار نہيں- پچهلے دنوں "البـلاغ پريس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان ميں منتقل کيا گيا تو ايک ذخيرہ الہـلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي کہ شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلديں مرتب کي جاسکتي هيں مرتب کرلي جائيں اور جن جلدوں کي تکميل ميں ايک دو پرچوں کي کمي هو انہيں دوبارہ چهپوا ليا جائے۔

چنانچہ الحمدللہ يہ کوشش ايک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلديں پوري مکمل هوگئي هيں - هم اِس اعلان کے ذريعہ شايقين علم و ادب کو آخري موقعہ ديتے هيں کہ اِس قيمتي ذخيرہ کے حاصل کرنے ميں جلدي کريں ' چونکہ جلدوں کي ايک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي ہے اس لئے صرف اُنہيں درخواستوں کي تعميل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچيں گي- هر جلد مجلد ہے اور ابتدا ميں تمام مضامين کي انڈکس بہ ترتيب حروف تہجي لگادي گئي ہے ۔

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپيہ   الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپيہ
" " " چہارم ۱۰ روپيہ   " " " پنجم ۱۰ روپيہ

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبہ الہـلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيہ

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچہ اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے- قيمت في پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پيکنگ اِس کے علاوہ ہے -

منيجر " البـلاغ پريس "

اندر ایک ہی روح بول رہی ہو!

یہ موقعہ نہیں ہو کہ اطناب سے کام لیا جائے، ورنہ ضرورت تھی کہ اُن اخلاق و خصائص میں سے ایک ایک چیز کی شرح و تفصیل کی جاتی، اور واضح کیا جاتا کہ قرآن و سنت نے جماعتی طبیعت کے کیا کیا بنیادی اوصاف بتلائے ہیں، اور اُس کی داخلی استعداد کے ارکان و مبانی کیا کیا ہیں؟

بہر حال اشیاء و افراد کی طرح جماعات و اقوام میں بھی زندگی کی اصلی سرچشمگی اُن کی داخلی استعداد میں پنہاں ہوتی ہو۔ نہ کہ خارجی اعمال میں۔ کیونکہ خارج کے اعمال اس سے زیادہ نہیں ہیں کہ داخلی استعداد کے لازمی نتائج و ثمرات ہیں۔

پہلا دَور داخلی استعداد کا دَور تھا

ظہور اسلام کا پہلا دَور جو بعثت سے شروع ہو کر ہجرۃ پر ختم ہوا اور جس کا نقطۂ تکمیل ہجرۃ کا معاملہ تھا، دراصل جماعت کی داخلی استعداد کا دَور تھا۔ اور اسی لئے ظہور اسلام کی تمام فتح مندیوں اور کامرانیوں کا مبدء یہی دَور تھا۔ نہ کہ مدنی زندگی کا دوسرا دَور۔ بلاشبہ دُنیا کی ظاہر بیں نگاہوں میں یہ دَور مصیبتوں کا دَور اور بے چارگیوں اور درماندگیوں کا تسلسل تھا، لیکن یہ باطن امت مسلمہ کی ہر آنے والی فتحمندی اسی کی مصیبتوں اور کلفتوں کے اندر نشوونما پا رہی تھی۔ یہی مصیبتیں تھیں جو جماعت کے ذہن و اخلاق کے لئے تعلیم و تربیت کا مدرسہ اور تزکیۂ نفوس و اروح کا امتحان گاہ تھیں۔ بدر کی فتحمندی اسی کے اندر سبق لے رہی تھی۔ فتح مکہ کے کامران اسی کے اندر بن اور ڈھل رہے تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یرموک اور قادسیہ کی پیدائش بھی اسی کے آزمائشوں اور خود فروشیوں میں ہو رہی تھی۔ یہی وجہ ہو کہ قرآن حکیم نے اُس جہاد کو تو صرف جہاد کہا جو مدنی زندگی میں اعلیٰ جنگ سے کرنا پڑا تھا۔ لیکن نفس و اخلاق کے تزکیۂ و تربیت کا جو جہاد اس پہلے دَور میں ہو رہا تھا، اسے "جہاد کبیرہ" سے تعبیر کیا۔ کیونکہ فی الحقیقت بڑا جہاد یہی جہاد تھا: فلا تطع الکافرین وجاہدھم بہ جہادا کبیرا (۲۵:۵۲)

بالاتفاق سورۂ فرقان کی ہو۔ مکی زندگی میں جس بڑے جہاد کا حکم دیا گیا تھا، ظاہر ہے کہ وہ قتال کا جہاد نہ تھا۔ صبر و استقامت اور عزم و ثبات کا جہاد تھا اور انہی اوصاف میں جماعت کی داخلی استعداد کی اصلی بنیادیں تھیں۔

ہجرۃ تکمیل کار کا اعلان تھی

ہجرۃ کا واقعہ اس دَور کی مصیبتوں کی انتہا تھا، اس لئے اُس کی برکتوں اور سعادتوں کی بھی آخری تکمیل تھا۔ صحابۂ کرام اس حقیقت سے بے خبر نہ تھے۔ اور کیونکر بے خبر ہو سکتے تھے جبکہ اُن کی داخلی تربیت کی اصلی روح اسی معاملہ میں مضمر تھی؟ پس جب یہ سوال سامنے آیا کہ اسلامی سنہ کی ابتدا کس واقعہ سے کی جائے؟ تو انھیں کسی ایسے واقعہ کی جستجو ہوئی جو امت کے قیام و اقبال کا اصلی سرچشمہ ہو۔ آنحضرتؐ کی پیدائش کا واقعہ یقیناً سب سے بڑا واقعہ تھا لیکن اُس کے تذکار میں شخصیت سامنے آتی تھی۔ شخصیت کا عمل سامنے نہیں آتا تھا۔ بعثت کا واقعہ بھی سب سے بڑا واقعہ تھا، لیکن معاملہ کی ابتدا تھی، انتہا و تکمیل نہ تھی۔ بدر کی جنگ اور مکہ کی فتح، عظیم واقعات تھے لیکن وہ اسلام کی فتح و اقبال کی بنیاد نہ تھے۔ کسی دوسری بنیاد کے نتائج و ثمرات تھے۔ یہ تمام ... واقعات سامنے آئے، لیکن ان میں سے کسی پر بھی طبیعتیں مطمئن نہ ہو سکیں۔ بالآخر جب ہجرۃ کا واقعہ سامنے آگیا، تو سب کے دلوں نے فیصلہ کر لیا، کیونکہ انھیں یاد آگیا، اسلام کے ظہور و عروج کا مبدء حقیقی اسی واقعہ میں پوشیدہ ہو، اور اسی لئے یہی واقعہ ہو جسے اسلامی تاریخ کا مبدء بننا چاہیے۔

ہجرۃ مدینہ کی فتح تھی

اور پھر یہ حقیقت کس درجہ واضح ہو جاتی ہو جب اس پہلو پر نظر ڈالی جائے کہ ظہور اسلام کی تمام فتحمندیوں میں سب سے پہلی فتح مدینہ کی فتح تھی اور اُس کی تکمیل ہجرۃ ہی کے واقعہ سے ہوئی۔ تعبیر عجیب کے ساتھ۔ فتح کا لفظ سنکر تعجب ہوا ہوگا کیونکہ تم صرف اُسی فتح کے شناسا ہو جو جنگ کے میدانوں میں حاصل کی جاتی ہو۔ لیکن تمھیں معلوم نہیں کہ میدان جنگ کی فتح سے بھی بڑھ کر دلوں کی آبادیوں اور روحوں کی اقلیموں کی فتح ہو، اور اسی فتح سے میدان جنگ کی فتحمندیاں بھی حاصل ہوتی ہیں۔ عین اُس وقت جبکہ اسلام کا داعی اپنے وطن اور اہل وطن کی شقاوتوں سے مایوس ہو گیا تھا۔ باشندگان یثرب کی ایک جماعت پہنچتی ہو، اور رات کی تاریکی میں پوشیدہ ہو کر اپنی روح کا ایمان اور دل کی اطاعت پیش کرتی ہو۔ اُس وقت دنیوی جاہ و جلال کا نام و نشان نہیں ہوتا، سیف و سنان کی ہیبت و جبروت کا وہم و گمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔ سر تا سر غربت و ادبار کی بے سر و سامانیاں اور جور و مصائب و محن کی درماندگیاں ہوتی ہیں۔ با ایں ہمہ یثرب کی پوری آبادی اُس کے سامنے جھک جاتی ہو، اور ایمان کے ایسے جوش اور عشق و اطاعت کی ایسی خود فروشیوں کے ساتھ اُس کے استقبال کے لئے نکل آتی ہو جو تاریخ عالم کے کسی بڑے سے بڑے فاتح اور شہنشاہ کو بھی میسر آئی ہوگی۔ تمھیں یاد ہو، صرمہ انصاری نے کیسے بے اور دلنشیں شعروں میں اہل مدینہ کے جوش و خروش ایمانی کی تصویر کھینچی ہو؟ وکان عبد اللہ ابن عباس یختلف الیہ و یحفظ منہ ہذہ الابیات:

ثوی فی قریش بضع عشرۃ حجۃ	یذکر لو یلقی حبیبا مواتیا
ویعرض فی اہل المواسم نفسہ	فلم یر من یؤوی ولم یر داعیا
فلما اتانا واستقرت بہ النوی	واصبح مسرورا بطیبۃ راضیا
واصبح لا یخشی ظلامۃ ظالم	بعید ولا یخشی من الناس باغیا
بذلنا لہ الاموال من حل مالنا	وانفسنا عند الوغی والتآسیا
نعادی الذی عادی من الناس کلہم	جمیعا، وان کان الحبیب المصافیا
ونعلم ان اللہ لا رب غیرہ	وان کتاب اللہ اصبح ہادیا!

دلوں اور روحوں کی اس فتح و تسخیر سے بڑھ کر بھی اور کوئی فتح ہو سکتی تھی؟ لیکن یہ فتح کیونکر ہوئی؟ دعوت ہجرۃ کے آلام و محن سے اس کا آغاز ہوا، اور ہجرۃ نے اس فتح کی تکمیل کر دی!

یہی وجہ ہو کہ قرآن حکیم نے واقعہ ہجرۃ کا ذکر اس طریقہ پر کیا ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ بے سر و سامانی و غربت کے اس عمل ہجرۃ میں فتح و نصرت الٰہی کی سب سے بڑی معنویت پوشیدہ تھی:

ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اذ	غار کے دو ساتھیوں میں سے جب
یقول لصاحبہ: لا تحزن ان	ایک نے دوسرے سے کہا۔ غم و رنج نہ کرو
اللہ معنا۔ فانزل اللہ سکینتہ علیہ	یقیناً خدا ہمارے ساتھ ہو، اور اُسکی
وایدہ بجنود لم تروہا، وجعل	مشیت و حکمت ہمارے لئے فتح و نصرت
کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ و	کی راہ باز کرنے والی ہو۔ پھر ایسا ہوا
کلمۃ اللہ ہی العلیا واللہ عزیز	کہ خدا نے اپنی تسکین و طمانیت اُسپر
حکیم (۹:۴۰)	اُتاری اور فتح و نصرت کے ایسے

لشکروں سے اسکی مدد کی جنھیں دنیا کی ظاہر بیں اور حقیقت ناآشنا آنکھیں نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُن سرکشوں کی بات جو انکار کرنے والے تھے، ہمیشہ کے لئے پست ہو گئی، اور کلمۂ حق ہی کو سربلندی اور کامیابی حاصل ہوئی۔

[حاشیہ، دائیں حاشیے میں عمودی تحریر:] یہ آیت سورۂ برأۃ کی ہو... [illegible]

فہرست

تصاویر

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA.
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الحکیم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۸ — کلکتہ : جمعہ ٦ - صفر ۱۳۴٦ ہجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 5, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

ضروری ہی کہ ہم اسکا اب فیصلہ کرلین

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔

طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔

پتھر کی چھپائی مین محدود رہکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

ہندی اور ہندوستان کی تمام زبانون نی، نیز عربی، فارسی، ترکی، تینون سامی زبانون نی حروف کی چھپائی اختیار کرلی ہی اور انکی طباعۃ یورپ کی طباعۃ کا مقابلہ کر رہی ہی ۔ کیون اردو زبان بھی ایسا نہ کری جو اسی رسم الخط مین لکھی جاتی ہی ؟

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ہی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ہی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ہین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کرلین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

ہماری رای مین بہترین حروف یہی ہین ۔ اگر فارسی اور ترکی کیلیی یہ نا موزون نہین تو اردو کیلیی کیون نا موزون ہون ؟

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ہی ۔ ضروری ہی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الہلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانه مع محصول	- -	باره روپیه
ہندوستان سے باہر کیلیے	- -	سوله روپیه
قیمت شش ماہي	- - -	سات روپیه
قیمت في پرچه	- - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافه پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکہیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رہے ہیں تو اپنا پته تبدیل نه کرائیے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرائیے -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(۲) روڈیسیا کا انکشاف : سنه ۱۹۲۱ ع میں ایک سیلح کو جنوبی افریقه میں ایک کھوپڑی ملی - یه بھی پہلی کھوپڑی کی طرح ایک تیسری تشریحی حالت رکھتی ہے - علماء تشریح و وظائف اعضاء کی تحقیق میں یه غالباً ابتدائی قسم کے وحشی انسان کی کھوپڑی ہے -

(۳) جاوا کا انکشاف : جاوا کی ایک غار سے بھی ایک قیمتی کھوپڑی ملی ہے جسکی نسبت دو مختلف رائیں قائم کی گئی ہیں - ایک جماعت کا خیال ہے ' یه گم شده حلقه کی خبر دیتی ہے - دوسری جماعت کا خیال ہے ' یه بندر ہی کی کوئی زیاده اونچی قسم ہے - وہ کہتے ہیں ' اس کھوپڑی میں پیشانی کا بیعد ابھار اور رخسار کی ہڈیوں کی نوعیت ' گم شده حلقه کی نوعیت سے مختلف ہے -

(۴) سب سے زیاده قیمتی انکشاف " وحشی انسان " کا انکشاف ہے جسکے جسم کی ہڈیاں اور سر کی کھوپڑیاں بکثرت جمع ہوگئی ہیں - اسکا جسم اور چہره بالکل موجوده انسانوں کا سا تھا - لیکن اسکے جسم پر بکثرت بال تھے - ایسے بال جیسے بندر کے جسم پر ہوتے ہیں - بعض قدیم سیاحوں نے استریلیا ' امریکه ' اور جزائر جنوب میں ایسے زنده انسان دیکھے بھی ہیں -

(۵) آخری انکشاف پروفیسر ڈارٹ کا مشہور انکشاف ہے جو سنه ۱۹۲۵ - میں ہوا - پروفیسر موصوف کو ٹانگس میں ایک بالکل نئی قسم کی کھوپڑی ملی ہے جو پچاس قدم سے زیاده زمین کے اندر مدفون تھی - یه کھوپڑی تمام پچھلے آثار سے کہیں زیاده گم شده حلقه کا اذعان پیدا کرتی ہے - اسکے تمام حصے موجوده انسان کی کھوپڑی جیسے ہیں - البته منھه کا نچلا حصه بہت زیاده باہر نکلا ہوا ہے ' اور یه بات علم وظائف اعضاء میں طے ہوچکی ہے که انسانی چہرے کا نچلا حصه ابتدا میں ایسا ہی ابھرا ہوا تھا - پھر به تدریج گھٹتے گھٹتے موجوده تناسب تک پہنچ گیا -

ٹونگس سے جو کھوپڑی ملی ہے ' زندگی میں وہ ایسا چہره رکھتی ہوگی ' جیسا اس تصویر میں دکھلایا گیا ہے -

ریڈیم

خزانۂ فطرة کا سب سے زیاده کمیاب جوہر !

حال میں اخبارات نے یه خبر شایع کی تھی که " ریڈیم کا بازار گرگیا ہے اور ایک اونس ریڈیم کی قیمت ۳۳،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر کی جگه اچانک ۲۵،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر ہوگئی ہے - اس کمی کی وجه یه ہے که بلجیم کانگو (افریقه) کے علاقه " کاٹنکا " میں ریڈیم کی ایک بہت بڑی مقدار نظر آئی ہے - زیکوسلاویا کی تانبے کی بعض قدیم کانوں میں بھی ریڈیم پایا گیا ہے - اگر یه تمام ریڈیم حاصل کر لیا گیا تو قیمت میں اور بھی کمی ہوجائے گی "

لیکن اس خبر سے لوگوں کو غلط فہمی ہوسکتی ہے - ممکن ہے کوئی خیال کر بیٹھے که جب ریڈیم کے بھاؤ میں اس طرح اتار چڑھاؤ ہو رہا ہے تو ہر دولت مند آدمی کیلیے اسکی زیاده سے زیاده مقدار خرید لینا ممکن ہے - مثلاً امریکه کا ہنری فورڈ جیسا کروڑ پتی اگر چاہے تو بآسانی آدھ سیر ریڈیم خرید لے - اپنے بینک نوٹوں کا بیگ بغل میں دبالے ' اور بازار جاکر جب چاہے ریڈیم لے آئے -

لیکن یه صحیح نہیں ہے - ہنری فورڈ کی تمام دولت بھی آدھ سیر ریڈیم خرید نہیں سکتی - امریکا کے دوسرے قارون راکفلر اور مللر بھی اگر اپنے خزانے جمع کر دیں ' اور امریکا ' فرانس انگلستان ' بلکه سارے عالم کی سلطنتیں بھی اپنے جمله خزانے پیش کردیں ' جب بھی آدھ سیر ریڈیم حاصل نہیں کیا جاسکتا !

یه عجیب بات ہے - مگر واقعه ہے - کیوں ؟ اس لیے که گزشته اٹھائیس برس میں ' یعنی جب سے ریڈیم دریافت ہوا ہے ' دنیا اس کی اتنی مقدار حاصل ہی نہیں کر سکی ہے ' جسے ترازو میں آدھ سیر کے باٹ سے تول سکیں - اس وقت تک وہ صرف آدھ پاؤ کی مقدار میں حاصل ہو سکا ہے !

جن خوش نصیبوں کے قبضه میں ریڈیم ہے ' یا جنھیں اس کی ضرورت پڑتی ہے - مثلاً سائنس داں اور ڈاکٹر ' وہ اس کے ایک ایک ذره کی قدر کرتے اور زیاده سے زیاده قیمت پر خریدنا چاہتے ہیں - ریڈیم کی خرید و فروخت اونس کے حساب سے نہیں ہوتی ' ٹن کے حساب کا تو وہم بھی نہیں کیا جا سکتا - کیونکه ریڈیم سونے سے بھی کہیں زیاده قیمتی ہے - اس کی قیمت سونے سے ایک لاکھه گنا زیاده ہے - ریڈیم کی خرید و فروخت رتیوں کے حساب سے ہوتی ہے - اس وقت تک ریڈیم کی سب سے بڑی مقدار جو ایک جگهه سے دوسری جگهه منتقل ہوئی ہے ' صرف دو گرام ہے - اور معلوم ہے که ایک گرام ' اونس کا تیسواں حصه ہوتا ہے - یه مقدار بھی فروخت نہیں ہوئی ہے بلکه حکومت زیکوسلاویا نے انگلستان کو علمی تحقیقات کے لیے عاریتاً دیدی ہے -

اس کی کوئی امید نہیں که کانگو میں ریڈیم کی کان اس کی موجوده مقدار میں غیر معمولی اضافه کردے گی - خیال کیا جاتا ہے که اس وقت اس کی جتنی مقدار دنیا کے ہاتھه میں موجود ہے ' اس سے صرف ۲۵ گنا زیاده ریڈیم کانگو کی کان سے حاصل کیا جاسکتا ہے - لیکن اس کا نکالنا بجائے خود ایک نہایت مشکل اور بڑے خرچ کا کام ہے - اس کان کی ہر ۵۰۰ ٹن وزنی چٹان میں سے زیاده سے زیاده ایک گرام ریڈیم نکلے گا ' وہ بھی خالص نہیں بلکه " کلورل " اور دوسرے مواد سے ملا ہوا - ان مواد سے اسے علحده کرنے

مذاکرہ علمیّہ

نظریۂ ارتقا کا گم شدہ حلقہ

کیا حلقۂ مفقودہ مل گیا ہے ؟

انسان کا دماغ گوریلا کا دماغ

نظریۂ ارتقا کے "حلقۂ مفقودہ" سے مقصود وہ ذہني حیوان ہے ' جسکي نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ انسان کي موجودہ شکل اور ہیئت کے ارتقا سے پہلے زمین پر موجود تھا - وہ انسان میں' جو سلسلۂ ارتقا کي آخري کڑي ہے ' اور ترقي یافتہ جانوروں میں ' جو ہئیت انساني سے بہت زیادہ قرب رکھتے ہیں' درمیاني برزخ تھا -

اس نظریہ کے قائلین کا خیال ہے کہ بندر کي ترقي یافتہ قسمیں مثلاً گوریلا ' اس قسم کي مخلوق ہیں جنکي ظاہري ہیئت ' جسماني بناوٹ ' تشریحي نظام ' اور اعضاء معنوي کے وظائف و خواص ' انسان سے بہت زیادہ قریب اور ملتے جلتے ہیں - لیکن اسدرجہ قرب اور تماثل نہیں ہے کہ اُسکے بعد ہي انسان کا وجود آجاے - ضروري ہے کہ درمیان میں کوئي ایک یا ایک سے زیادہ کڑیاں رہي ہوں اور وہاں "جانور" کي سرحد ختم ہوئي ہو اور "انسان" کي حدود کا آغاز ہوا ہو - چونکہ علم الحیوانات کي موجودہ اور مدون معلومات میں کوئي ایسا مخلوق موجود نہیں ہے ' اِسلیے اُنھیں اِسکي جستجو ہوئي ' اور اِسکا نام "حلقۂ مفقودہ" یعني گم شدہ حلقہ قرار پا گیا - علماء علم الحیوانات نصف صدي سے اس گم شدہ حلقہ کي جستجو میں ہیں - آثار قدیمہ اور علم طبقات الارض کي تحقیقات کے سلسلہ میں بارہا اس طرح کي چیزیں دستیاب ہوئیں کہ خیال ہوا ' گم شدہ حلقہ کا سراغ ملگیا ہے ' لیکن پھر مطالعۂ و تفحص سے اس خیال کي تصدیق نہو سکي -

لیکن سنہ ۱۹۲۰ - سے بعض نئے انکشافات پے درپے ہو رہے ہیں ' اور انھوں نے ایک نیا مواد بحث پیدا کر دیا ہے - اگرچہ ان میں بھي کوئي چیز ایسي نہیں ہے جسے علمي وثوق کے ساتھ "حلقۂ مفقودہ" قرار دیا جا سکے - تاہم علماء حیوانات و تشریح کا خیال ہے کہ قرائن و آثار بہت حد تک تشفي بخش ہیں ' اور بہت ممکن ہے کہ انکي بحث و فحص سے گم شدۂ حلقہ کا مسئلہ حل ہو جاے -

حال میں امریکہ کے بعض علماء حیوانات نے اس قسم کا مواد یک جا کرکے اُن کي نوعیت پر نہایت دلچسپ نظر ڈالي ہے - ہم اُس کا مختصر خلاصہ قارئین الہلال کي معلومات کے لیے درج کردیتے ہیں -

یہ امریکن پروفیسر (جس کا نام ڈاکٹر وہالت ہے) لکھتا ہے :

" گزشتہ دس سال کے اندر جو انکشافات ہوئے ہیں ' وہ سلسلۂ بحث کا نہایت قیمتي سرمایہ ہیں - علم کي احتیاط کا مقتضی یہي ہے کہ اظہار وثوق میں جلدي نہ کي جائے - لیکن اگر ایسا نہ ہوتا ' تو یہ انکشافات اپني موجودہ حالت میں بھي اتنے واضح ہیں ' کہ کہا جا سکتا تھا ' گم شدہ حلقوں کا سراغ مل گیا ہے -

اس وقت سب سے زیادہ قوي قرائن رکھنے والے آثار پانچ ہیں :

(۱) انسان ہذل برگ : یہ ایک کھوپڑي ہے جو جرمني کے مندرجۂ بالا مقام میں ملي تھي - تشریحي تحقیقات کے بعد ثابت ہوگیا ہے کہ یہ نہ تو موجودہ انسان کي کھوپڑي ہوسکتي ہے ' نہ کسي جانور کي - یہ ضرور ایک تیسري اور درمیاني قسم ہے -

وہ کھوپڑي جو ٹونگس میں ملي ہے ' اور جسکي نسبت خیال کیا گیا ہے کہ گم شدہ حلقہ کي کھوپڑي ہے

برخلاف اِسکے شعاع " بیٹا " اُس سے دس گنی زیادہ تیز ہے ' یعني ہر سکنڈ میں ۱۰۰٬۰۰۰٬۲ میل کي سرعت رکھتي ہے - گویا آفتاب کے نور کي طرح تیز رفتار ہے - تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ یہ شعاع جلد میں نصف انچ تک گہري اتر جاتي ہے' اور شیشہ ' ایلومیام ' اور سیسے کي پتلي چادروں کو بھي توڑ کر ۱/۱۲ - انچ گہرائي تک چلي جاتي ہے !

تیسري شعاع " گاما " شعاع ایکس (ایکس ریز) سے بہت مشابہ ہے - فرق صرف یہ ہے کہ اُسکي مثبت لہر X (ایکس) سے طول میں کم ہے - لیکن یہ شعاع نفوذ و سریان کي بہت بڑي قوت رکھتي ہے - سیسے کي بارہ انچ موٹي تختي کو بھي توڑ کر نکل جاتي ہے !

اِس سے بھي زیادہ حیرت انگیز تحقیق یہ ہے کہ " شعاع الفا " پھوٹنے کے بعد نامعلوم طریقہ پر اپنے اندر دو منفي کہربائي لہریں جمع کر لیتي ہے ' اور یہ لہریں بالاخر ہیلیم (Helium) کے ذرے بن جاتي ہیں - اِسکے معني یہ ہوے کہ ریڈیم سے ہمیشہ ایک اور مادے کا فوارہ بھي چھوٹتا رہتا ہے - یہ مادہ ریڈیم سے مختلف ہے - اتنا مختلف ' جتنا کوئي مادہ کسي دوسرے مادہ سے مختلف ہو سکتا ہے -

(سورج اور ریڈیم)

درحقیقت یہ عجیب بات ہے کہ خود ریڈیم کے اندر ہیلیم بالکل موجود نہیں ہے - تاہم کسي مخفي سبب سے اُسکے ذرے ریڈیم سے برابر بہتے رہتے ہیں !

یہي بات دیکھکر علماء کا خیال اِس سب سے زیادہ حیرت انگیز حقیقت کي طرف منتقل ہوا کہ کائنات کا قیام دراصل صرف کہرباء یا بجلي کي قوت پر ہے - اِسي سے کائنات کے اُس سب سے زیادہ مخفي اور عجیب راز کي تحقیقات کا دروازہ کھلا جسکا تصور بھي کبھي انسان نہیں کرسکتا تھا - یعني آفتاب کي روشني ' حرارت ' اور قوت کے سرچشمے کا انکشاف ہوا -

آفتاب میں ہیلیم کا وجود ' زمین میں اُسکے وجود کي تحقیق سے پہلے ہي معلوم کر لیا گیا تھا - اسپکٹرسکوپ کے ذریعہ پتہ چل گیا تھا کہ آفتاب کے ہالے میں ہیلیم کي بہت بڑي مقدار موجود ہے - وہ عظیم الشان ہالہ جو سورج کے گرد حلقہ بنائے قائم ہے ' خلا میں لاکھوں میل تک اپني آتشیں زبانیں پھیلائے ہوے ہے !

ریڈیم کا طلسم یہ سوال پیدا کرتا ہے کہ آفتاب کے آتشي ہالے میں ہیلیم کا وجود کیا اِس بات کي دلیل نہیں ہے کہ خود آفتاب کے اندر بھي ریڈیم سے لبریز خزانے موجود ہیں ؟ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آفتاب کا تمام نور ' حرارت ' اور قوت ' اِسي ریڈیم کا کرشمہ ہو ؟

اگر ایک گرام ریڈیم سے اِتني حرارت پیدا ہوتي ہے کہ ۳/۴ گھنٹہ میں ایک گرام یخ کو پگھلا کر کھولا دیتي ہے ' تو آفتاب میں ریڈیم کا خزانہ کتني سخت حرارت پیدا کرتا ہوگا ؟

اِس کا اندازہ کرنے کیلیے اس قدر جان لینا ضروري ہے کہ آفتاب کا وزن :

۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰٬۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰٬۰۰۰۰۰۰۰۰۰٬۰۰۰۰۰ - ٹن ہے - یعني زمین سے ۳۳۲٬۰۰۰ - گنا وزني ہے - ظاہر ہے ' اِتنے بڑے کرہ میں کتنا بڑا خزانہ ریڈیم کا موجود ہوگا جو آفتاب کي اس محیر العقول روشني ' گرمي ' اور قوت کا منبع ہے !

سائنس نے یہ بات دریافت کرلي ہے کہ آفتاب کي حرارت ' اُسکے احتراق (جلنے) کا نتیجہ نہیں ہے - یہي حال ریڈیم کا بھي ہے - اُسکي حرارت ' احتراق کي وجہ سے نہیں ہے - بلا شبہ کچھہ احتراق بھي ہوتا ہے مگر اِس قدر کم ' کہ نہ ہونے کے برابر ہے - پھر یہ بھي ثابت ہوگیا ہے کہ ریڈیم کي قوي النفوذ شعاع " گاما " سورج کي شعاعوں سے بہت مشابہ ہے - پس کیا یہ ممکن نہیں کہ آفتاب کي یہ شعاعیں جو ہم تک ۹۳٬۰۰۰٬۰۰۰ میل مسافت طے کرکے منظم شکل میں پہنچتي ہیں ' دراصل ریڈیم کي " گاما " شعاعیں ہي ہوں ؟ بہت ممکن ہے ' کہ ایسا ہي ہو - چنانچہ بہر کے سائنس داں اِس وقت اِس اہم مسئلہ پر غور و بحث کر رہے ہیں -

ٹھیک اِسي معقول اور علمي طریقہ پر زمین کے اندروني گرم مادوں ' مثلاً آتش فشاں لاوا اور کھولتے اور گرم معدني چشموں وغیرہ کا اصلي سبب بھي ریڈیم ہي قرار دیا جا رہا ہے - تحقیقات کا سلسلہ جاري ہے - ممکن ہے چند سال بعد اِس باب میں علم کوئي قطعي رائے قائم کر سکے ' اور وہ حقائق اچانک دنیا کے سامنے آجائیں ' جو ابتک قدرت کے سربستہ راز سمجھے جاتے تھے -

پھر یہ بھي ایک عجیب بات ہے ' جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا کہ ریڈیم اگرچہ مسلسل حرارت و قوت پیدا کرتا رہتا ہے ' مگر خود اُسکے جوہر میں کوئي نمایاں کمي واقع نہیں ہوتي - اِس کا اندازہ اِس سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک گرام ریڈیم سال بھر میں ۱۱٬۶۰۰٬۰۰۰ - وزن حرارت پیدا کرتا ہے - یہ حرارت تقریباً تیرہ سیر منجمد برف کو پگھلا کر کھولا دے سکتي ہے - مگر اِس سے خود ریڈیم میں صرف ۱/۲٬۵۰۰٬۰۰۰ - کي کمي لاحق ہوتي ہے جو بہ منزلۂ عدم ہے - تاہم کمي ضرور ہے ' اور ایک بہت بڑي مدت کے بعد وہ اِس بیش قیمت جوہر کو حقیر دھات کي شکل میں تبدیل کردے سکتي ہے - علماء کا خیال ہے ' ریڈیم اپني خصوصیات سے محروم ہونے کے بعد سیسہ ہو جاتا ہے - لیکن اس تبدیلي کے لیے کم سے کم ۲٬۴۹۰ - برس کا زمانہ گذرنا چاہیے - اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ مثلاً جو ریڈیم زمین میں ۱۵۰۰ - برس قبل از مسیح سے موجود ہے ' وہ ابتک ریڈیم ہي ہے - سیسہ نہیں ہوا ہے !

اِس سے بھي زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ریڈیم ایک بالکل مختلف مادے سے کیمیاوي طریق پر تبدیل ہوکر اپني شکل میں آتا ہے - اِس تبدیلي کا تصور قدیم حکماء کو بھي ہوگیا تھا - وہ اپني عقل کے زور سے خیال کرتے تھے کہ تمام دھاتیں سونے کي شکل میں تبدیل کي جا سکتي ہیں اور ان دھاتوں سے اکسیر حیات طیار ہو سکتي ہے -

ریڈیم کي تکوین ' علماء کي نظر میں نہایت ہي حیرت انگیز معما ہے - تحقیقات سے ثابت ہوگیا ہے کہ ریڈیم کا مورث اعلی یا اصل اورانیم ہے - اِس اورانیم میں تین بڑي تبدیلیاں ہوتي ہیں - علماء نے ان تبدیلیوں کے تین نام رکھے ہیں : اورانیم س ۱ - اورانیم س ۲ - اورانیم س ۳ - آخر الذکر تبدیلي کے بعد اورانیم ' یونیم ہوجاتا ہے ' پھر یونیم ترقي کرکے ریڈیم ہو جاتا ہے - ریڈیم میں تنزل ہوتا ہے تو وہ پہلے پولونیم ہوتا ہے ' پھر سیسہ بن جاتا ہے - اورانیم اور سیسہ کے مابین اصلي ذرے ۱۶ - ہیں - پوري تبدیلي کے لیے کم از کم ۶٬۰۰۰٬۰۰۰٬۰۰۰ سال درکار ہوتے ہیں -

کے لیے کم از کم ۵۰۰ ٹن دوسرے کیمیاوی اجزاء درکار ہونگے - ۰۰۰،۱ ٹن پتھر کا کوئلہ خرچ ہوگا - ۰۰۰،۱۰ ٹن مقطر پانی لگے گا - ایک مہینہ تک ۱۵۰ - مزدور کام کرینگے - پانچ ھفتے ماہرین کیمیا کی ایک بڑی جماعت کو صرف کرنا ہونگے - پھر اس کے بعد مزید چار مہینے آلے کار آمد بنانے میں لگیں گے - ان تمام کوششوں، محنتوں اور کثیر مصارف کے بعد، شاید ایک گرام ریڈیم دستیاب ہو سکے - اگر کانگو کی پوری کان سے فایدہ اٹھایا جائے، تو بھی زیادہ سے زیادہ نصف اونس ریڈیم ملنے کی امید ہے - اس کے معنی یہ ہوے کہ اس تمام دوڑ دھوپ کے بعد ریڈیم کی موجودہ مقدار میں یعنی تقریباً دو چھٹانک میں صرف تیس گرام کا اور اضافہ ہو جائیگا !

(ریڈیم کی نوعیت)

آخر ریڈیم ہے کیا چیز جس کی جستجو میں سارا عالم سرگرداں ہو رہا ہے، اور جس کی مدح و ثنا میں دنیا کے تمام علماء رطب اللسان ہیں ؟

ماہر کیمیا سے پوچھو - وہ بڑے جوش سے جواب دے گا " ریڈیم اگرچہ لوہے ، تانبے، توتیے کی طرح ایک دھات ہے، مگر سب دھاتوں سے زیادہ وزنی ہے ، حتی کہ سیسے سے بھی زیادہ - سب دھاتوں سے زیادہ قیمتی ہے، حتی کہ سونے چاندی بلکہ لعل اور الماس سے بھی زیادہ - ریڈیم ، نیچر کے خزانے کا سب سے زیادہ بیش قیمت جواہر ہے - یہی وہ پارس ہے جس کے عشق میں قدیم فلسفہ اور حکماء دیوانے ہو رہے تھے ، اور سمجھتے تھے ، اس کے ذریعہ ہر دھات سونا بن جا سکتی ہے ! "

ڈاکٹر کے پاس جاؤ - آپ بھی قصیدہ خواں پاؤگے - وہ کہے گا " یہی وہ اکسیر حیات ہے جس کی مدتوں سے تلاش تھی - یہ عنقریب دنیا کی جملہ بیماریوں کا تریاق بننے والا ہے "

سائنس داں سے سوال کرو - فوراً بول اٹھے گا " یہ سب سے زیادہ عجیب چیز ہے جو دنیا نے دیکھی ہے - یہ اسی کے خواص کی برکت ہے کہ ذراتی ترکیب (ایٹم) کا نظریہ قائم ہوسکا ہے جو عنقریب تمام علوم میں عظیم الشان اور حیرت انگیز انقلاب پیدا کردیگا "

عالم طبقات الارض (جیالوجی) سے مخاطب ہو - وہ فوراً کہے گا " ریڈیم ، آتش فشاں پہاڑوں اور زمین کی اندرونی حرارت کا بہترین مفسر ہے "

عالم فلکیات سے دریافت کرو - وہ کہے گا " ریڈیم ، آفتاب اور ستاروں کے نور و حرارت کا سر چشمہ اور ان کی قوت کا راز ہے "

علم الحیاۃ (بیالوجی) کا ماہر تو یہانتک کہدیگا " شاید ریڈیم ہی زندگی کا اصلی منبع ہے "

علم ھندسہ کا عالم کہیگا " اگر ریڈیم کی کافی مقدار حاصل ہوجائے تو اتنی عظیم الشان قوت انسان کے قبضہ میں آجائے جس کا اسوقت تصور بھی مشکل ہے - ایسے حیرت انگیز آلات ایجاد ہو جائیں جنکے مقابلہ میں موجودہ آلات بالکل ہیچ ہیں - وہ آلات ایسے محیر العقول کام کرسکینگے جن کا عشر عشیر بھی حال کے آلات سے ممکن نہیں - پھر صنعت و حرفت میں بھی بالکل کایا پلٹ ہو جائیگی - ابھی ریڈیم کی جتنی قلیل مقدار موجود ہے ، وہی بے شمار فوائد پہنچا رہی ہے - اسکا ایک ادنی کرشمہ یہ ہے کہ اس سے ایک ایسا روغن ایجاد ہوگیا ہے جو گھڑی کی سوئیاں، بعض اور ہوائی جہازوں کے آلات، اور برقی کنجیاں، اندھیری راتوں میں روشن رکھتا ہے - قیمتی جواہرات اس سے طیار ہو جاتے ہیں - اگر کچھ مدت کے لیے سفید (بے رنگ) یاقوت ، ریڈیم کے زیر اثر رکھدیا جائے ، تو ہمیشہ کے لیے زمرد بن جاتا ہے - نقلی اور مصنوعی نہیں - حقیقی ، بیش قیمت زمرد ! "

اس عجیب و غریب اور نادر چیز " ریڈیم " کا خاصہ کیا ہے؟ مختصر جواب یہ ہے کہ " شعاعی قوت " - شعاعی قوت کے کیا معنی ہیں ؟ ٹھیک وہی جو ان دو لفظوں سے سمجھے جاتے ہیں - یعنی شعاعوں کی شکل میں قوت - مزید تفصیل آگے آتی ہے -

(ریڈیم کا انکشاف)

حیرت انگیز ریڈیم کا انکشاف اس طرح ہوا کہ سنہ ۱۸۹۵ ع میں مشہور فرنچ سائنس داں هنری بکریبل اپنی علمی تحقیقات میں مصروف تھا - فوسفورسی روشنی کے تجربے کر رہا تھا - اچانک اسنے دیکھا، ایک خاص عنصر " اورانیم " کے اجزاء فوٹو گرافی کی تختی پر تاریکی میں اثر ڈال رہے ہیں- حتی کہ اگر سیاہ کاغذ سے چھپا دیا جاے ، جب بھی انکا اثر پہنچ جاتا ہے - اس پر آپ بڑی حیرت ہوئی مگر ریڈیم کی طرف رہنمائی نہ ہوسکی- البتہ علمی دنیا نے یہ تسلیم کر لیا کہ اورانیم میں شعاعی قوت موجود ہے، اور اس سے کام لیا جانے لگا - چنانچہ اسوقت سے شیشہ اور چینی کے ظروف رنگنے میں اکسائڈ اورانیم برابر استعمال ہونے لگا ہے -

اسکے بعد ایک نوجوان پولش خاتون مبڈم کیوری نے اورانیم کے مخفی خواص کی پیرس میں تحقیقات شروع کی - اسنے بہت جلد معلوم کر لیا کہ یہ شعاعی قوت والا مادہ ، خود اورانیم نہیں ہے، بلکہ کوئی اور عنصر ہے اور اکسائڈ اورانیم سے ملا ہوا ہے - یہ دیکھکر اسنے یہ مادہ تحلیل کرنا اور مختلف قسم کے تیزابوں سے بار بار دھونا اور صاف کرنا شروع کیا - اب اسکی حیرت و مسرت بے حساب تھی- کیونکہ تحلیل کے بعد جو مادہ باقی رہگیا تھا ، اسکی شعاعی قوت برابر بڑھتی چلی جا رہی تھی- اسکے بعد وہ الکٹرسکوپ کی مدد سے تین اونس ایک نیا عنصر حاصل کرلینے میں کامیاب ہوگئی - یہ عنصر اورانیم سے بھی ساٹھ گنا زیادہ سخت تھا - فوراً اس مادہ کے چند کیمیاوی خواص بھی دریافت ہوگئے - اسنے بڑے فخر و مباہات سے اپنے عظیم انکشاف کا اعلان کر دیا ، اور اپنے وطن کے نام پر اسکا نام " پولونیم " رکھا - یہ " پولونیم " ریڈیم کے انکشاف کی طرف عملی قدم تھا - تین سال کی مزید تحقیقات کے بعد اسی خاتون نے اعلان کیا کہ اکسایڈ اورانیم میں شعاعی قوت کا اصلی سرچشمہ اسنے دریافت کر لیا ہے - اسی سر چشمہ کا نام بالآخر " ریڈیم " پڑا - اور آهستہ آهستہ اسکے مزید خواص معلوم کیے گیے -

اسکے بعد سر ارنسٹ آرتھر فورڈ نے دریافت کیا کہ ریڈیم کی شعاعیں تین قسم کی ہیں - چنانچہ یونانی ابجد کے تین ابتدائی حرفوں پر انکے نام رکھے گئے - پہلی شعاع کا نام " الفا " دوسری کا " بیٹا " تیسری کا " گاما ".

(ریڈیم کے خواص)

پھر تحقیقات سے ثابت ہوا کہ پہلی شعاع " الفا " مثبت کہربائی لہروں کا مجموعہ ہے - وہ اس قدر تیز رفتار ہے کہ ہر سکنڈ میں ۰۰۰،۲۰ میل حرکت کرتی ہے - یعنی توپ کے گولے سے بھی ۰۰۰،۴۰ مرتبہ زیادہ تیز رفتار ہے - لیکن یہ شعاع ، نفوذ و سریان کی زیادہ قوت نہیں رکھتی - شیشے کی نہایت رقیق تختی حائل کر کے آگے روک دیا جا سکتا ہے -

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں

" دنیا میں ہر شخص کا ایک کام ہوتا ہے - میرا کام یہی ہے کہ میں تلخ مگر مفید سچائی عوام پر ظاہر کردوں - جہانتک میری استطاعت میں تھا ' میں نے انسانیت ' شرافت ' اور روا داری کی دعوت دی ہے - اگر دنیا نے نہیں سنا ' تو یہ میرا قصور نہیں ہے - میں نے اپنے لیے ایک قاعدہ بنا لیا ہے - میں عالمگیر سچائیوں کا ساتھ دونگا - میں کسی پر الزام نہیں لگاتا ' کسی کی تضحیک نہیں کرتا ' کسی معین شخص پر حملہ نہیں کرتا - میرا حملہ اصولوں پر ہے - میں کسی خاص فعل کو برا نہیں کہتا - میں شر کو برا کہتا ہوں " (روسو)

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثہ

جان جاک روسو

JEAN JACQUES ROUSSEU

یہ سلسلہ شروع کرتے ہوے گذشتہ نمبر میں ہم نے والٹیر کے مختصر حالات درج کیے تھے ' اور لکھا تھا کہ آیندہ نمبروں میں اسکے اجتماعی اصول و مبادیات پر ایک مقالہ شائع کیا جائیگا - پھر اس پر نقد و تبصرہ کیا جائیگا - لیکن پھر ہمیں خیال ہوا کہ اس ترتیب کی جگہہ یہ ترتیب بہتر ہوگی کہ پہلے ان تینوں ارکان انقلاب کے مختصر حالات و افکار شائع کردیے جائیں - پھر انکے اصول و مبادیات کا خلاصہ دیدیا جاے - اس کے بعد بہ یک دفعہ ان پر نقد و تبصرہ کیا جاے - چنانچہ آج روسو پر ایک مختصر تحریر شائع کی جاتی ہے - یہ غالباً دو نمبروں میں ختم ہوجایگی - اسکے بعد فرانسیسی انسایکلو پیڈیا اور اسکے مصنفین کے حالات و افکار پر نظر ڈالی جائیگی ' اور اسکی اشاعت کے بعد نقد و تبصرہ کا سلسلہ شروع ہوگا - حال میں ایک نہایت قیمتی مجموعہ روسو کے تمام مکاتبات کا بھی پیرس سے شائع ہو رہا ہے - تین جلدیں گذشتہ سال شائع ہوچکی تھیں - چوتھی جلد پچھلی ڈاک سے ہندوستان پہنچی ہے - یہ مجموعہ اسقدر دلچسپ اور نوناگوں معلومات سے لبریز ہے کہ ضرورت ہے ' کم از کم ایک دو تحریریں روسو کے مکاتیب پر بھی لکھی جائیں - اگر یہ لکھی جا سکیں تو یہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہوگی -

انقلاب فرانس کے دماغی ارکان در اصل از منۂ وسطی (میڈل ایجز) کے کلیسائی اور شاہی استبداد کا رد فعل تھے - اسلیے ناگزیر تھا کہ پچھلے افراط کے مقابلہ میں ایک نئی تفریط پیدا ہو جاے - والٹیر ' روسو ' اور ڈیدرو ' ذہن و عقل کی اسی تفریط کی مخلوق ہیں - انکی ذہنی روح تعمیر سے نہیں بلکہ تخریب کے ہیجان سے پیدا ہوئی - وہ اثبات کے نہیں ' نفی کے واعظ تھے - مسیحی کلیسا کے جمود اور شاہی نظام کے استبداد نے " اثبات " اور " اعتقاد " کا جو غلو پیدا کردیا تھا ' اس نے اس رد فعل میں " نفی " اور " شک " کا اغراق پیدا کردیا - یہ بلا شبہ اس زمانے کی طبیعت کا قدرتی مقتضی تھا - پچھلی " تعمیر " کی درستگی کیلیے اب نئی " تخریب " کی ضرورت تھی - انہوں نے کلیسائی اور شاہی جمود کا بت توڑ دیا - لیکن جیسا کہ قاعدہ ہے ' اس بت شکنی میں وہ خود بھی ایک نیا بت کدہ بنا گئے - اور اسکے لیے پھر دنیا کو ایک نئے بت شکن کا انتظار ہے !

بہر حال انقلاب فرانس کے مبادیات پر یہ جدید نقد و نظر ' اس سلسلہ کی اصلی چیز ہوگی - جو مولانا ابو الکلام کے قلم سے نکلی ہے ' اور ان کے قید خانہ کے مسودات میں سے ہے -

ایک مرتبہ ایک مجلس میں انگریزی عالم ادب کا غیر معمولی انسان اور انقلاب فرانس کا سب سے بہتر وقائع نگار ' کارلائل موجود تھا - لوگ حکما کی خیالی نقشہ آرائیوں پر بحث کر رہے تھے - ایک شخص نے کہا " اجتماع و معاشرت کے انقلابات کے نقش ایک دل خوش کن تخیل سے زیادہ نہیں ہیں " جونہی اس رائے زنی کی بھنک کارلائل کے کانوں میں پڑی ' اس نے مجمع کو مخاطب کرکے کہا :

" حضرات ! کچھہ عرصہ گزرا ' اس دنیا میں ایک شخص تھا - روسو - اس نے ایک کتاب لکھی تھی - جب یہ کتاب شائع ہوئی تو بہت سے آدمیوں نے اس کی ہنسی اڑائی - لیکن جب اس کا دوسرا اڈیشن شائع ہوا ' تو اس کی جلد باندھنے کے لیے انہی لوگوں کے جسم کا چمڑا استعمال کیا گیا تھا ' جنہوں نے اس کی ہنسی اڑائی تھی ! "

اگر ریڈیم بگڑکر سیسہ ہوجاتا ہے تو یہاں قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شروع ہی سے زمین میں ریڈیم کی بہت بڑی کمیت موجود تھی ؟ اور کیا تمام موجودہ سیسا اصل میں ریڈیم ہی تھا ؟ بہت ممکن ہے ایسا ہی ہو' اگر ایسا ہی ہے تو پھر زمین شروع میں اپنی موجودہ حالت سے بالکل مختلف ہوگی- شروع میں زمین ایک ننھا سا آتشیں کرہ تھی یا خود آفتاب کا ایک چھوٹا سا جزء -

عام طور پر علماء کا یہی خیال ہے کہ زمین اصل میں ایک آتشی کرہ تھی اور آفتاب یا کسی دوسرے عظیم کرہ سے کٹ کر جدا ہوئی ہے - پہلے زندگی سے بالکل خالی تھی- پھر بتدریج سرد ہونے کے بعد زندگی کے تخم سے آباد ہوئی' اور نسی روح کا مسکن بن گئی ؛ زندگی کے یہ تخم ' ایتھر میں پڑے بہہ رہے تھے - اگر واقعہ یہی ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے ' کیا یہ ممکن نہیں کہ زندگی کے یہ تخم اصل میں ریڈیم ہی کے گیس ہوں ؟ بہت ممکن ہے ایسا ہی ہو- کیونکہ سائنس نے قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ شعاعی قوت کا زندگی کے حقیقی عناصر سے گہرا تعلق ہے - دلیل اسکی یہ ہے کہ بعض بیج ریڈیم کی شعاعوں کے زیر اثر آتے ہی فوراً کونپلیں پیدا کر دیتے ہیں ' اور پھر غیر معمولی سرعت و قوت سے بڑھنے لگتے ہیں !

لیکن علماء کا پختہ خیال ہے کہ ریڈیم کی' اُس کی اصلی اور بے میل شکل میں زیادہ کمیت ' زمین کی سطح پر کبھی موجود نہ تھی - یہ اسلیے کہ اُسکے کیمیاوی خواص اسے تقریباً نا ممکن ثابت کر رہے ہیں - وہ ہمیشہ دوسرے مواد سے مرکب ملتا ہے - خالص ریڈیم کا حصول بہت ہی مشکل ہے - اگر حاصل ہو بھی جائے تو اُسکا اصلی حالت میں محفوظ رکھنا اور بھی مشکل ہوگا - کیونکہ وہ ہوا سے جلد متاثر ہوجاتا ہے - یہی وجہ ہے کہ ریڈیم کی عام تجارت اُسکے مختلف نمکوں : برومائڈ ' کلورائڈ ' کاربونیٹ ' سلفیٹ کی شکل میں ہوتی ہے -

(طبی فوائد)

روشنی کے روغنوں کے علاوہ ریڈیم سے طب میں بھی بڑے بڑے کام لیے جا رہے ہیں - طب میں اُسکے استعمال کی طرف سب سے پہلے سنہ ۱۹۰۱ - میں بییر کوری نامی طبیب کو رہنمائی ہوئی - یہ شخص ریڈیم کی دریافت کرنے والی میڈم کوری کا شوہر ہے - لیکن ریڈیم کے علاج کا اصلی موجد ہنری ترمینیسی ہے - سنہ ۱۹۰۶ - میں اِسنے دریافت کیا کہ اگر سیسہ کی تختی میں ریڈیم کی شعاعیں دو مرتبہ چھان لی جائیں' تو وہ جسم کے اُن ریشوں کو زائل کردیتی ہیں جو سرطانی مادوں سے آلودہ ہوتے ہیں - مگر تندرست ریشوں پر اُن کا کوئی برا اثر نہیں پڑتا -

اُس وقت سے ریڈیم مختلف امراض کے علاج میں استعمال ہونے لگا - مثلاً سرطان' طرح طرح کے ورم' نقرس' عصبی درد' عرق النساء' ریڑھ کا درد' ذیابیطس' خون کی کمی' ہیضہ' ٹیفوئڈ وغیرہ - خیال کیا جاتا ہے کہ ریڈیم' ایکس ریز کے جلے ہوے زخم اچھے کردیتا ہے - ٹیفوئڈ' ہیضہ' اور پسہری کے جراثیم قتل کرڈالتا ہے - معدے کو درست کرتا ہے - اشتہا پیدا کرتا ہے' اور اُن تمام کیمیاوی تبدیلیوں میں مساعد ہوتا ہے جو انسانی جسم میں برابر جاری رہتی ہیں -

(ریڈیم کے مضر اثرات)

لیکن جہاں ریڈیم کے بے شمار فوائد ہیں' اُسکی مضرتیں بھی ہیں - مدت تک ریڈیم کے زیر اثر رہنا سخت نقصان کا موجب ہوتا ہے-

جو لوگ ریڈیم کے علاج میں مشغول رہتے ہیں' وہ اپنی حفاظت سیسے کی صدریاں پہنکر کرتے ہیں - تاہم اُنکی صحت کو آخر کار سخت نقصان پہنچتا ہے - ریڈیم کی شعاعیں براہ راست کوئی تکلیف نہیں پہنچاتیں - لیکن اہستہ آھستہ خون کے سفید اور سرخ ذرے بگاڑ دیتی ہیں - خون کا دباؤ ہلکا کردیتی ہیں - اکثر خون میں کمی بھی پیدا ہوجاتی ہے - ناخن بد صورت اور اُنکے گرد کی کھال کھری اور موٹی ہوجاتی ہے - چہرہ اور ہاتھوں کی جلد میں بھی التہاب پیدا ہو جاتا ہے -

ریڈیم کی ابھی جتنی مقدار حاصل ہوئی ہے' وہ تمام مریضوں کے علاج کیلیے بالکل نا کافی ہے - تاہم اُسے نہایت ہوشیاری سے استعمال کیا گیا ہے' اور ایسے طریقے ایجاد کیے گئے ہیں کہ اُسکا نفع زیادہ سے زیادہ عام ہو سکے - ریڈیم کی شعاعی قوت کا گیس چھوٹی چھوٹی نلیوں میں اس طرح بند کیا گیا ہے' کہ اُس سے علاج میں کام لیا جاسکے- ہر نلی ۱۸ - ۲۰ - روپیہ میں فروخت ہوتی ہے اور زیادہ سے زیادہ چار دن تک کام دیتی ہے - یہ نلی بیمار کے جسم میں اُسی طرح داخل کردی جاتی ہے' جس طرح انجکشن کی سوئی داخل کی جاتی ہے -

اِس وقت کوئی شخص بھی پیشین گوئی نہیں کرسکتا کہ ریڈیم کے آئندہ فوائد اور کیا کیا دریافت ہونگے ؟ اور کن کن طریقوں پر اُسے استعمال کیا جا سکے گا ؟ امید کی جاتی ہے کہ سائنس کوئی ایسا طریقہ ایجاد کر سکے' جس سے ریڈیم کے حصول میں آسانی ہوجاے' اور علماء طبقات الارض کا یہ نظریہ ایک دن صحیح ثابت ہوجاے کہ ہماری زمین کے شکم میں سرا سر ریڈیم ہی بھرا پڑا ہے - اگر کبھی یہ نظریہ صحیح ثابت ہوگیا تو کون اندازہ کرسکتا ہے کہ انسان کو کتنی قوت' کتنی حرارت اور کسقدر روشنی حاصل ہوجائیگی ؟

آخري عهد مصائب کي يادگار هيں - اُنميں سب سے بلند درجه اُسکے " مکالمات " اور " اعترافات " کو حاصل هے - اِن سے بهي بڑهکر اُسکي وه تحريريں هيں ' جو اُسنے پيرس کے اُسقف (لٹ پادري) اور جنيوا کي حکومت کے جواب ميں لکهي تهيں -

(روسو اور کليسا کا معرکه)

اِس جنگ ميں کون فتحمند رها : روسو يا اُسکے دشمن ؟

اِسکا جواب مدت هوئي خود زمانه دے چکا هے ! زندگي ميں اُسکے ليے دنيا چار بالشت زمين کا گوشه بهي مهيا نه کر سکي' ليکن اسکے مرنے کے بعد يورپ کا تمام بر اعظم اپنے ذهن و فکر کا صرف ايک هي حکمراں رکهتا تها' اور وه يهي معتوب عالم " روسو " تها !

ليکن آج همیں روسو کي زندگي پر تبصره کرنا نهيں هے - روسو کي زندگي پر تبصره رسائل کے مقالات ميں نهيں ' ضخيم کتابوں ميں هو سکتا هے - آج هم صرف اُسکي فکري اور قلمي معرکه آرائيوں ميں سے ايک خاص معرکه دکهانا چاهتے هيں - يهي اسکے قلم کے معرکے هيں جو تهوڑے عرصے کے اندر انقلاب فرانس کے خونيں معرکوں کي شکل ميں مبدل هو گئے - يه معرکه اُس ميں اور پيرس کے اُسقف کے درميان واقع هوا تها - بلکه يوں کهنا چاهيے ' علم و عقل کے نئے ظهور اور مسيحي کليسا کے قديم جهل و جمود ميں هوا تها - هم اختصار پر مجبور هيں -

(اُسقف کا بيان)

اُسقف نے اپنا بيان اِس افسوس کے ساتهه شروع کيا هے که فرانس ميں کفر اور الحاد پهيلتا جاتا هے - پهر يه ثابت کيا" هے که يه صورت حال ' قرب قيامت کي علامت هے جيسا که پولس رسول نے پيشين گوئي کي هے - پهر اس مقدس مگر هولناک تمهيد کے بعد وه روسو پر پے در پے حملے شروع کر ديتا هے :

" يهي وه الحاد هے جسے ايک شخص (يعني روسو) نے اپني کتاب " اميل " Emilius ميں پيش کيا هے - اِس شخص نے گناه ميں نشو و نما پائي هے - يه ايک ايسي زبان بولتا هے جو فلاسفه کي زبان هے - مگر وه خود فلسفه سے تهي دست هے - يه ايک ايسا ذهن هے جس ميں معلومات بے ترتيبي سے ٹهونس دیے گئے هيں - مگر وه هنوز تاريک هے ' اور صرف اپني تاريکي هي پر قانع نهيں هے بلکه دوسرے دلوں ميں بهي تاريکي اتار رها هے - يه ايک ايسي طبيعت هے جو عجيب و غريب افکار کي دلداده اور مجهول راستوں کي شيفته هے - اِس ميں اخلاق کا افلاس اور فکر کي ثروت ' دونوں بيک وقت جمع هو گئي هيں - ايک طرف اُسے متقدمين کے اصول سے شغف هے ' دوسري طرف عقلي بدعتوں کي ايجاد کا جنون هے - وه خلوت پسند بهي هے اور شهرت پسند بهي - علم کي محبت کا بهي دعوی رکهتا هے اور علم کي عداوت کا بهي علم اٹهائے هے - انجيل کے کمال کا بهي اعتراف کرتا هے اور اُسے جڑ سے اکهاڑ پهينکنے کي بهي کوشش کرتا هے - فضيلت کي ايسي خوبصورت تصويريں اتارتا هے که بے اختيار تحسين و آفرين کا نعره بلند هو جاتا هے - مگر پهر فوراً هي فسق و فجور کے پهاوڑوں سے اپني بنائي هوئي شاندار عمارت گرا بهي ديتا هے - يه نوع انساني کا معلم بنکر سامنے آيا هے' مگر الحاد اور گمراهي کے سوا کچهه نهيں رکهتا - يه ضلالت کا امام هے - فساد کا مرشد هے - شيطان کا پيام بر هے - تاريکي کا رهبر هے - اور اس سے بهي کچهه زياده هے - وه اپني کتاب ميں انسان کو حيوان کے درجه ميں رکهتا هے - ايک اور رساله ميں نفس پرستي کي تبليغ کرتا هے - پهر تربيت کي کتاب لکهتا هے - مگر سراسر الحاد کي دعوت ديتا هے !"

آگے چلکر اُسقف نے روسو کي کتاب " تربيت " پر اعتراض کیے هيں اور اس پر زور ديا هے که يه " دعوت الحاد " هے - يه کتاب آج همارے هاتهوں ميں موجود هے - اسميں جس " الحاد " کي دعوت دی گئي هے وه صرف يه هے' که وه کهتا هے : " بچه کي دماغي تربيت و تعليم ايسي هوني چاهيے که وه خود اِس قابل هو جائے که دين حق کي معرفت پيدا کر سکے ' اور اسے تقليد و رسوم کي بنا پر نهيں بلکه فهم و بصيرت کے ساتهه منتخب کرے - همیں اس بات سے احتراز کرنا چاهيے که اُسے کوئي ايسي دماغي جکڑ بندي کي تعليم ديں جس سے اُس ميں دماغي بصيرت اور مجتهدانه فکر کي قوت پيدا نه هو سکے اور دل و دماغ کسي جابرانه تاثير سے منفعل هو جائيں - همیں اس سے بهي احتراز کرنا چاهيے که اسکے دماغ ميں کوئي ايسي بات اُتار ديں ' جسے وه خود اپني عقل سے معلوم نهيں کر سکتا "

اِس پر اسقف نے اعتراض کرتے هوئے لکها هے : " همیں اِس نظريه پر کوئي اعتراض نهيں هے - ليکن سوال يه هے که کيا بچه کو گمراه هو جانے کيليے چهوڑ دينا چاهيے ؟ اگر ايسا نهيں کرنا چاهيے بلکه اُسے هميشه فطرة کي سچي راه پر رکهنا چاهيے ' تو وه سچا طريقه کيا هے ؟ کتاب تربيت کا مولف بند بند لفظوں ميں الحاد کي طرف دعوت ديتا هے - ليکن هم فطرت کے سچے طريقے يعني مسيحيت کو پيش کرتے هيں - درحقيقت دين مسيحي فطرتي دين هے - فطرت هميشه اِسي کي طرف رهنمائي کرتي هے - عقل انساني بجز انجيل کے راسته کے کوئي دوسري راه قبول هي نهيں کر سکتي - يه اس ليے که انجيل کا دين ' فطرت اور عقل کا دين هے !"

روسو اُسقف کي تمام تشريحات برداشت کر لے سکتا تها ' ليکن يقيناً اس بات کي برداشت اُسکي طاقت سے باهر هو گئي که " مسيحيت فطرة کي سچائي هے " اور وه " فطرة اور عقل کے دين کي طرف رهنمائي کرتي هے " ياد رکهنا چاهيے که يه پرجوش اُسقف اور اسکے تمام هم مشرب جس " مسيحيت " اور " انجيل " پر عامل تهے اور اُسکي دعوت دے رهے تهے ' وه " کليسا " اور " پوپ " کي " مسيحيت " تهي - نه که مسيحيت کي پہلے عهد کي ساده اور بے ميل مسيحيت - امريکن مصنف ڈريپر کے لفظوں ميں " اٹهارويں صدي کے تمام اجتماعي انقلابات غير ضروري هو جاتے اگر کليسا اور پوپ کي نمايندگي کي جگه مسيحيت اور مذهب کي کوئي دوسري نمايندگي وجود ميں آ سکتي "

در اصل ازمنهٔ وسطی سے مسيحيت کا جو جهل پرور اور مستبد مزاج پيدا هو گيا تها ' اسکا قدرتي رد فعل والٹير اور روسو کا انکار اور کفر تها !

اسکے بعد اسقف کهتا هے " اگر دين مسيحي هي وه سچا طريقه هے جسکے سوا فطرت انساني کوئي دوسري راه تصور هي نهيں کر سکتي - تو پهر روسو کا ديني تعليم و تربيت پر نکته چيني کرنا بجز اسکے کوئي معني نهيں رکهتا که وه مخلوق کو هدايت سے هٹا کر ضلالت کي طرف بلا رها هے !"

روسو نے کها تها " هر بچه جو اپنے بچپنے ميں خدا پر ايمان رکهتا هے ' ايک طرح کا بت پرست هے ' اور خدا کو انسان کي

یہ ہے یورپ کے اٹھارھویں صدی کی عجیب و غریب شخصیت جاں جاک روسو - اور یہ ہے اُس کی انقلاب انگیز اور عالم افگن تعلیمات کا سلحرانہ نفوذ ' جس کی طرف کارلائل نے ان ضرب المثل بن جانے والے لفظوں میں اشارہ کیا تھا !

نپولین کہا کرتا تھا " انقلاب فرانس کچھہ نہ تھا مگر روسو " ایک اور موقعہ پر اُس نے کہا " روسو ہی انقلاب کا باپ تھا " بلاشبہ روسو انقلاب فرانس کا باپ تھا ' لیکن وہ اس سے بھی بڑھکر تھا - اُس نے صرف فرانس ہی میں نہیں بلکہ اپنے پورے عہد کی عقلی و اجتماعی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا - اس کے مبادیات و اصول کو لوگ صحیح سمجھیں یا غلط ' لیکن عملی دنیا کا فیصلہ یہی ہوا کہ وہ آنکھہ بند کرکے اُس کی رہنمائی پر چل پڑی' اور اُس کے سوا دوسروں کی رہنمائی قبول کرنے سے انکار کردیا - اٹھارھویں صدی سے لیکر اس وقت تک دنیا کے قوموں کی حکومتوں میں ' ان کی سوسایٹی اور معاشرت میں ' اُن کے عقلی اعمال و عقائد میں ' ان کے علم و فن کے کار و بار میں ' ایک بہت بڑی زندہ حقیقت روسو اور روسو کے اصول و مبادی ہیں !

(مختصر حالات زندگی)

سنہ ۱۷۱۲ ع میں روسو جنیوا میں پیدا ہوا تھا - اُس کا باپ آیزک روسو ایک غریب آدمی تھا ' مگر سست ' ناکارہ ' اور بد اخلاق - گھڑیوں کی مرمت کرتا اور عورتوں کو ناچنا سکھا کر پیٹ پالتا - لیکن اُس کی ماں بہت ہی شریف عورت تھی - اُس کی شرم و حیا اور شریفانہ نسوانی جذبات کا تمام سوانح نگاروں نے اعتراف کیا ہے - روسو میں اپنے ماں اور باپ' دونوں کے اخلاق جمع ہوگئے تھے - البتہ بعد میں اُس نے بہت کچھہ اصلاح کرلی تھی -

روسو کی ابتدائی تعلیم نہایت ناقص تھی - اُسے بچپن ہی سے افسانے اور خیالی قصے پڑھنے کا شوق ہوگیا تھا - لیکن اُس کے تمام سوانح نگار تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مطالعہ اُس کے عجیب ذہن کے لیے مضر نہیں بلکہ مفید ثابت ہوا -

روسو ابھی پوری طرح جوان بھی نہیں ہوا تھا کہ اپنی روزی کمانے پر مجبور ہوگیا - اُس کے والد نے اُسے دستکاری کا پیشہ اختیار کرنے پر مجبور کیا مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی - کئی مقامات میں اُس نے نوکری کی مگر اپنی تنک مزاجی اور خاص قسم کی طبیعت کی وجہ سے کہیں جم نہ سکا - نہ وہ اپنے کسی آقا کو خوش کر سکتا تھا - نہ اُس کا کوئی آقا اُسے مطمئن کردینے کی قابلیت رکھتا تھا !

اپنی زندگی کا یہ زمانہ اُس نے سخت مصائب میں گزارا - تنگ دستی ہمیشہ اُس کی رفیق رہی - بے اطمینانی نے کبھی ساتھہ نہ چھوڑا - صحبت نہایت خراب تھی - سوسائٹی کا سب سے زیادہ بدترین طبقہ اُس کے حصے میں آیا تھا -

(ترقی و شہرت کا پہلا موقعہ)

۳۹ - سال اِس طرح گزر گئے - اب تک وہ بالکل گم نام تھا - لیکن قدرت کی نظر عنایت اُس پر شروع ہی سے تھی - وہ اُسے اپنے مدرسۂ مصائب میں طیار کر رہی تھی -

سنہ ۱۷۴۹ ع میں اچانک اُسؑ کے اقبال کا ستارا طلوع ہوا - فرانس کے ایک علمی مجمع (اکاڈیمی) نے ایک موضوع مقرر کیا ' اور اہل علم کو اُس پر بحث کی دعوت دی - مقابلہ سخت تھا - منتخب علماء میدان میں اتر پڑے تھے - تاہم روسو نے ہمت کی اور مضمون لکھا - اُس کا مضمون سب سے بہتر ثابت ہوا - مجمع علمی نے اِس گمنام " عالم " کی قابلیت کا اعتراف کیا - اور اُسے مقابلہ کا انعام دیکر ہمت افزائی کی - اِس طرح دنیا نے پہلی مرتبہ سنا کہ روسو ' فرانس میں ایک بڑا عالم ہے !

(حکومت اور کلیسا کا متحدہ حملہ)

اب روسو پر شہرت کا دروازہ کھل گیا - بڑی تیز گامی سے وہ آگے بڑھا ' اور تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اپنے عہد کا سب سے بڑا عالم تسلیم کرلیا گیا -

مگر کیا اِس شہرت و عزت سے اُس کی زندگی کی مصائب دور ہوگئیں ؟ نہیں ' اور زیادہ ہوگئیں - پہلے وہ صرف تنگ دستی کا شکار تھا ' اب وہ حکومت اور کلیسا کی دشمنی کا بھی شکار ہوگیا - جوں ہی اُس کی تصانیف سوشل کنٹریکٹ ' ہلواز ' اور امیل نامی شائع ہوئیں ' حکومت اور کلیسا کے ایوانوں میں تہلکہ مچ گیا - دونوں نے بیک وقت اُس پر یورش کردی ' اور انتقام لینے کیلیے اپنے تمام ہتیار سنبھال لیے !

(مصائب و محن اور خاتمہ)

" امیل " کے شائع ہوتے ہی ' ۹ جون سنہ ۱۷۶۲ ع میں حکومت فرانس نے روسو کی گرفتاری کا فرمان جاری کردیا - مجبوراً اُسے فرار ہی میں سلامتی نظر آئی - فرانس سے بھاگ کر جنیوا پہنچا مگر یہاں کی حکومت بھی اُس کے لیے فرانس سے بہتر ثابت نہ ہوئی - اُس نے بھی اس کی گرفتاری ضروری سمجھی - یہ حال دیکھکر اس نے ہالینڈ کا رخ کیا - مگر ہالینڈ بھی ایک ایسے شخص کے استقبال کے لیے طیار نہ تھا - اُس نے بھی دار و رسن سے استقبال کرنا چاہا - اب اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ اٹلی میں پناہ لے - وہ اٹلی پہنچا - مگر اٹلی پوپ کا پایۂ تخت تھا - وہ اِس کے پہنچنے سے پہلے ہی اس کے کفر و انکار پر گرفتاری و قتل کا فتوی صادر کرچکا تھا - بے بس ہوکر وہاں سے بھی نکلا - اور انگلستان کی راہ لی - اُسے امید تھی کہ انگلستان کے ایک گوشہ میں پناہ حاصل کر سکیگا - لیکن افسوس ہے کہ وہ بھی بے رحم نکلا - اب اُس کی مصیبت کا جام چھلک گیا تھا -

اب یورپ میں اُسے کہیں پناہ نہیں مل سکتی تھی - جہاں چھپتا تھا - وہیں دشمن کا ہاتھہ دراز ہوجاتا تھا : ضاقت علیھم الارض بما رحبت و ضاقت علیھم انفسھم کے عالم میں مبتلا تھا - ابھی یہ مصیبت بڑھتی ہی جاتی تھی کہ ایک دوسری مصیبت بھی شروع ہوگئی - یعنی طرح طرح کے جسمانی امراض و آلام نے آگھیرا - آخر اِسی حالت میں ' کہ دنیا اپنی ساری وسعت کے ساتھہ اُس پر تنگ ہوچکی تھی ' سنہ ۱۷۷۸ ع میں انتقال کیا ' اور گوشۂ قبر میں پناہ لی !

اِن مصائب نے روسو کے دل و دماغ پر کیا اثر ڈالا ؟ کیا وہ اِن سے مرعوب ہوگیا تھا ؟ کیا اپنے عقائد و افکار سے دست بردار ہوگیا تھا ؟ کیا اُسنے اپنے بے پناہ دشمن کے سامنے ہتیار ڈالدیے تھے ؟

اگر وہ ایسا کرتا تو یقیناً عیش کی زندگی بسر کرتا - مگر صرف زندگی ہی بسر کرتا - زندگی کی عظمت حاصل نہ کر سکتا - اپنی موت کے ساتھہ ہی مرجاتا - اُسکی ساری عظمت ' اُسکی دماغی قابلیتوں سے زیادہ ' اُسکے دل کی مضبوطی میں ہے - بلا شبہ وہ اپنا جسم کونے کونے میں چھپاتا پھرا ' مگر اُسکا قلم بے پناہ شمشیر بنکر ہمیشہ دشمن کا قلع قمع کرتا رہا - اُسکی بلیغ ترین کتابیں ' اِسی

معرکوں کے بعد اُنکی ہیبت فرانسیسی فوجوں پر اس قدر بیٹھہ گئی تھی کہ اُنکا نام سنتے ہی میدان سے بھاگ جاتی تھیں - پچھلے دو سال برابر دروزیوں کا پلہ بھاری رہا ' واقعات ثابت کر رہے تھے کہ فرانس کو بہت جلد سر جھکانا پڑیگا - بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دو مرتبہ فرانس نے اندر ہی اندر سر جھکا دینے کا فیصلہ بھی کر لیا تھا -

مگر افسوس ' نتیجہ بالکل برخلاف نکلا - فرانس نے وہی طریقہ اختیار کیا جو ایسے موقعہ پر ہمیشہ طاقتور حریف اختیار کیا کرتا ہے - اُس نے جنگ کو طول دینا شروع کر دیا - یہ طوالت بے سر و سامان دروزیوں کیلیے نا قابل تحمل تھی - وہ دنیا کی اول درجہ کی سلطنت کے مقابلہ میں تنہا تھے - خود انکے وطن کی دوسری جماعتیں بھی انکے ساتھہ شریک نہ تھیں - جنگ نے زراعت ' تجارت ' اور ہر طرح کے وسائل معیشت سے انہیں محروم کر دیا تھا - بہت دنوں تک جمے رہے - لیکن آخر کب تک قدرتی موانع سے جنگ کرتے ؟ بے بس ہوکر ترک جنگ پر آمادہ ہوگئے - اب پورا ملک پھر فرانس کے رحم پر ہے ' اُسوقت تک کیلیے ' کہ مجاہدین وطن تازہ دم ہوکر کوئی دوسرا قدم اُٹھا سکیں -

یہ واقعہ تمام مشرق کیلیے ایک نیا تازیانۂ عبرت ہے - اِسنے ایک مرتبہ پھر یہ حقیقت ظاہر کردی کہ تمام دول یورپ کس طرح مشرق کے غلام بنانے اور غلام رکھنے پر متفق ہوگئی ہیں - اُنمیں باہم کتنی ہی مخاصمت و رقابت کیوں نہ ہو ' مگر مشرقی قوموں کا سر کچلنے میں وہ اپنی تمام رقابتیں بھول جاتی ہیں - اتنا ہی نہیں ' ایک دوسری کی امداد و اعانت پر بھی آمادہ ہو جاتی ہیں - شامی جہاد آزادی ' اس کی تازہ مثال ہے - جاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ فرانس نہیں ہے جسنے آج وطن پرستان شام کو نیچا دکھایا ہے - بلکہ وہ برطانیا ہے جسکی اخلاقی و مادی امداد و اعانت نے فرانس کو فتحمند کیا ہے - فرانس تو اپنا پورا زور لگا کر تھک چکا تھا - وہ پایۂ تخت دمشق کی بھی حفاظت نہیں کر سکتا تھا - روز دروز آتے تھے اور پوری آزادی سے دمشق کی سڑکوں پر حملے کرتے تھے - حالانکہ یہاں فرانس کا حربی مرکز قائم تھا - لیکن یہ اُس وقت کی بات ہے ' جب فرانس اس جہاد کے مقابلہ میں اکیلا تھا - برطانیا کی اعانت آئے حاصل نہ تھی - یہ واقعہ ہے کہ اُس نے گھبرا کر دو مرتبہ ارادہ کر لیا تھا کہ شامیوں کے مطالبات منظور کر لے ' اور اپنے ظالمانہ مطامع سے باز آجاے -

برطانیہ اس معاملہ میں کیونکر شریک ہوا ؟ مختصر تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب دروزیوں کو فرانس کے مقابلہ میں نمایاں کامیابیاں ہونے لگیں تو فلسطین ' شرق اردن ' اور عراق میں بھی اس کی صداے بازگشت بلند ہونے لگی - شرق اردن کے تیور سب سے زیادہ خراب تھے - بلکہ جابجا شورش بھی شروع ہوگئی تھی - برطانیا نے دیکھا کہ اگر اس علاقہ میں آگ لگ گئی تو فلسطین اور عراق تک اس کے شرارے پہنچ جائینگے ' اور پوری عربی قوم میں حریت طلبی کی نئی سرگرمی پیدا ہوجائیگی - برطانیا نے خیال کیا ' یہ تمام بے چینی صرف اِس وجہ سے ہے کہ دروزیوں کی کامیابیوں نے عربوں کے دل بڑھا دیے ہیں اور فرانس کی پیہم شکستوں سے خود برطانیا کا رعب و داب بھی بے اثر ہوتا جاتا ہے - وہ فرانس کی پیٹ ٹھونکنے کیلیے طیار ہوگئی - فلسطین کے برطانوی حکام نے علانیہ فرانس کی طرف امداد کا ہاتھہ بڑھایا ' اور اپنی جنگی قوت سے دروزیوں پر دباؤ ڈالنے لگے -

بد قسمتی سے جغرافیائی اور جنگی حالات نے دروزیوں کو شرق اردن کا سخت محتاج بنا دیا تھا - اُن پر تمام دروازے بند تھے - صرف شرق اردن کا دروازہ کھلا تھا - یہیں وہ پناہ لیتے تھے ' یہیں تازہ دم ہوتے تھے - اور اسی راستہ سے انہیں باہر کی مدد بھی مل جاتی تھی - برطانیا کے مخالف ہوتے ہی یہ دروازہ بھی اُنپر بند ہوگیا - اتنا ہی نہیں بلکہ انہیں سرحدوں پر پریشان بھی کیا جانے لگا - اب دروزیوں کو دو سلطنتوں سے بہ یک وقت مقابلہ کرنا پڑا : فرانس اور برطانیا - یہ بھی انھوں نے کیا - اور پورے بارہ مہینے تک میدان میں جمے رہے - مگر کبتک جمے رہتے ؟ سامان جنگ ختم ہوگیا - رسد بند ہوگئی - اب بجز بیٹھہ جانے کے کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا تھا - چنانچہ اِس عقدہ بے بس ہوکر بیٹھہ جانے کا فیصلہ کر لینا پڑا ! انا للہ و انا الیہ راجعون !

یقیناً تاریخ عرب و اسلام شریف حسین اور اُسکے بیٹوں کو کبھی معاف نہیں کریگی ' جنکی بدولت یہ تمام مصائب بلاد عربیہ پر نازل ہوے - شام ' فلسطین ' شرق اردن ' عراق ' یہ تمام ممالک برطانیا اور فرانس کے قبضہ میں صرف اِسی خاندان کی خیانت اور طمع کی سے گئے - اِس شامی جہاد آزادی کی ناکامی میں بھی شریف حسین کے منجھلے لڑکے امیر عبداللہ کا بہت بڑا حصہ ہے - یہ بے حمیت برطانیا کے ٹکڑوں پر شرق اردن میں پڑا ہے - اور برطانی ملک گیری کی بنیادیں اپنی عزت فروشی سے مضبوط کر رہا ہے - اس نے دروز سے بڑی ہی بے دردی اور بے حمیتی کا سلوک کیا - وہ جب پناہ کی امیدیں لیکر اسکی سر زمین میں پہنچے ' تو اس نے انہیں فوراً نکل جانے کا حکم دیا - اُنھوں نے پہاڑوں اور ریگستانوں میں جاکر پناہ لی - مگر اسنے وہاں بھی اُنکا تعاقب کیا ' اور ایک ایک کرکے سب کو فرانس کے حوالہ کر دیا !

اُنکی سب سے آخری جماعت ' علاقۂ ازرق میں پناہ گزیں تھی اِسکی تعداد دو ہزار تھی - امیر عبداللہ کو معلوم ہوا تو اُسنے وہاں ایک طاقتور فوج بھیجدی - جنگی قانون کا اعلان کر دیا ' اور انہیں مجبور کر دیا کہ اپنے آپ کو فرانس کے حوالہ کر دیں - چنانچہ تمام لوگوں نے مجبور ہوکر اپنے تئیں فرانس کے حوالہ کر دیا - حوالہ کرنے والوں میں خود خاندان اطرش کے لوگ بھی ہیں - مثلاً متعب بک اطرش ' علی بک اطرش ' عبدالغفار اطرش وغیرہم -

شام کے پایۂ تخت دمشق کا ایک منظر عام

صورت میں یقین کرتا ہے - عقل انسانی اِس بحر میں' خدا کا منزہ اور مطلق تصور کرھی نہیں سکتی !"

اسقف کا اِس پر اعتراض یہ ہے " اگر بچہ بت پرست ہوتا تو کئی خداؤں کا قائل ہوتا - اگر اسکے تفکر میں تجسم ہوتا (یعنی خدا کو انسان کی صورت دیتا) تو پروردگار کا جسم بتاتا - حالانکہ مسیحی بچوں کا کبھی ایسا اعتقاد نہیں ہوتا - وہ صحیح معنوں میں موحد ہوتے ہیں - مولف (روسو) نے یہ کہکر دو اصل مسیحیت کو بت پرستی قراردیا ہے !"

روسو نے لکھا تھا " میں جانتا ہوں کہ نظام عالم کو ایک قادر وحکیم ارادہ چلا رہا ہے - میں یہ دیکھتا یا محسوس کرتا ہوں' اور اسکی معرفت میری زندگی کیلیے ضروری ہے - لیکن یہ عالم کب سے اور کس طرح ہے ؟ اشیاء کی اصل ایک ہے یا متعدد ہیں ؟ انکی طبیعت کیا ہے ؟ یہ میں نہیں جانتا' ور نہ مجھے جاننے کی ضرورت ہے ... یہی باعث ہے کہ میں یہ حقیر مسائل نظر انداز کر جاتا ہوں - ممکن ہے یہ میری عقل کو مشغول کر لیں' مگر مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے - پھر یہ مسائل میری عقل سے بالا تر بھی ہیں ..."

اِس پر اسقف اعتراض کرتا ہے " بے باک مصنف کا اِس قول سے کیا مقصود ہے ؟ وہ جانتا ہے کہ کائنات کا نظام ایک قادر وحکیم ارادہ کے ماتحت ہے - وہ اعتراف کرتا ہے کہ اِس حقیقت کا علم اسکے لیے ضروری ہے - لیکن باوجود اِسکے کہتا ہے' نہیں معلوم اشیاء کی اصل ایک ہے یا ایک سے زیادہ ہے ؟ پھر دعوی کرتا ہے کہ مجھے اِس نقطہ کے معلوم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں - مصنف' دراصل خدا کی وحدانیت پر شک رکھتا ہے - اِس علم کے بعد کہ کائنات ایک قادر وحکیم ارادہ کے تصرف و اختیار میں ہے' کیا یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اشیاء کی اصل ایک ہے یا دوئی ہیں ؟ کیا یہ ممکن ہے کہ پہلی حقیقت کا علم ضروری ہو اور دوسری کی معرفت غیر ضروری قرار پائے ؟ کیا یہ صریح تناقض اور الحاد نہیں ہے ؟ وہ کہتا ہے میں خدا کی طبیعت و حقیقت سے باخبر ہوں' لیکن ساتھہ ہی یہ دعوی بھی کرتا ہے کہ یہ موجود حقیقی' علم' قدرت' ارادہ' اور حکمت رکھتا ہے ! اس سے تو معلوم ہوا کہ وحدانیت اُسکے خیال میں ایک " حقیر سا مسئلہ " ہے' اور کسی طرح بھی اُسکی عقل میں نہیں آ سکتا - لیکن معلوم ہوتا ہے' متعدد خداؤں کا تصور اُسکی عقل کے نزدیک معقول ہے - بھلا اِس حماقت سے بڑھ کر بھی کوئی حماقت ہو سکتی ہے ؟"

روسو معجزات کو اس معنی میں تسلیم نہیں کرتا کہ وہ خارق عادت ہیں - معجزات پر تنقید کرتے ہوئے اُسنے لکھا ہے " یا للعجب ! ہمیشہ آدمیوں ہی کی گواهیاں ! آدمی' اپنے ہی جیسے آدمیوں سے سنتے ہیں اور دوسرے آدمیوں کو سناتے ہیں ! میرے اور خدا کے درمیان آدمیوں کے کتنے اَن گنت واسطے قائم ہوگئے ہیں !"

اِس پر اسقف لکھتا ہے " اگر آدمیوں کی گواہی معتبر نہیں ہے تو پھر ہم پوچھتے ہیں مؤلف نے اسپارٹا' ایتھنز' اور روم کو کیونکر جانا جنکی عظمت کا وہ ہمیشہ راگ گایا کرتا ہے ؟ اِن قدیم جمہوریتوں اور مؤلف کے مابین آدمیوں کے کتنے بہت سے واسطے موجود ہیں ؟ وہ اِن واسطوں پر شک نہیں کرتا - لیکن مسیحی معجزات کی روایت میں وہ کوئی واسطہ منظور کرنا نہیں چاہتا - دراصل اُسکے اعتراض کی اصلی علت' الحاد ہے - وہ خدا ہی کو نہیں مانتا !"

عالم شرق و اسلام

مکتوب شام

(الهلال کے مقالہ نگار مقیم دمشق کے قلم سے)

دروزی جہاد آزادی کا خاتمہ

میں یہ مکتوب اِس حال میں لکھہ رہا ہوں کہ ہاتھہ میں رعشہ ہے' آنکھوں میں آنسو ہیں' دل میں حسرت و الم ہے - میں ہی نہیں' اِس وقت شام میں کون ہے جو خون کے آنسو نہیں رو رہا ہے ؟ دمشق کے آسمان پر اندھیرا چھا گیا ہے - اور شام کے مرغزار مایوسی کی خزاں سے مرجھا گئے ہیں - اسلیے کہ آزادی کی امیدیں ملتوی ہوگئیں - تین سال ہوئے شام کے ابطال وطن نے آزادی کا علم بلند کیا تھا - آج وہ علم گر گیا ہے - اِس لیے پورا ملک اور اُسکی قومی غیرت' سرنگوں ہے !

ملک شام خصوصاً دمشق نے اپنی سرزمین پر تاریخ کے عظیم ترین واقعات مشاہدہ کیے ہیں - دروز کا جہاد آزادی بھی ایک ایسا ہی عظیم واقعہ ہے - مشرق کی تاریخ میں ہمیشہ یہ زریں حروف میں ثبت رہے گا - جبل دروز' جو اِس جہاد کا مرکز تھا' صرف پچاس ساٹھہ ہزار کی آبادی رکھتا ہے - یہی آبادی' دروزیوں کی مرکزی آبادی ہے - اور یہی دروز ہیں جنھوں نے فرانس جیسی عظیم الشان سلطنت کے قدم' شام سے اکھاڑ دیے تھے ! ابتدائی

اسقف کا بیان بہت طویل ہے - اِس مضمون میں اُسکا پورا خلاصہ بھی ممکن نہیں - لیکن اُسکا آخری اعتراض ضرور نقل کردینا چاہیے - روسو نے بادشاہوں کے وجود پر سختی سے حملہ کیا ہے - اُسقف اسکے جواب میں لکھتا ہے :

" یہ بھی مؤلف کا الحاد ہی ہے جس سے متاثر ہوکر وہ بادشاہوں کے وجود پر نکتہ چینی کرتا ہے - بادشاہوں کو برباد کرکے وہ ایسے قواعد جاری کرنا چاہتا ہے' جنکا نتیجہ بجز بد امنی اور طوائف الملکی کے اور کچھہ نہیں ہوگا - مصنف کے مذہب اور دین حق میں کتنا تضاد ہے ؟ مصنف بد اخلاقی اور بد امنی کی تعلیم دیتا ہے - لیکن دین حق خشیت الہی اور بادشاہ کی اطاعت کا حکم دیتا ہے - دین کا حکم یہ ہے کہ ہر آدمی اپنے آقا کی فرمانبرداری کرے - دین کہتا ہے بادشاہی' خدا کی قوت ہے - اُسکا پاک سایہ ہے - اور آسمی سے زمین پر نازل کی ہے - جو اِس کا مخالف ہے' وہ خود خدا کا باغی ہے - اُس پر خدا کی ابدی لعنت ہو !"

اس طرح اُسقف نے اپنا رسالہ قرب قیامت کی ہولناکی سے شروع کرکے " ابدی لعنت " کی پیشکش پر ختم کر دیا ہے !

یہ روسو کے سب سے بڑے کلیسائی مناظر کا حملہ تھا - اب دیکھنا چاہیے' روسو نے اسکا دفاع کیونکر کیا ہے ؟ روسو کے سخت سے سخت نکتہ چیں بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اُسکا جواب اُسکی مناظرانہ قوت بیانیہ کا بے نظیر ثبوت تھا -

ہم آیندہ اشاعت میں اسکا خلاصہ درج کرینگے -

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

عمرو بن العاص

حضرت عمرو بن العاص (رض) کی شجاعت، تدبر، فتوحات سے تاریخ کے صفحات لبریز ہیں۔ مصر کی فتح سراسر انہی کے تدبر و قیادت کا نتیجہ تھی۔ خلافت اموی کے قیام میں انہی کی سیاست کارفرما تھی۔ اپنے عہد کی سیاست میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ مورخین نے اتفاق کیا ہے کہ عرب کی سیاست تین سروں میں جمع ہو گئی تھی: عمرو بن العاص، معاویہ بن ابی سفیان، زیاد بن ابیہ۔ اتفاق سے یہ تینوں سر ملکر ایک ہو گئے۔ انھوں نے سیاسی حکمت عملیوں سے اسلامی سیاست کا دھارا اُس طرف پھیر دیا جدہر وہ پھیرنا چاہتے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام اور خلافت راشدہ کے نظام کو صرف امیر معاویہ کی سیاست نے شکست نہیں دی تھی۔ اس میں سب سے زیادہ کارفرما دماغ عمرو بن العاص کا تھا۔

ایک ایسے سیاسی مدبر نے موت کا کس طرح خیر مقدم کیا تھا؟ ذیل کی سطروں میں اس کی تفصیل ملیگی:

ایک عجیب سوال

جب بیماری نے خطرناک صورت اختیار کرلی اور عرب کے اس دانشمند کو زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی، تو آپ نے اپنی فوج خاصہ کے افسر اور سپاہی طلب کئے۔

لیٹے لیٹے اُن سے سوال کیا "میں تمھارا کیسا ساتھی تھا؟"

"سبحان اللہ! آپ نہایت ہی مہربان آقا تھے۔ دل کھول کر دیتے تھے۔ ہمیں خوش رکھتے تھے۔ یہ کرتے تھے۔ وہ کرتے تھے..."

وہ بڑی سرگرمی اور جوش سے جواب دینے لگے۔

ابن عاص نے یہ سنکر سنجیدگی سے کہا "میں یہ سب کچھ صرف اس لئے کرتا تھا کہ تم مجھے موت سے بچاؤ کے کیونکہ تم سپاہی تھے اور میدان جنگ میں اپنے سردار کے لئے سپر تھے۔ لیکن یہ دیکھو، موت سامنے کھڑی ہے اور میرا کام تمام کر دینا چاہتی ہے۔ آگے بڑھو اور اُسے مجھ سے دور کر دو!"

سب ایک دوسرے کا حیرت سے منہ تکنے لگے۔ پریشان تھے، کیا جواب دیں؟

"اے ابو عبد اللہ!" دیر کے بعد اُنھوں نے کہا "واللہ ہم آپکی زبان سے ایسی فضول بات سننے کے ہرگز متوقع نہ تھے۔ آپ جانتے ہیں کہ موت کے مقابلہ میں ہم آپکے کچھ بھی کام نہیں آسکتے۔"

انھوں نے آہ سرد بھری "واللہ میں یہ حقیقت خوب جانتا ہوں" انھوں نے حسرت سے کہا "واقعی تم مجھے موت سے ہرگز نہیں بچا سکتے۔ لیکن اے کاش! یہ بات پہلے سے سوچ لیتا! اے کاش میں تم میں سے کوئی ایک آدمی بھی اپنی حفاظت کے لئے نہ رکھا ہوتا۔ ابن ابی طالب (حضرت علی) کا بھلا ہو۔ کیا ہی خوب کہہ گیا ہے: آدمی کی سب سے بڑی محافظ خود اُس کی اپنی موت ہے!" (طبقات ابن سعد)

دیوار کی طرف منہ کر کے رونے لگے

راوی کہتا ہے ہم عمرو بن العاص کی عیادت کو حاضر ہوئے۔ وہ موت کی سختیوں میں مبتلا تھے۔ اچانک دیوار کی طرف منہ پھیر لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اُنکے بیٹے عبد اللہ نے کہا "آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا رسول اللہ آپ کو یہ یہ بشارتیں نہیں دے چکے ہیں؟" اُنھوں نے بشارتیں سنائیں۔ لیکن ابن عاص نے روتے ہوئے سر سے اشارہ کیا۔ پھر ہماری طرف منہ پھیرا اور کہنے لگے:

زندگی کے تین دور

"میرے پاس سب سے افضل دولت "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی شہادت ہے۔

"مجھ پر تین حالتیں گزری ہیں:

"ایک وقت وہ تھا کہ رسول اللہ سے زیادہ میں کسی کی اپنے دل میں دشمنی نہیں رکھتا تھا۔ میری سب سے بڑی تسلی تھی کہ کسی طرح قابو پاکر آپ کو قتل کر ڈالوں۔ اگر میں اس حالت میں مر جاتا تو یقیناً جہنمی مرتا"۔

"پھر ایک وقت آیا جب خدا نے میرے دل میں اسلام ڈال دیا۔ میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! ہاتھ بڑھایئے، میں بیعت کرتا ہوں۔ آپنے دست مبارک دراز کیا۔ مگر پھر میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ فرمایا "عمرو! تجھے کیا ہوا؟" میں نے کہا "ایک شرط چاہتا ہوں" فرمایا "کونسی شرط؟" میں نے عرض کیا "یہ شرط کہ میری بخشش ہو جائے" اسپر ارشاد ہوا "اے عمرو! کیا تجھے معلوم نہیں کہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام گناہ مٹا دیتا ہے؟ ہجرت بھی مٹا دیتی ہے! حج بھی مٹا دیتا ہے؟" (یہ ابن العاص کی مشہور روایت ہے جسے شیخین نے بھی روایت کیا ہے)

"اُسوقت میں نے اپنا یہ حال دیکھا کہ نہ تو رسول اللہ سے زیادہ مجھے کوئی دوسرا انسان محبوب تھا، اور نہ رسول اللہ سے زیادہ کسی کی عزت میری نگاہ میں تھی۔ میں سچ کہتا ہوں، اگر کوئی مجھ سے آپ کا حلیہ پوچھے، تو میں بتا نہیں سکتا۔ کیونکہ انتہائی عظمت و ہیبت کی وجہ سے میں آپ کو نظر بھر کے دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ اگر اس حالت میں مر جاتا تو میرے جنتی ہونے کی پوری اُمید تھی!"

"پھر ایک زمانہ آیا جس میں ہم بہت سے اونچ نیچ کام کئے۔ میں نہیں جانتا اب میرا کیا حال ہوگا؟"

مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا

"جب میں مروں تو میرے ساتھ رونے والیاں نہ جائیں، نہ آگ جائے۔ دفن کے وقت مجھ پر مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا۔ میری قبر سے فارغ ہوکر اُسوقت تک مجھ سے قریب رہنا، جب تک جانور ذبح کرکے اُن کا گوشت تقسیم نہ ہو جائے۔ کیونکہ تمھاری موجودگی سے مجھے انس حاصل ہوگا۔ پھر میں جان لوں گا کہ اپنے پروردگار کے قاصدوں کو کیا جواب دوں؟" (طبقات ابن سعد)

بگڑتا زیادہ ہوں، بنتا کم ہوں!

ہوش حواس آخر وقت تک قائم تھے۔ معاویہ بن خدیج عیادت کو گئے۔ تو دیکھا نزع کی حالت ہے۔ پوچھا کیا حال ہے؟ آپنے جواب دیا "پگھل رہا ہوں۔ بگڑتا زیادہ ہوں، بنتا کم ہوں۔ اس صورت میں بوڑھے کا بچنا کیونکر ممکن ہے؟" (عقد الفرید ابن عبد ربہ)

حضرت ابن عباس سے سوال جواب

حضرت عبد اللہ بن عباس عیادت کو آئے۔ سلام کیا۔ طبیعت پوچھی۔ کہنے لگے "میں نے اپنی دنیا کم بنائی مگر اپنا دین زیادہ بگاڑ لیا۔ اگر میں نے اُسے بگاڑا ہوتا جسے سنوارا ہے، اور اُسے سنوارا ہوتا جسے بگاڑا، تو یقیناً بازی لیجاتا۔ اگر مجھے اختیار ملے تو ضرور اسکی آرزو کروں۔ اگر بھاگنے سے بچ سکوں تو ضرور بھاگ جاؤں۔ یہ وقت تو میں منجنیق کی طرح آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہو رہا ہوں۔ نہ اپنے ہاتھوں کے زور سے اوپر چڑھ سکتا ہوں، نہ اپنے پیروں کی قوت سے نیچے اُتر سکتا ہوں۔ اے میرے بھتیجے! مجھ کوئی ایسی نصیحت کر جس سے فائدہ اُٹھاؤں"۔

ابن عباس نے جواب دیا "آہ! اے ابو عبد اللہ! اب نصیحت کا وقت کہاں؟ آپ کا بھتیجا تو خود بوڑھا ہو کر آپ کا بھائی بن گیا ہے۔ اگر آپ رونے کے لئے کہیں تو میں رونے کو حاضر ہوں۔ جو مقیم ہے وہ سفر کا کیونکر یقین کر سکتا ہے؟"

عمرو بن العاص یہ جواب سنکر بہت افسردہ ہوئے اور کہنے لگے "اُف! کیسی سخت گھڑی ہے! کچھ اوپر اسّی برس کا سن! اے ابن عباس تو مجھے پروردگار کی رحمت سے مایوس کرتا ہے؟ الٰہی! یہ ابن عباس ہے جو مجھے تیری رحمت سے نا امید کر رہا ہے! الٰہی! مجھے خوب تکلیف دے، یہاں تک کہ تیرا غصہ دور ہو جائے اور تیری رضامندی لوٹ آئے"!

ابن عباس نے کہا "ہیہات! ابو عبد اللہ! آپنے جو چیز لی تھی وہ تو نئی تھی اور اب دے رہے ہیں وہ چیز جو پرانی ہے! یہ کیسے ممکن ہے؟"

اسپر وہ آزردہ خاطر ہو گئے: "ابن عباس! مجھے کیوں پریشان کرتا ہے؟ جو بات کہتا ہوں، اُسے کاٹ دیتا ہے!" (استیعاب)

موت کی کیفیت

عمرو بن العاص زندگی میں اکثر کہا کرتے تھے "مجھے اُن لوگوں پر تعجب ہے جن کے موت کے وقت حواس درست ہوتے ہیں مگر موت کی حقیقت بیان نہیں کرتے"۔ لوگوں کو یہ بات یاد تھی۔ جب وہ خود اس منزل میں پہونچے، تو حضرت عبد اللہ بن عباس نے یہ مقولہ یاد دلایا (ایک روایت میں ہے کہ خود اُنکے بیٹے نے سوال کیا تھا) عمرو بن العاص نے ٹھنڈی سانس لی: "جان من!" اُنھوں نے جواب دیا "موت کی صفت بیان نہیں ہو سکتی۔ جو شے ناقابل بیان ہے۔ لیکن میں اسوقت صرف ایک اشارہ کر سکتا ہوں مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا آسمان، زمین پر ٹوٹ پڑا اور میں

(سلطان پاشا اطرش)

لیکن جہاد آزادی کے علم بردار سلطان پاشا اطرش نے ہتیار ڈالنے سے انکار کر دیا - دمشق میں آنکے بعض دوستوں کے پاس میں نے آنکا ایک تار پڑھا ہے - آسمیں وہ لکھتے ہیں :

" میں نے ہتیار رکھنے سے انکار کر دیا ہے - کیونکہ مرد ہتیار نہیں رکھا کرتے - میں صحراء کی طرف اپنے خاندان کے ساتھہ جا رہا ہوں کیونکہ برطانی حکام اور امیر عبداللہ نے مجھے علاقۂ ازرق میں رہنے نہیں دیا ! "

مجھے معتبر ذرایع سے معلوم ہوا ہے کہ انگریزوں نے سلطان پاشا اطرش سے کہا تھا کہ " فلسطین چلے آئیں ' ہم امن دینگے " اِس سے آنکی غرض یہ تھی کہ فرانس پر دباؤ رکھنے اور اپنی مطلب براریوں کے لیے آنھیں نظر بند کرکے رکھہ چھوڑیں - مگر سلطان پاشا نے انکار کر دیا :

" میں نے قسم کھائی ہے کہ کسی ایسے ملک میں ہرگز نہیں رہونگا جس پر اجنبی علم لہراتا ہو ! "

یہہ آنکا قطعی جواب تھا !

پھر آخر سلطان پاشا کہاں پناہ لینگے ؟ یہ سوال تھا جو برطانی ' فرانسیسی ' اور عربی حلقوں میں گشت لگا رہا تھا - مگر اسکا جواب بہت جلد مل گیا اور ایسا ملا کہ سب کو حیرت ہوگئی - لوگوں کو اچانک معلوم ہوا کہ سلطان پاشا اطرش اور آنکے ۴۵ رفیق' سلطان ابن سعود کے مہمان ہوکر حجاز جا رہے ہیں' اور پانچ سو سے زیادہ دروزی جو ابتک مسلح ہیں اور ہتیار نہ رکھنے کا فیصلہ کر چکے ہیں ' وہ بھی عنقریب اسی طرف روانہ ہونے والے ہیں -

لوگوں کو حیرت اِس وجہ سے ہوئی کہ نجدی از حد متعصب مشہور ہیں - اس صورت میں وہ دروزیوں کے سردار کا کیونکر استقبال کرسکتے ہیں جو اسلام کے تمام فرقوں میں سب سے زیادہ علم اسلامی رسوم و عوائد سے دور ہیں ؟ لیکن واقعہ یہ ہے کہ سلطان ابن سعود نے ایک مرتبہ پھر اپنی اور اپنی قوم کی بے تعصبی اور عربی حمیت کا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کردیا - آنہوں نے جونہی سنا کہ دروزی مجاهدین پر عرصۂ زمین تنگ ہے ' فوراً دعوت دی اور اپنے جوار حمایت میں پناہ دینے کا اعلان کردیا - آن کے طرز عمل نے صرف یہی ثابت نہیں کردیا کہ وہ اپنے عقائد میں حد درجہ بے تعصب ہیں ' حتی کہ دروز جیسے عقائد رکھنے والوں کو بھی اپنا مہمان بنا لیتے ہیں' بلکہ یہ بھی ثابت کردیا کہ وہ فرانس اور برطانیا ' دونوں سے بے خوف ہیں اور اداء فرض اسلامی و عربی کی راہ میں ان کی کوئی پروا نہیں کرتے - میں یہ بات بھی آپ کے علم میں لانی چاهتا ہوں کہ مجاهدین شام اور سلطان ابن سعود کے درمیان راہ و رسم پیدا کرنے کے لیے بعض ہندوستانی زعماء نے جو سعی مشکور کی تھی' اس کا یہاں ہر شخص کو اعتراف ہے - یقیناً آپ کے لیے اس کی ضرورت نہ ہوگی کہ مزید تشریح کی جائے -

سب سے زیادہ تعجب لوگوں کو اِس پر ہوا کہ سلطان پاشا اطرش ' دومۃ الجندل میں قیام کریں گے - " دومۃ الجندل " کے لفظ میں عربی تاریخ و روایت کے جو جذبات پوشیدہ ہیں ' ان سے آپ بے خبر نہ ہونگے - جغرافیائی حیثیت سے اس مقام کی جو اہمیت ہے ' وہ بھی آپسے پوشیدہ نہ ہوگی - یہ وہی مقام ہے جسے آج کل " جوف " کہتے ہیں - یہ نجد ' حجاز ' اور شرق اردن کی سرحدوں پر واقع ہے ' اور جنگی نقطۂ نظر سے تینوں ملکوں کے لیے اہم ترین مقام ہے - سلطان پاشا کا یہاں قیام یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ شام کی سیاست سے بالکل الگ نہیں ہوگئے ہیں' اور آن کے دلوں کی امیدیں اب تک زندگی کی آرزوئیں رکھتی ہیں !

(امن کے مظاہرے)

دروزیوں کے ہتیار رکھدینے کے بعد ہی ہر طرف حکومت نے امن کے مظاہرے کرنا شروع کردیے ہیں - دمشق کے اندر جتنے مورچے اور جنگی چوکیاں تھیں ' سب آٹھا لی گئی ہیں - فوجی قانون کی عدالت بھی آٹھہ گئی ہے - جنگی قوانین بھی امروز فردا میں آٹھا دیے جائینگے - حکومت کی طرف سے کئی نئی سڑکیں جاری کرنے کا اعلان ہوا ہے - کئی نئی عمارتوں کی تعمیر بھی شروع ہوگئی ہے - اِن تمام باتوں سے حکومت کا مقصد یہ دکھلانا ہے کہ اب ملک حالت امن میں ہے' اور آس کی قوت تمام مخالفوں پر غالب آگئی ہے -

ہاں' ان کے جسموں پر تو غالب آگئی ہے' لیکن دلوں پر جو زخم لگ چکے ہیں ' وہ ایسے نہیں ہیں جو صدیوں سے پہلے مندمل ہو سکیں !

(ہائی کمشنر کی مہر سکوت)

اب تک ہائی کمشنر موسیو برنسو ' بالکل خاموش تھے ' اور اپنا انداز کچھہ اس طرح کا بنا رکھا تھا ' گویا وہ ملک کو کچھہ دینے اور آس کے مطالبات منظور کرنے والے ہیں - مگر دروزیوں کے ہتیار رکھتے ہی آن کی مہر سکوت بھی ٹوٹ گئی - آنہوں نے ایک اخبار کے نامہ نگار سے شام کے مستقبل کے متعلق یہ عجیب تصریح کی ہے :

" اخبارات مجھے ملامت کر رہے ہیں کہ میں خاموش ہوں - مجھسے بولنے کا اصرار کیوں ہے ؟ کیا یہ چاہا جاتا ہے کہ میں کوئی ایسا وعدہ کرلوں جسے بعد میں پورا نہ کروں ؟ میں عمل پسند کرتا ہوں - قول پسند نہیں کرتا "

اخبار کے نمائندے نے بہت اصرار سے پوچھا " آخر شام کے مطالبات کب منظور کیے جائنگے ؟ کچھہ تو کہیے ؟ " ہائی کمشنر نے جواب دیا " آپ مجھسے یہ خواہش کیوں کرتے ہیں کہ دو دن کے اندر آسمان طیار کردوں ؟ "

ہمیں اس جواب کی معقولیت سے انکار نہیں - دو دن کے اندر موسیو برنسو کا آسمان جبھی بن سکتا ہے ' جب بنانے والے نوک شمشیر سے بنا ڈالنے کا عزم کرلیں - اگر ایسا نہیں ہے تو یقیناً دو صدیاں بھی اس کے لیے کافی نہیں - شام نے مجبور ہوکر تلوار آٹھائی اور اپنا آسمان سیاست تعمیر کرنا شروع کردیا ' مگر افسوس ہے کہ یہ مرحلہ پہلے قدم میں طے ہونے والا نہ تھا - ان کی شمشیریں جن سے وہ آلۂ تعمیر کا کام لے رہے تھے ' ٹوٹ گئیں - اب دنیا کو انتظار کرنا چاہیے کہ یہ ٹوٹی ہوئی شمشیریں پھر ڈھالی جائیں ' اور از سر نو شام کی قسمت کا آسمان تعمیر کیا جا سکے !

نہیں کہا جاسکتا یہ وقت کب آئیگا ؟ مگر یقین رکھیے اِس وقت کی آمد میں ہمیں کوئی شک نہیں ہے - اگر شام کی تمام آبادی سے قطع نظر بھی کرلی جائے ' جب بھی صرف دروزی قبائل ہی کا گروہ ایک ایسا گروہ ہے جو اس طرح کی ہزار نا کامیابیوں اور بربادیوں کے بعد بھی جنگ آزادی سے باز نہیں آسکتا - آج وہ تھک کر بیٹھہ گئے ہیں ' تو کسی دوسرے دن آٹھہ بھی سکتے ہیں - اس سفر میں وقفۂ و سکون کے بغیر چارہ نہیں - یہ ضروری ہے کہ جونہی آنہیں دوسرا موقعہ ملا ان میں سے ہر متنفس کا سر آس کی ہتیلیوں پر آجائیگا - اور وہ پھر دنیا کو اپنے جہاد آزادی سے متعجب کردیں گے !

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں، تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور اُنکے کتبخانۂ قصر کے لیے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں و ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی، دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے سلسلے

بچوں کے لیے ہر قسم اور درجے کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرے سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

لیکن سنہ ۱۹۲۵ء میں تعداد اموات ۵۰،۰۰۰ تک پہنچ گئی۔ اسی طرح آتشک اور ملیریا بھی بہت عام ہو اور بُری طرح مخلوق کو برباد کر رہا ہے۔

شراب

"میں شراب نوشی کے بارے میں آپ سے کچھ کہوں گا۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ہم اٹالین شراب نوشی میں افراط کرنے لگے ہیں۔ پروفیسر نکرا نے اپنی کتاب "اصول اقتصاد" میں لکھا ہے کہ اٹلی میں ۴۰ لاکھ ایکڑ زمین میں انگور کے باغ نصب ہیں۔ یعنی اٹلی کے انگوری باغوں کا رقبہ فرانس اور اسپین کے انگوری باغوں کے رقبے سے ۱۰ لاکھ ایکڑ زیادہ ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ شراب انہی دو ملکوں میں بنتی ہے۔"

"لیکن یہ امر قابل اطمینان ہے کہ شراب خواری سے موتیں برابر کم ہوتی جاتی ہیں۔ سنہ ۱۹۲۲ء میں ۱۸۶۳ موتیں ہوئی تھیں لیکن سنہ ۱۹۲۵ء میں گھٹ کر ۱۳۱۵ ہو گئیں۔ پہلے ملک میں ۱۸۷،۰۰۰ شراب خانے تھے۔ ہم نے ۲۵ ہزار بند کر دیئے۔ آئندہ ہم اور بھی بہت سے شراب خانے بند کرنے والے ہیں۔ ہم بڑی آسانی سے یہ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ہم فیسشزم والے شرابیوں کے ووٹوں کے محتاج نہیں ہیں، جیسا کہ جمہوری عہد میں لوگ محتاج ہوا کرتے تھے۔ اب وہ عہد ایک افسانہ بن چکا ہے۔"

آبادی

"ہمیں امید ہے کہ تمباکو نوشی کے محصول سے حکومت کو سالانہ ۳ کرو ۷۰ کروڑ پونڈ تک آمدنی ہوگی۔ لیکن کیا آپ سمجھتے ہیں یہ محصول محض خزانہ بھرنے کے لئے لگایا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر اس کی کیا وجہ ہے؟ میں ابھی جواب دیتا ہوں۔"

"بعض "عقلمند" کہتے ہیں ہم بہت ہیں، ہماری آبادی بہت زیادہ ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہم بہت ہی کم ہیں۔ سیاسی، اقتصادی، اور معنوی قوت کے حصول کے لئے قوم کی آبادی زیادہ سے زیادہ ہونی چاہیے۔ میں صاف لفظوں میں سوال کرتا ہوں کہ ۴۰ ملین (ایک ملین ۱۰ لاکھ کا ہوتا ہے) اٹالین، نوے ملین جرمن، اور دو سو ملین سلاویوں کا کیونکر مقابلہ کر سکتے ہیں؟ یہ مٹھی بھر اٹالین، ۴۰ ملین فرانسیسیوں اور ۹۰ ملین اُن کے مفتوحہ ممالک کی آبادی کے سامنے کتنی دیر ٹھہر سکتے ہیں؟ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ۴۶ ملین انگریزوں اور ساڑھے چار سو ملین اُن کی مفتوحہ آبادیوں کے سامنے ہماری کیا حیثیت ہو سکتی ہے؟ اگر اٹلی چاہتا ہے کہ آفتاب کے نیچے اپنی ہستی برقرار رکھے، تو بجز اس کے کوئی چارہ نہیں کہ آئندہ ۲۵ سال میں ہم اپنی آبادی کم سے کم ۶ کروڑ تک پہونچا دینی چاہیے!"

"نسل کی کمی، قوموں کی تباہی کا سب سے پہلا سبب ہوتی ہے۔ روم کی تاریخ ہماری عبرت کے لئے کافی ہے۔ شہنشاہ اگسٹس کے عہد میں روم کی کیا حالت تھی؟ ظاہر میں تو بڑی شان و شوکت تھی، مگر اندر سلطنت، نمک کے پہاڑ کی طرح پگھل رہی تھی۔ رومن جمہوریت کی آخری صدی یعنی جولیس سیزر کے وقت سے اگسٹس تک وہ زمانہ تھا جس میں رومن اسباب حل و عقد روم کی نسل کی کمی سے لرزہ براندام تھے۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہنشاہ اگسٹس نے جبری نکاح کا قانون جاری کر دیا۔ مورخوں میں اختلاف ہے کہ یہ قانون مفید ہوا یا مضر؟ میرے خیال میں قانون کی مثال دوا کی سی ہے۔ دوا وقت پر مفید ہو سکتی ہے، بے وقت استعمال سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح قانون بھی جب ضرورت کے وقت نافذ ہوتا ہے تو نفع پہونچاتا ہے، ورنہ بیکار یا نقصان رساں ثابت ہوتا ہے۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ یہ قانون مفید ہوا یا مضر، لیکن میرے نزدیک یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ قوموں کی قوت، نسل کی بیشی سے وابستہ ہے۔"

"تاریخ پر ایک نظر ڈالئے۔ یہ حقیقت واضح ہو جائیگی کہ روم کس زمانہ میں دنیا کا حاکم تھا؟ صرف اُس زمانہ میں جبکہ اُس کے پاس خاص اپنے فرزندوں کی ایک جرار فوج موجود تھی۔ اُس زمانہ میں جبکہ ۲۵ ملین فرانسیسیوں کے مقابلہ میں صرف چند ملین جرمن اور چند ملین اسپینی تھے۔ مگر بعد میں فرانس گر رہ گیا، کیونکہ اُس کی نسل گھٹنے لگی۔ سنہ ۱۸۷۰ء سے اب تک فرانس کی آبادی میں صرف ۴۰ لاکھ کا اضافہ ہوا ہے، حالانکہ اس کے مقابلہ میں جرمنی کی آبادی میں ۲۰ ملین اور اٹلی کی آبادی میں ۱۲ ملین کا اضافہ ہو چکا ہے۔"

"اسوقت یورپ کے بعض ملکوں میں شرح پیدائش یہ ہے:

سویڈن میں فی ہزار ۱۷
فرانس میں فی ہزار ۱۸
ناروے میں ۱۹
جرمنی میں ۲۰
ڈنمارک میں ۲۱
اٹلی میں ۲۹
بلغاریہ میں فی ہزار ۴۰

بلغاریہ سے زیادہ آبادی یورپ کے کسی ملک میں بھی نہیں بڑھ رہی ہے۔"

یہ تمام اعداد و شمار پیش کرنے کے بعد مقرر نے کہا:

"لیکن اگر ہماری آبادی ترقی نہیں کریگی، تو ہم ہرگز اپنی عظیم الشان سلطنت قائم نہیں کر سکیں گے۔ بلکہ ہم عنقریب مفتوح و محکوم ہو جائیں گے۔ اب وقت آگیا ہے کہ حقائق کا اعلان کر دیا جائے۔ ورنہ ہم ہمیشہ یونہی اوہام اور دل خوش کن مگر بے نتیجہ خیالات میں زندگی بسر کرتے رہیں گے۔"

انتظامی حالت

اس کے بعد مسولینی نے ملک کی انتظامی حالت پر بحث کرتے ہوئے بتایا کہ اسوقت حکومت کے ہاتھ میں ایک لاکھ کی تعداد میں پولیس موجود ہے اور وہ جدید ترین اسلحہ سے مسلح اور بہترین ذرائع نقل و حرکت کی مالک ہے۔ چنانچہ فی الحال اٹالین پولیس کے پاس ۴۰۰ تیز رفتار موٹریں، ۲۹۰ لاریاں، ۱۹۸۱ موٹر سائیکلیں، ۹۸ اسٹیمر اور ۱۲ ہزار بائیسکلیں ہیں۔

پھر اتنی کثیر تعداد میں پولیس رکھنے کی ضرورت ثابت کرنے کے لئے مسولینی نے اعداد و شمار پیش کئے اور بتایا کہ ملک میں جرائم کی کس قدر کثرت ہے؟ چنانچہ صرف ایک علاقہ "لوسین" میں ایک سال کے اندر حسب ذیل بڑے بڑے جرم واقع ہوئے:

پولیس سے لڑائیاں ۱۷۱ مرتبہ۔
عمداً آگ لگانے کے واقعات ۳۷۸
قتل ۱۲۹
چوریاں ۲۰۸۲
لوٹ ۴۴۳

فیسشٹ حکومت کے مقاصد

اٹالین ڈکٹیٹر کی تقریر کا یہ حصہ سب سے زیادہ اہم ہے۔ اس لئے ہم اُس کا بڑا حصہ ترجمہ کرنے پر مجبور ہیں:

"آپ سب اُن حالات سے باخبر ہیں جن میں میں نے وزارت عظمیٰ کا قلمدان لیا تھا۔ نیز آپ کو ۲۸ نومبر کا وہ تاریخی دن بھی یاد ہوگا جبکہ نیلزا اس ملک میں دلوں سے نہیں دیکھی گئی۔ ساتھ ہی وہ معمولی واقعہ بھی آپکے ذہن میں ہوگا جو میرے قتل کے اقدام سے تعلق رکھتا ہے۔ ٹھیک اُسی تاریخی دن، میں نے میز پر سے ایک کاغذ اُٹھایا تھا اور پنسل سے اُس پر وہ نظام عمل لکھ دیا تھا جس پر ملک کی حکومت کو چلنا چاہیے۔ اُس نظام عمل کا خلاصہ یہ تھا کہ فیسشزم کے مخالف مٹا دیئے جائیں۔ نظام عمل پوری طرح کامیاب ہوا، اور آج اس سرزمین پر ہمارا کوئی مخالف باقی نہیں رہا ہے!"

"بیرونی دنیا میں مشہور کر دیا گیا ہے کہ میں نے ۱۲ لاکھ سیاسیوں کو نظربند کر رکھا ہے۔ یہ سفید جھوٹ ہے۔ حقیقت صرف اس قدر ہے کہ ہم نے ۲۱۴۵ سیاسیوں کو تنبیہ کی، ۱۹۰۹ کو ملامت کی، اور صرف ۶۹۸ کو جلاوطن کر دیا!"

قارئین الہلال شاید ان دو لفظوں "تنبیہ" اور "ملامت" کے موجودہ اٹالین معانی نہ سمجھے ہونگے۔ مسولینی کی لغت میں "تنبیہ" کے معنی یہ ہیں کہ مخالف کو زبردستی کسٹرائل (ارینڈی کے تیل) کی ایک پوری بوتل پلا دینا۔ اور "ملامت" کے معنی یہ ہیں کہ اُس کے پیٹ میں پٹرول کا ایک پورا ٹین اُتار دینا! یہ کسٹرائل اور پٹرول مسولینی کے بہت ہی خوفناک ہتیار ہیں۔ ان کے نام سے مخالفین تھرا اٹھتے ہیں۔ ادنیٰ سی مخالفت پر یہ عجیب و غریب مگر خوفناک سزائیں بے تامل دیدیجاتی ہیں!

اس کے بعد مقرر نے کہا:

"بعض لوگ سمجھتے ہیں، سیاسی مجرموں کو جلد معافی ملنے والی ہے۔ میں اس کی تغلیط کرتا ہوں۔ سنہ ۱۹۳۲ء سے پہلے معافی کا سوال پیش ہی نہیں ہو سکتا۔ کہا جاتا ہے یہ بہت سختی ہے۔ کیا یہ سختی ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ ایک قسم کا جلاب ہے اور اس سے مقصود بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ عناصر دفع کر دیئے جائیں جو ہماری ہیئت اجتماعیہ میں فساد پیدا کرتے ہیں۔ کیا طبیب کا مریض کو مسہل دینا سختی ہے؟ میں نہیں سمجھتا دنیا کا کوئی دانشمند انسان اس کا جواب اثبات میں دے سکتا ہے۔"

اٹالین انقلاب

"ہمارے انقلاب کو کون خونخوار قرار دے سکتا ہے؟ ہمارا انقلاب درحقیقت دنیا کا سب سے زیادہ قدرتی انقلاب ہے۔ جو ہمیں سفاک کہتا ہے، وہ ہمارے سامنے آئے، اور ہم سے رو در رو باتیں کرے۔ کیا دنیا اس قدر جلد انقلاب فرانس کو بھول گئی؟ انقلاب فرانس، صحیح معنوں میں خونریز تھا۔ تقریباً ۲۰۰ آدمی روزانہ گلوٹین (انقلاب فرانس کے آلۂ قتل) کی نذر ہوتے تھے۔ یہ اُن ہزارہا مقتولوں کے علاوہ ہیں جنھیں قیدخانوں میں مارا گیا، آگ میں جلایا گیا، پانی میں غرق کیا گیا۔ صرف مرد ہی قتل نہیں کئے جاتے تھے بچے اور عورتیں بھی قتل ہوتی تھیں۔ مجھے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ آپنے یقیناً وہ کتاب پڑھی ہوگی جس کا نام "عہد ہولناکی میں مقتول عورتیں" ہے۔ اس کتاب میں لکھا ہے کہ دو ہزار عورتیں بے دردی سے مار ڈالی گئی تھیں۔ بہت سی عورتیں صرف اس جرم میں ماری گئیں کہ اُنھوں نے صلیب کو بوسہ دیا تھا۔ اور انقلاب فرانس کے حکمراں سمجھتے تھے، یہ مذہبی عقیدت "رجعت پسندی" کی علامت ہے۔ فرانس کے انقلابیوں کا عقیدہ تھا کہ "انقلاب کی کامیابی کے لئے خونریزی ضروری ہے" پھر ہم پر کیوں ملامت کی بوچھاڑ ہے؟ ہم تو صرف اپنی "مدافعت" کر رہے ہیں۔ نہ کہ انقلاب فرانس کی طرح حملہ!"

"بعض لوگ کہتے ہیں، ہر مجلس (پارلیمنٹ) میں مخالف جماعت کا وجود ضروری ہے۔ میں حقارت کے ساتھ یہ اصول ماننے سے انکار کرتا ہوں۔ میں کوئی مخالف جماعت دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا۔ اٹلی میں فیسشٹوں کے علاوہ کسی جماعت کے لئے گنجائش نہیں ہے۔ اس میں نہ تو کوئی مخالف اخبار جاری ہونے دونگا، نہ کسی مخالف جماعت کا قائم ہونا گوارا کرونگا۔ آج پورا اٹلی صرف ایک جماعت رکھتا ہے، اور وہ میری جماعت ہے!"

"بعض لوگ خیال کرتے ہیں، مجھے حکومت کرنے کا شوق ہے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ میرا سخت سے سخت دشمن بھی مجھے خودغرض اور حکومت کا بھوکا پیاسا نہیں بتا سکتا۔ میں حکومت کے تخت پر صرف اس لئے ہوں

برید فرنگ

اٹلی کے نئے اصول حکمرانی

مسولینی کی عجیب و غریب تقریر

موجودہ دنیا میں جمہوریت کے رد عمل نے شخصیت اور شخصی استبداد کے جو مظاہر پیدا کر دئیے ہیں، شاید ان میں سب سے زیادہ عجیب منظر اٹلی کا مسولینی ہو۔ ضرورت ہے کہ دقت نظر کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا جائے۔

پچھلے دنوں اٹلی کی مجلس (پارلیمنٹ) کا افتتاح کرتے ہوئے مسولینی نے جو تقریر کی تھی، وہ اپنی نوعیت کی پہلی تقریر ہے جو کبھی موجودہ زمانے کی مجلس حکومت کے سامنے کی گئی ہو۔ اسمیں مسولینی نے وہ تمام پارلیمنٹری روایات پس پشت ڈالدیں جو پہلے جنگ عمل در آمد چلا آتا تھا۔ یورپ نے یہ تقریر دہشت اور استعجاب کے ساتھ سنی، لیکن اپنے سیاسی حلقوں کے پیچ در پیچ معاملات کی وجہ سے نکتہ چینی کی جرأت نہ کر سکا۔ البتہ امریکہ کے اخبارات نے اسپر سختی سے نکتہ چینی کی ہے۔ انکا متفقہ فیصلہ ہے کہ "مسولینی مجنون ہوگیا ہے!"

مسولینی مجنون ہوا ہو یا نہ ہو، لیکن اسمیں شک نہیں کہ یورپ کی موجودہ سیاست کا دماغ کوئی مجنونانہ قدم ضرور اٹھانے والا ہے!

اس تقریر کا بہت مختصر خلاصہ رویٹر ایجنسی نے ہندوستان کے اخبارات میں بھیجا تھا۔ اب یورپ کی تازہ ڈاک میں پوری تقریر آگئی ہے۔ ہم اسکے بعض حصوں کا ترجمہ شایع کر دیتے ہیں تاکہ قارئین الہلال یورپ کے موجودہ سیاسی مزاج کی ایک اہم حالت کا صحیح اندازہ لگا سکیں۔

مسولینی نے مجلس کا افتتاح کرتے ہوئے کہا:

"مجھے نہایت افسوس سے اعلان کرنا پڑتا ہے کہ آج میری تقریر مختصر نہیں ہوگی جیسی میری پچھلی تقریریں ہوئی ہیں۔ آج مجھے بہت سے معاملات پر بحث کرنی ہے۔ آج میں اٹالین قوم کے سامنے اسکی اصلی تصویر پیش کرنی چاہتا ہوں۔ آج میری تقریر میں بہت سے اعداد و شمار بھی ہوں گے، اس لئے نہیں کہ اعداد و شمار، قوموں کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں، جیسا کہ بعض علماء کا خیال ہے۔ بلکہ اس لئے کہ اعداد و شمار قوموں پر صحیح حکومت کرنے کے لئے ضروری ہیں، خصوصاً موجودہ زمانہ میں، جبکہ حکومتوں کے فرائض از حد پیچیدہ ہوگئے ہیں۔

"بنا بریں میری یہ تقریر بہت ضروری بھی ہوگی، اور شاید بہت تکلیف دہ بھی ثابت ہو۔ ضروری اس لئے کہ میں کوئی غیر ضروری بات نہیں کہوں گا۔ تکلیف دہ اس لئے کہ میں ایسی تقریر نہیں کروں گا جو شاید تلخ ہوں اور دنیا کے بعض مسلّم مبادیات کا خاتمہ کر دیں البتہ وہ دلچسپ بھی ضرور ہوگی۔ کیونکہ میں اسمیں وہ خاص منطق استعمال کروں گا جو خود میں نے ایجاد کی ہے، جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے (قہقہہ)

"میں اپنی تقریر کے اس حصہ میں ہنسوں گا، ہنساؤں گا، اور فیسزم کے داخلی اور خارجی دشمنوں پر طعنہ زنی کروں گا۔ میں یہ تسلیم نہیں کرتا کہ حکومت کے وزیر اعظم کو ہمیشہ غیر دلچسپ تقریر کرنی چاہئے اور اس میں صرف پیچیدہ اور مغلق الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔

"میری تقریر تین حصوں پر منقسم ہوگی:

(۱) نسل اور صحت کے لحاظ سے اٹالین قوم کی حالت

(۲) ملک کی انتظامی حالت

(۳) حکومت کی حکمت عملی کے نتائج حال و مستقبل میں۔

تندرستی

"ہر متمدن ملک میں تندرستی کا مسئلہ سب سے زیادہ اہم مسئلہ ہونا چاہئے۔ اگر یہ صحیح ہے تو ہمیں دیکھنا چاہئے کہ ہماری تندرستی فی الحال کیسی ہے؟ قوم کی جسمانی قوت بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے؟ یہ سوال صرف ڈاکٹروں ہی سے مخصوص نہیں ہے۔ اسپر حکومت کو، بلکہ پورے ملک کو نہیں، ملک کے ایک ایک فرد کو غور کرنا چاہئے۔"

اس کے بعد مقرر نے بتایا کہ گذشتہ ۴۰ برس کے اندر جلد موتی ہو جانے کی بیماری اٹلی میں سب سے زیادہ عام رہی، مگر اب حکومت کی کوشش نے ملک کو اس سے نجات دیدی ہے۔ چنانچہ ۱۹۲۵ء میں پورے ملک میں اس بیماری کے صرف ۱۰۰ مریض باقی رہ گئے تھے۔

تپ دق کے متعلق وزیر اعظم نے بتایا کہ اسوقت بھی یہ مرض بہت عام ہے اور ترقی کر رہا ہے۔ ۱۹۲۲ء میں اس سے ۵۲٬۲۹۳ موتیں ہوئیں

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۲)

دونوں کے درمیان پڑ گیا ہوں (الکامل جلد ۱) گویا میری گردن پر رضویٰ پہاڑ رکھا ہے۔ گویا میرے پیٹ میں کھجور کے کانٹے بھر گئے ہیں۔ گویا میری سانس سوئی کے ناکے سے نکل رہی ہے!" (ابن سعد)

دولت سے بیزاری

اسی حال میں انھوں نے ایک صندوق کی طرف اشارہ کر کے اپنے بیٹے عبد اللہ سے کہا "اسے لے لے" آپکے بیٹے عبد اللہ کا نام مشہور ہے۔ انھوں نے کہا "مجھے اس کی ضرورت نہیں" عمرو نے کہا "اسمیں دولت ہے" عبد اللہ نے پھر انکار کیا۔ اسپر ہاتھ مل کر کہنے لگے "کاش اسمیں سونے کے بجائے بکری کی مینگنیاں ہوتیں!" (الکامل ج ۴)

دعا

جب بالکل آخری وقت آگیا تو انھوں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے مٹھیاں کس لیں۔ اور دعا کے یہ کلمات زبان پر تھے: "الٰہی! تو نے حکم دیا اور ہم نے عدول حکمی کی۔ الٰہی! تو نے منع کیا اور ہم نے نافرمانی کی۔ الٰہی! میں بے قصور نہیں ہوں کہ معذرت کروں طاقتور نہیں ہوں کہ غالب آجاؤں۔ اگر تیری رحمت شامل حال نہ ہوگی تو ہلاک ہو جاؤں گا۔" (ابن سعد، الکامل) ... [illegible] ... لا الٰہ الا اللہ ... (ابن سعد)

گے؟" میں نے سوال کیا۔

سب لاجواب ہوکر میرا مُنہ تکنے لگے۔ ایک نے کہا "پھر تمھاری کیا رائے ہے؟" میں نے کہا:

"ایک سخت اور نتیجہ خیز حرکت کی ضرورت ہے!"

"مگر ہمارا کیا حشر ہوگا؟ یہ برطانوی توپیں دیکھ رہے ہو!" وزیر داخلیہ نے آہستہ سے کہا۔

"تم وہاں چلے آنا جہاں میں جا رہا ہوں!" یہ میرا آخری جواب تھا۔

اب میں سلطان وحید الدین سے رخصت ہونے کے لئے قصر یلدز میں پہونچا۔ سلطان نے اپنے کمرے میں مجھ سے باتیں شروع کیں۔ کمرے کی کھڑکیاں کھلی تھیں۔ باسفورس کی نیلگوں سطح سامنے تھی۔ برطانی بیڑے لنگر انداز تھے۔ اُن کی توپوں کے دہانے خاص سلطان کے محل کی طرف تھے۔ ہم دونوں کی نظریں ایک ساتھ اُٹھیں اور انگریزی آہن پوشوں (ڈریڈ ناٹوں) پر پڑیں۔ سلطان اپنی خیانت سے واقف تھا۔ ہماری نظریں سمندر سے اُٹھ کر کمرے میں واپس آئیں، اور ایک دوسرے سے مل گئیں۔ مگر سلطان نے اپنی نظریں فوراً نیچی کر لیں۔ ریاکاری سے کہا "مصطفی! یہ دیکھتے ہو! میرا دل خون ہوتا ہے! افسوس عظیم ترکی قوم اب اس حالت کو پہنچ گئی کہ اُس کا سلطان، دشمنوں کے ہاتھ میں قید ہے! اُس کی زندگی اُنکی توپوں کے رحم پر ہے! تم اناطولیہ جا رہے ہو۔ میری دعا ہے خدا تمھارا رفیق و مساعد ہو۔ ترکی قوم سے کہنا کہ اُس کا سلطان اس حال میں ہے!"

ایک لمحہ خاموش رہ کر سلطان نے پھر کہا "تمھارے کارنامے اب اس کتاب میں چلے گئے ہیں!" یہ کہکر اُنھوں نے اپنے سامنے رکھی ہوئی ایک کتاب پر زور سے ہاتھ مارا۔ پھر کہنے لگے "ہاں، اب تمھارے کارنامے تاریخ کے حوالے ہوگئے ہیں۔ اب تم اُنھیں بھول جاؤ اور نئے کارنامے کر دکھاؤ کہ سلطنت تباہی سے نکلے!"

اس جملہ سے سلطان کا مطلب یہ تھا کہ میں اناطولیہ جا کر اتحادیوں کے مخالف خیالات کا خاتمہ کر ڈالوں۔ میں اُن کی غرض سمجھ گیا:

"اعلیٰ حضرت! یقین کریں میں کسی ایسے کام کی انجام دہی میں کبھی کوتاہی نہیں کروں گا جس سے ملک کو نجات حاصل ہو!"

میں نے یہ کہا اور سلطان کو تسکین ہوگئی۔ دونوں کی زبانوں پر بات ایک ہی تھی، لیکن دونوں کے مقصد میں کتنا عظیم بُعد تھا؟

قصر سے میں نہایت متاثر نکلا اور "شیشلی" میں اپنے مکان پہونچا۔ یہاں مجھے ایک دوست نے خبر پہنچائی کہ "اتحادی طاقتوں نے سازش کی ہے کہ تمھارے جہاز کی روانگی میں دیر ہو جائے۔ تاکہ اُنکے جہاز بھی سفر کے لئے طیار ہو جائیں اور بیچ سمندر میں تمھارا جہاز غرق کر دیا جائے!"

یہ سنتے ہی میں فوراً موٹر پر تیزی سے ساحل کی طرف روانہ ہوگیا کیونکہ اب ایک منٹ کی دیر بھی خطرناک تھی۔ میں نے جہاز پر پہنچتے ہی کپتان کو روانگی کا حکم دیا۔ لیکن جہاز روانہ نہ ہوا۔ بار بار میرے سوال کرنے پر کپتان نے کہا: "محکمۂ جہازرانی کے ماہر اسوقت جہاز کے کل پُرزے معائنہ کر رہے ہیں۔ اُن کا حکم ہے، جبتک وہ اجازت نہ دیں جہاز نہ چلے۔" اب مجھے یقین ہوگیا کہ واقعی سازش کی گئی ہے۔ میں نے بڑی سختی سے کپتان کو حکم دیا "ان ماہروں سے کہدو۔ فوراً جہاز سے نکل جائیں۔ اگر وہ نہ مانیں تو تم اُن کی پرواہ نہ کرو، جہاز کا لنگر اُٹھا دو۔"

کپتان کو مجبوراً یہی کرنا پڑا۔ کچھ دور آگے چلکر میں نے کپتان کو حقیقت حال سے واقف کیا۔ وہ بہت گھبرایا اور کہنے لگا "میرا جہاز بہت پرانا اور سست رفتار ہے۔ جنگی جہازوں سے بھاگ نہ سکے گا۔" میں نے کہا "کوئی پروا نہیں۔ ساحل کے قریب قریب چلو، اگر جہاز غرق ہوگا تو میں خشکی تک جان بچاکے جا سکوں گا۔"

چنانچہ میری حسب ہدایت جہاز کنارے کنارے چلا۔ یہاں تک کہ میں منزلِ مقصود تک پہنچ گیا۔

بعد میں معلوم ہوا کہ انگریزوں کے جنگی جہاز میرے پیچھے چلے تھے۔ مگر خوش قسمتی سے میں بہت آگے نکل گیا تھا۔ اور سمندر میں طوفان شروع ہوگیا تھا جسنے انگریزی جہازوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اصل یہ ہے کہ اُس حکیم کارساز کا فیصلہ ہو چکا تھا کہ میرے ناچیز ارادے کامیاب ہوں۔ اس لئے دشمنوں کی کوئی تدبیر میری راہ روک نہ سکی!"

غازی کا ورود

بہرحال تالیوں اور نعروں کے شور میں غازی ممدوح کا جہاز قدیم شاہی محل "طولما باغچہ" پہونچا۔ ایک طرف پُرجوش باشندوں کا شور تھا، دوسری طرف تمام قلعوں اور جنگی نقطوں سے توپوں کی سلامی داغی جارہی تھی!

"طولما باغچہ" میں غازی نے آرام نہیں کیا۔ فوراً فوجی اور ملکی افسروں کو ملاقات کے لئے طلب کر لیا۔ اُس کے بعد ملاقات کے ایوان میں پہنچے۔ یہاں شہر کے ... ۸ نمائندے سلام کے لئے جمع تھے۔

میں نے ایک مرتبہ یہ شاہی ایوان اب سے پہلے بھی دیکھا تھا۔ یہ وقت سلطانوں کا تھا۔ اسمیں پُرشکوہ تخت شاہی رکھا تھا۔ اُسکے گرد مزرکش لباسوں، چمکیلے تمغوں، مطلا تلواروں سے آراستہ، وزراء و امراء کھڑے تھے۔ اور شاہی ہیبت و جلال کا ایک عجیب منظر پیدا ہوگیا تھا!

آج پھر مجھے اس کی زیارت کا موقعہ ملا۔ لیکن آج وہ ہر قسم کی چمک دمک سے خالی تھا۔ بالکل سادہ تھا۔ کسی قسم کا کوئی تکلف نظر نہیں آتا تھا۔ صرف شہر کے نمائندے جمع تھے۔ آزادی سے چلتے پھرتے تھے۔ اور مساویانہ رُوح میں اپنے رئیس حکومت سے مصافحہ کر رہے تھے۔ بلاشبہ پچھلی شوکت و جبروت اب مفقود ہوگئی ہے لیکن سادگی اور حقیقت نے اس سے کہیں زیادہ حقیقی تاثیر عظمت پیدا کر دی ہے!

یہیں آستانہ کی مجلس بلدیہ (میونسپلٹی) کا سپاس نامہ پیش ہوا۔ غازی نے جواب میں ایک برجستہ تقریر کی۔ اُن کی آواز حسب عادت بہت صاف، بلند، اور مضبوط تھی۔ گویا ایوان گونج رہا تھا۔ تقریر کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

غازی کی تقریر

"میں خوش نصیب ہوں کہ آج آپکے واسطے سے آستانہ، اُسکے باشندوں، اُس کی انجمنوں، اور اُس کی تمام جماعتوں کو سلام کر رہا ہوں۔ سچ یہ ہے کہ میں اُن شاندار مظاہرات سے از حد متاثر ہوا ہوں جن کے ذریعہ میرے ہموطنوں نے مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔ آپ میری جانب سے بہت بہت شکریہ قبول کیجئے۔

"آج پورے ۸ سال کے بعد میں نے آستانہ کی صورت دیکھی ہے۔ اگر یہ سچ ہے کہ حسرت اور فراق کی گھڑیاں بہت سخت، دراز، اور تلخ ہوتی ہیں، تو آپ آسانی سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ میں نے آستانہ کی جدائی میں یہ آٹھ برس کیونکر گزارے ہونگے؟"

"آستانہ، جو دو عظیم دنیاؤں کے مابین واقع ہے، ترکی وطن کی زینت، ترکی تاریخ کی دولت، ترکی قوم کی آنکھ کا تارا ہے۔ تمام ابنائے وطن کے دلوں میں اُس کی محبت جڑ پکڑے ہوئے ہے۔ ایک مرتبہ جب منحوس حوادث نے یہ شہر گھیر لیا تھا، تو نہ صرف تمام ترکوں کے بلکہ تمام مشرق کے دل زخمی ہوگئے تھے۔ اُن میں ایک میں بھی تھا اور اپنے پہلو میں خونچکاں دل لے پھرتا تھا۔"

"لیکن آج ہم دیکھتے ہیں، "تاریک راتوں نے نورانی آفتاب کی شعاعیں پیدا کر دیں۔ رات کب کی ختم ہو چکی ہے، اور ہماری تاریخ کا نیا دن طلوع ہو چکا ہے!"

"مضطرب اور روتے ہوئے آستانہ کو جس نے ۸ سال پہلے اس حال میں چھوڑا تھا" کہ میرا دل زخموں سے چور تھا، اور ایک شخص بھی مجھے خدا حافظ کہنے کے لئے نہیں آیا تھا۔ لیکن آج میں آستانہ آیا ہوں، تو اُس کا خندۂ مسرت اور قہقہۂ انبساط میرے سامنے ہے اور حسن اب دوبالا ہوگیا ہے۔ میرا دل بھی مطمئن ہے، میں اسوقت اپنے آپ کو استانبولیوں کی محبت بھری گود میں پاتا ہوں۔

"گزشتہ ۸ سال، یعنی ہماری ہیئت اجتماعیہ کا عہد جدید، بغاوتوں، انقلابوں، اور اُن کے نتائج سے لبریز ہے۔ ہماری قوم نے سیاسی، اجتماعی، تمدنی ترقی کے لئے اس عہد میں جو قابلیت ظاہر کی ہے، وہ بلاشبہ عظیم قابلیت ہے۔ ہم پر فرض ہے کہ پوری ہوشیاری اور پورے عزم سے اس قابلیت کو برابر ترقی دیتے رہیں۔ وطن کی تعمیر اور قوم کی ترقی، بہت ہی عظیم غیرت اور بہت ہی عظیم جہاد کا مطالبہ کرتی ہے۔ اسوقت ہمارا ایک عظیم ترین کام یہ ہے کہ مفید اور ضروری علم و فن کے ذریعہ قوم کے جذبات اور ضمیر کی تربیت کریں تاکہ وہ جلد سے جلد حقیقی تمدن اور حقیقی سعادت تک پہنچ جائے!

"میں آپسے اے عزیزان آستانہ! یہ کہتا اس محل میں کہتا ہوں۔ اب سے ۸ برس پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ اسمیں ایک ایسی شخصیت رہتی ہے جسے، ولیوں کی قوت حاصل ہے! آج یہ محل اس شخص سے خالی ہے جسے "ظل اللہ فی الارض" (زمین پر خدا کا سایہ) کہتے تھے۔ آج یہ محل، قوم کی ملکیت ہے، جو سایہ نہیں بلکہ محسوس حقیقت ہے۔ اسوقت میرا وجود اس محل میں صرف اس لئے ہے کہ میں بھی قوم کا ایک فرد اور اپنی قوم کا مہمان ہوں ..."

اس تقریر کے بعد غازی نے ایک ایک کرکے تمام حاضرین سے مصافحہ کیا۔ پھر محل کے باغ میں فوجی قواعد دیکھی۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی۔

خیال کیا جاتا ہے کہ موصوف اسی اثنا میں تھریس کا بھی دورہ کریں گے۔ یہ افواہ بھی گشت کر رہی ہے کہ صوفیا اور بلغراد بھی جائیں گے تاکہ بلغاریہ اور یوگوسلاویا سے عہدنامے سرانجام دیں۔

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر سنہ ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کیجا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کسطرح اپنی عبادتگاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے۔

سنہ ۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دے دئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لکھنؤ میں چھپی ہے قیمت ۱۲ر (منیجر الہلال کلکتہ)

کہ حکومت کو میری ضرورت ہے۔ اٹلی کا فیصلہ یہی ہے کہ موسولینی حکومت کرے۔ لہذا موسولینی برابر حکومت کرتا رہیگا!"

دُنیا کا امن

"حضرات! دُنیا کا امن ہنوز خطرے میں ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ برلن میں لاکھ ۲۰ ہزار آدمیوں کا مظاہرہ ہوا تھا۔ اُن کے جھنڈوں پر یہ عبارت کندہ تھی: "ٹرلیسٹے سے ریگا تک!" لہذا ابھی امن و امان کی گفتگو قبل از وقت ہے۔ ہمیں پوری مستعدی سے اپنی بَرّی، بحری اور ہوائی قوتوں کو ترقی دینی چاہیے۔ ہمارے پاس کم سے کم ۵ لاکھ بَرّی فوج ہر وقت طیار رہنی چاہیے۔ میری نظر میں سب سے زیادہ اہمیت ہوائی قوت کی ہے۔ ہمارا ہوائی بیڑا زیادہ سے زیادہ طاقتور ہونا چاہیے۔ ہمارے ہوائی جہازوں کو اتنا بڑا ہونا چاہیے کہ اُن کی آواز دُنیا کی تمام آوازوں کو دبا دے، اور اُن کے پَر سُورج کی کرنیں زمین تک پہنچنے سے روک دیں۔ ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۰ء تک کا درمیانی زمانہ یورپ کی قسمت کا آخری فیصلہ کرے گا۔ اُس وقت ہمارے پاس اتنی قوت ہونی چاہیے کہ ہم دُنیا کو اپنی آواز سننے اور اپنے حقوق منوانے پر مجبور کر سکیں"....!

اس تقریر کا ایک قابل لحاظ پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں بادشاہ کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ امریکن اخبار اس سے استدلال کرتے ہیں کہ عنقریب شاہ معزول ہو جائے گا اور اٹلی کے تخت شاہی پر بھی موسولینی ہی کے قدم چڑھتے نظر آئیں گے۔

تصحیح

الہلال نمبر ۴ - ۳ کے مذاکرۂ علمیہ میں ایک مضمون بعنوان "حقائق" درج ہوا تھا۔ اسمیں درازیٔ قد کے طبی اسباب پر بحث کرتے ہوئے ایک خاص قسم کی سرکی گلٹی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسمیں ایک غلطی ہو گئی ہے۔ براہ عنایت قارئین الہلال اس کی تصحیح کر لیں۔ انگریزی میں اس گلٹی کا نام Paroliad gland چھپ گیا ہے۔ حالانکہ صحیح نام Pituitary gland ہے۔ میں عبدالرحیم صاحب میڈیکل اسکول امرتسر کا شکر گزار ہوں جنھوں نے اسپر توجہ دلائی۔ انگریزی کی غلطی کی وجہ سے اس کے ترجمہ میں بھی غلطی ہو گئی۔ چونکہ مضمونِ مُسودہ ہی میں یہ غلطی ہو گئی تھی، اس لئے جب اُس کے لئے عربی اصطلاح دیکھی گئی تو قدرتی طور پر یہ لفظ اختیار کیا گیا جو Paroliad gland کے لئے ہے یعنی "الغدۃ النکفیۃ" ہی ہے۔ لیکن چونکہ یہ وہ گلٹی ہی نہیں ہے۔ اس لئے یہ "غدۃ النکفیۃ" بھی نہیں ہے۔ Pituitary gland کے لئے عربی تشریح میں دماغی اور نخامی غدہ کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔

ان دونوں گلٹیوں کے محل اور خواص میں فرق یہ ہے کہ "غدۂ نکفیہ" کان اور کنپٹی کے درمیان ہوتی ہے، اور اس کا فعل یہ ہے کہ ایک خاص طرح کی رطوبت خارج کرتی ہے۔ لیکن غدۂ دماغی کا محل دوسرا ہے۔ وہ سر کے نیچے اور ناک کے عقب میں واقع ہے، اور اس کے خواص وہی ہیں جو مضمونِ مذکورہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ صاحب "توضیح فی اصول التشریح" نے (جو جدید فن تشریح میں لکھی گئی ہے) اس کے لئے صرف دماغی گلٹی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ (ابوالکلام)

بریدِ شرق

مکتوبِ قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی آمد - تاریخ کی یاد - غازی کی تقریر

غازی کی آمد

بالآخر غازی مصطفیٰ کمال پاشا، قسطنطنیہ پہنچ گئے۔ کئی ہفتے سے پورا شہر استقبال کی طیاریاں کر رہا تھا۔ آج صبح سُورج نکلا تو شہر عروس نَو کی طرح آراستہ تھا۔ پہلے سے معلوم تھا کہ بندرگاہ "ازمیت" سے غازی، یخت (جہاز) "ارطغرل" پر بیٹھیں گے اور اُسی پر آستانہ پہنچیں گے۔ چنانچہ مقامی حکام اور شہر کے نمائندے پہلے ہی سے ازمیت کی طرف استقبال کو روانہ ہو گئے تھے۔ یہاں کے سمندر میں جتنے بھی جہاز، اسٹیمر اور کشتیاں موجود تھیں، باشندوں سے لبریز ہو گئی تھیں، اور سب "جزائر امراء" کی طرف استقبال کے لئے روانہ تھیں۔ باقی جتنی مخلوق تھی، ساحلوں پر سمٹ آئی تھی۔ سویرے میں نے مکان کی بالائی منزل سے منہ نکال کر دیکھا، تو سمندر کے کنارے کنارے انسانی سروں کا ایک صحرائے بے کنار نظر آ رہا تھا!

غازی کا یخت، جوں ہی "جزیرۃ الامراء" کے سامنے پہنچا، بیک وقت لاکھوں منہ کھل گئے، اور اتنا بڑا نعرہ بلند ہوا، کہ سواحل ایشیا اور سواحل یورپ کے پہاڑ تک گونج اٹھے!

یہ منظر دیکھ کر بے اختیار میرے آنسو نکل پڑے۔ مجھے اب سے ۸ سال پہلے کا زمانہ یاد آ گیا۔ یہ زمانہ ترکی تاریخ کا سب سے زیادہ تاریک زمانہ تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا، جب جنگ عظیم نے ترکی سلطنت کی چولیں ہلا ڈالی تھیں، تمام شیرازہ بکھر گیا تھا۔ خود پایۂ تخت پر اتحادیوں کا قبضہ تھا۔ اور سلطان اُنکے ہاتھ میں قیدی تھا۔ مجھے یاد آیا، اُس وقت اس شہر پر کیسا سناٹا چھایا ہوا تھا؟ موت کا سا سناٹا! تمام زبانیں گنگ تھیں۔ اتحادی بیڑے اپنی بے پناہ توپوں کے دہانے محل سلطانی کی طرف کئے صف آرا تھے، اور سلطان کا دل خوف سے تھرا رہا تھا۔ مجھے یاد آیا کہ یہی مصطفیٰ کمال جن کے سامنے آج لاکھوں تلویں فرشِ راہ ہو رہی ہیں، اب سے ۸ برس پہلے اسی قسطنطنیہ میں سر نیچا کئے، غمگین صورت بنائے، بازاروں میں جاتے تھے، اور خود میں نے اپنی انھیں آنکھوں سے اُن کا پژمردہ چہرہ دیکھا تھا۔ وہ اُس وقت بھی گمنام نہ تھے۔ وہ "دآنیال" کے ہیرو تھے۔ مگر جنگ، شکست پر ختم ہوئی تھی، اس لئے جنگ کے تمام ہیرو سرنگوں ہو رہے تھے۔ کوئی اُن کی بات تک نہ پوچھتا تھا، بلکہ اُن سے نفرت کی جاتی تھی، کیونکہ عام اعتقاد یہی تھا کہ ملک پر تمام مصیبتیں انہی کے ہاتھوں نازل ہوئی ہیں!

مصطفیٰ کمال پاشا کی آمد نے تمام پچھلے ہولناک واقعات کی یاد دلوں میں تازہ کر دی۔ جنھیں معلوم ہے، اُنھیں معلوم ہے، جنھیں معلوم نہیں، وہ دوسروں سے پوچھتے ہیں، ۸ سال پہلے غازی مصطفیٰ کمال قسطنطنیہ سے کیونکر گئے تھے؟ یقیناً یہ سوال اب تاریخ کا عنوان بن گیا ہے۔ ضروری ہے، ہم اُسپر چند کلمے کہیں۔ لیکن ہماری تشریح سے کہیں بہتر یہ ہوگا کہ خود غازی موصوف کی زبان سے یہ کہانی سنا دی جائے۔ حال ہی میں اُنھوں نے ایک اخبار کے نمائندے سے کہا تھا:

اب سے ۸ برس پہلے!

"جب آستانہ میں اتحادیوں کے مظالم حد سے تجاوز کر گئے، اور علانیہ زیادتیاں ہونے لگیں، تو میرے لئے یہاں قیام ناممکن ہو گیا۔ میں نے عزم بالجزم کر لیا کہ اناطولیہ چلا جاؤں۔ وہاں ترکی قوم کو تمام حالات سے مطلع کروں، اور اگر ممکن ہو، تو اس راہ میں اپنی جان بھی قربان کر دوں۔ میں نے اپنے اس ارادہ سے بعض دوستوں کو آگاہ کیا۔ اُن کی سعی و اعانت سے مجھے کامیابی ہوئی۔ تقریب یہ ہوئی کہ علاقۂ صامسون اور اناطولیہ کے بعض حصوں میں اتحادیوں کے خلاف شورش پیدا ہونے لگی۔ داماد فرید پاشا وزیر اعظم ڈرے، کہیں یہ شورش خطرناک صورت اختیار نہ کرلے۔ اُنھوں نے ایک ایسا شخص اناطولیہ بھیجنا چاہا جو ہر طرح کی بے چینی کا قلع قمع کر دے سکتا ہو۔ اُن کی نظرِ انتخاب مجھ پر پڑی اور مجھے مشرقی صوبوں کا جنگی انسپکٹر مقرر کر دیا گیا۔ مگر اُن کے دل میں کچھ کھٹک ضرور تھی۔ وہ بار بار اپنا فیصلہ منسوخ کر دیتے تھے۔ خود وہی نہیں، وزیر جنگ کو بھی میرے انتخاب پر اعتراض تھا۔ حتیٰ کہ وزیر جنگ نے حکم پر دستخط ثبت کرنے سے انکار بھی کر دیا تھا۔ اُسنے کہا تھا میں مُہر کئے دیتا ہوں۔ اگر اس انتخاب سے کوئی خرابی پیدا ہوئی تو میں انگریزوں سے یہ کہکر پیچھا چھڑا لوں گا کہ مجھے اس شخص کے انتخاب کا کوئی علم نہیں تھا۔ میری مُہر چوری سے لگا دی گئی ہے!"

لیکن بالآخر میری باضابطہ تقرری ہو گئی۔ ۱۶ مئی ۱۹۱۹ء کو مجھے جہاز "باندرمہ" سے روانہ ہونا تھا۔ روانگی کے وقت میں وزیروں سے رخصت ہونے کے لئے باب عالی گیا۔ وزراء نہایت بدحواس ہو رہے تھے۔ وزیر داخلیہ نے دوڑ کر مجھ سے کہا:

"تم نے کچھ سنا؟ شرارت کی حد ہو گئی! یونانیوں نے سمرنا پر فوجیں اُتار دیں!"

وزیر بحریہ نے بھی یہی کہا۔ میں نے کہا:

"پھر اب کیا کرو گے؟"

"ہم احتجاج کرینگے" اُنھوں نے دیر تک سوچنے کے بعد افسردگی سے کہا۔

"یہ ٹھیک ہے۔ مگر کیا تمہارے احتجاج سے یونانی سمرنا خالی کر دیں

یہ وہ علاقہ ہے جس میں قدرت اپنی تمام رعنائیوں اور نعمتوں کے ساتھ جلوہ آرائی ہے۔ میں آپ کو ایک بہت بڑے راز سے واقف کرتا ہوں، جو دست موسیو ڈالاسا بر (؟) آپ سے گفت و شنید کر رہا ہے کہ فرانس آپ کی بہبودی کے لئے منتظر بیٹھا ہے، اور انگریز مراکش میں ہماری کوئی مخالفت نہ کریں؛

میرے دوستو! ایک لمحہ کے لئے دولت و ثروت کے ان ذخائر کا تصور کرو جو مراکش میں تمہیں حاصل ہونگے۔ پوری سرزمین زرخیز و بیش قیمت کانوں سے لبریز ہے۔ تم وہاں کی کانیں کھودو گے۔ بے حساب غلہ پیدا کرو گے۔ دولت اتنی حاصل ہوگی جس کا اس وقت تصور بھی نہیں کیا جا سکتا؛

- کیا اس کے بعد بھی تم باہمی منافرت میں مبتلا رہو گے؟ حالانکہ تم ہی دونوں گروہ اس نئی سرزمین کے مالک ہو۔ تم دونوں کو تمام فرانسیسیوں پر خاص امتیاز حاصل ہے۔ سب سے پہلے تم ہی نے اس سرزمین میں اسلام کا جھنڈا اونچا کیا۔ اسلام کے ملک پر تمہیں نے سکہ بٹھا دیا، اور اسلام اور مسلمانوں سے واقفیت بہم پہنچائی۔ لہٰذا تم ہی افریقہ کے تمام اسلامی ملکوں کے مالک بنو گے۔ راس قابس سے بحر اٹلانٹک تک، اور بحر متوسط سے صحرائے عظیم تک، تمام علاقے تمہارے ہی ہیں لیکن باہم متحد ہو جاؤ، اور پھوٹ ڈالنے کر فرانس کی مجتمعہ قوت پارہ پارہ کر دو؛

اس تقریر پر ہر طرف سے مرحبا کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ دونوں طرف سے حریف اٹھے اور باہم مصافحہ کرنے لگے۔ شراب کے نئے جام بھرے گئے، اور مسرت کے نعروں میں خالی ہو گئے!

یہ واقعہ اور اس واقعہ کا پورا منظر اب تک میری آنکھوں میں ہے۔ اس دن میں سمجھا کہ فرانس کی مشرقی حکمت عملی کیا ہے اور اس کی بنیاد کس چیز پر ہے؟ اس دن مجھے معلوم ہوا کہ ہمارا ملکی اتحاد صرف اس بنیاد پر قائم ہو کہ اہل ملک کے لئے ہمیشہ مشرق میں نئے شکار مہیا کرتے رہیں۔ ہماری سوسائٹی کے مختلف طبقوں کا باہمی اتحاد اس لئے نہیں ہو کر انصاف میں وہ متفق ہیں۔ صرف اس لئے ہے کہ ظلم میں کوئی اختلاف نہیں!

اٹلی اور یمن

یمن پر اٹلی کا دانت مدت سے ہے لیکن برطانیہ کی رقابت ہمیشہ اس کا راستہ روک دیتی تھی۔ اب باہم سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ اور اٹلی یمن کی طرف بے کھٹکے بڑھ رہا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ پچھلے چند ماہ کے اندر اٹلی نے صنعا میں بہت اثر پیدا کر لیا۔ ایک زمانہ میں امام یحیٰ اٹلی کا نام بھی سننا نہیں چاہتے تھے، مگر اب وہ اس سے معاہدہ کر رہے ہیں، سامان جنگ لے رہے ہیں اور اپنی فوج کی تربیت کے لئے اطالین افسروں کے طلبگار رہیں!

گزشتہ ہفتہ اس "دوستانہ علاقہ" نے ایک نیا قدم اٹھایا ہے یمن کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اس کا سیاسی وفد یورپ گیا ہے۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ "یمنی وفد، یورپ کے بڑے بڑے شہروں کی سیاحت کریگا تاکہ یورپین تمدن کا مطالعہ کرے، پھر قسطنطنیہ اور انگورہ جائے گا"۔ اس اعلان میں اٹلی کا کوئی ذکر نہیں۔ حالانکہ اس کی اصلی غرض اٹلی ہی ہے۔ یہ وفد روم پہنچ گیا ہے۔ امام یحیٰ کے منجھلے بیٹے - امیر محمد اس کے رئیس ہیں، اور سید عبداللہ ابراہیم، سید عباس علی، قاضی علی عمری، قاضی راغب رکن ہیں۔ قاضی راغب، حکومت صنعا کے وزیر خارجہ ہیں اور یمن میں تنہا شخص ہیں جو ایک یورپین زبان (فرانسیسی) جانتے ہیں۔ اس وفد نے آتے ہی موسولینی اور شاہ اٹلی سے طویل ملاقاتیں کیں۔ ہم نہیں چاہتے اپنے سوء ظن کا اسے نشانہ بنائیں لیکن اٹلی کے نیم سرکاری اخبار "کوریرا دلی لاسیرا" کا ایک جملہ نقل کرنے پر مجبور ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ جملہ اٹلی اور یمن کی دوستی کی بہترین تشریح ہے؟ "

باب التفسیر

تفسیر سورۂ فاتحہ کا ایک صفحہ

صفات الٰہی کے انسانی تصور کی تکمیل

اور

اُس کا سلسلۂ ارتقا

الحمد للہ رب العالمین

قرآن حکیم نے انسان کو خدا کے اعتقاد اور تصور کی دعوت دیتے ہوئے، سب سے پہلے جن صفات کا حسن و جمال بے نقاب کیا ہے، وہ تین صفتیں ہیں: ربوبیت، رحمت، عدالت!

الحمد للہ رب العالمین:	ساری تعریفیں، ہر قسم اور ہر طرح کی ثنائیں، حسن و جمال
الرحمٰن، الرحیم،	کی شیفتگی اور خوبیوں کمالوں
مالک یوم الدین!	کے اعتقاد کے ساتھ جو کچھ بھی
(فاتحہ)	

کہا جا سکتا ہے، وہ سب کچھ، اللہ کے لئے ہے! وہ اللہ جو تمام جہانوں کا پرورش کرنے والا ہے۔ جس کی ربوبیت کائنات ہستی کی ہر مخلوق کو اس کی زندگی اور بقا کا تمام سامان بخشتی، اور اس کی پرورش کی ساری ضرورتیں مہیا کرتی ہے! جو رحمت والا ہے، اور جس کی رحمت کی بخشائشیں تمام عالم خلقت کو اپنے زوال محبت سے مالا مال کر رہی ہیں! جس کے قبضہ و تصرف میں جزاء و سزا اور مکافات کا دن ہے، اور جس کی عدالت نے ہر عمل کے لئے بدلہ اور ہر بات کے لئے نتیجہ کا قانون جاری و نافذ کر دیا ہے!

سورۂ فاتحہ قرآن کی ابتدا ہے، اور فاتحہ کی ابتدا تصور الٰہی کی اسی بنیادی جلوہ نمائی سے ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن نے خدا کے تصور و اعتقاد کا جو نقشہ کھینچا ہے، وہ ربوبیت، رحمت، اور عدالت کا نقشہ ہے۔ انہی تین صفتوں کے تفکر سے ہم قرآن کے تصور الٰہی کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں۔

تصور الٰہی کا تدریجی ارتقا

دنیا کی ہر چیز کی طرح انسان کا فکر و عمل، اور انسانی فکر و عمل کی ہر بات کی طرح اس کے روحانی تصورات نے بھی بہ تدریج پستی سے بلندی کی طرف اور نقص سے کمال کی طرف ترقی کی ہے۔ روحانی تصورات کی پہلی بنیاد ایک خالق کائنات ہستی کا تصور ہے جس وقت سے انسان کی تاریخ روشنی میں آئی ہے، اس کے اس تصور کی تاریخ بھی شروع ہو جاتی ہے۔ اگر پرانے سے پرانے عہد کے تصورات لیکر، موجودہ ادیان عالم کے عہد تک کے تمام تصورات سامنے رکھے جائیں، اور یکے بعد دیگرے ان کی نوعیت پر نظر ڈالی جائے، تو صاف نظر آجائے گا کہ ایک تدریجی ارتقاء کا سلسلہ ہے جو اشیاء و اجسام کے ارتقاء کی طرح انسان کے تصور و اعتقاد میں بھی جاری ہے، اور جوں جوں انسان کی فکری اور معنوی استعداد ترقی کرتی جاتی ہے، اس کا یہ تصور بھی زیادہ بلند اور شائستہ ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ارتقاء کے ہر سلسلے کی طرح اس سلسلہ کی بھی تکمیل کی آخری کڑی نمایاں ہو جاتی ہے!

فطرۃ کا ولولہ اور ذہن کا تصور!

لیکن یاد رہے کہ یہاں خدا کے تصور سے مقصود اس کی صفات کا تصور ہے۔ اس کی ہستی کا اعتقاد نہیں ہے۔ اس کی ہستی کا اعتقاد ذہن و فکر کی پیداوار نہ تھی جو اس کی استعداد کی تبدیلیوں سے متاثر ہوتی۔ یہ اس کی فطرۃ کی آواز تھی، جو خود اس کے اندر سے اٹھتی تھی، اور ایک بالاتر ہستی کے یقین کے جوش سے اسے معمور کر دیتی تھی۔ چونکہ یہ ایک فطری جذبہ تھا اور فطری جذبات اصلی کی نوعیت ہر وقت اور ہر حال میں یکساں رہتی ہے، اس لئے انسان کا اعتقاد الٰہی بھی ہمیشہ یکساں رہا۔ اس میں ذہن و فکر کے تغیرات مداخلت نہیں کر سکتے تھے۔

لیکن خدا کی ہستی کا تصور، اس کی صفات کے تصور سے الگ نہیں ہو سکتا تھا۔ انسانی عقل ذات مجرد کے تصور سے عاجز ہے۔ وہ جب کبھی کسی چیز کا تصور کرتی ہے تو گو اس کی ذات کا تصور کرنا چاہے، لیکن تصور میں اس کی صفتیں ہی آتی ہیں، اور صفتوں ہی کے جمع و تفرقہ سے ذات کے تصور کا نقشہ وجود میں آتا ہے۔ یہیں سے اس فطری جذبہ میں انسانی عقل کی مداخلت شروع ہوئی، اور یہی اس کی درماندگیوں اور غلط اندیشیوں کی سب سے پہلی ابتدا ہے۔ فطرۃ کے جذبۂ یقین نے ایک بالاتر ہستی کا اقرار

---

* "اٹلی کی یمن اور اسلامی یمن سے دوستی کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ وہ حجاز یا ابن سعود پر دست درازی کرنا چاہتا ہے۔ موسولینی نے یمن سے جو معاہدہ کیا ہے، اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ جزیرہ نمائے عرب میں امن و امان برقرار رہے۔ اٹلی بحر احمر میں دست حاصل کرنے پر مجبور ہو۔ اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اطالین (؟) اور اس خطے کے تعلقات ہر پہلی قوموں اور مشرقی ارتقاء کے قبیلوں سے قائم ہو جائینگے" (البیان)

خواطر و سوانح

"میری صحیفہ نگاری کی زندگی کا ایک لمحہ"

(مشہور فرانسیسی اخبار نویس، فرانسس ڈلیزی کے قلم سے)

قارئین الہلال ابھی بھولے نہ ہونگے کہ ہم نے الہلال کے پہلے اور دوسرے نمبر میں ایک فرانسیسی کتاب کا ذکر کیا تھا جس میں فرانس کے تیس بڑے بڑے اخبار نویسوں نے اپنی صحافتی زندگی کے اہم واقعات لکھے ہیں۔ اسی کتاب میں فرانسس ڈلیزی نے الجزائر اور ٹیونس کے متعلق ایک نہایت دلچسپ اور عبرت انگیز سانحہ قلمبند کیا ہے۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب فرانس میں یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ ٹیونس کا باقاعدہ الحاق دفتر مستعمرات سے کر دیا جائے یا اسے قائم جاری حالت میں رہنے دیا جائے؟ فاضل مصنف اُن دنوں مالٹوں میں تھا لیکن پہلی حالت صاف اور کھلی تھی، دوسری میں منافقانہ پردہ پوشی تھی۔ اسی اثنا میں پیرس کی ایک متقدر سیاسی جماعت نے ایک سیاسی ضیافت کا انتظام کیا اور اسمیں ملک کے بڑے بڑے اخبارات کے ایڈیٹر بھی مدعو کئے گئے۔ مقالہ نگار بھی انہی لوگوں میں سے تھا اور اُس کی سرگزشت حوالۂ قلم کر رہا ہے۔ اس مختصر سی سرگزشت میں یورپ کے سیاسی اور سرمایہ دارانہ اخلاق کا جیسا مکمل نقشہ دکھلایا گیا ہے، شاید ایک بہت بڑی کتاب سے بھی اتنی وضاحت نہ ہو سکے۔ طرز بیان کی تعریضی ظرافت نے سرگزشت کی دلچسپی اور زیادہ بڑھا دی ہے:

فرانس کی مشرقی حکمت عملی کے راز

میں نے ابھی اخبار نویسی کے پیشہ میں قدم رکھا ہی تھا کہ سنہ ۱۹..ء میں مجھے اُس ضیافت (ڈنر) میں شرکت کا اتفاق ہوا جو "انجمن قومی" ہر سال ملک کے مربیوں کو جمع کرنے کے لئے دیا کرتی تھی۔

گرانڈ ہوٹل کے بڑے ہال میں تقریباً ۵۰۰ آدمی جمع تھے۔ ہال کی دیواروں کی آرائش نظر فریب تھی۔ وسط میں خوبصورت گول میز تھا۔ گرد قیمتی کرسیاں بچھی تھیں۔ حاضرین میں لیون اور بورڈو کے سرمایہ دار، لیل اور نانسی کے کارخانہ دار، مارسیلز کی جہاز راں کمپنیوں کے مالک، مجلس (سینیٹ) کے ممبر، اعضاء مجلس، اور ماوراء البحر نوآبادیوں کے نمائندے، اور چند مشاہیر اخبار نویس شامل تھے۔

قسم قسم کے لذیذ کھانے اور نفیس شرابیں ہماری منتظر تھیں۔ دلفریب جاموں میں جب سرخ شمپین انڈیلی گئی، اور بلبلے سطح پر جوش مارکر ابھرے، تو ہم اخبار نویسوں کا جوش، اور جنون تک پہنچ گیا۔ ہم سمجھتے تھے کہ فرانسیسی پرچم سمندپار کے تمام ملکوں پر لہرا رہا ہے۔ کھانے کے بعد رئیس مجلس سیوا مین نے اعلان کیا "ہم آج اہم مسئلہ پر غور کرنا چاہتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ٹیونس کو نوآبادیوں کی وزارت کے ماتحت کر دیا جائے یا ابھی اسمیں توقف کیا جائے؟"

شروع میں ہم اخبار نویسوں نے خیال کیا۔ اس مسئلہ پر کوئی بحث نہیں ہوگی۔ چنانچہ بزدلی کے ساتھ ہم نے اپنی جیبوں سے یادداشت کی کاپیاں نکال لیں۔

ایک سابق وزیر اٹھا اور تقریر شروع:

"ٹیونس، اب تک فرانس کے زیر حمایہ (پروٹکٹوریٹ) ہے اس کو قانون کی نظر میں وہ محکوم نہیں ہے۔ ایک اجنبی ملک کی حیثیت رکھتا ہے۔ اُس کا تعلق براہ راست وزارت خارجیہ سے ہے۔ اُسکی دستور حکومت الگ ہے۔ اُس کا بجٹ بھی علحدہ مستقل ہے۔ اس عجیب حال کا نتیجہ یہ ہے کہ الجزائر میں رہنے والے فرانسیسیوں کے ساتھ ہم ایک خاص قسم کا برتاؤ کرتے ہیں، اور ٹیونس کے فرانسیسیوں کے ساتھ دوسرا قسم کا۔ یہ صورت اُسوقت جائز ہو سکتی تھی جب فرانسیسی نوجوانوں نے ٹیونس کی سرزمین پر قدم رکھا تھا۔ لیکن اب جبکہ ہم نے پورا تسلط حاصل کر لیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس ملک کا وہ امتیاز باقی رکھا جائے جس کا وہ مستحق نہیں ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ فرانس سے ٹیونس کا کامل الحاق ہو جائے۔"

وزیر کی تقریر پر حاضرین کی ایک جماعت نے بڑے جوش سے تالیاں بجائیں۔ ہم سمجھے بحث ختم ہو گئی۔ مگر اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک اور سابق وزیر کھڑا ہو گیا:

"مجھے اس گمراہ کن تجویز سے قطعی اختلاف ہے۔" اُس نے شانے ہلا کر کہا۔ "فرانس نے باردو کے معاہدہ میں وعدہ کیا ہے کہ ٹیونس کے بائی (بادشاہ) کی حکومت باقی رکھے گا۔ فرانس نے یہی عہد تمام دولی سے بھی کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی خلاف ورزی سخت سیاسی مشکلات کا موجب ہوگی۔ ملک کی دیسی آبادی میں شورش پیدا ہو جائیگی، اور فرانس کی پیشانی پر بدعہدی کا سیاہ دھبا لگ جائے گا۔"

اس تقریر پر بھی تالیاں بجیں، دونوں تقریروں کا لب لہجہ ویسا ہی شاندار تھا جیسا مجلس (پارلیمنٹ) کی تقریروں کا ہوتا ہے۔ دونوں تقریروں میں خوش طبعی تھی، ہم کے بعد "فرانس کی عظمت" "ٹیونس کی مصلحت" "تہذیب کی خدمت" "خدمت انسانیت کا فرض" اور اسی قسم کے تمام پامال جملے آ رہے تھے اور حاضرین تحسین و آفرین کی صدائیں بلند کر رہے تھے۔ ہم غریب اخبار نویس کسی شغل کے منتظر بیٹھے تھے۔ لوگوں کو تالیاں بجاتے دیکھتے تو خود بھی بے تحاشا تالیاں بجانے لگتے!

اتنے میں گرم مباحثہ شروع ہو گیا۔ سرمایہ داروں، کارخانہ داروں، تاجروں، کمپنیوں کے مالکوں نے بھی تقریریں شروع کر دیں۔

ایک مقرر نے کہا "یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم ٹیونس کی کانیں تباہ کرنی چاہتے ہو؟"

"اور تم الجزائر کی کانوں کے دشمن ہو" دوسرے مقرر نے بغیر کسی تامل کے جواب دیا!

"اور تم بدمعاش ہو" ایک تاجر جوش میں بے خود ہو کر چلایا۔

"لیکن تم تو کوچوان سے بھی بدزبان!" ایک طرف سے آواز بلند ہوئی۔

"شریر!" ایک تاجر نے غصہ سے کانپتے ہوئے کہا "فرانس کے کپتو! تمہاری چوری، کھلا ہوا راز ہے۔ تم مارسیلز میں روس سے گیہوں منگاتے ہو مگر چنگی سے بچنے کے لئے اُسے پہلے ٹیونس بھیجتے ہو پھر وہاں سے فرانس میں داخل کرتے ہو تاکہ ٹیونس کی کم چنگی سے فائدہ اٹھا سکو۔"

"یہ کون گدھا بول رہا ہے؟" ایک شخص نے پوری بے پروائی سے پکار کر کہا۔

"تم گدھوں کے جد امجد ہو" برجستہ جواب تھا!

اب مجھ پر یہ راز کھلا کہ ٹیونس کا معاملہ، نہ تو فرانس کی عظمت سے تعلق رکھتا ہے نہ تہذیب و تمدن کی خدمت سے۔ محض سرمایہ داری کا سوال ہے۔ الجزائر کے فرانسیسی اور انکے حامی ٹیونس کو نوآبادیوں کی وزارت کے ماتحت اس لئے کر دینا چاہتے ہیں تاکہ وہاں کے فرانسیسی اُن سے زیادہ فائدہ نہ اٹھا سکیں۔

"تم ٹیونس کی دولت کھا کے پھول گئے ہو" ایک مقرر نے کہا۔

"حاسدو! شیطان کے بھائیو! ہم تمہیں پیروں سے روند ڈالیں گے" ٹیونس کے ایک فرانسیسی کا جواب تھا جبکہ وہ جوش سے کھڑا ہو گیا تھا!

غرضکہ کوئی گالی نہ تھی جو استعمال نہ کی گئی ہو۔ کوئی الزام نہ تھا جو ایک نے دوسرے پر نہ لگایا ہو۔ اب شراب، سروں پر خوب چڑھ چکی تھی۔ آنکھیں لال تھیں۔ گھونسے تنے ہوئے تھے۔ خطرناک ارادوں نے ہر چہرہ پر ہولناکی کا غازہ مل دیا تھا۔ آخر ایک آواز بلند ہوئی "سیوامین! سیوامین!!"

سیوامین اپنی کرسی سے اُٹھے۔ اب ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ اسوقت بھی میری آنکھوں میں اس چوڑے سینہ والے لمبے آدمی کی تصویر پھر رہی ہے۔ اُسکی آنکھیں نہایت متحرک اور تیز تھیں چہرہ سے از حد مکار معلوم ہوتا تھا۔

"میرے ٹیونسی دوستو!" مقرر نے داہنی طرف مُڑ کر کہا "تم یقیناً میرے اخلاص سے انکار نہیں کر سکتے۔ آج سے تیس برس پہلے میں ہی وہ پہلا شخص تھا جس نے فرانس کو ٹیونس کی فتح پر آمادہ کیا تھا۔ میں نے ہی تحریک کی تھی کہ اُس "نیم وحشی" ملک میں تمدن و تہذیب کی روشنی پھیلائی جائے..."

جملہ حاضرین نے پرجوش تالیاں بجائیں۔

"اور اے میرے الجزائری دوستو!" مقرر نے بائیں طرف رُخ کر کے کہا "تم بھی میری خیرخواہی اور دوستی سے بخوبی واقف ہو الجزائر سے میری محبت کسی دلیل کی محتاج نہیں۔ الجزائر ہی میرا وطن ہے کیونکہ میں اسی خوبصورت ملک میں پیدا ہوا تھا۔ الجزائر کی محبت مرتے دم تک میرے دل میں باقی رہے گی۔"

بائیں رُخ سے پرجوش تالیوں کا شور بلند ہوا!

غرضکہ اس چالاک مقرر نے کچھ ایسی شیریں زبانی سے گفتگو شروع کی کہ دونوں فریق خوش ہو گئے اور اس فرانس کے سب سے بڑے محب انسان کے اخلاص پر ایمان لے آئے!

"عزیزو!" مقرر نے اپنی آواز کو حد درجہ موثر بنا کر کہا "جب میں تمہیں باہم اس طرح لڑتے جھگڑتے دیکھتا ہوں، تو میرا دل سینہ میں بیٹھنے لگتا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ الجزائر اور ٹیونس بغیر ایک دوسرے پر حسد کے ترقی کریں؟ میں آپ سے اُمید کرتا ہوں کہ یہ پست خیالات دُور کر دیں۔ ذرا اپنی آنکھیں اُٹھا کر اوپر کی طرف دیکھئے!

"دیکھئے، مراکش کی زرخیز سرزمین آپکے سامنے موجود ہے!

اُس میں حسن و جمال کے سوا کچھ نہیں ہے۔ لیکن تعمیر و ایجاب کا عمل بغیر تخریب و سلب کے انجام نہیں پا سکتا۔ ہر بناؤ کے لئے ایک بگاڑ اور ہر نظم کے لئے ایک برہمی ناگزیر ہے۔ اس لئے اُس کے جمال فریبیوں و دلاویزیوں پر تخریب کی ہولناکیوں کا پردہ پڑ گیا۔ بارش کا عمل زمین کے لئے پیام روح ہے۔ اُس کے ایک ایک قطرہ کے اندر نہیں معلوم زندگی کی کتنی تعمیریں اور وجود کی کتنی بخششیں پنہاں ہوتی ہیں؟ لیکن تعمیر حیات کا یہ پُرسکون عمل جبھی ظہور میں آسکتا ہے جب پہلے سلسلۂ تخریب کی ایک ہیبت انگیز ہولناکی پھیل جاتی ہے۔ بادل گرجنے لگتے ہیں۔ بجلی کڑکنے لگتی ہے۔ اضطراب و تصادم سے فضاء کائنات لرز اٹھتی ہے۔ اور ایسا محسوس ہونے لگتا ہے، جیسے کوئی بڑی ہی سخت بربادی و خوفناکی ظہور میں آنے والی ہے۔ لیکن پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد یہ حالت منقلب ہو جاتی ہے، اور اچانک دکھائی دیتا ہے کہ فطرۃ نے قہر و جلال کا جامہ اُتار کر رحمت و جمال کا لباس پہن لیا۔ کیونکہ رعد و برق کی خوفناکیوں کی جگہ باران رحمت کی رونقیں نمایاں ہو جاتی ہیں۔ قرآن حکیم نے جابجا قدرت الٰہی کی اس بظاہر قہر نمائی اور بباطن رحمت فزائی کی طرف اشارات کئے ہیں:

ومن آیاتہ یریکم البرق خوفا و طمعا، وینزل من السماء ماءً فیحیی بہ الارض بعد موتھا، ان فی ذلک لآیاتٍ لقومٍ یعقلون! (۳۰ : ۲۴)	اور اُس کی حکمت و قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ بجلی کڑکتی ہے اور تمھارے اندر خوف اور امید، دونوں طرح کے اثرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ پھر

وہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور زمین کو اُس کی موت کے بعد از سرِ نو زندگی بخش دیتا ہے۔ بلاشبہ اسمیں قدرت الٰہی کی بڑی ہی نشانیاں ہیں۔ مگر اُن کے لئے جو عقل رکھتے ہیں!

سورۂ بقرہ کی تمثیل میں بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے: او کصیب من السماء فیہ ظلمات و رعد و برق۔ تخریب کے عمل میں شورش اور ظہور ہے۔ اس لئے رعد و برق کی ہولناکی بارش کی حیات پرور دلاویزی سے زیادہ نمایاں اور بے پردہ ہوتی ہے۔ انسان کا ذہن طفولیت طبیعت حیوانی کے مقتضیٰ کے مطابق بارش کی دلاویزی تو جلد نہیں پا سکتا تھا۔ لیکن رعد و برق کی ہولناکی سے فوراً ڈر گیا تھا۔ بجلی کی کڑک میں اس کے لئے پہلے خوف تھا۔ طمع پیچھے تھی!

بہرحال زندگی اور فطرۃ کائنات کے مظاہر کی پہلی تاثیر خوف و دہشت ہی کی تاثیر تھی۔ بادلوں کی گرج، بجلی کی کڑک، آتش فشاں پہاڑوں کا انفجار، زمین کا بھونچال، آسمان کی ژالہ باری۔ دریاؤں کا سیلاب، سمندروں کا تلاطم! ان سب میں اُس کی عقل کے لئے رعب اور ہیبت تھی، اور اسی ہیبت کے اندر وہ ایک غضبناک خدا کی ڈراؤنی صورت دیکھ رہا تھا۔ وہ بجلی کی کڑک اور ہلاکت سے محبت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بادلوں کی گرج پر شیفتہ نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ پہاڑوں کی آتش افشانی اور آسمان کی سنگ باری سے پیار نہیں کر سکتا تھا۔ اور اُس کا ذہن و ادراک خدا کے صرف انہی کاموں سے آشنا ہوا تھا!

ایک اور قریبی سبب بھی اس تصور کا باعث ہوا۔ خود اُس کی زندگی بھی امن و راحت سے زیادہ اضطراب و ہلاکت سے دوچار تھی۔ وہ ابھی حقیقی اور فطری حیات بہشتی سے محروم ہو چکا تھا، اور اب زندگی اور آبادی کی ایک نئی تعمیر در پیش تھی۔ وہ کمزور اور نہتا تھا، اور زمین کی ہر چیز اُس کی دشمن تھی۔ جنگل کے پھیروں کے جھنڈ اُس کے چاروں طرف منڈلاتے تھے۔ زہریلے جانور ہر طرف رینگتے تھے۔ طرح طرح کے بے پناہ درندوں کا پنجہ دہنہ حملہ تھا۔ اُس کی زندگی سرتاسر جنگ اور کشمکش تھی۔ جس طرف دیکھتا تھا، ہلاکت ہی کا نشان نظر آتا تھا۔ اس ماحول کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ خالق کائنات کا تصور کرتے ہوئے اُس کا ذہن اُس کی ہلاکت آفرینیوں کی طرف جاتا۔ وجود و زندگی بخشنے والی صفتوں کی طرف نہ جاتا۔ وہ صرف صفات سلبیہ کا تماشائی ہو سکتا تھا۔ ایجاب و تعمیر کی حقیقت شناسی ابھی اُس پر نہیں کھلی تھی!

تصور الٰہی کا یہ دَور سرتاسر قہر و غضب کے تصور کا دَور تھا۔ جس کی ابتدا ایک مبہم اور غیر معین خوف سے ہوئی اور پھر بہ تدریج ایک معین شکل و شباہت کی صورت اختیار کر لی۔ پھر اس صورت کی وضع و قطع میں ترقی شروع ہوئی اور ایک ناتراشیدہ حالت سے ایک کامل خال و خط تک پہنچ گئی۔ امریکہ، آسٹریلیا، اور افریقہ میں عہد قدیم کے جو آثار ایسے ملے ہیں جن سے نوع انسانی کی اجمالی پرستشوں کا پتہ چلتا ہے، اُن سے اس ابتدائی تصور کی کڑی طیار کی جا سکتی ہے۔ پرستش کی ناتراشیدہ، بے ڈھنگی، اور ناقص، مگر خوفناک صورتیں انسان کے عہد طفولیت کی یادگاریں ہیں۔ انسان کے دَور حجری (یعنی وہ زمانہ جب آلات و ظروف کے لئے صرف پتھر استعمال کیا جاتا تھا) کے آثار میں بھی اس تصور کا سراغ لگتا ہے۔ اس طرح کے بکثرت پتھر ملے ہیں جن پر انسان کے ابتدائی ذہن کی مصوری نے اپنے معبود کی صورت کا نقشہ کھینچنا چاہا تھا، اور کوشش کی تھی کہ زیادہ سے زیادہ ہولناک صورت بنا دے۔ اُس میں عجیب طرح کا دھڑ ہے۔ غیر متعلق و مربوط چہرہ ہے، مختلف قسم کے خوفناک جانوروں کی صورت کے غیر متناسب اجزاء جمع کر دیئے ہیں، اور مصوری کے نقص اور تصور کی ناتمامی نے ہیئت کی بدصورتی اور ہولناکی کا اثر اور زیادہ کر دیا ہے۔ خوفناک جانوروں کی پرستش بھی اسی عہد میں شروع ہوئی۔ سانپ، اژدہا، مگرمچھ، اور اسی طرح کے جانور جن پر انسان بہ آسانی قبضہ نہیں کر سکتا تھا، اُس کے تصور میں ایک طرح کی الوہیت پیدا کر لیتے تھے۔

اس دَور کے ابتدائی عہد سے جب انسان آگے بڑھا۔ تو خدا کے تصور میں زیادہ منظم و اسلوب پیدا ہوا۔ اب ایسی ایسی طاقتوں کا تصور کیا گیا جن کی الگ الگ صورتیں، الگ الگ دائرے، اور الگ الگ اعمال تھے۔ لیکن جہاں تک صفات کا تعلق ہے، سب قہر و غضب ہی کی صفات رکھتے تھے۔ ہندوستان، مصر، بابل، یونان، وغیرہ ممالک جہاں نوع انسان کو مختلف مزرعی اسباب سے ترقی و تہذیب کا زیادہ موقعہ ملا تھا، اس دَور میں نمایاں ہوتے ہیں، اور آثار قدیمہ ہمیں سراغ رسانی میں مدد دیتی ہیں۔ ان تمام ممالک میں علم الاصنام کی سب سے ابتدائی کڑیاں وہی ہیں، جو خالص قہر و غضب کی تصویر تھیں۔ ہیروڈوٹس نے مصریوں کے جو حالات بیان کئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا سب سے زیادہ قدیمی معبود ہلاکت اور بربادی کی طاقت تھی۔ یونان کا علم الاصنام اپنی لطافت تخیل اور بلندی نوعیت کے لحاظ سے تمام دنیا کے اصنامی تخیلات پر تفوق رکھتا ہے، لیکن اُن کے یہاں بھی غضب و قہر کے دیوتاؤں کے تصورات، باقی دیوتاؤں سے زیادہ قدیم تھے۔ آریس جو آگے چلکر جنگ کا خدا ہو گیا، دراصل غضب و انتقام کا خدا تھا۔ آذیس جسے آگے چلکر جنت کی داروغگی ملی، شروع شروع میں ہلاکت اور انتقام کا دیوتا تھا۔ بابل اور آشور کے آثار سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ بابلی تصور الٰہی کے اُس عہد کا سب سے بڑا مرکز ہے، جو مظاہر فطرۃ کی پرستش کے سلسلے میں کواکب پرستی کا عہد تھا۔ لیکن یہاں بھی پرستش کی تمام ابتدائی صورتیں غضب و قہر ہی کا مظاہرہ تھیں۔ بابل کے آثار اصنام میں سب سے زیادہ قدیم اثر ایک عجیب الخلقت

[حاشیہ:] موجود وکا ہے۔ یہ ہلاکت اور انتقام کا معبود تھا۔ ہندوستان کی اصنام پرستی میں قہر و غضب کے دیوتاؤں کو جو قدامت حاصل ہے، وہ محتاج بیان نہیں۔

عالم مطبوعات و صحائف

پروفیسر ہیوار کی یادداشت

یورپ کے مستشرقین (اورینٹلسٹ) نے قدیم آثار و علوم کی تحقیقات کے جو مختلف طریقے اختیار کئے ہیں، اُن میں ایک نہایت قیمتی طریقہ نوادر کتب کی مکمل یادداشتیں مرتب کرنے کا ہے۔

یادداشتوں سے مقصود یہ ہے کہ پرانی اور نادر کتابوں کے مختلف نسخے دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے ہیں کہیں اُن کا کوئی حصہ ہے، کہیں کوئی حصہ۔ کہیں ایک حصہ مسلّم ہے اور باقی ناقص ہے۔ کہیں دوسرا حصہ محفوظ اور پہلا حصہ ناقص ہو گیا ہے۔ کسی نسخہ کی کتابت غلط ہے لیکن ضخامت پوری ہے۔ کسی کی ضخامت ناقص مگر کتابت اچھی ہے۔ اب اس منتشر اور مختلف الاوصاف ذخیرہ سے ایک مکمل نسخہ کیونکر فراہم کیا جائے؟ اس کا صرف یہی طریقہ ہے کہ ان تمام نسخوں پر نظر ڈالی جائے، اور ایک جگہ کا نقص دوسری جگہ کی تکمیل سے پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔ مثلاً اگر ایک کتاب کی دس جلدیں ہیں اور دس جگہ اسکے نسخے موجود ہیں، تو بہت ممکن ہے کہ ایک جگہ جو جلد گم ہو، وہ دوسری جگہ موجود ہو، یا ایک جگہ کے نسخہ میں جو ورق ناقص ہو گیا ہو، وہی دوسری جگہ کے نسخے میں صحیح و سالم مل جائے۔ مستشرقین یورپ نے متعدد اہم اور نادر کتابوں کے متعلق اس طرح کی معلومات فراہم کی ہیں اور انھیں یادداشت کی صورت میں قلمبند کر لیا ہے۔

یہ یادداشتیں نہایت قیمتی ہیں ان سے بہ یک نظر معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں کتاب کا مکمل نسخہ دنیا کے فلاں فلاں کتب خانوں کے فلاں فلاں نسخوں، جلدوں، صفحوں، صفحوں کی سطروں اور سطروں کے صحیح و سالم لفظوں کے باہم جمع ہو جانے سے وجود میں آ جا سکتا ہے!

یہ یادداشتیں مستشرقین یورپ کے ذوق علم اور محنت جستجو کی سب سے بڑی نمائش گاہ ہیں۔ بعض حالتوں میں صرف ایک چھوٹی سی کتاب کے مکمل اور صحیح نسخہ کی معلومات جمع کرنے کے لئے تمام دنیا کو کھنگال ڈالا گیا ہے، اور ۵۰۔۔۔۵۰۔۔۔۶۰۔۔۔۶۰ جگہوں کے نسخوں سے اُس کا ایک ایک ورق، ایک ایک سطر، ایک ایک لفظ، جمع کیا گیا ہے! ہمدانی کا جغرافیۂ عرب سنہ ۱۸۹۱ء میں پروفیسر ڈیوڈ مولیر D. H. Müller نے تصحیح و ترتیب کے بعد شائع کر دیا۔ شائع کرنے سے پہلے جو یادداشت انھوں نے اور لیڈن یونیورسٹی کے دیگر مستشرقین نے مرتب کی تھی، وہ ہمارے پاس موجود ہے، اور اسے دیکھ کر ان پرستاران علم کی محنتوں کی بے اختیار داد دینی پڑتی ہے۔ ہمدانی کے جغرافیہ کے ستر نسخوں کا انھوں نے پتہ لگایا تھا جو کرۂ ارضی کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے تھے لیکن ان میں کوئی بھی نقص سے خالی نہ تھا۔ انھوں نے ان سب کے ایک ایک صفحہ، ایک ایک سطر، ایک ایک لفظ پر نظر ڈالی، اور نسخوں اور انکے اوراق و سطور کے حوالوں کے ساتھ ایسی یادداشت مرتب کر لی جس سے بہ یک نظر معلوم ہو جاتا ہے کہ ان ستر جگہوں سے ایک ایک ٹکڑہ چُن کر، کس طرح ایک صحیح و مکمل نسخہ مرتب کر لیا جا سکتا ہے۔ مثلاً یادداشت بتلاتی ہے کہ کتاب کے صفحہ ۴ کی سطر کا پہلا لفظ برلین کے نسخہ میں کرم خوردہ ہے لیکن روم کے نسخہ میں صحیح و سالم

کا ولولہ پیدا کیا، تو ذہن و فکر نے چاہا، اُس کا تصور کرے۔ لیکن جب تصور کیا، تو یہ اُس کی ذات کا تصور نہ تھا۔ اُس کی صفات کا تصور تھا۔ وہ یکے بعد دیگرے صفات الٰہی کے نقشے کھینچتا گیا، اور اپنی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ اپنے خالق و معبود کی شکل و شباہت بھی بدلتا گیا۔ وہ ہر تبدیلی کے بعد ایک نئی صورت کا خدا اپنے سامنے دیکھتا، مگر نہیں سمجھتا کہ یہ صورت اُسکے خدا کی صورت نہیں ہے۔ خود اُسی کے ذہن و ادراک کی صورت ہے۔ خدا کی صورت ایک ہی تھی، لیکن اس کی نظر ہمیشہ یکساں نہ تھی۔ نظر و مشاہدہ میں جیسی جیسی تبدیلیاں ہوتی گئیں، منظور و مشہود بھی بدلتا گیا۔ اس راہ میں عقل انسانی کی پہلی اور بنیادی درماندگی یہی ہے:

اے بروں از وہم و قال و قیل من!
خاک بر فرقِ من و تمثیل من!

عقل انسانی کا ادراک محدود تھا۔ اُس کے تصور کے سامنے محسوسات کی دیوار کھنچ گئی تھی۔ وہ حواس کے دائرہ میں محصور اور زمان و مکان کی جبلی بندشوں میں اسیر تھا۔ وہ صرف محسوسات ہی کا تعقل کر سکتا تھا، اور اُنہی کی شکل و شباہت میں ہر چیز کو دیکھ سکتا تھا۔ پھر اُس کے عقل و ادراک کی یہ جتنی بھی رسائی تھی، بہ یک دفعہ کام نہیں دے سکتی تھی۔ نشوونما اور ارتقاء کی محتاج تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جونہی فطرۃ کے مجرد اور بے میل جذبہ نے ذہن و فکر کی صورت آرائیاں اور شباہت آفرینیاں لیں؟ خدا کے تصور کی جگہ ایک ایسی ہستی کا تصور پیدا ہو گیا، جو خالق کا تصور نہ تھا۔ خود انسان کے ذہنی تصورات کی مخلوق تھا۔ وہ اپنے ادراک کے آئینہ میں خود اپنے چہرہ کا عکس دیکھتا اور اُسی کو اپنا معبود سمجھ کر سربسجود ہو جاتا۔ اُس کا دل ہمیشہ خدا کی صورت دیکھنی چاہتا۔ مگر اُس کا دماغ ہمیشہ اپنی ہی صورت کی پرستش کرتا۔ مولانا نے ایک چرواہے کی حکایت میں جس کے لئے حضرت موسیٰ کا زمانہ فرض کیا گیا ہے، اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اے کہ اندر چشمۂ شور است جات — تو چہ دانی شط و جیحون و فرات؟
چوں قدم آمد، حدث گردد عبث — پس کجا داند قدیمی را حدث؟
چوں توہم میکنی تو قید ذات — ذات نبود، وصف اسماء و صفات
وہم مخلوق ست و مولود آمدست — حق نزائیدست او لم یولدست!

بہر حال خدا کی ہستی کے اعتراف و تقدیس کے فطری جذبہ نے جب تصور کی شکل اختیار کی، تو یہ ذہن و فکر کا عمل تھا، اور ضروری تھا کہ اُس کی حالت اور استعداد کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس میں بھی ترقی ہوتی رہتی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اگر آج انسان کے تمام الٰہی تصورات یکے بعد دیگرے سامنے لائے جائیں، تو وہ انسانی ذہن کے سلسلۂ ارتقاء کی سب سے زیادہ واضح تاریخ ہوگی۔ وہ اگرچہ بظاہر خدا کے تصور کا ارتقاء ہوگا، لیکن بہ باطن خود ذہن انسانی کے ارتقاء کے تمام مرحلے ایک ایک کر کے سامنے آ جائیں گے۔ کانٹ کے لفظوں میں کہا جا سکتا ہے کہ "ذہن انسانی کی استعداد فکر کا سب سے بڑا معیار، اُس کا تصور الٰہی ہے۔ جب کبھی اُسنے ایک نچلا درجہ چھوڑ کر بلند تر درجے پر قدم رکھا ہے، تو سب سے پہلے خدا ہی کی طرف نظر اُٹھائی ہے۔" اسی مطلب کی طرف اخوان الصفا کے مصنفوں نے زیادہ صاف لفظوں میں اشارہ کیا تھا: "انسان کی کسی جماعت اور اُس کے کسی عہد کی عقلی استعداد کا اندازہ کرنے کے لئے سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ اُسکے تصور الٰہی پر نظر ڈالی جائے۔ جس درجہ یہ تصور شائستہ اور بلند ہوگا، اُتنی ہی اُس جماعت اور اُس عہد کی عقلی استعداد ترقی یافتہ ثابت ہوگی"! ہیگل نے بھی اسی طرف توجہ دلائی ہے: "تاریخ میں کسی قوم کی عقلی اور تمدنی استعداد معلوم کرنے کے لئے سب سے پہلے یہ معلوم کرو کہ اُسنے اپنی پرستش کے لئے کیسا خدا منتخب کیا تھا؟"

انسانی ذہن و فکر کی اس درماندگی میں وحی و نبوت کی دستگیری ہمیشہ نمایاں ہوتی رہی۔ لیکن وہ اس راہ میں عقل انسانی کی اُسی حد تک رہنمائی کر سکتی تھی، جس حد تک اُس کی استعداد ساتھ دینے کے لئے طیار تھی۔ انبیاء کرام (علیہم السلام) کی تعلیمات کا پیرایۂ و اسلوب بھی دراصل اُن کے زمان و مکان کی عقلی استعداد کا نتیجہ ہوتا ہے۔ وہ مجمع انسانی کے معلم و مربی تھے۔ اس لئے اُسی درجہ کا سبق دے سکتے تھے، جس درجہ کہ فہم و تحمل کی استعداد مخاطبین میں پیدا ہو گئی تھی۔ وہ اس سلسلۂ ارتقاء سے باہر نہیں ہیں۔ اسی کے نشوونما و ترقی کی مختلف کڑیاں ہیں۔

تصور الٰہی کے دو بنیادی اصل

نوع انسانی کے تصور الٰہی کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے، تو اگرچہ اُس کی نوعیت کی بے شمار صورتیں اور قسمیں سامنے آئیں گی، لیکن بڑی اور اصولی تقسیم دو بنیادی نوعیتوں کی بنا پر کی جا سکتی ہے:

(۱) تجسّم اور تنزّہ
(۲) صفات جلالیہ اور جمالیہ

ذہن انسانی نے جب فطرۃ کی آواز سنی اور خدا کا تصور کرنا چاہا، تو وہ بغیر شکل و شباہت کے اُس کا تصور نہ کر سکا۔ یہی تجسیم اور تمثیل کی بنیاد ہے۔ یعنے خدا کے لئے ایسی صفات تجویز کرنا جیسی صفات مخلوقات و موجودات کے ہم محسوس کر رہے ہیں۔

پھر چونکہ اُس کا ذہن و فکر عہد طفولیت میں تھا اور نشوونما و ترقی کے لئے ایک طولانی عمر کا محتاج تھا، اس لئے اس شکل و شباہت کا نقشہ بھی زیادہ شائستہ اور بلند نہ کھینچ سکا۔ وہ دراصل اپنے ہی صفات کا عکس طیار کر رہا تھا، اُس کی صفات ابتدائی عہد کے ناقص اور ادنیٰ درجہ میں تھیں اس لئے ویسے ہی صفات سے اُسنے اپنے خدا کا خال و خد بھی آراستہ کیا!

یہ صفات ابتدا میں سرتاسر قہر و جلال کی صفات تھیں۔ پھر ان میں رحم و جمال کی بھی آمیزش ہوئی، لیکن غلبہ قہر و جلال ہی کو رہا۔ اُس کے تصور میں پہلے دہشت آئی۔ پھر اُمید نے ظہور کیا۔ وہ پہلے خدا سے صرف ڈرتا تھا۔ پھر اُمید کی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ آہستہ محبت بھی کرنے لگا!

چنانچہ اس سلسلہ کے ارتقائی تغیرات میں یہی دو باتیں سب سے زیادہ نمایاں اور بمنزلۂ اصل و معیار ہیں۔ اس سلسلہ کی ابتدا تجسّم اور قہر و جلال سے ہوتی ہے، اور تکمیل تنزّہ اور رحمت و جمال پر۔ درمیان کی تمام کڑیاں، ارتقائی کڑیاں ہیں۔ جوں جوں انسان کی معنوی استعداد ترقی کرتی گئی، وہ تجسّم سے تنزّہ کی طرف اور صفات قہر و جلال سے رحمت و جمال کی طرف ترقی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ تکمیل کی آخری منزل نمودار ہو گئی۔

تجسّم اور تنزّہ پر دوسری جگہ مستقلاً بحث کی گئی ہے۔ یہاں اس کا ذکر تبعاً آ گیا ہے۔ یہاں کا اصلی موضوع صرف صفات قہر و جلال اور رحمت و جمال کے ارتقائی تغیرات ہیں۔

(یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں "ابتدا" اور "ابتدائی عہد" کے الفاظ سے نوع انسان کی حقیقی ابتدا مقصود نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم کی تصریحات کے مطابق نوع انسانی کی ابتدائی زندگی، اُس کی فطری اور بے آمیز زندگی تھی، اور چونکہ وہ فطرۃ حالت ہدایت میں پیدا کیا گیا ہے نہ کہ ضلالت میں، اس لئے اُس کے تمام عقائد و تصورات بھی اپنی فطری ہدایت پر قائم تھے۔ منحرف اور کج اندیش نہ تھے۔ لیکن اس کے بعد مختلف اسباب سے وہ حالت باقی نہ رہی۔ فطرۃ کی سادہ ہدایت کی جگہ اکتساب کی گمراہیاں پیدا ہو گئیں، اور بتدریج الجھتے اس درجہ تک پہنچ گئیں کہ پہلی حالت بالکل منقلب ہو گئی۔ اسی عہد سے انسان کی معنوی زندگی کی ایک دوسری نشأۃ شروع ہوتی ہے، اور اُس کی "ابتدائی" زندگی اور "عہد طفولیت" سے اسی دوسرے عہد کی ابتدا مقصود ہے۔ شرح اس حقیقت کی اشارات میں ممکن نہیں اور یہ محل تفصیل نہیں)

دَورِ قہر و جلال

یہ عجیب بات ہے کہ تاریخ میں انسان کا قدیم سے قدیم تصور الٰہی جو ہمارے سامنے آتا ہے، وہ سرتاسر خوف اور دہشت کا تصور ہے، رحم، محبت، اور جمال کا اس میں کوئی عنصر نظر نہیں آتا۔ خدا کا تصور اُس کے لئے صرف ڈرنے کی چیز تھی۔ امید، اُنس، اور محبت کی چیز نہ تھی۔ وہ اُس کے قہر و غضب کی ہولناکیوں سے ڈرتا تھا، اس لئے اُس سے بچنے کے لئے اُس کی پرستش کرتا تھا۔

انسان کی پرستش خدا سے بچنے کے لئے تھی۔ خدا کی طرف بڑھنے اور اُس سے محبت کرنے کے لئے نہ تھی۔ وہ ایک ڈراؤنی اور ہولناک طاقت سے محبت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا!

بظاہر یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے مگر فی الحقیقت عجیب نہیں ہے۔ انسان خدا کی صفات کو کائنات عالم کے فطری مظاہر میں دیکھتا تھا۔ یہی مظاہر اُس کے تصور میں خدا کے اعمال کا تصور پیدا کرتے تھے۔ فطرۃ کائنات میں کون و فساد ہے۔ یعنے وہ کائنات کی زندگی اور بقا کے لئے بہ یک وقت بناؤ اور بگاڑ، دونوں کا عمل جاری رکھتی ہے۔ انسان نے جب اپنی ابتدائی عقل و ادراک سے مظاہر فطرۃ پر نظر ڈالی، تو اُس کی نظر فطرۃ کے بناؤ کا حسن نہ دیکھ سکی۔ اُسکے بگاڑ کی ہولناکیوں سے سہم گئی۔ فطرۃ کا جمال ایجاب و تعمیر سلب و تخریب کے نقاب میں پوشیدہ ہے۔ اُس تک پہنچنے کے لئے عقل و ادراک کی زیادہ تیز اور دور رس نگاہ کی ضرورت تھی۔ یہ ابھی اُسے میسر نہیں آئی تھی۔ پس صورت کائنات کا پہلا اثر جو اُس کے ذہن و ادراک کی نارسائی نے قبول کیا، جمال و رحمت کی دلاویزی نہ تھی۔ جلال و قہر کی ہولناکی تھی۔ اسی ہولناکی سے اُسنے خدا کی شکل و شباہت کا نقشہ بھی کھینچ لیا۔ قدرتی طور پر یہ نقشہ ڈراؤنا تھا۔ محبوب و دلاویز نہ تھا۔

اس عالم اثر و تاثر میں ہر چیز کی طرح ہر فعل بھی ایک قدرتی طبیعت اور مزاج رکھتا ہے۔ تخریب کے مزاج میں شورش اور ہولناکی ہے، اور تعمیر سرتاسر سکون اور خاموشی ہے۔ تعمیر جمع، نظم، ترتیب، اور ایجاب ہے۔ تخریب تفرقہ، برہمی، اضطراب، اور سلب و نفی ہے۔ جمع و نظم کی حالت ہی سکون ہے۔ اور تفرقہ و برہمی کی حالت ہی شورش و اضطراب کی حالت ہے۔ دیوار جب بنتی ہے تو کوئی ہولناکی محسوس نہیں ہوتی لیکن اُس کے گرنے میں دھماکا ہوتا ہے۔ اس لئے قدرتی طور پر تخریب کا عمل تعمیر سے زیادہ نمایاں اور پر شور ہے۔ تخریب کی ہیبت فوراً ڈرا دیتی ہے، لیکن تعمیر کی دلاویزی آہستہ آہستہ نمایاں ہوتی ہے۔ تخریب کا دھماکا دور سے بھی سن لیا جا سکتا ہے، لیکن تعمیر کا خاموش عمل دیکھنے کے لئے نزدیک آنے کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حیوانی طبیعت تعمیری اور ایجابی افعال سے اُنس پکڑنے میں دیر لگاتی ہے لیکن تخریبی اور سلبی افعال سے فوراً ڈر جاتی ہے۔ جانور ڈرتے زیادہ ہیں۔ اُنس کم پکڑتے ہیں۔ انسان کا بچہ بھی ابتدا میں ہر چیز سے سہمتا اور ڈرتا ہے۔ پھر جوں جوں اُس کی ذہنی استعداد بڑھتی جاتی ہے، ڈر کم ہوتا جاتا ہے اور موانست بڑھتی جاتی ہے۔

نوع انسانی کا اُسکے عہد طفولیت میں یہی حال تھا۔ کائنات فطرۃ فی الحقیقت سرتاسر وجود، تعمیر، اور ایجاب ہے، اور اس لئے

السحر الحلال
فی
مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی۔ اُس نے ملک کے سیاسی، علمی، ادبی اور دینی افکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے، قریب ہے کہ مستقبل ہند کا مورخ اُن پر بحث کریگا اور اُن کے اندر وہ عناصر و مبادیات ڈھونڈھیگا جن سے ہندوستان کی سنہ ۱۹۱۹ کے بعد کی اجتماعی ذہنیت ظہور پذیر ہوئی۔

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا، لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا، اِس لئے اُس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف مذاق کا مجموعہ تھا۔ اُس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب، مذہب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے۔ اور اسکا ہر باب اپنی مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا۔ پھر اس کی ظاہری خوبیاں اُردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں۔ اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا، جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں۔ اِس کی جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمی، مذہبی، سیاسی اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں۔ اِن کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کی تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیہ میں خرید لیا۔ اور حال میں ایک صاحب نے اِس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے۔ جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں۔ پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا، ہم نے کوشش کی کہ شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جا سکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے۔

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل ہوگئی ہیں۔ ہم اِس اعلان کے ذریعہ شایقین علم و ادب کو آخری موقعہ دیتے ہیں کہ اِس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں، چونکہ جلدوں کی ایک بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف اُنھیں درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی۔ ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے۔

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ — الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ

" " " چہارم ۱۰ روپیہ — " " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اِس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے۔ قیمت فی پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ہے۔

مینیجر "البلاغ پریس"

ہے۔ وہاں سے لے لیا جا سکتا ہے۔ روم کے نسخہ میں پانچویں سطر پڑھی نہیں جاتی لیکن سلوسٹرڈے ساسی کے نسخہ میں موجود ہے۔ وہاں سے لے لی جائے۔ اسی طرح پوری کتاب کا ایک ایک لفظ بذریعہ یادداشت مرتب کر لیا ہے۔ ساتھ ہی تمام نسخوں کے چھوٹے چھوٹے لفظی اختلافات کے بھی حوالے دیدیے ہیں۔ بعد کو یہ اختلافات کتاب کے ساتھ شائع کر دئے گئے۔ ان کی ضخامت اصل کتاب سے بھی بڑھ گئی ہے۔ ایک پوری جلد صرف فہرست اور اختلافات پر مشتمل ہے!

اسی طرح طبقات ابن سعد کی یادداشت دو جلدوں میں مرتب ہوئی تھی۔ اس کے ایک ایک ورق اور ایک ایک سطر کے لئے بار بار دنیا کا سفر کیا گیا تھا۔ اس کی ایک ایک سطر، دس دس بیس بیس نسخوں کے نسخوں کو باہمگر ملانے کے بعد حاصل ہو سکی۔ بعد کو یہ کتاب چھپ گئی، لیکن اس کی یادداشت اب بھی علم و جستجو کا ایک قیمتی خزانہ ہے۔

یہ یادداشتیں زیادہ تر علمی جماعتوں نے مرتب کی ہیں مگر بعض ایسی بھی ہیں جو کسی ایک شخص کی تنہا جستجوئے علم کا نتیجہ ہیں۔ انیسویں صدی کے مستشرقین میں پروفیسر رینوڈ Reinaud، اتین کاٹرمیر Etienne Quatremere، ڈیرنبرگ Derenbourg، فلوگل Fluegel، گستاؤ فلائیشر Fleischer، اور دی گویہ De Goeje کی یادداشتیں نہایت قیمتی ہیں۔ زمانۂ حال کے مستشرقین میں مشہور جرمن مستشرق پروفیسر تھیوڈر نولڈیک Theodor Nöldeke اور پروفیسر گولڈزیہر Goldziher کی یادداشتیں شائع ہو چکی ہیں اور نہایت قیمتی معلومات پر مشتمل ہیں۔

حال میں ایک نہایت قیمتی یادداشت پروفیسر ہیوار Huart نے شائع کی ہے جو ہمیں گزشتہ مہینے پیرس سے وصول ہوئی ہے۔ اس یادداشت میں پروفیسر موصوف نے نہ صرف اپنی جستجوؤں کے نتائج درج کئے ہیں بلکہ گزشتہ دور کے دو بہت بڑے فرانسیسی مستشرقوں پروفیسر دی سلان De Slane اور پروفیسر ڈیرن برگ Derenbourg کی بعض غیر مطبوعہ یادداشتوں سے بھی ضروری فوائد اخذ کئے ہیں۔

پروفیسر دی۔ سلان کا انتقال ۱۸۷۸ء میں ہوا۔ وہ انیسویں صدی کے مشاہیر مستشرقین میں تھے۔ مقدمۂ ابن خلدون، تاریخ بربر ابن خلدون، اور ابن خلکان کا فرانسیسی ترجمہ انہی کے قلم کا رہین منت ہے۔ مقدمۂ ابن خلدون کے ترجمہ و اشاعت کا کام دراصل ایٹین کاترمیر نے شروع کیا تھا۔ مگر تکمیل انہی کے قلم و سعی سے ہوئی۔ قومی کتب خانہ پیرس کے مشرقی مخطوطات کی فہرست بھی انہی نے مرتب کی تھی۔

پروفیسر ڈیرن برگ کا انتقال ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ یہ اسی نام کے مستشرق باپ کا مستشرق بیٹا ہے۔ سیبویہ کی الکتاب (جو کلکتہ میں ایشیاٹک سوسائٹی چھاپ چکی ہے) یورپ میں پہلی انہی کے اہتمام سے چھپی تھی۔ کتاب الفخری، دیوان نابغہ، کتاب الاعتبار ابن منقذ وغیرہ بھی انہی کی سعی و محنت سے مرتب و شائع ہوئی۔ بعد کو الفخری کی نقل مصر میں شرکت احیاء کتب عربیہ نے بھی چھاپ دی۔

پروفیسر ہیوار موجودہ عہد کے مستند فرانسیسی مستشرق ہیں۔ پہلے مصر کے فرانسیسی قنصل خانہ میں کاتب تھے۔ پھر ترقی کرتے کرتے قنصل جنرل ہو گئے۔ اب ایک عرصے سے پیرس کے مدرسہ لغات حیۂ عالمہ کے معلم ہیں۔ اسلامی و عربی علوم و مذاہب پر ان کی

مصنفات بکثرت شائع ہو چکی ہیں۔ تاریخ عربیہ، تاریخ ادبیات عرب، تاریخ بغداد جدید، وغیرہ کتابیں مشہور و مقبول ہیں۔ ابو زید بلخی کی کتاب الخلیقہ انہی کے سعی و اہتمام سے شائع ہوئی۔ کائی فونگو (چین) کی ایک قدیم مسجد کے عربی و فارسی نقوش پر بھی ان کا ایک رسالہ شائع ہو چکا ہے۔ اس یادداشت میں عربی اور فارسی دونوں زبانوں کے بعض نوادر پر معلومات موجود ہیں۔ ایک ترکی (عثمانی) کتاب کا بھی ذکر ہے۔ ہم آئندہ اس کے بعض اہم فوائد ہدیۂ قارئین کریں گے۔

امام ابن قیم کی کتاب العلم والعلماء

امام ابن قیم کی مصنفات کا بڑا ذخیرہ شائع ہو چکا ہے لیکن روز بروز نئی کتابیں نکلتی ہی آتی ہیں۔ حافظ ابن رجب نے طبقات میں ان کی ایک کتاب کا نام "کتاب العلم والعلماء" لکھا ہے۔ اُب تک اس کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ اس کا ایک نہایت عمدہ نسخہ جس پر اُن کے شاگرد فیروز آبادی (صاحب قاموس) کا دستخط ثبت ہے، دمشق میں نکل آیا ہے اور اسکی اشاعت کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔

العبر فی اخبار البشر

الہلال نمبر ۲ میں ہم نے امام شمس الدین ذہبی، کی تاریخ کبیر کی نسبت اطلاع دی تھی۔ اب معلوم ہوا ہے کہ ان کی ایک دوسری تاریخ "العبر فی اخبار البشر" بھی زیر تصحیح و طباعت ہے۔

امام موصوف نے اپنے تذکرہ میں خود تصریح کی ہے کہ انہوں نے پہلے مطول و مبسوط تاریخ الاسلام (تاریخ کبیر) لکھی۔ پھر اس سے مختصرات منتخب کر کے چار چھوٹی چھوٹی کتابیں الگ کر لیں:

(۱) الدول الاسلامیہ: یہ تاریخ کبیر کا اختصار ہے، اور بعض کتابوں میں چار جلدیں ہیں بعض میں دو۔ اس کا سب سے زیادہ بہتر اور مکمل نسخہ قسطنطنیہ کے کتب خانہ کوپرلی میں ہے۔

(۲) طبقات الحفاظ: اسمیں صرف اُن حفاظ حدیث کے حالات لے لئے ہیں جن کے تراجم بسلسلۂ تاریخ، تاریخ کبیر میں آگئے تھے۔ حافظ جلال الدین سیوطی کی طبقات اسی کا اختصار و تکملہ ہے۔ ۱۸۳۳ء میں پروفیسر وستنفیلڈ نے اسے تین جلدوں میں چھاپ کر شائع کیا۔

(۳) طبقات القراء: اسمیں قراء کے تراجم تاریخ کبیر سے اخذ کر کے بہ ترتیب طبقات جمع کئے ہیں۔ اسکے نسخے پیرس کے قومی کتبخانہ اور قسطنطنیہ کے کتبخانہ کوپرلی اور ینی جامع میں موجود ہیں۔ متعدد علماء نے اس کے ذیل بھی لکھے تھے۔ حافظ سیوطی کا ذیل چھپ گیا ہے۔

(۴) العبر فی اخبار البشر: یہ ایک مختصر تاریخ عام دو جلدوں میں ہے۔ اسمیں اور دول الاسلامیہ میں یہ فرق ہے کہ اُسکی ترتیب حروف تہجی کی ترتیب ہے۔ اس کی ترتیب سنین کی ترتیب ہے۔ سنہ ہجری کی ابتداء سے لے کر ۷۰۰ھ کے تمام حوادث و وفیات اسمیں مل جاتے ہیں۔ ابن شماع (متوفی ۹۳۶ھ) نے اس کا ذیل لکھا تھا۔ اسکے نسخے برلن، میونخ اور ایا صوفیا قسطنطنیہ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

اسی آخری کتاب کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ بعض اہل علم کی سعی سے قاہرہ میں چھپنا شروع ہو گئی ہے۔ عنقریب پہلی جلد مکمل ہو کر شائع ہو جائے گی۔

فہرست

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحكيم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۹ | کلکتہ : جمعہ ۱۳ - صفر ۱۳۴٦ ھجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 12, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔
طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای .
پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی - اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین . آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین - لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین -

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی - طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیي سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔ الھلال

قارین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ٥٦١ مراسلات وصول ھوی ھین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین ٥٦ — اردو حروف کی حق مین ۱۸۲
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین ۱۰٥ — حروف کی حق مین بشرطیکہ
پتھر کی چھپائی کی حق مین ۱۷۸ — نستعلیق ھون

ان مین سي اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپني اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الھلال

نوجوان چونک اٹھا - اِدھر اُدھر گھبراهت سے دیکھنے لگا - سمجھا ' اُسکے هم مدرسه پکار رهے هیں - مگر وهاں کوئي السان بهي نظر نه آیا -

" دیوکلس !" ـــ " دیوکلس !" نوجوان تمثالي نے نگاه اٹھا کر بت کو دیکھا - کیا دیکھتا هے که سچ مچ کو اُسکے هونٹ هل رهے هیں ! ... اچانک سنگ مرمر کے هاتهه میں جنبش هوئي ..... دیوي نے اپنا هاتهه دیوکلس کے کندهے پر رکهه دیا ...... بجلي کي ایک طاقتور لهر اُسکے بدن میں دوڑ گئي - بید کي طرح تهر تهرانے لگا - خوف کي شدت سے اُسکے حواس معطل هوگئے ......

لیکن آواز ابتک آ رهي تهي " دیوکلس ! " " دیوکلس ! "

" دیوکلس ! تونے مجهے پکارا - لے ' میں آگئي - تیري مناجات میں نے سن لي - بول ' کیا مانگتا هے ؟ "

دهشت سے نوجوان کي سانس رک گئي - بے اختیار زمین پر گر پڑا - قریب تها ' بیهوش هو جائے - جب کچهه عرصه کے بعد اُسکے هوش حواس واپس آنے لگے - تو اُس نے خوفزده نظروں سے دیوي کو دیکها :

" هاں مقدس دیوي !" اُسنے کانپتي هوئي آواز سے کہا " میں هي تیرے حضور زار نالي کر رها تها - مجهے " حقیقت " کي جستجو هے - میں " حقیقت " کو دیکهنا چاهتا هوں - میں اُسے بے نقاب دیکهنا چاهتا هوں ... "

" تو حقیقت کي کهوج میں هے !" دیوي نے اپني پر رعب آواز میں کہا " حقیقت خود یهي " وجود " هے - حقیقت کہاں نہیں هے ؟ لیکن هاں ' بے پرده ' بے نقاب حقیقت ' کبهي کوئي کائناتي نگاه نه دیکهه سکی - کسي نے اِسکے دیکهنے کي جرأت بهي نہیں کي - بے نقاب حقیقت انسان کي حد نگاه سے باهر هے - تاهم اگر تیري یهي ضد هے تو سمجهه لے ' تجهے بڑي قیمت ادا کرني پڑیگي ' ایسي بڑي ' جسکي شاید تجهے قدرت نہیں - تجهے دولت ' عظمت ' حسن ـــ سب سے دست بردار هوجانا پڑیگا - تجهے زندگي کا بهي آرزومند نه هونا چاهیے - دیوتاؤں نے " حقیقت " سے بڑهکر کوئي دولت کائنات کي اولاد کو نہیں دي هے "

" میں اِن سب سے همیشه کیلیے بخوشي دست بردار هوتا هوں " دیوکلس نے خوش هوکر کہا " میں سورج بهي چهوڑنے پر طیار هوں "

دیوي نے اپنا سر جهکا لیا - هر طرف خاموشي پهیل گئي - درخت " زفس " کي اِس با عظمت لڑکي کي تعظیم میں جهک گئے !

دیوي نے پهر سر اٹهایا :

" بہتر " اُسنے آدمیوں کي طرح لفظوں میں کہا " تجهے حقیقت دکهائي جائیگي - لیکن ایک هي مرتبه میں تو اُسے نہیں دیکهه سکتا - میں هر سال ایک دفعه تجهے وهاں لیجایا کرونگي - تو اُسکے چهپانے والے پردوں میں سے ' هر مرتبه ' ایک پرده چاک کرسکے گا ... تو زندگي کے لباس میں رهے گا ' یہانتک که حقیقت عریاں اپني آنکهوں سے دیکهه لے "

* * *

نوجوان کا چهره مسرت امید سے دمکنے لگا - وه خاموش رها که دیکهے اب دیوي کیا کرتي هے - اچانک وه حیرت سے دم بخود هوگیا - دیوي نے اپني سنگ مرمر کي چادر اتار دي - دیوکلس کي آنکهیں دختر زفس کے حسن و جلال سے چکا چوند هوگئیں - چشم زدن میں بت نور کا پتله بن گیا - ... اب اُس میں حرکت هوئي - ... اُسنے نوجوان کو گود میں اٹھا لیا - لامتناهي فضا میں پرواز شروع کردي - ایک نامعلوم خطه میں جا پہنچي - دیوکلس نے دیکها ' ایک سر بفلک پہاڑ پر وه کهڑا هے ...

یہاں ' پہاڑ پر ' نوجوان نے کالي بدلیوں کے اندر ایک پرچهائیں سي دیکهی - جوش شگفتگي میں اُسکي روح اُسکے حلقه هائے چشم میں سمٹ آئي مگر وه اسکے خال و خط نه دیکهه سکا !

" یهي حقیقت هے " دیوي نے اپني انگلي سے اشاره کرکے کہا " یهي اپني دهندلي شعاعیں زمین پر ڈالتي هے اور فلسفي اور حکیم اُن میں نور حق کا سایه ڈهونڈهتے هیں - اگر یه شعاعیں نه هوتیں تو دنیا تاریک رات کي طرح اندهیري هوجاتي - انسان کي نگاه حقیقت کو اِنهي شعاعوں میں دیکهه سکتي هے - تم دیکهه رهے هو ' وه کس قدر هلکي ' کیسي دهندلي شعاعیں هیں ؟ حقیقت بے حد روشن هے - اتني روشن که سورج کي روشني سے بهي تم اسکا قیاس نہیں کرسکتے - مگر وه اِن پردوں کے اندر چهپي هوئي هے - صرف اُسکا سایه هي نظر آسکتا هے - آگے بڑه ؛ اور اُسکا ایک پرده چاک کر ڈال "

دیوکلس نے دیوي کے حکم کي تعمیل کي -

هاتهه لگتے هي پرده سفید پرند بن گیا - تهوڑي دیر نوجوان کے سر پر منڈلایا - پهر سیدها آسمان کے طرف اُڑ گیا !

دیوکلس نے اب دیکها - حقیقت کی شعاعیں پہلے سے زیاده صاف اور روشن هیں !

دیوي اُسے پهر زمین پر اُڑا لائي - وه اپني اکاڈیمي میں گیا ' اور دیوي اپنا مرمري جامه پهنکر پهر بت بن گئي !

* * *

دیوکلس نے دیوي سے اپنا وعده پورا کیا - آرام و راحت سے منهه موڑ لیا ' خلوت میں بیٹها ' اور غور و فکر میں یکقلم مستغرق هوگیا -

اب وه انسانوں کے کسي مجمع میں نظر نہیں آتا تها - ایتهنس کے تمام میلے اس سے خالي هوگئے تهے -

دوسرے سال اپنے مقرره وقت پر ' وه پهر سنگ مرمر کے بت کے سامنے سر بسجود تها - دیوي نے حرکت کي ' اور پہلي مرتبه کي طرح اُسے غیر معلوم پہاڑ پر اُڑا لے گئي - اب اُسنے حقیقت کا دوسرا پرده چاک کردیا - اس مرتبه روشني اور بهي زیاده تیز هوگئي - پهر وه زمین پر واپس آ گیا - اُسکي زهد و خلوت پسندي اب اور زیاده گهري هوگئي تهي -

* * *

اُسکے رفیق اِس تبدیلي پر متعجب تهے - اُنهوں نے اُسے بہت بہت پهسلایا ' مگر وه اپنے گوشهٔ انزوا سے باهر نه نکلا -

ایتهنس کي بعض حسین دو شیزه لڑکیوں سے اُسکي ملاقات تهي - ایک فتنه گر حسن اُس سے محبت بهي کرتي تهي - اُسکي یه حالت دیکهکر ایک دن اُسکے پاس گئي :

" دیوکلس ! کیا بات هے ؟ " دو شیزه نے مسکرا کر کہا " تم مجهه سے بیزار کیوں هوگئے ؟ یه دیکهو ' میري آنکهیں ستاروں کي طرح چمکتي هیں - میرے بال شعاعوں سے بهي زیاده چمکیلے هیں - میرا جسم کیسا دلفریب هے ؟ میں نے تمهارے سوال محبت کا جواب دیا تها ' مگر اب میں خود تم سے جواب محبت کي سائل هوں - مجهے دیکهو ' میري محبت کي تحقیر نه کرو - خود دیوتا بهي محبت سے انکار نہیں کرتے "

افسانہ

حقیقت کہاں ہے ؟

یونانی علم الاصنام کا ایک افسانۂ حکمت

قدیم یونان کے مرکز ایتھنس ' فلسفہ کے گہوارے اور حکمت کے سر چشمے پر ' رات کی خاموشی چھا گئی تھی -

رات نے اپنی سیاہ قناتیں تان دیں - محو خواب شہر کی لمبی سانسوں کے سوا کوئی آواز سنائی نہیں دیتی - اتنے میں چاند نکل آیا - روپہلی چاندنی کوہ و دشت پر پھیل گئی - مندروں کی سنہری برجیاں چمک اٹھیں - زیتون اور خرمے کے درخت بے ساختہ کھلکھلا اٹھے !

شہروں کی ملکہ ایتھنس سو رہی ہے - دروازوں پر چوکیدار اونگھہ رہے ہیں - لیکن ' صرف ایک نوجوان ہے جو اب تک جاگ رہا ہے !

دیوکلس حسن ' ذہانت ' دولت کے خزانوں کا مالک ہے - اکاڈیمی میں حکمت کا طالب علم ہے - اپنا پورا دن ' اور رات کے بھی بہت سے گھنٹے ' علم و حکمت کے پہلو میں گزارتا ہے - صحبت و معاشرت سے بیزار ہے - ایک پورے حکیم کی طرح پورا خلوت پسند ہے - تفکرات کے سمندر میں شب و روز غواصی ؛ بس یہی اس کا مشغلہ ہے -

ایتھنس ' یعنی حکمت کی دیوی کا مرمری خوبصورت بت اکاڈیمی کے صحن میں نصب تھا - دیوکلس سب طالب علموں سے زیادہ ' حکمت کے اس خاموش مجسمہ کے پاس جاتا اور ہمیشہ اس کے تصور میں غرق رہتا - اس کی دل کی مناجاتوں کا قبلہ یہی تھا - اس کے دماغ کے استغراق کا مرکز اسی میں تھا - وہ اس کی دلفریب صورت پر غور کرتا - وہ اس کے جمال معنی و حقیقت کی جستجو میں محو ہوجاتا - وہ اس سے حکمت کی وحی اور علم کا پیام ربانی طلب کرتا - وہ حکمت کی جستجو میں حکمت کے مجسمہ کا عاشق تھا !

***

آج رات دیوکلس پھر دیوی کے سامنے دست بستہ کھڑا ہے -

رات ڈھل گئی ' مگر وہ بے حس و حرکت کھڑا ہے - اچانک اس نے سر اٹھایا اور بت کے قدموں پر گر پڑا - برسوں پر برسے لینے - آنسوؤں سے اس کے پاؤں دھونے لگا :

" اے علم و حکمت کے مظہر محبوب ! رحم ' رحم ' مجھے ایک نظر دیکھ لے ! ایک مرتبہ کے لیے میری التجائیں سن لے ! "

وہ دیر تک آنکھوں کے آنسوؤں اور زبان کی دعاؤں سے مناجات کرتا رہا - پھر اس نے نظر اٹھائی - چاند نے اپنی شعاعیں جمع کرکے دیوی کے چہرے کی رعنائی بے حساب کردی تھی !

ہوا چلتے چلتے رک گئی - پتوں کا شور تھم گیا - پہلے سے زیادہ سکون طاری ہوگیا - نوجوان کا دل تنگ ہوا - اس نے لمبی آہ بھری ' اور آہ کے ساتھہ ہی آنسوؤں کی لڑیاں رخساروں پر پھیل گئیں :

" مقدس دیوی : " دیوکلس نے جوش سے چلا کر کہا " تیرے ہی قدموں پر میرا سر دھرا ہے - تیری ہی عبادت پر میری روح جھکی ہے - تو نے میرے دل کو حکمت کے عشق سے معمور کر دیا - تو نے کمال کا لازوال شوق پیدا کردیا - تو نے حقیقت کی جستجو کی آگ سلگا دی - یہ آگ اب جلائے ڈالتی ہے - یا تو ہمیشہ کے لیے اسے ٹھنڈا کردے ' یا حقیقت کا جمال پنہاں ایک مرتبہ دکھا دے - ہاں ' حقیقت ' مقدس ' عظیم حقیقت ' اس مہیب کائنات کی حقیقت ' اس ہولناک ازلیت و ابدیت کی حقیقت ' ہر وجود کی روح ' مجرد حقیقت ' عریاں حقیقت - وہ حقیقت ' جس کی جستجو میں تمام فلاسفہ سرگرداں رہے ' اور حکیموں کو بستر خواب پر کبھی نیند نہ آئی - حکمت کی پاک دیوی ! حقیقت کا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے بے نقاب کردے - میں اسے جاننا اور دیکھنا چاہتا ہوں - میں اسے سارے پردوں اور نقابوں کے اندر سے دیکھنا چاہتا ہوں - میں اس کی پرستش پر دل دے چکا ہوں - میں اس کی راہ میں اپنی زندگی اور زندگی کی تمام مسرتیں ' اپنی دولت ' عزت ' حسن ' شباب ' محبت ' سب کچھہ قربان کردونگا "

دیوکلس نے یہ کہا اور گردن اٹھا کر دیوی کا منھہ دیکھا - وہ بدستور خاموش اور بے حس و حرکت تھی - نوجوان نے اپنی پیشانی پھر اس کے مرمری قدموں پر رکھدی اور گڑگڑانے لگا - اس کی روح ' اس کی آنکھیں ' اس کی زبان ' تینوں دیوی کے قدموں پر تھے - روح آتش شوق سے جل رہی تھی - آنکھیں جوشش عشق میں بہہ رہی تھیں - زبان ولولۂ مناجات سے وارفتہ تھی !

***

اچانک درختوں کے پتے ہلے ' ڈالیوں میں جنبش ہوئی ' نسیم کے جھونکے چلے - ہوا میں ایک آواز گونجی : " دیوکلس ! " " دیوکلس ! "

مذاکرۂ علمیّہ

زمین پر کائنات حیات کا آغاز

علم و نظر کي دُر ماندگيان

روئے زمين پر ذي روح مخلوقات بہت مدت سے موجود هيں - ماهرين طبقات الارض کا تخمينه دس کروڑ سال کا هے - بلا شبه يه تخمينه ظني هے - ليکن يه يقيني هے که بہت هي قديم زمانوں سے زمين پر زندگي موجود هے - زمين کي زياده سے زياده گہري اور پراني پرتوں اور تہوں ميں بهي زنده کائنات کے نشان ملے هيں -

(نظام شمسي)

زمين پر زندگي کا آغاز کب هوا اور کس طرح هوا ؟ اِس سوال سے پہلے يه بحث سامنے آتي هے که موجوده صورت اختيار کرنے سے پہلے خود زمين کي حالت کيا تهي اور اُس پر کتنے دور انقلاب کے گزر چکے هيں ؟

زمين ' نظام شمسي ميں داخل هے - اِس نظام ميں آفتاب مرکزي حيثيت رکھتا هے - اور سيارے (گردش کرنے والے ستارے) اُسکے گرد گهوم رهے هيں - يه ستارے سورج سے بہت دور هيں - مرکز سے جتني دوري بڑهتي هے ' اُتنا هي فاصله بهي زياده هو جاتا هے - ذيل ميں تخميني فاصله ملاحظه هو :—

عطارد	—	۱،۴۰،۰۰،۰۰۰	ميل
زهره	—	۲،۶۰،۰۰،۰۰۰	"
زمين	—	۳،۷۰،۰۰،۰۰۰	"
مريخ	—	۵،۶۰،۰۰،۰۰۰	"
مشتري	—	۱۹،۲۰،۰۰،۰۰۰	"
زحل	—	۵۵،۵۰،۰۰،۰۰۰	"
اورانوس	—	۷۳،۰۰،۰۰،۰۰۰	"
نبتون	—	۱،۱۵،۰۰،۰۰،۰۰۰	"

مريخ اور مشتري کے مابين ايک عظيم دائره موجود هے - اِس ميں سو سے زياده چهوٹے چهوٹے سيارات ' آفتاب کے گرد گردش کرتے هيں - اور اُس سے تقريباً دس کروڑ ميل دور هيں -

هر بڑے ستارے کے ساتهه ايک يا کئي چاند هيں - اور اسکے گرد چکر لگاتے رهتے هيں - چنانچه زمين کے ساتهه ايک ' مشتري کے ساتهه چار ' زحل کے ساتهه دس ' اورانوس کے ساتهه چار ' اور نبتون کے ساتهه ايک هے -

آفتاب اپنے مرکز ميں ره کر تمام کواکب کو اپني طرف جذب کرتا اور کهينچتا هے - يه تمام کواکب اور آفتاب مختلف قسم کي دهاتوں چٹانوں ' اور مشتعل گيسوں سے مرکب هيں - يه دهاتيں اُسي قسم کي هيں ' جيسي زمين ميں هم ديکهتے هيں - آفتاب اِن تمام کواکب سے بہت بڑا هے - زمين کا قطر اسکے مقابله ميں صرف ۱/۱۰۸ هے - زمين کا حجم آفتاب کے حجم کے سامنے صرف ۱/۱۲۸۰۰۰۰ هے - مشتري سب سے بڑے ستاروں ميں هے - مگر اسکا قطر بهي آفتاب سے ۱/۱۵ کي نسبت رکهتا هے - فلکيوں نے تمام کواکب اور آفتاب کے وزن کا بهي تخمينه لگايا هے - انکے اندازه ميں آفتاب اپنے تمام کواکب کے مجموعي وزن سے بهي سات سو گنا زياده وزني هے - زمين تو اسکے مقابله ميں بالکل هي بے حقيقت هے - وه زمين سے ۳۲۴۰۰۰ گنا زياده وزني هے !

آسمان پر آفتاب کے علاوه اور نظام شمسي سے باهر ' بعض اور کرے بهي موجود هيں - اِن ميں سے بعض نظام شمسي سے بهي زياده بڑے هيں - يه اثير (ايتهر) اور گيسي مواد سے مرکب هيں - اور خود اپنے گرد گردش کرتے رهتے هيں -

اِس مشاهده کے بعد اگر هم نظام شمسي کو ديکهيں ' اس کے انداز پر غور کريں ' اور اپنے مرکزي آفتاب ' اور اسکے حلقه کے کواکب کي گردش پر نظر ڈاليں ' پهر اسکے بعد اثير کے کروں پر غور کريں ' تو باهمي مشابهت کي وجه سے فوراً ذهن ميں يه خيال پيدا هو جائيگا که شايد آفتاب کي تاريخ اثير هي سے وابسته هے -

اِس خيال کي تائيد اِس امر واقع سے بهي هوتي هے که اگر هم کسي سيال ماده ميں گردشي حرکت پيدا کرديں ' تو فوراً ديکهينگے که وه کئي حلقوں ميں منقسم هوگيا هے - سب حلقے مرکز کے گرد گهوم رهے هيں اور خود هر حلقه اپنے اندر ايک گردشي حرکت رکهتا هے - يه حرکت بہت بڑي علمي اهميت رکهتي هے - جيسا که ابهي معلوم هوگا -

(زمين ميں حرارت)

اگر هم زمين کے اندر اُتريں (جيسا که کانوں ميں يا کنوئيں کهودتے وقت ديکها گيا هے) تو هر ۳۳ ميٹر گهرائي ميں حرارت ' سنٹي گريڈ کا ايک درجه بڑهتي جائيگي - اِس حساب سے ايک لاکهه کيلو ميٹر نيچے ' حرارت کا درجه تقريباً تين هزار هوگا - معلوم هے که اتني حرارت جمله معدنيات کے پگهلا ڈالنے اور اکثر معلومه مرکبات کو گيس بنادينے کيليے بالکل کافي هے - پهر همیں يه بهي معلوم هے که زمين کا نصف قطر تقريباً چهه هزار کيلوميٹر (۶۰،۰۰،۰۰۰ متر) هے - بنابريں زمين کے مرکزي حصه کا حجم ' جو مشتعل معدني مواد سے مرکب هے ' اُسکي اِس سطح يا چهلکے کے حجم سے بہت زياده هے جسپر هم آباد هيں -

زمين کا مرکزي حصه سيال هے يا ٹهوس ؟ اِس بارے ميں علماء ميں اختلاف هے - بڑا گروه اُسے ٹهوس بتاتا هے ' کيونکه زمين کي

دیوکلس نے دوشیزہ پر ایک سرد نظر ڈالی اور کہا :

" محبت میرے دل سے اسی طرح اڑ گئی ہے جس طرح دوسرا پردہ اڑ گیا تھا " اسنے یہ کہا اور ایک طرف کو چلدیا !

دوشیزہ حیرت سے اسے دیکھتی رہی - بھلا یہ رمزوہ کیونکر سمجھہ سکتی تھی ؟ اسنے خیال کیا ' دیوکلس دیوانہ ہوگیا ہے -

****

ایک سال بعد دیوکلس نے تیسرا پردہ چاک کیا - اسکی نظر اور بھی زیادہ تیز ہوگئی - اسکا نفس ناطقہ زیادہ شائستہ اور بلند مرتبت ہوگیا !

اب فلسفہ کے حلقوں سے بھی وہ الگ ہوگیا - اگر کبھی اتفاق سے وہ عوام کے سامنے بولتا تو لوگوں کے کان اسکے لیے وقف ہو جاتے - انسانی دلوں کے لیے اسکی آواز میں ایک ایسی تاثیر تھی کہ یونان کے صحنہاے حکمت میں کسی بڑے سے بڑے حکیم کی آواز کو بھی نہ ملی ہوگی - پورے ایتھنس نے جمع ہوکر فیصلہ کردیا کہ دیوکلس ' استاد عظیم افلاطون اور دوسرے تمام حکیموں سے بازی لیگیا - اس سے منتیں کی گئیں کہ فلسفہ کی امامت قبول کرلے مگر اسنے بے پروائی سے انکار کردیا -

اسی زمانہ میں ایسا ہوا کہ ایتھنس پر دشمنوں نے حملہ کردیا - دیوکلس وطن کی مدافعت میں پیش پیش تھا - بے نظیر شجاعت سے لڑا - آخر زخموں سے چور چور لوٹا - ایتھنس کو فتح ہولی - بہادروں کو فورم میں پھولوں کے تاج تقسیم کیے گیے - سب سے بڑا تاج دیوکلس کے واسطے طیار ہوا تھا - مگر عین وقت پر جب اسے پکارا گیا ' تو وہ موجود نہ تھا !

****

برسوں پر برس گذرتے چلے گیے - ہر برس دیوکلس حقیقت کا ایک پردہ چاک کر آتا تھا - ابھی وہ جوان تھا مگر اسکا سر سفید ہوگیا - کمر جھک گئی - آنکھیں دھنس گئیں - قوی کمزور پڑ گیے - اسپر بھی وہ خوش تھا ' کیونکہ وہ عنقریب " حقیقت " کا مشاہدہ کرنے والا تھا ' اس حقیقت کا بے پردہ بے ' نقاب مشاہدہ ' جسے کبھی کسی بشر نے نہیں دیکھا !

****

آخر فیصلہ کی رات آگئی - آج " حقیقت " پر سے آخری پردہ بھی اٹھہ جایگا - آج بے نقاب حقیقت اسکے سامنے ہوگی !

دیوی ' دیوکلس کو حسب عادت اڑالے گئی - اور حسب معمول حقیقت ' کے سایہ کے سامنے کھڑا کردیا :

" دیکھہ ' حقیقت کس قدر تابان ہے ! پچھلے برسوں میں جتنے پردے تونے چاک کیے ' وہ اسکے چہرے کے پردے نہ تھے - تیری ہی غفلت کے پردے تھے جو تونے اپنی آنکھوں پر ڈال لیے تھے - تونے ایک ایک کرکے تمام غفلتیں دور کردیں - آج آخری پردے کی باری ہے - اسکے بعد تو روبرو حقیقت کا جلوہ دیکھہ لیگا - اگر تو اپنے کیے پر پشیمان ہے ' یا تیرے دل میں ذرا بھی خوف موجود ہے ' تو اب بھی وقت ہے - لوٹ جا ' اور باقی زندگی چین سے گزار "

دیوکلس ' جوش طلب سے دیوانہ ہوکر چلایا :

" اسی منزل کی طلب میں تو میں نے ساری عمر گزاردی - اب میں " حقیقت " سے کس طرح منھہ موڑ سکتا ہوں ؟ میں آخری پردہ بھی چاک کردونگا - میں حقیقت کو ضرور بے نقاب دیکھونگا "

اسنے یہ کہا اور آگے بڑھا - اسکا دل دھڑکنے لگا - ہاتھہ کانپنے لگا - وہ اپنی بزدلی پر شرمندہ ہو رہا تھا مگر عمل کی ہیبت و دہشت سے بے بس تھا - اس نے دانت بھینچے ' آنکھیں بند کیں ' دل کڑا کے آگے بڑھا ' ہاتھہ بڑھایا ' اور آخری پردہ بھی کھینچ لیا ......

اف ' ہولناکی !

پردہ ہٹتے ہی روشنی غائب ہوگئی ـــ گھٹا ٹوپ اندھیری چھا گئی ... کچھہ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا !

دیوکلس نے اتنے زور سے چیخ ماری کہ قریب تھا ' اسکا سینہ شق ہوجاے :

" حقیقت کہاں ہے ؟ حقیقت کہاں ہے ؟ اے دیوی ! حقیقت کہاں ہے ؟ مجھے تو کچھہ سجھائی نہیں دیتا - وہ ' جو آخری پردے کے پیچھے تھی ' کہاں چلی گئی ؟ ساری دنیا تاریک ہورہی ہے ... "

" تیری آنکھیں پھوٹ گئیں ! " حکمت کی دیوی نے وقار سے کہا " اے کائنات کے بیٹے ' تیری آخری غفلت بھی اڑ گئی ! بے نقاب حقیقت کوئی بھی نہیں دیکھہ سکتا - اگر دیکھہ سکتا ہے تو اسے پردوں ہی میں لپٹا دیکھہ سکتا ہے - کوئی دس پردوں کے اندر سے دیکھتا ہے - کوئی اس سے کم میں دیکھتا ہے - کوئی اس سے بھی زیادہ میں - مگر حقیقت عریاں کا مشاہدہ ناممکن ہے ... تونے دیکھنا چاہا ' تو تونے دیکھہ لیا کہ تو کیا دیکھہ سکتا ہے ! ... "

دیوکلس نے یہ سنا اور منھہ کے بل زمین پر گر پڑا - اب اسکے جسم میں روح موجود نہ تھی ... شاید " حقیقت " کی جستجو میں اسنے دوسری دنیا کی راہ لی تھی ... "

پیدا ہوتے ہیں، اور ایک جان سے دوسرے وجود کی جان متولد ہوتی ہے - چنانچہ اس نے تجربہ کرکے دکھا دیا کہ انجیکشن کا قوام، گوشت کا ست، اور آلو جیسی ترکاریاں جو انکی مزعومہ پیدایش کا سب سے بہتر اور اصلح محل ہیں، جب ہوا سے بالکل محفوظ کردی جاتی ہیں یا بہت اچھی طرح آبالدی جاتی ہیں، تو ان میں جراثیم کی پیدایش بالکل نہیں ہوتی - موجودہ علماء مادیئین کا خیال ہے کہ پاسٹیور نے اپنے تجارب سے مذہب تولد ذاتی کی دلیلیں کمزور کردی ہیں -

عہد آخر کے حکما میں ارنسٹ ہیگل، مذہب تولد ذاتی کا سب سے بڑا عالم ہے - وہ کہتا ہے " اگر فی الحال تولد ذاتی کا وقوع ناممکن نظر آتا ہے تو اس سے بطلان لازم نہیں آجاتا - کیونکہ جس زمانہ میں یہ واقع ہوا تھا، اُس وقت سمندروں کا پانی ایک خاص طبعی حالت اور کیمیاوی خاصیت رکھتا تھا - حرارت کا درجہ، نمک کی نوعیت، اور پگھلے ہوئے گیسوں کی کیفیت کچھہ اور ہی طرحکی تھی - ایک محدود زمانہ تک یہی حالت رہی - پھر اُس کے بعد کبھی پیش نہیں آئی - لہذا تولد ذاتی کے اِس وقت محال نظر آنے سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ اُس عہد میں بھی محال تھا - اب زمین کی وہ حالت باقی نہیں رہی ہے جو اُس وقت تھی جب تولد ذاتی شروع ہوا تھا -

لیکن اس مذہب کے مخالف کہتے ہیں، مشاہدہ اس خیال کی تصدیق نہیں کرتا - علماء علم الحیات نے سخت کوششیں کیں - طرح طرح کے تجربے کیے، قسم قسم کے ماحول طیار کیے، مختلف مواد میں کمی بیشی کی، حرارت اور تمام معلوم شعاعوں کی روشنی مہیا کی، لیکن پھر بھی زندگی بے جان مواد سے پیدا نہ ہوسکی - وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ زندگی کے آغاز کے وقت سمندروں کی حالت کیسی ہی خاص اور زندگی پیدا کرنے کے لیے صالح کیوں نہ ہو، لیکن اس حالت سے بہتر نہیں ہوسکتی جو مختلف وسائل جمع کرکے علماء حیات نے اب مہیا کردی ہے - تاہم کوئی کامیابی نہیں ہوئی -

(مختلف نظریے)

پھر آخر زمین پر زندگی کا آغاز کیوں کر ہوا؟ اوپر کی بحث سے یہ گتھی ذرا بھی نہ سلجھی -

ایک بہت بڑا ماہر علم الحیات کہتا ہے " زمین پر زندگی ننھے ننھے کیڑوں اور سوکھے جراثیم کی شکل میں آئی، مگر یہ اُن چھوٹے چھوٹے معدنی ٹکڑوں کے ذریعہ پہنچی تھی جو دوسرے ستاروں سے ٹوٹ کر ہماری زمین پر گرے تھے - اس وقت وہ اُس زندگی کے لیے مناسب ماحول رکھتی تھی " اِس عالم کا خیال ہے کہ کواکب میں زندگی ازل سے موجود ہے - اِنھی کواکب کے اجزاء ٹوٹ کر دوسرے کواکب میں زندگی کے جراثیم پہنچاتے رہے ہیں -

مشہور عالم علم الحیات هل مہلز اور ٹامسن کی بھی یہی رائے ہے - پروفیسر ارمنیس نے یہ نظریہ اور زیادہ وضاحت و اضافہ کے ساتھہ بیان کیا ہے - وہ کہتا ہے " زندگی بھی اُسی طرح ازلی ہے جس طرح خود مادہ ازلی ہے - زندگی کے تخم یا جراثیم کواکب سے ہمیشہ جدا ہوتے رہتے ہیں - آفتاب کے نور میں یہ خاصیت موجود ہے کہ وہ ان حقیر جراثیم کو پھیلاتا اور فضا میں بہاتا ہے - آفتاب کے نور کی یہ خاصیت مکسویل کے تجربوں سے یقینی طور پر ثابت ہوچکی ہے -

بنابریں فضا اِن جراثیم سے لبریز ہے - یہ جراثیم پانی اور ہوا سے محروم ہونے پر بھی زندہ رہتے ہیں - نیز بالائی فضا کی سخت سردی بھی برداشت کرلیتے ہیں - علماء کا خیال ہے کہ وہاں برودت صفر سے ۲۲۰ - درجہ نیچے ہے - یہ جراثیم ہر لمحہ بہت بڑی مقدار میں آسمانی اجزاء کے ساتھہ ایک ستارہ سے دوسرے ستارے میں گرتے رہتے ہیں - آفتاب کی قوت دافعہ اس نقل و حرکت میں اُنہیں مدد دیتی ہے "

لیکن تولد ذاتی کا مذہب بھی اس وقت تک سپر انداز نہیں ہوا ہے - ارنسٹ ہیگل کے بعد بفلوگر نے اس کی از سر نو صدائیں بلند کیں - اُس کا نظریہ بھی ہیگل کے نظریہ سے مشابہ ہے - وہ کہتا ہے " قابل حیات مادۂ زلالیہ (Albumen) بلا کسی واسطے کے اُس وقت خود بخود موجود ہوگیا تھا جب زمین کے پانی میں زندگی قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگئی تھی - اِس مادہ کی تکوین، سیانوجن (نٹروجن اور کاربون کا مرکب) آکسیجن، اور دوسرے پگھلے ہوئے معدنی مواد کے اتحاد کا نتیجہ تھی - جوں ہی اِن اشیاء کا باہم اجتماع ہوا، قابل حیات مادۂ زلالیہ وجود میں آگیا - پھر تدریجی ترقی کے بعد ادنی جانداروں کی شکل میں تبدیل ہوگیا - یہی ابتدائی جاندار، جملہ حیوانات و نباتات کی اصل ہیں " اِس عالم کا خیال ہے کہ شروع میں صرف ایک جاندار نے ظہور کیا تھا - پھر اُس سے دو جاندار پیدا ہوگئے - یہی دونوں جملہ ذی روح کائنات کے مورث اعلی ہیں - ایک سے نبات کا سلسلہ شروع ہوا - دوسرے سے حیوان کا -

سنہ ۱۸۸۰ - میں ایک عالم پرییر نے تمام علماء سے مختلف مذہب اختیار کیا - وہ کہتا ہے "عالم کون میں زندگی ازلی و قدیم ہے - زمین پر زندگی اسوقت بھی موجود تھی جب وہ ایک آتشی کرہ تھی" وہ یہ بھی تسلیم نہیں کرتا کہ جمادات سے زندگی کا آغاز ہوا - اُسکا دعوی ہے کہ خود جمادات کسی ازلی زندگی سے پیدا ہوے ہیں - ظاہر ہے کہ یہ قول شاذ اور کمزور ہے - مشاہدے کے بھی خلاف ہے - ہر کس و ناکس جانتا ہے کہ زندہ کائنات ایک خاص درجہ تک ہی حرارت برداشت کرسکتی ہیں - زیادہ سے زیادہ حرارت برداشت کرنے والے جراثیم کے تخم بھی سنٹی گریڈ کے ۱۲۰ - درجہ میں ۲۰ - منٹ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتے - ایسی حالت میں زندگی کا اسوقت موجود ہونا جب یہ کرہ ایک آتشی کرہ تھا، کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

(وما اوتیتم من العلم الا قلیلا)

غرضکہ زندگی کی گتھی باوجود علم کی اس تمام جد و جہد کے، ابتک سلجھہ نہیں سکی ہے - یہ ایک معما ہے جس کا حل عقل انسانی کی دسترس سے باہر تھا اور اب تک باہر ہے - جس قدر بھی نظریے قائم کیے گئے ہیں، اول تو وہ نظریہ سے زیادہ نہیں، پھر ان میں بھی اس قدر فکر کا اضطراب اور رائے کا اختلاف ہے کہ ظلمات بعضہا فوق بعض کے مصداق ہیں - اب سے تیرہ سو برس پہلے اس بارے میں ادعاء علم نے نہیں بلکہ زبان وحی نے ایک اعلان کیا تھا یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی دنیا آج بھی اس سے زیادہ کچھہ نہیں جانتی - اور اس لیے وما اوتیتم من العلم الا قلیلا کا حکم بدستور عقل انسانی پر حکمراں ہے!

منجمد سطح اور اُسکے اوپر کي فضا اپنا بوجھہ اُس پر ڈالے ہوئے ہے - زمین پر اِس وقت جس طرح کے آتش نشاں پہاڑ نظر آتے ہیں ایسے ہي پہاڑ اُن قدیم زمانوں میں بھي موجود تھے جو زمین کي عمر کا ابتدائي زمانہ تھا - اصطلاح طبقات الارض میں یہ دور "عہد ارضي" کہلاتا ہے -

گرم چشموں کا وجود اِس بات کي قطعي دلیل ہے کہ زمین کا باطن ایک عظیم مشتعل کرہ ہے - چونکہ جزء ہمیشہ کل کے ماتحت ہوتا ہے اس لیے عملاً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ زمین کي یہ پتلي پپڑي یا چھلکا بھي ایک زمانہ میں اپنے کل کي طرح مشتعل ہوگا - زمین اپني تاریخ کے کسي قدیم دور میں آتشي کرہ تھي -

چاند کو بھي اگر دوربین سے ہم دیکھیں تو اُس میں آتش فشانوں کے نمایاں نشان پائینگے - اِس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ چاند پر بھي تقریباً ویسے ہي تاریخي انقلاب طاري ہوچکے ہیں جیسے زمین پر گزر چکے ہیں -

(کانت اور لاپلاس کا نظریہ)

اِس طرح کے مشاہدات پر غور کرنے کے بعد جرمن فلاسفر کانت اور اس کے بعد فرنچ ریاضي داں لاپلاس نے یہ نظریہ قائم کیا کہ شروع میں پورا نظام شمسي نہایت ہي گرم گیس کا کتلہ تھا - یہ کتلہ کسي نا معلوم محرک کے ذریعہ خود اپنے گرد گھومنے لگا - اِس حرکت نے حلقے پیدا کیے - پھر ان کے مرکز میں کثافت و انجماد پیدا ہوگیا ' اور اِس کیفیت کے بعد یہي مرکز آفتاب بن گیا - پھر گردشي حرکت کي وجہ سے اُن حلقوں کے اندر بھي حلقے پیدا ہوگئے - اِن ثانوي حلقوں میں سے ہر حلقے کے مرکز میں کثافت و انجماد کي کیفیت پیدا ہوئي اور ایک نیا کوکب ناري بن گیا - پھر اس مرکز سے محیط حلقوں میں بھي کثافت و انجماد کا عمل شروع ہوا اور بتدریج ایک یا کئي چاند پیدا ہوگئے - مگر یہ بھي اُس وقت آتشین تھے - بتدریج ٹھنڈے ہوکر موجودہ شکل میں آئے ہیں - بعض کواکب کے گرد اب تک اُس تاریخي عہد کے حلقے موجود ہیں - چنانچہ دوربین میں زحل کے گرد علاوہ اُس کے دس چاندوں کے ' تین تہیں رکھنے والا گیسي حلقہ بھي دکھائي دیتا ہے -

خاص زمین کے متعلق مذکورہ بالا علماء کا نظریہ یہ ہے کہ وہ بتدریج ٹھنڈي ہونا شروع ہوئي ' یہانتک کہ اُس کي سطح جم گئي - جب زمین کي حرارت ۳۵۰ درجہ پر پہنچي تو اُس پر پارے کي موسلا دھار بارش ہوئي - جب حرارت اور کم ہوئي اور ۱۰۰ درجہ پر آئي ' تو کھولتے ہوئے پاني کي بارش شروع ہوگئي - مگر چونکہ زمین اور اُس کي فضا کي حرارت ہنوز بہت زیادہ تھي ' اِس لیے پاني جمع نہ ہوسکا اور بھاپ بنکر اڑ گیا - پھر جب حرارت ۱۰۰ درجہ سے بھي کم ہوگئي ' تو اُس وقت بارش کا پاني جمع ہوا اور سمندروں کي تکوین ہوئي - اُس زمانہ کے سمندروں کا رقبہ موجودہ سمندروں سے بہت زیادہ تھا - کیونکہ اُس وقت زمین کا داخلي حصہ بہ سبب شدت حرارت کے پاني سے خالي تھا - اور اُسکي موجودہ سلوٹیں وجود میں نہیں آئي تھیں جنھوں نے بعد میں پہاڑ اور سمندر کي گہرائیاں بنائیں - سمندر کے متعلق یہ خیال محض نظریہ نہیں ہے بلکہ علماء طبقات الارض کا مشاہدہ ہے -

(کائنات حیات)

اب زندہ کائنات کي بحث سامنے آتي ہے - ظاہر ہے بہت شدید حرارت میں زندگي موجود نہیں ہوسکتي - اِس لیے لازمي طور پر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ زمین اپنے اولین زمانوں میں زندگي سے خالي تھي - یہ تسلیم کرنے کے معني یہ ہوئے کہ ہم یہ بھي تسلیم کرتے ہیں کہ زمین پر زندگي ہمیشہ سے موجود نہیں تھي - بعد میں اُسکا آغاز ہوا -

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ زندگي یا اولین ذي روح کائنات کا آغاز کن مواد سے ہوا ؟ کیا اُن جمے ہوے معدني مواد سے جو شدید حرارت کي وجہ سے اولین سمندروں میں پاني کي طرح بہہ رہے تھے ' اور گرمي کے کم ہونے پر جم گئے ؟ اگر یہ مان لیا جائے تو بحث ختم ہوجاتي ہے -

(دو مذہب)

لیکن بعض موانع ایسے موجود ہیں کہ اِس بات کا فوراً تسلیم کرلینا ممکن نہیں - اس کا فیصلہ اِس مسئلہ کے فیصلہ پر موقوف ہے کہ غیر ذي روح اشیا سے ذي روح اشیا پیدا ہوسکتي ہیں یا نہیں ؟ اس بارے میں جمہور اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ نہیں ہوسکتیں یا کم از کم نہیں ہوتي ہیں' لیکن تولد ذاتي کے قائل اسکے خلاف ہیں -

مذہب جمہور کي بنیاد واضح ہے - وہ کہتے ہیں اس طرح کي کوئي تخلیق علمي طریقہ پر ثابت نہیں ہوئي ہے - ایک زمانہ میں عوام کا یہ خیال خواص میں بھي پھیلا ہوا تھا کہ بہت سے جانور مٹي ' پاني ' اور مختلف غیر ذي روح مواد سے پیدا ہو جاتے ہیں - مثلاً وہ سمجھتے تھے ' حشرات الارض مٹي اور پاني سے پیدا ہو جاتے ہیں - مکھیاں اور مچھر گندگي اور کیچڑ سے پیدا ہوکر اڑنے لگتے ہیں - مینڈک کے بچے بارش کے ساتھہ ہي زمین سے اُٹھنے لگتے ہیں - یا پنیر اور اسي طرح کي چیزوں میں خود بخود کیڑے رینگنے لگتے ہیں - لیکن اب تحقیقات سے ثابت ہوگیا کہ یہ تمام جاندار غیر جاندار مادے سے پیدا نہیں ہوتے - بلکہ جاندار مخلوق ہي سے جان حاصل کرتے ہیں - ان سب کي پیدایش مختلف قسم کے کیڑوں اور مکھیوں کے انڈے سے ہوتي ہے جن میں سے بعض چشم غیر مسلح سے اور بعض خورد بینوں سے دیکھے جاسکتے ہیں - پنیر کے کیڑوں پر ایک زمانہ میں بہت زور دیا جاتا تھا - مگر ثابت ہوگیا کہ وہ خاص قسم کي مکھي کے انڈوں سے پیدا ہوتے ہیں ' اور اگر انکي حفاظت کي جاے تو وہ بڑے ہوکر مکھي کي شکل اختیار کرلیںگے - یہ بات سترھویں صدي کے وسط ھي میں پایۂ تحقیق تک پہنچ گئي تھي کہ مٹي وغیرہ سے جانداروں کي پیدایش کا خیال غلط ہے -

لیکن دوسرا مذہب اُن لوگوں کا ہے جو " تولد ذاتي " کے قائل ہیں - خوردبینوں کي ایجاد نے اِنھیں تقویت دي - اُنھوں نے اعلان کیا کہ ایک خاص طرح کے جاندار ' مردہ پتیوں کے رس جیسے سیال مادوں میں پیدا ہو جاتے ہیں - لیکن میلن اڈورڈ اور شوان وغیرہ علماء علم الحیات نے اس سے انکار کیا - وہ کہتے ہیں اگر ہم ان سیال مادوں کو آگ پر رکھکر کھولائیں اور اُن جراثیم سے آلودہ نہ ہونے دیں جو ہوا میں موجود ہیں ' تو ان میں کبھي یہ جاندار پیدا نہ ہونگے - یہ بھي در اصل ہوا کے جراثیم کي پیداوار ہیں -

مذہب " تولد ذاتي " کے ماننے والوں نے جراثیم (خوردبیني کیڑوں) کي نسبت بھي دعوا کیا تھا کہ یہ اُن قابل حیات اور معدني مواد سے پیدا ہوتے ہیں جو سیال مادوں اور بیمار جسموں میں موجود ہیں - لیکن پاسٹیور نے اسکي تغلیط کي - اس نے ثابت کیا کہ اس میں بھي وہي غلطي ہے جو بڑے جانوروں کي پیدایش کے سطحي معائنہ میں ہوئي تھي - یہ جراثیم بھي ہوا کے جراثیم سے

دارا شاہ ایران کے نقوش خط میخی میں جن سے اولن‌سن نے خط میخی کے پڑھنے کی کنجی معلوم کی -

رشید (مصر) کا مشہور پتھر جس سے شمپولین نے هیرو گلیفی خطوط کا راز حل کیا -

ہوا ہے - خیال کیا جاتا ہے ' دسویں صدی میں یہہ دفن ہوگیا تھا - اسمیں تبتی ' چینی ' اور ترکی زبانوں کی ۵۰۰ فٹ مکعب تحریریں موجود ہیں -

شمالی ایشیا اور جنوب روس میں ایک اسکیتھی بادشاہ کی قبر ملی ہے - یہ قبر دریائے ڈینیپر کے کنارے علاقہ ملیٹو پول کے قریب واقع ہے - اس کی تاریخ چوتھی صدی قبل مسیح تک پہنچتی ہے - بادشاہ کے ساتھہ اس کی تلواریں ' کمانیں ' ذرع ' خود ' قسم قسم کے زیور ' طلائی کنگھا ' اور دوسری بہت سی چیزیں دفن تھیں - اتنا ہی نہیں بلکہ اس سامان کے پہلو میں بادشاہ کا سائیس ' خادم خاص ' شمشیر بردار ' اور پانچ گھوڑے بھی مدفون ملے ہیں -

آثار قدیمہ کے اکتشاف کا میدان ابھی بہت وسیع ہے - کیونکہ ابھی مصر میں بکثرت ایسے قبرستان موجود ہیں جنہیں ہاتھہ بھی نہیں لگایا گیا ہے - عرب ' چین ' اور وسط ایشیا میں تو اب تک کچھہ کام ہوا ہی نہیں ہے - یمن میں بے شمار آثار ' بتوں کی شکل میں نمایاں ہیں ' اس وقت تک ان کی تحقیق نہیں ہوئی ہے - زمین کے اندر جو کچھہ دفن ہے ' وہ اس کے علاوہ ہے -

امید کی جاتی ہے کہ جس وقت آثار قدیمہ کا علم ترقی کرجائیگا تو انسان کی تدریجی ترقی کی پوری تاریخ معلوم ہوجائیگی -

ذیل کی فہرست سے معلوم ہوگا کہ اس وقت کن کن ملکوں میں آثار قدیمہ کی تحقیقات ہو رہی ہے اور کون کون جماعتیں یہ کام کر رہی ہیں :

(۱) امریکہ کا عجائب خانۂ تاریخ طبیعی - اسکی جماعتیں مکسیکو اور منگولیا میں کام کر رہی ہیں - انکا موضوع بحث علم الحیوان ' طبقات الارض ' اور تنقیب ہے -

(۲) امریکن مٹروپولیٹ عجائب خانۂ فنون - اسکی جانب سے قدیم مصری تمدن کی تحقیقات ہو رہی ہے -

(۳) پنسلفانیا کی یونیورسٹی ' بابل ' فلسطین ' اور مصر میں تحقیقات کر رہی ہے -

(۴) ہارفرڈ یونیورسٹی اور عجائب خانۂ فنون جمیلہ کی جماعتیں مصر میں ایتھوپیا کی شہنشاہی کے عہد کی تحقیقات میں مصروف ہیں -

(۵) ہارفرڈ یونیورسٹی ' ہونڈوراس میں تحقیقات کر رہی ہے -

(۶) کارنیگی انسٹیٹیوٹ ' یوکا ٹن (امریکا) میں تحقیقات کر رہا ہے -

(۷) امریکن سوسائٹی ایشیائے کوچک میں -

(۸) امریکن انڈین میوزیم ' میکسیکو اور کوہ اوزارک میں - اس کا موضوع بحث امریکا کے سرخ فام انسانوں کی اصلیت معلوم کرنا ہے -

(۹) برٹش فرنچ امریکن کمیٹی - بیت المقدس میں -

(۱۰) کارنافون (کانٹ کمیٹی) مصر میں -

(۱۱) ولی و (برطانیا) کی کمیٹی - بابل اور اور میں -

(۱۲) محکمۂ آثار قدیمہ اور کونٹ پرورک - ٹیونس میں قرطاجنہ کی تحقیقات کر رہے ہیں -

(۱۳) سر جوزف ترلین - قسطنطنیہ میں عہد بیزنطینی کی تحقیقات کر رہے ہیں -

تیت آنخ آمون کا تابوت اور اس کی نعش کا نظارہ

آثار عتیقه

علــم الاثار

(Archaeology)

جدید علم الاثار کي بنا غالباً سب سے پہلے شمپولین نے ڈالي - اسنے علاقه " رشید " (مصر) میں ایک سنگي لاٹ دیکھي - اس لاٹ پر ایک هي تحریر تین قسم کے رسم الخط میں لکھي تھي : هیرو گلیفي (قدیم مصري کاهنوں کا خط)' دیموتیکي (قدیم مصري عوام کا خط)' خط قبطي (یه خط در اصل یوناني هے - مصر کے فرمانروا خاندان بطلیموس نے اسے جاري کیا تها) در حقیقت یهي تحریر بعد میں علم الاثار کي بنیاد بن گئي - اس سے هیروگلیفي اور دیموتیکي ' دونوں رسمِ الخط معلوم هو گئے - اتنا هي نہیں بلکه قدیم مصري زبان بھي اسکے ذریعه مدون کر لي گئي -

آثار قدیمه کے انکشاف میں اتفاقات زمانه کو بہت دخل هوتا هے ' اگرچه صحیح ' قیاس و اندازه' سے بھي بڑي مدد ملتي هے -

- مصر کي ایک سب سے زیاده محفوظ ممي

چنانچه یورپ کا ایک قدیم ترین اثر اس طرح دریافت هوا که اسپین میں بعض آدمیوں نے محض اتفاق سے ایک غار میں جھانکا تو اسکي دیواروں پر انھیں تصویریں نظر آئیں - یه تصویریں اُن حیوانات کي هیں جو اب روئے زمین پر موجود نہیں هیں - لیکن قدیم ترین زمانوں میں موجود تھے - دور حجري کے انسانوں نے یه تصویریں بنائي تھیں - ان سے ایک طرف یه معلوم هوگیا که اس قسم کے حیوان ایک وقت میں موجود تھے' دوسري طرف یه پته چل گیا که انسان کي فني ترقي کے ابتدائي نمونے کیسے تھے ؟

اسي طرح یونان کے ایک علاقه میں ایک مرتبه ریل گاڑي ٹوٹ گئي - بعض مسافر ٹہلتے هوئے اتفاق سے ایک ٹیلے پر چڑه گئے - وهاں انھیں ایک قدیم آبادي کے نشان ملے - تحقیقات سے ثابت هوا که یه آبادي' سن عیسوي سے ایک هزار برس پہلے یہاں قائم تھي -

اسي طرح یونان میں ایک شخص کو اتفاق سے ٹوٹے هوئے ظرف کا ایک ٹکڑا ملا - اس پر یه پہیلي کنده تھي " دیو جانس فلسفي سے پوچھا گیا : وه کون حبشي هے جو سفید روٹي کھاتا هے ؟ حکیم نے جواب دیا : وه رات هے جو دن کو نگل لیتي هے "

آثار قدیمه کے انکشاف میں افواهوں اور افسانوں سے بھي بڑي مدد ملتي هے - چنانچه شهر تدمر کا پته اسي طرح چلا که اُن اطراف کے بدوؤں میں ایک ٹیله کے متعلق مشهور تها که اسکے نیچے شهر تدمر مدفون هے -

اسي طرح شهر ٹراوئه کا پته اس طرح چلا که ایک جرمن لڑکا هومر کي الیڈ پڑه رها تها - پڑهتے پڑهتے اُسے شوق هوا که اس عجیب مقام کي سیر کرے جسکي توصیف میں هومر نے فصاحت و بلاغت کے دریا بها دیے هیں - لڑکے پر بڑي بڑي مصیبتیں پڑیں مگر یه شوق اُسکے دل سے نه گیا - علماء تاریخ کهتے تھے که ٹراوئه کا کوئي وجود نہیں هے ' محض هومر کا تخیل هے - لیکن نوجوان نے اُنکي بات نه سني اور ٣٥ سال کي عمر میں اُس مقام پر جا پہنچا جهاں ٹراوئه کي موجودگي بتائي گئي تھي - چند سال زمین کھودتا رها - یهانتک که ٹراوئه کے نشان مل گئے !

اک دوسري نعش مکمل حالت میں

سب سے بڑا قدیم اثر جو اس وقت تک دریافت هوا هے ' وه مشهور اٹالین شهر " پامپي " هے - پہلي صدي عیسوي میں آتش فشاں پہاڑ نے اسے اپني راکھ سے تو پ دیا تها - اب یه کھود کر نکال لیا گیا هے - اسکي سڑکوں پر ابتک گاڑي کے پہیوں کے نشان موجود هیں - دیواروں پر سرکاري اعلان چسپاں هیں - دکانیں بدستور موجود هیں - ایک شراب خانه میں مرمري میز اپني اصلي حالت پر رکھا هوا هے - اسکے کنارے کثرت استعمال سے گھسے هوئے هیں - گھروں میں پاني کے نل لگے هوئے هیں - کمروں میں تصویریں آویزاں هیں - محلوں میں بدستور باغیچے اور چمن هیں - اگرچه سب تقریباً پتھرا گئے هیں -

اسي طرح ٹیونس کے سمندر میں ایک کشتي ملي هے - یه دو هزار برس پہلے غرق هوئي تھي - اس میں سنگ مر مر کے ٦٥ ستون رکھے گئے تھے -

مغربي چین میں ایک مدفون کتب خانه دستیاب

دنیا کي سب سے پراني کتاب طب : مسٹر اڈوین اسمتھ کے اس منقش پتھر پر طبي مسائل پڑھے جو مصر سے برامد هوا تها - اس پر هیرٹیک حروف کنده هیں جو هیرو گلیفي خط کي ایک شاخ هے -

(پادریوں کا چنگل)

" مر مر کے اپنے جلادوں کے پنجہ سے رهائي حاصل کي تھي - مگر وائے بدنصیبي ' فوراً قسیسوں کے چنگل نے آسے آ دبوچا ! میں یہ اس لیے نہیں کہتا کہ مجھے اِس پر کوئي تعجب ہے - لیکن بلا شبہہ یہ عجیب ہے کہ ایسا شریف و نجیب انسان اور پیرس کا اسقف اعظم ' جو صرف شریف النسب هي نہیں بلکہ شریف النفس بھي ہے ' کیونکر اپني جماعت کي بزدلي میں شریک ہوگیا ؟ حالانکہ آسے ایسي دناءت سے بلند ہونا چاهیے تھا - ایک مذهبي پیشوا ہونے کي حیثیت سے آسکا فرض تھا کہ مظلوم پر ترس کھائے ' نہ یہ کہ الٹا مظلوم کے کچلنے پر کمربستہ ہو جائے - وہ مظلوم ' جو پہلے هي سے زمانہ کے هاتھوں کچلا جاچکا ہے "

" اِس اسقف اعظم کے تمام حاشیہ بردار اِس ناکردہ گناہ کے ستانے پر تل گئے ہیں - وہ یقین کرتے ہیں کہ هم آسے ضرور بالضرور ستائینگے - حقیر سے حقیر واعظ اور ادنی سے ادنی مجاور بھي کوشش کر رہا ہے کہ اِس خود ساختہ دشمن کے گلا گھونٹنے کا فخر صرف آسي کو حاصل ہو' اور اِسکے سر پر فیصلہ کن ضرب آسي کے پاؤں کي ٹھوکر سے لگے !

(آسقف نے کیوں فتوی شائع کیا ؟)

" اے میرے سردار ! کون شک کرسکتا ہے کہ اگر پیرس کي مجلس حکومت نے میرے خلاف حکم صادر نہ کیا ہوتا ' تو آپکو میري کتاب سے بغض کم ہوتا ؟ بلاشبہ بعض لوگ یہي خیال ظاہر کرتے ہیں - مگر آپ کا حق پسند دل اِسے هرگز تسلیم نہیں کرسکتا ' کیونکہ یہ خلاف واقعہ ہے - اے میرے آقا! مجھے بتاییے آپنے اِس سے پہلے میرا رد کرنے کي زحمت کیوں گوارا نہیں کي ؟ میں نے آپکے منصب کے خلاف رسالہ شائع کیا ' میں نے دبي لامبرٹ کے نام خطوط چھاپے ' کئي کتابیں لکھیں ' مگر آپکے قلم کو کبھي جنبش نہ ہوئي ! حالانکہ میري اِن کتابوں میں بالکل ویسے هي خیالات موجود تھے ' جیسے کتاب التربیت میں ظاہر کیے گئے ہیں - کیا آپنے میري یہ کتابیں نہیں پڑھي تھیں ؟ حالانکہ اگر نہ پڑھي ہوتیں تو اپنے اِس رد میں آن پر بحث نہ کرسکتے - کیا آپ کي یہ خاموشي آپکے دیني فرائض کے خلاف نہ تھي ؟ حالانکہ بقول آپکے اِن کتابوں میں بھي الحاد کي دعوت دي گئي ہے - کیا یہ حقیر مؤلف آس وقت کم خطا کار تھا ' اور اب زیادہ ہوگیا ہے ؟ حالانکہ آپ آسے پیدائشي خطا کار قرار دیتے ہیں - آخر کیا بات تھي جو اِتني مدت تک زبان مبارک نہ هلي ؟ یہ وجہ تو نہ تھي کہ آس وقت آپکے دشمن کم تھے ' اور میں بھي خائنوں سے گھرا ہوا نہ تھا ؟ آس وقت عوام میں میري کتابیں مقبول ہوچکي تھیں اور آپ عوام کے غصے سے ڈرتے تھے ؟ لیکن اب ' جبکہ حالات میں تبدیلي پیدا ہوئي - میرے دشمنوں نے ایکا کرکے مجھہ پر یورش کردي ' مجھے ملحد اور باغي مشہور کیا ' حکومت نے بھي هتیار سنبھال لیے ' اور اپنے دشمنوں نے بھي کہنا شروع کردیا کہ پیشوائے اعظم ہوکر آپ اِس ملحد کے خلاف کچھہ نہیں کہتے ' گویا اپني خاموشي سے آسکي حمایت کررہے ہیں ' تو آپ اپنے منصب کي حفاظت کے خیال سے آٹھے ' اور اپنے دشمنوں کا منہہ بند کرنے کیلیے میرے خلاف فتوی شائع کردیا - اے میرے آقا ! کیا اسي سبب نے آپکو میرے خلاف برانگیختہ کیا ؟ اگر ایسا هي ہے تو بلاشبہ میرے دماغ کو شدت تحیر سے سکتہ ہو جانا چاهیے ! "

اِس تمہید کے بعد روسو ' آسقف کے بیان کا رد شروع کرتا ہے -

(صفات الهي)

آسقف نے لکھا تھا :

" روسو کہتا ہے - میں خدا کي حقیقت سے بے خبر ہوں ' لیکن ساتھہ هي یہ دعوی بھي کرتا ہے کہ یہ موجود حقیقي علم ' قدرت ' ارادہ ' اور حکمت رکھتا ہے !"

روسو جواب دیتا ہے : " خدا کي صفت ' علم ہے - لیکن اسکا علم کیا ہے ؟ انسان کا علم تو آسکي قوت تفکر میں ہے ' لیکن علم اقدس کسي تفکر و تأمل کا محتاج نہیں - آسکي تفکیر کے لیے نہ تو مقدمات ہیں ' نہ نتائج ہیں ' نہ فرض و قیاسات ہیں - آسکا علم ازلي ہے - جو تھا ' جو ہے ' جو ہوگا ' سب آس پر آشکارا ہے - تمام حقائق آسکے سامنے ذرا ریگ سے بھي چھوٹے ہیں - تمام دنیا آسکي نظر میں قطرۂ آب سے بھي محدود ہے ' تمام اگلے پچھلے زمانے آسکے نزدیک لمح بصر سے بھي مختصر ہیں "

" باقي رهي قدرت الهي ' تو قدرت الهي کا یہ حال ہے کہ انسان کو اپني قوت عمل کے لیے وسائل عمل کي ضرورت ہوتي ہے - لیکن خدا کو کسي وسیلے کي ضرورت نہیں - قوت الهي خود اپني قوت سے عمل کرتي ہے - خدا قادر ہے ' کیونکہ وہ ارادہ رکھتا ہے - اور آسکا ارادہ هي آسکي قدرت ہے !"

" خدا لاریب خیر ہے - انسان کا خیر یہ ہے کہ اپنے بني نوع سے محبت کرے - لیکن خدا کا خیر آسکا وہ نظام ہے جس سے وہ کائنات کو سنبھالے اور تمام اجزاء کو باهم جوڑے ہوئے ہے -

" خدا لاریب عادل ہے - عدل الهي بھي آسکے خیر هي کا ایک نتیجہ ہے - انسان کا ظلم ' خود انسان کا اپنا عمل ہے ' خدا کا عمل نہیں ہے - روح کا اضطراب ' جس کي وجہ سے فلاسفہ قدرت الهي کے منکر ہوجاتے ہیں ' میري نظر میں اِس لا متناهي قدرت کو اور زیادہ واضح کرنے والا ہے - انسان کا عدل یہ ہے کہ هر حقدار کو آسکا حق دیدے - خدا کا عدل یہ ہے کہ هر ایک سے اپني نعمتوں اور بخششوں کا حساب لے ! "

(حقیقت الهي)

" یہ صفات میں نے عقل کي منطق کي راہ سے معلوم کي ہیں - لیکن میرے دماغ میں آنکا مفہوم مرتب و مفصل نہیں ہے - میں آنہیں تسلیم کرتا اور انپر اصرار کرتا ہوں ' مگر آنکي پوري حقیقت کا احاطہ نہیں کر سکتا - عقل اِسکا احاطہ کرهي نہیں سکتي - اِسکے معني دوسرے لفظوں میں یہ ہوے کہ میں حقیقت سے لا علم ہوں - اور اسلیے میري حیثیت یہ نہیں ہے کہ میں جانتا ہوں اور اصرار کرتا ہوں - میں اپنے دل سے بے فائدہ کہتا ہوں " یہي خدا ہے " میں بے فائدہ آسکا شعور کرنا چاهتا ہوں - میں بے فائدہ اپنے ذهن میں آسکا تصور کرتا ہوں - " بے فائدہ " اس لیے کہ اِس سے خدا کي حقیقت پر ذرا بھي روشني نہیں پڑتي - میں هرگز معلوم نہیں کر سکتا ' خدا ایسا کیوں ہے ؟ آس میں یہ صفات کیونکر قائم و موجود ہیں ؟

" میں آسکي حقیقت جاننے کي جتني زیادہ کوشش کرتا ہوں اتني هي آسکي حقیقت پوشیدہ ہوتي جاتي ہے - میري یہ عقل کي بے بسي مجھہ میں آسکا اعتقاد و ایمان اور بھي زیادہ مستحکم کر دیتي ہے - میں جس قدر آس کا تصور کم کر سکتا ہوں ' آسي قدر آس سے زیادہ وابستہ ہوتا اور اتنا هي آسکي عبادت پر جھکتا جاتا ہوں - بالآخر آس کے رو برو گر پڑتا ہوں اور کہتا ہوں " میرا وجود تجھي سے ہے اے خالق کائنات ! میں جس قدر زیادہ تجھہ میں غور کرتا ہوں' تو اتنا هي زیادہ میرا نفس بلند ہوتا جاتا ہے ' مگر تیري حقیقت برابر مجھہ سے مستور هي رهتي ہے ! تجھہ میں میرا فنا ہو جانا ' میري عقل کا سب سے بڑا کارنامہ ہے ! تیري عظمت نے میري عقل مبہوت کردي ہے ' مگر میري نا تواني کو بھي قوت سے بدل دیا ہے !"

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتین

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثه

جان جاک روسو

اُسقف کا جواب

(۲)

پچھلے نمبر میں قارئین الهلال پیرس کے اُسقف اعظم کے اعتراضات روسو پر سن چکے هیں - آج روسو کا جواب پیش کیا جاتا ہے - یه جواب پورے دو سو صفحے کی باریک حروف کی کتاب میں پھیلا هوا ہے - اِس لیے اختصار کے سوا چارہ نه تھا - تاهم اهم اور مفید پہلو ایک حد تک واضح کردیے گئے هیں -

(معذرت)

روسو نے اپنا جواب معذرت سے شروع کیا ہے :

" اگر آپ صرف میری کتاب هي پر اعتراض کرتے تو میں هرگز آپ سے کوئی تعرض نه کرتا - آپکو چھوڑ دیتا که جتنی چاهیں نکته چینی کرتے رهیں - لیکن آپنے صرف کتاب هي پر نہیں بلکه میری ذات پر بھی بحث کی ہے - آپ کو دنیا میں جتنی عزت اور قوت حاصل ہے ' اُسی مناسبت سے آپ میں یه بات بھی هونی تھی که اُن تہمتوں سے بلند تر هوتے جن سے آپ نے مجھے آلوده کرنا چاها ہے "

(داستان مظلومی)

اِسکے بعد روسو نہایت بلاغت و مهارت سے اپنے قارئین کی همدردی حاصل کرنی چاهتا ہے - وہ اپنی مسکینی و مظلومی ظاهر کرتا ہے ' تمام یورپ کا اُسکے خلاف متحد هو جانا اور عرصهٔ زمین تنگ کر دینا یاد دلاتا ہے ' پھر لکھتا ہے :

" جنیوا کے غلام ' روسو کے هاتھه میں کوئی قوت نہیں که اُن ظالم اور سرکش ججوں سے جواب طلب کرسکے ' جنکے سامنے اُس پر تہمت لگائی گئی ' اور جنھوں نے اُسے طلب کیے بغیر اُسکے خلاف فیصله صادر کردیا ہے - اِتنا هي نہیں بلکه اُسے قید کرنے کے بھی درپے هو گئے هیں - یه " غلام " اگر عدالت میں طلب کیا جاتا ' تو اپنی برأت ظاهر کرنے ضرور حاضر هوتا ' مگر چونکه اُسے بلایا نہیں گیا ' اس لیے اُسے از خود حاضر هونے کی ضرورت بھی نه تھی - چنانچه وہ حاضر نہیں هوا - اس پر اُسکے خلاف جنگی قوت جمع کی گئی - اُسنے قوت کے مقابله سے گریز کیا ' اور اس سر زمین سے بھاگ نکلا جہاں کمزوروں پر ظلم کیا جاتا ہے ' بغیر جرم کے سزا دیدی جاتی ہے ' اور بغیر جواب سنے بیڑیاں پہنا دی جاتی هیں "

" اسنے مجبوراً اپنا محبوب خارت خانه چھوڑا - اُن دوستوں کی جدائی سہی جنسے بڑھ کر اُسکے لیے کوئی عیش نه تھا - اپنا ناتواں جسم لیکر هزاروں اندوهوں کے ساتھه سر زمین [illegible] پہنچا - آہ میرا وطن جنیوا ! میں نے تیری آزادی کے کیسے کیسے گیت گائے ؟ تیرے حسن و جمال کی کیسی کیسی تصویریں بنائیں ؟ دنیا میں تیرا نام کس درجه روشن کیا ؟ آہ ! میں کیا کہوں ؟ میرا دل سینے میں بیٹھا جاتا ہے ' میرا هاتھه کانپ رها ہے ' میرا قلم گرا پڑتا ہے ...

لیکن مجھے خاموش هي رهنا چاهئے - مجھے جرم کا ذکر بھی نہیں کرنا چاهئے ... کاش میں خفیه طور پر هي اپنی ناقابل برداشت مصائب کہه سکتا ! کاش میں اپنی دل کی گہرائی هي میں اپنے وطن کی شکایت کا خیال کر سکتا ! ..... "

" یه سب کچھه کیوں ہے ؟ میں اسکا حقیقی سبب نہیں پوچھتا - میں صرف اِسکا قریبی موجب معلوم کرنا چاهتا هوں - مجھه پر الحاد کی تہمت لگانے کی جرأت کی گئی ہے - مگر تہمت لگانے والے بالکل بھول گیے که جس کتاب پر انھیں اعتراض ہے ' وہ سب کے هاتھوں میں موجود اور سب کی آنکھوں کے سامنے کھلی هوئی ہے - مجھه پر تہمت لگانے والے افسوس سے هاتھه ملتے هیں: " کاش یه کتاب کسی طرح مفقود هوجائے تا که هم پیٹ بھرکے تہمتیں تراش کرسکیں ! " لیکن اُنکی یه امید کبھی پوری نہیں هوگی - کتاب اُنکی حسرت کے لیے همیشه باقی رهےگی ' اور آئنده آنے والی نسلیں فیصله کرینگی - وہ اعلان کرینگی که یه تمام گناه ' اُسکے مؤلف کی بد عملیاں نہیں هیں ' لیکن فضیلت کے ایک دوست کی ٹھوکریں هیں ! "

(ایک ملحد کا ذکر)

" میں معاصرین پر اظهار رائے نہیں کرونگا - میں کسی کو بھی نقصان پہنچانا نہیں چاهتا - لیکن کیا تم نے سپنوزا کا نام نہیں سنا ؟ اُسکے الحاد میں کیسے شک هو سکتا ہے ؟ وہ خود الحاد کا مدعی تھا - علانیه الحاد کی تعلیم دیتا تھا - مگر نه کوئی اُسکے اطمینان میں خلل ڈالتا تھا - نه اُسکی کتابیں چھپنے سے روکی جاتی تھیں - اور نه هي تاجروں کو اُنکی اشاعت کی ممانعت کی گئی - وہ فرانس آیا تو اسکے لیے ایک پر جلال استقبال طیار تھا - تمام ملکوں کے دروازے اُس پرکھلے تھے - وہ هر جگهه امن کی بلکه حکومتوں کی حمایت پاتا تھا - پادشاه اُنکا خیر مقدم کرتے تھے ' اور وعظ و درس کے ممبر اُسکے لیے نصب کراتے تھے - یه ملحد زندگی بھر مسرت و آرام بلکه عزت و احترام پاتا رها "

(عهد حکمت و انسانیت !)

" لیکن آج ' جبکه ببانگ دهل دعوی کیا جاتا ہے که یه فلسفهٔ و حکمت اور انسانیت کا زمانه ہے ' دنیا کا حال کیا ہے ؟ یه ہے که ایک شخص انسانی محبت کے جذبه سے مجبور هوکر آتا ہے ' اور پوری احتیاط و احترام سے اپنے بعض خیالات پیش کرتا ہے - کیسے خیالات ؟ وہ خیالات جو اُس موجود اعظم کی عظمت نے اُسکے دماغ پر نازل کیے هیں - لیکن دین الهی و حقیقت کے اِس حامی و ناصر کی زندگی تلخ کردی جاتی ہے - یورپ بھر میں اُسے کہیں پناه نہیں ملتی - اُسے خدا کا پیدا کیا هوا پانی پینے سے اور اُسکے اگائے هوے درختوں کی لکڑی جلانے سے بھی روک دیا جاتا ہے - وہ ذلیل و خوار پھرتا ہے - جس گوشه میں جاکر پناه ڈھونڈھتا ہے ' وهیں سے نکالدیا جاتا ہے - نه اُسکی غربت پر کسی کو ترس آتا ہے - نه اُسکی بیماریوں پر کسی کا دل کڑھتا ہے - شریر سے شریر مجرموں اور خونی سے خونی ڈاکوؤں کا بھی اِس بے دردی سے کبھی تعاقب نہیں کیا گیا هوگا ' جیسا اِس بیکس و مظلوم کا کیا گیا ہے - اگر وہ ایک لمحه کیلیے بھی کسی حکومت کے رحم پر بھروسه کرلیتا ' تو آج یقیناً تاریک قیدخانے میں پڑا سڑتا هوتا ' یا پھانسی کے تختے پر اُسکی لاش سوکھه رهی هوتی ! "

ادبیات

حکمت اور شعر کے مختارات

حکماۓ شعراۓ مغرب کے بعض افکار و خواطر

(حسن)

حسن خدا کی مخلوق پر اُس کا مہر ہے — پینٹنر

حسن بغیر نزاکت کے ایسا ہے' جیسے بے نمک کھانا — امرسن -

ارسطو سے پوچھا گیا " حسن کیا ہے ؟ " اُس نے جواب دیا " یہ سوال اندھوں سے کرنا چاہیے " — بیکن

حسن ' جہاں بھی ہوتا ہے ' سراہا جاتا ہے — گوئٹے

حسن ' ایک جال ہے ' جس سے قدرت عقلوں کا شکار کرتی ہے — لیگس -

عورت کا اپنے حسن پر غرور اُس کی طرف سے اقرار ہے کہ اُس کے پاس حسن کے سوا کوئی چیز قابل فخر نہیں — میڈ مرزیل تی لسپیناس

خوبصورت عورت آنکھ کے لیے جنت ہے ' قلب کے لیے دوزخ ہے ' جیب کے لیے ویرانی ہے -

خوبصورت ' بد صورت سے اُسی طرح بچے ' جس طرح ذہین غبی سے بچتا ہے — پوپ

تمہاری یہی کیا کم فتح مندی ہے کہ تم خوبصورت ہو؟ — ہوگز

جب ہم میں اِس قدر صلاحیت پیدا ہو جائیگی کہ ہم خدا کے ہر عمل میں حسن و جمال محسوس کرنے لگیں گے' تو اُس وقت ہم دعویٰ کرسکیں گے کہ ہم اُس کی حقیقت سے واقف ہوگئے ہیں — رسکن

حسن ' تمام نوع انسانی کے لیے سعادت ہے - ہر مخلوق اُس کے زیر اثر آکر بھول جاتی ہے کہ وہ محدود ہے — شیلر

حسن سے محروم عورت ' زندگی کی نصف لذت سے محروم ہوتی ہے — مدیم تی مونتارین

حسن بہت ہی کم عمر چیز ہے — ڈی لتکلر

اِس یقین سے زیادہ عورت کے لیے کسی بات کا یقین مشکل نہیں کہ وہ اپنے حسن سے محروم ہوگئی ہے — روشبراون

کبھی عورت خوبصورت ہوتی ہے ' مگر اُس کا حسن اُس وقت تک نہیں کھلتا ' جب تک اُس کا دل محبت کے لیے نہیں کھل جاتا — لا پرویر -

حسن ' قدرت کا عورت کو سب سے پہلا عطیہ ہے ' اور یہی سب سے پہلے اُس سے چھین بھی جاتا ہے — میرؔ -

عورت اپنے محبوب کی جدائی گوارا کرسکتی ہے مگر اپنے حسن کی جدائی گوارا نہیں کرسکتی — روشبراون

مرد کو شادی کے معاملہ میں اعلیٰ حسن سے پرہیز کرنا چاہیے - کیونکہ حسن قبضہ میں آتے ہی گھٹ جاتا ہے ' مگر اُس کی مصیبتیں زندگی بھر باقی رہتی ہیں — روسو

جس عورت میں بجز حسن کے اور کوئی جوہر نہیں ہوتا ' اُس کی مثال روغنی روٹی کی سی ہے - یہ گرم اچھی معلوم ہوتی ہے اور سرد ہوتے ہی اپنا سارا ذائقہ کھودیتی ہے — سیجور

(عورت)

تمدن اچھی عورتوں کے اقتدار کا نام ہے — امرسن

عورت کی شیرینی گلاب کی طرح جلد ختم ہو جاتی ہے — گوئٹے

زندگی کی سب سے لذیذ شیرینی ' بیوی کا اپنے شوہر کو مخلصانہ سلام ہے — ولز

عورت کی انانیت اپنے اندر دو انانیتیں رکھتی ہے — مدیم تی اسٹائل

خدا کی انسان پر سب سے قیمتی بخشش ' عورت ہے - کوپار

کاش ' عورت تنہا میرا ہی حصہ ہوتی ! — اریپڈس

عورت انسان اور فرشتہ کے بین بین ایک مخلوق ہے — بلزاک

عورت اُس شخص کو حقیر سمجھتی ہے جو اُس سے محبت نہیں کرتا ہے ' مگر وہ خود اُس سے محبت نہیں کرتی — ایلزیبتھ ' اسٹرڈرٹ

***

انسان اپنے نفس کو اُسی وقت سمجھ سکتا ہے جب وہ مصیبت میں پڑتا ہے — الفرڈ تی موسیہ

شک ' ہمیشہ امید کے پیچھے لگا رہتا ہے — بلزاک -

ترقی لنگڑی چال چلتی ہے — سانت بو

نا مکمل تعزیت سے رنج زیادہ ہوجاتا ہے — روسو

عظمت ' طمع ' فوج ' جنگی جہاز ' تاج ' تخت ! یہ انسان کے کھلونے ہیں جب وہ بڑا ہوجاتا ہے — وکٹر ہیوگو

میری تمام مصائب کی علت یہ ہے کہ میں لوگوں سے حسن ظن رکھتا تھا — روسو

(ذہانت)

ذہانت کیا ہے ؟ یہ محض سمجھنے کی صلاحیت ہی کا نام نہیں ہے - کیونکہ حیوان بھی سمجھ رکھتا ہے مگر ہم اُسے ذہین نہیں کہہ سکتے - سپاہی اپنی ڈیوٹی سمجھتا اور پوری کرتا ہے مگر ذہین نہیں کہلاتا - بندر کی ذہانت ' محض ایک بے نتیجہ عقلی اضطراب ہے - جو بچہ اپنی حرکتوں سے تمہیں ہنساتا ہے ' ذہین نہیں ہے - کیونکہ اُس میں بندر کی جبلت آگئی ہے - جو عورت بہت سی اشیاء کا علم رکھتی ہے ' ذہین نہیں ہے - کیونکہ معمولی باتیں اُس کے دماغ کو پراگندہ کر ڈالتی ہیں - کیا حساب داں ذہین ہوتا ہے ؟ شاعر کی نظر میں حساب داں مالیخولیا کا مریض ہے ! کیا شاعر ذہین ہوتا ہے ؟ ریاضی داں شاعر کو سراسر بیوقوف سمجھتا ہے ! ماہر مالیات کی نظر میں ناول نویس ' دو پاؤں کا احمق حیوان ہے ! جو آدمی ' دور از کار نظریے بناتا ہے ' کیا ذہین ہے ؟ کیا ہمیشہ خاموش رہنے والا ذہین ہے ؟ کیا اپنی عینک کے شیشوں سے ' سرد اور بے اثر نظروں سے تمہیں دیکھنے والا ذہین ہے ؟ نہیں !

ذہانت کی تعریف ناممکن ہے — ؟ مزتین

برید فرنگ

رُوس کا نفس پرست شاہی راہب

راسپوٹین

خاندان زار کی تاریخ کا آخری صفحہ

زمن حذر نہ کنی گر لباس دیں دارم
نہفتہ کافرم و بت در آستیں دارم!

انیسویں صدی کا سب سے زیادہ ہولناک مگر عبرت انگیز واقعہ روس کے خاندان شاہی کی بربادی ہے۔ خود زار، زارینہ، ولی عہد، تمام شاہزادے، تقریبا پورا خاندان گولی مار کر قتل کرا دیا گیا! یہ واقعہ زار کے دوسرے شاہزادے ہم اور اُس کے خاندان کے قتل سے بھی وحشتناک ہے! روس کے خاندان شاہی کی بربادی اور انقلاب سلطنت پر بکثرت کتابیں لکھی جا چکی ہیں، اور اُن تمام اسباب پر شرح و بسط سے بحث کی جاچکی ہے جو ان عظیم تغیرات و حوادث کا موجب ہوئے۔ ان اسباب میں سب سے بڑا اور سب سے عجیب سبب وہ ہے، جو بیسویں صدی کی متمدن دنیا کے لئے سخت حیرت انگیز ہو رہا ہے۔ یعنی روس کے حکمران اور اُس ملک کی مذہبی توہم پرستی، اور اعتقادی، اور علم و عقل سے محرومی ہے! یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ان تمام تباہیوں کی اصلی جڑ ایک راہب تھا، جسکے دام تزویر میں زارینا اور زار پھنس گئے تھے۔

مشہور روسی شاہزادہ پرنس یوسوپوف کا روزنامچہ پچھلے دنوں شائع ہوا ہے۔ اس سے اس معاملہ پر اور بھی زیادہ گہری روشنی پڑتی ہے۔ اس بارے میں پرنس کے بیانات بہت اہم ہیں کیونکہ وہ تمام واقعات کا شاہد عینی تھا۔ صرف شاہد عینی ہی نہیں بلکہ راہب راسپوٹین کا قاتل بھی وہی ہے۔

اس روزنامچہ پر ابھی دنیا نے پوری طرح رائے زنی نہیں کی تھی، کہ اس سلسلے کے ایک دوسرے راز کا انکشاف ہو گیا۔ یعنی یکایک دنیا کے ہاتھوں میں ایک نئی کتاب پہنچ گئی جو خود اسی راہب کی لڑکی صوفیا کے قلم سے نکلی ہے اور اُس کی یادداشتوں کا مجموعہ ہے۔ اس نئے بیان نے معاملہ کا ایک دوسرا رُخ واضح کر دیا، اور دنیا اس نئے انکشاف سے انگشت بدنداں ہو کر رہ گئی!

پچھلے دنوں ان دونوں کتابوں کا مختصر خلاصہ ہندوستان کے انگریزی اخبارات میں شائع ہوا تھا، لیکن ہمیں جستجو تھی کہ زیادہ تفصیل کے ساتھ حالات روشنی میں آئیں خصوصاً پرنس کی بیان کردہ تفصیلات معلوم ہوں جسنے ملک کے اصلی خطوط بھی شائع کئے ہیں۔ اب یہ تمام ذخیرہ ہمارے سامنے ہے۔ ہم پہلے پرنس کے روزنامچہ کی ایک پوری فصل درج کرتے ہیں جس سے اس عجیب و غریب راہب کے حالات و اعمال پر پوری روشنی پڑ سکے گی:

راسپوٹین کون تھا؟

راسپوٹین جس سے زارینا کی عقیدت، پرستش کی حد تک پہنچ گئی تھی، سائبریا کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا باپ اپنے عہد کا مشہور قزاق تھا، راسپوٹین نے ہوش سنبھالتے ہی باپ کا پیشہ اختیار کر لیا اور قرب و جوار کے علاقے تاخت و تاراج کرنے لگا۔ یہ بڑا ماہر ڈاکو تھا۔ گھوڑے چرانے میں اُسے خاص کمال تھا۔ بار بار گرفتار ہوا مگر حیرت انگیز طور پر ہمیشہ بچ نکلتا رہا۔ ایک مرتبہ اُسے پولیس نے بُری طرح زد و کوب بھی کیا تھا، چنانچہ اُس کے زخم کا نشان عمر بھر اُس کے سر میں نمایاں رہا۔

راہب کیسے بنا؟

ایک مرتبہ اتفاق سے اُس کا گزر ایک پرانی خانقاہ میں ہوا۔ یہ خانقاہ، در اصل خطاکار راہبوں کے قید کرنے کا محبس تھا۔ وہاں راسپوٹین کی ملاقات وہاں چند راہبوں سے ہوئی۔ وہ بلا کا ذہین تھا۔ اُسنے دیکھا راہبوں کی زندگی، دنیا کمانے کے لئے بہترین زندگی ہے۔ قزاقانہ طرز معیشت نے اُسے جسمانی تکالیف برداشت کرنے کا خوگر بنا دیا تھا۔ اُسنے خیال کیا "میں بڑی آسانی سے راہب بن سکتا ہوں" چنانچہ وہ برابر ان راہبوں سے ملتا جلتا رہا۔ اُن سے انجیل پڑھی۔ عبادت و ریاضت کے طریقے معلوم کئے۔ وہ بہت جلد مسیحی مذہب اور رہبانیت کا عالم بن گیا۔

اب اُسنے سخت مجاہدے اور ریاضتیں شروع کر دیں۔ تھوڑے ہی دنوں میں اُس کی شہرت قرب و جوار میں پھیل گئی۔ لوگ اس قزاق کو ولی اللہ سمجھنے لگے۔ اسی زمانہ میں سینٹ پیٹرزبرگ (لینن گراڈ) کے ایک بشپ نے اُسے دیکھا، اس کے زہد و تقشف اور مجاہدہ و ریاضت سے نہایت متاثر ہوا۔ اپنے ساتھ پائے تخت لے گیا اور محل شاہی میں داخل کر دیا۔

زارینا کی عقیدت

زارینا (ملکہ روس) اُسے دیکھتے ہی معتقد ہو گئی۔ راسپوٹین نے بھی یہ بات محسوس کر لی۔ اپنا اثر اور زیادہ پختہ اور وسیع کرنے لگا۔ حتیٰ کہ زار پر بھی اُس کا جادو چل گیا۔ شہنشاہ اور ملکہ انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ اُس کے سامنے اپنے گھٹنوں پر جھکتے تھے۔

راہب نے بھی یہ بات محسوس کر لی تھی، اور اُس کی فاسقانہ طبیعت ہرگز گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ ایسی حسین لڑکی اُس کے دائرۂ عقیدت سے نکل جائے۔ چنانچہ ہر ممکن تدبیر سے اپنا اثر بڑھاتا اور دوشیزہ کو اپنے زیادہ سے زیادہ قریب کرتا جاتا تھا"

"مس موصوفہ نے مجھے اپنے والد کے محل میں راسپوٹین سے ملاقات کے لئے دعوت دی۔ وہ اُس کے بارے میں اس طرح گفتگو کرتی تھی جس طرح پیغمبروں کے بارے میں کی جاتی ہے۔ لیکن مجھے اُس سے طبعاً نفرت تھی۔ اُسے میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، تاہم میرا دل اُس کی کراہت سے لبریز تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ ایوان میں داخل ہوا، تو مجھے اپنا رُخ چھپانے کے لئے جدوجہد کرنی پڑی۔ اُسنے سب سے مصافحہ کیا اور سب کا بوسہ لیا، حتیٰ کہ مس م... کا بھی۔ میں نے بھی مصافحہ کیا مگر اپنا بوسہ لینے نہیں دیا (روس میں قاعدہ ہے کہ بزرگ چھوٹوں کا بوسہ لیا کرتے ہیں) میں نے دیکھا کہ مس کا بوسہ لیتے وقت اُس کی آنکھیں غیر معمولی طور پر چمکنے لگی تھیں۔ میں سمجھ گیا کہ اُس کے اندر بہیمیت پوری طرح کام کر رہی ہے۔

میں نے اُس کے خط و خال پر نظر غائر ڈالی۔ درمیانہ قد تھا۔ مضبوط کاٹھی تھی۔ سر بڑا، بال لمبے اور داڑھی گھنی تھی۔ سر کا ایک حصہ بالوں سے بالکل خالی تھا۔ یہ اُسی زخم کا نشان تھا جو قزاقی کے زمانہ میں لگا تھا۔ اُس وقت اُس کی عمر ۴۰ سال کی ہوگی۔ لمبا لبادہ اور بہت ڈھیلے پائنچوں کا پائجامہ پہنے تھا۔ اُس کا چہرہ بالکل روسی کسانوں کا سا تھا۔ بیضوی شکل کا، مگر ہر طرح کے تناسب سے محروم وہ یقیناً نہایت بدصورت آدمی تھا۔ جیسے کہ تمام بدنفس انسان ہوا کرتے ہیں"

"اُس کی حرکات و سکنات متکبرانہ تھیں۔ حاکمانہ خیال کرتی تھیں یہ صرف اس لئے کہ اُسے حاضرین پر اپنے اثر کا یقین تھا۔ سب لوگ اُسے انتہائی عقیدت کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ وہ خود بھی انھیں متجسسانہ نظروں سے دیکھتا۔ وہ اُنکے خیالات معلوم کرنے کی کوشش میں تھا۔ لیکن مس م... پر اُس کی نظریں بالکل دوسرا انداز رکھتی تھیں وہ اُسے پُرہوس نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ ہر لحہ میری نفرت بڑھتی جاتی تھی اور صاف نظر آتا تھا کہ ولیوں کے اس لباس میں ایک خبیث نفس ملفوف ہے"

"چائے کے بعد وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر میرے قریب آگیا اور نیازمندانہ انداز سے کہنے لگا "تمھاری دوست مس م... کس قدر حسین ہے! کوشش کرو کہ تمھاری رفیق زندگی بنجائے، صرف جسم ہی سے نہیں بلکہ رُوح سے بھی۔ تمھارے بارے میں اُسنے مجھ سے بارہا گفتگو کی ہے۔ وہ تمھاری طرف بہت مائل ہے۔ مجھے یقین ہے، شادی کے بعد تم دونوں حقیقی مسرت و سعادت پاؤگے!"

اس ملاقات سے چند دن بعد مس م... نے مجھ سے کہا "راسپوٹین تم سے از حد حسن ظن رکھتا ہے اور دوبارہ ملاقات کرنی چاہتا ہے"

راہب اور زار کی والدہ

"اُسوقت کوئی بھی اُس خطرے سے واقف نہ تھا جو روس کے شاہی خاندان کو اس پُراسرار راہب کی وجہ سے لاحق ہوگیا تھا۔ یہی سبب تھا کہ قصر شاہی میں اُس کی بڑی آؤ بھگت ہوتی تھی۔ زار کے تمام مقرب اُس کا اثر و اقتدار دیکھ کر اُس کی خوشنودی میں لگے رہتے۔ لیکن مجھے اور میری ماں کو اُس سے سخت نفرت تھی۔ ہم محسوس کرنے لگے تھے کہ ایک نہ ایک دن زار کو اس راہب کے ہاتھوں روز بد دیکھنا پڑے گا۔ چنانچہ میری ماں نے زارینہ کو کئی مرتبہ متنبہ کیا اور اس جاہل کے دفعہ کر دینے پر زور دیا۔ خاندان شاہی کے چند اور لوگوں کا بھی یہی خیال تھا۔ اُنھوں نے بھی میری ماں سے اتفاق کیا۔ حتیٰ کہ خود زار کی والدہ نے بھی راہب کی بہت مخالفت کی۔ مگر زارینہ کچھ اس طرح اس مقدس مرشد کے دام میں پھنس گئی تھی کہ اُس کی مخالفت میں ایک لفظ بھی سُن لینا گوارا نہیں کرتی تھی"!

جنگ عظیم

۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم کا آغاز ہوا۔ ہم سب خوف سے کانپ اُٹھے کیونکہ جانتے تھے، اب اس راہب سے کیسے کیسے خطرے پیدا ہونگے ہیں۔ مصیبت یہ تھی کہ زار اور زارینہ نے اپنے دوستوں سے بے تعلق برتی اور سراسر راہب کے ہو رہے۔ جب کبھی ہم لوگوں نے اُس کے خلاف منتیں التجائیں کرنی چاہیں، تو ملکہ نے صاف صاف کہدیا: "میں اپنے روبرو راسپوٹین کی شان میں ایک حرف بھی کہنے کی اجازت نہ دونگی!"

راہب کی تصویر

"جنرل ڈاہنکو نائب وزیر داخلیہ، راسپوٹین کی حقیقت سے واقف تھا۔ اُسنے بڑی کوشش سے "کلیسٹینیز" والوں کے ایک جلسہ کا موقع حاصل کیا۔ اس موقع میں راسپوٹین ناگفتہ بہ فسق و فجور کی حالت میں نظر آتا تھا۔ جنرل نے تصویر، زارینہ کے سامنے رکھدی۔ مگر زارینہ کی عقیدت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ وہ اُلٹی جنرل پر خفا ہوئی۔ تصویر جعلی قرار دی گئی، اور جن جن لوگوں پر راسپوٹین نے جعل بنانے کا شبہ کیا، اُنھیں سخت سزائیں ملیں!

راہب جرمن جاسوس تھا

جنگ میں روسی فوجیں جس طرح برباد ہوئیں، اُس کی داستان بہت ہی دردناک ہے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ ان تمام مصائب کی اصلی علت راسپوٹین ہی کی ذات اور اُس کی خیانت تھی۔ وہ دراصل جرمن جاسوس بن گیا تھا۔ روسی فوجوں کی نقل و حرکت کی خبریں جرمنی اور آسٹریا کے جنگی دفاتر کو روز بھیجا کرتا تھا۔ یہ بات زیادہ مدت تک چھپ نہیں سکتی تھی۔ بہت جلد تمام ملک اس عظیم مکار کی حقیقت سے واقف ہوگیا، اور محل شاہی سے اُس کی علیحدگی پر زور دینے لگا مگر جوں جوں اُس کی مخالفت بڑھتی گئی، زارینہ کی عقیدت بھی بڑھتی گئی۔ آخر اُس کا اقتدار یہاں تک بڑھ گیا کہ سپہ سالاروں کا عزل و نصب اور میدان جنگ کے نقشوں کی تجویز بھی اُسی کی رائے سے ہونے لگی۔ وہ خود اپنی رائے سے کچھ نہیں کرتا تھا۔ جرمن افسر اُسے وقتاً فوقتاً لکھتے رہتے تھے کہ فلاں روسی افسر کو معزول کرا دینا چاہیے فلاں مقام حملے کے لئے مُضر ہے۔ وہاں سے فوج ہٹا دینی چاہیے۔ یہ اُنکے احکام کے مطابق یہاں رائے ظاہر کر دیتا، اور زار اُسکی فوراً تعمیل کرتا۔ نہ کرتا تو زور ڈالنے کے لئے ملکہ موجود تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ روس کی تمام فوجیں گاجر مولی کی طرح کٹنے لگیں۔ وہ جس طرف رُخ کرتیں، دیکھتیں، جرمن فوج پہلے سے اُن کی ہلاکت کا سامان طیار کئے موجود ہے۔

اس پر زار اور ملکہ کا تمام اعتماد اسی "مرشد" پر تھا۔ وہ کہتے تھے اس جنگ میں ہم فوج سے نہیں بلکہ اپنے مرشد کی توجہ اور برکت سے فتح پائیں گے!"

راہب کی لڑکی کا بیان

یہ تو پرنس یوسوپوف کا بیان تھا۔ اب خود راسپوٹین کی لڑکی کا بیان سنئے۔ "وصاحب البیت ادری بما فیہ"۔ اس لڑکی کا نام صوفیہ راسپوٹین ہے۔ ابتک دنیا اس کے وجود سے بے خبر تھی۔ لیکن حال ہی میں یہ ظاہر ہوئی، اور ایک مختصر کتاب میں اپنی یادداشتیں جمع کرکے چھاپ دیں۔ یہ اپنے باپ اور زارینہ کے تعلقات پر ایک بالکل مختلف قسم کی روشنی ڈالتی ہے۔ اُس کے بیان نے یورپ کے اخبارات میں ہنگامہ مچا دیا ہے۔ وہ لکھتی ہے:

عقیدت نہیں عشق تھا!

"زارینہ کا تعلق میرے باپ سے دینی عقیدت کے رنگ میں شروع ہوا۔ مگر بہت جلد عقیدت نے محبت کی شکل اختیار کرلی، اور بتدریج محبت، عشق کے درجہ تک پہنچ گئی۔ اُسنے کئی بار میرے والد سے کہا "میں، زار سے بیزار ہوگئی ہوں، وہ ایک دوسری عورت سے وابستہ ہے۔ میں اُس سے طلاق لے لوں گی، بشرطیکہ تم مجھ سے شادی کرلو!" میرا باپ نادان نہ تھا۔ وہ جانتا تھا، یہ واقعہ کیسے ہولناک نتائج پیدا کرے گا؟ چنانچہ وہ زارینہ کو ایسا کرنے سے ہمیشہ روکتا تھا"

اس کے بعد صوفیہ لکھتی ہے

"یہ کوئی فرضی بات نہیں ہے۔ اس کا ثبوت خود زارینہ کے اُن خطوں میں موجود ہے، جو اسوقت بالشویک حکومت کے قبضہ میں ہے۔ زارینہ، خود مجھ سے بھی بہت محبت کرتی تھی اور اکثر کہا کرتی تھی "میں بہت جلد تمھارے گھر میں آجاؤں گی۔ اُس وقت میں تمھاری ماں اور تم میری لڑکی ہو جاؤ گی!"

صوفیہ نے اپنے روس سے بچ نکلنے کی داستان بھی لکھی ہے۔ وہ لکھتی ہے

"جب میرا باپ قتل ہوگیا تو میرے پاس دو ہزار نقرئی روبل (روسی سکہ) موجود تھے۔ میں نے سپاہیوں کو یہ رقم رشوت میں دی اور جان لے کر بھاگ نکلی"

راسپوٹین کی اخلاقی سیرۃ، ملکہ کی اُس سے بیحد و نہایت وابستگی اور وہ تمام حالات جو اس سلسلے میں سامنے آتے ہیں، اگر بغور دیکھے جائیں، تو صوفیہ کا بیان قرین صواب معلوم ہوتا ہے۔ البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ اس صورت میں بدنصیب ملکہ کو "مرشد" کی مذہبی عقیدت سے خالی تصور کر لیا جائے۔ اس دنیا میں مذہبی عقیدت جب جہل و توہم پرستی سے ملجاتی ہے تو اُس کے عجائب و خوارق کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ بارہا یہ بات دیکھی گئی ہے کہ لوگ مذہبی عقیدت کے ساتھ ہر طرح کے اخلاقی اور مذہبی معاصی کے بھی مرتکب ہوتے ہیں، اور نہ صرف اس سے مذہبی عقیدت متاثر نہیں ہوتی، بلکہ معاصی و فسوق پر بھی مذہب کے پُراسرار تقدس کا پردہ پڑ جاتا ہے۔ ہمیں اس میں کوئی تعجب نہ ہوگا اگر ثابت ہو جائے کہ یہ بدبخت ملکہ اپنے اس "مرشد" کی ناجائز خواہشوں کا شکار تھی اور اسپر بھی اُسے اپنا مرشد اور "مقدس ولی" یقین کرتی تھی۔ جب جواز و عدم جواز کا معیار حقیقت کی جگہ عقیدت ہو جاتی ہے، تو پھر کوئی چیز بھی ناجائز نہیں ہو سکتی۔ مذہب و تقدس کی ریاکاری کی تاریخ اس طرح کے واقعات کی ایک مسلسل داستان ہے اور ابتک دنیا اُس میں برابر اضافہ کئے جاتی ہے۔

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دیدیئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ قیمت ۲ر (دو آنے)   مینیجر الہلال کلکتہ

اماسے مسیح ثانی" تعبیر کرتے تھے۔ وہ جب چاہتا بلا اجازت محل میں داخل ہوجاتا۔ زار اور زارینا کو طلب کر لیا کرتا۔ محل میں اُسے بالکل ویسی ہی آزادی حاصل تھی جیسی خود زار کو۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ راسپوٹین کی شان میں ایک لفظ بھی منہ سے نکال سکتا۔ ملکہ کا ازحد غلو تھا اُسنے اپنے آپ کو بالکل اس دجال کے حوالے کردیا تھا "

ملکہ کی مجنونانہ عقیدت کا ثبوت اُس کے اُن خطوں سے بھی ملتا ہے جو دسمبر ۱۹۱۶ء یعنی انقلاب حکومت سے صرف تین مہینے پہلے اُسنے زار کو لکھے تھے۔ پرنس یوسوپوف نے یہ خطوط اپنے روزنامچہ میں نقل کردئیے ہیں۔ ان سے روس کے خاندان شاہی کی ذہنیت پر عجیب روشنی پڑتی ہے۔ صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ زار کس درجہ کمزور دل و دماغ کا آدمی تھا، اور زارینہ کس درجہ پست خیال مگر ساتھ ہی اپنے شوہر پر کس قدر حاوی تھی؟ ذیل میں صرف چند خط بطور نمونے کے ملاحظہ ہوں:

زارینہ کے خطوط

ایک خط میں زارینہ "بروٹوف" کو وزیر داخلیہ بنانے کی سفارش کرتی ہے۔ یہ شخص راسپوٹین کا پروردہ تھا۔ راسپوٹین چاہتا تھا اسے وزیر داخلیہ بناکر پس پردہ تمام ملک پر حکومت کرے۔ زارینہ اپنے شوہر کو لکھتی ہے:

" بروٹوف کو وزیر بنادو۔ مخالفوں کی مخالفت کی ذرا بھی پروا نہ کرو، ورنہ وہ جری ہوجائیں گے اور برابر تمھیں دباتے رہیں گے۔ وہ سمجھیں گے تم اُن سے ڈر گئے ہو۔ وزیر اعظم اور ڈوما (پارلیمنٹ) کے ممبروں کی کیا حقیقت ہے؟ یہ ذلیل آدمی ہیں۔ کیونکہ "مقدس باپ" (یعنی راسپوٹین) نے اُن کی بابت یہی خیال ظاہر کیا ہے۔ بروٹوف کو میری خاطر وزیر بنادو۔ کیونکہ وہ تم پر، تمھارے بچوں پر اور سب پر جان دیتا ہے۔ ایک بڑے پادری نے مجھ سے کہا ہے: "وہ سلطنت کبھی برباد نہیں ہوسکتی، جس کی حفاظت پر ولی ہوتے ہیں!" یہ قول بالکل صحیح ہے۔ لہذا ہمیں چاہئے کہ اپنے ولی (راسپوٹین) پر بھروسہ کریں، اُس کی اطاعت کریں، اُس کی نصیحتوں پر عمل کریں۔ ہمارے ولی کی یہی نصیحت ہے کہ بروٹوف وزیر بنادیا جائے۔ لہذا اسکے قبول کرنے میں تامل نہ کرو۔ یہ نہ سمجھنا کہ ہمارے ولی سے کوئی بات بھی مخفی رہتی ہے۔ مسیح نے اُسے سب کچھ دکھادیا ہے۔ وہ جب کوئی دعا کرتا ہے، پوری ہوجاتی ہے۔ جس بات کو اچھا کہدیتا ہے، اچھی ہوجاتی ہے۔ جسے بُرا کہدیتا ہے، وہ بُرا ہی ثابت ہوتا ہے۔ ہم سے تم سے بہت غلطیاں ہوجاتی ہیں، مگر ہمارے اس مقدس مرشد سے کبھی غلطی نہیں ہوتی۔ اُس سے غلطی ہوہی نہیں سکتی ...!"

ایک دوسرے خط میں لکھتی ہے:

" ڈوما (پارلیمنٹ) فوراً توڑ دو۔ مخالفوں کی کوشش ہے کہ ہر وقت ڈوما کے جلسے برابر جاری رہیں، تاکہ فساد کی راہیں بند نہ ہونے پائیں۔ وزیر اعظم نے یہ کہکر تمھیں دھوکا دیا ہے کہ اگر ڈوما توڑ دی جائے گی تو اُسکے ممبر ملک میں پھیل کر رعایا کو بھڑکائیں گے۔ یہ وزیر اعظم کا کھلا دھوکا ہے۔ کیونکہ ہمارے مرشد کا قول ہے: اگر یہ لوگ رعایا سے جاکر بدگوئی کریں گے تو کوئی بھی ان کا یقین نہ کرے گا۔ ان کی اصلی قوت، ان کے ایک جگہ جمع رہنے میں ہے۔ لہذا ڈوما توڑ کر ان شریروں کو منتشر کردو۔"

ایک دوسرے خط کا مضمون یہ ہے:

" معاملہ خوب سمجھ لو۔ یقین کرو ہمارے مرشد کی نصیحت میں تمھارے لئے سراسر بھلائی ہے ... پیارے! میری دلی آرزو ہے کہ تم ڈوما توڑ دو۔ یہ لوگ اندر اندر سازش کر رہے ہیں اور تم سے آکر میٹھی میٹھی باتیں بناتے ہیں۔ تم اپنی نیکی کی وجہ سے ان کی باتوں میں آجاتے ہو۔ یقین کرو، ہمارے مرشد نے جو کچھ کہا ہے، وہی ٹھیک ہے۔ اُسکی نصیحت پر چلکر ہم کامیاب ہوسکتے ہیں ..."

ایک اور خط میں حسب ذیل پرجوش الفاظ لکھتی ہے:

" یہ لوگ تمھیں بیوقوف بنا رہے ہیں۔ تمھارا مذاق اُڑاتے ہیں تم اتنے کمزور کیوں ہوگئے ہو؟ اٹھو، پیٹر اعظم بنجاؤ۔ ان بدمعاشوں کو لات مار کر گرا دو۔ مجھے تمھاری کمزوری دیکھ کر سخت صدمہ ہوتا ہے ہمت باندھو اور ڈوما کو توڑ دو۔ ان تمام بغاوت پسندوں کو ایک ایک کرکے سائبیریا جلاوطن کردو۔ ہم اس وقت جنگ میں ہیں۔ اندرونی بغاوت، میدان جنگ کی شکست سے بھی زیادہ مہلک ہوگی۔ تمھارا خیال وہ کیوں نہیں ہے جو میرا ہے؟ میں نہیں سمجھ سکتی ایسا کیوں ہے؟ بلاشبہ میں ایک عورت ہوں۔ لیکن عقل و تمیز رکھتی ہوں میں جانتی ہوں، روس کی نجات اُسی میں ہے جو ہمارے مرشد کا حکم ہے۔ تمھیں یاد نہیں فرانسیسی مدبر مسیو فلپ نے کیا کہا تھا؟ اُسنے کہا تھا، روس کو حکومت خود اختیاری دینا، روس کو برباد کرڈالے گا اور خود زار کو بھی! یہی ہمارے روسی کا بھی خیال ہے۔ میں جانتی ہوں، تمھیں میری اس سخت کلامی سے تکلیف ہوگی۔ مگر میں مجبور ہوگئی ہوں۔ روس کی ملکہ، زار کی بیوی، اور ولی عہد کی ماں ہونے کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ اپنے خیالات تم تک پہونچا دیا کروں نیز اپنے مرشد کی نصیحتوں سے بھی تمھیں خبردار کرتی رہوں ...!"

پانچویں خط میں بھی "مرشد" کے احکام کی تعمیل پر بہت زور دیا گیا ہے:

" میری زندگی کا سب سے بڑا ارمان یہ ہے کہ تمھیں دشمن کے سامنے اس طرح سربلند دیکھوں جس طرح شیر، بھیڑیوں کے سامنے ہوتا ہے تم ان جمہوریت پسند کمینوں کے ساتھ کیوں جھکتے ہو؟ طاقتور حاکم کیوں نہیں بنجاتے؟ اگر تم اکڑ جاؤگے تو یہ سب بزدل سر جھکا دینگے یاد رکھو، تمھاری اور روس کی نجات صرف اسی میں ہے کہ اس مرشد کامل کے حکموں کی تعمیل کرتے رہو ...!"

مقدس نفس پرستی!

یہ حال ملکہ کی عقیدت کا تھا، حالانکہ اس راہب کی پرائیویٹ زندگی ناقابل بیان حد تک فاسقانہ تھی۔ اُس وقت روس میں "کلیسٹیزم" کا بہت زور تھا۔ "کلیسٹیزم" باقاعدہ نفس پرستی کا دوسرا نام ہے۔ اس مذہب کے متبعین کا عقیدہ تھا کہ تمام شہوانی خواہشیں خدا کا ایک عظیم عطیہ ہیں۔ اس بخشش کا شکریہ اسی طرح ادا کیا جاسکتا ہے کہ اُن سے انسان دل کھول کر متمتع ہو، اور ہرگز اُنکے استعمال میں کمی نہ کرے۔ چنانچہ یہ لوگ فسق و فجور میں اس درجہ بے باک تھے کہ کسی طرح بھی قلم اُس کی طرف اشارہ نہیں کرسکتا۔ تفصیلات ناگفتہ بہ ہیں۔ راسپوٹین بھی اسی گروہ میں شامل تھا۔ قصر شاہی میں زہد و تقشف ظاہر کرتا، اور باہر آکر شراب خواری اور ہر طرح کے فسق و فجور میں منہمک ہوجاتا!

زمن حذر نہ کنی گر لباس دیں دارم
نہفتہ کافرم و بُت دراستین دارم!

راہب سے پرنس کا تعارف

آگے چلکر پرنس یوسوپوف لکھتا ہے:

" راہب راسپوٹین سے میری پہلی ملاقات ۱۹۰۹ء میں یعنی جنگ عمومی سے ۵ سال پہلے ہوئی تھی۔ میرے دوست ج ... کی لڑکی مس م ... روس کی حسین ترین دوشیزہ تھی۔ پہلی ہی نظر میں انسان اُسکے مجسم حسن جمال اور قلب کی طہارت کا قائل ہوجاتا تھا۔ میرا بھائی کو اُس سے عشق تھا۔ وہ بھی اُس کی محبت میں سرشار تھی۔ لیکن بدقسمتی سے وہ بھی راسپوٹین کے جال میں پھنس گئی۔ اپنے دل کی نیکی اور حد سے زیادہ تقدس کی وجہ سے یقین کرتی تھی کہ وہ ولی اسرار و حقائق

فدائیان اسلام پر مصائب کا ہجوم

کیوں ہے؟

اگر آپ کو قوم کے ظاہری و باطنی امراض اور انکے علاج کا علم حاصل کرنا ہو تو الجمعیۃ ملاحظہ فرمائیے۔

الجمعیۃ تمام ہندوستان میں ایک ہی اخبار ہے جو علما کی زبان کہلانے کا مستحق ہے اور جسکا اہم ترین مقصد ملت بیضا کی محافظت ہے۔ مقدس مذہب اسلام کے خلاف حملوں کا دندان شکن جواب دینا اور واقعات کی

محققانہ تنقید اس کا مخصوص طریقہ ہے

اس زمانے میں اجتماعی اور تمدنی زندگی کے لئے اخبار بھی ایک ضروری چیز ہوگیا ہے اور ہر قوم کو اپنی تمدنی زندگی قائم رکھنے کے لئے اس کی حاجت ہے۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ مذہب کی حفاظت کے فریضے کو تمام فرائض سے اہم سمجھیں اور اس اخبار کو جو مذہب کا محافظ ہے اور اصلاح قوم کا علمبردار ہے، اشاعت اور ترقی کے اعلی درجے پر پہنچائیں۔ حق کی آواز جس قدر کثرت سے لوگوں کے کان میں پہنچے اسیقدر کامیابی ہے۔

اخبار الجمعیۃ کی پانچ خصوصیات

(۱) تمام سیاسی و مذہبی مسائل پر عالمانہ و فاضلانہ بحث کرتا ہے (۲) تبلیغ و اشاعت اسلام کے متعلق مسلسل مضامین شائع کرکے مخالفین اسلام کو خاموش کرتا ہے۔ (۳) عربی، فارسی اردو، انگریزی اخبارات کے تراجم پیش کرتا ہے (۴) حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کے فتاویٰ کی اشاعت کرتا ہے (۵) ایک کالم تفریح کا بھی ہوتا ہے جس سے اسکی دلچسپی میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہفتہ میں تین بار شائع

اختتام پر مجلس کے انتخاب کے ساتھ صدر جمہوریت کا بھی انتخاب ہوتا ہو۔ پُرانا صدر دوبارہ صدر ہو سکتا ہو بشرطیکہ مجلس وطنی کے انتخاب میں کامیاب ہو جائے۔

خاص روایات

مجلس وطنی کی بعض روایات بالکل انوکھی ہیں مثلاً یہ کہ وہ کسی حال میں بھی برخواست نہیں کی جا سکتی، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ پھر وہ سال کے بارہ مہینوں میں کبھی چھٹی نہیں لیتی۔ ہمیشہ اُس کے جلسے منعقد ہوتے ہیں۔ حالانکہ دُنیا کی دوسری پارلیمنٹیں عام طور پر کسی ایک موسم میں بند رہتی ہیں۔ لیکن خود مجلس کو اختیار ہو کہ جب چاہے اپنے کو منتشر کر دے۔ اِس صورت میں انتخابات از سر نو جاری ہونگے۔ اسی طرح اگر مجلس کبھی چھٹی لے لے تو اُس کے دوبارہ اجتماع کے لئے صدر جمہوریت یا مجلس کلاء (وزراء) کی دعوت کی ضرورت نہیں۔ وہ خود بغیر کسی کی دعوت یا حکم کے جمع بھی ہو جاتی ہو۔ جب کبھی مجلس چھٹی پر ہو یا ٹوٹ جائے تو اُس کے دوبارہ اجتماع یا انتخاب سے پہلے حکومت نہ کوئی قانون جاری کر سکتی ہو نہ کوئی اور نئی کاروائی کر سکتی ہو۔ حالانکہ دیگر ملکوں میں طریقہ یہ ہو کہ ایسی صورتوں میں حکومت ضروری قانون جاری کر دیا کرتی ہو اور بعد میں پارلیمنٹ کی منظوری حاصل کر لیتی ہو۔

دینی امور

لیکن ملک میں صرف ایک شعبہ ایسا موجود ہو جس پر مجلس وطنی کو کوئی اختیار نہیں ہو۔ وہ شعبہ دینیات کا ہو۔ یہ اس لئے کہ ٹرکی میں سیاست اور دین کو بالکل الگ کر دیا گیا ہو۔ دینی امور کی انجام دہی کے لئے ایک مستقل شعبہ بنا دیا گیا ہو۔ اِس شعبہ کے صدر کا رتبہ ایک وکیل یا وزیر کا رتبہ ہو۔ یہ صدر مجلس کے سامنے جواب دہ نہیں ہو۔ رئیس الوکلاء یا وزیر اعظم اُس سے جواب طلب کر سکتا ہو۔ اور وہی مجلس وطنی کو اِس شعبہ کے حالات سے مطلع کرتا ہو۔

مجلس وطنی تمام معاملات پر اپنے ارادہ و اختیار سے بحث کرتی ہو۔ اُس میں دوسری پارلیمنٹوں کی طرح پارلیمنٹری کمیٹیاں موجود نہیں ہیں۔ مجلس کلاء ضروری مسائل مجلس وطنی کے سامنے پیش کرتی ہو اور وہ براہ راست اُن پر بحث کرتی ہو۔

«محاکم استقلال»

ٹرکی کے «محاکم استقلال» کا نام تمام عالم میں مشہور ہو چکا ہو۔ یہ بھی مجلس وطنی کی ایک غیر معمولی عدالتی قوت کا نام ہو۔ محاکم استقلال سے مقصود وہ خاص عدالتیں ہیں جو جمہوریت پر خطرے کے وقت وسیع اختیارات کے ساتھ قائم کر دی جاتی ہیں۔ یہ ایک طرح کی جنگی عدالتیں کہی جا سکتی ہیں۔ یہ فوراً فیصلہ کرتی ہیں۔ لیکن اُن کے فیصلہ کی تنفیذ بغیر مجلس وطنی کی منظوری کے نہیں ہو سکتی۔ جب یہ عدالتیں قائم ہو جاتی ہیں تو اُس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ملک کی حالت امن و سلامتی کی نہیں ہو۔

مخالف پارٹیاں

مجلس وطنی میں مخالف پارٹیاں موجود نہیں ہیں۔ اُس میں صرف ایک ہی پارٹی ہو اور وہ جمہوریت یا مصطفیٰ کمال پاشا کی پارٹی ہو۔ مجلس وطنی کے کل ممبروں کی تعداد ۳۱۷ ہو۔ اِس میں کمالی پارٹی کے آدمی ۳۰۰ ہیں۔ یعنی کل ۱۷ ممبر اِس پارٹی سے باہر ہیں۔ ظاہر ہو اتنی قلیل جماعت کو مخالف پارٹی نہیں کہہ سکتے۔

مجلس کا الاؤنس

مجلس وطنی کے ممبروں کو ماہوار الاؤنس نہیں ملتا۔ بلکہ انتخاب میں کامیابی کے دن سے پورے پارلیمنٹری سال کے لئے یکمشت ملتا ہو۔ ہر ممبر کو ۵۰۰ ترکی پونڈ یعنی تقریباً ساٹھ ہزار سو انگریزی الاؤنس ملتا ہو۔

صدر جمہوریت کا سالانہ الاؤنس تیرہ ہزار ترکی پونڈ ہو۔ اُس کے قیام اور سرکاری جلسوں کے مصارف اس کے علاوہ ہیں۔ اُسے تین موٹریں بھی دی جاتی ہیں۔ ایک اُس کی ذات خاص کے لئے ہوتی ہو اور دو، اُس کے مہمانوں کے لئے۔ ہر وکیل یا وزیر کو ساڑھے سو ترکی پونڈ ملتے ہیں۔ مجلس وطنی کے مصارف کا آخری بجٹ ۳۳۳۳۳ [illegible] ترکی تھا۔

«تورک اوجاغی»

«تورک اوجاغی» کا نام مدت سے اخبارات کے صفحوں پر گشت کر رہا ہو۔ مگر کم آدمی اِس کی حقیقت سے واقف ہیں۔ «تورک اوجاغی» کے معنی ہیں ترکی دطن۔ یہ دراصل ایک عظیم الشان انجمن ہو جو ۱۹۱۲ء میں قائم ہوئی تھی اور اِس کا مقصد یہ تھا کہ ترکی قوم میں قومیت و وطنیت کے جذبات برانگیختہ کئے جائیں۔ اُسے ذہنی و دماغی ترقی کے لئے طیار کیا جائے، اور ملک کو اجنبی مداخلت و تسلط سے بچایا جائے۔ جنگ سے پہلے اِسے بہت اہمیت و قوت حاصل تھی۔ علم طلب نوجوان ترک اُس کے حامی تھے۔ حکومت کے اکثر عہدے دار اُسی کے ارکان اور ممبر تھے۔ جنگ عمومی نے اِسے عارضی طور پر بیکار کر دیا تھا۔ مگر جنگ کے شکست پر ختم ہوتے ہی پھر اُس نے قوت حاصل کر لی اور پچھلے جہاد آزادی میں ..... بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دئے۔ یہ جہاد کامیابی پر ختم ہوا اور انجمن کا ایک اساسی مقصد بھی پورا ہو گیا۔ اِس لئے اُس کے پروگرام میں ترمیم کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چنانچہ ۱۹۲۴ء میں اُس کی عام کانفرنس انگورہ میں منعقد ہوئی اور پروگرام میں تغیر و تبدل کیا گیا..... اُس کے موجودہ پروگرام میں یہ تین دفعات بہت اہم ہیں۔

(۱) جمہوری افکار کی اشاعت۔

(۲) جدید تمدن کو مقبول بنانا۔

(۳) مساوات کی تعلیم و تبلیغ۔

جنگ آزادی کے بعد سے اِس انجمن کا صدر مقر قسطنطنیہ کے بجائے انگورہ میں منتقل ہو گیا ہو۔ ۱۹۳۱ء میں اُس کی سالانہ کانفرنس کا افتتاح خود غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے کیا تھا۔ اِسوقت سے اُسے بہت زیادہ اہمیت و مقبولیت حاصل ہو گئی ہو۔

اِس انجمن کی ۲۶۳ شاخیں ہیں اور تمام ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ مرکزی انجمن کی انتظامی مجلس ۱۲ ارکان سے مرکب ہوتی ہو۔ شاخوں کی انتظامی مجلسوں میں ۷ رکن ہوتے ہیں۔ ہر شاخ کو آزادی ہو کہ مقامی حالات و مصالح کی رعایت سے اپنا الگ پروگرام بنائے۔ چنانچہ بعض علاقوں میں یہ انجمن صرف وبائی امراض کے خلاف جدوجہد کرتی ہو۔ بعض میں بچوں کی تربیت اُس نے اپنے ذمہ لے لی ہو۔ بعض میں عورتوں کی ترقی اُس کا مقصد ہو۔

اِس انجمن میں مرد اور عورتیں یکساں طور پر شریک ہیں چنانچہ قسطنطنیہ کی انجمن کی صدر ایک عورت ہی ہو۔ یہ خاتون نہایت تعلیم یافتہ اور مشہور ہیں۔ اِن کا نام نقیہ خانم ہو۔ انجمن کی صدارت کے ساتھ ساتھ وہ ایک ثانوی مدرسہ (سکنڈری اسکول) کی مہتمم بھی ہیں۔

ٹرکی میں مطلق فرقہ سی وہ کم ہو جنہیں سب سے زیادہ طاقتور انجمن یہی ہو اور بہت مفید کام کر رہی ہو۔

مکتوب قسطنطنیہ

(الامان کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کے سفر آستانہ کی تفصیل گزشتہ ہفتہ لکھ چکا ہوں۔ لیکن جس جوش و خروش کا اظہار باشندگان شہر نے اُنکے استقبال کے موقع پر کیا اور جس کا سلسلہ آجتک جاری ہو، اُس کی تصویر قلم سے کھینچنا آسان نہیں ہو۔ میں نے گزشتہ ۱۵ سال میں یہاں بڑے بڑے تاریخی مظاہرے دیکھے۔ اِن میں سے ہر مظاہرے کے متعلق یہی خیال ہوتا تھا کہ اِس سے بڑے مظاہرے کا ہونا مشکل ہو۔ لیکن مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہو کہ جو کچھ میں نے اِس موقع پر دیکھا، اسکے مقابلے میں پچھلے تمام مظاہرے بے حقیقت ہیں!

غازی بروسہ میں

پرسوں غازی موصوف شہر بروسہ تشریف لے گئے جہاں عصمت پاشا تبدیل آب و ہوا کے لئے مقیم ہیں۔ اُن کی ملاقات کے بعد غازی آج ملاقات کر کے واپس چلے گئے۔ اِس سفر میں اُن کے ساتھ وزیر خارجہ توفیق رشدی بک اور وزیر عدالت محمود اسعد بک وغیرہ بھی تھے۔

افغانستان اور ٹرکی

۴ دن پہلے یہاں ہز اکسلنسی محمود طرزی خاں وزیر خارجہ افغانستان ترکی وزیر خارجہ توفیق رشدی بک کے ساتھ وارد ہوئے۔ آپ کی غرض غازی مصطفیٰ کمال پاشا سے ملاقات کرنا تھی۔ چنانچہ ملاقات ہوگئی اور موصوف یورپ روانہ ہو گئے۔

سیاسی حلقوں میں اِس ملاقات کو اہمیت دیجاتی ہو۔ کیونکہ جیسا کہ اپنے پچھلے مکتوب میں عرض کر چکا ہوں، اِسوقت روسی انگریزی نزاع نے افغانستان کے لئے خطرہ پیدا کر دیا ہو اور وہ برطانیہ کی دستبرد سے بچنے کے لئے ابھی سے ہاتھ پاؤں مار رہا ہو۔

بیزنطینی آثار

تاریخ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ روم کی عظمت کے زوال کے بعد ایک زمانہ میں قسطنطنیہ نے کتنا عروج حاصل کر لیا تھا؟ یونان اور روم کا تمام علم و فن سمٹ کر اسی عروس البلاد میں جمع ہو گیا تھا۔ پھر یہ بھی معلوم ہو کہ یونان اور روم کے عہد عظمت میں گھوڑ دوڑ کے میدانوں کو کتنی اہمیت تھی۔ اُن کی آرائش کا کیسا اہتمام کیا جاتا تھا؟ اِن میں کامیابی حاصل کرنے والوں کی کتنی تعظیم و تکریم ہوتی تھی! اُس عہد میں یہ چیز اِس قدر عام تھی کہ ہر شہر کو بھی اِس کا ذکر کرنا پڑا۔ عام طور پر یہ میدان کسی بلند ٹیکرے پر بنائے جاتے تھے۔ تقریباً ۴۰۰ میٹر لمبے اور ۲۰۰ میٹر چوڑے ہوتے تھے۔ اِن کا نام «ہپوڈروم» تھا۔ قسطنطنیہ میں بھی ایک «ہپوڈروم» تھا اور زمانہ دراز سے اور شاندار تھا۔ قسطنطنیہ کے شہنشاہوں نے اِس کی آراستگی پر صدیوں محنت کی یہاں تک کہ وہ دُنیا بھر میں مشہور ہو گیا تھا اور دُور دُور سے سیاح اسے دیکھنے کے لئے آتے تھے۔

تحقیقات سے پتہ چلا کہ یہ «ہپوڈروم» ٹھیک استنبول کے قلب میں اُس میدان کے اندر واقع تھا، جس کے ایک طرف اب جامع سلطان احمد ہو، اور دوسری طرف جامع ایا صوفیہ ہو۔ حکومت عثمانیہ نے اِس میدان میں تنقیب (کھدائی) کی اجازت دینے سے ہمیشہ انکار کر دیا تھا لیکن جمہوری حکومت نے اجازت دے دی۔ چنانچہ پروفیسر اسٹیلی کاسن کی ماتحتی میں ماہرین آثار کی ایک جماعت کھدائی میں مشغول ہو۔ اِسوقت تک جتنے آثار برآمد ہو چکے ہیں اور آئندہ جتنے نکلیں گے، وہ سب ترکی حکومت کی ملک ہونگے۔

بریدِ شرق

نوجوان ٹرکی پر ایک نظر

کچھ عرصے سے بعض ممتاز جرمن صحافیوں نے ایک خاص نمائندہ ٹرکی بھیجا ہے کہ وہاں کی موجودہ اجتماعی زندگی کا مطالعہ کرے۔ اس کی بعض تحریریں مختلف اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں، اور اہم فوائد پر مشتمل ہیں۔ ذیل میں ہم بعض تحریروں کا خلاصہ درج کرتے ہیں:

انگورہ

ترکی جمہوریت کی جنم بھومی، انگورہ، ہنوز ایک قصبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اُسے شہر کہنا ایک حد تک غلط ہوگا۔ مکان عموماً پست، یک منزلہ اور قدیم طرز کے ہیں۔ سڑکیں بھی تنگ ہیں۔ ہوٹل نہایت معمولی درجے کے ہیں۔ شہری زندگی کے لوازم کم دستیاب ہوتے ہیں۔ معیشت بہت گراں ہے۔ متوسط زندگی بسر کرنے کے لیے قدم قدم پر بڑے سے بھی زیادہ صرف ہو جاتے ہیں۔ ہوٹلوں کا کرایہ بہت زیادہ ہے۔ دس بارہ روپیہ روز دینا پڑتے ہیں، مگر پھر بھی آرام نہیں ملتا۔ وجہ یہ ہے کہ انگورہ بڑے شہروں سے دور ہے اور ضروریاتِ زندگی بہ آسانی نہیں مہیا کی جا سکتیں۔

سوال ہو سکتا ہے کہ پھر ترکی مدبروں نے آستانہ اور دوسرے آباد شہر چھوڑ کر اسی گاؤں کو اپنا پایۂ تخت کیوں قرار دیا؟ اس کا جواب خود ترک دربار بارہ دے چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: "اناطولیہ اس ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ سلاطینِ آلِ عثمان نے اناطولیہ کی طرف سے ہمیشہ غفلت و اعراض برتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی قومیت برباد ہو گئی۔ ترکی قومیت کی بربادی خود سلطنت کی بربادی تھی۔ اب ہم اپنے اصلی ملک کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اب ہماری تمام اُمیدیں صرف اسی میں مرکوز ہیں، لہٰذا ہم نے قلب کو مرکز بنایا ہے تاکہ یہیں سے حقیقی قومیت کی روح ملک کی رگ رگ میں دوڑا دیں۔" علاوہ بریں وہ اس پہلو پر بھی توجہ دلاتے ہیں کہ اب ہم یورپ کے اثر سے دور رہنا چاہتے ہیں۔ یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی اگر ہم اس دور افتادہ مقام میں اپنی حکومت قائم نہ کرتے۔

سوال ہو سکتا ہے کہ اگر یہی بات ہے تو پایۂ تخت کو شہر کی صحت کیوں نہیں دیتے؟ اس کا جواب ترک مدبروں نے یہ دیا ہے کہ پہلا ملک جنگوں نے برباد کر ڈالا ہے۔ ہماری قوم کا دل و دماغ صدیوں کے ظلم و جور سے تباہ ہو چکا ہے۔ ہم پہلے اپنے ملک کی اقتصادی، تجارتی، زرعی حالت درست کریں گے۔ قوم کو قوم بنائیں گے۔ اسکے بعد ہمیں شہروں کی آراستگی کا خیال کرنا چاہیے!

انگورہ کو پایۂ تخت قرار دینے میں ترک مدبروں کی ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ وہ شہروں کے عیش و نشاط اور لہو و لعب سے دور رہ کر روز و شب صرف محنت اور کام کرنا چاہتے ہیں۔ قسطنطنیہ میں جب تک حکومت کا مرکز رہا، کبھی اس مشغولے سے کام نہیں ہو سکا جیسا اب انگورہ میں ہو رہا ہے۔

لیکن یہ بات نہیں ہے کہ ترکوں نے انگورہ کو بالکل اُسکی ابتدائی حالت ہی میں چھوڑ دیا ہو۔ وہ آہستہ آہستہ اسے ترقی دے رہے ہیں۔ انگورہ کے اطراف میں ایک نئے شہر کی بنیادیں پڑ گئی ہیں۔ جس وقت یہ وہ مکمل ہو جائے گا۔ فی الحال انگورہ کی آبادی ۵۰ ہزار سے زیادہ ۵۰ ہزار ہے۔

انگورہ کے مناظر پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ لیکن جس منظر نے میرے دل پر سب سے زیادہ اثر کیا، وہ ترک افسروں اور سپاہیوں کا وقار اور خاموشی سے سڑکوں پر سے گزرنا تھا۔ میں جب انہیں دیکھتا تھا تو بے اختیار قلب اُن کی عظمت کے سامنے جھک جاتا تھا۔ میں سوچتا تھا: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے خونریز جنگیں سر کیں اور تمام یورپ کو مغلوب کر کے اپنی قوم کا گرا ہوا جھنڈا از سرِ نو بلند کر دیا۔ ترکی افسر اور سپاہی ہمیشہ سے اپنی سنجیدگی اور وقار میں مشہور ہیں۔ مگر اب اتنی طویل جنگوں کے بعد اُن کی کچھ عجیب حالت ہو گئی ہے۔ وہ رعب و جلال ہے کہ اُس کی نظیر دنیا کی کسی قوم میں نہیں ملتی۔

مجلسِ وطنی کی عمارت

انگورہ کی سب سے زیادہ شاندار عمارت، مجلسِ وطنی یا ترکی پارلیمنٹ کی عمارت ہے۔ یہ دو منزلہ عمارت ہے۔ اوپر کے طبقہ میں صدرِ مجلس کا دفتر ہے۔ نیچے کے کمروں میں مجلس کے مختلف شعبوں کے دفتر ہیں۔ بائیں پہلو میں ایک وسیع ایوان ہے۔ ۲۰ میٹر لمبا اور ۱۲ میٹر چوڑا۔ یہی پارلیمنٹ کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ اس میں ترکی قالینوں کا فرش ہے۔ صدر میں ڈیڑھ میٹر بلند چبوترہ ہے۔ چبوترے کے وسط میں صدرِ مجلس کی جگہ ہے۔ اسکے دونوں پہلوؤں پر نصف میٹر نیچے کاتبوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ اس سے ذرا اور نیچے ایک اور چبوترہ ہے۔ اور اسی پر کھڑے ہو کر مقرر تقریریں کرتے ہیں۔ اس کے سامنے ایک کٹہرا ہے جس میں سرکاری رپورٹر بیٹھتے ہیں۔ اس کے بعد ممبروں کے بیٹھنے کی جگہیں ہیں۔ ہر نشست میں دو اور کبھی تین آدمی بیٹھتے ہیں۔ یہ تمام نشستیں باہم قریب قریب ہیں کیونکہ ایوان باوجود اپنی وسعت کے ناکافی ہے۔ ایوان کی سطح سے تین میٹر بلندی پر پیچھے تماشائیوں کی جگہ ہے۔ اسی کے داہنے پہلو پر ایک مزین و مطلا نشست ہے جس کے لیے ایک خاص دروازہ بنا دیا گیا ہے۔ یہ نشست غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی ہے۔ وہ جب چاہتے ہیں، اسیں بیٹھ کر جلسے کی کاروائی دیکھا کرتے ہیں۔ ایوان کے صدر میں مجلس کے داہنے بائیں سفراء و دول کی نشستیں ہیں۔ مجلس کے جلسے عموماً عصر کے بعد شروع ہوتے ہیں۔

مجلسِ وطنی

ترکی انقلاب کا سب سے عجیب کارنامہ یہی مجلس ہے۔ اس میں بیک وقت دو متضاد چیزیں جمع ہو گئی ہیں: شخصی تفوق اور جمہوریت۔ یہ مجلس اپنے اندر ایسے عجیب اصول و قواعد اور غیر معمولی روایات رکھتی ہے جن کی نظیر دنیا کی کسی پارلیمنٹ کی تاریخ میں موجود نہیں۔ اس اجمال کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

موجودہ مجلسِ وطنی کا نام ترکی زبان میں "بیوک ملت مجلسی" ہے۔ یہ اُس مجلسِ قومی کی پیداوار ہے جو جنوری ۱۹۲۱ء میں قائم ہوئی تھی۔ اسی نے اپنے حوصلہ مندانہ اقدامات سے ٹرکی کی تاریخ بدل دی۔ اسی نے قدیم نظامِ سلطنت توڑا، اور جمہوریت قائم کی (۲۳ اکتوبر ۱۹۲۳ء میں)۔ اسی نے خلافت سے دست برداری کا اعلان کیا (۱۹۲۴ء)۔ اسی نے دستورِ اساسی بنایا (۲۰ اپریل ۱۹۲۴ء)۔ یہی وہ دستورِ اساسی ہے جس پر موجودہ مجلسِ وطنی قائم ہوئی ہے۔

ٹرکی میں جملہ قوتیں اور اختیارات صرف مجلسِ وطنی ہی کو حاصل ہیں۔ اس کے ہم پلہ کوئی دوسری قوت موجود نہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ترکی دستورِ حکومت صرف ایک ہی مجلس پر قائم ہے۔ حالانکہ دنیا کے دوسرے دستوری ملکوں میں عموماً دو مجلسیں ہوتی ہیں: مجلسِ عوام اور مجلسِ خواص۔

ترکی مجلسِ وطنی کو دنیا کی دوسری پارلیمنٹوں سے یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ وہ تقسیمِ اختیارات کا نظریہ تسلیم نہیں کرتی۔ یہی باعث ہے کہ تینوں قسم کے اختیارات اور قوتیں یعنی تشریعی (قانون سازی)، تنفیذی، اور عدالتی، تنہا اُسی میں جمع ہیں۔ اس صورتِ حال کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ ٹرکی میں وزارتی مسئولیت کا وجود نہیں ہے، بلکہ سرے سے اُس معنی میں کوئی وزارت اور تنفیذی قوت موجود ہی نہیں ہے، جس معنی میں دنیا کے دوسرے دستوری ملکوں میں ان کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ اس لیے کہ تنفیذی قوت، خود مجلسِ وطنی ہی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ اپنے ارکان کی ایک جماعت کے ذریعہ یہ قوت استعمال میں لاتی ہے۔ ارکان کی اس جماعت کو صدرِ جمہوریت یا صدرِ مجلس منتخب کرتا ہے اور معلوم ہے، صدرِ جمہوریت اور صدرِ مجلس دونوں کا انتخاب خود مجلس کرتی ہے۔ پھر ان ارکان کے انتخاب کی لازمی شرط یہ بھی ہے کہ مجلس انہیں منظور کرلے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ صدرِ جمہوریت یا صدرِ مجلس کے انتخاب کردہ ارکان بھی درحقیقت مجلس ہی کے منتخب کردہ ہوتے ہیں۔ یہی ارکان، وزراء ہیں جنہیں ترکی اصطلاح میں "وکیل" کہتے ہیں۔ یعنی وہ تنفیذی قوت کے اجراء میں مجلس کے وکیل یا نائب ہیں۔ انہی وکلاء کی مجلس، حکومت کی مجلس یا کیبنٹ ہے۔

اس صورتِ حال کا ایک لازمی نتیجہ یہ بھی ہے کہ قانونِ اساسی کی رو سے مجلسِ وطنی کسی حال میں بھی توڑی یا برخواست نہیں کی جا سکتی۔ اگر کبھی مجلسِ وکلاء اور مجلسِ وطنی میں اختلاف پیدا ہو جائے، تو آخر الذکر نہیں، ہمیشہ اول الذکر ہی کو مستعفی ہونا پڑے گا!

اسی طرح عدالتی قوت بھی مجلسِ وطنی ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ حکم استعمال کا حق عدالتوں کو بخشتی ہے۔ گویا عدالتیں بذاتِ خود کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ وہ بھی مجلسِ وطنی کے محض "وکیل" ہیں۔

مجلسِ وطنی اور صدرِ جمہوریت

صدرِ جمہوریت ہی مجلسِ وطنی کا صدر ہوتا ہے۔ وہ جب چاہے مجلس کے جلسوں کی صدارت کرے۔ اُس کی عدم موجودگی میں اُس کا نائب صدارت کرتا ہے۔ صدرِ جمہوریت کے اختیارات یہ ہیں کہ مجلسِ وکلاء کا انتخاب وہی کرتا ہے (جس کی تصدیق کے لیے مجلسِ وطنی کی منظوری ضروری ہے) سفراء کے کاغذات وہی قبول کرتا ہے۔ مجلسِ وطنی کے جملہ قوانین اُسی کے نام سے شائع ہوتے ہیں۔ مجلس کے سالانہ افتتاح کے موقع پر یکم جنوری کو وہی افتتاحی تقریر کرتا ہے۔ مجرموں کو معافی دینے کا بھی اُسے حق ہے، مگر بہت محدود۔ لیکن جنگ و صلح کا اعلان اور معاہدوں کا انعقاد اُس کے اختیارات سے بالکل باہر ہے۔ یہ کام صرف مجلسِ وطنی کے ہیں۔ صدرِ جمہوریت مجلس کے سامنے جواب دہ نہیں ہے۔ مجلس اُس سے صرف اُسی وقت باز پرس کر سکتی ہے جب وہ ملکی خیانت کا مرتکب ہو۔ اُس کی صدارت کی مدت ۴ سال ہے۔ یہی مدت، مجلسِ وطنی کی طبعی عمر ہے۔ اس کے

ملت ترک کردي تهي - راه حق سے کٹ گيا تها - صالحين کے طور طريقه سے دور هوگيا تها - تونے نيک انسان قتل کرکے اُن کي جماعت فنا کرڈالي - تابعين کي جڑيں کاٹ کر اُن کا پاک درخت اکهاڑ پهينکا - افسوس تونے خالق کي نافرماني ميں مخلوق کي اطاعت کي - تونے خون کي ندياں بهاديں - جانيں ليں - آبروئيں برباد کيں - کبر و جبر کي روش اختيار کي - تونے نه اپنا دين هي بچايا ' نه دنيا هي پائي - تونے خاندان مروان کو عزت دي ' مگر اپنا نفس ذليل کيا - اُن کا گهر آباد کيا ' مگر اپنا گهر ويران کرليا - آج تيرے ليے نه نجات هے نه داد فرياد - کيونکه تو آج کے دن اور اس کے بعد سے غافل تها - تو اس امت کے ليے مصيبت اور قهر تها - الله کا هزار هزار شکر که اُسنے تيري موت سے امت کو راحت بخشي ' اور تجهے مغلوب کرکے اُسکي آرزو پوري کردي ! "

(حجاج کي عجيب رحمت طلبي !)

راوي کهتا هے - حجاج يه سن کر مبهوت هوگيا - دير تک سناٹے ميں رها - پهر اُس نے ٹهنڈي سانس لي ' آنکهوں ميں آنسو ڈبڈبا آئے ' اور آسمان کي طرف نظر اٹهاکر کها :

" الهي ! مجهے بخش دے ! کيونکه لوگ کهتے هيں که تو مجهے نهيں بخشے گا ! " پهر يه شعر پڑها :

رب ان العباد قد أيأسوني ٭ و رجائي لک الغداة عظيم !

الهي ! بندوں نے مجهے نا اميد کرڈالا ' حالانکه ميں تجهه سے بڑي هي اميد رکهتا هوں !

يه کهکر اُسنے آنکهيں بند کرليں -

اسميں شک نهيں ' رحمت الهي کي بے کنار وسعت ديکهتے هوئے اُسکا يه انداز طلب ايک عجيب تاثير رکهتا هے اور اس باب ميں بے نظير مقوله هے - يهي وجه هے که جب حضرت حسن بصري سے حجاج کا يه قول بيان کيا گيا تو وه پهلے تو متعجب هوے " کيا واقعي اُسنے يه کها ؟ " کها گيا " هاں اُسنے ايسا هي کها هے " فرمايا " تو شايد ! " (يعني شايد اب بخشش هو جائے)

اطلاع

اس نمبر کے تمام فارم طيار هوچکے تهے - صرف آخري چهه صفحے باقي تها که ايک حادثه کي وجه سے خوشنويس اپنے وطن چلے گئے ' اور اُن کي جگه جس خوشنويس سے کتابت کا انتظام کيا گيا ' وه بهي بروقت کام نه کرسکے - نتيجه يه نکلا که اُن تمام مضامين کي کتابت رهگئي جو آخري چهه صفحه ميں ديے جاتے هيں - ممکن تها که يه تمام حصه کمپوز کراکے شامل کرديا جاتا ' ليکن اسکي وجه سے ايک دن کي تاخير هوجاتي - چونکه اب هم سب سے زياده ضروري بات رساله کي بروقت اشاعت سمجهتے هيں - اسليے يهي مناسب نظر آيا که يه نمبر ۳۲ صفحه هي کا شائع کرديا جاے ' مگر اشاعت ميں تاخير نهو - انشاء الله اسکي تلافي آينده اشاعت ميں هوجائيگي - اب خوشنويس کا بهي ايسا انتظام کر ليا گيا هے که آينده رکاوٹ پيش نه آے - منيجر

مراسلـه

لکهنو سے ايک انگريزي روزانه کا اجراء

ليمٹڈ کمپني

هندوستان ميں صوبه جات متحده آگره و اوده کا جو اهم مرتبه هے وه محتاج تشريح نهيں - مگر صوبهٔ هذا کے مسلمانوں کي انتهائي بد نصيبي هے که اس زمانه ميں جب که اُن کو قدم قدم پر ايک حقيقي رهنما و همدرد وکيل کي ضرورت هے ' اُن کے پاس ايک بهي روزانه انگريزي اخبار نهيں هے -

اله آباد اور علي گڑه سے دو انگريزي اخباروں کے نکالنے کي کوشش هوئي مگر اول الذکر محض تجارتي اغراض ليکر دنيا ميں آيا تها اور موخر الذکو اگرچه اسلام کے تعليمي مرکز سے جاري هوا ' مگر اس ميں بد قسمتي سے شخصي عنصر اس درجه غالب تها که وه ترقي نه کرسکا - دونوں جس بے سروساماني کي حالت ميں آئے تهے اسي طرح رخصت هوگئے - ان کي موت نے افسوس ناک نتائج پيدا کرديے - يعني مسلمانوں کو اپنے روزانه انگريزي اخبارات سے بد ظني پيدا هوگئي - جس کے باعث معقول انگريزي روزانه اخبار اب تک نهيں نکل سکا - چنانچه اس وجه سے اور کچهه اس سبب سے کو جناب آنريبل سيد رضا علي صاحب پبلک سروس کميشن کے ممبر هوگئے تهے - انگريزي روزانه اخبار کي وه اسکيم جو وسط سنه ۱۹۲۶ع ميں لکهنو ميں طيار هوئي تهي عملي جامه نه پهن سکي - ليکن اس ايک برس کي مدت سياسي نقطهٔ نظر سے نهايت اهم ثابت هوئي - اور موجوده اور آنے والي پيچيدگيوں نے قوم کے رهنماؤں کو مجبور کيا که وه آنريبل سر مهاراجه صاحب بهادر محمودآباد کي سرکردگي ميں معقول سرمايه اور بهترين اسٹاف کے ساتهه مسلمانوں کا انگريزي روزانه اخبار لکهنؤ سے جاري کريں - يه اسکيم نهايت شاندار هے جو نه صرف مسلمانوں کے ايک زبردست روزانه انگريزي اخبار اور بهترين پريس کي حامل هوگي ' بلکه مسلمانوں کي ذاتي منفعت کا بهي معقول ذريعه ثابت هوگي -

ايک کمپني قائم کي گئي هے جس کے ڈائرکٹر حسب ذيل هيں :

سر مها راجه صاحب بهادر والي محمود آباد - سر سيد علي امام صاحب بيرسٹرايٹ لا - پٹنه - راجه صاحب نانپاره ضلع بهرائچ - آنريبل راجه نواب علي خاں صاحب تعلقه دار - ممبر کونسل آف اسٹيٹ - مولوي محمد نسيم صاحب - بي - اے - ايڈوکيٹ لکهنؤ -

کمپني مذکور کي اسکيم نهايت تجربه کار اور واقف کار اصحاب نے تيار کي هے ' اور ايک اعلی درجه کے پريس اور انگريزي اخبار کے اجراء کا مشوره ديا هے - پريس انگريزي اور اردو هر قسم کا بهترين کام کريگا - پريس اور اخبار کے انتظامات صرف معتبر اور آزموده کار هاتهوں ميں رهينگے - چنانچه ايڈيٹوريل اور انتظامي خدمات کے ليے بهترين اشخاص منتخب کيے گئے هيں - اور اسکيم ميں کثير منافع کا پهلو رکها گيا هے تا که جو لوگ کمپني کے حصص خريديں اُن کو منافع کي شکل ميں معقول مالي فائده پهونچتا رهے -

کمپني کے متعلق پراسپکٹس انگريزي اور اردو ميں چهپ رهے هيں - حصوں کے خريداري کے فارم بهي تيار هيں - مسٹر حسن عابد جعفري رکن بيرسٹرايٹ لا سے محمود آباد هاؤس قيصر باغ لکهنو کے پته پر ملسکتے هيں - اور اُنهي سے تمام مزيد حالات بهي معلوم هو سکتے هيں -

خاکســاران

آل نبي - محمد يعقوب - تصدق احمد خاں - وغيره

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

حجاج بن یوسف ثقفی

خلافت اموی کے حکام میں حجاج ابن یوسف سے زیادہ کسی شخص کو شہرت حاصل نہیں ہوئی، مگر یہ شہرت عدل و فیض رسانی کی نہیں تھی۔ سیاست و قہر کی تھی۔ تاریخ اسلام میں حجاج کا قہر ضرب المثل ہوگیا ہے!

یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد اموی سلطنت کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔ وہ حجاج ہی تھا جسنے اپنی بے پناہ تلوار اور بے روک سفاکی سے از سر نو اس کی گرتی ہوئی عمارت مستحکم کردی۔

بنی امیہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ حضرت عبداللہ بن الزبیر سے تھا۔ ان کی حکومت کا مرکز مکہ میں تھا اور اُس کا دائرہ شام کی سرحدوں تک پہنچ گیا تھا۔ حجاج ابن یوسف نے یہ خطرہ ہمیشہ کے لئے دور کردیا۔ مکہ کا محاصرہ کیا، کعبہ پر منجنیقیں لگادیں، اور حضرت عبداللہ بن الزبیر کو نہایت سفاکی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔

عراق ہمیشہ سے شورش پسند قبائل کا مرکز تھا۔ یہاں کی سیاسی بے چینی کسی طرح ختم نہ ہوتی تھی۔ والیوں پر والی آتے تھے، اور بے بس ہوکر لوٹ جاتے تھے۔ لیکن حجاج ابن یوسف کی تلوار نے اپنی ایک ہی ضرب میں عراق کی ساری شوریدہ پشتی ختم کرڈالی۔ خود اُس عہد کے لوگوں کو اس پر تعجب تھا۔ قاسم بن سلام کہا کرتے تھے "کوفہ کی خودداری اور نخوت اب کیا ہوگئی ہے؟ اُنھوں نے امیر المومنین علی کو قتل کیا، حسین بن رسول کا سر کاٹا، مختار جیسا صاحب جبروت ہلاک کردیا، مگر اس بدصورت ملعون (حجاج) کے سامنے بالکل ذلیل ہوکر رہ گئے! کوفہ میں لاکھوں عرب موجود ہیں، مگر یہ خبیث ۱۲ سواروں سے کر آیا اور سب کو غلام بنا ڈالا!"

حجاج کا عراق میں اولین خطبہ ادب عربی کی اتنی مشہور چیز ہے کہ صرف اشارہ کردینا کافی ہوگا: "أما والله، انی لا حمل الشر بحمله، وأحذوه بنعله، وأجزیه بمثله، وانی لأری ابصاراً طامحة، واعناقاً متطاولة، ورؤساً قد اینعت وحان قطافها، وکانی انظر الی الدماء بین العمائم واللحی ترقرق!" حجاج کی تلوار جس درجہ شگفتہ تھی، اتنی ہی اُس کی زبان بھی چلتی تھی۔ اُس کا یہ خطیبانہ بلاغت کا بے نظیر نمونہ ہے "میں دیکھتا ہوں کہ نظریں اُٹھی ہوئی ہیں، گردنیں اونچی ہو رہی ہیں، سروں کی فصل پک چکی ہے، اور کٹائی کا وقت آگیا ہے! میری نظریں وہ خون دیکھ رہی ہیں جو پگڑیوں اور داڑھیوں کے درمیان بہ رہا ہے!"

حجاج نے جیسا کہا تھا، ویسا ہی کر دکھایا۔

بیان کیا گیا ہے کہ جنگوں کے علاوہ حالت امن میں اُسنے ایک لاکھ ۲۰ ہزار آدمی قتل کئے تھے (عقد الفرید۔ البیان والتبیین وغیرہ) بڑے بڑے اخیار وابرار مثلاً سعید بن جبیر وغیرہ کی گردنیں اُڑادیں۔ مدینہ میں بے شمار صحابہ کے ہاتھوں پر سیسے کی مُہریں لگادیں، حضرت عبداللہ بن الزبیر اور حضرت عبداللہ بن عمر جیسے جلیل القدر صحابیوں کو قتل کیا، موجودہ زمانے کی استعماری سیاست کی طرح اس کا بھی اصول یہ تھا "حکومت کے قیام کے لئے ہر بات جائز ہے" اور "حکومتیں رحم و عدل سے نہیں بلکہ قہر و تعزیر سے قائم ہوتی ہیں"!

اس عہد کے عرفاء و صلحاء، حجاج کو خدا کا قہر و عذاب خیال کرتے تھے۔ حضرت حسن بصری کہا کرتے تھے "حجاج، اللہ کا عذاب ہے۔ اسے اپنے ہاتھوں کے زور سے دُور کرنے کی کوشش نہ کرو، بلکہ خدا سے تضرع و زاری کرو۔ کیونکہ اُسنے فرمایا ہے "ولقد اخذناهم بالعذاب فما استكانوا لربهم وما يتضرعون"

یہی سبب ہے کہ جوں ہی اُس کی موت کی خبر سُنی گئی حضرت حسن اور عمر بن عبدالعزیز سجدے میں گر پڑے۔ "اس امت کا فرعون مر گیا!" بے اختیار ان کی زبانوں سے نکل گیا!

اب دیکھنا چاہئے اس جابر و قہرمان انسان نے موت کا مقابلہ کیونکر کیا؟ جس گھاٹ ہزاروں مخلوق کو اپنے ہاتھوں اُتار چکا تھا، خود اسمیں کیسے اُترا؟

بیماری

عراق پر ۲۰ برس حکومت کرنے کے بعد ۵۴ سال کی عمر میں حجاج بیمار ہوا۔ اُس کے معدے میں بے شمار کیڑے پیدا ہوگئے تھے۔ اور جسم کو ایسی سخت سردی لگ گئی تھی کہ آگ کی بہت سی انگیٹھیاں بدن سے لگاکر رکھدی جاتی تھیں پھر بھی سردی میں کوئی کمی نہیں ہوتی تھی!

موت پر خطبہ!

جب زندگی سے نا امید ہوگئی تو حجاج نے گھر والوں سے کہا "مجھے بٹھا دو اور لوگوں کو جمع کرو" لوگ آئے تو اُسنے حسب عادت ایک بلیغ تقریر کی۔ موت اور اُسکی سختیوں کا ذکر کیا، قبر اور اُس کی تنہائی کا بیان کیا، دنیا اور اُس کی بے ثباتی یاد کی، آخرت اور اُسکی ہولناکیوں کی تشریح کی، اپنے گناہوں اور ظلموں کا اقرار کیا پھر یہ شعر اُس کی زبان پر جاری ہوگئے:

ان ذنبی وزن السمٰوات والارض   وظنی بخالقی ان یحابی

میرے گناہ آسمان اور زمین کے برابر بھاری ہیں، مگر مجھے اپنے خالق سے امید ہے کہ رعایت کریگا۔

فلئن منّ بالرضا فہو ظنی   ولئن مرّ بالکتاب عذابی

اگر وہ اپنی رضامندی کا احسان مجھ پر کرے تو یہی میری امید ہے لیکن اگر وہ عدل کرکے میرے عذاب کا حکم دے

لم یکن ذاک منہ ظلما   وہل ظالم رب یرجی لحسن آب؟

تو یہ اُس کی طرف سے ہرگز ظلم نہیں ہوگا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ رب ظلم کرے جس سے صرف بھلائی ہی کی توقع کی جاتی ہے؟

پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ موقعہ اس قدر عبرت انگیز تھا کہ مجلس میں کوئی بھی اپنے آنسو روک نہ سکا!

خلیفہ کے نام خط

اس کے بعد اُسنے اپنا کاتب طلب کیا اور خلیفہ ولید بن عبدالملک کو حسب ذیل خط لکھوایا:

"اما بعد، میں تمہاری بکریاں چراتا تھا۔ ایک خیرخواہ گلہ بان کی طرح اپنے آقا کے گلے کی حفاظت کرتا تھا۔ اچانک شیر آیا، گلہ بان کو طمانچہ مارا، اور چراگاہ خراب کر ڈالی۔ آج تیرے غلام پر وہ مصیبت نازل ہوئی ہے جو ایوب صابر پر نازل ہوئی تھی۔ مجھے اُمید ہے کہ جبار و قہار اس طرح اپنے بندے کی خطائیں بخشنا اور گناہ دھونا چاہتا ہے!"

پھر خط کے آخر میں یہ شعر لکھنے کا حکم دیا:

اذا ما لقیت اللہ عنی راضیاً   فان شفاء النفس فیما ہنالک

اگر میں نے خدا کو اپنے سے راضی پایا تو بس میری مُراد پوری ہوگئی

فحسبی بقاء اللہ من کل میت   وحسبی حیاۃ اللہ من کل ہالک

سب مرجائیں مگر خدا کا باقی رہنا میرے لئے کافی ہے! سب ہلاک ہوجائیں مگر خدا کی زندگی میرے لئے کافی ہے!

لقد ذاق ہذا الموت من کان قبلنا   ونحن نذوق الموت من بعد ذلک

ہم سے پہلے یہ موت چکھ چکے ہیں، ہم بھی اُنکے بعد موت چکھیں گے!

فان مت فاذکرنی بذکر محبب   فقد کان جمّا فی رضاک مسالکی

اگر میں مرجاؤں تو مجھے محبت سے یاد رکھنا، کیونکہ تمہاری خوشنودی کے لئے میری راہیں بے شمار تھیں۔

والا ففی دبر الصلوٰۃ بدعوۃ   یلقّی بہا المسجون فی نار مالک

یہ نہیں تو کم سے کم ہر نماز کے بعد دعا میں یاد رکھنا کہ جس سے جہنم کے قیدی کو کچھ نفع پہنچے۔

علیک سلام اللہ حیاً ومیتاً   ومن بعد ما تحیا عتیقاً لمالک

تجھ پر ہر حال میں اللہ کی سلامتی ہو، جیتے جی، مرے پیچھے، اور جب دوبارہ زندہ کئے جاؤ!

سکرات موت کے شدائد

حضرت حسن بصری عیادت کو آئے تو حجاج نے اُن سے اپنی تکلیفوں کا شکوہ کیا۔ حسن نے کہا "میں تجھے منع نہیں کرتا تھا کہ نیکو کاروں کو نہ ستا، مگر افسوس تونے نہیں سنا" حجاج نے خفا ہوکر جواب دیا "میں تجھ سے یہ نہیں کہتا کہ اس مصیبت کے دور ہونے کی دعا کر۔ میں تجھ سے یہ دعا چاہتا ہوں کہ خدا جلد میری روح قبض کرلے اور اب زیادہ عذاب نہ دے!"

اسی اثناء میں ابو منذر یعلی بن مخلد مزاج پرسی کو پہنچے۔ "حجاج! موت کے سکرات اور سختیوں میں تیرا کیا حال ہے؟" اُنھوں نے سوال کیا۔

"اے یعلی!" حجاج نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "کیا پوچھتے ہو؟ شدید مصیبت! سخت تکلیف! ناقابل بیان الم! ناقابل برداشت درد! سفر دراز! توشہ قلیل! آہ! میری ہلاکت! آہ! میری ہلاکت! اگر اُس جبار و قہار نے مجھ پر رحم نہ کھایا!"

ابو منذر کی بے لاگ تقریر

ابو منذر نے کہا "اے حجاج! خدا اپنے اُنھیں بندوں پر رحم کھاتا ہے جو رحم دل اور نیک نفس ہوتے ہیں۔ اُس کی مخلوق سے بھلائی کرتے ہیں، محبت کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو فرعون و ہامان کا ساتھی تھا۔ کیونکہ تیری سیرت بگڑی ہوئی تھی۔ تونے اپنی

الهلال

البلاغ پریس کلکتہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۰ — کلکته : جمعه ۲۰ ـ صفر ۱۳۴۶ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 19, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای .
پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ـ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ـ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ـ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ـ یاد رکهیی ـ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ـ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۵۸۳ مراسلات وصول هوی هین ـ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۶۰	اردو حروف کی حق مین	۱۹۰
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۱۱۱	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۱۷۹	نستعلیق هون	۴۳

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی ـ

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ـ اور اصلی شرح وبیان کی ضرورت هی ـ آئنده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین ـ

المنادی

الهلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول - -	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے - -	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی - - -	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ - - -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے کی جائے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تلخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

کسي موقعه پر بهي اُنهوں نے ميري زبان سے کوئي ايسا لفظ سنا جو اُس سے مختلف تها، جسکا ميں اپني کتابوں ميں اعلان و اشتهار کرتا رها هوں ؟ وہ صاف صاف کہيں، اُنکي دليليں، اُنکي نکته چينياں، اُنکا تمسخر، کبهي ميرے عقيدے ميں کوئي تزلزل پيدا کر سکا هے ؟ وہ بتائيں، کبهي، ايک لمحه کيليے، اُنهوں نے محسوس کيا که ميں کوئي ايسا عقيده يا خيال رکهتا هوں جو علي الاعلان دنيا کے سامنے ظاهر نهيں کرتا ؟ هاں، ميں اپنے تمام دوستوں اور تمام دشمنوں کو ايک ساتهه دعوت ديتا هوں - دوستوں کو دوستي کا واسطه ديتا هوں - دشمنوں کو دشمني کي قسم ديتا هوں - بے رو و رعايت، بے خوف و خطر، مردانه وار ميدان ميں آئيں، اور جو کچهه بهي ميري نسبت کهه سکتے هوں، بے کهٹکے کهه ڈاليں ! ميں اپنے دوستوں اور دشمنوں، دونوں کي شرافت و ديانت پر بغير کسي پس و پيش کے بهروسه کرتا هوں - ميں اپني پوري شرافت اُنکے سامنے رکهه ديتا هوں - ميں هرگز کسي سے بحث اور حجت نهيں کرونگا - جو کچهه بهي وہ کهه دينگے، بے چون و چرا تسليم کر لونگا !"

(انبياء کرام کي عظمت)

" ميں اُن تمام انسانوں کي عزت کرتا هوں جنهوں نے مذاهب و اديان قائم کيے هيں - وہ سب عظيم کمال اور اعلی فضائل کے مالک تهے - اُنکي عظمت و فضيلت هميشه محترم و مسلم رهے گي - سب کا دعوی تها که وہ خدا کے پيغام بر هيں - ممکن هے وہ حقيقت ميں پيغمبر هوں يا نه هوں - سب لوگ کوئي ايک دعوی تسليم نهيں کر ليے سکتے - دلائل يکساں طور پر سب کي دسترس ميں نهيں هيں - ليکن اگر وہ في الواقع پيغمبر نه بهي هوں، جب بهي اِس سے يه لازم نهيں آتا که وہ کذاب اور دجال هوں - کون کهه سکتا هے که الٰهيات ميں مسلسل تفکر اور فضائل کا غير مقيد عشق انساني روح کو کس حد تک پهنچا دے سکتا هے ؟ منطق کو کيا حق هے که مداخلت کرکے يه معامله عاميانه سطح پر لے آئے ؟ غير متناهي بلندي پر پهنچنے کے بعد همارا سر چکرا جاتا هے، اور هماري نظريں اشياء کو اُنکي حقيقي شکل ميں ديکهنے سے قاصر هو جاتي هيں "

(معجزات)

معجزات پر روسو نے لکها تها " يا للعجب ! هميشه آدميوں هي کي گواهياں ! آدمي، اپنے هي جيسے آدميوں سے سنتے هيں اور دوسرے آدميوں کو سناتے هيں ! ميرے اور خدا کے درميان آدميوں کے کتنے اَن گنت واسطے قائم هوگئے هيں ؟ "

اِس پر اُسقف نے اعتراض کيا تها " اگر آدميوں کي گواهي معتبر نهيں تو هم پوچهتے هيں - مؤلف نے اسپارٹا، ايتهنز، اور روم کو کيونکر جانا ... ؟ "

روسو جواب ديتا هے :

" اگر معامله اِس درجه اهم نه هوتا، يا ميں اے آقا، آپکا اِس درجه احترام نه کرتا هوتا، تو آپ ديکهتے، آپ کے اِس طريق استدلال نے ميرے ليے اپنے ناظرين کو هنسانے کي کيسي عمده فرصت مهيا کردي تهي - ليکن حاشا و کلا ! ميں هرگز اُس لهجه سے دست بردار نهيں هونگا جو اِس موضوع بحث کے ليے ضروري هے، اور اُس شخص کے مرتبه کے لائق هے جس سے تخاطب کي عزت حاصل کرنے پر مجبور هوگيا هوں - ميرے ليے اِس قدر کافي هے که آپ کي غلطي ظاهر کردوں "

" ميں نهايت عاجزي سے جناب والا کو ياد دلاتا هوں - بے شک، يه بالکل معقول هے که انساني معاملات انساني شهادتوں سے طے کيے جائيں، کيونکه اُن کے ثابت هونے کا اِن کے سوا کوئي طريقه موجود نهيں - بلا شبه ميں نے اسپارٹا اور ايتهنز کو آدميوں هي کي شهادتوں سے جانا - ليکن ميں به ادب دريافت کرتا هوں که ميرے اور خدا کے درميان اِن واسطوں کي کيا ضرورت هے ؟ کيا ضرور هے که يه واسطے مجهه سے اتنے دور هوں که خود اُن کے جاننے کے ليے، مجهے اور بهت سے انساني واسطے تلاش کرنے پڑيں ؟ کيا يه معقول هے که خدا، جان جاک روسو سے گفتگو کرنے کے ليے هميشه ايک موسی (عليه السلام) کو ڈهونڈهتا پهرے ؟ "

" پهر يه بهي نهيں بهولنا چاهيے که اسپارٹا پر ايمان لانا ضروري نهيں هے - اگر کوئي اُس پر ايمان نه لائے تو لعنت کا مستحق نهيں هو جائيگا - اسپارٹا کے وجود پر شک کرنے کي وجه سے هرگز کوئي دوزخ کا کندا نهيں بن جا سکتا - ليکن اگر ايک شخص ديني تعليمات کي تصديق نهيں کريگا تو اسکے ليے ابدي عذاب هے - جس بات کے نه ماننے کي اتني بڑي سزا هو، ضروري هے که اسکے ماننے کے ذرائع و دلائل بهي اسي مناسبت سے قطعي اور واضح هوں "

" کوئي بات بهي جو هماري چشم ديد نهيں هے، بغير معقول دليل کے ثابت نهيں هو سکتي : اور هر بڑي سے بڑي روايت بهي صدق و کذب کي محتمل هے ...... "

" اگر معجزات خود ميں نے اپني آنکهوں سے ديکهے هوتے، جب بهي ميں اِس غير معقول طريق ايمان سے انکار کر ديتا - سحر کي تصديق ميرے ليے اِس سے کہيں آسان هے که خدا کے کلمه کي غير معقول طريقه پر تصديق کروں "

(موجوده مسيحيت)

اِسکے بعد روسو موجوده مسيحي دين پر اظهار خيال کرتا هے :

" اُسقفوں اور پادريوں نے مسيحيت کو اُسکي اصلي روح سے محروم کرديا هے - اب يه سوال نهيں کيا جاتا که ايک مومن فرائض و واجبات کهاں تک انجام ديتا هے ؟ اور نيکي ميں اُسکي دوڑ کهاں تک هے ؟ سوال صرف يه هوتا هے که وہ کس فرقه کے خرافات (جنهيں غلط طور پر " عقائد " کا نام ديديا گيا هے) مانتا هے ؟ وہ کيتهولک هے يا پروٹسٹنٹ ؟ تم سے يه کوئي نهيں پوچهيگا که خدا سے ڈرتے بهي هو يا نهيں ؟ ليکن هر کوئي اِس بات پر تمهاري جان لينے کيليے طيار هوجائيگا که تم فلاں ولي کي کرامت کے قائل بهي هو يا نهيں ؟ دين اپني اصلي شکل ميں صاف، ساده، ستهرا تها - آج اِن جبه پوشوں نے خرافات و خزعبلات اور غير مفهوم قيل و قال کا غير مرتب مجموعه بنا ديا هے - اگر تم اِس تمام تناقض سے جو آج کل دين کے نام سے موسوم هے، از سر تا پا آلوده هو، تو بس، تم مومن کامل هو - اب تمهيں کسي نيکي کي ضرورت باقي نهيں رهي - سيدهے آسمان کي بادشاهت (جنت) ميں داخل هوجاؤگے !"

" انساني جماعت کو دين سے کيا فائده حاصل هو سکتا هے، جبکه دين اتني پست سطح پر آجاے ؟ اِس صورت ميں دين کا مقصد کيا رہ جاتا هے ؟ صرف يه که انسانوں ميں بغض و عداوت کي تخم ريزي کرے، اور خونريز ميدانوں کا سامان بهم پهنچائے ! بلا شبه جب دين اِس حالت ميں آجاے تو اُسکے وجود سے اُسکا عدم کہيں زياده بهتر هے - هميں کوشش کرني چاهيے

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتین

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثہ

جان جاک روسو

اسقف کا جواب

(۳)

(وحدانیت یا تعدد ؟)

اسقف نے لکھا تھا " ... وحدانیت اسکے (روسو) خیال میں ایک حقیر مسئلہ ہے اور کسی طرح بھی اسکی عقل میں نہیں آسکتا - لیکن متعدد خداؤں کا تصور اسکی عقل کے نزدیک معقول ہے ... "

روسو جواب دیتا ہے :

" متعدد خداؤں کا کس نے ذکر کیا ؟ اے میرے آقا اسقف ! تجھہ پر میرا صبر پڑے ! میں نے یہ کب کہا ؟ بے شک تمہاری دلی آرزو یہی ہوگی کہ میں اس درجہ احمق ہوتا' اور اس طرح کی احمقانہ گفتگو کرتا - لیکن اگر میں ایسا احمق ہوتا تو تمہیں میرے " عالمانہ رد " لکھنے کا یہ فخر بھی حاصل نہ ہوتا ! "

" بلا شبہ میں نہیں جانتا کائنات کیوں بنی ہے' اور کیونکر بنی ہے ؟ میرے سوا جو لوگ معرفت کے مدعی ہیں' وہ بھی اس باب میں مجھہ سے زیادہ علم نہیں رکھتے - لیکن میں صاف دیکھتا ہوں کہ اس تمام حرکت کا محرک ایک ہی وجود ہے - تمام کائنات ایک ہی رخ رکھتی' اور ایک ہی قسم کے مقاصد پورے کر رہی ہے - یہ اس حقیقت کی روشن دلیل ہے کہ کوئی ایک بلند تر ارادہ کارفرما ہے' اور کوئی ایک ہی بالاتر قوت عمل پیرا ہے - اس ارادے اور اس قوت کو میں ایک ہی ذات سے منسوب کرتا ہوں' کیونکہ وہ دونوں باہم متفق ہیں' اور ان دونوں کو ایک ہی ذات کا خاصہ سمجھنا' دو ذاتوں کی طرف منسوب کرنے سے زیادہ معقول ہے - تعدد' صرف اسی وقت تسلیم کیا جاسکتا ہے جب اسکا کوئی ثبوت موجود ہو - لیکن کائنات میں کوئی اس قسم کا ثبوت موجود نہیں - یہ خیال سراسر وہم ہے کہ خیر کا خالق اور شر کا خالق ایک نہیں ہوسکتا - جس چیز کو ہم شر سمجھتے ہیں' وہ علی الاطلاق شر ہے ہی نہیں - شر مطلق سے مجھے انکار ہے - یہ اعتباری شر بھی خیر سے برسر پیکار نہیں ہے' بلکہ نظام عالم کی تکمیل میں خیر کا ممد و معاون ہے "

(روسو کا عقیدہ)

اسکے بعد روسو اپنی کتاب اور اپنے شخصی عقیدے کی طرف متوجہ ہوتا ہے :

" اب میں وہ سبب بیان کرتا ہوں جس نے مجھے یہ کتاب شائع کرنے پر مجبور کیا - اس تمام شور و غوغا کے باوجود بھی میں اس کتاب کو اپنے عہد کی بہترین کتاب یقین کرتا ہوں - آگ کے شعلے' حکومتوں کے فیصلے' مذہبی پیشواؤں کے فتوے' مجھے ہرگز مرعوب نہیں کرسکتے ؛ وہ میرے لب و لہجہ میں ہرگز کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرسکتے - نہ تو لاہوتی' ایمان کی ریاکارانہ تلقین کرکے مجھے جھوٹا بناسکتے ہیں' نہ فلاسفہ مجھے منافقت کا طعنہ دیکر الحاد پر آمادہ کرسکتے ہیں ... میں برابر اپنے دین کا اعلان کرونگا' کیونکہ میں دین رکھتا ہوں - میں ببانگ دہل اسے شہرت دونگا' کیونکہ مجھہ میں اعلان و اشتہار کی شجاعت موجود ہے - آہ ! میں نے کتنی تمنائیں کیں کہ سب لوگوں میں اتنی ہی شجاعت ہوتی ! اگر سب میں اتنی شجاعت ہوتی' تو انسانیت کو کتنا نفع پہنچتا ؟

(" حضرت مسیح کا شاگرد ")

" اے میرے آقا ! میں مسیحی ہوں - میں اخلاص کے ساتھہ انجیلی مذہب کا مسیحی ہوں - ہاں میں مسیحی ہوں' لیکن پادریوں کا شاگرد نہیں ہوں' بلکہ خود مسیح (علیہ السلام) کا شاگرد ہوں - میرا استاد' کتابوں کی عبارتوں پر بحث نہیں کرتا تھا' لیکن عمل پر نظر رکھتا اور عمل ہی پر زور دیتا تھا - اس نے ہمیں جس ایمان کی تلقین کی ہے' اس کے قواعد و اصول بہت زیادہ اور پیچ در پیچ نہیں ہیں - صرف گنتی کی چند موٹی موٹی باتیں ہیں - لیکن اس نے جس نیکی کی تعلیم دی ہے' اس کی شاخیں بے شمار اور اسکی راہیں بے حساب ہیں - اسنے ہمارے ایمان میں موشگافیاں نہیں کی ہیں' لیکن عمل صالح کی پوری شرح و بسط سے تفسیر کی ہے - اس نے ایمان کیلیے صرف دو تین موٹی موٹی باتیں ضروری ٹھہرائی ہیں' لیکن عمل کی نیکی کیلیے کوئی گنتی نہیں بتائی ہے' کیونکہ عملی نیکیاں ان گنت ہیں - اس نے جہاں کہیں انبیاء کے نمونوں پر زور دیا ہے' وہاں ایمان سے زیادہ ان کے اعمال بتائے ہیں - اس نے اپنی اور تمام نبیوں کی تعلیم کا لب لباب اس ایک جملہ میں بیان کر دیا " اپنے بھائی سے محبت کرنا' پورا دین ہے ! "

(دوستوں اور دشمنوں کو دعوت)

اسکے بعد لکھتا ہے :

" مجھے ہمیشہ خلوت کی پر مسرت زندگی حاصل نہیں رہی - لوگوں سے ملنے جلنے پر بھی مجبور ہوتا رہا ہوں - میری ہر طبقہ کے لوگوں سے ملاقات ہے - میں نے مختلف سیاسی اور دینی جماعتوں کے لوگ دیکھے ہیں - میں مومنوں سے بھی ملا ہوں اور ملحدوں سے بھی - میں نے حکماء بھی دیکھے ہیں' جہلاء بھی - متعصب بھی دیکھے ہیں' غیر متعصب بھی - سنجیدہ بھی میری صحبت میں بیٹھے ہیں' اور مسخرے بھی - میرے دوست بھی بہت ہیں اور دشمن بھی - میں دنیا میں تمام آدمیوں کو' جنہوں نے مجھے کبھی دیکھا یا جانا ہے' گلا پھاڑ پھاڑ کر پکارتا اور دعوت دیتا ہوں - وہ سامنے آئیں' اور میرے عقیدے کی بابت جو کچھہ جانتے ہوں' برملا کہہ ڈالیں ! وہ جرات سے بڑھیں' اور بتائیں' کبھی' کسی حال میں بھی انہوں نے میرے عقیدے میں کوئی تبدیلی دیکھی یا محسوس کی ؟ قہوہ خانے کی صحبتوں' کھانے کی میز کی نشستوں' بے تکلفی کی ملاقاتوں' سنجیدہ یا مذاق کی گفتگوؤں' غرضکہ کبھی

لومبروزو (Lombroso) جو اٹلي کا مشہور ماہر طبيعيات ہے اور جيمس نے بليسٹيوز کے بعد جواتيم کے علم کي تدوين کي ' نہ صرف اِس کا معترف ہوا بلکہ اس موضوع پر ايک رسالہ بھي لکھکر شائع کيا - کيميل فلا ماريان (Camille Flammarian) اُنيسويں صدي کے علماء فلکيات ميں نہايت سر برآوردہ عالم تھا - غالباً چار پانچ سال پہلے اُس کا انتقال ہوا ہے - يہ نہ صرف اِسکا معترف تھا بلکہ نہايت پر جوش معتقد تھا - اُسکي آخري دو کتابيں اسي موضوع پر ہيں اور يورپ کي تمام زبانوں ميں شائع ہو چکي ہيں - پروفيسر ھکسلي ' ڈاکٹر لوئس ' سر جان کاکس ' پروفيسر پارکس ' پروفيسر زولنر ' ڈاکٹر ويبر ' وليم ليو پولڈ وغيرہم ' جو انيسويں صدي کے دائرۂ علم و نظر کے مسلم ارکان تھے ' کم و بيش اس کا اعتراف کرچکے ہيں -

سر کونن ڈائل

امريکہ کے مشاہير علم و نظر ميں چارلس فارٹن اور وليم ڈاسن جو شکاگو يونيورسٹي (امريکہ) ميں علم النفس (سائکولوجي) کے استاد تھے ' اسکي تصديق و حمايت ميں برابر مقالات و رسائل شائع کرتے رہے - انگلستان کے علم مشاہير سياست و ادب ميں ' مسٹر بالفور اور مسٹر اسٹيڈ (سابق محرر ريويو آف ريويوز) کا نام بھي اسکے معتقدين کي فہرست ميں مشہور ہو چکا ہے - مسٹر اسٹيڈ نے تو روحاني سوال و جواب کا ايک باقاعدہ دفتر کھول ديا تھا - آنکے عالم ارواح کے دوستوں ميں سب سے زيادہ مشہور دوست اسکاٹ لينڈ کي " مارگريٹ " تھي - اُنکا بيان تھا کہ وہ مارگريٹ کے ذريعہ عالم ارواح کي تمام ضروري شخصيتوں سے نامہ و پيام کر ليا کرتے ہيں !

موجودہ عہد کے مشاہير اہل علم ميں چارلس اليٹ ' وليم جيمس ' جيمس هيزلوپ ' اور سر آليور لج Oliver Lodge خصوصيت کے ساتھہ قابل ذکر ہيں - چارلس اليٹ اور وليم جيمس هارورڈ يونيورسٹي (امريکہ) ميں علم النفس کے استاد ہيں ' جيمس هيزلوپ کولمبيا يونيورسٹي (امريکہ) ميں علوم عقليہ کے مستند ماہر تسليم کيے جاتے ہيں ' اور سر آليور لج کي علمي شہرت محتاج بيان نہيں - يہ تمام علماء اس مذہب پر علمي تيقن کے ساتھہ اعتقاد رکھتے ہيں اور اُسکي اشاعت و تبليغ انکي تحرير و تقرير کا موضوع بحث ہے - سر آليور لج کا لڑکا پچھلي عالمگير جنگ ميں قتل ہوگيا تھا - اُن کا بيان ہے کہ مرنے کے بعد ہي اُس کي روح نے اِنہيں مخاطب کيا ' اور اب بھي وہ جب چاہيں ' اُسے بلا سکتے ہيں اور اس سے سوال و جواب کر سکتے ہيں !

(سر کونن ڈائل)

ليکن موجودہ زمانے کے مغربي روحانيين ميں شايد ہي کسي اہل قلم نے اس تبليغي جوش و سرگرمي کے ساتھہ اس مذہب کا اعتقاد ظاہر کيا ہوگا ' جيسا کہ کچھہ عرصہ سے انگلستان کے مشہور فسانہ نويس سر کونن ڈائل Conan Doyle کي شخصيت ميں ظاہر ہوا ہے - عالمگير جنگ يورپ کے بعد سے ليکر اِس وقت تک ' بمشکل کوئي مہينہ ايسا گزرا ہے ' جس ميں سر ڈائل کي کوئي نہ کوئي تحرير و تقرير اس موضوع پر شائع نہ ہوئي ہو - حال ميں انگلستان کي انجمن روحانيئين نے ايک نہايت دلچسپ مجموعہ بارہ مقالات کا شائع کيا ہے - اِن ميں سے آٹھہ مقالات سر ڈائل کے لکھے ہوے ہيں - يہ کتاب پچھلي ڈاک سے ہميں وصول ہوئي ہے اور اس موضوع پر افکار و تاثرات کا ايک دلچسپ مجموعہ ہے -

موجودہ انگريزي علم ادب ميں سر کونن ڈائل کا نام اُن کے مخصوص مذہب افسانہ نويسي کي وجہ سے اس قدر مشہور ہوچکا ہے کہ شايد ہي کوئي افسانہ نويس اس قدر مشہور ہوا ہو - انھوں نے فن سراغ رساني کي افسانہ نويسي ميں ايک نئے مذہب (اسکول) کي بنياد ڈالي اور " شرلاک ہومز " کے نام سے اُس کے حيرت انگيز کار نامے قلمبند کيے - اُن کے قلم سے اگرچہ مختلف معاشرتي اور نفسياتي مواضيع پر بہت سے افسانے نکل چکے ہيں ' ليکن انکي شہرت کي اصلي تاريخ شرلاک ہومز کے کارناموں ہي سے شروع ہوئي - ان افسانوں کي مقبوليت کا اندازہ صرف اس بات سے کيا جا سکتا ہے کہ شرلاک ہومز کا جو فرضي مکان نمبر ۱۰ - بيکر اسٹريٹ لندن ميں دکھايا گيا تھا ' وہ ہزاروں لاکھوں انسانوں کے دماغ ميں ايک حقيقي شے کي طرح موثر ہو چکا ہے ' اور جب کبھي سياحان عالم پہلي مرتبہ لندن جاتے ہيں تو يہ جاننے پر بھي کہ " شرلاک ہومز " محض ايک فرضي سراغ رساں سيرة (کيرکٹر) ہے ' اپني طبيعت کو اس جذبہ سے نہيں روک سکتے کہ ايک مرتبہ بيکر اسٹريٹ جا کر کسي ايسے مکان کي زيارت کرليں جسکا نمبر دس ہو !

احمد رياض بے " عبد الحميد ثاني و دور سلطنتي " (يعني سلطان عبد الحميد ثاني اور اسکے عہد حکومت کي تاريخ) ميں لکھتا ہے کہ سلطان موصوف شرلاک ہومز کے کارناموں کے اسقدر شائق تھے کہ حکم تھا ' جونہي کوئي نيا افسانہ شائع ہو ' فوراً ترکي ميں ترجمہ کرکے پيش کرديا جاے - ايک خاص شخص اديب بے اس کام پر مامور تھا - آخري زار روس کي نسبت بھي بيان کيا گيا ہے کہ وہ کہتا تھا " مجھے کتابوں کي قسم ميں سے کوئي چيز بھي دل پسند نہيں ہے - الا شرلاک ہومز "

يہي شرلاک ہومز کا مصنف اب دنيا ميں عالم ارواح کا سب سے زيادہ پرجوش و سرگرم نقيب اور داعي ہے !

(سر کونن ڈائل کے مقالات)

جس نئي کتاب کا ہم نے ابھي ذکر کيا ہے ' اسکے آٹھہ مقالات دراصل سر کونن ڈائل کے روحاني اعتقاد کي پيدائش و تکميل کي مسلسل داستان ہيں - پہلے مقالہ ميں اُس نے بتلايا ہے کہ کس

روح کا تمثل ايک سفيد دھويں کي شکل ميں
جيسا کہ اس مذہب کے معتقدين کا خيال ہے

مطبوعات جدیدہ

کہ دین کو اس پستی سے نکالیں - انسانیت کے ہم پر حقوق ہیں - یہی حقوق ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ دین کو خرافات سے پاک کرکے اصلی صورت میں پیش کردیں - تمہاری یہ سزائیں، دھمکیاں، پھانسیاں، اور آگ کے شعلے ہمیں ہرگز مرعوب نہیں کرسکتے "

(عہد جدید کی پیشین گوئی)

" جب لوگوں کی آنکھوں پر سے پردہ اٹھیگا اور حقیقت نظر آئیگی تو بلاشک و شبہ وہ موجودہ دین کو حقارت کے ساتھہ ٹھکرا دینگے - کیونکہ یہ حقیقی دین نہیں ہے - وہ سب سے پہلا کام یہ کرینگے کہ ان خود غرض اور ریاکار پیشواؤں کے احترام سے انکار کردیں - وہ ان سے کہینگے : تم ہی نے ہمارا دین بگاڑا، اور تم ہی ہماری شقاوت کا سبب ہو - جب وہ مبارک زمانہ آئیگا تو اُس کا سب سے زیادہ مبارک عمل یہی ہوگا "

(خاتمہ)

اپنا جواب روسو اس عبارت پر ختم کرتا ہے :

" اے اُسقف اعظم ! تم اور تمہارے گروہ کے لیے باتیں بنانا بہت آسان ہے - تم لوگ اپنے حقوق کے سوا دوسروں کے حقوق نہیں جانتے - تمہیں صرف وہی قانون معلوم ہیں جن سے غیروں کو جکڑتے ہو - خود اپنے نفس کے مقید کرنے والے قانون تمہاری کتاب میں نہیں لکھے گئے - تم صرف اتنے ہی پر قانع نہیں ہو کہ عدالت و انصاف سے بالاتر ہو، بلکہ انسانی عواطف و جذبات کا بھی اپنے تئیں پابند نہیں سمجھتے - تم کمزور پر تکبر سے ظلم کرتے ہو، اور تم سے کوئی باز پرس نہیں کرتا - لوگوں کی توہین تمہارے لیے ویسی ہی آسان ہے، جیسی ان کے لئے تمہاری سنگ دلی سہل ہے - تم ہمیں اس طرح روندتے ہو جس طرح خاک روندی جاتی ہے - تم کبھی ہمیں آگ میں جلاتے ہو، کبھی سولی پر چڑھاتے ہو، کبھی صرف توہین و تذلیل پر اکتفا کرلیتے ہو - تمہارے قہر و غضب کیلیے ضروری نہیں کہ ہم نے کوئی خطا بھی سرزد ہوئی ہو - اگر تمہاری مصلحت کا تقاضا یہی ہے تو پھر اثبات جرم کے لیے کسی بات کی ضرورت نہیں - اور ہمیں شکایت کرنے کی بھی اجازت نہیں - اگر ہم اسکی جرات کریں کہ اپنی برات اور تمہاری غلطی ظاہر کریں، تو ہم گستاخی کے مجرم قرار دیے جاتے ہیں "

(اُسقف سے آخری خطاب)

" اے میرے آقا ! آپ نے مجھہ پر علانیہ طعن و تشنیع کی - بلکہ مجھے گالیاں تک دے ڈالیں - اگر میری طرح آپ بھی کوئی معمولی آدمی ہوتے اور میں اپنی کتاب کے ساتھہ آپ کو عدالت کے سامنے لے جا سکتا، تو آپ دیکھہ لیتے کہ عدالت کا فیصلہ آپ کے حق میں اتنا ہی سخت ہوتا، جتنا سخت یہ کلمہ ہوا ہے - لیکن آپ ایک ایسی جماعت میں سے ہیں، جو منصف و عادل ہونے سے ہمیشہ کے لیے مستثنی رکھدی گئی ہے - رہا میں، تو میں ایک معمولی بے حقیقت آدمی ہوں - مجھے اتنا اور کہنے کی اجازت دیجیے کہ آپ دینی پیشوا ہیں - انجیل کے عالم ہیں - آپ کا فرض ہے کہ مخلوق کو اُس کے فرائض کی تعلیم دیں - لیکن یہ تعلیم خود اپنے نفس سے شروع ہونی چاہیے - آپ کو ایک لمحہ کے لیے سوچنا تھا کہ میرے معاملہ میں آپ کا فرض کیا تھا ؟ اور کہانتک تھا ؟ میں نے اپنا فرض ادا کردیا - اب کچھہ کہنے کو باقی نہیں رہا، اس لیے چپ ہوجاتا ہوں ! "

استحضار و مخاطبات ارواح

(عالم ارواح اور سر کونن ڈائل کے نئے مباحث)

قارئین الہلال اس سے بے خبر نہ ہونگے کہ انیسویں صدی کے وسط میں استحضار و مخاطبات ارواح (روحوں کے آنے اور مختلف مخصوص ذرائع سے سوال و جواب کرنے) کا جو مذہب امریکہ میں ظاہر ہوا تھا، وہ برابر نشو و نما پاتا رہا، اور اِس وقت یورپ اور امریکہ میں اُس کے معتقدوں کی ایک بہت بڑی جماعت موجود ہے - اس جماعت میں ہر درجہ اور ہر طبقہ کے آدمی پائے جاتے ہیں - فلسفۂ و حکمت کے ماہر، علوم و فنوں کے اساتذہ، علمی و صناعی انکشافات و اختراعات کے مشاہیر، ادب و کتابت کے مسلم ارکان، عام اہل قلم و نظر، کوئی حلقہ ایسا نہیں ہے جہانتک اس اعتقاد کے اثرات نہ پہونچ چکے ہوں - اسکے اصول و قواعد مدون ہوچکے ہیں، بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں، تحقیقات و تجارب کے باقاعدہ مجامع کام کر رہے ہیں، پچاس سے زیادہ اخبارات و رسائل صرف اسی موضوع پر شائع ہورہے ہیں، ایک مکمل مذہب علمی کی شکل میں قواعد و مبادیات مرتب ہوگئے ہیں، اور معاملہ نے اس حد تک اہمیت حاصل کرلی ہے کہ وقت کے بعض اکابر اہل علم نے اپنے درس و نظر کے لیے صرف یہی موضوع منتخب کرلیا ہے !

انیسویں صدی کے اواخر کے علماء میں سے پروفیسر رسل ویلز نے جو ناموس نشو و ارتقا کے انکشاف میں ڈارون کا معاصر و شریک تھا، صاف صاف لفظوں میں اسکا اعتراف کیا تھا، اور اسے عصر حاضر کے خوارق سے تعبیر کیا تھا - پروفیسر ولیم کروکس نے جو انگلستان کا سب سے بڑا عالم کیمیا تسلیم کیا گیا ہے، اور جس نے سب سے پہلے مادہ کے اشعاع کی حقیقت معلوم کی اور برق کے لیے وہ نیا آلہ ایجاد کیا جو اُسی کے نام سے مشہور ہے، کئی ماہ کی تحقیقات و امتحان کے بعد یہ رائے قائم کی تھی کہ " مخاطبات ارواح کے مشاہدات نا قابل انکار ہیں " ڈاکٹر میرس (Muers) اور رچرڈ ھاجسن کیمبرج یونیورسٹی میں علم النفس کے مسلم اساتذہ تھے - ان دونوں نے بھی بغیر کسی جھجھک کے اپنے اعتراف کا اعلان کردیا تھا - پروفیسر

اردو طباعت کا مسئلہ اور افکار و آراء

(تصویر کا دوسرا رخ)

یہ اس تصویر کا ایک خاص رخ تھا جو سر کونن ڈائل اور ان کے ہم مشرب دیکھہ رہے ہیں ' لیکن اس کا دوسرا رخ بھی ہے ' اور اگر اس پر نظر ڈالی جائے تو یہ معاملہ اسقدر سہل و آسان نہیں رہتا کہ سر کونن ڈائل کی طرح کسی غیر آباد مکان میں بھوتوں اور روحوں کے " ہونی لٹھی سے میز ٹھونکنے " کا شور سنکر فیصلہ کر دیا جائے !

جہانتک اس مذہب کے مخالفین و منکرین کا تعلق ہے ' دور حاضر کی تین جماعتیں ہمارے سامنے آتی ہیں :

(۱) علم علماء مادیئین جنھوں نے اس معاملہ کو اس درجہ اہمیت ہی نہیں دی کہ اس پر توجہ کی جائے -

(۲) ایک بڑی تعداد اُن علماء مادیئین کی جنھوں نے اسپر بحث کی ہے ' اور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ علمی اصول پر " اثبات " کے حد تک یہ معاملہ نہیں پہنچا ہے -

(۳) -بعض اہل علم جنھوں نے خصوصیت کے ساتھہ اس مذہب کا مطالعہ کیا اور عرصہ تک تحقیقات میں مشغول رہے ' اور بالآخر اس نتیجہ پر پہنچے کہ استحضار ارواح کا معاملہ اس سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا کہ یا تو کمزور طبائع کا انفعالی تاثر ہے ' یا خوش اعتقادی کا ذہنی فریب ' یا چند ایسے شعبدہ گروں کی شعبدہ گری جو جدید علم کیمیا اور فنون عجیبہ کی مدد سے زیادہ بہتر اور محفوظ قسم کا شعبدہ دکھلا سکتے ہیں -

صحیح راے قائم کرنے کیلیے ضروری ہے کہ معتقدین ' متوقفین ' اور منکرین ' تینوں کے مباحث و دلائل پر نظر ڈالی جائے - ہم آیندہ کسی موقع پر شرح و بسط کے ساتھہ اس موضوع پر اپنے مطالعہ و نظر کے نتائج شائع کرینگے -

ضروری اطلاع

جو حضرات " الہلال " وی - پی - پارسل کے ذریعہ طلب فرماتے ہیں ' انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وی - پی کا روپیہ منی آرڈر کی طرح وقت پر وصول نہیں ہوجاتا - اکثر دیر ہوجاتی ہے ' اور چونکہ روپیہ کی وصولی کے بعد ہی خریدار کا نام رجسٹر میں درج کیا جا سکتا ہے ' اسلیے اسوقت تک پرچہ جاری نہیں ہوتا جب تک روپیہ وصول نہ ہو جائے - اگر اس وجہ سے اجراء میں دیر ہوجاتی ہے تو اس میں دفتر کی مجبوری ظاہر ہے - اس کا علاج یہی ہے کہ قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیج دی جائے -

منیجر

اردو ٹائپ

ایک مراسلة

آپ نے ۲۹ جولائی کے " الہلال " میں پہلے صفحہ پر اردو ٹائپ کے متعلق ایک اعلان شایع کیا ہے اور اس بارے میں رائیں طلب فرمائی ہیں - اپنی رائے آپ نے یہ دی ہے کہ جس ٹائپ میں الہلال چھپتا ہے یعنی جو ٹائپ صفحہ ۳ سے استعمال کیا گیا ہے وہ اعلان مذکور کے ٹائپ سے بہتر ہے - مجھے بھی اس سے اتفاق ہے - لیکن اس ٹائپ میں بھی اصلاح اور ترمیم کی گنجایش اور ضرورت ہے - یہ سمجھ کر کہ اردو کیلیے ٹائپ کی اشد ضرورت ہے اس بارے میں اپنی رائے عرض کرتا ہوں -

سب سے اول ایک اصول کی بات بتانا ضروری ہے - چونکہ اب یہ سوال اٹھایا گیا ہے اسلیے نہایت ضروری ہے کہ پنجاب اور یو - پی - کے تعلیمی محکموں سے سب سے پہلے استصواب کیا جائے - پنجاب کی نسبت مجھے زیادہ واقفیت ہے - یہاں تعلیمی اور سرکاری مطبوعات کی کتابت کے خاص قاعدے وضع کئے جاچکے ہیں جن پر برسوں سے عمل ہو رہا ہے -

بہتر تو یہ ہوتا کہ آپ اپنے اعلان کے ساتھہ تمام حروف تہجی اور علامات وغیرہ کی ساری شکلیں جو آپ کے مجوزہ ٹائپ میں ہیں دیدیتے تاکہ رائے دینے والوں کو آسانی ہوتی - خیر ' سردست جو کچھہ میری سمجھہ میں آیا عرض کیا جاتا ہے -

" مد " کی علامت آپ کے ٹائپ میں صرف خفیف سی فتحہ کی علامت کی شکل میں پائی جاتی ہے - جیسی صفحہ ۳ کالم اول کی اخیر سطر میں " آخر " پر موجود ہے - یہ علامت زیادہ واضح اور نستعلیق کے الف ممدودہ کی سی ہونی چاہیے - اعلان مذکور یعنی صفحہ اول میں جو علامت " آج " پر لگائی گئی ہے کیوں نہ اسی کو اختیار کیا جائے ؟ وہ بہت صاف اور واضح ہے -

تشدید کی علامت اس ٹائپ میں نہیں پائی جاتی - یہ اضافہ ہونی چاہیے -

جزم کی علامت بھی اس ٹائپ میں نہیں پائی جاتی - یہ بھی اضافہ ہونی چاہیے -

شین معجمہ اس ٹائپ سے غائب معلوم ہوتا ہے - سین مہملہ پر نقطے لگا کر کام چلایا گیا ہے - اسے کیوں خارج کیا جائے ؟

آجکل کتابت اور املا کا مسلمہ قاعدہ یہ ہے کہ صرف ہائے مخلوط التلفظ دو چشمی لکھی جاتی ہے - مگر آپ کے ٹائپ میں اس کا لحاظ نہیں - اس کے بنانے والے ذوق کے " کتابت والے " کے ہم مشرب معلوم ہوتے ہیں جن سے شیخ مرحوم کو یہ شکایت تھی :

ہائے رے حسرت دیدار میری ہائے کو بھی
لکھتے ہیں ہائے دو چشمی سے کتابت والے

یہ کرکیوں سے لکھا جائے ؟ یہ ضرور ہے کہ اس کلمہ کو ہائے ہوز سے لکھیں تو نیچے ایک شوشہ بڑھانا پڑیگا کیونکہ یہ حروف جب

طرح پہلے پہل اُسے مذہب مخاطبات ارواح کي طرف توجه هوي ' اور کس طرح ایک جاحد منکر کي جگه وہ مصدق معتقد بن گیا - دوسرے میں اپنے متعدد تجربے اور مشاهدے بیان کیے هیں - تیسرے اور چوتھے میں منکرین کے وجوہ انکار پر بحث کي ہے - پانچویں سے لیکر آٹھویں مقاله تک کا موضوع عالم مادي و روحي کے علائق هیں اور اس ضمن میں اُن امکانات کي نہایت دلنشیں تصویر کھینچي ہے جو بیان کردہ علائق کي ترقي سے دنیا کي معنوي زندگي میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دینگے !

(سرکونن ڈائل کا بیان)

پہلے مقاله کا خلاصه حسب ذیل ہے :

" سنه ١٨٨٦ - سے پہلے میں جنوبي افریقه میں طبابت کرتا تھا - اُس وقت میرے عقائد کا یه حال تھا که اُن لوگوں پر هنستا تھا جو روح کے مصطلحه وجود پر یقین رکھتے هیں - میں خیال کرتا تھا که اس سے زیادہ بے عقلي اور وهم پرستي کي اور کوئي بات نہیں هوسکتي -

میں بھي آج کل کے تمام جدید تربیت یافتوں کي طرح سائنس پر ایمان رکھتا تھا - میرا مذہب ' مذہب مادي تھا - میرا اعتقاد تھا که روح ' بجز اسکے کچھه نہیں که جسم - کے وظائف و ترکیب هي کا ایک نتیجه ہے ' اور عقل کا مرکز دماغ میں ہے - میرا یقین تھا که دوائیں انساني طبیعت میں تبدیلي پیدا کر سکتي هیں - اور اُسے نیک اور بد بنادے سکتي هیں - اُس وقت کبھي میرے ذهن میں یه موٹي سي بات نہیں آئي که ایک ماهر موسیقي همیشه ماهر موسیقي هي رهیگا اگرچه اُسکي بانسري ٹوٹ جائے - زیادہ سے زیادہ یه هوگا که وہ اپنا هنر ظاهر نه کر سکے گا ' لیکن اُسکا کمال اُس میں بدستور موجود رهیگا -

سب سے پہلے جس کتاب نے میرے خیالات میں تبدیلي پیدا کي اور مجھے الحاد و مادیت سے نکالا ' وہ "میرز" کي کتاب " شخصیت انساني " ہے - یه کتاب اس لائق ہے که اُن کتابوں میں سے شمار کي جائے جنھوں نے انساني افکار کا بہاؤ ایک طرف سے دوسري طرف پھیر دیا ہے - مثلاً ڈارون کي کتاب اصلیت انواع اور بیکن کي کتاب منطق جدید -

اِس کتاب کے مطالعه کے بعد میں نے انتقال فکري کے تجربے شروع کیے - میرے ایک دوست مسٹر پال کو بھي اِس موضوع سے بڑي دلچسپي تھي - میں اُنکے پیچھے بیٹھه جاتا اور کاغذ پر بعض نقشے بناتا - مجھے هر مرتبه یه دیکھکر حیرت هوجاتي تھي که وہ میرے بنائے هوئے نقشے بعینه اپنے کاغذ پر اتار لیتے تھے ' حالانکه وہ میرا کاغذ نہیں دیکھتے تھے - پھر میں نے یه تجربه بھي کیا که وہ دوسرے مکان میں بیٹھا کریں - لیکن پھر بھي میں نے دیکھا وہ نقشوں کي بالکل صحیح نقل اتار لیتے تھے !

اُس وقت مجھے یقین هوا که عقل کو دماغ کا ویسا فعل سمجھنا صحیح نہیں هوسکتا جس طرح هم صفرو کو جگر کا فعل سمجھتے هیں -

اِسکے بعد میں نے تھیاسوفي کا مطالعه شروع کیا - میں نے دیکھا که اِس تحریک کي علم بردار اور رهنما مکم بلیوٹسکي ذهین مگر مکار عورت ہے - لیکن اِس دروغ گو عورت کي موجودگي سے اِس تحریک پر حرف نہیں آسکتا - یه ایک صحیح تحریک ہے - یه ضرور ترقي کریگي - مگر اُسي وقت ' جب اسکے ارکان وہ چولا اتار دینگے جو اِس عورت نے اسے پہنا رکھا ہے ' اور اِس تحریک کے حقیقي سر چشموں تک پہنچینگے جو مشرق کي سر زمین پر موجود هیں -

پھر میں نے وہ تمام کتابیں پڑھیں جو علماء عقلیات نے مذہب کے خلاف لکھي هیں - لیکن مجھے کوئي تشفي نہیں هوئي - کیونکه وہ کبھي ایجابي بات کہتے هي نہیں - اُنکے پاس جو کچھه ہے ' سلبي اور انکاري ہے -

مدت تک دنیا کي دوسري مشغولیتوں اور مسلسل سفر میں رهنے کے بعد پھر مجھے اِس اهم موضوع کے لیے مہلت ملي - بتدریج مجھه میں یه خیال پیدا هونے لگا که هماري اس زندگي کے علاوہ کوئي اور مخفي زندگي بھي ضرور موجود ہے ' اور وہ شاید هماري زندگي سے زیادہ لطیف اور خوشگوار ہے -

سنه ١٨٩٢ یا سنه ٩٣ میں انجمن علوم نفسیه نے مجھے اور ڈاکٹر اسکاٹ اور مسٹر بوٹمر کو ایک مکان کي تحقیقات کیلیے بھیجا - اِس مکان کے متعلق مشہور تھا که اُس میں روحیں رهتي هیں اور شور و هنگامه برپا کیا کرتي هیں -

هم دو رات اِس مکان میں رہے - پہلي رات کوئي واقعه نہیں هوا - دوسري رات ڈاکٹر اسکاٹ مایوس هوکر چلے گئے - صرف میں اور مسٹر بوٹمر رہ گئے - هم نے هر طرح کے دھوکے سے بچنے کا پورا انتظام کرلیا تھا - زینه پر تار بچھا دیے تھے تاکه ادنیٰ سي حرکت کا بھي همیں علم هو جائے -

ٹھیک آدھي رات کو هم نے اچانک سخت شور سنا - ایسا معلوم هوا ' گویا کوئي میز کو موٹي لٹھي سے پیٹ رہا ہے - هم نے فوراً دروازہ کھولا اور باورچي خانه کے طرف دوڑ پڑے جہاں سے آواز آرهي تھي - مگر همیں سخت حیرت هوئي - باورچي خانے کا دروازہ اور کھڑکیاں بالکل بند تھیں - زینه پر بچھے هوے تار بھي اپني جگهه سے نہیں هٹے تھے !

اِسکے بعد رات بھر هم نے کوئي آواز نہیں سني -

اِس واقعه کے چند سال بعد یه مکان جل گیا - اُسکا باغ کھودا گیا تو زمین سے دس برس کے ایک لڑکے کي هڈیاں نکلیں - یه رات کا شور در حقیقت اِسي لڑکے کي روح کا شور تھا - وہ اِسي گھر میں قتل هوا تھا اور اُسکي روح اس میں رهنے والوں کو پریشان کیا کرتي تھي -

اِس سلسله میں یه نظریه بہت سے لوگوں کے سامنے ہے که اگر کسي جوان آدمي کي زندگي کسي غیر طبیعي اچانک حادثه سے تلف هوجائے ' تو اُسکي روح کي حیویت موت کے بعد بھي باقي رهتي ہے اور عجیب عجیب صورتوں میں ظاهر هوتي ہے "

کانن ڈائل نے آخر میں لکھا ہے " اِس قسم کے بے شمار واقعات مشاهدہ کرنے کے بعد میں نے اِس علم کا وسیع مطالعه کیا - یہانتک که اب مجھے اِس پر پورا یقین هوگیا ہے - میرا اعتقاد ہے که روحوں سے گفتگو کي جاسکتي ہے "

اس کے بعد کے مقالات میں وہ تجربے اور مشاهدے به تفصیل بیان کیے هیں جو سالہا سال تک وہ " اپنے اذعان و تشفي کیلیے " جمع کرتا رہا - پھر اُن اعتراضات اور شکوک کے جوابات دیے هیں جو اُن کے خیال میں منکرین مذہب استحضار کے " بنیادي " اعتراضات هیں -

آثار عتیقه

چهپائي اور سياهي وغيره مساله کا صرف لابدي طور پرکس ميں زيادہ هوتا ہے ؟ ٹائپ ميں يا ليتهو ميں ؟ يه ياد رہے که اگر ٹائپ ميں طباعت کا صرف ليتهو سے بہت زيادہ هوا تو کاتب جو ٹائپ کي وجه سے بيکار هوگئے هونگے ' کتابت کي اُجرت کا نرخ گهٹا دينگے ' اور اس طرح ٹائپ کي ترويج عام ميں مزاحم هونگے ' کيونکه سب کاتب تو کمپوزيٹر بن جانے سے رہے -

آخر ميں يه عرض کرنا ہے که ميں نہيں سمجها اعلان مذکور ميں آپ نے عربي کے ساتهه فارسي اور ترکي زبانوں کو بهي " سامي " کيسے قرار ديا ؟ يه تو کوئي بات نہيں که اگر ان دونوں زبانوں کا املا دهنے سے بائيں کو چلتا ہے اور عربي کا بهي يہي حال ہے جو حقيقت ميں سامي زبان ہے ' تو يه دونوں زبانيں بهي سامي بتائي جائيں - غالباً آپ عجلت ميں فارسي اور ترکي زبانوں کو سامي کهه گئے -

آپ کا مخلص

برج موهن دتا تريه - کيفي دهلوي

الهلال :

يه اور بعض ديگر مراسلات جو اس باب ميں آئي هيں ' شائع کردي جاتي هيں - جناب کيفي نے اس معامله ميں جو دلچسپي لي ہے اور اپنے خيالات تفصيل سے ظاهر کيے هيں ' اسکے ليے هم اُن کے شکرگذار هيں - ليکن اس تحرير سے معلوم هوتا ہے که اردو ٹائپ کے اقسام ' اُس کي تاريخ ' اور اُس کي فني اور صناعي مشکلات اُن کے سامنے نہيں هيں - ضرورت ہے که ايک مرتبه به تفصيل يه امور واضح کرديے جائيں - هم اِن مراسلات کي اشاعت کے بعد اس موضوع پر به تفصيل اپنے خيالات ظاهر کرينگے -

البته دو باتيں ايسي هيں جنهيں اسي وقت واضح کردينا ضروري ہے - صاحب مراسلة لکهتے هيں " خود آپ نے اپني پسند اُس ٹائپ کي نسبت ظاهر کي ہے جس ميں رساله کمپوز هوتا ہے " حالانکه واقعه يه ہے که اُس ٹائپ کي نسبت ظاهر کي ہے جس ميں پہلے صفحه کا اعلان کمپوز هوا ہے -

فارسي اور ترکي کے سامي نه هونے کي نسبت اُنهوں نے جو کچهه لکها ہے صحيح ہے ' اور اُن کے متنبه کرنے کے بعد عبارت پر نظر ڈالي گئي تو واقعي يه غلطي موجود ہے - دراصل مقصود يه تها که فارسي اور ترکي بهي سامي رسم الخط ميں لکهي جاتي هيں - يه مطلب نه تها که يه زبانيں بهي سامي هيں -

سات عجائب عالم

جديد علم آثار و تنقيب کی روشني مين

ايک زمانے ميں دنيا کي سب سے زيادہ عجيب اور مشهور چيزيں سات " عجائب عالم " سمجهي جاتي تهيں - قديم دنيا کي کتب تواريخ ميں ' سياحت ناموں ميں ' نظر و فکر کے عام مباحث ميں ' بول چال کي ضرب المثلوں ميں ؛ هرجگه ان سات عجيب چيزوں کا ذکر برابر آتا ہے :

(۱) اهرام مصر
(۲) بابل کے معلق باغ
(۳) اسکندريه کا ساحلي منارہ
(۴) ڈائنا کا مندر
(۵) مسولوس کا مقبرہ
(۶) روڈس کا مجسمه
(۷) مشتري کا مجسمه

قديم يوناني اور عبراني مورخوں کي زباني ان عجائب کي تفصيل دنيائے جديد کے تاريخي اوراق تک پہنچي ہے - بعض قديم آثار کے کتبوں ميں بهي اِنکي طرف اشارات پائے گئے هيں - آخري عهد کے بعض حکماء يونان و اسکندريه نے مشتري کے مجسمه اور معبد کا ذکر ايسے موقعوں پر کيا ہے ' جب اُنهيں عجائب و غرائب کيليے کسي قريبي اور معروف تمثيل کي ضرورت هوي ہے - مثلاً ايک حکيم ' افلاطون کي تعريف کرتے هوئے لکهتا ہے :

" وہ انسان هونے پر بهي صرف ايک هي مرتبه پيدا هوسکا ' جس طرح مشتري کا مجسمه پتهر سے بنائے جانے پر بهي صرف ايک هي مرتبه بن سکا ہے ! "

(عرب مورخين کي تصريحات)

عربي مورخين کے علم و نظر کي وسعت اُن کے پيش روؤں کے اِس مشهور خيال سے بے خبر نہيں رہسکتي تهي - اُنهوں نے بهي " سات عجائب عالم " کا جابجا ذکر کيا ہے ' اور يوناني علم ادب کي طرح عربي ادب و محاضرات کي بهي يه ايک ضرب المثل هوگئي ہے - مشهور عرب جغرافيه نويس ابو عبد الله ادريسي منارۂ اسکندريه کا ذکر کرتے هوئے لکهتا ہے " يه اُن سات عجيب عمارتوں ميں سے ايک تهي جن کي تمام دنيا ميں شهرت هوچکي ہے "

عربي ادبيات ميں غالباً کسي ايک کتاب ميں اِن کے حالات نہيں لکهے گئے - ابن النديم کئي کتابوں کا ذکر کرتا ہے جو " عجائب دنيا " پر لکهي گئي تهيں - ليکن نہيں کها جاسکتا اُن

لفظ کے شروع میں آئے تو شوشہ لابد ہے۔ درمیان اور آخر میں نہیں - معلوم یہ ہوتا ہے کہ عربی کے املا میں چونکہ ہائے ہوز کا دوچشمی شکل میں استعمال بہت تھا بلکہ وہ ہمیشہ دوچشمی ہی لکھی جاتی ہے جبکہ وہ آخر کلمہ نہو۔ اسی کا اتباع اردو ٹائپ میں کیا گیا۔ اردو کے مروجہ قاعدۂ املا کے مطابق تو آپ کے جریدہ کا نام ہی غلط لکھا ہوا ہے - لوح کو تو جانے دیجیے کیونکہ وہاں "الہلال" خط نسخ میں ہے اور اس لیے ہائے دوچشمی ہے - لیکن ہر صفحہ پر جو جریدہ کا نام درج ہے وہ تو نسخ نہیں بلکہ اردو خط میں ہے - مگر یہاں بھی ہائے دوچشمی ہی استعمال کی گئی ہے۔ یہ قاعدہ مذکور کے مطابق غلط ہے۔ آپ کے ٹائپ میں ہائے ہوز جہاں دوچشمی نہیں وہاں عجیب مروڑ والی شکل اختیار کرتی ہے۔ جیسے صفحہ ۳ کالم ۲ میں "چہرے" اور "نہیں" کا چہرہ بگاڑا گیا ہے - حالانکہ یہی ہائے ہوز اسی کالم میں مضمون "علم الآثار مصر" کی اول سطر میں "پہلے" کی شکل میں بہت خوب اور صحیح لکھی گئی ہے - متشابہ موقعوں پر ہائے ہوز کو اس "پہلے" کی شکل میں ہی کیوں نہ لکھا جائے ؟

نون غنہ جب لفظ کے آخر میں آیا ہے اوس میں نقطہ نہیں دیا گیا - یہ بالکل درست ہے۔ لیکن یہی نون غنہ جب کلمہ کے بیچ میں واقع ہو تو کسطرح لکھا جائیگا ؟ اس وقت کے املا میں اس پر الٹا جزم لگاتے ہیں - مگر جزم آپ کے یہاں ہے ہی نہیں۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ کسرۂ اضافت کا وجود آپ کے ٹائپ میں ہے کہ نہیں -

کشش اکثر قاعدۂ نستعلیق قدیم و املاے جدید کے خلاف پائی جاتی ہے - جیسے مضمون مذکور کی چوتھی اور پانچویں سطروں میں "رکھنے" اور "کردینے" میں "ی" سے پہلے واقع ہوئی ہے -

املاے قدیم اور جدید دونوں کا مسلمہ اصول ہے کہ حروف کے امتزاج میں کوئی شوشہ فالتو نہیں ہوتا - مثلاً "بعنا" میں تین شوشے یا دندانے ہونگے - اگر آپ ایک اور دندانہ بڑھا دیں تو املا کی غلطی کے علاوہ قاری کو زحمت ہوگی۔ اسی مضمون کی گیارھویں سطر میں "ایجاد" کا لفظ آیا ہے - اس میں "ی" اور جیم کے درمیان ایک دندانہ یا شوشہ ٹائپ میں پیدا کردیا ہے جو نہونا چاہیئے - اگر یہ کمپوزیٹر کا تصرف نہیں تو اسکی اصلاح ہونی چاہیے -

کوئی وجہ نہیں کہ ہاے ہوز آخر کلمہ ' نسخ میں لکھی جائے ' جیسی کہ "آثار عتیقہ" میں لکھی ہے۔ "نہ" کی شکل آپ کے ٹائپ میں "نہ" ہے جو نستعلیق نہیں - یہ کیوں ؟

"یا" آخر کلمہ کی تین صورتیں ہوتی ہیں: یاے معروف - یاے مجہول - یاے مفتوح - آپ کے ٹائپ میں صرف دو موجود ہیں - یاے معروف گول لکھی گئی ہے - یہ ٹھیک - لیکن یاے مجہول و مفتوح دونوں لمبی ہیں - یہ ٹھیک نہیں - جب یا کی ایک اور شکل ہمارے پاس موجود ہے - یعنی نصف دایرہ یا کٹی ہوئی ' تو کیوں نہ اسے بھی استعمال کیا جائے ' تا کہ یاے مفتوح و یاے مجہول باہم متمیز ہو جائیں ؟

اردو ٹائپ چونکہ کہیں کہیں موجود ہے ' اس لیے ہمکو یہ موقع میسر ہے کہ اس کی اصلاح و ترمیم کرکے اپنا ایک مکمل ہندوستانی قومی ٹائپ بنالیں جو لیتھو کی جگہ لے - اور کیا پبلک اور کیا سررشتۂ تعلیم' دونوں اسے قبول کرلیں۔ آپ کے ٹائپ میں "یا" آخر کلمہ کے نیچے بھی دو نقطے دیے جاتے ہیں - مگر آپ کے اخبار کے اسی نمبر کے اس حصہ میں جو کاتب کا لکھا ہوا ہے ' ایسی "ی" کے نیچے نقطے نہیں دیے گئے - یہ دو عملی کیا معنی ؟ ان دو نقطوں کی ضرورت کیا ہے ؟ کاتب کا وقت اور پریس کی سیاہی فضول کیوں خرچ ہو؟ جرمنی کا اردو ٹائپ بھی اسی اسراف کا مرتکب ہے - دیوان غالب جو وہاں سے ٹائپ میں چھپ کر آیا ہے' اوس میں چند ایسی بد عنوانیاں نظر آئیں جو شاید آپ کے ٹائپ میں نہیں ہیں - اس کتاب کا صفحہ ۱۲۱ ملاحظہ فرمائیں - اس کے آخر میں ایک نا مکمل غزل ہے :

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہو:
زباں کوئی نہو

"کوئی" کا لفظ چار جگہ تو ردیف کا جز بنکر آیا ہے اور دو جگہ مصرعوں کے متن میں - پانچ جگہہ تو اس حرف کی شکل اور شان یکساں ہے ' لیکن ایک جگہ اُن سے نرالی شان میں لکھا گیا ہے :

"پڑیئی" گر بیمار تو کوئی نہو بیمار دار

سمجھہ میں نہیں آتا کہ ایک ہی لفظ اور ایک ہی تحریر اور ایک ہی معنی میں دو شکلیں کیونکر اختیار کر سکتا ہے ؟ یہ بد عنوانی نہ ہونی چاہیے - اسی غزل کے مطلع کے دوسرے مصرع میں "ہم سخن" کا لفظ آیا ہے - لفظ "سخن" میں "ں" اس انداز سے "خ" کے ساتھہ ملایا گیا ہے جس طرح حرف شناس بچے لکھا کرتے ہیں - حروف کی ملاوٹ کا یہ طریق پسندیدہ نہیں -

اردو ٹائپ کی وکالت کرتے ہوئے مطمح نظر صرف یہی نہ ہونا چاہیے کہ ارباب صحافت کو کاتبوں کی ناز برداری سے نجات ملے' اور اخبار و جراید جلد اور ایک ہی خط میں چھپ جائیں - بلکہ آپ کا فرض ہے کہ اسے ایک قسم کا قومی ادارہ تصور فرمائیں - اور آج کل کے مروجہ طرز املا پر کچھہ ترقی کریں - نہ یہ کہ اس کی ضروریات بھی پوری نہوں - مبتدیوں کے لیے اردو کا قاعدہ بھی چھپیگا اور علما کی تصانیف عالیہ بھی - اس لیے یہ ایسا ہونا چاہیے کہ انشا کی تمام ضروریات اس سے پوری ہو جائیں ' اور یہ فن املا کا کماحقہ نمایندہ بنکر کتابت کا نعم البدل ثابت ہو -

اور مولانا ! اس کا بھی خیال رکھیے کہ آج کل انسانی مصروفیت کے ہر شق میں جمالیت کا بڑا زور اور رسوخ ہے - جو ٹائپ تجویز ہو' وہ خط نستعلیق کے برابر تو دیدہ زیب ہونا چاہیے - یہ کیا ہوا کہ بچوں کے کنکھنے یا کیڑے مکوڑے کاغذ پر چھاپ کر پیش کردیے - میں کوئی وجہ نہیں دیکھتا کہ ٹائپ وضع کرتے وقت خوبصورتی کا خون کیا جائے - کیا وجہ ہے کہ نستعلیق کی نقل نہ کی جائے ؟ کیوں اسے اول جلول بنایا جائے ؟ آپ کے ٹائپ میں تمام دائرے بد نما اور چپٹے ہیں - کیوں نہ گول ہوں ؟ اخر اس میں کون سی دقت حایل ہے ؟

میں دیکھتا ہوں کہ آپکے ٹائپ میں بڑی سرخیاں نسخ میں ہیں - یعنی اردو ٹائپ کے ساتھہ ایک مطبع کو نسخ کا ٹائپ بھی رکھنا پڑیگا - یہ دو عملی بد عملی کا حکم رکھتی ہے۔ خفی و جلی کے کئی درجے قائم کرکے تمام و کمال ٹائپ نستعلیق میں ہونا چاہیے -

میں پھر عرض کرونگا کہ سب سے پہلے آپ یہ کیجیے کہ ٹائپ رایٹر کے "کی بورڈ" کی طرح آپ کے ٹائپ میں جو جو چیزیں ہیں' اُن سب کا نمونہ ایک صفحہ پر چھپوا کر شایع فرمائیے تاکہ پتہ چلے اس میں کیا کچھہ ہے اور کیا نہیں ہے -

ٹائپ سے متعلق ایک اقتصادی پہلو بھی ہے جسے نظر انداز نہیں کر سکتے - یعنی یہ بھی دیکھنا ہے کہ کاغذ اور اس کے ساتھہ

کي تعمير کس زمانه ميں هوئي تهي ؟ چهٹي صدي قبل مسيح ميں يه مندر پهر گر پڑا. اور يونانيوں نے عوام سے روپيه جمع کرکے تيسري مرتبه تعمير کيا -

پانچويں صدي قبل مسيح ميں يوناني مورخ هيرودوٹس نے يه عمارت ديکهي تهي - وه لکهتا هے :

" پورا مندر سنگ مرمر کا هے ' اور اُن قديم مندروں سے ' جن کي بنيادوں پر قائم هوا هے ' چارگنا زياده وسيع هے - چاروں طرف سنگ مرمر کے ستونوں کي قطاريں هيں ' اور هر زاويه ميں آٹهه آٹهه مزيد ستون هيں - هر ستون کي بيٹهک يوناني تصويروں سے آراسته کي گئي هے "

سنه ۳۵۶ ق م ميں مشهور ظالم بادشاه هيروسٹراٹس کو خيال هوا که کوئي ايسا کام کرجائے جس سے اُس کا نام تاريخ ميں يادگار رهے- اُس نے اس مندر کي عمارت يک قلم برباد کردي - کيونکه دنيا کي اِتني عجيب اور قيمتي عمارت کا برباد کرنے والا يقيناً تاريخ کے حافظه ميں فراموش نهيں هوسکتا - اُسي وقت سے يوناني زبان ميں يه ضرب المثل مشهور هوگئي هے " اگر شهرت کے ليے ڈائنا کا مندر بنا نهيں سکتے تو اسے برباد کرڈالو "

ليکن يونانيوں کو يه معبد اس درجه عزيز تها که وه اس کي عدم موجودگي برداشت نهيں کرسکتے تهے - انهوں نے پهر از سر نو تعمير شروع کي اور قومي سرمايه سے مصارف کا انتظام کيا - بيان کيا گيا هے که تمام ملک ميں اس کي تعمير کا جوش اس قدر پهيل گيا تها که عورتوں نے اپنے زيور تک چندے ميں ديديے تهے - اُسي زمانه ميں سکندر اعظم کا اس شهر ميں گزر هوا - اُس نے خواهش کي که اپنے جيب خاص سے پورا عبادت خانه بنوا کر ديوي کي نذر کردے - مگر شهر کے باشندوں نے يه ذلت گوارا نه کي ' اور سکندر کي ناراضي سے بچنے کے ليے يه حيله کرديا که " آپ خود بهي ديوتا هيں ' اور ايک ديوتا کے ليے دوسرے ديوتا کو نذر دينا جائز نهيں "

خيال کيا جاتا هے که سنه ۳۲۳ ق م ميں يه عمارت مکمل هوگئي تهي- يه ۴۲۵ فٹ لمبي تهي- سنگ مرمر کے ۱۲۷ - کهمبے تهے - اور هر کهمبا ۶۰ فٹ بلند تها - پورا عبادت خانه بڑي سليقه مندي سے آراسته کيا گيا تها- بڑے بڑے مصوروں نے تصويريں بنائي تهيں اور اس کے در و ديوار کي آرايش کے ليے بطور چڑهاوے کے پيش کي تهيں- ايک تصوير سکندر اعظم کي بهي تهي - وه اپنے گهوڑے پر سوار دکهايا گيا تها - کها جاتا هے که سکندر نے جب يه تصوير ديکهي تو ناپسند کي- ليکن جب قريب پهنچا تو اُس کا گهوڑا هنهنا اٹها - اِس پر مصور نے طعنه زني کي راه سے کها : " حضور کا گهوڑا اپنے سوار سے کهيں بهتر فن کي شناخت رکهتا هے " يه قول يوناني زبان ميں ضرب المثل هوگيا تها - يوناني سے يورپ کي زبانوں ميں منتقل هوگيا -

اِسکے بعد سنه ۲۶۰ ع ميں يه مندر پهر برباد هوگيا - اس مرتبه اِسے عيسائيوں نے ڈهايا تها اور اُس پر گرجا بناديا تها - مگر يه گرجا بهي زياده عرصه تک قائم نه ره سکا - تهوڑے هي عرصه کے بعد بے نام و نشان هوگيا -

ڈائنا ' ايشيائي ديوي ارٹميس کي صورت هے - اشوريوں نے اسے امومةٌ يعني مامتا کے جذبات کا مظهر قرار ديا تها - يهي وجه هے که اسکے سينه پر بهت سے پستان دکهائے گئے تهے ' ليکن جب يونانيوں نے اسکي عبادت شروع کي تو اُسکي شکل بدل دي- اُنهوں نے اِسے ايک ذهين ' قوي ' اور جوان عورت کي صورت ميں طيار کيا تها -

(۲)

مقبرۂ موسولس

(The Tomb of Mausolus)

ايشيائے کوچک ميں بدرم نام ايک ساحلي شهر هے - يه عهد مسيحي سے پهلے ايران کے ماتحت تها - سمندر اور پهاڑ کے درميان واقع هونے کي وجه سے اُسکا جغرافيائي موقعه اِس قدر مستحکم هے که باوجود ماتحت هونے کے بهي وه عرصه تک اپني اندروني خود مختاري برقرار رکهه سکا - چوتهي صدي قبل مسيح ميں يهاں ايک بادشاه حکمراں تها - اُسکا نام " موسولوس " تها - اُسنے اپنا پايۂ تخت يهي شهر بدرم قرار ديا تها - اِس شهر کا نام اُس وقت هيلي کارنيسس (Halicarnasous) تها -

سنه ۳۵۳ ق - م - ميں اِسنے وفات پائي - اسکي ملکه ارٹمي ميزيا (Artemisia) بهت غمگين هوئي اور کسي طرح بهي تسلي حاصل نه کرسکي- آخر اُس نے اِس طرح اپنا دل بهلانا چاها که اپنے شوهر (بادشاه) کي قبر پر ايک ايسا مقبره طيار کرے جيسا دنيا ميں کهيں موجود نه هو- يه ايک بيوي کے طرف سے اپنے شوهر کيليے وه يادگار محبت تهي' جو آگے چل کر ايک شوهر (شاهجهان اعظم) کے طرف سے اپني بيوي (تاج محل) کيليے قائم هونے والي تهي - دراصل يه مقبره " بيوي " کا " شوهر " پر ايک قرض محبت تها ' جسے سرزمين هند کے ايک وفا پرست " شوهر " شاهجهاں نے ادا کرديا !

چنانچه اُسنے ماهر يوناني معمار جمع کيے - اُنهيں بهت کچهه انعام و اکرام ديا ' اور مقبره بنوانا شروع کيا - ليکن ابهي دو برس بهي پورے نهيں گزرے تهے که فرط غم سے ملکه کا بهي انتقال هوگيا -

مقبره ابهي طيار نهيں هوا تها - معماروں نے باهم مشوره کيا که اب همیں کيا کرنا چاهيے ؟ بالآخر سب کي راے يهي قرار پائي که اس ملکه نے هم پر بڑے بڑے احسان کيے هيں - هميں چاهيے اُن کے شکريه ميں اُس کا نا تمام کام پورا کرديں - چنانچه اُنهوں نے کام جاري رکها ' يهانتک که تعمير ختم هوگئي ' اور ايک ايسا مقبره طيار هوگيا جيسا چشم فلک نے پهلے کبهي نهيں ديکها تها -

اب " موسولوس " يورپ کي تمام زبانوں ميں مقبره کيليے بولا جاتا هے- انگريزي لفظ " Mausoleum " اِسي " موسولوس " سے بنا هے-

مقبره ايک منزل کا تها - اِسي منزل ميں بادشاه کي قبر تهي - چهت پر سفيد سنگ مرمر کے ۳۶ سڈول ستون نصب کيے گئے تهے - اِن ستونوں پر مخروطي شکل کا باره منزلوں کا مناره تها - اِس پر بادشاه کي رتهه بنائي گئي تهي جسے چار اصيل گهوڑے کهينچ رهے تهے - عمارت کي پوري بلندي ۱۴۰ - فٹ تهي -

خود عمارت زياده بلند اور شاندار نه تهي - ليکن سبک اور نازک اِس قدر تهي که حيرت هوتي تهي - مخروطي مناره کي بنياديں جن ستونوں پر قائم تهيں ' وه اِس قدر پتلے تهے که دور سے بالکل نظر نهيں آتے تهے - شبه هوتا تها که عمارت هوا ميں معلق کهڑي هے !

مورخين کا خيال هے که يه مقبره بارهويں صدي عيسوي تک صحيح و سالم موجود تها - اِسي زمانے ميں صليبي فوجوں نے شهر بدرم پر قبضه کيا اور مقبره کے پتهر اکهاڑ کر اپنا قلعه بنانے لگے - پهر سنه ۱۵۲۲ ع ميں جب سلطان سليم نے اِس شهر پر حمله کيا ' تو صليبيوں نے مقبره کے باقي مانده ستون بهي اکهاڑ ليے -

میں اِن عجائب کا بھی ذکر تھا یا نہیں ؟ البتہ تاریخوں ' سفر ناموں ' اور تقویم بلدان کی کتابوں میں فرداً فرداً اِن کا ذکر موجود ہے - خصوصاً بابل کے معلق باغوں ' اسکندریہ کے منارہ ' اور مصر کے اہرام (مخروطی مناروں) کا تو نہایت مفصل تذکرہ موجود ہے - ابن جریر طبری ' ابن حوقل ' ادریسی ' مسعودی ' ابوعبد اللہ البکری (صاحب المسالک و الممالک) ابوعبداللہ غرناطی (صاحب نخبۃ الاعجاب) ابن جبیر ' ابوالفداء ' ابن اثیر ' بیرونی ' عبداللطیف بغدادی ' یاقوت حموی ' قزوینی ' مقریزی ؛ سب نے اِن کا ذکر کیا ہے - حموی ' بغدادی ' اور مقریزی کے مباحث اہرام مصر اور منارۂ اسکندریہ کے متعلق اس درجہ محققانہ ہیں ' کہ جن جن پہلوؤں پر انہوں نے روشنی ڈال دی ہے ' اُن پر موجودہ زمانے کی اثری تحقیقات بھی کوئی اضافہ نہیں کرسکتی - حالانکہ مصری آثار کی جدید تحقیقات نے نئے نئے انکشافات کے انبار لگا دیے ہیں -

دنیا کی تمام عجیب اور مشہور چیزوں کی طرح ان عمارتوں کی نسبت بھی عوام میں طرح طرح کے دور از عقل خرافات مشہور ہوگئے تھے ' اور عہد قبل از اسلام کے بعض مورخوں اور سیاحوں نے بھی انہیں قبول کر لیا تھا - لیکن محققین عرب نے پوری دقت نظر کے ساتھ اُن روایات پر نظر ڈالی ' اور بعض کی مشاہدات کی بنا پر اور بعض کی علمی قواعد کی بنا پر تغلیط کی - یاقوت حموی ' بیرونی ' عبد اللطیف بغدادی ' اور مقریزی ؛ اگرچہ تمام روایات نقل کردیتے ہیں ' لیکن جابجا اُن کی تغلیظ بھی کرتے جاتے ہیں - حموی اور بغدادی نے منارۂ اسکندریہ کا مشاہدہ اور تخطیط کرکے جو کچھ لکھا ہے ' اور جس طرح بے اصل روایتوں کی تکذیب کی ہے ' اس سے زیادہ تحقیق آج تک نہیں کی جا سکی -

یاقوت حموی اسکندریہ کے منارہ اور مصر کے عجائب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے " وھذہ أخبار نقلنا ھا کما وجدنا ھا فی کتب العلماء وھی بعیدۃ المسافۃ من العقل ' لایؤمن بہا إلا من غلب علیہ الجہل " یعنی یہ تمام روایتیں ہم نے جس طرح علماء کی کتابوں میں پائیں ' بجنسہ نقل کردیں ' لیکن یہ عقل سے نہایت ہی بعید ہیں ' اور انہیں کوئی نہیں مان سکتا ' الا وہ شخص کہ اُس کی عقل پر جہل غالب آگیا ہو " آگے چل کر ایک دوسرے موقعہ پر لکھتا ہے " اما خبرالمنارۃ فقد رووا لہا اخباراً ھائلۃ و ادعوا لہا دعاوی عن الصدق عادلۃ " یعنی منارہ کے متعلق عجیب عجیب باتیں روایت کی گئی ہیں اور طرح طرح کے دعوے کیے گئے ہیں جو سچائی سے ہٹے ہوئے ہیں - پھر جہاں اپنے معائنہ کا ذکر کیا ہے ' وہاں لکھتا ہے " شاھدتہ فی جماعۃ من العلماء وکل عاد منا متعجباً من تخرص الرواۃ " یعنی میں نے علماء کی ایک جماعت کے ساتھ منارہ کی سیر کی ' اور ہم میں سے ہر شخص جب مشاہدہ کے بعد لوٹا ' تو وہ راویوں کے اوہام و ظنوں پر متعجب تھا (معجم البلدان - ۱ : ۲۴۲) عبد اللطیف بغدادی اور مقریزی کی تصریحات بھی ایسی ہی ہیں - حموی نے منارہ کی تعمیری حالت دیکھکر جو اُس کے عہد تک باقی تھی ' اُس کی شکل و مساحت پر بھی غور کیا تھا اور اس کا نقشہ بنایا تھا - حموی کے بعد کے مصنفین مثلاً قزوینی وغیرہ نے اُسی سے منارہ کا نقشہ نقل کیا ہے -

(جدید علم الآثار کی تحقیقات)

اب سے تقریباً ڈیڑھ سو برس پہلے قدیم آثار کی تحقیقات و تنقیب کا نیا دور شروع ہوا ' اور اس سلسلہ میں ان سات عجائب عالم کی تحقیقات پر بھی انفرادی اور جمعیتی کوششیں مبذول ہوئیں - روڈس ' اسکندریہ ' اور اہرام کی تحقیقات اسقدر دشوار نہ تھی - کیونکہ مقامات معلوم تھے اور محل معین ؛ لیکن بقیہ عمارتوں کی تحقیقات کا کام بہت دشوار تھا - تاہم جستجو جاری رہی ' اور بالاخر تمام ضروری معلومات روشنی میں آگئیں -

جہانتک ہمیں معلوم ہے ' اُردو میں ان قدیم عجائب کی جدید اثری تحقیقات پر اِس وقت تک کچھہ نہیں لکھا گیا ہے - ہم چاہتے ہیں ' مختصراً انکی تاریخ اور موجودہ اثری تحقیقات ایک دو مقالوں میں بیان کر دیں - یورپ کے اہل قلم ان عجائب کی تاریخ لکھتے وقت عموماً عربی عہد کی تاریخی و علمی تحقیقات نظر انداز کر جاتے ہیں - یا معلوم کرتے ہیں تو اکثر حالتوں میں ناقص اور غیر محققانہ ہوتی ہیں - اس سلسلۂ مقالات سے ایک مقصود یہ بھی ہے کہ جن جن عمارتوں کے متعلق عربی مورخین کی تصریحات موجود ہیں ' وہ اپنے اپنے موقعوں پر نمایاں ہو جائیں -

(۱)

ڈائنا کا مندر

The Temple of Diana

ایک قدیم مورخ کا قول ہے :

" میں نے بابل کے معلق باغ دیکھے - مشتری اور روڈس کے مجسمے دیکھے ' اہرام مصر اور موسولس کا عالیشان مقبرہ دیکھا ' لیکن جب میں نے ڈائنا کا سربفلک مندر دیکھا تو تمام عجائب عالم میری نظر سے گر گئے "

قدیم مورخوں نے دنیا کی سات عجیب چیزوں میں سے کسی کے متعلق بھی اس قدر نہیں لکھا ہے ' جس قدر اِس مندر کے متعلق لکھا ہے - لیکن باوجود اِس کے یہ کیسی عجیب بات ہے کہ دنیا نے سب سے زیادہ یہی چیز فراموش کردی ؟ حتی کہ یہ بھی کسی کو یاد نہ رہا کہ یہ عمارت واقع کس جگہ تھی ؟

سب سے پہلے سنہ ۱۸۶۵ع میں ایک انگریز ڈاکٹر ووڈ نامی نے شہر افسس میں اس کا پتہ لگایا - اِس کے بعد سنہ ۱۹۰۴ع میں برٹش میوزیم نے ایک اور شخص مسٹر ہوگارتھ کو مزید تحقیقات کے لیے بھیجا - اس شخص نے عرصہ تک تحقیقات جاری رکھی ' اور اس کے بعد اپنی تحقیقات کے نتائج شایع کیے - اس کا بیان ہے کہ یہ مندر تین پرانے مندروں کے کھنڈروں پر تعمیر ہوا تھا - مندر کی دیواروں کے نیچے تقریباً تین ہزار آثار پائے گئے - یہ مشرقی طرز کے ہیں ' اور اِس بات کی زندہ شہادت ہیں کہ یونان کی صنعتی ترقی دراصل مشرق ہی کی تقلید سے شروع ہوئی تھی -

قدیم یونانی شہر افسس جہاں یہ مندر واقع تھا ' اب بالکل برباد ہوگیا ہے - اُس کی جگہ اِس وقت ایک ترکی شہر ایاسو لوگ نامی آباد ہے اور ایشیاے کوچک میں واقع ہے -

مندر کی تاریخ سنہ ۷۰۰ قبل مسیح سے شروع ہوتی ہے - کیوں کہ اُس کی دیواروں میں بعض ایسی علامتیں موجود ہیں کہ خیال کیا جاتا ہے ' اُن کا تعلق اُسی زمانہ سے ہے -

سنہ ۶۶۰ ق م میں یورپ کی ایک وحشی قوم نے اِس علاقہ پر حملہ کیا اور یہ عمارت برباد کر ڈالی - اِس کے بعد پھر از سر نو تعمیر کیا گیا - مگر زیادہ مدت تک قائم نہ رہ سکا - کیونکہ مسالہ خراب لگایا گیا تھا - یہ اب تک تحقیق نہیں ہوسکا کہ دوسری مرتبہ

عالم شرق و اسلام

شامی جہاد وطنی کا التوا

موجودہ عہد کی ایک قومی جد و جہد پر نظر تردیع !

شہر دمشق کا ایک عمومی منظر
جس کی دو تہائی تاریخی رونق و عظمت فرانسیسی توپوں کی گولہ باری اور فوجی حکام کے قتل و غارت گری سے ہمیشہ کیلیے برباد ہوگئی !

سلطان پاشا اطرش اور دروزی مجاہدین کا معسکر سویداء میں

فرانس اعلان کرتا ہے کہ " اب ملک میں امن قائم ہوگیا ہے " مگر یہ " امن " کیونکر قائم ہوا ؟ اس طرح قائم ہوا کہ دمشق کے چاروں طرف اور خود شہر کے اندر ' بری تباہ کن مہلک مواد کی مغروں سے ناکہ بندیاں کی گئیں ' اور اس طرح " امن " کے لیے قتل عام کا اعلان کیا گیا !

مقالات

ادب عربی اور جدید مصری مباحث

لیلی مجنون

ایک مصری اہل قلم کی نظری تحقیقات

بلاد اسلاميه کے ادبي و علمي مباحث و افکار کي صدائيں بہت کم هندوستان تک پهنچتي هيں - اول تو يہاں ايسے علمي مجامع کا وجود هي نهيں جو مشرقي و اسلامي ممالک کے علمي مجامع و محافل سے تعارف رکهتے هوں - ثانياً ' عربي کے ادبي و علمي مباحث کے ذوق سے نه صرف نئي تعليم يافته جماعتيں بلکه قديم جماعتيں بهي تقريباً محروم هيں - اس ليے نه تو ان واديوں کي انهيں خبر هے - نه وهاں کي صداؤں کيليے کوئي ذوق اور دلچسپي رکهتي هيں -

هم چاهتے ' هيں کاه کاه الهلال کے صفحات پڑهاں کے بعض اهم عصري مباحث کے نمونے شايع کرتے رهيں -

کچهه عرصه سے مصر ميں ادب و شعر عربي کي دو متقابل جماعتيں پيدا هوگئي هيں ' اور ان ميں بحث و مناظره کا معرکه گرم هے - ايک جماعت متجددين مفرطين کي هے جنهيں اردو اخبارات کي اصطلاح ميں ادبي " انتها پسند " (اکسٹريمسٹ يا ريڈيکل) کهنا چاهيے - دوسري جماعت ادبي محافظين کي هے ' جنهيں سياسي جماعتوں کي تقسيم ميں قدامت پسند (کنسرويٹو) وغيره الفاظ سے ياد کيا جاتا هے - ادب و شعر کي ان دو انتهائي جانبوں نے افراط و تفريط کے عجيب عجيب زاويے پيدا کرديے هيں - ان دونوں انتهائي جماعتوں کے درميان بعض اصحاب اقتصاد و اعتدال بهي هيں ' ليکن بهت کم - کيونکه جماعت کا ذهني مزاج فکر و عمل کے هر گوشے ميں ' اعتدال سے مالوف نهيں هوتا - افراط و تفريط هي کي طرف مائل رهتا هے -

سياست کي طرح ادب و شعر ميں بهي ان دو مذهبوں کا ظهور ' هر ملک کے علمي اور فکري عهد کے ذهني خواص ميں سے هے - انيسويں صدي کے اوائل ميں جب يورپ کي ادبيات کا آخري انقلاب ظهور ميں آيا ' تو اس وقت بهي طريق مدرسيه (Classic) اور طريق رومانيه (Romantic) کے متبعين ميں کشمکش پيدا هوئي اور انتهائي اطراف نماياں هوگئے - البته يورپ کي زبانوں اور عربي زبان کي نوعيت ميں يه اصولي فرق هے که اٹهارويں صدي ميں جب رومانيه طريقه کے متجددين پيدا هوئے تهے ' تو اس وقت يورپ کا مدرسي علم ادب کوئي ايسي ترقي يافته حالت نهيں رکهتا تها که هر گوشه ميں ترقي و توسع کا محتاج نه هو - وه زياده سے زياده دو صديوں کي ابتدائي ادبي ترقي کا نتيجه تها جو حروب صليبيه کے بعد سے يورپ ميں شروع هوئي تهي - اور پهر جو کچهه بهي تها ' صرف ادب کي ايک خاص شاخ ميں محدود تها

يعني شعر قصصي اور قصص تمثيليه ميں - ليکن عربي علم ادب کي حالت اس سے بالکل مختلف هے - اس پر نشو و ترقي کي تيره صدياں گزر چکي هيں - وه تمدن و علوم کي تمام حالتيں ' اور اساليب بيان و تعبير افکار کے تمام دور طے کرچکي هے - اس ليے اسکي عصري احتياج بهت حد تک محدود هے ' اور نئے نئے اساليب و مذاهب کے اخذ و اختيار ميں بهت زياده احتياط و توسط کي ضرورت هے - مغربي اساليب بيان کي کورانه تقليد اور ابداع و تجدد کے افراط او غلو کي جگه چاهيے که مجتهدانه نظر و اعتبار سے کام ليا جائے ' اور عربي ادب و شعر کي خصوصيات کمال و جمال کے تحفظ کے ساتهه قديم راهوں ميں نئي نئي راهوں کي داغ بيل ڈالي جائے -

بهر حال سياست و معاشرت کي طرح ادب و شعر ميں بهي دو متقابل جماعتيں پيدا هوگئي هيں - ادبي تجدد و انقلاب کي اس حرکت کا سب سے بڑا قائد ڈاکٹر طه حسين استاذ جامعهٔ مصريه هے - ڈاکٹر موصوف کي شخصيت ميں مصر کے موجوده عهد کي ايک غير معمولي ذهانت نماياں هوئي هے - وه پيدائشي نابينا هے - اس کا دماغ حواس خمسه ميں سے ايک سب سے بڑے حاسهٔ علم سے محروم تها - ليکن باوجود اسکے اس نے جامع ازهر ميں علوم عربيه کي تحصيل کي اور يورپ کي متعدد زبانوں ميں بهي درجهٔ رسوخ و نظر حاصل کرليا - وه ابهي جامع ازهر ميں مشغول تعليم تها که جامعهٔ مصريه اسکي حيرت انگيز ابوالعلائي ذهانت کي شهرت سے متاثر هوئي اور اپنے صرف سے پيرس اور روم بهجواديا تاکه مغربي لغات و علوم کي تحصيل سے بهي فارغ هوجائے - کئي سال وهاں بسر کرنے کے بعد جب قاهره واپس آيا تو اسي جامعه ميں استاذ (پروفيسر) مقرر هوگيا -

پچهلے دنوں ڈاکٹر موصوف نے عهد مولدين کے شعراء پر ايک سلسلهٔ مقالات شروع کيا تها ' جس نے مصر کے ادبي حلقوں ميں موافق و مخالف آراء کے پرجوش مباحثے پيدا کرديے - ان مقالات ميں وه اوائل عهد بنو اميه کے بعض شعراء غزليئين کے وجود سے انکار کرتا هے ' اور انکے وجود کو محض قصصي اور شعري وجود قرار ديتا هے جيسا که بعض مستشرقين يورپ کا بهي خيال هے - هم آج ان مقالات کا ايک حصه ' حذف و اختصار کے بعد شائع کرتے هيں - اس کا تعلق " ليلى مجنوں " کے مشهور قصه سے هے - يه سوال که کيا في الحقيقت قيس عامري اور ليلى کے معاشقه کا قصه حقيقي هے ؟ پہلے بهي اٹهه چکا هے - چنانچه ابوالفرج اصفهاني نے کتاب الاغاني ميں ان لوگوں کي رائيں نقل کي هيں جنهيں ان شخصيتوں کي حقيقت ميں شبه تها ' ليکن هم خيال کرتے هيں اس ادعا اور وثوق کے ساتهه غالباً کبهي انکار نهيں کيا گيا جيسا انکار ڈاکٹر موصوف کو هے -

هم بالفعل اس باب ميں اپني رائے ظاهر نهيں کرينگے کيونکه اسکے ليے شرح و تفصيل کي ضرورت هے - صرف ڈاکٹر موصوف اور ان کے ناقدين کے مباحث کا خلاصه هديهٔ قارئين کر دينگے - ڈاکٹر موصوف کي تحرير کا ترجمه حسب ذيل هے :

اطراف دمشق کا ایک محلہ جو گولہ باری سے بالکل تباہ کردیا گیا - تباہی کے بعد فرانسیسی پہنچتے تھے اور دیکھ رہے ہیں کہ مکانوں کے کھنڈروں اور مقتول لاشوں کے سوا کوئی زندہ چیز باقی نہیں ہے !

حتى المحاريب تبكي وهي جامدة

حتى المنابر ترثي وهي عيدان !

دمشق کی ایک قدیم مسجد جسے فرانسیسی حکام نے منہدم کردیا اور انہدام کے بعد اب اس سے کمین گاہ کا کام لے رہے ہیں !

دمشق کی مشہور اور تاریخی مسجد "جامع التکیہ" کا داخلی منظر - جسے سلطان سلیم خاں نے تعمیر کیا تھا - فرانسیسیوں نے اس پر قبضہ کرکے اسے فوجی اصطبل بنا دیا - عین محراب و ممبر کے پاس گھوڑے باندھے گئے !

لیلی مجنون

از ڈاکٹر طه حسین

اب سے پہلے میں بہت سے ادیبوں کو ناراض کرچکا ہوں - بشار بن مبرد پر اُنکی خلاف توقع میں نے نکتہ چینی کی تھی - افسوس ' آج پھر میں اُنہیں ناخوش کرنے پر مجبور ہوں میں سچ کہتا ہوں ' مجھے اُنکی ناخوشی میں کوئی لطف حاصل نہیں ہوتا - لیکن کیا کروں - بحث ونقد کی دیانت مجھے اِس پر مجبور کرتی ہے - جب سے میں نے عربی شاعری پر بحث شروع کی ہے ' اہل ادب کی ملامت کا نشانہ بن گیا ہوں - وہ ناخوش ہیں - کیونکہ میں نے ابونواس اورحسین بن الضحاک کو بشار بن مبرد پر ترجیح دی تھی - آج اُنکی ناراضی اوربھی زیادہ ہوجائیگی ' کیونکہ میں متعدد شعراء کے وجود سے انکار کرونگا ' یا اُنکی شخصیت کی اہمیت گھٹاؤنگا - میں آج کہونگا کہ یہ شاعر یا تو سرے سے موجود ہی نہ تھے - یا تھے ' مگر اپنے زمانہ میں کوئی نمایاں شخصیت نہیں رکھتے تھے - بعد میں لوگوں نے اُنہیں بڑھا دیا - اُنکی طرف بہت سے ایسے اشعار منسوب کردیے جو اُنھوں نے کبھی نہیں کہے تھے -

میں جانتا ہوں' بہت سے اہل ادب میرا طریق بحث پسند نہیں کرتے - وہ صرف اثبات اور ایجاب ہی کا ذوق رکھتے ہیں' اور ہر وہ طریق بحث ناپسند کرتے ہیں جو انکار یا شک پر ختم ہو - اُنکے خیال میں وہ شخص محقق نہیں ہے جو "مجنوں" کے وجود سے انکار کرے' یا اُسمیں شک و شبہہ کا اظہار کرے - جو کوئی ایسی جراءت کرے ' وہ اُنکے نزدیک مجرم ہے - کیونکہ اُنکے خیال میں وہ عربی علم ادب کی عظمت گھٹانے والا ہے - اُنکے نزدیک بڑا محقق وہ ہے جو ادبی قصص و محاضرات کے ہر وجود پر علمی ایمان رکھتا ہو' اور ہر افسانۂ شعری ' حقیقت کے لباس میں دیکھتا ہو - کیونکہ اُنکے خیال میں ایسا کرنے سے عربی عظمت بڑھتی اور عربی ادب کی خدمت ہوتی ہے ' اور اسلیے ایسا کرنے میں حقیقت کی پروا کرنا ضروری نہیں - آنکھیں بند کر لینی چاہئیں' اور جہل و اعتراف کی وادیوں میں بڑھے چلنا چاہیے !

وہ علم و ادب میں بھی وہی راہ اختیار کرلی چاہتے ہیں جو سیاسیات میں اختیار کی جاتی ہے - صرف جذبات برانگیختہ کرو اور مرحبا کے نعرے سنو ! بلا شبہ اِس طرح تم اِن لوگوں کو خوش کردے سکتے ہو - لیکن افسوس ہے کہ اس طریقہ میں اُن لوگوں کیلیے کوئی دعوت نہیں ہوسکتی جو قوم ' ملک ' اور جماعت کی رضامندی دیکھنے سے پہلے علم ' حقیقت ' اور دیانت کے چشم و ابرو پر نظر رکھتے ہیں !

(شعراء غزلیئین)

بد قسمتی یا خوش قسمتی سے میں نے علم اور ضمیر کی رضا مندی کو لوگوں کی تعریف وتحسین پر ترجیح دے رکھی ہے - یہی سبب ہے کہ آج میں بغیر کسی احتیاط اور پیش بینی کے اعلان کرتا ہوں کہ شعراء کی وہ جماعت ' جسے میں "اہل غزل" کے نام سے پکارتا ہوں ' عربی ادب کی تاریخ میں وہ درجہ نہیں رکھتی تھی جو آج لوگوں نے اُسے دے رکھا ہے -

یہ شعراء در اصل دو نمایاں قسموں میں بٹے ہوئے ہیں - دونوں کے متعلق میرے خاص خیالات ہیں - ایک قسم "خیالی شعراء" ("شعری سیرتوں") کی ہے - اسمیں مجنوں' قیس بن ذریح ' عروہ بن حزام ' جمیل بن معمر ' وغیرہ داخل ہیں - دوسری قسم "حقیقی شعراء" کی ہے - یہ وہ لوگ ہیں جو نہ تو خیالی محبت کے قائل تھے - نہ کسی [illegible] کے دلدادہ تھے - وہ ہر ارضی انسان کی طرح زندگی [illegible] سے الوده ہوئے اور اپنے اشعار میں اُنکے راگ گاتے رہے - اِس جماعت کا سر گروہ "عمرو بن ابی ربیعہ" ہے -

ہاں ' مجھے عمرو بن ابی ربیعہ کے تاریخی وجود سے انکار نہیں - میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ جتنے اشعار اُسکی طرف منسوب ہیں ' اکثر اُسی کے ہیں ' اور یہ کہ اُسکی شخصیت اُس زمانہ میں بھی تقریباً ویسی ہی تھی ' جیسی اس زمانہ میں ہم تصور کرتے ہیں - یہی حال کثیر اور عبیداللہ بن قیس الرقیات کا ہے -

(قیس مجنوں)

لیکن مجھے قیس بن ملوح (مجنوں) کے بارے میں پورا شک ہے - میں اُسے تاریخی شخص یقین نہیں کرتا - میں تسلیم نہیں کرتا کہ اس نام کا کوئی شاعر موجود تھا اور لوگ اُسے جانتے اور اُسکے منہ سے اشعار سنتے تھے - مجھے یہ بھی یقین نہیں کہ جو اشعار اُسکی طرف منسوب ہیں ' اُسی کے ہیں - میں خیال کرتا ہوں کہ قیس بن ملوح (مجنوں) من جملہ اُن خیالی آدمیوں کے تھا جنھیں جماعتیں اپنا کوئی خاص تخیل یا زندگی کا کوئی خاص اسلوب ظاہر کرنے کے لیے فرض کر لیا کرتی ہیں (یعنی افسانۂ و شعر کی ایک خیالی سیرۃ) میرے خیال میں قیس بن ملوح ایک خیالی شخص ہے - شعر کے راویوں اور داستاں سراؤں نے اُسے شعری و عشقی ضرورتوں سے ایجاد کیا تھا - تا کہ مجالس و محافل کی دلچسپیوں کا سامان کریں - یا وقت کی ایک ادبی و شعری ضرورت پوری کردیں -

یہاں پر میں اُن اصحاب کو مخاطب کیے بغیر نہیں رہ سکتا جنھوں نے مجنوں کے سچے عشق اور رقیق جذبات کی ثنا خوانی میں بے فائدہ کوشش کی ہے - اگر وہ اس کی جگہ یہ بات دکھاتے کہ مجنوں ' عہد اموی کے بعض خیالات و جذبات اور شعر و نثر کے خاص خاص اُسلوبوں کا رمز و مظہر ہے ' تو اُنکی کوشش زیادہ مفید ہوتی ' اور اُموی دور کی ایک ایسی خصوصیت ظاہر ہو جاتی جسے عہد عباسی نے شروع ہوکر اپنے لہو و لعب اور جسمانی عیش و عشرت کے سیلاب میں ہمیشہ کے لیے غرق کردیا -

مجنوں پر ایمان رکھنے والوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ قصہ محض افسانہ ہے - صحیح تنقید ہرگز اِس کا وجود تسلیم نہیں کر سکتی - اُس شخص کے بارے میں تم کیا فیصلہ کروگے - جسکے نام ' نسب ' قبیلہ ' اور واقعات میں اتفاق کی جگہ سخت اختلاف ہو ؟ اِس سے بھی بڑھ کر یہ کہ راوی خود اُس کے وجود پر متفق نہ ہوں - اور اُسکے حالات سخت مشتبہ لہجہ میں روایت کرتے ہوں ؟

ایسے شخص کے بارے میں تمہاری رائے کیا ہو سکتی ہے جس کے واقعات ابو الفرج اصفہانی صرف اس وجہ سے روایت کرنا چاہتا ہے کہ اس کا موضوع اُسے مجبور کرتا ہے ؟ پھر لطف یہ کہ روایات کی صحت کی ذمہ داری لینے سے اسے پوری طرح انکار ہے - وہ پورا بوجھ اصلی راویوں کی گردن پر ڈال دیتا ہے اور خود الگ ہو جاتا ہے - راویوں کے متعلق ہمیں معلوم ہے کہ وہ ' بجز رواۃ حدیث کے ' زیادہ محتاط نہ تھے - اکثر مشتبہ واقعات بھی بیان کرجاتے تھے - لیکن باوجود اپنی اس بے احتیاطی کے وہ مجنوں کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں اور اُسکے وجود سے انکار کرتے یا شک ظاہر کرتے ہیں - نیز اُسکا نام ' نسب ' حلیہ ' اور سوانح حیات بالاتفاق بیان نہیں کرسکتے - پس جب خود اصل راویوں کا یہ حال ہے ' تو کیا ہمارے لیے یہ سمجھنا نا مناسب ہوگا کہ مجنوں محض ایک افسانہ ہے ؟

ہے ' تو اِس کي بنياد غالباً اسي طرح اور اسي عہد ميں پڑي تھي -

اگر ايک طرف شاہي و تاجداري کي پيدايش اور اُس کي درجہ بہ درجہ ترقي سامنے رکھي جاے ' اور دوسري طرف تصور الٰہي کي اس کڑني پر اور اُسکي تمام ارتقائي کڑيوں پر نظر ڈالي جاے ؛ تو بہ يک نظر واضح ہوجايگا کہ دوسرا تصور ' ٹھيک ٹھيک پہلے کا عکس ہے ' اور دونوں نقشے ايک ہي ذہني مبدء سے نکلے ہيں - انسان نے ايک ہي زمانہ ميں اور ايک ہي طرح کے ذہن و خيال سے حکومت و کبريائي کے دو تخت بنائے - ايک زمين پر آراستہ کيا - دوسرا آسمانوں کي ملکوتي فضا ميں بچھا ديا - ايک پر وہ اپنے ابناء جنس کو بٹھا کر اُن کے سامنے اطاعت و غلامي کا سر جھکاتا - دوسرے پر اپنے خدا کا جاہ و جلال ديکھکر سر بسجود ہو جاتا -

يہ جو مختلف قوموں کے قديم الٰہي تصورات ميں ہم ديکھتے ہيں کہ چھوٹے اور بڑے خداؤں کي تقسيم کي گئي ' ہر جگہ کيليے محلي (مقامي) خداؤں اور آسماني سرپرستوں کا تخيل پيدا ہوا - نذر ' بھينٹ ' اور قرباني ' کي پيش کش ضروري سمجھي گئي ' تقرب الٰہي کے ليے وسائط و وسائل کے عقيدہ نے رواج پايا ' بڑے خدا تک پہنچنے کيليے چھوٹے خداؤں کي شفاعت ضروري تصور کي گئي ' معبودوں کے غضب و انتقام سے بچنے کيليے طرح طرح کے مادي اعمال استعمال ميں لائے جانے لگے ' خدا کي تمثيلي صورت کي نشست کيليے تخت يا تخت کے قسم کي کوئي چيز ضروري سمجھي گئي ' اُس کے سر کي آراستگي کيليے " تاج " بھي وضع کيا گيا ' اور اُس کي حکمراني کے انصرام اور مشوروں کيليے دربار اور دربار کے ارکان بھي پيدا ہوگئے ؛ تو يہ تمام باتيں في الحقيقت دنيا کي شاہي و حکمراني ہي کا پرتو ہيں -

دنيا ميں جس وقت سے شاہي و حکمراني کي بنياد پڑي ہے يہ تمام باتيں اُس کے لوازم و خصائص ميں سے سمجھي جاتي ہيں اور مفہوم حکومت کے بنيادي اجزاء ہيں - طاقت اور اختيار کي سب سے بڑي بڑائي پادشاہ کيليے ہوتي ہے - ليکن پادشاہ بذات خود تمام کار و بار حکومت انجام نہيں دے سکتا اور نہ دينا پسند کرتا ہے - اُس کے ماتحت وزير و امير ہوتے ہيں ' اور وہ احکام شاہي کے مطابق تمام کام انجام ديتے ہيں - اسي چيز نے تصور الٰہي ميں بڑے معبود اور چھوٹے معبودوں کا تخيل پيدا کيا - خيال کيا گيا کہ چھوٹے معبود بڑے معبود کے نيچے رہکر کائنات قدرت کے تمام کار و بار انجام ديتے ہيں -

يہيں سے تصور الٰہي ميں " تقسيم عمل " کا تخيل بھي ترقي پذير ہوا - حکومت اور انتظام کے ہر صيغہ کے ليے کوي ايک امير اور وزير مقرر ہوتا اور ہر بستي اور شہر کے اوپر کوي ايک حاکم با اختيار ہوتا - پادشاہ سب کے اوپر تھا ' ليکن رعايا کا علاقہ اپنے اپنے حاکموں سے تھا - براہ راست پادشاہ سے نہ تھا - حاکموں اور وزيروں کو اختيار پادشاہ ہي سے ملتا ہے ' ليکن جب مل جاتا ہے ' تو وہ اپنے اپنے دائرۂ حکومت ميں خود مختار ہوتے ہيں - رعايا کا فرض ہوتا ہے کہ اُنہي کے کہے پر چلے اور اپني ساري داد فرياد اُنہي کي چوکھٹوں پر لے جاے - اسي تقسيم عمل اور حکومت بالوسائط کا نقشہ تصور الٰہي ميں بھي قائم ہوا - اور پہلے کارخانۂ کائنات کے ہر صيغہ کے ليے الگ الگ خداؤں کي ' پھر زمين کے ہر حصے اور آبادي کے ليے محلي خداؤں اور کارسازوں کي تقسيم عمل ميں آئي - يہ بات کہ خدا تک براہ راست کوئي نہيں پہونچ سکتا - ہر انسان کي پہونچ صرف درمياني وسيلہ ہي تک ہوسکتي ہے ' اور اُسي کے وسيلہ سے وہ معبود حقيقي تک پہونچ سکتا ہے ' ٹھيک ٹھيک يہي بات تھي کہ کوئي آدمي براہ راست پادشاہ تک نہيں پہونچ سکتا - ہر شخص کي پہونچ صرف اپنے اپنے حاکموں اور وزيروں اميروں ہي تک ہوسکتي ہے - وہ چاہيں تو دربار شاہي تک بھي پہنچاديں -

پادشاہوں تک عوام کا براہ راست نہ پہنچ سکنا ' شاہي عظمت و کبريائي کے تخيل کا نتيجہ تھا - بنياد اس خيال کي يہ تھي کہ جو شخصيت جس قدر بھي عوام کي رسائي سے بلند ہوگي ' اُتني ہي عظيم اور مقدس ہوگي - جوں جوں يہ تخيل پادشاہوں کي شخصيت کے ساتھہ ترقي کرتا گيا ' اور اُن تک پہنچنے کے ليے نئے نئے واسطے اور وسيلے بنتے گئے ' خدا کے تصور ميں بھي ايک منظم سلسلۂ وسائل کا تخيل پيدا ہوتا گيا - اس تخيل کي انتہا يہ تھي کہ کوي انسان معبود حقيقي سے واسطہ پيدا ہي نہيں کرسکتا - اُسکا علاقہ جو کچھہ بھي اور جيسا کچھہ بھي ہے ' صرف وسائط سے ہے - يعنے اُن کارفرما طاقتوں سے ہے جن کے سپرد تدبير عالم کا تمام کارخانہ کر ديا گيا ہے - اسي طرح نذرانہ ' پيش کش ' قرباني ' بھي ٹھيک ٹھيک وہي بات ہے ' جو ايک طرف انساني پادشاہي و سروري کے ليے وجود ميں آئي ' دوسري طرف تصور الٰہي ميں بھي سرايت کرگئي -

علم مصريات Egyptiology سے مصر کے قديم الٰہي تصورات پر نہايت قيمتي روشني پڑي ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصريوں کے سب سے زيادہ قديم معبود وہي تھے جنھيں محلي يا جماعتي معبود کہنا چاہيے - حضرت مسيح (عليہ السلام) سے تقريباً نو ہزار برس پہلے تمام سرزمين مصر محلي معبودوں ميں منقسم تھي - اِس عہد کے ايک ہزار برس بعد (يعنے ۸۰۰۰ - قبل مسيح) ميں ايسے معبودوں کا تصور پيدا ہوا جو محلي نہ تھے - مثلاً " اوزي رِس " اور اُس کے ثالوث کي پرستش شروع ہوي جو انسانيت کا ديوتا تسليم کيا جاتا تھا - بعض کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد کے بعد مشرق سے کواکب پرستي کا تخيل مصر پہنچا اور " رارب " (سورج کے ديوتا) کا عالمگير اقتدار تسليم کرليا گيا - هيرودوٹس اگرچہ اس عہد کے ہزاروں برس بعد مصر پہنچا ہے ' ليکن اُس نے بھي يہ پراني روايتيں معلوم کي ہيں - وہ لکھتا ہے کہ مصر کے قديم زمانے ميں ہر ہر بستي کيليے الگ الگ خدا تھا - جب ايک آدمي اپنے گانوں سے نکل کر کسي دوسرے گانوں ميں جاتا تھا ' تو جب تک وہاں رہتا ' اپنے گانوں کے خدا کي پرستش ترک کرديتا اور اُسي دوسرے گانوں کے خدا کي پوجا کرتا " کيونکہ وہ لوگ يقين کرتے تھے کہ ايک مقام کا خدا صرف اپني ہي حکومت ميں کارسازي کي قدرت رکھتا ہے - دوسرے مقام کے انتظامات ميں دست اندازي نہيں کرسکتا " !

مصر کي طرح ہندوستان بھي تاريخ تمدن کي سب سے بڑي قدامت رکھتا ہے - يہاں بھي محلي اور قبائلي معبودوں کا تصور ' اقتدار الوہيت کي درجہ بدرجہ تقسيم ' کارخانۂ کائنات کے نظم کيليے تقسيم عمل ' اور اسي طرح کے تمام تخيلات ' اسي عہد کے نشو و نما کا پتہ ديتے ہيں -

يونانيوں کے تصور نے تو کوہ المپس کے معبودوں کا ايک پورا دربار حکومت ترتيب ديديا تھا جسکا مرقع آج تک در و ديوار کي آرايش کا کام دے رہا ہے اور جسکے مناظر ہومر کي زندۂ جاويد اليڈ ميں بار بار

باب التفسیر

تفسیر سورۂ فاتحہ کا ایک صفحہ

انسانی تصور الہی کی تکمیل
اور
اس کا سلسلۂ ارتقا

(۲)

(دور قہر و جلال)

گذشتہ نمبر میں اس دور کی شرح و تفصیل کا صرف ابتدائی حصہ درج ہوسکا - جس مقام پر پچھلا مقالہ ختم ہوا ہے ' اُسکے بعد مسودہ میں مزید شرح و تفصیل ہے - خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ علم الآثار اور قدیم اصنامی و مذہبی روایات و قصص سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس ابتدائی دور میں تصور انسانی درجہ بدرجہ حسب ذیل منزلوں سے گزرا - یہ گویا اس سلسلۂ ارتقا کی پہلی اصولی کڑی کی فرعی کڑیاں تھیں :

(۱) ایک مجہول خوف و دہشت کا تصور -
(۲) ابتدائی تشخص و تعین -
(۳) مظاہر فطرت کی مہلک اور سلبی قوتوں کا تصور -
(۴) خوفناک اور مہلک جانوروں میں ما فوق الطبیعۃ طاقتوں کا تخیل -
(۵) غیر مرئی دیوتاؤں کا تصور -
(۶) دیوتاؤں کے تصور میں ترتیب و نظم کا ظہور -
(۷) کائنات فطرت کے اعمال و مظاہر میں تقسیم عمل کا تصور - یعنی اس تصور کی ابتدا کہ ہر چیز کی تخلیق و نگرانی کیلیے الگ الگ خدائی طاقتیں ہیں - آگے چلکر یہ تقسیم عام ہوگئی - لیکن اس دور میں صرف فطرۃ کے سلبی اور تخریبی افعال میں ہوئی تھی -

(صفات رحمت و جمال کی آمیزش)

ایک مدت تک ذہن انسانی صرف صفات قہر و جلال ہی کا تماشائی رہا - خود اُسکا ذہنی مزاج بھی ابھی رقیق و لطیف صفات کے نشو و بلوغ سے محروم تھا ' اسلیے وہ خدا کے تصور میں بھی اُن کا جلوہ نہیں دیکھہ سکتا تھا - لیکن جب کچھہ عرصہ کے بعد انسان کی مدنی زندگی نے چند قدم آگے بڑھاے اور اجتماعی معیشت میں ترقی ہوی ' تو معیشت کے نظم ' روابط کے قیام ' علائق کی وسعت ' زندگی کے امن ' اور عقل و ادراک کے منجھہ جانے سے فکر و احساس کا دائرہ اُتنا تنگ نہیں رہا ' جس قدر پہلے تھا - اس لیے قدرتی طور پر اُسکے جذبات و امیال کی کیفیت میں بھی ترقی ہوی ' اور ابتدائی زندگی کی سختی اور نا تراشیدگی کی جگہ رقت و لطافت کے احساسات اُبھرنے لگے - اس حالت کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ تصور الہی کے دائرہ میں بھی ایک نئی وسعت پیدا ہوگئی ' اور نئے نئے جذبات سے وہ آشنا ہونے لگا -

یہ تصور الہی کی دوسری اصولی کڑی ہے - اس منزل میں پہنچ کر انسان نے دیکھا کہ خدا کا چہرہ اگرچہ غضب و ہیبت کے خال و خد سے ہولناک ہے ' لیکن کبھی کبھی اس پر رحمت و جمال کا تبسم بھی طاری ہوجاتا ہے - یہ تبسم ابتدا میں بہت ہلکا تھا - جوں جوں انسان کے لطیف جذبات منجھتے گئے ' یہ تبسم جمال بھی زیادہ نمایاں اور دلاویز ہوتا گیا - یہانتک کہ انسان کے تصور الہی میں قہر و جلال کے ساتھہ ' رحمت و جمال کے تصور کا عنصر بھی شامل ہوگیا -

یہ رحمت و جمال کے دور کی ابتدا تھی - اس دور میں خدا کی ایجابی صفات کا تصور بالکل ابتدائی اور ناقص حالت میں شروع ہوتا ہے ' اور ایک خاص حد تک نشو و نما پاتا ہے - ابتدائی درجہ میں اسکا عنصر بہت خفیف ہوتا ہے - آگے چل کر زیادہ نمایاں ہوجاتا ہے - تاہم مجموعی حیثیت سے غلبہ قہر و جلال کی صفات ہی کا رہتا ہے -

(تجسم و تمثل کا دوسرا قدم)

اِس دوسرے دور میں تجسم و تمثل (یعنی خدا کی صفات کو مخلوق کی صفات کی طرح تصور کرنے) نے بھی ایک بہت ہی سست قدم آگے کی طرف بڑھایا - تنزیہہ کی منزل ذہن انسانی کیلیے بڑی مشکل اور بڑی ہی دور کی منزل تھی - اسلیے اس راہ میں اُسکے قدم تیز نہیں اُٹھہ سکتے تھے - تاہم اُٹھتے تھے ' اور اھستہ اھستہ تمثل کی سطح بلند ہوتی جاتی تھی -

پہلے تمثل صرف ادنی قسم کے حیوانی صفات کا تھا - کیونکہ خود انسانی صفات بھی اسی درجہ میں تھیں - پھر انسان کی معنوی ترقی کے ساتھہ ساتھہ تمثل کی نوعیت میں بھی ترقی ہوتی گئی ' اور اونچے درجہ کی حیوانی صفات سے تصور آشنا ہوگیا - پھر اس میں بھی ترقی ہوئی - انسانی اور کائناتی صفات و اعمال میں سے جو صفات و اعمال اونچے درجے کے انسان کی نظروں میں آ سکتے تھے ' اُن سے خدا کا تصور آراستہ کیا جانے لگا -

(الوہیت اور شاہنشاہیت)

مثلاً جب اجتماعی معیشت کی ترقی و وسعت سے حکومتوں اور حکمرانوں کا ظہور ہوا ' اور طاقتور انسانوں نے کمزور افراد کو مسخر کرکے اپنی شاہی و مالکی کی عظمت و سطوت پیدا کرلی ' تو ذہن انسانی کے سامنے طاقت اور اقتدار کا ایک نیا پر شکوہ نمونہ آگیا - اسلیے قدرتی طور پر وہ خدا کے تصور میں بھی ایک طرح کی شاہی و حکمرانی کا جاہ و جلال دیکھنے لگا ' اور ساز و سامان حکومت کے وہ تمام اجزاء اُس میں بھی پیدا ہوگئے ' جو دنیا کے پادشاہوں اور انکے درباروں میں پیدا ہوگئے تھے - یہ جو آگے چلکر خدا کے عالمگیر تصور میں ایک شہنشاہ اور اُسکے دربار حکومت کے تمام لوازم کا تخیل سرایت کرگیا - حتی کہ آج خدا کا نام سنتے ہی ہمارے تصور میں ایک بڑے پادشاہ کے تخت عظمت و جلال کا نقشہ پیدا ہوجاتا

مطبوعات الہلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیہ و ابن قیم

دینی علوم کے بیش بہا جواہر ریزے

اس سلسلہ میں ہم نے اماميں کي ان نادر و اعلیٰ درجہ کي بلند پایہ عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسلہ شروع کیا ہے ' جنکا مطالعہ اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر ہے - امید کہ یہ "سلسلۂ تراجم" بد نصیب ھندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

آسوۂ حسنہ — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصہ کا اُردو ترجمہ - بلا جلد ۲ روپے مجلد ارھائي روپیہ -

کتاب الوسیلہ — لفظ "وسیلہ" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیہ نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي ہے - بلا جلد ارھائي روپیہ ' مجلد سوا تین روپیہ -

اصحاب صفہ — انکي تعداد ' ذریعہ معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے ہیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیہ کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمہ - چار آنے -

العروۃ الوثقیٰ — خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ کا فرق بدلائل بیان کیا ہے - چھہ آنے -

سیرت امام ابن تیمیہ — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے ہیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامہ سید محمد رشید رضا مصري کي تازہ کتاب کا اُردو ترجمہ - سوا روپیہ -

آئمہ اسلام — ترجمہ رفع الملام عن الئمۃ الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامہ — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یہ ایک علمي ' اسلامي ' سہ ماھي رسالہ ہے جس کے خریدار کو ہم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اہم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اہتمام کیا ہے ' اسکے علاوہ آئمہ و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانہ ' نظمیں اور ممالک اسلامیہ کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے ہوے حالات درج کیے جاتے ہیں - فی پرچہ ۸ آنہ سالانہ ۲ روپیہ پیشگي -

منیجر الہلال بک ایجنسی

(حلقہ نمبر ۲۴ شیرانوالہ دروازہ لاہور پنجاب)

" Al-Hilal Book Agency, "

24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کي تاریخ میں الہلال ھي وہ رسالہ ہے جو اپني تمام ظاھري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفرین دعوت تھي -

الہلال اگرچہ ایک ھفتہ وار مصور رسالہ تھا ' لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاھتا تھا ' اِس لئے اُس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعہ تھا - اُس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب ' مذھب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے - اور اسکا ہر باب اپني مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ ہوتا تھا - پھر اس کي ظاھري خوبیاں اردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں - اردو کا وہ پہلا ھفتہ وار رسالہ تھا ' جس میں ھاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کي وجہ سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا ہولیں جو پتھر کي چھپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذھبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شائقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیہ میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بھي موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدي ہے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بھي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھي محفوظ ملا ' ہم نے کوشش کي کہ شائقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي ہیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي ہو انھیں دوبارہ چھپوا لیا جاے -

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل ہوگئي ہیں - ہم اِس اعلان کے ذریعہ شائقین علم و ادب کو آخري موقعہ دیتے ہیں کہ اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکہ جلدوں کي ایک بہت ھي محدود تعداد مرتب ہوسکي ہے اس لئے صرف انھیں درخواستوں کي تعمیل ہوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس بہ ترتیب حروف تہجي لگادي گئي ہے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " " چہارم ۱۰ روپیہ " " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبہ الہلال اِس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھي موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے - قیمت فی پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ہے -

منیجر "البلاغ پریس"

ہمارے سامنے آتے ہیں - اس دربار میں زئس یا زیوس Zeus (مشتری) عصاء شاہی ہاتھہ میں لیکر تخت ریاست پر متمکن ہوتا - ہیرا اُسکی بیوی ملکہ کی طرح اُسکے بائیں جانب بیٹھتی - دونوں طرف تخت کے نیچے بقیہ معبود اور دیوتا بیٹھتے ' اور ہیبیا Hebe (زئس کی بیٹی اور شباب کی دیوی) ساقی گری کا فرض انجام دیتی - ہومر الیڈ کی چوتھی نظم شروع کرتے ہوے کہتا ہے :
" دیوتاؤں نے زئس کے گرد مجلس شوریٰ آراستہ کی - سنہری ایوان میں سب جمع ہوئے - ہیبیا نے عیش و نشاط کے جاموں کو گردش دی " الخ ا

ہندوستان اور یونان ' دونوں نے اپنے معبودوں کیلیے سر بفلک پہاڑ کی پراسرار چوٹیاں منتخب کی تھیں- ہندوستان میں ہمالہ کی برف آلود چوٹیاں دیوتاؤں کا مسکن اور دربار بنیں - یونانیوں کے پاس ہمالہ جیسا پہاڑ نہ تھا ' لیکن اِلمپس کی ابر آلود چوٹیاں کافی بلند تھیں - اُنھوں نے خیال کیا ' ابر کے پر اسرار اور ہیبت انگیز پردہ کے پیچھے اُن کے معبودوں کا دربار جاہ و جلال آراستہ ہے !

دیوتاؤں کیلیے طرح طرح کی سواریوں کا تخیل ' ہندوستان ' یونان ' اور مصر کے مقدس رتھہ ' آشور اور بابل کے تخت رواں ' ایران کا عجیب الخلقت مرکب؛ سب اسی تخیل کے برگ و بار ہیں- ہندوستان ' مصر ' یونان ؛ تینوں نے معبودوں کی سواری کے جلوس اور تزک و احتشام کے سامان ویسے ہی آراستہ کیے تھے ' جیسے پادشاہوں کی سواریاں اُن وقتوں میں نکلا کرتی تھیں - علم و تاریخ کی خوش قسمتی سے اُن عہدوں کی شاہیت اور الوہیت ؛ دونوں کے نقشے ہمارے سامنے آگیے ہیں !

پادشاہت اور الوہیت کے اسی تماثل کا نتیجہ تھا کہ دونوں میں ایک عجیب طرح کا مخفی لزوم و علاقہ پیدا ہوگیا - یعنی دونوں باہمدگر ایک دوسرے کے تخیل سے اِسطرح متاثر و منفعل ہونے لگے کہ ایک کا اثر دوسرے پر پڑتا ' اور دوسرے کے اثر سے پہلا متاثر ہوتا - کیونکہ دو قریب قریب اور متماثل تخیل بہ یک وقت نشوو نما پانے لگے تھے - اگر ایک طرف شاہی و سروری کے اعتقاد نے خدا کے تخیل میں اپنا ساز وسامان حکومت پیدا کر دیا ' تو دوسری طرف خدا کے تصور کی شان الوہیت و تقدیس ' شاہی و سروری میں بھی پیدا ہوگئی ' اور اس طرح ذہن انسانی کے لیے دو ہم شکل چیزوں میں حد امتیاز قائم کرنا دشوار ہوگیا -

یہیں سے انسانی پادشاہت میں شان الوہیت و کبریائی کے اعتقاد کی بنیاد پڑی- ہندوستان ' مصر ' دو آبۂ دجلہ و فرات ' اور ایران ' قدیم تمدن کے چار بنیادی مقامات ہیں ' لیکن ان چاروں جگہوں کی تاریخ میں شاہی و سروری کے تاج کے گرد ' الوہیت و سماویت کا مقدس ہالہ نظر آرہا ہے - ہندوستان اور مصر میں پادشاہ کا منصب ایک آسمانی منصب تسلیم کیا گیا - اُن کے خاندان ' نسب ' پیدائش ' نشوو نما ' موت ' اور ہر طرح کے معاملات میں غیر انسانی قسم کے اسرار و رموز کی تقدیس پیدا ہوگئی - وہ خود بھی ایک دیوتا ہوگئے ' خدا کا مظہر ' اوتار ' اور پھر زیادہ ہلکے لفظوں میں خدا کا سایہ تسلیم کیے گئے ' اور " مشبہ " اور " مشبہ بہ " کا امتیاز اس طرح اُٹھہ گیا کہ اب اس کا فیصلہ دشوار ہو گیا ہے کہ ان دونوں چیزوں میں " مشبہ " کون تھا اور " مشبہ بہ " کسے قرار دینا چاہیے ؟

یہ جو تمام قدیم قوموں میں اُنکی پادشاہتوں کی ابتدا دیوتاؤں سے تسلیم کی گئی ہے ' یا پادشاہوں کا سلسلۂ نسب اجرام سماویہ سے ملا دیا گیا ہے ' یا پادشاہت کی ابتدا آغاز خلقت کے کسی ایسے عہد سے ہوتی ہے جب دیوتاؤں اور آسمانی طاقتوں کے ما وراء طبیعت کارنامے انجام پا رہے تھے ؛ تو یہ بھی اِسی صورت حال کا قدرتی نتیجہ ہے - قدیم مصریوں کا عام اعتقاد تھا کہ تخت مصر پر پہلا دور دیوتاؤں کی براہ راست حکومت کا گزرا ہے - دوسرا دور ایسے انسانوں کی حکومت کا تھا جن میں پوری نہیں آدھی دیوتائی تھی- بیس ہزار برس جب ان دونوں دوروں پر گزر چکے ' تب اِنسانوں کا دور حکومت شروع ہوا - ہندوستان میں بھی چندر بنسی اور سورج بنسی خاندانوں کا تخیل قائم ہوا ' جنکا سلسلۂ نسب چاند اور سورج پر جا کر ختم ہوتا ہے - آشوریوں اور بابلیوں کا بھی یہی خیال تھا - وہ کہتے تھے ' پادشاہت کا سب سے پہلا سلسلہ سورج دیوتا سے شروع ہوا ہے -

انسانی پرستش کے تخیل نے بھی اسی دور میں نشوونما پائی - تمام ایسے انسان جو عام سطح سے کوئی بلند طاقت حاصل کر لیتے تھے ' بہ آسانی دیوتاؤں کا درجہ حاصل کر لیتے - عجب نہیں اِس کی ابتدا اِسی الوہیت اور پادشاہت کے تشابہ سے ہوئی ہو -

مظاہر فطرۃ کی پرستش کے سلسلہ میں اجرام سماوی کی پرستش بھی اسی دور میں شروع ہوئی ' اور انسانی تخیل نے بہ تدریج اپنے ماحول سے متاثر ہوکر اُن کی جسمانی شکل و شباہت وضع کرلی - غالباً کواکب کی مختلف جسمانی صورتیں سب سے پہلے دو آبۂ دجلۂ و فرات میں پیدا ہوئی ہیں - اُس کے بعد مصر اور یونان میں کواکبی اصنام کی پرستش کا ظہور ہوا ' اور اُن کی اِلہی روایات نشوو نما پانے لگیں - پھر ایک مدت کے بعد جب علم ہئیۃ کی ابتدائی معلومات سے انسان آشنا ہوا ' تو کواکب پرستی کے تخیل میں زیادہ نظم و اسلوب پیدا ہوگیا ' اور ذہن و فکر کی رقت و لطافت ترقی کرنے لگی -

---

مختارات

شرم اور خاموشی ' عورت کا بہترین زیور ہے -- اریپڈس

تھوڑی فرقت محبت کو بڑھاتی ' اور زیادہ فرقت محبت کو قتل کر ڈالتی ہے — میرابو

عورت کے محبت بھرے دل سے زیادہ بڑی چیز دنیا میں کوئی نہیں — لوتھر

عورت اس لیے پیدا کی گئی ہے کہ مرد کو مانوس کرے — والٹیر

مرد کو خدا سے ہمیشہ دعا کرنی چاہیے کہ عورت اُس کی حقیقت نہ جاننے پائے — تھیکرے

آدم سب سے زیادہ خوش نصیب انسان تھا - کیونکہ اُس کی ساس نہ تھی — پارفیہ

(اتفاق سے ایک شعری خطاب)

" اتفاق ' آہ تم کیا جانو اتفاق کیا ہے ؟ اتفاق ایک سفید کبوتر ہے جو اپنی چونچ میں زیتون کی شاخ لیے ہوئے ' نااتفاقی کے طوفان سے نجات دینے کی خوش خبری سنا رہا ہے !

اتفاق چہچہاتی ہوئی ایک بلبل ہے اور اپنے شیریں راگوں سے غمزدہ دلوں میں طرب پیدا کر رہی ہے !

اتفاق ' خوبصورت عندلیب ہے - آسمان میں اڑتی چلی جاتی ہے ' اور وہاں سے نسیم جنت بن کر واپس آتی ہے !

اتفاق ' آسمانی فرشتہ ہے جو اپنے نورانی پر بہادر روحوں پر پھیلا دیتا ہے ! "

الهلال

طبعت في مطبعة الهلال

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۱ — کلکتہ : جمعہ ۲۷ ـ صفر ۱۳۴۶ ہجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 26, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔
طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رہکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ہی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ہی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گی ہین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ہی ۔ ضروری ہی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔ الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۶۵۷ مراسلات وصول ہوی ہین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ہی :

عربی حروف کی حق مین	۸۴	اردو حروف کی حق مین	۲۱۰
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۱۲۱	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۱۸۶	نستعلیق ہون	۵۶

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاہر کیا ہی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس باری مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ہی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ہی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاہر کرینگی مگر ضرورت ہی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الہلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے -

قیمت سالانہ مع محصول - -	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے - -	سولہ روپیہ
قیمت ششماہی - - -	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ - - -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں، انکے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے -

(۲) الہلال مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے، مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

مقالات

لیلی مجنون

از ڈاکٹر طاھہ حسین

(۲)

قیس کے بارے میں عام راوي تو صرف اختلاف بیان ھي پر قانع ھیں لیکن ثقہ راویوں کو انکار یا شک میں تامل نہیں ھے - میں تمام اقوال پیش کرکے تحریر کو طول دینا نہیں چاھتا - آغاني کي پہلي اور دوسري جلد میں کافي ذخیرہ موجود ھے ' اور بآساني دیکھا جا سکتا ھے -

بعض راویوں کا انکار تو اِس درجہ تک بڑہ گیا تھا کہ وہ کہتے تھے :

" بني عامر (مجنوں کے قبیلہ) کے دل اِس قدر ٹھوس ھیں کہ ان میں اِتني زیادہ محبت ھو ھي نہیں سکتي - ھاں بے عقل باشندگان یمن سے یہ بعید نہیں - لیکن بني نزار اِس سے کوسوں دور ھیں "

ایک اور راوي تصریح کرتا ھے :

" میں قبیلۂ عامر کے ایک ایک خاندان میں پھرا اور سب سے مجنوں کے متعلق سوال کیا - مگر کسي نے بھي اُس کي واقفیت کا اظہار نہیں کیا - بلکہ سخت انکار کیا "

ایک دوسرے راوي کا بیان ھے :

" میں نے بني عامر کے ایک بدوي سے مجنوں کا حال پوچھا - اُس نے بہت سے عامري مجنونوں کے نام بتائے اور اُن کے اشعار سنائے مگر قیس بن ملوح کے وجود سے برابر انکار کرتا رھا "

پھر اُن راویوں پر نظر ڈالو جو اس مجنوں کے واقعات کے راوي ھیں - وہ خود آپس میں سخت اختلاف رکھتے ھیں ' حتی کہ اُس کے نام تک پر متفق نہیں - کوئي قیس بتاتا ھے - کوئي مہدي کہتا ھے - کوئي اقرع قرار دیتا ھے - کوئي بعتري پر زور دیتا ھے - پھر اُس کے حسب و نسب کے بارے میں اختلاف شروع ھوجاتا ھے - پھر خود اُس کا جنون بھي سب تسلیم نہیں کرتے - کوئي کہتا ھے ' وہ بالکل دیوانہ تھا - کوئي اُسے عاقل گردانتا ھے - اصمعي کا قول ھے " وہ مجنون نہیں تھا - صرف ابو حیہ نمیري کي طرح تھوڑي سي سنک تھي " اِس کے بعد یہ بحث شروع ھوتي ھے ' آخر وہ مجنوں کیسے مشہور ھوا ؟ بعض کہتے ھیں " وہ پہلے ھي سے دیوانہ تھا " بعض اِس کے خلاف ھیں اور یہ وجہ بیان کرتے ھیں کہ " اُس نے ایک شعر میں اپنے آپ کو مجنوں کہا تھا - اِس لیے اُس کا یہ لقب پڑگیا جیسا کہ بہت سے شعراء کا حال ھے - مثلاً نابغہ " اختلاف ابھي ختم نہیں ھوتا ' بلکہ جنون کے سبب تک پہنچتا ھے - کچھہ لوگ کہتے ھیں " محبت نے اُسے دیوانہ بنا دیا تھا " بعض کہتے ھیں " در اصل اُس نے اپنے ایک شعر میں خدا کي مشیئت پر اعتراض کیا تھا ' اس لیے خدا نے اُس پر اپنا قہر نازل کیا ' اور دیوانہ ھوگیا "

وہ شعر یہ ھے : (اور کیا بے نظیر شعر ھے !)

قضاھا لغیري و ابتلاني بحبھا
فھلا بشیئ غیر لیلی ابتلانیا ؟

(خدا نے میري محبوبہ کو تو دوسرے کے لیے کردیا - لیکن مجھے اُس کي محبت میں مبتلا کردیا - کیا یہ نہیں ھو سکتا تھا کہ لیلی کے سوا مجھے کسي دوسري مصیبت میں مبتلا کر دیا جاتا ؟)

بعض راوي اِس کا رد کرتے ھیں - اُن کا بیان ھے کہ خدا کا قہر جنون کي شکل میں نہیں بلکہ برص کي شکل میں اُترا تھا - غرضکہ جتنے منہہ اُتني ھي باتیں ھیں - ایسي صورت میں کون یقین کرسکتا ھے کہ مجنوں جیسا کوئي مشہور شخص دنیا میں کبھي موجود تھا ؟

بلا شبہ یہ اعتراض پیدا ھوتا ھے کہ اگر مجنوں موجود نہ تھا تو یہ پورا قصہ کہاں سے آگیا ؟ اس کا جواب خود ادب اور شعر کے راویوں نے دیدیا ھے - ابن کلبي لکھتا ھے :

" بني امیہ کا ایک نوجوان اپني چچیري بہن پر عاشق ھوگیا تھا - جوش عشق میں اُس نے اشعار کہے - پھر ڈرا ' مبادا راز کھل جائے اور طرفین کي رسوائي ھو - لہذا اُس نے اس راز داري کے لیے مجنوں کا نام اختراع کرلیا اور اپنے اشعار اُس کي طرف منسوب کردیے "

پھر ھم یہ بھي جانتے ھیں کہ اُس زمانہ میں شعر و ادب کے ایسے راوي موجود تھے جنکا کام محض لوگوں کا دل بہلانا اور گرمي صحبت کے لیے داستانسرائي کرني تھي - وہ اشعار و حکایات بناتے تھے اور بصرہ ' کوفہ ' بغداد وغیرہ بڑے بڑے شہروں میں پھیلا دیتے تھے - جس طرح آج کل کے بعض اخبار نویس لنڈن اور پیرس میں طرح طرح کے افسانے مشہور کردیا کرتے ھیں - یہ معمولي لوگ نہ تھے - اِن میں ایسے لوگ بھي داخل تھے جنھیں آج کل ثقہ راوي یقین کیا جاتا ھے - اِنھوں نے اشعار و حوادث گڑھنے میں غیر معمولي مہارت حاصل کي تھي - وہ صاحب علم و فکر تھے - اس لیے اُس زمانہ میں بھي عوام اُنھیں صادق و معتبر سمجھتے تھے اور ان کي روایت بغیر شک و شبہ کے قبول کر لیتے تھے - اس طرح کے راویوں میں سے دو راویوں کے نام میں یہاں پیش کرونگا - " حماد راویہ " اور " خلف احمر " اِن دونوں شخصوں نے بے شمار مصنوعي واقعات و اشعار بنائے ھیں - یہ دونوں عربي زبان کے ماھر اور بدوي قبائل سے بھي بہتر عربیت کے اسرار و دقائق جاننے والے تھے - دونوں اپنے دین میں متہم اور لہو و لعب کے دلدادہ تھے - بعض ھم عصر شعراء انکے شریک حال ھوئے تھے - اسلیے ان کے راز جانتے تھے اور انکي صداقت میں شبہ کرتے تھے -

یہ حال صرف رواۃ ادب و شعر ھي کا نہیں ھے - اھل علم جانتے ھیں کہ انساب ' سیر ' اور فتوح و غزوات کے بہت سے راوي بھي ایسے ھي تھے - سیرت ابن ھشام اٹھاکر دیکھو - اس میں ایک بڑا ذخیرہ اشعار کا پاؤگے - لیکن خود ابن ھشام روایت کے بعد تصریح کرتا جاتا ھے " فن شعر کے اکثر عالم اس قصیدہ سے انکار کرتے ھیں "

کے باپ نے قیس کو اپنی لڑکی دینے سے انکار کردیا - سبب یہ بتایا کہ قیس اُس کی لڑکی پر عاشق ہے اور عشق طشت از بام ہوچکا ہے - بعینہ یہی واقعہ ہم دوسرے عشقیہ قصوں میں بھی پاتے ہیں - یہ گویا اُس عہد کے عشقیہ قصوں کا ایک مقبول عام انداز بیان تھا - راویوں کا بیان یہ ہے کہ عربوں میں یہ رسم تھی کہ وہ عاشق سے لڑکی کا بیاہ نہیں کرتے تھے - میں نہیں جانتا یہ بیان صحیح ہے یا غلط ؟ عرب جاهلیۃ کا دستور تو اِس کے برعکس تھا - گمان غالب یہ ہے کہ راویوں نے یہ دستور محض اپنے دل سے ایجاد کیا ہے تا کہ عشقیہ قصوں میں عشاق کی محرومیوں کی ایک معقول وجہ هاتھہ آجاے -

یہ واقعہ بھی کچھہ کم مضحکہ انگیز نہیں کہ خلیفۂ وقت نے اعلان کر دیا تھا کہ اگر قیس، پردہ میں بیٹھنے کے بعد بھی لیلی سے تعرض کرے تو قتل کر ڈالا جائے - پہلے واقعہ کی طرح یہ واقعہ بھی اکثر عشقیہ قصوں میں دھرایا گیا ہے - ہم بجا طور پر سوال کر سکتے ہیں کہ کیا خلفاء کیلیے بجز اِسکے کوئی کام باقی نہیں رہا تھا کہ بدوی عاشقوں کے معاملات محبت میں حاکمانہ مداخلت کرتے رہیں ؟ کبھی اُنکے قتل کا حکم دیں - کبھی اُنہیں معاف کردیں ؟ آخر وہ کون سی شرعی بنیاد تھی جس کی بنا پر وہ اِس قسم کے احکام صادر کرتے تھے ؟ کیا شریعت میں بے اختیارانہ عشق اتنا بڑا جرم ہے کہ اُس کی تعزیر قتل ہے ؟

اِسی طرح یہ واقعہ بھی ایک پر لطف ایجاد ہے کہ قیس جنون عشق میں وحشی ہوگیا تھا - ایسا وحشی کہ اُس کا جنگل کے سوا کہیں جی نہیں لگتا تھا - ہرنوں سے موانست ہوگئی تھی - اور شب و روز کا ساتھہ تھا - داستان گو کی مبالغہ پسندی کے لیے اِتنا کافی نہ تھا - وہ ایک قدم اور آگے بڑھتا ہے، اور ہمیں بتلاتا ہے کہ ایک دن وہ (راوی) قیس کی جستجو میں اُس درخت تک پہنچ گیا جسکے نیچے قیس ہرنوں کے ساتھہ بسیرا لیتا تھا - اور اِس طرح پہنچا کہ نہ تو قیس کو اُسکی خبر ہوئی، نہ اُسکے رفیق و مونس ہرنوں کو - پہلے یہ سراغ رساں راوی چپکے سے درخت پر چڑھ جاتا ہے، پھر اُترتا ہے اور قیس سے سوال و جواب شروع کر دیتا ہے - ہرن آواز سنتے ہی بھاگ گئے - قریب تھا کہ قیس بھی چل دے - مگر راوی نے فوراً لیلی کا نام لے لیا - علی بابا کے "سم سم" کی طرح "لیلی" کے لفظ نے فوراً اپنا طلسمی اثر دکھایا اور قیس کی وحشت دور ہوگئی - اب وہ آدمیت سے باتیں کرنے لگا - لیکن پھر اچانک ایک نازک بدن ہرنی نظر آگئی اور اُس کا جوش جنوں از سرنو تازہ ہوگیا !

یہ سب راویوں کا تخیل و تصنع ہے - ہم اِسے ہرگز واقعہ نہیں سمجھہ سکتے - یہ مبالغہ کی ایک خاص قسم ہے - داستان گو جب معقول گفتگو کرنے سے عاجز ہوجاتے ہیں تو بے سر و پا باتیں شروع کر دیتے ہیں - اکثر قدیم عشقیہ قصوں میں یہی چیز نظر آتی ہے - دنیا کی سب سے پرانی قصصی نظم الیڈ کا بھی یہی حال ہے - یونانی شعر و ادب کے مغربی نقادوں نے اِسی اسلوب پر الیڈ کی بھی تنقید کی ہے - اُسکے غیر معقول رکیک، اور مبالغہ آمیز اشعار، کم زور شعراء کا الحاقی کلام قرار دیا ہے - اور معقول و دلچسپ اشعار کو ماهر شاعروں کا تخیل بتایا ہے - (یعنے اُن مغربی نقادوں نے جنھوں نے ہومر کے حقیقی وجود سے انکار کیا ہے)

میرے خیال میں اِس تفصیل کے بعد اگر مجنوں کے ساتھہ بہت رعایت کی جائے . اور اُسے محض خیالی شخص نہ قرار دیا جائے، جب بھی اُسکے مشکوک و مشتبہ ہونے میں تو کلام نہیں ہوسکتا - بلا شبہ بحث کا خاتمہ شک و انکار پر ناپسندیدہ ہے - لیکن ہمیں علم و حقیقت کی خاطر کبھی کبھی اس پر مجبور ہوجانا پڑتا ہے -

ہمارے سامنے متعدد عشقیہ عربی قصے موجود ہیں - یہ قصے کئی باتوں میں باہم مشترک ہیں اور کئی باتوں میں مختلف ہیں - مثلاً یہ چیز سب میں یکساں طور پر موجود ہے کہ ان تمام قصوں کے ابطال عشق (ہیروز) بدوی ہیں - سب کی محبت یکساں طور پر انتہائی قسم کی ہے - محبت نے سب کو یکساں طور پر بڑی بڑی تکلیفیں دیں - سب کی محبت پاک تھی - سب نے تقریباً ایک ہی طرح اپنے جذبات کا اپنے اشعار میں اظہار کیا ہے - سب کے اشعار رقیق اور تقریباً ایک ہی درجہ کے ہیں - سب کے واقعات، مصائب، طرز عمل، اور خلفاء و حکام کی مداخلت کی نوعیت بھی یکساں ہے - اختلاف صرف اُن کے ناموں میں ہے، اُن کے قبائل میں ہے، یا اُس ماحول میں جس میں انھوں نے پرورش پائی تھی -

قیس بن ملوح (مجنوں) کے انکار اور قیس بن ذریح (عاشق لبنی) میں شک کرنے کے بعد ہمیں اُن کی جگہ دوسرے اشخاص یا دوسری چیزیں قائم کرنی چاهئیں، ورنہ بحث بے نتیجہ ہوگی - نفی و سلب کے بعد اثبات و ایجاب ناگزیر ہے - میری رائے میں قیس بن ملوح، قیس بن ذریح، جمیل بن معمر، اور عروہ بن حزام کی جگہ صحیح لفظوں میں صرف ایک چیز ثابت و موجود ہے - یعنی عہد مولدین کے قصص عشقیہ کا فن اور مذهب (اسکول) میرا یقین ہے کہ یہ فن، عہد اموی میں ظاہر ہوچکا تھا، یا کم سے کم اُس کی نمایاں بنیادیں پڑچکی تھیں - آهستہ آهستہ اِس میں ترتیب و ترقی ہوئی، یہاں تک کہ ایک مستقل فن بن کر موجودہ زمانہ کی عشقیہ قصہ نویسی کے قریب قریب پہنچ گیا -

اس حقیقت کے انکشاف کے بعد مجھے اس کی کوئی پروا نہیں کہ قیس بن ملوح کی شخصیت تاریخی ہے یا غیر تاریخی ؟ میرے سامنے چند عشقیہ قصے موجود ہیں : قصۂ قیس بن ملوح، قصۂ قیس بن ذریح، قصۂ جمیل بن معمر ... وغیرہ - اب میری بحث کا موضوع یہ قصے ہیں جنہیں متمدن تخیل نے پیدا کیا ہے، نہ کہ خود عشاق - مجھے وہ اشخاص تلاش کرنے چاهیئیں جنھوں نے یہ قصے بنائے - نہ کہ وہ عشاق جن کے حالات یہ قصے بیان کرتے ہیں - مجھے قصہ نویسوں کی اختراعی قابلیت اور نظم و نثر میں اُن کی مہارت فنی سے بحث کرنی ہے - مجھے اُس ادبی فن پر غور کرنا چاهیے جو ادب و علوم کی دوسری شاخوں کی طرح، اسلام سے پہلے عرب میں نا پید تھا، اور اسلامی تمدن کے گہوارہ میں پیدا ہوگیا -

بلا شبہ میں جانتا ہوں، اِس بحث کی راہ میں سخت موانع درپیش ہیں - یہی ایک مانع کیا کم ہے کہ ان قصوں کے مصنفوں کے نام معلوم نہیں - تاهم ہمیں چاهیے کہ ادب عربی کی خصوصیات و کمالات کی تحقیق و کشف کے لیے اس دشوار گزار وادی میں قدم اُٹھائیں، اور اِن قصوں کا ادبی تجزیۂ و تحلیل کرکے اُن کا عیب و ہنر الگ الگ دکھادیں - ہمیں چاهیے کہ عہد اموی کے اُن ادبی، اخلاقی، سیاسی، اجتماعی، اسباب کا سراغ لگائیں جنھوں نے ان قصوں کے لیے پہلے پہل زمین طیار کی، اور پھر ان اسباب کی بھی جستجو کریں جنسے عہد عباسی میں یہ تمام عمارتیں منہدم ہوگئیں -

اصل یہ ہے کہ عرب ' روم ' ایران ' اور یونان؛ باہم بہت حد تک مشابہ ہیں - رومیوں نے یونان پر جنگی فتح حاصل کی تھی مگر یونان نے رومیوں پر ادبی فتح پا لی - یہی حال عربوں کا ہوا - اُنھوں نے ایران کو اپنے قومی جوش سے مسخر کیا ' مگر خود ایرانی ادب و ذہنیت سے مغلوب ہوگیے - اس ادبی فتح کے جلوے روم اور بغداد میں یکساں طور پر نظر آتے ہیں - یونان اور ایران ' دونوں نے یہ کیا کہ روم اور عرب کے تمدن پر دست درازی کی اور قطع و برید کرکے اسے مسخ کر ڈالا - یہی صورت حال انساب اور تاریخ و سیر میں بھی پیش آئی ہے -

ان وجوہ کی بنا پر ہمیں پورا حق ہے کہ اپنے ثقہ راویوں کی روایت پر بھی شبہ کریں - اور جب وہ مجنوں جیسے قصہ میں اس قدر باہم مختلف ہوں تو اور بھی زیادہ شک و احتیاط کریں -

ہمارے پاس بحث و تحقیق کا ایک طریقہ اور بھی ہے - لیکن وہ محض ایک فنی طریقہ ہے - تاریخ سے تعلق نہیں رکھتا - مجنوں کے اشعار میں ہم اِس طریقہ سے کام لے سکتے ہیں - شعر ہمیں خود بتادے گا کہ یا تو وہ بتکلف بنایا گیا ہے ' اس لیے محبت کا سچا جذبہ پیش نہیں کرتا - یا مختلف شاعروں کا کلام ہے اور راویوں نے سہواً یا عمداً اسے مجنوں کی طرف منسوب کر دیا ہے -

جاحظ نے بالکل ٹھیک کہا ہے :

" کوئی شعر نہیں جس میں لیلی کا ذکر ہو اور لوگوں نے قیس بن ملوح (مجنوں) کی طرف منسوب نہ کر دیا ہو - اور کوئی شعر نہیں جس میں لبنی کا ذکر ہو اور قیس بن ذریح کے سر تھوپ نہ دیا گیا ہو - یہ واقعہ ہے کہ مجنوں کی طرف بہت سے شعر منسوب کر دیے گئے ہیں ' حالانکہ خود مجنوں کو اُنسے کوئی تعلق نہیں - یہ شعر اُن شاعروں کے ہیں جو نہ تو مجنوں تھے ' اور نہ محبت نے اُنکا وہ حال کر دیا تھا جو مجنوں کا تھا "

شاعر کی تحقیق کس طریقہ پر کرنی چاہیے ؟ خود شاعر کی شخصیت سب سے پہلی چیز ہے - یہ اس لیے کہ شاعر اپنے شعر میں اپنی شخصیت ضرور رکھتا ہے - اگر شاعر ' کامل ہے تو اُسکا دیوان اُسکی نفسیت اور جذبات کا آئینہ اور اُسکی پوری شخصیت کا مظہر ہوتا ہے - اُس کی مختلف نظموں میں ایک ہی روح ' ایک ہی نفسیت ' ایک ہی قوت کار فرما نظر آئیگی - بلا شبہ تمام اشعار یکساں نہ ہونگے - لطافت و رونق اور رقت و جودت میں کمی بیشی ہوگی - لیکن شاعر کی شخصیت سب میں نمایاں ہوگی ' اور وحدت شعری اِس درجہ واضح ہوگی کہ ذوق سلیم فوراً فیصلہ کر دیگا کہ یہ شعر فلاں کا ہے یا یہ شعر فلاں شاعر کے اسلوب پر ہے - ہمارے خیال میں یہ طریق تحقیق نا قابل شک اور فنون ادب میں یکساں طور پر قابل عمل ہے - خصوصاً شعر غنائی (گانے کے اشعار) میں اُسکی اہمیت غیر معمولی ہے - کیونکہ شعر کی یہ صنف ' نفس کا شفاف آئینہ اور جذبات کا سچا مظہر ہوتا ہے -

اِس اصول کی بنا پر کیا ہم مجنوں کے اشعار میں اُس کی کوئی نمایاں شخصیت دیکھ سکتے ہیں ؟ میرا دعوی ہے کہ نہیں - اِس دعوے کے ثبوت میں بحث دراز کرنی نہیں چاہتا - میری تحقیقات کا خلاصہ مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ مجنوں کی طرف جتنے اشعار منسوب کیے گئے ہیں ' وہ:

(۱) یا تو مشہور شعراء کے ہیں اور راویوں نے غلطی سے مجنوں کی طرف منسوب کر دیے ہیں -

(۲) یا مجہول شعراء کے ہیں اور لیلی کا ذکر دیکھکر لوگوں نے مجنوں کے سمجھ لیے ہیں -

(۳) یا خود راویوں نے جان بوجھ کر بنالئے ہیں -

(۴) یا مغنیوں نے اپنی گرم بازاری کے لیے گڑھے ہیں اور مجنوں کے سر تھوپ دیے ہیں -

میں نے بڑی کوشش کی ' مگر ان اشعار میں کسی مشترک شخصیت کی روح نہ دیکھ سکا -

مجنوں کے بارے میں اپنی رائے ایک اور طریقہ سے بھی ہم ثابت کر سکتے ہیں - وہ یہ کہ راوی اُس تعلق کی نوعیت بیان کرنے میں بھی بہت مختلف ہیں جو قیس بن ملوح (مجنوں) اور لیلی کے درمیان تھا -

بعض کہتے ہیں لیلی مجنوں میں بچپنے ہی سے تعارف ہوگیا تھا - دونوں بکریاں چرایا کرتے تھے - آہستہ آہستہ دل کو تعلق ہوا - یہاں تک کہ بچپنے کے اُنس نے جوانی میں عشق کی صورت اختیار کرلی - جوان ہونے پر لیلی قیس سے چھپا دی گئی تھی - اِس صدمہ نے اُسے مجنوں بنا دیا -

بعض یہ قصہ تسلیم نہیں کرتے - اُن کا دعوی ہے کہ دونوں میں بچپن سے تعارف نہیں ہوا - بلکہ اتفاق سے ایک سفر میں ملاقات ہوگئی - ایک سفر میں قیس نے چند نازنینیں دیکھیں - سلام کیا - اُنھوں نے جواب دیا اور بات چیت کے لیے بٹھا لیا - قیس سواری سے اُترا - امرء القیس کی طرح اپنی اونٹنی ذبح کرڈالی اور گوشت بھون بھون کر اُنھیں کھلانے لگا - یہاں تک کہ شام ہوگئی - شام کو ایک اور نوجوان وارد ہوا - سب لڑکیاں قیس کو چھوڑ کر اُس کی ہو رہیں - اِس پر قیس خفا ہوکر چلا گیا اور جوش میں اشعار کہے - دوسرے دن صبح پھر اُدھر گیا تو لڑکیاں موجود نہ تھیں - صرف لیلی موجود تھی - اُس نے قیس کو بلایا - قیس نے کل کی طرح پھر اپنی اونٹنی ذبح کی اور محبت کا اظہار کیا - ابتدا میں لیلی نے بے رخی دکھالی - قیس بہت غمگین ہوا - لیکن پھر لیلی کو ترس آگیا - اپنی محبت کا بھی اعتراف کرلیا -

بعض اِسے بھی تسلیم نہیں کرتے - وہ کہتے ہیں :- قیس عورتوں کے صحبت کا دلدادہ تھا - لیلی ایک سرو قامت ' خوش اندام ' خوش رفتار ' نازک بدن دوشیزہ تھی - قبیلہ کے نوجوان اُس کے ہاں بیٹھتے اُٹھتے تھے - قیس نے سنا تو وہ بھی آنے جانے لگا - آخر کار دام محبت میں گرفتار ہوگیا !

اِسی قسم کی اور روایتیں بھی ہیں - اِنسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لیلی کی شخصیت بھی قیس سے کچھ کم ما بہ النزاع نہیں ہے - ایک روایت میں اُسے بکریاں چرانے والی لڑکی بنایا ہے - دوسری میں بدوی دوشیزہ ' جو نوجوانوں کو روکتی اور اُن سے گفتگو کرنا پسند کرتی ہے - تیسری میں اُس وضع کی ایک مہذب اور نستعلیق خاتون ' جیسی بڑے بڑے اسلامی شہروں میں ہوا کرتی تھیں - کیا صرف یہی ایک اختلاف ' لیلی کی شخصیت مشتبہ کر دینے کے لیے کافی نہیں ہے ' جیسا کہ پہلا اختلاف مجنوں کی شخصیت پوری طرح مشکوک کر دیتا ہے ؟

مجنوں کے قصہ میں اور بھی اندرونی شہادتیں ایسی موجود ہیں جو میری رائے کی تائید کرتی ہیں - مثلاً یہ روایت کہ لیلی

صحبت اور معاشرت بھي اکتسابي تعلیم وتربیت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے‘ بلکہ بسا اوقات درس وتدریس کي باقاعدہ تعلیم سے بھي کہیں زیادہ موثر ہوتی ہے - لیکن جہاں تک اُسکي زندگي کے حالات روشني میں آئے ہیں‘ کوئي قرینہ اِس کا موجود نہیں کہ اُسے مشرق و ایشیا کي عام مقلدانہ و رسمي سطح سے کوئي بلند درجہ کي صحبت ملي ہو-

سیر و سیاحت بھي ذہن کي نشو و ترقي کا بہت بڑا ذریعہ ہے‘ لیکن اُس نے اپني ابتدائي زندگي میں ہندوستان اور حجاز کے سوا اَور کسي مقام کا سفر نہیں کیا تھا - ظاہر ہے کہ اِن دونوں مقامات میں کوئي سر چشمہ ایسا موجود نہ تھا جس سے ایک مجتہدانہ فکر و نظر کي پیدایش ہو سکے - انیسویں صدي کے اوائل میں اِن مقامات کا تعلیمي تنزل منتہاء کمال تک پہنچ چکا تھا -

سب سے زیادہ یہ کہ اُس نے جتني بھي اور جیسي کچھہ بھي تعلیم حاصل کي تھي‘ وہ وھي تعلیم تھی جو بجاے خود مسلمانوں کے ذہني تنزل کي پیداوار ہے اور کئي صدیوں سے اسلامي دنیا کے دماغي تنزل کا سب سے بڑا سبب بن گئي ہے - اِس تعلیم سے ذہن و فکر کي تمام قوتیں پژمردہ ہو جا سکتي ہیں‘ لیکن آزادانہ نشوو نما نہیں پا سکتیں -

بااین همه وہ سنہ ۱۸۷۰ - میں جب کہ اُس کي عمر بہ مشکل تیس برس کي ہوگي‘ یکایک قاہرہ میں نمایاں ہوتا ہے‘ اور صرف چالیس دن کے قیام سے اس عظیم مشرقي "دار المعکوس" کے تمام علمي حلقوں کو اپني طرف متوجہ کر لیتا ہے - حتی کہ اُس کي "عجیب اور نئي قسم کي علمي قابلیتوں" کي شہرت دارالخلافۃ قسطنطنیہ تک پہنچتي ہے‘ اور اس کي تمام اصلاحي اور انقلابي قوتیں نمایاں ہوجاتي ہیں!

وہ ادب عربي کا ایک عجمي متعلم تھا جس نے بعید ترین عجمي ممالک میں عجمي اساتذہ سے ناقص اور گمراہ قسم کي ادبي تعلیم حاصل کي تھي - لیکن وہ عربي زبان کے سب سے بڑے مرکز‘ قاہرہ میں سب سے پہلے صحیح و صالح فن عربیۃ کا درس دیتا ہے اور عربي کتابت و تحریر کا ایک نیا دور پیدا کر دیتا ہے - آج مصر و شام کے تمام مشاہیر اہل قلم اعتراف کرتے ہیں کہ "کتابت عربیہ میں ہم سب اسي عجمي کے عیال ہیں" موجودہ عہد میں عربي کا سب سے بہتر کاتب‘ شیخ محمد عبدہ تھا‘ اور وہ اسي کا شاگرد تھا !

اُس نے علوم حکمیہ کي جسقدر بھي تعلیم حاصل کي تھي‘ وہ وھي موجودہ مدارس عربیہ کے متون و شروح کي عقیم و کج اندیش تعلیم تھي‘ لیکن وہ ذہین و مستعد طلبا کي ایک جماعت منتخب کرکے علوم حکمیہ کا درس و املاء شروع کردیتا ہے‘ اور قدیم معقولات کي وہ تمام گمرھیاں ایک ایک کرکے واضح کرتا ہے جنکے اعتقاد و جمود نے صدیوں سے مشرقي دنیا کا ذہني ارتقا معطل کردیا ہے !

مذہب اور علم‘ دونوں میں اُسکي مصلحانہ ذہنیت نمایاں ہوتي ہے‘ اور کسي گوشہ میں بھي اُسکے قدم وقت کي مقلدانہ سطح سے مس نہیں ہوتے - سیاست میں وہ سر تاپا انقلاب کي دعوت ہوتا ہے‘ اور جہاں کہیں جاتا ہے‘ چند دنوں کے اندر مستعد اور صالح طبیعتیں چن کر انقلاب و تجدد کي روح پھونک دیتا ہے - اُس نے بہ یک وقت مصر‘ ایران‘ اور عراق ؛ تینوں مقامات میں اصلاح و انقلاب کي تخم ریزي کر دي !

وہ اپنے اوائل قیام مصر سے تقریباً بارہ برس بعد پہلي مرتبہ یورپ کا سفر کرتا ہے‘ اور پیرس میں وقت کے سب سے بڑے فلسفي اور علم ودین کي نام نہاد نزاع میں سب سے بڑے حریف دین و مذہب‘ پروفیسر رینان سے ملتا ہے - وہ پہلي ھي ملاقات میں اِس "عجیب الطوار مشرقي فیلسوف" سے اس درجہ متاثر ہوتا ہے کہ اخبار طان میں سید موصوف کے ایک مقالہ کا رد کرتے ہوے لکھتا ہے :

"میں نے اسکے شخصیت میں ابن سینا اور ابن رشد کي روح دیکھي" جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے - یاد رہے کہ انسان کي قابلیت کیسي ھي کیوں نہ ہو‘ لیکن مخاطب کے تاثر کے لیے وہ بہت کچھہ قوت بیانیہ اور فصاحت تکلم کا محتاج ہوتا ہے - جس وقت سید جمال الدین رینان سے پیرس میں اور لارڈ سالسبري سے لندن میں ملا ہے‘ اُس وقت اِسکي فرانسیسي زبان کي تعلیم کي تاریخ صرف اتني تھي کہ اثناء قیام مصر میں ایک شخص سے لاطیني الف بے قلمي لکھوا لي تھي‘ اور پھر کچھہ عرصہ کے بعد ایک کتاب خرید لي تھي جو عربي میں فرانسیسي کي ابتدائي تعلیم کیلیے لکھي گئي تھي - کوئي ثبوت موجود نہیں کہ اُس نے کسي انسان سے باقاعدہ فرانسیسي زبان کي

قسطنطنیہ میں بار دوم : سنہ ۱۸۹۲

ایران میں بار دوم : سنہ ۱۸۹۰

قسطنطنیه میں : سنه ۱۸۷۰

پیرس میں : سنه ۱۸۸۳

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں

قائدین فکر

سید جمال الدین اسد آبادی

" تقریباً دو ماه گزرے هیں که ایک شخص سید جمال الدین نامي سے میري ملاقات هوئي - اس شخص کي شخصیت کا میرے دماغ پر جو اثر پڑا ' وہ ایسا ہے جو بہت کم شخصیتیں مجھه پر ڈال سکي هیں - یه اثر بہت قوي اور گہرا تھا ' اور اسي کا نتیجھه ہے که مجھے خیال ہوا ' سوربون یونیورسٹي کے خطبات کا موضوع یه قرار دوں که " اسلام اور اُس کا علم سے علاقه " سید جمال الدین کي ذهنیت ایک ایسي ذهنیت ہے جو رسمي اسلام کے موثرات کي پوري طرح مقاومت کرسکتي ہے - میں جب اِس شخص سے باتیں کر رہا تھا ' تو اُس کے افکار کي آزادي ' طبیعت کي فضیلت ' اور اظہار حقیقت کي جرأت دیکھکر مجھے خیال هوا " میں اِس وقت اُن مشاهیر عالم میں سے کسي ایک کو مخاطب کر رہا هوں جو دنیا کے گزشته علمي زمانوں میں گزر چکے هیں اور جن سے تاریخ کے ذریعه هم نے واقفیت حاصل کي ہے - میں گویا ابن سینا ' ابن رشد ' یا اُن حکماء عظام میں سے کسي حکیم کو اپنے سامنے دیکھه رہا تھا جنهوں نے فکر انساني کو جہل و اوهام کے قیود سے نجات دلانے کیلیے تاریخ عالم کي پانچ صدیوں تک اپني شجاعانه جد و جہد جاري رکھي تھی " ! (فیلسوف رینان)

(سید جمال الدین)

انیسویں صدي کي تاریخ مشرق نے اصلاح و تجدد کي جس قدر شخصیتیں پیدا کي هیں ' اُن میں کوئي شخصیت بھي وقت کي عام پیداوار سے اِس قدر مختلف اور اپني طبعي ذهانت اور غیر اکتسابي قوتوں میں غیر معمولي نہیں ہے ' جس قدر سید جمال الدین کي شخصیت ہے - بغیر کسي تامل کے کہا جا سکتا ہے که مشرق جدید کے رجال تاریخ اور قائدین فکر کي صف میں اُس کي شخصیت کئي اعتبار سے اپنا سهیم و شریک نہیں رکھتي !

وہ ایک گمنام اور مجہول ماحول میں پیدا هوا - ایسے مجہول ماحول میں که آج تک یه بات بھي قطعي طور پر معلوم نه هوسکي که وہ في الحقیقت باشندہ کہاں کا تھا ؟ اسعدآباد کا جو هرات کے قریب اور افغانستان میں واقع ہے ' یا اسدآباد کا جو همدان کے قریب اور ایران میں واقع ہے ؟

اُس کے وطن کي طرح اُس کي ابتدائي زندگي کے حالات پر بھي ظن و تخمین کے پردے پڑے هوئے هیں تاهم یه قطعي ہے که تعلیم و تربیت کا اسے کوئي موقع ایسا نہیں ملا تھا جو کسي اعتبار سے بھي ممتاز اور قابل ذکر هو - انیسویں صدي کے کامل تنزل یافته افغانستان اور پنجاب کے علماء اپنے گھروں اور مسجدوں میں علوم رسمیه کي جیسي کچھه تعلیم دیا کرتے تھے ' زیادہ سے زیادہ تعلیم جو اُس نے حاصل کي تھي ' وہ وهي تھي - جن اُستادوں سے اُس نے تعلیم حاصل کي ' وہ بھي یقیناً معمولي درجه کے تھے - اُن میں کوئي شخص ایسا نه تھا جس کي علمي شخصیت قابل ذکر هو -

دنیا کے نئے تمدني انقلاب اور نئے علوم سے آشنا هونے کا بھي اُسے کوئي خاص موقع حاصل نہیں هوا تھا - اُس کا ابتدائي زمانه زیادہ تر افغانستان میں بسر هوا ' یا ایک روایت کے مطابق ایران میں ' اور یه دونوں مقامات اُس وقت مغربي تمدن و علوم کي تعلیم و تعلم کا کوئي سامان نہیں رکھتے تھے -

۳۰ - برس کي عمر میں مصر کا پہلا سفر : سنه ۱۸۶۹

کلکته میں : سنه ۱۸۷۹

بصرہ میں به لباس عربي سنه ۱۸۸۹

اِس منارہ کی تعمیر سے غرض یہ تھی کہ جہازوں کو کھاڑیوں اور چٹانوں سے هوشیار کیا جائے اور بندرگاہ کا سیدھا راستہ دکھا دیا جائے - اِس وقت مختلف مقامات میں کئی اور منارہ بھی موجود هیں - مثلاً " منارۂ ارسٹیا " لیکن اِن مناروں سے بعض خطرے بھی پیدا هوگیے هیں - کیونکہ اُنکی روشنی دور سے ستارہ کی طرح معلوم هوتی ہے اور جہازوں کو راستہ بھلا دیتی ہے "

مورخ نے منارہ کا خرچ ۸۰۰ وزن بتایا ہے - اِسکے معنی یہ هوئے کہ تقریباً ۱۵ - لاکھہ روپے صرف هوئے تھے - منارہ کی عظمت کے مقابلہ میں یہ رقم بہت کم معلوم هوتی ہے -

منارہ کا بنانے والا سوسٹراٹس سکندر اعظم کے مشہور معمار ڈیمکراٹیس کا بیٹا تھا - اِسنے اپنا نام منارہ پر اِن لفظوں میں کندہ کیا تھا :

" کنیڈرس کے باشندے سوسٹراٹس ولد ڈیمکراٹیس کی طرف سے نجات دینے والے دیوتاؤں کو هدیہ ' تاکہ وہ سمندر میں سفر کرنے والوں کو نجات بخشیں "

جن سیاحوں اور جغرافیہ نویسوں نے تیرھویں صدی عیسوی میں یہ منارہ دیکھا تھا ' اُنکا بیان ہے کہ یہ ۶۰۰ فٹ یعنی سو قد آدم بلند تھا - عمارت کی وضع بابلی تھی - کئی منزلیں اوپر نیچے تھیں - هر منزل اپنے نیچے کی منزل سے چھوٹی اور اوپر کی منزل سے بڑی تھی - زیریں دو منزلیں مربع تھیں اور اوپر کی دو مستدیر تھیں - هر منزل میں ایک بڑا روشن دان تھا - بنیادیں سنگلاخ تھیں اور چونے کی جگہ سیسہ کی جڑائی کی گئی تھی تا کہ سمندر کی موجیں نقصان نہ پہنچا سکیں - پوری عمارت سنگ مرمر کی تھی - چوٹی پر ایک بہت بڑا تنور تھا - اس میں شب و روز آگ جلا کرتی تھی - رات کو اُس سے روشنی حاصل هوتی اور دن کو دھواں نکلتا رهتا -

کہا جاتا ہے کہ منارہ کے اندر تین سو کمرے تھے اور انمیں فوجی پہرا رهتا تھا -

بعض قدیم راویوں نے بیان کیا ہے کہ مینار کی زمین پر شیشہ جڑا تھا اور چوٹی پر ایک عظیم الشان آئینہ لگا تھا جسے حرکت دے سکتے تھے اور اُسکے ذریعہ آفتاب کی شعاعیں جمع کرکے سو میل کی مسافت پر جہاز جلا دیے جاتے تھے - لیکن یہ محض بے بنیاد باتیں هیں - البتہ یہ ممکن ہے کہ معمار نے کوئی معدنی آئینہ اِس غرض سے لگا دیا هو کہ روشنی میں اضافہ هو جائے -

فتح مصر کے بعد عربوں نے ایک مدت تک اِس منارہ کی حفاظت کی اور اُس سے کام لیتے رہے - لیکن ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں شہنشاہ قسطنطنیہ نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کیلیے ایک مکار آدمی دمشق بھیجا اور اُس نے یہ کہکر خلیفہ کو دھوکا دیا کہ اِس منارہ کے نیچے بہت بڑا خزانہ مدفون ہے - خلیفہ نے لالچ میں آکر کھودنے کا حکم دیدیا - لیکن ابھی صرف آدھی عمارت منہدم هوئی تھی کہ ولید متنبہ هوگیا اور اُس نے خیال کیا ایسی قیمتی اور مفید عمارت کا ڈھانا سخت غلطی ہے - اس نے انہدام کے روکنے کا حکم دیا اور از سر نو تعمیر کی کوشش کی - لیکن اب اگلی سی تعمیر دشوار تھی - کئی باکمال معماروں نے کوشش کی لیکن کامیاب نہ هوئے - یہانتک کہ اُسکی چوٹی کا آئینہ زمین پر گرگیا اور پاش پاش هوگیا - اِسکے بعد نصف عمارت باقی رهگئی تھی - باشندوں نے اسے مسجد بنا لیا تھا - لیکن سنہ ۱۳۷۵ ع میں زلزلہ آیا اور بوڑا منارہ سمندر میں جا گرا - کہا جاتا ہے کہ قلعہ قائد بک کے قریب اب تک سمندر کی تہہ میں منارہ کے پتھر چمکتے دکھائی دیتے هیں -

(٤)

مشتری کا مجسمہ

The Statue of Jupiter

" جوپیٹر " رومانیوں کا مشہور دیوتا ہے - بعینہ یہی دیوتا " یونان میں " زفس " (Zeus) کے نام سے پوجا جاتا تھا - بلا استثنا تمام قدیم مورخوں نے اِس بت کا ذکر کیا ہے جسے ایتھنز میں " فیڈیاس " نے بنایا تھا - سب اسے بالاتفاق دنیا کے سات عجائب میں شمار کرتے هیں - موجودہ دنیا اُس کے نام و نشان سے بالکل خالی ہے - صرف چند سکے دستیاب هوئے هیں جن پر اُسکی شکل کا ٹھپا ہے ' اور شہر ایتھنز میں اُسکی بنیادیں اور بیٹھک کا نچلا حصہ برآمد هوا ہے -

جرمن ماهرین آثار عتیقہ کی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے کہ " زفس " کا بت خانہ مستطیل تھا - اُسکے دونوں کناروں پر چھہ چھہ ستون اور دونوں پہلوؤں پر ۱۳ - ستون تھے - اندر کا ایوان ۹۵ فٹ لانبا اور ۴۳ فٹ چوڑا تھا ' اور ستونوں کی دو قطاریں کھڑی کرکے تین حصوں میں بانٹ دیا گیا تھا - " زفس " کا بت درمیانی حصہ میں ایک کنارے پر نصب تھا - بت اصل میں چوبی تھا مگر اُس پر هاتھی دانت اور سونا جڑا هوا تھا - هاتھی دانت جسم کو ظاهر کرتا تھا اور سونا لباس کو -

قدیم مورخ بوسینیا کی تصریح کے مطابق ' بت ایک تخت پر بیٹھا تھا - اُسکے سر پر زیتون کی پتے والی شاخ کا تاج تھا - دھنے هاتھہ میں فتح کا نشان تھا جو هاتھی دانت اور سونے سے بنی هوئی عورت کی شکل میں تھا - بائیں هاتھہ میں عصا تھا ' جس پر مختلف قیمتی معدنیات کی پچے کاری تھی - عصا پر جھکا هوا ایک گدہ تھا - بت کا جوتا اور تمام لباس ' سونے کا تھا - تخت سونے ' آبنوس ' هاتھی دانت ' اور جواهرات سے بنایا گیا تھا اور اُس پر بکثرت دلفریب تصویریں منقش تھیں !

ایک رومانی شہنشاہ هارڈین کے ایک سکے میں اِس بت کی تصویر پائی گئی ہے اور اُس سے مورخ موصوف کے قول کی پوری تصدیق هوتی ہے - فرق صرف اس قدر ہے کہ عصا پر بیان کردہ گدھ موجود نہیں ہے -

بت کی تعمیر کے سلسلہ میں یہ بات مشہور ہے کہ جب اُسکا سر بنانے کا وقت آیا تو لوگوں نے فیڈیاس سے پوچھا " سر کی وضع کیسی رکھوگے ؟ " اُس نے فوراً جواب دیا " میں هومر کے اِس قول کی پیروی کرونگا : ابن قرونس گویا هوا - اپنی سیاہ ابروؤں والا سر تعجب سے هلایا - بالوں کے گچھے اُسکے لازوال سر پر هل رہے تھے ! "

بت کی تصویر ایک اور سکہ پر بھی ملی ہے - اِسمیں سر کے بال لانبے هیں ' اور گردن پر پڑے هیں - داڑھی بھی گھنی اور لمبی ہے اور اُس پر دونوں طرف سے مونچھیں پھیلی هوئی هیں -

خیال کیا جاتا ہے کہ ایتھنز میں اِس بت کی تعمیر سنہ ۴۵۰ ق م میں هوئی تھی -

(عرب مورخین)

هم آئندہ نمبر میں بقیہ عجائب کا ذکر کرکے بتلائینگے کہ عرب مورخین کی تصریحات کیا هیں ؟

آثار عتیقہ

تعلیم حاصل کی ہو' لیکن یہ واقعہ ہے کہ وہ فرانسیسی زبان میں بہتر سے بہتر تحریر و تقریر کر سکتا تھا - ترکی ' روسی ' اور انگریزی بھی اسی طرح اُس نے سیکھہ لی تھی -

مشہور ہے کہ جب پیرس میں روسی سفیر نے اُس سے ملنا چاہا ' تو اُس نے ملاقات کی تاریخ ایسی مقرر کرائی جو دو ہفتہ بعد آنے والی تھی - اُس کے بعد وہ ایک کتب فروش کے یہاں گیا اور اُس سے کہا " مجھے فرانسیسی میں روسی زبان سکھانے والی کتاب چاہیے - میں خرید لونگا - بشرطیکہ تم اس کا بھی انتظام کردو کہ آج سے ایک ہفتہ بعد کوئی روسی زبان بولنے والا آدمی مجھہ سے ملاقات کرسکے " کتب فروش نے کتاب بھی دیدی ' اور ایک ایسے شخص کا انتظام بھی کردیا جو اُسی کے یہاں ملازم تھا - جمال الدین نے ایک ہفتہ تک بطور خود کتاب دیکھی ' پھر آٹھویں دن سے چودھویں دن تک روز ایک گھنٹہ روسی سے باتیں کرتا رہا - اور پندرھویں دن وہ طیار ہوگیا تھا کہ روسی سفیر سے بغیر کسی مترجم کی وساطت کے ملاقات کرے !

(سید کے سوانح حیات)

اگر سید جمال الدین کی زندگی میں لوگ اُس کے حالات سے واقف نہ ہوسکے تو یہ چنداں عجیب بات نہیں ہے - دنیا نے ہمیشہ اپنے اکابر و اعاظم سے اُن کی زندگی میں غفلت برتی ہے ' اور جب تک وہ دنیا سے رخصت نہیں ہوگئے ہیں ' اُن کے حقوق کا اعتراف نہیں کیا ہے - خصوصاً مصلحین و مجددین اُمم کے لیے تو زندگی میں تغافل اور موت کے بعد تعظیم و احترام ' اس دنیا کا ایک عام اور غیر متغیر قانون ہے - لیکن یہ صورت حال کس درجہ عجیب اور تاسف انگیز ہے کہ اُس کی وفات پر پورے تیس برس گزر چکے ہیں ' اور وہ تمام مشرقی ممالک بیدار ہوچکے ہیں' جہاں اُس نے اصلاح و انقلاب کی ابتدائی تخم ریزی کی تھی ' تاہم اُس کی زندگی بدستور تاریخ کی روشنی سے محروم ہے ' اور اُس سے زیادہ مشرق کچھہ نہیں جانتا ' جتنا یورپ کے بعض محب شرق اہل قلم نے بتلا دیا ہے !

افسوس اس جہل و غفلت پر! ہم صرف اپنے قدماء کی شناخت ہی کے لیے یورپ کے محتاج نہیں ہیں - بلکہ اپنے عہد کے اہل فضل و کمال کیلیے بھی اس کے محتاج ہیں - جب تک وہ انگلی سے اشارہ کرکے نہ بتلادے' ہم خود اپنی قوم اور عہد کے بڑے بڑے انسانوں کو بھی نہیں پہچان سکتے !

ہندوستان میں تو الہلال کی اشاعت سے پہلے ' غالباً لوگ سید جمال الدین کے نام سے بھی آشنا نہ تھے - سنہ ۱۸۷۹ع میں جب وہ حیدرآباد اور کلکتہ میں مقیم تھا ' تو ہندوستانی مسلمانوں میں سے صرف ایک شخص یعنی مرحوم عبدالغفور شہباز تھا ' جسے اسکے فضل و کمال کی تھوڑی سی شناخت نصیب ہوئی تھی ' اور اُس کے چند فارسی مقالات کا اُردو ترجمہ شائع کیا تھا !

• حال میں برلن سے ایک رسالہ سید جمال الدین کے اعمال حیات پر شائع ہوا ہے - اُسکے مطالعہ سے خیالات میں بے اختیار جنبش پیدا ہوگئی - خیال ہوا کہ پورے شرح و تفصیل کے ساتھہ مشرق جدید کے اس قائد فکر کے سوانح حیات پر نظر ڈالنی چاہیے - متفرق لفظوں اور متعدد تصویروں کا یہ مرقع جو آج شائع ہو رہا ہے ' اسی سلسلۂ مضامین کی تمہیدی قسط ہے -

سات عجائب عالم

(۳)

اسکندریہ کا منارہ

(THE PHAROS OF ALEXANDRIA)

سکندر اعظم نے مصر فتح کرنے کے بعد ہی شہر اسکندریہ آباد کیا تھا - پچاس سال کے اندر اِس شہر نے پوری ترقی حاصل کرلی ' اور بحر متوسط کی سب سے بڑی بندرگاہ بن گیا - سکندر کے بعد اُسکے جانشین مصر میں علم دوست تھے - اُنھوں نے اسکندریہ کو اور رونق دی اور علم و حکمت کا مرکز بنا دیا - سنہ ۲۸۵ ق م میں بطلیموس اول حاکم ہوا - اُسنے شہر کی روز افزوں تجارتی ترقی دیکھکر خیال کیا کہ رات کے وقت جہاز رانی کی سہولت کیلیے ایک منارہ تعمیر کردینا چاہیے - چنانچہ اسکندریہ کے قریب جزیرۂ فیروس میں یہ منارہ طیار کیا گیا اور فیروس کے نام سے مشہور ہوگیا -

مورخین میں اختلاف ہے کہ اصل میں یہ نام جزیرہ کا تھا یا منارہ کا ؟ بہر حال یہ واقعہ ہے کہ اِسکے بعد جہاز رانی کیلیے روشنی کے جتنے بھی منارہ تعمیر ہوئے ' اُنمیں سے اکثر " فیروس " ہی کے نام سے پکارے گئے - بلکہ لاتینی ' اطالی ' اسپینی ' اور قدیم انگریزی زبان میں تو اِس لفظ کے معنی ہی منارہ روشنی کے ہوگئے - فرانسیسی میں ابتک اس معنی میں " فار " کا لفظ مستعمل ہے -

خیال کیا جاتا ہے کہ مصری ' روشنی کے مناروں سے واقف تھے ' اور بہت سے منارہ بنا چکے تھے - مگر بطلیموس کا یہ منارہ اپنی بلندی اور ساخت کی وجہ سے بہت ممتاز اور مشہور ہوگیا -

مشہور رومانی مورخ پلینی نے (جو سنہ ۷۹ ع میں آتش فشاں پہاڑ ویزوف کے پھٹنے سے ہلاک ہوا) اسکندریہ کا شہر اور یہ منارہ دیکھا تھا - وہ لکھتا ہے :

" اسکندریہ کی ایک شہرۂ آفاق عمارت ' وہ برج ہے جسے شاہ مصر نے جزیرۂ فیر میں تعمیر کیا ہے - یہ جزیرہ ' اسکندریہ کے راستہ میں واقع ہے - برج کی تعمیر میں ۸۰۰ وزن خرچ ہوئے تھے - بطلیموس کی عظمت اور فراخ دلی کی یہ شہادت کافی ہے کہ اُسنے برج کے معمار سوستراتس کو اجازت دیدی تھی کہ اِس حیرت انگیز عمارت میں اپنا نام کندہ کرکے بقاء دوام حاصل کر لے !

خوار بچه چهوڑ گیا - جب بچه جوان هوا اور اپني ماں سے اپنے باپ کا حال سنا تو سخت غضب ناک هوا اور تمهارے ملک پر ٹوٹ پڑا - اُس نے بے حساب مخلوق قتل کي - جب غصه ٹهنڈا هوا تو اس نے مغلوبوں کو اس وضع کے اختیار کرنے پر مجبور کردیا جو آج کل تمهاري وضع هے ! " راوي کا اِس قصه سے مقصود یه تها که هماري وضع ذلت کي وضع هے ' اور اُنهي کے ایک بادشاه نے همیں اُس کے اختیار کرنے پر مجبور کیا هے ! میں نے یه افسانه سن کر اُن کے بادشاه کا شکریۂ ادا کیا که معاملهٔ اِتنے هي پر ختم هوگیا اور اُس " فاتح " نے همیں هندو بننے اور هندو رسم و رواج اختیار کرنے پر مجبور نهیں کیا !

(۴) مسلمانوں کا حمله ـــ منافرت کي بڑي وجه ' هندوستان پر مسلمانوں کا حمله هے یمین الدوله سلطان محمود غزنوي کي جنگوں نے اُنهیں بهت هي سخت نقصان پهنچایا - اُن کي آبادیاں برباد هوگیئں - اُنهیں منتشر و پراگنده کردیا گیا - اُن کي صرف سلطنت هي نهیں گئي ' بلکه مفتوحه علاقوں سے اُن کے علوم و فنون بهي مٹ گئے ' اور ایسے دور دراز خطوں میں جلا وطن هوگئے ' جهاں تک رسائي مشکل هے - مثلاً کشمیر اور باناسي (بنارس) وغیره - (بنارس کو دور اس لیے کها هے که یه پنجاب اور وسط هند سے دور ' مشرق کي طرف هٹا هوا هے)

یهي دیني اور سیاسي اسباب هیں جن کي بنا پر هندوؤں میں مسلمانوں اور تمام اجنبیوں سے سخت نفرت و عداوت پیدا هوگئي هے -

(۵) پهر اُنکے اخلاق میں ایک اور بات بهي راسخ هوگئي هے اور کسي طرح نکل نهیں سکتي - یه اُن کے انتهائي علمي و ذهني تنزل کا نتیجه هے - وه یقین کرتے هیں که دنیا صرف اُنهي کي دنیا هے - انسان صرف اُنهي کي سرزمین پر موجود هیں - بادشاه صرف اُنهي کے بادشاه هیں - دین صرف اُنهي کا دین هے - اور علم صرف اُنهي کا علم هے - یهي وجه هے که نهایت مغرور اور بر خود غلط هوگئے هیں - اگر اُنسے علماء عرب و عجم کا ذکر کیا جاتا هے تو مخاطب کو جاهل خیال کرتے اور اُسکي تصدیق پر هرگز آماده نهیں هوتے هیں - حالانکه اگر وه سیر و سیاحت کے عادي هوتے اور اپنے پهاڑي حدود طے کرکے غیر قوموں سے ملتے ' تو یه جاهلانه و طفلانه خیال اُنمیں پیدا نه هوتا -

لیکن یاد رهے که اُن کے پیش روؤں کا یه حال نه تها - اُنکا مشهور فاضل " براهمهر " برهمنوں کي تعظیم کے بیان میں کهتا هے : " جب یونانیوں نے باوجود ناپاک هونے کے علوم و فنون میں کمال حاصل کیا اور سب پر بازي لے گئے ' تو اُنکي بهي تعظیم واجب هوگئي - اُن کا درجه بهي برهمن کا درجه هوگیا " !

خود میري حالت یه هوئي که مدت تک اُنکے منجموں کے سامنے زانوے شاگردي ته کرتا رها - کیونکه میں اُنکي زبان اور اُنکے طریقوں سے بے خبر تها - لیکن جب کچهه اُن کي زبان میں دخل پیدا هوگیا تو میں اُنهیں اپنے یهاں کے علوم کي بنا پر اشیاء کي علتوں اور حساب و ریاضي کے براهین سمجهانے لگا - اسپر وه سخت متعجب هوئے اور استفاده میں باهم پیش قدمي کرنے لگے - بڑي حیرت سے پوچهتے تهے : " هندوستان کے کن کن علماء کو تم نے دیکها هے ؟ کن کن سے فائده اٹهایا هے ؟ " کیونکه اُنکے خیال میں علم ' هندوستان کے سوا کهیں هے هي نهیں - جب میں نے اُن سے کها که میں پهلي مرتبه اُن سے ملا هوں اور جو کچهه کهه رها هوں ' یه دنیا کے دوسرے حصوں کے علوم هیں ' تو وه اور زیاده متعجب هوے ' اور بعضوں نے تو مجهے جادوگر سمجهنا شروع کر دیا "

ادبیات

قدیم یونانی ادب کا ایك نمونه

(بلیٹس کا گیت)

(فرانسیسي ترجمے سے اردو میں منتقل کیا گیا)

(میري سهیلي کي شادي)

راستے میں ابتک گلاب کے پهول بکهرے پڑے هیں - شمعیں بهي ٹمٹما رهي هیں ... ...

یه میري سهیلي " ملیسا " کي شادي کي رات کا واقعه هے - میں اپني ماں کے ساتهه گهر لوٹي - اس وقت میرے سر میں خیالات کا هجوم تها :

" آج میري سهیلي کو جو بات نصیب هوئي هے ' کل مجهے بهي نصیب هوگي " میں خیال کرنے لگي " میں بهي ایسے هي شاندار جلوس میں نکلوں گي - میري رتهه بهي پهولوں سے لدي هوگي ' زیتون کي شاخیں اُسپر سایه کیے هونگي ' بانسریاں بجتي هونگي ' اور میري سهیلیوں کي میٹهي آوازیں سریلي بانسریوں میں مل جائنگي - میں بهي ایک دن اپنے بر کے پهلو میں " ملیسا " کي طرح نگاهیں نیچي کیے بیٹهونگي - مجهپر وه عجیب راز کهل جائینگے جو یه موقعه اپنے دامن میں چهپائے هوئے هے ... اسکے بعد ؟ ...... یه که میں اپنے بچوں کو اپني دوده بهري چهاتیوں سے لگاؤں گي -

(راز)

... دوسرے دن میں اپني سهیلي سے ملنے گئي - آنکهیں ملتے هي دونوں کے رخسار سرخ هوگئے - وه مجهے اپنے کمرے میں لے گئي اب هم بالکل اکیلے تهے - مجهے اس سے بهت سي باتیں کهني تهیں - مگر اُسکي صورت دیکهتے هي کچهه یاد نه رها !

میري سهیلي جیسي همیشه سے تهي ' ویسي هي اب بهي هے - کوئي فرق اس میں نظر نهیں آیا - لیکن یه عجیب بات هے که میں اُس سے کچهه مرعوب سي تهي - میں اُس سے آنکهه نهیں ملا سکتي تهي -

اچانک میرا ڈر دور هوگیا - میں اُسکے زانو پر بیٹهه گئي - اُسکے کان میں سب باتیں کهدیں - اُس نے بهي اپنا سر میرے سر پر رکهدیا اور پورا راز کهه ڈالا !

(بانسري)

" لیکاشي " نے خوبصورت بانسري مجهے هدیه دي - وه مجهے بانسري بجانا سکهانے لگا ......

تاریخ و عبر

ہندوستان اور حکیم ابو ریحان بیرونی

نو سو برس پہلے ہندوستان کی ذہنی اور معاشرتی حالت

ایک عرب محقق و سیاح کے مشاہدات و تاثرات

مستشرقین یورپ کی کوششوں سے ابو الریحان محمد بن احمد البیرونی کی شہرہ آفاق کتاب "کتاب الہند" یا "تحقیق ما للہند من مقولۃ مقبولۃ فی العقل او مرذولۃ" سنہ ۱۸۸۷ میں شائع ہو چکی ہے - بیرونی پانچویں صدی ہجری کا مشہور حکیم اور محقق ہے - گیارھویں صدی مسیحی کے اوائل یعنی اب سے نو سو برس پہلے اس نے ہندوستان کی سیاحت کی تھی - یہ زمانہ سلطان محمود غزنوی کی فتوحات کا تھا - محمد بن القاسم کی فتح سندھ کے بعد یہ پہلا موقعہ تھا کہ مسلمان بہ حیثیت جماعت اندرون ہند میں بڑھے - مسلمان، یہاں کے باشندوں سے نا واقف تھے، اور ہندو، مسلمانوں سے نا آشنا - بیرونی، ہندوستان میں بطور سیاح کے داخل ہوا - سنسکرت زبان حاصل کی - ہندو علماء کی صحبت میں بیٹھا - ہندو علوم کی تحصیل کی - اُنکے حالات سے واقف ہوا - اور پھر غزنی میں بیٹھکر اپنی یہ جلیل القدر کتاب مرتب کی - اس کتاب کے متعلق بالاتفاق تمام محققین حال کا فیصلہ ہے کہ اُس عہد کے ہندوستان پر اس سے بہتر اور محققانہ بیان کسی مصنف کا موجود نہیں - یہ کتاب ہمارے سامنے نو صدی پہلے کا ہندوستان پیش کرتی ہے - اِس میں زیادہ تر بحث ہندو فلسفہ، الہیات، نجوم، ریاضی وغیرہ علوم سے کی ہے - لیکن ضمناً اُس وقت کی معاشرتی حالت پر بھی بہت کچھہ روشنی پڑتی ہے - ذیل میں ہم اُسکے جستہ جستہ اقتباسات پیش کرتے ہیں - اِن سے قارئین الہلال اندازہ کر سکینگے کہ قدیم ہندوستان کی معاشرتی ذہنیت کا کیا حال تھا، اور اس طویل مدت میں کتنا کم تغیر اُس میں واقع ہوا ہے؟ غالباً کسی ملک کے ذہنی اور معاشرتی جمود و تصلب کی اس سے بہتر مثال دنیا میں موجود نہیں -

(ہندوستان کے سمجھنے میں دشواریاں)

بیرونی نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں وہ دشواریاں بیان کی ہیں جو غیر قوموں کو ہندوستان کے سمجھنے میں پیش آتی تھیں - وہ لکھتا ہے :

" ہندوستانی ہم سے اُن تمام باتوں میں مختلف ہیں جو قوموں میں اشتراک یا تعارف کا ذریعہ ہوا کرتی ہیں - مثلاً :

(۱) زبان — اگرچہ سب قوموں کی زبانیں الگ الگ اور مختلف ہیں لیکن ہندوستان کی زبان (سنسکرت) عربی کی طرح بہت ہی وسیع و دقیق ہے - اجنبی کے لیے اُسکی تحصیل، عربی سے بدرجہا زیادہ دشوار ہے - اِس زبان میں ایک ہی چیز کے بہت سے نام اور ایک ہی لفظ کے بہت سے معنی پیدا ہوتے ہیں - اُنکا احاطہ و ادراک اِس قدر مشکل ہے کہ اسماء و مسمیات کی تمیز بجز خاص ذہانت و قابلیت رکھنے والوں کے، عام لوگوں کے لیے تقریباً نا ممکن ہے - ہندو اپنی زبان کی اِس پیچیدگی پر اُسی طرح ناز کرتے ہیں جس طرح بعض دوسری قومیں کرتی ہیں، حالانکہ یہ درحقیقت زبان کا عیب ہے - نہ کہ خوبی -

ہندوستان کی زبان کی دو قسمیں ہیں : عامی اور فصیح — عامی، عوام اور بازاریوں کے استعمال کے لیے ہے - فصیح، علم و ادب اور مجالس سلاطین و حکماء کے لیے - یہ اپنے اشتقاق، تصریف، نحو کے دقائق، اور بلاغت کی باریکیوں کی وجہ سے اِس قدر مغلق ہے، کہ ماہر علماء کے سوا اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا -

پھر یہ زبان ایسے حروف سے مرکب ہے جنمیں سے بعض حروف عربی اور فارسی حروف سے کوئی مشابہت نہیں رکھتے - بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ہماری زبانیں اور حلق اُنکے صحیح تلفظ کی قدرت ہی نہیں رکھتے - یہی باعث ہے کہ عربی خط میں انکی تحریر نا ممکن ہے، اگرچہ نقطوں، علامتوں، اور اعراب سے انہیں کتنا ہی مقید کردیا جائے -

پھر بعض حروف مستعمل ہیں، بعض متروک - ساتھہ ہی نقل و صحت کا بھی اُن کے ہاں زیادہ اہتمام نہیں ہے - نتیجہ یہ ہے کہ کتاب ایک دو نقلوں کے بعد برباد ہو جاتی ہے، اور اُس کی زبان ایک نئی زبان بن جاتی ہے - عوام کیا خواص بھی اُسے سمجھہ نہیں سکتے - خود میرا تجربہ ہے کہ میں نے اُنہی کے منھہ سے کوئی لفظ سنا، پھر مزید تائید و تصحیح کے خیال سے اُن کے سامنے دہرایا، تو میں نے دیکھا، خود اُن کے لیے اُس کا دوبارہ سمجھنا دشوار ہو گیا تھا !

ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ بعض دوسری عجمی زبانوں کی طرح ان کی زبان میں بھی دو تین ساکن حرف ایک ساتھہ جمع ہو جاتے ہیں، اور اکثر الفاظ میں ابتدا بہ سکون ہے - ہماری زبانیں اِس قسم کے الفاظ بولنے کی عادی نہیں - یہی سبب ہے کہ ان کے اکثر الفاظ ہم آسانی سے بول نہیں سکتے - -

(۲) دینی اختلاف — باشندگان ہند ہم سے دین میں بھی کلی اختلاف رکھتے ہیں - نہ اُن کا کوئی عقیدہ ہمارے لیے قابل تسلیم ہے، نہ ہمارا کوئی عقیدہ اُن کے لیے قابل قبول - وہ آپس میں بھی مذہبی اختلافات رکھتے ہیں — مگر یہ اختلافات فرعی ہیں - دوسری قوموں سے اُن کا اختلاف اصولی ہے - وہ سب قوموں کو " ملیچ " (ملچھہ) یعنی ناپاک کے لقب سے پکارتے ہیں اور اُن سے ملنا جلنا ناجائز سمجھتے ہیں - حتیٰ کہ اُس پانی اور آگ کو بھی نا پاک سمجھتے ہیں جو کسی غیر باشندۂ ہند کے استعمال میں آگئی ہو !

پھر اُن کے خیال میں یہ نجاست اِس درجہ شدید ہے کہ پاکی کی کوئی صورت بھی ممکن نہیں - یہ کسی حال میں بھی جائز نہیں کہ غیر ہندو، اگرچہ ہندو مذہب کا کتنا ہی قائل ہوجائے، اُن میں داخل ہوسکے، یا جو آدمی اُن کے دین سے ایک مرتبہ نکل گیا ہے، وہ پھر اُس میں لوٹ سکے - اِس صورت حال کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ وہ تمام دنیا سے بالکل الگ ہوگئے ہیں - کوئی بندھن بھی ہمیں اور اُنہیں جوڑنے والا موجود نہیں -

(۳) رسوم و عادات — یہ مغایرت اِس درجہ شدید ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ہم سے، ہمارے لباس سے، ہماری وضع قطع سے ڈرایا کرتے ہیں - حتیٰ کہ ہمیں شیطنت کی طرف منسوب کرتے ہیں - ہم سے نفرت اُن کے دلوں میں اِس قدر راسخ ہے کہ خود میں نے اپنے کانوں سے اُنہیں کہتے سنا " تمھاری سرزمین کے ایک بادشاہ نے آکر ہمارا ایک بادشاہ مار ڈالا تھا - مقتول اپنے پیچھے ایک شیر

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور وسعتِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور اُنکے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شائع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجے کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شائع ہوا کرتی ہے

میرے دل میں اُس وقت کوئی عجیب اور نا معلوم اثر پیدا ہو رہا تھا - لیکسی نے بانسری میرے ھاتھہ سے نرمی کے ساتھہ لے لی اور بہت ہی دھیمی آواز میں ایک راگ سنایا - میرا دل زور سے دھڑکنے لگا - ......

ہمارے پاس کہنے کو کوئی بات نہ تھی - ہم باری باری بانسری بجا کر دل بہلاتے رہے -

ہم بالکل بے خودی کے عالم میں تھے - اچانک مینڈک چلانے لگے - اب ہم چونکے - رات قریب آ پہنچی -

مجھے بہت دیر ہوگئی ہے - لیکن میں اپنی ماں کو یقین دلانے کی کوشش کرونگی کہ میں اِس وقت تک اپنی کھوئی ہوئی پیٹی ڈھونڈہ رہی تھی !

(جھونپڑا)

میرا چھوٹا سا جھونپڑا ' جہاں ہمارا نرم بستر رکھا ہے ؛ مجھے سب سے زیادہ پسند ہے - وہ مجھے اس لیے پسند ہے کہ ہم نے اسی میں اپنی سب سے اچھی راتیں بسر کی ہیں !

ہمارا بستر ' درختوں کے پتوں اور پھولوں سے بنا ہے - وہ بھی مجھے بہت محبوب ہے ' کیونکہ وہ ہم دونوں کو جمع کرتا ہے !

میں کبھی کبھی بہت غمگین ہوجاتی ہوں - لیکن جب محبت کے پہلو میں ہوتی ہوں ؛ تو اپنے آپ کو بھی بھول جاتی ہوں - مجھپر ایک طرح کی غشی سی طاری ہوجاتی ہے -

(قسم)

" اُس " نے کہا :

" جب دریا کا پانی اُبل کر برف آلود پہاڑوں کی چوٹیاں چھپالے "

" جب انسان ' سمندر کی موجوں پر گیہوں اور جو بوکر کاٹنے لگے "

" جب سورج کی روشنی ' تاریکی ہوجائے "

" جب چاند گر کر چور چور ہو جائے "

" تو اُس وقت میرے لیے بھی روا ہوگا کہ تجھسے منہہ موڑلوں ' اور تجھے بھی حق ہوگا کہ مجھے بالکل بھلا دے ! اے بلیٹس ! اے میری محبت ! "

(رات)

جب رات آجاتی ہے اور اندھیرا پھیل جاتا ہے ' تو میں خاموشی کے ساتھہ گھر سے نکل جاتی ہوں - ہرے بھرے میدانوں میں پہنچتی ہوں - میرا شوہر وہاں بے خبر پڑا سوتا ہے -

کبھی میں گھنٹوں کھڑی اُسے دیکھتی رہتی ہوں - بالکل چپ ' سناٹے میں ...... میں اُسے اپنے قریب تنہا دیکھکر خوش ہوتی ہوں - پھر میں اپنا منہ اُسکے منہ سے قریب کرتی ہوں - کیوں ؟ اسلیے کہ اُسکی سانس کے بوسے لوں !

اُس وقت ستاروں کی چمکیلی آنکھوں کے سوا ہمیں کوئی نہیں دیکھتا !

صبح ہو جاتی ہے -

" اِتنی جلدی روشنی لوٹ آئی ! " میں اپنے دل سے کہتی ہوں کس جگہ روشنی نہیں پہنچ سکتی ؟ کس غار میں سورج کی شعاع کبھی دکھائی نہیں دیتی ؟ مجھے اُسکی تلاش ہے - تاکہ ہمارا استغراق محبت کبھی ختم نہ ہو ..... ہمیشہ کیلیے ! سورج کی کرنیں ہمیں پریشان کرنے نہ پائیں -

اقتباسات

ٹراٹسکی اور بد مستی

کون ہے جس نے مشہور روسی رہنما اور لینن کے بعد سب سے زیادہ حیرت انگیز روسی انسان " ٹراٹسکی " کا نام نہیں سنا ؟ یہ شخص جس نے اپنی انتظامی اور جنگی قابلیتوں کا لوہا دشمن تک سے منوا لیا ہے ' انقلاب روس سے پہلے امریکہ میں ایک معمولی درجہ کا بے وقعت اخبار نویس تھا اور شہر بوسٹن میں غریبانہ زندگی بسر کرتا تھا - اُسی زمانہ کا یہ واقعہ اب اخباروں میں شایع ہوا ہے کہ ایک دن ٹراٹسکی کو شہر کے کوتوال نے اِس جرم میں گرفتار کرلیا ' کہ وہ سڑکوں پر بدمست پھر رہا تھا - چنانچہ ۲۴ گھنٹہ قید میں رکھا گیا -

اُس وقت کوتوال کو کیا معلوم تھا کہ اُسکا یہی قیدی عنقریب دنیا کے مشہور انسانوں میں شمار کیا جایگا ؟ (السیاسہ)

(ہنسی)

مشہور فرانسیسی مصنف زیبلے کہتا ہے :

" ہنسی ' انسان کا ایک امتیازی وصف ہے "

یہ قول بالکل صحیح ہے - بہت سے قدیم فلاسفہ بھی یہی کہہ چکے ہیں - ہنسی اور مسکراہٹ ' دو الگ الگ چیزیں ہیں - ہنسی کی بھی کئی قسمیں ہیں : گونجنے والی ہنسی ' خشک ہنسی ' کھوکھلی ہنسی ...

ہنسی کا خاصہ انسان میں بے فائدہ نہیں ہے - ہنسی میں بہت سے جسمانی فوائد ہیں - دل کھولکر ہنسنے کے بعد انسان کو سانس لینے میں بہت آرام محسوس ہوتا ہے - کیونکہ جس طرح دوڑنے کے بعد پھیپھڑونکی ہوا صاف ہوجاتی ہے ' اُسی طرح ہنسنے کے بعد اسکی حالت ہوتی ہے - پھر ہنسی کا اعضاء ہضم یعنی معدہ وجگر وغیرہ پر بھی بہت اچھا اثر پڑتا ہے - پیٹ بھرکے کھانے کے بعد ہنسی غیر معمولی سرعت سے کھانا ہضم ہونے میں مدد دیتی ہے - اسی لئے دسترخوان پر ہنسنے ہنسانے والی باتیں کرنا مستحسن ہے ' اور اسی لیے تنہا بیٹھہ کر کھانا ناپسند کیا جاتا ہے ' کیونکہ اس کا نتیجہ بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ انسان ضعف معدہ یا دائمی قبض میں مبتلا ہوجاتا ہے - لقمہ منہہ میں لیکر ہنسنا نہیں چاہیے ' ورنہ آلات تنفس میں لقمہ کے اجزاء اٹک جانے کا اندیشہ ہے - اگر کبھی ایسی صورت پیش آجائے تو پیٹھہ پر زور سے گھونسا نہیں مارنا چاہیے ' کیونکہ یہ سخت خطرناک ہے -

ہنسی پورے نظام عصبی کے لیے مفید ہے - جب انسان ہر خوشی کے موقعہ پر ہنسنے کا عادی ہوجاتا ہے تو اُسے ہر مرتبہ ہنسنے میں خوشی حاصل ہونے لگتی ہے - البتہ بلا وجہ ہنسنا حماقت ہے -

لیکن آخر ہم ہنستے کیوں ہیں ؟ جو باتیں ایک شخص کو ہنساتی ہیں ' بسا اوقات دوسرے کو نہیں ہنساتیں - اس کا جواب مشکل ہے !

(سنڈے ریویو)

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپ کو "شیفر" کا

"لائف ٹائم"

لینا چاہئے!

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کیجا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دے دئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ ۱۲ر (مینیجر الہلال کلکتہ)

حیرت انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں

صرف دس روپے میں

محصولڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرہ کے لئے + بیوی کے لئے

شہرۂ عالم بی تایم پیس ٹیبل ٹائم پیس	ریلوے ریگولیٹر پاکٹ واچ	ولایتی گولڈن رسٹ واچ
[illegible]	[illegible]	[illegible]

تینوں گھڑیاں اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائیں گی۔ یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی وجہ سے ہے [illegible] جب تک [illegible] اسٹاک ختم ہو جائے آپ کی فرمایش کی تعمیل نہ ہو سکے

نوٹ۔ ایک یا دو گھڑی کے خریداروں کے لئے کوئی رعایت نہیں ہے۔ ان سے [illegible] محصولڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی ان کو ادا کرنا ہوگا +

ملنے کا پتہ: امریکن واچ ہوس، ایسٹ انڈیا واچ کمپنی، ۸۳ [illegible] دہلی

فدایان اسلام پر مصائب کا ہجوم

کیوں ہے؟

اگر آپ کو قوم کے ظاہری و باطنی امراض اور انکے علاج کا علم حاصل کرنا ہے تو الجمعیۃ ملاحظہ فرمائیے

"الجمعیۃ" تمام ہندوستان میں ایک ہی اخبار ہے جو علما کی زبان کہلانے کا مستحق ہے اور جسکا اہم ترین مقصد ملت بیضا کی محافظت ہے۔ مقدس مذہب اسلام کے خلاف حملوں کا دندان شکن جواب دینا اور واقعات کی محققانہ تنقید اس کا مخصوص طریقہ ہے

اس زمانے میں اجتماعی اور تمدنی زندگی کے لئے اخبار بھی ایک ضروری چیز ہوگیا ہے اور ہر قوم کو اپنی تمدنی زندگی قائم رکھنے کے لئے اسکی حاجت ہے۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ مذہب کی حفاظت کے فریضے کو تمام فرائض سے اہم سمجھیں اور اس اخبار کو جو مذہب کا محافظ ہے اور مصلح قوم کا علمبردار بھی اشاعت اور ترقی کے اعلی درجے پر پہنچا دیں تاکہ حق کی آواز جسقدر کثرت سے لوگوں کے کان میں جائے اسیقدر کامیابی ہو

اخبار الجمعیۃ کی پانچ خصوصیات

(۱) تمام سیاسی و مذہبی مسائل پر عالمانہ و فاضلانہ بحث کرتا ہے۔

(۲) تبلیغ و اشاعت اسلام کے متعلق مسلسل مضامین شائع کرکے مخالفین اسلام کو خاموش کرتا ہے۔

(۳) عربی، فارسی، اردو، انگریزی اخبارات کے تراجم پیش کرتا ہے۔

(۴) حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کے فتاوے کی اشاعت کرتا ہے۔

(۵) ایک کالم تفریح کا بھی ہوتا ہے جس سے اسکی دلچسپی میں اندیاد اضافہ ہوتا ہے۔

ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا ہے۔ چندہ سالانہ چھ روپیہ (للعہ) ششماہی تین روپیہ چار آنے (سہ)

مینیجر "الجمعیۃ" دہلی

انگلستان	پر	۴۴۶	ملین (ایک ملین - ۱۰ لاکھ)	ڈالر تقریباً سالانہ
فرانس	"	۳۸۴۴	"	"
اٹلی	"	۱۹۳۲	"	"
بلجیم	"	۴۴۸	"	"
روس	"	۱۳۲	"	"
پولینڈ	"	۱۵۳	"	"
جوگوسلاویا	"	۱۰۶	"	"

امریکہ میں الحاد کی مقبولیت

الحادی انجمنوں کی دعوت و تبلیغ

اسوقت امریکہ میں سب سے زیادہ طاقتور اور مقبول دعوت الحاد اور ترک ادیان کی دعوت ہے۔ ملحدانہ خیالات دنیا میں قدیم زمانوں سے موجود ہیں اور دنیا کے نئے علمی دور نے مذہبی عقائد کا قدیم رسوخ متزلزل کر دیا ہے تاہم اسوقت تک کسی ملک میں بھی الحاد عوام میں مقبولیت حاصل نہ کر سکا، اور عامۃ الناس کا میلان مذہب ہی کی طرف رہا مگر اب امریکہ میں الحاد ایک عام پسند دعوت کی حیثیت اختیار کر رہا ہے اور روز بروز اُس کی جماعتیں زیادہ قوت و رواج حاصل کر رہی ہیں۔ امریکہ کے کالج اور یونیورسٹیاں اس دعوت کی اشاعت و تبلیغ کا سب سے بڑا میدان ہیں۔ انہی میدانوں میں قوم کے دل و دماغ طیار ہوتے ہیں، اور اگر یہ الحاد کی اشاعت و تبلیغ کا مرکز بن گئے ہیں، تو ظاہر ہے کہ امریکی دل و دماغ کا سانچا اب مذہب کا نہیں بلکہ الحاد کا سانچا ہے!

مشہور امریکی اخبار "ورلڈ" نے اس ملحدانہ تحریک کی تحقیقات کے لئے اپنا ایک خاص نمائندہ مقرر کیا تھا۔ اسنے ۸ مہینے دورہ کر کے اپنا مفصل بیان شائع کر دیا ہے۔ ہم اس بیان کے بعض اہم نقاط پر نظر ڈالیں گے۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دہریت عام کرنے کے لئے ایک نہایت طاقتور انجمن موجود ہے۔ یہ انجمن اسوقت تک ۲۰ کالجوں اور تین یونیورسٹیوں میں اپنی باقاعدہ شاخیں قائم کر چکی ہے۔ نیز امریکی جنگی بیڑے کے افسروں اور سپاہیوں میں بھی اُسنے بہت اثر پیدا کر لیا ہے۔ امریکہ کے بیشمار اساتذہ انجمن کے ممبر ہیں اور اُس کے مقاصد پھیلا رہے ہیں۔

سب سے پہلے جس یونیورسٹی نے علانیہ الحاد کو اپنا مذہب قرار دیا، وہ صوبہ نیویارک کی روچسٹر یونیورسٹی ہے۔ اسنے باضابطہ طور پر انجمن الحاد کی رکنیت قبول کر لی ہے اور اپنے دائرے میں اُس کی شاخ قائم کر دی ہے۔ اس شاخ کا نام عجیب ہے "ملعون ارواح والوں کی انجمن"۔ اس نام نے بڑی مقبولیت حاصل کی۔ اب تمام الحادی مدارس کے طالب علموں نے یہی نام اختیار کر لیا ہے۔ اسی قسم کے کئی اور نام بھی مختلف شاخوں نے تجویز کئے ہیں۔ مثلاً نیویارک کی ایک الحادی کمیٹی کا نام ہے "اُن لوگوں کی انجمن جن کا کوئی خدا نہیں ہے"۔ فیلاڈلفیا کی ایک انجمن کا نام "سیاہ بھیڑوں کی انجمن" ہے۔ ایک اور شاخ "شیطان کے فرشتوں" کے نام سے مشہور ہے۔ ایک انجمن "دائرۂ کفار" کہلاتی ہے۔ ایک دوسری جماعت اپنے آپ کو "ملعون روحوں کی جماعت" کہتی ہے، اور اس کے صدر کا لقب "اعلیٰحضرت شیطنت پناہ" ہے!

انجمن الحاد حسب ذیل اصول کی تبلیغ کرتی ہے:

۱۔ عقل کے سوا کوئی خدا نہیں۔

۲۔ آسمانی کتابوں میں جتنے قصے مذکور ہیں، محض بے بنیاد افسانے ہیں۔

۳۔ جنت، دوزخ کا کوئی وجود نہیں۔

۴۔ دین، طبیعت سے ماوراء امور کی پرستش کا نام ہے، اور ایسے امور کا کوئی وجود نہیں۔ اس لئے اُسے مٹا دینا چاہئے۔

۵۔ کلیسا کا نظام، دنیا کے لئے خطرہ ہے۔

حکومت سے اُس کے مطالبے حسب ذیل ہیں:

۱۔ تمام گرجوں پر بلا کسی امتیاز کے محصول مقرر کرنا چاہئے۔

۲۔ سرکاری عہدوں پر اور مجلس خواص اور مجلس عوام میں جتنے بھی پادری ہیں، سب نکال دئے جائیں۔

۳۔ مذہبی انجمنوں کو کوئی مالی مدد نہ دی جائے۔

۴۔ تمام مدارس میں دینی تعلیم ممنوع قرار دی جائے۔

۵۔ ہر قسم کے دینی رسوم اور تہوار موقوف کر دئے جائیں۔

۶۔ توراۃ و انجیل کی قسم ناجائز قرار دی جائے۔

۷۔ اتوار کو مذہبی دن تسلیم نہ کیا جائے۔

۸۔ وہ تمام دینی فرائض و شعائر منسوخ کر دئے جائیں جنہیں دینی فضائل و حسنات خیال کیا جاتا ہے۔ اُن کی جگہ صحیح آداب اور آزادی و مساوات کے اصول عام کئے جائیں۔

۹۔ امریکی سکے پر سے یہ عبارت محو کر دی جائے "خدا پر ہمارا توکل ہے"۔

اخبار "ورلڈ" کے خاص نمائندے نے اپنی تحقیقات کے دوران میں ان لوگوں سے ملاقاتیں کیں جو اس دعوت کے رہنما ہیں۔ انجمن الحاد کے ناظم مسٹر ہوپ تولڈ نے اپنی گفتگو میں کہا:

"ہم جانتے ہیں کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طالب علموں میں ایک بہت بڑی جماعت ہے جو الحاد قبول کر چکی ہے مگر خوف سے اعلان نہیں کرتی۔ خاموشی اور سکون سے اپنے دائرے میں اُس کی تبلیغ و اشاعت کر رہی ہے"۔

ایک اور بڑے ملحد نے کہا

"خدا پر ایمان، اب ایک فرسودہ عقیدہ ہے اور موجودہ تمدن کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ جن کتابوں کو آسمانی کتابیں خیال کیا جاتا ہے خرافات و قصص سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ اگر ہم ان کتابوں پر عمل کرینگے تو اپنے ہاتھوں اپنی قبر کھود دیں گے اور اپنی خوشی سے پاگلوں کے زمرے میں داخل ہو جائینگے۔ مزید برآں، ان نام نہاد آسمانی کتابوں میں ایسے فحش قصے درج ہیں جنہیں کوئی با اخلاق آدمی پڑھنا گوارا نہیں کر سکتا (موجودہ توراۃ کے بعض مضامین کی طرف اشارہ ہے) موجودہ علم، دین کی بیخ کنی کر رہا ہے۔ علماء وقت، جدید ترین علمی افکار کی اشاعت کر کے تحریک الحاد کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ انجمن الحاد نے حال میں چند سوالات شائع کئے تھے۔ انکے جوابوں سے معلوم ہوا کہ ۸۰ فیصدی علماء عصر ملحد ہیں، یا کم از کم لا ادری ہیں۔ اُن کی تعلیم کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ خدا، روح، اور ابدیت کے اعتقاد سے انکار کیا جائے"۔

انڈیانا یونیورسٹی سے ایک رسالہ "ڈاگما پونڈ" نام شائع ہوتا ہے یہ اس درسگاہ کے ملحد طالب علموں کا ترجمان افکار ہے۔ اسکے محرر نے پچھلی اشاعت میں اپنے دستخط سے ایک مضمون "میں ملحد کیوں ہوں؟" کی سرخی سے شائع کیا ہے۔ اسمیں وہ لکھتا ہے:

"خدا کا عقیدہ بھی فیشن کا حکم رکھتا ہے۔ آج ایک عقیدہ مقبول ہوتا ہے، کل دوسرا اُس کی جگہ لے لیتا ہے۔ ایک زمانہ میں زفوس کا نام یونان میں دیوتاؤں کے دل ہلا ڈالتا تھا۔ یہ یونان کا سب سے بڑا معبود تھا۔ ابر [illegible] (مشتری) کے سامنے دیوتاؤں کے

سرہیبت و اجلال سے خم ہو جاتے تھے۔ لیکن آج دنیا اِن ناموں پر ہنستی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ تاریخ اپنا اعادہ کرتی رہتی ہے تو ہمیں یقین کرنا چاہئے کہ وہ زمانہ دور نہیں جب "یہواہ" (عبرانی میں خدا کا نام) بھی اپنی تمام عظمت کھو کر مضحکہ بن جائے گا!"

یہ تحریک صرف مردوں ہی میں نہیں بلکہ عورتوں میں بھی عام ہو رہی ہے۔ متعدد الحادی انجمنوں کی صدر، عورتیں ہیں چنانچہ پنسلوانیا کی انجمن کی صدر مس کرسٹین واکر ہے۔ اس کی عمر ۱۸ برس کی ہے تین سال پہلے بہت سخت مذہبی تھی، لیکن اب سرگرم ملحد ہے۔ اسی طرح مغربی صوبوں میں ایک سترہ برس کی دوشیزہ اس تحریک کی قائد ہے۔ اس کا نام کوئن رسکو ہے۔ اسی نام سے وہ ایک رسالہ بھی نکالتی ہے۔ یہ رسالہ الحاد کی تبلیغ میں بہت پیش پیش ہے۔ اس کا قول ہے "جو شخص بھی خدا پر یقین رکھتا ہے، ضرور ہے کہ اُس کے عقلی قواء میں خلل ہو!"

امریکہ کے سیاسی مدبر اس الحادی طوفان سے سخت خائف ہیں اور اس کی مقاومت کی تدبیروں پر غور کر رہے ہیں۔

ترکی قالین

ترکی کے قالین دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ پچھلے چند سال سے یونانی تاجروں نے یہ پروپیگنڈا جاری کر رکھا ہے کہ قالین بافی کی صنعت ترکی کے یونانیوں کے ہاتھ میں تھی، وہ جب جلا وطن کر دئے گئے ہیں، یہ صنعت بھی ترکی سے یونان میں چلی گئی ہے۔ اس پروپیگنڈا نے بالآخر ترکی حکومت کی توجہ اپنی طرف منعطف کی۔ چنانچہ اُسنے اس بارے میں ایک بیان شائع کیا ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ علاقہ سمرنا میں (جو اس صنعت کا مرکز ہے) جنگ سے پہلے ۲۹۰،۸ کارخانے قالین سازی کے تھے۔ ان میں ۲۰،۰۵۲ ترک، اور ۳،۰۷۵ یونانی اور ارمنی کاریگر کام کرتے تھے۔ یعنی اُسوقت بھی ترک کاریگروں کی تعداد یونانیوں اور ارمنوں کی تعداد سے تقریباً سات گنی تھی۔

ان دونوں قوموں کے اخراج کے بعد اس صنعت کا کیا حال ہوا؟ کیا وہ باقی نہیں رہی جیسا کہ یونانی کہتے ہیں؟

نہیں۔ کیونکہ اس سرکاری بیان میں مذکور ہے کہ باوجود جنگ کی بربادیوں کے یہ صنعت برابر ترقی کرتی رہی۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں ۱۱،۳۰۵ کارخانے تھے جن میں اسوقت ۳۰،۱۹۴ ترک کاریگر کام کر رہے ہیں۔ جنگ سے پہلے ۹۱۹،۰۶۰ ہاتھ مربع قالین ہر سال بنتے تھے لیکن سنہ ۱۹۲۶ء میں اُن کی مقدار ۱۱،۰۸۴،۹۲۴ ہاتھ مربع تک پہنچ گئی۔ اس سے ترکی کی صنعتی ترقی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

خدیو عباس کے مقدمہ کا فیصلہ

قسطنطنیہ میں کسی شخص کو بھی شبہ نہ تھا کہ خدیو عباس اپنے مقدمہ میں کامیاب ہونگے۔ لیکن افسوس ہے کہ عدالت کا فیصلہ اُنکے خلاف صادر ہوا: "موجودہ عدالت کو اس دعوے پر غور کرنے کا کوئی حق نہیں ہے"۔ ججوں کا متفقہ فیصلہ یہ ہے۔ یعنی عدالت نے انگریزی وکیل کی منطق تسلیم کر لی، اور اپنے آپ کو ایسے مقدمات کے فیصلہ کا مختار نہیں سمجھا۔ عدالت نے مدعی سے مدعا علیہ کو ۵۰۰ ترکی پونڈ مصارف مقدمہ بھی دلائے ہیں!

اس فیصلہ پر ترکی کے اخبارات سخت برہم ہیں اور اسے صریح ناانصافی پر محمول کر رہے ہیں۔ اس فیصلہ نے ایک نئی تحریک پیدا کر دی ہے، اخبارات زور دے رہے ہیں کہ اس قسم کی مخلوط عدالتیں آئندہ قطعی

برید فرنگ

ریاست ہائے متحدہ امریکہ

بین الاقوامی سیاست سے علحدگی

۲ر دسمبر ۱۸۲۳ء میں یعنی ایسے ایک سو چار برس پہلے ولایات متحدہ آمریکہ کے پانچویں صدر جیمس مونرو نے آمریکہ کی مجلس حکومت (سینٹ) کے سامنے ایک تقریر کی تھی۔ یہ تقریر بعد میں تاریخی تقریر بن گئی اور اسنے عظیم الشان سیاسی نتائج پیدا کئے۔ اس تقریر میں پریسیڈنٹ نے امریکہ کی خارجی حکمت عملی کے لئے ایک اصول پیش کیا تھا جو بعد میں "مذہب مونرو" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس اصول کا منشا یہ تھا کہ "آمریکہ کو اپنے معاملات خود ہی طے کرنے چاہئیں اور کسی بیرونی سلطنت کو اُن میں مداخلت کا موقعہ نہیں دینا چاہئے"۔ مقصود اس سے یہ تھا کہ براعظم امریکہ تمام دوسرے براعظموں سے الگ تھلگ رہ کر اپنے لئے ایک مخصوص اور مستقل سیاسی دنیا پیدا کرلے۔

چونکہ ولایات متحدۂ آمریکہ اپنے براعظم میں سب سے زیادہ آباد، مالدار اور طاقتور جمہوریت ہے، اس لئے دوسرے براعظموں سے الگ تھلگ ہوجانے کی وجہ سے اُسے آمریکہ کے تمام دوسری جمہوریتوں پر ایک طرح کی فوقیت یا دصایت (منڈیٹ) حاصل ہوگئی ہے اور اسی اصول پر عمل کرتے ہوئے متعدد موقعوں پر وہ دوسری جمہوریتوں کے معاملات میں مداخلت بھی کرچکی ہے۔ چنانچہ ۱۸۶۰ء میں جب فرانس اور مکسیکو میں نزاع ہوئی، اور پھر جب ۱۸۹۸ء میں اسپین اور کوبا کا معاملہ پیش آیا، تو ولایات متحدہ نے اسی اصل کی بنا پر عملاً مداخلت کی۔ مونرو سے پہلے صدر واشنگٹن نے بھی اپنے ہموطنوں کو یہی نصیحت کی تھی کہ یورپی سلطنتوں سے اس طرح کے معاہدات نہ کریں جن کو امریکہ کی بین الاقوامی سیاست سے علحدگی کی حالت میں خلل پیدا ہونے کا امکان ہو۔

یہی وہ قاعدہ تھا جس کی بنا پر عالمگیر جنگ کے بعد مجلس صلح کے موقعہ پر آمریکہ میں سخت اختلاف آرا پیدا ہوگیا۔ ڈاکٹر ولسن اور انکے ہم خیالوں کی رائے تھی کہ اب آمریکہ کو گوشۂ تنہائی سے نکلکر دنیا کی بین الاقوامی سیاست میں حصہ لینا چاہئے۔ لیکن مذکورۂ بالا قاعدہ کے معتقد اس کے مخالف تھے۔ وہ کہتے تھے آمریکہ کو بدستور بین الاقوامی سیاست سے علحدہ رہنا چاہئے۔ بالآخر دوسری جماعت ہی کو فتح حاصل ہوئی کیونکہ آمریکہ کی عام رائے اُنہی کے حق میں تھی ڈاکٹر ولسن کو اپنی شکست کا اعتراف کرلینا پڑا۔

بلاشبہ اس اختلاف میں ڈاکٹر ولسن کو شکست ہوئی اور پرانا قاعدہ بدستور برقرار رہا لیکن یہ سوال بہرحال ہمیشہ معرض بحث میں رہے گا کہ آخر امریکہ کب تک دنیا کے سیاست سے علحدہ رہیگا؟ بلکہ یوں کہنا چاہئے حوادث کا سیلاب اُسے کب تک اُسکی جگہ پر چھوڑے رکھے گا؟ ظاہر ہے، جنگ کے بعد دنیا کے سیاسی اور اقتصادی حالات میں انقلاب عظیم ہوگیا ہے، آمریکہ کی تجارت بھی بیحد وسیع ہوگئی ہے، ایسی حالت میں کیونکر ممکن ہے کہ مذہب مونرو کے حامی زیادہ عرصہ تک اپنی استقامت رائے قائم رکھ سکیں؟

امریکی صدر جمہوریت

ولایات متحدۂ آمریکہ کا نظام حکومت، انگلستان اور فرانس وغیرہ ممالک کے نظام سے بہت مختلف ہے۔ دنیا میں کسی صدر جمہوریت کو اتنے اختیارات حاصل نہیں ہیں جتنے آمریکی صدر جمہوریت کو ہیں۔ شاہ انگلستان اور صدر جمہوریۂ فرانس قریب قریب جملہ اختیارات سے محروم ہیں۔ لیکن آمریکہ کے صدر کے ہاتھ میں وسیع اختیارات ہوتے ہیں خصوصاً جنگ یا دوسرے نازک موقعوں پر اُسے تقریباً مطلق العنان حاکم کی حیثیت ازروئے قانون حاصل ہوجاتی ہے۔

دنیا کی دوسری حکومتوں کی طرح امریکہ میں وزیر اعظم کا عہدہ نہیں ہے۔ صدر جمہوریت ہی اپنے مددگاروں کی مجلس کا رئیس ہوتا ہے لیکن اِن مددگاروں کو مجلس حکومت (سینٹ) اور مجلس خواص میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ صدر آمریکہ اور صدر فرانس میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ آخر الذکر کا انتخاب، عوام اور خواص کی دونوں مجلسیں یکجا ہوکر کرتی ہیں۔ لیکن امریکی صدر کا انتخاب اس طرح ہوتا ہے کہ ہر ریاست خاص اس غرض کے لئے اپنے نمائندے مقرر کردیتی ہے۔ یہ نمائندے اپنی اپنی ریاستوں کے صدر مقام میں جمع ہوتے ہیں اور صدر جمہوریت کے لئے کسی شخص کا انتخاب کرتے ہیں۔ تمام ولایتوں کے سربمہر اصوات (ووٹس) پایۂ تخت واشنگٹن بھیجدیئے جاتے ہیں۔ پھر واشنگٹن کی دونوں مجلسیں جمع ہوکر اِن اصوات کا شمار کرتی ہیں اور ۴ سال کے لئے صدر جمہوریت کا اعلان کردیتی ہیں۔

صدر جمہوریت آمریکہ کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اُس کی عمر کم سے کم ۳۵ سال کی ہو، اُسنے کم سے کم ۱۴ برس آمریکہ میں گذارے ہوں اور اس ملک کا مستقل باشندہ ہو۔ صدر جمہوریۂ فرانس کے برخلاف آمریکہ کے صدر کا ایک نائب بھی ہوتا ہے۔ اور اپنی مدت کے دوران میں صدر کے فوت ہوجانے، یا مستعفی ہوجانے یا اپنے فرائض نہ ادا کرسکنے کی حالت میں نائب صدر اُس کی جگہ کام کرتا ہے اور صدر کا نیا انتخاب نہیں ہوتا۔ صدر کی موجودگی میں نائب صدر کا کام صرف اس قدر ہوتا ہے کہ وہ مجلس خواص کی صدارت کرتا ہے۔

ولایات متحدہ

جمہوریۂ آمریکہ ۴۸ ریاستوں سے مرکب ہے ہر ریاست میں دو مجلسیں ہیں اُنکا کام اندرون ریاست میں قانون بنانا اور حکومت کرنا ہے لیکن تمام ریاستوں کے مشترک اور عام معاملات نیز خارجی سیاست، جمہوریت کے مرکزی مقام واشنگٹن کی دونوں مجلسوں کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ مجلس عوام کے ممبروں کی تعداد ۴۳۵ ہوتی ہے جو ہر دو برس میں ایک مرتبہ منتخب ہوتے ہیں۔ مجلس خواص میں ۹۶ ممبر ہوتے ہیں۔ یعنی ہر ریاست کی طرف سے عام اس سے کہ اُس کی آبادی کم ہو یا زیادہ، دو دو نمائندے ہوتے ہیں۔ اِن کی مدت ۶ سال ہوتی ہے مگر ہر دو سال بعد اِن میں سے ایک تہائی کا انتخاب از سر نو ہوا کرتا ہے اور اس طرح ۶ سال کے اندر نئی مجلس پیدا ہوجاتی ہے۔ مجلس خواص صدر جمہوریت کے ساتھ معاہدے منظور کرنے میں شریک ہوتی ہے۔ بغیر اُس کی منظوری کے کوئی معاہدہ جائز نہیں ہوسکتا۔

آمریکہ کے بیرونی مقبوضات

ایک طرف جمہوریۂ آمریکہ، دول یورپ کو آمریکہ کے معاملات میں مداخلت کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ دوسری طرف خود بھی ملک گیری کی حکمت عملی پر عمل پیرا ہے اور براعظم امریکہ کے باہر بھی نوآبادیاں رکھتی ہے!

(۱) جزیرۂ کوبا کا شمار اگرچہ ماتحت ممالک میں نہیں ہے لیکن عملاً امریکہ ہی کی اُس پر حکومت ہے۔ اس جزیرہ کی آبادی ۲۹،۰۰،۰۰۰ ہے

(۲) الاسکا ایک وسیع علاقہ ہے مگر آبادی ۵۵،۰۰۰ سے زیادہ نہیں ہے۔ اسمیں شکار کے جانور اور قیمتی کانیں بہت ہیں۔

(۳) پورٹو ریکو۔ اس کی آبادی ۱۲،۳۰،۰۰۰ ہے، یہاں قہوہ، تمباکو اور شکر کی پیداوار بہت ہے۔

(۴) جزائر ہوائی۔ آبادی ۲۵۵،۰۰۰۔ اکثر باشندے زرد رنگ کے ہیں، قہوہ، چاول، اور کیلا بہت پیدا ہوتا ہے۔

(۵) جزائر فلپائن وسیع علاقہ ہے۔ آبادی ایک کروڑ ہے۔

امریکہ اور باقی دنیا کا مقابلہ

ذیل کے نقشے سے معلوم ہوگا کہ کرۂ ارض میں مختلف حیثیتوں سے آمریکا کا درجہ کیا ہے:

دنیا کے مجموعی رقبہ میں آمریکہ کا رقبہ

فی ہزار ۵۴ — ۸،۰۰ ملین کیلومیٹر مربع

دنیا کی مجموعی آبادی میں آمریکہ کی آبادی

فی ہزار ۶۹ — ۱۰۵ ملین آبادی

دنیا کی مجموعی پیداوار میں آمریکہ کی پیداوار

	فیصدی
جوار	۸۳
گیہوں	۲۴
روئی	۶۳
کوئلہ	۴۵
پٹرول	۶۳
لوہا	۶۰
سونا	۲۰
چاندی	۲۰

آمریکہ کے بڑے بڑے قرضے دول یورپ پر علاوہ سود کے حسب ذیل ہیں

اگر ہم مریں گے تو کیا کوئی بھی ہمیشہ زندہ رہیگا۔ کیا موت کسی کے لئے کوئی عیب ہے؟

(استیعاب)

وفات

عین وفات کے وقت یہ شعر پڑھے:

الالیتنی لم اغن فی الملک ساعۃ ... ولم الک فی اللذات اعشی النواظر

کاش میں نے کبھی سلطنت نہ کی ہوتی! کاش لذتیں حاصل کرنے میں میں اندھا نہ ہوتا!

وکنت کذی طمرین عاش ببلغۃ ... لیالی حتی زار ضنک المقابر

کاش میں اُس فقیر کی طرح ہوتا جو تھوڑے پر زندہ رہتا ہے!

(عقد الفرید)

یزید کا مرثیہ

یزید نے مرثیہ کے یہ شعر کہے تھے:

جاء البرید بقرطاس یخب بہ ... فاوجس القلب من قرطاسہ فزعا

قاصد خط لئے دوڑتا ہوا آیا، تو قلب خوف زدہ ہوگیا۔

قلنا لک الویل ماذا فی کتابکم ... قالوا الخلیفۃ امسی مثبتا وجعا

ہم نے کہا تیری ہلاکت! خط میں کیا ہے؟ کہنے لگا خلیفہ سخت بیماری اور تکلیف میں ہے۔

فمادت الارض او کادت تمید بنا ... کان اغبر من ارکانہا انقلعا

زمین تھا زمین ہمیں لیکر جھک گئی تھی۔ گویا اُس کا کوئی ستون اکھڑ گیا ہے

اودی ابن ہند واودی المجد یتبعہ ... کانا جمیعا فظلا یسریان معا

ہند کا لڑکا (معاویہ) مرگیا اور عزت بھی مرگئی۔ دونوں ہمیشہ ساتھ رہتے تھے اب بھی دونوں ساتھ چلے جا رہے ہیں۔

لا یرفع الناس ما اوہی وان جہدوا ... ان یرفعوہ ولا یوہون ما رفعا

جو گر رہا ہے اُسے آدمی لاکھ کوشش کریں اُٹھا نہیں سکتے اور جو اُٹھ رہا ہے اُسے لاکھ چاہیں گرا نہیں سکتے۔

اغر ابلج یستسقی الغمام بہ ... لو قارع الناس عن احلامہم قرعا

مبارک و خوبصورت جس کے واسطے سے باران رحمت طلب کیا جاتا ہے۔ اگر لوگوں کی عقلوں کا امتحان ہو تو وہ سب پر بازی لے جائیگا۔

(استیعاب - طبری)

یزید کا خطبہ

تین دن یزید گھر سے نہیں نکلا۔ پھر مسجد میں آیا اور حسب ذیل خطبہ دیا:

"تمام ستائش اُس خدا کے لئے ہے جو اپنی مشیت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے محروم کردیتا ہے کسی کو عزت دیتا ہے، کسی کو ذلت دیتا ہے۔ لوگو! معاویہ، خدا کی رسیوں میں سے ایک رسی تھا۔ جب تک خدا نے چاہا اُسے دراز کیا پھر اُسے اپنی مشیت سے کاٹ ڈالا۔ معاویہ اپنے پیش روں سے کمتر اور بعد والوں سے بہتر تھا۔ میں اُسے پاک ثابت کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ اب وہ اپنے رب کے پاس پہنچ گیا ہے اگر اُس سے درگزر کرے تو یہ اُس کی رحمت ہے اگر اُسے عذاب دے تو یہ اُس کے گناہ کا عذاب ہوگا۔ میں اُس کے بعد برسر حکومت آیا ہوں۔ نہ سرکش ہوں نہ کمزور ہوں۔ جلد بازی نہ کرو۔ اگر خدا کوئی بات ناپسند کرتا ہے، بدل ڈالتا ہے۔ اگر پسند کرتا ہے تو آسان کردیتا ہے"

بریدِ شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

ایشیائے کوچک اور یورپ کا اتصال۔ ٹرکی میں اشاعت اسلام۔ ۲۳ جولائی کی عید۔ ترکی موسیقی یا مغربی موسیقی؟۔ غازی مصطفےٰ کمال کا سفر آدرنہ۔ درہ دانیال کی قلعہ بندی

ایشیا اور یورپ کا اتصال

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا سفر آستانہ، محض تفریح کے لئے نہ تھا بلکہ وہ برابر اہم مسائل کے حل میں مصروف رہے۔ ایک ضروری مسئلہ بھی تھا کہ یورپین ٹرکی کو ایشیائے کوچک سے متصل کردیا جائے۔

چنانچہ اس بارے میں دو تجویزیں زیر غور ہیں۔ ایک یہ کہ باسفورس پر ایک عظیم معلق پل تعمیر کیا جائے۔ یہ پل اُسی طرح کا ہوگا جیسا بروکلین کا پل ہے، جو اس جزیرے کو نیویارک سے متصل کرتا ہے۔ دوسری تجویز یہ ہے کہ باسفورس کے نیچے سرنگ کھودی جائے اور اُس میں ٹیوب ریلوے جاری ہو۔ سب میں کا رجحان اسی آخری تجویز کی طرف ہے۔ ترکی میزانیہ میں اس غرض کے لئے ایک رقم موجود ہے۔ مگر وہ ناکافی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کسی جرمن کمپنی کو اس کا ٹھیکہ دیا جائے گا۔ جب یہ پل یا زمین دوز ریل جاری ہو جائے گی تو ایشیائے کوچک سے یورپین ٹرکی بالکل متصل ہوجائے گا اور نقل و حرکت میں بڑی سہولت ہوجائے گی۔

ٹرکی میں اشاعت اسلام

ادہر کچھ مدت سے اُن لوگوں کے لئے دقتیں پیش آرہی تھیں جو دین اسلام قبول کرنا چاہتے تھے، کیونکہ جدید قانون مدنی کے اعلان کے بعد وہ قواعد منسوخ ہوگئے ہیں جو اس بارے میں پہلے جاری تھے۔ پہلے دستور یہ تھا کہ جب کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرنا چاہتا تھا تو حاکم کے سامنے درخواست پیش کرتا تھا۔ حاکم اُس کے اصلی دین کے پیشوا کو طلب کرتا، اور پیشوائے دین اپنے اس ہم مذہب کو جس قدر سمجھا سکتا تھا، سمجھاتا بجھاتا۔ اگر وہ اُس کی نصیحت قبول کرلیتا، تو اپنے سابق دین پر برقرار رہتا۔ ورنہ مسلمان قاضی کو بلایا جاتا اور وہ اُسے کلمۂ اسلام کی تلقین کرکے مسلمان بنالیتا۔

لیکن اب جدید قانون نے یہ سب رسمیں موقوف کردی ہیں۔ اب اسلام لانے کے لئے صرف اس قدر کرنا پڑتا ہے کہ مفتی کے سامنے اپنی درخواست پیش کردیتا ہے اور وہ اسلام کے اصول و تعلیمات واضح کرکے اُسے مسلمان بنالیتا ہے۔

یہاں کے اخبارات کا بیان ہے کہ نومسلموں کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔

۲۳ جولائی کی عید

تمام ترکی قوم نے ۲۳ جولائی کو بڑے جوش و خروش سے عید منائی۔ یہ عید دراصل اُس تاریخی دن کی یادگار ہے جبکہ قوم نے عبد الحمید کی مطلق العنان حکومت کو "دستور" یا "مشروطیت" (کانسٹیٹیوشن) پر مجبور کیا تھا۔ یہ واقعہ ۲۳ جولائی ۱۹۰۸ء میں پیش آیا تھا۔ اگرچہ اب اعلان جمہوریت کے بعد یہ دستور بھی منسوخ ہوگیا ہے، لیکن چونکہ یہ دن، دور جدید کا سنگ بنیاد ہے، اس لئے ترکی قوم اب تک اُسے ایک قومی، وطنی عید کی طرح مناتی ہے۔

ترکی موسیقی یا مغربی موسیقی؟

یہاں ایک مدت سے یہ بحث چھڑی ہوئی تھی کہ ترکی موسیقی باقی رہے یا اس کی جگہ مغربی موسیقی قبول کرلی جائے؟ یورپین موسیقی کے حامی کہتے تھے کہ ترکی موسیقی، ناقص ہے۔ اتنی ناقص کہ دو آدمی بھی ایک ساتھ ہوکر کوئی راگ پوری طرح ادا نہیں کرسکتے۔ ترکی موسیقی کے حامی کہتے تھے کہ بلاشبہ ترکی موسیقی میں ترقی کی بہت گنجائش ہے مگر وہ ناقص نہیں ہے۔ اس بحث نے بالآخر مقابلہ کی صورت اختیار کرلی اور کل ترکی موسیقی کے ۲۰۰ ماہر اپنا فن دکھلانے کے لئے جمع ہوئے۔

(آپکے قارئین غالباً اس واقعہ سے واقف ہونگے کہ ایک زمانہ میں ترکی موسیقی ترقی یافتہ موسیقی تھی۔ ترک اس فن کے اُستاد تسلیم کئے جاتے تھے۔ اُنھوں نے اس میں بہت سی ایجادیں کی تھیں اب تک اُن کی بعض ایجادیں مغربی موسیقی میں موجود ہیں۔ یہی باعث ہے کہ وہ اب تک اپنی موسیقی پر ناز کرتے اور اس سے دست بردار ہونے پر تیار نہیں ہیں (یورپ کے مورخین نے اعتراف کیا ہے کہ موجودہ قسم کا فوجی باجہ اور فوجی راگ سب سے پہلے ترکوں ہی نے ایجاد کیا۔ الہلال)

چنانچہ کل کے یادگار جلسے میں بے شمار مخلوق جمع تھی۔ جلسہ کا افتتاح، موسیقی کے مشہور پروفیسر رؤوف یکتا بک نے اپنی تقریر سے کیا۔ اُنھوں نے کہا:

"ترکی موسیقی کو یورپین موسیقی پر نمایاں امتیاز حاصل ہے لیکن چونکہ ہمارے مخالف اس فن شریف سے بے بہرہ ہیں اس لئے میں فنی دلائل کی جگہ شہرۂ آفاق فرانسیسی ماہر فن، مسیو سالس کا قول پیش کرتا ہوں۔ اس اُستاد نے لکھا ہے "جس موسیقی کو ہم حقارت کے ساتھ مشرقی موسیقی کہتے ہیں، وہ مغربی موسیقی سے بہت بلند اور ممتاز ہے"

اس کے بعد ۲۰۰ ترکی اُستادوں نے اپنے اسلاف مثلاً بکر ایلی سید نوح، شیخ دکائی وغیرہ کے راگ ایک ساتھ گائے، اور اس

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

امیر معاویہ بن ابی سفیان

امیر معاویہؓ بن ابی سفیان کی شخصیت تعارف سے بے نیاز ہے۔ عرب کا عزم، حزم، عقل، تدبر، پورے تناسب سے اِن کے دماغ میں جمع ہو گیا تھا۔ عربی کتب ادب و تاریخ اُن کی تدبر و سیاست کے واقعات سے لبریز ہیں۔ تقریباً پوری زندگی امارت و حکومت میں بسر ہوئی۔ اور ہمیشہ اُن کی سیاست کامیاب رہی۔ وہ اُس عہد کے ایک پورے سیاسی آدمی تھے۔

ایک عجیب عزم

جب مرض نے خطرناک صورت اختیار کر لی اور لوگوں میں اُن کی موت کے چرچے ہونے لگے، تو امیر معاویہؓ کو فتنہ و فساد کا اندیشہ پیدا ہوا۔ ولی عہد، یزید، (جسے جبراً زور شمشیر ولی عہد منوایا گیا تھا) دارالخلافہ سے دُور تھا اور ابتری پیدا ہو جانے کا قوی احتمال تھا۔ اُنھوں نے فوراً اپنے تیمارداروں سے کہا:

"میری آنکھوں میں خوب سُرمہ لگا دو۔ سر میں تیل ڈالو۔"

حکم کی تعمیل کی گئی، سرمہ اور روغن نے بیمار چہرے میں تازگی پیدا کر دی۔

پھر اُنھوں نے حکم دیا:

"میرا بچھونا اونچا کر کے مجھے بٹھا دو۔ میرے پیچھے تکئے لگا دو۔"

اس حکم کی بھی تعمیل کی گئی۔

پھر کہا:

"لوگوں کو حاضری کی اجازت دو۔ سب آئیں اور کھڑے کھڑے سلام کر کے رخصت ہو جائیں۔ کوئی بیٹھنے نہ پائے۔"

لوگ اندر آنا شروع ہوئے۔ جب وہ سلام کر کے باہر جاتے تو آپس میں کہتے: "کون کہتا ہے خلیفہ مر رہے ہیں؟ وہ تو نہایت تر و تازہ اور تندرست ہیں!"

جب سب لوگ چلے گئے تو امیر معاویہ نے یہ شعر پڑھا:

وتجلدی للشامتین اریہم — انی لریب الدہر لا اتضعضع

شماتت کرنے والوں کے سامنے اپنی کمزوری ظاہر ہونے نہیں دیتا۔ میں اُنھیں ہمیشہ یہی دکھاتا ہوں کہ زمانہ کی مصائب مجھے مغلوب نہیں کر سکتیں۔ (طبری ج ۶)

دُنیا کی بے ثباتی

نزدیک وفات میں قریش کی ایک جماعت، عیادت کو آئی۔ امیر معاویہ نے اس کے سامنے دُنیا کی بے ثباتی کا نقشہ اِن لفظوں میں کھینچا: "دنیا! دنیا! اس کے سوا کچھ نہیں جسے ہم اچھی طرح دیکھ چکے ہیں اور جس کا خوب تجربہ کر چکے ہیں۔ خدا کی قسم، ہم اپنی جوانی کے عالم میں دُنیا کی بہار کی طرف دوڑ گئے، اور اُس کے سب مزے لُوٹے مگر ہم نے دیکھ لیا کہ دنیا نے جلد پلٹا کھایا۔ بالکل کایا پلٹ کر دی۔ ایک ایک کر کے تمام گرہیں کھول ڈالیں۔ پھر کیا ہوا؟ دُنیا نے ہم سے بےوفائی کی۔ ہماری جوانی چھین لی۔ ہمیں بُڈھا بنا دیا۔ آہ، یہ دُنیا کتنی خراب جگہ ہے! یہ دُنیا کیسا بُرا مقام ہے؟"

(احیاء علوم الدین جلد ۴)

آخری خطبہ

امیر معاویہ نے اپنی بیماری میں آخری خطبہ یہ دیا:

"اے لوگو! میں اُس کھیتی کی بالی ہوں جو کٹ چکی ہو۔ مجھے تم پر حکومت ملی تھی۔ میرے بعد جتنے حاکم آئیں گے، مجھ سے بدتر ہونگے ٹھیک اُسی طرح، جیسے اگلے حکام مجھ سے اچھے تھے۔"

(احیاء ج ۴)

حسرت

جب وقت آخر ہوا تو کہا، مجھے بٹھا دو۔ چنانچہ بٹھا دیئے گئے۔ دیر تک ذکر الٰہی میں مصروف رہے۔ پھر رونے لگے اور کہا:

"معاویہ! اپنے رب کو اب یاد کرتا ہے جبکہ بڑھاپے نے کسی کام کا نہیں رکھا اور جسم کی چولیں ڈھیلی ہو گئیں۔ اُس وقت کیوں نہ یہ خیال آیا جب شباب کی ڈالی تر و تازہ اور ہری بھری تھی؟"

پھر چلا کر روئے اور دعا کی:

"اے رب! اے سخت دل، گنہگار بُڈھے پر رحم کر! الٰہی! اُس کی ٹھوکریں معاف کر دے! اُس کے گناہ بخش دے! اپنے وسیع حلم کو اُس شخص کے شامل حال کر جنے تیرے سوا کسی سے اُمید نہیں کی، تیرے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کیا!"

(احیاء ج ۴)

بیٹیوں سے خطاب

تیمارداری اُن کی دونوں لڑکیاں کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ اُنھیں کروٹ بدلانے لگیں تو اُنھیں بغور دیکھ کر کہا: تم ایک ڈانواں ڈول وجود کو کروٹیں بدلا رہی ہو۔ اُسنے دُنیا بھر کے خزانے جمع کر لئے لیکن کاش وہ دوزخ میں نہ ڈالا جائے۔ پھر یہ شعر پڑھا:

لقد سعیت لکم من سعی ذی نصب — وقد کفیتکم التطواف والرحلا

میں نے تمہارے لئے بہت سخت محنت سے کوشش کی اور تمہیں دَر بدر ٹھوکریں کھانے سے بچا لیا۔ (طبری)

اپنی فیاضی کی یاد

وفات سے کچھ پہلے اشہب بن رمیلہ کے یہ شعر پڑھے جو اُسنے قباع کی مدح میں کہے تھے:

اقامت، ان الجود منقطع الذی — من الناس الا من قلیل مصرد

تیری موت کے ساتھ سخاوت اور فیاضی بھی مر جائیگی۔

وردت اکف السائلین وامسکوا — من الدین والدنیا بخلف مجدد

سائلوں کے ہاتھ لوٹا دیئے جائینگے اور دین اور دُنیا کی محرومیاں اُن کے انتظار میں ہوں گی۔

یہ سُن کر اُن کی لڑکیاں چلا اُٹھیں: ہرگز نہیں، امیر المومنین! خدا آپ کو سلامت رکھے!

اُنھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف یہ شعر پڑھ دیا:

واذا المنیۃ انشبت اظفارہا — الفیت کل تمیمۃ لا تنفع

جب موت اپنے ناخن گاڑ دیتی ہے تو کوئی تعویذ بھی نفع نہیں پہنچاتا۔

نصیحت

پھر بیہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد آنکھ کھولی اور اپنے فرزندوں کو پاس دیکھ کر کہا:

"اللہ عزوجل سے ڈرتے رہنا۔ کیونکہ جو ڈرتا ہے، خدا اُس کی حفاظت کرتا ہے۔ اُس شخص کے لئے کوئی پناہ نہیں جو خدا سے بے خوف ہے"

(طبری)

یزید کی آمد

امیر معاویہؓ کی نازک حالت سے، قاصد کے ذریعہ، ولی عہد (یزید) کو مطلع کیا گیا۔ وہ فوراً روانہ ہوا۔ پہنچتے پہنچتے حالت اور بھی ابتر ہو چکی تھی۔ یزید جب پہونچا تو سکرات موت کی حالت شروع ہو چکی تھی۔ اسنے باپ کو پکارا مگر وہ بول نہ سکے۔ یزید رونے لگا اور یہ شعر پڑھا:

لو عاش حی علی الدنیا لعاش اما — م الناس لا عاجز ولا وکل

اگر کوئی آدمی بھی دنیا میں ہمیشہ زندہ رہتا تو بلاشک آدمیوں کا امام زندہ رہتا، وہ نہ عاجز ہے، نہ کمزور ہے۔

الحول القلب والاریب ولن — یدفع وقت المنیۃ الحیل

وہ بڑا ہی عاقل و مدبر و فہیم ہے۔ لیکن موت کے وقت کوئی تدبیر بھی کام نہیں آتی۔

یزید سے خطاب

معاویہ نے یہ سُنکر آنکھیں کھول دیں اور کہا:

"اے فرزند! مجھے جس بات پر خدا سے سب سے زیادہ خوف ہے، وہ تجھ سے میرا برتاؤ ہے۔ جان پدر! ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ سفر میں تھا۔ جب آپ ضروریات سے فارغ ہوتے یا وضو کرتے تو میں دست مبارک پر پانی ڈالتا۔ آپنے میرا کرتا دیکھا جو مونڈھے پر سے پھٹ گیا تھا۔ فرمایا "معاویہ! تجھے کرتا پہنا دوں؟" میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان! ضرور۔ چنانچہ آپنے کرتا عنایت کیا مگر میں نے ایک مرتبہ سے زیادہ نہیں پہنا۔ وہ اب تک میرے پاس موجود ہے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال ترشوائے۔ میں نے تھوڑے سے بال اور کترے ہوئے ناخن اُٹھا لئے تھے، وہ بھی آجتک میرے پاس شیشی میں رکھے ہیں۔ دیکھو جب مر جاؤں تو غسل کے بعد یہ بال اور ناخن میری آنکھوں کے حلقوں اور منہ میں رکھ دینا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا بچھا کر مجھے اُس پر لٹانا اور کفن پہنانا۔ اگر مجھے کسی چیز سے نفع پہنچ سکتا ہے تو وہ یہی ہے!"

(استیعاب۔ عقد الفرید)

سکرات موت

سکرات کے عالم میں یہ شعر زبان پر جاری تھا:

فہل من خالد اما ہلکنا — وہل بالموت یا للناس عار

ہم نے یہی مناسب سمجھا کہ اُس کے ارکان کا انتخاب، تمام باشندوں کی طرف سے ہو۔ لیکن وقت کی تنگی اور باشندوں کے اشغال کی کثرت مانع آئی۔ مجبوراً ہمنے یہ کیا کہ ہر محلے سے معزز آدمیوں کی ایک ایک جماعت طلب کی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ صرف یہی لوگ معزز اور نیک ہیں۔ کیونکہ تمام مسلمان، جسم واحد کی مانند ہیں۔ ہمنے تمھیں اسی غرض سے طلب کیا ہو کہ جدید مجلس شوریٰ کے لئے ارکان کا انتخاب کرو۔ انسان پر فرض ہو کہ ایسے معاملات میں اپنے قلب کا فرمانبردار نہ بنے، کیونکہ قلب ہمیشہ ہوا و ہوس کی طرف مائل ہوجاتا ہو۔ تمھیں عقل و تدبر سے کام لینا چاہئے اور تجربہ کار اور قابل لوگوں کو منتخب کرنا چاہئے۔ کیونکہ اگر یہ مجلس صحیح بنیادوں پر قائم ہوجائے گی تو ملک اُس سے بڑے بڑے فوائد حاصل کرسکے گا۔ تم وہی لوگ منتخب کرو جنھیں مخلص اور باشندوں کے حقوق کی حفاظت کرنے والا یقین کرتے ہو۔ یہ اس لئے کہ حکومت تو اپنے حقوق کسی نہ کسی طرح حاصل ہی کرلیتی ہو۔ لیکن باشندوں کے حقوق تلف ہوسکتے ہیں۔ لہذا ایسے لوگوں کا انتخاب ہونا چاہئے جو تمھارے حقوق کے تحفظ کی قابلیت و جرأت رکھتے ہوں۔ یہ لوگ تمھارے نمائندے اور وکیل ہونگے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

سلطان کی دوسری تقریر

سلطان نے دوسری تقریر مجلس شوریٰ کے ارکان کے سامنے کی۔ اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہو:

"حضرات ارکان مجلس! میں آپ کو سلام کرتا اور اُس اعتماد پر آپکو مبارکباد دیتا ہوں جس کا آپکے ابنائے ملک نے آپ کو اہل سمجھا اور آپ کو اس مجلس کے لئے منتخب کیا۔ مجلس شوریٰ درحقیقت اُن بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہو جن پر قانونی حکومتیں قائم ہوا کرتی ہیں۔ یہی وہ شوریٰ ہو جو اللہ تعالیٰ کے اس قول میں وارد ہو "وامرہم شوریٰ بینہم" میں یہ دیکھ کر نہایت مسرور ہوں کہ آپ اس مجلس میں شریک ہوکر ملک کی خدمت اور حدود شرعیہ کے قیام و حفاظت کی کوششوں میں حکومت کا ہاتھ بٹانے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری گردن پر ایک بھاری امانت رکھ دی ہو۔ ہم اس بوجھ کے اُٹھانے میں اپنے تئیں اہل فضل و رعیت کی امداد و اعانت کا محتاج پاتے ہیں۔ یہی سبب ہو کہ ہم نے شہر کے روساء و اکابر کو اس مجلس کے لئے دعوت دی اور اُنھوں نے آپ کو اپنے اعتماد کا اہل سمجھکر منتخب کرلیا۔ اب ہم نے اپنی ذمہ داری اُٹھاکر آپکے کاندھوں پر رکھ دی ہو۔ میں بصد عجز و زاری اللہ بزرگ و برتر سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو ملک اور اہل ملک کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ اپنے فرائض کی انجام دہی کے اثنا میں دیکھ لیں گے کہ حکومت اصلاحات کے جاری کرنے میں پوری طرح سنجیدہ اور مستعد ہو۔ یقیناً آپنے اس کا آغاز اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیا ہوگا۔ ہمنے تفتیش و اصلاح کی ایک علمی مجلس بنا دی ہو جس کا کام یہ ہو کہ حکومت کے تمام محکموں کی جانچ کرے، اور اُن صورتوں پر غور کرے جن سے اُن کی اصلاح و درستگی ہوسکتی ہو۔ یہ کمیٹی اپنے عمل کا ایک مرحلہ طے کرچکی ہو، لیکن ابھی اُسے بہت کچھ کرنا باقی ہو۔

عنقریب آپکی مجلس میں بڑی بڑی تجویزیں پیش ہوں گی۔ حکومت کے محکموں کے میزانیہ بھی پیش ہونگے۔ آپ اُن پر غور کرینگے اور اپنے فیصلے صادر کریں گے۔ ملک کو سب سے زیادہ ضرورت پانی کی ہو۔ آپکے سامنے جدید قسم کے کنوئیں کھودنے کی تجویز آئے گی۔ اسی طرح اور بہت سے مفید کام آپ کو کرنا ہونگے۔ مثلاً جدہ اور مکہ کے مابین ہوائی جہاز کا اجراء، مکہ کی بعض سڑکوں کی توسیع، تاکہ اقتدار کے مسئلہ کی طرح اس محکمے نے وہ تمام طیاریاں مکمل کرلی ہیں جو بین الاقوامی جنگی محکمانوں کے ضمن میں شامل ہونے کے بعد اُسے عمل میں لانی ہیں۔

نیز تعلیم کی اشاعت کا مسئلہ بھی بہت اہم ہے۔ آپکو اسپر بھی غور کرنا اور تمام ملک کے لئے ایک ہی تعلیمی لائحہ (پروگرام) بنانا ہو۔ حکومت چاہتی ہو تعلیم تمام ملک میں عام ہوجائے۔ کوئی قریہ بلکہ کوئی قبیلہ بھی اس سے محروم نہ رہنے پائے۔ نیز حفظان صحت، حجاج کے آرام و راحت، مطوفوں کی تنظیم، اور اسی طرح کے تمام اہم کام آپکے سامنے ہیں اور آپکی توجہ کے منتظر ہیں۔ آخر میں اس مجلس کے افتتاح کا اعلان کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ ہمارے تمام کاموں کو کامیاب کرے۔ والسلام علیکم۔"

مجلس شوریٰ کا نظام

مجلس شوریٰ کا نظام بالاختصار حسب ذیل ہو:

دفعہ (۱) یہ مجلس ۸ ارکان سے مرکب ہوگی۔

دفعہ (۲) مجلس شوریٰ کا صدر نائب السلطنت ہوگا۔

دفعہ (۳) ارکان مجلس کا انتخاب حسب ذیل اصول پر ہوگا:

(۱) ۴ رکن، اہل فضل و تجربہ کے مشورے سے منتخب ہونگے۔

(۲) باقی ۴ رکن حکومت اپنی رائے سے نامزد کریگی۔ ان میں دو رکن نجدی ہونگے۔

دفعہ (۴) مجلس شوریٰ کی رکنیت کی مدت دو سال ہوگی۔ لیکن نصف ارکان ہر سال بدلا کرینگے (عام اس سے کہ منتخب ہوں یا نامزد کئے ہوئے) پرانے ارکان کا دوبارہ انتخاب بھی ہوسکتا ہو۔

دفعہ (۵) مجلس شوریٰ کے رکن بننے کے لئے حسب ذیل شرطیں ہیں:

(الف) اسکی عمر ۲۰ سال سے کم نہ ہو۔

(ب) تجربہ کار اور معاملات کا سمجھنے والا ہو۔

(ج) سزا یافتہ اور دیوالیہ نہ ہو۔

(د) نیک چلن ہو۔

دفعہ (۶) حسب ذیل امور مجلس شوریٰ کے سامنے حکومت کی جانب سے پیش ہونگے:

(۱) حکومت کے مختلف محکموں اور بلدیہ (میونسپلٹی) اور نیز اوقاف کے میزانیہ (بجٹ)

(۲) اقتصادی و عمرانی لوائح پر عمل کرنے کی اجازت۔

(۳) تجارتی امتیازات اور اقتصادی مالی تجاویز۔

(۴) نظارت نافعہ (پبلک ورکس) کے لئے کسی جائداد کی ضبطی۔

(۵) نئے قوانین اور انتظامات۔

(۶) میزانیہ میں اگر سال کے اندر مزید اضافہ کی ضرورت ہو۔

(۷) اگر کسی محکمہ کو ۱۰ پونڈ سے زیادہ کسی خرچ کی ضرورت پیش آجائے۔

(۸) اجنبی ملازموں کی تقرری۔

(۹) حکومت کے محکمے اگر کمپنیوں یا تاجروں سے دو سو پونڈ سے زیادہ کی خرید و فروخت کریں۔

دفعہ (۷) مجلس دو قسموں پر تقسیم ہوگی۔ ہر قسم اُن معاملات پر غور و بحث کرے گی جو اُس کا ناظم پیش کریگا۔ پھر دونوں ایک دوسرے کو اپنے فیصلے سے آگاہ کرینگی اور اپنے کاغذات کا مبادلہ کریں گی تاکہ دونوں کو غور و بحث کا موقع ملے۔ اس کے بعد مجلس کے کسی عام جلسے میں اُن کا فیصلہ منظوری کے لئے پیش کیا جائے گا۔

دفعہ (۸) مجلس کا نصاب (کورم) چار ارکان اور صدر کی موجودگی سے پورا ہوجائے گا اور تجویزیں مجلس کی دو ثلث اصوات (ووٹوں) سے پاس ہوں گی۔

دفعہ (۹) مجلس ہر ہفتہ دو مرتبہ منعقد ہوگی۔ لیکن صدر کی دعوت پر اس سے زیادہ مرتبہ بھی جمع ہوسکتی ہو۔

دفعہ (۱۰) مجلس کو حق ہو کہ قوانین کی تطبیق میں اگر حکومت سے کوئی غلطی واقع ہوجائے، تو اُسے متنبہ کردے۔

دفعہ (۱۱) اگر حکومت کوئی لائحہ پیش کرے جسے مجلس نے منظور نہ کیا ہو اور حکومت اُسے ضروری سمجھے، اور حکومت مجلس کا فیصلہ منظور نہ کرے، تو ایسی صورت میں نائب السلطنت کو حق ہوگا کہ لائحہ کو مزید توضیح و تشریح کے ساتھ دوبارہ مجلس کے سامنے پیش کردے۔ اگر مجلس اب بھی اسے منظور نہ کرے، تو پھر آخری فیصلہ خود سلطان المعظم کرینگے۔

مجلس کو حق ہو کہ اپنے صدر کے ذریعہ ہر اُس تجویز کے بارے میں سلطان سے رجوع کرے جسپر ایک ماہ گزر چکا ہو اور کوئی شاہی حکم جاری نہ ہوا ہو۔

مجلس کے ارکان

مجلس شوریٰ کے لئے حسب ذیل ارکان منتخب ہوئے ہیں:

(۱) شیخ یوسف قطان۔

(۲) شیخ احمد سبحی۔

(۳) شیخ صالح شطا۔

(۴) شیخ عبداللہ زوادی۔

(۵) شیخ محمد بن یحیٰ بن عقیل۔

(۶) شیخ عبداللہ ابراہیم جفالی۔

(۷) شیخ عبدالعزیز بن زید۔

(۸) شیخ عبدالوہاب عطار۔

ایک اُمید افزا واقعہ

کچھ مدت ہوئی، بعض اہل مکہ نے سلطان ابن سعود کے پاس بھیجنے کے لئے ایک محضر طیار کیا تھا اور اُس میں محکمہ حفظان صحت کی شکایتیں لکھی تھیں۔ یہ محضر ایک شخص حسن سلیمان لودیانی ارسال تک پہنچانے۔ اُس زمانہ میں نائب السلطنت امیر فیصل مکہ میں موجود نہ تھے۔ اُن کی غیر موجودگی میں اُن کے مشیر خاص شریف حسین عدنان اور شیخ عبدالعزیز عتیقی، حکومت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اس محضر کا حال اِن دونوں کو معلوم ہوا تو انھوں نے شخص مذکور کو طلب کیا اور حکم دیا کہ محضر انکے حوالہ کردے۔ اُسنے انکار کیا۔ اسپر شریف حسن عدنان نے غصہ میں آکر اُسے دو گھنٹے کے لئے قید کردیا۔

شخص مذکور نے رہا ہوتے ہی حکومت کے اِن دونوں بڑے عہدے داروں پر (جو گورنر کے قائم مقام تھے) مقدمہ دائر کردیا۔ نالش میں حسب ذیل الزام لگائے تھے:

(۱) اُنھوں نے سلطان المعظم کی توہین کی کیونکہ وہ محضر لے لینا چاہا جو سلطان کی خدمت میں پیش ہونے والا تھا۔

(۲) اُنھوں نے مدعی کو سلطان تک پہنچنے سے روکنا چاہا۔

(۳) اُنھوں نے بغیر کسی قانونی موجب کے مدعی کو قید کیا۔

(۴) اُنھوں نے سرکاری محکمہ کے خلاف شکایتوں کی تحقیقات نہیں کی۔

سلطان نے دعویٰ مع کاغذات مجلس تفتیش کے حوالے کردئیے اور حسب ذیل دو سوالوں کے جواب طلب کئے:

(۱) کیا مدعا علیہما کو اس کارروائی کا حق تھا جو اُنھوں نے کی؟

(۲) کیا انھیں ایسی کارروائیاں کرنے کے لئے چھوڑ دینا چاہئے؟

مجلس تفتیش نے پوری طرح تحقیقات کی، مدعی، مدعا علیہما اور گواہوں کے بیانات سُنے، اور بالآخر سلطان کے سوالوں کے یہ جواب بھیجے:

(۱) اُنھیں اس کارروائی کا ہرگز حق نہ تھا۔

(۲) انھیں بغیر سزا کے نہیں چھوڑنا چاہئے۔

نیز مجلس نے یہ قانون بھی بنایا کہ جو عہدہ دار بھی خلاف انصاف و قانون کام کرے گا، یا کسی کے حق پر دست درازی کرے گا، اُسکو سرکاری خدمت سے بلا توقف الگ کردیا جائے گا۔

مجلس کا فیصلہ معلوم کرکے سلطان نے دونوں عہدے داروں کو [illegible]

خوبی سے ادا کئے کہ سب کو تسلیم کرلینا پڑا کہ ترکی موسیقی عظیم صلاحیت رکھتی ہے۔

غازی مصطفےٰ کمال کا سفر ادرنہ

مشہور ترکی تاریخی شہر ادرنہ کے ایک وفد نے آکر غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دی۔ موصوف نے دعوت منظور کرلی۔ خیال کیا جاتا ہے اس سلسلہ میں وہ تھریس کے اہم شہروں کا بھی معائنہ کریں گے۔

درۂ دانیال کی قلعہ بندی

اخبارات کا بیان ہے کہ مصطفےٰ کمال پاشا نے آستانہ میں پہنچ کر جنگی اور ملکی افسروں اور ماہروں کے ساتھ اُن تدابیر پر بھی غور کیا ہے جن سے مستقبل میں قسطنطنیہ کی حفاظت بھی ہوجائے اور وہ آزاد تجارتی بندرگاہ بھی باقی رہے۔ چنانچہ طے پایا ہے کہ امریکہ سے ایک قرض حاصل کیا جائے اور اس روپیہ سے درۂ دانیال، اور باسفورس کی پورے طور پر قلعہ بندی کردی جائے۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ معاہدۂ لوزان میں اس بارے میں بعض پابندیاں موجود ہیں۔ مگر اب بظاہر ترک اُن پابندیوں کی پرواہ کرنا نہیں چاہتے۔

اطلاع ضروری

الہلال میں لاہور کی "الہلال بک ایجنسی" کا اشتہار شائع ہو رہا ہے۔ اور اُس کا پتہ صاف مندرج ہے لیکن بعض حضرات صرف الہلال کا نام دیکھ کر درخواست الہلال کے دفتر میں بھیجدیتے ہیں اور بلا ضرورت خط و کتابت کرنی پڑتی ہے۔

اس "الہلال بک ایجنسی" سے رسالہ الہلال کلکتہ کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ لاہور کی ایک بک ایجنسی ہے۔ اور اسی کا پورا پتہ اُس کے اشتہار کے نیچے درج ہے۔

مکتوب حجاز

اصلاح و ترقی کا اعلان اور عالم امید و بیم!

ذیل میں ہم اپنے مقالہ نگار مقیم جدہ کا مکتوب ترجمہ و اختصار کے بعد درج کرتے ہیں۔ انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ آئندہ مسلسل مقالات بھیجتے رہیں گے۔ مقالہ نگار نے جس احتیاط اور اعتدال نظر کے ساتھ حالات حجاز پر نظر ڈالی ہے، ہم اُس کا اعتراف کرتے ہیں، مگر ہمیں خوف ہے کہ بحالت موجودہ اُنھوں نے حکومت کی بیان کردہ "اصلاحات" سے جو امیدیں قائم کی ہیں وہ قبل از وقت ثابت ہوں گی۔ اس راہ میں سب سے پہلی چیز اہل، "کارداں"، اور مخلص کارکنوں کا وجود ہے اور جہاں تک ہماری معلومات ہے، ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حکومت حجاز اُن سے یکقلم تہی دست ہے۔ خود مقالہ نگار بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا

امید و بیم

حجاز کی موجودہ حالت، ہر اعتبار سے، امید و بیم کے متضاد اثرات کی ایک مرکب تصویر ہے!

ایک طرف امید کی شعاعیں چمکنا شروع ہوگئی ہیں تاکہ صدیوں کی تاریکی کا مقابلہ کریں۔ دوسری طرف مایوسی کی ظلمت اتنی شدید و وسیع ہے کہ نہیں کہا جاسکتا مستقبل قریب میں ہمیں روشنی کی تابناکی کا انتظار کرنا چاہئے، یا ظلمت کے احاطہ و وقع بندی کا؟

ایک طرف سلطان ابن سعود کی شخصیت اور اُس کی سطوت و طاقت کا ظہور ہے جس نے تھوڑے ہی عرصہ کے اندر ملک میں امن قائم کردیا، تمام سرکش جماعتیں قابو میں آگئیں نظم و اصلاح کے لئے زمین طیار ہوگئی، اور اگر حکومت کے مزاج میں صلاحیت اور اعضاء حکومت میں کاردانی ہو، تو بہت جلد سرزمین حجاز کا ایک نیا دور شروع ہوسکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دوسری طرف نظر اُٹھائیے تو حکومت کا مزاج غیر صالح، کارداں اشخاص تقریباً ناپید، اصحاب اغراض کا ہر طرف سے ہجوم، مخلص و مغرض میں امتیاز مسدود، اور اہل و غیر اہل کے لئے کوئی معیار نہیں ہے۔ سلطان صحرائے نجد سے نکلکر حجاز آگئے ہیں اور آتے ہی ایک منظم و متمدن حکومت کی از سر نو تخلیق کی مہم پیش آگئی ہے۔ ارادے پیدا ہوتے ہیں، مگر وجود میں نہیں آسکتے۔ ہمت اُٹھتی ہے، مگر قدم نہیں اُٹھا سکتی۔ کام اہم اور مشکلات سے لبریز ہے۔ ضرورت صلاحیت، صبر و استقامت، اور انتظار کی ہے، لیکن اوپر سے لیکر نیچے تک ہر وجود نفع عاجل کا شیفتہ ہے، اور اس لئے کوئی صحیح اور دیرپا قدم اُٹھ نہیں سکتا۔

اصلاحات کا اعلان

لیکن حال میں مجلس شوریٰ کے قیام اور بعض ارکان حکومت کے تغیر و تبدل سے طلبگاران اصلاح کو جو نئی اُمیدیں دلائی گئی ہیں، وہ ضرور قابل توجہ ہیں، اور ضروری ہے کہ اُن کا اعتراف کیا جائے ممکن ہے کہ اُن کی موجودہ صورت و حالت آپکی نظروں میں زیادہ وقعت حاصل نہ کرسکے، لیکن اہل حجاز کے لئے جو صدیوں سے "اصلاح" اور "قانون داداہ" کے معانی سے ناآشنا ہوچکے ہیں، یہ یقیناً ایک اُمید افزا اقدام ہے۔

سلطان کی تقریر

مجلس شوریٰ کے افتتاح کے لئے جیاد میں ایک شاندار جلسہ ہوا تھا۔ سلطان نے اس موقعہ پر دو تقریریں کیں: ایک عام حاضرین کو مخاطب کرکے۔ دوسری مجلس شوریٰ کے ممبروں کے سامنے پہلی تقریر کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"میں مکہ کے باشندوں کو اس اجتماع کا مقصد بتلانا چاہتا ہوں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ یہاں کے باشندے ہم سے (یعنے اہل نجد سے) زیادہ سے زیادہ اختلاط رکھیں اور زیادہ سے زیادہ میل جول بڑھائیں اس اختلاط کے فوائد بے شمار ہیں۔ یہی فائدہ کیا کم ہے کہ ہم میں باہم محبت واخوت مستحکم ہوگی اور اُن سازشیوں کی تمام کوششیں رائیگاں جائیں گی جو ہمارے تعلقات خراب کرنے کے لئے ہر وقت مستعد رہتے ہیں۔

"راعی اور رعیت کی دوری اور بے تعلقی، خود غرضوں کے لئے میدان کشادہ کردیتی ہے۔ وہ بڑی آسانی سے حق کو باطل اور باطل کو حق کی صورت میں پیش کرنے کا موقعہ پاجاتے ہیں۔ اگر راعی اور رعیت میں نزدیکی نہیں ہے تو ظاہر ہے، ہر خود غرض جب چاہے، حکام کو گمراہ کرسکتا ہے۔ حاکم ہرگز حقیقت حال سے واقف نہیں ہوسکتا اور بلا قصد رعایا کے لئے مصیبت پیدا کرسکتا ہے۔ لیکن اگر حاکم و محکوم میں تعارف و تقارب کے رشتے موجود ہوں، تو خود غرض لوگ حکام کو دہوکا دینے سے ڈرینگے۔ مبادا اُن کی بدنیتی اور دروغگوئی طشت از بام ہوجائے"

"آج کے اجتماع سے یہی غرض ہے کہ ہمارے اور باشندوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ قربت و اختلاط قائم ہوجائے۔ ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے اور عام مخلوق کے درمیان ہرگز کوئی پردہ نہیں ہے۔ ہمارے محل کا دروازہ ہمیشہ ہر انسان کے لئے کھلا ہوا ہے۔ نیز ہم بحمد اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے تمام عہدہ داروں کو رعایا سے حسن سلوک کی وصیت کرتے رہتے ہیں"

"بلاشبہ، عام مخلوق سے دوری، نفس و جسم کے لئے آرام و راحت کا موجب ہے۔ لیکن دین اور شرافت کا تقاضہ اس سے منع کرتا ہے۔ دین، مخلوق سے دوری کی اجازت نہیں دیتا۔ شرافت، مخلوق سے بے پرواہی روا نہیں رکھتی۔ کیونکہ اختلاط اور تعارف میں ہزاروں مصلحتیں اور نیکیاں ہیں۔ یقین کرو ہم اپنی پوری قوت سے اصلاح حال کی کوشش کررہے ہیں۔ سال رواں میں انشاء اللہ ہم بہت سی نئی اصلاحات بھی جاری کرینگے۔ ہماری نظر کے سامنے ہر لمحہ یہ فرمان ربانی موجود ہے "قل اعملوا فسیری اللہ عملکم" (عمل کرو، خدا تمھارا عمل دیکھے گا) ابن آدم اگر نیکی کرتا ہے، تو اپنے فرض سے سبکدوش ہوجاتا ہے۔ نتائج و ثمرات کی بخشش صرف اللہ ہی کے ہاتھ ہے!"

"یہ بالکل یقینی ہے کہ حکام کی درستگی، رعایا کی درستگی ہے۔ بنابریں ہمارا فرض ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہمیشہ اُس خیر و صلاح کی جستجو میں لگے رہیں جس سے ایک طرف مسلمانوں کی درستگی ہو، دوسری طرف ہمیں خدا کی رضامندی حاصل ہو"

"ہم نے بعض عہدے دار معزول کردئیے ہیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ اُنھوں نے کوئی خطا کی تھی، بلکہ اس لئے کہ اُن سے بہتر آدمی مل گئے تھے۔ میں معزول عہدے داروں کا شکر گزار ہوں کہ اُنھوں نے اپنے فرائض ایمانداری سے انجام دئیے تھے"

"ہم نے آپ ہی کے آدمیوں کی ایک مجلس بنادی ہے کہ حکومت کے مختلف انتظامی محکموں کی دیکھ بھال کریں، اُنکے نظام پر نظر ڈالیں ہم نے تمام تر ذمہ داری اس مجلس کے کاندھوں پر ڈال دی ہے کیونکہ اہل مکہ اپنے مصالح ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ یہ مجلس اپنے فرائض، بحسن خوبی انجام دیگی۔

"ہم نے مجلس شوریٰ کے معاملہ پر خوب غور کیا۔ چونکہ یہ مجلس از حد اہم اور باشندوں کے لئے غایت درجہ ضروری و مفید ہے اس لئے

برابر موجود ہوتا تھا۔

ایک واقعہ

حاکم جوف امیر عبداللہ بن عقیل کی بابت مجھے ایک بات مزید کہدینی چاہئیے۔ یہ حاکم، دوسرے عرب حکام کے برخلاف ذی علم اور وسیع المعلومات ہو۔ شریعت حقہ کے مطابق حکومت کرتا ہو۔ اسکے علاقے میں جرائم بالکل ناپید ہیں۔ مثال کے طور پہ ایک چشم دید واقعہ لکھتا ہوں:

ایک دن میں امیر موصوف کی مجلس میں موجود تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا "میں حائل سے آرہا ہوں۔ جوف سے ہر دن کے فاصلے پر ایک بھری ہوئی بوری میں نے پڑی دیکھی ہو" حاکم نے سوال کیا "اُس بوری میں کیا ہو؟" شخص مذکور نے جواب دیا کہ "مجھے نہیں معلوم" اس واقعہ کے دوسرے دن ایک اور شخص نے یہی خبر پہنچائی۔ حاکم نے اُس سے بھی یہی سوال کیا۔ اُسنے کہا "اسمیں قہوہ ہو" حاکم نے پوچھا "تونے کیوں کر جانا؟" اُسنے کہا "اپنی لاٹھی سے دبا کر" اسپر حاکم نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے ۵۰ بید لگادو۔ مجھے اس سزا پر بہت تعجب ہوا اور امیر سے استفسار کیا۔ اسنے جواب دیا "بوری دیکھنا جرم نہیں ہو، لیکن اسنے یہ جستجو کیوں کی کہ اُس میں کیا ہو؟ اسے اس کا کوئی حق نہ تھا۔ کیونکہ بوری اس کی نہ تھی" اس کے بعد امیر نے مجھے بتایا کہ اہل نجد، عموماً نہایت دیانت دار اور پرہیزگار ہیں اگر راستے میں سونا بھی پڑا ہو تو کبھی اُن کی نیت نہیں بدلے گی!

جوف کا دار الحکومت، ایک قلعہ نما عظیم محل میں واقع ہو۔ اسکا نام "قصر مارد" ہو۔ یہودیوں نے اپنے عروج کے زمانے میں تعمیر کیا تھا باشندوں کا بیان ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ۴۰۰ سال پہلے یہ بنا تھا۔

جوف کے باشندے باوجود غریب ہونے کے بڑے مہمان نواز ہیں۔ مہمان کی خدمت و خاطر فرض عین سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ خوب تندرست ہیں۔ میں نے کوئی شخص بھی کمزور، اور دُبلا نہیں دیکھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا، پوری آبادی میں ایک انسان بھی بیمار نہیں ہو وجہ یہ ہو کہ یہاں کی آب وہوا نہایت عمدہ ہو، پیداوار کافی ہو اور باشندے طبیعی اور سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔

امیر عبد اللہ نے مجھ سے یہ بھی بیان کیا کہ انگریز اور امرکین سیاحوں نے بار بار کوشش کی کہ علمی اور جغرافیائی تحقیقات کے بہانہ سے آگے بڑھیں۔ مگر سلطان ابن سعود نے اجازت نہیں دی۔ وجہ یہ ہو کہ اسی قسم کے حیلوں سے انھوں نے مشرقی ملکوں میں اپنے قدم جمالئے۔ ایک مرتبہ ایک انگریز مسٹر آنچر بہت سی موٹریں اور روپیہ لے کر آیا اور یہ ظاہر کیا کہ جوف کی مٹی بہت عمدہ ہو اس لئے وہ مٹی کے برتن بنانے کا کارخانہ قائم کرے گا۔ مگر سلطان نے قیام کی اجازت نہیں دی۔ ایک اور یورپین نے کہا کہ خود پایۂ تخت ریاض میں پٹرول کے زمین دوز چشمے موجود ہیں۔ میں انھیں نکال سکتا ہوں۔ مگر سلطان نے اسے بھی منظور نہیں کیا۔ حالانکہ نجد کے باشندوں کو پٹرول کی بہت ضرورت ہو۔ سلطان کی دلی آرزو ہو کہ خالص اسلامی علمی جماعتیں نجد میں آئیں اور یہاں کی قیمتی کانیں نکالیں کہ وہ یورپین کمپنیوں یا تاجروں اور "علمی محققوں" کی آمدورفت سے ڈرتے ہیں۔

خواطر و سوانح

زندگی پر آخری نظر

ایک کروڑپتی نے خودکشی کرتے وقت کیا محسوس کیا؟

مسٹر جیمس وہائٹ، لندن کا مشہور کروڑپتی تھا لیکن ایک ناگہانی حادثہ نے اُسے دیوالیہ کردیا۔ گزشتہ ماہ اُسنے زندگی سے بیزار ہوکر خودکشی کرلی۔ لیکن مرنے سے پہلے ذیل کی تحریر لکھکر اپنی میز پر رکھدی تھی "میں اسوقت ابدیت دخلود کے دروازہ پر کھڑا ہوں اور دنیا کے نام اپنا آخری پیام لکھ رہا ہوں۔ میں نے زندگی پر اُس نقطۂ نظر سے نگاہ ڈالی ہو، جو ایک مرنے والے انسان ہی کا نقطۂ نگاہ ہوسکتا ہو!

✻✻

میرے خیال میں حقیقت میں دُنیا کا قدیم عالمگیر تمدن ۱۹۱۴ء میں اگست ۱۹۱۴ء (یعنی جنگ عمومی کے آغاز کی طرف اشارہ کرتا ہو) میں مرگیا۔ اس کے بعد سے ابتک جدید عالمگیر تمدن کی پیدائش نہیں ہوئی ہو۔

✻✻

میں نے بادشاہوں کی میزبانی کی امیروں کو بے تکلفانہ اُنکے سادہ ناموں سے پکارا۔ میری ملکیت میں شاندار جہاز تھا جسپر میں نے پورے کرۂ ارضی کی سیر کی۔ میرے اصطبل میں اصیل گھوڑوں کی صفیں بندھی تھیں۔ میں تھیٹروں کا بھی مالک تھا۔ بڑی بڑی اخبار جاری کرنے والی کمپنیاں بھی میرے حصے تھی۔ میں نے عظیم الشان تجارتی کاروبار کئے۔ میرا راس المال پندرہ کروڑ پونڈ (۰۰۰۰۰ ۲۲۵ روپیہ) تک پہنچ گیا تھا۔ میں نے صرف ایک دن کے اندر ۰۰۰، ۵۰۰، ۱ پونڈ نفع کیا تھا۔ ان حالات میں، میں امید کرتا ہوں کہ سب لوگ مجھ سے اتفاق کرینگے کہ مجھے زندگی کے بارے میں اظہار رائے کا حق حاصل ہو۔

✻✻

"مجھ پر زندگی کے گرم اور سرد، ہر طرح کے موسم گزرچکے ہیں۔ میں نے فاقہ کشی کی مصیبت کا مزہ بھی چکھا ہو، اور میں نے دولت کی سرگرانی بھی محسوس کی ہو۔ مجھے یہ بھی معلوم ہو کہ تین دن تک بھوکے رہنے کا احساس کیا ہوتا ہو؟ اور مجھے یہ بھی معلوم ہو کہ دولت کی فراوانی دل ودماغ پر کیا اثر ڈالتی ہو؟ مجھ پر وہ وقت گزرچکا ہو جب میری کوئی آرزو بھی ایسی نہ تھی جو میری قدرت سے باہر ہو۔ میں نے وہ دن بھی دیکھے ہیں جب ہزاروں انسان اپنے پیٹ کی روٹی کے لئے میرا منہ تکتے تھے!

✻✻

"گذشتہ سال کے ایک دن میں میں نے ۰۰۰، ۱۰۰، ۱ پونڈ جیتے تھے لیکن ایک وقت وہ بھی تھا جب تاش کی ایک بازی میں میری جیت صرف ایک شلنگ تھی! دونوں وقتوں کے الگ الگ اور فرحت کا احساس کیا دونوں کی جیت کے الگ الگ اثر میرے دل نے محسوس کئے۔ ایک ہوتو پیسٹ میں لنڈن سے ٹرین تک کی ساحلی مسافت، میں نے پیدل طے کی تھی، کیونکہ میرے پاس ریل کا کرایہ نہ تھا۔ پھر ایک وقت وہ بھی دیکھا جب پوری ٹرین صرف میرے لئے روانہ ہوتی تھی تاکہ مجھے منچسٹر پہنچا دیا کرے!

✻✻

"میری زندگی کے ان آخری لمحوں میں میرا حافظہ، زندگی کے تمام انقلابات ایک ایک کرکے میری آنکھوں کے سامنے سے گزار رہا ہو۔ اسوقت میں اس قابل ہوں کہ زندگی پر ایک منصفانہ فیصلہ کی نظر ڈال سکوں!

✻✻

"زندگی کے متعلق میرا زم سے نرم فیصلہ یہ ہو کہ وہ ایک عظیم انسانی کڑاہی ہو جو طمع، شہوت، اور خلافت کے سبب آتشیں اور دوں پر پک رہی ہو۔ تمام بلند، رقیق، شریف جذبات ناپید ہوچکے ہیں۔ اُن کی جگہ خبیث، فاجرانہ، پرشور عناصر نے لی ہو۔ قوت اور مال کی خواہش اس قدر زبردست ہوگئی ہو کہ بالشویزم کے سوا کوئی دوسری قوت اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

✻✻

"زندگی کے تمام دن باہم مشابہ ہیں، اُکتا ڈالنے والے ہیں، تھکا ڈالنے والے ہیں۔ ایک ہی قسم کے چہرے، ایک ہی قسم کے مزاج، ایک ہی قسم کے دل، ایک ہی قسم کی چیزیں! ہر نیا دن ویسا ہی بُرا جیسا پچھلا دن تھا! ہر نفس طمع وہوس سے اُسی طرح لبریز جس طرح دنیا کا ہر باشندہ! زیادہ مال کی مجنونانہ طلب! زیادہ عیش کی غرض پرستانہ خواہش! مگر کام بہت کم، نیکی اور بھی کم! انسانوں کی بھیڑ مال جمع کرنے پر ٹوٹ پڑی ہو۔ کسی کو خودداری کا خیال نہیں۔ کسی کو شرافت کی پروا نہیں۔ ایک حساس آدمی کے لئے یہ منظر موت سے کم نہیں!

✻✻

"اس سٹیج پر دولت کا کوئی دیوتا نمودار ہوتا ہو۔ خوشامدیوں، چاپلوسوں، ابن الوقتوں کی بھیڑیں اُسپر ٹوٹ پڑتی ہیں، وہ کھلاتا پلاتا ہو۔ جلسے کرتا ہو، لہو ولعب کے تمام سامان مہیا کرتا ہو۔ اُسکی بڑی تعریفیں ہونے لگتی ہیں۔ اُس کی دوستی کا لاکھوں دم بھرنے لگتے ہیں۔ اُسے ایسا محسوس ہونے لگتا ہو کہ اس زمین پر مجھ سے بڑا، مجھ سے زیادہ خوش نصیب کوئی انسان نہیں۔ میں خدا کا پسندیدہ اور اس کی مخلوق کی آنکھ کا تارہ ہوں!

"لیکن ادھر اُس کا سونا چاندی ختم ہوا، اُدھر دنیا کی نظریں بھی پھر گئیں۔ اب نہ دوست دوست ہیں نہ عزیز عزیز۔ صرف اور تنہائی، صرف یہ مکروہ رفیق زندگی بھر کی رفاقت کے لئے اُسکے پہلو میں

سیر فی الارض

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ
(۳۰ : ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

حال میں ایک مصری سیاح نے نجد کی سیاحت کی ہے۔ اُس کے مشاہدات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

صحرائی سفر کا آغاز

صحرا میں سفر کا یہ پہلا اتفاق تھا۔ میں وہاں کے راستوں، سواریوں اور باشندوں کے طرزِ معیشت سے بالکل ناواقف تھا۔ میرے اس سفر کا آغاز، شرق اردن کے پایۂ تخت، عمان سے ہوا۔ میں نے ایک موٹر کرایہ پر لی اور صحرا میں داخل ہو گیا۔ راستے میں کہیں درخت، گھاس، پانی، اور جاندار مخلوق نظر نہیں آئی۔ ہاں کبھی کبھی اونٹوں کے قافلے چلتے دکھائی دیتے تھے۔ اب سے پہلے یہ راستہ نہایت خطرناک تھا۔ بغیر کافی جنگی قوت کے کسی کا بھی جان و مال محفوظ نہ تھا۔ مگر اب بالکل امن و امان ہے۔ کامل ایک دن کے سفر کے بعد میں "قریات الملح" میں پہنچ گیا۔

قریات الملح

اسی مقام سے سلطان ابن سعود کی سلطنت شروع ہوتی ہے۔ میں نے پہنچتے ہی وہاں کے بعض شیوخ قبائل سے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ پایۂ تخت نجد، ریاض، جانے کا عزم ہے۔ اُنھوں نے نہایت خوش اخلاقی سے میرا خیر مقدم کیا اور میرے لئے فوراً ۱۰ اونٹ مہیا کر دئے۔ ایک میری سواری کے واسطے تھا اور ۹ میرے خدمتگاروں کے لئے۔ یہ خدمتگار بھی انہی شیوخ نے محض اپنی مہربانی سے میری خدمت کے لئے ساتھ کر دئے تھے۔ اتفاق سے ۵۰ اونٹوں کا ایک قافلہ بھی ریاض جا رہا تھا۔ میں بھی اسی میں شامل ہو گیا۔

یہاں یہ سنکر میرے ہوش اُڑ گئے کہ مجھے بہت طول طویل سفر کرنا پڑے گا۔ یعنی قریات الملح سے جوف تک ۹ دن۔ جوف سے حائل تک ۱۰ دن۔ حائل سے بریدہ تک ۸ دن۔ بریدہ سے ریاض تک ۸ دن یعنی پایۂ تخت تک پہنچنے کے لئے مسلسل ۳۵ دن صحرا میں چلنا پڑے گا۔ پھر راستہ میں ۲۵ دن آرام کے لئے مزید چاہئیں۔ گویا پورے دو مہینے اس بیابانی دنیا میں بسر کرنے ہونگے!

"قریات الملح" جہاں سے ہمارا سفر اونٹ پر شروع ہوا، ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اور نجد کو شرق اردن سے جدا کرتا ہے۔ یہ جبل العمد سے ڈیڑھ دن کے فاصلہ پر ہے۔ اس کا حاکم اعلیٰ، ایک نجدی افسر ہے جو بموجب احکام شریعت کے بموجب حکومت کرتا ہے۔ اس کی آبادی ۱۰۰۰ سے زیادہ نہیں ہوگی۔ یہاں کی معیشت، گیہوں کی زراعت، نخلستانوں اور اونٹوں اور مویشیوں کی پرورش ہے۔ یہاں نمک بھی بنتا ہے، اور صحرائی

مسافروں کے ہاتھ اچھی قیمت پر بکتا ہے۔ محصول، زکوٰۃ کے نام سے وصول کیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ کا نصاب یہ ہے کہ سالانہ ہر ۲ اونٹ پر، مجیدی، ہر ۱۰ اونٹنیوں پر ۱۱ قرش مصری (ایک قرش ہر کا چھتا ہے) ہر سو بکریوں پر دو بکریاں وصول کی جاتی ہیں۔ یہاں جرائم اور فواحش کا نام تک سننے میں نہیں آیا۔ حاکم کو "امیر" کہتے ہیں۔

امیر قریات الملح نے اپنے چبوترے پر (جو اس کی بیٹھک یا دربار عام کی جگہ ہے) میرا استقبال کیا۔ میرے لئے قہوہ حاضر کیا گیا۔ امیر نے بہت اصرار کیا کہ چند دن اُس کا مہمان رہوں۔ مگر مجھے سفر کی جلدی تھی۔ دوسرے دن وہ مجھے اپنے ہمراہ قبیلۂ بنی شمر میں لے گیا۔ یہ قبیلہ اس گاؤں سے ۱۵ کیلومیٹر کے فاصلہ پر کمبلی خیموں کے اندر زندگی بسر کرتا ہے۔ اپنی شجاعت، جرأت، اور غارت گری میں اس قدر مشہور ہے کہ تمام عرب اُس کے نام سے تھراتا ہے۔

صحرا کی زندگی

آگے بڑھنے سے پہلے مجھے صحرا کی زندگی کے متعلق چند تمہیدی کلمے کہدینے چاہئیں۔ سفر شروع کرنے سے پہلے ہی مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ نجد میں سیاحت کے لئے ضروری ہے کہ چہرے پر داڑھی موجود ہو۔ چنانچہ میں نے اپنی داڑھی کی پرورش شروع کر دی تھی۔ نجد کی سرحد میں داخل ہوتے ہوئے میری داڑھی کافی حد تک دراز ہو چکی تھی۔ میں نے بدوی لباس بھی خرید لیا تھا۔ لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ سر بھی منڈانا پڑے گا۔ قریات الملح میں مجھے اس کی خبر ہوئی۔ میں نے اپنا سر نجدی استروں کے رحم پر چھوڑ دیا۔ چند لمحوں کے اندر کھوپڑی صاف تھی۔ میں نے آئینہ دیکھا تو اپنی صورت پہچان نہ سکا۔ لمبی داڑھی، مونچھیں صاف، سر گھٹا ہوا۔ ایک عجیب شکل نکل آئی!

مجھے پہلی ہی منزل میں معلوم ہو گیا کہ یہ سفر کس قدر تکلیف دہ ہوگا۔ شہری زندگی بسر کرنے والوں کے لئے اس سے بڑھ کر عذاب کیا ہوگا کہ وہ صابون تک نہ پائیں۔ صحرا میں صابون، نایاب ہے اور بہت قیمت پر بکتا ہے۔ خود صحرائی عربوں کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ اپنے کپڑے کبھی نہیں دھوتے۔ کھانے کے بعد ہاتھ بھی نہیں دھوتے۔ اُن کا عام مقولہ ہے "عربوں کا صابون، اُن کی داڑھی ہے"۔ یہاں کی زندگی میں پہلی مرتبہ مجھے داڑھی کا فائدہ معلوم ہوا۔ یقیناً داڑھی، صحرا میں بہت مفید چیز ہے۔ رومال کی پوری قائم مقامی کرتی ہے۔ کھانے کے بعد ہاتھ منہ اسی مقدس رومال سے پونچھ لئے جاتے ہیں!

قریات الملح سے جوف تک ہمیں ۹ دن چلنا تھا۔ اس تمام راستے میں ہمیں صرف ۳ کنوئیں ملے۔ آگے کے لئے ہم نے پانی بھر لیا۔ میں نے عجیب بات یہ دیکھی کہ اونٹوں نے ۹ دن کی مدت میں صرف ایک مرتبہ پانی پیا۔ میرے ساتھی مسافروں نے بتایا کہ جاڑے میں اونٹ پندرہ پندرہ دن بغیر پانی پئے چلتے رہتے ہیں۔ میرے یہ ساتھی، صحرائی بدو تھے۔ میں نے اُنھیں نہایت خوش اخلاق پایا۔ اُن کے اخلاق کا ایک ثبوت یہ ہے کہ اگرچہ اُنھیں مصر اور اُس کے بادشاہ سے کوئی طمع یا خوف نہیں، لیکن چونکہ وہ جانتے تھے کہ میں مصری ہوں، اس لئے راستے بھر بلند آواز سے مصر اور اُس کے بادشاہ کے لئے دعائیں مانگتے رہے۔ اُنکے اس طرزِ عمل نے مجھ پر بہت اثر کیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اسلام نے کتنی مختلف قوموں کو ایک رشتہ میں منسلک کر کے بھائی بھائی بنا دیا ہے!

یہ بدو اگرچہ اپنی فطری سادگی پر قائم ہیں، تاہم اُنکے اقوال اور حرکات و سکنات، اُن کی غیر معمولی ذہانت کا پتہ دیتے ہیں۔ یہ لوگ فضول گوئی سے پرہیز کرتے ہیں۔ سیاسی اختلافات سے بھی گریز کرتے ہیں۔ راستہ بھر میں نے کبھی نہیں سنا کہ اُنھوں نے نجد یا حجاز کی سیاست پر ایک لفظ بھی کہا ہو۔ جب کبھی میں نے کوئی ذکر چھیڑا تو وہ یہ کہکر پہلو بچا لیجاتے تھے "حکومت، خدا کی ہے اور پھر عبدالعزیز بن سعود کی"۔ اُن کی گفتگو کا اصلی موضوع، عرب کی شجاعت، سخاوت اور دینی فضائل و مکارم تھا۔ عربی شعر اگرچہ صحرا ہی میں پیدا ہوا، مگر چونکہ نجدی ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں، اس لئے شعر و شاعری کو زیادہ پسند نہیں کرتے۔ اُن کی دینی روح سمجھنے کے لئے یہ واقعہ کافی ہے کہ راستے میں ہمیں ایک مقام ملا۔ اس کا نام حظوظہ ہے۔ یہ در اصل وسط صحرا میں ایک جگہ مٹی کا ٹیلہ ہے۔ اسکی مٹی اتنی چکنی ہے کہ اونٹ کا پاؤں اُس پر جم نہیں سکتا اور انسان کے لئے بھی اُس پر چڑھنا بہت مشکل ہے۔ بدوؤں میں عام طور پر مشہور ہے کہ اس ٹیلے کے نیچے سونے کا خزانہ دفن ہے۔ لیکن چونکہ ساتھ ہی یہ بھی مشہور ہے کہ قوم لوط اسی مقام پر آباد تھی اور یہیں برباد ہوئی، اس لئے اُن کی دینی روح کسی طرح گوارا نہیں کرتی کہ یہ مقام جا کر دیکھیں جہاں عذاب الٰہی نازل ہو چکا ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ صدیوں سے اس ٹیلے کو کسی انسانی قدم نے نہیں چھوا!

آٹھویں دن ہم ایک مقام پر پہونچے جسے "فرجیہ" کہتے ہیں۔ مجھے سخت حیرت ہوئی۔ کیونکہ اسکے گرد کے پہاڑ برف سے ڈھکے تھے اور نیچے ہر طرف سبزہ زار تھا۔ صحرا میں ایسا منظر میرے لئے بالکل خلاف توقع تھا۔ یہ جگہ سوئٹزرلینڈ کے مناظر پیش کرتی تھی۔ بلکہ اس کے منظر میں صحرا کی مہیب خاموشی نے ایک عجیب جلال و جمال کا مرکب منظر پیدا کر دیا تھا!

"جوف"

نویں دن ہم جوف پہنچ گئے۔ حاکم جوف عبداللہ محمد بن عقیل نے جوں ہی سنا، اپنے آدمی استقبال کے لئے بھیجدئے اور بذات خود بھی قصبہ کے پھاٹک پر آ کر خیر مقدم کیا۔

"جوف" ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ چاروں طرف پہاڑ ہیں۔ یہاں کی کھجور، عرب بھر میں مشہور ہے۔ گیہوں، جو، اور بعض ترکاریوں کی بھی کاشت ہوتی ہے۔ انگور، شفتالو، اخروٹ، نارنگی، لیموں، اور خربوزہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ باشندے تجارت پیشہ بھی ہیں اور دستکار بھی۔ کھالوں کی دباغت یہاں اچھی ہوتی ہے۔ اونی کپڑوں کی وجہ سے بھی اسے بہت شہرت حاصل ہے۔ نجد کی مشہور عبا "عبی الجوف" یہیں تیار ہوتی ہے۔ اونٹ اور بھیڑ بکری کی تجارت کی بھی یہ ایک بڑی منڈی ہے۔ اس کے صحرا میں شتر مرغ، ہرن، اور گورخر بکثرت موجود ہیں۔ شتر مرغ کا گوشت عرب بہت پسند کرتے ہیں۔ میری دعوتوں میں بھی یہ گوشت

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم كے بيش بها جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے اماميں كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف كے أردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے ' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد كه يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

آسوا حسنه — امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهرهٔ آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصه كا أردو ترجمه - بلا جلد ٢ روپے مجلد ارهائي روپيه -

كتاب الوسيله — لفظ "وسيله" كي بحث كے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد ارهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انكي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر — امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا أردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام كے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري كي تازه كتاب كا أردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايك علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس كے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے أردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے- اسكے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالك اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ٨ آنه سالانه ٢ روپيه پيشگي -

منيجر الهـــلال بك ايـجنسى

(حلقه نمبر ٢٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

التحر المجلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے بازخوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايك انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهـلال اگرچه ايك هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها ' اس لئے اس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف انواع كا مجموعه تها - اس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه كے هوتے تهے - اور اسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس كي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں - اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير كے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں - اس كي جلديں جديد أردو علم ادب كے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں - ان كي مقبوليت و قدر كا اندازه اس سے هوسكتا هے كه سنه ١٩١٨ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايك صاحب نے اس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اس كے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده كرنے كيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البـلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاك نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايك ذخيره الهلال كے پرچوں كا بهي محفوظ ملا ' هم نے كوشش كي كه شايقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جاسكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايك دو پرچوں كي كمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايك حد تك مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں كے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوئي هيں - هم اس اعلان كے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں - كه اس قيمتي ذخيره كے حاصل كرنے ميں جلدي كريں ' چونكه جلدوں كي ايك بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ١٠ روپيه   الهلال مكمل جلد سوم ١٠ روپيه

" " " چهارم ١٠ روپيه   " " " پنجم ١٠ روپيه

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ٨ روپيه

علاوه جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايك مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ٨ - آنه - محصول ڈاک و پيكنگ اس كے علاوه هے -

منيجر "البـلاغ پريس"

رہ جاتے ہیں!

✤

"میرے خیال میں جو کوئی بھی زندگی کو اس نظر سے دیکھے گا اور اس معیار نظر سے وزن کرے گا، وہ ہرگز ہمیشہ کی نیند سو جانے پر تیار نہیں ہو سکتا!

✤

"لیکن، ٹھہرو! مجھے اپنی زندگی کے اس آخری لمحے میں ایک نظر اوپر اٹھانے دو۔ آہ! یہ دیواروں پر میری بیوی اور میرے تینوں بچوں کی تصویریں آویزاں ہیں۔ یہ دیکھو، میری بیوی کی محبت و اخلاص سے لبریز آنکھیں مجھے دیکھ رہی ہیں!

"اُف! یہ میرے لڑکے کے متبسم ہونٹ ہل رہے ہیں۔ مجھے یہ آواز سنائی دے رہی ہے: "بابا! یہ تم ہو!"

"الٰہی! یہ میری دونوں لڑکیاں کھڑی ہیں۔ اپنی طویل پلکوں کے اندر سے مجھے دیکھتی اور پدرانہ شفقت کے بوسہ کے لئے جھک رہی ہیں!

"ہاں، اب میں زندگی کی مسرت محسوس کرتا ہوں!......

لیکن ہم اس مسرت سے بھی کیوں نہ دست بردار ہو جائیں؟

✤

"کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ انسان زندگی کی تمام مصائب و آلام اپنے محبوبوں کے روبرو پہنچکر بھول جاتا ہے؟

"لیکن یہ دیکھو، میرے محبوبوں کی تصویروں پر پردہ پڑ گیا۔ .... اب میرا سر چکرا رہا ہے۔ میرے سینے کے اندر شعلے سے بھڑک رہے ہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں ایک دہکتے ہوئے تنور پر کھڑا ہوں .... میں نے کفار میں اپنی پوری دنیا کھو دی۔ مجھے اس معصیت کا کفارہ ادا کرنا چاہئے!

....

✤

"میری بیوی، میرے عزیز بچو! میرے وہ تمام دوستو جو اس وقت بھی میرے دل میں موجود ہو! خدا تمھیں برکت دے! اور تمھارے ساتھ ہو! خدا کرے، تم دنیا اور دنیا کی زندگی کو اس سے زیادہ نہ سمجھو جتنی وہ فی الحقیقت ہے! ....

...."

افسانہ

نپولین پر قاتلانہ حملے

نپولین بوناپارٹ کے اخلاق پر مورخین نے جس تفصیل سے نظر ڈالی ہے، شاید ہی دنیا کے کسی انسان کی شخصیت اس قدر زیر بحث رہی ہے۔ نپولین نے یورپ کی بڑی بڑی سلطنتیں اُکٹ ڈالی تھیں۔ اخلاق کے قانون میں اس کی فاتحانہ اولو العزمی، اخلاق کا سب سے بڑا جرم تھی۔ اسی وجہ سے مفتوح ملکوں میں اُس کی جان کے ہزاروں دشمن پیدا ہو گئے تھے، لیکن یہ واقعہ ہے کہ اُس کی پوری زندگی میں دو ہی قاتلانہ حملے صرف وقوع میں آئے۔ حملہ آوروں کے جذبات ہم سمجھ سکتے ہیں۔ اُن پر ظلم ہوا تھا۔ اُن کی آزادی چھین لی گئی تھی۔ وہ جوش اور ہیجان قوم پرستی میں سب کچھ کر سکتے تھے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ نپولین نے اُن کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کیا ایک جرم کی وجہ سے سیکڑوں بے گناہ قتل کئے گئے؟ کیا خود مجرموں کو اُس ہولناک طریقہ پر سزا دی گئی جو عام طور پر آج بھی متمدن دنیا میں رائج ہے؟ تاریخ اس کا اعتراف کرتی ہے کہ اس فراخدل، بلند ہمت انسان نے پوری شرافت سے دونوں قاتلوں کو معاف کر دینا چاہا، اگرچہ ان میں سے ایک نے معافی قبول نہیں کی اور موت کو ترجیح دی۔ یہ دونوں واقعے بہت دلچسپ اور عبرت انگیز ہیں۔

بویریا میں حملہ

شاہ بویریا (جرمنی) نے آسٹریا کے مقابلہ میں نپولین سے مدد طلب کی تھی۔ نپولین ۲۲ر جولائی کو وہاں داخل ہوا۔ شاہ بویریا اُس کے پہلو بہ پہلو چل رہا تھا۔

اُس وقت بویریا کے باشندوں میں اپنے ملک کی سیاسی حالت کے متعلق سخت اختلاف رائے تھا۔ ایک گروہ فرانسیسی اثر پسند کرتا تھا اور دوسرا آسٹریا کو ترجیح دیتا تھا۔ نپولین کے آنے سے ایک دن پہلے اُس شہر کے دو آدمیوں میں تکرار ہو گئی۔ اُن میں سے ایک فرانس کا طرفدار تھا دوسرا آسٹریا کا۔ آخر الذکر کا نام "لوئی وولف" تھا۔ اُس کی عمر ۲۸ برس کی تھی۔ فرانس اور نپولین سے سخت نفرت کرتا تھا۔ نفرت کی وجہ بالکل معقول تھی۔ اُس کا باپ اور بھائی فرانسیسیوں کے ہاتھوں قتل ہو چکے تھے اور ماں کو جاسوسی کے الزام میں اس قدر تکلیف دی گئی تھی کہ وہ جانبر نہ ہو سکی۔ اس سے بھی زیادہ اُس کی ناراضی کا سبب یہ تھا کہ جس جنگ میں بڑنے کے لئے نپولین کو بلایا گیا تھا، اُس کی وجہ سے اس شخص کی شادی ملتوی ہو گئی تھی۔ اُسے اپنی منگیتر سے غایت درجہ محبت تھی۔ وہ کسی طرح بھی شادی میں تاخیر گوارا نہیں کر سکتا تھا۔

غرضکہ ان اسباب کی وجہ سے شخص مذکور غصہ سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ اُسنے اپنے ساتھی کو فرانس کی طرفداری کی وجہ سے لعن طعن کیا اور قسم کھائی کہ کل نپولین کو ضرور قتل کر ڈالے گا۔ اُس نے کہا: "اگر مادر وطن کے اس ظالم دشمن کے قتل کی کسی کو جرأت نہیں۔ تو میں ہم انجام دوں گا اور ملک کو اُس کے شریر دشمن سے ہمیشہ کے لئے نجات دلا دوں گا!"

چنانچہ وہ اس ارادے سے فوراً روانہ ہو گیا۔ اُسے نپولین کی آمد کی تاریخ معلوم نہ تھی۔ بازار میں ایک بویرین سپاہی کے گرد بھیڑ لگی تھی۔ یہ ابھی ابھی میدان جنگ سے آیا تھا۔ لوگ لڑائی کی خبریں پوچھ رہے تھے۔ وہ بتا رہا تھا کہ فرانسیسی فوجوں نے کس طرح آسٹرین فوجوں کو پسپا کر دیا ہے۔ لوئی وولف نے آگے بڑھ کر سوال کیا:

"نپولین ہمیں کب مشرف کرے گا؟"

سپاہی نے تعجب سے سر اُٹھا کر کہا:

"سپہ سالار کی زبانی میں نے سنا ہے کہ نپولین آج رات یا کل صبح شہر میں داخل ہوگا۔ وہ ابھی میدان جنگ کا نقشہ مرتب کرنے میں مصروف ہے۔ معلوم ہوتا ہے تم اُس کے سلام کے لئے بہت بے چین ہو؟"

"ہاں میں اُسے ایک بالکل انوکھے طریقہ سے سلام کروں گا!"

وولف نے جواب دیا!

پھر یہ شخص اپنے مکان گیا، بندوق لی، اور شارع عام پر ایک خالی مکان میں چھپکر بیٹھ گیا۔ صبح وہ بڑی بے چینی سے کھڑکی میں بیٹھا نپولین کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ سورج کی کرنوں کی روشنی میں اُسے دور سواروں کی صفیں نظر آئیں۔ سب سے آگے ایک درمیانی قد کا سوار سر پر ممتاز ٹوپی پہنے آ رہا تھا۔ وولف نے سمجھ لیا کہ نپولین یہی ہے۔ بندوق درست کر کے چھتیانی لیکن اُس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ قریب تھا کہ بندوق گر جائے۔ مگر اُسنے اپنے تئیں سنبھالا۔ جب نپولین چند گز کے فاصلہ پر آگیا تو فیر کرنا چاہا۔ لیکن عین اُسوقت اچانک، پیچھے سے ایک ہاتھ بڑھا اور اس زور سے اُسے کھینچا کہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔

نپولین کو اس واقعہ کی خبر بھی نہ ہوئی۔ وہ اپنی قیام گاہ میں پہونچا اور محکمہ جاسوسی کے افسر اعلیٰ کو بلا کر گفتگو کرنے لگا:

"فرانسیسی فوج کے خلاف کسی سازش کا تو پتہ نہیں چلا ہے؟"

"ہاں حضور والا! ۳۰ سازشوں سے زیادہ کا حال اب تک معلوم ہو چکا ہے۔"

"سازش کے بانیوں کا بھی کچھ پتہ لگا؟"

"مجھ پر سب سے بڑا فرض شہنشاہ کی زندگی کی حفاظت کا ہے۔ میرے ایک افسر نے ابھی ابھی ایک ناعاقبت اندیش کو گرفتار کیا ہے جو حضور پر گولی چلانے والا تھا۔"

نپولین نے تعجب سے پوچھا:

"وہ پروشیا کا باشندہ ہے یا آسٹریا کا؟"

"بویرین ہے۔" افسر نے جواب دیا۔

نپولین یہ سُنکر سخت متحیر ہوا:

"خوب! میں تو اس بدنصیب ملک کو آسٹریا کی غلامی سے بچانے کے لئے فرانسیسی فوج کا خون بہا رہا ہوں، اور اُس کا بدلہ مجھے یہ دیا جاتا ہے کہ دھوکے سے قتل!"

اُسنے مجرم کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ ۲۰ منٹ کے بعد وہ موجود تھا۔ نپولین کھڑا تھا۔ مجرم اُسکے سامنے لا کر کھڑا کیا گیا۔ اُس کے داہنی طرف بویریا کا ولیعہد تھا۔ بائیں جانب جنرل برتھیہ۔ نپولین نے اپنی آنکھیں مجرم کے چہرہ پر جما دیں۔ اُن آنکھوں میں نہیں معلوم کیا طلسمی قوت تھی کہ مجرم تاب نہ لا سکا۔ منہ کے بل گر کر چلایا: "عفو! عفو!"

نپولین نے نرمی سے پوچھا: "وہ اسباب کیا تھے جنھوں نے تجھے اس جرم پر آمادہ کیا؟"

مجرم نے تمام واقعات صحیح صحیح بتا دئے۔ اسپر نپولین نے کہا:

"لیکن اس میں میرا قصور کیا ہے؟ اگر دو دل لیٹ پیچ مثل جا چاہتی ہے اور میں اپنی مدافعت کرتا ہوں تو میرا گناہ کیا ہے؟ تمھاری شادی روکنے کا میں نے حکم نہیں دیا۔ نہ میں اُس کے التوا کا اصلی سبب ہوں۔ لیکن اگر تم مجھی کو باعث سمجھتے ہو تو میں ابھی حکم دیتا ہوں کہ آج ہی تمھاری منگیتر سے تمھاری شادی ہو جائے۔ میں اپنی جیب خاص سے سو اشرفیاں اس تقریب میں پیش کرتا ہوں۔ برتھیہ! کل تم فوج کے ایک دستہ کے ساتھ اس شادی میں شریک ہونا، اور میری طرف سے دولھا دلہن کیساتھ جلوس میں چلنا!"

پھر نپولین مترجم کی طرف متوجہ ہوا:

"اس شخص سے کہدو کہ میں نے معاف کر دیا۔ میں تمھارے لئے خوشی و خرمی کا متمنی ہوں!"

وولف خلاف توقع یہ برتاؤ دیکھ کر مبہوت ہو گیا۔ ولی عہد بویریا نے*

* نپولین سے کہا: "آپ کا اخلاق واقعی نہایت قابل عزت ہے!" نپولین نے سادگی سے جواب دیا: "عزیز شاہزادے! میں نے تو بادشاہی کا ایک محض معمولی فرض ادا کیا ہے۔ کبھی کبھی عفو و کرم بادشاہوں کا مقدس فرض ہو جاتا ہے!"

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

تائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور رفیع تبصره کرتا ہے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم ہے -

اس میں چند صفحات رقص کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بھي ہوتے ہیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وہ تائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري ہے که

تائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ہے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ہوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایه لیکر ایک وسیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں ہوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رہے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم ہو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه ہے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وہ ہے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين — القرآن الحکیم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۲ — کلکتہ : جمعہ ۵ - ربیع الاول ۱۳۴۶ ہجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 2, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی ۔

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔

پتھر کی چھپائی مین محدود رہکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الهلال چھپتا ہی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ہی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ہین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ہی ۔ ضروری ہی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس بارى مین اس وقت تك ۸۶۱ مراسلات وصول ہوی ہین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ہی :

عربی حروف کی حق مین	۱۱۳	اردو حروف کی حق مین	۲۷۰
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	۱۹۶	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۱٤	نستعلیق ہون	٦۸

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاہر کیا ہی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس بارى مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ہی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ہی ۔ آیندہ اس بارى مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاہر کرینگی مگر ضرورت ہی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الهلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول - -	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے - -	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی - - -	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ - - -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہیں انکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع انکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تلفیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) -اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے " مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(٦)

بابل کے معلق باغ

The Hanging Gardens of Babylon

بابل ' قدیم دنیا کا مشہور ترین شہر ہے - بہت سي قوموں اور سلطنتوں نے اُسے باري باري فتح کیا اور اپني عظمت و شوکت کا مرکز قرار دیا - مشہور ہے کہ اِس کا اولین بادشاہ نمرود اور اُس کا خاندان تھا - اِس کي اولاد میں سب سے زیادہ شہرت " اُور " خامس کو حاصل ہوئي - اِس کا نام اور بعض حالات اُن اینٹوں پر مسماري خط میں کندہ ملے ہیں ' جو حال میں زمین سے نکالي گئي ہیں -

خاندان نمرود کے بعد ایک دوسري سلطنت کا قبضہ ہوا - تاریخ میں اِس کا نام ایراني سلطنت ہے - دو سو پچیس سال اُس نے حکومت کي - اس کے بعد ۲۲۲۵ ق م میں ایک اور سلطنت قائم ہوئي - اِس کا نام " ایلامي " ہے - اِسي کے ایک بادشاہ " کودرلا اومر " سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مقابلہ کیا تھا اور فتحیاب ہوئے تھے -

تقریباً سنہ ۲۰۰۰ ق م میں اِس پر کلدانیوں نے قبضہ کیا اور ساڑھے چار صدي تک حکومت کرتے رہے - پھر اِس کے بعد مصریوں کا غلبہ ہوا اور سنہ ۱۳۱۴ ق م تک حکمران رہے - اشوریوں نے مصریوں کو شکست دے کر اپني حکومت قائم کي - یہاں تک کہ سنہ ۵۳۸ ق م میں کورش شاہ ایران نے اُن کي سلطنت کا خاتمہ کر دیا اس وقت سے ایرانیوں کا دور شروع ہوتا ہے -

سات عجائب عالم میں سے ڈائنا کے مندر کا بقایا

پہاڑ کے نیچے جو کھنڈر نظر آرہا ہے ' یہي اس مندر کا بقایا ہے - اوپر ترکوں کا قلعہ ہے

بابل اور نینوی میں ہمیشہ رقابت چلي جاتي تھي - ایک دوسرے کي بربادي پر تلے رہتے تھے - سنہ ۷۳۵ ق م میں اہل نینوی نے بابل فتح کرلیا تھا - لیکن سنہ ۶۰۶ ق م میں بابلیوں نے ایرانیوں کي مدد سے اُنھیں نکال باہر کیا - پھر خود نینوی پر حملہ کیا اور اُسے اِس طرح مٹا دیا کہ اُس کا نشان تک باقي نہ رہا - ابھي حال میں بڑي تحقیقات کے بعد پتہ چلا ہے کہ یہ قدیم شہر کس جگہ واقع تھا ' کیسا عظیم الشان تھا ؟ اور کس بے دردي سے برباد کردیا گیا ؟

نینوی کي بربادي کے بعد ہي بخت نصر ظاہر ہوا - بابل کے معلق باغ اِسي نے بنائے تھے - اُن سے مقصود صرف یہ تھا کہ اپني بیوي کي خوش دلي اور تفریح کا سامان کرے -

یوناني مورخ ہیروڈوٹس نے لکھا ہے کہ بخت نصر نے ارادہ کیا ' بابل کو از سرنو اِس طرح بنائے کہ دنیا ' نینوی کي شان و شوکت بھول جائے - چنانچہ نینوی کے قیدیوں اور معماروں سے یہ نیا شہر طیار کرایا گیا - خود ہیروڈوٹس نے اپني سیاحت کے دوران میں بابل کي بھي سیر کي تھي ' چنانچہ اُس کے حالات اپني تاریخ میں لکھے ہیں - اُس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بابل ' زمین کے مربع ٹکڑے پر قائم تھا - بیچ میں دریائے فرات نے بہہ کر اُس کے دو حصے کردیے تھے - ہر حصہ ۱۵ - میل لانبا تھا - یعني پورا شہر تیس میل کے وسیع رقبہ میں پھیلا ہوا تھا - چاروں طرف شہر پناہ تھي - ۳۵۰ فٹ بلند اور ۸۷ فٹ موٹي تھي - اِس میں پیتل کے سو پھاٹک تھے - پھاٹکوں کے ستون اور چھتیں بھي پیتل کي تھیں -

شہر میں سب سے زیادہ شاندار ' عجیب ' اور دلچسپ چیز یہ " معلق باغ " تھے جو اُس وقت سے اب تک پوري دنیا کے لیے اعجوبہ بنے ہوئے ہیں - یہ باغ پتھر کي عمارتوں پر ایک ایسے علاقہ میں نصب کیے گئے تھے ' جہاں پتھر کمیاب ہونے کی وجہ سے نادر اور قیمتي چیز سمجھا جاتا تھا - بادشاہ عبادت خانوں میں بطور نذرانہ کے پتھر پیش کرتے تھے ' اور پرانے عبادت خانوں سے نئے عبادت خانوں میں بڑے اہتمام سے منتقل کیے جاتے تھے - دجلہ اور فرات کي وادي میں آج تک پتھر کي بڑي قلت ہے -

لیکن کیا یہ باغ واقعي معلق تھے ؟ اس بارے میں ایک سخت غلط فہمي پھیلي ہوئي ہے - حال کے بعض مورخین بھي اِس غلطي سے نہ بچ سکے - در اصل انکا معلق ہونا محض ایک نظري اور مجازي وصف تھا - ورنہ وہ معلق نہ تھے - قدیم یوناني اور روماني مورخوں نے اِنکے لیے جو لفظ استعمال کیا ہے اُسکے معني " معلق " نہیں بلکہ منزل در منزل باغ کے ہیں - یہ باغ پتھر کے کئي منزلہ چبوتروں پر لگائے گئے تھے - ہر اوپر کا چبوترہ نیچے کے چبوترہ سے عرض میں چھوٹا تھا - اِس طرح تمام چبوترے بلند ہوتے ہوتے ۳۵۰ فٹ تک پہنچ گئے تھے - ہر چبوترہ پر اِتني مٹي جمع کي گئي تھي جتني درختوں کي پرورش کیلیے ضروري تھي - پاني اوپر چڑھا کر بالائي منزل پر تالاب بنایا گیا تھا ' نیچے سے اُس میں جمع کردیا جاتا تھا - اور اُسي سے پورے باغ کي آب پاشي ہوتي تھي - ہر چبوترہ کي زمین یا چھت بانس سے پاٹ دي گئي تھي : اُسکے اوپر سیسہ پگھلا کر پھیلا دیا تھا - یہ احتیاط اِس لیے کي گئي تھي کہ دیواروں اور بنیادوں تک نمي نہ پہنچ سکے اور باغ ہمیشہ برقرار رہیں - ہر طبقے یا چبوترے کے نیچے بڑے بڑے ایوان تھے اور بابل و نینوی کے بہترین سامان آرایش سے آراستہ تھے - ہر دو طبقوں کے ما بین وسیع زینے بنے ہوئے تھے - جنسے بادشاہ ' ملکہ ' اور درباري ایک ساتھ اوپر نیچے آجا سکتے تھے -

باغوں میں قسم قسم کے پھولوں ' پھلوں ' اور میوؤں کے خوشنما درخت لگے تھے - موسم بہار میں عجیب کیفیت ہوتي تھي - ہرے بھرے درختوں کے پتے پوري عمارت چھپا لیتے تھے - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ واقعي باغ ہوا میں معلق کھڑے ہیں - خوشبو اِس قدر ہوتي تھي کہ تمام شہر معطر ہو جاتا تھا - خیال ہوتا تھا کہ جنت آنکھوں کے سامنے پھیلي ہوئي ہے - بابل کي کوئي دیکھتے ہوئے یہ باغ

آثار عتیقه

سات عجائب عالم

(۵)

روڈس کا عظیم بت

(The Colossus)

جزیرۂ روڈس (بحر متوسط) میں یہ عظیم الشان اور شہرۂ آفاق بت قائم تھا - لیکن اب اُسکا کوئی نشان باقی نہیں ہے - عہد مسیحی سے سو برس پہلے ہی وہ برباد ہوچکا تھا - مرکب دھات کا یہ بت ٹکڑے ٹکڑے کرکے اِس طرح بیچا گیا ' جس طرح پرانا لوہا بکتا ہے !

مشہور رومانی مورخ پلینی نے پہلی صدی عیسوی میں جزیرۂ روڈس کی سیر کی تھی - وہ لکھتا ہے :

" ہر چیز سے زیادہ حیرت انگیز آفتاب کا وہ عظیم الشان بت تھا جو اِس جزیرہ میں نصب تھا - اِسے کیرس لنڈسی نے بنایا تھا - یہ ستر گز (رومانی) بلند تھا - ۹۵ سال قائم رہنے کے بعد زلزلہ سے گر پڑا - وہ ابتک بدستور زمین پر پڑا ہے اور دیکھنے والوں کیلیے ایک منظر حیرت ہے ! کم آدمی ایسے نکلینگے جو بت کے ہاتھہ کا انگوٹھا اپنے دونوں ہاتھہ پھیلا کر بھی قبضہ میں لاسکیں - بت کی انگلیاں اتنی بڑی ہیں کہ شاید ہی اِتنے بڑے مجسمے کہیں موجود ہوں - پنڈلیاں اِتنی موٹی ہیں کہ اُنکے اندر لمبی گہری سرنگیں معلوم ہوتی ہیں - پنڈلیوں کے اندر عظیم الشان سنگی ستون تھے تاکہ پاؤں بت کے جسم کا بوجھہ سنبھال سکیں "

یہ بت دراصل اپالو دیوتا کے اعزاز میں بنایا گیا تھا - یہ دیوتا اِس جزیرہ کا معبود اور محافظ سمجھا جاتا تھا - کیرس بت تراش نے بارہ برس کی محنت سے اِسے طیار کیا تھا - لیکن سنہ ۲۲۴ ق م میں زلزلہ نے اسے گرا دیا -

اِس بت کی عظمت و شہرت اِس قدر عام ہوگئی تھی کہ باہر کے لوگوں میں طرح طرح کے ما فوق العادۃ قصے مشہور ہوگئے تھے - عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ وہ جزیرہ کی خلیج پر اِس طرح کھڑا ہے کہ اُسکا ایک پاؤں ایک کنارے پر ہے ' دوسرا دوسرے کنارے پر - لیکن یہ خلاف واقعہ ہے - دراصل یہ بت ایک برہنہ آدمی کی شکل پیش کرتا تھا اور وہ اپنے دونوں پاؤں جوڑے کھڑا تھا - رومی مورخ پلینی نے اُسکی بلندی کی نسبت جو کچھہ کہا ہے ' اُسکی کسی دوسرے مورخ نے تغلیط نہیں کی ہے - اُسکے حساب سے بت کی بلندی ۱۵۰ فٹ تھی !

پورا بت مرکب دھات کا تھا - ٹانگیں پتھر کی تھیں ' اور مرکب دھات کی چادروں سے ڈھکی ہوئی تھیں - پاؤں سے سر تک ایک اندرونی زینہ بنا تھا - بعض مورخین کا بیان ہے کہ اِس زینہ سے چڑھ کر روز رات کو بت کی آنکھوں میں آگ جلائی جاتی تھی تاکہ اُس کی روشنی سے جہازوں کی رہنمائی ہو -

کہا جاتا ہے ' کیرس نے بت قائم کرنے کے بعد محسوس کیا کہ اُس سے ایک سخت فنی غلطی ہوگئی ہے - اِس غلطی کی اصلاح نا ممکن تھی - لہذا اُس نے خودکشی کرلی - لیکن اُسکی غلطی بعد میں کسی کو بھی نظر نہیں آئی - یونان اور پوری دنیا بیک زبان اُس کی صناعی کا اعتراف کر رہی ہے -

روڈس باوجود اپنی قدیم بدحالی کے اُس زمانہ میں بہت دولت مند ہوگیا تھا - معدنی مصنوعات میں اس نے بڑی شہرت حاصل کی تھی - بابل اور مصر سے تجارت کا سلسلہ قائم تھا - یونانیوں نے اُس کی دولت مندی دیکھکر اُس پر قبضہ کرلیا اور وہاں ایک عظیم الشان بندرگاہ تعمیر کی - شہر کی رونق بھی اس درجہ بڑھگئی کہ ایتھنز کا مقابلہ کرتا تھا - بعد میں اسپارٹا والوں نے اسے فتح کیا - اُن کے بعد شاہ موسولوس نے غلبہ حاصل کیا - یہ وہی بادشاہ ہے جس کی قبر دنیا کے سات عجائب میں سے شمار ہوتی تھی اور ابھی ابھی ہم اُس کے تذکرہ سے فارغ ہوئے ہیں -

آگے چل کر ایرانیوں نے حملہ کیا - ایرانیوں سے سکندر اعظم نے چھینا - سکندر کی وفات کے بعد اُس نے پھر اپنی آزادی حاصل کرلی اور خود مختار ہوگیا - یہی زمانہ اُس کا سنہری زمانہ سمجھا جاتا ہے - اُس وقت بحر متوسط میں تجارت کی اصلی منڈیاں دو ہی تھیں : اسکندریہ اور روڈس -

اِس بت کی تاریخ یہ ہے کہ مصر کے ایک بطلیموس بادشاہ نے (یعنی اُس خاندان شاہی کے بادشاہ نے جو بطلیموس کے لقب سے ملقب تھے) اپنے بھائی سے جنگ کی تھی - روڈس کے باشندوں نے بطلیموس کی مدد کی اور فتح دلائی - اِس پر اُس کے بھائی نے جزیرہ سے انتقام لینا چاہا اور ایک فوج گراں جہازوں میں لاکر محاصرہ کرلیا - فوج کی تعداد اِتنی زیادہ تھی کہ جزیرہ کی پوری آبادی اُس سے کم تھی - اہل روڈس زبردست دشمن دیکھکر گھبرا گئے - مگر بہادر تھے - مقابلہ کیا - بطلیموس کو اُن کا احسان یاد تھا - اُس نے اِس مصیبت کا حال سنا تو فوراً مدد کے لیے اپنی فوج بھیج دی - اس طرح روڈس اپنی حفاظت میں کامیاب ہوگیا -

اسی فتوحات کی یادگار میں اہل روڈس نے یہ بت بنایا تھا ' اور اپنے دیوتا اپالو کو نذر دی تھی - بت کے بنانے میں جتنا کانسہ لگا ' وہ سب دشمن سے غنیمت میں حاصل کیا گیا تھا -

عربوں کی فتح کے زمانہ تک اِس بت کے کھنڈر موجود تھے - یونانی مورخوں کا بیان ہے کہ انھوں نے یہ کھنڈر ایک یہودی کے ہاتھہ فروخت کر ڈالے - یہودی نے اس سے نو سو اونٹ کانسہ حاصل کیا -

باب التفسیر

تفسیر سورہ فاتحہ کا ایک صفحہ

تصور الٰہی کی تکمیل
اور
اس کا سلسلۂ ارتقا

(۳)

(شاہیت اور الوہیت کے تشابہ کے نتائج)

شاہیت اور الوہیت کے اس لزوم و تشابہ نے انسان کے تصور الٰہی پر جو گہرا اور دور رس اثر ڈالا ہے ' اُس کا اندازہ سرسری مطالعہ سے نہیں ہو سکتا - ضروری ہے کہ تصور الٰہی کے ایک ایک جزء اور ایک ایک عنصر پر نظر ڈالی جائے ' اور اُسکی امتزاجی اور خمیری حالت کی تحلیل کی جائے - اس سلسلہ میں حسب ذیل نقاط خصوصیت کے ساتھہ قابل غور ہیں :

(۱) انسان کی معیشت کی تاریخ میں نظم و حکومت کی ابتدا جمہوریت کے عنصر سے ہوئی ہے ' نہ کہ شاہیت و مالکیت کے عنصر سے -

یہاں لفظ " جمہوریت " سے مقصود جمہوری نظام حکومت نہیں ہے ' بلکہ جمہوریت کی وہ سادہ اور عنصری حالت مراد ہے جب کسی ایک شخص کو مالکانہ و حاکمانہ اقتدار حاصل نہ تھا - ایک سے زیادہ آدمی مل جل کر اپنے معاملات کا انتظام کر لیا کرتے تھے - یہ بات کہ کسی خاص فرد کو مالکیت و فرماں روائی کا اختیار حاصل ہو کہ جو چاہے حکم دے اور جس طرح چاہے اپنے ماتحتوں کے معاملات معیشت کا فیصلہ کرے ' بلکہ مساویانہ طریقہ پر لوگ مل جل کر اپنی ضروریات نظم و اجتماع کا انتظام کریں ' جمہوریت کا اصلی عنصر ہے ' اور یہی عنصری حالت یہاں مقصود ہے -

شخصی مالکیت اور شاہیت انسانی اجتماع کی ایک غیر طبیعی حالت ہے جو اُس وقت پیدا ہوئی ' جب طاقتور افراد نے کمزور افراد کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر انہیں اپنا مطیع و منقاد بنانا شروع کر دیا اور رفتہ رفتہ یہ بات تسلیم کر لی گئی کہ زیادہ طاقتور فرد کو کم طاقتور افراد سے غلامی و چاکری کرانے کا حق حاصل ہے - پھر جوں جوں تمدن و شہریت میں ترقی ہوتی گئی ' مالکانہ قبضہ و تصرف بھی زیادہ خوش اسلوب اور منظم ہوتا گیا ' یہانتک کہ شاہیت و حکمرانی کا نظام پیدا ہو گیا -

یہ بات کہ انسانی اجتماع کی تاریخ میں غیر شخصیت و شاہیت ' شخصیت و شاہیت پر مقدم ہے ' تاریخ کی روشنی میں صاف نظر آ جاتی ہے - ہم دنیا کے تمدنی عہد سے جس قدر پیچھے ہٹتے جائینگے ' شاہیت اور شخصیت کا نظام مفقود ہوتا جائیگا ' اور مشترک جماعتی نظم اپنی ابتدائی اور سادہ حالت میں کار فرما نظر آئیگا - دنیا کی جس قدر بھی غیر متمدن اور وحشی قومیں تاریخ کے علم میں آئی ہیں ' ان میں ایک قوم بھی ایسی نہیں ہے جس میں شخصی شاہیت کا نظام پایا گیا ہو - امریکہ ' افریقہ ' اسٹریلیا ' جزائر بحر شمال ' اور قبائل گرین لینڈ کی غیر متمدن آبادیاں شخصی مالکیت و سروری سے اُسی طرح نا آشنا پائی گئیں ' جس طرح سکہ کے استعمال سے نا واقف تھیں - عرب جس وقت تک بدویانہ زندگی میں رہا ' شخصی حاکمیت سے آشنا نہ ہو سکا - تاریخ کی روشنی میں جو ترتیب نظام حکومت کی واضح ہوتی ہے ' وہ یہ ہے کہ انسان اپنی صحرائی اور انفرادی معیشت میں کسی نظم کا محتاج نہ تھا - جب قبائل کی زندگی شروع ہوئی تو خود بخود ایک ایسا سادہ اور بسیط نظم پیدا ہو گیا ' جیسا آج کل بھی دیہاتی پنچایتوں میں دیکھا جا سکتا ہے - بستی کے بڑے بوڑھے کسی درخت کے سایہ میں بیٹھہ گئے اور تمام جھگڑے اور قصے چکا دیے - اس طریق کار سے رفتہ رفتہ قبائل کی سرداری کا منصب پیدا ہو گیا - انہی سرداروں نے آگے چل کر اپنے دشمن قبائل کو زیر کرنا اور غلام بنا کر رکھنا شروع کر دیا ' اور اسی سے شخصی مالکیت کی بنیاد پڑ گئی -

شخصی مالکیت اور شاہیت کی بنیاد قاہرانہ قوتوں کے استعمال اور جبر و تعدی کی ہولناکیوں سے پڑی تھی - یہ سرتاسر انسان کے سلبی اور تخریبی صفات تھے - ایجابی و تعمیری نہ تھے - البتہ آگے چل کر عفو و بخشش اور عطاؤ نوال کے اوصاف کی بھی گنجایش نکل آئی - لیکن چونکہ شاہیت کا مایۂ خمیر ہیبت و قہر تھا ' اس لیے غلبہ ہمیشہ اسی قسم کے صفات کا رہا - رحم و بخشش کے اوصاف اس درجہ بڑھ نہ سکے کہ شاہی قہر و جلال کی ہیبت و سطوت میں خلل انداز ہو سکتے - نتیجہ یہ نکلا کہ اول دن سے شاہیت کا تصور سرتاسر ہیبت و قہر کا تصور ہو گیا - یہ بات انسان کے تخیل میں جم گئی کہ جس قدر ایک پادشاہ زیادہ پر ہیبت اور قہرمان ہوگا ' اُتنی ہی اُس کی شاہیت زیادہ مقتدر اور مسلم ہوگی !

ضروری تھا کہ شاہیت کے اس تصور سے انسان کا تصور الٰہی بھی متاثر ہوتا ' کیوں کہ دونوں میں مماثلت کی نسبت پیدا ہو چکی تھی - چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دوسرے دور میں یہ مماثلت بھی صفات قہر و جلال کے استغراق کا ایک قوی باعث ہو گئی اور انسان کا تصور رحمت و جمال کی طرف تیز قدم نہ اٹھا سکا - ٹھیک ٹھیک شاہیت و مالکیت کے تصور کی طرح ' خدا کے تصور میں بھی تمام قاہرانہ اور جابرانہ اوصاف نمایاں ہیں ' اور جس طرح رحمت و جمال کا عنصر شاہیت کے تصور میں مغلوب اور کمزور ہے ' اُسی طرح اُلوہیت کے تصور میں بھی زیادہ نہیں اُبھر سکتا - پھر جوں جوں شاہیت کے مزاج و اوصاف میں رقیق و لطیف جذبات کا عنصر بڑھنے لگتا ہے ' تصور الٰہی میں بھی اس جانب ترقی ہونے لگتی ہے - شاہیت کا ابتدائی اور عالمگیر تصور یہ تھا کہ وہ ایک ایسا وجود ہے جس سے ہمیشہ ڈرتے اور لرزتے رہنا چاہیے - اُس کا غضب بے پناہ ' اور اس کی ہولناکی لا علاج ہے - وہ ایک ادنی سی لغزش پر قتل کر ڈالتا اور ایک ذرا سی خطا پر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا ہے - البتہ

فردوس بریں کا حکم رکھتے تھے - یہی باعث ہے کہ اُن کا دنیا کے عجائبات میں شمار ہوا اور سارے جہان میں شہرت ہوا کی طرح پھیل گئی -

لیکن زمانہ کے بے رحم ہاتھوں نے یہ دلفریب باغ بھی نہ چھوڑے - بابل کی جنت برباد ہوگئی اور شہر بھی تہہ و بالا ہوگیا - صدیوں تک لوگوں کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ یہ باغ راغ کہاں پر تھے ؟ سنہ ۱۹۰۳ ع میں زمین کھودنے پر ایسے آثار نکلے جو اُس عمارت کے خیال کیے جاتے ہیں جس پر باغ نصب تھے - اِن باغوں کا بانی بخت نصر (بنوکدنزر) وہی بخت نصر ہے جس نے بیت المقدس برباد کر کے یہودیوں کو قید کر لیا تھا -

(۷)

اھرام مصر

(The Pyramids of Egypt).

دنیا کے سات عجائب میں صرف اہرام مصری ہیں جو ابتک قائم اور انقلابات زمانہ کا مقابلہ کر رہے ہیں - مصر میں متعدد اہرام ہیں - مگر اُن میں سب سے زیادہ مشہور اور عجائب عالم میں شمار ہونے والا ہرم "ہرم کبیر" کے نام سے مشہور ہے - یہ قاہرہ کی موجودہ آبادی سے ۶۸ کیلو میٹر فاصلہ پر جنوب میں واقع ہے - اس میں ابتک کوئی اہم تغیر نہیں ہوا ہے - صرف اوپر کا پلاستر اُتر گیا ہے اور چوٹی پر سے کچھہ حصہ ٹوٹ گیا ہے -

یہ ہرم اب سے چھہ ہزار سال پہلے تعمیر ہوا تھا - مصر کی چوتھی سلطنت میں ایک بادشاہ نے اِسے بنایا - ساٹھہ برس اِس نے حکومت کی تھی - مصری زبان میں اِسکا نام " خوفو " تھا - یونانی اُسے " خیوپس " کہتے تھے - قدیم مصری ہرم کو " یاخیت خوفو " کے نام سے پکارتے تھے - اِسکے معنی ہیں " خوفو کا مقبرہ " دراصل یہ عمارت بادشاہ نے اِسی غرض سے بنائی تھی کہ مرنے کے بعد اس میں دفن ہو - ہرم کے مصری نام ہی سے اسکا مقصد واضح ہوجاتا ہے - اِس سے بھی بڑھ کر یہ کہ خود ہرم کے اندر تابوت بھی ملا ہے اور اِس بات کی قطعی شہادت ہے کہ اصل میں یہ مقبرہ ہی تھا -

ہرم کا دروازہ شمال کی طرف ہے - اِس دروازہ سے ایک طویل اور تنگ سرنگ نما راستے میں داخل ہوتے ہیں - راستہ ایک تہہ خانے تک لیجاتا ہے - خیال کیا جاتا ہے کہ یہی تہہ خانہ ، قبر کیلیے مخصوص کیا گیا تھا - کیونکہ اسی میں تابوت رکھا ہے - مگر خود بادشاہ کی لاش اُس میں نہیں ملی - نہیں کہا جاسکتا ، بادشاہ اُس میں کیوں دفن نہیں کیا گیا ؟ نیز ابتک یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ اُسکی اصلی قبر ہے کہاں ؟ بعض مورخین کا خیال ہے کہ بادشاہ نے اِس مقبرہ کے بنانے میں رعایا پر بہت ظلم کیا تھا - اِس لیے ناراض ہوکر مصریوں نے اُسکی لاش اس میں دفن نہ ہونے دی - لیکن اِس کے ایک کمرہ میں بادشاہ کا نام سرخ روشنائی سے لکھا ہوا پایا گیا ہے - خیال کیا جاتا ہے کہ مزدوروں نے پتھر پر اسکا نام تعمیر سے پہلے ہی لکھدیا تھا - اگر یہ نام موجود نہ ہوتا تو دنیا ہرگز نہ جان سکتی کہ یہ عمارت کس شخص نے بنائی تھی -

بادشاہ کا تابوت سنگ سرخ کا ہے - ساڑھے سات فٹ لانبا ، تین فٹ چار انچ چوڑا ، اور تین فٹ چار انچ اونچا ہے -

بادشاہ کے کمرے کے اوپر پانچ چھوٹے کمرے اور ہیں - خیال کیا جاتا ہے کہ یہ اِس غرض سے بنائے گئے تھے کہ شاہی کمرہ پر سے عمارت کا بوجھہ ہلکا ہو جائے - ملکہ کا کمرہ بادشاہ کے کمرے کے نیچے ہے اور اصلی راستہ سے ایک گلی اُسکی طرف جاتی ہے -

قدیم زمانوں سے یہ بات مشہور چلی آتی تھی کہ ہرم کے اندر ایک بہت بڑا خزانہ موجود ہے - مگر کبھی کسی کو اُسکے کھودنے کی جرأت نہیں ہوئی - خلیفہ مامون الرشید نے البتہ کھدوانا شروع کیا تھا ، مگر بعد میں معلوم ہوگیا کہ خزانہ کی افواہیں بے بنیاد ہیں -

یونانی سیاح ہیرودوٹس نے ہرم کی سیر کی تھی اور اپنی کتاب میں اُس کا حال لکھا ہے -

شروع میں ہرم پر چکنا پلاسٹر لگا ہوا تھا - کوئی اُس پر چڑھ نہیں سکتا تھا - مگر اب یہ پلاسٹر اُتر گیا ہے اور اُسکی چوٹی پر پہنچنا ممکن ہے -

اِس ہرم کی بلندی ۴۸۱ فٹ ہے - شمالی جانب سے ۶۱۲ اور باقی تین طرف سے ٹھیک ۷۵۵ فٹ ۷ - انچ لانبا ہے - یہ اس بات کی شہادت ہے کہ قدیم مصریوں نے علم ہندسہ میں بڑی ترقی حاصل کی تھی -

(اسکندریہ کا شہرۂ آفاق منارہ)

یہ تصویر اُن تصریحات کی بنا پر بنائی گئی ہے - جو قدیم سیاحوں اور مورخوں کی زبانی معلوم ہوئی ہیں -

دنیا کے سات عجائب میں اول درجہ اِسی ہرم کو حاصل ہے -

(مورخین عرب کی تحقیقات)

سات عجائب عالم کا یہ مختصر بیان تھا جو ختم ہوگیا - ہم نے بابل ، منارۂ اسکندریہ ، اور اہرام کے حالات میں صرف وہی امور بیان کیے جو آخرین تحقیقات پر مبنی ہیں ، اور وہ تمام تفصیلات ترک کردیں جو غالباً اردو کے کتب و رسائل میں ترجمہ کی جاچکی ہیں - اب اس کے بعد ہمیں تفصیل کے ساتھہ وہ تحقیقات بیان کرنی ہے جو قدیم عرب مورخین نے کی تھی ، خصوصاً بابل ، اسکندریہ ، اور اہرام مصر کی نسبت اُن کی تصریحات تاریخ کا نہایت قیمتی اور قابل غور موضوع بحث ہے -

مصریوں نے " تہوت " اور " هرمس " میں (اور هرمس Hermes یونانیوں کا بھي معبود تھا) علم وحکمت کے تمام ابتدائي سر چشمے دیکھے (۱) بابل نے جو علم هئیۃ کے کشف و ترقي کا سب سے پہلا سر چشمہ ہے ' آسمان کے ارواح الوهیت میں سورج کا قہر اور مریخ کي خون آشام تلوار دیکھي تھي - اب زهرہ کي مسکراهٹ اور عطارد کي حکمت و دانائي کي سنجیدہ صورت کا بھي تماشائي هوگیا - یونان کي فکري لطافت اور وسعت تخیل نے اس میں اور زیادہ نظم و اسلوب پیدا کیا - عشق و محبت ' علم و حکمت ' صلح و امن ' زراعت و پیداوار ' مال و دولت ؛ سب کے آسماني کارساز الگ الگ جلوہ فرما هوگئے ' اور انکي چرہائیں صفات جمالیہ کے حاجت مندوں کا قبلۂ عبادت بن گئیں - مصر ' هندوستان ' اور یونان میں بابل کي کواکب پرستي کي دعوت پہنچ چکي تھي ' اسلیے ان دیوتاؤں کا تخیل زیادہ تر اجرام سماویہ هي کے تعبدانہ مشاهدہ میں پیدا هوا -

ایران جو دنیائے قدیم کے ادیان و ملل میں اپني بعض خصوصیات کے لحاظ سے غیر معمولي امتیاز رکھتا ہے ' اور جس نے باوجود مظاهر پرستي کے انہماک کے ' اصنامي پرستش کے تخیل سے همیشہ گریز کیا ؛ اس بارے میں ایک بالکل مختلف نوعیت کا تخیل قائم کرتا ہے ' اور ثنویت کے ذریعہ صفات قہر و جلال اور رحمت و جمال کے تضاد کي مشکل حل کرتا ہے - یعني اس اعتقاد کا نقشہ آراستہ کرتا ہے کہ خالق حقیقي کے ماتحت دو کارساز قوتیں کارفرما هیں : قوت خیر اور قوت شر - یعني " یزداں " اور " اهرمن " تمام ایجابي اور جمالي صفات یزداں کے حصے میں آئي هیں ' اور تمام سلبي اور قہري صفات اهرمن کے حصے میں - یزداں کي تعمیري صفت بنانا چاهتي ہے - اهرمن کي تخریبي صفت بگاڑنا چاهتي ہے - گویا کون و فساد کي کشاکش اپني منتہاء ازلیت میں دو متضاد کارفرماؤں کي کشمکش پر ختم هوتي ہے -

غرضکہ اس دور کے آخري عہد میں بہ حیثیت مجموعي ذهن انساني نے ایک ایسي مزاجي استعداد پیدا کر لي تھي کہ وہ صفات سلبیہ کے ساتھ صفات ایجابیہ کا بھي بالاستقلال تصور کر سکتا تھا - البتہ غلبہ اب بھي صفات سلبیہ هي کے تصور کا تھا - تصور الہي کے اس بنیادي نقطہ میں کہ عبادت کي اصل خدا کے غضب و قہر سے بچنا ہے ' نہ کہ اُسے چاهنا اور اُس سے نزدیک هونا ' کوي تبدیلي نہیں هوي تھي - پس گو اس عہد میں انسان خدا کي رحمت و جمال کا نظارہ کرنے لگا ' لیکن اسکے ذهن پر تسلط ' خدا کے قہر و غضب کے خوف هي کا تھا - جمال و رحمت کي شیفتگي کا نہ تھا - اس منزل تک پہنچنے کیلیے اُسے ابھي کئي ارتقائي منزلیں طے کرني تھیں -

مذهبي اعمال میں تمام تر دارومدار قرباني اور اسکي بے شمار اقسام پر تھا - علم و حکمت اور رزق و بخشش هي کا دیوتا کیوں نہو ' لیکن بغیر قتل و هلاکت کي بھینٹ کے خوش نہیں هو سکتا تھا - مذهبي اور معبدي رسوم کي کارفرما جماعتیں (یعني مندروں کے پجاریوں ' معلموں ' رهنماؤں کی جماعتیں) صدیوں سے ایک طاقتور نظام کي شکل میں قائم هو چکي تھیں - انکے اقتدار و بالا دستي کا اعتقاد مذهبي عقائد کا سب سے زیادہ ضروري عنصر بن گیا تھا - ان معبدي اور اصنامي جماعتوں کے نظام کے قیام نے بھي انسان کے دیني عقائد کي تاریخ میں بہت بڑا حصہ لیا - عوام پر ان کا اقتدار جن وسائل سے قائم رہ سکتا تھا ' ان میں سب سے زیادہ موثر چیز بھي مذهبي قسم کا خوف اور آسماني قسم کي دهشت انگیزي تھي - اس لیے یہ جماعتیں قدرتي طور پر آسماني قہر و غضب کي دائمي مبلغ بن گئي تھیں ' اور انساني دماغ کو خوف و دهشت سے الگ هوکر ' خدا کے طرف نظر اٹھانے کي مہلت هي نہیں ملتي تھي - جن لوگوں نے مصر ' هندوستان ' اور یونان کي معبدي جماعتوں کے حالات کا مطالعہ کیا ہے ' وہ اندازہ کر سکینگے کہ اُس عہد کے دهشت انگیز دیني موثرات میں یہ چیز کس درجہ قوي و فعال رهي ہے ؟

اس دور کے اِس آخري عہد میں پہنچکر همارے لیے ممکن هو جاتا ہے کہ سنین و ایام کے موجودہ حسابات سے اِس کا زمانہ متعین کر سکیں - یہ تقریباً سنہ ۱۷۰۰ قبل مسیح (ع) کا زمانہ ہے - اِس عہد کے کچھ عرصے بعد سامي دعوت کے قیام و اشاعت کا دور شروع هو جاتا ہے -

(سامي دعوت کا ظہور)

" سامي دعوت " سے مقصود تورات کي دعوت ہے - تورات کے ظہور کا زمانہ تقریباً (تقریباً اس لیے کہ ایام و سنین کے صحیح تعین میں متعدد تاریخي اور هئیتي اختلافات حائل هیں) ۱۹۴۵ - قبل مسیح ہے - تورات کے عبراني سنین کي جو تقویم آجکل کے علماء فن نے مرتب کي ہے ' بعینہ وهي ہے جو ابو ریحان بیروني وغیرہ عرب محققین زیچ و تقاویم نے مرتب کي تھي - اس سے ثابت هوتا ہے کہ بنو اسرائیل کا مصر سے خروج مندرجۂ صدر سنہ میں هوا تھا - اسلیے تقریباً یہي زمانہ حضرۃ موسی (علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ظہور اور تورات کے نزول و دعوت کا زمانہ ہے -

---

(۱) هرمس کے بارے میں بعض مورخین کو سخت غلط فہمي هوئي ہے ' اور انکي تقلید سے زمانۂ حال کے بعض مستشرقین یورپ بھي غلط فہمي میں مبتلا هوگئے - چونکہ یونان اور مصریوں کے عقیدے میں هرمس علم و حکمت کا دیوتا تھا ' اسلیے متاخرین حکماء نے اکثر علوم و فنون کي ابتدا اُسکي طرف منسوب کردي تھي ' اور بعض کتابوں میں علوم کا تذکرہ اس طرح شروع کیا گیا تھا ' گویا هرمس کا الہام رباني بیان کر رها ہے - جب ان کتابوں کا عہد عباسیہ میں ترجمہ هوا تو بعض لوگوں کو یہ غلط فہمي هوگئي کہ هرمس یونان و مصر کے حکما میں سے کوئي حکیم ہے - پھر کوشش کي گئي کہ اُس کا زمانہ متعین کیا جائے - بعضوں نے اُسکا زمانہ ایسا متعین کیا جو حضرت ادریس علیہ السلام کا زمانہ تھا - اس سے یہ خیال پیدا هوا کہ هرمس اور ادریس ایک هي شخصیت کے دو نام هیں - بعضوں نے کہا کہ تورات میں جس " اخنوخ " کا ذکر آیا ہے ' وهي یونانیوں کے یہاں هرمس کے نام سے مشہور ہے - بعضوں نے دیکھا کہ هرمس کا تذکرہ مختلف زمانوں میں پایا جاتا ہے - اس لیے انھوں نے تطبیق کي یہ صورت نکالي کہ تین هرمس فرض کرلیے : کبیر ' درمیاني ' صغیر - حالانکہ سرے سے هرمس نامي کسي انسان کا وجود هي ثابت نہیں - وہ محض ایک خیالي شخصیت ہے - جیسي شخصیت هندوستان میں نظم و حکمت کے لیے بیاس جي کي فرض کر لي گئي ہے - ابن الندیم نے فہرست میں (صفحہ ۲۶۷ و ۳۱۳) جمال الدین قفطي نے تاریخ الحکماء میں (صفحہ ۳۴۶) اور ابن ابی اُصیبعہ نے عیون الانباء میں (جلد ۱ - صفحہ ۱۶) هرمس کي نسبت جو کچھ لکھا ہے ' وہ اسي غلط فہمي کا نتیجہ ہے - هرمس حکیم کے نام سے جو کتابیں عربي میں ترجمہ هوئیں ' زیادہ تر قدیم من کیمیا اور احکام نجوم کي کتابیں هیں - رمل کے ابتدائي خطوط بھي اُسي کے طرف منسوب هیں - البتہ بیروني اور حمزي کي بعض تصریحات سے معلوم هوتا ہے کہ فن هئیۃ و زیچ میں بھي اس کے بعض رسائل ترجمہ کیے گئے تھے - عجیب بات یہ ہے کہ دنیا کي سات اقلیموں والي تقسیم جو ایران کے " هفت کشور " سے لي گئي تھي ' محمد بن ابراهیم فزاري نے اسي کے طرف منسوب کي ہے (معجم البلدان جلد ۱ - صفحہ ۲۶)

گاه گاه ایسا بهي هوتا ہے که اس کي طبعیت رحم وکرم پر آجاتي ہے ' اور وه بخشش بهي دیتا ہے اور مالا مال بهي کردیتا ہے - بعینه یهي تصور خدا کا بهي تها - اور اسلیے خدا کي صفات رحمت وجمال کي نسبت جو کچهه بهي سمجها جاتا تها ' وه اس سے زیاده نه تها ' جیسا ایک پر هیبت بادشاه کي نسبت سمجها جاسکتا ہے -

(۲) صفات الهي کے تصور کا ایک نازک اور دقیق پهلو یه ہے که خدا کے افعال کیلیے کوئي مقصد و غایت هوني چاهیے یا نهیں؟ اس لحاظ سے افعال الهي کي دو هي نوعیتیں هوسکتي هیں - ایک یه که اسکے تمام افعال بغیر کسي غایت اور حکمت کے هیں - ایک یه که اسکاهر فعل کسي مقصد اور حکمت پر مبني ہے - شاهیت اور الوهیت کے تشابه کا اثر تصور الهي کے اس گوشه پر بهي پڑا - انسان هزاروں برس تک خدا کے افعال بهي اسي رنگ روپ میں دیکهتا رها ' جسمیں اپنے چاندي سونے کے تخت پر بیٹهنے والوں کو دیکهتا تها - وه " قدرت " کے ساتهه " حکمت " جمع نهیں کرسکا - اسکا خیال یه تها ده حکمت اور مقصد کي رعایت دلیل عجز ہے - یه علم انسانوں کیلیے ضروري ہے جو اپنے حاکموں اور پادشاهوں کے سامنے جوابده هیں ' لیکن ایک پادشاه جو کسي کے سامنے جوابده نهیں ' حکمت و غایت کي رعایت سے ما وراء ہے - ایک پادشاه جسقدر زیاده طاقتور اور زیاده اونچے قسم کا هوگا ' اتنے هي اسکے اعمال زیاده مطلق العنان ' زیاده بے ترتیب ' زیاده بے مصلحت ' زیاده بے معني هونگے - وه بغیر کسي سبب و موجب کے هزاروں آدمي قتل کر ڈالیگا - بغیر کسي مصلحت کے عمارتیں ڈها دیگا ' بغیر کسي ضرورت کے نئي عمارتیں کهڑي کر دیگا - هوسکتا ہے که محض اتني سي بات دیکهنے کیلیے که رات کي تاریکي میں آتشزدگي کا تماشه کیسا هوتا ہے ؟ وه ایک پورا آباد شهر جلا ڈالے !

یه جو هندوستان ' مصر ' یونان ' وغیره قدیم متمدن ممالک کي دیوماني کهانیوں میں هم دیکهتے هیں که دیوتاؤں کے جسقدر بهي اعمال دکهلائے هیں ' وه سب اسي نوعیت کے هیں - ایسا معلوم هوتا ہے ' جیسے چند انسان هر طرح کي طاقت اور اختیار پاکر بے قابو هوگئے هیں اور طاقت اور اختیار سے کهیلنے لگتے هیں - محض اسلیے که وه طاقت رکهتے هیں ' اپني اپني طاقتیں لهو ولعب کي طرح بلا ضرورت استعمال میں لاتے هیں ' اور انکي اس کهیل کود سے کائنات هستي کے هزاروں کارخانے بننے بگڑنے لگتے هیں ' تو اس چیز کے اندر وهي شاهي و مالکي مزاج کام کر رها ہے - پادشاهوں کي زندگي ایسي هي تهي ' اسلیے دیوتاؤں کے تصور میں بهي اُسي کا عکس نمایاں هوگیا -

تصور الهي کے اس دور کے بعد اگرچه تصور کے تمام اجزاء میں ترقي هوگئي تهي ' لیکن چونکه شاهیت اور الوهیت کا تشابه راسخ هوچکا تها ' اسلیے ترقي کي هر منزل میں شاهیت هي کی قسم کا تصور قائم هوتا رها - اُس سے الگ نه هوسکا -

(۳) یه جو هم دیکهتے هیں که تمام قدیم اقوام کے الهي تصورات میں ' با وجودیکه وه تمدن و شایستگي کے بڑے بڑے درجے طے کر چکي تهیں ؛ ادنی درجه کے حیواني اور بهیمي افعال کے تخیلات سے کسي طرح کا اجتناب نهیں پایا جاتا ' تو اس میں بهي بهت حد تک اسي تشابه کو دخل ہے - بلا شبه ان تخیلات کي بنیاد جمیعت بشریه کے عهد طفولیت میں پڑي تهي جبکه ذهن انساني بالکل ناتراشیده حالت میں تها ' لیکن عهد تمدن میں کیوں یه تخیلات بالکل متروک نهیں هوگئے ؟ اس کي علت یهي ہے که شاهیت اور الوهیت کے تشابه نے یه اعتقاد پیدا کردیا تها که شاهیت و خداوندیت کیلیے اس قسم کي زندگي نقائص کا موجب نهیں ہے ' برائي اور غیر مسئولیت کا نتیجه ہے - چونکه خدا کے تصور میں بهي شاهیت کي مماثلت کارگر هوچکي تهي ' اسلیے اس میں یهي یهي شان پیدا کردي گئي -

(۴) حکومت بالوسائط ' یعني خالق حقیقي سے کائنات هستي کا تعلق براه راست نهیں ہے - درمیان میں وسائل و وسائط هیں - خدا انهي کے ذریعه تمام کارخانهٔ وجود چلا رها ہے ' اسي تشابه کا ایک نهایت گهرا اور دور رس نتیجه ہے -

(۵) تصور الهي کا یه قدیم اور راسخ اعتقاد که بخشش معاصي کیلیے جسم انساني کي تعذیب ضروري ہے ' بغیر اسکے خدا کي خوشنودي حاصل نهیں هوسکتي ' اسي تشابه کے برگ و بار میں سے ہے - غضب ناک اور مطلق العنان پادشاه چهوٹے چهوٹے قصوروں پر سخت سخت سزائیں دیدیتے تهے ' اور جب تک سزا واقع نهیں هوجاتي تهي ' اُن کا غصه ٹهنڈا نهیں هوتا تها - یهي بات خدا کے تصور میں بهي پیدا هوگئي - انسان نے دیکها که اُسکي جسماني عقوبت ' اُسکے شاهي مالکوں کا غضب ٹهنڈا کر دیتي ہے ' اسلیے اُس نے خیال کیا که اُس کے آسماني خداوندوں کے اطفاء غضب کیلیے بهي ضروري ہے که طرح طرح کي جسماني عقوبتیں اور اذیتیں برداشت کرے - قرباني کي شکل میں یهي چیز قتل نفس تک پهنچ گئي - انسان اپنے هم جنس کو ' اپني اولاد کو ' خود اپنے آپ کو عفو قصور اور حصول رضاء الهي کیلیے قتل کرنے لگا -

(۶) خدا کے تصور کا ایک نهایت اهم پهلو اُس کي معبودیت کا اعتقاد ہے - یعني یه که اُس کي عبادت کرني چاهیے - لیکن عبادت کیوں کرني چاهیے ؟ اِس کا صحیح جواب ذهن انساني کي نا رسا استعداد معلوم نه کرسکي - خدا کا تصور کرتے هوئے اس نے صرف اُس کي صفات قهر و جلال هي کا نظاره کیا تها ' اس لیے عبادت کي بنیاد خوف و دهشت کے جذبات سے پڑي تهي ' نه که محبت و عبودیت سے - اُس نے خدا کو ایک خوفناک هستي کي شکل میں دیکها تها ' اس لیے اُس کے غضب سے بچنے کے لیے اُس کي خوشامد کرني چاهتا تها - شاهیت و اُلوهیت کے تشابه سے یه تخیل اور زیاده راسخ و محکم هوگیا - مطلق العنان اور قهرمان شاهیت بهي هر انسان سے غلامي و چاکري کراتي تهي ' اور لوگ اپنے دل کي خوشنودي سے نهیں بلکه سزا کے خوف سے اُن کي خدمت و اطاعت کرتے تهے - نیز اُن کے هیجان غضب سے بچنے کیلیے طرح طرح کے نذرانے اور تحفے پیش کرتے تهے - خدا کي معبودیت کي بهي ٹهیک یهي نوعیت تهي - جس طرح انسان اپنے تخت نشین حاکموں کي چاکري کرتا تها ' تاکه اُن کے ظلم و قهر سے بچے ' اُسي طرح وه اپنے آسمان نشین کارسازوں کي بهي بندگي کرتا ' تاکه اُن کے غضب و جلال کا نشانه نه بنے - جس طرح وه اپنے پادشاهوں کو طرح طرح کے نذرانے پیش کرتا تها تاکه وه خوش هوکر مهربان هوجائیں ' اسي طرح وه اپنے خداؤں کے لیے بهي طرح طرح کے نذرانے تجویز کرتا تاکه وه مهربان هوکر اُس کي التجائیں سن لیں -

(دوسرے دور کا منتهاء بلوغ)

اس دور کي منتهاء ترقي یه تهي که به تدریج صفات رحمت وجمال کا عنصر ' جو ابتدا میں بهت هي دهیما تها ' اس درجه اُبهر آیا که صفات سلبیه کي طرح صفات ایجابیه کا بهي بالاستقلال تصور قائم هوگیا - هندوستان اور مصر میں علم ' محبت ' دولت ' نسل ' اور رزق کے بهي دیوتا اُسي طرح پیدا هوگئے ' جس طرح هلاکت اور بربادي کے بے شمار دیوتا موجود تهے - هندوستان کي سرسوتي ' لکشمي ' اور درگا وغیره کي مورتیاں آج تک همارے سامنے سے گذرتي هیں '

مقالات

مقرر یا سیاسی ؟

(سیاست سے پہلے تربیت)

(مقتبس از بعض رسائل مصر)

همارے هاں " سیاست " سب سے آسان تر کام ہے ' کیونکہ کسي اصول اور قاعدہ کا علم اس کیلیے ضروري نہیں - لوهاري ' نجاري ' جلد بندي ' نعل بندي ' حتی کہ حجامت بھي سیاست سے مشکل ہے ' کیونکہ یہ تمام پیشے اپنے مقررہ اصول اور قواعد رکھتے هیں ' جنکے جانے بغیر کوئي آدمي انھیں اختیار نہیں کر سکتا - لیکن " سیاست " کي حالت اس سے بالکل مختلف ہے - جس لمحہ چاهو " سیاسي " ہونے کا اعلان کردے سکتے هو ' اور سیاست کے نام سے جو بکواس بھي چاهو بلا تامل کر سکتے هو - کوئي تم پر اعتراض کي جرات نہیں کرسکتا ' کیونکہ همارے هاں سیاست کسي اصول اور قاعدہ پر مبني نہیں ہے -

لیکن جو قومیں " سیاست " جانتی هیں ' آنکے نزدیک یہ چیز بہت مشکل ہے - آنکے یہاں اِسکے لیے کچھہ اصول و قواعد هیں ' جن میں کمال حاصل کیے بغیر کوئي آدمي سیاسي نہیں هو سکتا - آنکے نزدیک سیاست کي شرطوں میں سے اولین شرط ' اخلاق ہے اور آخري شرط ' کلام یا تقریر ہے - آنکے یہاں سیاسي ایک خاموش ' پر فکر ' اور کارکن هستي ہے - آسکي آواز بازاروں هیں سني نہیں جاتي - مجلسیں آسکي لفاظي سے نا آشنا هوتي هیں - وہ خاموش دریا کي طرح ' بغیر کسي شور و غل کے کام کرتا ہے - آنکے یہاں سیاسي زیادہ بولنے والے ' کم کام کرنے والے ' اور اپني شہرت کا ڈنکا بجانے والے کو نہیں کہتے - بلا شبہ اگر اپنے تدبر اور قوت عمل کے ساتھہ سیاسي ' قوت خطابت کا بھي مالک ہے ' تو سونے پر سہاگا سمجھا جاتا ہے - لیکن برک ' برایت ' اور گلیڈسٹون کي شہرت صرف آنکي خطابت کي وجہ سے نہ تھي - وہ پہلے سیاسي تھے - پھر خطیب اور مقرر -

بہت سے بڑے بڑے سیاسي ایسے گذرے هیں جنکي تقریریں مجلسوں میں نہیں گونجتي تھیں - لیکن آنکے خاموش کام دنیا کو هلا ڈالتے تھے - اِن سیاسیوں کي فصاحت کا یہ حال تھا کہ جب پارلیمنٹ میں تقریر کرنے کھڑے هوتے تھے ' تو بہت سے ارکان اٹھکر سگریٹ نوشي کیلیے چلے جاتے تھے - اور جو بیٹھے رهتے تھے ' انمیں سے بھي اکثر اونگھہ کر خراٹے لینے لگتے تھے - لیکن با وجود اِسکے آنکے عمل ابتک زندہ هیں - دنیا کي تاریخ میں آنکے نام جلتي حرفوں میں لکھے هیں - برخلاف اِسکے بڑے بڑے مقرر جو بادلوں کي طرح گرجتے تھے ' مرتے هي گمنام هوگیے !

ڈیوک ولنگٹن مقرر نہ تھا ' بلکہ اپني کم سخني کي وجہ سے " خاموش " کے لقب سے مشہور هوگیا تھا - تا هم " آهني " کہلاتا تھا ' کیونکہ آسنے جنگ میں نپولین جیسے فاتح کو تباہ کیا اور حالت امن میں محض اپني اخلاقي قوت سے اپنے تمام مخالف زیر کرلیے - کوئي نہیں کہہ سکتا کہ خاموش ولنگٹن کا مرتبہ مقرر گلیڈسٹون سے کم تھا -

هم قوت خطابت کي اهمیت گھٹاني نہیں چاهتے - هم تسلیم کرتے هیں کہ یہ قوت خدا کي نعمتوں میں سے ایک بڑي نعمت اور قوموں کي اجتماعي زندگی میں ایک ضروري عامل ہے - لیکن هم اپني قوم کا یہ اعتقاد غلط ثابت کرنا چاهتے هیں کہ " تقریر هي سب کچھہ ہے " جس کي تقریر موثر هوتي ہے ' آسے سب کچھہ سمجھا جاتا ہے ' اور جس کي تقریر کمزور هوتي ہے ' آسے کچھہ نہیں سمجھا جاتا - حالانکہ ایک کم علم ' بہترین مقرر هوسکتا ہے اور علامۂ دوراں ' تقریر کے میدان میں ایک قدم بھي نہیں چل سکتا -

تھوڑے دن هوئے ' مسٹر بالڈون موجودہ وزیر اعظم انگلستان نے ایک کالج کے طالب علموں کے سامنے تقریر کي تھي - یہ تقریر همارے موضوع سے متعلق ہے ' اور اِس لائق ہے کہ عوام آسے پڑھیں اور فائدہ اٹھائیں - آنھوں نے نہایت عمدہ طور پر ثابت کیا ہے کہ افراد اور قوموں کي سیاسي زندگي میں تربیت کتني ضروري چیز ہے ؟

وزیر اعظم نے کہا " تربیت کا سب سے بڑا ثمرہ یہ ہے کہ وہ عقل کو تصنع اور ریا سے پاک کرتي اور حقائق اشیا دیکھنے کا موقعہ بہم پہنچاتي ہے - علم همیں بالکل صحیح طور پر فصاحت و بلاغت سے بد ظن کرتا ہے - آزاد ملکوں میں اگر کسي شخص کو شک و شبہ کي نظر سے دیکھنا ضروري ہے ' تو وہ لچھے دار تقریریں کرنے والا شخص ہے - یعني وہ شخص جو نیم تعلیم یافتہ بھیڑ کو اپني لساني سے مسحور کردیتا اور گمراهي کو خوشنما بنا کر علم کرتا ہے - آزادي کے هر زمانہ میں سب سے بڑا خطرہ ' یہي گمراہ مقرر رہے هیں - اِس وقت بھي هیں ' اور آئندہ بھي رهینگے - هماري موجودہ آزادي مقدس ہے - همیں یقین ہے کہ آزادي همارے ملک کے لیے ایک نعمت عظمیٰ ہے - هم کسي طرح بھي گوارا نہیں کرسکتے کہ ساقط اخلاق کے فصیح البیان مقرر اپني زبانوں کے زهر سے آسے مسموم کرڈالیں "

" بچپن میں خوشنما لفظوں اور بلیغ جملوں پر میں عاشق تھا - لیکن اٹھارہ برس کي عمر میں پہنچکر میں نے " فروڈ " کا یہ قول پڑھا " فن خطابت (تقریر) علمي بدکاري ہے " آس دن سے میرا عشق ' نفرت سے بدل گیا اور فصاحت و بلاغت پر سے میرا بھروسہ آٹھہ گیا "

" وزیر اعظم هونے کے بعد میں نے سنا کہ جماعت کي ایک معزز خاتون نے ' جس سے مجھے تعارف کي عزت حاصل نہیں ' اپنے

مذاکرہ علمیّہ

لاسلکی کا راز

لاسلکي (بے تار کي تار برقي) کی دنیا میں بہت سے ایسے راز هیں جنهیں علم ابتک حل نہیں کر سکا ہے -

***

مثلاً یه که لاسلکي لهریں ' روشنی سے زیادہ اندهیرے میں تیز چلتي هیں - لاسلکي سے خفیف سي بهي واقفیت رکھنے والے جانتے هیں که دن سے زیادہ رات میں اُس کي آواز بلند هوتي ہے - غروب کے بعد لاسلکي لهروں کي رفتار تقریباً دوني هو جاتي ہے -

علماء اِس مسئلہ کے قطعي حل سے ابتک عاجز هیں - بہترین توجیهه جو کي گئي ہے یه ہے که نور اور حرارت کا لاسلکي لهروں سے گہرا علاقه ہے - کیونکه یه دونوں چیزیں اُن موجوں سے پیدا هوتي هیں جو اثیر (ایتهر) میں نہایت هي غیر معمولي سرعت سے بہتي هیں - اِن موجوں اور خود اثیر کي موجوں میں بڑا فرق یه ہے که اول الذکر ' آخر الذکر سے بہت چهوٹي هوتي هیں -

ظاهر ہے که سطح زمین سے جو اثیر محیط ہے ' وہ دن میں نور و حرارت کي اُن موجوں سے لبریز هوتا ہے جو سورج سے منفصل هوتي هیں - یه موجیں ' اثیر کي موجوں میں سخت اضطراب پیدا کر دیتي هیں - اِسکا نتیجه یه هوتا ہے که آواز میں بهي اضطراب پیدا هو جاتا ہے - کیونکه وہ اثیر هي کے ذریعه منتقل هوتي هیں -

یه صرف دن هي میں هوتا ہے ' جبکه نور و حرارت کي موجیں اثیر میں موجود هوتي هیں - رات کو چونکه اثیر اُنسے خالي هوتا ہے ' اِس لئے اُسکي موجوں میں اضطراب پیدا نہیں هوتا ' اور چونکه اُسکي موجوں میں اضطراب پیدا نہیں هوتا ' اس لیے آواز بهي صاف اور بلند سنائي دیتي ہے -

***

لاسلکي کا یه راز بهي عجیب ہے که اُسکي موجیں همیشه قوسي خط پر چلتي هیں - گویا زمین کي قوسي سطح کے مطابق اپنا راسته بناتي هیں - لیکن نور و حرارت کي موجوں کا یه حال نہیں ہے - وہ خط مستقیم پر بہتي هیں - ثبوت یه ہے که مثلاً ایک منارہ تمهیں تیس میل کي مسافت پر سے دکهائي نہیں دیتا - اسکي دو وجهیں هیں : ایک یه که زمین گول ہے اور اُسکي سطح قوسي شکل کي ہے ' لهٰذا دور کي بلندیاں افق میں چهپ جاتي هیں - دوسري وجه یه ہے که نور کي شعاعیں خط مستقیم پر پهیلتي هیں اور افق میں چهپي هوئي بلندیاں ظاهر نہیں کرسکتیں - برخلاف اسکے لاسلکي موجیں پورے نصف کرۂ ارضي تک پهیلائي جاسکتي هیں ' کیونکه وہ زمین کي سطح کے مطابق چلتي هیں -

اِس کي تعلیل علماء کے ایک گروہ نے یه کي ہے که لاسلکي لهروں کي رفتار ' اُس غبار کے ذرات یا اثیز کي وجه سے قوسي هو جاتي ہے جو کرۂ ارضي کي فضا میں منتشر اور اُس سے محیط ہے - اُنکا خیال ہے که یه لهریں جب لاسلکي آلۂ سے نکلتي هیں تو ایک عظیم قوت کے ساتهه بلند هونا شروع هوتي هیں ' یہانتک که زمین سے محیط غباري طبقه تک پہنچ جاتي هیں - پهر وهاں سے لوٹتي هیں اور اُسی طرح زمین پر منعکس هوتي هیں ' جس طرح آئینه سے نور منعکس هوتا ہے - یه عمل برابر جاري رهتا ہے - گویا یه لهریں فضا میں پراگندہ هونے کے لیے بهاگتي هیں مگر غباري ذرے اُنهیں واپس کردیتے هیں !

لیکن علماء کا ایک دوسرا گروہ اثیر کے وجود هي سے منکر ہے - اُسکا دعویٰ یه ہے که جن لهروں کو هم لا سلکي کہتے هیں ' وہ فضا میں نہیں بلند هوتیں - زمینٓ هي پر بہتي هیں -

***

یه لا سلکي راز بهي کچهه کم حیرت انگیز نہیں که بعض علاقوں میں قوي سے قوي لا سلکي آواز بهي ظاهر نہیں هوتي - یا بہت هي دهیمي سني جاتي ہے - یه علاقے اِس فن کي اصطلاح میں " خاموش علاقے " یا " موت کے علاقے " کہلاتے هیں - ایک امریکي عالم لاسلکي کا بیان ہے که وہ ایک مرتبه لاسلکي آله لیکر شمال کي سمت روانه هوا تا که اِس علم پر تقریریں کرے - لیکن وہ جوں جوں شمال کي طرف بڑهتا گیا ' اُسکا آله بهي کمزور پڑتا گیا - اُسے خیال هوا که شاید آله میں کوئي خرابي پیدا هوگئي ہے - چنانچه نیا آله خرید لیا - مگر اُسکي آواز بهي دهیمي هوتي چلي گئي - یہانتک که ایک ایسے شہر میں پہنچا ' جهاں آله سے مطلقاً کوئي آواز سنائي نہیں دیتي تهي - وہ سخت متعجب هوا اور کوئي سبب سمجهه نه سکا - مگر برابر سفر کرتا رها ' یہانتک که آله سے آواز پیدا هونا اور بڑهنا شروع هوگئي - بعد میں اُسے معلوم هوا که آله میں کوئی خرابي واقع نہیں هوئي تهي ' بلکه " موت کے علاقے " نے اُسے معطل کر دیا تها -

***

یه ' اور اِسي طرح کے بعض اور لاسلکي معمے هیں جنهیں علم ابتک پوري طرح حل نہیں کرسکا ہے - ممکن ہے که یه معمے حل هو جائیں ' لیکن علم انساني کے معمے اور کائنات هستي کے راز کبهي حل نه هوسکیں گے - انسان دس معمے سلجهاتا ہے ' تو سو نئے معمے اُس کے اضطراب عجز کے لیے پیدا هو جاتے هیں - انسان کے لیے اب سے هزاروں برس پیشتر بهي علم کے معمے تهے ' اب بهي معمے هیں ' اور شاید آیندہ بهي همیشه معمے باقي رهینگے :

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا -

تھے - چند ماہ بعد جب خدیو توفیق پاشا کی وطن فروشی اور سلطان عبد الحمید کی مذبذب اور متزلزل حکمت عملی کی کمزوری سے "تل الکبیر" کے معرکہ کے بعد انگریزی فوج مصر میں داخل ہوگئی ' تو عربی پاشا اور محمود بارودی پر مقدمہ چلایا گیا ' اور شیخ محمد عبدہ بھی ان کے ساتھہ گرفتار کرلیے گئے - اِن کا جرم یہ بتلایا گیا تھا کہ انھوں نے وقائع مصریہ میں ایسے مقالات لکھے تھے جن میں تحریک کی حمایت کی گئی تھی- غالباً سعد زغلول بھی اُن کے تعلق کی وجہ سے مبتلاے محن ہوے لیکن بعد کو رہا کردیے گئے - کیونکہ فی الحقیقت شیخ کے تعلق و تلمذ کے سوا اِن کا تحریک میں کوئی حصہ نہ تھا -

اسی زمانہ میں اِنہیں نئی تعلیم کا شوق ہوا - پہلے فرانسیسی زبان کی تحصیل کی- پھر قانون کا مطالعہ کیا - اور سنہ ۱۸۸۹ میں وکالت شروع کردی- اُن کی غیر معمولی ذہانت اور طبعی استعداد کے ثبوت میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جب انھوں نے مصر کی اعلیٰ عدالتوں میں وکالت کرنی چاہی ' تو سرکاری محکمہ نے اجازت دینے سے انکار کر دیا - کیونکہ نہ تو اُنھوں نے با قاعدہ سرکاری مدارس میں تعلیم حاصل کی تھی ' نہ یورپ کے مدارس قانون کی کوئی سند رکھتے تھے - لیکن انھوں نے اپنے استحقاق و اہلیت پر اصرار کیا ' اور کہا "اگر اس معاملہ کا دار و مدار استعداد اور اہلیت پر ہے نہ کہ سند کے ایک پرزہ پر ' تو قانون کا سخت سے سخت امتحان لے لیا جاے - اگر میں یورپ کے سند یافتہ محامیوں سے (مصر میں قانون کے بیرسٹر کو محامی کہتے ہیں) بہتر ثابت ہوں تو میری درخواست منظور کی جاے" یہ واقعہ ہے کہ امتحان لیا گیا ' اور اُن کی قانونی استعداد بہتر سے بہتر معیار پر بھی پوری اُتری !

انکی غیر معمولی استعداد نے بہت جلد ترقی مناصب کی راہ اُن پر کھول دی - پہلے بعض قانونی مناصب پر مامور ہوے - پھر سنہ ۱۹۰۶ میں اس درجہ شہرت حاصل کرلی کہ وزیر تعلیم ہوگئے -

اسی زمانہ میں مصری مجلس تشریع (لیجسلیٹو اسمبلی) کے نظام میں وسعت ہوئی ' اور نئے نئے طریقہ رائج ہوے - یہ ہر موقعہ پر سرکاری مناصب کیلیے ایک اول درجہ کے امیدوار تسلیم کیے جاتے تھے - سنہ ۱۹۱۱ میں مجلس تشریع نے انہیں اپنا رئیس منتخب کیا ' جسپر وہ (غالباً) سنہ ۱۹۱۴ تک قائم رہے -

(سعد زغلول کا سیاسی مسلک)

سعد زغلول کی تعلیمی اور سیاسی ' دونوں زندگیوں کی ابتدا شیخ محمد عبدہ کی تعلیم و تاثیر سے ہوی تھی' اسلیے وہ اپنی زندگی کے آخری سالوں تک (یعنی سنہ ۱۹۱۸ تک جبکہ اقتداء جنگ کے بعد انہوں نے مصر کے کامل استقلال کا مطالبہ کیا ہے) اُسی مسلک پر گامزن رہے جو واقعۂ عرابی کے بعد خود شیخ محمد عبدہ نے اختیار کر لیا تھا - ہمیشہ اُنکا شمار شیخ کی جماعت کے مخصوص افراد میں رہا - وہ اُن تمام لوگوں میں جنھیں شیخ کی فیض صحبت نے پیدا کیا تھا ' نمایاں اور ممتاز تھے -

فقدناه ، والامال ترجو حياته
وفى الليلة الظلماء يفتقد البدر !

فقيد الشرق ' احمد سعد زغلول

شیخ محمد عبدہ مرحوم کا یہ حال تھا کہ وہ فطرۃ کی بہترین دماغی بخششیں لیکر پیدا ہوئے ' لیکن جامع ازہر کی تعلیمی فضا سے کوئی بلند تر تعلیمی فضا حاصل نہ کر سکے - اسی اثنا میں سید جمال الدین مرحوم قاہرہ پہنچے ' اور اُن کے فیض صحبت سے شیخ کے تمام فطری جوہر اُبھر آئے -

سید موصوف کی دعوت اگرچہ تعلیمی اور دینی اصلاح پر مشتمل تھی ' لیکن اُس کا محوری مرکز سیاسی انقلاب تھا ' کیونکہ وہ یقین کرتے تھے کہ اسلام کی دینی روح ' سیاسی روح سے الگ نہیں ہے - انھوں نے مصر میں بھی انقلابی دعوت کی تخم ریزی کی - اُس وقت مصر اسماعیل پاشا کی مسرفانہ اور عیش پرستانہ زندگی سے تباہ ہورہا تھا - اغیار و اجانب کی مداخلتوں کے نئے نئے دروازے کھل رہے تھے ' طالبین اصلاح کی تمام امیدیں ولی عہد مصر توفیق پاشا سے وابستہ تھیں - سید جمال الدین نے توفیق تک رسائی حاصل کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا ' کہ پہلے خود قاہرہ کے فری میسن لاج میں داخل ہوئے ' پھر کوشش کرکے توفیق کو بھی اس کا گرینڈ ماسٹر منتخب کرا لیا ' اور اس طرح فری میسن کا مخفی اور محفوظ جماعتی دائرہ اپنے اور اُس کے گرد کھینچ لیا - توفیق پاشا سید موصوف کے اصلاحی خیالات سے پوری طرح متاثر ہوا ' اور عہد و اثق کیا کہ با اقتدار ہوتے ہی اصلاح و انقلاب حال کے لیے پوری طرح کوشش کریگا - لیکن جب کچھہ عرصہ کے بعد وہ خدیو مصر ہوا ' اور سید جمال الدین اُن عہود و مواثیق کے ایفا کے طالب ہوئے ' تو پہلے تو لیت و لعل شروع کیا - پھر صاف انکار کردیا ' اور کوشش کی کہ جمال الدین مصر سے نکل جائیں -

سید جمال الدین یہ حالت دیکھکر نہایت متاثر ہوے - اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ جو افراد قوم اور ملک کی نجات کی راہ میں حائل ہوں ' اُنھیں راہ سے ہٹا دینا جرم نہیں ہے بلکہ انسانیت کی خدمت ہے - چنانچہ اُنھوں نے توفیق پاشا کے قتل کی کوششیں شروع کر دیں - اور اس کام کے لیے قرعۂ فال اُن کے نوجوان تلمیذ محمد عبدہ کے نام نکلا - شیخ نے اس واقعہ کے بیس برس بعد ایک خط میں جو مسٹر بلنٹ کے نام لکھا تھا ' اقرار کیا ہے کہ توفیق کو قتل کردینے کیلیے وہ طیار ہوگئے تھے - توفیق پاشا قاہرہ سے اسکندریہ جا رہا تھا ' یہ پستول لیکر سڑک پر کھڑے ہوگئے - مگر جب حملہ کا وقت آیا تو

دوست سے سوال کیا " کیا تم جدید وزیر اعظم کو مہذب کہہ سکتے ہو؟ مجھے شک ہے ' یہ خاتون " مہذب " کے معنی پوری طرح سمجھتی ہے - لیکن یہ یقینی ہے کہ اس کے نزدیک تہذیب کوئی ایسی چیز ضرور ہے جس سے انگلستان کے وزیر اعظم کو متصف ہونا چاہیے - اور بلا شبہ یہ بہت عمدہ خیال ہے "

" میرے نزدیک تہذیب ایک ایسا عمل ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا - مدرسہ میں میرا چال چلن بے داغ تھا ' لیکن میں تمھارے سامنے اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے طالب علمی کا زمانہ بے کار ضایع کردیا - جس دن سے مجھے ہوش آیا ' اس دن سے میں برابر اپنی کمی پوری کرنے میں کوشاں ہوں - میں تم سے سچ کہتا ہوں - دنیا میں کوئی مسرت بھی اس مسرت کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو علم حاصل کرنے میں حاصل ہوتی ہے - میں آج بھی طالب علم ہوں ' اور سو برس کی عمر حاصل کرنے کے بعد بھی طالب علم رہونگا - اپنے موجودہ منصب سے نکلنے کے بعد میرا اولین فرض یہ ہوگا کہ پوری مستعدی سے علم حاصل کرنا شروع کردوں "

" ہم سب جانتے ہیں کہ کوئی قوم بھی قدرت کی طرف سے متمدن بنا کر نہیں بھیجی گئی ہے - تمام متمدن قوموں نے تمدن و تہذیب کوشش کرکے حاصل کی ہے - تمدن کی راہ مشکلات سے لبریز ہے - تمدن ' تنزل کے خطرہ سے محفوظ نہیں ہے - سیکڑوں قومیں جو کبھی متمدن تھیں ' اپنی غفلت کی وجہہ سے وحشی ہوگئیں - ہمیں اپنی موجودہ تہذیب پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہئے - یہ تہذیب جو ہم نے خون پانی ایک کرکے اور لگاتار محنتوں کے بعد حاصل کی ہے ' ذرا سی غفلت اور غرور سے تنزل اور پستی سے بدل جا سکتی ہے - محض مادی ترقی اور مادی علم ' تمدن نہیں ہے - تمدن اس سے بڑھکر کوئی اور چیز ہے - انسانیت کا سب سے زیادہ خطرناک زمانہ وہ ہے جبکہ علم تیزی سے آگے بڑھ رہا ہو ' اور اپنے ساتھہ مادی ترقی ' مادی علم ' اور مادی سامان آسائش عام کر رہا ہو - لوگ بلا محنت کے کھا رہے ہوں ' بے خطر مادی لذتوں سے متمتع ہو رہے ہوں ' اور معنوی ترقی اور روحی اصلاح و تہذیب سے غافل ہوں - میں ڈرتا ہوں ' ہمارا موجودہ زمانہ وہی خطرناک زمانہ نہ ہو ' اور ہماری موجودہ تہذیب کی کشتی مادی خواہشوں کی چٹانوں سے ٹکرا کر غرق نہ ہوجائے "

" تعلیم و تربیت کی اس سے زیادہ کوئی غرض نہیں کہ لوگوں کو اشیاء کی اصلی حقیقت معلوم ہو - ہر چیز کو ویسا ہی دیکھیں ' جیسی وہ ہے ' اور اسی درجہ میں رکھیں جس درجہ میں اسے ہونا چاہیے - یہ غرض صرف انہیں معلموں کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے جو خود بے غرض ہیں - حق کی تعلیم صرف اس لیے دیتے ہیں کہ وہ حق ہے - حق کو پوری سچائی ' صفائی ' اور دیانت سے ظاہر کرتے ہیں - خود غرض معلم ' سیاسی اغراض کے بندے ' حقیر دنیاوی مقاصد پر حق کو قربان کرنے والے لوگ ' ہرگز حق کے معلم نہیں ہو سکتے - ایسے معلم قوم کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہیں ' اور ان دجالوں سے قوم کے نوجوانوں کی حفاظت و حمایت ہر محب وطن کا اولین فرض ہے - ہمیں انکی جڑ کاٹ ڈالنی چاہیے اور قوم کو ان کے شر سے ہمیشہ کے لیے نجات دیدینی چاہیے "

عالم شرق و اسلام

مرحوم سعد باشا زغلول

مصر کی آخری حرکت استقلال کا قائد عظیم

الموت نقاد علی کفہ جواہر یختار منہا الجیاد !

سعد باشا زغلول کے انتقال سے عالم شرق و اسلام کی ایک ایسی شخصیت روپوش ہوگئی جس مین قوم کی سیاسی قیادت و رہنمائی کی نہایت طاقتور روح نمایاں ہوی تھی - اس کی رہنمایانہ زندگی کی تاریخ کوئی طول طویل تاریخ نہیں ہے - اس نے اپنی طویل زندگی کے صرف آخری چند سال قوم کی سیاسی رہنمائی میں صرف کیے ' لیکن اس قلیل وقت کا یہ استعمال ایسا بر وقت اور اس درجہ صحیح و طاقتور تھا ' کہ تاریخ نے فوراً اپنے دروازے کھول دیے ' اور مصر کے قومی رہنما کے لیے اکابر و مشاہیر عالم کی صف میں جگہ طیار کردی - یقیناً وہ ان لوگوں میں سے تھا ' جنکے کارناموں کیلیے تاریخ کے اوراق ہمیشہ منتظر رہتے ہیں !

(مختصر سوانح حیات)

سعد باشا کا سنہ ولادت ۱۸۶۰ع ہے - ان کی طفولیت کے زمانے میں نئی تعلیم کے مدارس نے اس درجہ فروغ نہیں پایا تھا کہ لوگوں کو ان کی طرف توجہ ہوتی - ان سب کے لیے جو تعلیم کا شوق رکھتے ہوں ' صرف ایک ہی جگہ تھی ' اور وہ جامع ازہر کی درس گاہ تھی - چنانچہ علوم عربیہ و اسلامیہ کی متوسط درجہ تک تعلیم انہوں نے اور ان کے چھوٹے بھائی فتحی بے نے جامع ازہر ہی میں حاصل کی -

ان کی عمر ابھی بیس برس کی بھی نہیں ہوئی تھی کہ قاہرہ میں سید جمال الدین کی علمی مجالس کی شہرت پھیلی - یہ سید موصوف کا مصر میں دوسرا ورود تھا ' اور شیخ محمد عبدہ ان کے نہایت سرگرم شاگرد ہوچکے تھے - سعد زغلول بھی انکی مجالس درس میں پہنچنے لگے ' اور شیخ محمد عبدہ سے ان کا رشتۂ ارادت و تلمذ قائم ہوگیا - اسی رشتہ نے ان کی اس تعلیمی ذہنیت میں جو جامع ازہر کے تعلیمی جمود سے پیدا ہوئی تھی ' ایک انقلابی حالت پیدا کردی ' اور نظر و فکر کی نئی نئی راہیں کھلنے لگیں - ان کی وہ غیر معمولی قوت خطابت و فصاحت جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ اپنے معاصرین میں ممتاز رہے ' دراصل شیخ محمد عبدہ ہی کی صحبت و تلمذ کا نتیجہ تھی -

عربی پاشا کی فوجی تحریک جو بہت حد تک سید جمال الدین کی سیاسی تخم ریزیوں کا قبل از وقت نتیجہ تھی ' جب سنہ ۱۸۸۲ میں نمودار ہوئی ' تو شیخ محمد عبدہ حکومت مصر کے سرکاری گزٹ " الوقائع المصریہ " کے محرر اور مطبوعات مصریہ کے مدیر تھے ' اور غالباً سعد زغلول بھی انکے ساتھہ اسی دفتر میں کام کرتے

تاریخ و عبر

تاریخ عہد عباسیہ کا ایک صفحہ

محمد الامین اور عبد اللہ المامون

حال میں ڈاکٹر احمد زید رفاعی مصری نے "عصر المامون" کے نام سے ایک مفید اور دلچسپ کتاب شائع کی ہے اور تاریخ اسلام کے اس اہم عہد کی ذہنی اور فکری حالت پر مشرح بحث کی ہے۔ بحث کا ایک اہم موضوع امین اور مامون کی حریفانہ شخصیتیں ہیں۔ اور اُن کی اخلاقی اور نفسیاتی حالت کا موازنہ ہے۔ ذیل میں اُس کا ایک حصہ ترجمہ کے بعد درج کیا جاتا ہے:

محمد الامین

محمد الامین بن ہارون الرشید سنہ ۱۷۰ ہجری میں پیدا ہوا۔ یہی سال ہارون الرشید کی تخت نشینی کا ہے۔ امین اپنے سوتیلے بھائی، مامون سے عمر میں ۶ مہینے چھوٹا تھا۔

امین کی ماں زبیدہ بنت جعفر بن المنصور ہے۔ لہذا وہ ماں اور باپ دونوں طرف سے ہاشمی ہے۔ اس کے بعد یہ نسلی امتیاز کسی عباسی خلیفہ کو حاصل نہیں ہوا۔

امین کے ہاشمی ماموؤں کو سلطنت میں بڑا اثر و اقتدار حاصل تھا۔ جب اُنھوں نے محسوس کیا کہ خلافت کی طرف دوسرے عباسیوں کی گردنیں اُٹھ رہی ہیں، تو کوشش کی، کہ اُن کا بھانجا امین ولی عہد اور جانشین ہو۔ چنانچہ عیسیٰ بن جعفر بن المنصور نے (جو امین کا ماموں تھا) فضل بن یحییٰ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ امین کے لئے ولیعہدی کی بیعت حاصل کرے۔ فضل بن یحییٰ برمکی کو خلافت میں جو رسوخ حاصل تھا، محتاج تشریح نہیں۔ ہارون الرشید نے اُسے ایک بڑی فوج دیکر خراسان کی بغاوت فرو کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ یہ موقعہ اس تجویز کو کامیاب بنانے کے لئے بہترین موقعہ تھا۔ فضل نے خیال کیا، اگر امین اُس کی کوشش سے تخت خلافت پر بیٹھے گا، تو اُس کا رسوخ سب سے زیادہ ہو جائے گا۔ چنانچہ اُس نے اپنی تمام قوتیں اس کے لئے وقف کر دیں، فوج کے تمام سپہ سالاروں کو بلا لیا، اور محمد الامین کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا۔ بغیر کسی توقف کے اُس کی پوری فوج نے بیعت کر لی۔ اُس عہد کا شاعر مسلم کہتا ہے:

قد بایع الثقلان فی مهد الہدیٰ — لمحمد بن زبیدة ابنة جعفر

تیسری کہتا ہے:

ببیعة لولی العہد احکمها
بالنصح منه وبالاشفاق والحدب
قد وکد الفضل عقدا لا انتقاض له
لمصطفی من بنی العباس منتجب

خلیفہ ہارون الرشید کو جب واقعہ کی اطلاع ہوئی تو معاملہ اُس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اہل شرق بیعت کر چکے تھے۔ اب اس کے سوا چارہ کار نہ تھا کہ اسے منظور کر لے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور محمد الامین باضابطہ ولی عہد مقرر ہو گیا۔ ابان اللاحقی کہتا ہے:

عزت امیر المؤمنین علی الرشد — بر انی ہدی فالمہد دونی العہد
باوجودیکہ امین ہارون کا بڑا لڑکا نہ تھا، لیکن اس طرح بآسانی ولی عہد قرار پا گیا۔

امین کی نفسیاتی و اخلاقی تحلیل

مشاہیر عالم کے عہد طفولیت کی تاریخ بھی اُن کی عظمت کے آثار و علائم سے خالی نہیں ہوتی۔ اُن میں بعض قابلیتیں فطری ہوتی ہیں اور بعض تعلیم و تربیت سے پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن ہمارے قدیم مورخین نے اپنی تاریخی شخصیتوں کے عہد طفولیت کی طرف سے عموماً بے اعتنائی برتی ہے اس لئے اُن کی اخلاقی تحلیل اور نفسیاتی کیفیات کی بنیادیں متعین کرنا آج آسان نہیں۔ تاہم ہمیں بیہقی کا شکر گزار ہونا چاہیئے جس نے اپنی کتاب المحاسن و المساوی میں محمد الامین کے عہد طفولیت و تعلیم پر کسی قدر روشنی ڈالی ہے۔ اور اسی طرح زبیدہ کا ایک خواب بھی قابل ذکر ہے جسے مسعودی نے مروج الذہب میں روایت کیا ہے۔ ان نا مکمل روایتوں سے ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ امین کو استبداد کرنے کی خو کیسے پڑی؟ وہ کیوں فصیح، بلیغ، ادیب تھا؟ وہ کیوں لہو و لعب کا دلدادہ تھا؟ کیونکر پُرسکون تھا اور خونریزی سے خائف رہتا تھا؟

***

تمھیں معلوم ہے کہ ہارون الرشید نے امین کو فضل بن یحییٰ کی گود میں دیا تھا اور مامون کو جعفر بن یحییٰ کی گود میں۔ فضل بن یحییٰ نے امین کے آتالیق ہشیم ابن بشر الواسطی سے کہا تھا "سب سے زیادہ اس بات کی کوشش کرنا کہ اسے خونریزی سے نفرت ہو جائے۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں خلافت سفاک نہ بنائے" اسی طرح ہارون الرشید نے امین کے معلم احمر نحوی سے کہا تھا "اگر نرمی سے اس کی اصلاح نہ ہو تو سختی کرنا"۔ اب ہمیں سننا چاہیئے خود امین کا یہ معلم اپنے شاگرد کی بابت کیا کہتا ہے؟

احمر کی روایت ہے:

"میں اکثر بڑی سختی سے پیش آتا تھا۔ حتیٰ کہ اُن اوقات میں بھی اُسے پابند رکھتا تھا جو کھیل کود کے لئے مقرر تھے۔ امین نے اپنی والدہ سے میری شکایت کر دی۔ زبیدہ نے مجھے خط لکھا کہ بچہ کی تندرستی برقرار رہنے کے لئے اُسے چند گھنٹے کی مہلت ضرور دینی چاہیے۔ اس پر میں نے کہا شاہزادہ کا درجہ بلند ہو چکا ہے۔ اُس کی شہرت عام ہو گئی ہے۔ امیر المؤمنین کی اُس سے محبت اور سلطنت کی ولیعہدی کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اُس کی تعلیم و تربیت میں کوتاہی نہ کی جائے۔ یہ سخت نامناسب ہوگا کہ وہ زبان کی فصاحت سے قاصر، قوانین شریعت سے جاہل، اور دقائق سیاست سے غافل ہو جائے کیونکہ حکومت کی بنیادیں یہی ہیں۔ اس پر خادمہ نے آکر مجھے جواب دیا کہ یہ سچ ہے مگر وہ ماں ہے اور ماں کا دل بچے کی تکلیف سے بے چین ہو جاتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ ایک اندرونی راز بھی ہے۔ اگر کہو تو بیان کر دوں۔ میں نے کہا ضرور بیان کرو۔ اُس نے کہا میری آقا زبیدہ نے مجھ سے اپنا یہ خواب بیان کیا ہے کہ جس رات امین کا حمل میں نے محسوس کیا تھا، میں نے خواب میں دیکھا کہ تین عورتیں آئی ہیں۔ ایک میرے دہنے طرف بیٹھی، دوسری بائیں طرف۔ تیسری نے میرے پیٹ پر اپنا ہاتھ پھیرا اور کہنے لگی "بادشاہ، بڑی سخاوت والا، بڑا بوجھ اُٹھانے والا، جلد چلا جانے والا" دوسری نے کہا "بادشاہ، کم عمر، صاف دل، عیش پرستی میں پڑنے والا"، تیسری نے کہا "آہ! بُرے چلن والا، بہت ضائع کرنے والا، کم جھگڑنے والا، کم انصاف کرنے والا" زبیدہ کہتی ہے میں خوف زدہ ہو کر بیدار ہو گئی۔ پھر صبح تک کوئی خواب نہیں دیکھا۔ لیکن جس رات ولادت ہوئی اُس رات وہی تینوں عورتیں مجھے سوتے میں نظر آئیں۔ وہ آئیں اور بچہ کے سرہانے بیٹھ گئیں۔ سب نے ایک ساتھ جھک کر اُس کا منہ دیکھا۔ ایک کہنے لگی "تروتازہ پودا، نازک پھول، خوشنما چمن، شیریں چشمہ، کم باقی رہے گا۔ جلد فنا ہو جائے گا۔" دوسری نے کہا "بیوقوف، بُرا، تباہی کی طرف دوڑنے والا، فساد پر جری ہوگا" تیسری بولی "اس کی قبر کھودو۔ اس کا کفن قریب لاؤ۔ اس کا جنازہ طیار کرو۔ موت اس کے لئے زندگی سے بہتر ہے" زبیدہ کہتی ہے۔ میں خوف سے سہم گئی۔ منجموں کو بلایا۔ سب نے درازی عمر کی بشارت دی۔ مگر میرا دل برابر خوف سے کانپتا رہا ہے۔ یہ واقعہ بیان کر کے شاہی خادمہ کہنے لگی اے احمر کیا ہمارا خوف، اللہ کی تقدیر کو دور کر سکتا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔"

احمر نحوی کے بعد ہارون نے مشہور امام فن قطرب نحوی کو امین کی تعلیم پر مقرر کیا۔ حماد عجرد، امین پر عاشق تھا اور برابر کوشاں تھا کہ کسی نہ کسی طرح اُس کا معلم مقرر ہو جائے۔ مگر ناکام رہا کیونکہ اُس کا فسق و فجور مشہور ہو گیا تھا۔ حماد کو اپنے حریف قطرب کی کامیابی پر بڑا غصہ آیا۔ اُس نے خیال کیا یہ منصب اسے اس لئے مل گیا کہ مجھ سے زیادہ ریاکار ہے اور اپنا تہتک چھپانے میں ہوشیار ہے۔ چنانچہ فوراً ایک کاغذ پر چند اشعار لکھے اور خلیفہ کے خادم کو رشوت دیکر آمادہ کر لیا کہ کاغذ، خلیفہ کے قلمدان میں رکھ دیا جائے۔ جب خلیفہ نے قلمدان منگایا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کاغذ پر یہ اشعار مرقوم ہیں:

قل للامام: جزاک الله مغفرة
لا یجمع الدہر بین السخل والذیب
السخل غرد ہم الذیب غفلته
والذیب یعلم ما بالسخل من طیب

ہارون رشید نے یہ منظوم رقعہ پڑھ کر کہا "دیکھو یہ معلم کیسی بدچلن ہے۔ اسے محل سے نکال دو" چنانچہ قطرب نکال دیا گیا اور حماد اُس کا جانشین بنا۔ ستر یا اسّی آدمی ہمیشہ اس کی نگرانی کرتے تھے۔

ہم اس قسم کی روایتوں سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ امین کی نشو و نما کیسی خراب ہوئی تھی۔ اور اُس کے مستقبل پر اُس نے کیسا خراب اثر ڈالا تھا؟ امین کی ابتدائی تعلیم و تربیت کا یہ نقص بھی عظیم ہے کہ اُسے سیاسی پختہ کاری حاصل کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ حالانکہ

انھوں نے محسوس کیا کہ یہ کام اس قدر آسان نہیں ہے جس قدر انھوں نے ذمہ داری لیتے ہوئے خیال کیا تھا - ان کا دل مضطرب ہوکر رھگیا اور حملہ نہ کرسکے -

اس کے بعد جمال الدین مصر سے نکل جانے پر مجبور ہوئے اور ہندوستان چلے آئے -

عربی پاشا کے حادثہ میں شیخ محمد عبدہ کو بھی جلا وطنی کی سزا دی گئی تھی ' لیکن چھہ سات سال کے بعد جب انھوں نے مصر آنا چاھا تو حکومت نے اجازت دیدی' اور واپسی کے تھوڑے ھی عرصہ بعد افتاء کے عہدہ پر مامور ہوگئے - اسی عہد سے مصر میں ان کی دینی و تعلیمی اصلاحات کا اصلی دور شروع ہوتا ہے -

لیکن ابتدائی سیاسی زندگی کی ناکامیوں کا جو رد فعل ان کے اندر پیدا ہوگیا تھا' ضروری تھا کہ اس کے اثرات ان کے فکری مزاج میں بھی سرایت کرجاتے - چنانچہ وہ مدة العمر کے لیے سیاست سے یک قلم علحدہ ہوگئے - اس سے بھی زیادہ یہ کہ مصر میں انگریزی قبضہ کے فوائد کا اعتراف کرلیا' اور پوری زندگی نام نہاد اعتدال سے بھی زیادہ محتاط سیاسی عقائد میں بسر کردی - انھوں نے اپنے مشہور مقالہ " الاسلام و النصرانیہ " میں سیاست سے اور ان تمام باتوں سے جو سیاسیت سے ادنی تعلق بھی رکھتی ہوں' حتی کہ سیاست کے لغوی مادہ سے بھی' جو " تعوذ " کیا ہے ' وہ ان کی فکری حالت کا مظہر ہے -

انھوں نے متعدد مرتبہ اپنے اس مسلک کی تشریح بھی کی تھی - انکا خیال یہ تھا کہ انگریزی قبضہ کی وجہ سے اگرچہ مصر کے سیاسی استقلال کو نقصان پہنچا ہے ' لیکن ساتھہ ھی تحریر و تقریر کی آزادی اور تعلیمی و اقتصادی ترقی کے فوائد بھی حاصل ہوے ہیں - ملک کا فرض ہے کہ پہلے اس مہلت سے فائدہ اٹھاکر اپنی تعلیمی اور دینی حالت درست کرلے - پھر سیاسی استقلال کے لیے ساعی ہو - انکا جو سیاسی لائحہ مسٹر بلنت نے " مصر کی مخفی تاریخ " میں شائع کیا ہے ' وہ تعجب انگیز حد تک انکی سیاسی قناعت پسندی ظاہر کرتا ہے - سنہ ۱۹۰۱ء میں انکا خیال تھا کہ مصر کے لیے بڑی سے بڑی چیز جو ہوسکتی ہے ' وہ صرف یہ ہے کہ ایک اچھی قسم کی مجلس تشریع (لیجسلیٹیو اسمبلی) اسے دیدی جاے جسکی ایک بڑی تعداد کے انتخاب کا حق ملک کو حاصل ہو - وہ اس لائحہ میں انگریزی قبضہ کے خلاف ایک لفظ نہیں کہتے -

بہر حال شیخ محمد عبدہ کا سیاسی مسلک اس نوعیت کا تھا ' اور چونکہ سعد زغلول بھی انھی کے تلمیذ اور صحبت یافتہ تھے ' اس لیے سیاسی عقائد میں اس سطح سے بلند نہ ہوسکے - سنہ ۱۹۱۷ تک انکی تمام زندگی سرکاری مناصب میں گزری ' اور آزاد قومی تحریکات کے خلاف وہ ویسے ھی ایک سرگرم سرکاری عہدہ دار رہے ' جیسے مصر کے دفتری اقتدار کے تمام دیگر افراد تھے - سنہ ۱۸۹۶ - میں جب مرحوم مصطفی کامل پاشا نے حزب الوطنی کی بنیاد ڈالی ' تو یہ بھی اسکے ویسے ھی مخالف تھے' جیسے مصر کے سرکاری حلقہ کے تمام افراد (بہ استثناء خدیو عباس ' کیونکہ وہ مخفی طور پر مصطفی کامل کا سرپرست تھا) مخالف تھے - سنہ ۱۹۰۵ مین جب سید علی یوسف مالک المؤید نے " حزب الامة " قائم کی ' تو اس کے اندر بھی سعد زغلول اور ان کے ساتھیوں ھی کا ھاتھہ کام کررھا تھا - مقصود یہ تھا کہ حزب الوطنی کو شکست ہو - مصطفی کامل پاشا نے جب انتقال کیا اور ان کی جگہ مرحوم فرید بے حزب الوطنی کے رئیس منتخب ہوے ' تو جن لوگوں نے ان کی مساعی کی تخریب میں سرکاری وسائل سے کام لیا ' ان میں ایک سرگرم اور طاقتور شخصیت سعد پاشا کی بھی تھی - شیخ عبد العزیز شاویش نے جب اللوا کی جگہ حزب الوطنی کے لیے " العلم " جاری کیا ' تو جس شخص نے سب سے زیادہ اپنے وسائل کار ان کی مخالفت میں خرچ کیے ' حتی کہ ان کی گرفتاری کے احکام بھی صادر ہوگئے ' وہ سعد پاشا زغلول ھی تھے !

اس سلسلہ میں سنہ ۱۸۹۰ سے لیکر سنہ ۱۹۱۸ تک جو واقعات پیش آئے ' وہ بے شمار ہیں ' اور ایک مقالہ میں ان کا استقصاء ممکن نہیں - مصر کی سیاسی حالت نے ایک ایسی نوعیت پیدا کرلی تھی کہ اس میں دو مذہبوں کے سوا عملاً تیسرے مذہب کی گنجایش ھی نہ تھی - یا تو انگریزی قبضۂ مصر سے مصر کو فوراً نجات ملنی چاھیے' یا اسے جاری رھنا چاھیے - یہی دو اصولی اعتقاد " حزب الوطنی " اور " حزب الاحتلال " کی شکل میں ظاہر ہوے - حزب الاحتلال کے داعی یعقوب صروف اور فارس نمر اصحاب " المقطم " تھے' اور حزب الوطنی کی صدائیں مصطفی کامل مرحوم کی زبان سے بلند ہوئی تھیں - چونکہ قبضۂ مصر کی صریح موافقت مصری طبائع پر بالطبع گراں گزرتی تھی ' اسلیے ارباب مناصب و موالات اپنے آپکو حزب الاحتلال میں ظاہر کرنے سے جھجکتے تھے ' اور اس قسم کی پردہ پوش توجیہیں کرنے لگتے تھے جیسی ھمیشہ ان حالات میں ضعفاء ھمت اور بیچارگان عزم نے کی ھیں - مثلاً " تدریجی اصلاحات " کا مغالطہ ' " مصالح وقت " کا حیلہ ' " تعلیمی استعداد کی تقدیم " کا فریب خیال ' اور اسی طرح کے حیل و مغالطات ' لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ ان تمام لوگوں کی ذہنیت حزب الاحتلال ھی کی ذہنیت تھی ' کیونکہ بیرونی قبضہ کی موجودگی میں صرف دو ھی سیاسی عقیدے کسی ملک کے لیے ہوسکتے ہیں : یا تو قبضہ رھنا چاھیے ' یا اسے فوراً ختم ہوجانا چاھیے - ان دونوں کے درمیان تیسری راہ ممکن نہیں !! و یریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا !

(سنہ ۱۹۱۸ میں انقلاب فکر)

بہرحال سعد پاشا کی پوری زندگی جس عالم میں بسر ہوئی تھی ' اس سے قومی و وطنی جہاد استقلال کا عالم متصل نہ تھا - فاصلہ پر تھا - لیکن سنہ ۱۹۱۸ میں جب مصر کو ایک رھنماے صادق کی ضرورت ہوئی ' تو قدرت الہی نے اس کا غیر متوقع سامان کردیا اور اچانک سعد پاشا کی طاقتور شخصیت نمایاں ہوگئی - انھوں نے ایک ھی جست میں وہ پورا فاصلہ طے کرلیا جو ان کے پنجاہ سالہ دور حیات اور مصر کی تحریک حریت و استقلال کے درمیان حائل تھا !

حقیقت یہ ہے کہ اگر زغلول پاشا جیسا شخص جس کی تمام زندگی حکومت کے بڑے بڑے ذمہ دارانہ مناصب میں گزر چکی تھی ' اور جس کے مداحوں میں لارڈ کرومر تک شریک ہوچکے تھے ' اس موقعہ پر مصر کا علم استقلال نہ اٹھاتا ' تو یہ تحریک اس قدر طاقت و اھمیت حاصل نہ کرسکتی ' جو اس نے چند ماہ کے اندر حاصل کرلی تھی !

افسانہ

ماں کی محبت

(مشہور روسی افسانہ نگار "ماکسم گورکی" کے ایک اخلاقی افسانہ کا ترجمہ)

امیر تیمور گورکانی، "دوہ کا نہول" میں، جو گلاب و یاسمن کے سرخ و سفید پھولوں کے ایک حسین ابر پارے سے چھپا ہوا تھا، عیش و نشاط اور ناؤ نوش میں مشغول تھا ——— سمرقندی شاعر و شیخ اس دوہ کو "پرواز گل" کے نام سے موسوم کیا تھا ——— اس دلچسپ مقام سے شہر کے تمام آسمان شکوہ، مینار، اور مساجد و معابد کے سبز گنبد بخوبی نظر آتے تھے ——— وَدہ کی لمبائی کے گرد، پندرہ ہزار رنگین قناتیں، بڑے بڑے پنکھوں کی طرح، زمین پر قائم تھیں، اور اُن پر دیبا و پرنیاں کی رنگین جھنڈیاں ——— ایسا معلوم ہوتا تھا، جاندار پھول ہوا میں تیر رہے ہیں!

تیمور کا خیمہ، ان قناتوں اور چھولداریوں کے درمیان ایک خوبصورت ملکہ کی طرح نظر آتا تھا جو اپنی خواصوں کنیزوں کے حلقہ میں اکڑتی ہو ——— اُس کے خیمہ کی قنات، زمین کا مربع حصہ گھیرے ہوئے تھی جس کے چاروں حصے تقریباً سو قدم طویل اور تین نیزوں کے برابر بلند تھے۔ خیمہ بارہ طلائی ستونوں پر قائم تھا جو درمیانی حصے کے نیچے نصب تھے اور اس غرض سے کہ کہیں یہ رنگ و بو کا ارضی ابر آسمان کی طرف نہ اُڑ جائے، پانسو سرخ ریشمی طنابوں کے ساتھ محکم کر دیا گیا تھا۔ خیمہ کے چاروں گوشوں میں ایک ایک چاندی کا بنا ہوا شاہین، جو صنعت کا نفیس ترین نمونہ تھا، بٹھایا گیا تھا ——— خیمہ کے بیچ میں پانچواں شاہین، خود تیمور تھا ——— وہ شہنشاہ جو نہیں جانتا تھا مغلوب ہونا کسے کہتے ہیں؟؟

تیمور کا لباس بہت کشادہ تھا، جو آبی رنگ کی دیبا سے تیار کیا گیا تھا، اس پر پانچ ہزار سے زیادہ مروارید کے دانے ٹکے تھے۔ سر پر سفید اور شکستہ کلاہ جس کے نیچے سے اُس کے سپید و سیاہ بال باہر نکل رہے تھے ——— اُس کی آنکھوں سے، جو چاروں طرف نگراں تھیں، جوش کا خون اُبل رہا تھا!

اُس کی آنکھیں چھوٹی اور تنگ تھیں مگر ہر چیز دیکھ رہی تھیں، دیکھ سکتی تھیں ——— اُن سے زہر کی سی سردی اور خشکی ٹپک رہی تھی۔!

شہنشاہ کے کانوں میں سراندیپ کے عقیق کے دو گوشوارے تھے، رنگ میں حسین و جمیل ہونٹوں سے ملتے جلتے!!

خیمہ میں نہایت نفیس اور قیمتی قالین بچھے تھے جن پر عیش و عشرت کا سامان مہیا تھا۔ ایک طرف......... مغنیوں اور سازندوں کا ہجوم تھا ——— تیمور کے قریب، اُس کے فرزند، اقربا، دیگر بادشاہ، خوانین، اور فوجی افسر بیٹھے تھے ——— سب سے زیادہ نزدیک، اُس کے دربار کا شاعر "کرمانی" ——— اپنے کیف و مستی میں محو نظر آتا تھا!

یہ وہی کرمانی ہے جس سے ایک دن، تیمور کی اس طرح گفتگو ہوئی تھی۔

"کرمانی! اگر مجھے فروخت کیا جائے تو تم کتنے میں خرید و گے؟" تیمور نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"پچیس سپاہیوں کے معاوضے میں!" کرمانی کا جواب تھا۔

"یہ تو صرف میرے زریں پٹکے کی قیمت ہے"! تیمور نے غضبناک ہو کر کہا۔

"میں نے بھی تو اسی پٹکے کی قیمت لگائی ہے ورنہ خود آپ کی ذات کے لئے تو کوئی ایک روپیہ بھی نہ دے گا"!!

کرمانی نے بیباکی سے جواب دیا۔

کیسا زبردست اور جابر شہنشاہ! ——— کس قدر دہشت انگیز!! ——— کس درجہ ہولناک!!! ——— اور کرمانی کی یہ بےخوف گفتگو!! کیا اس حق گو شاعر کی شہرت، تیمور کی شہرت سے زیادہ بلند ہونے کا حق نہیں رکھتی؟!

یکایک ——— اس بزم ناؤ نوش کے ترنم اور خوشگوار ہنگاموں میں، ایک آواز ——— جس طرح بادلوں سے بجلی کڑکتی ہو ——— "یلدرم بایزید" کے مغلوب کرنے والے کے کانوں میں آئی ———!

یہ آواز ——— ایک عورت کی آواز تھی، جو ایک غضبناک شیرنی کی آواز کی طرح سنائی دی!!

تیمور کے انتقام جو اور زخمی دل کو، جو اُس کے فرزند دلبند کے ضائع ہو جانے کے سبب سے تمام دنیا اور دنیا والوں کے خلاف غیظ و غضب سے لبریز ہو گیا تھا ——— یہ آواز ایک آشنا سی آواز معلوم ہوئی! جام عشرت، اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اُسکے لبوں پر ایک اضطراری لرزہ دوڑ گئی۔ یہ لرزہ بہی تھی" یہ دلخراش آواز کہاں سے آئی"؟

حکم کی تعمیل "بندگان دولت" کی گھبراہٹ نے کی جو چاروں طرف دوڑ گئے تھے ——— شہنشاہ کو جواب ملا" یہ ایک دیوانی عورت کی آواز ہے جو کسی طرح یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ شکل و صورت سے فقیرنی معلوم ہوتی ہے۔ عربی میں گفتگو کرتی ہے اور "فرمانروائے بحر و بر" کی آستاں بوسی کی خواہشمند ہے!

"فوراً حاضر کی جائے"!!

تیمور نے حکم دیا اور ——— عورت خیمہ میں داخل ہوئی ——— برہنہ پا! پھٹے ہوئے کپڑے! سینہ چھپانے کے لئے اپنی زلفیں بکھیرے ہوئے! چہرہ کا رنگ اُڑا ہوا ——— بغیر کسی کپکپاہٹ کے جو ایسے باجاہ و جلال اور ہیبتناک شہنشاہ کی موجودگی کا ادنیٰ خراج تھا ——— اُسنے دونوں ہاتھ شہنشاہ کی طرف پھیلا دئے اور بیباکانہ ——— خود فراموشانہ لہجہ میں گویا ہوئی:

"کیا تو ہی وہ فرمانروا ہے جسنے سلطان بایزید کو مغلوب کیا؟"

"ہاں میں ہی ہوں ——— میں نے ہی بایزید کو اور بایزید ایسے کئی بادشاہوں کو مغلوب کیا ہے! بتا تو کیا چاہتی ہے"؟

تیمور نے جواب دیا۔

"سن لے امیر! تو جو کچھ بھی ہے اور جس حیثیت میں بھی ہے پھر بھی ایک آدمی ہے! لیکن میں ——— آہ، میں ایک ماں ہوں! تو موت اور ہلاکت کی خدمت کرتا ہے، میں زندگی اور سلامتی کی خدمت کرتی ہوں ——— تو انسان کو ہلاک کرتا ہے۔ میری گود میں آسکی پرورش ہوتی ہے۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ تیرے عقیدے میں انصاف کرنا، توانائی میں داخل ہے، مگر مجھے یقین نہیں آتا، اور نہیں کروں گا، جب تک تو میری فریاد کو ——— میری داد کو نہیں پہونچیگا۔"

عورت نے کمال تمکین و وقار کے لہجہ میں کہا "اس لئے کہ میں ایک ماں ہوں! ایک دُکھیاری ماں!!"

تیمور نے عورت کی بیخوفی اور بے پروائی کو حیرت سے دیکھا اسکو بیٹھنے کی اجازت دی "میں سن رہا ہوں تم اصل واقعہ سناؤ!"

عورت، شہنشاہ کے سامنے چار زانو ہو بیٹھی اور کہنے لگی

"امیر! میں سالرمو کی رہنے والی ہوں ——— تو نے ہرگز اس جگہ کا نام نہ سنا ہو گا کیونکہ وہ دور ہے ——— یہاں سے بہت ہی دور!..... میرا باپ اور شوہر ماہی گیر تھے، ایک دن بحری قزاقوں نے حملہ کیا! اور" ——— اُسنے روتے ہوئے کہا "دونوں قتل کر ڈالے۔ میرے" ——— اُس کی ہچکی بندھ گئی تھی ——— "میرے لخت جگر کو جو نہایت خوبصورت تھا ———"

تیمور کے منہ سے آہ نکل گئی۔ اسنے دل ہی دل میں کہا "خوبصورت!..... میرے لڑکے جہانگیر کی طرح! آہ"

عورت نے اپنا قصہ جاری رکھتے ہوئے اور آنکھوں سے سیلاب درد بہاتے ہوئے کہا "بے رحم قزاق میرا لڑکا پکڑ لے گئے، آج چار سال! ——— آہ، پورے چار سال گزر گئے کہ میں اُس کی تلاش میں دیوانہ وار چاروں طرف پھرتی ہوں مگر کہیں پتہ نشان نہیں ملتا ——— امیر! میں سمجھتی ہوں میرا لڑکا تیرے پاس ہے، کیونکہ بایزید کے لشکر نے اُن بحری قزاقوں کو گرفتار کر لیا تھا اور تو نے بایزید کو شکست دے کر اُس کا سب کچھ چھین لیا ——— ضرور ہے کہ میرا لڑکا تیرے پاس ہو گا اور اس لئے میں چاہتی ہوں تو اُسے میرے سپرد کر دے!

حاضرین دربار، عورت کی باتوں پر ہنس پڑے " یہ دیوانی ہو گئی ہے"۔

شاعر کرمانی نے کہا" ہاں یہ دیوانی ہے مگر ایک ماں کی طرح!

تیمور نے دریافت کیا" بڑھیا تو کس طرح اس قدر دور و دراز راستوں سے اس جگہ آ پہنچی؟ تو نے ایسے ایسے پہاڑ اور جنگل کیونکر طے کئے؟ راستہ میں وحشی لٹیروں اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں سے کس طرح بچی؟"

آہ، ماں کی محبت! ——— !! ماں کی ہمیں پرستش کرنی چاہئے! دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ماں کی محبت کے راستہ میں حائل اور مانع ہو سکے! انسان کے تمام کامل صفات و حسنات ——— سب ماں کے دودھ کی چھاؤں میں پرورش پاتے ہیں ——— !! پھول، آفتاب کے بغیر پیدا نہیں ہوتا! نیک بختی، محبت کے بغیر نصیب نہیں ہوتی! محبت، عورت کے بغیر ممکن

بادشاہوں کے لئے یہ چیز لازمی ہو۔ خصوصاً اُس عہد میں جبکہ بادشاہ بالکل مطلق العنان ہوتے تھے۔ اُن کی رہنمائی کے لئے بجز دین اللہ ذاتی تقویٰ کے کوئی ضابطہ اور قانون موجود نہ تھا۔ ہارون الرشید کو اپنی ولی عہدی کے زمانہ میں اِس کا پورا موقع ملا۔ خلیفہ ہادی نے اُسے جنگ روم کا سپہ سالار بنایا تھا۔ بڑے بڑے سپہ سالاروں اور سیاسی مدبروں کی صحبت نصیب ہوئی تھی۔ اسی طرح مامون کو بھی کافی تجربہ حاصل ہوا تھا۔ خراسان وغیرہ بلاد میں وہ برسرِ حکومت رہا تھا اور پختہ کار ہو گیا تھا۔ لیکن محمد الامین اِس تمام سیاسی اور عملی تعلیم و تربیت سے محروم رہا۔ زبیدہ کا لاڈ اور پیار، مصاحبوں کی چاپلوسی، ہاشمی ماموؤں کا مُلار، امین کی ہلاکت کے ابتدائی اسباب تھے۔

چنانچہ تخت نشین ہونے کے بعد ہم اُسے ایک عیش پرست، مسرف اور غافل حکمراں پاتے ہیں۔ تخت خلافت پر متمکن ہونے اور عبداللہ المامون کی بیعت حاصل کر لینے کے بعد اُسنے اپنے تئیں لہو و لعب کے حوالے کر دیا۔ خوبصورت لڑکے اور خواجہ سرا محل میں جمع ہو گئے تھے۔ سارا وقت لہو و لعب اور عیش و عشرت میں صرف ہوتا تھا۔ اسی طرف، بعض ناموں کی تصریح کے ساتھ، ایک ہم عصر شاعر اشارہ کرتا ہو:

الا یا مزمن المثوی بطوس ۔ غریباً ما یفادی بالنفوس
لقد ابقیت للخصیان بعلا ۔ تحمل منہم شوم البسوس
فاما "نوفل" فالشان فیہ ۔ وفی "بدر" فیالک من جلیس!
وما "العصمی" "بشار" لدیہ ۔ اذا ذکروا بذی سہم خسیس
وما "حسن الصغیر" اخس حالا ۔ لدیہ عند مخترق الکؤس
لہم من عمرہ شطر و شطر ۔ یعاقر فیہ شرب الخندریس
وما للغانیات لدیہ حظ ۔ سوی التقطیب بالوجہ العبوس
اذا کان الرئیس کذا سقیما ۔ فکیف صلاحنا بعد الرئیس
فلو علم المقیم بدار طوس ۔ لعز علی المقیم بدار طوس

عبداللہ المامون

عبداللہ المامون ۱۵ ربیع الاول ۱۷۰ھ ہجری میں پیدا ہوا۔ یہی خلیفہ ہارون الرشید کی تخت نشینی کا دن ہو۔ ہارون اِس مبارک ساعت میں بچہ کی پیدائش سے بہت خوش ہوا اور اُس کا نام "المامون" (مبارک) رکھا۔ اُس کی ماں "مراجل" ایک کنیز تھی۔ بعض مورخ کہتے ہیں اِس کا سلسلۂ نسب ایران کے ایک معزز خاندان سے ملتا ہو۔

مامون نے گہوارۂ خلافت میں پرورش پائی اور اعلیٰ تعلیم و تربیت حاصل کی۔ شروع ہی سے آثارِ ذہانت و نجابت اُس پر نمایاں تھے۔ بلند ہمت اور اولوالعزم تھا۔ پست خیالات اور رکیک حرکات سے نفرت کرتا تھا۔

مامون میں یہ تمام صفات موجود تھیں۔ اپنے باپ خلیفہ کا بہت محبوب تھا۔ عمر میں بڑا تھا۔ مگر اِس پر بھی ولی عہد نہ ہو سکا۔ کیونکہ امین کی والدہ، زبیدہ کا اثر خلیفہ پر مامون کی ماں سے بہت زیادہ تھا۔ پھر جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا، امین کے ہاشمی ماموؤں اور فضل بن یحییٰ برمکی کی سازش نے خلیفہ کو بے بس کر دیا تھا۔ اُسنے طوعاً و کرہاً امین کو ولی عہد تسلیم کر لیا۔[۲]

مورخین نے مامون کی نجابت کے بہت سے قصے لکھے ہیں۔ خود اُس کا معلم ابو محمد یزیدی روایت کرتا ہو:

"میں مامون کا معلم تھا۔ ایک دن قصرِ خلافت میں گیا اور دیر تک منتظر رہا۔ بار بار آدمی بھیجکر اُسے طلب کیا مگر وہ نہ آیا۔ میں نے اُس کے اتالیق سعید الجوہری سے شکایت کی۔ سعید نے کہا ہاں، سُست ہو گیا ہو۔ لیکن باوجود اسکے اپنی سستی کا الزام خادموں کو دیتا ہو۔ جب وہ ملے تو سختی سے پیش آنا۔ چنانچہ جب شاہزادہ بیجکر روبرو پہونچا، تو میں نے ملامت کی۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور ہاتھوں سے ملنے لگا اتنے میں خبر آئی جعفر بن یحییٰ وزیر آ رہا ہو۔ مامون نے جلدی سے رومال نکالا، آنکھیں پونچھیں، لباس درست کیا، فرش پر چار زانو ہو بیٹھا، اور پیش خدمت سے کہا "وزیر کو حاضر ہونے کی اجازت دو"۔ میں مجلس سے خوفزدہ اُٹھ گیا۔ مجھے یقین تھا وہ وزیر سے ضرور شکایت کرے گا۔ مامون نے وزیر سے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ گفتگو کی۔ معلوم بھی نہیں ہوتا تھا کہ ابھی رو چکا ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں باتیں کرتے جاتے تھے اور خوب ہنستے تھے۔ جب وزیر رخصت ہونے لگا تو مامون نے غلاموں کو اُس کی سواری پیش کرنے کا حکم دیا۔ نیز اُس کے رکاب میں چلنے کو کہا۔ پھر مجھے طلب کیا اور فرمایا سبق پیدا کرو۔ میں نے دعا دیکر عرض کیا۔ "میں تو خوف سے کانپ رہا تھا کہ آپ وزیر سے میری شکایت کر دینگے" اُسنے فوراً جواب دیا "انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اے ابو محمد! میں خود ہارون الرشید پر بھی یہ کبھی ظاہر نہ کرتا کہ مجھے معلم نے سرزنش کی ہو۔ بھلا وزیر کیا چیز ہو! جو تم تمھیں پریشان کرتا تھا وہ کبھی واقع نہیں ہو سکتا اگرچہ سو مرتبہ بھی مجھے تنبیہ کرو۔ خدا تمھیں معاف کرے۔ اب آؤ، پڑھانا شروع کر دو!"

بچپن ہی میں مامون غیر معمولی طور پر عقلمند تھا۔ ثبوت کے لئے یہ مشہور قصہ کفایت کرتا ہو۔ ایک دن زبیدہ نے ہارون الرشید کو ملامت کی کہ امین سے زیادہ مامون کی کیوں تعریف کرتا ہو؟ خلیفہ نے کہا اِس کا سبب ابھی معلوم ہوا جاتا ہو۔ چنانچہ ایک مصاحب کو حکم دیا کہ جا کر دونوں سے خلوت میں پوچھے "خلیفہ ہو کر کیا کروگے؟" امین نے خوش ہو کر جواب دیا "تجھے مالا مال کر دونگا"۔ مامون کا جواب یہ تھا "بیوقوف! تو مجھ سے سوال کرتا ہو کہ میں اُس دن کیا کرونگا جب امیر المومنین دنیا میں باقی نہیں رہیں گے؟ میری تمنا تو یہ ہو کہ ہم سب اُن پر قربان ہو جائیں!" یہ جواب سُنکر زبیدہ ندامت سے خاموش ہو گئی۔

بچپن ہی سے مامون کو پورا احساس تھا کہ وہ ایک جلیل القدر شاہزادہ ہو اور مستقبل میں تخت خلافت پر متمکن ہونے والا ہو۔ چنانچہ شاہی آداب و رسوم کا بڑا لحاظ رکھتا تھا۔ اِس کا یہ واقعہ بہت ہی مشہور ہو کہ ایک دن اپنے ایک دوسرے معلم حسن اللؤلؤی کے سامنے بیٹھا تھا کہ اونگھ گیا۔ معلم نے کہا "سو گئے ہو؟" مامون نے غضبناک ہو کر آنکھیں کھول دیں اور کہا "قسم رب کعبہ کی میرا معلم محض بازاری آدمی ہو!" پھر غلاموں کو حکم دیا، اُسے محل سے نکال دیں۔ خلیفہ نے سُنا تو مسرت سے یہ شعر پڑھا:

وہل تنبت الخطی الا وشیجہ
وتغرس الا فی منابتہا النخل

اِنہی اعلیٰ صفات نے مامون کو خلیفہ کا محبوب بنا دیا تھا۔ انہی نے اپنے بھائی کے بعد اُس کے خلیفہ بننے کی سفارش کی۔ انہی نے اُس عہد کے تمام عقلاء و مشاہیر کو اُس سے وابستہ کر دیا تھا۔

شروع ہی سے ظاہر ہوتا تھا کہ مامون جماعت کا آدمی اور امت کا قائد ہو۔ ایسے آدمی کے لئے ایک بڑی شرط، قوت خطابت بھی ہو۔ قسمت نے مامون کو پوری فیاضی سے یہ قوت بخشی تھی۔ چنانچہ روایت ہو کہ جب مامون، سن شعور کو پہونچا تو خلیفہ نے بعض فصحاء کو حکم دیا کہ اُس کے لئے خطبے لکھیں۔ خطبہ طیار کیا گیا اور جمعہ کے دن مامون نے مسجد میں سُنایا۔ اُسنے یہ خطبہ اِس لیری، سلاست فصاحت، اور شان سے سُنایا تھا کہ تمام حاضرین رونے لگے اور کوئی شبہ نہ کر سکا کہ یہ خطبہ دوسروں نے طیار کیا ہو۔ ابو محمد یزیدی نے فوراً قصیدہ لکھا:

لقد جبل امیر المومنین کرامتہ ۔ علیہ بہا شکر الالہ وجوب
بان ولی العہد مامون ہاشم
بدا فضلہ اذ قام وہو خطیب
ولما رماہ الناس من کل جانب
بابصارہم والعود منہ صلیب
رماہم بقول: انصتوا اجمالہ
وفی دونہ للسامعین عجیب!

مامون کی یہی نجابت و ذہانت تھی جسنے ہارون کو خوف زدہ کر رکھا تھا۔ وہ امین کے لئے مامون سے خائف تھا، اور مامون کے لئے امین سے اندیشہ کرتا تھا۔ وہ دیکھتا تھا، امین کے ہاتھ میں سلطنت کی تمام قوتیں ہوں گی اور وہ اپنے اولوالعزم بھائی کے مٹانے میں کوئی کوشش اُٹھا نہ رکھے گا۔ دوسری طرف اُسے یہ بھی صاف نظر آ رہا تھا کہ مامون، عقلمند، مدبر، بلند ہمت ہو، اور اپنے سادہ لوح بھائی کو آسانی سے تباہ کر ڈال سکتا ہو۔ پھر دونوں کے طرفداروں کی قوت بھی اُس سے پوشیدہ نہ تھی۔ امین کی پشت پر بنی ہاشم اور قریش تھے۔ مامون کی حمایت پر تمام ایرانی عنصر کربستہ اور کافی طاقتور تھا۔

اِس خطرہ کے سدباب کے لئے اُسنے دونوں بھائیوں سے ایک عہد لکھوایا۔ ۱۸۶ھ ہجری میں اُنھیں اور اُنکے بڑے بڑے طرفداروں کو ساتھ لے کر حج کو گیا اور ہزاروں قسموں کے ساتھ یہ عہد، خانۂ کعبہ میں آویزاں کیا گیا۔

تمام حالات پر نظر ڈالنے کے بعد صاف معلوم ہوتا ہو کہ ہارون الرشید، مامون کو زیادہ چاہتا تھا۔ اِس کا ایک ثبوت یہ بھی ہو کہ طوس میں وفات کرتے وقت اُسنے اپنی تمام ذاتی فوج، ہتھیار، اور مال و دولت، مامون کے نام وصیت کر دی۔

پھر مامون کو یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ وہ آدمیوں کو پہچانتا تھا اور اُن کے انتخاب میں ہمیشہ خوش قسمت تھا۔ مامون کے آدمی بھی اگرچہ خود غرضیوں سے خالی نہ تھے، مگر وہ جانتے تھے کہ اُن کا ذاتی نفع اِسی میں ہو کہ مامون کامیاب ہو اور خلیفہ بنے۔ اِن لوگوں کی وفاداری کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ اُن میں اکثر ایرانی النسل تھے۔ اور معلوم ہو کہ مامون کی ماں بھی ایرانی تھی۔ اِس لئے قدرتی طور پر اُن کی ہمدردی اُسے حاصل تھی۔

مامون کی خراسان سے غیر معمولی دلچسپی کا بھی یہی مازہو۔ مامون، نمایاں طور پر خراسانیوں کا طرفدار تھا۔ اُس کی یہ طرفداری لوگوں کو صاف محسوس ہوتی تھی، اور عربی عنصر کی بددلی کا موجب بن گئی تھی۔ تاریخ میں یہ واقعہ ثبت ہو کہ ایک شخص نے مامون سے بار بار کہا "امیر المومنین! شام کے عربوں پر بھی ویسی ہی شفقت کیجئے جیسی خراسان کے عجمیوں پر کرتے ہیں"۔ مامون نے جواب دیا "تم نے مجھے جواب پر مجبور کر دیا۔ سنو، قبیلۂ قیس کو میں اُس کے گھوڑوں پر سے اِس طرح اُتار سکا کہ میرے خزانے میں اب ایک پیسہ بھی باقی نہیں رہا (یعنی دولت دیکر اُنھیں اپنی مخالفت سے باز رکھا) رہا یمن، تو نہ میں نے کبھی اُس سے محبت کی اور نہ اُسنے کبھی مجھ سے محبت کی۔ رہا قضاعہ تو اُسکے سردار برابر سفیانی (یعنی ایک حدیث کے موعود بادشاہ) کا انتظار کر رہے ہیں کہ اُس کی پیروی کریں۔ رہا ربیعہ تو وہ اُس وقت سے اپنے خدا پر خفا ہو جب سے اُسنے اپنا نبی مضر میں پیدا کیا!"

مامون کا یہ جواب بڑی حد تک درست ہو۔ لیکن خراسان کی طرف اُس کے میلان کی اصلی وجہ وہی اُس کی فارسیت ہو جسکا اوپر ذکر ہو چکا ہو۔ اُس کی ماں بھی فارسی تھی اور اُس کی تعلیم و تربیت میں بھی فارسی اثر غالب رہا تھا۔ اِسی بنا پر ہم سمجھ سکتے ہیں کہ بعض محققین نے مامون کو شیعہ کیوں قرار دیا ہو؟ ہم جانتے ہیں کہ فارسی ماحول شیعیت لیے ہوئے تھا۔

[۲] اور مامون نے اُسی میں پرورش پائی تھی۔

عالم مطبوعات و صحائف

دنیا کا جدید ترین شہر

آسٹریلیا کا نیا دار الحکومت

زمین کی آبادی، اور روح و دل کی ویرانی!

ریوٹر ایجنسی کے ذریعہ یہ خبر مشتہر ہو چکی ہے کہ آسٹریلیا کی حکومت مقام کینبرا میں ایک نیا دار الحکومت تعمیر کر رہی ہے۔ اب لبورن کے "السٹریٹڈ نیوز" نے اس نئے شہر کے مختلف حصوں کی نہایت دلچسپ تصویریں شائع کر دی ہیں اور ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ان تصویروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی ریوٹر ایجنسی کا بیان مبالغہ سے خالی تھا کہ "یہ شہر دنیا کا سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ مرتب و منظم شہر ہوگا"

ایک تصویر میں آبادی کا ایک مکمل قطعہ دکھلایا گیا ہے جس طرح کے قطعات پر پوری آبادی مشتمل ہوگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آبادی بے شمار قطعات میں منقسم کر دی گئی ہے۔ ہر قطعہ میں چاروں طرف چھوٹے چھوٹے چمن زار ہیں اور وسط میں مکانات۔ مکانات کا حصہ اور چاروں طرف کے چمن، سب کے سب مربع ہیں۔ مکانات کے ہر قطعہ میں جتنے مکان ہیں، سب کے سب ایک قطع اور ایک درجہ کے ہیں۔ ان کی تعداد کسی حال میں بھی دس مکانوں سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اگر اس طرح کے ہر قطعے کو ایک محلہ سے تعبیر کیا جائے، تو کہنا چاہیے کہ اس شہر کے ہر محلہ میں چار حصے سے زائد رقبہ باغ و چمن کا ہوگا، اور صرف پانچواں وسطی حصہ آبادی کا!

دوسری تصویر میں باغ دکھلائے گئے ہیں۔ ان کی سب سے زیادہ موثر خصوصیت یہ ہے کہ درختوں کی تعداد اور قطار ہر حصہ میں مساوی ہے۔ معلوم ہوتا ہے، سرو قدان چمن ایک ہی صورت، ایک ہی سنخ اور ایک ہی تعداد میں ہر طرف صف آرا ہیں!

تیسری تصویر میں اُس مصنوعی نہر کا منظر دکھلایا ہے جو دار الحکومت کے مختلف حصوں میں پھیل کر چاروں طرف گردش کرے گی، اور پھر ایک جھیل کی شکل اختیار کر کے پانی اور بجلی کی طاقت کا ذخیرہ بہم پہونچائے گی۔ یہ نہر مصنوعی ہے، لیکن چونکہ انسانی صنعت کا کمال یہ ہوتا ہے کہ فطرت کی سادگیوں سے قریب تر ہو جائے، اس لئے کوشش کی گئی ہے کہ اس کے پیچ و خم اور نشیب و فراز میں قدرتی نہر کی سی شان پیدا کر دی جائے۔ اسمیں شک نہیں کہ تصویر دیکھ کر کوئی نگاہ نہیں کہہ سکتی کہ یہ قدرتی نہر نہیں ہے!

باغوں کی روش میں جاپانی (اور فی الحقیقت اندلسی اور مغلی) طریقہ تزئین و آرائش زمین کا نمونہ رکھا گیا ہے۔ یعنی مختلف رنگ کے پتھروں اور سیمنٹ کے ذریعہ روشوں کے دامن اور حواشی بنائے گئے ہیں۔ ہر چمن زار کا حاشیہ سفید ہے۔ اس کے بعد تھوڑی جگہ چھوڑ کر پھر ایک سفید جدول ڈال دی گئی ہے۔ دور سے دیکھیے تو معلوم ہوتا ہے، ایک نہایت خوشنما اور خوش اطراف قالین بچھا ہوا ہے!

اس شہر کے حسن و جمال کو زمین کے اس حصہ کی قدرتی خوبیوں سے بھی بہت مدد ملی ہے جو اس کے لئے منتخب کی گئی ہے۔ یہ سطح سمندر سے دو ہزار فٹ بلند ہے، جو ہندوستان کے اکثر پہاڑی سطح والے مقامات کی بلندی ہے۔ اور اسی لئے آب و ہوا کافی خنک اور خوشگوار ہے۔ قطعۂ زمین کا پورا رقبہ تقریباً ایک ہزار مربع میل ہوگا۔ اسکے چاروں طرف درختوں سے بھرے ہوئے پہاڑی سلسلے واقع ہیں۔ اور انھوں نے اس سطح مرتفع کو نیو ساؤتھ ویلز کے صوبے سے الگ کر دیا ہے۔

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ اس نئے شہر کا نقشہ جس امریکن ماہر فن ہندسہ نے طیار کیا ہے، اُسی سے ترکی حکومت نے بھی اپنے نئے دار الحکومت کا نقشہ طیار کرایا ہے جو انگورہ میں زیر تعمیر ہے۔ اس ماہر فن کا نام ڈبلیو بائے گریفن ہے، اور اس وقت فن ہندسۂ تعمیر میں بہترین شخص تسلیم کیا جاتا ہے۔

اس دار الحکومت کے لئے پارلیمنٹ کی جو عمارت تعمیر کی گئی ہے، وہ عارضی ہے۔ مستقل اور اصلی عمارت بتدریج سو برس کے اندر تعمیر ہوگی۔ سو برس کی مدت پر ہمارے قارئین کو تعجب ہوگا، لیکن انھیں خیال کرنا چاہیے کہ کسی قوم کے قومی کاموں کی عمر میں ایک صدی کا زمانہ اس سے زیادہ نہیں ہوتا جس قدر فرد کی عمر کے لئے ایک دن!

پچھلی ڈاک کے نیویارک ٹائمز نے بھی اس دار الحکومت کے حالات پر ایک مقالہ شائع کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے "پارلیمنٹ کی اصلی عمارت سو برس کے اندر مکمل ہوگی۔ ایک نہایت مختصر وقت جو کسی قوم کی زندگی کا ہو سکتا ہے! اس مدت کے اندر آسٹریلین قوم یقیناً ترقی کے اس درجہ تک پہنچ جائے گی، جب ضرورت اور خرچ کیں کوئی سمجھوتا نہیں ہو سکتا!"

امریکن اخبارات نے اسپر جو رائے زنی کی ہے، اُس میں رشک کی جھلک صاف نمایاں ہے۔ سائنٹفک امریکن کا مقالہ نگار لکھتا ہے "کینبرا کا نقشہ اُن تمام غلطیوں سے محفوظ ہے جو واشنگٹن کی آبادی کی ترتیب میں ہو چکی ہیں۔ آسٹریلیا کو امریکہ کے مقابلہ میں یہ مزیت حاصل ہو گئی کہ وہ امریکی آبادی سے کئی نسل پیچھے وجود میں آیا اور اُن تمام تجربوں سے فائدہ اُٹھا سکا جو امریکہ کی آبادی سے حاصل ہو چکے ہیں۔ واشنگٹن نہ تو یکساں ہے، نہ مرتب، اور نہ مناسب قطعات میں منقسم۔ لیکن کینبرا شہری آبادی کا ایک ایسا کامل جمال ہوگا جس میں تناسب کے خلاف کوئی بات نہ ہوگی"

پچھلے دنوں اس شہر کا سرکاری افتتاح ہو چکا ہے، لیکن ابھی عام آبادی شروع نہیں ہوئی ہے۔ صرف عارضی سرکاری مکانات آباد ہوئے ہیں۔

لیکن جو وقت ہم انسان کی مادی سعی و جستجو کی یہ داستان شوکت و سطوت پڑھ رہے تھے، تو بے اختیار ہمارا خیال ایک دوسرے گوشۂ فکر کی طرف منتقل ہو گیا۔ افسوس انسانیت کی محرومی پر! زمین کی صورت جس قدر حسین ہوتی جاتی ہے، اُتنی ہی اُسکی روح و معنویت آرائش جمال سے محروم ہوتی جاتی ہے۔ اینٹ، پتھر، اور سبزہ و درخت کی صورت آرائیوں سے اُس کے خال و خط دلفریب بنائے جا سکتے ہیں لیکن اُسکے جمال روح کے لئے آرائش بہم نہیں ہو سکتی۔ اُس کی روح اور معنویت کیا ہے؟ مجمع انسانی کا حقیقی امن و سکون۔ اُسکی معنوی راحت و مسرت۔ اُس کے دل کی راحت، اور روح کا قرار اور چین۔ کیا اس کے لئے بھی دُنیا اور دُنیا کی قوموں کے پاس کوئی سعی و اہتمام ہے؟ کیا اسکے لئے بھی کسی ماہر فن کا دماغ اور کسی نقاش کا قلم و پرکار ہے؟ دُنیا کی قومیں باہدگر رشک و حسد سے مضطرب ہو رہی ہیں۔ ہر قوم اینٹ پتھر کی سربلندی اور لکڑی اور لوہے کی سرفرازی میں دوسرے کو پیچھے ہٹانا اور خود آگے بڑھنا چاہتی ہے، لیکن روح و دل کی رفعت و سعادت کے لئے نہ تو کسی کے دل میں رشک ہے، نہ کسی کے دماغ میں طلب! آسٹریلیا نے نئے کینبرے کا اور ترکی نے نئے انگورہ کا نقشہ بنا لیا، لیکن افسوس کوئی نہیں جو انسانی سعادت کی ایک نئی بستی کا اور روح و دل کے سکون و قرار کے ایک نئے دار الحکومت کا نقشہ بنائے! قرآن حکیم نے مادی زندگی کے استعمال و تصرف پر نہیں مگر اُس کے ہی استغراق و پرستش پر بار بار ملامت کی ہے کہ: یعلمون ظاہرا من الحیٰوۃ الدنیا وہم عن الاخرۃ ہم غافلون! (۳۰: ۶)

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۴)

کام لینے اور انھیں متاثر کرنے کا سب سے بہتر اور کامیاب طریقہ یہی ہے کہ جماعتی ذہنیت کو متاثر کیا جائے جس کے بعد سرکش سے سرکش افراد بھی متاثر و مغلوب ہو جائیں گے۔ جماعتی ذہنیت کے متاثر کرنے کے طریقوں اور ذریعوں ہی کا نام "پروپاگنڈا" ہے۔

کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ افراد، جو عموماً محب ذات اور خود غرض ہوتے ہیں، ہولناک جنگوں میں ہتھیلیوں پر سر رکھے گھس جاتے ہیں اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ جنگ سے اُن کی ذات کو ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچے گا، اپنے تئیں موت کے منہ میں ڈال دیتے ہیں؟

اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہی ہے کہ پروپاگنڈے نے اُنکی انفرادی عقل پر پردہ ڈال دیا ہے اور ایک ایسی جماعتی ذہنیت پیدا کر دی ہے جس کے دھارے پر پڑ کر چون و چرا جنگ کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ اسی جماعتی ذہنیت کا نام "عام رائے" ہے۔ اسی عام رائے کے طیار کرنے کی کوشش کو "پروپاگنڈا" کہتے ہیں۔

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ کسی تحریک کے کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اُس کے موافق جماعتی ذہنیت پیدا کی جائے تاکہ افراد اس ذہنیت سے متاثر ہو کر اُس کے حامی اور طرفدار بنجائیں۔ جماعتی ذہنیت یا عام رائے بنانے کا ذریعہ تقریر، تحریر، اخبارات، رسائل، انجمنیں غرضکہ بہت سے طریقے ہیں۔ ان تمام طریقوں کو "پروپگنڈا" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ موجودہ زمانہ میں ہر تحریک کی کامیابی کے لئے سب سے زیادہ کارگر ذریعہ "پروپاگنڈا" ہے۔

نہیں —— اور شاعر اور سپاہی —— کوئی بھی ماں کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا ——!

مظلوم عورت نے کہا - تیمور! میرا لڑکا مجھے دلادے!

شاعر کرمانی بولا - ماؤں کی ہمیں پرستش کرنی چاہیئے اس لئے کہ وہ ہمارے لئے بڑے بڑے آدمی پیدا کرتی ہیں، اور آدمیوں کو بلند رتبہ پر پہنچاتی ہیں —— ارسطو، فردوسی، اور —— اسی طرح سعدی اپنی شہد آمیز شیریں زبانی کے ساتھ —— عمر خیام اپنی شراب کی سی زہر آلود رباعیوں کے ساتھ —— سکندر، ہومر اور بہرام گور —— یہ سب عورت کے، ایک ماں کے بچے ہیں!

تیمور اُس عورت کی باتوں سے کسی گہری فکر میں چلا گیا۔ پھر سر اٹھا کر —— اسنے حکم دیا کہ تین سو شہسوار فوراً اُس لڑکے کی تلاش میں روانہ ہوجائیں، جو شخص ڈھونڈ کر لائے گا اُسے انعام دیا جائے گا —— پھر اُسنے آہ بھر کر کہا —— میں سمجھ گیا یہ عورت اس قدر بے پروا اور بے خوف کیوں ہے؟ —— چونکہ وہ ماں ہے! —— ایک محبت کرنے والی ماں!! اور کوئی ماں نہیں ہوتی جو محبت نہ کرتی ہو!! لڑکے کے کھو جانے سے اُس کے دل میں آگ سی بھڑک رہی ہے —— ایسی آگ! جو برسوں تک، قرنوں تک، شرارے چھڑک سکتی ہے"

تیمور کے حکم جاری کرنے پر کرمانی کی شاعرانہ اور درد آشنا رُوح وجد میں آگئی۔ اُسنے فی البدیہہ یہ اشعار موزوں کرلئے:

ماں

یہ کون نغمہ ہے ساری دنیا کے نغمہائے طرب سے شیریں؟
جو آسماں کے ستاروں، باغوں کے پھولوں کا عکس بن رہا ہے
کوئی بتائے بھلا وہ کیا ہے؟

زمانہ کے اہل ذوق میں سے ہر ایک کا یہ خیال ہوگا
کہ وہ محبت ہے جس سے یہ خاکدان تیرہ منور سا ہے!
حریم ہستی مہک رہا ہے!

وہ چیز جو آفتاب نصف النہار، آرزوئے بہشت سے بھی
ہزار درجہ زیادہ مائل ہے، خوبصورت ہے، خوشنما ہے
کوئی بتلائے بھلا وہ کیا ہے؟؟

فضائے شبگوں میں، میں نے دیکھے ہیں مسکراتے ہوئے ستارے!
میں جانتا ہوں کہ چشم محبوب سارے پھولوں سے خوشنما ہے!
شراب گوں ہے شراب زا ہے!

میں جانتا ہوں کہ اُس کا اک ہلکا ہلکا سا نازنیں تبسم
دل شکستہ کے حق میں کس درجہ حیرت انگیز دہر زا ہے!
لب تکلم کا معجزہ ہے!

کرشمہ آرائی ہائے احساس حسن کے باوجود اب تک
نہ کہہ سکا کوئی شاعر آخر، وہ نغمہ دل پذیر کیا ہے؟
جو سب سے بہتر ہے دلربا ہے!!

مگر میں کہتا ہوں اب کہ وہ نغمہ —— آہ، وہ دلگداز نغمہ!
جو ساری دنیا کے سارے رنگیں ترانوں کا اصل منبع ہے!
جو قلب فطرت کا آئینہ ہے!

وہ نغمہ —— وہ کائنات کا —— کائنات کا سرکار دل ہے!!
وہ دل کہ جس کا جہان والوں نے پیارے سے نام ماں رکھا ہے!!
وہی محبت کی ابتدا ہے!!
وہی محبت کی انتہا ہے!!

مترجمہ اختر شیرانی - لاہور

اقتباس و تراجم

پروپاگنڈا

علم اجتماع نے ثابت کردیا ہے کہ نوع انسانی کی ترقی درحقیقت اُن تغیرات اور تدریجی انقلابات سے وابستہ ہے جو مختلف تمدنی موثرات کے ماتحت افراد، جماعات، اور اقوام کی زندگیوں میں واقع ہوتے ہیں۔ تمدن کی تاریخ در اصل اُن تدریجی تبدیلیوں کی تاریخ ہے جو تاریخ کے مسلسل زمانوں میں قوموں کی زندگی میں واقع ہوتی رہی ہیں۔

افراد چونکہ فطرۃً اپنے اسلاف کی تقلید کی طرف مائل ہوتے ہیں اور موروثی عقائد و عادات کے دلدادہ ہوتے ہیں، اسی لئے وہ ہر اُس جدت کی مخالفت کرتے ہیں جو موروثی قدامت کو شکست کرنے والی یا اُسمیں تبدیلی کرنے والی ہوتی ہے۔ افراد اگر جدیدہ کو قبول بھی کرتے ہیں تو طویل جد و جہد اور اپنے قدیم عقائد و خیالات کے مطابق اسمیں بہت کچھ ترمیم اور تبدیلی کے بعد یہ افراد کی جبلت و طبیعت ہے جس سے وہ مجبور ہیں۔ اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ افراد و جماعت کی زندگی میں تبدیلی بہت آہستہ سرایت کرتی ہے اور انسانی تاریخ میں انقلاب، چیونٹی کی چال چلکر بہت عرصہ بعد رونما ہوتا ہے۔ لیکن کبھی اس تدریجی اور آہستہ رفتار پر ایسے غیر معمولی حالات طاری ہوجاتے ہیں کہ افراد و جماعت کی ذہنیت اُن سے کلیتہً متاثر ہوجاتی ہے طبیعتیں بے خود ہوجاتی ہیں۔ قدامت کا عشق سرد ہو جاتا ہے اور جدت سے نفرت زائل ہوجاتی ہے۔ اس ہنگامی تغیر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جماعت تھوڑی ہی مُدت میں جست کرکے وہ اُن مراحل کو طے کرڈالتی ہیں جو عام حالات میں کہیں صدیوں کے سفر کے بعد طے کرتی۔

اُن غیر معمولی مُوثرات و عوامل میں، جو تمدن کی رفتار پر گہرا اثر ڈالتے اور اُسے سرعت بخشتے ہیں، ایک بڑا موثر سبب "جنگ" ہے۔ گزشتہ عالمگیر جنگ اس کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ یہ جنگ اگر دنیا کی سب سے بڑی نہیں تو بہت ہی بڑی جنگوں میں سے ایک نہایت ہی ہولناک جنگ ضرور تھی۔ لیکن باوجود اُن تمام مصائب و آلام کے اثرات کے جو اس جنگ سے پیدا ہوئے، ہمیں اس نہایت ہی تیز تبدیلی کو بھی تسلیم کرنا چاہیئے جو اس جنگ نے معاشرت و اجتماع کی ہر شاخ میں اچانک پیدا کردی ہے۔ پھر اس تبدیلی سے افراد و جماعت کی زندگی کے ہر شعبہ میں جو عظیم انقلابات طاری ہوئے ہیں اُنھیں بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ دس بارہ سال میں انسانیت نے ترقی کے جتنے مرحلے طے کئے ہیں، عام حالات میں وہ صدیوں کی جد و جہد سے بھی طے نہ ہوتے۔ ان تیز انقلابات و تغیرات نے افراد اور جماعتوں کی ذہنیت پر عظیم اثر ڈالا ہے اور اُسے ایک ایسے قالب میں ڈھال دیا ہے جو سراسر حیرت انگیز ہے یہاں تک کہ چشم بینا دیکھ سکتی ہے کہ آخری چند سال کی دوڑ کے بعد اب انسانیت اُس نقطہ پر پہنچ گئی ہے جس سے ماضی قریب کو کوئی علاقہ باقی نہیں رہا۔ انسانیت نے اپنے قریبی ماضی سے تمام رشتے تقریباً منقطع کرلئے ہیں۔ اب وہ اُسے مقدس و محترم نہیں سمجھتی اور اُس کی حفاظت میں کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کرتی۔ جنگ نے یہی نہیں کیا کہ انقلاب کا تنفر دُور کردیا ہو، بلکہ انسانیت کی ذہنیت بھی کچھ ایسی کردی ہے کہ وہ تبدیلی کی شیدا ہوگئی ہے، اُسے تلاش کرتی ہے، اُسے لینے کے لئے بیچین ہے۔ یہ نئی فکری روح تمام انسانی طبقوں میں کم و بیش عام ہے۔

اس ہی ترقی کے ساتھ ساتھ عمل کا ایک نیا طریقہ بھی عام ہوگیا ہے۔ اس طریقہ کو "پروپاگنڈا" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آج یہ لفظ ہر کہ و مہ کی زبان پر ہے۔ حالانکہ جنگ سے پہلے صرف ایک خاص گروہ میں مستعمل تھا۔ لوگ جب اسے کسی کی زبان سے سنتے یا کاغذ پر لکھا دیکھتے تھے تو اُن کے اندر ایک مبہم خوف سا پیدا ہوجاتا تھا۔ وہ اسے بھی فری میسن وغیرہ پُراسرار لفظ کی طرح کوئی خطرناک لفظ سمجھتے تھے۔

"پروپاگنڈا" لاطینی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں "بڑھتی، زیادتی، فراوانی" اور اصطلاح میں کسی تحریک کے پھیلانے اور عام کرنے کو کہتے ہیں۔ اس لفظ کی تاریخ یہ ہے کہ سنہ ۱۶۲۲ء میں پوپ گریگوری پانزدہم نے ایک مذہبی انجمن قائم کی اور اُس کا نام یہی رکھا۔ اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ لاطینی قوموں میں مسیحیت پھیلائی جائے۔ کچھ مدت بعد یہ لفظ اُن تمام طریقوں کے لئے مستعمل ہونے لگا جو مختلف مذہبی اور سیاسی انجمنیں اپنے خیالات کی تبلیغ کے لئے کام میں لاتی تھیں۔ ایک طویل زمانہ تک یہ لفظ خواص ہی کے حلقہ میں گردش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آہستہ آہستہ عوام میں بھی اس لفظ کو مقبولیت حاصل ہوگئی اور دوران جنگ میں تو بچہ بچہ نے اسے سنا اور اُس سے نہایت ہی کامیاب نتائج حاصل کئے گئے۔ اب تو یہ حالت ہوگئی ہے کہ صنعت، حرفت، تجارت، سیاست، مذہب، غرضکہ ہر شعبہ میں یہ لفظ استعمال کیا جاتا اور اُس کے مفہوم سے کام لیا جاتا ہے۔ تاجر اپنی تجارت کے فروغ دینے اور قسم قسم کی تدبیروں سے پبلک میں اُسے مقبول بنانے کے لئے جو کچھ کرتے ہیں، اُسے بھی پروپاگنڈا ہی کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ مُضر تحریکوں اور غلط اصولوں کی اشاعت و تبلیغ میں بھی یہی ہتیار کام میں لایا جاتا ہے۔

یہ محقق ہے کہ افراد اپنے انفرادی ماحول میں، اجتماعی ماحول سے زیادہ عقلمند اور ہوشیار ہوتے ہیں۔ جماعت کے ماحول میں جانے کے بعد افراد کی ذہنیت بڑی حد تک کمزور ہوجاتی ہے اور وہ ایسے افعال پسند کرنے لگتے ہیں جو اپنے انفرادی ماحول میں ناپسند کرتے علم اجتماع نے صحیح طور پر ثابت کردیا ہے کہ جماعت کا دماغ، فرد کے دماغ سے کہیں زیادہ کمزور، پست، اور منفعل ہوتا ہے۔ پس فرد کے

وحشیانہ حرکات ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے سے ظالمانہ سلوک روا رکھا جاتا ہے، حتیٰ کہ طاقتور جماعت محض اپنے زور سے دوسری جماعت کو کچل دیتی ہے۔ فرینک ٹرینٹ نے تاریخ انگلستان میں لکھا ہے "یہ لڑائی دو وحشی قوموں میں ہو رہی تھی۔ انھوں نے رحم و انصاف بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ اگر انہیں کوئی خیال تھا تو صرف یہ تھا کہ کسی طرح انکے دشمن تباہ ہوجائیں۔ دونوں طرف سے سخت مظالم کئے گئے جن پر پردہ ڈالنا ہی مناسب ہے" انگریزی تواریخ نے اپنی حرکات پر تو واقعی پردہ ڈال دیا ہے، لیکن ہندوستانیوں کے مظالم کا بہت بُری طرح سے خاکہ کھینچا گیا۔ سیکڑوں فرضی قصے تواریخ میں درج کئے گئے تاکہ انگریزوں کو انکے پڑھنے سے جوش پیدا ہو۔ آج ہم اس تصویر کا دوسرا رُخ بتاتے ہیں جو تقریباً ۷۰ سال سے لوگوں کی نظروں سے عمداً چھپا دیا گیا ہے۔

پشاور کا واقعہ

۱۵ جون ۱۸۵۷ء کو پشاور میں ۱۲۰ سپاہی پکڑے گئے۔ ان میں سے کسی نے بھی اپنے افسروں کو قتل نہیں کیا تھا۔ بہت سے آدمی ایسے تھے جو بغیر کسی مجرمانہ ارادے کے بغاوت میں شامل ہوگئے تھے۔ نکلسن نے ایڈورڈز ڈپٹی کمشنر پشاور کو لکھا تھا کہ میں ۵۰ سکھ قیدیوں کی جاں بخشی کی سفارش کرتا ہوں کیونکہ مجھے انکے افسروں نے یقین دلایا ہے کہ ان لوگوں نے بغاوت میں مطلق حصہ نہیں لیا۔ باقی کو توپ کے ذریعہ اُڑا دیا جائے۔ سر لارنس نے جواب دیا کہ چونکہ وہ ہمارے دشمنوں کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ اس لئے ان پر رحم نہیں کیا جاسکتا۔ پھر بھی میں تمام آدمیوں کو پھانسی دینا نہیں چاہتا۔ میرا مدعا صرف یہ ہے کہ ایسی عبرتناک سزائیں دی جائیں کہ عوام الناس ڈر جائیں، میری تجویز یہ ہے کہ ان میں سے صرف ایک تہائی کو سزائے موت دی جائے۔ اور تعداد ان سپاہیوں میں سے چنی جائے جو نہایت سرکش اور گستاخ ہوں۔ یا جن کے خلاف انکے افسر شکایت کریں اگر ان صفات کے آدمی اتنے نہ ملیں جن سے مجوزہ تعداد پوری ہوسکے تو پھر بوڑھے سپاہیوں کو شامل کرلینا چاہئے۔ باقی قیدیوں کو مختلف قسم کی سزائیں دی جائیں جو کسی حالت میں بھی تین سال سے کم نہ ہو۔

لارڈ رابرٹ نے جو ان دنوں لفٹنٹ کے عہدے پر تھا، اپنی والدہ کو ایک خط میں اسی واقعہ کے متعلق لکھا ہے: "ہم جہلم سے پشاور تک پیادہ پا گئے۔ راہ میں باغیوں کو قتل کرتے رہے اور فوجوں سے ہتھیار لیتے رہے۔ لوگوں پر سزائے موت کا جو توپ سے واقع ہو، بڑا اثر پڑتا ہے۔ یہ بڑا ہی خوفناک منظر ہے لیکن اس کے بغیر چارہ نہیں۔ ان مظالم کے ذریعہ ہم ان بدمعاش مسلمانوں کو بتلا دینا چاہتے ہیں کہ ہم خدا کی مدد سے ہندوستان پر قابض رہینگے"

پنجاب کے واقعات

ایک توپ میں بہت زیادہ بارود بھری ہوئی تھی۔ جب ایک شخص کو اس کے سامنے لاکر رکھا گیا اور توپ چل گئی، تو اس شخص کے سیکڑوں ٹکڑے ہوا میں اُڑ گئے۔ اس کا سر تماشائیوں میں سے ایک کو جا لگا اور کئی آدمیوں پر خون کے چھینٹے پڑے۔ جنرل نکلسن جسے ہم ایام طفولیت میں دیوتا کی طرح پوجتے تھے، ایڈورڈ کو ایک خط میں لکھتا ہے "ہمیں ایک قانون بنانا چاہئے جس کی رُو سے ہم انگریز عورتوں اور بچوں کے قاتلوں کو زندہ جلا سکیں اور زندہ ہی ان کا چمڑہ اُتار سکیں۔ محض پھانسی دینے سے ہمارا جذبۂ انتقام ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ میں چاہتا ہوں دُنیا کے ایک ایسے کونے میں ہوں جہاں قانون کو اپنے ہاتھ میں لے سکوں۔ مشرقی ممالک کا قاعدہ ہے کہ جب تک لوگوں پر گورنمنٹ کا دبدبہ اور خوف طاری نہ ہوجائے تب تک اسکے فوائد کی قدر نہیں کیجاتی" کوپر جو امرتسر کا ڈپٹی کمشنر تھا۔ لکھتا ہے کہ پنجاب کے تمام افسر ظلم کرنے میں ابتدا کرتے تھے تاکہ لوگ ڈر جائیں۔ اور انتقام لینے کی جرأت نہ کرسکیں۔

طامسن نے سرہنری کاٹن کو چند مسلمان قیدیوں کے متعلق مندرجہ ذیل واقعہ سنایا تھا۔ "شام کے وقت ایک سکھ اردلی آیا اور سلام کرکے کہا۔ میرے خیال میں حضور قیدیوں کو دیکھنا چاہتے ہونگے۔ میں فوراً حوالات چلا گیا۔ وہاں جاکر دیکھا کہ قیدی زمین پر بندھے ہوئے پڑے ہیں۔ بالکل برہنہ اور آخری سانس لے رہے ہیں۔ انکے جسم کے ہر ایک حصے پر تانبا گرم کرکے نشان کئے گئے تھے۔ مجھے اُن کی حالت پر رحم آیا اور پستول سے قتل کردیا تاکہ جان کندنی کی تکلیف سے بچ جائیں" جب کاٹن نے یہ دردانگیز واقعہ سنا تو ان سے پوچھا پھر تم نے انکے ساتھ کیا سلوک کیا۔ جنھوں نے یہ وحشیانہ حرکت کی تھی؟ طامسن نے جواب دیا۔ میں نے کچھ نہیں کیا!

وحشیانہ قتل و نہب

غدر کے دنوں میں ہر ہندوستانی سپاہی کے خلاف الزام تھا کہ اسنے انگریز بچوں اور عورتوں کے قتل میں مدد دی ہے۔ خواہ وہ کسی جگہ پر ہو اور کیسا ہی بے علاقہ ہو، اگر کوئی انگریز دہلی میں قتل کیا گیا ہو، تو لاہور اور پشاور کے ہندوستانی سپاہی بھی قابل گرفت تھے، ایک چشم دید گواہ لفٹنٹ مجنڈی بیان کرتا ہے "ایک دفعہ سکھ اور انگریز ایک زخمی قیدی کو سنگینوں سے مار رہے تھے۔ لیکن کوئی ضرب مہلک ثابت نہ ہوئی۔ اسواسطے دو تین لکڑیاں جمع کرکے آگ جلائی گئی، اور اُسے اس آگ میں پھینکا گیا۔ سکھ اور انگریز یہ خوفناک منظر بڑے مزے لے کر دیکھ رہے تھے۔" رسل نے بھی جو ٹائمز لندن کا نامہ نگار تھا۔ اس واقعہ کی تصدیق کی ہے۔ بلکہ وہ کہتا ہے "میں نے اس قیدی کی جلی ہوئی ہڈیاں بھی اس جگہ دیکھی تھیں"

سب سے پہلے اسی رسل نے ان وحشیانہ حرکات اور مظالم پر صدائے احتجاج بلند کی۔ چنانچہ وہ اپنی ڈائری میں لکھتا ہے "یہ انتقامانہ سزائیں مثلاً مسلمانوں کو سؤر کے چمڑے میں ڈال کر سی دینا اور قتل کرنے سے پہلے انکے منہ میں سؤر کی چربی ڈالنا، اور ہندوؤں سے انکے خلاف مذہب حرکات کرانا، انسانیت کے خلاف اور تہذیب سے گری ہوئی حرکتیں ہیں۔ ان سزاؤں سے بڑے خوفناک نتائج پیدا ہونگے جو ہمارے واسطے ہلاک ثابت ہونگے"

جب ان مظالم کی حد ہوگئی تو گورنر جنرل نے ۳۱ جولائی ۱۸۵۷ء کو ایک مفصل حکم جاری کیا جس کی رُو سے دیہات کا جلانا اور نہتے آدمیوں کو بغیر کسی ثبوت کے سزا دینا ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ ان افسروں سے سزائے موت کے اختیارات بھی چھین لئے گئے جنھوں نے اندھا دھند یہ اختیارات برتے تھے، ۲۰ اگست کو جان گرانٹ صوبجات وسطی میں گورنر بناکر بھیجا گیا تاکہ الہ آباد اور دیگر مقامات میں بے شمار آدمیوں کی پھانسی کی سزا ملتوی کردے۔ انگریزوں نے کیننگ اور گرانٹ کے خلاف بہت شور مچایا کیونکہ انھوں نے بہت سے آدمیوں کو پھانسی سے بچایا تھا۔

ایک دفعہ اگست کے دنوں میں ایک انگریزی فوج دیہات جلاکر واپس آرہی تھی۔ راہ میں چند وفادار سپاہی مل گئے۔ مگر انھیں بھی سنگینوں سے ماردیا گیا۔

یہ مسلّم امر ہے کہ بہت سے سپاہی محض خوف کی وجہ سے بھاگ گئے اور پھر بغاوت پر مجبور ہوگئے۔ اگر ہم نے ابتدا میں مظالم نہ کئے ہوتے تو فساد وسعت نہ پکڑتا اور لوگ رحم و انصاف سے مایوس ہوکر باغی نہ ہوجاتے۔

ایک پادری کی بیوی بڑے فخر سے لکھتی ہے "اُسنے بہت سے قیدیوں کو گرجا صاف کرنے پر مامور کیا۔ لیکن چونکہ یہ کام انکے مذہب کے خلاف تھا اس لئے سنگینوں کی نوک سے کرانا پڑتا تھا۔ بعض قیدیوں نے بڑی جلدی سے کام کرنا شروع کردیا۔ کیونکہ انھیں خیال تھا۔ کہ وہ اس طرح پھانسی سے بچ جائیں گے۔ لیکن اُن کی یہ غلط فہمی فوراً دور ہوگئی۔ کیونکہ بالآخر سب کو پھانسی دی گئی!"

مجنڈی ایک جگہ لکھتا ہے "میں نے وہ رات مسجد (یعنی جامع مسجد دہلی) کی ناکہ بندی میں گزاری اور رات کا بہت سا حصہ اُن قیدیوں کے قتل کرنے میں خرچ کیا۔ جو دن کے وقت پکڑے گئے تھے۔ بہت سے آدمیوں نے مرتے وقت ایسی شجاعت اور متانت دکھائی کہ ہم بھی داد دئے بغیر نہ رہ سکے"

ایک انگریز افسر جو دہلی کے محاصرہ میں موجود تھا، لکھتا ہے "دشمن نے صلح کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ انگریز صلح کے خواہشمند نہیں ہیں۔ وہ تو قتل عام سے خوش ہوتے ہیں"

جب میجر رینالڈ کانپور کے لئے کوچ رہا تھا، تو جنرل نیل نے اس کو مفصلہ ذیل ہدایات بھیجیں جو قابل غور ہیں "ان دیہات کو جنھوں نے بغاوت میں حصہ لیا ہے، تباہ کردیا جائے۔ جن محلوں میں پٹھان بود و باش رکھتے ہیں انھیں مسمار کردیا جائے اور باشندے قتل کردئے جائیں۔ باغی پلٹنوں کے تمام سپاہیوں کو پھانسی دیدی جائے چونکہ فتحپور نے بغاوت کی ہے: اس لئے اسپر بھی حملہ کیا جائے اور تباہ کردیا جائے۔ اگر ڈپٹی کلکٹر گرفتار ہوجائے تو اسے پھانسی دے دی جائے اور اس کا سر شہر کی کسی بلند عمارت پر لٹکایا جائے"

بیگم اودھ نے ۱۸۵۸ء کے ایک اعلان میں یہ فقرہ لکھا تھا "کسی نے خواب میں بھی نہیں دیکھا کہ انگریز کوئی جرم معاف کرسکتے ہیں"

۵۰ ہزار جانوں کا قتل

آخر کار کیننگ اور جان لارنس نے بھی اس قتل عام کے روکنے کی کوشش کی۔ ڈلہوزی (یعنی لارڈ بکلیس فناڈ) نے تو ابتدا ہی کر اس کے خلاف آواز اُٹھائی تھی۔ جب انگریزوں کا غضب جوش پر تھا تو اسنے ایک تقریر کے دوران میں کہا تھا۔ "مجھے یقین ہے کہ ہماری فوجیں ہندوستان کے لوگوں سے خوفناک انتقام لینگی۔ لیکن میں ان انگریز حاکموں کے اس طرز عمل سے بالکل متفق نہیں جن کے ہاتھ میں ہندوستان کی باگ ہے۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ ہم غیر ممالک میں بجائے انصاف کے انتقام کے زور سے حکومت کریں۔ میں ظلم کے بدلے میں ظلم نہیں کرنا چاہتا"

لارڈ کیننگ نے ملکہ معظمہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا تھا: "لوگ انتقام پر تلے ہوئے ہیں" اور وہ لوگ بھی جنھیں اپنے ماتحتوں کے روبرو بہتر مثال قائم کرنی چاہئے تھی، اس جوش سے خالی نہیں۔ میں جب اپنے لوگوں کی حرکات دیکھتا ہوں تو شرم کے مارے پسینہ پسینہ ہوجاتا ہوں۔ میں حیران ہوں کہ ان لوگوں نے کس طرح چالیس پچاس ہزار آدمی قتل کردئے" ملکہ وکٹوریہ نے اس خط کا جواب یہ دیا تھا "لارڈ کیننگ کو یقین کرنا چاہئے کہ میں بھی انگریزوں کی ان وحشیانہ حرکات پر سخت نادم ہوں اور خاصکر انگلستان کی پبلک پر جسنے برطانوی فوجوں کی کارگزاری بنظر تحسین دیکھی ہے"

چونکہ لارڈ کیننگ نرم دل اور کمزور تھا اس لئے وہ وقت پر انگریزوں کا جوش ٹھنڈا نہ کرسکا۔ اس کے ماتحت اس کے اختیار سے باہر تھے۔

قتل و نہب کی مطلق العنانی

سر جارج کیمبل اپنی سوانح عمری میں لکھتا ہے "میں نے مارشل لا کے متعلق بہت دفعہ سنا ہے لیکن میں ابھی تک اس کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکا۔ ہندوستان میں ان دنوں اس کا جو مطلب سمجھا گیا تھا، وہ یہ تھا کہ ہر ایک فوجی کو کھلی اجازت تھی وہ جسے چاہے قتل کرے یا جس سے

مطبوعاتِ جدیدہ

غدر ۱۸۵۷ء

اور "تصویر کا دوسرا رُخ"

حال میں ایک کتاب انگریزی میں شائع ہوئی ہے جس کا نام

The other side of medal

ہے۔ یعنی تصویر کا دوسرا رُخ ہے۔ اس کا مصنف ایک مشہور اہل قلم ایڈورڈ ٹامسن ہے۔ اُسنے یہ کتاب اس لئے لکھی ہے کہ غدر ۱۸۵۷ء کے اثنا میں برطانی حکام نے جو انتقامی تدابیر اختیار کی تھیں یا حکومت کے رعب و ہیبت کے مظاہرہ کے لئے جو خونریزیاں جائز رکھی گئی تھیں، اُن کے واقعات مستند تاریخی مصادر سے اخذ کرکے یکجا کر دے جائیں، اور اس ہندوستانی غدر کی ہولناک تصویر کا دوسرا رُخ بھی دنیا کے سامنے آجائے۔

غدر ۱۸۵۷ء کی تصویر کا ایک رُخ تو وہ تھا جو باغی فوج کے قتل و غارت اور لوٹ مار کی صورت میں دُنیا دیکھ چکی ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ وحشیانہ طرز عمل دہلی، لکھنؤ، اور کانپور میں بے گناہ انگریز عورتوں اور بچوں کا قتل تھا۔ قلعہ دہلی میں ۴۲ انگریز مقید تھے۔ باوجود بدقسمت بہادر شاہ مرحوم کی پیہم مخالفانہ کوششوں کے باغی فوج نے انھیں قتل کر ڈالا۔ غالباً ۲۰ سے کم ۱۱ تک (کیونکہ روایات مختلف ہیں) اُن میں عورتیں بھی تھیں۔ لکھنؤ میں بھی غدر کے بعد ۲۰ انگریز قیدی تلنگوں کے ہاتھوں قتل ہوئے جن میں ایک تہائی تعداد عورتوں کی تھی۔ کانپور میں جہاں کشتی کا حملہ کرنے کے بعد حملہ انگریزوں کی کشتیوں پر کیا گیا جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے، وہ نانا راؤ کے حکم سے ہوا ہو یا نہ ہوا ہو لیکن یقیناً صد درجہ کا وحشیانہ فعل تھا۔ مختلف مقامات میں غیر مسلح اور بے پناہ انگریزوں پر اُنکے فوجی نوکروں نے جو حملے کئے اور عورتیں تک قتل کر ڈالی گئیں، یقیناً انسانیت اُنکے لئے کوئی معذرت قبول نہیں کریگی۔

یہ غدر کی تصویر کا ایک رُخ ہے، اور ایک سو سے زیادہ انگریز اہل قلم اُس کی وحشت و ہولناکی کے خال و خط نمایاں کر چکے ہیں۔ لیکن تصویر کے دوسرے رُخ کی شہادت کیا ہے؟ وہ خلاف انسانیت کاموں میں ہے، یا وحشت و ہولناکی کا؟ پہلے رُخ سے کم ہولناک ہے یا زیادہ؟ دنیا کی اُن حکمران اور قابو یافتہ قوموں میں جنھیں انتقام و غضب کے موقعہ پر اپنی اخلاقی برتری (کرکٹر) کے مظاہرہ کا موقع ملا ہے، انگریزی قوم کس جگہ کی مستحق ہے؟ اُسنے خود ہندوستانیوں کی ردِ بغاوت کے بعد ہندوستان کے سب سے بڑے شہروں میں جو قتل عام کیا، اور جس طرح غیر مسلح، غیر محارب، اور یکقلم بے گناہ آبادی تہہ و بالا کر دیگئی، تاریخ کو اسکے لئے کیا فیصلہ کرنا چاہئے؟ یہ سوالات ہیں جو غدر ۱۸۵۷ء کی تاریخ سے قدرتی طور پر پیدا ہوتے ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ اب تک منصفانہ تنقید و تحقیق کی روشنی اس گوشہ پر نہیں پڑ سکی۔ اس نئی کتاب میں مسٹر ٹامسن نے سوالات پر روشنی ڈالی ہے، اور کوشش کی ہے کہ مستند اور بے لاگ تاریخی مصادر سے واقعات جمع کر دیئے جائیں۔ مصنف کیلئے مشکل تھا کہ وہ اپنے مقصد میں پوری کامیابی حاصل کرسکتا۔ اگر اس حکومت ہند کے سرکاری افسروں اور انگلستان کے بعض نیم سرکاری مباحث کے سوا اور کوئی ذریعہ علم نہ تھا، اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں ذرائع اس بارے میں غیر طرفدار نہیں تصور کئے جا سکتے۔ تاہم تاریخی شہادات کا جسقدر ذخیرہ بھی جمع ہو گیا ہے، اُس سے بہ حیثیت مجموعی "تصویر کا دوسرا رُخ" نمایاں ہو جاتا ہے۔

اب ہندوستان اُس منزل سے گزر چکا ہے جب اس قسم کے واقعات محض سیاسی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کی اصلی حیثیت سیاسی نہیں بلکہ تاریخی ہے۔ غدر ۱۸۵۷ء جیسا عظیم واقعہ جسنے ہندوستان کے نئے دورِ حیات کے ہر گوشے پر اثر ڈالا، ضروری ہے کہ تاریخ کے سامنے پیش کیا جائے، اور اُسے چھوڑ دیا جائے کہ اپنا فیصلہ ثبت کر دے۔

ذیل میں ہم اس کتاب کے بعض ضروری حصوں کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔ یہ ترجمہ مولوی محمد علی صاحب وکیل ایٹہ (؟) آباد نے کیا ہے۔ ان کا ارادہ ہے کہ پوری کتاب کا ترجمہ اُردو میں مرتب کر دیں۔ اُمید ہے یہ ترجمہ پوری دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائیگا۔

"آکسفورڈ میں یہ مثل عام طور پر مشہور ہے کہ اگر کوئی شخص ہندوستان کے متعلق کسی معمولی درجہ کے ایوان میں بھی لیکچر دے، تو تمام سامعین یک لخت ایوان خالی کر دیں گے۔ ایک زمانہ تھا جب انگریز علماء ہندوستانی علوم و فنون میں دلچسپی لیا کرتے تھے۔ لیکن اب یہ حال ہے کہ ہندوستانی مسائل پر کوئی متوجہ نہیں ہوتا۔ اس تبدیلی کا سبب یہ ہے کہ ہمیں یقین ہو گیا ہے، ہندوستانی ہماری حکومت سے تنگ آگئے ہیں۔ انھوں نے ہمارے حسن انتظام کی قدر نہیں کی۔ ہم اگر اب بھی قربانی کر سکیں تو ہندوستان کو بزور شمشیر قابو میں رکھ سکتے ہیں۔

لیکن جو شور و غل جلیانوالہ باغ کے قتل عام پر ہوا تھا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہم اپنے آبا و اجداد سے کہیں زیادہ رحمدل واقع ہوئے ہیں۔ کیونکہ ہم ہندوستان میں دوسرا غدر پیدا کرنا نہیں چاہتے۔

اب ہمارے لائق اور ہونہار نوجوان ہندوستانی ملازمتوں سے گریز کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معمولی قابلیت کے آدمی ہندوستان جاتے ہیں۔

ہندوستان کے متعلق غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈا یورپ میں پھیلایا جا رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اُس کے باشندے محض وحشی اور صحرائی ہیں! ہندوستانی مورخ نہیں ہیں۔ انہیں واقعات کو سلسلہ وار ترتیب دینا نہیں آتا۔ وہ تحقیق کے نئے طریقوں سے نا آشنا ہیں یہی وجہ ہے کہ آج تک غدر ۱۸۵۷ء کے متعلق ہندوستان میں کوئی تاریخ صحیح شائع نہیں ہوئی۔ حالانکہ دوسری طرف انگریزوں نے اس واقعہ پر سیکڑوں کتابیں لکھ کر مشتہر کیں۔ یہ واقعہ ہے کہ انھوں نے تصویر کا صرف ایک رُخ دکھلایا ہے

غدر کے اسباب

عام طور پر غدر کے دو سبب بیان کئے جاتے ہیں۔ اولاً یہ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان کے تمام صوبے یکے بعد دیگرے اپنی حکومت میں ملا لئے تھے۔ اسواسطے ہندوستانیوں کے دلوں میں کمپنی کے متعلق بہت شکوک پیدا ہو گئے۔ دوسرا سبب وہی چربی والے کارتوسوں کا قصہ ہے۔

اینسن (Anson) جو ان دنوں کمانڈر انچیف تھا لکھتا ہے کہ "میں نے مشکوک کارتوس دیکھے ہیں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ سپاہیوں کے عذرات حق بجانب ہیں۔ مجھے یہ ہرگز خیال نہ تھا کہ ان کارتوسوں کے استعمال میں گائے اور سؤر کی چربی لگائی جائے گی۔ میرے خیال میں ہندوستانی سپاہیوں کے جذبات کی مطلق پرواہ نہیں کی گئی۔"

یہ کارتوس جو انہیں دنوں میں رائج کئے گئے تھے، سؤر اور گائے کی چربی سے آلودہ ہوتے تھے۔ اور پیشتر اس کے کہ انھیں بندوقوں میں ڈالا جائے، دانتوں سے کاٹنا پڑتا تھا۔ اس کارتوس کے چند حصے ایسے سخت ہوتے تھے کہ بغیر دانت کے استعمال کے چلائے نہیں جا سکتے تھے۔ ہندو مذہب میں گائے کا احترام کیا جاتا ہے، جب انھیں یہ کارتوس استعمال کرنا پڑے تو سخت رنج ہوا۔ یہی حال مسلمان سپاہیوں کا بھی تھا۔ چنانچہ تمام فوج میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ رسالہ نمبر ۳ مقیم میرٹھ کے ۸۵ سپاہیوں نے ایسے کارتوسوں کے استعمال کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کا کورٹ مارشل کیا گیا۔ اور دس دس سال کی سزا دی گئی جس طریقے سے یہ حکم سنایا گیا تھا وہ تہذیب سے گرا ہوا تھا۔ مصنف موصوف نے اس خوفناک منظر کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

"۸۵ سپاہیوں کو گارد کی حراست میں فوجی عدالت کے روبرو پیش کیا گیا اور یہ سخت حکم سنایا گیا۔ اُن کی فوجی وردی اُنکے جسم سے اُتار دی گئی پھر اُسی وقت بیڑیاں پہنائی گئیں۔ یہ نہایت دردناک نظارہ تھا۔ اُن کے ساتھیوں کو اُن کی حالت زار پر ترس آرہا تھا۔ ان قیدیوں میں بہت سے ایسے سپاہی بھی تھے جنھوں نے انگریزوں کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں کی تھیں۔ اور مختلف لڑائیوں میں عدیم المثال بہادری دکھلائی تھی۔ تمام قیدیوں نے باواز بلند جرنیل کی منت و سماجت کی کہ اس بے عزتی سے بچایا جائے۔ لیکن کسی نے پرواہ نہ کی۔ جب وہ مایوس ہو گئے تو انھوں نے اپنے ساتھیوں کو للکار کر کہا تمھیں شرم نہیں آتی کہ ہم اس مصیبت میں گرفتار ہیں اور تم خاموشی سے تماشہ دیکھ رہے ہو؟ اس دردناک اپیل سے حاضرین کے دل پر گہرا اثر پڑا ممکن تھا کہ وہ کچھ کر گذرتے۔ لیکن توپوں اور بندوقوں کی موجودگی میں وہ کیا کرسکتے تھے؟ ناچار انھیں صبر کرنا پڑا۔ لیکن اس واقعہ سے ہر ایک ہندوستانی انگریزوں کے خلاف ہو گیا۔ وہ لوگ جو ان کی خاطر اپنی جانیں لڑاتے تھے، یکلخت اُنکے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔

لارڈ کیننگ گورنر جنرل نے اس واقعہ کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے "یہ ایک ایسا احمقانہ حکم تھا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ بغاوت کا آغاز اسی حکم سے شروع ہوتا ہے"

دوسرے دن (یعنی ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء) ایک رسالہ اور دو پیادہ فوجوں نے جیلخانے کے دروازے زبردستی کھولکر اپنے ساتھیوں کو آزاد کر دیا۔ پھر انگریز افسروں کے گھر جلا دئے۔ جہاں کہیں کوئی فرنگی ملا قتل کر دیا گیا، اور اس کے بعد سب کے سب دہلی روانہ ہو گئے جب باغی پلٹنیں دہلی پہنچیں۔ تو وہاں بھی انھوں نے انگریزوں کے قتل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ جب ایک محکوم قوم اپنے حاکموں سے جنگ و جدل پر آمادہ ہو جاتی ہے تو دونوں طرف سے

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دُنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پُرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پُرانی تصویریں، پُرانے سکے اور نقوش، پُرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پُرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرست ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دُنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے

دُنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، بیت المقدس، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

بااین ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر بھی حال ہی میں ہم نے فراہم کئے ہیں۔

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ [illegible]

[illegible]

جو کچھ چاہے چھین لے۔ کوئی روک ٹوک نہ ہوگی۔"

لارڈ کیننگ کی گورنمنٹ نے ۱۰ جون کو بعض صوبجات میں مارشل لا نافذ کیا تھا۔ گورنمنٹ کو چاہئے تھا کہ اس قانون کے استعمال کی سختی سے نگرانی کرے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ گورنمنٹ نے اس معاملہ میں سخت کمزوری دکھلائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ماتحت افسر بلا روک ٹوک مظالم برپا کرتے رہے۔ اور بغیر کسی تفتیش کے قتل عام جاری رہا۔

مسٹر رسل ٹائمز کا نامہ نگار ایک جگہ لکھتا ہے "ان شہروں میں صرف سپاہیوں نے بغاوت کی تھی۔ اس لئے مناسب یہی تھا کہ صرف وہی لوگ قتل کئے جاتے جنھوں نے ہتھیار اٹھایا تھا، لیکن ان لوگوں کو قتل کرنا جن کی ان فوجوں سے محض ہمدردی تھی، ایک نہایت بزدلانہ فعل تھا۔ اگر کوئی باغی فوج کسی شہر میں مقیم ہوگئی تھی تو اس کے باشندوں کو محض اس بنا پر قتل کرنا کہ کیوں ان کے شہر میں باغیوں نے ڈیرا ڈالا ہے کتنا وحشیانہ فعل ہے؟ یہ مسلم ہے کہ شہر کے باشندوں نے ظلم طبیبا انگریزوں کے بچانے میں سعی کی تھی۔ لیکن پھر بھی انگریزی فوجوں نے ان کی قدر نہ کی، اگر انگریز صرف باغیوں کو قتل کرتے تو بالکل حق بجانب سمجھے جاتے۔ لیکن بے شمار بے گناہ لوگوں کو محض اس سبب سے قتل کیا گیا، کہ وہ ہندوستانی تھے" (باقی آئندہ)

ادبیات

سعد پاشا زغلول کے اقوال

مرحوم احمد سعد پاشا زغلول کو مصر میں جو رسوخ و عظمت حاصل تھی اُس میں اُن کی دوسری قابلیتوں کے علاوہ اُن کی قوت خطابت اور بلاغت تحریر کو بھی بڑا دخل تھا۔ ذیل میں اُن کے بعض اقوال کا ترجمہ دیا جاتا ہے جو ضرب الامثال کی طرح مشہور ہوگئے ہیں،

کامل آزادی

مصر کامل آزادی کا مطالبہ کرتا ہے، کیونکہ آزادی، قوموں کا پیدائشی حق ہے۔

ناامیدی

اسوقت ہماری حالت کیسی ہی ابتر ہو، مگر ہماری قوم جیسی کوئی بڑی قوم، کبھی اپنی قسمت کی طرف سے ناامید نہیں ہو سکتی!

حاکم و محکوم کی مصلحت

حاکم قوم کی مصلحت ہمیشہ اُس کی محکوم قوم کی مصلحت سے متضاد ہوا کرتی ہے۔

عہدے کی خواہش

اپنے آزاد وطن میں ایک حقیر فرد رعایا بن کر رہنا مجھے اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ اجنبی حکومت کے ماتحت بڑے سے بڑے عہدے پر مقرر ہوں۔

مادی قوت

مادی قوت، قوم کے ارادے پر کبھی غالب نہیں آسکتی۔

صحیح تحریک

ہر صحیح تحریک ضرور کامیاب ہوتی ہے۔

زمانے کے انقلابات

زمانے کے انقلابات دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست بنا دیتے ہیں۔

سیاسی اتفاق

مصر اور انگلستان کے درمیان اتفاق کے معنی صرف ایک ہیں۔ یعنی مصر کی کامل آزادی۔

انتہا پسندی

آزادی کے طلبگار، انتہا پسند نہیں ہوتے اس لئے کہ یہ تو ایک ابتدائی چیز ہے۔ غلامی پسند کرنے والے البتہ انتہا پسند ہیں، کیونکہ غلامی ذلت نفس کی انتہا ہے!

قومی روح

قوم کی روح نہ جنگی قوانین سے مغلوب ہو سکتی ہے، نہ ظلم سے، نہ دُنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت کی قوت سے۔

اصول نہ کہ اشخاص

اگر سعد، قومی اصول سے ہٹ جائے تو اسے گرا دو!

نکتہ چینی

میں اپنی ذات پر نکتہ چینی سنکر خوش ہوتا ہوں، اگرچہ وہ جھوٹی ہی ہو۔

ابنائے وطن کو نصیحت

ابنائے وطن! تم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ میری نگرانی کرے پھر سعد ذمہ دار نہیں ہے، وطن کا ہر فرزند ذمہ دار ہے۔

قومیت

یہ دیکھ کر میری مسرت بے حساب ہو جاتی ہے کہ مصر میں صرف ایک ہی فرقہ موجود ہے، اور وہ مصری قوم ہے۔

قومی زندگی

یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ یہ جماعتوں کا سوال نہیں ہے۔ یہ قومی زندگی کا مسئلہ ہے!

میٹھے بول

انگریز، گفتگو میں بڑے ماہر ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ میٹھے بول ہمیں مسخر کر لیتے ہیں!

ہمارا مطالبہ

ہمارا مطالبہ کچھ بہت لمبا چوڑا نہیں ہے۔ ہمارا مطالبہ صرف ایک لفظ ہے "آزادی!"

سعد کی زندگی

سعد، مر کر بھی ہمیشہ زندہ رہیگا۔ کیونکہ ہر مصری، سعد ہے، بلکہ سعد سے بھی زیادہ!

مصری قوم

آج مصری قوم وہ نہیں ہے جو کل تھی۔ آج مسلم اور غیر مسلم الگ الگ نہیں ہیں۔ سب ایک قوم ہیں اور صرف ایک خواہش رکھتے ہیں۔ یعنی آزادی! اور وطن!

عداوت

میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میرے دل میں کسی آدمی کی بھی عداوت پوشیدہ نہیں ہے۔ کیونکہ عداوت، کمزوروں کا اخلاق ہے۔

قومی عزت

میں کہہ چکا ہوں، کہتا ہوں، کہتا رہوں گا کہ جو عزت میری قوم نے مجھے دی ہے، وہ میرے لئے قابل فخر ہے۔

میرا دل

میرے دل میں نہ حسد ہے، نہ کینہ ہے۔ میرے دل میں قومی امانت نے کسی چیز کے لئے بھی جگہ خالی نہیں چھوڑی ہے۔

آزادی کا استحقاق

جو قوم اپنے فرزندوں کا خون اس لئے بہتے دیکھتی ہے کہ وہ آزادی چاہتے ہیں اور پھر خاموش رہتی ہے، وہ یقیناً آزادی کا استحقاق نہیں رکھتی!

وزارت

ہم وزارت کے دشمن نہیں ہیں، لیکن غیر قومی وزارت دیکھ نہیں سکتے۔

میرا اخلاق

میں چلّانے والا ہوں، سازشی نہیں ہوں۔

میری آرزو

آزادی، میری آرزو ہے۔ جو ہاتھ بھی آزادی کے لئے، میں سب سے پہلے اُس کو ہم بوسہ دوں گا، اگرچہ وہ میرے سیاسی دشمن ہی کا ہاتھ کیوں نہ ہو۔

خود اعتمادی

خود اعتمادی، طبعی اختیاری وصف نہیں ہے، بلکہ پیدائشی صفت ہے، خود اعتماد آدمی اگر یہ صفت مفقود بھی کرنا چاہے تو وہ نہیں کر سکے گا۔

میری دشمنی

میں نے اگر کسی سے دشمنی کی ہے تو صرف اپنی قوم کی مصلحت کی وجہ سے۔

رُو رعایت

قومی حقوق میں رُو رعایت دخل نہیں پا سکتی۔

ناکامی

شرارت نے جو کچھ جمع کیا ہے، بکھر جائے گا۔ طمع نے جو کچھ جوڑا ہے، ٹوٹ جائے گا۔ جس کی بنیاد جھوٹ پر ہے، وہ یقیناً گر پڑیگا!

ناکامی کی علت

ناکامی کی اصلی علت، کارکنوں کی باہمی بے اعتمادی ہوتی ہے۔

صبر و برداشت

ہاں ہم پر مصائب جھیلتے ہیں۔ لیکن وہی قوم زیادہ عظمت حاصل کرتی ہے جو زیادہ مصائب برداشت کر سکتی ہے۔

برطانیہ کی ضرورت

اگر برطانیہ کو مصر کی ضرورت ہے، تو مصر کو اُس سے کہیں زیادہ اپنی ضرورت ہے۔

قوت

اگر ہم طاقتور ہوتے تو کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہوتی کہ مصر ہمارے قبضہ میں رہنا چاہئے!

منفعت

اگر ملکیت میں منفعت کا اصول تسلیم کر لیا جائے تو دنیا تہ و بالا ہو جائے۔ کیونکہ ہر شخص کی منفعت اسی میں ہے کہ ساری دنیا کا مالک بنجائے۔

عمل اور قربانی

کوئی عمل حق ضائع نہیں ہوتا۔ کوئی قربانی رائیگاں نہیں جاتی۔

ضرورت اور قوت

کسی زمانہ میں بھی ضرورت، قانون نہ تھی۔ کسی وقت میں بھی قوت حق کا معیار نہ تھی!

ظلم

ہر ظلم اپنے دامن میں مظلوم کے لئے خوشخبری اور ظالم کے لئے سزا چھپائے ہوتا ہے!

مطبوعات الھـــلال بك ايجنسی

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دینی علوم کے بیش بہا جواہر ریزی

اس سلسلہ میں ہم نے اماميين کی ان نادر و اعلیٰ درجہ کی بلند پایہ عربی تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسلہ شروع کیا ہے ' جنکا مطالعہ اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروری و ناگزیر ہے - امید کہ یہ "سلسلۂ تراجم" بد نصیب ہندوستان کی دماغی اصلاح کا کام دے :

اسوۂ حسنہ ــــ امام ابن قیم کی فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصہ کا اُردو ترجمہ - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازھائی روپیہ -

کتاب الوسیلہ ــــ لفظ "وسیلہ" کی بحث کے علاوہ امام ابن تیمیہ نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کی مبسوط بحث کی ہے - بلا جلد ازھائی روپیہ ' مجلد سوا تین روپیہ -

اصحاب صفہ ــــ انکی تعداد ' ذریعہ معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے ہیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر ــــ امام ابن تیمیہ کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمہ - چار آنے -

العروۃ الوثقیٰ ــــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ کا فرق بدلائل بیان کیا ہے - چھہ آنے -

سیرت امام ابن تیمیہ ــــ حضرت امام کے ضروری حالات زندگی نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیے ہیں - نو آنے

نجد و حجاز ــــ علامہ سید محمد رشید رضاء مصری کی تازہ کتاب کا اُردو ترجمہ - سوا روپیہ -

آئمہ اسلام ــــ ترجمہ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامہ ــــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ــــ یہ ایک علمی ' اسلامی ' سہ ماہی رسالہ ہے جس کے خریدار کو ہم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربی ' فارسی ' انگریزی ' اور دوسری زبانوں کی تمام اہم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اہتمام کیا ہے- اسکے علاوہ آئمہ و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانہ ' نظمیں اور ممالک اسلامیہ کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے ہوے حالات درج کیے جاتے ہیں - فی پرچہ ۸ آنہ سالانہ ۲ روپیہ پیشگی -

منیجر الھـــلال بك ايـــجنسی

(حلقہ نمبر ۲۴ شیرانوالہ دروازہ لاہور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہاے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفرین دعوت تھی -

الہـلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا ' لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا ' اِس لئے اُس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف ادراق کا مجموعہ تھا- اُس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب ' مذہب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے - اور اسکا ہر باب اپنی مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا- پھر اس کی ظاہری خوبیاں اردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں- اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا ' جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوگئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں- اِس کی جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمی ' مذہبی ' سیاسی ' اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں- اِن کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کی تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیہ میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں- پچھلے دنوں "البـلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا ' ہم نے کوشش کی کہ شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جاسکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جاے-

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل ہوگئی ہیں - ہم اِس اعلان کے ذریعہ شایقین علم و ادب کو آخری موقعہ دیتے ہیں کہ اِس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں ' چونکہ جلدوں کی ایک بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف انہیں درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی- ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ

" " " چہارم ۱۰ روپیہ " " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البـلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہـلال اِس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے- قیمت فی پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ہے-

منیجر "البـلاغ پریس"

فدائیان اسلام پر مصائب کا ہجوم
کیوں ہی؟

اگر آپ کو قوم کے ظاہری و باطنی امراض اور انکے علاج کا علم حاصل کرنا ہے تو الجمعیتہ ملاحظہ فرمائیے۔

"الجمعیتہ" تمام ہندوستان میں ایک ہی اخبار ہو جو علماء کی زبان کہلانے کا مستحق ہو اور جس کا اہم ترین مقصد ملت بیضا کی محافظت ہو۔ مقدس مذہب اسلام کے خلاف حملوں کا دندان شکن جواب دینا اور واقعات کی محققانہ تنقید کرنا اسکا مخصوص طریقہ ہو

اس زمانے میں اجتماعی اور تمدنی زندگی کے لئے اخبار بھی ایک ضروری چیز ہو گیا ہو اور ہر قوم کو اپنی تمدنی زندگی قائم رکھنے کے لئے اسکی حاجت ہو۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو لازم ہو کہ وہ مذہب کی حفاظت کے فریضے کو تمام فرائض سے اہم سمجھیں اور اس اخبار کو جو مذہب کا محافظ ہو اور صلاح قوم کا علمبردار بھی اشاعت اور ترقی کے اعلیٰ درجے پر پہنچائیں

حق کی آواز جسقدر کثرت سے لوگوں کے کان میں جائیگی اسیقدر کامیابی ہو

اخبار الجمعیتہ کی پانچ (۵) خصوصیات

(۱) تمام سیاسی و مذہبی مسائل پر عالمانہ و فاضلانہ بحث کرتا ہو۔
(۲) تبلیغ و اشاعت اسلام کے متعلق مسلسل مضامین شائع کرکے مخالفین اسلام کو خاموش کرتا ہو۔
(۳) عربی، فارسی، اردو، انگریزی اخبارات کے تراجم پیش کرتا ہو۔
(۴) حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیتہ علماء ہند کے فتاویٰ کی اشاعت کرتا ہو۔
(۵) ایک کالم تفریح کا بھی ہوتا ہو جس سے اُس کی دلچسپی میں اضافہ ہوتا ہو۔

ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا ہو۔ چندہ سالانہ چھ روپیہ (للعہ) ششماہی تین روپئے چار آنے (عہ/)

مینیجر الجمعیتہ دہلی

جامع الشواہد
طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر [illegible] میں شائع ہوئی تھی جب [illegible] میں [illegible] موضوع بحث تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہو؟ اور اسلام کی [illegible] نے کس طرح [illegible] عبادت کا [illegible] بلا امتیاز مذہب و [illegible]

[illegible]

قیمت بارہ آنے۔ (دفتر الہلال کلکتہ)

۱۹۲۷

جلد ۱

نمبر ۱۳

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت

۵ ـ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين
القرآن الحكيم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصوّر رسالہ

نمبر ۱۳ — کلکتہ: جمعہ ۱۲ . ربیع الاول ۱۳۴۶ ھجری — جلد ۱

Calcutta: Friday, 9. September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔

طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رہکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ہی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ہی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ہین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ہی ۔ ضروری ہی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۰۱۲ مراسلات وصول ہوی ہین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ہی :

عربی حروف کی حق مین	۱۳۹	اردو حروف کی حق مین	۲۸۰
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۲۹۳	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۱۴	نستعلیق ہون	۸۶

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباباً کو بھی متفق ظاہر کیا ہی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس باری مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ہی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ہی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاہر کرینگی مگر ضرورت ہی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الہلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول - - بارہ روپیہ

ہندوستان سے باہر کیلیے - - سولہ روپیہ

قیمت شش ماہی - - - سات روپیہ

قیمت فی پرچہ - - - پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جارہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری مواقع (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

ایک بالکل سفید مرغي اور ایک بالکل سیاہ مرغ لو ' اور اُن کي نسل کا تجربہ کرو - اب ایسا ہوگا کہ اِن دونوں کے اتحاد تناسلي سے جو بچے پیدا ہونگے ' وہ نہ تو بالکل سیاہ رنگ کے ہونگے ' نہ بالکل سفید رنگ کے - مخلوط قسم کے ہونگے - یہ اِس نسل کا پہلا طبقہ ہوا - اِس مخلوط رنگ کي مرغیوں کي نسل آگے بڑھنے دو - اِن سے جو دوسرا طبقہ نسل کا پیدا ہوگا ' اُس کي حالت یہ ہوگي کہ اُن میں ۲۵ - في صدي مرغیاں بالکل سیاہ ہونگي ' ۲۵ - في صدي بالکل سفید ' اور ۵۰ في صدي مخلوط رنگت کي - گویا دوسرے طبقہ میں اُن کے مورث اعلیٰ کي کامل رنگت ۲۵ - في صدي میں نمایاں ہوي ' مگر ۵۰ - في صدي میں مورث ثاني کا اقرب کا سا مخلوط رنگ قائم رہا - اب اِس دوسرے طبقہ سے تیسرا طبقہ پیدا کرو - اِس تیسرے طبقہ کا حال یہ ہوگا کہ سفید سے سفید بچے پیدا ہونگے - سیاہ سے سیاہ پیدا ہونگے - مگر مخلوط رنگت کے بچوں میں پھر وہي تناسب نمایاں ہوجائیگا ' جو دوسرے طبقہ میں تھا - یعني اُسکي نسل میں ۲۵ - في صدي سیاہ اور ۲۵ - في صدي سفید ہونگے - باقي ۵۰ - في صدي اپنے ماں باپ جیسے مخلوط رنگ کے ہونگے !

پھر اِن ۵۰ - في صدي مخلوط رنگ والوں کي نسل جب اور آگے بڑھیگي ' تو اُس میں بھي یہ تناسب برابر قائم رہیگا - یعني ہمیشہ نصف تعداد مخلوط رنگت کي ہوگي اور ۲۵ - في صدي سفید ' اور ۲۵ - في صدي سیاہ ہوگي -

لیکن تیسرے طبقہ میں جن افراد کے اندر اُنکے مورث اعلیٰ کي کامل رنگت متوارث ہوگئي تھي ' اُن کي نسل میں مستقلاً ایک رنگت قائم ہوجائیگي - سفید سے ہمیشہ سفید بچے پیدا ہونگے ' اور سیاہ سے ہمیشہ سیاہ -

قانون توارث کا ایک عملي مشاہدہ

مرغیوں کي نسل کے تین طبقات ' جن میں مورث اعلیٰ کا سفید اور سیاہ رنگ ایک خاص عددي تناسب کے ساتھہ متوارث ہوتا ہے - مورث اعلیٰ سفید اور سیاہ رنگ کے ہیں - نسل کے پہلے طبقہ مین مخلوط رنگ کا مرغ پیدا ہوا ہے - لیکن اُس سے جو دوسرا طبقہ پیدا ہوا ہے ' اس میں ۲۵ - فیصدي سفید ' ۲۵ - في صدي سیاہ ' اور ۵۰ - في صدي مخلوط رنگت کے ہیں - پھر تیسرے طبقہ میں سفید سے سفید اور سیاہ سے سیاہ پیدا ہوتا ہے ' مگر مخلوط کي نسل میں وہي عددي تناسب قائم ہے -

اِس سے معلوم ہوا کہ :

(۱) قانون توارث میں مورث اعلیٰ کے دو مختلف جسماني خواص ' پہلے طبقہ میں ایک ایسا مزاج پیدا کرلیتے ہیں جو ملا جلا مزاج ہوتا ہے - یعني اُن میں دونوں طرح کے خاصے اکھٹے ہوکر مخلوط ہوجاتے ہیں -

(۲) اِس پہلے نسلي طبقہ نے جو مخلوط مزاج کرلیا ہے ' وہ نسل کي آئیندہ افزائش میں ایک مستقل اور متوارث حیثیت اختیار کرلیتا ہے ' اور اپني نسل میں برابر قائم رہتا ہے ' لیکن ساتھہ ہي یہ عجیب بات بھي ہے کہ دوسرے طبقہ میں نصف تعداد ہمیشہ ایسے افراد کي پیدا ہوتي ہے ' جن میں اِس مخلوط و ممزوج حالت کي جگہ مورث اعلیٰ کے اِنفرادي خواص الگ الگ نمایاں ہوجاتے ہیں - اِس نصف تعداد میں آدھي تعداد ایک قسم کے خاصہ کي اور آدھي ایک قسم کے خاصہ کي ہوتي ہے - اِس طرح دو مختلف جسماني خواص کے ماں باپ دوسرے طبقہ کي نسل مین بالانفراد الگ الگ ' اپنے اپنے خواص نمایاں کردے سکتے ہیں !

(۳) نسل کے تیسرے طبقہ مین جن افراد کے اندر مورث اعلیٰ کے خواص انفرادي اور غیر مخلوط حالت میں نمایاں ہوجاتے ہیں ' ان کي نسل میں آیندہ اِن اجدادي خواص کا اختلاط و امتزاج نہیں ہوتا ' بلکہ اجدادي خواص کي جو ایک قسم اُن میں نمایاں ہوئي ہے ' وہ مستقلاً قائم ہو جاتي ہے ' اور اپني نسل میں متوارث ہونے لگتي ہے -

(۴) لیکن دوسرے طبقہ میں جو نصف تعداد ایسي پیدا ہوتي ہے ' جس میں اجدادي خواص مخلوط و ممزوج حالت میں نمایاں ہوتے ہیں ' اُن میں قانون توارث کا یہ عددي تناسب برابر قائم رہتا اور آگے کي طرف بڑھتا ہے - یعني اُن کي نسل میں وہي ۲۵ - ۲۵ - في صدي الگ الگ آبائي خواص ظاہر ہوتے ہیں ' اور ۵۰ - في صدي مخلوط و ممزوج رہتے ہیں -

(۵) ماں باپ کے الگ الگ جسماني خواص سے مولود میں جو مخلوط و ممزوج حالت پیدا ہوجاتي ہے ' وہ ہمیشہ اپني نسل میں اِس طرح متوارث ہوتي ہے کہ نصف تعداد مخلوط قسم کي ہوگي ' اور نصف مورث اعلیٰ کے الگ الگ خواص کي -

(انسان میں قانون توارث).

ٹھیک یہي حالت انساني وراثت میں بھي پیش آتي ہے - اگر کوئي خالص سفید رنگ کا انسان حبشي عورت سے شادي کرلے تو اُسکي نسل ضرور سانولے رنگ کي ہوگي - پھر اگر کسي طرح خود اُسکي اولاد میں باہم دگر تناسل و توالد شروع ہو جائے ' تو مرغیوں کي طرح اِس نسل میں بھي ۲۵ - فیصدي اولاد خالص سفید رنگ کي ہوگي ' ۲۵ فیصدي خالص سیاہ رنگ کي ' اور ۵۰ فیصدي سانولي -

جسماني خواص کے توارث کي یہ نوعیت ' معنوي خواص کے توارث کي طرف رہنمائي کرتي ہے ' اور یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ کیا اِسي طرح انسان کے ذہني و معنوي خواص و اوصاف میں بھي توارث کا سلسلہ قائم ہے ؟ اور اگر قائم ہے تو کیا اُس کا قانون بھي ایسا ہي ہے ' اور ایسا ہي عددي تناسب رکھتا ہے ' جیسا جسماني خواص کے توارث میں ہے ؟ ان سوالات کا جواب بہت زیادہ تفصیل و بحث کا محتاج ہے - اِس لیے سر دست ہم اِنہیں نہیں چھیڑتے -

مذاکرہ علمیّہ

قانون توارث جسمانی و معنوی

(منڈل کا ناموس وراثت)

مخلوقات کي جسماني و معنوي زندگي میں قانون توارث کا مسئلہ ' اُن اهم ترین مسائل میں سے ہے جنھوں نے قدیم زمانے سے علماء کو اپني طرف متوجه رکھا ہے - طبیعي علوم کي ترقي کے بعد گزشتہ صدي میں اِس مسئلہ نے اور بھي زیادہ اهمیت حاصل کرلي اور بے شمار علماء نے اُس پر بحث کي - بہت سے نظریے قائم ہوے - بہت سے مذاهب ترتیب دیے گئے - لیکن اِس سلسلہ میں سب سے زیادہ شہرت و اهمیت اُس نظریہ کو حاصل ہے ' جو اپنے موجد ' ڈاکٹر منڈل کي طرف منسوب ہے اور " ناموس منڈل " کہلاتا ہے - ذیل میں هم اِس نظریہ کي مختصر تشریح کرتے هیں -

(منڈل)

سنہ ۱۸۲۲ میں دو شخص ایسے پیدا ہوئے ' جنھوں نے اپني پوري زندگي وراثت کے اثرات و نتائج کي بحث و تحقیق میں صرف کردي : اِن میں سے ایک انگلستان میں پیدا ہوا - اسکا نام گالٹن ہے - اور اسکي کتاب " عظمت کي وراثت " بہت مشہور ہو چکي ہے - دوسرا منڈل ہے - یہ هنگرین نسل کا تھا - سیلیشیا میں پیدا ہوا - اسکي ابتدائي تربیت دیني تعلیمات کي تھي - رهبانوں کي جماعت میں داخل کر دیا گیا تھا - لیکن ۲۹ سال کي عمر میں رهبانیت ترک کردي اور وائنا کے دار العلوم میں داخل ہوکر طبیعي علوم کی تحصیل شروع کردي - تعلیم ختم کرکے وہ برون میں اُستاد مقرر ہوگیا اور اپنے فرصت کے اوقات مسئلۂ وراثت ' کي تحقیق میں صرف کرنے لگا - شروع شروع اُسکے تجربے صرف نباتات میں محصور تھے -

ڈاکٹر منڈل

اپني تحقیق کے دوران میں بالآخر وہ ایک عجیب معاملہ پر پہنچا - اُسنے دیکھا ' یہ عجیب معاملہ ' وراثت میں همیشہ پیش آتا ہے ' اور کبھي اُس میں خلل نہیں پڑتا - یہ وہ وقت تھا جب اُس کے تجارب ' عالم حیوان تک وسیع ہو چکے تھے - اُس نے شہد کي مکھیوں کے بھي پچاس چھتے بنائے تھے - اور مختلف قسم کي مکھیاں باهمدیگر جمع کرکے اُنکي نسل کے جسماني اور معنوئي خواص کا تجربہ کرتا تھا لیکن مکھیوں کے متعلق اُسکي تحقیقات کے جملہ اوراق ضائع ہوگیے - سنہ ۱۸۶۶ میں اُس کا ایک چھوٹا سا رسالہ شایع ہوا تھا جس میں یہ نظریہ پیش کیا گیا ہے - یہ رسالہ بھي گم نام ہوگیا - یہانتک کہ سنہ ۱۹۰۰ میں علماء مغرب کي نظریں اُس پر دو بارہ پڑیں ' اور وسیع پیمانہ پر اُسکي اشاعت کي گئي - آج حیوانات کي پرورش کرنے والوں میں کوئي شخص بھي ایسا موجود نہیں جو منڈل اور اُس کے نظریہ سے ناواقف ہو یا اُس سے مستفید نہ ہو رہا ہو -

(ناموس منڈل)

منڈل کا نظریہ ' تین وراثتي اصلوں پر قائم ہے :

(۱) پہلي اصل کا خلاصہ یہ ہے کہ فرد کي بعض صفات ' (عام اِس سے کہ وہ فرد ' حیوان ہو یا نبات) اُسکي آیندہ نسلوں مین مفقود نہیں ہو جاتین بلکہ برابر باقي رہتي هیں ' اور عرصہ تک بغیر کسي کمي کے ظاهر ہوتي رہتي هیں - اِسکي مثال یہ ہے کہ بعض انساني خاندانوں کے خال و خط خاص قسم کے ہوتے هیں ' اور طویل زمانوں تک اُن کي نسلوں میں بدستور قائم رہتے هیں - چنانچہ بعض خاندانوں میں زائد انگلیاں ' یا کٹا ہوا ہونٹھ ' یا چندھي آنکھیں ' یا سفید بالوں کا گچھا ' غرضکہ مختلف قسم کي جسماني خصوصیتیں همیشہ موجود رہتي هین اور اُن کے افراد میں وقتاً فوقتاً پوري طرح ظاهر ہوتي رہتي هیں -

(۲) دوسري اصل کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض صفتیں ایسي ہوتي هیں جنکا ظہور مسلسل نہیں ہوتا - تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ظاهر ہوتي هیں ' مگر برابر ظاهر ہوتي رہتي هیں - یعني پہلے ایک مدت تک نمایاں رہتي هیں - پھر غائب ہوجاتي هیں - پھر لوٹ آتي هیں - پھر غائب ہوجاتي هیں - صرف تجربہ هی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ کون صفت پہلي قسم کي ہے ؟ کون صفت دوسري قسم کي ہے ؟ اِسکي مثال یہ ہے کہ جب بے سینگ کے حیوانات کا سینگ والے حیوان میں اتحاد تناسلي ہوتا ہے ' تو اُنکي نسل بے سینگ کی پیدا ہوتي ہے - لیکن جب یہي نسل آگے بڑھتي ہے تو اُسکي اولاد میں ایک خاص تناسب سے بعض افراد سینگ والے پیدا ہوتے هیں - بعض بے سینگ کے -

برخلاف اِسکے جب کیس والے مرغ کا اتحاد بے کیس مرغي سے ہوتا ہے تو نسل ' کیس والي پیدا ہوتي ہے - لیکن پھر آگے چل کر بعض کے کیس ہو جاتا ہے - بعض کے نہیں ہوتا - مگر یہ معاملہ همیشہ ایک هي تناسب سے پیش آتا ہے -

(۳) تیسري اصل ' اُس تناسب کا تعین اور انضباط ہے جو اِس توارث و تناسل میں کار فرما ہے - تشریح اُسکي حسب ذیل ہے :

گرمي - قوم نے اس نئي شهنشاهي کا اسي جوش و خروش سے استقبال کيا ' جس جوش و خروش سے قديم شهنشاهي کا خاتمه کيا تها اور حريت و آزادي کے علم بلند کيے تهے - ايک شخصيت کے خلاف عظيم الشان جهاد اس پر جاکے ختم هوگيا که دوسري شخصيت قائم هوگئي - کيا اس سے بهي زياده غير معقول نتيجه کسي تحريک کا نکل سکتا هے ؟ ليکن نهيں ' يه نتيجه بالکل معقول تها - اجتماعي اصول و قوانين کے بالکل مطابق تها -

موسوليني ' اٹلي کا ڈيکٹيٹر

يه کيسے ؟ يه اس طرح که انساني جماعتيں کتني هي شورش اور بيچيني کا اظهار کريں ' نظام حکومت کي کتني هي مخالف نظر آئيں ' مگر وه اپني اجتماعي افتاد طبع سے مجبور هوکر در پرده يهي خواهش رکهتي هيں که کوئي نه کوئي زبردست نظام قائم هو ' جو هر قسم کي بيچيني کا قلع قمع کردے اور امن و امان هر طرف پهيلا دے - يهي سبب هے که جوں هي کوئي نئي شخصيت نمودار هوتي هے اور قوم محسوس کرتي هے که وه شخصيت ؛ امن بحال کرسکتي هے ' تو بے اختيار اس کے سامنے سر جهکا ديتي هے اور حريت و آزادي کي اپني تمام خواهشيں نا دانسته فراموش کر بيٹهتي هے - دنيا کي تمام تاريخي شورشيں همیں يهي بتاتي هيں - فرانس کے عظيم الشان انقلاب نے بهي همیں يهي دکهايا هے - ايک محقق نے کيا هي خوب بتايا هے " فرانس کي " تيسري انقلابي کميٹي " کے ممبروں ميں سے عهد بونا پارٹي (نپولين) ميں ايک نے بادشاهي قبول کرلي - پندره نے " کونٹ " کا لقب اختيار کيا - سات نے مجلس امراء کي شرکت منظور کي - اور چهه وزير بن گئے " يهي وه لوگ تهے جو انقلاب کے سب سے بڑے رکن اور علم بردار تهے -

(جنگ کے بعد انقلاب)

اب هم تاريخ کي اس عالمگير جنگ کے بعد والے موجوده انقلاب کو بخوبي سمجهه سکتے هيں - ايک مدت سے يورپ ميں مختلف قسم کے خيالات اور نظريے پهيل رهے تهے - ان خيالات اور نظريوں نے بتدريج دماغوں ميں هيجان پيدا کيا - اس هيجان نے اجتماعي ' سياسي ' اور اقتصادي پيچيدگياں پيدا کيں - ان پيچيدگيوں نے جنگ عمومي کي آگ بهڑکائي - اور جنگ نے مذکوره بالا اجتماعي کليه کي بنا پر لينن اور موسوليني اور مصطفى کمال جيسي آهني شخصيتيں پيدا کرديں - پس جنگ کے بعد جو صورت نمودار هوئي هے ' وه هرگز تعجب انگيز نهيں بلکه مستحکم و مضبوط اجتماعي قوانين کا قدرتي نتيجه هے - يهي هونا چاهيے تها جو هوا ' يهي هميشه هوا کيا هے اور شايد هميشه يهي هوا کرے گا -

(انقلابات کے باني)

يهاں يه سوال بهي قابل غور هے که انقلابات کے باني کون هوتے هيں : افراد يا جماعتيں ؟ کارلائل اور بهت سے محققين کي رائے هے که زبردست شخصيتوں کے افراد هي انقلابات پيدا کراتے اور اجتماعي نظام کي کايا پلٹ کر ديتے هيں - ليکن علم اجتماع کے دوسرے بهت سے علماء ' افراد کے بجائے جماعتوں کو اصل قرار ديتے هيں - وه کهتے هيں قوموں کے دماغ ميں انقلاب کي مخفي لهريں چلے پيدا هوتي هيں ' پهر وهي چند افراد ميں مجسم هوکر رونما هوتي هيں اور سوسائٹي پر انقلاب طاري هو جاتا هے - پس افراد بذات خود انقلاب کا سبب نهيں هوتے ' بلکه انقلابي لهروں کا مظهر هوتے هيں - زياده صاف لفظوں ميں يوں کهو که جماعتي اثرات ' افراد کو طيار کرکے انقلاب کراتے هيں -

ليکن صحيح يه هے که انقلاب کا موجب نه تنها جماعتيں هوتي هيں ' نه صرف افراد - بلکه دونوں ايک دوسرے پر اثر ڈالتے اور ايک نئي فضا طيار کرنے ميں مدد ديتے هيں - يه يقيني هے که اگر خاص قسم کے اجتماعي حالات و موثرات موجود نه هوتے تو لينن ' موسوليني ' مصطفى کمال جيسے افراد ابهر نهيں سکتے تهے - کيونکه يه افراد مدت سے موجود تهے مگر اسي وقت رونما هوے جب حالات نے ان کي مساعدت کي - ليکن ساتهه هي يه بهي يقيني هے که اگر يه افراد اپني غير معمولي قوتيں کام ميں نه لاتے تو ان کے مساعد حالات بهي پيدا نهيں هو سکتے تهے اور انقلابات بهي طاري نهيں هو سکتے تهے - اس سے ثابت هوتا هے که انقلاب ميں افراد اور جماعتيں دونوں برابر کی حصه دار هوتي هيں ' تنها کوئي ايک سوسائٹي ميں تبديلي پيدا نهيں کر سکتا -

لينن ' روس کا ڈيکٹيٹر ' جو اب مر چکا هے

(انقلابي روح اور قوميں)

يه بهي ايک ثابت حقيقت هے که تمام قوميں انقلاب کي يکساں صلاحيت نهيں رکهتيں - تاريخ بتاتي هے که فرانس اور بحر متوسط کے کناروں پر رهنے والي اکثر قوميں انقلاب کي زياده صلاحيت رکهتي هيں - آب و هوا اور دوسرے اسباب نے انهيں دوسري قوموں سے زياده حساس ' جلد متاثر هونيوالا ' اور خيالي بنا ديا هے - وه نئے نظرے جلد

پرائمو ڈي ريوا ' اسپين کا ڈيکٹيٹر

مقالات

عہد انقلاب اور شخصی استبداد

شخصي مطلق العناني

دنيا كي موجودہ سياست پر ايک سرسري نظر

جنگ عظيم کے بعد پوري دنيا ' خاص کر يورپ اور بالخصوص اُن ممالک نے عجيب پلٹا كهايا ہے جو ميدان جنگ ميں يه كہكر اُترے تے كه استبداد و ظلم مٹانا چاهتے هيں - پہلے اِن ممالک ميں جو بهي نظام حكومة قائم تها وہ جنگ کے بعد قائم نه رها اور علانيه يا درپردہ اُس ميں بڑي تبديلي هوگئي ہے - لوگ سمجهتے تے اِس جنگ کے بعد دنيا ميں جمہوريت اور كامل حريت كا دور دورہ هو جائيگا اور آزادي كا ايک ايسا نظام جاري و ساري هو جائيگا جس کے عشق ميں انسانيت هميشه سے سرگرداں ہے

ليكن نتيجه بالكل بر عكس نكلا - جمہوريت و دستوريت كي جگهه شخصيت و استبداد نے لے لي - اِس وقت كرۂ ارضي کے اكثر ممالک ميں شخصي حكومتيں قائم هوگئي هيں - فرق صرف اِس قدر ہے كه پہلے بادشاهوں كي شخصيتيں زريں تختوں پر جلوہ گر نظر آتي تهيں اور اب :عام افراد: يا فوجي افسر حكومت كي كرسيوں پر نظر آتے هيں -

روس ميں خاندان رومانوف اور زار كي جگهه بالشويک ڈيكٹيٹروں (مطلق العنان حكام) نے لے لي ہے - لينن نے جس طور پر حكومة كي' وہ بهي زار هي جيسي حكومت تهي - يعني شخصيت ' مطلق العناني اور استبداد - يه بات دوسري ہے كه زار كي شخصيت نے ملک كو تباہ كيا اور لينن كي شخصيت نے اُسے زندہ اور خوش حال كرديا - دنيا كی تاريخ ميں لينن جيسے مطلق العنان حاكم كي كوئي مثال نہيں ملتي جس نے اپنے غير متناهي اختيارات اِس طرح عوام اور مظلوموں كي بهلائي ميں صرف كيے هوں -

يهي حال اٹلي كا ہے - اگرچه پارليمنٹ اور دستوري پادشاہ (يعني محدود اختيارات ركهنے والا) بدستور موجود ہے ليكن حكومة ايک فرد واحد ' موسوليني کے آهني هاتهوں ميں ہے - يه شخص پہلے انقلاب پسند اور اشتراكيت كا حامي تها ' پهر جنگ کے بعد ظلم پسند بن كر اٹلي پر حاوي هوگيا اور مستبد سے مستبد بادشاهوں كي طرح استبداد و قہر كي حكومت قائم كردي - اِس نے صاف اعلان كرديا ہے " اِس وقت اٹلي كو ايک ايسے زبردست حاكم كي ضرورت ہے جو هر بے چيني كو كچل كر فنا كرسكے " يهي صورت اسپين ' ٹركي ' يونان ' اور اب چين ميں پيش آرهی ہے - اِن تمام ملكوں ميں شخصيتيں بر سر حكومت آ گئي هيں اور مفيد يا مضر نتائج پيدا كررهي هيں - يهي نہيں بلكه خود فرانس اور انگلستان ميں بهي شخصيت كي طرف ميلان بڑه رها ہے - فرانس ميں تو ايک سال پہلے اخبارات تک ميں يه چرچا شروع هوگيا تها كه موجودہ اقتصادي اور سياسي گتهيوں کے سلجهانے ميں جمہوري نظام حكومة ناكامياب ثابت هوا ہے - لہذا روس وغيرہ ممالک كي طرح يہاں بهی " ڈيكٹيٹر شپ " يعني شخصي استبداد قائم هو جانا چاهيے - انگلستان ميں گو اب تک اِس قسم كا خيال با ضابطه ظاهر نہيں كيا گيا ' ليكن عملاً ملک اِسي طرف جارها ہے - موجودہ كنسر وٹيو وزارت بهي درحقيقت ايک قسم كي ڈيكٹيٹر شپ هي ہے اور اُس کے رجعی (قدامت پسند) هونے ميں تو كوئي كلام نہيں -

(تاريخ كا سبق)

آخر يه صورت كيوں پيش آئي ؟ اِس انقلاب كي علت كيا ہے ؟ تاريخ همدں كيا سبق ديتي ہے ؟ جواب ظاهر ہے اور تاريخ عالم پر ايک سرسري نظر ڈالنے سے صاف معلوم هو جاتا ہے - تاريخ شاهد ہے كه جب كبهي سوسائٹي کے نظام ميں برهمي پيدا هوتي ہے اور دماغي بے ترتيبي اور اختلال ' عام هوكر شورشوں اور بغاوتوں كا دروازہ كهول ديتا ہے ' تو هميشه يهي نتيجه هوتا ہے جو جنگ کے بعد آج هم دنيا ميں اپني آنكهوں سے ديكهه رہے هيں - يعني مضبوط ارادے کے افراد برسر اقتدار آكر اپني شخصيتيں نماياں كرتے هيں اور نظام حكومت اپني مرضي کے مطابق استوار كرديتے هيں -

غازي مصطفى كمال پاشا

انقلاب فرانس ' اِس دعوى كي سب سے بڑي اور صاف دليل ہے - كيسے جوش و خروش سے قوم بغاوت کے ليے اُٹهي ؟ حريت ' مساوات ' اخوت كا راگ كيسي بلند آهنگي سے الاپا ؟ كيسے كيسے اصول و مبادي كا اعلان كيا گيا ؟ ليكن نتيجه كيا نكلا ؟ يهي نه كه آندهي كي طرح حريت و مساوات كي هوائيں آئيں اور نكل گئيں پهر جو فضا ميں سكون پيدا هوا تو گرد و غبار کے اندر سے مستبد شخصيتيں حكومت كي بے نيام آبدار تلواريں لئے نمودار تهيں ! اِن شخصيتوں ميں سب سے آخري مگر سب سے زبردست شخصيت نپولين بونا پارٹ كي تهي - اس عجيب انسان نے يهي نہيں كيا كه بغاوت اور انقلاب كا قلع قمع كرديا بلكه ساتهه ساتهه اپني شہنشاهي بهي قائم

اور علم میں ہوا ہے جو لاہوتی پیشواؤں کا مبتدع دین ہے اور ناقص و خام مدعیان علم کا کج اندیش علم ہے ' تو ہم بڑی آسانی سے نہ صرف پچھلی تاریخ کے تمام حوادث کی تعلیل کر سکینگے ' بلکہ مستقبل کے واقعات پر بھی روشنی ڈال سکینگے -

(۲)

انسانی جماعتیں شعور رکھتی ہیں مگر فکر نہیں رکھتیں - بلکہ کہا گیا ہے کہ جماعت کی شعوری ترقی کا پیمانہ ' اسکا وہ فرد ہے جو سب سے زیادہ کمزور فکر ' سب سے زیادہ مضطرب شعور ' رکھتا ہے - جماعت جس طرح محض شعور رکھتی ہے ' اسی طرح سراسر جمود سے بھی لبریز ہوتی ہے - اور یہ کہ اسکا یہ جمود ترقی کے گوناگوں میدانوں میں اسکے قدموں کے توازن کیلیے ضروری ہے -

سالہا سال سے علماء اجتماع یہی کہہ رہے ہیں جو گستاؤ لیباں کا نظریہ ہے - لیکن کبھی ان کے ذہن میں یہ حقیقت نہیں آئی کہ جماعت ' ایک جامد مخلوق ہے - تغییر و تجدید بہت دیر میں میں قبول کرتی ہے - اس بارے میں مجھے صرف ایک انگریز عالم کارل پیرسن کا قول ملا ہے - وہ کہتا ہے :

" ڈارون اور اسپنسر کی تصانیف میں بڑا فرق یہ ہے کہ اسپنسر کی کتابیں باوجود اپنی تمام قوت و تاثیر کے جلد مٹ جائینگی - برخلاف اس کے ڈارون کی کتابیں باقی رہینگی - کیونکہ ان میں بے نظیر بصیرت اور قوت ادراک موجود ہے - ان کتابوں نے انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے ایسے اصول و مبادی پیش کردیے ' جنہوں نے دنیا کو قدیم افکار کے بدلنے پر مجبور کردیا - نیز ہمارے اخلاقی مطمح نظر کو بھی اونچا کرنا اور ہمارے سامنے میدان زیادہ وسیع کرنا شروع کردیا ہے - بلا شبہ ان اصول و مبادی کا اثر بہت سست رفتار ہے ' لیکن یہ سست رفتاری ہمیں نا امید نہ کرے - سب سے قوی موثر ' جو ہمارے اجتماعی بقاء کی عمارت محفوظ رکھتا ہے ' وہ وہی صفت ہے جسے ہم سب سے زیادہ مکروہ رکھتے ہیں - یعنی قدامت اور جمود کی صفت - اسی قدر نہیں بلکہ وہ دہشت ناک مخالفانہ صدائیں جو ہر جدید فکر کے خلاف جماعت کی طرف سے بلند ہوجاتی ہے ' ہماری اجتماعی زندگی کی حفاظت کے لیے قوی ترین موثر ہیں - جماعت کا یہ جمود اس کے جسم کی محافظت کرتا ہے اور نئے نئے تجربوں کا تختۂ مشق بننے نہیں دیتا - نیز صالح کو غیر صالح اور اصلح کو غیر اصلح سے متمیز کر دیتا ہے "

عالم مادی اور جماعات انسانی کی تکوین میں بہت بڑی مشابہت موجود ہے - دونوں میں ایسے عناصر موجود ہیں جو ان کے نظام و توازن کی حفاظت کرتے ہیں - چنانچہ جس طرح جوہر فرد (ایٹم) میں دو متضاد کہربائی لہریں : ایجابی اور سلبی جاری ہوتی ہیں ' یا جس طرح تمام مادی دقائق میں جذب و دفع کی دو مخالف قوتیں جمع ہوتی ہیں ' ٹھیک اسی طرح اجتماع انسانی میں تقدم و جمود کے دو مخالف عناصر ہوتے ہیں - زندگی کے لیے موت لازمی ہوتی ہے اور موت کے لیے بعث (دوبارہ زندگی) ضروری ہوتا ہے - اس طریقہ پر غور کرنے سے ہم سمجھہ سکتے ہیں کہ جماعت کی سلبی صفات جنہیں ہم نا پسند کرتے ہیں ' در حقیقت اس کے بقاء کے لیے ناگزیر ہیں -

اس حقیقت کو زیادہ وضاحت کے ساتھہ سمجھنے کے لیے کوئی نرم مادہ لے لو اور اس پر دباؤ ڈالو ' تم دیکھوگے کہ دباؤ کے ساتھہ ہی اس کی شکل بدل جائیگی - پھر دوبارہ اسے دابو ' فوراً دوسری شکل اختیار کرلیگا - اس طرح ہر دباؤ پر وہ ایک نئی صورت میں تبدیل ہوتا جائیگا - پس اگر انسانی جماعت کی طبیعت بھی اسی مادے کی طرح نرم ہوتی ' اور اس میں جمود و قدامت پرستی کی ٹھوس صفتیں نہ ہوتیں ' تو ظاہر ہے ' کیسی طوائف الملوکی اور انتشار پیدا ہوجاتا ؟ روز روز اس میں تبدیلیاں ہوتی رہتیں ' اور نظام انسانی تہہ و بالا ہوکر رہ جاتا -

تمام عملی فلسفے شمار کرو . سقراط کا مذہب دیکھو ' کلبی ' اپی کوری ' رواقی ' مشائی ' وغیرہم کے مذاہب پر نظر ڈالو - اس کے بعد غور کرو کہ اگر اجتماع انسانی کا مزاج نرم مادے کی طرح ہر وقت تبدیلی قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ' تو ان بے شمار اور متضاد مذاہب کی موجودگی میں اس کا کیا حال ہوجاتا ؟ یقیناً اس کا سارا نظام علم و فکر زیر و زبر ہوجاتا اور کوئی وسطی و اصلح راہ پیدا نہ ہوتی -

یہی حال سیاست ' دین ' زبان اور ان تمام امور کا ہے جن پر تمدن کے ستون قائم ہیں -

پس اب یہ واضح ہوگیا کہ تقدم و ارتقاء ایک ایجابی قوت ہے ' جسے باوجود مقاومت کرنے کے سلبی قوت یعنی جمود کی صفت مدد دیتی اور آگے بڑھاتی ہے - اگر اجتماع انسانی ایک مادی دقیقہ ہوتا تو اسکے جواہر باہم جذب و دفع کے متضاد عملوں میں مصروف نظر آتے - کیونکہ یہ متضاد عمل ' اس کی ہستی قائم رکھنے کیلیے ضروری ہے - ٹھیک اسی طرح تقدم و جمود کی متضاد صفتیں بھی اجتماع انسانی کے بقاء و دوام اور نشوء و ارتقاء کیلیے لازمی ہیں -

بنابریں ہمیں قدامت پرست جامدوں کو یک قلم برا نہیں سمجھنا چاہیے - انکا جمود بھی بقاء و حیات کیلیے اسی طرح ضروری ہے ' جس طرح تجدد اور تقدم پر عمل کرنے والوں کا وجود ضروری ہے - جامدین ' اجتماع انسانی کیلیے ایک سلبی قوت ہیں ' جو جماعت کی رفتار میں اعتدال و توازن پیدا کرتے رہتے ہیں -

(۳)

ہربرٹ اسپنسر نے اپنی کتاب " مبادی معاشرت و اجتماع " ما بعد الالیات کے تطور کی بحث سے شروع کی ہے - وہ کہتا ہے تطور کی تین قسمیں ہیں : (۱) تطور غیر عضوی اور اسکا تعلق آسمان و زمین اور سیاروں کی بنا سے ہے - (۲) تطور عضوی اور اسکا تعلق طبیعی ظواہر سے ہے جنہیں ہم طبیعت حیہ اور مختلف درجوں کے نبات و حیوان کی ترکیب میں مشاہدہ کرتے ہیں - پھر وہ مظاہر ذہنی (سائیکالوجی) جو ان صور حیہ کا خاصہ ہیں جو ترقی کی اس حد کو پہنچ گئی ہیں جہاں طبیعت تطور نے انہیں ان مظاہر کا اہل بنا دیا ہے - (۳) تطور ما بعد الالیات یا ما بعد العضویات - یہ فی الحقیقت حالت اجتماعی کا سن بلوغ اور جماعت کے افراد میں تقسیم عمل ہے -

اگر ہم اس اصول کی تعلیل کریں اور اپنے موضوع سے تطبیق دیں ' تو ہمیں ماننا پڑیگا کہ تطور مابعد الالیات ' نشوء کا وہ آخری درجہ ہے جس تک حیوانی جماعتوں کی ترقی پہنچی ہے - انسان بھی اس سب میں حیوان کا شریک ہے بلکہ مابعد الالیات میں اس زیادہ سے زیادہ ترقی تک پہنچ گیا ہے جہاں تک حیوان سے پہنچنا ممکن ہے - اگر یہی ہے تو پھر انسان کو باقی مخلوق پر کیا امتیاز حاصل ہے ؟ انسان کا امتیاز یہ ہے کہ وہ اپنے مابعد العقلیت سے ایک ایسی قوت حاصل کرتا ہے جسکے ذریعہ اپنی عقل کو اپنے مجموع کی بھلائی میں لگاتا ہے !

قبول کر لیتیں اور اُن پر عمل کرنے میں تیزی سے پیش قدمی کرتی هیں - لہذا وہ زیادہ انقلاب پسند هیں -

برخلاف اِنکے اِنگلو سکسن (انگریزی) قومیں ' زیادہ عملی هیں - محض نظریوں سے متأثر نہیں هوتیں - اُن کے جذبات اور دماغی رجحان زیادہ پائدار هیں - وہ انقلاب کی طرف کم مائل هوتی هیں - جرمن قوموں کا بھی یہی حال ہے ' مگر ان میں احساس کسی قدر زیادہ ہے -

روس ' روحانی و نظری خیالات کی طرف سب سے زیادہ مائل هیں - کمزور عقل اور کمزور ارادہ رکھتے هیں - اِسی لیے هر انقلابی دعوت کو لبیک کہنے کے لیے طیار رهتے هیں - اِس خصوصیت میں اگر اُن پر کوئی سبقت لے گیا ہے تو وہ یہودی هیں - یہ قوم باغیانہ دماغ رکھتی ہے اور هر جگہ بغاوت کی تخم ریزی کرتی ہے - ایک محقق نے بتلایا ہے " اجتماعی نظامات پر سب سے زیادہ نکتہ چیں اور بغاوت کی سرگرم دعوت دینے والی کتابیں زیادہ تر یہودیوں هی کے قلم سے نکلی هیں - حتی کہ موجودہ سوشیلزم یا بالشویزم بھی ایک یہودی هی کی ایجاد ہے - اِس کا نام کارل مارکس تھا - اور اِس مذهب کے بڑے بڑے ارکان مثلاً لینن ' ٹراسکی وغیرہ سب یہودی النسل هیں - یہودیوں کے اِس خاصے کے دو سبب هیں : اول یہ کہ وہ سامی نسل هیں - اور معلوم ہے کہ سامی نسل فطرتاً خیالیات و نظریات کی دلدادہ هوتی ہے - دوسرے یہ کہ مخصوص اجتماعی حالات نے یہودیوں کا دماغ باغیانہ کر دیا ہے - دنیا میں شاید سب سے زیادہ مصیبتیں اِسی قوم نے برداشت کی هیں اور یہ اِسی کا نتیجہ ہے کہ اُسمیں بغاوت و انقلاب کی روح قائم هوگئی ہے -

پھر یہ بات بھی خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ جو قومیں جمود و تقلید کی زیادہ دلدادہ هوتی هیں اور حالات کی تدریجی تبدیلی کے ساتھہ اپنے تئیں بدلتی نہیں رهتیں بلکہ اپنے جمود پر اڑی رهتی هیں ' وہ اگرچہ دیر میں انقلابی روح سے متأثر هوتی هیں مگر جب ایک دفعہ هو جاتی هیں تو پھر اُنھی میں سب سے بڑا انفجار بھی هوتا ہے اور اچانک اُن کی سوسائٹی درهم برهم هوجاتی ہے - اِس اصل کی بنا پر پیشین گوئی کی جاسکتی ہے کہ هندوستان میں جب کبھی انقلاب هوگا تو نہایت هی هولناک هوگا اور پوری موجودہ سوسائٹی کو درهم برهم کر ڈالے گا - کیونکہ یہ ملک سخت جمود کی حالت میں رها ہے اور تدریجی ترقی سے برابر انکار کرتا رها ہے - هندوستان میں جب انقلاب آئے گا تو دنیا بھر کے انقلابات سے زیادہ موثر ثابت هوگا اور شاید سوسائٹی کی موجودہ کوئی چیز بھی باقی نہ چھوڑے گا - عادات و اطوار ' رسم و رواج ' خیالات و افکار غرضکہ کوئی شے بھی اُس کی ضرب سے نہ بچے گی - اگر ایسے هولناک انقلاب سے بچنا هو تو اُسکی صرف یہی ایک تدبیر ہے کہ ابھی سے ملک کو تدریجی ترقی پر لگایا جائے - جوں جوں حالات بدلیں ' ملک میں بھی تبدیلی پیدا کی جائے - ورنہ موجودہ جمود اور ٹھہراؤ ' آیندہ قیامت کا پیش خیمہ بننے والا معلوم هوتا ہے -

علم اور دین

کیا فی الحقیقت علم اور دین دو محارب فریق هیں ؟

وہ وہ کر شور اُٹھتا ہے کہ دین اور علم میں نزاع قائم ہے ' اور یہ کہ علم اور دین ' دونوں کی فطرت میں اِس عداوت و تنافر کی بنیادیں مخفی هیں - بلا شبہ یہ دعوی ایک مدت سے زباں زد خاص و عام ہے - مزید برآں تاریخ سے بھی اِسکی شہادت ملتی ہے - صرف تاریخ هی نہیں ' خود همارا مشاهدہ بھی اِسکی تائید کرتا ہے - لیکن بایں همہ ابتک کوئی قطعی ثبوت اِس دعوے کی صحت کا نہیں ملا - تاریخی واقعات اور همارے مشاهدے کتنے هی کثیر هوں ' تاهم یقینی طور پر ثابت نہیں کر سکتے کہ دین اور علم کے طبائع فی الحقیقت باهم متضاد هیں -

موجودہ تمدنی حالات پر ایک سر سری نظر ' اس دعوے کے مشکوک کر دینے کے لیے کافی ہے - موجودہ عہد میں مادی علم کا دھارا اتنی شدت و قوت سے بہہ رها ہے ' جس کی نظیر کسی پچھلے زمانے میں نہیں مل سکتی - لیکن با وجود اس کے ٹھیک علم کے پہلو بہ پہلو ' هم دینی روح کو بھی پوری مضبوطی سے قائم پاتے هیں - کسی عہد میں بھی دینی روح انسانی قلوب میں بہ حیثیت عمومی اس سے زیادہ راسخ نہیں هوگی ' جتنی اِس وقت ہے - بے شک هم تسلیم کرتے هیں کہ دنیا پر ایسے تمدنی دور گزرے هیں جن میں وقتی طور دین کا دبدبہ گھٹ گیا اور مادیت کے غوغا پر اُسکا نعرہ غالب نہ آ سکا ' لیکن ساتھہ هی همیں یہ بھی تسلیم کرنا چاهیے کہ خارج میں دین کی آواز کتنی هی پست کیوں نہ هوگئی هو ' روح کے اندر اُسکی بنیادیں همیشہ یکساں طور پر استوار رهی هیں - انسانیت کی پوری تاریخ مین ایک لمحہ بھی ایسا بتایا نہیں جا سکتا ' جس میں دینی یقین و ایمان کے ستون متزلزل هوگئے هوں -

اگر واقعی دین اور علم میں معرکہ برپا هوتا تو ابتک مدت کا فیصلہ بھی هو چکا هوتا - ۲۵ - صدیوں سے یہ دونوں نام نہاد حریف پہلو بہ پہلو چل رہے هیں - مگر ابتک دنیا نے اُنکا کوئی فیصلہ کن معرکہ نہین دیکھا - کیا یہ طویل و عریض مدت بھی فیصلہ کے لیے کافی نہ تھی ؟

لیکن فیصلہ هوتا کیونکر ؟ دونوں میں اگر فی الحقیقت کوئی نزاع هوتی تو اُس کا فیصلہ بھی وقوع میں آتا - یہاں سرے سے جنگ هی نہیں ہے - حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں اپنے لیے فکر انسانی میں بالکل الگ الگ میدان رکھتے هیں - یہی سبب ہے کہ دونوں اپنی اپنی جگہہ پر باقی و قائم هیں - دونوں کا کہیں بھی حقیقی تصادم نہیں هوتا - دونوں فکر انسانی کے دو علحدہ علحدہ مظہر هیں -

لیکن اگر حقیقت یہ ہے تو پھر اُس طویل اور خونیں تاریخ کی هم کیا توجیہہ کریں جبکہ دینی پیشواؤں نے علم کا گلا گھونٹنے کی کوششیں کیں ؟ نیز اُس موازرت طلبی کی کیا تاویل کریں جو اصحاب علم کی طرف سے اِس وقت تک دین کو دی جا رهی ہے ؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ اگر هم یہ تسلیم کر لیں کہ وہ دین جو طبیعت انسانی کا ثمرہ ہے ' اور وہ علم جو عقل انسانی کا نتیجہ ہے ' دونوں میں کبھی تصادم نہیں هوا ' جو تصادم هوا ہے وہ سراسر اُس دین

" میرے خیال میں سرکاری وکیل کی منطق یہ خواهش تو نہ رکھتی ہوگی (قہقہ)

" اِس مسئلہ کے صاف کردینے کے بعد اب میں اصلی موضوع پر متوجہ ہوتا ہوں -

" جج اور جیوری ! اُس ضابطۂ قانون میں ' جسے ہم " قدیم یورپین ضابطۂ قانون " کہہ سکتے ہیں ' ایک ایسا قانون موجود ہے جس کی منسوخی پر گزشتہ سو برس سے تمام فلاسفہ ' مفکرین ' اور حقیقی سیاست داں زور دے رہے ہیں - سب کا یک زبان مطالبہ رہا ہے کہ " مقدس تعزیرات " سے یہ قانون همیشہ کے لیے نکال دیا جائے -

" اِس قانون کے متعلق بکاریا نے کہا تھا " یہ بے دین قانون ہے " فرانکلین کہا کرتا تھا " یہ خوفناک قانون ہے " لیکن همیں معلوم ہے اِن دونوں پر کبھی توهین قانون کا مقدمہ نہیں چلایا گیا -

" اِسی قانون کے بارے میں لوئی فلپ نے (جس کا نام میں اُس احترام کے بغیر نہیں لے سکتا جو پیری اور بد نصیبی کے لیے اور هر اُس شخص کے لیے ضروری ہے جو اِس قانون کی قربان گاہ پر بهینٹ چڑھا ہو) کہا تھا " زندگی بھر میں اس سے نفرت کرتا رہا ہوں " اِسی قانون پر مسیو جیزو اور مسیو دی بروگلی نے سختی سے نکتہ چینی کی تھی -

" یہی وہ قانون ہے جسے ہماری پارلیمنٹ نے اب سے بیس برس پہلے تسلیم کیا ہے - یعنی اکتوبر سنہ ۱۸۳۰ ع میں - حالانکہ ٹھیک اِسی زمانہ میں ایک نیم وحشی امریکن پارلیمنٹ نے اپنے ملک کے ضابطۂ قوانین سے خارج کردیا تھا -

" یہی وہ قانون ہے جسے تین سال ہوئے فرنکفورٹ کانگریس نے منسوخ کیا - اور اِسی کو چند سال ہوئے انجمن جمہوریت رومان نے باطل کردیے جانے کا فیصلہ کیا ہے -

" یہی قانون ہے جسے ہماری مقنن مجلس نے سنہ ۱۸۴۸ ع میں بڑے پس و پیش کے بعد منظور کیا تھا - یہی وہ قانون ہے جو اِس وقت جب کہ میں تقریر کر رہا ہوں اُن دو تجویزوں کے رحم پر زندہ ہے جو اُس کے خلاف ہماری مقنن مجلس میں پیش ہیں -

" یہی وہ قانون ہے جسے ٹسکانیا اور روس ' دونوں ٹھکرا چکے ہیں ' اور اب وقت آگیا ہے کہ فرانس بھی اُسے نفرت سے ٹھکرا دے -

" یہی وہ قانون ہے جس کے سامنے سے انسانی ضمیر نفرت و کراهت کے ساتھ بھاگتا ہے -

" وہ قانون کیا ہے ؟

" قتل !

" اور اے حضرات ! یہی وہ قانون ہے جس نے آج یہ مقدمہ پیدا کیا ہے - یہی ہمارا حقیقی دشمن ہے - ممکن ہے سرکاری وکیل کو غصہ آجائے - لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اُس کے پیچھے بھی یہی قانون چھپا کھڑا ہے (قہقہ)

" مجھے اعتراف ہے کہ مسیو لیوں فوشر کی طرح گزشتہ بیس برس سے میں بھی یقین کرتا تھا کہ " اب گلوٹین ' علم میدانوں میں ظاهر نہیں ہوگی - لیکن مجھے یہ بھی یقین تھا کہ اب گلوٹین ' قانونی نقاب اوڑھتی جاتی ہے - اب اُس کی حیثیت پہلے سے بہتر ہوگئی ہے - اب اُس نے میدان چھوڑ دیا ہے ' جہاں سورج چمکتا اور مخلوق جمع ہوتی ہے - اب وہ سڑکوں کا هجوم پسند نہیں کرتی - اب اُس کا تماشہ دل پسند نہیں رہا - اب وہ تماشہ تاریکی میں دکھاتی ہے - " سان جاک " کے قید خانے میں - خالی جگہ میں - لوگوں کی نظروں سے دور - میں اِس پر مطمئن ہوا - میں نے اُسے اپنا منہ چھپاتے دیکھا ' اور اِس شرم و حیا پر مبارک باد دی - لیکن اے حضرات ! یہ میری غلطی تھی - کیوں کہ اُس نے بہت جلد اِس عارضی حیا کا پردہ چاک کرڈالا اور انتہائی بے شرمی کے ساتھ باهر نکل آئی !

" سان جاک کا قید خانہ یقیناً اِس ملکۂ قتل (یعنی گلوٹین) کے لیے توهین آمیز ہے - لہذا اب همیں طیار ہو جانا چاہیے کہ جلد اُسے پھر علم میدانوں میں سورج کے نیچے دیکھینگے - جلادوں کی قطاریں اُس کے سامنے کھڑی ہونگی - مسلح پولیس اور فوج اُس کے اعزاز میں دست بستہ ہوگی - بہت ممکن ہے اُس کا تخت خونیں ' اُسی بلدیہ (کارپوریشن) کے روشن دانوں کے نیچے بچھایا جائے ' جس کی کھڑکیوں میں کھڑے ہوکر بعض نالائقوں نے ۲۴ فروری کو اُسے چلا چلا کر گالیاں دی تھیں -

" اب گلوٹین پھر طیاری کر رہی ہے - اُس نے سوچنا شروع کردیا ہے کہ مضطرب ہیئت اجتماعیہ کو اپنے استقرار کے لیے ' پھر تمام پچھلی روایات کی طرف لوٹ جانا چاہیے - چونکہ وہ خود بھی ایک قدیم رسم ہے ' اس لیے اُسے بھی از سر نو آگے بڑھنا چاہیے - وہ تمام مصلحین کے خلاف احتجاج بلند کررہی ہے ' کیونکہ انہوں نے انتہائی گستاخی کے ساتھ اعلان کیا تھا نہ سر کاٹنے کا آلہ اس مجمع کا نشان نہیں ہوسکتا ' جس کی کتاب ' انجیل ہے !

" وہ اِن مصلحین پر سخت خفا ہے - کیونکہ محسوس کرتی ہے کہ اِن خیالی آدمیوں کے سامنے ' جو نظام اطاعت نہیں جانتے ' وہ بے وقعت ہوتی ہے (قہقہ) وہ چاهتی ہے دنیا بھر اُسکی عظمت کا راگ گائے اور اُسکے سامنے تعظیم سے جھک جائے اگر ایسا نہیں ہے تو وہ خفا ہو جائیگی ' اپنی توهین پر شور مچائیگی ' عدالت میں دعوی کریگی ' اور معاوضہ طلب کریگی " (قہقہ)

جج --- مقرر کے بیان پر استحسان یا مذمت کا اظہار قطعی طور پر ممنوع ہے - اِس موقعہ پر قہقہ نہایت نا مناسب ہے -

وکٹر هیگو (تقریر جاری رکھتے ہوے) " یہ ملکۂ معظمہ (گلوٹین) خون کی مالک ہے - لیکن وہ اِسے کافی نہیں سمجھتی - وہ جرمانے اور قیدخانے کی بھی حاکم بننا چاهتی ہے -

" محترم عدالت ! جس دن میرے سامنے وہ پروانہ پیش کیا گیا جو میرے لڑکے کے نام آیا تھا - یعنی اِس مقدمہ کا سمن ' (آج کل هم کتنے عجائبات دیکھ رہے ہیں اور همیں عجائبات دیکھنے کا کس قدر عادی ہونا چاہئے ؟) مجھے اعتراف کرنا چاہئے کہ وہ پروانہ دیکھکر میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی - میں نے تعجب سے کہا - کیا ؟ ... تو کیا اب هم اِس حد تک پہنچ گئے ہیں ؟ کیا اب هم اِس وجہ سے مجرم قرار پائینگے کہ عقل ' ضمیر ' آزادی خیال ' اور قانون طبیعت کے حامی ہیں ؟ کیا اب هم سے صرف مادی احترام کافی سمجھا نہیں جاتا (جس سے همیں کبھی انکار نہیں ہوا ' جو هم پر واجب ہے ' اور جسے هم فعلاً پیش بھی کر رہے ہیں) بلکہ اب هم سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ معنوی احترام بھی اِن سزاؤں کیلیے پیش کریں جو انسانی ضمیر کو پاش پاش کر رہی ہیں - جنہیں دیکھکر هر عقلمند کا رنگ فق ہو جاتا ہے - جنسے دین نفرت کر رہا ہے ؟ وہ سزائیں جو سنگ دلی سے بھی بڑھ کر ایک برائی ہیں - جنکے نفاذ کے بعد اُنکی تلافی محال ہے - جو بالکل اندھی ہیں - وہ سزائیں جو انسانی خون سے تر بتر ہیں - جو دین سے بالکل دور ہیں - وہ جب مجرم کے سر پر نازل ہوتی ہیں تو شبہ ہوتا ہے کہ انسانیت اِس عالم میں موجود نہیں ہے - جب بے گناہ پر پڑتی ہیں تو خود خدا کے وجود میں شک پیدا ہو جاتا ہے ...

کیا قانون کي نکتہ چیني، قانون کي توهین هے ؟

تاریخ قوانین مدینہ کا ایک صفحہ

وکٹر هیگو کي تقریر اپنے لڑکے کي حمایت میں

(۱)

سنہ ۱۸۵۱ کا واقعہ هے کہ فرانس میں ایک مجرم کو قتل کي سزا دي جا رهي تهي - مجرم نے گلوٹین (انقلاب فرانس کے آلۂ قتل) پر چڑهنے سے انکار کیا ' شور مچایا ' واویلا کیا ' نوحہ و بکا کیا ' سخت جسماني مزاحمت کي ' مگر اُسکي کوئي سعي کارگر نہیں هوئي - عدالت فیصلہ کر چکي تهي - جلادوں نے بے دست و پا کرکے اُسے گلوٹین پر چڑهایا اور قتل کردیا گیا -

فرانس کے مشہور شاعر و کاتب وکٹر هیگو کے لڑکے چارلس هیگو نے یہ منظر اپني آنکهوں سے دیکها ' تو بے اختیار هوگیا اور قتل کي سزا کے خلاف اخبار L, Evenement میں ایک مضمون شائع کیا - حکومت کي نظر سے یہ مضمون گزرا تو کاتب پر قانون کي توهین کا مقدمہ دائر کیا ' کیونکہ اِس مضمون میں براہ راست قانون کي اِس نوعیت پر حملہ کیا گیا تها -

اِس واقعہ نے فرانس میں سخت هلچل ڈال دي - بیک وقت دو بحثیں پیدا هوگئیں : سزائے قتل کي اخلاقي حیثیت اور قانون کي " نکتہ چیني " اور قانون کي " توهین " میں فرق - اِنهي دونوں اهم بحثوں پر وکٹر هیگو نے ۱۱ جون سنہ ۱۸۵۱ کو عدالت میں ایک بہت هي بلیغ اور پُر زور تقریر کي - اِس موضوع پر یہ تقریر بے نظیر سمجهي جاتي هے - اِس میں فرانس کے شاعر نے قوت و استدلال اور قوت خطابت دونوں کا بہترین مظاهرہ کیا هے -

اِس تقریر کي قانوني اور ادبي ' دونوں حیثیتیں ایسي هیں کہ ضروري هے ' اردو علم ادب اس سے خالي نہ رهے - هم نے حتی الوسع لفظي ترجمہ کیا هے -

(وکٹر هیگو کي تقریر)

" سرکاري وکیل کے ابتدائي الفاظ سننے کے بعد میں نے یقین کرلیا تها کہ وہ الزام سے دست بردار هو جائیگا - لیکن میرا یہ یقین ' محض بے بنیاد وهم ثابت هوا اور بہت جلد دور هوگیا - سرکاري وکیل نے متعدد کوششیں کیں (جو سب کي سب ناکام رهیں) کہ موضوع کو محدود و محصور کردے - لیکن موضوع کي طبیعت نے اُسے تفصیل پر مجبور کردیا - نتیجہ یہ هوا کے تمام پہلو روشني میں آگئے ' اور وکیل کي خلاف مرضي معاملہ نے اپني پوري اهمیت حاصل کرلي - لیکن مجهے اِس نتیجہ پر کوئي شکایت نہیں هے -

" میں اب بلا کسي تمہید کے فوراً الزام کا مقابلہ کرتا هوں -

" لیکن سب سے پہلے همیں ایک بنیاد پر متفق هو جانا چاهیے - کیونکہ مشہور مقولہ هے " موضوع کي عمدہ تعریف ' عمدہ بحث پیدا کرتي هے " پس همیں سب سے پہلے یہ طے کرلینا چاهیے کہ " قانون کي حرمت " کے معنی کیا هیں ؟ یہ اس لیے کہ آج کي بحث کي بنیاد یہي مسئلہ هے -

" نا ممکن هے اِس جملہ کے معنے یہ هوں کہ قانون کي حرمت کے بہانے سے قانون پر نکتہ چیني روک دي جائے - اِس جملہ کے معني اس سے زیادہ کچهہ نہیں هو سکتے کہ قانون کي تنفیذ کا احترام کیا جائے اور بس - یہ جملہ ' نکتہ چیني کي پوري آزادي دیتا هے ' سخت سے سخت نکتہ چیني کي بهي ' بلکہ مذمت کي بهي - صرف ایک قانون هي کي نہیں بلکہ خود ملک کے دستور (کانسٹي ٹیوشن) کي بهي جو سب سے اعلی قانون هوتا هے -

" یہ جملہ همیں پوري آزادي دیتا هے کہ تشریعي قوت (قانون ساز قوت) کو کسي " خطرناک " قانون کي منسوخي پر آمادہ کریں - اِسي قدر نہیں بلکہ یہ همیں اجازت دیتا هے کہ قانون کي راہ میں هر قسم کي اخلاقي اور معنوي دشواریاں حائل کریں - بلا شبہ وہ همیں مادي دشواریاں پیش کرنے کي اجازت نہیں دیتا -

" قانون نافذ هونے دو ' اگرچہ کتنا هي خراب ' کتنا هي ظالمانہ ' کتنا هي وحشیانہ هو - اپنے دل و دماغ کے سامنے اُسکي شکایت کرو - مقننں سے شکوہ کرو - مگر خود قانون کو روکو نہیں - اُسے جاري هونے دو - بیانگ دهل کهو کہ وہ خراب هے - ظالمانہ هے - وحشیانہ هے - لیکن اُسکي راہ روک کر کهڑے نہ هو -

" هم نکتہ چیني کرینگے - مذمت کرینگے - مگر بغاوت نہیں کرینگے - یہي وہ حقیقي معنی هیں ' یہي وہ وحید معنی هیں " قانون کے احترام " کے ' اگر یہ نہیں تو اسے حضرات ذرا غور تو کیجیے -

" قانون سازي کا مشکل عمل دو قسموں پر منقسم هوتا هے : مقننں اور اخبارات - اگر میري تشریح قبول نہ کي جائے تو اِسکا نتیجہ اسکے سوا کچهہ نہیں هو سکتا کہ دوسري قسم معدوم هو جائیگي - کیونکہ اخبارات کا فرض هے کہ قوانین پر نکتہ چیني کرکے مقننں کو قانون سازي میں مدد دیں ' وہ مدد جس کے بغیر کوئي قانون مکمل نہیں هو سکتا - جب یہ قسم معدوم هوجائیگي تو قدرتي طور پر پہلي قسم ' یعني مقننں کا وجود بهي بیکار هو جائیگا - یعني همارے پارلیمنٹ معطل هو کر رہ جائیگي اور اُس کے لیے اِس کے سوا کوئي کام باقي نہ رهے گا کہ همیشہ کے لیے بند هو جائے -

---

فرد اور جماعت کبهي متفق نہیں هوتے - وہ همیشہ دو متضاد وجود هیں - دونوں کي طبیعت ایک دوسرے سے بالکل مختلف هے - دلیل یہ هے کہ ایک هي زمانہ میں رهنے والے افراد کي عظیم تعداد کبهي بهي جماعت کے تطور اور اُسکے مظاهر پر متنبہ نہیں هوتي اور نہ اس تطور کو بهلائي اور امن کي طرف لانے کي کوشش کرتي هے - فرد جماعت کے تطور سے خود بهي تطور حاصل کرتا هے - لیکن اُسکے وقوع کي اُسے هرگز کوئي خبر نہیں هوتي - پهر خود جماعت بهي اپنے تطور کا کوئي احساس نہیں کرتي ' یہانتک کہ امتداد زمانہ ' جماعت کے تدریجي تطور کو نمایاں کر دیتا هے اور آئندہ نسلیں اُسے محسوس کرتي اور دیکهتي هیں -

فرد کا جماعت کے شعور کے ماتحت آجانا اُسے اپني مستقل عقلیت سے دور کر دیتا هے - جماعتي شعور کا دهارا اُسے جدهر چاهتا هے ' بہا لیجاتا هے : شر کي طرف یا خیر کي طرف - جماعتي شعور اور انفرادي عقلیت کي جنگ نے پوري انساني تاریخ بنائي هے - تمام جنگي حوادث ' اجتماعي انقلابات اور مختلف مدنیتوں کے قیام میں همیں هر جگہہ یہي حقیقت نمایاں نظر آتي هے - یہي وہ ' انسانیت کي گردن پکڑے همیشہ کهینچتي هوئي دکهائي دیتي هے -

مگر اِن کوششوں کے باوجود بھي شہر عکاء صلیبیوں کے قبضہ میں باقي رہا ' اور اُن تمام نقصانوں کي تلافي کرتا رہا جو اُنھیں اپنے مشرقي مقبوضات سے محرومي کي وجہ سے پہنچے تھے - یہ دیکھکر ملک اشرف بن قلاؤون نے چاھا ' یہ مقام بھي اُن سے واپس لے لیا جاے - چنانچہ اُس نے حملہ کیا اور سنہ ١٢٩١ ع میں کامیاب ہوگیا -

عکا کے واقعہ کے بعد مشرق کي فتح کے دروازے ایک مرتبہ پھر مغرب پر بند ہوگئے - لیکن وہ نا امید نہ ہوا ' اور روم کے پاپا اور یورپ کے پادشاہ برابر حملہ کي طیاریاں کرتے رہے - چنانچہ چارلس ہشتم شاہ فرانس نے عزم مصمم کرلیا تھا کہ اپنے جنگي بیڑوں کي قوت سے فلسطین اور مقامات مقدسہ پر قبضہ کرلے - لیکن تجارتي مفاد نے اُس وقت جنگي کارروائیاں کرنے کي اجازت نہیں دي - اور مشرق و مغرب کا تصادم ہوتے ہوتے رک گیا -

عکا کي فتح کے بعد مشرقي تجارت کي باگیں مصر کے ہاتھہ آگئي - اب بحر متوسط کي تجارت پیشہ قوموں کیلیے اِسکے سوا کوئي چارہ نہ تھا کہ اسکندریہ ' دمیاط ' اور بیروت کے بازاروں کا طواف کریں - چنانچہ وینس اور جنیوا وغیرہ کے تاجر اِن بازاروں پر ٹوٹ پڑے - کیونکہ مشرق کي مصنوعات او ہندوستان کي پیداوار حاصل کرنے کا اور کوئي دوسرا راستہ اُنکے سامنے موجود نہ تھا - اُس زمانے میں ہندوستان کے گرم مسالے یورپ میں از حد مقبول تھے اور غذا کا لازمي جزء بن گئے تھے - یہ مسالے بھي مصر ھي کے راستے یورپ کو حاصل ہوتے تھے -

اِس تجارتي مرکزیت نے مصر کو دولت و ثروت کا بھي مرکز بنا دیا - بادشاہ اور باشندے مالا مال ہوگئے تھے - تمام یورپ میں قاہرہ " قاہرۂ عظمی " کے نام سے پکارا جاتا تھا !

(راس امید کي دریافت)

تقریباً دو سو برس تک یہي حالت رہي - یہانتک کہ سنہ ٩٢٢ھ (١٥١٦ع) میں مصر اپني آزادي سے محروم ہوگیا - اُسکي تجارتي مرکزیت کو شاید اب بھي کوئي نقصان نہ پہنچتا لیکن مصیبت یہ ہوئي کہ اُسي زمانے میں پرتگالیوں نے " راس امید " دریافت کرلي اور اس طرح مصر کي سیاسي اور تجارتي ' دونوں اھمیتیں ختم ہوگئیں -

راس امید ' اتفاقیہ طور پر دریافت نہیں ہوا بلکہ ضرورت نے اُسکي طرف رہنمائي کي تھي - یوں کہنا چاھئے کہ ہندوستان کي تجارت اُس کا باعث ہوئي - حقیقت یہ ہے کہ قدیم زمانے سے ہندوستان ' دنیا کي سیاست میں زبردست موثر رہا ہے - اسکي فتح کے لیے دنیا میں بے شمار انقلاب پیدا ہوئے اور بے شمار ملکوں کي آزادیاں پامال ہوئیں - یہي نہیں بلکہ نئي دنیا یعني امریکا کا اکتشاف بھي اِسي ہندوستان کي طمع و شوق میں ہوا -

عکا سے محروم ہوجانے کے بعد یورپ نے دیکھا کہ مشرق اور ہندوستان کي تجارت کیلیے اب وہ یک قلم مصر کے رحم پر ہے ' اور بلا وجہ مصر کو بے شمار محصول ادا کرتا ہے - چنانچہ عقلاء یورپ نے غور کرنا شروع کیا کہ ہندوستان تک پہنچنے کي کوئي ایسي راہ نکلے جسمیں مصر کا توسط نہ ہو - اِس مشکل کے دو حل اُنکے سامنے آئے : ایک یہ کہ بحر اٹلانٹک میں مغرب کي طرف سیدھے چلے جائیں ' یہانتک کہ ہندوستان کے ساحل پر پہنچ جائیں - دوسرے یہ کہ افریقا کا چکر لگا کر ہندوستان پہنچیں -

یہ دونوں نظریے ' پہلے جنیوا میں پھر لشبونہ (پرتگال) میں مشہور ہوئے - لشبونہ سے یہ خیال اسپین پہنچا اور یہ دونوں ملک اُس پر سنجیدگي سے غور کرنے لگے -

(کولمبس کي مہم)

پہلا نظریہ یعني بحر اٹلانٹک میں غرباً سفر ' سب سے پہلے جنیوا کے ایک باشندے کولمبس نے پیش کیا - میں کہتا ہوں " سب سے پہلے " حالانکہ اِس سے میري مراد " اھل یورپ میں سب سے پہلے " ہے - کیونکہ یہ ایک تاریخي حقیقت ہے کہ کولمبس سے بہت پہلے اندلس اور مصر کے مسلمان اِس پر غور کرچکے تھے - صرف غور ھي نہیں بلکہ اُسے عمل میں بھي لا چکے تھے ' اگرچہ کامیاب نہ ہوسکے -

میرا فرض ہے کہ یہ تاریخي حقیقت ' جس پر انسان اور زمانے کي ناانصافیوں نے پردے ڈال رکھے ہیں ' روشني میں لے آوں -

علماء یورپ ہمیں بتاتے ہیں کہ سب سے پہلے کولمبس کو خیال پیدا ہوا کہ بحر اٹلانٹک میں غرباً چلنے سے ہندوستان تک پہنچ سکتے ہیں - چنانچہ یہ خیال لے کر وہ لشبونہ گیا اور جان ثاني شاہ پرتگال کے سامنے پیش کیا - لیکن یہ بادشاہ بد نصیب تھا اُس نے کولمبس کي بات نہ ماني بلکہ اُسے مجنوں قرار دیا - کولمبس خفا ہوکر اسپین چلا گیا اور فرڈیننڈ اور ملکۂ ایزابلا کے سامنے اپنا نظریہ پیش کیا - نتیجہ یہ نکلا کہ وہ نئي دنیا تک پہنچ گیا جس کا نام اُس وقت لوگوں نے " مغربي ہند " (Indes Occiden Tales) (١) رکھا تھا کیونکہ کولمبس کا ارادہ ' ہندوستان پہنچنے کا تھا - اِسي کي تلاش میں امریکہ نکل آیا - اِسي لیے اُسے ہندوستان ھي سے تعبیر کیا گیا -

لیکن جب کہ کولمبس ' لشبونہ میں یہ خیال لیے ہوئے بحر اٹلانٹک کي متلاطم موجوں پر امید کي نظریں ڈال رہا تھا ' تو کیا اُس کے دل میں یہ خیال بھي گزرا تھا کہ اِسي لشبونہ میں کھڑے ہوکر عرب ٹھیک اِسي مقصد بلکہ اِس سے بھي بڑے مقصد سے سمندر پر نظریں ڈال چکے ہیں ؟

کیا کولمبس کو یہ خبر پہنچي تھي کہ اِنھي لشبونہ کے مسلمانوں نے اُس سے بہت پہلے ارادہ کیا تھا کہ بحر ظلمات میں تحقیقات کے لیے در آئیں ؟

کولمبس کو شاید معلوم نہ ہوا ہو ' لیکن یہ واقعہ تاریخ کے صفحات پر ثبت ہے - لشبونہ کے اُن مسلمانوں میں سے جو " مغررین " کے لقب سے مشہور ہیں ' آٹھہ عم زاد بھائیوں نے کمر ہمت چست کي - جہاز طیار کیے - کئي مہینے کا کھانا پاني جمع کیا ' اور اُس ہوا کے آغاز پر جو اُنھیں مغرب کے کناروں تک لیجا سکتي تھي ' بحر ظلمات میں روانہ ہوگئے - اُن کے سفر کا حال شریف ادریسي نے اپني کتاب " نزھۃ المشتاق في اختراق الآفاق " میں لکھا ہے - اھل لشبونہ اپنے اِن " مجنونوں " کو بھولے نہیں بلکہ اُن کي یادگار باقي رکھنے کے لیے اپنے شہر کے ایک محلہ کا نام " درب المغررین " رکھدیا -

---

(١) گیارھویں صدي ھجري کے عرب مصنفین کي کتابوں میں بھي امریکا کا نام (الهنود المغربیۃ) لکھا ہے - دیکھو مقدمۂ " کتاب العز و المنافع للمجاھدین بالبارود و المدافع " جو مصر کے سلطاني کتب خانے میں محفوظ ہے -

" لیکن نہیں ! نہیں ! ہرگز نہیں ! ہم ابھی اِس حد تک نہیں پہنچے ہیں ... میں نے کہا مجھے پروانہ دیکھکر سخت حیرت ہوئي (آپ عنقریب جان لینگے میری حیرت کس درجہ عظیم تھی) کیونکہ میں نے خیال کیا ' اگر اِس " جرم " کا کوئي حقیقی مجرم ہے ' تو وہ میرا بیٹا نہیں ' خود میں ہوں -

" میں اِس وقت عدالت کے سامنے پوری صفائي سے اعلان کرتا ہوں کہ اِس جرم کا حقیقي مجرم میں ہوں ' میں ! کیونکہ گزشتہ ۲۵ سال سے میں ھي اِن سزاؤں کے خلاف ہر ممکن ذریعہ سے جنگ کر رہا ہوں -

" میں تصریح کرتا ہوں کہ گزشتہ ۲۵ سال سے میں نے ہر طریقہ سے " انساني زندگي کي حرمت " بڑھانے کي کوشش کي ہے - یعني وھي جرم کرتا رہا ہوں جو اِس وقت میرے لڑکے پر عائد کیا جا رہا ہے - میں نے یہ جرم اپنے لڑکے سے بہت پہلے شروع کیا تھا ' اور اِس سے کہیں زیادہ سخت طریقہ پر اُسکا ارتکاب کرتا رہا ہوں - مہربان سرکاري وکیل ! دیکھو ' میں خود اپنے خلاف گواھي دے رہا ہوں - میں اقبالي مجرم ہوں - حلفیہ اقبال کرتا ہوں - میں نے ہر موقعہ پر یہ جرم کیا ہے - بار بار کیا ہے - اصرار کے ساتھہ کیا ہے - ہمیشہ کرنے کا عزم رکھا ہے - یہ عزم اِس وقت بھي میرے قلب میں موجود - بلکہ اِس وقت بھي میں اِس جرم سے آلودہ ہو رہا ہوں - خود عدالت کے سامنے آلودہ ہو رہا ہوں !

" ہاں ... میں خود اپني زبان سے بغیر کسي جبر و اکراہ کے اپنے جرم کا اعلان کرتا ہوں - میں اعلان کرتا ہوں کہ میں زندگي بھر اُن تمام قوانین کي بیخ کني کرتا رہا ہوں جو وحشیانہ ھیں - میں ہمیشہ اِس بوڑھے قانون کا دشمن رہا ہوں جو کہتا ہے " آنکھہ کے بدلے آنکھہ اور دانت کے بدلے دانت " محترم جج اور جیوري ! میں آپکے سامنے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آئندہ بھي زندگي بھر ایسے تمام قوانین سے جنگ کرتا رہونگا - میں ایک مصنف کي حیثیت سے عمر بھر اپنے قلم سے اُنکي مخالفت کرونگا ' اور ایک مقنن کي حیثیت سے اپني آواز ہمیشہ اُنکے برخلاف بلند رکھونگا -

" اے حضرات ! میں اعلان کرتا ہوں (یہ کہکر مقرر نے حضرت مسیح علیہ السلام کي تصویر کے طرف اپنے دونوں ھاتھہ پھیلا دیے جو عدالت کے کمرے میں آویزاں تھي) اِس ذات کے سامنے جو اِسي قانون قتل کي قربان گاہ پر بھینٹ چڑھائي گئي ' جسکے سامنے اِس وقت ہم کھڑے ہیں - یہ مقدس تصویر ہمیں اِس وقت دیکھہ رہي ہے - میں اِس مقدس " قرباني " کے سامنے قسم کے ساتھہ یہ اعلان کرتا ہوں - یہ وہ ہستي تھي جسنے انسانیت کي ابدي تعلیم کي خاطر ' اپنے تئیں جلادوں کے حوالہ کر دیا - انساني قانون نے اُسے سولي پر لٹکایا ' حالانکہ اُسکا وجود خود " قانون الٰہي " تھا -

" ہاں میں اِسي تصویر کے روبرو بار بار کہتا ہوں کہ میرے لڑکے نے جو کچھہ لکھا ' وہ صرف اِس وجہ سے لکھا کہ میں نے بچپن ھي سے اُسے اِسکي تلقین کي تھي ... کیونکہ وہ جب سے میرا جسماني لڑکا ہے ' اُسي وقت سے میرا روحاني فرزند بھي ہے - کیونکہ وہ کوشش کرتا ہے کہ اپنے باپ کي راہ پر چلے - لیکن بیٹے کا باپ کے طریقے پر چلنا بھي ایک عظیم جرم ہے - واقعي یہ جرم میرے لیے سخت حیرت انگیز ہے !

" حضرات ! میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہ الزام واقعي میرے لیے شدید تعجب کا موجب ہے ...... "

تاریخ و عبر

ہندوستان کی تجارت پر مشرق و مغرب کا تصادم

امریکا اور راس امید کے اکتشافات

واسکو دي گاما نے ایک عرب کے ذریعہ کامیابي حاصل کي

مشہور مصري کاتب و محقق احمد زکي پاشا نے اپنے ایک سلسلۂ مضامین میں مندرجۂ بالا عنوانوں پر جو روشني ڈالي ہے ' وہ نہایت اہم اور دلچسپ ہے - انکي بحث خلاصہ حسب ذیل ہے :

" صلیبي جنگوں نے بہت سي مغربي قوموں کے مقبوضات ' شام میں پیدا کر دیے تھے - ایشیا کے دروازوں پر اِن مقبوضات سے یورپ کو بہت فوائد حاصل ہوئے - تمام مشرق کي مصنوعات حاصل کرنے اور ہندوستان سے تجارت بڑھانے کے بہترین موقع میسر آگئے صلیبیوں نے کبھي کبھي اِتني قوت بھي پیدا کرلي تھي کہ خود دمشق اور قاہرہ سے خراج وصول کیا کرتے تھے - (۱) انھوں نے کرک پر قبضہ کر کے حجاز کے راستہ پر تسلط حاصل کرلیا تھا - عقبہ اور طور پر بھي قبضہ جمانے کي کوشش میں تھے ' اور قریب تھا کہ پورے بحر احمر پر چھا جائیں - (۲)

لیکن مشرق قریب کے سلاطین ' عین وقت پر بیدار ہوگئے - اُن میں باہم سخت حسد و منافست تھي - تاہم مشترک خطرے کے سامنے متفق ہوگئے ' اور اسدالدین ' نورالدین ' صلاح الدین ' نجم الدین ' ملکۂ شجرۃ الدر ' ملک الظاہر بیبرس ' منصور قلاؤون ' کي یادگار کوششوں نے مصر اور شام کي سر زمینیں یورپین حملہ آوروں سے پاک کردیں -

(۱) دیکھو ابن فضل اللہ کي مسالک الابصار

(۲) ابن فضل اللہ نے اپني کتاب " التعریف بالمصطلح الشریف " میں لکھا ہے کہ اھل فرنگ نے کرک میں بحري بیڑے طیار کیے اور انھیں لیکر بحر قلزم میں پہنچے، تاکہ حجاز پر حملہ آور ہوں اور اپنے دل کا بخار نکالیں - لیکن ایوبي اور عادلي ہمتوں نے انھیں پست کرڈالا - صلاح الدین ایوبي نے اُنکے بہت سے آدمي گرفتار کرلیے اور منی بھیجدیے تاکہ جمرۃ العقبہ پر اُسي طرح ذبح کرڈالے جائیں جس طرح قرباني کے جانور ذبح کیے جاتے ہیں - چنانچہ ایسا ھي کیا گیا - (منہ)

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم

(۳۰ : ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تأثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

(محمد شفیق مصری اخبار نویس کی سیاحت نجد کا یہ دوسرا حصہ ہے۔ الفضل)

"جوف" سے "حائل" تک اونٹ کی پیٹھ پر دس دن کی مسافت ہے۔ راستہ نہایت ہی اُجاڑ اور بیابانی ہے۔ ہم کبھی ریگ کی بلند پہاڑیوں پر چڑھتے تھے۔ کبھی نشیبی وادیوں میں ہوتے تھے۔ کبھی ایسی بلند چٹانوں پر چلتے جن کے نیچے ہولناک گہرائیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ راستہ ایسا دشوار گزار اور خطرناک ہے کہ اونٹ کا ذرا قدم ڈگمگا جائے تو ہلاکت یقینی ہے۔ عظیم بلندی پر سے انسان فوراً تحت الثریٰ میں جا پہنچے۔

اس سفر میں پہلے ۹ دن تک کہیں پانی نہیں ملا۔ اگر پانی ہمارے ساتھ مشکوں میں اور اونٹوں کے ساتھ اُنکے پیٹ میں نہ ہوتا تو موت یقینی تھی۔ اس تمام مدت میں غسل کرنا کیا معنی غسل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پانی کا ایک ایک قطرہ خود زندگی کی طرح قیمتی تھا۔

ساتویں دن علی الصباح ہمیں "جبہ" نام ایک آبادی ملی۔ یہاں کے تمام مکان ایسی سفید مٹی سے بنے ہیں کہ تعجب ہوتا ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ چند شیوخ مجھے پوچھتے ہوئے آئے اور مہمان بننے کی درخواست کی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ انھیں پہلے ہی خبر پہنچ گئی تھی کہ ایک مصری، شاہ نجد کی ملاقات کے لئے آیا ہے۔ "لہٰذا" انھوں نے کہا "ہمارا اخلاقی فرض تھا کہ تمھیں اپنا مہمان بناتے"۔

نویں دن ہم "قنا" میں پہونچ گئے۔ یہ بہت ہی چھوٹا گاؤں ہے۔ حتیٰ کہ یہاں ہمیں کھانے کے لئے ایک بکری بھی مول نہ مل سکی۔ لیکن ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ کیونکہ تھوڑے فاصلہ پر تین گاؤں اور تھے۔ ان میں سب سے بڑا گاؤں "ام جلبان" ہے اور اس کی آبادی صرف ۲۰ گھر ہیں۔ مکانوں کے گرد تھوڑے سے چند درخت ہیں۔ یہاں کے باشندے حرف قاف کا تلفظ "گاف" کی طرح کرتے ہیں۔

حائل

دسویں دن "حائل" ہمارے سامنے تھا۔ سلطان ابن سعود کے عم زاد بھائی امیر عبدالعزیز بن مساعد بن جلوی، حاکم حائل کا نائب ہمارے استقبال کے لئے شہر کے باہر موجود تھا۔

ہم نے اپنے تمام پچھلے صحرائی سفر میں حائل سے زیادہ آباد کوئی مقام نہیں دیکھا۔ یہ ایک حد تک شہر کا حکم رکھتا ہے۔ آبادی گنجان ہے۔ سڑکیں کشادہ اور منتظم ہیں۔ بازار بھی بہت بڑا ہے جس میں اونٹوں اور مویشیوں کی تجارت بڑے پیمانہ پر ہوتی ہے۔ حائل، مدینہ منورہ سے ۸ دن، شام سے ۱۵ دن، اور عراق سے بھی تقریباً ۱۵ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ یہ تجارت کا ایک مرکزی مقام ہے۔ ہندوستان کے چاول کی یہاں بڑی منڈی ہے۔ اس علاقے کی اصلی غذا بھی چاول ہے۔ ہر قسم کی ترکاریاں، سبزیاں، اور میوے بھی بڑی مقدار میں پیدا ہوتے ہیں۔ نخلستان بے شمار ہیں۔ لیکن کھجور بے مزہ اور گھٹیا قسم کی ہوتی ہے۔ میں نے عورتوں کو بازار میں روٹی، میوے، ترکاری، مرغی، انڈے بیچتے دیکھا۔ وہ سیاہ کرتے پہنے تھیں۔ اوپر سے سفید چادریں اوڑھے تھیں۔ نہایت باوقار اور سنجیدہ تھیں۔ خریداروں سے ضرورت بھر بولتی تھیں، مگر اس قدر آہستہ کہ کوئی دوسرا آدمی اُن کی آواز نہیں سُن سکتا!

یہاں یہ عجیب بات دیکھی کہ صرف فرانسیسی سکہ، جسے یہ لوگ "شوشی" کہتے ہیں، مستعمل ہے۔ انگریزی یا ترکی سکے نہیں چلتے۔

ایک دن میں حاکم حائل کے نائب کا مہمان رہا۔ دوسرے دن خود حاکم، امیر عبدالعزیز بن مساعد نے مجھے اپنے دار الحکومت میں مدعو کیا اور غیر معمولی خاطر تواضع کی۔ پہلی نظر میں دھوکہ ہوتا ہے کہ یہ امیر شاید متکبر و مغرور ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ نہایت ہی منکسر مزاج، خوش اخلاق، اور خوش صحبت ہے۔ وہ اپنے اس صوبے میں اور اس کے اطراف کے تمام شمالی علاقوں میں سلطان ابن سعود کے ماتحت مطلق العنان حاکم ہے، اُس کے احکام کے سامنے کوئی روک کھڑی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اُس کے احکام کتاب و سنت کے احکام کے تحت ہوتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ سے بال بھر تجاوز کرنا اس علاقے میں ایسا جرم ہے کہ اُس کے لئے کوئی معافی نہیں!

حاکم کے پاس دو موٹریں ہیں جن پر وہ اکثر سفر کیا کرتا ہے۔ موٹر چلانے والا ایک شامی عرب ہے۔ دوسرا نجدی ہے۔

حاکم کے ایک مصاحب کے ساتھ میں قیدخانہ دیکھنے گیا۔ مجھے یقین تھا، مجرموں کی بڑی بھیڑ دیکھوں گا۔ مگر قیدخانے میں پہنچ کر میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ وہاں ایک قیدی بھی موجود نہ تھا۔ صرف محافظ سپاہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے۔ میں نے تعجب سے پوچھا "قیدی کہاں ہیں؟" سپاہیوں نے جواب دیا "جب مجرم ہی نہیں ہیں تو قیدی کہاں سے آئیں!" اسوقت مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی احکام شریعت، جرائم کی بیخ کنی کے لئے بہترین قانون ہیں۔ اور یہ کہ نجد سے زیادہ احکام شریعت کی پابندی کسی مسلمان قوم میں نہیں ہو رہی۔ حائل جیسی وسیع آبادی کے قیدخانے میں ایک قیدی کا بھی موجود نہ ہونا، یقیناً اس بیسویں صدی میں اعجوبہ کا حکم رکھتا ہے۔

حائل کی آب و ہوا نہایت معتدل ہے۔ یہاں میٹھے پانی کا ایک چشمہ موجود ہے اور اپنے طبی خواص میں "فیشی" کے معدنی چشمے کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس کا پانی ہر قسم کا زنگ بگھلا دیتا ہے۔ گردے کے جملہ امراض کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ خون صاف کرتا ہے اور حیرت انگیز سرعت سے غذا ہضم کر دیتا ہے۔ اس چشمے کا نام "السلیع" ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے چشمے ہیں اور سب شیریں اور عمدہ ہیں۔ آب و ہوا کی اسی خوبی کا نتیجہ ہے کہ یہاں کے باشندے خوب تنومند ہیں۔

اب سے پہلے حائل، ابن الرشید کی ریاست کا پایۂ تخت تھا۔ یہ ریاست ایک زمانہ میں ریاض کے خاندان سعود کے تابع تھی۔ پھر کچھ مدت خود مختار رہی۔ اب ایک مرتبہ پھر خاندان سعود کے زیر نگیں آگئی ہے جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

حائل کے باشندے، در اصل قبیلۂ "شمر" کے افراد ہیں۔ یہ قبیلہ صحرا میں بود و باش رکھتا تھا۔ پھر اُس کا ایک بڑا حصہ کٹ کر شہری بن گیا، اور حائل میں آباد ہو گیا۔

حائل میں "اخوان" بکثرت نظر آتے ہیں۔ انھیں یہاں "حبان" کہتے ہیں۔ ان کی علامت یہ ہے کہ سُرخ ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں۔ چھوٹے عمامے باندھنے والے معمولی لوگ سمجھے جاتے ہیں۔ بڑے عمامے والے شیخ ہوتے ہیں۔ نجد میں اس گروہ کو سب سے زیادہ اہمیت و قوت حاصل ہے۔ حائل، احساء، اور حجاز کی فتوحات انہی کے ہاتھوں واقع ہوئی ہیں۔ تمام عرب میں ان کی شجاعت اور پامردی کے ڈنکے بج رہے ہیں۔ بڑی بڑی فوجوں پر اِن کا نام رعب و ہیبت طاری کر دیتا ہے۔ اب سے چند سال پہلے یہ سخت وحشی اور جاہل تھے۔ دین کا کوئی حکم بھی نہیں جانتے تھے۔ لیکن آج اِن میں سے ہر شخص شریعت کے تمام علمی احکام کا عالم ہے۔ نجد و حجاز میں اتباع شریعت اور ترک بدع و نواہی کی مبلغ یہی جماعت ہے۔

قصیم

حائل میں ایک ہفتہ سلطان کی مہمانی میں رہ کر ہم نے پھر سفر شروع کر دیا۔ اب منزل مقصود "بریدہ" تھی۔ بریدہ، حائل سے ۸ دن کے فاصلہ پر ہے۔ راستہ صاف اور میدانی ہے۔

راستہ میں سب سے پہلی آبادی "مدہ" کی ملی۔ اس گاؤں کا منظر نہایت دلفریب ہے۔ اس کے گرد کھیت ہیں، اور حدِّ نظر تک سر بفلک پہاڑوں کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ پہاڑ بہت ہی دلچسپ منظر پیش کرتے ہیں۔ انکے نیچے میدانوں پر سنہری ریگ بچھی ہوئی ہے اور از حد منظر فریب ہے!

راستہ میں ایک قابل ذکر واقعہ پیش آیا۔ ہمارے قافلہ کے ایک مسافر کی اونٹنی رات کو کہیں بھاگ گئی۔ ہر چند تلاش ہوئی مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ عین ناامیدی کے وقت ایک بدو نظر آیا۔ اُس سے پوچھا گیا تو اُس نے کہا "میں نے اس شکل کی اونٹنی فلاں مقام پر دیکھی تھی۔ میں اُسے لا سکتا تھا، مگر اس ڈر سے ہاتھ نہیں لگایا کہ چور نہ سمجھا جاؤں"۔ اس واقعہ سے مجھے اہل نجد کی امانت و دیانت کا اور بھی زیادہ یقین ہو گیا۔ میں جتنی زیادہ جستجو کرتا گیا، مجھے معلوم ہوتا گیا کہ چوری اور قزاقی نجد میں بالکل نامعلوم ہے۔

راستہ میں چار گاؤں اور بھی ملے: "کہفہ، جوآرہ، وتال، اور شقرہ"۔

کولمبس کو بیشک یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ امریکا تک پہنچ گیا - لیکن کس طرح پہنچا ؟ کیا اُس کے وہم میں بھی یہ بات موجود تھی کہ بحر ظلمات کے دامن میں ایک اور دنیا بھی چھپی ہوئی ہے ؟ اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں - وہ تو ھندوستان کے ارادے سے نکلا تھا اور محض اتفاق سے امریکا پہنچ گیا - لیکن لشبونہ کے مسلمان تو اسی دنیا کی تحقیق کے لیے نکلے تھے - انھیں ھندوستان کی فکر نہ تھی - نہ تجارت و دولت کی طمع تھی - اُن کے سامنے صرف جغرافیائی تحقیقات تھی - ظاہر ہے کہ کولمبس اور اُن کے نقطۂ نظر میں کتنا اختلاف تھا اور دونوں میں کون زیادہ تحسین علم کا مستحق ہے ؟

یہی نہیں بلکہ کولمبس سے ڈیڑھ سو برس پہلے ھی مسلمانوں نے امریکا کا تصور کرلیا تھا - ملک الناصر محمد بن قلاؤن کے عہد میں ایک عالم ' قاہرہ میں موجود تھے - اُن کا نام ابو الثناء محمود بن ابی القاسم الاصفہانی تھا - ابن فضل اللہ العمری اپنی کتاب " مسالک الابصار فی ممالک الامصار " (جلد ۱ صفحہ ۳۱) میں اُن کا یہ قول لکھتے ھیں :

" میں اُسے بعید نہیں سمجھتا کہ زمین کے اِس رخ پر پانی کے ھٹ جانے کی وجہ سے جو خشکی نمودار ہوگئی ہے ' ویسی ھی خشکی زمین کے دوسرے رخ پر بھی موجود ہو - چونکہ یہ مستبعد نہیں ہے ' اس لیے یہ بھی مستبعد نہیں کہ اُس طرف کی خشکی پر بھی ویسے ھی حیوان و نباتات موجود ھوں ' جیسے ھماری اس زمین میں موجود ھیں ' یا وہ کسی اور جنس و نوع کے ھوں "

(واسکو ڈی گاما اور راس امید)

ھندوستان تک پہنچنے کے پہلے نظریہ نے امریکا کو ظاہر کیا - اب دوسرا نظریہ ھمارے سامنے آتا ہے - اِس سے مقصود یہ تھا کہ بحر اٹلانٹک میں افریقہ کے گرد گھوم کر ھندوستان کی راہ نکالی جائے -

یہ خیال سب سے پہلے جنوا میں رہنے والے دو بھائیوں : اوگولینو Ogolino اور ویدینو Vadino کو ہوا - وہ اس مہم پر روانہ بھی ہوگئے مگر کامیاب نہ ہوے اور غرق ہوگئے -

لیکن یہ خیال برابر زندہ رہا اور ھمتیں بڑھاتا رہا - اُس وقت پرتگال کے ملک میں بڑی تجارتی بیداری موجود تھی - پرتگالی ' ھمت و شجاعت میں تمام یورپین قوموں کے آگے تھے - پرتگال کی نازک اندام عورتوں کا بھی اِس حرکت میں بڑا حصہ تھا - انھوں نے اعلان کردیا تھا کہ وہ انھی لڑکوں سے شادی کرینگی جو افریقا کے ساحلوں پر اپنی شجاعت و بسالت ثابت کر دینگے - نتیجہ یہ ہوا کہ پرتگالی نوجوان سواحل افریقا پر ٹوٹ پڑے ' اور بتدریج بہت سی بندرگاہوں کے مالک بن گئے - اِن مہموں میں عربوں اور یہودیوں نے اُنکی بڑی مدد کی - یہ لوگ افریقا سے اُس وقت سب سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے - انھوں نے پرتگالی بادشاہوں خصوصاً شاہ ھنری کو (جو ملاح کے لقب سے مشہور تھا) اپنی قیمتی معلومات سے آگاہ کیا ' اور اِس طرح افریقا کی تحقیق و فتح میں پرتگالیوں کے رہنما بنے - یہی عرب اور یہودی تھے جنھوں نے پرتگال کو گینیا کی سونے کی کانوں سے آگاہ کیا تھا - غرضکہ سنہ ۱۴۱۳ سے سنہ ۱۴۸۹ تک پرتگالی اپنے مقبوضات ' سواحل افریقا پر پھیلاتے رہے ' یہانتک کہ سنہ ۱۴۸۶ میں پرتگالی امیر البحر جنوبی افریقا کے آخری نقطہ تک پہنچ گیا - یہی وہ مقام ہے جس کا ذکر قطب الدین نہروالی نے اپنی کتاب " البرق الیمانی فی الفتح العثمانی " میں اِس طرح کیا ہے " یہ جگہ ساحل کے قریب ایک آبنائے میں واقع ہے - اس کے ایک جانب پہاڑ ہے اور دوسری جانب بحر ظلمات ہے - یہاں سمندر سخت طوفانی حالت میں رہتا ہے - کشتیاں ٹک نہیں سکتیں - ٹوٹ جاتی ھیں "

پرتگالیوں نے اِس مقام کا نام " راس طوفان " رکھا تھا - لیکن جان ثانی شاہ پرتگال نے اس کا نام " راس امید " رکھدیا - کیونکہ اِس کی دریافت نے براہ راست ھندوستان تک پہنچنے کی امید پیدا کردی تھی -

لیکن یہ امید جان کی زندگی میں پوری نہیں ہوئی - اس کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا عمانویل ثانی تخت نشین ہوا - اسنے واسکو ڈی گاما کو سنہ ۱۴۹۷ میں اِس مہم پر روانہ کیا تا کہ ھندوستان کی راہ دریافت کرے - اِس شخص نے سفر شروع کیا - راس امید عبور کرکے سواحل کفرہ میں پہنچا - پھر ممباسہ آیا ' پھر ملندہ میں وارد ہوا - یہیں اِسکی ملاقات حسب تصریح قطب الدین کے (جیسا کہ " برق یمانی " میں مذکور ہے) " ایک بحری آدمی سے ہوئی - اسکا نام احمد بن ماجد تھا - اِسی نے نشہ کی حالت میں واسکو ڈی گاما کو ھندوستان کا سیدھا راستہ بتا دیا - اور اس کے بعد بحر ھند میں پرتگالیوں کی کثرت ہوگئی " لیکن خود پرتگالی مورخ ' احمد بن ماجد کا کوئی ذکر نہیں کرتے - البتہ ایک ایسے آدمی کا وجود ضرور تسلیم کرتے ھیں جو واسکو ڈی گاما کا شریک سفر ہوگیا تھا - اور اُسکا نام وہ " معلم کنہ " Malem Cana بتاتے ھیں اور کہتے ھیں کہ وہ ھندوستان پہنچ کر گجرات میں فوت ہوگیا - بعضوں نے اُسکا نام Malem Canaque لکھا ہے -

بعض پرتگالی مورخ کسی ایسے شخص کا وجود تسلیم نہیں کرتے - اُنکا بیان ہے کہ سلطان ملندہ نے واسکو کے ساتھ اپنے ملک سے دو آدمی کر دیے تھے جو بحر ھند سے بخوبی واقف تھے -

بہر حال یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ راس امید کی دریافت میں عربوں کا بھی حصہ ہے اور راس امید سے ھندوستان تک پہنچنے میں تو سراسر عربوں ھی نے رہنمائی کی تھی -

---

مختارات

(اخبار نویسی)

سلطان عبدالحمید نے معزول ہونے کے بعد کہا " اگر میں یلدز (محل) میں لوٹ سکوں تو اخبار نویسوں کو ایک ھی قید خانہ میں بند کردونگا "

" اِس ملک میں ہر دس آدمیوں میں صرف ایک شخص کو انشا پرداز ہونا چاہیے " (روزولٹ - امریکا)

" اخبار نویس کی صورت دیکھر شیطانوں کا بادا ' ابلیس ' بھی کانپ جاتا ہے " (ولیم سٹیڈ)

" کیڑے مکوڑوں میں سے اخبار نویس بھی ہے " (ملکۂ اسپین)

" اے قلم تو نہایت خوبصورت ہے لیکن میری سلطنت میں تو شیطان سے بھی بدتر ثابت ہوا ہے " (آخری زار روس)

پرتگال کے معزول بادشاہ " مانویل " نے اخبار نویسوں سے کہا " تمھیں نے مجھے برباد کیا ہے "

جمہوریہ وینزویلا (امریکا) کے صدر " کاسترو " کا قول ہے : " اگر جہنم کا پھاٹک بھی میں کھلا دیکھوں تو اُتنا نہ ڈرونگا جتنا اخبار نویس کے قلم سے ڈرتا ھوں "

عنوان شرف ہوگا۔ بقایا تین پلٹنوں میں ابھی کچھ گڑبڑ ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے وہ بغاوت نہیں کریں گے۔ میری خواہش ہے، کہ وہ بھی منحرف ہو جائیں۔ تاکہ ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچے۔ منٹگمری"

منٹگمری عیسائیت کی تبلیغ میں نمایاں حصہ لیا کرتا تھا۔ اس نے لارڈ کینگ کی مزید بالشن زم مزاجی اور علم و بخشش کا سخت مداح تھا، لیکن آپ نے بھی ایسے ظالمانہ فعل کی تائید کی۔ اس کے بعد اسنے ہاڈسن کو ایک چٹھی لکھی یہ وہ شخص تھا۔ جسنے بہادر شاہ کے لڑکوں کو سخت بیرحمی سے قتل کیا تھا۔ انگریز مورخین میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جسنے ہاڈسن کے اس فعل کی مذمت نہ کی ہو۔ لیکن منٹگمری اسے لکھتا ہے:

"میرے پیارے ہاڈسن۔

میں تمھیں مبارکباد دیتا ہوں کہ تم نے بادشاہ کو گرفتار کر لیا اور اس کے بیٹوں کو قتل کر دیا۔ میں امید کرتا ہوں تم اسی طرح اور شاہزادے بھی قتل کروگے۔ منٹگمری"

ایک آدمی اتنا مجروح تھا کہ وہ مقتل پر جانے کے قابل نہ تھا۔ منٹگمری کی ہدایت کے مطابق اسے سرکاری گواہ بنایا گیا۔ چنانچہ کوپر کو منفصلہ ذیل خط لکھا ہے" مجروح مذکور کو لاہور بھیجدیا جائے، تاکہ وہ خود اپنی زبان سے امرتسر کے واقعات بیان کرے۔ بغیر اس کے کوئی شخص اعتبار نہیں کرے گا، ۲۶ ملٹن کے بعض آدمی ایسے بھی ہونگے جو آوارہ پھر رہے ہونگے۔ ان سب کو گرفتار کر کے ہماری طرف بھیجدو۔ تم کافی تعداد میں قتل کر چکے ہو، اب ہمیں اپنی فوجوں کے لئے کچھ آدمی چاہئیں"

ایک کے بدلے ۵۰۰

اس مجروح قیدی اور ۴۱ آدمیوں کو لاہور بھیجدیا گیا۔ جہاں وہ بے دریغ قتل کر دئے گئے۔ کوپر خود اقبال کرتا ہے کہ کمان افسر کے قتل کے بعد دو دن کے اندر، اس کے بدلے ۵۰۰ آدمیوں کا خون بہایا گیا۔

کانپور میں ایک کنواں ہے۔ جہاں چند انگریزوں کو قتل کر کے پھینک دیا گیا تھا۔ لیکن اجنالہ میں بھی ایک کنواں ہے۔ جہاں سیکڑوں ہندوستانی قتل کر کے پھینک دئے گئے۔

رسل اپنی ڈائری میں لکھتا ہے" ایک افسر نے جو رنیاڈ کی فوج کے ساتھ مقرر تھا۔ مجھ سے ذکر کیا کہ ہندوستانیوں کو اندھا دھند قتل کیا جاتا تھا، دو دن کے عرصے میں ۴۲ آدمیوں کو سڑک کے کنارے پھانسی دی گئی۔ مقتولین میں وہ لوگ تھے جو ملٹن کو اس کی راہ میں مل جانے تھے ۱۲۔ آدمیوں کو محض اس وجہ سے پھانسی دی گئی کہ جب ملٹن کوچ کر رہی تھی تو ان کے منہ سڑک کی طرف نہ تھے۔ دوسری طرف دیکھ رہے تھے! جو گاؤں راہ میں آتا تھا، جلا دیا جاتا تھا۔ سب سے عجیب بات یہ تھی کہ یہ افسوسناک واقعات کانپور کے حادثہ سے بہت پہلے ہوئے تھے۔ اگر ہندوستانیوں کا یہ قتل عام کانپور کے واقعہ کے بعد ظہور پذیر ہوتا تو پھر بھی ہم لوگ شاید حق بجانب ہوتے۔ افسر مذکور نے ان مظالم کے روکنے کی کوشش کی اور رنیاڈ سے کہا کہ اگر یہی حالت رہی تو لوگ دیہات خالی کر کے بھاگ جائیں گے اور فوج کے لئے خورد و نوش کا سامان بہم پہنچانے میں سخت دقت واقع ہوگی۔ بالآخر یہی ہوا۔ جہاں کہیں فوج جاتی تھی دیہات بالکل ویران ہو جاتے تھے۔ لوگ غلہ دینے سے گھبراتے کیونکہ انھیں علم تھا کہ اگر انھوں نے یہ نیک کام کیا تو پھر بھی انھیں پھانسی ضرور دی جائے گی"

ایک پادری لکھتا ہے" انگریز ہندوستانیوں سے اس قدر نفرت کرتے ہیں۔ کہ اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ انکے ملازم بھی جو علم طور پر غدر کے زمانہ میں وفادار رہے تھے، ان کی بدسلوکی اور بے رحمی سے نہ بچ سکے۔ لیکن حیرانی کی بات یہ ہے کہ پھر بھی انکی وفاداری اور نمک حلالی میں فرق نہ آیا۔ بہت سے ڈولی بردار اور سائیس جو ہماری نوکری میں زخمی ہوئے تھے، زمین پر پڑے سسک رہے تھے مگر کسی نے علاج معالجہ کی مطلق پرواہ نہ کی۔ وہ دن کے وقت دھوپ میں پڑے رہتے۔ رات کے وقت سردی میں۔ جب دلی کے باشندوں کا قتل عام ہوا، تو ان میں بہت سے ایسے آدمی تھے جو ہماری کامیابی پر خوش تھے۔ اور ہماری فتح یابی کے لئے دعائیں مانگتے تھے لیکن اُن کی بھی دعائیں انکے واسطے ہلاکت ثابت ہوئیں۔ بعض نوجوان انگریز تو ہندوستانیوں کے خون کے پیاسے ہوگئے تھے۔ وہ علانیہ بکتے تھے" تمام خدمت گاروں اور پوربیوں کو جو کیمپ میں ہیں تہ تیغ کر دیا جائے" یہ وہ ملازم تھے۔ جنھوں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ہماری خدمت کی تھی"

ولسنٹ سمتھ نے بھی اپنی تاریخ ہند میں تسلیم کیا ہے کہ بہت سے ہندوستانیوں نے ہماری جان بچانے کی خاطر اپنے آپ کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔

کے (Kaye) اپنی کتاب میں قتل عام سے پیشتر کے واقعات یوں لکھتا ہے:

"مارشل لا کو جاری ہوئے عرصہ ہو گیا ہے۔ وہ ظالمانہ قانون جو مئی اور جون میں مجلس مقننہ نے پاس کئے تھے، بڑی شدت سے اپنا کام کر رہے تھے۔ فوجی اور سول افسر ہندوستانیوں کو بلا تمیز قتل کر رہے تھے۔ گورنر جنرل نے جو خط و کتابت پارلیمنٹ سے اُن دنوں کی تھی، اس میں صحیح ہے کہ بے گناہ بوڑھوں، عورتوں، اور بچوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ دیہات جلائے جاتے تھے۔ ان کے باشندوں کو بھی آگ میں جلا دیا جاتا تھا۔ انگریز فخریہ طور پر کہا کرتے تھے۔ ہم نے کوئی آدمی بھی قتل کئے بغیر نہیں چھوڑا!

واقعات قبل الحادثہ کانپور

ایک دفعہ چند چھوٹے لڑکے محض شرارتاً، باغیوں کا سا لباس پہنکر ڈھول بجانے لگے۔ انھیں گرفتار کر کے مقدمہ چلایا گیا اور فوجی عدالت نے سزائے موت کا حکم سنایا۔ ایک انگریز افسر جو کورٹ مارشل کا رکن تھا، روتا ہوا کمان افسر کے پاس گیا۔ اور ان کی جان بخشی کی سفارش کی لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی، اور ان معصوم بچوں کو پھانسی دے دی گئی۔

دیہات میں انگریزوں کی جماعتیں چکر لگاتی تھیں، جو کوئی ملتا تھا اُسے کسی درخت پر لٹکا کر پھانسی دے دی جاتی تھی۔

پٹنہ میں مسٹر ٹیلر کمشنر کا گواہ بنانے کا عجیب طریقہ تھا۔ اسنے ایک قیدی سے کہا اگر تم مجھے تین ایسے آدمیوں کے نام بتا دو جو واجب القتل ہوں تو میں تمھاری جان بخش دوں گا۔ لیکن اسنے ایسے آدمیوں کے نام لئے جن کے نام سے وہ خود بھی واقف تھا، اس لئے قیدی قتل کیا گیا!

آگرہ اور سہارنپور میں بھی پھانسی کا رواج بڑے زوروں پر تھا دیہاتی لوگ گروہ در گروہ گرفتار کر کے لائے جاتے تھے۔ ان میں بہت تھوڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہوگی، جنھوں نے بغاوت میں حصہ لیا ہوگا لیکن تمام قیدی فی الفور بغیر کسی تحقیقات کے قتل کر دئے جاتے تھے!

دہلی ۲۰ ستمبر ۱۸۵۷ء کو فتح کی گئی۔ مسز کوپلینڈ بیان کرتی ہے کہ ایک ہفتے کے اندر کمان افسر نے چار پانچسو آدمی بے دریغ کرڈالے۔ گورے سپاہی ان خوفناک مناظر میں نہایت دلچسپی لیتے تھے۔ نواب جھجر کو بھی انھی دنوں میں پھانسی دی گئی، لوگ کہتے ہیں کہ اسنے بڑی دیر کے بعد جان دی۔

ایک دفعہ ایک جوہری مسز گارسٹن کے پاس سامان بیچنے کے لئے آیا۔ مسز گارسٹن نے کہا تم بہت زیادہ قیمت مانگتے ہو، میں ابھی تمھیں مسٹر ۔۔۔ صاحب کے حوالے کر دوں گی۔ وہ اس نام سے ایسا مرعوب ہوا کہ سامان وہیں چھوڑ کر بھاگ گیا، اور پھر واپس نہ آیا۔ مسٹر ۔۔۔ سے ہندوستانی سخت ڈرتے تھے۔ کیونکہ جو کوئی اس کی گرفت میں آتا ہے، وہ اسے قتل کر دیتا ہے"

کورٹ مارشل کسی پر رحم نہیں کرتی تھی۔ جو کوئی گرفتار ہوتا تھا ضرور ہی قتل کر دیا جاتا تھا۔ شہر کے چوک میں ایک بڑی پھانسی کھڑی کی گئی تھی۔ ۵، ۶ آدمی ہر روز پھانسی دئے جاتے تھے۔ انگریز افسر بڑی متانت سے پاس بیٹھ کر یہ مناظر دیکھا کرتے!

گورنر جنرل نے ۲۴ دسمبر ۱۸۵۷ء کو جولائی کے واقعات کے متعلق ایک مفصل رپورٹ بھیجی تھی۔ ذیل میں اُسکا اقتباس دیا جاتا ہے:

"اس زمانہ میں لوگ بلا امتیاز پھانسی دئے گئے۔ ان میں ایسے آدمی بھی تھے۔ جن کے برخلاف محض شک تھا۔ سیکڑوں دیہات لوٹے گئے، اور بعد ازاں جلا دئے گئے۔ ان خوفناک حرکات سے وہ قومیں بھی سخت ناراض ہوگئیں۔ جو حکومت کی وفادار تھیں۔ شمالی ہند میں قحط پڑ گیا۔ کیونکہ ایسی اندھیر نگری میں باقاعدہ کاشتکاری کرنا ناممکن تھا، جو سپاہی رخصت پر گھر آئے تھے یا جو پلٹنوں کے ٹوٹ جانے کے بعد اپنے گھروں کو واپس جا رہے تھے اور جنھوں نے بغاوت میں مطلقاً کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ بلکہ انگریزوں کی جان بچانے میں مدد کی تھی، ان سب کے ساتھ انگریزی فوجیں وہی سلوک کرتی تھیں جو باغیوں سے کیا جاتا تھا۔ گورنمنٹ کے ماتحت افسروں کی ان افسوسناک حرکات سے ملک میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ گورنمنٹ ہندوؤں اور مسلمانوں کی بیخ کنی پر اب تل گئی ہے"

ٹمپل لکھتا ہے" گورنمنٹ محض پھانسی اور قتل عام کی وجہ سے چل رہی تھی۔ جب لکھنؤ فتح کیا گیا تو بے شمار آدمی پھانسی پر چڑھا دئے گئے۔ اُس وقت یہ تمیز نہیں کی جاتی تھی کہ آیا قیدی سپاہی ہے یا اودھ کا کسان ہے؟ صرف اتنی بات کافی تھی کہ مجرم اسیاہ ہو"

آرٹن نے بمبئی ٹیلیگراف میں ایک مراسلہ بھیجا تھا جس کا مضمون یہ ہے" جب ہماری فوج دہلی میں داخل ہوئی۔ تو جو آدمی فصیل کے اندر ملا، اسی جگہ سنگینوں سے مار دیا گیا۔ مقتولین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ کیونکہ کئی گھروں میں سے ۳۰۔ ۴۰۔ ۵۰ آدمی پکڑے گئے، یہ لوگ باغی نہیں تھے۔ شہر کے باشندے تھے۔ انہیں کامل اُمید تھی کہ انھیں معاف کر دیا جائے گا، لیکن وہ سخت مایوس ہوئے"

ہومز اپنی تاریخ میں لکھتا ہے" بے گناہ آدمی مارے جاتے تھے وہ جان بخشی کے لئے ہاتھ جوڑتے تھے۔ بوڑھے آدمی جو خوف اور عمر کی وجہ سے کانپتے تھے، اگا جر مولی کی طرح کاٹے جاتے تھے لیکن انگریزوں کو بھی کافی اشتعال دلایا گیا تھا۔ کیونکہ انکے چند آدمی شہر کی گلی کوچوں میں مارے گئے تھے"

یہی مصنف بیان کرتا ہے کہ جونہی ہم دہلی میں داخل ہوئے۔ لوٹ مار شروع ہو گئی۔ جو ہندوستانی ملتا تھا گولی سے مار دیا جاتا تھا۔ شراب خانے اور دیگر دکانیں لوٹ لی گئیں اور انگریزوں نے شراب پی کر جہاں کہیں ہندوستانیوں کا مجمع دیکھا، ان پر ٹوٹ پڑے۔ ایسی حالت میں بیچارے باشندے کیا کرتے؟ کیا وہ انگریز سپاہیوں کو پکڑ کے کمان افسر کے پاس لے جاتے؟ لیکن وہاں تو یہ حال تھا کہ کمان افسر سے لیکر معمولی سپاہی تک، سب ہندوستانیوں کے خون کے پیاسے تھے"

مسٹر آرٹن جو ٹائمز کا نامہ نگار تھا، ۱۶ نومبر ۱۸۵۷ء کو لکھتا ہے "کل میں اور ایک افسر مع ۲۰ سپاہیوں کے شہر میں چکر لگا رہے تھے۔ ہم نے ۱۴ مقتول عورتیں دیکھیں۔ جن کے گلے انکے شوہروں نے کاٹ ڈالے تھے، اور انکے اوپر چادریں ڈھانپ دی تھیں۔ ہم نے ایک آدمی

آخر الذکر گاؤں میں نمک کا پہاڑ ہے اور خود باشندوں کی ملکیت ہے۔ وہ حکومت کو محصول ادا کرکے بغیر نمک نکالتے ہیں اور تجارت کرتے ہیں۔

بریدہ کے حاکم، مبارک بن مبیرک، کو ہماری آمد کی خبر مل گئی تھی۔ اُسنے آبادی سے باہر آکر سلطان کی طرف سے ہمارا خیر مقدم کیا اور مہمان بنایا۔ یہ حاکم بھی نہایت خوش اخلاق اور متدین ہے۔

بریدہ، ریگ کے میدان میں واقع ہے۔ حائل کی طرح یہاں بھی عمارتیں بکثرت ہیں۔ یہاں بھی زراعت اچھی ہوتی ہے۔ نخلستان بہت ہیں۔ اس کی کھجور اگرچہ چھوٹی ہے مگر پرمغز اور شیریں ہوتی ہے۔ لیکن اُس میں یہ سخت عیب ہے کہ دیر ہضم ہوتی ہے۔ بریدہ، اس تمام علاقے کا، جسے قصیم کہتے ہیں، پایۂ تخت ہے۔ وسط نجد میں بریدہ سب سے زیادہ متمدن جگہ ہے۔ یہاں شہروں کی طرح سہ منزلہ عمارتیں بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ یہاں کے باشندے نجد میں سب سے زیادہ متمدن اور تندرست، چست و چالاک، اور تجارت کے ماہر ہیں۔ یہ لوگ حجاز، شام، مصر بلکہ ہندوستان تک کے بازاروں سے بڑی بڑی تجارتیں کرتے ہیں۔ تجارت نے اُنکے تعلقات، متمدن دنیا سے پیدا کر دئے ہیں۔ وہ بہت ملنسار اور سلیقہ مند ہو گئے ہیں۔ اُن کی زبان بھی غیر نجدیوں کے لئے سہل ہے۔ مجھے اُن کے دسترخوان پر شبہ ہوتا تھا کہ یہ مصر یا شام کا دسترخوان ہے۔ کیونکہ الوان و اقسام کے شہری کھانے موجود ہوتے تھے۔ اسی قدر نہیں بلکہ ان میں مذہبی تعصب بھی بہت کم ہو گیا ہے۔ حتیٰ کہ میں نے اُنھیں خفیہ تمباکو بھی پیتے دیکھا ہے۔ تمباکو کا نام نجد میں "تتن" ہے اور اُس کا رکھنا تک جرم ہے۔ سلطان ابن سعود کی حکومت میں بریدہ کے بہت سے تعلیم یافتہ نوجوان بڑے بڑے عہدوں پر مامور ہیں۔

بریدہ میں تین دن قیام کرکے ہم نے "ریاض" کا رخ کیا۔ نجد کے پایۂ تخت تک پہنچنے کے لئے یہاں سے دو راستے ہیں: طریق وادی اور طریق مستوی۔ آخر الذکر زیادہ مختصر ہے۔ اسی اثنا میں معلوم ہوا کہ فتح حجاز کے بعد سلطان عبدالعزیز پہلی مرتبہ نجد واپس آ رہے ہیں اور جلد ہی ریاض پہنچنے والے ہیں۔ لہٰذا ہم نے مختصر راستہ اختیار کیا تاکہ سلطان سے پہلے پہنچ جائیں اور اُن کا شاہی استقبال دیکھ سکیں۔

چار دن کے سفر کے بعد ہم ایک گاؤں "الشعیرہ" میں پہنچے۔ یہاں ہمیں معلوم ہوا کہ سلطان ۲۶ موٹروں کے جلوس کے ساتھ آج ہی یہاں سے گزرے ہیں۔ راستے میں کوئی قابل ذکر مقام یا واقعہ پیش نہیں آیا۔ اِلّا یہ کہ یہاں کے باشندے ٹڈی کھانے کے بہت دلدادہ ہیں۔ اتنے دلدادہ کہ مجھے حیرت ہو گئی۔ دنیا ٹڈی سے پناہ مانگتی ہے۔ مگر یہ اُس کی آمد کی دعائیں مانگتے ہیں، اُسے بہت مبارک سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ ٹڈی کو خشک کرکے رکھ لیتے ہیں اور دور دراز ملکوں میں اپنے دوستوں کو بطور قیمتی تحفے کے بھیجتے ہیں۔ چنانچہ مصر میں نجدی تاجروں کے پاس ٹڈیوں کی تھیلیاں آتی رہتی ہیں اور بڑی عزت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں!

ریاض سے پہلے ہمیں کئی آبادیاں ملیں۔ مثلاً: سُدیر، برہ، ودیہ وغیرہ۔ درعیہ، نجد کا تاریخی شہر ہے۔ یہیں سے خاندان سعود نے ظہور کیا۔ یہی نجد کا قدیم پایۂ تخت ہے۔ یہی وہابیت کا اولین مرکز ہے۔ یہیں نجدیوں اور ابراہیم پاشا مصری کی فوجوں میں زبردست جنگ ہوئی تھی۔ شہر کے کھنڈروں میں اب تک مصری توپوں کے نشان موجود ہیں۔ درعیہ سے متصل ایک گاؤں "عیینہ" ہے۔ یہ بھی بہت تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہیں سے مسیلمہ کذاب نے خروج کیا تھا۔

آٹھویں دن ہم ریاض پہنچ گئے۔ شہر خوب آراستہ تھا۔ ہر طرف مسرت کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ تمام نجد سے مبارکباد دینے کے لئے وفد آئے ہوئے تھے۔ کیونکہ سلطان نجد حجاز فتح کرکے واپس ہوئے تھے۔

سلطان کو ہماری آمد کی اطلاع پہلے سے ہو گئی تھی۔ اُنھوں نے اپنا خاص نمائندہ میرے استقبال کے لئے شہر کے پھاٹک پر بھیجا وہ مجھے اپنے ہمراہ قصر شاہی میں لے گیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ میں سلطان کے حضور پہنچا۔ مگر اُنھوں نے اس طرح میرا خیر مقدم کیا گویا عمر بھر سے میرے دوست ہیں۔ جب اُنھیں میرے سفر کی غرض معلوم ہوئی تو بہت مسرور ہوئے اور جزیرۃ العرب کے حالات کی تحقیق میں میری ہر طرح امداد کا وعدہ فرمایا۔

سلطان نے نہایت فراخدلی سے میری تواضع کی۔ پورا ایک مکان میرے قیام کے لئے خالی کر دیا۔ مجھے اجازت دی کہ جب چاہوں اُن کی*

* [illegible]

مطبوعات جدیدہ

غدر ۱۸۵۷ء

اور "تصویر کا دوسرا رُخ"

(۲)

بلیک ہول اور عید کی قربانی

کوپر جوان دنوں امرتسر کا ڈپٹی کمشنر تھا، اپنی کتاب "فسادِ پنجاب" میں لکھتا ہے: "۲۶ نمبر پلٹن نے ۳۰ جولائی کو لاہور میں بغاوت کرکے اپنے کمان افسر کو قتل کیا تھا۔ اس کی پاداش میں تمام سپاہی تہ تیغ کر دیے گئے"!

۱۳ مئی کو ۲۰۰۰ ہندستانی سپاہیوں سے احتیاطاً اسلحے لے لئے گئے تھے، تقریباً تین ماہ تک ان پر سکھ اور انگریز پہرا دیتے رہے۔ ۳۰ جولائی کو سخت طوفان باد آیا۔ اور قیدیوں میں غیر معمولی جوش و خروش پایا گیا۔ اس اثنا میں ایک سپاہی تلوار لے کر باہر آیا۔ اور اپنے ساتھیوں کو للکار کر کہا۔ آؤ انگریزوں کو قتل کر دیں۔ چنانچہ اس نے جاتے ہی کمان افسر کو قتل کر دیا۔ اور تمام فوج طوفان کی اوٹ میں بھاگ نکلی۔ ان میں سے سیکڑوں سپاہی سکھوں اور انگریزوں کی گولہ باری سے مارے گئے تھے۔ باقی ماندہ سپاہیوں نے دریائے راوی عبور کرنے کی کوشش کی۔ لیکن پولیس نے مزاحمت کی۔ کوپر امرتسر سے ان کے تعاقب میں آیا۔ اُسنے اپنی کتاب میں ان سپاہیوں کی حالت بیان کی ہے، "دیہات کے لوگ دریا کے کنارے باغیوں کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ ان میں سے ایک سو ۵۰ آدمیوں کو اُنھوں نے قتل کر دیا اور سیکڑوں کو دریا میں دھکیل دیا۔ چونکہ وہ ۴۰ میل سفر کرکے آئے تھے۔ اس لئے سخت تھکے ہوئے تھے۔ اور دریا کے پانی کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ ناچار ڈوب گئے۔ باغیوں کی ایک خاصی تعداد دریا عبور کرکے ایک جنگل میں چھپ گئی تھی۔ کوپر نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دریا کو کشتیوں کے ذریعے عبور کیا۔ باغیوں کو خیال ہوا، اُن کا کورٹ مارشل کیا جائے گا اور وہ بغیر کسی مزاحمت کے گرفتار کر لئے گئے۔ پھر انھیں پولیس اسٹیشن کے ایک کمرہ میں بند کیا گیا۔ دوسرے روز سکھ رشتے لے آئے۔ کوپر کے ہمراہیوں میں مسلمانوں کی بھی کچھ تعداد تھی۔ چونکہ اسے شک تھا کہ شاید وہ پنجہ مسلمان بھائیوں کے ساتھ ہمدردی ظاہر کریں۔ اس لئے انھیں رخصت دے دی گئی تاکہ امرتسر میں جاکر عید الضحیٰ منائیں۔ عید الضحیٰ قربانی کا تیوہار ہوتا ہے۔ کوپر بھی ایک خاص قسم کی قربانی کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ خوش قسمتی سے پولیس اسٹیشن کے قریب ہی ایک خشک کنواں مل گیا۔ دس دس قیدیوں کو اکٹھا باندھا گیا اور باری باری باہر لاکر گولیوں کی بوچھاڑ سے مار دیا گیا۔ جب ۱۵۰ آدمی اس طرح مارے گئے۔ تو فائر کرنے والوں میں سے ایک بوڑھا آدمی بے ہوش ہو گیا۔ اس لئے مارنے والی جماعت کو کچھ عرصہ کے لئے آرام دیا گیا۔ پھر دوبارہ اسی طریقے سے قیدی مارے گئے۔ حتیٰ کہ مقتولین کی تعداد ۲۳۷ تک پہنچ گئی۔ اتنے میں افسر کو معلوم ہوا کہ بقیہ باغی اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلنا چاہتے۔ جب دروازہ کھولا گیا۔ تو اتفاقاً بلیک ہول والے حادثے کا نقشہ سامنے موجود تھا، ۴۵ آدمی خوف، گرمی اور سانس بند ہونے کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر مر چکے تھے۔ ان تمام باغیوں کی لاشیں اسی کنوئیں میں پھینک دی گئیں اور اوپر سے مٹی ڈال دی گئی۔ اس حادثہ کی تمامتر ذمہ داری کوپر پر عائد ہوتی ہے۔ جسنے تن تنہا سکھ فوج کی مدد سے بے شمار مسلمانوں کو ظالمانہ طریقے سے تباہ کیا، اسمیں شک نہیں۔ کہ بعد میں اس کی حرکت پر بڑی لعن طعن کی گئی۔ لیکن محض زبانی لعن طعن سے کیا ہوتا ہے؟ لارنس نے جو پنجاب کا گورنر (چیف کمشنر) تھا ایک خط میں اُس کی بڑی تعریف کی ہے، وہ لکھتا ہے:

"میں تم کو تمھاری کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ تم نے اور تمھاری پولیس نے بڑی جانبازی دکھلائی۔ گورنمنٹ تمھاری بہت مشکور ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ان باغیوں کا انجام دوسرے آدمیوں کے لئے کافی تنبیہ ہوگی۔ جو باغی ادھر اُدھر منڈلا رہے ہیں اُنھیں پکڑنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے"۔ لارنس ۲ اگست ۱۸۵۷ء لاہور۔

لارنس کے بعد منٹگمری[1] پنجاب کا لفٹنٹ گورنر مقرر ہوا۔ اُسنے بھی اسی واقعہ کے متعلق کوپر کو خط لکھا۔ جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے "جو کچھ تم نے کیا۔ بہت اچھا کیا۔ اس نازک وقت میں کسی حیلہ و حجت کی ضرورت نہ تھی۔ جب تک تم زندہ رہوگے، یہ تمغہ لئے رہوگے

[1] یہ واقعہ اگر زیادہ تفصیل کے ساتھ دیکھنا ہو تو سر جان لارنس کی سوانح عمری جلد دوم میں دیکھا جائے (الہلال)

صاحبان نے جلسوں اور اخباروں میں ظاہر فرمائیں، میری بے ادبی معاف فرمائی جائے اگر میں عرض کروں کہ اسے دیکھ کر میرا جیسا غیر جانبدار آدمی بھی اسلام کے متعلق اپنے خیالات پر قائم نہیں رہ سکا۔ اور جن لوگوں کے دل و دماغ پہلے ہی سے شک اور شبہات سے بھرے ہوئے ہونگے اور ہزاروں لاکھوں غیر مسلم ایسے ہی ہیں، اُن کے خیالات جیسے کچھ ہوگئے ہونگے اُس کا آپ اندازہ فرما لیجئے۔ اگر فی الحقیقت اسلام کی تعلیم اپنے ماننے والوں کے لئے ایسی ہی ہے اور اس کے احکام کا یہی حال ہو تو پھر وہ تعلیمات شبہ سے خالی نہیں ہیں جو آپ نے میرے دل پر نقش کی ہیں، اور اگر حقیقت حال ایسی نہیں ہے، تو یہ باور کرنا بہت مشکل ہے کہ ہزاروں لاکھوں آدمی ایک ہی طرح کی بے بنیاد بات پر اکٹھے ہو جائیں اور اس زور شور سے اس کا اعلان کریں اور اس کا تدارک نہ کیا جائے۔

اس بیہودہ پمفلٹ "رنگیلا رسول" پر مدت سے کیس چل رہا تھا۔ جب یہ چھاپا گیا تھا تو میں نے بھی دیکھا تھا، اور میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اسے پڑھ کر میرے دل پر اس کے سوا کوئی اثر نہیں پڑا کہ اُس کا لکھنے والا سخت حقیر و ذلیل ہو گیا۔ دنیا میں کوئی شریف اور شائستہ انسان خواہ کسی مذہب اور اعتقاد کا ہو لیکن کبھی یہ بات پسند نہیں کرے گا کہ دنیا کے اُن بانیان مذاہب کا جن کی تعلیمات نے لاکھوں کروڑوں انسانوں کو خدا پرستی کی راہ پر لگایا ہے، گندہ لفظوں میں ذکر کیا جائے، یا اُن کی زندگی کی نامعقول طریق پر ہنسی اُڑائی جائے۔ البتہ ایسے نادان اور جاہل آدمی اس دنیا میں ہمیشہ رہے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ جب مسلمان اخبارات نے اس کے خلاف پروٹسٹ کیا، تو میں نے انہیں بالکل حق بجانب سمجھا مجھے میرے بعض دوستوں نے بتلایا کہ اگرچہ یہ پمفلٹ ہر حال میں قابل اعتراض ہے لیکن یہ خود مسلمانوں کے ایک ایسے ہی گندہ پمفلٹ کے جواب میں لکھا گیا ہے لیکن میں نے کہا اگر کسی مسلمان نے لکھا تھا تو ایک بُرائی کی تھی، اور کسی انسان کے بُرائی کرنے کی وجہ سے دوسرے انسانوں کے لئے بُری بات اچھی نہیں ہو جا سکتی۔

یہاں تک تو یہ بات بالکل ٹھیک تھی، لیکن پھر اس کے بعد جو طریقہ ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک تمام مسلمانوں نے اختیار کیا اور ایک کے بعد ایک جو باتیں کہی گئیں وہ نہ صرف حق و انصاف کے خلاف تھیں بلکہ کچھ عجیب طرح کی مذہبی دیوانگی ظاہر کرتی ہیں جنھیں کسی طرح بھی کسی ٹھیک راستے پر لیجایا نہیں جا سکتا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تمام لیڈروں اور مولنا صاحبان نے اور جمعیت العلما نے جس میں پانچ سو مولوی صاحبان کا ہونا بتلایا گیا ہے، فتوی جاری کر دیا کہ رنگیلا رسول لکھنے والے اور چھاپنے والے کو قتل کرنا چاہئے۔ اور یہ کہ شریعت اسلام کا قانون یہی ہے کہ جونہی کوئی غیر مسلمان حضرت بانئ اسلام کے خلاف کوئی بدزبانی کرے، اسے فوراً مار ڈالنا چاہئے۔ مجھے معاف رکھا جائے اگر میں عرض کروں کہ اس بات کے کہنے میں تو کوئی بڑائی کی بات نہیں ہے کہ جب کبھی ہماری بن آئی تھی تو ہم اپنے خلاف ہر زبان دراز آدمی کو مار ڈالتے تھے۔ اگر اسلام کو اسپر فخر ہے تو یہ ایسا فخر نہیں ہے جو صرف اُسی کے حصے میں آیا ہو۔ جس کسی کو دنیا میں طاقت ملی ہے اُس نے لوگوں کو قتل کیا ہے اور تلوار کے زور سے اپنی ہیبت قائم کی ہے۔ اسلام کا فخر تو اس بات میں ہونا چاہئے تھا کہ اُس نے انسانوں کو سزا دینے کی جگہ بخشا ہے، اور قتل کرنے کی جگہ زندگی بخشی ہے۔ جناب نے مجھے پچھلے سال لکھا تھا کہ اسلام کی اصلی اسپرٹ انسانیت کی اسپرٹ ہے اور یہی فرق اُس میں اور تمام مذاہب میں ہے۔ اُس نے ہر گوشہ کو انسانیت کی نظر سے دیکھا ہے۔ ملک، جماعت، اور وطن کی نگاہ سے نہیں دیکھا ہے۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی حالت میں کیونکر اسلام کا یہ قانون انسانیت کی اسپرٹ کے ساتھ ہو سکتا ہے

کہ جہاں کوئی نادان اور جاہل آدمی بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے فوراً اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جائیں۔

آپ یقین فرمائے کہ یہ بات میری اس عقیدت کی جو میں اسلام سے رکھتا ہوں اتنی خلاف تھی کہ پہلے تو مجھے اس پر یقین نہیں ہوا لیکن اس کے بعد میں نے جب خود جمعیت العلما اور انجمن خدام دین اور مولنا محمد علی صاحب کے فتوے اپنی آنکھوں سے دیکھے تو اسکے سوا کوئی چارہ نہیں رہا کہ اسے تسلیم کر لیتا۔

اچھا اگر یہ اسلام کا قانون بھی ہو جب بھی ہندوستان میں اسے رائج کرنے کا مطالبہ کرنا میں نہیں سمجھتا کیا معنی رکھتا ہے۔ اگر بانی اسلام کے لئے مسلمان ایسا قانون چاہیں گے تو دوسرے مذاہب بھی مطالبہ کرینگے۔ پھر کیا مسلمان اس سے متفق ہونگے کہ جو مسلمان ہندوؤں، پارسیوں، برہمنوں کے بزرگوں کے خلاف بدزبانی کرے، اُسے فوراً قتل کر ڈالنا چاہئے؟

جسقدر واقفیت مجھے اسلام کی کتابوں سے ہے، اسکے مطابق میں نے اس قانون کی تحقیق کرنی چاہی۔ مجھے اس کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ لیکن رسالہ ورتمان کیس میں جن مولوی صاحبان نے شہادت دی ہے، انھوں نے بتلایا ہے کہ کتاب صارم مسلول (الصارم المسلول) میں ایسا ہی لکھا ہے۔ میں نے یہاں اپنے مسلمان دوستوں سے اس کتاب کے بارے میں پوچھا تو وہ کچھ نہیں بتلا سکے۔ بہر حال جمعیت العلما کے فتوے اور مولنا محمد علی صاحب کے اعلان سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کا حکم ایسا ہی ہے۔

علاوہ بریں اس معاملہ میں یہ طریق عمل بھی اسلام کے اخلاق کا کوئی اچھا اثر ہم لوگوں پر نہیں ڈال سکتا کہ جس شخص نے اسلام کے خلاف کچھ لکھا ہو اُسے بازاری گالیاں دی جائیں۔ اور ملعون، کتا، اور ایسے ہی لفظ کہے جائیں جیسے مولنا محمد علی صاحب جیسے ذمہ دار لیڈر برابر اپنی تقریروں میں کہتے رہے۔ کیا اُس شخص کو گالی دینے سے اُس کی اس بدزبانی اور بے ادبی کا بدلہ لے لیا جا سکتا ہے جو اُس نے بانئ اسلام جیسے عظیم الشان انسان کی شان میں کی ہے؟ اگر نہیں تو اس طرح کی گالیاں دینے سے خود اپنا اخلاق خراب ہوتا ہے۔ اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آتی کہ محض ایک دو نادان اور بدزبان آدمیوں کے کچھ لکھ دینے پر اس قدر جوش و خروش دکھلایا جائے، گویا مسلمانوں کے لئے کوئی بڑی مصیبت کی بات پیش آگئی ہے حالانکہ خود مسلمان صاحبان تمام غیر مذاہب کے خلاف برابر ہر قسم کی اچھی بُری باتیں کہتے آئے ہیں اور ان کی وجہ سے کبھی نہ تو ہندوؤں نے اس طرح شور مچایا ہے نہ عیسائیوں نے۔ یقیناً اس طرح کی باتوں سے جو منشیلٹی ثابت ہوتی ہے وہ قابل تحسین نہیں ہے۔

یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ ہندوؤں میں آریہ سماج کے قائم ہونے سے پہلے نہ تو کسی طرح کا تبلیغ کا خیال تھا، اور نہ وہ مذہبی بحث مباحثہ کرتے تھے۔ لیکن مسلمانوں کی جانب سے ہمیشہ کتابیں انکے خلاف لکھی جاتی تھیں۔ میں نے لاہور میں پانچ کتابیں ایسی دیکھی جو اب ایجی ٹیشن کی وجہ سے چند صاحبوں نے جمع کی ہیں، اور میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ ان میں ہندوؤں کے رشیوں اور اوتاروں کے خلاف جو بے ہودہ باتیں لکھی ہیں وہ اس بیہودگی سے بہت زیادہ ہے جو رنگیلا رسول لکھنے والے نے دکھلائی ہے۔ یہ کتابیں بیس بیس تیس تیس برس سے ہزاروں کی تعداد میں چھپکر فروخت ہوتی ہیں، لیکن کبھی ہندوؤں نے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ ان کے لکھنے والوں کے سر قلم کر دئے جائیں۔ معلوم نہیں جناب والا کی نظر سے یہ کتابیں گزری ہیں یا نہیں۔ اگر ارشاد ہوگا تو میں بھجوا دوں گا۔ ایک کتاب تحفۃ الہند ہے۔ جو مولوی عبداللہ صاحب نے لکھی ہے جو دہلی کے بڑے مولوی ہیں۔ اس میں ایک نظم ہے جس کا ٹیپ یہ ہے:

کہو یہ کون دھرم ہے؟

اس میں ہندوؤں کے رشیوں اوتاروں کے خلاف اس قدر فحش اور گندہ طریقہ سے اظہار خیال کیا ہے کہ کوئی مہذب آدمی اُسے پڑھ بھی نہیں سکتا۔ میری ناقص عقل اس بات سے عاجز ہے کہ جب خود مسلمانوں کا یہ طرز عمل دوسروں کے ساتھ ہے تو وہ خود اس قدر حد سے زیادہ شور و غل کیسے مچا سکتے ہیں؟

علاوہ بریں یہ بات بھی بڑی عجیب ہے کہ اسلام کے قانون میں اپنے مخالفوں کے لئے معافی کی کوئی جگہ نہیں۔ رنگیلا رسول کے پبلشر نے صاف لفظوں میں اظہار افسوس کر دیا تھا، لیکن مسلمانوں کا یہ مطالبہ تھا کہ نہیں اسے قتل کرنا چاہئے!

مجھے میرے دوستوں نے کہا ہے کہ اسوقت ملک کی جو عام حالت ہو رہی ہے اور مسلمانوں کے اندھا دھند جوش و خروش کا جو حال ہو رہا ہے اسے دیکھتے ہوئے یہ مصلحت کے خلاف ہوگا کہ جناب کوئی بات بھی اپنے ہم مذہبوں کی عام رائے کے خلاف کہیں اسی لئے یہ سب کچھ آپ دیکھتے ہیں لیکن خاموش ہیں۔ اگر میرے دوستوں کا یہ خیال صحیح ہو تو اگرچہ یہ بات میرے لئے بڑے ہی رنج کی ہوگی لیکن میں ایسی گستاخی نہیں کر سکتا کہ اس بارے میں زبان کھولوں۔ کم از کم یہی کیجئے کہ اس بارے میں میرے دل کے شکوک دور کر دیجئے کیونکہ ان کی وجہ سے مجھے بہت ہی پریشانی ہو رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں صاف صاف معلوم ہو جائے کہ اسلام کے احکام اور تعلیمات کیا ہیں۔

اگر جناب ترتیب کے ساتھ جواب عنایت کرینگے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ میں نمبروار عرض کر دیتا ہوں:

(۱) کیا واقعی یہ اسلام کا قانون ہے کہ جو شخص حضرت بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اسے فوراً قتل کر دینا چاہئے اور جس مسلمان کے سامنے ایسا کرے، اُس کا مذہبی فرض ہے کہ اُسی وقت اُس کا سر اُڑا دے؟

(۲) کیا اسلام کا یہ حکم ہے کہ اگر کسی قوم کا ایک آدمی حضرت پیغمبر اسلام کے خلاف بدزبانی کرے تو جب تک اس کے تمام ہم قوم (جنھوں نے شاید اُس بدزبانی کرنے والے کا نام بھی نہ سنا ہوگا) اسکو بُرا بھلا نہ کہیں۔ تمام قوم کا بائیکاٹ کر دینا چاہئے اور اپنی بستی سے نکال دینا چاہئے۔

(۳) کیا اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر کوئی غیر مسلمان ایسا کرے تو اسے گلا گھونٹ کر مار ڈالنا چاہئے جیسا کہ مولنا محمد علی صاحب نے فرمایا ہے؟

(۴) آپکے خیال میں یہ مطالبہ ٹھیک ہے کہ ہندوستان میں ایسا قانون بنانا چاہئے کہ جو شخص ایسا کرے اسے قتل کر ڈالا جائے؟

(۵) کیا اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر ایسا شخص اپنی غلطی مان لے اور اس پر افسوس ظاہر کرے، تو وہ مسلمانوں کو قبول نہیں کرنا چاہئے اور اسے جسمانی سزا دلانے پر اڑ جانا چاہئے؟

(۶) جو کتابیں دیگر مذاہب کے خلاف خود مسلمان مولوی صاحبان لکھتے آئے ہیں اور اس میں رنگیلا رسول جیسی زبان استعمال کی گئی ہے، کیا وہ بھی اسی طرح سزا کی مستحق نہیں ہیں جیسی رنگیلا رسول اور رسالہ ورتمان ہیں؟

(۷) سو دو سو برس سے جو سیکڑوں عیسائی مشنری اسلام کے خلاف سخت سے سخت کتابیں لکھتے آئے ہیں اور اسوقت ہزاروں کی تعداد میں وہ موجود ہیں، کیوں انکے خلاف اس قدر جوش و خروش نہیں دکھلایا گیا جس قدر اس موقعہ پر دکھلایا گیا ہے؟

(دیکھو صفحہ کالم اول)

سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ اُسنے کہا انکے خاوندوں نے انہیں قتل کر دیا ہے کہ مبادا یہ عورتیں انگریزوں کے قابو میں آجائیں۔ کیونکہ وہ یہ بے عزتی برداشت نہیں کر سکتے۔ پھر اُسی آدمی نے انکے شوہروں کی لاشیں دکھائیں۔ جنھوں نے اس فعل کے بعد اپنے آپ کو قتل کر دیا تھا۔ اس شہر نے نادرشاہ کے قتل عام کے بعد ایسے خوفناک مناظر کبھی نہیں دیکھے تھے۔ جس دن دہلی فتح ہوئی، وہ لوگ جو ہمارے خلاف لڑ رہے تھے، شہر سے نکل کر بھاگ گئے تھے۔ صرف وہ لوگ رہ گئے تھے جنھوں نے بغاوت میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ لیکن افسوس! وہ بلا امتیاز قتل کئے گئے۔

اکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا نے جو ایک اعلیٰ پایہ کی کتاب سمجھی جاتی ہے، یہ واقعات قطعاً نظر انداز کر دیئے ہیں۔ اُسنے صرف معمولی طور پر ایک مہذب فوج کے داخلۂ شہر کا ذکر کیا ہے۔ لیکن یہی تاریخ نادرشاہ کے قتل عام کی بڑی مہیب تصویر دکھلاتی ہے۔ حالانکہ نادرشاہ کا قتل عام اس غدر کے قتل عام کے مقابلہ میں کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ نادرشاہ کا قتل عام صرف چند گھنٹے رہا تھا، اور یہ کئی ہفتوں تک جاری رہا۔

حادثۂ کانپور

بعض انگریز مورخ کہتے ہیں کہ چونکہ باغیوں نے کانپور میں انگریزوں پر ظلم ڈھائے تھے، اس لئے وہ انتقام لینے میں حق بجانب تھے۔ میں ذیل میں کانپور کے حادثہ کے متعلق چند واقعات درج کرتا ہوں۔ ناظرین خود اندازہ لگا لیں گے کہ صحت حال کیا تھی:

سر جارج فارسٹ نے اپنی کتاب "ہندوستانی بغاوت" میں لکھا ہے: "یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہے کہ ان سپاہیوں نے جو انگریز قیدیوں کی حراست پر مامور تھے، اُنھیں قتل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ ظالمانہ فعل نانا کے ۵ بدمعاش ہمراہیوں میں سے ایک کنجڑے کی ایما سے سرزد ہوا تھا۔ اس فعل کی ذمہ داری کسی صورت میں بھی تمام ہندوستانی قوم پر عائد نہیں ہو سکتی۔ جب کوئی انگریز کسی تاریخ میں پڑھتا ہے کہ مسز جیمز یا مسز جینگز کو کسی ہندوستانی نے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ تو اس کے غصہ کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ لیکن دوسری طرف یہ امر بھی مسلمہ ہے۔ کہ سیکڑوں عورتیں اور بچے انگریزی فوجوں کی بدولت اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ اگر ہمیں ایک انگریز لیڈی کے خوفناک انجام سے ہمدردی ہے، تو ہمیں یہ بھول نہ جانا چاہیے کہ ہندوستان کے باشندے بھی آخر انسان تھے۔ کانپور کے کنوئیں کا حادثہ کوئی آدمی پسند نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اسوقت ہیولاک باغیوں کو شکست دے کر کانپور کی طرف بڑھ رہا تھا، اور باغیوں نے جب ہمارے قتل وصلب کی شہرت سنی تو انھوں نے بھی اشتعال میں آکر قیدیوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا۔ جیسا کہ اُنکے بھائیوں اور بہنوں سے ہو رہا تھا"

ان دنوں یہ عام افواہ ہمارے لوگوں نے مشہور کر رکھی تھی کہ ہندوستانیوں نے انگریز عورتوں کی عصمت دری کی اور پھر اُنھیں قتل کر دیا، سر جارج کیمبل ان تمام روایات کو بے بنیاد قرار دیتے ہیں اور تمام مشہور مورخ اُن کی تائید کرتے ہیں"

(مترجمۂ محمد علی وکیل ایبٹ آباد)

مراسلات

ایک جواب طلب مراسلہ

دلآزار مذہبی تحریریں اور مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزاءِ قتل

مندرجۂ ذیل مراسلت پنجاب کے ایک ہندو دوست کی ہے جو وہاں کی ایک مذہبی انجمن کے عہدہ دار بھی ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں اُنھوں نے مجھ سے خط وکتابت کی تھی اور اپنی طبیعت کی مذہبی بے اطمینانی اور جستجوئے حق وحقیقت کا شوق ظاہر کیا تھا۔ جب کبھی کوئی آدمی اس بارے میں مجھ سے مشورہ کرتا ہے، تو میں ہمیشہ اُسے تقلیدی بندشوں سے آزاد ہونے اور مذاہب کے آزادانہ مطالعہ کا مشورہ دیتا ہوں۔ یہی مشورہ میں نے انھیں بھی دیا۔ اس پر اُنھوں نے بہت سے سوالات لکھ کر بھیجے جن میں سے بعض سوالات کا تعلق اُن شکوک سے تھا جو نفس مذہب اور اُس کی ضرورت سے تعلق رکھتے تھے، اور بعض کا تعلق مسیحیت اور اسلام سے تھا۔ چونکہ خط وکتابت کے ذریعہ اس طرح کے معاملات انجام نہیں پا سکتے، اس لئے میں نے اُنھیں لکھا کہ چند دنوں کے لئے کلکتہ آجائیں اور میرے پاس ٹھیریں۔ وہ آئے اور کچھ وقت تک یہاں مقیم رہے۔ میں نے محسوس کیا کہ بہت حد تک اُن کی طبیعت تقلیدی بندشوں سے آزاد ہو چکی ہے، اور آزادی فکر کے ساتھ مسائل کے مطالعہ کی استعداد رکھتے ہیں۔ وہ جب واپس جانے لگے تو اُنھوں نے اعتراف کیا کہ اُن کی طبیعت کا دو تہائی اضطراب دُور ہو چکا ہے۔

اس کے بعد وقتاً فوقتاً وہ مجھ سے خط وکتابت کرتے رہے۔ گذشتہ دسمبر میں گوہاٹی کانگرس کے موقعہ پر پھر کلکتہ گئے اور مجھ سے ملے، اور میں نے اُن کی قلبی حالت سابق سے زیادہ ترقی یافتہ پائی۔

اس ہفتہ اُن کی یہ تحریر میرے نام آئی ہے۔ ضرورت نہ تھی کہ اسے الہلال میں شائع کیا جاتا۔ میں حسب معمول اس کا جواب اُنھیں بھیج دیتا، لیکن تحریر کے آخر میں اُنھوں نے جو کچھ لکھا ہے، اور اس سے اُن کی طبیعت کے جن تاثرات کا پتہ چلتا ہے، اُن کے ازالہ کے لئے ضروری ہو گیا کہ یہ خط الہلال میں شائع کر دیا جائے، اور الہلال ہی کے ذریعہ جواب دیا جائے۔ اس ہفتہ یہ شائع کر دیا جاتا ہے، لیکن جواب آئندہ ہفتہ لکھ سکوں گا، کیونکہ آج یکایک شملہ جانے کا ارادہ کر لینا پڑا۔ اس لئے تحریر کی مہلت نہیں ہے۔ (ابوالکلام)

میں نے ادھر مدت سے کوئی عریضہ آپ کی خدمت میں اس لئے نہیں بھیجا کہ میں ارادہ کر چکا تھا راولپنڈی کے معاملات نپٹا کر کلکتہ میں حاضری دوں گا۔ لیکن گھر کے جھگڑے ایسے نکل آئے کہ اب تک پنجاب سے روانہ نہ ہو سکا، اور شاید کچھ دنوں اور اسی طرح نکل جائیں۔ میں ابھی یہ خط لکھ کر جناب کے اوقات میں خلل نہیں ڈالتا اور ساری باتیں اپنی حاضری پر اُٹھا رکھتا، لیکن اس طرف ایک معاملہ نے میرے خیالات میں نہایت پریشانی پیدا کر دی ہے اور میں اسکو زیادہ دیر تک روک نہیں سکتا۔ مجھ کو یقین ہے کہ وہ معاملہ میرے ہی لئے نہیں بلکہ مجھ سے زیادہ ہزاروں انسانوں کے لئے بے دلی اور پریشانی کا سبب بن رہا ہوگا۔ اس لئے مجبوراً یہ عریضہ لکھ کر جناب کا تھوڑا سا وقت ضائع کرنا چاہتا ہوں۔ ضرورت تو اس بات کی تھی کہ آپ اس عریضہ کا جواب، یا اسے چھوڑ کر بطور خود اس معاملہ میں اپنی رائے اخبارات کے صفحوں پر شائع کر دیتے یا الہلال ہی میں ارقام فرماتے لیکن اگر پبلک میں اس کی اشاعت خلاف مصلحت ہو تو کم سے کم میرے دل کا اضطراب تو دُور کر دیں۔

جناب پر ایک مدت سے میرے دل کا حال پوری طرح روشن ہے۔ میں ہر طرح کے مذہبی اور کمیونل تعصبات سے الگ ہو کر مذاہب عالم میں سچائی اور حقیقت کا متلاشی ہوں، اور مجھے آپکی ذات مبارک سے اس بارے میں وقتاً فوقتاً جو مدد ملی ہے، اس کے لئے مدۃ العمر میں آپ کا احسان مند رہوں گا۔ آپ نے میری آنکھوں پر سے کج فہمی کے بہت سے پردے ہٹا دیئے، اور میرے دل کو جو بڑا ان مذاہب کی حالت دیکھ کر مذہب کی طرف ہی سے برگشتہ ہو گیا تھا، پھر مذہب کی صداقتوں کی راہ پر لگا دیا۔ خصوصاً مذہب اسلام اور اُس کے بانی کی تعلیم کی جو حقیقت آپنے مجھ پر روشن کر دی وہ ایسی ہے کہ میرے خیال میں کوئی انسان بھی جو انصاف اور حق پرستی سے بالکل محروم نہ ہو گیا ہو اُس کی طرف بے اختیار کھنچے ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کم سے کم وہ اُس کی عزت اور احترام کرنے سے تو کبھی انکار نہیں کرے گا۔

....

آپ کو معلوم ہے کہ میں دو برس سے بالکل ایک دوسری ہی نگاہ سے مذہبی صداقت کا مطالعہ کر رہا ہوں، لیکن مجھے معاف کیجئے گا۔ ایک بہت بڑی مشکل ہم لوگوں کی راہ میں یہ ہے کہ آپ جیسے بزرگ اسلام کی تعلیم اور اسپرٹ جو ظاہر کرتے ہیں، وہ جب دوسرے مسلمانوں کی تعلیم میں ڈھونڈھی جاتی ہے، تو صرف یہی نہیں کہ نہیں ملتی بلکہ برخلاف اُس کے ایسی ایسی باتیں سامنے آجاتی ہیں کہ کوئی انصاف پسند دماغ شک شبہ کے طوفان سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ابھی حال میں پمفلٹ "رنگیلا رسول" پر جو ایجی ٹیشن شروع کیا گیا اور جو باتیں بڑے بڑے مسلمان لیڈروں اور مولانا

کو ترکی کے خلاف اُکسا رہی ہیں۔ یہ اخبار، اجنبیوں کے زرِ دست ہیں اور اُنہی کے اشاروں پر ناچتے ہیں"

یہ اخبارات کی باہمی تکرار ہے۔ لیکن اب تک دونوں حکومتیں بالکل خاموش ہیں۔ بلکہ دوستانہ تعلقات کی موجودگی کا یقین دلا رہی ہیں۔ چنانچہ ایرانی سفارت کے معتمد علم زندی خاں نے اخبارات کو حسبِ ذیل بیان دیا ہے:

"اخبار آزاد ہیں، جو چاہیں لکھیں۔ ایرانی اخبارات کی طرح ترکی جرائد بھی سخت لہجہ اختیار کر لیتے ہیں، اور اُن کا لب لہجہ ایران کی مخالفت پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس قسم کی باتیں ہرگز دو مشرقی اور اسلامی ملکوں کے تعلقات پر اثر نہیں ڈال سکتیں جن کی دوستی مشترک فوائد پر استوار ہے"

تقریباً یہی خیال خود ایرانی سفیر نے بھی ظاہر کیا ہے۔ اُسنے کہا "دونوں ملکوں کی دوستی پائدار اور دوامی ہے۔ دونوں حکومتیں پورے حزم و اخلاص سے تمام مسائل حل کرنے پر کمربستہ ہیں۔ کوئی حادثہ بھی ہمارے تعلقات خراب نہیں کر سکتا"

اُمید کی جاتی ہے، جلد یہ معمولی نزاع ختم ہو جائے گی۔

ترکی پایۂ تخت

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے سفرِ آستانہ سے بعض حلقوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ ترکی پایۂ تخت، جلد انگورہ سے قسطنطنیہ میں منتقل ہو جائے گا۔ مگر انگورہ کا نیم سرکاری اخبار "حاکمیت ملت" اس کی تردید کرتا ہے۔ اُسنے لکھا ہے:

"جب ہم نے ارادہ کیا کہ ترکی کی از سرِ نو تعمیر کریں تو اس میں یہ خیال ہرگز ہمارے سامنے نہ تھا کہ ساتھ ہی غیروں کی خوشی کا بھی ہمیں سامان کرنا چاہئے۔ ہم نے ضرورتاً انگورہ کو پایۂ تخت بنایا تھا۔ وہ ضرورت ابتک موجود ہے۔ جب تک ہم امن و امان کے سایہ میں چلکر اپنا مقصد حاصل نہ کر لیں، اُسوقت تک انگورہ ہی کو پائے تخت رہنا چاہئے لہٰذا اس کی تبدیلی کا سوال، اسوقت پیدا ہی نہیں ہو سکتا"

مکتوبِ شام

(الہلال کے نامہ نگار مقیم دمشق کے قلم سے)

ہائی کمشنر کا بیان

ادہر دو تین ہفتے سے میں نے کوئی مکتوب آپکو نہیں لکھا۔ کیونکہ علاقہ میں کوئی قابلِ ذکر تبدیلی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ہائی کمشنر کے لبوں پر جو مہرِ سکوت شروع سے لگ گئی تھی، وہ اب تک باقی تھی۔ ہر طرف افواہوں کی گرم بازاری تھی، مگر حقیقت کا کہیں پتہ نہ تھا۔ حکومت جتنا زیادہ ابہام و اخفا برتتی تھی، افواہیں اُتنی ہی زیادہ پھیلتی تھیں۔ اکثر لوگوں کا رجحان یہ تھا کہ حکومت کچھ نہ کچھ کرنے والی ہے۔ اگر سب نہیں تو ملک کے مطالبات کا ایک بڑا حصہ ضرور قبول کرے گی۔ خصوصاً اب جبکہ وطنی مجاہدین نے ہتیار ڈال دئے ہیں، حکومت بھی نرم ہو جائے گی اور باشندوں کی مزید اشک شوئی کرے گی۔

لیکن اِن فریب خوردوں کو اگرچہ بہت زیادہ انتظار کرنا پڑا، تاہم وہ دن آہی گیا جب اُنھیں حقیقتِ عُریاں کے مشاہدے پر مجبور ہونا پڑا۔ مدت تک نقاب پوش رہنے کے بعد ہائی کمشنر نے اپنا منہ کھولا تو اُس میں کمر و حیلے کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ وطنی جہاد ختم ہو جانے سے حکومت کی ہمت بلند ہو گئی۔ اب اُسے کوئی خوف بھی باقی نہ رہا۔ چنانچہ ہائی کمشنر نے اپنی پالیسی اور حکمبردار سلطنت فرانس کی سیاست جو وہ شام کے بارے میں طے کر چکی ہے، ظاہر کر دی۔ ہائی کمشنر کا بیان یقیناً تمام مشرق کے لئے عبرت و موعظت کا ایک سبق ہے۔ اور وہ حسبِ ذیل ہے:

"ہائی کمشنر کو اپنے قیامِ پیرس کے دوران میں بارہا موقعہ ملا کہ فرانسیسی حکومت اور فرانسیسی پارلیمنٹ کی معاملاتِ خارجیہ کی کمیٹی کے روبرو شامی صورتِ حال کے متعلق اپنی تحقیقات پیش کر دیں خصوصاً باشندوں کی وہ اُمیدیں صفائی کے ساتھ ظاہر کر دیں جو شام کے مختلف حصوں میں دورہ کرنے کے بعد اُنھیں معلوم ہوئی تھیں۔

ہائی کمشنر نے شام میں اپنی واپسی کے بعد مختلف حکومتوں کے ذمہ داروں سے بھی بار بار تبادلۂ خیال کیا۔ حکمبردار حکومت کے خیالات و مقاصد اُن پر ظاہر کئے اور وہ بنیادیں پوری وضاحت سے پیش کر دیں جن پر وہ اپنی سیاست کی بنا رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ بنیادیں حسبِ ذیل ہیں:

(۱) معاہدۂ حکمبرداری کی دفعہ ایک کی رُو سے چونکہ فرانس نے اپنے سر یہ ذمہ داری لے لی ہے کہ "شام اور لبنان کے لئے وہ راستہ ہموار کرے گا جس پر چل کر وہ بتدریج خود مختار بن سکیں گے" اور یہ کہ "وہ ان کی خود مختاری کی ظروف و حالات کے مطابق ہمت افزائی کرے گا۔" اس لئے فرانس مجلسِ اقوام سے حاصل کی ہوئی اپنی یہ ذمہ داری برابر پوری کرتا رہے گا۔ یہاں پر اس ذمہ داری سے دست بردار ہو جانے کا ہرگز کوئی سوال پیش نہیں ہو سکتا۔

(۲) اس ذمہ داری کی حیثیت:

معاہدۂ ورسیلز کی دفعہ ۲۲ کی تطبیق، مشرق میں بہت ہی زیادہ مشکل معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہاں کی بعض جماعتیں مدتِ دراز سے ترقی کے اُس درجہ تک پہنچ گئی ہیں جسنے اُنھیں مشرقِ قریب کی ترقی پذیر قوموں کی صفِ اول میں پہونچا دیا ہے۔ حکمبردار سلطنت نے امن و امان برقرار رکھتے ہوئے، جو ترقی کی اصلی بنیاد ہے، اِن جماعتوں کی اُمیدیں پوری کرنے میں کبھی غفلت نہیں برتی۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ اِن اُمیدوں کی تطبیق میں اب تک بکثرت رکاوٹیں حائل ہوتی رہی ہیں اور یہ صرف اسوجہ سے کہ اُن میں باہم بہت زیادہ تناقض موجود ہے۔

اِن جماعتوں کی اُمیدیں بر لانا، شام میں فرانسیسی سیاست کی ایک بڑی بنیاد ہے۔ حکمبردار سلطنت اب تک اپنی اس سیاست پر قائم ہے اور عزم بالجزم کئے ہوئے ہے کہ ہمیشہ یہ اُمیدیں پوری کرتی رہے گی جب تک وہ دائرۂ نظام اور امن و امان میں رہیں اور جب تک اقلیات کے حقوق، جن کی معاہدوں نے ضمانت کر دی ہے، اور ملک کے عام مصالح کے خلاف نہ ہوں۔

(۳) فرانسیسی سیاست کا دوام اور قانونِ اساسی۔

یہ سیاست، جسے مسیو دی جوونل پوری وضاحت سے معین کر چکے ہیں اور جسے حکومتِ فرانس اور مجلسِ اقوام نے منظور کر لیا ہے، ضرور ہے کہ ملک کے قانونِ اساسی میں قائم رکھی جائے۔ ہائی کمشنر پوری مضبوطی سے اس سیاست کو برقرار رکھیں گے۔

لیکن یاد رہے کہ قانونِ اساسی، صرف وہی لوگ بنائیں گے جو اُسے ضروری سمجھتے ہیں۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ وہی حکومتیں اسکے بنانے میں شریک ہوں گی جو موجودہ نظام کے ماتحت ملک میں قائم ہیں۔ انہی حکومتوں کو حق ہے کہ ملک کے مصالح پر غور کریں، اپنے باہمی اختلافات مٹانے کی سعی کریں، اور مشترک مصالح کے نئے باہم معاہدے طے کریں۔ حکمبردار سلطنت، انہیں ہر ممکن مدد دے گی اور انکے مابین حَکَم کی حیثیت سے کام کرے گی۔

اگر جدید نظام پر پورے ملک کی رضامندی ضروری سمجھی گئی تو اس مقصد کے لئے بھی کوشش کی جائے گی۔ لیکن اگر رضامندی کا حاصل کرنا ممکن نہ ہوا تو حکمبردار سلطنت، امن و امان کی حفاظت اور مستقبل کی درستگی کے لئے ضروری تدابیر اختیار کرے گی۔

(۴) امن و امان

اب ملک میں ایک مرتبہ پھر امن و امان پوری طرح عام ہو گیا ہے۔ حکمبردار سلطنت نے اس راہ میں عظیم کوششیں اور بہت بڑی قربانیاں کی ہیں۔ اس سے یہ صاف طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ فرانس اُس دوستی کے برقرار رکھنے کا غیر متزلزل ارادہ رکھتا ہے جو اُسے ملک شام و لبنان سے ہے۔

ملک کی ترقی کے لئے امن و امان کی موجودگی ضروری ہے۔ بدامنی سے ہرگز کوئی فائدہ پہنچ نہیں سکتا۔ بلکہ اُسکے لئے نقصان یقینی ہے۔"

یہ ہائی کمشنر کے بیان کا ضروری حصہ ہے۔ ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ بیان کس درجہ مضطرب اور بے معنی ہے؟ اُس کے اگر کچھ معنی ہیں تو صرف یہ ہیں کہ فرانس، شام کے مطالبات منظور نہیں کرے گا بلکہ اپنی جنگی قوت سے اُسے بدستور محکوم و مقہور رکھے گا۔

فرانس کی بدنیتی

شام میں فرانس کی بدنیتی کا ایک ثبوت، مذکورۂ بالا بیان کے علاوہ، یہ ہے کہ اُسنے شکست خوردہ دروزی مجاہدین کی بیچارگی سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش شروع کر دی ہے۔ چنانچہ گزشتہ ہفتے حکومت نے اعلان کیا ہے کہ جبل دروز کے باشندوں نے ملک شام سے اپنی کامل علیحدگی کا مطالبہ کیا ہے۔ نیز وہ چاہتے ہیں کہ اُنکے علاقے پر حاکم، فرانسیسی ہوا کرے۔

ملک کی عام رائے اس منحوس خبر سے بہت پریشان ہوئی، کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ شام کی سیاسی وحدت اب تک جس قدر پراگندہ ہو چکی ہے، فرانس کی نظر میں وہ کافی نہیں ہے۔ فرانس ابھی اُس بدنصیب ملک کے اور بھی بہت سے ٹکڑے کرنا چاہتا ہے۔ جبل دروز کی علیحدگی کے بعد شام، صرف دمشق اور مضافات کے علاقے کا نام رہ جائے گا۔

سب سے زیادہ حیرت اس بات پر ہے کہ جن دروز سرداروں کی طرف یہ مطالبہ منسوب کیا جا رہا ہے، وہ ملک میں نہایت ہر دل عزیز تھے۔ مثلاً عبد الغفار پاشا اطرش، امیر حسن، نجم پاشا حلبی، شیخ محمد الہجری، حمزہ درویش وغیرہم۔ حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اس سے پہلے ملک کی سیاسی تقسیم و تجزی کے سخت مخالف تھے۔ بلکہ اُنکے خونیں جہاد کا ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ موجودہ تقسیم منسوخ کر دی جائے، اور ملک میں ایک ہی وحدتِ سیاسی قائم ہو۔

لیکن بہت جلد حقیقت آشکارا ہو گئی۔ عام رائے نے معلوم کر لیا کہ یہ چیز بھی فرانس کی بدنیتی نے پیدا کی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ پچھلے ہفتے ہائی کمشنر، دمشق آئے۔ اُن کے ساتھ اُن کا نفسِ ناطقہ کرنل کیٹرو بھی تھا۔ یہ شخص اپنی ظلم پسندی اور ملک شام سے دشمنی میں کافی شہرت حاصل کر چکا ہے۔ دمشق سے یہ جبل دروز گیا اور وہاں دروزی سرداروں سے مذکورۂ بالا محضر پر دستخط کرنے کو کہا۔ اُنھوں نے انکار کیا مگر اسنے اُنھیں اپنی قوت کی زور سے مجبور کر دیا۔

اس واقعہ نے باشندوں کو فرانس سے اور بھی زیادہ بدظن کر دیا ہے۔

ایک اور مصیبت

یہ مصائب کیا کم تھیں کہ ملک پر ایک تازہ مصیبت، خود ایک ملکی کے ہاتھوں نازل ہو رہی ہے۔ داماد احمد نامی بک، دمشق کی عارضی حکومت کا صدر ہے۔ اسکے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ شام کے تختِ شاہی پر عنقریب متمکن ہو گا۔ اس طمع میں یہ بالکل فرانس کا غلام بن گیا ہے اور بُری طرح خادمانِ قوم کو ستا رہا ہے۔ حال کا واقعہ یہ ہے کہ اسنے اخبار العجائب کے ایڈیٹر شدیاق آفندی کو دمشق سے نکل

بریدِ شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

شاہ مصر کا سفر انگلستان - ترکی قرضے کا تصفیہ - ترکی اور ایران - ترکی پائے تخت

شاہ مصر کا سفر انگلستان

ترکی اخبارات، شاہ مصر کے سفر انگلستان کو بہت اہمیت دے رہے ہیں اور اسے نہ صرف مصر بلکہ تمام شرقی ممالک کے لئے اخلاقی حیثیت سے مفید سمجھتے ہیں۔ چنانچہ موقر اخبار "وقت" یوں اظہار خیال کرتا ہے:

"شاہ مصر کی یہ سیاحت ایک نہایت پیچیدہ سیاسی مسئلہ کے حل کے لئے آخری قدم ہے۔ اب سے پہلے مصر کے سب سے بڑے ماہرین سیاست مثلاً سعد پاشا زغلول اور عدلی پاشا یکن نے سر توڑ کوششیں کیں، مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اب خود شاہ مصر اپنے وزیر اعظم کے ساتھ انگلستان روانہ ہوئے ہیں تاکہ مسئلہ مصر، جو ۴۰ برس سے لاینحل ہو رہا ہے، قطعی طور پر حل ہو جائے۔ اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ اس آخری کوشش کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ اگر اب بھی یہ مسئلہ حل نہ ہوا تو سمجھ لینا چاہئے، وہ آئندہ کبھی مفاہمت سے حل نہ ہوگا، اُس کا فیصلہ صرف قوت و تشدد ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔"

"۱۸۸۲ء میں انگریزوں نے صریح جبر و ظلم سے مصر پر قبضہ کر لیا۔ ہندوستان بچانے کے لئے برطانیہ کو مصر کی ضرورت تھی، جیسا کہ اس مقصد کے لئے اُسے دنیا کے ہر ملک پر قبضہ کی ضرورت ہے۔ برطانیہ کا عزم مصمم تھا کہ مصر کو بالکل ہضم کر جائے۔ چنانچہ جنگ عمومی کے موقعہ پر اُس کے الحاق کا اعلان بھی کر دیا۔ مگر اُسے بہت جلد معلوم ہو گیا کہ یہ زہر بھرا لقمہ کسی طرح بھی ہضم نہیں کیا جا سکتا۔ مصر اکال الامم ہے۔ بہت سی قوموں نے اُسے ہضم کرنا چاہا، مگر جس نے بھی اُسے نگلنے کی جرأت کی، خود فنا ہو گیا۔ چنانچہ چند ہی سال بعد انگلستان بھی یہ لقمہ اگلنے پر مجبور ہوا اور مصر کے الحاق سے دست بردار ہو جانا پڑا"

"شاہ مصر کی سیاحت نے یورپ کے سامنے صرف یہی ثبوت پیش نہیں کیا کہ مصر، اپنی آزادی پر مُصر ہے۔ بلکہ یہ بھی ثابت کر دیا کہ پورے مشرق میں استقلال و حریت کی ایک ناقابل مقاومت تحریک عام ہو گئی ہے۔ شاہ مصر نے صاف طور پر بتا دیا کہ اب مشرق، وہ مشرق نہیں ہے جو کبھی غفلت و قناعت اور تن پروری کا مرکز تھا۔ اب وہ بیدار ہو گیا ہے، اور غاصب یورپ سے اپنے حقوق واپس لینے پر تلا ہوا ہے۔"

ترکی قرضے کا تصفیہ

مرحوم سلطنت عثمانیہ نے یورپ سے بہت سے قرضے لے رکھے تھے۔ انہی قرضوں نے بالآخر اُس کے دروازے یورپین مداخلت کے لئے کھول دئے۔ جنگ عظیم کے خاتمہ پر سلطنت عثمانیہ اپنے اکثر مقبوضات سے محروم ہو گئی۔ اب یہ مشکل پیش آئی کہ یہ قرضے اُس سے کیونکر وصول کئے جائیں؟ اکثر قرضوں میں انہی مقبوضات کی آمدنی رہن تھی۔ یورپ چاہتا تھا کہ باوجود اپنے ممالک سے محروم ہو جانے کے، یہ تمام قرضے اسی دیوالیہ سلطنت سے وصول کرے۔ مگر یہ عملاً ناممکن تھا۔ کیونکہ اُس کی آمدنی یہ بارگراں اُٹھا نہیں سکتی تھی۔ اسی زمانے میں قومی حکومت نے اناطولیہ میں ظہور کیا اور یورپ کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا۔ اسی کا نتیجہ معاہدۂ سیورے کے بعد معاہدۂ لوزان ہوا۔ مگر قرضے کی گتھی اس معاہدے سے بھی سلجھ نہ سکی۔ اب گزشتہ ہفتے سالہا سال کی رد و قدح کے بعد ایک فیصلہ ہوا ہے اور سب نے اسے تسلیم کر لیا ہے۔ اس فیصلہ کی دو دفعیں بہت اہم ہیں: ایک یہ کہ ترکی اپنے قرضہ کی نصف مقدار سونے کے سکے کی شکل میں ادا کرے، اور باقی نصف کاغذ کے سکے کی صورت میں۔ دوسری یہ کہ ترکی کا تمام قدیم قرضہ اُن تمام ممالک پر تقسیم کر دیا جائے جو قرضہ لیتے وقت اُس کے قبضہ میں تھے۔ صرف ایک حصہ ترکی کے ذمے باقی رہے۔

یہ فیصلہ یقیناً منصفانہ ہے۔ جنگ کے اختتام پر ترکی کے ذمہ یورپ کا قرضہ ۱۶۱،۳۰۰،۶۹۲ لیرہ (ترکی پونڈ) تھا۔ اب جدید فیصلہ کی رو سے اس کی تقسیم اس طرح عمل میں آئی ہے:

ترکی	۸۴،۵۹۷،۴۹۵	لیرہ
یونان	۱۱،۰۵۴،۴۵۳	〃
شام	۱۰،۸۸۸،۴۵۹	〃
تھریس	۵،۴۳۵،۵۷۹	〃
عراق	۶،۷۷۱،۷۸۹	〃
فلسطین	۳،۲۸۴،۴۲۹	〃
بلغاریہ	۱،۴۷۶،۳۵۴	〃
البانیہ	۱،۶۰۳،۲۲۳	〃
حجاز	۱،۳۹۹،۵۱۸	〃
یمن	۱،۱۸۲،۰۰۴	〃
شرق الاردن	۷،۱۳۳،۶۱۰	〃
اٹلی	۲،۰۴۳،۲۰۰	〃
نجد	۱۲۹،۱۵۰	لیرہ
عسیر	۲۶،۱۳۸	〃
موصل	۱،۵۰۰،۳۵۳	〃
معان	۱،۲۸۷،۲۸	〃

اوپر ہم نے لکھا ہے کہ یہ فیصلہ سب نے تسلیم کر لیا ہے۔ لیکن اس میں صرف دو حکومتیں مستثنیٰ ہیں: سرویا اور یمن۔ سرویا کی حکومت نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ امام یحییٰ بھی اس سے انکار کر رہے ہیں۔ لیکن ان دونوں کے انکار سے فیصلہ پر کوئی اثر نہیں پڑیگا۔

ترکی اور ایران

حال کا ایک اہم واقعہ، ترکی اور ایران کی کشیدگی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ترکی ایرانی سرحدوں پر بعض حوادث ایسے پیش آگئے، جنہوں نے طرفین میں سوء ظن کی حالت پیدا کر دی۔

تفصیل یہ ہے کہ ترکی ایرانی سرحدوں پر بعض جرائم پیشہ خانہ بدوش قبائل موجود ہیں۔ وہ ہمیشہ قتل و غارت کے موقعے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ پچھلے چند سالوں سے ان قبائل میں ایک بہت ہی خطرناک شخص "اسماعیل سمیقو" نامی ظاہر ہوا ہے اور سرحد کی آبادیوں کی زندگی تلخ کئے ہوئے ہے۔ اُس نے یہ وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ موقعہ پاکر لوٹ مار مچا دیتا ہے اور پہاڑوں میں بھاگ جاتا ہے۔ ترکی حکومت بہت دن سے اس کی تاک میں تھی۔ مگر حال میں مجرموں کی عام معافی کا اعلان کیا گیا، تو اُس سے فائدہ اُٹھا کر اُس نے حکومت کو اطلاع دی کہ اب اُس نے اپنے قدیم جرائم سے توبہ کر لی ہے اور آئندہ پُر امن زندگی بسر کرنی چاہتا ہے۔ حکومت نے اُس کی بات پر یقین کیا اور معافی دیدی۔ چنانچہ وہ آزادی سے ترکی حدود میں زندگی بسر کرنے لگا۔

لیکن گزشتہ مہینوں میں اُس نے پھر پلٹا کھایا، اور اپنی قدیم مجرمانہ زندگی اختیار کر لی۔ وہ ایرانی سرزمین میں داخل ہو گیا اور قریب کی آبادیوں میں غارت گری شروع کر دی۔

اصلی واقعہ صرف اسی قدر ہے۔ لیکن ایرانی اخبارات نے اسے دوسری نظر سے دیکھا اور اس قزاق کی حرکتوں کا ذمہ دار، ترکی کو قرار دیا۔ چنانچہ طہران کا نیم سرکاری اخبار "ایران" اس واقعہ پر اس طرح خامہ فرسائی کرتا ہے:

"سرحدی قبائل کی کون ہمت افزائی کر رہا ہے؟ اُنہیں کون ہتھیار تقسیم کرتا ہے؟ اُنکے ذریعہ ایران میں کون بدامنی پھیلا رہا ہے؟ ایرانی ان سوالوں کا صاف جواب چاہتے ہیں۔ وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ترکی اس بارے میں کیا تدابیر اختیار کرنے والی ہے؟ ایران اپنی قومی سرحدوں کی حفاظت اپنے خون سے بھی کرنے پر کمر بستہ ہے"

اخبار "شفق سرخ" لکھتا ہے

"سرحد کے ترک افسر ایرانی علاقوں میں خلاف توقع سرگرمی دکھا رہے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ خلافت کی منسوخی، جمہوریت کا اعلان، سرخ ٹوپی کی ہیٹ سے تبدیلی، یہ باتیں ظاہر میں کتنی ہی روشن خیالی کی باتیں نظر آئیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ قوموں کی ذہنیت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتیں۔ نوجوان ترکی، بڑھیا ترکی ہی کی لڑکی ہے۔ بڑھیا ترکی ہمیشہ ایران سے بے فائدہ دست بگریباں رہی۔ اب نوجوان ترکی بھی اپنی اسی موروثی سیاست پر واپس آ رہی ہے اور ایران سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی ہے۔"

اسی لب و لہجہ میں تقریباً تمام ایرانی اخبارات نے اظہار خیال کیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ترکی اخبارات کا لہجہ بھی کچھ کم سخت نہیں ہے۔ چنانچہ اخبار "جمہوریت" لکھتا ہے:

"ہم جانتے ہیں ایران میں وسیع اخبار موجود نہیں ہیں۔ اُن کی آواز کوئی قوت و وزن نہیں رکھتی۔ مزید برآں بھی انگلیاں ان اخبارات

بقیہ مضمون صـ۱

کیا میں امید کروں کہ آپ تھوڑا سا وقت نکال کر اُسی انداز میں جیسا تفصیل و بحث کے ساتھ ہمیشہ آپنے لکھا ہے ان امور پر روشنی ڈالیں گے اور مجھ پر احسان فرمائیں گے ....

برید فرنگ

مکتوب امریکہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم واشنگٹن کے قلم سے)

ایک نئی تحریک۔ امریکہ کی دولت۔

ایک نئی تحریک

اپنے دو پچھلے مکتوبوں میں آمریکہ کی نسوانی زندگی اور تحریک الحاد کی مقبولیت پر روشنی ڈال چکا ہوں۔ انہی دونوں موضوعوں سے متعلق آج ایک تیسری بحث پیش کرتا ہوں۔ اس بحث نے پورے شمالی آمریکہ کو اپنی طرف سراسر متوجہ کر لیا ہے۔ فی الحال اس بحث سے زیادہ اہم اور مقبول عام و خاص کوئی دوسری بحث یہاں نہیں ہے۔ ہر طرف اسی کا چرچا ہے اور ہر جگہ اسی پر گرم تقریریں ہو رہی ہیں۔

بحث یہ ہے کہ آمریکہ میں شادی کا موجودہ طریقہ مضر ہے۔ مرد اور عورت دونوں کی خانگی زندگی کمدر کرنے والا ہے۔ لہذا اُسے بدل ڈالنا چاہئے۔

آمریکہ میں بھی شادی کا طریقہ وہی ہے جو دنیا کے تمام متمدن ملکوں میں رائج ہے۔ یعنی مرد و عورت، عقد کر کے زندگی بھر ساتھ رہنے کے پابند ہو جاتے ہیں۔ نئی تحریک اسی پابندی کے خلاف شروع ہوئی ہے۔ اُس کی منشا یہ ہے کہ شادی کے دو درجے کر دئیے جائیں: ایک تجربی۔ دوسرا دائمی۔ تجربی سے مقصود یہ ہے کہ مرد اور عورت اگرچہ باضابطہ عقد کریں گے، مگر یہ عقد، معلق و مشروط ہوگا۔ اگر ساتھ رہ کر اُنھیں تجربہ سے معلوم ہو جائے کہ یہ عقد اُن کی زندگی کو پُر مسرت نہیں بنا سکتا تو اُنھیں حق ہوگا کہ فوراً جُدا ہو جائیں۔ لیکن اگر تجربے سے ثابت ہو کہ وہ ساتھ خوش رہ سکتے ہیں تو اپنے دائمی عقد کا اعلان کر دیں۔

اس تحریک کا سرگروہ، مسٹر لنڈسی ہے۔ یہ ایک عدالت کا جج ہے اور نکاح و طلاق کے مقدمے فیصل کیا کرتا ہے۔ اُسنے اپنی تحریک کا نام "عقد رفاقت" رکھا ہے۔ خود اُس کے اپنے لفظوں میں تحریک کی غرض یہ ہے کہ "مرد اور عورت باہم ساتھ رہنے کا سمجھوتہ کریں، مگر اس عہد کے ساتھ کہ ایک سال تک نسل نہ پیدا ہونے دیں گے۔ بارہ مہینے یکجا رہنے کے بعد اگر وہ دیکھیں کہ اُن کی طبیعتیں باہم متفق ہو سکتی ہیں تو اپنے اس تجربی عقد کو دائمی عقد کی صورت میں تبدیل کر دیں ورنہ ایک دوسرے سے جُدا ہو جائیں"

مسٹر لنڈسی نے ایک اخبار کے نمائندے سے بیان کیا:

"بیس برس سے میں عدالت کی کرسی پر بیٹھتا ہوں۔ اس طویل تجربے نے مجھے یقین دلا دیا ہے کہ نکاح کا موجودہ نظام، ناقص اور سخت مضرتوں کا موجب ہے۔ لہذا میں نے تجربی نکاح کی تجویز سوچی۔ میرے خیال میں اگر دنیا اس تجویز پر عمل کرے تو اُن تمام مصائب سے نجات پا جائے گی جو عقد کے موجودہ طریقے سے ہمیشہ پیدا ہوتی ہیں۔ تجربی نکاح یقیناً دنیا کو مسرت و سعادت بخشے گا اور انسان کی خانگی زندگی، قابل رشک بنا دے گا"

تجربی عقد کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ مرد اور عورت سال کے خاتمہ پر اگر دائمی عقد کے طالب ہوں تو اُنھیں حکومت کے سامنے ثابت کرنا ہوگا کہ وہ باہم محبت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد اُن کا طبی معائنہ ہوگا اگر اس معائنہ میں بھی وہ کامیاب ہو گئے تو اُن کی درخواست منظور کر لی جائے گی، ورنہ اُنھیں جبراً جُدا کر دیا جائے گا۔

یہ ہے تحریک کا خلاصہ۔ لیکن اسنے تمام ملک میں ایک ہلچل ڈال دی ہے۔ روشن خیال طبقہ عام طور پر تحریک کی حمایت کر رہا ہے۔ مگر مذہبی پیشوا اور اُنکے متبعین اس کے سخت خلاف ہیں۔ اسے کفر و الحاد قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اگر یہ تحریک مقبول ہو جائے گی تو مسیحیت اور کنیسا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ مسیحی ہیئت اجتماعیہ درہم برہم ہو جائے گی۔ فسق و فجور کے بند (؟) دروازے کھل جائیں گے۔ غرضکہ وہ اسے شیطانی تحریک قرار دے رہے ہیں۔ دیکھنا چاہئے اس نظری جنگ میں کون فریق فتح یاب ہوتا ہے؟

آمریکہ کی دولت

ولایات متحدہ آمریکہ کی دولت و ثروت کے افسانے دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ واقعی جس قدر خزانے اس ملک میں موجود ہیں، آتنے کسی دوسرے ملک میں نہیں ہیں۔ اسوقت میرے سامنے ایک امریکن رسالہ کھلا رکھا ہے۔ اسنے اسی معاملہ پر بحث کی ہے۔

وہ لکھتا ہے:

"جس کے پاس تین چار کروڑ ڈالر جمع ہیں، وہ اسوقت آمریکہ میں "دولتمند" خیال نہیں کیا جاتا۔ کروڑپتی، اب آمریکہ میں کسی شمار قطار میں نہیں ہیں۔ اب شمار صرف "ارب پتیوں" کا ہوتا ہے۔ ۱۹۲۵ء میں پہلی مرتبہ حکومت نے امریکی قوم کی انفرادی دولت کے اعداد شمار شائع کئے۔ اس رپورٹ سے ثابت ہوتا ہے کہ آمریکہ میں ایک سے بہت زیادہ آدمی ایسے موجود ہیں جن کی دولت ایک ہزار ملین ڈالر یعنی ۲۰ کروڑ پونڈ سے بھی زیادہ ہے۔

اس رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۹۲۵ء میں جن آدمیوں کی دولت ایک ملین ڈالر سے زیادہ تھی، اُن کی تعداد ۲۰۷ ہے۔ لیکن گمان غالب ہے کہ یہ شمار ناقص ہے۔ لوگ، آمدنی کے محصول سے بچنے کے لئے اپنی اصلی آمدنی چھپاتے ہیں۔ ثبوت یہ ہے کہ ۱۹۱۶ء ہی میں ایسے دولتمندوں کی تعداد ۲۰۶ تھی۔ کسی طرح خیال نہیں کیا جا سکتا کہ ۹ سال کی طویل مدت میں، جبکہ دولت کے دروازے ہر طرف سے آمریکہ پر کھل گئے تھے، ایسے دولتمندوں کی تعداد میں صرف ایک کا اضافہ ہوا ہو۔

ذیل کے نقشہ سے آمریکہ کی دولت مندی کا کچھ اندازہ ہو سکے گا:

ڈیڑھ ملین تک سالانہ آمدنی کے مالک	۱۰۴
دو ملین تک سالانہ آمدنی کے مالک	۴۳
تین ملین تک " "	۲۹
۴ ملین تک " " "	۱۵
۵ ملین تک " " "	۹
۵ ملین سے زیادہ " " "	۷
	۲۰۷

لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا یہ نقشہ ناقص ہے۔ تاہم ۵ ملین ڈالر سے زیادہ آمدنی کے مالکوں میں بعض ایسے بھی ہیں جن کی آمدنی ایک کروڑ پونڈ سالانہ سے بھی زیادہ ہے۔ سرکاری روداد میں اِن کے نام شائع ہوئے ہیں۔ انہی میں مسٹر فورڈ اور اُن کا بیٹا، مسٹر ملن آمریکی وزیر مال، اُن کا بھائی، مسٹر ہوٹنی، مسٹر وینڈربلٹ، مسٹر بیکر وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔

ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ امریکہ میں، دوسرے ملکوں کے برخلاف یہ صورت حال نہیں ہے کہ امیروں کی دولت برابر بڑھتی جائے اور غریبوں کی غربت روز بروز زیادہ ہوتی جائے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ امیروں کی دولت بہت آہستہ آہستہ بڑھتی ہے، لیکن غریب جلد از جلد امیر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مذکورہ بالا روداد سے معلوم ہوتا ہے کہ معمولی آمدنی رکھنے والے (یعنی جو لوگ آمدنی کا محصول ادا کرتے ہیں) سالانہ ۵ ہزار ڈالر زیادہ کما لیتے ہیں۔

روداد کے ایک دوسرے نقشہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۲۵ء میں حکومت نے حسب ذیل محصول وصول کئے:

اُجرت اور تنخواہ پانے والوں سے:	۴۴،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰	ڈالر
تجارتی کمپنیوں سے:	۹۶،۰۰۰،۰۰۰	"
حقوق طباعت خریدنے والی کمپنیوں سے:	۱۸،۵۰۰،۰۰۰	"
سود خوار مہاجنوں سے:	۴۸،۵۰۰،۰۰۰	"

آمریکہ کی دولتمندی کے راگ گانے والوں کے بالمقابل، علماء اقتصادیات کا ایک گروہ ایسا بھی موجود ہے جو اس دولت کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اُس کی رائے میں آمریکہ کی دولت کسی پائیدار بُنیاد پر قائم نہیں ہے۔ وہ اپنی دلیل میں پچھلے دس گیارہ سال کے اعداد و شمار سے پیش کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آمریکہ میں دولتمندوں کی تعداد نہایت غیر متناسب تعداد میں گھٹتی بڑھتی رہی ہے۔ یہ اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ ملک کی دولت کوئی مستحکم بنیاد نہیں رکھتی۔ وہ اعداد شمار حسب ذیل ہیں:

سنہ	ایک ملین ڈالر سے زیادہ سالانہ آمدنی رکھنے والے
۱۹۱۴	۶۰
۱۹۱۶	۲۰۶
۱۹۲۰	۲۱
۱۹۲۴	۷۵
۱۹۲۵	۲۰۷

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم کے بيش بها جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلى درجه کي بلند پايه عربي تصانيف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کيا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد که يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اسوهٔ حسنه ـــ امام ابن قيم کي فن سيرت ميں شهرهٔ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

كتاب الوسيله ـــ لفظ "وسيله" کي بحث کے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام کے اصل الاصول "توحيد" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه ـــ انکي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انکے مفصل حالات بيان کيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر ـــ امام ابن تيميه کے مخصوص انداز تفسير کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى ـــ خالق و مخلوق کے درميان واسطه کا فرق بدلائل بيان کيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه ـــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان کيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سيد محمد رشيد رضا مصري کي تازه کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه ـــ فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خريدارکو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلى مطبوعات کے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کيا هے - اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين کے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالک اسلاميه کے معتبر ذرائع سے حاصل کيے هوے حالات درج کيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ۲٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال فى مجلدات الهلال

گاه گاهے بازخوان اين دفتر پارينه را
تازه خواهى داشتن گر داغهاے سينه ما

اردو صحافت کي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پيدا کرني چاهتا تها ' اس لئے اس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب کا پهلا نمونه تهيں - اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير کے اندراج کا انتظام کيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے کي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر کي چهپائي ميں ممکن نهيں - اس کي جلديں جديد اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترين مجموعه هيں - ان کي مقبوليت و قدر کا اندازه اس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپيه ميں خريد کيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده کرنے کيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البلاغ پريس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان ميں منتقل کيا گيا تو ايک ذخيره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلديں مرتب کي جاسکتي هيں مرتب کرلي جائيں اور جن جلدوں کي تکميل ميں ايک دو پرچوں کي کمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه کوشش ايک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلديں پوري مکمل هوگئي هيں - هم اس اعلان کے ذريعه شايقين علم و ادب کو آخري موقعه ديتے هيں که اس قيمتي ذخيره کے حاصل کرنے ميں جلدي کريں ' چونکه جلدوں کي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں کي تعميل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين کي انڈکس به ترتيب حروف تہجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپيه — الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپيه

" " " چهارم ۱۰ روپيه — " " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيکنگ اس کے علاوه هے -

منيجر "البلاغ پريس"

کلماتِ مرحوم سعد پاشا زغلول

جلاوطنی میں قوم سے خطاب

اُنھوں نے ہمیں ملک سے نکالا، مگر تم نے ہمیں اپنے دلوں میں جگہ دی!

اُنھوں نے ہمیں گمنام کردینا چاہا، مگر تم نے ہمارا نام اپنے صفحۂ قلب پہ نقش کرلیا!

اُنھوں نے اپنی قوت سے تمھیں پراگندہ کردینا چاہا، مگر تم اور بھی زیادہ باہم جڑ گئے!

اُنھوں نے تشدد سے تمھیں ذلیل کرنا چاہا، مگر تم اور زیادہ معزز بن گئے

اُنھوں نے طرح طرح کے حیلوں سے تمھیں گمراہ کرنا چاہا، مگر تم گمراہ نہ ہوئے۔ اُن کے فریب نے تمھیں اور زیادہ راہِ ہدایت دکھادی!

اس طرح خدا نے اُنھیں رسوا کیا، اور تمھیں سرخروئی بخشی!

امن عالم

امن عالم اگر چاہتے ہو، تو دوسروں کا حق نہ چھینو۔

آزادی

آزادی، میرا پیدائشی حق ہے، عطیے کے طور پر میں اُسے قبول نہیں کرسکتا۔ آزادی، میری اپنی پشتینی ملکیت ہے، کسی کو حق نہیں کہ میری ہی ملکیت مجھے عطیے کے طور پر دے۔

عورتوں کی تربیت

قومی ترقی کے لئے عورتوں کی تربیت، اوّلین شرط ہے۔

حق

حق کی طرف لوٹنا کبھی معیوب نہیں۔

حق، قوت، قوم، حکومت

حق، قوت سے بالا ہے۔ قوم، حکومت سے برتر ہے۔

فساد

ہم پر حملہ کرتے ہیں، مگر جب ہم مدافعت کے لئے ہاتھ اُٹھاتے ہیں تو کہتے ہیں "تم فساد کرتے ہو"!

علم، اخلاق

ہمیں زیادہ علم کی ضرورت نہیں، زیادہ اخلاق کی ضرورت ہے۔

بداخلاقی کا قانون

جس قانون کی بنا، بداخلاقی پر ہو، وہ باطل قانون ہے۔

آزادی کا استعمال

ہم آزادی سے محبت رکھتے ہیں، مگر اس سے بھی زیادہ ہم اُس کے صحیح استعمال سے محبت کرتے ہیں۔

ڈپلوماسی

ہمیں اپنی زندگی کے اعمال پر فخر کرنا چاہیے، نہ کہ اپنے ہاتھ کے ڈپلوماسی پر!

مقصد کی کامیابی

مقصد کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ ہم جد و جہد کریں، اور اگر ضرورت ہو تو مر بھی سکیں!

خوف یا محبت؟

میں چاہتا ہوں، لوگ مجھ سے محبت کریں، نہ کہ مجھ سے ڈریں۔

جامعُ الشواہد

طبعِ ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر سنہ ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوعِ انسانی پر کھول دیا ہے؟

سنہ ۱۹۱۹ء میں جس قدر نسخے چھپے تھے مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دے دیئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظرِ ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔

قیمت بارہ آنے۔ منیجر الہلال کلکتہ

٢٩٢٧

الهلال

جلد ١

نمبر ١٤

البلاغ پریس کلکته

قیمت

٥ ـ آنه

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR: MAULANA ABUL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ١٤ — کلکتہ : جمعہ ١٩ ۔ ربیع الاول ١٣٤٦ ہجری — جلد ١

Calcutta : Friday, 16, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزوں نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی ۔
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رہکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الهلال چھپتا ہی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ہی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گی ہین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ہی ۔ ضروری ہی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ١١٢٠ مراسلات وصول ہوی ہین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ہی :

عربی حروف کی حق مین	١٩٧	اردو حروف کی حق مین	٢٩٩ ،
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	٣٠٤	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	٢١٥	نستعلیق ہون	١٠٥

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاہر کیا ہی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس باری مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ہی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ہی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاہر کرینگی مگر ضرورت ہی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔

الهلال

الہلال

هر جمعه كو نمبر ۱۱ - بلي گنج سركلر روڈ - كلكته سے شايع هوتا هے

قيمت سالانه مع محصول - -	باره روپيه
هندوستان سے باهر كيليے - -	سوله روپيه
قيمت شش ماهي - - -	سات روپيه
قيمت في پرچه - - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و كتابت اور ارسال زر " منيجر الہلال " كے نام سے كي جاے ليكن جو خطوط مضامين سے تعلق ركھتے هوں آنكے لفافه پر " ايڈيٹر " كا نام هونا چاهيے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنايت خط و كتابت ميں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لكهيے -

(۴) خط و كتابت ميں نمبر خريداري لكهيے جسكي اطلاع آپكو وصول قيمت كي رسيد ميں ديدي گئي هے -

(۵) اگر كسي صاحب كے پاس كوئي پرچه نه پہنچے تو تاريخ اشاعت سے ايک هفته كے اندر اطلاع ديں - ور نه بصورت تاخير بغير قيمت كے روانه نہيں كيا جائيگا -

(۶) اگر آپ دو تين ماه كيلئے ايک جگه سے دوسري جگه جارهے هيں تو اپنا پته تبديل نه كرايے ' مقامي ڈاكخانه كو اطلاع ديكر انتظام كر ليجيے - اگر اس سے زياده عرصه تک كے لئے تبديل مقام پيش آجاے تو ايک هفته پيشتر اطلاع ديكر پته تبديل كراليں -

(۷) مني آرڈر روانه كرتے وقت فارم كے كوپن پر اپنا نام و پته ضرور لكهديں -

(۸) ايسے جواب طلب امور كے لئے جنكا تعلق دفتر كے دفتري فرائض (مثلاً رسيد زر و اطلاع اجراء اخبار وغيره) سے نہيں هے ٹكٹ ضرور بهيجيے ورنه دفتر پر غير معمولي خط و كتابت كے مصارف كا بار پڑيگا -

یہ بات نہیں ہے کہ انگلستان کی نیش زنی کے مقابلہ میں فرانس خالی بیٹھا شکوے شکایت ہی کر رہا ہو - اِس سیاسی جنگ میں وہ بھی اپنی تمام قوت و قابلیت صرف کر رہا ہے - بلاشبہ اِس وقت یورپ میں اُسے بڑی حد تک شکست اُٹھانی پڑی ہے - لیکن اُسنے اِس شکست کا بدلہ انگلستان سے مشرق قریب ز بتینث میں لے لیا ہے - ترکی کی طرفداری کرکے اُس نے برطانیا کو سخت نقصان پہنچایا ہے - اور اب چین میں بھی برطانیا سے مختلف روش اختیار کرکے اُسے ایسی زک دی ہے کہ مدتوں نہ بھولے گا -

مسیو بریاں وزیر خارجیہ نے حال ہی میں مسئلۂ چین پر ایک طویل تقریر کی ہے - اُن کے یہ الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں :

" چین کا مسئلہ اِس وقت دنیا کا سب سے زیادہ پیچیدہ مسئلہ ہے اور اُس نے " بعض " سلطنتوں کو بری طرح بد حواس کر دیا ہے - مگر اِس بارے میں فرانس نے ایک بالکل صاف اور تھوس مسلک قرار دے لیا ہے - وہ مسلک یہ ہے کہ ہم چینی انقلاب کی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرینگے - چینی قوم پرست اچھی طرح دیکھ چکے ہیں کہ فرانس اُن کا کیسا قدردان اور مداح ہے - یہی وجہ ہے کہ فرانس کے جملہ حقوق چین میں بالکل محفوظ ہیں - حالانکہ " بعض " دوسری سلطنتوں کو اپنے حقوق بچانے کے لیے فوجیں بھیجنا پڑی ہیں - ہم چین کو یقین دلاتے ہیں کہ ہماری طرف سے اُس کے لیے نہ تو جنگ کا خطرہ ہے ' نہ ہم اُس کی راہ میں کوئی روڑا اٹکانا چاہتے ہیں "

(فرانس میں شاہی)

اِس وقت فرانس میں سخت اندرونی خلفشار موجود ہے - قوم تین بڑے گروہوں میں بٹ گئی ہے - ایک جماعت موجودہ جمہوری نظام کی حامی ہے اور یہی سب سے بڑی جماعت ہے - دوسری جماعت اشتراکیوں کی ہے - وہ چاہتی ہے اشتراکی نظام قائم ہو جائے - تیسری شاہ پسند ہے اور شاہی کا اُلٹا ہوا تخت پھر از سر نو بچھانا چاہتی ہے -

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ انقلاب کے بعد سے اِس وقت تک کوئی زمانہ بھی فرانس پر ایسا نہیں گذرا کہ شاہ پسند جماعت موجود نہ رہی ہو - ڈیوک دی اورلیان کا خاندان برابر تخت شاہی کا دعوے دار رہا - آجکل شاہ پسندوں میں پھر حرکت پیدا ہوئی ہے اور اُنھوں نے بڑی سرگرمی سے اپنی دعایة شروع کر دی ہے - گزشتہ ہفتہ کونٹ دی بلوا نے اخبارات میں ایک پر زور مضمون شایع کیا ہے اور اُس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بالشویک خطرے کے استیصال اور یورپ کی تمام مشکلات کے حل کی حقیقی صورت یہی ہے کہ فرانس کی موجودہ جمہوریت توڑ دی جائے اور شاہی حکومت قائم ہو - کونٹ نے تخت شاہی کیلیے ڈیوک دی گیز کا نام بھی پیش کیا ہے جو قدیم خاندانی شاہی کا ایک بڑا رکن اور لي العال بادشاہی کا دعویدار ہے -

(عورتوں کی فوجی بھرتی)

فرانسیسی حکومت بہت بڑے پیمانہ پر جنگی طیاریاں کر رہی ہے - حال میں اُسنے ایک مسودۂ قانون پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا ہے - اِس سے مقصود فرانسیسی عورتوں کو فوجی خدمت پر مجبور کرنا ہے - اِس تجویز نے تمام ملک میں بےچینی پیدا کر دی ہے - عورتوں میں ناراضی عام ہے اور مردوں کی بھی بہت سی انجمنیں برہمی کا اظہار کر رہی ہیں -

عورتوں کی انجمن نے اِس تجویز پر دو اہم اعتراض کیے ہیں : ایک یہ کہ اِس معاملہ پر غور کرتے وقت عورتوں سے رائے نہیں لی گئی - دوسرے یہ کہ فرانسیسی عورت ابتک اپنے سیاسی حقوق سے محروم ہے - چنانچہ اُسے مجلس حکومت ' بلدیہ ' اور مجلس ضلع وغیرہ نمائندہ مجلسوں میں انتخاب کا حق نہیں دیا گیا ہے -

عورتوں کی مشہور زعیم میڈم میزم نے اخبارات میں احتجاجی مضمون شایع کیا ہے - وہ لکھتی ہے :

فرانسیسی عورت ' وطن مقدس کی خدمت سے جی نہیں چراتی - لیکن جبکہ اُسے مردوں کے برابر حقوق دینے سے انکار کیا جاتا ہے تو اُس پر مردوں سے زیادہ بوجھ ڈالنا کیوں کر جائز ہو سکتا ہے ؟ فرانسیسی عورت اگر اور کوئی خدمت انجام نہ بھی دے ' جب بھی اُسکی یہ خدمت کیا کم ہے کہ وہ وطن کے لیے مجاہد پیدا کرتی ہے ؟ اُسکی یہی ایک خدمت اور اِس خدمت کی شدید تکلیفیں اُسے مردوں کے ہم پلہ کر دیتی ہیں - پھر فوجی خدمت کا ایک نیا بوجھ اُسکے سر پر ڈال کر اُسکے مصائب میں کیوں اضافہ کیا جاتا ہے ؟"

نیز یہی خاتون لکھتی ہے :

" عورتوں سے فوجی خدمت لیکر حکومت فرانس ' ملک کو ساری دنیا میں بدنام کرنا چاہتی ہے - اِس وقت جبکہ تمام سلطنتیں جنگی طیاریاں کم کرنے پر غور کر رہی ہیں ' ہماری حکومت ایک نئی طیاری کا اضافہ کرنے پر تلی ہوئی ہے - حکومت کی یہ تجویز لندن اور ہیگ کے معاہدوں کے بالکل خلاف ہے - ہم ہرگز قبول نہیں کر سکتے کہ ہمارا ملک فوجی چھاؤنی بن جائے "

(عورتوں کے سیاسی حقوق)

حکومت فرانس کی اِس تجویز نے عورتوں میں اپنے حقوق حاصل کرنے کا ایک نیا ولولہ پیدا کر دیا ہے - اُنھوں نے باضابطہ کوشش شروع کر دی ہے - تمام سیاسی پارٹیوں سے اُنھوں نے درخواست کی ہے کہ حق انتخاب ہمیں بھی دیا جائے ' ورنہ ہم تمام ملک میں شورش برپا کر دینگے -

فرانس کی عورتوں کا سب سے بڑا استدلال دوسرے ملکوں کی حالت سے ہے - وہ کہتی ہیں ' دنیا کے تمام متمدن ملکوں میں عورتوں کو حق انتخاب حاصل ہو گیا ہے - پھر ایک اکیلے فرانس کی عورتیں اُس سے کیوں محروم ہیں ؟ حالانکہ سب سے پہلے فرانس ہی نے جمہوریت کا علم بلند کیا تھا -

عورتوں کی یہ حجت قوی ہے - کیونکہ واقعی اکثر متمدن ملکوں میں عورتوں کو انتخاب میں شرکت کا حق حاصل ہو گیا ہے - چنانچہ ڈنمارک میں یہ حق سنہ ۱۹۱۵ع میں حاصل ہوا - روس میں سنہ ۱۹۱۷ - میں - پولینڈ ' یوکرین ' استھونیا ' لتھونیا ' آیرلینڈ اور برطانیا میں سنہ ۱۹۱۸ - میں - برطانوی قانون کے الفاظ یہ ہیں " تمام سیاسی حقوق ہر اُس عورت کو حاصل ہیں جو تیس سال کی عمر رکھتی ہے ' شادی شدہ ہے ' یا اپنے نام سے کرایۂ مکان ادا کرتی ہے ' یا یونیورسٹی کی سند رکھتی ہے " سویڈن ' ناروے ' آسٹریا ' زیکوسلاویا ' ہنگری ' اور جرمنی کی عورتوں کو یہ حق سنہ ۱۹۱۹ - میں حاصل ہوا - اهل بلجیم ' ترنسوال ' آسٹریلیا ' نیوزی لینڈ ' اور ریاست متحدہ امریکا کو سنہ ۱۹۲۰ع میں -

ظاہر ہے اِس صورت میں فرانس کی عورتیں اپنی محرومی پر کیونکر صبر کر سکتی ہیں ؟

بریدِ فرنگ

مکتوب فرانس

انگلستان اور فرانس کی کشمکش - فرانس میں شاهی دعایة - عورتوں کیلیے جبری فوجی خدمت - عورتوں کے سیاسی حقوق

(الہلال کے مقاله نگار مقیم پیرس کے قلم سے)

ادهر چند سال سے فرانس اور انگلستان کے تعلقات برابر خراب هوتے چلے جا رہے هیں - انگلستان دیکهتا ہے که جرمنی کی تباهی کے بعد اُسکے اصلی اور زبردست دشمن دو هیں : روس اور فرانس - روس اُسکی ملک گیری کا دشمن ہے ' اور فرانس دنیا کے هر خطه میں اُسکی ملک گیری کا شریک بننا چاهتا ہے - یہی وجه ہے که انگلستان نے بیک وقت دو سیاسی میدان جنگ قائم کر دیے هیں - ایک میں روس سے نبرد آزمائی کر رہا ہے - دوسرے میں فرانس سے -

فرانس کو زک دینے کے لیے انگلستان نے یه تدبیر کی ہے که اُسے یورپ میں اُسکے تمام دوستوں اور حامیوں سے محروم کر دیا ہے - اِس وقت فرانس بالکل بے یار و مددگار ہے - انگلستان کی یه قدیم حکمتِ عملی ہے که وہ حریف کے مقابله میں بذات خود بہت کم آتا ہے - دور سے دوسروں کو شه دیتا اور نئے نئے دشمن اپنے حریف کے سامنے کهڑے کرتا رهتا ہے - اِس وقت بهی اُسکا یہی طرز عمل ہے - مدت تک فرانس کا سامنا جرمنی سے رکها - اب اُس کی تباهی کے بعد اٹلی کو کهڑا کر دیا ہے - فیشیسزم نے اٹلی کو دیوانه بنا دیا ہے اور وہ ناعاقبت اندیشانه انگلستان کا چیلا بن گیا ہے -

اٹلی پر افسوں پهونک چکنے کے بعد انگلستان نے هنگری ' رومانیا ' بلغاریا ' یونان ' اسپین ' لیتهونیا ' استهونیا ' اور فنلینڈ کو بهی ملا لیا - صرف پولینڈ ابتک فرانس کے زیر اثر تها مگر آج کل سر آسٹن چمبرلین اُسے بهی مسحور کر رہے هیں ' اور با خبر لوگوں کو یقین ہے که امروز فردا میں پولینڈ بهی انگریزی جال میں پهنس جائیگا -

اِس صورت حال نے فرانس کو سخت بد حواس کر ڈالا ہے - فرانسیسی مدبر اور اخبار بری طرح انگلستان کو گالیاں دے رہے هیں - اُنہیں صاف نظر آرہا ہے که بحر متوسط میں انگلستان اُن کی قوت کس طرح مفلوج کر رہا ہے اور اٹلی کو آگے بڑهاکر اُنکی قومی هستی کے لیے سخت خطرے پیدا کر دیے هیں -

اخبار " طان " نے اِس هفته ایک افتتاحیه شایع کیا ہے اور اُس میں انگلستان پر بہت لے دے کی ہے - وہ لکهتا ہے :

" برطانیا یقین کرتا ہے که اِس وقت دنیا کے امن اور جنگ ' دونوں کی کنجیاں اُسی اکیلے کے هاتهه میں هیں - اُس نے خفیه معاهدوں کی قدیم سنت پهر زنده کی ہے اور پورے یورپ میں سازشوں کا جال پهیلا دیا ہے - اِس وقت فرانس کو پس پشت ڈال کر اُسکا اعتقاد اٹلی پر ہے - اٹلی کی رضامندی وہ هر قیمت پر خرید رہا ہے - لیکن یه قیمت وہ اپنی جیب سے ادا نہیں کرتا ' بلکه دوسروں کی جیب پر سودا کرتا ہے - سان ریمو کانفرنس سے پہلے هی انگلستان نے اٹلی کو ایشیا ئے کوچک کا ایک وسیع علاقه رشوت میں پیش کیا تها - لیکن ترکی کی قوت نے اٹلی کے حوصلے پست کر دیے - پهر جنیوا کانفرنس سے پہلے اُس نے اٹلی کو فرانس کے برابر بحری قوت رکهنے کا حق دے دیا - پهر لنڈن کانفرنس سے پہلے اٹلی کو ٹیریول کا معاوضه اور تجارتی مراعات دیکر اپنا کر لیا تها - سنه ۱۹۲۴ - کے ختم هونے سے پہلے هی کوبلینڈ کا علاقه اٹلی کو دیدیا گیا - اکتوبر سنه ۲۵ ۱۹ - میں لوکارنو کا معاهده هوا - اِس میں اٹلی کو فرانس سے بالا تر جگهه دی گئی - ۹ دسمبر سنه ۲۵ - کو اٹالین طرابلس میں کفرہ اور جغبوب ' سنوسیوں کے متبرک شہر بهی شامل کر دیے گئے - ابهی پورا مہینه بهی گزرنے نه پایا تها که ۲۹ دسمبر کو افریقا اور ایشیا میں اٹالین مطالبات پر " دوستانه غور " کیا گیا - اِس کے ایک مہینه بعد ۲۷ - جنوری سنه ۲۶ کو اٹلی کے جنگی قرضه میں سے ایک بہت بڑی رقم معاف کر دی گئی - ۱۶ اپریل سنه ۲۶ کو اٹالین علاقه اریٹرا اور بهی زیاده وسیع کر دیا گیا اور حبش کی بابت میں اٹلی کا ساجها بهی تسلیم کر لیا گیا - پهر ۷ - اگست میں اٹلی اور اسپین کے ما بین معاهده کرایا گیا اور انگریزی مدبروں نے اعلان کیا که یه معاهده بحر متوسط میں سیاسی توازن کی بہترین ضمانت اور فرانس کی گردن دبانے کا عمده ذریعه ہے - پهر ۲۰ دسمبر سنه ۲۶ کو جب که اٹلی اور فرانس کے تعلقات نہایت کشیده تهے ' جرمنی اور اٹلی میں معاهده پر دستخط ثبت کرا دیے گئے - یه معاهده در حقیقت هجومی دفاعی معاهده ہے اور اِس نے فرانس کی سلامتی کے لیے شدید خطره پیدا کر دیا ہے - اِسکے ایک مہینه بعد ۲۰ - جنوری سنه ۲۷ - کو بحر احمر کے عربی سواحل کی تقسیم هوئی اور اٹلی نے جو کچهه مانگا ' انگلستان نے بخوشی دیدیا "

" اٹلی کی یه خوشامد ' محض موسولینی کی سیاه آنکهوں کے لیے نہیں ہے - در اصل انگلستان اُسے فرانس کے سر پر اُسی طرح سوار کرنے کی فکر میں ہے ' جس طرح اب سے پہلے جرمنی کو مدتوں سوار رکهه چکا ہے - انگلستان نے یورپ کی تقریباً تمام چهوٹی بڑی سلطنتوں کو پهسلا کر اپنے هاتهه میں لے لیا فرانس کو چهوت بنا کر الگ کر دیا ہے ... "

اِس ایک اقتباس هی سے فرانس اور انگلستان کے تعلقات کی موجوده نوعیت معلوم کر لی جاسکتی ہے اور اندازه هو سکتا ہے که اِس وقت یورپ کی سیاست کس طرف جا رهی ہے ؟

" یہ تمام مقنن ' یہ تمام فلسفی ' یہ تمام مفکر ' جنہوں نے اس طرح کی باتیں کہیں ' کیا قانون کی توہین کرنے والے تھے ؟ وہ قانون جو ہمیشہ وقتی اور مقامی ہوتا ہے ؟ میں نہیں جانتا ' سرکاری وکیل کا جواب کیا ہوگا ؟ ممکن ہے وہ کہے " ہاں توہین کرنے والے تھے " لیکن میں ؟ تو میں بھی کہونگا کہ یہ لوگ ' بازگشت تھے اُس قانون کی ' جس سے بڑا کوئی قانون کبھی موجود نہیں ہوا ' یعنی " انسانی ضمیر " کی بازگشت - کیا اِن لوگوں نے اپنے وقت کی عدالت کو بے حرمت کیا ' وہ عدالت جو تغیر پذیر اور غیر معصوم ہے ؟ ہرگز نہیں - وہ تو ابدی عدالت کے طلب گار تھے !

" حضرات ! قانون کی نکتہ چینی کا حق ' مصنف سے سخت نکتہ چینی کا حق ' خصوصاً تعزیری قوانین کی نکتہ چینی کا حق ' وہ قوانین جو ہمارے اخلاق میں وحشت کی تخم ریزی کرتے ہیں ' ہمارا مقدس فرض ہے - اصلاح کے فرض کے پہلو میں یہ فرض ایک نور ہے جو ہمیں صراط مستقیم دکھاتا ہے - یہ حق جس طرح مقنن کو حاصل ہے ' اُسی طرح انشاء پرداز کو بھی حاصل ہے - یہ حق ازلی اور ابدی ہے - آپ اِس کا ضرور اعتراف کرینگے اور ملزمین کو یقیناً بری کر دینگے -

" لیکن سرکاری وکیل کہتا ہے (اور یہ اُسکی مرجعی دلیل ہے) کہ اخبار کی نکتہ چینی ' ضرورت سے زیادہ تھی - سخت تھی - لیکن اے حضرات ! ذرا قریب سے معاملے پر نظر ڈالیے - ذرا اِس نام نہاد جرم کو غور سے دیکھیے ! اخبار کا یہ ہولناک گناہ روز روشن میں دیکھیے !

" کیا ؟ ... ایک شخص ... اُسے موت کا فتوی سنا دیا گیا ... بدنصیب آدمی ! ... ایک دن لوگ اُسے میدان عام میں کھینچ لے گئے ... گلوٹین ... مہیب گلوٹین ' اُسنے اپنی آنکھوں سے قائم دیکھی ... پھر ؟ ... اُس کے خون نے جوش مارا ... اُس نے مقاومت کرنی چاہی ... اُس نے مرنے سے انکار کیا ... آہ ! یا الٰہی ! میں خوب جانتا ہوں - مجھے فوراً کہا جائیگا " وہ قاتل تھا " لیکن ٹھہرو ... سنو ' سنو ... اُسے دو جلادوں نے اُٹھا لیا - اُس کے دونوں ہاتھ بندھے تھے - اُس کے دونوں پاؤں بھی بندھے تھے - لیکن اُس نے جد و جہد کی - اُس نے اپنے دونوں بندھے ہوئے پاؤں ' گلوٹین میں ڈال دیے - پھنسا دیے - اُسنے گلوٹین کے خلاف ' خود گلوٹین کو استعمال کیا - جد و جہد جاری رہی - قوم نے یہ منظر مشاہدہ کیا تو اُس پر خوف چھا گیا - جلادوں نے سخت محنت کی - ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا دیا - اُنکی جد و جہد وحشیانہ تھی ' سنگ دلانہ تھی - اُن کی پیشانی عرق آلود اور شرم سے تاریک ہو رہی تھی - اُن کا رنگ فق ہو رہا تھا - وہ تھکن سے ہانپ رہے تھے - مایوس تھے - میں نہیں کہہ سکتا ' کس خوفناک خیال نے اُنہیں مایوس کر دیا تھا ؟

بے شک قوت قانون کے ہاتھ رہنی چاہیے - یہ مسلم ہے - یہ اصل الاصول ہے - لیکن ؟ لیکن یہ کہ بد نصیب قیدی ' گلوٹین سے لپٹ گیا تھا - رو رو کر معافی کی التجائیں کر رہا تھا - مگر ؟ مگر یہ کہ اُس کے کپڑے اتار ڈالے گئے - اُس کا جسم ننگا کر دیا گیا - اُس کے شانوں پر سے خون کے فوارے اڑنے لگے ... مگر اُس کی جد و جہد جاری رہی - آخر پون گھنٹے کے بعد - ہاں پون گھنٹے کے بعد (یہاں پر سرکاری وکیل نے ہاتھ کے اشارے سے وقت کی تحدید کو غلط بتایا - وکٹر ہیگو نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا :) سرکاری وکیل ہم سے اِمنٹوں کا حساب مانگتا ہے - پون گھنٹہ نہ سہی ۳۵ - منٹ - جناب ۳۵ منٹ - اب تو آپ کو کوئی شکایت باقی نہیں ؟ ہاں ' ۳۵ منٹ کی خوفناک کشمکش کے بعد ... اُس منظر سے ' جس کا کوئی نام نہیں ... اُس عذاب سے — تمام آدمیوں کا عذاب — آپ اچھی طرح سمجھتے ہیں ؟ ... پوری قوم کے عذاب سے - گلوٹین کے عذاب سے - اِس وحشیانہ عذاب سے ' جس کی مدت ' پوری ایک صدی سے بھی زیادہ طویل ہوگئی تھی ' بد قسمت قیدی کو رہائی دی گئی اور وہ قید خانے پہنچا دیا گیا - اُس وقت قوم نے اطمینان کی سانس لی - اُس وقت قوم نے ـــ اُس قوم نے جس کے بلس ابھی تک انسانیت کا کچھ بقایا ہے — اُس قوم نے جو رحم دل ہے ' کیونکہ وہ محسوس کرتی ہے کہ وہ خود مختار اور حاکم ہے — ہاں اُس قوم نے خیال کیا کہ قیدی کی گلو خلاصی ہوگئی -

" لیکن نہیں " گلو خلاصی " ؟ ہرگز نہیں ! بلا شبہ گلوٹین کو اُس وقت شکست ہوئی - لیکن وہ بدستور سر بلند کھڑی رہی !

اُسی وقت نہیں ' وہ ہر روز سر بلند کھڑی ہے - تمام انسانوں کی آنکھوں کے سامنے ' اُن کی مرضی کے خلاف ' کھڑی ہے !

" پھر کیا ہوا ؟ شام کو جلاد ' قیدی پر ٹوٹ پڑے - اُسے رسیوں اور زنجیروں سے اس طرح باندھا کہ ایک بے حس و حرکت لاش بن گیا - اندھیرے میں اُسے میدان میں لٹا لائے - وہ اب بھی چلاتا تھا - روتا تھا - خدا کو پکارتا تھا - اپنے ماں باپ کو پکارتا تھا - زندگی کی دعائیں مانگتا تھا - مگر ؟ مگر اُس کا منہ بند کر دیا گیا - اُسے گلوٹین پر چڑھا دیا گیا - آہ ... اِس کے بعد ؟ ایک خونچکاں سر ' زمین پر پڑا تھا ! اُس وقت انسانیت ' فرط تاثر سے تھرا اُٹھی - قوم کے بدن میں رعشہ پڑ گیا - کیونکہ قانون کے نام پر کبھی کوئی قتل ' اِس قتل سے زیادہ مکروہ اور کمینہ نہیں ہوا تھا - اُس وقت ہر انسان نے عمیق تاثر کے ساتھ محسوس کیا کہ وحشت و بربریت نے انسانیت کی پوری توہین اور نیکی کی پوری تذلیل کی ہے !

" عین اُس وقت ایک مرد خدا ' ایک نوجوان ' اپنے دل کی گہرائیوں سے چلا اٹھا - یہ چیخ اُس کی روح کی چیخ تھی - شفقت کی چیخ ' رنج و الم کی چیخ ' رعب و ہیبت کی چیخ - وہ چیخ جو انسانیت نے بے چین ہو کر بلند کی تھی - لیکن یہ چیخ تمہاری نظر میں جرم ہے ' اور تم اُس پر سزا دینے کی طیاریاں کر رہے ہو !

" یہ تمام واقعات سنکر ' یہ تمام جاں گسل تفصیلات سن کر اے حضرات ! آپ باادب گلوٹین سے کہینگے " تو حق پر ہے " اور تیوری چڑھا کر رحم سے ' مقدس رحم سے کہینگے " تو مجرم ہے " !

" لیکن نہیں اے حضرات ! یہ نا ممکن ہے - میں کہتا ہوں نا ممکن ہے -

" محترم سرکاری وکیل ! میں بغیر کسی تلخی کے کہتا ہوں کہ تم کسی حق کی مدافعت نہیں کر رہے ہو - تم غلطی پر ہو - تم مذہب کی روح سے برسر پیکار ہو - تم ترقی کے اخلاق سے دست بگریباں ہو - قلب انسانی تمہارا دشمن ہے - ضمیر انسانی تمہارا حریف ہے - وہ تمام اصول و مبادی تمہارے مقابلے میں صف بستہ ہیں جن کے سایہ میں ساٹھ برس سے فرانس ترقی کر رہا ہے - جنہوں نے دنیا کو وحشت سے نکال کر متمدن دنیا بنا دیا ہے - اِن تمام اصول و مبادی کا لب لباب اور نچوڑ یہ ہے کہ : انسانی زندگی کی حرمت ' غیر تعلیم یافتہ طبقہ پر برادرانہ شفقت - مذہب

مقالات

قانون کی تنقید اور قانون کی توهین

تاریخ قوانین مدنیۃ کا ایک صفحہ

وکٹر هیگو کي تقریر اپنے لڑکے کي حمایت میں

(۲)

" یه ایک منحوس قانون ہے یه قانون' دنیا کے سامنے ایسے مناظر پیش کرتا ہے جو ادب وحیا سے بالکل خالي هیں - انسانیت' شرم و ندامت سے اپنا منهه چهپا لیتي ہے - خطرناک مناظر ! وحشیانه مناظر! یه قانون " انسانیت کو وحشت کي طرف واپس لے جانا چاهتا ہے - اس کي قربانیاں کتني هي کم هوں' مگر حد سے زیاده خوفناک هوتي هیں! اس کے نتائج کتنے هي هولناک هوں' مگر وہ انساني کو نکته چیني کي اجازت دینا نہیں چاهتا - اگر کوئي حساس ضمیر رکھنے والا نکته چیني کي جرأت کرتا ہے' تو اس کي جرأت " قانون کي توهین " خیال کي جاتي ہے - اور وہ عدالت کے اندر مجرموں کے کٹهرے میں کھڑا کیا جاتا ہے !

" پهر اس کے بعد ؟ جرمانه ! اس کے بعد ؟ قید خانه !

" اگر یهي ہے تو آئیے' هم پارلیمنٹ بند کردیں - مدرسے بند کردیں - اب ترقي و تمدن کے لیے کوئي گنجائش باقي نہیں رهي - آئیے' اب هم اپنے آپ کو " تاتار " اور " تبتي " کہیں - اب هم متمدن قوم باقي نہیں رہے .

" هاں اب همارے لیے یهي اولیٰ ہے که اپنے آپ کو نیم وحشي یا خالص وحشي قوم کہیں - اگر دنیا میں کبهي فرانس نامي کوئي ملک موجود تها' تو اب وہ موجود نہیں رها - تم نے فرانس کو بدل ڈالا ہے - بلا شبه فرانس' شاہ پسند نہیں ہے - لیکن میں دعوے سے کہتا هوں که وہ جمهوري بهي نہیں ہے - اب وہ ان مجرموں کے سوا کچهه اور هوگیا ہے ! (قہقهه)

جج — میں دوباره تنبیه پر مجبور هوں - میں خاموشي کي درخواست کرتا هوں' ورنه اندوں کے خالي کردینے کا حکم دوں گا -

وکٹر هیگو — (تقریر جاري رکھتے هوئے) آئیے هم واقعات پر غور کریں - الزام کو حقائق پر منطبق کریں -

" محترم جج اور جیوري! ایک وقت اسپین میں محاکم تفتیش تهے' اور وهي " قانون " تهے … بہت خوب - لیکن مجهے یه کہنے دیجیے که جو هولناک سزائیں یه محاکم تفتیش دیا کرتے تهے' ان سزاؤں کا احترام' قانون کا احترام نہیں تها - ایک زمانه میں هاتهه کاٹنا قانون تها' لیکن هاتهه کٹنے کي کبهي تعظیم نہیں کي گئي - ایک زمانه میں آگ سے داغنا' قانون تها' مگر اس فعل کي تقدیس کبهي قانون نه تهي - اب ج همارے زمانے میں گلوٹین' قانون ہے … بہت خوب … میں دعوے سے اس حقیقت کا اعلان کرتا هوں که اگرچه آج گلوٹین قانون ہے' مگر خود گلوٹین کي کبهي تعظیم نہیں کي گئي اور نه اس وقت کي جا رهي ہے - میرے آقا' سرکاري وکیل ! یه کیونکر؟ میں ابهي آپ کو اس سوال کا جواب دیتا هوں -

" میں کہتا هوں اس ملک کے باشندے گلوٹین کو بهي نفرت و کراهیت کے اسي گڑهے میں پهینک دینا چاهتے هیں' جس میں اب سے پہلے" ساري جہان کي تحسین و آفرین کے غلغله کے ساتهه' آگ سے داغنے' هاتهه کاٹنے' اور محاکم تفتیش کي سزاؤں کو ابد الآباد تک کے لیے پهینک چکے هیں -

" باشندے چاهتے هیں' عدالت کے بلند اور مقدس چبوترے پر سے اس سڑے هوئے منحوس قانون کي لاش اٹها پهینکیں - کیونکه یه عدل و انصاف کے نوراني چہرے کو اپني تعفن اور ظلمت سے بگاڑ رها ہے …. آہ … جلاد کا منحوس چہرہ …. !

" چونکه هم یه انساني فرض ادا کرنا چاهتے هیں اس لیے هم پر شورش پهیلانے کا الزام لگایا جاتا ہے -

" هاں بے شک هم نہایت خطرناک لوگ هیں - حد سے زیاده خوفناک لوگ ! کیوں ؟ اس لیے که هم گلوٹین کي منسوخي چاهتے هیں … ! اس سے بهي بڑه کر کوئي جرم دنیا میں موجود ہے ؟

اخبار ……… ال کے محرر پر الزام ہے که اس نے قانون کا احترام نہیں کیا - حضرات ! تهوڑي دیر کے لیے هم اس قانون کي عبارت میں' بحث سے الگ هو جائیں' اور پورے خشوع و خضوع کے ساتهه اس قانون کے سامنے کهڑے هوں جو هر قانون کي بنیاد ہے - انساني ضمیر کے سامنے' جو هر سینے میں محفوظ ہے !

جب " سروں " نے' جو اپنے عهد میں سرکاري وکیل تها' یه کہا تها که " همارے تعزیري قوانین' الزام کے دروازے کهولتے مگر ملزم کیلیے بند کرتے هیں " تو کیا اس نے یه کہه کر قانون کي توهین کي تهي ؟

" جب والٹیر نے اپنے زمانے کے ججوں کي نسبت کہا تها " … ان ججوں کا ذکر نه کرو - ان میں سے آدهے بندر هیں اور آدهے چیتے " (قہقهه) تو کیا اس نے قانون کي توهین کي تهي ؟

" جب " روبر کولر " نے ایک قانون کے متعلق خود پارلیمنٹ میں کلا پهاڑ کر کہا تها " اگر تم یه قانون بناتے هو تو میں قسم کها کر کہتا هوں که میں اسے توڑ دونگا " تو کیا یه کہه کر اس نے قانون کي توهین کي تهي ؟

پوری کرنے میں کامل آزادی حاصل ہونی چاہیے - کسی کو بھی اسکی راہ مین رکاوٹ ڈالنے کا حق نہیں ہے - یہ آزادی در حقیقت مذہب استقلال فردی یا مذہب عقد اجتماعی (سوشل کنٹریکٹ) کے ماننے والوں کی آزادی ہے - اِن لوگوں کا دعوی ہے کہ حکومت کے وجود سے پہلے افراد کو کامل آزادی میسر تھی - پھر اُنھوں نے حاکم اعلی کو اپنی آزادی کا کچھہ حصہ اِس شرط پر دیدیا کہ وہ اِس کے معاوضہ میں اُنکے حقوق کی حفاظت و حمایت کرے - یہ خیال در اصل سترھویں اور اٹھارویں صدی کے بادشاہوں کے قہر و استبداد کی وجہ سے پیدا ہوا - سیاست اُس زمانہ کے علماء نے کہا " حاکم کی قوت و اختیار' ذاتی و طبیعی نہیں ہے بلکہ رعایا کی بخشی ہوئی ہے "

غور و بحث کے بعد ظاہر ہوجاتا ہے کہ یہ آزادی صرف اُسی شخص کو حاصل ہوسکتی ہے جس کے متعلق فرض کرلیا جائے کہ اُسے ایسی غیر محدود قوت و قدرت حاصل ہوگئی ہے جس کے ذریعہ وہ اپنی ہر خواہش بے روک ٹوک پوری کرسکتا ہے - اِس آزادی کے دلدادہ کہتے ہیں کہ ہر فرد کو حق ہے کہ اپنی تمام خواہشیں جس وقت اور جس طرح چاہے پوری کرلے - اِس آزادی کا تصور ایسی حالت میں ہرگز نہیں ہوسکتا جب کہ ایک ہی غرض کے حصول کے لیے متعدد افراد کھڑے ہوں - ہر شخص اُسے صرف اپنے ہی لئے لینا چاہے - ظاہر ہے' ایسی صورت میں یہ خیالی آزادی قائم نہیں رہ سکتی - ضرور تصادم ہوگا - زیادہ طاقتور غالب آئیگا - کمزور مغلوب و محروم رہینگے' اور اُن کی آزادی سلب ہوجائیگی -

(مشروط آزادی)

فرد کو زیادہ سے زیادہ اِتنی آزادی مل سکتی ہے کہ وہ اپنے تمام افعال میں آزاد ہو جب تک کہ دوسروں کی آزادی اُس کی آزادی کی وجہ سے خطرے میں نہ پڑے - فرانس کے انقلابیوں نے بھی اپنے سنہ ۱۸۷۹ ع کے اعلان میں آزادی کی یہی تعریف کی تھی : " آزادی ایک قوت ہے جس سے انسان اپنی ہر خواہش پوری کرسکتا ہے بشرطیکہ اُس کی خواہش دوسروں کے لیے نقصان دہ نہ ہو " ہربرٹ اسپنسر نے بھی آزادی کی تعریف یہ کی ہے " ہر شخص آزاد ہے' جو چاہے کرے' بشرطیکہ اپنے فعل سے دوسروں کی آزادی پر دست درازی نہ کرے "

یہ جائز آزادی ہے اور حکومت کے ساتھہ جمع ہوسکتی ہے - بلکہ بغیر حکومت کے اُسکا وجود مشکل ہے - یہ آزادی اُسی وقت ممکن ہے جب کہ اُس کی پشت پناہی پر ایک حاکمانہ نظام موجود ہو - اِس آزادی کی اولین شرط یہ ہے کہ دوسروں کی آزادی اور حقوق پر دست درازی نہ ہونے پائے - لہذا ایک بالا تر قوت کا وجود لازمی ہے جو ہر فرد کے حقوق معین کردے' اُن کی حفاظت و حمایت کی ذمہ دار بن جائے' اور ہر قسم کی زیادتی روک سکے - پس جائز شخصی آزادی' نظام حکومت ہی کے ذریعہ پائی جا سکتی ہے - اِس آزادی کو سیاسی اصطلاح میں " شہری آزادی " کے نام سے پکارتے ہیں -

اِس تفصیل سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ حکومت کا اہم ترین فرض' شخصی آزادی کی ضمانت ہے - لیکن اِس بارے میں بھی علماء سیاست کا اختلاف ہے - ایک گروہ کا خیال ہے کہ حکومت کا فرض صرف اِسی قدر ہے کہ افراد کی شخصی آزادی کی دور سے حفاظت کرے مگر خود اُس میں دخل نہ دے - چنانچہ وہ حکومت کے لیے جائز نہیں سمجھتے کہ افراد کے ذاتی معاملات میں کسی قسم کی بھی مداخلت کرے - اُنکے خیال میں افراد کو اپنے بچوں کی تعلیم پر مجبور کرنا' زراعت کے خاص طریقے جاری کرنے' کارخانوں کے لیے قواعد قرار دینا' مزدوری کی شرح مقرر کرنا' یہ' اور اِس قسم کے دوسرے کام' حکومت کے لیے ناروا ہیں - وہ کہتے ہیں حکومت کو صرف وہ کام کرنے چاہئیں جن سے افراد کی شخصی آزادی محفوظ رہے - مثلاً اُسے فوج مرتب کرنا' قلعے بنانا' اور جنگی بیڑے طیار کرنے چاہئیں' تاکہ دوسری قومیں ملک کی آزادی پر حملہ نہ کرسکیں - اِسی طرح پولیس اور دیوانی اور فوجداری عدالتیں وغیرہ رکھنا بھی جائز ہے تاکہ افراد کے حقوق محفوظ رہیں - اِس کے مقابلہ میں ایک دوسرا گروہ حکومت پر کوئی پابندی عاید نہیں کرتا - اُس کے خیال میں حکومت کو وہ تمام کام کرنے چاہئیں جنمیں افراد یا جماعت کی بھلائی متصور ہو -

(وطنی اور آئینی آزادی)

علم سیاست میں " استقلال فردی " اور " مشروط آزادی " کے علاوہ ایک قسم " وطنی آزادی " کی بھی ہے - اِس سے مقصود قوم کی خود مختاری ہے - جب کوئی قوم اپنی خود مختاری حاصل کرلیتی ہے تو کہا جاتا ہے' اُسنے " وطنی آزادی " پالی -

آزادی کی ایک چوتھی قسم بھی ہے اور اُسے سیاست کی اصطلاح میں " دستوری آزادی " کہتے ہیں - اِس سے مقصود یہ ہے کہ قوم پر ایک ایسی حکومت قائم ہو جسے خود قوم ہی نے منتخب کیا ہو' اور وہ قوم کے سامنے ذمہ دار اور جوابدہ ہو' جیسی کہ ولایات متحدہ امریکا' فرانس' اور انگلستان وغیرہ کی حکومتیں ہیں -

(سلطنت اور حکومت)

یہاں یہ جاننا بھی مناسب ہے کہ سلطنت (اسٹیٹ) اور حکومت (گورنمنٹ) میں کیا فرق ہے ؟ سلطنت سے مقصود یہ ہے کہ کسی محدود خطہ میں انسانی افراد کی کوئی جماعت آباد ہو اور اُس پر کوئی حکمراں قوت موجود ہو' عام اِس سے کہ حکمراں قوت اکثریت کے ہاتھہ میں ہو' یا اقلیت کے ہاتھہ میں' یا فرد واحد کے ہاتھہ میں - یہ قوت باقی تمام لوگوں پر غالب و حاوی ہو - لہذا سلطنت کے موجود ہونے کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں : حکم اور اطاعت - جہاں کہیں حکم کرنے والی قوت اور اطاعت کرنے والی جماعت موجود ہو' کہا جائیگا کہ سلطنت موجود ہے - یا یوں سمجھو کہ سلطنت' حاکم اور محکوم کے مجموعہ کا نام ہے - رہی حکومت تو وہ اُس شخص یا جماعت کا نام ہے جسکے ہاتھہ میں حکمراں قوت ہوتی ہے -

اِس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ " مشروط آزادی " (اور یہی شہری آزادی ہے) کی حفاظت کا ذمہ حکومت کے سر ہے - لیکن اگر حکومت کسی مستبد اور ظالم شخص کے ہاتھہ میں ہوگی تو وہ اپنی مرضی کے مطابق افراد کی آزادی اور حقوق پر دست درازی کر سکتا ہے - دستوری حکومتوں میں استبداد کا اِتنا خطرہ نہیں ہے - لیکن اُن میں بھی شخصی آزادی کی ضمانت یکساں نہیں ہوتی - اِس ضمانت کا تعلق براہ راست' دستور حکومت سے ہوتا ہے - جن ملکوں کا دستور حکومت زیادہ مستحکم ہوتا اور مشکل سے بدلا جا سکتا ہے' وہاں شخصی آزادی سب سے زیادہ محفوظ رہتی ہے - یہ اِس لیے کہ اگر دستور حکومت آسانی سے بدلا جاسکتا ہے تو شخصی آزادی پر بھی آسانی کے ساتھہ دست درازی کی جا سکتی ہے -

مطبوعات جدیدہ

شخصی آزادی

مختلف سیاسی مذاہب کی نظر میں

حال میں منبرجہ صدر موضوع "الحریۃ الشخصیۃ" پر ایک نہایت مفید اور دلچسپ مجموعۂ مقالات مصر میں شائع ہوا ہے جس کے مقالہ نگاروں نے کوشش کی ہے کہ اس باب میں جس قدر مختلف نقطہ ہاے نظر اور سیاسی مذاہب موجود ہیں ' انہیں صحت بیان کے ساتھہ واضح کر دیا جاے - "شخصی آزادی" کے باب میں اگرچہ بے شمار افکار و آرا' موجود ہیں ' لیکن اہم اور اصولی مذاہب تین ہیں :

(۱) "مذہب تقئید علی الاطلاق" یعنی وہ مذہب جو کامل شاہیت اور شاہی استبداد کے اعتراف کا نتیجہ ہے ' اور جو کہتا ہے کہ کسی فرد واحد کو اپنے مالکوں اور آقاؤں کے خلاف مطالبۂ ازادی کا حق ہی نہیں ہے -

(۲) "مذہب استقلال مقید و مشروط" جو اسوقت عملاً تمام اُن ممالک کی هئیت اجتماعیہ کا مذہب ہے ' جو دستوری یا جمہوری حکومت کے طریقوں پر عامل ہوچکے ہیں - اس مذہب کے معتقدین شخصی آزادی کا مطالبہ ہر فرد کا فطری حق قرار دیتے ہیں ' مگر ساتھہ ہی جماعت ' قوم ' اور نظم کے مشترک مقاصد کی بالا تری بھی تسلیم کرتے ہیں - ان کے اعتقاد میں ہر فرد کو آزاد ہونا چاہیے ' لیکن اسی حد تک ' جس حد تک جماعت ' قوم ' اور حاکمانہ نظلم کا مزاج موافقت کرے -

(۳) "مذہب استقلال فردی علی الاطلاق" جو فرد کے حقوق آزادی کو اصل قرار دیکر هیئت اجتماعیہ کا تمام نظام اُس کے مطابق رکھنا چاہتا ہے - اس کے معتقدین اُن تمام قیود اور شرائط کے اعتراف سے انکار کرتے ہیں جو کسی حال میں بھی فرد کی انفرادی آزادی کے خلاف ہوں -

پہلا مذہب یکقلم متروک و مہجور سمجھا جاتا تھا ' لیکن اٹلی کے فیشی سیزم نے پھر اُسے زندہ کر دیا ہے -

ہم اس مجموعہ سے پہلے ایک مقالہ دوسرے مذہب کی تائید میں (جو وقت کا مُسلم اور معمول بہ مذہب ہے) حذف و اضافہ کے بعد نقل کرتے ہیں - اُس کے بعد تیسرے مذہب کے مزید افکار و مباحث نقل کرینگے تاکہ قارئین الہلال اس اہم موضوع کے تمام اطراف پر نظر ڈال سکیں -

---

شخصی آزادی کے معنے کیا ہیں ؟ لوگوں کو اِس کے شرح و بیان میں سخت ٹھوکریں لگی ہیں - شخصی آزادی کا مفہوم عام طور پر یہ سمجھہ لیا گیا ہے کہ ہر فرد اپنی ہر طلب بے روک ٹوک پوری کرسکے - اِس غلط فہمی کا بڑا سبب ' حکام کا طرز عمل ہے ۔ مطلق العنانی اور ذاتی مفاد کے مقابلے میں رعایا کے فوائد سے بے پروائی ! اُنھوں نے اپنا شعار بنا لیا - اِس غلو کا نتیجہ یہ نکلا کہ محکوموں میں بھی غلو پیدا ہوگیا - انتہائی استبداد کے مقابلے میں انتہائی آزادی کا مطالبہ شروع ہوا - اور اِس طرح شخصی آزادی کا صحیح مفہوم بدل گیا -

اِس غلو نے بالاخر یہ اصول پیدا کیا کہ " حکومت اور آزادی یک جا جمع نہیں ہو سکتی " اِس اصول کے ماننے والوں کا استدلال یہ ہے کہ حکومت سے مقصود ملک میں ایسے حاکم اعلی کا وجود ہے ' جسکی اطاعت تمام افراد کے لیے ضروری ہو - وہ قانون بنائے ' قانون کی پابندی پر مجبور کرے ' مخالفوں کو سزائیں دے ' محصول لگائے ' رعایا کی مرضی کے خلاف اعلان جنگ کردے ' اور قتل و خونریزی کا بازار گرم ہوجائے - وہ کہتے ہیں ' اِس صورت میں کسی فرد کی بھی شخصی آزادی محفوظ نہیں رہ سکتی -

(مذہب استقلال فردی)

اِس اصول کے قائل ہر قسم کی حکومت کے خلاف ہیں - اُنکے خیال میں حکومت کی موجودگی افراد کو اُنکی کامل آزادی سے محروم کر دیتی ہے - وہ کہتے ہیں ' ہر فرد کو اپنی خواہشیں

اصلاح جو مذہب انتقام کی جگہ قائم ہوگیا ہے - تمہاری دشمن ہر وہ چیز ہے جو عقل کو روشنی بخشتی ہے - ہر وہ چیز جو روح کو ابھارتی ہے : یعنی دین اور فلسفہ - ایک طرف سے (حضرت) مسیح (علیہ السلام) اور دوسری طرف سے والٹیر !

" حضرات ! اب میں اپنا بیان ختم کرنا چاہتا ہوں - اے میرے فرزند ! میری آنکھہ کے نور ! میرے جگر کے ٹکڑے ! ہاں اے میری جان ! میں تجھی کو مخاطب کرتا ہوں - تجھی کو جو مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا ہے ! آج تو شرافت و عزت کی ایک عظیم منزل طے کر رہا ہے - خدا نے تجھے محبت کی نظر سے دیکھا اور اِس لائق بنایا کہ تو حق کیلیے جنگ کرے - مقدس حق کے لیے غم کھائے - تو آج اُس منزل میں قدم رکھہ رہا ہے ' جو ہمارے زمانے میں حقیقی مردانگی کی منزل ہے - یعنی عدل و انصاف کیلیے جنگ - حقیقت کیلیے جنگ - عظیم بن جا ! بلند ہوجا ! تو کیا ہے ؟ عقل انسانی اور حقیقی جمہوریت کا ایک معمولی سپاہی ! تو آج اُس جگہ بیٹھا ہے جس پر تجھسے پہلے " برانجیہ " بیٹھہ چکا ہے - تو " لامونیہ " کی کرسی پر بیٹھا ہے - اپنے عقائد میں کمزور نہ ہو - یہ تجھسے میرے آخری لفظ ہیں - یہ میری وصیت ہے ' بشرطیکہ تجھے وصیت کی ضرورت ہو - غور کر ' تو اِس وقت " لزوارک " کی جگہ بیٹھا ہے - آہ میری مسرت ! میرے لڑکے کو کیسی عزت ملی ہے ! ...

" میں کہہ چکا ... "

آثار علمیہ خطیہ

صحیح بخاری کا ایک تاریخی نسخہ

(مجدد الدین فیروز آبادی اور ملا وجیہہ)

انسان کی طرح کتابوں کی بھی زندگی ہے - جس طرح انسان پر پیدائش و موت ' اقامت و سفر ' غربت و ہجرت ' اور عروج و زوال کے حوادث و ایام گزرتے ہیں ' ٹھیک اسی طرح کے حوادث و ایام سے فکر انسانی کی ان کاغذی مخلوقات کی تاریخ بھی مرتب ہوتی ہے - ایک شخص دنیا کے کسی خاص حصہ میں پیدا ہوتا ہے ' لیکن سیلاب حوادث اچانک اسے دنیا کے ایک دور دراز حصہ میں پہنچا دیتے ہیں جسکا اسے کبھی وہم و گمان بھی نہ ہوا ہوتا - یہی حال دنیا کی مشہور و معروف کتابوں اور اُن کے تاریخی نسخوں کا بھی ہے - سینکڑوں ہزاروں کتابیں اور اُن کے نسخے آج دنیا کے مختلف حصوں میں موجود ہیں - اگر اُن کی تاریخی حیات پر نظر ڈالی جائے تو انقلاب و حوادث عالم کی ایک عجیب و غریب داستان نمایاں ہوجائیگی - جہاں معلوم انتقال اور تغیر کی کیسی کیسی منزلوں سے گزرنے کے بعد ' وہ اپنے مولد و منشاء کی جگہ ' دور مقامات میں آج پناہ گزین ہو رہے ہیں - بہت ممکن ہے کہ ایک کتاب اب سے ایک ہزار برس پہلے دنیا کے کسی ایک گوشہ میں پیدا ہوئی ہو ' اور آج دس صدیوں کے اُن انقلابات و تغیرات کے بعد جن سے بے شمار ملکوں اور قوموں کی موت و حیات اور عروج و زوال کی داستانیں وابستہ ہیں ' دنیا کے ایک دوسرے انتہائی گوشہ میں پہنچ گئی ہو !

(ایک نسخہ کی سوانح حیات)

شیخ ابو اسماعیل الازدی نے دوسری صدی ہجری کے وسط میں فتوح الشام کی روایات جمع کیں - صاحب ابن عباد نے چوتھی صدی ہجری میں اپنے خزانۂ کتب کے لیے اُس کا نسخہ ابن فارس امام لغة و عربیة کی زیر نگرانی و تصحیح لکھوایا - پانچویں صدی میں یہ نسخہ نہیں معلوم حوادث و تغیرات کی کتنی منزلیں طے کرکے غزنی پہنچا ' اور سلاطین غزنویہ کی مہریں اُس پر ثبت ہوگئیں - پھر غزنی سے نکل کر دشت غربت و مہاجرت کی نئی نئی منزلیں طے کیں ' اور تمام بلاد ایران و عراق طے کرکے مصر جا پہنچا ' چنانچہ ساتویں صدی کے اواخر میں شیخ ابو یعلی مصری کا دستخط اُس پر ثبت ہوا ' اور نصف صدی تک اسی سرزمین میں مقیم رہا - پھر اُس کے بعد یہی نسخہ یمن پہنچتا ہے ' اور کتب خانۂ شاہی کی مہر اس پر ثبت ہوتی ہے - نیز بعض سلاطین یمن اسی نسخے پر اسکی قرات و درس کی اجازت اپنے شیوخ سے لیتے ہیں - پھر یمن سے یہ نسخہ نکلتا ہے ' اور کٹک (ملا بار) پہنچتا ہے ' مگر وہاں کی آب و ہوا راس نہیں آتی ' اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد دکن پہنچکر سلاطین عادل شاہی کا مہمان ہوتا ہے - یہاں عرصہ تک مقیم رہتا ہے ' لیکن اُس کے بعد پھر طرح طرح کے تغیرات و حوادث پیش آتے ہیں - یہانتک کہ بالآخر یہ نسخہ سنہ ۱۷۹۹ - میں ایک فرانسیسی کے ہاتھہ لگتا ہے اور اب پیرس کے قومی کتب خانے میں محفوظ ہے !

کتاب عراق میں پیدا ہوئی ' رے میں لکھی گئی ' غزنی میں مقیم ہوئی ' غزنی سے مصر پہنچی ' مصر سے یمن ' یمن سے ملا بار ' ملا بار سے بیجا پور ' بیجا پور سے پانڈیچری ' پانڈیچری سے ایشیا اور یورپ کے تمام بری اور بحری فاصلے طے کرکے پیرس دار الحکومت فرانس میں !

به بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ؟

(ہندوستان کا گذشتہ دور علم)

اِس سلسلہ میں ہندوستان کا پچھلا دور علم خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر ہے - یہ ملک عربی و اسلامی تمدن کے تمام بڑے بڑے مرکزوں سے بعید و مہجور تھا - دمشق ' بغداد ' قاہرہ ' اندلس ' خوارزم ' شیراز ' رے ' اصفہان ' یمن ' وغیرہ ممالک ' عربی و اسلامی تمدن کے وقتاً فوقتاً مرکز رہے ' لیکن ہندوستان ان میں سے کسی ملک سے بھی متصل اور قریب نہ تھا - تاہم ہندوستان میں وقتاً فوقتاً علوم عربیة و اسلامیہ کے جیسے جیسے عظیم الشان ذخیرے جمع ہوے ' اور عربی علوم کے اصلی نسخوں اور امہات نقل و کتابت کا جیسا قیمتی سرمایہ فراہم ہوا ' وہ کسی طرح بھی اسلامی تمدن کے مرکزی مقامات سے کمتر قرار نہیں دیا جاسکتا ' اور ہندوستان کے امراء و علماء کی علمی قدر دانیوں اور علمی مساعی کی حیرت انگیز شہادت بہم پہنچاتا ہے - گذشتہ نو صدیوں کے اندر بے شمار ملکی انقلابات پیش آئے - ہر انقلاب میں علم و تمدن کا پچھلا ذخیرہ برباد ہوا ' اور نئے ذخیروں کی از سر نو بنیادیں پڑیں - خصوصاً سترھویں صدی کے اوائل سے لیکر غدر سنہ ۵۷ ع کی انقلابی بربادیوں تک کا زمانہ تو علمی ذخائر کی تباہیوں کا ایک مسلسل دور تھا - بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ جونپور ' مالوہ ' دکن ' دہلی ' آگرہ ' لکھنؤ ' اور مرشدآباد میں نو سو برس کے اسلامی تمدن نے جس قدر ذخائر علم جمع کیے تھے ' اُن کا دو تہائی حصہ یکقلم برباد ہوگیا ' اور ایک تہائی حصہ جو باقی رہا ' اُس کا بھی بڑا حصہ منتشر ہوکر یا تو یورپ پہنچ گیا ' یا گمنام اور مجہول گوشوں میں نا پید ہوگیا - با این ہمہ آج بھی ہندوستان کی فراہم شدہ کتابوں کا جس قدر سراغ خود ملک کے اندر یا ملک سے باہر لگ سکتا ہے ' اُس سے ہم اسکی عظمت و کثرت کا وثوق کے ساتھہ اندازہ لگا سکتے ہیں - عربی و اسلامی علوم و فنون کی کوئی شاخ بھی ایسی نہیں ہے جس کی امہات کتب کے اصلی نسخے (یعنی وہ نسخے جو یا تو مصنف کے ہاتھہ کے لکھے ہوے تھے ' یا آئمۂ فن کے درس و مطالعہ میں رہ چکے تھے اور اصلاح نقل لینے کے لیے زیادہ مستند سمجھے جاتے تھے ' یا اسی طرح کی کوئی اور اہمیت رکھتے تھے) ہندوستان نہ پہنچے ہوں ' اور نہ صرف سلاطین و امراء کے کتب خانوں میں ' بلکہ ایک ایک قصبہ اور قریہ کے اندر اُن کی بڑی تعداد موجود نہ ہو - قرآن مجید ' صحاح ستہ ' معاجم و مسانید ' تفاسیر و شروح ' امہات اصول و فقہ ' تاریخ و علوم کے وہ نسخے جو سلسلۂ علم کے آئمۂ و اکابر نے حجاز ' عراق ' مصر '

سب سے زیادہ مشکل تبدیلی امریکا کے دستور حکومت کی ہے - اِس تبدیلی کے لیے ضروری ہے کہ ملک کی دو ثلث آبادی کی منظوری لی جائے - یعنی مجلس حکومت کے دو ثلث ممبروں کی رضامندی ضروری ہے - لیکن دوسرے ممالک مثلاً انگلستان میں دستور کی تبدیلی اِتنی مشکل نہیں ہے - وہاں پارلیمینٹ کو اختیار ہے ' جب چاہے ' تھوڑی سی اکثریت پیدا کرکے بدل ڈالے -

بنا بریں امریکا کا نظام حکومت دنیا کے تمام ملکوں کے موجود نظام حکومت سے زیادہ بہتر اور شخصی آزادی کے لیے زیادہ ضمانت رکھنے والا سمجھا جاتا ہے - یہی وجہ ہے کہ اُس ملک میں جتنی شہری آزادی موجود ہے ' اُتنی روئے زمین پر کسی دوسرے ملک میں موجود نہیں - البتہ روس کا نیا انقلاب اس سے مستثنے ہے -

(حکومت اور افراد)

حکومت کو افراد پرکس قسم کا اقتدار حاصل ہونا چاہیے ؟ اِس کے سمجھنے کے لیے یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ فرد اور سلطنت یا قوم کے درمیان کیا تعلق ہے ؟

" مذہب استقلال فردی " کے ماننے والوں کا خیال ہے کہ سلطنت یا قوم میں فرد ' مستقل مرکزی حیثیت رکھتا ہے ' اور یہ کہ تمام افراد نے باہم معاہدہ کرکے اپنے تئیں اِس شرط پر حاکم کے حوالہ کردیا ہے کہ وہ اُن کی شخصی آزادی کی حفاظت کرے اور دوسرے افراد کی دست درازیاں روکے - لہذا حکومت کا اقتدار و اختیار صرف اِسی دائرے میں محصور ہے - یعنی زیادتی کا روکنا - اٹھارویں صدی کے علماء سیاست میں اِس مذہب نے بہت مقبولیت حاصل کی تھی ' مگر بعد میں عملاً متروک ہوگیا -

علماء سیاست کا ایک دوسرا گروہ کہتا ہے کہ فرد اور سلطنت کا باہمی تعلق ایک مضبوط طبیعی تعلق ہے - یہ تعلق ویسا ہی ہے ' جیسا مختلف اعضاء کا جسم سے ہوتا ہے - جس طرح هاتھ جسم سے کٹ کر باقی نہیں رہ سکتا ' اُسی طرح فرد ' سلطنت یا قوم سے علحدہ ہوکر زندہ نہیں رہ سکتا - اِس گروہ کا خیال ہے کہ سلطنت اُس وقت سے موجود ہے ' جب سے انسان کی جماعتی زندگی کا آغاز ہوا ہے - شروع میں جب انسان ابتدائی وحشت کی حالت میں تھا ' تو اُس وقت سلطنت بھی بالکل ابتدائی حالت میں تھی - اُس زمانہ میں قبیلہ ہی سلطنت تھی - کیونکہ سلطنت کی یہ تعریف کہ " حاکم اور محکوم موجود ہیں " قبیلے پر بھی صادق آتی تھی غرضکہ اِس گروہ کا مذہب یہ ہے کہ فرد اور سلطنت میں ہرگز تفریق نہیں ہو سکتی - اِس مذہب کا نام " مذہب عضوی " ہے - اِس مذہب کے بموجب سلطنت جیتی زندہ جسم کی طرح لگا تار نمو کرتا رہتا ہے - یہی دائمی نمو ' نظام اجتماعی کی ترقی کا باعث ہوتی ہے -

اِس تمثیل سے مقصود یہ نہیں ہے کہ سلطنت ہر اعتبار سے زندہ جسم کے مشابہ ہے - کیونکہ سلطنت کا نمو ' اضطراری اور غیر اختیاری نہیں ہے - یعنی اُس کی ترقی میں افراد کے ارادے کو دخل ہے - افراد ہی اپنے ارادے سے اُسے ترقی دیتے اور آگے بڑھاتے ہیں - برخلاف اِس کے حیوانی و نباتی اجسام کے نمو میں اختیار و ارادہ دخل نہیں رکھتا - وہ اضطراری و طبعی طور پر موجود ہوتا اور برابر جاری رہتا ہے -

اِس مذہب نے مذہب " استقلال فردی " کو بالکل متزلزل کر دیا ہے - کیونکہ آخر الذکر ' فرد کو سلطنت سے الگ حیثیت دیتا اور حکومت کا اقتدار و اختیار محدود کرکے سلطنت کی ترقی روکتا ہے - برخلاف اِس کے دوسرا مذہب ' افراد اور سلطنت کو ایک ہی جسم قرار دیتا ہے اور اِس طرح اُسے نفع پہنچاتا ہے - اِس مذہب کی رو سے فرد کو جماعت یا قوم کے فائدے کے لیے شخصی نقصان گوارا کر لینا چاہئے - جیسا کہ ہاتھ ' سر یا دل کی حفاظت کے لئے اپنا وجود خطرہ میں ڈال دیتا ہے -

اگر افراد اِس مذہب پر عمل لے آئیں ' تو حاکم کے اُن تمام قوانین کی بخوشی اطاعت کرینگے ' جن سے اگرچہ شخصی طور پر انہیں نقصان پہنچ سکتا ہے مگر وہ جماعت کے لئے مفید ہیں - کیونکہ وہ سمجھینگے کہ قانون ' عام فائدہ کے لئے ہے ' نہ کہ شخصی فائدہ کے لئے ' اور یہ کہ عام مصلحت کے مقابلے میں شخصی مصلحت فنا ہو جانی چاہئے -

لیکن اگر مذہب " استقلال فردی " تسلیم کرلیا جائے ' تو اِس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ حاکمانہ قوت کا احترام جاتا رہے گا اور سلطنت کی ترقی رک جائیگی - پھر جب سلطنت کمزور ہو جائیگی تو لازمی طور پر فرد بھی کمزور ہو جائیگا - کمزور سلطنتوں کی یہی حالت دنیا مشاہدہ کر رہی ہے - وہ نہ تو خود خوش نصیب ہیں ' نہ اُن میں افراد ہی کو خوش نصیبی میسر ہے - موجودہ علماء سیاست کا خیال ہے کہ تاریخ کے تجربے اور روز مرہ کے مشاہدے ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ " مذہب عضوی " قبول کریں اور دنیا میں اُس کی اشاعت کریں -

یہ نا ممکن ہے کہ دنیا میں کوئی جماعت ایسی موجود ہو سکے جسکی بنیاد مذہب استقلال فردی پر ہو - جماعتوں کی کامیابی و ترقی کے لیے لازمی ہے کہ اُسکے تمام افراد ' مذہب عضوی کے ماننے والے ہوں ' مجموع میں جذب ہو جائیں ' اور عموم کی مصلحت کے سامنے اپنی شخصیت بھول جائیں - یہی ایک طریقہ ہے جس سے انسانی جماعتیں (سیاسی ہوں یا اجتماعی) ترقی کر سکتی ہیں - کوئی انسانی جماعت ' انانیت کو اپنا اصول قرار دے کر زندہ نہیں رہ سکتی - کیونکہ یہ نا ممکن ہے کہ تمام افراد کے اغراض اور خواہشیں بالکل متفق و متحد ہو جائیں - یہی باعث ہے کہ جن ملکوں میں حکومت سے بے اعتمادی ' مذہب انانیت یا استقلال فردی کے طرف عام میلان پیدا کر رہی ہے ' وہاں کوئی بھی مشترک عمل کامیاب نہیں ہوتا - کتنی ہی انجمنیں قائم ہوتی ہیں ' شروع شروع میں بڑا جوش و خروش دکھایا جاتا ہے ' لیکن پھر بہت جلد کارکنوں میں پھوٹ پڑ جاتی ہے اور پوری تحریک ختم ہو جاتی ہے -

مشرق اِس بیماری کا بری طرح شکار ہوا ہے - اُسکی وطنیت و قومیت فنا ہو گئی ہے ' عام مصالح ضائع ہو گئے ہیں ' اور جماعتی تحریکوں کی کامیابی کی بہت کم مثالیں نظر آتی ہیں - مشرق کو یہ مہلک مرض در حقیقت مستبد بادشاہوں کی وجہ سے لاحق ہوا - یہ بادشاہ صدیوں تک مشرقی قوموں پر مسلط رہے ہیں ' اور اپنے ذاتی اغراض کے لیے جماعتی مصالح برباد کرتے آئے ہیں - نتیجہ یہ ہوا کہ نسلوں کے تجربہ و مشاہدہ کے بعد مشرقی اقوام کے دلوں میں یہ بات جم گئی کہ قومی وحدت بیکار ہے ' اور مصلحت عام کے لیے سعی لا حاصل ہے - ہوتے ہوتے اب اُنکی حالت یہ ہوگئی ہے کہ وطنیت ' قومیت ' عام مصلحت ' جماعت ' وغیرہ الفاظ کے لیے اُن کے دلوں میں کوئی کشش پیدا ہی نہیں ہوتی -

(يمن کے سلاطين رسولي)

يمن کے خاندان رسولي کا تذکرہ علم تاريخوں ميں بہت کم ملتا هے ' اس ليے لوگ اُن کے ناموں سے آشنا نہيں - اس نسخه کي تاريخ حيات کي توضيح کے ليے ضروري هے که مختصراً اس کا ذکر کر ديا جاے -

يمن ميں ساتويں صدي هجري کے اوائل سے ليکر تقريباً نويں صدي کے درمياني عهد تک ايک خاص خاندان کے افراد کي حکومت رهي هے جو " رسولي " کے لقب سے مشہور تها - يه لوگ اصلاً ترکمان تهے ' اور ترکمانوں کے قبيله " ميجک " سے تعلق رکهتے تهے ' ليکن جب اتفاقات وقت نے يمن جيسے خالص عربي ملک کا حکمران بنا ديا ' تو ضرورت هوئي که کسي نه کسي طرح اپنا سلسلۂ نسب عرب سلاطين و امراء سے ملاديں - چنانچه ظاهر کيا گيا که اُن کے مورث اعلى جبله بن ايهم غساني کي نسل سے هيں جو حضرة عمر (رضي الله عنه) کے زمانے ميں مسلمان هوکر پهر مسيحي هو گيا تها ' اور قسطنطنيه چلا گيا تها - الحاق نسب کي صورت يه اختيار کي گئي که جبله عرصه تک روم ميں مقيم رها - اُس نے اگرچه مسيحي مذهب اختيار کرليا تها ' ليکن اس کا قلب مطمئن نه تها - مرتے وقت اُس نے اپني اولاد کو وصيت کي که بلاد روم سے نکل کر اسلامي ممالک ميں جائيں اور مسلمان هوکر زندگي بسر کريں - وه ترکمانوں کے قبائل ميں آکر مقيم هوگئے - اور اس طرح ان کي عربيت ' ترکمانيت سے مبدل هوگئي !

اس خاندان کا پهلا فرد جو تاريخ ميں نماياں هوتا هے ' محمد بن هارون بن يوحي رستم هے - خلفاء عباسيه کے زمانے ميں يه عراق آيا اور تهوڑے عرصه کے اندر عزت و قبوليت حاصل کرلي - اُس زمانے ميں حکومت بغداد کو ايک سفير و رسول کي ضرورت تهي جو مصر و شام ميں احکام خلافت کا مبلغ هو - خليفه نے محمد بن هارون کا اس غرض سے انتخاب کيا ' اور اس طرح يه خاندان پہلے عراق سے شام ميں ' اور پهر شام سے مصر ميں منتقل هوگيا - بغداد کي سفارت و وکالت کي بنا پر محمد بن هارون " رسول " کے لقب سے پکارا جاتا تها - يه تلقب اس قدر مشهور هوا که آگے چل کر پورا خاندان " رسول " کي نسبت سے پکارا جانے لگا -

مصر ميں جب ايوبيوں کي حکومت قائم هوئي ' تو يمن اُس وقت مصر کے زير اثر تها - انهوں نے وهاں کي ولايت کيليے توران شاه بن ايوب کو بهيجا ' اور اسکے ساتهه خاندان رسولي کو بهي روانه کر ديا ' کيونکه مصر ميں انکي موجودگي سياسي مصالح کے خلاف تهي - عرصه تک يه خاندان يمن ميں امراء و اشراف کي زندگي بسر کرتا رها - ليکن ساتويں صدي کے اوائل ميں جب ملک ظاهر بيبرس مصر ميں حکمراں هوا ' تو يمن ميں ايسے تغيرات و حوادث پيش آئے که اس خاندان کو امارت سے نکل کر رياست و فرمانروائي کي تخت نشيني کا موقعه ملگيا ' اور کچهه عرصه کي کشمکش و تنازع کے بعد حکومت مصر نے بهي اس کا استقلال تسليم کرليا - اس خاندان کا پهلا حکمراں ملک المنصور نور الدين عمر بن علي بن رسول تها - يه سنه ٦٢٨ - ميں مسند نشين هوا ' اور سنه ٦٤٧ ه ميں اپنے غلاموں کے هاتهوں قتل هوا - يمن کے علاوه حجاز و حرمين کي حراست و خدمت بهي مصر سے نکل کر اسي حکمراں خاندان کے قبضه ميں آگئي تهي -

(ملک الاشرف)

اِسي سلسلۂ حکومت کا ساتواں فرمانروا ملک الاشرف اسماعيل بن عباس بن علي بن داؤد رسولي تها ' جسکا اس نسخه کي تحرير ميں ذکر هے ' اور جس کے کتب خانه سے يه نسخه نکل کر کسي طرح هندوستان پهنچ گيا هے -

ملک الاشرف ٢١ - شعبان سنه ٧٧٨ - ه ميں مسند نشين هوا ' اور سنه ٨٠٣ - ه ميں انتقال کيا - شيخ شرف الدين بن ابي بکر المقري نے مرثيه لکها تها ' جسکے اشعار حافظ ابن حجر نے نقل کيے هيں :

هو الدهر کرت بالخطوب کتائبه
و غصت بانياب حداد نوائبه

تمام مورخين بالاتفاق شهادت ديتے هيں که اس خاندان کے تمام سلاطين اهل علم و فضل تهے ' اور علم و فضل کي قدر شناسي ميں اپنا عديل نهيں رکهتے تهے - اس خاندان کا پهلا فرمانروا جس نے حکومت مصر کي نيابت سے ترقي کرکے استقلال و فرمانروائي کي حيثيت حاصل کرلي ' سلطان نور الدين تها - الخزرجي صاحب عقود اللؤلؤيه (جس کا ذکر آگے آتا هے) لکهتا هے که اُس کي زندگي کي سب سے بڑي مشغوليت يه تهي که اطراف عالم سے اهل علم و فضل کو يمن و حجاز ميں جمع کرے ' اور مدارس و مساجد سے اپني مملکت معمور کردے - مکه معظمه ' تعز ' عدن ' زبيد ' وادي سهام ' اور تهامه کے ايک ايک قصبه ميں اُس نے مدرسے اور مسجديں تعمير کيں - مکه معظمه کا مدرسه اُس عهد کے تمام مدارس حجاز پر فوقيت رکهتا تها - زبيد ميں تين مدرسے الگ الگ تعمير کيے - مدرسۂ شافعيه ' مدرسۂ حنفيه ' اور دار الحديث - ان سب کے ليے اوقاف و محاصل تهے جن سے مدرسين و طلباء کو وظائف ديے جاتے تهے - (جلد اول : ٨٤) ملک المظفر جو اس سلسله کا دوسرا فرمانروا هے ' وه نه صرف علوم کا قدر شناس اور مدارس و جوامع کا باني تها ' بلکه خود بهي صاحب علم و فضل تها - تفسير ' حديث ' اور طب ميں اُس کي مصنفات کا حافظ ابن حجر عسقلاني اور قاضي شوکاني نے ذکر کيا هے - الخزرجي لکهتا هے که حديث کي تمام امهات کتب اس نے اپنے قلم سے لکهي تهيں - ان کي تعداد و ضخامت ديکهکر تعجب هوتا هے که حکومت کي آلودگيوں کے ساتهه علم و کتابت کے ليے اتنا وقت کيونکر نکل سکا ؟ اُس کے علمي شوق کا يه حال تها که امام فخر الدين رازي کي تفسير کبير جب اُس کی نظر سے گزري تو بعض حصے ناقص اور تشنه محسوس هوے - اُس وقت قاهره ميں تاج الدين بن بنت الاعز قاضي القضاة تهے - اُنهيں لکها که تفسير کے مصححه نسخے بهيج ديں - اُنهوں نے چار نسخے بهيجے - ليکن ان سب کا بهي وهي حال تها - اس پر خيال هوا که خود مصنف کے قلم کا لکها هوا مسوده ديکهنا چاهيے - چنانچه ايک سفارت يمن سے هرات بهيجي گئي - اُس نے امام موصوف کے قلم سے لکها هوا اصلي نسخه بصرف کثير حاصل کيا - خود سلطان موصوف کي يه عبارت خزرجي نے نقل کي هے " ميں نے جب يه اصلي نسخه ديکها تو ميري کاوش دور هوگئي ' کيونکه اس ميں وه تمام مقامات ساده چهوڑ دیے گئے تهے ' اس سے معلوم هوتا هے که مصنف کا اراده نظر ثاني کا تها جو پورا نه هوسکا " (جلد ١ : ٢٢٨) جن اهل نظر نے تفسير کا بالاستيعاب مطالعه کيا هے ' وه سلطان موصوف کي صحت نظر و رائے کي تصديق کرينگے -

خوارزم ' بلاد فارس ' اور مغرب و اندلس میں لکھے تھے یا انکی تصحیح کی تھی ' نہ صرف دھلی و آگرہ کے شاھی کتب خانوں میں بلکہ جونپور اور اودھ کے قریوں تک میں موجود تھے - یاقوت مستعصمی کے لکھے ہوے مصاحف ' رے اور شیراز کے مجمع قراء و حفاظ کے مصححہ قرآن ' حفاظ حدیث کے لکھے ہوے یا املاء شدہ مجامیع حدیث ' حافظ ابن صلاح اور نو وی جیسے اکابر حدیث کے دستخطی صحیحین ' حافظ ابو الحجاج مزی اور امام ذھبی کی مصححہ صحاح ستہ ' حافظ ابن حجر اور انکے معاصرین کی خود نوشتہ مصنفات ' آگرہ اور دھلی میں اسی طرح ملتی تھیں ' جس طرح بغداد اور قاھرہ میں مل سکتی تھیں !

(پانچ نسخے)

ھندوستان کے مختلف گوشوں میں اب بھی اس پچھلے دور علم کے نشان قدم باقی ھیں - حیرت ہوتی ہے کہ علم و فن کے اُن ذخائر کی کثرت و عظمت کا کیا حال ہوگا ' جو اتنی بربادیوں کے بعد بھی بے نام و نشان نہ ہو سکے ؟

ہم چاھتے ھیں ' اس سلسلہ میں بعض تاریخی نسخوں کا ذکر کریں - بالفعل پانچ نسخوں کی تاریخ پیش نظر ہے - یہ وہ نسخے ھیں جن میں سے کسی کی زندگی پانچ صدیوں سے کم نہیں ہے اور جن پر انقلاب و حوادث ایام کے بڑے بڑے دور گزر چکے ھیں :

(۱) جامع صحیح بخاری کا نسخۂ رسولی مصححۂ و درسیۂ شیخ مجدد الدین فیروزآبادی صاحب قاموس و سفرالسعادۃ -

(۲) صحیح مسلم کا نصف اخیر مصححۂ حافظ ابن الصلاح صاحب مقدمہ - و درسیۂ حفاظ مدرسۂ اشرفیۂ قاھرہ -

(۳) کتاب زاد الرفاق صلاح الدیـــن الابیـــوردی (المتـــوفی سنہ ۵۵۷ ھ) مصححـــۂ مصنف جس پر قاضی الفاضل یعنے قاضی عبدالرحیم بن علی وزیر سلطان صلاح الدین ایوبی کا دستخط ثبت ہے -

(۴) تاریخ مکہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی - مصححۂ شمس الدین یوسف سبط ابن الجوزی -

(۵) مقامات حریری کا نسخہ غرناطہ جو امیر ناصر الدین عسقلانی (المتوفی سنہ ۷۴۳ ھ) کے کتب خانہ میں داخل ہوا - پھر سنہ ۹۷۰ میں دکن پہنچا ' اور دکن سے ایک شائق علم شیخ محمد یوسف نامی نے حاصل کیا -

(جامع صحیح بخاری نسخۂ رسولی)

آج ہم صحیح بخاری کے نسخۂ رسولی کے آخری صفحہ کا عکس مع مختصر تشریحات کے شائع کرتے ھیں - یہ نسخہ مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب رئیس دھلی کے کتب خانہ میں موجود ہے - اس نسخہ کی تاریخی نوعیت حسب ذیل ہے :

(۱) اصل نسخہ بغداد میں لکھا گیا ہے اور وھاں درس و املاء میں رہ چکا ہے -

(۲) بغداد سے شام پہنچا ' اور متعدد علماء و حفاظ حدیث نے املاء و درس کے وقت اسکی تصحیح کی اور جابجا بین السطور اور حواشی میں اختلاف رواۃ و نسخ کی نسبت فوائد و منہیات کا اضافہ کیا -

(۳) شام سے یہ نسخہ غالباً مصر پہنچا ' اور خاندان رسولی کے امراء مقیمین قاھرہ کے ہاتھہ لگا - جب وہ یمن پر قابض ہوے تو اُن کے ساتھہ یمن پہنچکر شاھی کتب خانہ میں داخل ہوا -

(۴) جب شیخ مجدد الدین فیروزآبادی صاحب قاموس ' یمن پہنچے ' اور سلطان ملک الاشرف رسولی نے اُن سے صحیح بخاری کی اجازت حاصل کرنی چاھی ' تو اسی نسخہ پر درس و املاء کا سلسلہ جاری ہوا ' اور اتمام درس کے بعد شیخ موصوف نے اپنے قلم سے ملک الاشرف کے لیے سند و اجازت کی سطور تحریر کردیں -

چنانچہ کتاب کے آخر میں شیخ مجدد الدین کے قلم سے حسب ذیل عبارت مرقوم ہے :

" ...... سماعاً علي لجميع الصحيح مولانا و مولنا و خليفة الله في عصرنا ' السلطان بن السلطان بن السلطان ' المالك الملك الاشرف ' ممهد الدنيا و الدين ' اسماعيل بن العباس بن علي بن داؤد ' خلد الله سلطانه ' و شيد بعدله قواعد الدين و اركانه ! في بضع و ثلثين مجلساً من شهر رمضان ' سوى المجلسين الاخرين في شوال ' من عام تسعة و تسعين و سبعمائة ' و اجزيت روايته و رواية سائر ما يجوز لي و عني روايته بشرطه - قاله و كتبه الملتجي الى حرم الله تعالى محمد بن ابي محمد بن محمد بن ابراهيم الفيروزابادي ' تجاوز الله عنه ' و صلى الله على سيدنا محمد و اله و اصحابه و سلم "

تاریخ و عبر

تاریخ اسلام کا نفسیاتی مطالعہ

عہد امویہ کا خاتمہ اور عباسیہ کی تاسیس

تاریخ اسلام کے ابتدائی عہد کے سیاسی دواعی و محرکات

کچھ عرصہ ہوا مرحوم شیخ محمد خضری نے جامعۂ مصریہ میں تاریخ اسلام پر دو سال تک درس دیا تھا جس کا مجموعہ "تاریخ امم اسلامیہ" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اب اس کا ایک نیا ایڈیشن جامعہ نے شائع کیا ہے۔ جسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے نظر ثانی کرکے کتاب کے متعدد اہم مقالات زیادہ مبسوط اور جامع کردئیے ہیں، اور ہر بحث بھی پہلے سے زیادہ موزوں اور مسلسل ہے۔ بلاشبہ تاریخ اسلام کے مباحث کی سطح اس سے بہت زیادہ بلند ہونی چاہئے جس قدر اس کتاب میں نظر آرہی ہے۔ تاہم کتاب کی قدر و قیمت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ نئے ایڈیشن کے اضافات میں سب سے زیادہ اہم مقالہ عہد امویہ کے اختتام اور عباسیہ کی تاسیس کے ذہنی دواعی و محرکات ہیں۔ ہم اس کا خلاصہ چند نمبروں میں شائع کردینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اس سے تاریخ اسلام کے مطالعہ میں مزید کاوش اور تفکر کی راہ باز ہوتی ہے۔

عباس ابن عبدالمطلب

عباس بن عبدالمطلب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ یہ بنی ہاشم کے ایک معزز سردار اور مشہور تاجر تھے۔ جاہلیت میں ابوسفیان صخر بن حرب سے ان کی دوستی بہت گہری تھی۔ ظہور اسلام کے بعد رسول اللہ صلعم سے ان کا اخلاص کبھی کم نہیں ہوا، بیعت عقبہ تک پہنچ گیا تھا، اگرچہ باقاعدہ مسلمان ایک مدت کے بعد ہوئے۔ رسول اللہ صلعم بھی ان سے بڑی عزت و محبت کا سلوک کرتے تھے۔ یہ خلافت عثمانی میں (سنہ ۳۲ھ) ۸۸ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔

عبداللہ بن عباس

عبداللہ بن عباس، اپنے والد کے منجھلے لڑکے تھے۔ ہجرت سے دو برس پہلے پیدا ہوئے، رسول اللہ کو ان سے بھی بہت محبت تھی۔ آپ نے ان کے لئے تفقہ فی القرآن کی دعا کی تھی۔ حضرت عمر، ان کی علمیت، عقل، فصاحت کی وجہ سے انھیں اپنی مشورت کی خاص مجلسوں میں شریک کرتے، اور باوجود کم سنی کے ان سے فتویٰ لیتے تھے۔ حضرت عثمان نے انھیں سنہ ۳۵ھ کے حج کا امیر مقرر کیا۔ حضرت علی کی خلافت میں وہ انکے دست راست اور قوت بازو تھے۔ بصرہ کے صوبے کی ولایت (گورنری) بھی انھیں ملی تھی۔ امیر معاویہ کی خلافت میں وہ سیاسیات سے الگ ہو کر طائف میں مقیم ہوگئے اور وہیں سنہ ۶۸ھ میں انتقال کیا۔

علی بن عبداللہ بن عباس

حضرت عبداللہ بن عباس کی اولاد میں سب سے زیادہ اہمیت، انکے سب سے چھوٹے بیٹے، علی، کو حاصل ہے۔ یہ عین اُس دن پیدا ہوئے جس دن امیرالمومنین علی علیہ السلام پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ اسی مناسبت سے اُن کا نام، علی رکھا گیا۔ یہ نہایت باوقار، وجیہ، فصیح و بلیغ، اور عالی حوصلہ تھے۔ کہا جاتا ہے، اُس وقت ان سے زیادہ خوبصورت کوئی قریشی موجود نہ تھا۔ اُن کا زہد و عبادت بھی بہت مشہور ہے۔ بنی امیہ نے انھیں مدینہ اور دمشق کے راستہ پر ایک گاؤں "حمیمہ" جاگیر میں دے دیا تھا۔ یہ وہیں رہے اور اُن کی تمام اولاد بھی وہیں پیدا ہوئی۔ سنہ ۱۱۸ھ میں انھوں نے انتقال کیا۔

محمد بن علی

علی بن عبداللہ کے بیٹوں میں "محمد" نے بہت شہرت حاصل کی۔ کیونکہ وہ ابراہیم، ابوالعباس السفاح، اور ابوجعفر منصور کے والد تھے جن سے خلافت عباسی کا آغاز ہوا۔ اسی قدر نہیں بلکہ انھی نے یہ نئی دعوت شروع کی اور اپنے باپ علی بن عبداللہ کی زندگی میں شروع کی لیکن خود علی کو اس سے کوئی تعلق نہ تھا۔

عباسی خلافت کا تخیل

اس جلیل القدر خاندان کے تعارف کے بعد اب ہمیں دیکھنا چاہئے کہ عباسیوں میں خلافت حاصل کرنے کا خیال کیونکر پیدا ہوا اور اموی خلافت برباد کرکے انھوں نے اپنی شہنشاہی کس طرح قائم کرلی؟

آنحضرت (صلعم) کے وفات کے بعد معاملۂ خلافت میں جو اختلاف رائے ہوا، اُس کی تفصیلات معلوم و مشہور ہیں۔ بالآخر جمہور صحابہ نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور اس طرح اس خطرناک اختلاف کا بظاہر خاتمہ ہوگیا۔

لیکن معلوم ہے کہ ایک جماعت ابتدا سے موجود تھی جو خلافت کا حق بنوہاشم یعنی خاندان نبوت میں محصور دیکھتی تھی۔ اسی جماعت میں حضرت عباس بھی تھے۔ یہ اگرچہ بنوہاشم میں سب سے زیادہ مسن تھے مگر کوئی شخص بھی انھیں حضرت علی پر ترجیح نہیں دیتا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام اپنے تئیں خلافت کا سب سے زیادہ مستحق سمجھتے تھے۔ خود حضرت فاطمہ علیہا السلام کا بھی یہی خیال تھا۔

لیکن بالآخر حضرت علی، حضرت عباس، اور اُن کی تمام جماعت نے جمہور کے فیصلہ پر عمل کیا۔ عہد صدیقی اور عہد فاروقی دونوں گزر گئے۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں خلافت کی بحث نے از سرنو سر اُٹھایا۔ حضرت علی خیال کرتے تھے کہ مجلس شوریٰ کے اکثر ارکان نے حضرت عثمان کو خلیفہ منتخب کرکے اُنکے ساتھ ناانصافی کی ہے۔

حضرت عثمان کے آخری عہد میں حضرت عباس کا انتقال ہوا۔ انھوں نے کثیر اولاد چھوڑی، مگر یہ ثابت نہیں کہ اُن میں سے کوئی ایک بھی خلافت حاصل کرنے کا متمنی ہوا ہو۔

حضرت عثمان کی خلافت کے چھٹے سال ایک جماعت میں خیال پیدا ہوا کہ خلافت، حضرت عثمان سے حضرت علی کو منتقل کردی جائے۔ اس تحریک کے چند داعی، بڑے بڑے اسلامی مرکزوں: کوفہ، بصرہ اور فسطاط (مصر) میں ظاہر ہوئے۔ تحریک کا آغاز اس طرح ہوا کہ حضرت عثمان کے عمال و حکام کی مذمت شروع کی گئی۔ اُن کی بُرائیاں مشہور کی جانے لگیں۔ ایک ملک کے لوگ دوسرے ملک کے لوگوں کو یہ باتیں لکھتے اور پھر سب اپنی جماعت کے لوگوں کو مدینہ میں ان حالات سے مطلع کرتے۔ تھوڑی ہی مدت کے بعد تمام اسلامی ملکوں میں حضرت عثمان کے ولاۃ و حکام بدنام ہوگئے اور عام شکایت پیدا ہوگئی۔ اس کامیابی کے بعد ان لوگوں نے خود خلیفہ کی مذمت شروع کی اور حضرت عثمان پر بہت سے الزام لگائے جن میں سے بعض صحیح تھے اور بعض بالکل بے بنیاد تھے۔ حضرت عثمان کی نرمی طبیعت اور فتنہ و فساد سے صد درجہ احتیاط نے اس صورت حال کے لئے بہت افزا فضا پیدا کردی تھی۔ انھوں نے تینوں اسلامی مرکزوں یعنی کوفہ، بصرہ، اور فسطاط کے شورش پسند جمع کئے، اور فریادی بن کر دارالخلافہ، مدینہ پر چڑھ دوڑے۔ حضرت عثمان نے نہایت درجہ نرمی دکھائی۔ اُن کی تمام شکایتیں تسلیم کرلیں، اور مطالبات منظور کرلئے۔ اسپر بظاہر ان لوگوں نے رضامندی اور اطمینان کا اظہار کیا اور اپنے اپنے ملکوں کی طرف روانہ ہوگئے۔

مگر چند دن بعد صورت حال نے ایک نیا پہلو بدلا۔ مصری وفد جوش و غضب کی حالت میں راستے سے واپس لوٹا۔ اُس کے پاس ایک خط تھا جس پر حضرت عثمان کی مہر تھی اور اس کا مضمون یہ تھا کہ "مصری وفد قتل کر ڈالا جائے"۔ بیان کیا گیا کہ یہ خط حضرت عثمان نے والی مصر کے نام بھیجا تھا۔ لیکن جب یہ خط پیش ہوا تو حضرت عثمان نے قسم کھا کر کہا کہ نہ تو انھوں نے یہ خط لکھا ہے اور نہ اس کے لکھنے کا حکم دیا ہے۔ بلوائیوں نے یقین کرلیا۔ مگر ساتھ ہی اسے مروان بن الحکم کی شرارت قرار دیا اور اُس کے حوالہ کردینے کا مطالبہ کیا۔ حضرت عثمان نے مروان کے حوالہ کرنے سے انکار کیا۔ اسپر انھوں نے اُن کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور بالآخر اُس فعل کے مرتکب ہوئے جس سے تاریخ اسلام کی طبیعت آج تک قطعاً نا آشنا تھی یعنی حضرت عثمان قتل کر ڈالے گئے۔ یہ پہلی اجتماعی معصیت تھی جو مسلمانوں سے دنیا میں سرزد ہوئی!

اب خلافت، حضرت علی علیہ السلام کے سامنے پیش کی گئی۔ آپ نے پس و پیش کے بعد قبول کرلیا۔ لیکن آپ کو ایک دن بھی چین نہ ملا۔ رشتۂ نظم و ملت بکھر چکا تھا۔ سرکشی و طغیان کا مادہ سر اُٹھا چکا تھا۔ نزاع و شقاق نے مسلمانوں کا گھر دیکھ لیا تھا۔ مدعیوں سے برابر جنگیں جاری رہیں۔ یہاں تک کہ رمضان سنہ ۴۰ھ میں شہید ہوگئے۔

آپ کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام کو اہل کوفہ نے خلیفہ بنایا مگر انھوں نے انتہائی دانشمندی اور بے نظیر ایثار سے کام لیکر جس کی کوئی دوسری نظیر تاریخ عالم میں موجود نہیں ہے، مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگیوں کا خاتمہ کردینا چاہا۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اہل عراق بھروسہ کے قابل نہیں ہیں اور اُن کے عظیم المرتبہ والد کے لئے ہمیشہ پریشانیوں کا موجب رہے ہیں۔ انھوں نے امیر معاویہ سے صلح کرلی، اور خلافت سے دست بردار ہوگئے۔ سنہ ۴۹ھ میں آپ نے انتقال کیا۔ امیر معاویہ نے خلافت اپنے لڑکے یزید کے

اسي خاندان کا تيسرا حکمران الملک المويد تها جس کي نسبت خزرجي نے تصريح کي ہے کہ اسکي تصنيف مختصر کتاب الجمہرہ علماء عصر ميں مقبول و مشہور ہے -

ملک اشرف کے باپ ملک الافضل کا ترجمہ حافظ ابن حجر عسقلاني نے درر کامنہ ميں درج کيا ہے - وہ لکهتے هيں علم و فضل کا قدر شناس تها اور خود بهي تمام علوم عربيہ و دينيہ ميں درجۂ رسوخ و نظر رکهتا تها - اسکي مصنفات ميں سے يمن کي دو تاريخيں ' تاريخ ابن خلکان کا مختصر ' اور فن انساب ميں بغية ذوي الهمم اس درجہ کي کتابيں تهيں ' جنکي اهميت کا تمام اکابر مصر و شام نے اعتراف کيا تها -

خود ملک اشرف کا (جسکے کتب خانہ کا يہ نسخہ ہے اور جس نے اِس پر فيروز آبادي سے سند حديث لي) يہ حال تها کہ مصر ' حجاز ' شام ' عراق ' اور بلاد فارس تک کے علماء کو اُسکي قدر شناسيوں نے کهينچ بلايا تها - اس نے بهي اپنے پيشروں کي طرح بلاد يمن و حجاز ميں متعدد عظيم الشان عمارتيں درس و ترويج علم کيليے تعمير کيں اور بڑے بڑے محاصل انکے مخارج کيليے وقف کر ديے - وہ خود بهي صاحب علم و فضل تها اور علوم لغة و ادب اور فقہ و حديث کا هميشہ اشتغال رکهتا تها - اُس کي علمي قدر دانيوں کا اندازہ کرنے کے ليے صرف وهي معاملات کفايت کرتے هيں جو اس ميں اور فيروز آبادي ميں پيش آتے رہے - عربي لغة کي سب سے زيادہ مقبول و متداول کتاب القاموس اُسي کي قدر دانيوں نے فيروز آبادي سے لکهوائي تهي - چنانچہ قاموس کے ديباچہ ميں مصنف اِس خاندان کے مدح کرتے هوئے لکهتا ہے :

مولي ملوک الارض ' من في وجهه
مقبلس نور ' ايما مقبلس

(مجد الدين فيروز آبادي)

مجد الدين فيروز آبادي اُن اکابر علم ميں سے تهے جنهيں سلاطين وقت کي فياضيوں نے صف علم کي طرح صف امارت ميں بهي ممتاز کرديا تها - اُن کا سنہ ولادت ۷۲۹ ھ - ہے اور تاريخ وفات ۲۰ شوال سنہ ۸۱۷ ھ - کازرون ميں پيدا هوے ' شيراز ميں ابتدائي تعليم حاصل کي - اور عراق اور مصر و شام کے آئمۂ علوم سے تکميل کي - اُن کے اساتذہ ميں وقت کے تمام آئمۂ علوم مثلاً شيخ تقي الدين سبکي ' ابن مظفر النابلسي ' حافظ علائي ' ابن نباتہ ' عزالدين ابن جماعة وغيرهم کے نام نظر آتے هيں - امام ابن قيم بهي اُن کے اساتذہ ميں هيں - يہ اُنهي کے فيض تلمذ کا نتيجہ تها کہ اگرچہ اُن کي ابتدائي نشو و نما فقہاء شافعيہ کے زير اثر هوئي ' ليکن تقليد کي بندشوں سے آزاد هوگئے ' اور اصحاب تحقيق و اجتهاد کا ذوق و مشرب پيدا هوگيا - چنانچہ ان کي کتاب سفر السعادة اور السعاد في رتبة الاجتهاد ميں اِس ذوق کي جهلک صاف نماياں ہے - اُس عهد کے سلاطين ميں کوئي بادشاہ ايسا نهيں ہے جس نے اُن کي قدر داني نہ کي هو - شاہ منصور بن شجاع صاحب تبريز ' ملک اشرف صاحب يمن ' بايزيد يلدرم ' تيمور صاحب قران ' احمد بن اويس صاحب بغداد ' ناصر الدين محمد شاہ دهلي ؛ اِن سب کے درباروں ميں وہ پهنچے اور انعام و اکرام سے مالا مال هوے - سنہ ۷۹۶ ھ ميں هندوستان سے واپس جاتے هوے سواحل يمن ميں اُترے اور ملک اشرف سلطان يمن سے ملاقات هوئي - وہ ان کے فضل و کمال کا غلغلہ پہلے هي سن چکا تها - يہ موقعہ غنيمت تصور کيا ' اور اُن کي اقامت پر اصرار کيا - اُن زمانے ميں يمن کے قاضي القضاة جمال الدين الريمي شارح التنبيہ کا انتقال هوگيا تها اور منصب خالي تها يہ اس منصب پر مامور هوے اور بيس سال تک يمن کے قاضي القضاة رہے -

(نسخہ کي تاريخي توثيق)

خوش قسمتي سے يمن کے خاندان رسولي کي ايک مستقل تاريخ شائع هوگئي ہے - يہ شيخ علي بن الحسن الخزرجي کي العقود اللؤلؤية في تاريخ الدولة الرسوليہ ہے جسے دو دو جلدوں ميں گب ميموريل فنڈ کے امينوں نے قاهرہ ميں چهپوا کر شائع کيا ہے - اس کا اصلي نسخہ يمن سے عهد عالمگيري ميں ' هندوستان آيا تها ' اور معتمد خاں عالمگيري کے کتب خانے ميں داخل هوا تها - وهاں سے نکلا اور محمد شاہ کے عهد ميں اسکے وزير قمر الدين خاں مرحوم کے قبضہ ميں آيا - قمر الدين خاں کے کتب خانے سے نکل کر وارن هستنگز کے پاس پهنچا - اُس نے انڈيا آفس کے کتب خانے کي نذر کرديا -

اس تاريخ ميں سلاطين رسوليہ کے عهد کے واقعات روزنامچہ کي طرح تاريخ وار درج هيں - ميں نے اس خيال سے ملک اشرف کے زمانے کے واقعات پر نظر ڈالي، کہ شايد اس نسخہ کے درس و املاء کي طرف کوئي اشارہ مل جائے - ميرا قياس صحيح نکلا - فيروز آبادي نے صحيح بخاري کے درس و املاء کي جن مجالس کا اپني عبارت ميں ذکر کيا ہے ' ٹهيک اُنهي تاريخوں ميں اُسکا ذکر خزرجي نے بهي کيا ہے -

سنہ ۷۹۹ کے واقعات ميں لکهتا ہے :

" ۲۴ رمضان کو يمن ميں امام فقيہ علامة القاضي الجلد مجد الدين محمد بن يعقوب الشيرازي پهنچے - سلطان نے انکا بڑا اعزاز و اکرام کيا - چار هزار درهم بطور رقم ضيافت کے پہلے هي سے مرحمت فرمائے - اس سے پہلے چار هزار درهم عدن بهيجے گئے تهے تاکہ عدن سے زبيد تک کے مصارف سفر ميں مدد ديں - شيخ موصوف علوم حديث ' نحو ' لغة ' تاريخ ' اور فقہ ميں درجۂ مشيخت رکهتے هيں - انکي مصنفات ميں سے بخاري کي شرح ہے جو نهايت مشرح اور مفيد ہے " (جلد ۲ ؛ ۲۶۵)

پهر سنہ ۷۹۷ ھ - کے وقائع ميں لکهتا ہے کہ ۶ - ذي الحجہ کو شيخ مجد الدين قاضي القضاة مقرر کيے گئے اور سلطان کا فرمان اس بارے ميں شائع هوا - (صفحہ ۲۷۸)

سنہ ۷۹۹ - ھ کے وقائع ميں لکهتا ہے :

" و في شهر رمضان من هذه السنة سمع السلطان صحيح البخاري من حديث رسول الله صلعم على القاضي مجد الدين يومئذ و کان ذا سند عال من طرق شتى " (صفحہ ۲۸۶)

اس تصريح سے عبارت مندرجۂ نسخہ کي پوري توثيق هوگئي - معلوم هوگيا کہ سلطان ملک اشرف نے فيروز آبادي سے صحيح بخاري کي سند و اجازت حاصل کي تهي ' اور رمضان ميں املاء و سماع کا سلسلہ جاري رها تها - جو نسخہ زير درس و املاء رها ' اور جس پر سند دي گئي ' وہ يهي نسخہ ہے - نهيں معلوم اس نسخہ پر ايام و حوادث کے کيسے کيسے تغيرات گزر چکے هيں ؟

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم

(۳۰ : ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

(محمد شفیق مصری اخبار نویس کی سیاحت نجد کی یہ تیسری قسط ہے۔ الہلال)

ریاض

ریاض، پایۂ تخت ہونے کی وجہ سے نجد کا سب سے بڑا اور سب سے اہم شہر ہے۔ اُس میں بکثرت بلند عمارتیں موجود ہیں، مگر سب قدیم طرز کی ہیں۔ شاہی خاندان کے محل اپنی وسعت اور خوشنمائی میں ریاض کی تمام عمارتوں سے ممتاز ہیں۔ شہر کے گرد عظیم الشان شہر پناہ ہے۔ پُرانے مشرقی وضع کے پھاٹک لگے ہیں اور ضرورت کے وقت مقفل کر دیئے جاتے ہیں۔ ریاض کے چاروں طرف نخلستان پھیلے ہوئے ہیں۔ ایک مزرعہ خاص خاندان شاہی کا ہے۔ اِس میں دو چیزیں دیکھ کر مجھے تعجب ہوا: ایک گلاب اور دوسری کپاس۔ معلوم ہوتا ہے سلطان ابن سعود نے روئی کے یہ چند درخت اتفاقیہ طور پر نصب نہیں کر رکھے ہیں بلکہ نجد میں روئی کی کاشت جاری کرنی چاہتے ہیں جیسا کہ مجھ سے بعض ارکان حکومت نے اشارۃً بیان کیا تھا۔ اگر سلطان نے یہ کیا تو یقیناً ملک کو بہت فائدہ حاصل ہوگا۔ باشندے مالا مال ہو جائیں گے۔

مدرسے

ریاض میں چند دینی مدرسے موجود ہیں۔ مگر ان کی حیثیت، قدیم مسجدی مکتبوں سے زیادہ نہیں۔ اِن میں بچوں کو ضرورت بھر لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔ نیز پورا قرآن بھی حفظ کرا دیتے ہیں۔ علوم دینیہ کی تکمیل میں لوگ اپنا زیادہ وقت صرف نہیں کرتے۔ بہت تھوڑے آدمی ایسا کرتے ہیں۔ باقی ضرورت بھر تعلیم حاصل کر کے دنیاوی کاروبار میں لگ جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں قرآنی احکام کی رُو سے ضروری نہیں کہ تمام لوگ علوم دینیہ حاصل کریں۔ یہ کافی ہے کہ ایک منتخب جماعت اِن میں مشغول رہے۔

مسجدیں

ریاض میں کُل ۶ مسجدیں ہیں۔ اِن میں کوئی زینت و آرائش نہیں ہوتی۔ فرش بھی نہیں ہوتا۔ گنبد بھی نہیں ہیں۔ اکثر میں چھت بھی نہیں ہے۔ جمعہ کی نماز صرف ایک مسجد میں ہوتی ہے۔ خطبہ سننے کا اہتمام اِس درجہ شدید ہے کہ بعض لوگ صبح ہی سے آکر منبر کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔ مسجدوں میں روشنی بھی زیادہ نہیں کی جاتی۔ ایک دو شمعوں سے کام لیا جاتا ہے۔ نماز فجر کے بعد روز صبح کو موذن، نمازیوں کی حاضری لیتا ہے۔ پہلے دن کی غیر حاضری پر ٹوپی چھین لی جاتی ہے۔ دوسرے دن کی غیر حاضری پر جبہ ضبط کر لیا جاتا ہے۔ تیسرے دن کی غیر حاضری پر جسمانی سزا دی جاتی ہے!

نماز جمعہ کے بعد بادشاہ یا اُس کا نائب، محل شاہی کے ایوان میں نمازیوں سے ملاقات کے لئے بیٹھتا ہے۔ اُس وقت تمام حاضرین کو پہلے چاء اور نجدی قہوہ پلایا جاتا ہے۔ آخر میں بخور دانیاں پھرائی جاتی ہیں جن میں مشک و عنبر سلگتا ہے۔

قصر شاہی

قصر شاہی بالکل عربی طرز کا ہے۔ اُس میں اینٹ چونے کے بڑے بڑے خوبصورت ستون کھڑے ہیں، جن کے نقش و نگار نہایت نظر فریب ہیں۔ دو منزلہ عمارت ہے۔ نچلی منزل میں دعوت کا وسیع ایوان ہے۔ اِسمیں بیک وقت سیکڑوں مہمان بیٹھ سکتے ہیں۔ اطراف میں ملازم لوگوں کے لئے کھانے کے کمرے ہیں۔ نیچی منزل، گویا دعوت خانہ ہے۔ بالائی منزل میں وسیع ایوان ہیں۔ ایک ایوان میں خود سلطان کا کتب خانہ اور دفتر خاص ہے۔ ایک اور ایوان، ولی عہد امیر سعود کے لئے مخصوص ہے۔ باقی حصوں میں بڑے بڑے افسر اور شاہی طبیب کا قیام ہے۔ اِسی محل کے متصل ایک اور محل ہے، اور اُس میں سلطانہ اور شاہی بیگمیں رہتی ہیں۔ زنانہ خدم و حشم کی تعداد ۴۰۰ ہے۔

سلطان ابن سعود

سلطان عبد العزیز بن سعود، دراز قامت ہیں۔ جسم بھرا ہوا اور ٹھوس ہے۔ رنگ، گندمی ہے۔ آنکھیں چمکیلی ہیں۔ پیشانی، کشادہ ہے۔ عینک استعمال کرتے ہیں۔ غیر معمولی ذہانت، قوت ارادی، عزم و حزم، خوش مزاجی، تدبیر یہ اوصاف ہیں جو سلطان کی صورت دیکھتے ہی آدمی محسوس کر لیتا ہے۔ عمر ۵۰ کے قریب ہے۔ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں گولی لگی تھی۔ اُس کا نشان اب تک نمایاں ہے۔ وہ ہمیشہ سر جھکا کر چلتے ہیں۔ نجدی وضع کا فرغل جیب پہنتے ہیں اور اُس کا ایک دامن ہمیشہ بغل میں دبائے رہتے ہیں تاکہ تیز چلنے میں

پوری قوم اُن سے محبت کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُنھیں اپنی زندگی کا کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوتا۔ وہ بغیر کسی محافظ کو ساتھ لئے بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔

پہلی ملاقات

پہلی ملاقات ہی میں سلطان مجھ سے بالکل بے تکلف تھے۔ اُنھوں نے گفتگو میری مزاج پرسی سے شروع کی: "راستہ میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟" "میرے جنڈے داروں نے کیسا سلوک کیا؟" "کبھی بدّو نے کوئی شرارت تو نہیں کی؟" اسی قسم کے بہت سے سوال شروع کر دیئے۔ میں نے اپنے سفر کی تمام روداد سنادی۔ جس قدر میری خاطر تواضع ہوئی تھی، شکریہ کے ساتھ اُس کا بھی ذکر کیا۔ جو کچھ امن و امان میں نے مشاہدہ کیا تھا، اُس کی طرف بھی اشارہ کیا۔ چوری، قزاقی، اور جرائم کی عدم موجودگی پر تعجب کا اظہار کیا۔

سلطان کی گفتگو

میری خاموشی کے بعد سلطان نے کہا:

"الحمد للہ ہمارے ملک میں ایک ہی دین اور ایک ہی مذہب ہے۔ تمام نجدی ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ بلاشبہ فقہ اسلامی میں ۴ مذہب مشہور ہیں۔ لیکن ہمارے خیال میں امام احمد بن حنبل کا مذہب، سنت رسول اللہ سے زیادہ قریب ہے۔ ہمارے عقیدے میں تمام مسلمان، باہم بھائی بھائی ہیں۔ نجد میں ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے "السلام علیکم" کہدینے کے معنی یہ ہیں کہ دونوں خدا کے امان و سلام میں ہوگئے۔ تمام مسلمان، کلمۂ توحید پر جمع ہیں۔ تمام حبل اللہ المتین کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ اِسی بنیاد پر ہماری سلطنت قائم ہے۔ ہم سلطنت کے بھوکے نہیں ہیں اور نہ فخر و غرور اور تن پروری کے لئے حکومت کرتے ہیں۔ زمین، اللہ کی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ نے اپنی یہ امانت ہمارے سپرد کی ہے۔ لہذا ہم پوری کوشش کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ ایمانداری کے ساتھ یہ امانت ادا کر دیں۔ ہمیں شرک سے نفرت ہے۔ اگر ہمیں تمام مشرک ملکوں کی فرمانروائی بھی پیش کی جائے تو ہم اسے ہرگز منظور نہ کریں۔ ہم کسی سے بھی لڑائی پسند نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ کفار سے بھی نہیں۔ البتہ اُن کے لئے ہماری یہ دعا ضرور ہے کہ خدا اُنھیں صراط مستقیم دکھائے۔ جب تک وہ ہم سے تعرض نہیں کرتے، ہم بھی اُنھیں نہیں چھیڑیں گے۔ ہم اُن سے دور رہنا چاہتے ہیں۔ ہم اُن سے تشبہ بھی پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ حتیٰ کہ اُن کا لباس بھی پسند نہیں کرتے۔ حقیقی مسلم وہ ہے جو اپنے دین کے اصول کی پیروی کرتا ہے۔ جو کوئی کفار کی تقلید کرتا ہے، وہ نہ اپنے دین میں کوئی بھلائی حاصل کر سکتا ہے نہ دنیا میں"

یہ گفتگو، اِس جلیل القدر صحرائی بادشاہ کی ذہنیت پوری صفائی سے ظاہر کرتی ہے۔ صحراء عرب کے باشندے صدیوں سے قتل و غارت گری اور جرم و گناہ کے عادی تھے۔ صرف صحراء ہی کے نہیں بلکہ حجاز کے باشندے بھی۔ وہ کبھی نظام و حکومت کی اطاعت کے عادی نہ تھے۔ لیکن یہ اِسی سلطان کا تدبر و دبدبہ تھا جسنے انھیں اپنے آہنی ہاتھوں سے مطیع کیا اور امن و نظام قائم کر دیا۔

طرز حکومت

نجد کی حکومت، قدیم وضع کی ہے۔ وہاں حکومت، علیحدہ علیحدہ محکموں پر منقسم نہیں ہے۔ نہ مجلس حکومت ہے، نہ وزارت ہے۔ پوری حکومت، خود سلطان کی ذات ہے، اور اُن کا قانون، کتاب و سنت ہے۔ لیکن کیا مجال کہ کسی قسم کی بدنظمی پیدا ہو جائے۔ آمد و خرچ کے تمام حسابات مرتب رہتے ہیں، خود سلطان اُن کی نگرانی کرتے ہیں۔ ایک پیسہ کا بھی غبن نہیں ہو سکتا۔ برخلاف اِس کے اسی صحرائی

سپرد کی۔ یہ دلی عہدی کی پہلی بدعت ہے جو بزور شمشیر منوائی گئی۔ یزید کے زمانے میں پھر ابتری پیدا ہوئی۔ اہل مدینہ نے یزید کی معزولی کا مطالبہ کیا۔ لیکن بُری طرح کچل ڈالے گئے۔ کوفہ نے حضرت حسین علیہ السلام کو دعوت دی۔ مگر عین وقت پہ بے وفائی بھی کی اور کربلا کا وہ فاجعہ کبریٰ پیش آیا جس پر آجتک مؤرخ کا قلم ماتم کر رہا ہے۔ اسی اثنا میں عبداللہ بن الزبیر نے اپنی خلافت کا علم بلند کیا، اور مکہ معظمہ میں تکر ہو گئے۔

یزید کی وفات نے عبداللہ بن الزبیر کی قوت بہت بڑھا دی، حجاز، مصر، اور عراق زیر نگیں ہو گئے۔ لیکن بنو ہاشم نے اُن کی بیعت سے انکار کیا۔ چنانچہ محمد بن علی (ابن الحنفیہ) اور عبداللہ بن عباس وغیرہ اُن سے برابر برگشتہ رہے۔

اُسی زمانہ میں ایک خود غرض اور چالاک آدمی، مختار بن ابی عبید الثقفی، عراق میں ظاہر ہوا۔ اہل بیت کی حمایت کا دعویٰ کیا اور امام مہدی، یعنی محمد بن الحنفیہ کے لئے دعوت شروع کی۔ یہ وہ وقت تھا جب خاندان علی ابن ابی طالب (علیہم السلام) میں سب سے زیادہ معزز محمد بن الحنفیہ ہی تھے۔ لیکن مختار کو زیادہ عروج حاصل نہ ہو سکا۔ عبداللہ بن الزبیر نے اپنے بھائی مصعب کی قیادت میں ایک فوج جرار تھی کے مقابلہ پر بھیجی اور اُسے قتل کر ڈالا۔ مختار مغلوب ہو گیا مگر عراق میں شیعیت (یعنی طرفداران خاندان علی کی جماعت) برابر قائم رہی۔

محمد بن الحنفیہ نے بالآخر عبدالملک بن مروان کی خلافت تسلیم کر لی۔ لیکن شیعیان محمد بن حنفیہ اس کے بعد بھی اُنہی کو خلافت کا مستحق یقین کرتے رہے اور اُن کی بیعت کو مجبوری کی بیعت قرار دیا حتیٰ کہ اُن کے انتقال پر ایک گروہ نے اس حد تک غلو کیا کہ اُنکی موت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ کہا گیا کہ وہ غائب ہو گئے ہیں اور عنقریب واپس آئیں گے۔ چنانچہ اُن کا شاعر السید الحمیری کہتا ہے:

وسبطٌ لا یذوق الموت حتی   یقود الخیل یقدمها اللواء

محمد بن الحنفیہ کی وفات کے بعد اُن کی جماعت میں اختلاف پیدا ہوا۔ ایک گروہ اُنھیں زندہ بتا کر اُنہی کی حمایت پر قائم رہا۔ ایک گروہ نے اُن کے بیٹے ابو ہاشم کی امامت کا اعلان کیا۔ یہ دونوں جماعتیں "کیسانی" کہلاتی ہیں۔ کیسان، مختار بن ابی عبید کا لقب تھا، اور یہ دونوں اُسی کی طرف منسوب ہیں۔

لیکن ایک تیسری جماعت نے حضرت حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اُنکے صاحبزادے زین العابدین علی بن الحسین کی حمایت شروع کی لیکن خود امام زین العابدین کی نسبت ثابت نہیں کہ اُنھوں نے کبھی اپنی خلافت کا دعویٰ کیا ہو۔

اس جماعت کا اعتقاد یہ تھا کہ خلافت حضرت علی کے بعد اُن کی فاطمی اولاد میں محصور ہے۔ اس لئے حضرت حسین کے بعد امام زین العابدین کو حق خلافت پہنچتا ہے، کیونکہ واقعہ کربلا کے بعد اپنے بھائیوں میں صرف یہی ایک زندہ بچے تھے۔ یہی جماعت ہے جو آگے چلکر "امامیہ" کے لقب سے مشہور ہوئی۔ کیونکہ اس کا اعتقاد یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کی وصیت کی تھی۔ اُنکے بعد امامت حضرت حسن کی طرف منتقل ہوئی۔ پھر حضرت حسین کی طرف، پھر علی بن الحسین کی طرف اسی طرح ہر زمانہ میں اُمت کے لئے ایک منصوص امام کی موجودگی ضروری ہے اور وہ بنی فاطمہ کی ایک معین شخصیت ہے۔

اُس وقت خاندان عباس میں سب سے بڑے علی بن عبداللہ بن عباس تھے۔ انہی سے عباسیوں نے ظہور کیا۔ یہ حجاز چھوڑ کر حُمیمہ نامی مقام میں مقیم ہو گئے تھے۔ انہی کے وقت سے عباسیوں میں خلافت حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابو ہاشم بن محمد بن علی (ابن الحنفیہ) اپنی عمر کے آخری دنوں میں علی بن عبداللہ کے یہاں حُمیمہ میں مقیم تھے۔ وفات کے وقت اُنھوں نے خلافت کا حق علی بن عبداللہ اور اُن کی اولاد کو بخش دیا اور اپنے حامیوں کو اُن کی نصرت و حمایت کی وصیت کی۔ چنانچہ اُسوقت سے شیعوں کا کیسانی گروہ علی بن عبداللہ بن عباس کا حامی بن گیا۔

لیکن بنی فاطمہ کے طرفدار شیعوں نے اسے تسلیم نہیں کیا، کیونکہ وہ محمد بن الحنفیہ کی امامت کے قائل نہ تھے۔ حضرت امام زین العابدین کی وفات کے بعد ان میں بھی اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ اُنکے ایک گروہ نے محمد الباقر بن زین العابدین (علیہما السلام) کی امامت پر زور دیا۔ باقی لوگوں نے خلافت کو ہر فاطمی کا حق قرار دیا۔ چنانچہ انہی کی ایک جماعت زید بن علی بن الحسین کی طرفدار ہو گئی اور "زیدی" کہلائی جو آجتک موجود ہے۔

خلافت کے لئے عملی جد و جہد شیعوں کی صرف دو جماعتوں نے کی تھی: کیسانی اور زیدی۔ اول الذکر علی بن عبداللہ بن عباس کے طرفدار ہو گئے تھے، اور آخر الذکر زید بن علی بن حسین اور اُنکے بیٹے یحییٰ کے۔

علی بن عبداللہ بن عباس اور محمد الباقر بن علی بن حسین، دونوں کی وفات تقریباً ایک ہی وقت میں ہوئی۔ اول الذکر کے حامی کیسانی شیعہ اُنکے بیٹے محمد بن علی کے مددگار بن گئے، اور آخر الذکر کے حامی امامیہ شیعوں نے اُن کے بیٹے جعفر الصادق (علیہ السلام) کو امام تسلیم کر لیا۔ مگر آخری جماعت نے کوئی عملی اقدام نہیں کیا تھا۔

داعی اوّل

اب خاندان عباس بن عبدالمطلب کے سرگروہ محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس تھے۔ یہ بڑے عاقل اور دُور اندیش تھے۔ انھوں نے خیال کیا کہ سلطنت، ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں جلد منتقل نہیں کی جا سکتی۔ اس کے لئے عام رائے میں تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ انھوں نے جلد بازی سے پرہیز کیا، اور سکون و صبر سے دعوت پھیلانے کا سامان مہیا کرنا شروع کیا۔ انھوں نے اپنے حامیوں کو حکم دیا کہ اہل بیت کے لئے خلافت کی دعوت عام کریں مگر اہل بیت میں سے کسی خاص آدمی کا نام نہ لیں، کیونکہ اوّل تو جس شخص کا نام لیا جاتا، اُس کی جان خطرہ میں پڑ جاتی۔ ثانیاً اہل بیت کا نام شیعیان اہل بیت کی تمام جماعتوں کو متحد کر دیتا تھا، مگر خاندان و شخص کے تعین سے اختلاف و نزاع شروع ہو جاتا۔

انھوں نے انتہائی سیاسی دانش مندی سے اپنی دعوت کے لئے خراسان منتخب کیا۔ کوفہ چونکہ قدیم سے شیعان اہل بیت کا صدر مقام تھا لہذا اُسے مرکز قرار دیا۔

خراسان میں اس دعوت کی کامیابی کے دو سبب ہو سکتے تھے: ایک یہ کہ عجمی مسلمان، شیعی تخیل کو آسانی سمجھ سکتا تھا، کیونکہ شیعی تخیل یہ ہے کہ خلافت، رسول اللہ صلعم کے اہل بیت میں منتقل ہو جائے۔ عجمی مسلمان چونکہ عربی عصبیت اور قرشی قبائل کی منافست سے متأثر نہ تھا، اس لئے اُس کی عقل میں مسئلہ خلافت کا بہترین حل یہی ہو سکتا تھا کہ پیغمبر کی خلافت، پیغمبر کے خاندان ہی میں ہو جیسا کہ تمام عجمی شاہی خاندانوں کا دستور تھا کہ بادشاہ کے بعد اُس کا وارث اُس کا بیٹا ہوا کرتا تھا۔

دوسرے یہ کہ ایران ایک قدیم تمدن اور شاندار تاریخ کا مالک تھا۔ بنی اُمیہ نے اس ملک سے غلاموں کا سا برتاؤ کیا تھا۔ ایرانی عنصر، عربی عنصر کے سامنے بالکل حقیر کر دیا گیا تھا۔ لہذا ایرانیوں کو قدرتی طور پر یہ خواہش تھی کہ موجودہ خلافت ختم ہو، اور اُن کی امداد و اعانت سے نئی سلطنت قائم ہو، تاکہ اُنھیں قومی عزت و عروج حاصل کرنے کا نیا موقعہ مل سکے۔

ابن الفقیہ نے "کتاب البلدان" میں لکھا ہے کہ جب محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس اپنے دعاۃ بھیجنے لگے تو اُن سے کہا:

"کوفہ، علی (علیہ السلام) اور اُن کی اولاد کی محبت میں سرشار ہے۔ بصرہ، عثمانی ہے اور امن و امان کا قائل ہے۔ وہ کہتا ہے قاتل نہ بنو، مقتول بن جاؤ۔ جزیرہ، گمراہ حروری (خارجی) ہے، وحشی بدوؤں اور نصاریٰ کے سے اخلاق والے مسلمانوں سے لبریز ہے۔ شام، آل ابی سفیان کے سوا کسی کو نہیں جانتا۔ بنی مروان کی اطاعت، شدید جہالت، سخت کینہ اُس کے خمیر میں ہے۔ رہا مکہ اور مدینہ تو اُن پر ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کا غلبہ ہے۔ لیکن ہاں خراسان کے دروازے تمھارے سامنے کھلے ہیں۔ وہاں عظیم آبادیاں ہیں، وہاں شجاعت ہے۔ سلیم سینے ہیں۔ خالی دل ہیں، خواہشوں نے اُنھیں ٹکڑے نہیں کیا ہے، فساد نے اُنھیں بگاڑا نہیں ہے۔ وہ ایسی فوج ہیں جو توانا اور تنومند ہے، بھاری جسم، چوڑے شانے، اونچے قد، بڑے سر، داڑھیاں اور مونچھیں، ہولناک نعرے، شاندار زبانیں۔ میں مشرق سے نیک فال رکھتا ہوں، جہاں سے دنیا کی شمع طلوع ہوتی اور مخلوق کا نور ظاہر ہوتا ہے"

خفیہ انجمن کا قیام

یہ خفیہ انجمن، علی بن عبداللہ بن عباس ہی کی زندگی میں قائم ہوئی۔ یہ زمانہ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا زمانہ تھا۔ اس کے دو مرکز قرار دئے گئے: کوفہ اور خراسان۔ کوفہ میں علی بن عبداللہ کا غلام میسرہ مقرر کیا گیا اور خراسان میں محمد بن خنیس اور ابو عکرمہ سراج بھیجے گئے۔ نیز بارہ داعی یا نقیب منتخب ہوئے۔ اُن کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) سلیمان بن کثیر الخزاعی
(۲) مالک بن الہیثم الخزاعی
(۳) طلحہ بن زریق الخزاعی
(۴) عمرو بن اعین الخزاعی
(۵) عیسیٰ بن اعین الخزاعی
(۶) قحطبہ بن شبیب الطائی
(۷) لاہز بن قریظ التمیمی
(۸) موسیٰ بن کعب التمیمی
(۹) القاسم بن مجاشع التمیمی
(۱۰) ابو داؤد خالد بن ابراہیم الشیبانی
(۱۱) ابو علی الہروی شبل بن طہمان الحنفی
(۱۲) عمران بن اسمٰعیل المعیطی

ان کے علاوہ ۷۰ آدمی اور مقرر کئے گئے۔ ان کا کام یہ تھا کہ ان بارہ نقیبوں کے حکم پر عمل کریں۔ محمد بن علی نے ان سب کے لئے ایک تحریر لکھ دی جو بمنزلہ وصیت اور دستور العمل کے تھی۔

دوسری صدی ہجری کے آغاز سے دعوت شروع ہوئی اور ۱۳۲ھ تک جاری رہی۔ یہی وہ سال ہے جس میں عباسیوں نے کامیابی حاصل کی اور ابو العباس السفاح کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی

بریدِ شرق

مکتوبِ مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

فقید الشرق احمد سعد زغلول پاشا مرحوم

ذیل کی مراسلت معمول سے زیادہ طویل ہے۔ ہم نے بڑا حصہ حذف کر دیا ہے۔ اسپر بھی ہمیں خوف ہے کہ یہ آجکی اشاعت کا بڑا حصہ روک لے گا۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ حادثہ کی غیر معمولی اہمیت اور شخص موضوع کی عظمت دیکھتے ہوئے ضروری ہے کہ اس کے لئے خصوصیت کے ساتھ جگہ نکالی جائے۔

مصر میں اس ہفتہ اہم ترین واقعہ، احمد سعد پاشا زغلول کی یکایک غیر متوقع وفات ہے۔ عین اسوقت جبکہ میں اُن کی بحالی صحت، اور شاہ مصر کی سیاحت انگلستان، کے نتائج پر بحث کرنا چاہتا تھا، اچانک یہ حادثۂ جانکاہ پیش آگیا۔ حیران ہوں اپنا یہ مکتوب کس طرح شروع کروں؟ مرحوم کی سوانح عمری بیان کروں؟ اُن نقصانات کا ذکر کروں جو اس واقعہ سے مصر کو پہنچ سکتے ہیں؟ اُن کے جنازہ کے شاندار جلوس کا ذکر کروں؟ اُنکی جلیل القدر حرم کا ماتم لکھوں؟ وہ نوحۂ بکا بیان کروں جو اسوقت تمام ملک میں برپا ہے، جس کا شور میں ان سطور کی تحریر کے وقت بھی سُن رہا ہوں، اور جس کا بیان یقیناً میری قدرت سے باہر ہے۔ میں شارع درب الجمامیز میں مقیم ہوں۔ میرے پڑوس میں جتنے مکان ہیں، ماتمی آثار و علائم سے غمناک ہیں۔ عورتوں اور بچوں تک کے چہرے انکے دلی حزن و ملال کی شہادت دے رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے، گویا قاہرہ کے ہر گھر میں اس کے کسی قریبی عزیز کا ماتم پیش آگیا ہے۔

آغازِ مرض

۱۵ اگست کو مرحوم کے کان میں خفیف سا التہاب ظاہر ہوا اور بالآخر یہی شکایت مہلک ثابت ہوئی۔ وہ اپنے دیہاتی مقام "مسجد وصیف" میں مقیم تھے۔ مرض کی نوعیت دیکھ کر ڈاکٹروں نے رائے دی کہ فوراً قاہرہ واپس آجائیں۔ چنانچہ قاہرہ لائے گئے اور یہاں کے اطبا سے معائنہ کرایا گیا۔

قاہرہ پہنچ کر طبیعت بحال ہوگئی تھی۔ لیکن گزشتہ دوشنبہ کو مرض نے از سرِ نو حملہ کیا۔ بارہ بجے رات کو دائیں پہلو میں درد محسوس ہوا۔ منگل کے دن حرارت برابر بڑھتی رہی۔ صبح ۸ بجے مرحوم نے اپنی حرم سے اچانک کہا "میں ختم ہوگیا!" یہ کہتے ہی زبان بند ہوگئی، اور اسی دن یعنی ۲۳ اگست کی رات کو ۱۰ بجے طائر روح پرواز کر گیا!

انا للہ وانا الیہ راجعون!

خبر کیونکر مشہور ہوئی؟

وفات کے دن صبح ہی سے مرحوم کے مکان میں لوگوں کا ہجوم تھا۔ وفات کے وقت ڈاکٹروں کے علاوہ مرحوم کے وفادار مرید اور بھانجے فتح اللہ پاشا برکات بھی بستر مرگ کے پاس موجود تھے۔ وفات کے ابھی وہ نیچے کی منزل میں اُتر کر آئے۔ حاضرین نے دوڑ کر حالت دریافت کی۔ مگر وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ سب حیرت میں تھے اور طرح طرح کے قیاسات لگا رہے تھے۔ اسی اثنا میں اوپر سے رونے کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اسپر حاضرین دوبارہ فتح اللہ پاشا کی طرف دوڑے۔ وہ اب بھی چپ تھے۔ لیکن انھوں نے زور سے اپنے دونوں گھٹنوں پر ہاتھ مارے۔ یہ اشارہ کافی تھا۔ ایک لمحہ کے لئے سب پر سناٹا چھا گیا۔ پھر بیک وقت سب کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ یہ حادثہ ایسا دل ہلا ڈالنے والا تھا کہ رونے پر کسی کو ملامت نہیں کی جاسکتی تھی۔ کہرام مچ گیا تھا۔ عین اُسوقت ڈاکٹر شفیق اوپر سے اُتر کر آئے اور مضبوط آواز میں چلائے "سوگوار بیوہ پر رحم کرو! تمھارا رونا اُسے ہلاک کر ڈالے گا۔ سعد مر گئے، لیکن اگر تم چاہو تو انھیں اپنے دلوں میں ہمیشہ زندہ رکھ سکتے ہو"

مگر یہ وقت نصیحت سننے کا نہ تھا۔ نالہ و بکا برابر بلند رہا۔ قرب جوار کے لوگوں نے سنا تو اُن پر بھی یہی حالت طاری ہوگئی۔ چشم زدن میں یہ مشئوم خبر تمام شہر میں پھیل گئی۔ اب کوئی نہ تھا جو اس حادثۂ قوم و ملت پر ماتمی نہ ہوا!

اُسی وقت تار کے ذریعہ تمام دنیا میں خبر پھیل گئی۔

سعد پاشا کی بیوہ

سعد پاشا کی وفات پر اُن کی بیوی کا جو حال ہوگا، ظاہر ہے۔ مصر میں ان دونوں کی محبت ضرب المثل اور تمام مردوں اور عورتوں کے لئے نمونہ تھی۔ سعد پاشا کو اُن سے اس درجہ محبت تھی کہ اگرچہ اُن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی مگر انھوں نے کبھی دوسری شادی کا خیال نہیں کیا۔ اتنا ہی نہیں، بلکہ مرحوم نے اپنی تمام دولت اور جائداد بھی اپنی بیوی کو باضابطہ ہبہ کردی تھی۔ ظاہر ہے، ایسے وفادار شوہر کی موت اور پھر اُس شوہر کی موت جس کی عظمت ساری دنیا تسلیم کرتی تھی، اُس کی بیوی کے لئے کیسی عظیم مصیبت ہوگی؟ اسپر کئی سال سے یہ معزز خاتون بیمار ہیں۔ ڈاکٹروں نے سختی سے ممانعت کر دی تھی کہ مریض کی خدمت میں حصہ نہ لے۔ مگر اُسنے صاف انکار کر دیا۔ وہ اس قدر ناتواں تھی کہ بمشکل چل سکتی تھی۔ اسپر بھی تیمارداری میں ہمہ تن مشغول رہتی تھی!

اخبارات نے وہ مؤثر مناجات شائع کر دی ہے جو بیوہ نے اپنے متوفی شوہر کی نعش کو مخاطب کر کے کی تھی۔

مجلس وزرا

اطلاع پاتے ہی مجلس وزرا کا ایک فوری جلسہ منعقد ہوا اور اُسنے قوم کے نام حسب ذیل اعلان شائع کیا:

"وزارت، انتہائی رنج و الم کے ساتھ مصری قوم کو اُس کے عظیم رہنما، سعد پاشا زغلول کی وفات کی جانکاہ خبر پہنچاتی ہے۔ مختصر بیماری کے بعد موت کے بے پناہ ہاتھ نے قوم کے رہنما، اُس کی اُمیدوں کے مرکز، اُس کی بیداری کے قائد، اُس کی حمایت کے علم بردار کو ذرا بھی مہلت دئیے بغیر چھین لیا۔ خدا مرحوم پر اپنی رحمت نازل کرے اور قوم کو صبر جمیل عطا فرمائے"

جنازہ

رات بھر مرحوم کے مکان میں زائرین کا ہجوم رہا۔ دوسرے دن صبح ۹ بجے تمام وزرا اور سفراء دول بھی پہنچ گئے۔ بارہ بجے دن کو نعش بالائی منزل سے نیچے لائی گئی۔ اسپر صرف کفنی تھی۔ کوئی قیمتی چادر نہ تھی۔ نیچے آتے ہی پھولوں کی بارش شروع ہوگئی۔ بے شمار ٹوکرے پھولوں سے بھرے ہوئے، لوگ اپنے ساتھ لائے تھے۔ نعش دیکھ کر ایک مرتبہ پھر گریہ و بکا برپا ہوگیا!

اب مصری فوج بھی پہنچ چکی تھی۔ جنازہ سرکاری طور پر اٹھنا طے پایا تھا۔ تمام سرکاری عہدے دار، امرا، وزرا، سفرا، پارلیمنٹ کے ممبر، مسلمان، قبطی، رومی، ارمن، یہودی فرقوں کے علماء، کاہن، ربّی، اور احبار اپنے اپنے خاص لباس میں جمع تھے۔

جب تمام طیاریاں مکمل ہوگئیں تو سعد پاشا کی بیگم سیاہ نقاب منہ پر ڈالے برآمد ہوئیں۔ وہ ضعف سے چل نہیں سکتی تھیں۔ کئی عورتوں کے سہارے وہ اپنی موٹر تک پہنچیں، مگر بیٹھنے سے پہلے ہی بیہوش ہوگئیں۔ فوراً منعش دوائیں دے کر انھیں ہوش میں لایا گیا۔ اب وزرا اور فوجی افسروں نے نعش اپنے کاندھوں پر اٹھائی اور توپ کی گاڑی پر رکھی۔ اسوقت کا منظر ناقابل بیان ہے۔ معلوم ہوتا تھا، مصر کا آسمان و زمین ماتم کر رہا ہے۔ رونے والی عورتوں اور مردوں کی چیخیں باہم مل گئی تھیں۔ کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ نہیں معلوم رونے والوں میں کتنی قوت پیدا ہوگئی تھی، اور اُن کی آنکھوں میں آنسوؤں کے کتنے دریا سما گئے تھے کہ نوحہ و بکا کا سلسلہ کسی طرح بھی رُکنے پر نہیں آتا تھا!

مصری علم

اسوقت محبت و عقیدت کا ایک جھگڑا پیش آگیا۔ فوج کے افسروں نے نعش اٹھانے سے پہلے کہا "جنگی روایات کی رو سے ضروری ہے کہ مرحوم کی نعش پر مصر کا فوجی پرچم ڈالا جائے"، ساتھ ہی اُنھوں نے اپنا پرچم پیش بھی کر دیا۔ مگر مرحوم کی بیوہ نے اس سے انکار کیا۔ اُنھوں نے ایک ریشمی علم پہلے سے طیار کر لیا تھا۔ اُنھوں نے اصرار کیا کہ نعش اسی میں لپیٹی جائے۔ مجبوراً افسروں کو اپنی ضد سے باز رہنا پڑا۔

اس کے بعد ملکی افسروں نے کہا "مرحوم کے تمام تمغے اُن کی نعش پر رکھے جائیں، کیونکہ وہ ہماری جماعت کے آدمی تھے"۔ مگر بیگم زغلول نے اس سے بھی انکار کیا۔ اُنھوں نے کہا "سب سے بڑا تمغہ مصری علم ہے۔ اس تمغہ پر کوئی دوسرا تمغہ نہیں رکھا جا سکتا"

جوں ہی نعش توپ پر رکھی گئی، منادی نہایت ہی بلند آواز سے چلایا "لا الٰہ الا اللہ — البقاء للہ" ہر طرف سے نعرے بلند ہوئے "رحمک یا سعدا!" عورتیں چلائیں "فلتحی ذکری سعدا!"

پادشاہ نے حجاز میں آکر حکومت کی وضع دوسری کر دی ہے۔ حجاز کی حکومت دفتری نظم کی حکومت ہے۔ وہاں کے لئے نجد کی سی حکومت موزوں نہ تھی۔

سلطان کی فیاضی

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ مسلسل تین سال کی غیر حاضری کے بعد سلطان اپنے دارالسلطنت میں واپس گئے تھے۔ وہ ہم سے ۴ دن پہلے ریاض پہنچ چکے تھے۔ تاہم ہم نے اپنی آمد پر دیکھا کہ شہر مسرت و انبساط کے پُر زور نظاروں سے لبریز ہے۔ بے شمار وفد، نجد کے گوشہ گوشے سے آئے ہوئے تھے اور عقیدت و خلوص کا اظہار کر رہے تھے۔ دوسری طرف سلطان کی فیاضیوں کا دروازہ کھلا تھا۔ کوئی نہ تھا جسے وہ اُس کی توقع سے زیادہ نہ دے رہے ہوں۔ اُن کی سخاوت دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ میں نے اپنے دل میں کہا "یقیناً یہ ایک ایسا آدمی ہے جو نہ دولت سے محبت کرتا ہے نہ فقر و فاقہ سے ڈرتا ہے"

ملوکیت نجد کا اعلان

خوش قسمتی سے میں اُس تاریخی جلسہ میں بھی شریک ہو سکا جو سلطان ابن سعود کو "ملک نجد" بنانے کے لئے منعقد ہوا تھا۔ نجدیوں نے یہ دیکھ کر کہ سلطان ابن سعود اب ملک الحجاز ہو گئے ہیں۔ پسند کیا کہ اپنے ملک کے لئے بھی اُن کا یہی لقب قرار پا جائے۔

سلطان کی لڑکی کا عقد

اسی طرح ایک اور جلسہ میں بھی مجھے شرکت کا موقع ملا۔ یہ سلطان کی بیٹی شاہزادی "سارہ" کی شادی کا جلسہ تھا۔ امیر فیصل ابن سعد سلطان کے بھتیجے سے اُن کا عقد ہوا ہے۔ مجھے دیکھ کر تعجب ہوا کہ نجد میں شادیاں کس قدر سادہ ہوتی ہیں۔ یہ خود سلطان کی لڑکی کی شادی تھی۔ مگر اس میں نہ کوئی اسراف تھا نہ دھوم دھام تھی از حد سادہ تقریب تھی۔ قصر شاہی کے ایوان میں فرش بچھا دیا گیا تھا۔ کھانے چنے گئے۔ دعوت ولیمہ کے بعد سلطان کے حکم سے ... بکریاں ذبح کی گئیں اور عام دعوت شروع ہو گئی۔ اس میں امیر غریب کی کوئی تمیز نہ تھی۔ ہر کس و ناکس مدعو تھا۔

تجارت و زراعت

ریاض کے باشندے عام طور پر تجارت پیشہ ہیں۔ احساء، کویت اور بحرین سے مال لاتے اور فروخت کرتے ہیں۔ نجد کی ایک بڑی تجارت، موتی کی تجارت ہے۔ غواصی میں نجدیوں نے خاص شہرت حاصل کر لی ہے اور کافی دولت حاصل کرتے ہیں۔ ریاض کے اطراف میں زراعت کم ہے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ تجارتی شہر ہے نہ کہ زرعی۔

سلطان کے معمولات

سلطان کے معمولات یہ ہیں کہ کچھ رات رہے سے بیدار ہو جاتے ہیں۔ لیکن اپنے کسی خدمتگار کو بھی اتنے سویرے اپنی خدمت کے لئے نہیں بلاتے خود ہی پانی لیتے ہیں۔ وضو کرتے ہیں۔ تلاوت کرتے ہیں۔ فجر کی اذان سن کر مسجد جاتے ہیں۔ نماز کے بعد محل واپس آتے ہیں۔ اپنے خاندان کے ساتھ ناشتہ تناول کرتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے دفتر میں آ بیٹھتے ہیں خطوط پڑھتے ہیں۔ سرکاری کاغذات ملاحظہ کرتے ہیں۔ احکام لکھتے ہیں طلوع آفتاب کے ایک گھڑی بعد تک یہی مشغولیت رہتی ہے۔ پھر ایوان عام میں تشریف لاتے ہیں۔ یہاں خاص لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں پھر "اخوان" کے وفد حاضر ہوتے ہیں۔ اُن سے بڑی ہی بے تکلفی سے باتیں شروع ہوتی ہیں۔ یہ لوگ بڑے ہی آزاد مزاج ہیں۔ اپنے بادشاہ کو اس طرح مخاطب کرتے ہیں، گویا اپنے کسی بھائی کے سامنے ہیں یہ اس لئے نہیں کہ وہ بالکل وحشی ہیں۔ میں نے انھیں وحشی نہیں پایا بلکہ میرے خیال میں اِن کا یہ طرز خطاب اس لئے ہے کہ وہ اسے اتباع سلف صالح سمجھتے ہیں۔ وہ بڑی بے تکلفی سے "یا عبدالعزیز!" کہہ رہے تھے۔ ایک شخص نے میرا تعجب محسوس کر کے میرے کان میں کہا "یہ طریقہ خود سلطان ہی نے مقرر کیا ہے۔ وہ خطاب کے دوسرے طریقے قبول نہیں کرتا"

چاشت کے وقت ایک دوسرے ایوان میں جاتے ہیں۔ یہ جگہ "مجلس کبیر" کہلاتی ہے۔ یہاں نجد کے بڑے بڑے شیخ اور خاندان رشید اور خاندان عاید کے امراء سے ملاقات ہوتی ہے۔ اول الذکر خاندان حائل کا فرمانروا تھا۔ آخر الذکر ابہا کا۔ اب یہ دونوں ریاستیں نجد کے ماتحت ہیں اور اُن کے شاہی خاندان، ریاض میں قید ہیں لیکن یہ قید ایسی ہے کہ اُن پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ وہ شہر کے اندر اپنی نقل و حرکت میں بالکل آزاد ہیں اور نہایت عزت و احترام کا اُن سے برتاؤ کیا جاتا ہے۔

اس مجلس میں سلطان کی گفتگو عام معاملات پر ہوتی ہے۔ دین تاریخ، ادب، سیاست، ہر موضوع پر باتیں کرتے ہیں اور نہایت آزادی اور صفائی سے۔ اُن کی صاف گوئی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک دن سلطان نے ایک شامی اخبار مجھے دیا۔ اس میں یہ خبر درج تھی کہ "سید عبداللہ بن عاید مکہ سے بھاگ گئے ہیں اور ایک بڑی فوج کے ساتھ ابن سعود پر یورش کر رہے ہیں"

سلطان نے کہا "اخبار نے یہ خبر لکھی ہے، حالانکہ سید عبداللہ یہاں، اس مجلس میں، موجود ہیں۔ ہم اور سید عبداللہ اور خاندان رشید، سب بھائی ہیں۔ ہم میں کوئی نزاع نہیں ہے"

سلطان کے قول کی تمام مجلس نے تصدیق کی۔ خصوصاً سید عبداللہ بن عاید نے۔

اس مجلس سے اٹھ کر سلطان اپنے والد "عبدالرحمن بن سعود" سے ملاقات کو جاتے ہیں۔ اِن کی عمر اب نوّے سال کے قریب ہو گئی مگر اب تک ہوش حواس بالکل درست اور قویٰ مضبوط ہیں۔ نہایت خوش اخلاق، خوش صحبت، خوش گفتار ہیں۔ والد سے رخصت ہو کر اپنی بڑی بہن شاہزادی "نورہ" سے ملنے جاتے ہیں۔ نجد میں بڑی بہن کی عزت بہت زیادہ کی جاتی ہے۔ سلطان حد سے زیادہ اُن کا احترام کرتے ہیں۔ یہ نجدی شاہزادی بھی اپنے عربی اخلاق میں غیر معمولی ہے۔ اس کی شرافت و سخاوت دور دور مشہور ہے۔ خود مجھ سے اس کا برتاؤ نہایت ہی شفقت کا تھا۔ روز میری خیریت دریافت کرتی تھی۔ میرے لئے اچھے اچھے کھانے بھیجا کرتی تھی۔

عشاء کے بعد سلطان کئی گھنٹے اپنے عہدے داروں سے ملاقات میں صرف کرتے ہیں۔ ہر عہدے دار کے دفتر میں خود جاتے ہیں۔ دن بھر کے کاموں کا جائزہ لیتے ہیں اور ضروری مشورے اور ہدایتیں دیتے ہیں۔

یہ اُن کے روزمرہ کے معمولات ہیں۔ لیکن کبھی کبھی صحرا میں شکار کے لئے بھی جاتے ہیں۔ یہ سفر آجکل موٹروں پر ہوتا ہے۔

شیوخ نجد کا سلطان سے اختلاف

پچھلے دنوں مصری اخبارات نے یہ خبر مشہور کر دی تھی کہ نجد کے سب سے بڑے شیوخ مثلاً فیصل الدرویش شیخ قبیلۂ اطاویہ اور سلطان بن بجاد شیخ قبیلۂ غطغط، سلطان ابن سعود کے مخالف ہو گئے ہیں ریاض میں اپنی موجودگی کے وقت میں نے بھی اس قسم کی خبریں سُنی تھیں فیصل الدرویش کی مخالفت کی وجہ یہ بتائی گئی کہ پچھلے سال ایام حج میں محمل مصری کی فوج سے نجدیوں کا تصادم ہو گیا تھا، اُس میں فیصل الدرویش کی رائے ہے کہ سلطان نے مصریوں کی طرفداری کی اور نجدیوں کے قاتلوں سے قصاص نہیں لیا۔ لیکن یہ خبر غلط تھی۔ خود میں نے اپنی آنکھوں سے فیصل کو سلطان کی خدمت میں دیکھا ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ عقیدت و اطاعت کا اظہار کر رہا تھا۔

باشبہ سلطان بن بجاد کو کچھ شکایت ہو گئی تھی۔ یہ شکایت بعض شرعی احکام کی تطبیق کے بارے میں تھی۔ لیکن بہت جلد غلط فہمی دور ہو گئی اور وہ بھی سلطان کی خدمت میں پہنچ گیا۔

نجدیوں کا ایمان

تمام نجدیوں۔ بدوؤں اور شہریوں۔ کا پختہ ایمان ہے کہ آدمی صرف اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کرے اور اُس کی شریعت کی پابندی میں سرگرم رہے۔ ہر آدمی کی قسمت پہلے سے لکھی گئی ہے موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ ہرگز اُس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی لہٰذا اُسے موت سے بے خوف ہو کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں مصروف رہنا چاہئے۔ ہر آدمی کو اُس کے عمل کی جزا و سزا ملے گی۔ نیکی کا ثواب حاصل ہوگا۔ بدی پر عذاب پائے گا۔ یہی باعث ہے کہ وہ ہر قسم کے گناہوں اور جرموں سے، خفیہ اور علانیہ، پرہیز کرتے ہیں۔

شوق جہاد

جنگ کو وہ عبادت سمجھتے ہیں۔ دین الٰہی کے دشمن کا قتل عظیم ترین ثواب خیال کرتے ہیں۔ دین کی راہ میں خود قتل ہو جانا، شہادت عظمیٰ تصور کرتے ہیں۔ اس بات پر انھیں اس درجہ یقین ہے کہ بڑے ہی شوق سے جنگ پر جاتے ہیں۔ ہر بدو اپنا کفن اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ نہایت بے پروائی سے اپنے تئیں موت کے حوالے کر دیتے ہیں۔ جب اُن کا کوئی ساتھی لڑائی میں گرتا ہے، تو بلند آواز سے نعرہ مارتے ہیں "واخلیلاہ! لقد سبقتنی الی الجنۃ!" (ہائے دوست! مجھ سے پہلے ہی جنت میں داخل ہو گیا!) جب دشمن کو بھگا دیتے ہیں تو چلاتے ہیں "یا اہل التوحید! یا اہل التوحید! ایاک نعبد و ایاک نستعین" (ہاں اے اہل توحید! خدایا! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں!)

وہ گولیوں کی باڑھ کو "ریح الجنۃ" (جنت کی ہوا) کہتے ہیں اور انتہائی شوق و رغبت سے سینے تانے دشمن پر ٹوٹ پڑتے ہیں وہ اس موت کو موت نہیں، زندگی خیال کرتے ہیں۔ اگر اُن کے کسی آدمی کی پیٹھ پر گولی لگتی ہے تو اُسے بزدل کہتے اور سخت نفرت کا اظہار کرتے ہیں اُن کا قول ہے "ہمیشہ سینے پر زخم کھاؤ۔ پشت کبھی نہ دکھاؤ۔ موت اٹل ہے، اُس سے کہاں بھاگ سکتے ہو؟ شہادت کی موت مر کر سرمدی زندگی حاصل کر لو" میدان سے بھاگنا اُن کے خیال میں ایسا عیب ہے کہ ایسے شخص کو دفن تک نہیں کرتے۔ یہی باعث ہے کہ وہ مر جاتے ہیں مگر بھاگتے نہیں۔ اُن کی یہ ثابت قدمی، بالآخر اُن کے دشمن کے حوصلے پست کر دیتی ہے اور وہ بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

نجدیوں کی یہ شجاعت و بسالت، عرب میں اس قدر مشہور ہو گئی ہے کہ لوگ اُن کے نام ہی سے ڈر جاتے ہیں۔ چند نجدی سوار، سیکڑوں آدمی بھگا دیتے ہیں۔ حجاز کی جنگ، اس حقیقت کا بیّن ثبوت ہے۔ حجازی فوج اس قدر مرعوب ہو گئی تھی کہ بے لڑے ہتھیار ڈال دیتی تھی۔ حائل، احساء اور قطیف وغیرہ ممالک کی فتح بھی زیادہ تر اسی رعب کی وجہ سے ہوئی تھی۔

موت کے بعد

نجدی، سنت نبوی کی اتباع میں بہت ہی سخت ہیں۔ اپنے مقتولوں اور مُردوں کا ماتم نہیں کرتے۔ قبروں پر گنبد اور عمارتیں نہیں بناتے۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ موت کے بعد جس طرح آدمی کی دنیاوی زندگی ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح اُس کا عمل بھی منقطع ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں مُردوں کو ہماری ظاہری تکریم و تعظیم کی کوئی ضرورت نہیں وہ ہم سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔ آخرت میں انھیں جو درجہ ملے گا وہی اصلی درجہ ہے، ہمیں اُن کے لئے اسی کی دعا کرنی چاہئے۔

جائے۔ اُس کا نام بدستور یہی رہے گا۔ مرحوم کی بیوہ کو زندگی بھر اُس میں رہنے کا حق ہوگا۔

یہ مکان مرحوم نے ۱۹۰۱ء میں تعمیر کیا تھا۔ اور اپنی حرم محترم پر وقف کر دیا تھا۔ وزارت نے طے کیا ہو کہ مکان کا وہ تمام سامان اُسی ترتیب سے باقی رکھا جائے گا، جس طرح مرحوم کی وفات کے وقت تھا حتیٰ کہ مرحوم کے کپڑے بھی محفوظ رکھے جائیں گے۔ اِن کپڑوں میں ایک شیخ جبہ بھی ہو جو وہ اپنے وطنی لباس کے اوپر پہنا کرتے تھے۔ لکھنے پڑھنے کا بھی تمام سامان علیٰ حالہ رکھا رہے گا۔ گھر کی ہر چیز پر لکھا جائے گا کہ کب خریدی گئی؟ کیوں خریدی گئی؟ اور مرحوم اُس سے کیا کام لیتے تھے؟

(۳) بیت الامہ ہی میں مرحوم کی نعش دفن کی جائے گی۔ اُن کی موجودہ قبر عارضی ہو۔ اس نئے انتظام کی تکمیل اور جدید شاندار مقبرے کی تعمیر کے بعد نعش یہاں منتقل کر دی جائے گی۔

(۴) سعد پاشا "ابیانہ" گاؤں کے جس مکان میں پیدا ہوئے تھے، وہ بھی خرید لیا جائے اور اُس میں شفاخانہ یا مدرسہ جاری کر دیا جائے۔

(۵) پایۂ تخت میں ایک عظیم الشان شفاخانہ یا یتیم خانہ قائم کیا جائے اور مرحوم کے نام پر اُس کا نام رکھا جائے۔

تعزیت کے پیغام

بیگم زغلول کے نام دنیا بھر سے تعزیت کے پیغام آرہے ہیں۔ بڑے بڑے آدمیوں اور بادشاہوں نے تار بھیجے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا پیغام سلطان ابن سعود اور اُن کے بیٹے امیر فیصل کا تھا۔ اِن دونوں نے نہایت رنج و ملال کا اظہار کیا ہو اور اس حادثہ کو تمام مشرق کے لئے عظیم خسارہ بتایا ہو۔ اگر میں اِن تمام پیغاموں کا ذکر کروں تو چٹھی بہت طویل ہو جائے گی۔

یورپین اخبارات کے افکار

یہ معلوم کرنا نہایت اہم ہو کہ زغلول پاشا کی وفات کو یورپ کے اخبارات نے کس نظر سے دیکھا ہو؟ خصوصاً برطانی اخباروں نے کس طرح اظہار خیال کیا ہو؟

ٹائمس آف لنڈن لکھتا ہو:

"زغلول پاشا نے معاملات مصر میں جو حصہ لیا، اُس کے متعلق تاریخ کا فیصلہ کچھ ہی ہو، لیکن یہ یقینی ہو کہ تاریخ انھیں مصر جدید کا سب سے بڑا آدمی شمار کرے گی۔ وہ اپنے اندر ایک حیرت انگیز روح رکھتے تھے، اگرچہ زیادہ مضبوط جسم کے مالک نہ تھے۔ وہ اپنی جسمانی بناوٹ اور شکل و صورت میں مصری "فلاح" (کسان) کا کامل نمونہ تھے زبردست شخصیت اور اخلاق رکھتے تھے۔ خلاف عادت شجاعت اور شدید صراحت، اُن کی نمایاں صفت تھی۔ بڑی قوت استدلال، مسکت حجت، حاضر جوابی، خوش گفتاری، اور حیرت انگیز خطابت نے انھیں نہایت ممتاز کر دیا تھا۔ محمد علی پاشا اول خدیو مصر کے عہد سے آجتک کسی نے بھی فرعون کی سرزمین میں اتنی مقبولیت، اخلاقی اقتدار، اور عام محبوبیت حاصل نہیں کی جتنی زغلول پاشا نے حاصل کی۔ اسی قدر نہیں بلکہ مصر جدید کی تاریخ میں وہ پہلے سیاسی رہنما ہیں جنھوں نے قوم کے دل و دماغ، دونوں پر یکساں اثر ڈالا اور ملک کی سیاسی تربیت کی۔ عام طور پر دیکھا گیا ہو کہ مشرقی رہنما مغربی رہنماؤں کے مقابلے میں جلد بوڑھے ہو کر معطل ہو جاتے ہیں، لیکن سعد زغلول، اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک چست و چالاک رہے اور سخت سے سخت دماغی محنت انجام دیتے رہے۔ تاریخ میں بہت کم انتہا پسند انقلابیوں کے نام ملتے ہیں، جو ستر سال کی عمر کے بعد بھی اپنا سیاسی اقتدار اور مقبولیت برقرار رکھ سکے ہوں۔ لیکن زغلول پاشا اپنے آخری وقت تک بھرپور مقبول رہے۔ اُن کی عمر جتنی زیادہ ہوتی گئی، اُسی قدر زیادہ اُن میں سیاسی جوش اور انقلابی روح بیدار ہوتی گئی ... برطانیہ نے زغلول کو جلاوطن کیا تھا۔ لیکن اس عظیم الانسان کے دل میں اس وجہ سے کوئی بغض پیدا نہیں ہوا۔ برطانیہ نے دیکھ لیا تھا کہ یہ اُس کا ایک ایسا دشمن ہو جو خندہ پیشانی سے ہر طرح کی ضربیں برداشت کر سکتا اور پورے جوش سے اُن کا جواب دے سکتا ہو۔ کوئی شخص بھی اس "فلاح" کی شجاعت پر حیرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا، جس نے بے شمار مخالف قوتوں سے مقابلہ کیا اور سب کو بالآخر اپنے ارادے کے سامنے جھکا لیا ....!"

ڈیلی نیوز لکھتا ہو:

"زغلول، سالہا سال سے مصر کا معبود تھا۔ سیاسی جنگ میں اُس کی شجاعت و ثبات بے نظیر تھی۔ وہ اپنی قوم کو کامل خود مختاری کی طرف لے جا رہا تھا۔ لارڈ کرزن نے ایک مرتبہ کہا تھا "زغلول، شورش کا غیر مسئول علم بردار ہو!" لیکن کچھ ہو، وہ اپنے ملک کی آزادی چاہتا اور انگریزوں کو وہاں سے نکال باہر کرنا چاہتا تھا۔ مصریوں کے دل میں اُس کی عزت بے حساب تھی۔ وہ ہمارا شریف اور بہادر دشمن تھا۔"

منچسٹر گارڈین لکھتا ہو:

"زغلول پاشا، تمام مصریوں میں ایک آدمی تھا۔ اُس کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ یہی وجہ ہو کہ اُسے ۳ مرتبہ جلاوطن ہونا پڑا۔ انگریزوں نے بہت کوشش کی کہ اُسے جاہ و منصب کا لالچ دے کر ملا لیں، مگر اُس نے ہمیشہ انکار کیا، اور کامل خود مختاری کے سوا کبھی کچھ قبول کرنے پر رضامند نہ ہوا۔ سعد پاشا کی ذہانت، اخلاق، خوش مزاجی، ایسی تھی جس کی نظیر مغلوب قوموں کے رہنماؤں میں کبھی نہیں دیکھی گئی۔"

یہ انگلستان کے سب سے متعصب اخبارات کے خیالات ہیں۔ لیبر پارٹی کے اخبارات نے تو اس سے بہت زیادہ لکھا ہو۔ اختصار کے خیال سے ہم ان کا ذکر نہیں کر سکتے۔ یہ تمام رائیں تار کے ذریعہ قاہرہ کے اخبارات میں پہنچی ہیں اور ابھی ان کا سلسلہ برابر جاری ہو۔

اسی طرح فرانسیسی اخبارات نے بھی طویل و عریض مضمون شائع کئے ہیں اور مرحوم کی بہت تعریف کی ہے۔

نیم سرکاری اخبار "طان" لکھتا ہو: سعد پاشا، مصر کے اس وقت سب سے بڑے آدمی تھے۔ اُن کی زندگی کا اکثر حصہ اپنے ملک کے لئے آزادی حاصل کرنے کی جد و جہد میں گزرا۔ وہ دنیا بھر کی نظروں میں معزز و محترم تھے ...."

"ایکو ڈی پاری" لکھتا ہو "زغلول، مصر کا عظیم آدمی تھا۔ آزادی کا علم بردار تھا۔ مصر میں اُس سے بڑا کوئی آدمی موجود نہ تھا ...."

اخبار "دیبا" لکھتا ہو "سعد کی موت نے مصر کو اپنے سب سے بڑے رہنما سے محروم کر دیا۔ اُس کی شخصیت، بہت ہی عظیم تھی ...."

مکتوب بہت دراز ہو گیا ہو۔ آیندہ ہفتے انشاء اللہ میں لکھوں گا کہ سعد پاشا کی موت کا اثر مصر کی سیاست پر کیا پڑ سکتا ہو؟ اور انگریز اُس سے فائدہ اُٹھانے کی ابھی سے کیسی طیاریاں کر رہے ہیں؟ لیکن قلم روکنے سے پہلے میں بہت ہی اختصار کے ساتھ مرحوم کی سیاسی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈال لینا مناسب سمجھتا ہوں۔ تاکہ آپکے قارئین اندازہ کر سکیں کہ یہ عظیم زندگی کیونکر شروع ہوئی اور کس طرح موجودہ بلندی تک پہنچی؟

سعد پاشا کی زندگی پر ایک نظر

۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے۔

۳ اکتوبر ۱۸۸۰ء کو شیخ سعد زغلول ازہری طالب علم کی سرکاری اخبار الوقائع المصریہ کے ادارۂ تحریر میں تقرری ہوئی۔ ۸۰۰ قرش (ایک قرش دو پیسہ کا ہوتا ہو) ماہوار تنخواہ مقرر ہوئی تھی۔ یہ طالب علم خوش اطوار ہو۔ شیخ محمد عبدہ نے اُس کے چال چلن کی تصدیق کی ہو۔ یہ عبارت ایک سرکاری فرمان سے اخذ کی گئی ہو۔ اُس وقت مرحوم، ازہر کے طالب علم تھے اور "شیخ سعد زغلول" کہلاتے تھے۔

یکم فروری ۱۸۸۲ء کو اُن کی تنخواہ ۹۳۳ قرش ہوگئی۔

۲ مئی ۱۸۸۲ء کو "سعد آفندی زغلول" کا تبادلہ وزارت داخلیہ کے محکمہ میں ہو گیا اور تنخواہ ۱۰ پونڈ مقرر ہوئی۔

۱۴ ستمبر ۱۸۸۲ء کو "جیزہ" کی کشنری میں محافظ دفتر کا نظامت سرکاری مقرر ہوئے۔

۲۰ جون ۱۸۹۲ء میں ۴۵ پونڈ تنخواہ پر درجہ دوم کے مجسٹریٹ مقرر ہوئے۔

یکم فروری ۱۸۹۴ء میں تنخواہ ۵۰ پونڈ ہوگئی۔

یکم جنوری ۱۸۹۵ء میں تنخواہ ۶۰ پونڈ قرار پائی۔

۸ اپریل ۱۸۹۹ء میں انھیں پہلا سرکاری تمغہ دیا گیا۔

۱۱ جنوری ۱۹۰۲ء میں انھیں تیسرا نشان مجیدی عنایت ہوا۔

یکم جنوری ۱۹۰۶ء میں اُن کی سالانہ تنخواہ ایک ہزار پونڈ ہوگئی۔

۲۸ اکتوبر ۱۹۰۶ء میں "سعد زغلول بک" وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔

۱۲ نومبر ۱۹۰۶ء میں "پاشا" کا خطاب ملا۔

۱۸ جنوری ۱۹۰۸ء میں "مجیدی اول" کا تمغہ ملا۔

۲۳ فروری ۱۹۱۰ء میں محکمۂ عدالت کے وزیر مقرر ہوئے۔

۲۷ جنوری ۱۹۲۴ء میں وزیر اعظم مقرر ہوئے۔

۲۳ مارچ ۱۹۲۵ء میں پہلی مرتبہ پارلیمنٹ کے صدر مقرر ہوئے۔

۱۰ جون ۱۹۲۶ء میں دوسری مرتبہ پارلیمنٹ کے صدر منتخب ہوئے۔

۲۳ اگست ۱۹۲۷ء میں فوت ہوگئے۔

اطلاع ضروری

(۱)

بارش کی وجہ سے مطبع الہلال کے مشین روم کے بعض حصے کئی ہفتہ سے کمزور ہو گئے تھے، خصوصاً وہ ستون جن کے ذریعہ مشین جوڑ دی گئی ہیں۔ ہم نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح کام کے روکے بغیر درستگی کی جا سکے لیکن کوئی صورت نہ نکل سکی۔ مجبوراً اس ہفتہ کا کام ختم کرکے ان کی از سر نو تعمیر شروع کر دی جاتی ہو۔ ہم پوری کوشش کرینگے کہ آیندہ نمبر کسی نہ کسی طرح نکل جائے، لیکن اگر کامیابی نہ ہوئی تو اس صورت میں آیندہ جمعہ کا پرچہ جاری نہ ہو سکے گا، اور اُس کے بعد کے جمعہ کو نکلے گا۔ خریداران الہلال کو اگر ستمبر تک پرچہ نہ ملے، تو وہ سمجھ لیں کہ پرچہ شائع نہیں ہو سکا ہو۔ یہ ہفتہ خریداروں کی سالانہ قیمت میں محسوب نہ ہوگا۔ "منیجر"

(۲)

بعض حضرات نے لکھا ہو کہ اسوقت تک مولنا ابوالکلام کے اُن مضامین کی اشاعت شروع نہیں ہوئی ہو جس کا اُن کے احباب کو انتظار تھا۔ بجز باب التفسیر کے اور وہ بھی ہر نمبر میں مسلسل نہیں ہو۔ اُن حضرات کو اس طرف توجہ دلائی جاتی ہو کہ الہلال جاری کرتے ہوئے اُنھوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ جب تک مقدمہ اور تفسیر کی ابتدائی جلدوں کی از سر نو تحریر سے وہ فارغ نہیں ہونگے، الہلال کے لئے پورا وقت نہیں نکالیں گے۔ اب وہ ایک حد تک فارغ ہو چکے ہیں۔ اور اُنھوں نے ارادہ کر لیا ہو کہ سفر شملہ سے واپسی کے بعد اس کے لئے کافی وقت نکال لیں گے۔

منیجر

ایک عجیب قیامت برپا ہوگئی۔ اگر فوج اور پولیس کا انتظام غیر معمولی نہ ہوتا تو یقیناً بے شمار جانیں ضایع جاتیں۔ کیونکہ نعش کے بلند ہوتے ہی ہزاروں آدمیوں نے بیک وقت آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ ہر شخص کی یہی خواہش تھی کہ سعد کی نعش کا بوسہ لے، یا کم سے کم اُسے چھو ہی لے۔ مگر فوج اور پولیس نے پُرجوش مجمع کو روک دیا اور ٹھیک ۸ بجے جنازہ روانہ ہوگیا۔

جلوس میں سب سے آگے فوج کا ایک بڑا دستہ اپنا جنگی باجا بجا رہا تھا۔ اُس کے بعد مزدوری پیشہ طبقہ کی مختلف جماعتیں تھیں۔ ریلوے کے مزدور، کارخانوں کے مزدور، گاڑی بان، لوہار، حجام، غرضکہ مختلف پیشہ وروں کی علحدہ علحدہ صفیں تھیں۔ انکے پیچھے پھر فوج اپنے باجے کے ساتھ تھی۔ اس کے پیچھے مختلف تجارتی کمپنیوں کے مزدور اور کارخانوں کے مزدوروں کی صفیں، انکے بعد تھیں۔ پھر.....

مگر میرے لئے یہ تمام تفصیل بیان کرنا ناممکن ہو۔ صرف اس قدر کہہ دینا کافی ہو کہ قاہرہ میں جتنی جماعتیں اور فرقے موجود ہیں، جتنے ادارے قائم ہیں، جتنی انجمنیں،...... بلکہ اگر یہ کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ جتنی بھی مخلوق موجود ہو، اُس کا بڑا حصہ جنازے کے ساتھ ماتم کناں موجود تھا!

اس جلوس میں ایک قابل ذکر بات یہ تھی کہ اُس میں ہر طرف ہلال اور صلیب، دونوں کے علم بلند تھے۔ دونوں ہوا میں ملتے تھے اور ہم آغوش ہو جاتے تھے۔ یہ نظارہ نہایت ہی پُراثر تھا۔ یہ اس حقیقت کا ثبوت پیش کر رہا تھا کہ مصر میں اب ایک ہی عنصر باقی ہو، اور وہ آزاد مصری قوم ہو۔ اور یہ کہ سعد زغلول کسی ایک فرقہ کا رہنما نہ تھا بلکہ مصر کے تمام فرقوں کا یکساں طور پر رہنما تھا۔ وہ جس طرح مسلمان مصریوں کا محبوب تھا، اُسی طرح مسیحی مصریوں کا بھی محبوب تھا!

نماز جنازہ

ٹھیک ۹ بجے جنازہ، مسجد قیسون میں پہونچا۔ یہاں لاکھوں مخلوق نے نماز جنازہ ادا کی۔ صفوں میں سیکڑوں قبطی عیسائی، اور مصری یہودی بھی مسلمان نمازیوں کے دوش بدوش کھڑے تھے، اور اپنے سردار کی مغفرت کے لئے رب العالمین سے الحاح وزاری کر رہے تھے!

قبر پر!

نماز کے بعد جنازہ پھر آگے بڑھا اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبرستان کی طرف روانہ ہوا۔ قبر کے قریب پہنچکر جلوس رکا۔ ۷ آدمیوں نے گاڑی پر سے نعش اُتاری۔ ان میں دو قبطی عیسائی بھی شامل تھے۔ قبر میں نعش اُتارنے والے بھی یہی لوگ تھے۔ اس وقت کا ماتم ناقابل بیان ہو۔ دنیا کا کوئی قلم بھی اُسے نہیں لکھ سکتا۔ ایسا ماتم تھا کہ دل پھٹے جاتے تھے۔ ۶ معزز آدمی بیہوش ہو کر گر پڑے!

اس تمام دوران میں قلعہ سے توپیں دغتی رہی تھیں۔ مسیحی گرجوں کے گھنٹے بج رہے تھے۔ تکبیروں کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ قاہرہ، پورے معنی میں نشان غم بن گیا تھا۔

مٹی دینے سے پہلے فتح اللہ باشا برکات قبر میں اُترے اور مرحوم کو آخری سلام کرکے نکل آئے۔

وزیر داخلیہ کی تقریر

اس مؤثر موقعہ پر جعفر والی باشا وزیر داخلیہ کھڑے ہوئے اور کہا:

"سعد مر گیا۔ اُف، کیسی سخت مصیبت درپیش ہو! یہ ایسی مصیبت ہو جس کا غم کبھی دور نہیں ہوگا۔ سعد پاشا نے جن اعلیٰ اصول پر اپنی زندگی قربان کی، الحمد للہ اب وہ اصول تمام مصری قوم کے دلوں میں راسخ ہو چکے ہیں۔ اگر یہ جلیل القدر وجود اپنے جسم سے دور ہوگیا ہے، تو کوئی مضائقہ نہیں، اُس کی روح ہمارے اندر برابر زندہ رہیگی۔ ہم سب ایک ایک کرکے اسی طرح مر جائیں گے، مگر قوم اس شخص کی پیدا کی ہوئی روح سے ہمیشہ زندہ رہیگی!"

پارلیمنٹ کی تعزیت

وفات کے دوسرے دن پارلیمنٹ کے تمام ممبر بیت الامہ (یعنی قوم کا گھر۔ یہ اُس مکان کا نام ہوگیا ہو جس میں سعد پاشا رہتے تھے) میں جمع ہوئے، اور بیگم زغلول کے سامنے حسب ذیل تقریر کی:

"مرحوم و مغفور رہنما کی حرم محترم!

"یہ موقعہ ہمارے لئے نہایت ہی دردناک ہو کہ بیت الامہ میں جبکہ وہ سعد سے خالی ہو چکا ہو، اُس کی رفیق حیات کی تعزیت کو حاضر ہوں۔

"معزز خاتون! مصری قومیت کی تعمیر میں سعد نے پہلی اینٹ رکھی۔ اُسنے پوری سرزمین مصر کو ایک قوم بنا دیا اور اُس کا ایک ہی نعرہ قرار دیدیا: وہ نعرہ، کامل آزادی کا نعرہ ہے۔ اُسنے پوری قوم کی ایک صف بنا دی۔ خود آگے کھڑا ہوا، اور منزل مقصود کی طرف روانہ ہوگیا۔ اُسنے آزادی کی صفیں آگے بڑھائیں۔ عزت و عظمت کی راہوں میں داخل ہوا۔ تمام مشکلیں حل کر ڈالیں۔ رکاوٹیں دور کر دیں۔ اپنی بے نظیر قربانیوں سے منزل مقصود قریب کر دی۔ اپنی بے مثل ہمت سے ناممکن کو ممکن بنا دیا!

"سعد، دستوری حکومت کا باپ تھا، محافظ تھا، سپہ سالار تھا، سپاہی تھا۔ پارلیمنٹ کا سب سے پہلے کھولنے والا تھا۔ منبر خطابت کو سب سے پہلے ہلا ڈالنے والا تھا۔ حکومت کے ایوان میں سب سے پہلے اُسی کی حق گو آواز گونجی تھی!

"سعد ہی نے پارلیمنٹ کے اصول مقرر کئے۔ ضوابط بنائے۔ دستور العمل مرتب کیا۔ اُس کی عزت بڑھائی۔ اُس میں عظمت پیدا کی۔ اُسے قوت بخشی۔ اپنے جاہ و جلال کا ایک عظیم پرتو اُس پر ڈالا، اور وہ پُر جاہ اور پُر جلال بن گئی.........

"سعد اپنی صدارت کی کرسی پر حق و باطل کی سچی میزان تھا۔ دور اور نزدیک کے لئے روشنی کا ستون تھا۔ فصاحت میں صادق البیان تھا۔ پیری میں شباب عزم تھا۔ فیصلہ کی عظمت تھا۔ لفظ میں بلاغت تھا۔ حجت بالغہ تھا۔ آیۃ السحر تھا۔ ہدایت کا نور تھا۔ عقل کا ستون تھا۔ خطابت کا امام تھا....

"محترم خاتون! اس وقت جبکہ حزن و ملال نے آپ کو اپنی موجوں میں لے لیا ہو، اور جبکہ سعد پر رب کریم کی نظر عنایت پڑ رہی ہو، ہم اپنے زخمی دلوں کے ساتھ تعزیت پیش کرکے اور قسم کھاتے ہیں کہ جب تک زندگی باقی ہو کامل آزادی کے حصول کی جدوجہد جاری رکھیں گے اور پورے اتحاد و اتفاق کے ساتھ دستوری حکومت کی حفاظت کریں گے۔

"محترم خاتون! سعد نہ آپ کا تھا نہ ہمارا تھا۔ وہ خدا کا تھا اور وطن کا تھا۔ اُسنے اپنی تمام جرأت و ہمت، عظیم قربانیاں، عزم راسخ، غرضکہ جتنی بھی مافوق العادت قوتیں اُسے ملی تھیں، سب کی سب اپنے وطن کی خدمت پر وقف کر دی تھیں، یہاں تک کہ موت آگئی، اور اُسے شہادت نصیب ہوئی۔ سعد، شہید وطن ہے!

"سعد اپنی قبر میں آرام سے سوئے، کیونکہ وہ اپنے پیچھے ایک ایسی قوم چھوڑ گیا ہو جو اُسے کبھی فراموش نہیں کرے گی۔ پس سعد پر اُس کی زندگی میں سلام ہو اور موت کے بعد قبر میں بھی......"

تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ فتح اللہ باشا نے بالائی کمرے سے چلا کر کہا: "حضرات! سعد پاشا کی حرم محترم آپ سے درخواست کرتی ہیں کہ خاموش ہو جائیے۔ وہ کہتی ہیں: آپ کی تقریر سے میرا دل پھٹا جاتا ہو۔ آپکی ہمدردی کی از حد شکر گذار ہوں۔ میری زبان ہمارا شکریہ ادا کرنے سے قطعاً عاجز ہے۔ خدا سے میری دعا ہو کہ آپ سب کو سلامت رکھے۔ زندہ باد مصر!"

سعد پاشا کی حرم کا بیان

صفیہ خانم زوجۂ محترمہ سعد پاشا مرحوم نے قوم کے نام حسب ذیل بیان شایع کیا ہے:

"میرے فرزندو!

"اگر سعد، جوار خداوندی میں پہنچ چکا ہو، مجھ اکیلی کا سعد ہوتا، تو اُس کی موت پر تمہاری تعزیتوں کا شکریہ ادا کرتی۔ لیکن وہ پورے مصر کا سعد تھا۔ وہ مصر کا سپہ سالار تھا۔ امین تھا۔ اُسکی موت کی مصیبت، خود تمہاری مصیبت ہو۔ اُس کا ماتم خود تمہارا ماتم ہو۔ اگر مجھے شکریہ ادا کرنے کا کوئی حق پہنچ سکتا ہو تو وہ صرف اسی لحاظ سے کہ اُس کی محبت مجھے حاصل تھی۔ اُس کی نیکی مجھ پر دائمی تھی۔ اُس کے نام کی عزت مجھے نصیب ہوئی تھی۔ اُس کی وجہ سے تمہاری محبت اور قومی حکومت کی شفقت مجھے میسر آئی۔ اگر اتنا حق میرے لئے منظور کرو تو میرا شکریہ قبول کر لو۔ ایسا شکریہ، جس کے اخفا کی قدرت میرے دل میں نہیں ہو اور جس کے اظہار سے میری زبان قاصر ہو!

"میرے بچو! سعد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ایک اعلیٰ مطمح نظر تھا۔ سعد مر گیا، مگر الحمد للہ یہ مطمح نظر ہنوز باقی ہو۔ اُس کی محبوب شکل ہم سے اوجھل ہوگئی، مگر اُس کی قیمتی یاد ہمارے دلوں میں زندہ رہیگی، والذکریٰ تنفع المؤمنین!

"اگرچہ اُس کی جدائی کے غم نے ہمارے دل توڑ ڈالے ہیں، لیکن آؤ، اس غم کو مزید حمیت و شجاعت کا ذریعہ بنائیں۔ یہ غم ہماری ہمتیں بلند کرنے والا اور ہم میں ایک بالکل نیا جوش پیدا کرنے والا ہو کیونکہ شریف غم ایک ایسی قوت پیدا کر دیتا ہو جو بے روک ہوتی ہو، ایسی ہمت لاتا ہو جو لامتناہی ہوتی ہو۔ اگر سعد کا ہم پر کوئی حق ہو تو وہ یہی ہو کہ ہم امید کو نہ چھوڑیں، کیونکہ یہ پودا اُسی کا لگایا ہوا ہے۔ ہم اُس کے حسن ظن کے مطابق ثابت ہوں۔ اُس کا کام پورا کریں۔ اُس کی رکھی ہوئی بنیاد پر اپنی عمارت کھڑی کر دیں۔ مصر کو یاد رکھیں مصر کے سوا سب کچھ بھول جائیں۔ مصر ہی ہمارا مبتدا و منتہا ہو۔ اُسی سے پیدا ہوئے ہیں اور اُسی کی خاک میں مل جانے والے ہیں۔ اگر ہم ایسا کرینگے تو یقین کرو، سعد کو اپنی صفوں میں پائیں گے بلکہ ہر خادم وطن، ہر مجاہد وطن، سعد کو اپنے دل کے اندر دیکھے گا۔ یہ اس لئے کہ سعد، جس سے ہم محبت کرتے اور جسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہتے ہیں، در اصل ہمارا وہ مطالبۂ حق ہو جس کے لئے ہم کوشاں ہیں۔ یعنی آزادی، یعنی خود مختاری۔ اسی پر ہم جئینگے اور اسی پر مرینگے!

"میرے عزیزو! آج مصر تمہاری طرف دیکھ رہا ہو، تم بھی اُسے دیکھو۔ وہ تمہیں پکار رہا ہو، تم بھی اُس کی آواز سنو۔ تم نے کبھی اُس کی پکار سے کان بند نہیں کئے۔ آج پھر اُس کی طرف دوڑو۔ بے شک سعد مر گیا، مگر مصر زندہ رہو! بے شک قوم کا رہنما مر گیا، مگر قوم زندہ ہے! قومی آرزوؤں کا نشان مٹ گیا مگر قومی آرزوئیں زندہ ہیں۔ آؤ ہم بڑھ کر سعد کا جھنڈا اپنے کاندھوں پر اٹھا لیں۔ وہی اللہ جس نے مصر کے لئے ظلمت غفلت کے بعد نور بیداری کی راہ باز کر دی تھی، ہمیں آیندہ بھی راہ راست دکھائے گا، اور قوم کے لئے سعد کا نعم البدل پیدا کر دے گا......."

سعد پاشا کی یادگار

مجلس وزارت نے سعد پاشا کی یادگار قائم کرنے کے لئے حسب ذیل تجویزیں منظور کی ہیں:

(۱) مرحوم کا ایک بلند مجسمہ قاہرہ میں اور ایک اسکندریہ میں قائم کیا جائے۔ یہ دونوں مجسمے مرحوم کو حالت خطابت میں ظاہر کرینگے۔

(۲) "بیت الامہ" (سعد پاشا کا مکان) خرید کر قومی عمارت بنا دی

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آلات، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے اور نقش، پرانے زیور، آرائش و زیبائش کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب نوادر اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجیے۔ کیونکہ ہماری دکان [illegible] اہل علم، اہل دولت، دونوں کے لئے [illegible] ذخیرہ [illegible]

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے [illegible] حاصل کیا گیا ہے
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ دورہ کرتے رہتے ہیں۔

با ایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

بر اعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام عجائب خانے، کتب خانے، اور عجائب خانے ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ [illegible]

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

[illegible] ہم سے ہی خط و کتابت کیجیے۔
[illegible]

ادبیات

اِنَّ مِنَ البیانِ لَسحراً!

مرحوم سعد باشا زغلول کی بلیغ تقریریں

مرحوم احمد سعد باشا زغلول کی فصاحت و بلاغت اور قوت خطابت، مشہور عالم ہے۔ اُن کی مقبولیت اور سیاسی زعامت کی کامیابی میں ایک بڑا راز اُن کی یہی ساحرانہ خطابت ہے۔ ہم چاہتے ہیں اُن کی بعض مشہور تقریروں کے اقتباسات وقتاً فوقتاً شائع کرتے رہیں۔ ادبی خوبیوں کے علاوہ ان سے مرحوم کا سیاسی مذہب اور فکری رجحان بھی معلوم ہوگا۔

شہیدان وطن کی یاد

"ہمہ تن خشوع ہوکر اُن پاک روحوں کی طرف، بہادروں کی روحوں کی طرف، متوجہ ہوتا ہوں، جنھوں نے حق کا اعلان کیا، حالانکہ حق کا اعلان، مصر میں سب سے بڑا جرم تھا!

"وہ حق کا ڈنکا بجاتے آگے بڑھے۔ اُن کی بے لاگ شجاعت نے ہمیں سخ رنگ کردیا۔ سب کو وطن کے احترام پر مجبور کردیا۔ وہ اپنا فرض انجام دے چکے۔ اب وہ آرام سے اپنی قبروں میں سوئیں۔ آزادی کی سہانی صبح اُن کے خون سے نہائی ہوئی، غلامی کی ظلمت چاک کرکے نکل آئی۔ اللہ اُن کی قبریں روشن کرے۔ فردوس بریں میں اُنھیں آرام دے اور ہمارے عمل سے اُن روحوں کو خوش کرے"

نوجوان

"میری قوم کی جوانی پر خدا کا سایہ! نوجوانوں نے جولانی کے اُن تمام خزانوں کے منہ کھول دئے جو اُن کے سینوں میں بند تھے۔ پورے ملک کو جوش اور خودداری سے لبریز کردیا۔ دلوں میں عظمت پیدا کی، اُسلوں میں حرکت آماری، جسموں میں نظام قائم کردیا۔ نوجوان ہی ہماری تحریک کا اصلی ستون ہیں۔ مصر کے لئے روشنی کا مینار ہیں۔ مستقبل اُنھیں کے ہاتھ میں ہے۔ اور نوجوان ہاتھوں کی قوت معلوم ہے"

علماء دین

"میں علماء اسلام اور مسیحی قسیسوں کا شکر گزار ہوں۔ اُنھوں نے متحد ہوکر دشمن کی سب بڑی حجت باطل کردی۔ تمام اختلافات دور کردئے، اور ثابت کردیا کہ سب دین اپنی غرض میں ایک ہیں۔ سب وطن کی مدافعت فرض قرار دیتے ہیں، سب کا تعلق، خالق ارض و سماء کی عبادت سے ہے۔ سب وطنی مصلحت میں مخلوق کو اتحاد کی دعوت دیتے ہیں"

اصول نہ کہ اشخاص

"سعد اور اُس کے رفیق، تم میں انبیاء نہیں ہیں جنھوں نے معجزے دکھائے۔ اولیاء نہیں ہیں جنھوں نے کرامتیں دکھائی ہیں۔ وہ تمھارے ہی افراد ہیں۔ تمھارے اصول کے خدمتگذار ہیں۔ تمھارے ہی آدمی ہیں، تمھارے شعور کا اُنھوں نے احساس کیا اور تمھارے اصول سے لبریز ہوگئے۔ چنانچہ وہ اُن کی خدمت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پس ہمارے لئے کوئی فخر نہیں۔ اور اگر ہے تو وہ تم سب کا فخر ہے۔

"بلاشبہ میں نے کچھ خدمت کی ہے۔ لیکن میں نے کوئی قربانی نہیں کی، کیونکہ میں بے روزگار تھا۔ البتہ میرے ساتھیوں نے قربانیاں کی ہیں۔ اُنھوں نے اپنے منصب اور عہدے چھوڑے، حتیٰ کہ اپنی اولاد تک کی جدائی گوارا کی، اور آپ جانتے ہیں کہ میرے کوئی اولاد بھی نہیں (اسپر حاضرین پکارے "ہم سب آپ کی اولاد ہیں") بلاشبہ تم سب میری اولاد ہو۔ لیکن میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تمام افراد اشخاص کے لئے نہیں، اصول کے لئے ہے۔ وہ اصول، سعد اور سعد کے رفقاء سے کہیں بلند ہے"

اتحاد

"میری نظر میں سب سے بڑی اور محبوب چیز مسلمانوں اور قبطیوں کا اتحاد ہے۔ یہ علم جو اس مبارک اتحاد کا نشان ہے، مجھے دنیا اور دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ عزیز ہے۔ یہ علم میرے ہاتھ میں ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی پوری قوت سے اُس کی حفاظت کروں گا اور زندگی کے آخری لمحے تک اسے بلند رکھوں گا۔ "مسلمان" اور "عیسائی"! لیکن میں مسلمان اور عیسائی نہیں چاہتا۔ مصر میں صرف ایک قوم ہونا چاہئے اور وہ مصری قوم ہے"

وکالت

وکلاء کے ایک جلسے میں تقریر کرتے ہوئے مرحوم نے کہا،

"میری خدمتوں کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ میرے لئے ان خدمتوں پر فخر کرنا روا نہیں ہے لیکن میں آپ کی اجازت سے صرف اس بات پر فخر کرنا چاہتا ہوں کہ میں وکالت کے پیشے میں داخل ہوا اور اُس کی خدمت کی۔

"ہاں، میں اس خدمت پر بہت زیادہ فخر کرتا ہوں۔ مجھے کوئی انانیت کا الزام نہ دے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں اُس زمانے میں اس پیشہ کا کیا حال تھا؟

"میں نے وکالت کا پیشہ اُسوقت اختیار کیا جب یہ پیشہ معزز نہ تھا، جیسا اسوقت ہے۔ بلکہ وہ حقیر سمجھا جاتا تھا اور اُس کے آدمی بھی حقیر سمجھے جاتے تھے۔ یہ پیشہ اصل میں جس قدر شریف تھا، ہمارے ملک میں اُسی قدر ذلیل ہوگیا تھا۔ وکیل اور دغاباز، یہ دونوں لفظ ہم معنی سمجھے جاتے تھے۔ اچھے خاندان کا کوئی رکن بھی اُسمیں داخل نہیں ہوتا تھا۔ اور سچ یہ ہے کہ اُسوقت خود وکلاء کو بھی اپنی عزت نفس کا کوئی خیال نہ تھا۔

"لیکن یہ سب جانتے ہوئے بھی میں اس پیشہ میں داخل ہوا۔ بلاشبہ یہ ایک بڑی اخلاقی شجاعت کا کام تھا۔ میں سُنا کرتا تھا کہ لوگ وکیل اس لئے بنتے ہیں کہ مکر و فریب کی راہوں سے دولت کمائیں۔ میں نے کہا لیکن میں اس لئے وکیل بنوں گا کہ حق و عدالت کی خدمت کرسکوں۔

"یہ اُسوقت کی بات ہے جب وکیل، حاکم عدالت کے رحم پر ہوتا تھا۔ اُس کی ذراسی ناراضی بھی، وکیل کو اپنی کمائی سے محروم کردیتی تھی۔

"ایک دن ایسا ہوا کہ میں ایک مقدمہ پر بحث کر رہا تھا مگر فریق وکیل نے کہا آج پیشی بڑھا دی جائے۔ میں نے اعتراض کیا۔ پیشی کا التوا ناروا ہے، کیونکہ ملزموں کو قید خانے میں بلا سبب رکھنا لازم آتا ہے۔ حاکم خفا ہوگیا۔ "فوراً اپنے الفاظ واپس لو" حاکم نے کہا۔ "عدالت کے لئے کوئی بات بھی ناروا اور ناجائز نہیں" لیکن میں نے الفاظ واپس لینے سے انکار کیا اور سخت صورت حال کا مقابلہ کیا۔

"اسی طرح کے بہت سے واقعات پیش آتے رہے، یہاں تک کہ وہ زمانہ آگیا جب یہ پیشہ معزز ہوگیا اور حکام، وکلاء کی دوستی پر فخر کرنے لگے"

قومی نگرانی کے حدود

"ہم قوم کے نمائندے ہیں۔ قوم کو ہماری نگرانی کا حق ہے۔ قوم کا فرض ہے کہ وہ اپنا مطالبہ ہمیں بتلائے۔ آسنے یہ مطالبہ ہمیں بتایا ہے کہ "کامل آزادی" اب ہم کوشش کرتے ہیں۔ قوم کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کوشش کی راہیں بھی ہمارے لئے مقرر کرے۔ قدم قدم پر ہم سے بازپرس کرے اگر ہم کسی سے گفتگو کریں تو ہم سے رودادطلب کرے اگر ہم کہیں جائیں تو ہم سے وجہ دریافت کرے۔ قوم کو چاہئے کہ خاموشی سے ہماری کوششیں دیکھے۔ جب ہم اُس کے سامنے اپنی کوشش کے نتائج پیش کریں تو بلاشبہ اُسے حق ہے کہ ہماری تجویزیں خوب جانچے اگر اُس کی پسند کے مطابق نہ ہوں تو ٹھکرا دے۔ ہمیں ہرگز کوئی شکایت نہیں ہوگی"

آزادی کی نعمت

"ہم دنیا کی ہر نعمت سے محروم ہوجانے پر طیار ہیں۔ سب آرام ہم سے چھین لو، ہمارا مال و دولت بھی ضبط کرلو۔ ہم اس سب پر صبر کرلیں گے۔ مگر اے ہمیں غلام بنانے والو! یاد رکھو، ہم آزادی سے ہرگز دست بردار نہ ہونگے۔ آزادی، خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اُس سے محرومی خود زندگی سے محرومی ہے"

قومی وحدت

"قوم اسکے سوا کچھ نہیں کہ انسانوں کا ایک مجموعہ ہے، وہ مجموعہ جس کی مصلحت ایک ہے، جس کا شعور ایک ہے، جس کی آرزو ایک ہے۔ ہماری قوم کی اسوقت آرزو کیا ہے؟ کامل خود مختاری!

"ہماری قومی وحدت مضبوط بنیاد پر قائم ہے: اُس میں شق نہیں پڑ سکتی۔

"وہ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ "باشاؤں" (امیروں) کا گروہ پوری قوم پر حاوی ہونا چاہتا ہے۔ ہمارے ملک میں نہ "باشاؤں" کا کوئی خاص گروہ ہے نہ "فلاحین" (کسان) کا۔ ہم سب "باشا" بھی ہوسکتے ہیں اور "فلاح" بھی ہوسکتے ہیں۔ میرے اپنے خاندان کے اکثر افراد فلاح ہیں لیکن میں سعد زغلول باشا ہوں۔

"وہ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارے اندر دینی فرقے موجود ہیں۔ ممکن ہے پہلے کبھی ہوں، لیکن اب کوئی فرقہ نہیں ہے۔ اور اگر کوئی ہے تو وہ ایک ہی فرقہ ہے۔ یعنے مصری قوم، جب سے جدید بیداری کا سورج طلوع ہوا ہے ہلال اور صلیب نے ہمیشہ کے لئے معانقہ کرلیا ہے۔ یہ معانقہ صرف مسلمان اور قبطی کا معانقہ نہیں ہے۔ یہ مسلمانوں کا دنیا بھر کی قوموں اور مذہبوں سے اتحاد کا نشان ہے۔ ہم متعصب نہیں ہیں۔ ہم شیطان کے پجاری نہیں ہیں جو انسانوں میں پھوٹ ڈالتا ہے۔ ہم خدا کے پرستار ہیں جو انسانوں میں محبت کا رشتہ پیدا کرتا ہے"

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف، ابن تیمیه و ابن قیم

دینی علوم کے بیش بہا جواہر ریزے

اس سلسله میں ہم نے امامین کی ان نادر و اعلیٰ درجه کی بلند پایه عربی تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا ہے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروری و ناگزیر ہے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد قسمت ہندوستان کی دماغی اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه — امام ابن قیم کی فن سیرت میں شہرۂ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائی روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کی بحث کے علاوه امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کی مبسوط بحث کی ہے - بلا جلد اڑھائی روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکی تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے ہیں - دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقیٰ — خالق و مخلوق کے درمیانی واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا ہے - چھه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروری حالات زندگی نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیے ہیں - ۸ آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصری کی تازه کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن آئمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمی ' اسلامی ' ماہوار رساله ہے جس کے خریدار کو ہم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربی ' فارسی ' انگریزی ' اور دوسری زبانوں کی تمام اہم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اہتمام کیا ہے - اسکے علاوه آئمه اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے ہوئے حالات درج کیے جاتے ہیں - فی پرچه ۸ آنه سالانه ۴ روپیه پیشگی -

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھیں

اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینه را

تازه خواہی داشتن گر داغہائے سینه را

اردو صحافت کی تاریخ میں الهلال ہی وہ رساله ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی -

الهلال اگرچه ایک ہفته وار مصور رساله تھا ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا ' اس لئے اس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تھا - اس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب ' مذہب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے ہوتے تھے - اور اسکا ہر باب اپنی مجتہدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا - پھر اس نے ظاہری خوبیاں اردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تھیں - اردو کا وہ پہلا ہفته وار رساله تھا ' جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کی وجه سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوگئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں - اس کی جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمی ' مذہبی ' سیاسی ' اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعه ہیں - ان کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اس کی تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدی ہے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا ' ہم نے کوشش کی که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جا سکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل ہوگئی ہیں - ہم اس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخری موقعه دیتے ہیں که اس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں " چونکه جلدوں کی ایک بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف انہیں درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی - ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس به ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه   الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه

" " " چہارم ۱۰ روپیه   " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبه الهلال اس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب ہے - قیمت فی پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ہے -

منیجر "البلاغ پریس"

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لیے استعمال کی جا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دے دیئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہو گئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لتیمو میں چھپی ہے۔ -۱۲ر دینیر الہلال کلکتہ

۱۹۲۷

جلد ۱

الہلال

نمبر ۱۵۱

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

Printed and Published by

Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta

Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الحکیم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۵ | کلکتہ : جمعہ ۳ ۔ ربیع الثانی ۱۳۴۶ هجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 30, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔ طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وہ هین جن مین الهلال چھپتا هی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ هی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اهم مسئلہ هی ۔ ضروری هی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۲۱۰ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۱۹۷	اردو حروف کی حق مین	۳۴۹
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۳۷٤	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۲۳	نستعلیق هون	۱۱۷

ان مین بہی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا کہ اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی ، اور اسلیی شرح و بیان کی ضرورت هی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔

الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا ہے

قیمت سالانه مع محصول - -	بارہ روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے - -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي - - -	سات روپیه
قیمت في پرچه - - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط وکتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط وکتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط وکتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلیے ایک جگه سے دوسري جگه جا رہے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لیے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لیے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط وکتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

ایک اخبار کے نمایندہ سے اُس نے گفتگو کرتے ہوئے کہا :

" میری عمر اِس وقت ساٹھہ برس کی ہے - لیکن میں ایسا محسوس کرتا ہوں ' گویا عالم شباب میں ہوں - دس برس پہلے میں بالکل بوڑھا ہو گیا تھا اور یقین کرتا تھا کہ زندگی ختم ہو گئی - اُس وقت میں پیدل چل نہیں سکتا تھا - میری شرائین سوکھہ کر سخت ہو گئی تھیں ' اور تمام جسم کمزور ہو چکا تھا - لیکن اب میں آسانی سے دوڑ سکتا ہوں - تمام ورزشی کھیل اِس طرح کھیلتا ہوں ' گویا تیس برس برس کا جوان ہوں - میں روز چودہ پندرہ گھنٹے کام کرتا ہوں ' مگر ذرا نہیں تھکتا - مجھہ میں اِتنی بدنی قوت ہے کہ بڑے بڑے پہلوانوں اور گھونسہ بازوں سے مقابلہ کر سکتا ہوں - میرے خیال میں دنیا بھر میں کوئی ایک آدمی بھی ایسا موجود نہیں جو مجھہ سے زیادہ زندگی کی مسرتیں لوٹتا یا اُن مسرتوں کا لطف محسوس کر سکتا ہو - میری یہ قابل رشک حالت ' صرف اُس طریق علاج کا نتیجہ ہے جو میں نے ایجاد کیا ہے - مجھے از حد خوشی ہے کہ میرا تجربہ پورے طور پر کامیاب ہوا - چونکہ اِس طریقہ میں تمام عالم انسانیت کے لیے بھلائی ہے ' اس لیے میں اُس کا ایک حصہ ظاہر کردونگا - لیکن دوسرا حصہ بدستور مخفی رکھونگا ' یہانتک کہ اُس کے ظہور کے لیے مناسب وقت آجائے - مجھے دیکھو - کیا میری قوت ' چستی ' تندرستی ' ایسی نہیں ہے جس پر نوجوان رشک کریں ؟ "

" اپنے طریق علاج کا جو حصہ میں دنیا پر ظاہر کر دینا چاہتا ہوں ' وہ در حقیقت بالکل صاف ' سادہ ' اور معمولی ہے - اُس کا تعلق سراسر غذا سے ہے - چالیس سال کی عمر تک جو چاہو کھاؤ پیو ' بلکہ اِس سن تک جس طرح چاہو زندگی بسر کرو - لیکن جونہی چالیسویں سالگرہ شروع ہو ' گوشت ' شراب ' اور تمباکو سے قطعی اجتناب کرلو - اِس عمر والے کے لیے گوشت یقیناً سم قاتل کا حکم رکھتا ہے - اس کی جگہ پر ہفتہ میں ایک دو مرتبہ مچھلی استعمال کی جا سکتی ہے - مچھلی حقیقی معنی میں گوشت نہیں ہے (اگرچہ علماء تشریح اِس کے خلاف کچھہ ہی کہیں) مچھلی میں کبریتی مادہ بہت بڑی مقدار میں موجود ہوتا ہے - اور معلوم ہے ' یہ مادہ دماغ اور اُس کی تندرستی کے لیے اصلی جوہر ہے - جسم کی خلایا یا تھیلیاں ہمیشہ تبدیل ہوتی رہتی ہیں - پرانی خلایا غائب ہوجاتی ہیں ' نئی خلایا اُن کی جگہ لے لیتی ہیں - چالیس سال کی عمر تک یہ عمل جاری رہتا ہے - اِس کے بعد خلایا کا انحلال تو جاری رہتا ہے ' مگر نئی خلایا کی تکوین نہین ہوتی - درحقیقت ہم چالیس برس کی عمر سے مرنا شروع کر دیتے ہیں ' کیونکہ اُس قوت سے محروم ہو جاتے ہیں جو خلایا کی تکوین کی علت ہے - بلا شبہ ہم اِس عمر کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں ' لیکن ہمارے قوی برابر گرتے اور مٹتے جاتے ہیں - یہ بھی ظاہر ہے کہ گوشت ' شراب ' اور تمباکو جن عناصر سے مرکب ہے ' وہ زندہ خلایا کو قتل کرتے اور مٹاتے رہتے ہیں - پس اگر ہم زیادہ زندہ رہنے کے متمنی ہیں تو ہمیں اِس تدریجی خود کشی سے اجتناب کرنا چاہیے - یعنی ہمیں اِن قاتل عناصر کے استعمال سے قطعی پرہیز کرنا چاہیے "

" کلٹی کے ذریعہ شباب واپس لانے کا طریقہ بے فائدہ ہے - اُس کا اثر بہت ہی محدود اور عارضی ہوتا ہے - کیونکہ بوڑھے آدمی مین جوان بندر کی کلٹی اُسی وقت تک قوت پیدا کر سکتی ہے جب تک صحیح و سالم موجود ہے - لیکن جوں ہی اُس میں ضعف پیدا ہوگا ' بڑھاپا پہلے سے بھی زیادہ شدت سے واپس آجائیگا اور ڈاکٹر کی کوئی کوشش بھی اُسے سنبھال نہ سکے گی - واقعہ یہ ہے کہ زندگی کا جوہر ' کلٹی میں نہیں بلکہ جسم کی خلایا میں ہوتا ہے - ہر خلیہ اپنے اندر جرثوم حیات پوشیدہ رکھتی ہے - اِس جرثوم کو ہم زندگی کا میکروب کہہ سکتے ہیں - یہی میکروب ' خلیہ کو حرکت دیتا اور زندہ رکھتا ہے - اِس میکروب کا قتل خود خلیہ کا قتل ہے - اور خلیہ کا قتل زندگی کا ختم کرنا ہے - لہذا اِن جراثیم حیات کے بقاء و دوام کی کوشش کرنی چاہیے - اِس کوشش کی کامیابی یقیناً زندگی کو دراز کر دے گی - میں نے ایک ایسا کیمیاوی مرکب طیار کر لیا ہے جو اِن جراثیم کے لیے اکسیر کا حکم رکھتا ہے - لیکن اِس مرکب کو میں ابھی ظاہر کرنا نہیں چاہتا ' یہانتک کہ اُس کے مزید تجربے ختم کرلوں "

" ہر شخص جانتا ہے کہ چالیس سال کی عمر کے بعد جسم میں جو مادہ کم ہو جاتا ہے ' وہ کلورائد کا ایک مرکب ہے - یہ مرکب میں نے معلوم کرلیا ہے اور اُسے ابھی تک راز بنائے ہوے ہوں - اگر یہی مرکب بوڑھے جسم میں انجیکشن کے ذریعہ پہنچا دیا جاے تو انسان ضرور جوان ہو جائیگا ... اُس کی حیرت انگیز تاثیر تم اِس وقت بھی میرے جسم میں دیکھہ سکتے ہو "

احساس الم کا ازالہ

تکلیف کے احساس کا سبب کیا ہے ؟

تکلیف کا احساس اِس لئے ہوتا ہے کہ جسم میں اعصاب (پٹھے) موجود ہیں - یہ اعصاب اِس احساس کو اُس کے مرکز — دماغ — تک پہنچاتے ہیں اور انسان تکلیف محسوس کرتا ہے - علم کی ترقی کے بعد بہت سے مخدرات ایجاد ہو گئے ہیں - یہ اِس احساس کو زایل کر دیتے ہیں مگر اُن کا اثر عارضی ہوتا ہے - پھر بہت سے بیماروں پر اِن مخدر دواؤں کا استعمال بھی نہیں کیا جاسکتا ' کیونکہ اُن کا دل کمزور ہوتا ہے اور وہ اُن کے متحمل نہیں ہوسکتے -

یہ ' اور اِسی قسم کی دوسری مشکلات دیکھہ کر مذکور الصدر ڈاکٹر کن آب نے ایک ایسا طریقہ ایجاد کرنے کی کوشش شروع کردی ہے جو سرے سے تکلیف کا احساس ہی زایل کردے اور مخدر دواؤں کی ضرورت باقی نہ رہے -

ڈاکٹر کو یقین ہے کہ اِس مقصد میں اُسے ضرور کامیابی ہوگی - اِس کامیابی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان ہمیشہ کے لئے تمام آلام و تکالیف سے نجات پا جائیگا - اُس وقت جراح مخدرات کی مدد کے بغیر عمل جراحی کر سکینگے - مریض ہرگز کوئی تکلیف محسوس نہیں کریگا - ڈاکٹر کا دعوی ہے کہ کتوں پر اُس کا تجربہ بالکل پورا اترا ہے - لہذا کوئی وجہ نہیں کہ انسان پر بھی کامیاب نہ رہے -

اِس طریق علاج کا خلاصہ یہ ہے کہ " نخاع مستطیل " (بصلة النخاع) پر عمل جراحی کیا جائے تاکہ احساس کا مرکز ہمیشہ کے لیے شل اور سن ہوجائے - ظاہر ہے ' جب اصلی مرکز سن ہوجائیگا تو تکلیف کا احساس بھی قطعاً باقی نہیں رہے گا - واقعی اگر یہ تجربہ کامیاب ثابت ہوگیا ' تو ہمارے تمام جسمانی آلام ہمیشہ کے لیے ختم ہوجا سکتے ہیں -

لیکن ابھی کامیابی دور نظر آتی ہے - کیونکہ اِس عمل جراحی میں ایک بڑا خطرہ یہ ہے کہ دماغ میں جملہ احساسات کے مرکز ہی کہیں شل نہ ہوجائیں اور انسان میں کوئی حس ہی باقی نہ رہے - ہاں اگر وہ خاص عصب (پٹھا) دریافت ہوجائے جو تکلیف کا احساس دماغ تک پہنچاتا ہے ' تو بلا شبہ یہ انکشاف ' انسانیت کے لیے نعمت عظمی بن جاسکتا ہے -

مذاکرۂ علمیّہ

برتر انسان

(Super man)

(ایک جدید علمی تجربہ)

قارئین الہلال ڈاکٹر وورنوف کے نام سے واقف ہوچکے ہیں - اس ڈاکٹر نے شباب کی واپسی کے لیے جو طریقہ ایجاد کیا ہے ' اُس کا مفصل بیان کسی پچھلی اشاعت میں درج ہو چکا ہے - آج ہم اُس کا ایک اور تجربہ - یا زیادہ صحیح لفظوں میں نظریہ - پیش کرتے ہیں - یہ نظریہ بلاشبہ عجیب ہے - اتنا عجیب کہ بمشکل یقین کیا جا سکتا ہے - لیکن ڈاکٹر مذکور اُس پر مضبوطی سے مصر ہے ' اور ثبوت میں اپنے بعض تجربوں کا حوالہ دیتا ہے -

جدید نظریہ یہ ہے کہ صرف بوڑھے ہی جوان نہیں بنا دیے جاسکتے بلکہ ایک نئی انسانی نسل بھی پیدا کی جا سکتی ہے جو موجودہ نسل سے اپنے جسمی و دماغی قوی میں کہیں زیادہ برتر ہوگی - ڈاکٹر وورنوف اِس ایندہ نسل کو " سوپر مین " یا برتر انسان کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے - یہ دراصل مشہور جرمن حکیم نیٹشے کی اصطلاح ہے - اُس کا دعوی ہے کہ اِس نسل کا ہر فرد اپنے جسم و دماغ میں ایک نمونہ ہوگا ' بہت طویل العمر ہوگا ' کم سے کم ۱۵۰ برس ضرور زندہ رہے گا !

اعادۂ شباب کا معاملہ ' اب نظریے کی حد سے نکل کر علمی حقائق کی صف میں جگہ پا چکا ہے - علم ' اُس کی راہ میں بہت سی مسافتیں طے کرچکا ہے - شکوک و شبہات کے تقریباً تمام پردے اُس پر سے اٹھ چکے ہیں - عنقریب انسانی تاریخ پر اِس کا بہت گہرا اثر پڑنے والا ہے -

لیکن " برتر نسل " کی تخلیق ابھی تک ایک نظریہ ہی ہے ' اگرچہ ڈاکٹر وورنوف کو اُس پر پورا یقین ہے - اپنے اِس نظریہ کی تکمیل میں بھی وہ بندر کی گلٹیوں سے کام لینا چاہتا ہے -

تفصیل یہ ہے کہ ڈاکٹر وورنوف کا اعتقاد ہے ' اگر ممتاز جسمی وعقلی قوی کے آدمیوں میں ایک تیسری گلٹی کا اضافہ کر دیا جائے ' تو اُن کی نسل ضرور برتر ہوگی - اب تک وہ مینڈھوں پر متعدد کامیاب تجربے کرچکا ہے - لیکن حال میں آٹھ برس کے ایک لڑکے پر تجربہ شروع کیا ہے - اُس کا خیال ہے ' اِس لڑکے کی اولاد حیرت انگیز عقلی و جسمی قوی کی مالک ہوگی -

اِس موضوع پر ایک اخبار کے نامہ نگار سے گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر موصوف نے کہا :

" میں مستقبل پر نظر ڈالتا ہوں تو اُس کے دھندلے میں " سوپر مین " (برتر انسان) صاف دکھائی دیتا ہے - یہی انسانی اور اُس کی نسل ابد الآباد تک دنیا پر حکومت کرے گی - یہ نسل ایک ایسی قہرمان عقل و جسم کی مالک ہوگی کہ تمام مخلوقات اُس کی قوت قاہرہ کے سامنے جھک جائینگی ... میں ابتک بوڑھوں کو جوان بناتا تھا - لیکن یہ کچھ زیادہ نتیجہ خیز عمل نہ تھا - اِس سے انسانی عمر میں تھوڑا سا اضافہ ہوتا ہے - لیکن اب جن نئے تجربوں کا میں نے عزم کیا ہے ' وہ تمام پچھلے تجربوں سے کہیں زیادہ حیرت انگیز اور نتیجہ خیز ہونگے - یہ تجربے صرف بوڑھوں ہی پر نہیں ہونگے - اب میری توجہ کا مرکز کم عمر بچے ہونگے - وہ بچے جنکی عمر آٹھ اور دس برس کی ہے - بندر کی گلٹی ہی یہ حیرت انگیز انقلاب پیدا کرے گی ' اور انہیں ایک نیا آدمی بنا دے گی - میں ایسے بچوں کو اپنے تجربے کے لیے منتخب کرونگا جو غیر معمولی ذہانت اور جسمانی قوت رکھتے ہیں - یہ بچے اور ان کی نسل ' مستقبل میں یقیناً نہایت عظیم ہوگی - اِس مقصد میں سب سے بڑی مشکل یہ درپیش ہے کہ ترقی یافتہ بندروں (شمپانزی اور اورنگ اوٹنگ) کی کافی تعداد موجود نہیں ہے - اگر ہر آدمی کے لیے ایک ایک بندر مل جائے تو نہایت قلیل مدت میں نسل انسانی کی کایا پلٹ جائے - لیکن یہ مشکل نا قابل حل نہیں ہے - یورپ اور امریکا کے گرم علاقوں میں بندروں کی افزائش کا انتظام کیا جا سکتا ہے "

جراثیم حیات

(ایک اور جدید نظریہ)

هندوستان میں کم لوگوں نے ڈاکٹر کن آب کا نام سنا ہوگا - حالانکہ وہ فرانس کا ایک مشہور ڈاکٹر اور عالم ہے - اُس جیسی وسیع معلومات رکھنے والے آدمی دنیا میں بہت کم ہیں - وہ ۸۰ - علوم و فنون اور صناعتوں کا ماہر ہے - چنانچہ سائنس داں ' طبیب ' فیلسوف ' کیمیائی ' موجد ' موسیقی داں ' شاعر ' ریاضی ' فلکی ' سب ہی کچھ ہے - غیر معمولی دماغی قابلیت کے علاوہ نہایت عظیم جسمانی قوت بھی رکھتا ہے - پورا پہلوان ہے -

یہ عجیب ڈاکٹر ' وورنوف اور اُسکے تمام ہم مشرب ڈاکٹروں کے بارے میں سخت سوءظن رکھتا ہے - اُس کے خیال میں وہ دغاباز ہیں - جوانی واپس لانے کا جو طریقہ اُنھوں نے ایجاد کیا ہے ' غلط ہے - اُس کا اثر ' عارضی ہے ' اور اُس کا رد فعل نہایت مضر ہوتا ہے - لیکن خود اپنے متعلق اُس کا دعوی ہے کہ وہ بوڑھوں کو بغیر کسی گلٹی کے استعمال کے جوان بنا دیتا ہے اور انسان کی عمر دو سو برس تک طویل کرنے سکتا ہے - اس کے علاج میں سب سے پہلے اُن شرطوں کی پابندی ضروری ہے جو اُس کے خیال میں درازی عمر کی ضروری شرطیں ہیں - پھر انجیکشن کے ذریعہ وہ ایک مادہ جسم میں داخل کر دیتا ہے - یہ مادہ خود اُس نے ایجاد کیا ہے - دنیا کو ابتک اُس کا کوئی علم و تجربہ حاصل نہیں ہوا -

وفات کا پتہ چل گیا - وہ شاہی محل میں گھس پڑی اور بایزید کے لڑکے کو بایزید کی آمد تک تخت پر بٹھا دیا - سلطان محمد فاتح نے اپنے دونوں لڑکوں کے بیٹے بطور ضمانت کے اپنے پاس رکھہ چھوڑے تھے تاکہ وہ وفادار اور اطاعت شعار رہیں - معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوگیا بلکہ فوج سازش سے بھی واقف ہوگئی اور وزیر اعظم کو قتل کر ڈالا -

(٤)

اب جم کی زندگی کے ہولناک تاریک دن شروع ہوتے ہیں - قاصد ہوا کی طرح اڑکر بایزید کے پاس پہنچا - ولی عہد گویا پہلے ہی سے طیار بیٹھا تھا - فوراً روانہ ہوگیا اور نہایت سرعت سے پایۂ تخت میں داخل ہوا - لیکن قصر شاہی میں فوج نے داخل ہونے نہیں دیا اور اپنا انعام طلب کیا - گویا اپنی وفاداری کی قیمت لینی چاہی - بایزید ڈرپوک تھا - فوراً خزانے کا منہہ کھول دیا اور سب کو خوش کردیا - بعد میں بھی بخشش فوج کا مطالبہ اور قرضہ بن گئی اور سلطنت کے لیے بہت مضر ثابت ہوئی -

بایزید تخت نشین ہوگیا اور اپنے بھائی جم پر قابو حاصل کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا - جم اب تک اِس انقلاب سے بے خبر تھا - باپ کی وفات اُس وقت معلوم ہوئی جب صدر اعظم قتل ہو اور بایزید تخت نشین ہوچکا تھا !

سخت متحیر ہوا کہ کیا کرے ؟ یہ ظاہر تھا کہ صدر اعظم کے بعد پایۂ تخت میں اُس کے حامیوں کی کوئی جماعت باقی نہیں رہی ہے - علماء اُس کے سخت خلاف ہیں اور عام راے اُنھی کے زیر اثر ہے - اب اُسے اپنے سامنے دو ہی راہیں نظر آتی تھیں : بھائی کی اطاعت ' یا جنگ - پہلی صورت کی طرف اُس کا رجحان تھا ' مگر دو باتوں سے ڈرتا تھا : ایک یہ کہ کلیشیا کی حکومت اُس کے ہاتھہ سے چھین لی جائیگی - دوسرے یہ کہ بایزید اُسے قتل کی کوشش کریگا - کیونکہ ترک سلاطین کا یہ عام دستور تھا کہ اپنے بھائیوں کو قتل کرڈالا کرتے تھے - اگرچہ وہ کتنے ہی مطیع و وفادار ہوں -

مجبوراً اُس نے جنگ کا عزم کیا - اُسے اپنی کامیابی کی قوی امید تھی - کلیشیا کے باشندے جنگجو اور وفادار تھے - اُس نے خیال کیا ' بایزید بزدل اور پست ہمت ہے - ہرگز مقابلہ نہ کر سکے گا -

(۵)

چنانچہ وہ فوراً کمر بستہ ہوگیا اور ایک جرار فوج لے کر بروسہ کی طرف بڑھا - بروسہ ' قسطنطنیہ کی کنجی ہے - اُسے یقین تھا ' بایزید کی طیاری سے پہلے ہی وہ بروسہ پر قابض ہوجائے گا - مگر بایزید بھی غافل نہ تھا - مقابلہ کی طیاری کرچکا تھا - جم کے متحرک ہوتے ہی اُس نے بھی ایاز پاشا کی قیادت میں ایک فوج روانہ کردی ' اور خود بھی ایشیائی ساحل پر جنگی کارروائی کرنے کیلیے آ موجود ہوا -

دونوں فوجیں بیک وقت بروسہ کے سامنے پہنچیں - شہر والوں نے اپنی بربادی کے خوف سے دونوں پر شہر کے دروازے بند کر دیے - بالآخر ہی باہر فیصلہ کر لینے پر مجبور کیا - میدان جنگ گرم ہوا اور پہلے ہی معرکہ میں بایزید کی فوج بھاگ نکلی - جم ' مظفر و منصور شہر میں داخل ہوا اور اپنی سابق عیاشی پھر شروع کردی - اب اُسے کامل یقین تھا کہ پایۂ تخت کا مالک ہوجائے گا -

لیکن یہ اُس کی سخت غلط تھی - بایزید نے ایک اور فوج کوان سنان پاشا کی سپہ سالاری میں بھیجی - مگنیا سے ایک دوسری فوج اُس کی کمک پر چل دی ' اور دونوں نے مل کر جم پر حملہ کردیا - عیش پسند شاہزادے کے سپہ سالار ' نصوح نے دشمن کی قوت دیکھی تو دوا ازواد کی طرف پسپا ہوگیا - خود جم کو بھی بروسہ خالی کرنا پڑا - صرف سترہ دن کی حکومت اُس کی قسمت میں لکھی تھی !

بایزید نے صرف اپنی جنگی قوت ہی پر بھروسہ نہیں سازش کا جال بھی پھیلا دیا - بڑی بڑی رشوتیں دے کر جم کے بہت سے آدمی ملا لیے - حتی کہ اُس کا وزیر یعقوب بھی خیانت پر آمادہ ہوگیا - یعقوب نے اپنے آقا کو ینی شہر چلنے کا مشورہ دیا - یہاں بایزید کی ایک بڑی فوج موجود تھی - فوراً جم پر ٹوٹ پڑی - اب بھی پلہ شاہزادے ہی کا بھاری تھا - مگر عین میدان جنگ میں اُس کے سپہ سالار نصوح نے دغا کی اور فوج کا ایک بڑا حصہ لے کر دشمن سے جا ملا - اب جم کے لیے راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہا تھا -

لیکن ابھی ایک امید باقی تھی - سلجوق خاتون ' سلطان محمد فاتح کی پھوپی ' دونوں بھائیوں میں صلح کی کوشش کررہی تھی - خود جم نے اُسے بروسہ سے بھیجا تھا - تجویز یہ تھی کہ سلطنت تقسیم ہوجائے - یورپین علاقوں پر بایزید حکومت کرے اور ایشیاء جم کے حوالے کر دے - نیک دل سلجوق خاتون نے سلطان کو بہت کچھہ سمجھایا - بھائی کے حقوق یاد دلائے ' مگر کامیابی نہ ہوئی - بایزید نے صاف کہدیا " بادشاہی میں رشتہ نہیں ہوتا "

سلطان محمد فاتح
جبکہ وہ قسطنطنیہ کے سقوط کے بعد شہر میں داخل ہوا

جم ' شکست کھا کر بھاگا - راستہ میں خود اُسی کے سپاہیوں نے اُسے لوٹ لیا اور سخت زخمی کیا - محمد فاتح کا اولو العزم فرزند دوسرے دن آق شہر میں اِس طرح پہنچا کہ تن پر ایک کپڑا بھی نہ تھا اور سردی سے اُس کا تمام بدن کانپ رہا تھا - اگر ایک شخص رحم کھا کے اُسے اپنا گرم کوٹ نہ دے دیتا تو یقیناً ٹھٹھر کر مرجاتا !

شکست کے ایک ہفتہ بعد وہ قونیہ پہنچا - یہاں اپنی ماں اور بیوی سے ملاقات ہوئی - اِنھیں لے کر شام روانہ ہوا ' اور شام سے ۲۸ جون سنہ ۱۴۸۲ع کو مصر پہنچا - مصر میں اُس کا بڑا شاندار استقبال کیا گیا - خود سلطان قایتبائی نے شہر کے باہر آکر خیر مقدم کیا اور معزز مہمان کو اپنے محل میں اتارا - چار مہینے آرام

افسانہ

ترکی تاریخ کا ایک مجہول صفحہ

(شاهزادہ چم کا افسوس ناک انجام)

کم لوگوں نے شاهزادہ " چم " کا نام سنا هوگا - عام طور پر مورخوں نے بهي اِس کا ذکر نہیں کیا ہے - نتیجہ یہ ہے کہ یہ نام بالکل اجنبي معلوم هوتا ہے - حالانکہ اِس کا واقعہ ترکي تاریخ میں ایک نہایت هي غم ناک فاجعہ (ٹریجدي) ہے - اور اس وقت بهي مشرقي دنیا کے لیے عبرت و موعظت کا ایک درس ہے - آج هم قارئین الهلال سے اِس تاریخي شخصیت کا تعارف کراتے هیں -

(١)

چم ــــ یا یورپین تلفظ کے مطابق " زیزم " ــــ ایک بد نصیب مشرقي شاهزادہ ہے - مصائب و آلام نے اُس سے محبت کي - زمانے نے بے وفائي کي - حسرت و غم نے اُسکا پیچھا کیا -

سلطان محمد ' فاتح قسطنطنیہ کا یہ منجھلا لڑکا تھا - اُس میں جسماني قوت ' ذهانت ' حسن ' خوش مزاجي ' رقیق احساس ' شجاعت ' جملہ اوصاف جمع هوگئے تھے - پیدائشي شاعر تھا - ترکي شعر و ادب میں ابتک اُس کے آثار موجود هیں ' اور اُس کي ذهني بلندي اور شاعرانہ تخیل کا بہترین ثبوت هیں -

اُس کا آغاز نہایت امید افزا تھا - گمان هوتا تھا کہ قدرت اُس پر پوري طرح مہربان ہے - ابهي اُس کي عمر دس برس هي کي تھي کہ اولوالعزم باپ ' محمد فاتح ' اُس کي قابلیت کا معترف هوگیا اور صوبۂ قسطمونی کا حاکم مقرر کردیا - یہاں شعراء و ادباء کي ایک بڑي جماعت موجود تھي - کم سن شاهزادے نے اُنھیں باریاب کیا ' تعلقات بڑھائے ' اور خداداد قابلیت کے ساتھ شعر و ادب کا با قاعدہ مطالعہ کیا - تھوڑي هي مدت میں اپنے استادوں سے بهي بازي لے گیا - اُسي زمانے میں ایک فارسي قصے " خورشید و جمشید " کا ترکي شعر میں ترجمہ کیا اور اپنے والد کے نام هدیہ کیا - محمد فاتح بہت خوش هوا - پہلے سے زیادہ مہربان هوگیا اور صوبۂ کلیشیا کي حکومت سپرد کردي - اُس وقت چم کي عمر صرف اٹھارہ سال کي تھي ' مگر وہ پختہ کار حکمراں بن چکا تھا -

کلیشیا میں اُس نے اپني انتظامي قابلیت کے بڑے بڑے ثبوت پیش کیے - یہ صوبہ پہلے سلجوقیوں کي ایک ریاست تھا - آل عثمان نے اُسے فتح تو کرلیا تھا ؛ مگر پوري طرح قابو نہیں پاسکے تھے - همیشہ بدامني اور شورش برپا رهتي تھي - سابق سلجوقي حکمراں بغاوتوں پر بغاوتیں کرتے رهتے تھے - مصر کے چرکس بادشاہ اور ایران کے شہنشاہ اُن کي امداد کرتے تھے - اُس وقت ترکي سلطنت میں اِس صوبے سے زیادہ مشکل حکومت کسي صوبے کي نہ تھي - والیوں پر والي آتے تھے اور ناکام لوٹ جاتے تھے -

لیکن چم نے آتے هي اپني بے نظیر همت و شجاعت سے کام لے کر تمام شورش پسند عناصر کا خاتمہ کردیا - هولناک معرکوں میں بے خوف و خطر گھس جاتا تھا - دست بدست لڑائیاں لڑتا تھا - بڑے بڑے شہ زوروں سے نبرد آزما هوتا اور همیشہ غالب رهتا - تھوڑے هي دنوں میں اُس کا رعب دلوں پر چھا گیا - چم کا نام دل دهلا دیتا تھا - باشندے ڈر سے اُس کا نام نہیں لیتے تھے - " رستم دوراں " کے لقب سے یاد کرنے لگے تھے !

(٢)

پانچ برس تک نہایت بیدار مغزي سے حکومت کرتا رہا - هر طرف امن و امان قائم هوچکا تھا - کوئي پیچیدگي بهي باقي نہیں رهي تھي - اب اُس نے اپنے تئیں معطل پایا - اِس تعطل نے اُس کے مزاج میں تبدیلي پیدا کي ' اور اِسي تبدیلي سے اُس کي بد نصیبي کا آغاز هوا -

حکومت کي ذمہ داریوں سے غافل هوگیا - عیش و عشرت کي بساط بچھا دي - نفس پرستي کا دروازہ کھول دیا - اُس کا محل بوالہوسوں کا مرکز اور عیش پرستوں کا کعبہ بن گیا -

اب تک وہ پوري قوم کا محبوب تھا - کوئي نہ تھا جو اُسے محمد فاتح کا سچا جانشین نہ خیال کرتا هو - ملک بھر کي یہي راے تھي کہ آئندہ سلطان وهي هوگا - لیکن اِس نئي تبدیلي نے اُس کي شہرت و مقبولیت کو سخت نقصان پہنچایا - دو جماعتیں قائم هوگئیں : ایک اب بهي اُس کي مؤید تھي - پورے یورپ کے مقابلے کي قوت اُسي میں دیکھتي تھي - یہ جماعت وزیر اعظم محمد نشانی باشا کي تھي - دوسري جماعت فسق و فجور کي وجہ سے اُس کي سخت مخالفت تھي - دین و امت کے لیے اُسے خطرناک سمجھتي تھي - اِس جماعت کا سرگروہ ' شیخ الاسلام تھا -

چم کا حریف ' بایزید تھا - یہ اُس کا بڑا بھائي اور ترکي دستور حکومت کي رو سے اپنے باپ کا وارث تھا - سلطان محمد کي زندگي میں دونوں حریف دور دور رهے - لیکن اُس کي وفات کے بعد تصادم ضروري تھا -

چم ' عقلمند ' بہادر ' اولوالعزم ' مگر عیاشي کي وجہ سے غفلت کا شکار هوگیا تھا - بایزید ' بے قوف ' بزدل ' پست همت ' مگر سلطنت حاصل کرنے کے لیے بے قرار تھا - بایزید اپنے بھائي کي قابلیتوں سے واقف تھا ' اِس لیے بہت بیدار رهتا تھا -

(٣)

اپنے باپ کي وفات کے وقت دونوں بھائي پایۂ تخت ' قسطنطنیہ سے دور تھے - چم کلیشیا میں تھا اور بایزید اماسیا کا حاکم تھا - وزیر اعظم محمد نشانی باشا چونکہ چم کا طرفدار تھا ' اس لیئے اُس نے سلطان کي موت فوج سے مخفي رکھي - کیونکہ فوج تمام تر ترکي علماء کے زیر اثر تھي - اُس نے پہلے ایک خفیہ قاصد چم کے پاس بھیجا کہ فوراً پایۂ تخت پہنچو اور سلطنت پر قابض هو جاؤ - نیز وہ تدبیریں بهي لکھدیں جن سے بایزید زیر کیا جا سکتا تھا - کئي دن بعد دوسرا قاصد بایزید کے پاس بھیجا اور تخت نشیني کي دعوت دي -

دونو قاصد روانہ هوگئے - مگر چم بد قسمت تھا - اُس کا قاصد پہنچ نہ سکا - کوتاهیہ کا حاکم سنان باشا ؛ بایزید کا طرفدار تھا - وہ حقیقت سے واقف هوگیا اور قاصد کو گرفتار کرکے قتل کرڈالا - دوسري مصیبت یہ پڑي کہ پایۂ تخت کي فوج کو سلطان کي

کا غم کہا رہي ہيں - مگر پوپ نے منظور نہيں کيا - اُس نے کہا "پوپ مع بادشاہ ترکي پر چڑھائي کرنے کي طياري کر رہے ہيں تاکہ تمہيں تخت نشين کرديں" ساتھہ ہي اُس نے بہت اصرار کيا کہ مسيحي دين اختيار کرلے تاکہ "دنيا کے ساتھہ آخرت کي عزت بھي حاصل ہوجائے"

جم ' پکا مسلمان تھا - پوپ کي يہ دعوت حقارت سے رد کردي - اُس نے سختي سے کہا "اگر تمام دنيا کي بادشاہي مل جائے ' تو بھي ميں اپنا دين فروخت نہيں کرونگا" اِتنا ہي نہيں بلکہ غيور شہزادے نے پوپ کے روبرو سر جھکانے يا اُس کے ہاتھہ کو بوسہ دينے سے بھي انکار کرديا ' جيسا کہ شاہانِ يورپ کا دستور تھا - اُس نے کہا "ميں مسلمان ہوں - پوپ کے سامنے نہ تو جھک سکتا ہوں ' نہ اُس کا ہاتھہ چوم سکتا ہوں !"

پوپ نے اپنے ويٹيکان ميں نظر بند کرديا اور دول يورپ کو ترکي پر حملہ کي ترغيب دينے لگا - مگر اُس وقت بھي يورپ ميں باہم دگر سخت منافست تھي - آپس ميں کوئي سمجھوتا نہ ہوسکا - اسي اثناء ميں پوپ نے انتقال کيا اور مشہور ظالم کارڈينل ' اسکندر اُس کا جانشين ہوا - اِس نے اُس عظيم رقم پر قناعت نہيں کي جو جم کو قيد ميں رکھنے کے صلہ ميں بايزيد سے سالانہ وصول کيا کرتا تھا - بلکہ ايک بہت بڑي رشوت لے کر اُس کے قتل پر آمادہ ہوگيا -

(۱۱)

اسي زمانہ ميں (ستمبر سنہ ۱۴۹۴ع) چارلس ہشتم شاہ فرانس نے روم کا محاصرہ کرليا ' اور صلح کي ايک شرط يہ بھي قرار دي کہ جم اُس کے حوالہ کر ديا جائے - پوپ نے دونوں طرف سے فائدہ اٹھانا چاہا - اُس زمانے ميں يورپ کے روحاني رہنما آلات و وسائل قتل کے بھي سب سے بڑے ماہر تھے - پوپ کے پاس ايک ايسا زہر موجود تھا جو اگر ايک تندرست آدمي کو کھلا ديا جائے ' تو ايک خاص مدت تک اُس کي تندرستي پر کوئي اثر نہيں پڑتا تھا - ليکن اُس مدت کے بعد آہستہ آہستہ اُسکي تاثير کام کرنے لگتي تھي ' اور بہ تدريج مريض کا خاتمہ کر ديتي تھي - پوپ نے يہي زہر جم کو کھلا ديا ' اور اِسکي اطلاع بايزيد کو ديکر اُس سے مطلوبہ رقم حاصل کرلي - پھر زندہ و سالم جم ' چارلس کے حوالہ کرديا ' اور اُس سے بھي صلح کرلي !

جم ' شاہ فرانس کے قبضہ ميں آگيا - چارلس نے اُسے ترکي پر فوج کشي کے ليے آمادہ کرنا شروع کيا - مگر اب وہ سمجھہ چکا تھا کہ يورپ اُس کي طرفداري نہيں کر رہا ہے - اُس کي آڑ ميں سب سے بڑي اسلامي سلطنت تباہ کرني چاہتا ہے - چنانچہ اُس نے قطعي طور پر انکار کرديا - بادشاہ نے ناراض ہوکر قيد کرديا - مگر اب اُس کي دائمي رہائي کا وقت بھي آ پہنچا تھا - پولس رسول کے جانشين پوپ کا زہر اُس کے جسم ميں سرايت کرچکا تھا - وہ ابھي نابولي ہي ميں تھا کہ ۲۴ - فروري سنہ ۱۴۹۵ع ميں انتہائي حسرت و ياس کے ساتھہ اِس دنيا سے ہميشہ کے ليے رخصت ہوگيا !

اُسکے آخري الفاظ يہ تھے :

" خدايا ! اگر دشمنانِ دين مجھے مسلمانوں کے خلاف کام لينا چاہتے ہيں ' تو مجھے جلد موت ديدے ' اور اُن کا مقصد پورا نہ ہونے دے !"

مختارات

حب ذات کس ميں زيادہ ھے : مرد ميں يا عورت ميں ؟

(ايک مصري خاتون کے قلم سے)

سب سے پہلے مجھے يہ ظاہر کرديتا چاہيے کہ دنيا کي ترقي کے ليے جس طرح ايثار کرنے والے ضروري ہيں ' اُسي طرح حب ذات رکھنے والے بھي ضروري ہيں - اگر ايک آدمي بھي حب ذات رکھنے والا باقي نہ رہے ' تو ايثار کرنے والے لوگ کس کي خدمت کرينگے ؟ وہ ضرور دل ميں گھٹ گھٹ کر مر جائينگے - کيونکہ اُن کے ليے ايثار کي نيکي پر عمل کرنے کا کوئي موقعہ موجود نہ ہوگا - ليکن چونکہ يہ دونوں خصلتيں رکھنے والے دنيا ميں تقريباً مساوي تعداد ميں موجود ہيں ' اور ہميشہ موجود رہينگے ' اِس ليے اِس صورت حال کے پيش آنے کا کوئي خطرہ نہيں ہے -

اب سوال يہ پيدا ہوتا ہے کہ حب ذات کس ميں زيادہ ہے : مرد ميں يا عورت ميں ؟ ميرے خيال ميں جواب صرف ايک ہي ہو سکتا ہے ' اور وہ يہ ہے کہ مجموعي طور پر جنس نسواني ميں يہ خصلت زيادہ پائي جاتي ہے - عورتيں علی العموم حب ذات کي بيماري ميں مبتلا ہيں - ہر عورت اپني طبيعت پر تھوڑا سا غور کرکے يہ حقيقت معلوم کرلے سکتي ہے - برخلاف اِسکے مردوں ميں ايثار کا مادہ بہت ہوتا ہے - عورتيں خود غور کريں کہ اُنکے آرام و آسائش کے ليے مرد کتني تکليفيں اٹھاتے ہيں ؟ ہمارے ليے دروازے کھولتے ہيں - ہماري گري ہوئي چيزيں اٹھا ديتے ہيں - ريل اور ٹريم وغيرہ سواريوں ميں ہمارے ليے اپني جگہ خالي کر ديتے ہيں - ہمارے سر پر چھتري لگا کے چلتے ہيں - غرضکہ اٹھنے بيٹھنے ' کھانے ' پينے ' ہر چيز ميں ہمارے ليے ايثار کرتے ہيں - خود تکليف اٹھاتے ہيں اور ہميں آرام ديتے ہيں !

حقيقت يہ ہے کہ عورت ' مرد کي اِس خصلت سے بہت خوش ہوتي ہے - اِسے اُسکي مردانگي کي علامت سمجھتي ہے - اسي طرح مرد بھي عورت کي حب ذات پسند کرتا ہے - بلکہ اگر ہم عورتوں ميں حب ذات نہ ہوتي ' تو مرد ہم سے سخت نفرت کرنے لگتے - يہي حب ذات ' بناوٹي کمزوري ' مصنوعي نزاکت ; وہ ادائيں ہيں جو ہميں مرد کي نظر ميں معزز و محبوب بنائے ہوئے ہيں -

لینے کے بعد حج کے لیے مکہ معظمہ روانہ ہوا - وہاں یمن سے ترک سرداروں سے ملاقات ہوئی - یہ لوگ بایزید کے خلاف تھے - اُنھوں نے شاہزادے کو از سر نو قسمت آزمائی کا مشورہ دیا اور اپنی عقیدت و خدمت پیش کی - اِنھی میں قاسم بک حاکم کلیشیا بھی تھا -

(۶)

جم نے پھر کمر ہمت چست کی - حلب پہنچا - وہاں بایزید کے کئی باغی سپہ سالار اُس کے انتظار میں تھے - اُنھیں ساتھ لے کر کلیشیا گیا اور وعدہ کیا کہ سلطان بننے کے بعد کلیشیا کو خود مختاری بخش دے گا -

جم نے ایک بڑی فوج جمع کرلی اور قونیہ کی طرف بڑھا - بایزید نے سنا تو ایک لشکر گراں کے ساتھ روانہ ہوا - اُس کی فوج کا سپہ سالار اپنے زمانے کا سب سے بڑا جنگی آدمی تھا - کدیک احمد پاشا فاتح اٹرنٹو مشرق و مغرب ' دونوں دنیاؤں میں مشہور تھا - اُس نے آتے ہی جم کی فوج تہ بالا کر ڈالی -

جم ' پھر بھاگا اور کلیشیا کے پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوگیا - بایزید نے ایک وفد بھیج کر خواہش کی کہ جنگ سے باز آجائے اور پر امن زندگی اختیار کرے - اُس نے منظور کرلیا مگر اِس شرط پر کہ اُسے چند صوبوں کی حکومت بخش دی جائے - بایزید نے انکار کیا " ایک سلطنت میں دو سلطان جمع نہیں ہوسکتے " اُس کا صاف جواب تھا -

بایزید نے صرف انکار ہی نہیں کیا بلکہ حریف کا پہاڑوں میں تعاقب بھی شروع کردیا - جم کے لیے اب وسیع دنیا تنگ ہوگئی - اُس نے ارادہ کیا کہ مصر یا ایران میں جاکر پناہ ڈھونڈھے ' مگر قاسم بک نے مشورہ دیا کہ یورپ جائے اور وہاں کے بادشاہوں کی مدد سے اپنا ملک فتح کرے -

(۷)

شاہزادے نے بڑے پس و پیش کے بعد یہ تجویز قبول کرلی - قسطنطنیہ کی فتح کا واقعہ ابھی تازہ ہی تھا - یورپ کے تمام بادشاہ ترکوں کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے - قوی امید تھی کہ وہ سلطنت عثمانیہ کی تباہی کے خیال سے اِس باہمی خانہ جنگی میں شرکت منظور کر لینگے ' اور اِس طرح مداخلت و استیلاء کا موقعہ بہم پہنچائینگے -

جم نے جزیرۂ روڈس میں اپنا ایک وفد بھیجا - اُس وقت یہ جزیرہ مشہور صلیبی مجاہدین " سینٹ جان کے سواروں " کے قبضہ میں تھا - جزیرے کے حاکم اعلیٰ نے اپنے ارکان حکومت کے مشورے سے شاہزادے کی حمایت قبول کرلی - آنے کی دعوت دی اور اپنا جنگی بیڑہ اُس کے لیے بھیج دیا -

۲۳ - جولائی سنہ ۸۲ ۱۴ - کو جم کا روڈس میں شاہانہ استقبال کیا گیا - اور نہایت عزت و احترام سے اُسکی ضیافتیں شروع ہوئیں - بایزید کو معلوم ہوا تو اُس نے جزیرہ کی حکومت کو دائمی صلح کے معاہدہ کا پیغام بھیجا - ساتھ ہی بہت سے امتیازات بھی پیش کیے - اِن مراعات کے صلے میں جم کی حوالگی کی درخواست کی - جزیرہ کی حکومت بہت خوش ہوئی - اُس نے شاہانہ مراعات قبول کرلیں - مگر جم کے حوالہ کرنے سے اِس بنا پر انکار کیا کہ وہ مہمان ہے - البتہ وعدہ کیا کہ اُسے جزیرے سے نکال دیا جائیگا -

جزیرے کی حکومت نے ایک طرف بایزید سے معاہدہ طے کرلیا - دوسری طرف جم سے وعدہ لے لیا کہ سلطنت پر قابض ہونے کے بعد اُسے عظیم الشان مراعات دے گا - باضابطہ عہدنامہ لکھوا لینے کے بعد شاہزادے سے کہا کہ یہاں اُس کی زندگی خطرے میں ہے - بایزید نے اسے زہر دینے کے لیے اپنے جاسوس بھیج دیے ہیں - لہذا مصلحت یہی ہے کہ فرانس چلا جائے -

(۸)

بد نصیب شاہزادہ راضی ہوگیا - اور اگست سنہ ۱۴۸۲ ع میں جزیرے سے روانہ ہوا - اُسے یقین تھا کہ فرانس جا رہا ہے - وہاں آزاد شاہانہ زندگی بسر کریگا - مگر جہاز میں بیٹھتے ہی اُس نے محسوس کیا کہ حکام جزیرہ کی حراست و قید میں ہے اور وہ اُسے آزاد کرنا نہیں چاہتے - مگر اب مجبور تھا - صبر کے سوا کوئی چارہ نہ تھا -

شاہزادہ ' شہر نیس میں پہنچایا گیا - یہ مقام اُسے بہت پسند آیا - اُس کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھا - یہیں اقامت اختیار کرلی چاہتا تھا مگر تخت شاہی کے لیے بے چین تھا - چنانچہ یہاں سے شاہ فرانس کے پاس قاصد بھیجا اور امداد کی درخواست کی - لیکن حکومت روڈس کے آدمیوں نے قاصد کو راستہ میں روک لیا اور شاہزادے کو فروری سنہ ۱۴۸۳ ع میں نیس سے دوسری جگہ لے گئے - اب اُسے کہیں جانے نہیں دیتے تھے - شہروں شہروں لئے پھرتے تھے اور سختی سے نگرانی کرتے تھے -

جم کو یقین ہوگیا کہ اُسے دھوکا دیا گیا ہے - یہ لوگ اُس کے ذریعہ بایزید سے فائدہ اٹھا رہے ہیں - چنانچہ اُس نے پھر دو قاصد روانہ کیے - ایک فرانس کو ' دوسرا ہنگری کو - مگر اُس کے میزبان روڈس کے حاکموں کو خبر مل گئی اور اُسے قلعہ ساسناگ میں تن تنہا قید کردیا -

(۹)

اب جم کی زندگی میں پھر ایک نیا انقلاب ہوتا ہے - قلعہ ساسناگ کا مالک ایک ڈیوک تھا - اُس کی لڑکی ولینیا ہیلانا حسن و جمال میں یکتا تھی - شاہزادے نے اُسے دیکھا تو عاشق ہوگیا - دوشیزہ کو بھی اُس سے محبت ہوگئی - محبت نے مرد میدان جم کی طبیعت بالکل بدل ڈالی - جنگ و جدل سے نفرت ہوگئی - حکومت کا شوق زائل ہوگیا - خاموش زندگی کی طلب پیدا ہوئی - اُس نے بایزید کو پے در پے خطوط بھیجے اور رحم و کرم کی درخواست کی - مگر سنگ دل بھائی کو رحم نہ آیا - دشمن کو جھکتے دیکھ کر اُس کی ہمت اور بھی بڑھ گئی - اُس نے شاہ فرانس سے مطالبہ کیا کہ جم کو فوراً اپنی حدود سے خارج کرے -

جزیرۂ روڈس کے حکام نے دیکھا کہ شکار ہاتھ سے جاتا ہے - فوراً ایک نئے سودے پر آمادہ ہوگئے - پوپ اِنوسینٹ ہشتم سے ایک بہت بڑی قیمت لے کر ' ۱۳ - مارچ سنہ ۱۴۸۹ - کو شہزادہ اُس کے حوالہ کر دیا -

(۱۰)

جم ' روم کو روانہ کیا گیا - پوپ سے ملاقات ہوئی - جم نے اپنی مصیبتیں نہایت مؤثر پیرایہ میں بیان کیں اور درخواست کی کہ اُسے مصر جانے دیا جائے جہاں اُسکی ماں اور بیوی مدتوں سے جدائی

کر دیا ہے - اِس تصویر میں علامۂ موصوف جس لباس میں دکھائے گئے ھیں ' ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں مسلمانانِ مغرب (مراکش و تیونس) کا عام لباس تھا - اور مصر و شام میں بھی اسی وضع کا عمامہ استعمال کیا جاتا تھا - علامۂ موصوف کا آخری عہد مصر میں بسر ہوا ہے - بہت ممکن ہے ' یہ تصویر اصلی اور مستند ہو -

---

(علم الاجتماع)

پہلے یہ علم ' علماء و مفکرین کے ایک نہایت تنگ دائرے میں محصور تھا ' مگر اب وہ ایک ضروری موضوع بن گیا ہے اور سب کے لیے اُس کی تحصیل لازمی ہوگئی ہے -

(فرد اور جماعت)

فرد اور جماعت میں ایسا مضبوط رشتہ ہے کہ عملاً لازم و ملزوم بن گئے ھیں - ناممکن ہے کہ ان میں سے ایک مفقود ہو اور دوسرا موجود ہو سکے - روز بروز ثابت ہوتا جاتا ہے کہ عام اجتماع اور علم افراد ' دونوں باہم دگر وابستہ ھیں - ان میں تفریق ناممکن ہے ' اور یہ ' کہ تمام فلسفی اور اخلاقی مسائل ؛ اجتماعی مسائل میں داخل ھیں -

فرد اپنی صفتیں اور خصلتیں ' اپنی قوم و جنس سے ورثہ میں پاتا ہے - یہی معنی ھیں " جماعت " کے - علم جماعت (یا اجتماع) مادی اور معنوی حیات کے علم سنن و نوامیس سے بحث کرتا ہے - نیز اُس کا تعلق علم الحیاۃ سے بھی گہرا ہے - کیونکہ کہا جا سکتا ہے کہ جملہ کائنات اپنے آغاز کے وقت ایک ھی عظیم جماعت تھیں - یہ اس لیے کہ وہ شروع میں غیر مرئی جوہر فرد (ایٹم) کے بے حساب ذروں کا مجموعہ تھیں - بنا بریں علم اجتماع ' جملہ علوم کا مجموعہ اور خلاصہ ہے -

(قوم کا نظام اُسکی استعداد و ضرورت کے مطابق ہوتا ہے)

اِس علم کے اساتذہ کی رائے ہے کہ ہر قوم کا سیاسی واجتماعی نظام دوسری قوموں سے نمایاں طور پر مختلف ہوتا ہے - ہر قوم کا نظام ' اُس کی ذہنی و تمدنی حالت کا ترجمان ہوتا ہے - اِس نظام کی اہمیت اور خوبی ہمیشہ اعتباری ہوتی ہے - جماعتوں کے نشو و ارتقاء میں سیاسی نظامات ' سبب و عامل ہونے سے کہیں زیادہ خود مقصد و عمل ہوتے ھیں -

قوم کی مخصوص سیاسی تنظیم ' صرف اُس کی موجودہ زندگی ھی کی میزان نہیں ہوتی ' بلکہ اُن تمام انتظامی دوروں کا بھی پتہ دیتی ہے جو اُس پر گزشتہ زمانوں میں گزر چکے ھیں - کسی انسان کو بھی یہ قدرت حاصل نہیں کہ ملک میں کوئی ایسا نظام جاری کردے جو نظری طور پر سب سے بہتر اور ترقی یافتہ معلوم ہو - تاریخ بتاتی ہے کہ غیر فانی قوانین قائم کرنے والے مقننوں نے صرف اس لیے کامیابی حاصل کی تھی کہ اُنھوں نے پہلے قوم کی ضروریات معلوم کرلی تھیں ' پھر اِن ضروریات کے مطابق قانون بنائے تھے - سولن نے کیا ھی خوب کہا ہے " میں نے ایتھنز کے باشندوں کے لیے ایسا قانون طیار نہیں کیا ہے جو عقلاً سب سے افضل ہے - بلکہ ایسا قانون بنایا ہے جو اُن کی استعداد اور ضرورت کے موافق ہے "

تمدن کی تاریخ یہ حقیقت پوری طرح ثابت کر رہی ہے کہ ہر قوم کا نظام ' اُس کی ضرورت کا مظہر ہوتا ہے - ہم دیکھتے ھیں کہ اُن قوموں کے نظام تقریباً یکساں ہوتے ھیں جو ترقی کی مساوی سطح پر پہنچ گئی ھیں - پوری تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی ایسی موجود نہیں کہ کسی قوم کا نظام ' قوت اور تشدد کے ذریعہ بدلا جاسکا ہو - بلا شبہ یہ صورت کبھی فتوحات اور انقلابات کے بعد پیدا ہوجاتی ہے - مگر تبدیلی محض ظاہری اور لفظی ہوتی ہے - حقیقت و واقعہ پر اُس کا کوئی اثر نہیں پڑتا - اِس کی بہت سی مثالیں موجود ھیں - جزیرۂ کارسیکا مدت سے فرانس جیسی متمدن حکومت کے ماتحت ہے ' مگر آج تک اِس جزیرہ کی وحشت دور نہ کی جا سکی - یہی حال آئرلینڈ کا ہے - صدیوں تک ساتھ رہنے پر بھی وہ انگلستان سے منزلوں دور ہے - حقیقت یہی ہے کہ قوموں کی طبیعت و فطرت کو اُن کے نظاموں پر پورا اقتدار حاصل ہوتا ہے - نظام کی تبدیلی اُسی وقت ممکن ہے جب قوم کے دماغ میں بھی تبدیلی پیدا ہو جائے -

(اچانک ترقی ناممکن ہے)

مقننوں کی قدرت سے باہر ہے کہ اپنے دل سے کوئی ضابطۂ قانون ایجاد کرکے قوم کو اُس پر چلادیں - بڑی بڑی ' بغاوتوں اور عظیم فاتحوں نے اگر اِس طرح کی جرأت کبھی کی ' تو اُمر زبردستی زیادہ مدت تک قائم نہ رہ سکی اور قدیم حالت پھر لوٹ آئی - اِس کی مثال یہ ہے کہ اگر حیوان کو کسی ایسی بات پر مجبور کیا جائے جو اُس کے مزاج کے خلاف ہے ' تو وہ اُسی وقت تک اُسے کرتا رہیگا ' جب تک دباؤ موجود ہے - لیکن دباؤ ہٹتے ھی فوراً اُسے چھوڑ دے گا - اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ قوموں کے نظام ' اُنکی ضرورت کے ترجمان اور اُن کے شعور کا مظہر ہوتے ھیں - اور یہ کہ اُن کی تبدیلی ' قوم کی ذہنیت کی تبدیلی کے بعد ھی ممکن ہے - قوموں کی ذہنیت ' فوراً تبدیل نہیں ہو سکتی - بہ تدریج اور آہستگی سے بدلتی ہے -

سیاسی و اجتماعی نظام کے نشوء و تکوین کا باعث وہی ہوتا ہے جو خود کائنات کی تکوین کا باعث ہے - یہی وجہ ہے کہ اچانک تبدیلی محال ہے - یہ ایک اٹل اجتماعی قانون ہے کہ نمایاں تبدیلی ' اُن بہت سی مخفی تبدیلیوں کا نتیجہ ہوتی ہے جو صدیوں تک جاری رہتی ھیں - ہم تبدیلی کا احساس اُس وقت کرتے ھیں جب وضعی قوانین آکر ہمیں بتانے لگتے ھیں - ہم خیال کرتے ھیں تبدیلی اِنھی قوانین کا نتیجہ ہے - حالانکہ یہ تبدیلی ایک طویل و مسلسل حرکت و عمل کا نتیجہ ہوتی ہے -

حقیقی مقننوں کا فرض صرف یہ ہے کہ قوم کی راسخ عادتوں اور خصلتوں کی تائید کریں ' مگر صرف اُنھی کی جو مفید ہوں - مضر کی مضرت کم کرنے اور بتدریج دفع کرنے کی کوشش کرتے رہیں -

بسا اوقات قوم کے سمجھنے کے لیے اُسکی تاریخ سے کہیں زیادہ اُس کے ضابطۂ قانون کا مطالعہ ضروری ہوتا ہے - کیونکہ ضابطۂ قانون ہمیں بالکل صحیح طور پر بتا دیتا ہے کہ قوم کی اجتماعی حالت اور ضروریات مختلف زمانوں میں کیا کیا تھیں ' اور اُن میں بتدریج کیا کیا تبدیلیاں ہوئی ھیں ؟

افراد ' اقوام ' نظامات ' عقائد ؛ کا ارتقاء ہمیشہ تدریجی ھی ہوتا ہے - جب تاریخ ہمیں کسی قوم کی بابت بتلائے کہ وہ ترقی یافتہ تمدن کی مالک تھی ' تو ہمیں فوراً سمجھ لینا چاہیے کہ اُس کا یہ تمدن ' ایک طویل ماضی کا نتیجہ ہے - اگرچہ یہ ماضی ہمارے لیے کتنا ھی مجہول کیوں نہ ہو - کیونکہ یہ بالکل ظاہر ہے کہ زبان اور ادب (لٹریچر) کا وجود اچانک نہیں ہوسکتا - خود اُن کا وجود ھی اِس بات کی قطعی دلیل ہے کہ وہ ایک قدیم ماضی رکھتے ھیں - موجودہ مغربی تہذیب کی مثال اِس حقیقت کے فہم کے لیے بالکل کافی ہے - یورپ اپنی موجودہ تمدنی سطح تک بے شمار انقلابات سے گزرکر ہی

مقالات

علم الاجتمـــاع

(۱)

" علم الاجتماع " سے مقصود وہ علم ہے جس کا موضوع بحث انسان کی اجتماعی زندگی ہے - انسان کی اجتماعی زندگی کی پیدائش ' اُس کی نشو و نما ' اُس کے طبعی احوال و تاثرات ' اُس کی مزاجی کیفییات ' اور اُس کے نتائج و ثمرات کا بطریق استقراء اس طرح استقصا کرنا ؛ کہ اس بارے میں اصول و کلیات مرتب ہو جائیں ؛ علم الاجتماع کا دائرۂ نظر و بحث ہے - تاریخ علوم میں سب سے پہلے جس شخص نے اس علم کے مباحث بطور ایک مدون علم کے ترتیب دیے ' وہ علامۂ ابن خلدون ہیں - اُن کا مقدمۂ تاریخ اس علم کی عدیم النظیر کتاب ہے -

علامۂ ابن خلدون کے بعد صدیوں تک اس علم میں کوئی اضافہ نہیں ہوا - گذشتہ صدی میں جب موسیو کا ترمیر نے مقدمہ کا فرانسیسی ترجمہ شائع کیا تو علماء مغرب کو اس طرف توجہ ہوئی - رفتہ رفتہ یہ مبحث وقت کا سب سے زیادہ اہم اور دقیق موضوع نظر بن گیا - بلاشبہ فرانسیسی ترجمۂ ابن خلدون سے پہلے علماء مغرب فلسفۂ تاریخ کی طرف متوجہ ہو چکے تھے ' اور تاریخ کی نئی فلسفیانہ ترتیب کی بنیادیں پڑ چکی تھیں - نیز اصول قوانین و نظامات حکومت پر بھی مونٹسکیو اور بنتھیم جیسے مفکرین کی کتابیں شائع ہو چکی تھیں - لیکن ان مباحث کو " علم الاجتماع " کا کامل مواد نہیں کہا جا سکتا - یہ واقعہ ہے کہ ترجمۂ ابن خلدون کی اشاعت سے پہلے یہ علم بہ حیثیت ایک مستقل علم کے ' یورپ میں زیر بحث نہ تھا - جس قدر کتابیں بھی اس علم پر لکھی گئی ہیں ' سب کی سب گذشتہ صدی کے اواخر میں مرتب ہوئی ہیں ' اور یقیناً اُن کا اولین سر چشمہ مقدمۂ ابن خلدون ہی ہے - موجودہ زمانہ میں ڈاکٹر لیباں کی مصنفات سب سے زیادہ وقیع سمجھی گئی ہیں - اُس نے نہ صرف اس موضوع پر ہی کتابیں لکھیں ' بلکہ وہ کام بھی انجام دیا جسکا ارادہ ابن خلدون نے کیا تھا مگر پورا نہ کرسکا - یعنی متعدد اقوام کی تاریخیں بھی اسی علم کے اصول و کلیات کے ماتحت ترتیب دیدیں -

ذیل میں ہم ایک مختصر مگر وقیع رسالہ کا ترجمہ درج کرتے ہیں جو ترکی میں ڈاکٹر احمد شعیب بک نے سنہ ۱۹۱۰ ع میں انقلاب عثمانی کے بعد لکھا تھا ' اور بلاد اسلامیہ کے اہل علم میں نہایت مقبول ہوا تھا - ڈاکٹر موصوف قسطنطنیہ کے مدرسہ حقوق (قانون) میں استاذ تھے ' اور اُن گنتی کے اصحاب علم و نظر میں سے تھے ' جنہیں ترکی کے نئے عہد تعلیم و ترقی کا ماحصل سمجھنا چاہئے - سنہ ۱۹۰۸ ع میں جب دستوری انقلاب ہوا ' تو انہوں نے مرحوم جاوید بے اور احمد رضا بے کے ساتھہ شریک ہوکر ایک نہایت وقیع ماہوار رسالہ " مجلۂ علوم اقتصادیہ و اجتماعیہ " جاری کیا تھا - ترکی کے تمام مشاہیر اہل قلم کی رائے ہے کہ اس سے بہتر علمی رسالہ ترکی زبان میں شائع نہیں ہوا - یہ رسالہ اسی مجلہ میں بہ دفعات شائع ہوا تھا - پھر مطبع ثروت فنون نے کتاب کی شکل میں مرتب کرکے چھاپ دیا -

اِس موضوع میں یہ مقالہ مختصر ہے ' مگر رسوخ نظر و فکر کے ساتھہ لکھا گیا ہے - ہم اِس کا ترجمہ شائع کر دیتے ہیں تاکہ اُردو میں ایک ترک مفکر کی بہترین کتاب منتقل ہوجاے - البتہ یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ مصنف نے مقالہ کی تمہید میں فطرۃ انسانی کے خیر و شر پر جو اظہار راے کیا ہے ' اور اِسے روسو کا مذہب قرار دیکر اسکی یک قلم تغلیط کردی ہے ' ہم اسے مصنف کی لغزش نظر سمجھتے ہیں اور اس سے متفق نہیں ہیں - مقالہ کا ترجمہ مکمل ہوجاے تو بطور استدراک و تعلیق اس مسئلہ پر مختصراً اپنی راے ظاہر کر دینگے - اس مقام کے علاوہ بعض دیگر مقامات بھی مزید نظر و کاوش کے مستحق ہیں ' اور انکی طرف بھی خاتمہ میں اشارہ کر دیا جایگا -

اِس مقالہ کے ساتھہ خود علامۂ ابن خلدون کی تصویر بھی شائع کر دیتے ہیں - یہ ایک قدیم قلمی مرقع کا عکس ہے جو دمشق کے ایک قدیم کتب خانہ میں محفوظ تھا اور اب وہاں کے مجمع علمی (عربی اکاڈیمی) نے اپنے عجائب خانہ کے آثار عتیقہ میں داخل

عبد الرحمن بن محمد ابن خلدون - المتوفی ۸۰۸ ھ
جس نے سب سے پہلے علم الاجتماع مدون کیا

عالم مطبوعات و صحائف

Sketches of the Sects of Palestine & Syria.

By Harry Charles Luke.

(شام و فلسطین کے فرقے ' مصنفہ ہرے چارلس لیوک)

اخبار ٹائمس لنڈن نے اپنے ہفتہ وار ادبي ضمیمہ میں مندرجہ بالا کتاب پر ان الفاظ میں تنقید کي ہے :

" اگرچہ فلسطین کي آبادي ساتھہ لاکھہ سے زیادہ ہے ' اور ۴۰ - مختلف زبانیں بولنے والے ' ٦٥ - فرقوں کے اشخاص موجود ہیں' پھر بھي مسٹر لیوک مصنف کتاب کو ایک اسماعیلي بھي وہاں نظر نہیں آیا ' اور اسکے لیے اُنہیں شام جانا پڑا - یہ وہي فرقہ ہے جو جنگ صلیبي کے زمانہ میں بہت مشہور ہوگیا تھا - مصنف نے اس کے بعض اسلاف کے حالات نہایت دلچسپ طریقہ سے بیان کئے ہیں - شاید اس حقیقت سے بہت کم لوگ واقف ہونگے کہ یہ وفادار قاتل اپنے آقا کے حکم کي کس طرح اطاعت کرتے تھے ' اور کس طرح اسکے کہنے پر ہر قسم کے کام انجام دینے کیلیے آمادہ ہو جاتے تھے - حتی کہ دوسروں کا قتل یا خود کشي بھي ان کے لیے کوئي اہمیت نہیں رکھتي تھي -

اِس اسماعیلی فرقہ نے اگرچہ اپني تمام رسمیں ترک کر دي ہیں - پھر بھي ایک حسین نوجوان خاتون کو سیاہ لباس میں ملبوس کرنے اور سر پر پھولوں کے تاج رکھنے کي رسم اب تک رائج ہے - مسٹر لیوک نے اپني کتاب میں اِس فرقہ کے نہایت دلچسپ حالات لکھے ہیں - باخبر مصنف ہمکو ایک اور فرقہ کا بھي پتہ دیتا ہے جو سمرتین کہلاتے ہیں - اُن کا خاندانی مذہبي پیشوا نابلس میں رہتا ہے اور سالانہ کوہ گرزم پر اپني قدیم ترین قرباني ادا کرتا ہے جو کتاب الخروج میں درج ہے - اِس کتاب میں اُن معصوم حبشیوں کا بھي تذکرہ ہے ' جنکا کام قیمتي چھتریاں لیجانا اور دوسروں کي چھتوں پر ناچنا یا عبادت کرنا ہے - اِسکے علاوہ یہاں کے مختلف فرقوں میں حق وراثت کے متعلق جو اختلافات ہیں ' اور جنکي وجہ سے اکثر خانہ جنگیاں رونما ہوتي رہتي ہیں ' نہایت وضاحت سے بیان کیے گئے ہیں "

" اگرچہ فرقوں کے اعتبار سے مسیحي فرقوں کي تعداد اِسلامي فرقوں سے جن میں مسلم ملحد بھي شریک ہیں ' کہیں زیادہ ہے ' لیکن آبادي کے لحاظ سے مسلمان ایک کے مقابلہ میں تین ہیں - اسي طرح تعداد میں وہ یہودیوں سے بھي زیادہ ہیں - مصنف نے اِن قوموں کے حالات کے ساتھہ ترکوں کے اوس برتاؤ کي بھي مثالیں دي ہیں ' جو وہ اپنے عیسائي اور یہودي رعایا کے ساتھہ کرتے تھے - چنانچہ اُس نے اُن احکام کي نقلیں درج کي ہیں جنکے ذریعہ ارمنیوں ' پادریوں ' اور یہودي ربیوں کو اپنے مردے دفن کرنے کي اجازت ملتي تھي - حکمناموں کي نقلوں کے بعد مصنف نے موجودہ طریقۂ حکومت کا ترکوں کے طرز حکومت سے موازنہ کرکے اول الذکر کو ترجیح دي ہے -

ہم اس پر اتنا اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ مصنف کتاب اور ٹائمس کے نقد نگار نے شام کے جس فرقہ کو " اسماعیلي " کے لقب سے پکارا ہے ' وہ اگرچہ اسماعیلیہ ہي کي ایک شاخ ہے ' لیکن ایک مدت سے " دروز " کے نام سے موسوم کي جاتي ہے اور اس کے عقائد اصل اسماعیلي فرقہ سے بہت کچھہ مختلف ہیں -

---

بیگم فہمي کا عجیب مطالبہ

(قاتلہ کا مقتول شوہر کي جائداد پر دعوی !)

قارئین الہلال کو یاد ہوگا کہ اب سے تقریباً دو سال پہلے لنڈن کے ایک ہوٹل میں بیگم فہمي نے (جو ایک فرانسیسي عورت ہے) اپنے شوہر فہمي بے مصري کو گولي کا نشانہ بنایا تھا - لنڈن میں اوس پر مقدمہ چلایا گیا ' لیکن وہ چھوٹ گئي ' اور اب وہي قاتلہ اپنے مقتول شوہر کي جائداد پر حق زوجیت کا دعوی کرنے والي ہے !

اور اُس کي ہلاکت پر تلي ہوئي تھي - یہي سبب ہے کہ ہمارے اجداد کو پہلي فکر یہي ہوئي کہ حیوان و انسان کي دست درازیوں سے مدافعت کیونکر کریں - چنانچہ وہ اِس کا سامان مہیا کرنے میں مشغول ہوگئے -

ہر اشتراک عمل کا نظام اُن ضرورتوں کے مطابق ہوتا ہے جو اُسکے وجود کا باعث ہوتي ہیں - انساني اجتماع کي ابتدائي ضرورت دو قسم کي تھی :

(۱) داخلي خطروں کا سد باب ۔

(۲) خارجي حملوں سے مدافعت ۔

اِسي ضرورت نے انساني جماعت کو حکومت کي تکوین پر مجبور کیا - شروع شروع میں مقصود یہ تھا کہ حکومت ' جماعت کے افراد کي قوت اِس طور پر منظم کرے اور اُسے اِس طرح استعمال میں لائے ' کہ جماعت ' داخلي و خارجي خطروں سے محفوظ رہ سکے - لیکن اس کے معني یہ نہیں ہیں ' جیسا کہ روسو کہتا ہے ' کہ جماعت کے افراد کسي مقام پر جمع ہوے اور بحث و مباحثہ کے بعد باہم عہد و پیمان کر لیا ' بلکہ صورت یہ ہوئي ہوگي کہ جماعت کے سب سے زیادہ عقلمند اور طاقتور فرد نے اِس ضرورت کا احساس کیا ہوگا اور اپني زبردست قوت سے تمام افراد کو مغلوب کرکے حاکم بن بیٹھا ہوگا - پھر وقتي ضروریات نے حکومت کا نظام قائم کرنے اور وقتي قوانین بنانے میں اُس کي رہنمائي کي ہوگي -

انانیت اور حب ذات انسان کي فطرت میں داخل ہے - دو آدمیوں کي مصلحتوں میں ادنی تصادم بھي عداوت و فساد کا موجب بن جاتا ہے - مدتوں انسان نے اِنھي حالات میں انفرادي زندگي بسر کي - لیکن بالاخر طویل تجربوں نے اُسے بتا دیا کہ قتل ' خونریزي ' نہب و سلب ' جماعت اور افراد ؛ دونوں کے لئے مضر ہیں - انسان مجبور ہوا کہ اپنے سابق طرز زندگي میں تبدیلي پیدا کرے اور ایک نئي مگر زیادہ پر امن اور آرام دہ زندگي اختیار کرے -

یہي تجربہ یا ضرورت ' حکومت اور تمام قوانین اجتماع کي اصلي اور ابتدائي بنیاد ہے -

پہنچا ہے - یہ سراسر جنون ہے کہ کوئی قوم ترقی کے بلند درجہ تک اچانک پہنچ جانے کا خیال کرے -

(سلطنت کی تکوین اور روسو کا نظریہ)

جوزیف دومسٹر اور برنلڈ نے سلطنت (اسٹیٹ) کی تکوین کا جو نظریہ قائم کیا تھا ' وہ اب اِس حد تک شکست ہوچکا ہے کہ اس کے بطلان کے لیے کسی بحث کی ضرورت باقی نہیں رہی - اِسی طرح " اصحاب جمہوریۃ " (جن کا سر گروہ روسو ہے) کے نظریے بھی غلط ثابت ہوچکے ہیں -

مذہب جمہوریۃ ' سولھویں صدی کے اواخر میں اپنے پورے عروج کو پہنچ گیا تھا - ھنری سوم کے قتل کے بعد پروٹسٹنٹ فرقہ نے اِس مذہب سے ھٹنا شروع کیا - سترھویں صدی میں ھوبس اور گروٹیو نے ظاہر ہوکر اِس مذہب کی از سر نو حمایت شروع کی - لیکن وہ اِس نتیجہ کی کوئی توجیہ نہ کرسکے کہ اِس مذہب کے تسلیم کرلینے کے بعد یا تو فرد کا استبداد لازم آجاتا ہے ' یا جماعت کا -

آخر میں روسو نے آکر یہ تمام نظریے اپنی کتاب " عقد اجتماعی " میں جمع کردیے - روسو کی رائے ہے کہ انسانی افراد اپنی طبیعی خود مختاری سے اس بنا پر دست بردار ہوے ہیں کہ اُنھیں اِس کے معاوضہ میں امن و اطمینان ملے - چنانچہ اُنھوں نے باہم معاھدہ کرلیا کہ انفرادی زندگی کے بجاے جماعتی زندگی بسر کرینگے - اِس معاھدے نے اُن میں اجتماعی اخلاق کی ایک خاص طبیعت پیدا کردی -

روسو کا خیال ہے کہ فرد فطرتاً نیک ہوتا ہے - رذالت و شر' جماعت سے پیدا ہوتا ہے - افراد فطری طور پر عدل و انصاف کے دلدادہ ' خیر اور نیکی کے پرستار' اور نظام کی اطاعت کی طرف راغب ہوتے ہیں - وہ ہمیشہ نیک اور خوش نصیب ہوتے ' اگر جماعت کی برائیاں اُنھیں لگ نہ جاتیں -

حریت ' مساوات ' اور قوم کا اقتدار ! یہ " عقد اجتماعی " کی بنیادی دفعات ہیں - روسو نے اِن کا ذکر اپنے بیان " حقوق انسانی " میں بھی کیا ہے -

روسو کے زمانہ میں یہ نظریہ بہت مقبول تھا کہ انسان فطرتاً نیک اور عاقل ہے - اُس کا ہر عمل حتی کہ ہر حرکت کسی نہ کسی معقول سبب پر مبنی ہوتی ہے - اُس وقت کے اکثر ادباء و فلاسفہ یہی خیال رکھتے تھے - حتی کہ ارکان سلطنت کا بھی اِسی پر ایمان تھا - چنانچہ تورگو نے تربیت پر ایک رسالہ لکھکر بادشاہ کو دیا اور دعوی کیا کہ " اِس پر عمل کرکے فرانس کی حالت ایسی ہوجائیگی کہ ابھی یقین نہیں کی جا سکتی " نیز کہا کرتا تھا " انسانی اخلاق کی فضیلت پر ایمان رکھنا فرض ہے "

جرمنی میں بھی کانت اور ویختی نے اِس مذہب کا علم بلند کیا تھا - لیکن اُن کے رد کے لیے بڑے بڑے فلاسفہ اٹھہ کھڑے ہوئے - ھیگل ' اسٹراوس ' اسٹوارت مل ' اسپنسر ' آگسٹ کونت ' تین ' رینان وغیرھم نے اپنی اپنی جگہ اُس کی دھجیاں اڑادیں -

خود اشتراکیوں نے بھی یہ مذہب قبول نہیں کیا اور اِسے منطقی مغالطہ قرار دیا - زومر مالن کہتا ہے " عقد اجتماعی کا نظریہ ' محض ایک وہم ہے "

اقتدار قومی کا نظریہ بھی اب تک محض ایک دعوی ہی دعوی ہے - عمل میں آج تک اُس کا کبھی ظہور نہیں ہوا - تاریخ نے بھی اُس کی کوئی مثال پیش نہیں کی - بنابریں اُسے بھی ایک خیالی و وہمی نظریہ ہی کہہ سکتے ہیں -

(فطرۃ انسانی)

پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ عقل و حکمت انسان کی فطری صفت نہیں ہے ' بلکہ سخت جد و جہد کے بعد کسب کی جاتی ہے - یہ صفت' اگر اِسے صفت کہنا صحیح ہو ' اب تک غیر دائمی حالت توازن میں ہے - علم وظائف الاعضاء (فیزیولوجی) اور علم النفس (سائیکو لوجی) بتاتے ہیں کہ " انسان فطری طور پر اُتنا ہی مریض ہے' جتنا مجنون ہے - ہمارے اعضاء کی سلامتی اور عقل کی درستگی' سرا سر اتفاقات کا نتیجہ ہے - دماغ کا عمل بھی ہمیشہ مضطرب ہوتا ہے - منطقی قیاسات اور اعلی خیالات ' صرف ایک محدود روشن خیال جماعت سے مخصوص ہوتے ہیں - انسان کے ارادے پر اصلی حکمرانی ' اُس کے عقل و دماغ کو نہیں بلکہ جسمانی ترکیب ' مادی ضرورت ' حیوانی طبیعت ' قوت خیال ' حرص و طمع ' اور شخصی اغراض وغیرہ خصلتوں کو حاصل ہے "

ہمارا یہ خیال کہ انسان فطرتاً نیکی ' خیر ' حلم ' اور اجتماعی مصلحت کو ؛ بدی ' شر ' غصہ ' اور شخصی مصلحت پر ترجیح دینے کی طبیعت رکھتا ہے ' درحقیقت اپنے آپ کو سخت دھوکا دینا ہے - کیونکہ وحشت و ظلم کی جو صفات ہم نے اپنے اجداد سے ورثہ میں پائی ہیں ' اب تک ہمارے ذہن و دماغ میں پوری طرح راسخ ہیں - انسانی دماغ کی ساخت ہی کچھہ اِس وضع کی ہے کہ انسان ہمیشہ اپنے خیالات و اوہام کا بندہ رہے - شدید ہیجان ' شک و شبہ ' جذبات ' سادہ لوحی ' خود غرضی ' یہ انسان کی امتیازی خصوصیات و صفات ہوگئی ہیں -

یہ حقائق پیش نظر رکھنے کے بعد ' ہم بآسانی فیصلہ کرسکتے ہیں کہ انسانی فطرۃ کے متعلق روسو کا نظریہ سرا سر وہم و خیال ہے - اور اُس کے ہم مشربوں کو حقیقت سے کوئی تعلق نہیں -

(سلطنت کی تکوین میں اقلیم کا اثر)

سلطنت کی تکوین میں اقلیم کے اثرات کو بہت دخل ہوتا ہے - سیاسی و اجتماعی نظامات ' اقلیم کی تبدیلی سے بدل جایا کرتے ہیں - اِس کی مثال یہ ہے کہ جو قومیں میدانوں اور سبزہ زاروں میں بود و باش رکھتی ہیں ' اُن کی اقلیم کا اقتضاء ہی یہ ہوتا ہے کہ بدوی زندگی بسر کریں - ان کی مرکزی حکومت میں ابوی اقتدار کا رنگ غالب ہوتا ہے اور استبداد کمزور ہوتا ہے - یہ قومیں ہمیشہ فتوحات و حکمرانی کی دلدادہ ہوتی ہیں - برخلاف اِن کے وہ قومیں جو جنگلوں میں شکار پر زندگی بسر کرتی ہیں ' اپنی مرکزی حکومت میں استبداد غالب رکھتی ہیں اور ابوی شفقت کمزور ہوجاتی ہے - اِن میں جہالت نمایاں ہوتی ہے - وسعت نظر مفقود ہوتی ہے ' اولوالعزمی اور بلند ہمتی ناپید نظر آتی ہے ' فتح و استیلاء کا جذبہ مردہ ہوجاتا ہے ' ہمیشہ تنگ دائرے ہی میں زندگی بسر کرتی رہتی ہیں -

(جماعتوں اور سلطنتوں کے وجود کا سبب)

قدیم ترین حکومتوں کے ظہور کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ انسانوں کا اجتماع اور باہمی اشتراک عمل ' صرف ضرورت ہی کی وجہ سے پیدا ہوا تھا - وہ ابتدائی ضرورت ' دشمنوں کے حملوں سے مدافعت تھی - اُن مجہول زمانوں میں ہر چیز انسان کے لیے خطرناک تھی '

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم

(۳۰: ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

(محمد شفیق، مصری اخبار نویس کی سیاحت نجد کی آخری قسط)

نجد کی غذا

نجد خصوصاً صحرا کی اصلی غذا چاول ہے۔ روٹی بہت کم کھاتے ہیں۔ لیکن چاول چمچ سے نہیں کھاتے۔ بلکہ اُس کا استعمال بھی ناجائز سمجھتے ہیں۔ اُن کے چمچے اُن کے ہاتھ اور انگلیاں ہیں۔ بے تکلف برتن میں ڈال دیتے ہیں اور نگلنے نگلنا شروع کر دیتے ہیں۔ تمام کھانوں میں ہلدی ضرور ملاتے ہیں اور بہت زیادہ مقدار میں۔ ہلدی کا نام اُن کی اصطلاح میں "جزارہ" ہے۔

دودھ اُن کے یہاں بہت افراط سے ہے، مگر اُس کا پنیر بنانا نہیں جانتے لیکن نمک ڈالکر کھویا بناتے ہیں اور بڑی رغبت سے کھاتے ہیں۔ کچی پیاز قطعاً نہیں کھاتے۔ اُس کا کھانا حرام سمجھتے ہیں۔ دلیل یہ بتاتے ہیں کہ اس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اُن کے تمام کھانے حد درجہ سادہ ہیں۔ اچھے کھانوں کی طرف رغبت نہیں رکھتے کیونکہ سلف صالح اچھی غذائیں پسند نہیں کرتے تھے۔

تندرستی

پورے نجد میں صرف ایک ڈاکٹر ہے اور وہ بھی صرف سلطان کا شاہی طبیب۔ یہ عجیب بات ہے کہ باوجود تنہا ہونے کے ڈاکٹر کے لئے مشغولیت بہت ہی کم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ لوگ عام طور پر بیمار ہی نہیں ہوتے۔ سادہ معیشت نے بیماریوں کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ تعداد اموات بہت محدود ہے۔ ۹۰، ۱۰۰ برس کی عمر میں شاذ و نادر ہی کوئی مرتا ہے۔ نجدی عام طور پر میدان جنگ میں قتل ہو جاتے ہیں، بیمار ہو کر بستر پر مرنا نہیں جانتے۔

ریاض میں میری موجودگی کے دوران میں ایک بدو، شاہی طبیب کے پاس آیا اور اپنی بیوی کے لئے دوا مانگی۔ عورت، ریاض سے بہت دور، وسط صحرا میں بیمار پڑی تھی۔ طبیب نے مریض کے دیکھے بغیر دوا تجویز کرنے سے انکار کر دیا۔ بدو پہلے تو خفا ہوا۔ پھر طبیب کی جہالت پر ہنسا اور کہنے لگا۔ "اپنی دوا اپنے ہی پاس رہنے دو۔ میری دوا یہی ہے کہ وہ ابھی اچھی ہو جائے گی!"

اسی طرح ایک اور بدو آیا۔ اُس کے شانے میں بندوق کی گولی لگی تھی اور جسم میں پیوست ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کی وجہ سے اُس کا داہنا ہاتھ بالکل بے کار ہو گیا تھا۔ شاہی طبیب نے کہا گولی نکالنے سے پہلے جسم کے اس حصے کو دواؤں سے سُن کر ڈالنا، پھر اُس پر عمل جراحی کرنا ضروری ہے۔ اس پر بدو ہنسنے لگا۔ "والدہ!" اُس نے کہا "میں جنت کی ہوا (یعنی بندوق کی گولی) ہی سے مروں گا۔ طبیب کے نشتر پر اپنی جان نہیں دوں گا!"

حیرت انگیز حواس

یقیناً ناظرین یہ سُنکر تعجب کریں گے کہ نجدی بدو بھی نہیں کرتا رہا کی رہنمائی میں صحرا کی عظیم مسافتیں طے کرتے ہیں، بلکہ حیرت کی بات یہ ہے کہ آدھے دن کی مسافت پر سے آدمیوں کے باتوں کی آواز بھی سُن لیتے ہیں۔ درحقیقت اُن کی قوت سامعہ اور قوت باصرہ بہت ہی قوی ہے۔ صحرا کی پاک صاف زندگی نے اُن کے قویٰ کمزور ہونے نہیں دئیے ہیں۔ نہایت ہی ذکی الحس ہیں۔ بہت دور کی آواز سنتے اور بہت دُور کی چیز دیکھ لیتے ہیں۔

تاریخ و سنین کا حساب

تاریخ کا حساب سرکاری کاغذات اور تجارت میں سنہ ہجری سے ہوتا ہے۔ لیکن عام لوگ خصوصاً صحرا کے باشندے، قدیم عربوں کی طرح مشہور تاریخی واقعات سے حساب کرتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں فلاں واقعہ سنہ احسار کے دو برس بعد یا سنہ حجاز کے ایک برس بعد ہوا۔ سنہ احسار یا سنہ حجاز سے مقصود، ان دونوں ملکوں کی فتح کا سال ہے اسی طرح دوسرے اہم واقعات سے تاریخ کا شمار شروع کر دیتے ہیں۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ حساب ہمیشہ صحیح ہوتا ہے، صحیح طور پر سمجھا جاتا ہے۔ کبھی غلط فہمی واقع نہیں ہوتی۔ ہر شخص اہم واقعات اور اُنکے زمانوں سے واقف ہوتا ہے۔

زبان

نجد کی بولی، مصر اور شام کی بولیوں سے بہت کچھ مختلف ہے۔ اُن کا عربی لہجہ دوسرے ملکوں سے نمایاں اختلاف رکھتا ہے۔ یہ لوگ کاف کو ہمیشہ شین مشدد سے بدل دیتے ہیں۔ "س، م، ع" یہ دو حرف ایسے ہیں کہ بکثرت استعمال کئے جاتے ہیں اور بہت سے جملوں کے قائم مقام ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب لبیک اور کہنا ہوتا ہے تو کہتے ہیں "سم" کسی حکم پر اطاعت کا اظہار کرنا ہوتا ہے تو کہتے ہیں "سم" اگر کسی کو پکارو تو فوراً جواب دے گا "سم" یعنی میں نے سُن لیا۔

داڑھی

داڑھی کو نجد میں جو عزت حاصل ہے وہ کسی چیز کو بھی نہیں ہے۔ داڑھی منڈانے والے کو قریب قریب کافر سمجھتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ مصر، داڑھی کو یہودیت کی علامت سمجھتے ہیں اور نجدی، اسلام کی، دو اسلامی قوموں کا یہ اختلاف ذوق یقیناً حیرت انگیز ہے۔

قبائل بنی صخر

نجد کے تمام قبائل، سعودی حکومت سے پہلے نہایت وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اسلام کی تعلیمات سے بالکل ہٹ گئے تھے اُنکا دین تک سے جاہل ہو گئے تھے۔ کلمہ شہادت کے سوا دین کی کوئی بات بھی نہیں جانتے تھے۔ لیکن سعودی فرمانرواؤں نے اُنھیں دین کی تعلیم دی اور شریعت حقہ کے اتباع پر مجبور کر دیا۔ آج نجد ہی دنیا میں ایسا ملک ہے جہاں اسلامی احکام پر سب سے زیادہ عمل ہوتا ہے۔ لیکن اس کلیہ سے قبائل بنی صخر مستثنیٰ ہیں۔ یہ قبائل، شرق اردن سے ملحق نجدی سرحدوں میں آباد ہیں۔ یہ چونکہ حال ہی میں نجدی حکومت کے مطیع ہوئے ہیں، اس لئے ان کی تعلیم و تربیت ابھی تک کچھ بھی نہیں ہو سکی ہے۔

میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ یہ بالکل وحشی ہیں اور شاذ و نادر ہی اُن کا کوئی فرد، صحیح طور پر نماز پڑھ سکتا ہے۔ اُن کی عادتیں، رسم و رواج اور طریق بود و باش بالکل وحشیانہ ہے۔ میں نے ان کی ایک شادی بھی دیکھی۔ نکاح کا طریقہ ان کے یہاں یہ ہے کہ ایک لمبی موٹی لکڑی لاکر مجلس میں رکھی جاتی ہے۔ اُس کا ایک سرا شوہر پکڑتا ہے اور دوسرا سرا لڑکی کے باپ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ لڑکی کا باپ چلا کر کہتا ہے "وحیاۃ العود، والرب المعبود جوزت(؟) ابنتی" (قسم اس لکڑی کی زندگی اور رب معبود کی کہ میں نے اپنی لڑکی بیاہ دی) اس کے جواب میں شوہر کہتا ہے "تجوزت (؟) ابنتک" (میں نے تیری لڑکی سے شادی کر لی) بس نکاح ہو گیا!

سلطان ابن سعود سے آخری گفتگو

ریاض سے روانگی سے پہلے میں نے چاہا کہ سلطان عبدالعزیز بن سعود سے بعض اہم معاملات پر گفتگو کر لوں۔ سلطان نے انتہائی مہربانی سے میری درخواست منظور کر لی۔ بے تکلف ہو بیٹھے اور حسب ذیل بیان دیا:

"شاید صحرا کے باشندوں کی خشک طبیعت، بدوی معیشت، اور دینی تصلب سے آپ کو کچھ تکلیف ہوئی ہوگی لیکن اس میں اُن کا کوئی قصور نہیں ہے۔ صحرا کی زندگی نے اُنھیں ایسا ہی بنا دیا ہے وہ اپنی فطرت پر قائم ہیں۔ اور جان بوجھ کر کوئی شرارت نہیں کرتے۔ برخلاف اُن کے آپ نے مجھے اور میرے ارکان سلطنت کو بھی دیکھ لیا ہے کہ ہم لوگ ہرگز متعصب نہیں ہیں۔ مسلمان تو ہمارے بھائی ہیں ہم غیر مسلموں سے بھی رواداری کا سلوک کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ سفراء دول سے طویل سیاسی گفت و شنید کرتے ہیں۔ بسا اوقات اُن کی بعض باتیں ہمارے خلاف مزاج ہوتی ہیں۔ مگر ہم کبھی غصہ کا اظہار نہیں کرتے۔ بلکہ نہایت ملائمت اور معاملہ فہمی سے گفتگو جاری رکھتے ہیں۔

"میں اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ادا کرتا ہوں کہ اُس ذات برتر نے محض اپنے فضل و کرم سے ایک ایسی قوم کو، جیسی یہ نجدی قوم ہے، اپنے بادشاہ کا حد سے زیادہ وفادار، جاں نثار اور محب بنا دیا ہے۔ یہ قوم مصیبت کے وقت اپنے بادشاہ کے گرد جمع ہو جاتی ہے۔ خطرے میں اُس کی حفاظت کرتی ہے۔ اُس پر قربان ہوتی ہے۔ بکم پر قناعت کرلیتی ہے۔ شریفوں سے جنگ کے دوران میں ہماری قوم نے اپنے بادشاہ

اس سلسله میں اخبار پیپل لندن کے نامه نگار نے اوس سے ملاقات کي تهي - اس ملاقات کے حالات یه هیں - نامه نگار لکهتا هے :

" یه کوئي تعجب کی بات نه تهي که وه مجهے نه پهچان سکي - اور واقعة تو یه هے که میں خود بهي مشکل سے اس بات پر یقین کرنے کیلیے تیار تها که حسین لباس میں یه ملبوس حسینه وهي پریشان سفید روح هے ' جسے میں نے اب سے دو سال پہلے عدالت میں دیکها تها - آج اوس کے رنگین ' روشن ' ترو تازه چهره ' اور باوقار حرکات میں کہیں بهی ان خطروں اور اندیشوں کا پته نه تها جنهوں نے اسے اپنے شهزاده شوهر کے قتل پر مجبور کردیا تها "

" تمام دنیا کي طرح میں نے بهي سنا تها که مرحوم فهمي بے کي جائداد جو دو سے پانچ ملین فرانک کے درمیان هے ' اوسکي دو بهنوں اور چچا کو مل گئي هے - اسکا یه فیصله که اب وه خود قاهره جاکر یه دعوی ازسر نو پیش کریگي ' میرے لیے ایک حیرت انگیز خبر تهي "

" میں نے دریافت کیا " آخر کس چیز نے اپ کو اس بات پر آماده کیا هے ؟"

" اوس نے جواب دیا " وه کہتے هیں ' جب تک میں بذات خود دعوی پیش نه کروں ' سماعت نهیں هو سکتي - اسلیے میرے پاس قاهره جانے کے سوا اور چاره کار کیا هے ؟ "

" لیکن مجهے یاد تها که اس سے پہلے تین مرتبه بیگم فهمي نے قاهره جانے سے انکار کردیا تها ' اور اسکے وجوه میں ایک وجه یه بهي بتلائي گئي تهي که وه خائف هے - میں نے اس کي طرف اشاره کیا تو وه هنسي اور پهر مسکراتے هوے جواب دیا " میں اور خوف ! میں مصر میں کسي سے نهیں ڈرتي - مصري میرے دوست هیں - شریف هیں " اس نے اپنے بازو پر سے کپڑا هٹا کر بتایا که اس کا هاتهه زخمي تها ' اس لیے وه قاهره جانے کے قابل نه تهي - اس نے یقین دلایا که اب وه پہلے اسپین جائیگي ' وهاں سے سیدها مصر پهنچیگي - یه کہتے هوے اس نے ایک خاص انداز سے اپنا هاتهه اٹهایا ' اور اس کي آنکهوں میں ایک عجیب روشني پیدا هوگئي - قاهره کا مصري انصاف اس کے لیے کوئي خوفناک چیز نهیں هے - جو قاضي ان آنکهوں سے متاثر هوے بغیر رهیگا ' اس کے متعلق سمجهه لینا چاهئے که اس کے سینه میں دل کي جگه یقیناً پتهر کا ٹکڑا هوگا - اس رعنائي کے باوجود بیگم فهمي تین شادیاں کرچکي هے ' اور اس کي ایک هفده ساله لڑکي بهي موجود هے ! "

" بیگم فهمي کو اس بات کا یقین هے که وه قاهره میں اپنا مقدمه جیت لے گي - اس نے مجهے بتایا که حال هي میں اس نے ایک مقدمه جیتا هے - وه مقدمه ایک ٹریس کیس (صندوق آرائش) کے متعلق تها جس کي قیمت ۴ هزار پونڈ هے - یه بکس ان دو بکسوں میں سے تها جو شادي سے کچهه دن قبل شهزاده فهمي بے کے لیے بنائے گئے تهے - ایک سیاه کچهوے کي کهال کا اس بے کے لیے ' دوسرا زرد رنگ کا اس کي منسوبه کے لیے - حادثهٔ قتل کے بعد فهمي بے کي بهن نے اس بکس کے لیے مقدمه دائر کیا - بیگم فهمي اس کے لیے لڑي اور بالآخر کامیاب هوگئي - اس نے کها " یه مقدمه اِس لیے نه تها که وه بکس بهت قیمتي تها ' بلکه یه اصول کا سوال تها - اس نے یه بکس مجهے دیا تها - اور میرے لیے ضروري تها که میں اسے حاصل کروں " آپ کو یه سن کر متعجب نه هونا چاهئیے که بیگم فهمي نے اپني چوتهي شادي کا خیال ترک نهیں کیا هے ' اگرچه اس میں عجلت نهیں هے "

ڈاک کي تاریخ

یورپ کے ڈاکخانوں کي بین الاقوامي مجلس کا ایک اجلاس حال میں به مقام هالینڈ منعقد هوا تها - اس سلسله میں ڈاک کے موجوده طریقه کي تاریخ بهي بیان کي گئي جس کا خلاصه حسب ذیل هے :

" قدیم زمانه میں خطوط کي آمد و رفت کے مختلف طریقے تهے - ڈاک کا محکمه زیاده تر بادشاهوں کي خدمت کیلیے تها - بادشاه اپنے خطوط ' فرمان ' اور احکام اپنے عهده داروں اور دوستوں کو بهیجا کرتے تهے - محکمهٔ ڈاک یه تها که کچهه لوگ خطوط لیکر گهوڑوں اور اونٹوں وغیره سواریوں پر سفر کیا کرتے تهے -

مصریوں نے اپني ترقي کے زمانه میں ڈاک کا باقاعده انتظام کیا - مصریوں سے یه چیز رومانیوں نے لي - شهنشاه اگسٹس کے زمانه میں سلطنت روم میں ڈاک کا آغاز هوا -

ساتویں صدي عیسوي میں فرانس میں ڈاک کو رواج دیا گیا - لیکن چونکه یه زمانه فرانس میں سخت بد امني کا زمانه تها ' اس لیے یه انتظام کامیاب نه هوا اور جلد موقوف هوگیا - چارلس اول نے بعد میں ڈاک کا محکمه ازسر نو قائم کیا تاکه اسکي وسیع سلطنت میں مواصلات کي آساني هو - مگر زیاده عرصه وه بهي قایم نه ره سکا -

آخر سنه ۱۴۶۴ع میں لوي چاردهم نے اسکا پهر آغاز کیا اور ڈاک کا انتظام پوري هوشیاري اور مضبوطي سے قائم کر دیا - سولهویں صدي میں فرانس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ڈاکخانوں کا جال پهیل گیا تها ' اور هر شخص کو حق حاصل هوگیا تها که جب چاهے اپنے خطوط ڈاک کے ذریعه بهیج دے - سنه ۱۶۲۷ع میں خط نویسي کے قواعد اور شروط مقرر کیے گئے - سنه ۱۹۲۹ - سے مني آرڈر بهي ڈاکخانوں میں لیے جانے لگے -

ڈاک کے ٹکٹ سب سے پہلے سنه ۱۶۵۳ع میں فرانس میں ایجاد هوئے - لیکن تهوڑي مدت بعد انکا استعمال ترک کر دیا گیا اور لوگ انهیں بهول گئے - سنه ۱۸۲۳ع میں ڈنمارک کے سرکاري اخبار میں ایک مضمون شائع کرکے حکومت کو توجه دلائي گئي که ڈاک کے ٹکٹ استعمال کیے جائیں - مگر اس پر توجه نهیں کي گئي - سنه ۱۸۳۹ع میں انگریزوں نے اسکي ضرورت محسوس کي - اسکے بعد باقي سلطنتوں نے بهي انکي تقلید کي - ذیل کے نقشه سے معلوم هوگا که دنیا کے بڑے بڑے ممالک میں کب سے ڈاک کے ٹکٹ جاري هوئے هیں :

انگلستان		—	سنه ۱۸۳۹
بلجیم	۳	نومبر	سنه ۱۸۴۷
فرانس	۱	جنوري	سنه ۱۸۴۸
اسپین	۲	مارچ	سنه ۱۸۴۸
سوئٹزر لینڈ	۱۴	اپریل	سنه ۱۸۴۹
پروشیا	۱	جنوري	سنه ۱۸۵۰
آسٹریا	۱	ایضاً	ایضاً
ڈنمارک	۱۵	ایضاً	ایضاً
اٹلی	۱	ایضاً	سنه ۱۸۵۱
هالینڈ	۱	ایضاً	سنه ۱۸۵۲
ناروے	۱	ایضاً	سنه ۱۸۵۵
یونان	—	اکتوبر	سنه ۱۸۶۱
ٹرکي	۳	مئی	سنه ۱۸۶۶
مصر	۱۵	دسمبر	سنه ۱۸۶۶

لکھا۔ محمد کا جواب حسب ذیل تھا:

"اُس خدا کا ہزار ہزار شکر جسنے تمھیں اور تمھاری دعوت کو عزت بخشی! ابھی تمھارے بہت آدمی قتل ہونا باقی ہیں!"

اسد بن عبداللہ، شیعوں پر بہت سخت تھا۔ اپنی پہلی حکومت میں وہ جس قدر تشدد اُن پر کر سکا، کیا۔ معزول ہونے کے بعد جب دوبارہ والی گورنر ہوا تو اور بھی زیادہ ظلم و جور کیا۔ چنانچہ سنہ ۱۱۸ ہجری میں اُسنے خراسان کے تقریباً تمام داعی گرفتار کر لئے۔ بہتوں کو قتل کیا۔ بہت سے قید کر دیئے۔

شیعی دعوت کے نقبا و داعیہ: سلیمان بن کثیر، مالک بن الہیثم، موسیٰ بن کعب، لاہز بن قریظ، خالد بن ابراہیم، طلحہ بن زریق وغیرہم جب اُس کے سامنے پیش کئے گئے تو بہت غضبناک ہو کر چلایا:

"اے فساق! کیا خدا نے فرمایا نہیں ہو کہ "گزشتہ کو اللہ نے معاف کیا۔ البتہ جو کوئی بدی کی طرف دوبارہ لوٹے گا، خدا اُس سے سخت انتقام لے گا"؟

سلیمان بن کثیر نے کہا "میں بولوں یا خاموش رہوں؟"

کہنے لگا "بول"

سلیمان نے کہا "واللہ ہماری مثال بالکل یہ ہو جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہو:

لو بغیر الماء حلقی شرق کنت کالغصان بالماء اعتصاری

پھر اُسنے کہا:

"اے امیر! آپ ہمارا قصہ جانتے ہیں؟ واللہ آپ بچھوؤں کو شکار کھلوا رہے ہیں۔ ہم آپ ہی کی قوم (یمن) کے آدمی ہیں۔ مضری ہمارے دشمن ہیں، کیونکہ ہم اُنکے ہم قوم قتیبہ بن مسلم (والی خراسان) کے سخت مخالف تھے۔ محض انتقام کے خیال سے اُنھوں نے ہم پر یہ تہمت لگائی ہو"

حاکم نے اِن کا جواب معقول سمجھا اور انھیں رہا کر دیا۔ اِس سے اندازہ کیا جا سکتا ہو کہ اُس وقت قبائل کی عصبیت کس حد تک پہنچ چکی تھی؟ سنہ ۱۲۰ھ میں اسد بن عبداللہ نے انتقال کیا اور شیعوں نے اطمینان کی سانس لی۔

اِس کے بعد عالم اسلامی میں دو ایسے انقلاب پیدا ہوئے جنھوں نے شیعوں کے لئے کامیابی کی راہ باز کر دی اور اُن کے دشمن کی تباہی کا سبب بنے۔ اُن کی تفصیل حسب ذیل ہو:

(۱) خاندان بنی اُمیہ میں ایسی پھوٹ پڑی کہ کسی طرح دور نہ کی جا سکی۔ باہمی خانہ جنگی کا دروازہ یزید بن الولید بن عبدالملک بن مروان نے کھولا۔ یزید نے اپنے عم زادے ولید بن یزید بن عبدالملک کے خلاف سر اُٹھایا، اُسے فسق و فجور اور کفر و الحاد سے متہم کیا۔ ایک گروہ نے اُس کا ساتھ دیا اور وہ کامیاب ہو گیا۔

اُس کی کامیابی دیکھ کر دوسرے طامعوں کے حوصلے بھی بڑھ گئے چنانچہ مروان بن محمد بن مروان مسند خلافت کی طرف بڑھا اور اُسپر متمکن ہونے کی جد و جہد شروع کر دی۔ مروان، جزیرہ اور ارمینیہ کا حاکم تھا۔ ایک بڑی فوج اُس کے ہاتھ میں تھی۔ مقتول ولید کے خون کا اُسنے دعویٰ کیا اور اپنی جنگی قوت سے خلافت پر قابض ہو گیا۔ مگر اُس کی کامیابی نے فتنہ و فساد کا استیصال نہیں کیا۔ بلکہ مزید فتنوں کے دروازے کھل گئے۔ یہ بات نہ تھی کہ بنی امیہ اِس خانہ جنگی کے مہلک نتائج سے بالکل غافل تھے۔ اُن کے عقلا خوب سمجھتے تھے کہ یہ تباہی کا پیش خیمہ ہو۔ چنانچہ اُن کا ایک شاعر کہتا ہو:

انی اعیذکم باللہ من فتن مثل الجبال تسامی ثم تندفع

لا تبقرن بایدیکم بطونکم فثم لا حسرۃ تغنی ولا ندم

مگر جب ایک مرتبہ فتنہ و فساد پھیل جاتا ہو تو آسانی سے دور نہیں ہوتا۔

(۲) خراسان میں قومی عصبیت کا ظہور اور عرب قبائل کی باہمی منافرت میں ترقی۔ معلوم ہو عرب دو بڑی قسموں پر بٹے ہوئے ہیں: قحطان اور نزار۔ عرب کی قدیم ریاست و سیادت یمن یا قحطان کے ہاتھ میں تھی لیکن اسلام نے آکر نزار کو بلند کر دیا اور عربی زعامت اُن کے قبضہ میں آگئی۔ ایک مدت تک جاہلی عصبیت مفقود رہی۔ اسلام نے تمام عربوں کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ لیکن جب فتنہ و فساد کی آندھیاں چلیں تو سیاسی اغراض سے امرا و حکام نے یہ عصبیت از سر نو زندہ کرنا شروع کی، اور وہ خراسان میں پوری قوت سے زندہ ہو گئی۔

چنانچہ پہلے قحطانیوں اور نزاریوں میں پھوٹ پڑی۔ اول الذکر کا سرگروہ جدیع بن شبیب تھا اور آخر الذکر کا نصر بن سیار، والی خراسان۔ پھر خود نزاریوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ ربیعہ اور مضر کی الگ الگ جماعتیں بن گئیں۔ ربیعہ کی اکثریت شیبان بن سلمہ حروری کے ساتھ تھی اور وہ خلافت سے باغی تھا۔

یہ اختلاف صرف، افکار و آراء کا اختلاف نہ تھا۔ اس نے جنگ کی صورت اختیار کی۔ نزاریوں کو شکست ہوئی۔ قحطان غالب آئے۔ قحطانیوں نے نصر بن سیار کو ملک سے نکال دیا اور قبائل مضر کے گھر گرا دیئے۔ اسی پر ایک مضری عورت کہتی ہو:

لا بارک اللہ فی انثی و عبدہا تزوجت مضریا آخر الدہر

اسی زمانہ میں محمد بن علی، امام شیعہ نے انتقال کیا۔ وفات سے پہلے اُنھوں نے اپنا جانشین اپنے بیٹے ابراہیم کو قرار دیا اور شیعوں کو اس کی اطلاع دیدی۔ چنانچہ اب ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے لئے دعوت شروع ہوئی۔

ابو مسلم خراسانی

ابراہیم بن محمد زیادہ خوش نصیب تھا۔ اُس کے بر سر دعوت آتے ہی ایک اولو العزم اور بہادر نوجوان اُس کے زیر علم آ گیا۔ اسکا نام ابو مسلم خراسانی تھا۔ اصل میں یہ شخص عیسیٰ بن معقل عجلی کا غلام تھا بکیر بن ماہان، کوفہ کے شیعی داعی اکبر نے اُسے خرید لیا اور شیعی تعلیم و تربیت پر اُس کی نشو و نما ہوئی۔ یہ سب سے پہلے سنہ ۱۲۴ھ میں محمد بن علی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اب ابراہیم بن محمد سے پوری طرح وابستہ ہو گیا۔

اس کے بشرے ہی سے عزم و حزم اور غیر معمولی ذہانت و شجاعت کے آثار ظاہر تھے۔ خراسان کے شیعوں کو ٹھیک ایسے ہی آدمی کی ضرورت تھی۔ کیونکہ عمل کے لئے زمین تیار ہو چکی تھی۔ بنی امیہ میں خانہ جنگی شروع تھی۔ خراسان میں عربی قبائل باہم لڑ مر رہے تھے۔

ابراہیم بن محمد، بڑا ہی دانشمند تھا۔ اُس کی دور بین نظریں ابو مسلم پر پڑیں۔ فوراً معلوم کر لیا کہ اِس عجمی غلام میں کیسی محیر العقول قوتیں پنہاں ہیں۔ چنانچہ اُسے خراسان روانہ کر دیا، اور وہاں کے شیعوں کو لکھ بھیجا کہ ابو مسلم کی پوری پوری اطاعت کریں۔ کیونکہ میں نے اُسے خراسان کا حاکم مقرر کیا ہو۔

ابراہیم بن محمد نے ابو مسلم کو رخصت کرتے ہوئے حسب ذیل وصیت کی تھی:

"اے عبد الرحمٰن! تو ہم اہل بیت ہی میں سے ایک آدمی ہو لہٰذا میری وصیت پر عمل کر۔ دیکھ قبائل یمن کی عزت کرنا۔ اُنھی میں اُترنا اُنھی پر بھروسہ کرنا۔ کیونکہ یہ معاملہ اُنھی کے ہاتھوں انجام پائیگا۔ قبائل ربیعہ سے بہت ہوشیار رہنا۔ یہ دغا باز لوگ ہیں۔ قبائل مضر، آستین کے سانپ ہیں۔ ادنیٰ سے شبہ پر بھی اُنھیں قتل کر ڈالنا۔ ہرگز کوئی نرمی اُن کے ساتھ نہ کرنا۔ اگر تجھ سے یہ ممکن ہو کہ خراسان میں ایک زبان بھی عربی باقی نہ رہے تو ایک بھی باقی نہ رکھ۔ ۵ بالشت کے بچے پر بھی اگر تجھے شبہ ہو جائے تو فوراً قتل کر ڈالنا۔ سلیمان بن کثیر (خراسان کے داعی اکبر) سے ہمیشہ مشورہ لینا اُس کی نافرمانی نہ کرنا۔ اگر کوئی مشکل آ پڑے تو اُسی کی رائے پر عمل کرنا"

ابو مسلم سنہ ۱۲۸ھ میں خراسان پہونچا۔ یہاں عربوں کی حالت از حد زبوں ہو رہی تھی۔ اُسنے پوری عقل و دانش سے کام شروع کیا۔ ایک سال کے بعد وہ شیعوں کی ایک بڑی جماعت لے کر امام (ابراہیم بن محمد) کی ملاقات کو روانہ ہوا۔ لیکن راستہ ہی میں امام کا قاصد ملا "واپس جاؤ اور کام شروع کر دو" نیز امام نے ایک علم بھی بھیجا۔ اِس کا نام "رایۃ النصر" (فتح کا جھنڈا) تھا۔

دور عمل

ابو مسلم لوٹا اور مرو کے ایک گاؤں "سفیذنج" میں اُترا۔ یہاں اُسنے اپنے داعی ہر طرف پھیلا دیئے کہ شیعوں کو جمع کریں۔ چنانچہ ہر طرف سے لوگ جوق جوق آنا شروع ہو گئے۔ یہ رمضان ۱۲۹ھ کا واقعہ ہو۔

۲۵ رمضان کو اُسنے امام کا بھیجا ہوا "رایۃ النصر" بلند کیا۔ یہ چودہ گز بلند تھا۔ اُس وقت ابو مسلم یہ آیت تلاوت کر رہا تھا "اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا، وان اللہ علیٰ نصرہم لقدیر"! اُسنے اور اُس کے ساتھیوں نے سیاہ لباس پہن لیا جو بعد میں عباسیوں کا سرکاری لباس قرار پایا۔

پہلا کام اُسنے یہ کیا کہ گاؤں کے قلعہ کی مرمت کی اور اُسمیں مقیم ہو گیا۔ رمضان کے بعد عید الفطر آئی۔ ابو مسلم نے اپنے لشکر میں نماز قائم کی۔ سلیمان بن کثیر کو امام بنایا اور حکم دیا کہ نماز بغیر اذان و اقامت کے خطبہ سے پہلے شروع کیجیے۔ بنو امیہ کا عمل اِس کے خلاف تھا۔ وہ خطبہ و اذان سے شروع کرتے تھے اور نماز کے لئے اقامت بھی کہی جاتی تھی۔ نیز یہ حکم دیا کہ نماز میں مسلسل ۶ تکبیریں کہی جائیں، برخلاف بنی امیہ کے جو پہلی رکعت میں ۴ تکبیریں کہتے تھے اور دوسری میں تین تکبیریں۔ نماز کے بعد ابو مسلم نے اپنی فوج کو پُر تکلف دعوت کھلائی۔

اِس کے بعد ابو مسلم نے نصر بن سیار خراسان کے اموی والی کو خط لکھا۔ یہ خط، ابو مسلم کی ذہانت، بلاغت، اور اولو العزمی کا بہترین ثبوت سمجھا جاتا ہو۔ حالانکہ اُس میں ابو مسلم نے خود کچھ بھی نہیں لکھا تھا۔ صرف قرآن کی یہ آیت لکھدی تھی۔ مگر اِس آیت نے وہ اثر پیدا کیا، جو بڑی سے بڑی تحریر بھی پیدا نہیں کر سکتی تھی:

ابو مسلم کا خط یہ تھا:

"اما بعد، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایک قوم کی مذمت میں فرمایا ہو: "واقسموا باللہ جہد ایمانہم لئن جاءہم نذیر لیکونن اہدیٰ من احدی الامم، فلما جاءہم نذیر ما زادہم الا نفورا، استکبارا فی الارض و مکر السیئ، ولا یحیق المکر السیئ الا باہلہ، فہل ینظرون الا سنۃ الاولین؟ فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا"

نصر بن سیار سے اِس کے سوا کوئی جواب نہ بن پڑا کہ اپنے غلام یزید کی قیادت میں ایک بڑی فوج بھیجدی۔ ابو مسلم نے مالک بن الہیثم خزاعی کو مقابلہ پر روانہ کیا۔ مقام "آلین" میں پہلی جنگ برپا ہوئی مگر شیعہ فتح یاب ہوئے۔ دشمن کا سپہ سالار یزید زخمی ہو کر قید ہو گیا۔ ابو مسلم نے اُس کا علاج کرایا۔ تندرست ہو جانے پر اُس سے کہا "یا تو ہماری دعوت میں شریک ہو جاؤ۔ یا اپنے آقا کے پاس لوٹ جاؤ، مگر اِس قسم کے ساتھ کہ ہم سے آئندہ نہ لڑو گے اور ہماری نسبت دروغ بیانی نہ کرو گے۔ بلکہ ہماری حالت ہمیشہ وہی بیان کرو گے جو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو"

یزید نے واپسی پسند کی۔ نصر نے اُسے دیکھا تو بہت خفا ہوا۔

کا جس ہمت و بسالت اور جانبازی سے بول بالا کیا، وہ میرے قول کا بالکل تازہ ثبوت ہے"

"حجاز سے جنگ کا سبب کیا ہوا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں" سلطان نے فوراً جواب دیا "میں بقسم کہتا ہوں کہ میں حجاز سے ہرگز جنگ کرنے کا خواہش مند نہ تھا۔ لیکن خود شریف حسین نے مجھے جنگ پر مجبور کر دیا۔ اُسنے صرف یہی نہیں کیا کہ نجدی حاجیوں کے لئے مصیبت پیدا کر دی، بلکہ دنیائے اسلام کے تمام حاجیوں کی زندگی خطرے میں ڈال دی تھی۔ ہم مدتوں یہ صورت حال صبر جمیل کے ساتھ برداشت کرتے رہے اور اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا۔ مگر شریف حسین کی سرکشی اور جرأت برابر بڑھتی ہی چلی گئی۔ ہمنے بارہا نتائج بد سے ڈرایا! مگر اُنھیں ذرا بھی نصیحت نہ ہوئی۔ بلکہ اُلٹے اُن کا جبر و تکبر برابر زیادہ ہی ہوتا چلا گیا۔ نہایت ہی تحقیر اور بے رحمی سے ہمیں ستانا شروع کر دیا۔ آخر ہمارا بھی پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا اور ہم نے اپنی فوج حجاز کی طرف بڑھائی۔ آپ جب کبھی میری زبان سے لفظ "فوج" سنیں تو اُس سے یہی بہادر بدو قوم سمجھئے جو آپ اپنے گرد یہاں دیکھ رہے ہیں۔

"ہم نے فوج کشی تو کر دی مگر ہمیں پورا یقین تھا کہ ہماری غرض صرف حجاز کی ظالموں سے تطہیر، حجاج کے لئے قیام امن اور مسلمانوں کے جان و مال کی حمایت ہے۔ ہمیں ہرگز خیال نہ تھا کہ ہم حجاز فتح کرنے اور اپنی سلطنت و قوت بڑھانے جا رہے ہیں۔

"ہم خوب جانتے تھے کہ اہل حجاز کی روایات اور عقائد ہماری روایات اور عقائد سے مختلف ہیں۔ اُس ملک میں قتل و سلب و نہب کے ایسے قوی جتھے موجود ہیں کہ اُن کا قلع قمع بہت مشکل ہے۔ وہاں کے باشندوں میں ویسی تبدیلی جیسی ہم نے نجدیوں میں کر دی ہے، ناممکن سی نظر آتی تھی۔

"مزید برآں ہم سمجھتے تھے کہ حجاز کا قبضہ ہمارے لئے بہت سی مشکلات پیدا کر دے سکتا ہے۔ بعض یورپین سلطنتوں کو ہمارے معاملات میں مداخلت کا موقعہ مل سکتا ہے۔ لیکن ان تمام اندیشوں کے باوجود ہم نے حریف کی مبارزت طلبی کا جواب دیا اور میدان میں کود پڑے۔ چونکہ ہماری غرض اور نیت بالکل نیک تھی، اس لئے ہم نے کسی اندیشے کی بھی پروا نہ کی اور وہ کرنے پر آمادہ ہو گئے جسے ہم دیانتاً اپنا فرض سمجھتے تھے۔

"مجھے یقین ہے کہ اسی نیک نیتی نے ہمیں کامیاب کیا۔ یہ جنگ کچھ زیادہ دیر پا نہیں ہوئی۔ ایک ہی یلغار میں دشمن کا خاتمہ ہو گیا۔ شریف کی حکومت اچھی نہ تھی۔ تمام حجاز اُس سے نالاں تھا۔ یہی سبب ہے کہ باشندوں نے اُس کی ذرا بھی مدد نہیں کی۔ اسی قدر نہیں بلکہ ہر جگہ ہمارا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ اکثر جنگی نقطے ہمیں بغیر جنگ کے مل گئے۔

"ہم نے ابھی شریف اور شریفیوں کو بھگایا ہی تھا، اور باشندوں کو اپنے مقاصد سے آگاہ بھی کرنے نہ پائے تھے کہ اُن کے اہل الحل والعقد نے جمع ہو کر ہم سے اُن کی بیعت قبول کرنے کا مطالبہ کیا۔ ہم نے بھی دیکھا کہ حجاز اور حرم بیت اللہ کی مصلحت اسی میں ہے کہ ہم بیعت قبول کر لیں اور حجاز پر دین الٰہی اور سنت نبوی کی حکومت قائم کر دیں۔ چنانچہ ہم نے پورے غور و فکر کے بعد حجاز کی بادشاہت منظور کر لی"

"حجاز کے نظام حکومت میں اعلیٰ حضرت نے کیا تبدیلی کی ہے؟" میں نے دریافت کیا۔

"حکومت حجاز کا بنیادی نظام علی حالہٖ قائم ہے" سلطان نے جواب دیا "ہم نے اُس میں کوئی تبدیلی نہیں کی حتیٰ کہ ہم نے بہت سے عہدہ دار بھی باقی رکھے ہیں جن میں دیانت و اخلاص کی صفات نظر آئیں۔ ہم نے جو کچھ تبدیلی کی ہے وہ صرف یہ ہے کہ شریف حسین کے من گھڑت قوانین اُٹھا دئیے ہیں اور اُن کی جگہ احکام شریعت قائم کر دئیے ہیں۔ تمام باشندوں نے یہ تبدیلی بڑی ہی مسرت سے قبول کی ہے، رہی یہ بحث کہ یہ تبدیلی مفید ہوئی یا مضر؟ تو خود اپنی آنکھوں سے آپ حجاز میں اس کا جواب دیکھ لیں گے۔ اسوقت سرزمین حجاز میں پورا پورا امن قائم ہو چکا ہے اور ہر طرح کی بدامنی اور شورش کا قطعی انسداد کر دیا گیا ہے"

"اعلیٰ حضرت نے ابھی فرمایا کہ فتح حجاز سے بعض یورپین سلطنتوں کی مداخلت کا احتمال تھا۔ "بعض سلطنتوں" سے آپ کی مراد کون سلطنتیں ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

سلطان نے جواب دیا:

"آپ جانتے ہیں کہ اکثر دول یورپ، خصوصاً انگلستان، اسلامی قوموں پر حکومت کر رہی ہیں۔ یہ اپنے حجاج کی حمایت کے بہانے سے مداخلت کے موقعے نکال سکتی تھیں۔ لیکن میں مسرت کے ساتھ اس واقعہ کا اظہار کرتا ہوں کہ اب تک کسی یورپین سلطنت نے اس طرح کی جرأت نہیں کی ہے۔ میں برطانیہ کی خاص طور پر تعریف کروں گا کہ اُسنے معاملہ فہمی سے کام لیا اور کسی قسم کی مداخلت کا ارادہ ظاہر نہیں کیا۔ کیونکہ وہ خوب جانتا ہے دوستانہ تعلقات اُسی وقت تک قائم رہ سکتے ہیں جب تک باہمی احترام اور حقوق کی رعایت موجود ہے"

"خلافت کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی کیا رائے ہے؟ کیا اس منصب کے لئے سعی مناسب نہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"میں اس اہم مسئلہ میں اظہار خیال مناسب نہیں سمجھتا" سلطان نے مسکرا کر کہا "بہت سے اسباب ایسے موجود ہیں کہ میں اس بارے میں گفتگو بہتر خیال نہیں کرتا۔ میری قوم کے سامنے کچھ شرعی امور و اعتبارات بھی موجود ہیں۔ آداب مجلس کا اقتضا یہ ہے کہ میں آپکے سامنے*

* کوئی اظہار خیال نہ کروں۔ مسئلۂ خلافت، تمام عالم اسلامی کا مسئلہ ہے۔ تمام مسلمانوں ہی کو حق ہے کہ اس پر غور کریں۔ مجھے اس منصب کی ہرگز کوئی طلب نہیں ہے"

تاریخ و عبر

تاریخ اسلام کا نفسیاتی مطالعہ

عہد اُمیّہ کا خاتمہ اور عباسیہ کی تاسیس

تاریخ اسلام کے ابتدائی عہد کے سیاسی و داعی محرکات

(۲)

ہاشمی خلافت کی دعوت دو ممتاز دوروں پر منقسم ہے:

پہلا دور پُر امن دعوت کا ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب اموی خاندان باہم متحد تھا، ابو مسلم خراسانی، ہاشمی دعوت میں شریک نہیں ہوا تھا اور خراسانی فوج میں قومی عصبیت نے ظہور نہیں کیا تھا۔ ۲۰ سال تک یہ دور قائم رہا۔ دوسرا دور، قوت و تشدد کے ساتھ دعوت کا دور ہے۔ اسے دور عمل کہہ سکتے ہیں۔ دونوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

دور اوّل

(سنہ [illegible] سے سنہ [illegible] ہجری تک)

اس زمانے میں مبلغ و داعی، خراسان کے علاقوں میں سوداگر بن کر دورہ کرتے اور خفیہ دعوت پھیلاتے تھے۔ اُن کا مرکز کوفہ میں تھا۔ اپنی کارگزاریوں کی روداد وہاں بھیجتے تھے۔ کوفہ سے خبریں حمیمہ پہنچتی تھیں جہاں سرگروہ دعوت، محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس مقیم تھے۔

خراسان میں سب سے پہلے اُن کا راز سنہ ۱۰۲ھ میں کھلا، قبیلۂ تمیم کا ایک شخص والی خراسان سعید بن عبدالعزیز کے پاس آیا اور کہا "یہاں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو بُری باتیں کرتے ہیں"

سعید نے اُنھیں فوراً طلب کیا:

"تم کون ہو؟" اُسنے سوال کیا۔

"سوداگر" اُنھوں نے جواب دیا۔

"یہ تمھاری نسبت کیسی شکایت ہے؟" حاکم نے کہا۔

"ہمیں نہیں معلوم" اُن کا صاف جواب تھا۔

"تم کوئی دعوت لے کر آئے ہو؟" والی نے پوچھا۔

"ہمیں اپنی تجارت کی فکروں ہی سے چھٹی نہیں۔ دعوت کیا پھیلائینگے؟" اُنھوں نے سادہ لوحی سے جواب دیا۔

حاکم نے ضمانت طلب کی۔ ربیعہ اور یمن کے لوگوں نے آکر ضمانت کر لی۔

"ہم انھیں خوب جانتے ہیں" اُنھوں نے کہا "ہم ان کی نیک چلنی کے ضامن ہوتے ہیں"

حاکم نے مطمئن ہو کر اُنھیں چھوڑ دیا۔

سنہ ۱۰۵ھ میں اس خفیہ انجمن کو ایک نئی قوت حاصل ہوئی۔ بکیر بن ماہان نامی ایک امیر کبیر اُس میں شامل ہو گیا اور اپنی تمام دولت اس پر وقف کر دی۔ اُسی اثنا میں کوفہ کا داعی اوّل میسرہ فوت ہو گیا۔ محمد بن علی نے نہایت دور اندیشی سے اس مرکز کے لئے ابن ماہان کو منتخب کیا اور اُس کے ذریعہ بہت فائدہ حاصل کیا۔

شیعان بنی ہاشم پر پہلی مصیبت، اسد بن عبداللہ القسری کے ہاتھوں نازل ہوئی۔ یہ بنی امیہ کا خراسان میں والی تھا، سخت بے رحم اور سفاک تھا۔ جاسوسوں نے اُسے اس گروہ کی خبر دی، چند آدمی گرفتار ہوئے اور ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد اُنھیں سولی پر چڑھا دیا۔ انہی میں ایک عمار العبادی بھی تھا۔ مگر وہ کسی طرح بچ نکلا اور کوفہ میں آکر بکیر بن ماہان کو یہ منحوس خبر سنائی۔ بکیر نے محمد بن علی کو

بریدِ شرق

مکتوبِ مصر

(الہلال کے نامہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

سعد پاشا زغلول کی زندگی پر ایک نظر

مصر میں اسوقت مرحوم زغلول پاشا کے ذکر کے سوا کوئی ذکر اہمیت نہیں رکھتا۔ قوم اب تک ماتم کر رہی ہے اور نہیں معلوم کب تک کرتی رہے گی۔ پچھلے ہفتہ ایک مفصل مکتوب، اُن کی وفات پر ارسال کر چکا ہوں۔ لیکن یہ عظیم مشرقی رہنما ایک مکتوب سے زیادہ ہماری توجہ کا مستحق ہے۔ میں چاہتا ہوں آج مرحوم کی سیاسی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالوں۔

زندگی کی پہلی مہم

سعد پاشا کی پوری زندگی، غیر معمولی شجاعت و جرأت کے کارناموں سے لبریز ہے۔ اُنھوں نے ابتدائی تعلیم و تربیت، جامع ازہر میں پائی۔ ازہر اُن کے زمانے میں۔ اور اب تک۔ مصر کی سب سے بڑی اور بڑی قدیم تعلیم گاہ ہے۔ اُس کی حالت اگرچہ مدت سے زبوں ہے، مگر کم آدمی بغاوت کی جرأت کر سکتے ہیں۔ سعد نے یہی نہیں کیا کہ آغاز عمر ہی میں ازہر کی علی الاعلان مذمت کی، بلکہ انتہائی شجاعت سے، اِس تعلیم گاہ اور اُس کی جملہ خصوصیات سے علیحدہ ہوگئے۔ اُنھوں نے ازہر کا لباس ترک کر دیا اور جدید وضع کا لباس اختیار کرکے ازہر کی جماعت سے ہمیشہ کیلئے منقطع ہوگئے۔ یہ اُن کی زندگی کی پہلی مہم تھی اور بہت سخت تھی۔

عجیب جرأت

سرکاری ملازمت کے زمانے میں اُنھوں نے کبھی حکام کی خوشامد نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ اُن سے ایک طرح کی مخاصمت جاری رہی۔ وہ اطاعت اور خوشامد چاہتے تھے۔ اِن کی غیور طبیعت اِس کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ حتیٰ کہ وزارت کے عہدے پر پہنچنے کے بعد ایک مرتبہ خود عباس حلمی پاشا، خدیو مصر سے سخت تکرار ہوگئی۔ اُنھوں نے ایک لائحہ عمل طیار کیا تھا۔ خدیو نے اُسے پسند نہیں کیا۔ دونوں میں بحث شروع ہوئی خدیو نے خفا ہو کر غصہ سے میز پر ہاتھ مارا۔ سعد کا بلاپس و پیش جواب یہ تھا کہ اُنھوں نے بھی میز پر گھونسہ مار دیا، اور اپنی آواز بلند ہونے دی کہ مصر کے فرمانروا کے گھونسے سے بھی بلند نہ ہوئی تھی۔

وکالت کا پیشہ

وکالت کا پیشہ بھی اُنھوں نے اسی طرح اختیار کیا۔ وہ باضابطہ وکیل نہ تھے۔ تاہم اُنھوں نے اپنی شجاعت و جرأت سے کام لیا اور اِس پیشہ میں خلاف قاعدہ داخل ہوگئے۔ حکومت نے مخالفت کی مگر وہ سب مخالفتوں پر غالب آگئے اور وکیل بن بیٹھے۔ اِس کے بعد ان کی قانونی قابلیت کی وہ دھوم ہوئی کہ عدالت عالیہ کے جج مقرر ہوئے پھر محکمہ عدالت کے وزیر بنائے گئے۔

لارڈ کرومر کی پیشین گوئی

اُن کی یہی جرأت و شجاعت دیکھ کر لارڈ کرومر نے پیشین گوئی کی تھی: "آیندہ، سعد زغلول، مصر کے سب سے بڑے آدمی اور سیاسی رہنما بنیں گے۔" واقعات نے یہ پیشین گوئی بالکل صحیح ثابت کر دی۔

سیاسی زندگی کا آغاز

سعد پاشا کی زعیمانہ سیاسی زندگی، درحقیقت، نومبر ۱۹۱۸ء سے شروع ہوتی ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب جنگ عمومی کی ہولناکیوں نے برطانیہ کو غیر معمولی کمال اقتدار عطا کر دیا تھی۔ وہ ہیبت و دبدبہ تھا کہ کسی کو نظر اُٹھانے کی بھی جرأت نہ رہی تھی۔ خصوصاً مصر میں جہاں جنگی قانون نافذ تھا اور برطانیہ نے غاصبانہ ملک کا الحاق کر لیا تھا۔ مگر سعد زغلول نے منبر علم پر کھڑے ہو کر انتہائی شجاعت سے بیانگ بلند انگریزی قبضہ کے خلاف آواز بلند کی، اور مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔

مرحوم نے اپنی اِس پہلی سیاسی تقریر میں کہا تھا:

"ہمارا ملک خود مختار ہے۔ ۱۸۴۰ء کے معاہدۂ لندن میں اُس کا اعتراف کیا جا چکا ہے۔ جنگ کے زمانے میں جو سیاسی تبدیلی کی گئی ہے، اُس کا ذکر بالکل بے کار ہے۔ کیونکہ تمام علماء قانون کا متفقہ فیصلہ ہے کہ "حمایت" دیرو ٹیکٹریٹ) کا وجود اُسی وقت ہو سکتا ہے جب ایک قوم دوسری قوم سے اُس کی حمایت میں رہنے کی خواہش کرے اور وہ ایک سمجھوتہ یا معاہدہ ہو جس میں ایجاب قبول، تمام ضروری شرطیں ہوں۔ لیکن مصر میں اِس طرح کی کوئی بات کبھی پیش نہیں آئی اور قیامت تک کبھی پیش آ سکتی ہے۔ ۱۹۱۴ء میں برطانیہ نے خود "حمایت" کا اعلان کر دیا۔ لیکن مصر نے اُسے قبول نہیں کیا۔ لہٰذا یہ حمایت، سراسر باطل ہے۔ ہرگز برقرار نہیں رہ سکتی۔"

اِس تقریر نے ایک طرف برطانوی حلقوں کو سخت برہم کیا۔ دوسری طرف مصری قوم میں حق طلبی کی نئی روح پیدا ہو گئی۔ چنانچہ سیاسی جد و جہد کا آغاز ہوا اور وہ بڑھتے بڑھتے ایک عظیم تحریک بن گئی۔

برطانیہ کی تخویف

پہلے تو برطانیہ، تخویف و تہدید کو کافی سمجھتا رہا۔ لیکن جب اُسے یقین ہو گیا کہ سعد پاشا ڈرنے والے نہیں ہیں، تو اُس کے ظلم و قہر کی قوتوں میں حرکت ہوئی اور آخری کاروائی کرنے پر تل گئی۔

چنانچہ ۲۲ر دسمبر ۱۹۲۱ء کو جنرل کلاٹین نے فیلڈ مارشل جنرل ایلن بائی، برطانوی سپہ سالار اعظم کا حسب ذیل حکم سعد پاشا کو تحریراً پہنچایا:

"جنگی قانون کے بموجب اِس حکم کے ذریعہ سعد پاشا زغلول کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ عام تقریروں سے پرہیز کریں۔ عام جلسوں میں شریک نہ ہوں۔ مصری وفود سے ملاقات نہ کریں۔ اخبارات میں مضامین نہ لکھیں۔ کوئی سیاسی کام نہ کریں۔ اُنھیں حکم دیا جاتا ہے کہ فوراً قاہرہ سے چلے جائیں اور اپنے دیہات کے مکان میں قیام کریں۔ [illegible] کا سرکاری افسر اُن کی نگرانی کرے گا۔"

سعد پاشا کا جواب

زغلول پاشا کا جواب قابل دید ہے۔ اُنھوں نے لکھا:

"فیلڈ مارشل ایلن بائی کا حکم مجھے پہونچا۔ مگر یہ حکم سخت ظالمانہ ہے۔ اُس کی کوئی توجیہ نہیں کی جا سکتی۔ میں اپنی پوری قوت سے اُس پر صدائے احتجاج بلند کرتا ہوں۔

"چونکہ قوم نے مجھے اپنا وکیل بنایا ہے تاکہ اُس کی خود مختاری کی کوشش کروں، اس لئے اُس کی قوت کے سوا کسی دوسری قوت کو کوئی حق نہیں کہ اِس مقدس فرض سے دست بردار ہونے پر مجھے مجبور کرے۔

"لہٰذا میں بدستور اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے موجود رہوں گا۔ ظالمانہ قوت جو کچھ بھی کر سکتی ہے، کر گزرے۔ ہم مضبوط دل اور ٹھنڈے ضمیر کے ساتھ اُس کے مقابلہ کے لئے طیار بیٹھے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں ہماری جائز کوششوں کے خلاف جتنا بھی تشدد کیا جائے گا وہ ملک کو اُس کی منزل مقصود سے اور بھی زیادہ قریب کر دے گا۔ ملک کی منزل مقصود بجز کامل آزادی کے کچھ نہیں ہے!"

گرفتاری اور جلاوطنی

اِس جواب کے پہنچتے ہی برطانی حکام نے مرحوم کو اور اُن کی جماعت کے دو ممبر اور دو آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔

اِس تاریخی واقعہ کا ذکر خود مرحوم نے جلاوطنی سے واپس آکر ۲۳ر دسمبر ۱۹۲۳ء کی تقریر میں کیا ہے۔ بہتر ہے ہم اُنھی کی زبان سے

بقیہ مضمون صفحہ ۱۹

بن محمد حاکم تھا۔ لیکن عبداللہ اُس کے تعاقب میں تھا۔ جبیر بن یعقوب کو یہاں سے بھی بھاگنا پڑا۔ اب اُن نے عبداللہ کی اطاعت قبول کر لی اور بغیر کسی جنگ کے یہ علاقہ عباسیوں کو مل گیا۔

مروان، قنسرین پہونچا۔ عبداللہ نے وہاں بھی پیچھا کیا۔ قنسرین سے حمص، حمص سے دمشق آیا۔ مگر عبداللہ نے پیچھا نہ چھوڑا۔ دمشق میں ایک مختصر سی لڑائی ہوئی اور دارالخلافہ بھی عباسیوں کے قبضہ میں آگیا۔

دمشق سے مروان علاقہ اردن گیا۔ پھر فلسطین میں پناہ ڈھونڈھی مگر نہ ملی۔ آخر فسطاط (مصر) کا رخ کیا۔ فسطاط سے ایک دور افتادہ گاؤں "بوصیر" میں جا کر چھپ گیا۔

عبداللہ اب بھی تعاقب پر سرگرم تھا۔ مگر ابوالعباس کا حکم پہونچا کہ صالح بن علی کو اس مہم پر روانہ کرے اور خود آگے نہ بڑھے۔ چنانچہ صالح بن علی، مصر پہونچا اور پتہ لگا کر بوصیر میں مروان کو قتل کر ڈالا۔ مروان کے قتل نے مشرق میں اموی خلافت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا اور بنی عباس کی خلافت قائم ہو گئی۔ تاریخ اسلام کا یہ اہم واقعہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲ ہجری میں پیش آیا تھا۔

یزید نے کہا۔ انھوں نے مجھ سے قسم لے لی ہے کہ اُن کی بابت کوئی بات جھوٹ نہیں کہوں گا۔ واللہ میں نے اُنھیں اس حال میں دیکھا کہ پابندیٔ اوقات کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ اذان دیتے ہیں۔ اقامت کہتے ہیں۔ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ اہل بیت رسول اللہ صلعم کی محبت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور کامیاب ہوجائیں گے۔ اگر آپ میرے آقا نہ ہوتے اور آزاد کرکے مجھ پر احسان نہ کیا ہوتا تو واللہ میں اُنھی کے ساتھ رہتا اور ہرگز یہاں لوٹ کر نہ آتا!"

اس واقعہ کے بعد ابومسلم کو بہت طاقت حاصل ہوگئی۔ اب اُس کی فوج اتنی زیادہ ہوگئی تھی کہ سفیذنج میں گنجائش باقی نہ رہی۔ مجبوراً وہاں سے ماخوان میں منتقل ہوگیا۔ اُس کی قلعہ بندی کی اور خندقیں کھود کر بیٹھ گیا۔ اسوقت اس کے پاس ۷ ہزار کی جمعیت تھی۔

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ اُس زمانے میں خراسان کے عربوں میں تین عصبیتیں یا جماعتیں قائم ہوگئی تھیں: یمنی، مضر، ربیعہ۔ ابومسلم نے اس باہمی پھوٹ سے خوب فائدہ اُٹھایا۔ اُسنے اِن سب کو لڑا دیا۔ آہستہ آہستہ اُسے قوت حاصل ہوگئی حتی کہ سنہ ۱۳۰ھ میں مرو پر بھی قبضہ کرلیا۔ وہ شہر میں اُسوقت داخل ہوا جبکہ علی بن جدیع اور نصر بن سیار دونوں سڑکوں پر لڑ رہے تھے۔ یہ آیت اُس کی زبان پر تھی: ودخل المدینۃ علی حین غفلۃ من اہلہا فوجد فیہا رجلین یقتتلان، ہذا من شیعتہ وہذا من عدوہ!

مرو پر قبضہ کرنے کے بعد ابومسلم نے خراسان کے تمام علاقوں پر حملہ شروع کردیا۔ اُس کے مشہور سپہ سالار قحطبہ بن شبیب نے رے فتح کیا۔ رے کے بعد ہمدان، نہاوند، شہرزور، اور موصل فتح ہوئے۔ اب عراق کی باری آئی۔ قحطبہ سرزمین عراق میں داخل ہوگیا۔ ابن ہبیرہ والی عراق نے اُس کا مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی۔ اسی اثنا میں قحطبہ، شیعی سپہ سالار کا انتقال ہوگیا۔ اُس کا بیٹا حسن، جانشین ہوا اور یلغار کرتا ہوا محرم سنہ ۱۳۲ھ میں کوفہ پر قابض ہوگیا۔

اموی سپہ سالار ابن ہبیرہ نے واسط میں پناہ لی۔ حسن بن قحطبہ اُس کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ دوسرے شیعی سپہ سالار بھی اپنی اپنی فوجیں لے کر بیک وقت مختلف علاقوں پر ٹوٹ پڑے۔ چنانچہ حمید بن قحطبہ، مدائن گیا۔ مسیب بن زہیر اور خالد بن برمک، دیر قنیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ مہلبی اور شراحیل نے عین التمر پر حملہ کیا۔ بسام بن ابراہیم نے اہواز پر یورش کی۔ اور خود کوفہ کے داعی اکبر ابوسلمہ الخلال نے اپنا لشکر حمام اعین کے سامنے اُتار دیا۔

افشائے راز

خراسان و عراق میں یہ ہلچل پڑی ہوئی تھی۔ مگر بنی اُمیہ بالکل غافل تھے۔ اپنی خانہ جنگی میں مشغول تھے۔ اُنھیں ابتک یہ بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ شیعہ کس شخص کی طرف دعوت دے رہے ہیں؟

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ محمد بن علی نے اپنے داعیوں کو حکم دیا تھا کہ کسی خاص آدمی کا نام دعوت میں نہ لیں، بلکہ تمام اہل بیت نبوی کی حمایت و نصرت کی طرف مخلوق کو بلائیں۔ چنانچہ بڑے بڑے داعیوں اور نقیبوں کے سوا کوئی شخص بھی اصلی راز سے واقف نہ تھا۔

راز اس طرح ظاہر ہوا کہ مروان بن محمد اموی خلیفہ کو ابراہیم بن محمد (امام شیعہ) کا وہ خط حاصل ہوگیا جو اُسنے ابومسلم خراسانی کے کسی خط کے جواب میں لکھا تھا۔ اب خلیفہ خواب غفلت سے جاگا اور حاکم بلقاء کو حکم دیا کہ حمیمہ پر حملہ کرکے ابراہیم بن محمد کو گرفتار کرلے اور دارالخلافہ بھیجدے۔ ابراہیم نے گرفتار ہوتے وقت اپنے بھائی ابوالعباس کے حق میں امامت کی وصیت کردی اور اُسے پورے خاندان کے ساتھ کوفہ چلے جانے کا حکم دیا۔

ابراہیم، حرّان کے قیدخانہ میں بند کیا گیا۔ اور وہیں فوت ہوگیا۔ مورخین میں اختلاف ہے کہ ابراہیم کو زہر دیا گیا تھا، یا اُس پر گھر کی چھت گرا دی گئی تھی؟ بہرحال یہ یقینی ہے کہ وہ قتل کیا گیا۔

ابراہیم کا خاندان، ماہ صفر سنہ ۱۳۲ھ میں کوفہ پہونچا۔ اُسوقت شیعی تحریک کا سرگروہ ابوسلمہ خلال تھا اور "وزیر آل محمد" کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اسنے ابراہیم کے خاندان کو کوفہ کے ایک محلے میں چھپا دیا اور ۴۰ دن تک کسی شخص کو بھی اُن کی خبر نہ دی۔

بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ ابوسلمہ نے عباسیوں کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد ارادہ کرلیا تھا کہ اُن سے کٹ کر علویوں سے مل جائے۔ چنانچہ اُسنے خاندان علیؓ کے تین سرداروں: حضرت جعفر صادق بن محمد الباقر، عبداللہ المحض بن حسن بن حسن، اور عمر الاشرف بن زین العابدین (علیہم السلام) کے پاس خطوط بھیجے۔ قاصد سے کہا پہلے حضرت جعفر صادق کے پاس جائے۔ اگر وہ دعوت قبول کرلیں تو باقی دونوں خط ضائع کردے۔ اگر انکار کریں تو عبداللہ المحض کے پاس جائے۔ اگر وہ بھی نہ مانیں تو آخر میں عمر الاشرف سے ملے۔

جعفر صادق نے قاصد کو دیکھ کر کہا:

"مجھے ابوسلمہ سے کیا سروکار؟ وہ تو کسی اور کا حامی ہے؟"

"آپ خط تو پڑھیئے" قاصد نے کہا۔

"چراغ قریب لاؤ" امام جعفر نے اپنے خادم سے کہا۔

چراغ لایا گیا اور حضرت جعفر صادق نے خط اُس سے لگاکر جلادیا۔

"آپ کچھ جواب دیں گے؟" قاصد نے کہا۔

"جواب تو تم نے دیکھ لیا" اُن کا صاف جواب تھا۔

قاصد مایوس ہوکر حضرت عبداللہ المحض کے پاس گیا۔ اُنھوں نے خط لے لیا اور فوراً حضرت جعفر صادق کے پاس ٹہلتے آئے:

"یہ ابوسلمہ کا خط ہے" عبداللہ المحض نے کہا "مجھے خلافت قبول کرنے کی دعوت دی ہے۔ ہمارے خراسانی طرفداروں کی یہی خواہش ہے"

"خراسانی، تمھارے کب سے طرفدار بنے ہیں؟" حضرت جعفر صادق نے کہا "کیا تم ہی نے ابومسلم کو وہاں بھیجا تھا؟ اُن میں سے کسی ایک آدمی کا نام بھی تمھیں معلوم ہے؟ کسی ایک کی بھی صورت دیکھی ہے؟ وہ کیسے تمھارے طرفدار ہوسکتے ہیں، حالانکہ نہ وہ تمھیں جانتے ہیں، نہ تم اُنھیں جانتے ہو؟"

"یہ گفتگو شاید کسی خاص وجہ سے آپ کر رہے ہیں؟" عبداللہ نے سوال کیا۔

"خدا جانتا ہے کہ میں ہر مسلمان کی خیرخواہی اپنے اوپر فرض سمجھتا ہوں پھر تم سے نصیحت میں کیونکر بخل کروں گا؟" حضرت جعفر صادق نے جواب دیا "یہ خیال خام چھوڑ دو۔ یہ سلطنت کسی اور ہی کو ملے گی تم سے پہلے اسی مضمون کا خط مجھے بھی پہنچ چکا ہے"

اس گفتگو کے بعد عبداللہ المحض نے بھی انکار کردیا۔

آخر میں قاصد عمر بن زین العابدین کے پاس پہنچا۔ اُنھوں نے سنتے ہی جواب دیا:

"میں خط والے کو نہیں جانتا، جواب کیسے دوں؟"

اس اثنا میں ابوسلمہ کے سپہ سالاروں کو اُس کی نیت پر شبہ ہوا ساتھ ہی ابراہیم بن محمد کے خاندان کی کوفہ میں موجودگی کا بھی پتہ چل گیا۔ چنانچہ وہ لشکرت نکلکر کوفہ پہنچے۔ ابوالعباس کو ابوسلمہ کی نظربندی سے نکالا اور بیعت خلافت اُس کے ہاتھ پر کی۔ مجبوراً ابوسلمہ کو بھی بیعت کرنی پڑی۔ مگر ابوالعباس اُس سے کبیدہ ہوگیا تھا۔

ابوالعباس کا خطبہ

۱۲ ربیع الاول روز جمعہ کو ابوالعباس نے جامع مسجد میں نماز پڑھائی اور خطبہ دیا۔ خطبہ میں حمد وثنا کے بعد رسول اللہ صلعم کی قرابت پر فخر کیا۔ خلفاء راشدین کی تعریف کی۔ بنی حرب اور بنی مروان (بنی امیہ) کے ظلم وجور کی مذمت کی۔ اور کہا:

"اے اہل کوفہ! میں امید کرتا ہوں کہ جس راہ سے تمھیں بھلائی پہنچ چکی ہے، اُس سے تم پر کبھی برائی نہ آئے گی (یعنی اہل بیت نبوی) اور جس راہ سے برائی آچکی ہے، اُس راہ سے کبھی بھلائی نہ آئے گی (یعنی بنی امیہ) ہم اہل بیت کا والی و حامی، اللہ بزرگ و برتر ہی ہے۔ تم اے اہل کوفہ! ہماری محبت کے مورد ہو۔ ہماری دوستی کے اہل ہو۔ تم تو ہو، جو ہماری محبت سے کبھی برگشتہ نہیں ہوئے۔ ظالموں کا ظلم تمھارے دل ہم سے نہ بدل سکا۔ یہاں تک کہ تم نے ہمارا زمانہ دیکھ لیا اور خدا ہماری سلطنت تمھارے لئے لے آیا۔ پس ہمارے حسن سلوک کے تم سب سے زیادہ مستحق ہو۔ میں نے تمھارے وظیفوں میں سو سو درہم کا اضافہ کردیا ہے۔ تم طیار ہوجاؤ، کیونکہ میں "سفاح" ہوں ..."

ابوالعباس، "سفاح" کے لقب سے اسی خطبہ کے بعد مشہور ہوا۔ کیونکہ اُس نے خود اپنے منہ سے اپنے کو "سفاح" کہا تھا۔

اُس زمانے میں ابوالعباس کو کھانسی کی شکایت تھی۔ خطبہ ختم ہونے سے پہلے ہی اُسے کھانسی آنے لگی اور تقریر نہ کرسکا۔ فوراً اُس کا چچا داؤد بن علی منبر پر چڑھ گیا۔ وہ عباسیوں میں سب سے زیادہ فصیح تھا۔ اُسنے کہا:

"واللہ ہم اس لئے نہیں اُٹھے ہیں کہ مال و دولت جمع کریں، محل بنائیں، عیش و عشرت کریں۔ ہم صرف اس وجہ سے اُٹھے ہیں کہ ہمارا حق سلب ہوگیا تھا۔ ہمارے عم زادوں پر ظلم ہوتا تھا۔ تمھاری حالت جور و ستم نے زبوں کردی تھی۔ ہم اپنے بستروں پر ہوتے تھے مگر تمھاری مصیبتیں یاد کرکے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ہماری پیٹھ کے نیچے انگارے بچھے ہیں۔ بنی اُمیہ نے تمھیں ہلاک کرڈالا۔ غلاموں سے بھی بدتر سلوک کیا۔ تمھارے صدقے، تمھاری خیراتیں، مال غنیمت میں تمھارے حصے سب ضبط کرلئے۔ ہم نے بہت برداشت کیا۔ مگر بالآخر مجبور ہوگئے اور تمھاری حمایت و حفاظت پر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم تم سے اللہ کے نام پر، رسول کے نام پر، اور عباس کے نام پر عہد کرتے ہیں کہ کتاب اللہ کے بموجب حکومت کرینگے۔ سنت رسول اللہ کے مطابق سلوک کرینگے ..

... اے اہل کوفہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمھارے اس منبر پر دو ہی خلیفہ کھڑے ہوئے ہیں: ایک امیر المومنین علی بن ابی طالب دوسرا امیر المومنین عبداللہ بن محمد (یہ کہکر ابوالعباس کی طرف اشارہ کیا) یقین کرو یہ معاملہ (خلافت) برابر ہمارے ہی ہاتھ میں رہیگا، یہاں تک کہ ہم اُسے عیسی بن مریم صلوات اللہ علیہ کے حوالہ کردیں!"

نماز کے بعد سفاح نے لوگوں سے بیعت لی۔ رات تک اس کا سلسلہ جاری رہا۔

بیعت لے کر خود سفاح، لشکر میں چلا گیا اور کوفہ کی حکومت اپنے چچا داؤد بن علی کے سپرد کی۔

آخری مقابلہ

اب فیصلہ کُن کارروائی کا وقت آگیا تھا۔ خود خلیفہ مروان بن محمد کی مرکزی قوت پر غالب آنا تھا۔

اُدھر مروان بھی غافل نہ تھا۔ وہ ایک فوج گراں لے کر حرّان سے موصل پہنچ گیا۔ ابوالعباس نے اپنی فوج کی قیادت اپنے چچا عبداللہ بن علی کے سپرد کی۔ دونوں فوجوں میں دریائے زاب پر بہت ہی سخت جنگ ہوئی۔ لیکن مروان کو شکست ہوگئی۔ حالانکہ اُس کے ساتھ ایک لاکھ ۲۰ ہزار شام کی منتخب فوج تھی۔ عبداللہ نے اُس کا پورا لشکر تباہ کرڈالا۔ یہ واقعہ ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۳۲ھ کا ہے۔

مروان بھاگ کر حرّان میں پہونچا۔ یہاں اُس کا بھتیجا ابان بن یزید

بصائر و حکم

ماہ ربیع الاول کا اختتام

اور واقعۂ ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ!

تاریخ نوع عالم کی عظیم ہستیاں اور داعی لا الٰہ الا اللہ کی عظمت

(مقتبس)

دنیا، قدیم سے عظیم انسانوں کی عظمت پر ایمان لائے ہوئے ہے۔ اپنے خیال کے مطابق مظاہر عظمت کی گوناگوں عبادتیں کرتی ہے لیکن مظاہر عظمت کا تخیل صد درجہ متباین ہے۔ ایک تخیل دوسرے تخیل سے مشابہت نہیں رکھتا۔ ہر فرد اور ہر گروہ اپنا اپنا ذوق اور اپنی اپنی نظر رکھتا ہے۔ وکل حزب بما لدیہم فرحون!

حکمرانی و فرمانروائی میں عظمت ہے۔ بادشاہ و حکام اس پر ایمان لائے ہیں۔ حریص اور طامع اس کی عبادت کرتے ہیں!

مال و دولت میں عظمت ہے۔ دولتمند اس پر ایمان رکھتے ہیں دل و دماغ کے ساتھ اس کی پرستش کرتے ہیں!

اہل علم و حکمت کی بھی ایک عظمت ہے، اور اس کے پجاری بھی موجود ہیں!

حسن میں بھی عظمت ہے اور اس کے پرستاروں کی بھی کمی نہیں!

طاقت جسمانی میں بھی عظمت ہے۔ عظیم قد و قامت کے دیوتاؤں کے آگے ہمیشہ انسانوں کا سر جھک گیا ہے!

اسی طرح ہر فن اور ہر صنعت میں عظمت ہے اور اپنے معتقد اور پرستار رکھتی ہے۔

شاید کوئی بھی اس مبہم اور مضطرب مفہوم کی تحدید نہیں کر سکتا جس کا نام لوگوں نے "عظمت" رکھ چھوڑا ہے لیکن پھر بھی وہ قدیم سے دنیا کے لئے ایک بڑا فتنہ رہا ہے۔ ہر شخص اسے غرض و غایت قرار دیتا ہے۔ اس کے لئے جد و جہد کرتا ہے اور اسے انسانوں کے مراتب تولنے کی میزان سمجھتا ہے۔

اگر عظمت کا فتنہ اور مظاہر کی عبادت موجود نہ ہوتی تو انبیاء کرام کے ذکر پر کسی کے لئے روا نہ ہوتا کہ انھیں عظیم قرار دینے کی بحث کرے اس لئے کہ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے کہ انسانی عظمت کی عام صفوں میں ان کی جگہ ڈھونڈی جائے۔ یہ صفیں جسمانی کبریائی کے دھوکوں اور مادی بڑائیوں کی غلط اندیشیوں سے اس درجہ پست ہو چکی ہیں کہ انسانیت اعلیٰ کے مظاہر علو و رفعت کے لئے ان کی طرف نظر بھی نہیں اٹھائی جا سکتی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام رفعت اور بھی بلند ہے۔ اس ذات اعظم و اکمل نے اس کے سوا کچھ قبول ہی نہیں کیا کہ تمام انسان کنگھی کے دانتوں کی طرح بالکل برابر ہو جائیں۔ نہ عربی کو عجمی پر اور نہ عجمی کو عربی پر کوئی امتیاز ہے۔ آپ نے کہہ دیا، سب آدمی ہم رتبہ ہیں سب آدم کی اولاد ہیں، اور آدم مٹی کا پتلا تھا۔ آپ نے قبول نہیں کیا کہ انسانوں میں دو قسمیں ہوں: عظیم اور غیر عظیم۔ آپ کی نظر میں خوش حال اور بدحال، فقیر اور بادشاہ سب برابر درجہ کے آدمی تھے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس ارضی عظمت پر [illegible] کے فتنے نے دنیا کو مفتون بنا رکھا ہے [illegible] کے لئے ذات رب العالمین کی جناب [illegible]

[illegible]

وہ مظاہر کی پرستش کرنے نہیں آئے تھے اگرچہ ساری دنیا نے ان کی پوجا کی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی ساخت کی یہ عظمت کسی انسان کے لئے بھی تسلیم نہیں کی اور نہ اپنی ذات ہی کے لئے پسند کی حالانکہ وہ ان کے اختیار میں تھی۔ یہ عظمت اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ سرنگوں سامنے آئی۔ ان کے قدموں پر پڑی، مگر انھوں نے اس سے منہ پھیر لیا، اور اس میں ذرا بھی رغبت ظاہر نہ کی۔ خدا نے اختیار دیا کہ عبدیت کے ساتھ نبی ہوں، یا بادشاہت کے ساتھ نبوت لیں۔ زمین کے خزانوں کی کنجیاں سامنے ڈال دی گئیں۔ تاج و تخت کی ساری شوکتیں جمع کر دی گئیں۔ مگر انھوں نے عبدیت پسند کی غربت اختیار کی۔ ان کی روح مقدس و مطہر کی خوشی اسی میں تھی کہ فقیری میں زندہ رہیں، فقیری میں دنیا سے جائیں، فقیروں ہی کے زمرے میں اٹھائے جائیں:

وما ودته الجبال الشم من ذهب ... عن نفسه فاراها ايما شمم!

جو لوگ بادشاہت اور اس کی عظمت کے پجاری ہیں انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بادشاہ تھے، نہ انھوں نے بادشاہ ہونا گوارا کیا۔ اگر (محال فرض کرتے ہوئے) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بادشاہ بھی قرار دیا جائے تو ان کی بادشاہت کیا تھی؟ زیادہ سے زیادہ ایک سنگلاخ جزیرہ، جزیرۃ العرب! قیصر کی قیصریت اور کسریٰ کی کسرویت کے مقابلے میں اس جزیرہ کی بادشاہی کوئی بڑی بادشاہی نہیں ہو سکتی۔

جو لوگ مال و جاہ و ثروت کی عظمت کے آگے سرنگوں ہیں وہ دیکھ سکتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مال و دولت سے تہی دست تھے۔ ان کی دولتوں کا خزانہ صرف فقر و فاقہ تھا!

جو لوگ دنیا کے عظیم حسیناؤں اور دل فریب حسن کے شیدا و جمال کے پجاری، اور دل کی عظمت سراہتے ہیں انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی جنگ، قحط اور بھوک سے گزری تھی جو اس عہد میں بھی دنیا کا ایک گمنام اور حقیر قریہ تھا۔

جو لوگ دنیا کے فلاسفہ و حکماء اور مصنفین کی عظمتوں سے آشنا اور ان کی رفعتوں کے پرستار ہیں انکے لئے یہ خبر بڑی خبر نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے۔ دنیا کا صناعی لکھنا پڑھنا نہ تو انھوں نے سیکھا تھا اور نہ کسی نے انھیں سکھانے کی جرأت کی تھی۔

کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بھی مادی یادگار چھوڑی جو مصر کے اہرام کی سی عظمت رکھتی ہو؟ کوئی شہر بنایا جس کی عظمت قسطنطنیہ کے برابر ہو؟ تم نے ان کی تعریف میں سنگی لاٹوں پر کہیں کندہ دیکھیں؟ کوئی ایک شہر بھی ان کے نام پر آباد کیا گیا؟ کوئی ایک سڑک بھی ان کے نام پر بنائی گئی؟ اسکندر کے نام پر اسکندریہ اور قسطنطین کے نام سے قسطنطنیہ آباد ہوا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ایک بالشت زمین بھی پکاری نہیں گئی!

***

ہرگز نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، خیالی اور فانی عظمتیں رکھنے والوں میں سے نہ تھے۔ ان کی تاریخ لکھنے والوں کو ان کی عظمت ان حقیر مظاہر عظمت میں تلاش نہیں کرنی چاہیے، اگرچہ دنیا ابھی مظاہر پرستی میں غرق ہے۔

جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا متلاشی ہو، تو اسے ان کی عظمت صرف ایک کلمہ میں ملے گی جو وہ لائے تھے۔ اسی کلمہ میں ان کی پوری عظمت قائم ہے۔ اسی کلمہ کے دس بارہ حرفوں سے ان کی عظمت باقی و ہمیشہ رہنے والی [illegible]

[illegible] وہ کلمہ کیا تھا؟

لا الٰہ الا اللہ [illegible]

[illegible]

(ماخوذ از [illegible])

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۹)

سنمک ہو جاتے تھے۔ دس بجے دفتر میں آکر بیٹھتے تھے اور ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ ایک یا دو بجے دوپہر کا کھانا کھاتے تھے کبھی تنہا نہیں کھاتے تھے۔ دسترخوان پر ہمیشہ دوستوں کا مجمع رہتا تھا کھانے کے بعد ایک گھنٹہ باتیں کرتے تھے۔ پھر ۵ بجے شام تک آرام کرتے تھے۔ پھر دفتر آتے تھے اور ایک گھنٹہ کام کرکے تفریح کو نکلتے تھے۔ تفریح میں ایک گھنٹہ سے زیادہ وقت صرف نہیں کرتے تھے۔ واپسی پر پھر مطالعہ کرتے تھے۔ ۸-۹ بجے رات کا کھانا کھاتے تھے۔ کھانے کے بعد پھر باتیں شروع ہو جاتی تھیں۔ لیکن یہ مجلس ایک گھنٹے سے زیادہ دراز نہیں ہوتی تھی۔ دس بجے کے قریب چارپائی پر چلے جاتے تھے اور مطالعہ کرتے کرتے سو جاتے تھے۔ عموماً ۵ گھنٹے سے زیادہ نہیں سوتے تھے۔

ستین - انھوں نے کہا،

" دو سال سے پہلے ٹھیک اسی تاریخ میں انڈین قوت نے حق پرس کی جانے ... دست درازی کی۔ ہر طرف سے مسلح فوج نے گھیر لیا۔ تمام ... بندوقیں اٹھائے سپاہی ... قائم کر دئے۔ پھر ... فوجی افسر ... میں اپنے بستر پر ... ساتھ جگایا گیا اور ... میں نے انکار کیا اور ... بند دقوں اور سنگینوں کا ... مجھے لے جایا جاتی تھی ... ایک بڑی گاڑی پر مجھے بٹھایا گیا۔ اور گاڑی روانہ ہوئی۔ ایک ... میرے ساتھ ... ہر طرف سے ... کیا ... سی ادنی بات ... بالکل اچانک ہوئی مجھے پہلے سے کوئی اطلاع نہیں دی گئی، کسی قانون کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ کوئی تحریری حکم پیش نہیں کیا گیا۔ قوت نے اپنی سرکشی اور جبروت کا پورا پورا مظاہرہ کرنا چاہا اور کر دیا "

ہندوستان کو شرم آنی چاہیئے

مرحوم گرفتار کر کے کہاں لے گئے؟ یہ اظہار ہمارے لئے نہایت تکلیف دہ ہے۔ قیصر انگلستان نے ... تو اسے شرمناک خیال کیجئے۔ سعد جلیل القدر بنا گرفتار کر کے سوئیس کی ہندوستانی چھاؤنی میں بھیجا گیا تھا۔ ہندوستانی خیموں میں رکھا گیا تھا۔ ہندوستانی سپاہیوں کی حراست میں بند کیا گیا تھا!

لیکن اس کے باوجود مرحوم نے کبھی ہندوستان کو برا نہیں کہا۔ بلکہ ہمیشہ ہندوستان کی تحریک آزادی سے ہمدردی ظاہر کی۔ ہندوستانی لشکر میں پہنچنے کا حال مرحوم نے یوں بیان کیا:

" مجھے سوئیس لے گئے۔ مگر ایک ایسے مقام سے جو بالکل خراب تھا جتنی کہ انہیں کوئی تک دستیاب نہ ہوتا تھا۔ میں بہت بھوکا تھا۔ کھانے کا کوئی سامان اپنی ساتھ لینے کی اجازت نہ تھی۔ خوش قسمتی سے ایک ہندوستانی افسر کو ترس آیا اور اُس نے ایک روٹی اور پنیر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا مجھے دیا۔ دن بھر کی میری غذا بس یہی تھی!

" ۸ بجے شام کو میں ہندوستانی لشکر میں پہنچایا گیا۔ یہاں فوجی افسر نے مجھے اپنی حراست میں لے لیا اور ایک پھٹے ہوئے خیمے میں رکھا۔ رات بھر گرم ہوائیں خیمے کے سوراخوں سے اندر پہنچتی تھیں اور جھلسا رہی تھیں۔ میں اُس رات مجبور ہوا کہ اپنے دن ہی کے لباس میں سو جاؤں کیونکہ کوئی دوسرا کپڑا ساتھ نہ تھا۔

" لیکن الحمد للہ مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ میں شام شروع پر ایک گھنٹہ موٹر کی سیر سے تھک جایا کرتا تھا۔ مگر اُس وقت میں بالکل نہیں تھکا۔ اللہ نے میری مدد کی اور ایک ایسی قوت بخشی کہ یہ تمام سختیاں برداشت کر گیا۔

" دوسرے دن میرے پانچوں رفقاء مصیبت بھی پہنچ گئے مجھے نہایت مسرت ہوئی، کیونکہ وہ سب مطمئن تھے اور برطانیہ کی اس حماقت پر ہنستے تھے۔ ۲۹ دسمبر تک ہم ہندوستانی لشکر ہی میں مقیم رہے۔ یہاں تک کہ اُسی دن عشاء کے وقت ہمیں حکم ملا کہ نصف گھنٹے کے اندر سفر کے لئے طیار ہو جاؤ۔ ہمیں طیاری ہی کیا کرنی تھی؟ ہر وقت طیار تھے۔ ہمارا طیار ہونا، صرف اٹھ کھڑا ہونا تھا۔

" ہم قیدیوں کی بند گاڑی میں سوار کئے گئے۔ ساحل پر پہنچے۔ یہاں ایک کشتی ہمارے انتظار میں تھی۔ اُس پر سوار ہوئے اور جہاز میں پہنچے جو جہاز ہندوستانی سپاہیوں سے لبریز تھا۔ یہاں ہمیں معلوم ہوا کہ عدن جا رہے ہیں۔ ۴ جنوری کو عدن پہنچے۔ ۲۰ فروری کو سیشل پہنچائے گئے۔ پھر مجھے جبل طارق بھیج دیا گیا جہاں ۲ ستمبر سے ۳۰ مارچ ۱۹۲۳ء تک برابر قید رہا۔

" ہم نے یہ تمام مدت، قید خانوں اور قلعوں میں گزاری۔ دنیا بھر سے الگ کر دئے گئے تھے۔ کسی کو بھی ہمارے قریب آنے کی اجازت نہ تھی۔ حتیٰ کہ ورزش اور چہل قدمی کے لئے بھی اجازت لینی پڑتی تھی۔ ہماری تمام خط و کتابت دیکھی جاتی تھی اور شاذ و نادر ہی منزل مقصود تک پہنچائی جاتی تھی ..... لیکن یہ تمام بندشیں اور سختیاں بالکل بے کار تھیں۔ کیونکہ ہمارے دلوں میں کوئی کمزوری پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ہم اپنی ناقابل برداشت مصیبتوں پر خوش ہوتے رہے۔ ہر مصیبت ہمیں یاد دلاتی تھی کہ ہمارا مقصد کیا اشرف اور قابل تحسین ہے!"

سعد پاشا کے خطوط اپنی حرم کے نام

ذیل میں سعد پاشا کے دو خط ملاحظہ ہوں۔ یہ خط انھوں نے جلا وطنی سے اپنی حرم محترم کو بھیجے تھے:

" ہندوستانی لشکر (سوئیس)

" ۲۸ دسمبر ۱۹۲۱ء

" عزیزتی!

" تمھارا ۲۱ دسمبر کا خط پہونچا۔ اگرچہ یہ فراق مجھ پر بہت شاق ہے اور ملاقات کی بے حد تمنا ہے۔ لیکن میں نے نہ مدت تمھارے سفر کے التوا کو پسند کیا۔ مجھے اُس وطنی شعور پر فخر ہے جس نے یہ مصیبت تم پر آسان کر دی، حالانکہ میں جانتا ہوں، تمھارے لئے بالکل ناقابل برداشت تھی۔ میرے ابنائے وطن تمھاری اس قربانی کے ہر طرح مستحق تھے۔ ہمارا یہ فراق کتنا ہی المناک ہو مگر ہمیں پوری ثابت قدمی اور صبر و شکر کے ساتھ اسے برداشت کرنا چاہیئے۔ نتیجہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

" عبد اللہ خادم بھی پہنچ گیا۔ نہایت مخلص نوجوان ہے۔ انگریزی جانتا ہے۔ میرے خوش رکھنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ اُس کی بیوی کا ہر طرح خیال رکھنا۔

" میری تندرستی اچھی ہے۔ کئی خط تمھیں بھیج چکا ہوں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے تم تک پہنچنے نہیں دئے گئے۔ اگر یہی بات ہے تو اس سے مقصود ظلم میں زیادتی ہے۔ حالانکہ اس سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ بہرحال میں تمھاری تندرستی اور خوشی کا متمنی ہوں "

دوسرا خط

" عدن۔ ۲۵ جنوری ۱۹۲۲ء

" عزیزتی!

" دعا ہے کہ تم اور ہمارا پورا خاندان بخیر و عافیت ہو۔ الحمد للہ ہم بھی ہیں۔ صرف یہی ایک غم ہے کہ تمھارے خطوط نہیں پہنچے۔ میں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ تم لکھتی نہیں۔ تم ضرور لکھتی ہو، کیونکہ بغیر لکھے رہ نہیں سکتیں لیکن یہ قوت تمھارے خط روک لیتی ہے۔ اس سے ہمیں تکلیف ضرور ہے مگر خود اس قوت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ یقین کرو، میں بھی ہر ہفتہ دو خط لکھتا ہوں۔ اگر تمھیں کوئی خط نہ پہونچا ہو تو سمجھ لو یہ میری خطا نہیں، اسی قوت کی شرارت ہے۔

" ہمیں عربی اخبار نہیں ملتے۔ کبھی کبھی فرانسیسی اور انگریزی اخبار دئے جاتے ہیں، مگر بہت پرانے۔ ایک اخبار میں مصری قوم سے تمھاری یہ درخواست نظر سے گزری کہ میری تندرستی کے لئے دعا کی جائے۔ میں اس پر بہت خوش ہوا کہ مصر میں تمھارے جیسے بلند ہمت لوگ موجود ہیں اور ایسے اعلیٰ خیالات رکھتے ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ ہماری اُمیدیں بر لائے اور ہماری حالت درست کر دے۔ والسلام "

مرحوم کی شخصیت

مرحوم کی شخصیت، نہایت طاقتور تھی۔ نجی کی صحبتوں میں بھی شخصیت آدمی کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی تھی۔ معمولی گفتگو کے بعد ہی فوراً یقین ہو جاتا تھا کہ یہ شخص، اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ عقل کا مالک ہے۔ ایک عجیب عظمت اُن پر سایہ فگن رہتی تھی۔ کوئی شخص بھی مرعوب ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا تھا۔

ابوی شفقت

قدرت نے سعد کو کوئی اولاد نہیں دی۔ مگر اُن میں ابوی شفقت اپنی پوری قوت کے ساتھ موجود تھی۔ تمام کم عمروں کے ساتھ اُن کا برتاؤ بالکل ایسا تھا، جیسا باپ کا اپنے بچوں سے ہوتا ہے۔ اُن کا یہ قول بہت مشہور ہے جو اُنھوں نے اپنی بیوی سے کہا تھا " اولاد نہ ہونے پر غم نہ کرو، کیونکہ خدا نے ہمیں ۱۳ ملین بچے عنایت کئے ہیں!"

روشن خیالی

سعد ہمیشہ روشن خیال رہے۔ جمود و تقلید کا اُن پر کبھی بھی قبضہ نہیں ہوا۔ وہ اپنے زمانے سے برابر آگے رہے۔ سید جمال الدین افغانی نے مصر میں جو اجتماعی و سیاسی حرکت پیدا کر دی تھی، اُس میں یہ فوراً داخل ہو گئے، حالانکہ کم عمر تھے۔ قاسم امین نے حقوق نسواں کیلئے آواز بلند کی یہ اس جد و جہد میں بھی پیش پیش تھے۔ وکالت سے لیکر وزارت تک جملہ منصبوں اور عہدوں میں ان کی اصلاح پسندی اور روشن خیالی کی یادگاریں اب تک موجود ہیں۔

قدرت الٰہی پر یقین

سعد پاشا کی پوری زندگی ایسی مثالوں سے لبریز ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قدرت الٰہی پر غیر معمولی یقین و ایمان رکھتے تھے۔ سخت سے سخت مصیبتیں پڑیں، مگر وہ کبھی ناامید نہ ہوئے اور ہمیشہ خدا کی ذات پر بھروسہ کئے رہے۔ اُن کی تقریریں ایسے جملوں سے کبھی خالی نہیں ہوتی تھیں جن میں یہ یقین و ایمان ظاہر نہ کیا گیا ہو۔ اُن کی ایک تقریر کے چند جملے مجھے یاد ہیں۔ اُنھوں نے کہا:

" ہمیں بشارت ہو کہ ہم حق پر ہیں، حق کے لئے کوشاں ہیں، حق کی راہ پر چلتے ہیں۔ اور معلوم ہے کہ خدا حق پرستوں کا عمل رائیگاں نہیں کرتا "

" خدا نے ہمیں یہ دیکھنے کا عادی بنا دیا ہے کہ وہ ہمیشہ ہماری مدد کرتا ہے، مصیبتوں میں ہماری دست گیری کرتا ہے۔ مصیبت جتنی زیادہ سخت ہوتی ہے اُتنا ہی زیادہ منزل مقصود سے قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ اپنے حقوق پر مضبوطی سے جمے رہیں اور ثابت قدمی سے مصائب برداشت کرتے رہیں۔ خدا صابروں کے ساتھ ہے!"

مطالعہ اور گفتگو

مرحوم کو کتابوں کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ کبھی اُن کا ہاتھ کتاب سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ عربی تقریر و تحریر میں وہ اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ لیکن عربی زبان کا دائرہ، اُن کی وسیع عقل و دماغ کے لئے ناکافی تھا۔ لہٰذا اُنھوں نے ۴۰ سال کی عمر میں فرانسیسی زبان سیکھی اور اس طرح پڑھی کہ اس کے ماہر بن گئے۔ پھر ۶۰ برس کی عمر میں جرمن اور انگریزی زبانیں سیکھیں۔

گفتگو کے بھی وہ بڑے دلدادہ تھے۔ بلکہ اس فن میں عجیب مہارت رکھتے تھے۔ ایسی دلچسپ گفتگو ہوتی تھی کہ کبھی جی نہیں گھبرا سکتا تھا۔ ظرافت و بذلہ سنجی گویا خمیر میں داخل تھی۔ بہت صاف گفتگو کرتے تھے۔ ایک ایک لفظ الگ الگ بولتے تھے۔ اس طرح بولتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا زبان سے نہیں دل سے بول رہے ہیں۔

معمولات

اُن کی زندگی بہت منضبط تھی۔ ہر کام وقت پر ہوتا تھا۔ صبح ۶ بجے بیدار ہوتے تھے۔ غسل کرتے تھے۔ ناشتہ تناول کرتے تھے اور مطالعہ میں

مال و دولت کی عظمت، جاہ و عزت کی عظمت، حکومت و سلطنت کی عظمت، علوم و فنون کی عظمت، ہر طرح اور ہر نوع کی دنیاوی اعزاز کی عظمت، ان میں سے کوئی عظمت بھی، بلکہ یہ تمام عظمتیں مل کر بھی، اُس عظمت کو نہیں پہنچ سکتیں، جو لا الہ الا اللہ میں پنہاں ہے!

دنیا کے تمام قارون، تمام سکندر، تمام ارسطو، دنیا کے تمام بادشاہ، تمام فلاسفہ، کیا وقعت رکھتے ہیں، جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے کلمۂ لا الہ الا اللہ کا ذکر کیا جائے؟

یہ ایک کلمہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں، جملہ عظمتوں سے بڑھ کر عظیم تھا۔ اُس کی عظمت کے آگے دنیا اور دنیا کے تمام زخرفات و تسخات ہیچ تھے!

✽

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں آئے اور یہ کلمہ اُس کے سامنے پیش کیا۔ مگر دنیا اُس کی قدر جان نہ سکی۔ صرف ایک کلمہ تھا۔ لیکن وہ ایک ہی کلمہ دنیا سے ٹکرایا، اور اُس میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ اُس وقت کے انسانی آداب و عادات اُس کے متحمل نہ ہوئے۔ لہذا آداب و عادات کے پرستار اُس سے لڑنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اوہام و خرافات نے اُسے قبول نہ کیا۔ لہذا اوہام و خرافات کے پجاری اُس سے دست بگریباں ہو گئے۔ ظلم و استبداد کی طبیعت نے اُس سے کراہت کی۔ لہذا ظلم و استبداد کے طاغوت اپنی جملہ قوتیں لے کر اُس پر ٹوٹ پڑے!

صرف یہی ایک کلمہ تھا جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی۔ اِس کی قوت سے بادشاہوں کے جتھوں، دولتمندوں کے جتھوں، عوام و خواص کے جتھوں — تمام انسانوں کے جتھوں سے جنگ کی!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے چلے گئے۔ لیکن اُن کا کلمہ دنیا میں باقی رہ گیا اور دنیا میں اپنی ناممکن التسخیر قوت قاہرہ سے اپنا راستہ بناتا رہا! وہ اب بھی باقی ہے۔ اب بھی گامزن ہے۔ اب بھی مستعد مقابلہ ہے۔ اب بھی جنگ سے منہ موڑنے والا نہیں۔ مگر کیسی جنگ؟ ایسی جنگ، جس میں آسے آج تک کبھی شکست نہیں ہوئی! جسم و آلات کی جنگ نہیں، حقیقت و معنی کی جنگ! خون کی آمد و رفت کی جنگ نہیں، زندگی کی کارفرما جنگ!

✽

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا کلمۂ لا الہ الا اللہ، دو حالتوں سے خالی نہیں: یا تو اُن کا یہ کلمہ حق ہوگا یا باطل ہوگا۔

اگر یہ کلمہ باطل ہے — حالانکہ وہ باطل نہیں ہے — تو عالم وجود سے اُسی طرح محو ہو جائے گا جس طرح تمام باطل کلمے اور غلط نظرئے محو ہو گئے۔ علم حق اور عقل صادق کی روشنیوں کے سامنے سے اُسی طرح غائب ہو جائے گا جس طرح طلوع آفتاب کے ساتھ ہی ظلمت شب کافور ہو جاتی ہے۔

لیکن اگر وہ حق ہے — حالانکہ وہ حق ہے — تو علم و عقل حق کے انوار اُس کے لئے اس دنیا میں اور بھی زیادہ کشادہ راستے کھول دیں گے۔ تاکہ وہ تمام جہان پر چھا جائے۔ مشرق و مغرب پر قبضہ کر لے۔ تمام دلوں میں اُتر جائے۔ کالے، گورے، عرب، عجم، عالم، جاہل، امرا، فقرا، سب اُس کے سامنے سرنگوں ہو جائیں!

وہ دن ضرور آنے والا ہے جب صرف علم حق ہی کی سلطنت ہوگی۔ جاہلوں کی جہالت، متعصبوں کا تعصب، وہم پرستوں کے اوہام، مدعیان علم باطل کے ظنون، سب نیست و نابود ہو جائیں گے۔ وہ دن ضرور آنے والا ہے جب ایک عقل صادق و حقیقت اندیش ہی کی حکومت ہوگی۔ عقل انسانی تمام بندشوں سے آزاد ہو جائے گی۔ اُس کا پرجلال تخت، علم حق کی روشنی میں بچھے گا۔ اُس دن حق باطل سے الگ ہو جائے گا۔ تمیز اور خبیث میں اشتباہ باقی نہیں ہوگا۔ صرف وہی اقلیم انسانیت کے سامنے آنے کی جرأت کر سکے گی جو بجا طور پر فطرۃ کی حقیقی اور بے میل اقلیم ہوگی!

حق و باطل کا فیصلہ نہ صلیبیوں کی تلواریں کر سکیں گی نہ مجاہدین کی شمشیریں۔ حق و باطل کا فیصلہ نہ پادریوں کے کارخانوں سے ہو سکتا ہے، نہ پیشوایان دین کے خود ساختہ وعدوں اور مرعوب کن دلیلوں سے۔ نام نہاد علم و دانش کی روشن خیالیاں، اور مقدس جمود تقلید کی راسخ الاعتقادیاں، یہ تمام چیزیں۔ مکڑی کے گھروندے سے زیادہ نہیں ہیں جو علم حق کے تند دھکے ہی سے فنا ہو جائیں گی۔ محض ایک خونا ہے۔ علم حق کا مہیب نعرہ بلند ہوتے ہی، سکون موت میں تبدیل ہو جائے گا۔ اُس وقت عقل صادق کا سلطان عظیم، نورانی تاج علم سر پر رکھ کر حریت کے پرچم آزادانہ، جلال ربانی کے ساتھ نمودار ہوگا، اور جہل و ظلمت کے تمام بت سرنگوں ہو جائیں گے!

کلمۂ لا الہ الا اللہ کی کامل فتحمندی میں صرف اتنی ہی دیر باقی ہے کہ علم و عقل حق کے بندھن ٹوٹیں، اور یہ دونوں جبروتی قوتیں جہل و غرور کی چٹانیں پاش پاش کر کے پھینک دیں۔

ہاں، صرف اتنی ہی دیر باقی ہے۔ کیونکہ دنیا کی آنکھوں پر ابھی تک جہل و وہم کے کثیف پردے پڑے ہیں۔

ہاں: وہ مبارک دن ضرور آنے والا ہے جب تنہا علم و عقل حق کی فرمانروائی ہو جائے گی۔ علم و عقل حق کی آواز کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دے گی۔ اُس دن، صرف اُسی دن، خدا حق و باطل میں فیصلہ کرے گا۔ طیب کو خبیث سے الگ کرے گا۔ سچائی کا بول بالا ہوگا۔ منکروں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اُس دن کلمۂ لا الہ الا اللہ زمین کی خشکیوں اور تریوں پر سربلند ہوگا۔ فتح کا نشان اُس کے آگے ہوگا۔ ایک طرف سے اُس کا عرش علم کے کاندھے پر ہوگا، دوسری طرف سے عقل دوش بردار ہوگی۔ اُس دن سارا جہان بیک آہنگ دہائی دے گا۔ "لا الہ الا اللہ"!

ہر عظمت زائل ہو جانے والی ہے۔ ہر عظیم، ہلاکت کی تاریکیوں میں گم ہو جانے والا ہے۔ مگر کلمۂ لا الہ الا اللہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ وہی اس جہان فانی کی تنہا ابدیت ہے۔ وہ نہ تو کبھی زائل ہوگا نہ کبھی ہلاک ہوگا۔ وہ ایک ایسی عظمت ہے جس کی بنیاد، حق ہے، لہذا اُس میں حق کی قوت اور ثبات ہے۔ وہ ایک ایسی عظمت ہے جس کا ستون، الوہیت ہے، لہذا اُسے الوہیت کا خلود و ابدیت حاصل ہے۔ زمین بدل جائے گی۔ آسمان بدل جائے گا۔ نظام کون بدل جائے گا۔ تمام ایجادیں فراموش ہو جائیں گی۔ تمام قوتیں نابود ہو جائیں گی۔ تمام فلسفے مٹ جائیں گے۔ تمام دانائیاں غائب ہو جائیں گی۔ صرف ایک رب ذو الجلال والاکرام باقی رہ جائے گا۔ اُس کی ابدیت باقی رہ جائے گی۔ اور اس لئے کلمۂ لا الہ الا اللہ بھی باقی رہ جائے گا!

اُس دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پکارا جائے گا۔ تمام مخلوق صدق دل سے گواہی دے گی۔ "اشہد ان محمداً رسول اللہ"!

سعد پاشا زغلول کے اقوال

"حمایتہ"

"انگریز کہتے ہیں" تم ہماری غلامی میں نہیں، ہماری حمایتہ (پروٹیکٹوریٹ) میں ہو۔ یہ الفاظ وہ اس لئے بولتے ہیں کہ اُن کے خیال میں مصری الفاظ سے خوش ہوتے ہیں اور معانی پر غور نہیں کرتے۔ لیکن یہ اُن کا خیال غلط ہے۔ اب ہم معانی دیکھتے ہیں، الفاظ کی پروا نہیں کرتے۔ ہم آزادی اور کامل آزادی چاہتے ہیں، اگرچہ تم اُس کا نام غلامی ہی رکھ دو۔ ہم الفاظ کے پجاری نہیں ہیں۔ ہم معانی کے طلبگار رہیں۔ ہمیں صرف آزادی، کامل آزادی مطلوب ہے"

ٹائمس کا نامہ نگار

"حضرات! آپ لندن ٹائمز کو جانتے ہیں؟ انگریزی حکومت کی زبان۔ گمراہی پھیلانے کا آلہ۔ لندن ٹائمز کا نامہ نگار میرے پاس آیا اور کہنے لگا:

"آخر یہ تمام شور و غل کیوں ہے؟ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"کچھ نہیں صرف آزادی" میرا جواب تھا۔

"لیکن مصر تو آزاد ہی ہے" نامہ نگار نے کہا۔

"کیا انگلستان اس قسم کی آزادی اپنے لئے پسند کریگا؟" میں نے سوال کیا۔

"آپ لارڈ کرزن سے کیوں گفت و شنید منظور نہیں کرتے؟" اُس نے پوچھا۔

"ہم شیطان سے بھی گفت و شنید کرنے پر آمادہ ہیں" میں نے کہا: "بشرطیکہ وہ ہماری آزادی تسلیم کر کے گفتگو کرے"

یہ سن کر نامہ نگار نے رخصت کی اجازت چاہی!"

طالب علموں سے خطاب

"عزیزان من! میں پورے خشوع و خضوع کے ساتھ اُن پاک روحوں کا سلام قبول کرتا ہوں جنھوں نے اپنے خون سے مستقبل تحریر کر دیا ہے۔

"میں پورے سرور و انبساط سے زندوں کا سلام قبول کرتا ہوں اپنے اُن فرزندوں کا جو موجودہ تحریک کا ستون ہیں۔ وہ کون ہیں؟ عزیزو! وہ تم ہو، تم جو نوجوان ہو، ملک کی زندہ روح ہو، تحریک کی نبض ہو۔

"میں پورے سکون سے یہ عزت قبول کرتا ہوں کہ ایک ایسی قوم کا سردار ہوں جو چوپایوں کی زندگی بسر کرنے سے انکار کرتی ہے۔ اصول و مبادی پر زندہ ہے۔ اشخاص کی پجاری نہیں ہے۔

"مجھے فخر ہے کہ ایک ایسی قوم کا سردار ہوں جو زندہ، حساس اور پُر امید ہے۔ جس کی امیدوں کا مرکز، آزادی، کامل آزادی ہے۔

"میں تم سے عہد کرتا ہوں، ایسا عہد جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا، کہ اپنی پوری زندگی تمھارے لئے کامل آزادی کی کوشش میں صرف کر دوں گا۔ اگر کامیاب ہوا، تو سبحان اللہ، ورنہ تم میرا نا تمام کام پورا کرنا، یہ میری وصیت ہے۔

"تمھاری جیسی فوج کے سپہ سالار کے لئے روا نہیں کہ کمزور ہو، ضعیف الارادہ ہو، بددیانت ہو۔ ہم پر حرام ہے کہ ایسی بات قبول کریں جس میں تمھاری ذلت ہو۔ ہمارے لئے جرم ہے کہ ایسی بات منظور کریں جو کامل آزادی سے کم درجہ ہو"

جلاوطنی

"زغلول جلاوطن کر دیا گیا، حالانکہ زغلول مصری قوم کا محض ایک فرد ہے۔ مصر میں لاکھوں زغلول موجود ہیں، اور زغلول کی طرح آقائے قوم کی راہ میں مصائب برداشت کر سکتے ہیں۔ مصر کی تحریک آزادی کچلنے کے لئے ایک زغلول کو نہیں، تمام مصریوں کو جلاوطن کر دینا چاہئے"

معنوی آزادی

"کہتے ہیں یہ شخص، مصر کی کامل آزادی کا مدعی ہے۔ اگر میں اپنی اِس خواہش کو کامل آزادی کا مدعی ہو کے کہوں، تو ابھی برطانیہ کی نظر میں محبوب بن جاؤں اور برطانوی اخبار کل ہی سے نعرے لگانا شروع کر دیں۔ "زندہ باد مصر"۔ لیکن میں غلامی کو آزادی نہیں کہہ سکتا۔ یا تو میں مجنون ہوں کہ آزادی کو غلامی کہتا ہوں، یا وہ مجنون ہیں کہ غلامی کو آزادی کہتے ہیں۔ لیکن میں مجنون نہیں ہوں، کیونکہ تم کہتے ہو میں تمھارا سردار ہوں!" (ترجمہ)

مطبوعات الہـــلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیہ و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بہا جواہر ریزے

اس سلسلہ میں ہم نے اماميں کي ان نادر و اعلی درجہ کي بلند پایہ عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسلہ شروع کیا ہے' جنکا مطالعہ اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر ہے - امید کہ یہ "سلسلۂ تراجم" بد نصیب ہندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنہ ـــ امام ابن قیم کي فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصہ کا اُردو ترجمہ - بلا جلد ۲ روپے مجلد ارھائي روپیہ -

کتاب الوسیلہ ـــ لفظ "وسیلہ" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیہ نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي ہے - بلا جلد ارھائي روپیہ ' مجلد سوا تین روپیہ -

اصحاب صفہ ـــ انکي تعداد ' ذریعہ معاش ' طریق عبادت' اور انکے مفصل حالات بیان کیے ہیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر ـــ امام ابن تیمیہ کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمہ - چار آنے -

العروۃ الوثقی ـــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ کا فرق بدلائل بیان کیا ہے - چھہ آنے -

سیرت امام ابن تیمیہ ـــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے ہیں - نو آنے .

نجد و حجاز ـــ علامہ سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اُردو ترجمہ - سوا روپیہ -

آئمہ اسلام ـــ ترجمہ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام - بارہ آنے

خلاف ائمہ ـــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ یہ ایک علمي ' اسلامي ' سہ ماہي رسالہ ہے جس کے خریدار کو ہم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اہم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اہتمام کیا ہے - اسکے علاوہ آئمہ و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانہ ' نظمیں اور ممالک اسلامیہ کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے ہوے حالات درج کیے جاتے ہیں - في پرچہ ۸ آنہ سالانہ ۲ روپیہ پیشگي -

منیجر الہـــلال بک ایـجنسی

(حلقہ نمبر ۲۴ شیرانوالہ دروازہ لاہور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پتہ صاف لکھین
اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خواں این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کي تاریخ میں الہلال ہي وہ رسالہ ہے جو اپني تمام ظاہري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھي -

الہـلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا ' لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاہتا تھا ' اِس لئے اُس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف انواع کا مجموعہ تھا - اُس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب ' مذہب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے - اور اسکا ہر باب اپني مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ ہوتا تھا - پھر اس کي ظاہري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں - اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا ' جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کي وجہ سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کي چھپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو عام ادب کے علمي ' مذہبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیہ میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بھي موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدي ہے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بھي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں "البـلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھي محفوظ ملا ' ہم نے کوشش کي کہ شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي ہیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي ہو اُنہیں دوبارہ چھپوا لیا جلے -

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل ہوگئي ہیں - ہم اِس اعلان کے ذریعہ شایقین علم و ادب کو آخري موقعہ دیتے ہیں کہ اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکہ جلدوں کي ایک بہت ہي محدود تعداد مرتب ہوسکي ہے اس لئے صرف اُنہیں درخواستوں کي تعمیل ہوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس بہ ترتیب حروف تہجي لگادي گئي ہے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " " چہارم ۱۰ روپیہ " " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبہ الہـلال اِس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھي موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے - قیمت في پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ہے -

منیجر "البـلاغ پریس"

۱۹۲۷

الهلال

جلد ۱

نمبر ۱٦

قیمت ۵ ـ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين — القرآن الحكيم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ١٦ — کلکتہ : جمعہ ١٠ ـ ربیع الثانی ١٣٤٦ ہجری — جلد ١

Calcutta : Friday, 7. October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔ طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ہی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ہی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ہین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ہی ۔ ضروری ہی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس بارى مین اس وقت تك ١٣٠١ مراسلات وصول ہوی ہین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ہی

عربی حروف کی حق مین	١٩٧	اردو حروف کی حق مین	٣٧٥
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	٣٧٤	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	٢٢٨	نستعلیق ہون	١٢٧

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاہر کیا ہی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس باری مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ہی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ہی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاہر کرینگی مگر ضرورت ہی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الہلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول - - بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے - - سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی - - - سات روپیہ
قیمت فی پرچہ - - - پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

جنگی اقتدار رکھنے والے بادشاهوں پر رعایا کی کوئی نگرانی نہیں هوتی - لیکن تجارتی حکومتوں میں تجار و اعیان ' حاکم کی نگرانی کرتے هیں ' اور حاکم ' تجار و اعیان کی نگرانی کرتا ہے ' کیونکہ پوری قوم اِس ممتاز طبقہ کے مظالم کا نشانہ بن سکتی ہے -

(حکومتوں کی تشکیل میں مذهبی پیشواؤں کا دخل)

ایک تیسری قوت بھی ہے جو حکومتوں کی تشکیل میں بڑا دخل رکھتی ہے - وہ قوت کاهنوں اور مذهبی پیشواؤں کی ہے - قدیم زمانے میں دینی پیشواؤں کو غیر معمولی اهمیت و طاقت حاصل تھی - مصریوں اور یہودیوں میں اِن کا اقتدار بے روک تھا - یہ اِنھی کاهنوں کی قوت تھی جس نے مطلق ہے فرعون کی پرستش کرائی اور رومس اور ریموس (۱) کو جنگ کے دیوتا کی اولاد تسلیم کرا دیا - جاپان کے شہنشاهوں کے متعلق بھی ایسا هی اعتقاد تھا - سیام کے بادشاہ تو آج تک اِسی قسم کے القاب سے یاد کیے جاتے هیں -

غرضکہ سیاسی قوت ' اجتماعی ارتقاء کا نتیجہ هوتی ہے - کمزور همیشہ طاقتوروں کا لقمہ هوتے هیں - قوت صرف مادی هی نہیں هوتی - دینی ' اخلاقی ' اور فکری بھی هوتی ہے - بلکہ کبھی کبھی اقتصادی بھی هوتی ہے - مارکس کا قول ہے کہ اقتصادی قوت هی سیاسی قوت میں اصل و بنیاد کا حکم رکھتی ہے - اُس کی یہ رائے هر حال میں صحیح نہیں ہے ' اگرچہ اقتصادی قوت ' سیاسی نظامات کی تاریخ میں بہت مؤثر رهی ہے -

(سیاسی حکومت ' اور باهمی تعاون کی تاثیر اُمت کی تکوین میں)

سیاسی حکومت کا ظہور ' ایک اجتماعی حادثہ ہے - یہ حادثہ همیشہ ایک هی قسم کا هوتا ہے - جماعتیں اپنی قلت و کثرت میں کتنی هی متباین هوں ' مگر اِس سے اُن کے طبائع میں کوئی تباین پیدا نہیں هوتا -

انسان ' باهم اجتماعی تعاون کے رشتوں سے جڑ گئے هیں - صرف اسی تعاون کے ذریعہ هم اپنی ضرورتیں پوری کرسکتے هیں - انسانوں کی ضرورتیں اور قابلیتیں مختلف اور متفاوت هیں - اِسی صورت حال نے اُنھیں مجبور کر دیا ہے کہ تقسیم عمل کے اصول پر باهمی تعاون سے کام لیں -

همارے اجداد کی اجتماعی روش ' ناموس نشو و ارتقاء کے ماتحت فوراً بدل گئی جب اُنھوں نے دور توحش سے دور بداوت میں قدم رکھا - جغرافیائی اور جنگی ضرورتوں سے مجبور هوکر بہت سے قبیلے متحد هوگئے - اُن کے اتحاد نے ایک نیا مجموعہ پیدا کردیا - اِسی مجموعہ کا نام بعد کو " اُمت " یا " قوم " هوا - پھر جب زرعی غلامی اور سرداری کا طریقہ رائج هوا ' تو غلاموں کے قتل کر ڈالنے کا دستور منسوخ هوگیا اور غلام کاشتکاری کی خدمت پر مامور کر دیے گئے - پھر صنعت و حرفت کے وسیع پیمانے پر ظہور نے سرے سے یہ غلامی بھی موقوف کردی -

اِسی تدریجی ارتقاء نے قومیتیں پیدا کیں ' اور قبائلی سرداروں کو شاهی تختوں پر بٹھا دیا - پہلے زمانے میں بادشاہ کا اولین کام یہ تھا کہ فوج کی سپہ سالاری کرے - مصریوں ' اشوریوں ' اور یورپین قوموں کی تاریخ ایسی مثالوں سے لبریز ہے -

(جماعت کی زندگی اور تعاون کے دو اصول)

بعض علماء اجتماع کی رائے میں جماعت ' ایک حقیقی زندگی رکھتی ہے - اُن کا خیال ہے کہ جماعتی ذهن و وجدان ' فردی ذهن و وجدان سے علحدہ وجود رکھتا ہے - قدیم زمانے میں افلاطون اور ارسطو کا بھی نظریہ یہی تھا کہ جماعت ' ایک عظیم زندہ وجود ہے - گویا وہ سینکڑوں سروں کا حیوان ہے - همارے زمانے میں بھی متعدد علماء نے یہی کہا ہے - چنانچہ وومس وغیرہ کہتے هیں کہ جماعتیں ' اپنی مستقل زندگی رکھتی هیں - وہ جسم حی کی مثال پیش کرتے هیں - وہ کہتے هیں علماء فیزیولوجی (علم وظائف اعضاء) کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اجسام حیہ کی اساسی طبیعت یہ ہے کہ هر عضو اپنی جگہ پر ایک خاص عمل انجام دیتا ہے جس سے مجموعی جسم کی زندگی برقرار رهتی ہے - مثلاً نبات ' جڑوں ' پتوں ' اور پھولوں وغیرہ سے مرکب هوتا ہے - اِن میں سے هر چیز اپنی جگہ پر پورے درخت کی سلامتی و بقاء کے لیے کام کرتی ہے -

اعضاء کا یہ تعاون ' دو اصلوں پر مبنی قرار دیا جا سکتا ہے :

(۱) مختلف اعضاء میں وظائف کی تقسیم و تحدید -

(۲) وہ غرض و غایت ' جس کے لیے بطریق تعاون تمام اعضاء کوشش کرتے هیں -

یہ دونوں اصلیں ' تمام انسانی و حیوانی جماعتوں میں پائی جاتی هیں - یہ اِس لیے کہ اگر اعضاء جسم میں وظائف کی تقسیم نہ هو ' تو اُس جسم میں سرے سے وصف عضویت هی موجود نہیں هو سکتا - مثلاً اگر هم ایک رنگ کا ٹیلہ دیکھیں جس کے تمام اجزاء و اقسام متشابہ هوں ' اور سب ایک هی عمل انجام دے رہے هوں ' تو همیں فیصلہ کر دینا پڑیگا کہ اِس ٹیلے کے اجزاء میں وظائف کی تقسیم نہیں ہے - یعنی اُس میں خود عضویت کا وجود هی نہیں ہے - یہی حال انسانی جماعت کا ہے - جس انسانی گروہ کا هر فرد اپنی علحدہ زندگی بسر کرتا اور جماعت کے لیے کوئی کام نہیں کرتا ہے ' همیں کہنا چاهیے کہ وہ گروہ سرے سے جماعت هی نہیں ہے ' بلکہ دور وحشت میں پڑا هوا ہے -

(وظائف کی تقسیم)

جسم میں عضویت کا آغاز اُسی وقت سے هوتا ہے جب اُس کے اجزاء میں وظائف کی تقسیم هو جاتی ہے - یہی حال انسانوں کا ہے جب اُن میں تقسیم عمل نافذ هو جاتی ہے - بعض کھیتی پر لگ جاتے هیں - بعض کپڑا بننے لگتے هیں - بعض مکان بنانے لگتے هیں ...... اِس حالت میں انسانوں کے اِس گروہ کا نام " جماعت " هو جاتا ہے -

میلن کی رائے ہے کہ عالم اقتصاد میں تقسیم عمل ' عالم فیزیولوجی (وظائف الاعضاء) میں تقسیم وظائف (فرائض) کے بالکل مشابہ ہے - یہ تقسیم هی جسم حی کی خصوصیت پیدا کرتی ہے - اور یہی تقسیم " جماعت " کو موجود کرتی ہے -

اِس کی مثال یہ ہے کہ زندہ جسم میں معدہ ' نہ تو دل کا فرض انجام دیتا ہے ' نہ دل معدے کا - گزشتہ تفصیل سے واضح هوچکا ہے کہ زندگی پیدا کرنے میں تقسیم وظائف ' تعاون هی کی بنیاد پر قائم هوتی ہے - مثلاً دماغ اپنی غذا حاصل کرنے کے لیے خود عمل نہیں کرتا ' بلکہ اُس کی غذا معدہ مہیا کرتا ہے ' اور قلب یہ غذا اُس تک پہنچاتا ہے - یہی حال جماعت کا ہے -

(۱) رومس اور ریموس ' مندر وستا کی راهبہ " ری سیلویا " کے توأم لڑکے تھے ' اور زنا سے پیدا هوئے تھے - مگر راهبہ نے دعوی کیا کہ وہ جنگ کے دیوتا مریخ کی اولاد هیں - رومس ' روم کا بانی ہے -

مقالات

علم الاجتماع

(۲)

(فرد کا اقتدار جماعت پر)

جماعت نے طویل تجربے سے معلوم کر لیا تھا کہ شکار اور جنگ میں وہی شخص اُس کا سردار ہونا چاہیے' جو اسلحہ کے استعمال میں مشاق اور جسمانی قوت میں اصلح ہو - یہ حال صرف انسانی جماعتوں ہی کا نہیں ہے - چڑیاں بھی جب ایک اقلیم سے دوسری اقلیم کو جاتی ہیں' تو اپنی سرداری اور پیش قدمی کے لیے اپنا سب سے زیادہ قوی اور تیز نظر فرد منتخب کرتی ہیں - ہمیشہ دیکھا جاتا ہے کہ چڑیوں کے غول اپنے سردار کے پیچھے اڑتے ہوئے جاتے ہیں !

اپنی تکوین کے آغاز میں سلطنت کی بھی یہی صورت ہوئی - افریقہ' اسٹریلیا' اور نیوزی لینڈ میں ابتک ایسے قبائل موجود ہیں جو یہ اجتماعی نظام پیش کر رہے ہیں - بعض قبائل ایسے بھی ہیں جن کا سردار دائمی نہیں ہوتا' عارضی طور پر منتخب کر لیا جاتا ہے - چنانچہ قبائل تُسمان کا یہی حال ہے - اُن کا جب کوئی خاندان سفر یا جنگ کو جانے لگتا ہے تو اپنا سردار منتخب کر لیتا ہے - لیکن اِس ضرورت کے ختم ہوتے ہی سردار کی سرداری بھی ختم ہو جاتی ہے' اور وہ باقی افراد کی طرح ایک فرد عام ہو جاتا ہے -

جو جماعتیں جنگ و جدل سے دور ہیں' اُن میں فرد کا کوئی اقتدار نہیں ہوتا - چنانچہ قبائل دوجی میں کوئی بھی سردار نہیں ہے - تمام افراد بالکل مساویانہ زندگی بسر کرتے ہیں -

یہی حال قبائل اسکیمو کا ہے - اِن کی تعداد اگرچہ بہت زیادہ ہے' مگر آج تک اُن میں کوئی سردار نہیں ہے - شروع شروع جب اُن کے سواحل پر یورپین جہاز پہنچے' تو اُنہیں یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ بحری سپاہی اپنے افسروں کے اشاروں پر حرکت کرتے ہیں !

(حکومتوں کی تشکیل میں جنگ کا دخل)

ابتدائی حکومتوں کے وجود کا باعث صرف جنگ ہی نہ تھی - لیکن جو حکومتیں جنگی ضرورت سے قائم ہوتی ہیں' وہ فرد ہی کے ماتحت ہوتی ہیں - ابتدائی جنگوں کے تجارب نے انسانی جماعتوں کو یقین دلا دیا کہ نظام و ترتیب کی قوت' کثرت تعداد کی قوت سے کہیں زیادہ مؤثر ہوتی ہے - بہت سی جماعتیں محض اِس لیے برباد ہو گئیں کہ اُن میں کوئی نظام موجود نہ تھا - انتشار و فوضویت عام تھی - چنانچہ بتدریج انسانوں نے نظام کے فوائد معلوم کیے اور منتظم زندگی اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے -

جملہ مستبد حکومتوں کی پیدائش' جنگ ہی سے ہوئی ہے - شخصی حکمرانی کا باعث' جنگ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہوسکتی -

چنانچہ قرون اولی میں جب روم کے لیے ایک بڑا جنگی خطرہ پیش آیا' تو قہری حکومت (ڈیکٹیٹرشپ) قائم ہوگئی - لیکن اُس کے دفع ہوتے ہی مینسناٹس' جو اِس حکومت کا حاکم تھا' اپنے کھیت میں ہل چلانے واپس چلا گیا - تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ زیادہ سے زیادہ حریت پسند قوموں میں بھی جنگوں نے ایسے آدمی پیدا کردیے' جو شروع میں حامی حریت معلوم ہوتے تھے مگر جنگی ضرورتوں نے اُنہیں مستبد حاکم بنا دیا -

جنگی قومیں — اپنے جغرافیائی موقعہ کے لحاظ سے — استبدادی طرز حکومت ہی پر برقرار رہیں - اسی طرح تمام وسیع ممالک' جن پر دشمنوں کے حملے ہوتے رہے یا جن میں اندرونی شورشیں زیادہ برپا ہوتی رہیں' اُن کی حکومتیں لازمی طور پر استبدادی رہی ہیں - برخلاف اِن کے چھوٹے چھوٹے اور چہار طرف پہاڑوں سے محفوظ ملکوں کی حکومتیں جمہوری ہوا کرتی ہیں - چنانچہ قدیم زمانے میں یونان اور موجودہ زمانے میں سوئٹزرلینڈ اُن ممالک کی مثال ہیں جو استبداد سے یک قلم نا آشنا ہیں - لیکن قوم ترکمان — بدویت کی حالت میں — شخصی استبداد کی طرف مائل رہی ہے -

(حکومتوں کی تشکیل میں صناعت کا دخل)

صناعت' اگرچہ براہ راست حکومتوں کی تکوین کا باعث نہیں ہے' لیکن جنگ کے بعد وہ بھی اُن کی تشکیل میں بڑا دخل رکھتی ہے - کیونکہ صناعت' دولتمندی کا اولین سبب ہے اور اس لیے باشندوں میں فرق مراتب کا موجب ہے -

ابتدائی انسان نے جوں ہی آلات کو ترقی دی' مختلف قسم کی صنعتیں ظاہر ہونے لگیں - صناعوں اور کاشتکاروں نے غیر معمولی محنت کے ذریعہ اِتنی پیداوار مہیا کرلی جو اُن کی ضرورت سے زیادہ تھی - چنانچہ اُس کی فروخت اور مبادلہ سے اُنہیں کافی دولت حاصل ہوگئی - اِس دولت سے اُنھوں نے دوسروں سے زیادہ رسوخ حاصل کرلیا اور اپنے لیے خاص خاص صنعتیں اور پیشے خاص کرلیے -

اِن مالداروں کو بہت جلد ضرورت محسوس ہوئی کہ حریص و طماع غریبوں سے اپنی دولت محفوظ رکھنے کی تدابیر اختیار کریں - چنانچہ اُنھوں نے اِس مقصد کے لیے قانون و نظام بنائے - یا دوسرے لفظوں میں ملک کے لیے حکومت کی بنیاد رکھی اور اُسکی خاص شکل تجویز کی -

اِس قسم کی حکومتیں' جو صناعوں اور تاجروں کے ہاتھوں ظاہر ہوئیں' قدرتی طور پر اُن حکومتوں سے مختلف مزاج رکھتی تھیں' جنھیں جنگوں نے پیدا کیا تھا - کیونکہ اول الذکر میں کامل شخصی اقتدار قائم نہیں ہو سکتا تھا - صناعوں اور تاجروں کی جماعت کو بھی رسوخ حاصل تھا - اِس قسم کی حکومتوں کی مثال قدیم زمانے میں وینس اور ولندیز کی حکومتیں تھیں - یہ حکومتیں جنگی حکومتوں سے بہت سی باتوں میں مختلف ہوتی ہیں -

آثار عتیقه

ایک قدیم مرقع

خلیفه هارون الرشید اور فرانسیسي سفارت

عرصه هوا' زمانۂ حال کے مشهور مصري مصنف جرجي زیدان مرسس الهلال قاهره نے اپني سیاحت یورپ کي یاد داشتیں شائع کرتے هوے لکها تها " سوربن یونیورسٹي میں ایک قدیم مرقع میري نظر سے گزرا - اس میں اُس فرانسیسي سفارت کا خلیفه هارون الرشید کے دربار میں ورود دکهلایا گیا هے جو شارلیمین اول نے بغداد بهیجي تهي ' اور جس کے جواب میں هارون الرشید نے وہ عجیب و غریب گهڑي ارسال کي تهي جس کا تمام یورپ میں عرصه تک شهره رها "

جرجي زیدان نے اس مرقع کا عکس شائع کر دیا تها - اس مرقع میں هارون الرشید ایک بلند مسند پر جو تو بر تو گدیلوں سے بنائي گئي هے ' بیٹها هے - سر پر خود کي وضع کي قلنسوه هے اور اس پر عمامه بندها هے - حبشي غلام عقب میں کهڑے هیں' اور فرانسیسي سفارت کے ارکان زمین بوس هو رهے هیں -

مجهے اس مرقع سے بهت دلچسپي هوي لیکن اسکي تاریخ قدامت کي کوئي تصریح نهیں کي گئي تهي - میں نے خیال کیا ' بهت ممکن هے زمانۂ حال کے کسي مصور نے واقعۂ سفارت کے تخیل کو مرقع کي صورت دیدي هو' یا کسي تاریخي کتاب کي تزئین کے لیے طیار کیا گیا هو- میں چاهتا تها' اس بارے میں مزید معلومات حاصل کیے جائیں - کیونکه مجهے اپني ایک زیر تحریر کتاب کے لیے اس طرح کے تمام مرقع کي ضرورت تهي -

گذشته سال ایک تقریب سے مجهے موقع ملا که موسیو بلوشر سے خط و کتابت کروں - یه فرانس کے مشهور فارسي داں مستشرق هیں اور کچهه عرصه سے پیرس کے قومي کتب خانه کے فارسي حصه کي از سر نو تحقیقات کر رهے هیں - میں نے اس مرقع کي نسبت ان سے دریافت کیا - ان کا جواب حسب ذیل تها :

" جس مرقع کا آپنے ذکر کیا هے (یعنے سوربن یونیورسٹي کا) وہ اصل نهیں هے - اصلي مرقع کي نقل هے - اصلي مرقع اس کتب خانه میں (نیشنل لائبریري پیرس) میں محفوظ هے - یه مشکل هے که اس کي صحیح تاریخ معین کي جا سکے ' لیکن اس میں کوئي شک نهیں که سولهویں صدي میں یه مرقع موجود تها - کیونکه سنه ۱۵۸۹ - میں جب هینرخ Heinrich نے اپنا مجموعۂ تاریخ عرب نیپلز میں شائع کیا هے ' تو اس میں یه مرقع بهي درج کیا گیا تها - مرقع کے نیچے یه عبارت لکهي گئي تهي " بغداد کے خلیفه کے دربار میں شارلیمین کي سفارت — اِس مرقع کي نسبت خیال کیا جاتا هے که یه شارلیمین کے حکم سے طیار کیا گیا تها " مرقع کا جو نسخه بطور اصل کے اسوقت محفوظ هے ' غالباً وہ بهي اصل نهیں هے - کسي دوسرے نسخه کي نقل هے - کیونکه اس میں بعض خاص طرح کے رنگ استعمال کیے گئے هیں ' اور اُن رنگوں کا استعمال سولهویں صدي کے بعد شروع هوا هے — * * * * * * * * * سولهویں اور سترهویں صدي میں یه مرقع منجمله اُن تصاویر کے تها ' جن سے فرانس کے شاهي قصر آراسته کیے جاتے تهے - قصر تویلري کے لیے یه مرقع ایوان استقبال کي اُن تصویروں کي قد و قامت کے مطابق طیار کیا گیا تها ' جو اسکي دهني اور بائیں دیواروں پر قدم آدم جتني ترتیب دي گئي تهیں - میں اگرچه یه کهنے کے لیے کافي تاریخي تصریحات نهیں پاتا که یه مرقع اصلي هے ' تاهم اس کي تاریخي قدر و قیمت سے انکار نهیں کیا جا سکتا - کم از کم یه بات بالکل صاف هے که خود شارلیمین کے عهد کا هو یا نه هو' لیکن سولهویں صدي سے پیشتر کا رائج و مشهور مرقع ضرور هے * * * ایک دوسرے واقعه سے بهي اس مرقع کي تاریخي حیثیت کي تصدیق هوتي هے - هارون الرشید نے اس سفارت کے جواب میں فرانسیسي سفیروں کے ساتهه اپنے خاص سفراء بهي بهیجے تهے ' اور ان کے ذریعه بیت المقدس کي طلائي کنجیاں اور بهت سے قیمتي تحائف روانه کیے تهے - انهي تحائف میں وہ اپنے عهد کي عجیب و غریب گهڑي بهي تهي جس کا ذکر اُس عهد کے مورخ اے جي نارٹ Eginhart نے

ضروري هے که اُس میں بهي بعض افراد ' قوم کي مدافعت کي ذمه داري لیں ' بعض عام مصالح انجام دیں ... اِس تقسیم عمل اور تعاون کي غایت یه هوتي هے که مجموع یعني جماعت ' قائم و محفوظ رهے - هر عضو ' دوسرے اعضاء کے مقابلے میں بیک وقت ' واسطه اور غایت هوتا هے - چنانچه مثلاً کاشتکار حاکم کا خدمت گزار هوتا هے ' اور حاکم ' کاشتکار کا خادم هوتا هے - اِسي طرح جماعت کا هر فرد ' دوسرے افراد کا معاون و مدد کار هوجاتا هے -

یه اعمال اپني مجموعي حیثیت سے دائرۂ حیات میں متعدد حلقوں کا حکم رکهتے هیں - تمام اقوام اور قبائل ' انساني مجموعه میں ایسے هي دائرے بناتے چلے جاتے هیں -

(سلطنت میں نظام حیوات)

اسپنسر نے کائنات حیه کي بحث میں بتایا هے که جسم حي میں تین بڑے نظام ' تین بڑے وظائف انجام دیتے هیں :
نظام هضمي ' مجموعه عصبي ' نظام تنفس -

یهي حال سلطنت کا هے - ایک فریق مجموع کے لیے اُس کي غذا مهیا کرتا هے - دوسرا فریق سلطنت کا انتظام سنبهالتا هے - تیسرا فریق — اور وه درمیاني فریق هے — زمین کي پیداوار تقسیم کرنے کا ذمه دار هوتا هے تاکه باقي جماعت اُسے اپنے کام میں لائے -

یه عمل ' جسم انساني میں دوران خون کے نظام سے بهت مشابه هے - سلطنت میں زراعت ' حکومت ' تجارت ' تین اعضاء هیں اور اُن اعضاء ثلاثه کے قائم مقام هیں جو حیاۃ حیواني قائم رکهتے هیں -

یهاں پر ایک سوال قابل لحاظ هے - همیں اُسے نظر انداز نهیں کرنا چاهئے - " کیا سلطنت اِن اعضاء کے وجود کے بعد هي موجود هوجاتي هے ؟ — گهڑي کا آله یا جهاز کا آله ' کائنات حیه کے مشابه هے - چنانچه وه بهي دوسرے اجسام حیه کي طرح مختلف اعضاء سے مرکب هے - اِس کے اعضاء میں بهي تقسیم عمل هے اور اپنے اعمال کي انجام دهي میں تعاون رکهتے هیں - یه آلات ' زنده اجسام سے اِس قدر مشابه هیں که وحشي انسان اُنهیں سچ مچ زنده وجود هي سمجهه لیتے هیں - اگر یهي بات هے تو پهر جاندار آلے اور بے جان آلے میں کیا فرق باقي ره جاتا هے ؟ "

اِس سوال کا جواب لاینتس نے یه دیا هے که " لکڑي یا لوهے کا مصنوع آله ' في نفسه کوئي عضویت نهیں رکهتا - برخلاف اِس کے هر زنده وجود عضویت اور مستقل زندگي رکهتا هے - هر عالم حي ' هزاروں زنده عوالم کا مجموعه هے "

ویرخوف اور کلوڈ برناڈ نے ثابت کیا هے که هر حیوان اپنے سے بهت زیاده چهوٹے اور پست بے شمار حیوانات سے مرکب هوتا هے - همارے جسموں کے اندر بهت سي ذي روح کائنات موجود هیں - اِن میں سے هر ایک مستقل زندگي رکهتي هے - اِن کائنات کي زندگي همارے هي خون سے هے - یه کائنات ' مختلف قابلیتیں ' خواهشیں ' امراض ' اور حرکات رکهتي هیں - اگر هم کسي کیڑے کے دو ٹکڑے کردیں تو بهي اُس کا هر ٹکڑا زنده رهے گا - بلاشبه ترقي یافته حیوانوں کي یه حالت نهیں هے - لیکن ان حیوانات کے بهي بعض اجزاء — مثلاً ناخن اور بال — جسم کي موت کے بعد زنده رهتے هیں - مرنے کے بعد انسان کے ناخن اور بالوں کا بڑهنا اِس بات کي دلیل هے که اِن میں زندگي موجود رهتي هے - اسي طرح یه بهي واقعه هے که کئي چوهوں کي دمیں اگر ایک چوهے کے جسم میں لگا دي جائیں ' تو اِن تمام دموں میں بهي زندگي پیدا هو جائیگي -

مختارات

عورت کی طاقت

عورت ' هیئت اجتماعیه کي بنانے والي هے - پوري هیئت اجتماعیه ' عورت کے قبضۂ اختیار میں هے - سب کچهه اُسي کي مدد سے اور اُسي کیلیے هوتا هے - عورت ' مرد کي سب سے بڑي مربي و معلم هے - وه عورت هي هے جو مرد کو اعلی اخلاق ' پسندیده آداب ' اور رقیق احساس سکهاتي هے - عورت بعض مردوں کو لطف معاشرت کي تعلیم دیتي اور سب کو سخت مزاجي سے باز رکهتي هے - عورت هي کے ذریعه مرد کو معلوم هوتا هے که اُسکي اجتماعي زندگي کیسے نازک اور پر پیچ عناصر و اجزاء سے مرکب هے - عورت کے قریب هونے هي سے هم محسوس کرتے هیں که جذبات کا طوفان اور ایمان کا دهارا اِتنا زبردست هے که اُسے روکا نهیں جا سکتا ' اور یه ' که انسان اپني عقل کے بل بوتے پر نهیں چل رها هے -

(اناتول فرانس)

علماء کی خوش مزاجی

عام طور پر مشهور هے که علماء و فضلاء خشک مزاج هوتے هیں - شب و روز خشک مباحث میں غور و فکر کرنے کي وجه سے خشک دماغ هو جاتے هیں - یه چیز اِس قدر مشهور هوئي که علم اور خوش مزاجي کو بڑي حد تک متضاد خیال کیا جانے لگا - بهت سے مدعیان علم مصنوعي خشک مزاجي کي عادت ڈال کر دنیا کو اپني علمیت منوانے لگے - حالانکه علم اور بشاشت میں هرگز کوئي تضاد نهیں هے - زیاده سے زیاده هنس مکهه آدمي بهي بڑے سے بڑا عالم هوسکتا هے - اِس کي سب سے زیاده نمایاں مثال جاپان میں موجود هے - یهاں کے علماء فن عموماً بڑے خوش مزاج هوتے هیں - حال میں مشهور جاپاني عالم ' ڈاکٹر " میورا " امریکا گیا تها - وهاں کے لوگ اُس کي هنسي اور خوش طبعي دیکهکر متعجب هوئے -

بادشاهون کو هدیه

بادشاهوں کے لیے ایک مصیبت هدیے بهي هیں جو اُنهیں بهت بڑي مقدار میں همیشه پهنچتے رهتے هیں - ایڈورڈ هفتم کے پاس سیکڑوں صندوق سیگرٹ ' نک ٹائي ' دستانوں ' جوتوں ' اور چهڑیوں سے لبریز بطور هدیه کے آیا کرتے تهے - وه هدیے بهت کم قبول کرتے اور اکثر واپس کردیا کرتے - تاهم بعض نادر چیزیں لے بهي لیتے تهے - چنانچه ایک شخص نے امریکا سے پاؤ بهر وزن کا ایک آلو بهیجا تها - اُسے بادشاه نے قبول کرلیا - اِسي طرح ایک قدیم مصري شاهزادي کا ممي کیا هوا هاتهه بهي منظور کرلیا تها ' اور اُس سے میز پر کاغذ دبانے کا کام لیا کرتے تهے !

یهي حال سابق قیصر جرمني کا تها - ایک شخص نے افریقا کے سب سے بلند پهاڑ " کیلیما نگارو " کي چوٹي پر سے ایک پتهر کاٹ کر هدیه بهیجا تها - اُسے قبول کر لیا - نیز ایک بڑهیا کا سو مارک کا نوٹ بهي منظور کرلیا تها - اِس عورت نے دربان کے هاتهه شهنشاه کو ایک لفافه بهیجا جس میں اس بنک نوٹ کے علاوه ایک خط تها :
" کل میں نے آپ کو فوج کي قواعد ملاحظه کرتے وقت سردي سے کانپتے دیکها - یه سو مارک کا نوٹ قبول کیجیے اور اِس سے اوني بنیائن خرید لیجیے "

ہوتا ' تو بہت ممکن تھا کہ اصلاح و تجدید کی راہیں باز ہو جاتیں ؟ لیکن عبدالعزیز کے مجنونانہ استبداد نے جیسے ساتھ شخصی حکمرانی کے تمام عیش پرستانہ عناصر فساد بھی جمع ہوگئے تھے ' اصلاح حال کے تمام دروازے مسدود کر دیے - خزانہ بالکل خالی تھا - یورپ سے قرضوں پر قرض لیے جا رہے تھے - مالیات کے بہترین وسائل معطل ہوگئے تھے - روس نے پیٹرز برگ سے سرائے دولمہ بغچہ تک اپنی مخفی سازشوں کا جال بچھا دیا تھا - روسی سفیر جنرل اگناتیف کا اقتدار روز بروز بڑھ رہا تھا ' اور سلطان اپنے تمام معاملات میں اسی کے مشوروں پر کار بند تھا - سلطان کا تمام وقت محل کی عیش پرستیوں میں صرف ہوتا - بسا اوقات ایک ایک مہینے تک وزراء حکومت کو بار یابی کا موقعہ نہیں ملتا - شخصی حکومتوں کا قدرتی مزاج ہی شخصی انانیت اور مستبدانہ قہر و جبر رہا ہے - پھر اگر خصوصیت کے ساتھ اسکا کوئی حکمراں " مستبد " ہو جائے ' تو ظاہر ہے ' اسکا استبداد کس درجہ لا علاج اور بے پناہ ہوگا ؟ تمام ترک اہل قلم متفق ہیں کہ عبدالعزیز اپنے تمام پچھلے مستبد حکمرانوں سے بھی زیادہ مستبد تھا - کوئی بات بھی اسے اسدرجہ طیش و غضب میں نہیں لاتی تھی جس قدر اس بات کا تصور ' کہ دنیا کی کوئی مخلوق اسے " مشورہ " دینا چاہتی ہے ' یا نصیحت کرنے کی جرأت رکھتی ہے - ابتدا میں جو لوگ بھولے سے کوئی ایسی جرأت کر بیٹھے ' انہیں فوراً اسکی سزا بھگتنی پڑی - اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ کارخانۂ سلطنت روز بروز درہم برہم ہو رہا تھا اور آنے والے خطرے کے آثار قریب سے قریب تر ہونے لگے تھے - یہ حالت جاری تھی ' مگر ہر طرف غفلت و اعراض کا سناٹا چھایا تھا - کوئی صدا نہ تھی جو کلمۂ حق و اصلاح سے آشنا ہوتی !

لیکن غفلت و افساد کے اس سکون میں بالآخر جنبش ہوئی ' اور دولۃ عثمانیہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ دعوت الی الحق کی بے خوف صدا بلند ہوئی - یہ مصطفی فاضل کی صدا تھی - وہ صدائے حق ' جسے نہ تو سلطان عبدالعزیز کی سطوت و جبروت روک سکی ' نہ امارت و وزارت کے مطامع مانع آسکے !

تاریخ میں یہ صداء اصلاح " اللائحۃ اصلاحیہ " کے نام سے مشہور ہے - یہ دراصل ایک مکتوب ہے جو سلطان عبدالعزیز کے نام لکھا گیا تھا - مصطفی فاضل نے یہ مکتوب سنہ ۱۸۶۷ میں لکھا ' اور بذات خاص سلطان کے حوالہ کیا - لوگوں کو جب اس جسارت کا حال معلوم ہوا تو شدت تحیر سے انگشت بدنداں رہگئے - دولۃ عثمانیہ کی تاریخ میں یہ بالکل ایک نئی قسم کی جسارت تھی - ایسی جسارت جسکی مصطفی رشید ' فواد پاشا ' اور عالی پاشا جیسے مصلحین بھی جرأت نہیں کرسکتے تھے !

سلطان عبدالعزیز نے یہ لائحہ پڑھا ' اور وہی نتیجہ نکلا جو متوقع تھا - مصطفی فاضل کو قسطنطنیہ سے ہجرت کرنی پڑی - وہ پیرس آیا اور ایک مدت تک کیلیے یہاں مقیم ہوگیا - مصطفی فاضل کے اسی قیام پیرس سے نوجوان ترک جماعت کی سب سے پہلی بنیاد پڑی - قسطنطنیہ کے متعدد نوجوان بتدریج پیرس چلے آئے ' اور مصطفی فاضل کی امداد و سرپرستی میں متحدہ زندگی بسر کرنے لگے - اسی عہد کے وہ تمام اصلاح پسند افراد جنہوں نے نہ صرف دولۃ عثمانیہ کیلیے سیاسی انقلاب کی تخم ریزی کی ' بلکہ ترکی علم ' ادب و کتابت میں بھی دور جدید کی بنیاد ڈالی ' اسی عہد کی پیداوار ہیں - نامق کمال بے ' ضیا پاشا ادیب ' سعد اللہ پاشا ' ابوالضیا توفیق ' وغیرہم کی نشوو نما اسی دور میں ہوئی -

مصطفی فاضل کو اس جسارت کا صلہ صرف مہاجرت ہی کی صورت میں نہیں ملا ' بلکہ اسکی تمام ترکی جائداد بھی ضبط کرلی گئی - اگر فرانسیسی حکومت درمیان میں نہ پڑتی ' تو شاید مصری جائداد سے بھی محروم ہو جاتا -

مصطفی فاضل کا لائحہ تاریخ شرق جدید کا ایک اہم واقعہ ہے - جس جرأت و صراحت کے ساتھ وقت کے ایک مستبد سلطان کو مخاطب کیا گیا ہے ' اور استبداد و شخصیت کی جگہ آزادی و شوریٰ کی دعوت دی گئی ہے ' اس کی کوئی دوسری نظیر اس عہد میں نہیں مل سکتی - ہم چاہتے ہیں یہ پورا لائحہ اردو میں منتقل ہو جائے ' کیونکہ یہ تاریخ شرق جدید کی ایک قیمتی دستاویز ہے -

(مسئلہ اصلاح اور ایک اصل مہم)

یہ موقعہ تفصیل کا نہیں لیکن اشارہ ناگزیر ہے - دولۃ عثمانیہ میں سلطان مصلح کے عہد سے لیکر سلطان عبد الحمید خاں تک اصلاح و تجدید کی جس قدر حرکتیں ظہور میں آئیں ' وہ اگرچہ اس اعتبار سے قابل احترام ہیں کہ استبداد و فساد کے مقابلہ میں حریت و اصلاح کی طلبگار تھیں ' لیکن ساتھ ہی یہ واقعہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ انکی بنیاد میں یورپ کی عامیانہ تقلید و محاکات کے سوا کوئی مجتہدانہ بصیرت موجود نہ تھی -

صدیوں سے اسلام کی حقیقی دینی روح مفقود ہو چکی تھی - اسلام کے حقیقی سرچشمۂ شرع و تعلیم کی جگہ طرح طرح کے انسانی ساخت کے نئے سر چشمے پھوٹ نکلے تھے ' اور اجتہاد و نظر کی جگہ تقلید و جمود کی بنیادیں استوار ہوگئی تھیں - ضرورت تھی کہ ایسے اصحاب نظر و بصیرت پیدا ہوتے ' جو سب سے پہلے امت کے دینی مزاج کی درستگی کی کوشش کرتے جس کے بغیر حکومتوں کا حاکمانہ مزاج بھی درست نہیں ہو سکتا تھا - اس اصلاح کے بعد یورپ کے علمی و صناعی فوائد کے اخذ و اختیار کی راہ خود بخود کھل جاتی - البتہ بصیرت و اعتبار کے ساتھ کھلتی - تقلید و کورچشمی کے ساتھ نہ کھلتی - لیکن افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہوا - دولۃ عثمانیہ میں ایسے علماء نا پید تھے اور ہمیشہ نا پید رہے جو صاحب نظر و بصیرت ہوں - امراء و حکام جہل و اوہام کی تاریکی میں گم تھے - اتفاقات نے چند شخصیتیں پیدا کردیں جنہیں یورپ کے علوم و لغات سے آشنا ہونے کا موقعہ مل گیا - یہ اپنی کسی بصیرت و روشنی کی بنا پر نہیں بلکہ محض تقلید کی راہ سے استبداد و جہل کی مضرتوں پر مطلع ہوئے ' اور اصلاح و انقلاب کی سعی شروع کردی - سعی صحیح تھی ' بروقت تھی ' لیکن ساعی بصیرت و نظر سے محروم تھے - مرض کا احساس غلط نہ تھا ' لیکن نہ تو تشخیص کامل تھی ' نہ علاج ہی صحیح تھا - نتیجہ یہ نکلا کہ اس راہ میں جس قدر قدم بھی اٹھے ' وہ اگرچہ اکثر حالتوں میں اصلاً غلط نہ تھے ' لیکن مجتہدانہ بصیرت و نظر کے فقدان سے کوئی صحیح انقلاب صورت حال میں پیدا نہ کر سکے ' اور شرح اس اجمال کی بہت طولانی ہے -

بہر حال بحث و نظر کا یہ مقام دوسرا ہے - اس کے فہم و ذوق کے لیے دوسری قسم کی صحبتیں مطلوب ہیں - یہاں جو حقیقت قلم بند کرنی ہے یہ ہے ' کہ گذشتہ صدی کے مشرقی مصلحین کی تاریخ میں مصطفی فاضل پاشا کو اصلاح و انقلاب ترکیہ کے بانی و داعی ہونے کا شرف حاصل ہے ' اور اسکا یادگار کارنامہ " اللائحۃ اصلاحیہ " ہے :

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں

مصطفی فاضل پاشا

اور لائحۂ اصلاحیہ

(اعلان حق اور امر بالمعروف کا ایک شاندار کارنامہ)

انیسویں صدی کے وسط میں دولۃ عثمانیہ کی سیاسی و اجتماعی اصلاحات کی جو حرکت شروع ہوئی تھی ، عام طور پر اسکی ابتدائی تخم ریزی مرحوم مدحت پاشا کی طرف منسوب کی گئی ہے - لیکن واقعہ یہ ہے کہ مدحت پاشا اس روح تجدید کا داعی اول نہ تھا - اسے منظم و وسیع کرنے والا تھا - ترکی اصلاح و تجدید کی اصلی تاریخ مصطفی فاضل پاشا سے شروع ہوتی ہے - فی الحقیقت نوجوان ترکوں کی اجتماعی حرکت کا حقیقی موسس وہی تھا -

(اصلاح کی ابتدائی فضا)

عثمانی دارالخلافۃ میں جس شخص نے یورپ کے تمدنی انقلاب کا پہلے پہل مطالعہ کیا ، وہ مصطفی رشید پاشا تھا - امراء دولۃ میں بھی پہلا شخص ہے جسنے یورپ کی زبانوں سے واقفیت حاصل کی - اسکی نشو نما سلطان محمود مصلح کے عہد میں ہوئی تھی - سنہ ۱۸۳۹ء میں جب سلطان موصوف کا انتقال ہوا اور سلطان عبدالمجید تخت نشین ہوا ، تو یہ لندن میں عثمانی سفیر تھا - سلطان عبدالمجید نے اس منصب سے ترقی دی اور وزارت خارجیہ پر مامور کردیا - یہ اسی شخص کی سعی کا نتیجہ تھا کہ اسی سال کے ختم ہونے میں دولۃ عثمانیہ کی تنظیم و اصلاح کا وہ تاریخی فرمان صادر ہوا جو "خط گل خانہ" کے نام سے مشہور ہے - اسکا نام "گل خانہ" اسلیے ہوا کہ سرائے "توپ قپو" کے چمنستان (گل خانہ) میں اس کا اعلان ہوا تھا - اس اعلان میں دولۃ کے ترقی اور منتظم ہونے کا یقین دلایا گیا تھا - نیز مسلم اور ذمی کے حقوق کے مساوی ہونے ، اور ہر طرح کے غیر قانونی امتیازات کے منسوخ کردینے کا اعلان تھا -

مصطفی رشید پاشا نے اپنے عہد وزارت میں تعلیمی و معاشرتی اصلاحات کی جو روح پیدا کی تھی ، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ایک قلیل جماعت نئے تعلیم یافتہ افراد کی پیدا ہوگئی - ان میں سب سے زیادہ نامور شخص دو ہوے : عالی پاشا اور فواد پاشا - دونوں نے صدارت و نظارت کے مناصب تک ترقی کی ، اور اپنے عہد کے مشاہیر مدبرین میں شمار کیے گئے - سلطان عبدالمجید کے عہد کے تمام اجراآت اصلاحیہ کی باعث و کارفرما شخصیتیں یہی تھیں - معاہدۂ پیرس (۳۰ - مارچ سنہ ۱۸۵۶) میں دولۃ عثمانیہ کو جو کامیابی ہوئی ، اور انگلستان ، فرانس ، اور اٹلی نے روس کے برخلاف ساتھہ دیا ، وہ بہت کچھہ انہی دونوں کی مساعی کا نتیجہ تھا - معاہدۂ پیرس کے بعد ہی تاریخ اصلاح عثمانی کا دوسرا فرمان شائع ہوا تھا جو "خط شریف" کے نام سے پکارا جاتا ہے - اس میں "خط گل خانہ" کی مزید تائید کی گئی تھی ، اور تمام رعایا کی آزادی حقوق کے احترام کا یقین دلایا گیا تھا - یہ بھی تمام تر فواد اور عالی ہی کی مساعی کا نتیجہ تھا -

(مصطفی فاضل)

مصطفی رشید ، فواد ، اور عالی پاشا نے اصلاح و تغییر کیلیے فضا پیدا کردی ، مگر جماعت پیدا کرنے کا کام بعد کو ہونے والا تھا - یہ مصطفی فاضل پاشا کی شخصیت تھی ، جس نے اس نئی فضا کو نشو و نما دی ، اور "نوجوان" ترکوں کی جمعیت کا اولین سنگ بنیاد رکھدیا - مدحت پاشا بعد کو آیا تا کہ اپنے عظیم اعمال اور عظیم قربانی سے اس سنگ بنیاد پر ایک نئی عمارت چن دے !

مصطفی فاضل پاشا محمد علی بانی خاندان خدیویۂ مصر کا پوتا اور ابراہیم پاشا فاتح حجاز و شام کا بیٹا تھا - سنہ ۱۸۳۰ء میں پیدا ہوا اور مصر میں تعلیم و تربیت حاصل کی - مصر میں محمد علی کے زمانے سے مغربی علوم و السنہ کی اہمیت کا احساس عام ہو چلا تھا ، اور خاندان خدیوی کے تمام افراد فرانسیسی زبان کی تعلیم حاصل کرنے لگے تھے - مصطفی فاضل کو بھی اسکا موقعہ ملا - اس طرح مغربی علوم و تمدن کے فہم و مطالعہ کا دروازہ اس پر کھل گیا - ابھی سلطان عبدالمجید ہی کا زمانہ تھا کہ وہ قسطنطنیہ آیا ، اور چند سالوں کے بعد جب سلطان عبدالعزیز تخت نشین ہوا ، تو نظارت معارف (تعلیم) کا ناظر مقرر ہوگیا - پھر کچھہ دنوں کے بعد جب مالیات کی وزارت کی جگہ خالی ہوئی ، تو حکومت کی نظر انتخاب اسی پر پڑی -

(لائحہ اصلاحیہ)

یہ وہ وقت تھا ، جبکہ دولۃ عثمانیہ کی زوال پذیر ہستی کی حفاظت کیلیے اصلاح و علاج کی آخری مہلت درپیش تھی ، اور قریب تھا کہ ہمیشہ کیلیے اسکی شش صد سالہ عظمت و جلال کی دیواریں سرنگوں ہوجائیں - سلطان محمود مصلح نے نئی اصلاحات کی بنیاد رکھی - سلطان عبدالمجید نے اسے بلند کرنا چاہا - اگر سلطان عبدالعزیز کا وجود بھی اس سلسلۂ اصلاح کی تیسری کڑی

کیا ہے - اس عرب سفارت کے ورود و استقبال کا ایک ایسا ہی مرقع فرانس میں موجود ہے جیسا یہ زیر بحث مرقع ہے - اس مرقع میں شارلیمین کو اس کے دربار میں دکھلایا گیا ہے اور عرب سفیر اس حالت میں نمایاں ہیں کہ اپنے تحائف پیش کررہے ہیں - اس سے صاف طور پر یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ واقعۂ سفارت کے دونوں درباروں کی تصویریں بہ یک وقت طیار کی گئی تھیں - اور عجب نہیں خود شارلیمین کے حکم سے طیار کی گئی ہوں - یہ دوسرا مرقع پیرس کی مشہور عمارت پنتہیون Pantheon کی دیواروں پر اس وقت تک موجود ہے - یہاں شارلیمین کے عہد کے مختلف مرقع دکھلائے گئے ہیں ، من جملہ ان کے عربی سفارت کا استقبال بھی ہے "

اس مرقع کی نقل ہدیۂ ناظرین ہے -

بلاشبہ، مضبوط اخلاق ھي اِس وجود میں تنہا ایک قوت نہیں ہے - کیونکہ یہاں جرائم کي بھي جرار فوجیں کھڑي ھیں ' اور کتنے ھی کے تخت بھي بچھے ھیں - لیکن یہ یقیني ہے کہ مضبوط اخلاق ' ایک مستحکم و راسخ بنیاد ضرور ہے - اُس کے بغیر کوئي سلطنت قائم نہیں ھوسکتي - جب وہ کسي قوم کا ساتھہ چھوڑ دیتا ہے ' تو اُس قوم کي اجتماعي عمارت بیٹھ کر پڑتي ہے - اُس کا یہ خاصہ عجیب ہے کہ جوں جوں اُس کي فتوحات میں وسعت ھوتي ہے ' اُس کا دائرہ بھي وسیع و عظیم ھوتا جاتا ہے - برخلاف دوسري قوتوں کے جو امتداد زمانہ سے کمزور ھو جاتیں اور کامیابي کے بعد فنا ھونے لگتي ھیں -

اعلی حضرت کي عظمت اور وطن کي عزت کے تمام خیر خواہ ' انتہائي رنج و ملال سے دیکھہ رہے ھیں کہ قوم کي شہامت ' زائل ھو رھي ہے اور اُسکي شرافت و خودداري ختم ھوتي جاتي ہے - یہ اعلي صفات ' قوم میں کیونکر باقي رہ سکتي ھیں ' اگرچہ کتني ھي راسخ ھوں ' جبکہ مسیحي رعایا کے ساتھہ مسلمان بھي گونا گوں ذلتوں کا نشانہ بنے ھوئے ھیں اور ھر قسم کي ذلالت کے گھونٹ انھیں زبردستي پلائے جارہے ھیں ؟ مسلمان اور عیسائي ' حضور والا کي تمام رعایا ' حکام کے ظلم و جور سے چیخ رھي ہے - یہ حکام وہ ھیں جو حضور کے برائے نام فرمانبردار ھیں - اعلي حضرت کو کیا معلوم کہ وہ شاھي احکام قوم میں جاري کرتے ھیں یا اپني ھوا و ھوس سے کام لیتے ھیں !

آپ کي سلطنت ' عام والے سے خالي ہے - نتیجہ یہ ہے کہ آپ کے عمال ' رعایا کے سامنے جواب دہ نہیں ھیں - اِس کے معنے یہ ھیں کہ خود حضور کے عرش معلی کے روبرو بھي ذمہ دار اور جواب دہ نہیں ھیں ' کیونکہ کوئي شخص بھي اُن کي شکایت عتبات عالیہ تک پہنچانے کي قدرت نہیں رکھتا ' اور چونکہ اُن کے جرائم ذات شاھانہ کے علم میں نہیں آسکتے ' اِس لیے اُن سے باز پرس بھي نہیں ھوسکتي - لہذا وہ بالکل نڈر ھوگئے ھیں - رعیت پر دست درازي میں بے باک ھیں - ھر قسم کي برائیاں کھلے بندھوں کر رہے ھیں - باشندے دو گروھوں پر منقسم ھوگئے ھیں : ظالم حاکم ' کوئي نہیں جو اُن کا ھاتھہ پکڑے - مظلوم رعایا ' کوئي نہیں جو اُس پر ترس کھائے - حاکم ' جس کا دعوی ہے کہ اُس کي قوت ' خود سلطان کي قوت ہے ' لہذا بے روک اور بے قید ہے - وہ اِس قوت کي گھمنڈ میں جملہ معائب و نقائص سے آلودہ ھوتا ہے - محکوم ' جس کا کام یہ رہ گیا ہے کہ ذلت کے تاریک غار میں برابر گرتا چلا جائے - حکام ' جنھوں نے رعایا کے لبوں پر قفل چڑھا دیے ھیں - اگر کبھي کسي کے منہ سے فریاد کي چیخ بلند ھو جاتي ہے تو یہ حکام اُسے بغاوت قرار دے دیتے ھیں - لہذا تمام رعایا ' نا اُمیدي میں پڑ گئي ہے - بے حساب ظلم و جور کے نیچے دبي ہے ' مگر خوف سے چپ ہے - ظلم کے ھاتھہ اُس کا گلا دبائے ھوئے ھیں ' اور اعلي حضرت سے مخفي نہیں کہ ظلم دلوں میں فساد پیدا کر دیتا اور عقلوں میں فتور ڈال دیتا ہے -

ترکوں کي رگوں میں پاک اور بے میل خون موجزن ہے - یقیناً ھم وطن سے بے حد محبت کرتے ھیں - حب الوطني ' ھماري ھمتیں بلند کرتي ہے ' بڑي سے بڑي قربانیاں بھي ھم پر آسان کر دیتي ہے - ھم بہادر سپاھي ھیں ' موت سے نہیں ڈرتے - ھم میں وقار ہے اور ھمارے اسلاف سے ھمیں میراث میں ملا ہے - ھمارا امتیازي وصف ' صمیم اخلاص ہے - یہي اخلاص ھمیں آمادہ کرتا ہے کہ مصلحت کو جملہ محاسن پر ترجیح دیں - لیکن کیا یہ صفات حمیدہ ھم میں زیادہ مدت تک باقي رھینگي ؟ کیا ھم خیر و شر کے اِس تصادم کا ھمیشہ یونہي مقابلہ کرتے رھینگے ؟

میرے آقا ! جس دن یہ اخلاق ھم سے رخصت ھوجائینگے ' اُسي دن ھماري موت بھي نازل ھوجائیگي - ھم کسي کو بھي اپنا حامي و مددگار نہ پائینگے -

کاش ھماري مصیبت ' صرف ھمارے معنوي انحطاط ھي پر ختم ھو جاتي اور اِس جہل عمیم اور فساد عظیم تک نہ پہنچتي جو ھمارے تمام عقلي قوی تباہ کر رھا ہے -

میرے آقا ! جب ھمارے اسلاف یورپ میں آترے ' تو اُن کے پاس علم کي کوئي روشني بھي نہ تھي - لیکن وہ ذوق سلیم رکھتے تھے - یہ ذوق اُن میں قوت و جرأت پیدا کرتا تھا ' جیسا کہ تمام پاک اور بلند نفسوں کا خاصہ ہے - وہ علم نہیں رکھتے تھے ' مگر عقل کے مالک تھے - وہ عقل جو حرکت پسند کرتي ' جمود سے نفرت کرتي ' اور رذالت سے کراھت رکھتي ہے - وہ اُن لوگوں سے بالکل مختلف تھے جو ھمارے ھراول دیکھتے ھي بھاگ کھڑے ھوئے تھے - وائے افسوس ! عقلیں ' اُس حکومت کے زیر سایہ مفلوج ھوجاتي ھیں ' جس میں انفرادي ھمت کے لیے کوئي گنجائش نہیں ھوتي !

میرے آقا ! آپ کي رعایا میں ترک سب سے زیادہ استبداد سے متاثر ھوئے ھیں - کیونکہ یہ استبداد اُن کي فطري استقامت نفس اور خود داري سے میل نہیں کھاتا - ھم ترکوں میں وہ شرمناک قابلیت ذرا بھي موجود نہیں جو بیزنطیني عیاشوں میں تھي - اُن کي حالت یہ تھي کہ عقل و فطنت رکھتے تھے مگر نہ ذلت سے گریز کرتے تھے نہ مطلق العنان حکومت سے نفرت رکھتے تھے - ھم بالکل سادہ دل پیدا ھوئے تھے - ھمارے خیالات کي سادگي پر دنیا کو حیرت تھي - لیکن جب ھمارے خیالات ھم سے چھین لیے گئے تو ھم مضبوط الحواس ھوگئے - عقل کي نعمت سے محروم ھوگئے - اگر یہي حالت جاري رھي تو ایک دن آئیگا جب ھم میں حکمراني کي صلاحیت باقي نہ رہے گي - کوئي ایک آدمي بھي ایسا نہ ملیگا جو انتظام سنبھال سکے -

حضور والا ! ھم اب ایک ایسے زمانے میں ھیں جس میں عزت اُسي کو مل سکتي ہے ' جس کی عقل بڑي اور علم زیادہ ھو - یہي باعث ہے کہ تمام یورپ میں علم کا غلغلہ بلند ہے اور تمام قوتیں اُس پر صرف ھو رھي ھیں - کوئي حکومت بھي اِس کے فکر و اھتمام سے خالي نہیں ہے - سوئٹزرلینڈ میں ایک آدمي بھي اَن پڑھ دکھائي نہیں دیتا - انگلستان میں (جس پر مٹھي بھر امرا حکومت کرتے تھے مگر اب اپنے امتیازات سے دست بردار ھوتے جاتے ھیں) ۲۵ - برس سے اشاعت تعلیم کي عظیم الشان کوششیں ھو رھي ھیں - مجھے یقین ہے کہ پروشیا نے آسٹریا پر صرف اِس سبب سے فتح پائي ہے کہ وہ مغلوب سے علم میں زیادہ تھي - کیا ھمارے لیے روا ہے کہ اپنے عقلي انحطاط پر قائم رھیں ' حالانکہ ھمارے گرد یورپ ' عقلي ارتقاء کے لیے اَن تھک کوششیں کر رھا ہے ؟

میں اِس خیال سے پناہ مانگتا ھوں کہ اعلی حضرت اشاعت تعلیم کے لیے صرف مدارس کي کثرت کافي تصور فرمائیں - وہ محل کس کام کے جنھیں مکین نہ ملیں ؟ اُن مدارس سے کیا فائدہ جن میں فلسفہ و خرافات کي اولاد تربیت پائے ؟

(مصطفیٰ فاضل کا خط)

اعلیٰ حضرت !

کلمۂ حق بادشاہوں اور حکمرانوں تک پہنچنا بہت مشکل ہے - درباری اُس پر پردہ ڈالتے اور اُسے چھپاتے ہیں - بادشاہ فرمانروائی کے نشہ میں مخمور اور سلطنت کی لذتوں میں غرق راہ صواب سے غافل ہو جاتے ہیں -

وہ خیال کرتے ہیں کہ قومیں اپنے ہی کرتوت سے پریشانی میں پڑتی ہیں - اور اپنی ہی غفلت سے پستی میں گرتی ہیں - سلطنتیں جب برباد ہوتی ہیں ' تو قضاء و قدر کے بے روک ہاتھوں ہی سے برباد ہوتی ہیں -

واقعات کو دور دور دیکھنے اور اوہام کو اوہام سمجھنے کے لیے انسان کو بڑے ہی اخلاص اور بڑی ہی جرأت کی ضرورت ہے - بادشاہ تک بے کم و کاست حقیقت پہنچانے کے لیے اور بھی زیادہ اخلاص و جرأت کی ضرورت ہے -

میرے آقا ! یہ اخلاص کبھی میرے دل سے جدا نہیں ہوا - خود اعلیٰ حضرت سلطان اِس کے شاہد ہیں - وہ لوگ بھی اس سے ناواقف نہیں جو میری جلا وطنی کا سبب ہوے ہیں - بلاشبہہ زمانے نے مجھے موقعہ نہیں دیا کہ روشن کارناموں سے اعلیٰ حضرت کی ذات شاہانہ سے اپنی عقیدت ثابت کرتا اور اپنی قوم کی فلاح و بہبود --- اگر یہ نہ کہوں کہ اُس کے احیا --- کے ارادے پورے کرسکتا - لیکن میں پہلا آدمی ہوں جس نے اعلیٰ حضرت کے سامنے شاہی حکومت کے عیوب بے پردہ کرنے اور وطن عزیز کے مصائب پیش کرنے کی جرأت کی ہے - یہ اس لیے کہ میرا دماغ اعلیٰ حضرت اور سلطنت عثمانیہ کی خدمت کے لیے سراسر وقف ہے - مجھے اعلیٰ حضرت کے عرش سے جو عقیدت و وابستگی ہے ' اور وطن محبوب سے جو محبت و وارفتگی ہے ' اُسی نے مجھہ میں یہ قوت پیدا کردی ہے کہ بے خوف و خطر اُن مصائب و آلام پر نظر ڈالوں جو ہمیں رات کی تاریکی اور دن کی روشنی میں پیش آرہے ہیں - حضور کے اخلاق عالیہ پر میرا یقین مجھے ہمت دلاتا ہے کہ اُن مصائب کی تشریح کروں - کوئی ایک بھی مخفی نہ رکھوں - سب کو صاف صاف ظاہر کردوں - پھر وہ علاج عرض کروں جو ہمیں شفا بخش سکتا ہے ' بشرطیکہ اُس کے استعمال سے پہلے وقت نکل نہ جائے -

میرے آقا ! آپ کی مسیحی رعایا کی جانب سے جس سرکشی کا برابر اظہار ہوتا رہتا ہے ' وہ یقیناً ' ہمارے اجنبی دشمنوں کی شرارت کا نتیجہ ہے - لیکن وہ اِس امر کی بھی دلیل ہے کہ اعلیٰ حضرت کی حکومت کا برتاؤ اپنی تمام رعایا کے ساتھہ کوئی عمدہ برتاؤ نہیں ہے - اِس برتاؤ میں اگر حکومت پہلے معذور تھی تو یقیناً اب اُسے برقرار رکھنے میں اُس کے لیے کوئی عذر نہیں ہوسکتا - کیونکہ اِس مسلک کا ثمرہ ' ظلم کے سوا کچھہ نہیں ہے - جہل ' اُس سے پھیلتا ہے ' فقر و فاقہ اور شر و فساد بھی اُس سے پیدائش ہوتی ہے -

یورپ خیال کرتا ہے کہ سلطنت عثمانیہ میں صرف مسیحی رعایا ہی ظلم و تذلیل کے لیے منتخب کرلی گئی ہے حالانکہ یہ سخت غلطی ہے - مسلمان ' جن کی حمایت پر کوئی یورپین سلطنت نہیں ' مسیحیوں سے زیادہ ظلم اُٹھا رہے ہیں - اُن کے مصائب و آلام کہیں زیادہ ہیں - وہ ایک معنی اِس لیے صبر کیے

یقین کہ قضاء و قدر پر اُن کا پختہ ایمان ہے - صبر و سکون کے عادی ہیں - نفس بلند رکھتے ہیں - اُن کی یہ صفات ' یورپین تخیل سے بہت بلند ہیں - اِس لیے یورپ والے اُنہیں سمجھہ نہیں سکتے - پھر یہ مسلمان ' اُن شریف اور اولو العزم اسلاف کی نسل ہیں جو فرمانروائی کے تخت پر جلوہ گر ہوچکے ہیں - سلطنت سے اُنکا اخلاص ' قرآن پر اُن کے ایمان سے مل کر ایسا راسخ ہوگیا ہے کہ اب تک اُس میں تزلزل پیدا نہیں ہوا - لیکن اعلیٰ حضرت اپنے مخلص ترین خادم کو یہ عرض کرنے کی اجازت دیں کہ اب مسلمانوں کا بھی پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا ہے - مصیبت آخری حد تک پہنچ چکی ہے - آلام نے اُن کا جسم کھا ڈالا ہے - اپنا غم و غصہ چھپانے کی اب اُن میں قدرت باقی نہیں رہی - یقیناً حضور والا کے خاندان اور قوم کے لیے یہ سخت خطرہ ہے کہ رعایا ' یاس و نا اُمیدی کا شکار ہوجائے -

مخلوق پر ظلم بہت سخت ہوگیا ہے - آپ یقیناً اُس سے متنفر ہیں ' اور میں یقین کرتا ہوں کہ آپ کی اُمت کے علماء و اکابر بھی اُس سے بیزار ہیں - لیکن وہ مجموعی حکومت کا ایک لازمی نتیجہ ہے - حتیٰ کہ خود اعلیٰ حضرت بھی ' جنکی قوت معلوم اور سطوت مشہور ہے ' شاید اُسے روکنے کی قدرت نہیں رکھتے - کیونکہ اُس کی خبر سمع مبارک تک پہنچتی ہی نہیں - حالانکہ وہ اِس اُمت کی مردانگی تباہ کر رہا ہے - اُس کی شخصیت گرا رہا ہے ' اُس کے فضائل برباد کر رہا ہے -

میرے آقا ! آپ کی رعایا میں ایسے مخلص افراد موجود ہیں جن کے دل یہ دیکھکر حسرت سے پگھلے جاتے ہیں کہ یہ اُمت --- جو ہماری عزت و فخر ہے --- کس طرح نسل کی کمی اور ضرورت کی زیادتی کی وجہ سے کمزور و کم تعداد ہوتی چلی جا رہی ہے - لیکن میں اس سے خائف نہیں ہوں - ممکن ہے اِس میں ہمارے فوجی نظام کو بھی کچھہ دخل ہو - لیکن جس چیز سے میں ڈرتا ہوں اور جسے روز بروز قریب آتے دیکھتا ہوں ' وہ یہ ہے کہ ہم مغلوب قوموں کے مشابہ ہوتے جاتے ہیں - روز بروز ہماری معنویت کمزور ہو رہی ہے اور یہ مرض قوم کے تمام طبقوں میں عام ہوتا جاتا ہے -

میرے آقا ! ہمارے اسلاف نے چار صدی پہلے مشرق کی روشن شہنشاہت تہہ و بالا کر ڈالی ' عروس البلاد اور ملکۂ جہان ' قسطنطنیہ میں اپنے قدم گاڑ دیے ' اور وہ فتح عظیم حاصل کی جو تاریخ میں ایک عظیم ترین کارنامہ شمار کی جاتی ہے - لیکن اِس حیرت انگیز کامیابی کا راز کیا تھا ؟ صرف دین کا اعتقاد اور جنگ میں شجاعت ہی نہ تھی - اُن کی وہ اولو العزمی اور بہادری ' درحقیقت ' اُن کی معنویت ہی کا ایک جلوہ تھا - وہ اپنے سرداروں کی اطاعت ' خوش دلی سے کرتے تھے ' نہ کہ خوف اور مجبوری سے - یہی وجہ تھی کہ ذلت اُن پر قابو نہ پاسکی - عقل پر اندھی تابعداری غالب نہ آسکی - اُنکی خود داری برابر باقی رہی - استقلال ذاتی نے اُن کا ساتھہ نہ چھوڑا - اطاعت نظام (ڈسپلن) کی روح ' عزت النفس کی روح سے مل گئی تھی - دونوں روحیں ' مضبوط اخلاق کی بنیادوں پر قائم تھیں - فضیلت نے اُنمیں گھر کرلیا تھا - اس لیے اُنھوں نے وہ عظیم سلطنت اُلٹ ڈالی جسے استبداد کی رذیلتیں گھن کی طرح لگ گئی تھیں ' اور ظلم و جور نے اُس کی تمام جڑیں کھا ڈالی تھیں -

ملین ڈالر بھی جمع کر سکوں گا - اُس وقت میرے پیش نظر صرف یہ خیال تھا کہ کسی طرح دنیا کا ایک کامیاب آدمی بن جاؤں -

میرے پیش نظر کامیابی کیا تھی؟ اُس کا معیار کیا تھا؟ میں بتا نہیں سکتا - کیونکہ کوئی مفصل خیال ذہن میں موجود نہ تھا - کامیابی کا محض ایک مبہم سا تصور تھا - میں نے یہی تصور اپنا مطمع نظر قرار دے لیا اور کوشش شروع کردی - مجھے خوش نصیب ہوا کہ تھوڑی ہی مدت بعد دولت اپنے آپ جمع ہونے لگی تھی اور ابتک جمع ہوتی چلی جاتی ہے !

مجھے آج تک اپنی غربت اور تنگ دستی یاد ہے - میں بہت کم عمر تھا - طرح طرح کے ولولے اور امنگیں دل کو گدگداتی تھیں ' مگر میں اپنی کوئی خواہش بھی پوری نہیں کر سکتا تھا - مجھے پیٹ بھر کر روٹی بھی نہیں ملتی تھی - میں ہر جگہ کام تلاش کرتا پھرتا ' اور کہیں بھی کام نہیں ملتا - سخت جد وجہد کے بعد بالآخر ایک کام ملا - ایک بحری جہاز میں نوکری مل گئی - ہفتہ وار سولہ شلنگ تنخواہ مقرر ہوگئی - میں بہت خوش ہوا - مگر فوراً ہی میری خوشی رنج سے بدل گئی - کیونکہ اِس کمپنی کے منیجر مسٹر گوبس نے مجھے بلا کر نہایت خشکی سے کہا " یہ تنخواہ تمہیں ملے گی ' البتہ تم اِس کے کسی طرح بھی اہل نہیں ہو "

میں نے کوئی جواب نہیں دیا - میرے دل میں سخت غم و غصہ تھا - میں نے عزم کرلیا کہ کچھ ہی ہو جائے ' میں اپنی حالت ضرور درست کرکے چھوڑونگا - چنانچہ میں نے کوشش شروع کردی ' اور چند ہی سال بعد یہی مسٹر گوبس مجبور ہوئے کہ مجھے اپنی عظیم کمپنی کا شریک بنا لیں !

مجھ سے لوگ پوچھا کرتے ہیں " آدمی کیونکر دولتمند بن جاسکتا ہے ؟ " میرا جواب ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ دولت جمع کرنے کا کوئی خاص قاعدہ نہیں ہے - اِس کا مدار صرف دو باتوں پر ہے : ذہانت اور قسمت - اگر انسان کو ان دونوں میں سے کافی حصہ ملا ہے ' تو بلا شبہ وہ بہت زیادہ دولت جمع کرلے سکتا ہے -

بہت سے معمولی ذہانت کے لوگ ہمیشہ " زمانہ " کو ملامت کیا کرتے ہیں کہ اُن کا ساتھ نہیں دیتا - وہ کہتے ہیں " اگر ہمیں ایک موقعہ بھی میسر آجائے تو ہم فوراً دولتمند بن جائیں " لیکن یہ اُن کی غلطی ہے - قصور زمانے کا نہیں خود اُن کا ہے - اُن کی ذہانت و قابلیت کا ہے - اعلی ذہانت کے لوگ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر موقعہ کا انتظار نہیں کیا کرتے - وہ خود موقعہ پیدا کرتے ہیں اور اُس سے فائدہ اٹھاتے ہیں -

میں نوجوانوں کو ہمیشہ نصیحت کرتا رہتا ہوں کہ اپنی تمام قوتیں اور کوششیں ایک ہی طرف متوجہ رکھیں - کیونکہ بغیر اِس کے دولت حاصل نہیں ہو سکتی - مختلف کام شروع کرکے کوششیں پراگندہ کردینے سے اکثر ناکامی کی مصیبت پیش آجایا کرتی ہے - ہمیشہ ایک مرکز بنانا چاہیے ' اور اُسی پر تمام قوتیں صرف کردینی چاہئیں - بلا شبہ میں بھی اُن لوگوں میں ہوں جو بیک وقت بہت سی تجارتیں چلائے ہوئے ہیں - لیکن یہ میں نے اب کیا ہے جبکہ ایک بڑے سرمایہ کا مالک بن چکا ہوں - شروع شروع میں نے کبھی یہ جرأت نہیں کی کہ بہت سے کام لے کر بیٹھ جاؤں -

محنت اور چستی کو بھی کامیابی میں بہت بڑا دخل ہے - شروع میں میرا دستور یہ تھا کہ صبح سات بجے سے اپنے کام پر پہنچ جاتا تھا اور گیارہ بجے رات سے پہلے واپس نہیں آتا تھا - میں جانتا ہوں کہ آج کل کے نوجوان اِتنی محنت نہیں کرسکینگے - لیکن اگر وہ اتنی محنت بھی کریں ' جتنی وہ آسانی سے کرسکتے ہیں ' تو کوئی وجہ نہیں کہ کامیاب نہ ہو جائیں -

میرے خیال میں منضبط محنت سے زیادہ لذیذ کوئی چیز بھی نہیں ہے - میں دنیا کے ایک بہترین جہاز کا مالک ہوں - بہترین بادبانی کشتی بھی میرے پاس ہے - میں نے شکار بھی بہت کھیلا ہے - عیش و آرام کے جملہ سامانوں سے بھی متمتع ہوا ہوں - مگر میں سچ کہتا ہوں - مجھے کسی بات میں بھی اتنی لذت حاصل نہیں ہوئی ' جتنی اپنی روز کی محنت میں حاصل ہوتی ہے - میں سمجھتا ہوں ' میری کامیابی کا سب سے بڑا راز میری اِسی محنت میں ہے -

بريد شرق

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفی کمال پاشا کا پیغام - مجلس وطنی کا انتخاب - وزراء آستانہ میں - غازی کے خلاف سازش -

(غازی مصطفی کمال کا پیغام)

مجلس وطنی کے انتخاب کے سلسلہ میں غازی مصطفی کمال پاشا نے ترکی قوم کے نام ایک پیغام شایع کیا ہے - یہ تحریر خود موصوف نے اپنے قلم سے لکھی ہے - اس لیے نہایت پر زور اور بلیغ ہے - اِس میں اُنھوں نے جنگ آزادی کے بعد پہلی مجلس وطنی اور اپنی جماعت " خلق فرقہ سی " کی کارگزاریاں یاد دلائی ہیں اور پھر قوم سے اپنی جماعت کے انتخاب کی درخواست کی ہے - وہ لکھتے ہیں :

" آج موقعہ ہے کہ ہم گزشتہ چار سال کے اندر اپنے عظیم اصلاحی و تعمیری جہاد پر نظر ڈالیں اور اطمینان کے ساتھ وہ کامیابیاں دیکھیں جو ہم نے حاصل کی ہیں - ہمارا ملک ایک ایسی مہیب جنگ سے جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی ' فتحمند نکلا تھا - آیے اُن مساعی و اعمال کی سخت ضرورت تھی جنسے قومیں زندہ رہتی ہیں - یہ پہلا موقعہ نہ تھا کہ ترکی قوم نے فتح و نصرت دیکھی تھی - ترکی قوم کی پوری تاریخ فتوحات سے لبریز ہے - لیکن چونکہ پہلے ترکی قوم میدان جنگ سے باہر کوئی کوشش نہیں کرتی تھی ' اس لیے اپنی فتح سے کوئی فائدہ بھی نہیں اٹھا سکتی تھی - بلکہ بتدریج اُسکی فتح ' شکست بن جاتی تھی - جو فتحمندی بر قرار نہیں رکھی جاتی ' اُس کے نتائج بسا اوقات '

بریدِ فرنگ

آزادی ' قوموں کے لیے اولین مزایا ہے - آزادی ہی تمام خوشیوں کو پیدا کرتی ہے - کوئی مزیت بھی آزادی کا قائم مقام نہیں ہو سکتا - کوئی مزیت بھی آزادی کا عمل انجام نہیں دے سکتا - غلام قومیں علم کی تحقیر کرتی ہیں ' کیونکہ علم انہیں کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچاتا - قومیں اُسی وقت علم کی طرف راغب ہوتی ہیں ' جب انہیں اپنے حقوق کی جانب سے اطمینان ہوجاتا ہے - وہ علم اس لیے حاصل کرتی ہیں کہ اپنے حقوق سے فائدہ اٹھائیں - اور بہتر سے بہتر اور زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں - جو جاہل اور غلام قوم ' بزدل ہوتی ہے یا خائن -

اعلیٰ حضرت! اِس وقت ہماری مصیبت صرف یہی نہیں ہے کہ ہم جسمانی کمزوری اور عقلی فساد میں مبتلا ہیں - ہماری مصیبت اِس سے بھی بڑی ہے - ہم ہر جگہ ایک جابر و قہار دشمن کو اپنے سامنے پاتے ہیں - وہ بے رحم دشمن ' ہمارا افلاس ہے - حضور نے کتنی مرتبہ اپنے خزانے خالی دیکھے؟ کتنی مرتبہ تنخواہیں تقسیم کرنے کے لیے روپیہ موجود نہ پا کر رنجیدہ ہوئے؟ آپ کا رحم طلب یہ سوچ کر ہمیشہ کس قدر اداس ہوتا رہا ہے کہ عمال سلطنت کی تنخواہیں بہت حقیر ہیں؟ یہ اِس لیے کہ خصوصیت کے ساتھ ' مشرقی عہدہ دار جب تنخواہ کافی نہیں پاتے ' تو رشوت خوار ہو جاتے ہیں - رعایا میں لوٹ کھسوٹ شروع کر دیتے ہیں - لیکن سلطنت کے خزانے خالی ہونے پر ہمیں اتنا افسوس نہیں جتنا رعایا کی غربت کا افسوس ہے - کیونکہ سرکاری خزانہ محض اِس لیے خالی رہتا ہے کہ رعایا غریب ہے - رعایا کا افلاس ' ایک عظیم ترین خطرہ ہے -

دنیا کی حکمتوں میں صرف اعلیٰ حضرت ہی کی حکومت ایسی ہے جو اِتنے قلیل خراج پر زندہ ہے - حضور کی سلطنت نہایت عظیم ' وسیع ' اور آباد ہے - تعجب ہے کہ رعایا اِتنا قلیل خراج بھی ادا نہیں کر سکتی! لیکن ہمارا یہ تعجب باقی نہیں رہتا جب ہم دیکھتے ہیں کہ خراج جمع کرنے کا طریقہ ' ایک بدترین طریقہ ہے - ہماری قوم ' بہت ہی کم کام کرتی ہے - وہ ہر ہنر سے جاہل ہے - یہی وجہ ہے کہ فقر و فاقہ میں مبتلا ہے اور حکومت کا خراج ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتی - حالانکہ دوسرے ملکوں کی رعایا ہم سے بہت زیادہ خراج بخوشی ادا کر دیتی ہے -

اعلیٰ حضرت کی سلطنت میں ہر چیز کو زوال آگیا ہے : زراعت تجارت ' صنعت ' کوئی چیز بھی تباہی سے نہ بچی - ہم پیدا کرنے کے طریقے بالکل بھول گئے ہیں اور اپنے فقر و فاقہ کے مشاہدہ پر قانع ہیں - فقر کی ہیبتناک صورت ہمارے سامنے ہے - ہم اُس کی دہشت سے ہمت و جرأت کا کوئی کام کر ہی نہیں سکتے -

بد نصیب کروڑ پتی

(کیا دولت ' مسرت کا سبب ہے؟)

(دولت جمع کرنے کے لیے ہے یا خرچ کیلیے؟)

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ دولت مند ' خوش نصیب ہیں - اور فقر و فاقہ میں مبتلا انسان بد نصیب - لیکن یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے - کیونکہ بہت سے کروڑ پتی ' انتہا درجہ بد نصیبی کی زندگی بسر کر رہے ہیں - اور بہت سے نان شبینہ کے محتاج ہیں جنہیں مسرت و سعادت کی زندگی حاصل ہے!

حال میں مسٹر چارلس واٹ نے جو ایک مشہور امریکی کروڑ پتی ہیں ' اِس موضوع پر ایک مضمون شایع کیا ہے - وہ اِس لائق ہے کہ مفلس اور امیر ' دونوں اسے غور سے پڑھیں -

وہ لکھتے ہیں:

دولت ' مسرت و سعادت کے لیے کوئی لازمی شرط نہیں ہے - کیونکہ مسرت ' درحقیقت خود اُس شخص پر موقوف ہوتی ہے جو اُس کا متمنی ہوتا ہے - میں بہت سے کروڑ پتیوں سے واقف ہوں - یہ دنیا کے سب سے زیادہ بد نصیب انسان ہیں - لیکن بہت سے ایسے مفلس انسانوں کو بھی جانتا ہوں جو نہایت پر مسرت زندگی بسر کر رہے ہیں!

مجرد دولت سے اُسی شخص کو مسرت حاصل ہو سکتی ہے جو حد سے زیادہ طماع اور صرف مال کا حریص ہو - ورنہ محض دولت کے جمع ہوجانے سے ہرگز لازم نہیں آتا کہ مسرت بھی جمع ہو جائے -

دولت سے وہی شخص مسرت حاصل کر سکتا ہے جو صرف اُس کا جمع کرنا ہی نہیں جانتا ' بلکہ خرچ کرنا بھی جانتا ہے - میرے خیال میں وہی دولت مند ' مسرت و سعادت محسوس کرتے ہیں جو اپنی دولت بہتر طریقوں پر خرچ کرنا جانتے ہیں -

میں بہت سے آدمیوں کو جانتا ہوں جو کہا کرتے ہیں " اگر ہمیں ایک ملین ڈالر مل جائے تو ہم مطمئن ہو جائیں اور خوش و خرم زندگی بسر کریں " لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے - اِتنی دولت جمع ہوجانے کے بعد بھی وہ خوشی محسوس نہیں کرینگے ' الا یہ کہ وہ یہ بھی سیکھ لیں کہ اپنی دولت کس طرح خرچ کرنی چاہیے؟

جب میں نے دولت جمع کرنی شروع کی ' تو ایک لمحہ کے لیے بھی مجھے یہ خیال نہیں گزرا تھا کہ میں عنقریب کروڑ پتی بن جاؤنگا - میرے خواب میں بھی یہ بات کبھی نہیں آئی تھی کہ ایک

افسانہ

غضبناک محبوبہ

L'ARRABIATA

پال ہیس کے قلم سے

پال ہیس Paul Heyse جرمنی کا مشہور و معروف شاعر اور افسانہ نگار ہے۔ ۱۹۱۴ء میں اُس نے انتقال کیا۔ اُس کے دیوان اور اُس کے افسانے اس قدر مقبول ہوئے ہیں کہ اُس کا نام غیر فانی ہو گیا ہے۔ ذیل میں اس کے ایک مقبول عام افسانہ کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ غالباً یہ دو نمبروں تک مسلسل شائع ہوتا رہے۔

پو پھٹ رہی تھی۔ آتش فشاں ویزو دیس کی چوٹی، سیاہ بادل میں چھپی تھی۔ اُس کے دامن شہر نابلی تک پھیلے ہوئے تھے۔ قرب و جوار کے گاؤں ابھی اندھیرے میں تھے۔ سمندر خاموش اور صاف تھا۔ خلیج سورنتو کے کناروں پر ماہی گیر اور اُن کی عورتیں اپنے روزمرہ کے کام شروع کر چکی تھیں۔ کوئی ہاتھ بھی خالی نہ تھا۔ بوڑھے اور بچے تک محنت کر رہے تھے۔

"ریشل!" ایک بڑھیا نے اپنی پوتی سے کہا "لے، پادری آ گیا۔ انطونیو، اُسے اپنی کشتی میں جزیرہ کاپری لے جائے گا۔ مگر ملاح کی آنکھیں نیند کے خمار سے اب تک بھاری ہو رہی ہیں"

سب لوگ، پادری کی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اُس کا چہرہ نورانی تھا۔ دائیں بائیں، سر کے اشارے سے، مسکراتے ہوئے، سب کا سلام قبول کیا اور اپنے کپڑے احتیاط سے سمیٹ کر کشتی میں بیٹھ گیا۔

"ہمارا پادری جزیرے میں کیوں جا رہا ہے؟" چھوٹی لڑکی نے اپنی دادی سے سوال کیا "کیا وہاں کوئی پادری نہیں ہے؟"

"تم ٹھیک کہتی ہو" دادی نے اپنا پوپلا منہ ہلا کر کہا "جزیرے میں بہت سے پادری ہیں۔ وہاں کے سے خوبصورت کنیسے دنیا بھر میں کہیں موجود نہیں۔ لیکن وہاں ایک امیر عورت بیمار ہے۔ ایک زمانے میں وہ یہاں رہتی تھی۔ اُس وقت بھی بیمار ہوئی تھی اور ہمارے اسی پادری کی دعا سے اچھی ہوئی تھی۔ اس خوشی میں اُس نے پادری کو، اُس کے کنیسے کو، اور یہاں کے فقیروں کو بہت کچھ دیا تھا۔ اب پھر اُس نے پادری بلایا ہے تاکہ دنیا چھوڑنے سے پہلے اس مقدس آدمی کے سامنے اعتراف گناہ کرلے۔ سچ یہ ہے کہ ہمارے پادری جیسا اچھا اس وقت کوئی پادری بھی نہیں ہے!"

یہ کہہ کر بڑھیا نے ایک مرتبہ پھر پادری کو سلام کیا، کیونکہ اُس کی کشتی اب روانہ ہونے کو تھی۔

"موسم کیسا ہے؟" پادری نے نابلی کی طرف نظر اُٹھا کر انطونیو ملاح سے کہا۔

"باپ! ابھی سورج نہیں نکلا" ملاح نے جواب دیا "یہ تمام بادل سورج نکلتے ہی چھٹ جائے گا"

"[illegible] [illegible] پہلے ہم نکل جائیں" پادری نے کہا۔ [illegible] انطونیو نے [illegible] [illegible] مگر وہ اپنا [illegible] [illegible] کی طرف غور سے دیکھنے لگا۔ سڑک پر کوئی آدمی تیزی سے بڑھا چلا آتا تھا اور ہاتھ ہلا کر اشارے کر رہا تھا۔

یہ دراصل ایک لڑکی تھی۔ اُس کی بغل میں ایک گٹھری دبی تھی۔ معمولی لباس پہنے تھی۔ ظاہری وضع، فقر و غربت کا پتہ دیتی تھی۔ اُس کے کالے بالوں کی لٹیں ہوا میں اُڑ رہی تھیں۔ انطونیو نے اُسے پہچان لیا۔

"انتظار کیا ہے؟" پادری نے سوال کیا۔

"ایک اور شخص بھی جزیرے جانا چاہتا ہے، بشرطیکہ آپ اجازت دیں" ملاح نے بہت کہا "ذرا بھی دیر نہ ہوگی۔ وہ ایک لڑکی ہے۔ ابھی پورے ۱۸ برس کی بھی نہیں ہے"

اب لڑکی سامنے تھی۔

"مسیلا!" پادری نے کہا "اُسے جزیرے میں کیا کام ہے؟"

انطونیو نے جواب میں اپنے شانے ہلا دیئے۔ لڑکی برابر تیزی سے بڑھی چلی آتی تھی۔ اُس کی نظریں کشتی پر لگی تھیں۔

"اخاہ! غضب ور پری! سلام!" بعض ماہی گیر اور ملاح چیخے۔

دوشیزہ نے حقارت کے ساتھ انھیں دیکھا۔ کسی کو کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس کی تیوری پر بل پڑے تھے۔ غصہ سے منہ تمتا رہا تھا۔ اگر پادری موجود نہ ہوتا تو ملاح اُسے مزید چھیڑتے۔

"صبح بخیر، مسیلا!" پادری نے کہا "کیسی ہو؟ ہمارے ساتھ جزیرے چلتی ہو؟"

"اگر مقدس باپ کی اجازت ہو" مسیلا نے ادب سے جواب دیا۔

"انطونیو سے اجازت لو" پادری نے کہا "کشتی اُسی کی ہے۔ ہر آدمی اپنا مالک ہے اور خدا سب آدمیوں کا مالک ہے"

"یہ میرے پاس چار پیسے موجود ہیں، اگر اتنا کرایہ کافی ہو" [illegible] نے انطونیو کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"تمہاری ضرورت مجھ سے زیادہ ہے" انطونیو نے جواب دیا اور نارنگی کی ٹوکریاں ہٹا کر جگہ بنانے لگا۔ وہ ان کو جزیرے میں بیچنے جا رہا تھا۔ کیونکہ صرف کشتی کے کرایہ سے گزر نہیں ہوتی تھی۔

"لیکن میں مفت نہیں جاؤں گی" مسیلا نے خفگی سے کہا۔ اُس کے چہرے اور کالی آنکھوں میں غصہ کی جھلک نمایاں تھی۔

"بیٹی! چلی آ!" پادری نے دوشیزہ سے شفقت کے لہجہ میں کہا "انطونیو اچھا لڑکا ہے۔ وہ تیرے تھوڑے سے پیسے لینا نہیں چاہتا" (انطونیو نے لڑکی کی طرف سہارا دینے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا) "دیکھ اُس نے تیرے لئے اپنی چادر بچھا دی ہے۔ سب جوان ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک لڑکی کے لئے اُتنا کرتے ہیں جتنا اپنے دس پادریوں کے لئے بھی نہیں کرتے۔ حالانکہ ہمیں" مقدس باپ "بھی کہتے ہیں۔ نہیں نہیں! انطونیو! معذرت کی ضرورت نہیں۔ میں تم سے ناخوش نہیں ہوں۔ خدا کی مشیت یہی ہے کہ ہر کوئی اپنے ہم جنس کی طرف جھکے!"

اب مسیلا کشتی میں آ چکی تھی۔ وہ پادری کے قریب بیٹھ گئی۔ لیکن انطونیو کی چادر دور ہٹا کے۔ انطونیو اس حرکت پر کچھ بڑبڑایا اور کشتی روانہ ہوئی۔

"اس گٹھری میں کیا ہے؟" پادری نے دوشیزہ سے پوچھا۔

اب سورج نمودار ہو رہا تھا۔ اُس کی روپہلی کرنیں ان مسافروں پر پڑ رہی تھیں۔

"ریشم، زربفت، اور روٹی" لڑکی نے جواب دیا "ریشم اور زربفت جزیرے میں بک جائے گا۔ روٹی میں کھاؤں گی"

"مجھے یاد پڑتا ہے تم نے کپڑا بننا بھی سیکھا تھا؟" پادری نے پھر سوال کیا۔

"ہاں۔ لیکن میری ماں کی بیماری مجھے گھر سے نکلنے نہیں دیتی کہ اس ہنر کی اچھی طرح مشق کروں۔ خود میرے پاس اتنا روپیہ نہیں کہ گھر میں بننے کا سامان جمع کروں" لڑکی نے حسرت سے جواب دیا۔

"اب اُس کا کیا حال ہے؟" پادری نے گہری ہمدردی سے کہا "آہ! بیچاری نے بڑی تکلیف اُٹھائی۔ پچھلی دفعہ جب میں نے دیکھا تھا تو ذرا اچھی تھی"

"یہ موسم ہمیشہ اُسے تکلیف دیتا ہے" لڑکی نے ناامیدی کے لہجہ میں جواب دیا۔

"دعا کر! بیٹی، دعا کر!" پادری نے زور دے کر کہا "کبھی نماز سے غافل نہ ہو۔ دعا سے باز نہ آ۔ شاید خدا سُن لے۔ نیک بن! نیک! تاکہ تیری دعائیں قبول ہوں"

مسیلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحہ کی خاموشی کے بعد پادری نے پھر کہا:

"مسیلا! میں نے ابھی سنا کہ ملاح تجھے 'غضبناک' کے لقب سے پکار رہے تھے۔ یہ کیوں؟ یہ لقب تو کسی دوشیزہ کے لئے کچھ اچھا لقب نہیں۔ تجھے حلیم اور خوش مزاج ہونا چاہیئے"

دوشیزہ کے کندنی چہرے پر غصے کے آثار ظاہر ہوئے۔ اُس کی آنکھیں تیزی سے چمکنے لگیں:

"وہ اسی طرح مجھے چڑھاتے ہیں" لڑکی نے خفگی سے کہا "وہ مجھے روز چھیڑتے ہیں کیونکہ میں اور لڑکیوں کی طرح گاتی، ناچتی، اور ان سے ہنسی مذاق نہیں کرتی ہوں۔ وہ میرے پیچھے کیوں پڑے ہیں؟ میں نے اُن کا کیا بگاڑا ہے؟"

"سچ ہے" پادری نے سنجیدہ ہو کر کہا "لیکن تمھیں بہرحال نرم ہونا چاہیئے۔ لوگوں کو ناچنے گانے دو، ورنہ زندگی ناقابل برداشت ہو جائے گی۔ میٹھی زبان میں بہت بھلائی ہے"

دوشیزہ نے اپنی لمبی کالی پلکیں جھکا دیں، گویا اپنی آنکھوں کا راز ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتی۔

پھر خاموشی چھا گئی۔ اب [illegible] افق میں سورج طلوع ہو چکا تھا۔ پہاڑوں کی چوٹیاں چمک اُٹھیں۔ سورنتو کی خلیج کے چاروں طرف سفید مکان نارنگی کے باغوں میں صاف نظر آ رہے تھے۔ [illegible] [illegible] کے [illegible] [illegible] کے چند [illegible] پڑے تھے۔

شکست سے بھی زیادہ بد تر ثابت ہوئے ہیں - لیکن اِس مرتبہ ہم نے اِس قدیم سنت پر عمل نہیں کیا - ہم فوراً اصلاحی اور تعمیری کوششوں میں لگ گئے - حالتِ امن میں ہماری مساعی ' حالتِ جنگ کی مساعی سے بھی کہیں زیادہ عظیم تھیں - ہم نے عزم بالجزم کر لیا تھا کہ اِس فتح مبین سے فائدہ اٹھائینگے اور اِسے ترکی قومیت کی تجدید کا سنگ بنیاد بنا دینگے - چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا !"

اِس کے بعد غازی نے اپنی جماعت کی کارگزاریاں بیان کی ہیں :

" جنگ آزادی سے ملک ایک عظیم اصول لے کر باہر نکلا - وہ اصول یہ تھا " سیادت بلا کسی قید و شرط کے صرف قوم ہی کی ہے " اِسی اصول کی بنا پر جمہوریت کا اعلان کیا گیا - اِسی اصول کی بنا پر منصب خلافت موقوف کیا گیا جو صدیوں سے ترکی قوم کے سر پر ناقابل برداشت بار تھا -: ہماری جمہوری جماعت کی رائے ہے کہ ہر اجنبی مداخلت سے جمہوریت کی حفاظت کرنا ترکی قومیت کے مستقبل کے لیے نا گزیر ہے - یہی سب سے بڑا وطنی فرض ہے - یہی قوم کی زندگی کی اصلی ضمانت ہے "

اِس کے بعد موصوف نے اُن حیرت انگیز ترقیوں کا ذکر کیا ہے جو اِس قلیل مدت میں اُن کی جماعت کے ہاتھوں ظاہر ہوئی ہیں - بالآخر پیغام اِس عبارت پر ختم ہوتا ہے :

" اِس زندگی میں میرا سب سے بڑا بھروسہ اور میری سب سے بڑی قوت یہ ہے کہ قوم مجھپر اعتماد کرتی ہے - یہی سبب ہے کہ میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد بھی یہی رہا ہے کہ اِس امانت کو زیادہ سے زیادہ مقدس سمجھوں اور بہتر سے بہتر طریقہ پر ادا کرنے کی کوشش کروں - اگر تم ہمارے نام زد کردہ اشخاص کو اپنی مجلس وطنی میں بھیجوگے ' تو ہم دو بارہ تمہاری خدمت کا موقعہ حاصل کر سکینگے - مجھے پورا یقین ہے کہ مستقبل میں ترکی جمہوریت اور ترکی قوم کی اور بھی زیادہ شاندار خدمتیں میں انجام دے سکتا ہوں - عنقریب ترکی کا مستقبل بہت ہی عظیم ہوگا ' کیونکہ اُس کے افراد پوری ہمت سے مستقبل کی تعمیر میں مصروف ہیں "

(مجلس وطنی کا انتخاب)

مجلس وطنی کے انتخابات ختم ہوگئے ہیں - ہر طرف سے خبریں آ رہی ہے کہ جمہوری یا کمالی جماعت کامیاب ہو رہی ہے - لیکن یہ کامیابی کوئی ایسی کامیابی نہیں ہے جسے انتخاب اور مقابلہ کی کامیابی سے تعبیر کیا جائے - کیونکہ اِس جماعت کے سوا کوئی دوسری جماعت ملک میں موجود ہی نہیں ہے - اور اگر ہے تو انتخاب میں شریک نہیں ہوئی ہے -

غازی مصطفی کمال کی جمہوری جماعت کی طرف سے ۳۱۶ - امیدوار کھڑے کیے گئے ہیں - اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے :

۴۹ - انتظامی آدمی ہیں - ۴۶ - کاشتکار ہیں - ۴۰ فوجی افسر ہیں - ۳۴ وکالت پیشہ ہیں - ۲۵ علمی آدمی ہیں - ۲۵ تاجر ہیں - ۲۳ اخبار نویس ہیں - ۲۳ ڈاکٹر ہیں - ۲۳ ماہر اقتصادیات ہیں - ۹ سیاسی ہیں - ۷ انجینیر ہیں - ۳ محکمۂ تار اور ڈاک کے آدمی ہیں - ۳ آلات سازی کے ماہر ہیں - ایک دوا ساز ہے -

اِس مرتبہ مخالفین سے میں کسی ایک شخص کو بھی اِس جماعت نے نامزد نہیں کیا - چنانچہ علی فؤاد پاشا ' طیار پاشا ' کاظم قرہ بکیر پاشا وغیرہ میں سے کوئی بھی انتخاب میں شریک نہیں ہے -

(تمام وزراء آستانہ میں)

اِس وقت تمام وزیر آستانہ ہی میں موجود ہیں - پرسوں غازی کی صدارت میں مجلس وزارت با ضابطہ منعقد ہوئی - جمہوری حکومت کی یہ پہلی مجلس سلاطین آل عثمان کے تاریخی محل ' طولمہ باغچہ میں جمع ہوئی اور مختلف مسائل پر غور کیا -

اِس واقعہ سے پھر لوگوں میں یہ افواہ پھیل رہی ہے کہ اگر پایۂ تخت انگورہ سے پوری طرح منتقل نہ ہوا ' تو بھی قسطنطنیہ کو ثانی پایۂ تخت ضرور بنا دیا جائیگا -

(غازی کے خلاف سازش)

اِس ہفتہ کا اہم واقعہ غازی مصطفی کمال پاشا کے قتل کی سازش ہے - اِس سازش میں چار آدمی گرفتار ہوئے ہیں - تین ارمنی ہیں - ایک ترک بتایا جاتا ہے - سازشیوں نے پولیس سے مقابلہ بھی کیا - ایک قتل ہوگیا - تین پکڑ لیے گئے - پولیس کا بھی ایک سپاہی قتل ہوا ہے -

مجرموں نے اقرار کیا ہے کہ حکومت یونان کے اشارے سے اُنھوں نے یہ ارادہ کیا تھا - تجویز یہ تھی کہ غازی موصوف جب انگورہ واپس جانے لگیں تو راستے میں اُنکی ریل ڈائنامیٹ سے اڑا دی جائے -

اِس خبر نے یہاں کی عام رائے میں سخت ہیجان پیدا کر دیا ہے - کیونکہ ترکی قوم ارمنیوں اور یونانیوں کی سازشوں سے بہت نقصان اٹھا چکی ہے - سعید حلیم پاشا وزیر اعظم ' غازی انور پاشا ' جمال پاشا ' طلعت پاشا ' کاظم بک وغیرہ ' ترکی کے ایسے فرزند تھے ' جنمیں سے ہر شخص اپنی جگہ دنیا کا بڑا آدمی شمار ہوتا تھا - مگر شقی ارمنیوں نے سب کو ایک ایک کرکے دھوکے سے قتل کر ڈالا ' اور ترکی کے دل پر ایسے زخم لگائے ' جو مدتوں مندمل نہ ہونگے -

اب اِن بد بختوں کی نظر غازی مصطفی کمال پاشا پر ہے جو اِس وقت ترکی قوم کی روح رواں ہیں -

الہلال کی تصاویر

افسوس ہے کہ دسہرہ کی تعطیل کے وجہ سے (جو کلکتہ میں پوجا کی تعطیل کہی جاتی ہے) وہ تصاویر طیار نہ ہوسکیں جنھیں الہلال کے صفحات میں درج کرنا تھا - اب اس کے سوا چارہ نہیں کہ اس کی تلافی آئندہ اشاعت میں کی جائے -

"تمھارے یہاں سیاح بہت آتے ہیں؟" شراب خانے کی مالکہ نے اس سے سوال کیا۔

"اس سال فصل بہت خراب تھی۔ اب آنا شروع ہوئے ہیں" انٹونیو نے جواب دیا۔

"ابھی موسم بہار بھی دیر میں آئے گا" شراب خانے کی مالکہ نے کہا

"تمھارے یہاں آمدنی اس جزیرے سے زیادہ ہے؟"

"پیٹ بھر روٹی بھی نہ ملتی، اگر یہ کشتی میرے پاس نہ ہوتی" انٹونیو نے خشکی سے جواب دیا "لیکن میرا چچا، نارنگی کے کئی باغوں کا مالک ہے وہ کہا کرتا ہے جب تک میں زندہ ہوں، تجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی میں کسی وقت بھی تجھے نہیں بھولوں گا!"

"اس مالدار چچا کے اولاد بھی ہے؟" عورت نے سوال کیا۔

"نہیں" انٹونیو نے کہا "اُسنے شادی ہی نہیں کی۔ وہ بحر کال میں رہکر بہت دولت جمع کرلی۔ وہ عنقریب ایک شکار خانہ بنانے والا ہے اُس کا انتظام میرے ہی ہاتھ میں ہوگا"

"انٹونیو! تم بڑے جوانمرد ہو" عورت نے خوشامد سے کہا۔

"زندگی سب کے لئے کٹھن ہے" نوجوان ملاح نے خانے کی مالکہ کی طرف باہر نکل کے پھر تمام راستے اور آسمان دیکھنے لگا۔ حالانکہ خوب جانتا تھا، موسم معلوم کرنے کے لئے ہر طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں!

"میں ایک اور بوتل لاتی ہوں" شراب فروش عورت نے کہا "تمھارا چچا تو دام ادا ہی کردے گا"

"نہیں" انٹونیو نے انکار کیا "پہلی ہی بوتل نے سر چکرا دیا ہے" وہ یہ کہنے ہی پایا تھا کہ کسی کی چاپ سنائی دی۔ نوجوان ملاح فوراً پہچان گیا۔ پاؤں کی اسی آواز کے لئے وہ دن بھر ہمہ تن گوش بنا رہا تھا — متدیلا سامنے کھڑی تھی۔

انٹونیو تیزی سے کھڑا ہو گیا:

"مجھے فوراً جانا ہے" اُسنے شراب خانے کی مالکہ سے کہا۔

چشم زدن میں وہ اپنی کشتی پر تھا۔ متدیلا، بدستور کھڑی تھی۔ کچھ متردد سی تھی۔ بالآخر اُسنے بھی شراب فروش عورت کو سلام کیا اور گھاٹ پر پہنچ گئی۔ وہ اب بھی چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ شاید کسی اور مسافر کو ساتھ لینے کا خیال کر رہی تھی۔ لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ سمندر ٹھنڈا تھا۔ ماہی گیر سب کے سب یا اپنے جال درست کرنے میں ایسے مصروف تھے کہ کسی نے توجہ نہ دی۔

انٹونیو، ایک لمحہ چپ کھڑا رہا۔ اُس کی آنکھیں غیر معمولی طور پر چمک رہی تھیں۔ آخر وہ کشتی سے کنارے آیا اور کچھ کہے بغیر متدیلا کو اس طرح گود میں اٹھا لیا گویا ایک چھوٹا سا بچہ ہو۔

متدیلا، کشتی کے بالکل آخر میں جا کر بیٹھی۔ اُسنے اپنا سر اس قدر جھکا لیا کہ صرف آدھا چہرہ دکھائی دیتا تھا۔ اُس کے بال ہوا میں اُڑ رہے تھے اور چشم و ابرو کو چھپا لیتے تھے۔ خوبصورت ناک کھڑی دکھائی دیتی تھی۔

وہ غیظ و غضب سے لبریز تھی!

سمندر میں کچھ دور چلنے کے بعد ڈوبتے ہوئے سورج کی تپش آسمان میں محسوس ہوئی۔ اُسنے گٹھری کھولی اور رومال نکالکر سر پر باندھ لیا۔ پھر روٹی کھانے لگی کیونکہ صبح سے بالکل بھوکی تھی۔

اب تک دونوں بالکل خاموش تھے۔ انٹونیو نے متدیلا کو روٹی کھاتے دیکھکر ٹوکری سے دو نارنگیاں نکال کر پیش کیں۔

"متدیلا" ملاح نے بڑی گرمجوشی سے کہا۔ "روٹی اس کے ساتھ کھاؤ۔ یہ نہ سمجھنا میں نے یہ نارنگیاں تمھارے لئے چھپا رکھی تھیں۔ یہ ٹوکری سے گر گئی تھیں۔ نکلتے ہی نظر آگئیں"

انٹونیو، اس وقت جھوٹ بول رہا تھا

"تم ہی کھاؤ" لڑکی نے غصہ سے کہا "میرے لئے روٹی کافی ہے"

"اس گرمی میں نارنگی اچھی ہوتی ہے، تم بہت چلکر آئی ہو" انٹونیو نے کہا۔

"میں پانی پی چکی ہوں" غصہ ور لڑکی نے خشکی سے جواب دیا۔

"خیر" ملاح نے کہا اور پھر خاموشی چھا گئی۔

اس وقت سمندر بالکل خاموش اور آئینہ کی طرح شفاف تھا ہر طرف سناٹا تھا، حتی کہ ساحل پر اڑنے والی چڑیاں بھی اس پر جلال منظر کے سامنے ساکت تھیں۔ صرف کشتی سے موجوں کے ٹکرانے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

"تم اپنی ماں کے لئے نارنگیاں لے جاسکتی ہو" انٹونیو نے سر نیچا کرکے کہا۔

"گھر میں نارنگیاں رکھی ہیں" لڑکی نے پھر خشکی سے جواب دیا "جب ختم ہو جائیں گی تو میں اور خرید سکتی ہوں"

"ٹھیک ہے" ملاح نے شرمندہ ہوکر کہا "لیکن یہ نارنگیاں میری طرف سے اپنی ماں کو دینا۔ میرا سلام کہدینا"

"وہ تمھیں نہیں جانتی" متدیلا نے جھنجھلا کر کہا۔

"تم میرا تعارف کرا دینا" انٹونیو نے پھر کہا۔

"میں بھی تمھیں نہیں جانتی" لڑکی کا صاف جواب تھا۔

یہ پہلا موقعہ نہ تھا کہ متدیلا نے ملاح سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک آرٹسٹ جو متدیلا کا عاشق (مصور) جب گاؤں میں آیا اور پہلی مرتبہ اس لڑکی کو دیکھا، تو مبہوت ہوکر اُس کے حسن و جمال کا نظارہ کرنے لگا۔ عین اُسی وقت انٹونیو اپنے دوستوں کے ساتھ فٹ بال کھیل رہا تھا۔ مصور اپنے خیالات میں محو تھا کہ انٹونیو نے جان بوجھ کر گیند ایسا مارا کہ فریب کے سر پر زور سے لگا۔ آرٹسٹ ہی نہیں بلکہ اُس مظلوم سے لڑنے کے لئے بھی آمادہ ہو گیا۔

کئی ہفتے بعد جب متدیلا نے شادی کی درخواست نامنظور کردی تو مصور نے جاتے وقت کہا "میں جانتا ہوں، اُس نوجوان کی وجہ سے تم مجھے سوکھا جواب دے رہی ہو" مگر متدیلا نے اُس وقت بھی یہی کہا:

"ہرگز نہیں، میں اُسے پہچانتی تک نہیں"

حالانکہ وہ گیند کے واقعہ سے واقف ہو چکی تھی اور انٹونیو کو پوری طرح جانتی تھی۔

آج اس وقت دونوں کشتی میں ہیں — تنہا ہیں — اس طرح بیٹھے ہیں گویا حریف ہیں — حالانکہ دونوں کے دل بری طرح دھڑک رہے ہیں!

انٹونیو، وہ ہمیشہ کا ہنس مکھ نوجوان، اس وقت، فرط تاثر سے سرخ ہو رہا ہے۔ بڑی ہی قوت سے کشتی کھے رہا تھا۔ پانی کے قطرے اُڑکر متدیلا پر گرتے تھے ساتھ ہی کچھ غصے میں بڑبڑا بھی رہا تھا۔

متدیلا اس طرح بیٹھی تھی گویا اُسے دیکھ ہی نہیں رہی ہے۔ بڑی بے پروائی سے کشتی کا کنارہ دیکھ رہی تھی اور ہاتھ نیچا کرکے پانی سے کھیلتی جاتی تھی۔ پھر اُسنے اپنے سر کا رومال کھول ڈالا۔ ایک ہاتھ سے بال درست کرنے اور دوسرے سے ٹھنڈے پانی سے تر کرنے لگی وہ اس انداز سے بیٹھی تھی، گویا کوئی دوسرا وہاں موجود ہی نہیں ہے۔

کشتی کھلے سمندر میں پہنچی۔ جزیرہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ [illegible] تا کجا بھی نظر نہ آتا تھا۔ قرب و جوار میں کوئی اور کشتی بھی دکھائی نہیں دیتی تھی۔

انٹونیو نے چاروں طرف دیکھا۔ اُس کے تیور ایسے ہو گئے گویا کوئی عزم مصمم کر چکا ہے۔ اُس کے رخسار کی سرخی غائب ہو گئی۔ زردی چھا گئی۔ اُسنے چپو ایک ٹانگ سے دبا کر اٹھا لئے۔

متدیلا نے اُسے دیکھا۔ بغیر کسی خوف، مگر پریشانی سے —

"اب فیصلہ ہونا چاہئے" انٹونیو یکایک چلایا۔ "یہ کھیل بہت ہو چکا تعجب ہے میں اب تک زندہ کیسے ہوں؟ تم کہتی ہو مجھے نہیں جانتی! حالانکہ اس تمام زمانے میں مجھے دیکھتی رہی ہو کہ پاگلوں کی طرح تمھارے پیچھے پیچھے پھرتا ہوں۔ میرا دل پھٹا جاتا ہے۔ اپنا دکھ کہنا چاہتا ہوں، مگر تم حقارت سے ہمیشہ بے پروائی دکھاتی ہو۔ گویا میں کوئی ہستی ہی نہیں رکھتا!"

"کیا؟" لڑکی نے پیشانی پر بل ڈالکر کہا "مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ ہاں میں سمجھتی تھی تم مجھ سے تعارف چاہتے ہو۔ لیکن میں بلا سبب لوگوں کی چہ میگوئیوں کا نشانہ بننا نہیں چاہتی تھی۔ خصوصاً جبکہ میں تمھیں اپنا شوہر بنانا نہیں چاہتی — نہ تمھیں، نہ کسی اور انسان کو"

"نہ کسی انسان کو!" انٹونیو نے دانت پیسکر کہا "تم ہرگز یہ نہیں کہہ سکتیں، صرف ابھی وقت کہہ رہی ہو، کیونکہ اُس مصور سے شادی پسند نہیں کی۔ لیکن تم ناسمجھ ہو۔ آج نہیں تو مستقبل میں تمھیں شادی کرنی ہی پڑے گی۔ مصور نہ سہی، کسی اور کو شوہر بناؤ گی"

"کون جانتا ہے؟" متدیلا نے سنجیدگی سے کہا "مستقبل کو کوئی نہیں جان سکتا۔ ممکن ہے میں اپنا خیال بدل دوں۔ لیکن تمھیں اس کی فکر کیوں ہے؟"

"مجھے فکر کیوں ہے؟" انٹونیو چلایا۔ بیچ کشتی میں کھڑا ہو گیا۔ کشتی دائیں بائیں جھکنے لگی "مجھے فکر کیوں ہے؟ یہ تم کہتی ہو؟ خوب جانتی ہو! میں قسم کھاکر کہتا ہوں جس شخص کو بھی مجھ پر ترجیح دو گی، اُس کی جان میرے ہاتھ سے جائے گی! میں برداشت نہیں کر سکتا! برداشت نہیں کر سکتا!"

"کیا؟" متدیلا نے پیشانی پر بل ڈالکر کہا "کیا میں تم سے کوئی وعدہ کر چکی ہوں؟ اگر تم پاگل ہو جاؤ تو میرا کیا قصور ہے؟ تمھیں مجھ پر کیا حق حاصل ہے؟"

"آہ! حق!" ملاح نے جوش سے چلانا چاہا مگر اُسے رونا آگیا۔ آواز رک گئی "بے شک میرا حق کہیں لکھا ہوا نہیں ہے۔ کسی حاکم نے لکھا نہیں ہے۔ کسی وکیل نے ثابت نہیں کیا ہے۔ کسی انسان نے جانا بھی نہیں ہے۔ لیکن میں محسوس کرتا ہوں، میں جانتا ہوں کہ تم پر میں حق رکھتا ہوں، ٹھیک اُسی طرح جس طرح آسمان (جنت) میں میرا حق ہے اگر میں سیدھا مرجاؤں۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں تمھیں کسی دوسرے شخص کے ساتھ گرجے میں جاتے دیکھوں گا اور خاموش رہوں گا؟ کیا میں برداشت کر سکتا ہوں کہ گاؤں کی لڑکیاں شانے ہلاکر میرا مذاق اڑائیں؟"

"جو جی چاہے کرو" لڑکی نے سکون سے جواب دیا۔ "میں تمھاری دھمکیوں سے ڈر نہیں سکتی۔ میں آزاد ہوں، جو میرے جی میں آئے گا، کروں گی"

انٹونیو غصے سے دیوانہ ہو گیا۔ اُس کا تمام بدن کانپنے لگا،

"پھر کبھی نہ کہنا" ملاح چلایا "میں وہ نہیں ہوں کہ تیری جیسی ایک لڑکی میری زندگی برباد کر ڈالے۔ تو اس وقت میرے بس میں ہے۔ اچھی طرح سمجھ لے۔ میرا حکم ماننا ہوگا!"

متدیلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن اُس کی آنکھیں غصہ سے لال ہو گئیں۔ اُسنے ملاح کو جرأت سے دیکھا:

"ہمت ہے تو مار ڈالو" اُسنے پورے سکون سے کہا۔

"جو کہتا ہوں، وہی کرتا ہوں" انٹونیو نے زور سے کہا، مگر اُس کی آواز بھرا گئی "یہاں سمندر کی تہ میں ہم دونوں کی جگہ ہے۔ معزز خاتون! میں اس سے باز نہیں رہ سکتا"

اُسنے یہ لفظ بڑی حسرت و تکلیف سے کہے۔ اُس کا چہرہ بالکل دیوانوں کا سا ہو گیا تھا:

"لیکن" اُسنے پھر کہا "ہمیں ساتھ ہی چلنا چاہئے۔ ابھی چلنا چاہئے۔ فوراً چلنا چاہئے" یہ کہکر وہ تیزی سے آگے بڑھا اور گویا

"متیلا!" پادری نے پھر گفتگو شروع کی۔ "تو بل سیتو کی بھی کچھ خبر ہے؟"

متیلا نے اپنے نازک ہونٹھ ہلا کر انکار کیا۔

"تمھاری تصویر آلڈ نا چاہتا تھا، تم نے انکار کیوں کیا؟" پادری نے پھر سوال کیا۔

"میری تصویر کیوں؟" دوشیزہ نے جھنجھلا کر جواب دیا "کیا مجھ سے زیادہ خوبصورت عورتیں موجود نہیں؟ کون جانتا ہے میری تصویر کا کیا کرتا؟ شاید جادو کر دیتا۔ مجھے تکلیف دیتا۔ قتل کر ڈالتا۔ میری ماں یہی کہتی تھی"

"ہش!" پادری نے خلوص سے کہا "فضول نہ بکو۔ کیا تم خدا کی امان میں نہیں ہو؟ کیا خدا کے حکم بغیر ایک تنکا بھی ہل سکتا ہے؟ کوئی انسان بھی تیرا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ پھر وہ تو تجھ پر عاشق تھا، وہ شادی کی درخواست کیوں کرتا؟"

لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا۔

"تم نے شادی کیوں نامنظور کی؟" نیک دل پادری نے سوال کیا "لوگ کہتے ہیں شریف و معقول آدمی تھا۔ تیری اور تیری ماں کی خبرگیری کرتا۔ ریشم بیچنے سے کہیں زیادہ تم فائدے میں رہتیں"

"ہم بالکل فقیر ہیں" لڑکی نے جلے تاثر سے جواب دیا "میری ماں مدت سے بیمار ہے۔ ہم اُس پر بوجھ ہوتے۔ پھر میں جرت والے کی بننے کے لائق نہیں ہوں۔ اپنے دوستوں کے سامنے وہ مجھے دیکھ کر ضرور شرمندہ ہوتا"

"کیا کہتی ہو؟" پادری نے خیرخواہی سے کہا "میں کہتا ہوں وہ بہت اچھا آدمی تھا۔ شاید تمھارے ساتھ سوڈنتو بھی میں نہ جاتا۔ ایسا شوہر ملنا مشکل ہے"

"میں شوہر نہیں چاہتی" متیلا نے بہت آہستہ مگر مضبوط لہجہ میں کہا۔ "میں کبھی شادی نہیں کروں گی!"

"کیا رہبانیت اختیار کرنے کا ارادہ ہے؟" پادری نے تعجب سے سوال کیا۔

دوشیزہ نے سر کے اشارے سے انکار کیا۔

"لوگ ٹھیک کہتے ہیں کہ تو ضدی ہے" پادری نے جوش سے کہا "تیری ہٹ بہت سخت ہے۔ ایک لمحہ کے لئے سوچ، تیری یہ ضد کتنی خطرناک ہے؟ یہ تیری مصیبت میں اضافہ کرنے والی ہے۔ تیری ماں کی بدنصیبی بڑھانے والی ہے۔ کیا تیرے پاس کوئی ایک وجہ بھی ہے کہ ایسے شریف آدمی کو رد کر دیتی ہو؟ جواب دے"

"میرے پاس وجہ ہے" متیلا نے دبی زبان سے کہا "مگر میں بیان نہیں کروں گی"

"بیان نہیں کروں گی!" پادری نے خفا ہو کر اُس کا جملہ دہرایا "مجھ سے بیان نہیں کرو گی؟ میں جو تیرا پادری ہوں۔ تو خوب جانتی ہے میں تیرا خیرخواہ ہوں۔ کیا یہ صحیح نہیں؟"

متیلا نے سر ہلا کر اقرار کیا۔

"تو اپنا راز مجھ پر ظاہر کر" پادری نے شفقت سے کہا "اگر وجہ ٹھیک ہوگی تو میں سب سے پہلے تائید کروں گا۔ تم ابھی بہت کم عمر ہو اس دنیا سے بالکل بے خبر ہو۔ ایک زمانہ آئے گا جب یہ نقصان عمر کھو دینے پر افسوس کرو گی۔ معلوم ہوتا ہے، خدا نے رحم کھا کر اس شخص کو تمھارے گھر بھیجا تھا"

متیلا نے شرائی ہوئی نظریں اُٹھائیں اور کشتی کے سرے پر کچھ دیکھنے لگی جہاں انطونیو کی نگاہیں دور اُفق پر جمی تھیں اور اپنے خیالات میں غرق تھا۔ پادری نے دوشیزہ کو بغور دیکھا۔ اپنا کان اُس کے قریب کر دیا۔ "آپ میرے باپ کو نہیں جانتے" لڑکی نے سرگوشی سے پادری کے کان میں کہا۔

"تیرا باپ؟" پادری چلا اٹھا "کیوں نہیں؟ تو ابھی دس برس کی بھی نہ تھی کہ خدا نے اُسے بلا لیا۔ آسمان کی بادشاہت میں اُس سے جگہ ملے! اپنی اس ضد میں تو اُس کا ذکر کیوں کرتی ہے؟"

"آپ نہیں جانتے" لڑکی نے زور دے کر کہا "آپ کو نہیں معلوم میری ماں کی تمام بیماری کا وہی اکیلا سبب ہے"

"کیونکر؟" پادری نے تعجب سے سوال کیا۔

"اپنی بے رحمی سے" متیلا نے فوراً جواب دیا "آخری وقت تک میری ماں کو مارتا رہا۔ مجھے وہ راتیں اب تک یاد ہیں۔ وہ ایک عجیب جنون کی حالت میں گھر آتا تھا۔ میری ماں ایک لفظ بھی نہیں کہتی تھی۔ مگر وہ مارنا شروع کر دیتا تھا۔ آہ! میرا دل اب بھی رنجیدہ ہوتا ہے۔ اس وقت میں اپنا منہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیتی تھی اور تڑپتی تھی لیکن اندھی اندھی رہتی۔ وہ میری ماں کو لاتیں مارتے مارتے قریب بیہوش ہو کر گر پڑتی تھی۔ وہ اُسے دیر تک غور سے دیکھتا۔ کچھ نہیں معلوم اُس کے دل میں کیا خیال پیدا ہوتا کہ دوڑ کر اُسے اُٹھا لیتا اور سینے سے لگا کر پیار کرنے لگتا۔ اتنے زور سے دباتا تھا کہ اُس کے منہ سے چیخ نکل جاتی تھی۔ لیکن اس تمام ظلم پر بھی میری ماں کبھی خفا نہ ہوتی۔ بلکہ مجھے بھی منع کرتی رہتی تھی کہ کسی سے اس کا ذکر نہ کروں۔ میری ماں کو اُس سے بڑی محبت تھی۔ اس آتی زندگی میں وہ اُسی کا ذکر کرتی تھی۔ جب سے وہ مرا ہے، یہ بھی بیمار ہو گئی ہے۔ اُسے فراموش کئے جاتی ہے۔ اگر مر گئی۔ خدانخواستہ۔ تو میں جانتی ہوں اُس کا قاتل کون ہے"

پادری سنائے میں رہ گیا۔ تعجب سے سر ہلانے لگا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا اس عجیب لڑکی کو کیونکر قائل کرے۔

"اپنے باپ کو معاف کر دو" بالآخر پادری نے کہا "اُسی طرح معاف کرو، جس طرح تمھاری ماں نے معاف کر دیا ہے۔ پرانی باتوں کی تکلیف دہ یاد دور کرو۔ مستقبل میں تمھارے اچھے دن آئیں گے اور تمام مصیبتیں بھلا دیں گے"

"نہیں، نہیں!" متیلا نے جوش سے کہا "میں کبھی نہیں بھول سکتی، یہی وجہ ہے کہ میں نے عمر بھر کنواری رہنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ ہرگز کسی مرد کی کنیز نہیں بنوں گی۔ یہ مرد پہلے دیوتے ہیں، پھر پیار کرتے ہیں۔ لیکن میرے ساتھ کوئی یہ حرکت نہیں کر سکتا۔ مجھ سے جو مرد بھی محبت کی درخواست کرے گا، اُس کا منہ توڑ دوں گی۔ لیکن میری ماں بالکل بے بس تھی۔ وہ مار کا مقابلہ کر سکتی تھی، نہ پیار کا۔ وہ اُس سے محبت کرتی تھی۔ میں ہرگز کسی مرد سے محبت نہیں کروں گی"

"تم بالکل بچہ ہو" پادری نے مسکرا کر کہا "دنیا کو کچھ بھی نہیں جانتی، اسی لئے بچوں کی سی باتیں کرتی ہو۔ کیا سب مرد تمھارے باپ جیسے ہیں؟ کیا تم نے کبھی کوئی اچھا آدمی نہیں دیکھا؟ کیا دنیا میں ایسی خوش نصیب بیویاں نہیں ہیں جو اپنے شوہروں کے ساتھ عیش و آرام سے رہتی ہیں؟"

"کچھ ہو" متیلا نے زور دے کر کہا "میرے ماں باپ کا حال کوئی نہیں جانتا۔ میری ماں مر جانا پسند کرتی تھی مگر اس کی شکایت پسند نہیں کرتی تھی۔ یہ صرف محبت کی وجہ سے۔ اگر محبت یہی ہے اگر محبت زبان کو گونگی کر دیتی ہے، اگر محبت ایسی ہی سخت مصیبت لاتی ہے تو میں ہرگز ہرگز کبھی مرد سے محبت نہیں کروں گی"

"میں کہتا ہوں تم ایک بچے سے کچھ زیادہ نہیں" پادری نے کہا "تم بے سمجھی باتیں کرتی ہو۔ جب وقت آ جائے گا، تمھارا دل تم سے نہیں پوچھے گا۔ تم محبت کی زنجیر میں اپنی مرضی کے خلاف جکڑ دی جاؤ گی"

متیلا خاموش رہی۔

"کیا تمھارے خیال میں یہ مصور بھی سنگدل تھا؟" پادری نے پھر سوال کیا۔

"اُس کی نظریں بالکل ویسی ہی تھیں جیسی میرے باپ کی ہو جایا کرتی تھیں جب وہ میری ماں کی خوشامد کرتا تھا۔ میں وہ نظریں خوب پہچانتی ہوں۔ ایک مرد اس طرح کی نظروں سے دیکھتا بھی ہے، اور پھر عین اسی وقت اپنی بے خطا بیوی کی مار کے ادھ موا بھی کر سکتا ہے۔ مجھے ایسی نظروں سے بڑا ہی ڈر لگتا ہے"

متیلا اب بالکل چپ ہو گئی۔ پادری نے بھی اُسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ اُس کے ذہن میں اب بہت سی معقول دلیلیں آ گئی تھیں مگر وہ چپ ہی رہا کیونکہ نوجوان ملاح کا چہرہ یہ گفتگو سن کر غصہ سے لال ہو رہا تھا۔

دو گھنٹے کے سفر کے بعد کشتی جزیرے کے گھاٹ پر پہنچ گئی۔ انطونیو نے پادری کو گود میں اُٹھا لیا اور گھٹنوں گھٹنوں پانی میں چل کر اُسے خشکی پر اُتار دیا۔ لیکن متیلا نے اُس کا انتظار نہیں کیا۔ اُس نے ایک ہاتھ میں اپنی گٹھڑی اُٹھا لی۔ دوسرے میں اپنی قبائی اور گھٹنوں تک کپڑے اُٹھا، ساحل پر پہنچ گئی۔

"میں یہاں کچھ مدت ٹھہروں گا" پادری انطونیو سے کہہ رہا تھا "انتظار کی ضرورت نہیں۔ شاید میں کل سے پہلے نہ لوٹ سکوں گا۔ متیلا! (دوشیزہ کی طرف مخاطب ہو کر) گھر لوٹ کر اپنی ماں کو سلام کہہ دینا۔ اسی ہفتہ میں ملاقات کو آؤں گا۔ کیا رات سے پہلے واپس جاؤ گی؟"

"اگر ممکن ہوا" لڑکی نے اپنے کپڑے ٹھیک کرتے ہوئے مختصر جواب دیا۔

اب انطونیو بولا:

"لیکن مجھے لوٹنا ضرور ہے" اُس نے مضطرب آواز سے کہا "تاہم میں شام تک انتظار کروں گا۔ اگر آپ نہ آئے ــــ میرے لئے برابر ہے"

"متیلا!" پادری نے کہا "تم ضرور واپس چلنا۔ رات بھر ماں کو اکیلا چھوڑنا مناسب نہیں"

متیلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ آگے بڑھی۔ پادری کا ہاتھ چوما اور اس طرح سلام کیا کہ ملاح بھی اُس کا مخاطب تھا لیکن انطونیو نے اُس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ ٹوپی اُٹھا کر صرف پادری کو تعظیم دی۔ دونوں دو مختلف راستوں پر روانہ ہو گئے۔ انطونیو تھوڑی دیر تک پادری کو دیکھتا رہا۔ پھر متیلا پر نظر جما دی، جو دھوپ سے بچنے کے لئے آنکھوں پر ہاتھ رکھے چلی جا رہی تھی۔ راستہ کی موڑ پر پہنچ کے متیلا ٹھہری اور بلندی پر سے گھوم کر پیچھے دیکھنے لگی۔ اُس کے سامنے خاموش سمندر نیلگوں فرش بچھائے پھیلا ہوا تھا۔ صبح کے سورج کی دلفریب شعاعیں اُس کی سطح پر لوٹ رہی تھیں۔ آسمان صاف شفاف تھا۔ واقعی منظر شاعرانہ اور جذبات انگیز تھا۔ لیکن قسمت کا کرشمہ دیکھو ــــ متیلا کی نظریں اُٹھتے ہی انطونیو کی جھکیلی نظروں سے جا لڑیں۔ دونوں گھبرا سے گئے۔ بیک وقت دونوں میں ایک ایسی جنبش ہوئی گویا اُنھوں نے کوئی غلطی کی ہو اور اُسے چھپانا چاہتے ہیں!

متیلا تیزی سے مڑی اور نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

ــــ (۲) ــــ

انطونیو کو ماہی گیروں کے شراب خانے میں بیٹھے کئی گھنٹے ہو گئے۔ وہ از حد مشغول معلوم ہوتا تھا۔ بار بار اٹھتا تھا اور تمام راستوں پر نظر ڈال کے لوٹ آتا تھا۔

موسم میں تبدیلی شروع ہو گئی۔ وہ خیال کرنے لگا اگر رات سے پہلے موسم بدل گیا تو وہ جلد واپسی پر مجبور ہو گا۔

بصائر و حکم

عالم انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

اکابر تاریخ اسلام کے مختصر وفیات

ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

وفات کے قریب آپنے اپنی وصیت لکھوائی اور حضرت عثمان اور ایک انصاری کے ہاتھ مسجد میں بھیج دی تاکہ مسلمانوں کو سُنا دی جائے۔ وصیت حسب ذیل تھی:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ ابوبکر بن ابی قحافہ کی وصیت ہے جبکہ وہ دنیا سے رخصت ہو رہا تھا اور آخرت میں داخل ہو رہا تھا۔ یہ ایسے وقت کی وصیت ہے جبکہ منکر ایمان لے آتا، فاجر بدبختی میں پڑتا، اور جھوٹا بھی سچ بولنے لگتا ہے۔ میں نے تم پر عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا ہے۔ اگر وہ عدل کرے اور تقویٰ برتے، تو اُس کی بابت میرا یہی گمان اور یہی امید ہے۔ لیکن اگر وہ بدل جائے، تو میں نے تو صرف بھلائی چاہی ہے۔ غیب کا علم، خدا کے سوا کسی کو نہیں"

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے "میرے والد مرض موت کے آخری دنوں میں بے ہوش ہو گئے۔ میری زبان سے بے اختیار نکل گیا "افسوس، میرے باپ کو سخت بیماری لاحق ہو گئی ہے" اتنے میں ان کی آنکھ کھل گئی تو فرمایا "نہیں، یہ بیماری نہیں ہے، وہ چیز ہے جس کی بنسبت خدا نے فرمایا ہے وجاءت سکرۃ الموت بالحق، ذلک ما کنت منہ تحید۔ پھر پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا؟ میں نے عرض کیا، تین کپڑوں میں! پھر پوچھا، انہوں نے کس دن وفات پائی تھی؟ عرض کیا۔ پیر کے دن۔ پوچھا، آج کونسا دن ہے؟ میں نے کہا پیر کا دن ہے۔ فرمایا: میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ آج رات اور دن کے درمیان میری موت واقع ہو جائے۔ پھر اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا اور کہا: دو مزید کپڑے ملا کر اسی میں مجھے کفنا دینا۔ میں نے کہا۔ یہ تو پرانا ہے۔ فرمایا: الحی احوج الی الجدید من المیت انما ہو للمھنۃ والصدید۔ زندہ انسان بمقابلہ مردہ کے نئے کپڑے کا زیادہ حاجت مند ہے۔ اور کفن تو پیم اور خون کے لئے ہے!

جب وفات ہوئی تو یہ دعا ورد زبان تھی: توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین! خدایا! اس حالت میں موت دے کہ مسلم ہوں، یعنی تیرا فرمانبردار ہوں، اور ایسا کر کہ صالح انسانوں کے ساتھ میرا شمول ہو!

تاریخ وفات ۱۳ھ ([illegible]ء)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت اپنے صاحبزادے عبداللہ سے فرمایا:

"میرا چہرہ زمین پر رکھدے، شاید خدا مجھ پر مہربان ہو جائے اور رحم کرے!"

آخری کلمہ وصیت اہل ذمہ یعنے غیر مسلم رعایا کی نسبت تھا:

"میں اپنے جانشین کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ غیر مسلم رعایا کے لئے اللہ اور اُس کے رسول کی ذمہ داری یاد رکھے۔ اُن سے جو اقرار کئے گئے ہیں، ہمیشہ پورے کئے جائیں، آگے بڑھ کر اُن کے دشمنوں سے حفاظت کی جائے، اُن پر کبھی سختی نہ کی جائے"

تاریخ وفات ۲۳ھ ([illegible]ء)

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

جب قتل کا یقین ہو گیا تو حضرت علی کو خط لکھا:

"سیلاب چوٹی تک پہنچ گیا۔ معاملہ حد سے تجاوز کر گیا۔ خط دیکھتے ہی میرے پاس آؤ۔ موافقت میں یا مخالفت میں؟"

خط کے آخر میں یہ شعر لکھا:

فان کنت ماکولا فکن خیر آکل ۔۔۔ والا فادرکنی ولما امزق

(اگر میرے لئے یہی صورت لکھی ہے کہ میں کسی کا نوالہ بنوں تو سب سے بہتر کھانے والے تم بنو۔ ورنہ میرے ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے پہلے مجھ تک پہنچو!)

۳۵ھ ([illegible]ء) میں شہید ہوئے

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت بہت حسرت ظاہر کرنے لگے۔ لوگوں نے کہا "اے ابو عبدالرحمٰن آپ کو کس چیز پر افسوس ہے؟ جواب دیا میں دنیا پر افسوس نہیں کرتا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک وصیت کی تھی۔ فرمایا تھا "تمہارے پاس مسافر کے زادراہ بھر سامان ہونا چاہئے" میں ڈرتا ہوں، ہم نے اس وصیت پر عمل نہیں کیا۔ کیونکہ میرے گرد یہ چیزیں جمع ہیں"

یہ کہہ کر گھر کے سامان کی طرف اشارہ کیا۔ دیکھا گیا تو گھر میں کل سامان، ایک تلوار، ایک طشت، ایک پیالہ تھا!

۳۶ھ ([illegible]ء) میں انتقال ہوا

امام حسن علیہ السلام

وفات کے وقت بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا شروع کیا۔ ایک صاحبزادے نے عرض کیا "آپ بھی دنیا پر افسوس کرتے ہیں؟" فرمایا "فرزند! دنیا پر نہیں، خود اپنے نفس پر افسوس کرتا ہوں، کیونکہ اُس جیسی کوئی چیز مجھے کبھی نہیں ملی!"

۵۰ھ ([illegible]ء) میں انتقال کیا

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت رونے لگے۔ سبب پوچھا گیا۔ کہا:

"اس لئے روتا ہوں کہ سفر بہت دراز ہے، زادراہ بہت کم ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ نہیں معلوم جنت میں مقام ہوگا یا دوزخ میں؟"

۵۹ھ ([illegible]ء) میں فوت ہوئے

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت اپنی اولاد سے کہا "میری وصیت کون قبول کرے گا؟" بڑے نے کہا "میں" کہنے لگے "میرا قرضہ ادا کرنا ہوگا" پوچھا "کتنا ہے؟" کہا "۸۰ ہزار دینار!" پوچھا "کیوں لیا تھا؟" جواب دیا:

"دو قسم کے آدمیوں کی ضرورتیں پوری کرنے میں: شریف النفس غریبوں کی۔ اور حیا سے سوال نہ کرسکنے والوں کی۔ یہ مجبور ہو کر آتے تھے۔ مگر شرم سے مانگ نہ سکتے تھے۔ فرط حیا سے چہرہ سُرخ ہو جاتا تھا۔ میں سوال سے پہلے ہی انہیں دے دیتا تھا"

۵۹ھ ([illegible]ء) میں فوت ہوئے۔

سعید بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

بڑے خوددار اور بلند ہمت تھے۔ مرض الموت میں مشورہ دیا گیا "بیمار، کراہنے سے راحت پاتا اور طبیب سے اپنی حالت بیان کرنے سے مطمئن ہوتا ہے"

کہنے لگے "کراہنا، بزدلی ہے، عیب ہے۔ خدا ہرگز میرا کراہنا نہیں سُنے گا تاکہ اُس کے حضور بزدل نہ ٹھہروں۔ رہا طبیب، تو واللہ، خدا کے سوا کسی کو بھی اپنے اختیار نہیں دوں گا۔ خدا چاہے تو مجھے رکھے، چاہے اُٹھا لے!"

ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ

فالج میں مبتلا ہوئے۔ کہا گیا، "دعا کیوں نہیں کرتے؟" جواب دیا "میں دعا کا فائدہ جانتا ہوں، مگر نہ مریض بچے نہ زندہ رہنے والا طبیب پھر دعا کیوں کروں؟"

[illegible]ھ ([illegible]ء) میں وفات پائی

معاویہ بن یزید بن معاویہ

وفات کے وقت مشورہ دیا گیا "اپنے خاندان میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیے"

جواب دیا "میں نے خلافت سے زندگی میں فائدہ نہیں اُٹھایا تو مرنے کے بعد اس کا بوجھ کیوں اُٹھاؤں؟ یہ نہیں ہو سکتا کہ بنی امیہ اُس کی شیرینی لیں اور میرے حصے میں تلخی آئے"

۶۴ھ ([illegible]ء) میں وفات پائی

(بقیہ مضمون صفحہ [illegible])

کو اُٹھا لینا چاہا۔ مگر ذرا ہی اُس تیزی سے اپنا داہنا ہاتھ ہٹا لے پیچھے ہٹ گیا۔ اُس کے ہاتھ سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔ تھوما نے اُسے پوری قوت سے کاٹ کھایا تھا۔

"ہا! ہا!" سوریا قہقہہ مار کر ہنسی:

"مجھے تیرا حکم ماننا پڑے گا؟" وہ جوش سے چلائی "میں تیری لونڈی ہوں؟"

یہ کہہ کر وہ خود سمندر میں پھاند پڑی۔ ملاح کی نظروں میں پانی میں گئی پھر نمودار ہوئی۔ اُس کے کپڑے جسم سے چپٹ گئے تھے۔ بال کھل گئے تھے۔ بڑی طاقت و جسامت سے تیر رہی تھی۔ اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ کشتی سے دور ہونے لگی۔ ساحل کی طرف جانے لگی۔

مفلوج تک پہنچی۔

قرآت ختم ہونے پر اُن میں سے ایک نے اور بھی زیادہ خوش الحانی مگر عجمیت کے ساتھ ایک دعا مانگی۔ اسمیں سلطان محمد فاتح کا ذکر تھا جو اس مسجد کا گویا بانی ہے۔ نیز ایک اور سلطان کا بھی نام لیا مگر ہم سمجھ نہ سکے۔

ترک خطیب

اب خطیب منبر پہ کھڑا ہوا خطبہ دیا۔ یہ خطبہ عربی زبان میں تھا مگر اس کا لہجہ ہم عربوں کے لئے ناقابل فہم تھا۔ ہم خطبہ کا صرف پہلا جملہ سمجھ سکے جو یہ تھا۔ "الحمد للہ، الحمد للہ، الحمد للہ الذی انعم علی المؤمنین بختم القرآن"

خطیب نے خطبے کے آخر میں "جیوش المسلمین وعساکر الموحدین" کے لئے دعا کی اور ترکی جمہوریت کے بقا و دوام کی التجا پر خطبہ ختم کیا۔

ترک نمازی

ترک نمازیوں کے آداب دیکھ کر میں بہت متأثر ہوا۔ نہایت ہی عقیدت واحترام کے ساتھ صفوں میں بیٹھے تھے۔ از حد خشوع وخضوع، اُن پر طاری تھا، حالانکہ وہ خطبہ، وتلاوت میں سے ایک لفظ بھی نہیں سمجھتے تھے۔ مجھے اعتراف کرنا پڑا کہ یہ بہادر قوم، اپنے ایمان میں ہنا یت راسخ ہے۔ لباس اور وضع قطع میں کتنی ہی تبدیلی ہو جائے، مگر اس کے ایمان میں کوئی تزلزل نہیں ہو سکتا۔ درحقیقت یہ قوم، تمام مسلمانوں کے لئے قابل فخر ہے۔

نمازی عورتیں

مسجد کے آخری حصہ میں عورتوں کے لئے ایک جگہ خاص کر دی گئی ہے یہ جگہ بھی بھری ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ بوڑھی عورتیں ہی نماز کی طرف زیادہ راغب ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان میں اکثر عورتیں بوڑھی تھیں۔ شاید تجدید صوفیہ ایسی ہی نمازی عورتیں اپنے معبد میں دیکھنا پسند کرتی ہو!

مسجد میں عربی تحریریں

اوپر کہہ چکا ہوں کہ مسیحی نقوش کی جگہ جا بجا قرآنی آیتیں اور عربی عبارتیں لکھ دی گئی ہیں۔ چنانچہ درمیانی قبہ کے مرکز کے گرد یہ آیت خط ثلث میں کندہ ہے۔ "اللہ نور السموات والارض، مثل نورہ کمشکاۃ فیہا مصباح، المصباح فی زجاجۃ، الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ"

محراب میں یہ آیت لکھی ہے۔ "فاسجدوا واعبدوا" (؟)

دیواروں پر جا بجا "اللہ، محمد، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسن، حسین (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے اسمائے گرامی مرتسم ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی تختیاں آویزاں ہیں، ان میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اور بہت سی عربی نصیحتیں لکھی ہیں۔

یہ تمام کتبے، فن خطاطی کے اعلیٰ ترین نمونے ہیں۔ شاید ہی کہیں اُن کی نظیر مل سکے۔

ایک عجیب وصف

ایا صوفیہ کی عمارت میں یہ عجیب ہندسی وصف موجود ہے کہ آواز کتنی ہی آہستہ بلند ہو، اُس کی بازگشت خوب بلند اور بالکل صاف ہوتی ہے۔ چنانچہ امام کے پورے خطبے کی بازگشت دور دور سے صاف سنائی دیتی تھی۔ یہ وصف ہم نے کبھی دوسری عمارت میں نہیں دیکھا۔

ایا صوفیہ کو کنیسہ بنانے کی برطانی کوشش

ایا صوفیہ کو دوبارہ کنیسا بنا دینے کی کوشش لیب محنت سے کی گئی مگر سب سے زیادہ خطرناک اور آخری کوشش اُس وقت کی گئی تھی جب جنگ عمومی کے بعد اتحادیوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ مسجد کے بالکل قریب اب تک دو چوبی فوجی بارکیں موجود ہیں۔ خالی اور بہار ڈیڑھی پیاں وضع سے برطانی فوجوں کی معلوم ہوتی ہیں۔ یہ انہیں دیکھ کر مجھے تعجب ہو رہا تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ مکان اس غرض سے بنائے گئے تھے کہ ان میں انگریز سپاہی رہیں گے، تاکہ مسجد میں نمازیوں کو داخل ہونے سے باز رکھیں۔ اس وقت اتحادیوں نے یہ مجنونانہ فیصلہ کر لیا تھا اور ایا صوفیہ میں ناقوس کا اعلان کرنا چاہتے تھے۔ مگر یہ وقت ترکوں کو خبر لگ گئی۔ اُن کے کئی ہزار آدمی مسجد میں جمع ہو گئے اور طے کر لیا کہ موت سے پہلے ایا صوفیہ کو گرجا بنے نہیں دیں گے۔ انکے ارادے کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی اور عام شورش کا سامان ہونے لگا۔ اتحادی ڈر گئے اور اپنا فیصلہ کسی دوسرے مناسب وقت کے لئے ملتوی کر دیا۔ انہیں یقین تھا، سال دو سال بعد پھر موقع پا جائیں گے کہ یہ کارروائی کر سکیں گے۔ مگر مشیت الٰہی اس کے خلاف تھی۔ اتحادیوں کو نامراد قسطنطنیہ خالی کر دینا پڑا۔ ایا صوفیہ آج تک مسجد ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ مسجد رہے گی۔

دلآزار مذہبی تحریریں اور مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزائے قتل

ایک خط کے جواب میں

الاعتصام نمبر ۱۳ میں۔ ایک عزیز طالب حق کی جو مراسلت درج کی گئی تھی، افسوس ہے کہ پے در پے سفر اور علالت طبع کی وجہ سے اس کی طرف متوجہ ہونے کی مہلت نہیں ملی۔ اب اس کے لئے وقت نکال سکا ہوں۔

مذہب اور پیروان مذہب

میرا خطاب عزیز موصوف سے ہے۔

افسوس ہے، اس خط میں آپنے اپنے جو تاثرات ظاہر کیے ہیں وہ اُسی اصلی غلطی کا نتیجہ ہیں جس سے پرہیز کرنے کا آپنے ارادہ کیا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب آپ پہلے پہل مجھ سے ملے، اور اپنے دل کے شکوک و اضطراب مجھ پر ظاہر کیے، تو میں نے بعض مقدمات آپکے ذہن نشین کرنے چاہے تھے۔ میں نے کہا تھا کہ یہ وہ بنیادی مقدمات ہیں جن کے بغیر آپ طلب حقیقت کی راہ میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکتا۔ منجملہ اُن مقدمات کے ایک مقدمہ یہ تھا کہ مذہب اور پیروان مذہب کا امتیاز ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔ یہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ ایک چیز نہیں ہے۔ مذہب کے بارے میں ہماری دو تہائی مایوسیاں صرف اسی غلطی کا نتیجہ ہوتی ہیں کہ ہم بسا اوقات ان دونوں کا صدی امتیاز بھول جاتے ہیں۔ میں سب سے پہلی بات جو آپکے علم میں لانی چاہتا ہوں یہ ہے کہ آپنے جستجوئے حقیقت میں ایک بنیادی صداقت معلوم کی تھی اور اب اس کا سررشتہ آپکے ہاتھ سے چھوٹا جا رہا ہے اور افسوس ہے کہ آپ متنبہ نہیں ہیں۔

آپ لکھتے ہیں "ایک بڑی مشکل ہم لوگوں کی راہ میں یہ ہے کہ آپ جیسے بزرگ اسلام کی تعلیم اور اسپرٹ جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، وہ جب ہم مسلمانوں کی تعلیم میں ڈھونڈی جاتی ہے تو نہ صرف یہ کہ نہیں ملتی بلکہ ایسی باتیں سامنے آتی ہیں کہ کوئی انصاف پسند دماغ شک و شبہ کے طوفان سے محفوظ نہیں رہ سکتا" سوال یہ ہے کہ اسلام کی جو تعلیم آپکے علم میں آئی ہے، اگر فی الحقیقت آپ مطمئن ہو گئے ہیں کہ وہ اسلام کی تعلیم ہے، تو پھر آپ دوسرے "مسلمانوں" کی تعلیم میں اُسے ڈھونڈھنا کیوں چاہتے ہیں؟ آپ کو "اسلام" کی تعلیم کی تلاش ہے یا "مسلمانوں" کی تعلیم کی؟ یقیناً یہ دونوں چیزیں ایک نہیں ہو سکتیں۔ ایک چیز تعلیم بحیثیت تعلیم کے ہے اور ایک چیز اُسکے پیروؤں کا فہم وعمل ہے۔

اگر آپ کو اسلام کی تعلیم کی جستجو ہے، تو وہ دنیا کی ہر تعلیمی حقیقت کی طرح صرف اپنے حقیقی سرچشمہ ہی میں ڈھونڈھی جا سکتی ہے، نہ کہ انسانوں کی تعلیم میں، اگرچہ وہ انسان اپنے اعتقاد میں مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر آپکی اُس سرچشمہ تک رسائی ہو گئی ہے (اور کم از کم میرا آپ کی نسبت یہ خیال ہے کہ آپ کو اس کا اعتراف ہے) تو اسکے یہ معنی ہیں کہ آپ اسلام کی تعلیم معلوم کرنے کے لئے خود اسلام تک پہنچ گئے ہیں، اور اس صورت میں آپکے لئے صرف یہی رہ جاتا ہے کہ خود اسلام سے اسلام معلوم کریں، اور جب معلوم ہو گیا تو جہاں تک اسلامی تعلیم کا تعلق ہے، آپکی جستجو ختم ہو جائے۔ بلاشبہ آپ کے لئے یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ زندگی میں اُس کا عمل تلاش کریں۔ لیکن "عمل" تلاش کریں۔ یہ نہیں کہ مسلمانوں کے عمل کو "اسلام" کی تعلیم قرار دے دیں۔ اگر مسلمانوں کی زندگی میں آپ کو اُس کا عمل نظر نہ آئے، تو آپ یہ رائے قائم کرنی چاہیے کہ اسلام کی تعلیم پر دنیا کی مسلمان نامی جماعت عمل نہیں کر رہی ہے۔ یہ نظر آئے تو افسوس کرنا چاہیے اور سمجھ لینا چاہیے کہ دنیا کی عالمگیر گمراہیوں میں سے ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ مسلمان نامی جماعت بھی اسلام کی تعلیمات پر عامل نہیں۔ میں نہیں سمجھتا یہ عقلی اور سچا طریقہ چھوڑ کر آپنے غلط فہمی اور کج اندیشی کی راہ کیوں اختیار کی؟ جہاں آپکو "عمل" دیکھنا چاہیے، وہاں آپ "تعلیم" ڈھونڈھتے ہیں، اور جہاں سے "تعلیم" کی حقیقت کا سراغ مل سکتا ہے، اسے آپنے پیچھے چھوڑ دیتے ہیں؟

عزیز من! میری وہ بات یاد کیجئے جو میں نے بار بار آپکے ذہن نشین کرنی چاہی تھی: دنیا کی کوئی تعلیمی صداقت بھی ایسی نہیں ہے جسکے پیروؤں کا فہم و عمل حجت قرار دے کر ہم حقیقت کی طرف قدم بڑھا سکتے ہوں، مذہب کو چھوڑئیے۔ دنیوی اور مادی علم و صناعت کا کوئی محدود سے محدود گوشہ لیجئے۔ کیا اس طریقہ سے ہم ان گوشوں میں بھی حقیقت کی طرف قدم اُٹھا سکتے ہیں؟ جب دنیا کے ایک معمولی مصنف یا مالک کی کتاب کے لئے لاکھوں کروڑوں انسانوں کا فہم وادعا کچھ مفید نہیں ہو سکتا، اگر کوئی ایسی بات بیان کی جائے جو خود اُس کتاب میں موجود نہ ہو، تو مذاہب عالم کے لئے جن پر انسانی فہم واستعداد کے تغیرات و حوادث کی صدیاں گزر چکی ہیں اور لاکھوں کروڑوں افراد کے احوال و ظروف بہ نسلاً بعد نسل اُن کے تعلیمی حقائق متاثر ہو چکے ہیں، کیونکر کسی فرد یا جماعت کا فہم وعمل حجت ہو سکتا ہے؟

سیروا فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم

(۳۰ : ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

قدیم قسطنطنیہ پر ایک جدید نظر!

(مصر کے اہلِ قلم استاذ مرسی محمود کے قلم سے)

مسجد ایا صوفیہ

سیاحانِ عالم نے ہمیشہ اعتراف کیا ہے کہ ایا صوفیہ کے مشاہدے سے جو تحیر، معنوی جلال و جمال کی جو عظمت انسان کے دل و دماغ کو مسخر کر لیتی ہے، وہ دنیا کی کسی موجودہ عمارت میں نہیں پائی جاتی۔ لندن کے ویسٹ منسٹر کے باغیچوں، وینس کے کنیسے، ایتھنز کے کریول، اقصر کے معبد، کرنک کا محل، کوئی بھی اس نوعیت کی تاثیر نہیں رکھتا، جو ایا صوفیہ کے گنبد میں ہے۔ میں نے جلیل القدر توتاخ آمن کی لاش اُس کے پُرشوکت مقبرے میں دیکھی ہے، وہ مقبرہ جس کے اکتشاف نے دنیا بھر کے اعصاب ہلا دیئے ہیں۔ لیکن میرے دل پر وہ اثر نہیں پڑا جو کل ایا صوفیہ کے مشاہدے سے محسوس ہوا تھا اور جو شاید زندگی بھر محسوس ہوتا رہے گا!

کنیسۂ ایا صوفیہ، اب مسجد ایا صوفیہ بن گیا ہے۔ یہی بہتر اور مناسب بھی تھا کیونکہ قدیسہ صوفیہ جس کے نام پر یہ عمارت بنائی گئی ہے، عرفان و معارف کے اعتبار سے ایک مستقل معبد بننے کی مستحق نہیں ہے۔

(بقیہ مضمون ص [illegible])

دنیا میرے قدموں کے نیچے آ جائے تو بھی میں اُسے لینے والا نہیں کیونکہ میں ہمیشہ اسی دن سے ڈرتا رہا ہوں جو آج درپیش ہے۔

سنہ [illegible] میں انتقال کیا

سیبویہ امام نحو

مشہور نحوی سیبویہ نے وفات کے وقت یہ شعر پڑھا:

یؤمّل دنیا لتبقی لہ — فمات المؤمل قبل الامل

آرزو کرنے والے نے آرزو کی کہ دنیا ہمیشہ باقی رہے۔ لیکن آرزو سے پہلے ہی آرزو کرنے والا مر گیا۔

یہ کہہ کر بیہوش ہو گئے۔ سر بھائی کے زانو پر تھا وہ رونے لگے۔ انھوں نے آنکھ کھول دی۔ اُن کے آنسو دیکھ کر کہا:

وکنا جمیعا فرّق الدہر بیننا — الی الامد الاقصی فمن یأمن الدہرا

ہم سب ساتھ تھے، زمانے نے ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا۔ پس زمانہ پر کون بھروسہ کر سکتا ہے؟

سنہ [illegible] میں وفات پائی۔

یہ عظیم کنیسا، جسے کوسٹینیان نے شہیدۂ قدیسہ صوفیہ کی یادگار بنانے کے لئے تعمیر کیا تھا، اور جسے عظیم اسلامی بادشاہ محمد ثانی نے مسجد بنا دیا، صدیوں پر صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اپنے سبھی مظاہر و خصوصیات برقرار رکھے ہوئے ہے۔ ابتک یہ گویا کنیسا ہے۔ اُس کی صلیبی شکل بدستور قائم ہے۔ اُس کے مختلف حصے، جن کی ترتیب و تنسیق میں صلیبی شکل مدنظر رکھی گئی ہے، ابتک اپنی صلیبی ہیئت پر باقی ہیں۔ اُس کے ستون ابتک کوسٹینیان اور اُس کی ملکہ کے نشان وفاداری کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ اُس کے اندر دونوں پہلوؤں میں بپتسمہ دینے کے حوض اب تک موجود ہیں۔ یہ سنگِ مرمر کے ہیں۔ اُن کی شکل مرتبانی ہے۔ ان میں اب نمازی عورتیں وضو کرتی ہیں۔ اُس کی دیواروں پر مقدس نقوش بھی ابتک نظر آتے ہیں، اگرچہ ترکوں نے انھیں محو کرنے کی کوشش کی تھی۔ حضرت مریم (علیہا السلام) کی تصویر آج بھی اپنی موثر آنکھوں سے نمازیوں کو عقیدت سے دیکھنے کے لئے موجود ہے۔ ترکوں نے اُس کا معصومانہ نقش مٹانے کی کوشش کی کیونکہ اسلام کی عبادت گاہ اس نشانِ شرک کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی، مگر کسی طرح نہ مٹ سکا۔ شاید یہ اُس کا معجزہ ہو کہ وہ ایک ایسے تاریک حصے میں ہے جہاں سے وہ سب کو دیکھتی ہے، مگر اُسے سب دیکھ نہیں سکتے!

یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس کی محراب — حالانکہ وہ کنیسا تھی — بغیر کسی ترمیم کے مسجد کی محراب بن گئی۔ کیونکہ ٹھیک قبلہ کی سمت میں واقع تھی۔ یہی سبب ہے کہ نماز میں ہم اپنے آپ کو ایسے رنگین شیشوں کے سامنے پاتے ہیں جو صرف کنیسوں ہی میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ ہماری نگاہ جدھر اٹھے گی، آیاتِ قرآن اور عربی عبارتیں نظر آئیں گی، مگر ہم یہی محسوس کریں گے کہ مسجد میں نہیں، کسی کنیسے میں ہیں، کیونکہ ایا صوفیہ کی عیسائیت ابتک بالکل [illegible] ہی کی ہے۔

اس محراب کے قریب، جو صلیب کا سر پیش کرتی ہے، سنگِ مرمر کا منبر ابتک قائم ہے جس پر مسیحی خطیب کھڑا ہوتا تھا۔ اسی کے بالمقابل ایک اور منبر بنایا گیا ہے۔ اس پر اسلامی خطیب کھڑا ہوتا ہے۔ یہ دونوں منبر گویا تاریخ کے دو علم ہیں اور کبھی محو ہونے والے نہیں!

مسجد کے ساتوں فوّاروں پر [illegible] عظیم الشان [illegible]

کے پھاٹک معلوم ہوتے ہیں۔ ہر پھاٹک کی فولادی چادر پر صلیب بنی ہے۔ ترک فاتحوں نے اُس کا افقی خط مٹا دیا ہے۔ لیکن طولی خط آج تک ویسا ہی موجود ہے جیسا قدیم عہد میں تھا۔

میں زیادہ تفصیل کرنی نہیں چاہتا۔ کیونکہ بے فائدہ ہے۔ کتنی ہی کوشش کروں، قارئین، اصلیت کا عشر عشیر بھی تصور نہ کر سکیں گے۔ مختصر یہ ہے کہ سابق کا یہ کنیسا اور حال کی مسجد، ایک ایسی عمارت ہے جس سے زیادہ خوبصورت اور شاندار عمارت، انسانی آنکھ اس سطحِ زمین پر کہیں نہیں دیکھ سکتی!

بازیلیک

ایا صوفیہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کا ہم نے ارادہ کیا۔ لیکن مسجد میں جانے سے پہلے بازیلیک میں داخل ہوئے۔ بازیلیک، ایا صوفیہ کے قریب واقع ہے۔ یہ دراصل زمین کے نیچے ایک بہت بڑا حوض یا رومانی وضع کا تالاب ہے۔ تقریباً ۳۳۶ ستونوں پر قائم ہے۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ دشمن کے محاصرے کے وقت اس میں پانی محفوظ رکھا جائے، تاکہ شہر پیاس سے ہلاک نہ ہو جائے۔ یہ تالاب، ایک سرنگ کے ذریعہ [illegible] سے ملا دیا گیا ہے اور آسانی سے آمد و رفت ممکن ہے۔

ایا صوفیہ میں نماز جمعہ

بازیلیک کی سیر سے فارغ ہو کر ہم نماز جمعہ کے لئے روانہ ہوئے۔ ہمیں یہ دیکھنے کا از حد شوق تھا کہ ترکی کے موجودہ اجتماعی انقلاب کے بعد ہیٹ پوش ترک نماز پڑھتے ہیں یا نہیں؟ اگر پڑھتے ہیں تو ہیٹ کے ساتھ کیونکر پڑھتے ہیں؟

لیکن مسجد میں داخل ہوتے ہی ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ ہم نے دیکھا، مسجد نمازیوں سے لبریز ہے۔ جب کبھی ایا صوفیہ کی بابت کہا جائے کہ لبریز ہے، تو سمجھ لینا چاہئے کہ ہزارہا آدمی اُس میں موجود ہیں۔ ممکن ہے ۱۰ ہزار ہوں۔ ممکن ہے بیس ہزار ہوں۔ ممکن ہے ۵۰ ہزار ہوں۔ تعداد کا صحیح اندازہ کون کر سکتا ہے؟

یہ دیکھ کر ہمیں اور بھی تعجب ہوا کہ سب ہیٹ پہنے ہیں۔ اُس وقت پتا معلوم ہوا کہ ترکوں نے جو ہیٹ پہنی ہے، وہ یورپین ہیٹ نہیں ہے۔ ترکوں نے اُسے بھی ایا صوفیہ کی طرح مسلمان کر لیا ہے۔ یہ ہیٹ، مسجد میں بھی اُنکے سروں پر موجود تھی۔ اور اللہ کی عبادت سے روک نہیں سکتی تھی۔

ابھی ہماری حیرت بدستور باقی تھی۔ ہم سوچتے تھے، اس ہیٹ کے ساتھ لوگ نماز کیسے پڑھیں گے؟ لیکن ہم نے دیکھا، جو آدمی نماز کے لئے اٹھتا ہے، ہیٹ اپنے سامنے رکھ لیتا ہے اور جیب سے معمولی کپڑے کی ٹوپی نکال کر پہن لیتا ہے۔ بہت سے ایسے بھی تھے جن کے پاس خاص ٹوپیاں نہ تھیں۔ وہ رومال سر پر باندھ لیتے تھے۔ خود ہم نے بھی اسی طرح نماز پڑھی۔ بعض ایسے بھی تھے جو نرم ہیٹ پہنے تھے۔ انھوں نے نماز کے وقت اپنی ٹوپیاں گھما دیں۔ یعنی کنارا پیچھے کر دیا اور لپٹ کنارا سامنے، تاکہ رب العالمین کے حضور اپنا ماتھا زمین پر رکھ سکیں!

ترک قاری

ہم اسلامی اور مسیحی دونوں منبروں کے مابین بیٹھے۔ ہم سے کچھ فاصلہ پر سنگِ مرمر کے ۴ بلند پایوں پر ایک وسیع جگہ تھی۔ اُس پر چار ترک قاری بیٹھے خوش الحانی سے قرآن پڑھ رہے تھے۔ ہر قاری ایک ایک گوشہ میں تھا۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں تلاوت کرتے تھے۔ ترتیب یہ تھی کہ پہلے ایک قاری پڑھتا۔ پھر اُسی کا اعادہ باری باری باقی تینوں قاری کرتے تھے۔ آخر میں سب ملکر کہتے "سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الٰہ الا اللہ، واللہ اکبر"۔

میں نے اپنے عرب رفقاء کا امتحان لینا چاہا۔ اُن سے پوچھا یہ لوگ کون سورتیں پڑھ رہے ہیں؟ مگر وہ جواب نہ دے سکے۔ لیکن ہمیں بالآخر معلوم ہو گیا کہ وہ سورۂ الم نشرح اور اُس کے بعد کی سورتیں پڑھ رہے تھے۔ آخر میں انھوں نے سورۂ فاتحہ تلاوت کی۔ پھر سورۂ بقرہ کی

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دیدئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہو گئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ –۱۲ (منیجر الہلال کلکتہ)

طریق جدل اور طریق ہدایت

معلوم نہیں آپکو وہ بات کبھی یاد رہی یا نہیں جو میں نے گذشتہ سال آپکے ذہن نشین کرنی چاہی تھی۔ اِس راہ میں بحث و جستجو کے ہمیشہ سے دو طریقے رہے ہیں۔ ایک طریقہ وہ ہے جسے قرآن نے اپنی زبان میں جدل کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ دوسرا طریقہ وہ ہے جسے "ہدایت" کے لفظ سے پکارا ہے۔ "جدل" کے معنی لڑنے جھگڑنے کے۔ "ہدایت" کے معنی سیدھی اور سچی راہ اختیار کرنے کے۔

وہ تمام لوگ جو حقیقت و صداقت کے متلاشی نہیں ہوتے بلکہ کسی خاص خیال اور جذبہ سے اپنی کوئی بات منوانی اور دوسرے کی کوئی بات گرا دینی چاہتے ہیں، طریق جدل پر عامل ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپکو کتنا ہی حق کا طالب ظاہر کریں، لیکن فی الحقیقت وہ حق کے نہیں اپنی ہوا و نفس کے مطیع ہوتے ہیں۔ وہ سچائی کے متلاشی نہیں ہوتے کہ ہر موقعہ پر اُس کے ظہور و علم کے منتظر رہیں۔ وہ محض اپنے کسی ٹھہرائے ہوئے خیال اور اعتقاد کے پُجاری ہوتے ہیں، اور اِس لئے ہمیشہ اِسی ڈھونڈھ میں لگے رہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اپنی بات منوا دیں۔ مذہب عالم کے پُرجوش حامیوں، مذہبی مجالس کے زبان دراز مناظروں اور مذہبی بحث و نظر کے بنائے ہوئے نام نہاد علوم میں سترس رکھنے والوں کا غالب حصہ اِسی طریق جدل کی پیداوار ہے۔

لیکن دوسرا طریقہ طریق "ہدایت" ہے۔ یہ اُن لوگوں کی راہ ہے جو سچ مچ کو سچائی اور حقیقت کے متلاشی ہوتے ہیں، اور منوانے کے لئے نہیں، ماننے کے لئے قدم بڑھاتے ہیں۔ وہ نہ تو کوئی خاص فریقانہ جذبہ رکھتے ہیں، نہ کوئی خاص فریقانہ دعویٰ۔ نہ تو اُنھیں کسی خیال اور رائے کی برتری ثابت کر دینے کی ضد ہوتی ہے، نہ کسی خاص خیال اور رائے کو زک دینے کا جوش۔ اُن کی طلب، اُن کی جستجو، اُن کا اعتقاد، اُن کا مشرب، اُن کا حلقہ، اُن کی تمام کد و کاوش کی غرض و غایت، صرف یہی ہوتی ہے کہ حق کی تلاش کی جائے، اور جب مل جائے تو اُسے پہچان لیا جائے۔ اِس طریقہ کے رہرو کی ہر بات پچھلے طریقہ سے مختلف ہوتی ہے کیونکہ مقصد اور نظر و فکر کی روح میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ طریق جدل پر چلنے والے سچائی کے نہیں بلکہ سچائی کے نام پر جھگڑنے کے شائق ہوتے ہیں۔ اِس لئے اُن کی ہر بات میں ایک جھگڑالو اور کج بحث دماغ کی روح پائی جاتی ہے۔ لیکن طریق ہدایت کا پیرو کسی حال میں بھی جھگڑالو اور کج بحث نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اُس کی روح طلب حق کی روح ہوتی ہے، اور حق کی طلب اور اُس کی معرفت کا عشق کبھی بحث و نزاع کی نفس پرستیوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ فی الحقیقت اِن دونوں طریقوں میں نہ صرف اختلاف ہے بلکہ صریح تضاد ہے۔ پہلے کا نتیجہ یہ ہے کہ حق کی طلب و معرفت کی استعداد ہی طبیعت انسانی میں باقی نہیں رہتی۔ دوسرے کا نتیجہ یہ ہے کہ صرف حق ہی کی طلب و معرفت کا استغراق باقی رہ جاتا ہے۔ نفس و ہوس کی تمام غفلتیں اور خود پرستیاں معدوم ہو جاتی ہیں۔

جدل یا ہدایت؟

میں نے پہلے بھی کہا تھا، اور اب پھر آپکو توجہ دلاتا ہوں کہ اگر سفر کا عزم ہے تو کیوں پہلے ہی سے اپنی گمرہی کا بھی فیصلہ کرلیں؟ کیوں نہ قدم بڑھانے سے پہلے سوچ سمجھ لیں کہ ہمیں کونسی راہ اختیار کرنی ہے؟ راہیں یہاں دو ہی ہیں۔ ایک وہ جسے قرآن نے اپنی بولی میں "جدل" کہا ہے۔ دوسری وہ جسے "ہدایت" سے تعبیر کیا ہے۔ اگر "جدل" کا شوق ہے، تو واقعہ یہ ہے کہ آج دنیا کے پرستارانِ مذاہب میں نناوے فیصدی انسان اِسی راہ پر گامزن ہیں۔ آپ بھی اِس بھیڑ میں شامل ہو جائیے۔ لیکن اگر حق کی طلب اور سچائی کی لگن ہے، تو پھر ضروری ہے کہ دوسری راہ اختیار کی جائے۔ لیکن دوسری راہ اختیار کرنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ زبان سے اِس کا دعویٰ کیا جائے۔ جہاں تک دعوے کا تعلق ہے، کوئی سخت سے سخت مجادل (جھگڑالو) انسان بھی اِس دعوے سے دست بردار ہونا پسند نہیں کرے گا۔ چاہئے کہ سچ مچ کو جدل و نزاع کی جگہ سچائی کے ایک سچے اور بے نفس متلاشی کی روح آپکے اندر پیدا ہو جائے۔ اِس صورت میں آپکے بحث و مطالعہ کا انداز ہی دوسرا ہو جائے گا۔ جو چیزیں بقول آپکے آج "شک و شبہ کا طوفان" آپکے اندر پیدا کر دیتی ہیں، اُس حالت میں آپکے لئے مزید یقین کا پیغام اور معرفت حق کا وسیلہ بن جائیں گی!

مذاہب عالم بہ اعتبار حفظ و عمل

اگر ایک شخص "مجادل" نہیں بلکہ طریق "ہدایت" پر عامل ہے، تو وہ بغیر کسی بحث و اختلاف کے تسلیم کرے گا کہ آج جس قدر مذاہب دنیا میں موجود ہیں، تعلیمی مصادر کے لحاظ سے اُنھیں تین قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) وہ نہایت قدیم مذاہب جن پر امتدادِ زمانہ سے انقلاب حالت کے ایسے دَور گزر چکے ہیں کہ اب اُنھیں اُن کی حقیقی صورت و حالت میں معلوم کرنا نہایت دشوار ہو گیا ہے۔ اُن کی تعلیم کے مصادر محفوظ نہیں ہیں۔ اُنکی حقیقی تعلیمی روح یکقلم منقلب ہو گئی ہے، اُنکے پیرؤں کی عملی زندگی میں حقیقت کا اب کوئی سراغ نہیں لگایا جا سکتا۔

کسی چیز کی اصلیت و حقیقت معلوم کرنے کے لئے دو طرح کی شہادتیں مل سکتی ہیں: اندرونی اور بیرونی۔ دونوں کا مطلب واضح و معلوم ہے۔ حاجت تشریح نہیں۔ اِس قسم کے مذاہب کی حقیقی تعلیم معلوم کرنے کے لئے ہم اُن کی اندرونی شہادتوں پر قناعت نہیں کر سکتے، کیونکہ انقلابِ حالت کی وجہ سے اُن کے پیرؤں کی علمی و عملی زندگی اِس درجہ بدل چکی ہے کہ اُس سے حقیقت کی شہادت ملنا متوقع نہیں۔ طالبِ حقیقت کے لئے ضروری ہے کہ وہ بیرونی شہادتوں کی جستجو کرے۔ اگر کوئی ایسی شہادت مل جائے تو اُس کی روشنی میں اُن کی اندرونی حالت پر نظر ڈالے۔

(۲) دوسری قسم اُن مذاہب کی نظر آئے گی جن کی عمر پہلی قسم کے مذاہب سے کم ہے، اور جنھیں نسبتہً اپنی تعلیم کی اشاعت و توسیع کے لئے بہتر زمانہ حاصل ہوا تھا۔ اِس لئے اگرچہ اُن پر بھی انقلابِ حالت کے وہ تمام دَور گزر چکے ہیں جو اصلیت کو محرّف اور مبدّل کر دیتے ہیں اور عملی روح یکقلم مفقود ہو جاتی ہے، تاہم اُن کی تعلیم کے بنیادی سرچشمے ایک حد تک ضرور موجود ہیں کہ ایک طالب حق اُن سے اندرونی شہادت حاصل کر سکتا ہے، اور تغیر و تحریف کے بے شمار پردے پڑ جانے پر بھی اصلیت کی جھلک نظر آ جاتی ہے۔

البتہ یہ اندرونی شہادت اِس درجہ واضح اور قطعی نہیں ہے کہ بیرونی شہادتوں کی ضرورت نہ ہو۔ ضروری ہے کہ کوئی مضبوط شہادت باہر سے بھی حاصل کی جا سکے، ورنہ حقیقت کا قابلِ یقین فیصلہ نہیں ہو سکے گا۔

(۳) اگر ہم نے صحت نظر کے ساتھ اِن دونوں قسموں پر نظر ڈال لی ہے، تو ضروری ہے کہ ایک تیسری اور آخری قسم بھی سامنے آ جائے۔ یہ وہ قسم ہے جس کا ظہور دنیا کے تمدن و علوم کی اشاعت و تنظیم کے زمانے میں ہوا، اور اِس لئے ایسے وسائل اُسکے لئے بہم ہو گئے کہ تعلیمی مصادر کے تلف ہونے یا کمی بیشی سے محرّف ہو جانے کا کوئی کھٹکا باقی نہیں رہا۔ جس طرح آس زمانے میں جبکہ اُس کا نیا نیا ظہور ہوا تھا، اُس کی تعلیم اپنی حقیقی صورت و حالت میں دیکھی جا سکتی تھی، ٹھیک اُسی طرح آج بھی ہر آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ البتہ انقلابِ حالت کے وہ تمام دَور جو بحیثیت مجموعی علمی و عملی زندگی پر گزرا کرتے ہیں، اُس پر بھی گزرے، نتیجہ یہ نکلا کہ اُس کے علم و عمل کی روح بہت کچھ متغیر ہو گئی۔ یہاں تک کہ اُس کی حقیقی تعلیم کے مقابلہ میں، اُسکے پیرؤں کی عملی ذہنیت نے بحیثیت مجموعی ایک [illegible] پیدا کر لی۔ تاہم ایک جویائے حقیقت کے لئے اضطراب و تشکیک [illegible] کی کوئی وجہ نہیں، کیونکہ اُسکے تمام تعلیمی مصادر اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں، اور وہ اِس قدر واضح، اِس قدر مختصر، اِس قدر سہل الحصول ہیں کہ ہر طالب حقیقت طلب و معرفت کا ایک قدم بڑھا کر اُن تک پہنچ جا سکتا ہے، اور جیسی کچھ بھی اصلیت ہے اُس کے سامنے روشن ہو جا سکتی ہے۔

چونکہ اِس آخری قسم کے تمام تعلیمی مصادر محفوظ، مدوّن، اور ہر انسان کے دسترس میں ہیں، اِس لئے اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے کسی بیرونی شہادت کی ضرورت نہیں۔ یہ صرف اپنی اندرونی شہادت ہی سے پہچانی جا سکتی اور پرکھی جا سکتی ہے۔

بلاشبہ اُس کی عملی روح امتدادِ زمانہ کے موثرات و عوامل سے متاثر ہو چکی ہے، اور اِس لئے "تعلیم" اور "عمل" دو مختلف چیزیں ہو گئی ہیں تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُسکی عملیت کی بنیادیں پچھلی دو قسموں کی طرح منہدم ہو گئیں۔ ایک جویائے حقیقت معلوم کر لے سکتا ہے کہ امتدادِ زمانہ کے یہ تمام تغیرات سطح سے نیچے نہیں اُتر سکے ہیں۔ بنیادیں بدستور قائم ہیں۔

مذاہب عالم میں ہندوستان اور ایران کے قدیم مذاہب پہلی قسم میں داخل ہیں۔ یہودی اور مسیحی مذاہب دوسری قسم میں۔ تیسری قسم سے مقصود اسلام ہے۔

جویائے حقیقت کا فرض

اگر ایک شخص کی راہ وہ راہ نہیں ہے جسے "جدل" سے تعبیر کیا گیا ہے تو وہ مذاہبِ عالم کی اِس صورتِ حال کے اعتراف میں ہرگز تامّل نہیں کریگا، اور اِس لئے "تعلیم" اور "عمل" کا اختلاف، یا حقیقی تعلیم اور غیر حقیقی تعلیم کی موجودگی کبھی اُس کے لئے "شک و شبہ کا طوفان" پیدا نہیں کر سکے گی۔ وہ دُنیا کی زیادہ سے زیادہ واضح حقیقتوں کی طرح دیکھے گا کہ پیروانِ مذاہب کا موجودہ عمل و فہم اُن مذاہب کی حقیقی تعلیم کے لئے حجت نہیں ہو سکتا اور یہ ناگزیر ہے کہ جماعت، عمل، اور شخصی تربیت سے بے اثر ہو کر صرف مذہب اور اُس کی "تعلیم" پر اعتماد کریں۔ ورنہ یا تو ہمیں یکقلم مذاہب کے برخلاف فیصلہ کرنا پڑے گا، یا فریقانہ تعصب و انکار میں مبتلا ہو جائیں گے، اور اِس طرح فہم حقیقت و اعتدالِ رائے کی راہیں ہم پر بند ہو جائیں گی۔

جہاں تک اِسلام کا تعلق ہے، شاید ہی دُنیا میں کسی تعلیم کی حقیقت و اصلیت کا ادراک اِسقدر آسان اور سہل ہو، جسقدر اسلام کا ہے۔ اوّل یہ کہ اُس کی تعلیمی اصل اِس طرح محفوظ اور مرتب دنیا کے ہر انسان کے دسترس میں ہے، کہ بغیر کسی علمی تحقیق و کاوش کے ہر شخص حاصل کر لے سکتا ہے اور اُس کے مطالب سے واقف ہو جا سکتا ہے۔ ثانیاً اُس کے تمام مصادر اِس طرح مسلّم اور طے شدہ ہیں کہ اِس بارے میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں۔ ثالثاً تعلیمی مصادر کی جتنی بھی مقدار ہے، بہت مختصر ہے۔ اتنی مختصر ہے کہ اگر ایک معمولی درجہ کا تعلیم یافتہ انسان چاہے تو ایک دن کے اندر معلوم کر لے سکتا ہے کہ اسلام کے تعلیمی مصادر کے مطالب کیا کیا ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب ایک تعلیم اِس درجہ واضح اور سہل ہمارے سامنے موجود ہو، تو کیا کسی انصاف پسند "غیر مجادل" انسان کے لئے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ اُس کے فہم کے لئے خود اُس پر اعتماد نہ کرے، اور اگر اُس کی تعلیم میں اور بعض انسانوں کے فہم میں اختلاف واقع ہو جائے، تو اپنے آپ کو "شک و شبہ کے طوفان" کے حوالے کر دے؟

یہاں تک میں نے صرف اصولی بحث کی ہے۔ اب مجھے آپکے بعض تأثرات اور پیش کردہ سوالات کا جواب دینا چاہیئے۔

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دست طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور ان کے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ، جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شائع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شائع ہوا کرتی ہے

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسی

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزے

اس سلسله میں هم نے اماسین کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے آردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اسوۂ حسنه ـــ امام ابن قیم کي فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا آردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ڈھائي روپیه -

کتاب الوسیله ـــ لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد ڈھائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ـــ انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۂ الکوثر ـــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا آردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی ـــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چھه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ـــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا آردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه ـــ في العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے آردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهـــلال بك ايجنسی

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھیں اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اس لئے اس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں - اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اس کي جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - ان کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو انہیں دوبارہ چهپوا لیا جائے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انہیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " " چهارم ۱۰ روپیه " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ هے -

منیجر "البلاغ پریس"

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہی

عرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ [illegible] ہمارے نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مسافت و تگاپو کے بعد حاصل کیا گیا ہے
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک اعتدال پر ہیں!

بر اعظم یورپ و امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایرانی شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں۔

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہو کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے۔

۱۹۲۷

جلد ۱

الہلال

نمبر ۱۷

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA

لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین

الهلال

ایک هفته وار مصور رساله

نمبر ۱۷ — کلکته : جمعه ۱۷ - ربیع الثانی ۱۳۴۶ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 14. October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکھتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای .
پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین . الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس بارے مین اس وقت تك ۱۴۰۱ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۷۰۷	اردو حروف کی حق مین	۳۹۰
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۴۲۴	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۴۰	نستعلیق هون	۱۴۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس بارے مین بعض اهم تفصیلات جو لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس بارے مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین . الهلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول - -	بارہ روپیہ
هندوستان سے باهر کیلیے - -	سولہ روپیہ
قیمت شش ماهي - - -	سات روپیہ
قیمت في پرچہ - - -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط وکتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ هوگا -

(۳) براہ عنایت خط وکتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط وکتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے هیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ، مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفتہ پیشتر اطلاع دے، پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري مراسلات (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

جو سورج کو جس طرف سے چاہے نکالے " لیکن سورج کا ایک سمت کی جگہ کسی دوسری سمت سے نکلنا کوئی دنیا کا محسوس واقعہ نہ تھا جو لوگوں کے علم میں ہوتا اور حضرت ابراہیم اُسے اپنے پروردگار کا فعل قرار دے سکتے - نمرود کہہ سکتا تھا کہ اچھا اگر یہی دلیل ہے تو تمہارا پروردگار پورب کی جگہ پچھم سے ایک مرتبہ نکال دکھائے - اِس پر حضرت ابراہیم کیا جواب دیتے ؟ کیا وہ اپنے پروردگار سے چاہتے کہ نظام شمسی کا پورا کارخانہ درہم برہم کرکے سورج دوسری سمت سے نکلتا ہوا دکھا دے ؟

(۵) علاوہ بریں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلی دلیل سے رجوع کرکے دوسری دلیل پیش کی ' تو ضروری تھا کہ یہ پہلے سے زیادہ واضح و اقطع ہوتی - اُن کی پہلی دلیل یہ تھی کہ موت و حیات کی باگ اللہ ہی کے ہاتھ ہے - دوسری یہ کہ اجرام سماوی اُسی کے حکم و مشیت سے کام کرتے ہیں - ظاہر ہے کہ دوسری دلیل پہلی سے زیادہ وزنی نہیں کہی جا سکتی - اگر موت و حیات جیسا واضح اور بدیہی معاملہ خصم کو ساکت نہ کرسکا " تو اجرام سماوی کا معاملہ کیا مفید اثبات ہو سکتا ہے ؟

میں نے بڑے ہی شوق سے حضرت امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر دیکھی تھی - کیونکہ وہ قرآن مجید کے مقامات کو عقلی مباحث سے صاف کرنا چاہتے ہیں - مگر میں عرض نہیں کر سکتا کہ مجھے کس قدر مایوسی ہوئی ؟ لطف یہ ہے کہ انہوں نے بڑی تفصیل کے ساتھ یہ تمام شبہات خود ہی لکھے ہیں ' لیکن جواب کا جو کچھ حال ہے ' اس کا اندازہ اِس سے کرلیجیے کہ اُس کے پڑھنے کے بعد اپنے دل کو اور زیادہ شکوک و شبہات میں مبتلا پاتا ہوں -

پہلے شبہ پر انہوں نے بالکل توجہ نہیں کی ہے - دوسرے شبہ کے دو جواب دیے ہیں - ایک یہ کہ ایک دلیل چھوڑ کر دوسری دلیل کا اختیار کرنا مستدل کے لیے جائز ہے - اس میں کوئی حرج نہیں " کیونکہ دوسری دلیل پہلی دلیل سے اوضح ہے - اِسے علم مفسرین کی طرف منسوب کرتے ہیں - دوسرا جواب " محققین " کا جواب قرار دیا ہے - وہ یہ ہے کہ " یہ ایک دلیل کو چھوڑ کر دوسری دلیل کا اختیار کرنا نہ تھا - بلکہ ایک ہی دلیل کی مزید وضاحت کرنی تھی : وھوا نا نری حدوث اشیاء لا یقدر الخلق علی احداثہا ' لہ امثالۃ ' منہا الاحیاء و الاماتۃ ' و منہا السحاب و الرعد والبرق ' و منہا حرکات الافلاک و الکواکب ' و المستدل لا یجوز لہ ان ینتقل من دلیل علی دلیل آخر ' لکن اذا ذکر لایضاح کلام مثالاً ' فلہ ان ینتقل من ذلک المثال الی مثال آخر ' فکان ما فعلہ ابراہیم من باب ما یکون الدلیل واحداً ' الا انہ یقع الانتقال عند ایضاحہ من مثال الی مثال آخر - و ھذ الوجہ احسن و الیق بکلام اھل التحقیق " اُس کے بعد آگے چل کر لکھتے ہیں : " لما احتج ابراہیم بالاحیاء و الاماتۃ ' اورد الخصم علیہ سوالاً لا یلیق بالعقلاء ' و ھو انک اذا دعیت الحیاء و الاماتۃ لا بواسطۃ ' فذلک لا تجد الی اثباتہ سبیلاً ' و ان دعیت حصولہا بواسطۃ حرکات الافلاک ' فنظیرہ او ما یقرب منہ حاصل للبشر - فاجاب ابراہیم بان الحیاء و الاماتۃ و ان حصلا بواسطۃ حرکات الافلاک ' لکن تلک الحرکات حصلت من اللہ تعالیٰ و ذلک لا یقدح فی کون الحیاء و الاماتۃ من اللہ ' بخلاف الخلق فانہ لا قدرۃ لہم علی تحریکات الافلاک " خلاصہ اِس تقریر کا یہ ہے کہ پہلی دلیل پر جو نمرود نے اعتراض کیا تو اِس کا مطلب یہ تھا کہ اُس نے کہا ' خدا کی صفت جلانے اور مارنے کی کیسی ہے ؟ وہ بلا واسطہ جلاتا اور مارتا ہے ' یا افلاک کی حرکت اور اس کے اثرات کے ذریعہ ؟ اگر پہلی بات ہے تو اُس کا اثبات ممکن نہیں - اور اگر دوسری بات ہے تو یہ انسان کو بھی حاصل ہے - یعنی وسائط کے ذریعہ موت و حیات وجود میں آسکتی ہے - مثلاً مرد اور عورت کے ملنے کے واسطہ سے زندہ انسان پیدا ہو سکتا ہے ' اور قتل کے ذریعہ ہلاک کیا جا سکتا ہے - اس کے جواب میں حضرت ابراہیم نے اپنی دلیل کی مزید وضاحت کی اور فرمایا کہ احیاء اور اماتت اگرچہ افلاک کی حرکات کے واسطہ سے ظہور میں آتی ہے ' لیکن افلاک کی حرکت بھی تو خدا ہی کے حکم و مشیت سے ہے - اُس کے سوا کون ہے جو انہیں حرکت میں لا سکے ؟ اور جب اُس کے سوا کوئی دوسرا افلاک کو متحرک نہیں کر سکتا ' تو ثابت ہو گیا کہ احیاء اور اماتت بھی نہیں کر سکتا -

میں حیران ہوں کہ اس امام جلیل القدر کی اس تقریر کی نسبت کیا عرض کروں ؟ اِن کے جواب سے شبہ دور ہوا ہے یا اور زیادہ مضبوط ہوگیا ہے ؟ اول تو یہ فرض کرنا کہ نمرود کا مطلب اعتراض بے واسطہ اور بغیر واسطہ کا جھگڑا تھا ' کہاں سے ثابت ہوتا ہے ؟ قرآن مجید میں تو صرف اتنا ہی ہے کہ " انا احیی و امیت " پھر یہ کہنا کہ یہ دوسری دلیل کی مزید توضیح ہے ' نئی دلیل نہیں ہے ' کسی طرح بھی سمجھ میں نہیں آتا - افلاک کی حرکت کو بھلا موت و حیات سے کیا تعلق ؟ کیونکر یہ استدلال پہلی دلیل کے ساتھ مربوط ہوسکتا ہے ؟ پہلی دلیل کا تعلق جلانے اور مارنے کی صفت سے تھا - دوسری میں سورج کے طلوع و غروب کی جہت سے - اس میں اور موت و حیات کی طاقت و تصرف میں کوئی علاقہ نہیں - تعجب ہے کہ کیونکر امام موصوف ایسی کمزور اور بے ربط بات کو محققین کا مذہب قرار دیتے ہیں اور وثوق کے ساتھ قرار دیتے ہیں -

پھر مفسرین کا یہ علم مذہب بھی کہ دوسری دلیل پہلی سے اوضح ہے ' تشفی پیدا کرنے سے قاصر ہے - صاف بات تو یہی معلوم ہوتی ہے کہ پہلی دلیل ہی زیادہ واضح اور قطعی تھی -

تیسرے شبہ کا جواب امام موصوف نے یہ دیا ہے کہ نمرود دوسری دلیل کا معارضہ نہیں کرسکا - اسلیے کہ ہوسکتا ہے ' خدا نے اُس وقت اُس کے حواس مختل کردیے ہوں - وہ اس قابل ہی نہ رہا ہو کہ اعتراض کرے - سوال یہ ہے کہ اگر معترض اور مشکک کو اسی طرح حواس باختہ کرکے چپ کرادینا تھا ' تو پھر اس مناظرہ کی ضرورت ہی کیا تھی ؟ پہلے ہی سے مخبوط الحواس بنا دیا ہوتا تا کہ وہ اعتراض ہی نہ کرسکتا - علاوہ بریں اگر خدا تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ جو معترضین انبیاء کرام سے معارضہ کرتے ہیں' اِن کے حواس سلب کر لیا کرتا ہے ' تو اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ انبیاء کرام کے پاس مسکت اور قاطع جواب نہیں ہوتے ' اس لیے غریب معترضین مخبوط الحواس کرکے چپ کرا دیے جاتے ہیں - کیا ایسے جوابوں سے قرآن مجید کے معارف روشنی میں آسکتے ہیں ؟ خصوصاً اِس زمانے میں ؟

خود امام صاحب بار بار اس پر زور دیتے ہیں کہ " جب ایک دلیل یا مثال خصم کے مقابلہ میں پیش کی جائے ' اور اُس پر وہ نا فہمی سے اعتراض کردے " تو مستدل کا فرض ہے کہ اُس کے اعتراض کی خامی ظاہر کردے اور بغیر اس کے آگے نہ بڑھے ' اور جب ایک معمولی مناظر کے لیے ایسا کرنا ضروری ہے ' تو ظاہر ہے کہ ایک نبی اولوالعزم کے لیے کیوں ضروری نہو جس کا مناظرہ تمام دنیا کے سامنے بطور ایک بنیادی صداقت کے پیش کیا جا رہا ہے ؟ " تاہم وہ اس قوت کے ساتھ اعتراض وارد کرکے ' اس کا کوئی کمزور سے کمزور جواب بھی نہیں دیتے ' اور صرف یہ کہکر چپ ہوجاتے ہیں کہ " محققین کی تفسیر پر شبہات وارد

باب التفسیر

حضرت ابراهیم اور ایك بادشاہ کا مکالمه

کریمه " الم تر الی الذی حاج ابراهیم " کی تفسیر

ایک استفسار

(از جناب مولوي محمد عبدالحق صاحب سکندرابادي)

جیسا که جناب کو معلوم ہے' میں گذشته سال سے ایک سلسلۂ رسائل کي ترتیب میں مشغول ہوں جن کا مقصد یه ہے که قرآن مجید کے مطالب حکیمانه ایک ایسے نئے اسلوب سے بیان کیے جائیں که آج کل کي مذهب سے برگشته طبیعتیں اُن سے تشفي حاصل کرسکیں - ایک همدرد ملت رئیس دکن نے انکے انگریزي زبان میں ساتهه ساتهه ترجمه کرانے کا بهي انتظام کر دیا ہے' اور اُمید ہے که چند ماہ کے اندر اُنکي اشاعت کا سلسله شروع هو جائیگا * * * * اِس سلسله میں قرآن مجید کے متعدد مقامات هیں جو ایک عرصه سے میرے سامنے هیں - لیکن حقیقت حال یه ہے که جیسا تشفي بخش حل اُنکا هونا چاهیے' اِس وقت تک نہیں هوسکا ہے' اور جب تک خود اپني طبیعت مطمئن نه هوجائے' دوسروں کے سامنے قدم اُٹھانا دیانت تحریر کے خلاف سمجهتا هوں - یه عرض کرنا ضروري نہیں که قرآن مجید کے فہم و مطالعه کا جسقدر بهي خاکسار ذوق پیدا کرسکا ہے' وہ سب جناب هي کے طفیل ہے' اور جناب هي کي تحریرات کے شغف کا نتیجه ہے - اِسلیے اِن مشکلات میں بهي جناب هي سے دستگیري کي اُمید ہے - اگرچه وہ مقامات ایک سے زیاده هیں' مگر سر دست میں جرأت نہیں کرسکتا که جناب کا زیاده وقت لوں - صرف ایک مقام کي نسبت اپنا اطمینان چاهتا هوں جسکے خاطر خواہ حل نه هونے کي وجه سے خاکسار کي زیر ترتیب کتاب کا کام رک گیا ہے -

سورۂ بقرہ میں حضرت ابراهیم علیه السلام اور ایک بادشاہ کے مناظرہ کا ذکر ہے جسکي نسبت همارے مفسرین کا بیان ہے که وہ نمرود تها : الم تر الي الذي حاج ابراهیم في ربه ان اتاه الله الملک ' اذ قال ابراهیم ربي الذي یحي و یمیت ' قال انا احي و امیت ' قال ابراهیم فان الله یاتي بالشمس من المشرق فات بها من المغرب ' فبهت الذي کفر ' و الله لا یهدي القوم الظلمین - مضمون اِس آیت کا یه ہے که حضرت ابراهیم سے نمرود نے خدا کے باب میں حجت کي - اسپر اُنهوں نے فرمایا که میرا پروردگار وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے - یعني زندگي اور موت اُسي کے قبضه و تصرف میں ہے - اگر کوئي دوسري هستي خدائي کي مدعي ہے' تو اُسے چاهیے که یه قوت و تصرف اپنے اندر ثابت کرے - نمرود نے اِسکے جواب میں کہا - اگر یہي وصف خدائي کا ہے تو یه مجهه میں بهي ہے - میں بهي جلاتا هوں اور مارتا هوں - حضرت ابراهیم نے یه سنکر فرمایا که خدا پورب سے سورج نکالتا ہے - تو پچهم سے نکال دے - اِس پر نمرود مبہوت هوکر رهگیا -

یه دراصل حضرت ابراهیم علیه السلام اور نمرود کا مناظرہ ہے جسمیں نمرود کي حیثیت خدائي کے مدعي کي ہے اور حضرت ابراهیم اسکے زعم باطل کا بطلان ثابت کرنا چاهتے هیں - اب اس آیة کي تفسیر میں چند در چند مشکلات حائل هیں :

(۱) اول یه که جب نمرود خدا هونے کا مدعي تها' تو ظاهر ہے که دلیل پیش کرنا اسکے ذمه تها - نه که حضرت ابراهیم کے ذمے جنکي حیثیت منکر کي تهي - لیکن یہاں حضرت ابراهیم اس سے کوئي دلیل نہیں مانگتے - بلکه خود اپنے پروردگار کي پروردگاري کي دلیل پیش کردیتے هیں که " الذي یحي و یمیت " اور وہ اس سے معارضه کرنے لگتا ہے -

(۲) پهر جب اُنہوں نے ایک ایسي دلیل بیان فرمائي تهي جس سے بڑهکر واضح اور قاطع دلیل نہیں هوسکتي' تو چاهیے تها که نمرود کے جاهلانه اور طفلانه معارضه کي قلعي کهول دیتے - کیونکه وہ اپنے جہل و بلادت سے زندگي بخشنے اور موت دینے کا وہ مطلب سمجهه هي نه سکا تها جو موٹي سے موٹي انساني عقل کو بهي سمجهه لینا چاهیے - وہ بول اُٹها که یه بات تو مجهے بهي حاصل ہے - ضروري تها که حضرت ابراهیم فرماتے' موت اور حیات بخشنے سے مطلب یه ہے که جس طرح وہ اَن دیکهي ذات تمام جانداروں کو نیستي سے هستي بخشتي ہے' اور پهر ایک خاص وقت پر فنا کردیتي ہے' اسي طرح تو بهي ایک چهوٹا سے چهوٹا کیڑا بنا دیکهه - لیکن آپ یه نہیں کہتے' بلکه فوراً اس دلیل کو چهوڑ کر ایک دوسري دلیل پیش کردیتے هیں - یعني سورج کو اسکي معمولي سمت کي جگه دوسري سمت سے نکالدینے کي فرمایش کرتے هیں - اس سے لازم آتا ہے که گویا آپ نے اپني پہلي دلیل کي کمزوري مان لي - اور (نعوذ بالله) نمرود کے معارضه سے لاچار هوگئے ! اسلیے اسے چهوڑ کر نئي دلیل کا سہارا لیا - ایک معمولي مناظر کیلیے بهي یه بات دلیل عجز ہے' چه جائیکه ایک جلیل القدر پیغمبر کیلیے -

(۳) پهر دوسري دلیل جو پیش کي گئي' اُس پر بهي شبہات وارد هوتے هیں - قرآن مجید ناطق ہے که پہلي دلیل سے نہیں مگر دوسري دلیل سے نمرود لاجواب هو کر رهگیا - مگر اعتراض هوسکتا ہے که جس شخص کي شوخ چشمي کا یه حال تها که موت و حیات کے وصف الہي تک کا بیان اُسے چپ نه کرا سکا' وہ اِس دوسري دلیل سے کس طرح لاجواب هوگیا ؟ اگر کہا جاے' اس لیے که وہ پچهم کي طرف سے سورج نکالنے پر قادر نه تها' تو جواب یه ہے که وہ موت و حیات بخشنے پر بهي تو قادر نه تها ؟ جس طرح اس بات کا ایک غلط مطلب ٹهہرا کر اُس نے معارضه کر دیا تها اور حضرت ابراهیم ترک دلیل پر مجبور هوگئے تهے' اسي طرح اِس کا بهي کر دے سکتا تها - کہدیتا میں بهي ایسا کرسکتا هوں -

(۴) علاوہ بریں دلیل کے معنے یه هیں که وہ ایسي بات هوتي ہے که اس کے اثبات سے مدعا کا ثبوت متحقق هو جاتا ہے - لیکن حضرت ابراهیم کي دوسري دلیل ایسی معلوم نہیں هوتي - اُس کا اثبات اس مقدمه کے اثبات پر موقوف ہے که " خدا وهي هوسکتا ہے

یہ اجتماعی قانون نہایت عجیب ہے - کیونکہ بظاہر ایک قسم کا تناقض رکھتا ہے - ایک طرف کہتا ہے ' تغیر و تبدل ضروری ہے - نئی چیزیں لو اور پرانی چیزیں چھوڑ دو - دوسری طرف یہ بھی کہے جاتا ہے کہ پرانی چیزیں یک لخت فنا نہ ہونے دو - اپنے پچھلی مقومات و خصوصیات باقی رکھو - اپنی قومی خصوصیات مٹا کر کوئی قوم ' قوم نہیں رہ سکتی - لیکن فی نفسہ اس میں تناقض نہیں ہے - دونوں باتیں اپنی جگہ ٹھیک ہیں - نئی چیزوں کے اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام نئی چیزیں اختیار کرلی جائیں جو قومی مزاج و مصالح کے موافق ہوں - خصوصیات کے باقی رکھنے سے مقصود یہ ہے کہ وہ تمام بنیادی چیزیں قائم رکھی جائیں جو قومی مزاج کا استقلال و اختصاص قائم رکھنے کیلیے ضروری ہیں - یعنی رد و قبول اور اخذ و ترک میں اعتدال کا سررشتہ ہاتھ سے نہ دیا جائے -

بلا شبہ اس قانون کی تطبیق میں اعتدال قائم رکھنا بہت مشکل ہے - چند ہی قومیں اصلاح میں اپنا دماغی توازن قائم رکھ سکی ہیں - یا تو یہ ہوا ہے کہ اپنی تمام قدیم عادات و روایات پر اڑ گئیں ' اور ایک قدم بھی آگے بڑھنے سے انکار کردیا - یا یہ ہوا کہ فوراً تبدیل و انقلاب پر اتر آئیں ' اور اپنی کوئی بھی قدیم خصوصیت باقی نہ رکھی - پہلی صورت تفریط کی ہے - دوسری صورت افراط کی ہے - اور نجات و ترقی توسط و اقتصاد میں ہے -

(قدیم قوموں کا جمود و تقلید)

تبدل کی قابلیت کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ عالم خارجی کی اطاعت کی جائے - قدیم زمانے میں ہر جگہ لوگوں کا طرز معیشت تقریباً یکساں تھا - اسی لیے تبدل کی ضرورت بھی کمزور تھی - اس کی قابلیت آہستہ آہستہ پیدا ہوتی تھی - حتی کہ بعض قدیم قومیں صدیوں تک ایک ہی حالت پر قائم رہیں اور تبدیلی کی ضرورت محسوس نہ کی - ان کا تعلق ہمیشہ ایسی قوموں سے رہا ' جو انہی کی طرح وحشی یا نیم وحشی تھیں - ان کے سامنے کوئی بہتر نمونہ تہذیب و تمدن کا موجود نہ تھا - اس لیے ترقی کی رغبت بھی پیدا نہ ہوئی ' اور جمود و تقلید کی طبیعت برابر باقی رہی -

قدیم قوموں کے جمود و تقلید کا راز یہ ہے کہ وہ اپنی فطرت کی طرف سے مجبور کی جاتی ہیں کہ اپنی زندگی اور زندگی کی بنیادیں محفوظ رکھیں - یہی باعث ہے کہ ان قوموں میں فرد کا معاملہ چنداں اہمیت نہیں رکھتا تھا - بلکہ اس زمانے میں فرد کے لیے جائز ہی نہ تھا کہ مستقل زندگی بسر کرے - وہ قومیں اسے بالکل قدرتی بات خیال کرتی تھیں کہ علم مصلحت کے لیے افراد اپنی ہستی قربان کردیں - اس وقت شخصی آزادی ' کسی کے واہمہ میں بھی نہ تھی -

بعض نظری آدمیوں نے آزادی کی اعلی مثال یونانی جمہوریتوں میں بتلائی ہے - حالانکہ ان جمہوریتوں میں افراد کو مطلق آزادی حاصل نہ تھی - وہ ایسے نظامات کی پابندیوں میں جکڑے ہوے تھے جنہیں آج متمدن دنیا میں کوئی آدمی بھی برداشت نہیں کر سکتا - ان جمہوریتوں میں افراد کو اتنی آزادی بھی حاصل نہ تھی نہ اپنی مرضی سے کوئی دینی عقیدہ رکھیں ' یا اپنی اولاد کی بطور خود تعلیم و تربیت کرسکیں - اسپارٹا میں یہ حالت تھی کہ افراد کو اپنے گھروں میں کھانا پکانے اور کھانے کی بھی اجازت نہ تھی -

وہ مجبور تھے کہ عام دستر خوانوں ہی پر بیٹھ کر کھانا کھالیں - یونان میں اصلاح و تجدید کے داعی مجرم سمجھے جاتے تھے - چنانچہ پوری قوم سقراط کے خلاف کھڑی ہوگئی ' اور اس وقت تک چین نہ لیا ' جب تک اس مصلح کی جان نہ لے لی !

بلا شبہ اس قسم کے سخت نظامات ان ملکوں کے لیے ضروری ہیں ' جو ہمیشہ دشمن کے حملوں کا نشانہ بنے رہتے ہیں -

قدیم زمانے میں رومانیوں نے معلوم کرلیا تھا کہ اصلاح و انقلاب میں نقطۂ توازن کیا ہے - ایک طرف وہ تجدد و اصلاح کے حامی تھے ' دوسری طرف اپنی خصوصیات کی حفاظت بھی کرتے تھے - یہ وصف ان میں اس وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ فتوحات نے ان کے تعلقات دوسری قوموں سے قائم کردیے تھے - یہ تعلقات نئے نئے حالات پیدا کر دیتے تھے ' اور وہ نظامات کی تبدیلی پر مجبور ہوجاتے تھے - رومانیوں کا سنہرا زمانہ وہی تھا جب وہ اس مرکز توازن پر قائم تھے - لیکن جب سے انہوں نے افراط و تفریط شروع کی ' روز بروز گرنے اور تباہ ہونے لگے -

(انگریزوں کی کامیابی کا راز)

موجودہ زمانے میں علمی انکشافات ' جدید صنائع کے ظہور ' اور مواصلات کی سہولت و کثرت نے مختلف تمدنوں میں ایک ایسا تصادم و احتکاک پیدا کر دیا ہے ' کہ ہر لمحہ عظیم تغیرات و انقلابات کے موقعے پیدا ہوتے رہتے ہیں - اس صورت حال کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ مرکز توازن تقریباً مجہول ہو گیا ہے ' اور اس کی تلاش از حد مشکل ہوگئی ہے - یہی سبب ہے کہ موجودہ دنیا میں ہر طرف شورشیں اور انقلابات برپا ہو رہے ہیں - کوئی نظام بھی پائداری حاصل کرنے نہیں پاتا -

لیکن صرف انگریزوں ہی کی قوم یورپ کی ایک ایسی قوم ہے جس نے رومانیوں کی طرح مرکز توازن معلوم کر لیا ہے - وہ ایک طرف اصلاح و تجدد کی حامی ہے - دوسری طرف اپنے قومی مقومات بھی برقرار رکھے ہوئے ہے - ان میں جمود و تقلید نہیں ہے - برابر اصلاح و تجدید میں مشغول ہیں ' مگر پوری تدریج اور دانشمندی کے ساتھ قدم بڑھاتے ہیں - انگلستان کی آزادی نہ تو کرامویل کے ہاتھوں قائم ہوئی ہے ' نہ جمہوریت پسندوں نے قائم کی ہوئی ہے - وہ انگریزی تاریخ کی پیداوار ہے (١) - یہ تمام عظمت و قوت جس پر آج انگلستان فخر کررہا ہے ' درحقیقت اسی توازن فکر و عمل کا نتیجہ ہے -

---

(١) جب خاندان اسٹورات کے پادشاہ چارلس اول کا استبداد بہت بڑھ گیا ' تو انگریز امریکا کی طرف ہجرت کرنے لگے - حتی کہ انگلستان کے بعض علاقے بالکل خالی ہوگئے - ظالم بادشاہ یہ دیکھ کر گھبرایا اور ہجرت کی ممانعت کردی - جس دن ممانعت کا اعلان ہوا ' دریائے ٹیمس میں مہاجرین کے کئی جہاز روانگی کے لیے طیار تھے - انہی میں کرامویل بھی تھا - اب باشندوں نے دیکھا کہ ظلم سے نجات حاصل کرنے کی راہ بغاوت کے سوا کوئی نہیں ہوسکتی - چنانچہ بغاوت شروع ہوگئی - کرامویل اس باغی فوج کا سپہ سالار مقرر ہوا - بغاوت کامیاب ہوئی - جمہوریت کا اعلان کیا گیا - کرامویل جمہوریت کا صدر منتخب ہوا - اس وقت اس کا لقب " لارڈ پروٹیکٹر " تھا - مگر بعد میں خود یہ بھی مستبد ہوگیا - آخر سنہ ١٦٤٩ع میں قوم نے اس کی حکومت کا بھی خاتمہ کردیا -

مقالات

نہیں ہو سکتے " حالانکہ وہ چلے کہہ چکے ہیں کہ خواہ کتنی دلیل بیقین کی سجائے ' خواہ کتنی مثال ' ضروری ہے کہ انتقال سے پہلے متعارض کی خامی واضح کردی جائے - پس جس طرح شبہ عام مفسرین کی تفسیر پر وارد ہوتا ہے ' اسی طرح اس تفسیر پر بھی وارد ہوتا ہے جسے امام موصوف " محققین " کی تفسیر قرار دیتے ہیں -

مجھے جب اس طرف سے مایوسی ہوگئی تو خیال ہوا کہ موجودہ زمانے کے محققین نے اس پر ضرور نئی روشنی ڈالی ہوگی - چنانچہ میں نے بمبئی سے استاد امام شیخ محمد عبدہ مصری کی تفسیر منگوا کر دیکھی ' لیکن افسوس ہے کہ اس میں بھی وہی امام رازی والی تفسیر بجنسہ پائی - ان شبہات کا کوئی جواب نہیں ملا - تفسیر نیشا پوری ' تفسیر ابن کثیر ' تفسیر علامۂ ابن سعود ' تفسیر روح المعانی شیخ آلوسی بھی خاکسار کے پیش نظر ہیں ' مگر ان سب میں بھی یا تو وہی تفسیر کبیر والا جواب نقل کردیا ہے ' یا وہ باتیں لکھدی ہیں جنہیں امام رازی نے عام مفسرین کا جواب قرار دیا ہے - یا پھر سرے سے کسی طرح کی کاوش ہی نہیں کی گئی ہے -

جب پچھلوں میں حضرت امام رازی جیسے محقق نے اور حال کے محققین میں شیخ محمد عبدہ مصری جیسے امام و مفسر نے مجھے صاف جواب دیدیا ' تو پھر میرے لیے صرف جناب ہی کی چوکھٹ باقی رہگئی - لاریب صرف جناب ہی کی ایک ذات والا صفات ہے جو موجودہ زمانے میں حقائق قرآن کی وہ تمام مشکلات حل کردے سکتی ہے جن تک دوسروں کی نظر و تحقیق نہیں پہنچ سکی ہے - اب خاکسار ہر طرف سے مایوس ہوکر آپ سے دستگیری کا طالب ہے - اور امید قوی رکھتا ہے کہ مایوس نہ ہوگا -

مجھہ سے میرے حیدراباد کے ایک دوست نے ذکر کیا تھا کہ جمعیت العلماء ھند نے عید کے موقع پر اخبار الجمعیۃ کا ایک خاص نمبر " خلیل نمبر " کے نام سے نکالا ہے اور اس میں صدر جمعیت مولانا کفایت اللہ صاحب نے اس مقام کی تفسیر شرح و بسط سے تحریر فرمائی ہے - میں نے بڑے ہی شوق سے خلیل نمبر منگوایا اور دیکھا - واقعی اس میں مولانا صاحب موصوف کا مضمون " مناظرۂ خلیل و نمرود " کے عنوان سے تین بڑے صفحوں میں نکلا ہے ' لیکن مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں تمام تر وہی تفسیر کبیر کی پوری بحث اردو میں نقل کردی گئی ہے - اس سے زیادہ ایک حرف نہیں ہے -

الہلال :

آپ نے استفسار میں اِس قدر تشریح و تفصیل کی ہے کہ اسی نے آج کی اشاعت کا بڑا حصہ روک لیا - اب جواب کے لیے آیندہ اشاعت کا انتظار کیجیے -

علم الاجتماع

(۳)

(ناموس اجتماع اور محافظت و تجدید)

افراد کے وجدان سے علحدہ ' جماعتی وجدان کے متعلق ہم نے جتنے اقوال نقل کیے ہیں ' دلائل نے ابتک اُن کی تصدیق نہیں کی ہے - نیز ابتک یہ بھی ثابت نہیں ہوا ہے کہ جماعت کی صفت عضویۃ ' افراد کی عضویت سے الگ وجود رکھتی ہے - یہ اقوال نظریوں اور آراء کا حکم بھی نہیں رکھتے - زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تشبیہات و استعارات ہیں -

لیکن ساتھہ ہی یہ یقینی ہے کہ تمام طبیعی کائنات کی طرح عالم اجتماع کے بھی خاص نوامیس و قوانین ہیں ' اور وہ غیر متبدل اور اٹل ہیں -

اجتماع کا ایک قانون یہ ہے کہ جن اجزاء سے سلطنت اور امت مرکب ہوتی ہے ' وہ تمام اجزاء باہم دگر اس درجہ وابستہ و مربوط ہوتے ہیں کہ ایک جزء کے متأثر ہوتے ہی باقی تمام اجزاء بھی فوراً متأثر ہو جاتے ہیں -

اِس اجتماعی قانون کی بنا پر مقننین اور مصلحین کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ ماہر طبیبوں کی طرح اصلاح و تشریع میں بہت زیادہ ہوشیار و محتاط ہوں - ایسا نہ ہو کہ ایک عضو کی بیماری کے علاج میں باقی اعضاء سے غافل ہو جائیں ' اور پہلی بیماری سے بھی بدتر بیماریوں کی پیدایش کا سبب بن جائیں -

علم اجتماع کے دو رخ ہیں : ایک طرف وہ جدید اصلاحات اور جدید اصول و مبادی کا حامی ہوتا ہے تا کہ مستقبل ' ماضی و حال سے بہتر ہو جاے - دوسری طرف وہ ماضی و قدیم کی بھی حفاظت چاھتا ہے - وہ قوموں کو بتاتا ہے کہ اپنا ماضی ' اپنے مقومات ' اور اپنی خصوصیات بالکل فنا نہ ہو جانے دیں ' اُنھیں بچائیں ' اور باقی رکھیں - ورنہ اُن کی قومیت درہم برہم ہو جائیگی ' اور اصلاح ' فساد کا ذریعہ بن جائیگا -

تاریخ بھی ھمیں یہی سبق دیتی ہے - مشاھدہ کی بھی یہی ھدایت ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ قوموں کی ترقی کی بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ تبدیل و تغیر قبول کریں - یعنی وہ نئے اوصاف اختیار کریں ' مگر تدریج اور نظر و حزم کے ساتھہ -

قوموں کی حالت پر غور و فکر کرنے کے بعد ھمیں معلوم ہوتا ہے کہ ترقی کے اصلی ستون دو ہیں :

(۱) تغیر و تبدل کی قابلیت کا موجود ہونا -

(۲) تدریج و تطور کے ساتھہ تغیر قبول کرنا -

مذاکرہ علمیہ

جب حکومت کی شکل حالات، ماحول، اور قومی آرزوں کے خلاف ہوتی ہے، اور اس کی تبدیلی کے لیے قوم کے سامنے کوئی قانونی راہ باز نہیں ہوتی، تو یہ وقت انقلاب و بغاوت کے ظہور کا وقت ہوتا ہے - لہذا ضروری ہے کہ ضرورت کے وقت فوراً اصلاح شروع کردی جائے، ورنہ قوم کو یہ حق حاصل ہوجائیگا کہ فوری تبدیلی کے لیے اپنا قدرتی حق استعمال کرے اور بغاوت پیدا ہوجائے -

اسپین میں باشندگان ہالینڈ کی بغاوت (سنہ ۱۵۶۶ ء) خاندان اسٹورٹ پر انگریزوں کا خروج، نپولین بونا پارٹ پر جرمنی کی بغاوت، آسٹریا پر اٹالین قوموں کی بغاوت - یہ تمام بغاوتیں تاریخ کی نظر میں، صحیح، جائز، اور قانونی بغاوتیں تھیں -

(انقلاب کی طبیعت اور حکومت کے فرائض) گکاس ر

بغاوت عموماً آتش فشاں پہاڑ کے انفجار یا آندھی کے طوفان کے مشابہ ہوتی ہے - شروع شروع میں اس کا خیال چند افراد کے اندر پیدا ہوتا ہے - پھر آہستہ آہستہ تمام قوم میں پھیل جاتا ہے - بغاوت کا خیال تبدیلی کے احساس سے پیدا ہوتا ہے - جب تبدیلی ظاہر نہیں ہوتی تو حکومت کی طرف سے عام بددلی پیدا ہوجاتی ہے - یہ بددلی مخفی غصہ کی صورت اختیار کرلیتی ہے - جب حالت اس درجہ تک پہنچ جاتی ہے تو قوم ہر لمحہ مشتعل ہو جانے کے لیے طیار ہوجاتی ہے - اس وقت معمولی سے معمولی بات بھی عام بغاوت کا سبب بن جاسکتی ہے -

لہذا حکام کا فرض ہے کہ ایسی حالت پیدا ہونے سے پہلے ہی اصلاح نافذ کردیں - لیکن اگر بر وقت نہ کرسکیں، تو پھر ان کے لیے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس بغاوت و انقلاب میں شامل ہوجائیں، یعنی اسے اپنے ہاتھہ میں لے لیں، تاکہ اس کی مضرتیں کم سے کم ہوجائیں -

اعتذار

افسوس ہے کہ شہر کی عام تعطیل کی وجہ سے اس ہفتہ بھی مطلوبہ تصاویر طیار نہ ہوسکیں اور ہمیں تصویر کے بغیر پرچہ شائع کرنا پڑا - تصاویر کے نہ مل سکنے کی اطلاع ملنے پر وہ تمام مضامین بھی ترک کردینے پڑے جن کا تعلق تصاویر سے تھا - اس صورت حال کا صحیح علاج یہی ہے کہ جلد از جلد تصاویر کی طیاری کا مستقل انتظام کرلیا جائے - آیندہ پرچوں میں ہم اس کمی کی پوری تلافی کردینگے -

منیجر

عالم سماوی

کیا ستارے زندگی سے محروم ہیں؟

ہم تاروں بھری رات میں نظر اٹھاتے ہیں تو آسمان پر بے شمار ستارے نظر آتے ہیں - یہ ستارے درحقیقت ویسے ہی کرے ہیں، جیسا ایک کرہ خود ہماری زمین ہے - ان ستاروں میں بہت سے ستارے ہماری زمین سے بھی بہت زیادہ بڑے اور بہت زیادہ عمر کے ہیں - بعض ہماری زمین سے چھوٹے اور اس سے کم عمر رکھتے ہیں - یہ تمام ستارے بھی ویسے ہی ایک نظام سے وابستہ ہیں، جیسا ہمارا نظام شمسی ہے - ان میں بھی آفتاب ہیں اور اپنے گرد بہت سے کواکب اور سیارے رکھتے ہیں -

مدت سے علماء فلک میں سخت اختلاف ہے کہ یہ ستارے بھی ہماری زمین کی طرح زندہ موجودات سے آباد ہیں یا نہیں؟ ایک گروہ پہلی رائے کا قائل ہے - دوسرا دوسری رائے کا :

پہلے گروہ کی دلیل یہ ہے کہ زندگی کے لیے جن شرطوں کی ضرورت ہے، وہ زمین کے علاوہ ان ستاروں میں موجود نہیں ہیں - لیکن ان کا یہ دعوی کئی وجوہ سے نا قابل تسلیم ہے - پہلی بات تو یہ ہے کہ ان شرطوں کی عدم موجودگی کا ثبوت کیا ہے؟ کون دعوی کرسکتا ہے کہ ہوا، پانی، نور، حرارت، وغیرہ لوازم زندگی سے یہ ستارے بالکل خالی ہیں؟ بلا شبہہ اب تک ان کے وجود کی بھی کوئی دلیل ہمارے علم میں نہیں آئی - لیکن بہت ممکن ہے کہ یہ چیزیں وہاں موجود ہوں اور ہماری تحقیقات میں ابھی نہ آئی ہوں - حال ہی میں انسانی علم نے معلوم کرلیا ہے کہ بعض ستاروں میں آکسیجن موجود ہے، جو زندگی قائم رکھنے والی ہوا کا اصلی جزو ہے -

پھر یہ دعوی بھی بالکل بے دلیل ہے کہ زندگی کی جو شرطیں ہمیں معلوم ہیں، ان کے بغیر زندگی کا وجود ممکن نہیں - بلا شبہہ ہماری زمین پر زندگی ان شرطوں کے بغیر نا ممکن ہے - لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ دوسرے ستاروں کی طبیعت بھی بالکل ویسی ہی ہو جیسی ہماری زمین کی ہے؟ یہ بھی ضروری نہیں کہ زندگی کا ظہور ان ستاروں میں بھی ویسا ہی ہو، جیسا اس زمین میں ہے - بہت ممکن ہے ان ستاروں میں زندگی کی شکلیں بالکل مختلف ہوں - اجسام کی ساخت جدا ہو، اعضاء و عضلات دوسری وضع کے ہوں - زندگی کے لوازم مختلف ہوں - ستاروں کی کائنات پر ایک ہی اعتبار سے قیاس کرنا اور ان پر یکساں حکم لگانا، صحیح نہیں ہوسکتا -

اِس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ ہر قوم کے اخلاق و عادات ایسے ہونے چاہئیں کہ آسانی سے بدل نہ سکیں - لیکن ساتھہ ہی اُن میں اِتنی لچک بھی لازمی ہے کہ بتدریج تبدیلی قبول کر سکیں - تاریخ کا قبرستان ایسی قوموں کی نعشوں سے لبریز ہے جو یہ راز معلوم نہ کر سکنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئیں ؛

(ترقی انقلاب سے بہتر ہے)

اجتماع کا یہ ناموس بھی ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہیے کہ تدریجی ترقی کی راہ ' اچانک انقلاب سے بہتر اور محفوظ ہوتی ہے - لیکن کبھی کبھی ایسے حالات بھی پیدا ہو جاتے ہیں کہ انقلاب ضروری ہو جاتا ہے - اس کی مثال یہ ہے کہ بعض جسمانی امراض کا بہترین علاج یہی ہوتا ہے کہ فوراً سخت بخار چڑھ آئے - بخار کی شدت ' وہ امراض دور کر دیتی ہے - قومیں بھی کبھی کبھی ایسے ہی امراض میں مبتلا ہو جاتی ہیں ' اور اُن کا علاج یہی ہوتا ہے کہ فوراً انقلاب برپا کر دیا جائے - کیونکہ ایسی حالت میں اگر تدریجی اصلاح کا انتظار کیا جائے گا ' تو مرض امتداد زمانہ سے تمام قومی جسم پر حاوی ہو جائیگا ' اور پھر اُس کا علاج مشکل ہو جائیگا - چنانچہ جہاں تک کسی ایسی قوم کی ترقی کا تعلق ہے ' جو کسی دوسری غاصب قوم کے ماتحت آ گئی ہو ' انقلاب کے بغیر چارہ نہیں - کیونکہ اس صورت میں کسی قدرتی حالت کی اصلاح و ترقی کا سوال درپیش نہیں ہوتا ' بلکہ ایک غیر قدرتی اور ناجائز قبضہ و غصب کا خاتمہ مطلوب ہوتا ہے -

بہر حال ماہرین سیاست کا فرض ہے کہ زمانے کی روح ' اُس کے پھیلنے سے پہلے ہی معلوم کر لیں ' اور حکومت کی شکل میں ایسی تبدیلیاں کرتے رہیں جن پر عام رائے مطمئن ہو سکے - ورنہ نتیجہ نہایت ہی مہلک ہوگا -

(نوجوان اور بوڑھے)

اِس سلسلہ میں یہ حقیقت بھی قابل ذکر ہے کہ سن رسیدہ افراد نوجوانوں کے مقابلے میں اصلاح و تجدد کے کم حامی ہوتے ہیں - اِس میں اُن کا کوئی قصور نہیں ہے کہ قابل ملامت ہوں - علم وظائف اعضاء سے ثابت ہو چکا ہے کہ بڑھاپے میں اعصاب کمزور پڑ جاتے ہیں ' اسلیے عادات کی مقاومت کی قوت باقی نہیں رہتی - برخلاف اس کے نوجوانوں کے اعصاب مضبوط ہوتے ہیں اور اسلیے عادات کی مخالفت آسانی سے کر سکتے ہیں -

(خیالات کا عروج و ہبوط)

زمانے کی روح ہمیشہ موجود رہتی ہے - ہر زمانے میں بدلتی رہتی ہے - تاریخ کے بڑے بڑے دور اس کے سوا کچھہ نہیں ہیں کہ زمانے کی مختلف روحوں کے مظہر ہیں - جدید خیالات و افکار کی مثال بالکل ستاروں کی سی ہے - وہ کبھی افق پر بلند ہوتے ہیں ' کبھی بالکل چھپ جاتے ہیں - اسی طرح کبھی ایک قسم کے خیالات کو عروج ہوتا ہے ' کبھی دوسرے قسم کے خیالات کو - آج جو خیالات مقبول عام و خاص ہیں ' بہت ممکن ہے کہ کل مکروہ و متروک ہو جائیں - صلیبی جنگوں کے زمانے میں جن افکار نے تمام یورپ میں ہلچل ڈال دی تھی ' آج دنیا اُن سے نفرت کرتی اور اُن پر حقارت سے مسکراتی ہے :

زمانہ بہت سی قوتوں کو پراگندہ کر کے فنا کر ڈالتا ہے ' اور بہت سی نئی قوتیں پیدا کر دیتا ہے جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتیں - دنیا کی بہت سی پرانی آرزوئیں آج مٹ چکی ہیں اور اُن کی جگہ بالکل نئی امنگوں نے لے لی ہے -

(زمانہ کی روح)

زمانے کی روح کبھی ایک نقطہ و مرکز پر قائم نہیں رہتی - وہ بحر زخار کی موجوں کی طرح ہر طرف پھیلتی اور ظاہر ہوتی رہتی ہے - وہ ہوا کی طرح ہر مقام پر پہنچتی اور دلوں اور دماغوں کو جنبش میں لاتی رہتی ہے -

زمانے کی روح ہی درحقیقت قوموں میں زندگی اور حرکت پیدا کرتی ہے - زمانے کی روح ایک پر اسرار اَن دیکھی مخلوق ہے - کوئی اُسے دیکھہ نہیں سکتا ' مگر وہ سب میں داخل ہوتی اور اپنا عمل انجام دیتی رہتی ہے !

زمانے کی روح خاص طور پر بڑی بڑی انسانی جماعتوں میں جنبش پیدا کر دیتی ہے - بڑے بڑے شہروں میں قوت سے ظاہر ہوتی ہے - قصبوں اور دیہاتوں میں اُس کا اثر کمزور ہوا کرتا ہے -

حکام و ارباب سیاست کا فرض ہے کہ سب سے پہلے زمانے کی روح اور اُس کے مقتضیات معلوم کریں - اِس کے مطابق اپنے اندر تبدیلی کریں - ایسے نظام جاری کریں جو اِس روح کے مطابق ہوں - ورنہ نتیجہ ' ناکامی و ہلاکت کے سوا کچھہ نہ ہوگا -

حکام وقت کا فرض ہے کہ اپنے زمانے کی روح سے غفلت نہ برتیں - یہ روح کوئی خیالی بات نہیں ہے ' بلکہ حقیقی وجود رکھتی ہے - قوموں کے حکام اور رہنماؤں کی ذمہ داری بہت ہی عظیم ہوتی ہے - اُن کا کام بالکل جہاز کے ناخدا کا سا ہے ' جو ایک لمحہ کے لیے بھی ہوا اور موسم کی طرف سے غافل نہیں ہو سکتا - اُس کی نظریں ' جہاز کے چپہ چپہ پر ہوتی ہیں - کیونکہ ایک ننھا سا سوراخ بھی پورے جہاز کی غرقابی کا باعث ہو جا سکتا ہے -

اِس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانے اور حالات کی تبدیلی کے ساتھہ ساتھہ اجتماعی و سیاسی نظامات میں بھی تبدیلی لازمی ہے - ایسا کرنے سے ترقی و سعادت کی راہیں کھلتی ہیں - اور اِس کی مخالفت سے تباہی و بربادی نازل ہوتی ہے -

(مسلح انقلاب)

بغاوت یا مسلح انقلاب اُسی وقت جائز ہوتا ہے ' جب عام رائے اور قوم کی امیدوں کے موافق ہو - ایسے انقلاب میں پوری قوم کے جذبات مشتعل ہو جاتے ہیں - انقلاب ــــ کسی قسم کا بھی ہو ــــ بنیادی تبدیلی کا ثبوت ہوتا ہے -

اصلاح کے عمل میں حقوق کا دائرہ طبیعی طور پر وسیع ہوتا ہے - برخلاف اس کے انقلاب میں تبدیلی اچانک واقع ہوتی ہے - انقلاب درحقیقت ' اجتماعی انتقام ہے - ایک غیر طبیعی حرکت ہے - خونریزی اور مصائب و آلام اُس سے پیدا ہوتے ہیں -

انقلاب ' ایک مصیبت ہے - ملک پر یہ مصیبت اُسی وقت نازل ہوتی ہے جب ضرورت کے مطابق ' اصلاح موجود نہیں ہوتی - فساد اجتماعی جسم میں پھیل جاتا ہے ' اور قومی مزاج بالکل بگاڑ ڈالتا ہے - اصلاح کی تاخیر کا ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ اُس کی راہ میں کوئی رکاوٹ پڑ جاتی ہے - وہ اپنی طبیعی حد کو پہنچنے نہیں پاتی - نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دبی ہوئی اجتماعی روح اچانک اُبل پڑتی ہے ' اور تمام موانع کو قوت کے ساتھہ اُٹھا پھینکتی ہے - پس انقلاب ' کوئی اجتماعی قانون نہیں ہے - ہاں اُسے اجتماعی حادثہ کہہ سکتے ہیں -

تاریخ و عبر

مسیحیت اور بت پرستی

آٹھویں اور نویں صدی میں مسیحیت کو خیالات کی ایک بڑی خانہ جنگی کا سامنا کرنا پڑا تھا - اِس خانہ جنگی کی وجہ ' بت پرستی تھی - بیزنطینی شہنشاہیت میں یہ نزاع آخری حد تک پہنچ گئی تھی -

ابتدائی عہد کے عیسائی بتوں ' تصویروں ' اور نقش و نگار کی تعظیم و عبادت سے نفرت رکھتے تھے - کیونکہ یہ بت پرستی تھی - وہ یہودیت سے نکلے تھے ' اور یہودیت خدا کا تجسم نا جائز قرار دیتی ہے - انھیں یورپ میں یونانیوں سے مقابلہ کرنا پڑا تھا ' یونانی بت پرستی کے سب سے بڑے شائق تھے - اس لیے قدرتی طور پر وہ اپنے حریفوں سے اپنے آپ کو علحدہ رکھنا چاہتے تھے -

اُس زمانے میں مسیحی دعاۃ اِن بت پرستوں پر ھنستے تھے اور تعجب کرتے تھے کہ یہ لوگ خود اپنی بنائی ہوئی چیزوں کو سجدہ کرتے ھیں - لیکن بت پرستی سے یہ بیزاری تثلیث اور تجسم کو روک نہ سکی - بلکہ اس نے بحث و جدال ھی کے در حقیقت بت پرستی اور تصویر پرستی مسیحی کنیسا میں پیدا کردی !

(بت پرستی کی ابتدا)

یہ چیز مسیحیت میں سب سے پہلے جن نو مذہب عیسائیوں کے ذریعہ آئی تھی ' وہ بھی حضرت مسیح کے بت یا تصویر کی پرستش نہیں کرتے تھے - لیکن چونکہ بت پرستی سے نئے نئے مسیحیت میں آئے تھے ' اس لیے اُنھوں نے حضرت مسیح کی تصویروں کی تعظیم و تکریم شروع کردی - ٹھیک اُسی طرح ' جس طرح ارسطو اور فیساغورس وغیرہ کی تصویروں کی یونانی عزت کیا کرتے تھے - اِن کے نئے نئے ایمان کے خیال سے مسیحی علماء نے تساھل برتا ' اور یہ خیال کرکے کہ یہ لوگ اِن چیزوں کی عبادت نہیں کرتے بلکہ صرف تعظیم کرتے ھیں ' ان پر کوئی تشدد نہیں کیا - اس طرح یہ تعظیم بغیر کسی روک کے جاری ہوگئی -

بتدریج اِس تعظیم نے عبادت کی صورت اختیار کرلی - یہانتک کہ تیسری صدی میں قسطنطین نے مسیحی کلیسے میں با ضابطہ طور پر یہ نئی مسیحی عبادت داخل کردی - مسیحی علماء نے اُس وقت بھی کوئی مخالفت نہیں کی - اُنھوں نے خیال کیا ' بت پرستی کی اب جڑیں تک اُکھڑ چکی ھیں ' اُس کے از سر نو احیا کا کوئی اندیشہ نہیں ہے -

چنانچہ نئی پرستش کا آغاز ہوگیا - سب سے پہلے صلیب اور مقدس آثار کی تعظیم سے شروع ہوئی - پھر شہیدوں اور ولیوں کی قبور کی تعظیم و تکریم شروع ہوگئی - پھر اُن سے منتیں مرادیں مانگی جانے لگیں - بالآخر ان کی مورتیں ظاھر ہوئیں - لوگوں نے خیال کیا ' اگر صلیب اور مقدس آثار و قبور میں بزرگی ہے ' تو کوئی وجہ نہیں کہ مورتوں میں اور بھی زیادہ بزرگی اور برکت نہ ہو ؟ بادشاھوں اور بڑے آدمیوں کے بت بنائے جاتے ھیں ' کیوں نہ خدا کے برگزیدہ بندوں کے بھی بت بنائے جائیں ' اور ان سے برکت و سعادت حاصل کی جاے ' حالانکہ وہ بادشاھوں سے کہیں زیادہ اجلال و تکریم کے مستحق ھیں ؟

اِس طرح بتدریج بت پرستی مسیحی کنیسے میں داخل ہوگئی - شروع شروع میں کنیسا کی دیواروں پر تصویریں اور مورتیں اس غرض سے آویزاں کی گئی تھیں کہ " ان کے معائنہ سے عبرت و موعظت حاصل ہوگی " لیکن آگے چلکر ان کی حیثیت ایک نا گزیر دینی شعار اور ربانی عبادت کی ہوگئی - مخلص عیسائی بتوں اور تصویروں کے لیے اُسی طرح نماز پڑھنے لگے ' جس طرح وہ خدا کے لیے نماز پڑھتے تھے !

اِس بدعت کے ساتھہ اور بھی کئی مشرکانہ رسمیں مسیحی کنیسا میں داخل ہوگئیں - چنانچہ چراغاں ' بخور ' رکوع و سجود ' وغیرہ رسمیں ' سب بت پرستوں ھی سے لی گئی ھیں -

سچے عیسائیوں نے جب یہ حالت دیکھی تو اعتراض کیا - مگر اُن کی کوئی شنوائی نہیں ہوئی - اِن مقدس تصویروں اور مورتوں کے ھزاروں معجزے مشہور ہو چکے تھے - لوگ اُن سے دست بردار ہونے کے لیے طیار نہ تھے -

شروع شروع میں روح القدس کی تصویریں بہت مبہم اور مضطرب بنائی جاتی تھیں - لیکن حضرت مسیح اور مریم (علیہما السلام) اور فرشتوں کی تصویریں بالکل صاف اور خالص انسانی قالب میں ہوا کرتی تھیں -

(چھٹی صدی مسیحی)

ابھی چھٹی صدی ختم نہیں ہوئی تھی ' کہ یہ مشرکانہ عبادت کنیسا کی ایک شرعی عبادت بن چکی تھی - تمام کلیسے تصویروں اور بتوں سے آراستہ تھے ' حتی کہ خود ویٹیکان (محل اعظم پوپ) بھی اُن سے لبریز ہو چکا تھا - اب یہ حالت تھی کہ مسیحی مومنین ' تصویروں اور بتوں کے حد سے زیادہ دلدادہ تھے - انھیں عبادت و برکت کے لیے ضروری سمجھنے لگے تھے - وہ تقوی و بزرگی کے نشان خیال کیے جاتے تھے -

آٹھویں صدی کے اوائل میں تصویر پرستی اور بت پرستی ' مسیحی عبادت خانوں میں پورے عروج تک پہنچ چکی تھی - اِسی زمانے میں بعض یونانی علماء ظاھر ہوئے ' اور اِسے کنیسا کی بت پرستی قرار دیا - اِن لوگوں نے کہا " مشرک قومیں بھی اپنے بتوں کو خدا نہیں کہتی تھیں ' بلکہ بعینہ وھی معانی اُن کے پیش نظر تھے ' جو اِن تصویروں اور مورتوں کے بارے میں تمہارے پیش نظر ھیں - لیکن اِس پر بھی خدا کی شریعت نے اُنھیں مشرک قرار دیا - تم میں اور اُن میں کوئی فرق نہیں - صرف الفاظ اور اسماء کا اختلاف ہے " -

(اسلام کا ظہور)

صدیوں کی غفلت کے بعد مسیحی علماء میں یہ بیداری صرف اِس وجہ سے پیدا ہوئی تھی کہ دین اسلام جزیرۃ العرب سے نکل کر اب مصر ' شام ' فلسطین پر چھا گیا تھا اور خود بیزنطینی کنیسے کے مرکز پر اُسکی تیز نظریں پڑ رھی تھیں - اسلام کی تعلیمات اِس بارے میں معلوم و مشہور ھیں - ابتدائی تصادم کے زمانے ھی میں مسیحیوں کو معلوم ہوگیا تھا کہ مسلمان اُنھیں بت پرست اور مشرک کہتے ھیں - اُنھوں نے اسلامی مسجدیں بھی دیکھی تھیں جو ہر قسم کی تصویروں اور مورتوں سے خالی تھیں -

مسیحیوں کی ایک جماعت اسلامی اثرات سے متأثر ہوگئی اور تورات کی تعلیم کی طرف از سر نو دعوت دینے لگی جو تصویر پرستی اور بت پرستی کی تمام شکلوں کو حرام قرار دیتی ہے -

دوسرے گروہ کا بیان بڑی حد تک مقبول ہے - وہ کہتا ہے ہماری زمین کیا ہے ؟ اِس لا متناہی فضا میں بہنے والے لاکھوں کہا کروں میں سے ایک چھوٹا سا کرہ ہے - زمین کو ظاہری اعتبار سے دوسرے کروں پر کوئی امتیاز حاصل نہیں - نہ تو اُس کا حجم ہی سب سے بڑا ہے ' نہ عمر ہی سب سے زیادہ ہے - پھر کیا وجہ ہے کہ اُس میں زندگی موجود ہو ' اور باقی تمام کرے ' جو اُس سے کہیں زیادہ بڑے اور قدیم ہیں ' زندگی سے بالکل خالی سمجھے جائیں ؟

ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ یہ تمام ستارے بھی ویسے ہی ایک دقیق نظام سے وابستہ ہیں ' جیسا نظام ہماری زمین کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے - وہ بھی نہایت انتظام کے ساتھہ اپنے افلاک میں گردش کرتے ہیں - اُن کی رفتار میں بھی ادنی سے ادنی خلل یا بد نظمی کبھی پیدا نہیں ہوتی - پھر کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ یہ ستارے جن پر قدرت اپنی اِس قدر توجہ صرف کر رہی ہے ' بغیر کسی زندگی کے موجود ہوں ' اور اِس کے سوا کوئی غرض و غایت نہ رکھتے ہوں کہ ہماری دلچسپی اور نظر فریبی کا سامان مہیا کریں ؟ اِس میں قدرت کی کیا حکمت ہو سکتی ہے کہ یہ ننہا سا ذرہ ' یعنی زمین ' تو آباد ہو ' اور باقی تمام عظیم الشان عوالم چٹیل میدانوں سے بھی بدتر ہوں ؟ حالانکہ وہ بھی زمین ہی کی طرح ایک پورے حکیمانہ نظام کے ماتحت قائم ہیں -

بے شمار علمی قرائن اِس نظریے کی تائید کر رہے ہیں کہ ہمارے تمام نظام شمسی کے کواکب کی اصلیت ایک ہی ہے - اور وہ سدیم ہے - اِن سب کی تکوین ' سدیم ہی کے مادہ سے ہوئی ہے - وہ بتدریج سدیمی کرہ سے جدا ہو کر مستقل وجود بنے ہیں - اِسی طرح تمام کیمیاوی و فلکی دلائل کا رجحان بھی اِسی نظریے کی طرف ہے کہ نہ صرف خاندان شمسی بلکہ جملہ عوالم فلکی ' اِسی سدیم سے بنے ہیں - زمین اور جملہ ستاروں کا خمیر ایک ہی ہے - سب ایک ہی مادے کی مختلف شکلیں ہیں - سب کا مادہ کیمیاوی ذروں سے مرکب ہے - ان میں ہر ذرہ اپنے اندر دو کہربائی لہریں ایجابی اور سلبی رکھتا ہے -

پس جب جملہ کائنات اور ہماری زمین ' ایک ہی اصل رکھتی ہیں ' تو کوئی وجہ نہیں کہ صرف ایک ہمارے کرے ہی میں زندگی ہو اور باقی تمام کرے ' مردہ اور بے جان فرض کر لیے جائیں - اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ زمین کے سوا کسی دوسرے ستارے میں زندگی نہیں ہے ' تو یہ سوال قابل غور ہے کہ بقول علماء فلک کے سورج اپنی حرارت برابر کہو رہا ہے ' اور کروڑوں برس کے بعد ایک وقت آجائیگا جب وہ بالکل بے نور اور بے حرارت ہوکر رہ جائیگا - اُس وقت زمین یقیناً زندگی سے محروم ہو جائیگی - ایسی حالت میں یہ کروڑوں ستارے کیا ہونگے ؟ کیا یہ بھی ہمارے نظام شمسی کے ساتھہ تباہ ہو جائینگے ؟ حالانکہ معلوم ہے کہ گنتی کے چند کواکب کے سوا باقی تمام ستارے ہمارے نظام شمسی سے باہر ہیں اور ہمارے آفتاب کی موت و حیات کا اُن پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا - اگر یہ تباہ نہیں ہونگے ' تو اِن کے وجود سے فائدہ کیا ہے جب کہ وہ بالکل اُجاڑ ' سنسان ' اور بے جان ہیں ؟

تمام عقلی و نقلی علوم اور دینی روایات بھی ثابت کر رہی ہیں کہ جملہ کائنات ' ایک ہی اصل سے ظاہر ہوئی ہیں اور ایک ہی قسم کے طبیعی ناموس کے ماتحت برقرار ہیں - اگر یہ صحیح ہے تو زمین کو کوئی خاص امتیاز حاصل نہیں ہے کہ صرف اُسی پر زندگی ہو اور باقی تمام عوالم بے نور اور زندگی سے محروم ہوں - زمین پر زندگی کے جو لوازم ہیں ' ضروری نہیں کہ دوسرے ستاروں میں بھی لوازم ہوں - ناموس انتخاب طبیعی بتاتا ہے کہ زندہ کائنات اپنے ملحول اور زمان و مکان کے اختلاف سے مختلف صورتیں اختیار کرلیتی ہیں - اُن کی شکل بھی بدل جاتی ہے - مزاج بھی مختلف ہو جاتا ہے - پہلے یقین کیا جاتا تھا کہ سنتی گریڈ کے سو درجہ حرارت میں کوئی ذی روح زندہ نہیں رہ سکتا - لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ بعض جراثیم کہولتے ہوئے پانی میں بھی زندہ رہجاتے ہیں - اِسی طرح بعض جراثیم برف میں بھی مدتوں نہیں مرتے - اگر یہ صحیح ہے تو یہ باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ دوسرے ستاروں کے جاندار بھی اُس ملحول میں زندہ نہیں رہ سکتے ' جو ملحول ہماری زندگی کے منافی ہے -

ممکن ہے ستاروں میں زندگی کا قوام ہماری زمین کی زندگی کے قوام سے مختلف ہو - مثلاً آکسیجن ہمارے لیے ضروری ہے ' مگر دوسرے ستاروں کی مخلوقات کے لیے ضروری نہ ہو - ظاہر ہے کہ ستاروں کے جاندار ہم سے مختلف ہونگے ' کیونکہ اُن کا ملحول ہم سے بالکل مختلف ہے - ہمارے اُن کے درمیان مابہ الا شتراک صرف روح ہی ہو سکتی ہے - اور معلوم ہے کہ روح نہ تو کوئی شکل رکھتی ہے ' نہ مادے کے تابع ہے - خود اپنی اِسی زمین پر ہم دیکھتے ہیں کہ لاکہوں مخلوقات اپنی جسمانی ترکیب اور ضروریات زندگی میں ایک دوسرے سے پورا اختلاف رکھتی ہیں - تاہم سب زندہ ہیں ' اور سب میں ایک ہی روح کارفرما ہے - جب خود زمین پر مخلوقات کا اختلاف اِس درجہ زیادہ ہے ' تو ظاہر ہے ' دوسرے ستاروں کی مخلوق ہم سے کیوں مختلف نہو ؟

چونکہ ہماری زمین ' سب سے زیادہ قدیم نہیں ہے ' اس لیے ممکن ہے ' دوسرے ستاروں میں زندگی زیادہ قدیم اور بہت ترقی یافتہ ہو - بہت ممکن ہے کہ بعض ستاروں کی مخلوق اِس درجہ ترقی کرگئی ہو کہ ہم سے بہت زیادہ علم و حکمت رکھتی ہو - ہم سے بہت زیادہ اسرار وجود سے واقف ہو - ہم سے کہیں زیادہ اُس کی ایجادیں محیر العقول ہوں - ممکن ہے اُس کے پاس ایسے ذرایع موجود ہوں کہ قریب کے دوسروں ستاروں تک بھی پہنچ سکتے ہوں اور روح و مادہ کے راز معلوم کرچکی ہوں - ممکن ہے اُن کے جسم ہمارے ہی جیسے ہوں - ممکن ہے ہم سے بالکل مختلف ہوں - بہت ممکن ہے وہ ہم سے زیادہ حواس رکھتے ہوں -

یہ ہے خلاصہ دوسرے گروہ کے خیالات کا - اور پہلے گروہ کے خیالات سے زیادہ معقول معلوم ہوتا ہے -

اطلاع

اکثر حضرات الہلال کے ابتدائی نمبروں کا شوق ظاہر کرتے ہیں ' اور خریدار ہوتے ہوے لکھتے ہیں کہ تمام پچھلے پرچے بھیج دیے جائیں - لیکن افسوس ہے کہ ابتدائی نمبر اب دفتر میں موجود نہیں ہیں اور اسلیے دفتر تعمیل سے مجبور ہے -

منیجر

ترکی حکومت

اور اُس کے اجتماعی و سیاسی تغیرات

شروع سے ابتک

(۱)

دور اول

سنہ ۶۹۹ھ (۱۳۰۰ع) سے سنہ ۱۲۲۳ھ (۱۸۰۸ع) تک

آل عثمان کی سلطنت اُس زمانہ میں ظاہر ہوئی' جب صلیبی جنگوں کی خونریزی سے مشرق قریب کی سرزمین سرخ ہو رہی تھی اور مسیحی تعصبات سے وقت کا مطلع غبار آلود تھا - اس وقت کی آب و ہوا کا یہ قدرتی اثر تھا کہ سلطان عثمان اور اُن کی اولو العزم اولاد میں دینی جہاد کا جذبہ پیدا ہوا' اور وہ مسیحی ممالک کی فتوحات پر کمر بستہ ہوگئے - یہ یورپ کے صلیبی حملہ کا قدرتی رد فعل تھا -

اُس وقت ایشیاے کوچک کے اطراف و جوانب بروسہ' ازمید' ازنیق' طرابزون میں بیزنطینی سلطنت (قسطنطنیہ) کے باج گزار امرا حکمراں تھے- آل عثمان نے اپنے جہاد اور ملک گیری کا آغاز انھی سے کیا' اور یکے بعد دیگرے مطیع یا مغلوب کرتے گئے - اِن سے فارغ ہوکر دردانیال کے آگے بڑھے' اور بلغاریا' سرویا' اور بیزنطینی سلطنت کو زیر و زبر کرنے کے بعد مسیحیت کی راج دھانی " روم " کو گھورنے لگے - یہ صلیبی لڑائیوں کے جوابی حملہ ھی کا جذبہ تھا' جس نے سلاطین آل عثمان کو یک قلم یورپ کی طرف متوجہ کر دیا تھا' اور ایشیا سے بڑی حد تک غافل رہے تھے - صرف سلطان سلیم یاوز (خونریز) نے ایشیا کی طرف توجہ کی' مگر اِس کی ایشیائی فتوحات میں ایک دوسرا ھی جذبہ کار فرما تھا - وہ عرش خلافت پر جلوہ گر ہونے کا متمنی تھا' جس میں اُسے پوری طرح کامیابی ہوگئی -

یورپ صلیبی جنگوں سے بالکل خستہ ہو چکا تھا - مسلسل شکستوں نے اُس کی شجاعت و ہمت پر کاری ضربیں لگائی تھیں - فرقہ وارانہ حسد و منافست نے اُس کے تمام قوی معطل کر دیے تھے - اِن حالات کا لازمی نتیجہ تھا کہ دول یورپ نے ترکی سیلاب کے مقابلہ کا کوئی خیال نہیں کیا' اور قسطنطنیہ اور مشرقی یورپ کی مسیحی ریاستوں اور قوموں کو مغلوب ہوجانے دیا - لیکن جب ترکوں نے بلقان سے بھی قدم آگے بڑھایا' اور ھنگری پر ترکتازیاں شروع کردیں' تو یورپ کی آنکھیں کھلیں - مذہب کے نام پر متعدد محاذ قائم کیے گئے' اور ترکوں کے روکنے کی کوشش شروع ہوئی - مگر کامیابی حاصل نہ کرسکے -

یہانتک کہ سلطان سلیمان قانونی کی وفات کے بعد خود ترکوں میں کمزوری پیدا ہوگئی - سلطان مراد ثالث کے عہد میں یہ کمزوری ظاہر ہوئی' سلطان احمد اول کے زمانہ میں اس نے ترقی پائی' اور سلطان محمد رابع کے دور میں بلوغ و کمال تک پہونچ گئی - ترک جس قدر کمزور ہوتے گئے' یورپ کا مسیحی اتحاد بھی اُسی قدر ٹوٹتا گیا - یہانتک کہ صرف روس اور آسٹریا ترکوں کے مقابلہ میں رہ گئے' اور اُنھیں یورپ سے نکالنے کی کوشش کرتے رہے -

اِس طرح ترکی شہنشاہیت نے اپنی عمر کا اکثر حصہ پے در پے جنگوں میں گزار دیا - ابتدائی جنگیں حملہ آورانہ تھیں' بعد میں مدافعانہ ہوگئیں - لیکن اس تمام مدت میں ترکی سلطنت ایک مذہبی سلطنت رہی - اس کا تمام داخلی نظام شریعت کے احکام پر مبنی تھا - علما و فقہاء کو غیر معمولی اقتدار حاصل تھا - مفتیوں کے فتوے عزل و نصب اور نظم و نسق کے لیے جاری ہوتے رہتے - چونکہ عثمانی حکومت کی نشو و نما ھی اُس وقت ہوئی تھی' جب کہ اسلام کے دینی علم و عمل کی روح پژمردہ ہونا شروع ہوگئی تھی' اور دینی نظر و بصیرت اور اجتہاد فکر کی جگہ تقلید و جمود کی بنیادیں قائم ہوچکی تھیں' اس لیے مذہبی احکام و نظام کی کوئی بہتر روح پیدا نہ ہوسکی - جن علماء کے ہاتھ میں نظم و نسق کے احکام تھے' ان کا علم تمام تر فقہ حنفی کی چند متداول متون و شروح تک جو متاخرین کی ترتیب دی ہوئی تھیں' محدود تھا' ان سے باہر نہ تو کوئی نظر رکھتے تھے' اور نہ ایسی فضا تھی کہ بلند نظری پیدا ہوسکتی -

اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام کی پچھلی حکومتوں کی طرح' عثمانی حکومت میں نظم و ادارہ کی کوئی موافق روح پیدا نہ ہوسکی - دائرۂ حکومت تمام بر اعظم یورپ اور مشرق میں پھیل گیا تھا - مختلف مذاہب' مختلف نسلیں' مختلف تمدن' اور مختلف جماعتی مزاج رقبۂ حکومت میں جمع ہوگئے تھے' حکومت کے لیے اتنے مختلف عناصر پر کامیاب حکومت قائم رکھنی آسان نہ تھا - ترک ہمیشہ سے ایک جنگی قوم تھے - اب ان کے زیر نگیں یورپ اور مشرق کی تمام متمدن آبادیاں آگئی تھیں - ضرورت تھی کہ انتظام حکومت کی ایک طاقتور روح پیدا کی جاتی - یہ روح ضرور پیدا ہوتی' اگر علوم دینیہ کی حقیقی روح باقی رہتی' اور تقلید و تنگ نظری نے فقہاء کے دماغ عقیم نہ کردیے ہوتے - لیکن افسوس کہ حالت دوسری تھی - نتیجہ یہ نکلا کہ روز بروز حکومت کا انتظامی مزاج مختل ہونے لگا - حتی کہ یورپ کے مورخین کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ " اسلام کے احکام کی روح ھی حاکمانہ انتظام (اڈمنسٹریشن) کے خلاف ہے " حالانکہ اسلام کی روح مخالف نہیں ہے - مسلمانوں کا دماغی تنزل مخالف ہے -

(دور اصلاح)

سنہ ۱۲۲۳ھ (۱۸۰۸ع) سے سنہ ۱۲۹۳ھ (۱۸۷۶ع) تک

اِدھر ترکی مدافعانہ جنگوں میں مصروف تھی - روس اور آسٹریا کے حملوں کا مقابلہ کر رہی تھی - اُدھر یورپ میں ایک نئی تہذیب پھیل رہی تھی' جدید تمدن زندگی اور ترقی کے نئے نئے دروازے کھول رہا تھا' اور اقوام یورپ تیزی سے آگے بڑھ رہی تھیں - ایک طرف کامل وقفہ تھا' دوسری طرف پوری حرکت و سرعت تھی - نتیجہ یہ نکلا کہ یورپ بہت آگے بڑھ گیا' اور ترکی جہاں تھی' وہیں کی وہیں رہ گئی' بلکہ مسلسل دفاعی جنگوں نے اُسکی چولیں ھلا ڈالیں -

---

اِس کے بعد پھر بت پرستی کے خلاف کوئی با ضابطہ مسیحی دعوت پیدا نہیں ہوئی - یہانتک کہ صلیبی لڑائیوں کے بعد اسلامی توحید کی تعلیم یورپ کے قلب تک پہنچی' اور مشہور مسیحی مصلح لوتھر کا ظہور ہوا -

(لیین کی اصلاح)

اسی زمانے میں لیون سوم قسطنطنیہ کے تخت پر بیٹھا - اس شہنشاہ نے اشور کے پہاڑوں میں نشو و نما پائی تھی - ہر قسم کی تعلیم و تربیت سے محروم تھا - تاہم عقل سلیم رکھتا تھا - یہودیوں اور عربوں کی صحبت میں بیٹھ چکا تھا ، اور اُن کے اثر سے تصویروں اور بتوں کی تعظیم و عبادت سے متنفر تھا -

یہ تخت نشین ہوا ؛ اور نہایت تدبر سے اپنے ارادے مخفی رکھے - یہانتک کہ جب پوری طرح اقتدار حاصل ہوگیا تو دینی اصلاح کی طرف قدم اُٹھایا - اس نے پہلا کام یہ کیا کہ علماء کی ایک مجلس منعقد کی اور یہ فتوی صادر کرایا کہ کنیسوں اور مقدس ہیکلوں سے تصویریں اور مورتیں ہٹا کر کسی ایسی بلند جگہ منتقل کردی جائیں جہاں مشرکانہ رسمیں انجام نہ دی جا سکیں -

چند سال بعد اُس نے دوسرا قدم اٹھایا اور مورتیوں کی پرستش ، اُنکی تعظیم ، اور کنیسوں میں موجودگی ، سب ناجائز قرار دیدی - اُس نے صرف اتنے ہی پر اکتفا نہیں کیا ، بلکہ قسطنطنیہ کے تمام کنیسوں کو تصویروں اور مورتوں سے خالی بھی کر دیا - چنانچہ حضرت مسیح اور حضرت مریم بتول (علیہما السلام) کے تمام بت توڑ کر پھینک دیے گیے - اور تمام تصویریں محو کردی گئیں -

اُس کے بیٹے قسطنطین پنجم نے اِس بارے میں اور بھی زیادہ سختی برتی - سنہ ۷۵۴ ع میں اُس نے ایک دینی مجلس منعقد کی - اِس میں ۳۳۸ پیشوا جمع ہوئے - اِس لحاظ سے یہ مجلس بہت ہی بڑی مجلس تھی - مگر اس میں صرف بیزنطینی کنیسے ہی کے علماء شریک ہوئے تھے - روم ، اسکندریہ ، بیت المقدس ، اور انطاکیہ کے نمائندے شامل نہیں تھے - پادشاہ نے اِس مجلس کے سامنے تصویر پرستی کا مسئلہ پیش کیا - متفقہ فیصلہ ہوا کہ یہ عبادت ، مسیحی تعلیمات کی رو سے قطعاً حرام ہے - اور پرستش کی تصویریں ، مجسمے ، اور آثار مسیحی عبادت گاہوں سے خارج کردینے چاہئیں - اس مجلس نے صلیب کو بھی اپنے فتوے میں مستثنی نہیں کیا ، اُسے بھی تجسم کا رمز قرار دیکر ممنوع ٹھہرایا - مزید برآں خود فن مصوری کو بھی نا جائز بتایا - اس نے یہ حکم بھی نافذ کیا کہ جو شخص صلیب بنائے ، یا مقدس تصویریں اور نقوش اتارے ، اُسے فوراً کنیسے سے خارج کردیا جائے ، اگرچہ وہ خود علماء کی جماعت ہی میں سے کیوں نہ ہو -

سنہ ۷۶۶ ع میں اِس فیصلہ کو اور بھی زیادہ تشدد کے ساتھ جاری کیا گیا - صلیب رکھنا ، ولیوں کے لیے نماز پڑھنا ، تصویروں کی تعظیم کرنا ، یہ سب باتیں جرم قرار پائیں ، اور مخالفوں کے لیے تازیانہ کی سزا سے لیکر آنکھیں پھوڑنے ، زبان کاٹنے ، اور سولی پر چڑھانے تک کی سزائیں تجویز کی گئیں -

(بت پرستی کا دوسرا دور)

لیکن ملکۂ ایرینی کے عہد میں پھر انقلاب ہوا - یہ ملکہ بت پرستی کی حامی تھی ، کیونکہ وہ نسلاً یونانی تھی اور عورت تھی - یہ اِس حیثیت سے تخت نشین ہوئی تھی کہ اپنے نا بالغ لڑکے قسطنطین ششم کی ولی اور سرپرست رہیگی - اِس نے برسر اقتدار آتے ہی ایقونی کنیسا (یعنی بت پرستی کو حرام سمجھنے والے کنیسا) کے علماء کو ستانا شروع کردیا - ستمبر سنہ ۷۸۷ع میں بہ مقام نیس ایک دینی مجلس منعقد کی - اِس میں ۸۶۷ پادری جمع ہوئے تھے - پوپ کے نمائندے بھی شریک تھے - بالاتفاق یہ فتوی صادر کیا گیا کہ مقدس تصویروں اور بتوں کی عبادت مسیحیت میں جائز ہے - اتنا ہی نہیں بلکہ شرعاً مستحسن ہے - دلیل میں اسلاف کی بہت سی جھوٹی روایتیں پیش کی گئی تھیں - مزید برآں قسطنطنیہ کی سابق دینی مجلس کی تکفیر بھی کی گئی تھی - اُس کے فیصلہ پر عمل کرنے والوں کو بھی کافر و مرتد قرار دیا گیا !

(دوسری اصلاح)

ایک مدت تک اِس نئے فیصلہ پر عمل ہوتا رہا - یہاں تک کہ تھیوفیلس بیزنطینہ کا بادشاہ ہوا - یہ بت پرستی کا دشمن تھا - سنہ ۸۳۳ ع میں اِس نے پھر علماء مسیحیت سے ایک نیا فتوی حاصل کیا اور بت پرستی حرام قرار پائی - اِس نے صرف تصویریں اور بت ہی نہیں مٹائے ، بلکہ کنیسوں میں مسیحی بزرگوں کے ناموں کے ساتھ " مقدس " کا لفظ بھی مٹا ڈالا - مصوروں اور بت سازوں کو شدید سزائیں دی گئیں - بہت سے خلاف ورزی کرنے والے پادریوں کی پیشانیاں آگ سے داغ دی گئیں - غرضکہ اِس رسم کے خلاف سخت جہاد جاری ہوگیا -

اسی زمانے میں ایک مسیحی عالم جان (جسے عربوں نے یوحنا نحوی کے نام سے پکارا ہے) مشرقی رومن سلطنت کے کنیسے کا بطریق اعظم مقرر ہوا - یہ شہنشاہ کا استاد تھا اور بت پرستی کا سخت مخالف ، مگر اسکی طبیعت بہت کمزور تھی - اِس نے شاہی احکام کی تنفیذ میں تساہل کیا - نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفوں کے حوصلے بڑھگئے اور وہ علانیہ احکام شاہی کی خلاف ورزی پر آمادہ ہوگئے - شہنشاہ نے یہ حالت دیکھی تو سخت برہم ہوا - پہلے سے بھی زیادہ تشدد پر اتر آیا اور مقدس تصویروں اور بتوں کے معتقدین کو سخت سزائیں دینے لگا -

(بت پرستی کا تیسرا دور)

شہنشاہ کے انتقال پر اُس کی ملکہ تخت نشین ہوئی - یہ اپنے شوہر کے خلاف عقیدہ رکھتی تھی - اس نے بت پرستی پھر رائج کرنی چاہی مگر اُس کی راہ میں سب سے بڑی روک یہی یوحنا نحوی تھا - یہ شخص دونوں جماعتوں کی نظر میں مردود تھا - بت پرستی کے مخالف ، اسے بزدل اور مداہن سمجھتے تھے - حامی دشمن خیال کرتے تھے - اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ یہ طبیعی علوم اور فلسفہ کا عالم تھا - یہ چیز اُس زمانے میں تمام دیندار مسیحیوں کی نظر میں کفر و الحاد تھی - اِس صورت حال نے یوحنا کو بالکل بے یار و مددگار کر دیا - چنانچہ اُسے معزول کرنے کی کوششیں شروع ہوئیں - اُس پر یہ تہمت لگائی گئی کہ جادوگر ہے - یہ تہمت اُس کی معزولی کے لیے کافی تھی - چنانچہ اُسے ذلت کے ساتھ نکالا گیا اور ایک گم نام خانقاہ میں جلا وطن کر دیا گیا - مگر مخالفوں کو اِس سے سیری نہیں ہوئی - تھوڑے ہی دنوں کے بعد اُس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اُس نے ایک ولی کی تصویر کی آنکھیں پھوڑ ڈالی ہیں - اِس الزام پر اُسے سخت سزا ملی اور توراۃ کے قانون " دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ " کے بموجب اُس کی آنکھیں پھوڑ ڈالی گئیں !

اب ملکہ کے لیے میدان صاف تھا - اُس نے سنہ ۸۴۲ع میں ایک اور دینی مجلس قسطنطنیہ میں منعقد کی اور از سر نو بت پرستی کا فتوی صادر کرادیا - تمام مخالف ، کافر قرار دیے گئے ، اور بت پرستی مسیحیت کی بنیادی عبادت تسلیم کرلی گئی - ۱۹ فروری سنہ ۸۴۲ ع میں کنیسۂ ایا صوفیا میں پھر تصویریں اور مورتیں واپس آگئیں - یونانی کنیسا اب تک یہ دن ایک عظیم دینی تہوار کے طور پر مناتا ہے -

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں

مصطفیٰ پاشا الفاضل

اور لائحۂ اصلاحیہ

(۲)

میرے آقا! اہل یورپ کہتے ہیں کہ ہماری کمزوری اور انحطاط ہماری قومیت اور ہمارے دین کی وجہ سے ہے۔ نیز کہتے ہیں کہ ہم فوجی زندگی بسر کرنے کے علاوہ اور کسی بات کے لئے موزوں ہی نہیں۔ حالانکہ ان کا یہ خیال حقیقت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ ہماری امت دنیا کی دوسری امتوں سے کوئی مستثنےٰ اصنوبت حال نہیں رکھتی۔ جس طرح دنیا کی مختلف قومیں ابتدا میں جنگی قوت سے نمایاں ہوئیں تاکہ اپنی ہستی کے لئے استقلال پیدا کریں، اور پھر علوم و صنائع اور تمام اعمال مرتبہ کے لئے مستعد ہوگئیں، اسی طرح ہم بھی اپنی جنگی شجاعت سے دنیا میں نمایاں ہوئے، اور کوئی وجہ نہیں کہ ترقی و سعادت کے تمام اعمال کی طرف قدم نہ بڑھائیں۔ قوم کی ابتدائی حرکت لڑائی میں ظاہر ہوئی ہو یا صنائع میں، مصدر دونوں کا ایک ہی ہوتا ہے اور وہ حرکت کی استعداد ہے۔ جس میں یہ استعداد ہے، اس کی راہ کبھی رک نہیں سکتی۔ خود یورپ کی مختلف قوموں کا اٹھان ہماری ہی طرح جنگ و عسکریت سے ہوا ہے، اور اب وہ تمدن و صنائع کے میدان میں سب سے پیش پیش ہیں۔

اسی طرح ہمارے دین پر بھی الزام، صحیح نہیں۔ اس دین کی طرح دنیا کے تمام دینوں کی بھی تعلیم یہی ہے کہ جملہ کائنات، مشیت الٰہی کے ماتحت ہے۔ مسیحیوں کے عقیدے اس بارے میں ہمارے عقیدوں سے کہیں زیادہ سخت ہیں۔ وہ مذہب جس پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ انکے پولس رسول کی تعلیم ہے کہ انسان، پروردگار کے ہاتھ میں ایسا ہے، جیسے کہ کچی مٹی کمہار کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی اے میرے آقا! انھیں بھلائی اور بہتری حاصل کرنے سے کوئی چیز روک نہ سکی۔

حق کا اظہار ضروری ہے۔ ہمیں جس چیز نے ان کی طرح علمی قوم ہونے سے روک دیا ہے، وہ ہمارا طرز حکومت ہے۔ جس حکومت میں یہ امر روا ہو کہ ایک انسان دوسرے انسان کی محنت سے بغیر استحقاق کے نفع اٹھائے، وہاں نہ عقل ترقی پاسکتی ہے، نہ خوشحالی، عام ہوسکتی ہے۔ جس ملک میں بھی ظلم پھیل جاتا ہے، مخلوق عمل سے کنارہ کش ہوجاتی ہے۔ کیونکہ اسے اپنی محنت سے متمتع ہونے کا یقین نہیں ہوتا۔

فرانس کی حالت ہمارے سامنے ہے۔ یہ خوبصورت ملک بھی جس طرح اعلیٰ حضرت بھی ہیں ۱۷۸۹ء سے پہلے سخت غفلت و فلاکت میں پڑا تھا۔ لالق سے لالق وزیر برسر حکومت آئے اور بڑی بڑی کوششیں کیں کہ صنعت و حرفت اور تجارت و زراعت کو زندگی دیں، ملک میں حرکت و زندگی پیدا کریں، مگر ناکام رہے۔ ملک نے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھایا۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ ظلم و استبداد ہر طرف چھایا ہوا تھا۔ رعایا اپنی محنت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتی تھی۔ کسان جنگلوں میں مارے مارے پھرتے تھے۔ فقر و فاقہ نے انھیں حیوانوں کی سی مخلوق بنا دیا تھا۔ کوئی بھی محنت و مشقت کی طرف رغبت ظاہر نہیں کرتا تھا۔

لیکن صرف تیس برس کی مدت کے بعد اب فرانس، فرانس ہوگیا ہے۔ تمدن و تہذیب کا مرکز ہے۔ علوم و صنائع سے مالا مال ہے۔ میرے آقا! یہ حیرت انگیز تبدیلی، صرف نظام حکومت کی تبدیلی کا نتیجہ تھی۔ مستبد حکومت نے ملک کو ویران کر ڈالا تھا۔ آزاد حکومت نے آتے ہی اس میں روح پھونک دی۔ ایسی روح جس نے اسے زندہ، جوان، طاقتور، اور خوشحال بنا دیا۔ درحقیقت فرانس پر آزادی کا بہت ہی عظیم احسان ہے۔

میرے آقا! آزادی، قوموں کو زندہ کر دیتی ہے۔ صرف معنوی زندگی ہی نہیں، مادی زندگی بھی بخشتی ہے۔ جب انسان اپنے حقوق سے محروم ہوجاتا ہے، تو ناکارہ ہوجاتا ہے۔ اس کے تمام جسمانی و معنوی قوی معطل ہوجاتے ہیں۔

میرے آقا! جب قوم کی وہ حالت ہوجائے، جو اوپر عرض کر چکا ہوں۔ زمانہ، اس کے اخلاق پر دست درازی کرے، غفلت، آہستہ آہستہ اس کی عقل پر حاوی ہوتی جائے، فقر و فاقہ اس کا خون چوسنے لگے، اور سلطنت کے خزانے خالی ہوجائیں، تو ایسی حالت میں ہر محب وطن اور مخلص قوم کا فرض ہوجاتا ہے کہ صرف اصلاح کے مطالبہ ہی پر قانع نہ ہوجائے بلکہ عمل کا فوری قدم بھی اٹھائے۔ اصلاح ایک بے معنی لفظ ہے اگر اس کے ساتھ عمل نہ ہو۔ کتنے قوانین کا ہم سے وعدہ کیا گیا! کتنے نظام شائع کئے گئے؟ مگر کبھی عمل ہمارے سامنے نہیں آیا۔ لہٰذا اب ہم پر فرض ہوگیا ہے کہ ایک قدم آگے بڑھیں اور یہ اہم معروضہ عرش معلیٰ کے روبرو انتہائی تعظیم و احترام کے ساتھ پیش کر دیں۔

میرے آقا! آپ اس سلطنت کا ہاتھ پکڑئے اور اس کا شباب تازہ کر دیجئے۔ دستور (یعنی دستوری نظام حکومت) کا ہاتھ تھامئے اور اسے اختلال و بدنظمی سے سنبھال لیجئے۔ امت کو ایسا دستور بخشئے جس کا جسم تندرست ہو، سینہ کشادہ ہو، نیت نیک ہو۔ پھر اسے اپنی امان میں لے لیجئے، ایسا انتظام قائم کیجئے کہ وہ اخلاص سے جاری ہو، امانت سے اس پر عمل کیا جائے، اور ہمیشہ کے لئے دست درازیوں سے محفوظ ہوجائے۔ ایسا دستور جس کے سامنے مسلم اور غیر مسلم، دونوں اپنے حقوق و واجبات میں برابر ہوں، تاکہ قومی اتحاد پیدا ہو۔ سب کو سلامتی اپنے سائے میں لے لے، اور مغربیوں کا یہ کلیہ ٹوٹ جائے کہ غالب اور مغلوب میں اتحاد، محال ہے۔

آہ میرے آقا! میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے اہل حل و عقد میں منافق اور جاہل، لفظ دستور تک سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ اعلیٰ حضرت سے کہتے ہیں کہ دستور بادشاہ کو ایک بے جان کٹھ پتلی بنا دیتا ہے۔ اس کا اختیار چھین لیتا ہے۔ اس کی عظمت سلب کر لیتا ہے۔ دوسری طرف قوم سے کہتے ہیں: دستور تمھیں تمھاری عزیز ترین متاع سے محروم کر دے گا: دین، لباس، رسم و رواج سب سے محروم کر دے گا۔ لیکن یہ لوگ یا تو دغاباز ہیں، یا جہالت نے ان کی عقل پر پردے ڈال دئے ہیں۔

میرے آقا! ان لوگوں کے مشورے پر کان نہ دھرئے۔ اے میری امت! ان کی گمراہی کی پرواہ نہ کر۔ دستور، صرف خود غرضی کو روکتا ہے۔ بادشاہ کی صرف اتنی ہی آزادی سلب کرتا ہے کہ وہ رعیت کے معاملہ میں غلطی نہ کرے۔ اتنا ہی اختیار چھینتا ہے، جتنے غیر معتدل اختیار سے شر پیدا ہوتا ہے۔ وہ قوم پر کوئی ایسا حکم نہیں لگاتا جو اس کی مرضی کے خلاف یا اس کی سعادت کے منافی ہو۔ وہ دین کی حفاظت کرتا ہے۔ سلطنت کا نگہبان ہوتا ہے۔ حقوق کی ضمانت کرتا ہے۔ دلوں میں اطمینان اتارتا ہے۔ ہر انسان کو آزاد اور شریف بنا دیتا ہے!

دستور ہمارے لئے یہ موقعہ بہم پہونچائے گا کہ تمام سلطنتوں سے اپنے تعلقات اور زیادہ بہتر بنا دیں۔ یہاں، اس ملک میں، وہاں، یورپ میں، کون نہیں جانتا کہ ہمارے معاملات میں سفراء دول کی مداخلت نے کتنا نقصان پہنچایا ہے؟ یہ لوگ برابر اصلاح، اصلاح چلاتے ہیں، مگر سب کو معلوم ہے کہ اس مطالبہ سے ان کا مقصد ایک قوم کو دوسری قوم پر ترجیح دینا ہے، یا اس سے ان کی غرض بعض افراد کی خدمت ہے۔ اور بھی زیادہ برا اور نقصان دہ ہے۔ لیکن دستور، ہماری حکومت ایسی مستحکم بنیادوں پر قائم کر دے گا کہ کسی اجنبی کو مداخلت کی جرأت باقی نہ رہے گی۔ تمام رعایا اپنی حکومت کے ظل حمایت میں ہوگی۔ سب کو عدل و انصاف کے سایہ میں یکساں امن ملے گا۔ دستور کے سامنے سب آدمی برابر برابر ہوجائیں گے۔

میرے آقا! وقت آگیا ہے کہ اسلام کی سلطنت کو آپ بچالیں۔ اس کی راہ میں ہمارے خون اور ہمارے آنسوؤں کی قربانیاں عظیم تھیں۔ اس کا ماضی، شاندار تھا، اس کا حاضر، حسرت ناک ہے۔ آہ! یہ حاضر خود اعلیٰ حضرت کے رحیم قلب کے لئے کیسا کیسی درد و تکلیف دہ ہے؟ ہمارے گرد ہر چیز ہمیں ہنکا رہی ہے۔ ہمارے ہاتھ کی ہر چیز گرتی اور کو ٹوٹتی جاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت کی دوربین نظریں یہ سارے خطرے دیکھ رہی ہیں۔ معاملہ، سنجیدہ اور واقعی ہے۔ خیال کیجئے قوم کی امیں گنجائش نہیں ہے کہ آپکے پاس اتنی فوج موجود ہو کہ اجنبی ایندھن سے بھڑکنے والی ہر فساد کی آگ، بجھا دے سکتی ہو۔ لیکن اس فوج کے پاس نہ تو کھانا ہے کہ مفلسوں کا پیٹ پال سکے، نہ حکمت ہے کہ مغلوبوں کے دلوں میں اتر سکے، اور نہ ہی امان ہے کہ خوف زدوں کو اپنے دائرہ حفاظت میں لے لے اور ظالموں کا ظلم روک سکے۔ آپ ملاعوں کو اپنے ملک میں نئے نئے امتیازات دے کر فیصلہ کا دن دور کر سکتے ہیں، لیکن آپ کی اس بخشش میں ہمارا کیا ہے؟ بہت ممکن ہے فیصلہ کے ہولناک دن میں ہم اسی بخشش کی بدولت اور بھی زیادہ کمزور بے کس، اور فقیر ثابت ہوں۔

میرے آقا! ہر سال جو گزرتا ہے، ہمارے بیرونی مددگاروں کی تعداد کم کرتا اور ہماری داخلی زندگی کا ایک چراغ بجھا دیتا ہے۔ یہ انگلستان ہمارے سامنے موجود ہے۔ اب وہ ہماری امداد کا ویسا خواہشمند نہیں ہے جیسا بارہ برس پہلے تھا۔ یہ آسٹریا، جرمنی سے شکست کھانے کے بعد مغربی ہونے سے زیادہ مشرقی سلطنت بن گیا ہے۔ اب وہ سلاوی قوموں سے تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے جو ہماری سرزمین میں مقیم ہیں۔ اس سے بھی زیادہ اندیشہ کی بات یہ ہے کہ یورپ کی عام رائے ہمارے خلاف ہوگئی ہے۔ ۱۸۵۶ء میں جب وہ ہماری طرفدار تھی، مگر روز بروز ہم سے متنفر ہوتی

سلطان محمود ثاني تک ترک اپني عظمت و سرگراني کي وجه سے علم و فن کي هر نئي بات کو نفرت کي نظر سے دیکھتے تھے۔ صرف توپ خانه اور طباعت کي چند اصلاحات منظور کي گئي تھیں۔ باقي تمام علمي و صناعي انکشافات سے غفلت و اعراض تھا۔ مشہور ترکي مورخ جودت پاشا نے اپني تاریخ میں ترکوں کا ذهني جمود دکھایا ہے۔ وہ لکھتا ہے که " رسمي احمد آفندي نے سلطان مصطفى ثالث کے زمانه میں یورپ کي سیاحت کي تھي۔ واپس آکر سلطان کے ایک مقرب خاص یوسف آفندي سے بیان کیا که دول یورپ اپنے ملکوں کے حفظان صحت پر بہت متوجه هیں۔ جا بجا قرنطینے قائم کیے گئے هیں۔ سلطنت عثمانیه کو بھي یہي کرنا چاهیے۔ لائق مصاحب نے یه سنکر پیشاني پر بل ڈال لیے اور کہا " میں تمہیں ابتک عقلمند سمجھتا تھا، مگر تم سخت احمق نکلے، تم اتنا بھي نہیں سمجھ سکتے که یورپ کے لوگ همارے ملک میں صرف بیماریوں کے ڈر سے نہیں آتے۔ اگر هم حفظان صحت کا انتظام کر دینگے، تو ظاهر ہے، یه لوگ اٹھ جائینگے، اور یورپین همارى سرزمین پر چیونٹي کي طرح پھیل جائینگے۔ پھر هم اُنہیں کیسے قابو میں رکھ سکینگے؟ "

یه بات نہیں ہے که ترکي میں کسي کو بھي اصلاح کا خیال نه تھا۔ خود سلطان مصطفى ثالث اور سلیم ثالث اصلاح کے بڑے حامي تھے۔ مگر بالکل مجبور تھے۔ اصلاح کي سب سے بڑي مخالفت فوج اور عامة الناس کي طرف سے هوتي تھي۔ ینگ چری فوجوں کو حد سے زیادہ اقتدار حاصل هوگیا تھا، سلطان انکے هاتھ میں کھلونا تھا۔ یه فوجیں سخت جاهل اور گنوار تھیں۔ کسي طرح کي اصلاح دیکھنا نہیں چاهتي تھیں۔ عام رعایا سرکاري علماء کے هاتھوں میں تھي، اور معلوم ہے که علماء دولت هر زمانه میں اصلاح کے سب سے بڑے مخالف هوتے هیں۔ اصلاح کي هر صدا ان علماء سوء کے مذهب میں کفر و الحاد کي صدا تھي۔ وہ ایک لمحه کیلیے بھي گوارا نہیں کر سکتے تھے که علم کي ایک شعاع بھي ترکي کے آسمان پر چمکے۔

سب سے پہلے سلطان محمود ثاني کو اصلاح کي موقع ملا۔ یه سلطان بڑا هي اولوالعزم تھا۔ اُس نے ینگ چری فوجوں کا قتل عام کرکے خاتمه کردیا۔ اس کا اثر یه هوا که اُس کي هیبت دلوں پر چھا گئي، اور علماء دولت بھي باوجود اپني تمام سرکشیوں کے لرزنے لگے۔ اس سلطان نے اصلاح کے لئے اپني سلطنت کے دروازے کھول دیے اور فوج کا نظام بالکل جدید کر دیا۔ عام ترکي لباس بھي ترک کر دیا گیا۔ اور خود سلطان نے نیا فوجي لباس پہنکر اس کي ابتدا کردي۔ مگر افسوس ہے که اب بہت دیر هوچکي تھي۔ یورپ ترو تازہ هوکر از سر نو ترکي کي تباهي پر تل گیا تھا، اور هرگز نہیں چاهتا تھا که یه پرانا حریف از سر نو طاقت حاصل کرلے۔ چنانچه ترکي کي ماتحت عیسائي اقوام سے بغاوت کرائي گئي، اُن کي حمایت و حفاظت کے لیے مداخلت کا مطالبه کیا گیا، اور بین الاقوامي سیاست میں "مسئلۂ مشرق" کے نام سے ایک جدید لفظ کا اضافه هوگیا، جس سے مقصود صرف یه تھا که ترکي کا خاتمه کر دیا جائے۔

یه تاریخي واقعه ہے که سلطان محمود اور اُن کے بعد سلطان عبد المجید نے اصلاحات عام کرنے کي سر توڑ کوششیں کیں، شیخ الاسلام احمد عارف آفندي نے تمام قلمرو میں دورہ کرکے مسلمانوں کو سمجھانا شروع کیا که اصلاحات شریعت کے خلاف نہیں هیں، اور انہیں نفرت و وحشت کي نظر سے نہیں دیکھنا چاهئے۔ اس طرح تمدني اصلاحات کي راہ میں کوئي بھي اندروني رکاوٹ باقي نہیں رهي تھي۔ لیکن خود یورپ، جو همیشه اصلاحات کے لیے غل مچایا کرتا تھا، سد راہ هوا۔ لا متناهي جنگوں کا سلسله شروع کرادیا گیا، اور ترکي کے مدبرین اور خزانه کو اصلاح کي ذرا بھي مہلت نہیں دي گئي۔ اس طرح ۶۸ سال کا زمانه نکل گیا۔

زنجي تحریک حریت

کچھ عرصه سے افریقا کے زنجیوں میں آزادي کي تحریک پھیل رهي ہے۔ اِس کا مرکز جمہوریه " لیبریا " میں ہے۔ مرقص گاروي صدر انجمن " آزادي جنس زنجي " نے اعلان کیا ہے که نصف صدي کے اندر اندر افریقا کے سیاہ آدمي اِس قابل هو جائیں گے که اپنے اوپر خود حکومت کرنے لگیں اور پورے افریقا کي متحدہ جمہوریت قائم کرلیں۔ صدر نے کام کي موجودہ مشکلات کا اعتراف کرتے هوئے کہا ہے: هم في الحال تقریر و تحریر کے ذریعه پروپگنڈا نہیں کرسکتے۔ کیونکه باشندوں میں تعلیم مفقود ہے۔ لیکن همارے پاس ایک معقول ذریعه موجود ہے، اور وہ " ڈھول " ہے۔ هم ڈھول پر اپني دعوت ایک قبیله سے دوسرے قبیله تک پہنچادیتے هیں اور باشندے اُسے قبول کرتے جاتے هیں۔

(پارلیمنٹري گالیاں)

پارلیمنٹوں میں همیشه تعلیم یافته آدمي بیٹھتے هیں۔ با ایں همه اُن کي گالیوں کا ایک نمونه ملاحظه هو:

سرویا کي پارلیمنٹ کے ایک ممبر نے ایک مقرر کو مخاطب کرکے کہا: " چرس پینے والے! مردہ کھوپڑیوں کے سوداگر! حریت کے قاتل! " جرمن پارلیمنٹ میں ایک ممبر نے دوسرے سے کہا: " تو سڑا هوا سور ہے! تو کیڑے پڑا هوا جسم ہے! تو دیوانوں کا بادشاہ ہے! "

" تو برلر یہودي ہے! تو قانون کا تاجر ہے! تو آئرلینڈ کي شکاري کي رسي ہے! تو کرامول کے زمانه کا سڑا هوا چیتھڑا ہے! " یه انگریزي پارلیمنٹ میں ایک ممبر کا بیان تھا!

بریدِ شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

قصر یلدیز کے ہوٹل کی بندش۔ مجلس کے انتخابات۔ ایک نئی سازش۔ ترک اور افغان۔ ٹرکی اور ایران

قصر یلدیز کے ملعب کی بندش

آپ کے قارئین، قصر یلدیز کے نام سے ناآشنا نہ ہونگے۔ یہی وہ محل بلکہ قلعہ ہے جس میں بیٹھ کر سلطان عبدالحمید ثانی نے کامل ۳۳ سال تک ایسے استبداد و قہر کی حکومت کی، جو موجودہ دنیا کی تاریخ میں کوئی دوسری مثال نہیں رکھتی!

یلدیز، باسفورس کے یورپی ساحل پر واقع ہے۔ اُس کا پہلا پھاٹک بالکل لب سمندر ہے۔ یہاں سے صنوبر کے گھنے اور خوبصورت جنگل شروع ہو جاتے ہیں۔ انہیں طے کر کے محل تک پہنچنے کے لئے تیز موٹر کار میں بھی کم سے کم پندرہ منٹ صرف ہوتے ہیں۔ بہت بلندی پر محل، مستحکم قلعہ کی طرح کھڑا ہے۔ پہلے اُس کے گرد میلوں تک، مورچے اور قلعہ بندیاں تھیں۔

اُس زمانے میں یلدیز کا نام ترکوں کے دل لرزا دیتا تھا۔ یلدیز کا نام لینا، یلدیز کا ذکر کرنا، یلدیز کا لفظ تحریر میں لانا، یلدیز کی طرف نظر اُٹھانا، یہ سب باتیں انسان کو حکومت کی نظر میں مشتبہ کر دینے کے لئے کافی تھیں۔ اُس وقت بڑے بڑے حکام کے سوا، کسی ترک کے وہم میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ اندر سے یلدیز کی کبھی جھلک دیکھ سکتا ہے!

۳۳ سال کے بعد یلدیز کا یہ طلسم ٹوٹا۔ سلطان محمد خامس مرحوم کے زمانے میں اُس کی وہ ہیبت باقی نہیں رہی۔ لیکن عوام کے لئے اُس کا داخلہ اب بھی ناممکن تھا۔

وحید الدین محمد سادس، آخری عثمانی سلطان کے زمانے میں پھر یلدیز نے اپنا رعب واپس لینا شروع کر دیا تھا۔ یہ سلطان، اپنے بھائی عبدالحمید کی سی طبیعت رکھتا تھا، اور اُسی جبروت سے حکومت کرنی چاہتا تھا۔ مگر زمانے کے انقلابات نے اُسے مہلت نہ دی اُسے تخت سلطنت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جانا پڑا۔

آخری خلیفہ سلطان عبدالمجید کے مختصر عہد میں یلدیز کی تمام ہیبت زائل ہو گئی۔ جمہوریت نے آتے ہی اُس کے دروازے عام مخلوق کے لئے کھول دئے۔

جمہوری حکومت نے یہ محل آستانہ کی بلدیہ (میونسپلٹی) کو دے دیا تھا۔ مقصود یہ تھا کہ اس طرح استعمال میں لایا جائے کہ شہر کے باشندوں کی خوشحالی میں ترقی ہو۔ اور اُس کے قیام و مصارف کا بار خزینۂ حکومت پر نہ پڑے۔ اُسی زمانے میں ایک اطالین سرمایہ دار "آبوسیرا" نامی نے درخواست پیش کی کہ یہ محل اُسے کرایہ پر دیدیا جائے۔ وہ اس میں ہوٹل اور ملعب (تفریح کی جگہ) قائم کرے گا، اور ایک معقول رقم حکومت کو دیا کرے گا۔ ترکی حکومت نے یہ تجویز اس شرط پر منظور کر لی کہ ترک باشندوں کو اُس میں شریک ہونے کی اجازت نہ دی جائے اور اُس کے قیام کا اعلان دنیا کے تمام بڑے بڑے شہروں میں کر دیا جائے۔ حکومت کا خیال تھا کہ اس طرح ترک، اسراف سے بچ جائیں گے اور دوسرے ملکوں کے دولت مند یہاں آکر اپنی دولت بہائیں گے۔ اور اس طرح شہر کو وہ عظیم مالی فوائد حاصل ہوں گے جو اس وقت تک صرف یورپ کے بڑے بڑے شہروں کو حاصل ہو رہے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ارکان حکومت کی بہت بڑی غلطی تھی۔ انھوں نے معاملہ کا صرف ایک ہی پہلو دیکھا، اور تمام پہلو نظر انداز کر دئے۔

بہرحال اٹالین نے شرائط منظور کر لیں اور افسوس ہے کہ تاریخ میں پہلی مرتبہ ترکی سلاطین کے پایۂ تخت میں لہو و لعب کا یہ عظیم الشان مرکز قائم ہو گیا!

ٹھیکہ کی باقی شرطیں یہ تھیں کہ ماہوار کرایہ کے علاوہ بلدیہ کو ہوٹل کی آمدنی سے بھی فی صدی ایک معقول رقم دی جائے گی۔ چنانچہ بلدیہ نے پہلی قسط ۰۰۰،۳۵،۱ ترکی پونڈ، ہوٹل کی آمدنی سے وصول کئے۔ اس کے مقابلہ میں سرمایہ دار کو ۱۰ لاکھ ترکی پونڈ نفع ہوا۔

تقریباً ۱۸ مہینے یہ سلسلہ جاری رہا۔ مگر اس تمام مدت میں بلدیہ برابر شکایت رہی کہ کرایہ دار معاہدہ کی شرطیں پوری نہیں کر رہا ہے۔ ترکی اخبارات میں روز مضامین شائع ہوتے تھے اور اعداد و شمار سے دکھایا جاتا تھا کہ اس لعب سے ترکی قوم کی کتنی دولت ضائع ہو رہی ہے۔ پہلے اس کے کہ یورپ کے سرمایہ دار یہاں آکر اپنی دولت صرف کریں، خود ترکوں کی دولت برباد کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔ ہوٹل میں علانیہ قمار کھیلا جاتا تھا، اور اس کا شوق ترکوں میں بھی پھیلنے لگا تھا۔ دنیا کی یہ شریف ترین قوم اب تک قمار کے مہلک مرض سے محفوظ تھی۔ لیکن اس اٹالین سرمایہ دار کی زر پرستی اور ارکان حکومت کی ناعاقبت اندیشی نے اس سے ترکوں کو بھی آشنا کر دیا!

ایک طرف یہ بربادی پھیلی ہوئی تھی، دوسری طرف یورپ کے دولتمندوں نے گویا اس کا مقاطعہ کر رکھا تھا۔ اصل کرایہ داروں نے اس مرکز کا یورپ کے مرکز تفریح میں اعلان ہی نہیں کیا، کیونکہ اُس نے دیکھا، مقامی آبادی ہی اس کی طلب برآری کے لئے کافی ہے۔ پھر یہ بھی ہوا کہ قومی تعصب کی وجہ سے دوسری قوموں کے دولتمند، لندن، پیرس، برلن کو چھوڑ کر اپنی دولت ترکوں میں خرچ کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

الحمد للہ کہ ۱۸ ماہ کی غفلت کے بعد اب حکومت متنبہ ہوئی اور اُس نے فیصلہ کر لیا کہ اس عظیم خطرے کا سدباب کر دے۔ چنانچہ کل رات کو کشنر نظیف بک پولیس کی ایک بڑی جمعیت لے کر محل یلدیز میں گھس پڑے۔ قمار خانے میں داخل ہوئے۔ وہاں بازیاں لگ رہی تھیں۔ حاضرین میں ایک اچھی تعداد ترکوں کی موجود تھی۔ ایک ترک طالب علم بھی موجود تھا۔ لوگ اسے آسمانی بلا سمجھ کر بھاگنے لگے۔ مگر کشنر نے ڈپٹ کر کہا:

"کھیل ختم ہو گیا۔ کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے!"

چنانچہ سب مبہوت کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ فوراً اُن کے نام لکھے گئے۔ بازی کی رقمیں جمع کی گئیں۔ کل ۰۰۰،۳ پونڈ تھے۔ پھر قمار خانے کا صندوق ضبط کیا گیا۔ اُس میں ۰۰۰،۴ پونڈ تھے۔ ایک شخص اتنی ہی رقم لئے بھاگ رہا تھا، اُسے بھی گرفتار کر لیا گیا۔ پھر محل کے تمام دروازے مقفل کر دئے گئے اور محافظ پھاٹکوں پر کھڑے ہو گئے۔

اس واقعہ کے بعد کشنر نے حسب ذیل بیان شائع کیا:

"حکومت نے صرف اس بات کی اجازت دی تھی کہ اجنبی لوگ یلدیز میں ہوٹل قائم کریں تاکہ اس سے شہر کو مالی منفعت حاصل ہو لیکن ابوسیرا نے معاہدے کی پابندی نہیں کی اور اُسے شہر کے لئے ایک نہایت خطرناک قمار خانہ بنا دیا جسے کسی حال میں بھی حکومت گوارا نہیں کر سکتی۔ مجبوراً حکومت نے فیصلہ کر لیا کہ معاہدہ منسوخ کر دے اور قوم کو اس مصیبت سے نجات دلائے"

اس طرح ترکوں کو یلدیز کی مصیبت سے دوبارہ نجات مل گئی۔

مجلس کے انتخابات

مجلس (پارلیمنٹ) کے انتخابات ختم ہو گئے۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی پوری جماعت انتخابات میں کامیاب ہو گئی۔ کسی دوسری جماعت کا ایک آدمی بھی نئی مجلس میں نہ ہوگا۔ تمام کرسیاں "خلق فرقہ سی" کے آدمیوں ہی کے قبضہ میں رہیں گی۔

اس کامیابی پر غازی موصوف نے قوم کے نام ایک اعلان شائع کیا ہے۔ اُس میں لکھتے ہیں:

"میرے عزیز برادران وطن نے اپنی متفقہ رائے سے ثابت کر دیا کہ وہ ہماری سیاسی جماعت پر اعتماد رکھتے ہیں۔ اُس کی گذشتہ خدمات بنظر استحسان دیکھتے ہیں، اور اُس کے آئندہ مسلک کو مفید یقین کرتے ہیں۔ یقیناً اُن کا یہ اعتماد، ہمارے لئے بہت ہمت افزا ہے۔ اُس نے ہمیں مستقبل کی تعمیر کے لئے پہلے سے بھی زیادہ قوت بخش دی ہے"

بلاشبہ یہ کامیابی ہے۔ لیکن اس میں ایک پہلو ایسا بھی موجود ہے جو ہر شخص کی توجہ اپنی طرف منعطف کر لیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے جیسا کہ پچھلے مکتوب میں لکھ چکا ہوں کہ موجودہ انتخابات میں اس جمہوری جماعت کے سوا کوئی دوسری جماعت شریک ہی نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا ہر حال میں یہی نتیجہ نکلنا تھا کہ اس جماعت کے امیدوار منتخب ہو جائیں۔ اسے کوئی ایسی کامیابی نہیں کہہ سکتے جو مقابلہ کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ یہ اہم پہلو، خود انگورہ کے نیم سرکاری اخبار "حاکمیت ملیہ" کو بھی زیر بحث لانا پڑا۔ وہ اپنے مقالۂ افتتاحیہ میں لکھتا ہے:

"دوسرے ملکوں میں انتخابات، مختلف مذہبی مذاہب و اسکول یا مختلف طبقوں کے ذاتی منافع کی بنا پر ہوا کرتے ہیں۔ انہیں وجوہ و سببوں سے مختلف سیاسی جماعتیں قائم ہو جاتی ہیں۔ اور ان میں ہر جماعت برسر اقتدار آنے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن ٹرکی میں یہ صورت حال نہیں ہے۔ یہاں اب تک ایسے طبقے موجود نہیں ہیں جن کے مفاد مختلف ہوں۔ ٹرکی میں سرمایہ داروں، مزدوروں، اور متوسط الحال لوگوں کی جماعتیں موجود نہیں ہیں۔ یہاں صرف ایک ہی قوم ہے، اور تمام باشندے مشترک مفاد و اغراض رکھتے ہیں"

"بلاشبہ حالت امن میں یہاں بھی دو فکری رجحان پیدا ہو جاتے ہیں: ایک گروہ کا فکری رجحان یہ ہوتا ہے کہ ملک کی نجات و سلامتی ماضی میں: ماضی کی تقلید میں، اور قدیم رسم و رواج کی پابندی میں ہے۔ دوسرے گروہ کی رائے میں کامیابی تمام تر اصلاح و تجدید میں ہے۔ پہلے گروہ میں عامۃ الناس اور غیر تعلیم یافتہ اشخاص داخل ہیں دوسرا

جاتی ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت، مہربانی فرما کر پیرس، لندن، اور روم کے اخبارات پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہو جائے گا کہ جو قومیں اپنی مصلحت سے ہماری مدد کیا کرتی تھیں، اب وہ ہماری تباہی کا یقین کرنے لگی ہیں۔ انگلستان، فرانس، اور اٹلی کے بہت سے مدبر ہمارے حکام کی حرکتیں دیکھ کر اور رعایا پر ظلم و ستم مشاہدہ کر کے اپنی تحریروں اور تقریروں میں اعلان کرنے لگے ہیں۔ "یہ حکومت ہرگز اپنی اصلاح نہیں کر سکتی۔ اس کا زوال یقینی ہے۔ ہم بھی اُسے چھوڑ دیں۔ اُس کی موت جلد واقع ہو جانے دیں!"

میرے آقا! ہمیں ان پیشین گوئیوں کی تکذیب کر دینی چاہیے لیکن یہ اُسی وقت ممکن ہے کہ اپنی حکومت میں تبدیلی کریں۔ یہ تبدیلی مفید و بہتر ہوگی، کیونکہ اعلیٰ حضرت کے ارادے اور حکم سے ہوگی۔ ہم فرانس، انگلستان اور اٹلی پر ثابت کر دیں کہ نہ ہماری قومیت نے ہمیں اس کمزوری اور فساد میں بگاڑ رکھا ہے، نہ یہ ہمارے مقدس دین ہی کا اقتضا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ ہم مر چکے ہیں! ہم زندوں کی طرح عمل کر کے دکھا دیں کہ نہیں مرے نہیں ہیں، زندہ ہیں!

میرے آقا! ہم پہلی قوم نہیں ہیں جس پر زمانے نے یورش کی ہے۔ اگلی ہر خوبی بگاڑ ڈالی ہے، اور اُس کے تمام قویٰ کمزور کر ڈالے ہیں۔ ہم آخری قوم بھی نہیں ہونگے جس کی ایسی زبوں حالت ہوئی ہے۔ یورپ میں بھی بہت سی ایسی قومیں ہیں جن پر زمانہ اپنی تمام مصیبتوں کے ساتھ ٹوٹ پڑا ہے، اور اُن کا حال بھی بالکل ہمارے جیسا ہو گیا ہے۔ میں اعلیٰ حضرت کے روبرو عرض کر چکا ہوں کہ گزشتہ صدی میں فرانسیسی قوم کس قدر تباہ ہو گئی تھی۔ کس طرح اُس کی صنعت و حرفت برباد ہو گئی تھی۔ کس قدر اُس کی ثروت کمزور ہو گئی تھی کہ ہر دس سال کے بعد دیوالیہ ہو جایا کرتی تھی۔ کس طرح اُس کے تمام طبقوں پر ظلم ہو رہا تھا، حتیٰ کہ اُسوقت کے ایک مدبر نے لوئی پانزدہم سے کہدیا تھا، "آپ کی سلطنت میں کوئی نہیں جو اپنی عزت پر فخر کرے اور وزیر کے انتقام سے بچ جائے۔ کوئی نہیں جو اپنی بدحالی پر صبر و شکر کرے اور ایک حقیر چپراسی کے غصہ سے بھی بچ سکے!" اُس ملک میں حکومت کا کوئی رعب داب باقی نہ رہا تھا۔ اُس کے سامنے عمل کی تمام راہیں بند ہو گئی تھیں۔ حواس گم ہو گئے تھے۔ وہ ایک نئی روش اختیار کرتی اور بدلتی تھی۔ جنگ ہفت سالہ کے بعد تو فرانس گر کر تیسرے درجے کی دُوَل کے زمرے میں شمار ہونے لگا تھا۔ لیکن اُس نے پھر بہت جلد اپنی اصلی جگہ حاصل کر لی۔ چند ہی سال میں اُس کی تمام برباد قوتیں واپس آ گئیں۔ حتیٰ کہ اُس کی فوجوں نے یورپ کی متحدہ یلغار روک دی۔

یہ حیرت انگیز کامیابی فرانس نے کیونکر حاصل کی؟ صرف اسوجہ سے کہ اُس نے حکومت کے بوسیدہ نظام کی جگہ ایک نیا صحیح پردہ نظام قائم کر دیا تھا۔ بلاشبہ یہ شاندار تبدیلی مصائب سے خالی نہ تھی۔ بہت سا خون بہا، بہت سے آنسو گرے۔ مگر یہ مصائب کچھ اس تبدیلی کا لازمی نتیجہ نہ تھیں۔ ان مصائب کی اصلی وجہ یہ تھی کہ تبدیلی اُسوقت واقع ہوئی جب اُس کے لئے ذرا بھی وقت باقی نہ رہا تھا۔ بالکل آخری لمحہ تھا، وہ لمحہ جس میں اگر قومیں اٹھ پڑتی ہیں، تو اُن کا اٹھنا بڑا ہی ہولناک ہوتا ہے۔

میرے آقا! ایک فرانسیسی قوم ہی ایسی نہیں ہے جو اپنے مصائب سے صحیح سالم نکل آئی ہے۔ فرانس کے علاوہ اور بھی ایسی قومیں موجود ہیں۔ ریاست پیمونٹی (اٹلی) کے نواب نے آرزو کی کہ عظیم الشان اطالین قوم کا بادشاہ ہو جائے۔ وہ بادشاہ ہو گیا! کیونکر؟ اُسنے کوئی فوج جمع نہیں کی، کوئی رسالہ طیار نہیں کیا۔ اُسنے صرف یہ کیا کہ قوم کو ایک آزاد دستوری حکومت بخش دیا۔ اس بخشش کے ساتھ ہی اُس کی فتوحات شروع ہو گئیں۔ زمین کی فتوحات نہیں جن پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا، دلوں کی فتوحات جو دنیا کی حقیقی فتوحات ہیں۔ وہ پورے اٹلی کے دلوں کا

عقلوں پر قابض ہو گیا۔ مرتے وقت اُسنے جسم لبوں سے پیشین گوئی کی تھی "میرے بیٹے وکٹر عمانوئیل کی سلطنت کا رقبہ میری ریاست کے رقبے سے تین گنا زیادہ ہوگا" دُنیا نے دیکھ لیا کہ بوڑھے نواب کی پیشین گوئی بالکل حق تھی، یہ کیوں ہوا؟ صرف اسوجہ سے کہ دانشمند حکمران نے ٹھیک وقت پر آزادی کا لفظ اپنی زبان سے کہا تھا، وہ لفظ جو اپنے تین حرفوں میں دنیا کی تمام سعادتیں اور کامرانیاں پوشیدہ رکھتا ہے!

میرے پاس اس سے بھی زیادہ روشن اور صاف مثالیں موجود ہیں اور اس کی مستحق ہیں کہ اعلیٰ حضرت اُن پر نظر غائر ڈالیں۔ لیکن میں اس عریضہ میں اُن سب کا ذکر نہیں کر سکتا۔ میں آسٹریا کا ذکر کروں جو اپنی دستوری آزادی کے سہارے وقت کے عظیم خطروں سے محفوظ گزر رہی ہے؟ پروشیا کا ذکر کروں جو ابھی کل کی بات ہے کہ اپنی تہذیب کی بدولت میدان جنگ سے فتحمند نکلی ہے؟ لیکن مجھے زیادہ بیان کی ضرورت نہیں۔ میں جس قدر عرض کر چکا ہوں، اعلیٰ حضرت کو مطمئن کر دینے کے لئے کافی ہے۔

اعلیٰ حضرت! قوموں کی آزادی اُن کا حق ہے۔ اُن کی امانت ہے۔ اُن کا ورثہ ہے۔ اور حکومتوں کا فرض ہے کہ اس امانت کے سپرد کر دینے میں تساہل نہ کریں۔ یہ سپردگی ان کی قوت بڑھاتی ہے اور انھیں ہر طرح کے خطروں سے محفوظ کر دیتی ہے۔ آج دنیا کی تمام حکومتیں اس امانت کی سپردگی پر مجبور ہو گئی ہیں۔ کونسی وجہ ہے کہ عثمانی حکومت اس عام اجتماعی حالت سے مستثنیٰ تصور کر لیا جائے؟ کیا ترکی قوم زمرۂ اقوام میں شامل نہیں ہے؟

پھر ایسا کیوں ہے؟ کیا اس لئے کہ ہمارا دین ہمیں ترقی و سعادت سے محروم رکھتا اور تمدن و شائستگی سے دُور رکھنا چاہتا ہے؟ میرا جلیل القدر آقا مجھ سے زیادہ واقف ہے کہ ایک لمحہ کے لئے یہ گمان صحیح نہیں ہو سکتا۔

میرے آقا! اس دنیا میں دو سیاستیں نہیں ہیں: اسلامی اور مسیحی۔ عدل ایک ہی ہے، اور سیاست اُس عدل کے سوا کچھ نہیں جو حاکم کے ہاتھ سے صادر ہوتا ہے۔

یہ ہمارا دین نہیں ہے بلکہ ہمارا قدیم نظام ہے جو ہمیں فنا کر رہا ہے۔ اُس نے ہمارے مدبروں کی طبیعت بگاڑ دی اور اُن کی خودداری زائل کر دی پھر ان مدبروں نے سلطنت کی طبیعت بگاڑ دی اور اُس کی عزت تلف ہو گئی۔ پس ہمیں یہ نظام ترک کر دینا چاہیے اور اُس کی طرف کبھی لوٹنا نہیں چاہیے۔ اس نظام کے بوجھ کے نیچے اُمت پڑی سسک رہی ہے۔ یہ نظام حملہ آور دشمن سے ہمیں کبھی پناہ نہیں دے سکتا۔ ہمیں وہ نظام اختیار کرنا چاہیے جو عدل و مساوات اور حریت صادقہ کا نظام ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ جہاں کہیں قائم ہو جاتا ہے وہاں قوموں کو ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیتا ہے اور عظمت کے محل طیار کر دیتا ہے۔

کیا ہمارے لئے یہ زیبا ہے کہ وہ صوبے جو ابھی حال میں ہم سے جدا ہوئے ہیں اور جنھیں اپنے خون یا دین کے لحاظ سے ہم پر کوئی ترجیح حاصل نہیں، آزاد نظام حکومت کا خیر مقدم کریں، اور ہم پس پیش میں پڑے رہیں؟ کیا آپکی سلطنت میں ایسے سچے اور مخلص محب وطن موجود نہیں ہیں جیسے مصر، تیونس، مولڈاویا، رومانیہ، اور سرویہ میں ہیں؟ کیوں نہیں ضرور ہیں۔ انھیں بلائیے، وہ سر کے بل دوڑ کر آئیں گے۔ ہر شہر میں رعایا کی پسند سے ایک گروہ منتخب کیجئے، وہ آپکے سامنے رعیت کے معاملات بے نقاب کرے گا، اور پھر وہ راہ عمل باز ہو جائے گی جس کی جانب حضور کی ابوی شفقت کا رجحان ہے۔ اس کے بعا شاہانہ ارادے سے رعایا کے نمائندوں کو اپنی سلطنت کے مرکز میں جمع کیجئے۔ وہ عرش اعظم کے تدبر و حکمت کی مزید تقویت کرینگے اور عتبۂ عالیہ تک اُس کی آرزوئیں پہونچائیں گے۔

ایک طبیب کہا کرتا تھا "مجھے ایک گز کپڑا دو، میں تمھیں ایک شریف آدمی بنا دوں گا" اے میرے آقا آپ بھی اپنی سرپرستی میں حقوق عطا کر کے اپنی رعایا کو محنتی، اولوالعزم، اور زندہ بنا سکتے ہیں۔ وہ آزادی کی بخشش پر حضور کی شکرگزار ہوگی، ظلم اٹھ جانے پر دعائیں دے گی۔ آپ کی خدمت کے لئے اپنی جانیں قربان کرے گی۔ آپ کی، اپنی اور سلطنت کی بھلائی کے لئے کوشش کرے گی۔ اُس کی عقل درست ہو جائے گی۔ اُس کا نفس پاک ہو جائے گا، اور اس طرح وہ اسلاف کی فضیلتیں دوبارہ حاصل کرے گی۔ جب خطرے کا بگل بجے گا، تو وہ ہتیلیوں پر سر لے کر دوڑے گی، عرش معظم کے گرد جمع ہو جائے گی، اور اعلیٰ حضرت کی نصرت میں خوش و خرم موت کا خیر مقدم بجا لائے گی کیونکہ وہ سمجھے گی، اُس کی تمام سعادتوں کا ضامن سرچشمہ یہی عرش مبارک ہے۔

میں یہاں اس دستوری نظام حکومت کی تشریح کرنی نہیں چاہتا جسے میں ملک کی قابلیت، اخلاق، اور روایات کے مطابق دیکھنے کا متمنی ہوں۔ میں عنقریب یہ دستور اعلیٰ حضرت کے حضور میں پیش کر دوں گا۔ اسے میں نے اور میرے رفقا نے ترتیب دیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے علم میں یہ حقیقت پہلے سے موجود ہے کہ میں صاحب غرض نہیں ہوں۔ مجھے نہ کسی منصب کی طلب ہے نہ کسی صلے اور بخشش کی آرزو۔ میری غرض صرف اس قدر ہے، اور میں بلند آہنگی سے اُس کا اعلان کرتا ہوں، کہ اعلیٰ حضرت کے روبرو سلطنت کی عظیم اکثریت یعنی مسلمانوں اور مسیحیوں کی آرزو رکھ دوں۔ یقیناً جلا وطنی کی تمام تلخیاں مجھ پر آسان ہو جائیں گی اگر ذات شاہانہ کے سامنے حقیقت عریاں پیش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اعلیٰ حضرت سلطان معظم! سب سے پہلے خود اپنے ضمیر طاہر کی طرف رجوع کیجئے کہ وہ اس زمانے میں آپ کا کیا فرض بتاتا ہے، جبکہ آپ کی رعیت حیرت میں پڑ گئی ہے اور پورے معنی میں تباہ ہو رہی ہے؟ یہ ایک جلیل القدر عمل ہے۔ اسے وہی انجام دے سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عزم و شہامت کا دست عطا فرما دیا ہے۔ جو کوئی بھی یہ عمل عظیم انجام دے گا، تاریخ اُس کا نام ہمیشہ یاد رکھے گی اور تمام مخلوق اُس کا نام عزت و شکرگزاری کے ساتھ لیتی رہے گی!

میرے آقا! اگر زمانے نے حضور والا کو وہ شرف نہیں بخشا جو آپکے اجداد کے حصے میں آیا تھا، یعنی آپ کے ہاتھوں اس عظیم سلطنت کی بنیاد نہیں پڑی، تو زمانے نے یہ شرف آپکے لئے محفوظ رکھ چھوڑا تھا کہ اس سلطنت کی عظمت رفتہ دوبارہ واپس لانے کا کام آپ ہی کے دست مبارک سے انجام پائے۔ تمام صادق محبان وطن بلکہ آپ کی کروڑوں مسلمان اور مسیحی رعایا کی آوازیں اس وقت میری شریک ہیں کہ حضور اس عمل عظیم و اشرف کی طرف متوجہ ہوں۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت ہی اُسکے اہل ہیں۔ یہ شرف حضور کے اسم گرامی کو اُن عظمار تاریخ کے بلند پلوں کی صف میں لکھ دے گا جن کی تمام مخلوق تعظیم کرتی اور جن کی عظمت کے راگ تمام قومیں گا رہی ہیں"

مصطفےٰ فاضل۔ ۱۸۶۶ء

خط و کتابت

میں

اپنا نمبر ضرور لکھا کیجئے جو ہر ہفتہ رسالہ کی چٹ پر

آپکے نام کے ساتھ درج ہوتا ہے۔

منیجر

دلآزار مذہبی تحریریں اور مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزائے قتل

ایک جویائے حق کے خط کے جواب میں

(۲)

یہاں تک میں نے جو کچھ لکھا، وہ اس باب میں ایک اصولی بحث تھی۔ میں نے ابھی اس طرف توجہ ہی نہیں کی ہے کہ جن باتوں کا آپنے ذکر کیا ہے اُن کی اصلیت کیا ہے اور وہ فی الحقیقت اسلام کے احکام ہیں یا نہیں؟ میں صرف یہ واضح کرنا چاہتا تھا کہ صورت حال کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن آپکا طریق نظر صحیح نہیں ہے۔ آپ اسلام کی حقیقی تعلیم معلوم کرنے کے بعد محض اس وجہ سے اپنے آپ کو "شک و شبہ" کے حوالے کر دیتے ہیں کہ "دیگر مسلمانوں" کا فہم و عمل اس کے خلاف نظر آتا ہے۔ "دوسرے مسلمانوں" کا یہ بیان کردہ فہم و عمل فی الحقیقت خلاف ہے یا نہیں؟ اس سے بھی ابھی کوئی بحث نہیں۔ سوال یہ ہے کہ ایک جویائے حقیقت انسان جس کا مقصد جنگ و نزاع نہیں بلکہ سچائی کی طلب تحقیق ہو، کیوں راہ تحقیق میں اصل تعلیم چھوڑ کر لوگوں کے فہم و عمل سے متاثر ہو، اور اس کی وجہ سے "شکوک و شبہات" میں مبتلا ہو جائے!

بحیثیت ایک طالب حق و صداقت کے یہ بات پیشتر سے آپکے علم میں ہونی چاہیے کہ مذاہب کی تعلیم اور پیروان مذاہب کا فہم و عمل دو مختلف چیزیں ہوگئی ہیں۔ ایک چیز نہیں ہیں، اور اس لئے اگر اس طرح کا کوئی اختلاف آپکے علم میں آتا ہے، تو یہ کوئی نیا انکشاف نہیں ہے جس سے آپ حیران و سراسیمہ ہو جائیں، بلکہ پیشتر کی سمجھی بوجھی ہوئی بات کا ایک مزید معائنہ اور تجربہ ہے۔ تجربہ شک و شبہ کا باعث کیوں ہو؟ اس سے تو آپکے علم و یقین میں اور زیادہ اضافہ ہونا چاہیے؟

دعوت قرآنی کی بنیادی اصل

یہ موقعہ زیادہ تفصیل و بحث کا نہیں ہے ورنہ میں آپ کو بتلاتا کہ حصول حقیقت اور معرفت صداقت کی یہی وہ بنیادی اصل ہے، جس کی طرف تیرہ سو برس پہلے قرآن حکیم نے نوع انسانی کو دعوت دی تھی۔ دراصل قرآن کی ساری تعلیم اسی اصل کی شرح ہے۔ قرآن جس وقت نازل ہوا، اُس وقت دُنیا میں مذاہب کے پیروؤں کی کمی نہ تھی، لیکن مذاہب کی حقیقت گم ہو چکی تھی۔ اُسی طرح گم تھی جس طرح آج بھی گم ہے۔ مذاہب کے پیروؤں کی بے شمار جماعتیں قائم تھیں، اور ہر جماعت صرف اپنے ہی کو سچائی کی وارث اور ہر دوسری جماعت کو سچائی سے محروم یقین کرتی تھی۔ سچائی کی راہ ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے قرآن کے لئے بظاہر دو ہی طریقے ہو سکتے تھے: یا تو تمام پیروان مذہب کی تصدیق کرے یا سب کی تکذیب کرے۔ سب کی تصدیق کی نہیں جا سکتی تھی کیونکہ ہر ایک کا دعویٰ دوسرے سے متضاد تھا۔ ہر جماعت نہ صرف اپنی صداقت کی مدعی تھی، بلکہ دوسرے کے بطلان کی بھی مدعی تھی۔ اس لئے سب کی تصدیق کے معنی یہ تھے کہ سب کو بیک وقت حق اور باطل، دونوں تسلیم کر لیا جائے۔ اسی طرح سب کی تکذیب بھی صداقت کے خلاف تھی۔ کیونکہ اس صورت میں دُنیا کا مذہبی صداقت سے خالی ہونا لازم آتا تھا، اور انسان کی روحانی ہدایت و تربیت کی تمام بنیادیں منہدم ہو جاتی تھیں۔ پس اُسنے اِن دو نو طریقوں میں سے کوئی طریقہ بھی اختیار نہیں کیا۔ ایک تیسری راہ اختیار کی۔ اُسنے کہا، دُنیا کے تمام مذاہب حق ہیں، لیکن دنیا کے تمام پیروان مذاہب حق سے منحرف ہوگئے ہیں۔ جس قدر بھی گمراہی ہے، جس قدر بھی اختلاف ہے، جسقدر بھی دعوؤں کی لڑائی اور جماعت بندیوں کا تصادم ہے، پیروان مذہب کے فہم و عمل میں ہے۔ مذاہب کی تعلیم میں نہیں ہے۔ اگر پیروان مذہب یہ انحراف دور کر دیں، جو حق نہیں ہے، تو ہر جماعت کے پاس وہ چیز باقی رہ جائے گی جو صرف حق ہے، اور چونکہ وہ حق ہے، اس لئے نہ تو اُس میں ایک راہ سے زیادہ کی گنجائش ہے، نہ کسی طرح کے اختلاف و نزاع کا امکان۔ یہی مذہب عالم کا "مشترک حق" ہے، دنیا کی عالمگیر روحانی صداقت ہے، اور اسی کو قرآن نے اپنی زبان میں "اسلام" اور "صراط مستقیم" سے تعبیر کیا ہے:

قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا، وما انزل الی ابراہیم واسماعیل ویعقوب والاسباط، وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ، وما اوتی النبیون من ربہم لا نفرق بین احد منہم ونحن لہ مسلمون۔ فان آمنوا بمثل ما آمنتم بہ فقد اھتدوا، وان تولوا فانما ہم فی شقاق، فسیکفیکہم اللہ، وہو السمیع العلیم! (۲ : ۱۳۰)

سچائی کی راہ یہ ہے کہ کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس سچائی پر ایمان لائے ہیں جو ہمارے سامنے پیش کی گئی ہے۔ نیز قرآن سے پہلے کی صداقتوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو ابراہیم پر نازل ہوئی تھیں، اور جن کی اسماعیل و یعقوب اور ان کی نسل کے رہنماؤں نے دعوت دی تھی، اور پھر وہ تعلیم جو موسیٰ کو دی گئی، اور وہ تعلیم جو عیسیٰ کا پیغام حق تھا۔ نیز دنیا کے تمام نبیوں اور رہنماؤں کی جو تعلیمیں خدا کی طرف سے وقتاً فوقتاً جو کچھ ملا ہے، اُس سب پر ہمارا ایمان ہے۔ ہم اُن سب کو ایک ہی طرح کے یقین اور احترام کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ ہم اُن میں کسی طرح کی تفریق نہیں کرتے کہ ایک کی تصدیق کریں اور دوسرے کو جھٹلائیں۔ ہم خدا کے فرماں بردار ہیں۔ اُس کی سچائی جہاں کہیں اور جب کبھی آئی ہو، ہمارے لئے سچائی ہے اور ہم اُسے قبول کرتے ہیں!

اس طرح قرآن نے جو طریقہ اختیار کیا، وہ یہ تھا کہ تمام مذاہب کی تصدیق کی، مگر تمام پیروان مذاہب کی تکذیب کی، اور اس تصدیق و تکذیب کے اجتماع سے اُس بنیادی صداقت کی راہ نوع انسانی پر کھول دی، جس پر چلے بغیر کوئی انسان مذہبی حقیقت کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا۔ آج بھی ہر اُس انسان کے لئے جو مذہب کی روحانی صداقت کی طلب رکھتا ہو، اس راہ کے سوا دوسری کوئی راہ موجود نہیں ہے۔ وہ وقت اب دُور نہیں ہے جب عالم انسانیت مذاہب عالم کے اختلافات سے اُکتا کر مجبور ہو جائے گا کہ یا تو یک قلم مذہب ترک کر دے یا تمام مذہبی صداقتوں کو جمع کر دے۔ میرا یقین ہے کہ جمعیت انسانی مذہب ترک نہیں کر سکتی۔ اس لئے ناگزیر ہے کہ دوسرا طریقہ اختیار کرے۔ اور جب وہ دوسرا طریقہ اختیار کرے گی، تو فی الحقیقت وہ یہی طریقہ ہوگا جس کی طرف تیرہ سو برس پہلے قرآن نے دعوت دی تھی: یعنی انسانوں کے فہم و عمل کی تکذیب، اور اصل مذاہب کی تصدیق۔ اُس وقت دُنیا کے تمام پیروان مذاہب یک زبان ہو کر اعلان کریں گے:

کان الناس امة واحدة، فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین، وانزل معہم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فی ما اختلفوا فیہ، وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتہم البینات بغیا بینہم، فہدی اللہ الذین آمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ، واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم! (۲ : ۲۰۹)

دنیا میں انسانی جمعیت کی ابتدا اختلاف سے نہیں بلکہ وحدت و یگانگت سے ہوئی ہے۔ سب ایک ہی قوم تھے اور سب فطری صداقت کے ایک ہی طریق پر چلنے والے تھے۔ پھر ایسا ہوا کہ ان میں پھوٹ پڑ گئی اور گمراہی و فساد کی بے شمار راہوں میں بکھر گئے۔ تب خدا نے اُن کی ہدایت کے لئے نبیوں کو مبعوث کیا جو نیک کرداری کے پھل کی بشارت دیتے تھے اور بد کرداری کے نتائج سے ڈراتے تھے۔ اُنکے ساتھ تعلیم حق کی کتابیں تھیں۔ یہ اس لئے نازل کی گئی تھیں تاکہ جن جن باتوں میں نادانی و گمراہی سے اختلاف اور جھگڑا پیدا کر دیا گیا ہے، اُن سب کا فیصلہ ہو جائے اور سب اُس حقیقی دین پر متفق ہو جائیں جس سے منحرف ہو کر ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے ہیں۔ افسوس ہے کہ نسل انسانی اسپر بھی اختلاف و فساد سے باز نہ آئی۔ جن جن باتوں کے فیصلہ کے لئے یہ کتابیں نازل کی گئی تھیں، اُنھی میں پھر اختلاف پیدا کر دیا گیا، اور دین حق کی حقیقت اور وحدت گم ہو گئی۔ جب ایسا ہوا تو ضروری تھا کہ ایک مرتبہ ان تمام اختلافوں اور گمراہیوں کے خلاف، دین حق کی حقیقت کا عام اعلان کر دیا جائے، اور تمام جماعتوں اور مدعیوں کو ایک نقطہ پر جمع کر دیا جائے۔ چنانچہ اللہ نے اپنے فضل و رحمت سے اس کا دروازہ اہل ایمان پر کھول دیا، اور وہ جسکو چاہتا ہے، ہدایت کی راہ دکھا دیتا ہے!

مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اب میں اُس خاص معاملہ پر متوجہ ہوتا ہوں جس کا آپنے ذکر کیا ہے۔ میں آپ کو بتلانا چاہتا ہوں کہ اس بارے میں آپنے جس قدر تاثرات قبول کئے ہیں، وہ زیادہ تر اسی اصولی غلطی کا نتیجہ ہیں۔

اس بارے میں آپنے جو کچھ لکھا ہے، اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ تسلیم کرتے ہیں، یہ رسالہ فی الحقیقت نہایت بے ہودہ اور دلآزار تھا اور اس پر اعتراض کرنے میں مسلمان حق بجانب تھے۔ لیکن آپ کہتے

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۶)

"لیکن حاشا و کلا، قوم اور اُس کے زعیم کا مقام اس سے بلند ہے۔ تمنے ہرگز لازوال زندگی حاصل کر لی۔ تمھاری آرزوئیں جو اُس کے وجود میں مجسم تھیں، اب اُس کی غیر فانی روح کے ساتھ، ابدی و سرمدی ہو چکیں۔ اب فنا کا ہاتھ کسی طرح بھی اُن تک نہیں پہنچ سکتا۔

"ابنائے وطن! وفد، جو تمھاری بیداری کا پہلا مظہر تھا، اب بھی باقی ہے، اور آئندہ بھی باقی رہے گا۔ وہ تمھاری قوت کی میزان، تمھارے جہاد کا عنوان، تمھاری وحدت کی بنیاد، تمھاری آرزوؤں کی جان، اور تمھارے آلام کا ترجمان ہے!

"وہ اُس وقت تک میدان نہیں چھوڑے گا جب تک کامل خود مختاری اور مکمل آزادی کے ذریعہ وطن کی عزت بے داغ نہ کر دے۔"

گروہ، تعلیم یافتہ اشخاص کا ہو"

"یہ دونوں فکری رجحان، ٹرکی میں ۲۰ برس سے متصادم ہوتے ہیں۔ سیاست، فوج، ادب، علم، کوئی میدان نہیں جس میں یہ دونوں نقطہائے فکر باہم دست بگریباں نہ ہوں"

"لہذا یہ تسلیم کرنا پڑتا ہو کہ اگر بہت سی جماعتیں نہیں تو کم سے کم دو جماعتیں ملک میں ضرور موجود ہیں اور برسر اقتدار آنے کے لئے متصادم ہو سکتی ہیں۔ لیکن اسوقت عملاً صرف ایک ہی سیاسی جماعت موجود ہو، اور وہ حامیان اصلاح و تجدد کی ہو"

"اس کی اصلی وجہ یہ ہو کہ حامیان اصلاح اپنے مقاصد کا بیانگ دہل اعلان کرتے ہیں اور مقرر و منضبط لائحہ عمل رکھتے ہیں۔ برخلاف انکے حامیان جمود و تقلید میں اپنے مقاصد کے اعلان کی جرأت نہیں درحقیقت وہ کوئی معین راہ عمل رکھتے ہی نہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اُن میں باہم کوئی فکری رابطہ بھی موجود نہیں ہو جو ایک باقاعدہ جماعتی شکل پیدا کر سکے۔ ہر کوئی اپنی ایک علحدہ مضطرب اور مبہم رائے رکھتا ہو اور دوسرے کے ساتھ ملنے پر آمادہ نہیں ہو"

"یہی سبب ہو کہ عملی طور پر یہ جماعت مرگئی ہو۔ کسی طرح بھی اپنے حریف کے مقابلے میں کھڑی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اُس کی اس عملی موت نے اُس میں یہ خطرناک مرض بھی پیدا کر دیا ہو کہ وہ پس پردہ سازشوں اور خیانتوں کے جال بناتی اور ملک میں پھیلانے کی کوشش کرتی ہو"

یہ کہنا ضروری نہیں کہ "حاکمیت ملیت" کی یہ رائے افراط و تفریط سے خالی نہیں ہو۔

ایک نئی سازش

اس ہفتے ایک نئی سازش پر سے پردہ اٹھا ہو۔ آپکے قارئین کو یاد ہوگا کہ معاہدہ لوزان کے بعد ہی ترکی حکومت نے اپنی سرحد پر ۱۵۰ آدمیوں کو ہمیشہ کے لئے جلا وطن کر دیا تھا۔ کیونکہ اُن کی پچھلی زندگی، سازشوں اور خیانتوں سے لبریز تھی۔

یہ لوگ ٹرکی سے نکلکر یونان، مصر، شام وغیرہ ملکوں میں پھیل گئے اور ترکی حکومت سے انتقام لینے کی فکریں کرنے لگے۔ یونان میں پناہ گزیں خائنوں کی روش بہت مشتبہ تھی۔ ترکی خفیہ پولیس برابر اُن کی نگرانی کرتی رہتی تھی۔

انھوں نے کئی سال مطمئن زندگی بسر کرنے کے بعد خیال کیا کہ ترکی حکومت اُن سے بالکل غافل ہوگئی ہو۔ چنانچہ حکومت یونان کے بھروسے پر ایک سازش بنائی اور عمل کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس سازش کا سرغنہ، حاجی سامی ہو۔ یہ چرکسی قوم کا آدمی ہو اور اپنے وقت کا مشہور جرائم پیشہ اور خونریز رہ چکا ہو۔ انجمن اتحاد و ترقی کی حکومت کے زمانے میں اسنے سیکڑوں خون کئے تھے۔ مرحوم انور پاشا جب ترکستان گئے تو یہ بھی وہاں پہونچا اور جنگ میں شریک ہوگیا۔ اُن کی شہادت کے بعد پھر ٹرکی واپس آیا اور اپنا پرانا مشغلہ جاری کر دیا۔ معاہدہ لوزان کے بعد حکومت نے اسے بھی جلا وطن کر دیا تھا۔

پچھلے ہفتے ترکی پولیس کو معلوم ہوا کہ یہ یونان سے اپنا سلح چرکسی جتھا لے کر سمرنا پہونچا ہو، اور غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی جان لینے کی فکر میں ہو۔ چنانچہ فوراً اُسے گرفتار کرنا چاہا۔ مگر اُسنے مقابلہ کیا جس میں وہ خود مارا گیا، مگر اُس کی پوری ٹولی قید ہوگئی۔

اس ٹولی میں تمام چرکسی لوگ شامل ہیں۔ بعض کے نام یہ ہیں: حمید کوچک، مجید کلاں، حسنی قاتل، مکی برادر حاجی سامی۔ ان لوگوں نے اپنی سازش کا اعتراف کر لیا ہو۔ ان کی تجویز یہ تھی کہ انگورہ کے قریب مقام "نفلو خان" میں جا کر قیام کرینگے۔ یہاں تک کہ جب غازی موصوف اواسط ماہ حال کے دنوں میں انگورہ روانہ ہونگے تو مذکورہ بالا گاؤں میں اُن کی ریل ڈائنامیٹ کے ذریعہ اڑا دینگے۔

تلاشی لینے پر ان لوگوں کے پاس ہو سلطنت کا فقدکی ایک کتاب دستیاب ہوئی۔ پولیس کو شبہ ہوا تو اُس کی کیمیاوی تحقیقات کرائی گئی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اس میں غیر مرئی روشنائی سے اُن کے باقی ہم خیالوں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس طرح حکومت کو اس پورے جتھے کا علم ہوگیا۔ اس سلسلہ میں ایک پنشن یافتہ فوجی افسر عاکف بک کی گرفتاری بھی عمل میں آئی ہو۔

ترک اور افغان

حال میں حکومت افغانستان نے فوجی تربیت و تعلیم کے لئے اپنے متعدد افسر ٹرکی بھیجے ہیں۔ انہیں باہر شادی کرنے کی سخت ممانعت تھی تاہم صوبہ دار محمد اکرم خاں نے ایک ترکی خاتون سے شادی کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اسنے اس بارے میں افغانی سفیر کو درخواست دی۔ سفیر نے درخواست، کابل بھیجدی۔ کابل سے خود امیر امان اللہ خاں کا حکم آیا کہ شادی اجازت دیدی جائے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ تمام افغانی افسروں کو بھی اب ترک خاتونوں سے شادی کی آزادی دیدی جائے۔ ساتھ ہی شاہ افغانستان نے یہ بھی لکھا کہ یہ شادی، ترکی قانون مدنی کے موافق عمل میں کئے۔ فرمان عالی میں یہ بھی تھا کہ "میں نہایت خوش ہونگا اگر افغان افسر اپنی ترک بیویوں کے ساتھ کابل پہنچیں۔ ترکی اجتماعی زندگی کے اصول سیکھ کر آئیں اور اپنے ملک میں انھیں رائج کریں"

ٹرکی اور ایران

پچھلے دنوں بعض سرحدی حوادث کی وجہ سے ٹرکی اور ایران میں کشیدگی کے آثار پیدا ہوگئے تھے، جیسا کہ میں بروقت آپ کو مطلع کر چکا ہوں لیکن اب دونوں حکومتوں کے تدبر سے جو غلط فہمیاں دور ہوگئی ہیں۔ اس کا تازہ ثبوت یہ ہو کہ ابھی ہفتے ایرانی سفارتخانے میں ترکی وزیر خارجیہ توفیق رشدی بک اور ترکی سفیر متعینہ طہران موسیٰ شوکت بک کو نہایت پر تکلف دعوت دی گئی۔ اس دعوت میں ایرانی سفیر نے تقریر کرتے ہوئے بہت زور دار الفاظ میں کہا کہ دونوں حکومتوں کے تعلقات نہایت دوستانہ ہیں، اور ہمیشہ دوستانہ ہی رہیں گے۔

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

نئے رہنما کا انتخاب

سعد پاشا زغلول کی وفات کے بعد اُن کے جانشین کے انتخاب کا معاملہ بہت اہم اور مشکل تھا۔ ظاہر ہو اسوقت مصر کی توجہات کا مرکز، اس مسئلہ کے سوا، کوئی دوسرا مسئلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن انگلستان میں بھی اسکی وجہ سے بے چینی کچھ کم نہ تھی۔ مصر میں انگلستان کی تمام امیدیں اسی مسئلہ سے وابستہ تھیں اور وہ انتہائی اضطراب سے فیصلہ کا انتظار کر رہا تھا۔

حسب عادت انگریزی اخبارات نے مصر کی متفقہ صفوں میں پھوٹ ڈالنے کی پوری کوشش کی۔ ایک طرف احمد زیور پاشا کی پیٹھ ٹھونکنا شروع کی کہ اب موقع ہو۔ ہمت کرو اور برسر اقتدار آجاؤ۔ دوسری طرف اعتدال پسندوں، یعنی عدلی پاشا اور ثروت پاشا کی جماعت کو اُکسایا کہ وفد کی جماعت، مصر کی پوری سیاست پر حاوی ہوتی جاتی ہو۔ اب وقت ہو اُسے گرا دو!

تیسری طرف خود وفد کی جماعت میں بھی نااتفاقی ڈالنی چاہی۔ اس غرض کے لئے فتح اللہ پاشا برکات سے بہتر کوئی شخص انھیں نہیں مل سکتا تھا۔ موصوف، مرحوم زغلول پاشا کے بھانجے ہیں اور اُنکے ساتھ جہاد وطنی میں بے شمار مصائب برداشت کر چکے ہیں۔ ان اخبارات نے خیال کیا کہ تعریفیں کر کے انہیں وفد کی صدارت کے لئے کھڑا کر دینا چاہئے۔ وفد کی جماعت، بعض موانع کی بنا پر ان کی سرداری قبول نہیں کرنا چاہتی۔ اس طرح آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی اور ملک کی سب سے بڑی سیاسی قوت درہم برہم ہو جائے گی۔

مگر مقام مسرت ہو کہ یہ تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ زیور پاشا نے کان ہلائے، مگر عام رائے سے مرعوب ہو کر خاموش ہو گئے۔ اعتدال پسندوں نے بھی قابل تعریف رویہ اختیار کیا، اور وفد کی جماعت سے لڑنا نامنظور کر دیا۔

خود وفد نے بھی نہایت دانشمندی سے کام لیا اور مرحوم رہنما کی جانشینی کا مسئلہ بڑی ہی خوش اسلوبی سے حل کر دیا۔ فتح اللہ پاشا برکات نے جنھیں انگریزی اخبارات، برات کا دولھا بنانا چاہتے تھے، صاف لفظوں میں اعلان کر دیا کہ مجھے سرداری کی طلب نہیں ہو۔ میں وفد کے فیصلے کے سامنے ہر وقت بلا کسی قید و شرط کے سرخم کرنے کو طیار رہوں۔

وفد نے اپنا فیصلہ ۲۶ ستمبر کو سنا دیا۔ یہ جلسہ نہایت عظیم الشان تھا تقریباً تمام ارکان جمع تھے۔ جلسہ کی کارروائی، محمد نجیب الغرابلی پاشا کی تقریر سے شروع ہوئی۔ یہ تقریر پورے وفد کی جانب سے تھی۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہو:

"جو کوئی سعد کی ذات خاص کا مددگار تھا، تو سعد مرگئے۔ لیکن جو سعد کے اصول کا حامی تھا، تو سعد کے اصول باقی ہیں، کبھی مرنے والے نہیں۔

"بلاشبہ سعد مرگئے۔ بہت سے دل، جو اُن کی ہیبت سے خائف تھے مسرت سے اچھلنے لگے۔ بہت سے سر جو اُنکے رعب سے خم تھے، بلند ہونے لگے فتنہ کا سر اپنی دونوں آنکھیں تم میں ہر طرف پھرانے لگا کہ کوئی شگاف دیکھ اور دھس آئے۔ لیکن قدیر و حکیم خدا نے تمھیں اُس کی نظر بد سے بچا لیا۔ تم نے خدا کی توفیق سے فتنہ کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ اپنا اتحاد بچا کر شیطان کو مایوس کر دیا، وہ تمھارے متحدہ علم دیکھ کر اُلٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور ہوگیا۔

"وفد نے اپنے قانون کے بموجب اپنی صدارت کے معاملے پر غور کیا۔ پورے غور و خوض کے بعد اُس کی متفقہ رائے یہ ہوئی کہ یہ جلیل القدر منصب ایک ایسے شخص کے سپرد کرے، جسے تم سب جانتے ہو اور حق کی حمایت میں اُس کا حصہ دیکھ چکے ہو۔ وہ مصائب میں ہمیشہ ثابت قدم رہا۔ تکلیفوں میں اُس کی پیشانی پر کبھی بل نہ آیا۔ ایمان میں اُسنے ہمیشہ سبقت کی۔ آزادی کے لئے اُسنے اپنی زندگی وقف کر دی۔

"وہ شخص کون ہو؟ وہ مصطفی نحاس ہو!......"

اس تقریر کے بعد اور بہت سی تقریریں ہوئیں اور مصطفےٰ نحاس پاشا بالاتفاق، وفد کے صدر، اور پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں میں جماعت وفد کے رئیس منتخب ہو گئے۔

وفد کا پیغام

مصری وفد نے قوم کے نام حسب ذیل پیغام شائع کیا ہی:

"ابنا وطن! عظیم القدرت خدائے بزرگ و برتر کی مشیت پوری ہوئی اور سعد زغلول کا انتقال ہوگیا۔ تم اُس کے فراق پر رنج سے بلبلا اٹھے لیکن رحمت الٰہی نے اس کے سوا کچھ منظور نہ کیا کہ تمھارے سردار کو ویسی ہی شریف موت دے جیسی شریف زندگی اُسے بخشی تھی۔ چنانچہ جس طرح وہ مجاہد زندہ رہا تھا، اُسی طرح مجاہد ہی مرا۔ دنیا و آخرت، دونوں میں اُس کے لئے مجاہدین کا ثواب جزیل موجود تھا!

"سعد مرگیا، اس سے تمھارے دل ٹوٹ گئے۔ بعض لوگوں نے تمھارا رنج و الم دیکھ کر کہنا شروع کر دیا کہ اُس بڈھے سینے میں جو بڑی بڑی آرزوئیں پنہاں تھیں، اُس کی موت ہی کے ساتھ مر گئیں۔

بصائر و حکم

عالم انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

اکابر تاریخ اسلام کی مختصر وفیات

ابراہیم موصلی

اپنے زمانے کا سب سے بڑا ماہر فن موسیقی ابراہیم موصلی، قولنج کی بیماری میں مبتلا ہوا اور خلیفہ کے محل میں آنے جانے سے معذور ہو گیا جب تکلیف بہت بڑھی تو یہ شعر اس کی زبان پر جاری ہو گئے:

مل و اللہ طبیبی من مقاساۃ الذی بی

واللہ طبیب میرے مرض کی تشخیص سے اُکتا گیا ہے

سوف انعی عن قریب لعدو و حبیب!

عنقریب دوست و دشمن سب کو میری موت کی خبر سنا دی جائے گی!

ایک دن خلیفہ ہارون الرشید عیادت کو گیا اور پوچھا:

"ابراہیم کیا حال ہے؟"

ابراہیم نے جواب میں یہ شعر پڑھ دیا:

سقیم مل منہ اقربوہ واسلمہ المداوی و الحمیم

بیمار جس سے اُس کے رشتہ دار اُکتا گئے ہیں۔ طبیب اور دوست اُسے چھوڑ چکے ہیں۔

۲۱۳ھ (۸۲۸ء) میں انتقال کیا

عباس بن الاحنف

اصمعی نے بیان کیا ایک دن میں بصرہ کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں ایک حسین نوجوان میرے پیچھے کھڑا ہے۔

"میرا آقا آپ کو یاد کرتا ہے" خوبصورت لڑکے نے کہا۔

میں اُس کے ساتھ روانہ ہوا۔ صحرا میں ایک خیمہ کھڑا تھا مجھے

یہ دیکھ کر حیرت ہو گئی کہ عباس بن الاحنف اُس میں پڑے دم توڑ رہے ہیں اُس وقت اُن کی زبان پر یہ شعر تھے:

یا بعید الدار عن وطنہ مفرداً یبکی علی شجنہ

اے اپنے وطن سے بہت دور! تنہا اپنی حسرت پر رو رہا ہے!

کلما جدّ النحیب بہ زادت الاسقام فی بدنہ

جوں جوں اُس کا گریہ بڑھتا ہے، اُس کے جسم میں بیماریاں بھی بڑھتی جاتی ہیں!

پھر وہ بیہوش ہو گئے۔ درخت پر ایک چڑیا بولی۔ عباس نے اُس کی آواز پر آنکھ کھول دی اور یہ شعر پڑھنے لگے:

ولقد زاد الفواد شجی ہاتف یبکی علی فننہ

دل کا رنج اور بھی زیادہ کر دیا، اپنی ڈالی پر سے پکارنے والے نے۔

شاقنی ما شاقہ فبکی کلنا یبکی علی سکنہ

جس کا شوق مجھے ہے، اُسی کا اُسے بھی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنے حبیب کے لئے روتا ہے۔

وہ پھر بیہوش ہو گئے۔ میں نے خیال کیا پہلی سی غشی ہے۔ مگر اُنہوں نے ایک لمبی سانس لی اور سرد ہو گئے تھے!

۱۹۲ھ (مطابق ۸۰۸ء) میں فوت ہوئے۔

خلیفہ ہارون الرشید

جب بیماری بہت سخت ہو گئی تو طبیب بلائے گئے۔ مگر کسی علاج سے بھی فائدہ نہ ہوا۔ ہارون مایوس ہو گیا اور یہ شعر پڑھے:

ان الطبیب بطبہ و دوائہ لا یستطیع دفاع مکروہ اتی

طبیب اپنی طب اور دوا سے کسی مصیبت کو اُس کے آ جانے کے بعد دور نہیں کر سکتا۔

ما للطبیب یموت بالداء الذی قد کان یبری مثلہ فی ما مضی؟

یہ کیا ہے کہ طبیب اُسی بیماری سے مرتا ہے جسے ہمیشہ اپنے علاج سے اچھا کیا کرتا تھا؟

ہلک المداوی و المداوی و الذی جلب الدواء و باعہ و من اشتری

معالج، مریض، دوا لانے والا، دوا بیچنے والا، دوا خریدنے والا سب مر جائیں گے!

جب موت کا یقین ہو گیا تو بنی ہاشم کو طلب کیا، اور کہا:

"ہر مخلوق مرنے والی ہے۔ آج میں بھی موت کے گھاٹ اتر رہا ہوں میں تمہیں تین وصیتیں کرتا ہوں: اپنی امانت کی حفاظت کرنا۔ اپنے سرداروں کی خیر خواہی کرنا۔ اپنا اتحاد برقرار رکھنا۔ میرے دونوں لڑکوں محمد (امین) اور عبداللہ (مامون) کو دیکھنا۔ ان میں سے جو بھی اپنے بھائی پر سرکشی کرے، اُسے گمراہی سے روک دینا اور اُس کا عہد توڑ دینا"

۱۹۳ھ (۸۰۹ء) میں وفات پائی۔

ابونواس

ہارون رشید کے مشہور مصاحب اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے رادی شعر اور شاعر، ابونواس نے مرتے وقت یہ شعر کہے:

دبّ فیّ الفناء سفلاً و علوا واراني اموت عضواً فعضوا

اوپر نیچے ہر طرف سے فنا مجھ میں دوڑ رہی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ جوڑ جوڑ سے مر رہا ہوں۔

ذہبت شرتی بجدۃ نفسی وتذکرت طاعۃ اللہ نضوا

میری تمام تیزی چلی گئی۔ اپنے سوکھ جانے پر مجھے طاعت الٰہی کا خیال آیا!

لیس من ساعۃ مضت لی الا نقصتنی بمرہا بی جزءا

ہر گھڑی جو مجھ پر گذر رہی ہے۔ کوئی نہ کوئی حصہ کم کرتی جاتی ہے!

لہف نفسی علی لیال و ایام تملیتہن لعباً و لہواً

اُن دنوں اور راتوں پر میرا افسوس، جنہیں میں نے لہو و لعب میں گزا دیا!

قد اسانا کل الاساءۃ فاللہم صفحاً عنا و غفراً و عفوا

ہم نے سراسر بُرائی ہی کی ہے لیکن خدایا! ہم تیری عفو و بخشش چاہتے ہیں!

محمد امین

ہارون رشید کے جانشین محمد امین کو گرفتار کرنے کے لئے جب مامون کے آدمی آدھی رات کے وقت محل میں گھسے، تو چلا اٹھا:

"انا للہ و انا الیہ راجعون! واللہ میری جان، خدا کی راہ میں چلی گئی۔ آہ، کوئی تدبیر نہیں۔ کوئی حمایتی نہیں۔"

گرفتار ہو جانے پر اُس نے اپنی اولاد اور عزیزوں سے کہا:

"یہ تمہارا آخری دیدار ہے۔ خدا تمہارا نگہبان ہو!"

قتل کے وقت جلادوں سے کہا:

"تمہارا بُرا ہو! جانتے نہیں میں رسول اللہ کے چچا کا پوتا، ہارون الرشید کا بیٹا، اور مامون کا بھائی ہوں؟ میرا خون کرنے میں خدا سے ڈرو!"

۱۹۸ھ (۸۱۳ء) میں قتل ہوا

حضرت معروف الکرخی رح

مشہور صوفی و زاہد معروف کرخی سے حالت نزع میں کہا گیا "وصیت کیجئے"

کہنے لگے:

"جب میں مر جاؤں تو میرا یہ کرتا بھی صدقہ کر دینا۔ میں چاہتا ہوں دنیا سے اُسی طرح جاؤں، جیسا آیا تھا"

۲۰۰ھ (۸۱۵ء) میں وفات پائی۔

حضرت بشر بن المنصور رح

وفات کے وقت بہت خوش تھے۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا

"آپ موت پر خوش ہوتے ہیں؟"

کہنے لگے۔ کیا تمہارے خیال میں خالق کے حضور جانا جس سے مجھے بڑی ہی امید ہے، مخلوق میں رہنے کے برابر ہے؟ وہ مخلوق جس سے میں ڈرتا ہوں؟" یہ کہتے ہی روح پرواز کر گئی۔

(۲۰۰ھ ۔ ۸۲۵ء)

بقیہ مضمون صفحہ

ہیں تو اس کی بالکل کوشش نہیں کرتے کہ احتیاط اور انصاف کے ساتھ قدم اٹھائیں۔ ہندوستان میں تقریباً ۵۰ برس سے ہندو مسلمانوں کی موجودہ کشمکش شروع ہوئی ہے۔ اگر ان ۵۰ برسوں کے وہ تمام بیانات اور مباحث جمع کر لئے جائیں جو ایک فریق نے دوسرے کے اقوال و اعمال کی نسبت بیان کئے ہیں، اور پھر اُن پر انصاف اور صداقت شعاری کے ساتھ نظر ڈالی جائے، تو میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ نصف سے زیادہ مقدار اُن باتوں کی نکلے گی جو کبھی فتنہ و فساد کی صورت نہ اختیار کرتیں اگر واقعات کے مطالعہ و بیان میں انصاف و دیانت کا تھوڑا سا بھی لحاظ رکھا جاتا۔

کہ معاملہ اس حد تک پہنچکر ختم نہیں ہوگیا۔ بلکہ آپکے لفظوں میں:

"جو طریقہ مسلمانوں نے ملک کے ایک سرے سے لیکر دوسرے تک اختیار کیا، اور جو باتیں کہی گئیں، وہ نہ صرف حق و انصاف کے خلاف تھیں بلکہ عجیب طرح کی مذہبی ذہنیت ظاہر کرتی تھیں جنہیں کسی طرح بھی ٹھیک راستہ پر نہیں لے جایا جاسکتا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تمام لیڈروں اور "مولنا صاحبان" نے اور جمعیت العلماء نے فتویٰ جاری کردیا کہ رنگیلا رسول لکھنے والے اور چھاپنے والے کو قتل کرنا چاہیے۔ اور یہ کہ اسلام کا قانون یہی ہے کہ جونہی کوئی غیر مسلمان حضرت بانیٔ اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اُسے فوراً مار ڈالنا چاہیے"

میں آپکی طبیعت کی صداقت اندیشی اور حق جوئی کا معترف تھا اور اس موقعہ پر بھی معترف ہوں۔ آپنے اس رسالہ کے متعلق جو رائے قائم کی، اور جس طرح بے لاگ اور قطعی لفظوں میں اپنا خیال ظاہر کردیا، فی الحقیقت ایک راستی پسند انسان کا یہی شیوہ ہونا چاہیے لیکن جن واقعات کا آپنے ذکر کیا ہے، افسوس ہے کہ نہ تو اُن کی تعبیر صحیح ہے، اور نہ وہ تاثر صحیح ہے جو آپ نے قبول کیا ہے۔ آخری چیز میں وہی اصولی غلطی کام کر رہی ہے جس پر پچھلی سطروں میں بحث کر چکا ہوں

تعبیر میں آپنے جو غلطی کی ہے، وہ غلطی عام ہے۔ اور اُسی ناواقفیت کا نتیجہ ہے جو ایک ہزار سال کی یکجائی کے باوجود ہندؤں کو اسلام اور مسلمانوں کی نسبت ہے۔ میں نے بارہا خیال کیا ہے کہ اگر کسی ذریعہ سے ہم یہ باہمی ناآشنائی دور کردے سکیں، تو باہمی مخالفت اور توحش کی کتنی بڑی تعداد خود بخود دور ہو جاسکتی ہے؟ مگر افسوس ہے کہ اس کا کوئی سامان نہیں ہوتا۔ آپنے غالباً بعض اخباروں کے مضامین دیکھ کر یہ رائے قائم کرلی کہ "مسلمان لیڈروں اور جمعیت العلماء نے فتویٰ دیدیا" لیکن اگر آپ کو مسلمانوں کی اصطلاح "فتویٰ" کی حقیقت معلوم ہوتی جو بہت ہی معمولی اور عام ہے، تو کبھی یہ بات آپکے قلم سے نہیں نکلتی۔ آپ "لیڈروں" کے ساتھ "فتویٰ" کا لفظ نہیں نکالتے۔ آپ سے یہ غلطی بھی نہیں ہوتی کہ اُن تمام باتوں کو جو کسی "لیڈر" یا عالم نے عام مجالس کے ایک مقرر ہونے کی حیثیت سے کہی ہیں، یا اپنے اپنے انداز طبیعت کے مطابق نرم و گرم خیالات ظاہر کئے ہیں "فتویٰ" قرار دیدیتے۔ بلاشبہ آپ ان تمام باتوں پر اس حیثیت سے نظر ڈال سکتے تھے کہ کہاں تک موزوں ہیں یا غیر موزوں ہیں لیکن انہیں "فتویٰ" کے لفظ سے تعبیر نہ کرتے۔ کیونکہ فی الحقیقت وہ "فتویٰ" نہیں ہیں۔

غالباً آپ کا خیال یہ ہے کہ جب کبھی کسی معاملہ پر ایک مسلمان، مذہبی قسم کی کوئی بات کہے، تو وہ "فتویٰ" ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس طرح تو وہ ساری باتیں جو مسلمان جلسوں میں کہتے ہیں یا اخباروں میں لکھتے ہیں، "فتویٰ" ہو جائیں گی۔ "فتویٰ" مسلمانوں کے دینی علوم کی ایک اصطلاح ہے، اور اس کا اطلاق صرف اُس بیان پر ہوتا ہے جو ایک مستند عالم دین اس حیثیت سے دیتا ہے کہ فلاں مسئلہ میں اُس کے نزدیک شریعت کا حکم یہ ہے۔ جب تک ایک عالم شرع اس حیثیت سے ایک بیان نہ دے، وہ فتویٰ نہیں ہے، اور کوئی مسلمان بھی اُسے فتویٰ نہیں سمجھیگا۔ اب آپ غور کیجیے کہ لیڈروں کی طرف "فتویٰ" منسوب کردینا کیسی افسوسناک غلطی ہے؟ آپ کہہ سکتے ہیں کہ علماء بھی "لیڈر" ہیں۔ یہ ٹھیک ہے لیکن یقیناً یہاں لیڈر سے [illegible] علماء نہیں ہیں مسلمان جماعتوں کے عام سربر[illegible] اشخاص [illegible] رہنما ہیں، اور یہ یقیناً [illegible] "فتویٰ" نہیں دیتے ہیں، نہ مسلمان [illegible] اُنکے بیانات کو فتویٰ کی حیثیت سے قبول کرتا ہے۔

"البتہ جمعیت العلماء مذہبی حیثیت سے "فتویٰ" دے سکتی ہے، لیکن یہ خیال صریح غلط ہے کہ جمعیت العلماء نے "رنگیلا رسول" کے لکھنے والے یا چھاپنے والے کی نسبت کوئی "فتویٰ" جاری کیا۔ یہاں پھر وہی باہمی ناواقفیت اور ناآشنائی کی بلا آگئی ہے جو ہندو مسلمانوں کے تمام معاملات پر چھائی ہوئی ہے۔ چونکہ مسلمانوں کی مذہبی اصطلاح "فتویٰ" کی حیثیت اور نوعیت پر آپ کی نظر نہیں، اس لئے طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ غور کیجیے، اس ایک معاملہ میں کے بعد دیگرے کتنی غلطیاں پیدا ہو گئی ہیں:

اولاً مسلمانوں میں شرعی حیثیت سے فتویٰ اسی وقت دیا جاتا ہے جب کسی خاص معاملہ میں شرعی حکم واضح کردینا ہو تاکہ مسلمانوں کا کوئی فرد یا جماعت اُس پر عمل کرے۔ موجودہ صورت میں "فتویٰ" کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ ہندوستان میں ایک شخص نے اسلام کے خلاف دلآزار کتاب لکھی تھی اور شائع کی تھی۔ یہاں نہ تو مسلمانوں کی حکومت ہے، نہ شرعی قوانین نافذ ہیں، نہ مسلمانوں کے مذہبی گروہ کو کسی طرح کا دخل سیاست و تعزیر میں ہے۔ جو کچھ بھی اس بارے میں کرسکتی ہے حکومت کرسکتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس میں مداخلت کریگا مجرم ہوگا۔ پس ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں مسلمانوں کے فتویٰ لینے یا دینے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہاں یہ ممکن تھا کہ کوئی شخص اس درجہ مجنون یا احمق ہو جائے کہ وہ خیال کرے، ہندوستان میں اسے تعزیر و سیاست کے احکام جاری کرنے کی قدرت حاصل ہوگئی ہے اور اس نے فتویٰ دینا شروع کردے کہ فلاں آدمی کو قتل کر ڈالنا چاہیے، اور فلاں آدمی کو قید میں ڈال دینا چاہیے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

ثانیاً جمعیت العلماء کی نسبت یہ سمجھ لینا کہ چونکہ وہ علماء کی انجمن ہے، اس لئے اُس کی جانب سے جو کچھ بھی کہا جاتا ہے "فتویٰ" ہے، کس درجہ ناواقفیت کی بات ہے؟ وہ ایک انجمن ہے، اور اس حیثیت سے وہ تمام طریقے اظہار رائے کے عمل میں لاتی ہے جو دنیا کی تمام انجمنیں عمل میں لایا کرتی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آجاتا ہے جس پر وہ کارروائی کرنا ضروری سمجھتی ہے، تو تجویز کی شکل میں کوئی بات ترتیب دیتی ہے اور اسے منظور کرکے شائع کردیتی ہے۔ اس معاملہ پر بھی اُس نے ایک تجویز منظور کی اور غالباً لاہور میں اپنی جمعیتہ عاملہ (ورکنگ کمیٹی) کا ایک جلسہ کرکے اُس کا اعلان کردیا۔ وہ جمعیت العلماء کی ایک تجویز ہے۔ یقیناً لوگوں نے اُسے اُس درجہ اہمیت دی ہوگی، جس درجہ اہمیت وہ جمعیت العلماء کی تجاویز کو دیا کرتے ہیں، لیکن وہ "فتویٰ" نہیں ہے۔ کیونکہ "فتویٰ" دینے کی اس معاملہ میں گنجائش ہی نہ تھی۔ آپ جمعیت کی ایک تجویز کو "فتویٰ" کہہ رہے ہیں۔

ثالثاً جمعیت العلماء کی اس تجویز کا مضمون بھی آپنے صحیح طور پر معلوم نہیں کیا ہے، اور جو کچھ لکھا ہے، وہ اصلیت سے اس درجہ ہٹا ہوا ہے کہ اگر میں آپ کو ملامت کروں تو آپ کو ناخوش نہیں ہونا چاہیے۔ کم از کم آپ جیسی طبیعت کے آدمی کو ایک واقعہ کے نقل کرنے میں اس درجہ بے احتیاط نہیں ہونا تھا۔ جمعیت العلماء کی تجویز تمام اخباروں میں شائع ہوگئی تھی۔ میری نظر سے بھی گزری تھی۔ اگر آپ چاہیں تو اُس وقت کا کوئی اُردو اخبار حاصل کرکے دیکھ لے سکتے ہیں۔ اُس میں یہ کہیں نہیں ہے کہ "رنگیلا رسول لکھنے والے اور چھاپنے والے کو قتل کردینا چاہیے" جیسا کہ آپنے لکھا ہے۔ کم سے کم اتنی بات تو ہر شخص کی سمجھ میں آجانی چاہیے کہ برٹش انڈیا میں کوئی شخص یا جماعت اپنے آپ کو گرفتار کرائے بغیر کسی انسان کے قتل کی علانیہ ترغیب نہیں دے سکتی۔ اگر جمعیت نے یا کسی انجمن نے ایسا اعلان کیا ہوتا تو یہ صریح ایک انسان کے قتل کا اقدام تھا۔ دراصل وہ تجویز مسلمانوں کو مخاطب کرکے لکھی ہی نہیں گئی تھی کہ اس طرح کی قاتلانہ ترغیب کی اس میں گنجائش ہوتی۔ اُس کا تمام تر خطاب حکومت سے تھا۔ حکومت سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ اس طرح کے دلآزار حملوں کا سدِّباب کردے، اور اگر موجودہ قوانین اسکے لئے کافی نہیں ہیں تو نیا قانون نافذ کردے۔ البتہ اُس تجویز میں اس بات کا حوالہ ضرور تھا کہ اسلامی قوانین میں (یا بصورت اسلامی حکومت ہونے کے۔ مجھے اصلی الفاظ یاد نہیں ہیں) ایسے شخص کی سزا قتل ہے جو پیغمبر اسلام کی عمداً توہین و تذلیل کرے۔ یہ حوالہ جس طریقہ سے دیا گیا تھا، اُس کا صاف منشا یہ تھا کہ معاملہ کی اہمیت حکومت پر واضح ہو جائے یعنی یہ بات اُس کے علم میں آجائے کہ مسلمانوں کے دینی احساسات اس بارے میں کیا ہیں، اور اُن کے نقطۂ خیال سے یہ معاملہ کس درجہ اہم اور ضروری ہے؟ بلاشبہ اس پر بحث کی جاسکتی ہے کہ اس موقعہ پر اس قانون کا حوالہ دینا یا ذکر کرنا کہاں تک صحیح تھا؟ اور فی الحقیقت اسلام کا قانون کیا ہے؟ اس بارے میں میری رائے اور اسلامی قوانین کی حقیقت کی بحث آگے آئے گی اور آپ معلوم کرلینگے کہ میرا خیال اور علم کیا ہے لیکن بہ حیثیت ایک صداقت اندیش انسان کے آپ کو اور اُن تمام لوگوں کو جو اس بارے میں طرح طرح کے تاثرات قبول کر رہے ہیں، یہ تسلیم کرلینا چاہیے کہ واقعہ کی نوعیت وہ نہیں ہے جو اُنھوں نے سمجھ رکھی ہے۔ ہم ایک معاملہ کی نسبت موافق رائے رکھتے ہوں یا مخالف، ہر حال میں ہمارا فرض ہے کہ معاملہ کو اُس کی صحیح اور حقیقی صورت میں دیکھیں، اور جیسا کچھ بھی وہ ہے، اُسے تسلیم کرکے، رائے قائم کریں۔ انصاف کیجیے، کہاں یہ بات کہ جمعیت العلماء نے ایک تجویز منظور کرکے حکومت کو صورت حال پر توجہ دلائی اور اسمیں اس بات کا حوالہ دیا کہ اسلامی قانون اس بارے میں یہ تھا، اور کہاں اُس کی یہ تعبیر کہ "جمعیت نے فتویٰ دیدیا کہ قتل کردینا چاہیے"؟ اسوقت دنیا کے کسی مذہب کے ماننے والے بھی ایسے نہیں ہیں جنھوں نے گذشتہ زمانے میں اپنے اپنے وقت کے مصالح کے مطابق قتل و تعزیر کے احکام نافذ نہ کئے ہوں اور وہ ان کی کتابوں میں مندرج نہ ہوں۔ مختلف موقعوں پر بے محل یا با محل اُن کا ذکر بھی کردیا جاتا ہے، لیکن کوئی شخص اُس کا مطلب یہ نہیں سمجھتا کہ بحالت موجودہ انھیں نافذ کرنا مقصود ہے۔

رابعاً آپنے جن لفظوں میں جمعیت کے بیان کردہ اسلامی قانون کی تعبیر کی ہے، وہ بھی صحیح نہیں ہیں۔ آپ لکھتے ہیں "اسلام کا یہ قانون ہے کہ جونہی کوئی غیر مسلمان حضرت بانی (داعی) اسلام کے خلاف کوئی بدزبانی کرے، فوراً اُسے مار ڈالنا چاہیے" لیکن آپ یقین کیجیے کہ نہ تو جمعیت العلماء کی تجویز میں اس قانون کی یہ تعبیر تھی، اور نہ میری معلومات میں کسی مسلمان نے بھی یہ تعبیر کی ہے۔ جمعیت نے یا کسی دوسری جماعت نے اگر یہ کہا ہے کہ اسلامی حکومتوں کا یہ قانون تھا، تو اس کا صاف مطلب وہی ہو سکتا ہے جو حکومتوں کے قوانین کا عام طور پر ہوتا ہے۔ یعنے اُنکے قوانین کی رُو سے یہ ایک ایسا جرم تھا جو اگر عدالتی تحقیقات کے بعد ثابت ہو جائے، تو اس کے لئے قتل تک کی سزا دی جاسکتی تھی۔ اس کا یہ مطلب کہاں سے نکالا گیا کہ "جو مسلمان کسی کو بدزبانی کرتے دیکھے، اُسے فوراً قتل کر ڈالے"؟ اسلام کے شرعی نظم کی رُو سے تو کسی جرم کے لئے بھی ایسی آمارکی جائز نہیں ہو سکتی۔ تعزیر اور سیاست کے تمام احکام کا تعلق قضا سے ہے۔ یعنی آجکل کی بول چال میں عدالتی کارروائی سے۔ کسی فرد کو بھی اپنی جگہ اختیار نہیں کہ قانون اپنے ہاتھ میں لے لے اور جس کسی کو اپنے نزدیک مجرم سمجھے سزا دیدے۔ یہ کام صرف حکومت اور عدالت کا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے گا، تو وہ اسلامی قوانین کی رُو سے اُسی طرح سزا کا مستحق ہوگا، جس طرح ایک قانون کی خلاف ورزی کرنے والا مجرم ہو سکتا ہے۔

میں نے اس حصۂ بیان میں ضرورت سے زیادہ تفصیل اس لئے کی کہ میں چاہتا ہوں، یہ بات آپ پر واضح ہو جائے کہ واقعات کے مطالعہ و بیان میں وقت کی کوتاہیوں اور غلط اندیشیوں کا کیا حال ہے؟ کس طرح ایک بات بغیر کسی اشتباہ اور پیچیدگی کے محض اس لئے کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھنے اور بے لاگ طریقہ سے معاملات پر نظر ڈالنے کی استعداد کھو چکے ہیں اور جب کبھی کسی معاملہ پر بحث کرنے

"مجھے ایسا برتاؤ نہ کرنا تھا۔ تمھیں غصہ دلا کر میں نے سخت غلطی کی۔ اور یہ زخم......"

موڈیلا، انطونیو کے ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے چپ ہوگئی۔

"تم نے کچھ نہیں کیا" انطونیو نے کہا "تم نے صرف اپنا بچاؤ کیا تھا۔ یہی کرنا بھی چاہیے تھا۔ میری دیوانگی کے مقابلے میں اسی کی ضرورت تھی۔ تمھاری ذرا بھی خطا نہیں ہے۔ ہرگز معافی کا ذکر نہ کرو۔ تم نے تو مجھ پر بڑا ہی احسان کیا ہے۔ میں تمھارا دل سے شکر گزار ہوں۔ اچھا، اپنا رومال لیتی جاؤ"

انطونیو نے رومال آگے بڑھایا۔ لیکن موڈیلا خاموش تھی۔ اُس کے اندر خیالات میں سخت تصادم تھا:

"میری غلطی سے تمھاری چادر بھی چلی گئی۔ نارنگی کی تمام قیمت بھی اُسی میں بندھی تھی۔ مجھے بہت دیر بعد اس کا خیال آیا۔ میں اِس وقت اُس کی تلافی نہیں کر سکتی — ہمارے گھر میں کچھ نہیں ہے۔ اگر ہے تو میری ماں کا ہے — لیکن یہ چاندی کی صلیب، میری ہے۔ مصور جاتے وقت چھوڑ گیا تھا۔ میں نے آج تک اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ صندوق میں بھی نہیں رکھا تھا۔ اگر اسے بیچو گے تو کچھ نہ کچھ وصول ہو جائے گا۔ میری ماں کا یہی خیال ہے — نقصان کا تھوڑا سا بدلہ ہو جائے گا۔ باقی میں اپنی ماں کے سو جانے کے بعد روز رات کو سوت کات کات کے ادا کر دوں گی"

"نہیں نہیں۔ میں ہرگز نہیں لوں گا" یہ کہہ کر انطونیو نے جھٹکے سے صلیب گرا دی۔ "لیلو" موڈیلا نے کہا "تم نہیں جانتے، تمھارا ہاتھ کتنے دن کام نہیں کر سکے گا۔ یہ صلیب رکھ لو"

"مجھے تکلیف نہ دو" انطونیو نے نقاہت سے کہا۔

"میں کہتی ہوں لے لو" موڈیلا نے اصرار سے کہا۔

"سمندر میں پھینک دو" انطونیو جھنجھلا گیا۔

"میں ہدیہ پیش نہیں کر رہی ہوں۔ اپنا کچھ بوجھ ہلکا کرنا چاہتی ہوں" موڈیلا نے پھر کہا۔

"تم پر میرا کوئی قرضہ نہیں ہے" انطونیو نے جوش سے کہا "مگر تم میرا کچھ اپنے ذمہ سمجھتی ہو تو میری ایک درخواست منظور کر لو۔ تم پورے بار سے ہلکی ہو جاؤ گی۔ میری درخواست یہ ہے کہ جب میں کہیں دکھائی دوں تو میری طرف نظر نہ اُٹھانا۔ تاکہ مجھے اپنی اس دیوانگی پر ہمیشہ ندامت ہوا کرے۔ خدا حافظ! جاؤ۔ یہ ہماری آخری باتیں ہیں"

موڈیلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے اُس نے اپنا رومال اٹھا کر ٹوکری میں ڈالا، صلیب بھی اسی میں گرا دی۔ پھر ٹوکری کا ڈھکنا بند کیا۔ انطونیو نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو آنسو اُس کے نازک رخساروں پر بہہ رہے تھے!

"الٰہی!" انطونیو چلایا "موڈیلا! کیا ہوا؟ کچھ بیمار ہو گئیں؟ سر سے پاؤں تک کانپتی کیوں ہو؟"

"کچھ نہیں۔ مجھے گھر لوٹنا چاہیے"

یہ کہہ کر موڈیلا لڑکھڑاتے پاؤں سے دروازے کی طرف لپکی۔ مگر باہر نہیں گئی۔ دیوار پر سر رکھ کے رونے لگی۔ دیر سے بھری ہوئی تھی اب بے قابو ہو گئی۔ انطونیو نے اُس کی سسکیاں سنیں۔ مگر قبل اس کے کہ وہ اُٹھ کر پاس پہنچے، وہ خود دوڑ کر آئی اور اُس پر گر پڑی:

"اب میں برداشت نہیں کر سکتی" اُس نے آنسوؤں کے ساتھ ملاح کو زور سے پکڑ کر کہا "میں برداشت نہیں کر سکتی! میں تمھیں چھوڑ کر جا نہیں سکتی۔ آہ! تم مجھ سے اتنی محبت کے ساتھ بولتے ہو! مجھے مار دو۔ میری جان لے لو۔ مجھے لعنت ملامت کرو۔ لیکن مجھے اپنے سے دور نہ کرو........"

روتی ہوئی لڑکی کو انطونیو نے فوراً اُٹھا لیا۔ وہ بھی چپ تھا۔ مگر آنسو اُس کی آنکھوں سے بھی جاری تھے!

انطونیو نے لمبی سانس لے کر کہا "خدایا یہ میں کیا سنتا ہوں؟ اگر میرا خون زخم سے بہ گیا ہے تو میرا دل اس طرح کیوں دھڑک رہا ہے؟ کیوں سینے سے نکلا پڑتا ہے؟ موڈیلا! اگر یہ تم صرف تسلی دینے کے لئے کہتی ہو، تو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن کیا تم پر میرا کوئی حق نہیں ہے؟ کیا میں نے تمھارے پیچھے بہت دُکھ نہیں سہا ہے؟"

"ہرگز نہیں!" موڈیلا نے مضبوط آواز میں کہا "کوئی حق نہیں! کیونکہ میں بھی تم سے محبت کرتی ہوں! اب مجھے کہنے دو۔ میں تم سے، اپنی محبت کے ڈر سے بھاگا کرتی تھی۔ لیکن اب نہیں بھاگوں گی"

(۷)

موڈیلا، گھر کے باہر تاریکی میں غائب ہو گئی۔ انطونیو، کھڑکی کے سامنے مبہوت بیٹھا تھا۔ خاموش سمندر اُس کے آگے پھیلا تھا۔ اُفق میں ہر طرف تاریکی اور خاموشی تھی۔ جھلملاتے تارے آسمان پر سے منہ نکالے دیکھ رہے تھے!

(۸)

اعتراف کی کرسی پر پادری بیٹھا مسکرا رہا ہے۔ موڈیلا ابھی ایک بہت لمبا اعتراف کر کے رخصت ہوئی ہے۔

"کون خیال کر سکتا تھا؟" پادری نے اپنے آپ سے کہا "واقعی کون خیال کر سکتا تھا کہ خدا اِس گمراہ دل کو ہدایت بخشے گا؟ ہماری نظریں بہت کوتاہ ہیں۔ آسمان کے راز دیکھ نہیں سکتیں۔ خدا موڈیلا کو، انطونیو کو، دونوں کی اولاد کو برکت دے!"

(۹)

کیا یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ عورت کے دل کے سمجھنے کے لئے اس دنیا میں ہمارا کوئی قانون اور قاعدہ بھی کام نہیں دے سکتا۔ وہ جب بہت زیادہ غضب ناک ہوتی ہے تو بہت زیادہ محبت کرتی ہے، اور جب بہت ملتفت ہوتی ہے تو فوراً محبت سے دست بردار ہو جاتی ہے۔ تاہم ایک قاعدہ ضرور ہماری رہنمائی کر سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایثار اور خود فروشی کے مقابلہ میں کبھی غصہ کی نفرت اور خودداری کی بے پروائی قائم نہیں رہ سکتی۔ سخت سے سخت جنگ آزما روح بھی ایثار اور خود فروشی کے مقابلہ میں سپر ڈال دے گی اور ہار مان لے گی!

رہنمایانِ ملک و ملت کا متفقہ اعلان

اخبار الجمعیۃ کی خدمات کا اعتراف

آج ہر شخص پر یہ بات روشن کی طرح ظاہر ہو گئی ہے کہ قوموں کی مذہبی۔ تمدنی۔ اخلاقی و اقتصادی ترقیوں میں قومی اخبارات کی رہنمائی کو بڑا دخل ہے۔ جو لوگ دنیا کے روزانہ انقلاب اور قوموں کے عروج و انحطاط کے حالات سے بے خبر ہیں وہ زندگی کے کسی شعبہ میں ترقی نہیں کر سکتے۔ اسی طرح قومی اخباروں میں سے جو اخبار کہ قوم کی فلاح و بہبود کی بجائے اپنے مالی فائدے کو مد نظر رکھتے ہیں وہ بجائے قوم کی اصلاح کرنے کے اس کی تباہی و بربادی کے باعث بنجاتے ہیں۔

اخبار الجمعیۃ دہلی جو تین سال سے جمعیۃ علماء ہند کی سرپرستی میں نکل رہا ہے اُن پُرجوش اور حقیقت شناس وقت بار اخباروں میں سے ہے جنھوں نے حقیقی طور پر مذہب و وطن کی سچی خدمت کی ہے اور ہر موقع پر نہایت دیانت اور جرأت کے ساتھ حق رہنمائی ادا کیا ہے۔ اپنے مالی فائدے اور نقصان سے قطع نظر کر کے قوم کے خاص فائدے کا خیال رکھا اور [illegible] کے لئے بھی جادۂ حق سے انحراف نہیں کیا۔ الجمعیۃ بجا طور پر اس کا مستحق تھا کہ قوم کا کوئی فرد اس کی رہنمائی سے بے بہرہ نہ رہتا اور مسلمانوں کے گھر گھر میں یہ اخبار پڑھا جاتا۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس کی کما حقہ قدر نہیں کی اور اس تین سال کے عرصہ میں اس کی اتنی اشاعت بھی نہیں ہوئی کہ وہ اپنے مصارف سے ہی بے فکر ہو جاتا۔ ہم تمام مسلمانوں سے مذہب و وطن کے نام پر اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس مفید و مؤقر اخبار کے زریں مضامین سے فائدہ اُٹھائیں اور کوشش کریں کہ پڑھے لکھے مسلمانوں کا کوئی گھر اس اخبار سے خالی نہ ہو۔ بالخصوص معاونین جمعیۃ سے پوری اُمید رکھتے ہیں کہ ہر خریدار کم از کم دو جدید خریدار مہیا کر دینے کی کوشش کر کے اپنے مذہبی اور ملی فریضہ کو ادا کرے گا۔ اخبار الجمعیۃ کی امداد در حقیقت مذہب و وطن اور قوم کی امداد ہے اور ہر معاون تمام مسلمانوں اور مذہب و وطن کی طرف سے شکریہ کا مستحق ہے۔

(حضرت مولانا مفتی) محمد کفایت اللہ (صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند) (سیٹھ حاجی) عبداللہ ہارون (ایم ایل اے صدر جمعیۃ مرکزیہ خلافت) (مولانا) حبیب الرحمٰن (صاحب صدر خلافت کمیٹی لدھیانہ) (مولانا) ظفر علی خاں (صاحب۔ ایڈیٹر زمیندار لاہور) (مولانا) احمد سعید (صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند) (جناب) قریشی (صاحب ایڈیٹر تنظیم۔ آنریبل) [illegible] (مولانا سید) سلیمان (صاحب ندوی ایڈیٹر معارف اعظم گڑھ) (مولانا ابوالمحاسن) [illegible] (صاحب ناظم مالیات جمعیۃ علماء ہند و ناظم جمعیۃ مرکزیہ خلافت) (مولوی سر) رحیم بخش (صاحب سابق وزیر اعظم ریاست بہاولپور کے سی ایس آئی۔ ایم ایل سی) (مولانا سید) عطاء اللہ شاہ (صاحب بخاری) (مولانا) ثناء اللہ (صاحب ایڈیٹر اہلحدیث امرتسر) (مولانا) عبدالماجد (صاحب دریابادی ایڈیٹر سچ و صدر خلافت کمیٹی لکھنؤ) (ڈاکٹر) سیف الدین (صاحب کچلو امرتسر) (مولانا سید) غلام بھیک (صاحب نیرنگ معتمد عمومی جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ) (مولانا) غلام رسول (صاحب مہر ایڈیٹر انقلاب لاہور) [illegible] (صاحب ایڈیٹر ہمدم لکھنؤ) (ڈاکٹر سر) محمد اقبال (صاحب بیرسٹر ایٹ لاء لاہور) [illegible] (صاحب جلالی ایڈیٹر مدینہ بجنور) (حضرت مولانا) حسین احمد (صاحب جانشین حضرت شیخ الہند) (مولانا) شبیر احمد (صاحب عثمانی دیوبند) (مولانا) حبیب الرحمٰن (صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند) (مولانا) عبدالحلیم (صدیقی لکھنؤ) (مولانا ابوالمحاسن) محمد سجاد (صاحب نائب امیر شریعت صوبہ بہار) (مولانا) مرتضیٰ حسن (صاحب دیوبند) سر (صاحبزادہ) عبدالقیوم (ایم ایل اے) (دیوان) سید آل رسول (صاحب سجادہ نشین درگاہ اجمیر شریف) (مولانا پیر) محمد ضیاء الدین (صاحب سجادہ نشین سیال شریف پنجاب) (مولانا سید) مناظر احسن (صاحب گیلانی پروفیسر کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن) (مسٹر) شعیب قریشی۔

افسانہ

غضب ناک محبوبہ
L'ARRABIATA

(پال ہیس کے قلم سے)

(۲)

انٹونینو، لڑکی کے غرق ہونے کے خوف سے سناٹے میں آگیا۔ مجسّم بنا کھڑا تھا۔ اُس کے دماغ میں کوئی خیال بھی باقی نہیں رہا تھا۔ آسمان پر نظر جائے اس طرح کھڑا تھا، گویا کسی معجزے کا انتظار کر رہا ہے!

آخر کار اُس کے حواس درست ہوئے۔ اُسنے ڈانڈ اُٹھائی اور پوری قوت سے کشتی، لڑکی کی طرف لے چلا۔ اُس کی آنکھیں لڑکی پر جمی تھیں۔ اُسے بالکل خیال نہ رہا کہ اُس کے ہاتھ سے خون کا فوارہ بہ رہا ہے۔

لوریلا بڑی تیزی سے پیرتی چلی جاتی تھی۔ مگر کشتی اُس کے قریب پہنچ ہی گئی۔

"خدا کے لئے کشتی پر آجاؤ!" انٹونینو چلایا "میں دیوانہ ہوگیا تھا۔ خدا جانے میری عقل پر کیسے پتھر پڑگئے تھے۔ گویا مجھ پر بجلی گر رہی تھی۔ میرے سینے میں آگ کا تنور جل اُٹھا تھا۔ لوریلا! میں معافی تک کی درخواست نہیں کرسکتا۔ میں معافی کا بھی مستحق نہیں ہوں۔ بس میری التجا صرف اتنی ہے کہ کشتی پر چلی آؤ۔ ہلاک مت ہو!"

لوریلا برابر پیرتی رہی۔ گویا اُس نے سُنا ہی نہیں۔

"ساحل تک پہنچنا محال ہے" انٹونینو نے پھر کہا "ابھی پورے دو میل باقی ہیں۔ اپنی بیار ماں کا خیال کرو۔ اُس کا کیا حال ہوجائے گا؟ اگر تمہیں نقصان پہونچا تو میں بھی جان دے دوں گا"

لوریلا نے سامنے نیچی نظر کرکے فاصلہ دیکھا۔ پھر بغیر کوئی جواب دئے کشتی کی طرف آنے لگی۔ کشتی کا کنارہ پکڑلیا اور اوپر چڑھنے لگی۔ انٹونینو، سہارا دینے کے لئے اُٹھا۔ کشتی ایک طرف جھک پڑی۔ لوریلا کی چادر کنارے رکھی تھی۔ پانی میں گر پڑی۔ لڑکی نے سہارا لینے سے انکار کیا۔ پھرتی سے اوپر آگئی اور اپنی پہلی جگہ پر خاموش جا بیٹھی۔

(۴)

انٹونینو نے اُسے مطمئن دیکھ کر پھر کشتی کھینا شروع کردی۔ لوریلا اپنے بال ہاتھوں میں لے کر نچوڑنے لگی۔

یکایک لوریلا کی نظر کشتی کی زمین پر پڑی۔ وہ خون سے رنگین تھی اُس نے سیدھا انٹونینو کے ہاتھ کی طرف نظر اُٹھائی۔ ہاتھ سخت زخمی تھا۔ مگر وہ پوری قوت سے کام کر رہا تھا۔

"یہ لو" لوریلا نے کہا اور اپنے رومال کی طرف اشارہ کیا۔ انٹونینو نے لوریلا کو دیکھے بغیر سر کے اشارے سے انکار کردیا۔ اور کشتی چلاتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد لوریلا اپنی جگہ سے اُٹھی۔ آگے بڑھی۔ ملاح کے سامنے بیٹھ گئی، اور اپنے رومال سے اُس کا ہاتھ باندھنے لگی۔ انٹونینو نے بہت بہت انکار کیا مگر دوشیزہ نے اُس کے زخمی ہاتھ سے ڈانڈ لے لی اور خود چلانے لگی۔ وہ ملاح کو نہیں دیکھتی تھی، لیکن ڈانڈ پر اُس کے ہاتھ کے خون کے جو قطرے لگ گئے تھے، اُن پر نظریں گڑ گئی تھیں۔

دونوں چپ تھے۔ چہرے اُترے ہوئے تھے۔ جب ساحل کے قریب پہنچے تو ماہی گیر صاحب سلامت کرنے لگے۔ بعض بعض نے آنکھوں ہی آنکھوں میں باہم کچھ اشارات بھی کئے۔ لیکن وہ دونوں بالکل خاموش رہے۔ اُن میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔

شب ابھی تک باقی تھا۔ کنارا آگیا۔ لوریلا نے اپنے کپڑے درست کئے اور اُتر پڑی۔

صبح والی بڑھیا اپنی پوتی کے ساتھ وہیں بیٹھی چرخا کات رہی تھی۔

"انٹونینو!" ملاح کو دیکھ کر چلائی "تیرے ہاتھ میں کیا ہوا؟ خدا خیر کرے! تیری کشتی بھی خون سے رنگین ہو!"

"کچھ نہیں" انٹونینو نے افسردگی سے جواب دیا "کشتی میں ایک کیل نکل آئی تھی۔ اُس سے زخم لگ گیا۔ صبح تک اچھا ہوجائے گا۔ یہی زیادہ خون تو میرے لئے مصیبت تھا۔ زخم کی راہ نکل گیا"

"یہاں آؤ، میں پٹی باندھ دوں" نیک دل بڑھیا نے کہا "ذرا ٹھہرو، میں ابھی کوئی جڑی بوٹی لاتی ہوں"

"شکریہ" انٹونینو نے کہا "زحمت نہ کرو۔ زخم بھر گیا ہو۔ صبح تک بالکل ٹھیک ہوجائے گا۔ میری تندرستی اچھی ہے۔ معمولی تکلیف کا کوئی اثر نہیں ہوتا"

"خدا حافظ!" لوریلا نے کہا جو ابتک کھڑی بڑھیا کی باتیں سُن رہی تھی۔

"خدا حافظ!" انٹونینو نے اُس کی طرف نظر اُٹھائے بغیر جواب دیا۔

لوریلا اپنے گھر روانہ ہوگئی۔ انٹونینو نے بھی بے دلی کے ساتھ اپنی ڈانڈ اور ٹوکریاں اُٹھائیں اور جھونپڑے کی راہ لی۔

(۵)

انٹونینو اپنے چھوٹے سے جھونپڑے میں اکیلا ہے۔ بہت پریشان ہے۔ کسی پہلو چین نہیں۔ اُٹھ کر ٹہلنے لگا۔ ہوا ٹھنڈی تھی اور بے شیشے کی کھڑکیوں سے اندر آرہی تھی۔ تنہائی اس کے لئے ایک حد تک آرام دہ تھی۔ دیوار پر مقدس کنواری (مریم علیہا السلام) کی تصویر لٹک رہی تھی۔ وہ تصویر کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ کنواری کے سر پر ستاروں کی آرائش دیکھی۔ لیکن نماز پڑھنے کو جی نہیں چاہا۔ وہ نماز کیوں پڑھے؟ ابھی ابھی وہ اپنی زندگی کی تمام آرزوؤں سے محروم ہوچکا ہے!

اُس نے خیال کیا "آج دن ختم نہ ہوگا"۔ بے صبری سے رات کا انتظار کرنے لگا۔ تھکا ہوا تھا۔ خون بہ جانے کی وجہ سے بھی طبیعت کمزور ہورہی تھی۔ ہاتھ کے زخم کا درد بڑھنے لگا۔ وہ لکڑی کی ایک چھوٹی سی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ہاتھ کی پٹی کھولی تو پھر خون بہنے لگا۔ پورا ہاتھ ورم کر آیا تھا۔ بڑی محنت سے اُس نے ہاتھ دھویا۔ لوریلا کے دانتوں کے نشان صاف نظر آتے تھے!

"اُس کی کیا خطا ہے؟" اپنے آپ سے کہنے لگا "میں وحشی ہوگیا تھا۔ مجھے یہی سزا ملنی چاہئے تھی۔ کل بڑھیا کے ہاتھ اُس کا رومال بھیجدوں گا۔ اور اب کبھی اُس کا سامنا نہ کروں گا!"

زخم دوبارہ دھویا۔ دانتوں کی مدد سے پٹی باندھی۔ بچھونے پر دراز ہوگیا۔ اور آنکھیں بند کرلیں۔

وہ سمجھ نہ سکا، سویا تھا یا رات بھر جاگتا رہا۔ لیکن اُسے چاند کی دھندلی روشنی میں جب ہوش آیا تو ہاتھ میں سخت درد ہو رہا تھا۔

(۶)

یکایک دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی۔

لوریلا اُس کے سامنے کھڑی تھی!!

وہ بغیر اجازت کے اندر چلی آئی۔ بالکل خاموش تھی۔ سر کا رومال کھولا، ہاتھ کی ٹوکری، سامنے چھوٹے سے میز پر رکھدی۔

"اپنا رومال لینے آئی ہو؟" انٹونینو نے پوچھا "ناحق تکلیف اُٹھائی۔ میں خود کل صبح بھیجدینے والا تھا"

"رومال نہیں" لوریلا نے ہانپتے ہوئے جواب دیا "میں پہاڑی پر جڑی بوٹی ڈھونڈھ رہی تھی۔ لو، یہ لائی ہوں"

"تم نے بڑی تکلیف کی" ملاح نے جوش مسرت کے احساس سے مضطرب ہوکر کہا "افسوس، تم بہت پریشان ہوئیں۔ مجھے تو اب آرام ہے۔ لیکن اگر تکلیف بھی ہو، تو اس کا مستحق ہوں۔ تم اِسوقت کیوں آئیں؟ اگر کوئی دیکھ لے؟ تم لوگوں کی عادت جانتی ہو۔ انہیں ہر وقت کچھ نہ کچھ کہنا ہی چاہئے"

"میں کسی کی بھی بکواس کی پرواہ نہیں کرتی" لوریلا نے غصّے اور ہمدردی کے ملے جلے لہجہ میں کہا "میں تمہارا ہاتھ دیکھنے اور دوا لگانے آئی ہوں۔ تم اپنے بائیں ہاتھ سے دوا نہیں لگا سکتے"

"میں دوا کا مستحق نہیں ہوں۔ سچ کہتا ہوں" انٹونینو نے تأثر کے ساتھ کہا۔

"اچھا مجھے ہاتھ دیکھنے دو۔ اچھا ہوگا تو دوا نہ لگاؤں گی"

یہ کہکر لوریلا نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اب انکار اُسکی قدرت سے باہر تھا۔ پٹی کھولتے ہی دوشیزہ چلائی "آہ، یسوع!"

"نہیں معمولی سا ورم ہے۔ کل تک اُتر جائے گا" انٹونینو نے بے پروائی سے کہا۔

لوریلا نے سر ہلایا:

"تم ایک ہفتہ سے پہلے سمندر میں نہیں جاسکتے"

"اونہہ، ایک ہفتہ، دو ہفتے، دس ہفتے" ملاح نے بیچ میں کہا۔

لوریلا اُس کا زخم بڑی توجہ سے دھونے لگی۔ وہ چھوٹے بچے کی طرح کراہتا تھا۔ لوریلا نے زخم پر دوا تھوپ دی۔ پٹی باندھ دی۔ درد میں کمی ہوگئی۔

"لوریلا! شکریہ!" انٹونینو نے آرام پاکر کہا "اگر مجھ پر ایک اور احسان کرنا چاہو، تو وہ یہ ہو کہ میرا دن والا قصور معاف کردو۔ میری سب باتیں بھول جاؤ۔ نہیں معلوم ایسا کیوں ہوا؟ ہرگز نہیں تمہارا کوئی خطا نہیں تھی۔ اب میری زبان سے کبھی کوئی ناگوار بات نہیں سنوگی......"

"نہیں نہیں، مجھے معافی مانگنی چاہئے" لوریلا نے جلدی کہا

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دست طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لیگئی ہیں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو
دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے
اور
جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرے سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے
ہر چھ ماہ کے
بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم كے بيش بها جواهر ريزے

اس سلسله ميں هم نے امامين كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف كے اردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے ' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد كه يه "سلسلۂ تراجم" بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

آسوۂ حسنه ـــ امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهره آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصه كا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپيه -

كتاب الوسيله ـــ لفظ "وسيله" كي بحث كے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد ازهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه ـــ انكي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورۂ الكوثر ـــ امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا اردو ترجمه - چار آنے -

العروۂ الوثقى ـــ خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه ـــ حضرت امام كے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري كي تازه كتاب كا اردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن الئمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه ـــ في العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس كے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے - اسكے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالك اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهـــلال بك ايـجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان اين دفتر پارينه را
تازه خواهي داشتن گر داغهائے سينه را

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها ' اس لئے اس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها - اس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه كے هوتے تهے - اور اسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس كي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں - اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير كے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوگئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں - اس كي جلديں جديد اردو علم ادب كے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں - ان كي مقبوليت و قدر كا اندازه اس سے هوسكتا هے كه سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شائقين علم و ادب نے اس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اس كے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده كرنے كيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاک نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايک ذخيره الهلال كے پرچوں كا بهي محفوظ ملا ' هم نے كوشش كي كه شائقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جاسكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايک دو پرچوں كي كمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايک حد تک مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں كے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اس اعلان كے ذريعه شائقين علم و ادب كو آخري موقعه ديدے هيں كه اس قيمتي ذخيره كے حاصل كرنے ميں جلدي كريں ' چونكه جلدوں كي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيه   الهلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيه
" " " چهارم ۱۰ روپيه   " " " پنجم ۱۰ روپيه

أ جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيكنگ اس كے علاوه هے -

منيجر "البلاغ پريس"

الہلال

جلد ۱
نمبر ۱۸

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لاتهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۸ — کلکتہ : جمعہ ۲۴ ۔ ربیع الثانی ۱۳۴۶ ہجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 21, October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔ طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الہلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔ الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۴۹۲ مراسلات وصول ھوی ھین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۲۱۷	اردو حروف کی حق مین	۴۱۰
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۴۶٤	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۵۰	نستعلیق ھون	۱۵۱

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی ۔ اور امثلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الہلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	-	-	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	-	-	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي	-	-	سات روپیہ
قیمت في پرچہ	-	-	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں آنکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ور نہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جارہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

صرف لوتھر اور میلن ھی نے اِس علمي تحقیق کي مخالفت نہیں کي ' بلکه پروٹسٹنٹ کنیسا کے اور بہت سے اقطاب بھی سخت مخالف رہے - چنانچه کالون نے اپني کتاب " حواشي بر سفر تکوین " میں کوپر نیکوس اور اس کے ہم خیالوں پر بڑي سختي سے حمله کیا ہے اور اُن سب کو کافر اور ملحد قرار دیا ہے جو زمین کو نظام کائنات کا مرکز تسلیم نہیں کرتے - وہ زبور کي آیتیں پیش کرنے کے بعد سوال کرتا ہے " وہ کون ہے جو کوپر نیکوس کو روح القدس کي سي عظمت رکھنے والا سمجھنے کي جرأت کر سکتا ہے ؟ "

کالون کے جانشین ' ٹوریٹن کي بھي یہي رائے تھي - کیپلر اور نیوٹن نے جب کوپر نیکوس اور گلیلیو کے نظریے پوري طرح ثابت کر دیے ' اور ان کے لیے غیر متزلزل قواعد مقرر کر دیے ' تب بھي ٹوریٹن اپني لاھوتي کتاب شایع کرنے سے باز نہیں رہا ' اور کتاب مقدس کے نصوص سے ثابت کرنا چاھا که آسمان ' سورج ' اور چاند زمین کے گرد گھومتے ھیں ' اور خود زمین نظام کائنات کے مرکز میں قائم و ثابت ہے !

تاریخ انگلستان میں بھي اِس لاھوتي جد و جہد کي بہت مثالیں ملتي ھیں - ھچنسن نے اپني کتاب " اصول موسوی " میں ' ڈاکٹر سموئیل بیک نے " مقدس فلسفه " میں ' ھورن ' اسقف ھورسلے ' اور ورنس وغیرھم نے اپني اپني تفسیروں میں نیوٹن کے نظریے کي بڑي سرگرمي کے ساتھ مقاومت کي ہے - کتاب مقدس کي آیتوں سے مسلح ہوکر اُس پر ٹوٹ پڑے ھیں - یہي حال ڈاکٹر جان اوین کا ہے ' جو پیوریٹین مذھب کا ایک بڑا قطب مانا جاتا ہے - اُس نے انتہائي دیدہ دلیري سے اعلان کر دیا که " کوپر نیکوس کا نظریه ' سراسر وھم و خیال ہے - کیونکه نصوص وحي کے برخلاف ہے " مشہور جان ویسلے بھي اِس گروہ سے باھر نہیں ہے - اُس کا صاف اعلان تھا " جدید فلکي نظریے کفر و الحاد کي طرف لیجانے والے ھیں "

سولھویں صدي کے وسط میں شہر ویٹنبرگ میں (جو پروٹسٹنٹ مذھب کا مرکز تھا) دو عالم رٹیکوس اور رینالڈ رہتے تھے - اُنھوں نے کوپرنیکوس کے مذھب کي تحقیقات کي تھي ' اور اُسے حق سمجھتے تھے - لیکن انھیں اجازت نہیں دي گئي که اپنے طالب علموں پر اپنا یه اعتقاد ظاھر کریں - رٹیکوس نے تو تنگ آکر یونیورسٹي سے استعفا دیدیا ' تاکه آزادي کے ساتھ اعلان حق کرسکے - لیکن رینالڈ یه نه کرسکا - اُسے مجبور ھونا پڑا که قدیم مذھب کي حمایت کرتا رہے - اُسے حکم دیا گیا تھا که اپنے درس میں کوپرنیکوس کے مذھب کا کوئي ذکر نه کرے - اگر کبھي اشارہ کرنا پڑے تو پھر اُس پر بطلیموسي نظام کو ترجیح دے - اُس نے اِس حکم پر عمل کیا - لیکن اِس پر بھي تکفیر سے محفوظ نه رہ سکا ' اور بالآخر ذلت کے ساتھ یونیورسٹي سے نکال دیا گیا - اُس کي جگه ایک نیا استاد مقرر ھوا تھا - اِس معلم نے اپني پہلي تقریر اِس جملے سے شروع کي تھي : " کوپرنیکوس کا نظریه ' بدیہي طور پر غلط ہے - خلاف عقل ہے - ھرگز علمي مرکزوں میں اُسکا ذکر نہیں کرنا چاھیے ! "

پروٹسٹنٹ لاھوتیوں نے صرف اِتنے ھي پر اکتفا نہیں کیا ' بلکه تعلیم گاھوں میں بھي ایسي کتابیں داخل کر دیں ' جو قدیم خرافات کا مجموعه تھیں - چنانچه کاھن ھنسل نے مدارس کے لیے ایک مختصر کتاب " اصل کائنات اور نظام موسوي کا اتباع " لکھي تھي اور ثابت کیا تھا که کوپرنیکوس کے فلکي نظریے کتاب مقدس کے بالکل خلاف ھیں " خواہ ریاضي کے قواعد اور دور بین کے مشاھدات کا کتنا ھي دعوی کیوں نه کیا جاے ' لیکن ایک ایماندار مسیحي کو کبھي تسلیم نہیں کرنا چاھیے " !

یه علم دشمني صرف قرون مظلمه ھي کا خاصه نه تھي - جدید پروٹسٹنٹیت کو بھي وراثت میں ملي تھي - چنانچه اُنیسویں صدي کے آخري برسوں میں مشن کالجوں کے بہت سے استاد اِس جرم پر خارج کر دیے گئے تھے ' که وہ جدید علم ھیئیت پر اعتقاد رکھتے تھے اور اسلیے ملحد تھے !

(کلیسائي علم و استدلال)

لاھوتي عدالت میں گلیلیو کي سزا یابي کے بعد رومن کیتھولک کلیسا کي ھدایت سے کئي کتابیں لکھي گئي تھیں ' تاکه کوپرنیکوس کي " گمراھي " مسیحي دلوں سے دور کي جائے - چنانچه سپیپرونتي اپني کتاب میں زمین کو ساکن ثابت کرتے ھوے لکھتا ہے :

" جو حیوانات حرکت کرتے ھیں ' اُن کے اعضاء اور عضلات ھوتے ھیں - لیکن چونکه زمین نه تو اعضاء رکھتي ہے ' نه عضلات ' اس لیے وہ حرکت نہیں کرسکتي - وہ فرشتے ھیں ' جو زحل ' مریخ ' آفتاب وغیرہ کو حرکت دیتے رہتے ھیں - اگر بفرض محال تسلیم بھي کرلیا جائے که زمین متحرک ہے ' تو اُسے حرکت میں لانے کے لیے ضروري ھوگا که اُس کے مرکز میں ایک فرشته ھو - حالانکه معلوم ہے که فرشتے زمین کے اندر نہیں رہتے - وھاں تو صرف شیطان کا بسیرا ہے - اگر کہا جاے که شیطان زمین کو متحرک رکھتا ہے ' تو یه نا قابل تسلیم ہے - کیونکه شیطان کے ایسے اعمال کتاب مقدس سے ثابت نہیں " !

کاش اس مسیحي علامه کو معلوم ھوتا که اگر ستاروں کي حرکت کیلیے فرشتوں کي تلاش ہے ' تو وہ فرشته موجود ہے - اس کا نام " قوت جذب و دفع " ہے !

پولاک اپني کتاب " کوپرنیکوس کے رد " میں اِس طرح گوھر افشاني کرتا ہے :

" کتاب مقدس کي تصریح موجود ہے که زمین ساکن ہے اور سورج چاند گردش میں ھیں - اگر کبھي ھم دیکھیں که سورج چاند متحرک نہیں ھیں ' تو کتاب مقدس کي رو سے ھمیں ماننا پڑیگا که یه تبدیلي کسي عظیم معجزے کي بنا پر پیدا ھوئي ہے - اس کے خلاف جتنے خیالات ھیں ' اُن کي اشاعت پوري سختي سے روک دیني چاھیے ' کیونکه اُنمیں زمین کے متعلق ایک ایسي رائے پیش کي جاتي ہے جو کتاب مقدس کے صریح خلاف ہے "

پھر عقلي دلائل اور مشاھدے سے بھي استدلال کرتا ہے :

" اگر تسلیم کر لیا جائے که زمین حرکت کرتي ہے تو پھر مشاھدات کي توجیه کیا کي جاسکتي ہے ؟ اگر ایک تیر آسمان کي طرف پھینکا جاے ' تو وہ اپني جگه واپس آجایگا - حالانکه تیر بہت دور جا کر گرنا چاھیے - کیونکه نئے نظریے کے بموجب زمین از حد سرعت سے مشرق کي طرف جا رھي ہے - اگر في الواقع زمین متحرک ھوتي تو زمین کا پورا کارخانه درھم برھم ھو جاتا "

اسکے بعد لکھتا ہے :

" کوپرنیکوس کے نظریے کے بموجب زمین کا متحرک ھونا ' خود زمین کي طبیعت کے بھي خلاف ہے - کیونکه زمین صرف ٹھوس

مقالات

علم اور کلیسا کا معرکہ

کلیسائي جہل و جمود کے بعض تاریخي حقائق

گزشتہ تین صدیوں سے دین اور علم کي معرکہ آرائي کا غلغلہ بلند ہے - لیکن في الحقیقت یہ معرکہ دین اور علم میں نہیں ہے - دیني جماعتوں اور علم کے مدعیوں میں ہے - اگر یہ دونوں صف آرا جماعتیں میدان سے ہٹ جائیں ' تو پھر صرف علم اور دین باقي رہجائینگے ' اور دنیا دیکھہ لیگي کہ ان میں کوئي نزاع نہیں ہے !

یورپ میں جب نئي علمي ترقیات نے نشو و نما پائي ' تو دین ' مسیحي کلیسا کي شکل میں موجود تھا - علمي حلقوں کا تصادم کلیسا کے جمود و تعصب سے ہوا ' اور اس نے معرکۂ علم و دین کي صورت اختیار کرلي -

امریکا میں ڈریپر نے اور یورپ میں کیبي نے اس معرکہ آرائي کي داستانیں لکھیں ' اور " علم " کي فتح مندیوں اور " دین " کي ہزیمتوں کا غلغلہ ہر طرف بلند ہوگیا - حالانکہ اس فرضي معرکہ آرائي میں اُنھوں نے جس فریق کو " دین " کے نام سے پکارا ہے ' وہ دین نہ تھا ' دیني جماعتوں کا ایک خاص نظام تھا جو کلیسا کے نام سے قائم ہوگیا ہے - اگر وہ " دین " کي جگہ " کلیسا " کا لفظ اختیار کر لیتے ' تو یہ پورا رزم نامہ اپني جگہ صحیح ہوجاتا ' اور ہمیں علم کي فتح مندیوں اور کلیسا کي ہزیمتوں کے اعتراف میں ذرا بھي تامل نہ ہوتا - جان ڈکلسن اور پروفیسر وہائٹ نے ڈریپر اور کیلي کي یہ غلط اندیشي دور کرني چاہي ' لیکن اُن کي صدائیں زیادہ بلند اور مقبول نہ ہوسکیں -

(پروٹسٹنٹ کلیسا اور علم)

انیسویں صدي کے آخر میں اکثر مصنفوں نے اِس نزاع کي ذمہ داري رومن کیتھولک کنیسے پر ڈالدي ہے اور اُسي کو علم کي دشمني اور علماء کي تعذیب کا مجرم قرار دیا ہے - گویا اِس کنیسے کے سوا کسي دوسرے مسیحي کنیسے نے علم کي کوئي مقاومت نہیں کي - لیکن یہ صحیح نہیں ہے - یہ تاریخي حقیقت ہے کہ روشن خیالي اور تسامح علمي میں سب سے زیادہ مشہور کلیسا ' پروٹسٹنٹ بھي عقلي تنگ نظري اور علم دشمني میں رومن کنیسے سے پیچھے نہیں رہا - لوتھر کے جانشینوں نے بھي علم دشمني میں ویسي ہي مجاہدانہ روح پیدا کرلي تھي ' جیسي صدیوں سے قدیم کلیسا میں موجود تھي -

گلیلیو نے جب کوپر نیکس کے نظریے کي حقانیت ثابت کردي ' اور دور بین کے ذریعہ چاند میں پہاڑ ' سورج میں دھبے ' اور عطارد کے اقمار دکھا دیے ' تو رومن کنیسا غیظ و غضب سے مجنون ہوگیا - دیني عدالت کو حکم دیا گیا کہ اِس " ملحد " کو گمراہي سے روکا جائے اور کنیسا کي اطاعت پر مجبور کیا جائے - دلیل و برہان سے نہیں — جس سے کنیسا تہي دست تھا — لوہے اور آگ سے ' جس کي کنیسے کے پاس کوئي کمي نہ تھي !

لیکن کیا لوتھر اور اُس کے پیرو اِس " الحاد " کے کم دشمن تھے ؟ کیا اُنھوں نے عقل کے قید کرنے اور گمراہي کے پھیلانے میں کوئي کمي کي ؟ اِس کا جواب ہم خود لوتھر کي زبان سے سن سکتے ہیں - کوپر نیکس کا رد کرتے ہوئے وہ کہتا ہے :

" لوگ ایک مجنوں نجومي کي بکواس پر کان دھرتے ہیں - حالانکہ وہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ زمین گردش کرتي ہے ' نہ کہ آسمان - واقعہ یہ ہے کہ لیاقت اور دانائي میں شہرت حاصل کرنے کا ہر خواہش مند انسان کوئي نہ کوئي نیا نظریہ پھیلانے کي کوشش کرتا ہے - وہ مدعي ہوتا ہے کہ اُس کا نظریہ سب سے زیادہ صحیح اور سب سے زیادہ یقیني ہے - یہ آسیب زدہ انسان آج اٹھا ہے کہ علم ہئیت کے تمام قواعد و اصول تہ و بالا کر ڈالے - حالانکہ کتاب مقدس میں صاف لکھا ہے کہ یوشع نبي نے سورج سے کہا ' ٹھہر جا - لیکن زمین کو ایسا حکم نہیں دیا گیا ' کیونکہ وہ خود ہي ٹھہري ہوئي ہے "

ایک دوسرے پروٹسٹنٹ مصلح میلن کا لہجہ اِس " الحاد " کے مقابلے میں لوتھر سے نرم ہے - لیکن وہ بھي اپني کتاب میں (جو کوپر نیکس کي وفات کے چھہ برس بعد شایع ہوئي ہے) لکھتا ہے :

" ہماري آنکھیں مشاہدہ کرتي ہیں کہ آسمان ہر چوبیس گھنٹے میں گھوم جاتے ہیں - لیکن بعض جدت پسندوں نے مشہور کرنا شروع کردیا ہے کہ زمین حرکت کرتي ہے نہ کہ فلک ثاني اور آفتاب - اِس قسم کے خیالات کي علانیہ اشاعت اور اُن کے ذریعہ مخلوق کي تضلیل ' بلند ہمتي اور دیانت داري کے قطعي خلاف ہے - کیونکہ یہ لوگوں کے لیے مکروہ نتائج پیدا کرنے والا نمونہ بن جائیگا - جو کوئي بھي نیکي کا طالب ہے ' اُسے حق سے روگرداني نہیں کرني چاہئے - وہ حق ' جو خداوند خدا نے اپني کتاب میں نازل فرمایا ہے ' اور جسکے سوا سب کچھہ باطل ہے "

اس کے بعد یہي مسیحي مصلح مزامیر داود اور دیگر مقدس صحیفوں کا حوالہ دے کر دعوی کرتا ہے " ان سے پوري وضاحت کے ساتھہ ثابت ہوجاتا ہے کہ زمین ٹھہري ہوئي ہے اور سورج اُس کے گرد گھومتا ہے " اِتناہي نہیں بلکہ اپنے بیان کے اثبات میں وہ عقلي دلائل بھي پیش کرتا ہے ' اور پھر یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ " زمین اُسي حالت میں ایک جگہ قائم رہسکتي ہے جبکہ وہ اِس کائنات کے وسط میں ہو " پھر اُسے غصہ آجاتا ہے - وہ غضب ناک ہوکر کہتا ہے " اُن لوگوں کو سخت عبرت انگیز سزائیں دیني چاہئیں جو کوپر نیکس کي تعلیم کي اشاعت کرتے ہیں " !

سمجھتے - میں نے خیال کیا' اپنے کاز کے لیے کوئي ایسي زبان ایجاد کرني چاهئے' جو سب کے لیے آسان اور قابل فہم ہو- اسپرنٹو' اِسي خیال کا نتیجه ہے "

یه کام آسان نه تھا - ڈاکٹر مذکور کو یورپ کي تقریباً تمام زبانیں سیکھني پڑیں - سب کي صرف و نحو میں مہارت حاصل کي' اور ایک بالکل نئي زبان اور نیا قاعدہ بنانا پڑا - سنه ۱۸۸۵ ع میں اُس نے اپني تعلیم ختم کي تھي اور طبابت کا پیشه اختیار کرلیا تھا - تاهم اُس کي تمام تر توجه اِس نئي زبان کي تکمیل و اشاعت هي پر صرف هوتي رهي - سنه ۱۸۸۷ ع میں اُس نے اِس زبان کي پہلي کتاب شائع کي - اُس کا نام " عالمگیر زبان " تھا -

شروع شروع میں اُسے سخت ناکامیابي هوئي - سب لوگ اُسے مجنون قرار دیتے تھے - کوئي اُس کي مدد پر کھڑا نہیں هوتا تھا - لیکن بتدریج یورپ میں اُس کا خیال مقبولیت حاصل کرنے لگا' اور اِس زبان کي ترقي کے لیے پیرس میں ایک انجمن "Esperantistes Pacifiques De Paris" کے نام سے قائم هوگئي -

سب سے پہلے سنه ۱۸۷۸ میں دنیا نے یه نئي زبان سني - ڈاکٹر موصوف نے ایک جلسه میں اس زبان کي ایک نظم سنائي - اس کے ابتدائي بند مع ترجمه حسب ذیل هیں :

En La mondo vanis nova sento

دنیا میں ایک نیا شعور آیا -

Fra La mondo iras ferta voko

دنیا میں ایک طاقتور دعوت پھیلنے لگا

Per de flugiloj de facila vento

ملکي هوا کے بازؤں پر

Nun de loko flugu gi al loko

اُسے ایک جگه سے دوسري جگه اڑنے دو !

اسپرانٹو' اِس قدر آسان زبان هے که اُس کے تمام قواعد ایک گھنٹه کے اندر معلوم کرلیے جاسکتے هیں - اُس کے الفاظ کي تعداد صرف دو هزار هے - چند هفتے کي مزاولت کے بعد گفتگو اور تحریر بخوبي کي جا سکتي هے - اُس کے تمام الفاظ یوناني' لاطیني' جرمن' روسي' فرانسیسي' اور انگریزي زبانوں سے ماخوذ هیں - اُس میں صرف ۲۳ حرف هیں - c, g, h, j, s, u دو حرفوں کے قائم مقام هوتے هیں - کوئي ساکن حرف نہیں هے - جو حرف لکھا جاتا هے' تلفظ بھي کیا جاتا هے - شاذ افعال بھي نہیں هیں - معرفه کا صرف ایک حرف هے اور وہ La هے -

الفاظ کي قسمیں اُن کے اواخر سے پہچاني جاتي هیں - مثلاً Patro (باپ) میں o اسم کي علامت هے - Patra (ابوي) میں a نعت یا نسبت کي علامت هے - Patre میں e ظرف کي علامت هے - Patri میں i فعل کي علامت هے -

حروف علت' o, u, e, a جب اصل لفظ سے ملا دیے جاتے هیں' تو وہ لفظ یا تو صفت هوجاتا هے یا ظرف' فعل' اور اسم -

فعل کي تصریف یوں هوتي هے :

(مصدر)	Ami (محبت)
میں محبت کرتا هوں	mi Amas
میں نے محبت کي	mi Amis
میں محبت کرونگا	mi Amos
شاید میں محبت کروں	mi Amus
محبت کرو	Amu
محبت کرنے والا	Aman ta
محبت کرتا تھا	Amin to
عنقریب محبت کریگا	Amon te

اسپرانٹو زبان میں مسیحي نماز کي دعا کا ترجمه یه هے :

Patro nia Kiu estas en la cielo,

اے همارے باپ تو جو آسمان میں هے !

sankta estu Via nomo Venuregeco Via.

تیرا نام پاک مانا جائے' تیري بادشاهي آئے !

Estu rolo Via Kiel en la cielotiel ankau, sur la tero.

تیري مرضي جیسي آسمان پر پوري هوتي هے' زمین پر بھي هو !

Panon mian ciu tagan donu almi hodiau.

هماري روز کي روٹي آج همیں دے !

Kaj pardona al ni suldojon niaju.

همارے قرض همیں بخش دے !

Kiel ni ankau pardonas al niajsuldantoj.

جس طرح هم نے اپنے قرضداروں کو بخش دیا هے !

Ni Konduku nin en tenton.

همیں آزمائش میں نه پڑنے دے !

Sed lilerigu nin de la mallona.

بلکه برائي سے بچا !

Amen !

آمین !

برید فرنگ

اور سرد هي نهين هے' بلكه اپنے عناصر ميں برودت كے خواص بهي ركهتي هے - معلوم هے كه برودت حركت كو روكتي هے - بلكه اُسے فنا كر ڈالتي هے - هم حيوانات ميں ديكهتے هيں كه ٹهنڈے پڑ جانے كے ساتهه هي اُن كي حركت بهي موقوف هو جاتي هے - لهذا زمين كا متحرك هونا قطعاً محال هے "

" كتاب مقدس كي صريح نصوص سے ثابت هے كه آسمان زمين كے اوپر حركت كر رهے هيں' اور چونكه مدور حركت كے ليے ضروري هے كه اُسكا كوئي مركز قائم هو' لهذا تسليم كر لينا پڑيگا كه زمين نظام كائنات كے وسط ميں ثابت و قائم هے "

يه كيتهولك كليسا كے خيالات تهے - مگر پروٹسٹنٹ كليسا بهي اس سے كچهه كم عقل مند نه تها - لوتهر كے پيرو بهي كتاب مقدس كي تفسيروں اور لوتهر كے اقوال كے اندهے مقلد تهے - كالوليس باوجود اپنے وسيع علم و نظر كے' لوتهر كا اس درجه مقلد تها كه اُس نے بهي اِس علمي حقيقت كے تسليم كرنے صاف انكار كرديا - زمين كي حركت كے خلاف اُس كي سب سے بڑي دليل يه تهي :

" كتاب مقدس ميں لكها هے - خدا نے خرقيا نبي سے كها " ديكهه ميں آفتاب كے ڈهلے هوئے سايه كے درجوں ميں سے جو دهوپ گهڑي ميں معلوم كيے جاتے هيں' دس درجے پهرا كے چڑها لونگا " چنانچه آفتاب جن درجوں ميں ڈهل گيا تها ' اُن سے دس درجے پهر چڑه گيا (اشعياه - باب ۳۸) "

انگلستان كے مشهور لهوتي عالم ڈاكٹر اسمتهه نے اعلان كرديا تها :

" شاهي علمي انجمن ' ملحدوں كي انجمن هے اور دين كے خلاف كوشش كر رهي هے "

جان اوين كا اعلان هے :

" نيوٹن كا نظريه كبهي صحيح علمي بنياد پر قائم نهيں هوا - وه سراسر اوهام و خرافات هے - اور كتاب مقدس كي صريح نصوص كے مخالف هونے كي وجه سے ناقابل اعتنا هے "

جان ويزلي كا مقوله مشهور هے :

" اگر سحر و ساحري بے اصل چيز هے ' تو انجيل كي كوئي بات بهي صحيح نهيں هے "

يه تهي مسيحي كليسا كي ذهنيت جس نے علم كے مقابله كا اعلان كيا تها ' اور يقيناً اُس كے ليے اس ميدان مبارزت ميں دائمي اور هلاكت انگيز شكست كے سوا كچهه نه تها - كسي انسان كو بهي جو حقيقت اور صداقت كا احساس ركهتا هے ' اس شكست پر متاسف نهيں هونا چاهئے -

دنیا کی مشترك اور عام زبان

كيا تمام دنيا ميں ايك مشترك زبان رائج هو سكتي هے ؟

اسپرنٹو

گذشته مهينے ميلان (اٹلي) ميں يورپ كي نئي مشترك زبان " اسپرنٹو " كے حاميوں كا سالانه اجتماع منعقد هوا تها جو كئي سال سے هر سال منعقد هوا كرتا هے - تازه ڈاك ميں اس اجتماع كي بعض دلچسپ تفصيلات آئي هيں - چونكه هندوستان ميں اس وقت تك اس نئي زبان كي نسبت بهت كم لكها گيا هے ' اس ليے هم بعض مضامين كا خلاصه درج كرديتے هيں :

موجوده علمي ترقيوں ' تمدني ضرورتوں ' ذرائع مواصلات كي سهولت نے دنيا كے تمام براعظموں كو باهم دگر ملا ديا هے - اِس زمانے ميں كوئي قوم ' دوسري قوموں سے قطع تعلق كركے زنده نهيں رہ سكتي -

ليكن اِتنے قرب و مواصلت پر بهي دنيا كي قوميں اِس وقت تك ايك دوسرے سے دور هي هيں - اُن ميں باهمي تعارف كے ذرائع بهت كم پيدا هوے هيں - اِس صورت حال كي بڑي ذمه داري قوموں كي علحده علحده زبانوں پر هے - هر قوم اپني مخصوص زبان ركهتي هے - دوسري قوم كي زبان سے نا واقف هے - اگر واقف هونا بهي چاهے تو بهت مشكل هے كه بهت سي زبانيں هر شخص سيكهه سكے - اِس ليے عالمگير تعارف و اجتماع كي كوئي صورت نكل نهيں سكتي -

يه حالت ديكهكر مدت سے بعض عقلاء مغرب كا خيال هے كه دنيا بهر كے ليے كوئي سهل اور مختصر زبان پيدا كي جاے - " اسپرنٹو " ايك ايسي هي نو ساخته زبان كا نام هے جو پچهلي صدي كے اواخر ميں ايجاد كي گئي هے -

اسپرنٹو كا موجد ايك روسي ڈاكٹر زمينهوف نامي هے - يه صوبهٔ كروڈنو كے ايك چهوٹے سے گاؤں بيسلٹوك كا رهنے والا هے -

اِس زبان كي ايجاد كا خيال اُسے اُس وقت پيدا هوا ' جبكه اُس كي عمر صرف دس باره برس كي تهي - اُس نے يه سرگذشت خود اپني زبان سے اِس طرح بيان كي هے :

" ميرے گاؤں ميں روسيوں ' يهوديوں ' پولشوں ' جرمنوں كي مخلوط آبادي تهي - ميں روز سڑكوں پر لڑائي جهگڑے كے واقعات ديكها كرتا تها - تحقيقات سے معلوم هوا كه يه جهگڑے زياده تر اِس ليے پيدا هوجاتے هيں كه باشندے ايك دوسرے كي زبان نهيں

میں داعی بھیجے گئے - حجاز ریلوے بنائی گئی - غرض کہ ایک ایسی فضا پیدا کردی گئی ' جس نے مسلمانان عالم میں " خلیفۂ اسلام " کی شہرت عام کردی - اِس صورت حال نے سلطان کے ھاتھہ میں بظاھر ایک ایسی قوت دیدی تھی ' جس سے وہ دول یورپ کو اپنے عالمگیر اسلامی اثر کا یقین دلانا چاھتا تھا -

اِس میں شک نہیں کہ سلطان عبد الحمید کی اِس حکمت عملی نے ایک سطحی شان و شوکت اور نام و نمود ضرور پیدا کردی تھی - دنیا کی سطح بیں نگاھیں دیکھتی تھیں کہ سلطنت عثمانی کی بین الاسلامی مقبولیت کا دائرہ وسیع ھو رہا ہے - لیکن فی الحقیقت یہ جو کچھہ بھی تھا ' محض ایک بالائی نمایش تھی - تہہ میں کوئی صحیح اور حقیقی عملی روح نہ تھی - جہاں تک خلافت آل عثمان کی بین الاسلامی مقبولیت کا تعلق ہے ' تیس برس کے پورے حمیدی دور میں کوئی کوشش ایسی نہیں کی گئی جس کا منشا یہ ھو کہ دوسرے ممالک کے مسلمانوں سے صحیح بنیاد پر روابط قائم کیے جائیں ' اور اُن میں اور مرکز خلافت میں معنوی اور اخلاقی معاونت کا رشتہ پیدا ھو - ایسے دماغ قصر سلطانی میں موجود ھی نہ تھے جو ان مہمات کے فہم و عمل کی استعداد رکھتے ھوں - اس باب میں جو کچھہ بھی ھوا ' وہ اس سے زیادہ نہ تھا کہ دو چار خود غرض اور خداع عرب ' صوفیت اور تقدس کے بھیس میں قصر سلطانی تک پہنچ گئے ' اور سلطان کی توھم پرستی سے فائدہ اتھا کر اُس پر حاوی ھو گئے - شیخ ابو الھدی رفاعی ' شیخ ظافر مدنی ' فضل اللہ مالا باری وغیرھم ' اسی قسم کی شخصیتیں تھیں - وہ نہ تو اسلامی ممالک میں کوئی اثر و رسوخ رکھتی تھیں ' نہ اس طرح کے کاموں کے فہم و عمل کی اُن میں صلاحیت تھی - اگر انھوں نے اس قسم کا کوئی کام انجام دیا بھی ' تو وہ صرف یہ تھا کہ عراق اور شام میں ایسے لوگوں کی ایک جماعت پیدا کردی ' جو بیش قرار وظائف لیکر سلطان کی مدح و ثنا میں سرگرم رہا کرتے تھے ' تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد سلطان کی اطاعت و انقیاد کے وجوب پر کوئی کتاب شائع ھو جایا کرتی تھی - سب سے بڑا کام اس جماعت کا اور اس کے ھم مشربوں کا یہ تھا ' کہ جاسوسی اور مخفی خبر رسانی کا ایک بالا تر محکمہ بن گئے تھے -

شب و روز فرضی خطروں کے گڑھنے اور پھر ان کے انسداد کے لیے بڑی بڑی رقموں کے وصول کرنے میں سر گرم رہتے - اسلامی خلافت ' بین الاسلامی مرکزیت ' دینی شوکت و جبروت ' اور روحانی پیشوائی و سلطانی کا یہ تمام طلسم ' صرف ان بنیادوں پر قائم تھا ' کہ قصر یلدز کی داخلی حکومت ترک افسروں کی جگہ حبشی اور حجازی خواجہ سراؤں کے ھاتھہ میں چلی گئی تھی ' سلطان کا خاص بادی گارڈ عرب سواروں کا تھا ' افریقہ اور ھندوستان کے بعض سیاحوں کو جو گاہ گاہ قسطنطنیہ آجاتے تھے ' " نشان مجیدی " کے تمغے مل جاتے تھے ' تعلیم و ترقی کی تمام راھیں یہ کہکر بند کردی گئی تھیں کہ " اسلامی مقاصد " کے خلاف ھیں ' اصلاح نظام حکومت کو الحاد اور زندقہ سے تعبیر کیا جاتا تھا ' تمام اصلاح طلب مسلمانوں کا شمار " مرتدین " میں تھا ' اور سب سے بڑھکر یہ کہ ھر ھفتہ شیخ ابو الھدی وغیرہ مشائخ یلدز کے خواب میں دنیا کے تمام پیغمبر اور اولیا آکر سلطان عبد الحمید کے لیے الٰہی برکتوں اور غیبی نصرتوں کی بشارتیں پہنچا دیا کرتے تھے !

سلطان عبد الحمید نے اگر صرف وہ قوت ھی منظم کردی ھوتی جو خلافت اسلامی کی بین الاسلامی مقبولیت سے پیدا ھو رھی تھی ' تو فی الحقیقت یہ اُسکے تمام جبر و استبداد کا کفارہ ھوتا ' اور دولۃ عثمانیہ کے لیے مغربی طاقتوں کے غلبہ و تسلط کا خطرہ ھمیشہ کے لیے دور ھو جاتا ' لیکن وہ تو اسلام اور اسلامی خلافت کو محض اپنے شخصی استبداد کے حفظ و بقا کا آلہ بنانا چاھتا تھا - اوھام و خرافات کے سوا کوئی حقیقی عمل اُس نے سامنے نہیں تھا - چین کے پانچ کروڑ مسلمانوں نے بار بار منتیں کیں اور وفود پر وفود بھیجے کہ انکی دینی ھدایت و تعلیم کا انتظام کیا جائے ' لیکن کچھہ نہیں کیا گیا - افریقہ کے مسلمانوں کے وفود چار سال تک قسطنطنیہ میں پڑے رھے تا نہ انھیں مرکز خلافت اپنی اخلاقی سر پرستی میں لیلے ' لیکن کوئی شنوائی نہیں ھوئی - مصر اور مراکش کی سرپرستی خود اپنے ھاتھوں ضائع کر ڈالی - یمن اور نجد کے قبائل محض اس لیے سرکش و مخالف رھے ' کہ ترک والیوں کے مظالم سے اُنھیں کبھی نجات نہیں ملتی تھی -

سلطان عبد العزیز

مصطفی فاضل پاشا

جس نے سلطان عبد العزیز کے نام لائحۂ اصلاحیہ بھیجا تھا -

تاریخ و عبر

حکومت ترکیه

اور اُس کے اجتماعي و سیاسي تغیرات

شروع سے ابتک

(۲)

(بین الا سلامي ترکي)

سنه ۱۲۳۹ ھ (۱۸۷۹ ع) سے سنه ۱۳۳۶ ھ (۱۹۰۸ ع) تک

صورت حال یه تهي که سلطان عبدالحمید ثاني ترک مصلحین کي سعي و تدبیر سے تخت نشین هوئے - مدحت پاشا اور اُس کے ساتهي اصلاح پسند وزراء نے سلطان مراد کي جگه

سلطان محمود مصلح
متوفي سنه ۱۸۳۹

عبد الحمید کو اس لیے تخت نشین کیا تها ' که وه محسوس کرتے تهے ' سلطنت اور قوم کي سب سے بڑي ضرورت اصلاح اور دستور هے ' اور اُس کے لیے اِس نوجوان شهزاده کا سلطان هونا مفید هوگا -

عبد الحمید تخت نشین هوا - اصلاحات کا مزید اعلان کیا گیا - عثماني سلطنت " شخصي " کي جگه " دستوري " قرار پا گئي ' اور عثماني پارلیمنٹ کے قیام کا فرمان نافذ هوگیا -

اگر یه صورت حال جاري رهتي ' تو با وجود دول یورپ کي پے هم مقاومتوں اور جنگ پلیونا کے شدید نقصانات کے ' دولة عثمانیه کي نئي نشو و نما شروع هو جاتي - لیکن افسوس هے که بهت جلد سلطان کے مزاج نے پلٹا کهایا ' اصلاح پسند عنصر کي جگه قدامت پرست اور خود غرض پاشاؤں کا اقتدار قائم هوگیا ' اور اصلاح و تغیر کي تمام امیدیں جو سلطان محمود مصلح کے زمانے سے نشو و نما پانے لگي تهیں ' سنه ۱۸۸۰ میں ختم هوگئیں !

جس سال سلطان عبد الحمید تخت نشین هوا اور عثماني دستور کا اعلان کیا گیا ' اُسي سال جاپان کے نظام حکومت میں بهي

سلطان عبد المجید
جسنے اصلاحات کو مزید رونق اور ترقي دي

اصلاح هوي تهي اور دستوري حکومت کا اعلان کیا گیا تها - جاپان تیس سال کے اندر مشرق کي سب سے بڑي طاقتور حکومت بن گیا ' لیکن عثماني حکومت نے اُسي تیس سال کے اندر اپني رهي سهي طاقت بهي فنا کردي - جاپان نے دستوري حکومت قائم رکهي تهي ' سلطان عبد الحمید نے چهه ماه کے بعد اس کا خاتمه کر دیا تها !

اصلاحات کا خاتمه کر دینے کے بعد سلطان نے ایک نئي حکمت عملي ایجاد کي - یه حکمت عملي ترکي اور ترکي سے باهر " بین السلامي حکمت عملي " یا " اتحاد اسلامي " کے نام سے پکاري جاتي تهي - اس کا منشا یه بیان کیا گیا تها که " یه تمام مسلمانان عالم کي معنوي اور اخلاقي اعانت مرکز خلافت کے ساتهه وابسته کر دیگي "

چنانچه مدتوں کا لپٹا هوا علم خلافت از سر نو بلند کیا گیا - علماء و مشائخ کا ایک بڑا گروه دارالخلافة میں جمع هوگیا - ابو الهدی رفاعي اور شیخ ظافر وغیره مشائخ نمایاں هوے ' عربي عنصر سے از سر نو رشتهٔ ارتباط قائم کیا گیا - عزت پاشا عابد وغیره سر بر آورده عرب مقرب بنائے گئے - عرب سپاهي بڑي بڑي تنخواهوں پر باڈي گارڈ میں داخل کیے گئے ' عربي ممالک

قدیم ترکي فوج کا ایک منظر
ینگ چیري سپاهي جو اصلاح کي راه میں سب سے بڑي روک تهے

اُنھوں نے تاریخ کا سبق بھلا دیا ' اور سادہ لوحی سے یقین کر لیا کہ اِن نئے اصول پر چلنے سے یورپ اور سلطنت کے مسیحی عناصر مطمئن ہو جائینگے ' اور اُنکا ملک خوشحال اور ترقی یافتہ ہوجائیگا - یہی حسن ظن ' اُنکی سب سے بڑی غلطی تھی - چنانچہ فوراً داخلی اور خارجی مشکلات نمودار ہوگئیں - آسٹریا نے بوسینیا ہرزی گونیا پر قبضہ کر لیا - یونان کریٹ پر قابض ہوگیا - اِٹلی نے طرابلس الغرب پر ہاتھہ صاف کیا - البانیا کٹ کر الگ ہوگیا ' بلقانی ریاستوں نے یورپ کے اکثر ترکی مقبوضات ہضم کر لیے - ملک کے اندر غیر ترکی عناصر نے سر کشی شروع کردی - صرف غیر مسلم جماعتوں ہی میں نہیں ' بلکہ مسلمانوں میں بھی نئی نئی انجمنیں قائم ہوگئیں - خود دارالخلافة میں مسلمانوں کی متعدد مخالفانہ انجمنیں بن گئی تھیں - مثلاً انجمن " اِخاء عربی " " عربی کلب " ' " چرکس انجمن " " کردی انجمن " " البانی انجمن " وغیرہ وغیرہ - اِن انجمنوں کے ظہور کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اِن اسلامی عناصر اور ترکی عنصر میں نفرت و عداوت پیدا ہوگئی - یہ صورت حال دیکھکر خود ترکوں میں سلطنت کی حکمت عملی کے متعلق اختلاف رونما ہوگیا - ایک گروہ نے از سر نو حمیدی سیاست زندہ کرنی چاہی - ایک گروہ نے " تورانیت " کا نعرہ بلند کیا - آخری گروہ کا تعصب یہانتک بڑھ گیا تھا کہ اُسکے ترجمان اخبار " اقدام " نے تجویز پیش کردی کہ ترکی زبان سے تمام عربی الفاظ خارج کر دینے چاہییں !

لیکن پیہم مصائب نے زمام حکومت معتدل گروہ کے ہاتھہ میں دیدی - " انجمن ائتلاف " نے حکومت سنبھال لی - سلطان عبد الحمید کا شاگرد کامل پاشا وزیر اعظم ہوا ' کامل پاشا ایک طرف یورپ کو مطمئن کرنے لگا ' دوسری طرف ترکی کے مختلف عناصر کے سر پر بھی ہاتھہ پھیرنے لگا - اب چونکہ " بلقانی مسئلہ " کے بعد " عربی مسئلہ " کے نام سے ایک نئی الجھن پیدا ہوگئی تھی ' اور فرانس اُس سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا ' اس لیے کامل پاشا نے

عرض عبودیت !
سلطان عبد الحمید کے سامنے وزراء حکومت سجدہ کر رہے ہیں !

پیش بندی کرکے ۱۳۲۹ ع میں والی بیروت ادھم بک کو حکم دیدیا کہ صوبۂ شام کی کونسل سے مطلوبہ اصلاحات کے بارے میں گفتگو کرکے رپورٹ طیار کرے - اِس پیش بندی نے ترکی کو بہت فائدہ پہنچایا - کیونکہ جب فرانس نے سرکاری طور پر شام میں اصلاحات جاری کرنے کا مطالبہ کیا ' تو کامل پاشا نے اِس جواب سے اُسکا منہ بند کردیا " ہم پہلے ہی سے اِس فکر میں ہیں "

اِدھر یہ سیاسی بازی گری ہو رہی تھی ' اُدھر انجمن اتحاد و ترقی گھات لگائے بیٹھی تھی - چنانچہ موقعہ پاتے ہی اُسنے وزارت الٹ دی ' اور محمود شوکت پاشا وزیر اعظم قرار پائے - انھوں نے آتے ہی شامی کونسل کو غیر قانونی قرار دیدیا ' اور والی کو خفیہ اشارہ کردیا کہ تحریک کو اُبھرنے نہ دے - والی نے پوری سختی ظاہر کی ' حتی کہ جنگی قانون بھی جاری کردیا ' مگر اِس پر بھی شامی انجمن نے اپنا سالانہ جلسہ کرھی دیا - اِس جلسہ میں ۸۴ نمائندے شریک ہوئے تھے - اُنھوں نے اصلاحات کا لائحہ منظور کر لیا - جب حکومت نے اور بھی زیادہ تشدد کیا ' تو شامیوں نے اپنی موتمر پیرس میں منعقد کی - اب انجمن اتحاد و ترقی پریشان ہوئی - کیونکہ ایک طرف اُسکی حریف " انجمن ائتلاف و ترقی " بر سر مخالفت تھی ' دوسری طرف عربی مسئلہ بین الاقوامی شکل اختیار کرتا جاتا تھا - ایک عجیب اتفاق یہ ہوا کہ عربی موتمر ' محمود شوکت پاشا کے قتل کے تیسرے دن منعقد ہوئی ' جس سے حکومت اور بھی زیادہ متاثر ہوی ' اور پرنس سعید حلیم پاشا وزیر اعظم صلح و آشتی کی حکمت عملی اختیار کرنے پر مجبور ہوگئے - چنانچہ اُنھوں نے اپنا ایک نمائندہ پیرس بھیجا ' اور عرب رہنماؤں سے گفت و شنید کے بعد مطلوبہ اصلاحی لائحہ کا بڑا حصہ منظور کر لیا -

شامیوں کی کامیابی دیکھکر عراقیوں کے خون میں بھی گرمی پیدا ہوئی ' اور طالب بک نقیب کی سر براہی میں عراق نے اصلاحات کا مطالبہ شروع کر دیا - لیکن اب نوجوان ترک سنبھل گئے تھے - اُنھوں نے جاوید پاشا کو

سلطان عبد الحمید کے دور حکومت کا خاتمہ
یہ اُس موقعہ کا مرقع ہے جب قوم کا وفد پیام عزل پہنچا رہا ہے !

اصل یہ ہے کہ سلطان عبدالحمید مرحوم نے اتحاد اسلامی اور خلافت دینی کا مظاہرہ اس لیے نہیں کیا تھا کہ فی الحقیقت اس باب میں کوئی روشنی اس کے سامنے موجود تھی ' اور وہ کسی تعمیری جذبہ سے اِس طرف قدم بڑھانا چاہتا تھا ' بلکہ یہ تمام باتیں محض ایک طرح کے منفی اور تخریبی جذبہ سے پیدا ہوئی تھیں - مقصود یہ تھا کہ اِس کے ذریعہ اصلاح طلب تحریک کی نشو و نما کا خاتمہ کردیا جائے ' اور اُس کی طرف سے عثمانی رعایا کے قلوب غافل ہوجائیں - یہی وجہ ہے کہ یہ باتیں صرف اِسی حد تک کام میں لائی جاتی تھیں ' جس حد تک ترکی مصلحین کی مخالفت میں سود مند ہوسکتی تھیں - حقیقت اور عملیت کی کوئی روح موجود نہ تھی - اگر سلطان عبد الحمید اتحاد اسلامی اور مرکزیت خلافت کی تقویت کا واقعی طلب گار ہوتا ' تو سید جمال الدین اسدآبادی اور شیخ محمد عبدہ سے بڑھکر اِس کے لیے کون داعی اور عامل ہو سکتے تھے؟ ان دونوں نے بیس برس تک اپنی تمام طاقتیں عبدالحمید کے ہاتھوں میں دیدینی چاہیں ' لیکن ان کے ساتھہ جو سلوک ہوا ' دنیا کو معلوم ہے - پہلے کو موت کا زہر آلودہ جام پینا پڑا - دوسرے کو قصر سلطانی کی چوکھٹ تک باریابی نصیب ہی نہ ہوئی !

بہرحال سلطان عبدالحمید کا دور' دولۃ عثمانیہ کے زوال طاقت کا آخری عہد تھا - سلطان کو مدحت پاشا کی جماعت نے اس لیے تخت نشین کیا تھا ' کہ وہ سلطان مصلح کی اصلاح کی تکمیل کریگا ' اور دولۃ عثمانیہ کو استبدادی حکومت کے مفاسد سے نجات مل جائیگی - سلطان نے ابتدا میں اصلاح پسند جماعت کا ساتھہ دیا - ترکی پارلیمنٹ قائم کردی گئی - لیکن پھر بتدریج رجعت پسند عناصر برسر اقتدار آ گئے - پارلیمنٹ معطل کردی گئی - مدحت پاشا اور اُس کے ساتھیوں کو فرضی الزامات عائد کرکے گرفتار کر لیا گیا ' اور قلعۂ طائف کے قید خانے میں گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا - اس کے بعد تمام نظم حکومت تہہ و بالا ہوگیا - وزراء اور دفاتر حکومت کی جگہ " مابین ہمایونی " یعنی قصر سلطانی کی براہ راست حکومت شروع ہوگئی - اس حکومت کا نہ تو کوئی اصول تھا ' نہ قاعدہ - نہ بجٹ بنتا تھا ' نہ مالییات کا کوئی تخمینہ تھا - خواجہ سراؤں کے افسر " بہرام آغا " کے ہاتھہ میں سب کچھہ تھا - وہ سلطان کے احکام باب عالی کے وزراء تک پہنچا دیا کرتا - بیس برس کے اندر جتنے انسان محض اس بنا پر ہلاک کر دیے گئے ' کہ اُن پر اصلاح پسندی و انقلاب کا شبہ تھا ' کوئی ذریعہ نہیں کہ انکی صحیح تعداد معلوم کی جا سکے - یلدز کے بعض کاغذات سے معلوم ہوا تھا کہ صرف چھہ ماہ کے اندر یعنی مارچ سنہ ۱۸۹۸ سے ستمبر سنہ ۱۸۹۸ تک تین سو اسی آدمی گرفتار کئے گیے تھے !

لیکن نہ تو سلطان عبدالحمید دنیا کے پچھلے جبار و مستبد حکمرانوں سے زیادہ طاقتور تھا ' نہ اس کی خاطر خدا کے قوانین حق و عدالت معطل ہو جا سکتے تھے - بالآخر نوجوان ترکوں کی پنجاہ سالہ مساعی بار آور ہوئیں ' اور عین اُس وقت جب کہ سلطان کے وہم و گمان میں بھی کسی طرح کا خدشہ نہ تھا ' مناستر اور سلانیک میں انقلاب کا نا ممکن التسخیر علم بلند کردیا گیا - سلطان نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح اس ناگہانی طاقت کا مقابلہ کرسکے مگر نہ کرسکا - اور عثمانی دستور کے قیام کا اعلان کرنا پڑا -

یہ دستور سلطان کی ذات خاص کا مخالف نہ تھا - لیکن سلطان کی مستبد روح اُس سے موافق نہ ہو سکی - بالآخر نو ماہ کے بعد تصادم ہوا ' اور محمود شوکت پاشا مرحوم نے اپنی مشہور عالم تیس ہزار فوج کے ساتھہ قسطنطنیہ پہنچکر قصر یلدز کا محاصرہ کر لیا - تین دن کے محاصرہ کے بعد عثمانی پارلیمنٹ کے نمایندے قصر یلدز میں داخل ہوے ' اور قوم کا پیغام پہنچا دیا کہ " آپ معزول کیے گئے ' اور شہزادہ محمد رشاد تخت نشین ہو رہے ہیں " قصر یلدز کے اس مشہور قہرمان نے اُسوقت لرزتے ہوے یہ التجا کی تھی " میں اپنی زندگی کیلیے تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں " ! یہ اب اپنی زندگی کیلیے انسانوں کو خدا کا واسطہ دیتا تھا - اُن انسانوں کو' جنھوں نے اپنی مظلوم اور بیکس زندگی کیلیے سیکڑوں مرتبہ اُسے خدا کے واسطے دیے تھے ' لیکن ایک لمحہ کیلیے بھی اُسکے دل میں خدا کے خوف نے جگہ نہیں پائی تھی !

تاریخ مشرق کا یہ عبرت انگیز انقلاب جولائی سنہ ۱۹۰۸ ع میں واقع ہوا تھا -

مدحت پاشا
شہید راہ حریت و دستور !

سلطان عبد الحمید
چالیس سال کی عمر میں

(اتحادی ترکی)

جمعیۃ اتحاد و ترقی کا دور
سنہ ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ع) سے سنہ ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۴ع) تک

انجمن اتحاد و ترقی نے برسر اقتدار آتے ہی " وطنیت " " حریت " " اخوت " اور " مساوات " کی بنیادوں پر عثمانی سلطنت کو استوار کرنا چاہا - نوجوان ترک ' بڑے ہی ذہین ' چست ' اور مخلص تھے - لیکن مدبر اور تجربہ کار نہ تھے -

آثار عتیقہ

شہر رقیم کا انکشاف

ام حسبتم ان اصحاب الکہف و الرقیم کانوا من ایا تنا عجبا

(۱)

صدیوں کے خواب گراں کے بعد اب شہر رقیم یا پیٹرا پھر بیدار ہو رہا ہے - قدس اور لندن کی آمدہ اطلاعات مظہر ہیں کہ حال میں اس قدیم شہر کے کھنڈروں میں قیمتی پتھروں اور پرانے طلائی زیورات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ بدوی عربوں کے ہاتھہ لگا ہے -

پیٹرا عرب قدیم کا ایک گم شدہ شہر ہے - سالہا سال سے غیر آباد پڑا تھا - کبھی کبھی صحرا گرد بدوی جاکر شاداب نخلستانوں اور سر سبز چرا گاہوں کی تلاش ادھر ادھر آوارہ رکھتی ہے ' تمدن قدیم کی اس یادگار کو آدمی کی صورت دکھا دیتے تھے !

(الف لیلہ کا طلسم)

ایک مرتبہ ایک صحرا نشین عرب پیٹرا کے کھنڈروں میں گھوم رہا تھا - ناگاہ اوسکا پانوں ایک پتھر پر پڑ گیا - قبل اسکے کہ وہ اس بات کا اندازہ کر سکے کہ کیا ہونے والا ہے ' پتھر نیچے کو کھسکا ' زمین دھنسی ' اور اب عرب ایک عجیب و غریب غار میں پڑا تھا - پتھر بدستور اپنی جگہ پر آگیا ' اور راہ بند ہوگئی !

اب بدوی نے خود کو ایک زمین دوز محراب میں پایا ' لیکن باہر آنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تھا -

غریب عرب ایک عرصہ تک ادھر ادھر ٹٹولتا رہا - تاریکی بلا کی تھی - محض اس خوف سے کہ کہیں کسی دوسری نامعلوم مصیبت سے دو چار نہ ہونا پڑے ' اوسنے ہاتھوں اور پیروں کے بل رینگنا شروع کیا - اس جد و جہد میں ایک وسیع ایوان مل گیا - اس ایوان کی تاریکی کو ایک پہاڑی سوراخ سے نکلنی والی دھندلی روشنی ایک حد تک کم کر رہی تھی - روشنی کا سہارا پا کر اس محصور بلا نے ادھر ادھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کیا - کیا دیکھتا ہے کہ ایک گوشے میں قیمتی جواہرات اور طلائی اشیا کا ڈھیر پڑا ہے - یہ خزانہ غالباً طائر اور صیدان کے بحری قزاقوں نے ازمنہ مظلمہ میں جمع کیا ہوگا - عرب حیرت کے دریا میں ڈوبا ہوا ' اس تمام ماحول کو عالم رؤیا سمجھہ رہا تھا - بالآخر اوسنے چند جواہر ریزے اپنے عمامہ میں رکھہ لیے ' اور باہر نکلنے کی راہ تلاش کرنے لگا - اس نے غور کیا کہ روشنی جس سوراخ سے آ رہی ہے ' اس سے باہر نکل سکتا ہے یا نہیں ؟ اس کا خیال ٹھیک تھا - روشنی کے نیچے ایک سنگی زینہ موجود تھا - یہ بمشکل سوراخ تک پہنچ سکا - وہاں پتھر کے کئی ٹکڑے ایک دوسرے پر پڑے تھے - زور کرنے سے ایک پتھر ہٹ گیا اور یہ باہر نکل آیا -

یہ جواہرات بیت المقدس کے بازاروں میں بکتے - ماہرین آثار انہیں تورات سے بھی زیادہ پرانا بتاتے ہیں -

بیان کیا جاتا ہے کہ پیٹرا کا یہ کنز مخفی لارڈ کارناروان کے دریافت کردہ وادی الملوک (مصر) کے خزائن سے بھی کہیں زیادہ بیش قیمت ہے - عجائب خانہ لندن کا ایک وفد اس گم شدہ شہر کی تحقیقات کیلیے جا رہا ہے -

(جغرافیائی محل)

یہ مقام ساحل بحر قلزم سے زیادہ فاصلہ پر نہیں ہے - نقشہ کے دیکھنے سے بحر قلزم کا بالائی حصہ دو ٹکڑوں میں منقسم معلوم ہوگا - اس کے شمال میں جزیرہ نماء سینا ہے جسکی شکل مثلث نما ہے - سینا کا جنوبی نوکدار کنارہ بحر قلزم کو دو شاخوں میں جدا کر دیتا ہے - سینا کے غرب میں بحر قلزم کی وہ شاخ ہے جو خلیج سوئز کے نام سے موسوم ہے - آج کل یہ تجارت عالم کی شاہراہ عظیم ہے - سینا کے شرق میں بحر قلزم کا وہ حصہ ہے جو خلیج عقبہ کے نام سے پکارا جاتا ہے - یہ جگہ اب متروک ہوگئی ہے - جہاز بہت کم آتے جاتے ہیں - ایک طرف سینا کی ننگی پہاڑیاں ہیں - دوسری طرف خلیج عقبہ کے پہاڑوں اور صحراء عرب کا نا پیدا کنار سلسلہ ہے - اس خلیج کے ساحل پر کوئی بندرگاہ نہیں ہے - قصبہ عقبہ کے چند بے ترتیب مکانات کے سوا باقی تمام حصہ غیر آباد اور پتھریلا ہے - بحر شمالی و بحر جنوبی کے دور دراز سواحل کو چھوڑ کر جہاں بمشکل ذی روح وجود کا پتہ چلتا ہے " دنیا کا کوئی ساحل اس قدر ساکت اور سنسان نہیں ہے !

لیکن پرانے زمانہ میں خلیج عقبہ کی اہمیت ہمارے زمانہ کے خلیج سوئز سے کہیں زیادہ تھی - تین ہزار سال قبل یہاں حضرت سلیمان کے بحری مراکب ہندوستان کی اشیاء تجارت بار کیے ہوئے ہر وقت لنگر انداز رہتے تھے - جب تک ہندی و ایرانی تجارتی قافلے اس راستے سے آمد و رفت کرتے رہے ' یہ ملک تمدن عالم کا مرکز رہا - جب شاہراہ تجارت یہاں سے دوسری جانب منتقل ہوگئی ' اور بحر روم اور خلیج سوئز کا راستہ دریافت کر لیا گیا ' تو یہ ساحل رفتہ رفتہ غیر آباد ہوگیا - صلیبی لڑائیوں کے زمانہ میں مسیحی مجاہدین نے اس نواح میں کچھہ بیداری پیدا کردی تھی ' مگر سلطان صلاح الدین کی تیغ جہاد نے یہ حصۂ عالم بھی صلیبیوں پر تنگ کردیا ' اور اس کے بعد سے پیٹرا کے اطراف انسانی آبادی سے ہمیشہ خالی رہے -

جنگ عظیم کے زمانہ میں شریف حسین اور اس کے بیٹے امیر فیصل نے اس نواح کو اپنی افواج کا عقبی مستقر بنایا تھا - ہر ہفتہ انگریزی جنگی جہاز اور دخانی کشتیاں سامان حرب سے لدی ہوئی ساحل پر آتی تھیں - سنۂ ۱۹۱۷ ع اور سنہ ۱۹۱۸ ع میں اس آمد و رفت کا تسلسل نہایت پابندی سے قائم رہا ' اور ایک

عراق کا گورنر بنا کر بھیج دیا - اس نے آتے ہی عراقی تحریک کا خاتمہ کردیا - ساتھہ ہی بکر سامی بک کو بیروت کی گورنری پر مقرر کیا ' جو اپنے تدبر اور سخت گیری میں بہت شہرت رکھتا تھا ' اِس نے کچھہ ایسے پیترے بدلے ' کہ شامی تحریک بھی سرد پڑگئی ' اور پیرس کی موتمر میں جو کچھہ طے پایا تھا ' اُسکا اکثر حصہ کالعدم ہوگیا !

بہرام آغا خواجہ سرا
جو تمام وزرا پر حکومت کرتا تھا

اب جنگ عمومی کی خوفناک گھٹائیں فضا میں پھیل رہی تھیں - وہ مصیبت سر پر آگئی تھی جسکا تصور بھی کبھی انسانی دماغ نے نہیں کیا تھا -

---

جنگ عمومی کے بعد

سنہ ۱۳۳۲ ھ (۱۹۱۴) ء سے سنہ ۱۳۳۳ ھ (۱۹۱۵) تک

دستوری نظام حکومت کے کامیاب بنانے اور سلطنت کے مختلف عناصر کو مشترک وطنیت و قومیت کے نام پر متحد کرنے میں انجمن اتحاد و ترقی کو ناکامی ہوئی - اِس تلخ تجربہ کے بعد اِس انجمن کے ارکان میں آیندہ طرز عمل کے متعلق اختلاف پیدا ہوا - اکثریت " تورانی تحریک " پھیلانے کے حق میں تھی ' اور اقلیت " اتحاد اسلامی " کے فکر کو عملی جامہ پہنانا چاہتی تھی - یہ اختلاف ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ عالم گیر جنگ کا طبل بج گیا ' اور اکثریت کو اقلیت کی رائے کے سامنے جھک جانا پڑا - اب بجز اِس کے کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ تمام اسلامی عناصر ' خصوصاً عربوں کی تائید اسلام کے نام پر حاصل کی جائے -

چنانچہ انور پاشا نے عبد الرحمن بک الیوسف اور شیخ اسعد شقیر وغیرہ کو شام بھیجا کہ عربوں کے اسلامی جذبات بیدار کریں - پھر جمال پاشا نے جو شام کے جنگی حاکم تھے ' عربوں کی مدارات شروع کی اور عربی تحریک سے اپنی گہری دل چسپی اور ہمدردی کا اظہار کیا - فرانسیسی قنصل خانہ سے جو کاغذات دستیاب ہوئے تھے ' اُن سے اُنہیں صاف معلوم ہوگیا تھا کہ بہت سے سر بر آوردہ شامی ' ترکی کے خلاف فرانس سے ساز باز کرچکے ہیں - مگر اُنھوں نے خیانت کے تمام مجرموں سے چشم پوشی کی - البتہ عیسائیوں سے پوری باز پرس کی گئی -

حسین رامی پاشا
محکمۂ جاسوسی کا سرغنہ

جمال پاشا نے صرف شام ہی میں نہیں بلکہ تمام جزیرۃ العرب میں دینی جہاد کا غلغلہ بلند کر دیا - کربلا ' نجف ' بغداد کے علماء کی دینی حمیت جوش میں آگئی - شریف مکہ ' سلطان ابن سعود ' ابن رشید ' امام یمن ' تمام اُمراء عرب کو جہاد کی دعوت دی گئی -

لیکن نوجوان ترکوں نے بہت جلد دیکھہ لیا کہ مسلمانوں اور عربوں میں اُن کی دعوت کوئی گرم جوشی پیدا نہ کرسکی - بلکہ جنسی و نسلی اور مقامی مصالح کا تعصب اس کڑے وقت میں بھی اُن پر غالب رہا - وہ سلطنت عثمانیہ اور خلافۃ اسلامیہ کی حمایت و نصرت پر آمادہ نہ ہوسکے - ہندوستان اور مراکش کے مسلمان انگریزی اور فرانسیسی جھنڈے کے تلے جمع ہوکر آئے ' اور ان کے سینوں پر بے دریغ گولیاں چلائیں !

اِس نامرادی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تورانی تحریک کے حمایتیوں کو پھر زور حاصل ہوگیا - ناچار انجمن اتحاد و ترقی کو ان کے نظام عمل پر چلنا پڑا -

عربوں کی ناعاقبت اندیشی نے اور زیادہ ترکوں کو مایوس کردیا تھا - شام کے چند خود غرض اور برخود غلط افراد طیار ہوگئے کہ اس نازک وقت سے فائدہ اُٹھائیں اور دول متحدہ کا ساتھہ دیکر " عربی امارت " کی بنیادیں قائم کردیں - بہت ممکن تھا کہ اِن لوگوں کے انقلابی افکار عامۃ الناس میں مقبول نہ ہوتے ' لیکن اُسی موقعہ پر حجاز میں برطانی سازشیں کامیاب ہوگئیں اور شریف نے علم بغاوت بلند کردیا - جس وقت جمال پاشا مصر پر حملہ کی طیاریاں کررہا تھا ' اور تمام ساز و سامان مکمل ہو چکا تھا ' اچانک اُس نے دیکھا کہ شریف حسین اور اُس کے لڑکوں کی بغاوت نے اس کی تمام امیدوں کا خاتمہ کردیا ہے !

غازی مصطفی کمال پاشا

افسانہ

رُوحانیات کی مجلس

ہولناک رات

(مترجم)

ایوان تبرودیچ نے اپنے دوستوں کو مضطرب آواز اور زرد چہرے کے ساتھ ذیل کا واقعہ سنایا:

۱۸۸۳ء کے کرسمس کی رات، بہت ہی اندھیری تھی۔ میں اپنے ایک دوست کے یہاں دیر تک ایک روحانی جلسے میں بیٹھا رہا۔ مجھے تاریکی میں اپنے گھر لوٹنا تھا۔

اُس زمانے میں ماسکو کی ایک ایسی گلی میں میرا قیام تھا، جو شہر میں سب سے زیادہ دہشت ناک اور تاریک گلی تھی۔ جب جب میں اُس پر گزرتا، طرح طرح کے خیالات میرا دماغ پریشان کر دیا کرتے تھے۔

روحانی جلسے میں آخری جملہ جو میں نے سُنا تھا، وہ خاص میری ذات کے متعلق تھا۔ مشہور فیلسوف سپینوزا کی روح کی نسبت ظاہر کیا گیا تھا کہ: جلسہ میں شریک ہے۔ اُسنے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا:

"تیری موت قریب آگئی، جلد خدا کے سامنے توبہ کر!"

میں ڈر گیا۔ پھر سوال کیا۔ مزید تشریح چاہی۔

"تیری زندگی ختم ہوگئی۔ آج ہی توبہ کر لے!" یہ میرے سوال کا دوبارہ جواب تھا۔

میں علم الارواح (اسپریچولیزم) کا قائل نہیں ہوں۔ تاہم موت کا خیال ہمیشہ مجھے خوفزدہ کر دیا کرتا تھا۔ ایک عجیب طرح کی اداسی مجھ پر چھا جاتی تھی۔

میں بدحواس جلسہ گاہ سے بھاگا۔ اور اپنے گھر کی راہ لی۔ اوپر کی منزل پر پہنچ کے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ اُس وقت بھی میرا خوف سے بُرا حال تھا۔ معلوم ہوتا تھا گرا پڑتا ہوں۔

(۲)

کمرہ تاریک تھا۔ باہر تیز ہوا چل رہی تھی۔ کھڑکی کے شیشوں سے جھونکے ٹکرا رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عناصر بھی خوف و دہشت کی حالت میں مضطرب ہو رہے ہیں!

"اگر سپینوزا کی پیشین گوئی ٹھیک ہے" میں نے لرزتی ہوئی آواز میں آہستہ آہستہ کہا "اگر اس سنگ دل فیلسوف کی روح نے سچ کہا ہو تو بس آج ہی رات میرا خاتمہ ہے! یہ واویلا کرنے والی ہوائیں میرا نوحہ کریں گی، یہ کالی بدلیاں ماتم کی صفیں بچھائیں گی! افسوس میری زندگی......"

میں نے دیا سلائی جلائی۔

"ہیں!" میں چلا پڑا اور بے خودی سے چلایا اور دروازے کی طرف بھاگا۔ سر سے پاؤں تک تمام بدن کانپ رہا تھا۔ شاید ظلم گردش میں ہیں، کیونکر میں نے خوف سے آنکھیں بند کر لی تھیں!

میں نے کمرہ میں کیا دیکھا؟ دیکھو! اس وقت بھی میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ دل دھڑک رہا ہے۔

میرے کمرے کے وسط میں مُردے کا تابوت رکھا تھا! اُس پر ارغوانی غلاف چڑھا تھا۔ سنہری صلیب لگی تھی۔ میں نے صرف ایک ہی جھلک دیکھی تھی۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ مجھے اُس کا ہر حصہ نظر آگیا۔ آج تک اُس کا پورا نقشہ میرے ذہن میں محفوظ ہے!

یہ ایک لڑکی کا تابوت تھا۔ کیونکہ بہت چھوٹا تھا۔ اور رنگ اور آرائش ویسی ہی تھی، جیسی لڑکیوں کے تابوتوں پر کی جاتی ہے۔

(۳)

میں تیر کی طرح زینے پر پہنچا اور سیلاب کی تیزی سے اُترنے لگا۔ بلکہ کہنا چاہئے گرنے لگا۔ ایک نہایت ہی خوفناک رعب اپنی پوری قوت سے مجھے دھکیل رہا تھا!

سڑک پر میں نے جلدی سے روشنی کا ایک کھمبا دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ لیا۔ کھمبا، مینہ سے بھیگا ہوا تھا۔ برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔ جسم نے سردی محسوس کی تو میرے ہوش و حواس واپس آنے لگے۔

"اگر کمرے میں آگ لگی ہوتی" میں خیال کرنے لگا "بلکہ اُس میں چور چھپا ہوتا، شیر ٹہلتا ہوتا، دیوانہ کتا بیٹھا ہوتا، اگر اُس کی چھت بھی اچانک گر پڑتی، تو بھی مجھے تعجب نہ ہوتا۔ میں اسے ایک معمولی بات سمجھتا۔ مگر لاش! ایک کامل تابوت! اس کے کیا معنی ہو سکتے ہیں؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میرے مکان میں تابوت کیونکر آیا؟ کون لایا؟ ایک امیر لڑکی کا کا بیدار تابوت! سونے چاندی کے کام سے آراستہ! ایک معمولی نوکر کے حقیر کمرے میں اسے کون لایا؟ کیوں لایا؟ معلوم نہیں، وہ خالی ہے یا اندر لاش رکھی ہے؟........."

اچانک مجھے خیال آیا۔ "اگر یہ معجزہ نہیں تو کوئی ہولناک جرم ہے" لاکھ لاکھ سوچا کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔

"دروازے پر تو قفل چڑھا تھا" میں پھر سوچنے لگا "کنجی ایسی مخفی جگہ رکھی تھی کہ میرے خاص دوستوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ناممکن ہے کہ کسی دوست نے یہ موت کا تحفہ میرے لئے مہیا کیا ہو۔ شاید کوئی مزدور غلطی سے لے آیا۔ لیکن مزدور لاتا تو مزدوری لئے بغیر چلا کیوں جاتا؟ اور میرے یہاں مزدور تابوت کیوں لائے؟......"

جو میرے بالکل دماغ میں ایک اور خیال آیا:

"ممکن ہے یہ کاروائی اُسی روح کی ہو، جسنے آج رات میری موت کی خبر دی ہے۔ شاید یہ تابوت میری لاش کے لئے لایا گیا ہو لیکن یہ ناممکن ہے۔ تابوت میرے قد سے بہت چھوٹا ہے"

(۴)

اب بارش پھر شروع ہو گئی۔ گویا میرے قتل کے لئے آسمان سے یورش ہو رہی ہے۔ ہوا اتنی تیز تھی کہ میرا اوورکوٹ اُڑا جاتا تھا۔ میں بھیگ کر شرابور ہو گیا۔

"مجھے کہیں پناہ لینی چاہئے" میں نے دل سے کہا "لیکن کہاں؟ کمرے میں، جہاں تابوت رکھا ہے؟ ناممکن ہے۔ اگر میں وہاں گیا تو یقیناً دیوانہ ہو جاؤں گا"

مگر اس پانی اور سردی میں سڑک پر کھڑا رہنا بھی مشکل تھا۔ میں نے فوراً اپنے ایک دوست روستوف نامی کے گھر کی راہ لی۔ وہ بھی ایک تنگ تاریک گلی میں ایک کمرہ کے اندر رہتا تھا۔

دروازہ کھٹکھٹایا۔ کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے ایک طاق میں ہاتھ مارا تو کنجی مل گئی۔ قفل کھول کر اندر چلا گیا۔

میرا کوٹ بھیگ گیا تھا۔ میں نے اُسے اُتار کر کمرے کی زمین پر ڈال دیا۔ اندھیرے میں پاؤں نے ایک کرسی سے ٹھوکر کھائی۔ میں اُسی پر بیٹھ گیا۔ تاریکی سخت تھی۔ کچھ سوجھائی نہیں دیتا تھا۔ ہوا تیز تھی۔ کھڑکیاں ہل رہی تھیں۔ باہر گرجوں کے گھنٹے کرسمس کی خوشی میں بج رہے تھے۔

میں نے جیب سے ڈبیا نکال کر دیا سلائی جلائی۔

"اُف، یہاں بھی!" بے اختیار میرے منہ سے چیخ نکل گئی میں دیوانہ وار بھاگ کر کمرے کے باہر گرا۔

یہاں بھی تابوت رکھا تھا! لیکن میرے کمرے کے تابوت سے بڑا تھا۔ اور سیاہ غلاف سے ڈھکا تھا۔ سیاہ غلاف نے اُسے اور بھی زیادہ ہیبت ناک بنا دیا تھا!

"یہاں بھی وہی تابوت!" میں سوچنے لگا "معلوم ہوتا ہے یہ میرا وہم و خیال ہے۔ میری نگاہ دھوکا کھا رہی ہے۔ ناممکن ہے کہ میں جہاں جاؤں، میرے استقبال کے لئے ایک خوفناک تابوت پہلے سے مہیا ہو جائے۔ ضرور آج میرے اعصاب میں خلل آگیا ہے۔ جہاں جاتا ہوں تابوت ہی نظر آتا ہے... میں ضرور پاگل ہو گیا ہوں۔ جنون کا سبب صاف ظاہر ہے۔ اسی منحوس روحانی جلسے اور سپینوزا کی شیطان روح نے میرا دماغ خراب کر ڈالا!"

میں تھک کر زمین پر بیٹھ گیا۔ دونوں کنپٹیاں زور سے ہاتھوں میں دبا لیں۔

"الٰہی! کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ آہ میں پاگل ہو گیا!" یہ کہتے ہوئے بے اختیار میرے آنسو نکل آئے۔

قریب تھا میرا سر پھٹ جائے۔ میرے پیروں میں سکت باقی نہیں رہی تھی۔ مینہ کا وہ زور تھا کہ خدا کی پناہ۔ میرا تمام بدن سردی کے کانپنے لگا۔ نہ سر پر ٹوپی تھی نہ جسم پر کوٹ۔ میں اُنھیں لینے کمرے میں جا بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ وہاں....... آہ، بہت ہی ہولناک منظر، ناقابل برداشت ہولناکی موجود تھی!

(۵)

میرے سر کے تیر کی طرح سیدھے بال کھڑے ہو گئے۔ ٹھنڈا پسینہ پیشانی سے بہنے لگا۔ حالانکہ اب مجھے کامل یقین ہو چکا تھا کہ جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا ہے، وہ محض ایک طرح کے اعصابی مرض کا نتیجہ اور وہم و خیال ہے۔ حقیقت میں کچھ بھی نہیں۔

"اب کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟" بار بار یہی سوال دُہراتا تھا۔

یکایک مجھے ایک دوسرا دوست، گوڈ سا دوت یاد آگیا۔ اس نے

عارضي چهل پهل پیدا هوگئي - لیکن جنگ کے خاتمه کے بعد یه سرگرمي بهي ختم هوگئي ' اور یه حصه پهر شهر خموشاں بن گیا -

خلیج عقبه کے دهانه سے ایک پهاڑي اور ریگستاني سلسله شروع هوتا ہے جو اندرون ملک میں دور تک چلا جاتا ہے - پیٹرا کے کهنڈر عقبه سے ۹۰ - میل کي مسافت پر واقع هیں - پهاڑوں کے درمیان اس شهر کا محل وقوع ہے - بدو رهنما کے بغیر ان آثار تک سیاح کي پهونچ مشکل ہے - پیٹرا سے شمال کو ۲۰ میل کے فاصله پر وادي بحر میت ہے - سیدهے هاتهه یعني شرق کي طرف شمالي عرب کا عریض ریگستان ہے - سامنے ارض ادوم یا ادومیا کے پهاڑونکا وه سلسله ہے ' جو باب الرقیم یا پیٹرا کا پهاٹک کهلاتا ہے - اس سلسله کو قطع کیے بغیر پیٹرا تک پهونچنا محال ہے - دوسري جانب پهاڑي مگر ڈهالو راسته ہے - اس پر سے هوکر نیچے اترتے هیں - چند گهنٹے کے پهاڑي اور پیچ در پیچ راسته کے بعد وادي ادوم کا خاتمه هو جاتا ہے - سفید ریت کے ٹیلونکے ختم هونیکے بعد ایک تنگ دره ملتا ہے - یه بلند پهاڑي دیوار کا دروازه ہے - یهاں پر وادي کي وسعت ۱۲ - میل سے کم هوکر صرف ' ۱۲ - فیٹ رهجاتي ہے - دره کي دیواریں هزارها فیٹ اونچي هیں - عرب اس راسته کو " شق " کے نام سے پکارتے هیں - اس شق کي راه سے بدوؤں کے گهوڑے اور بار برداري کے اونٹ افتاں و خیزاں راه طے کیا کرتے هیں - پتهرونپر چاروں طرف چهپکلیاں لپٹي هوئي هیں - هر هر قدم پر تنگناے زیاده وحشتناک هوتي جاتي ہے - راسته میں ایک پهاڑي شگاف ملتا ہے جس سے شفاف پاني کا چشمه موجزن ہے - عرب کهتے هیں ' یهي وه جگه ہے جهاں حضرت موسی علیه السلام نے عصا مار کر اپنے پیاسے همراهیونکے لئے پاني کے چشمے جاري کر دیے تهے - یه وادي وادي موسی کے نام سے موسوم ہے - وادي اسقدر تنگ ہے که اونٹ پر سے دونوں طرف کي دیواریں بخوبي چهوي جاسکتي هیں - اکثر جگه ارد گرد کي پهاڑیاں بلند هوکر چهت کا کام دیتي هیں - اس جگه آسمان بالکل دکهائي نهیں دیتا - سورج کي شعاع بهي یهانتک نهیں پهونچتي -

(یوناني مندر)

ایک گهنٹه کي مسافت کے بعد سیاح ایک تیز گهماؤ سے گذرتا ہے - اب نظر کے سامنے ایسا دلفریب اور حیرت خیز منظر آجاتا ہے جو ایک عرصه تک کیلیے از خود رفتگي کي کیفیت طاري کر دیتا ہے - یوناني طرز کا ایک نفیس اور خوشرنگ مندر سامنے نظر آتا ہے - اسکا دلفریب حسن اور دلکشا طرز ' حد درجه متاثر کرنیوالا ہے - عهد کهن کے صناعوں نے پهاڑوں سے کاٹ کاٹ کر یه خوبصورت عمارت تعمیر کي تهي -

ادومي پهاڑونسے یه عمارت تراشتے هوے ' دندانه دار آلات سے کام لیا گیا هوگا - اس مندر کي بالائي سطح مختلف رنگونسے مزین ہے ' اور ریشمي کپڑے کي طرح جهلک رکهتي ہے -

دنیا کا کوئي اور پهاٹک ' دنیاء قدیم کے اس خاموش شهر کے دروازے سے زیاده اثر ڈالنے والا نهیں ہے - هندوستان کا سرخ شهر ' فتح پور سیکري بهي اسکا مقابله نهیں کرسکتا - روماني و یوناني مخلوط فن تعمیر کے طرز پر یه مندر کم از کم دو هزار سال قبل اس پهاڑي سے طیار کیا گیا تها - اسکا عهد تعمیر روماني شهنشاه هڈرین کي فوج کشي کے زمانه سے تعلق رکهتا ہے - اهل عرب میں اس مندر کا نام الخزینه مشهور ہے - لمبے لمبے ستونوں کے اوپر ایک دیو پیکر صراحي نما ظرف ہے - عرب کهتے هیں که یه ظرف فراعنه کے جواهرات اور طلائي سرمایه کا مخزن ہے - شروع سے اسے توڑنے کي کوششیں کي گئیں مگر کامیابي نهیں هوي - کرنیل لارنس کے ساتهیوں نے بهي هزاروں گولیاں چلائیں - بعض بعض دفعه پتهر کے چهوٹے چهوٹے ٹکڑے ٹوٹ کر گر پڑے - مگر کچهه زیاده اثر نه هوا - نهیں معلوم کس دیوي یا دیوتا کي یهاں پوجا هوتي تهي ؟ کرنیل لارنس کي راے میں مصري دیوي " ایسیس " کي پرستش هوتي هوگي - کیونکه هیڈرین کي فوج کشي کے وقت تمام سواحل بحر روم اسي دیوي کے سامنے سر بسجود تهے -

یهانسے چند گز کے فاصله پر اصل شهر بیضاوي نشیب میں واقع ہے - سطح سمندر سے ۹ - هزار فیٹ اونچے محدب حصه سے شروع هوتا ہے - وادي کي بلندي صرف ایک هزار فیٹ رهجاتي ہے - اس نشیب میں اسوقت تک شهر کي سڑکوں اور عمارتوں کے آثار باقي هیں - یه تمام عمارتیں پهاڑ کاٹ کر بنائي گئي تهیں !

پیٹرا کے رنگ برنگ آثار هر اس سیاح کو جو مشرقي دیوار عبور کرنیکي جرأت کرتا ہے ' اپني جانب مائل کرلیتي هیں - سورج کي کرنیں ارد گرد کي پهاڑیوں کو قوس قزح بنا دیتي هیں - انکي چمک بلوچستان کي ارغواني پهاڑیوں سے بهي کهیں زیاده دلکش ہے - پهاڑیونکي سطح سے زعفراني ' نارنجي ' ارغواني ' بنفشي رنگ کي لهریں نکلتي رهتي هیں - غروب آفتاب کے وقت رات کي تاریکي چها جانے سے پهلے ' ایسا معلوم هوتا ہے ' گویا طرح طرح کے رنگوں کے کي موجیں امنڈ رهي هیں !

محمد یحیی - ایم - اے - ایل - ایل - بي
وکیل بدایوں

لئے ہز مجسٹی برطانیہ نے سر گلبرٹ فالکنگہم کلیٹن کو اپنا مختار قرار دے کر مقرر کیا، اور ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا نے ہز رائل ہائینس امیر فیصل اپنے فرزند اور نائب کو اپنا مختار قرار دیا۔

مذکورۂ بالا تمہید کی بنا پر، دونوں نمائندوں کی مختار ناموں کی صحت سے مطمئن ہو کر، ہز رائل ہائینس امیر فیصل بن عبدالعزیز اور سر گلبرٹ فالکنگہم کلیٹن نے حسب ذیل شرطوں پر اتفاق کیا ہے:

شرط اول۔ ہز مجسٹی برطانیہ، ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کی کامل اور بے قید خود مختاری کا اقرار کرتے ہیں۔

شرط دوم۔ ہز مجسٹی برطانیہ اور ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کے مابین امن و امان اور دوستی برقرار رہے گی۔ طرفین عہد کرتے ہیں کہ باہمی تعلقات برقرار رکھنے کی کوشش کریں گے، اور اپنے جملہ وسائل کو صرف کریں گے کہ اپنے ملک کو ایسے غیر قانونی اعمال کے لئے مستعمل ہونے نہ دیں گے جو دوسرے فریق کے ملک میں امن و امان اور سکون کے مخالف ہوں۔

شرط سوم۔ ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا وعدہ کرتے ہیں کہ برطانیہ کی جملہ مسلمان رعایا یا اُس کے زیر حمایت مسلمان باشندوں کے لئے فرض حج کی ادائیگی میں سہولت پیدا کریں گے، جیسا کہ باقی تمام حجاج کے لئے کرتے ہیں۔ نیز ہز مجسٹی وعدہ کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی جان و مال کو ان کے قیام حجاز کے دوران میں ہر طرح امنیت حاصل ہوگی۔

شرط چہارم۔ ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا وعدہ کرتے ہیں کہ مذکورۂ بالا حاجیوں میں سے جو لوگ اُن کی سرحدوں میں فوت ہو جائیں گے اور جن کے شرعی وارث ہز مجسٹی کے ملک میں موجود نہ ہوں گے، اُن کا ترکہ جدہ میں برطانوی نمائندے یا اُس کے نائب کے حوالہ کر دیا جائے گا، تاکہ متوفی کے مستحق وارثوں تک پہنچا دیا جائے۔ لیکن یہ حوالگی اس شرط کے ساتھ عمل میں آئے گی کہ پہلے ہز مجسٹی سلطان کی خاص عدالتوں کے سامنے یہ معاملہ پیش ہو جائے اور حجازی قوانین کے مطابق لازمی محصول وصول کر لیا جائے۔

شرط پنجم۔ ہز مجسٹی شہنشاہ برطانیہ، ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا کی جملہ رعایا کے لئے حجازی اور نجدی جنسیت کا اقرار کرتے ہیں جبکہ وہ ہز مجسٹی برطانیہ کے مقبوضات اور زیر حمایت ملکوں میں پائے جائیں۔ اسی طرح ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا بھی برطانیہ کی رعایا یا اُس کے زیر حمایت باشندوں کے لئے برطانوی جنسیت کا اقرار کرتے ہیں جبکہ وہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کے ممالک میں پائے جائیں گے۔ اس امر میں اُن بین الاقوامی قوانین کا لحاظ کیا جائے گا جو خود مختار حکومتوں کے مابین نافذ ہیں۔

شرط ششم۔ ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا عہد کرتے ہیں کہ کویت، بحرین، اور ساحل عمان کے مشائخ کے حسن جوار کو ملحوظ رکھیں گے جن سے برطانیہ کے خاص معاہدات ہو چکے ہیں۔

شرط ہفتم۔ ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا عہد کرتے ہیں کہ اپنے تمام وسائل سے غلامی کے سدباب میں برطانیہ کی مدد کریں گے۔

شرط ہشتم۔ معاہدہ کرنے والے فریقین پر لازم ہوگا کہ جلد سے جلد معاہدہ نافذ کریں اور منظوری کے کاغذات ایک دوسرے کے حوالہ کر دیں۔ معاہدہ اُس دن سے نافذ ہوگا جب منظوری کے کاغذات کا باہم مبادلہ عمل میں آ جائے گا۔ معاہدہ اس تاریخ سے ۷ برس تک نافذ رہے گا۔ لیکن اگر فریقین میں سے کوئی فریق بھی ۷ سال گزرنے کے بعد ۶ مہینے پہلے یہ اعلان نہ کرے گا کہ وہ معاہدہ باطل کر دینا چاہتا ہے، تو اس صورت میں معاہدہ برابر نافذ رہے گا۔ معاہدہ اُسی وقت باطل ہوگا جبکہ ۶ مہینے پہلے اُس کے ابطال کا کوئی فریق باضابطہ اعلان کر دے۔

شرط نہم۔ ہز مجسٹی شاہ برطانیہ اور ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا کے درمیان جو معاہدہ ۲۶ دسمبر ۱۹۱۵ء کو ہوا تھا، جبکہ ہز مجسٹی صرف نجد کے حاکم تھے، اب وہ اس نئے معاہدے کے بعد کالعدم ہو گیا۔

شرط دہم۔ یہ معاہدہ دونوں زبانوں: عربی اور انگریزی میں قلم بند کیا گیا ہے۔ دونوں دستاویزوں کا درجہ بالکل مساوی ہے۔ لیکن اگر کسی عبارت کی تفسیر میں اختلاف پیدا ہو تو انگریزی دستاویز کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

شرط یازدہم۔ یہ معاہدہ، معاہدۂ جدہ کے نام سے موسوم ہوگا۔

یہ معاہدہ جدہ میں بروز جمعہ تاریخ ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۲۰ مئی ۱۹۲۷ء میں طے پایا۔"

معاہدۂ جدہ پر بحث غیر ضروری معلوم ہوتی ہے۔ آپکے قارئین خود دیکھ سکتے ہیں کہ یہ معاہدہ بالکل ویسا ہے جیسے معاہدے دنیا کی تمام ہم رتبہ خود مختار سلطنتوں کے درمیان ہوا کرتے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ سلطنت نجد و حجاز کامل طور پر خود مختار تسلیم کر لی گئی، بلکہ شرط پنجم کی رو سے اُسے تمام بین الاقوامی حقوق بھی حاصل ہو گئے۔ نجد و حجاز کی جدید تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ اُن کے باشندوں کی مستقل حیثیت تسلیم کر لی گئی ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ دونوں ملکوں کے تعلقات باضابطہ بین الاقوامی قوانین کی بنیاد پر قائم ہو گئے، جیسا کہ اسی شرط کے آخر میں بالتصریح مذکور ہے۔ اب برطانیہ کے وہ امتیازات بھی باقی نہیں رہے جو مرحوم سلطنت عثمانیہ نے اپنے ملکوں میں اُسے بخش رکھے تھے اور جو اب تک حجاز میں اور کسی حد تک نجد میں بھی برقرار تھے۔

اس معاہدے میں جابجا "سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا" کے لفظ آئے ہیں۔ ملحقاتہا سے مقصود وہ تمام علاقے ہیں جن پر سلطان ابن سعود کا قبضہ یا حمایت ہے۔ مثلاً ملک عسیر جو حال ہی میں اپنی رضا و رغبت سے حضرت شیخ سنوسی کے مشورہ سے اُن کی حمایت میں آ گیا ہے۔

مسئلہ اسلحہ

معاہدے کے ساتھ چند ضمیمے بھی ہیں۔ یہ بھی شائع ہو گئے ہیں۔ ایک ضمیمہ میں برطانیہ نے وعدہ کیا ہے کہ بحر احمر کو اُس بین الاقوامی قانون سے مستثنیٰ کرنے کی کوشش کرے گا، جو ہتھیاروں کی فروخت کے متعلق ہے۔ آپکے قارئین واقف ہونگے کہ یورپ کی دول عظمیٰ نے مشرقی قوموں کو کمزور رکھنے کے لئے ایک قانون بنا رکھا ہے، جس کی رو سے بہت سے مشرقی ممالک جن میں ایران اور ممالک عرب بھی داخل ہیں، سمندر کی راہ سے اسلحہ خریدنے کے حق سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ یقیناً سلطان ابن سعود کا تمام مشرقی دنیا خصوصاً عربی ممالک پر بہت بڑا احسان ہوگا اگر ان کی کوشش سے بحر احمر اس جابرانہ قانون سے مستثنیٰ ہو جائے۔ اگر اس کوشش میں کامیابی ہو گئی تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ عربی ممالک کی جنگی قوت بہت بہتر ہو جائے گی۔ ایک قریبی فائدہ یہ بھی ہوگا کہ یمن، اٹلی کی حرص و طمع سے محفوظ ہو جائے گا جو اُس پر بہت جلد ہاتھ صاف کرنا چاہتا ہے۔

عقبہ و معان

ایک دوسرے ضمیمہ میں عقبہ و معان کے مسئلہ پر بھی بحث کی گئی ہے۔ یہ دونوں علاقے شریف علی نے اپنی مختصر حکومت کے زمانے میں برطانیہ کے حوالے کر دیئے تھے۔ سلطان ابن سعود کو اس کارروائی پر اعتراض تھا۔ ان کا اعتراض یہ تھا کہ یہ فعل ایک مفرور حاکم کا ہے جس کی حکومت کی بنیادیں ایک دن کے لئے بھی استوار نہیں ہوئیں اور جو عملاً ایک شہر (جدہ) سے زیادہ کہیں اقتدار حاصل نہیں رکھتا تھا۔ مگر برطانیہ کو اس اعتراض کی حقیقت سے انکار تھا، گو اب اُس نے اصل اعتراض تسلیم کر لیا ہے۔ اور بحث کسی دوسرے موقعہ کے لئے ملتوی کر دی ہے۔ بالفعل اس وقت عقبہ و معان کا مسئلہ حل نہیں ہوا لیکن اس کے حل کے لئے راستہ کھل گیا ہے۔ یہی یقین ہے کہ سلطان ابن سعود جلد یہ دونوں علاقے برطانیہ سے واپس لے لیں گے، کیونکہ یہ حجاز کی حفاظت کے لئے ازحد ضروری ہیں۔ اور حدود حجاز میں داخل ہیں۔

معاہدہ کی کامیابی کے اسباب

قلم روکنے سے پہلے چند الفاظ اُن اسباب کے بیان میں بھی ضروری ہیں جو اس معاہدہ کا موجب ہوئے ہیں۔ یہ حقیقت تمام دنیا پر روشن ہے کہ برطانیہ مدت سے کوشاں ہے کہ کسی طرح پورے عرب خصوصاً حجاز پر قابو حاصل کرلے۔ شریف حسین کے ساتھ اُس کے معاہدے اور اٹلی کے ساتھ سمجھوتہ اس حقیقت کا تازہ ثبوت ہے۔ تاہم وہ ایک ستمگر پھر مجبور ہو گیا کہ ایسا ایک معاہدہ منظور کرلے جو اُس کی پرانی آرزوؤں کے صریح خلاف ہے۔

اس کے تین اہم سبب ہیں:

(۱) سلطان ابن سعود نے پچھلے چند سالوں کے اندر غیر معمولی قوت حاصل کر لی ہے۔ فتح حجاز کے بعد عسیر کی حمایت نے اُنہیں عرب کا ایسا طاقتور حکمران بنا دیا ہے کہ برطانیہ آسانی سے مغلوب نہیں کر سکتا۔ عرب کی سرزمین پر اچانک اتنی بڑی قوت کے ظہور نے برطانیہ کو مجبور کر دیا کہ یا تو عرب کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرے، یا مدت تک کے لئے عرب میں اپنے تجارتی و سیاسی مفاد سے ہاتھ دھو لے۔ سلطان ابن سعود کو ناخوش کرنے کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا کہ ایک طرف وہ عراق کی طرف بڑھیں، دوسری طرف شرق اردن پر متوجہ ہوں اور تیسری طرف خلیج فارس کے نیم برطانوی علاقوں پر حملہ آور ہو جائیں۔ عرب کے حالات سے واقفیت رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ عراق، شرق اردن، اور خلیج فارس کے اکثر عرب علاقوں میں تمام بدوی آبادیاں سلطان ابن سعود کے زیر اثر ہیں [illegible] قریب، نجدی دعوت قبول کر چکی ہیں۔ سلطان کا ایک اشارہ ان ممالک میں قیامت برپا کر دے سکتا ہے۔ برطانیہ کی قوت کتنی ہی عظیم ہو، مگر وہ اتنا نادان نہیں ہے کہ بیٹھے بٹھائے یہ تمام بلائیں اپنے سر نازل کرلے لہذا اُس کی مصلحت یہی تھی کہ سلطان ابن سعود سے تعلقات خوشگوار رکھے اور ان کی کامل خود مختاری کے خلاف کوئی جذبہ ظاہر نہ ہونے دے۔

(۲) شام کی حکمرداری نے عربی ممالک میں فرانس کو برطانیہ کا رقیب بنا دیا ہے۔ یہ معلوم ہے کہ یورپ میں برطانوی سیاست نے فرانس کو سخت شکست دی ہے۔ اور اُسے اُس کے تمام دوستوں سے محروم کر کے لاچار کر دیا ہے۔ فرانس اس سبب سے برطانیہ پر دانت پیس رہا ہے اور مشرق میں اُس سے انتقام لینے پر تل گیا ہے۔ چنانچہ وہ ایک طرف چین میں برطانیہ کی مخالفت کر رہا ہے، دوسری طرف عرب میں سلطان ابن سعود سے راہ و رسم پیدا کر رہا ہے۔ برطانیہ نے محسوس کر لیا تھا کہ اگر اُس نے اس موقعہ پر ذرا سی بھی غفلت کی تو بہت ممکن ہے، فرانس ہم پر بازی لے جائے۔

(۳) بالشویک روس نے پچھلے دنوں عرب سے بہت دلچسپی ظاہر کی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ بالشویک دعوت کا ایک مرکز حجاز میں بھی قائم کر دیں، تاکہ یہاں سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں اُس کی اشاعت ہو سکے۔ برطانیہ اس وقت روس سے ازحد خائف ہے۔ اُس کا ارادہ معلوم کر کے بالکل بدحواس ہو گیا، اور بے تحاشا کوشش شروع کر دی کہ دوستانہ معاہدہ منعقد ہو جائے۔ معاہدہ کی دوسری شرط کا تعلق غالباً اسی چیز سے ہے۔

غالباً اس تفصیل کے بعد معاہدۂ جدہ پوری روشنی میں آ جائے گا اور اس کے فہم میں کسی کو غلط فہمی نہ ہوگی۔ آئندہ مکتوب میں اُن اصلاحات پر بحث کروں گا جن کا اس وقت حجاز میں اجراء درپیش ہے۔

حال ہی میں ڈاکٹری کی سند حاصل کی تھی، اور میرے قریب رہتا تھا وہ بھی میرے ساتھ روحانی جلسے میں شریک تھا۔

میں بے تحاشا اُس کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اُس کا کرہ مکان کی سب سے اونچی منزل پر واقع تھا۔

لیکن میں ابھی زینے ہی پر تھا کہ اوپر سے خوفناک شور سنائی دیا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی آدمی بدحواسی سے اِدھر اُدھر دَوڑ رہا ہو۔ اور زور زور پاؤں زمین پر مار رہا ہو۔

فوراً ہی ایک دہشت ناک آواز میرے کانوں میں آئی:

"مدد! مدد! دَوڑو! دَوڑو!"

اور اس کے ساتھ ہی ایک شخص اوپر سے بے تحاشا گرتا ہوا مجھ کو ٹکرایا۔

"سارونت! سارونت! دوست! تم ہو؟ کیا ہوا؟" میں بے اختیار چلّا اُٹھا۔ کیونکہ یہ شخص میرا دوست سارونت ہی تھا۔

زینے پر دھندلی روشنی تھی۔ سارونت نے آتے ہی دیوانہ وار میرے مونڈھے پکڑ لئے۔ وہ تمام بدن سے کانپ رہا تھا۔ چہرہ زرد تھا۔ آنکھیں عجیب قسم کی دہشت ظاہر کر رہی تھیں!

"سارونت!" میں پھر چلّایا۔

"ریکیوت!" اُس کی لرزتی ہوئی آواز بلند ہوئی "ریکیوت! تم ہو تم؟ کیا واقعی تم ہی ہو؟"

اُس نے مجھے بغور دیکھا اور لمبی سانس لی۔

"یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ مُردے کی طرح پیلے پڑ گئے ہو۔ آہ، تمہاری صورت کیسی ڈراؤنی ہو رہی ہے؟ خدا را بتلاؤ کیا ہوا؟" اُس نے مجھے بغور دیکھ کر کہا۔

"اور یہ تمہاری حالت کیا ہو رہی ہے؟ بالکل مُردہ معلوم ہوتے ہو!" میرا جواب تھا۔

"ٹھہرو" اُس نے جلدی سے کہا "ذرا دم لینے دو۔ آہ میں اِس وقت تم سے مل کر کتنا خوش ہوا ہوں؟ جان جاتے جاتے بچی۔ محاضرۂ ارواح کے جلسوں پر خدا کی لعنت! علم الارواح پر ہزار لعنتیں! اس جلسے نے نہیں معلوم میرے لئے کیسی کیسی ہولناک چیزیں پیدا کر دی ہیں؟ کیا تم یقین کرو گے کہ جونہی میں اپنے کمرے میں داخل ہوا..... اُف کیسا ڈراؤنا منظر! میں نے دیکھا، کمرے کے عین وسط میں ایک تابوت رکھا ہوا!"

مجھے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ یہ تو بعینہٖ خود میری سرگزشت تھی۔ میں نے چیخ کر پوچھا:

"تابوت! کیا کہتے ہو؟ تابوت!"

اُس نے صاف لفظوں میں کہا "تابوت! ایک حقیقی تابوت! میں بُزدل نہیں ہوں۔ لیکن اس منظر سے تو شیطان بھی بے ہوش ہو جاتا"

میں پھر خوف سے کانپنے لگا۔ میں نے بمشکل اپنے دونوں مشاہدے اُس سے بیان کر دئے۔ میں نے کہا "خدایا! عجیب طرح کی ہولناکی! میں نے اپنے کمرے میں تابوت دیکھا۔ اپنے دوست کے کمرے میں تابوت دیکھا۔ اور اب تم کہتے ہو کہ تم نے بھی اپنے کمرے میں تابوت دیکھا ہو......"

(۶)

ہم دونوں مکان کی چوکھٹ پر کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ہم دونوں مبہوت تھے۔ یہیں خیال ہوا، شاید ہم سو رہے ہیں؟ یہ شبہ بیک وقت دونوں کے دماغ میں گزرا، اس لئے ایک دوسرے کو چٹکے مارنے لگے تاکہ معلوم کر لیں، ہم واقعی جاگ رہے ہیں یا عالم خواب میں ہیں!

"نہیں، ہم خواب میں نہیں ہیں" سارونت نے کہا "ہم سمجھے کہ

بریدِ شرق

مکتوبِ حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم جدّہ کے قلم سے)

معاہدۂ جدّہ

قارئین الہلال واقف ہوں گے کہ نجد اور برطانیہ کے مابین ۱۹۱۵ء میں ایک معاہدہ منعقد ہوا تھا۔ اس معاہدے میں بعض دفعات ایسی تھیں جن سے نجد کی خود مختاری پر پابندیاں عائد ہوتی تھیں۔ مثلاً اسمیں ایک شرط یہ تھی کہ حکومت نجد، برطانیہ کے سوا کسی دوسری سلطنت سے سیاسی گفت و شنید نہیں کرے گی اور نہ تجارتی و اقتصادی تعلقات قائم کرے گی۔ یا یہ کہ سلطان نجد، حجاز کی طرف پیشقدمی نہیں کرینگے اس کے معاوضہ میں برطانیہ نے وعدہ کیا تھا کہ خارجی حملوں سے انکے مقبوضات کی حفاظت کرے گا۔

اگرچہ سلطان ابن سعود نے کبھی برطانیہ کو اپنے ملک میں مداخلت کا موقع نہیں دیا، تاہم یورپ اور دنیا میں حالات سے بے خبر لوگوں کو معاہدے کی شرطیں دیکھ کر شبہ ہوتا تھا کہ نجد، برطانیہ کی حمایت اور سرپرستی میں ہے۔

دراصل ۱۹۱۵ء کا معاہدہ، جنگ عظیم کے خاص حالات کا نتیجہ تھا سلطان کو برطانیہ اور اس کے اتحادیوں، خصوصاً شریف حسین کی طرف سے سخت خطرے درپیش تھے۔ جرمنی اور ٹرکی سے کوئی مدد نہیں مل سکتی تھی۔ اس لئے مجبور ہو کر اُنھوں نے یہ معاہدہ منظور کر لیا تھا لیکن جنگ کے چند ہی سال بعد وہ اس سے بے پروا ہو گئے، اور فرانس سے تجارتی تعلقات قائم کر لئے۔ اسی قدر نہیں بلکہ حجاز پر بھی یورش کر دی، اور برطانیہ کے پروردۂ اقتدار شریف حسین اور اس کے خاندان کو خارج کر دیا!

اب گویا عملاً کوئی معاہدہ بھی نجد اور برطانیہ کے درمیان موجود نہ تھا۔ حالات میں انقلاب عظیم واقع ہو چکا تھا، اور اس لئے جدید معاہدے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس کے لئے گذشتہ ماہ مئی ۱۹۲۷ء گفت و شنید شروع ہو گئی اور اب ۲۲ ستمبر سنہ رواں کو تکمیل کے بعد اعلان ہو گیا ہے۔

اصلی معاہدے کا لفظی ترجمہ حسب ذیل ہے:

"ہز مجسٹی شاہ برطانیہ، آئرلینڈ، برطانی مقبوضات ماوراء البحر اور شہنشاہ ہندوستان نے ایک جانب سے، اور ہز مجسٹی شاہ حجاز نجد و ملحقاتہا نے دوسری جانب سے، اپنے باہمی دوستانہ تعلقات کے استحکام اور اپنے مصالح کی حفاظت کے خیال سے عزم کیا ہے کہ باہم دوستی اور حسن تفاہم کا ایک معاہدہ منعقد کریں۔ چنانچہ اس غرض کے

چھٹے محسوس کرتے ہیں۔ ضرور جاگ رہے ہیں۔ ہم نے جو تابوت دیکھے ہیں یقیناً وہ تابوت ہی ہیں۔ ہمارا وہم و خیال نہیں ہے۔ اب بتلاؤ کیا کریں؟"

ہم اب مکان کی سیڑھی پر آ کے کھڑے ہو گئے، اور دیر تک سوچتے رہے، کیا کرنا چاہیے؟ آخر طے ہوا کہ ہمت کر کے اوپر چلیں، اور نوکر کو جگا کر کمرے میں جائیں۔

(۷)

نوکر ہاتھ میں شمع لئے اندر گیا۔ ہم پیچھے پیچھے چلے۔ واقعی کمرے کے عین وسط میں ایک تابوت رکھا تھا۔ اُس پر سفید پشمین چادر پڑی تھی کناروں پر سونے کے تاروں کا کام تھا۔ جا بجا چاندی کے پھول ٹکے ہوئے تھے!

تابوت دیکھ کر نوکر نے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا۔

"اب ہم حقیقت معلوم کر لے سکتے ہیں" میرے دوست نے رک رک کر کہا، کیونکہ وہ پہلے سے کانپ رہا تھا "دیکھنا چاہیے معاملہ کیا ہے؟ تابوت خالی ہے یا اُس میں کوئی لاش بھی ہے؟"

بڑے پیش و پس کے بعد سارونت نے ہمت کی۔ چند قدم آگے بڑھا، اور تابوت کا ڈھکنا اُلٹ کر پیچھے ہٹ گیا۔

ہم نے جھک کر دیکھا۔ تابوت بالکل خالی تھا۔ نعش کی جگہ ایک لفافہ پڑا تھا!

(۸)

میرے دوست نے لفافہ اُٹھا لیا، اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کھولا۔ اُس کے اندر حسب ذیل سطریں مرقوم تھیں:

"میرے پیارے دوست سارونوف!

"تمھیں معلوم ہے ہماری مالی حالت کس درجہ بگڑ چکی ہے مختصر لفظوں میں واقعہ یہ ہے کہ میرا بھائی دیوالیہ ہو گیا ہے۔ کل اُس کا تمام سامان نیلام ہو جائے گا۔ تم جانتے ہو، اُس کی دکان میں تابوتوں کے سوا کچھ نہیں ہے (کیونکہ شہر کے لئے وہی تابوت مہیا کرتا ہے) اب ہمارے لئے فقر و فاقہ کے سوا کچھ باقی نہیں! ہمارے خاندان نے مشورے کے بعد طے کیا ہے کہ جتنے تابوت بھی ممکن ہوں رات نکالے جا سکتے ہیں نکال دئے جائیں تاکہ وہ نیلام سے بچ جائیں۔ چنانچہ اپنے تمام دوستوں کے یہاں ایک ایک تابوت بھیجا ہے۔ ایک تابوت تمھارے یہاں بھی رکھوا دیتے ہیں۔ تم مطمئن رہو، ایک ہفتے سے زیادہ تمھیں اس کی حفاظت نہیں کرنی پڑے گی، اور ہم اس کے لئے تمھارے اور تمام دوستوں کے نہایت شکرگزار ہوں گے۔ تمھارا مخلص "آیوآن گودین"

(۹)

اس واقعے کے بعد تین مہینے تک میں اپنا اعصابی علاج کرتا رہا۔ اب تک یہ حالت ہے کہ جب کبھی شام کو گھر لوٹتا ہوں، تو دفعتاً خوف سے ٹھٹک جاتا ہوں۔ کمرے میں تابوت کا منظر یاد آ جایا کرتا ہے۔

سینہ میں چھپالے، اور وقت مناسب کی منتظر رہے۔ علی حیدر بے کو خود نوشتہ سوانح عمری کا جو مسودہ اپنی والدہ سے ملا تھا، وہ نا تمام تھا، اور کچھ پتہ نہیں چلا تھا کہ اصل میں نا تمام تھا، یا اس کے بقیہ اوراق ضائع ہو گئے تھے۔ اعلان دستور کے بعد یکایک یہ خبر ترکی اخبارات میں چھپی کہ "وصفی آفندی مدیر اوراق (ریکارڈ کیپر) طائف نے ۹ برس کے بعد، طائف کے ایک باغ بیرون شہر سے وہ آہنی صندوق نکالا ہے، جسمیں مدحت پاشا کی خود نوشتہ کتاب محفوظ تھی۔ وصفی آفندی نے مدحت پاشا کے قتل کے بعد ۱۵۔ ذی قعدہ ۱۳۰۱ھ کو زمین میں دفن کر دیا تھا"

وصفی آفندی نے یہ صندوق علی حیدر بے کے حوالہ کر دیا تحقیقات سے معلوم ہوا کہ مدحت پاشا نے اپنی کتاب مکمل کر لی تھی، اور احتیاطاً اس کی دو نقلیں بھی، اپنے رفیق حبس شیخ خیر اللہ آفندی (سابق شیخ الاسلام) سے کرائی تھیں تاکہ اگر اصل نسخہ محفوظ نہ رہ سکے تو اس کی نقل موجود رہے۔ اصل نسخہ کا ابتدائی حصہ بدفعات سمرنا بھیجدیا گیا، بقیہ اجزاء ابھی نہیں بھیجے گئے تھے کہ ۱۲ رجب ۱۳۰۱ ہجری کی وہ ہولناک رات آگئی جو مرحوم اور اس کے ساتھی محمود پاشا داماد کے قتل کی رات تھی۔ اس طرح مرحوم کو بقیہ اوراق بھیجنے کا موقعہ نہیں ملا۔ یہ اوراق قتل کے بعد قید خانہ کے حکام کو مل گئے تھے اور قسطنطنیہ بھیجدیئے گئے تھے۔ لیکن ان کی دو نقلیں خیر اللہ آفندی کے پاس رہ گئی تھیں۔ خیر اللہ آفندی نے کوشش کی کہ کسی طرح یہ دونوں نسخے کسی محفوظ مقام پر پہنچ جائیں۔ اُسنے ایک نسخہ اپنے معتمد دوست کمال آفندی شیخ تکیہ آستانہ تک پہنچا دینے کے لئے ایک شخص مصطفےٰ آفندی نامی کے سپرد کیا، اور دوسرا طائف کے ڈاکٹر فوزی بے کو دے دیا۔ پہلا نسخہ کمال آفندی تک نہ پہنچ سکا اور مصطفےٰ آفندی کا انتقال ہو گیا۔ لیکن دوسرا نسخہ ڈاکٹر فوزی نے وصفی آفندی مدیر اوراق طائف کے سپرد کر دیا۔ وصفی آفندی مدحت پاشا کی جماعت سے ہمدردی رکھتا تھا اور دل سے اصلاح پسند تھا۔ اُسنے اس امانت کی قدر کی، اور ایک آہنی صندوق میں بند کر کے شہر کے باہر دفن کر دیا۔

مدحت پاشا کی خود نوشتہ سوانح عمری

علی حیدر بے انقلاب کے بعد قسطنطنیہ آگیا تھا۔ اُسنے اس مسودہ کا پچھلے مسودہ سے مقابلہ کیا، اور ترکی میں ایک نئی کتاب مرتب کر کے ۱۳۲۶ء میں شائع کر دی۔ یہ مدحت پاشا کی سرگذشت حیات کا مکمل مجموعہ ہے۔ اس میں اس کی خود نوشتہ سوانح عمری ہے، قید خانۂ طائف کے تمام خطوط ہیں، اصلاح نظام حکومت کی تمام یادداشتیں ہیں، اور آخر میں چند ضمیمے ہیں جن سے کتاب کے بعض تفصیل طلب مقامات کی مزید تشریح ہو جاتی ہے۔

علی حیدر بک اس مجموعہ کے دیباچہ میں لکھتا ہے:

"ایک ایسے موقعہ پر جبکہ میری قوم قیام دستور کی یادگار منا رہی ہے (جولائی ۱۹۰۸ء) میں اپنے والد مرحوم کی خود نوشتہ سوانح حیات کا ہدیہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، اور امید کرتا ہوں کہ یہ عبرت و موعظت کا ذریعہ ہوگا!

"جب ہمارا وطن عزیز اپنی صدہا سالہ عظمت و شوکت کی بلندیوں سے تنزل کے قعر ذلت میں گر رہا تھا، اور عدل و تنظیم کے فقدان نے امید و مراد کے تمام دروازے بند کر دیئے تھے، تو اسوقت ان اوراق کا مصنف ملک و ملت کی خدمت کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنی زندگی کے کامل ۴۰ سال اس راہ میں بسر کر دئے۔ یہاں تک کہ اسی کی راہ میں اپنی جان عزیز بھی قربان کر ڈالی!

"میرے والد نے یہ اوراق قلعۂ طائف کے قید خانہ میں اُسوقت لکھے تھے جبکہ وہ خونی مجرموں کی طرح ایک تنگ کوٹھری میں مقید تھا اور شقی و جفا کار پاسبانوں کی نگاہیں ہر وقت اُسپر لگی رہتی تھیں مسودہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا اکثر حصہ ایک ایک دو دو سطر کر کے مختلف اوقات میں لکھا گیا ہے، اور بہت سے مقامات میں نا تمام جملوں اور فقروں پر قلم کی کشش رُک گئی ہے۔ وہ قلم اور کاغذ فرش کے نیچے چھپا کر رکھ دیا کرتے تھے، اور جب کبھی پاسبانوں کی نگاہوں سے مہلت ملتی تھی، لکھنے میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ پوری دو سطریں بھی نہیں لکھنے پاتے تھے کہ کسی آدمی کی آہٹ سنائی دیتی، یا باہر سے باتوں کی آواز آنے لگتی، اور وہ قلم کاغذ چھپا دینے پر مجبور ہو جاتے تھے!

"عین اُس حالت میں بھی جبکہ موت سامنے تھی، زندگی و راحت کے تمام وسائل مفقود ہو چکے تھے، ضعف پیری اور امراض کے آلام سے قویٰ معطل ہو رہے تھے، اور ایک جابر و مستبد پادشاہ اور اس کے رذیل اور جرائم پیشہ حکام برآن اُس کے انفاس حیات کم کرنے کے درپے ہو رہے تھے، وہ اپنی قوم اور ملت کی خدمت سے بے فکر نہیں ہوا، اور محض اس امید موہوم سے کہ شاید اُس کے لکھے ہوئے اوراق کسی وقت قوم کی نظروں تک پہنچ جائیں، اُسنے اپنی زندگی کے تمام تجارب و افکار قلمبند کر دیئے۔ عین اُسوقت جبکہ عبد الحمید اُس کی موت کے وسائل پر غور کر رہا تھا، وہ قید خانہ کی کوٹھری کے اندر اُن مسائل کے قلمبند کرنے میں مشغول تھا جن کے ذریعہ عبد الحمید کا عرش مملکت موت کے خطرات سے نجات پا سکتا تھا!

"میرے والد نے یہ کتاب قید خانہ میں لکھی، اور اس کا ایک حصہ سمرنا میں اپنے اہل و عیال کے پاس بھجوا دیا۔ یہ ابتدائی حصہ اور بعض خطوط مجھے اپنی والدہ مرحومہ سے ملے تھے، اور میں نے انہیں ایک مقدس تذکار سمجھ کر محفوظ رکھا تھا۔ چند سال پیشتر میں نے یورپ میں جو کتاب مرحوم کے وقائع حیات پر شائع کی تھی، وہ انہی اوراق سے مرتب کی گئی تھی۔

"یہ اُس شخص کا اثر ہے جسے ۱۲۔ رجب ۱۳۰۱ ہجری کو رات کے ۹ بجے دینے (انگریزی گھڑی کے حساب سے بارہ بجے) عبد الحمید کے حکم سے قید خانۂ طائف میں گلا گھونٹ کر ہلاک کر ڈالا گیا۔ اس لئے ہلاک کر ڈالا گیا، کہ وہ ظلم و استبداد کا مخالف تھا، اور عدل و دستور کا داعی تھا۔ آج جبکہ تمام مملکت عثمانیہ قیام دستور کے یادگار کی خوشیاں منا رہی ہے، بیجا نہیں اگر میں یہ اُمید کروں کہ دستور عثمانی کے اس شہید کی یاد ہر فرد قوم کے دل میں تازہ ہو جائے گی!"

سوانح حیات

مدحت پاشا کی اسی خود نوشتہ سوانح عمری سے ہم مختصراً اس کے حالات نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد اُن خطوط کا ترجمہ درج کریں گے جو قلعۂ طائف سے بھیجے گئے تھے۔

ابتدائی تعلیم

مدحت پاشا ابن تلخصی حاجی حافظ محمد اشرف

صفر ۱۲۳۸ھ میں بمقام قسطنطنیہ پیدا ہوا۔ والدین نے احمد شفیق نام رکھا تھا۔ دس برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور حافظ شفیق کہلانے لگا۔

۱۲۴۹ھ میں اس کے والد علاقۂ ودین کے قاضی مقرر ہو گئے۔ یہاں اسنے لکھنا سیکھا، اور ایک برس بعد جب وہ واپس ہوا، تو عاکف پاشا وزیر خارجیہ کے حکم سے دیوان ہمایونی میں داخل کر لیا گیا۔ یہاں اسنے اُس رسم الخط کی مشق کی جو اس محکمہ کے لئے خاص ہے۔ اس محکمہ کی تعلیم گاہ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ اپنے تمام فارغ التحصیل طلبا کو ایک علمی نام یا لقب دے دیا کرتی تھی۔ چنانچہ اسنے حافظ شفیق کے لئے بھی ایک نیا نام تجویز کیا۔ یہ مدحت تھا، اُس دن سے شفیق کی جگہ مدحت کے نام سے پکارا جانے لگا۔

۱۲۵۱ھ میں اس کے والد علاقۂ لوفجہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ مدحت بھی ساتھ گیا اور تعلیم حاصل کرتا رہا۔ اُس کے والد چونکہ فارغ التحصیل عالم تھے، اس لئے شروع ہی سے اسے فارسی، عربی، اور دینی علوم کی تعلیم دی گئی۔ لوفجہ سے واپس آنے کے بعد اُس نے آستانہ کی تاریخی مسجد "جامع فاتح" میں دینی علوم کی تکمیل کی اور فارسی زبان میں بھی کامل مہارت حاصل کر لی۔

جب ۱۲۵۴ھ میں حکومت نے "مدرسۂ عرفانیہ" جاری کیا اور منتخب ہونہار طالب علم اُس میں داخل کئے گئے، تو اُن میں ایک مدحت آفندی بھی تھا۔ لیکن اُس نے جلد دیکھ لیا کہ اس مدرسہ کے طالب علم اُس کے برابر قابلیت نہیں رکھتے، اور تعلیم بھی بہت معمولی درجہ کی ہے، اس لئے برداشتہ خاطر ہو کر چھوڑ دیا۔

عملی زندگی

۱۲۵۵ھ میں اُسنے اپنی تعلیم ختم کر لی۔ مگر اُس کی عملی زندگی، اس سے بہت پہلے سے شروع ہو چکی تھی۔ وہ کم عمری ہی سے سرکاری دفتر میں ملازم ہو گیا تھا۔ دفتر کا کام بھی انجام دیتا اور تعلیم بھی جاری رکھتا۔

لیکن ۱۲۵۸ھ میں اُسنے خالص عملی زندگی میں قدم رکھا۔ ۲۵۰ قرش تنخواہ پر اُسے ایک مستقل جگہ مل گئی۔ یہ ولایت شام میں سرکاری کاغذات کی تحریر کی جگہ تھی۔ دو تین برس تک اسی جگہ پر مامور رہا۔ پھر ۱۲۶۱ھ میں سامی پاشا والی قونیہ کے دفتر میں لے لیا گیا۔ ۱۲۶۳ھ میں اسی والی کے ساتھ صوبۂ قسطمونی میں گیا۔ ۱۲۶۴ھ میں قسطنطنیہ واپس آیا اور اسی زمانہ میں اُس کی شادی ہوئی۔ اس کے بعد اُسے وزیر اعظم کے دفتر میں انشاء و کتابت کی معزز جگہ مل گئی۔ اس جگہ کے ملجانے سے اُسپر اعلیٰ اور مرکزی مناصب کا دروازہ کھل گیا۔ اور وہ حکومت کے ممتاز اور ذمہ دارانہ مناصب پر مامور ہونے لگا۔

تفتیش (انسپکشن)

۱۲۶۷ھ میں حلب شام کے جنگی خانے میں سخت بدنظمی پیدا ہوئی۔ حتیٰ کہ خزانۂ حکومت کے ۶۰ تھیلے غائب ہو گئے۔ اس معاملہ کی تفتیش کے لئے مدحت آفندی بھیجا گیا۔ اُسے خفیہ طور پر ہدایت کی گئی تھی کہ عربی ممالک کے سپہ سالار اعظم محمد پاشا قبرصلی کے طرز عمل کی بھی تحقیقات کرے۔ ۶ مہینے کی محنت کے بعد اُسنے ثابت کر دیا کہ نقدی کے ۶۰ تھیلے نہیں، بلکہ ۵ ہزار تھیلے چوری ہو گئے ہیں۔ چور کا بھی پتہ چلا لیا، اور اُس سے ایک ہزار ۴۰۰ تھیلے وصول کر لئے۔ نیز نا قابل رد دلائل سے ثابت کر دیا کہ سپہ سالار نے قوم دروز کے معاملے میں سخت غلطیاں کی ہیں۔

مجلس والا کی صدارت

وزیر اعظم رشید پاشا نے مدحت آفندی کی اس خدمت کی بہت تعریف کی۔ عرب کا سپہ سالار معزول کر دیا گیا۔ اور مدحت کو ۱۲۶۸ھ میں مجلس والا کا صدر مقرر کیا گیا۔ یہ منصب اُس کی فطری اور غیر معمولی انتظامی قابلیت کے ظہور کے لئے ہر طرح موزوں تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اس کی قابلیتوں کے ایسے نمایاں ثبوت ملے کہ وہ رشید پاشا، عالی پاشا، رشدی پاشا وغیرہ ارکان سلطنت کا معتمد علیہ بن گیا۔ چنانچہ جب مسئلہ کریمیا کے حل کرنے کے لئے روسی پرنس منچیکوف قسطنطنیہ آیا، تو معاہدوں کی تحریر اسی کے سپرد کر دی گئی جو بہت بڑی ذمہ داری کا کام تھا۔

ارکان حکومت سے مخالفت

اب ترقی کرتے کرتے، مدحت آفندی اناطولی میں کاتب ثانی کے عہدے پر پہنچ گیا تھا۔ ۱۲۷۰ھ میں محمد پاشا قبرصلی، وزیر اعظم مقرر ہوا

تاریخ مشرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

(۱)

ترکی اصلاح و تجدد کی تحریک سلطان محمود مصلح کے زمانے میں شروع ہوئی، اور سلطان عبد العزیز کے عہد میں مصطفیٰ فاضل پاشا کے ہاتھوں اُس کی پہلی جماعت کی بنیاد پڑی۔ تاہم یہ محض ابتدا تھی۔ تحریک کے قیام و ترقی کے لئے ضرورت تھی کہ کوئی ایسی اولوالعزم شخصیت نمودار ہو، جو اپنی قربانی کے خون سے اس نئی تخم ریزی کی آبیاری کر سکے۔ اصلاح و تغیر کی تحریک، اس آبیاری کے بغیر کبھی نشو و نما نہیں پا سکتی۔

ترکی اصلاح کا پہلا فکری عنصر مصطفیٰ رشید کی شخصیت میں نمایاں ہوا تھا، لیکن اُسے سلطان محمود اور سلطان عبد المجید جیسے اصلاح پسند فرمانروا ملے، اور اس لئے اُس کی اصلاح پسندی آزمائش کی جگہ مزید قبولیت کا باعث ہوئی۔ فواد پاشا اور عالی پاشا بھی مصلحانہ افکار رکھتے تھے، لیکن وہ کوئی عملی قدم نہ اُٹھا سکے۔ اس لئے اُنکے لئے کوئی آزمائش پیدا نہ ہو سکی۔ مصطفیٰ فاضل پاشا نے بلاشبہ نیا قدم اُٹھایا، اور "لائحۂ اصلاحیہ" پیش کر کے اپنے لئے خطرات پیدا کر دیئے تاہم معاملہ اس سے آگے نہ بڑھا کہ جلا وطن ہو گیا۔ یا مصر کی حکومت و خدیویت سے محروم ہو جانا پڑا۔ پس جہاں تک تحریک کی ابتدائی نشو و نما کا تعلق ہے، اب تک کوئی شخصیت ایسی نمایاں نہیں ہوئی تھی جسے اس راہ میں جانفروشی و قربانی کی منزل سے گزرنا پڑا ہو۔ یہ منزل ایک اولوالعزم شخصیت کے ظہور کی منتظر تھی۔ یہ اولوالعزمی مدحت پاشا کی شخصیت میں ظاہر ہو گئی۔ مدحت پاشا اس راہ کا پہلا قتیل و شہید ہے۔ اُس کے خون نے وہ آبیاری بہم پہنچا دی، جس کے بغیر یہ تخم انقلاب بارآور نہیں ہو سکتا تھا!

مدحت پاشا اور عبد الحمید

سلطان عبد الحمید کی پُر فریب حکمت عملیوں نے واقعات و حقائق پر ایسے پردے ڈال دئیے تھے کہ مدتوں تک دُنیا کی نگاہیں دھوکا کھاتی رہیں۔ اور مدحت پاشا کی شخصیت نمایاں نہ ہو سکی۔ مدحت پاشا اور اُسکے ساتھیوں کے خلاف جب مقدمہ قائم کیا گیا، اور اُسے سلطان عبد العزیز کے قتل کی سازش کے انکشاف سے تعبیر کیا گیا، تو دُنیا نے بغیر کسی شک کے قبول کر لیا۔ کیونکہ نہ تو مدحت پاشا کی مصلحانہ حیثیت اور اعمال کی دنیا کو خبر تھی اور نہ ٹرکی میں کوئی ایسی قومی طاقت پیدا ہوئی تھی جو اصلیت کا اظہار کر سکتی۔ سر ہنری ایلیٹ انگریزی سفیر متعینہ قسطنطنیہ نے سنہ ۱۸۸۸ء میں جب اپنی یادداشت شائع کی، اور مدحت پاشا کو بے قصور ظاہر کیا، تو خود انگلستان میں بہت کم لوگوں نے اسے باور کیا۔ عام طور پر خیال کیا گیا کہ سر ہنری اپنی خلق دوستی کا جو اُس میں اور مدحت پاشا میں تھی، حق ادا کر رہا ہے جہاں تک مشرقی اور اسلامی ممالک کا تعلق ہے، اُس وقت نہ تو لوگوں میں اس قسم کے معاملات سمجھنے کی استعداد پیدا ہوئی تھی اور نہ عام طور پر دلچسپی لی جاتی تھی۔ ہندوستان میں اُس وقت جس قدر اُردو اخبار نکلتے تھے سب نے مدحت پاشا کے مقدمہ کو "باغیوں کے مقدمہ" سے تعبیر کیا تھا۔ اُس زمانے کے بعض اخبارات کے فائل ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ کلکتہ کے "اُردو گائیڈ" اور لاہور کے "انجمن پنجاب" نے "باغی مدحت پاشا" کی سزایابی کی خبریں شائع کی تھیں!

مقدمہ کے بعد مدحت پاشا طائف کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ اور کچھ دنوں بعد گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا۔ اُس وقت دُنیا اس مظلوم کو بالکل بھلا چکی تھی۔ اصلاح پسند ترکوں کے سوا جو یورپ میں منتشر ہو چکے تھے، کوئی جماعت ایسی نہ تھی جسے حقیقت حال کا علم ہو، یا اس کی شخصیت میں دلچسپی رکھتی ہو۔

یلدز کی دعایت

برسوں پر برس گزر گئے، اور اس قتل ظلم و استبداد کی ہولناک سرگزشت کی حقیقت دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رہی۔ قسطنطنیہ میں عہد حمیدی کے تمام مستبدانہ اعمال اپنی پوری سرگرمی کے ساتھ شروع ہو چکے تھے مدحت پاشا اور اسکے رفقا کا نام لینا ایسا ہی ناقابل معافی جرم تھا جیسا "اصلاح" اور "دستور" یا "پارلیمنٹ" کا نام لینا۔ کئی کتابوں کی اشاعت محض اس بنا پر صیغۂ احتساب نے (جو "نظارۂ معارف" کے نام سے قائم کیا گیا تھا) روک دی کہ اُنکے مصنفین کا نام بھی مدحت تھا۔

مدحت پاشا کے اعمال حیات کو دُنیا کی نظروں میں مذموم ثابت کرنے کے لئے ترکی اور ٹرکی سے باہر بے شمار اہل قلم کی خدمات خریدی گئی تھیں اور وہ تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد کوئی نہ کوئی ایسی تحریر شائع کرتے رہتے تھے جس کے ذریعہ مدحت اور اس کی جماعت کو ملک و سلطنت کا دشمن ثابت کیا جاتا تھا، اور سلطان عبد الحمید کے قاتلانہ اعمال کی مدح سرائی کی جاتی تھی۔ قسطنطنیہ میں احمد فارس شدیاق کا عربی اخبار "الجوائب" اس کام میں سب سے زیادہ پرجوش اور سرگرم تھا۔ اُسنے بار بار اپنے قارئین کو یقین دلانا چاہا کہ "مدحت اور اسکی جماعت کا اصلی مقصود دین مقدس اسلام کی بیخ کنی کرنی تھی!" یہ اور ہندوستان میں بھی قصر یلدز کے ایجنٹ بے دریغ روپیہ خرچ کر رہے تھے۔ بہت سے اخبار اور اخبار نویس تھے، جنھوں نے اپنی خدمات یلدز کے حوالہ کر دی تھیں۔ سنہ ۱۹۰۹ء میں ایک انگریزی کتاب "دوازدہ سالہ عہد حکومت سلطان عبد الحمید" کے نام سے انگلستان میں شائع ہوئی تھی۔ اُس کے دیباچہ میں ظاہر کیا گیا تھا کہ "یہ انگلستان کی ایک شہزادی کی ذاتی تحقیقات کا نتیجہ ہے" یہ کتاب بھی حمیدی دعایتہ (پروپیگنڈا) کا نتیجہ تھی، اور اس لئے شائع کرائی گئی تھی تاکہ سر ہنری ایلیٹ کے اُن مضامین کا جواب دیدیا جائے جو اُسنے مدحت پاشا اور اُس کی مصلحانہ مساعی کی حمایت میں لکھے تھے۔ اس کتاب کا اُردو ترجمہ ہندوستان میں شائع ہو چکا ہے۔

انکشاف حقیقت

ایک عرصہ کے بعد جب مدحت پاشا کا لڑکا علی حیدر بے جوان ہوا، تو اُس کی ماں نعیمہ خانم نے اُس کے باپ کی آخری امانت اُس کے سپرد کر دی۔ یہ امانت کیا تھی؟ یہ ایک نامکمل خود نوشتہ سوانح حیات تھی، جو اس شہید حریت نے طائف کے قید خانہ میں لکھی تھی۔ اور چند خطوط تھے، جو اُسنے اور اُس کے ساتھیوں نے طائف سے بھیجے تھے۔ ان خطوط میں اُن تمام ہولناک واقعات کی تفصیل درج تھی جو طائف کے محبس میں پیش آئے تھے۔

یہ خطوط طائف کے قید خانے سے کیونکر بھیجے گئے اور کس ذریعہ سے مرحوم کے خاندان تک پہنچے؟ اس کی تفصیل ان اوراق میں درج تھی۔ اُس زمانے میں مصر کے خاندان خدیوی کی ایک امیرزادی، بیگم صفوت پاشا نے مکہ معظمہ میں قیام اختیار کر لیا تھا، اور اپنی دولت و ملکیت کی وجہ سے شریف اور گورنر حجاز پر بہت رسوخ رکھتی تھی۔ یہ بیگم مدحت پاشا اور اس کے مصلحانہ اعمال سے واقف تھی۔ اسے جب معلوم ہوا کہ وہ مع اپنے رفیقوں کے طائف میں قید کیا گیا ہے، تو آمادہ ہو گئی کہ اپنی موجودگی سے ان کی مصیبت کم کرنے کی کوشش کرے۔ اور تو کچھ نہ کر سکی، لیکن اس کی وجہ سے خط و کتابت کا ایک محفوظ ذریعہ پیدا ہو گیا۔ طائف کا ایک فوجی ڈاکٹر فخری بے اُس کے زیر اثر تھا اُسے قیدیوں کے دیکھنے کی اجازت تھی۔ وہ اُن سے پوشیدہ خطوط لے لیتا اور مکہ معظمہ پہنچا دیتا۔ مکہ سے خطوط مصر بھیج دیئے جاتے۔ مصر سے سمرنا کی ایک فرانسیسی کمپنی کے دفتر میں پہنچ جاتے جہاں مدحت پاشا کا خاندان مقیم تھا۔ کمپنی کے دفتر کا منتظم مدحت پاشا کی بیوی اور بہن تک پہونچا دیتا۔

البتہ مدحت پاشا کی خود نوشتہ سوانح عمری ناتمام تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یا تو تکمیل کا موقعہ نہیں ملا، یا بقیہ مسودہ ضائع ہو گیا تھا۔ علی حیدر بے نے ان اوراق کی مدد سے مدحت پاشا کے اعمال حیات پر ایک کتاب مرتب کی، اور سنہ ۱۹۰۸ء میں پیرس سے شائع کی پہلے فرانسیسی زبان میں شائع ہوئی تھی۔ پھر اُس کا انگریزی اڈیشن بھی شائع ہو گیا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ دُنیا کو حقیقت حال سے واقف ہونے کا موقعہ ملا، اور کذب و افترا کے وہ تمام پردے چاک ہو گئے جو عبد الحمید اور اُس کے حامیوں نے اس راست باز مصلح کی زندگی پر ڈال دئیے تھے۔ قصر یلدز کے کارپردازوں نے بہت کوششیں کیں کہ کسی طرح اس کتاب کی قطعی شہادتیں کمزور ثابت کر دیں لیکن اب ۳۰ سال کی مستور حقیقت عالم آشکارا ہو چکی تھی، اور حقیقت جب ایک مرتبہ آشکارا ہو جائے، تو پھر دُنیا کی کوئی طاقت اُسے مستور نہیں کر سکتی!

طائف کا مدفون صندوق

سنہ ۱۹۰۸ء کے انقلاب دستور کے بعد اس سلسلہ میں ایک نیا انکشاف ہوا۔ معلوم ہوتا ہے، اس شہید ظلم کی مقدس امانت صرف اُس کے خاندان ہی میں محفوظ نہ تھی، بلکہ طائف کی زمین نے بھی اپنا آغوش صیانت کھول دیا تھا، تاکہ اُس کی آخری امانت اپنے

برید فرنگ

مکتوب جرمنی

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم برلن کے قلم سے)

قیصر کی جرمنی میں واپسی۔ قیصر کے موجودہ خیالات۔

قیصر کی واپسی

اپنے کسی پچھلے مکتوب میں قیصر ولیم کی جرمنی میں واپسی پر مفصل بحث کر چکا ہوں۔ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ گزشتہ ماہ جولائی میں قیصر ضرور واپس آجائے گا۔ لیکن جولائی پر دو ماہ اور گزر گئے، اور قیصر کی جلاوطنی ختم نہ ہوئی۔ حکومت جرمنی نے قیصر کی جلاوطنی والے قانون کی مدت میں دو سال کا مزید اضافہ کر دیا ہے۔ لوگ حیرت و تعجب سے اس کا سبب دریافت کر رہے ہیں؟

یہ واقعہ ہے کہ گزشتہ ماہ جولائی میں قیصر واپس آنے والا تھا جولائی کی قید اس لئے تھی کہ قیصر کی جلاوطنی والے قانون کی مدت اسی مہینے میں ختم ہو جاتی تھی۔ لیکن مدت ختم ہونے سے تین چار دن پہلے حکومت نے اس میں دو سال کی مزید توسیع کر دی۔ یہ کاروائی خود قیصر کے اشارے سے ہوئی تھی۔ اصلی وجہ یہ تھی کہ اب تک فرانسیسی فوجوں نے جرمنی کی سرزمین خالی نہیں کی ہے۔ اسوقت وہ دریائے رین پر قلعے بنا رہی ہیں جب تک یہ قلعے طیار نہیں ہو جائیں گے، وہ جرمنی خالی نہیں کریں گی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ سنہ ۱۹۲۹ء کے موسم سرما میں تعمیر مکمل ہو جائے گی اور پھر جرمنی آزاد ہو جائے گا۔

دراصل قیصر ولیم نے اسوقت تک کے لئے جرمنی میں قدم رکھنے سے انکار کر دیا جب تک اس کی سرزمین پر ایک اجنبی سپاہی بھی موجود ہے۔ یہی سبب ہوا کہ کچھ عرصے کے لئے قیصر کی واپسی پھر ملتوی ہو گئی۔

قیصر نے انکار کیوں کیا؟ کیا سرحد پر فرانس کی مختصر فوجوں کی موجودگی اس کے لئے خطرناک تھی؟

یہاں خطرے کا سوال نہ تھا۔ خودداری کا سوال تھا قیصر کی عزت نفس نے گوارا نہ کیا کہ اپنے وطن اس حال میں واپس ہو جبکہ اس کی سرزمین پر اجنبی سپاہی موجود ہیں۔

اپنے کسی پچھلے مکتوب میں اس نزاع پر روشنی ڈال چکا ہوں جو قیصر کی نئی بیوی اور سابق ولی عہد کی بیوی میں جاری ہے۔ میں نے لکھا تھا کہ قیصر کی بیوی جرمنی میں آکر مقیم ہو گئی ہے تاکہ اپنے شوہر کی تخت نشینی کیلئے میدان صاف کرے۔ دوسری طرف ولی عہد کی بیوی اپنے بڑے لڑکے کو جرمنی کا بادشاہ بنانے کی کوشش کر رہی ہے۔ لیکن اب یہ نزاع کلیۃً دور ہو چکا ہے۔ تمام شاہ پسند متحد و متفق ہو گئے ہیں اور صرف قیصر کی حمایت کر رہے ہیں۔

چند اہم تبدیلیاں

پچھلے چند ماہ میں اہم تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ پہلے شاہ پسندوں کا زعیم مارشل لوڈنڈارف تھا۔ اب قیصر نے اسے معزول کر دیا ہے۔ اب ہنڈنبرگ جمہوری حکومت کی صدارت کے ساتھ، شاہ پسندوں کا بھی سرگروہ بن گیا ہے۔ مارشل لوڈنڈارف نے کئی سال بے کار گزار دئے اور شاہی تحریک کو کوئی ترقی نہیں دی۔ لیکن مارشل ہنڈنبرگ نے غیر معمولی تدبر سے کام لے کر پوری کامیابی حاصل کر لی ہے۔ قیصر کے مخالفوں کا سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ ایک نہایت نازک زمانے میں قیصر اپنا ملک چھوڑ کر ہالینڈ بھاگ گیا۔ لیکن ہنڈنبرگ نے اب یہ اعتراض دور کر دیا ہے اس نے قیصر کی اس حرکت کی تمام ذمہ داری خود اپنے سر لے لی ہے۔ اس نے صاف لفظوں میں اعلان کر دیا:

"میں نے ہی قیصر کو اس فعل پر مجبور کیا تھا۔ حالانکہ وہ راضی نہ تھا درحقیقت قیصر نے ملک چھوڑ کر ملک کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اس نے خود ذلت اٹھانا گوارا کر لیا تاکہ ملک کی عزت برقرار رہے۔ اگر قیصر خود ہالینڈ چلا نہ جاتا تو ایک طرف جرمنی کی تمام فوجیں تباہ ہو جاتیں کیونکہ اس کی غیرت ہرگز ہتھیار رکھ دینا قبول نہ کرتی۔ دوسری طرف اتحادی سلطنتیں ملک کے شہنشاہ کو گرفتار کر کے مجرموں کی طرح سزا دینے کی کوشش کرتیں۔ انہی وجوہ کی بنا پر میں نے قیصر کو جلاوطنی پر مجبور کر دیا تھا۔"

ہنڈنبرگ کے اس اعلان نے جرمنی کے اکثر باشندوں کو مطمئن کر دیا ہے۔ اب وہ قیصر کے بھاگنے کو اس کا عیب و نقص نہیں، بلکہ ایک ملکی خدمت اور عظیم قربانی سمجھنے لگے ہیں۔

قیصر پر ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ اس نے اپنی ملکہ کے فوت ہوتے ہی نہایت بے دردی کے ساتھ دوسری شادی کرنے میں جلدی کی۔ ہنڈنبرگ نے یہ اعتراض بھی دور کر دیا اور اس کی ذمہ داری بھی خود اٹھا لی ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اس نے ایک طرف سابق ولی عہد کو راضی کر لیا کہ اپنے باپ کے خلاف کوئی کوشش نہ کرے، دوسری طرف ولی عہد کی بیوی اور قیصر کی نئی بیوی میں بھی صلح کرا دی۔ غرضکہ اس نے تمام شاہ پسندوں کو ایک خیال پر جمع کر دیا۔ اب سب صرف قیصر کی تخت نشینی چاہتے ہیں۔

ہنڈنبرگ نے یہ صورت حال صرف پروشیا ہی میں پیدا نہیں کر دی بلکہ جرمنی کے تمام صوبوں اور ریاستوں کو بھی قیصر کی حمایت پر آمادہ کر دیا ہے۔ اب جب قیصر واپس ہوگا تو یقین کیا جاتا ہے کہ صرف پروشیا کا نہیں بلکہ ریاست سکسنی کو چھوڑ کر تمام جرمنی کا شہنشاہ ہوگا۔ ریاست سکسنی میں بالشویک خیالات مقبول ہو گئے ہیں اور وہاں عنقریب پنچایتی حکومت قائم ہو جانے والی ہے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ امید کی جاتی ہے کہ آسٹریا بھی اس کے زیر نگیں آجائے گا۔ کیونکہ اس وقت وہاں جرمنی سے الحاق کا خیال بہت عام ہو رہا ہے۔

شاہ پسندوں کی انجمنیں

اسوقت جرمنی میں شاہ پسندوں کی بارہ انجمنیں قائم ہیں۔ یہ انجمنیں نہایت سرگرمی سے مصروف عمل ہیں۔ تقسیم عمل کے اصول پر ہر انجمن نے تحریک کے مختلف کام بانٹ لئے ہیں۔

مثلاً ایک انجمن کا کام یہ ہے کہ وہ دنیا بھر میں قیصر کو مقبول بنانے کی دعوت پھیلا رہی ہے۔ اس سلسلہ میں اس کی تمام تر کوشش یہ ہے کہ جنگ عمومی کی ذمہ داری سے قیصر کو بری ثابت کرے اور سفاکی و خونریزی کے وہ تمام الزام دور کر دے جو اتحادی سلطنتوں نے قیصر پر لگا رکھے ہیں۔ اس انجمن نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ دنیا کی علم طلب اب قیصر کی اتنی مخالف نہیں رہی جتنی پہلے تھی۔

ایک دوسری انجمن کا نام "شعبۂ خارجیہ" ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ تمام سلطنتوں اور قوموں کے خیالات قیصر کے متعلق معلوم کرتی رہتی ہے۔ اس کی تازہ روداد سے ثابت ہوتا ہے کہ فی الحال یورپ میں صرف ایک فرانس ہی ایسی دولت ہے جو اب تک قیصر کی دشمنی پر قائم ہے۔ باقی سلطنتوں کو زیادہ پرخاش باقی نہیں رہی۔ روداد میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اٹلی اور امریکہ، قیصر کی واپسی کی کوئی مخالفت نہیں کریں گے۔ انگلستان کی مخالفت کا بھی اندیشہ نہیں ہے، الا یہ کہ مسٹر ریمزے میکڈانلڈ پھر برسر حکومت آجائے اور اس کی اب کوئی امید نہیں۔

تیسری انجمن کا نام "انجمن مظاہرات" ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ ہمیشہ جرمنی میں قیصر کی حمایت کے مظاہرے کیا کرتی ہے۔ چنانچہ کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا جس میں بڑے بڑے شہروں کی سڑکوں پر عام مظاہرے نہ نکلتے ہوں۔ یہ انجمن قیصر کی تصویریں اور مورتیں مفت تقسیم کرتی ہے۔ نیز ایسے عام جلسوں کا اہتمام کرتی ہے جن میں تمام شاہی رسمیں برتی جاتی ہیں۔

چوتھی انجمن کا کام یہ ہے کہ تحریر کے ذریعہ قیصر کی حمایت کے افکار پھیلاتی رہے۔ چنانچہ اس کی سرپرستی میں بکثرت اخبار نکل رہے ہیں اور سیکڑوں لائق انشا پرداز مضامین اور کتابیں لکھتے رہتے ہیں۔

پانچویں انجمن بحری و بری فوجوں اور پولیس میں اپنے مقاصد کی اشاعت کر رہی ہے اور پوری کامیابی حاصل کر چکی ہے۔ اسوقت جرمن فوج اور پولیس میں مشکل سے کوئی آدمی ایسا نکلے گا جو قیصر کا حامی نہ ہو۔ حتیٰ کہ خفیہ پولیس کے آدمی بھی اس تحریک میں شامل ہو چکے ہیں۔

مختصر یہ کہ پورا جرمنی قیصر کے لئے چشم براہ ہے۔ عام باشندے ہی نہیں بلکہ جمہوری حکومت اور اس کے اکثر ارکان بھی اسی خیال کے ہو گئے ہیں۔ ہنڈنبرگ تو اپنی شاہ پسندی میں پوری طرح مشہور ہو چکا ہے لیکن موجودہ وزیر اعظم ہر سٹریسمان بھی کچھ کم شاہ پسند نہیں ہے۔ کوشش ہو رہی ہے کہ کسی طرح فرانسیسی فوجیں جلد سے جلد جرمنی کی سرحد خالی کر دیں تاکہ قیصر مرنے سے پہلے واپس آجائے۔

قیصر کے خیالات

یقیناً یہ معلوم کرنا نہایت دلچسپی کا موجب ہے کہ اسوقت جبکہ قیصر کی

(بقیہ مضمون صفحہ...)

وطن کر دیں۔ یہ روسی اثرات کا مخالف اور ایک دیانت دار شخص تھا سلطان نے اسے صوبہ بدخشاں کا حاکم مقرر کر کے حکم دیا کہ پایۂ تخت سے روانہ ہو جائے حسین جان بیمار تھا۔ مگر سلطان نے اسے جبراً بھجوا دیا۔ اسی قسم کا برتاؤ اور بہت سے مخلص اشخاص کے ساتھ بھی کیا گیا۔

کچھ دنوں بعد حسین جان پاشا بدخشاں سے لوٹ آیا اور دیکھا کہ علما تیاری سلطان کو معزول کرنے کی ہو رہی ہے۔ اس نے اس بارے میں بعض سربرآوردہ آدمیوں سے مشورہ کیا۔ جنہوں نے بالاتفاق اس تجویز کی حمایت کی۔

یہ مدحت آفندی کا سخت دشمن تھا۔ کیونکہ اسی نے اُسے عرب کی سپالار۔ سے معزول کرایا تھا۔ اب اُسنے انتقام لینا اور سرکاری ملازمت سے خارج کرا دینا چاہا۔ اُسنے بہت کوشش کی مگر کوئی بات قابل گرفت نہیں ملی۔ آخر اُس نے خیال کیا، اسے صوبہ جات روتیلی کا حاکم بناکر بھیج دیا جائے، اور چونکہ سخت ہنگامے برپا تھے، اور بہت سے لوگ امن امان قائم کرنے میں ناکام رہ چکے تھے، اس لئے مدحت آفندی بھی ناکام رہے گا، اور اس طرح اُسے نالائق قرار دینے کا بہتر موقعہ ہاتھ آئے گا۔ چنانچہ اُسنے احکام صادر کر دئیے۔

اب مدحت آفندی کے لئے سخت مشکل پیش آئی۔ وہ وزیر اعظم کی بدنیتی سے واقف ہوچکا تھا، اگر نہیں جاتا تھا تو معزولی یقینی ہوئی جاتی تھی، جاتا تھا، تو ناکامی کا اندیشہ تھا۔ بہرحال اُسنے جانے کا فیصلہ کر لیا، اور ۱۸۶۱ء میں ایک فوجی مہم ساتھ لے کر روانہ ہوگیا۔

یہاں مدحت آفندی نے حیرت انگیز قابلیت کا ثبوت دیا۔ صرف ۶ مہینے کی قلیل مدت میں ۲۸۰ باغی سرغناؤں کو گرفتار کر لیا۔ ۱۲ کو حکومت کی بلا اجازت پھانسی دے دی۔ ۸۰ کو آستانہ کے قیدخانے میں بھیجا۔ باقی کو قانون کے مطابق سخت سخت سزائیں دیں۔

باغی صوبوں نے نئے حاکم کی یہ غیر معمولی مستعدی دیکھی تو اطاعت کے لئے فوراً سر جھکا دئیے۔ یورپ کی زبان بالکل بند ہوگئی جو بلقان کی اس بے چینی کو اپنی مداخلت کا ذریعہ بنا رہا تھا۔ خوش قسمتی سے آ... محمد پاشا بھی معزول ہوچکا تھا۔ رشید پاشا اُن کی جگہ وزیر اعظم تھا۔ اُسنے مدحت آفندی کی شاندار خدمات کا اعتراف کیا اور آستانہ واپس بلا لیا۔ مدحت آفندی نے روتیلی کے حالات کی مفصل روداد پیش کی اور اصلاحات کا ایک مسودہ بھی طیار کیا، حکومت نے اسے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔ مگر بعض حالات اور تبدیلیاں ایسی پیش آگئیں کہ اصلاحات کی تجاویز پر کوئی عملی کارروائی نہ ہوسکی۔ دراصل حکومت کا مزاج صدیوں سے ایسا ہوگیا تھا کہ بغیر کسی بنیادی تغیر کے اصلاحات کی تجاویز سود مند نہیں ہوسکتی تھیں۔

وزیر اعظم نے مدحت آفندی کو مجلس والا میں دوبارہ داخل کیا۔ مگر ابھی چند ماہ بھی اس منصب پر نہیں گزرے تھے کہ رشید پاشا پھر معزول ہوگیا اور مصر چلا گیا۔ اسکی جگہ عالی پاشا کو ملی، مگر اُسے بھی یورپ کا سفر پیش آگیا اور دار الحکومت سے غیر حاضر ہوگیا۔ اسکی نیابت محمد پاشا قبرصلی کو مل گئی۔ اسی محمد پاشا کو جو مدحت کا جانی دشمن تھا، ملنے برسر اقتدار آتے ہی پھر انتقامی تدابیر کا عمل میں لانا شروع کر دیا۔

اس مرتبہ مدحت پر یہ تہمت لگائی گئی کہ اُسنے حکومت کے بعض محاصل پر قبضہ کر لیا ہے۔ چنانچہ باضابطہ مقدمہ قائم ہوگیا۔ مگر پہلی ہی پیشی میں ثابت ہوگیا کہ الزام کی کوئی اصلیت نہیں۔ محض اتہام ہے۔ ایک گواہ نے تو علانیہ عدالت کے سامنے اقرار کر لیا کہ اُسے جھوٹ بولنے پر مجبور کیا گیا ہے، اور مدحت کے خلاف اُسنے جو کچھ کہا ہے، سرتاسر باطل ہے۔

مدحت آفندی عزت کے ساتھ بری ہوگیا، اور نائب وزیر اعظم کو سخت شرمندگی اُٹھانی پڑی۔

بلغاریہ اور سرویہ میں

اُس زمانے میں بلغاریہ کی حالت خراب ہونے لگی۔ حکام کے ظلم نے باشندوں کو پریشان کر ڈالا۔ مدحت آفندی تحقیقات کے لئے بھیجا گیا۔ اُسنے اپنی روداد باب عالی میں پیش کر دی اور ثابت کیا، کہ باشندوں کی شکایتیں برحق ہیں۔ گورنر سعید پاشا اور اُس کے عہدہ داروں نے سخت فساد مچا رکھا ہے۔ باب عالی نے اس کی رپورٹ تسلیم کر لی اور گورنر اور اُسکے عہدہ داروں کو معزول کر دیا۔

بلغاریہ سے فارغ ہوکر مدحت آفندی سرویہ گیا۔ وہاں بھی سخت ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ بعض علاقوں کے باشندوں نے ترکی حکام کو بالکل خارج کر دیا تھا۔ اور طوائف الملوکی قائم ہوگئی تھی۔ مدحت آفندی نے اس صوبے کی بھی اصلاح کی اور باغی علاقوں میں از سر نو حکومت قائم کر دی۔

یورپ کا سفر

مدحت آفندی، قسطنطنیہ واپس آگیا۔ اُسے یقین تھا کہ حکومت اُس کی خدمات کا اعتراف کرے گی۔ مگر یہاں سلطان عبد المجید پر معزول گورنر سعید پاشا اور اُس کے دوستوں کا جادو چل چکا تھا۔ انھوں نے سلطان کو مدحت آفندی سے ناراض کرا دیا۔

اسی اثنا میں رشید پاشا کا بھی انتقال ہوگیا۔ جو مدحت کا سرپرست تھا۔ مدحت آفندی، سلطان کی ناراضی سے افسردہ خاطر ہوچکا تھا۔ اپنے مربی کی وفات سے اور بھی زیادہ بے دل ہوا، اور سرکاری مناصب ترک کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ ساتھ ہی اُسے خیال ہوا کہ ممالک یورپ کی سیر و سیاحت کرے جن کی علمی و تمدنی ترقیات کے افسانے اس کے گوش گزار ہوچکے تھے۔ چنانچہ ۱۸۵۸ء میں یورپ روانہ ہوگیا۔ ۶ مہینے وہاں قیام کیا۔ پیرس، لندن، وائنا، بلجیم وغیرہ کی سیر کی اور یورپ کی ترقی کے اسباب و وسائل معلوم کئے۔

فرانسیسی زبان

مدحت آفندی کی طالب علمی کے زمانے میں فرانسیسی زبان کو ترکی میں کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ اس لئے اُسنے بھی اس طرف کوئی توجہ نہیں ہوئی۔ لیکن اب حالات میں عظیم تبدیلی واقع ہوچکی تھی، اور ہر سیاسی مدبر کے لئے اس زبان سے واقفیت لازمی ہوگئی تھی۔ مدحت آفندی نے اپنے اندر یہ کمی محسوس کی، اور اس زبان کی تحصیل پر کمربستہ ہوگیا۔ وہ اپنی فرصت کے اوقات میں بطور خود مطالعہ کرتا رہتا یہاں تک کہ یورپ کا سفر پیش آیا اور اس زبان میں اُسنے پوری مہارت حاصل کر لی۔

رتبۂ وزارت اور صوبہ کی ولایت

۱۸۶۱ء میں مدحت آفندی یورپ سے واپس آیا اور دوبارہ مجلس والا کی صدارت کے لئے منتخب کیا گیا۔ اسی اثنا میں محمد پاشا قبرصلی پرانا دشمن وزیر اعظم ہوچکا تھا۔ مدحت آفندی کو خوف تھا کہ پھر اُسکی عداوت کا نشانہ بنے گا، مگر یہ دیکھ کر اُسے تعجب ہوا کہ اب مخالفت کی جگہ اس کی طرف سے موافقت کے اظہارات شروع ہوگئے تھے۔ اُسنے مدحت آفندی کو طلب کیا۔ گزشتہ معاملات کی معافی چاہی اور سلطان عبد المجید سے بھی سفارش کی کہ اس کی پچھلی خدمات کے اعتراف میں وزارت کا امتیازی رتبہ بخشا جائے، اور صوبۂ نیش کی حکومت سپرد کر دی جائے۔ چنانچہ ۱۸۶۱ء میں مدحت آفندی اس صوبہ کا والی مقرر ہوگیا۔ اور سلطان عبد المجید کی وفات تک اسی منصب پر مامور رہا۔

سلطان عبد العزیز

سلطان عبد العزیز کے آخری عہد میں سلطنت عثمانیہ کی حالت ابتر اور زبوں ہوگئی۔ ہر طرف داخلی شورشیں برپا ہوگئیں، اور یورپ نے متحد ہوکر اپنا پنجہ ڈالنا شروع کر دیا۔

بدقسمتی سے سلطان، اپنے وزیر اعظم محمود ندیم پاشا کے قبضہ میں تھے۔ ندیم پاشا، روسی سفیر جنرل اگنا تیف کے اشاروں پر حرکت کر رہا تھا۔ ترکی قوم اس حقیقت سے واقف ہوگئی تھی اور ندیم پاشا کی معزولی کا مطالبہ کر رہی تھی۔ مگر سلطان نے کان نہ دھرا۔ ... کی ... کسی ... تھا۔

اسی زمانے میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ سلطان، ۴۰ لاکھ پونڈ کا ایک نیا قرضہ لینے والے ہیں۔ عام رائے اس خبر سے نہایت برہم ہوئی۔ کیونکہ سلطان کے اسراف نے سلطنت کا تمام خزانہ خالی کر دیا تھا اور قرضوں کا ناقابل برداشت بوجھ پہلے ہی سے ملک کی گردن توڑ رہا تھا۔

اسی اثناء میں صوبۂ ہرزیگوینا کا مسئلہ پیش آیا۔ یہ محض حکومت کی غفلت کا نتیجہ تھا۔ عام رائے اب اور بھی زیادہ برہم ہوگئی۔ چند دن بعد خبریں آنا شروع ہوئیں کہ بلقان میں بغاوت پھوٹ پڑی ہے اور اُسکے شعلے، ادرنہ تک پہنچ گئے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ آستانہ میں بلقان کے مسلمان طالب علموں کے پاس خطوط پہنچے کہ باغیوں نے تمہارے گھر لوٹ لئے۔ اور عزیز و اقارب قتل کر ڈالے۔ طالب علموں نے یہ وحشت ناک خبریں سنیں تو جوش میں آگئے۔ اُن کے جوش نے شہر کی تمام مسلمان آبادی میں بھی ہیجان پیدا کر دیا۔ لوگوں کو پہلے سے یقین تھا کہ حکومت، بلقان کے معاملات سے غفلت برت رہی ہے، اور ندیم پاشا روس کے اشارے سے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ روس کا مقصد یہ تھا کہ اس بہانے سے اُسے مداخلت کا موقع ملے۔

بلقانی طالب علموں کے ساتھ ہزاروں مخلوق باب عالی کی طرف روانہ ہوئی اور وزیر اعظم سے ملاقات کا مطالبہ کیا۔ وزیر اعظم نے یہ حالت دیکھی تو ڈر گیا، اور سلطان کو مشورہ دیا کہ نئی وزارت کا اعلان کر کے عوام الناس کا جوش ٹھنڈا کر دیں۔ چنانچہ محمود ندیم پاشا اور حسن آفندی شیخ الاسلام، دونوں معزول کر دئیے گئے۔ رشدی پاشا وزیر اعظم مقرر ہوئے اور خیر اللہ آفندی شیخ الاسلام بنائے گئے۔ نیز مدحت پاشا بھی رتبۂ وزارت کے ساتھ مجلس اعلیٰ کا رکن مقرر ہوگیا۔

لیکن وزارت کی تبدیلی سے حالات میں کوئی اصلاح نہیں ہوئی۔ ندیم پاشا اگرچہ معزول کر دیا گیا تھا، لیکن محض ایک سطحی تبدیلی تھی۔ سلطان بدستور ندیم پاشا کے ہاتھوں میں تھا۔ ندیم پاشا روسی سفارت خانہ سے احکام حاصل کرتا، اور انکے مطابق سلطان کو مخفی مشورے دیتا رہتا۔

عام رائے نے جلد معلوم کر لیا کہ ندیم پاشا امروز فردا ہی میں پھر برسر حکومت آجائے گا۔ اُس کی معزولی، محض ایک دکھاوے کی کارروائی ہے۔ اسی اثنا میں روسی سفیر جنرل اگناتیف نے یہ بات مشہور کر دی کہ سلطنت میں عنقریب بغاوت ہونے والی ہے۔ مسلمان عیسائیوں کو قتل کی عام طیاریاں کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی اُسنے یہ بھی کیا کہ مانٹی نگرو سے سو مسلح نوجوان بلائے اور اپنی سفارت کی حفاظت کے لئے مقرر کر دئیے۔ اس کارروائی نے تمام شہر میں تشویش پیدا کر دی۔ قسطنطنیہ کی مسیحی آبادی نے کاروبار بند کر دیا، اور شہر چھوڑ دینا چاہا۔ ان کارروائیوں سے روسی سفیر کا مدعا یہ تھا کہ محمود پاشا کی دوبارہ وزارت کے لئے میدان صاف کرے۔ وہ یہ دکھلانا چاہتا تھا کہ نئی وزارت امن امان قائم نہیں رکھ سکتی، اور مسیحی رعایا کے لئے خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔

ترکوں نے یہ حالت دیکھی، تو وہ مرعوب نہیں ہوئے، اُنھوں نے خود سلطان کے معزول کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ کیونکہ اب وہ سمجھ گئے تھے کہ اس شخص کی موجودگی میں کسی قسم کی اصلاح ممکن نہیں۔

یہ خبر ہوا کی طرح باشندوں میں پھیل گئی۔ وہاں سے قصر شاہی میں پہنچی۔ سلطان بہت پریشان ہوئے۔ والدہ سلطان نے مدحت پاشا کے پاس اپنا معتمد علیہ خواجہ سرا جوہر آغا بھیجا اور دریافت کیا کہ قوم کی ناراضی دور کرنے کے لئے کونسا طریقہ مفید ہوسکتا ہے؟

مدحت پاشا نے فوراً اصلاحات کا ایک مسودہ طیار کیا اور سلطان کی خدمت میں یہ کہہ کر پیش کیا کہ اسے جاری کر دینے سے عام رائے مطمئن ہوجائے گی۔ مگر سلطان کی نخوت نے اُسے منظور نہ کیا۔

اس تمام مدت میں سلطان، محمود ندیم پاشا کے مشورے پر عمل کرتا رہا۔ اور محمود ندیم، جیسا کہ بیان ہوچکا ہے، روسی سفیر کی انگلیوں پر ناچ رہا تھا۔ محمود ندیم نے سلطان کو ترغیب دی کہ حسین عونی پاشا کو علا...

بصائر و حکم

عالم انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

اکابر تاریخ اسلام کی مختصر وفیات

حضرت امام شافعیؒ

امام مزنی کہتے ہیں، جس دن حضرت امام شافعی رحمہ نے انتقال کیا اُس کی صبح کو میں عیادت کے لئے حاضر ہوا تھا۔

"مزاج کیسا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

اُنھوں نے ٹھنڈی سانس لی:

"دُنیا سے جا رہا ہوں، دوستوں سے جدا ہو رہا ہوں، موت کا پیالہ منہ سے لگا ہے۔ نہیں علوم میری روح جنت میں جائے گی کہ اُسے مبارکباد دوں، یا دوزخ میں جائے گی کہ اُسے تعزیت پیش کروں؟"

پھر یہ شعر پڑھے:

ولما قسا قلبی وضاقت مذاہبی — جعلت الرجا منی لعفوک سلما

اپنے دل کی سختی اور اپنی بیچارگی کے بعد میں نے تیری عفو پر اپنی امید کا سہارا بنا لیا ہے۔

تعاظمنی ذنبی فلما قرنتہ — بعفوک ربی کان عفوک اعظما

میرا گناہ، میری نظر میں بہت ہی بڑا تھا، مگر جب تیرے عفو کے مقابلے میں اُسے رکھا، تو اے رب، تیرا عفو زیادہ بڑا نکلا۔

۲۰۴ھ (۸۱۹ء) میں وفات پائی۔

مامون الرشید

نزع کے وقت جاحظ عیادت کو حاضر ہوا۔ کسی جانور کی کھال کا بچھونا بچھا تھا۔ بچھونے پر ریت پڑی تھی، اور خلیفہ ریت پر لوٹ رہا تھا۔ یہ الفاظ زبان پر تھے:

"اے وہ جس کی پادشاہی کبھی زائل نہ ہوگی، اُس پر رحم فرما جس کی پادشاہی جا رہی ہے! اے وہ جو کبھی نہیں مرے گا، اُس پر رحم کر جو مر رہا ہے!"

جاحظ نے کہا: "خدا امیر المومنین کا ثواب زیادہ کرے اور تندرستی بخشے!"

"میری تندرستی کی دعا نہ کرو" امون نے فوراً کہا "بلکہ میرے لئے مغفرت کی دعا کرو"

پھر کہا: "خدایا! تو نے ہمیں حکم دئے اور ہم نے نافرمانی کی۔ تو مجھے بخش دے کیونکہ تو بڑا ہی رحیم ہے" اسی پر روح پرواز کر گئی۔

۲۱۸ھ (۸۳۳ء) میں وفات پائی۔

حکیم ابو العتاہیہ

مشہور زاہد و حکیم شاعر ابو العتاہیہ سے موت کے وقت پوچھا گیا۔

"کوئی خواہش باقی ہے؟"

کہا: "ہاں، میری خواہش یہ ہے کہ مغنی "مخارق" آئے اور میرے سرہانے میرے یہ شعر گائے:

اذا ما انقضت منی من الدہر مدتی — فان عزاء الباکیات قلیل!

جبکہ دنیا میں میری زندگی کی مدت ختم ہو چکی ہو تو رونے والیوں کی تعزیت بھی بہت کم ہے۔

سیعرض عن ذکری وتنسی مودتی — ویحدث بعدی للخلیل خلیل!

سب میرے خیال سے منہ پھیر لیں گے، میری محبت بھلا دی جائے گی۔ میرے بعد بھی دوست اپنے دوستوں سے باتیں کریں گے۔

۲۱۱ھ (۸۲۶ء) میں انتقال کیا۔

خلیفہ واثق باللہ

خلیفہ واثق باللہ نے مرتے وقت یہ شعر پڑھے:

الموت فیہ جمیع الناس تشترک — لا سوقۃ منہم یبقی ولا ملک

موت میں سب برابر کے شریک ہیں۔ نہ بازاری لوگ بچیں گے نہ بادشاہ ہی زندہ رہیں گے۔

ما ضر اہل قلیل فی مفاقرہم — ولیس یغنی عن الملاک ما ملکوا

غریبوں کو اُن کی قبر میں غربت نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ امیروں کو اُن کی امیری بھی کوئی نفع نہ پہنچائے گی۔

پھر حکم دیا، فرش اٹھا دیا جائے۔ فوراً تعمیل کی گئی۔ خلیفہ نے اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا اور چلایا:

"اے وہ جس کی پادشاہی لازوال ہے، اُس پر رحم کر جس کی پادشاہی ختم ہو گئی!"

یہ کہتے ہی انتقال ہو گیا (۲۳۲ھ – ۸۴۷ء)

خلیفہ منتصر باللہ

خلیفہ منتصر باللہ ایک دن دیبا کے فرش پر بیٹھا تھا۔ اتفاق سے اُس کی نظر ایک فارسی عبارت پر پڑ گئی جو فرش پر کندہ تھی۔ خلیفہ نے اُسے پڑھوایا تو لکھا تھا:

"میں شیرویہ بن کسریٰ نے اپنے باپ کو قتل کیا، لیکن اُس کے بعد پادشاہی سے کوئی نفع حاصل نہ کر سکا"

خلیفہ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ فوراً ہی مجلس سے اٹھ گیا۔ چند ہی روز بعد بیمار پڑا اور زندگی سے مایوس ہو گیا۔ لوگ عیادت کو آئے تو خلیفہ نے کہا: "دنیا اور آخرت دونوں میرے ہاتھ سے نکل گئیں۔ میں نے اپنے باپ کی موت میں جلدی کی، لہٰذا میری موت میں بھی جلدی کی گئی۔"

پھر یہ شعر پڑھا:

فما فرحت نفسی بدنیا اصبتہا — ولکن الی الرب الکریم اصیر

دنیا کے حاصل ہو جانے سے میری روح کو کوئی خوشی نصیب نہیں ہوئی، اب میں خدا کی طرف جا رہا ہوں۔

۲۴۸ھ – ۸۶۲ء میں وفات ہوئی۔

امام جاحظ

ادب عربی کا مشہور امام جاحظ کا جب وقت آخر ہوا تو ابو العباس المبرد عیادت کو گیا۔

مزاج پرسی کے جواب میں جاحظ نے کہا:

"وہ شخص کیسا ہوگا جس کا آدھا دھڑ سُن ہو گیا ہو حتیٰ کہ اگر آرے سے بھی چیر دیا جائے تو اُسے پتہ نہ چلے؟ اور آدھا دھڑ اتنا حساس ہو گیا ہو کہ اگر مکھی بھی اُس کے قریب اُڑے تو درد ہونے لگے؟"

پھر یہ شعر پڑھے:

أترجو ان تکون وانت شیخ — کما قد کنت ایام الشباب؟

کیا تو آرزو کرتا ہے کہ اب بڑھاپے میں بھی ویسا ہی ہو جائے جیسا جوانی کے دنوں میں تھا؟

لقد کذبتک نفسک لیس ثوب — دریس کالجدید من الثیاب؟

تیرا نفس جھوٹا ہے۔ پرانا کپڑا نئے کپڑے کی طرح کیونکر ہو سکتا ہے؟

۲۵۵ھ (۸۶۹ء) میں انتقال کیا۔

خلیفہ معتضد باللہ

سولہواں عباسی خلیفہ، معتضد باللہ سخت ظالم و مستبد تھا۔ وفات کے وقت اپنا مرثیہ اُس نے یوں پڑھا:

تمتع من الدنیا فانک لا تبقی — وخذ صفوہا ان صفت ودع الرنقا

دنیا سے لطف اُٹھا لے کیونکہ تو باقی نہیں رہے گا۔ اُس کی بھلائی لے لے اور بُرائی چھوڑ دے!

ولا تامنن الدہر انی امنتہ — فلم یبق لی حالا ولم یرع لی حقا

اُس دنیا پر ہرگز بھروسہ نہ کرنا جس پر میں نے بھروسہ کیا تھا۔ دیکھو اُس نے مجھ سے بیوفائی کی اور کسی حق کا بھی خیال نہ کیا۔

قتلت صنادید الرجال ولم ادع — عدوا ولم امہل علی طغیہ خلقا

میں نے بڑے بڑے بہادر مارے۔ کوئی دشمن نہ چھوڑا۔ کسی کو بھی اُس کی سرکشی پر باقی نہ رہنے دیا۔

واخلیت دار الملک من کل نازع — فشردتہم غربا ومزقتہم شرقا

میں نے پایۂ تخت تمام مخالفوں سے خالی کر دیا، انھیں پراگندہ کر کے مشرق و مغرب میں پھیلا دیا۔

فلما بلغت النجم عزا ورفعۃ — ودانت رقاب الخلق اجمع لی رقا

لیکن جب میں اپنی عزت و رفعت میں ستاروں تک پہنچ گیا اور تمام مخلوق کی گردنوں میں میری غلامی کا طوق پڑ گیا،

رمانی الردی سہما فاخمد جمرتی — فہا انا ذا فی حفرتی عاجلا ملقی!

تو ایسا ہوا کہ موت نے مجھ پر ایک تیر چلایا اور میری آگ بجھا دی۔ دیکھو اب میں عنقریب ہی اپنے گڑھے میں ڈالا جانے والا ہوں۔

ولم یغن عنی ما جمعت ولم اجد — لدی ملک الاحیاء، والا رافعا رفقا

میرے جمع کئے ہوئے خزانے میرے کام نہ آئے۔ زندوں پر بادشاہ ہونے والے اور دولت کے مالک، کسی نے بھی ہمدردی نہ کی!

فیالیت شعری بعد موتی ما القی — الی نعم الرحمن ام نارہ القی؟

آہ کاش! میں جانوں، موت کے بعد اسکی نعمتیں پاؤں گا، یا دوزخ میں جھونک دیا جاؤں گا؟ — ۲۸۹ھ (۹۰۲ء) میں انتقال کیا۔

واپسی کے لئے جرمنی میں میدان طیار ہوچکا ہو، خود قیصر کی ذہنیت کیا ہو؟ یہاں کے اخباروں نے حال ہی میں قیصر کی ایک گفتگو شایع کی ہو۔ اُسنے یہ گفتگو ایک انگریز ممبر پارلیمنٹ سے کی تھی۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہو :

دُنیا کی آیندہ جنگ

"دس برس گزرنے سے پہلے" قیصر نے کہا "دنیا کو ایک اور عظیم جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس جنگ میں یورپ کی تمام سلطنتیں شریک ہوں گی۔ کوئی بھی اُس سے علحدہ نہ رہ سکے گی۔ میں یہاں اپنی جلاوطنی کی جگہ سے بیٹھا دیکھ رہا ہوں کہ مغرب کے افق سے ایک ہولناک جنگ کی گھٹائیں اُٹھ رہی ہیں۔ یہ ایسی سخت جنگ ہوگی جس کے سامنے پچھلی جنگ ہیچ ہوجائے گی۔ تمام دنیا خون میں غرق ہوجائے گی۔ بہت سے ملک ویران ہوجائینگے۔ بہت سی سلطنتیں ناپید ہوجائیں گی۔ دُنیا کی تمام قومیں اُس کی مصیبت سے چیخ اُٹھیں گی۔ ایسی مصیبتیں جن سے عالم انسانیت اب تک ناواقف ہو۔ یقیناً یہ جنگ نہایت ہیبت ناک ہوگی کیونکہ اُس کے ظہور کے وقت دُنیا کی تمام قومیں پُورے طور پر اسلحہ سے آراستہ ہوں گی"

"ہاں، میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام قومیں جنگ کی طیاریاں کررہی ہیں۔ مجلس اقوام کی بھی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ محض سیاسی تفریح کا ایک نیا سامان ہو۔ اُس کے امن کے دعوؤں پر قومیں ہنستی ہیں... تمام سلطنتیں جنگی جہاز، آبدوز کشتیاں، اور ہوائی بیڑے طیار کررہی ہیں۔ مختلف قسم کے جدید گیس ایجاد کئے گئے ہیں جو ابتک غیر معلوم تھے۔ قومیں نہایت اخفا کے ساتھ ان جہنمی مواد کے تجربے کررہی ہیں۔ ہر سلطنت نے مہلک ہتیاروں اور گیسوں کے بکثرت ذخیرے جمع کرلئے ہیں تاکہ جب جنگ کا بگل بجے تو پوری طرح طیار ثابت ہوں"

یہ تمام طیاریاں کیوں ہیں؟ جواب دیا جاتا ہو مدافعت کے لئے! مگر جنگ کا کس طرف سے اندیشہ ہو جبکہ ہر سلطنت مدافعت ہی کی طیاری کررہی ہو؟"

"تھوڑے دن ہوئے، ایک معزز انگریز میری ملاقات کے لئے یہاں آیا۔ دوران گفتگو میں نے پوچھا، آخر یہ ہر طرف جنگی طیاریاں کیوں ہورہی ہیں؟ اُس نے جواب دیا "اصلی خطرہ مشرق میں ہو۔ جنگ عمومی کے بعد مشرقی قومیں بیدار ہوگئی ہیں اور مغربی حکومتوں کے خلاف طیار ہورہی ہیں۔ اُن کی ہولناک بغاوت کے خوف سے یورپ جنگی طیاری پر مجبور ہوگیا ہو!"

"میں اس جواب پر ہنس پڑا۔ میں نے کہا مغربی قومیں، مشرقی قوموں سے ہرگز خائف نہیں ہیں۔ دراصل وہ آپس ہی میں ایک دوسرے سے ڈرتی ہیں۔ مغربی قوموں میں باہم سخت حسد اور منافست ہو۔ سیاسی مدبر ایک دوسرے سے چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں۔ مگر حکومتوں کے وزیر اور فوجوں کے سپہ سالار آیندہ جنگی میدانوں کے نقشے بنانے میں مصروف ہیں۔ ایک طرف مدبر اور دول کھڑے زیتون کی شاخ ہلا رہے ہیں (یعنی امن پسندی کا اظہار کررہے ہیں) دوسری طرف بحری سپہ سالار جدید ترین آبدوزوں اور جہنمی مادوں کے تجربے کررہے ہیں۔ اُن کی کوشش ہو کہ کسی طرح زہریلی گیس سمندر کی موجوں پر پھیلانے میں بھی کامیابی حاصل کرلیں!"

"ہوا بازوں نے محیط اٹلانٹک کے عبور کی کوشش شروع کردی ہو۔ ہر ہفتے ہم ایک نئی کوشش کی خبر سنتے ہیں۔ کرنل لنڈبرگ نے اپنی حیرت انگیز جرأت سے ثابت کردیا ہو کہ محیط اٹلانٹک، پیسیفک، یا محیط ہندی کا ہوائی جہاز سے عبور کرنا ناممکن نہیں ہو۔ آیندہ جنگ ایسے ہوا باز پیدا کردے گی جو سمندر کی موجوں پر رہیں گے اور اپنے عمل سے ثابت کردیں گے کہ سمندر پار ہوکر بھی کوئی قوم جنگ کی ہولناکیوں سے محفوظ نہیں رہ سکتی"

"میرے عہد حکومت میں کونٹ زیپلن نے ایک دن مجھ سے کہا اگر جرمنی کے پاس زیپلن قسم کے ... ہوائی جہازوں کا بیڑا ہوجائے، تو تمام دُنیا پر جرمنی کی برتری قائم ہوسکتی ہو۔ اگر اعلیٰ حضرت کی حکومت ضروری مصارف مہیا کردے تو میں ایک سال کی مدت میں پانسو جہاز طیار کرسکتا ہوں۔ ایک سال اور ایک ہفتہ کے بعد جرمنی تمام دُنیا پر حکومت کرے گا!" لیکن مجلس حکومت نے یہ تجویز منظور نہیں کی"

"اگر میرے لئے پیشین گوئی کرنا جائز ہو، تو میں تمہیں اُن قوموں کے نام بھی بتلاسکتا ہوں جو آیندہ جنگ میں حملہ آورانہ یا مدافعانہ شرکت کریں گی۔ لیکن ایک جلاوطن بادشاہ کے لئے یہ ہرگز مناسب نہیں کہ وہ انگلی اُٹھا کر اُن قوموں کی طرف اشارہ کرے جو جنگ کا تنور سُلگا رہی ہیں!"

"آیندہ جنگ کئی سال تک جاری نہیں رہے گی جیسی کہ پچھلی جنگ تھی۔ آیندہ جنگ میں ہر کام بجلی کی سی تیزی سے ہوگا۔ جنگ کا شعلہ بھڑکتے ہی تار برقی اور بے تار برقی کے آلات میں حرکت ہوگی، اور چشم زدن میں تمام جنگجو قومیں اُٹھ کھڑی ہوں گی۔ غیر مرئی آبدوزیں اپنی جگہوں سے نکل پڑیں گی۔ ہولناک ہوائی بیڑے آسمان کی سطح پر چھا جائیں گے۔ قتل و ہلاکت کے سامان حیرت انگیز سرعت سے منتقل ہونے لگیں گے، اور چند گھنٹوں کے اندر خشکی اور تری کی تمام زندگیاں موت سے بدل جائیں گی۔ پچھلی جنگ میں ایک جہاز کے غرق ہونے میں جتنی دیر لگتی تھی، اُس سے سو گنا جلد غرقابی عمل میں آئے گی۔ اس جنگ میں وہی قوم کامیاب ہوگی، جو سب سے پہلے اپنی آبدوزیں اور ہوائی بیڑے میدان میں پہنچاسکے گی، تاکہ سب سے پہلے اپنی جہنمی فرائض ادا کرسکے!"

"مستقبل کی جنگ میں فوجیں، عقابوں کی طرح اچانک ٹوٹ پڑیں گی۔ اگر تمام سلطنتیں سرعت عمل میں برابر نہ ہوں گی، تو کامیابی پیشقدمی کرنے والی سلطنت کو حاصل ہوگی۔ بہت ممکن ہو، اُس جنگ میں بڑی بڑی سلطنتوں کی پوری قوت صرف ۴۸ گھنٹے میں برباد ہوجائے!"

"یہ اس لئے کہ مستقبل جنگ کے طریقے بہت ہی سریع اور ہولناک ہوگئے۔ اس جنگ میں سب سے زیادہ ضروری اور مفید عنصر جاسوسی کا ہوگا۔ یہ عنصر اس وقت بھی ہر سلطنت کے یہاں بہت بڑی وسعت کے ساتھ موجود ہو۔ ہر سلطنت دوسری سلطنت کی طیاریاں اپنے جاسوسوں کے ذریعے معلوم کررہی ہو۔ جس سلطنت کی اطلاع زیادہ وسیع اور صحیح ہوگی، وہی اُس جنگ میں فتحیاب ہوگی۔ جنگ عمومی سے پہلے اور اُس کے دوران میں جرمنی کا محکمۂ جاسوسی بہت مکمل تھا۔ ہمارے جاسوس دُنیا کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس محکمہ کی نگرانی خود میں نے اپنے ذمے لے رکھی تھی۔ میں تمام بڑے بڑے جاسوسوں سے براہ راست ملتا اور نہایت غور اور محنت سے اُن کی خفیہ رُودادیں مطالعہ کیا کرتا۔ دُنیا میں ہر لمحے جو کچھ بھی ہوتا تھا، اُس کا علم مجھے حیرت انگیز سرعت سے ہوجایا کرتا تھا"

"میں خوب جانتا ہوں کہ اس وقت دُنیا میں جاسوسی، پہلے سے کہیں زیادہ موجود ہو۔ خاص طور پر روس کا محکمۂ جاسوسی سب سے زیادہ منظم ہو۔ میں اُن تمام سلطنتوں کے نام گنا سکتا ہوں جن کے جاسوس دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ یہاں خود میرے گرد بھی اُن کے جاسوسوں کا ہجوم ہو۔ وہ خیال کرتی ہیں، میرا وجود اُن کی سلامتی کے لئے خطرہ ہو۔ حالانکہ اگر ان سلطنتوں کو عقل ہوتی تو وہ جان لیتیں کہ اس بڑھاپے میں میری سب سے بڑی آرزو یہ ہو کہ اپنی حکومت پر واپس جاؤں اور دُنیا کو ایک نیا سبق دوں۔ حرب و ضرب کا نہیں، صلح و آشتی کا!"

"جنگ، دنیا میں ہمیشہ باقی رہے گی کیونکہ انسان کی فطرت میں طمع و حرص کے جذبات راسخ ہیں۔ جنگ کو معدوم کرنے کی کوشش بالکل بے کار ہیں۔ ہاں جنگ کو کم کرنے کی کوششیں مفید ہوسکتی ہیں۔ اگر میں اپنے قدیم تخت پر ہوتا، تو دنیا کو امن سلامتی کا ایک نیا راستہ دکھا سکتا تھا۔ لیکن میں دنیا سے الگ کردیا گیا ہوں۔ سلطنتیں میری ہلاکت کی کوشش کررہی ہیں، حالانکہ اس سے اُنھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ اگر وہ مجھ سے مشورہ کریں اور مجھے جرمنی واپس جانے دیں، تو میں اُنھیں بہت کچھ نفع پہونچا سکتا ہوں"

برلن ۲۰ر ستمبر ۱۹۲۶ء

معاہدۂ حجاز و برطانیہ

"برید شرق" میں ہم ایک مراسلت درج کرچکے ہیں جس میں معاہدہ حجاز و برطانیہ کی تمام تفصیلات درج ہیں۔ مراسلہ نگار نے لکھا ہو کہ بعض مسائل جو اس معاہدہ میں طے نہ ہوسکے، ضمیمہ میں اُن کے بحث طلب ہونے کا اعتراف کیا گیا ہو، اور کسی آیندہ مناسب موقعے کے لئے ملتوی کردیئے گئے ہیں۔

اب تازہ ڈاک سے حجاز کا سرکاری جریدہ "ام القریٰ" مورخہ ۳ر ستمبر ۱۹۲۶ء موصول ہوا ہو۔ اسمیں معاہدہ کی وہ عربی نقل بجنسہٖ موجود ہو جو مراسلہ نگار نے ہمارے پاس بھیجی تھی۔ ساتھ ہی وہ خط و کتابت بھی شایع کردی ہو جو بعض مختلف فیہ مسائل کی نسبت فریقین میں ہوئی تھی۔ اس خط و کتابت کا تعلق انہی مسائل سے ہو جنھیں مراسلہ نگار نے "بحث طلب" اور "ملتوی شدہ" قرار دیا ہو۔

پہلا خط سر گلبرٹ کلیٹن کا ہو مورخہ ۱۹ر مئی ۱۹۲۶ء ہو جسمیں وہ لکھتا ہو: "آپکی تجویز ہو کہ معاہدہ میں ایک دفعہ اس مضمون کی بڑھا دی جائے کہ حکومت برطانیہ کی جانب سے وہ تمام رکاوٹیں دور کردی جائیں گی جو اسلحہ اور جنگی مواد کے خریدنے اور منگوانے میں حائل ہوسکتی ہیں۔ میں آپکو حکومت برطانیہ کی جانب سے یہ اطلاع دینے کی عزت حاصل کرتا ہوں کہ اس بارے میں کسی دفعہ کے بڑھانے کی ضرورت نہیں۔ اور مجھے اجازت دی گئی ہو کہ میں آپ کو اطمینان دلا دوں کہ جزیرۃ العرب کو جنگی مواد بھیجنے کی ممانعت اب اُٹھا دی گئی ہو، اور اگر آپکی حکومت چاہے تو وہ انگلستان کے کارخانوں سے ہر طرح کا سامان جنگ منگوا سکتی ہو۔ برطانی حکومت کی جانب سے کوئی رکاوٹ اسمیں ڈالی جائے گی"

اس کے جواب میں حکومت حجاز کی جانب سے ۱۹ر مئی کو لکھا گیا:

"آپکے اس اطلاع کے جواب میں کہ "جزیرۃ العرب میں اسلحۂ جنگ کی خرید اور انکا درود آپکی حکومت کی جانب سے ممنوع نہیں ہو" شکریہ ادا کیا جاتا ہو"

دوسرے خط میں حجاز کے حدود کا ذکر ہو۔ حکومت حجاز معترض تھی کہ عقبہ اور معان حجاز کے حدود میں داخل ہیں۔ برطانیہ حجاز اور شرق الاردن کی حدود طول بلد ۳۸ شرقی اور عرض بلد ۳۵، ۲۹ شمالی قرار دیتا تھا جس سے یہ مقامات نکل جاتے تھے۔ امیر ۱۸۔ ذی قعدہ کو حکومت حجاز کی جانب سے لکھا گیا۔

"آپکے خط سے معلوم ہوا کہ حکومت برطانیہ اپنی رائے پر مصر ہو، چونکہ بحالت موجودہ اس نزاع کا آخری فیصلہ مشکل ہو، اس لئے ہم اسکے لئے طیار ہیں کہ یہ مسئلہ بالفعل ملتوی کردیا جائے، اور آیندہ کسی مناسب موقعہ پر اس کا آخری فیصلہ عمل میں آئے"

اس خط و کتابت سے معلوم ہوا کہ جہاں تک مسئلہ اسلحہ کا تعلق ہو

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دبني علوم ك بيش بها جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے امامين كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف ك اُردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے ' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت ك ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد كه يه "سلسلۂ تراجم" بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

اُسوۂ حسنه ـــ امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهرہ آفاق كتاب " زاد المعاد " ك خلاصه كا اُردو ترجمه - بلا جلد ٢ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

كتاب الوسيله ـــ لفظ " وسيله " كي بحث ك علاوہ امام ابن تيميه نے اسلام ك اصل الاصول " توحيد " كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه ـــ انكي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورۃ الكوثر ـــ امام ابن تيميه ك مخصوص انداز تفسير كا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقى ـــ خالق و مخلوق ك درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه ـــ حضرت امام ك ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سيد محمد رشيد رضا مصري كي تازہ كتاب كا اُردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه ـــ في العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس ك خريداركو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات ك متعلق بهترين تازہ معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے - اسكے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دين ك حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالک اسلاميه ك معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ٨ آنه سالانه ٢ روپيه پيشگي -

منيجر الهـــلال بك ايـجنسى

(حلقه نمبر ٢٤ شيرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

" Al-Hilal Book Agency, "

24, LAHORE, PANJAB.

خط و كتابت كى وقت اپنا نام اور پته صاف لكهين

اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهـلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وہ اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها ' اس لئے اُس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها - اُس ك هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه ك هوتے تهے - اور اسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات ك لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس كي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں - اردو كا وہ پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير ك اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں - اس كي جلديں جديد اُردو علم ادب ك علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں - ان كي مقبوليت و قدر كا اندازہ اس سے هوسكتا هے كه سنه ١٩١٨ ميں بعض شائقين علم و ادب نے اس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اس ك پرچے بحفاظت جمع كئے تهيں وہ بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحدہ كرنے كيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں " البـلاغ پريس " كا جب تمام اسٹاک نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايک ذخيرہ الهلال ك پرچوں كا بهي محفوظ ملا ' هم نے كوشش كي كه شايقين علم و ادب ك لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جاسكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايک دو پرچوں كي كمي هو انهيں دوبارہ چهپوا ليا جائے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايک حد تک مشكور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں ك چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اس اعلان ك ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اس قيمتي ذخيرہ ك حاصل كرنے ميں جلدي كريں ' چونكه جلدوں كي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ١٠ روپيه   الهلال مكمل جلد سوم ١٠ روپيه

" " " چهارم ١٠ روپيه   " " " پنجم ١٠ روپيه

جلد " البـلاغ " (جب دوسري مرتبه الهـلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ٨ روپيه

علاوہ جلد اول ك هر جلد ك متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين ك لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ٨ - آنه - محصول ڈاک و پيكنگ اس ك علاوہ هے -

منيجر " البـلاغ پريس "

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۱

نمبر ۱۹

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت

۵ ـ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 14, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
~~MAULANA ABUL KALAM AZAD.~~

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحکیم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۹ — کلکته : جمعه ۱ ۔ جمادی الاول ۱۳۴۶ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 28, October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی ۔

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای ۔ پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکهیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۵۸۰ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۲۵	اردو حروف کی حق مین	۴۲۰
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۵۱۴	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	۱۵۱۰
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲۶۱		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که [illegible] حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین ۔ الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا ہے

قیمت سالانه مع محصول	- -	بارہ روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	- -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	- - -	سات روپیه
قیمت في پرچه	- - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رہے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ٭ مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(جدید ترکی)

سنه ۱۳۴۲ ھ (۱۹۲۳ع) سے ابتک

مصطفی کمال پاشا نے نئی قومی حرکت کا علم بلند کیا ' اور عثمانی شہنشاهی کے کھنڈروں پر جدید ترکی سلطنت کی بنیادیں تعمیر کردیں !

ترکوں کو خاص اپنے آبائی وطن پر یونان کی غاصبانه حکومت سے سخت اذیت هوئی تهی - وہ کسی طرح بهی یه ذلت برداشت نہیں کرسکتے تهے - وہ منتظر تهے که کوئی مرد میدان اٹهے ' اور یه اُسکے زیر علم قومی جہاد شروع کر دیں - ضرورت نے مصطفی کمال پاشا کو پیدا کردیا ' اور ترکی قوم نے پوری خود فروشی کے ساتهه اُس کا ساتهه دیا -

اُس وقت قسطنطنیه پر دول اتحاد کا قبضه تها - سلطان اُنکے هاتهه میں کٹهه پتلی سے زیادہ وقعت نہیں رکهتا تها - جوں هی دول متحدہ نے اناطولیه میں بیچینی دیکهی ' سلطان سے ایک فرمان شائع کرا دیا جس میں مصطفی کمال اور اُسکے تمام ساتهی باغی اور مستحق قتل قرار دیے گئے تهے - یه پہلا موقعه تها که ترکوں کو آل عثمان کے خلاف بغاوت کا خیال پیدا هوا ' اور اُنهوں نے اِس خاندان سے همیشه کیلیے پیچها چهڑا لینے کا عزم کرلیا -

سنه ۱۹۲۰ - میں اناطولیه کی مجلس قومی نے منظم فوج طیار کرنے کا فیصله کیا - اُس وقت تک لوگ کمالیوں کی مجاهدانه جراُت پر هنستے تهے - یہانتک که سنه ۱۹۲۱ - میں " آونیں نو " کے معرکه میں عصمت پاشا نے عظیم الشان فتح حاصل کی - اب دنیا کی نظریں مجلس قومی کی طرف اٹهه گئیں - اُسے عزت کی نگاهوں سے دیکها جانے لگا - وہ ترکی قوم کی نمائندہ تسلیم کرلی گئی !

شروع میں مصطفی کمال پاشا شخصی ترقع و ظهور سے تنفر ظاهر کرتے رهے - وہ کہا کرتے تهے " میں یه مہم ختم کر کے کسی دیہات میں چلا جاؤنگا اور خاموش زندگی بسر کرونگا - لیکن جوں جوں کامیابی یقینی هوتی گئی ' اُن کے خیالات میں بهی نمایاں تغیرات هوتے گئے - یہانتک که صاف کہنا شروع کردیا " مجلس قومی کی حکومت ' سلطنت آل عثمان کے کهنڈروں پر قائم کی گئی هے " اِس [illegible] سے اُنهوں نے اپنی نیت کا [illegible] اظہار کر دیا تها که اب وہ آل عثمان کی حکومت نہیں چاهتے - پهر فروری سنه ۱۹۲۳ع میں سمرنا کی اقتصادی مؤتمر میں اِس سے بهی زیادہ صاف الفاظ اختیار کیے گئے " اِن سلاطین نے ملک کی تمام دولت اپنی عیاشیوں میں برباد کرڈالی - قوم کو فقیر اور قلاش کرکے چهوڑ دیا ! "

اُنهوں نے یہی نہیں کیا که انگورہ کو حکومت کا مرکز قرار دیا اور خود مجلس کے صدر منتخب هو گئے ' بلکه مجلس میں اپنی هی جماعت کو اکثریت بهی دلائی - اب اُنکے اختیارات بے روک تهے - اُنهوں نے فوراً آل عثمان کی حکومت ختم کرکے جمہوریت کا آخری اعلان کر دیا ' اور خود جمہوریت کے پہلے صدر منتخب هوگئے !

کمالی اصلاح کی راہ میں " خلافت " ایک روک سمجهی جاتی تهی - چنانچه اُسے بهی انهوں نے هٹا دیا - پهر قوانین سلطنت کی بهی ترمیم و تنسیخ کی - ملک کی اجتماعی زندگی کی هر شاخ میں بهی انقلاب عظیم پیدا کردیا - اب وہ ایک ایسے راسته پر چل رهے هیں جو اُنکے نزدیک بہترین راسته هے - مستقبل فیصله کریگا که یه راسته صحیح هے یا غلط ؟ لیکن اس میں شک نہیں که جہانتک ملک کے اجتماعی اور معاشرتی انقلاب اور یورپ کی مقلدانه روح کا تعلق هے ' اِن کی راہ اعتدال و صواب کی راہ نہیں هے -

سنه ۱۹۰۸ سے ۱۹۳۴ تک!

(۱) محمود شوکت پاشا مرحوم جو اتحاد و ترقی کی دستوری حرکت کے فوجی مظهر تهے - جنهوں نے سنه ۱۹۰۸ میں بغیر کسی کشت و خون کے سلطان عبد الحمید مرحوم کو معزول کردیا -

(۲) غازی مصطفی کمال پاشا جو ترکوں کی جمہوری تحریک کے بانی و زعیم هیں - انهوں نے سنه ۲۴ - میں نه صرف عثمانی خلیفه بلکه عثمانی خلافت کا منصب هی ختم کردیا -

تاریخ و عبر

حکومت ترکیہ

اور اُس کے اجتماعي و سیاسي تغیرات

شروع سے ابتک

(۳)

توراني دور

سنه ۱۳۳۳ ھ (۱۹۱۵ء) سے سنه ۱۳۳۷ ھ (۱۹۱۸) تک

" تورانیت " کا برق پھونکا گیا - ترکي قوم نے اُسے سنا - مگر زیادہ مانوس نہ ہوئي - کیونکہ اِس برق کے پھونکنے والے اگرچہ

طلعت بے
اتحاد و ترقي کا سر بر اوردہ رکن

نسلاً ترک تھے ' مگر تمام تر بیروني ممالک کے باشندے تھے ' اور اِن پر ترکوں کو پورا بھروسہ نہ تھا - وہ بارہا دھوکے کھا چکے تھے - تورانیت کے اولین علم بردار روسي تاتاري نو جوان تھے جو عہد حمیدي کے بعد ترکي میں آ بسے تھے ' اور تمام ترکي اقوام کو توراني قومیت کے نام پر جمع کرنے کے خواب دیکھہ رہے تھے - اِن میں سب سے زیادہ سر بر آوردہ شخص اوغلي یوسف اور احمد اغاییف بک تھے -

لیکن چونکہ یہ نئي دعوت دنیا کي موجودہ قوم پرست ذہنیت کے بالکل موافق تھي ' اس لیے بہت جلد ترجش دور ہوگیا ' اور جوق جوق ترک اُسکے جھنڈے تلے جمع ہونے لگے - وزارت داخلیہ ' مشیخۃ اسلامیہ ' اور وزارت اوقاف نے اپنے اپنے خزانوں کے منہہ اُسکي تقویت و تبلیغ کیلیے کھول دیے - یہي نہیں بلکہ تمام سر بر آوردہ اخبارات مثلاً " اقدام " ' " ترجمان حقیقت " اور " جون ترک " وغیرہ کے صفحات اُسکے لیے وقف ہوگئے - بڑي بڑي انجمنیں مثلاً " ترک یوردو " اور " ترک اُجاغي " وغیرہ قائم کي گئیں -

جاوید بے
اتحاد و ترقي کا سر بر آوردہ رکن جسے گذشتہ سال
انگورہ میں پھانسي دي گئی -

اندرون ملک اور بیرون ملک میں ترکي قوموں کو جگانے کیلیے مبلغین اور دعاۃ بھیجے گئے - غرضکہ ایک نئي حرکت پیدا ہوگئي - جرمني نے بھي جو اُس وقت تک جنگ میں فتحمند تھي ' اِس تحریک کا خیر مقدم کیا ' اور اُسکے خوشنما اور موثر بنانے میں ساعي ہوگئي -

تھوڑي ہي مدت بعد بظاہر کامیابي کے آثار نظر آنے لگے - اُسي زمانہ میں روس کا انقلاب ظہور میں آیا اور بالشویک حکومت قائم ہوگئي - روس کي تمام ترکي اقوام نے بھي اِس توراني دعوت کو بڑي گرم جوشي سے لبیک کہا - چنانچہ سنه ۱۹۱۷ کي توراني موتمر میں ۸۰۰ - نمائندے مختلف ترکي منگولي اقوام کے یکجا ہولے ' اور بڑے جوش و خروش سے " اتحاد توراني " کے راگ گائے گئے -

مگر بدقسمتي سے ترکي کو جنگ میں شکست اُٹھاني پڑي - ایسي شکست ' کہ قریب تھا ' ترکي حکومت کا ہمیشہ کیلیے خاتمہ ہو جائے - سنه ۱۹۱۹ - میں دول اتحاد دارالخلافہ پر قابض ہوگئیں ' اور وہ وقت آگیا کہ یا تو کوئي عجیب اور غیر معمولي قوت پیدا ہوکر ترکي حکومت کیلیے نیا سامان حیات بہم پہنچا دے ؛ یا چھہ سو برس کي یہ تاریخ عظمت و جلال ہمیشہ کیلیے ختم ہو جاے !

جمال پاشا
جو ایام جنگ میں والي شام تھا

کچھہ عرصہ کے بعد بنو اسرائیل کا زوال شروع ہوگیا - اہل اسیریا نے وقتہ وقتہ ان کے ممالک - چھین لیے - ادومیا بھی باجگزار بن گیا - اہل اسیریا کو جب میڈیا والوں کے ہاتھوں شکست ہوئی ' تو ان کے ضعف نے نبطیوں کو پیٹرا پر قابض کرادیا - حضرت اسمٰعیل کے ۱۲ - لڑکے تھے - " نابت " سب سے بڑے تھے - ان سب بھائیوں کی اولاد عرب کے مختلف حصوں میں پھیل گئیں - بنو نابت کو نبطی یا بنو نبایوط بھی کہتے ہیں - نبطیوں نے نہایت ترقی کی - ابتداء ان کا پیشہ بحری قزاقی تھا - بعد کو ایک طاقتور اور متمدن قوم بن گئے - ان کے مکانات عالیشان اور سنگین تھے - تجارت ' صناعت ' سنگ تراشی ' شیشہ سازی ' ظروف سازی ' پارچہ بافی ' میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا -

انباط کی سلطنت بہت وسیع تھی - اس کے حدود شمال میں دمشق تک ' غرب میں فلسطین تک ' اور جنوب میں وسط عرب تک پھیلے ہوئے تھے - پیٹرا یا رقیم ان کا دارالسلطنت تھا - ادومی و نبطی عہد میں پیٹرا تجارت عالم کا مرکز بن گیا تھا - پیٹرا کے عروج کے وقت راستے موسیٰ دنیاکی مشہور ترین شاہراہ تھی - کاروانوں کے گھنٹوں کی غیر منقطع جھنکار اور پے درپے قافلوں کے شور و ہنگاموں نے اہل روما کو بھی متحیر کردیا تھا - انباط کا آخری بادشاہ حارث رابع تھا - یہ بادشاہ حضرت یحیی اور حضرت عیسی (علیہما السلام) کا ہم عصر تھا - اس نے یہودیوں کے بادشاہ ہیروڈوٹس قاتل حضرت یحیی پر فوج کشی کی ' اور میدان جنگ میں ہزیمت دی - پولوس حواری اسی حارث کے یہاں قید تھا ' اور جیل خانہ سے کسی نہ کسی طرح فرار ہوگیا تھا - حارث کے بعد کوئی طاقتور حکمران پیدا نہیں ہوا - دولت انباط اہل روما کی نا قابل تسخیر قوت کی تاب مقاومت نہ لا سکی ' اور ہمیشہ کے لیے اپنی آزادی کھو بیٹھی -

عہد نامہ عتیق میں " سلع " کے نام سے اس شہر کا تذکرہ ہے - عبرانی زبان میں سلع کے معنی پہاڑی کے ہیں - جب فراعنۂ مصر کے مظالم نے بنو اسرائیل پر سر زمین مصر تنگ کردی تھی ' تو یہ شہر بہت زمانہ سے آباد تھا ' اور پرانا شہر کہلاتا تھا - بعض روایات میں آیا ہے کہ بنو اسرائیل نے صحرا نوردی سے تنگ آکر اہل پیٹرا سے پناہ کی درخواست کی تھی ' لیکن انھوں نے اپنے دروازہ ان بد نصیبوں پر بند کردیے - اسی لیے انبیاء بنی اسرائیل نے اہل پیٹرا کے حق میں سخت بد دعائیں کی تھیں -

پیٹرا عرصۂ دراز تک مصری تمدن کے زیر نگین رہا - مصریوں سے اہل پیٹرا کے تجارتی تعلقات جاری رہتے تھے - ادوم کے بادشاہان قدیم کی شادیاں فراعنۂ مصر کے خاندانوں میں ہوتی تھیں - فن سنگ تراشی میں پیٹرا نے مصر سے بہت کچھہ سیکھا تھا - پیٹرا کے نوجوان اور متمول طلباء علم و فن کی تکمیل کے لیے مصر کا سفر کرتے تھے - دنیا کے شہروں میں پیٹرا مضبوط ترین شہر سمجھا جاتا تھا - سکندر اعظم نے بھی اس کے فتح کے لیے ایک جرار فوج بھیجی تھی ' لیکن پہاڑی دیوار عبور نہ کرسکی - اگرچہ یونانی تلوار پیٹرا کو فتح نہ کرسکی ' لیکن یونانی تمدن نے اسے مفتوح کرلیا - یونانی علوم و فنون یہاں رواج پاگئے - پیٹرا کے وسیع تماشہ گاہوں ' عریض معابدوں ' دلکش باغوں ' اور تجارت سے حاصل کی ہوئی عیش و عشرت نے ' اسے سیاحان وقت کا کعبہ سفر بنا دیا تھا - یورپ کے لیے روما اور ایشیائے کوچک کے لیے پیٹرا ' یکساں منزلت رکھتے تھے - تجارتی لحاظ سے یہ نبطی شہر دنیاء قدیم کا قرطاجنہ تھا - یا وسطی یورپ کا برلن -

حریص اہل روما پر پیٹرا کی شہرت نہایت شاق گزرتی تھی - بالاخر انھوں نے ایک طاقتور بحری بیڑے کی مدد سے سنہ ۱۰۵ ع میں پیٹرا اور اس کے حوالی فتح کرلیے - اب یہ حصۂ ملک " اربیبیا پیٹرا " کے نام سے رومانی سلاطین کا ایک صوبہ بن گیا تھا - رومانی عہد حکومت میں بھی پیٹرا عرصہ دراز تک عرب ' فارس ' ہند ' فلسطین ' مصر ' اور شام کی کاروانی تجارت کا مرکز رہا - لیکن بعد کو شاہراہ تجارت کی تبدیلی اور روما کے زوال نے پیٹرا کے انحطاط کے دور کا آغاز کر دیا -

(استدراک)

مندرجۂ صدر مقالہ مولوی محمد یحیی صاحب وکیل بدایوں نے بعض انگریزی رسائل سے اخذ کر کے لکھا ہے ' جو بعض جزئی ترمیمات کے بعد درج کر دیا گیا - اس سلسلہ میں چند امور کی وضاحت ضروری ہے :

(۱) پیٹرا کے یہ آثار مقامی عربوں میں " رقیم " کے نام سے مشہور ہیں - گذشتہ صدی کے اواخر کے اور حال کے تمام سیاحوں نے اسی نام سے اسکی تحقیقات کی ہے - سنہ ۱۹۰۶ - میں جب مقام " طابہ " کی نسبت حکومت مصر اور دولۃ عثمانیہ میں نزاع ہوئی تھی ' اور ایک مشترک ترکی مصری کمشین تحقیقات کے لیے متعین ہوا تھا ' تو اسوقت بھی " الرقیم " کے ذکر سے دنیا کے کان آشنا ہوے تھے -

(۲) تورات میں بھی " رقیم " کا ذکر موجود ہے -

" المدیر "

(۳) قرآن حکیم نے سورۂ کہف میں جہاں " اصحاب کہف " کا ذکر کیا ہے ' وہاں " الرقیم " کا لفظ بھی آیا ہے : ام حسبتم ان اصحاب الکہف و الرقیم کانوا من آیاتنا عجبا ؟ (۱۸ : ۸) کہف کے لفظ کے معنی واضح تھے کہ غار کے ہیں ' مگر " الرقیم " کے مفہوم کے تعین میں اختلاف ہوا - عربی میں رقیم کے معنی ایسی چیز کے ہیں جو لکھی ہوئی ہو - اس لیے بعض مفسرین نے خیال کیا کہ رقیم سے مقصود یہ ہے کہ اصحاب کہف کے حالات قلمبند کرلیے گئے تھے - یا اس غار پر جس میں اصحاب کہف کی نعشیں تھیں ' کوئی کتبہ لکھکر لگا دیا ہوگا - چنانچہ امام بخاری نے حضرت عبد اللہ ابن عباس کا ایک قول بہ روایت سعید بن جبیر نقل کیا ہے کہ اصحاب کہف کا حال ایک پتھر پر کھود کر نصب کر دیا گیا تھا - اسی لیے " رقیم " کے لقب سے مشہور ہوگئے -

(۴) عجب نہیں اس خیال کا باعث وہ عام شہرت ہو جو ایشیائے کوچک اور شام کے عیسائیوں میں ایک ایسے ہی واقعہ کی نسبت موجود تھی - قدیم لاطینی تحریرات میں ایک ایسی تحریر

آثار عتیقہ

شہر رقیم کا انکشاف

ام حسبتم ان اصحاب الکہف و الرقیم کانوا من ایا تنا عجبا

(٢)

(قربان گاہ)

پہاڑوں سے تراشی ہوئی سیڑھیاں جن میں سے بعض بعض کا طول ایک میل ہے ' پیٹرا کی چوٹیوں تک پہونچا دیتی ہیں - انمیں سے اکثر سیڑھیاں عہد عتیق کی ان مرتفع قربانگاہوں سے گزرتی ہیں جہاں ہزارہا سال پہلے اہل پیٹرا اپنے مراسم مذہبی بجا لاتے تھے - ان میں سے بعض آثار تقریباً ایک ہزار فیٹ کی بلندی پر واقع ہیں - ایک زینہ اوس مندر تک پہنچتا ہے جو اسوقت تک " الدیر " کے نام سے موسوم ہے - اسکی ڈیڑھ سو فیٹ اونچی گلابی رنگ ایک پہاڑ سے تراش کر بنائی گئی ہے - اسکی چوٹی پر بھی ایک صراحی نما ظرف ہے - عرب اسے بھی جواہرات کا مخزن کہتے ہیں - دوسرا زینہ جبل قربانی کا راستہ ہے - یہ پہاڑی بالکل علحدہ ہے - اس پر سے پوری وادی کا منظر نظر آجاتا ہے - اسکے بالائی حصہ میں دو قربان گاہیں ہیں - ایک آگ جمع کرنے کیلیے تھی - دوسری میں ان جانوروںکا خون جمع ہوتا تھا جو قربان کیے جاتے تھے - قربان گاہ کے قریب قدیم وضع کے دو طویل مربع مینار ہیں - پہاڑ کے عقب میں ایک دوسری مرتفع چوٹی ہے جسپر ایک صلیبی نائٹ کے قلعہ کے بعض آثار نظر آتے ہیں - مگر اس نائٹ کا نام معلوم نہیں -

(مدفن حضرت ہارون)

یہاں سے کچھہ فاصلہ پر ایک سیاہ پہاڑ کا عکس سا معلوم ہوتا ہے - اسکی چوٹی پر ایک سفید گنبد تعمیر ہے ' ریگستانی سورج کی کرنیں اسے اور زیادہ چمکدار بنادیتی ہیں - اہل عرب کا قول ہے کہ یہی جگہ حضرت ہارون (علیہ السلام) کا مولد و مقبرہ ہے - اسی شکستہ گنبد میں ایک چھوٹی سی مسجد اور چھوٹا سا مقبرہ بھی ہے - یہ پہاڑی

جبل ہرون کے نام سے پکاری جاتی ہے - اس وادی خاموش میں ہر جگہ مندروں اور معبدوں کی کثرت ہے -

(اثری تحقیقات)

ایک صدی کا عرصہ ہوا ' اسکاٹ لینڈ کے مشہور سیاح عرب ' جان برکاٹ نے اس شہر کا معائنہ کیا تھا - سنہ ١٨٤٦ میں ہلینا مارٹینا نامی ایک سیاح عورت نے بھی یہ کھنڈر دیکھے تھے - دو یا تین سال ہوئے ' دو جرمن ماہرین آثار نے بھی چند مساحت دانوں کی معیت میں اس وادی کی تحقیقات کی تھی ' اور متعدد نقشے اور خاکے طیار کیے تھے -

(تاریخی حالات)

اگر توراۃ کے موجودہ نسخے پر اعتماد کیا جائے ' تو " رقیم " کی ابتدائی تاریخ حسب ذیل ہے :

قطورا حضرت ابراہیم کی تیسری بیوی تھیں - ان کے بطن سے مدین پیدا ہوا - مدین کی اولاد پھلی پھولی ' اور اتنی بڑھی ' کہ بالاخر ایک قوم بن گئی - بنو مدین ' سنہ ١٧٠٠ قبل مسیح میں پانچ قبائلی شیوخ یا ملوک کے زیر نگیں تھے - ایک بادشاہ کا نام رقیم تھا ÷ پہلی صدی قبل مسیح کا اسرائیلی مورخ یوسیفس لکھتا ہے کہ اسی مدیانی بادشاہ نے رقیم آباد کیا تھا - اسکا دوسرا نام پیٹرا یونانیوں نے رکھا تھا - یونانی زبان میں پیٹرا پتھر کو کہتے ہیں - غالباً اس شہر کا سنگستانی ماحول اس نام کیلیے محرک ہوا ہوگا -

قربان گاہ

مدیانی قوت کے اضمحلال کے بعد بنو ادوم مسلط ہوگئے - حضرت ابراہیم کی زوجہ اولی سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے تھے - حضرت اسحاق کے دو لڑکے ہوئے - یعقوب اور عیص یا ادوم - بنو ادوم انہی ادوم کی نسل سے تھے -

سلاطین ادوم نے ایک عرصہ تک رقیم پر حکمرانی کی - آخری ادومی بادشاہ ہدار کے زمانہ میں ادومیوں اور اسرائیلیوں میں سخت معرکہ آرائیاں ہوئیں - شاؤل (طالوت) اور حضرت داؤد نے بنو ادوم کو پے در پے ہزیمتیں دیں - بالاخر نویں صدی قبل مسیح میں امومیا بادشاہ یہوہ نے رقیم فتح کرلیا - ؟؟؟

میں زور سے چلا اٹھي " نہیں ' نہیں ' میں مرد ہونا نہیں چاھتي ! "

" اب یہ زنانہ کپڑے اتاردو " ایک ڈاکٹر نے میرے کندھے پر ھاتھہ رکھکر کہا " اب ھمارا جیسا کوٹ پتلون پہن لو - لیڈي کے بعد یہ ریشمین جرابیں اور اونچي ایڑي کا جوتا نہ پہننا ! اب تم ھماري طرح مرد ہوگئي ہو " !

میري مصیبت ابھي ختم نہیں ہوئي تھي - مجھے اپنے منگیتر کو یہ ہولناک خبر سنانا ابھي باقي تھا !

" خدایا ! میں کیا کروں ؟ " راستے میں میں خیال کرنے لگي " اپنے منگیتر سے کیونکر کہوں — ؟ اُف ! یہ منحوس خبر اُسے کیسے سناؤں ؟ "

" میرے دوست " میں نے انتہائي حسرت و یاس سے لڑکھڑاتي آواز میں اپنے عاشق کو مخاطب کیا " اب میں عورت نہیں رھي — ھماري شادي ناممکن ہے ! — "

اُس نے قہقہہ مارا اور مجھے ھاتھہ پکڑکر اپني طرف کھینچ لیا - لیکن میں نے سنجیدگي سے تمام واقعہ سنا دیا -

" کیا ؟ " وہ غصہ سے چلایا " کس شیطان نے تم سے یہ کہہ دیا ہے ؟ " میں نے جیب سے طبي سندیں نکال کر اُسکے سامنے ڈالدیں - وہ حیرت زدہ رہگیا - ہم دیر تک حسرت و یاس سے بیٹھے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے - بار بار اُس پر ایک غشي کي سي حالت طاري ہو جاتي تھي - ہم دونوں اپني پچھلي محبت پر غور کرتے تھے ' اپنے وعدے یاد کرتے تھے ' مستقبل کا خیال کرتے تھے ' اور یہ سب کچھہ ایک خواب سا معلوم ہوتا تھا - ایسي غمناکي (ٹریجڈي) دنیا میں کبھي واقع نہیں ہوئي ہوگي !

میں اگرچہ اب مرد ہو چکي تھي ' لیکن اپنے منگیتر کي محبت میرے دل میں بالکل اُتني ھي اور ویسي ھي تھي ' جتني اور جیسي عورت ہونے کي حالت میں ہوسکتي ہے - میري حسرت بے حساب تھي - میں خیال کر رھي تھي کہ میرا عاشق اگر چاھے تو کسي دوسري عورت کو اپني بیوي بنا لے سکتا ہے ' لیکن میں کتنا ھي چاھوں ' اب کسي مرد کو اپنا شوہر نہیں بنا سکتي !

" کچھہ پروا نہیں ! " میرا عاشق جوش سے چلا کر کھڑا ہوگیا - " اگر تم مرد ہوگئي ہو تو کوئي پروا نہیں - میں تم سے اب بھي محبت کرونگا - اگر تم میري بیوي نہیں بن سکتي ' تو دوست تو بن سکتي ہو ؟ میں تم سے ایسي محبت کرونگا ' جیسي محبت اِس آسمان کے نیچے کسي نے بھي اپنے دوست سے نہیں کي ہوگي ! میں زندگي بھر تمھارے نام پر کنوارا رھونگا ! "

پھر ہم دونوں نے نہایت جوش سے مصافحہ کیا - لیکن کیسا مصافحہ ؟ مردانہ مصافحہ !

جب میں نے پہلي مرتبہ خوبصورت زنانے کپڑے اتار کر مردانے کپڑے پہنے ' تو بے اختیار دل بھر آیا ' اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگي - آئینہ میں جب میں نے اپني صورت دیکھي ' تو رنج و غم کي شدت سے میرا دل قریب تھا کہ پھٹ جائے - آج میں بازاروں میں اپني سہیلیوں کو زنانہ لباس میں چلتے دیکھکر رشک و حسد سے جل جاتي ہوں - ہر عورت کے نسواني وجود کا منظر میري آنکھوں کے لیے غم ناک ہے - میرا دل بے اختیار رونے لگتا ہے !

یہ عجیب بات ہے کہ نوجوان مرد جو پہلے مجھہ سے اظہار محبت کرتے تھے اور مجھے اپنے ساتھہ فخر و مباہات سے تھیٹر لیجاتے تھے ' اب مجھہ سے کہتے ہیں ' آؤ ھمارے ساتھہ مل کر نوجوان لڑکیوں سے ملاقاتیں کرو - کیونکہ تم بھي ھماري ھي طرح مرد ہوگئے ہو ! مگر وہ بالکل نہیں جانتے کہ اگرچہ میں مرد ہوچکي ہوں ' مگر اب تک میرے جذبات نسواني ھي ہیں - میں ہر خوبصورت لڑکي کو دیکھکر آتش رشک میں جلنے لگتي ہوں - وہ مجھے اپني رقیب معلوم ہوتي ہے !

میں اب مرد ہونے کے بعد زندگي پر نظر ڈالتي ہوں تو پہلے سے مختلف پاتي ہوں - اب زندگي میرے لیے ویسي رحیم و شفیق نہیں رھي جیسي پہلے تھي - اب خود مجھے دوسروں کي حمایت کرنے کے فرائض ادا کرنا پڑتے ہیں - حالانکہ پہلے دوسرے لوگ میري حمایت کرنے کي فکر میں رہتے تھے - مجھے اپني تزئین و آرائش کے سوا کوئي فکر نہ تھي - اب مجھے اپنے ساتھہ تھیٹر جانے والي عورتوں کے مصارف اپني جیب سے ادا کرنا پڑتے ہیں ' حالانکہ پہلے میرے مصارف دوسروں کے ذمے ہوا کرتے تھے - لیکن ساتھہ ھي مجھے اعتراف کرنا چاھئے کہ اب میري آزادي پہلے سے بہت زیادہ ہوگئي ہے - اب میں اپني زندگي کي مالک ہوں - آزادي سے جہاں چاھوں جاسکتي ہوں ' اور جتني دیر چاھوں ' گھر سے باھر رہ سکتي ہوں -

شروع میں خیال تھا کہ نوجوان مرد اور نوجوان عورتیں ' دونوں مجھہ سے نفرت کرینگے - میري یہ جنسي تبدیلي کسي کو بھي پسند نہیں آئے گي - مگر تجربہ سے معلوم ہوا کہ میرا خیال غلط تھا - دونوں گروہ مجھے پسند کرتے ہیں - مرد اس لیے کہ مرد ہوگئي ہوں اور اُن کي صحبتوں اور گفتگوؤں میں مرد کي طرح حصہ لینے لگي ہوں - عورتیں اس لیے کہ پہلے میں اُنھي کي طرح عورت تھي میري طرف زیادہ رغبت کا اظہار کرنے لگي ہیں اور مجھہ سے صحبت کي طالب ہیں - لیکن عورتوں کي یہ حرکت مجھے بالکل نہیں بھاتي - کیونکہ اگرچہ طبیبوں نے میرے مرد ہو جانے کا فیصلہ کردیا ہے - مگر میرا احساس ہنوز یہي ہے کہ میں عورت ہوں !

جونہي اخبارات نے میري اِس " بد نصیبي " کي خبر شائع کي ' یورپ کے مختلف شہروں سے تقریباً پچاس درخواستیں عورتوں نے میرے پاس بھیج دیں - جن میں لکھا تھا کہ وہ مجھہ سے شادي کرنے کے لیے طیار ہیں - مجھے بہت تعجب ہوا کہ وہ مجھہ سے شادي کیوں چاھتي ہیں ؟ سب نے بالاتفاق لکھا تھا " ہم تم سے اس لیے شادي پسند کرتے ہیں کہ تم پہلے عورت تھیں ' اس لیے عورتوں کے احساسات و جذبات سے بخوبي واقف ہو - تم دنیا کے تمام مردوں سے زیادہ بہتر شوہر بن سکتي ہو "

لیکن میں کسي عورت سے بھي شادي کرنا نہیں چاھتي - میں نے قسم کھا لي ہے کہ اپنے منگیتر سے محروم ہو جانے کے بعد اُسي کي طرح میں بھي عمر بھر بغیر شادي کے رھوں گي !

تمام طبیبوں کا بیان ہے کہ میري یہ تبدیلي نہایت ھي حیرت انگیز ہے - جرمني کي ایک یونیورسٹي مجھے ایک ہزار پونڈ اِس شرط پر دے رھي ہے کہ موت کے بعد اپني نعش اُس کے حوالہ کر دوں اور وہ میري جسماني ساخت کا معائنہ کرسکے - ہر طرف سے لوگ مجھے لکھہ رہے ہیں کہ اگر میں دنیا کا دورہ کروں تو بڑي دولت جمع کرلونگي - ایک سینما کمپني کي بھي درخواست آئي ہے - وہ میري تصویریں لیکر تماشا گاھوں میں دکھانا چاھتي ہے - لیکن میں اِس قسم کي کوئي بات بھي منظور نہیں کرونگي - میں اپنے جسم کو مال جمع کرنے کا آلہ بنانا نہیں چاھتي ! "

بریدِ فرنگ

اس وقت تک موجود ہے - خیال کیا جاتا ہے کہ پانچویں صدی مسیحی میں انطاکیہ کے ایک بطریق نے یہ تحریر لکھی تھی - اس میں سات آدمیوں اور اُن کے ایک وفادار کتے کرانیمری نامی کا (جسے عربی میں قطمیر کرلیا گیا ہے) قصہ بیان کیا گیا ہے -

(۴) لیکن اگر " رقیم " سے مقصود وہی شہر ہے ' جس کا ذکر عہد عتیق اور یوسیفس کی تاریخ میں ہے ' تو " رقیم " عبرانی لفظ ہے نہ کہ عربی ' اور اس لیے عربی مادہ کی اس کے لیے جستجو سود مند نہیں - عبرانی میں یہ لفظ " راقیم " تھا - عربی میں " رقیم " ہوگیا -

(۵) عرب شعراء جاہلیۃ کے کلام میں جس طرح کہف کا ذکر پایا جاتا ہے ' رقیم کا بھی ذکر موجود ہے - امیہ بن ابی الصلت کہتا ہے :

و لیس بہا الا الرقیم مجاوراً
وصیدھم ' والقوم فی الکہف ھمد

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے عرب جاہلیت کے لوگ " الرقیم " سے واقف تھے ' اور اصحاب کہف کے قصہ کی بھی شہرت تھی - البتہ تمام پرانے واقعات کی طرح یہ واقعہ بھی بہت کچھہ محرف ہوگیا تھا ' اور طرح طرح کی کہانیاں مشہور ہوگئی تھیں - قرآن حکیم نے اصلی واقعہ آشکارا کردیا -

(۶) بلاشبہ اغلب یہی ہے کہ " الرقیم " سے مقصود یہی شہر ہو - الرقیم عرب میں یا عرب سے بالکل متصل واقع تھا - قرب کی وجہ سے وہاں کے حالات قدرتی طور پر اہل عرب کے علم میں آتے رہتے تھے - اگر علم مفسرین اور مورخین کا یہ خیال تسلیم کرلیا جائے ' کہ اس واقعہ کا تعلق ایشیائے کوچک کے رومی شہر ایفی سس (افسوس) سے تھا ' تو قدرتی طور پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ عرب جاہلیت میں ایک رومی شہر کا واقعہ جو یونانی زبان میں لکھا گیا تھا ' کیونکر مشہور ہوگیا ؟

(۷) مفسرین میں بھی ایک جماعت اسی طرف گئی ہے - چنانچہ امام ابن جریر اور ابوالفداء نے ان کے اقوال نقل کیے ہیں -

(۸) مضمون میں ایک پہاڑی چشمہ کا ذکر ہے جسکی نسبت عربوں میں مشہور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام والا چشمہ ہے - یہ شہرت بے اصل نہیں معلوم ہوتی -

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنو اسرائیل کے قبائل ساتھہ لیکر مصر سے نکلے ' تو فلسطین تک پہنچتے پہنچتے دو واقعات پہاڑی چشموں کے بہنے کے پیش آئے - پہلا واقعہ وادی سینا میں پیش آیا تھا ' جس کا ذکر سفر خروج کی فصل ۱۷ - میں ہے - دوسرا واقعہ وہ ہے جو ادومیوں کے ملک کے قریب ایک ایسے موقعہ پر پیش آیا تھا جہاں سے " جبل ہور " قریب تھا - اس کا ذکر سفر اعداد کے اصحاح ۲۰ - میں ہے - یقیناً یہ دوسرا واقعہ شہر رقیم ہی سے تعلق رکھتا ہے ' اور اسی لیے اسکا نام وادی موسیٰ مشہور ہوگیا ہے -

(۹) تورات میں جس پہاڑ کا ذکر " جبل ہور " کے نام سے کیا گیا ہے (جو عبرانی لفظ ہے) وہی آج کل " جبل حور " کے نام سے عربوں میں مشہور ہوگیا ہے - یہ خیال کہ یہاں حضرت ہارون علیہ السلام دفن ہوے تھے ' غلط نہیں ہے - تورات سے پوری طرح اس کی تصدیق ہوتی ہے - سفر اعداد اصحاح ۲۰ - میں حضرت ہارون کی وفات کا ذکر موجود ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹھیک اسی جغرافیائی محل میں ' جبل ہور کی بلندیوں پر ' حضرت ہارون نے وفات پائی تھی - اسلامی عہد میں بھی یہ مقام اس حیثیت سے مشہور تھا - چنانچہ غالباً عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں وہاں ایک مسجد تعمیر کی گئی تھی - مسجد اسوقت تک موجود ہے -

اب میں مرد ہوں !

ایک عورت کے خیالات مرد ہو جانے کے بعد !

اٹلی میں رینا ٹیگرا زیانا نامی ایک اٹھارہ سال کی دوشیزہ لڑکی تھی - اچانک اُس کے اعضاء میں تبدیلی شروع ہوئی - اب وہ پورے معنی میں مرد ہوگئی ہے - چنانچہ ڈاکٹروں نے اُسے مرد ہونے کی سند دیدی ہے !

پچھلے دنوں رویٹر ایجنسی نے یہ خبر تمام دنیا میں مشتہر کردی تھی - اب اسکی مزید تفصیلات انگلستان کے اخبارات میں آگئی ہیں :

یہ حیرت انگیز واقعہ گزشتہ ماہ اگست میں پیش آیا - اِس سابق دوشیزہ اور حال کے نوجوان مرد نے اخبارات میں ایک مضمون شایع کیا ہے - اِس مضمون میں وہ مرد ہو جانے کے بعد اپنے تاثرات بیان کرتا ہے - چونکہ وہ ابتک اپنے جذبات میں نسوانیت کا تاثر ظاہر کرتا ہے ' اسلیے بہتر ہے کہ ہم بھی اُس کا ذکر ضمیر مونث کے ساتھہ کریں - وہ لکھتی ہے :

" بچپن ہی سے میرے دل میں یہ تمنا موجود تھی کہ کاش میں مرد ہوتی ' تاکہ مردوں کی سی آزاد زندگی بسر کرسکتی - لیکن اب جبکہ قدرت نے میرے لڑکپن کی یہ طفلانہ آرزو پوری کر کے دنیا کا سب سے بڑا عجیب واقعہ دکھا دیا ہے ' میری خواہش بالکل برعکس ہوگئی ہے - کاش میں دوبارہ عورت ہو جاتی !

مسلسل تین ہفتے اطباء کی ایک بڑی مجلس ' میرا طبی معائنہ کرتی رہی - بالاخر متفقہ طور پر اُس نے فیصلہ صادر کر دیا کہ میں عورت نہیں رہی - مرد ہوگئی ہوں - قارئین اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ عجیب فتوی سن کر میری حیرت کا کیا حال ہوا ہوگا ؟ میں مبہوت ہوکر رہ گئی - پھر میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی - میں نے اپنا منہہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا - میری ہچکی بندھ گئی -

مذاکرہ علمیّہ

کے بالائی حصہ پر پہنچتا اور اُس ایوان میں داخل ہوتا جس میں بادشاہ' ولی عہد' اور ارکان سلطنت بڑے جاہ و جلال سے بیٹھے ہوتے تھے - شاہی استقبال کے بعد سفیر اپنی تحریر اسناد سناتا تھا اسکے بعد اپنے کاغذات پیش کرتا - پھر بادشاہ کے حضور اپنے ساتھیوں اور مصاحبوں کو ایک ایک کرکے پیش کرتا - استقبال کا یہ جلسہ بہت دیر تک رہتا تھا - پھر سب کھانے کے کمرے میں جاتے تھے اور دعوت شروع ہو جاتی تھی - بعض سفیر اِس قدر بھڑکیلی اور بھاری وردیاں پہنے ہوتے تھے کہ اُنکے بوجھہ سے کھانا نہیں کھا سکتے تھے - مجبور ہوتے تھے کہ دستر خوان پر بیٹھنے سے پہلے دوسرے کمرے میں جاکر اپنا لباس بدل آئیں - دعوت کے بعد سفیر پھر اپنی سرکاری وردی پہن لیتا اور ولی عہد اور وزراء وغیرہ سے ملاقات کرتا - یہ ملاقتیں بھی اتنی لمبی ہوتی تھیں کہ سفیر تھک جاتا تھا' اور کھانے کے کمرے میں دوبارہ جاکر کچھہ کھا پی لیتا تھا -

لیکن اب یہ طریقے موقوف ہوگئے ہیں - آج کل یورپ میں یہ دستور ہے کہ نئے سفیر کے پہنچنے کے بعد دو بجے حاجب سفارت خانہ جاتا ہے - سفیر اور اُس کا عملہ سرکاری وردیاں پہنے اُس کا استقبال کرتے ہیں - چند منٹ بعد سرکاری گاڑیاں اور باڈی گارڈ پہنچ جاتا ہے' اور سفیر صدر جمہوریت یا پادشاہ کی ملاقات کے لیے محل کو روانہ ہو جاتا ہے - سفیر کے پہنچنے پر جنگی موسیقی کے ذریعہ اُسے سلامی دی جاتی ہے - جس ملک کا سفیر ہوتا ہے' پہلے اُسی ملک کا گانا گایا جاتا ہے - پھر قومی گیت بجایا جاتا ہے - موسیقی سے فارغ ہوکر سفیر اور اُس کے ساتھی گاڑیوں پر سے اترتے ہیں - زینوں سیڑھی پر دو فوجی افسر استقبال کرتے ہیں اور سفیر کو مع اُس کے ہمراہیوں کے استقبال کے کمرے میں بٹھاتے ہیں -

استقبال کے کمرے میں ایک طرف صدر جمہوریت یا پادشاہ اور ارکان حکومت ہوتے ہیں' دوسری طرف سفیر اور اُس کے ساتھی - دونوں کے بیچ میں حاجب اور مترجم کھڑے ہو جاتے ہیں - حاجب سفیر کا نام اور لقب بیان کرکے اُس کا تعارف کراتا ہے - پھر سفیر اپنے کاغذات پیش کرتا اور لکھی ہوئی تقریر پڑھ کر سنادیتا ہے - صدر جمہوریت یا پادشاہ جوابی تقریر کرتا ہے - پھر رسمی گفتگو ہوتی ہے - طرفین کے آدمیوں کا ایک دوسرے سے تعارف کرایا جاتا ہے اور مصافحہ پر تقریب ختم ہوجاتی ہے -

علوم مادیہ کی ترقی

از

علماء کے حوصلے

عقل انسانی کس حد تک ترقی کرتی چلی جائیگی؟ مادی علم کی تگ و دو کہاں پر جاکے رکے گی؟ علماء کے حوصلے کیا ہیں؟

علم کی موجودہ حیرت انگیز ترقیاں دیکھکر یہ سوال ہر شخص کے ذہن میں پیدا ہوجاتا ہے - لیکن جواب بہت مشکل ہے - اجمالی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ علم' کائنات فطرت کے جملہ مادی و روحانی راز معلوم کرلینا چاہتا ہے - اگرچہ وہ اِس وقت تک صرف چند گوشوں ھی پر سے پردہ اُٹھا سکا ہے - فی الحال علماء کے سامنے اہم ترین مسائل حسب ذیل ہیں:

(۱) شباب کی تجدید
(۲) زندگی کی زیادہ سے زیادہ تطویل
(۳) حسب مرضی نسل کی تولید
(۴) زندگی کی تخلیق
(۵) موت کے بعد زندگی کا اعادہ

علم اور علماء کے یہ حوصلے' کچھہ نئے نہیں ہیں - قدیم ترین زمانوں سے یہ مسائل زیر بحث ہیں - البتہ پہلے دنیا اِن مسائل کے اشتغال کو جنون سمجھتی تھی اور اُن پر ہنستی تھی - لیکن اب نہ کوئی ہنستا ہے' نہ جنون سمجھتا ہے - بلکہ سب حیرت کے ساتھہ زیادہ سے زیادہ حیرت انگیز علمی انکشاف دیکھنے کے منتظر رہتے ہیں - کیونکہ گزشتہ ۱۵ برس میں علم نے زیادہ سے زیادہ ناممکن باتیں ممکن کر دکھائی ہیں -

ڈاکٹر وورو نوف نے اب بکثرت عملی تجارب سے ثابت کردیا ہے کہ شباب کی کامل تجدید' وہم و خیال نہیں ہے جیسا کہ پہلے سمجھا جاتا تھا' بلکہ واقعہ و مشاہدہ ہے - اِس ڈاکٹر نے از کار رفتہ بوڑھوں کو بالکل جوان بنا دیا ہے - وہ اب تک زندہ ہیں اور صحیح معنوں میں جوان ہوگئے ہیں -

حال ھی میں یہ علمی انکشاف بھی ہوا ہے کہ ایک مرے ہوئے کچھوے کا دل اطباء نے کاٹ لیا اور نمک پوٹاس' اور سوڈے کے اجزاء سے ممزوج عرق میں ڈال دیا - چند ھی لمحے بعد' دل میں زندگی کے آثار ظاہر ہوگئے - وہ زندہ دل کی طرح حرکت کرنے لگا - کئی گھنٹے تک زندہ رہا - حالانکہ کچھوا دیر سے مرا پڑا تھا!

قلب کو زندہ کردینے کا یہ پہلا تجربہ نہیں ہے - اس قسم کے بے شمار تجربے ہوچکے ہیں - یہ عمل مدت سے جاری ہے کہ موت

مطبوعات جدیدہ

سفیرون کا استقبال

حال میں ایک دلچسپ کتاب جرمنی میں شایع ہوئی ہے : " ازمنۂ وسطی کے شاہی مراسم " اسکے بعض حصوں کا ترجمہ مصری معاصر المقتطف نے شائع کیا ہے - ذیل کا ٹکرا اُسی سے ماخوذ ہے :

قدیم زمانہ میں سفراء کے استقبال و ملاقات کے لئے دربار بڑی شان و شوکت سے سجائے جاتے تھے - بادشا اِس بارے میں بہت زیادہ اہتمام کا اظہار کرتے تھے - موجودہ زمانہ میں اگرچہ وہ پرانی شان و شوکت باقی نہیں رہی ' تاہم سفراء کی ملاقات و استقبال کے معین اصول و قواعد موجود ہیں ' جن کی پابندی ضروری سمجھی جاتی ہے - اِن اصول و قواعد کو بین الاقوامی زبان میں " پروٹوکول " کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے -

(عربی سفرا)

عربی عہد حکومت میں سفراء کو غیر معمولی اہمیت حاصل تھی - موجودہ زمانہ کی طرح اُس وقت بھی سفیر دو قسم کے ہوتے تھے : عارضی اور دائمی - عارضی سفیروں کا کام کسی خاص پیغام کا پہنچانا یا کوئی خاص مہم انجام دینا ہوتا تھا - دائمی سفیروں کو دوسری سلطنتوں میں ہمیشہ حاضر رہنا پڑتا تھا -

صاحب نہایۃ الارب کی تصریح کے مطابق عربوں نے سفیر کے لیے یہ شرطیں قرار دی تھیں : " خوبصورت ہو - اُس کا نام خوشگوار ہو - متدین اور پارسا ہو - مخلص ' امین ' اور نیک طینت ہو - حاضر جواب ہو - معاملہ فہم ہو - خوشامد کا عادی نہ ہو - رشوت قبول نہ کرے - ڈرپوک نہ ہو ... "

عرب خلفاء بیرونی سفیروں کی بڑی خاطر مدارات کرتے تھے - فاطمی عہد حکومت میں سفیروں کے قیام کے لیے ایک نہایت ہی شاندار محل مخصوص تھا ' اور خلفاء کا حکم تھا کہ اُن کی زیادہ سے زیادہ عزت کی جائے -

استقبال کا طریقہ یہ تھا کہ اگر سفیر سپہ سالار کی قسم سے ہوتا ' تو اُس کے پہنچتے ہی خلیفہ ملاقات کرتا اور پیغام سنتا تھا ... اگر فوجی آدمی نہ ہوتا ' تو ملاقات سے پہلے تین دن تک مہمان خانہ میں رکھا جاتا تھا - اِس اثنا میں کوئی شخص بھی اُس سے نہیں مل سکتا تھا - چوتھے دن خلیفہ کا دربار آراستہ کیا جاتا - جنگی افسر رعب و داب سے صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاتے - بادشاہ اپنی پوری شان و شوکت سے تخت سلطنت پر جلوہ گر ہوتا - ارکان حکومت اپنے اپنے رتبہ کے مطابق بیٹھتے - جب سب انتظام مکمل ہو جاتا ' تو صاحب اعظم ' سفیر کو لیے دربار میں داخل ہوتا - جوں ہی خلیفہ کا چہرہ دکھائی دیتا ' سفیر فرش زمین کو بوسہ دیتا - پھر ادب کے ساتھ آہستہ آہستہ وسط دربار میں پہنچتا ' اور وہاں سے مجرا ادا کرنے کے بعد اُس مقام پر پہنچایا جاتا ' جہاں خلیفہ سے ہم کلامی کرسکتا تھا - اُس مقام پر پہنچکر سفیر کھڑا رہتا - اس کے گرد شاہی حاجب اور مترجم دست بستہ کھڑے ہوتے - خلیفہ جب گفتگو کی اجازت دیتا ' تو سفیر مجرا ادا کرکے اپنے بادشاہ کا سلام پہنچاتا - خلیفہ اُس بادشاہ کے درجہ کے مطابق سلام کا جواب دیتا - پھر سفیر اپنی جیب سے بادشاہ کا خط نکال کر اپنی آنکھوں اور سر پر رکھتا اور خلیفہ کے حضور پیش کردیتا - اگر خلیفہ کو اُس بادشاہ کی عزت افزائی منظور ہوتی ' تو کھڑے ہو کر اُس کا خط اٹھاتا تھا - پھر وزیروں کو خط کے کھولنے اور پڑھنے کا حکم دیتا تھا - تھوڑی دیر معمولی سلام کلام کے بعد سفیر کو بیٹھنے کی اجازت ملتی - وہ آداب بجا لاکر اپنی جگہ بیٹھ جاتا - دربار کے بعد سفیر مہمان خانہ بھیج دیا جاتا تھا - نجی کی ملاقاتیں بعد میں ہوتی تھیں -

(فرانس کے شاہی رسوم)

فرانس میں جب شاہی قائم تھی ' تو سفیروں سے ملاقات کا طریقہ یہ تھا کہ پیرس میں چند روز قیام کرنے کے بعد وہ وزیر تشریفات سے ملاقات کرتا تھا - وزیر اُسے بتاتا تھا کہ بادشاہ کس دن ملاقات کریگا - ملاقات سے تین دن پہلے شاندار شاہی گاڑیاں سفیر کی قیام گاہ پر پہنچتی تھیں ' اور اُسے مع اُس کے مصاحبوں کے سفیروں کی مہمانی کے خاص محل میں لیجاتی تھیں - یہاں وہ بادشاہ کا مہمان ہوتا تھا - یہ محل نہایت آراستہ ہوتا تھا اور مہمان کی تواضع میں غیر معمولی فیاضی سے کام لیا جاتا تھا - روزانہ دعوتیں ہوتی تھیں ' اور سفیر کے خوش کرنے کی پوری کوشش کی جاتی تھی -

سفیر جتنے زیادہ دور ملک کا ہوتا تھا ' اُتنی ہی زیادہ اُس کی خاطر مدارات کی جاتی تھی - مورخین کا بیان ہے کہ ترکی سفیر کے صرف کھانے پر شاہ فرانس روزانہ ۵۰۰ اشرفی خرچ کرتا تھا - سنہ ۱۶۹۹ع میں جب سلطنت مراکش کا سفیر آیا ' تو بریسق کے قیام کے دوران میں ۹۰۰۰ پونڈ ' اور پیرس کے قیام میں ۳۱۷۰۰ پونڈ صرف کیے گیے - شہر بریسق سے پایۂ تخت تک سفر میں ۳۸۰۰ پونڈ صرف ہوے تھے - یعنی کل ۴۴۵۰۰ پونڈ یا ۶۶۷۵۰۰ روپیہ خرچ کیے گیے تھے !

اُس زمانہ میں دستور تھا کہ سفیر کے دستر خوان کے تماشہ کیلیے پیرس کے عمائدین بلائے جاتے تھے - اُنکی موجودگی میں سفیر کو کھانا کھلایا جاتا تھا - بادشاہ سے ملاقات کے دن سفیر ایک دوسرے محل میں منتقل کیا جاتا - یہاں کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد شاہی سواریاں اُسے لینے آتی تھیں ' اور اُسکا جلوس دیکھنے کیلیے پیرس کی سڑکوں پر تماشائیوں کا ہجوم ہو جاتا تھا -

ورسلز کے شاہی محل تک پہنچنے میں کامل تین گھنٹے لگتے تھے - محل کے پھاٹک اور بیرونی میدان میں سفیر کو صف بستہ فوجیں نظر آتی تھیں - اِنسے گزر کر وہ سیڑھیوں پر چڑھتا ہوا محل

اُس وقت سردي نا قابل برداشت هوگي - سردي کا تعلق سورج سے زیادہ هواؤں سے هوجائے گا - جب قطبي هوائیں چلینگي تو سردي بڑھ جائیگي - جب خط استوا کي هوائیں چلینگي تو گرمي هو جایگي -

ظاهر ہے کہ فضا کي حرارت هي آبي بخار پیدا کرتي ہے - یہ بخار پاني برساتا ہے اور انسان پینے کے لیے پاني پاتا ہے - لیکن جب سورج کي حرارت کم هوجائیگي ' تو بخار بننا بهي موقوف هو جائیگا - یعني بارش بهي نهیں هوگي - جتنا پاني پہلے کا جمع هوگا ' وہ بهي بگڑ جائے گا ' اور بے شمار نئے نئے امراض پیدا هو جائینگے -

غرضکہ اُس وقت زمین پر زندہ رهنا مشکل هوجائے گا - یہانتک کہ جب سورج کي آخري شعاعیں بهي ختم هوجائینگي تو زندگي بالکل ختم هوجائیگي -

(قلب کے متعلق ایک نیا نظریہ)

ڈاکٹر منڈلسن. جرمني کا مشهور محقق ہے اور برلن کي یونیورسٹي میں قلبي امراض کا اُستاذ ہے - اِس نے حال میں قلب کے متعلق ایک نیا نظریہ پیش کیا ہے -

وہ کہتا ہے کہ قلب ' زندگي بر قرار رکھنے کا اصلي آلہ نهیں ہے بلکہ دوسرے درجہ کي چیز ہے - زندگي کي اصلي بنیاد ' قلب پر نهیں ' بلکہ جسم کي اُن خلایا پر ہے جو خون جذب کرتي هیں - اِس کا ثبوت یہ ہے کہ بہت سے کمزور دل کے آدمي مدتوں تک زندہ رهتے هیں - حالانکہ اُن کا قلب ' جسم کے مختلف اجزاء میں پوري طرح خون پہنچا نهیں سکتا - نیز ایک ثبوت یہ بهي ہے کہ بہت سے آدمي قلب کي حرکت بند هوتے هي ' مردہ سمجھہ کر دفن کردیے جاتے هیں ' حالانکہ وہ دراصل زندہ هوتے هیں - ایسے واقعات بکثرت پیش آتے رهتے هیں - اگر قلب هي پر زندگي کا مدار هوتا' تو اُس کي حرکت بند هونے کے بعد هي زندگي بهي ختم هوجاتي ' حالانکہ ایسا نهیں هوتا -

(.ایک عجیب مخلوق)

آسٹرین اخباروں نے یہ عجب خبر شایع کي ہے کہ ابواني نام ایک گاؤں میں اب سے ۱۹ - برس پہلے ایک عورت کے لڑکا پیدا هوا - یہ بندر سے بہت مشابہ تها - والدین نے اُس کا نام الکزنڈر رکها - لیکن جوں جوں اُس کي عمر بڑھتي گئي ' بندر سے مشابہت بهي بڑھتي گئي - حتی کہ اب جوان هونے پر وہ بالکل بندر هوگیا ہے - صرف صورت و شکل هي میں نهیں ' حرکات و سکنات و طبیعت میں بهي بندر ہے - وہ آدمیوں کي طرح رهنا پسند نهیں کرتا - بول بهي نهیں سکتا - بندر کي طرح چلاتا اور اچهلتا کودتا ہے - پچهلے دنوں اُس کے والدین نے اُسے ایک آهني قفس میں قید کردیا تها - کیونکہ آدمیوں کو تکلیف پہنچانے لگا تها - ایک دن اتفاق سے چهوٹ گیا اور سڑک پر پہنچ گیا - لوگ اُسے گوریلا سمجهہ کر ڈر گئے اور بهاگے - بڑي مشکل سے اُسے قید کیا گیا - اب ایک هنگرین عورت اُسے اپنے ساتهہ بوڈاپسٹ لے گئي ہے - ڈاکٹر متعجب هیں کہ کیا رائے قائم کریں ؟ وہ آدمي نهیں ہے - مگر آدمي کے پیٹ سے بندر کیسے پیدا هوسکتا ہے ؟ یہاں قانون وراثت سے بهي کوئي بحث نهیں کي جاسکتي - کیونکہ ڈاروین کے متبعین بهي یہ نهیں کہتے کہ انسان بندر سے پیدا هوا ہے - بلکہ یہ کہتے هیں کہ بندر اور انسان ایک هي مورث اعلی کي اولاد هیں -

(کیا کهانے کي ضرورت باقي نهیں رهے گي ؟)

علماء کي رائے ہے کہ ویٹامین Vitamine هي دراصل هماري تمام غذا کا حقیقي جوهر ہے اِسي پر زندگي کا دار و مدار ہے - ویٹامین کي بہت سي قسمیں قرار دي گئي هیں ' اور هر قسم کا حروف ابجد پر الگ الگ نام رکهدیا گیا ہے - بعض جرمن علمي رسائل کا بیان ہے کہ ایک جرمن کیمیائي کو ویٹامین (الف) کي ایجاد میں کامیابي حاصل هوگئي ہے -

سر الفرید مونڈ نے حال میں اِس جرمن عالم کي تحقیقات کا معاینہ کیا ' اور اپنے خیالات اِس بارے میں شائع کیے هیں - وہ لکهتا ہے :

" اگر اِس جرمن عالم کا دعوی صحیح ہے کہ اُس نے ویٹامین کیمیاوي طریق پر طیار کر لي ہے' تو اس کے معني یہ هیں کہ هم عنقریب جملہ میوؤں ' سبزیوں ' ترکاریوں ' اور مچهلي کے تیل وغیرہ غذاؤں سے مستغني هو جائینگے - هماري اقتصادي زندگي میں عظیم انقلاب هو جائیگا - کوئي ملک اپني غذا میں دوسرے ملک کا محتاج نهیں رهے گا - انسان کي غذا ' ویٹامین کي ٹکیاں هونگي' اور بہتر سے بہتر خوراک کا کام دینگي -

" اتنا هي نهیں بلکہ پورے عالم تمدن پر اِس کا اثر پڑے گا - جسم انساني کي موجودہ ترکیب میں بهي تبدیلي هو جائیگي - اِس جدید غذا کے لیے معدے کي ضرورت باقي نهیں رهیگي - ایک زمانہ ایسا آجائیگا جب انسان کے جسم سے معدہ بالکل غائب هو جائیگا "

اطلاع

مولانا ابو الکلام کي علالت

۲۴ ستمبر سے مولانا ابو الکلام کي طبیعت برابر علیل ہے - پہلے بیري بیري مرض کے اشتداد سے دوران سر کي تکلیف شروع هوئي - پهر سرخ بخار (ڈینگو فیور) لاحق هوگیا - جس کي آج کل کلکتہ میں عام شکایت ہے - اب اگرچہ بخار اُتر چکا ہے ' مگر اُس کي وجہ سے بیحد طبیعت کمزور هوگئي ہے - یهي وجہ ہے کہ آل انڈیا کانگرس کمیٹي کے جلسوں میں بهي وہ حصہ نہ لے سکے ' بجز ورکنگ کمیٹي کے جلسوں کے جو اُن کي علالت کے خیال سے اُنهي کے مکان میں منعقد هورهي هیں -

جن حضرات کے خطوط اس دو هفتہ کے اندر ان کے نام آچکے هیں ' وہ جواب نہ ملنے کي وجہ سے پریشان خاطر هونگے - براہ عنایت چند دن اور انتظار کریں تاکہ مولانا کي طبیعت بحال هوجائے ' اور وہ بہ اطمینان خطوط کا جواب لکهوا سکیں -

منیجر

طاری ہونے کے بعد سینہ چیر ڈالتے ہیں اور خاص طریقوں سے دل کو ملنا شروع کر دیتے ہیں - تھوڑی دیر میں دوران خون شروع ہوجاتا ہے - دل ہلنے لگتا ہے ' اور دل کی حرکت کے ساتھہ ہی تمام جسم میں زندگی واپس آجاتی ہے - حال ہی کا واقعہ ہے کہ لندن کے شفاخانۂ سینٹ تھامس میں ایک عورت مسز اڈیلڈ ایک خطرناک عمل جراحی میں فوت ہوگئی - ڈاکٹر نے فوراً اُس کا سینہ چاک کر ڈالا اور دل کی مالش شروع کردی - پندرہ منٹ بعد عورت بالکل زندہ ہوگئی تھی - البتہ وہ بیہوش رہی ' اور تیس گھنٹے بعد ضعف قلب کی وجہ سے پھر مر گئی -

اِس سے بھی زیادہ عجیب تجربہ علماء نے یہ کر دکھایا ہے کہ جانداروں کے سر کاٹ کر ایک دوسرے کے جسم میں لگا دیے ہیں اور وہ زندہ رہے ہیں ! چنانچہ پچھلے دنوں لندن میں علماء کے ایک جم غفیر کے سامنے ایک ڈاکٹر نے بہت سے جھینگروں کے سر کاٹ دیے - پھر ایک کا سر دوسرے میں جوڑ دیا - حاضرین یہ دیکھہ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ چند لمحے بعد تمام جھینگر اپنے نئے سروں کے ساتھہ کودنے لگے تھے ! تجربہ یہیں پر ختم نہیں ہوگیا بلکہ کچھہ مدت بعد جھینگروں میں جنسی تبدیلی بھی ظاہر ہوئی - یعنے جن میں مادہ کے سر لگائے گئے تھے ' وہ مادہ ہوگئے ' اور نر سر والے نر بن گئے !

یہ شعبدہ نہ تھا - ایک علمی تجربہ تھا - علماء کی نظر میں اِس تجربے کی بہت اہمیت ہے - کیونکہ اُن کے خیال میں یہ تجربہ حسب مرضی نسل پیدا کرنے کا دروازہ کھول دے گا - انسان اپنی پسند کے مطابق نر یا مادہ اولاد پیدا کر سکے گا -

اِسی سلسلہ میں یہ علمی تحقیق بھی قابل ذکر ہے کہ علماء نے تجربے سے معلوم کر لیا ہے کہ اگر مچھر کی پرورش سرد مقام میں کی جائے اور غذا کم دی جائے ' تو اُس کی نسل عموماً نر پیدا ہوتی ہے - برخلاف اس کے گرم جگہ میں رکھنے اور زیادہ خوراک دینے سے اولاد زیادہ تر مادہ پیدا ہوتی ہے - اِس تجربے کی بنا پر انسانی مردم شماری کی تحقیقات کی گئی ' تو معلوم ہوا علم مصائب خصوصاً جنگ کے زمانوں میں مرد زیادہ پیدا ہوتے ہیں ' اور امن و راحت کے دوران میں عورتیں زیادہ ہو جاتی ہیں -

آج کل علم وراثت کے ماہر نہایت کوشش کررہے ہیں کہ مادی و دماغی ' ہر اعتبار سے انسان کی آئندہ نسلیں زیادہ ترقی یافتہ پیدا کریں - ڈاکٹر شٹناخ اور وورو نوف وغیرہ علماء کی کوششوں سے یہ امید پیدا ہوگئی ہے کہ اِس مقصد میں ضرور کامیاب ہو جائینگے - اِن ڈاکٹروں کا دعوی ہے کہ اِس صدی کے ختم ہونے سے پہلے ہی انسانی عمر کا اوسط ' سو برس ہوجائیگا - اور پھر بہت جلد یہ صورت پیدا ہوجائیگی کہ انسان ڈیڑہ سو بلکہ دو سو برس تک کی عمر حاصل کر سکے گا -

لیکن اِن تمام حیرت انگیز کامیابیوں کے باوجود علم معترف ہے کہ وہ ابھی تک اپنے عہد طفولیت ہی میں ہے ' اور قدرت الہی انسان کو جسقدر دولت علم بخشنا چاہتی ہے ' ابھی اُس کا سواں حصہ بھی انسان نے حاصل نہیں کیا ہے !

(جب سورج بجھہ جائیگا ؟)

بالاتفاق تمام علماء فلک کا فیصلہ ہے کہ سورج کا حجم کم ہو رہا ہے ' کیونکہ اُس کی حرارت میں لگاتار کمی واقع ہورہی ہے - ایک دن ایسا آنے والا ہے جب اُس کی حرارت بالکل ختم ہوجائیگی - وہ بجھہ جائیگا ' بالکل ٹھنڈا پڑجائیگا - اُس وقت ہمارا یہ کرۂ زمین اور نظام شمسی کے جملہ کواکب ' بالکل تاریک ہوجائینگے - غذائی مادے کم ہوکر بالکل ناپید ہوجائینگے - مہلک وبائیں پھیل جائینگی - انسان ' حیوان ' نباتات ' کوئی ذی روح ' بھی باقی نہیں رہیگا - کیونکہ زمین ' زندگی پیدا کرنے اور قائم رکھنے کی صلاحیت سے قطعی طور پر محروم ہو جائیگی !

علماء کے خیال میں یہ نتیجہ لازمی ہے - دنیا کی بربادی اِسی طور پر واقع ہوگی - لیکن یہ بربادی کب ہوگی ؟ کیا ہم یا ہماری قریبی نسلیں یہ ہولناک نتیجہ دیکھہ سکیں گی ؟

نہیں - علماء نے آفتاب کی حرارت اور روشنی کا حساب لگا کر بتایا ہے کہ ابھی آفتاب میں اِتنی قوت موجود ہے ' کہ وہ کم سے کم ۱۰٬۰۰۰٬۰۰۰٬۰۰۰ سال تک نظام شمسی کو زندہ رکھہ سکتی ہے !

لیکن آفتاب اچانک نہیں بجھہ جائیگا - بتدریج بجھے گا - کیونکہ وہ بتدریج اپنی قوت و حرارت کھو رہا ہے - اِس وقت آفتاب کی حرارت ' فارن ہیٹ کے مقیاس کے حساب سے دس ہزار درجہ ہے - علماء کا خیال ہے کہ جب یہ حرارت نو ہزار درجے پر آ جائے گی ' تو کرۂ ارضی کے خط استوا پر حرارت ' صفر کے نیچے گر جائیگی - ظاہر ہے کہ اِس صورت میں کوئی انسان بھی خط عرضی کے درجہ ٦٠ سے اوپر زندہ نہیں رہ سکے گا ' (بجز سکنڈناویا کے جہاں سمندر کا وہ دھارا موجود ہے جسے " خلیج کا دھارا " کہتے ہیں اور جو اِتنی حرارت باقی رکھے گا کہ زندگی بر قرار رہے) الا یہ کہ جنوب سے غذا مہیا کرنے کا اُس کے پاس سامان موجود ہو -

علماء کا خیال ہے کہ جب آفتاب کی حرارت نو ہزار درجے پر آجائیگی ' تو تمام انسان سمٹ کر خط استواء کے گرد جمع ہو جائینگے -

اُنہیں سب سے بڑی فکر غذا حاصل کرنے کی ہوگی - اُس وقت سخت جنگیں برپا ہونگی - کیونکہ آدمی زیادہ ہونگے ' اور غذا کم ہوگی - طاقتور ' کمزوروں کو ہلاک کر ڈالینگے - تنازع للبقاء اور بقاء اصلح کا قانون پوری بے دردی سے نافذ رہے گا - طاقتوروں کو بھی اطمینان نصیب نہ ہوگا - کیونکہ سورج برابر ٹھنڈا ہوتا رہے گا - غذا کم ہوتی جائیگی ' اور زندگی کے لیے انسانوں میں برابر جنگ جاری رہے گی !

حرارت کے ساتھہ آفتاب کی روشنی بھی لازمی طور کم ہوتی جائے گی - بتدریج آسمان کا نیلا رنگ بدل کر تیز زرد ہوجائے گا - ابر کا رنگ بھی زرد ہو جائے گا - آفتاب کی شعاعیں حسب ذیل ترتیب سے زائل ہو جائینگی :

(۱) ماوراء بنفشی شعاعیں
(۲) بنفشی شعاعیں
(۳) نیلی شعاعیں
(۴) اودی شعاعیں
(۵) سبز شعاعیں
(٦) زرد شعاعیں
(۷) نارنجی شعاعیں
(۸) سرخ شعاعیں

جب آفتاب کا نور بہت کم ہوجائے گا ' تو اُس کی شعاعیں سراسر سرخ ہوجائینگی - پہاڑوں پر جمی ہوئی تمام برف اُس وقت سرخ یا زرد دکھائی دے گی !

عالم مطبوعات و صحائف

روح

ساٹھ اطبّاء عصر کے مباحث

حال میں امریکہ کے ایک علمی رسالے نے دو سوال شائع کئے تھے:
(۱) کیا روح کے وجود پر کوئی علمی دلیل موجود ہے؟
(۲) کیا علمی دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ موت کے بعد روح باقی رہتی ہے؟

ساٹھ مشہور طبیبوں نے ان دونوں سوالوں کے جوابات دئے ہیں۔ سب نے بالاتفاق تقریباً ایک ہی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ذیل میں اُن کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

ڈاکٹر فرانک والک نے دعویٰ کیا ہے کہ بعض مرنے والوں میں اُسنے ایسی علامتیں دیکھی ہیں، جن سے موت کے بعد روح کے بقاء کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن رسالے نے وہ علامتیں شائع نہیں کیں۔ البتہ اتنا لکھا ہے کہ بعض علامتیں، مادی ہیں، بعض اثیری (یعنی ایتھر کی قسم کی)

ڈاکٹر ہنٹ اور اُنکے رفقاء علم کا فیصلہ ہے:

"کوئی علمی دلیل موت کے بعد روح کے بقاء پر موجود نہیں۔ روح کے بقاء کا عقیدہ ایک خالص دینی عقیدہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ عقیدہ، نفس انسانی کی اس آرزو کا مظہر ہے کہ وہ ہمیشہ باقی رہنا چاہتا ہے اور فنا ہو جانے سے ڈرتا ہے۔ اس مسئلہ پر ہمیشہ دینی پہلو ہی سے گفتگو کرنی چاہیئے نہ کہ علمی پہلو سے، کیونکہ علم میں اُس کا کوئی ثبوت موجود نہیں"۔

ڈاکٹر ہنٹ نے اپنے مضمون کے آخر میں لکھا ہے

"لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ میں روح کے وجود یا اُسکے بقاء کا منکر ہوں۔ بلکہ میں ان سب باتوں پر پختہ ایمان رکھتا ہوں مگر میرا یہ ایمان، علمی حقائق و براہین پر مبنی نہیں ہے، بلکہ سراسر ضمیر و وجدان کے رجحان پر قائم ہے"

ڈاکٹر کین لکھتا ہے

"اگر ہم موت سے پہلے اور موت کے بعد انسانی جسم ناپیں یا تولیں، تو دونوں حالتوں میں ہرگز کوئی فرق نہیں پائیں گے تاہم یہ واقعہ ہے کہ موت کے بعد جسم انسانی میں کوئی چیز کم ضرور ہو جاتی ہے اس کمی کو ہم روح کا نکل جانا کہتے ہیں۔ کسی انسان نے بھی روح نکلتے نہیں دیکھی، مگر کسی کو بھی اُس کے نکلنے میں شک و شبہ نہیں ہوتا۔ درحقیقت روح، اس کائنات میں سب سے بڑا راز بلکہ سب سے زیادہ پیچیدہ طلسم ہے۔ علم اُس کے ثابت کرنے سے قطعاً عاجز ہے، لیکن دین اُسے ثابت کرتا ہے بلکہ اسی پر اپنی تعلیم کی بنیاد رکھتا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ ہر وہ چیز جو ہمارے حواس کے دائرے میں آتی ہے، فانی ہے۔ روح، ہمارے حواس سے پرے ہے۔ اس لئے ہم اُس کے فانی ہونے کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ روسی مفکر سیسرو کا یہ قول مجھے از حد پسند ہے کہ ایک بار اُسنے کہا تھا "اگر میں گمراہ ہوں تو بھی افلاطون کے ساتھ ہونے کو ترجیح دونگا، بجائے اس کے کہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں جو بقاء روح کے منکر ہیں" صدیوں سے علماء کوشش کر رہے ہیں کہ عالم غیب اور قبر کے بعد کی دنیا کو معلوم کریں، مگر اُن کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ یہ اس لئے کہ علم، انسان کا ساتھ صرف اُس کی زندگی بھر دیتا ہے۔ موت کے طاری ہوتے ہی علم کی رفاقت چھوٹ جاتی ہے۔ البتہ اُس وقت دین، ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اگر نظریۂ نشوو ارتقاء، علم ہیئت، اور دوسرے فاسفی علوم و فنون پر ہم یقین رکھتے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ روح اور اُس کے بقاء پر بھی ایمان نہ رکھیں۔ کائنات کے بے شمار راز اب تک ہماری عقل سے باہر ہیں، مگر اُن کی حقیقت سے جاہل ہونے پر بھی ہم انھیں تسلیم کرتے ہیں۔ کیوں نہ روح کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا جائے؟"

ایک اور مضمون نگار جسنے اپنا نام ظاہر نہیں کیا، لکھتا ہے:

"موت کے بعد روح کے بقاء کا عقیدہ، سراسر دینی عقیدہ ہے۔ اُس میں بحث کی گنجائش موجود ہے، کیونکہ مرنے کے بعد کوئی آدمی کبھی اس دنیا میں واپس نہیں آیا کہ ہمیں اصلی حقیقت سے آگاہ کرتا۔ علم اس کے ثبوت سے قاصر ہے۔ ہماری عقل یہ تصور نہیں کر سکتی کہ جسم کے فنا ہو جانے کے بعد روح باقی رہے۔ لیکن ہماری عقل نے ابتک کتنے حقائق سمجھ لئے ہیں؟"

ڈاکٹر رچرڈ کابٹ نے لکھا ہے:

"میں بقاء روح پر کامل ایمان رکھتا ہوں، اس لئے نہیں کہ علمی دلائل اُسے ثابت کرتے ہیں، بلکہ اس لئے کہ میرا وجدان مجھے اس یقین پر مجبور کرتا ہے۔ میرا یہ عقیدہ سراسر دینی عقیدہ ہے۔ اگر علم بقاء روح ثابت نہیں کر سکتا، تو یہ بھی واقعہ ہے کہ وہ اُسے باطل بھی ثابت نہیں کر سکتا۔ بہر حال میں بقاء روح کا قائل ہوں میرا پختہ ایمان ہے کہ موت کے بعد ہم دائمی زندگی حاصل کر لیتے ہیں"

ایک اور ڈاکٹر نے (جسے علمی رسالے نے امریکہ کا مشہور ترین محقق قرار دیا ہے) کہا ہے:

"جن قرائن کی بناء پر بقاء روح ثابت کی جاتی ہے، وہ ہر اعتبار سے وافی نہیں ہیں۔ میرے ذہن میں ڈارون کا یہ قول برابر موجود رہتا ہے "عقل کسی طرح بھی تسلیم نہیں کر سکتی کہ یہ کائنات محض اتفاق سے ظاہر ہو پڑی ہے۔ وہ حیرت انگیز دقیق نظام جس پر کائنات قائم ہے، ناممکن ہے کہ اُس بے معنی لفظ کا نتیجہ ہو جسے عوام "اتفاق" کہتے ہیں" نظریۂ نشوو ارتقاء، جو جملہ زندہ کائنات پر منطبق ہوتا ہے، صاف ظاہر کر رہا ہے کہ اس مرئی و مادی عالم سے پرے ایک ایسی غیر مرئی قوت موجود ہے جو ناموس طبیعت پر کامل سلطنت و نفوذ رکھتی ہے۔ وہی کائنات کی مالک ہے اور وہی اُسے انتہائی دانش مندی سے چلا رہی ہے۔ یہ غیر مرئی قوت، لازمی طور پر ازلی و ابدی ہی ہو سکتی ہے"

اپنا مضمون ختم کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"طویل تجربوں کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ بقاء روح کا عقیدہ محض وہم و خیال نہیں ہے۔ بلکہ ایک حقیقت پر مبنی ہے۔ انسان نے بلا سبب یہ عقیدہ پیدا نہیں کیا۔ درحقیقت یہ عقیدہ، قدرت کے ایک الہام سے پیدا ہوا ہے۔ انسانی عقل ہرگز تسلیم نہیں کر سکتی کہ موت کے ساتھ ہی فنا طاری ہو جاتا ہے۔ عقل انسانی کا یہ رجحان مادی نہیں ہے۔ روحانی ہے۔ اور ہرگز باطل نہیں ہو سکتا۔ میں یہ اعلان کسی دینی جذبہ کی بناء پر نہیں کر رہا ہوں، بلکہ ایک عالم ہونے کی حیثیت سے بھی میرا یہی اعتقاد ہے"

ڈاکٹر ٹانز نے یوں اظہار رائے کیا ہے:

"انسانی زندگی میں کوئی ثبوت بھی روح کے وجود کا موجود نہیں۔ نیز کسی علمی دلیل سے موت کے بعد بقاء روح کا نظریہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ مجھے یقین ہے، علم ہرگز اس طرح کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتا۔ لیکن ہمارا کسی بات کے ثابت کرنے سے قاصر رہ جانا اُس کے بطلان کی دلیل نہیں ہے"

ڈاکٹر سکالوج لکھتا ہے:

"طویل تجربوں کے بعد بھی مجھے کوئی مادی ثبوت، موت کے بعد بقاء روح کا نہیں مل سکا۔ میرا علم زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جب دماغ کا عمل رُک جاتا ہے تو عقل غائب ہو جاتی ہے۔ تاہم مجھے حق الیقین ہے کہ اس مادی عالم کے پرے ایک غیر مرئی لا متناہی عقل موجود ہے"

ڈاکٹر آگسٹ کائل کا خیال ہے:

"میں نے آجتک باوجود کوشش کے کوئی ثبوت اس امر کا نہیں پایا کہ موت کے بعد روح باقی رہتی ہے۔ دراصل ہماری مادی زندگی بہت ہی تھوڑی ہے۔ لیکن اُس کا امتیاز کمیت میں نہیں ہے کیفیت میں ہے۔ میرے خیال میں انسان کی تربیت اس طرح ہونی چاہیئے کہ وہ علم اور دین کو علحدہ علحدہ رکھے اور سمجھے۔ روح کا علمی دلائل سے ثابت نہ ہونا، اُس کے بطلان کی دلیل نہیں ہے۔ دین نے انسانیت کو بہت نفع پہونچایا ہے۔ انسانیت کو ہمیشہ دین کی ضرورت باقی رہیگی"

ڈاکٹر کولینڈ لکھتا ہے:

"میرے شخصی تجربے نے مجھے پورے طور پر مطمئن کر دیا ہے کہ ہماری زندگی کا تعلق ایک ایسی چیز سے قائم ہے جو کبھی فنا ہونے والا نہیں کاش میں اتنی فصاحت رکھتا کہ دوسروں میں بھی یہ اعتقاد پیدا کر دے سکتا۔ وہ چیز وہی ہے جسے "روح" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ میں اگرچہ اُسے ثابت نہیں کر سکتا مگر مجھے اُسپر کامل یقین ہے روح، مادی و کیمیاوی قوانین کے تابع نہیں ہے، لہذا اُسے مادیات پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہو سکتا۔ ابھی علم نے اتنی ترقی نہیں کی کہ یہ طلسم کھول سکے"

ایک فراموش شدہ عظمت

جو تذکرۂ و یاد آوری کی مستحق ہے

امیر محمد بن عبد الکریم

جنکی نسبت یورپ کی تازہ ڈاک میں بعض نئی تفصیلات آئی ہیں - معلوم ہوا ہے کہ فرانس کے ایک دارالاشاعت نے انسے یہ فرمایش کی تھی کہ وہ خود اپنے قلم سے اپنی سوانح عمری قلمبند کردیں - شیخ نے یہ درخواست منظور کرلی اور اب وہ بہ یک وقت فرانسیسی اور عربی ، دونوں زبانوں میں اپنے حالات قلمبند کر رہے ہیں -

....

پیرس کی مسجد اور عربی چمنستان کا مصور نمونہ ، جسکی تکمیل کیلیے اس هفته سلطان مصر نے ایک لاکھ فرانک دیا ہے

ناگزیر تھی۔ اب قانون کے بموجب عبدالحمید آفندی ولی عہد تھا، نئے والی تخت نشین ہو سکتے تھے۔ دستور اساسی کا جو مسودہ میں نے تیار کیا تھا، ولی عہد نے ملاحظہ کر لیا تھا اور اس سے بالکل متفق تھا۔ اُسنے بڑے ہی جوش سے کہا تھا کہ سلطنت کی نجات صرف ایسے ہی نظام حکومت سے ممکن ہے۔ اُسنے پورے یقین کے ساتھ اپنے اس عزم کا بھی یقین دلایا تھا کہ تخت نشین ہوتے ہی اُسکا اعلان کریگا۔ ہم خدام سلطنت کی مسرت بے حساب تھی۔ ہم برسوں سے احیاء دولت کا جو خواب خوش دیکھ رہے تھے، اب اُس کی تعبیر ہمارے سامنے تھی۔ ہم نے خیال کیا کہ یہ نوجوان شہزادہ سلطنت کو امت کا نجات دہندہ ثابت ہوگا۔ چنانچہ ۱۱- شعبان ۱۲۹۳ھ کو عبدالحمید کی تخت نشینی کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔

سفراء دول کی مؤتمر

بلقان کا مسئلہ، درحقیقت روس کا اُٹھایا ہوا تھا۔ لیکن جب ہماری فوجوں نے بلقانی باغیوں کے چھکے چھڑا دیے، تو روس نے چھوٹے چھوٹے حیلے تراشنا شروع کئے، اور دول یورپ کو ایک مؤتمر منعقد کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ آستانہ میں دول عظمیٰ کے سفیروں کا اجتماع ہوا۔ اُنھوں نے پہلی تجویز یہ طے کی کہ بلغاریہ کو اندرونی خود مختاری دیدی جائے۔

مدحت پاشا کی وزارت

ظاہر ہے، ہم اس قسم کی تجویزیں منظور نہیں کر سکتے تھے۔ ان تجویزوں کا مان لینا، بلقان سے ہاتھ دھونا تھا۔ مگر دول یورپ نے دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ رشدی پاشا وزیر اعظم بہت خائف تھے۔ اس صورت حال نے مجھے مجبور کر دیا کہ وزیر اعظم کی کرسی پر بیٹھ جاؤں۔ میں حالات کی ابتری سے بخوبی واقف تھا۔ تاہم میں نے اصلاح کی کوشش شروع کر دی۔

ہماری مصیبت صرف یورپ ہی کی جانب سے نہ تھی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مصیبت یہ تھی کہ ہمارا خزانہ بالکل خالی تھا۔ سلطان عبدالعزیز کے مہلک اسراف نے ایک کوڑی باقی نہیں رکھی تھی۔ میں نے غیر معمولی محنت کر کے نئے بنک نوٹ جاری کرائے۔

دستور اساسی کا اعلان

سلطان عبدالحمید نے تخت نشین ہوتے ہی دستور اساسی کا مسودہ ایک مجلس کے سپرد کر دیا تھا کہ اُس کی جانچ پڑتال کرے۔ مجلس نے اُس پر پوری بحث کی، اور منظور کر کے سلطان کی خدمت میں بھیجا۔ سلطان نے بھی اُس پر پسندیدگی کا اظہار کیا، اور ۷- ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اُس کا اعلان ہو گیا۔ تمام مملکت نے اس اعلان کا پُرجوش استقبال کیا۔ پوری سلطنت میں جشن منایا جانے لگا۔

اس اثناء میں ہم نے دول یورپ کی مؤتمر کو صاف اور قطعی لفظوں میں اطلاع دیدی کہ ہم اُس کی کوئی تجویز بھی منظور نہیں کرینگے۔ ہماری یہ جرأت نہایت خطرناک تھی۔ ہم نے گویا پورے یورپ کو دعوت جنگ دے دی تھی۔ مگر ہم مجبور تھے۔ ہماری مجلس وزراء نے طے کر لیا تھا کہ خاموشی سے تباہ نہیں ہونگے۔ اگر مٹنا ہی ہو تو عزت کے ساتھ مٹیں گے۔ دُول یورپ ہمارا انکار سن کر بہت برہم ہوئیں، اور اپنے سفراء واپس بلا لئے۔ اس کارروائی کا صاف مطلب یہ تھا کہ ہمارے باہمی سیاسی تعلقات منقطع ہو گئے۔ مگر ہم نے اس کی کوئی پروا نہیں کی۔

دوسری طرف میں نے یہ کیا کہ بلقانی ریاستوں سے براہ راست گفت و شنید شروع کر دی۔ اُنھیں نرم شرطوں پر صلح کے لئے راضی کر لیا۔ ساتھ ہی دستور اساسی کے اعلان کے بعد ہم نے پہلی عثمانی مجلس (پارلیمنٹ) کے لئے انتخابات شروع کر دئے۔

ہم یہ سب کچھ کر رہے تھے۔ مگر چونکہ روس کی طرف سے اعلان جنگ کا قوی احتمال تھا اس لئے جنگی تیاریوں سے بھی غافل نہیں تھے۔ فوجوں کی ترتیب اور نقل و حرکت تمام مملکت میں شروع ہو گئی تھی۔

مدحت پاشا کی جلاوطنی

سلطنت ان داخلی اور خارجی مشکلات میں پھنسی ہوئی تھی۔ میں اصلاح حال کی شب و روز کوشش کر رہا تھا، کہ اچانک ایک دن قصر طولمہ باغچہ میں سلطان نے مجھے طلب کیا۔ جونہی میں پہونچا، مجھ سے قلمدان وزارت لے لیا گیا، اور کہا گیا کہ میں جہاز عزالدین میں فوراً سوار ہو جاؤں۔ کیونکہ میں سلطان کے حکم سے جلاوطن کر دیا گیا ہوں۔ مجھے یورپ چلا جانا چاہئے!

سلطان مراد کی تخت نشینی کے دن سے میں نے اس قدر محنت کی تھی کہ مجھے یقین ہے کوئی دوسرا انسان نہیں کر سکتا۔ میں نے لگاتار جدوجہد سے اب ایسی صورت حال پیدا کر دی تھی کہ سلطنت تمام خطروں سے صحیح و سالم نکل جاتی۔ لیکن اب اچانک یہ معاملہ پیش آگیا۔ پہلے مجھے خوشی ہوئی کہ اب آرام کر سکوں گا۔ مگر فوراً اس خیال سے دل جگر مجروح ہو گیا کہ میری زندگی، میری نہیں بلکہ قوم و ملک کی ہے، اور اس کے لئے سخت خطرات درپیش ہیں۔ مجھے یقین تھا کہ سلطان کی یہ حرکت، سلطنت کے لئے نہایت مہلک ثابت ہوگی۔ اور اصلاح کی تمام اُمیدیں ضائع ہو جائیں گی۔

میں نے اپنا قصور دریافت کیا۔ سعید پاشا، سلطان کے پاس گئے، اور واپس آکر کہا کہ دستور اساسی کی دفعہ ۱۱۳ کی رو سے سلطان کو حق پہنچتا ہے کہ ہر اُس شخص کو جلاوطن کر دیں، جسے پولیس کا افسر اعلیٰ سلطنت کے لئے خطرناک ظاہر کرے۔ ساتھ ہی اُنھوں نے بعض سرکاری کاغذ بھی دکھلائے۔ ایک میں لکھا تھا کہ پولیس نے ایک فوجی افسر کو بازار میں کہتے سنا: "مدحت پاشا عنقریب ترکی جمہوریت کا صدر منتخب ہوگا"

میں جلاوطنی کی اس وجہ پر اپنی بے اختیارانہ ہنسی ضبط نہ کر سکا۔ سعید پاشا نے کہا: "سلطان معظم، سلام کے بعد فرماتے ہیں کہ عنقریب تمھیں واپس بلا لیا جائے گا"

میں نے کہا: "سلطان کے سلام کا شکریہ! مگر سلطان کو میرا یہ پیغام پہونچا دو کہ اپنی واپسی پر میں ان محلوں میں سلطان کو نہیں پاؤنگا اور نہ سلطنت کی یہ عظمت و شان نظر آئے گی۔ اُسوقت میں کچھ بھی مدد نہ کر سکونگا!" میں نے یہ کہا اور روانہ ہو گیا۔

میری ناگہانی جلاوطنی سے پایۂ تخت اور صوبوں میں سخت بے چینی پیدا ہوئی۔ لوگ ڈرے کہ اب دستور اساسی بھی باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ میں نے ہی اُسے مرتب کیا تھا، اور سب سے زیادہ میں ہی اس کا نگران رہا تھا۔ یہ بے چینی دیکھ کر سلطان مجبور ہوئے کہ نئی نئی تہمتیں تراشی جائیں۔ چنانچہ قسطنطنیہ کے اخبارات میں شائع کیا گیا کہ میرے کاغذات میں ایسی چیزیں ملی ہیں جن سے میری خیانت ثابت ہوتی ہے، اسی لئے سلطان نے مجھے معزول کر کے جلاوطن کر دیا ہے!

اُس وقت تک ترک اس قدر نیک دل تھے کہ سرکاری افتراپردازیاں سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اس لئے اکثر لوگ میرے مخالف ہو گئے۔ مگر یورپ کے اخبارات حقیقت حال سے واقف تھے۔ اُنھوں نے صحیح خبر شائع کر دی کہ چونکہ مدحت پاشا نے سلطان کی غلامی منظور نہیں کی، اس لئے اُن پر غضب شاہی نازل ہوا ہے۔ ترکوں نے یہ سنا تو سلطان پر نہایت برہم ہوئے۔ اب قصر شاہی مجبور ہوا کہ میرے خلاف ایک پوری سازش طیار کرے۔ چنانچہ آستانہ کے اخبارات اور ساقط مترسلوں اور شاعروں کو رشوت دیکر آمادہ کیا گیا کہ میری ہجو شروع کر دیں۔ میں نے ترکی اخبارات دیکھے تو ہنسنے لگا یہاں تک کہ یہ میرے تدبر و دیانت کے راگ گاتے تھے۔ آج مجھ کو شیطان قرار دینے لگے! اُسوقت بے اختیار میری زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی: "و اذا اراد اللّٰہ بقوم سوءً فلا مرد لہ و ما لہم من دونہ من وال"

روس کا اعلان جنگ

میری جلاوطنی کی خبر سینٹ پیٹرسبرگ (دار الحکومت روس) پہنچی تو حکومت روس کی مسرت سے اُچھل پڑی۔ اب اُسنے باب عالی پر زور دینا شروع کیا کہ بلقان کے متعلق اُس کے مطالبات منظور کر لے۔ لیکن ترکی حکومت نے انکار کیا۔ اسپر روس نے اعلان جنگ کر دیا، اور دریائے ڈینیوب کی طرف سے روسی فوج حملہ آور ہو گئی۔

اب سخت پریشانی پیدا ہو گئی۔ ہمارا خزانہ بالکل خالی پڑا تھا۔ میرے جاری کئے ہوئے بنک نوٹ، سلطان نے بے پروائی سے خرچ کروا دئے تھے۔ نئے نوٹوں کا شائع کرنا صورت ناممکن تھا۔ اعلان جنگ نے سابق نوٹوں کی قیمت بھی کم کر دی تھی۔ حکومت کے لئے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ رعایا سے زبردستی روپیہ وصول کیا جائے۔ چنانچہ یہی کیا گیا۔

اس سے بھی بڑی مصیبت، سلطان کی ناتجربہ کاری تھی۔ جنگ شروع ہوتے ہی سلطان نے عبدی پاشا اور رؤف پاشا کو معزول کر دیا۔ یہ دونوں سپہ سالار روسی سرحدوں سے واقف تھے اور اس جنگ کے لئے پہلے ہی سے نقشے مرتب کر چکے تھے۔ ان کی معزولی نے میدان جنگ میں سخت ابتری پیدا کر دی۔ اُسوقت ہماری جنگی قوت کافی تھی۔ ۵ لاکھ نظامی فوج نہایت عمدہ طور پر مسلح موجود تھی۔ رضاکاروں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ مگر سلطان کی [illegible] مداخلت نے معاملہ خراب کر دیا۔ رضاکار فوجیں منتشر کر دی گئیں۔ نظامی فوجوں میں بدنظمی پیدا ہو گئی۔ اسپر بھی سلیمان پاشا اور عثمان پاشا نے دشمن کی یلغار روک دی، اور امید بندھی کہ یہ دونوں سپہ سالار سلطنت کو خطرہ سے بچا لیں گے۔ مگر کوئی جنگی مرکز موجود نہ تھا۔ مختلف مقامات سے احکام صادر ہوتے تھے۔ ہر مقام میں سلطان کی ضد موجود تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سلیمان پاشا کی فوجیں بھاگ نکلیں اور عثمان پاشا، پلونہ میں قید ہو گئے۔ پلونہ میں روس کی پوری قوت موجود تھی۔ خود زار روس فوج کی قیادت کر رہا تھا۔

روس کو کامل فتح حاصل ہو گئی اور اُس کی مظفر و منصور فوجیں سین اسٹفانو (مضافات قسطنطنیہ) تک پہنچ گئیں۔ دوسری طرف سے انگریزی حکومت کا جنگی بیڑہ، باسفورس میں آ گیا اور قصر شاہی کے سامنے توپیں سیدھی کر کے کھڑا ہو گیا۔

میں اُسوقت یورپ میں اپنی جلاوطنی کے دن گزار رہا تھا۔ مجھے سلطنت کے معاملات میں مداخلت یا دُول یورپ سے گفت و شنید کا کوئی حق نہ تھا۔ تاہم میرا دل یہ تباہی دیکھ کر بے چین ہو گیا اور میں نے جدوجہد شروع کر دی۔ لندن، پیرس، وائنا، برلن، تمام مراکز میں پھرا۔ اس سعی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سین اسٹفانو کا ذلیل معاہدہ منسوخ ہو گیا اور سلطنت ایک مرتبہ پھر بچ گئی۔ مجھے وزراء سلطنت اور خود سلطان کی غفلت پر سخت افسوس ہے۔ میں اُسوقت جبکہ روس پلونہ کا محاصرہ کئے پڑا تھا، آسٹریا کو راضی کر لیا تھا کہ روس پر حملہ آور ہو جائے۔ آسٹریا کے حملے کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہ ہوتا کہ روسی فوجوں پر واپسی کا راستہ مسدود ہو جاتا اور سب کی سب یا تو قید ہو جاتیں، یا برباد ہو جاتیں۔ میں نے فوراً سلطان کو مفصل تار دیا۔ مگر بیس دن گزر گئے اور کوئی جواب نہ آیا۔ اس اثنا میں روس کو کامل فتح حاصل ہو گئی تھی!

میری شکایات کا اثر، سلطان پر پڑا۔ اُنھوں نے مجھے بے گناہ کو انتہائی "رحم و کرم" سے معاف کر دیا۔ دمشق [illegible]

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت ودستور

(۲)

سلطان کی معزولی

حسین عونی پاشا، رشدی پاشا، مدحت پاشا، اور خیر اللہ آفندی شیخ الاسلام نے طے کیا کہ ۲ جمادی الاول کو سلطان معزول اور مراد تخت نشین کر دیا جائے۔ لیکن اس تاریخ سے دو دن پہلے ہی سلطان عبدالعزیز کو کسی طرح اس معاملہ کی خبر پہنچ گئی اور انھوں نے عونی پاشا کو ملاقات کے لئے اپنے محل میں طلب کیا۔ مگر عونی پاشا نہیں گئے۔ کیونکہ انھیں افشائے راز کا حال معلوم ہو گیا تھا۔ چونکہ اب مزید تاخیر میں خطرہ تھا، اس لئے یہی طے پایا کہ فوراً تخت نشینی عمل میں لائی جائے۔ چنانچہ حسین عونی پاشا نے اسی رات اپنے شرکا کی مجلس منعقد کی، اور سلطان کی معزولی کے لئے بڑی تعداد میں فوج بھی جمع کر لی گئی۔

مدحت پاشا اپنی خود نوشتہ سوانح عمری میں لکھتے ہیں:

"ہم نے مناسب سمجھا کہ ولی عہد مراد آفندی کی تخت نشینی کا اعلان، وزارت جنگ کی عمارت میں ہو۔ چنانچہ میں، رشدی پاشا، اور شیخ الاسلام نے وزارت جنگ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حسین پاشا، احمد پاشا، ردیف پاشا، حسن پاشا، طولمہ باغچہ قصر شاہی میں گئے تاکہ وہاں فوج کو ضروری احکام دیں۔

"یہ تمام کارروائی پوری طرح مخفی رکھی گئی تھی۔ ہمیں یقین تھا کہ ہمارے رفقاء کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں ہے۔ لیکن جب ہم وزارت جنگ میں پہنچے، تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ وہاں لاکھوں آدمی جمع ہیں اور نئے سلطان کے ورود کا انتظار کر رہے ہیں۔ آج تک مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ یہ خبر تمام شہر میں راتوں رات کس طرح مشہور ہو گئی؟"

"مجمع، از حد جوش وخروش میں تھا۔ بڑی بے چینی سے مراد آفندی کا انتظار کر رہا تھا۔ اچانک ولی عہد کی سواری نمودار ہوئی۔ حسین عونی پاشا اُن کے ساتھ بیٹھے تھے۔ تمام مجمع نے نئے سلطان کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُن کی تخت نشینی کا اعلان ہو گیا۔ اُسی وقت سلطنت کے تمام صوبوں اور یورپ کی تمام حکومتوں کو تار کے ذریعہ اس عزل وتخت نشینی کی اطلاع بھیج دی گئی۔ دار الخلافہ میں جشن شروع ہو گیا۔ ہر طرف جھنڈے بلند ہو گئے۔ اجنبی جہازوں نے بھی اپنے علم اونچے کر دئیے۔ لیکن روسی سفارت خانے نے مظاہر جشن میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اور تھوڑی دیر تک عالم تذبذب میں رہا۔"

"پہلے دن کو محمود ندیم پاشا کی معزولی نے سخت تلخ ہوا تھا۔ اب خود سلطان کی معزولی نے اُسے اور بھی برہم کر دیا۔ چنانچہ نادروف نے ترکی وزارت خارجیہ کے نام تار بھیجا کہ "انھیں اس بات پر سخت افسوس ہے کہ ایک معمولی سپہ سالار کی جرأت نے سلطان کو تاج وتخت سے محروم کر دیا ہو!"

"سلطان عبدالعزیز معزول کر دیئے گئے، لیکن اُن کی ذات اور عزت کو کوئی صدمہ نہیں پہنچایا گیا۔ پہلے دستور تھا کہ معزول سلاطین قید کر دیئے جاتے تھے، ہم بھی سلطنت کے مصالح کے لئے ایسا کر سکتے تھے، مگر ہم نے نہیں کیا۔ ہم جانتے تھے کہ ملک میں کوئی جماعت بھی سلطان کی طرفدار نہیں ہے۔ لہٰذا انھیں قید کرنا قطعاً غیر ضروری تھا۔ علاوہ بریں ہم دستوری نظام حکومت قائم کرنا چاہتے تھے، اور دستوری حکومت میں کسی شخص کو بھی بغیر جرم کے قید کرنا جائز نہیں ہوتا، اگرچہ وہ معزول پادشاہ ہی کیوں نہ ہو"

معزول ہونے کے بعد سلطان عبدالعزیز نے سلطان مراد کو دست خاص سے مبارکباد کا خط لکھا، اور محل طوب قپوسے "فرمیہ" میں منتقل کر دیئے جانے کی درخواست کی۔ درخواست منظور کر لی گئی اور معزول سلطان نہایت عزت واحترام کے ساتھ اپنی تین سو بیویوں اور کنیزوں کے ساتھ نئے محل میں منتقل ہو گئے۔

عبدالعزیز کی خودکشی

ہم ابھی نئے سلطان کی تاج پوشی کے جلسوں سے پوری طرح فارغ بھی نہ ہوئے تھے، کہ سلطان عبدالعزیز نے اپنی نخوت وغرور کے جنون سے بے خود ہو کر خودکشی کر لی۔

یہ واقعہ معزولی سے ۶ دن بعد پیش آیا۔ اتوار کے دن انھوں نے اپنے ایک ملازم سے قینچی طلب کی اور اپنے بازو کی رگیں کاٹ ڈالیں۔ اُن کی موت خودکشی سے ہوئی۔ یہ بالکل یقینی بات تھی۔ تاہم مزید احتیاط کے خیال سے ہم نے اس کی باقاعدہ تحقیقات بھی کرائی۔ تمام شاہی طبیبوں اور اجنبی سفارت خانوں کے ڈاکٹروں کو بلا کر معائنہ کرا لیا گیا۔ ان ڈاکٹروں کی تعداد ۱۹ کے قریب تھی۔ انھوں نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ سلطان نے خودکشی کی ہے۔

سلطان مراد کی بیماری

سلطان مراد کی تخت نشینی ایک عظیم الشان مجمع کے سامنے عمل میں آئی تھی۔ اتنا بڑا مجمع اُنھوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مجمع از حد جوش وخروش میں تھا اور پوری قوت سے نعرے بلند کرتا تھا۔ نئے سلطان کے اعصاب پر اس منظر نے بہت بُرا اثر کیا، اور وہ عصبی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ اس واقعہ کے چھٹے دن جب انھوں نے معزول سلطان عبدالعزیز کی خودکشی کا حال سُنا، تو مرض نے اور بھی زیادہ شدت اختیار کی۔ دوسرے ہی دن اُن میں جنون کی علامتیں ظاہر ہو گئیں۔ ہم نے یہ واقعہ احتیاطاً مخفی رکھا اور علاج کرتے رہے، لیکن ۲۵ دن کے بعد ایک روز سلطان، باغ کے حوض میں پھاند پڑے اور محل کے خدام کو اُن کے جنون کا حال معلوم ہو گیا۔ اب اخفا ناممکن تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں تمام شہر حقیقت حال سے واقف ہو گیا تھا!

سلطان کی بیماری نے سلطنت کو سخت نقصان پہنچایا۔ ہم نے دستور اساسی طیار کر لیا تھا، مگر اسی بیماری کی وجہ سے اعلان ملتوی کر دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ حکومت کے تمام کام معطل ہو گئے۔ حتیٰ کہ سفراء دول کے کاغذات تک کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ اگرچہ وزارت وحکومت موجود تھی، مگر قانون کے مطابق ہر حکم کے لئے سلطان کی منظوری لازمی تھی۔ اور سلطان اس قابل نہ تھے کہ معاملات سلطنت کی سماعت کر سکتے۔

ایک نئی مصیبت

اس صورت حال نے ہمیں سخت پریشان کر دیا تھا۔ ہم سلطنت کے معاملات پر غور کرنے کے لئے رات رات بھر بیٹھے رہتے۔ ایک دن میرے مکان پر شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی اور وزراء سلطنت جمع تھے کہ ایک شخص حسن چرکسی نامی آیا۔ یہ فوج میں افسر تھا، اور سلطان عبدالعزیز کے لڑکے شہزادہ یوسف عزالدین کا ایڈی کانگ رہ چکا تھا۔ اس نے وزیر جنگ سے ایک بہت ضروری معاملہ کے لئے ملاقات کی درخواست کی۔ جونہی وہ اندر داخل ہوا حسین عونی پاشا پر پستول نکال کر حملہ کر دیا۔ حسین عونی کے سینہ پر گولی لگی اور اُن کا کام تمام ہو گیا۔ چونکہ ہمارے پاس ہتیار نہیں تھے، بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ مگر قیصرلی احمد پاشا وزیر بحر نے قاتل کو گرفتار کرنا چاہا۔ قاتل نے اُنھیں بھی سخت زخمی کیا۔ وہ بھاگے۔ اُس نے تعاقب کیا۔ میرا خادم احمد آغا اُس سے لپٹ گیا۔ مگر قاتل نے اُسے بھی قتل کر ڈالا۔ وزراء کے محافظ سپاہی دوڑے مگر قاتل کی جیب میں ۵ پستول تھے۔ اُس نے ۵ آدمی اور قتل کر دیئے۔ اب کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ اُس کے قریب جائے۔ قاتل اب ایک دوسرے کمرے میں گھسا، وہاں راشد پاشا بیہوش پڑے تھے۔ اُس نے اُنھیں بھی قتل کر دیا۔ بالآخر جب کافی تعداد میں مسلح پولیس کے سپاہی پہنچے تو وہ گرفتار کیا گیا۔

اس حادثہ نے سلطنت کو بہت نقصان پہونچایا۔ حسین عونی پاشا، فنون جنگ میں بے نظیر تھے۔ راشد پاشا، خارجی معاملات کے فہم میں مشہور تھے۔ ہمارے دشمن اِن دونوں کی موت سے بہت خوش ہوئے۔

بلغان اور جزیرہ کریٹ کی شورشیں

ہم اِن مصائب میں گرفتار تھے کہ ہرسک، سرویا، بلغاریا، اور کریٹ میں شورشیں برپا ہو گئیں۔ ہمارے عزم واستقلال کے لئے یہ بڑا ہی نازک وقت تھا۔ بایں ہمہ ہم نے بروقت کارروائی میں ذرا بھی کوتاہی نہ کی۔ فوراً ہر طرف فوجیں روانہ کر دی گئیں۔ ہماری فوجوں نے غیر معمولی شجاعت وہمت دکھائی، اور تمام شورشوں کا خاتمہ کر دیا۔

سلطان عبدالحمید کی تخت نشینی

لیکن سلطنت کی حفاظت کے لئے مجنون سلطان کی معزولی

(۵) مکہ، مدینہ، طائف، جدہ، ینبوع کے مابین سڑکیں بنائی جائیں۔

(۶) حرم کعبہ میں نیا اضافہ کیا جائے۔ اُس کے انتظام میں خرابیاں ہیں۔ اصلاح کی جائے۔

(۷) چاہ زمزم سے پانی نکالنے کا موجودہ طریقہ اچھا نہیں۔ اصول حفظان صحت کے خلاف ہے۔

(۸) نہر زبیدہ کی موجودہ صورت حال خراب ہے۔ جابجا سے کھلی ہوئی ہے۔ قسم قسم کی گندگیاں اُس میں گر جاتی ہیں۔ لوگ کپڑے بھی اُس میں دھو لیتے ہیں۔ حاجی اور باشندے یہی پانی پیتے ہیں اور نقصان اُٹھاتے ہیں۔

(۹) نہر زبیدہ ناکافی ہے۔ جدید کنوئیں کھودنے چاہئیں۔

(۱۰) منیٰ، عرفات، اور مزدلفہ میں پانی اور سایہ کا انتظام نہیں ہے۔

یہ مجلس تفتیش و اصلاح کے مسودۂ اصلاحات کی چند سفارشیں ہیں۔ اب دیکھنا چاہیے ان پر کہاں تک عمل ہوا ہے؟

تعلیم

نئے مدرسے جاری کئے جا رہے ہیں۔ مدارس کے لئے نصاب تعلیم اور دستور العمل بنایا جا رہا ہے۔ مصر و شام سے لائق مدرس طلب کئے جا رہے ہیں۔ صرف حجاز کے بڑے بڑے شہروں ہی میں نہیں بلکہ بدوی قبائل میں بھی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ بدوی باشندے باضابطہ مدارس سے مستفید نہیں ہو سکتے۔ لہذا اُن کے لئے متعدد معلم بلائے گئے ہیں جو خود بھی بدوی ہیں اور بدوی عادات و طبائع سے واقف ہیں۔ اب تک ۱۰ قبیلوں میں تعلیم کا انتظام کیا جا چکا ہے۔ مگر ظاہر ہے تعلیمی اصلاحات کا نتیجہ ایک مدت کے بعد ہی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ تعلیمی لائحہ ایک فرمان کی صورت میں شائع کیا گیا ہے اور بالاختصار یہ ہے:

دفعہ اول۔ کسی شخص کو حق نہیں کہ مجلس معارف کے لائحہ سے ہٹکر بطور خود تعلیم دے۔

دفعہ دوم۔ جن علوم کی تعلیم دی جائے گی، وہ وہی ہونگے جنھیں مجلس معارف نے مقرر کر دیا ہے۔

دفعہ سوم۔ حجاز کی تعلیم گاہیں، مجلس معارف کے ماتحت ہونگی۔

دفعہ چہارم۔ گھروں میں تعلیم نہیں دی جاسکے گی الا یہ کہ مجلس معارف سے اجازت حاصل کر لی گئی ہو۔

دفعہ پنجم۔ تعلیمی نصاب اور دستور العمل عنقریب مرتب کیا جائے گا۔ سلطان نے اس کے لئے ایک مجلس کی تشکیل کا حکم دیدیا ہے۔

دفعہ ششم۔ تعلیمی لائحہ اور دستور العمل حسب ذیل اصول پر مبنی ہوگا۔

(۱) تعلیم کی غرض ایک ہو۔

(۲) حجاز میں تعلیمی بدنظمی دور کر دی جائے۔ تمام تعلیم ایک ہی نظام کے ماتحت رہے۔ ابتدائی تعلیم، بتدریج اجباری کر دی جائے اور غریبوں کے لئے مفت ہو۔

(۳) حجاز میں تعلیم کے چار درجے قرار دئے جائیں: مکتبی، ابتدائی، ثانوی، اعلی۔

(۴) مسجد حرام میں جو تعلیم جاری ہے، اُس کے لئے ایک ضابطہ مقرر ہو۔

(۵) مدرسوں کی قابلیت کے لئے معیار مقرر کر دیا جائے۔

دفعہ ہفتم۔ مدارس اور تعلیم کی جانچ کے لئے مفتش مقرر کئے جائینگے وہ پوری تعلیم کی نگرانی کرینگے اور اپنی رودادیں مجلس معارف کے سامنے پیش کیا کرینگے۔

عدالتی نظام

عدالتوں کے لئے ایک نیا دستور العمل سلطان نے شائع کیا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

دفعہ اول: مکہ معظمہ میں حسب ذیل عدالتیں قائم ہونگی:

(۱) عدالت خفیفہ۔ اس کا مرکز قلعہ حمیدیہ میں ہوگا۔ یہ اُن تمام دیوانی و فوجداری مقدمات کا فوراً فیصلہ کرے گی جن میں ۲۰ گنی سے کم کا دعوا پیش ہوگا۔ اور جن میں مجرم کے لئے سنگین سزا نہیں ہے۔ اس کے فیصلے کی اپیل نہیں ہو سکتی۔ الا یہ کہ فیصلہ شرع کے صریح خلاف ہو۔

(۲) اسی قسم کی ایک اور عدالت بھی قائم ہوگی۔ یہ صرف بدوی قبائل کے مقدمات کا فیصلہ کرے گی۔

(۳) شرعی عدالت عالیہ۔ یہ اُن تمام مقدموں پر غور کرے گی جو عدالت خفیفہ کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں۔ اس کے فیصلے اُس کے قاضیوں کے اتفاق آرا یا اکثریت سے صادر ہونگے۔

دفعہ دوم۔ جدہ اور مدینہ میں بھی اسی قسم کی تینوں عدالتیں قائم کی جائیں۔

دفعہ سوم۔ مکہ کی عدالتوں میں قاضیوں کی تعداد حسب ذیل ہوگی:

(۱) عدالتہائے خفیفہ میں ایک ایک قاضی۔

(۲) عدالت عالیہ میں تین۔

دفعہ چہارم۔ عدالتی نگرانی کے لئے ایک مجلس قائم ہو۔ اس کا فرض یہ ہوگا کہ وقتاً فوقتاً مقدمات کی رفتار اور فیصلوں کی جانچ کرتی رہے۔ اگر کبھی غلطی دیکھے، تو فوراً باز پرس کرے۔

دفعہ پنجم۔ یہ مجلس ایک صدر، ایک کاتب (سکرٹیری) اور تین ارکان سے مرکب ہوگی۔ خود سلطان ان لوگوں کو منتخب کرینگے۔

دفعہ ششم۔ اس مجلس کے وظائف حسب ذیل ہونگے:

(۱) تمام حدود شرعیہ پر نظر رکھنی۔

(۲) مالی مقدمات پر نظر ثانی کرنی بشرطیکہ کوئی فریق اس کی درخواست کرے۔

(۳) کم عمر بچوں کے حقوق اور اوقاف کے اموال کی حفاظت۔

(۴) امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔

(۵) اُن مسائل میں فتوی صادر کرنا جن کا تعلق شرعی عدالتوں سے نہیں ہے۔

(۶) اگر عدالتوں کے قاضی کسی معاملے میں مختلف ہوں اور فیصلہ نہ کر سکیں، تو اُنھیں مشورہ دینا۔

دفعہ ہفتم۔ فیصلہ کے صادر ہونے کے بعد اُس کے نفاذ میں ۵ دن سے زیادہ تاخیر نہ کی جائے۔

دفعہ ہشتم۔ قاضیوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ عدالت کے اوقات میں لوگوں سے نجی کی ملاقاتیں کریں۔

دفعہ نہم۔ اپیل کی انتہائی مدت بیس دن ہے۔

یہ عدالتی نظام نامے کے چند دفعات کا خلاصہ ہے۔ اس نظام نامے کے ساتھ ہی دو شاہی فرمان بھی شائع ہوئے ہیں۔ ایک میں مکہ معظمہ کی تینوں عدالتوں کے لئے قاضیوں (ججوں) کی تقرری منظور ہوئی دوسرے میں عدالتی نگرانی کی مجلس کے ارکان کے نام بتلائے گئے ہیں۔

عدالت عالیہ کے لئے تین قاضی مقرر ہوئے ہیں: شیخ محمد المرزوقی ابو حسین (صدر) بہجت البیطار (رکن) امین فودہ (رکن)۔ باقی دونوں عدالتوں کے لئے بالترتیب شیخ محمد التویجری اور شیخ حسین عبد الغنی مقرر کئے گئے ہیں۔

عدالتی نگرانی والی مجلس کے ارکان حسب ذیل ہیں:

(۱) شیخ عبد اللہ بن حسن	(صدر)
(۲) شیخ محمد علی الترکی	(کاتب)
(۳) شیخ علی المالکی	(رکن)
(۴) شیخ محمد الباقر	(〃)
(۵) شیخ سید ابو بکر	(〃)

مجلس امر بالمعروف

عدالتی نظام نامے کے ساتھ ایک فرمان میں مجلس امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے قیام کا بھی اعلان کیا گیا ہے۔ اس کی دفعات حسب ذیل ہیں:

(۱) اس مجلس کا مرکز، مکہ میں ہوگا۔ شاخیں، جدہ، مدینہ، طائف، ینبوع وغیرہ ملحقات میں ہونگی۔

(۲) ہر مقام کی مجلس میں حسب ضرورت ارکان کی تعداد رہیگی۔

(۳) ارکان کے لئے لازمی شرط یہ ہے کہ شریعت کے عالم، خوش اخلاق اور خوش اطوار ہوں۔

(۴) ہر مجلس کے ماتحت، مسلح فوج ہوگی اور وہ اُس کے احکام نافذ کرے گی۔

(۵) ہر ہفتہ دو مرتبہ یہ مجلسیں جمع ہونگی۔

(۶) ان مجلسوں کے فرائض حسب ذیل ہیں:

(۱) باشندوں کو اوقات نماز میں متنبہ کرنا اور بے نمازیوں کو خوش اسلوبی سے نماز کی طرف راغب کرنا۔

(۲) جن مقامات میں خلاف شرع کام ہونے کا شبہ ہو، اُن کی نگرانی۔

(۳) باشندوں کو نرمی کے ساتھ معاصی و منکرات کے ترک کی ترغیب دینا۔

(۴) شادی و غمی میں خلاف شرع رسموں سے باز رکھنا۔

(۵) عوام کو فحش کلامی سے روکنا۔

(۶) کمزوروں کی مدد، بیواؤں سے حسن سلوک، لاچاروں کی دستگیری۔

(۷) حیوانات پر رحم۔

(۸) یہ مجلسیں ہر اُس بات کا حکم دیں گی اور ہر اُس بات سے منع کریں گی جس پر امت کا اجماع ہے۔ مختلف فیہ امور میں عدالتی نگرانی والی مجلس سے رجوع کریں گی۔ کیونکہ امر بالمعروف، معروف میں ہے نہ کہ اہواء و بدعات میں۔

تنبیہ۔ ان مجالس کے ماتحت فوجوں کو سختی سے ممانعت کیجاتی ہے کہ احکام کے نفاذ میں ہرگز تشدد سے کام نہ لیں۔

مکہ معظمہ کی مرکزی مجلس کے ارکان حسب ذیل ہیں:

(۱) شیخ عبد الرحمن قشاق	(صدر)
(۲) 〃 عمر فقیہ	(رکن)
(۳) 〃 محمد لوز کیتی	(〃)
(۴) 〃 محمد شیروانی	(〃)
(۵) 〃 اسعد شیخ	(〃)
(۶) 〃 عبد اللہ بن عمار	(〃)
(۷) 〃 عبید اللہ بن طلق	(〃)
(۸) 〃 سلیمان الصنیع	(〃)
(۹) 〃 محمد الخضری	(〃)
(۱۰) 〃 محمد عبد الرحمن لعقل	(〃)

مجلۃ الاحکام الشرعیہ

عدالتی اصلاحات کے سلسلے میں سب سے بڑی اصلاح، جو سلطان ابن سعود کے پیش نظر ہے، وہ "مجلۃ الاحکام شرعیہ" ہے۔ آپکے قارئین سے مخفی نہیں کہ فقہ اسلامی کے مذاہب اربعہ کی تفریق سے شریعت کے قیام میں کس قدر دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں۔ خصوصاً اُن ممالک میں جہاں چاروں مذاہب کے متبعین موجود ہیں۔ بلکہ خود ہر مذہب کی کتب میں اس قدر اختلافات ہیں کہ شرعی عدالتوں کا کام نہایت دشوار ہو جاتا ہے۔ اب سے پہلے ترکی میں جب شرعی عدالتیں قائم

مقرر کیا۔ ایک ہزار پونڈ انعام دیا۔ ۵۰۰ پونڈ میرے بیوی بچوں کو مرحمت کئے۔ اور مجھے اجازت دی کہ اپنے خاندان کے ساتھ جزیرۂ کریٹ میں رہوں۔ چنانچہ یکم شوال ۱۲۹۵ھ میں میرا خاندان کریٹ پہنچ گیا۔

شام کی گورنری

لیکن دو ہی مہینے بعد مجھے فرمان شاہی ملا کہ تم شام کے گورنر مقرر کئے گئے۔ میں معاملہ کی تہ تک پہنچا ہوا تھا۔ در اصل سلطان مجھے پایۂ تخت سے دُور رکھنا چاہتے تھے۔ میں نے معذرت کی۔ بڑھاپے کا عذر پیش کیا مگر مسموع نہ ہوا اور شام جانا پڑا۔ مجھے اس منصب سے خوشی ہوئی۔ اس لئے نہیں کہ مناصب کی طلب تھی۔ اب میں مناصب سے اُکتا سا گیا تھا۔ اس لئے کہ شام میں میں اپنا جنون اصلاح پورا کر سکوں گا۔ میرا جنون، میری اصلاح پسندی ہے۔ میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔

شام میں آتے ہی میں نے محسوس کیا کہ مسلمان باشندوں میں تعلیم بالکل مفقود ہے۔ چنانچہ میں نے تعلیم کی اشاعت، تمام اصلاحات پر مقدم رکھی، اور سیکڑوں مدرسے جاری کر دیئے۔ میں نے ایک قانون بنایا کہ ۶ برس کی عمر کے بعد جو کوئی اپنے لڑکے کو مدرسے میں داخل نہیں کریگا اُسے سزا دی جائیگی۔ ان مساعی کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت جلد تعلیم کی طرف باشندوں کو رغبت پیدا ہو گئی۔ اور ہزارہا بچے پڑھنے لکھنے لگے۔ حالانکہ مجھ سے پہلے اس صوبے میں صرف گنتی کے چند مکتب قائم تھے اور اُن میں بھی صرف قرآن پڑھایا جاتا تھا۔

از سرِ نو سازشوں کا ظہور

تعلیم کے بعد میں نے دوسری اصلاحات شروع کیں۔ مگر اچانک دار الخلافہ میں میرے خلاف از سر نو سازشوں کا ظہور ہوا۔ سلطان نے داماد محمود پاشا اور رشدی پاشا وغیرہ کو جلا وطن کر دیا جو سعی اصلاح میں میرے ہم خیال تھے۔ اور محمود ندیم پاشا اور جودت پاشا کو اپنا مشیر بنا لیا جو اصلاح اور اصلاح پسند جماعت کے سخت دشمن تھے۔ پارلیمنٹ بند کر دی۔ دستور اساسی منسوخ کر دیا۔ پھر خود میرے متعلق، آستانہ کے اخبارات نے لکھنا شروع کیا کہ میں شام میں بغاوت کی طیاری کر رہا ہوں۔ عنقریب اپنی بادشاہی کا اعلان کر دونگا۔ میں اس کی بھی پروا نہ کرتا، لیکن شام میں میری اصلاحات کی مخالفت پایۂ تخت سے ہونے لگی۔ اب میں نے دیکھا کہ استعفا پیش کر دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ اپنی پیری اور ضعیفی کی بنا پر استعفیٰ دے دیا۔ بڑی حجتوں کے بعد سلطان نے اُسے منظور کیا۔ لیکن حکومت کی خدمت سے مجھے علحدہ ہونے نہیں دیا۔ شام سے سمرنا کی گورنری پر بھیجا۔

سمرنا میں اصلاحات و ترقی

اُسوقت صوبۂ سمرنا کی حالت نہایت زبوں تھی۔ کوئی انتظام نہ تھا۔ ہر طرف لوٹ مار اور بے امنی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے از سر نو حکومت قائم کی۔ مدرسے جاری کئے۔ سڑکیں بنائیں۔ ٹریم جاری کی۔ مگر دار الخلافہ میں میرے خلاف برابر سازشیں جاری تھیں۔ محمود ندیم پاشا بر سر اقتدار تھا اور روس کے اشاروں پر کام کر رہا تھا۔

اب سلطان عبد الحمید بالکل کھل کھیلنا چاہتے تھے۔ جن جن لوگوں سے اُنھیں مخالفت کا ذرا بھی اندیشہ تھا، سب کو پایۂ تخت سے جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ مگر اس پر بھی وہ مطمئن نہ تھے۔ اس اثنا میں معزول سلطان مراد کا جنون دور ہو چکا تھا۔ سلطان عبد الحمید کو اندیشہ پیدا ہوا مبادا انھیں دوبارہ تخت نشین کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ چنانچہ اُنھوں نے تمام اصلاح پسندوں کا خاتمہ کر دینا چاہا۔

مدحت پاشا کے خلاف مقدمہ

اس مقصد کے لئے سلطان عبد الحمید نے مرحوم عبد العزیز کی خود کشی کو آلۂ کار بنایا۔ عبد العزیز کی وفات، ایک سازش اور قتل کا نتیجہ قرار دی گئی۔ ایک برس تک خفیہ طیاریاں ہوتی رہیں۔ پھر اچانک داماد محمود جلال الدین پاشا، رشدی پاشا، سردار عبدی پاشا، ردیف پاشا، اور شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی جلا وطن کر دئے گئے۔ وجہ یہ بتائی گئی کہ تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے کہ انہی لوگوں نے سلطان عبد العزیز کو قتل کیا ہے۔ مگر وہ تحقیقات آج تک شائع نہیں کی گئی۔

اس اثنا میں میرے بعض دوست مجھے لکھ رہے تھے کہ عنقریب تم بھی گرفتار ہونے والے ہو۔ فوراً بھاگ جاؤ۔ نیز میرے ایک یورپین دوست نے آ کر کہا، میں ایک جہاز خاص تمہارے لئے لایا ہوں۔ فوراً یورپ چلے جاؤ۔ ورنہ گرفتار ہو جاؤ گے۔ مگر میں نے قطعی انکار کر دیا۔ میں نے کہا سلطان عبد العزیز نے خود کشی کی ہے۔ نہ میں نے اور نہ کسی اور نے اُنھیں قتل کیا ہے۔ جب میں مجرم ہی نہیں ہوں تو کیوں بھاگوں اور دشمنوں کو تہمت لگانے کا موقعہ دوں؟ میں نے ۴۰ برس سلطنت کی خدمت کی ہے۔ اب آخری وقت میں اُسے چھوڑ نہیں سکتا۔ میں نے یہ کہا حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ سلطان میرے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں اور جلد سے جلد میرا فیصلہ کر دینا چاہتے ہیں۔ مجھے ہر روز اپنی گرفتاری کا انتظار رہتا تھا۔ چنانچہ ہر اپریل کو جبکہ میں سمرنا کے دار الحکومت میں اپنے خاندان کے ساتھ سو رہا تھا، آدھی رات کے وقت سپاہیوں نے محاصرہ کر لیا، اور مجھے قید کر کے آستانہ بھیج دیا گیا۔

بریدِ شرق

مکتوب حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار حجاز کے قلم سے)

جدید اصلاحات

گزشتہ ہفتہ معاہدۂ جدہ پر روشنی ڈال چکا ہوں۔ اس ہفتہ اُن جدید اصلاحات پر مفصل بحث کرنے کا ارادہ تھا جو حجاز میں شروع ہو چکی ہیں۔ مگر جب لکھنے بیٹھا تو معلوم ہوا ایک مضمون میں بحث نہیں ہو سکتی، کیونکہ اصلاحات کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ مجبوراً نہایت مختصر اشاروں پر اکتفا کروں گا۔

آپکے قارئین واقف ہیں کہ پچھلے دنوں سلطان ابن سعود بعض انتظامات کی تکمیل کے لئے نجد گئے تھے۔ اُن کی عدم موجودگی میں بعض بد نظمیاں حجاز میں رونما ہو گئی تھیں۔ یہ بد نظمی ایک حد تک قدرتی کہی جا سکتی ہے۔ کیونکہ موجودہ حکومت کی عمر ابھی بہت کم ہے۔ اور صدیوں کے اختلال و فساد کے بعد حجاز میں بہت ہی زیادہ تدبر اور بیدار حکومت کی ضرورت ہے۔ باشندوں کے مزاج بگڑے ہوئے ہیں۔ ذرا سی غفلت میں بے لگام ہو جاتے ہیں۔

مجلس تفتیش

سلطان نے یہ صورت حال دیکھی تو فوراً اُس کے سدباب پر کمر بستہ ہو گئے۔ اُنھوں نے ایک مجلس "لجنۃ التفتیش والاصلاح" کے نام سے قائم کر دی۔ اس مجلس کی طرف میں اپنے کسی پچھلے مکتوب میں اشارہ کر چکا ہوں۔ اس مجلس کا کام یہ ہے کہ حکومت کے تمام شعبوں کی جانچ پڑتال کر کے اصلاح کی تجویزیں سلطان کے سامنے پیش کرے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اُن تمام تدبیروں پر بھی غور کرے جو حجاز کی ترقی و خوشحالی کا موجب بن سکتی ہیں۔ سلطان نے اس مجلس کو کافی اختیارات دئے ہیں۔ یہ مجلس جو کچھ طے کر دیتی ہے، سلطان اُسے منظور کر لیتے ہیں۔

درحقیقت تمام جدید اصلاحات کا مسودہ اسی مجلس نے بنایا ہے۔ ذیل میں بعض اہم اصلاحات کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) تعلیم۔ مجلس نے فیصلہ کیا ہے کہ دنیا کے دوسرے ملکوں کی طرح حجاز میں بھی تعلیم تین درجوں پر تقسیم کر دی جائے: ابتدائی، ثانوی، اعلیٰ۔ تمام تعلیم گاہوں کے لئے عام اس سے کہ سرکاری ہوں یا غیر سرکاری، ایک ہی نصاب اور دستور العمل بنایا جائے۔ نئی کتابیں تصنیف یا ترجمہ کی جائیں اور ان میں ملک کی استعداد کا لحاظ رکھا جائے۔ ۲۲ ارکان پر مشتمل ایک مجلس "مجلس معارف" کے نام سے قائم کی جائے اور پورا محکمۂ تعلیم اُس کے سپرد کر دیا جائے۔

(۲) مجلس تفتیش نے فیصلہ کیا کہ عدالتوں کا موجودہ نظام، فاسد ہے اس میں تبدیلی کی جائے۔ اسوقت صورت یہ تھی کہ مقدمات کا فیصلہ مدتوں تک نہیں ہو سکتا تھا۔ داد خواہوں کو سخت پریشانیاں اٹھانی پڑتی تھیں۔ نتیجہ یہ تھا کہ باشندے اپنا نقصان گوارا کر لیتے، مگر عدالتوں کے تباہ کن پنجوں میں پھنسنا نہیں چاہتے۔ مجلس نے طے کیا کہ عدالتوں کا نظام بہت سادہ کر دیا جائے۔ مقدمات کے فیصلے میں تاخیر نہ ہونے پائے۔ شرعی احکام کے مطابق فوراً فیصلہ صادر ہو جائے۔ عدالت کے حکام کے غیر محدود اختیارات مقید کر دئے جائیں۔ اُن پر باضابطہ نگرانی قائم کی جائے۔ تاکہ مقدمہ والوں کو اُن کی دیانت پر شبہ باقی نہ رہے۔ چھوٹی چھوٹی عدالتیں جا بجا قائم کی جائیں۔ ان کا کام یہ ہو کہ معمولی مقدمات کا تصفیہ فوراً کر دیا کریں۔

(۳) ملک میں حفظان صحت کا انتظام مکمل نہیں ہے۔ نئے شفاخانے کھولے جائیں۔ نئے طبی آلات مہیا کئے جائیں۔ لائق طبیبوں کی خدمات حاصل کی جائیں۔

(۴) ڈاک اور پولیس کے محکموں میں اصلاحات جاری کی جائیں۔

واتبع من خلق دنیا فی حسنہ　　عار علیک اذا فعلت عظیم

"حکومت کے عہدہ داروں کا سب سے پہلا فرض یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کریں۔ حق کے معاملے میں کسی کی بھی ملامت کی پرواہ نہ کریں۔ کسی کے بھی شبہ سے نہ ڈریں۔ کیونکہ ملامت اور شبہ، دنیا کے حالات میں سے ہے۔ دین میں سے نہیں ہے۔ منکروں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں شبہ کیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے شکوک باطل کر دئیے۔ اپنا دین غالب کر دیا۔ منکروں کو خسران کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ یہ دارین کی سعادت کا ایک ذریعہ ہے کہ اشرار ہمیشہ اخیار کے دشمن ہوتے ہیں۔

"ہم کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا رب، اللہ ہے۔ ہمارا دین، اسلام ہے۔ ہماری کتاب قرآن ہے۔ ہمارے نبی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن محض زبان کے دعوے سے کچھ نہیں ہوتا۔ خدا عمل چاہتا ہے: قل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ" بت پرست بھی، خدا پرستی کے مدعی تھے، مگر خدا نے انھیں قبول نہ کیا۔ منافق بھی ہم مسلمانوں ہی کے سے دعوے کرتے تھے! مگر خدا نے فرمایا "ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار"

"یہاں شرعی عدالتیں موجود ہیں۔ امر بالمعروف کی مجلسیں قائم کر دی گئی ہیں۔ یہ سب کیوں ہیں؟ صرف اظہار حق کے لئے۔ تم اے عہدہ داران حکومت! اس دین کے امین ہو۔ اس بلد امین کے امین ہو۔ تم اس کے ذمہ دار ہو۔ تم اس کے خادم ہو۔ پس جو احکام، شہر کے لئے جاری کئے جاتے ہیں، اُن کے سب سے پہلے مخاطب تم ہو۔ وہ تم پر سب سے پہلے نافذ ہونگے۔ یہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا کہ کچھ لوگوں پر احکام جاری ہوں اور کچھ لوگ مستثنیٰ رہیں، اگرچہ مستثنیٰ رہنے والا خود ابن سعود اللہ کا بیٹا فیصل ہی کیوں نہ ہو!

"ہم اس شہر میں گئے ہیں کیونکہ اُس سے بے حد محبت رکھتے ہیں۔ اس کے باشندوں سے محبت رکھتے ہیں۔ اُن کے لئے بھلائی کی کوشش کرتے ہیں۔

"ہم اخیار سے محبت رکھتے ہیں۔ اشرار سے نفرت کرتے ہیں۔ الحمد للہ دین و وطن کی برکت سے ہمیں بعض اعمال نافعہ کی توفیق حاصل ہوئی ہے۔ ہم نے جماعت امر بالمعروف و نہی عن المنکر قائم کر دی ہے۔ اُس کے احکام سب کے لئے یکساں طور پر واجب العمل ہیں۔ تم اے عہدہ دارو! سب سے زیادہ اُن احکام کے مخاطب ہو۔ کیونکہ تم ہی انھیں نافذ کرنے والے ہو۔ اگر تم خود اُن پر عامل نہ ہوگے، تو دوسرے بھی اُن پر عمل نہ کرینگے۔

"ہم تم سے تین باتیں چاہتے ہیں:

(۱) اپنے اوقات میں نماز۔ ہرگز نماز جماعت سے تخلف جائز نہیں الا یہ کہ عذر شرعی ہو۔

(۲) جملہ محرمات شرعیہ سے اجتناب، اشرار کی صحبت سے پرہیز۔

(۳) شرعی آداب کے مخالف امور میں غیر مسلموں کی تقلید سے احتراز۔

"مختصر یہ کہ تم پر حکومت کے احکام کی اطاعت اور پیروی لازم ہے، بشرطیکہ وہ احکام خلاف شرع نہ ہوں۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے تمہاری حکومت کوئی خلاف شرع حکم صادر نہیں کرتی۔

"یقین کرو میں خود سب کی تفتیش کروں گا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں اچانک تم پر ٹوٹ پڑوں گا۔ جس کسی کو صراط مستقیم سے ہٹا ہوا دیکھوں گا اور اُس کی غلطی ثابت ہو جائے گی، پہلے اُس کے افسر کو قانون کے مطابق سزا دوں گا۔ پھر اُس شخص سے بازپرس کروں گا۔ یقین کرو سزا ہمیشہ سخت سے سخت اور بے رو رعایت ہو گی۔ پس ہوشیار ہو جاؤ۔ میری سنو، کیونکہ میں تمہیں خوف الٰہی کی وصیت کرتا ہوں!

"تمام عہدہ داروں پر فرض ہے کہ احکام حکومت پر عمل کریں۔ حکومت ہمیشہ امر الٰہی کا حکم دیتی اور نہی سے منع کرتی ہے۔ اگر ہم اللہ اور اُس کے رسول کے حکموں پر عامل ہوں، تو ہماری سنو اور اطاعت کرو۔ اگر خدا نخواستہ ایسے نہ ہوں تو نہ تو ہماری سنو، نہ اطاعت کرو!"

افسانہ

نپولین پر دوسرا حملہ

یکم مئی ۱۸۰۹ء میں نپولین، آسٹریا میں جنگ کر رہا تھا۔ ۲۳ اکتوبر کو جبکہ وہ اپنی فتحمند فوجوں کا معائنہ کر رہا تھا، یکایک میدان کے ایک گوشے سے ایک خوبصورت نوجوان نمودار ہوا اور آہستہ آہستہ نپولین کی طرف بڑھنے لگا۔ مارشل برتھیئر کی نظر اُس پر پڑی اور اُس نے اُسے روک کر کہا:

"اگر شہنشاہ کو کوئی درخواست دینی چاہتے ہو تو مجھے دیدو، میں پیش کر دوں گا۔" نوجوان نے جواب دیا "میں خود نپولین سے زبانی گفتگو کرنی چاہتا ہوں"

یہ کہکر نوجوان پیچھے ہٹا۔ مارشل نے خیال کیا وہ واپس جا رہا ہے۔ مگر اس کے مڑتے ہی نوجوان نے پھر آگے بڑھنا شروع کیا۔ مارشل کو شک ہوا، اور اس نے ایک افسر کو حکم دیا کہ اُسے گرفتار کر کے لیجائے۔ یہ واقعہ کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ سب فوج کی قواعد کے تماشہ میں مصروف تھے۔ تھوڑی دیر بعد افسر نے واپس آکر مارشل کو خبر دی کہ نوجوان کی جیب میں خنجر نکلا ہے جو ایک سفید کاغذ میں لپٹا ہوا تھا۔ جنگی قواعد ختم ہونے کے بعد مارشل نوجوان کو دیکھنے گیا، دیکھا کہ وہ چارپائی پر پڑا ہے۔ اُس کے سامنے ایک عورت کی تصویر، نوٹ بک، اور چند سکے رکھے ہیں۔

مارشل نے سوال کیا:

"تمہارا کیا نام ہے؟"

"صرف نپولین کو بتاؤں گا"

"تم اس خنجر سے کیا کرنا چاہتے تھے؟"

"نپولین کو بتاؤں گا"

"شہنشاہ کی جان لینا چاہتے تھے؟"

"ہاں!"

"کیوں؟"

"نپولین کو جواب دوں گا"

چند منٹ بعد نپولین کو اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی۔ اُسے نوجوان کو اپنے سامنے طلب کیا۔ نوجوان کی شکلیں کسی تھیں۔ نپولین کے سامنے پہونچکر وہ ذرا بھی مرعوب نہیں ہوا۔

نپولین: "تم فرنچ جانتے ہو؟"

نوجوان: بہت کم"

"نام؟"

"فریڈریک سٹاپس"

"وطن؟"

"جرمنی"

"باپ کا پیشہ؟"

"پروٹسٹنٹ پادری"

"تمہاری عمر؟"

"اٹھارہ برس"

"خنجر سے کیا کرنا چاہتے تھے؟"

"آپکو قتل!"

"تو دیوانہ ہے؟"

"ہرگز نہیں"

"بیمار ہے؟"

"نہایت تندرست ہوں"

"مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے تھے؟"

"کیونکہ تم نے میرے وطن کو بدبخت بنا دیا ہے!"

"کیا میں نے تیرے ساتھ بھی کچھ برائی کی ہے؟"

"ہاں میرے ساتھ بھی اور ہر جرمن کے ساتھ بھی"

"تجھے اس جرم کے لئے کس نے بھیجا ہے؟"

"کسی نے بھی نہیں۔ میں خود اپنے اس اعتقاد سے آیا ہوں کہ تمھیں قتل کر کے اپنے وطن اور تمام یورپ کو تمہارے شر سے نجات دیدونگا!"

"آج سے پہلے بھی تو نے مجھے دیکھا تھا؟"

"ہاں، ارفورٹ میں"

"اُسوقت بھی میرے قتل کا ارادہ تھا؟"

"ہرگز نہیں، میں سمجھتا تھا تم پھر کبھی جرمنی پر اعلان جنگ نہ کرو گے، اُسوقت میں تم سے محبت کرتا تھا"

"یہاں وائنا میں کتنے دن سے ہو؟"

"دس دن سے"

"اتنے دن کیوں خاموش رہے؟"

"آج سے پہلے کوئی مناسب موقعہ نہیں ملا"

"میں پھر پوچھتا ہوں دیوانہ ہو یا بیمار؟"

"دونوں میں سے کوئی بھی نہیں"

"میں کورونیزار کو بلواتا ہوں"

"یہ کون شخص ہے؟"

"ڈاکٹر"

"لیکن مجھے ڈاکٹر کی مطلق ضرورت نہیں"

تمام حاضرین پر خاموشی طاری ہو گئی۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر آیا اور نبض دیکھی۔ نوجوان نے کہا:

"کیوں ڈاکٹر! میں بالکل تندرست نہیں ہوں؟"

ڈاکٹر نے نپولین سے عرض کیا:

"یہ بالکل تندرست ہے" نوجوان نے خوش ہو کر نپولین سے کہا:

تھیں اور فقہ حنفی پر فیصلہ صادر کرتی تھیں تو انھیں سخت دشواریاں پیش آتی تھیں۔ یہی دشواریاں دیکھ کر ترکوں نے ایک مجلہ یا قانون نامہ، فقہ حنفی سے مرتب کیا تھا اور ترکی عدالتیں اُسپر عمل کرتی تھیں۔

حجاز میں چاروں مذاہب کے پیرو موجود ہیں۔ مالکیوں اور شافعیوں کی اکثریت ہے۔ موسم حج میں تو تین چار مہینے کے لئے ہر مذہب کے مسلمان لاکھوں کی تعداد میں جمع ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حجاز میں کسی ایک فقہی مذہب کو معتبر قرار دینا اور باقی کو پس پشت ڈال دینا، صریح نا انصافی ہوگی۔ لہذا سلطان ابن سعود نے یہی مناسب سمجھا کہ حجاز کی شرعی عدالتیں کسی ایک مذہب کی مقید نہ ہوں بلکہ بیک وقت چاروں مذاہب پر حسب حالت فریقین عمل کریں۔ چونکہ تمام اہل سنت والجماعت مسلمان، چاروں مذاہب فقہ کی بنیاد یکساں حق تسلیم کرتے ہیں، اس لئے سلطان نے طے کیا کہ مذاہب اربعہ کے زیادہ سے زیادہ مستند اور ضروریات زمانہ کے مطابق احکام لے لئے جائیں اور انہی کی بنا پر عدالتیں فیصلہ کریں۔

مگر موجودہ زمانہ میں ایسے علماء و قضاۃ کا ملنا مشکل ہے جو بیک وقت چاروں مذاہب کے ماہر ہوں، لہذا سلطان نے طے کیا کہ ایک مجلہ یا قانون نامہ مرتب کیا جائے اور اُس میں مذاہب اربعہ کے متفق علیہ احکام اور زیادہ سے زیادہ مستند اور وقت کے مناسب احکام جمع کر دیئے جائیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے سلطان عنقریب مذاہب اربعہ کے مشہور علماء کی ایک مجلس مرتب کرنے والے ہیں۔ یہی مجلس یہ مجلہ طیار کرے گی۔

حفظان صحت

سلطان نے حفظان صحت کے انتظامات بھی شروع کر دیئے ہیں۔ متعدد مصری و شامی ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کر لی ہیں۔ جدہ میں ایک طبی مرکز قائم کرنے کی منظوری صادر کر دی ہے۔ یہ طبی مرکز جدید ترین صحی اسلوب پر قائم ہوگا۔ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ متعدد حجازی نوجوان یورپ بھیجے گئے ہیں تاکہ طبی علوم کی تکمیل کریں۔ حجاز کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ اُس کے نوجوان تعلیم کے لئے باہر بھیجے جا رہے ہیں۔

جدید سڑکیں

جدہ اور مکہ کے درمیان پرانی سڑک کی مرمت ہو رہی ہے۔ اس راستے میں جابجا بلند ٹوڈیں ریت پھیلی ہوئی تھی اور حاجیوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ سلطان نے اُس کی مرمت جاری کر دی ہے۔ پوری سڑک پر پتھر کوٹا جا رہا ہے۔ آئندہ موسم حج میں حاجی یہ سڑک بالکل طیار پائیں گے اور بہت آرام حاصل کرینگے۔

مکہ اور طائف کے مابین بھی ایک سڑک بنائی گئی ہے۔ اسپر موٹر چلنے لگے ہیں۔ طائف، مکہ کے لئے روح کا حکم رکھتا ہے۔ سبزیاں، ترکاریاں، میوے، مکہ میں طائف ہی سے آتے ہیں۔ اب سے پہلے دونوں شہروں کے مابین سفر ۲ دن میں ختم ہوتا تھا۔ اب صرف ۳ گھنٹے میں طے کیا جاتا ہے۔ طائف کی آب و ہوا نہایت عمدہ ہے۔ مناظر ایسے ہیں کہ حجاز کا سوئٹزرلینڈ معلوم ہوتا ہے۔ مگر ابتک اُس کی آبادی و ترقی کا کوئی سامان نہ تھا۔ سلطان اُسے آباد کرنا چاہتے ہیں۔ طائف، حجاز کا قدرتی طور پر گرمائی پایۂ تخت ہے۔ سلطان نے اپنا خاندان طائف بھیجدیا ہے، تاکہ مکہ کے دوسرے باشندوں کو بھی ترغیب ہو اور وہ گرمی میں وہاں جا کر رہا کریں۔

ینبع اور مدینہ کے مابین بھی سڑک بن رہی ہے۔

حرم میں اصلاحات

حرم کعبہ میں دو قسم کی اصلاحات شروع ہو گئی ہیں: تعمیری اصلاحات اور انتظامی اصلاحات۔

تعمیری اصلاحات کے سلسلہ میں تین اہم ہیں:

(۱) حرم کا موجودہ رقبہ، حجاج بیت اللہ کے لئے ناکافی ہے۔ لہذا اطراف حرم کے بعض مکان، حکومت نے خرید لئے ہیں تاکہ مسجد زیادہ وسیع کر دی جائے۔ یہ توسیع "باب زیادہ" کی طرف سے عمل میں آئیگی۔

(۲) حرم کے گرد مکانوں کا ایسا سلسلہ قائم ہو کہ بیت اللہ کی تمام عظمت پوری طرح ظاہر نہیں ہوتی۔ لہذا حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ بتدریج اطراف کے مکان خرید کر کے منہدم کر دیئے جائیں۔

(۳) مسجد حرام کے صحن پر کوئی چھت نہیں ہے صرف چاروں طرف دالان ہیں، لیکن وہ بھی دھوپ کی مداخلت سے محفوظ نہیں ہیں۔ اس سے حاجیوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ دھوپ کی شدت سے بہت آدمی بیمار ہو جاتے تھے۔ اب سلطان نے فیصلہ کیا ہے کہ چاروں طرف دالانوں کے سامنے پتلے پتلے آہنی ستون کھڑے کئے جائیں اور اُن پر ۱۰ میٹر لمبا شامیانہ نصب کر دیا جائے۔ یہ شامیانہ دن میں تان دیا جائے گا اور رات کو اُٹھا دیا جائے گا تاکہ ہوا بند نہ ہو۔ اس تبدیلی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کم سے کم ۲۰ ہزار آدمی بیک وقت سایہ میں بیٹھ سکینگے!

(۴) حرم کے صحن میں سنگ ریزوں کا فرش ہے۔ اس سے حرم میں گرمی زیادہ رہتی ہے اور پوری طرح صفائی بھی نہیں ہو سکتی۔ سلطان نے فیصلہ کیا ہے کہ سنگ ریزے اُٹھا دیئے جائیں اور تمام فرش پر سیمنٹ کر دیا جائے۔ چنانچہ سیمنٹ بچھانے کی مشین آ گئی ہے۔

انتظامی اصلاحات بھی بہت ہیں۔ صرف بعض کا ذکر کرتا ہوں:

(۱) ابتک کعبہ کے اندر داخل ہونے کے لئے حاجیوں کو روپیہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ اب یہ ناجائز قرار دیا گیا۔ تمام حاجی ایک پیسہ بھی ادا کئے بغیر بیت اللہ میں داخل ہونگے۔

(۲) موجودہ اغوات کی (خواجہ سرا جو حرم کعبہ کی خدمت پر مامور ہیں) تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں کمی کر دی جائے گی۔

(۳) حرم میں نماز کے لئے ۱۰۰ امام کافی ہیں۔ باقی موقوف کر دیئے جائیں گے۔

(۴) علماء سے فتویٰ طلب کیا جائے گا کہ امامت کی اُجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) حرم میں صفائی کا انتظام ناکافی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ فراشوں کی تنخواہ بہت کم ہے۔ اُن کی تنخواہ میں اضافہ کیا جائے گا۔

(۶) کمبرز کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اُن میں کمی کی جائے گی۔

(۷) حرم میں کل ۲۰ دروازے ہیں۔ ۴ دروازے، اطراف کے مکان والوں کے ہیں۔ ان لوگوں کو تنبیہ کیا جاتا ہے کہ اپنے دروازوں پر دربان مقرر کریں تاکہ یہ دروازے عام گزرگاہ نہ بن جائیں کیونکہ حرم بیت اللہ، عبادت کا مقام ہے نہ کہ شارع عام۔ باقی ۱۶ دروازوں میں سے ہر ایک کے واسطے دو دو دربان مقرر کئے جائیں گے تاکہ انتظام قائم رکھیں۔

(۸) شرعاً مسجد میں سونا جائز نہیں، الا اُن پردیسیوں کے جو کوئی جائے پناہ نہیں رکھتے۔ لیکن مکہ میں ہر آنے والا ایسی معذرت پیش کر سکتا ہے۔ لہذا حرم میں سونا قطعی طور پر ممنوع قرار دیا گیا۔ صرف اعتکاف کرنے والے اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(۹) حرم کی نگرانی کے لئے ۸ مفتش مقرر کئے گئے۔ یہ لوگ حرم کے جملہ انتظامات کی نگرانی کرینگے۔

(۱۰) ایک مجلس "مجلس ادارۃ الحرم" کے نام سے قائم ہوگی۔ وہی حرم کے انتظامات کی ذمہ دار ہوگی۔

چاہ زمزم

چاہ زمزم کی موجودہ صورت یہ ہے کہ کھلا ہوا ہے۔ ڈول سے پانی نکالا جاتا ہے۔ پانی نکالنے والوں اور پینے والوں کی وجہ سے دھول اُس میں گرتی رہتی ہے۔ پھر سب حاجیوں کو حسب مرضی پانی بھی نہیں ملتا۔ عام طور پر انھیں پانی کے لئے اُجرت دینا پڑتی ہے۔ ان تمام خرابیوں کے سدباب کے لئے سلطان نے طے کیا کہ کنواں اوپر سے ڈھک دیا جائے۔ زمزم کی پیمائش سے معلوم ہوا کہ اُس کا کل عمق ۳۴ میٹر ہے۔ ۱۳ میٹر میں پانی ہے، باقی ۲۱ میٹر اُس کی دیوار ہے۔ ہندسی تحقیقات سے ثابت ہوا کہ اگر پانی نکالنے کا معقول انتظام کیا جائے تو اس سے کئی گنا زیادہ پانی کنواں دے سکتا ہے، حتیٰ کہ پورا شہر اس سے سیراب ہو سکتا ہے۔ لہذا طے پایا کہ پانی نکالنے کی جدید ترین مشین نصب کی جائے۔ حرم کے چاروں طرف نل پھیلا دیئے جائیں اور اُن میں پانی جاری کر دیا جائے۔ اس عمل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حاجی بغیر کسی زحمت کے جس وقت چاہیں گے زمزم کا پانی پی سکیں گے۔

جدید کنوئیں

مکہ، منیٰ، عرفات، بحرہ وغیرہ میں جدید قسم کے کنوئیں کھودے جا رہے ہیں۔ وادی نعمان، شہدار، اور منیٰ میں کام شروع بھی ہو چکا ہے۔ لیکن صرف ان کنووں سے پانی کا مسئلہ حل نہیں ہو جاتا، بڑے بڑے حوضوں کی بھی ضرورت ہے۔ چنانچہ طے کیا گیا ہے کہ برسات اور پہاڑی سیلاب کا پانی محفوظ کر دینے کے لئے حوض بھی بنائے جائیں۔

نہر زبیدہ

چونکہ نہر زبیدہ مکہ معظمہ میں میٹھے پانی کا تنہا منبع ہے۔ لہذا اُس کی حفاظت و ترقی کے لئے سلطان نے خاص توجہ کی ہے۔ یہ نہر جابجا سے کھلی ہوئی ہے حتیٰ کہ بعض مقامات میں ۲۰۰ سے ۳۰۰ میٹر تک کھلی ہے۔ اس کا بند کرنا بھی مشکل ہے۔ کیونکہ باشندے پیاسے مر جائیں گے۔ مگر اس کے کھلے رہنے سے یہ شدید نقصان ہے کہ لوگ اُسمیں میلے کپڑے دھوتے اور نہاتے ہیں۔ اُن کی نگرانی ناممکن ہے۔ لہذا طے پایا کہ عرفات میں ایک بہت بڑا تالاب بنایا جائے۔ نہر کا تمام پانی جدید ترین صحی اصول پر اُس میں صاف کیا جائے، اور صاف ہونے کے بعد آگے بڑھے۔ اس تدبیر کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مکہ کے باشندوں اور حاجیوں کو آدھی بیماریوں سے نجات مل جائے گی جو سراسر اسی نہر کا پانی پینے سے پیدا ہوا کرتی تھیں۔

سایہ کا انتظام

طے پایا کہ منیٰ، عرفات، مزدلفہ، مکہ، اور جدہ کے مابین جابجا حاجیوں کے واسطے بڑے بڑے ایوان تعمیر کئے جائیں تاکہ وہ اُنکے نیچے دھوپ سے پناہ حاصل کر سکیں۔ ہر موسم حج میں دیکھا جاتا ہے کہ سیکڑوں حاجی دھوپ کی تپش سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس انتظام سے یہ مصیبت بڑی حد تک دور ہو جائے گی۔

سلطان کی ایک تقریر

گزشتہ ہفتے سلطان نے اپنی حکومت کے تمام عہدہ داروں کو جمع کیا اور اُن کے سامنے ایک طویل تقریر کی۔ اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"آپ جانتے ہیں سب سے افضل عمل، کلمہ حق کا اعلان ہے۔ سب سے بدترین عمل، حق کا اخفا ہے۔ ہماری مجلسیں ہمیشہ کلمہ حق کے اظہار حکام، و رعایا کی نصیحت و ہدایت کے لئے ہونی چاہئیں۔

"ہم آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن مضبوط قدموں سے۔ ترقی میں ہمارے خیالات، ہمارے معتقدات، ہماری آرزوئیں ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالح کی پیروی کے ساتھ ہونی چاہئیں۔ دُنیا کا جو کام ہمارے دین کے مطابق ہوگا، اُسے کریں گے، جو مخالف ہوگا، اُس سے باز رہیں گے۔

"حکومت کے عہدہ داروں کا فرض ہے کہ یہ حقائق بیان کریں لیکن صرف قول و بیان کافی نہیں ہے۔ عمل بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم" (باقی صفحہ ... پر)

احرارِ اسلام

اوائل عہدِ اموی کی اسلامی ذہنیت

ایک بڑھیا خلیفہ کے دربار میں

سودہ بنت عمارہ

سودہ بنت عمارہ حضرت علی علیہ السلام کے جان نثاروں میں تھی جنگ صفین میں اُس کے پُر جوش خطبوں اور جذبہ شعروں نے شامیوں پر عرصۂ کارزار تنگ کر دیا تھا۔ اُس کے بھائی نے نہایت پامردی سے شامی شجاعوں کو شکست دی تھی۔

جب امیر معاویہؓ تخت سلطنت پر متمکن ہو گئے، تو ایک دن یہ اپنے قبیلہ کی شکایت لے کر دربار میں پہنچی۔ جو گفتگو اس میں اور امیر معاویہ میں ہوئی، تاریخ اسلام کے اوراق نے محفوظ کر لی ہے۔ یہ وہ وقت تھا کہ خلافت راشدہ کا دَورِ حریت ختم ہو چکا تھا، اور امیر معاویہؓ کی وایرانی شہنشاہیت کے جاہ و جلال سے تخت خلافت کو روشناس کر چکے تھے۔ پھر بھی اسلام کی پیدا کی ہوئی روحِ حریت کا یہ حال تھا کہ قبائل کی ایک معمولی بڑھیا عورت دربار شاہی میں آتی تھی، اور بغیر کسی جھجک کے سخت سے سخت مخالفانہ خیالات ظاہر کر دیتی تھی!

امیر کی نظر جب سودہ پر پڑی، تو بے اختیار بول اُٹھے "کیا تم ہی وہ سودہ ہو جو صفین کی لڑائی میں میری جماعت کے خلاف نہایت جوش و خروش سے یہ اشعار سنا رہی تھیں؟"

شمر کفعل ابیک یا ابن عمارۃ یوم الطعان وملتقی الاقران

اے فرزند عمارہ! نبرد آزمائی اور جنگ جوئی میں اپنے باپ کے سے کارنامے کر دکھا!

وانصر علیاً والحسین ورھطہ واقصد لہند وابنہا بہوان

علی کی، حسین کی، اور انکے خاندان کی حمایت کر۔ ہند اور اُس کے بیٹے کو خوار کر دے۔

ان الامام اخو النبی محمد علم الھدی ومنارۃ الایمان!

امام (یعنی حضرت علی) محمد صلعم کے بھائی ہیں، ہدایت کا نشان اور ایمان کا منارہ ہیں!

فقد الحتوف وسر امام لوائہ قدماً بابیض صارم وسنان!

لے خطروں سے بچا۔ اُس کے جھنڈے کے آگے شمشیر براں اور نیزہ لے کر پیشقدمی کر!

"ہاں قسم خدا کی" سودہ نے فوراً جواب دیا "میرا جیسا آدمی نہ حق سے منہ پھیر سکتا ہے نہ جھوٹ بول کر معذرت کر سکتا ہے۔ وہ میں ہی تھی۔"

"آپ نے یہ حرکت کیوں کی تھی؟" امیر معاویہ نے سوال کیا۔

"علی علیہ السلام کی محبت اور اتباع حق کی وجہ سے" سودہ کا جواب تھا!

"لیکن علیؓ نے تمہیں کیا بدلہ دیا؟" امیر نے پھر سوال کیا۔

"پچھلی باتوں کے تذکرہ سے کیا فائدہ؟" سودہ نے جواب دیا۔

"ہیہات!" امیر معاویہ نے کہا "تمہارے بھائی کا معاملہ بھلایا نہیں جا سکتا۔ مجھے کسی سے بھی اتنی تکلیف نہیں پہنچی جتنی تمہارے بھائی اور تمہاری قوم سے پہنچی ہے"

"سچ ہے" سودہ نے جرأت سے کہا "میرا بھائی حقیر آدمی نہ تھا کہ بھلا دیا جا سکے۔ واللہ وہ ویسا تھا جیسا خنساء نے اپنے بھائی صخر کے بارے میں کہا ہے:

وان صخرا لتأتم الھداۃ بہ کانہ علم فی راسہ نار

صخر وہ ہے جس کی پیروی رہبر کرتے ہیں۔ گویا پہاڑ ہے جس کی چوٹی پر آگ روشن ہے!

"سچ ہے۔ تیرا بھائی ایسا ہی تھا" امیر نے تصدیق کی "اچھا کہو میرے پاس کیوں آئیں؟"

"تم اب آدمیوں کے سردار اور اُن کے معاملات انجام دینے والے بن گئے ہو" سودہ نے کہا "خدا تم سے ہماری بابت اور ہمارے حقوق کی بابت سوال کرے گا۔ تمہاری طرف سے ہمارے یہاں ایسے حکام آتے رہتے ہیں، جو تمہاری شوکت پر گھمنڈ کرتے، اور تمہاری قوت پر جبّاری کرتے ہیں۔ یہ ہمیں اس طرح کاٹ رہے ہیں جس طرح کھیتی کاٹی جاتی ہے، یہ ہمیں ذلیل کرتے ہیں، ہم سے بدسلوکی کرتے ہیں۔ تمہارا عامل بسر بن ارطاۃ تمہاری طرف سے آیا اور میرے آدمی مار ڈالے، میرا مال چھین لیا، اور مجھے ایک ایسی بات کہنے پر مجبور کرنا چاہا جو میرے منہ سے نکلنا ناممکن ہے (یعنی حضرت علی علیہ السلام سے اظہار بیزاری) اگر اطاعت واجب ہوتی تو ہمارے اندر بھی قوت واستعداد تھی۔ بہر حال اُسے معزول کر دو اور ہمارے شکریہ کے مستحق ہو، ورنہ پھر ہم تمہیں دکھا دینگے"

"تو مجھے دھمکاتی ہے!" امیر نے کہا "میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ تجھے سرکش اونٹ پر بٹھا کر بسر بن ارطاۃ کے پاس بھیجوں تاکہ جو سزا چاہے، دے دے"

سودہ نے سر جھکا لیا۔ پھر سر اُٹھایا اور یہ شعر پڑھے:

صلی الالہ علی جسم تضمنہ قبر فاصبح فیہ العدل مدفونا!

خدا کی رحمت اُس جسم پر، جسے قبر نے چھپا لیا ہے، اور عدل اُسمیں مدفون پڑا ہے۔

قد حالف الحق لا یبغی بہ بدلا فصار بالحق والایمان مقرونا

وہ ہمیشہ حق کے ساتھ تھا، اُسے کبھی نہیں چھوڑتا تھا۔ اُس کا نام حق و ایمان کے ساتھ ہمیشہ کے لئے جڑ گیا ہے!

"یہ کون ہے؟" امیر نے انجان بن کر سوال کیا۔

"علی بن ابی طالب علیہ السلام" سودہ کا برجستہ جواب تھا۔

"اُسنے تیرے ساتھ کیا کیا کہ تیری نظر میں ایسا بن گیا؟" امیر نے پوچھا۔

"اُنھوں نے ہم سے صدقہ وصول کرنے کے لئے ایک شخص کو مقرر کیا تھا" سودہ نے کہا "میرے اور اس شخص کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ میں اُس کی شکایت لے کر امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ اُسوقت نماز کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی نماز چھوڑ دی، اور بڑے ہی لطف اور نرمی سے میرا حال پوچھا۔ میں نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔ آپ سنتے ہی رونے لگے۔ پھر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر فرمایا "خدایا! تو مجھ پر اور میرے عمال پر گواہ ہے۔ میں نے اُنھیں تیری مخلوق پر ظلم کرنے کا حکم نہیں دیا" اس کے بعد اپنی جیب سے ایک کھال کا ٹکڑا نکالا اور اُس پر لکھا:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قد جاءتکم بینۃ من ربکم فاوفوا الکیل والمیزان بالقسط ولا تبخسوا الناس اشیاءھم، ولا تعثوا فی الارض مفسدین بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مؤمنین، وما انا علیکم بحفیظ۔ اذا قرأت کتابی فاحتفظ بما فی یدیک من عملنا حتی یقدم علیک من یقبضہ منک، والسلام"

(تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس روشنی آ چکی ہے۔ لہذا ناپ تول ٹھیک ٹھیک کرو۔ لوگوں کا حق نہ مارو۔ زمین میں فتنا برپا نہ کرو۔ اللہ کا بقیہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ میں تم پر محافظ نہیں ہوں۔ میری یہ تحریر پڑھنے کے بعد جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہمارا کام ہے اُسے محفوظ رکھو۔ یہاں تک کہ وہ شخص پہنچ جائے جو تجھ سے وہ سب وصول کرلے۔ یعنی اُس حاکم کو معزول کر دیا۔)

"میں نے امیر المؤمنین کے ہاتھ سے خط لے لیا۔ واللہ اُسپر اُنھوں نے نہ تو کوئی مہر لگائی نہ اُسے بند ہی کیا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اُسے حرف حرف پڑھ لیا"

"ابن ابی طالب نے تمہیں حکام پر جری بنا دیا ہے" امیر معاویہ نے کہا "بہت دیر میں یہ جرأت تم سے دور ہوگی"

پھر حکم دیا کہ سودہ کا مال واپس کر دیا جائے اور اُس سے اچھا برتاؤ کیا جائے۔

"یہ حکم میرے لئے خاص ہے یا میری پوری قوم کے لئے"؟ سودہ نے سوال کیا۔

"تجھے دوسروں سے کیا سروکار؟" امیر معاویہ نے کہا۔

"تو واللہ یہ کمینگی اور بدکاری ہے" سودہ نے کہا "اگر عدل عام نہیں تو میں اُسے نہیں قبول کرتی"

مجبوراً امیر معاویہ نے حکم دیا کہ اُس کے پورے قبیلے کی بابت فرمان لکھ دیا جائے۔ (عقد الفرید و بلاغات النساء)

مطبوعات الہلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیہ و ابن قیم

دینی علوم کے بیش بہا جواہر ریزے

اس سلسلہ میں ہم نے امامین کی ان نادر و اعلیٰ درجہ کی بلند پایہ عربی تصانیف کے اردو تراجم کا سلسلہ شروع کیا ہے ' جنکا مطالعہ اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروری و ناگزیر ہے - امید کہ یہ "سلسلۂ تراجم" بد نصیب ہندوستان کی ہمہ تنی اصلاح کا کام دے :

اسوۂ حسنہ ـــ امام ابن قیم کی فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصہ کا اردو ترجمہ - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائی روپیہ -

کتاب الوسیلہ ـــ لفظ "وسیلہ" کی بحث کے علاوہ امام ابن تیمیہ نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کی مبسوط بحث کی ہے - بلا جلد اڑھائی روپیہ ' مجلد سوا تین روپیہ -

اصحاب صفہ ـــ انکی تعداد ' ذریعہ معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے ہیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر ـــ امام ابن تیمیہ کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمہ - چار آنے -

العروۃ الوثقیٰ ـــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ کا فرق بدلائل بیان کیا ہے - چھہ آنے -

سیرت امام ابن تیمیہ ـــ حضرت امام کے ضروری حالات زندگی نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیے ہیں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامہ سید محمد رشید رضا مصری کی تازہ کتاب کا اردو ترجمہ - سوا روپیہ -

ائمہ اسلام ـــ ترجمہ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام - بارہ آنے

اختلاف الامہ ـــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ یہ ایک علمی ' اسلامی ' سہ ماہی رسالہ ہے جس کے خریدار کو ہم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربی ' فارسی ' انگریزی ' اور دوسری زبانوں کی تمام اہم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اہتمام کیا ہے - اسکے علاوہ ائمہ و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانہ ' نظمیں اور ممالک اسلامیہ کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے ہوے حالات درج کیے جاتے ہیں - فی پرچہ ۸ آنہ سالانہ ۲ روپیہ پیشگی -

منیجر الہلال بک ایجنسی

(حلقہ نمبر ۲۴ شیرانوالہ دروازہ لاہور پنجاب)

" Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پتہ صاف لکھین

اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خواں این دفتر پارینہ را

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی -

الہلال ، اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا ' لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا ' اس لئے اس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف انواع کا مجموعہ تھا - اس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب ' مذہب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے - اور اسکا ہر باب اپنی مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا - پھر اس کی ظاہری خوبیاں اردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں - اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا ' جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں - اس کی جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمی ' مذہبی ' سیاسی ' اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں - ان کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اس کی تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیہ میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا ' ہم نے کوشش کی کہ شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جاسکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جاے -

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل ہوگئی ہیں - ہم اس اعلان کے ذریعہ شایقین علم و ادب کو آخری موقعہ دیتے ہیں کہ اس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں ' چونکہ جلدوں کی ایک بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف انہیں درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی - ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ   الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ

" " " چہارم ۱۰ روپیہ   " " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے - قیمت فی پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ہے -

منیجر "البلاغ پریس"

١٩٢٧

الہلال

جلد ١٠

نمبر ٢٠

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت

٥ ـ آنہ

دنیا کي بهترین کتابوں کیلئے بهترین رهنما :

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور رفیع تبصرہ کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات رقت کے جاري اور زیر بحث ادبي مواد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وہ ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکهنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک رفیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا رقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعدہ علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هوجائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بهترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بهترین طریقه وہ هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۰ | کلکتہ : جمعہ ۸ ۔ جمادی الاولی ۱۳٤٦ ہجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 4, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔
طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف اکی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رہکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تک بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ہی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ہی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ہین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ہی ۔ ضروری ہی کہ اسکی تمام نقایص ایک بار دور کر دی جائین ۔

الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس بارى مین اس وقت تک ۱۵۵۰ مراسلات وصول ہوی ہین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ہی :

عربی حروف کی حق مین	۲۳۵	اردو حروف کی حق مین	٤۲۸
موجودہ مشترک طباعۃ کی حق مین	۵۵٤	حروف کی حق مین بشرطیکہ نستعلیق ہون	۱۵۰
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۷۳		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاہر کیا ہی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس بارى مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ہی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ہی ۔ آیندہ اس بارى مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاہر کرینگی مگر ضرورت ہی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الہلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول - -	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے - -	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی - - -	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ - - -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے ہونی چاہیے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں آنکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ ، نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ، مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

آس نے مذهبي انبساط ' بهادرانه جوش' اور متوسط طبقے کي بلند خیالي ' خود بیں تخمینۂ و شمار کے آب سرد میں غرق کردي - اسنے ذاتي جوهر کو مول تول اور لین دین کي ایک جنس بنا دیا - اور تمام بیش قیمت آزادیوں کو پس پشت ڈالکر " آزاد تجارت " کی صرف ایک نامعقول آزادي قائم کر دي !

الغرض آسنے کمزوروں کے آس قدیم خود غرضانه استعمال کي جگه جسپر مذهب و سیاست کي دلفریبیوں کا نقاب پڑا هوا تها ' ایک نیا برهنه ' وحشیانه ' بے شرم ' اور کهرا خود غرضانه استعمال ایجاد کر دیا -

سرمایه دار طبقے نے آن تمام پیشوں کي خوبیاں ملیامیٹ کردیں جو پہلے عزت کي نظر سے دیکهے جاتے تهے - آسنے ڈاکٹر' وکیل' پروهت' شاعر ' فلسفي ' غرضکه سب کو محض ایک اجرتي مزدور بنا کے چهوڑ دیا !

سرمایه دار طبقه نے خانداني رشتے سے محبت و جذبات کے تمام عناصر بهي نکال پهینکے ' اور آنکي جگه ایک خالص مالي لین دین کا رشته قائم کر دیا !

سرمایه دار طبقه نے بتا دیا که وحشیانه اظهار طاقت ' جسے قرون وسطی کے رجعت پسند اِس قدر سراهتے تهے ' کامل سهولت کے ساتهه انکے عهد میں کس درجه کامیابي حاصل کر سکتا هے -

یه طبقه ' سب سے پهلا طبقه تها جسنے ثابت کر دکهایا که انسان کي سر گرمي کیا کچهه کر سکتي هے - اسنے مصري اهرام ' رومن نهروں ' اور گوتهک خانقاهوں سے بالکل مختلف قسم کے عجائبات پیدا کئے' اور قدیم هجرتوں اور مذهبی جهادوں سے بالکل مختلف قسم کي مهمیں جاري کیں -

تمام سابق صنعتي طبقوں کے وجود کي اولین شرط یه تهي که پیداوار کے اگلے طریقے برقرار رهیں - لیکن سرمایه دار طبقه کي زندگي ناممکن هے جب تک که آلات پیداوار' طریق پیداوار' اور تمام اجتماعي رشتوں میں برابر انقلاب نه هوتا رهے - چنانچه طریق پیداوار کا مسلسل انقلاب ' اجتماعي نظام کي پیهم برهمي ' دائمي بے چیني ' اور کبهي نه ختم هونے والي بے اطمیناني ' یهي وه چیزیں هیں جو سرمایه دار عهد کو تمام دیگر زمانوں سے امتیاز دیتي هیں -

تمام جچے تلے اور مضبوط معاشرتي رشتے مع اپنے هم آهنگ مقرر و محترم عقائد و خیالات کے فنا کردیے گئے هیں اور ان کي جگه جو رشتے اور خیالات رائج کئے گیے هیں قبل اس کے که چمکیں ' پرانے هوچکے هیں - جو کچهه بهي ٹهوس اور مقبول تها ' مٹ چکا هے - جو کچهه بهي مقدس تها ' ناپاک کردیا گیا هے - اور اب انجام کار انسان مجبور هوگیا هے که اپنے حالات زندگي اور حقیقي معاشرتي تعلقات ' کهلي آنکهوں سے دیکهے .

تمام کرۂ ارضي کے سرمایه داروں کو اپني پیداوار کے لیے ایک برابر بڑهتے رهنے والے بازار کي ضرورت ' دیوانه کیے هوئے هے - انهیں هر جگه اپنا آشیانه بنانا ' هر مقام پر ڈیره ڈالنا ' چپه چپه سے ناتا جوڑنا ضروري هے -

سرمایه دار طبقه نے عالمگیر بازار غصب کرکے تمام ممالک کي در آمد و بر آمد قومي اور ملکي قیود سے آزاد کردي هے - رجعت پسندوں کي امیدوں کے برخلاف صنعت و حرفت کے نیچے سے آس کي بنیادیں نکال کر پهینک دي هیں - قدیم اور مروج صنعتیں برباد کي جا چکي هیں' اور جو باقي هیں برابر برباد کي جارهي هیں - ان کي جگه نئي صنعتیں رائج کي جارهي هیں که جن کا رواج تمام مهذب اقوام کے لیے ایک نهایت هي اهم اور قابل غور مسئله هے ' کیونکه اِن صنعتوں کي حالت یه هے که صرف یه اپنے هي ملک کي خام پیداوار استعمال میں نهیں لاتیں ' بلکه دور دراز علاقوں کي بهي خام پیداوار چاهتي هیں ' نیز انکي کثرت کي وجه سے اُن کي کهپت صرف انکے هي علاقے میں نهیں بلکه دنیا کے گوشه گوشه میں هوني چاهیے -

پراني ضروریات کي جگه جو ملکي پیداوار سے رفع هوجاتي تهیں نئي ضروریات پیدا هوگئي هیں جو اپنے رفع هونے کے لیے دور دراز ممالک کی پیداوار کا بهي مطالبه کرتي هیں -

یه حال صرف مادي پیداوار هي کا نهیں ' بلکه ذهني پیداوار کا بهي هے - ایک قوم کي دماغی پیداوار' تمام قوموں کي عام ملکیت بن گئي هے - محدود تخیل اور بے تعلقي روز بروز ناممکن هوتي جاتي هے ' اور قومي و مقامي ادبیات سے ایک عالمگیر ارضي علم ادب پیدا هو رها هے -

سرمایه دار طبقه ' آلات پیداوار کي تیز ترقي اور مواصلات کي مسلسل آسانیوں کے ذریعه وحشي سے وحشي اقوام کو بهي تهذیب کي طرف کهینچ رها هے - سامان تجارت کي ارزاني هي وه بهاري توپ هے جس کے زور سے نهایت سرکش قوموں کو بهي اطاعت پر مجبور کردیا گیا هے - تمام اقوام کو موت کي دهمکي دي جارهي هے که سرمایه دارانه طریق پیداوار اختیار کرلیں ' اور نام نهاد تهذیب قبول کرکے مهذب بن جائیں -

سرمایه دار طبقه نے دیهات کو شهر کا تابع بنا دیا هے - بکثرت نئے شهر پیدا کردیے هیں - دیهات کے مقابله میں قصبات کي آبادي میں حیرت انگیز اضافه هوگیا هے - اور اس طرح دنیا کي بهت بڑي آبادي کو دیهاتي زندگي کي سادگیوں سے محروم کردیا هے -

آس نے جس طرح دیهات کو شهر کا محتاج بنایا هے ' ٹهیک آسي طرح وحشي اور نیم وحشي ممالک کو مهذب ممالک کا دست نگر بهي بنا دیا هے - کاشتکار قوموں کو سرمایه داروں کا اور مشرق کو مغرب کا محتاج بنا دیا هے -

سرمایه دار طبقه ذرائع پیدوار ' ملکیت ' اور آبادي کي وسعت پر برابر قابو حاصل کرتا جاتا هے - آس نے آبادي گنجان کردي هے - ذرائع پیداوار میں مرکزیت پیدا کردي هے - اور ملکیت کو سمیٹ کر صرف چند هاتهوں کے اندر محدود کردیا هے -

اِس صورت حال کا لازمي نتیجه' سیاسي مرکزیت تهي جو سرمایه دار طبقه کے هاتهوں وجود میں آچکي هے ' آزاد اور نیم آزاد اقوام جن کے مصالح ' قوانین ' حکومت ' اور رسم و رواج جدا جدا تهے ' کهینچ تان کے ایک قوم بنا دي گئي هیں ' ایسي قوم جس کي حکومت ' ضابطۂ قانون ' اجتماعي مصالح ' اور رسم و رواج ' سب ایک هیں -

سرمایه دار طبقه نے اپنے صد ساله جماعتي عهد حکومت میں ایسي عظیم الشان بار آور قوتیں پیدا کردي هیں جنهیں تمام پچهلي نسلیں بهي پیدا نه کرسکي تهیں - اُسنے قدرت کي طاقتوں پر قبضه کیا ' علم آلات اور کیمیا کا صنعت و زراعت میں استعمال کیا ' دخاني جهاز' ریلوے ' اور تار برقي کے سلسلے جاري کیے ' زراعت کے لیے تمام براعظموں کي صفائي کي ' دریاؤں کي نهر بندي کي ' اور زمین کے تمام خزانے اُلٹ ڈالے - بهلا کسي

مطبوعات جدیدہ

" کمیونیزم " اور اُسکے مقاصد

جرمني کے کمیونسٹ مرکز اشاعت نے حال میں ایک نیا سلسلۂ مطبوعات " کمیونیزم " کے اصول و مبادیات پر شائع کرنا شروع کیا ہے جسکي دو جلدیں اِس وقت تک شائع ہوچکي ہیں - پہلي جلد میں زیادہ تر مشہور کمیونسٹ رہنما ' کارل مارکس کے منتخب مضامین ہیں ' اور ابتدا میں اُسکي مفصل سوانح حیات بھي شامل کردي ہے -

روس کے آخري انقلاب کے بعد سے کمیونیزم دنیا کي ایک زندہ اور عامل حقیقت ہوگئي ہے ' اور ہر ملک کیلیے ضروري ہوگیا ہے کہ نہ صرف سیاسي حیثیت سے ' بلکہ علمي حیثیت سے بھي اسکے اصول و مبادیات کا مطالعہ کرے ' اور نقد و بصیرت کے ساتھہ صحیح راے قائم کرے - جہانتک ہمیں معلوم ہے ' اِس وقت تک اردو میں کوئي کتاب ایسي شائع نہیں ہوئي ہے جس میں صحت کے ساتھہ اس انقلاب انگیز سیاسي و اجتماعي مذہب کي حقیقت واضح کي گئي ہو - یہ نیا مجموعہ دیکھکر ہمیں خیال ہوا کہ کارل مارکس کے بعض مختصر مقالات اس غرض کیلیے نہایت مفید اور جامع ہیں - ہم ان مقالات میں سے ایک مقالہ الہلال میں شائع کرنے کے لیے منتخب کرتے ہیں - اس کے مطالعہ سے نہ صرف اس مذہب کے اصول و عقائد بلکہ اسکے ظہور و اشاعت کي ابتدائي تاریخ بھي واضح ہوجائیگي -

یہ واضح رہے کہ اس مقالہ اور اسي طرح کے دیگر مقالات کے تراجم سے مقصود صرف یہ ہے کہ وقت کي ضروري معلومات اردو خواں طبقہ کے لیے مہیا ہوجائے - یہ مقصود نہیں ہے کہ یہ خیالات اس حیثیت سے پیش کیے جائیں کہ وہ یک قلم مقبول اور پسندیدہ خیالات ہیں - ہمارے خیال میں " کمیونیزم " موجودہ تمدن کي سرمایہ دارانہ بے اعتدالي کا قدرتي رد فعل ہے ' اور جس طرح موجودہ تمدن کي سرمایہ داري افراط کے ایک انتہائي نقطہ تک پہنچ چکي ہے ' اُسي طرح کمیونیزم بھي تفریط کے دوسرے نقطہ کا ظہور ہے - حق و صواب کي راہ افراط و تفریط کي راہ نہیں ہوسکتي ' وہ ہمیشہ درمیان کي راہ ہوتي ہے !

---

(۱)

(سرمایہ دار اور مزدور)

آجتک کي تمام سوسائٹیوں کي تاریخ ' جماعتي کشمکش کي ایک مسلسل تاریخ ہے -

آزاد اور غلام ' شریف اور رذیل ' آقا اور خدمتگار ' تجارتي مکھیے اور بیوپارے ' مختصر یہ کہ ظالم اور مظلوم ' ہمیشہ ایک دوسرے کے مقابل کھڑے رہے ' اور ایک ایسي مسلسل جنگ میں مشغول رہے جو کبھي علانیہ تھي اور کبھي خفیہ ' مگر جسکا خاتمہ ہمیشہ یا تو سوسائٹي کي ایک انقلابي کایا پلٹ کي صورت میں ہوا ' یا تمام حریف جماعتوں کي عام بربادي کي شکل میں !

قدیم ترین تاریخي عہد میں بھي تقریباً ہر جگہ سوسائٹي مختلف درجوں اور گروہوں میں بٹي ہوئي اور ایک مکمل معاشرتي نظام میں سمٹي ہوئي نظر آتي ہے - قدیم روم میں ہم شریفوں ' نوابوں ' گنواروں ' اور غلاموں کي تقسیم پاتے ہیں - قرون وسطی میں جاگیردار ' اسامي ' تجارتي مکھیے ' شاگرد پیشہ ' اور خدمتگار دکھائي دیتے ہیں - صرف یہي نہیں بلکہ اِنمیں سے ہر جماعت بھي کئي کئي جماعتوں میں منقسم ملتي ہے -

موجودہ سرمایۂ دار سوسائٹي نے ' جسکي تعمیر جاگیردار سوسائٹي کے کھنڈروں پر ہوئي ہے ' جماعتي جھگڑے اور رقابتیں موقوف نہین کیں ' بلکہ پہلے سے زیادہ نئے نئے فرقے ' ظلم کے نئے نئے طریقے ' اور لڑائي کے نئے نئے ڈھنگ نکال لیے ہیں -

البتہ ہمارے موجودہ سرمایہ دار عہد نے یہ امتیاز ضرور حاصل کیا ہے کہ اُس نے جماعتي اختلاف محدود کردیے ہیں ' اور تمام سوسائٹي سمیٹ کے دو بڑي حریف جماعتوں : " سرمایہ دار " اور " مزدور " میں تقسیم کردي ہے -

قرون وسطی کے کاشت کاروں سے دیہاتي تمائندوں کي ابتدا ہوئي ' اور اِنھیں اسامیوں نے سرمایہ دار طبقہ کي بھي آب و گل مہیا کي -

امریکہ کي دریافت اور زمین کے گرد دورے نے اٹھتے ہوئے سرمایہ دار طبقے کے سامنے عمل کا ایک نیا میدان کھول دیا - ایسٹ انڈین اور چیني بازاروں ' امریکہ کے استعمار ' مستعمرانہ تجارت ' نیز ذرائع تبادلہ اور ذرائع پیداوار کي وسعت نے تجارت ' جہاز راني ' اور صنعت و حرفت میں ایک نئي روح پھونک دي ' اور انحطاط پذیر جاگیر دار سوسائٹي کے انقلابي عناصر کو تیزي سے اُبھار دیا -

صنعت و حرفت کا سابق جاگیردارانہ نظام وہ بڑھتي ہوئي ضرورتیں پوري نہیں کرسکتا تھا جو نئے بازاروں کے ساتھہ پیدا ہوگئي تھیں - نتیجہ یہ ہوا کہ دست کاري کے نظام نے اُسکي جگہ لے لي ' تجارتي مکھیے معزول ہوگئے ' متوسط صنعتي طبقہ اُنکا قائم مقام بن گیا - مختلف سندي مکھیوں کے مابین محنت کي تقسیم ' عام کارخانوں میں محنت کي تقسیم کے آگے معدوم ہوگئي -

سرمایہ دار طبقہ نے جہاں بھي طاقت حاصل کي ' تمام جاگیر دارانہ ' بزرگانہ ' مذہبي ' اور معذري رشتے توڑ پھوڑ ڈالے - اُسنے بڑي بے رحمي سے وہ تمام بوقلموں بندھن توڑ کے رکھدیے جو انسان کو اُسکے " فطري سرداروں " سے باندھتے چلے آتے تھے اور اُس ایک رشتہ کے سوا کوئي رشتہ باھمي روابط کا باقي نہ چھوڑا جسے برھنہ خود غرضي اور کھري نقد ادائیگي کا رشتہ کہتے ہیں -

ادنی اور متوسط طبقہ ' چھوٹے دوکاندار ' سوداگر ' زراعت پیشہ ' زمیندار ' دستکار ' سب کے سب مزدوري پیشہ طبقہ میں جذب ہو رہے ہیں - کچھہ تو اس وجہ سے کہ آنکا معمولي سرمایہ موجودہ صنائع کیلیے ناکافي ہے اور بڑے بڑے سرمایہ داروں کے مقابلہ میں بیکار ہوجاتا ہے ' اور کچھہ اس وجہ سے کہ آنکے خاص پیشوں کو پیداوار کے نئے ذرائع نے ظاہر ہوکر بے قدر کر دیا ہے - اس طرح مزدوروں کا یہ طبقہ صرف مزدوروں ہي سے نہیں بلکہ آبادي کے ہر حصہ سے مرکب ہے -

(۲)

مزدوري پیشہ طبقہ مختلف تدریجي مرحلوں سے گزر کر اِس درجہ تک پہنچا ہے - سرمایہ دار کے برخلاف آسکي جد و جہد آسکي پیدائش کے وقت ہي سے شروع ہوگئي ہے -

سب سے پہلے یہ جد و جہد ایک فرد واحد مزدور کي جد و جہد کي حیثیت سے شروع ہوئي ' پھر کسي ایک کارخانہ کے مزدوروں کي جد وجہد بني ' پھر کسي مخاص نواح کے تمام ہم پیشہ مزدوروں کي جد و جہد کي صورت میں تبدیل ہوگئي ' جسکا مقصد سرمایہ داروں سے جنگ کرنا تھا جو ان سب کو براہ راست تباہ کر رہا تھا -

اِس منزل میں مزدور ' سرمایہ دارانہ طریق پیداوار پر نہیں بلکہ خود آلات پیداوار پر حملہ کرتے تھے - بیروني مال برباد کر ڈالتے تھے ' مشینیں توڑ پھوڑ ڈالتے تھے ' کارخانوں میں آگ لگا دیتے تھے ' اور کوشش کرتے تھے کہ طاقت کے زور سے اپني وہ حیثیت پھر قائم کردیں جو قرون وسطی میں ضائع ہوچکي تھي - لیکن باوجود متحدہ مقصد رکھنے کے ' اِس منزل میں ' مزدور ایک غیر متحد بھیڑ کي شکل رکھتے تھے جو تمام دنیا میں پھیلي ہوئي تھي ' اور جسکے اندر باھمي مقابلہ کے جذبہ نے پھوٹ ڈال دي تھي -

اِس دور میں مزدور جب منظم ہونے کیلیے متحد ہوئے ' تو یہ آنکے اپنے اتحاد کا نہیں ' بلکہ سرمایہ دار طبقہ کے اتحاد کا نتیجہ تھا - وہ اپنے سیاسي مقاصد کے حصول کیلیے مجبور ہو جاتا تھا کہ مزدوروں میں ایک نئي حرکت پیدا کرے -

اِس منزل میں مزدور براہ راست اپنے دشمنوں سے نہیں لڑتے تھے ' بلکہ ان کي جنگ اپنے دشمن کے دشمنوں سے ہوتي تھي ' یعني مطلق العنان شاہي سے ' زمینداروں سے ' غیر صنعتي اور چھوٹے سرمایہ داروں سے -

اس طرح مزدوروں کي یہ پوري تاریخي تحریک ' سرمایہ دار طبقہ ہي کے ہاتھوں میں رہي ہے ' اور تمام کامیابیاں جو آسے حاصل ہوئي ہیں ' سرمایہ داروں ہي کي کامیابیاں ہیں -

صنعت کي ترقي کے ساتھہ ساتھہ مزدوري پیشہ طبقہ کي کمیت میں صرف افراد ہي کا اضافہ نہیں ہوا ' بلکہ بڑي بڑي جماعتیں بھي اس میں شامل ہوتي گئیں اور ابتک ہو رہي ہیں -

اس کي طاقت روز بروز بڑہ رہي ہے اور وہ اپني طاقت کي افزوني برابر محسوس کر رہا ہے -

جوں جوں مشینري ' محنت کے امتیازات مٹاتي جاتي ہے اور اُجرت ہر جگہ کم سے کم کرتي جاتي ہے ' اسي قدر مزدوروں کے فوائد اور حالات زندگي میں بھي یکسانیت پیدا ہو رہي ہے -

سرمایہ دار طبقہ میں مقابلہ کي روح جس قدر ترقي کرتي جاتي ہے اور تجارتي مشکلات جسقدر بڑھتي جاتي ہیں ' اسي قدر مزدوروں کي اجرت میں اتار چڑھاؤ زیادہ ہوتا جاتا ہے - مشینري کي مسلسل اور تیز ترقي مزدوروں کي روزي کو برابر غیر محفوظ بنا رہي ہے ' اور انفرادي مزدور اور انفرادي سرمایہ دار کا شخصي تصادم ' جماعتي تصادم کي صورت اختیار کرتا جاتا ہے - ایک طرف مزدور ' سرمایہ داروں کے خلاف متحد ہو رہے ہیں - دوسري طرف سرمایہ دار شرح اجرت برقرار رکھنے کے لیے مزدوروں کے برخلاف جتھا بندي کر رہے ہیں - انھوں نے اپنے تئیں مستقل انجمنوں کي صورت میں منظم کرلیا ہے ' تاکہ اچانک تصادم کے لیے پہلے سے طیار رہیں - کہیں کہیں یہ باھمي لڑائي بغاوت کي صورت میں بھي پھوٹ چکي ہے -

کبھي کبھي مزدوروں کو فتح حاصل ہوجاتي ہے ' مگر محض تھوڑي مدت کے لیے - اس سے ہمیں گھبرانا نہیں چاہیے - کیونکہ ان کي جد و جہد کا اصلي ثمرہ فوري کامیابي نہیں بلکہ آن کے بڑھتے ہوئے اتحاد میں ہے - اِس اتحاد کو موجودہ ذرائع آمد و رفت سے جو موجودہ صنعت کي ایجاد ہیں ' بہت مدد مل رہي ہے - مختلف ممالک کے مزدور باہم دگر مل رہے ہیں ' اور اِس طرح وہ کام انجام پا رہا ہے جس کي ازحد ضرورت تھي - وہ اتحاد جس کے حصول میں قرون وسطی کے شہریوں کو اپني خراب سڑکوں کي وجہ سے صدیاں لگ جاتیں ' موجودہ مزدوروں کو ریلوے کے ذریعہ چند سالوں کے اندر حاصل ہوگیا ہے -

مزدوروں کي جماعتي اور سیاسي تنظیم خود آن کے باھمي مقابلہ کي وجہ سے ہمیشہ رک رک جایا کي ہے ' لیکن ہر مرتبہ زیادہ قوت ' زیادہ استقلال ' اور زیادہ استحکام کے ساتھہ اُبھري ہے - سرمایہ داروں کي باھمي پھوٹ سے آسے کافي فائدہ پہنچا ہے ' اور وہ ہر موقعہ پر مزدوروں کے حقوق و مفاد کے قانوني اعتراف پر مجبور ہوگئے ہیں -

قدیم سوسائٹي میں جماعتوں کا باھمي تصادم ' مختلف طریقوں سے مزدوري پیشہ طبقہ کو بڑھا رہا ہے - خود سرمایہ دار بھي مجبوراً اسکي ترقي کا باعث ہوئے ہیں - وہ اپنے تئیں ایک مسلسل حالت جنگ میں پاتے ہیں - ایک طرف خانداني اِمارت ہے ' دوسري طرف خود سرمایہ داروں کي وہ جماعتیں ہیں جنکے مفاد صنعتي ترقي کے منافي ہیں - تیسري طرف بیروني ممالک کے سرمایہ دار ہیں جو ہر وقت ٹوٹ پڑنے کیلیے طیار ہیں - غرضکہ سرمایہ داروں کو ہر طرف لڑنا اور ہر ایک سے نبرد آزمائي کرني پڑتي ہے - ظاہر ہے ' وہ تن تنہا اتنے دشمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے ' اور مجبور ہوتے ہیں کہ مزدوروں سے اعانت کي اپیل کریں - اِس طرح وہ خود ہي مزدوروںکو سیاسي اکھاڑہ میں کھینچ لاتے ہیں ' اور آن کیلیے اجتماعي تعلیم کے عناصر مہیا کردیتے ہیں - وہ خود ہي مزدوروں کے ہاتھہ میں وہ ہتیار دیدیتے ہیں جو خود آن کے خلاف استعمال کیے جائینگے !

صرف یہي نہیں بلکہ صنعت کي ترقي نے حکمراں طبقہ کے تمام حصوں کو بھي عجلت اور گھبراہٹ کے ساتھہ مزدوري پیشہ طبقہ کي طرف دھکیلنا شروع کر دیا ہے ' یا کم از کم انکي زندگي خطرہ میں ڈالدي ہے - یہي وجہ ہے کہ یہ حکمراں جماعت مزدوري پیشہ طبقہ کیلیے ترقي کے بے شمار پرزے مہیا کر رہي ہے -

پچھلی نسل کو یہ وہم بھی گزرا تھا کہ اجتماعی محنت کی گود میں ایسی بار آور قوتیں پڑی سو رہی ہیں ؟

گزشتہ بیان میں ہم واضح کر چکے ہیں کہ ذرائع پیداوار اور تبادلہ جن کی بنیادوں پر سرمایہ دار طبقہ نے اپنی عمارت کھڑی کی ہے ' اگرچہ جاگیرداری کے عہد میں پیدا ہوئے تھے ' مگر خود جاگیر اُنسے کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکی بلکہ اُلٹے اُنکے گرداب میں پڑکر تباہ ہوگئی ' کیونکہ یہ ذرائع پیداوار اور تبادلہ جب اپنی ترقی کی ایک خاص منزل پر پہنچ گئے ' تو وہ حالات جنکے ماتحت جاگیردار سوسائٹی پیدا کرتے اور تبادلہ کرتے تھے ' یعنی کاشتکاری و دستکاری کا جاگیر دارانہ نظام ' ترقی یافتہ قوتوں کے سامنے ٹھہر نہ سکے - وہ پیداوار کو سہارا دینے کے بجائے اُسکے حق میں روک اور بوجھل بیڑیاں بن گئے ' جن کا توڑ کرنا ضروری تھا - چنانچہ اُنکی جگہ آزاد مقابلے اور سرمایہ دار طبقہ کی اقتصادی و سیاسی حکومت نے لے لی -

لیکن اب تاریخ نے اپنا اعادہ پھر شروع کیا ہے ' جو کچھہ جاگیر داروں پر گزرا ہے ' وہی اب سرمایہ داروں کو درپیش ہے -

سرمایہ دارانہ حالات ' پیداوار ' تبادلہ ' سرمایہ دارانہ املاکی رشتے ' غرضکہ پوری موجودہ سرمایہ دار سوسائٹی جسنے ایسے عظیم الشان ذرائع ایجاد کیے ہیں ' سخت مصائب میں مبتلا ہے - اسکی مثال اُس جادوگر کی سی ہے جو خبیث طاقتوں کو جگا تو دیتا ہے مگر انپر قابو نہیں رکھہ سکتا -

بہت زمانہ تک صنعت و تجارت کی تاریخ ' جدید بار آور قوتوں کی موجودہ حالات کے خلاف ' ایک بغاوت کی عام تاریخ رہی ہے - اس سلسلہ میں اُن تجارتی مشکلات کی طرف اشارہ کردینا کافی ہوگا جو وقتاً فوقتاً پوری سرمایہ دار سوسائٹی کے لیے موت و حیات کا سوال پیدا کردیا کرتی ہیں -

لیکن باوجود اِن ہولناک خطروں کے ایک عام اجتماعی وبا پھیلی ہوئی ہے جسکا نام " زائد پیداوار " ہے اور جو پچھلے زمانوں میں یقیناً ایک حماقت معلوم ہوتی -

اِس صورت حال کا نتیجہ یہ ہے کہ سوسائٹی اپنے تئیں اچانک ایک عارضی وحشیانہ حالت میں مبتلا پاتی ہے - قحط اور بربادی کی ایک عالمگیر جنگ برپا ہوجاتی ہے - معلوم ہوتا ہے کہ صنعت و تجارت اور زندگی کے تمام ذرائع تباہ ہو جائینگے - کیوں ؟ اس لیے کہ تہذیب بہت زیادہ ہوگئی ہے ' ذرائع زندگی بہت زیادہ ہوگئے ہیں ' صنعت بہت زیادہ ہوگئی ہے ' تجارت بہت زیادہ ہوگئی ہے !

اِن خطرات کا مقابلہ سرمایہ دار کیونکر کرتے ہیں ؟ اِس طرح کہ ایک طرف تو بہت سی بار آور قوتیں بجبر برباد کر ڈالتے ہیں ' دوسری طرف نئے بازاروں کو فتح کرتے اور پرانے بازاروں کو مزید رونق دیتے چلے جاتے ہیں - اِسکے معنی یہ ہیں کہ وہ اور بھی زیادہ وسیع اور زیادہ برباد کن مشکلات کیلیے راستہ ہموار کررہے ہیں اور ساتھہ ساتھہ وہ ذرائع بھی مٹاتے جاتے ہیں جنسے یہ مشکلات رفع کی جاسکتی تھیں -

غرضکہ وہ ہتیار جنسے سرمایہ داروں نے جاگیرداری پر فتح حاصل کی تھی ' اب خود انہیں پر اُلٹ پڑے ہیں -

لیکن سرمایہ داروں نے صرف یہ مہلک ہتیار ہی نہیں گڑھے ہیں ' بلکہ وہ لوگ بھی پیدا کردیے ہیں جو یہ ہتیار استعمال کرینگے - وہ کون ہیں ؟ موجودہ مزدور !

جس تناسب سے سرمایہ اور سرمایہ داروں نے ترقی کی ہے ' اِسی تناسب سے مزدوروں نے بھی ترقی کی ہے - اِس طبقہ کی زندگی اُسی وقت تک ہے جبتک اُسے کام ملتا رہے ' اور کام اُسی وقت تک ملتا ہے جبتک وہ سرمایہ کو بڑھاتا رہے - یہ مزدور جو اپنے تئیں فرداً فرداً بیچ ڈالنے پر مجبور کردیے گئے ہیں ' تجارت کی دوسری چیزوں کی طرح ایک جنس ہوگئے ہیں اور مقابلہ کے ہیر پھیر اور نرخ کے چڑھاؤ اُتار سے ہمیشہ مصیبت جھیلتے رہتے ہیں -

مزدور کا کام ' کلوں کے کثرت استعمال اور محنت کی تقسیم کے باعث اپنی انفرادی شخصیت سے محروم ہوگیا ہے اور اب مزدور کیلیے اپنے اندر کوئی خاص کشش نہیں رکھتا - مزدور مشین کا محض ایک ضمیمہ بنا دیا گیا ہے ' جس سے نہایت آسان کام کی خواہش کی جاتی ہے - جسکا نتیجہ یہ ہے کہ اب اُسکی قیمت گھٹ کر بس اِتنی ہی رہ گئی ہے کہ مزدور بمشکل اُس سے اپنی قوت لایموت کا سامان کرسکتا ہے -

اب ایک مصنوعی برتن اور مزدور ' دونوں ہم درجہ چیزیں ہوگئی ہیں جنکی قیمت اُنکی لاگت کے حساب سے ہوتی ہے - یہی سبب ہے کہ جوں جوں محنت سستی ہوتی جاتی ہے ' مزدوری بھی گھٹ رہی ہے - پھر تماشہ یہ ہے کہ جسقدر کام کی تقسیم اور کلوں کا استعمال بڑھتا جاتا ہے ' اِسی قدر کام کا بوجھہ بھی بڑھ رہا ہے ' یا تو کام کے گھنٹے بڑھا دیے جاتے ہیں ' یا زیادہ کام ایک خاص وقت میں لیا جاتا ہے ' یا مشین کی رفتار میں اضافہ کردیا جاتا ہے ' (وغیرہ وغیرہ)

موجودہ صنعت نے نیک آقا کی چھوٹی سی دکان کو صنعتی سرمایہ دار کے بڑے کارخانہ کی صورت میں بدل دیا ہے - مزدوروں کے غول کے غول کارخانوں میں بھرے ہوئے ہیں جن کی تنظیم سپاہیوں کی طرح کی جاتی ہے ' اور جو سپاہیوں ہی کی طرح چھوٹے بڑے افسروں کی ایک مطلق العنان حکومت کے شکنجہ میں جکڑ دیے گئے ہیں - وہ نہ صرف سرمایہ دار طبقے اور سرمایہ دار حکومت کے غلام ہوتے ہیں ' بلکہ انہیں شب و روز ہر سرمایہ دار صناع کی بھی غلامی کرنی پڑتی ہے -

جسقدر کھلے الفاظ میں یہ خود سر حکومت اعلان کرتی جاتی ہے کہ خود غرضی اور منفعت شخصی اس کا مقصد ہے ' اُسی قدر وہ حقیر ' نفرت انگیز ' اور تکلیف دہ ہوتی جاتی ہے !

دستی مشقت میں قوت اور چستی کی ضرورت جتنی کم ہوتی جاتی ہے ' یعنی موجودہ صنعت جس قدر زیادہ ترقی کرتی جاتی ہے ' اُسی قدر مردانہ محنت کی جگہ زنانہ محنت کو دی جارہی ہے - مزدوری پیشہ طبقہ کے لیے اب عمر اور جنس کا اختلاف کوئی معاشرتی اہمیت نہیں رکھتا - مزدور مرد اور عورتیں سب کے سب محنت کے پرزے ہوگئے ہیں جن کی قیمت عمر اور جنس کے لحاظ سے گھٹتی بڑھتی رہتی ہے -

جوں ہی مزدور کو اپنے سرمایہ دار آقا سے مزدوری ملتی ہے ' فوراً دوسری سرمایہ دار جماعتیں اُس پر ٹوٹ پڑتی ہیں : مکان دار ' دوکان دار ' ساہوکار ' غرضکہ سب کے سب اُس کے لوٹنے کھسوٹنے کو آ موجود ہوتے ہیں -

عظمت کا باب اِسی وقت سے شروع ہوتا ہے - اِسی سفر میں اُس کی دماغی قابلیت ' محققانہ روح ' اور عزم و ہمت کی قوت ظاہر ہوتی ہے - اِسی سفر میں اُسے فارسی اور ترکی زبانیں بھی سیکھنی پڑتی ہیں - فارسی زبان سے سیاح کو بہت مدد ملی ' خصوصاً ہندوستان میں ٹھیک اُسی طرح جس طرح اِس کے پیشرو ' مارکو پولو کو تاتاری زبان سے مدد ملی تھی !

غرضکہ ابن بطوطہ اپنے مشرقی سفر پر روانہ ہوگیا - نجد اور صحراء عرب کو طے کرکے عراق پہنچا راستے کے جملہ حالات و آثار مفصل قلم بند کیے - پھر دجلہ و فرات کو عبور کرکے عراق عجم میں داخل ہوا ' اور شیراز و اصفہان وغیرہ کی سیر کی - لیکن وہ آگے نہیں بڑھا بلکہ لوٹ کر پھر دجلہ و فرات عبور کیا اور عراق عرب میں سفر شروع کردیا - اُس وقت بغداد کی حالت نہایت زبوں تھی - تاتاریوں کی تخریب کے بعد ' عباسی دار الخلافہ ویران ہوگیا تھا - ابن بطوطہ یہاں بہت متأثر نظر آتا ہے اور ایک سچے مسلمان کی طرح رنج و غم کا اظہار کرتا ہے -

بغداد سے سیاح ' موصل پہنچا - موصل سے نصیبین اور سنجار آیا - اِس سر زمین کے تمام امراء و سلاطین سے ملاقات کی - یہاں پر اُس کی سیاحت اچانک منقطع ہوجاتی ہے - نہیں معلوم کیوں ' وہ پھر بغداد اور بغداد سے مکہ پہنچ جاتا ہے - وہ ہم سے صرف اِس قدر کہتا ہے کہ دوسری مرتبہ مکہ معظمہ اِس حال میں پہنچا کہ سخت بیمار تھا - چنانچہ کامل ایک سال جوار بیت اللہ میں مقیم رہتا ہے - اِس طویل اقامت کے بعد پھر اُس میں نیا جوش پیدا ہوتا ہے اور پہلے سے بھی زیادہ طویل سفر پر روانہ ہوجاتا ہے -

چنانچہ وہ یمن پہنچتا ہے - پھر سومال جاتا ہے - پھر ساحل بحر عرب کے تمام ممالک کی سیر کرتا ہوا عمان اور بحرین میں جا نکلتا ہے - بحرین میں موتی نکالنے والوں سے ملتا ہے - مگر ٹھہرتا نہیں اور صحراء طے کرکے دوبارہ مکہ معظمہ میں وارد ہوتا ہے - یہاں ملک الناصر شاہ مصر سے اُس کی ملاقات ہوتی ہے

حج کے بعد پھر سفر شروع کرتا ہے اور اِس مرتبہ بحر احمر عبور کرکے سوڈان ' بلاد نوبہ صعید مصر کی سیاحت کرتا ہوا قاہرہ پہنچتا ہے - لیکن قیام نہیں کرتا بلکہ شام چلا جاتا ہے اور ساحل لاذقیہ سے جہاز پر بیٹھ کے سنہ ۷۳۳ ھ (سنہ ۱۳۳۳ع) میں ساحل اناطولیہ پر قدم رکھتا ہے -

(اناطولیہ)

اُس وقت اناطولیہ میں سلجوقی امراء و سلاطین کا دور پورا تھا - لیکن آل عثمان کا ابتدائی عروج حاصل کررہا تھا - آہستہ آہستہ سلجوقی امراء اُس کے سامنے ہتھیار رکھتے جاتے تھے - سلطنت عثمانیہ کے بانی اول عثمان نے بیزنطینی شہنشاہی میں بھی دور تک ہاتھ پاؤں پھیلا دیے تھے - اُس وقت عثمانی ریاست کا پایۂ تخت بروسہ تھا اور ابن بطوطہ کے زمانے میں سلطان اُرخان بن عثمان کی حکومت تھی -

اُرخان کے علاوہ سلجوقی امراء میں سب سے زیادہ طاقتور محمد اُزبک خاں شاہ شمال تھا - یہ شہنشاہ قسطنطنیہ کا داماد بھی تھا - ابن بطوطہ یہ ملک دیکھ کر بہت متعجب ہوا - کیونکہ اگرچہ یہاں اِسلام کو غلبہ حاصل ہوچکا تھا مگر نو مسلموں کے عادات و اطوار عجیب طرح کے تھے - اِبن بطوطہ نے پورے ملک کی سیاحت کی ہے اور بڑی تفصیل سے جملہ حالات بیان کیے ہیں - یہ عجیب بات ہے کہ ہر ملک میں وہ قصر شاہی تک رسائی حاصل کرلیا کرتا تھا - یہاں کے بھی تمام اُمراء و سلاطین سے اُسنے ملاقاتیں کیں

(قسطنطنیہ)

اِناطولیہ سے وہ قسطنطنیہ کو چلا - خوش قسمتی سے اُس زمانے میں سلطان محمد اُزبک خاں کی ملکہ " خاتون بیلون " بھی اپنے باپ شہنشاہ قسطنطنیہ کی ملاقات کو جا رہی تھی - اِبن بطوطہ اِسی شاہی قافلہ میں داخل ہوگیا اور سنہ ۷۳۳ ھ - سنہ ۱۳۳۳ع میں نہایت تزک و احتشام سے بیزنطینی پایۂ تخت میں داخل ہوا -

سیاح خود اپنی زبان سے یہ واقعہ اِس طرح بیان کرتا ہے :

" ہم زوال کے وقت قسطنطنیۂ عظمیٰ میں داخل ہوئے - پورے شہر میں ناقوس اِس زور سے بج رہے تھے کہ در و دیوار تک گونج اُٹھے تھے - ہم قصر شاہی کے پہلے پھاٹک پر پہنچے - وہاں سو سنتری اپنے سپہ سالار کے ساتھ کھڑے تھے اور آپس میں کہہ رہے تھے " سراکنو ' سراکنو " جس کے معنی ہیں " مسلمان " (یونانی زبان میں Sarrazino عرب مسلمانوں کا نام ہے - شاید اِبن بطوطہ نے یہی لفظ سنا ہوگا)

پھر وہ شہنشاہ سے اپنی ملاقات کا حال لکھتا ہے :

" چوتھے دن خاتون نے اپنا غلام سنبل ہندی میرے پاس بھیجا - وہ مجھے قصر شاہی میں لے گیا - ہم چار پھاٹکوں سے گزرے - ہر پھاٹک میں مسلح سپاہی موجود تھے - پانچویں پھاٹک پر غلام مجھے چھوڑ کر چلا گیا - پھر چار رومی نوجوانوں کو لے کر لوٹا - اُنھوں نے میری تلاشی لی کہ کوئی چھری تو چھپی ہوئی نہیں ہے - افسر نے بتایا کہ یہاں کا دستور ایسا ہی ہے - جو شخص بھی بادشاہ سے ملنا چاہتا ہے ' اُس کی تلاشی ضرور لی جاتی ہے - پھر پھاٹک کھولا گیا - میں اندر داخل ہوا - چار آدمیوں نے مجھے گھیر لیا - دو مجھے آگے سے پکڑے تھے ' دو پیچھے تھے - میں ایک بڑے ایوان میں داخل کیا گیا - اُس کی دیواریں بہت آراستہ تھیں - قسم قسم کے حیوانات و نباتات کی تصویریں بنی تھیں - بیچ میں فوارہ تھا - دونوں جانب سپاہی صف بستہ کھڑے تھے اور بالکل خاموش تھے - وسط میں تین اور آدمی کھڑے تھے - اِنھوں نے مجھے میرے محافظوں سے لے لیا اور اُسی طرح پکڑ کر لے چلے - انمیں ایک یہودی تھا - یہودی نے مجھ سے عربی میں کہا " ڈرو نہیں ' میں ترجمان ہوں " پھر میں ایک عظیم گنبد میں داخل کیا گیا - شہنشاہ مع اپنی ملکہ کے تخت شاہی پر جلوہ افروز تھا - داہنی طرف چھ آدمی کھڑے تھے بائیں طرف چار آدمی تھے - سب ہتیار بند تھے - بادشاہ کے قریب پہنچنے سے پہلے مجھ سے کہا گیا کہ ٹھوڑی دیر بیٹھ کر حواس درست کرلو - پھر میں تخت شاہی کے سامنے پہنچایا گیا - میں نے سلام کیا - بادشاہ نے بیٹھنے کا اِشارہ کیا - مگر میں بیٹھا نہیں - بادشاہ نے مجھ سے بہت سے سوال کیے - بیت المقدس کی بابت پوچھا - مقدس چٹان ' مزار مسیح ' بیت لحم ' شہر خلیل ' کا حال دریافت کیا - پھر دمشق ' مصر عراق ' اور رومی ممالک کے حالات پوچھے - میں نے ہر سوال کا جواب دیا - یہودی ترجمہ کرتا جاتا تھا - شاید شہنشاہ کو میری گفتگو پسند آئی - چنانچہ اُس نے اپنے لڑکوں سے کہا اِس شخص کی عزت کرو اور امن و امان میں رکھو - پھر میرے لیے خلعت کا حکم دیا - نیز ایک آراستہ گھوڑا اور چھتر بھی عنایت کیا ' جو شاہی امان کی علامت ہے "

اِس شہنشاہ کا نام اِبن بطوطہ نے تکفور اور اُس کے باپ کا نام جرجیس لکھا ہے - ممکن ہے یہ اُن کے مسیحی نام ہوں - ورنہ

جس طرح پچھلے زمانہ میں شرفاء کا ایک حصہ سرمایہ داروں میں آملا تھا، اسی طرح اب سرمایہ داروں کا ایک حصہ مزدوروں میں آرہا ہے، خصوصاً وہ مفکر حصہ جسے اس تاریخی تحریک کا نظری علم حاصل ہوگیا ہے -

تمام جماعتیں جو فی الحال سرمایہ دار طبقہ سے برسر جنگ ہیں، انمیں صرف مزدوری پیشہ جماعت ہی ایک حقیقی انقلابی جماعت ہے - باقی تمام دوسری جماعتیں موجودہ صنعت کے سامنے سڑتی اور گلتی چلی جاتی ہیں - اور یہ کچھہ عجیب نہیں، کیونکہ مزدوری پیشہ طبقہ ہی صنعت و حرفت کی خاص اور براہ راست پیداوار ہے -

رہا ادنی اور متوسط طبقہ، چھوٹے چھوٹے دستکار، معمولی دکاندار، زراعت پیشہ زمیندار، تو یہ سب سرمایہ دار طبقہ سے اس لئے جنگ کر رہے ہیں کہ متوسط طبقہ کے رکن ہونے کے لحاظ سے اپنی حیثیت برقرار رکھیں - یہ جماعتیں انقلابی نہیں بلکہ قدامت پسند ہیں - قدامت پسند ہی نہیں بلکہ رجعت پسند بھی ہیں - وہ تاریخ کا چکر لوٹا کر الٹا چلانے کی کوشش کر رہی ہیں - اگر وہ کبھی انقلابی ہو بھی گئیں، تو صرف اس خوف سے ہونگی کہ مبادا مزدوری پیشہ طبقہ میں جبراً دھکیل نہ دی جائیں -

گزشتہ سوسائٹی کے معاشرتی حالات اب مزدوروں کے معاشرتی حالات میں مدغم ہو چکے ہیں - مزدوری پیشہ طبقہ بغیر کسی ملکیت کے ہے، اسکے اپنے بیوی بچوں سے رشتے سرمایہ دارانہ خاندانی رشتوں سے بالکل مختلف ہیں - موجود صنعتی محنت اور سرمایہ داری نے انگلینڈ، فرانس، امریکہ، اور جرمنی میں مزدوروں کے تمام قومی اخلاق خراب کر ڈالے ہیں - مزدوروں کے حق میں قانون، اخلاق، مذہب، تتلیاں ہیں جنکے پیچھے بیٹھکر سرمایہ دار انہیں شکار کیا کرتے ہیں -

تمام گزشتہ جماعتوں نے طاقت پا کر ہمیشہ یہی کوشش کی ہے کہ اپنی حیثیت مضبوط کرنے کیلیے تمام سوسائٹی کو اپنے ہی طریق عمل کا پابند کردیں - مزدوروں کو بھی اسی اصول پر عمل کرنا چاہئے - وہ سوسائٹی کی بار آور قوتوں پر قابو حاصل نہیں کر سکتے جبتک کہ اپنے تمام پرانے دستوروں کو منسوخ نہ کردیں - خود مزدوروں کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جسکی انہیں حفاظت کرنی ضروری ہو - انہیں شخصی ملکیت کی تمام سابق پابندیاں اور ضمانتیں منسوخ کردنی چاہئیں -

تمام پچھلی تاریخی تحریکیں یا تو آبادی کی اقلیت کی تحریکیں تھیں یا انکے مفاد کیلیے تھیں - لیکن مزدوروں کی تحریک بالکل دوسری ہی نوعیت کی ہے - وہ عظیم الشان اکثریت کی ایک حساس تحریک ہے اور عظیم الشان اکثریت کے مفاد کیلیے ہے -

مزدوری پیشہ طبقہ، موجودہ سوسائٹی کی سب سے نچلی پرت ہے - وہ اس وقت تک نہیں اٹھہ سکتا ہے، جبتک کہ اوپر کے وہ تمام پرت جنسے حاکمانہ سوسائٹی مرکب ہے، پرزے پرزے کر کے اڑا نہ دیے جائیں -

اگرچہ مزدوروں کا قیام قومی بنیادوں پر نہیں ہے، لیکن سرمایہ داروں کے برخلاف انکی جد و جہد ضرور قومی ہے - ہر ملک کے مزدوروں کو قدرتی طور پر سب سے پہلے اپنے یہاں کے سرمایہ داروں سے نمٹ لینا چاہئے

ابن بطوطہ کی سیاحت

(ایشیائی تاریخ میں اُس کا مرتبہ)

(عبد اللہ عنان ایک مصری اہل قلم کے قلم سے)

عین اُس زمانے میں جبکہ مارکو پولو نے اپنی ایشیائی سیاحت ختم کی، طنجہ (مراکش) میں ایک مسلمان سیاح پیدا ہوا، (۷۰۳ ھ - سنہ ۱۳۰۴ ع) اِس کا نام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ تھا - بعد میں دنیا نے اُسے ابن بطوطہ کے نام سے جانا - آٹھویں صدی ہجری کی چند ممتاز شخصیتوں میں سے ایک شخصیت اس کی بھی ہے :

ابن بطوطہ کی طفولیت اور ابتدائی تعلیم و تربیت سے ہم ناواقف ہیں - لیکن اُس کے سفر نامے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے دینی علوم میں پوری طرح مہارت حاصل کرلی تھی - ہم اُن اسباب سے بھی ناواقف ہیں جنھوں نے اِس طویل سیاحت پر آسے آمادہ کیا - زیادہ سے زیادہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ۲۲ سال کی عمر میں اُسے حج اور بیت اللہ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور اِسی ارادے سے وہ وطن سے نکلا - معلوم ہوتا ہے اِس سفر کے لیے اُس کی مادی طیاری کافی نہ تھی - تاہم وہ جرأت کرکے چل پڑا اور مغرب اقصیٰ کے بڑے بڑے شہر: تلمسان، الجزائر، بجایہ، قسطنطنیہ سے گزرتا ہوا تیونس پہنچا اِس وقت سیاح کا آغاز شباب تھا - غریب الوطنی کے مصائب سے ناآشنا تھا - خود بیان کرتا ہے کہ جب تیونس میں اُسے کسی نے اجنبیت کی وجہ سے سلام نہ کیا " تو اُس کا دل بے اختیار ہوگیا - آنسو جاری ہوگئے - اور سخت رنج و الم محسوس ہوا ! "

حاجیوں کے قافلہ کے ساتھہ وہ چلے طرابلس پھر اسکندریہ پہنچا - یہ اُس کے سفر کا دسواں مہینہ تھا - اسکندریہ اُسے بہت پسند آیا اور اُس نے گوارا نہ کیا کہ سرسری طور پر دیکھہ کر آگے بڑھ جائے - چنانچہ وہ ٹھہر گیا اور ایک محقق سیاح کی طرح شہر اور اُس کے آثار کی تحقیقات شروع کردی - یہاں سے فارغ ہوکر قاہرہ پہنچا پایۂ تخت کی عمارتیں، مسجدیں، ہرام دیکھے - پھر پورے ملک کی ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیاحت کی - اِسی قدر نہیں بلکہ وہ مصر کے علماء، امراء، حتیٰ کہ بادشاہ تک سے ملا - یہ زمانہ ملک ناصر بن قلاوون کا تھا -

مصر سے صحراء سینا کی راہ فلسطین پہنچا اور وہاں کے اسلامی اور مسیحی مقامات مقدسہ کی سیر کی - پھر شام گیا اور تمام بڑے بڑے شہر اور آثار دیکھے - شام سے صحراء کو عبور کرکے حجاز پہنچا اور حج سے مشرف ہوا -

ہم کہہ چکے ہیں کہ اُس نے حج کی نیت سے سفر شروع کیا تھا - مگر اِس میں کامیاب ہونے کے بعد وہ وطن واپس نہیں ہوا - معلوم ہوتا ہے اِسی زمانے میں اُسے مشرقی دنیا کی سیاحت کا خیال پیدا ہوا - چنانچہ وہ عراق کے ارادے سے چل پڑا اب اُسے صحراء عرب سے گزرنا تھا - یہ مرحلہ بہت ہی سخت تھا - اب تک اُسے کوئی ایسا خطرناک سفر پیش نہیں آیا تھا - تاہم وہ بے خوف و خطر روانہ ہوجاتا ہے - درحقیقت ابن بطوطہ کی سیاحت اور

بریدِ فرنگ

ہوائی سفر کا ایک نیا تجربہ !

سائنٹفک امریکن کی آخری اشاعت نے امریکہ کے ایک نئے فضائی تجربہ کی روداد شایع کی ہے - معمولی اتفاقات کس طرح علمی تجارب کے نئے نئے دروازے کھول دیتے ہیں ؟ یہ واقعہ اس حقیقت کی ایک تازہ مثال ہے !

واشنگٹن کے قریب ایک بحری تنگ نائے پر بجلی کے تاروں کا سلسلہ قائم ہے - یہ تار معمولی کھمبوں پر نصب ہیں - جس طرح کے کھمبے ہر جگہ تار کا سلسلہ قائم کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں - پچھلے دنوں بجلی کے کارخانہ کے بعض افسروں نے ارادہ کیا کہ اگر تار کا تمام سلسلہ رنگ دیا جائے تو حفاظت اور پائداری کے لیے بہتر ہوگا - لیکن مشکل یہ پیش آئی کہ موجودہ نصب و قائم حالت میں رنگنے کا انتظام کیونکر ہو ؟ تار کا بڑا حصہ تنگ نائے کے اوپر سے گزرا ہے ' اور نہایت بلندی پر واقع ہے - کوئی کشتی ' کوئی جہاز ' کوئی سواری ' اس غرض کے لیے کام نہیں دے سکتی تھی - بالآخر انھوں نے غور کرنا شروع کیا کہ خاص اس غرض کے لیے کوئی نیا ذریعہ پیدا کیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟ تھوڑی سی کوشش کے بعد وہ ایک نیا مگر عجیب قسم کا ذریعہ پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئے - نوعیت کے اعتبار سے یہ نہایت سہل اور سادہ قسم کی چیز ہے - لیکن محل استعمال کے لحاظ سے ایک عظیم فضائی تجربہ کا دروازہ کھول رہی ہے - اس تجربہ سے ثابت ہوگیا کہ اگر ضرورت پیش آجائے ' تو ایسی فضائی سواری استعمال کی جا سکتی ہے جو تار کے معمولی سلسلوں پر ایک نقطہ سے دوسرے نقطہ تک بغیر کسی خطرے کے سوار کو پہنچا دے !

تصویر میں یہ سواری تار پر چلتی ہوئی نظر آرہی ہے - دوسری تصویر میں وہ ابتدائی نقطہ دکھلایا گیا ہے جہاں سے روانگی شروع ہوئی ہے ' اور پہلی میں درمیانی حالت دکھلائی ہے - یہ ایک پتلا سا تختہ ہے جس میں ہاتھ سے چلانے کی چرخی لگی ہے ' اور چھوٹے چھوٹے پہیوں سے تار پر دوڑ رہا ہے - سائنٹفک امریکن کا نامہ نگار کہتا ہے " دو آدمی اس آلہ پر سوار ہوے اور بغیر کسی حادثہ کے تار پر سفر کرتے ہوے چلے گئے " اس اتفاقی تجربے سے ثابت ہوگیا کہ تار پر معلق چلنے والی ٹرینوں کی تجویز پوری طرح کامیاب ہو سکتی ہے - نیز اگر ضرورت پیش آجائے ' تو دنیا کی بڑی بڑی بحری آبنائیں معلق سواریوں کے ذریعہ بہ آسانی زمین سے ملا دی جا سکتی ہیں -

معلوم ہے کہ اُس عہد کے قیصر کا نام انڈرو نیکوس ثالث تھا اور اُسکا باپ انڈرونیکو ثانی تھا -

اُس زمانے میں قسطنطنیہ اپنی سابق عظمت سے بہت کچھ محروم ہوچکا تھا - ستر برس پہلے صلیبی مجاہدوں نے اُسے فتح کیا اور بہت کچھ برباد کرکے چلے گئے - تاہم اب بھی وہ عروس البلاد تھا - ابن بطوطہ نے پوری تدقیق سے اُس کا حال لکھا ہے - ایک جگہ کہتا ہے :

" یہ شہر بہت ہی عظیم الشان ہے - دو حصوں میں منقسم ہے - وسط میں ایک بہت زیادہ مد و جزر رکھنے والا دریا موجزن ہے - (یعنی قرن الذہب) اِس دریا کا نام " ابسمی " ہے - شہر کے ایک حصے کا نام " اصطنبول " ہے اور دریا کے مشرقی کنارے پر آباد ہے - اِسی میں قصر شاہی اور امراء کے محل ہیں - یہ حصہ بہت آباد ہے - بازار پر رونق ہیں - سڑکیں کشادہ اور پختہ ہیں - شہر ایک پہاڑ پر آباد ہے جو نو میل تک سمندر میں پھیلتا چلا گیا ہے - اُس کی چوٹی پر ایک چھوٹا سا قلعہ اور شاہی محل ہے - ایک دیوار اِس پہاڑ کو گھیرے ہوئے ہے اور سمندر کی طرف سے اُسے مسخر کرنا نا ممکن ہے - اِسی حصے کے وسط میں کلیسا ایا صوفیا ہے - شہر کے دوسرے حصے کا نام " غلطہ " ہے - وہ دریا کے مغربی کنارے پر ہے - اِس حصے میں فرنگی نصاری رہتے ہیں - چنانچہ جنیوا ' وینس ' روم ' فرانس ... کے باشندے موجود ہیں "

عرب سیاح نے بڑی تفصیل سے قسطنطنیہ کے گرجوں اور خانقاہوں کا حال لکھا ہے - خاص شاہی اذن سے اُس نے ترجمان کے ساتھہ اِن تمام مقامات کی سیر کی تھی -

قسطنطنیہ میں چند ہفتے مقیم رہا - یونانی تمدن کا اُس کے دل و دماغ پر گہرا اثر پڑا - پھر وہ دوبارہ اناطولیا طے کرکے ترکستان کی طرف بڑھا اور خوارزم میں اترا - اُس وقت یہ صوبہ مذکور الصدر سلطان محمد ازبک کے زیر نگیں تھا - یہاں سے بخارا پہنچا - شہر تاتاری حملہ سے برباد ہو چکا تھا - عرب سیاح نے حضرت امام بخاری جامع حدیث کی قبر کی زیارت کی - پھر بلوچستان ہوتا ہوا ہندوستان میں داخل ہوا ' اور سنہ ۷۳۴ ھ میں پنجاب پہنچ گیا -

ابن بطوطہ کا سفر ہندوستان بہت طویل تھا - اُس نے اس براعظم کو مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک طے کیا - حتی کہ سیلون تک پہنچا - ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں سے ملاقاتیں کیں - سلطان محمد شاہ سے بہت تقرب حاصل ہوگیا تھا - یہاں وہ کئی سال رہا اور منصب قضاۃ پر مامور ہوگیا - نیز کئی سیاسی سفارتوں پر بھی گیا ' اور بادشاہ کی بہت سی خدمات بجا لایا -

ہندوستان کے حالات ابن بطوطہ نے بہت تفصیل سے بیان کیے ہیں - ہندوں کے رسم و رواج ' عبادات ' عادات پر بحث کی ہے - ہندوستان میں ایک مرتبہ اُسے ڈاکوؤں نے لوٹ لیا تھا - اُس کے کاغذات بھی لے گئے تھے - سیاح اپنے کاغذات کے نقصان پر بہت متأسف ہے - کیونکہ اُن میں اُس کے سفر کی یاد داشتیں بھی تھیں -

ہندوستان سے وہ جاوا اور سماٹرا گیا - پھر شمال کی طرف روانہ ہوا - وہ ہم سے کہتا ہے کہ یہ سفر چین کا تھا - مگر تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چینی ہندوستان اور جنوبی چین سے آگے نہیں بڑھا - شمال میں اُس کا سفر بہت ہی محدود تھا - چین سے پھر جاوہ کی طرف لوٹا - جاوہ سے ہندوستان آیا - پھر فارس ' عراق ' شام ' مصر ہوتا ہوا تیونس پہنچا - تیونس سے جہاز پر بیٹھا ' اور سنہ ۷۵۳ ھ میں فاس پہنچ گیا - یعنی کامل ۲۵ - سال سفر کے بعد وطن واپس ہوا !

لیکن اپنے وطن طنجہ میں اُس کا قدم زیادہ دن تک نہیں جما - اندلس کی سیاحت پر روانہ ہوگیا - اُس وقت یہ اسلامی سلطنت سمٹ کر غرناطہ کے علاقہ میں محصور ہوگئی تھی - سلطان ابو الحجاج یوسف بن الولید النصری کا زمانہ تھا - ابن بطوطہ نے وہاں کے علماء و فقہاء سے ملاقاتیں کیں ' قدیم آثار دیکھے ' پھر مراکش واپس آ گیا -

مگر یہ واپسی بھی عارضی تھی - تھوڑے ہی عرصہ بعد صحراء اعظم کی راہ سے سوڈان کے سفر پر روانہ ہوگیا - لیکن یہ اُس کا آخری سفر تھا - سلطان ابو عنان شاہ مراکش مزید سفر سے مانع ہوا اور اپنی مصاحبت پر اصرار کیا - یہ واقعہ سنہ ۷۵۵ ھ کا ہے - ابن بطوطہ نے مسلسل ۳۰ برس تک سیاحت کی - ۲۲ برس کی عمر میں سیاحت شروع کی اور ۵۵ - برس کی عمر میں ختم کی -

ابن بطوطہ سلطان مراکش کا درباری بن گیا - سلطان اُس کے حالات سفر سن کر بہت مسرور ہوتا تھا - بعض لوگ ابن بطوطہ کی صداقت میں اُسی طرح شبہ کرتے تھے ' جس طرح اِس کے پیشرو مارکو پولو کو اُس کے ہم عصروں نے غلط بیان قرار دیدیا تھا - ابن بطوطہ کو ابناء زمانہ کی اِس بے قدری پر بہت افسوس تھا - ایک جگہ وہ نہایت رنجیدہ ہوکر لکھتا ہے " خدا جانتا ہے میرے بیانات صحیح ہیں - خدا کی گواہی میرے لیے کافی ہے "

علامۂ ابن خلدون نے جب اپنی تاریخ کبیر مدون کرنا شروع کی ' تو ابن بطوطہ اور اُس کی سیاحت کا قصہ تازہ تھا - وہ اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں :

" سلطان ابوعنان کے عہد میں طنجہ کا ایک شخص ابن بطوطہ نام مراکش میں آیا - یہ مشرق میں سیاحت کرچکا تھا - عراق ' یمن ہندوستان وغیرہ ممالک میں پھرا تھا - شاہ ہند کے پایۂ تخت دھلی میں بھی گیا تھا ' اور سلطان محمد شاہ کا مقرب ہوگیا تھا ' حتی کہ عہدہ قضا پر بھی مامور ہوگیا - سفر سے واپسی کے بعد اُسنے سلطان ابوعنان کے دربار میں رسوخ حاصل کیا - وہ اپنے عجیب عجیب مشاہدے بیان کیا کرتا تھا - حتی کہ بہت سے لوگ اُسے جھوٹا سمجھنے لگے تھے - ایک دن میں نے سلطان کے وزیر فارس بن وردار سے اِس بارے میں گفتگو کی اور بتایا کہ لوگ کس طرح اُس کی تکذیب کر رہے ہیں - وزیر نے مجھے جواب دیا " تمھیں اُن سلطنتوں کے حالات کا انکار نہیں کرنا چاهیے جن سے ناواقف ہو "

اِبن بطوطہ کو مارکو پولو پر کئی حیثیتوں سے امتیاز حاصل ہے - آخر الذکر نے براعظم ایشیا کا صرف وسطی حصہ دیکھا تھا - لیکن اِبن بطوطہ کی سیاحت بہت طویل تھی - ایشیا کے علاوہ افریقہ کے بہت سے حصے اور یورپ میں قسطنطنیہ اور اُندلس کی بھی اُس نے سیر کی تھی - پھر اُس کے مشاہدات بہت زیادہ محققانہ تھے - اُس کا سفرنامہ اُس عہد کے ایشیا اور افریقہ کی تاریخ اور جغرافیہ میں بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے - اُس کا اِسلوب بیان بھی زیادہ شگفتہ ' مکمل ' اور علمی ہے -

تھریسا بے ہوشي کي حالت میں

صلیب اور خون

(بیوریا میں ایک پر اسرار عورت !)

یورپ کي عقل پرستي اور مشرق کي توہم پرستي کا غلغلہ صدیوں سے بلند ہے - مشرقي ممالک میں عام طور پر یہ خیال پیدا کردیا گیا ہے کہ ہر طرح کي توہم پرستي اور غیر معقول خوش اعتقادي صرف مشرقي اقوام ہي میں پائي جاتي ہے - باشندگان یورپ کے عقل و دماغ ان تمام امراض سے محفوظ ہیں ! لیکن واقعہ یہ ہے کہ سنہ ۱۹۲۷ کے یورپ میں بھي ہزاروں لاکھوں انسان ایسے موجود ہیں ' جنکي مذہبي توہم پرستیاں کسي طرح بھي مشرقي اقوام کي خوش اعتقادیوں سے کم نہیں ہیں ؟

یورپ کي پچھلي ڈاک کے اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوریا کے ایک کاشتکار خاندان کي لڑکي تھریسا نیومین نامي کي نسبت ہزاروں لاکھوں انسانوں کا اعتقاد ہے کہ وہ ایک مسیحي معجزہ کے اعلان کے لیے بھیجي گئي ہے - دور دور سے لوگ اس کي زیارت کے لیے آتے ہیں ' اور یقین کرتے ہیں کہ اس کي زیارت سے اور اس کا دامن چھو لینے سے ہر طرح کي بیماریوں سے نجات مل جاتي ہے !

یہ " مسیحي معجزہ " کیا ہے ؟

بیان کیا جاتا ہے کہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد یہ لڑکي بے ہوش ہو جایا کرتي ہے - اور بے ہوشي کي حالت میں اسکے تمام جسم پر صلیب کے سے نشان پڑ جاتے ہیں - نیز پیر کے تلوؤں سے خون بھي جاري ہو جاتا ہے - جب ہوش میں واپس آتي ہے ' تو صلیبي نشان معدوم ہو جاتے ہیں ' اور خون کا بہنا بھي بند ہو جاتا ہے - اخبارات کا بیان ہے کہ نہ صرف علاقہ کے پادریوں نے بلکہ سرکاري افسروں نے بھي بے ہوشي کي حالت میں اس لڑکي کا معائنہ کیا ہے ' اور سب متفقہ طور پر تصدیق کرتے ہیں کہ صلیب کے نشان جسم پر نمایاں ہو جاتے ہیں - عجب نہیں یہ لڑکي ہسٹریا یعني اختناق الرحم کي کسي غیر معروف قسم میں مبتلا ہو -

بائیں جانب تھریسا ہے - دہني جانب ایک راہبہ ہے جو اسے گرجا لے جا رہي ہے !

بالشویک روس کی عدالت

جو نو جاسوسوں کے قتل کا فیصلہ لکھ رہی ہے !

ابھي تھوڑا عرصہ ہوا ' خبر آئي تھي که حکومت روس نے ۲۹ آدمیوں کو جاسوسي کے جرم پر گرفتار کیا ہے جن میں سے ۹ ملزموں کو قتل کي سزا دي گئي - یہ مرقع اسي مقدمه سے تعلق رکھتا ہے - اور گرافک لندن کے نامه نگار نے موسکو سے بھیجا ہے -

روسي تبلیغ و اشاعت

حال میں روسیوں نے ایک قومي میله کي تقریب پر ایک نہایت دلچسپ مجسمه " سرمایه داري " کا طیار کیا تھا جو ایک موٹر کار پر نصب تھا اور تمام قصبوں اور قریوں میں اسکي نمایش کي گئي تھي - یه مجسمه کرہ کا ایک ڈھانچا ہے ' جسکے اوپر ایک انسان بیٹھا ہوا ہے - کرہ سے مقصود تمام دنیا ہے ' اور انسان سے مقصود " سرمایه داري " کي طاقت ہے - گویا سرمایه داري نے تمام کرۂ ارضي اپنے قبضه میں کر رکھا ہے !

" سرمایه داري " کي همه گیري و عالم انگني کي مجسم تمثیل !

لاسلکی عکاسی

یه دو تصویریں " لا سلکي عکاسي " کے تجارب کا آخري تجربه پیش کرتي ہیں - " لا سلکي عکاسي " سے مقصود وہ نیا انکشاف ہے جس کے ذریعه دور دراز مقامات سے بغیر رویت و حضور کے تصویر لیلي جا سکتي ہے - امریکه میں اس کا تجربه نہایت تیزي سے ترقي کر رہا ہے - ستمبر کے اواخر میں متعدد تصویریں کامیابي کے ساتھ لي گئیں - تصویر نمبر ۱ ایک عورت کي تصویر ہے جو تصویر لینے کے مقام سے کئي میل کے فاصله پر تھي - تصویر نمبر ۲ بھي ایک ایسي ہي تصویر ہے لیکن اس میں نمبر ۱ سے زیادہ کامیابي ہوئي ہے - یه تجربه جب پوري طرح کامیاب ہو جایگا ' تو جس طرح ریڈیو مراکز کے ذریعه دنیا کے ہر حصه کي صدائیں سن لي جا سکتي ہیں ' اسي طرح ہر منظر اور وجود کي تصویر بھي به آساني کھینچ لي جائیگي !

(۱)

(۲)

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

مدحت پاشا کے وہ خطوط جو اُس نے قید خانۂ طائف سے اپنے عزیزوں کے نام بھیجے تھے

(۱)

- آج بچوں کی تصویریں پہنچیں۔ میں نے تمہارے خطوں کے جواب بھیجے تھے۔ معلوم ہوتا ہے نہیں ملے۔ کیونکہ تم نے اُن کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔

سمرنا سے مجھے استانبول لے گئے۔ وہاں قصر یلدز میں مجھ کو اور محمود پاشا اور نوری پاشا کو علحدہ علحدہ حجروں میں قید کر دیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے، سلطان عبد العزیز نے خودکشی نہیں کی ہے۔ بلکہ سلطان مراد اور اُن کی والدہ کے اشارے سے محمود پاشا اور نوری پاشا نے انھیں قتل کرایا ہے۔ اور یہ کہ خود میں، خیر اللہ آفندی، اور رشدی پاشا بھی اس قاتلانہ سازش میں شریک تھے۔ پھر کہا گیا کہ مصطفٰے پہلوان، حاجی محمد مصطفٰے جزائری، سلطان عبد العزیز کے تینوں خادم اصلی قاتل ہیں۔

حالانکہ یہ سب جھوٹ ہے کیونکہ یہ تینوں شخص، عبد العزیز کی وفات کے وقت نظر بند تھے۔ اگر بفرض محال عبد العزیز کو کسی نے قتل ہی کیا ہو تو کسی حال میں بھی میرے یا رشدی پاشا کے خلاف شبہ کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں۔ سلطان کی وفات کے وقت اُن کی والدہ اور تین سو بیویاں اور کنیزیں محل ہی میں موجود تھیں۔ پانچ برس گزر گئے، مگر آجتک اُنھوں نے کبھی اشارۃً کنایۃً بھی نہیں کہا کہ سلطان قتل کئے گئے ہیں۔

میں نے محل شاہی میں نام نہاد عدالت کے سامنے پوری تفصیل سے تمام واقعات بیان کئے۔ تمام ججوں کو مجبوراً تسلیم کر لینا پڑا کہ واقعی کوئی ثبوت قتل کا موجود نہیں، بلکہ یہ سراسر بہتان ہے۔ مگر چونکہ سلطان عبد الحمید، خطرناک لوگوں سے چھٹکارا حاصل کرنے پر کمربستہ تھے۔ اس لئے عدالت نے ۱۱- آدمیوں کو زبردستی مجرم قرار دیکر بے رحمانہ سزائیں دے دیں۔ عدالت کے بعض ایماندار ارکان نے آخر وقت تک اس فیصلہ میں شرکت سے انکار کیا۔ سلطان نے اُن کی ایمانداری کی بھی پوری قدر دانی کی اور ہماری طرح وہ بھی قید خانے بھیجدئے گئے!

سلطان سے میری کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ بعض صاحب ہر تیسرے دن میرے پاس سلطانی پیغام لے کر آتے تھے اور تسلیاں دے جاتے تھے۔ ایک دن، یہ پیغام پہنچا کہ سلطان کو میری اس مصیبت کا نہایت قلق ہے۔ میری جلاوطنی پر وہ انتہائی افسوس کے ساتھ مجبور ہو گئے ہیں۔ لیکن پوری ہمدردی سے مجھے اجازت دی ہے کہ اپنا خاندان اپنے ساتھ رکھ سکتا ہوں!" نیز مجھے اذن شاہی حاصل ہوا کہ اپنے عزیزوں کو اگر چاہوں، خط لکھ دوں۔ میں نے خطوط لکھ کر دے دئے، مگر افسوس ہے کہ وہ تم لوگوں تک نہیں پہنچائے گئے۔

مجھے یقین تھا کہ وہ ڈس (؟) اٹھا کر جلاوطن ہو رہا ہوں۔ میرے خادم عارف کی قسمیں لے جا کے ایک کمرے میں قید کر دیا۔ میرے پاس پہننے کا ایک کپڑا بھی نہیں تھا۔ حتیٰ کہ رات کا لباس بھی موجود نہ تھا۔ جو کپڑے میرے بدن پر تھے، وہی پہنے رہا۔ اتفاق سے ایک دن میں نے خادم کو دیکھ لیا۔ اُس کے پاس میرے رات کے پہننے کا کرتا موجود تھا۔ وہ میں نے پہن لیا اور بدن کے کپڑے اُتار کر خود اپنے ہاتھ سے دھوئے اور اُس وقت تک کمرے میں چھپا بیٹھا رہا جب تک کپڑے سوکھ نہ گئے۔ اب دنیا سے مجھے نفرت ہو گئی ہے اور چاہتا ہوں جلد اپنے پروردگار کے سامنے پہنچ جاؤں!

ہم تمام رفقائے مصیبت جہاز "عز الدین" پر سوار کر دئے گئے کچھ نہیں معلوم تھا کہاں جا رہے ہیں؟ محمود پاشا کو ایک نہایت غلیظ کمرے میں رکھا گیا۔ نوری پاشا اور میں بھی ایسے ہی کمروں میں اُتار گئے۔ پھر دروازوں پر قفل چڑھا دئے گئے۔

ہم جدہ پہنچے۔ بحر احمر کی گرمی بہت ہی سخت ہوتی ہے۔ ہماری تندرستی کو بہت نقصان پہنچا۔ ہمارے کمرے پاخانوں کے قریب تھے۔ بدبو سے دماغ پھٹا جاتا تھا۔ نوری پاشا تو جہاز ہی میں پاگل ہو گئے تھے۔ ابتک اُن کا دماغ درست نہیں ہوا۔

جدہ پہنچتے ہی ہم سمجھ گئے کہ طائف میں قید ہونا ہے۔ مگر ہم باہم کوئی گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ ہر ایک کے ساتھ آٹھ آٹھ مسلح سپاہی تھے اور بولنے کی سخت ممانعت تھی۔ ہم سے ازحد ذلت کا برتاؤ کیا گیا کشاں کشاں مکہ معظمہ پہنچے۔ اور حرم شریف کے قریب بعض کمروں میں قید کر دئے گئے۔ ہم خاص مسجد کعبہ میں موجود تھے۔ مگر ایک مرتبہ بھی ہمیں زیارت کی اجازت نہیں دی گئی!

ہم طائف پہنچے اور قلعہ کے قید خانہ میں علحدہ علحدہ کوٹھریوں کے اندر قید کر دئے گئے۔ ہر کمرے کے سامنے ننگی تلواریں لئے سپاہی کھڑے رہتے ہیں۔ باہم گفتگو کی سخت ممانعت تھی، مگر اب اُٹھ گئی ہے کیونکہ پاسبانوں نے دیکھا، اس پابندی کی تعمیل ممکن نہیں۔

سلطان کا فرمان، شریف مکہ کو پہنچا کہ یہ لوگ (یعنی ہم جلاوطن) ہیں۔ اندیشہ ہے بھاگ جائیں گے۔ پوری سختی سے نگرانی ہونی چاہئے۔ یہ حکم پاتے ہی شریف نے کمروں کے روشندانوں کو بھی بند کرا دیا اور ہمارے پیروں میں لوہے کی بیڑیاں ڈال دیں۔ مگر اب بیڑیاں کاٹ دیگئی ہیں۔ کیونکہ بیماری نے ہمیں اس قابل ہی نہیں رکھا کہ یہ بوجھ برداشت کر سکیں۔

خوش قسمتی سے ایک شریف آدمی کی ہمدردی حاصل ہو گئی ہے یہ ہمارے خطوط تم تک پہنچایا کرے گا۔ پچھلے خطوط، جو تمھیں ملے، اُسی کے ذریعے بھیجے گئے تھے۔ جب میں نے اپنے رفیقوں کو اطلاع دی کہ میرے اور اُنکے خطوط، منزل مقصود پر پہنچ گئے، تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ کیونکہ ہر ایک کے بچے ہیں اور اُن کی ملاقات کی تمنا رکھتے ہیں۔ اگر ہم نے جرم کیا ہوتا تو اس خیال سے دل کو تسکین دے سکتے کہ یہ ہمارے جرم کی سزا ہے، لیکن ہم نے تو کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ بجز اس کے کہ سلطنت اور امت کی اصلاح و ترقی چاہی ہے۔ اگر یہی جرم ہے، تو افسوس اُس ملک پر جہاں اصلاح و ترقی جرم سمجھی جائے!

میرے رفقا، انتہائی غم والم میں ہیں۔ یہ بالکل قدرتی بات ہے لیکن میری حالت اُن سے بہتر ہے۔ میں اب ۶۰ برس سے تجاوز کر چکا ہوں۔ اس عمر کا آدمی کتنے برس اور جی سکتا ہے؟ تمھیں یاد ہوگا کہ گزشتہ سال ہی سے میرا عزم تھا کہ خلوت کی زندگی اختیار کر لوں۔ سفر آخرت کی طیاری میں باقی دن گزار دوں۔ معلوم ہوتا ہے خدا نے یہ اُسی کا سامان کر دیا ہے!

مدت سے تمنا تھی کہ ذہن کو تلاوت قرآن میں مشغول کر دوں مگر فرصت نہیں ملتی تھی۔ اب الحمد للہ پوری مہلت مل گئی اور میں نے "قد سمع اللہ" تک قرآن مجید از سر نو حفظ کر لیا ہے۔ میں نماز کی بھی پوری پابندی کرتا ہوں۔ شب و روز یاد خداوندی میں مصروف رہتا ہوں۔ آیت "ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ و من یؤمن باللہ یہد قلبہ" ہر لمحہ میرے پیش نظر رہتی ہے۔ مجھے اس سے بڑی ہی تسکین حاصل ہوتی ہے۔ اپنے رب پر متوکل ہو گیا ہوں۔ اپنے تئیں اُس کے حوالے کر دیا ہے۔ تم بھی یہی کرو۔ اُس پر توکل کرو اور اُس کے سپرد ہو جاؤ!

اگر مجھے کوئی رنج ہے، تو وہ تمھاری اور بچوں کی جدائی کا ہے۔ خداوند جل و علا سے دعا ہے ہم سب کو پھر جمع کر دے۔ میرے مصنوعی دانت ٹوٹ گئے۔ یہاں اُن کی مرمت کرنے والا کوئی نہیں۔ کھانے میں اب مجھے ناقابل برداشت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میں نے تم کو طلب کی تھی ابھی تک نہیں پہنچی۔ نیز لکھا تھا کہ تفسیر بیضاوی، تفسیر روح البیان، اور وہ نیوٹن کی فرانسیسی کتاب بھیجو جسے میں اکثر پڑھا کرتا تھا۔ یہ سب کتابیں، سمرنا میں موجود ہیں۔ اگر بھیج سکو، تو روانگی میں دیر نہ کرنا۔

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ بچوں کی تعلیم پر پوری توجہ صرف کر رہی ہو۔ علی حیدر، وسیمہ، صابرہ کو بہت بہت پیار کرو۔ دریہ خانم کو اور تمام ملازموں کو سلام۔

سمرنا میں دو صندوق، ساحلی کمپنی کے منیجر کے پاس چھوڑ آیا تھا ان میں میرے تمغے اور اعزازی سندیں ہیں۔ تاکید کر دی تھی کہ تمھیں بھیجدے۔ معلوم نہیں ان کا کیا حشر ہوا؟ اگر صندوق ابتک اسی خائن کے پاس ہیں، تو مجھے لکھو تا کہ اُسے یاددہانی کراؤ

هندوستان اور مجموعه عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی ' عمرانی ' اور اقتصادی لحاظ سے هندوستان کی موجوده حیثیت کیا هے ؟

(۱)

(هندوستان کا رقبه)

ملک	رقبه ایکڑ کے حساب سے
هندوستان	۱،۱۶،۲۹،۱۹،۰۰۰
برطانوی هندوستان	۹۲،۰۷،۲۵،۰۰۰
یورپ	۲،۴۰،۰۰،۰۰،۰۰۰
جزائر برطانیا	۷،۷۱،۵۲،۰۰۰
ولایات متحدهٔ امریکا	۱،۹۰،۳۲،۶۹،۰۰۰
اسٹریلیا	۱،۹۰،۳۶،۹۴،۰۰۰
کینڈا	۲،۳۹،۷۰،۸۲،۰۰۰
جرمنی	۱۳،۳۵،۹۴،۰۰۰
فرانس	۱۳،۰۸،۵۴،۰۰۰
چین	۲،۵۰،۴۷،۲۸،۰۰۰
جاپان	۱۶،۶۸،۷۲،۰۰۰

هندوستان ' جرمن شهنشاهی سے ۷ - گنا زیاده بڑا هے -

هندوستان ' جاپانی سلطنت سے ۱۱ - گنا زیاده بڑا هے -

هندوستان ' جزائر برطانیا سے ۱۵ - گنا زیاده بڑا هے -

هندوستان ' بر اعظم یورپ کے برابر هے - باستثناء روس -

هندوستان میں ۷،۰۰،۰۰۰ دیهات هیں -

هندوستان میں ۶۷۷ دیسی ریاستیں هیں -

برطانوی هندوستان ' ۱۴ صوبوں پر منقسم هے - هر صوبه ' ضلعوں پر منقسم هے - هر ضلع ' تعلقوں یا تحصیلوں پر منقسم هے - هر تعلقه ' تهانوں پر منقسم هے - هر ضلع کا اوسط رقبه ۴،۵۰۰ مربع میل هے -

هندوستان کی دس میں نو حصه آبادی دیهاتوں میں رهتی هے -

هندوستان میں ۷ لاکهه دیهات هیں - اس کے معنے یه هے که اگر کوئی آدمی هر قریه میں صرف ایک دن ٹهرے ' تو پورے هندوستان کے دورے کے لیے ۱،۹۲۷ سال درکار هونگے -

هندوستان میں ایک لاکهه سے زیاده آبادی رکهنے والے ۳۱ شهر هیں -

(هندوستان کی آبادی)

کل دنیا	۱،۶۹،۶۵،۰۸،۰۰۰
کل هندوستان	۳۱،۹۳،۹۱،۰۰۰
برطانی هندوستان	۲۴،۷۰،۰۰،۰۰۰
جزائر برطانیا	۴،۲۹،۱۹،۷۰۰
جاپان	۶،۹۰،۸۱،۹۵۴
جرمنی	۵،۱۸،۷۰،۷۴۲
فرانس	۳،۹۲،۰۹،۵۱۸
اٹلی	۴،۲۱،۱۵،۶۰۶
سوویٹ روس	۱۲،۲۰،۰۰،۴۱۳
چین	۴۲،۶۰،۹۴،۹۵۳
ولایات متحدهٔ امریکه	۱۱،۴۷،۸۹،۰۰۰

هندوستان کی آبادی ' دنیا کی مجموعی آبادی کا پانچواں حصه هے -

هندوستان کی آبادی ولایات متحده کی آبادی سے ۳ گنی زیاده هے -

هندوستان کی آبادی فرانس کی آبادی سے ۸ گنا زیاده هے -

صرف مدراس اور میسور کی آبادی ' جاپان کے برابر هے -

صرف بمبئی کی آبادی ' اسپین اور پرتگال کی مجموعی آبادی سے زیاده هے -

هندوستان میں هر مربع میل کی اوسط آبادی ۱۷۷ هے -

اگر هر منٹ میں ۲۵ آدمی پر نظر ڈالی جائے ' تو پورے هندوستان کی آبادی دیکهنے کے لیے ۳۰ برس کا زمانه درکار هوگا !

(دنیا کی آبادی رنگ کے اعتبار سے)

(کل دنیا کی آبادی : ۱،۶۹،۶۵،۰۸،۰۰۰)

سفید فام	۹۳،۶۰،۰۰،۰۰۰
زرد فام	۵۱،۷۴،۸۸،۰۰۰
سیاه فام	۲۴،۳۰،۶۰،۰۰۰

(سفید فام)

هندوستانی	۲۴،۵۰،۰۰،۰۰۰
ٹیوٹانک	۴۶،۶۷،۰۰،۰۰۰
سلاوی	۱۷،۶۰،۰۰،۰۰۰
لاطینی	۱۷،۲۰،۵۰،۰۰۰
یونانی	۹۵،۰۰،۰۰۰
باسکس	۴،۰۰،۰۰۰
افغان	۷۵،۰۰،۰۰۰
ایرانی	۱،۰۰،۰۰،۰۰۰
عرب اور بربر	۲،۴۰،۰۰،۰۰۰
یهودی	۱،۵۰،۰۰،۰۰۰
قبطی	۸،۵۰،۰۰۰
دیگر اقوام	۹۰،۰۰،۰۰۰

(زرد فام)

چینی	۳۲،۳۰،۰۰،۰۰۰
جاپانی	۵،۶۵،۰۰،۰۰۰
کورین	۱،۷۰،۰۰،۰۰۰
ترک	۱،۲۰،۰۰،۰۰۰
امریکن دیسی ' اهل ملایا ' اور فلیپائن	۴،۰۰،۰۰،۰۰۰
منگولی	۳۰،۰۰،۰۰۰
کرغیز وغیره	۱،۰۰،۰۰،۰۰۰
ماگار	۹۵،۰۰،۰۰۰
فنس	۳۵،۰۰،۰۰۰
اسکیمو اور سائبیرین	۱۰،۰۵،۰۰۰
سیامی	۸۵،۰۰،۰۰۰
برمی	۷۸،۹۰،۰۰۰
تبتی	۶۵،۰۰،۰۰۰

گیا ہوں۔ اخبارات کو یہ خبر شایع کرنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ تعجب یہ ہے کہ ترکی کے اخبار "طان" تک کو گمراہی میں ڈال دیا گیا اور اُسنے بذریعہ تار آفاق کے اخباروں سے دریافت کیا۔ اِس سے پہلے یہ افواہ مشہور کی گئی تھی کہ میں مجنون ہو گیا ہوں۔ معلوم نہیں اس کذب و دروغ سے حکومت کو کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟

طائف - ۲۲ صفر ۱۳۳۱ھ

(۷)

اپنے مرشد سلیمان آفندی کے نام

"۔۔۔۔ قسمت میں یہی تھا کہ ہم اپنے اہل و عیال اور مال و متاع سے جیتے جی دور اور اپنی آزادی سے محروم ہو جائیں۔ ہم جس مصیبت میں گرفتار ہیں، اُس کا تصور بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ صرف ذات الٰہی باقی رہے گی۔ کوئی مخلوق بھی دائمی زندگی نہیں پائے گی۔ سب کے لئے زوال مقدر ہے:

لا یغرن امرأ عیشہ   کل حی صائر للزوال!

یہ چند روزہ زندگی، ایک کھیل ہے۔ بلکہ ایک پل ہے جس پر سے انسان گزر جاتا ہے۔ زندگی کی حرص و طمع، لاحاصل ہے۔ اِن مصائب پر اللہ تعالیٰ بندوں کا ثواب زیادہ کر دیتا ہے۔ ہمارے لئے انبیاء و اولیاء کا اسوۂ حسنہ موجود ہے۔ ان میں اکثر قید خانوں ہی میں مرے۔ امام ابو حنیفہ اور امام موسیٰ کاظم کی مثال ہر وقت میرے پیش نظر رہتی ہے۔

میری حالت اسوقت یہ ہے کہ ہر لمحہ یہ مقولہ زبان پر رہتا ہے۔ "کن فی الدنیا کانک غریب" (دنیا میں اس طرح رہو گویا پردیسی ہو) زندگی کے آخری مرحلے تک پہنچ چکا ہوں۔ عمر ۷۰ سے زیادہ ہو گئی ہے۔ اب مجھے ہر لمحۂ حیات غنیمت سمجھنا چاہئے اور آخرت کی طیاری کرنی چاہئے۔ میرے پاس بعض کتابیں موجود ہیں۔ اُن میں آپ کا مجموعہ رسائل بھی ہے۔ اِس کتاب سے مجھے عبادت الٰہی میں بہت مدد ملتی ہے۔ لیکن انسان تنہا اپنی رائے سے ہر قسم کی ریاضت نہیں کر سکتا۔ لہذا اے شیخ جلیل! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری اُس راستہ کی طرف رہنمائی کیجئے جو خدا تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ میں یہاں سے دور سے بھی آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہوں۔ کیونکہ معنوی علاقہ جسمانی اتصال کا محتاج نہیں۔ آپ مجھے تحریر کے ذریعہ ہدایت دیجئے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو خود تشریف لائیے اور زبانی رہنمائی کیجئے۔ میں بے صبری سے آپکے تحریری یا زبانی جواب کا منتظر رہوں گا۔"

قید خانۂ طائف - ۱۹ شوال ۱۳۳۱ھ

(۸)

نفیسہ خانم کے نام

"گزشتہ ماہ ایک خط "سعید بک" کے فرضی دستخط سے بھیج چکا ہوں اس کے ایک ہفتہ بعد، دو پھوڑے نکل آئے۔ ایک پیٹھ میں، دوسرا پہلو میں۔ یہاں صرف ایک ڈاکٹر ہے اور وہ بھی ترش ہے۔ دوستوں کو میری بیماری سے سخت تشویش ہوئی۔ اُنھوں نے میری لاعلمی میں والی مکہ کو تجربہ کار طبیب بھیجنے کے لئے لکھا۔ مگر والی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں صاحب فراش تھا اور قصر سلطانی سے برابر احکام آ رہے تھے کہ مجھے اور میرے رفقاء کو قتل کر ڈالا جائے۔ چنانچہ ہمارا خاص کھانا موقوف کر دیا اور ہمارے نوکر بھی علحدہ کر دیئے گئے۔ میں بستر مرگ پر پڑا تھا کہ ایک افسر نے آ کر حکم پہونچایا "تمھیں بھی وہی کھانا ملے گا جو دوسرے تمام قیدیوں کو دیا جاتا ہے۔ لہذا بازار سے کوئی چیز نہ خریدو" ہمارے خاص برتن بھی لے لئے گئے۔ قید خانہ کے برتنوں میں کھاؤ پیو کپڑے بھی اپنے ہاتھ سے دھونا پڑینگے! پھر اُسنے ہم سے کاغذ، قلم، دوات وغیرہ لکھنے پڑھنے کا تمام سامان بھی لے لیا اور چلا گیا۔

الحمد للہ میں نے تمھارے تمام خطوط پہلے ہی سے جلا دیئے تھے، ورنہ انھیں ایک اور بہانہ ستانے کا مل جاتا۔ خیر اللہ آفندی کی بیوی اور دو برس کی عمر کا بچہ قلعہ کے قریب ایک مکان میں تھے۔ اُنھیں بھی نکال دیا گیا۔ اسوقت یہ لوگ مکہ میں مقیم ہیں۔

اس سختی سے حکومت کی غرض یہ ہے کہ ہم جلد سے جلد مر جائیں کیونکہ ہم لوگ اچھے کھانوں کے عادی ہیں۔ قیدیوں کا کھانا کھا کر ضرور ہلاک ہو جائیں گے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ ہمیں ہر ممکن تکلیف بھی دی جا رہی ہے کیونکہ حکومت کو شبہ ہے کہ یہ لوگ قیدیوں کا کھانا کھانے پر بھی زیادہ دن زندہ رہیں گے۔ جب میرے رفقاء نے یہ حکم سنا ہے، نہایت پریشان ہیں اور شب و روز اللہ تعالیٰ سے دعائیں کر رہے ہیں۔

اِس مہلک بیماری میں مجھے آرام کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔ مگر میرے خادم کو بھی لے گئے۔ اسی قدر نہیں بلکہ طبیب کی آمد و رفت بھی روک دی۔ اس سے بھی بڑھ کر افسر کی گستاخانہ گفتگو نے مجھے اذیت دی۔ میری بیماری بہت زیادہ ہو گئی۔ موت کا قطعی یقین تھا۔ دنیا سے سفر پر مجھے از حد خوشی تھی۔ لیکن افسوس، موت قسمت میں نہ تھی۔ زندگی کا معاملہ، صرف خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔ میری طلب پر بھی موت نہ آئی۔ میرے رفقاء نے ایک مرہم خود بنا کر پھوڑوں پر لگا دیا تھا۔ وہ اُس سے پھوٹ گئے۔ ۱۵ دن میں زخم بھر گئے۔ اب میں پھر زندہ ہو گیا ہوں۔

افسر نے میرے خادم کو جدہ بھیجا تھا تاکہ قسطنطنیہ پہونچا دیا جائے مگر قصر شاہی سے حکم آیا کہ اُسے وطن آنے نہ دیا جائے، بلکہ قید کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ غریب بھی قید ہے۔ اِس حادثہ سے مجھے بہت رنج پہونچا۔ میں خوش تھا کہ مسکین کو اب مصیبت سے نجات ملی مگر میری خوشی، صرف چند روزہ تھی۔ اب مجھے اپنی مصیبت کے ساتھ اُس کی مصیبت پر بھی غم کھانا ہے۔

روپیہ، کپڑے، ماکولات، کوئی چیز بھی نہ بھیجنا کیونکہ مجھے کچھ بھی پہنچ نہیں سکتا۔ اور اگر پہنچے بھی، تو بے کار ہے۔ روپیہ اس لئے بیکار ہے کہ ہم کوئی چیز خرید نہیں سکتے۔ کپڑے اس لئے بیکار ہیں کہ کپڑے دھلوانے کی ہمیں اجازت نہیں۔ خود اپنے ہاتھوں سے دھو کر پہنتا ہوں۔ اِس حالت میں پُرانے اور نئے کپڑے یکساں ہیں۔ لہذا کوئی چیز بھی نہ بھیجو۔

ہمارے لئے جو کھانا مقرر ہوا ہے وہ صرف شوربا ہے۔ ایک ظرف میں ۱۰ آدمیوں کے لئے شوربا آتا ہے اور ہرگز کافی نہیں ہوتا۔ شام کو مولی کے پتوں کا شوربا ہوتا ہے۔ ہم لوگ یہ کھانا بالکل کھا نہیں سکتے۔ بھوکوں مر رہے ہیں۔ بہت ناتوان ہو گئے ہیں۔ ہر لحظہ موت کا انتظار ہے۔ دیکھنا چاہئے ہم میں کون پہلے قبر میں جاتا ہے؟

بچوں کو پیار۔ سب کو سلام

۸ جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ

(۹)

نفیسہ خانم اور فرزند عزیز علی حیدر کے نام

"یہ غالباً میرا آخری خط ہے۔ کیونکہ ہمارا کھانا بند ہو چکا ہے اور سخت تکلیفیں دی جا رہی ہیں، جیسا کہ پچھلے خط میں لکھ چکا ہوں۔

اب وہ زہر دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بلکہ کئی مرتبہ دے بھی چکے ہیں لیکن میرے خادم عارف (جو اب میرے ہی ساتھ قید ہے) کی وفاداری اور بیداری کی وجہ سے ابتک اُنھیں کامیابی نہ ہو سکی۔ ایک دن عارف نے ایک افسر کے ذریعہ دودھ خریدا۔ افسر نے اُس میں زہر ملا دیا تھا۔ عارف پہچان گیا اور دودھ پھینک دیا۔ ۲ دن بعد عارف نے گوشت خرید کر میرے لئے پکایا۔ مگر ہم کھانے بیٹھے ہی تھے کہ اُس میں بھی زہر ملا دیا گیا۔ چند دن بعد ہمارے پانی کی صراحی میں زہر ملا دیا گیا۔ ہمارے محافظ بکر آفندی چرکسی نے اعتراف کر لیا ہے کہ قصر شاہی سے روز تاکیدی حکم آ رہے ہیں کہ ہمیں فوراً مار ڈالا جائے۔

چنانچہ عثمان پاشا والی مکہ نے تحریک چرکسی کو مکہ معظمہ سے خاص اسی غرض سے یہاں بھیجا ہے اور وہ قتل کی طیاریوں میں لگا ہوا ہے۔ ظاہر ہے ہم ان تمام قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ موت یقینی ہے۔ شاید اس خط کے پہنچنے سے پہلے ہی تمھیں میری موت کی خبر پہنچے۔ لیکن تم رنجیدہ نہ ہونا۔ کیونکہ مجھے اُمید ہے یہ موت، میرے تمام گناہوں کا کفارہ ہوگی۔ میں اپنے وطن اور امت کی راہ میں مر رہا ہوں۔ میری وصیت یہ ہے کہ حکومت کوشش کرے گی تمھیں آستانہ لے جائے اور تمھارا وظیفہ مقرر کرے۔ مگر تم اسے منظور نہ کرنا۔ اپنے گھر ہی میں رہنا۔ میری بہن صدیقہ خانم کو اپنے ساتھ رکھنا اور ترکہ میں سے اُنھیں بھی حصہ دینا۔ میں نے تمھیں خدا کے سپرد کیا۔

۱۰ رجب ۱۳۳۰ھ

آخری خط

شہادت سے ایک دن پہلے لکھا گیا

علی وصفی آفندی کے نام

میں تمھیں پہلے بھی خط لکھ چکا ہوں۔ اپنی سوانح عمری کا ایک جزو ختم کر کے تمھیں بھیج چکا ہوں۔ پڑھنے کے بعد سمرنا بھیج دینا۔ اب زندگی کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ کیونکہ یہ لوگ زہر دینے میں ناکامیاب رہے۔ اب کوئی دوسری تدبیر کرینگے۔ میں ہر لمحہ خداوند تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں کرتا رہتا ہوں۔ اگر میں مر جاؤں تو فقراء پر ۵۰ پونڈ خیرات کر دینا جو تمھارے پاس امانت ہیں۔ اگر اس سے زیادہ خرچ کرنا ہو تو سمرنا سے روپیہ طلب کر لینا۔ فوراً آ جائے گا۔ میرے مرشد شیخ سلیمان کی دست بوسی کرو اور میرے حق میں دعائے خیر کی درخواست کرو۔ درویش صلاح الدین پر بھروسہ نہ کرنا کیونکہ اُس کی طبیعت کا حال معلوم ہے۔ بلا ضرورت مجھے نہ لکھنا۔ آئندہ شاید میں بھی کچھ لکھ نہیں سکوں گا۔ کیونکہ حالت بہت خطرناک ہو گئی ہے۔ والسلام

(۲)

رمضان کے بعد کوئی خط نہیں ملا۔ تمھارے اور بچوں کے حالات نہ معلوم ہونے سے سخت تشویش اور ملال ہے۔ تم نے ضرور روپیہ اور کھانے کی چیزیں بھیجی ہوں گی۔ مگر مجھے کچھ نہیں پہنچا۔ مجھے روپیہ کی از حد ضرورت ہے۔ کیونکہ پچھلے سال جو روپے تم نے بھیجے تھے، اور جو رقم قسطنطنیہ سے آئی تھی، اب اس میں سے کچھ بھی باقی نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ پہلے حکومت نے ہمارے کھانے پینے کا ذمہ خود لے رکھا تھا مگر اب وہ کسی کو کچھ نہیں دیتی۔ ہمیں اپنی روٹی خریدنا پڑتی ہے۔ ہمارے ساتھ بعض ایسے قیدی بھی ہیں جن کے پاس ایک پیسہ نہیں۔ میرا بیٹا محمود پاشا اُن کی کفالت کر رہا ہے۔ اُنھیں کپڑے بھی بنانے ہیں ہمیں قید خانے کے نوکروں کا بھی خیال کرنا پڑتا ہے۔ یہ لوگ محض ہماری وجہ سے یہاں رکھے گئے ہیں۔ ان حالات کی بنا پر ہمیں روپیہ کی سخت ضرورت ہے۔

ہمارے رفقا میں فوج کے بعض بڑے بڑے افسر بھی ہیں انھوں نے ہم سے کچھ روپیہ قرض لے کر کپڑا خریدا ہے۔ بیچارے خود اپنے ہاتھ سے سی رہے ہیں۔ اُن کی مصیبت اسی پر ختم نہیں ہو جاتی انکے لئے ایک خشک روٹی کا بھی انتظام نہیں کیا گیا ہے۔ بعض مجبوراً روزہ رکھتے ہیں۔ ہم پر فرض ہے کہ ان کی ضروریات زندگی کا حتی الوسع خیال رکھیں۔ ہر ملک میں دولت مند مفلسوں کی دستگیری کرتے ہیں لیکن یہاں ان مسکینوں کے لئے اس قسم کا کوئی موقعہ موجود نہیں ہے۔ انسانیت کا تقاضا ہے کہ ہم ہی انکی خبر لیں۔ لہٰذا فوراً ہم پچاس پونڈ حکومت کے توسط سے بھیجو۔ اگر فوراً روپیہ نہ آیا تو میں اپنا پانی کا برتن اور گھڑی بیچنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔ اس صورت میں لوگ بہت قیل و قال کریں گے اور ہمارے دشمنوں کو شورش ہوگا۔

بچوں کو بہت بہت پیار۔

حسین

قلعہ طائف کا قید خانہ

[illegible]

(۳)

...پرسوں یہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ شریف عبدالمطلب حسب عادت آجکل طائف میں موجود تھے۔ منگل کی رات کو وہ اپنے گھر میں مطمئن سو رہے تھے کہ اچانک آدھی رات کو تین فوجیوں نے آکر اُن کا محل گھیر لیا۔ فوج کے ساتھ ہم توپیں بھی تھیں۔ صبح ہم کیا دیکھتے ہیں کہ شریف اپنے رات کے کپڑوں میں ہمارے قید خانے میں قیدی بنے چلے آرہے ہیں۔

کہا جاتا ہے شریف کا جرم یہ ہے کہ اُسنے انگریزوں سے سازش کرنی چاہی تھی۔ اس شخص نے ہمیں محض سلطان کو خوش کرنے کے لئے بہت تکلیف پہنچائی تھی۔ خدا نے اس کا بدلہ لے لیا۔ وہی مصیبت اُس پر ڈال دی جس میں ہم پھنسے ہیں۔ اس میں ہر عاقل کے لئے عبرت ہے۔ لیکن مجھے اس شخص پر بہت ترس آتا ہے۔ سو برس کا بڈھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت میں سے ہے۔ یہ واقعہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا ہمیں سمرنا میں پیش آیا تھا۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ وہاں توپوں کی تعداد زیادہ تھی۔

حسین

(۴)

گزشتہ رمضان سے تمھاری اور بچوں کی کوئی خبر نہیں ملی۔ میں نے بھی تمھیں اپنے مفصل حالات نہیں لکھے کیونکہ نہایت سخت تکلیف میں ہوں۔ پانچ ہفتے ہوتے ہیں کہ ہمارے خدمت گار ہم سے علیحدہ کر دیئے گئے ہیں۔ حال ہی میں آستانہ سے عمر پاشا نام ایک شخص اس غرض سے بھیجا گیا ہے کہ اگر ہماری ایذا رسانی میں کچھ کمی رہ گئی ہے تو پوری کردے۔ اس شخص کی عمر زیادہ ہے، مگر عقل کم ہے۔ اس کے افعال ایسے ہیں جو کسی شریف الطبع آدمی کے نہیں ہو سکتے۔ یہ ہماری جان لینے پر تلا ہوا ہے، کیونکہ شاید اُسے یہی حکم ملا ہے یا خود مقبولیت اس ذریعہ سے حاصل کرنی چاہتا ہے۔ اُس کا خیال ہے کہ بھوکا رکھنے سے ہم جلد نہیں مریں گے بلکہ ہماری زندگی بڑھ جائیگی۔ لہٰذا کوئی ایسی تدبیر نکالنی چاہتا ہے جس سے میری، محمود پاشا کی، اور خیر اللہ آفندی کی زندگی جلد سے جلد ختم ہو جائے۔ وہ نوکروں سے کہتا ہے "تم اپنے وطن واپس جانے کے لئے بے قرار ہوگے۔ لیکن جب تک یہ تمھارے آقا زندہ ہیں، تم واپس نہیں جا سکتے۔ ان کے قتل میں میری مدد کرو تاکہ آزادی حاصل کر سکو۔" چنانچہ اسنے نوری پاشا کے خادم بکر آغا کو بلا کر کہا۔ "تم نوکروں کی قید اُسی وقت ختم ہوگی جب یہ لوگ مریں گے۔ نوری پاشا تو مجنون ہیں۔ کئی دفعہ کمرے کی کھڑکی سے بھاگنا بھی چاہا۔ تم اُن کی اس میں مدد کیوں نہیں کرتے؟ مجھ سے ریتی لو اور کھڑکی کی سلاخ ریت ڈالو۔ تاکہ نوری پاشا بھاگ کر ہلاک ہو جائیں۔"

غرضکہ اسنے تمام نوکروں کو بھڑکانا شروع کر دیا ہے۔ نوکروں نے اُس کی سازش میں شریک ہونے سے انکار کر دیا۔ اس پر انھیں سخت تکلیفیں دی جا رہی ہیں۔ یہ خبریں سن کر ہم سخت پریشان ہیں ہمیں زہر دینے کی پوری کوشش کی جا رہی ہے۔ ایک طرف دنیاوی منفعت حاصل کرنے کے لئے یہ شخص ہمیں مارنا چاہتا ہے، دوسری طرف اخروی ثواب کے لئے حج کرنے بھی گیا ہے۔ یہ سمجھتا ہے اس طرح دین اور دنیا، دونوں اُسے حاصل ہو جائینگے!

[illegible] یہاں [illegible] مکہ کا بھائی مکہ دیکھ نہ سکے۔ [illegible] لوگوں نے بھی ملاقات کی اجازت نہیں لی۔ ہمارے پاس ایک اسپین باورچی تھا۔ ڈرا دھمکا کر اُسے بھی رخصت کر دیا گیا یہ حالات دیکھ کر ہمیں یقین ہوتا ہے کہ ہمیں جلد اس دنیا سے کوچ کرنا ہوگا۔

اگر ہمارے ستانے اور اس طرح قفس میں بند رکھنے سے مقصود یہ ہے کہ حضرت شاہی کی سازش پر پردہ ڈالا جائے تو یہ کوشش بے سود ہے۔ یورپ بھر میں اسکی حقیقت مشہور ہو چکی ہے۔ اخبارات کے صفحوں پر چھپ چکی ہے۔ لیکن اگر ہمیں تکلیف دے کر سلطان اور اُنکے مصاحب خوش ہوتے ہیں تو ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ احکم الحاکمین سے فریاد کریں اور دعا کریں کہ وہ اپنا فیصلہ جلد صادر کرے۔ اگر تمھیں کوئی منصف مزاج ملے تو ہماری ناقابل بیان مصیبت کی یہ داستان سنا دینا۔

قید خانہ طائف ۵ محرم [illegible]

(۵)

والیِ حجاز عثمان پاشا کے نام

"آپ نے رسالدار محمد بیگ کے نام جو خط لکھا ہے اُس میں شکایت کی ہے کہ میں نے عمر پاشا کے افعال کی اطلاع انگریزی قونصل کو دی ہے۔ حالانکہ میں نے قونصل مذکور کو ہرگز کوئی خط نہیں لکھا۔ بلکہ اس قسم کا کبھی وہم بھی پیدا نہیں ہوا کہ اُسے اطلاع بھیجوں۔

عمر پاشا کی حرکتیں ایسی نہیں ہیں کہ زیادہ دنوں تک مخفی رہ سکیں طائف اور مکہ میں بچہ بچہ اُن سے واقف ہے۔ اگر انگریزی قونصل کو علم ہوا ہے تو جدہ والوں اور طائف کے باشندوں کے ذریعہ ہوا ہوگا۔

لیکن آپ نے دوسرے خط میں مجھے اس معاملہ میں ملامت کی ہے۔ [illegible] کو یقین ہو گیا ہمیں ہمارا ہاتھ [illegible] ہے۔ لہٰذا بہتر ہے [illegible] حقیقت ظاہر کر دوں۔

عمر پاشا علی الاعلان کہتے رہتے ہیں کہ اُنکے آنے کی غرض ہم قیدیوں کو زہر دے کر قتل کرنا ہے۔ صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ عمل سے بھی وہ اسے ثابت کرتے رہے ہیں۔ اُنھوں نے کھلے بندوں نوکروں کو مشورہ دیا کہ اپنے آقاؤں کو دن دہاڑے مار ڈالیں۔ نوکروں نے ایسا نہیں کیا تو انھیں قید کر دیا گیا اور سخت تکلیفیں دی گئیں۔

جناب کو اگر یہ شرمناک حالات معلوم ہو گئے ہیں تو یہ کچھ عجب نہیں ہے۔ انگریزی قونصلوں کا کام ہی یہ ہے کہ خبریں معلوم کرکے اپنی حکومت کو مطلع کرتے رہیں۔ باہر ہمارا کوئی ایسا معتمد علیہ موجود نہیں جس پر ہم اس طرح کے معاملات میں بھروسہ کر سکیں۔ پھر کیسے یقین کیا جا سکتا ہے کہ ہم نے انگریزی قونصل کو اطلاع پہنچائی ہوگی؟ ہمارے نوکر بھی آزاد نہیں ہیں کہ اِدھر اُدھر جا سکیں۔ وہ ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ قلعہ سے نکلتے ہیں تاکہ ضروری اشیا بازار سے خرید لیں اور اُس وقت بھی مسلح افسروں کی حراست میں رہتے ہیں۔

نہیں معلوم تمھارے ضمیر نے یہ کیونکر گوارا کیا کہ ہمیں ملامت کرو۔ تمھارے خیال میں اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اپنی آزادی، اولاد، احباب، مال و متاع سب سے جیتے جی محروم کر دیئے گئے ہیں، اور ایک قفس میں جانوروں کی طرح محبوس ہیں۔ وہ اپنے عزیزوں کی صحت بھی معلوم نہیں کر سکتے؟ یقیناً یہ ایسا برتاؤ ہے جسے دنیا کا کوئی قانون، کوئی شریعت، کوئی انصاف پسند انسان جائز قرار نہیں دے سکتا!

اگر یہ نئی تہمت تراشنے سے مقصود یہ ہے کہ ہماری عزیزوں سے خط و کتابت بھی موقوف کر دی جائے تو وہ ہماری اس قید کی وجہ سے پہلے ہی سخت بدبختی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ مرے کو مارنا کہاں کا انصاف ہے؟

تم نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ سمرنا میں میں نے فرانسیسی قونصل سے پناہ چاہی تھی۔ یہ حقیقت سے تمھاری جہالت کی دلیل ہے۔ میں صوبہ سمرنا جیسے ایک بڑے صوبے کا حاکم تھا۔ اچانک ایک رات میرے گھر کا فوجوں نے محاصرہ کر لیا۔ مجھے قید کرکے لے چلے۔ میں اپنی عورتوں اور بچوں کا گریہ و بکا اپنے کانوں سے سنتا تھا، مگر انھیں تسلی تک نہیں دے سکتا تھا۔ اُس وقت میرے دل کی کیا حالت ہوگی؟ اس کا جواب میں خود تمھارے ضمیر سے چاہتا ہوں۔ اگر تم مجھے اس لئے ملامت کرتے ہو کہ حکومت کی حرکتوں کو حق بجانب قرار دو، تو یہ کوشش بے فائدہ ہے۔ میں دو مرتبہ وزیر اعظم رہ چکا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود بھی مجھ سے یہ ذلت آمیز برتاؤ کیا گیا اور بغیر کسی جرم کے قید میں ڈال دیا گیا۔

تم نے لکھا ہے تم ایسی باتوں کی اجازت دے نہیں سکتے اور اب تم ہماری زبانیں بند کر دو گے۔ ہماری زبانیں اب بھی بند ہیں۔ معمولی افسروں اور سپاہیوں کی ہم پر حکومت ہے۔ ہم زبان ہلا نہیں سکتے۔ تم اس وقت اختیار رکھتے ہو۔ ہم بے اختیار ہیں۔ جو تمھارے دل میں آئے شوق سے کرو۔ ہمیں اعتراض کا بھی حق نہیں ہے۔ تم ہمیں "مجرم" کہتے ہو۔ ہم اس پر بھی معترض نہیں ہو سکتے لیکن میں تمھیں وہ گفتگو یاد دلاتا ہوں جو تم نے دار الحکومت میں مجھ سے کی تھی۔ تم نے انسانیت، مروت، شرافت کا ذکر کیا تھا۔ کیا یہ موجودہ برتاؤ اُن صفات کے مطابق ہے؟

قید خانہ طائف [illegible] صفر [illegible]

(۶)

[illegible] کے نام

...پچھلے دنوں مشہور کر دیا گیا کہ میں ہندوستان یا یورپ بھاگ گیا

سراسر بنگال اور کرناٹک کے عظیم الشان لوٹ ... جنگ پلاسی سے پہلے ہمارے ملک (انگلستان) کی صنعت نہایت پست تھی
(ڈگبی)

تین کروڑ انسانوں کو لوٹ کر کلکتہ میں عظیم الشان دولت بہت جلد جمع کر لی گئی تھی ... قدیم زمانوں میں معمولی مظالم پر ہندوستانی اپنے حاکموں کو برطرف کر دیا کرتے تھے۔ مگر انگریزی حکومت بننے والی زبردست حکومت سنگ دل سے سنگ دل وحشی اور مستبد حکومتوں کی طرح ظالم اور سخت تھی۔ مزید براں تمام تمدنی طاقتور ہتیاروں سے مسلح تھی۔
(لارڈ کالیو پر میکالے کا مضمون)

یہ مالا مال خزانے، کروڑوں آدمیوں کی صدیوں کی کمائی، انگریزوں نے ہتیا کر لندن اُسی طرح بھیجی، جس طرح رومن نے یونان اور پونٹس کے خزانے اٹلی بھیجے تھے، ہندوستانی خزانے کتنے قیمتی تھے؟ کوئی انسان بھی اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ ضرور کروڑوں اشرفیاں ہونگی۔ اتنی دولت اُس وقت کی مجموعی یورپین دولت سے بھی بہت زیادہ تھی۔ (بروک آدم)

جب میں ۱۷۵۰ء میں انگلستان آیا تو یہاں بڑے بڑے شہروں کے علاوہ ملک بھر میں بارہ بینک بھی موجود نہ تھے۔ بنگال کی چاندی نے انگلستان پہنچکر نہ صرف دولت میں بے شمار اضافہ کیا بلکہ اس کی رفتار بھی بہت تیز کر دی (برک)

ہمارے خیال میں یہ ظاہری دولت جو ہم نے ہندوستانی تجارت سے حاصل کی ہے ایک نہایت ہی ظالمانہ اور جابرانہ دستور العمل سے پیدا ہوئی ہے ایسا دستور العمل جس کی نظیر نہ کسی ملک میں ملتی ہے نہ کسی زمانہ میں۔ (ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹروں کی یادداشت)

سرسری اندازہ کے ساتھ، بڑی آسانی سے دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ جنگ پلاسی اور جنگ واٹرلو کے درمیانی زمانہ میں ہندوستان سے انگلستان کو پندرہ ارب روپیہ جا چکا تھا۔ (میجر ونگیٹ)

ہندوستان، انیسویں صدی میں انگلستان کو کم سے کم ایک ارب ۵۰ کروڑ روپیے دے چکا ہے۔ ہمارے ہم وطنوں (انگریزوں) کا ۱۳ کروڑ روپیہ ہندوستانی تجارت میں لگا ہے۔ اس طرح ہندوستان کی تجارت ہمارے لئے دنیا کے تمام ملکوں کی تجارت سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ ہندوستان میں ہمارے حوصلہ مند نوجوانوں اور بے شمار فقیروں کو روزی مل رہی ہے۔ دنیا کے ہر گوشہ میں ہمارے ملک کو ہندوستان کا قبضہ بہت زیادہ طاقتور، باعزت، اور باثر بنا رہا ہے۔ تمام اعلیٰ خیالات، سچی حکمرانی اور تہذیب کے فرائض سے قطع نظر کر کے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ہندوستان کو ہمیشہ اپنے قبضہ میں رکھنا چاہئے۔ انگریز بھاری سے بھاری قربانیاں کرنے کو طیار ہیں مگر یہ سونے کی چڑیا کسی حال میں بھی اپنے ہاتھ سے اڑنے نہیں دیں گے!
(میجر ونگیٹ ۱۸۵۹ء)

ہندوستان نے ہمارے لئے سب کچھ کیا ہے۔ کرۂ زمین پر ہمیں ایسا ہی عظیم الشان جزیرہ بنا دیا ہے جیسا جاپان کو اُس کے جزیرہ نے۔ ہم اتنی بڑی سلطنت ہو گئے جتنی بڑی دنیا نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس احسان پر ہمیں ہندوستان کا ہمیشہ شکر گزار رہنا چاہئے۔

سرمایہ پرستی:

ہندوستان کا ہمیشہ خون چوستے رہنا چاہئے۔
(لارڈ سالسبری ۱۸۷۵ء)

میں پوری متانت سے اعلان کرتا ہوں کہ گورنمنٹ کے مظالم سے ملک کی تجارت تباہ ہو گئی اور ملک برباد کر ڈالا گیا۔ موجودہ گورنمنٹ نے ملک اور اُس کے باشندوں کو مفلس اور ذلیل کر ڈالا ہے۔
(فرانسس براؤن، سیلکٹ کمیٹی رپورٹ ۱۸۱۳ء)

ہندوستان کا نظارہ، دماغ پر افلاس اور افسردگی کا اثر قائم کر دیتا ہے۔ ملک سے زیادہ اُس کے عام باشندے اُداس ہیں۔ وہ کمزور اور خستہ نظر آتے ہیں۔ اُنکے کپڑے میلے کچیلے پھٹے پرانے ہیں۔ وہ سب غریب معلوم ہوتے ہیں اور محض ایک ٹکڑا روٹی پانے کیلئے جان توڑ محنت کرتے ہیں، وہ لاغر اور مرجھائے ہوئے ہیں۔
(سر فریڈرک ٹریوس ۱۹۰۶ء)

برطانوی ہند کی دیہاتی آبادی کی حالت کیا ہے؟ اب وہ اُس مطمئن اور خوش و خرم قوم کی سی زندگی نہیں کرتی جس کا حال ہم قدیم تاریخوں میں پڑھتے ہیں۔ شکستہ بیوی، پست اخلاق، مضمحل، غریب رعیت کی ایک ہی آرزو رہ گئی ہے کہ اناج فصل پکنے تک وہ بھوکوں نہ مر جائے۔ (دی تھری پریسیڈنسیز آف انڈیا)

آج ہندوستان کی عام آبادی اس قدر قلاش ہو چکی ہے کہ اس کے پاس بمشکل قوت لایموت باقی ہے۔ عیش و عشرت تو درکنار، ہندوستانی بمشکل اپنے بال بچوں کا پیٹ پال سکتا ہے۔
(لارڈ لارنس ۱۸۶۴ء)

برطانوی صنعت بڑھانے کے لئے ہندوستانی دستکاری کا گلا گھونٹنا، بڑے فخر کے ساتھ انگریزی تدبر قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ برطانوی قساوت کا ایک بہت ہی بڑا ثبوت ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اپنے ملک کی ترقی کے لئے انگریزوں نے کس طرح چنگی اور محصول کے ذریعہ ہندوستان کی صنعتی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ (مسٹر شور)

---

۱۸ سے ۳۰ سال کی عمر والی ہندوستانی عورتیں بہترین سوت کاتتی ہیں۔ دو پیسہ بھر وزن کی روئی سے ۲ میل سے بھی زیادہ لمبا سوت کات سکتی ہیں۔ (جیمس ٹیلر)

وہ انگریزی ظلم ہی تھا جس نے چرخہ ہلاک کر دیا۔ انگلستان نے خود ہندوستان کے بازاروں سے ہندوستانی کپڑا بے دخل کر دیا۔ اُس نے اِس ملک میں اپنا سوت بھیجنا شروع کیا، یہاں تک کہ دیسی سوت غائب ہو گیا۔ یہ ملک سوت کا مرکز تھا۔ بدیشی سوت کا آنا [illegible] ہو گیا۔ ۱۸۱۸ء سے ۱۸۳۶ء تک ہندوستان میں انگریزی سوت کی درآمد ایک سے شروع ہو کر ۵۲۰۰ گنا ہو گئی! (کارل مارکس، برٹش رول ان انڈیا)

ہمارا تعلق ہندوستان سے بہت گہرا ہے۔ دنیا میں یہ ملک سب سے بڑا بازار ہے۔ ہم یہاں بحیثیت تاجر کے گئے ہیں۔ باوجود موجودہ تمام تبدیلیوں کے ہماری ہندوستانی حکومت ایک تجارتی حکومت قائم ہے جسے ان الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے کہ ہم تجارتی [illegible]

کریں؟ تم ہمارا مال خریدو۔ اگر ہم ہندوستان چھوڑ دیں تو اس سے نہ صرف ہندوستانیوں ہی کو نقصان پہونچیگا بلکہ لنکا شائر کے ایک کروڑ ۴۰ لاکھ آدمی بھوکوں مر جائیں گے اور ہماری تمام صنعتی زندگی ختم ہو جائے گی۔ تمام باتوں کا ہمارے پاس صرف ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ کہ "کچھ ہی ہو ہماری قوم کو زندہ رہنا ہے"! بغیر ہندوستان کی تجارت اور دستکاری پر قبضہ رکھے یہ قوم اس تنگ جزیرہ میں کسی طرح بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ (مسٹر وہائٹ ۱۹۲۲ء)

موافق موسم میں سال بھر خرچ کرنے کے بعد [illegible] من غلہ ہندوستان میں بچ رہا تھا۔ (قحط کے کمیشن کی رپورٹ)

۱۷۵۰ء میں بنگال دنیا کا سب سے زیادہ مالدار، آباد اور زرخیز ملک تھا۔ (بنگال کی تحقیقات ۱۹۲۲ء)

گورنمنٹ نے کسانوں پر اتنا زیادہ لگان لگا دیا ہے کہ اُنکے اور اُنکے بال بچوں کی سال بھر کی خوراک بھی اکثر نہیں بچتی۔
(سر ڈبلو۔ ہنٹر ۱۸۷۵ء)

جنگل کٹ جانے کی وجہ سے ہندوستان کے باشندوں پر دو ہی مصیبتیں اور بڑھ گئیں۔ ایندھن کا فقدان اور بارش کی کمی۔
(بیرون ہن بورڈ)

انگریزی سلطنت کے آغاز ہی میں ہندوستان کے جنگل تیزی سے برباد کر ڈالے گئے۔ (پروڈکشن ان انڈیا)

جنگل، قومی دولت کا ایک بہت اہم سر چشمہ ہیں جنگل، بارش پیدا کرتے ہیں اور موسم کا اُتار چڑھاؤ روک کر اعتدال قائم کرتے ہیں۔ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں گرمی اور بارش بہت ہوتی ہے جنگل کی اہمیت کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ (")

اکبر کے عہد میں نہروں کا ایک ایسا بڑا سلسلہ قائم کیا گیا تھا جیسا پہلے کبھی نہ تھا۔ (کیپر صفحہ ۲۵۳)

فیروز شاہ نے اپنے عہد میں دریاؤں پر تیس بند قائم کئے تھے پانی محفوظ رکھنے کے لئے ۴۰ عظیم الشان حوض بنائے تھے اور ایک اتنی بڑی نہر کھدوائی تھی جو اپنے وقت میں سب سے بڑی نہر تھی۔
(" ")

دہلی کی نہر، جسے شہنشاہ شاہجہان نے بنوایا تھا، نہایت ہی وسیع اور مضبوط تھی۔ (ڈکو)

پورے جنوبی ہندوستان میں گنجام سے راس کماری تک ایسے عظیم الشان اور غیر معمولی تالابوں کے نشان اب تک موجود ہیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ (فرانسس براؤن)

ہندوستان کے تمام بادشاہ، وحشی سے وحشی حکمران رعایا کی منفعت کے کاموں پر اتنی دولت خرچ کرتے تھے جس سے اُس زمانہ میں پوری یورپین جنگی قوت قائم ہو سکتی تھی۔ (تھری پریسیڈنسیز آف انڈیا)

تاریخ و عبر

ہندوستان

انگریزی حکومت سے پہلے اور انگریزی حکومت کے بعد

خود انگریز مدبّروں اور مصنّفوں کی نظر میں

اٹھارویں اور انیسویں صدی کے مدبّروں کی شہادت

"بنگال اپنی پیداوار اور ہر چیز کی فراوانی میں، دنیا کے ہر شہر کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ یہ علاقہ اس قدر زرخیز تھا کہ انسانی ضروریات اور عیش و عشرت کا جو سامان ہو، سب مہیا کرتا تھا۔ کیونکہ یہاں ہر قسم کے مویشی، بارہ ماسی پھل، بکثرت غلہ، ہر قسم کا کپڑا خصوصاً نفیس ریشم اس قدر زیادہ موجود تھا کہ دنیا کے کسی علاقہ میں بھی نہ ہوگا۔ سنہ ۱۸۰۲ء" (الفنسٹن جلد ۲)

"باشندے عام طور پر نہایت تہذیب اور آرام سے زندگی بسر کرتے تھے اور اپنی جان و مال کی طرف سے بالکل مطمئن تھے، کیونکہ بادشاہ اپنی رعایا کو نہ تو جھوٹے الزاموں پر ماخوذ کرتا تھا، نہ اُس کی مال و دولت اور شاندار زندگی پر حسد کر کے اُسے اُس سے محروم کرتا تھا۔" (پاٹر ولڈویل سنہ ۱۶۲۳ء)

"بادشاہ کے ذاتی کمرے اور شاہی دربار اپنی چمک دمک میں نگار خانۂ چین ہو رہے تھے، محل کی ہر ہر چیز اُس سلیقہ اور ہنرمندی کی زندہ شہادت تھی جو اُس میں صرف کی گئی تھی۔ عظیم تختِ شاہی، جو کوہِ نور ہیرے کے ساتھ کئی صدی پہلے ایران سے لایا گیا تھا، ٹھوس سونے کا تھا، اور دو عظیم الشان طاؤسوں پر قائم تھا، جن کی پھیلی ہوئی دُمیں بیش بہا جواہرات سے مرصع تھیں۔۔۔ اس طرح شہنشاہی عظمت قلعہ دہلی کے اس کتبہ کو صحیح ثابت کر رہی تھی کہ

اگر فردوس بر روئے زمین است

ہمین است و ہمین است و ہمین است!

(قدیم و جدید دہلی مصنفہ ایل گیبی)

"تمام زمانوں میں سونا خصوصاً چاندی کی برآمد ہندوستان کی بہت پر منفعت تجارت تھی۔ روئے زمین پر کوئی ملک بھی اپنی ضروریات اور کمالیات میں بیرونی ممالک سے اتنا مستغنی نہ تھا جتنا یہ ملک تھا مناسب آب و ہوا، زرخیز سرزمین، اور خود باشندوں کی ذہانت نے وہ سب کچھ مہیا کر دیا تھا جس کی اُنھیں ضرورت تھی۔" (ڈاکٹر رابرٹسن)

"بنگال اپنے لامتناہی خزانوں سے اپنے آقاؤں کو دنیا کا سب سے زیادہ دولتمند بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔" (کلائیو کے خطوط سنہ ۱۷۵۷ء)

"نواب شائستہ خاں کے عہد (۱۶۸۰۔۔۹۳) میں ایک روپیہ میں ۸ سیر چاول فروخت ہوتے تھے۔" (ج ٹیل)

"شہر ڈھاکہ میں ۴۰ بازار اور ۵۰ سڑکیں تھیں۔" (")

شہر مرشد آباد اس قدر دلچسپ اور دولتمند ہے جس قدر خود شہر لندن۔ فرق یہ ہے کہ اول الذکر میں لوگوں کی ذاتی جائدادیں آخر الذکر سے بہت زیادہ ہیں۔ اس کی آبادی کئی لاکھ ہوگی۔ اور اگر وہ یورپین باشندوں کو فنا کرنے کا ارادہ کریں تو صرف لاٹھیوں اور پتھروں سے کر سکتے ہیں۔"

(پارلیمنٹری کمیٹی کے سامنے کلائیو کی شہادت سنہ ۱۷۷۲ء)

"بنگال کی سلطنت، چھ سو میل لمبی، تین سو میل چوڑی اور دنیا کی ایک نہایت ہی وسیع اور زرخیز میدانی سرزمین کی مالک ہے، جہاز رانی کی صلاحیت رکھنے والے متعدد دریاؤں سے سیراب ہوتی ہے، اپنے دامنوں میں ڈیڑھ کروڑ جفاکش انسانی آبادی رکھتی ہے، یہی نہیں بلکہ اس سے دوگنی آبادی کے لئے پیداوار کی قابلیت رکھتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے خاص اپنے ہاتھوں سے اسے دُنیا بھر سے زیادہ زراعت کے لائق بنا دیا ہے۔" (ڈاؤ سنہ ۱۷۶۸ء)

"سراج الدولہ کی وفات کے بعد بنگال کے سیاح تفصیل کرینگے کہ یہ دنیا کی سب سے زیادہ مالدار، آباد، اور زرخیز سلطنت تھی۔ تجار اور امراء دولت و ثروت اور عیش و آرام میں غرق تھے۔ دستکار اور صناع، اطمینان اور فراغت کی زندگی بسر کرتے تھے۔" (ڈاؤ سنہ ۱۷۷۰ء)

"پبلک کو ہر طرح پریشان کر کے ملک ویران کر دیا گیا تھا۔ چھ سال کے قلیل زمانہ میں دولتمند قلمرو کے نصف بڑے بڑے شہروں کو بالکل اُجاڑ دیا گیا تھا۔ دنیا کی سب سے زیادہ زرخیز زمین تباہ کر ڈالی گئی تھی اور ۵۰ لاکھ بے ضرر اور محنتی انسانوں کو جلا وطن یا برباد کر دیا گیا تھا۔" (ایسٹ انڈین کمپنی کے عہد میں بنگال سنہ ۱۷۶۳ء)

"جتنی رقمیں بھی دہلی پہلے بھیجی گئی ہوں، وہ سب کی سب بنگال کی وسیع تجارت کے منافع سے وصول ہو جاتی تھیں۔ بنگال کی تجارت پورے ہندوستان کی دولت کا مرکز تھی۔۔۔ اس صورتِ حال سے موجودہ زمانہ کے حالات کس قدر مختلف ہیں؟ جب سے بنگال، بہار اور اڑیسہ کی نظامت ہمارے (انگریزوں) ہاتھ میں آئی ہے، یہ صوبے اپنی خوشحال آبادیوں اور دستکاریوں کی قدیم اہمیت سے کس قدر محروم ہو گئے ہیں؟" (ویو آف بنگال)

"ہندوستان کبھی مغلوب نہ ہوتا اگر خود اُس کے فرزندوں کی مدد نہ ہوتی۔" (سر جان میلکم)

"ہندوستان ایک ایسی فوج سے فتح ہوا ہے جس میں تین حصے خود ہندوستانی سپاہی تھے اور صرف ایک حصہ انگریز تھے۔"

....

جبکہ ہم یہاں ہندوستان میں ایک اتنی بڑی آبادی کے فتح کرنے میں مصروف تھے، جو پورے یورپ کی آبادی کے برابر تھی، تو اُس وقت انگلستان میں انگریزوں کو اس مقصد کے لئے نہ تو ٹیکس دینا پڑا، نہ قرضہ لینا پڑا، نہ کسی الجھن کا سامنا ہوا، اور نہ ہی کوئی جنگی بھرتی کی ضرورت پڑی۔

....

جو کچھ میں نے کہا اُس کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کی فتح، صحیح معنی میں ہرگز فتح نہیں ہے، کیونکہ یہ انگلینڈ کی حکومت، فوج، اور روپیہ سے عمل میں نہیں آئی۔ انگلینڈ نے صحیح معنی میں ہندوستان کو فتح ہی نہیں کیا۔۔۔ (ایکسپینشن آف انگلینڈ۔ پروفیسر سیلی)

"اگر ہندوستان میں متحدہ قومیت کا کمزور جذبہ بھی پیدا ہو جائے اور اُس میں اجنبیوں کے نکالنے کی کوئی عملی سعی نہ بھی ہو، بلکہ صرف اس قدر احساس عام ہو جائے کہ اجنبی حکومت سے اتحادِ عمل ہندوستانیوں کے لئے شرمناک ہے، تو اُسی وقت سے ہماری شہنشاہیت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کیونکہ ہم درحقیقت ہندوستان کے فاتح نہیں ہیں اور اُس پر فاتحانہ حکمرانی نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اس طرح کی حکومت کرنی بھی چاہیں گے تو اقتصادی طور پر قطعاً برباد ہو جائیں گے۔" (")

"جنگ پلاسی کے بعد ہی بنگال کی لوٹ، انگلستان پہنچنے لگی اور اس کا اثر فوراً نمودار ہوا۔ تمام مورخ متفق ہیں کہ انگلستان میں جس صنعتی انقلاب نے انیسویں صدی کو تمام پچھلے زمانوں سے ممتاز کر دیا اُس کی بنیاد اسی جنگ کے بعد یعنی سنہ ۱۷۷۰ء میں پڑی تھی۔"

(مسٹر بروک آدم)

اکثر موجودہ یورپین قوموں کی خوشحالی، قدیم تہذیب کی نمائندہ مشرقی قوموں کی لوٹ پر قائم ہوئی ہے۔ انگلستان کی صنعتی برتری

احرارِ اسلام

عہدِ اموی کی اسلامی ذہنیت

اروی بنت الحارث ابن عبد المطلب

ایک موسمِ حج میں ضعیف العمر اروی بنت الحارث بن عبد المطلب امیر معاویہ بن ابی سفیان کے دربارِ خلافت میں حاضر ہوئی۔

"میرے بھتیجے! تو کیسا ہے؟" اروی نے کہا۔ "تو نے خدا کی نعمت سے کفران کیا۔ اپنے بھائی (یعنی امیر المومنین علی علیہ السلام) کے حق کا لحاظ نہ کیا۔ اپنے نام کے سوا ایک نیا لقب اختیار کیا (یعنی امیر المومنین کا لقب) دوسرے کے حق پر قابض ہو گیا (یعنی خلافت پر) حالانکہ اسلام میں نہ تو خود تو نے کوئی خدمت کی، نہ تیرے آبا و اسلاف نے۔ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے حق سے اعراض و انکار کیا تھا (پس خدا نے تمہاری قسمتیں بگاڑ دیں۔ تمہیں ذلیل و خوار کیا۔ حق، حق دار تک پہنچ گیا۔ اللہ کا بول بالا رہا۔ اگرچہ مشرکوں پر یہ ظفر مندی بہت شاق تھی۔ اس دین میں ہم اہلِ بیت کا درجہ اور حصہ سب لوگوں سے زیادہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں فوت ہوئے کہ مغفور و مرحوم تھے، خدا کے حضور میں سرفراز و پسندیدہ تھے۔ آپ کے بعد ہم اہلِ بیت کے ساتھ تم نے وہ برتاؤ کیا جو قوم موسیٰ کے ساتھ خاندانِ فرعون نے کیا تھا کہ ان کے مردوں کو قتل کرتے تھے اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمارا شیرازہ بندھ نہ سکا۔ ہم پر کوئی سختی بھی آسان نہ ہوئی۔ ہماری انتہا، جنت ہے۔ تمہاری انتہا دوزخ ہے!"

"گمراہ بڑھیا!" عمرو بن العاص جو دربار میں موجود تھے، بے اختیار پکار اٹھے۔ "اپنی زبان روک، شرم سے آنکھ نیچی کر۔"

"تو کون ہے؟ تیری ماں مرے!" اروی نے خفگی سے کہا۔

"عمرو بن العاص" لوگوں نے جواب دیا۔

اروی نے کہا۔ "تو مجھ سے بولنے کی جرأت کرتا ہے! اپنے عیب چھپے رہنے دے۔ اپنی خیریت منا۔ واللہ تو قریش میں نہ تو خالص حسب نسب رکھتا ہے نہ اچھی اصلیت کا مالک ہے۔"

"بے وقوف بڑھیا!" مروان بن الحکم نے کہا۔ "تیری بینائی بھی تیری عقل کے ساتھ جا چکی ہے۔ تیری شہادت معتبر نہیں۔"

"صاحبزادے تم بھی بولے!" اروی نے کہا۔ "واللہ حکم سے زیادہ تو سفیان بن الحارث بن کلدہ سے زیادہ مشابہ ہے۔"

پھر وہ معاویہ کی طرف مخاطب ہوئیں:

"واللہ ان لوگوں کو تو نے ہی مجھ پر جرأت دلائی ہے، حالانکہ تیری ماں احد کی لڑائی میں حمزہ کے قتل کے بعد کہتی تھی:

نحن جزیناکم بیوم بدر   والحرب یوم الحرب ذات سعر

ہم نے تم سے جنگِ بدر کا بدلہ لے لیا۔ لڑائی، لڑائی کے دن آگ کی طرح شعلے رکھتی ہے۔

ما کان عن عتبۃ لی من صبر   ابی وعمی واخی وصہری

عتبہ (میرا باپ تھا) پر مجھے صبر نہیں ہو سکتا تھا۔ میرا باپ، چچا، بھائی، خسر، انھیں میں بھول نہیں سکتی تھی (یہ سب جنگِ بدر میں قتل ہوئے تھے)

شفیت وحشی غلیل صدری   شفیت نفسی وقضیت نذری

(اے وحشی (قاتلِ حمزہ) تو نے میرا دل ٹھنڈا کیا۔ میری منت پوری کر دی۔

فشکر وحشی علی عمری   حتی تغیب اعظمی فی قبری

"وحشی کا شکریہ عمر بھر مجھ پر واجب ہے، یہاں تک کہ میری ہڈیاں قبر میں غائب ہو جائیں۔"

تیری ماں کے جواب میں میں نے کہا تھا:

یا بنت رقاع عظیم الکفر   خزیت فی بدر وغیر بدر

اے بے وقوف بڑے کافر کی بیٹی! بدر میں اور بدر کے سوا دن میں تجھے رسوائی ملے۔

صبحک اللہ قبیل الفجر   بالہاشمیین الطوال الزہر

خدا تجھ پر صبح سے پہلے، دراز قد خوبصورت ہاشمیوں کی غارت گری نازل کرے۔

بکل قطاع حسام یفری   حمزۃ لیثی وعلی صقری

تیغ براں سے تجھے کاٹے۔ حمزہ، میرا شیر ہے اور علی میرا باز ہے۔

ہتک وحشی حجاب الستر   البغایا یعیساً من فخر

وحشی نے بے آبروئی کر ڈالی۔ اب فاحشہ عورتوں کے لئے تیرے بعد کوئی فخر باقی نہیں رہا۔

"تمہارا برا ہو!" امیر معاویہ نے عمرو بن العاص اور مروان بن الحکم سے کہا۔ "تمہیں نے اس خاتون کو مجھ پر خفا کر دیا اور یہ باتیں سنوائیں۔"

پھر اروی سے مخاطب ہوئے:

"پھوپھی! اپنی ضرورت بیان کرو۔ عورتوں کی بکواس بند کرو۔"

"مجھے دو ہزار، دو ہزار، دو ہزار، پورے ۶ ہزار دینار دو" اروی نے مطالبہ کیا۔

"پہلے دو ہزار کس لئے؟" امیر نے سوال کیا۔

"میں حارث بن عبد المطلب کے خاندان کے لئے کھیتی کی زمین میں کنواں خریدوں گی" اروی نے جواب دیا۔

"تم نے بہت خوب سوچا" امیر نے کہا۔ "اور دوسرے دو ہزار؟"

"خاندان عبد المطلب کے نوجوانوں کی شادی کر دوں گی۔"

"بہت خوب! اور تیسرے دو ہزار؟"

"مدینہ کی گرانی اور زیارتِ بیت اللہ کے خرچ کے لئے۔"

"بہت خوب خیال ہے۔ میں نے منظور کیا۔ تمہاری خاطر ہمیشہ منظور ہے" امیر نے خوشامد سے کہا۔

تھوڑی دیر چپ رہ کر امیر نے پھر سوال کیا:

"بھلا اگر علی موجود ہوتے تو یہ رقم ہرگز منظور نہ کرتے۔"

"سچ کہا ہے" اروی نے فوراً جواب دیا۔ "علی امانت ادا کیا کرتا تھا خدا کے حکموں پر چلتا تھا۔ مگر تو نے اپنی امانت ضائع کر دی۔ خدا کے مال میں خیانت کی۔ خدا کا مال غیر مستحقوں کو دے ڈالا۔ خدا نے اپنی کتاب میں حقداروں کے حق مقرر کر کے بیان کر دیئے ہیں۔ مگر تو نے خدا کے حکموں پر عمل نہیں کیا۔ لیکن علی نے ہمیں اپنے حق کے لینے کے لئے برابر بلایا جو خدا نے ہمارے لئے مقرر کر دیئے ہیں۔ مگر افسوس تمہاری لڑائی نے انھیں پورا انتظام قائم کرنے کی مہلت ہی نہ دی۔ میں نے تیرا مال نہیں مانگا کہ احسان جتاتا ہے۔ میں تو صرف اپنا حق مانگتی ہوں۔ ہم دوسروں کا حق لینا جائز نہیں سمجھتے۔ آہ! تیرے [illegible] اور تیری مصیبت سخت ہو جائے تو اپنی زبان پر علی کا [illegible] ہو!"

پھر وہ رونے لگیں۔ یہ شعر ان کی زبان پر تھے:

الا یا عین ویحک اسعدینا   الا وابکی امیر المومنینا

ہاں اے آنکھ تیرا بھلا ہو ہمارا ساتھ دے۔ ہاں امیر المومنین پر خوب آنسو بہا!

رزینا خیر من رکب المطایا   وفارسہا ومن رکب السفینا

ہم نے اُس سب سے اچھے کو کھو دیا جو کبھی گھوڑوں پر یا کشتیوں پر سوار ہوئے۔

ومن لبس النعال او احتذاہا   ومن قرأ المثانی والمئینا

اور جنھوں نے زمین پر قدم رکھا اور جنھوں نے قرآن پڑھا۔

اذا استقبلت وجہ ابی حسین   رأیت البدر راع الناظرینا

حسین کے باپ کا چہرہ دیکھنا، بدرِ کامل کا دیکھنا ہے جو سب دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔

ولا واللہ لا انسیٰ علیاً   وحسن صلاتہ فی الراکعینا

نہیں، واللہ، علی مجھے بھول نہیں سکتا، نہ رکوع کرنے والوں میں اُس کا اچھی نماز پڑھنا بھول سکتی ہوں۔

أفی الشہر الحرام فجعتمونا   بخیر الناس طراً اجمعینا

تم نے ماہِ حرام میں سب آدمیوں سے اچھے آدمی کو مار کر ہمیں مصیبت میں ڈال دیا!

معاویہ نے انھیں ۶ ہزار دینار دیدئے اور کہا:

"پھوپھی! اسے جس طرح چاہو خرچ کرو۔ پھر جب کبھی ضرورت پڑے اپنے بھتیجے کو لکھنا، وہ ہر طرح تمہاری مدد کریگا۔"

ہندوستان کے موجودہ حکمرانوں (انگریزوں) نے پرانے ہندوستانی بادشاہوں کی رعایا پروری کی خوب نقل اتاری ہے۔ یہ بھی کبھی کبھی نہریں کھودتے ہیں مگر اپنی تنگ نظری کی وجہ سے مستقبل کو دیکھنے کے بجائے اپنی فوری منفعت پر نظر رکھتے ہیں۔ مگر اس نقالی میں دوراندیش ترک و تاتاری حکمرانوں کی فیاضی کی تقلید نہیں کرتے۔ (ہ)

انگریزوں نے ہندوستان کے لئے ارزاں ذرائع نقل و حرکت اور آب پاشی کی ضرورت تو محسوس کی۔ مگر یہ محسوس نہ کیا کہ ہندوستان میں تیز ذرائع نقل و حرکت سے بھی زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ خشک سالی کے زمانہ میں غلہ فراہم کیا جائے۔ اُنھوں نے وسیع ریلیں جاری کردیں مگر وہ جہازرانی کے لائق دریا بنانے کی ہمت نہ کرسکے۔ کیونکہ ایسے دریا، ریلوے کے مد مقابل ہوجاتے اور وہ منافع کم کردیتے جو ریلوں سے حاصل ہوتا ہے اور جس سے انگریز فائدہ اٹھاتے ہیں، قدرت نے ہندوستان کو بڑے بڑے دریا عطا کئے ہیں جو قدیم زمانہ میں تجارت کے راستے تھے۔ اور ان دریاؤں سے نکلی ہوئی نہریں باشندوں کے لئے نہایت ہی مفید ہوسکتی تھیں۔ وہ سستے طریق مواصلات اور نقل و حرکت کا کام بھی دے سکتی تھیں اور پیداوار کو ترقی دیکر فصلوں کی محافظ اور قحطوں کی سد راہ بن سکتی تھیں مگر انگریزوں نے سخت جغرافی غلطی کی۔ چونکہ خود اُنکے اپنے ملک میں نہروں کی بہت کم ضرورت تھی اس لئے اُنھوں نے ہندوستان میں بھی نہریں طیار کرنے میں غفلت کی۔ (سرآرتھر کاٹن: بلوبک)

اگر بنگال میں آب پاشی کا کافی انتظام ہو تو وہ تنہا پورے ہندوستان کا پیٹ بھر سکتا ہے۔ (ڈاکٹر جیلی کی شہادت زرعی کمیشن کے سامنے)

چارے کا سوال پورے ہندوستان کے لئے صد درجہ اہمیت حاصل کرتا جاتا ہے۔ ظاہر ہے چارہ جس قدر کم ہوگا مویشی اُسی قدر کمزور ہونگے اسمیں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ اگر حالات میں فوری خوشگوار تبدیلی نہ ہوئی تو بنگال اور آسام کی زراعت کو نہایت سخت نقصان پہنچے گا۔ (سر چارلس الیٹ)

دنیا کا کون ملک بغیر اپنے مویشیوں کے سرسبز ہوسکتا ہے؟ ہم فخر کرتے ہیں کہ ہم ہندوستان کے محافظ ہیں۔ مگر ہم نے ہندوستانی مویشیوں کی بقاء کے لئے کیا کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں کیا۔ مجھے شرم کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ترقی کے بجائے ہم نے مویشی فنا کرنے میں مدد دی ہے! میں بغیر قوم کے مویشیوں کا تصور کرسکتا ہوں مگر بغیر مویشیوں کے قوم کا تصور نہیں کرسکتا۔ (سر ولیم ویڈربرن)

ہر منٹ میں ہندوستان سے ایک گائے باہر جاتی ہے۔
(بلوبک [illegible])

[illegible] میں تمام بیرونی دنیا سے انگلستان کو ۰ ۰ ۰ ۶ ۸ ۴ ۹ من گیہوں گیا۔ برخلاف اس کے صرف ہندوستان سے ۱۰۱ ۴ ۵ ۸ ۱ من گیہوں گیا۔ (رائل اگریکلچر سوسائٹی [illegible])

ہر منٹ میں غلہ کی حسب ذیل مقدار ہندوستان سے باہر جاتی ہے:

چاول:	ہر منٹ میں	۱۱۸ من
گیہوں:	" "	۶۰ "
دال ملکہ:	" "	۵۵ "
دال ارہر:	ہر منٹ میں	۵۰ من
موم پھلی:	" "	۵۵ "

(سرکاری اعداد و شمار کی چوتھی اشاعت)

سیالکوٹ وغیرہ علاقوں میں دل ہلا ڈالنے والی بے شمار موتوں کی وجہ میرے خیال میں صرف یہ ہے کہ افسوسناک قزاقی کے ساتھ غریبوں کی خوراک چھین کر باہر بھیجدی جاتی ہے۔ اس سے ملک کی کسان آبادی دائمی قحط کا شکار رہتی ہے۔
(ایچ، ڈبلو، بیلو سینٹری کمشنر پنجاب کا خط [illegible])

خراب غذا سے صرف اموات کی زیادتی ہی نہیں ہوگئی ہے بلکہ زندہ نسل کی جسمانی قوت بھی تباہ ہوگئی ہے۔ (" ")

کلکتہ میں فی روپیہ اناج کا نرخ

زمانہ	چاول	گیہوں	سرسوں کا تیل
۱۸۳۰	۲من ۳۰سیر	۲من ۳۰سیر	۱۲ سیر
۱۸۴۰	۲من ۱۰سیر	۲من ۱سیر	۱۰ سیر
۱۸۵۰	۱من ۳۰سیر	۱من ۲۵سیر	۸½ سیر
۱۸۶۲	۱من ۵سیر	۱من ۵سیر	۷ سیر
۱۸۷۵	۳۰ سیر	۳۲ سیر	۶ سیر
۱۸۹۰	۱۵ سیر	۱۸ سیر	۵ سیر
۱۹۰۰	۱۲ سیر	۱۱ سیر	۴½ سیر

(ایسٹ انڈین کمپنی کا غیر مطبوعہ ریکارڈ۔ برٹش میوزیم میں)

ہندوستان میں بیماریوں کی کثرت کی اصلی وجہ خراب غذا ہے اس غذا نے ہندوستانیوں کا جسم کمزور کرکے بیماری کے لئے مستعد کردیا ہے۔
(لفٹنٹ میکارین: اگریکلچر کمیشن)

ہندوستان کی ایک تہائی آبادی کو ناکافی کھانا ملتا ہے۔ ۲ کروڑ آدمی تو صرف ایک ہی وقت کھانا پکاتے ہیں۔ دس کروڑ آدمیوں کو کسی قسم کی طبی مدد نہیں پہنچتی۔ (")

گزشتہ ۵۵ سال میں ۲۶ بڑے بڑے قحط پڑے جن میں ۲ کروڑ سے بھی زیادہ آدمی بھوک سے مرگئے۔ (")

دنیا کے تمام دوسرے ملکوں کے مقابلہ ہندوستان میں قحط کیوں زیادہ پڑتے ہیں؟ اس کی وجہ بارش یا اس کی کمی نہیں۔ کیونکہ خراب سے خراب موسم میں بھی بکثرت بارش ہوتی اور زراعت کو بڑھاتی ہے۔ اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان روز بروز غریب ہوتا جارہا ہے۔ (ڈبلو، ایس لیلی: انڈیا اینڈ اٹس پرابلم)

نصف ایکڑ زمین پر گزارہ کرنے کے لئے کروڑہا ہندوستانی کسان جدوجہد کرتے ہیں۔ اُن کی ساری زندگی ہمیشہ قحط سے دست بدست لڑائی میں گزرتی اور اکثر شکست پر ختم ہوتی ہے۔ اُن کی کوشش اس لئے نہیں ہے کہ غریبانہ زندگی بسر کرسکیں۔ یہ تو بہت بڑی چیز ہے۔ وہ بیچارے محض زندہ رہنے کے لئے کوشاں ہیں۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ چند علاقوں کے علاوہ تمام ہندوستان، دائمی قحط کی بلا میں مبتلا رہتا ہے۔ (مسٹر جیکسن)

ہندوستان میں شرح اموات بحساب فی منٹ

ہر منٹ میں	۲۴	جوان
" "	۴	بچے
" "	۲	دق میں
" "	[illegible]	ملیریا میں

بنگال میں روزانہ تعداد اموات

۲۰۰	جوان	ملیریا سے
۸۱۶	بچے	" "
۲۰۰	مائیں	" "

(سرکاری اعداد و شمار کی چھٹی اشاعت)

صحت خریدی جاسکتی ہے، تعلیم خریدی جاسکتی ہے، طبی امداد خریدی جاسکتی ہے لیکن ہندوستانیوں کے پاس خریدنے کی قوت کہاں ہے؟ یہاں تو ہر ہندوستانی کی آمدنی صرف ایک آنہ ہے۔
(ڈاکٹر مین لی پیج)

شرح آمدنی

آمریکہ	(فی کس)	۱۴ روپیہ ۹ آنہ
فرانس	"	۷ روپیہ ۴ آنہ
انگلینڈ	"	۶ " ۶ "
جاپان	"	۴ " ۱۱ "
ہندوستان	"	ایک آنہ ۶ پائی

(بین الاقوامی اشاعت [illegible])

اگر کبھی انگریزوں کو ہندوستان اُسی طرح چھوڑنا پڑا، جس طرح رومن نے انگلستان چھوڑا تھا تو وہ ایک ایسا ملک چھوڑ جائینگے جس میں نہ تعلیم ہوگی، نہ حفظان صحت کا سامان ہوگا، اور نہ ہی دولت ہوگی۔ (سر ڈی، ہملٹن)

"لڑاؤ اور حکومت کرو" کا رومن مقولہ، ہماری ہندوستانی حکومت کا اصل اصول ہونا چاہئے۔ عام اس سے کہ وہ سیاست، تمدن، یا فوج کسی سے بھی متعلق ہو۔
(ایک انگریز افسر کا بیان رسالہ "ایشیاٹک جنرل [illegible]")

تعلیم کا اثر یہ ہوگا کہ فرقہ وارانہ اور مذہبی تعصب دور ہوجائے گا۔ حالانکہ اسی تعصب کی بدولت ہم اب تک ملک پر قابض ہیں۔ اسی کے ذریعہ ہندوؤں کو مسلمانوں سے اور مسلمانوں کو ہندوؤں سے لڑاتے ہیں۔ تعلیم کا اثر یہ ہوگا کہ اُنکے دماغ روشن اور وسیع ہوجائیں گے اور وہ اپنی عظیم قوت کا احساس کرلیں گے۔
(سر ایل، اسمتھ [illegible])

میرے پاس اس خیال کی ہر وجہ موجود ہے کہ سندھ سومناتھ کا پھاٹک ہندوستان واپس لانے سے تمام ہندو ہم سے مطمئن اور خوش ہوگئے ہیں۔ میرے خیال میں اسی کی وجہ سے مسلمان بھی ناراض نہیں ہوئے۔ لیکن میں اس حقیقت سے اپنی آنکھیں بند نہیں کرسکتا کہ یہ قوم (مسلمان) بنیادی طور پر ہماری دشمن ہے۔ بنابریں ہمارے لئے بہترین پالیسی یہ ہوگی کہ ہندوؤں کو خوش رکھیں۔
(لارڈ ایلنبرو [illegible])

مذاکرۂ علمیہ

نظریۂ نشوء و ارتقاء کی موجودہ منزل

حال میں سر آرتھر کیتھ نے برطانی اکاڈیمی کی صدارت کرتے ہوئے نظریۂ نشوء و ارتقاء پر ایک نہایت مبسوط تقریر کی تھی، جس نے از سرنو اس بحث پر موافقانہ و مخالفانہ خیالات کو جنبش دیدی۔ اسوقت تک تقریباً تیس چالیس علماء فن اس کی موافقت یا مخالفت میں اظہار خیال کر چکے ہیں، اور بحث و نظر کا سلسلہ جاری ہے۔

برطانی اکاڈیمی کے سالانہ اجلاس اور سر آرتھر کی تقریر کا مختصر تذکرہ اُردو اخبارات میں آچکا ہے۔ ہم چاہتے ہیں سر آرتھر کی تقریر کے بعض اہم حصے اور اُنکے مخالفین کے ضروری مباحث الہلال کے صفحات پر درج کر دیں۔ بہ حیثیت مجموعی یہ موافق و مخالف خیالات کا ایک ایسا مجموعہ ہوگا، جس کے مطالعے سے بیک نظر معلوم ہوجائیگا کہ بحالات موجودہ ڈارون کا نظریہ کس منزل میں ہے اور موافق و مخالف دلائل کا وزن کیا ہے۔

ہم پہلے سر آرتھر کی تقریر کا ضروری خلاصہ درج کر دیتے ہیں۔ پھر مخالف مباحث کا خلاصہ درج کرینگے:-

سر آرتھر کا خطبہ

"۵۵ برس ہوئے کہ نشوء انسانی کی تاریخ، عالم وجود میں آئی۔ آج میرا موضوع بحث بھی یہی ہے۔ اس بحث کے لئے اس شہر لیڈس سے زیادہ موزوں کوئی مقام نہیں: کیونکہ ڈارون نے توراۃ کے حامیوں پر اپنا پہلا گولہ یہیں پھینکا تھا۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ ڈارون کا یہ گولہ کیسا خوفناک تھا اور کس طرح اس فاتح نے تمام مخالفوں سے ہتھیار رکھوا لئے۔ تقریباً ۹۶ برس ہوتے ہیں کہ اسی شہر میں اپنے عہد کے مشہور ترین عالم سر رچرڈ اوین نے ایک طولانی خطبہ دیا تھا اور انسان کی اصلیت پر بحث کرتے ہوئے ثابت کیا تھا کہ توراۃ نے انسان کی عمر جتنی قرار دی ہے، وہ اُس سے کہیں زیادہ پرانا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس فیلسوف نے اس نظریے کا مضحکہ بھی اُڑایا تھا کہ انسان ادنی مخلوقات سے ترقی کر کے اپنے موجودہ درجے تک پہنچا ہے۔ اُس نے دعوی کیا تھا کہ انسان اور بندر میں بہت ہی عظیم فرق ہے۔ اتنا فرق کہ دونوں میں کوئی مشترک علاقہ موجود نہیں، دونوں، دو بالکل علیحدہ علیحدہ جنسیں ہیں۔

اوین اور ہکسلے

سر رچرڈ اپنے زمانے میں اس اکاڈیمی کا صدر تھا۔ اُس کے سامعین میں ایک علامۂ عصر ٹامس ہنری ہکسلے، سر رچرڈ کا خوفناک حریف بھی تھا۔ ہکسلے اسوقت جوان تھا۔ اُسے سر رچرڈ سے بشدت مخاصمت تھی کہ وہ اسی تقریر میں مباحثہ پیش آجانے کی امید کرتا تھا مگر اتفاق سے یہ معرکہ پیش نہیں آیا۔

اس واقعہ کے دو سال بعد ہماری انجمن کا سالانہ جلسہ آکسفورڈ میں ہوا۔ یہاں سر رچرڈ نے پھر نظریۂ نشوء و ارتقاء کا مضحکہ اُڑاتے ہوئے دعوی کیا کہ انسان دوسرے حیوانات سے بالکل علیحدہ ہے۔ اور یہ کہ انسان کے دماغ میں بعض خصوصیتیں ایسی موجود ہیں جو انتھروپوئیڈ (وہ بندر جو انسان سے بہت زیادہ مشابہ ہیں) کے دماغ میں پائی نہیں جاتیں۔

ہکسلے نے اسپر اعتراض کیا اور وہ تاریخی مباحثہ پیش آیا جس نے علمی فتوحات کے لئے میدان صاف کر دیا۔ یہ معرکہ اہل علم اور لنگو کے درمیان واقع ہوا تھا۔ تمام حامیان توراۃ، جن کی قیادت آکسفورڈ کا لارڈ بشپ کر رہا تھا، سر رچرڈ کی پشت پناہی پر تھے۔ ہکسلے تنہا تھا لیکن دنیا نے تسلیم کر لیا کہ فتح ہکسلے ہی کو حاصل ہوئی!

اس واقعے کے تین سال بعد ۱۸۶۳ء میں ہکسلے نے اپنی مشہور کتاب "کائنات میں انسان کی مرکزیت پر دلائل" شائع کی۔ یہ کتاب بلکہ اسی موضوع سے متعلق ہے۔ اس میں مصنف نے قطعی طور پر ثابت کر دیا کہ انسان، چھاتی رکھنے والے حیوانات ہی کا فرد ہے، اور اُس سے قریب تر مخلوق وہ بندر ہے جس کا نام "انتھروپوئیڈ" ہے۔

اصل انسان

یہ کتاب غیر معمولی ہے کہ اُس عہد کی عقل انسانی یہ نظریہ، نظریۂ نشوء قبول کرنے کے لئے مستعد نہ تھی۔ مدتوں سے یہ اعتقاد رہا تھا کہ انسان ایک مستقل مخلوق ہے۔ لیکن آج حالت بدل چکی ہے۔ اسوقت جو لوگ ڈارون کے نظریے پر یقین نہیں رکھتے، وہ بھی اس کے لئے مستعد ہیں کہ جب یہ نظریہ قطعی دلائل کے ساتھ سامنے آجائے تو تسلیم سے انکار نہیں کرینگے۔

نظریۂ نشوء انسانی، انیسویں صدی کی ایک حیرت انگیز پیداوار ہے۔ چارلس ڈارون کا دنیا پر بہت بڑا احسان ہے کہ اُسی کے غیر معمولی دماغ نے یہ نظریہ ظاہر کیا۔ جس وقت سر رچرڈ اپنا مذکورہ بالا خطبہ لیڈس میں سنا رہے تھے، ڈارون اپنی کتاب "اصل انواع" تصنیف کر رہا تھا۔ ۱۸۵۹ء میں یہ کتاب ظاہر ہوئی۔ مگر اُس کا ظہور کوئی معمولی حادثہ نہ تھا۔ اُس نے اچانک ایک عظیم فکری انقلاب پیدا کر دیا۔ ڈارون نے قدیم افکار و معتقدات سے یہ بغاوت بیچ بیچ نہیں کر دی تھی۔ کامل ۲۰ برس اُس کے لئے طیاری کی تھی۔ اُس کی یہ کتاب درحقیقت اعلان جنگ تھا۔ اُس کا دوسرا خوفناک حملہ، ایک دوسری کتاب کی صورت میں ہوا۔ اس کا نام "حیوانات پر ماحول کی تاثیر" تھا۔ یہ کتاب اب تک علم الحیات کے حقائق کا ایک بے نظیر مجموعہ ہے لیکن ابھی فیصلہ باقی تھا۔ دشمن ہنوز میدان میں اڑا ہوا تھا۔ ڈارون نے ۱۸۷۱ء میں اپنی تیسری کتاب "تسلسل انسان" شائع کی۔ یہ جنگ کا فیصلہ کن حملہ تھا۔ دشمن سراسیمہ ہو کر بھاگا اور تاجنگ پھر کبھی مقابلے میں نہ آسکا!

اُس وقت سے ڈارون کے قدم ایسے گڑے کہ پھر کبھی اُکھڑ نہ سکے۔ آج ۵۲ برس گزر چکے ہیں۔ بہت سے نئے حقائق ظاہر ہو چکے ہیں، جنہوں نے اس نظریے کو پہلے سے زیادہ مستحکم کر دیا۔ یہ تمام حقائق اُس کے نظریے کی تائید کرتے ہیں۔ ہاں بعض تبدیلیاں بھی واقع ہوئی ہیں لیکن نظریہ بحیثیت مجموعی ثابت و راسخ ہے۔ اور ہمیشہ یونہی سربلند رہے گا۔

حفریات

میں نے کہا یہ نظریہ ہمیشہ یونہی سربلند رہے گا۔ یہ کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ڈارون کے بعد علماء نے اُس کا نظریہ چھوڑ نہیں دیا بلکہ کسوٹی پر رکھ کر برابر جانچتے رہے۔ اُنہوں نے قدیم انسان کے آثار کی تلاش شروع کی۔ زمین کھود کر وہ اوزار اور ظروف نکالے جنہیں انسان اپنے اولین عہد میں استعمال کرتا تھا۔ یعنی اُس عہد میں جس کا نام اصطلاح میں عہد بلیسٹوسینی ہے (یہی وہ زمانہ ہے جس میں سطح زمین کا تیسرا طبقہ بنا تھا) یہ عہد اب سے دو لاکھ برس یا ۶ لاکھ برس پہلے تھا۔ اسی قدر نہیں بلکہ علماء کی تحقیقات عہد بلیسٹوسینی تک پہنچ چکی ہے۔ یعنی اُس زمانے تک جبکہ زمین کا دوسرا چھلکا بنا ہے۔

ڈارون کی وفات سے دس برس بعد ڈاکٹر اوجین ڈیبوا کو اولین انسان کی ہڈیاں ملیں۔ اُس نے اس کا نام "پتھکانتھروپس" یعنی بندر انسان رکھا۔ نیز اُسی زمانے میں ڈاکٹر ریڈ مویر نے مشرقی انگلیا میں زمین کے دوسرے طبقے میں حجری ظروف اور اوزار پائے۔ ان تمام حفریات و آثار سے نشوء انسانی پر ڈارون کے نظریہ کی تصدیق ہوگئی ہے۔

تسلسل انسان

بندر سے مشابہ مخلوق سے انسان کا ظاہر ہونا ایسے قطعی دلائل سے ثابت ہو چکا ہے کہ بحث کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ لیکن یہ نشوء و ارتقاء اُس سے کہیں زیادہ پیچیدہ اور غیر منضبط تھا جتنا خود ڈارون سمجھتا تھا۔ پہلے علماء خیال کرتے تھے کہ ارتقاء، کامل طور پر ہوا ہے یعنی جسم انسانی کے ہر عضو نے یکساں طور پر تدریجی ترقی کی ہے۔ ہرگز یہ صحیح نہیں۔ ارتقاء، نہایت غیر منتظم طور پر مختلف مؤثرات کے تحت واقع ہوا ہے۔ قدیم انسان میں ارتقاء کی یہ بے نظمی موجودہ انسان سے کہیں زیادہ واضح تھی۔ دقیق مباحث سے اب ثابت ہو چکا ہے کہ ہر عضو نے تدریجی ترقی نہیں کی۔ یعنی یہ نہیں ہوا کہ کھوپڑی، دماغ، جبڑا، دانت، جلد، بازو، پاؤں وغیرہ وغیرہ اعضاء میں سے ہر عضو بتدریج بندر کی شکل سے ترقی کر کے انسان کی عضویت بنتا گیا، بلکہ یہ ہوا کہ بعض اعضاء ترقی کرتے تھے، بعض ترقی نہیں کرتے تھے، بعض بالکل غائب ہو جاتے تھے۔ ذیل کی مثال سے یہ حقیقت واضح ہو جائیگی:

ڈارون کی وفات سے ۳۰ برس بعد یعنی ۱۹۱۲ء میں مسٹر چارلس ڈوسن کو انگلستان کے ایک مقام پلٹ ڈاؤن (یعنی ڈارون کی قیامگاہ سے ۳۰ میل کے فاصلے پر) ایک پرانی ہوئی کھوپڑی اور جبڑا ملا۔ سر آرتھر وڈ وارڈ نے دونوں کی جانچ کی اور فیصلہ کیا کہ یہ دونوں عضو ایک ہی جسم کے ہیں اور یہ مخلوق اب سے ۵ یا ۶ لاکھ برس پہلے زمین پر موجود تھا۔ ان آثار میں کھوپڑی، موٹی دیواروں کی تھی اور موجودہ انسان کی کھوپڑی سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی تھی لیکن نیچے کا جبڑا، بندر کے جبڑے کی طرح تھا۔ بعض علماء کے لئے یہ اختلاف، سخت حیرت کا موجب ہوا اور اُن سے اس کے سوا کچھ کہتے نہ بن پڑا کہ یہ دونوں چیزیں، دو مختلف جسموں کی ہیں حالانکہ اگر وہ علم تشریح کے ماہر ہوتے، تو اس غلطی کا شکار نہ ہوتے۔ انہیں معلوم ہوجاتا کہ جسم کے بعض اعضا جلد ترقی کر لیتے ہیں اور بعض بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔ ارتقاء کی یہی بے ضابطگی بندر نما انسان میں زیادہ واضح پائی جاتی ہے۔ مثلاً اس کی ران کی ہڈی بالکل آدمی کی ران کی ہڈی ہے مگر کھوپڑی، بندر سے مشابہ ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا انکشاف

سے بھی معلوم ہوا کہ اس قدر قدیم زمانہ میں انگلستان کی سرزمین پر ایسی مخلوق آباد تھی جو انسان اور بندر [illegible]

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکّے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں شلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

با ایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

بر اعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہو کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا ہے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر ہے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي ہے - بلا جلد ازهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا ہے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے
خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله ہے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا ہے - اسکے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهـــلال بك ايـجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کي وقت اپنا نام اور پته صاف لکهیں اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں۔

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله ہے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهـلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اوراق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں - اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هو سکتا ہے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي ہے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت ، پر بهي علحدہ کرنے دیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو انہیں دوبارہ چهپوا لیا جائے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي ہے اس لئے صرف انہیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - هر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي ہے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه — الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " چهارم ۱۰ روپیه — " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب ہے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ہے -

منیجر "البلاغ پریس"

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۲۱

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ انہ

Printed and Published by

MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين (القرآن الحكيم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۱ — کلکتہ : جمعہ ۱۵ ۔ جمادی الاولی ۱۳۴٦ ھجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 11, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔
طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین موجود رہکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ہی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ہی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ہین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاہین! پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ہی ۔ ضروری ہی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔
الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۵۹۸ مراسلات وصول ہوی ہین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ہی :

عربی حروف کی حق مین	۲۴۰	اردو حروف کی حق مین	۴۳۰
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۵۹۵	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۷۳	نستعلیق ہون	۱۵۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاہر کیا ہی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس باری مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ہی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ہی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاہر کرینگی مگر ضرورت ہی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الہلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	- -	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	- -	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی	- - -	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	- - -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تلخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ، مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(هندو)

هندو عورتوں کي مجموعي تعداد : ۱۰۵۸۲۱۸۲۵
هندو بیواؤں کي مجموعي تعداد : ۲۰۲۵۰۰۷۵

(مسلمان)

مسلمان عورتوں کي مجموعي تعداد : ۳۲۳۸۹۸۴۸
مسلمان بیواؤں کي مجموعي تعداد : ۳۷۱۲۵۹۳

(صوبوں میں بیوائیں)

مدراس	۴۰۴۹۸۱۴
بمبئي	۱۹۸۱۸۴۹
بنگال	۳۴۴۴۰۵۰
یو پي	۳۷۴۹۵۴۳
پنجاب	۱۲۳۷۷۰۵
برما	۷۳۱۷۳۹
بہار اوڑیسه	۳۲۱۱۳۱۰
صوبۂ متوسط	۱۱۵۵۸۹۲
آسام	۵۷۳۳۰۱
کل برطانی هند	۲۱۰۳۰۵۰۰

هندوستان میں اپاهجوں کي تعداد (سنه ۱۹۲۱ ع) میں

صوبه	دیوانے مرد	دیوانے عورتیں	بہرے گونگے مرد	بہرے گونگے عورتیں	اندھے مرد	اندھے عورتیں	کوڑھي مرد	کوڑھي عورتیں
مدراس	۵۰۳۵	۳۵۰۴	۱۱۹۴۷	۹۳۳۷	۱۸۲۳۰	۱۸۲۹۷	۱۱۹۰۹	۳۹۸۹
بمبئي	۵۸۰۲	۳۲۵۸	۹۵۰۲	۴۲۳۰	۱۹۹۹۹	۱۸۰۸۹	۵۵۳۵	۲۴۲۸
بنگال	۱۱۱۰۲	۷۷۹۱	۱۸۹۳۹	۱۲۳۲۵	۱۸۷۰۲	۱۴۷۹۹	۱۱۴۳۸	۴۰۰۳
یو پي	۴۸۳۷	۲۳۳۸	۱۴۳۱۱	۸۳۹۷	۵۰۷۷۹	۵۴۲۹۳	۱۰۱۰۹	۲۱۹۰
پنجاب	۴۱۱۱	۱۸۵۹	۱۱۷۹۳	۹۵۲۱	۲۹۱۹۹	۲۴۴۹	۱۱۸۸	۴۳۹
برما	۹۲۸۵	۵۲۸۸	۹۴۴۷	۵۴۳۰	۱۱۳۲۵	۱۳۱۹۸	۹۵۸۹	۳۱۷۹
بہار اوڑیسه	۲۳۳۴	۱۲۰۳	۱۱۴۲۳	۷۲۲۴	۱۳۸۵۲	۱۴۳۱۴	۷۸۴۲	۲۷۵۴
سي پي	۲۰۸۵	۱۲۱۸	۷۹۰۵	۵۲۰۲	۱۵۰۱۴	۲۲۴۸۲	۴۴۵۰	۲۷۹۹
آسام	۲۱۸۷	۱۵۹۵	۳۱۱۵	۲۲۵۵	۲۷۴۷	۲۴۵۹	۳۲۰۸	۱۱۰۲
کل برطانی هندوستان میں	۴۳۹۷۳	۲۸۲۳۴	۹۳۹۴۳	۹۱۷۸۳	۱۸۰۹۵۹	۱۸۹۱۷۹	۹۲۱۸۰	۲۲۹۴۲

(بیواؤں کي تعداد عمر کے اعتبار سے)

۵ برس کي				۱۵۱۳۹
۵ برس سے	۱۰	برس تک کي		۱۰۲۲۹۳
۱۰	۱۵			۲۷۹۱۲۴
۱۵	۲۰			۵۱۷۸۹۸
۲۰	۲۵			۹۹۹۹۱۷
۲۵	۳۰			۱۵۱۹۰۴۷
۳۰	۳۵			۲۳۵۴۱۲۲
۳۵	۴۰			۲۲۳۲۵۹۹

(دنیا کے مختلف ملکوں میں شرح اموات هر هزار انسانوں میں)

	آبادي	سنه ۱۹۲۱ میں	سنه ۱۹۲۵ میں
امریکا	۱۰۰۰۰۰۰۰۰	۱۲٫۹	۱۱٫۵
انگلینڈ	۴۵۴۰۰۰۰۰	۱۲٫۲	۱۲٫۷
فرانس	۳۹۲۰۹۵۱۸	۱۳٫۷	۱۱٫۵
جرمني	۶۰۰۰۰۰۰۰	۱۴٫۴	۱۳٫۲
جاپان	۹۱۰۸۱۹۵۴	۱۹٫۲	۱۴٫۵
هندوستان	۳۱۹۳۴۹۰۰۰	۲۴٫۲	۳۰٫۲
ناروے	۲۶۰۰۰۰۰	۱۳٫۲	۱۱٫۸
نیوزیلینڈ	۱۲۰۰۰۰۰	۹٫۵	۹٫۲
سوئس	۹۰۰۰۰۰۰	۱۳٫۸	۱۱٫۷

(شرح پیدائش سنه ۱۹۲۱ ع میں)

امریکا	۱۹٫۵
انگلینڈ	۲۲٫۴
فرانس	۱۸٫۵
جرمني	۲۳٫۵
جاپان	۲۳
هندوستان	۳۱٫۸۳
نیوزیلینڈ	۲۱٫۹۴

(دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں اوسط عمر سنه ۱۹۲۵ ع)

(سال)

انگلینڈ اور ویلس	۵۱٫۵
ولایات متحدہ امریکا	۵۵٫۵
نیوزیلینڈ	۶۰٫۰
فرانس	۴۸٫۵
جرمني	۴۷٫۴
اٹلي	۴۷٫۰
جاپان	۴۴٫۳
هندوستان	۲۳٫۰۷

(دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں بچوں کي شرح اموات في هزار)

انگلینڈ اور ویلس	۵۷
فرانس	۸۵
بلجیم	۱۰۷
جرمني	۱۰۸
اسپین	۱۴۵
اٹلي	۱۶۱
جاپان	۱۶۶
هندوستان	۱۹۴
نیوزیلینڈ	۴۵

هندوستان اور مجموعه عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی ' عمرانی ' اور اقتصادی لحاظ سے هندوستان کی موجوده حیثیت کیا هے ؟

(۲)

(برطانی شہنشاهی کی قومیں)

(مجموعی آبادی ۴۴۹۲۳۳۰۰۰)

هندوستانی	۲۴۴۳۰۳۰۰۰
عرب	۵۷۵۳۰۰۰
افغان	۱۵۵۰۰۰۰
پارسی	۱۰۰۰۰۰
یهودی	۱۰۸۴۰۰۰
دوسری قومیں	۳۱۵۰۰۰۰

(یوروپین)

برطانی ' فرانسیسی ' کلیکٹی ' یولر ' وغیره	۹۴۲۷۶۰۰۰

(سیاه فام)

نیگرو	۴۶۱۶۶۰۰۰
هندوستانی	۶۱۵۰۰۰۰۰
پاپوئس	۹۶۷۰۰۰
آسٹریلیا کے دیسی	۹۰۰۰۰

(زرد فام)

ملایو وغیره	۹۵۵۶۰۰۰
برمی	۷۸۹۰۰۰۰
ترک	۶۱۰۰۰
چینی	۲۳۰۸۰۰۰
تبتی	۳۰۰۰۰۰
مرلر	۵۳۰۰۰
دیسی امریکن	۱۶۶۰۰۰

(دنیا کی آبادی هر مربع میل کے حساب کے)

انگلینڈ	۳۷۵
جرمنی	۳۱۰
جاپان	۲۵۵
فرانس	۱۸۹
هندوستان	۱۷۷
چین	۱۰۵
روس	۶۴
ولایات متحده امریکا	۳۱

(هندوستان کی آبادی مذهب کے اعتبار سے)

	سنه ۱۹۰۱ میں	سنه ۱۹۱۱ میں	سنه ۱۹۲۱ میں
برهمن	۲۰۷۰۵۰۵۵۷	۲۱۷۳۳۷۹۴۳	۲۱۶۲۶۰۶۲۰
آریا سماج	۹۲۴۱۹	۲۴۳۴۴۵	۴۶۷۵۷۸
برهمو	۴۰۵۰	۵۵۰۴	۶۳۸۸
سکهه	۲۱۹۵۳۳۹	۳۰۱۴۴۶۶	۳۲۳۸۸۰۳
جین	۱۳۳۴۱۴۸	۱۲۴۸۱۸۲	۱۱۷۸۵۹۶
بدهه	۹۴۷۶۷۵۹	۱۰۷۲۱۴۵۳	۱۱۵۷۱۲۶۸
پارسی	۹۴۱۹۰	۱۰۰۰۹۶	۱۰۱۷۷۸
مسلمان	۶۲۴۵۸۰۷۷	۶۶۶۴۷۲۹۹	۶۸۷۳۵۲۳۳
عیسائی	۲۹۲۳۲۴۱	۳۸۷۶۲۰۳	۴۷۵۴۰۶۴
یهودی	۱۸۲۲۸	۲۰۹۸۰	۲۱۷۷۸
دوسرے مذاهب	۸۷۱۴۰۴۸	۱۰۳۳۶۲۲۹	۹۷۹۲۶۱۵

(هندوستان کی آبادی جنس کے اعتبار سے)

	مرد	عورت
کل هندوستانی صوبوں کی آبادی	۱۶۳۹۹۵۵۵۴	۱۵۴۹۴۶۹۲۶
مدراس	۲۰۸۷۰۷۴۹	۲۱۴۴۸۲۳۶
بمبئی	۱۰۱۷۶۹۶۹	۹۱۷۷۲۵۰
بنگال	۲۴۱۵۱۲۲۲	۲۲۵۴۴۳۱۴
یوپی	۲۳۷۸۷۷۴۵	۲۱۵۸۸۰۴۲
پنجاب	۱۱۳۰۶۲۶۵	۹۳۷۸۷۵۹
برما	۶۷۵۶۹۶۹	۶۴۵۵۲۲۳
بهار اوڑیسه	۱۶۷۶۳۸۶۶	۱۷۲۲۳۸۲۳
صوبۂ متوسط	۶۹۵۱۳۹۹	۶۹۶۱۳۶۱
آسام	۳۹۶۱۱۰۹	۳۶۴۵۱۲۱
صوبه سرحدی	۱۲۲۹۳۱۶	۱۰۲۲۰۲۴

(هندوستان کی آبادی زبانوں کے اعتبار سے)

هندوستانی	۹۶۷۱۴۳۶۹
بنگالی	۴۹۲۹۴۰۰۹
تیلگو	۲۳۶۰۱۴۹۲
مرهٹی	۱۸۷۹۷۸۳۱
تامل	۱۸۷۷۹۵۷۷
پنجابی	۱۶۶۳۳۵۹۶
راجستانی	۱۲۶۸۰۵۶۲
کناری	۱۰۳۷۴۲۰۴
اوڑیا	۱۰۱۴۳۱۶۵
گجراتی	۹۵۵۱۹۹۲
برمی	۸۴۲۳۲۵۶

هندوستان میں ۱۴۷ - زبانیں بولی جاتی هیں - ۲۳ - زبانیں دس لاکهه آدمیوں سے زیاده کے استعمال میں هیں -

(هندوستان میں بیوائیں سنه ۱۹۲۱ میں)

عورتوں کی مجموعی تعداد : ۱۵۴۹۴۶۹۲۶

بیواؤں کی مجموعی تعداد : ۲۶۸۳۴۸۳۸

هو سکتي جبتک که مبلغ مشرقي زبانوں خصوصاً عربي میں مہارت حاصل نه کریں - چنانچه سنه ۱۳۱۱ع میں پوپ اکلمنٹس پنجم کي زیر صدارت وائنا میں کانفرنس منعقد هوئي ' اور اُس نے فیصله کیا که فرانس ' انگلستان ' اٹلي ' اور اسپین کے علمي مرکزوں میں ' عربي ' عبراني ' اور سریاني ' زبانوں کي بضابطه تعلیم جاري کي جائے -

(فرانس کا مدرسهٔ طب)

اس سے پہلے مونپلیه (فرانس) میں ایک طبي مدرسه سنه ۱۲۲۰ع میں قائم هوچکا تها - اُس میں تعلیم کا تمام دار و مدار اندلسي علماء پر تها - عربي زبان کي باقاعده تعلیم هوتي تهي تاکه طبي و عقلي علوم کي تحصیل کامل طور پر هو سکے - سنه ۱۳۶۱ع میں وسطی یورپ کي پہلي یونیورسٹي کراکو (پولینڈ) میں قائم هوئي - اس کے چارسال بعد وائنا کي یونیورسٹي وجود میں آئي -

(اسلامي فلسفه اور مسیحي کلیسا)

اس کے بعد جب یورپ میں تعلیم گاهوں کي کثرت هوگئي تو سامي زبانوں ' خصوصاً عربي کي تعلیم بہت عام هوگئي - مگر اب پادریوں کي جماعت عربي سے خوف کهانے لگي تهي - ابن رشد ' ابن سینا ' رازي ' ابن زهر ' وغیره حکماء اسلام کي تصانیف ' اُن کے خیال میں کفر و الحاد کا منبع تهیں - اس لیے وہ طالب علموں کو بڑي سختي سے ان تصانیف کے درس و مطالعه سے روکتے تهے -

(اٹلي میں عربي زبان کي مقبولیت)

لیکن پادریوں کي یه مخالفت زیاده کار آمد نہیں هوئي - عربي زبان اور کتابوں کا شوق برابر ترقي هي کرتا گیا - چنانچه اُسي زمانے میں اٹلي کے بعض امراء ' عربي زبان کے اس قدر دلداده هوگئے تهے که اُسے اپني تحریر و تقریر کي زبان قرار دیدینا چاهتے تهے - اُن کے محلوں میں عربي زبان کے سوا کوئي دوسري زبان سني نہیں جاتي تهي - اُن کے درباروں میں عرب علماء کا هجوم رهتا تها -

(شاہ سسلي اور شریف ادریسي)

ان امراء میں رچرڈ دوم شاه سسلي بہت زیاده مشہور هے - یهي وه پادشاه هے جسے شریف ادریسي نے چاندي کا کره نذر کیا تها - اس میں زمین کے پہاڑ ' سمندر ' اور اقلیمیں صاف صاف دکهائي گئي تهیں - نیز اسي کے نام پر ادریسي نے اپني مشہور کتاب " نزهة المشتاق في اختراق الآفاق " تصنیف کي تهي - ادریسي نے اس پادشاه کي بہت تعریف لکهي هے ' اور اُسے روم کے بادشاهوں سے زیاده عادل اور نیک بتایا هے -

صفدي نے " الوافي بالوفیات " میں لکها هے که " پادشاه نے ادریسي کو طلب کرکے کہا تها - میں زمین کے چشم دید حالات معلوم کرنا چاهتا هوں نه که صرف کتابوں میں لکهے هوئے حالات - چنانچه ادریسي کے مشوره سے بادشاه نے عقلمند آدمي دنیا کے مختلف ممالک کے مشاهدے کے لیے بهیجے - هر ایک کے ساتهه ایک مصور بهي کردیا تها ' تا که هر جگه کي تصویریں اور نقشے طیار کرتے جائیں - یه تمام معلومات ' تصویریں ' اور نقشے ' ادریسي کے پاس جمع هوتے رهے ' یہاں تک که بادشاه کي آرزو پوري هوگئي " نیز صفدي نے لکها هے که بادشاه ادریسي کي ازحد تعظیم و تکریم کرتا تها - حتي که اُسے اجازت دے رکهي تهي که وه اپني سواري هي پر دربار تک چلا آیا کرے اور خود پادشاه کے ساتهه تخت پر بیٹهے !

(سب سے پہلا مطبوعه قرآن)

اسي طرح اٹلي کے دوسرے امراء و سلاطین کو بهي عربي زبان سے بہت محبت تهي - فرڈریک دوم (جو چهٹي صلیبي کا سپه سالار تها) عربي میں پوري طرح ماهر تها - اسي قدر نہیں بلکه مطبع کي ایجاد کے بعد هي اٹلي کے کئي علم دوست امرائي خاندانوں نے مشرقي اور عربي کتابوں کي طباعت بهي شروع کردي - بحر ادریاٹک پر پہلا مطبع شہر وانو میں قائم هوا (سنه ۱۹۲۴) یه مطبع خاندان منتیسیس نے قائم کیا تها - اس میں قران مجید اور عربي زبان کي متعدد طبي و علمي کتابیں چهاپي گئي تهیں -

سلوسٹر دي ساسي
جس نے جدید مشرقیات کي بنیاد رکهي

(عربي کتابوں کے ترجمے)

اٹلي کي تقریباً تمام بڑي بڑي تعلیم گاهوں میں اُس وقت عرب اساتذه درس دیتے تهے - واقعه یه هے که یورپ میں سب سے پہلے اٹلي هي نے عربي زبان کي قدر کي ' اور اُس سے فائده اُٹهایا - لاطیني زبان میں بہت سي عربي کتابوں کے ترجمے کیے گئے - بقراط اور ارسطو وغیره کے عربي ترجمے اور شرحیں ترجمه هوئیں - گرردو کریمونا نامي ایک اٹالین نے ستر سے زیاده علمي کتابیں عربي سے لاطیني میں منتقل کي تهیں - اصل عربي کتابیں اب مفقود هیں - مگر یه ترجمے موجود هیں -

(پادریوں کا مدرسه)

سنه ۱۵۸۴ع میں پوپ گیریگوري سیزدهم نے روم میں پادریوں کے لیے ایک مدرسه قائم کیا - اس مدرسه نے عربي زبان کي بہت خدمت کي - اس کے تعلیم یافته لوگوں میں جبل لبنان کے تین نوجوان ' جبرائیل صیهوني ' ابراهیم حاقلاني ' سمعان سمعاني بهي تهے - اُنهوں نے بہت سي عربي کتابیں ' لاطیني میں ترجمه کیں -

(اسپین اور پرتگال)

یه عجیب بات هے که اسپین اور پرتگال نے عربي زبان سے بہت کم دلچسپي لي - حالانکه اسپین میں کامل آٹهه سو برس تک عربي تمدن قائم رهچکا تها - عربي عهد میں اندلس کي سرکاري اور ملکي زبان عربي تهي - خود اسپیني امراء بهي عربي سیکهنے اور بولنے کو باعث فخر سمجهتے تهے - مگر پهر بهي اسپینیوں کو کوئي خاص شغف عربي سے نہیں هوا - مسیحي اسپین میں پہلا عربي مدرسه طلیطله میں قائم هوا - یه گیارهویں صدي مسیحي کے

ایٹین کاترمیر
جسنے مقدمہ ابن خلدون شائع کیا

مقالات

مستشرقين اور استشراق

(عربوں اور اهل يورپ کے علائق)

عربوں کا اهل يورپ سے تصادم اور اتصال أس وقت سے شروع هوتا هے ' جب عربوں نے شام و مصر اور دوسرے رومي مقبوضات پر فاتحانه اقدام کيا تها - اسپين اور پرتگال کي فتح نے عربوں کو خود يورپ ميں پہنچا ديا - پهر جب دوسري ' تيسري ' اور چوتهي صدي هجري ميں بنو اميه نے اپني خلافت اندلس ميں قائم کرلي ' تو يورپ سے تعلقات اور بهي زياده هوگيے - تيسري صدي ميں جزيرۂ سسلي کي فتح اور جنوبي اٹلي ميں عربي اثر نے يه تعلقات اور زياده وسيع کر ديے -

إس کے بعد صليبي جنگوں کے زمانے ميں تصادم و اتصال نہايت سخت هوگيا - اهل يورپ مشرق کا تمدن ' اخلاق ' اور علوم ديکهه کر دنگ هوگئے - مال و جان کے بے شمار نقصان کے ساتهه ' تمدني ' علمي ' اخلاقي فوائد بهي بے شمار حاصل کيے - بہت سے صليبي مجاهدين نے عربي زبان کي باقاعده تحصيل کي - أن کے متعدد امراء اور سپه سالار عربي زبان اور عربي تمدن کے دل سے حامي هوگئے -

(يورپ پر عربوں کا علمي اثر)

يورپ ميں عربي زبان اور تمدن کي مقبوليت کا آغاز إس سے پہلے هوچکا تها - يورپ کے مختلف ممالک سے طالب علم اسلامي اسپين ميں آتے تهے اور مسلمان اساتذه سے تعليم حاصل کرتے تهے - خود پوپ سلوسٹر دوم ' جو سنه ۹۹۹ ع ميں پاپائيت کے منصب پر پہنچا ' عربوں کا شاگرد تها - إس نے قرطبه اور اشبيليه ميں مسلمان علماء سے رياضي ' هيئت ' اور جغرافيه کي تعليم حاصل کي تهي - إسي طرح شاه ليون اور اسٹوريا نے بهي قرطبه ميں علم طب حاصل کيا تها -

والٹير کا بيان هے که قديم زمانے ميں تمام يورپين پادشاه ' عرب اور أن کے شاگرد يهودي اطباء اپنے درباروں ميں رکهتے تهے - اور اسپين اور أس کے پڑوسي ممالک کے بکثرت مسيحي باشندے بهي عربي زبان کي تحصيل کرتے تهے ' تاکه عربي سلطنت ميں ملازمت حاصل کرسکيں يا عربي ممالک ميں تجارت کريں -

(مسيحي تبليغ اور عربي زبان)

چودهويں صدي کے اوائل ميں عربي زبان کے ليے يورپ ميں ايک خاص سرگرمي پيدا هوگئي - روم کے پوپ نے قرون وسطى ميں رهبانيت کا ايک نيا نظام جاري کيا تاکه ايشيا ' افريقا ' اسپين ' اور سسلي کے غير مسيحي باشندوں ميں مسيحيت کي تبليغ کي جائے - ليکن تجربے سے معلوم هوگيا که إس مقصد ميں کاميابي نہيں

(برطاني هندوستان ميں شرح پيدائش و موت سنه ۱۹۲۳ ع)

صوبه	آبادي	تناسب پيدائش	مجموعي تعداد پيدائش	تناسب اموات	بچوں کا تناسب اموات	مجموعي تعداد اموات	بخار سے	هيضه سے	چيچک سے	تنفس کي بيماريوں سے
مدراس	۴۱۰۰۲۶۰۶	۳۴٫۹	۱۴،۳۰،۸۵۸	۲۴٫۵	۱۷۹٫۰۲	۱۰،۰۶،۰۴۳	۳،۲۴،۲۵۹	۵۱،۹۷۱	۱۸،۸۱۰	۹۴،۷۸۲
بمبئي	۱۹۱۵۵۶۱۴	۳۵٫۶	۶،۷۹،۳۲۱	۲۷٫۶۳	۱۹۰٫۳۶	۵،۲۹،۵۷۶	۲،۱۴،۵۹۳	۸،۲۲۶	۱۱،۱۵۲	۲۸،۹۲۶
بنگال	۴۶۵۲۲۲۹۳	۲۹٫۵	۱۳،۷۰،۱۱۴	۲۵٫۹	۱۸۳٫۹	۱۲،۰۳،۲۴۱	۹،۱۲،۴۰۳	۳۸،۵۱۴	۵،۵۹۷	۲۶،۹۴۹
يو، پي	۴۵۳۷۵۷۸۷	۳۴٫۷۲	۱۵،۷۳،۸۱۰	۲۸٫۲۹	۱۹۱٫۶۰	۱۲،۸۳،۸۷۲	۹،۴۷،۸۰۷	۹۷،۰۰۰	۳،۷۲۴	۲۷،۴۱۲
پنجاب	۲۰۵۱۷۶۰۶	۴۰٫۱	۸،۲۱،۶۸۵	۴۳٫۴۳	۳۱۲٫۴۹	۸،۹۱،۰۲۶	۴،۵۲،۱۸۷	۳،۳۵۱	۴،۰۴۰	۵۴،۴۸۸
برما	۱۰۸۲۲۶۱۸	۲۷٫۴۰	۲،۹۳،۵۸۵	۲۱٫۵۱	۱۹۷٫۵۲	۲،۳۳،۱۶۴	۷۵،۲۸۸	۸،۰۸۳	۲،۵۰۱	۱۱،۰۹۸
بهار اڑيسه	۳۴۰۰۲۱۹۸	۳۵٫۷	۱۲،۱۴،۱۴۶	۲۹٫۱	۱۵۸٫۲۰	۹،۸۹،۷۶۳	۱،۱۰،۶۳۵	۷۷،۴۸۰	۶،۹۳۲	۶،۹۰۶
سي، پي	۱۳۹۱۲۷۶۰	۴۴٫۱۸	۳،۱۴،۶۶۸	۳۲٫۵۹	۲۳۴٫۵۰	۴،۵۳،۳۶۲	۲،۴۰،۹۴۴	۹،۷۰۴	۹۷۸	۳۷،۱۳۶
آسام	۶۸۵۲۲۴۴	۳۱٫۰۴	۲،۱۲،۷۵۵	۲۷٫۳۰	۱۸۴٫۳۲	۱،۸۷،۱۲۷	۱،۱۳،۱۹۸	۱۹،۱۸۴	۱،۶۴۷	۶،۷۰۸
کل برطانوي هند	۲۴۱۴۶۶۰۲۶	۳۱٫۴۴	۸۳،۱۷،۴۰۳	۲۸٫۴۹	۱۸۸٫۳۳	۶۸،۷۹،۲۸۶	۴۰،۰۷،۶۶۲	۲،۹۳،۷۰۷	۵۵،۳۸۰	۳،۳۳،۹۳۶

"کمیونیزم" اور اُسکے مقاصد

(۳)

(مزدور اور کمیونسٹ)

تمام پچھلی سوسائٹیوں کی تعمیر، جیسا کہ بیان ہوا، ظالم اور مظلوم جماعتوں کی باہمی دشمنی کی بنیادوں پر ہوئی تھی - لیکن کسی جماعت پر ظلم جاری رکھنے کیلیے کم سے کم یہ ضروری ہے کہ اُسے اُن حالات کی ضمانت دیدی جائے، جو اسکا غلامانہ وجود برقرار رکھہ سکیں - قدیم سوسائٹی میں یہ بات حاصل تھی، چنانچہ لگانی اسامیوں نے جاگیرداری کے عہد ہی میں نیابی مجالس کی ممبری کا حق حاصل کرلیا تھا - لیکن موجودہ سرمایہ دار عہد میں مزدوروں کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے - وہ صنعت کی ترقی کے ساتھہ ساتھہ بڑھنے اور اونچا ہونے کی جگہ اپنے معاشرتی حالات کے بھنور میں اور بھی زیادہ غرق ہوتے چلے جاتے ہیں - حتی کہ نان شبینہ تک کو محتاج ہوگئے ہیں - انکی محتاجی کہیں ختم نہیں ہوتی، بلکہ آبادی اور دولت کی ترقی سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھہ بڑھ رہی ہے !

پس یہ بات صاف ہے کہ اب سرمایہ دار نہ تو سوسائٹی کے اندر اپنی حکمراں حیثیت برقرار رکھنے کی اہلیت رکھتے ہیں، اور نہ اپنے جماعتی معاشرتی نظام کو بطور ایک برتر قانون کے اسپر عائد کرسکتے ہیں - اب وہ حکومت کرنے کے قابل ہی نہ رہے - وہ اپنے غلاموں کو انکے غلامانہ وجود کی بھی ضمانت نہیں دے سکتے - اب سوسائٹی ہرگز سرمایہ دار طبقہ کے ماتحت نہیں رہ سکتی - کیونکہ اسکا وجود سوسائٹی کیلیے مفید نہیں رہا -

سرمایہ دار طبقہ اور سرمایہ دار حکومت کی بنیاد اجرتی محنت پر ہے، اور اجرتی محنت کا دار و مدار مزدوروں کے باہمی مقابلہ پر ہے - صنعت کی ترقی، جسکا خود ساختہ اور نا قابل مقابلہ ایجنٹ سرمایہ دار ہے، مزدوروں کی باہمی پھوٹ کو ایک انقلابی اتحاد سے بدل رہی ہے، اور وہ انجمنوں کی صورت میں ظہور پذیر ہو رہا ہے -

لہذا موجودہ صنعت کی ترقی کے ساتھہ ساتھہ سرمایہ دار طبقہ کی وہ بنیاد بھی کٹ کٹ کر اسکے پیروں کے نیچے سے نکل رہی ہے جسپر اسکی پیداوار اور تصرف کا نظام قائم ہے - وہ اسکی پیداوار ہی ہے جو اب سب سے زیادہ اسکی دشمنی پر تل گئی ہے اور اسکی لاش کیلیے قبر کھود رہی ہے - سرمایہ داروں کا زوال اور مزدوروں کی فتح برابر درجہ کی اٹل چیزیں ہوگئی ہیں -

(٤)

جب جب معاشرتی حالات میں کوئی تاریخی تبدیلی ہوئی ہے، تو تمام املاکی رشتوں میں بھی مسلسل تاریخی تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں - مثلاً انقلاب فرانس نے سرمایہ دارانہ ملکیت کی حمایت میں جاگیر دارانہ ملکیت منسوخ کردی تھی -

کمیونزم کی امتیازی خصوصیت عام ملکیت کی منسوخی نہیں ہے، بلکہ صرف سرمایہ دارانہ ملکیت کی منسوخی ہے - موجودہ سرمایہ دارانہ ملکیت ایک انتہائی اور کامل ظہور ہے پیداوار اور اسکے استعمال کے اُس نظام کا، جو سراسر جماعتی اور باہمی تخریب پر مبنی ہے -

کمیونسٹ اپنے نظریہ کو صرف ایک جملہ میں بیان کرسکتے ہیں - " سرمایہ دارانہ قسم کی ملکیت کی منسوخی "

ہم کمیونسٹوں کو ملامت کی جاتی ہے کہ ہم شخصی ملکیت منسوخ کردینی چاہتے ہیں جو محنت سے حاصل کی گئی ہے، اور جسکے متعلق دعوی کیا جاتا ہے کہ شخصی آزادی، جماعتی جد جہد اور قومی خود مختاری کی بنیاد ہے -

" بڑی دشواری سے حاصل کی ہوئی، خود کمائی ہوئی، خود جمع کی ہوئی ملکیت ! " کیا اس قول سے تمہارا مقصود چھوٹے چھوٹے سوداگروں اور کسانوں کی ملکیت ہے جو سرمایہ دارانہ ملکیت کا ہیولی پیش کرتی ہے ؟ ہمیں اسکے منسوخ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں - صنعت کی ترقی نے خود ہی اُسے منسوخ کردیا ہے اور برابر کر رہی ہے -

یا تمہارا مقصود موجودہ سرمایہ دارانہ ملکیت ہے ؟

کیا اجرتی محنت، یعنی مزدور کی محنت خود مزدور کیلیے کوئی ملکیت پیدا کرتی ہے ؟ ہرگز نہیں - وہ تو صرف " سرمایہ " پیدا کرتی ہے - یعنی " ملکیت " پیدا کرتی ہے جو اجرتی محنت سے فائدہ اٹھاتی ہے، اور صرف اسی حالت میں بڑھ سکتی ہے جبکہ اجرتی محنت کی نئی نکاس برابر ہوتی رہے - ملکیت اپنی موجودہ شکل میں سرمایہ اور اجرتی محنت کی باہمی نزاع پر قائم ہے - آؤ ہم اِس نزاع کے دونوں پہلوؤں کی جانچ کرلیں !

سرمایہ داری فی نفسہ کوئی شخصی پیداوار نہیں ہے، بلکہ سوشلسٹ اجتماعی حیثیت رکھتی ہے - کیونکہ سوسائٹی کے بے شمار ارکان کے متفقہ عمل سے وجود میں آتی ہے -

اسی طرح سرمایہ بھی شخصی نہیں ہے، بلکہ ایک اجتماعی طاقت کا نام ہے -

لہذا جب سرمایہ، عام ملکیت کی صورت میں بدل دیا جاتا ہے، یعنی سوسائٹی کے تمام ارکان کی ملک بنا دیا جاتا ہے، تو یہ کہنا صحیح نہیں کہ شخصی ملکیت عام ملکیت بنا دی گئی - کیونکہ یہاں شخصی ملکیت کا وجود ہی نہیں تھا - البتہ جو چیز بدلی جاتی ہے، وہ ملکیت کی صرف معاشرتی حیثیت ہے - یعنی ملکیت سوسائٹی میں اپنی انفرادی طاقت کھو دیتی ہے -

اب ہم اجرتی محنت کا مسئلہ لیتے ہیں :

اجرتی محنت کی اوسط شرح کم سے کم ہے - یعنی مزدور کو اتنی رقم ملتی ہے، جس سے وہ بمشکل اپنی زندگی قائم رکھہ سکتا ہے - پس اس طرح مزدور اپنی محنت سے جتنی اجرت حاصل کرتا ہے، وہ اتنی کم ہوتی ہے، جس سے اسکی نہایت سادہ زندگی کی ضمانت ہو سکتی ہے - ہم کسی طرح بھی محنت کی پیداوار کا یہ شخصی استعمال منسوخ کرنا نہیں چاہتے - ایسا استعمال جو انسانی زندگی کے بقا اور دوام نسل کیلیے نا گزیر ہے - البتہ ہم اس استعمال کی وہ افسوسناک حیثیت ضرور مٹا دینی چاہتے ہیں جسکی وجہ سے مزدور صرف سرمایہ بڑھانے کیلیے زندہ رہتے ہیں، اور صرف اتنے عرصہ تک زندہ رہتے ہیں، جبتک حکمراں طبقہ کے مفاد کو انکی ضرورت رہتی ہے -

سرمایہ دارانہ سوسائٹی میں گذشتہ ماضی، حال پر حکومت کرتا ہے - لیکن کمیونسٹ سوسائٹی میں حال، ماضی پر حکمراں ہوتا ہے - سرمایہ دارانہ سوسائٹی میں سرمایہ، آزاد اور مستقل

اوائل کا واقعہ ہے - پھر سنہ ۱۲۵۴ ع میں اشبیلیہ میں ایک عربی لاطینی تعلیم گاہ بھی جاری ہوگئی ' مگر کوئی خاص ترقی نہ ہوسکی -

(عربی کتابیں یورپ نے کب سے جمع کرنا شروع کیں ؟)

پندرھویں صدی یا چودھویں صدی سے یورپین قوموں نے عربی کتابیں مشرقی ملکوں سے خریدنا شروع کیں - لویس نہم شاہ

دوزی
جسنے قاموس کا تکملہ مرتب کیا

فرانس نے سب سے پہلے عربی کتب خانے قائم کرنے کی رسم جاری کی - یہ خیال اُسے اِس طرح پیدا ہوا کہ صلیبی جنگوں کے زمانے میں بعض یورپین نے دیکھا تھا کہ مسلمان بادشاہوں کے پاس بڑے بڑے کتب خانے ہیں ' جن میں بیٹھکر وہ بہ اوقات فرصت کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے ہیں - لویس نہم نے یہ سنا تو اُس نے خود بھی اپنے لیے ایک کتب خانہ قائم کیا - یہ واقعہ تیرھویں صدی کا ہے - اِس کے بعد لویس چہاردھم نے ایک آسقران عالم کو مشرقی ممالک میں خاص اِس غرض سے بھیجا کہ اُس کے لیے کتابیں خریدے -

اِس طرح انیسویں صدی کے وسط ھی میں یورپ میں عربی کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا تھا - کم سے کم دو لاکھ پچاس ہزار قلمی کتابیں کتب خانوں میں داخل ہوگئی تھیں -

(یورپ میں عربی کتب خانے)

یورپ اور امریکا میں عربی کے بڑے بڑے کتب خانے بہت سے شہروں میں موجود ہیں - ذیل میں صرف چند کے نام ذکر کیے جاتے ہیں :

لینن گراڈ ' برلن ' پیرس ' لندن ' لیپزیک ' مونیخ ' وائنا ' لیڈن ' آکسفورڈ ' ایڈنبرا ' ڈبلن ' کیمبرج ' نیویارک ' شیکاگو ' کلیفورنیا وغیرہ -

ہر کتب خانے میں مرتب و منضبط فہرستیں موجود ہیں - ہر کتاب پر مفصل تقریظ لکھی گئی ہے - بعض فہرستیں عام ہیں اور اُن سے ایک نظر میں معلوم ہو جاتا ہے کہ کون کون کتاب کس کس کتب خانے میں موجود ہے ؟ یہ کتب خانے برابر ترقی کر رہے ہیں - نادر سے نادر کتابیں غیر معمولی جد و جہد اور صرف کثیر سے جمع کی جاتی ہیں -

(عربی کی باقاعدہ تدریس)

یورپ کو دینی تعصبات سے جب نجات ملی اور اُس کی جگہ ملک گیری کی ہوس نے لیلی ' تو عربوں اور دوسری مشرقی قوموں کے علوم و آداب سے واقفیت پیدا کرنے کی عام طور پر ضرورت محسوس ہونے لگی - چنانچہ اٹھارھویں صدی کے اواخر میں علم المشرقیات نے ایک منظم علم کی صورت اختیار کرلی ' اور اُسکی باقاعدہ تعلیم و تدریس ہونے لگی -

سب سے پہلے سنہ ۱۷۵۳ ع میں آسٹریا نے مشرقی زبانوں کا ایک مدرسہ قائم کیا - اِس میں حکومت کے سفراء اور ملک کے تاجروں کو تعلیم دی جاتی تھی - سنہ ۱۷۹۵ ع میں فرانس نے اِسی مقصد سے ایک تعلیم گاہ جاری کی - سنہ ۱۸۸۷ ع میں جرمنی نے اِس کی تقلید کی -

هرٹویگ دیرنبرگ
جسنے پچاس کتابیں عربی ادب و تاریخ کی شائع کیں

اس کے بعد روس ' انگلستان ' اور اٹلی نے بھی ادھر توجہ کی - لیکن یہ واقعہ ہے کہ سولھویں صدی سے یورپ کی ہر یونیورسٹی میں ' خصوصاً انگلستان ' جرمنی ' اور ہالینڈ کی درس گاہوں میں عربی زبان داخل نصاب ہوچکی تھی -

(ائمۂ مستشرقین)

یورپ کو مشرقی زبانوں سے جو شغف رہا ہے ' اُس کا ایک نمایاں ثبوت اُن مستشرقین کا وجود ہے ' جنھوں نے اپنی پوری زندگی اِن علوم کے لیے وقف کردی ہے - بہت سے مستشرق متعدد مشرقی زبانوں کے عالم تھے - مثلاً جرمن لوتلف مشرق و مغرب کی ۲۵ زبانوں کا عالم تھا - سلوسٹر دی سلسی فرنچ مستشرق بیس زبانوں میں ماہر تھا - یہی حال ، سوئٹزرلینڈ کے ولی برسمی اور جرمن مصدق ہرمل کا تھا - تیج عالم ترزلی سات زبانوں میں اِس طرح انشا پردازی کرتا تھا ' گویا اُس کی مادری زبانیں ہیں - یہی حال ہنگرین پروفیسر ویمبری کا تھا - وہ ہنگرین ' ترکی ' عبرانی ' اور لاطینی زبانوں کا مستند عالم تھا -

یورپ نے صرف عربی کے مدارس قائم کرنے ھی پر اکتفا نہیں کیا ' بلکہ مشرقی زبانوں کی بحث و تحقیق کے لیے علمی انجمنیں بھی قائم کیں - سب سے پہلے سنہ ۱۷۷۸ ع میں ہالینڈ نے بٹاویا (جاوا) میں اِس قسم کی انجمن قائم کی تھی - پھر سنہ ۱۷۸۴ ع میں ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں قائم ہوئی - سنہ ۱۸۰۵ میں ایک ایسی ھی انجمن بمبئی میں بنائی گئی - پیرس کی انجمن سب سے زیادہ اہم ہے - یہ سنہ ۱۸۲۲ ع میں قائم ہوئی - اِس کے بانیوں میں یورپ کا مشہور ترین مستشرق اور عربی زبان کا فاضل ' سلوسٹر دی سلسی تھا - اسی سے جرمن ' تیج ' سوالکش ' اور اٹالین مستشرقین نے استفادہ کیا - درحقیقت انیسویں صدی میں عربی زبان کا یورپ میں سب سے بڑا علم بردار یہی شخص تھا اس نے عربی کی تحصیل علماء یورپ کے لیے نہایت آسان کردی -

جی - براؤن
مشہور انگریز مستشرق

برید فرنگ

یورپ میں ایک مشرقي درویش

علماء و اطباء کي حیراني

طاهر بے جو زمین میں زندہ مدفون ہوجاتا ہے !

قارئین الہلال کو یاد ہوگا کہ گزشتہ سال ریوٹر ایجنسي نے پیرس سے یہ خبر شائع کي تھي کہ " طاہر بے نامي ایک مشرقي درویش کے اعمال نے تمام پیرس میں دلچسپي پیدا کردي ہے - بڑے بڑے ڈاکٹروں کي ایک جماعت نے اس کے اعمال کا مطالعہ کیا ہے ' اور ان کے بے لاگ ہونے کي شہادت دي ہے "

آج کل یہ شخص انگلستان میں ہے - گریفک کے مقالہ نگار نے ایک مبسوط مقالہ لکھہ کر اس کي شخصیت سے دنیا کا تعارف کرایا ہے اور اس کے مختلف اعمال و غرائب کي تصویریں بھي شائع کي ہیں - مقالہ نگار لکھتا ہے :

" پیرس میں گزشتہ دو سال سے وقتاً فوقتاً ایک پر اسرار شخصیت دیکھنے میں آئي ہے - یہ میانہ قد آدمي جسکے بدن کا رنگ زیتون کا سا اور ڈاڑھي سیاہ ہے ' یورپي مغربي نفاست کے ساتھہ ملبوس رہتا ہے - اس کے مطمئن چہرے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس جوان نے بہت دنوں سے اپنے دل کي صفائي کا راز جان لیا ہے - یہ پر اسرار شخص مشہور درویش طاہر بے ہے " جس نے گذشتہ ڈھائي سال سے یورپ کو اپنے کمالات سے حیرت میں ڈال دیا ہے -

طاہر بے

یہ سنہ ۱۸۹۷ع میں طنطہ میں پیدا ہوا - اسکي پیدائش کے وقت ہي اسکي ماں کا انتقال ہوگیا تھا - اسلیے تعلیم و تربیت کے لئے قدیم دستور کے مطابق فقراء کے گروہ میں رکھدیا گیا ' اور اس طرح ابتدا ہي سے فقیري کي آب و ہوا میں نشو و نما پائي - سنہ ۱۹۰۵ - میں قسطنطنیہ آیا اور ترکي لڑکوں کي طرح معمولي تعلیم حاصل کي - اسکے بعد اس نے علم طب پڑھکر طبیب کي سند حاصل کرلي -

اسکي زندگي خاموش مطالعہ اور غور و فکر میں گزري ہے ' اور جبتک اس نے اپنے ابا و اجداد کا پر اسرار علم حاصل نہیں کر لیا ' لوگوں کو اس کے کمالات کي کوئي خبر نہیں ہوئي - سنہ ۱۹۱۹ع میں اس نے ایک جمعیت قائم کي جسکا مقصد یہ تھا کہ دنیا کے تمام ڈاکٹروں اور فلسفیوں کے سامنے روحانیت کے مسائل اور تجارب پیش کرے -

یورپ ' جنوبي امریکہ ' اور انگلینڈ کے بڑے بڑے شہروں میں طاہر بے نے صرف ڈاکٹروں ہي کو نہیں بلکہ عامۃ الناس کو بھي عجیب عجیب اعمال دکھلائے ہیں جنکي کوئي علمي توجیہ ابتک نہیں کي جا سکي -

پہلے پہل جولائي سنہ ۱۹۲۵ میں یہ پیرس میں وارد ہوا - وہ چند ماہ اٹلي میں بھي گزار چکا تھا - روم ' نیپلس ' پیلرمو ' فلورنس ' اور بولونا میں اس نے اپنے تجربے علم کے بڑے بڑے ماہرین کو دکھلائے تھے - کئي ہفتوں تک اطالوي اخبارات اس کے کار ناموں سے لبریز رہے - روم میں ارکان حکومت اور سفارتي عماہ کے سامنے اس نے اپنے فن کے مظاہرے کیے - خود مسولیني نے بھي چند بار چیگي محل میں اس کا استقبال کیا تھا - شاہ وکٹر ایمینوئل نے بھي اپنے حضور میں بلایا - شاہ جارج پنجم نے بھي جو ان دنوں پیلرمو میں مقیم تھے ' اس کے اعمال دیکھنے کي خواہش ظاہر کي -

پیرس میں پہلے علماء نے ایک خاص جلسہ میں اسکے کمالات کا مشاہدہ کیا تھا جہاں پیرس کے مشہور اخبارات کے نمایندے بھي بلائے گئے تھے - یہ واقعہ ہے کہ فرانسیسي علماء اس کے اعمال دیکھکر حیرت زدہ ہوگئے اور متفقہ طور پر یہ رائے قائم کي کہ " اسکے اعمال شعبدہ بازي سے پاک ہیں " لندن کے ایک بڑے تھیٹر میں بھي جہاں کي ایک کرسي بھي خالي نہیں رہي تھي ' اسکے کمالات دیکھے گئے - چونکہ تقریباً تیس آدمي بیہوش ہوگئے تھے ' اسلیے اسکا عام مظاہرہ بند کردیا گیا ؟

خود طاہر بے کا بیان یہ ہے کہ " میرے کام میں کوئي شعبدہ نہیں ہے - میں اپنے اسرار ظاہر کر دینے کے لیے راضي ہوں ' مگر میرا دعوی ہے کہ سواے خاص خاص فقراء کے اور کوئي شخص یہ کمالات حاصل نہیں کر سکتا "

وہ کہتا ہے " فقیروں کي روحاني قوت بہت مضبوط ہوا کرتي ہے - انکي تعلیم تین مہینے کي عمر ہي سے شروع ہو جاتي ہے "

شخصیت رکھتا ہے - لیکن زندہ انسان محکوم ہوتے ہیں اور اپنی شخصیت سے محروم رہتے ہیں -

سرمایہ دار اِس صورت حال کی منسوخی کو انفرادی شخصیت اور آزادی کی منسوخی بتاتے ہیں ' بلاشبہ اِس سے انکی مراد سرمایہ دارانہ شخصیت ' سرمایہ دارانہ خود مختاری ' اور سرمایہ دارانہ آزادی کی منسوخی ہے !

موجودہ سرمایہ دارانہ حالات پیداوار کے ماتحت آزادی کے معنی " آزاد تجارت " اور " آزاد خرید و فروخت " کے ہیں -

لیکن اگر خود تجارت ہی مٹ جائے ' تو آزاد تجارت کہاں باقی رہتی ہے ؟ ہمارے سرمایہ دار جس طرح دوسری آزادیوں کے متعلق بے معنی ڈینگ مارا کرتے ہیں ' اسی طرح آزاد تجارت کے متعلق بھی انکی ڈینگ بالکل بے معنی ہے - بلا شبہ جب مقید تجارت کے ساتھ یا قرون وسطی کے مقید شہریوں کے ساتھ اسکا موازنہ کیا جاتا ہے ' تو اسکے کچھ معنی ہوتے ہیں ' لیکن جب سرمایہ دارانہ حالات پیداوار اور خود سرمایہ داروں کے ساتھ اسکا مقابلہ کیا جاتا ہے ' تو وہ ایک بالکل بے معنی چیز رہ جاتی ہے -

تم خوف زدہ ہو رہے ہو کہ ہم شخصی ملکیت منسوخ کردینگے - مگر یہ تو سوچو ' تمھاری موجودہ سوسائٹی میں ۱۰/۹ حصہ آبادی کی ملکیت پہلے ہی سے منسوخ ہوچکی ہے ' اور اب سوسائٹی کی بقاء کے لیے ناگزیر ہے کہ یہ باقی ایک حصہ کی ملکیت بھی جلد سے جلد ختم ہوجائے - تم ہمیں ملکیت کے اُس طرز کی منسوخی پر ملامت کرتے ہو ' جس کے وجود کی اولین شرط ہی یہ ہے کہ سوسائٹی کی بہت بڑی اکثریت بلا کسی ملکیت کے باقی رہے ؟

سچ یہ ہے کہ تم ہمیں اس لیے ملامت کررہے ہو کہ ہم تمھاری سرمایہ دارانہ ملکیت منسوخ کردینی چاہتے ہیں - بے شک ہمارا یہی ارادہ ہے !

جس لمحہ سے محنت کی تبدیلی ' سرمایہ ' نقد روپیہ ' اور لگان کی صورت میں نہ ہوسکے ' جس لمحہ سے محنت ایک ایسی اجتماعی طاقت کی صورت میں بدلی نہ جا سکے جو اجارہ داری کے لائق ہو ' جس لمحہ سے شخصی ملکیت کا سرمایہ دارانہ ملکیت میں تبدیل کیا جانا نا ممکن ہوجائے ؟ اُسی لمحہ سے تمھیں واویلا کرنے کا حق ہے کہ کمیونسٹ " فرد " کو مٹا دینا چاہتے ہیں - لیکن اگر ایسا نہیں ہے ' تو پھر تم گویا اعتراف کرتے ہو کہ " فرد " سے تمھاری مراد صرف " سرمایہ دار " ہے - یعنی صاحب جائداد - حالانکہ اس قسم کے فرد کو بلا شک مٹا دینا چاہئے !

کمیونزم کسی کو بھی اس کی اجتماعی پیداوار میں تصرف کی طاقت سے محروم نہیں کرتا - البتہ وہ سب کو اُس طاقت سے ضرور محروم کر دینا چاہتا ہے جس کے ذریعہ وہ دوسروں کی محنت پر قابو حاصل کرتے ہیں -

کمیونزم پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ شخصی ملکیت کی منسوخی کے ساتھ ہی ہر قسم کی جد وجہد بھی موقوف ہوجائیگی ' اور سوسائٹی پر ایک عام اُداسی اور کاہلی چھا جائیگی -

لیکن اگر حقیقت حال ایسی ہوتی تو سرمایہ دار سوسائٹی سستی کی وجہ سے ابتک کب کی برباد ہوچکی ہوتی - کیونکہ جو لوگ اس کے لیے محنت کرتے ہیں ' وہ کچھ بھی نہیں پاتے ' اور جو لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں ' وہ کچھ بھی محنت نہیں کرتے -

دراصل تمام اعتراضات کا لب لباب یہ ہے کہ جب سرمایہ باقی نہ رہے کا تو اجرتی محنت بھی موقوف ہو جائیگی ' اور اس طرح سرمایہ داری کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جائگا -

جو اعتراض کمیونسٹ طریق پیداوار اور اس کے طریق تصرف پر کیے گئے ہیں ' وہی اس کی دماغی پیداوار اور اس کے استعمال پر بھی کیے گئے ہیں - سرمایہ دار کے نزدیک جس طرح اس کے فرقہ کی ملکیت کا معدوم ہو جانا ' خود پیداوار کی معدومی ہے ' اُسی طرح سرمایہ دارانہ تہذیب کی بربادی پوری تہذیب کی بربادی ہے !

وہ تمدن جس کے زوال پر سرمایہ دار یہ کچھہ ماتم کر رہے ہیں ' کیا ہے ؟ وہ انسانوں کی بہت بڑی اکثریت کے حق میں ایک ایسا تمدن ہے ' جو بے جان مشین کی طرح محنت کرنے کی طرف لے جاتا ہے !

تمھیں اُس وقت تک ہم سے بحث کرنے کا حق نہیں ہے جبتک تم اپنی سرمایہ دارانہ ملکیت کی منسوخی کے خلاف اپنے خود ساختہ سرمایہ دارانہ اصول کی بنا پر اعتراض کرتے ہو - کیونکہ تمھارے یہ اصول بھی محض سرمایہ دارانہ حالات پیداوار اور سرمایہ دارانہ ملکیت ہی کے اندے بچے ہیں - عدل کیا ہے ؟ صرف تمھاری جماعت کی خواہش کا نام ہے جسے قانون بنا دیا گیا ہے ' اور جسے تمھاری جماعتی زندگی کے مادی حالات نے گڑھلیا ہے -

گزشتہ حکمراں طبقوں کی طرح تم بھی اِس خود غرضانہ خیال خام میں پڑے ہوے ہو کہ اپنے معاشرتی اصولوں کو فطرت و عقل کے اٹل قوانین کی صورت میں قائم کردو - تم اپنے معاملہ میں کوئی نکتہ چینی سننے کو طیار نہیں - تم جو کچھہ قدیم ملکیت کے بارے میں سمجھتے ہو ' اس کے تسلیم کرنے کی جرأت سرمایہ دارانہ ملکیت کے معاملہ میں نہیں کر سکتے -

" خاندان کی منسوخی ! " زیادہ سے زیادہ جمہوریت پسند بھی کمیونسٹوں کی اِس عجیب تجویز سے چراغ پا ہو جاتے ہیں -

لیکن یہ تو غور کرو کہ موجودہ خاندان ' یعنی سرمایہ دارانہ خاندان کی بنیاد کس چیز پر ہے ؟ سرمایہ پر اور شخصی ملکیت پر - کیا یہ صحیح نہیں کہ اپنی پوری ترقی یافتہ شکل میں بھی خاندان کا وجود صرف سرمایہ داروں ہی کے لیے ہے ؟ اور کیا یہ بھی صحیح نہیں کہ اپنی ترقی و تکمیل کے لیے اُسے مزدوروں کی خاندانی زندگی کی عام بربادی کی ضرورت ہے ؟

تم ہمیں ملامت کرتے ہو کہ ہم اولاد کا خود غرضانہ استعمال روکنا چاہتے ہیں - ہم اس جرم کا اقبال کرتے ہیں !

تم کہتے ہو کہ ہم خانگی تعلیم کی جگہ معاشرتی تعلیم عام کرکے نہایت ہی پاک خاندانی رشتے بھی برباد کر ڈالنا چاہتے ہیں ' لیکن کیا تم خود اِس الزام سے بری ہو ؟ کیا تمھاری تعلیم کو بھی تمھاری سوسائٹی نے مقید نہیں کر رکھا ہے ؟ کیا موجودہ تعلیمی نظام میں سوسائٹی بالواسطہ یا بلا واسطہ مداخلت نہیں کر رہی ہے ؟ کیا اسکولوں اور کالجوں کے احاطوں میں تعلیم مقید نہیں ہو چکی ہے ؟ تعلیم میں سوسائٹی کی مداخلت کچھہ کمیونسٹوں ہی کی ایجاد نہیں ہے - وہ تو پہلے سے ہی موجود ہے - کمیونسٹ صرف یہ چاہتے ہیں کہ اِس مداخلت کی نوعیت بدل دیں ' اور تعلیم کو حکمراں طبقہ کے اثر سے آزاد کردیں -

باب التفسير

حجة ابراهيمى

آيۂ کریمہ " الم تر الي الذي حاج ابراهيم " کي تفسير

قرآن حکیم کا اسلوب بیان اور طریق استدلال

تفسیر کا قرآني اور غیر قرآني طریق

(از مولانا ابو الکلام)

الهلال نمبر (۱۵) میں جناب مولوي عبد الحق صاحب کا جو استفسار آیۂ مندرجۂ عنوان کي نسبت شائع ہوا تھا ' اُس کا جواب حسب ذیل ہے :

(۱) قرآن حکیم کے مطالعۂ و تدبر میں آپ کو جو مشکلات پیش آ رهي هیں ' وہ اُس تک پیش آتي رهینگي ' جب تک کہ اس بارے میں چند بنیادي اصول واضح نہیں هوجائینگے - یہ موقعہ تفصیل و اطناب کا نہیں ہے - مختصراً یوں سمجھیے کہ صدر اول کے بعد سے قرآن حکیم کے فہم و تدبر کي راهیں دو هوگئي هیں - ایک " قرآني " ہے - دوسري " غیر قرآني " قرآن کے فہم و تدبر کے لیے غیر قرآني طریقہ کیونکر هو سکتا ہے ؟ ممکن ہے اس پر آپ کو تعجب هو - اس میں شک نہیں یہ معاملہ فکر انساني کے عجائب تصرفات میں سے ہے - مگر ایسے تصرفات اس کثرت سے هوچکے هیں کہ انہیں عجیب سمجھتے هوئے بھي همیں متعجب نہیں ہونا چاهیے -

" قرآني " طریقہ سے مقصود قرآن کے مطالعۂ و فہم کا وہ طریقہ ہے جو تمام تر قرآن پر مبني تھا - قرآن سے باهر کے اثرات کو اُس میں دخل نہ تھا - عربي لغة کے صاف اور معروف معاني ' عربي بول چال کے بے تکلف اور سادہ محاورات ' صدر اول کا بے لاگ ذوق و فہم ' اور انبیاء کرام کا فطري اور غیر صناعي اسلوب بیان ' اس طریقہ کي خصوصیات تھیں - سلف امت کا طریق تفسیر یہي تھا -

" غیر قرآني " طریقہ سے مقصود وہ تمام طریقے هیں جو قرآن سے نہیں بلکہ مفسرین قرآن کے ذوق و فکر سے پیدا هوے - یہ علوم وضعیہ کي اشاعت ' ایراني ' رومي ' اور هندي تمدن کے اقتباس ' اور عجمي اقوام کے اختلاط کا قدرتي نتیجہ تھا - مفسرین کے هرگروہ نے قرآن کے مطالب اُسي شکل و نوعیت میں دیکھے ' جیسي شکل و نوعیت کي فکري حالت اُن کے اندر پیدا هوگئي تھي - رفتہ رفتہ یہ حالت هوگئي کہ قرآن کے الفاظ ' تراکیب ' اسلوب بیان ' دلائل و براهین ' مواعظ و حکم ' سب نے ایک دوسري هي طرح کي نوعیت پیدا کرلي - قرآن کي تعلیم و بیان کي تمام تر بنیاد فطرية اور فطرية کي سادگي پر تھي - علوم و فنون کي تمام تر بنیاد وضعية اور وضعية کے تعمق اور کاوش پر ہے - نتیجہ یہ نکلا کہ جوں جوں وضعية کا انہماک بڑھتا گیا ' فطرية کے فہم و ذوق کي استعداد کم هوتي گئي - یہانتک کہ وہ زمانہ آ گیا ' جب لوگوں کے دماغ اسدرجہ وضعية اور وضعي طریق بحث کے عادي هوگئے ' کہ کسي اهم اور عظیم بات کو اُس کي سادہ اور سہل صورت میں دیکھہ هي نہیں سکتے تھے - ذهن کي کاوش پسندي جو علوم وضعیہ کے اشتغال کا لازمي نتیجہ ہے ' آسان اور سہل مطالب کي طرف متوجہ هي نہیں هوتي تھي - یہ صورت حال صرف قرآن هي کو پیش نہیں آئي ' بلکہ مختلف صورتوں اور حالتوں میں تمام صحف سماوي کو پیش آچکي ہے ' اور منجملہ اُن اسباب کے ہے جو همیشہ کتب و ادیان کي تحریف کا باعث هوتے رہے هیں - یہي وجہ ہے کہ داعي قرآن (صلعم) نے اسے " تعمق " اور " تنطع " سے تعبیر کیا ' اور فرمایا کہ هلاکت کي راهوں میں سے ایک راہ یہ بھي ہے - جیسا کہ متعدد موقوفات میں وارد ہے - یہ موقعہ تشریح کا نہیں - اگر آپ دقت نظر سے کام لینگے تو ان چند جملوں کے اندر اصول تفسیر کي ایک اصل عظیم آپ کے سامنے آ جائیگي - یہ اصل عظیم نہ صرف تفسیر قرآن میں ' بلکہ علم و نظر کے بے شمار گوشوں میں آپکي رهنمائي کر سکتي ہے - ذهن انساني " وضعية " میں جس قدر کاوش پسند هوتا گیا ہے ' اتنا هي " فطرية " سے دور هوتا گیا ہے -

بہر حال یہ دوسرا " غیر قراني " طریقہ اُن تمام طریقوں پر مشتمل ہے جو صدر اول کے بعد پیدا هوے - متکلمین مفسرین کا طریق تفسیر کم و بیش یہي ہے - کوئي اس طریقہ میں ایک خاص حد تک گیا ہے ' کوئي بہت زیادہ دور تک - امام فخر الدین رازي رحمة الله علیہ بھي اسي راہ کے شہسوار هیں - ان کے بعد اکثر مفسرین نے دانستہ یا نا دانستہ اُنہي کا نقش قدم اختیار کرلیا - قاضي ابن رشد کي کشف الادلہ اور فصل المقال اور شیخ الرئیس کي بعض مختصر تفسیریں امام رازي اور مفسرین متکلمین سے پہلے لکھي گئي هیں - اُن کے مطالعہ سے هم معلوم کر لے سکتے هیں کہ متکلمین اشاعرہ ' فلاسفۂ اسلام اور معتزلہ سے کتنا هي انکار کرتے هوں ' لیکن وہ خود بھي اسي طریقہ کي پیداوار تھے - بہتر قسم کي نہیں - ناقص اور کمزور قسم کي پیداوار -

ایک سخت بنیادي غلطي جو اس طریقہ کي مقبولیت کا باعث هوئي ' متاخرین کا یہ خیال تھا کہ وقت کي علمي ضرورتوں کیلیے سلف کا طریقہ سود مند نہیں ہے - یہ بات ضرب المثل کي طرح اُن کي زبانوں پر جاري هوگئي تھي کہ " سلف کا طریقہ ایمان کیلیے بہتر ہے مگر استدلال کیلیے مفید نہیں " حالانکہ اگر ایمان کو جہل سے نہیں بلکہ علم و بصیرت سے پیدا هونا چاهیے ' تو جو طریقہ ایمان و یقین کے لیے سود مند هوگا ' وہ استدلال و برهان کیلیے کیوں غیر مفید هو ؟ جہانتک نام نہاد علمي ضروریات کا تعلق ہے ' واقعہ یہ ہے کہ متاخرین کے طریقہ سے بڑھکر کمزور اور نا مراد طریقہ کوئي نہیں هو سکتا - وہ " استدلال " کو فنون وضعیہ کے " منطقي استدلال " سے باهر نہیں دیکھہ سکے ' اور وجدان و طبیعت کي حقیقي شہادتوں سے آنکھیں بند کرلیں - آپنے اپنے استفسار میں جا بجا لکھا ہے کہ " امام رازي رحمة الله علیہ کا طریقہ موجودہ زمانے میں سود مند نہیں " لیکن میں کہتا هوں اس تقید کي کیا ضرورت ہے ؟ یہ طریقہ تو کسي زمانے میں بھي سود مند نہ تھا - کیا یہ طریقہ اُس زمانہ میں سود مند تھا جب امام صاحب نے تفسیر لکھي ہے ؟ اس کا حال خود اُنهي

آسکا دعوی هے که آنهیں زخم یا ضرب شدید کا احساس نهیں هوتا ' یه اپنے آپ پر کامل سکته کي سي حالت طاري کر دے سکتے هیں - سانس روک لیتے هیں - زنده دفن کر دیے جاسکتے هیں - اپني زندگي اور اپنے خیالات پر قابو رکھتے هیں ' اور نیک و بد ارواح کو بلا سکتے هیں "

" زندگي کا ابدي معما حل کرنے کے لیے فقراء موت کي عمیق غار میں اترتے هیں - جس طرح غواص سمندر کي ته تک پهنچ جاتا هے - ان کي جسماني موت ' غفلت اور نسیان کي نیند کو ایک ایسي حد تک پهونچا دیتي هے ' جهاں سے جسم کے مرکب حصوں کي تفریق شروع هوجاتي هے ' اور جهاں روح جسم سے الگ هونا چاهتي هے "

طاهر بے اپنے ابتدائي اعمال کي نمائش کے بعد اپنے آپ کو زنده مدفون کرا دیتا هے جس میں تماشائیوں کي خواهش کے مطابق دس منٹ سے لیکر نصف گھنٹے تک کا وقفه هوتا هے - اس پر ایک سکته کي سي حالت طاري هو جاتي هے - اس کے کان ' ناک ' اور منه روئي سے بند کردیے جاتے هیں - اس کے بعد ایک تابوت میں لٹا کر اسے بالو سے بھر دیا جاتا هے ' اور تابوت زمین کے اندر دفن کردیا جاتا هے - جب وقت پورا هوجاتا هے تو تابوت نکالا جاتا هے ' اور چند سکنڈ کے بعد طاهر بے کا سکته ختم هوجاتا هے - تابوت سے نکالے جانے کے وقت وه اپنے پیروں پر کھڑا نهیں هوسکتا اور جسم کا رنگ دھندلا مٹیالا هو جاتا هے - طاهر بے کے بیان کے مطابق رنگ کي یه تبدیلي اس لیے واقع هوتي هے که جتني دیر تک وه تابوت کے اندر رهتا هے ' دوران خون بند هوجاتا هے - اس کا قول هے که اگر اپنے آپ پر سکته کي حالت طاري نه کروں تو هوا کے بغیر دس منٹ کے اندر مرجاؤں - بهت دن گزرے ' دفن کا یه طریقه مصر میں بھي مروج تھا - ساحروں نے مجرموں کي سزا کے لیے یه چیز ایجاد کي تھي - کیونکه زندگي کي قدر و منزلت جو دیني طور پر ضروري سمجھي گئي تھي ' کسي انسان کیلیے سزائے موت جائز نهیں رکھتي تھي - مجرم صرف عارضي طور پر دفن کرکے پھر باهر نکال دیے جاتے تھے - تجربه سے اندازه کیا گیا تھا که اگر ایسي سزا متواتر دي جائے اور مجرمي سزا کا وقفه ایک سال هوجائے ' تو مجرم کي عمر طبیعي دو سال گھٹ جاتي تھي ' کیونکه اس طویل جمود و سکوت کي حالت میں جسم کے رگ اور پٹھے تھک جاتے تھے ' اور ان کي قوت کم هوجاتي تھي -

لیکن انهیں ساحروں کا یه مقوله بھي هے که اگر یه دوا چھوٹي چھوٹي خوراکوں میں دیجائے تو بهت سے امراض کیلیے مفید هوتي هے -

ایک مزید انکشاف طاهر بے کے تجربوں کیلیے باقي هے - وه یه که جسم جب مٹي کے اندر مدفون هوجاتا هے تو دماغ کي نشوونما تیزي سے بڑھنا شروع هو جاتي هے - یه خیال پیش نظر رکھکر وه اب مصر جانے والا هے - وهاں وه بڑے بڑے وقفوں کیلیے مدفون رهیگا جنکا مجموعي وقفه تین سال تک کا هوگا - وه کهتا هے که اس عمل سے جسم آهسته آهسته متغیر هو جایگا مگر دماغ سو گنا زیاده ترقي کر جائے گا !

طاهر کي عمر تیس سال کي هے مگر علمي تجربوں کیلیے وه اپني زندگي کے پورے تین سال وقف کردیگا - وه کهتا هے که اگر دس پانچ برس اور نکل گئے ' تو اس تجربه کا موقعه باقي نهیں رهیگا - جواني گذر جانے کے بعد انسان اس طویل جسماني سکون و جمود کي حالت برداشت نهیں کرسکتا -

طاهر بے کے اعمال موجوده انساني فهم و ادراک سے بالاتر هیں - وه ایک ایسي راه کا سالک هے جسکا مغربي دماغ ادراک نهیں کرسکتا - وه اپنے چهرے ' گردن ' بازو ' اور پیروں کو لوهے کي سلاخوں یا چھریوں سے چھید دیتا هے - جب اسکے سینے سے خنجر باهر نکالا جاتا هے تو نهایت تیزي سے خون کي دھار بهنے لگتي هے - اور جب تماشائي یقین کر چکتے هیں که واقعي خون هي هے ' تو وه یکایک خون کا بهنا روک لیتا هے - وه اپني نبض کي رفتار تیز اور سست کر سکتا هے - وه ایک ایسے تخته پر جس پر لوهے کي نوکدار کیلیں جڑي هوئي هوتي هیں ' لیٹ جاتا هے ' اور ایک سو پچھتر پاونڈ کا پتھر اسکے پیٹ پر رکھکر لوهے کے بھاري هتوڑے سے چور چور کردیا جاتا هے - پھر وه اٹھا کر کھڑا کردیا جاتا هے ' اور ایک سکنڈ کے اندر اپني اصلي حالت میں واپس آ جاتا هے !

کیا پتھر کا ٹکڑے ٹکڑے هو جانا کوئي نظر کا دھوکا یا شعبده هے ؟ بعض اشخاص کا خیال هے که اس عمل کے دوران میں سب لوگ مسمریزمي عمل سے مسحور کر دیے جاتے هیں ' اور انهیں وهي نظر آتا هے جو عامل چاهتا هے !

طاهر بے تابوت سے نکالا گیا هے اور ایک ڈاکٹر اسے کھڑا کر رها هے

گذشته سال لنڈن تھیئٹر کے منیجر مسٹر شوبرٹ طاهر بے سے ملنے پیرس گئے تھے تا که امریکه جانے کے معامله پر اس سے گفتگو کریں - لیکن اسکے سینے سے خون بهتا دیکھکر انهیں غش آگیا - وه به مشکل اس لائق هوئے که واپس آکر اسکے مدفون کر دینے کا عمل دیکھ سکیں - انهیں یقین هوگیا هے که یه فقیر ایک ساحر هے "

اگر یورپ کے علماء ' مشرق کے قدیم نفسیاتي علوم سے واقف هوتے ' اور آنهیں معلوم هوتا که حبس نفس کي مشق علم وظائف اعضا (فزیا لوجي) کے قوانین پر کیسا عجیب اثر ڈال سکتي هے ' تو وه طاهر بے کے ان اعمال پر متعجب نه هوتے - اب سے تقریباً چار سو برس پہلے شیخ عبد الوهاب شعراني نے قاهره میں خود اپني آنکھوں سے یه تمام اعمال دیکھے تھے ' اگرچه وه انکي صحیح تعلیل نه کر سکے -

تاریخِ خلقِ جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہیدِ حریت و دستور

مدحت پاشا کا قتل

مدحت پاشا کے رفیقِ محبس شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی نے، جو خود بھی قید خانۂ طائف میں فوت ہوئے، مدحت پاشا اور داماد محمود پاشا کے ہولناک قتل کا حال اس طرح لکھا ہے:

"مدحت پاشا اور اُن کے رفقاء، طائف کے قلعہ میں تین سال قید رہے۔ تیسرے سال کے آخر میں، مدحت پاشا کے ایک پھوڑا نکل آیا تھا۔ فوجی ڈاکٹر کی رائے تھی کہ چاک کر دیا جائے، مگر بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے وہ عملِ جراحی پر رضامند نہ ہوئے۔ پھر یہ سبب بھی تھا کہ موصوف کو ڈاکٹر کی مہارت پر یقین نہیں تھا۔ داماد محمود پاشا نے والی حجاز کو مدحت پاشا کی لاعلمی میں تحریر کیا کہ کسی ماہر طبیب کا انتظام کیا جائے۔ اُس کے مصارف وہ خود ادا کرینگے۔ مگر والی نے اُن کی درخواست کا کوئی جواب نہیں دیا۔

مدحت پاشا نے اپنا علاج خود کیا اور زخم اچھا ہوگیا۔ سرکاری طبیب روز معائنہ کرتا تھا اور والی کو اطلاع دیتا تھا۔ والی تاربرقی کے ذریعہ روزانہ سلطان کو خبر بھیجتا تھا۔ کیونکہ سلطان کو مدحت پاشا کی موت کی جلدی تھی۔

ایک دن صوبہ دار ابراہیم آغا کے ساتھ ڈاکٹر مدحت پاشا کے کمرے میں گیا اور بغیر کسی مناسبت کے کہنے لگا "اب یورپ میں سیاسی مدبروں کو علانیہ قتل نہیں کیا جاتا۔ جلاّدوں کے بجائے یہ کام ڈاکٹر انجام دیتے ہیں۔ مجرم کی ناک پر کلوروفارم رکھ دیتے ہیں۔ جب سو جاتا ہے تو گلا گھونٹ دیا جاتا ہے۔" لوگوں نے طبیب کے منہ سے یہ بات سنی، مگر کوئی اُس کا مطلب سمجھ نہ سکا۔

تیسری پلٹن کا کمانڈر بکر آفندی چرکسی، قلعہ کے سیاسی قیدیوں کا محافظ تھا۔ چند مہینے سے وہ موجود نہ تھا۔ کہ مکۂ معظمہ میں مقیم تھا۔ مگر اچانک واپس آگیا اور سیدھا مدحت پاشا کے کمرے میں چلا گیا۔ اُس کے ساتھ ڈاکٹر اور ابراہیم آغا بھی تھے۔ لوگوں نے اُس سے اس اچانک واپسی کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگا۔ طائف کی فوج مرتب کرنے اور قریہ کے باشندوں سے سرکاری محصول وصول کرنے آیا ہوں کیونکہ کئی سال سے اُنھوں نے ایک پیسہ بھی ادا نہیں کیا۔

بکر آفندی کی واپسی کے چھٹے دن قیدی پاشاؤں کے خادم، حضرت عبداللہ بن عباس کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے گئے۔ حسبِ عادت اُن کے ساتھ ہوا تھا۔ مدحت پاشا کا خادم عارف آفندی نماز کو جا نہیں سکا۔ کیونکہ اُس کے آقا کی طبیعت ناساز تھی۔

نماز کے بعد بکر آفندی کا نائب نے تمام خادموں کو روک لیا تھا اور واپس جانے نہیں دیا۔ نیز ایک آدمی بھیجکر عارف آغا کو بھی طلب کیا۔ مگر اُس نے اپنے آقا کے پاس سے ہٹنا منظور نہیں کیا۔ کمانڈر نے پھر آدمی بھیجا کہ عارف کو فوراً لے آؤ۔ اِس مرتبہ مدحت پاشا نے قاصد سے کہا کہ کمانڈر سے کہو وہ خود قلعہ میں آئے اور عارف سے جو کچھ کہنا ہو کہہ جائے۔

کمانڈر فوراً آیا اور خیر اللہ آفندی کے کمرہ میں گیا۔ اُس نے خیر اللہ آفندی سے کہا:

"دار الخلافہ سے حکم آیا ہے کہ تمام نوکر چاکر سیاسی قیدیوں سے علاحدہ کر دیئے جائیں۔ اب اُنھیں حکومت کی طرف سے کوئی رقم بھی نہیں دی جائے گی۔ عام قیدیوں کا کھانا کھلایا جائے گا۔ بازار سے بھی خریدنے کی ممانعت ہے۔ قلم، دوات، کاغذ بھی رکھنے کی اجازت نہیں۔ خیر اللہ آفندی کی بیوی بچی (جو طائف میں مقیم تھیں) نکال دی جائیں گی۔"

اِس خبر نے تمام قیدیوں کو سخت پریشان کیا۔ محمود پاشا غصہ ور آدمی تھے۔ اُنھوں نے کمانڈر کو بہت سخت سُست کہا۔ مگر بے فائدہ تھا۔ سلطانی حکم پر عمل کیا گیا۔ تمام خادم، قلعہ کے باہر ایک گھر میں قید کر دیئے گئے۔ کمانڈر نے چلتے وقت کہا وہ طائف سے باہر جا رہا ہے مگر گیا نہیں۔ رات بھر قلعہ ہی میں رہا۔

مدحت پاشا، دو مرتبہ وزیرِ اعظم بن چکے تھے اور قوم کی عظیم الشان خدمات انجام دی تھیں۔ مگر ظالموں نے نہ اُن کی خدمات کا کوئی لحاظ کیا، نہ بڑھاپے ہی پر ترس کھایا۔ اُنھیں بسترِ مرض پر اکیلا چھوڑ دیا۔ اُن کا خادم زبردستی لے گئے۔ اس وفادار خادم کے عوض ایک جنگلی سپاہی اُن کی تیمارداری کے لئے مقرر کر دیا۔ لیکن مدحت پاشا کے رفقائے مصیبت نے اُن کی خدمتگاروں کی طرح خدمت کی۔ رات کو بھی انھیں تنہا نہیں چھوڑتے تھے۔ علی بک اُن کے ساتھ سوتے تھے!

مدحت پاشا، اپنی شجاعت اور ثابت قدمی میں مشہور ہیں۔ ان حالات نے اُن کے حوصلے کم نہیں کئے۔ وہ اب بھی خوش تھے۔ پابندی سے نماز پڑھتے تھے۔ وظائف کا ورد کرتے تھے۔ تلاوت میں مشغول رہتے تھے۔ تفسیر بیضاوی اور کتاب "الشفاء" اُن کے مطالعہ میں رہتی تھی۔

وہ کہا کرتے تھے۔ "ہم کچھ بھی نیک کر سکتے ہیں، کر گزرے ہیں۔ ہم بحمد اللہ مُرد سرزمین میں موجود ہیں۔ تمام گزرگوں سے مقدس ہو چکے ہیں۔ وہ ہمارا کچھ نہیں کر سکتے۔ زیادہ سے زیادہ قتل کر سکتے ہیں، اور قتل ہمارے لئے دنیا و آخرت میں برکت و سعادت کا ذریعہ ہوگا۔" وہ حیرت انگیز طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات پر متوکل نظر آتے تھے۔

ایک دن کمانڈر بکر آفندی نے کہا وہ "مرلیج" کو کہ معظمہ جائے گا تاکہ خیر اللہ آفندی کی بیوی اور قیدیوں کے نوکروں کو پہنچا آئے۔ وہ مدحت پاشا کے پاس بھی گیا۔ وجہ یہ بیان کی کہ رخصت ہونے آیا ہے مگر مقصود یہ تھا کہ اُن کی زبان سے کچھ سنے اور چغلی کھا کر ظالموں میں مقبولیت حاصل کرے۔ مدحت پاشا نے کہا "میری تقریر سنو، حرف بحرف والی حجاز سے کہہ دینا:

"کنا عبد الحمید نے تمھیں بڑا منصب بخشا ہے۔ مدحت پاشا کی خدمات، آفتاب کی طرح روشن ہیں۔ آج اُس کی جو حالت ہے دیکھ رہے ہو۔ یہ سلطان، اسی طرح اپنے خیرخواہوں کی خدمات کا انعام دیا کرتا ہے۔ مدحت پاشا کو معلوم ہے کہ سلطان اُس کے قتل پر تلا بیٹھا ہے۔ تمھیں اس کام پر مقرر کیا ہے۔ اس وقت تمھاری جتنی خاطر مدارات ہو، صرف اسی مطلب سے ہے۔ اس کے بعد تمھارا جو حال ہوگا، وہ دوسروں کی حالت سے معلوم کر سکتے ہو۔ سر دری آفندی نے بہت بڑی خدمت دی تھی۔ اسپر سلطان نے خوش ہو کر اُسے "قاضی عسکر" کا عہدہ دیا مگر اب سر دری آفندی کی حالت کیا ہے؟ اس وقت وہ گمنامی و ذلت کی زندگی بسر کر رہا ہے! جودت پاشا ہمارے گرانے میں سلطان کا دست و بازو تھا۔ مگر آج اُس کی حالت کیا ہے؟ اس وقت وہ خود اپنے گھر میں قید ہے اور ذلت کی زندگی بسر کر رہا ہے! ان معاملات پر غور کرو۔ کیونکہ اس سلطان کی طبیعت ہی ایسی ہے۔ تم مسلمان ہو۔ قرآن پڑھا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤہ جہنم خالداً فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذاباً عظیماً" (جو کوئی جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے، اُس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اُسپر خدا کا غضب ہوگا۔ خدا کی لعنت ہوگی۔ اور اُس کے لئے بہت بڑا عذاب طیار ہے)"

اس کے بعد مدحت پاشا نے اس آیت کی تفسیر بیان کی اور کہا:

"دیکھو حضرت حسن بن علی علیہ السلام بھی بعض بادشاہوں کے اشارے سے قتل کئے گئے تھے۔ قیامت تک دنیا اُن کے قاتلوں پر لعنت کرتی رہے گی۔ خدا اُنھیں دوزخ میں ڈالے گا۔ تم والی سے میری تقریر حرف بحرف کہہ دینا۔"

اسپر بکر آفندی نے کہا:

"جنابِ عالی! میں بہت سی لڑائیوں میں شریک ہوا ہوں مگر میدانِ جنگ سے باہر آج تک ایک مرغی بھی اپنے ہاتھ سے نہیں ماری۔ میں ہرگز کوئی جرم نہیں کر سکوں گا۔"

سات دن بعد بکر آفندی واپس آیا۔ اُس کے ساتھ قیدیوں کے نوکر بھی تھے۔ اُس نے مدحت پاشا سے کہا "سلطان کا حکم آیا ہے کہ نوکر قیدیوں کے پاس واپس کر دیئے جائیں۔ اُنھیں ہر طرح آرام دیا جائے۔ والی حجاز نے سلام کے بعد معذرت کی ہے کہ میرا کوئی قصور نہیں۔ میں نوکر ہوں، آقا کے حکم کی اطاعت کرتا ہوں۔"

اس درمیان میں مدحت پاشا کی صحت اچھی ہوگئی۔ تقریباً شفا حاصل ہو گئی تھی۔

ایک دن مدحت نے ایک سپاہی سے دودھ منگایا۔ ایک افسر نوری آفندی تلوار لے کر اُس کے ساتھ ہو گیا!..... یہ شخص مشتری سے دودھ لے آیا۔ لوگوں کو اس نئی بات پر بہت تعجب ہوا۔ یہ شخص کبھی قیدیوں سے اچھا سلوک نہیں کرتا تھا۔ آج کیوں اس قدر مہربان ہوگیا؟ سید بک، مدحت پاشا کے کھانے کی روز جانچ کر لیا کرتے تھے۔ اُنھوں نے تھوڑی انگلی ڈبو کر دودھ کا رنگ اچھا نہ تھا۔ ایک چمچ لے کر اُنھوں نے اپنی زبان پر رکھا، تمام منہ کڑوا ہوگیا۔ دوسرے قیدیوں کو چکھایا، سب نے یہی محسوس کیا۔ جنھوں نے ایک دو قطرے نگل لئے تھے وہ بیہوش ہوگئے اور کئی ہفتے بیمار پڑے رہے۔

سے پوچھہ لینا چاھیے - اُن سے بہتر اُن کي نا رسائیوں کیلیے کوئي شاھد نہیں ھو سکتا - تفسیر اور اساس التقدیس وغیرہ اُنکے ابتدائي اور درمیاني عہد کي کوہ کندنیوں میں سے ھیں - آخري عہد کي مصنفات میں نے ایک رسالہ مباحث ذات و صفات میں ھے - اس کے دیباچہ میں مشکلات مباحث کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ھیں :

" لقد تأملت الطرق الکلامیہ و المناھج الفلسفیہ ' فما رأیتہا تشفي غلیلاً ' و لا تروی غلیلاً ' و رأیت اقرب الطرق ' طریقۃ القرآن - اقرأ فی الاثبات : الرحمن علی العرش استوی ' و اقرأ فی النفی : لیس کمثلہ شيء - و من جرب مثل تجربتی ' عرف مثل معرفتي " یعنے میں نے علم کلام اور فلسفہ کے تمام طریقوں پر غور کیا ' لیکن معلوم ھوا کہ مشکلات راہ کیلیے کچھہ سودمند نہیں ھیں - سب سے بہتر طریقہ قرآن ھي کا طریقہ ھے !

فن المعبت ما ادق بیانہ
متحیر فیہ امام الرازی !

اِمام صاحب کا یہ اعتراف بعینہ وھي اعتراف ھے جو موجودہ اور قدیم عہد کے تمام حکماء کي زبانوں پر بھي طاري ھوچکا ھے - یہ مذھبي مباحث کي راہ سے اِس کوچہ میں آئے تھے ' اسلیے الھیات کي اصطلاحوں میں اعتراف عجز کر رھے ھیں - لیکن لامارک ' ھیگل ' اور اسپنسر براہ راست حقائق کائنات کي جستجو میں نکلے تھے ' اسلیے وہ اِن مصطلحات کي جگہ دوسري طرح کے الفاظ استعمال کرتے ھیں ' لیکن اعتراف عجز کي ایک ھي طرح کي روح دونوں کے اندر بول رھي ھے - لامارک کے اس قول میں کہ " ھمارا سارا علم اس سے زیادہ نہیں ھے کہ جہل کا اقرار کریں " یا اسپنسر کے اس اعتراف میں کہ " اصلیت اور حقیقت کے اِن تمام سوالوں کے جواب میں ھم اِسکے سوا کچھہ نہیں کہہ سکتے کہ ھم کچھہ نہیں جانتے " اور اِمام رازي کے اس اعتراف میں کیا فرق ھے کہ :

نہایـــۃ اِقدام العقـــول عقال
و اکثر سعی العالمیـــن ضـــلال
و لم نستفد من بحثنا طول عمرنا
سوی أن جمعنا فیہ قیل و قالوا !

بہر حال جب تک قرآن حکیم کي تفسیر خالص قرآني طریقہ پر نہیں کي جائیگي ' مشکلات راہ حل نہیں ھوسکتیں -

(۲) ایک اھم اور بنیادي کام اِس باب میں یہ ھے کہ قرآن حکیم کے الفاظ ' تراکیب ' اور اُسلوب بیان کو تمام وضعي اور خارجي عوارض سے پاک کر کے اُنکي اصلي صورت و نوعیت میں نمایاں کر دیا جاے - جونہي یہ اصلیت نمایاں ھوگئي ' تمام اشکال خود بخود دور ھو جائینگے -

قرآن حکیم عربي زبان میں نازل ھوا - اُسکے الفاظ عربي زبان کے الفاظ تھے - وہ اُنھي معاني کیلیے استعمال کیے گیے تھے ' جن معاني کیلیے عربي لغت میں مستعمل تھے - قران نے خود جابجا اپنے عربي زبان میں ھونے ' نہایت کھلے اور دلنشین ھونے ' اور مطالب کے سہل اور زود فہم ھونے کا ذکر کیا ھے - مثلاً سورۂ مریم میں کہا کہ " فانما یسرناہ بلسانک لتبشر بہ المتقین " ھم نے قرآن تمھاري زبان میں سہل کردیا تا کہ متقي طبیعتوں کیلیے اس میں ھدایت کي بشارت ھو - ظاھر ھے کہ قرآن کا یہ عظیم اور ابتدائي وصف باقي نہیں رھتا ' اگر ایک لمحہ کیلیے بھي یہ فرض کر لیا جاے کہ اسکے الفاظ اُن عام اور معروف معاني کے علاوہ کوئي دوسرا مفہوم بھي رکھتے تھے جو عرب جاھلیت کي لغت میں نہیں سمجھے جاتے تھے - صدر اول میں چونکہ مسلمانوں کا ذوق خارجي اثرات سے متاثر نہیں ھوا تھا ' اسلیے قرآن کے تمام الفاظ اپنے لغوي معاني میں قائم رھے - بلاشبہ اُس عہد میں بھي ھر انسان جو قرآن کا علم رکھتا تھا ' الفاظ قرآني کے مجازات سے واقف تھا - لیکن یہ زبان اور بول چال کے ویسے ھي صاف اور سادہ مجازات تھے ' جو دنیا کي ھر زبان میں ھوتے ھیں ' اور جنکے معلوم کرنے کیلیے کبھي کسي اھل زبان کو کسي فلسفیانہ فن بلاغت و بیان کي ضرورت نہیں ھوتي - حضرت عبد اللہ ابن عباس اور ابن کعب جب " بل یداہ مبسوطان " اور " الیہ یصعد الکلم الطیب " پڑھتے تھے ' تو بغیر اسکے کہ فلسفیانہ دقیقہ سنجیوں سے آشنا ھوں اور ید و علو کے نفي و اثبات کي بحثوں میں اُلجھیں ' اسکا وہ سیدھا سادھا مطلب سمجھہ لیتے تھے جو ھر غیر متکلف عربي داں سمجھہ لیگا -

لیکن آگے چلکر جب علوم دخیلہ کي (یعنے اُن علوم و فنون کي جو باھر سے عربي زبان میں منتقل ھوے) اشاعت ھوي ' اور وضعي علوم کي اصطلاحات اور نظري مباحث کي منطقي تعریفات و حدود کا لوگوں میں مذاق پیدا ھوگیا ' تو ایک بڑي جماعت اُن لوگوں کي پیدا ھوگئي جنھوں نے قرآن کو اھستہ اھستہ منطقي و فلسفي جامہ پہنانا شروع کر دیا ' اور بہ تدریج اسکے الفاظ عربي لغت سے ھٹ کر منطقي تعریفات و حدود کي نوعیت اختیار کرنے لگے - یہانتک کہ کچھہ عرصے کے بعد اُن الفاظ کیلیے وھي معاني سمجھے جانے لگے ' جو علوم وضعیہ میں انکے لیے قرار پا چکے تھے -

(۳) یہ تبدیلي الفاظ اور مطالب ' دونوں میں ھوئي - مطالب میں بنیادي چیز قرآن کا اُسلوب بیان و استدلال ھے - ایک عظیم اور اصولي غلطي متاخرین سے یہ ھوئي کہ وہ قرآن کے فطري اور وجداني اُسلوب بیان کي اھمیت معلوم نہ کرسکے - یوناني فلسفہ کے اشتغال نے اُن میں منطقي استدلال کا ذوق پیدا کردیا تھا - انھوں نے کوشش کي کہ جہاں کہیں قرآن حکیم میں استدلال اور اثبات مدعا کے قسم کا کوئي بیان ھے ' اُسے کھینچ تان کر منطقي استدلال کي شکل دیدیں -

حالانکہ انبیاء کرام کے علوم کي راہ وضعي و منطقي طریق استدلال کي راہ سے بالکل مختلف ھے - انبیاء کرام کا خطاب علوم سے نہیں بلکہ قلوب سے ھوتا ھے - وہ علماء کے لیے بحث و نظر کا سامان پیدا کرنے نہیں آتے - بلکہ عامۃ الناس کے لیے ھدایت و سعادت کي راھیں کھول دینے کے لیے آتے ھیں - اُن کا مقصود یہ نہیں ھوتا کہ اشیاء کي حقیقت کا سراغ لگائیں - وہ اس لیے آتے ھیں کہ اعمال اور ان کے نتائج کي حقیقت دنیا پر واضح کردیں - پس وہ اپني تعلیم و ھدایت میں کوئي ایسا طریقہ اختیار نہیں کرتے ' جسے کسي طرح کي بھي مشابہت منطقي طریق بحث و استدلال سے ھو - اُن کا طریقہ سیدھا سادھا فطري طریقہ ھوتا ھے ' جسکے لیے نہ تو انسان کے بنائے ھوئے علوم و فنون کي تحصیل ضروري ھوتي ھے ' نہ پیچیدہ اور دقیق مقدمات ترتیب دینے پڑتے ھیں ' اور نہ کسي طرح کي ذھني کاوش اور نظري سلوک کي قید ھوتي ھے - ھر انسان اپنے وجدان کي قدرتي استعداد اور طبیعت بشري کے فطري طلب و داعیہ سے اُسے سنتے ھي قبول کر لے سکتا ھے ' اور ایک فلسفي و حکیم سے لیکر ایک بادیہ نشیں دھقان تک ' ھر درجہ ' ھر طبقہ ' اور ھر زمانے کا انسان یکساں طور پر اُس سے یقین و ایمان حاصل کر لیتا ھے !

بریدِ شرق

مکتوبِ آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا خطبہ۔ عید آستانہ۔ ترکی طبی کانفرنس۔ ٹرکی اور ایران

غازی مصطفےٰ کمال کا خطبہ

اس ہفتے سب سے اہم واقعہ، انگورہ میں خلق فرقہ سی یا جمہوری فرقہ کی موتمر ہے۔ موتمر میں سب سے زیادہ اہم کارروائی، غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا وہ تاریخی خطبہ ہے جو کامل ایک ہفتہ تک جاری رہے گا۔ موصوف نے یہ خطبہ، کئی ماہ کی محنت سے طیار کیا ہے۔ اس میں وہ تمام تاریخی اور سیاسی حقائق جمع کر دئیے ہیں جو معاہدہ التوائے جنگ کے بعد سے ابتک ٹرکی میں واقع ہوئے ہیں۔

غازی نے اپنا خطبہ "انجمن طیارات" کو دے دیا تھا۔ اسی نے چھاپا ہے اور وہی ٹرکی کے طول و عرض میں ہوائی جہازوں کے ذریعہ تقسیم کرے گی۔ ہر روز جتنا خطبہ غازی سنائیں گے، انجمن، آستانہ کے اخبارات کو تقسیم کرے گی۔ ایک جرمنی کمپنی نے دنیا کے اخبارات میں اس کا خلاصہ بھیجنے اور مختلف زبانوں میں اُس کا ترجمہ شایع کرنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ ابتک متعدد زبانوں میں ترجمہ طیار ہو چکا ہے جو عنقریب بازار میں آجائے گا۔

"عید آستانہ"

آپکے قارئین نے یہ لفظ شاید پہلے نہیں سنا ہوگا۔ حالانکہ یہ لفظ ترکوں میں ایک عجیب جوش پیدا کر دیا کرتا ہے۔ عید آستانہ، یا آستانہ کی عید ہر سال ۱۲ اکتوبر کو بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔ پچھلے ہفتے ہم نے چوتھی مرتبہ یہ عید دیکھی تھی۔ تمام پچھلی عیدوں سے زیادہ شاندار تھی۔

یہ عید اتحادی فوجوں سے آستانے کی آزادی کی یادگار ہے۔ جنگ عمومی کے خاتمہ پر دول اتحاد نے ٹرکی سے التوائے جنگ کا معاہدہ طے کیا۔ اس معاہدہ کی رُو سے ترکوں نے ہتیار رکھ دئیے۔ ہتیار رکھتے ہی اتحادی فوجیں پایۂ تخت میں گھس پڑیں۔ انگریزوں نے بیراہ پر قبضہ کر لیا۔ فرانسیسیوں نے استنبول پر، اٹلی نے باسفورس کے ایشیائی ساحلوں پر۔ ان سلطنتوں کے جنگی بیڑے بحر مرمرہ اور باسفورس میں داخل ہو کر لنگر انداز ہو گئے اور اپنی توپیں شہر کی طرف سیدھی کر دیں۔ پھر ان کی بری فوجیں اُتریں اور شہر کی وہ حالت کر دی جو خونخوار فاتح، مفتوحوں کی کیا کرتے ہیں۔ ایسا ظلم و ستم شروع کیا جس کا تصور بھی کبھی ترکوں نے نہیں کیا تھا۔ مسلح سپاہی اور مسلح جاسوس ہر طرف پھر رہے تھے اور جسے چاہتے تھے، بدبختی میں مبتلا کر دیتے تھے۔ بہت سے مارے گئے۔ بہت سے قید کئے گئے۔ بہت سے جلا وطن کئے گئے۔ کوئی مخلص ترک بھی اتحادیوں کے انتقام سے بچ نہ سکا۔

اس ظلم و جور کے مقابلے میں آستانہ کے ترکوں نے کیا کیا؟ انھوں نے کوئی بغاوت کی؟ نہیں۔ کوئی مظاہرہ کیا؟ نہیں۔ وہ بالکل خاموش ہو گئے۔ اتحادی قوتیں سمجھیں ہم نے مرعوب کر لیا۔ دنیا کی یہ سب سے زیادہ جبار قوم ہماری غلامی پر قانع ہو گئی۔ یہ اُن کی غلطی تھی۔ ترکی قوم کی طبیعت سے جہالت تھی۔ ترکی قوم کا خاصہ ہے کہ جب وہ جلال میں آتی ہے تو خاموش ہو جاتی ہے۔ جب ترک کو چپ سنّاٹے میں دیکھو تو اُس سے بھاگو۔ کیونکہ وہ غصہ ہو گیا ہے۔ قہر و جلال کی قوتیں اُس کے دل و دماغ میں جمع ہو رہی ہیں۔ آستانہ کے ترک بھی اتحادیوں کے مظالم کے مقابلے میں خاموش ہو گئے، مگر اُن کی روح بول رہی تھی۔ اتحادیوں کے لئے وہ اندر ہی اندر اناطولیہ میں بارود بچھا رہے تھے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ اناطولیہ میں قومی تحریک کا قیام، زیادہ تر آستانہ کے باشندوں ہی کی سعی و ہمت سے ہوا۔ اتحادیوں کا پہرہ چوکی بہت ہی سخت تھا، مگر آستانہ سے برابر سامان جنگ، توپیں، آدمی اور روپیہ اناطولیہ پہنچ رہا تھا۔ کس راہ سے جاتا تھا؟ کون لے جاتا تھا؟ کس وقت جاتا تھا؟ ان سوالوں کا جواب ابتک تاریخ کے پاس موجود نہیں ہے۔ مگر جاتا تھا۔ یہ تاریخی حقیقت ہے۔

آستانہ کے ترکوں کی خاموشی نے آخر ۴ سال بعد رنگ دکھایا۔ اتحادیوں کے پروردہ یونان کو اناطولیہ میں ایسی شکست ہوئی کہ مرتے سے بدتر تھی۔ دیکھتے دیکھتے فتح مند ترکی فوجیں باسفورس کے سامنے پہنچ گئیں۔ یہ وہ وقت تھا جب انگلستان، فرانس اور اٹلی کی تقریباً تمام بحری قوتیں، باسفورس اور مرمرہ میں جمع تھیں۔ اتحادی خیال کرتے تھے، یہ قوت دیکھ کر اناطولیہ کے ترک ڈر کر اُلٹے پاؤں بھاگ جائیں گے۔ مگر وہ ڈرے نہیں۔ خود اتحادیوں ہی کو ڈرنا پڑا۔ مدانیہ کا ذلت آمیز معاہدہ قبول کرنا پڑا۔

اس کے بعد ہم نے اپنی آنکھوں سے کیا دیکھا؟ ہمنے وہ دیکھا جسے دیکھ کر ہم اپنی آنکھوں کی صحت پر شبہ کرنے لگے۔ مگر وہ واقعہ تھا۔ ہم نے یہ دیکھا کہ اتحادی بیڑے، جو اب تک سلطان کو قید کئے ہوئے تھے، اچانک اُن کے جھنڈے، سربلند ترکی جھنڈے کے سامنے جھک پڑے۔ جس وقت ترکی جھنڈا، ذلت جنگ کے بلند مینار پر اُڑایا گیا، تمام اتحادی قوتوں نے اُسے ذلت کے ساتھ جنگی سلام کیا۔

پھر ہمنے کیا دیکھا؟ یہ دیکھا کہ وہی اتحادی فوجیں، جو آستانہ کی سڑکوں پر فاتحانہ مظاہرے کرتی پھرتی تھیں اور ترکوں کو شریفانہ برتاؤ کی مستحق نہیں سمجھتی تھیں، خوف و دہشت سے اپنا اسباب باندھنے

اور بھاگتی نظر آئیں۔ ایک طرف سے یہ فوجیں بھاگ رہی تھیں، دوسری طرف سے مظفر و منصور ترکی فوجیں آ رہی تھیں۔ بیچ سمندر میں دونوں کا سامنا ہوا۔ اول الذکر نے آخر الذکر کو فوجی سلامی دی!

"عید آستانہ" اسی واقعہ کی یادگار ہے جو ۱۲ اکتوبر کو پیش آیا تھا۔

ترکی طبی کانفرنس

انگورہ میں ترکی طبی کانفرنس منعقد ہوئی۔ عصمت پاشا نے اُس کا افتتاح کیا۔ کانفرنس میں بہت سے اہم طبی مسائل پر بحث ہوئی۔ ملیریا کی رُوداد سے معلوم ہوا کہ انتھیں کا مرض ترکوں میں عام ہے۔ اسوقت ۵ لاکھ ترک اسمیں مبتلا ہیں۔ یہ بیماری زیادہ تر حصن منصور، دیار بکر اور انقرہ کے علاقوں میں پائی جاتی ہے۔

رشاد رضا بک اور موسی کاظم بک نے مرض سل پر بحث کی اور بتایا کہ گزشتہ ۱۰ سال کے عرصہ میں صرف قسطنطنیہ میں اس بیماری سے ۹۶,۰۰۰ آدمی مر چکے ہیں۔ پورے ٹرکی میں سالانہ ۳۲,۰۰۰ آدمی اس مرض کا شکار ہوتے ہیں۔ یعنی ہر دس ہزار ترکوں میں ۲۰ آدمی اسی بیماری میں مرتے ہیں۔

ٹرکی اور ایران

ادھر کچھ مدت سے ٹرکی اور ایران کے مابین کشیدگی پیدا ہو گئی ہے، جیسا کہ پچھلے مکاتیب میں لکھ چکا ہوں۔ اس ہفتہ میرزا فرج اللہ خاں سابق وزیر جنگ ایران، آستانہ پہنچے ہیں اور انگورہ جا رہے ہیں۔ ان کا سفر اسی نزاع کے دُور کرنے کے لئے ہے۔ موصوف نے اخبارات کے نمائندوں کو حسب ذیل بیان دیا ہے:

"سرکش کُرد، ترکی حدود پر تاخت و تاراج کرتے ہیں۔ ترکی حکومت خیال کرتی ہے کہ یہ مجرم، ایرانی سرزمین میں پناہ لیتے ہیں۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ یہ لوگ بعض ترکی افسروں کو بھی پکڑ لے گئے ہیں۔ مجھے بالکل نہیں معلوم کہ یہ کرد، ایرانی سرزمین میں پناہ لیتے ہیں۔ اگر واقعہ یہی ہے تو ہم انھیں ہرگز پناہ نہیں لینے دینگے اور ترکی حکومت کو ہر طرح مطمئن کر دیں گے۔"

تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ترکی افسر یہ مجرم پکڑ لے گئے تھے، اب رہا ہو گئے ہیں اور اپنی سرحد میں واپس آ گئے ہیں۔

شمالی افریقہ

مراکش، ٹیونس، اور الجزائر فرانسیسی استعمار کے بعد

(الہلال کے مقالہ نگار مصر کے قلم سے)

مراکش کی آبادی

۷ مارچ ۱۹۲۶ء کی مردم شماری سے ثابت ہوتا ہے کہ فرانس کے زیر حمایت مراکش کا رقبہ ۴۱۵,۰۰۰ کیلومیٹر مربع میل ہے، اور آبادی ۴,۲۳۰,۰۰۰ ہے۔ اسمیں ۴,۱۲۶,۰۰۰ مسلمان ہیں۔ ۱۰۸,۰۰۰ یہودی ہیں۔ ۶۶ ہزار فرانسیسی ہیں۔ ۳۰ ہزار دوسرے یورپین ہیں۔

اس سے پہلے ۱۹۲۱ء میں مردم شماری ہوئی تھی۔ اُس کے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ۵ برس کے قلیل عرصہ میں فرانسیسیوں کی تعداد میں ۱۹ ہزار کا اضافہ ہو گیا ہے۔

مراکش کی دولت

مراکش کے باشندے زراعت پیشہ ہیں۔ زیادہ تر غلہ کی کاشت ہوتی ہے۔ ابتک کوئی قیمتی کان دریافت نہیں ہوئی۔ صرف فاسفیٹ

مدحت پاشا کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اُنھوں نے محمد آغا کو بُلا کر انجان بن کے کہا:

"دودھ والے نے ہمیں ہی دودھ بھیجا تھا جس میں سے کتا تو دیا کرتا ہے۔ لیکن جیسے ہی دودھ کا ایک قطرہ زبان پر رکھا، اُس کا حلق جل گیا۔ معلوم ہوتا ہے زہر، تانبے کے کساؤ سے پیدا ہو گیا ہے تم ابھی جا کر کانڈار کو خبر کر دو۔ ایسا نہ ہو انھیں کوئی نقصان پہنچ جائے۔"

محمد آغا نے واپس آ کر کہا کہ ناظر ابھی دودھ والے کے برتنوں کا معائنہ کرینگے۔ اُسے مارینگے۔ قید کرینگے۔ پوری تحقیقات کرینگے۔ قیدیوں نے یہ سنا تو مسکرانے لگے کیونکہ سُن چکے تھے کہ کانڈار اپنے ساتھیوں سے پوچھتا تھا۔ "ان لوگوں نے دودھ تو کھا لیا ہوگا؟ کیا مر گئے؟ کیا زہر کا اثر فوراً ظاہر ہوتا ہے؟"

مدحت پاشا کے بعض رفقاء نے مسموم دودھ کانڈار کے پاس بھیجا کہ اس کی کیمیاوی تحلیل کی جائے لیکن اُسنے ہنس کر دودھ واپس کر دیا۔ "کیا یہاں تحلیل کرنے کے آلات موجود ہیں؟"

اس واقعہ کے بعد باورچی خانہ [illegible] بند کر دیا جاتا تھا کیونکہ پینے کے برتنوں پر [illegible] لگا دی جاتی تھیں۔ لیکن [illegible] مدحت [illegible] عارف آغا نے [illegible] باسی کھانے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ زہر ملا دیا گیا ہے۔ بعد میں عش آغا [illegible] آفندی نے اقرار کیا کہ انھوں نے زہر ملایا تھا!

ابھی اسی ہفتے محمود پاشا، دست وقے میں مبتلا ہو گئے۔ پتہ چلا قہوہ میں کوئی زہر ملا ہوا ہے۔ اُنھوں نے قہوہ پینا چھوڑ دیا اور اچھے ہو گئے۔

ایک دن پانی کا رنگ اور مزہ بدلا ہوا تھا۔ اس میں بھی زہر ملا دیا گیا تھا۔ فوراً صراحی توڑ ڈالی گئی۔

بعد میں معلوم ہوا کہ زہر مستری سے مہیا کیا جاتا تھا۔ [illegible] ایک شخص اسمٰعیل آغا تھا۔ والی حجاز کو اس پر بہت اعتماد تھا اور اسی کے ذریعہ دشمنوں کو قتل کرایا تھا۔ یہ ایک مدت سے یہاں آیا ہوا تھا مگر تنہا اس خطرناک جرم کا مرتکب نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ۲۱ مارچ ۱۸۸۴ء کو رسالدار محمد لطفی دو دستہ فوج اور توپ خانہ لیکر شہر سے آیا اور قلعہ کے محافظوں میں اپنے سپاہی داخل کر دیئے۔

محمد لطفی نے آتے ہی مدحت پاشا کے غلام عارف آغا کو طلب کر کے کہا۔ میں تمہیں [illegible] اگر تم مدحت پاشا کو [illegible] ایک مصری شخص محمود پاشا کا [illegible] تیار ہو گیا ہے۔ اسے [illegible] انعام دیا جائے گا۔

عارف آغا نے [illegible] وعدہ کر لیا اور کہا کہ اپنے آقا کو قتل کر ڈالیگا۔ مگر قلعہ میں واپس آ کر مدحت پاشا اور محمود پاشا کو پورا قصہ سنا دیا۔ اُنھوں نے باقی خادموں کو مطلع کیا۔ سب نہایت پریشانی میں پڑ گئے۔

محمد لطفی، خاص قتل کے ارادے سے آیا تھا۔ تمام قیدی اس حقیقت سے واقف ہو چکے تھے۔ [illegible] ایک ہفتہ بعد اسنے ارتکاب جرم کی پھر کوشش کی۔ پہلے قلعے میں فوج لا کر [illegible] محاصرہ کر لیا۔ مگر کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ مدحت پاشا کے غلام عارف آغا نے بڑی ہی وفاداری سے کام لیا تھا اور راز فاش کر دیا تھا۔

واقعہ یہ ہوا کہ [illegible] عارف آغا کو کئی دوسرے افسروں کی موجودگی میں بلا کر کہا۔

"پیر کی رات مدحت پاشا کا خاتمہ کر دینا چاہتے ہیں۔ [illegible] تم نے [illegible] وعدہ کیا تھا مگر ابتک کچھ بھی نہیں کیا۔ لہٰذا یہ کرو کہ تم مدحت پاشا کے ساتھ سوتے ہو۔ رات کو کمرے کا دروازہ کھلا چھوڑ دینا۔ دیکھو اگر دروازہ بند کر کے سو گئے تو تم سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

یہاں قلعہ میں سیاسی قیدی نماز عشاء کے بعد اپنے کمروں میں جانے کے لئے رخصت ہو رہے تھے کہ عارف آغا نے آ کر کہا:

"آپ لوگ جدا نہ ہوں، کیونکہ آج رات میرے آقا کو قتل کرنا چاہتے ہیں!"

تمام رفقاء گھبرا گئے اور اُنھوں نے طے کر لیا کہ مدحت پاشا کو تنہا نہیں چھوڑینگے۔ ایک افسر نے عارف آغا کی گفتگو سُن لی تھی۔ اس نے محمد لطفی کو خبر پہونچائی۔ محمد لطفی نے فوراً عارف آغا کی گرفتاری اور قیدیوں کے منتشر کرنے کا حکم دے دیا۔ مش آغا ایک افسر نے آ کر کہا "میرالائی محمد لطفی سلام کے بعد کہتے ہیں کہ آپ لوگوں کا یکجا ہونا ممنوع ہے۔ فوراً اپنے کمروں میں چلے جائیے۔"

مدحت پاشا اور محمود پاشا نے جواب دیا "ہم ہرگز یہاں سے نہ جائینگے۔ تم تلوار کے زور سے ہمیں نکال دو۔"

پھر فوراً بکر آفندی کانڈار نے آ کر کہا "عارف، ایک شریر آدمی ہے۔ وہ ایک ایسا جھوٹ بولا ہے جسے پورے سمندر کا پانی [illegible] نہیں سکتا۔"

مدحت پاشا نے پوچھا "ہمارے گرد یہ تمام سپاہی کیوں ہیں؟"

بکر آفندی نے جواب دیا "ہمیں ابتک کوئی خاص حکم نہیں ملا۔ لیکن ہم ہر حکم کی اطاعت منظور کرینگے۔"

پھر اُسنے قسم کھائی کہ اب تک جتنی خبریں مشہور ہوئی ہیں بالکل جھوٹ ہیں اور قلعہ سے باہر چلا گیا۔

جُرم کی رات

۱۱ رجب سنہ ۱۳۰۱ھ کی رات کے پچھلے پہر میں مدحت پاشا اور محمود پاشا قتل کر ڈالے گئے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

اس رات میرالائی محمد لطفی اور بکر آفندی کانڈار قلعہ کے پھاٹک میں [illegible]۔ قلعہ کے اندر بہت سی فوج جمع کر دی گئی سپاہیوں کو کافی مقدار میں کارتوس تقسیم کر دیئے گئے۔ آدھی رات کے بعد محمود پاشا کے غلام حاجی شکری کو جگا کر لے گئے۔ پھر قیدیوں کے کمرے کے سامنے دو دو مسلح سپاہی کھڑے کر دیئے گئے۔ مدحت پاشا کا غلام عارف آغا پہلے ہی سے قید کر دیا گیا تھا۔ مگر وہ صرف تنہا نہ تھے۔ مدحت پاشا کے لڑکے علی بک ان کے ساتھ سوتے تھے۔

اچانک مدحت پاشا کے کمرے کا دروازہ توڑ ڈالا گیا۔ علی بک اٹھ بیٹھے۔ اور مدحت پاشا کو قتل کرنا چاہا۔ اُنھوں نے کوئی مقابلہ نہیں کیا۔ [illegible] اُنھوں نے کہا "دیکھو، سپاہیو! [illegible]" لیکن ان کا گلا گھونٹ ڈالا [illegible] ہلاک ہو گئے!

اسی طرح قاتلوں نے محمود پاشا کا دروازہ بھی توڑ ڈالا۔ وہ جاگ پڑے اور محمود پاشا دیر تک مقابلہ کرتے رہے۔ آخر تھک گئے تو محمد آغا، ایک افسر نے ان کے گلے میں [illegible] کا پھندا ڈال دیا۔ وہ زور سے چلّائے۔ [illegible] سب لوگ جاگ پڑے۔

خیر اللہ آفندی، پاس کے کمرے میں تھے۔ وہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ سپاہیوں نے کہا "ڈرئیے نہیں۔ آپکے لئے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔" مگر وہ اس قدر مرعوب ہو گئے تھے کہ بیہوش ہو کر گر پڑے اور صبح تک اسی حالت میں رہے۔

محمود پاشا کو قتل سے پہلے بہت تکلیف دی گئی۔ پھر گلا گھونٹ ڈالا گیا۔ مگر [illegible] ہو گیا اور قاتلوں نے اُن کا ہاتھ توڑ ڈالا گیا!

قتل کے بعد دونوں شہیدوں کو غسل دلانے اٹھائے گئے۔ رات ہی کو علی بک نے [illegible] کی دکان توڑ کر کفن کے لئے کپڑا منگوایا اور فوج کے امام یونس آفندی کو شہیدوں کے نہلانے کا حکم دیا گیا۔ مگر انھوں نے انکار کیا۔ اسپر دونوں کو بغیر غسل اور کفن کے دفن کر دیا گیا۔ دونوں قبروں پر دو پتھر لگا دیئے گئے۔ ایک پر لکھا تھا۔ "مدحت پاشا ۲۸ مارچ کو فوت ہوئے" دوسرے پر تھا "محمود پاشا ۱۲ مئی کو فوت ہوئے"

حالانکہ یہ بالکل جھوٹ تھا۔ کیونکہ دونوں کو ایک ہی وقت قتل کیا گیا تھا۔

مدحت پاشا اپنے قتل کے بہت دن سے منتظر تھے۔ واقعہ سے دو تین دن پہلے ایک مرتبہ نماز کے بعد سر جھکائے دیر تک بیٹھے رہے ساتھیوں نے فکر کی وجہ دریافت کی۔ کہنے لگے:

"میں موت کے بارے میں غور کر رہا ہوں جس کی تکلیف ۵ منٹ سے بھی کم میں ختم ہو جاتی ہے۔ سوچتا ہوں کون سی موت سب سے کم تکلیف دہ ہوتی ہے: گلا گھونٹنے کی موت یا گولی کی موت یا بیماری کی موت؟ اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں موت کو زندگی پر ترجیح دیتا، مگر یہ معاملہ انسان کے اپنے بس کا نہیں ہے۔ دیکھو میں پہلے [illegible] موت سے قریب ہو کر پھر [illegible] ہو گیا۔ ہماری وجہ سے کئی ہم سیاسی قیدی ہیں۔ شاید ہماری موت ان کی رہائی کا سبب ہو گی۔"

وفات سے پہلے مدحت پاشا نے خیر اللہ آفندی کو ۵۰ پونڈ دیئے اور کہا "یہ میرے کفن دفن کے لئے ہیں۔" مگر خیر اللہ آفندی کو اس خدمت کا موقعہ نہیں ملا۔ اس لئے انھوں نے یہ رقم حکومت کے حوالے کر دی۔

مدحت پاشا اور محمود پاشا، گلا گھونٹ کر قتل کئے گئے۔ مگر حکومت نے یہی مشہور کیا کہ وہ بیمار ہوئے تھے اور اپنی قضا سے مر گئے لیکن دنیا نے یہ جھوٹ تسلیم نہیں کیا اور بہت جلد حقیقت مشہور ہو گئی۔

سلطان عبدالحمید ان دونوں شہیدان وطن سے اس قدر خائف تھا کہ بہت دن تک ان کی موت کا اسے یقین نہیں ہوا۔ چنانچہ دو مرتبہ اُسنے اپنے خاص آدمی حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے طائف بھیجے اور اُنھوں نے پوری تحقیقات کی مگر سلطان کو برابر یہی شک رہا کہ دونوں کہیں بھاگ گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آخر میں سلطان نے حکم دیا کہ مدحت پاشا کا سر کاٹ کے اس کے پاس بھیجا جائے۔ چنانچہ قبر کھودی گئی، سر کاٹا گیا، اور ایک صندوق میں بند کر کے روانہ کر دیا گیا۔ مگر چونکہ بیچ میں [illegible] پڑتی تھی اور وہاں کا چنگی خانہ بہت سختی سے تلاشی لیتا ہے اس لئے صندوق پر یہ عبارت لکھ دی گئی۔ "خاص جلالۃ السلطان کیلئے ہاتھی دانت کی مصنوعات!"

مدحت پاشا اور محمود پاشا کی قبریں کچھ عرصہ موجود رہیں۔ مگر احمد راتب پاشا نے اپنی حکومت کے زمانے میں اُن پر سے پتھر اکھڑوا ڈالے اور قبریں زمین سے برابر کر دیں۔

عجیب بات ہے کہ اس واقعہ قتل کے ایک ہفتہ بعد والی حجاز مرض فالج میں مبتلا ہو گیا تھا۔ یہ گویا خدا کا دنیا ہی میں اُس سے انتقام تھا!

نئے ایک طریقہ دریافت کیا ہو۔ وہ طریقہ یہ ہو کہ کیمیاوی افعال کے لحاظ سے خون کی جانچ کی جاتی ہو۔ خون کی جانچ سے ثابت ہوچکا ہو کہ کیمیاوی تفاعل کے لحاظ سے انسان اور بندر نما انسان کا خون بالکل ایک ہی طرح کا ہو۔ دونوں کا خون یکساں طور پر یکساں امراض قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اور دونوں خون اپنی کیمیاوی ترکیب میں بھی ایک ہی ہیں۔ پھر اپنی ترکیب میں دونوں کے دماغ بھی یکساں ہیں۔ رحم مادر میں جس طرح انسان کا بچہ نشوونما پاتا ہو، ٹھیک اُسی طرح اس بندر کا بچہ بھی نشوونما حاصل کرتا ہو۔ رحم میں دونوں بالکل یکساں حالات سے گزرتے ہیں۔ دونوں کے جسم میں ایک ہی قسم کے اثری اعضاء بھی موجود ہیں اور نظریہ نشوو ارتقا کی سب سے بڑی دلیل ہو۔ پھر جس طرح عورت اپنے بچے سے محبت کرتی اور پالتی پوستی ہو، بالکل اُسی طرح اور ویسے ہی جذبات کے ساتھ اس قسم کا بندر بھی اپنے بچے کو پالتا ہو۔

یہ تمام حقائق، اُن کثیر دلائل میں سے صرف چند ہیں جن سے انسان اور اس بندر نما انسان میں کامل مشابہت ثابت ہوتی ہو۔ اگر یہ دونوں مخلوق ایک ہی اصل سے پیدا نہیں ہوئے، تو اس مشابہت کی کیا توجیہ کی جاسکتی ہو؟

دماغ انسانی کا نشوو

بندر کے دماغ میں کوئی جزو ایسا موجود نہیں جس سے مشابہ جزو انسان کے دماغ میں موجود نہ ہو۔ اسی طرح انسان کے دماغ میں جو اجزاء اور اُن کی ترکیب موجود ہو، بعینہ وہی گوریلا کے دماغوں میں بھی موجود ہو۔ انسان کا دماغ بندر نما انسان کے دماغ سے ذرا بھی مختلف نہیں۔ فرق صرف کمیت کا ہو۔ انسان کا دماغ کمیت میں زیادہ ہوتا ہو۔ بلا شبہ یہ فرق، معمولی فرق نہیں ہو۔ انسان کے دماغ کے کمیت اور معین اجزاء میں اُس کی تقسیم ہی نے انسان کو شعور و ادراک، عمل و کلام، اور تعلیم و تربیت کی قوت بخشی ہو۔

ڈارون نے انسان اور بندر نما انسان کے دماغوں کی تحقیق کی۔ ثابت ہوا کہ فرق صرف کمیت میں ہو نہ کہ نوعیت میں۔ ڈارون کے بعد دوسرے بہت سے علماء نے بھی تحقیق کی اور اس رائے کی تائید کی۔ علم وظائف الاعضاء، علم النفس، علم التشریح، اور علم الجنین وغیرہ علوم کے مباحث سے ثابت ہوگیا ہو کہ انسان کے دماغ نے بندر نما انسان کے دماغ سے ترقی کی ہو، اور اس ترقی کے دوران میں کسی نئی ترکیب کا اُس میں اضافہ نہیں ہوا ہو۔

پیچیدہ مشکلات

ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ہماری تحقیقات بالکل مکمل ہوچکی ہیں درحقیقت ہم ابھی پہلی ہی منزل میں ہیں۔ ہمارے سامنے بہت سی ایسی پیچیدہ مشکلات ہیں جنھیں ہم حل نہیں کرسکے ہیں۔

ہم اُس دن کا انتظار کر رہے ہیں جب ہم یقین کے ساتھ انسانی دماغ کی ترقی اور گوریلا کے دماغ کی پستی کا سبب بیان کرسکیں گے ہم ناموس وراثت کی معقول تحلیل کرسکیں گے اور بتا سکیں گے کیوں ایک خاندان زیادہ طاقتور ہوتا ہو اور دوسرا کمزور؟

پھر یہ عجیب بات ہو کہ عہد میوسینی میں صرف انسان کے مورث اعلیٰ کے دماغ ہی نے ترقی نہیں کی، بلکہ دوسرے بہت سے حیوانات کے دماغوں نے بھی ترقی کی ہو۔ شروع میں تمام بندروں کا دماغ بہت ہی چھوٹا تھا۔ پھر اُس میں زیادتی ہوتی رہی یہاں تک کہ انسانی دماغ کا ظہور ہوا۔ یہ کیوں ہوا؟ وہ کیا موثرات تھے جنھوں نے اس دماغ کے لئے ترقی کی راہ بانکی؟ سردست ان سوالوں کا ہمارے پاس شافی جواب موجود نہیں۔

افسانہ

فرانس کا آخری مقبول ڈراما

مضحک اور غمناک عناصر کا مجموعہ

ایلین کا شوہر!

ذیل میں اُس ڈرامے کا خلاصہ ایک نقاد و تماشائی کی نظر سے قلمبند کیا گیا ہو، جو گذشتہ موسم بہار میں پیرس کا سب سے زیادہ مقبول اور دلچسپ ڈراما تسلیم کیا گیا تھا۔ اس کا مطالعہ کرتے ہوئے چند امور پیش نظر رکھنے چاہئیں:

(۱) "کامیڈی" اور "ٹریجیڈی" کی دو قدیم قسمیں معلوم ہیں، لیکن ایک تیسری قسم وہ ہو جس میں دونوں طرح کے جذبات جمع کردینے کی کوشش کی جاتی ہو۔ یعنی وہ واقعات و احساسات کا ایک ایسا ملا جلا مجموعہ ہوتا ہو، کہ اسے ایک اعتبار سے مضحک کہہ سکتے ہیں، ایک اعتبار سے غم انگیز۔ اس اشتراک سے مقصود یہ نہیں ہو کہ سلسلۂ واقعات میں بعض حصے غم انگیز آجائیں اور بعض مضحک، جیسا کہ شکسپیر نے ہملٹ جیسی غمناکی میں ایک منظر ہملٹ اور قبر کھودنے والوں کے مضحک مکالمہ کا دکھا دیا ہو، بلکہ مقصود یہ ہو کہ نفس واقعہ اور اُس کے واردات و احساسات کی نوعیت ہی ایسی ہو کہ اُسے ایک پہلو سے مضحک اور ایک پہلو سے غم انگیز قرار دے سکیں۔ یہ قسم آجکل فرانس میں سب سے زیادہ مقبول ہو، اور مندرجہ ذیل ڈراما اسی قسم کا ایک آخرین نمونہ ہو۔

(۲) سب سے زیادہ قابل غور یورپ کی موجودہ اخلاقی ذہنیت کی نمائش ہو جو اس ڈرامے میں ہمارے سامنے آجاتی ہو۔ یہ واقعہ ہو کہ ایلین اور اُسکے شوہر کا قصہ سیرت یورپ کے اعلیٰ اور متوسط طبقات کے نوے فی صدی مرد و عورت کی حقیقی سیرت ہو۔ حیات زوجیت کی اخلاقی اور معاشرتی روح فنا ہوچکی ہو۔ محض ایک طرح کا قانونی معاہدہ رہ گیا ہو جس کی پابندی معاشرتی ضروریات کی بنا پر کی جا رہی ہو، بہت ممکن ہو کہ کچھ عرصہ بعد یہ پابندی بھی ضروری نہ رہے۔ موجودہ تمدن کا انتہائی عروج، اخلاق اور اخلاقی حدود کا خاتمہ ہو!

(۱)

میں ہنسنا چاہتا تھا جب یہ ڈراما دیکھنے کے لئے جانے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ ہنسوں گا، کیونکہ قصہ سراسر ہی مضحک تھا۔ پیرس پہلی مرتبہ اسٹیج پر آیا تھا اور نکتہ چینیوں کی نظریں ابتک اس پر نہیں پڑی تھیں جو ایکٹر اس میں حصہ لینے والے تھے، سب فن ظرافت میں مشہور تھے پیرس کے مخلوق کی عادت ہو کہ پہلے ہی سے لطف اُٹھانے لگتی ہو میں نے بھی پیشگی ہنسنا شروع کردیا تھا۔

ہنستے ہوئے تھیٹر پہنچے۔ پردہ اُٹھتا تھا کہ مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ گئے لیکن چند ہی لمحے بعد ہنسی غائب ہوگئی۔ اپنے اندر میں نے ایک عجیب طرح کا احساس پایا۔ الفاظ شاید اسے بیان نہیں کرسکتے کیونکہ وہ احساس نہ تو خالص مسرت تھی نہ خالص رنج۔ یا یوں کہو کہ وہ چیز خالص رنج سے بھی زیادہ قلب کو متاثر کر رہی تھی۔ لیکن ساتھ ہی تبسم پر بھی مجبور کرتی تھی۔ بلکہ شاید ہنسی پر۔ شاید قہقہوں پر! افسردگی میں مسکرانا! رنج میں کھلکھلا کر ہنسنا!

کیوں؟ اس لئے کہ ایکٹر تمہارے سامنے انسان کی ایسی حالت پیش کر رہا ہو جس کا ظاہر ہنسانے والا ہو، ہنسنا چاہو یا نہ چاہو، باطن رلانے والا ہو، رونا چاہو یا نہ چاہو۔

(۲)

پردہ اُٹھتے ہی ایک بوڑھی عورت تمہارے سامنے موجود ہو۔ ایکٹر ... سے بھی زیادہ بوڑھی معلوم ہوتی ہو۔ اُس کا لباس اُس کے سن و سال اور مرتبہ کے مناسب ہو۔ اُسکی گفتگو سنتے ہی تم جان جاتے ہو کہ وہ پیرس کی مخلوق نہیں، اطراف ملک سے آئی ہو۔ اور یہ کہ اُس مبہم طبقہ سے تعلق رکھتی ہو جو متوسط طبقہ تو نہیں ہو مگر اس سے اُتر کر رہنا بھی گوارا نہیں کرتا۔

عورت، بیوہ ہو۔ شوہر کی یادگار ایک لڑکی ایلین موجود ہو۔ یہ نہایت حسین اور خوش اندام ہو۔ ماں بیٹی زمانہ کے جور سے تنگ آکر پیرس میں پناہ ڈھونڈھ رہی ہیں۔ فن موسیقی کے ایک ماہر سے ملاقات ہوتی ہو۔ وہ خود بھی اپنے ہنر میں بدقسمت ہو مگر قصباتی دوشیزہ پر فریفتہ ہوجاتا ہو۔ دونوں کو اپنے شکستہ گھر میں جگہ دیتا ہو۔ پھر بیک وقت اس دوشیزہ کا اُستاد، مربی، اور عاشق بنجاتا ہو۔

لڑکی، رقص و سرود میں کامل ہوجاتی ہو۔ پیرس کی ایک تھیٹریکل کمپنی اُس کی خدمات قبول کرلیتی ہو۔ آج کی رات وہ پہلی مرتبہ اسٹیج پر آنے والی ہو۔ ماں اُسے بڑے ہی تاثر، اضطراب، مسرت، اور کسی قدر خوف کی نظروں سے دیکھ رہی ہو۔ لیکن کامیابی کی امید بھی رکھتی ہو اس لئے خوشی بھی منانا چاہتی ہو۔ چنانچہ اُسنے دعوت کا اہتمام کیا ہو۔ میز پر قسم قسم کے کھانے چنے ہیں جو دولتمندوں کے لئے معمولی مگر غریبوں کے لئے بہت قیمتی ہیں۔ وہ اپنے دل کی تمام باتیں اپنی کم سن پیرزنی خادمہ کو سناتی ہو۔ اُس کا لہجہ بالکل ویسا ہی

شریف تھا، جس پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ عاشق اپنی شمع پر ہزار نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے جس کی رگوں میں گرم خون کا ایک قطرہ بھی باقی نہیں، اور جو اس بات پر راضی ہو جاتا ہے کہ اس کی بیوی، اس دن اور بیوی کے آشنا میں مشترک رہے!

عاشق رخصت ہوتا ہے۔ ایلیٹ مسکراتی ہوئی اپنے شوہر کے پاس آتی ہے، گنگناتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ شوہر بیوی سے بے تکلف کہہ دیتا ہے کہ: "میں سب کچھ جانتا ہوں!" وہ ششدر رہ جاتی ہے۔ خوف سے کانپنے لگتی ہے مگر وہ سنجیدگی سے کہتا ہے: "کوئی حرج نہیں۔ مجھے یہ صورت منظور ہے!" بیوی بے حد حقارت سے بے غیرت شوہر کو دیکھتی ہے۔ واقعی اس کا دل سخت مجروح ہوا ہے۔ وہ چاہتی تھی، شوہر اس سے محبت کرتا، اور اس لئے اس کی خیانت پر غضب ناک ہوتا۔ مگر اب دیکھتی ہے کہ شوہر کو اس کی ذرا بھی قدر نہیں۔ آہ، وہ اپنی حیثیت کوڑے کرکٹ سے زیادہ نہیں پاتی!

اس بے غیرتی پر شوہر کو سخت سست کہنے لگتی ہے۔ اس پر شوہر کا پیمانہ صبر بھی لبریز ہو جاتا ہے۔ جذبات بہت دبائے، اب بے قابو ہوا جاتا ہے۔ دیکھو، آتش فشاں پھٹا۔ غیظ و غضب نے دیوانگی کی شکل اختیار کر لی۔ محبت اپنی پوری قوت سے ظاہر ہوئی۔ غیرت ہولناک درجہ تک پہنچ گئی۔ اب وہ رک نہیں سکتا۔ خائن بیوی کو اس کے غضب سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اچانک چلاتا ہے: "میری ڈیوسی دیکھ لی!" عورت لرزہ براندام ہے۔ بید کی طرح تھرتھراتی ہے۔ مگر دل کی گہرائی میں مسرت و سعادت محسوس کر رہی ہے۔ اب اس نے دیکھ لیا کہ شوہر محبت سے خالی نہیں۔ ابتک آتش عشق میں جل رہا ہے۔ غیرت سے انتقام پر تلا ہوا ہے۔ وہ اس کے قدموں پر گرنا چاہتی ہے۔ معافی کا ارادہ کرتی ہے۔ توبہ کے لئے آمادہ ہو رہی ہے۔ شوہر غصہ کی دیوانگی میں اس پر ٹوٹ پڑنے کو ہے۔ لیکن افسوس، یہ کیا ہوا؟ شوہر اچانک سنبھل جاتا ہے، رک کر کھوکھلی آواز میں کہتا ہے: "موٹر آتی ہوگی۔ اپنے آشنا کے ساتھ چلی جاؤ!" پھر فوراً بھاگ کر گھر سے نکل جاتا ہے۔ عورت رونا دھونا اور واویلا کرنا شروع کر دیتی ہے!

(۸)

بے غیرت شوہر نے کہا تھا: "موٹر آتی ہوگی۔" اسپر چلی جاؤ۔ مگر اب موٹر کہاں؟ ایلیٹ کے آشنا نے محسوس کیا تھا کہ اس کے دل میں شوہر کی ڈیوسی پر نفرت و حقارت پیدا ہو گئی ہے، حالانکہ اس نفرت و حقارت کی تہ میں ایک دوسری نفرت بھی پوشیدہ تھی۔ کونسی نفرت؟ ایلیٹ کی نفرت! اس عورت سے نفرت جس کی اب کوئی قیمت عشق باقی نہیں رہی تھی، جو اب کسی شوہر کی محبوبہ نہ تھی، بلکہ خود شوہر کی طرف سے فسق و ہوس کی پیشکش تھی!

ایلیٹ اپنے شوہر اور اپنے آشنا کے فیض، دونوں سے محروم ہو گئی۔ یہ اس کے شوہر کا انتقام تھا۔

تاریخ و عبر

آزادی کی راہ میں

تاریخ قرطاجنہ کا ایک عبرت انگیز صفحہ

فینیقیا کے باشندوں نے اپنے بادشاہ بجلیین کے عہد میں شہر قرطاجنہ آباد کیا۔ قرطاجنہ کے معنی ہیں نیا شہر۔ یہ آبادی، شمالی افریقہ کے ساحل پر ٹیونس کے قریب قائم ہوئی تھی۔ فینیقیا کی کمزوری کے بعد قرطاجنہ نے عروج حاصل کیا اور بتدریج بحر ابیض کی تجارت کا مالک بن بیٹھا۔ اس کا جنگی بیڑہ، روم کے بیڑے سے کہیں زیادہ طاقتور تھا۔ سسلی سے جبل طارق تک اُن کا اقتدار قائم تھا۔ مراکش، الجزائر اور ٹیونس کے اکثر حصے انہی کے قبضے میں آ گئے تھے۔ اسپین، سسلی، سرڈینیا، کارسیکا مفتوح جزیرے تھے۔ تجارت نے بہت وسعت اختیار کر لی تھی۔ پوری قوم، دولت سے مالا مال ہو رہی تھی۔ لیکن روم کو اس سے سخت حسد تھا اور بار بار جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔ ان میں تین جنگیں سب سے زیادہ اہم ہیں۔

پہلی جنگ

یہ جنگ ۲۶۴ ق م سے ۲۴۱ ق م میں ہوئی۔ روم نے اسے شروع کیا تھا۔ وجہ یہ ہوئی کہ روم نے سسلی میں شہر مسینی پر قبضہ کر لیا۔ یہ شہر قرطاجنہ کے تابع تھا۔ قرطاجنہ کے بحری اسطول نے روم کو سخت نقصان پہنچایا۔ یہ دیکھ کر روم نے بھی فوراً جنگی بیڑہ تیار کیا اور بحری جنگ شروع ہو گئی۔ لیکن جزائر ایجیت کے قریب قرطاجنہ والوں کو شکست ہوئی اور پورا سسلی، روم کے قبضہ میں آ گیا۔

دوسری جنگ

اس شکست کے بعد قرطاجنہ کی تنخواہ دار فوج نے سرکشی شروع کی اور طوائف الملوکی پھیل گئی۔ لیکن اسی زمانے میں ایک جلیل القدر سپہ سالار ظاہر ہوا، تمام فتنوں کا سر کچل ڈالا، اور اسپین میں ایک عظیم الشان فوج، روم سے لڑنے کے لئے مرتب کی۔ کیونکہ اب روم سرڈینیا اور کارسیکا پر بھی قابض ہو چکا تھا۔

یہ جنگ، تاریخ میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اسی میں ہنیبال نے ظہور کیا تھا جو دنیا کا مشہور ترین سپہ سالار تسلیم کیا گیا ہے۔ ہنیبال نے بچپن ہی میں اپنے باپ سے قسم کھائی تھی کہ عمر بھر روم کا دشمن رہے گا۔ اس کی قسم سچی ثابت ہوئی۔ پوری زندگی، روم سے جنگ میں گزار دی۔

رومانیوں کو یقین تھا کہ جنگ، اسپین میں ہوگی۔ اسی لئے انہوں نے اسپینی سرحد پر جنگی تیاریاں کی تھیں۔ لیکن ہنیبال، کوہ پیرینیز کو عبور کر کے فرانس پہونچا اور فرانس سے الپس کے برفانی پہاڑ عبور کر کے اچانک اٹلی کے میدانوں پر جا دھمکا۔ روم والے سخت متعجب ہوئے۔ انہیں ہرگز خیال نہیں گزرا تھا کہ اس طرح کوئی فوج حملہ آور ہوگی۔

ہنیبال نے روم کو سخت شکستیں دیں۔ ترازیمین کا معرکہ، جو ۲۱۷ ق م میں واقع ہوا، بہت ہولناک تھا۔ اس کے ایک برس بعد "کانی" میں روم کو اور بھی زیادہ سخت شکست ہوئی۔ پوری فوج کٹ گئی۔ ہنیبال، اٹلی میں ۱۵ برس تک جنگ کرتا رہا۔ روم کے بالکل قریب تھا مگر سخت کوشش کے باوجود بھی اسے کسی طرح فتح نہ کر سکا۔ مسلسل جنگوں نے خود ہنیبال کو بھی بہت کمزور کر دیا تھا۔ اس نے قرطاجنہ، کمک کے لئے لکھا۔ فوراً اس کا بھائی ہزدروبال ایک فوج لے کر روانہ ہوا۔ مگر دریائے متورس پر رومانیوں نے اسے روک لیا۔ جنگ کی۔ اسے قتل کر ڈالا، اور پوری فوج برباد ہو گئی۔

اس اثنا میں رومانیوں نے ہنیبال کو چھوڑ کر خود قرطاجنہ پر چڑھائی کر دی۔ قرطاجنہ والوں نے ہنیبال کو مدد کے لئے بلایا۔ وہ فوراً چلا۔ مگر ۲۰۲ ق م میں قرطاجنہ کے قریب ہی اسے رومی سپہ سالار شیپیو نے سخت شکست دیدی۔

اب قرطاجنہ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ صلح کی درخواست کرے۔ روم نے صلح کی شرطیں یہ پیش کیں کہ قرطاجنہ اپنا پورا جنگی بیڑا اور بحر احمر میں اپنے تمام جزیرے اور اسپین میں تمام مقبوضات، روم کے حوالے کر دے۔ نیز کبھی کسی سے جنگ نہ کرے۔ قرطاجنہ یہ ذلت قبول کرنے پر مجبور تھا۔ لیکن ہنیبال نے انکار کر دیا۔ وہ ملک بدر ہو گیا۔ سیریا اور مقدونیا کے بادشاہوں کو روم کے خلاف جا کر کھڑا کر دیا۔ اُن کی فوجوں میں لڑا بھی۔ لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ آخر اسنے ۱۸۳ ق م میں زہر کھا کر خودکشی کر لی۔

تیسری جنگ

(۱۴۹ سے ۱۴۶ ق م)

یہ قرطاجنہ اور روم کی آخری لڑائی تھی۔ مگر تاریخ میں اول درجے کی لڑائی سمجھی جاتی ہے، کیونکہ اس میں مغلوبوں نے ہمت و شجاعت کے ایسے جوہر دکھائے جو جنگ تمام محبان آزادی کے لئے نمونہ بنے ہوئے ہیں۔

اس جنگ کی وجہ عجیب تھی۔ ظلم و حرص کی آخری حد تھی۔ واقعہ یہ ہوا کہ روم کے ایک شریف کاتو نے قرطاجنہ میں سیاحت کی اور دیکھ کر جل گیا کہ مسلسل جنگوں اور شکستوں کے بعد بھی قرطاجنہ بہت خوشحال اور آباد ہے۔ اس کی تجارت و ثروت روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔ وہ روم واپس آیا اور اعیانی مجلس شیوخ کے سامنے حسب ذیل تقریر کی۔

"دیوتاؤں کا ہم پر بڑا فضل ہے کہ ہمیں ایسی سرسبز اور دولتمند سرزمینوں کا مالک بنایا ہے۔ ہمارے ملک کا موقعہ ہمیں مجبور کرتا ہے کہ

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلہ جدید کے ابتدائی نمبر یعنی نمبر ۱ سے ۵ تک

بعض حضرات کو مطلوب ہیں، وہ دوگنی قیمت پر خریدنے کے لئے تیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع دیجائے۔ منیجر

ہو جیسا عادی کا اپنی پتلی کے مقابل میں ہوتا ہو۔ گفتگو کچھ اِس طرح کی ہو کہ وہ دونوں اُس میں سنجیدگی سے معروف ہیں مگر ہم سننے والے ہنسی سے لوٹے جاتے ہیں!

اچانک موسیقی کا اُستاد آتا ہو۔ بہت خوش ہو۔ مگر خوشی نے کچھ اضطراب بھی پیدا کر رکھا ہو۔ وہ تاثر سے بے اختیار رونے لگتا ہو۔ ایسا رونا جو تماشائیوں کو ہنسانے والا ہو۔ ماں کو اُس کی بیٹی کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہو۔ پھر اس کامیابی کی نقل اُتار کر دکھاتا ہو اور وہ نغمے سُناتا ہو جن سے لڑکی نے سامعین کا خراج تحسین وصول کیا تھا۔

ماں خوش ہو۔ لیکن ساتھ ہی غیر مطمئن بھی ہو۔ کیونکہ تھیٹروں کی آب ہوا نا پسند کرتی ہو اور دل سے چاہتی ہو کہ لڑکی کبھی اس کام میں لگتی۔ اُستاد موسیقی بھی خوش ہو۔ لیکن ساتھ ہی خوفزدہ بھی ہو۔ کیونکہ ڈرتا ہو، مبادا ایلین دولتمند مدّاحوں کے دام میں پھنس کر اُن کی ہو رہے۔

(۳)

ماں اپنی لڑکی کے عاشق کا خوف محسوس کرتی ہو۔ ساتھ ہی اُس کی اختفاءِ راز کی کوشش کو بھی محسوس کرتی ہو۔ دونوں گو گرما رہے ہیں ہنستے ہیں کہ لڑکی اٹکھیلیاں کرتی، ہنستی کھیلتی، جوش میں بھری ہوئی آتی ہو۔ ماں کو پیار کرتی ہو۔ عاشق کے سامنے آتی ہو اور شکریہ ادا کرتی ہو۔

لیکن ان کی قسمت میں عورت کا لطف تنہا اُٹھانا نہ تھا۔ تھیٹر کا مینجر ایک دولتمند رئیس کے ساتھ آ موجود ہوتا ہو۔ دونوں لڑکی کو اُس کی کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں اور کھیل کود کے ایک بڑے جلسے میں گھڑی بھر ساتھ بیٹھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اُن کی گفتگو کے اثنا سے پتہ چلتا ہو کہ لڑکی پہلے ہی دعوت قبول کر چکی تھی۔ مگر اب پس و پیش کرتی ہو اور عاشق کو ساتھ نہ لے جانا خلاف مروت خیال کرتی ہو۔ آنے والے اسے محسوس کرتے ہیں اور فوراً عاشق کو بھی مدعو کرتے ہیں وہ انکار کرتا ہو۔ یہ اصرار کرتے ہیں۔ لڑکی بھی ضد کرتی ہو۔ مجبوراً اقرار کر لیتا ہو۔ آنے والے جلد موٹر بھیجنے کا وعدہ کر کے رخصت ہو جاتے ہیں۔

عاشق سنسان کمرے میں تنہا ہو۔ اب وہ منظر سامنے آتا ہو جو ہنساتا بھی ہو اور رنج بھی دیتا ہو۔ عاشق، دعوت کا لباس پہنتا ہو۔ مگر کوئی کپڑا بھی درست نہیں۔ سب اتنے چھوٹے پڑتے ہیں کہ شرم سے عرق عرق ہو جاتا اور دلی رنج محسوس کرتا ہو۔ لیکن بناوٹی خوشی کا اظہار بھی کرتا ہو۔ تمام جا بجا سے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ ایک تمام بنا ہو تو دوسرے کا پتہ نہیں۔ ایلین بھی اپنی آرائش میں معروف ہو۔ تھیٹر کے مینجر نے رقص کا لباس عاریۃً دیدیا ہو۔ اُسی کو پہنتی ہو اور حسن کی دیوی معلوم ہوتی ہو۔ مگر اُس کی بھی زینت کا تمام سامان موجود نہیں۔ وہ جھنجھلاتی ہو لیکن اپنے عاشق کی اندرونی تکلیف محسوس کر کے مصنوعی تبسم دکھاتی ہو اور تسلی دیتی ہو۔ عاشق وعدہ کرتا ہو کہ آئندہ دونی محنت کرے گا اور اُس کی ضرورت کی تمام چیزیں جلد مہیا کر دے گا۔

موٹر آ گئی۔ ماں کو دیکھو کیسی خوش ہو؟ بیٹی کے حسن پر قربان ہوئی جاتی ہو۔ لو، اُس کے پیچھے چلی جاتی ہو۔ لٹکے ہوئے دامن اُٹھائے ہو کہ لڑکی کا لباس سیڑھی کے غبار سے میلا نہ ہو جائے کہ سن خادم شوق خدمت میں موم بتی لئے آگے آگے چل رہی ہو۔ عاشق کو دیکھو، چہرہ اُترا ہوا ہو مگر خوشی کا اظہار کر رہا ہے۔ دل رو رہا ہو مگر لبوں پر مصنوعی تبسم نمایاں ہو!

(۴)

دوسرے وقفے کے بعد انقلاب حال شروع ہو جاتا ہو۔ ہماری آنکھوں کے سامنے اب ایسے لوگ ہیں جنہیں بمشکل پہچان سکتے ہو۔ لیکن وحشت لے اُنکے اطوار اور انداز بدل گئے ہیں۔ اب غربت کی جھلک کہیں نظر نہیں آتی۔ ایلین کے کمال نے بڑی شہرت حاصل کی ہو۔ ہر جگہ مقبول ہو۔ دنیا اُس کے قدموں سے لپٹ گئی ہو۔ سب وہ دولت برس رہا ہو، کسی کو بھی افلاس کی شکایت باقی نہ رہی۔ اب نازنین کی ماں وہ بڑھیا اور پیر عورت نہیں ہو جسے ہم نے پہلی فصل میں دیکھا تھا۔ اب اُس کے چہرہ پر شباب کی رونق لوٹ آئی ہو۔ نئے فیشن میں ملبوس ہو۔ گفتگو کی طرز بھی بدل گئی۔ اب وہ پیرس کی خاتون ہو۔ آواز میں بھی بڑا تغیر ہو گیا۔ اب وہ خوش گلو ہو۔ حرکات و سکنات بھی پہلے سے نہیں ہو۔ اب پھرتیلی اور چست و چالاک ہو۔ اُستاد موسیقی بھی اب وہ پہلے کا خستہ حال، پژمردہ گویا نہیں رہا۔ اب وہ ایک خوش حال رئیس ہو، بھاری بھرکم، سنجیدہ، باوقار! سب بڑھ کر یہ کہ اب اپنی محبوبہ ایلین کا شوہر ہو۔ صرف یہی لوگ نہیں، بلکہ ان کی قریب خادمہ بھی بالکل بدل گئی ہو۔ ایک نئے نوکر کا بھی اضافہ ہوا ہو۔ پیرس کا وہ حقیر گھر بھی نہیں رہا جو موم بتی سے روشن کیا جاتا تھا اور جس کی زمین دامن میلے کر ڈالتی تھی۔ اب وہ سمندر کے خوش منظر ساحل پر ایک شاندار عمارت میں ہیں۔ ہر موسم گرما میں ایلین کے دوستوں اور قدر دانوں کا یہاں ہجوم رہتا ہو۔ تمام چوٹی کے آدمی جمع ہوتے ہیں۔

ہم تھیٹر کے مینجر اور اُس کے مالدار ساتھی کو چند اور دوستوں کے ہمراہ ایلین کے گھر بار بار آتے جاتے دیکھتے ہیں۔ وہ بیٹھتے ہیں کھیلتے ہیں، مذاق کرتے ہیں، قہقہے لگاتے ہیں۔ ایلین کا شوہر مطمئن اور خوش ہو۔ اپنے دوست سے شکر گزاری کے لہجہ میں کہتا ہو "خدا کی مشیت یہی تھی کہ میں مالدار ہو جاؤں۔ میں عنقریب ایک موسیقی آمیز قصہ لکھنے والا ہوں جو ضرور مقبول ہوگا۔ میرا تعلق ایک بڑے اخبار کو بھی ہو گیا ہو جس میں موسیقی پر نقد کیا کروں گا۔"

گفتگو جاری تھی کہ ایلین کے دوست آ گئے۔ اُستاد موسیقی اپنے دوست کے ساتھ کسی کام سے باہر چلا گیا۔ ایلین اپنے دولتمند قدر دان کے ساتھ تنہا کمرے میں ہو۔ باقی احباب ملاقات کے ایوان میں بیٹھے ہیں۔ گھر کے مالک کی واپسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ ایلین اور اُس کے دوست میں گفتگو ہو رہی ہے۔ عجیب صورت حال! دونوں عاشق ہیں! عورت اپنے شوہر سے خیانت کر رہی ہو۔ اب معلوم ہوا اِس تمام دولت کا سرچشمہ یہی خیانت ہو!

اِس وقت ہمیں یہ بھی معلوم ہو جاتا ہو کہ ایلین کا آشنا اُس کے احمق شوہر سے تنگ آ گیا ہو۔ اس لئے تنگ ہو کر اپنی آشنا سے دل کھول کر متمتع ہونا چاہتا ہو۔ مگر یہ احمق شوہر بیچ میں سدِّ راہ ہو جاتا ہو! یہ شوہر واقعی احمق ہو، یا غباوت ظاہر کرتا ہو؟ یہ مصنوعی غبا اِس لئے تو نہیں کہ دولت سے فائدہ اُٹھائے؟ مالدار فاسق کا یہی خیال ہو۔ مگر ایلین اسے ماننے سے انکار کرتی ہو۔

(۵)

دونوں تخلیہ میں ابھی خلوت کر رہے تھے کہ باہر دوستوں کی آواز بلند ہوئی، "حضرت آ گئے! حضرت آ گئے!"

دونوں ہوشیار ہو گئے۔ شوہر گھر میں داخل ہوا۔ احباب رخصت ہوئے۔ اب میاں بیوی تنہا ہیں۔ دونوں میں باتیں ہوتی ہیں۔ شوہر کی اُداسی نمایاں ہو۔ بیوی وجہ پوچھتی ہو۔ وہ پس و پیش کرتا ہو۔ پھر بتاتا ہو کہ لوگ اُسے "ایلین کا شوہر کہتے ہیں"۔ اُس کا نام نہیں لیتے یہی نہیں بلکہ اُسے دیکھ کر مسکراتے ہیں، آنکھیں مارتے ہیں۔ اشارے کرتے ہیں۔ لہذا اُسے کچھ شک ہو۔ بیوی اپنے تمام چلتر اور حسن کی دلفریبیاں کام میں لاتی ہو۔ شوہر کے شکوک دُور کرنا چاہتی ہو۔

اب دیکھو، شوہر تنہا ہو۔ بیوی کا بٹوا کھول رہا ہو۔ اُس میں ایک بڑی رقم موجود ہو۔ اُس کا شبہ اور زیادہ ہو جاتا ہو، وہ سوچتا ہو کہ ایلین جوئے میں بہت روپیہ ہار گئی لیکن اسے خبر نہیں کہ وہی شبہ اور بھی قوی ہو [illegible] ہو۔ دیکھو اُسنے میز کا خانہ کھولا۔ قیمتی جواہرات کا کنٹھا ہاتھ میں لیا۔ یہ کہاں سے آیا؟ بیوی نے اِس کا ذکر کبھی نہ کیا شک اب یقین کی صورت اختیار کر لیتا ہو!

لیکن ایلین چالاک ہو۔ شوہر احمق ہو۔ آسانی سے دھوکا دے سکتی ہو۔ چند میٹھی میٹھی باتیں تمام شکوک رفع کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ شوہر اپنے نوکر اور خادمہ سے بھی زیادہ غبی ہو۔ یہ دونوں سب کچھ جانتے ہیں۔

(۶)

تیسرے وقفہ کے بعد ہم ایلین کے شوہر کو اپنے دوست سے گفتگو میں معروف پاتے ہیں۔ اب اُسے کامل یقین ہو گیا ہو۔ بیوی کی خیانت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔

اُسے یہ یقین اِس طرح حاصل ہوا کہ ایلین اور اُس کے احباب نے تفریح کے لئے جانا چاہا۔ شوہر نے عذر کیا اور کسی بہانے سے گھر ہی میں رہ گیا۔ اُن کی روانگی کے بعد خود بھی تعاقب میں پوشیدہ چلا۔ اُسنے احباب کے ساتھ ایلین اور اُس کے مالدار آشنا کو نہیں پایا۔ دونوں دن بھر کہیں غائب رہے۔

بدنصیب شوہر سخت اُداس ہو۔ لیکن اپنے کو سنبھالے ہوئے ہو۔ دوست سے کہتا ہو "موجودہ شرمناک صورت حال ناقابل برداشت ہو۔ میں اِس زندگی سے بیزار ہوں۔ اپنی سابق غریبانہ مگر شریفانہ زندگی کی طرف لوٹ جانا چاہتا ہوں۔ لیکن واپسی سے پہلے ایک کھیل کھیلنا چاہتا ہوں۔ بہت ہی دردناک کھیل!"

احباب، سیر سے واپس آ گئے۔ ایلین اور اُس کا آشنا بھی ہمراہ ہو۔ سب اپنے اپنے مشاہدے بیان کر رہے ہیں۔ شوہر دل میں کٹا جاتا ہو، مگر ظاہر میں دلچسپی کا اظہار کر رہا ہو۔ ہنسی خوشی سب کی سنتا ہو۔ سب اُسے بیوقوف بنا رہے ہیں اور سمجھتے ہیں وہ کچھ نہیں سمجھتا!

(۷)

رخصت کا وقت آ گیا۔ سب اِس قرارداد کے ساتھ جانے لگے کہ ہوٹل میں رات کے کھانے پر جمع ہونگے۔ لیکن ایلین کے شوہر نے اپنی بیوی کے آشنا سے چند لمحہ ٹھہرنے کی درخواست کی۔ کمرہ میں صرف تین شخص رہ گئے؛ میاں، بیوی، اور اُس کا آشنا۔ اِس وقت وہ مؤثر منظر آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہو جو شوہر سے گہری ہمدردی، بیوی سے شدید نفرت، اور آشنا پر سخت غصہ کے جذبات پیدا کر دیتا ہو۔

غضبناک مایوس شوہر کو دیکھو! وہ اپنا اور اپنی شرافت کا انتقام لینا چاہتا ہو۔ لیکن بالکل نئے قسم کا انتقام! وہ کسی طرح کا تشدد کرنا پسند نہیں کرتا۔ انتقام میں بھی نرم اور بردبار رہنا چاہتا ہو۔

دیکھو، بیوی اُٹھ کر دوسرے کمرہ میں چلی گئی۔ اب دونوں رقیب رُو دررُو بیٹھے ہیں۔ شوہر اپنی بیوی کے عاشق سے گفتگو کرتا ہو۔ بغیر کسی تمہید کے ظاہر کر دیتا ہو کہ "میں سب کچھ جانتا ہوں!" عاشق مبہوت ہو کر رہ جاتا ہو۔ حواس بجا کر کے ڈرتے ڈرتے پوچھتا ہو۔ "تو کیا ارادہ ہو؟" اُسے یقین تھا، جواب میں "مبارزت!" کہے گا۔ مگر یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہو کہ شوہر کچھ نہیں چاہتا موجودہ صورت حال پر رضامندی کا اظہار کرتا ہو۔ حیرت فزا

ہم بحری تجارتی قوم ہیں اور وہ تمام ممالک جہاں ہم تجارت کرتے ہیں ہمارے زیر اثر رہیں تاکہ ہمارا مال محفوظ رہ سکے۔ ہم نے دیوتاؤں کی مرضی پوری کی اور اپنے اقتصادی و جنگی اقتدار کا دائرہ وسیع کرنے لگے۔ لیکن وہاں دور افق میں ایک ملک قرطاجنہ موجود ہے۔ اس کے پاس بڑی دولت، بڑی فوج، بڑا بیڑہ ہے۔ اُس نے ہر طرف تجارت پر قبضہ کر رکھا ہے اور ہر جگہ ہماری راہ روک رہا ہے۔ لہٰذا دیوتاؤں کی مشیت کامل طور پر پوری کرنے کے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ ہم اس قوم کا بالکل قلع قمع کر ڈالیں۔ ہم نے علاوہ دو مرتبہ اُس پر سخت ضربیں لگائیں، لیکن میں ابھی ابھی وہاں سے آرہا ہوں۔ اپنی ان دونوں آنکھوں سے اُس کی حالت دیکھ چکا ہوں۔ وہ اب بھی بہت مالدار، با حوصلہ، طاقتور اور ہمارے لئے دائمی خطرہ بنی ہوئی ہے۔ لازمی ہے کہ قرطاجنہ کو بالکل پامال کر دیا جائے!"

مجلس نے مقرر کی تجویز بڑی خوشی سے منظور کر لی اور کسی جائز سبب کی جستجو شروع کر دی۔

اتفاق سے اُسی زمانے میں ایک بربر بادشاہ سے قرطاجنہ کو جنگ کرنا پڑی۔ روم نے یہ جنگ خلاف معاہدہ قرار دی اور قرطاجنہ پر حملہ کر دیا۔ شکست کے بعد قرطاجنہ نے اپنے معززین کے تین سو لڑکے، تمام جہاز، اور تمام ہتھیار، روم کے حوالے کر دئیے۔ کیونکہ صلح کی یہی شرط تھی مگر روم کا ارادہ دوسرا ہی تھا۔ اُس نے دیکھا اب قرطاجنہ بالکل بے بس ہو گیا ہے۔ چنانچہ مطالبہ کیا کہ فوراً شہر خالی کر دیا جائے اور باشندے سمندر سے ۱۰ میل دور ہٹ کر ایک نیا شہر بنا کے رہیں۔

یہ شرط قرطاجنہ والوں نے منظور نہیں کی اور از سر نو جنگ پر تل گئے۔ اُنھوں نے شہر کے دروازے بند کر لئے اور طیاریاں کرنے لگے۔ ایک مقرر نے بازار میں کھڑے ہو کر تقریر کی:

"دیوتا ہماری قوم پر ہمیشہ مہربان رہے اور ہمیں سرخرو، سربلند اور مالامال رکھا۔ لیکن روم کے ذلیل النفس اور سنگدل کمینے ہم پر حسد کرتے ہیں اور مدت سے ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے خونریزی ختم کرنے کے لئے ایسی شرطیں منظور کر لی تھیں، جنھیں کوئی شریف قوم منظور نہیں کر سکتی۔ لیکن اب وہ ہم سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنا وطن بھی اُن کے حوالے کر دیں۔ یہ ناممکن ہے۔ ہم مر جائینگے مگر یہ مقدس زمین دشمن کے حوالے نہیں کرینگے!"

قرطاجنہ میں سخت جوش پھیل گیا تھا، مگر ہتیار موجود نہ تھے۔ باشندے سخت متفکر تھے کہ مقابلہ کا کیا سامان کریں؟ اتنے میں ایک طرف سے شور و غل بلند ہوا۔ اُنھوں نے خیال کیا دشمن گھس آیا مگر وہ دشمن کا شور نہ تھا، خود قوم کے نوجوان، ہتیار بنانے کے لئے لوہا جمع کرتے پھرتے تھے۔ انہیں دیکھ کر اور لوگ بھی ساتھ ہو گئے اور عبادت خانوں، عمارتوں، مکانوں میں جتنا لوہا بھی مل سکتا تھا جمع کر لیا، حتیٰ کہ دروازوں سے کیلیں تک نکال لیں۔ پھر فوراً تمام لوہا پگھلا کر تلواریں بنائی گئیں۔ عورتوں نے اپنی چوٹیاں کاٹ دیں تاکہ کمانوں کے لئے کام آئیں۔ لاچار اور بوڑھے عبادت خانوں میں بتوں کے سامنے گر پڑے اور فتح و نصرت کی دعائیں کرنے لگے۔

نئے ہتیار لے کر قرطاجنہ کے باشندے میدان میں نکلے اور رومیوں سے لڑائی شروع کر دی۔ لیکن سخت جد و جہد کے باوجود بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ شکست کھائی اور واپس ہو کر شہر کے دروازے بند کر لئے۔ روم والوں نے اب خود شہر پر حملہ شروع کیا اور ایک جنگی معرکے کے بعد اندر گھس پڑے۔ مگر شہر اب بھی مفتوح نہیں ہوا کیونکہ باشندے ہر سڑک پر مورچے لگائے کھڑے تھے۔ جب روم والوں نے یہ مورچے بھی چھین لئے تو اب گھروں میں لڑائی شروع ہوئی۔ ایک ایک گھر پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے روم والوں کو خون بہانا پڑا لیکن قرطاجنہ والوں کی شجاعت اور ثابت قدمی کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ وہ بالکل مغلوب ہو گئے۔ مغلوب ہی نہیں، سب کے سب قتل کر ڈالے گئے۔ تھوڑے ہی آدمی زندہ بچے مگر وہ قید ہو گئے۔

فتح حاصل کرنے کے بعد روم والوں نے قرطاجنہ میں آگ لگا دی کامل سترہ دن تک شہر جلتا رہا۔ اس کے باشندے دس لاکھ تھے۔ شہر وہ تھا کہ جس کے ابنار پھیلے تھے اور ہوا میں اڑ رہے تھے۔

قرطاجنہ کی یہ شکست، تاریخ میں اب تک فتح شمار کی جاتی ہے کیونکہ اُس نے آزادی کی راہ میں موت پسند کی۔ غلامی کی زندگی گوارا نہیں کی۔

زرقاء بنت عدی دربار خلافت میں

ایک دن امیر معاویہؓ نے اپنے دربار میں زرقاء بنت عدی کا ذکر کیا۔ یہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی طرف تھی، اور فوج کو جنگ کی ترغیب دے رہی تھی۔

"زرقاء کی تقریر کسے یاد ہے؟" امیر نے اپنے درباریوں سے سوال کیا۔

"ہم سب کو یاد ہے" درباریوں نے جواب دیا۔

"اُس کے بارے میں تمھارا کیا مشورہ ہے؟" امیر نے پوچھا۔

"اُسے قتل کر ڈالئے" سب نے کہا۔

"بدترین مشورہ ہے" امیر نے کہا "کیا میرے جیسے شخص کے لئے زیبا ہے کہ حاکم ہو چکنے کے بعد لوگ کہیں اُس نے ایک عورت قتل کر ڈالی؟"

پھر اپنے کاتب کو بلا کر حکم دیا کہ عامل کوفہ کو لکھ بھیجے۔ زرقاء کو پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ میرے پاس روانہ کر دو۔

چنانچہ زرقاء دربار میں حاضر ہو گئی۔

"اہلاً و مرحبا!" امیر نے زرقاء کو دیکھ کر کہا "خوب آئیں! خالہ کیسا مزاج ہے؟"

"اچھی ہوں۔ راہ میں بڑا آرام رہا" زرقاء نے جواب دیا۔

"جانتی ہو میں نے تمھیں کیوں بلایا ہے؟"

"میں دلوں کا حال کیونکر جان سکتی ہوں؟ وہ خدا ہی ہے جو غیب کا علم رکھتا ہے"

"میں نے تمھیں صرف یہ دریافت کرنے کے لئے بلایا ہے کہ تم جنگ صفین میں سرخ اونٹ پر سوار تھیں اور دونوں صفوں کے درمیان پکار پکار کر بہادروں کو جوش دلاتی پھرتی تھیں۔ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟"

"اے امیر المومنین! سر گیا۔ دم کٹ چکی۔ زمانہ بدل گیا! آنکھ والوں کے لئے عبرتیں ہیں۔ آج کے بعد کل ہے۔ دن کے بعد رات ہے" زرقاء نے جواب دیا۔

"سچ ہے" امیر نے کہا "مگر تمھیں اپنی صفین والی تقریر یاد ہے؟"

"نہیں"

"لیکن مجھے یاد ہے" امیر نے کہا "واللہ میں نے سنا تم کہہ رہی تھیں:

"اے لوگو! تم ایک ایسے فتنے میں پڑ گئے ہو جس نے ظلم کی چادریں تم پر پھیلا دی ہیں اور صراط مستقیم سے تمھیں ہٹا دیا ہے۔ یہ ایک اندھا گونگا فتنہ ہے جس میں نہ کوئی کسی کی سنتا ہے نہ کسی کو دیکھتا ہے۔ اے لوگو! چراغ، سورج کے سامنے روشنی نہیں دیتا۔ ستارہ، چاند کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتا، خچر، اصیل گھوڑے پر سبقت نہیں کر سکتا۔ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔ جو ہدایت کا طالب ہے، ہم سے ہدایت لے۔ جو یقین چاہتا ہے ہم سے یقین لے۔ حق گم ہو چکا تھا، مگر اب مل گیا ہے۔ پس اے مہاجرین و انصار ثابت قدم رہو۔ شگاف بھر گئے ہیں، ٹوٹا، جڑ گیا ہے۔ کلمۂ عدل قائم ہو چکا ہے۔ حق، باطل پر غالب ہے۔ کوئی جلد بازی کر کے یہ نہ کہنے لگے کہ کیسے؟ اور کیونکر؟ خدا کی مشیت ضرور پوری ہو کر رہے گی۔ عورتوں کا رنگ، مہندی ہے، مردوں کا رنگ، خون ہے، صبر و ثابت قدمی کا نتیجہ ہمیشہ محمود ہوتا ہے۔ ہاں بڑھو! جنگ کی طرف بڑھو! سینے تان کر بڑھو! پیچھے قدم نہ ہٹے! آج کے بعد کوئی دن نہیں!"

"اے زرقاء!" امیر نے تقریر ختم کر کے کہا "تم ہر خون میں علی کی شریک بن چکی ہو"

"اللہ امیر المومنین کی بشارت صحیح ثابت کرے" زرقاء نے کہا۔

"تو کیا یہ بات تمھیں پسند آئی؟" معاویہ نے سوال کیا۔

"ہاں مجھے بہت پسند آئی۔ خدا میرے عمل سے اُس کی تصدیق کر دے"

"واللہ علی کی موت کے بعد تمھاری اُس سے یہ محبت، زندگی میں اُس کی محبت سے کہیں زیادہ مجھے پسند ہے" امیر معاویہ نے کہا "اپنی حاجت بیان کرو"

"میں نے قسم کھائی ہے کہ کبھی کسی امیر سے کوئی خواہش نہیں کروں گی" زرقاء نے کہا۔

معاویہ نے ایک زمین، جاگیر میں دی۔ زرقاء کو پہلے ہی سال اُس سے دس ہزار درہم آمدنی ہوئی۔

(بلاغات النساء و عقد الفرید وغیرہ)

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی آثار کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجیے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجیے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔ دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ کوشش کرتے رہتے ہیں

با ایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے اور عجائب خانے ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں تمام تر ہم نے فراہم کیے۔

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لیے پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجیے۔ بہت ممکن ہو کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

مطبوعات الهـلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دينى علوم كے بيش بہا جواہر ريزے

اس سلسلہ ميں ہم نے اماميين كي ان نادر و اعلى درجہ كي بلند پايہ عربي تصانيف كے اردو تراجم كا سلسلہ شروع كيا ہے ' جنكا مطالعہ اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نہايت ضروري و ناگزير ہے - اميد كہ يہ "سلسلۂ تراجم" بد نصيب ہندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

آسوۂ حسنہ — امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شہرہ آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصہ كا اردو ترجمہ - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائي روپيہ -

كتاب الوسيلہ — لفظ "وسيلہ" كي بحث كے علاوہ امام ابن تيميہ نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كي مبسوط بحث كي ہے - بلا جلد اڑھائي روپيہ ' مجلد سوا تين روپيہ -

اصحاب صفہ — انكي تعداد ' ذريعہ معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے ہيں دس آنے -

تفسير سورۃ الكوثر — امام ابن تيميہ كے مخصوص انداز تفسير كا اردو ترجمہ - چار آنے -

العروۃ الوثقى — خالق و مخلوق كے درميان واسطہ كا فرق بدلائل بيان كيا ہے - چھہ آنے -

سيرت امام ابن تيميہ — حضرت امام كے ضروري حالات زندگي نہايت خوش اسلوبي سے بيان كيے ہيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامہ سيد محمد رشيد رضاء مصري كي تازہ كتاب كا اردو ترجمہ - سوا روپيہ -

آئمہ اسلام — ترجمہ رفع الملام عن الئمۃ الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامہ — فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يہ ايک علمي ' اسلامي ' سہ ماہي رسالہ ہے جس كے خريداركو ہم نے كمال كوشش و كاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں كي تمام اہم اور اعلى مطبوعات كے متعلق بہترين تازہ معلومات بہم پہنچانے كا اہتمام كيا ہے - اسكے علاوہ آئمہ و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانہ ' نظميں اور ممالک اسلاميہ كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے ہوے حالات درج كيے جاتے ہيں - في پرچہ ۸ آنہ سالانہ ۲ روپيہ پيشگي -

منيجر الهـلال بك ايـجنسى

(حلقہ نمبر ۲۴ شيرانوالہ دروازہ لاہور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و كتابت كى وقت اپنا نام اور پتہ صاف لكھين اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت كي تاريخ ميں الہلال ہي وہ رسالہ ہے جو اپني تمام ظاہري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تھي -

الهـلال اگرچہ ايک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا ' ليكن چونكہ وہ اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتہاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاہتا تھا ' اس لئے اس كا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف انواق كا مجموعہ تھا - اس كے ہر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذہب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامہ كے ہوتے تھے - اور اسكا ہر باب اپني مجتہدانہ خصوصيات كے لحاظ سے اپني نظير آپ ہوتا تھا - پھر اس كي ظاہري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پہلا نمونہ تھيں - اردو كا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا ' جس ميں ہاف ٹون تصاوير كے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چھپنے كي وجہ سے بہت سي ايسي خوبياں پيدا ہوگئيں جو پتھر كي چھپائي ميں ممكن نہيں - اس كي جلديں جديد اردو علم ادب كے علمي ' مذہبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث كا بہترين مجموعہ ہيں - ان كي مقبوليت و قدر كا اندازہ اس سے ہوسكتا ہے كہ سنہ ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اس كي تمام جلدوں كا مكمل سٹ سات سو روپيہ ميں خريد كيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اس كي پہلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بھي موجود نہيں) ساڑھے چارسو روپيہ ميں حيدرآباد سے خريدي ہے - جن لوگوں نے اس كے پرچے بحفاظت جمع كئے ہيں وہ بڑي سے بڑي قيمت پر بھي علحدہ كرنے كيليے تيار نہيں - پچھلے دنوں "البـلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاک نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايک ذخيرہ الہلال كے پرچوں كا بھي محفوظ ملا ' ہم نے كوشش كي كہ شايقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جا سكتي ہيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايک دو پرچوں كي كمي ہو انہيں دوبارہ چھپوا ليا جائے -

چنانچہ الحمدللہ يہ كوشش ايک حد تک مشكور ہوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں كے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل ہوگئي ہيں - ہم اس اعلان كے ذريعہ شايقين علم و ادب كو آخري موقعہ ديتے ہيں كہ اس قيمتي ذخيرہ كے حاصل كرنے ميں جلدي كريں ' چونكہ جلدوں كي ايک بہت ہي محدود تعداد مرتب ہوسكي ہے اس لئے صرف انہيں درخواستوں كي تعميل ہوسكے گي جو سب سے پہلے پہونچيں گي - ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس بہ ترتيب حروف تہجي لگادي گئي ہے -

الہلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيہ — الہلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيہ
" " " چہارم ۱۰ روپيہ — " " " پنجم ۱۰ روپيہ

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبہ الهـلال اس نام سے شائع ہوا) قيمت ۸ روپيہ

علاوہ جلد اول كے ہر جلد كے متفرق پرچے بھي موجود ہيں جن ميں سے ہر پرچہ اپنے مضامين كے لحاظ سے ايک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے - قيمت في پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پيكنگ اس كے علاوہ ہے -

منيجر "البـلاغ پريس"

١٩٢٧

الهلال

جلد ١

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ٥ ـ انه

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ — القرآن الحکیم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۲ — کلکتہ : جمعہ ۲۲ ۔ جمادی الاولی ۱۳۴۶ ہجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 18 November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔

طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گی ہین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس بارى مین اس وقت تك ۱۶۵۰ مراسلات وصول ہوی ہین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۲۴۲	اردو حروف کی حق مین	۴۴۰
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۶۳۰	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۷۸	نستعلیق ہون	۱۵۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاہر کیا ھی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس بارى مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی ۔ آیندہ اس بارى مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاہر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الہلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	-	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	-	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي	- -	سات روپیہ
قیمت في پرچہ	- - -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط وکتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں آنکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط وکتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط وکتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیں - پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولي خط وکتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

متعلق کہا تھا "اُس وقت دنیا میں کوئی دو شخص ایسے خوش نصیب نہ تھے جیسے ہم دونوں تھے - ہم ایک ایسی پاک محبت کے مزے لوٹ رہے تھے' جیسی خواب میں بھی کسی انسان نے نہ دیکھی ہوگی ... اکثر ہم دونوں باغوں میں چلے جاتے اور درختوں پر چڑھتے اترتے - بارہا ہم دن دن بھر مخلوق کی نظروں اور شہر کے شور و غل سے دور بیٹھے باتیں کیا کرتے تھے !"

لیکن استعداد زمانہ نے نپولین کے دل سے اس دوشیزہ کی یاد محو کردی اور اُسے اپنی ایک ہم وطن لڑکی سے عشق ہوگیا - نپولین شروع ہی سے مستبد تھا - اُس نے اپنی محبوبہ کو سختی سے حکم دیدیا کہ اُس کے سوا کسی کو بھی مسکرا کر نہ دیکھے - لڑکی کے دل میں اِس جابرانہ حکم سے نفرت پیدا ہوگئی' اور اُس کے پنجہ سے نکلنے کے لیے اُس نے ایک دن شراب میں زہر ملا دیا - اور نپولین مرتے مرتے بچا !

(امیر عورت سے عشق)

اِس واقعہ سے کچھہ عرصہ بعد نپولین کو ایک امیر عورت "میڈیم پرمون" سے محبت ہوگئی' اور اِس قدر بڑھی کہ ایک لمحہ بھی اُس کی جدائی گوارا نہ تھی - ایک دن نپولین نے اُس سے باضابطہ شادی کرلینے کی درخواست کی - عورت نے اِس خواہش پر زور سے قہقہہ لگایا "تم بیوقوف ہوگئے ہو ! مضحکہ بننا چاہتے ہو ! بھلا لوگ کیا کہینگے ؟ بیوی ہونے کے بجائے میں تمہاری ماں بننے کے زیادہ قابل ہوں ! " نپولین پر یہ بات بہت ناگوار گزری اور قطع تعلق کر لیا -

(نپولین کا طریق محبت)

ایک مورخ کا بیان ہے کہ نپولین نے بے شمار عورتوں کا دل توڑا ہے - اُس کی عادت تھی کہ تعلقات بڑھائے جاتا تھا' اور جب عورت اُس کے دام محبت میں پھنس جاتی تھی' تو بے اعتنائی سے بالکل چھوڑ دیتا تھا - چنانچہ "میڈیم ولسکا" پولینڈ کی ایک حسینہ کا واقعہ اِس بات کا کافی ثبوت ہے - نپولین نے اِس عورت کو دیکھا اور لبھانا چاہا - مگر اُس نے سخت نفرت کا اظہار کیا - نپولین نے اُسے قبضہ میں لانے کی بہت کوشش کی' مگر وہ برابر بیزار رہی - آخر ایک دن غضبناک ہوکر چلایا "تو دیکھہ لیگی - میں تجھے کس طرح زیر کرتا ہوں ! تجھے میرے ارادہ کے سامنے جھکنا پڑیگا ! دیکھہ' یہ میرے ہاتھہ میں گھڑی ہے' جس طرح میں یہ گھڑی چور چور کیے ڈالتا ہوں' اُسی طرح پولینڈ کا ملک بھی پاش پاش کرکے پھینک دونگا ! " اُس نے یہ کہا اور گھڑی زور سے دیوار پر ماردی - اِس حرکت کا عورت پر اِتنا شدید اثر ہوا کہ وہ بے ہوش ہوکر نپولین کے قدموں پر گر پڑی -

لیکن چند دنوں کے بعد ہی نپولین نے اُسے اُکتا کر چھوڑ دیا !

(محبت میں استبداد)

عشق و محبت کے میدان میں بھی اِس شخص کے ظلم و استبداد کے قصے مشہور ہیں - چنانچہ کہا جاتا ہے کہ غربت کے زمانہ میں جب نپولین اور اُس کا بھائی مارسیلز کے بازاروں میں پھرا کرتے تھے' اتفاق سے ریشم کے ایک سوداگر "فرانسوا کلاری" کے خاندان سے اُن کا تعارف ہوگیا - اِس تاجر کی دو لڑکیاں تھیں - بڑی کا نام "جولیا" تھا - چھوٹی کا "ڈیزیرا" - نپولین نے شروع میں جولیا کو پسند کیا اور اُس کے بھائی نے ڈیزیرا کو - تھوڑے دن بعد نپولین اپنی محبوبہ سے سیر ہوگیا' اور بھائی کی محبوبہ پر قبضہ جمانا چاہا - چنانچہ ایک موقعہ پر جب یہ چاروں عاشق و معشوق جمع تھے' نپولین نے تحکمانہ انداز میں کہا "جوزف ! تم اور تمہاری محبوبہ دونوں غیر مستقل مزاج ہیں - لیکن مجھہ میں اور میری محبوبہ میں استقلال ہے - بہتر یہ ہے کہ ہم تم مبادلہ کرلیں تا کہ تمہارا نقص جولیا پورا کردے' اور میں ڈیزیرا کی کمی پوری کردوں " یہ عجیب و غریب فلسفہ بیان کرکے اُس نے اپنے بھائی کی محبوبہ کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور کسی کو بھی مخالفت کی جرات نہ ہوئی !

لیکن تھوڑے ہی زمانہ کے بعد نپولین نے محسوس کیا کہ عزت و عظمت کی راہیں اُس کے سامنے کھلی ہوئی ہیں - لہذا ڈیزیرا کو یک قلم چھوڑ دیا' اور اُس کی منتوں اور آنسوؤں کا ذرا بھی خیال نہ کیا -

(جوزیفائن سے عشق)

اُس کی طبیعت کچھہ ایسی بیچین واقع ہوئی تھی کہ ایک ہی حالت پر چلے جانا اُسے پسند نہ تھا - سابق محبت سے بیزار ہونے کے تھوڑے ہی دنوں بعد وہ جوزیفائن پر فریفتہ ہوگیا ! - واقعہ یہ ہے کہ اکتوبر ۱۷۹۵ - میں جب نپولین بام عزت کی ابتدائی سیڑھیوں پر تھا' اُس کے پاس ایک کم عمر لڑکا آیا' اور اپنے باپ کی تلوار واپس مانگی - یہ لڑکا فرانس کے مشہور سپہ سالار وائکونٹ الکزنڈر کا بیٹا تھا جسے فرانسیسی انقلاب کے زمانے میں پھانسی دیدی گئی تھی - نپولین بچہ کی جرات و فصاحت سے بہت خوش ہوا اور اُس کی درخواست منظور کرلی - دوسرے دن اُس کی ماں شکریہ ادا کرنے آئی - یہی جوزیفائن تھی - نپولین پہلی ہی نظر میں اس پر عاشق ہوگیا -

مورخین کا بیان ہے کہ دوسرے دن خود نپولین جوزیفائن کے چھوٹے سے مکان پر گیا - جوزیفائن واقعی بہت خوبصورت تھی' ساتھہ ہی عقلمند بھی تھی - اُس نے محسوس کرلیا کہ نپولین اُس کی چشم و ابرو کا شکار ہوگیا ہے - چونکہ اسراف کی وجہ سے سابق شوہر کی تمام دولت خرچ کرکے مقروض ہوچکی تھی' اس لیے اس نے بھی اس نئی دعوت عشق کا پوری سرگرمی سے استقبال کیا اور تعلقات بڑھانا شروع کردیے - چند ماہ کی آمد و رفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مارچ سنہ ۱۷۹۶ - میں جنرل بونا پارٹ اور جوزیفائن کی شادی ہوگئی - دلہن کی عمر دولہا سے سات سال زیادہ تھی' مگر نکاحنامہ میں اُس کی عمر ۲۹ - برس لکھی گئی اور نپولین کی ۲۶ برس !

شادی کے دو دن بعد نپولین کو اٹلی کے حملہ پر جانا پڑا - سخت مصروفیت تھی' مگر جوزیفائن کی یاد ہر وقت تازہ رہتی تھی - ہر منزل پر سے خط کے ساتھہ قاصد بھیجتا' اور اپنی حالت سے اُسے آگاہ کرتا رہتا تھا - پہلے خط میں لکھا تھا "جب جب اپنے دل پر ہاتھہ رکھتا ہوں' تم اُس میں موجود ملتی ہو جس سے مجھے بڑی تسکین ہوتی ہے - اِس دنیا میں اگر کوئی غم ہے تو صرف تمہاری فرقت کا"

جوزیفائن کی تصویر ہر وقت اُس کے پاس رہتی تھی - جب کہیں پڑاؤ ڈالتا تھا' تصویر نکال کر سامنے رکھہ لیتا تھا - جب کوچ کرتا تھا تصویر جیب میں رکھہ لیتا تھا - بیان کیا جاتا ہے کہ نیس میں اُس کے ہاتھہ سے تصویر کا آئینہ چھوٹ کر ٹوٹ گیا - اِسے اُس نے فال بد سمجھا - قریب تھا کہ جوزیفائن کی طرف سے

مطبوعات جدیدہ

نپولین اور اسکی اخلاقی زندگی

(انسانی عظمت اور اخلاقی نامرادی)

میدان جنگ اور حجلۂ ہوس !

انسان ذہن و جسم کی کتنی ہی عظمتیں حاصل کرلے ' لیکن روح اور اخلاق کی ادنی سے ادنی پاکیزگی بھی حاصل نہیں کرسکتا ' اگر اُس کا اعتقاد اور عمل روحانی ہدایت کی روشنی سے محروم ہے !

انسان کے لیے یہ سہل ہے کہ تمام دنیا فتح کرلے - سکندر نے دنیا کی تمام سلطنتیں تہہ و بالا کرڈالی تھیں - انسان کے لیے یہ بھی دشوار نہیں کہ ذہن و فکر کی ایسی بلندیوں تک پہنچ جائے جہاں تک دوسروں کے قدم نہ پہنچ سکے ہوں - ارسطو ' اقلیدس ' سولن ' اور سنیکا جیسے فاتحین علم کی فتح مندیاں لازوال ہوچکی ہیں ' اور دنیا منطق ' ریاضی ' قانون ' اور فلسفۂ اخلاق میں آج تک ان کی پس رو ہے - انسان کی اولو العزمی ان بلندیوں پر بھی نہیں رکتی - کچھ مشکل نہیں اگر وہ آگ کے شعلوں میں کود پڑے ' سمندر کی موجوں کی ہنسی اڑائے ' پہاڑوں کی صفیں چیر ڈالے - لیکن ہاں ' یہ مشکل ہے ' بہت ہی مشکل ہے ' کہ وہ اخلاق اور روحانی پاکیزگی کی راہ میں اپنی کسی ایک خواہش نفس کا بھی مقابلہ کرسکے - اس کی ساری اولو العزمی اور کوہ ہمتی جو دنیا کی ساری رکاوٹوں کا تن تنہا مقابلہ کرسکتی ہے ' ہوائے نفس کی ایک ادنی سی رکاوٹ بھی اپنی راہ سے ہٹا دینے پر قادر نہیں ہوتی - سکندر تمام دنیا کی تسخیر کی محنت سے نہیں تھکا ' لیکن بابل کی ایک عورت جب اس کے سامنے آئی ' تو اپنی خواہش نفس کے اضطراب سے بے بس ہوکر گر گیا - سنیکا نے تمام نوع انسانی کو اخلاق اور اخلاقی سعادت کی دعوت دی ' لیکن خود اپنے آپ کو ایک دوسرے انسان کی منکوحہ عورت سے باز نہ رکھ سکا - ارسطو کے دامن علم کے دھبے بھی دنیا گن چکی ہے ' اور یونان کی ایک قدیم ضرب المثل ہمیں بتلاتی ہے " بڑا انسان بنو - اگر نیک انسان نہیں بن سکتے " !

فی الحقیقت انسانی زندگی کی یہی اخلاقی اور عملی نامرادی ہے ' جو الہامی ہدایت کی کسی بالاتر قوت کی ضرورت تسلیم کرنے پر مجبور کردیتی ہے - انسان اپنے ذہن و جسم کی قوتوں سے سب کچھ کرلے سکتا ہے ' لیکن تکلف اور بناوٹ سے بھی اپنے آپ کو نیک نہیں بنا سکتا - اگر انسانی زندگی کی سعادت کیلیے اُس عملی صداقت کی کچھ بھی ضرورت ہے جسے نیکی کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے ' تو ناگزیر ہے کہ علم انسانی سطح سے کوئی بلند تر سرچشمہ ارشاد و ہدایت کا ہو - مذہب اور الہام اسی سرچشمہ ہدایت کا نام ہے -

(نپولین اعظم)

ظہوریں عصری میں نپولین بونا پارٹ کا ظہور بھی انسانی اولو العزمی کا ایک عظیم ظہور تھا - شاید ہی یورپ کے کسی انسان کی نسبت دنیا نے اسقدر لکھا اور سنا ہو ' جسقدر اِس عجوبہ عملی انسانی کی عجیب و غریب دماغی قوتوں کی نسبت کہہ سن چکی ہے - تاہم انسانی عظمت کی اخلاقی نامرادی کا یہ کیسا عبرت انگیز منظر ہے کہ یہی نپولین جب میدان جنگ سے باہر اپنے گھر کی محفوظ زندگی میں دیکھا جاتا ہے ' تو اِس میں اتنی قدرت بھی نظر نہیں آتی کہ نہایت ادنی درجے کی اخلاقی کمزوریوں سے اپنے آپکو باز رکھے !

حال میں جرمنی کے ایک اہل قلم گیرٹروڈ ارینز Gertrude Aretez نے ایک کتاب " نپولین اور اُسکی دوست عورتیں " لکھی ہے ' اور اُس میں مستند تاریخی ذرائع سے وہ تمام شہادتیں جمع کردی ہیں جو نپولین کی عاشقانہ بو الہوسیوں سے تعلق رکھتی ہیں - اِس کتاب کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہوگیا ہے ' اور دو تین ہفتہ سے انگلستان اور یورپ کے اکثر اخبارات و رسائل کا موضوع بحث ہے - ہم اُس کی بعض تاریخی داستانیں قارئین الہلال کی عبرت و بصیرت کیلیے درج کرتے ہیں -

(سولہ برس کی عمر میں عشق)

محبت کے باب میں نپولین کی طرف یہ قول منسوب کیا جاتا ہے کہ " محبت کاہل آدمی کا دل بہلاوا ہے " ممکن ہے ' نپولین نے یہ اُس وقت کہا ہو ' جب وہ پاک دامن تھا - لیکن بعد میں — اگر مخالف مورخین کی روایت تسلیم کرلی جائے تو — اُس نے اِس قول کی بنا پر حسن و ہوس کی زندگی سے اجتناب نہیں کیا ' وہ ہمیشہ کسی نہ کسی حسینہ سے وابستہ رہا -

آغاز شباب میں نپولین مارسیلز اور پیرس کی سڑکوں پر پھٹے پرانے کپڑے پہنے پھرا کرتا تھا - نہ تو اُس کی ہیئت سے کسی کو دولتمندی کا شبہہ ہوسکتا تھا ' نہ اُس میں ظاہری حسن و جمال ہی کچھ ایسا غیر معمولی تھا کہ کسی کو اپنی طرف متوجہ کرلے - تاہم یہ واقعہ ہے کہ اُس زمانہ میں بھی بکثرت عورتیں اُس پر عاشق ہوگئی تھیں - کیونکہ فی الواقع اُس میں کوئی ایسی نامعلوم کشش موجود تھی ' جو دلوں کو لبھا لیتی تھی - ممکن ہے ' اُس کا شرمگیں انداز اور اُسکے پر غرور چہرہ کی عجیب اداسی اُس کے دیکھنے والوں کے دلوں میں محبت پیدا کردیتی ہو -

کہا جاتا ہے کہ نپولین سولہ برس کی عمر میں جب والنسا میں رہتا تھا ' تو وہاں کی بہت سی حسین عورتیں اُس پر فریفتہ ہو گئی تھیں - مگر خود اُسے بجز ایک کے کسی سے دلچسپی نہیں ہوئی - اس دوشیزہ کا نام " کارولین کولمبیا " تھا - وہ نہایت نازک اندام اور خوبصورت تھی - ایک مرتبہ خود نپولین نے اِس لڑکی کے

باب التفسير

حجة ابراهيمي

آية كريمه " الم تر الي الذي حاج ابراهيم " كي تفسير

قرآن حكيم كا اسلوب بيان اور طرق استدلال

تفسير كا قرآني اور غير قرآني طريقه

(از مولانا ابو الكلام)

(۲)

(۴) انبياء كرام (عليهم السلام) حكماء كے وضعي طريق استدلال كي جگه فطري طريق تلقين كيوں اختيار كرتے هيں ؟ ميں اسكي تشريح يهاں نهيں كرونگا ' كيونكه اول تو يه تعربر تشريح كي متحمل نهيں ' ثانياً آية زير بحث ميں بهي اسي حقيقت كي طرف اشاره كيا گيا هے اور اسكي تشريح آگے آئيگي - البته ترتيب بيان كيليے مختصر لفظوں ميں يوں سمجهيے كه :

اولاً ' انبياء كرام كي تعليم كا مقصود بحث و نظر نهيں هوتا ' ايمان و يقين هوتا هے - ايمان و يقين كيليے وضعي علوم كا طريق استدلال كسي حال ميں بهي سود مند نهيں - انبياء كرام كے تمام احكام كا دارومدار ما وراء محسوسات حقائق پر هے جسے قرآن حكيم نے عالم " غيب " سے تعبير كيا هے - عالم " غيب " كے معاملات خلاف عقل نهيں هيں مگر ما وراء عقل ضرور هيں ' اسليے انكا علم نظري استدلال كے ذريعه نهيں بلكه صرف وجداني شهادت كے ذريعه حاصل هوسكتا هے - وه وجداني شهادت جو فطرة انساني ميں وديعت كردي گئي هے اور جسكا اذعان قدرتي طور پر هر انسان كے اندر موجود هے - پس انبياء كرام كا طريق ارشاد يه هوتا هے كه وه انسان كے وجدان سے خطاب كرتے هيں ' نه كه مجرد ذهن و ادراك سے -

ثانياً ' ايك اصل عظيم اس باب ميں يه هے كه انبياء كرام كا طريق تعليم " مقدمات " كا طريقه نهيں هوتا - " براه راست " تلقين كا طريقه هوتا هے -

عام بول چال ميں اس كا مطلب يوں سمجهنا چاهيے كه كسي بات كے ثابت كرنے اور منوا دينے كے طريقے دو هيں : ايك طريقه يه هے كه پهلے مخاطب سے چند ايسي باتيں منوالي جائيں جو گو اصل مدعا نهيں هيں ' ليكن انكے تسليم كرلينے كے بعد مدعا كا تسليم كر لينا ضروري هوجايگا - يه طريقه " مقدمات " كا طريقه هے - دوسرا طريقه يه هے كه جو بات مخاطب كے دل ميں اتارني هو ' وه ايسي شكل و نوعيت ميں بيان كر دي جاے ' كه بغير كسي دوسري بات كے سهارے كے ' خود بخود دل نشيں هوجاے - اس بات كے سمجهنے ' مان لينے ' اور شك و انكار سے محفوظ هوجانے كيليے كسي دوسري بات كے سونچنے سمجهنے كي ضرورت هي نه هو - يه طريقه " براه راست " تلقين كا هے - كيونكه اس طريقه ميں اثبات مدعا كيليے جو كچهه كها جاتا هے ' مقدمات كا محتاج نهيں هوتا - پهلا طريقه علوم وضيعه اور نظار كا هے - دوسرا طريقه طريق فطري اور انبياء كرام كا هے -

انبياء كرام اگر اپني تعليم ميں مقدمات كا طريقه اختيار كرتے ' تو ظاهر هے كه ان كا خطاب عام نوع بشر سے نهيں هوسكتا تها - كيونكه بجز چند افراد كے جنهوں نے علوم وضيعه كے طريقه پر مقدمات كے بحث و نظر كي استعداد پيدا كرلي هو ' عامة الناس نه تو ان كي تعليم سمجهه سكتے ' نه ايمان كے ليے مكلف هوسكتے - انبياء كے ليے ضروري هوتا كه وه ايمان كي براه راست دعوت دينے كي جگه پهلے مدرسوں ميں وضعي علوم كي تعليم ديتے پهرتے ' پهر تعليم كے بعد مقدمات ترتيب ديكر اثبات مدعا كي شكليں بناتے ' پهر ان مقدمات ميں سے ايك ايك مقدمه پر لڑتے جهگڑتے - پهر جب مخاطب ان مقدمات كے جال ميں الجهه جاتا ' تو اسے بے بس كركے اقرار كرا ليتے - يه طريقه حكماء كي بحث و نظر كا هے - " دعوت " كا نهيں هے - اور انبياء كرام " داعي " هوتے هيں - " مناظر " اور " نظار " نهيں هوتے !

ثالثاً ' مقدمات كا طريقه جيسا كچهه بهي هو ' يقين نهيں پيدا كر سكتا ' عجز پيدا كر ديتا هے ' اور دونوں ميں فرق هے - انبياء اپنے مخاطبين ميں يقين پيدا كرنا چاهتے هيں - بحث ميں عاجز كركے چپ كرا دينا نهيں چاهتے - مقدمات كا طريقه پيچ در پيچ اور چند در چند نظري مسلمات پر مبني هوتا هے - اگر مخاطب اس پيچ و خم كا شاطر نهيں هے ' تو بهت جلد لاجواب هوكر چپ هوجائيگا - يه " چپ هوجانا " نه كه " مطمئن هوجانا " طريق مقدمات ميں مناظر كي فتح سمجهي جاتي هے - ليكن انبياء كرام زبان نهيں ' دل جيتنا چاهتے هيں ' اور زبان كے بے بس هو جانے سے دل ميں يقين نهيں پيدا هو جاتا - تم ايك تيز زبان آدمي سے گفتگو ميں بازي نهيں ليجا سكتے ' اس ليے هار مان ليتے هو ' مگر اس سے دل كا اعتقاد تو نهيں پيدا هو جائيگا ؟

رابعاً ' مقدمات كے طريقه كا تمام تر دار و مدار وضعي علوم كے نظري مسلمات پر هوتا هے ' اور يه مسلمات نه تو هر حال ميں حقيقي هيں ' نه هر زمانے كي علمي استعداد يكساں طور پر ان كا اعتراف كرسكتي هے - بهت ممكن هے كه كل تك جو بات مسلم طور پر منني جاتي تهي ' آج اتني كمزور هوجائے كه لوگ اس كي

بيوي كے پاس ليجائے - ليكن جب ڈاكٹر ملكه كے پاس پهنچا ' تو اسے ايك كانے عهده دار سے تعشق كرتے پايا - ملكه نے نپولين كا پيغام سن كركها " ميں نے اسكي محبت كبهي اپنے دل ميں محسوس نهيں كي - اگرچه ميں يه هميشه ياد ركهنے پر مجبور هوں كه وه ميرے لڑكے كا باپ هے "

مذكورۂ بالا عورتوں كے علاوه اور بهي بهت سي عورتوں سے نپولين كو محبت هوئي يا انهوں نے اس سے محبت كي - انميں سب سے اهم اور قابل ذكر تين عورتيں هيں - ميڈيم پولن ' ميڈيم تي استايل ' اور مسز اوبل - هم انكے واقعات بالاختصار بيان كرينگے -

بالکل نا امید هو جاتا - مگر اُس نے فوراً خط لکھا " کاش تمهارے پر هوتے ' اور تم اُڑ کر میرے پاس آ جاتیں ! "

لیکن جوزیفائن اپنی رنگ رلیوں میں مصروف تھی - نپولین کی اُسے ذرا بھی پروا نه تھی - اب اُسے پایهٔ تخت میں بڑی عزت حاصل هوگئی تھی - اچھے اچھے لوگ اُس کی خوشامد میں لگے تھے - چند هفته کے اندر نپولین نے اٹلی میں عظیم الشان فتوحات حاصل کرلیں اور اطمینان پا کر جوزیفائن کو بلا لینا چاها - لیکن وه برابر حیلے حوالے کرتی رهی - آخر نپولین نے سختی سے لکھا که فوراً چلی آؤ - اِس مرتبه اُس نے ایک نیا عذر پیش کیا - اُس نے لکھا که میں سفر نهیں کر سکتی کیونکه حمل سے هوں - نپولین کو اس جھوٹی خبر سے بڑی هی خوشی هوئی - اُس نے فوراً خط لکھا " جوزیفائن ! میں نے سخت غلطی کی - کس طرح اپنے گناه کا کفاره کروں ؟ میں نے نا حق شک کیا - حالانکه تم بیمار تھیں - سچ هے ' محبت انسان کو اندھا کر دیتی هے ... کاش ایک هی دن کیلیے میں تمهارے پهلو میں هوتا ! "

نیز اپنے بھائی کو لکھا " جوزیفائن کی علالت نے میرے هوش اڑا دیے هیں - کاش میں اُسے لکھه سکتا - اُس کی محبت جنون کے درجه تک پهنچ گئی هے - میں اُس کے بغیر زنده نهیں ره سکتا - خدا نخواسته اگر وه مرگئی تو زندگی میں میرے لیے کوئی لطف باقی نهیں رهے گا ! "

لیکن چند هی دن بعد نپولین کو معلوم هوگیا که جوزیفائن نے دھوکا دیا تھا - وه بالکل اچھی هے ' اور پیرس میں ضیافتیں دے رهی هے - اب اُسکے غصه کی کوئی حد نه تھی - اُسنے فوراً تلخ لهجه میں خط لکھا ' اور حکم دیا که بلا کسی عذر کے روانه هوجائے - جوزیفائن بادل ناخواسته روانه هوگئی - میلان میں ' نپولین نے بڑی مسرت سے استقبال کیا - مگر چند هی دن بعد اُسے پھر میدان جنگ میں جانا پڑا - کیونکه فوج ایک خطره میں پھنس گئی تھی - خطره دور کرکے اُسنے پھر اُسے طلب کیا - خط میں لکھا تھا " جدائی کے وقت تمهارے آنسوؤں نے میرے دل کو سخت مایوس کر دیا تھا - میری عقل جاتی رهی تھی - اب پیاری میرے پاس آجاؤ ' تاکه مرنے سے پهلے هم کهه سکیں که هم نے بھی چند دن خوشی کے دیکھے هیں " مورخ میسن کا بیان هے که نپولین ' جوزیفائن کے سامنے اِس طرح کھڑا هوتا تھا ' گویا کسی مقدس دیوی کے حضور میں کھڑا هے !

(نپولین کا رقیب)

جوزیفائن اپنے شوهر کے حسب الحکم جنگی پڑاؤ میں آگئی - یهاں چارلس نام فوج میں ایک کم رتبه افسر تھا - کم عمر اور خوبصورت تھا - حتی که کها جاتا هے ' نپولین کی فوج میں اُس سے زیاده حسین آدمی کوئی نه تھا - جوزیفائن دیکھتے هی فریفته هو گئی - یا تو فوج میں رهنے سے بیزار تھی ' یا اب فوج سے جدا هونا گوارا نهیں کرتی تھی - دونوں میں شناسائی هوئی ' تعلقات بڑھے ' اور اتنے بڑھے ' که خود نپولین نے محسوس کر لیا - وه نهایت غصه هوا مگر ضبط سے کام لیا - البته اِتنا ضرور کیا که اپنے رقیب کو فوج سے نکال کر پیرس بھیجدیا اور حکم دیا که آئنده احکام کا منتظر رهے - اپنے شوهر کی اِس کاروائی سے جوزیفائن کو سخت صدمه هوا - مگر مجبور تھی - کچھه کر نهیں سکتی تھی - وه اپنی

پھوپھی کو ایک خط میں لکھتی هے " زندگی سے اُکتاگئی هوں - موت کی تمنائیں کر رهی هوں ! "

جنگ اِٹلی سے فارغ هوکر دونوں میاں بیوی بڑی شان و شوکت سے پیرس لوٹے - لیکن تھوڑے هی دنوں بعد نپولین کو پھر جوزیفائن سے علحده هونا پڑا - وه مصر کی مهم پر روانه هوگیا ' اور بیوی سے وعده لے لیا که جنگ ختم هوتے هی مصر چلی آئیگی - مگر ابھی وه مالٹا هی پهنچا تھا که اِس عیش پسند عورت نے خاوند کو یک قلم بھلا دیا ' اور جلسے شروع کر دیے - نپولین اب فرانس میں اِس قدر هردلعزیز هوگیا تھا که اُسکی بیوی کی آزادیوں پر تمام پیرس ملامت کر رها تھا - مگر خود اُسے کچھه پروا نه تھی - بهت جلد نپولین کو تمام روداد معلوم هوگئی - کها جاتا هے که اِسی زمانه میں اُسے سب سے پهلے جوزیفائن کو طلاق دینے کا خیال پیدا هوا تھا -

جوزیفائن سمجھتی تھی که نپولین شاید کبھی واپس نه آئیگا ' یا بهت مدت کے بعد آئیگا - اِسی لیے بالکل بیباک هوگئی تھی - مگر اچانک اُسے خبر ملی که اُسکا شوهر مصر سے آگیا هے ' اور عنقریب پیرس پهنچنے والا هے - بهت خوفزده اور پریشان هوئی - ایک طرف اپنی بے اعتدالیوں کا خوف تھا - دوسری طرف سخت مقروض بھی هوگئی تھی - حیران تھی شوهر کو کیا جواب دے گی ؟ مگر تھی چالاک - فوراً پیرس سے استقبال کیلیے روانه هوگئی - نپولین کو بھی اُسکی روانگی کی خبر مل گئی تھی - اُسنے بالکل مختلف راسته اختیار کیا ' اور محل میں آکر تمام دروازے بند کر لیے - جوزیفائن اپنی تدبیر میں ناکام هوکر سرعت سے لوٹی ' اور سیدھی محل کی طرف روانه هوگئی - مورخ میسن کا بیان هے " جوزیفائن محل کے دروازه پر کھڑی دستکیں دیتی رهی - مگر نپولین نے کوئی شنوائی نهیں کی - پھر اُسنے اپنے گھٹنوں پر جھک کر پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کیا ' مگر اِس پر بھی سپه سالار نے مطلقاً پروا نه کی - اِس حالت پر پورا دن گزر گیا ' مگر دروازه نهیں کھلنا تھا نهیں کھلا - اب جوزیفائن بالکل تھک گئی - نا اُمید هوکر واپس جانے والی تھی که اُسکی ایک سهیلی اُسکے دونوں بچوں اوجین اور هورٹانس کو لے آئی - اُنھوں نے رکوع کرکے اپنے سوتیلے باپ کو پکارنا اور اپنی ماں کیلیے رو رو کر سفارشیں کرنا شروع کیا - معصوم بچوں کی آواز سنکر نپولین کا دل نرم پڑگیا اور دروازه کھول دیا - پھر جوزیفائن کو اُٹھایا ' آنسو پونچھے ' معاف کیا ' اور اُسکا بیس لاکھه فرنک قرضه بھی ادا کردیا "

(جوزیفائن کو طلاق)

اِسکے بعد جوزیفائن نپولین کے ساتھه رهی - جب وه تخت نشین هوا ' تو اُسنے ملکهٔ فرانس کا تاج پهنا اور شهنشاهی کی عزت و عظمت کے ساتھه زندگی بسر کرتی رهی - یهانتک که نپولین کو اپنے بعد اپنے جانشین کی فکر هوئی - اِس خیال نے دوسرے سیاسی مصالح کے ساتھه ملکر اُسے جوزیفائن کی طلاق پر مجبور کر دیا - چنانچه طلاق دیدی گئی ' اور نپولین نے شهنشاه آسٹریا کی لڑکی میری سے شادی کرلی -

مشهور هے که آسٹرین بیوی کو اپنے شوهر سے ذرا بھی محبت نه تھی - بلکه سخت نفرت کرتی تھی جیسا که ابھی بیان هوگا - نپولین نے جزیرۂ سینٹ هیلانا میں بستر مرگ پر اپنے ڈاکٹر کو وصیت کی تھی که موت کے بعد اُسکا دل شیشه میں رکھکر اُسکی

فانما يسرناه بلسانک لعلهم يتذكرون (۴۴ : ۵۸) هو الذي ينزل علی عبده آيات بينات ليخرجكم من الظلمات الى النور (۵۷ : ۹) قرانا عربيا غير ذي عوج (۳۹ : ۲۸) فانما يسرناه بلسانک لتبشر به المتقين (۱۹ : ۹۷) وانه لتنزيل رب العالمين - نزل به الروح الامين - علی قلبک لتكون من المنذرين - بلسان عربي مبين ! (۲۶ : ۱۹۱) انه لقول فصل وما هو بالهزل (۸۶ : ۱۴) يعني قرآن صاف اور واضح عربي زبان ميں نازل هوا هے - آسكي تعليم بالكل كهلي هوئي اور اسكا طريق بيان تمام تر سهل اور دل ميں آتر جانے والا هے - سچائي اس ميں كهول دي گئي هے - حقيقت كے ليے آس ميں كوئي نقاب نهيں - آس كا بيان يكقلم سيدها سادها هے - كسي طرح كي تيڑهه اور پيچيدگي آس ميں راه نهيں پا سكتي - آسكے سمجهنے بوجهنے كيليے صرف اس بات كي ضرورت هے كه دل لگنے والا اور كان سننے والا هو - آسے صرف سن لينا هي آسے پا لينا هے ' اور آسے ديكهه لينے سے انكار نه كرنا ' اسكي شيفتگي اور عشق كا اقرار هے !

علاوه بريں قرآن نے جابجا اپنے نام گنائے هيں - وه كهتا هے ميں " موعظة " هوں ' " ذي الذكر " هوں ' " تبياناً لكل شي " هوں ' " تذكرة " هوں ' " هدي و رحمة " هوں ؟ اور يه ظاهر هے كه جو بات وعظ هو ' تذكير هو ' نصيحت هو ' هدايت هو ' روح و دل كے روگوں كي شفا هو ' وه منطقي شكلوں كا آلجهاؤ اور مقدمات در مقدمات طلسموں كا كارخانه نهيں هو سكتي !

(۷) ضرورت هے كه مختصراً اس معامله كي ' توضيح كے ليے ايک دو مثاليں بهي ديدي جائيں :

متكلمين نے جو طريقه الاهييات ميں اثبات مدعا كا اختيار كيا تها ' آس ميں سب سے زياده آن كا اعتماد حدوث عالم كے اثبات پر تها - يعني عالم قديم (مصطلحهٔ فلسفه) نهيں هے - پيدا شده هے - حدوث عالم كے ليے سب سے زياده قوي استدلال حركت اور تغير كا استدلال سمجها جاتا تها - بچپنے ميں هم نے يه شكل رٹي تهي : " العالم متغير ' و كل متغير حادث - فالعالم حادث " (عالم متغير هے ' اور هر چيز جو متغير هے ' حادث هے - پس عالم حادث هے) چونكه متكلمين كے دماغ ميں اثبات مدعا كي يهي شكليں بسي هوئي تهيں ' اسليے آنهوں نے قرآن كے استدلالات كو بهي كهينچ تان كر يهي جامه پهنا دينا چاها - قرآن حكيم نے جس طرح آيت زير تدبر ميں حضرت ابراهيم (علی نبينا و عليه الصلوة والسلام) كي ايک " حجة " كا ذكر كيا هے ' آسي طرح سورهٔ انعام ميں ايک دوسري " حجة " كا بهي ذكر كيا هے : وتلک حجتنا اتيناها ابراهيم علی قومه ' نرفع درجات من نشاء ' ان ربک حكيم عليم (۶ : ۸۳) يه " حجة " كيا تهي ؟ يه " حجة " وه تهي جس ميں حضرت ابراهيم كے مشاهدهٔ " ملكوت السماوات و الارض " كے واردات كا ذكر هے : فلما جن عليه الليل ' رای كوكبا ' قال هذا ربي ' فلما افل ' قال لا احب الافلين ! (۶ : ۷۶) يعني حضرت ابراهيم نے ستاره ' چاند ' اور سورج ديكها ' اور جب آن ميں سے هر كوكب ڈوب گيا ' تو فرمايا " اني لا احب الافلين " چونكه اس معامله كو قرآن نے " حجة " كے لفظ سے تعبير كيا تها ' اور جيسا كه آگے چل كر معلوم هوگا ' متكلمين نے " حجة " مستعملهٔ قرآن كو وهي حجة قرار دے ليا تها جو آن كي مصطلحهٔ منطق " حجة " تهي ' اسليے انهوں نے اس آيت كي تفسير كرتے هوے اپنے منطقي استدلال كي شكل يهاں بهي چپكا دي - مطلب يه قرار ديا كه حضرت ابراهيم نے حدوث عالم پر حركت و تغير سے استدلال كيا هے - يعني آن كي حجة بهي يهي تهي كه " العالم متغير و كل متغير حادث " انهوں نے كواكب كے صانع عالم نه هونے پر اس بات سے استدلال كيا هے كه آن ميں حركت هے - حركت تغير كو كهتے هيں ' اور جس ميں تغير هو وه محدث هے ' اور جو محدث هے ' وه قديم نهيں ' اور جو قديم نهيں ' وه صانع عالم نهيں هو سكتا ! اس تفسير پر همارے متكلمين كو اس درجه وثوق بلكه فخر هے كه حضرت امام رازي تغير سے استدلال حدوث كو " طريق ابراهيمي " قرار ديتے هيں ' اور فرماتے هيں " پهلا حكيم رباني جس نے اس حكمت سے مخلوق كو آشنا كيا ' وه حضرت ابراهيم خليل هيں " !

ابهي اس سے قطع نظر كيجئے كه اس استدلال كي كمزوريوں كا كيا حال هے ' اور اسكا صغری اور كبری هي كونسا قطعي اور مسلم هے كه نتيجه قطعي الثبوت هو - اس پر بهي بحث نه كيجئے كه اس طرح كا استدلال انبياء كرام كي طرف منسوب كرنا طريق دعوت نبوت سے كس درجه نا آشنائي اور حقيقت فراموشي هے - صرف اس بات پر غور كيجئے كه لغت و عربيت كے لحاظ سے اس تفسير كا كيا حال هے ؟ آيت كريمه ميں كوكب ' چاند ' اور سورج كا ذكر هے ' اور تينوں كيليے " افل " كا لفظ آيا هے - متكلمين كي يه تفسير " افول " كے معني حركت و تغير قرار ديتي هے ' اور جب تک يه معني قرار نه ديے جائيں ' آن كے گڑهے هوے استدلال كي ديوار كهڑي نهيں هو سكتي ' ليكن جزم و قطع كے ساتهه كها جاسكتا هے كه عربي لغت ميں كسي ايسے " افول " كا وجود هي نهيں جو حركت و تغير كے معني ميں بولا جاتا هو - جو " افول " عربي زبان ميں مستعمل هے ' آسكے معني تو كسي چيز كے چهپ جانے اور غائب هو جانے كے هيں - قد أفلت الشمس تأفل و تأفل افولا - اي غابت و احتجبت - اس كے سوا كوئي معني اس لفظ كے مفهوم ميں داخل نهيں - آيت كا صاف مطلب يه هے كه جب چاند ڈوب گيا ' سورج غروب هوگيا ' تو حضرت ابراهيم نے كها " اني لا احب الافلين " ميں چهپ جانے والوں كو دوست نهيں ركهتا - يهاں حركت و تغير كي مصيبت كهاں سے آگئي ؟

پهر قيامت پر قيامت يه هے كه " حركت " سے بهي انكا مقصود حركت لغوي نهيں هے - بلكه حركت مصطلحهٔ فلسفه هے - يعني وه حركت جو ايک حالت سے دوسري حالت ميں انتقال كو كهتے هيں ' خواه مكان ميں هو يا زمان ميں ' اور كم ميں هو يا كيفيت ميں - مثلاً درخت كا نمو بهي حركت هے ' اور يه حركت في الكم هے ' اور كسي رنگ كا تغير بهي حركت هے ' اور يه حركت في الكيف هے - ظاهر هے كه اگر " افول " كے مفهوم ميں كسي نه طرح كهينچ تان كر حركت كي دلالة پيدا بهي كرلي جائے ' تو لغت اور قرآن پر يه كيسا صريح اتهام هوگا كه حركت كا يه فلسفيانه مفهوم آن كے سر تهوپا جائے ؟

علاوه بريں متكلمين اپنے ذوق تفلسف ميں يه حقيقت بهي بهول گئے كه حضرت ابراهيم عليه السلام كا خطاب جن لوگوں سے تها ' وه كواكب كو صانع كائنات نهيں سمجهتے تهے كه آنكے ليے اس مزعومه استدلال كي ضرورت هوتي - آن لوگوں كا اعتقاد اجرام سماويه خصوصاً چاند سورج كي نسبت وهي تها ' جو دنيا كي تمام مشرک عقول كا اپنے اپنے ديوتاؤں كي نسبت رهچكا هے اور اب تک هے - يعني يه ايسي روحاني اور ملكوتي هستياں هيں جنهيں دنيا كي تدبير و

ھنسي اڑائیں - ایمان کي بنیاد ایسي متغیر اور متلون بنیاد پر نہیں ھوسکتي - وہ تو ھر فرد ' ھر جماعت ' ھر طبقہ ' اور ھر زمانہ کے لیے ایک یکساں حقیقت ہے - یہ محل تفصیل کا نہیں ' ورنہ مثالوں سے یہ بات بالکل واضح ھو جاتي - ھمارے حکماء اور متکلمین نے حدوث عالم اور اثبات صانع کے کتنے ھي استدلال ترتیب دیے تھے ' جن کی بنیاد اُس وقت کے مذاھب فلسفہ کے نظري مسلمات پر رکھي گئي تھي ' لیکن آج ھم کسي پڑھے لکھے آدمي کے سامنے اُنہیں دھرانے کي جرأت نہیں کرسکتے !

(۵) صرف یہي نہیں کہ قرآن کا یہ طریقہ نہیں ہے ' بلکہ اُس نے واضح طور پر اس طریقہ کي مذمت کي ہے ' اور اسے بھي اُنھي طریقوں میں سے قرار دیا ہے جو اُس کے نزدیک " جدل " کے طریقے ھیں ' اور جو طریق " دعوت " و " ھدایت " کے ساتھ جمع نہیں ھو سکتے - یہ طریقہ جھگڑنے اور لفظوں اور باتوں کے پیچ میں مخاطب کو کس دینے کے لیے ضرور مفید ہے - مگر اذعان و یقین کیلیے کہ طریق دعوت و ھدایت کا مقصد وحید ہے ' کچھ مفید نہیں - بلاشبہ اس طریق کا عامل ایک علمي قسم کا جھگڑالو آدمي بن جاتا ہے ' لیکن مرشد اور ھادي نہیں بن سکتا - اس کي طبیعت کبھي اِس طرف نہیں جاتي کہ سچائي اور حق معلوم کرے - وہ اس کا عادي ھوجاتا ہے کہ اپنے بنائے ھوے قاعدوں ' گڑھے ھوے مقدموں ' اور منوائي ھوي اصطلحوں سے کسي نہ کسي طرح مخاطب کو لاجواب کردے - رفتہ رفتہ خود اُسکا قلب بھي حقیقت سے نا آشنا اور اُسي قسم کي باتوں پر قانع ھو جاتا ہے جسے انگریزي میں " ٹکنیکل " قسم کي باتیں کہتے ھیں (لفظ صناعی اسکا پورا مفہوم ادا کرنے کیلیے کافي نہیں ' الا یہ کہ اختیار کرلیا جاے) اگر وہ ایک مخاطب کو جو حق کي جستجو اور یقین کي راہ میں اُس سے نزاع کر رہا ہے ' صرف ایک لفظ کي غلطي ' یا کسي اصطلاحي قاعدہ کي نا آشنائي ' یا ترتیب مقدمات کے پیچ و خم کے اُلجھاؤ سے شرمندہ کردے سکے اور لا جواب بنا دے ' تو وہ اسے اپني بڑي سے بڑي فتح مندي سمجھے گا ' اور اسے " مناظرہ میں ھرا دینے " سے تعبیر کریگا - لیکن ایک لمحہ کیلیے بھي یہ نہیں سونچے گا کہ اِس نام نہاد فتح و شکست سے حقیقت اور سچائي کا فیصلہ کیونکر ھوگیا ؟ یہ زیادہ سے زیادہ مناظرہ کي جیت ہے - لیکن حقیقت کا فیصلہ تو نہیں ہے ؟ اگر وہ اِس مناظرانہ کج اندیشي کی مدھوشي سے افاقہ پائے ' اور خود اپنے دل کي گہرائیوں کا حساب لے ' تو اُسے معلوم ھو جائے کہ جس بات کے منوانے کیلیے وہ ایک عالم کو چپ کراتا پھرتا ہے ' خود اُسي کے دل کو اُسپر قرار نہیں ہے - قرآن و سنت پر تدبر کرنے سے معلوم ھوتا ہے کہ یہ ' اور اِس طرح کے تمام طریقے ' نہ صرف حصول مقصد کیلیے سود مند نہیں ھیں ' بلکہ ھدایت و یقین کي راھوں سے دور کر دینے والے ھیں - قرآن اِن تمام طریقوں کو " خصومت " اور " جدل " یعنے لڑنے جھگڑنے کي راہ قرار دیتا ہے - اُس نے جا بجا اِس نوعیت کے اعتراضات اور تشکیکات نقل کي ھین - پھر بتلایا ہے کہ یہ حق و ھدایت کي راہ نہیں ہے ' خصومت اور جھگڑنے کي روش ہے - سورۂ یاسین میں منکرین کا یہ استفہام تجہیلي نقل کرنے کے بعد کہ " و یقولون متی ھذ الوعد ان کنتم صادقین ؟ " فرمایا " ما ینظرون الا صیحۃ واحدۃ ' تاخذھم و ھم یخصمون ! " " خصومت " کا لفظ یہاں اِسي حقیقت کي طرف اِشارہ ہے - سورۂ زخرف میں منکرین کا یہ انداز سخن نقل کیا ہے کہ " و لما ضرب ابن مریم مثلاً ' اذا قومک منہ یصدون - و قالوا : الھتنا خیر أم ھو ؟ " اِسکے بعد کہا " ما ضربوا لک الا جدلا ' بل ھم قوم خصمون ! " یعنے منکروں کي یہ فکري حالت کہ وہ بات کي حقیقت پر غور کرنے کي جگہ فرضي اور تخمیني صورتیں پیدا کرکے کج بحثي کرني چاھتے ھیں ' راستي و حق پرستي کا طریقہ نہیں ہے - " جدل " کا ڈھنگ ہے -

چنانچہ یہي وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے دعوت الي الحق کا طریقہ واضح کرتے ھوے کہا : ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنہ ' وجادلھم بالتی ھی احسن (۱۶ : ۱۲۶) اِس آیت میں بالترتیب تین طریقوں کا ذکر کیا ہے : حکمت - موعظۂ حسنہ - اور جدل - لیکن جدل کو " بالتی ھي احسن " کے ساتھ مقید کر دیا ہے - یعنے ایسا جدل جو اچھے طریقہ پر کیا جاے - اِس سے معلوم ھوا کہ قرآن کے نزدیک " جدل " حکمت و موعظت کي طرح محمود و مطلوب نہیں ہے ' اِلا یہ کہ " بالتی ھی احسن " ھو -

جس آیت کي نسبت آپنے استفسار کیا ہے ' دراصل وہ اسي حقیقت کا ایک بہترین نمونہ پیش کرتي ہے - وہ واضح کرتي ہے کہ انبیاء کا طریق دعوت و ھدایت کا ہے - جدل کا نہیں ہے - اور تشریح اسکي آگے آئیگي -

(۶) لیکن افسوس ہے کہ متکلمین کا منطقي ذوق طریق قرآني کي اھمیت و حقیقت معلوم نہ کرسکا - اُنہوں نے قرآن کو بھي وھي منطقي جامہ پہنا دینا چاھا ' جو خود انھوں نے علم و نظر کے ھر گوشے میں پہن لیا تھا - چونکہ یہ طریقہ قرآن کیلیے ایک مصنوعي طریقہ تھا ' اسلیے قدم قدم پر طرح طرح کي مشکلات پیش آئیں - لغت ساتھ نہیں دیتي تھي ' عربي اُسلوب بیان قطعاً مخالف تھا - سیاق و سیاق کا مقتضا کچھ اور ھي کہتا تھا - سب سے بڑھکر یہ کہ قرآن کا عام نظم بیان اس طریق کے ساتھ چل نہیں سکتا تھا - تاھم وہ اپني موشگافیوں اور کوہ کندنیوں میں برابر بڑھتے ھي گئے ' اور کسي نہ کسي طرح کھینچ تان کر ایک نیا کارخانۂ استدلال گڑھکر کھڑا کر دیا - اب دنیا کہتي ہے کہ قرآن کي مشکلات حل نہیں ھوتیں - لیکن کوئي نہیں جو اس حقیقت پر سے پردہ اُٹھائے کہ مشکلیں قرآن کي مشکلیں نہیں ھیں - مفسرین کي پیدا کي ھوئي مشکلیں ھیں - اگر ایک بات کو اُس کی زبان ' اُس کے اُسلوب ' اور اُس کے قدرتي معانی سے ھٹا کر ایک دوسري طرح کي شکل دیدي جائیگي ' تو یقیناً وہ صاف نہیں رھیگي ' مشکلات کا ایک معما ھي بن جائیگي !

یاد رکھنا چاھیے کہ قرآن کے ساتھ ھم دو ھي طرح کا سلوک کرسکتے ھیں - یا تو اس کي سچائي تسلیم کریں - یا انکار کردیں - اگر ھم اس کی سچائي تسلیم کرتے ھیں تو ضروري ہے کہ وہ تمام اوصاف بھي تسلیم کرلیں جو اُس نے اپني نسبت بار بار بیان کیے ھیں - اِن اوصاف میں سب سے پہلا اور بنیادي وصف یہ ہے کہ وہ ھر اعتبار سے سہل ہے - کسي اعتبار سے بھي مشکل نہیں - پس قرآن سب کچھ ھو سکتا ہے مگر مشکل اور پیچیدہ نہیں ھوسکتا - کوئي تفسیر ' کوئي تاویل ' کوئي ایسي بات جس سے اُس کي کوئي ایک سورت ' کوئي ایک رکوع ' کوئي ایک آیت ' بلکہ اس کا کوئي ایک لفظ بھي مشکل اور مقدمات طلب بن جائے ' قرآن کے لیے سچي تفسیر اور سچي بات نہیں ھو سکتي - یقیناً وہ سچي نہیں ھوسکتي - اس لیے کہ قرآن جسے سچ ھونا چاھیے ' بار بار کہتا ہے : ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر (۵۴ : ۱۷)

مقالات

"کمیونیزم" اور اُسکے مقاصد

(کارل مارکس کے مباحث)

(۳)

" لیکن تم کمیونسٹ ' سرمایه دار عورتوں کی عمومیت بھی رواج دوگے "

ایک ھی طرح کے سر میں تمام سرمایه دار یه راگ آلاپ رھے ھیں !

چونکه سرمایه دار اپنی بیوی کو بھی پیداوار کا ایک آله تصور کرتا ھے ' اس لیے جب کبھی سنتا ھے که آلات پیداوار عام ملکیت ھوجانے والے ھیں ' تو قدرتی طور پر خیال کرتا ھے که عورتوں پر بھی اس کا اثر پڑے گا !

اُسے کبھی یه خیال نہیں گزرتا که کمیونسٹوں کا مقصود تو صرف اس قدر ھے که عورت پیداوار کا محض ایک آله نه سمجھی جائے - وہ عورتوں کی موجودہ حیثیت بدل دینی چاھتے ھیں -

ھمارے سرمایه داروں کے اس عیارانه خوف سے زیادہ کوئی چیز مضحکه انگیز نہیں جس کی وہ اس باطل دعوی میں نمائش کر رھے ھیں - کمیونسٹوں کو عورتوں کے عام بنانے کی کیا ضرورت ھے جب که ان کی یه صورت حال تقریباً ھمیشه موجود رھی ھے اور آج بھی موجود ھے !

ھمارے سرمایه دار بزرگ کیا کر رھے ھیں ؟ اپنے مزدوروں کی عورتوں اور لڑکیوں کو اپنے قبضۂ و تصرف میں رکھنے سے سیر نه ھوکر نیز باضابطه عصمت فروشی پر بھی قانع نه ھوکر ' وہ اب آپس میں ایک دوسرے کی بیویوں سے علانیه تعلقات پیدا کر رھے ھیں ' اور یه تعلقات سرمایه دار سوسائٹی کی بہترین معاشرتی دلچسپی ھیں !

خود سرمایه دارانه شادی بھی در حقیقت عورتوں کی عمومیت ھی ھے - کمیونسٹوں کو زیادہ سے زیادہ الزام یه دیا جاسکتا ھے که وہ عورتوں کی موجودہ ریاکارانه اور خفیه عمومیت ختم کر دینی چاھتے ھیں - ظاھر ھے که پیداوار کے موجودہ نظام کی منسوخی کے ساتھه اُس کا نتیجه یعنی عورتوں کی عمومیت بھی معدوم ھو جائیگی ' اور اُس وقت عام عصمت فروشی کا بازار بھی گرم نہیں ھو سکیگا -

کمیونسٹوں پر یه الزام بھی لگایا جاتا ھے که وہ وطنی و قومی روح فنا کردینی چاھتے ھیں -

مزدوروں کی نه تو کوئی قوم ھے نه وطن - پس جو چیز انہیں ملی ھی نہیں ' چھینی بھی نہیں جاسکتی ! -

مزدوروں کو پہلے سیاسی طاقت حاصل کرنی چاھیے پھر اپنے تئیں بطور ایک قوم کے قائم کردینا چاھیے - یه کام بذات خود ایک قومی کام ھے ' اگرچه سرمایه دار اُسے کچھه نه سمجھیں -

جوں جوں سرمایه دار ترقی کرتے جاتے ھیں ' آزاد تجارت پھیلتی جاتی ھے ' عالمگیر بازار کھلتے جاتے ھیں ' صنعتی پیداوار میں اضافه ھوتا جاتا ھے ' قومی اختلافات بھی کم ھوتے جاتے ھیں ' اور حالات زندگی میں ھمرنگی و یکسانیت بڑھتی جاتی ھے -

مزدوروں کی فتحمندی ان اختلافات کو اور زیادہ کم کردیگی ' کیونکه ان کی تجارت کے لیے تمام دنیا اور کم سے کم مہذب ممالک کا متحدہ عمل اولین شرط ھے -

افراد کے باھمی خود غرضانه استعمال میں جس قدر کمی ھوتی جائیگی ' اسی قدر قوموں کا باھمی خود غرضانه استعمال بھی کم ھوتا جائیگا -

جوں جوں فرقه بندیاں معدوم ھوتی جائینگی ' قوموں کی باھمی دشمنی بھی مٹتی جائیگی -

رھے باقی الزام جو کمیونزم پر مذھبی ' فلسفی ' اور نظری نقطۂ نظر سے لگائے گئے ھیں ' تو وہ اس قدر پوچ ھیں که کسی سنجیدہ بحث کے محتاج نہیں -

کیا اِس حقیقت کے سمجھنے کے لیے کسی گہری بصیرت کی ضرورت ھے که مادی حالات زندگی اور اجتماعی نظام کی تبدیلی کے ساتھه انسان کے خیالات ' نظریے ' تصورات ' حتی که ضمیر و وجدان تک بدل جاتا ھے ؟

خیالات کی تاریخ بجز اس کے اور کیا ثابت کرتی ھے که دماغی پیداوار ' مادی پیداوار کے ساتھه ھمیشه بدل جاتی ھے ؟ ھر عہد کے حکمراں خیالات ھمیشه وھی رھے ھیں ' جو اس کے حکمراں طبقه کے تھے -

جب لوگ اُن خیالات پر بحث کرتے ھیں جو سوسائٹی میں انقلاب پیدا کردیا کرتے ھیں ' تو یه حقیقت صاف ظاھر ھو جاتی ھے که پرانی سوسائٹی کے اندر ھی نئی سوسائٹی کے عناصر کی تکوین پوشیدہ تھی ' اور یه که قدیم خیالات کے انحلال کے ساتھه ھی قدیم اجتماعی رشتے بھی پراگندہ ھوجاتے ھیں -

جب قدیم دنیا اپنے زوال کی آخری گھڑیوں سے گزر رھی تھی ' تو قدیم مذاھب بھی ایڑیاں رگڑ رھے تھے - یہاں تک که مسیحیت نے ظاھر ھوکر انہیں نگل لیا - اسی طرح جب اٹھارھویں صدی میں مسیحی خیالات کی جگه عقلیت نے لے لی ' تو جاگیر دار سوسائٹی نے اُس وقت کے انقلابی سرمایه داروں سے فیصله کن لڑائی لڑی - پھر مذھبی آزادی اور وجدانی آزادی کے خیالات نے عام کی علمداری اور آزاد مقابله کا اصول ظاھر کر دیا -

تصرف میں دخل ہے ' اور اسلیے انکی پرستش ضروری ہے - پس جب وہ کواکب کو صانع کائنات سمجھتے ہی نہ تھے ' تو انکے محدث و مخلوق ہونے کے دلائل پر حضرت ابراہیم کیوں زور دیتے ' اور کیوں قرآن اسے " تلک حجة ایتنا ہا ابراہیم علی قومہ " سے تعبیر کرتا ؟ انکے علم میں تو کوئی ایسی بات آئی تھی ' جس سے کواکب کے تدبیر و تصرف عالم میں دخیل ہونے کا بطلان ثابت ہوتا ' کیونکہ انکے ہم وطنوں کی اصلی گمراہی یہی تھی -

یہ محل مزید تشریح و اطناب کا متحمل نہیں ' ورنہ یہی ایک تفسیر اس حقیقت کی توضیح کیلیے کافی تھی کہ متکلمین کے طریقہ نے قرآن حکیم کے معارف و حقائق پر کیسے تو برتو پردے ڈالدیے ہیں ' اور انکی ذہنیت معارف قرآنیہ کی روح سے کس درجہ مختلف بلکہ متضاد ہے - فی الحقیقت قرآن حکیم کا یہ مقام من جملہ اہم ترین دلائل قرآنیہ کے ہے ' لیکن متکلمین نے ایک دور از کار اور تقریباً بے معنی منطقی استدلال کا جامہ پہنا کر اس کی ساری دلاویزی اور خوبی غارت کردی ہے ' جو کسی طرح بھی اس پر راست نہیں آتا - لطف یہ ہے کہ یہ استدلال حضرت ابراہیم کی طرف اس جوش و سرگرمی کے ساتھہ منسوب کیا جاتا ہے ' گویا انکے لیے ابراہیم خلیل کی جگہ امام الحرمین یا امام رازی بن جانا کوئی بڑی ہی فضیلت کی بات ہے !

میں نے یہاں ارسطو کی جگہ امام الحرمین اور امام رازی اسلیے کہا کہ جو بات حضرت ابراہیم کی طرف منسوب کی گئی ہے ' وہ اتنا وزن بھی نہیں رکھتی ' جسقدر عامۂ حکماء کی عقلیات کا تسلیم کرنا پڑتا ہے - شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے سچ کہا ہے کہ " متکلمین نے طریق قرآنی اسلیے ترک کیا ' تاکہ فلاسفۂ و عقلیین کے ساتھہ چل سکیں ' مگر افسوس کہ یہ بھی نہ کرسکے - انکی خام خالیوں سے تو پھر حکماء کی باتیں غنیمت ہیں "

یا مثلاً ' قرآن حکیم نے اللہ تعالی کے صفات کا ذکر کرتے ہوے " احد " اور " واحد " کا لفظ استعمال کیا ہے - " احد " اور " واحد " کے معنی اس زبان میں جسمیں قرآن نازل ہوا ہے ' اسکے سوا کچھہ نہیں ہیں کہ یہ صفت ' تعدد کی نفی کرتی ہے - یعنی وہ ایک ہے ' اکیلا ہے ' اسکا کوئی شریک نہیں - کوئی عرب یا عربی داں انسان " احد " کا لفظ سنکر اس سے زائد کسی مفہوم کا تخیل ہی نہیں کر سکتا ' لیکن متکلمین نے اسکے لیے فلسفیانہ معانی اور التزامات پیدا کر لیے ' اور بلا تکلف انہی معانی میں استعمال کرنے لگے - مثلاً وہ کہتے ہیں ' خدا نے اپنا وصف احد قرار دیا ہے - احد وہ ہے جو منقسم نہ ہو سکے ' پس معلوم ہوا کہ وہ جسم نہیں ہے ' کیونکہ اجسام قابل انقسام ہیں - ہمیں بھی اسکا شوق نہیں کہ خدا کی جسمیت ثابت کی جاے ' لیکن یہ قطعی ہے کہ قرآن نے عربی کا لفظ " احد " اس مصطلحۂ متکلمین مفہوم میں استعمال نہیں کیا ہے ' اور نہ اس انقسام و عدم انقسام کی دقیقہ سنجیوں سے اسے کوئی تعلق ہے -

یا مثلاً ' عربی کا ایک لفظ " مثل " ہے - " مثول " کے اصلی معنی کسی چیز کے نصب ہونے کے تھے - مصور صورت بنا دیتا ہے ' اس لیے اسے ممثل کہنے لگے - مثل الشی - ای انتصب و تصور - سورۂ مریم میں ہے " فتمثل لہا بشراً سویا " یعنی آدمی کی شکل میں نمایاں ہوا - پھر اسی نسبت سے اسکا استعمال مشابہت کے معنوں میں بھی ہونے لگا - فلاں چیز فلاں چیز کے مثل ہے - یعنی اس جیسی ہے - تاج محل کے مثل کوئی عمارت نہیں - یعنی اس جیسی کوئی عمارت نہیں - قرآن نے بھی جا بجا مثل کا لفظ انہی معنوں میں استعمال کیا ہے -

لیکن جب فلسفیانہ مصطلحات رائج ہو گئیں ' تو " تمثیل " کا استعمال ایک خاص تعریف و حدود کے ساتھہ ہونے لگا - مثلاً مماثلت کے مفہوم میں منطقی اطلاق پیدا کرکے اسے مماثلة فی الجوہر ' مماثلة فی الکیفیة ' مماثلة فی الکمیة ' مماثلة فی القدر و المساحة ' وغیرہ میں لے گئے ' اور اسکے بعد " مثل " مستعملۂ قرآن سے بھی وہی استدلال کرنے لگے - مثلاً " لیس کمثلہ شي " میں " مثل " کو وہی " مثل " مصطلحہ قرار دیتے ہیں ' اور اسپر اپنی تمام فلسفہ آرائیوں کی عمارت استوار کرتے ہیں - وہ کہتے ہیں - تمام اجسام متماثل ہیں ' اور جسم وہ ہے جو جواہر فرد سے مرکب ہو ' یا جسکی طرف اشارہ کیا جاسکے ' اور جسکی مقدار ہو ' پس جب خدا نے فرمایا " لیس کمثلہ شی " تو اس سے ان تمام جسمی (مصطلحہ فلسفہ) مماثلتوں کی نفی ہوگئی جو جواہر میں یا اعراض میں ہو سکتی ہیں - فلو کان جسماً لکان لہ مثل ' و اذا لم یکن جسماً ' لزم نفی ملزومات الجسم - یقیناً خدا کے مثل کوئی شے نہیں ' لیکن سوال یہ ہے کہ " لیس کمثلہ شي " میں قرآن نے عربی کا جو لفظ استعمال کیا ہے ' اور اسکا جو مطلب دو سو برس تک تمام عرب مخاطبین سمجھتے رہے ' وہ کیا تھا ؟ کیا وہ یہی مثلیت مصطلحۂ فلسفہ تھی ؟ حاشا و کلا - عربی میں مثل کا لفظ ٹھیک انہی سیدھے سادھے معنوں میں بولا جاتا ہے ' جن معنوں میں ہم آجکل اردو میں بولا کرتے ہیں - مثلاً ایک شخص کہتا ہے " تاج محل آگرہ کے مثل کوئی عمارت موجود نہیں " تو اس سے اسکا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ مماثلة فی الجوہر یا مماثلة فی الکمیة ' یا مماثلة فی الکیفیة ' یا مماثلة فی القدر و المساحة ' یا مماثلة فی ای معنی اصطلاحی فلسفی کی نفی کر رہا ہے - بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ ایسی خوشنمائی رکھنے والی کوئی دوسری عمارت موجود نہیں - قرآن نے بھی ٹھیک ٹھیک اسی سادہ اور لغوی معنی میں " مثل " کا لفظ استعمال کیا ہے - یہ فلسفیانہ دقیقہ سنجیاں یہاں کہاں سے آ گئیں ؟

یا مثلاً ' عربی کا ایک لفظ " خلد " اور " خلود " ہے جسکے معنی لغت اور زبان میں طول عہد کے ہیں ' اور اسی نسبت سے وہ ہمیشگی کے معنوں میں بھی بولا جاتا ہے - لیکن یہ ہمیشگی ایسی ہی ہوتی ہے جیسے بول چال میں ہم کہتے ہیں " یہ آدمی ہمیشہ کلکتہ ہی میں رہیگا " - اس سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ وہ ابد تک رہیگا اور مستقبل میں کوئی وقت ایسا نہیں آیگا جب وہ کلکتہ میں موجود نہو ' بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ یہیں ٹھہرا ہوا ہے اور عرصہ تک یہیں ٹھہریگا - قرآن نے بھی جا بجا اسی معنی میں یہ لفظ استعمال کیا ہے ' لیکن بعد کو جب فلسفیانہ بحثیں پیدا ہو گئیں ' تو " خلود " کے معنی ایسی ہمیشگی کے ہو گئے جسکی کوئی نہایت نہ ہو -

یا مثلاً ' عربی میں لفظ " قدیم " کے وہی معنی ہیں ' جو اردو میں " پرانے " کے ہیں " یہ مکان بہت قدیم ہے " یعنی بہت مدت سے ہے - لیکن متکلمین نے فلسفیانہ مباحث میں " قدم " و " حدوث " کی خاص مصطلحات اختیار کیں ' اور اسلیے " قدیم " کی بھی ایک خاص منطقی تعریف بن گئی - اب کتاب و سنة کا مستعملہ " قدیم " بھی اسی معنی میں لیا جانے لگا !

بريد فرنگ

مصر اور ترکی کی نسوانی تحریکات

مصري خواتين کا نقاب جو اب رخصت هو رها هے !

پيرس کے مصور رساله نے ايک سلسلۂ مقالات بلاد اسلاميه کي جديد نسواني تحريکات پر شائع کرنا شروع کيا هے - مقاله نگار حال ميں قسطنطنيه اور قاهره کے سفر سے واپس آيا هے - وه لکهتا هے :

" سنه ۱۹۲۷ کي جو فکري لهر قاهره اور قسطنطنيه کي عورتوں کے دماغوں ميں دوڑ رهي هے ' آسے ميں لفظوں ميں منتقل کر دينا چاهتا هوں "

مقاله نگار کے تاثرات کا خلاصه حسب ذيل هے :

(۱) ترک اور مصري عورتوں ميں نئے خيالات کي نشو و نما اگرچه گذشته صدي کے اواخر سے شروع هوگئي تهي ' مگر وه ايک خاص حد سے آگے نه بڑهسکي - سنه ۱۹۰۰ تک قسطنطنيه اور قاهره ميں نئي قسم کي خواتين کا مطلب صرف يه سمجها جاتا تها که وه فرانسيسي زبان سے واقف هيں ' مغربي روش کا لباس مشرقي اصلاحات کے ساتهه پسند کرتي هيں ' اور اُن ميں اهل قلم عورتوں کي بهي ايک محدود تعداد پيدا هوگئي هے -

(۲) ليکن موجوده صدي کے اوائل سے صورت حال ميں نئي نئي تبديلياں رو نما هوئيں - اِن تبديليوں ميں سب سے زياده اهم تبديلياں دو تهيں - ترک اور مصري خواتين کا يورپ ميں آزادانه سفر و قيام - اور ترک نقاب - چنانچه سنه ۱۹۰۵ سے ليکر سنه ۱۹۰۸ تک ترکي اور مصر کي پچاس سے زياده خواتين يورپ کے بڑے بڑے شهروں ميں ديکهي گئيں - ان ميں بڑي تعداد اُن کم عمر خواتين کي تهي جو تعليم کي غرض سے يورپ آئي تهيں - ان متعلمات ميں مصر کے خاندانِ خديويه کي بهي بعض خواتين تهيں -

جديد مصري خاتون
بيگم زغلول اپنے معمولی لباس ميں

(۳) سنه ۱۹۰۸ع ميں جب ترکي ميں انقلاب دستوري هوا ' تو حالات نے يکايک ايک دوسري هي صورت اختيار کرلي ' اور ترکي کے خواتين کي معاشرتي زندگي ميں انقلاب عظيم هوگيا - اُس وقت تک دار الخلافه ميں خال خال مسلمان عورتوں کے کلب تهے ' اور جتنے بهي تهے ' زياده تر امريکن مشنيري جماعتوں کے قائم کيے هوئے تهے - ليکن اب يکايک زنانه کلبوں کي تعداد ميں عظيم اضافه هوگيا - سب سے پہلے انجمن اتحاد و ترقي نے زنانه کلب قائم کيے - پهر علم تحريک شروع هوگئي ' اور ايسے ايسے عظيم الشان کلب قائم هوگئے ' جن کے ارکان کي تعداد سيکڑوں سے بهي متجاوز تهی - اُسي وقت سے ترک خواتين نے ملک کي سياسي و معاشرتي تحريکات ميں بهي علانيه حصه لينا شروع کرديا - ايک کثير تعداد مقرروں اور اديبوں کي بهي پيدا هوگئي جن ميں ايک کافي تعداد ترکي زبان کے اچهے خطيبوں - اور اهل قلم کي تهي - چهره کا نقاب بهي تمام تعليم يافته خواتين نے تقريباً ترک کرديا - البته باهر نکلنے کے ليے ايک خاص طرح کا جسم پوش لباس پهن ليا جاتا تها جس سے نه صرف تمام جسم اور لباس کي آرائش چهپ جاتي تهي ' بلکه سر کے بال بهي پوشيده رهتے تهے - صرف نصف پيشاني سے ليکر ٹهوڑي تک چهره کهلا رهتا تها -

بلاشبہ اعتراض کیا جائیگا کہ مذہبي ' اخلاقي ' فلسفي ' سیاسي ' اور قانوني خیالات تاریخي ترقي کے دوران میں تبدیل ہوتے رہے ہیں ' مگر ان تبدیلیوں کے باوجود بھي مذہب ' اخلاق ' فلسفہ ' سیاست ' اور قانون کي حقیقت کبھي نہیں بدلي ' بلکہ یہ چیزیں بدستور باقي رہیں - مزید براں کچھہ اٹل سچائیاں بھي ہیں ؟ جو تمام اجتماعي نظاموں میں ہمیشہ قائم رہي ہیں اور اُن میں کبھي تبدیلي نہیں ہوئي - لیکن کمیونزم یہ تمام سچائیاں نئي بنیادوں پر قائم کرنے کي جگہ اُنہیں سرے سے مٹا دینا چاہتا ہے ' اور یہ ایک ایسي بات ہے جو تمام تاریخي ترقیوں کے بالکل مخالف ہے -

لیکن ہم کہتے ہیں کہ تمام پچھلي سوسائٹیوں کي تاریخ ' جماعتي نزاع کي تاریخ ہے جس نے مختلف زمانوں میں مختلف شکلیں اختیار کیں - جماعتي نزاع نے کوئي شکل بھي اختیار کي ہو ' لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہر زمانہ میں سوسائٹي کا ایک حصہ دوسرے حصوں کو خود غرضانہ استعمال میں لاتا رہا ہے - لہذا کچھہ عجب نہیں ' اگر اِن تمام زمانوں کا اجتماعي ضمیر ہمیشہ تقریباً ایک ہي قسم کے خیالات کا پابند رہا ہو - ظاہر ہے کہ اِس اجتماعي ضمیر کي تبدیلي اسي وقت ممکن ہے جب جماعتي نزاع کا پورے طور پر خاتمہ کر دیا جائے -

کمیونیزم کیا ہے ؟ ملکیت کا انقلاب اور اسکے روایتي رشتوں کا ایک براہ راست طبعي انفجار ! لہذا کچھہ عجیب نہیں ' اگر وہ اپنے دوران ترقي میں تمام روایتي نظریوں سے آزادانہ قطع تعلق کرلے اور ایک نیا نظام قائم کر دے !

لیکن ہمیں سرمایہ داروں کے اعتراضات کي پروا نہیں کرني چاہئے - اپنے کام میں بدستور منہمک رہنا چاہئے -

ہم ابھي بیان کر چکے ہیں کہ مزدوري پیشہ طبقہ کے انقلاب کا پہلا قدم یہ ہے کہ وہ حکمراں طبقہ کي حیثیت حاصل کرلے - یعني حقیقي جمہوریت کو کامل فتح حاصل ہو جائے -

مزدور ' سرمایہ داروں سے تمام سرمایہ بتدریج چھین لینے اور پیداوار کے تمام آلات حکومت کے ہاتھوں میں جمع کر دینے کیلیے اپني سیاسي طاقت استعمال کرینگے ' یعني پیداوار کے تمام ذرائع وہ خود اپنے ہاتھوں میں لے لینگے - کیونکہ وہي حکمراں طبقہ ہونگے ' اور کوشش کرینگے کہ جلد سے جلد بار آور طاقتوں کي مجموعي مقدار بڑھا دیں -

یہ مقصد ظاہر ہے کہ پورا نہیں ہوسکتا ' جبتک کہ حقوق ملکیت اور سرمایہ دارانہ حالات پیداوار پر علانیہ سخت حملے نہ کیے جائیں - یہ حملے اُن ذرائع سے کیے جائینگے جو گو ابھي اقتصادي حیثیت سے ناقابل حصول معلوم ہوتے ہیں ' مگر بتدریج بڑھینگے اور ضروري ہوجائینگے - اِس سے مقصود وہي ذرائع ہیں ' جو پیداوار کے تمام طریقوں میں انقلاب پیدا کر دیں -

یہ ذرائع مختلف ممالک میں قدرتي طور پر مختلف ہونگے - تاہم ترقي یافتہ ممالک میں حسب ذیل ذرائع سے بہتر کام لیا جاسکتا ہے :

(۱) زمین کي ملکیت کي منسوخي اور زمین کے لگان پر حکومت کا قبضہ -

(۲) بھاري اور برابر بڑھنے والا اِنکم ٹیکس -

(۳) سرمایہ دارانہ وراثت کي منسوخي -

(۴) باغیوں اور جلاوطنوں کے اِملاک کي ضبطي -

(۵) حکومت کے ہاتھوں میں قرض کي مرکزیت ' اور یہ اِس طرح کہ ایک قومي بنک قائم کیا جائے جس میں صرف حکومت کا سرمایہ ہو ' اور جسے بلا شرکت غیرے اجارہ داري کا حق حاصل ہو -

(۶) ذرائع مواصلات اور برآمد کي حکومت کے ہاتھوں میں مرکزیت -

(۷) قومي کارخانوں اور آلات پیداوار کي توسیع ' اور بنجر زمینوں کي ایک عام اجتماعي خاکہ کے مطابق اصلاح -

(۸) سب کو محنت کیلیے مجبور کرنا ' اور صنعتي فوجوں کي تنظیم ' خصوصاً زراعت کیلیے -

(۹) زرعي اور صنعتي محنت کي آمیزش ' تا کہ شہر اور دیہات کي باہمي تفریق مٹ جائے -

(۱۰) تمام بچوں کیلیے عام مفت تعلیم -

جب دوران ترقي میں جماعتي اِمتیازات معدوم ہو جائینگے ' اور تمام پیداوار قوم کي بڑي اکثریت کے ہاتھوں میں سمٹ آئیگي ' تو عام اجتماعي طاقت اپني سیاسي حیثیت کھو دیگي - سیاسي طاقت درحقیقت ایک منظم طاقت ہے تا کہ دوسري جماعتوں پر مسلسل ظلم کیا جاسکے -

اگر مزدور انقلاب کے ذریعہ برسر اقتدار آجائیں ' اور طاقت کے زور سے پرانے حالات پیداوار برباد کر ڈالیں ' تو اِن حالات کے ساتھہ قدرتي طور پر وہ موجودہ جماعتي نزاعات اور خود جماعتوں کو بھي برباد کر ڈالینگے ' بلکہ ساتھہ ساتھہ خود اپني جماعتي حکمراني کي حیثیت بھي مٹا دینگے -

تاریخ و عبر

ہندوستان

انگریزی حکومت سے پہلے اور انگریزی حکومت کے بعد

خود انگریز مدبّروں اور مصنّفوں کی نظر میں

اٹھارویں اور انیسویں صدی کے مدبّروں کی شہادت

(۲)

ہندوستان کی صنعت پارچہ بافی

ہندوستان نے پارچہ بافی کو ہر زمانہ میں بے نظیر کمال، اور ناقابل تقلید ہنرمندی کے ساتھ برقرار رکھا ہو۔ اُن کے بعض کپڑے تو ایسی حیرت انگیز نفاست سے طیار ہوتے ہیں کہ پرستان کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کمال در اصل، ہندوستانیوں کے بہترین ذوق، نفاست پسندی، اور سلیقہ کا نتیجہ ہو۔ (برلن سنہ ۱۷۲۲ء میں)

ہندوستان کے جنگلی درختوں میں پھلوں کی جگہ اون (سن) پیدا ہوتی ہو جو اپنی نفاست اور خوبصورتی میں بھیڑ کے اون کو بھی مات کرتی ہو۔ ہندوستانی اسی سے اون کے کپڑے بناتے ہیں۔
(ہیروڈوٹس سنہ ۴۰۰ قبل مسیح)

اس بات کا ثبوت موجود ہو کہ ہندوستان اور بابل کے مابین سنہ ۳۰۰۰ قبل مسیح میں تجارتی تعلقات قائم تھے۔ سنہ ۲۰۰۰ قبل مسیح کی مصری ممیا کی ہوئی لاشیں تھیں ہندوستانی ململ میں لپٹی ہوئی دستیاب ہوئی ہیں۔ روم میں ہندوستانی پارچہ جات کی بہت بڑی کھپت تھی۔ یہ واقعہ اس طرح محقق ہوتا ہو کہ "ایلڈر پلینی" نے شکایت کی ہو کہ روم کی بہت بڑی رقم ہر سال ہندوستانی کپڑے پر خرچ ہوجاتی ہو۔ ڈھاکہ کی ململ یونان میں "گنجی ٹیکا" کے نام سے مشہور تھی۔ (پروفیسر لیری)

ہم جانتے ہیں کہ یہودیوں نے اپنی قومیت کے ابتدائی دور میں (یعنی قبل مسیح ۲۰۰۰ سال) میں ہندوستان کا کپڑا استعمال کیا ہو۔
(ڈکیپر صفحہ ۳۰۶)

یعنی مسیح سے ۲۰۰۰ سال پہلے مقرر اور عرب کی دیبا کے تذکرہ میں بنگال کی ململ کا ذکر کرتا ہو۔ (جیمس ٹیلر)

ازمنہ قدیمہ سے لیکر شگفتگی تک، ہر زمانہ میں ہندوستان کا بنا ہوا ہر طرح کا کپڑا بکثرت دستیاب ہوتا تھا۔ (مارکوپولو سنہ ۱۳۰۰ء)

سنہ ۱۷۰۰ء کے بنام قانون کی رو سے انگلستان میں ۲۹ ستمبر سنہ ۱۷۰۱ء سے چین، ایران، ہندوستان کے ہر قسم کے کپڑوں کا استعمال ممنوع قرار دیا گیا۔ اور اعلان کر دیا گیا کہ اس تاریخ سے جتنا بھی کپڑا آئیگا وہ یا تو ضبط کر لیا جائے گا، یا واپس کر دیا جائے گا۔
(سر جارج برڈوڈ)

"یہ ۰ انگلینڈ میں یہ سخت جرم تھا کہ کوئی عورت ہندوستانی چھینٹ استعمال کرے۔ سنہ ۱۷۶۶ء میں لنڈن میں ایک انگریز خاتون کو دو سو پونڈ جرمانہ اس لئے ادا کرنا پڑا کہ اس کا رومال ہندوستانی کپڑے کا تھا۔ (پروفیسر لیکی)

سترہویں صدی کے آخر میں نفیس اور عمدہ ہندوستانی چھینٹ اور ململ بہت بڑی مقدار میں انگلینڈ بھیجی گئی اور وہاں اس قدر مقبول ہوئی کہ مقامی اونی ریشمی کپڑے کی تجارت سخت خطرہ میں پڑ گئی۔ چنانچہ اس کی روک تھام کے لئے سنہ ۱۷۰۰ء اور سنہ ۱۷۲۱ء میں پارلیمنٹ نے ایسے قانون پاس کئے جن کی رو سے انگلینڈ میں ہندوستانی کپڑے کا استعمال قطعاً ممنوع قرار پا گیا۔ (پروفیسر لیکی)

نفیس کپڑا بننے، رنگوں کے ملانے، دھات پر نقش ابھار بنانے، جواہرات کو تراشنے، عطر کے طیار کرنے، اور جملہ قسم کی دقیق و لطیف صنعتوں میں ہندوستانیوں کا کمال قدیم زمانہ سے مشہور آفاق ہو۔
(پروفیسر ولسن)

سنہ ۱۷۵۰ء سے سنہ ۱۸۰۰ء تک کا زمانہ انگلستان کی پارچہ بافی کا سنہرا زمانہ سمجھا جاتا ہو۔ مگر اُس وقت جبکہ انگریزی کپڑے کی بافندگی جہازوں کی طلسمی تیز رفتاری اور میکانیکی ایجادات کی معجزانہ تاثیر کے باعث روز افزوں ترقی کر رہی تھی، ہندوستانی کپڑے پر ۵۰ فیصدی چنگی لگادی گئی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈھاکہ کا نفیس کپڑا اس زبردست چنگی کی وجہ سے انگلستان جانا موقوف ہوگیا اور بالآخر یہ کپڑا بازار سے مفقود ہوگیا۔ (پروفیسر ٹیبر)

سنہ ۱۸۱۳ء تک ہندوستان کا سوتی اور ریشمی کپڑا انگلستان کے بازاروں میں معقول نفع کے ساتھ خود انگریزی کپڑے سے ۵۰ اور ۶۰ فیصدی کم قیمت پر بکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی کپڑے کو بچانے کے لئے ہندوستانی کپڑے پر ۷۰ اور ۸۰ فیصدی چنگی لگا دی گئی۔ اگر یہ ظالمانہ چنگی نہ لگائی جاتی اور ممانعت کے قانون نافذ نہ کئے جاتے، تو "پیسلی" اور "مانچسٹر" کے تمام کارخانے شروع ہی میں بند ہو جاتے اور باوجود مشینوں کی قوت سے مسلح ہونے کے ہرگز نہ چل سکتے۔ در حقیقت یہ کارخانے، ہندوستانی کپڑے کی لاش پر کھڑے کئے گئے ہیں۔ اگر ہندوستان خود مختار ہوتا تو وہ اس زیادتی کا ترکی بہ ترکی جواب دیتا۔ وہ بھی انگریزی مصنوعات پر بھاری چنگی لگا دیتا اور اس طرح اپنی تجارت کو فنا ہونے سے بچا لیتا۔ مگر یہ حق ہندوستان کو نہیں دیا گیا۔ وہ بے دست و پا اجنبیوں کے رحم پر تھا۔ انگریزی مصنوعات بغیر چنگی ادا کئے جبراً اس ملک میں لائی گئیں۔ بدیشی تاجروں نے غیر منصفانہ سیاسی حربہ استعمال کرکے اپنے اُس حریف کا گلا گھونٹ ڈالا جس سے وہ کسی طرح بھی مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ (ہسٹری آف انڈیا از مل)

سنہ ۱۸۴۶ء میں مسٹر محمد حسن نامی ایک شخص نے صرف ۸ گھنٹے کے اندر ڈھاکہ میں ۲۱ تھان ململ کے خریدے۔ (ڈاکٹر ٹیلر)

اس وقت انگلستان میں ایک شخص موجود ہو جس نے نواب کے زمانہ میں ایک صبح اپنے ہی مکان پر ۸۰۰ تھان ململ کے خریدے تھے جنہیں خود کاریگر لائے تھے۔ پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی کے گماشتوں کا ظلم و جور بے روک ٹوک نہ تھا۔ لیکن سراج الدولہ کے عہد سے شروع ہوا۔ خود مذکورہ بالا شخص کا عینی مشاہدہ ہو کہ جنگل بارٹی کے سینکڑوں نور بافوں نے اپنا پیشہ اور گھر بار محض انہی ظلموں کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا حالانکہ اُس وقت یہ ظلم صرف شروع ہوا تھا۔
(بولٹس کے خیالات صفحہ ۹۵-۱۹۱)

نور باف جب کمپنی کے سخت اور جابرانہ معاہدے منظور کرنے سے انکار کر دیتے تھے تو کمپنی کے ایجنٹ اُن کا سامان نیلام کرکے قیمت ضبط کر لیتے۔ ریشم کاتنے والوں پر بھی یہی ظلم کیا جاتا تھا۔ ایسی بکثرت مثالیں موجود ہیں کہ لوگوں کے انگوٹھے محض اس لئے کاٹ ڈالے گئے کہ وہ ریشم نہ کات سکیں۔ (ولیم بولٹس)

جب کمپنی کا گماشتہ کسی بستی یا شہر میں پہنچتا تو اپنے لئے کوئی جگہ مقرر کرکے گھر منتخب کر لیتا۔ گماشتہ کا گھر "کچہری" کہلاتا تھا۔ یہاں وہ اپنے پیادوں کے ذریعہ سے بیوپاریوں اور دلالوں کو نور بافوں کے جمع کرنے کا حکم دیتا۔ پھر انہیں کچھ پیشگی دیکر معاہدہ پر دستخط کرانا جن کی رو سے انہیں معین وقت میں خاص قیمت پر مال مہیا کرنا پڑتا۔ چند ہی ہاتھ کے لئے غریب نور باف کی رضامندی ضروری نہیں سمجھی جاتی تھی

سنہ ۱۹۲۱ میں قسطنطنیہ کی مسلمان عورتوں کا مظاہرہ

سب سے زیادہ اہم تبدیلی یہ ہوئی کہ مسلمان خواتین نے سرکاری دفاتر میں کام کرنا شروع کردیا جس کی کوئی سابق مثال موجود نہ تھی - ٹیلی فون اور ٹیلی گراف کے اکثر مراکز میں عورتیں ہی عورتیں نظر آنے لگیں - دفاتر میں ٹائپسٹ عورتیں بھی پیدا ہوگئیں - اس صورت حال نے مشرقی ممالک میں بھی اس اسلوب حیات سے عورت کو آشنا کردیا ' جو اس وقت تک صرف یورپ اور امریکہ ہی کی مضطرب آبادیوں میں محدود تھا -

(۴) ترکی کی اس تبدیلی نے قاہرہ پر بھی اثر ڈالا جہاں مغربیت کہیں زیادہ قوت و وسعت کے ساتھ نشو و نما پا رہی تھی - سنہ ۱۹۰۱ - میں جب قاسم امین بک نے مسلمان عورتوں کی معاشرتی زندگی میں اصلاح کی ضرورت محسوس کی تھی ' اور پردہ کے خلاف اپنی مشہور کتابیں شائع کی تھیں ' تو اس وقت مصر کے اندر بمشکل پچیس مسلمان عورتیں ایسی نکل سکتی تھیں جو بغیر نقاب کے گھر سے باہر نکلنا گوارہ کرتیں ' لیکن اب ایک بڑی تعداد ایسی عورتوں کی پیدا ہوگئی ' جو بغیر کسی جھجھک کے کھلے منہ باہر نکلنے لگی تھیں ' اور انہوں نے پوری طرح مغربی لباس اختیار کرلیا تھا - سنہ ۱۹۱۲ء میں جب میں قاہرہ گیا تھا ' تو مجھے یہ دیکھکر تعجب ہوا تھا کہ نئے تعلیم یافتہ طبقہ کی عورتیں تمام قدیم رسوم و عوائد ترک کرچکی ہیں ' اور بعض خال خال گھرانوں کے قدیم مصری زندگی کا نظارہ کہیں دکھائی نہیں دیتا - بعض گھرانوں کی خواتین سڑکوں پر بالکل کھلے ڈلے نکلنے سے پرہیز کرتی تھیں ' لیکن اپنے گھر میں انہیں اس سے انکار نہ تھا کہ ایک یورپین خاتون کی طرح مہمانوں کی پذیرائی کریں ' اور ان کی صحبتوں میں اپنے شوہروں اور عزیزوں کے ساتھ شریک ہوں -

(۵) جنگ کے بعد دنیا میں جو تعجب انگیز تغیرات ہوئے ہیں ' شاید ان میں کوئی چیز بھی اس درجہ موثر اور قابل غور نہیں ہے ' جسقدر مشرقی عورت کی کامل مغربیت ہے - اب ہمیں وہ تمام پر اسرار اور قصہ نما تذکرے بھلا دینے چاہئیں ' جو کسی زمانے میں مشرقی عورتوں اور مشرقی حرمسراؤں کی داستانوں میں ہماری تعجب آمیز دلچسپی کا ذریعہ ہوا کرتے تھے ' اور ہر مغربی سیاح جو مشرق کا قصد کرتا تھا ' سمجھتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو الف لیلہ کی شاہراہوں میں سرگرداں

پائیگا - اب مشرق بھی بہت سی چیزوں کی طرح مشرق کی عورت بھی تقریباً ناپید ہوگئی ہے - وہ وقت دور نہیں ہے جب اس کا سراغ ڈھونڈھنے کیلیے مورخین کو کتابوں کے سیکڑوں اوراق الٹنے پڑینگے - اب انگورہ ' قسطنطنیہ ' اور قاہرہ ہی میں نہیں ' بلکہ بغداد اور شام میں بھی "مشرقی عورت" بغیر ڈھونڈھے نہیں مل سکتی - گذشتہ سال میں نے بیروت میں بہت کوشش کی کہ کسی ایسے امیر گھرانے کا سراغ لگاؤں جہاں مجھے کامل مشرقی زندگی نظر آے - کچھہ عرصہ کے بعد ایک دوست نے رہنمائی کی ' اور میں ایک گھرانے میں مدعو کیا گیا - یہ گھرانا بیروت کے ایک قدیم امیر خاندان کا گھرانا تھا - اسکے ارکان مغربیت کے دلدادوں میں " قدامت پرستی " کیلیے بدنام ہیں - یہ مخالفانہ شہرت سنکر مجھے بڑی خوشی ہوئی تھی - میں نے خیال کیا تھا کہ بیسویں صدی میں کم از کم ایک مرتبہ " الف لیلہ " کے عالم میں واپس جا سکونگا - لیکن آپ میری مایوسی کا اندازہ کر سکتے ہیں ' جو اس وقت مجھپر طاری ہوئی ' جب میں نے اس " قدامت پرست " گھرانے میں اپنے آپکو ایک کامل قسم کے فرانسیسی ایوان ملاقات کے صوفے پر پایا ' اور صاحب مکان نے یہ کہکر اپنی دوازدہ سالہ لڑکی کی تقریب کی کہ " یہ میڈ موزیل ...... ہیں ! "

یہ بیروت کا قدامت پرست گھرانا ہے ! بعد کو مجھے معلوم ہوا کہ اس گھرانے کی ساری قدامت پرستی اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اس کی مسن عورتیں مغربی لباس نہیں پہنتیں ' اگرچہ اپنی لڑکیوں کے لیے اسی کو پسند کرتی ہیں !

مقالہ نگار نے آخر میں افسوس کیا ہے کہ مشرق نے مغرب کی تقلید کے شوق میں اسکی بالکل پروا نہ کی کہ مغربی معاشرت کی بے اعتدالیوں سے اپنی نگہداشت کرے - وہ کہتا ہے " بلا شبہ مشرقی عورت کو مغرب سے بہت کچھہ حاصل کرنا تھا ' لیکن ساتھہ ہی اپنی قدیم زندگی کی بہت سی قیمتی چیزیں محفوظ بھی رکھنی تھیں جن کے فقدان پر آج مغرب افسوس کر رہا ہے "

[illegible] میں خواتین کے ایک خیراتی بازار کا افتتاح

(ب) ہندوستانی ہمارے بڑے آدمیوں پر ہماری ہی طرح فخر کرنے لگیں گے۔

(ج) ہماری ہی طرح تعلیم حاصل کرنے، ہماری ہی طرح ایک خاص مقصد سے دلچسپی لینے، ہماری ہی طرح ایک خاص نتیجہ کے لئے کوشاں ہونے سے، وہ ہندوستانی ہونے کے بجائے انگریز ہوجائیں گے۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح رومیوں کی ماتحت قومیں رومن ہوگئی تھیں!

(د) اس طرح وہ قدیم ہندوستانی بنیادوں پر آزادی حاصل کرنے کی خواہش سے دست بردار ہوجائیں گے۔ اس کے بعد کوئی فوری تبدیلی ناممکن ہوگی۔ ہمارا قبضہ مدت دراز تک بے خطر برقرار رہ سکے گا

(ہ) تعلیم یافتہ طبقہ یہ سمجھ کر کہ اُس کے ملک کی بھلائی ہماری ہی سرپرستی میں ہوسکتی ہے، قدرتی طور پر ہم سے وابستہ رہے گا۔

(سرکاری مراسلہ ۱۸۵۳ء)

زمین کی فتح کے بعد ہندوستان کا دماغ بھی فتح کر لیا گیا۔

(ہنٹر)

دماغ ہی سلطنتیں برباد کرتے اور قائم کرتے ہیں، دماغ پر قبضہ کرلو۔ قوم پر بھی حکومت کر سکو گے۔　　(لواسٹ ڈومینین)

بغیر دماغی انقلاب کے سیاسی انقلاب ناممکن ہے۔ پوری ایک فوج کی یلغار بآسانی روکی جاسکتی ہے، لیکن دماغی حملہ کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا!

(میریں)

کوئی بھی ہندوستانی ذہانت اور ذیرکی پر شبہ نہیں کرسکتا۔ مگر حیرت ہوتی ہے کہ مغربی طریقِ تعلیم نے اُسے کس طرح اپنا شکار کر لیا ہے اور ہندوستان کی روایتی ذہانت کی مشتعل قوت بالکل افسردہ ہوکر رہ گئی ہے!

(ر)

ہم نے بنگالیوں کو جو تعلیم دی ہے وہ صنعت و حرفت کی طرف راغب کرنے کے بجائے صرف ادبیت سکھاتی ہے۔

(سر ای، سی، بک)

جہاں باشندے خوشحال ہوتے ہیں، وہاں تعلیمی ترقی خطرناک نہیں ہوتی۔ مگر جہاں افلاس اور تعلیم کا ساتھ ہوتا ہے، وہاں آگ لگا دیتی ہے۔ یہ ایک سچی حقیقت ہے، لیکن کتنے آدمی ہیں جو جانتے ہیں کہ یہ حقیقت ہندوستان میں کتنی سچی ہے!　　(ڈبلیو۔ ایس۔ بلنٹ)

شروع میں گورنمنٹ کا تعلیمی دستور العمل یہ تھا کہ ملک کے انتظام کے لئے آدمی فراہم کئے جائیں۔ نیز علمی تعلیم کے بجائے صرف ادبی تعلیم کی ہمت افزائی کی جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں ادبی تعلیم یافتوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی، اور علمی تعلیم تقریباً مفقود رہی۔　　(سیڈلر کمیشن)

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلۂ جدیدہ کے ابتدائی نمبر (یعنی نمبر اسے ۵ تک) بعض حضرات کو مطلوب ہیں، وہ دوگنی قیمت پر خریدنے کے لئے طیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع دیجائے۔ - منیجر

بریدِ شرق

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا تاریخی خطبہ

بعد از جنگ حوادث و اعمال کی مستند روداد

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

کامل ایک ہفتہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا جمہوری مؤتمر میں اپنا تاریخی خطبہ سناتے رہے۔ خطبہ بہت ہی طویل ہے۔ تلخیص کے سوا چارہ نہیں۔

۱۹۱۹ء میں التوارِ جنگ

موصوف نے بیان کیا:

۱۹ مئی ۱۹۱۹ء میں وہ بحر اسود کے ساحل سمسون پہنچے۔ یہ وہ وقت تھا جب ٹرکی کی داخلی حالت از حد ابتر ہوچکی تھی۔ سلطان وحید الدین اور اُن کے وزیر اعظم داماد فرید پاشا، ملک کو اُس تعرض سے نکالنے کے لئے کچھ بھی نہیں کر رہے تھے جس میں وہ التوارِ جنگ کے بعد گر پڑا تھا۔ اتحادی سلطنتیں، معاہدۂ التوار کی کسی شرط کی بھی پابند نہ تھیں۔ برطانی، فرانسیسی، اور اطالی فوجیں، ٹرکی کی بہت سی سرزمینوں پر قابض ہوگئی تھیں۔ پھر انہی اتحادیوں کے اشارے سے ۱۵ مئی ۱۹۱۹ء میں یونانی فوجیں سمرنا پر قابض ہوگئی تھیں۔ اسی قدر نہیں، بلکہ ٹرکی سے مطالبہ کیا جا رہا تھا کہ تھریس سے دست بردار ہوجائے تاکہ وہاں جمہوری حکومت قائم کر دی جائے۔ کردستان کو خود مختاری دیدے۔ علاقۂ پونٹوس کو آزاد کردے اور اُس میں بھی ایک خود مختار حکومت بنجائے، جس کا پایۂ تخت، طرابزون ہو۔

"انجمن محبان انگریز"

استانبول، تمام سازشوں کا مرکز تھا۔ "انجمن محبان انگریز" سب سے زیادہ خطرناک سازشی مرکز تھا۔ یہ انجمن خود سلطان کی سرپرستی میں تھی۔ وزیر اعظم اور دوسرے ارکان سلطنت، اُس کے ممبر تھے۔ اس انجمن کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ترکی قومی تحریک کو کچل ڈالے۔ فوج کی ابتری، آخری حد سے بھی تجاوز کرچکی تھی، لیکن وہ پھر بھی سلطان سے وفادار تھی۔ ملک میں یہ تحریک بھی پھیل رہی تھی کہ ٹرکی اب خود کچھ نہیں کرسکتا، لہٰذا کسی بڑی سلطنت سے امداد حاصل کرنا چاہئے۔ اس غرض کے لئے تین ذریعے لوگوں کے پیش نظر تھے: "انگلستان کی سرپرستی قبول کرلی جائے۔ یا امریکہ کی حمایت منظور کرلی جائے۔ یا خود اندرون ملک میں متعدد حکومتیں قائم کر دی جائیں"

غازی کی ابتدائی مساعی

اس کے بعد غازی نے اپنی ذاتی کوششوں کی طرف اشارہ کیا:

"میرے دشمنوں نے مجھے آستانہ سے نکالنے کی کوشش کی تھی میرے ماتحت پہلے تین فوجیں تھیں۔ نیز انگورہ اور دیار بکر کی فوجوں پر بھی مجھے نگرانی کا حق حاصل تھا۔ میں یہ کسی طرح بھی گوارا نہیں کرسکتا تھا کہ وطن مقدس، کسی اجنبی حکومت کی غلامی میں پڑے اس حالت پر میں موت کو ترجیح دیتا تھا۔ میں نے فوراً یونان سے مقابلہ کی طیاری شروع کردی۔ جون اور جولائی (۱۹۱۹ء) کے مہینہ میں اناطولیا اور ارض روم کے شہروں میں میں نے کانفرنسیں منعقد کیں۔ لیکن میری سرگرمیاں دیکھ کر استنبول کے حکام سخت برہم ہوگئے علی کمال بک وزیر داخلیہ نے مجھے طلب کرکے کہا کہ باب عالی میری تجویز کا مخالف ہے۔

۳ر جولائی کو میں نے اپنے دوستوں کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور صاف لفظوں میں اُن تمام خطروں سے آگاہ کردیا جو میرے ساتھ قومی تحریک میں شرکت سے اُنھیں پیش آنے والے تھے لیکن اُنھوں نے نہایت بہادری سے سرگرم عمل رہنے پر اصرار کیا اور اخلاص و رفاقت کی قسمیں کھائیں۔

تب میں اپنے فوجی منصب سے مستعفی ہوگیا تاکہ آزادی سے جدوجہد جاری رکھ سکوں۔ لیکن ارض روم میں میرے دوستوں میں باہم ناچاقی پیدا ہوگئی۔ میں نے اُن سے صاف کہہ دیا کہ "تاریخ ثابت کرچکی ہے کہ کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی جبتک ایک قابل مستقل مزاج، اور چست سردار کی اطاعت نہ کی جائے۔ ایسے نازک وقت میں اختلاف سے ہرگز کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا"

قومی حرکت کا دوسرا قدم

قومی تحریک نے دوسرا قدم، سیواس کانفرنس سے اُٹھایا۔ اس کانفرنس میں تمام ترکی علاقوں کے نمائندے شریک ہوئے تھے یہیں صاف طور پر یہ بات طے پاگئی کہ اتحادیوں، خصوصاً یونان کی مقاومت کی جائے اور ہر ممکن تدبیر سے ترکی سرزمین، اجنبی فوجوں سے پاک کی جائے۔

اُس موقع پر ایک فرانسیسی افسر نے سیواس میں آکر کہا کہ فرانس عنقریب اس وطنی تحریک کا سر کچل ڈالے گا! میں نے اُسے جواب دیا "سیواس پر تم ہرگز قبضہ نہیں کرسکتے۔ فرانس یا کوئی اور طاقت اگر ہماری تحریک کچلنا چاہتی ہے تو اُسے ایک طویل ہولناک جنگ کے لئے طیار ہوجانا چاہئے"

اسی کانفرنس میں یہ مسئلہ پیش ہوا تھا کہ امریکہ کی حمایت میں ٹرکی کو چلا جانا چاہئے۔ کپتان رؤوف بک، جنرل بکر آفندی پاشا، خالدہ ادیب خانم (زوجہ عدنان بک) اس تجویز کے سرگرم حامی تھے مگر میں نے ارکان مجلس سے درخواست کی کہ سرِدست یہ مسئلہ ملتوی کردیا جائے۔ میری درخواست منظور کرلی گئی۔

گماشتے جو شرطیں بھی چاہتے، زبردستی منوا لیتے تھے۔ اگر کاریگر کمپنی کا روپیہ قبول کرنے سے انکار کرتا تھا تو اُسے کوڑے لگا کر اُس کے لینے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ (ولیم بولٹس)

کاریگروں کو کمپنی کے لئے کام کرنے پر زبردستی مجبور کیا جاتا تھا۔ ان سے ایسے معاہدے لئے جاتے تھے جو اُن کے حق میں سراسر نقصان دہ ہوتے تھے۔ اُن کی فریادوں کی کوئی شنوائی نہیں تھی، اور انھیں اپنے ذاتی مفاد اور ضمیر کے خلاف کام کرنے پر بڑی سختی سے مجبور کیا جاتا تھا۔ بارہا ایسا ہوتا تھا کہ کاریگروں کو بھاری بھاری جرمانے کام سے انکار کرنے کی وجہ سے ادا کرنے پڑتے .... نوربافوں کو ہولناک اور عبرت انگیز سزائیں دی جاتی تھیں .... جبر و تشدد کی حد یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ کاریگروں کو مجبوراً اپنا پیشہ ترک کر دینا پڑا تھا۔ (۱۷۹۳ء اور ۱۸۰۰ء کی کمرشیل بورڈ کی ڈائری)

غریب ہندوستانی دستکاروں اور کاریگروں پر ایسے ایسے ظلم توڑے گئے ہیں جن کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ غریب کمپنی کے گویا غلام بنا دیئے گئے تھے۔ جرمانے، قید، جبری معاہدے، اور بید کی مار نے نوربافوں کی نسل معدوم کر دی! (بولٹس صفحہ ۷۲)

صنعت و حرفت اور تجارت کے تنزل کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ شہر (ڈھاکہ) کی آبادی تقریباً برباد ہو گئی۔ ۱۸۰۰ء میں اس کی آبادی ۲ لاکھ تھی، مگر اب صرف ۶۸۰۳۸ رہ گئی ہے جیسا کہ ۱۸۳۸ء کی مردم شماری سے ثابت ہوتا ہے.. جتنی تیزی سے آبادی گھٹی ہے، اُس سے کہیں زیادہ سرعت سے افلاس بڑھ گیا ہے!

(جیمس ٹیلر)

مسٹر بروکل ہرسٹ کا سوال:

"انگلستان یا ہندوستان، دونوں میں سے کسی ایک کی صنعت و حرفت کا قربان کرنا دوسرے کی ترقی کے لئے لازمی ہے۔ بنا بریں ہندوستانی صنعت و حرفت کی قربانی کر دی گئی۔ کیا تم ہندوستان کو دوبارہ خوشحال کرنے کے لئے انگلستان کو تباہ کرنا چاہتے ہو؟"

مسٹر مارٹن کا جواب:

"میں ہرگز ہندوستان کو ازسرِ نو زندہ کرنے کے لئے نہیں کہتا۔ لیکن میں ہندوستان کو مسلسل نقصان پہنچانے کے خلاف ہوں۔ پھر یہ بھی لازمی نہیں کہ ہندوستانی نوربافوں کی ترقی سے انگلستان برباد ہو جائے گا۔ کیونکہ ہندوستان کے پاس نہ گلاسگو اور منچسٹر کی طرح مشینیں ہیں نہ تجارتی بازار ہیں نہ سرمایہ ہے"

مسٹر بروکل ہرسٹ:

آپ سے جو سوال کیا گیا ہے اُس کا تعلق اُس نفیس سُوت سے ہے جو مشین میں طیار نہیں ہو سکتا۔ پس سوال یہ ہے کہ کیا اس نفیس سُوت کی صنعت اس ملک (انگلستان) میں باقی رکھی جائے یا ہمیشہ کے لئے اُٹھا دی جائے؟"

مسٹر مارٹن:

"اگر انگلستان میں اس صنعت کا بقا ہندوستان سے ناانصافی ہی پر موقوف ہے تو میرا جواب یہ ہے کہ انگلستان کو انصاف سے کام لینا چاہیئے۔ خواہ اُس کا نتیجہ کچھ ہو۔ کیونکہ انگریزوں کو ہرگز یہ حق نہیں ہے کہ محض اپنے ذاتی مفاد کے لئے اُس ملک کے باشندوں کو تباہ کر ڈالیں جسے اُنھوں نے فتح کیا ہے"

مسٹر بروکل ہرسٹ:

۱۸۵۸ء میں جب کمپنی نے ہندوستان کو تاج کے حوالہ کیا تو اُس سے پہلے ہی ہندوستان کی صنعت تباہ ہو چکی تھی۔ لہذا اسوقت غلطی کا سُوال در پیش نہیں ہے جو واقع ہو چکی ہے۔ نیز ہمارے پاس شہادت موجود ہے کہ ہندوستان صنعتی ملک ہونے کے بجائے زرعی ملک ہے۔ اور وہ جماعتیں جو پہلے دستکاری میں مصروف تھیں، اب زراعت میں مشغول ہو گئی ہیں"

مسٹر مارٹن:

"میں اسے ہرگز تسلیم نہیں کرتا کہ ہندوستان صرف زراعتی ملک ہے۔ ہندوستان جس طرح زراعتی ملک ہے اُسی طرح صنعتی ملک بھی ہے۔ اُس کی مصنوعات ہر زمانہ میں نہایت کامیاب بھی ہیں اور کوئی قوم بھی اُس کا مقابلہ نہیں کر سکی ہے۔ اب ہندوستان کو محض زراعتی ملک بنا دینا، اُس کے لئے سخت ناانصافی اور ظلم ہے"

(۱۸۴۰ء کی پارلیمنٹری سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ)

ہندوستان سے انگلستان کو اور انگلستان سے ہندوستان کو جو کپڑا بھیجا گیا اُس کی تفصیل یہ ہے:

سنہ	ہندوستان سے	انگلستان سے
۱۸۱۴ء	۱۲۶۶۶۰۸ تھان	۸۱۸۲۰۸ گز
۱۸۲۱ء	۵۳۴۴۹۵ "	۱۹۱۳۸۷۲۶ "
۱۸۲۸ء	۴۲۲۵۰۴ "	۴۲۸۲۲۰۷۷ "
۱۸۳۵ء	۳۰۶۰۸۶ "	۵۱۷۷۷۲۷۷ "

(مسٹر لارپنٹ)

ہندوستان کا سُوت

ہندوستان میں انگریزی سُوت سب سے پہلے ۱۸۲۱ء میں آیا اس کے بعد اُس کی مقدار بڑھتی گئی۔ چنانچہ

۱۸۲۴ء	میں	۱۲۰۰۰۰ گز
۱۸۲۸ء	"	۸۰۰۰۰۰ "
۱۸۳۰ء	"	۴۰۵۰۰۰۰ "

(ایسٹ انڈین کمپنی کے حالات ضمیمہ)

ڈاکٹر ٹیلر نے ۱۸۳۶ء میں لکھا ہے کہ "ڈھاکہ میں جیسا سُوت کتتا ہے اور ململ طیار ہوتی ہے اُس کا مقابلہ انگریزی ذہانت اور صنعت کسی طرح بھی نہیں کر سکتی" (براؤن)

ضلع (ڈھاکہ) میں قدیم زمانہ سے ہر گھر کا مشغلہ سوت طیار کرنا تھا۔ لیکن اب ارزاں انگریزی سُوت کی وجہ سے یہ کام بالکل موقوف ہو گیا ہے۔ اس طرح کاتنے اور بُننے کی صنعت، جس سے مدتوں لاکھوں محنتی مخلوق پیٹ پالتی تھی، ۲۰ برس کے قلیل زمانہ میں اجنبی ہاتھوں میں چلی گئی۔ (")

سب سے پہلے ۱۸۲۱ء میں انگریزی سُوت ہندوستان آیا۔ ۱۸۲۷ء میں اُس کی مقدار ۳۲۰۹۴ من تک پہنچ گئی۔ ۱۸۳۱ء میں ۱۰۸۲۸۱ من ہو گئی۔ اور ۱۸۳۸ء کے بعد سے تو اُس نے ہندوستانی سُوت کو بالکل بے دخل کر کے ملک بھر میں اُس کی جگہ لے لی۔

(جیمس ٹیلر)

تعلیم

جب کبھی میں ہندوستان کی بے شمار مخلوق کی جہالت کا خیال کرتا ہوں، تو مجھے کارلائل کا پُر از حسرت مقولہ یاد آ جاتا ہے "علم کی صلاحیت رکھنے والے انسان کا جاہل رہنا میرے نزدیک ایک اندوہناک مصیبت ہے۔" (ڈاکٹر سنی ہال)

یہ بالکل یقینی ہے کہ ہندوستان ایک بہت بڑا علمی مرکز تھا جہاں سے یورپ کی قدیم مہذب ترین قوموں نے اپنا علم، صنعت اور ادب حاصل کیا تھا۔ (اے ایف ٹمثلر)

جب کبھی کوئی ملک یا قوم کسی زبردست طاقت سے مفتوح ہو جاتی ہے تو یقین کر لینا چاہیئے کہ حکمران طاقت سب سے پہلا کام یہی کرے گی کہ مفتوح قوم کی تعلیم تباہ کر ڈالے گی یا سختی کے ساتھ اُسے اپنے ہاتھ میں لے لیگی تاکہ اُس سے فائدہ اُٹھا سکے۔ کیونکہ یہ مسلم ہے کہ علم اور غلامی پہلو بہ پہلو نہیں رہ سکتے۔ (اے سیڈی)

۱۷۹۳ء میں تعلیمی کمیٹی کے ایک ڈائرکٹر نے کہا تھا "ہم نے امریکہ محض اپنی حماقت سے اس لئے کھو دیا کہ وہاں اسکول اور کالج قائم کرنے کی اجازت دیدی تھی۔ اب ہمیں ہندوستان میں اس حماقت کا اعادہ نہیں کرنا چاہیئے۔ (ایجوکیشن کمیٹی ۱۷۹۳ء)

ہمارے مشرقی مقبوضات میں مشنری بھیجنے کی تجویز ایک نہایت ہی ناعاقبت اندیشانہ، اور مسرفانہ تجویز ہے۔ یہ تجویز نہایت ہی مہلک، مہمل، جاہلانہ، بے فائدہ، مضرت رساں، خطرناک، اور متعصبانہ ہے۔ یہ ہر طرح کے تدبّر اور صحیح سیاست کے خلاف ہے۔ یہ ہمارے مقبوضات کی سلامتی اور دوام کو خطرہ میں ڈالنے والی ہے۔

(ہندوستان میں کیری ۔ کی آمد پر ایسٹ انڈین کمپنی کے ڈائرکٹروں کا رزولیوشن ۱۷۹۳ء)

۱۷۹۳ء میں کمپنی کے ڈائرکٹر کہتے ہیں "تم (انگریز) ہندوستانیوں کو تعلیم دینا کیوں چاہتے ہو؟ تعلیم دیکر تم اُنھیں اپنی بے انصافیوں سے آگاہ کر دوگے۔ تم نے اُن کا ملک لوٹ لیا ہے۔ تم نے اُنکے ہموطنوں کو برباد اور ذلیل کر دیا ہے۔ تم نے اُنکے بادشاہوں کو قتل کر ڈالا ہے۔ لہذا تمھاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم اُنھیں اسی طرح فریب خوردہ، خود فراموش، اور جاہل رہنے دو!"

(سر تھامس ٹریٹن ۱۲ر مارچ ۱۸۱۳ء)

ہمیں صرف اُسی حد تک ہندوستانیوں کو تعلیم و تربیت دینی چاہیئے جس حد تک ہم اُن سے اپنی تجارت اور حکومت چلانے میں فائدہ اُٹھا سکیں۔ (کلکتہ جرنل ۱۸۱۹ء)

ہمیں ہندوستانیوں کی ایک ایسی جماعت طیار کرنی چاہیئے جو رنگ اور خون میں ہندوستانی ہوں، مگر ذوق، خیال، اور ذہنیت انگریزوں کی رکھیں۔ (میکالے)

ہمیں ہندوستان میں ہندوستانی مدبروں، سپہ سالاروں اور مقننوں کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ہمیں محنتی کسان مطلوب ہیں!

(ٹھیکرے)

ہندوستان میں انگریزوں کے اندرونی تعلیمی مقاصد حسب ذیل ہیں:

(الف) انگریزی تعلیم کی ترویج ہمارے تبعہ کے لئے مفید ہوگی۔

گئے۔ ٹرکی میں جو اعلان شائع کیا تھا، وہ اس عبارت سے شروع ہوتا تھا "آزادی کی اس مقدس جنگ میں خدا ہمارے ساتھ ہو!"

اسی زمانے میں عسکی شہر اور افیون قرہ حصار سے ہم اتحادی فوجیں نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ ریلوے بھی کئی جگہ سے توڑ ڈالی گئی۔ نئی مجلس وطنی بھی منعقد ہوئی۔ یہ واقعہ ۲۳ر اپریل ۱۹۲۰ء کا ہے۔

اس کے بعد غازی نے رأفت پاشا کا پھر ذکر کیا۔ اُنھوں نے کہا "میں نے اُنھیں ترا کے میدان جنگ میں جانے کا حکم دیا۔ مگر اُنھوں نے تعمیل نہیں کی۔ اسی قدر نہیں بلکہ ایک فرانسیسی آبدوز پر خفیہ آستانہ چلے گئے۔ آج تک معلوم نہ ہو سکا اس سفر کی غرض کیا تھی؟"

اس کے بعد کاظم قارابکر پاشا کی مذمت کرتے ہوئے غازی نے کہا:

"یہ مجلس وطنی کے سیواس سے انگورہ آنے پر معترض تھے۔ پھر جب آستانہ میں پارلیمنٹ منعقد ہوئی تو انہوں نے زور دیا کہ مجلس وطنی توڑ دی جائے۔ لیکن میں نے اُن کے مشورہ کی کوئی پروا نہیں کی۔"

اس کے بعد غازی نے وہ روداد میں پڑھیں جو مشہور خائن سعید ملاء انگریز راہب فرو کو بھیجا کرتا تھا۔ پھر بتایا کہ نورالدین بک قسطنطنیہ کا پولیس کمشنر انگریز جاسوسوں کو پناہ دیتا تھا۔

اس کے بعد غازی نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی کہ مجلس وطنی کی تاسیس کے بعد موجودہ سیاسی مسلک کیونکر اختیار کیا گیا؟ اُنھوں نے کہا:

"اُس وقت تین سیاسی رجحان ملک میں موجود تھے: پان اسلامزم، پان تورانیزم، ترکی قومیت۔ میری رائے اسی آخری رجحان کی طرف تھی۔ یہ اس لئے کہ جملہ ترکی قوموں کا ایک علم کے نیچے جمع ہو جانا ناممکن ہے۔ اسی طرح تورانی تحریک یا اسلامی تحریک پر بھروسہ کرنا ایک وہم اور جنون تھا۔ لہذا ہمارے لئے اس کے سوا کوئی راہ باز نہ تھی کہ اپنی خالص قومی تحریک پر تکیہ کریں۔ ہمارے لئے ایک قومی سیاست ضروری تھی۔ قومی سیاست سے مقصود، وہ زندگی ہے جو سب سے پہلے قوم کی قوت پر قائم ہو۔ پھر تمام متمدن دنیا کی ہمدردی حاصل کر سکے۔"

جب میں نے مجلس وطنی کے سامنے اپنا یہ نقطۂ نظر پیش کیا، تو یہ بحث شروع ہوئی کہ آخر حکومت کی شکل کیا ہونی چاہئے۔ اُس وقت سلطان اور خلیفہ آستانہ میں موجود تھا۔ بہت سے لوگ اُسے معذور اور بے گناہ سمجھتے تھے۔ لہذا ضروری ہوا کہ کوئی ایسی تجویز بنائی جائے جو حالات کے مناسب ہو۔ چنانچہ یہ تجویز منظور کی گئی:

"مجلس وطنی سے بالا کوئی قوت تسلیم نہ کی جائے۔ مجلس وطنی میں تشریعی اور تنفیذی دونوں قوتیں جمع ہیں۔ جب سلطان اور خلیفہ قید سے آزاد ہوگا اُس وقت اُس کی وہ حیثیت ہو جائے گی جو مجلس وطنی طے کرے گی۔"

فرید پاشا کی وزارت

پھر مجلس وطنی کے انتخابات پیش آئے اور میں اُس کا صدر منتخب کیا گیا۔ عین اُسی زمانے میں سلطان وحیدالدین نے ہمارے دشمن فرید پاشا کو دوبارہ وزیر اعظم بنایا۔ ہماری قومی حکومت کے خلاف فتوے شائع کئے گئے اور دشمن کے جاسوس جا بجا تمام ملک میں تقسیم کئے گئے۔ اب ہر طرف شورش پیدا ہوئی۔ خفیہ اور علانیہ قومی حکومت پر یورش شروع ہوئی۔ بولو، اداباتار، مشرقی انگورہ، توقاد، یوزغاد، اسفر، سیورک، اسکشہر، قونیہ، غرضکہ تمام علاقوں میں مسلح بغاوت برپا ہو گئی۔ پھر فرمان کی اہمیت میں جیش خلافت نے حملہ کیا اور قومی حکومت مجبور ہوئی کہ ان تمام دشمنوں سے بیک وقت جنگ کرے۔ چنانچہ خیانت وطنی کا قانون بنایا گیا اور محاکم "استقلال" مرتب کر دئے گئے۔

ساتھ ہی یونانی سیلاب کے روکنے کے لئے سمرنا میں اور فرانسیسیوں کی سرکوبی کے لئے اطنہ میں میدان جنگ قائم کئے گئے۔ ہماری کوششیں جلد بار آور ہوئیں۔ اطنہ، طرطوس، اور مرسین میں ہم نے فرانسیسیوں کا محاصرہ کر لیا اور فرانس کو ہماری تمام سرزمین خالی کر دینی پڑیں۔ ساتھ ہی مجلس وطنی نے اپنا ایک وفد روس بھی بھیجا۔ پورے ایک برس تک گفت و شنید جاری رہی۔ یہاں تک کہ مارچ ۱۹۲۱ء میں ماسکو سے ہمارے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔

جون ۱۹۲۰ء میں یونانیوں نے حملہ شروع کیا۔ قومی فوج مجبور ہوئی کہ پیچھے ہٹ جائے۔ اُس وقت میں خود میدان جنگ گیا۔ علی فواد پاشا کی زیر قیادت عسکی شہر اور افیون قرہ حصار کے خط پر از سر نو مورچے قائم ہو گئے۔

دو نئی مشکلیں

اسی اثنا میں دو نئی مشکلات پیدا ہوئیں، ایک مشکل "سبز فوج" کی تھی۔ یہ ایک خفیہ انجمن تھی اور ادہم چرکسی کے ماتحت تھی۔ دوسرا معاملہ جلال الدین عارف بک کا تھا۔ انھوں نے چاہا کہ مشرقی صوبوں میں اپنے لئے ایک خاص حیثیت پیدا کر لیں۔ مگر ہم ان دونوں مشکلوں پر بھی غالب آ گئے۔

ارمنی فتنہ

اُسی دوران میں اتحادیوں کے اشارے سے ارمن قوم نے سر اُٹھایا اور مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ اب ہمیں اس نئی مصیبت کا بھی مقابلہ کرنا تھا۔ چنانچہ ہماری فوجیں متحرک ہوئیں۔ ارمنوں کی اچھی طرح گوشمالی کی اور قارص پر قبضہ کر لیا۔ پھر ارمنوں کو مجبور کیا کہ صلح کی درخواست کریں۔ اس کا نتیجہ معاہدۂ کومری کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس معاہدہ کی رو سے ترکی سرحدیں وہی ہو گئیں جو ۱۸۷۷ء میں تھیں اس طرح ارمنی خطرہ بالکل زائل ہو گیا۔ روس نے بھی یہ معاہدہ قبول کر لیا بشرطیکہ باطوم اُس کے حوالہ کر دیا جائے۔ اس تدبیر سے ہم مشرق کی طرف سے کلیتہً مطمئن ہو گئے۔

قونیہ کی بغاوت

اس کے بعد قونیہ میں پھر بغاوت ظاہر ہوئی۔ ہم مجبور ہوئے کہ از سر نو ایک فوج مرتب کریں۔ ادہم چرکسی نے اس امر کی مخالفت کی اور جب ہم نے اُس کی پروا نہیں کی تو وہ یونان سے مل گیا۔ اب ایک مرتبہ پھر قومی فوج پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئی۔ ہم نے فوراً علی فواد پاشا کو میدان جنگ سے واپس کر کے ماسکو کی سفارت پر بھیجا اور عصمت پاشا اور رأفت پاشا کو سپہ سالار مقرر کیا۔

عین اسی زمانہ میں داماد فرید پاشا پھر معزول ہو گئے اور توفیق پاشا، صالح پاشا کے ساتھ برسر حکومت آئے۔ اُنھوں نے اناطولیہ مفاہمت کے لئے ایک وفد بھیجا۔ یہ وفد اُس وقت پہونچا جب عصمت پاشا این اونی میں یونان کو شکست دے چکے تھے۔ یہ قومی حکومت کی پہلی فتح تھی۔ لیکن اس فتح کے بعد ہی یونانیوں نے علی ادہم چرکسی کی اعانت سے کوتاہیہ پر حملہ کر دیا اور ہماری فوجوں کو پھر پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہ صورت صرف اس لئے پیدا ہوئی تھی کہ رأفت پاشا بر وقت دشمن کے محاصرہ کے لئے میدان جنگ میں نہیں پہنچے تھے۔

لندن کانفرنس

اس کے بعد لندن کانفرنس منعقد ہوئی اور اُس میں حکومت انگورہ بھی مدعو کی گئی۔ کرزن نے وزیر اعظم توفیق پاشا سے مطالبہ کیا کہ وہ دعوت انگورہ سے کہہ دیں کہ براہ راست حکومت انگورہ کانفرنس میں بلائی جائے، کیونکہ ترکی میں تنہا وہی حکومت موجود ہے۔ ساتھ ہی وزیر اعظم کو مجلس وطنی کی حسب ذیل دو تجویزوں سے مطلع کر دیا:

(۱) مجلس وطنی، سلطان کی ذات شاہانہ کو تسلیم کرتی ہے۔

(۲) سلطان کا قیام، آستانہ میں رہے، لیکن حکومت اور پارلیمنٹ کا مرکز، انگورہ میں رہے گا۔

لیکن توفیق پاشا اور سلطان نے یہ تجویزیں منظور نہیں کیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے لندن میں اپنا علحدہ وفد بھیجا اور کانفرنس کی شرطیں نامنظور کر دیں۔

اسی اثنا میں یونانیوں نے دوبارہ حملہ شروع کیا۔ لیکن پھر عصمت پاشا کے ہاتھوں شکست کھائی۔ مگر دملو پنار میں رأفت پاشا سے سخت مقابلہ جاری رہا۔ آخر ہم نے رأفت پاشا کو واپس بلا لیا اور عصمت پاشا پورے میدان کے سپہ سالار مقرر ہو گئے۔

جعفر طیار اور رأفت پاشا

غازی نے جعفر طیار پاشا کا ذکر کیا جو مشرقی تھریس میں قومی تحریک کے علمبردار تھے:

"اُنھوں نے کوئی قابلیت بھی ظاہر نہیں کی۔ اُس علاقہ میں تحریک کی ناکامی کے سراسر ذمہ دار وہی ہیں۔ تاریخ اُنھیں ہرگز معاف نہیں کرے گی۔ کیونکہ وہ بغیر کسی مقابلہ کے دشمن کے ہاتھ میں قید ہو گئے!"

اس کے بعد مقرر نے رأفت پاشا کا پھر ذکر کیا:

"رأفت پاشا نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ فوزی پاشا، وزیر جنگ بنائے جائیں۔ عصمت پاشا، میدان جنگ کے سپہ سالار رہیں اور خود (یعنی رأفت پاشا) جنگی اسٹاف کے صدر مقرر کئے جائیں"

میں نے اُنھیں حسب ذیل جواب دیا:

"آپ جنگی اسٹاف کے صدر بننا چاہتے ہیں؟ جنگی اسٹاف کی صدارت کے معنی یہ ہیں کہ عملی طور پر پورے میدان جنگ کی سپہ سالاری۔ لیکن آپ میں اس کی ہرگز قابلیت نہیں ہے۔"

اس کے بعد رأفت پاشا گوشہ نشین ہو گئے اور پھر کچھ بھی نہیں کیا۔

کامل فتح

تین مہینے سکون کے بعد ۱۰ر جولائی ۱۹۲۱ء کو یونانیوں نے بہت بڑے پیمانہ پر عشاق اور بروسہ کی طرف حملہ شروع کیا۔ ۱۳ دن سخت معرکہ جاری رہا۔ آخر ترکی فوجیں پیچھے ہٹنے لگیں اور دریائے سقاریا کے اس پار آ کر رکیں۔

مجلس وطنی، ترکی فوجوں کی واپسی سے سخت پریشان ہوئی اور مجھے حکم دیا کہ خود اپنے ہاتھ میں سپہ سالاری لے لوں۔ میں نے اس شرط پر یہ منصب قبول کر لیا کہ مجلس مجھے وہ تمام اختیارات بھی بخش دے جو اُسے فوج پر حاصل ہیں۔ مجلس نے یہ شرط منظور کر لی اور تین مہینے کے لئے اپنے اختیارات مجھے عطا کر دئے۔

میں نے کمان اپنے ہاتھ میں لے لی اور سقاریا کا وہ معرکہ پیش آیا، جس نے حملہ آور یونانیوں کی کمر توڑ ڈالی۔ تب مجلس وطنی نے مجھے "مارشل" کا خطاب دیا۔ ساتھ ہی "غازی" کا لقب بخشا۔ اس فتح مندی کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ فرانس نے ۲۰ر اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہم سے معاہدہ کر لیا۔ ترکی کی کامل خود مختاری تسلیم کر لی اور اُن تمام علاقوں سے دست بردار ہو گیا جو جنوبی اناطولیہ میں اُس کے قبضہ میں تھے۔

اُنہی دنوں میں یونانیوں نے بحر اسود پر ترکی علاقے میں اپنی جمہوریت قائم کرنا چاہی۔ بعض یورپین سلطنتیں اُن کی ہمت افزائی کر رہی تھیں۔ ۲۵ ہزار فوج یونانیوں کی تائید پر تھی۔ مگر ہم نے اس فتنہ کا بھی سر کچل ڈالا۔

۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء میں خود مجلس وطنی کے اندر مخالفت نے زور پکڑا۔ مخالفت کے سرگروہ رؤف بک اور قرہ واصف بک تھے۔ رأفت پاشا کا میلان بھی اسی جماعت کی طرف تھا جو ازمنہ بینک

حکومت آستانہ اور سیواس کانفرنس

حکومت آستانہ، سیواس کانفرنس دیکھ کر گھبرا گئی اور قومی تحریک کا گلا گھونٹ دینے پر کربستہ ہوگئی۔ اس مقصد کے لئے اُس نے صوبۂ سمورۃ العزیز کے حاکم علی غالب کو منتخب کیا۔ اُسے حکم دیا کہ مشرقی صوبوں کے تمام کردوں کو قومی تحریک کے خلاف کھڑا کر دے۔ نیز ایک اجنبی افسر اُس کی مدد کے لئے مقرر کیا۔

علی غالب بک کو یقین تھا کہ وہ سیواس تک پہنچ سکتا ہے اور حکومت پر قابض ہو کے قومی تحریک کا خاتمہ کر دے سکتا ہے۔ لیکن ہم قومی کارکن پورے طور پر بیدار تھے۔ ہم نے بروقت ضروری تدابیر اختیار کیں۔ مجرموں کا تعاقب شروع کر دیا۔ جلد ہی ان کی ہمتیں پست ہو گئیں اور اجنبی حمایت میں بھاگ کر پناہ لینے پر مجبور ہوگئے۔ نیز میں نے عام حکم صادر کر دیا کہ کردستان میں اجنبی افسروں کی موجودگی قطعاً ممنوع ہے۔ الا یہ کہ اُن کے پاس ہماری خاص اجازت موجود ہو۔

پھر میں نے سلطان کو ایک طویل برقی پیغام بھیجا۔ اس میں انتہائی تنظیم و تکریم کے الفاظ استعمال کئے اور درخواست کی کہ موجودہ خائن وزارت کو توڑ دیں اور ایک ایسی وزارت مرتب فرمائیں جو قومی آرزوؤں کی موید ہو۔

فرید پاشا یہ پیغام دیکھ کر بہت چراغ پا ہوئے۔ اُنھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ قومی کارکنوں کو بہت ڈرایا دھمکایا اور بالآخر آستانہ اور اناطولیہ کے ابین گفتگو کا سلسلہ ہی منقطع ہوگیا۔

سیواس کانفرنس کے بعد ہم نے پارلیمنٹ منعقد کرنے کی کوشش شروع کی۔ لیکن آستانہ کی حکومت اسے جمع ہونے دینا نہیں چاہتی تھی تاکہ قوم کی مرضی کے خلاف صلح حاصل کر سکے۔ یہ دیکھ کر ہم نے اپنے تمام عہدہ داروں کو حکم دے دیا کہ پوری مستعدی سے انتخابات کی طیاریاں شروع کر دیں۔ نیز سیواس کانفرنس کی اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کربستہ ہوگئے کہ اندرون ملک میں ایک نمائندہ جماعت، مجلس قومی کے نام سے قائم ہو اور جملہ معاملات وہی انجام دے، یہاں تک کہ ملک میں ایسی حکومت قائم ہو جائے جس پر قوم کو اعتماد ہو۔

اس جدوجہد میں ہمیں بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اندرونی اختلافات، سوءِ ظن، رشک و حسد کی کوئی حد نہ تھی۔ ساتھ ہی دشمنوں کی علانیہ عداوت اور خفیہ سازشوں نے اب اور بھی زیادہ زور کیا۔ ضروری تھا کہ ان تمام مشکلات کا مقابلہ کیا جائے اور سب کا سر کچل ڈالا جائے۔ ہم نے یہی کیا۔

اسی دوران میں ہر طرف سے سلطان پر تار برقیوں کی بارش ہوئی کہ فوراً اس خائن وزارت کو توڑ دیں۔ اسی دوران میں علی فواد پاشا مغربی میدان جنگ کے سپہ سالار اور انگریزوں میں جھگڑا پیدا ہو گیا۔ میں نے مداخلت کی اور پُرامن طریقہ پر تصفیہ ہو گیا۔ اس فیصلہ کی بنا پر انگریزی فوجیں، مرزیفون اور سامسون سے ہٹ گئیں۔

اب حکومت آستانہ کو یقین ہو گیا کہ اناطولیہ کی قومی تحریک کا مٹانا ناممکن ہے۔ اُس کے خلاف جتنی کوشش کی جاتی ہے، وہ اتنی ہی زیادہ مضبوط ہوتی جاتی ہے، لہٰذا اُس نے یہی مناسب سمجھا کہ سختی کے بجائے، نرم تدبیروں سے اُس کا خاتمہ کر دے۔ چنانچہ مرحوم عبدالکریم پاشا کو مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے منتخب کیا۔ ۲۷ اور ۲۸ ستمبر کی درمیانی رات کو ہم دونوں تار برقی کے آلہ پر گھنٹے بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ مگر کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکا۔ اب داماد فرید پاشا کے لئے اس کے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا تھا کہ وزارت کی کرسی خالی کر دیں۔ چنانچہ تین دن بعد وہ مستعفی ہو گئے۔

اسی زمانے میں طرابزون کے بعض لوگ ایک وفد مرتب کر کے بطور خود سمجھوتہ کے لئے آستانہ جانے لگے۔ مگر اُنھیں روک دیا گیا اور طرابزون کے صوبہ دار کو قید کر دیا گیا۔

اس کا جواب حکومت آستانہ نے یہ دیا کہ پھوٹ ڈالنے کے لئے بعض منافق اناطولیہ میں بھیج دئے۔ مگر اس میں اُسے کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ بلکہ اناطولیہ کی قومی مجلس نے آستانہ کے باشندوں کی از زیادہ حمایت حاصل کر لی اور سلطانی حکومت کے شر سے انھیں باخبر کر دیا۔ ہم نے یہی نہیں کیا بلکہ اُن پُرجوش ناعاقبت اندیش وطن پرستوں کی ناک میں بھی نکیل ڈال دی جو قسطنطنیہ پر حملہ کر دینے اور تلوار کے زور سے فیصلہ حاصل کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔ ہم نے ہر جگہ اپنی دعوت پھیلا دی حتیٰ کہ دول اتحاد کے اہل الحل والعقد کو بھی، جو آستانہ میں موجود تھے، متاثر کر دیا۔

علی رضا کی وزارت

اِن کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان نے ۲ر اکتوبر ۱۹۱۹ء کو علی رضا پاشا کی وزارت قائم کر دی۔ علی رضا پاشا کا مسلک، فرید پاشا سے بالکل مختلف تھا۔ نئی وزارت، مفاہمت چاہتی تھی۔ مگر وہ بھی اس مفاہمت میں مخلص نہ تھی۔ وہ چاہتی تھی نرمی سے گلا گھونٹ دے۔

علی رضا پاشا نے مجھے مفاہمت کی دعوت دی۔ میں نے گفتگو کے لئے ۵ شرطیں پیش کیں:

(۱) اگر جدید وزارت، قومی آرزوؤں کی موید ہوگی، تو قومی مجلس بھی اُس کی تائید کرے گی۔

(۲) جدید وزارت، ملک کی قسمت کا کوئی فیصلہ اُس وقت تک نہ کرے جب تک پارلیمنٹ منعقد نہ ہو اور حکومت پر اُس کی کامل اور آزاد نگرانی قائم نہ ہو جائے۔

(۳) صلح کانفرنس میں جو نمائندے جائیں، وہ اُن لوگوں میں سے ہوں جن پر قوم اعتماد کرتی ہو۔

(۴) جدید وزارت، پوری صفائی سے اپنا مسلک ظاہر کر دے۔

(۵) وہ تمام عہدہ دار، سپہ سالار برطرف کر دئے جائیں جو قومی تحریک کے مخالف ہیں۔ اُن کی جگہ وطن پرور آدمی مقرر کئے جائیں۔

کئی دن تک گفت و شنید جاری رہی۔ علی رضا پاشا صرف زبان سے وعدہ کرتے تھے کہ ہماری شرطیں منظور کرتے ہیں۔ وہ ہمیں یقین دلانا چاہتے تھے کہ ہمارے طرفدار ہیں۔ جمال پاشا مرسینی کو وزارت میں اسی لئے داخل کیا تھا کہ قوم کو غلط فہمی میں ڈال سکیں۔ کیونکہ جمال پاشا مرسینی، قومی آدمی خیال کئے جاتے تھے۔

لیکن ہم دھوکا نہیں کھا سکتے تھے جب ہم نے دیکھ لیا کہ گفتگو سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا تو ہماری قومی مجلس بدستور قائم رہی اس کی بیداری اور مستعدی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد پورے اناطولیہ پر اُس کی حکومت قائم ہو گئی۔ ساتھ ہی ہماری خفیہ انجمنیں ہر طرف پھیل گئیں۔ خود آستانہ اور سمرنا میں بھی ہم متعدد طاقتور انجمنیں قائم کر سکے۔ ان کوششوں کا اصلی مقصد یہ تھا کہ ہم انتخابات میں کامیابی حاصل کر لیں۔ ہم چاہتے تھے پارلیمنٹ، آستانہ کے بجائے اناطولیہ کی سرزمین میں منعقد ہو۔

اسی زمانے میں امریکن جنرل آربرڈ اناطولیہ میں سیاحت کر رہا تھا۔ اُس نے مجھ سے سیواس میں ملاقات کی اور سوال کیا:

"اگر تمام قربانیوں کے بعد بھی قوم کوئی نتیجہ حاصل نہ کر سکی تو کیا کرو گے؟"

میں نے جواب دیا:

"اگر قوم تمام قربانیاں کرے گی تو ضرور وہ کامیاب ہو جائے گی۔

لیکن اگر اس پر بھی کامیاب نہ ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ قوم مر گئی!"

اس کے بعد غازی نے رأفت پاشا کی مذمت کی۔ کہا:

"میں نے اُنھیں حکم دیا کہ صوبۂ قونیہ کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ مگر اُنھوں نے مجھ سے منصب کی ترقی کا مطالبہ کیا۔ پھر میں نے اُنھیں بُرلو کے باغیوں کی سرکوبی کے لئے بھیجنا چاہا، مگر اُنھوں نے دوبارہ منصب کا مطالبہ کیا۔ حالانکہ یہ وہ وقت تھا جب میں خود تمام مناصب سے برخواست کر دیا گیا تھا اور مجھے پھانسی کی سزا کا حکم مل چکا تھا!"

علی رضا پاشا نے ایک چال اور چلنا چاہی۔ صالح پاشا کو مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے اماسیہ بھیجا۔ مگر عین اُسی وقت سیواس میں شورش بھی پیدا کر دی۔ یہ شورش انجمن محبان انگریز کی کوششوں سے برپا ہوئی تھی۔ اس علاقے میں انجمن کا روح رواں ایک انگریز راہب "فروہ" نام تھا۔ سیواس کی طرح ادابازار، بروسہ میں بھی شورش نے ظہور کیا۔ مگر ہم نے بروقت سب کا خاتمہ کر دیا۔

میں اس بات پر مصر تھا کہ پارلیمنٹ، اناطولیہ میں منعقد ہو لیکن احمد عزت پاشا، جمال پاشا مرسینی، احمد عبوقی پاشا اسکے خلاف تھے۔ صالح پاشا کی مجھ سے گفتگو اس سمجھوتہ پر ختم ہوئی کہ طرفین نے اناطولیہ، اطنہ، سمرنا اور آدرنہ کو ترکی قومی وطن تسلیم کر لیا۔ اس کی تقسیم و تجزی کو ناجائز قرار دیا۔ سلطنت و خلافت کے برقرار رہنے پر اتفاق کر لیا۔ نیز یہ طے پا گیا کہ پارلیمنٹ کے انتخابات پوری آزادی کے ساتھ جاری ہوں۔

ہم نے علی رضا پاشا کی حکومت سے یہ بھی منوا لیا کہ فرانسیسیوں سے جنگ کی جائے جنھوں نے انگریزوں کے بعد اطنہ پر قبضہ کر لیا تھا اور اجنبی جاسوسوں کو قطعی طور پر شرارت پھیلانے سے روک دیا جائے۔ اس سے بھی زیادہ یہ کہ کوئی ایسی صلح قبول نہیں کی جائے جسے مجلس، قومی نامنظور کرے۔ اس کے مقابلے میں ہم نے مان لیا کہ پارلیمنٹ کا آستانہ ہی میں منعقد ہو۔

قومی مجلس انگورہ

۲۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء میں ہماری قومی مجلس سیواس سے انگورہ میں منتقل ہو گئی کیونکہ اب ضرورت تھی کہ ہم یونانی میدان جنگ سے قریب رہیں۔

پارلیمنٹ، آستانہ میں منعقد ہوئی، مگر اتحادیوں نے اُسے جبراً بند کر دیا۔ میں نے پارلیمنٹ کو انگورہ میں جمع ہونے کی دعوت دے دی۔ مجھے پہلے سے معلوم ہو گیا تھا کہ اتحادی، پارلیمنٹ کے ممبروں کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ممبروں کو متنبہ کر دیا اور فوراً انگورہ چلے آنے پر زور دیا۔ مگر اُنھوں نے میری نصیحت قبول نہیں کی اور قید ہو گئے۔

اُسی زمانے میں جمال پاشا مرسینی نے کوشش کی کہ اناطولیہ کی قومی تحریک پر قابض ہو جائیں۔ قومی فوج پر اپنے طرفدار افسر مقرر کر دیں۔ مگر اُنھیں کامیابی نہ ہو سکی۔ پھر اُنھوں نے اتحادیوں کے دباؤ سے مجبور ہو کر چاہا کہ ترکی فوج، یونانیوں کے مقابلے سے ہٹ جائے۔ مگر اُن کی یہ کوشش بھی رائیگاں گئی۔

جب پارلیمنٹ کے ممبر انگورہ پہنچے تو میں نے اُنھیں باہمی اتحاد کی نصیحت کی۔ میں چاہتا تھا پارلیمنٹ کا صدر مجھے منتخب کیا جائے۔ تاکہ میں جب چاہوں، اُسے اناطولیہ میں طلب کر سکوں مگر اُس وقت ارکان مجلس، اتحادیوں کے خوف سے اس کی جرأت نہ کر سکے۔

اب بہت سی نئی مشکلات پیدا ہو گئی تھیں۔ جن میں سب پر غالب آنا تھا۔ میں نے ترکی میں اور تمام اسلامی ممالک میں اعلان شائع

عالم مطبوعات و صحائف

تاریخ کا سب سے بڑا سوانگ

نام نہاد "مجلس اقوام" اور چھوٹی قومیں

حال میں امریکن اخبارات کا ایک سربرآوردہ نمائندہ مجلس اقوام کی کارروائیوں کا مطالعہ کرنے جنیوا گیا تھا۔ واپسی کے بعد اسنے امریکن اخبارات میں حسب ذیل تاثرات شایع کیے ہیں:

"یہ انجمن، صرف دول عظمی نے اپنی دلچسپی اور خودغرضی کے لئے بنائی ہو۔ تمام چھوٹی سلطنتیں اِن کے جور و استبداد سے فریاد کر رہی ہیں۔ مظلوم قوموں کو یہاں ذبح کیا جاتا ہو اور اُن کی کھال کھینچکر بھس بھرے جاتے ہیں۔ کمزور قوموں کی فریادیں، ردی کی ٹوکری میں ڈال دیجاتی ہیں اور وہ مجلس اقوام کو لعنت کرتی، روتی پیٹتی نامراد لوٹ جاتی ہیں۔

"یہ انجمن کچھ مفید ہو سکتی تھی اگر دول عظمی اپنی سازشی طبیعت بدل ڈالتیں۔ مگر یہ ناممکن ہو۔ سازش اُنکے خمیر میں داخل ہوچکی ہو۔ انجمن کی تمام رکن سلطنتیں اس امر سے بخوبی واقف ہیں اور اب چھوٹی سلطنتیں بغاوت پر طیار ہو گئی ہیں۔ چنانچہ انجمن کے آٹھویں سالانہ جلسہ میں انھوں نے اپنے غصے اور نفرت کا علانیہ مظاہرہ کر دیا۔ سویڈن، ہالینڈ، پولینڈ، فنلینڈ، لیتھونیا، اسٹھونیا وغیرہ نے بلکہ بڑی بے دے کی۔ انھوں نے صاف لفظوں میں کہدیا۔ دول عظمی نے امن و امان کی کشتی، جان بوجھکر غرق کر دی ہو۔ وہ تمام اضطراب اور بے چینی واپس لے آئی ہیں جو گزشتہ جنگ کا سبب تھی۔ وہ باہم سازشیں کرتی ہیں۔ خفیہ معاہدے طیار کرتی ہیں اور وہ تمام خطرناک کام کر رہی ہیں جو مجلس اقوام کے مقاصد سے قطعی مخالفت رکھتے ہیں"

"چھوٹی قوموں کی بغاوت کا عَلم ہالینڈ نے بلند کیا۔ اسنے مطالبہ کیا کہ ۱۹۲۴ء والا جنیوا کا پروٹوکول زندہ کیا جائے جس کی رو سے جبری تحکیم ہتیاروں کی تقلیل اور چھوٹی سلطنتوں کی زبردست سلطنتوں سے حمایت ضروری ہو۔ ہالینڈ کی اس تجویز کی سویڈن نے تائید کی اور اُس کے نمائندے نے تصریح کی کہ اسوقت بعینہ وہی مسلک، دول عظمی نے اختیار کر لیا ہو جو گزشتہ جنگ کا سبب ہوا تھا اور آئندہ بھی ایک بہت زیادہ ہولناک جنگ کا موجب بنے گا۔

"پولینڈ نے اس کی تائید کرتے ہوئے تجویز کی کہ مجلس اقوام جنگ کی حرمت کا قطعی فیصلہ صادر کرے۔ لیتھونیا اور فنلینڈ نے تجویز کی کہ تمام سلطنتیں اس بات کا عہد کریں کہ ہر مظلوم سلطنت کو مالی مدد بھی دینگی تاکہ وہ اپنی مدافعت پوری طرح کر سکے۔ فنلینڈ کے وزیر خارجیہ نے بیان کیا کہ گزشتہ سال یورپ نے اپنے جنگی سامان پر ۲،۹۰،۰۰،۰۰،۰۰۰ پونڈ خرچ کیے ہیں۔ یہ بعینہ اتنی ہی رقم ہو جتنی ۱۹۱۳ء میں اُسنے خرچ کی تھی، جس سے جنگ عمومی کا ظہور ہوا۔ یورپ کی اسوقت مجموعی جنگی قوت، ۲۰،۱۴،۵۰۰ سپاہی ہیں۔ یعنی ۱۹۱۳ء میں یورپ کے پاس جتنی فوج تھی، اُس سے اسوقت تھوڑی ہی کم ہو۔ حالانکہ معلوم ہو جنگ عمومی میں جن سلطنتوں نے شکست کھائی تھی اُن کے ہتیار چھین لئے گئے ہیں اور اُن کے پاس کوئی فوج بھی نہیں ہو۔

"خود مجلس اقوام کے صدر سینور ازیک ولگز کو اعتراف کرنا پڑا کہ تین دول عظمی: برطانیہ، امریکہ، اور جاپان اپنے جنگی جہازوں کے محدود کرنے پر متفق نہیں ہوئیں، لہذا کوئی امید نہیں کہ باقی سلطنتیں باہم کوئی سمجھوتہ کر سکیں گی!"

غرضکہ اب "مجلس اقوام" کی حقیقت کھل گئی ہو اور یورپ میں ابھی کوئی اُسپر اعتماد نہیں رکھتا۔

جنون کے بارے میں ایک نیا نظریہ

ڈاکٹر کارل ویکلنڈ، امریکہ کا ایک مشہور ڈاکٹر ہو اور عقلی امراض میں خاص شہرت رکھتا ہو۔ حال میں اسنے جنون کے متعلق ایک نیا نظریہ پیش کیا ہو۔ اس نظریہ کو بہت سے علماء، خود ڈاکٹر کا جنون بتاتے ہیں، مگر وہ اسپر از حد مصر ہو، اس قدر مصر کہ اسے "نظریہ" نہیں کہتا، ایک مسلّم حقیقت بتاتا ہو!

نظریہ یہ ہو کہ "موت جس سے تمام لوگ اس قدر ڈرتے ہیں، محض ایک معمولی حادثہ ہو۔ موت کے معنی یہ ہیں کہ روح ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہو جاتی ہو۔ اس سے زیادہ، موت کی کوئی حقیقت نہیں۔ خود روح کو بھی اس انتقال کی خبر نہیں ہوتی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہو کہ بھٹکتے بھٹکتے روح پھر عالم مادہ کی طرف لوٹ آتی ہو اور کسی زندہ آدمی کے جسم میں حلول کر جاتی ہو۔ جب ایسی صورت پیش آتی ہو تو آدمی مجنون ہو جاتا ہو۔ پس جنون کی علت یہ ہو کہ کوئی گم گشتہ راہ روح، جسم میں حلول کر گئی ہو۔

ڈاکٹر اپنے مضمون میں لکھتا ہو:

"۳۰ برس کی تحقیقات کے بعد مجھے ثابت ہو گیا ہو کہ موت کے بعد بھی روح باقی اور زندہ رہتی ہو۔ ہمارے گرد بے شمار روحیں پھرتی ہیں اور ہم سے مخاطب ہونا چاہتی ہیں۔ لیکن ہم نہ اُنھیں دیکھتے ہیں نہ کسی اور طرح محسوس کرتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہو کہ خود یہ روحیں بھی جاہل ہوتی ہیں۔ نہ اپنی حالت پوری طرح جانتی ہیں نہ پہلے سکوت ہی کے سبب سے واقف ہوتی ہیں۔ یہی جہالت اُنھیں ایک تاریک عالم میں لیجاتی ہو اور وہ اسمیں سرگرداں رہتی ہیں۔ لیکن بہت سی روحیں بھٹککر اس دنیا میں واپس آجاتی ہیں اور بعض جسموں میں داخل ہو کر اُنھیں مجنون بنا دیتی ہیں۔

"ہر انسان کے جسم سے ایک مقناطیسی سیال مادہ نکلتا رہتا ہو یہی مادہ روحوں کو جسم کی طرف کھینچتا ہو۔ بعض جسموں سے یہ مادہ کا خروج زیادہ ہوتا ہو، بعض سے کم۔ اول الذکر اجسام میں کبھی کبھی بیک وقت کئی کئی روحیں حلول کر جاتی ہیں اور وہ صد درجہ جنون میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

آگے چلکر ڈاکٹر نے روحوں سے اپنی کئی گفتگوئیں بھی نقل کی ہیں۔ چنانچہ شاہ ایڈورڈ ہفتم کی وفات کے دن اُسنے ایک انگریز ایکٹرس "لیلیان" کی روح سے گفتگو کی۔ وہ لکھتا ہو میں نے سوال کیا:

"کاش تم مجھے بتا دیتیں کہ موت کے بعد کیا ہوتا ہو!"

روح نے یوں جواب دیا۔

"بہت سے لوگ تمھاری دنیا سے یہاں آتے رہتے ہیں لیکن میں اُن سے نہیں ملتی۔ حالانکہ وہ ملاقات کے لئے بہت اصرار کرتے ہیں۔ یہ دیکھو ایک شخص مجھے پکار رہا ہو۔ کہتا ہو کہ وہ عالم فنا میں شاہ ایڈورڈ کے نام سے مشہور تھا اور اُس کی ماں بہت بڑی ملکہ تھی۔ لیکن اب یہاں وہ خود اور اُس کی ماں، محض دو روحیں ہیں اور باقی روحوں سے کوئی امتیاز نہیں رکھتیں۔ ہم یہاں اُسوقت تک ٹھہرے ہیں جبتک ہم پر اس عالم اور وجود و فنا کے تمام راز نہ کھل جائیں!"

حیوانات کی عمر

تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہو کہ بڑی حیوانات اپنی طبیعی موت سے کم مرتے ہیں۔ زیادہ تر قبل از وقت موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ سردی، گرمی، بھوک پیاس، قتل اور دوسرے بہت سے حادثے اُن کی زندگی ختم کر دیتے ہیں۔

حال میں ایک جرمن ڈاکٹر ہیمن نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ظاہر کیا ہو کہ علماء نے ابتک حیوانات کی عمر کے متعلق جتنے نظریے قائم کیے ہیں، اکثر غلط ہیں۔ اور یہ کہ عمر کی درازی، جسم کے قد و قامت پر موقوف نہیں ہو، بلکہ دوسرے اسباب سے تعلق رکھتی ہو۔ ہوئیل مچھلی کو مستثنیٰ کر کے، جس کی عمر بہت زیادہ ہوتی ہو بعض دوسرے حیوانوں کی عمریں اس ڈاکٹر کی رائے میں حسب ذیل ہیں:

حیوان	عمر	
کچھوا	۳۰۰	برس
طوطا	۳۰۰	"
کوّا	۳۰۰	"
بطّ	۳۰۰	"
ہاتھی	۲۰۰	"
شکرا	۱۶۲	"
گدھ	۱۰۴	"
شترمرغ	۶۰	"
بوم	۶۰	"
بگلا	۶۰	"
اونٹ، گھوڑا، گدھا،	۵۰	"
ریچھ، گرگدن، دریائی گھوڑا،	۵۰	"
مگرمچھ اور مینڈک،	۴۰	"
جنگلی سور،	۳۰	"
شیر، چیتا، دریائی گائے،	۲۵	"
گیدڑ	۲۰	"
ہرن	۱۶	"
کتا اور بھیڑیا،	۱۵	"
لومڑی	۱۰	"
چوہا	۳	"

اور فتح بے نا امید تھی۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے ہماری فوج کی تیاری ستمبر ۱۹۲۲ء تک جولائی ابھی آیا بھی نہ تھا کہ ترکی فوج فیصلہ کن معرکہ کے لئے کمربستہ ہو گئی اور دشمن کے مقابلہ پر ۲ فوجوں نے حرکت کی۔ اب ہماری جنگی طاقت، دشمن کے برابر تھی۔ لیکن ہوائی جہاز اور توپیں اُسکے پاس ہم سے زیادہ تھیں۔ مغربی میدان جنگ کے ۲ حصے کر دئے گئے ایک حصہ نور الدین پاشا کی قیادت میں تھا اور دوسرا یعقوب پاشا کے سپرد کیا گیا۔ عصمت پاشا، سپہ سالار عام تھے۔

چند ہی آدمیوں کو اصلی حالات کا علم تھا۔ عام طور پر مایوسی پھیلی ہوئی تھی۔ مگر ہم بالکل مطمئن تھے، کیونکہ اپنی قوت سے واقف تھے۔ اچانک ۲۶ر اگست کو ہم نے حملہ شروع کیا اور صرف ۵ دن کے اندر دشمن کا قلع قمع کر ڈالا! تمام دنیا حیرت زدہ رہ گئی۔ اب ہماری مظفر و منصور فوجوں نے تھریس اور استنبول کی طرف پیشقدمی شروع کی۔ دول اتحاد ہماری مقاومت پر اُٹھیں۔ ہم نے کہا اگر یونان، تھریس اور ادرنہ سے دست بردار ہو جائے تو ہماری فوجوں کو آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح تھریس اور آستانہ بھی آزاد ہو گیا!

دو عملی کا خاتمہ

پھر لوزان کانفرنس منعقد ہوئی لیکن اتحادیوں نے قومی حکومت پر پھر ایک ضرب لگانا چاہی۔ اُنھوں نے صلح کانفرنس میں حکومت آستانہ کو بھی دعوت دی۔ اب میں مجبور ہوا کہ اس دو عملی کا خاتمہ کر دوں۔ چنانچہ میں نے مجلس وطنی میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"سیادت، دی نہیں جاتی، لی جاتی ہے۔ آل عثمان نے یہ سیادت غصب کر لی تھی۔ لیکن اب قوم نے واپس لے لی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ اب ہمیں اس کا اعتراف کر لینا چاہئے۔ مجھے یقین ہے یہاں جتنے آدمی جمع ہیں، سب یہ اعتراف کر رہے ہیں۔ لیکن اگر وہ اعتراف نہ بھی کریں تو حقیقت بہر حال عنقریب روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گی"

اس تقریر کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجلس وطنی نے سلطنت کو خلافت سے الگ کر دیا۔ شخصی فرمانروائی کا خاتمہ کر دیا۔ آخری سلطان نے یہ دیکھا تو بدحواس ہو کر اجنبی حمایت میں پناہ لی اور ٹرکی سے بھاگ گیا۔

اس طرح وحید الدین، منصب خلافت سے ہٹا دیا گیا اور اُس کی جگہ عبد المجید آفندی کا انتخاب ۲۰ر نومبر ۱۹۲۲ء کو عمل میں آیا پھر لوزان میں صلح کانفرنس شروع ہوئی۔

اس اثنا میں میں نے تمام اناطولیہ کا دورہ شروع کیا۔ عام باشندوں سے طویل گفتگو کی اور تمام داخلی اور خارجی معاملات، کاشت کاروں پر واضح کرنا شروع کئے۔

"شاہ پسندوں کی تحریک"

عین اُسی وقت شاہ پسندوں نے بھی اپنی تحریک پھیلانا شروع کی۔ وہ کہتے تھے خلیفہ، دنیا بھر کے مسلمانوں کا سلطان ہے۔ ترکی قوم خدا کی تلوار ہے جسے خلیفہ، خلافت کے مقاصد میں استعمال کرتا ہے لیکن میں اس خیال کا مخالف تھا۔ میں کہتا تھا یہ محض اوہام ہیں۔ اگر خلیفہ، دنیا بھر کے مسلمانوں کا سلطان ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ صرف ایک ترکی ہی قوم، اُس کی تلوار بنے۔ پھر ترکی قوم اپنا خون، پوری فیاضی سے صدیوں بہا چکی ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ وہ اپنے بقاء و حیات کی فکر کرے اور اوہام سے باز آجائے۔ یہی مختلف دعاوی تھیں منصب خلافت کی منسوخی کا سبب بنیں"

موجودہ دَورِ حکمرانی

اس کے بعد مقرر نے موجودہ ترکی حکمرانی کی اس طرح تشریح کی: "۲۰ر اپریل ۱۹۲۴ء کے قانون اساسی میں لکھا گیا ہے کہ ترکی سلطنت کا سرکاری دین، اسلام ہے لیکن اب یہ جملہ حذف کر دینا [illegible]

ضروری ہو گیا۔ کیونکہ ہماری جدید جماعت کے قانون میں خلافت کی منسوخی، جمہوریت کا اعلان، شرعی امور کی وزارت، دینی مدارس کی بندش خانقاہوں کی منسوخی، اور ترکی ٹوپی کی موقوفی، یہ تمام باتیں داخل ہیں۔ شروع شروع اس کا اعلان اس لئے نہیں کیا گیا کہ ہم قول سے پہلے عمل کو پسند کرتے ہیں!

جب عصمت پاشا لوزان سے پہلی مرتبہ واپس آئے تو مخالفین نے اُن پر بڑی سختی سے حملہ شروع کیا۔ لہذا میں نے از سر نو انتخابات کا فیصلہ کر دیا۔

ایک دن رات کو رؤف بک میرے پاس آئے اور مجھے اپنے ساتھ رافت پاشا کے مکان پر لے گئے۔ وہاں علی فواد پاشا بھی موجود تھے۔ رؤف بک نے مجھ سے کہا:

"میں آل عثمان اور سلاطین آل عثمان سے وابستہ ہوں۔ میں اُنہی کا پروردہ ہوں۔ سلطنت اور خلافت، وہ منصب ہیں جن تک ہر آدمی پہنچ نہیں سکتا۔ اگر یہ منصب منسوخ کر دئے جائیں گے تو ملک ہولناک مصائب میں مبتلا ہو جائے گا!"

رافت پاشا نے اُن کی تائید کرتے ہوئے کہا "ہم شاہی فرمانروا کے بغیر اس سرزمین پر زندہ ہی نہیں رہ سکتے!" علی فواد پاشا نے کہا "میں نے اب تک اس معاملے میں کوئی غور نہیں کیا ہے"

میں نے ان لوگوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی اور کہا "ابھی یہ مسئلہ معرض بحث میں نہیں آیا ہے۔ لہذا یہ گفتگو قبل از وقت ہے لیکن جب وہ وقت آیا تو بلا کسی مشکل کے سلطنت اور خلافت میں تفریق کر دی گئی۔ خلیفہ عبد المجید سے ہم نے مطالبہ کیا کہ اپنے نام سے ایک اعلان شائع کریں اور اپنے خائن پیشرو کے اعمال کی مذمت کریں مگر اُنھوں نے اس سے قطعی انکار کیا۔ اسی قدر نہیں بلکہ اپنے دستخط ان لفظوں میں کرنے پر اصرار کیا "خلیفہ رسول اللہ عبد المجید بن عبد العزیز خان" اُسی زمانہ میں رافت پاشا نے خلیفہ عبد المجید کو ایک گھوڑا ہدیۃً پیش کیا۔ اُنھوں نے اُسے قبول کر لیا تو رافت پاشا نے اسے "لطف الہی" قرار دیا!"

سابق خلیفہ عبد المجید کی فرانسیسی شادی

جنیوا کی خبروں سے معلوم ہوا کہ سابق خلیفہ عبد المجید آفندی عنقریب پیرس کی ایک حسین دوشیزہ سے شادی کرنے والے ہیں۔ اس عورت کا نام "جولیٹ لیبان" ہے۔ ایک فرانسیسی سرمایہ دار کی لڑکی ہے جو سوئزرلینڈ میں مقیم ہے۔ عبد المجید کی عمر آدھی سے زیادہ ختم ہو چکی ہے۔ بڑھاپا آگیا ہے۔ مگر دوشیزہ کی عمر صرف ۲۲ برس ہے۔

خلیفہ کے محل میں ۵۰۰ عورتیں تھیں۔ مگر شریعت اسلامیہ کے بموجب اُن میں سے صرف چار اُن کی شرعی بیویاں تھیں۔ ان چار میں سے دو مر چکی ہیں۔ ایک نے پیرس میں خودکشی کر لی۔ دوسری اٹلی میں ایک ریل کے حادثہ میں مر گئی۔

سلطان عبد المجید اس وقت جنیوا کے مضافات میں ایک چھوٹے سے گاؤں میں بالکل گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُن کے مصاحبوں میں سے صرف گیارہ آدمی ساتھ ہیں۔ اُن کا سالانہ وظیفہ جو ترکی حکومت نے دینا منظور کیا ہے صرف اٹھارہ ہزار پونڈ ہے۔ لیکن اُن کی جائداد کی آمدنی اس سے کئی گنی زیادہ ہے۔ اس لئے وہ اپنی جلا وطنی میں بھی آرام کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

پیرس کی دوشیزہ نے ایک اخبار کے نمائندے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

"میں نے اور سلطان نے پوری کوشش کی کہ ہماری منگنی مخفی رہے لیکن یہ راز کسی طرح فاش ہو گیا۔ مجھے یقین ہے ہم دونوں نہایت پُر مسرت زندگی بسر کر سکیں گے۔ بلا شبہ سلطان کی عمر زیادہ ہے، حتی کہ وہ میرے دادا معلوم ہوتے ہیں، لیکن اس سے میرے دلی تعلق پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ سلطان نے وعدہ کیا ہے کہ ہم موسم سرما، رویرا کے ساحلوں پر گزاریں گے، پیرس میں ساتھ رہیں گے"

"تمہیں معلوم ہے کہ اب سے پہلے سلطان کے پاس ۵۰۰ عورتیں تھیں؟" نامہ نگار نے سوال کیا۔

"ہاں میں جانتی ہوں" نازنین نے جواب دیا "لیکن مجھے اس سے کیا سروکار؟ عقلمند عورت کبھی اپنے شوہر کے پرانے حالات نہیں کریدتی۔ یہ عقل اور ادب، دونوں کے خلاف ہے!"

تھوڑے وقفہ کے بعد اُس نے اتنا اور اضافہ کیا:

"جس مرد کے پاس اب سے پہلے ۵۰۰ عورتیں رہ چکی ہیں وہ ضرور جانتا ہوگا کہ ایک عورت کو کس طرح خوش رکھ سکے؟"

عبد المجید آفندی اس شادی کے لئے وسیع پیمانے پر طیاری کر رہے ہیں۔ لیکن اب تک اُس کی تاریخ اور شادی کا مقام کسی کو معلوم نہیں ہے۔

عظیم الشان توأم ستارہ

پچھلے دنوں امریکن ڈاکٹر جی۔ ایس۔ پلاسکٹ نے ایک عجیب کوکب دریافت کیا ہے۔ یہ ستارہ توأم ہے۔ یعنی جڑواں ہے۔ ۲ ستارے ایک ساتھ ہیں۔ ملتہب گیس سے مرکب ہیں۔ اس گیس کی حرارت پگھلے ہوئے لوہے کی حرارت سے بارہ گنی زیادہ ہے۔ ایک ستارہ بڑا ہے۔ دوسرا چھوٹا ہے۔ چھوٹے کی روشنی آفتاب کی روشنی سے ۱۲،۵۰۰ گنی زیادہ ہے۔ اور قطر، زمین کے قطر سے ۲،۰۰۰ گنا زیادہ ہے۔ دونوں کا حجم، زمین کے حجم سے ۸،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ گنا زیادہ ہے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے گرد حرکت کرتے ہیں۔ حرکت کا دائرہ، بیضاوی شکل کا ہے اور دائرہ ۱،۰۰۰،۰۰۰،۳۰۰،۱۷ میل طویل ہے۔ ایک ہفتہ میں وہ یہ مسافت طے کر لیتے ہیں۔ رفتار کی سرعت ہر منٹ میں ۱،۵۰۳،۱۲۸ میل ہے۔

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۳)

ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کی آبادی مع شرح پیدائش و اموات

نام شہر	آبادی سنہ ۱۹۲۱ء	آبادی سنہ ۱۹۱۱ء	آبادی سنہ ۱۹۰۱ء	شرح پیدائش و اموات فی ہزار: پیدائش	شرح پیدائش و اموات فی ہزار: موت
کلکتہ	۹۰۷۸۵۱	۸۹۶۰۶۷	۸۴۷۷۹۶	۱۸/۹	۳۲/۷
بمبئی	۱۱۷۵۹۱۴	۹۷۹۴۴۵	۷۷۶۰۰۶	۱۷/۰	۲۷/۰
مدراس	۵۲۶۹۱۱	۵۱۸۶۶۰	۵۰۹۳۴۶	۴۳/۶	۴۷/۳
ہوڑہ	۱۹۵۳۰۱	۱۷۹۳۸۹	۱۵۷۵۹۴	۲۴/۶	۳۳/۸
ڈھاکہ	۱۱۹۴۵۰	۱۰۸۵۵۱	۷۹۷۳۲	۳۳/۶	۲۷/۲
پٹنہ	۱۱۹۹۷۶	۱۳۶۱۵۳	۱۳۴۷۸۵	۲۱/۵	۱۴/۷
بنارس	۱۹۵۳۷۳	۲۰۸۱۲۱	۲۰۹۳۳۱	۵۰/۱۸	۴۶/۱۵
الہ آباد	۱۴۵۹۰۵	۱۵۹۷۰۱	۱۷۲۹۳۲	۴۲/۰۱	۲۷/۴۷
آگرہ	۱۸۳۷۵۰	۱۸۳۶۱۹	۱۸۸۰۲۲	۹۰/۴۷	۳۹/۰۴
کانپور	۱۹۵۰۸۵	۱۷۸۰۴۰	۱۹۷۱۷۰	۳۶/۲۱	۴۳/۰۷
لکھنؤ	۲۱۷۱۹۷	۲۶۰۴۲۱	۲۶۴۰۴۹	۴۶/۱۲	۳۶/۷۵
دہلی	۲۴۳۹۸۷	۲۲۵۴۷۱	۲۰۸۵۷۵	۴۶/۲۳	۲۹/۲۷
لاہور	۲۵۷۲۹۵	۲۱۰۲۷۱	۲۰۲۹۰۴	۴۳/۲۷	۲۷/۸۴
کراچی	۲۰۶۱۹۱	۱۵۹۲۷۰	۱۱۶۶۶۸	۴۶/۶۰	۳۶/۹۴
بڑودہ	۹۱۸۸۰	۹۹۳۴۷	۱۰۳۷۹۰	۲۸/۱	۳۳/۰۱
جے پور	۱۲۰۱۹۶	۱۳۶۱۹۹	۱۶۰۵۰۷	۲۲/۹۷	۳۴/۹۰
ناگپور	۱۴۵۱۹۳	۱۰۶۴۳۲	۱۲۷۷۳۴	۹۰/۰۳	۴۷/۳۶
رنگون	۳۴۵۵۰۵	۲۹۳۳۱۶	۲۳۴۸۸۱	۱۸/۷۹	۳۵/۸۱

برطانی ہندوستان میں محنتی آبادی کی بربادی (۱۹۲۸ء)

عمر ۲۰ — ۴۰

صوبہ	مرد	عورتیں	مجموعی تعداد
مدراس	۶۹۷۹۰	۷۹۸۶۴	۱۳۹۶۵۴
بمبئی	۱۳۱۳۷۲	۴۲۲۴۳	۱۷۳۶۱۵
بنگال	۱۳۹۳۴۷	۱۳۲۲۳۰	۲۷۲۲۸۹
یوپی	۱۰۷۲۲۲	۱۰۷۰۲۳	۲۱۴۲۴۵
پنجاب	۷۲۲۳۲	۷۲۱۲۵	۱۴۵۰۸۷
برما	۲۲۴۹۷	۲۲۴۵۶	۴۴۷۵۳
بہار	۸۳۳۴۹	۸۵۵۲۷	۱۶۸۸۷۶
سی پی	۲۸۳۶۳	۲۹۷۷۳	۵۸۳۳۶
آسام	۲۱۲۴۷	۲۳۱۵۲	۴۴۳۹۹
کل برطانی ہند	۹۰۰۸۹۳	۹۰۶۶۲۸	۱۸۰۷۵۲۱

دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں ہر آدمی کی سالانہ آمدنی

(سنہ ۱۹۲۶ء میں)

ملک	آمدنی	
امریکہ	۳۳۲۸	روپیہ
برطانیہ	۱۴۵۶	"
فرانس	۱۲۹۲	"
اٹلی	۵۴۰	"
جاپان	۱۱۸۰	"
ہندوستان	۳۰	"

فی کس روزانہ آمدنی

ملک	آمدنی
امریکہ	[illegible]
برطانیہ	[illegible]
فرانس	[illegible]
اٹلی	[illegible]
جاپان	[illegible]
ہندوستان	ار

ٹیکس کی فی آدمی شرح بحساب روپیہ آنہ

سال	برطانیہ	فرانس	جرمنی	اٹلی	امریکہ	ہندوستان
۱۹۱۳-۱۴ء	۵۲-۸-۰	۲۸-۳-۰	۲۳-۰-۰	۱۸-۰-۰	۲۱-۰-۰	۲-۱۲-۰
۱۹۲۰-۲۱ء	۲۳۰-۸-۰	۱۳۱-۰-۰	؟	۸۳-۰-۰	۱۲۵-۰-۰	۴-۸-۰
۱۹۲۲-۲۳ء	۲۹۱-۰-۰	۱۵۹-۰-۰	؟	۱۰۹-۰-۰	۸۴-۰-۰	۵-۶-۰
۱۹۲۳-۲۴ء	۲۳۰-۶-۰	۲۲۵-۰-۰	۹۳-۰-۰	۱۲۰-۰-۰	۸۱-۰-۰	۵-۱-۰

ہندوستان اور جزائر برطانیہ میں پیشوں کے اعتبار سے آبادی کا تناسب

	ہندوستان	جزائر برطانیہ
مجموعی آبادی	۳۱۹۳۶۱۰۰۰	۴۷۳۰۷۰۰۰
زراعت پیشہ	۷۱/۸	۱۱/۶
صنعت پیشہ	۱۱/۳	۵۱/۲
تجارت پیشہ	۷/۳	۱۳/۳
آزاد پیشہ	۲/۶	۵/۶
گھر کی نوکریاں	۱/۵	۱۲/۸
دوسرے پیشے	۵/۵	۰۰۰
کان کن	۱/۱۷	۶/۵

دنیا کی مزدوری پیشہ آبادی

ملک	مجموعی آبادی	مزدوری
امریکہ	۱۰۵۷۱۶۰۰۰	۴۷۶۷۷۰۰۰
برطانیہ	۴۷۳۰۷۰۰۰	۲۵۷۳۳۰۰۰
فرانس	۳۹۲۰۹۰۰۰	۲۰۹۳۱۰۰۰
جرمنی	۵۹۸۵۸۰۰۰	۳۰۲۳۲۰۰۰
اٹلی	۳۸۸۳۶۰۰۰	۱۸۷۱۸۰۰۰
ہندوستان	۳۱۹۳۶۱۰۰۰	۱۶۸۸۹۴۰۰۰
کینیڈا	۸۷۸۸۰۰۰	۳۲۲۱۰۰۰
آسٹریلیا	۵۵۱۰۰۰۰	۲۳۹۷۰۰۰
جنوبی افریقہ	۱۴۲۲۰۰۰	۴۷۴۰۰
نیوزی لینڈ	۱۲۸۴۰۰۰	۵۱۵۰۰۰

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دست طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟
ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو
دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے
اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!
انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں
شایع ہوتا ہے
یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ
مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں
نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں
تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے
ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے سلسلے
بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ
قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن
آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں
ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ
کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

مطبوعات الہلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے امامین کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اسوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرۂ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ارهائي روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد ارهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے چهه آنے

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اردو ترجمه سوا روپیه

ائمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه — فی العبدات پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوہ ائمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - فی پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الہلال بک ایجنسی

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھیں

اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

التحف الجلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینه را

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الہلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھي -

الہلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تھا ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تھا ' اس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف انواق کا مجموعه تھا - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تھے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تھا - پھر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تھیں - اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تھا ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتھر کي چھپائي میں ممکن نہیں - اس کي جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - ان کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بھي موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بھي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے -

چنانچه الحمدللہ یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعہ دیتے هیں که اس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انہیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي هے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه

" " " چہارم ۱۰ روپیه " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الہلال اس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بھي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت فی پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ هے -

منیجر "البلاغ پریس"

١٩٢٧

الهلال

نمبر ٢٣ جلد ١

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ٥ ـ آنہ

Printed and Published by

Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta

Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لاتهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنين (القرآن الکریم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۳ — کلکتہ : جمعہ ۲۹ ـ جمادی الاولی ١٣٤٦ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 25, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافته طریق طباعة نہین رکھتی۔
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کرلین۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی۔ یاد رکھیی۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین۔

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ١٧٤٢ مراسلات وصول هوی هین۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	٢٥٠	اردو حروف کی حق مین	٤٥٢
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	٦٨٠	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	١٦٠
پتھر کی چھپائی کی حق مین	٧٩٠		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین۔ الهلال

الهلال

ھر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ھوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	- -	بارہ روپیہ
ھندوستان سے باھر کیلیے	- -	سولہ روپیہ
قیمت شش ماھي	- - -	سات روپیہ
قیمت، في پرچہ	- - -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے، لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ھوں انکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ھونا چاھیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ھوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تلخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ھیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرائیے، مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

عکا کے یہاں قیام کرے - رستم نے لکھا ہے کہ احمد باشا نے اپنی دوستی کا حق اِس طرح ادا کیا کہ مصری امیر کو زھر دے کر مار ڈالا !

(نپولین تک رسائی)

رستم نے اب اپنے سامنے ایک نئی مصیبت دیکھی - مجبوراً مصر بھاگ گیا - مصر میں ایک دوست نے اُسے مشہور خاندان بکری کے سجادہ نشین شیخ السادات کی خدمت میں پیش کر دیا - شیخ اُسے دیکھہ کر بہت خوش ہوا اور اپنے غلاموں کا افسر بنا دیا -

شام کے حملے سے واپسی پر نپولین کے استقبال کیلیے مصر کے تمام اُمراء شہر کے باھر کھڑے تھے - سید بکری بھی موجود تھے - وہ نپولین کی سواری کے لیے ایک گھوڑا بھی لے گئے تھے - گھوڑے کی لگام ' رستم کے ھاتھہ میں تھی - نپولین نے گھوڑا شکریہ کے ساتھہ قبول کر لیا - چند دن بعد دو غلاموں کی فرمائش کی - سید بکری نے دو غلام حاضر کر دیے - انھی غلاموں میں ایک رستم تھا - نپولین نے اپنی خدمت میں لیتے وقت رستم کو ایک مرصع تلوار اور طلائی دستے کے دو طپنچے عطا کیے -

(فرانس میں داخلہ)

فرانس کی واپسی میں رستم بھی نپولین کے ساتھہ تھا - راستے میں کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا - البتہ ایک دن نپولین کے ساتھیوں نے ستانے کیلیے کہدیا کہ " جنرل تمھیں اِس لیے ساتھہ لیے جاتا ہے ' تاکہ پیرس کے جلسے میں تمھاری بھینٹ چڑھالے " سادہ لوح غلام ڈر گیا ' اور واویلا مچانا شروع کر دیا - نپولین نے سنا تو بہت ھنسا - اور وہ تمام رقم اُسے بخش دی ' جو دوران سفر میں اپنے ساتھیوں سے جوئے میں جیتی تھی !

نپولین نے رستم کو مارسیلز میں چھوڑ دیا - ھر طرف لوگوں کی نظریں اُس پر پڑتی تھیں - عورتیں تو اسپر ٹوٹ پڑیں - اسکے عجیب مشرقی اطوار اور چرکسی چشم و ابرو آنکے لیے نئی قسم کی چیز تھی - چند دن بعد نپولین کا اسباب لیکر وہ پیرس روانہ ہوا - راستے میں ڈاکو مل گئے ' اور تمام اسباب لوٹ لیا - رستم کی مرصع تلوار اور چھہ ہزار فرنک کی تھیلی بھی چھین لی -

جوزیفائن ' نپولین کی بیوی ' رستم کو دیکھہ کر بہت خوش ہوئی اور اپنی خدمت میں قبول کر لیا - بعد میں لوگوں نے اِس پر طرح طرح کی چہ میگوئیاں کیں - کہا گیا کہ جوزیفائن غلام پر عاشق ہے - اِسی قدر نہیں بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ نپولین رستم کو محض اِسی نیت سے لایا تھا ' تاکہ جوزیفائن کیلیے دلچسپی کا سامان مہیا کر دے ' اور خود اُس کی نگرانی اور رشک سے آزاد ہو جائے -

(رستم اور پیرس)

کچھہ ھی سبب ہو ' لیکن پیرس میں رستم کے ظہور نے نپولین کی عظمت میں غیر معمول اضافہ کردیا تھا - رستم اپنے پیش قیمت لباس میں " قنصل " (نپولین) کے ساتھہ ساتھہ پھرا کرتا تھا اور پیرس کی مخلوق اُسے دیکھہ کر متحیر رہجاتی تھی !

قنصل مقرر ہونے کے بعد نپولین اُس محل میں اٹھہ گیا ' جو حکومت نے اُسے دیا تھا - رات کو اُس کے خاص کمرے کی نگہبانی رستم ھی کے ذمے تھی - وہ رات بھر دروازے پر پڑا رہتا تھا ' اور کسی کو اندر جانے نہیں دیتا تھا -

ایک دن جوزیفائن کو معلوم ہوا کہ نپولین کے ساتھہ ایک عورت موجود ہے - وہ غصے میں بھری ہوئی اٹھی اور کمرے میں گھس پڑنا چاھا - مگر رستم دروازے پر سو رہا تھا - اُس کے خراٹے اِتنے بلند اور خوفناک تھے کہ جوزیفائن ڈر گئی - شمع ھاتھہ سے گر پڑی ' اور بدحواس الٹے پاؤں بھاگی !

دن کے وقت رستم کے فرائض یہ تھے کہ صبح اپنے آقا کو حجامت میں مدد دیتا تھا - نپولین نہایت تنگ مزاج تھا - بار بار چلا اٹھتا تھا " کدھر ! آئینہ سیدھا کر - خوش قسمتی ہے تیرا آقا مصری نہیں ہے ورنہ گردن اڑا دیتا ! " حجامت کے بعد اپنے آقا کو نہلاتا تھا - پھر اُس کے ساتھہ دفتر جاتا تھا - اور ایک لمحہ کیلیے بھی جدا نہیں ہوتا تھا -

بلیبر کہتا ہے :

" نپولین نے کبھی کسی سے محبت نہیں کی - لیکن وہ اپنی فیاضی سے دوسروں کی محبت خرید لیا کرتا تھا - ھمیشہ جوئے میں اپنی تمام جیت ' رستم کو دیدیا کرتا - ایک مرتبہ پانچ دن کے اندر تین ہزار فرنک رستم کو مل گئے - اِس تقرب کی وجہ سے تمام خادم رستم پر حسد کرنے لگے تھے - صرف خادم ھی نہیں ' بہت سے بڑے بڑے آدمی بھی جلتے تھے - اُن کا خیال تھا - رستم کی یہ تمام قدردانی صرف اِس لیے ہے کہ وہ اُس کے دشمنوں کو خفیہ قتل کر ڈالتا ہے -

رستم نپولین کے ساتھہ سایہ کی طرح لگا رہتا تھا - حتی کہ فوج کی قواعد کے وقت بھی آقا کے گھوڑے کے پہلو میں اُس کا عربی گھوڑا نمایاں نظر آتا تھا - گھوڑے پر چیتے کی کھال کا زین ہوتا تھا - زین پر سونے کا کام تھا - خود رستم کا لباس ' ریشم کا کارچوبی ہوتا - دور دور تک اُس کی چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کر دیتی تھی - وہ اِس قدر شاندار ہوتا تھا کہ رستم ' عرب پادشاہ معلوم ہوتا تھا ' اور نپولین اُس کا ترکی سپہ سالار - تھیٹر میں بھی وہ نپولین کے پہلو میں بیٹھتا تھا - تمام نظریں غلام کی شان و شوکت کے تماشہ میں محو ہوجاتی تھیں ! "

جب کبھی وہ راستے میں تنہا ہوتا ' مخلوق ھجوم کرکے ساتھہ ہوجاتی - مسرت کے نعرے بلند ہونے لگتے - اپنے فاتح آقا کی طرح یہ غلام بھی اپنی عظمت و غرور میں مدھوش رہتا تھا - وہ بالکل پروا نہ کرتا کہ لوگ اُس کی تعریف میں نعرے لگا رہے ہیں ' یا تضحیک کر رہے ہیں !

شیخ خلیل بکری نقیب السادات مصر
جس کے ذریعہ نپولین کو رستم ملا

مطبوعات جدیدہ

رستم بن رضا

(نپولین کا چرکسی غلام اور معتمد)

الہلال کے گذشتہ نمبر میں ہم نے ایک جرمن اہل قلم کی جدید کتاب کا ذکر کیا تھا جس میں اُس نے نپولین کے بعض غیر مشہور گوشہ ھاے حیات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے - ابھی اس کتاب کی بہت سی دلچسپ اور عبرت انگیز داستانیں باقی ھیں ' لیکن ہم چاھتے ھیں ' مجلس کے تبدیل ذائقہ کیلیے اُسکے ایک دوسرے حصہ پر قارئین الہلال کو توجہ دلائیں - یہ حصہ بھی تاریخی دلچسپی کے لحاظ سے پچھلی داستانوں سے کمتر نہیں ہے - اس میں نپولین کی درباری زندگی کی ایک عجیب و غریب تاریخی شخصیت سے اُنکی تقریب ہوگی - یہ شخصیت دس برس تک نپولین کے تمام عجائبات زندگی کی طرح یورپ کی ایک عجیب و غریب ہستی کا درجہ رکھتی تھی - حالانکہ اُسکی ابتدائی زندگی اس طرح شروع ہوی تھی کہ وہ مصر کا ایک چرکسی غلام تھا !

رستم بن رضا

یورپ کے تمام مورخین نے اس کا نام رستم بن رضا لکھا ہے - فرانس کے قیام کے بعد اُس نے فرانسیسی زبان میں اسقدر قابلیت حاصل کرلی تھی کہ آخری عمر میں اپنی یاد داشت حیات قلمبند کی - اس یاد داشت میں اُس نے خود اپنے قلم سے اپنے ابتدائی حالات لکھے ھیں - جرمن مصنف ھمیں بتلاتا ہے کہ یہ کتاب اسکے پیش نظر ہے -

(مہیب آقا اور عجیب غلام !)

گزشتہ صدی کے اوائل میں روے زمین پر ایک طوفانی آندھی آئی - اُس نے بادشاہوں کے تخت اُلٹ دیے - تاجداروں کے تاج گرا دیے - یہ ایک مہیب جبار تھا جس کے سامنے تمام یورپ سربسجود ہوگیا تھا - اس مہیب آقا کے ساتھہ ہمیشہ ایک عجیب و غریب غلام بھی دیکھا جاتا تھا - مہیب آقا نپولین تھا ' اور عجیب الہیئت غلام رستم تھا !

رستم بن رضا کرفان سنہ ۱۷۸۲ع میں تفلیس (قوقاز) میں پیدا ہوا - اُس کا بچپن کوہ قاف کے مرغزاروں میں بسر ہوا تھا لیکن زمانے کے انقلابات نے اُس کے دل و دماغ پر اُس سرزمین کے حسن و جمال طبیعت کا کوئی اثر باقی نہیں چھوڑا - وہ نہ تو شاعر ہوا ' نہ مصور - اُس کی قسمت میں ایک عجیب انسان کا عجیب غلام بننا تھا !

نپولین کے سکریٹری مینرل نے اپنے روز نامچے میں لکھا ہے :

" رستم کا باپ طبیب تھا - بعض مورخین نے اُسے تاجر بھی بتایا ہے - اُس کے چار اولاد تھی - انمیں ایک رستم تھا - سنہ ۱۷۹۵ - تک وہ اپنے والدین کے ساتھہ رہا "

خود رستم نے اپنی یاد داشتوں میں لکھا ہے کہ وہ اپنی ماں سے از حد محبت رکھتا تھا - یہی محبت اُس کی تمام مصائب کا سبب ہوئی - باپ نے اُسے گھر سے نکال دیا اور وہ آوارہ گردوں کی طرح گاؤں گاؤں پھرنے لگا - اتفاق سے اُسی زمانے میں وہاں کے اُمراء میں خانہ جنگی شروع ہوگئی - رستم اس جنگ میں قید ہوگیا ' اور بہت دنوں تک ایک قلعہ میں بند رہا - پھر وہاں سے بھاگا تا کہ اپنی ماں کی کفالت کرے - اب وہ اپنے شوہر سے علحدہ ہوگئی تھی اور چھوٹے چھوٹے بچے ساتھہ لے کر کسی طرف چلی گئی تھی - بہت تلاش کے بعد رستم نے ماں کا پتہ لگالیا اور اُس کے ساتھہ رہنے لگا - کچھہ عرصہ کے بعد اُس نے ارادہ کیا کہ کسی شہر میں جاکر آباد ہو جاے اور اپنے خاندان کی پرورش کا انتظام کرے - وہ سب کو ساتھہ لے کر چل دیا ' مگر راستے میں بردہ فروش قزاقوں نے گھیر لیا ' اور پورا قافلہ گرفتار ہوگیا - بردہ فروشوں سے ایک مالدار عورت نے رستم کو خرید لیا اور اپنا لڑکا بنا کر گھر میں رکھا - لیکن اُس کے شوہر کو گھر میں اس خوبصورت نوجوان کی موجودگی ناگوار ہوئی - اُس نے مصر کے ایک امیر کے ہاتھہ بیچ ڈالا -

مصری امیر رستم کو مصر لایا - پھر اپنے ساتھہ مکۂ معظمہ لے گیا - حج کے بعد دونوں شام کے راستے واپس ہوئے - مگر ابھی راہ ھی میں تھے کہ معلوم ہوا ' نپولین نے مصر پر قبضہ کرلیا ہے - امیر نے فیصلہ کیا کہ مصر نہ جائے اور اپنے دوست احمد پاشا جزار والی

اُس نے کہا " تمہارا فرض ہے کہ اِس نازک وقت میں اپنے مہربان آقا کا ساتھہ نہ چھوڑو " نپولین کو امید نہیں تھي کہ رستم لوٹیگا - مگر دوسرے دن دیکھا تو وہ موجود تھا - اُس نے اپنے بلا اجازت چلے جانے پر افسوس و ندامت کا اظہار کیا اور نپولین کا دل اُسکي طرف سے صاف ہوگیا -

اِسي اثنا میں نپولین نے اپني ناکامیوں سے مضطرب ہوکر زہر کھا لیا ' مگر ڈاکٹروں نے اُسکي جان بچالي - ایک دن اُس نے رستم سے پستول طلب کیا - رستم نے مارشل برتیہ سے مشورہ کیا - مارشل نے کہا جو جي میں آئے کرو - میں کوئي مشورہ نہیں دونگا - لیکن بعض دوستوں نے کہا - اگر شہنشاہ خود کشي کرلیگا تو دنیا تمھیں کو الزام دے گي - کہا جائیگا ' تم نے دشمنوں سے رشوت لیکر پستول نپولین کے حوالہ کر دیا - تاکہ وہ خود کشي کرلے -

اِس واقعہ کو رستم نے حیلہ بنایا ' اور نپولین سے ہمیشہ کے لیے علحدہ ہوگیا - جلا وطن ہوتے وقت شہنشاہ نے اپنے غلام کي بابت سوال کیا - اور جب اُس کي بے وفائي کا حال سنا تو قدرتي طور پر بہت رنجیدہ ہوا -

رستم کي بے وفائي اِسي پر ختم نہیں ہوگئي ' بلکہ وہ دو مرتبہ انگلستان بھي گیا - وہاں نپولین کے دشمنوں کے سامنے اپنا شاہي خلعت پہنکر جایا کرتا تھا - انگریزوں کے ہاتھہ اُس نے اپنے آقا کي بہت سي یادگاریں بھي بیچ ڈالیں - اِنھي میں سونے کا ایک ٹکڑہ بھي تھا - اِس پر لکھا تھا " نپولین کي یادگار اپنے وفادار غلام رستم کے لیے "

٧ - دسمبر سنہ ١٨٤٥ع کو اُس کا انتقال ہوا - اُس کي قبر ابتک پیرس میں موجود ہے ' اور اُس پر یہ عبارت کندہ ہے :
" یہاں شہنشاہ نپولین کا غلام رستم رضا سو رہا ہے "

اُس کي زندگي ہي میں اُس کے دونوں لڑکے مر چکے تھے - صرف بیوہ اور ایک لڑکي باقي رہي - لڑکي کي شادي ایک فرانسیسي تاجر سے ہوگئي تھي -

باب التفسیر

حجۃ ابراهیمی

آیۂ کریمہ " الم تر الي الذي حاج ابراهیم " کي تفسیر

قرآن حکیم کا اُسلوب بیان اور طریق استدلال

تفسیر کا قرآني اور غیر قرآني طریقہ

(از مولانا ابو الکلام)

(٣)

افسوس ہے کہ محل اِس کا متحمل نہیں کہ مثالوں کے بیان میں اطناب سے کام لیا جائے - ورنہ آپ دیکھتے کہ تفسیر قرآن کا کوئي گوشہ بھي ایسا نہیں ہے جو اس غیر قرآني طریق تفسیر سے متاثر نہ ہو چکا ہو ' اور اصلیت پر بے شمار پردے نہ پڑ گئے ہوں - اگر آپ صرف امام راغب اصفہاني کي مفردات ہي اُٹھا کر دیکھہ لیں جو آج کل کے نئے محققین قرآن میں سے اکثر کا توشۂ عام ہے ' تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ نہ صرف قرآن کے مطالب و دلائل کي صورت بدل دي گئي ہے ' بلکہ اُسکے تمام الفاظ کے لیے بھي ایک نیا فلسفیانہ قاموس ترتیب دیدیا گیا ہے ' اور وہ چیز جسے اپنے " عربي مبین " ہونے پر ناز تھا ' اب ایک مشکل ترین عجمي چیستاں بنکے رہگئي ہے !

(آیۃ زیر تدبر)

اب جب کہ یہ تمہیدي مطالب ایک حد تک واضح ہوگئے ہیں ' آیۂ زیر تدبر کي تفسیر نہایت سہل ہے - چند سطروں کے اندر تمام مشکلات دور ہو جائینگي - البتہ تفسیر سے پہلے چند مبادیات کي مختصراً تشریح اب بھي ضروري ہے :

(١) اس آیت میں قرآن حکیم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے عہد کے ایک انسان کا مکالمہ نقل کیا ہے - سب سے پہلي اور بنیادي غلطي جس کي وجہ سے تمام مشکلیں پیدا ہوگئي ہیں ' یہ ہے کہ مکالمہ کي نوعیت ہی غلط سمجھہ لي گئي ہے - آیت میں " حاج " کا لفظ آیا ہے : الم تر الي الذي حاج ابراهیم في ربہ - یعنے کیا تمھیں اُس آدمي کا حال معلوم نہیں جس نے ابراہیم سے پروردگار عالم کے بارے میں حجت کي تھی ؟ چونکہ مفسرین متکلمین کے دماغ میں منطقي طریق مناظرہ و حجت بسا ہوا تھا ' اور انبیاء کرام کے حجج و براهین فطریہ کو بھي وہي جامہ پہنانا چاهتے تھے ' اس لیے انھوں نے اس مکالمہ کو " مناظرہ " مصطلحۂ منطق قرار دیدیا ' اور پھر لگے فن مناظرہ کے تمام اصول و اداب اُس پر

(رستمي فيشن)

پيرس كي نازنينوں کے لیے رستم ایک متحرک فتنہ بن گیا تھا - وہ اُن کی نظر میں مشرقي حسن و جمال کا ایک پر اسرار پیکر تھا - یہاں تک کہ اُس کے لباس کي بھي نقل اتاري جانے لگي - پیرس کا سب سے زیادہ مقبول فیشن " رستمي فیشن " ہوگیا - خود جوزیفائن اِس لباس پر فخر کرتي تھي - فرانس سے نکل کر یہ فیشن جرمني پہنچا ' اور لویزا ملکۂ پروشیا تک نے اختیار کر لیا - عورتوں کي طرح مرد بھي اس کي تقلید کرنے لگے تھے - یہ بیماري ایسي عام ہوئي کہ خود نپولین بھي مبتلا ہوگیا - اُس نے بھي رستم کا سا لباس اپنے لیے بنوایا تھا اور بڑے بڑے جلسوں میں پہن کر جاتا تھا !

اُس عہد کے ماہر مصوروں نے رستم کي تصویریں اُتاریں - اخبارات و رسائل نے خاص اہتمام سے شائع کیں - پورے یورپ میں اُس کي شہرت عام ہوگئي -

جب نپولین کي تاج پوشي قریب آئي ' تو اُس نے درباري درزي کو حکم دیا کہ رستم کے لیے بیش قیمت خلعت طیار کرے - یہ خلعت اس قدر گرانقدر تھا کہ صرف کوٹ پر سات ہزار تین سو فرنک خرچ ہوے تھے - جوتے کي قیمت ایک سو بیس فرنک تھي - یہ رقم اُس زمانے میں ایک شاہي لباس ہي پر خرچ ہو سکتي تھي !

تاج پوشي کے جلوس میں رستم اپنے خاص لباس میں ملبوس شہنشاہ کے پہلو بہ پہلو چل رہا تھا - وہ خود بھي اپنے گھوڑے پر ایک شہنشاہ معلوم ہوتا تھا - ہر طرف اُس کے اعزاز میں تالیوں کا شور بلند تھا !

(منتہاء عروج)

رستم نے اپني زندگي کے بہترین ایام شہنشاہ نپولین کے زیر سایہ بسر کیے - دربار میں اُسے اتنا عروج حاصل تھا کہ خاص و عام سب حسد کرتے تھے - نپولین جب کوئي شہر فتح کرتا تھا تو شاہي گاڑي میں ناظم کے پیچھے رستم ہي بیٹھتا تھا - نا واقف اُسے سلطنت کا رکن اعظم خیال کرتے تھے - بہت سے لوگ اُس کي خوشامدیں کرتے ' تا کہ اس کے ذریعہ نپولین کي خوشنودي حاصل کرلیں !

جب نپولین پیرس میں ہوتا تو رستم کو دو گھنٹے تفریح کي اجازت ملتي - وہ اپنے اُن دوستوں سے ملنے جایا کرتا جن کے یہاں خوبصورت عورتیں ہوتیں - لیکن میدان جنگ میں اُسے ایک لمحہ کي بھي فرصت نہیں ملتي تھي - کیونکہ اُس کے فرائض ہر لمحہ اُسے شہنشاہ کے ساتھ رہنے پر مجبور کرتے تھے - وہي اس کے لیے کھانے کا بھي انتظام کرتا تھا -

نپولین کے کھانے کا کوئي وقت مقرر نہ تھا - بسا اوقات وہ کھائے بغیر ہي سو جاتا - ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ نپولین آدھي رات کو اپنے بستر پر گیا اور کھانا طلب نہ کیا - رستم نے خیال کیا ' اب وہ کھانا نہیں کھائیگا - اُس نے بھني ہوئي مرغي خوشي خوشي کھانا شروع کردي - لیکن ابھي آدھي مرغي بھي کھانے نہیں پایا تھا کہ نپولین نے کھانا مانگا - رستم بہت گھبرایا ' مگر اب کر ہي کیا سکتا تھا ؟ وہي بچي ہوئي مرغي لیکر حاضر ہوگیا - نپولین دیر تک مرغي دیکھتا رہا - پھر غلام پر غضبناک نظریں ڈالیں اور کہا " میں نہیں جانتا تھا کہ بعض مرغیوں کا صرف ایک ہي بازو اور ایک ہي ٹانگ ہوتي ہے - مجھے کبھي اِس بات کا وہم بھي نہیں گزرا تھا کہ دوسروں کا جھوٹا کھانا پڑیگا ! "

رستم ڈر گیا - رنگ فق ہوگیا - کانپتي ہوئي آواز میں کہنے لگا " مہربان آقا ! میں بہت بھوکا تھا - پہلے ارادہ صرف ران کھانے کا تھا - مگر افسوس - بازو بھي میں نے کھا لیا ! " نپولین چپ ہوگیا ' اور مرغي کھالي ' صبح اُس نے ایک سپہ سالار کو بعض احکام دینے کیلیے طلب کیا - رستم بھي سامنے کھڑا تھا - نپولین نے سپہ سالار سے کہا " تم نے کچھ سنا ؟ کل رات میرے اقائے رستم کا پس ماندہ کھایا تھا ! ملعون ! ادھر آ - میں تیرے کان ملونگا - خبردار ' پھر کبھي ایسي حرکت نہ کرنا ! " یہ کہکر نپولین زور سے ہنس پڑا -

(شادي)

رستم ' اپنے آقا کو روز پیرس کي عورتوں سے اپنے عشقیہ معرکوں کي داستانیں سنایا کرتا تھا - نپولین کو ان واقعات سے بڑي دلچسپي ہوتي تھي اور وہ غلام کي ہمت افزائي کیا کرتا تھا - آخر رستم کا یہ شوق رنگ لایا - اور وہ ایک عورت پر عاشق ہوگیا - اُس نے شہنشاہ سے شادي کي درخواست کي - نپولین نے پوچھا " وہ کچھ مالدار بھي ہے ؟ " رستم نے جواب دیا " جب تک حضور کے قدموں سے لگا ہوں ' مجھے مال کي کیوں فکر ہو ؟ " نپولین کو یہ جواب پسند آیا اور شادي کي اجازت دیدي -

یکم فروري سنہ ۱۸۰۶ع میں الکزنڈرائن دوویل سے رستم کي شادي ہوگئي - خود شہنشاہ جلسہ میں شریک ہوا ' اور تمام خرچ اپني جیب خاص سے ادا کیا - شادي کے ایک برس بعد لڑکا پیدا ہوا - رستم نے اُس کا نام ایشیل رکھا - نپولین کو یہ بچہ بہت پیارا تھا - اکثر بلا کر اُس سے کھیلا کرتا تھا - جب وہ لوٹتا تھا ' تو اُس کي دونوں مٹھیوں میں اشرفیاں ہوتي تھیں !

نپولین کو رستم اِس قدر عزیز تھا کہ سفر اٹلي کے موقعہ پر جب وہ بیمار ہوگیا تو نپولین نے چلتے وقت اُس سے کہا " رنج نہ کرنا - میں جلد واپس آؤنگا - میري بیوي تمھاري خبر لیگي - "

خود رستم نے اپني یاد داشت میں لکھا ہے کہ شہنشاہ اُس پر بے حد مہربان تھا - شروع میں نپولین نے اُس کي کوئي تنخواہ مقرر نہیں کي تھي - ایک دن اتفاق سے یاد آگیا تو فوراً ۱۲۰۰ فرنک مقرر کر دیے - تھوڑي ہي مدت بعد یہ رقم دوگني کردي گئي - یعني ۲۴۰۰ فرنک ملنے لگے - نیز ۲۴۰۰ فرنک شکار میں بادشاہ کي بندوق اٹھانے کیلیے ' اور ۹۰۰ فرنک دائمي انعام کے طور پر بھي ملتے تھے - اسکے علاوہ کھیل میں جسقدر روپیہ نپولین جیتتا تھا ' سب اسے دیدیتا تھا - عیدوں اور جشنوں کے موقعہ پر بھي بہت کچھ دیتا تھا - چنانچہ ۲۰۰۰ فرنک سنہ ۱۸۰۸ع میں دیے - ۳۰۰۰ سنہ ۱۸۱۰ میں دیے - ۴۰۰۰ سنہ ۱۸۱۱ع میں دیے - ۶۰۰۰ سنہ ۱۸۱۳ع میں دیے - ۶۰۰۰ سنہ ۱۸۱۴ع میں دیے - پھر معزولي سے پہلے ایک مرتبہ یکمشت ۵۰۰۰۰ فرنک عطا کیے !

(رستم کا خاتمہ)

لیکن افسوس ہے کہ مصیبت کے وقت رستم بے وفا ثابت ہوا - آقا کے تمام احسانات بھول کر اُس سے رخ پھیر لیا !

۶- اپریل سنہ ۱۸۱۴ میں نپولین کو تخت سے دست بردار ہونا پڑا تھا - وہ جب جزیرۂ البا کي طرف روانہ ہونے لگا ' تو رستم ' بلا اجازت اپني بیوي سے مشورہ کرنے چلا گیا - بیوي شریف تھي -

مجیب کے فرائض هیں - جو مدعي هو' اسے دلیل پیش کرني چاهیے - جو منکر هو' اسے ترز کرنا چاهیے - چونکه مقصود اس تمام کارخانه سے اسکات خصم هے - یعنے مخاطب کو چپ کرا دینا ' اس لیے تمام اصول و آداب اسي محور کے گرد حرکت کرتے هیں - امام رازي نے جب اسے مناظره قرار دیا ' تو ضروري هوا که پوري بات اسي سانچے میں ڈهال کر دکها دي جائے - بات اس سانچے میں ڈهلتي نهیں - بس ساري مشکلیں اسي سے پیدا هوگئي هیں -

آپ خود اپنے استفسار میں لکهتے هیں :

" یه در اصل حضرت ابراهیم علیه السلام اور نمرود کا مناظره هے ' جس میں نمرود کي حیثیت خدائي کے مدعي کي هے اور حضرت ابراهیم اس کے زعم باطل کا بطلان ثابت کرنا چاهتے هیں "

یه جو آپ نے " در اصل مناظره هے " کهدیا' بس یهي تمام فساد کي جڑ هے - " مناظره هے ' تو حضرت ابراهیم کي حیثیت ایک مناظر کي هے - اگر وه مناظر هیں ' تو چاهئے که اُن قواعد کلام سے سرمو تجاوز نه کریں جو فن مناظره کے ساخته پرداخته هیں - یا مثلاً رشیدیه میں درج هیں - اور چاهیے که بد بخت نمرود بهي انهي مقدمات اور مبادیات کے مطابق سرگرم ضلالت و شقاوت هو' جو هم شرح مواقف وغیره میں پڑه چکے هیں ! "

امام رازي اور متکلمین کے اصول تفسیر یهي هیں ' اور آپ بهي انهي کے قدم بقدم چلنا چاهتے هیں - سوال یه هے که حضرت ابراهیم " مناظر " مصطلحهٔ قوم کیوں هوں ؟ اور اگر وه مناظر هوں ' تو کیوں اُن تمام گڑهے هوئے قاعدوں کے پابند هوں جو علوم وضیعه کي تدوین کے بعد هم نے اپنے اوپر لازم کر رکهے هیں ؟ کونسي عقل کي قطعیت اور وحي کي تنزیل موجود هے که حضرت ابراهیم کو بهي اُن قواعد کلام کي پابندي کرني چاهیے جو مناظره رشیدیه میں هم رٹ چکے هیں ' یا جنهیں بحر العلوم نے اپنے حواشي میں لکها هے ؟ " مناظر کے لیے یه جائز نهیں " اور " مستدل کے لیے یه ضروري هے " سوال یه هے که کیوں جائز نهیں ؟ کیوں ضروري هے ؟ اور کیوں ان اصول موضوعه اور قواعد مصنوعه " ما انزل الله بها من سلطان " کے انبیاؤ رسل پابند هوں ؟ کیوں ان کے لیے جائز نه هو که سرمواں سے تجاوز کریں ؟ کیا مصیبت هے که قرآن عربي زبان میں اُترتا هے - تمام فصحاء قریش اُس کي فصاحت کے آگے سربسجود هو جاتے هیں ' لیکن چار سو برس کے بعد همارے مفسرین بحث کرتے هیں که سیبویه اور کسائي کے بنائے هوئے قواعد کے مطابق وه ٹهیک هے یا نهیں ؟ چار هزار برس پہلے ایک داعي الی الحق فطرت الهي اور وجدان انساني کے مطابق رشد و هدایت کا دروازه کهولتا هے ' اور ایک منکر حق کو شک و انکار کي جگه یقین و ایمان کي راه دکهلادیتا هے' لیکن پانچویں صدي هجري میں امام رازي آکر بحث کرتے هیں که منطقي طریق مناظره کے مطابق یه مکالمه صحیح هے یا نهیں ؟ اور پهر چودهویں صدي میں آپ آتے هیں اور کهتے هیں که مشکلات حل نهیں هوتیں - مشکلات حل هوں تو کیسے هوں جب صدیوں سے مشکلات هي کو بلوا دے دے کر سمیٹا گیا هے ' اور اصلیت کي سادگي وضعیت اور صناعت کي کج اندیشیوں اور پیچیدگیوں کے اندر گم هوگئي هے ؟

(۳) ایک دوسري بنیادي غلطي جو یهاں الجهاؤ پیدا کر رهي هے ' حضرت ابراهیم کے مخاطب کي اعتقادي حیثیت هے - مفسرین سے ایک تلخت تسامح قرآن حکیم کے اُن مقامات کي تفسیر میں هوا هے ' جهاں بابل کے اس پادشاه کا (جسے نمرود کهتے هیں) اور مصر کے فرعون کا (جو کچهه بهي اُس کا نام هو) ذکر کیا گیا هے - قرآن حکیم نے اُن کا ذکر ایسے لفظوں میں کیا هے ' جن سے معلوم هوتا هے که وه اُس خدا کے اقرار سے منکر تھے جسکي دعوت حضرت ابراهیم اور حضرت موسی علیهما السلام نے اُنکے سامنے پیش کي تهي ' اور خود اپني خداوندي اور خداوندي کي طاقتوں کا دعوی رکهتے تھے - چونکه مفسرین کے پیش نظر صحیح تاریخي معلومات نه تهیں ' اسلیے وه صحت کے ساتهه اس انکار اور ادعا کي نوعیت متعین نه کرسکے - یه خیال پیدا هوگیا که یه دونوں پادشاه اپني خدائي کے اس معني میں مدعي تھے که وهي صانع کائنات هیں - چنانچه دونوں مقامات کے تمام مکالمات و مخاطبات میں فریق ثاني کي یهي اعتقادي حیثیت قرار دي گئي هے اور اسلیے حضرت ابراهیم اور حضرت موسی (علیهما السلام) کے تمام دلائل و ارشادات اسي پہلو سے دیکهے جاتے هیں - چونکه یه بات حقیقت حال کے خلاف هے ' اسلیے اس کي وجه سے طرح طرح کے نئے الجهاؤ پیدا هوگئے هیں - واقعه یه هے که نه صرف دنیا کي تاریخي معلومات کي بنا پر ' بلکه خود قرآن حکیم کي تصریحات کي بنا پر کہا جاسکتا هے که دنیا میں آج تک کسي انسان نے بهي اس معني میں خدا هونے کا دعوی نهیں کیا هے که وهي صانع کائنات هے - ایسا دعوی کرنا ' بلکه ایسے ادعا کا تخیل کرنا فطرت انساني کے اسدرجه خلاف هے که کوئي انساني هستي اسکي جرات هي نهیں کرسکتي -

تحریر اندازه سے زیاده بڑهتي چلي جاتي هے ' اسلیے اس مقام کے دلائل و مباحث درج نهیں کیے جا سکتے - حقیقت حال سمجهنے کیلیے حسب ذیل اشارات کافي هونگے :

اولاً ' نوع انساني نے خدا کي صفات کے تصور میں جو ٹهوکریں کهائي هیں ' من جمله اُن کے ایک عالمگیر گمراهي شاهیت و الوهیت کا تشابه هے - یعنے شاهیت کے اختیارات نے بهي ما فوق الفطرت اختیارات کي حیثیت اختیار کرلي تهي - جب کبهي کوئي انسان اپني غیر معمولي جسماني قوتوں سے مخالفوں کو زیر کرکے پادشاه بن جاتا ' لوگ خیال کرتے ' وه دیوتاؤں کا انساني مظهر هے ' بلکه خود بهي دیوتا هے - پهر جب شاهیت نے نسل و خاندان کے سلسله کي صورت اختیار کرلي' تو کسي انسان کا شاهي نسل سے هونا ' اس کے دیوتائي رشتوں کي دلیل سمجها جانے لگا - رفته رفته اس خیال نے پوري طرح ایک عام عقیده کي نوعیت پیدا کرلي که پادشاه انسان نهیں هے - انسانیت سے بلند تر هستي هے - اُسکي طاقت بهي الٰهي طاقت ' اور اُسکا حکم بهي حکم خداوندي هے -

قرآن حکیم نے بابل اور مصر کے جن دو پادشاهوں کا حال بیان کیا هے ' اُنکي اور اُن کے قوم کي گمراهي یهي تهي - وه اپني قوم میں ایک دیوتا کي طرح مانے جاتے تھے - اس لیے نهیں که اِن دو انسانوں نے خصوصیت سے اسکا دعوی کیا تها ' بلکه اس لیے که وه پادشاه تھے ' اور پادشاه کیلیے ایسا هي اعتقاد پیدا هو گیا تها -

ثانیاً ' اس سے یه بات بهي واضح هوگئي که مفسرین کا یه سمجهنا که فرعون اور نمرود نامي در اصل خدائي کے مدعي تھے ' صحیح نهیں هے - جس طرح کي خدائي کے یه مدعي تھے ' اُس طرح کي خدائي کا اعتقاد اُس عهد کے بے شمار پادشاهوں اور پادشاهي کے سلسلوں کیلیے رہ چکا هے - هندوستان میں بهي پادشاه کے لیے ایسا هي اعتقاد موجود تها - حتی که اُن کا سلسلهٔ نسب چاند سورج سے ملا دیا گیا تها - تاتاریوں کي ابتدائي تاریخ بهي

منطبق کرنے ' اور جب منطبق نہ ہوسکے تو لا یعني اور دور ازکار توجیہیں کرنے لگے - حضرت امام رازي رحمة الله علیه اس آیت کي تفسیر میں سب سے پہلي بات جو کہتے ہیں ' یہي ہے کہ " و القصة الاولی مناظرة ابراهیم صلی الله علیه وسلم مع ملک زمانه " (جلد ۲ : ۳۱۷) جونہي اُنہوں نے اس معاملہ کو " مناظرہ " کے لفظ سے تعبیر کیا ' حقیقت سے الگ ہوگئے ' اور پہلا قدم ہي اُلٹا پڑ گیا - اب جس قدر آگے بڑھتے جاتے ہیں ' حقیقت سے زیادہ دور ہوتے جاتے ہیں ' اور یکے بعد دیگرے اُلجھاؤ پر اُلجھاؤ پڑتے جاتے ہیں - اُنہوں نے اپني عادت کے مطابق " المسئلة الاولی " اور " المسئلة الثانیه " اور " الاشکال الاول " اور " الاشکال الثاني " کا سلسلہ یہاں بھي پوري قوت اور وضاحت کے ساتھہ جاري رکھا ہے ' لیکن جب جواب کا موقعہ آیا ہے ' تو پانچ پانچ اور چھہ چھہ وجوہ اشکال بیان کرنے کے بعد ایک شافي جواب بھي نہیں دے سکتے ' اور ایک ایسے طریقہ سے جو پڑھنے والے کو حیرت و ارتیاب میں غرق کردیتا ہے ' رخصت ہو جاتے ہیں !

امام رازي کے بعد جس قدر مفسرین پیدا ہوئے ' سب نے اس مکالمہ پر اسي حیثیت سے نظر ڈالي - البتہ حافظ عماد الدین ابن کثیر جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے تلامذہ میں سے ہیں ' اس سے مستثنیٰ ہیں - وہ سلف کے طریق تفسیر سے آشنا ہوچکے تھے ' اس لیے ان موشگافیوں میں نہیں پڑے - بلکہ صاف صاف کہدیا " وهذا التنزیل علي هذا المعني احسن مما ذکرہ کثیر من المنطقیین " (حاشیه فتح البیان جلد ۲ : ۱۵۹) یعنے یہ مطلب اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے جو بہت سے منطقیوں نے قرار دیا ہے - لیکن افسوس ہے کہ منطقیوں کے طریقہ سے الگ رهکر بھي وہ پوري طرح اُن کي لغزشوں سے محفوظ نہ رهسکے - یعني اس اُلجھاؤ سے وہ بھي نہ نکل سکے جو حضرت ابراهیم کے ایک دلیل چھوڑ کر دوسري دلیل اختیار کرنے کے معاملہ میں پڑ گیا تھا -

یہ بات معلوم کرنے کیلیے کہ متاخرین کي پیدا کي ہوي مشکلات سے متقدمین کس طرح محفوظ تھے ' امام ابن جریر طبري کي تفسیر پر نظر ڈالیے جو محدثین کے صاف اور سادہ طریق پر روایات جمع کر دیتے ہیں - اُنہوں نے سرے سے یہ فتنہ انگیز لفظ " مناظرہ " استعمال ہي نہیں کیا ہے - وہ " حاج ابراهیم في ربه " کا ترجمہ " الذي خاصم ابراهیم في ربه " کرتے ہیں ' جو في الحقیقت اس محل کیلیے خود قرآن کا بتلایا ہوا لفظ ہے ' اور پھر سیدھا سادھا مطلب بیان کرکے خاموش ہو جاتے ہیں -

یہ واضح رہے کہ ہمیں یہاں مناظرہ کے لغوي اطلاق سے اختلاف نہیں ہے ' بلکہ اصطلاحي اور وضعي اطلاق سے اختلاف ہے - وضعي علوم کي اصطلاح میں " مناظرہ " ایک خاص فن ہے جسمیں مباحثہ کے اصول و آداب وضع کیے گیے ہیں ' اور اس کا مقصود اِسکات خصم ہے - یعنے جھگڑنے والے کو چپ کرا دینا - نہ یہ کہ اسکے شکوک دور کردینا - نہ صرف یہ کہ انبیاء کرام کا طریق بیان یہ نہیں ہوتا ' بلکہ قرآن بتلاتا ہے کہ کسي طالب حق کا بھي طریقہ یہ نہیں ہونا چاہیے - کیونکہ یہ طلب حق اور علم حقیقت کي راہ نہیں ہے - " جدل " اور " خصومت " کي راہ ہے - اب غور کیجیے - یہ کیسي مصیبت ہے کہ جس طریق بحث و کلام کو قرآن مذموم ٹھہراتا ہے - اسي کو ہمارے مفسرین متفلسفین محمود و مطلوب قرار دیتے ہیں ' اور قرآن کے تمام دلائل اور انبیاء کرام کے تمام مکالمات و مخاطبات کو اُسي شکل و صورت میں آراستہ کرنا چاہتے ہیں ' اور پھر ذہن کي اس کجي اور فکر کے اِس مرض کو علم و معرفت کي ایک ایسي

عظمت سمجھتے ہیں ' جسے ابراهیم خلیل علیه الصلوٰة و السلام کے منہ سے نکلوا دینا ' انکي بزرگي کي بڑي ہي دلیل اور اُنکے مرتبۂ نبوت و خلت کي بڑي ہي خوبروئي ہے !

اس سے بھي بڑھکر اعجب العجائب معاملہ یہ ہے کہ قرآن حکیم اس مقام پر جس حقیقت کا اعلان کر رہا ہے ' وہ یہي ہے کہ انبیاء کرام کا طریق دعوت ' " هدایت " کا طریقہ ہوتا ہے - " جدل " و " خصومت " کا نہیں ہوتا - چنانچہ حضرت خلیل نے با وجود اسکے کہ ایک الد الخصام کج بحثي کرنے لگا تھا ' سر رشتۂ هدایت هاتھہ سے نہ چھوڑا ' اور مجادلانہ نزاع کي جگہ طریق هدایت نے اُسے اعتراف حق پر مجبور کر دیا - لیکن متکلمین ہیں کہ عین اسي مقام کو مجادلانہ انداز استدلال کی شکل دے رہے ہیں ' اور بڑي کوہ کندنیوں اور کاہ برآوردنیوں کے بعد ثابت کر دینا چاہتے ہیں کہ اصل حقیقت یہ نہیں ہے - بالکل اس سے اُلٹي ہے - یعني طریق ' طریق جدل اور مناظرہ ہے - نہ کہ ارشاد الی الحق اور هدایت الی المقصود !

تفسیر کبیر کا یہ پورا مقام پڑھ جاییے - معلوم ہوتا ہے ' حضرت خلیل اور نمرود کا مکالمہ منطقیوں کي ایک اچھي خاصي مجلس مناظرہ ہے - ایک طرف نمرود بیٹھا ہے ' اور ایک پختہ کار فلسفي کي طرح شفا اور اشارات کے تمام مباحث رٹ چکا ہے - دوسري طرف حضرت ابراهیم ہیں ' اور امام رازي اور قاضی عضد کے علم کلام کا ایک ایک لفظ نوک زبان رکھتے ہیں - نمرود ایک سوال کرتا ہے - یہ اُس کا جواب دیتے ہیں - وہ اِن کے جواب کا توڑ کرتا ہے ' اور نئے مقدموں میں اُلجھانا چاہتا ہے - یہ ایک شاطر مناظر کي طرح فوراً پیترا بدلتے ہیں ' اور اُنہي مقدمات کے داؤ سے اُسے گرا دینا چاہتے ہیں - وہ سبب اور واسطہ کے طرف رخ کرتا ہے - یہ حرکت افلاک کا پیچ کس دیتے ہیں - سبحان اللہ ! حضرت ابراهیم علیه السلام کي دعوت نبوت نہ ہوئي - میر زاهد اور سیالکوٹي کا مباحثہ ہوگیا ! حاشا و کلا کہ انبیاء کرام جو تلاوت آیات اور تعلیم کتاب و حکمت کے لیے آتے ہیں ' یہ مجادلانہ انداز سخن اور مخاصمانہ طریق مخاطبت رکھتے ہوں - اگر ایک لمحہ کے لیے بھي یہ طریق تفسیر تسلیم کر لیا جاے تو ساتھہ ہي یہ بھي تسلیم کر لینا پڑیگا کہ دنیا کے سارے نبیوں اور رسولوں کی سب سے بڑي بڑائي یہ تھي کہ وہ منطقي اور متکلم ہوں - لیکن اگر یہی معیار نبوت ہے تو دنیا کا سب سے بڑا نبي ارسطو تھا جس نے سب سے پہلے منطق کے اصول و قواعد سے دنیا کو آشنا کیا ' نہ کہ ابراهیم خلیل اور محمد بن عبد اللہ علیهما الصلوٰة و السلام ' جن کا لکھنے پڑھنے کے طریقے سے آشنا ہونا بھي ثابت نہیں !

(۲) اب غور کیجیے - اس مکالمہ کو " مناظرہ " قرار دیکر کس طرح انہوں نے اپنے آپکو مشکلات کے حوالہ کر دیا ہے ؟ اگر یہ " مناظرہ " ہے ' اور حضرت ابراهیم کي بڑي فضیلت یہي ہے کہ مناظرین کي طرح مخاطب کو سخن پروري میں ہرا دیں ' تو ضروري ہے کہ مناظرہ کے جو اصول و آداب وضع کیے گئے ہیں ' اُنہیں کسي نہ کسي طرح اس مکالمہ پر منطبق کیا جاے - مصیبت یہ ہے وہ منطبق نہیں ہوتے - کیونکہ سرے سے یہ مناظرہ مصطلحۂ قوم تھا ہي نہیں - نتیجہ یہ ہے کہ مشکلات کا کوئي تشفي بخش حل نظر نہیں آتا - فن مناظرۂ وضعیہ کے لحاظ سے پہلي چیز فریقین کي حیثیت کا تعین ہے - یعنے اُن میں سے کون مدعي ہے کون منکر - کون مثبت ہے ' کون منفي - پھر مستدل کے واجبات ہیں ' اور

آثار عتیقہ

علم الآثار مصر کا جدید ذخیرہ

فراعنۂ مصر کے عظیم ہیکل

ریمسیس ثانی اور اُسکی لڑکی کا مجسمہ ' جسکے محل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوے تھے !

گذشتہ دس سال کے اندر علم الآثار مصر میں جدید انکشافات کا جو اضافہ ہوا ہے ' وہ نہایت قیمتی ہے ' اور علماء آثار کا خیال ہے ' اس سے مصری اثریات میں تحقیق و نظر کا ایک نیا دور شروع ہوجایگا ہے - وادیٔ الملوک اور الاقصر کے دو مقبروں کا حال نہایت تفصیل کے ساتھہ دنیا کے علم میں آچکا ہے ' لیکن ان مقبروں کے علاوہ اور بھی بے شمار نئی نئی چیزیں ہیں جو تاریخ مصر کے بعض اہم زمانوں سے تعلق رکھتی ہیں ' اور اسلیے علماء آثار اُن کے درس و مطالعہ میں مشغول ہیں -

آج ہم قارئین الہلال کی دلچسپی کے لیے ان میں سے بعض اہم آثار کا مرقع شائع کرتے ہیں -

سب سے پہلے آپ کی نظر دو چھوٹی چھوٹی تصویروں پر پڑیگی ' جن میں سے ایک پر منقش تصویریں ہیں - دوسری میں ایک شکستہ مجسمہ نظر آ رہا ہے - پہلی تصویر ابیڈس مندر کی ایک دیوار کا مرقع ہے جس میں فرعون " ستی " اول اپنے معبود کے سامنے کھڑا ہے ' اور آسے نذر پیش کر رہا ہے - مرقع میں فرعون کی صورت اور وضع اتنی نزاکت اور خوبی کے ساتھہ کندہ کی گئی ہے کہ مصر کے تمام حجری مرقعوں میں صرف چند تصویریں ہی اس کا مقابلہ کرسکتی ہیں - اس مرقع میں ہمارے سامنے چار ہزار برس پہلے کا ایک انسان اپنی اصلی صورت و وضع میں کھڑا ہے !

دوسرا مرقع مصری دیوتا " ممفن " کا بت ہے - اس کی نسبت یقین کیا جاتا تھا کہ ہر روز طلوع آفتاب کے وقت اس میں سے الہی نغموں کے ترانے بلند ہوتے تھے - اب یہ بالکل ٹوٹی پھوٹی حالت میں برامد ہوا ہے - لیکن علم کی خوش قسمتی سے اس کے کتبے محفوظ ہیں ' اور پوری طرح پڑھے جا سکتے ہیں -

ان کے بعد آپ دو بڑی تصویریں اوپر تلے دیکھہ رہے ہیں - پہلی تصویر ابیڈیس مندر کی ایک دیوار پر کندہ ہے - اس میں مصریوں کے دو دیوتا دکھائے گئے ہیں - ہورس اور اوسائرس - ہورس ہر طرح کی اچھائیوں کا معبود تھا - اوسائرس سورج دیوتا تھا - مصری یقین کرتے تھے کہ سورج دیوتا کی بہن اور لڑکی " آئی سس " نے اپنے مقدس آنسوؤں کے چند قطرے ملا کر ہمیشہ کیلیے دریاے نیل کو شیریں اور مقدس بنا دیا ہے !

دوسرا مرقع ایک عظیم مجسمہ کا نہایت قیمتی ٹکڑا ہے جو الاقصر سے بر آمد ہوا ہے - نقوش کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ در اصل فرعون ریمسس دوم کا مجسمہ تھا - تصویر میں صرف کمر سے لیکر پانؤں تک کا حصہ نمایاں ہے - پانؤں کے پیچھے ایک عورت کا چھوٹا سا مجسمہ ہے جو کھڑی ہے - یہ ریمسس کی لڑکی ہے - ریمسس دوم وہی فرعون ہے ' جس کے محل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدایش ہوئی تھی - خیال کیا جاتا ہے کہ یہی لڑکی محل شاہی کی وہ عورت ہے ' جس نے دریا سے حضرت موسیٰ کو نکالا تھا !

اسکي شہادت دیتي ہے - بنو اسرائیل نے جب فلسطین اور شام پر قبضہ کیا تو جو قومیں وہاں آباد تھیں ' اُن کا بھي اپنے پادشاهوں کي نسبت ایسا هي خیال تھا - خود قرآن اور تورات نے حضرت موسیٰ علیه السلام کي مصري زندگي کے جو واقعات بیان کیے هیں ' اُن کا تعلق بھي ایک پادشاہ سے نہیں ہے - دو پادشاهوں سے ہے جو یکے بعد دیگرے تخت نشین هوئے تھے - ایک فرعون وہ ہے جس کے محل میں حضرت موسیٰ پیدا هوئے - دوسرا وہ ہے جو اُن کا تعاقب کرتا هوا خلیج سوئز میں غرق هوا - اگر فرعون کے ادعاء الوهیت سے مقصود یہ هوتا کہ وہ کسي ایک انسان کا شخصي ادعا تھا' تو ظاهر ہے' بغیر کسي امتیاز کے دونوں کي نسبت ایک هي طرح کي ادعائي ذهنیت قرآن کیوں ظاهر کرتا ؟ دراصل قرآن نے اسي لیے اُن کے ناموں کي جگہ اُن کا عام لقب " فرعون" استعمال کیا - کیوں کہ کسي ایک پادشاہ کا تمرد و طغیان دکھلانا مقصود نہیں تھا - تمام فراعنہ کا طغیان دکھلانا مقصود تھا -

بہر حال قرآن حکیم نے اِن دونوں پادشاهوں کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ انساني گمراهي کي ایک خاص حالت کا نمونہ دکھلا دے - اس نوع کي گمراهي کے لیے یہ کامل قسم کے نمونے تھے - اس لیے انهي کو بطور مثال کے چن لیا گیا -

باقي رهے فرعونوں کے وہ متکبرانہ اور مدعیانہ اقوال جو قرآن حکیم نے نقل کیے هیں ' تو اُن میں ایک جملہ بھي ایسا نہیں ہے جس کا مطلب یہ هو کہ وہ اپنے آپ کو خدا بمعني صانع کائنات سمجھتے تھے - چونکہ مفسرین نے یہي مطلب ٹھہرا لیا تھا ' اس لیے ان کي نظر آیات کے صاف صاف مطلب کے طرف نہیں گئي - دوسري وادیوں میں پہنچ گئے - لیکن یہ محل تفصیل کا نہیں ہے -

ثالثاً ' آیت زیر تدبر میں جس پادشاہ کا ذکر کیا گیا ہے ' اُس کي شخصیت بھي صحیح طور پر متعین نہیں کي گئي - عام طور پر مشهور ہے کہ وہ نمرود تھا - لیکن بابل اور ننیوا کے آثار قدیمہ سے جس قدر معلومات فراهم هوچکي هیں ' اُن سے اس خیال کي تصدیق نہیں هوتي - " نمرود" سے مقصود وہ پادشاہ ہے' جس کے خاندان نے سب سے پہلے بابل پر حکمراني کي تھي - اس خاندان کا سب سے زیادہ مشهور شخص " اُور" پنجم تھا جس کے سوانح حیات کي منقش اینٹیں جرمن وفد کي کوششوں سے سنہ ۱۹۰۴ع میں برامد هوئي هیں - اِن اینٹوں کي عبارت سے جو خط مسماري میں کندہ هیں' معلوم هوتا ہے کہ نمرود اور اُسکے خاندان کا زمانہ دو هزار سات سو برس قبل مسیح تھا - اگر تورات کے سنین تسلیم کرلیے جائیں' تو حضرت ابراهیم علیه السلام کا زمانہ دو هزار تین سو برس قبل مسیح کا زمانہ ہے - ظاهر ہے کہ اِس حساب سے حضرت ابراهیم کا ظهور نمرود سے کئي سو برس بعد هوا ہے - اُن کے زمانہ میں نہ صرف نمرود کي ' بلکہ اُس کے خاندان کي بھي حکومت باقي نہیں رهي تھي -

خاندان نمرود کے دو سو برس بعد بابل میں ایک نیا سلسلۂ شاهي قائم هوا جسے " ایلامي " خاندان سے تعبیر کیا جاتا ہے - اس خاندان کا ایک پادشاہ دو هزار تین سو برس قبل مسیح بابل میں حکمراں تھا جس کا نام " کادولا اومر" تھا - غالباً یہي بادشاہ حضرت ابراهیم کا معاصر تھا ' اور اسي سے اُن کا یہ مکالمہ هوا ہے - بابل کے آثار میں اس پادشاہ کي تصویریں اور بعض فرامین کي اینٹیں بھي ملي هیں - اِن کتبوں سے معلوم هوتا ہے کہ وہ نہایت خود سر اور جبار تھا - اُس کي نسبت یقین کیا جاتا تھا کہ آسماني دیوتاؤں کا قہر و جبروت اُس کے اندر مجسم هوگیا ہے -

یہ اوصاف ٹھیک ٹھیک اُس متکبرانہ انداز سخن کے مطابق هیں ' جو اس مکالمہ سے ظاهر هوتا ہے -

ایسا معلوم هوتا ہے کہ جس طرح عربوں میں شاهان روم ' قیصر ' شاهان ایران کسریٰ ' اور شاهان مصر فرعون کہے جاتے تھے' اسي طرح بابل کے پادشاهوں کے لیے " نمرود " کا لفظ بطور لقب کے مشهور هوگیا تھا - یہ تلقب بے اصل بھي نہ تھا ' کیونکہ جس طرح روم میں سیزر اور ایران میں خسرو پادشاهوں کا نام رهچکا تھا ' اُسي طرح بابل کے پہلے فرمانروا کا نام نمرود تھا - پس ابتدا میں جب لوگوں نے یہ کہا هوگا کہ مکالمہ نمرود سے هوا ' تو اُن کا مقصد یہ هوگا کہ بابل کے ایک پادشاہ سے هوا - یہ مطلب نہ هوگا کہ نمرود نامي انسان سے هوا تھا -

رابعاً ' یوناني مورخوں کے بیانات اور علم الاثار کي تحقیقات سے معلوم هوتا ہے کہ اهل بابل کواکب پرست تھے - اسي کواکب پرستي نے اُنهیں علم هئیت کے علمي مبادیات سے آشنا کیا تھا - اُن کا اعتقاد تھا کہ اجرام سماویہ کائنات کي ایسي ملکوتي هستیاں هیں' جنهیں تدبیر و تصرف عالم کي تمام قوتیں حاصل هیں - دنیا میں جو کچھ هوتا ہے' اُنهي کے عمل و تصرف سے هوتا ہے - اِن میں سات ستارے بڑے دیوتا هیں ' اور سورج ان سب میں بڑا ہے - آج کل علم نجوم کے نام سے جو خرافات دنیا میں پھیلے هوئے هیں' یہ هندوستان اور بابل هي کي کواکب پرستي کا بقایا هیں - اپنے پادشاهوں کي نسبت اُن کا بھي وهي اعتقاد تھا ' جو اُس عهد کي تمام قوموں کا رهچکا ہے - یعني وہ سورج دیوتا کے زندہ مظهر سمجھے جاتے تھے - ان کي تقدیس بھي اُسي طرح کي جاتي تھي ' جیسي تمام دیوتاؤں کي کي جاتي تھي -

(۳) مکالمہ کے آخر میں ہے : " فبهت الذي کفر" یعني جب حضرت ابراهیم نے دوسري دلیل پیش کي تو مجادل کچھ نہ کہہ سکا - هکا بکا هوکر رهگیا - مفسرین نے اس مکالمہ کو منطقي مناظرہ بنا دیا تھا - مناظرہ اور جدل کا ما حصل یہ ہے کہ مخاطب کو لا جواب کر دیا جاے - اس لیے انهوں نے " فبهت الذي کفر" کا مطلب یہ قرار دیا کہ حضرت ابراهیم کي دوسري دلیل کے جواب میں وہ کوئي بات نہ بنا سکا - اس لیے مبهوت هو کر رهگیا - اس میں کوئي شبہ نہیں کہ حضرت ابراهیم کي بات کا وہ کوئي جواب نہیں دے سکا تھا - اور شوخ چشمي اور کج بحثي کي جگہ اُس پر حیرانگي کي حالت طاري هوگئي تھي ' لیکن یہ حیراني محض اس بات کا نتیجہ نہ تھي کہ وہ سخن پروري میں لا جواب هو گیا تھا - کیونکہ ابھي تفصیل کے ساتھ آپ سن چکے هیں کہ انبیاء کرام کي مخاطبت بات میں لا جواب کر دینے کے لیے نہیں هوتي - یقین و ایمان کے لیے هوتي ہے - پس اُس کے مبهوت هو جانے کا سبب یہ تھا کہ حضرت ابراهیم کي دوسري بات اُس کے دل میں اُتر گئي - پہلي بات پر تو اُس نے مجادلانہ کج بحثي کرکے جواب دیدیا تھا - کیونکہ اپنے جهل و ضلالت کي وجہ سے اُسکي حقیقت سمجھ نہ سکا تھا - لیکن دوسري بات اُسکی فکري اور اعتقادي استعداد کے مطابق کچھ ایسي دل کو لگتي هوئي تھي ' کہ سنتے هي متاثر هوگیا ' اور تیر نشانہ پر لگ گیا - نتیجہ یہ نکلا کہ مبهوت هو کر رهگیا - یعني وہ سچائي جسے اپني کور چشمي کي وجہ سے ابتک نہیں دیکھ سکا تھا ' اب یکایک اُس کے سامنے چمک اُٹھی ' اور با وجود کمال تمرد اور ضلالت کے اُس میں جھٹلانے اور شوخ چشمي سے کج بحثي کرنے کي جرأت باقي نہ رهي !

علم اور مسیحی کلیسا

کتاب پیدائش اور تخلیق کائنات

برمنگہم کے بشپ کا کفر اور زندقہ !

تھوڑا عرصہ گزرا ہے ' لندن سے رویٹر ایجنسی نے یہ خبر تمام دنیا میں مشہور کردی تھی کہ برمنگہم کے لارڈ بشپ نے ویسٹ منسٹر میں تقریر کرتے ہوئے ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے ' جس نے یورپ کے تمام کلیسائی حلقوں میں ہلچل ڈالدی ہے - اُس نے صاف صاف لفظوں میں اعتراف کرلیا ہے کہ پیدایش کائنات کا قدیم مسیحی اعتقاد (یعنی توراۃ کی کتاب پیدایش کا بیان) قابل ترمیم ہے ' اور اب وقت آگیا ہے کہ ہم علمی تحقیقات کی مخالفت کرنے یا غلط مذہبی تاویلوں کے ذریعہ تطبیق دینے کی ناکام کوششوں سے باز آجائیں - یعنی تسلیم کرلیں کہ توراۃ کی کتاب پیدایش کا بیان ایک کہانی سے زیادہ نہیں ہے !

اس کے بعد ایک دوسرے واقعہ کی خبر مشتہر ہوئی - یہی بشپ جب سینٹ پال چرچ میں وعظ کررہا تھا تو اچانک ایک واقعہ نے تمام مجلس میں اضطراب پھیلا دیا - ایک طرف سے تیز صدا آئی "یہ بدعت و زندقہ کا معلم ہے " لوگوں نے جب اُس طرف نظر اُٹھائی ' تو معلوم ہوا ' پادری ایلن ویبسٹر غیظ و غضب کی شدت سے بے قابو ہوکر کھڑا ہوگیا ہے ' اور واعظ کے کفر و زندقہ کا اعلان کر رہا ہے - اس پر غضب طریقہ سے مجلس کو اپنی طرف متوجہ کرکے اُس نے بشپ پر لعن وطعن کی بوچھاڑ شروع کردی ' اور پھر یہ کہکر کہ "ایسے زندیق کا وعظ سننا جائز نہیں " اپنی جماعت کے ساتھ کرجے سے رخصت ہوگیا !

اب انگلستان کے اخبارات و رسائل میں اس معاملہ کی تمام تفصیلات آگئی ہیں - در اصل یہ معاملہ بھی اُسی سلسلۂ بحث کی ایک کڑی ہے جو سر آرتھر کیتھ کی تقریر (مندرجۂ الہلال) سے تمام یورپ اور امریکہ میں چھڑ گیا ہے - بشپ اف برمنگہم کا نام ڈاکٹر بارنس ہے - اُس نے اسی تقریر کا حوالہ دیکر اپنے خیالات ظاہر کیے تھے - معاملہ کا اہم اور دلچسپ پہلو یہ ہے کہ یہ اعتراف برطانی کلیسا کے ایک بہت بڑے ذمہ دار شخص کی زبان سے ہوا ہے - اُس نے بڑی دلیری کے ساتھ وہ خیال علانیہ ظاہر کردیا ' جو آج ہزاروں لاکھوں عیسائیوں کے دلوں پر ثبت ہے !

یقیناً قارئین الہلال خواہشمند ہونگے کہ بشپ کی تقریر سے واقفیت حاصل کریں - ہم اختصار کے ساتھ اُس کا خلاصہ درج کردیتے ہیں-

بشپ نے تقریر کرتے ہوئے کہا :

" اِس عہد کے انسانوں سے میں کیا کہوں ؟ کیا یہ کہوں کہ قدیم عقیدہ ہی پر اُستوار رہو ؟ ہرگز نہیں - میں اُن سے جو کچھہ کہہ سکتا ہوں ' وہ اِس کے سوا کچھہ نہیں ہے کہ حق کی تلاش کرو - خوش ہو ' کیونکہ تم ایک ایسی صدی کی مخلوق ہو ' جو اپنی علمی ترقیوں کی وجہ سے تاریخ کی سب سے زیادہ عظیم الشان صدی ہے - میں اُن سے کہتا ہوں ' جدید انکشافات کا خیر مقدم بجا لاؤ - علماء عصر کی تعظیم کرو - لیکن ساتھہ ہی یہ بھی یاد رکھو کہ اِس تمام علمی ترقی کے پیچھے ہم برابر ایک کثیف پردہ پڑا دیکھتے ہیں - یہ پردہ ' زندگی کے تمام بنیادی مسائل کو اپنے اندر چھپائے ہوئے ہے ' اور ہماری نظروں کو اُن کی حقیقت معلوم کرنے سے روک رہا ہے - تم پر فرض ہے کہ اِن مسائل سے قریب تر ہو - تمہارا قلب ایمان سے لبریز ہو جائے - تمہاری رہبر ' عقل ہو ' نہ کہ خوش اعتقادی - اگر تم ایسا کروگے ' تو تمہارا ایمان اُن دونوں جماعتوں سے مختلف ہوگا جن میں سے ایک نے مغرورانہ انکار کی اور دوسری نے جاہلانہ خوش اعتقادی کی غلطی کی ہے ! "

" سر آرتھر کیتھ کے خطبہ کے بارے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے ؟ مذہب نشوو ارتقاء کے مقابلہ میں ہمارا مسلک کیا ہونا چاہیے ؟ کیا ہم حقیقت کو جدل کے موٹے پردوں میں چھپا دیں ؟ میں تم سے آج یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم اِس روشن زمانے کی مخلوق ہو کر حقائق سے تجاہل نہیں برت سکتے ! "

" کیا ہمارے لیے یہ جائز ہے کہ لوگوں کی عقلوں میں شک پیدا کردیں ' حالانکہ یہاں شک کا کوئی موقعہ ہی نہیں ؟ کیا یہ مناسب ہے کہ مسیحی عقائد کی تاریخ محض اس لیے بدل دی جائے کہ ڈاروین کا مذہب نیا نہیں ہے ' پرانا مذہب ہے ؟ یا یہ مناسب ہے کہ جدید حقائق تسلیم کرتے ہوے حقیقت کا صاف صاف اعتراف کرلیں ' اور تسلیم کرلیں کہ مسیحی عقائد کی بعض تقلیدی آراء قابل تبدیل ہیں ؟ "

" میرے خیال میں آخری تجویز بہتر اور مناسب ہے - آؤ ' ہم بے خوف و خطر حقائق کا ویسا ہی خیر مقدم کریں ' جیسا کہ وہ علمی حلقوں میں اپنا خیر مقدم دیکھہ رہے ہیں - تمام اہل علم متفق ہیں کہ انسان نے بندر کی ایک قسم سے ترقی کی ہے ممکن ہے ' انسان کی یہ ترقی دس لاکھہ برس پہلے شروع ہوئی ہو - تمام حیوانی اصلوں نے مختلف سمتوں میں ترقی کی ہے ' لیکن انسان کی حقیقی ترقی اُس کے دماغ اور فکری مرکزوں میں واقع ہوئی ہے - اسی لیے وہ اپنے ہم جنس حیوانوں پر بازی لیگیا - بندر کی دوسری قسموں نے اَور قسم کی ترقی کی - چنانچہ

پادری کینن ویبسٹر بشپ کے زندقہ کا اعلان کرکے سینٹ پال سے واپس جا رہا ہے !

بريد فرنگ

يورپ کا ايک نيا نقشه

تجارت کي حفاظت اور آزادي کا حصار

مطالب کے بيان و تفہيم کا ايک موثر ذريعه

بحث طلب مطالب پر تقرير کرتے هوئے مقرر اور مدرس عموماً شمار و اعداد کي جدولوں يا تناسب کے رنگوں اور نقشوں سے کام ليا کرتے تھے - پھر ميجک لينٹرن استعمال کيا جانے لگا - ايسے مطالب جن کے فہم ميں تصاوير کا معائنه مدد ديتا تها ' فانوس کي تصويروں کے ذريعه ذهن نشين کيے جاتے تھے - حال ميں سينما کي ايجاد نے بھي ايک زياده موثر اور اصليت نما ذريعه بہم پہنچا ديا هے - امريکه ميں بحث و تقرير کے بے شمار کلب ' سينما کا اُسي طرح استعمال کرتے هيں ' جس طرح عام طور پر ميجک لنٹرن استعمال کيا جاتا هے -

ليکن جو طريقه حال ميں سر آرتھر کلاير مارپسن نے مجلس اقوام کے سامنے تقرير کرتے هوئے تمثيل مطالب کے ليے اختيار کيا تها ' وه ان تمام طريقوں سے جدا گانه قسم کا هے ' اور چونکه نهايت آسان اور ساده قسم کا هے ' اس ليے نهايت درجه پسند کيا گيا هے - اُن کي تقرير کا موضوع يه تها که تجارت کي آزادي اور بندش کے لحاظ سے اس وقت يورپ کي مختلف قوموں کا حال کيا هے ؟ اور کس طرح يهي چيز آينده ايک بين الاقوامي جنگ کا دروازه کھول دينے والي هے ؟ اس حقيقت کي وضاحت کے ليے انهوں نے يورپ کا ايک نقشه اس طرح کا طيار کرايا ' که سرحد کے خطوط کي جگه حصار کي ديواريں کھڑي کر دي گئيں ' اور تمام يورپ ٹيڑھي سيدھي چار ديواريوں کا مجموعه بن گيا - نقشه کے بننے کے بعد جب اُس پر نظر ڈالي گئي ' تو معلوم هوا ' جو حقيقت ايک بهت بڑي کتاب لکھکر بھي واضح نهيں کي جاسکتي تھي ' اب وه صرف اس نقشه پر ايک نگاه ڈال لينے سے سامنے آجاتي هے - جنيوا کے پچھلے اجلاس کے موقعه پر يه نقشه حاضرين کے معائنه کے ليے ايک نماياں موقعه پر رکھديا گيا تها -

اِس نقشه کا عکس آپکے سامنے هے - اگر يورپ کا نقشه آپکے کمرے ميں آويزاں هے ' تو پہلے اُس پر ايک نظر ڈال ليجيے - پھر اسے ديکھيے - يه ٹھيک وهي نقشه هے - فرق صرف اسقدر هے که اُس ميں حدود کي وضاحت کيليے لکيريں کھينچ دي گئي هيں : اِس ميں لکيروں کي جگه ديواريں کھڑي هيں - يه ديواريں کيا هيں ؟ تجارت کي حفاظت کي ديواريں هيں جنهوں نے هر قوم کو دوسري قوم کا دائمي رقيب بنا ديا هے - فوجي اور ملکي حفاظت کے اعتبار سے بھي ديکھا جاے ' تو يهي ديواريں متقابل دشمنوں اور حريفوں کو ايک دوسرے کے کچل ڈالنے سے روک رهي هيں - يه ديواريں کب تک قائم رهينگي ؟ سر آرتھر کہتے هيں " انهيں توڑ دو " ليکن اگر انسان اِسکے ليے آماده نه هوا ' تو عجب نهيں ' قدرت کي خانه بر اندازياں خود هي انهيں توڑ کر تمام يورپ کو ايک کھلي زمين کي شکل ميں منقلب کر ديں !

تاریخ وعبر

تاریخ جنگ صلیبی کا ایک صفحہ

عربوں کے آتش بار اسلحہ

لوئی نہم کے مورخ کا چشم دید بیان

صلیبی جنگوں میں سب سے بڑی جنگ ساتویں جنگ تھی۔ یہ معلوم ہو کر ان جنگوں میں مصر پیش پیش تھا، بلکہ اسی پر گویا بار تھا۔ لہذا صلیبی مجاہدوں نے خیال کیا کہ مسلمانوں کو شکست دینے کے لئے خود مصر پر حملہ کر دینا چاہئے۔ چنانچہ لوئی نہم شاہ فرانس کی زیر قیادت ایک عظیم فوج یورپ سے روانہ ہوئی اور ساحل مصر دمیاط پر آ اتری (دمیاط وہ جگہ ہے جہاں دریائے نیل سمندر میں گرتا ہے)۔

اس جنگ کی ایک مستند تاریخ "ژوانویل" کی یادداشتوں میں ملتی ہے۔ یہ شخص لوئی نہم کا مصاحب اور اس کی فوج کا سپہ سالار تھا۔ دمیاط کی جنگ میں یہ ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ رہا۔ اس کے بیانات چشم دید ہیں۔ بادشاہ کی وفات کے بعد اس کے بیٹے لوئی دہم کا بھی مصاحب تھا۔ اسنے بیوہ ملکہ کے حکم سے یہ کتاب لکھی تھی جیسا کہ دیباچہ میں ظاہر کیا ہے۔

یہ کتاب اس عہد کی تاریخ کے لئے ایک نہایت قیمتی دستاویز ہے۔ تاریخ کی خوش قسمتی سے یہ ضائع نہیں ہوئی، اور شاہی کتبخانہ میں محفوظ رہی۔

ژوانویل کے بیان میں سب سے اہم واقعہ، مصری فوجوں کی جنگی استعداد اور آتشی مادوں کی صلیبیوں پر بارش ہے۔ ان آتشی مادوں کو مورخ "یونانی آگ" سے تعبیر کرتا ہے۔ اس تعبیر کی بنیاد یہ ہے کہ یہ آگ فی الحقیقت یونانیوں ہی کی ایجاد ہے۔ قسطنطنیہ کی بیزنطینی سلطنت سب سے پہلے اس سے واقف ہوئی، اور صدیوں تک بطور ایک راز کے محفوظ رکھا۔ یہی وہ بے پناہ اسلحہ تھا جس کے ذریعہ اسنے ۶۷۳ء اور ۷۱۸ء میں عربوں کو شکست دی تھی جنھوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔

بیزنطینیوں کو اس آتشی مادے کا پتہ قسطنطین چہارم کے عہد میں لگا۔ یعنی ساتویں صدی عیسوی میں۔ اور تقریباً ۴۰۰ برس تک تنہا اسی کا استعمال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ گیارھویں صدی کے اواخر میں عربوں نے کسی ذریعہ سے اس کی حقیقت معلوم کر لی اور اپنی جنگوں میں استعمال کرنے لگے۔ جس طرح اس آگ نے بیزنطینیوں کے مقابلے میں عربوں کو نقصان پہنچایا تھا، اسی طرح عربوں کے مقابلے میں صلیبیوں کے لئے مہلک ثابت ہوئی۔ عربوں نے اس اسلحہ کو قدیم یونانی طریقہ سے زیادہ مکمل اور وسیع بنا دیا تھا۔

۱۲۴۹ء (۶۴۷ھ) میں صلیبی، دمیاط کی سرزمین پر اترے۔ یہ زمانہ، ملک صالح بن کامل کی حکومت کا تھا۔ بادشاہ اسوقت بیمار تھا۔ لوئی نہم نے اسے سخت تہدید آمیز خط لکھا، اور مسیحی قوموں کے نام پر مطالبہ کیا کہ مصر اس کے حوالہ کر دے۔ مصری بادشاہ نے قاضی بہاء الدین زہیر سے جواب لکھوایا۔ یہ تاریخی جواب تاریخ کے صفحات میں اب تک محفوظ ہے!

ملک صالح کی بیماری کی وجہ سے دمیاط کی مدافعت نہیں کیجا سکی اور صلیبیوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اسلامی لشکر، مقام منصورہ میں جمع ہوا، اور بادشاہ کی وفات کے بعد ہی حملہ شروع کر دیا۔ اس حملہ میں سب سے زیادہ خوفناک حربہ یہی "یونانی آگ" تھی، جس کی ہولناکی کا حال ہم اس مورخ کی زبانی نقل کرتے ہیں۔

وہ لکھتا ہے:

"ایک رات جبکہ ہم اپنے برجوں کی حفاظت میں سرگرم تھے، مسلمان میدان جنگ میں ایک ایسا آلہ لائے، جسے اب تک انھوں نے استعمال نہیں کیا تھا۔ پھر اس آلہ کے ذریعہ یونانی آگ برسانا شروع کر دیا۔ آقائے نامدار والٹر دوکیری نے، جو میرے قریب ہی کھڑے تھے، یہ دیکھ کر کہا:

"بھائیو! اسوقت ہم ایک ایسے خطرے کے سامنے ہیں، جیسا ہمیں کبھی پیش نہیں آیا۔ اگر مسلمان ہمارے برجوں میں آگ لگا دینگے تو بڑی ہی مشکل پیش آئے گی۔ اگر ہم یہاں کھڑے رہیں گے تو جلکر خاک سیاہ ہو جائیں گے۔ اگر ہٹ جائیں گے تو قلعے دشمن کے ہاتھوں میں چلے جائیں گے اور ابد الآباد تک ہماری ذلت و رسوائی ہو جائے گی۔ لہذا اب اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ اپنے مہربان خدا کو پکاریں، اور اس سے عزت و سلامتی کی دعائیں کریں۔ صرف وہی ہمیں بچا سکتا ہے"

چنانچہ ہم نے اس دانشمندانہ رائے پر عمل کیا۔ جب ہم پر آگ کی پہلی بارش ہوئی اور برج میں ہمارے سامنے آ کر گری، تو ہم نے خداوند کے حضور سجدہ کیا اور نالہ و زاری کرنے لگے۔ آگ بجھانے والے پاس کھڑے تھے، اور بڑی مستعدی سے اپنا کام کر رہے تھے۔

یونانی آگ کی کیفیت یہ ہے کہ وہ ایک عظیم مرتبان کی صورت میں سیدھی نکلتی ہے۔ لمبے نیزے کی طرح ایک بڑی سی دم اس کے پیچھے ہوتی ہے۔ اس کی آواز، بجلی کی کڑک کی طرح ہولناک ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی جناتی درندہ ہوا میں اڑا چلا آتا ہے۔ روشنی اتنی تیز ہوتی ہے کہ رات کی تاریکی میں دن نکل آتا ہے۔ مسلمانوں نے پھر یہ آگ اس رات تین مرتبہ بڑے بڑے آلوں سے پھینکی اور چار مرتبہ چھوٹے آلوں سے۔

ہمارا مقدس بادشاہ جب سنتا کہ یونانی آگ آ رہی ہے تو اپنے فرش سے اتر کر زمین پر کھڑا ہو جاتا اور ہمارے نجات دہندہ خداوند یسوع کی طرف ہاتھ اٹھا کر چلاتا "اے آقا! معبود عظیم! اپنے خادموں کو بچا لے!" مجھے یقین ہے کہ بادشاہ کی دعاؤں سے ہمیں بہت فائدہ پہونچا۔ جب جب آگ آ کر گرتی تھی، یہ مقدس بادشاہ فوراً آدمی بھیجکر معلوم کرتا تھا کہ آگ نے کیا کیا اور ہماری حالت کیا ہے؟

ایک رات ایسا ہوا کہ آگ اس برج کے قریب آ گری جس کی حفاظت ایک افسر دی کورتنی نامی کے ذمہ تھی۔ فوراً ایک سوار دوڑ کر میرے پاس آیا اور کہنے لگا "اگر آپ فوراً مدد پر نہیں آئیں گے تو ہم سب جل کر راکھ ہو جائینگے۔ کیونکہ مسلمانوں نے بہت بڑی تعداد میں آگ پھینکنا شروع کر دی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہوا میں آگ کا دریا ہم پر امڈا چلا آتا ہے!"

میں دوڑ کر گیا۔ واقعی سوار کا بیان بالکل درست تھا۔ ہم نے فوراً آگ بجھا دی۔ لیکن ابھی ہم فارغ ہی ہوئے تھے کہ مسلمانوں نے پھر بڑی شدت سے آتش باری شروع کر دی۔

بادشاہ کے بھائی، دن کے وقت برجوں کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ وہ برجوں پر چڑھ گئے تاکہ مسلمانوں پر تیر برسائیں۔ بادشاہ نے یہی طے کیا تھا کہ رات کو برجوں کی حفاظت ہم لوگ کریں اور دن کو شاہ سسلی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ شاہ سسلی پہرے پر تھا۔ اچانک مسلمانوں نے اپنی منجنیقوں سے بہت سخت حملہ کر دیا اور تمام برج تقریباً توڑ ڈالے۔ انھوں نے یہی نہیں کیا، بلکہ دن دوپہر کو یونانی آگ کے آلے بھی نصب کر دیئے۔ حالانکہ اب سے پہلے ہمیشہ رات ہی کو ان سے کام لیتے تھے۔ اب آگ برسنے لگی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ پل کے قریب بھی منجنیقیں لگا دیں۔ پل، مزدور بنا رہے تھے۔ اب یہ حالت ہو گئی کہ کوئی آدمی نہ پل کے قریب جا سکتا تھا، نہ برجوں کے قریب پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ ایک طرف بہت بڑے بڑے پتھر برس رہے تھے۔ دوسری طرف آگ کا طوفان برپا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برج جل گئے۔ شاہ سسلی غصے سے کانپنے لگا۔ آگ بجھانے کے لئے وہ خود آگ کے اندر کودنا چاہتا تھا مگر اسے پکڑ لیا گیا!

بادشاہ نے جب یہ حالت دیکھی، تو تمام سرداروں سے درخواست کی کہ تھوڑی تھوڑی لکڑی اپنے اپنے جہازوں سے منگا دیں تاکہ ایک نیا برج طیار کیا جائے اور نہر کو عبور کیا جا سکے۔

پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ برج اسوقت چلایا جائے جب شاہ سسلی کی باری ہو، تاکہ پچھلی شکست کا غم اس سے دور ہو جائے۔ چنانچہ یہی کیا گیا، اور برج اس مقام پر پہنچایا گیا جہاں دوسرے برج جل گئے تھے۔

مسلمانوں نے یہ دیکھ کر اپنی ۱۶ منجنیقیں نصب کر دیں اور یک وقت سب کے دہانے کھول دیئے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ہمارے آدمی خوف زدہ ہو گئے ہیں تو فوراً یونانی آگ برسانا شروع کر دی اور نیا برج بھی جل کر راکھ ہو گیا!"

اسی طرح یہ مورخ بڑی تفصیل سے دوسرے تمام معرکوں میں بھی اس "یونانی آگ" کا ذکر کرتا ہے حتی کہ اس کے بیان کے مطابق ایک مرتبہ یہ آگ پورے مسیحی لشکر پر پھیل گئی تھی اور خود بادشاہ کا خیمہ بھی جلا ڈالا تھا!

مشرق میں بیزنطینیوں کے بعد سب سے پہلے مصر اور شام کے مسلمانوں نے یہ آگ استعمال کی۔ پھر دوسری اسلامی سلطنتوں نے بھی اسے معلوم کر لیا۔ چنانچہ ٹیونس اور مراکش میں بھی یورپ

بتدریج شمپانزی ' گوریلا ' اورانگ ' اور اوتان کی قسموں نے ظہور کیا - یہ تمام بندر انسان کے قریبی عم زاد ہیں - علماء اِس ترقی کی جزئیات میں کتنا ہی مختلف ہوں ' لیکن کوئی دو مستند عالم بھی اِس معاملہ میں اختلاف نہیں رکھتے کہ انسان نے بندر ہی سے ترقی کی ہے - اور یہ ' کہ یہ ترقی ایک مسلم و ثابت حقیقت ہے - ڈاروین کا مذہب پچاس برس سے موجود ہے اور پوری طرح صحیح ثابت ہو چکا ہے ... "

" علم الحیات کے مباحث سے ثابت ہو چکا ہے کہ شر اور برائی کا میلان انسان کی طبیعت میں فطری ہے ' اور یہ اُس نے اپنے اسلاف سے ورثہ میں پایا ہے - یہ بالکل یقینی ہے کہ انسان ' ایک حیوان ہی ہو ' اور اپنے اعضاء اور روح میں بتدریج ترقی کرکے خالص حیوانیت سے اِس درجہ تک پہنچ گیا ہو - وہ کوئی دیوتا نہ تھا ' جو طہارت و تقوی کے لباس میں ملبوس ' آسمان سے زمین پر اتر پڑا ہو - انسان کی روحی ترقی ہی نے اُسے باقی تمام حیوانات سے ممتاز کر دیا ہے "

" ہمیں ہمیشہ حق کی جستجو میں لگے رہنا چاہیے - جب کبھی کسی حقیقت پر سے پردہ اٹھے ' تو قدیم سے قدیم تقلیدی خیال کے بھی ترک کر دینے میں ہمارے اندر کوئی پس و پیش نہیں ہونا چاہیے ' اور نہ اس تبدیلی پر کسی طرح کا رنج محسوس کرنا چاہیے "

جب کبھی کوئی حقیقت ظاہر ہوتی ہے ' تو ایک خاص قسم کے لوگ چلا اٹھتے ہیں : " ایمان خطرے میں پڑگیا ہے ! "

" لیکن میرا تاریخی مطالعہ مجھے بتاتا ہے کہ ایمان صرف اُس وقت خطرے میں ہوتا ہے ' جب عقل قید کردی جاتی ہے ' اور دماغ پر مہر لگا دی جاتی ہے - بعض لوگ کہتے ہیں " ہمیں مسیحی حقائق کو اُسی طرح محفوظ رکھنا چاہیے ' جس طرح ہمارے عقائد چلے آتے ہیں " لیکن میں من گھڑت حقائق کے وجود سے اپنی لا علمی کا صریح اعلان کرتا ہوں - بعض لوگ کہتے ہیں " جدید خیالات کفر و الحاد ہیں " لیکن میں کہتا ہوں " آج کا کفر ممکن ہے ' کل کا ایک راسخ دینی عقیدہ بن جائے ! "

" تمام وہ مسیحی جو تقلیدی بندشوں سے آزاد ہیں ' جانتے ہیں کہ مذہب نشوء و ارتقاء اور حقیقی مسیحی تعلیم میں کوئی نزاع نہیں ہے - کیونکہ خدا اپنی قدرت تدریجی ترقی میں بھی اُسی طرح ظاہر کر سکتا ہے ' جس طرح فوری تخلیق میں "

یہ پہلا موقعہ نہیں ہے کہ اِس موضوع پر اِس بشپ نے اظہار خیال کیا ہے - اب سے دو سال پہلے بھی اِسی قسم کے خیالات ظاہر کیے تھے - اُس زمانے میں امریکا کے پروفیسر سکوپس پر اس لیے مقدمہ چلایا گیا تھا ' کہ اُس نے ایک سرکاری مدرسہ میں اپنے شاگردوں کے سامنے ڈاروین کا مذہب پیش کر دیا تھا - اِس مناسبت سے رسالۂ " نیچر " نے بشپ مذکور سے اِس مسئلہ کی نسبت استفتا کیا تھا - بشپ کا جواب حسب ذیل تھا :

" یہ جاہلانہ تعصب جس نے مذہب نشوء و ارتقاء کی تعلیم امریکا کے سرکاری مدارس میں ممنوع قرار دیدیا ہے ' ایک سخت مذموم تعصب ہے - میں آزادی خیال کا حامی ہونے کی حیثیت سے نہایت نا پسند کرتا ہوں کہ ایک انگلو سکسن جماعت قانون کے زور سے علم کی اشاعت روکے - میں ایک مسیحی ہونے کی حیثیت سے ہر ایسی تحریک کو انتہائی رنج و غم سے دیکھتا ہوں ' جو مسیحی دین کو معقول بنیادوں پر استوار کرنے سے روکتی ہے "

" بے شمار دلائل سے ثابت ہو چکا ہے ' اور متمدن دنیا میں ہر مستند عالم اس کا اعتراف کر رہا ہے ' کہ انسان نے ایک ایسی مخلوق سے ترقی کی جو بندر سے مشابہ تھی ' انگلستان میں ہر روشن خیال مسیحی کا اعتقاد یہی ہے - یہاں کے تمام مشاہیر لاہوتی علماء بھی اس رائے کو خیال صحیح سمجھتے ہیں - یہ اعتراف مسیحیت کو اور بھی زیادہ مستحکم کر دے گا - کیونکہ یہ اُس روحانی اساس کو جو ہم مسیح سے اخذ کرتے ہیں ' اس درجہ معقول بنا دیتا ہے کہ کوئی بھی اُس سے انکار نہیں کر سکتا "

" ہم کتنا ہی انکار و مغالطہ کام میں لائیں ' مگر مسیح کی تعلیمات سے جو عہد جدید میں موجود ہیں ' ہرگز ثابت نہیں کر سکتے کہ عہد قدیم کی کتاب پیدائش حرف بحرف صحیح ہے - لوگ یہ بھول گئے کہ کتاب مقدس روحی حقائق کا خزانہ ہے ' نہ کہ تعلیم و تدریس کی کوئی علمی کتاب ہے - لوگ یہ مسیحی عقیدہ بھی بالکل بھول گئے کہ " روح القدس برابر لوگوں کی عقلیں وسیع کرتی رہیگی تا کہ وہ حق تک پہنچ سکیں " یہ لوگ حق کے جاننے سے ڈرتے ہیں ' کیونکہ سمجھتے ہیں ' حق کے اعتراف سے مسیحی عقیدہ کمزور ہوجائیگا - مگر یہ اُن کی غلطی ہے - علم کی اِس مقاومت کا نتیجہ اِس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ ہزارہا طالب علم ' مسیحیت کے دائرے سے یہ یقین کرتے ہوے نکل جائیں کہ مسیحیت کی بنیاد سراسر جہل و خرافات پر ہے ! "

کمیونزم یا اشتراکیت

کمیونیزم کے مداحوں کے بعض اقوال

اشتراکیت کا مطمح نظر ' خیر مشترک ہے (نارمن انجل)

اشتراکیت کی سب سے بہتر مجمل تعریف یہ ہے کہ وہ سوسائٹی کے مادی اقتصادی قوی کو منظم کرکے انسانی قوی کے ماتحت کر دینا چاہتی ہے (رامسے میکڈانلڈ)

اشتراکیت کی غرض بجز اسکے کچھہ نہیں ہے کہ انسان کیلیے ایک نیا عالمگیر ضمیر پیدا کر دے (ولز)

اشتراکیت ' تعلیمات مسیح کی عملی صورت ہے - (چارلس امرن)

عملی اشتراکیت ' حد سے زیادہ سادہ چیز ہے - یعنی عالمگیر انسانی تعاون کا نظام ایک حکومت کے ماتحت (رابرٹ)

اشتراکیت ' ایک ایسی مثل اعلی ہے جسے ابتک دنیا کی آنکھوں نے نہیں دیکھا (ھاڈجس)

اشتراکیت ' عنقریب محنت کو اس طور پر منظم کر دیگی ' کہ ہر آدمی محسوس کرنے لگے گا ' وہ اپنے عمل سے پوری نوع انسانی کی خدمت کر رہا ہے (ووڈن) !

اشتراکیت کا مقصود یہ ہے کہ اعلی نظام جمہوری کے ساتھہ زمین اور سرمایہ کو قوم کی ملکیت بنا دے (برٹرنڈ رسل)

	درآمد
مجموعی درآمد:	،،

تفصیل

ریلوے کا سامان	۱۸۹۱۰۶۰۰۰
ظروف	۹۵۲۹۳۰۰۰
سوت	۷۱۳۴۷۶۰۰۰
ریشم	۳۳۶۵۴۰۰۰
خام ریشم	۱۵۷۸۸۰۰۰
شکر	۲۷۵۰۲۸۰۰۰
غلہ اور آٹا	۵۶۳۲۰۰۰
کیمیاوی اجزاء، رنگ اور سمیات وغیرہ	۶۲۰۸۸۰۰۰
روغن، سبزی اور مویشی	۹۳۵۱۱۰۰۰
کاغذ	۳۰۳۴۷۰۰۰
شیشہ اور مٹی کا سامان	۵۱۲۷۰۰۰
صابن	۱۳۲۴۸۰۰۰
تمباکو	۲۳۶۱۸۰۰۰
دیا سلائی	۲۲۶۱۸۰۰۰
شراب	۳۵۴۸۷۰۰۰

مجموعی برآمد: برآمد ۲۹۹۱۶۱۹۰۰۰ روپیہ

تفصیل

روئی	۷۱۰۹۹۱۰۰۰
جوٹ	۶۳۱۲۴۰۰۰
شورہ	۱۳۱۵۹۳۰۰۰
اون خام	۴۶۴۳۰۰۰
غلہ اور آٹا	۵۳۰۰۰۰۰۰
چائے	۲۲۰۳۰۰۰۰۰
خام چمڑا	۵۷۰۹۰۰۰۰
مدبوغ چمڑا	۵۰۵۷۱۰۰۰
بیج	۲۷۳۵۳۸۰۰۰
لیس	۱۰۲۶۵۲۰۰۰
روغن، سبزی وغیرہ	۳۱۱۸۱۰۰۰
کیمیاوی اجزاء، سمیات اور دوائیں	۳۵۱۳۰۰۰
ابرک وغیرہ	۵۸۶۴۰۰۰۰

دُنیا کے بڑے بڑے تجارتی ملکوں کی تجارت کا تناسب

سنہ ۱۹۲۲ء میں

(بحساب ملین پونڈ۔ ایک ملین، دس لاکھ کا ہوتا ہے)

ملک	برآمد	درآمد	میزان
جنوبی افریقہ	۶۰٫۳	۴۵٫۹	~~۱۱۱٫۹~~ ۷۵۹۹
کیوبا	۷۳٫۱	۴۰٫۷	۱۱۳٫۸
برازیل	۶۸٫۶	۴۸٫۶	۱۱۷٫۲
ڈنمارک	۸۵٫۷	۴۷٫۱	~~۱۳۲٫۸~~ ۷۵۱۸
سویڈن	۶۸٫۰	۶۸٫۷	۱۳۶٫۷
آسٹریا	۴۳٫۶	۶۶٫۳	۱۰۹٫۹
زیکوسلاویا	۹۱٫۶	۶۴٫۷	۱۵۶٫۳
اسپین	۵۰٫۸	۱۰۶٫۲	۱۵۷
سوئٹزرلینڈ	۷۶٫۲	۸۲٫۸	۱۵۹
میکسیکو	۹۷٫۰	۴۷٫۶	۱۴۴٫۶

ملک	برآمد	درآمد	میزان
ڈچ ایسٹ انڈیز	۹۹٫۳	۶۵٫۸	۱۶۵٫۱
آسٹریلیا	۱۲۷٫۸	۱۰۳٫۱	۲۳۰٫۹
روس	۸٫۶	۲۹٫۳	۳۷٫۹
بلجیم	۱۰۵٫۰	۱۵۷٫۲	۲۶۲٫۲
ارجنٹائن	۱۲۴٫۷	۱۳۹٫۴	۲۶۴٫۱
اٹلی	۱۰۳٫۸	۱۷۰٫۶	۲۷۴٫۴
آئرلینڈ	۱۰۵٫۴	۱۷۶٫۲	۲۸۱٫۶
چین	۱۲۲٫۸	۱۷۷٫۲	۳۰۰٫۰
کینیڈا	۱۹۸٫۲	۱۷۰٫۸	۳۶۹٫۰
جاپان	۱۷۹٫۵	۲۰۷٫۳	۳۸۶٫۸
جرمنی	۱۹۴٫۳	۳۰۳٫۵	۴۹۷٫۸
فرانس	۳۷۷٫۹	۴۷۳٫۵	~~۸۱۵٫۲~~ ۸۵۱۰۳
ممالک متحدہ امریکہ	۸۶۶٫۰	۸۲۸٫۰	۱۶۹۴٫۰
برطانیہ	۸۲۳٫۲	۱۰۰۳٫۱	۱۸۲۶٫۳
ہندوستان	۱۸۰٫۹	۱۵۷٫۴	۳۳۸٫۳

چاول

دنیا میں چاول کی پیداوار (سنہ ۱۹۲۲ء)

ملک	رقبہ بحساب ایکڑ
ہندوستان	۸۰۷۸۷۰۰۰
بلغاریہ	۱۰۰۰۰
مصر	۲۳۱۰۰۰
فارموسا	۱۳۱۰۰۰۰
اٹلی	۳۴۰۰۰۰
انڈو چائنا	۱۱۷۸۲۰۰۰
جاپان	۷۶۹۹۰۰۰
اسپین	۱۱۶۰۰۰
ممالک متحدہ امریکہ	۸۹۲۰۰۰

برطانی ہندوستان میں چاول کی پیداوار (سنہ ۱۹۲۴ء)

صوبہ	رقبہ بحساب ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
بنگال	۲۰۸۹۸۷۰۰	۴۹۰۸۰۰۰
مدراس	۱۰۸۷۰۲۳۰	۴۹۰۸۰۰۰
بمبئی	۳۰۶۲۵۷۷	۱۳۹۹۰۰۰
یوپی	۷۱۰۵۴۱۷	۲۷۷۵۰۰۰
پنجاب	۷۷۹۶۲۷	۳۲۷۰۰۰
بہار اڑیسہ	۱۳۵۴۲۰۰۰	۶۰۳۳۰۰۰
برما	۱۲۱۱۲۳۹۹	۵۰۹۷۰۰۰
سی پی اور برار	۵۱۷۱۳۰۸	۱۱۷۴۰۰۰
آسام	۴۶۸۲۳۱۷	۱۵۰۷۰۰۰

ہندوستان میں چاول کے کارخانے

برما	۳۱۹	کارخانے
مدراس	۱۳۰	،،
بنگال	۶۴	،،

چاول کی برآمد

ہندوستان سے سالانہ تقریباً ۲ کروڑ من چاول باہر چلا جاتا ہے۔

ہندوستان اور مجموعہ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی عمرانی اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۴)

برطانی ہندوستان کی سرکاری آمدنی اور خرچ سنہ ۲۴و۱۹۲۵ء میں

مد	مجموعی آمدنی	مجموعی خرچ
چنگی	۴۵۷۵۳۱۵۱۶	۷۷۱۲۲۹۰
انکم ٹیکس	۱۶۰۱۳۸۲۵۳	۹۰۲۷۵۳۱
نمک	۷۳۹۰۴۸۹۰	۱۲۰۲۰۷۲۰
افیون	۲۷۹۷۶۱۷۷	۲۳۵۵۷۱۲۷
لگان	۳۷۸۰۰۷۴۸	۱۱۳۶۶۹۵
شراب	۴۱۹۹۲۳۹	۲۲۸۲۰۶
سٹیمپ	۲۶۸۹۹۸۹	۱۱۹۷۸۷
جنگل	۱۹۱۴۶۹۸	۳۱۱۶۱۶۶
رجسٹریشن	۱۴۳۳۹۲	۲۹۰۵۳
ہندوستانی ریاستوں کا خراج	۸۲۲۴۳۸۴	.....
ریلوے	۳۶۹۲۶۸۷۱۰	۳۰۴۴۵۳۰۱۵
آب پاشی	۱۰۹۱۹۳۵	۲۱۴۲۷۵۱
ڈاک و تار	۱۱۳۵۰۸۷	۳۷۷۲۱۸۰
سود	۳۴۱۰۰۲۹۵	۱۰۹۸۲۲۸۵۷
شہری انتظام	۷۳۹۷۵۳۳	۱۰۱۲۵۹۱۰۳
تحصیل اور شرح مبادلہ	۳۹۹۳۲۸۹۳	۷۴۳۱۰۷۹
رفاہ عام	۱۳۲۱۳۹۳	۱۷۷۷۲۸۷۵
متفرقات	۴۵۸۹۹۷۱	۴۳۵۳۱۸۹۱
فوج	۴۰۳۱۱۳۵۹	۵۹۹۶۵۱۸۷۷
صوبوں کا خراج	۸۷۴۳۹۸۱۳	......
میزان کل	۱۳۷۵۳۱۸۱۱۹	۱۳۱۸۴۹۱۳۳۱

صوبوں کی سرکاری آمدنی اور خرچ سنہ ۲۴و۱۹۲۵ء میں

صوبہ	آمدنی	خرچ
مدراس	۱۲۷۹۰۳۱۵۸	۱۳۰۸۵۰۴۷۲۰
بمبئی	۱۳۹۹۱۷۶۷۱	۱۳۷۲۵۰۶۷۹۱
بنگال	۱۰۳۴۲۳۷۱۰	۹۷۶۰۱۷۲۸
یوپی	۹۹۹۵۳۱۱۵	۱۰۳۲۴۹۰۷۸
پنجاب	۹۷۷۷۱۸۴۰	۷۹۷۳۴۷۹
برما	۹۸۵۷۶۲۳۹	۹۸۹۷۲۵۵۵
بہار و اڑیسہ	۵۳۶۵۳۳۹۷	۵۱۳۱۲۳۹۲
سی پی	۵۲۵۳۴۴۲۱۰	۴۸۲۵۵۵۴
آسام	۲۳۰۴۸۰۹۹۱	۲۰۲۸۷۵۳

ہندوستانی صوبوں کی شراب اور منشی اشیاء میں سرکاری آمدنی سنہ ۱۹۲۵ء میں

صوبہ	شراب کی دوکانیں	دیگر منشی اشیاء کی دوکانیں	آمدنی شراب	آمدنی منشیات
صوبہ سرحدی	۷۴	۱۰۲	۲۲۷۵۲۵	۳۰۰۹۹۳
مدراس	۱۹۸۷۸	۱۰۲۸	۴۴۵۸۳۰۹۱	۴۱۰۶۸۷۹
بمبئی	۹۳۱۰	۱۶۰۹	۳۵۰۹۵۷۷۴	۵۹۸۰۴۹۰
بنگال	۲۵۵۸	۲۳۸۹	۱۳۳۴۵۹۳۴	۸۰۵۷۲۳۳
یوپی	۴۳۴۹	۲۹۴۶	۷۵۲۷۵۲۹	۵۴۴۳۲۳۳
پنجاب	۱۰۲۵	۱۱۷۸	۷۴۷۸۸۲۹	۴۴۵۳۳۴
برما	۱۲۵۶	۱۲۳	۷۶۹۹۸۹۸	۳۶۸۱۷۳۹
بہار و اڑیسہ	۷۹۳۹	۲۳۰۷	۱۱۷۳۳۴۲۵	۸۸۵۹۲۶۰
سی پی اور برار	۲۳۵۴	۲۰۱۹	۱۰۵۵۸۶۰۷	۴۳۸۱۳۷۱
آسام	۳۰۸	۵۵۵	۱۸۹۸۱۵۴	۴۷۲۳۹۰۱
دہلی	۲۲	۱۹	۱۳۵۰۳۰	۲۵۲۵۰۸
کورگ	۸۱	۱۰	۲۷۲۸۹۱	۱۹۳۲۴

برطانی ہندوستان میں نمک کی سرکاری آمدنی

صوبہ	سنہ ۲۱و۲۲	سنہ ۲۲و۲۳	سنہ ۲۳و۲۴	سنہ ۲۴و۲۵
شمالی ہندوستان	۱۰۴۷۶۵۷۲	۱۳۹۴۸۸۲	۳۱۸۰۶۸۶۹	۱۰۷۰۵۳۹۸
بلوچستان	۱۸۵	۱۲۰	۳۱۰	۳۶۲
مدراس	۱۳۹۰۱۷۹۳	۱۵۱۷۵۹۷۵	۲۱۳۶۲۹۹۶	۱۸۹۹۱۷۲۷
بمبئی	۱۱۳۵۵۹۶	۱۲۲۲۰۷۴۲	۲۲۹۷۹۷۰۷	۱۷۳۳۳۹۰۲
بنگال	۱۵۵۷۷۵۹۹	۱۸۴۱۰۸۹۲	۱۸۱۶۱۵۲۳	۲۳۵۹۰۸۹۷
برما	۳۳۳۵۷۳۳	۳۰۴۳۰۱۳	۶۱۳۹۱۸۷	۳۲۸۱۰۰۰
بہار و اڑیسہ	۲۲۹	۴۸۸	۲۷۸	۴۵۰
آسام	...	...	...	۱۱۸۴
میزان	۴۳۳۳۷۸۴۸	۴۸۲۴۳۶۱۱۴	۱۰۰۱۵۰۸۷۰	۷۳۹۰۴۸۹۰

ہندوستان کا قرضہ سنہ ۱۹۲۴ و ۲۵ء میں

مرکزی حکومت

اندرونی قرضہ: ۳۱۲۶۰۰۵۱۷۵ - روپیہ

انگلستان سے لیا گیا: ۳۴۱۰۴۰۳۳۰ - پاؤنڈ

میزان کل: ۸۲۵۹۱۴۹۲۴ - روپیہ

صوبوں پر

۱۲۱۹۳۵۵۲۱۰ - روپیہ

ہندوستان کی تجارت سنہ ۱۹۲۲ء میں

درآمد

مجموعی درآمد: ۲۶۶۲۴۶۳۰۰۰ روپیہ

تفصیل

لوہا اور آہنی مصنوعات	x	۲۱۱۳۳۸۰۰۰
دوسری دھاتیں اور انکی مصنوعات		۵۳۷۵۰۰۰۰
کوئلہ		۲۲۲۴۷۰۰۰
مشین اور بجلی کے آلات		۲۳۳۹۱۱۰۰

سخت تکلیف پہنچے گی، جن کا ذکر مخالفانہ طریقہ پر کیا گیا ہو۔ لیکن ابتک صرف تین ہی آوازیں مخالفت میں بلند ہوئی ہیں: ایک، اندرون ملک سے۔ دو باہر سے۔ اندرون ملک میں محمود پاشا جو دل اسوی کی آواز ہو۔ بیرون ملک سے خالدہ ادیب خانم نے اعتراض کیا ہو اور اخبار لندن ٹائمس نے شکایت کی ہو جو گویا برطانیہ کی آواز ہو۔

محمود پاشا کی نسبت غازی نے اپنے خطبہ میں کہا تھا کہ انھوں نے ۱۹۱۹ء میں اخبار "باسفورس" کے نمائندے سے کہا "ترکی اپنی حدود میں ایسی تبدیلی کر دینے پر راضی ہو، جس سے ارمنی خوش ہو جائیں"

محمود پاشا نے اس سے انکار کیا ہو۔ وہ لکھتے ہیں "میں نے ۲ مارچ ۱۹۱۹ء کو اخبار "استقلال" کے نمائندہ سے بیان کیا تھا کہ ترکی قوم اپنی سرزمین کا ایک بالشت بھی چھوڑنے کے لئے طیار نہیں ہو"

محمود پاشا کے جواب میں "خلق فرقہ سی" کے سکرٹری نے اعلان کیا ہو کہ عنقریب وہ تمام دستاویزیں شایع کر دی جائیں گی، جو غازی کے خطبہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اسوقت محمود پاشا کو معلوم ہوگا کہ غازی نے اپنے خطبہ میں اُن کی کس قدر رعایت کی ہو۔ ساتھ ہی ترکی اخبارات نے محمود پاشا کا اصلی بیان بھی شایع کر دیا ہو، جو بعینہ وہی ہو جس کا حوالہ غازی نے اپنے خطبہ میں دیا ہو۔ اسی قدر نہیں بلکہ غازی کا وہ برقی پیغام بھی نقل کیا گیا ہو جو اُنھوں نے ۷ نومبر ۱۹۱۹ء کو محمود پاشا کو بھیجا تھا۔ اسمیں لکھا ہو "آپ کی تصریح سے مشرقی صوبوں کے باشندے سخت ناراض ہیں۔ ترکی قوم ہرگز ارمنوں کو اپنی ایک انچ زمین بھی نہیں دے گی، بلکہ اس کے برعکس اپنے خون سے اسکی حفاظت کرے گی!"

خالدہ ادیب خانم نے اخبار "ٹائمس" میں اپنی برأت ظاہر کرتے ہوئے غازی کے رد میں لکھا ہو "میں ہرگز امریکن حمایہ کی مرید نہیں تھی جیسا کہ غازی نے بیان کیا ہو۔ البتہ میں انجمن الس کی ایک رکن ضرور تھی۔ اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ ٹرکی کے لئے امریکہ سے مالی اور اقتصادی امداد حاصل کی جائے۔ خود غازی اس انجمن سے اور اس کے مقاصد سے واقف تھے۔ اُنھوں نے کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا"

لیکن خالدہ ادیب کا یہ جواب صحیح نہیں ہو۔ دراصل اُنھوں نے غازی کا پورا خطبہ پڑھنے سے پہلے ہی جواب لکھ مارا۔ خطبہ میں وہ تمام خطوط بھی غازی نے نقل کئے تھے جو موصوفہ نے بکر سامی بک اور خود غازی کو لکھے تھے۔ اِن خطوط سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ وہ امریکن حکمرانی کو ٹرکی کے لئے ضروری خیال کرتی تھیں۔

برطانیہ بھی غازی کی صاف گوئی سے شاکی ہو۔ لندن ٹائمز شکایت سے پہلے اعتراف پر مجبور ہوا کہ "یہ خطبہ، غازی کی عظمت میں چار چاند لگا دیگا، کیونکہ اُنھوں نے اپنی ذرا بھی تعریف نہیں کی۔ حالانکہ دنیا جانتی ہو، ٹرکی میں جو کچھ ہوا ہو، محض اُنہی کی ہمت و تدبیر سے ہوا ہو!" لیکن ساتھ ہی اِن لفظوں میں شکایت بھی کرتا ہو:

"غازی نے اپنے خطبہ میں بار بار برطانیہ کا ذکر کیا ہو۔ ٹرکی کے ساتھ جو طرز عمل یورپ نے اختیار کیا تھا، وہ اُس کی ذمہ داری تمام اتحادیوں پر نہیں ڈالتے، بلکہ سراسر الزام برطانیہ ہی کو دیتے ہیں۔ گویا دوسرے اتحادیوں نے کچھ کیا ہی نہیں۔ یہ افسوس کا مقام ہو کہ ترکی دماغ میں اب تک برطانیہ کے خلاف زہریلے افکار موجود ہیں!"

اِن تین اعتراضوں کے علاوہ کسی کو زبان کھولنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ کیونکہ غازی نے جو کچھ کہا، مدلل کہا ہو۔ تمام ملک میں اُن کے خطبے کے بعد ایک نیا جوش پیدا ہو گیا ہو۔ اور ہر طرف اُن کے پاس پیغام آ رہے ہیں کہ ترکی قوم، قیامت تک اپنی جمہوریت برقرار رکھے گی۔

جمہوری ترکی کا مسلک

غازی کے خطبہ کے بعد، خلق فرقہ سی کے لئے ضروری تھا کہ اپنے مسلک کا اعلان عام کردے۔ چنانچہ وزیر اعظم عصمت پاشا اور انجمن کے صدر دوم نے ٹرکی کا آئندہ مسلک، مفصل طور پر شایع کر دیا ہو۔ ذیل میں اُس کا خلاصہ دیا جاتا ہو:

"خلق فرقہ سی" کیا ہو؟

عصمت پاشا نے اپنا بیان، خلق فرقہ سی کی حقیقت کی تشریح سے شروع کیا ہو۔ وہ لکھتے ہیں:

"یہ انجمن جمہوری ہو۔ کسی خاص مذہب سے تعلق نہیں رکھتی۔ وہ یقین کرتی ہو کہ قوم کی کامیابی کا راز، اُس کی اقتصادی حالت کی درستگی میں ہو۔ یہی باعث ہو کہ اُس کا پورا مسلک، اسی اصل پر مبنی ہو اور اُس کے جملہ قوانین میں اسی کی رعایت کی جاتی ہو"

داخلی امن

"ملک میں امن و امان برقرار رکھنا ہمارا اولین فرض ہو تاکہ قوم کا ہر فرد اپنی سعی و ہمت کا ثمرہ بلا کسی اندیشہ کے حاصل کر سکے"

عدالتی مسلک

"مدنی قوانین کا اجرا اور اِن قوانین کی جمہوری روح کی تعمیم، اُس کا عدالتی مسلک ہو۔ وہ چاہتی ہو جلد سے جلد اور زیادہ سے زیادہ آسان طریقہ پر عدل و انصاف ہر انسان کے دسترس میں آجائے"

خارجی مسلک

"ترکی جمہوریت کی عزت کی حفاظت، ترکی قوم کے حقوق کی حمایت وہ حقوق جو قوم نے طویل جہاد کے بعد حاصل کئے ہیں۔ تمام قوموں کے ساتھ مساوات کے دائرے میں دوستانہ تعلقات! اُس کا خارجی مسلک ہو"

تعلیمی مسلک

"ہمارا تعلیمی مسلک یہ ہو کہ تعلیم قومی ہو اور مذہب اس سے الگ رکھا جائے۔ نظام تعلیم ایک ہو۔ نئی نسلوں کی ایسی تربیت کی جائے جس سے ہماری مدنی و اجتماعی برتری قائم ہو اور اقتصادی زندگی مستحکم ہو جائے۔ ہماری کوشش یہ ہو کہ قوم ابتدائی مفت تعلیم سے پوری طرح مستفید ہو۔ غیر تعلیم یافتہ افراد کو شبینہ مدارس کے ذریعہ تعلیم دی جائے ترکی جامعہ کو مزید تقویت دی جائے اور زیادہ سے زیادہ جدید تعلیم گاہیں جاری کی جائیں۔ ہم فنون جمیلہ کے بھی پرجوش حامی ہیں۔ ترکی زبان کی ترقی و تہذیب کا ہمیں از حد اہتمام ہو۔ ترکی حروف کا مسئلہ بہت مشکل ہو۔ اور ہم اس پر بھی غور کر رہے ہیں"

مردم شماری

ٹرکی کی تاریخ میں اب پہلی مرتبہ مردم شماری ہوئی ہو۔ اس سے پہلے ایک مرتبہ مرحوم حکومت عثمانیہ نے اس کی کوشش کی تھی، مگر تنگ نظر علماء نے اس کی سخت مخالفت کی، اور اسے دین کے خلاف قرار دیا۔ چنانچہ البانیہ اور بعض دوسرے علاقوں میں بغاوت شروع ہو گئی مجبوراً حکومت کو اس "خلاف شرع" فعل سے باز رہنا پڑا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کسی کو بھی ملک کی صحیح آبادی معلوم نہ تھی۔ خود ترکی حکومت بھی اپنی آبادی کی قوت سے ناواقف تھی۔ اور اسی وجہ سے بے شمار سیاسی، اقتصادی، اور جنگی مضرتیں ملک کو پہنچا کرتی تھیں۔

اب ترکی جمہوریت نے یہ اہم مسئلہ قطعی طور پر حل کر دیا۔ چنانچہ ۲۸ اکتوبر کی تاریخ مردم شماری کے لئے مقرر کی گئی۔ حکم تھا، کوئی شخص بھی اپنے گھر سے نہ نکلے، یہاں تک کہ توپ داغی جائے۔ اس حکم پر اجنبی باشندوں نے یہ اعتراض کیا کہ دن بھر وہ اپنے کام معطل نہیں رکھ سکتے۔ مگر حکومت نے کوئی اعتراض نہیں سنا اور مردم شماری پوری ہو گئی۔

اِن سطور کی تحریر کے بعد معلوم ہوا کہ مردم شماری سے ثابت ہوا ہو کہ ٹرکی کی موجودہ آبادی ایک کروڑ ۴۰ لاکھ ہو۔ قسطنطنیہ کی آبادی ۸ لاکھ ۰۰ ہزار ہو۔

میں ایک عثمانی کی طرح نقل و روایت کا فرض انجام دیتا ہوں نقد و بحث میرا کام نہیں ہو۔ میں نے غازی کے خطبہ کا خلاصہ اور "خلق فرقہ سی" کا مسلک پیش کر دیا۔ البتہ مجھے یہ لکھنے میں تأمل نہیں کہ جماعت خلق کی موجودہ اجتماعی ذہنیت سے اکثر مسلمانان عالم کو اتفاق نہیں ہوگا۔ وہ اپنی جدید اجتماعی زندگی کے عناصر میں مذہب کو کوئی نمایاں جگہ نہیں دینی چاہتے۔ خود ترکوں کی اکثریت اسوقت تک اس سے متفق نہیں ہو۔ یہ روح دنیا کی عام اسلامی رائے کے یقیناً مخالف ہوگی۔ میں اپنے حدود صحافت سے ایک دو قدم آگے بڑھ کر، آئندہ تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر لکھنے کی کوشش کروں گا۔

عالم مطبوعات و صحائف

روسی راہب راسپوٹین کا قتل

پرنس یوسوپوف کا اعتراف

قارئین الہلال روس کے پُراسرار راہب راسپوٹین کے نام اور حالات سے اچھی طرح واقف ہیں: الہلال نمبر (۹) میں اس کی پوری سرگذشت ان کی نظروں سے گزر چکی ہو۔ جو حیرت انگیز اقتدار اور تسلط اسے زار اور ملکۂ روس پر حاصل ہو گیا تھا، اُسکی کوئی دوسری نظیر بیسویں صدی کی تاریخ میں موجود نہیں۔ یہ اُن کا مذہبی رہنما تھا۔ پھر روحانی معلم اور مرشد کی طرح مانا جانے لگا، پھر مشیر اور وزیر سب کچھ بن گیا۔ زار اور زارینہ بیجان آلہ کی طرح اس کی انگلیوں میں تھے۔ جس طرح چاہتا تھا، اُنھیں استعمال کرتا تھا۔ ملک میں تھوڑی بہت سیاسی اصلاحات جو ڈوما (روسی پارلیمنٹ) کی شکل میں جاری ہو گئی تھیں، اسی کے اشارے سے غارت ہوئیں، روشن خیال اور اصلاح پسند امرا کو اُسی نے قتل اور جلا وطن کرایا، زار کے بہترین دوست اور مدۃ العمر کے وفادار خادم اسی کے حکم سے سائبیریا بھیجے گئے۔ پھر جب عالمگیر جنگ عالم شروع ہوئی۔ تو جرمن نے بے شمار روپیہ خرچ کر کے اس کی خدمات حاصل کر لیں۔ یہ جرمن جاسوس تھا، لیکن روس کے تمام اسرار جنگ اسی کے قبضہ میں تھے۔ ایک طرف یہ زار کو یقین دلاتا کہ میری روحانی برکتوں اور دعاؤں سے جرمن فوجیں اور روس کے تمام حریت پسند ہلاک ہو جائینگے۔ دوسری طرف جرمن مرکز جنگ کو فوجی نقل و حرکت کی بروقت خبریں بھیجدیتا تاکہ تمام روسی فوج کا خاتمہ کر دیں!

زار پر یہ حیرت انگیز اقتدار اُسے کیسے حاصل ہوا تھا؟ ملکہ کے ذریعہ۔ ملکہ کیوں اُس کے احکام سے سر مو تجاوز نہیں کر سکتی تھی؟ خود راسپوٹین کی لڑکی صوفیا نے اپنی دہشت انگیز یادداشتیں شائع کر کے دنیا کو بتلایا ہو کہ "اُس میں اور ملکہ میں ناجائز تعلق تھا راسپوٹین سے اُسے عقیدت ہی نہیں تھی، بلکہ ہوس پرستی کا عشق بھی تھا"

صوفیا کے علاوہ ایک اور شخص بھی یورپ میں موجود ہو، جو روس کے شاہی خاندان سے قریبی تعلق رکھتا ہو، اور اس روسی راہب کی تمام سرگذشت حیات سے واقف ہو۔ یہ پرنس یوسوپوف ہو۔ اس

بریدِ شرق

مکتوبِ قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی کے تاریخی خطبہ کا بقیہ حصہ۔ مسئلۂ خلافت۔ خطبہ کا عام اثر۔ جمہوری ترکی کا آئندہ مسلک۔ ترکی کی نئی مردم شماری۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے تاریخی اور ہفت روزہ خطبہ کا بڑا حصہ گذشتہ چٹھی میں بھیج چکا ہوں۔ اب خطبہ کے صرف دو ضروری حصے باقی ہیں۔ "مسئلۂ خلافت" اور "خاتمۂ کلام"۔

مسئلۂ خلافت کے سلسلہ میں غازی نے جو کچھ بیان کیا، وہ اُن کی تقریر کا نہایت اہم حصہ ہے۔ کیونکہ یہ پہلا موقعہ ہے کہ موجودہ ترکی حکومت کے سب سے بڑے آدمی نے صاف صاف لفظوں میں بیان کر دیا کہ کون کون لوگ موقوفی خلافت کے مخالف تھے اور کون موافق تھے۔ پہلے خیال کیا گیا تھا کہ مخالفین موقوفی میں سب سے زیادہ نامور شخصیت رؤف بے کی تھی۔ اب خود غازی کی زبان سے بھی اس کی تصدیق ہو گئی۔

مسئلۂ خلافت کے بعد انھوں نے اُن رقوم کے داخل و مصارف کی تفصیلاً بیان کیں جو وطنی تحریک کے شروع ہونے کے بعد سے لیکر اُن کے رئیس جمہوریت منتخب ہونے تک اُن کے اور آنکے ساتھیوں کے تصرف میں آئی تھیں۔ ممکن ہے، آپکے قارئین خیال کریں کہ ایک عظیم الشان رئیس جمہوریت کے لئے یہ بہت ہی ناموزوں بات تھی کہ کسی سکریٹری اور خزانچی کی طرح ایک ایک پیسہ کا حساب پیش کرے، لیکن یہاں ترکی رائے عامہ نے اسے دوسرے ہی نقطۂ خیال سے دیکھا ہے۔ تمام اخبارات نے بالاتفاق اسے خطبہ کا ایک وقیع اور موثر حصہ قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں، اس طرز عمل کے ذریعہ غازی مصطفےٰ کمال نے ہمیں یہ سبق سکھلا دیا ہے کہ قوم کا رہنما قوم کا امین ہے، اور ہر حال میں اس کا فرض ہے کہ قومی امانت کا حساب، پیسہ پیسہ اور پائی پائی قوم کے سامنے پیش کر دے۔ اس بات سے کہ قوم نے اپنے رہنما کو اپنی حکومت کا بڑا سے بڑا منصب پیش کر دیا ہے، امین قوم ہونے کی ذمہ داریاں معدوم نہیں ہو جاتیں، بلکہ اور زیادہ بڑھ جاتی ہیں!

خاتمۂ کلام میں انھوں نے ایک اور حقیقت بھی آشکارا کر دی۔ انھوں نے کہا کہ ان کی رہنمائی اور ریاست کے زمانے میں قوم نے انھیں جسقدر بھی مکانات اور اراضی دی ہیں، یا جس قدر جائداد انھوں نے اپنے جیب خاص سے خریدی ہے، وہ سب کی سب انھوں نے "قومی جماعت" کے نام منتقل کر دی ہے، اور اب انکے پاس قوم کی محبت اور عجت کے سوا، کوئی جائداد اور ملکیت باقی نہیں!

خلافت کی موقوفی

مسئلۂ خلافت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انھوں نے کہا:

"لوزان میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد ابھی عصمت پاشا انگورہ پہنچے بھی نہ تھے کہ رؤف بک وزارت سے مستعفی ہو گئے تاکہ عصمت پاشا کو مبارکباد دینے سے بچ جائیں۔ استعفا دینے کے بعد وہ خاموش نہیں رہے بلکہ خلیفہ کا اقتدار بڑھانے کی کوشش کرنے لگے، حالانکہ ملک میں عام رجحان، جمہوریت کی طرف پیدا ہو چکا تھا۔ رؤف بک کی جگہ فتحی بک وزیراعظم ہوئے اور طویل مباحثہ کے بعد طے پایا کہ پایۂ تخت انگورہ ہی رہے۔ مگر مخالف جماعت مصر تھی کہ آستانہ واپس جانا چاہیے۔

لہذا اب ضروری ہو گیا کہ اس تمام جھگڑے کا ایک مرتبہ فیصلہ کر دیا جائے۔ چنانچہ میں نے ۲۸ر اکتوبر کو اپنے ساتھیوں کو اطلاع دی کہ اعلان جمہوریت کے لئے تمام تدابیر مکمل ہو گئی ہیں۔ دوسرے دن جمہوریت کا اعلان ہو گیا، اور آدھی رات کو تمام ملک میں خبر مشتہر کر دی گئی۔ عصمت پاشا پہلی جمہوری وزارت کے صدر مقرر ہوئے، اور فتحی بک مجلس وطنی کے رئیس قرار پائے۔

پوری ترکی قوم نے اعلان جمہوریت، انتہائی مسرت کے ساتھ سنا۔ مگر مخالف جماعت سخت برہم ہوئی، اور اخبارات میں اپنی ذہنیت وسیع پیمانہ پر شروع کر دی۔ اس جماعت کے سرگروہ، رؤف بک، ادہم پاشا، ڈاکٹر عدنان بک، کاظم قرہ بکر پاشا، اور علی فواد پاشا تھے۔ یہ لوگ شب و روز مخالف کوششوں میں سرگرم تھے۔ یہ مشہور کرتے تھے کہ خلافت وہ رفیع مقام ہے، جس کا تمام جہان کے مسلمان احترام کرتے ہیں۔ وہ ترکی قوم کا سب سے زیادہ قیمتی خزانہ ہے، لہذا اُسکے اقتدار میں کسی قسم کی کمی نہیں کرنی چاہیے، نیز انھوں نے یہ بھی کہنا شروع کیا کہ ترکستان میں انور پاشا، خلیفہ ہی کے نام پر جنگ کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کی کوشش یہ تھی کہ ملک میں پھر شاہی دستوری حکومت کی طرف لوٹا دیا جائے۔

ذاتی طور پر رؤف بک کی رائے یہ تھی کہ اقتدار قوم ہی کے ہاتھ میں رہے مگر حکومت کے سر پر آل عثمان کا کوئی فرد ضرور رہنا چاہیے۔ لطف یہ ہے کہ باوجود اس خیال کے وہ ہماری جماعت کے ایک رکن ہونے کے بھی مدعی تھے۔ یقیناً اُن کی نیت اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ ہم میں رہکر ہم میں پھوٹ ڈال سکیں۔

اب یہ واضح ہو گیا تھا کہ آستانہ میں خلافت کا باقی رہنا مشکلات کا موجب ہو گا، لہذا میں سوچا گیا اور یقین کر لیا کہ منصب خلافت کی منسوخی کا وقت آ گیا ہے۔ پھر میں نے عصمت پاشا، فوزی پاشا، اور کاظم پاشا سے مشورہ کیا۔ یہی رائے قرار پائی کہ منصب خلافت منسوخ کر دیا جائے۔ چنانچہ یکم مارچ ۱۹۲۴ء کو مجلس وطنی میں حسب ذیل تجویز پیش ہوئی:

(۱) منصب خلافت منسوخ کیا جائے اور خاندان عثمانی کو ترکی سے باہر قیام کرنے کا حکم دیا جائے۔

(۲) امور شرعیہ اور اوقاف کی وزارتیں توڑ دی جائیں۔

(۳) ملک بھر میں تعلیم کا ایک ہی نظام جاری کیا جائے۔

یہ تجویز، مباحثہ کے بعد منظور ہو گئی۔ لیکن اُسی وقت مجھ سے درخواست کی گئی کہ منصب خلافت میں اپنے لئے قبول کر لوں۔ مگر میں نے ان لفظوں میں انکار کر دیا:

"دوستو! جو لوگ مسلمانوں کو خلیفہ اور خلافت کے نام سے دھوکا دینا چاہتے ہیں، وہ اسلام اور مسلمانوں کے عام طور پر، اور ترکی قوم کے خاص طور پر سخت دشمن ہیں۔ اب خلافت کا کوئی عملی اور حقیقی وجود باقی نہیں رہا ہے۔ ان اوہام پر یقین، سراسر غفلت و ضلالت ہے!"

اس طرح مخالف جماعت کو پوری شکست نصیب ہوئی۔ انھوں نے بڑی بڑی کوششیں کیں۔ کئی علاقوں میں شورشیں بھی برپا کرا دیں۔ مگر ہم نے سب کا سد باب کر دیا۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ اُن پر تمام دروازے بند ہو چکے ہیں، تو پھر میرے قتل کی سازش شروع کر دی۔ یہ کہنا ضروری نہیں کہ ان سازشوں میں بھی کیے بعد دیگرے ناکام ہوئے۔

خاتمۂ سخن

غازی نے اپنی تقریر ان الفاظ پر ختم کی:

"نوجوان ترکی! تیرا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ترکی استقلال کی حفاظت کر اور ابد الآباد تک جمہوریت برقرار رکھ!"

یہ کہتے ہوئے غازی کی آواز غمناک ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر انھوں نے کہا:

"یہی میری زندگی کا اصل الاصول ہے۔ یہی میرے مستقبل کا نصب العین ہے۔ اے نوجوان قوم! یہی تیرا سب سے زیادہ قیمتی خزانہ ہے۔ ایسے لوگ پیدا ہو سکتے ہیں جو مستقبل میں اس خزانہ کی طرف ہاتھ بڑھائیں گے، تاکہ تجھے اُس سے محروم کر دیں۔ اگر ایسی صورت کبھی پیش آئے اور تو اپنی آزادی اور جمہوریت کی حفاظت پر مجبور ہو جائے تو ایک لمحہ کے لئے بھی پس و پیش نہ کرنا۔ ممکن ہے، حالات ازحد نازک ہوں، ممکن ہے دشمن دنیا کی بے نظیر فتحمندی حاصل کر چکا ہو، ممکن ہے تیرے تمام قلعے دشمن کے ہاتھوں میں جا چکے ہوں، ممکن ہے تیری تمام فوجیں پراگندہ ہو چکی ہوں، ممکن ہے تیری تمام زمین چھن گئی ہوں، بلکہ میں کہتا ہوں، ممکن ہے اس سے بھی زیادہ کوئی بڑی مصیبت تیرے سامنے آ کھڑی ہو۔ لیکن ان تمام مصائب پر بھی تیرا فرض یہی ہو گا کہ ترکی استقلال اور ترکی جمہوریت کی حفاظت میں لگا رہ اور جان دیتی رہے۔ تجھے جس قوت کی ضرورت ہے، وہ کہیں باہر نہیں ہے، خود تیرے خون میں موجود ہے۔ وہ خون جو لے حضرات! آپ سب کی رگوں میں دوڑ رہا ہے!"

اس کے بعد غازی نے اُس تمام روپیہ کا حساب پیش کیا جو اُنکے ہاتھ میں شروع سے ابتک آیا ہے۔ پھر اس عبارت پر تقریر ختم کر دی:

"اس رقم کے علاوہ میرے پاس وہ مکان ہے جو انگورہ کے باشندوں نے مجھے ہدیۃً دیا تھا۔ نیز بروسہ، طرابزون، ارض روم، انطاکیہ، قونیہ، اور سمرنا میں بھی ایک ایک مکان وہاں کے باشندوں نے مجھے دیا ہے۔ نیز وہ زمین بھی ہے جو میں نے انگورہ کے مضافات میں خریدی ہے مگر یہ تمام جائداد، میری نہیں ہے۔ میں اسے سفلق نذر کر دی "جمہوری پارٹی" کو دے چکا ہوں!"

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے خطبہ کا اثر

بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ اس خطبہ سے اُن تمام لوگوں کو

برطانی شہنشاہیت کا تنزل

ایک برطانی مدبر ڈیلی ٹیلی گراف کے ہفتہ وار رسالہ میں لکھتا ہے:

"قوموں کے اُٹھنے اور گرنے کے اسباب زمانے کے ظروف و حالات کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ تاریخ میں کوئی ایک قوم بھی ایسی موجود نہیں جو بام ترقی تک پہنچکر پھر گر نہ پڑی ہو۔

اسوقت برطانی قوم ترقی کے سب سے بلند درجہ پر پہنچگئی ہے لیکن وہم ہوکہ اس عالم ترقی میں بھی تنزل اور کمزوری کے آثار بھی پیدا ہوگئے ہیں اور اگر افراد کے قوانین حیات کی طرح جماعتوں کے قوانین حیات بھی قطعی اور اٹل ہیں، تو وہ وقت دور نہیں جب دنیا کو تاریخ عالم کی ایک عدیم النظیر قومی عظمت کے زوال کا تماشائی بننا پڑیگا!

فی الحال برطانیہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ، آبادی کے مسئلہ میں پنہاں ہے۔ برطانی شہنشاہی، مجموعی دنیا کی ایک چوتھائی پر پھیلی ہوئی ہے اور آبادی بھی دنیا کی تقریباً ایک چوتھائی آبادی ہے۔ آخری مردم شماری ظاہر کرتی ہے کہ برطانی شہنشاہیت میں ۴۰۰،۰۰۰،۰۰۰ سے بھی زیادہ آدمی آباد ہیں۔ لیکن اس جم غفیر میں خود خالص انگریزی قوم کی تعداد ۶۰،۰۰۰،۰۰۰ سے زیادہ نہیں۔ یعنی پوری شہنشاہی صرف اتنی آبادی کی قوت پر قائم ہے، جو جرمنی کی آبادی سے کچھ ہی زیادہ ہوگا!

خود انگریزی قوم ایک تنگ سرزمین، یعنی جزائر برطانیہ میں محصور ہے۔ حالانکہ اُس کی شہنشاہی کی باقی تمام آبادیاں، دور دراز وسیع سرزمینوں میں منتشر ہیں۔ اس صورت حال نے برطانی مدبروں کو پریشان کر رکھا ہے۔ وہ آبادی کی مناسب تقسیم، اور ہجرت کے کلی نظام پر غور کر رہے ہیں، وہ چاہتے ہیں آبادی اس طرح تقسیم کر دی جائے کہ نہ کہیں زیادہ اژدحام ہو، نہ کہیں زمینیں خالی پڑی رہیں۔ بظاہر یہ کام زیادہ مشکل نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن درحقیقت بہت مشکل ہے۔ عام طور پر مبصرین کا خیال ہے کہ برطانی مدبروں کو اس میں کامیابی نہ ہوگی، اور یہی ناکامی اُن کی شہنشاہی تہ و بالا کر ڈالے گی!

یہ کیس طرح ہوگا؟

اس کا جواب حسب ذیل ہے:

برطانی جزائر، جو خالص انگریزی قوم سے لبریز ہو چکے ہیں، مکمل صنعتی ملک ہیں، زراعت کا حصہ بہت ہی کم ہے، حالانکہ برطانی شہنشاہی کے باقی ممالک یکسر زراعتی ملک ہیں۔ آخری اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ جزائر برطانیہ کی تمام دیہاتی آبادی، شہروں میں اُمنڈ آئی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف دیہات خالی ہوگئے ہیں، دوسری طرف نسل کی افزائش بھی رُک گئی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ جلد وہ زمانہ آجانے والا ہے جب برطانی دیہات اسباب رزق سے بڑی حد تک محروم ہو جائیں گے، اور باشندوں کے لئے وہاں کی واپسی میں کوئی ترغیب باقی نہیں رہے گی۔

پھر جنگ کے بعد شہروں میں صنعت و حرفت کی ترقی پر بھی زیادہ بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ترقی عارضی ہے، اور مستقبل قریب میں اپنی طبیعی حالت پر آجانے والی ہے۔ لہذا شہری آبادی کے لئے بھی اسباب معیشت، محدود ہو جائینگے اور جزائر برطانیہ کے دیہات اور شہر دونوں کی طاقت سے باہر ہو جائے گا کہ اتنی بڑی آبادی کا بوجھ برداشت کر سکیں۔ یہ واقعہ ہے کہ جنگ کے بعد سے اسوقت تک برطانیہ میں بے روزگاروں کی تعداد ۱۰ لاکھ سے کم نہیں ہو سکی۔ صنعت و حرفت کی ترقی پر جب یہ حالت ہے، تو اُس وقت کیا حالت ہوگی جب جنگ کے پیدا کئے ہوئے حالات دور ہو جائیں گے اور صنعتی ترقی رُک جائے گی؟

انگریز جو دوسرے ملک کی ملکگیری میں سب سے زیادہ چست چالاک ثابت ہوئے ہیں، خود اپنے ملک سے منفعت حاصل کرنے میں عاجز ہو رہے ہیں۔ اسوقت بھی جزائر برطانیہ میں وسیع علاقے خالی پڑے ہیں جو کہ وہ زراعتی علاقے ہیں، مگر زراعت پیشہ آبادی ہجرت کر کے شہروں میں پہنچ گئی ہے اور صنعت پیشہ بن گئی ہے۔

صرف جزائر برطانیہ ہی میں نہیں بلکہ آسٹریلیا کا بھی یہی حال ہے۔ آبادی شہروں میں جمع ہوگئی ہے۔ چنانچہ صرف دو شہروں، یعنی میلبورن اور سڈنی میں اتنی آبادی ہے، جو پورے ملک کی آدھی آبادی کے برابر ہے حالانکہ معلوم ہے، آسٹریلیا میں قابل زراعت زمین کا رقبہ، روس کو چھوڑ کر باقی تمام یورپ کے رقبے سے بھی زیادہ ہے۔

پس یہ سوال نہایت اہم ہے کہ برطانیہ سے آدمی کہاں سے لائے جائیں جو اِن وسیع اُفتادہ زمینوں کو آباد کریں؟ اس سوال کا جواب انگریز کے پاس سردست کوئی نہیں ہے!

یہ سوال انگریزوں کو بہت پریشان کئے ہوئے ہے کیونکہ وہ ہمیشہ یہ کہتے رہے ہیں کہ اُن کی شہنشاہی سب سے پہلے برطانی ہونی چاہئے۔ یعنی اُس میں برطانی عنصر سب سے زیادہ طاقتور اور غالب رہنا چاہئے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو وہ تاریخ کی دوسری شہنشاہیوں کی طرح درہم برہم ہو جائیگی۔

آخری برٹش امپیریل کانفرنس میں آسٹریلیا کے وزیر اعظم نے تقریر کرتے ہوئے اِس ناقابل حل سوال کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اور کہا تھا "میرے خیال میں کوئی شخص بھی برطانی شہنشاہیت کے مستقبل کو اُمید افزا نظروں سے نہیں دیکھ سکتا۔ ہمارے سامنے ایسی مشکلات درپیش ہیں، جن کا حل مستقبل پر کسی طرح بھی نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اِن مشکلات میں سب سے زیادہ پیچیدہ مشکل، آبادی کی تقسیم اور اُفتادہ زمینوں کی زراعت ہے"

یہاں پر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جزائر برطانیہ میں پیدائش کی شرح بہت گھٹ گئی ہے۔ نسل روز بروز کم ہوتی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ برطانی شہنشاہیت میں اصلی عنصر کی یہ روز افزوں کمی، نہایت خطرناک اور بدترین نتائج پیدا کرنے والی ثابت ہوگی۔ برطانیہ کی موجودہ صنعتی ترقی کے ساتھ اگر نسل کی افزونی بھی ہوتی رہتی تو حالت اتنی خطرناک نہ ہوتی۔

انگریز اِس صورت حال میں اپنے آپ کو یہ کہکر تسلی دے رہے ہیں کہ "اگر شرح پیدائش کم ہوگئی ہے، تو شرح اموات بھی گھٹ گئی ہے۔ لہذا ہماری نسل کا عام توازن قائم ہے۔ یہ بہتر ہے کہ ہماری قوم کم تعداد میں ہو، مگر توانا و تندرست ہو"

اُن کا یہ خیال ایک حد تک صحیح ہے لیکن مغالطہ سے خالی نہیں ہے کیونکہ کسی قوم کی عظمت، صرف تندرستی پر قائم نہیں رہ سکتی۔ قوم کو تندرستی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعداد میں بھی ہونا چاہئے۔ ورنہ ظاہر ہے کم تعداد تندرست افراد کسی طرح بھی ایک وسیع سلطنت برقرار نہیں رکھ سکتے۔

یہ حقیقت اب قریب قریب تسلیم کر لی گئی ہے کہ برطانی سلطنت سخت خطرے میں مبتلا ہے، اور اُس کی سلامتی زیادہ تر اِسی بات پر موقوف ہے کہ خود جزائر برطانیہ کی آبادی میں اضافہ ہو جائے، اور زائد افراد سلطنت کے دوسرے حصوں میں مناسب طور پر تقسیم کر دئے جائیں۔ آبادی کی افزونی، سلطنت کی بنیاد ہے، اور اُس کی تقسیم، تعمیر کا حکم رکھتی ہے۔ موجودہ صورت حال کا اقتضا یہ ہے کہ بیک وقت دونوں کام کئے جائیں مگر ظاہری حالات بتا رہے ہیں کہ برطانی مدبر اِس کی قدرت نہیں رکھتے۔

اب یہ امر بہت محتمل معلوم ہوتا ہے کہ برطانی شہنشاہیت کا توازن عنقریب متزلزل ہو جانے والا ہے۔ کیونکہ ایسے حالات پیدا ہو چلے ہیں جن کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ محیط اٹلانٹک کی طرح محیط پیسفک بھی صنعت و حرفت کا مرکز بنجائے گی۔ اُس وقت قومیں مجبور ہوں گی کہ صنعتی مرکز سے قریب تر ہونے کے لئے محیط پیسفک کے ساحلوں اور ملکوں میں ہجرت کر جائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ خام پیداوار حاصل کر سکیں اور بڑے بڑے بازاروں میں اپنی صنعت آسانی سے پہونچا سکیں۔

بلکہ یہ واقعہ اس وقت بھی پیش آرہا ہے۔ اجنبی عناصر تیزی سے برطانی شہنشاہی کے مختلف ملکوں میں داخل ہو رہے ہیں، اور اصلی باشندوں کو مغلوب کرتے چلے جاتے ہیں اگر فوراً تدارک نہ کیا گیا تو اُن کے قدم مضبوط ہو جائیں گے اور برطانیہ کو یہ ملک اُن کے لئے خالی کر دینے پڑیں گے۔

بعض انگریز مدبر اپنی موجودہ عظمت کے نشہ میں اس قدر مخمور ہیں کہ یہ حقیقت تسلیم کرنے پر بھی اطمینان ظاہر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "برطانی تجارت روز بروز زیادہ وسیع ہوتی جاتی ہے، اور دنیا کی کوئی تجارت بھی اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ حالانکہ یہ سراسر غلط و غرور ہے۔ یہ لوگ، دوسری قوموں کی تجارت کی ترقی پر نظر نہیں ڈالتے خصوصاً امریکہ کی تجارت نہیں دیکھتے جو دنیا کے تمام بازاروں پر چھا گئی ہے، اور قریب ہے کہ برطانی تجارت کو مغلوب کر ڈالے۔

اِن حالات کی روشنی میں گمان غالب ہے کہ برطانی شہنشاہی، خود بخود تہ و بالا ہو جائے گی۔ اس کا توازن، متزلزل ہو چکا ہے۔ قوی امکان ہے کہ اگر کوئی خارجی خطرہ نہ بھی پیش آیا، جب بھی برطانیہ کا اندرونی اختلال اور شہنشاہیت کا عدم توازن ہی اُسے برباد کر ڈالے گا، ٹھیک اُسی طرح جس طرح تاریخ کی بہت سی دوسری عظیم سلطنتیں برباد ہو گئی ہیں"

جاپان میں اخبارات کی حیرت انگیز ترقی

امریکن رسالہ "ایشیا" میں ایک جاپانی اخبار نویس نے ذیل کا مضمون شایع کیا ہے۔ ہندوستان کی عبرت کے لئے ہم اسے شایع کرتے ہیں۔ اخبار نویس لکھتا ہے:

"میرے لئے یہ نہایت مشکل تھا کہ اپنے امریکن دوستوں کو اِس واقعہ کا یقین دلاؤں کہ ہمارے ملک میں بھی ترقی یافتہ اخبار موجود ہیں اور بعض اُن میں روزانہ ۲۰ لاکھ کی تعداد میں چھپتے ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ مجھے یہ بھی کہنا تھا کہ بعض جاپانی اخبارات امریکن اخبارات پر کئی اعتبار سے فوقیت بھی رکھتے ہیں۔ مثلاً مضامین کی نوعیت کے اعتبار سے جاپانی اخباروں میں صرف سنجیدہ اور مہذب مضامین ہی شایع ہوتے ہیں۔ علمی، اخلاقی، اقتصادی، سیاسی، ادبی... مباحث کے سوا اُن میں کبھی مجرمانہ قصے اور طلاق کی خبریں شایع نہیں ہوتیں۔ حالانکہ امریکہ اور یورپ کے اخباروں کی رونق و مقبولیت، زیادہ تر انہی مخرب اخلاق خبروں اور قصوں پر مبنی ہے۔ میرے دوست یہ سنکر نہایت متعجب ہوتے تھے کہ ایک جاپانی اخبار کی سالانہ آمدنی ۲۷۵۰۰۰۰۰ روپیہ ہے، اور اسکا دسواں حصہ خالص بچت ہے!

میرے دوستوں کا تعجب اِس لئے تھا کہ جاپان کا رقبہ امریکہ کی صرف ایک ریاست، کلیفورنیا سے زیادہ نہیں ہے۔ آبادی بھی ساڑھے ۶ کروڑ سے زیادہ نہیں۔ حالانکہ ولایات متحدہ امریکہ کی آبادی تقریباً بارہ کروڑ ہے۔ وہ کہتے تھے، ایک ایسے چھوٹے سے ملک میں اخباروں کی اتنی عظیم ترقی کیونکر ممکن ہے؟ لیکن واقعہ ایسا ہی ہے۔ اسوقت جاپان میں ۱۱۲۷ روزانہ اخبار ہیں اور ۲۰۵۰ ہفتہ وار اور ماہوار اخبار و رسائل موجود ہیں۔ اِن کی روزانہ اشاعت کی تعداد، ایک کروڑ ہے۔ یعنی ہر چھ باشندوں کے لئے اخبار کا ایک نسخہ شائع ہوتا ہے!

اِس ترقی کا اصلی راز یہ ہے کہ جاپان میں تعلیم عام ہوگئی ہے۔ اعلا

نے سب سے پہلے اس راہب کی کارستانیوں سے دنیا کو واقف کیا تھا۔ اسی نے ملکۂ روس کے وہ تمام خطوط شائع کئے، جن سے راسپوٹین سے اُس کی حیرت انگیز عقیدت و عبودیت پر روشنی پڑتی تھی۔

لیکن پرنس یوسوپوف نے اس وقت تک دُنیا کو اس راز سے واقف نہیں کیا تھا کہ راسپوٹین کا خاتمہ کیونکر ہوا؟ اُسنے اپنی کتاب میں لکھا تھا کہ "وہ قتل کردیا گیا" کچھ دنوں کے بعد جب صوفیا کی یادداشت شائع ہوئی، تو اس سے بھی صرف اتنی بات معلوم ہوئی کہ "راسپوٹین قتل کردیا گیا، اور اُس کی لڑکی (صوفیا) کسی نہ کسی طرح جان بچا کر نکل بھاگی" عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ راسپوٹین بھی انقلاب روس کے قتل عام میں قتل ہوا ہے۔

لیکن اب اس سلسلہ میں ایک نیا انکشاف ہوا ہے۔ یعنی پرنس یوسوپوف نے اپنی کتاب کا ایک تتمہ اخبارات میں شائع کرایا ہے۔ اس میں وہ اعتراف کرتا ہے کہ "راسپوٹین کو خود میں نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا!"

پرنس لکھتا ہے:

"میں نے اور میرے دوستوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح اس شیطان کے اقتدار سے روس کو نجات دلائیں، مگر ہر کوشش ناکام رہی۔ ملکۂ روس کچھ اس طرح اُس کے جال میں پھنس گئی تھی کہ کوئی بات اُس کے خلاف سننا گوارا نہیں کرتی تھی، اور زار اپنی ملکہ کا غلام تھا۔ مجبور ہو کر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس شیطان کو قتل کرڈالا جائے۔ اس کے سوا خلاصی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ چونکہ اس مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی تھی، جب تک اُس سے بظاہر دوستی پیدا کرکے دام میں نہ لایا جائے۔ اس لئے میں نے کئی ماہ با ہمی تعلقات بڑھانے میں صرف کرڈالے۔ یہاں تک کہ اُسے پوری طرح مجھ پر بھروسہ ہوگیا، اور ایک دن میں نے اُس سے وعدہ لے لیا کہ وہ یکم دسمبر ۱۹۱۶ء کو میرے محل میں آکر ضیافت میں شریک ہوگا۔"

اس کے بعد پرنس، قتل کا واقعہ اس طرح بیان کرتا ہے:

"گیارہ بجے رات کو سپر کی (یعنی نصف شب کے کھانے کی) تمام طیاریاں مکمل ہوگئیں۔ دعوت کی میز پر بہت بڑی بڑی قابیں رکھی گئیں۔ ان میں ہر قسم کے گوشت، جو راسپوٹین کو خاص طور پر مرغوب تھے طیار کرا کے رکھے گئے تھے۔ اور روغنی ٹکیاں اور نفیس کیک بھی موجود تھے۔ نیز ہر قسم کی شرابیں اور نظر فریب جام مہیا کئے گئے تھے۔۔۔"

"میں نے الماری سے ایک صندوق نکالا۔ اس میں کئی قسم کے قاتل زہر مخفی تھے۔ پھر میں نے میز پر سے ایک قاب اُٹھائی۔ اس میں ۲ کیک تھے۔ ڈاکٹر لازورٹ نے ربڑ کے دستانے پہن لئے پھر ایک خاص زہر "سیانڈ پوٹاس" لے کر کیکوں پر چھڑک دیا۔ پھر بعض دوسرے قسم کے زہر بھی شراب میں ملا دئے۔ ڈاکٹر نے مجھے یقین دلایا تھا کہ زہر اتنی زیادہ مقدار میں ڈال دیا گیا ہے کہ شراب کا ایک گھونٹ کئی آدمیوں کے قتل کے لئے کافی ہے۔ اس ڈاکٹر کی خدمات میں نے خاص اسی غرض سے حاصل کرلی تھیں"

"جب راسپوٹین آیا تو میں اسے کھانے کے کمرے میں لے گیا۔ اُسنے اپنی پسند کا گوشت سیر ہو کر کھایا۔ پھر میں نے روغنی روٹی کی پلیٹ آگے بڑھائی جس میں زہر نہ تھا۔ نہیں معلوم میں نے ایسا کیوں کیا؟ لیکن یہ واقعہ ہے کہ بلا قصد مجھ سے ایسا ہی ہوگیا۔ اس کے بعد میں نے زہریلے کیک سامنے کئے۔ اُسنے پہلی قاب سے روغنی ٹکیا لے لی، لیکن زہر آلود کیک سے انکار کردیا۔ اس انکار نے مجھ پر سخت رُعب طاری کردیا۔ میں ڈرا، شاید یہ شخص "ولی اللہ" ہے، اور زہر سے واقف ہوگیا ہے۔ میں نگاہیں خوف سے نیچی کئے تھا، اور دل دھڑک رہا تھا۔ اچانک اُس کے ہاتھوں کو جنبش ہوئی اور یہ کہہ کر اُسنے ایک کیک اُٹھا لیا۔ "تمھاری خاطر سے!" اور بالکل منہ میں رکھ لیا۔ پھر دوسرا لیا اور کھا لیا۔ میں بالکل خاموش تھا۔ ایک سکتہ کا سا عالم مجھ پر طاری تھا۔ مجھے یقین تھا، اب فوراً زہر کا اثر اُس پر ظاہر ہوجائے گا۔ مگر میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی، جب میں نے دیکھا، کہ وہ پوری طرح تندرست ہے۔ کوئی اثر بھی اُس پر ظاہر نہیں ہوا۔ مجھ سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہا ہے!"

"پھر اُسنے مسموم شراب جام میں اُنڈیلی۔ میں فرط اضطراب سے گھبرا گیا۔ اب مجھے یقین تھا کہ وہ فوراً مرجائے گا۔ مگر وہ بڑے اطمینان سے مزہ لے لے کر پیتا رہا۔ کئی جام خالی کردئے۔ پھر کمرے میں ٹہلنے لگا۔ برابر باتیں کئے جاتا تھا۔ اب رات کے تین بج چکے تھے۔ مگر اُس پر زہر کا کوئی اثر نہ تھا!"

"ٹہلتے ٹہلتے اُسنے یہ کہہ کر مجھے مبہوت کردیا۔ "باقی رات، جلسۂ رقص میں گزارنی چاہئے!" اب میں جیب سے پستول نکال چکا تھا کیونکہ جب زہر کی اتنی بڑی مقدار کارگر نہ ہوئی، تو بجز پستول کی گولی کے اور کونسا ذریعۂ قتل کام دے سکتا تھا۔ اُس کے جلسۂ رقص کے جواب میں میں بے اختیار چیخ اُٹھا "خبیث بھوت! کیا یہ بہتر ہوگا کہ جلسۂ رقص کی جگہ تو صلیب دیکھے اور نماز پڑھ لے، کیونکہ ایک لحظہ بعد تو مُردہ پڑا ہوگا!"

"اُس کی آنکھوں میں ایک ہولناک چمک پیدا ہوئی۔ پھر فوراً ہی ایک قسم کا خشوع و خضوع طاری ہوگیا۔ وہ جلدی سے میرے قریب آیا۔ اپنی چمکیلی آنکھیں میرے چہرے پر گاڑ دیں۔ میں نے آہستہ سے اپنا پستول والا ہاتھ پیچھے سے سامنے کردیا"

"پستول دیکھ کر راسپوٹین بھاگا نہیں۔ نہ مقابلہ کی کوشش کی۔ اُسنے اپنی نظریں میرے چہرے سے ہٹالیں اور صلیب پر جمادیں جو اُس کے گلے میں پڑی تھی۔ وہ اب بھی بالکل خاموش تھا۔ میں نے پستول کی لبلبی دبائی اور گولی اُس کے سینے پر لگی۔ اُسنے بڑے زور سے چیخ ماری اور چت گر پڑا۔ میں نے دوڑ کر زخم کا معائنہ کیا۔ گولی، دل چیر کر نکل گئی تھی۔ یہ بالکل یقینی تھا۔ راسپوٹین مرگیا!"

"میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اُس کے قریب کھڑا صلیب کو دیکھ رہا تھا۔ اچانک ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ قریب تھا، میں بیہوش ہوکر گر پڑتا۔ راسپوٹین، بجلی کی سی تیزی سے اپنے پیروں پر سیدھا کھڑا ہوگیا! بڑے زور سے چلایا۔ تمام مکان اُس کی چیخ سے گونج اُٹھا۔ پھر اُسنے اپنی فولاد سے بھی زیادہ مضبوط انگلیوں سے میرا بازو پکڑ لیا۔ مجھے یقین تھا، میری ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ اب اُسنے میری گردن پکڑنے کی کوشش کی۔ میں اپنی دہشت و خوف کے بیان سے قطعاً قاصر ہوں۔ میں نے خیال کیا، یہ بھوت مجھے اب مار ڈالے گا۔ مگر فوراً میرے جسم میں بھی ایک عظیم قوت پیدا ہوگئی۔ میں نے زور لگا کے اپنے آپ کو چھڑا لیا اور بھاگنے لگا"

"راسپوٹین بھی میرے تعاقب میں دوڑا۔ وہ برابر چلائے جاتا تھا اور قتل کی دھمکی دیتا تھا۔ میں زینے پر جاکر رُکا۔ اُس وقت اُس کی صورت بالکل بھوت کی سی ہوگئی تھی۔ تمام لباس خون سے رنگین تھا، اور سینہ سے خون کا فوارہ بہ رہا تھا"

"وہ زینہ کے سامنے پہنچکر رُکا۔ پھر تیزی سے دروازے کی طرف دوڑ کر صحن میں پہنچ گیا۔ صحن میں تاریکی تھی۔ میرے نوکروں نے مسلسل تین گولیاں اُس پر چلائیں۔ اب وہ لڑکھڑایا، اور برف کے ایک ڈھیر کے سامنے پہنچکر گر پڑا"

"اب واقعی راسپوٹین، روس کا مہیب بھوت، مرچکا تھا!"

زہر آلود غذا کے عدم تاثر کی نسبت پرنس نے جو کچھ لکھا ہے، یہ راسپوٹین کا کوئی اعجاز نہ تھا، بلکہ خود پرنس کی ایک ایسی غلطی تھی جس کا ذہنی اضطراب کی وجہ سے اُسے احساس نہیں ہوا۔ اس طرح کی صورت حال میں ایسی غلطی اکثر ہوجایا کرتی ہے۔ دراصل خوف و دہشت اور اعتقادی کمزوری کی وجہ سے اُس وقت پرنس کی ذہنی حالت مختل ہوچکی تھی۔ اُسنے یکے بعد دیگرے جس قدر قاب اٹھا کر پیش کئے، اُن میں سے کوئی قاب بھی زہر آلود نہ تھا۔ ذہنی پریشانی کی وجہ سے اُسنے جسے زہر آلود سمجھ کر اُٹھالیا، وہ زہر آلود نہ تھا، اور جنھیں غیر زہر آلود سمجھ کر چھوڑ دیا، وہی زہر آلود تھے۔ اس طرح کی غلطی ذہنی اضطراب کی حالت میں ہر انسان سے ہوجایا کرتی ہے۔

فلسطین میں آثار قدیمہ

(ہتیاروں کا قدیم سانچہ)

اخبار السیاسہ راوی ہے کہ جرمن محقق ڈاکٹر رسلین کو بلاد فلسطین کے کھنڈروں میں مٹی کا ایک سانچہ ملا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے، یہ سانچہ ہتیار ڈھالنے کے لئے بنایا گیا تھا۔

پتھر کی تپائیاں

اب سے پہلے یہ خبر شائع ہوچکی ہے کہ شہر نابلس میں پتھر کی قدیم تپائیاں پائی گئی ہیں۔ پہلے خیال کیا جاتا تھا یہ کسی قدیم تماشہ گاہ کا بقایا ہیں۔ لیکن اب علماء آثار قدیمہ نے معلوم کرلیا ہے کہ یہ دیوتا ارتیمس کے مندر کے آثار ہیں۔ یہ مندر، رومن شہنشاہ سپٹیم سویرس نے تعمیر کیا تھا۔ (السیاسہ)

دشمار سے ثابت ہوتا ہو کہ ابتدائی مدارس کے طالب علموں میں سے ۹۱ فیصدی طالب العلم ثانوی مدارس میں اپنی تعلیم جاری رکھتے ہیں۔ جاپان میں اس وقت ابتدائی ثانوی، اور اعلیٰ تعلیم گاہوں کی تعداد ۴۳ ہزار ہو۔ ان میں طلبہ کی سالانہ تعداد ایک کرور ۵۰ لاکھ سے زیادہ رہتی ہو۔

پھر جاپانیوں کو مطالعہ کا بھی از حد شوق ہو۔ میرے علم میں کوئی قوم اس بارے میں اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ۱۹۲۵ء کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہو کہ جاپان میں مختلف علوم و فنون پر ۲۰۰۰۰ کتابیں شایع ہوئیں۔ علاوہ بریں انگلستان، فرانس، امریکہ، جرمنی اور چین سے ۵۰ لاکھ روپیہ کی کتابیں آئیں، اور فروخت ہوگئیں۔ جاپان کے تمام اخبار نویس جانتے ہیں کہ اخباروں میں سب سے زیادہ اعلانات کتابوں ہی کے شایع ہوتے ہیں، اور انہی سے زیادہ اجرت حاصل ہوتی ہو۔

ٹوکیو اور اوساکا کے دس اخباروں کی روزانہ مجموعی اشاعت ۵۰ لاکھ ہو۔ ان میں سب سے بڑے اخبار دو ہیں: "اوساکا مانیچی" اور "ٹوکیو نیچی نیچی" دونوں "اوساکا مانیچی" کمپنی کی ملکیت ہیں۔ اول الذکر کی روزانہ اشاعت ۱۳ لاکھ ہو اور آخر الذکر کی ۱۰ لاکھ۔ انکے بعد "اوساکا اساہی" کمپنی کے دو اخبار ہیں: "اوساکا اساہی" اور "ٹوکیو اساہی"، دونوں کی مجموعی اشاعت ۲۰ لاکھ ہو۔ میرے خیال میں دنیا بھر میں کوئی اخبار بھی "اوساکا مانیچی" کے برابر اشاعت نہیں رکھتا۔ ہاں صرف لندن کا "ڈیلی میل"، اور پیرس کے "جرنل" اور "پتی پاریزان" اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان چار اخباروں کے علاوہ ۱۶ اور اخبار ایسے ہیں جن کی روزانہ اشاعت ۵۰ ہزار سے ۱ لاکھ تک ہو!

جاپان میں کئی انگریزی اخبار بھی نکلتے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا اخبار "اوساکا مانیچی" کمپنی کی ملکیت ہو، اور ۸ بڑے صفحوں میں چھپتا ہو۔

جاپان کی صحافتی ترقی کے سلسلہ میں سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہو کہ اخباروں میں باہم سخت رقابت ہو۔ بلکہ کہنا چاہئے ایک پُرامن جنگ جاری ہو۔ اس رقابت سے باشندوں کو بہت نفع حاصل ہوتا ہو۔ ذیل میں چند واقعات ملاحظہ ہوں:

۱۹۲۵ء میں اخبار "مانیچی" نے اپنا بحری طیارہ جزائر جاپان کے گرد دورہ لگانے کے لئے روانہ کیا۔ اس کا جواب اخبار "اوساکا اساہی" نے یہ دیا کہ فوراً ایک دوسرا طیارہ خرید کر ٹوکیو سے پیرس تک کے سفر پر روانہ کر دیا!

اس کے بعد اول الذکر اخبار نے یہ جدت کی کہ ہوائی جہاز اس غرض سے خریدے کہ اپنے ٹوکیو اور اوساکا کے مرکزی دفتروں کے مابین اتصال پیدا کرے، اور جلد سے جلد کتابیں، اخبارات، نقشے، تصویریں، ایک دفتر سے دوسرے دفتر میں پہنچ جائیں۔ اس پر اخبار "اوساکا اساہی" نے بھی فوراً کئی جہاز خرید لئے اور اوساکا، ٹوکیو اور سنڈائی ٹوکیو کے مابین حکومت کے لئے مفت ہوائی ڈاک کا سلسلہ جاری کر دیا۔

اس رقابت نے اب یہ صورت اختیار کر لی ہو کہ تمام بڑے بڑے اخبار ہر روز کئی کئی ضمیمے شایع کرتے رہتے ہیں اور اپنے خریداروں میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔ مثلاً اخبار "مانیچی" روزانہ ۱۳ ضمیمے شایع کرتا ہو۔ یہ ضمیمے عموماً قصبوں اور دیہاتوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ مگر اہتمام کیا جاتا ہو کہ ہر علاقے کے ضمیمے میں ہی خبریں ہوں، جو وہاں کے باشندوں کے لئے ضروری ہیں۔

اس رقابت کا لازمی نتیجہ یہ بھی ہو کہ اخبار، خبریں جمع کرنے میں زیادہ سے زیادہ روپیہ خرچ کرنے پر مجبور ہیں۔ چنانچہ "اوساکا مانیچی" کمپنی نے ۱۹۲۳ء کے جاپانی زلزلے کی خبریں حاصل کرنے پر ۴۳ ہزار پونڈ خرچ کئے تھے۔ اسی طرح ۱۹۲۶ء میں جب مشہور ہوا کہ شہنشاہ جاپان، حالت نزع میں ہو، تو اخباروں کی رقابت آخری حد تک پہنچ گئی۔ دونوں اخباری کمپنیوں نے شاہی محل کے قریب ہی دو مکان کرایہ پر لے لئے، اور اپنے اپنے دفتر کھول دئے۔ ان دونوں میں ہر وقت خبریں لانے والوں اور کام کرنے والوں کا اتنا ہجوم رہتا تھا کہ وہ فوجی بارکیں معلوم ہوتی تھیں۔ ہر کمپنی کی کوشش تھی کہ شہنشاہ کے متعلق سب سے پہلے وہی خبریں معلوم کر کے شایع کرے!

جاپان کے اخباروں کا ایک امتیاز یہ بھی ہو کہ وہ خبریں جمع کرنے میں صرف، ریل، تار، اور ہوائی جہازوں ہی پر بھروسہ نہیں کرتے کیونکہ ان میں سے ہر چیز ٹوٹ سکتی ہو، بلکہ قدیم طریق خبر رسانی یعنی پیغامبر کبوتروں کی ڈاک کا بھی انتظام کر رکھا ہو۔ بڑے بڑے نامہ نگاروں کے ساتھ ہمیشہ کبوتر جاتے ہیں، تاکہ اگر کبھی ریل، یا تار، یا ہوائی جہاز بے کار ہو جائے، تو ان کبوتروں کے ذریعہ خبریں وقت پر پہنچا دی جائیں۔

ہنسی

ایک علمی اور نفسیاتی بحث

"تانہ ڈاک" کے ایک علمی رسالہ میں ہنسی کی حقیقت پر دلچسپ بحث کی ہو:

"ہنسی کیا ہو؟"

موجودہ علم کی روشنی میں ہنسی، ایک عصبی تشنجی حالت ہو جو انسان کے مختلف اعضاء پر طاری ہوتی ہو۔ یہ حالت اس طرح شروع ہوتی ہو کہ پہلے آنکھیں کسی قدر بند ہوتی ہیں، پھر منہ کے بعض عضلات اوپر چڑھ جاتے ہیں، اور بعض نیچے لٹک جاتے ہیں۔ پھر وہ کھل جاتے ہیں، یہاں تک کہ دانت ظاہر ہو جاتے ہیں۔ پھر نبض اور تنفس پر اثر پڑتا ہو۔ اُن میں بھاری پن پیدا ہو جاتا ہو۔ ساتھ ہی آواز بھی پیدا ہوتی ہو، اور یہی آواز اپنے آخری درجہ میں قہقہہ کہلاتی ہو۔ پھر تشنجی حالت، جسم کے دوسرے اعضاء تک پہنچتی ہو۔ انسان بے خود ہو کر ہاتھ پاؤں ہلانے لگتا ہو، یا اپنے زانوؤں پر ہاتھ مارتا ہو۔ کبھی آدمی تالیاں بھی بجانے لگتا ہو۔ مگر یہ تمام حرکات، ہنسی کے اصلی اجزاء نہیں ہیں۔ اگرچہ اکثر حالتوں میں طاری ہوتے ہیں۔

پس ہنسی جسم انسانی کا ایک اندرونی عمل ہو، لیکن اگر انسان اپنی قوت ارادہ مضبوط کرلے، اور ہنسی روکنا چاہے، تو بڑی حد تک روک بھی سکتا ہو۔

ہنسی، عموماً مسرت انگیز موثرات کا نتیجہ ہوتی ہو۔ ٹھیک گریہ کی طرح جو رنج والم سے پیدا ہوتا ہو۔ یا چہرہ اور جسم کی بعض عضلی حرکات کی طرح جو غصہ یا خوف سے واقع ہوتی ہیں۔

کبھی ہنسی، اندرونی عوامل کا نتیجہ نہیں ہوتی بلکہ صناعی طور پر پیدا کر دی جاتی ہو۔ مثلاً ہم گدگدا کر آدمی کو ہنسا دیتے ہیں۔ جسم میں گدگدی کا اثر اس امر کی علامت ہو کہ جسم، زندہ اور حساس ہو۔ لیکن کبھی جسم پر ایسے عوارض بھی طاری ہو جاتے ہیں کہ گدگدی کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

غیر حقیقی ہنسی کی ایک قسم وہ بھی ہو جو محض محاکات سے ظاہر ہوتی ہو۔ ہم لوگوں کو ہنستے دیکھتے ہیں، اور خود بھی ہنسنے لگتے ہیں، حالانکہ ہمیں اُن کی ہنسی کا سبب بھی معلوم نہیں ہوتا۔ یہ محاکاتی ہنسی انسان کی اجتماعی طبیعت کی ایک علامت ہو۔ اس میں وراثت کو بھی دخل ہو۔

علمی تحقیقات سے ثابت ہوا ہو کہ ہنسی صرف انسان ہی کا خاصہ نہیں ہو، جیسا کہ قدماء خیال کرتے تھے، بلکہ بہت سے حیوان بھی اس میں شریک ہیں۔ اپنی ابتدائی حیوانی حالت میں بھی انسان ہنسا کرتا تھا۔ اُس وقت اس میں کلام کی قوت نہ تھی، اس لئے ہنسکر اپنی خوشی ظاہر کرتا تھا۔ ہنسی درحقیقت چہرہ، آنکھوں اور کانوں کی طرف سے احساس مسرت میں شرکت کی ایک صورت ہو!

ٹھیک انسان کی طرح بہت سے بندر بھی ہنستے یا مسکراتے ہیں۔ وہ خاص حالات میں اپنا منہ اور دانت کھول دیتے ہیں، اور ایسی آوازیں نکالتے ہیں، جو بالکل انسان کی ہنسی سے مشابہ ہوتی ہیں۔

پروفیسر جارج بولانگیر موجودہ زمانہ کا ماہر علم الحیوانات ہو۔ اُس کا بیان ہو کہ لندن کے زندہ عجائب خانے میں اُس نے متعدد شیانزی بندروں کو ہنستے ہوئے دیکھا ہو۔ یہ ہنسی بالکل آدمی کی ہنسی کی طرح ہوتی ہو۔ بندر پروفیسر موصوف سے جان پہچان گئے تھے۔ وہ لوگوں کے ہجوم میں بھی اُسے دیکھ کر ہنسنے یا مسکرانے لگتے تھے۔ اسی قدر نہیں بلکہ پروفیسر مذکور کا بیان ہو کہ اُس نے بہت سے بندروں کی بغل میں اسی طرح گدگدایا، جس طرح آدمی کو گدگداتا ہو۔ اس کا وہی اثر ہوا، جو آدمی پر ہوتا ہو۔ یعنے وہ ہنسنے لگے اور بعض تو ہنستے ہنستے لوٹ گئے!

بعض علماء کا خیال ہو کہ کتے بھی ہنستے ہیں، لیکن کتوں کی ہنسی میں آواز نہیں ہوتی۔ صرف منہ کھلتا ہو اور دانت نکل آتے ہیں۔

مدبرین انگلستان کے بعض اقوال

ہندوستان کی نسبت

اس کے بغیر چارہ نہیں کہ اسلام کو مغلوب کر دیا جائے۔

(لارڈ ڈلہوزی ۱۸۴۸ء)

"لڑاؤ اور حکومت کرو" قدیم رومن مقولہ ہو اور یہی ہندوستان میں ہمارا بھی اصول ہونا چاہئے ... مجھے یقین ہو کہ ہماری ہندوستانی سلطنت بالکل محفوظ ہو جائے گی اگر ہم اسی اصول پر ایک ہندوستانی فوج مرتب کریں۔ اسی مقصد کے لئے میں مختلف فرقوں اور زبانوں کی پھوٹ سے فائدہ اُٹھاؤں گا۔ ممکن ہو میں اس باب میں اپنا عقیدہ پوری قوت سے بیان نہ کرتا اگر مجھے معلوم نہ ہوتا کہ ڈیوک آف ولنگٹن اس خیال میں مجھ سے بالکل متفق ہیں۔

(لارڈ الفنسٹن گورنر بمبئی ۱۸۵۹ء)

ہماری بہترین حکمت عملی یہ ہوگی کہ ایک قوم کو دوسری قوم سے اور ایک فرقہ کو دوسرے فرقے سے ہمیشہ دست بگریباں رکھیں!

(ویسٹ منسٹر ریویو ۱۸۵۸ء)

ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہندوستان کے مذہبی اور فرقہ وارانہ اختلافات پوری قوت سے برقرار رکھیں اور کبھی باہم اتحاد قائم نہ ہونے دیں۔ "لڑاؤ اور حکومت کرو" ہماری حکومت کا اصول العمل ہونا چاہئے۔ (کرنل جان کوک ۱۸۵۹ء)

ہندوستانی مسلمانوں کا مفاد، ہندو جذبات پر قربان کر دیا گیا۔

(ہنٹر ۱۸۶۸ء)

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دست طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں
شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ
کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلیٰ درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کیا ھے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر ھے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اسوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوه امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي ھے - بلا جلد اڑهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقیٰ — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا ھے - چھه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازه کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے
خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله ھے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بہترین تازه معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا ھے - اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - فی پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهلال بك ایجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھیں اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله ھے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اس لئے اس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں - اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوگئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اس کي جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - ان کي مقبولیت و قدر کا اندازه اس سے هوسکتا ھے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي ھے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحده کرنے کیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو انہیں دوباره چهپوا لیا جائے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي ھے اس لئے صرف انهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - هر جلد مجلد ھے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي ھے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه — الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " " چهارم ۱۰ روپیه — " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب ھے - قیمت فی پرچه ۸ آنه - محصول ڈاک و پیکنگ کے علاوه ھے -

منیجر "البلاغ پریس"

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۱ نمبر ۲۴

قیمت ۵ ـ آنہ

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲٤ — کلکتہ : جمعہ ٦ ۔ جمادی الثانی ۱۳٤٦ ہجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 2. December 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔
طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رہکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ہی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ہی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ہین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ہی ۔ ضروری ہی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔
الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۸٤۰ مراسلات وصول ہوی ہین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ہی :

عربی حروف کی حق مین	۲۵۰	اردو حروف کی حق مین	۵۰۲
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۷۲۰	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۹۰	نستعلیق ہون	۱۶۸

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاہر کیا ہی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس باری مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ہی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ہی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاہر کرینگی مگر ضرورت ہی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الہلال

الهلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول - -	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے - -	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی - - -	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ - -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " مینیجر الہلال " کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع ایکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تلفیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فوائد (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

اب غریب فوریس کے لیے بجز انگلستان کے کوئی چارہ کار نہ تھا - وہ ۱۸ - دسمبر سنہ ۱۷۹۸ - کو اسکندریہ پہنچا اور فرانسیسی جہاز " شانسور " نامی پر سوار ہوگیا - اس جہاز کا کپتان لارنس تھا -

لیکن فوریس، یہ دیکھکر نہایت متعجب تھا کہ اس کا جہاز سیدھا راستہ اختیار کرنے کی جگہ کچھہ عجیب پیچ و خم کے ساتھہ جا رہا ہے - اس نے کپتان سے پوچھا، تو اس نے کہا " انگریزی بیڑہ ہر طرف منڈلا رہا ہے - اس سے بچ کر چلنا ضروری ہے "

کپتان دراصل سکھایا پڑھایا ہوا تھا - اس سے کہدیا گیا تھا کہ جہاز انگریزوں کے ہاتھہ قصداً گرفتار کرا دیا جائے - چنانچہ ایسا ہی ہوا - چند دنوں کے بعد فوریس انگریزی بیڑہ میں قید تھا - انگریزی جنگی جہاز " لیون " نے فرانسیسی جہاز دیکھہ لیا تھا اور گرفتار کر لیا تھا !

(۵)

یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ اس حادثہ سے غریب فوریس کو کس درجہ صدمہ ہوا ؟ ایک طرف اپنی رفیق حیات کی جدائی کا صدمہ مارے ڈالتا تھا - دوسری طرف اپنی سرکاری مہم کی ناکامی کا داغ تھا - وہ انگریزی جہاز " لیون " کے ایک کمرے میں مقید تھا ' اور رہ رہکر کپتان لارنس کو کوس رہا تھا - اگر اس نے سمندر میں غلط راستہ اختیار نہ کیا ہوتا تو یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا - بڑی مصیبت یہ تھی کہ اب ایک بڑی مدت تک کے لیے وہ آزادی سے محروم ہوگیا تھا - کیونکہ وہ جنگی قیدی تھا - اسلیے، اس کی رہائی صرف دو ہی صورتوں میں ہوسکتی تھی - یا تو دونوں حکومتوں میں صلح ہوجائے ' یا باہمدگر جنگی قیدیوں کا مبادلہ کیا جائے - لیکن یہ دونوں صورتیں قریب الوقوع نہ تھیں !

فوریس اپنے غم انگیز خیالات میں مصروف تھا - یکایک اس کی کوٹھری کا دروازہ کھلا ' اور ایک انگریز داخل ہوا - یہ اس عہد کا مشہور انگریز جاسوس جان بارلت تھا ' جسے نپولین نلسن سے کم خطرناک نہیں سمجھتا تھا -

فوریس نے اس کی صورت دیکھتے ہی خیال کیا کہ غالباً یہ اس مہم اور اس کے مقاصد کے نسبت سوالات کریگا - جو سرکاری مراسلت لیکر فوریس فرانس جا رہا تھا ' وہ گرفتاری کے وقت ہی اس سے لیلی گئی تھی - سب سے زیادہ صدمہ اسے اسی مراسلت کے دشمنوں کے ہاتھہ پڑجانے کا تھا - وہ اپنے دل میں کہنے لگا " نہیں معلوم اس مراسلت میں کیسے کیسے اہم راز ہونگے جو افسوس کہ دشمنوں کے علم میں آگئے - بہر حال خواہ کچھہ ہی کیوں نہ ہو ' میں ان کم بختوں کے سوالات کا کوئی جواب نہیں دونگا "

لیکن شدت حیرت سے وہ مبہوت ہوگیا ' جب اس نے دیکھا کہ جان بارلت نے وہی مراسلت جیب سے نکالی ' اور فوریس کو دیتے ہوئے کہا :

" میرے دوست ! یہ تمہارا سربہ مہر لفافہ موجود ہے - دیکھہ لو ! ہم نے کھولنے کی بالکل کوشش نہیں کی - اس کی تمام مہریں اپنی اصلی حالت میں قائم ہیں - ہمیں کوئی ضرورت نہ تھی کہ اس کے مضامین سے واقف ہوں - یہ مراسلت تمہیں واپس دیدی جاتی ہے - اسے لیلو - شاہی ختم کی رو سے اب تم آزاد ہو - تمہیں عنقریب مصر کے ساحل پر پہنچا کر رخصت کر دیا جائیگا "

یہ بات صورت حال کے اس درجہ خلاف تھی ' کہ کئی لمحہ تک فوریس باور نہ کرسکا - آخر اس نے کہا :

" کیا آپ کا واقعی یہی مطلب ہے کہ یہ مراسلت میں لیلوں ' اور مجھے مصر کے ساحل پر اتار دیا جائیگا ؟ "

" یقیناً " انگریز جاسوس نے مسکراتے ہوئے کہا " اس لیے کہ میرے دوست ! جب تم قاہرہ واپس جاؤگے ' تو دیکھہ لوگے کہ تمہاری بیوی بونا پارٹ کی آغوش میں ہے ! "

(۶)

اصل واقعہ یہ ہے کہ نپولین اور میڈم فوریس کے تعلقات کی پوری سرگزشت انگریزی جاسوس نے معلوم کرلی تھی - اسکندریہ اور دمیاط میں ان کے آدمی موجود تھے ' اور الفی بک مملوک کی اعانت سے تمام مصر کی خبریں معلوم کرتے رہتے تھے - جب جان بارلت کو معلوم ہوا کہ نپولین نے فوریس کو اس لیے روانہ کردیا ہے تاکہ مصر سے دور ہوجائے اور وہ خود اس کی بیوی کے ساتھہ بے غل و غش عیش کرے ' تو اس نے انگریزی بیڑہ کے افسروں کو اس کی اطلاع دیدی - جب فرانسیسی جہاز کی گرفتاری کے بعد فوریس کا نام معلوم ہوا تو فوراً پہچان لیا گیا کہ میڈم فوریس کا شوہر یہی ہے - وہ اسے گرفتار رکھنا نہیں چاہتے تھے - کیونکہ اس طرح وہ نپولین کے دلی مقصد کی تکمیل کر دیتے - انہوں نے فیصلہ کرلیا کہ جہانتک جلد ممکن ہو ' اسے مصر واپس کردیا جائے ' تاکہ نپولین کے سر پر مسلط ہو جائے - انگریزوں کو یقین تھا کہ فوریس جوش انتقام میں اپنے رقیب کو قتل کر ڈالیگا ' اور اس طرح اس بلا سے انہیں نجات مل جائیگی -

(۷)

ادھر مصر میں یہ ہوا کہ فوریس کے روانہ ہوتے ہی اس کی بیوی نپولین کے قبضہ میں آگئی اور شب و روز ساتھہ رہنے لگی - نپولین کا اب اس سے تعلق بالکل علانیہ تھا - چند دن بعد تمام فوج میں یہ خبر پھیل گئی ' اور سپاہی میڈم کو " ہماری مشرق کی ملکہ " کہکر پکارنے لگے !

لیکن ابھی چند ہفتے بھی اس حالت پر نہیں گزرے تھے کہ اچانک فوریس قاہرہ پہنچ گیا - انگریزی جہاز نے نہ صرف اسے مصر پہنچا دیا ' بلکہ اسکندریہ میں ایک انگریزی جاسوس نے تمام ضروری معلومات بھی بہم پہنچا دیں - اسے معلوم ہوگیا کہ نپولین نے قاہرہ میں ایک خاص مکان اسکی بیوی کیلیے مخصوص کردیا ہے ' اور وہ بڑے امیرانہ ٹھاٹھہ سے وہیں رہتی ہے -

وہ سیدھا اس مکان کی طرف چلا - واقعی اسکی بیوی قیمتی لباس میں ملبوس موجود تھی - شوہر کو اس طرح اچانک دیکھہ کر ڈرگئی ' اور صاف صاف نپولین کے تعلقات کا اقرار کرلیا - اب فوریس کیلیے غیظ و غضب ضبط کرنا ناممکن تھا - اس نے بے تحاشا مارنا شروع کردیا - یہانتک کہ مارتے مارتے تھک گیا - اور عورت بے دم ہوکر گر پڑی -

اسکے بعد کیا واقعات پیش آئے ؟ انکی تفصیلات تاریخ تک نہیں پہنچ سکیں - لیکن دو باتوں کا نپولین کے وقائع نگاروں نے ذکر کیا ہے - ایک یہ کہ فوریس نے طلاق کی درخواست پیش کرکے اپنی بیوی سے علحدگی کرلی تھی - دوسری یہ کہ فوریس مصر سے فرانس واپس آ کر عرصہ تک زندہ رہا تھا -

جان بارلت کا خیال تھا کہ فوریس نپولین کو قتل کر ڈالیگا ' لیکن نپولین ایسی ہستی نہ تھی جو اس آسانی سے قتل کر ڈالی جاتی - ابھی اسے زندہ رہنا تھا اور تمام یورپ کو منقلب کر دینا تھا !

مطبوعات جديده

نپولين اور اسكي اخلاقي زندگي

(انساني عظمت اور اخلاقي نامرادي)

ميدان جنگ اور حجلۂ عرس !

(ميڈم پولين سے محبت)

اِس عورت سے نپولين کو مصر ميں عشق هوا تها -

گيرٹرڈ ارٹيز Gertrüde Aretez جسكي جديد الشيوع كتاب كا ذكر ان صفحات پر هو چكا هے ' ميڈم پولين كي نسبت لكهتا هے :

اس معامله كي تفصيل يه هے كه ۹ - مئي ۱۷۹۸ ع كو نپولين مصر كي فتح كيليے روانه هوا - وہ اپنے دو دشمنوں سے بهت زياده خائف تها ' اور انكي آنكهه بچا كر نكل جانا چاهتا تها - يعني انگريزي امير البحر نلسن ' اور انگريزي جاسوس جان بارنٹ -

اِس سفر ميں نپولين نے چند خاص عورتوں كے سوا عورتوں كي رفاقت ممنوع قرار ديدي تهي - جن عورتوں كو چلنے اجازت مل گئي تهي ' ان ميں خود اسكي داشته ميڈم ورديا بهي تهي جسے وہ اٹلي سے اپنے ساتهه لے آيا تها -

(۲)

اِس فوج ميں ليو فوريس نامي ايک فوجي افسر تها - اسنے حال هي ميں شادي كي تهي - اسكا دل اپني بيوي كي جدائي پر كسي طرح راضي نهيں هوتا تها - مگر مشكل يه تهي كه عورتوں كو ساتهه ليجانے كي ممانعت تهي - آخر اسنے يه تركيب نكالي كه بيوي كو سپاهي كي وردي پهنا كر اپنے ساتهه لے ليا . تا كه دونوں بے روک ٹوک ساتهه رہ سكيں !

اس وقت كے اكثر مورخين كا بيان هے كه ماہ اگست ميں نپولين نے قاهره كے باهر ايک جلسه كيا تها ' جس ميں اسكا پورا جنگي اسٹاف اور تمام عورتيں شامل تهيں - اِسي جلسه كے موقعه پر نپولين نے ميدان ميں اپني فوج كا ايک دسته گهوڑوں پر سوار ديكها - سپاهيوں ميں ايک شخص غايت درجه خوش آواز ' خوبصورت ' اور دلربا تها - نپولين نے جنرل برتيه كو حكم ديا كه اِس شخص كا پته لگا لے - اسي دن شام كو جنرل نے يه عجيب خبر سنائي كه " وہ سپاهي مرد نهيں هے - عورت هے - اور بالخصوص رساله كے ايک افسر كي بيوي هے "

دوسرے دن نپولين نے جنرل كو ايک دعوت منعقد كرنے كا حكم ديا - اِس ميں بڑے بڑے جنرل ' افسر ' اور انكي عورتيں مدعو كي گئي تهيں - خصوصاً ميڈم فوريس بهي خصوصيت كے ساتهه بلائي گئي تهي !

(۳)

چنانچه دعوت كا جلسه منعقد هوا - ميڈم بغير اپنے شوهر كے بلائي گئي تهي - اس كے شوهر نے شروع ميں تو جانے سے منع كيا - ليكن پهر ڈرا ' اور اجازت ديدي - چنانچه تمام مهمان جمع هوئے - حسب معمول نپولين برآمد هوا - سب تعظيماً كهڑے هوگئے - وہ لوگوں سے هنستا بولتا جنرل تک پهنچا ' جسكے پاس ميڈم فوريس اور متعدد ممتاز سپه سالار كهڑے تهے - جنرل قائد اعظم كا خير مقدم بجا لايا ' تشريف آوري پر شكريه ادا كيا ' اور ايک پيالي چائے نوش كرلينے كي درخواست كي - درخواست منظور هوئي ' اور نپولين بيٹهه گيا - ميڈم بالكل اسكے مقابل كهڑي تهي -

ميڈم فوريس نے ديكها ' سپه سالار اسے پر معني نظروں سے ديكهه رها هے - وہ بهت كم عمر تهي - شرما گئي - نپولين اسكي حالت كا بغور مطالعه كرتا رها - مگر بالكل خاموش رها - چائے جلدي ختم كي ' اور بغير ايک لفظ كهے جلسه سے اٹهه گيا -

مهمانوں نے رات كا كهانا كهايا ' اور كافي پينے لگے - ميڈم فوريس جس ميز پر تهي ' اس كے ايک طرف جنرل ڈني بيٹها تها - دوسري طرف جنرل جونو - آخر الذكر نے كافي كي بهري هوئي پيالي جان بوجهه كر اس طرح ميڈم فوريس پر گرا دي ' كه سب نے اسے اتفاقي حادثه سمجها - لوگ لپكے اور خاتون كا لباس صاف كرنے لگے - جنرل جونو نے اپني غفلت پر بڑي فصاحت سے ندامت كا اظهار كيا - فوراً كافي كا دهبه پاني سے دهلوايا گيا جس سے ميڈم كا لباس اور زياده بهيگ گيا - اِس پر جنرل نے كها " آپ كپڑا خشک كرنے كے ليے مكان كي بالائي منزل پر چلي جائيے " ميڈم چلي گئي - وهاں نپولين منتظر بيٹها تها !

(٤)

دعوت كے تيسرے دن ميڈم كے شوهر فوريس كو حكم ملا كه جنرل برتيه سے ملاقات كرے - جنرل نے بڑي بشاشت سے افسر كا خير مقدم كيا ' اور كها " دوست ! تم بڑے هي خوش نصيب هو - كيونكه فرانس جا رهے هو - سپه سالار تمهيں ايک خفيه مهم پر پيرس بهيج رها هے - ايک گهنٹه كے اندر روانه هو جاو - يه لو ' اسكندريه كے سپه سالار كے نام حكم هے كه تمهارے سفر كيليے هر طرح كي سهولتيں بهم پهنچا دے "

فوريس بد حواس هوگيا - حيران تها ' كيا جواب دے ؟ آخر كار انسيدگي سے جنرل كا شكريه ادا كيا اور كها " اگر مجهے فوراً هي روانه هو جانا هے تو ميں اپني بيوي كو بهي ساتهه لے جاؤنگا "

جنرل نے غصه سے كها " بيوي ! كيا تم يه سمجهتے هو كه ايک ايسے نازک كام ميں اپنے ساتهه اپني بيوي كو ليجا سكتے هو ؟ خصوصاً جب كه راسته ميں انگريزي بيڑہ موجود هے اور تمهيں قيد كر لے سكتا هے ؟ "

چراغ رہا ہو ہزاروں معیں ہے، لیکن انہیں معلوم نہیں، انبیاء کرام کا طریق دعوت تو یہ ہے کہ اگر نو سو ننانوے باتیں کہکر چھوڑ دینی پڑیں، اور ہزارویں بات سے مخاطب کے اندر فہم و بصیرت پیدا ہو سکے ' تو انہیں ایسا کرنے میں بھی کبھی تامل نہ ہوگا - وہ ایک کے بعد ایک ' سینکڑوں باتیں چھوڑتے چلے جائینگے - یہانتک کہ مخاطب کے دل کا دروازہ کہل جاے اور حقیقت اور سچائی کی جھلک دیکھہ لے!

(طبیب اور داعی)

افسوس' قرآن کہاں لیجانا چاھتا تھا ' اور دنیا نے اسے سر پر رکھکر کدھر کا رخ کیا! ھمارے مفسرین متکلمین ارسطو کی منطق اور یونانیوں کی دانش فروشیوں میں ایسے گم ہو گئے کہ انہیں دوسری راھوں کی خبر ھی نہ رھی - حالانکہ دنیا میں صرف مناظر اور منطقی ھی نہیں ہوتے - طبیب اور معالج بھی ہوتے ھیں - طبیب کا فرض کیا ہوتا ہے؟ کیا یہ ہوتا ہے کہ مریض سے اس کی جہالت اور نا دانی کی ایک ایک بات پر لڑے اور مناظرہ کرے؟ نہیں ' ہزار بار نہیں - اگر طبیب ' طبیب صادق ہے ' تو اس کی ساری قابلیت صرف اسی ایک نقطہ میں مرکوز رھیگی کہ کسی طرح مریض کو شفا حاصل ہو جاے ' اور کسی طرح موت کی جگہ زندگی کا دروازہ اس پر کھل جاے - بسا اوقات ایسا ہوگا کہ وہ مریض کے لیے ایک غذا تجویز کریگا - اصول طب کے لحاظ سے غذا بہترین غذا ہوگی - لیکن طبیب بہتر نسخہ اور بہتر غذا تجویز کر سکتا ہے - بہتر معدہ خلق نہیں کردے سکتا - بہت ممکن ہے ' مریض کا معدہ اتنا قوی نہ ہو کہ اس درجہ کی مقوی غذا کا متحمل ہوسکے - جونہی طبیب کو معلوم ہوگا کہ میری تجویز کی ہوئی غذا اسے پچ نہیں سکتی ' وہ فوراً اسے ترک کر دیگا ' اور دوسری غذا تجویز کر دیگا - اگر دوسری غذا بھی مریض ھضم نہ کرسکا ' تو عجب نہیں تیسری غذا تجویز کردے - بلکہ ہوسکتا ہے ' چوتھی اور پانچویں تک نوبت پہنچے - جب تک مریض غذا ھضم نہ ہوسکنے کی شکایت کرتا رھیگا ' طبیب غذا بدلتا رھیگا - وہ کبھی یہ نہیں کریگا کہ ایک ھی غذا تجویز کرکے اس پر اڑ جاے ' اور خواہ بدبخت مریض ھضم کرسکے یا نہ کرسکے؛ یہ رھی لقمے اسکے حلق میں ٹھونستا رہے - اگر ایسا کریگا ' تو یقیناً وہ طبیب نہ ہوگا ' نوع انسانی کا سب سے زیادہ جاھل فرد اور سب سے بڑا قاتل ہوگا!

انبیاء کرام کے اعمال دعوت کے لیے اگر انسانوں کے کسی عمل سے مشابہت پیدا کی جا سکتی ہے ' تو وہ حکماء کی حکمت اور مناظرین کا مناظرہ نہیں ہے - اطباء کا معالجہ ہے - طبیب جسم کا علاج کرنا چاھتا ہے - انبیاء روح و دل کے روگ دور کرنا چاھتے ھیں - ان کا سلوک بھی اپنے مریضوں کے ساتھہ ھمیشہ ویسا ھی ہوتا ہے - جیسا ایک طبیب کا ہونا چاھیے - وہ مریض سے مناظرہ کرنا نہیں چاھتے - اسے تندرست کرنا چاھتے ھیں - وہ بسا اوقات علم و یقین کی ایک دماغی غذا مریض کے سامنے رکھتے ھیں - غذا ہر طرح مفید اور بہتر سے بہتر ہوتی ہے - لیکن انہیں معلوم ہوجاتا ہے کہ جہل و ضلالت نے مریض کی فکری حالت اس درجہ خراب کردی ہے ' کہ یہ غذا اس کا دماغ ھضم نہیں کرسکتا - پہلے اس کی سمجھہ کی کجی اور دل کی گمراھی ساتھہ نہیں دیتی - جونہی انہیں اس حالت کا احساس ہوتا ہے' ایک طبیب حاذق کی طرح فوراً غذا بدل دیتے ھیں' اور کوئی دوسری غذا جو اس کا معدہ فکر ھضم کرسکے' سامنے رکھدیتے ھیں - انہیں اس بات کی بالکل پروا نہیں ہوتی کہ پہلی غذا کیوں بدلنی پڑی؟ اس لیے کہ مقصود کسی خاص غذا کا کھلادینا نہیں ہے' بلکہ ایسی غذا کا کھلانا ہے جو مریض ٹھیک طور پر ھضم کرسکے - ھضم کی استعداد کے لحاظ سے ہر مریض کی حالت یکساں نہیں ہوتی - ایک مریض کے لیے دودھہ سے زیادہ زود ھضم غذا کوئی نہ ہوگی - لیکن یہی دودھہ دوسرے مریض کے لیے ناقابل ھضم ہوگا - جو حال جسم کے لیے معدہ کا ہے - وھی حال دماغ کے لیے فکر کا ہے - ذھن و فکر کا ایک بیمار ایسا ہوگا جو ایک خاص طرح کی دانائی قبول کرلے سکتا ہے ' لیکن ایک دوسرے بیمار دل کے لیے وھی بات ناقابل فہم و تاثر ہوگی - انبیاء کرام علم و یقین کی بہتر سے بہتر دانائی رکھتے ھیں ' لیکن دماغ و فکر پیدا نہیں کردے سکتے - دودھہ کے بہتر غذا ہونے پر کون حرف لا سکتا ہے؟ لیکن اس کا کیا علاج کہ بد نصیب مریض نے اپنا معدہ کھو دیا ہے [illegible] جیسی [illegible] اور زود ھضم غذا بھی ھضم نہیں کرسکتا؟

یہی معنی ھیں اس آیت کریمہ کہ: انك لا تهدى من احببت و لكن الله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم! (۲۸ : ۵٦)

حالانکہ انبیاء کرام کے ھادی ہونے پر خود قرآن بار بار شہادتیں دے چکا ہے کہ: و انك لتهدى الى صراط مستقيم! (۴۲ : ۵۲)

تو مطلب یہی ہے کہ پہلی قسم کی آیات میں استعداد اور قابلیت خلق کرنے کی نفی ہے ' اور دوسری میں استعداد رکھنے والوں پر سچائی کی راہ کھولدینے کا اثبات ہے -

(بابل کا طبیب حق)

کئی ہزار برس گزرے ' اس بیمارستان ھستی میں ایک طبیب حق ابراھیم خلیل بھی تھے - ان کا سابقہ بابل کے ایک مریض سے پڑا - یہ پادشاھی کے گھمنڈ کا روگی ' اور جہل و طغیان کی بیماریوں سے بد حال تھا - انھوں نے اس کے سامنے علم و بصیرت کی ایک غذا رکھی: " ربى الذى يحيى و يميت " میرا تو اس پروردگار پر ایمان ہے جس کے قبضہ و تصرف میں ھماری موت و حیات ہے - یہ بہتر سے بہتر غذا تھی جو شک اور انکار کے کسی مریض کے لیے ہوسکتی ہے - لیکن مریض اپنے معدہ کی صلاحیت بالکل کھو چکا تھا - وہ اتنی ھلکی اور سادہ غذا بھی ھضم نہ کرسکا - جہل و طغیان کے ھیجان میں بول اٹھا " انا احيى و اميت " اگر تمھارے پروردگار کی یہی صفت ہے تو یہ بات تو مجھے بھی حاصل ہے - لاکھوں انسانوں کی جان میرے قبضۂ اختیار میں ہے - جسے چاھوں ھلاک کر ڈالوں - جسے چاھوں ' زندگی بخش دوں - یہ جواب سن کر حضرت ابراھیم کو معلوم ہوگیا کہ غذا گو بہتر تھی ' لیکن مریض کے معدے میں اتنی بھی صلاحیت نہیں کہ اسے ھضم کرسکے - انھوں نے فوراً پہلی قاب ھٹالی ' اور ایک دوسری غذا پیش کردی: " فان الله يأتى بالشمس من المشرق ' فأت بها من المغرب! " اچھا ' اگر ایسا ھی ہے ' تو دیکھو ' یہ سورج ھمارے سروں پر چمک رہا ہے -: یہ ہر روز پورب سے نکلتا ہے اور پچھم کی طرف غروب جاتا ہے - تم اسے ایک مرتبہ پچھم سے نکال دکھاؤ! یہ غذا ٹھیک اسکے معدہ کی استعداد کے مطابق تھی - حلق سے اتری ' اور ھضم ہوگئی: " فبهت الذى كفر " اب اس میں کج بحثی کا دم خم نہ رہا - دم بخود ہوکر رہگیا!

خدا را غور کیجیے - بات کتنی صاف اور دلاویز تھی ' اور لمفسرین نے اسے کس طرح مشکلوں اور پیچیدگیوں کا گورکھہ دھندا بنا دیا ہے؟ اگر حضرت ابراھیم کا طریق بیان مجادلانہ ہوتا - ھدایت کا نہ ہوتا - تو وہ اپنی پہلی بات ھی پر مخاصم سے الجھہ پڑتے '

باب التفسیر

حجۃ ابراہیمی

آیۂ کریمہ " الم تر الی الذی حاج ابراہیم " کي تفسیر

قرآن حکیم کا اسلوب بیان اور طریق استدلال

تفسیر کا قرآني اور غیر قرآني طریقہ

(از مولانا ابو الکلام)

(٤)

(آیۂ زیر تدبر کي تفسیر)

اب آیت زیر تدبر پر غور کیجیے :-

الم تر الی الذی حاج ابراهیم فی ربه أن اتاه الله الملك ، اذ قال ابراهیم : ربی الذی یحیی و یمیت ـ قال : انا احی و امیت ـ قال إبراهیم : فان الله یاتی بالشمس من المشرق فأت بها من المغرب ! فبهت الذی کفر ، و الله لا یهدی القوم الظالمین ! (۲ : ۲٦۰)

اے پیغمبر ! کیا تمہیں اُس شخص کا حال نہیں معلوم جس نے محض اِس وجہ سے کہ خدا نے اُسے پادشاہت دے رکھي تھي ‘ جہل و غرور میں سرشار ہوکر ابراہیم سے اُس کے پروردگار کے بارے میں حجت کي ؟ جب ابراہیم نے کہا : میرا پروردگار وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے - تو اُس نے کہا ‘ یہ تو میں بھي کرسکتا ہوں - میں جسے چاہوں ‘ ماردوں - جسے چاہوں زندگي بخش دوں - اِس پر ابراہیم نے کہا : اچھا ‘ اگر ایسا ہي ہے تو خدا ہمیشہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے - تم مغرب سے نکال دکھاؤ ! یہ سنکر وہ ہکا بکا رہگیا - اور اللہ کا قانون یہ ہے کہ ظلم کرنے والوں پر ہدایت کي راہ کبھي نہیں کھلتي !

(۱) سب سے بڑا الجھاؤ جو اس آیت کي تفسیر میں پڑگیا ہے ‘ وہ حضرت ابراہیم کا انداز سخن ہے - جب مخاطب نے ایک ایسي بات کے جواب میں جو اثبات مدعا کیلیے قطعي اور نہایت درجہ واضح تھي ‘ جہل و غرور سے ایک نہایت لغو بات کہدي ‘ تو حضرت ابراہیم نے نہ تو اپني بات کي مزید تشریح کي ‘ نہ مخاطب کو اُس کے جہل و نا فہمي پر متنبہ کیا ‘ بلکہ فوراً پہلي بات چھوڑکر ایک دوسري بات کہدي - " فان اللہ یاتي بالشمس - الخ " مفسرین نے طرح طرح کي توجیہیں کي ہیں ‘ مگر سررشتۂ تفسیر میں کچھہ ایسي گرہ پڑگئي ہے کہ کوئي ناخن تاویل بھي اُسے نہیں کھول سکتا - بڑي تحقیق کي بات جو حضرت امام رازي نے ڈھونڈھہ نکالي ہے ‘ یہ ہے کہ یہ دو مختلف دلیلیں نہیں تھیں - ایک ہي دلیل کي مختلف مثالیں تھیں - لیکن اول تو دونوں دلیلوں میں ربط و مناسبت پیدا کرنے کے لیے سبب و واسطہ اور حرکت افلاک کي بحثیں پیدا کي گئي ہیں ‘ اور وہ اس قدر دور ازکار اور بے معني ہیں کہ انہیں تسلیم کرلینا قرآن کو قرآن کي جگہ کوئي دوسري چیز بنا دینا ہے - ثانیاً ‘ خود امام صاحب چار سطر پہلے معترض کي زباني ہمیں سنا چکے ہیں کہ رجوع خواہ دلیل سے کیا جائے خواہ مثال سے ‘ لیکن مستدل کے لیے ضروري ہے کہ معارض کے جواب کي غلطي ظاہر کردے ‘ ورنہ اُس کا عجز ثابت ہوجایگا - پس اگر دلیل کو مثال بنانے کي یہ ساري مصیبت گوارا بھي کرلي جائے ‘ جب بھي بات بنتي نہیں - اعتراض جوں کا توں باقي رہجاتا ہے -

اصل یہ ہے کہ یہ ساري مصیبت اسي لیے پیش آئي ہے کہ اس مکالمہ کو منطقي " مناظرہ " قرار دیدیا گیا ہے - مناظرہ کا مقصود انکشاف حق نہیں ہوتا - إسکات خصم ہوتا ہے - اس لیے مناظر کا فرض ہوتا ہے کہ ایک بات پیش کرکے اُس پر اس طرح جم جائے ‘ کہ خواہ زمین و آسمان اپني جگہ سے ٹل جائیں ‘ لیکن وہ اپني جگہ سے نہ ہلے - اگر مخاطب کي سمجھہ ساتھہ نہیں دیتي ‘ تو ہزار مرتبہ نہ دے - اُس کي بلا سے - وہ اُس کا جہل ثابت کردیگا ‘ اور مخاطب کا جہل ثابت کرکے اُسے ذلیل اور لا جواب بنا دینا ہي اُس کي بڑي سے بڑي جیت ہے - باقي رہي یہ بات کہ جو بات مخاطب کے ذہن نشین کرني تھي ‘ وہ اُس کے دل میں اُتر سکي یا نہیں ؟ تو مناظر کو نہ تو اِس کي پروا ہوتي ہے ‘ نہ فن مناظرہ کا یہ مقصود ہے - مناظر صرف یہ چاہتا ہے کہ مخاطب کو میدان سخن میں ہرا دے - یہ مقصود جس طرح بھي حاصل ہوجائے ‘ اُس کي جیت ہے - ہمارے متکلمین کي نظر میں چونکہ انبیاء کرام کي بھي سب سے بڑي فضیلت یہي تھي کہ وہ مناظر اور منطقي ہوں ‘ اس لیے اِسي اعتبار سے اس مکالمہ پر بھي نظر ڈالتے ہیں ‘ اور قدرتي طور پر چاہتے ہیں کہ ایک شاطر مناظر کي طرح حضرت ابراہیم بھي اپني بات پر اڑ جاتے ‘ اور خواہ اُن کا مخاطب سمجھہ سکتا یا نہ سمجھہ سکتا ‘ یہ اُسي پر لڑتے جھگڑتے رہتے - اگر اُس نے جہل و غرور سے ایک لغو بات کہدي تھي ‘ تو چاہیے تھا کہ یہ اُس کي لغویت اور جہالت پر ایک لمبي چوڑي تقریر فرماتے - پھر اگر وہ اُس کے جواب میں بھي کوئي بکواس کر دیتا - تو یہ اُس کے جواب الجواب میں آستنیں چڑھا لیتے - یہاں تک کہ صرف اپني دلیل کي شرح و توضیح اور رد و جواب ہي میں شام کر دیتے !

لیکن ہمارے مفسرین بھول گئے - اُنہیں یاد نہیں رہا کہ ابراہیم خلیل ‘ داعي حق تھے - مناظر و مجادل نہ تھے - اور اِسي ایک بنیادي فرق نے اُنکي راہ مناظرہ و مجادلہ کي ساري راہوں سے الگ کردي تھي - اُنکا کام یہ نہ تھا کہ کسي خاص دلیل پر اڑ جائیں ‘ یا مخاطب کے إظہار جہل و عجز کا کوئي موقعہ ہاتھہ سے نہ دیں - اُن کا کام یہ تھا کہ برگشتہ دلوں کو سچائي کي راہ دکھلا دیں - وہ دلیلوں کے تحفظ کیلیے بلکہ حق اور ایمان کي حفاظت کیلیے لڑتے تھے - اِس مکالمہ میں تو حضرت ابراہیم نے صرف اِتنا ہي کیا کہ ایک بات چھوڑ کر دوسري بات کہدي ‘ اور اِسي پر ہمارے مفسرین

مقالات

ہدایت یہی ہے کہ جن لوگوں نے ظلم و طغیان کی راہ اختیار کرلی ہے ' اُن پر ہدایت و سعادت کی راہ نہیں کھلتی !

(منطقی شبہات)

(۴) ہمارے مفسرین کو صرف اسی کی فکر نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم کو منطقی اور مناظر ثابت کر دکھالیں ' بلکہ وہ نمرود کے لیے بھی بہت متفکر ہیں - اُن کی کوشش یہ ہے کہ اُس کی کوئی بات بھی فلسفیانہ دقیقہ سنجی سے خالی نہ جائے - چنانچہ اُس کے اس قول کی توجیہ میں کہ " انا احی و امیت " حضرت امام رازی نے بڑی بڑی کاوشیں کی ہیں ' اور بالآخر اسے واسطہ اور سبب کے جھگڑوں میں لے گئے ہیں - لیکن اب آپ سمجھہ گئے ہونگے کہ یہ تمام کاوشیں قطعاً دور از کار اور بے معنی ہیں - قرآن حکیم اس جاہل متمرد کا جہل و غرور دکھلا رہا ہے - ہمارے متکلمین کی طرح اُسے فیلسوف ثابت کرنا نہیں چاہتا - یہ تمام توجیہیں بھی کہ اُس نے ایک واجب القتل قیدی کو چھوڑ دیا تھا اور ایک کو قتل کردیا تھا ' قطعاً غیر ضروری اور مکالمہ کی حقیقت سے دور لیجانے والی ہیں - " انا احی و امیت " کا صاف مطلب وہی ہے جو ایک مغرور اور بر خود غلط بادشاہ کا ہمیشہ ایسے متکبرانہ دعوؤں سے ہوا کرتا ہے -

(۵) اب آپ نے سمجھہ لیا ہوگا کہ جس قدر شبہات پیدا ہوئے تھے ' فی الحقیقت اُن میں سے کسی شبہ کی بھی یہاں گنجایش نہیں - بڑے شبہات امام صاحب کے اور آپ کے پیدا کیے ہوئے یہ تھے کہ نمرود اگر مدعی تھا تو دلیل اُسے پیش کرنی تھی ' نہ کہ حضرت خلیل کو ' اور جب حضرت خلیل نے ایک دلیل پیش کردی تو اُس سے رجوع کیوں کیا ؟ لیکن یہ تمام شبہات غیر متعلق ہوجاتے ہیں جب واضح ہوجاتا ہے کہ نہ تو یہ مناظرہ مصطلحۂ فن تھا ' نہ مخاصم کی حیثیت مدعی کی تھی ' اور نہ انبیاء کرام مناظرانہ طریقہ سے رد و کد کرتے ہیں - باقی رہا یہ شبہ کہ جب مخاصم نے پہلی بات کے جواب میں ایک جاہلانہ دعوی کردیا تھا ' تو دوسری بات کے جواب میں بھی کوئی نہ کوئی بات کہہ سکتا تھا ' تو اس شبہ کی بھی اب کوئی گنجایش نہیں رہی - یہ شبہ اس لیے پیدا ہوا تھا کہ " فبہت الذی کفر " کے معنی مناظرہ میں لا جواب ہوجانے کے سمجھے گئے تھے - لیکن جب واضح ہوگیا کہ " بہت " سے یہاں مقصود بات بنانے میں لا جواب ہوجانا نہیں ہے ' بلکہ ایک سچی بات سے متاثر ہو کر ہکا بکا رہجانا ہے ' تو ظاہر ہے ' یہ شبہ کیوں وارد ہو ؟ جب ایک حقیقت جس کے جھٹلانے اور نہ دیکھنے کی وہ کوشش کر رہا تھا ' اس کے سامنے بے نقاب ہوگئی ' تو اُس میں کم بحثی کا دم خم باقی نہ رہا - انچار اور دم بخود ہوکر رہگیا -

---

جدید مذہب روحی

تاریخ ظہور ' موافقین و مخالفین ' اور نقد و تبصرہ

تقریباً تین ماہ گزرے ' مطبوعات جدیدہ کے سلسلہ میں ایک کتاب کا ذکر ان صفحات پر کیا گیا تھا ' جس میں سر کونن ڈائیل کے بعض مضامین یورپ کے جدید مذہب روحی کی تائید میں شائع ہوئے تھے - اس تحریر کے آخر میں ہم نے وعدہ کیا تھا کہ آیندہ اس موضوع پر تفصیل کے ساتھہ نظر ڈالینگے -

اس تحریر کی اشاعت کے بعد ' قارئین الہلال میں سے متعدد حضرات نے اس موضوع سے اپنی غیر معمولی دلچسپی ظاہر کی ' اور بار بار اصرار کیا کہ اس بارے میں تفصیل کے ساتھہ بحث کی جاے - آج ہم چاہتے ہیں ' ایک سلسلۂ مقالات اس موضوع پر شروع کریں - اس سلسلہ میں حسب ذیل امور یکے بعد دیگرے بحث و بیان میں آئینگے :

(۱) جدید مذہب روحی کے ظہور و اشاعت کی مختصر تاریخ
(۲) موافق اور مخالف علماء کے آراء
(۳) بعض مشہور اور علمی نوعیت کے تجارب اور عملیات
(۴) موافقین و مخالفین کی رائیوں کا موازنہ اور تبصرہ

(ظہور و اشاعت کی تاریخ)

سنہ ۱۸۵۹ - میں نیو یارک امریکہ کے ایک گاؤں ہیڈس ویل نامی میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا - جان فاکس نامی ایک شخص کا خاندان ہر روز اپنے گھر میں ایک خاص قسم کی کھٹ کھٹ سنا کرتا تھا - ایک دن مسز فاکس نے جرأت کرکے اس آواز کو مخاطب کیا :

" کیا تم کوئی روح ہو ؟ "

پھر اُس سے طے کیا کہ جواب میں اثبات کی علامت ایک خاص طرح کا کھٹکا ہے ' اور نفی کی علامت ایک خاص طرح کا - چنانچہ سوال و جواب ہوتے رہے ' اور عورت کو معلوم ہوگیا کہ آواز واقعی ایک روح کی ہے جو اسی گھر میں رہتی ہے - پڑوسیوں نے ایک آدمی اِس مکان میں قتل کرکے دفن کردیا تھا اور اُس کا مال لوٹ لیا تھا - یہ اُسی کی روح ہے -

عورت نے فوراً پولیس کو خبر پہنچائی - حکام نے آکر اُسی طریقے پر روح کا بیان اپنے کانوں سے سنا - پھر وہ مقام کھودا گیا جہاں روح نے لاش مدفون بتائی تھی - لاش مل گئی ' اور بالآخر قاتلوں کا پتہ بھی چل گیا !

وہ کہتے، میرا مطلب جلانے مارنے سے یہ نہیں ہے جو تم سمجھے ہو - نتیجہ یہ نکلتا کہ اصل مدعا کی جگہ ایک خاص دلیل اور اس کے مفہوم کی بحث چھڑ جاتی، اور مخاصم کے لیے حقیقت کے فہم و بصیرت کا موقعہ ہی نہیں آتا - لیکن اُن کی راہ ہدایت و دعوت کی راہ تھی - اُنہوں نے ایک دقیقہ کے لیے بھی اپنی نظر اصل مدعا سے نہیں ہٹائی - جونہی معلوم ہوا کہ پہلی بات اپنے جہل و غرور کی وجہ سے وہ نہیں سمجھ سکا ہے، تو بغیر کسی تامل کے اُسے چھوڑ دیا - ایک دوسری بات پیش کر دی - یہ بات اس کی فکری استعداد کے ٹھیک مطابق تھی - نتیجہ یہ نکلا کہ تیر نشانہ پر لگ گیا - اگر حضرت ابراہیم کو ایک بات چھوڑنے کی جگہ ایک ہزار باتیں چھوڑنی پڑتیں، جب بھی انہیں اس میں تامل نہ ہوتا!

(مکالمہ کی تفسیر)

(۳) میں نے سب سے پہلے مکالمہ کے اسی پہلو پر نظر ڈالی، کیونکہ بغیر اسکے اُس کی حقیقی نوعیت واضح نہیں ہو سکتی تھی - اب آیات کی ترتیب بیان کے مطابق پورے مکالمہ کی تفسیر سمجھ لیجیے:

" أن اٰتاہ اللہ الملک " کی تفسیر اور اس کی ضمیر کے مرجع کے تعین میں مفسرین نے بیکار دماغ سوزی کی ہے - حالانکہ مطلب بالکل صاف تھا - یہ قرآن حکیم کا معجزانہ ایجاز بلاغت ہے کہ صرف ایک جملہ کہکر معاملہ کی پوری نوعیت آشکارا کر دی - جس انسان نے حضرت ابراہیم سے اُن کے رب کے بارے میں کج بحثی کی تھی، قرآن واضح کر دینا چاہتا ہے کہ اُس نے ایسا کیوں کیا تھا؟ کونسی چیز تھی جس نے اسکے اندر گمراہی کا ایسا طغیان اور سرکشی کا ایسا ہیجان پیدا کر دیا کہ پروردگار عالم کا نام سنکر بھی اپنے تکبر اور خود پرستی کے دعوے سے باز نہیں آیا؟ " أن اٰتاہ اللہ الملک "! - یہ سب کچھ اسلیے تھا کہ وہ پادشاہ تھا - یعنی یہ تاج و تخت کی بڑائی اور حکومت کے ذاتی اختیارات کا گھمنڈ تھا، جس نے اُسے اس درجہ مغرور اور بر خود غلط بنا دیا تھا - اس تصریح سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ قرآن حکیم کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ شخص شخصاً خدائی کا مدعی تھا - کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کیوں کہا جاتا کہ " ان اتاہ اللہ الملک " پس معلوم ہوا، یہ پادشاہت کا گھمنڈ تھا، اور پادشاہت کے گھمنڈ سے گمراہی کی ایسی ہی فکری حالت پیدا ہو جایا کرتی ہے -

" حاج ابراہیم فی ربہ " سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم نے جب اُس پادشاہ کو ظلم و استبداد اور فساد و طغیان پر سرزنش کی، اور پروردگار عالم کے احکام سے سرکشی کرنے کے نتائج سے ڈرایا، تو وہ حضرت ابراہیم سے کج بحثی کرنے لگا - یعنی اُس خدا کے بارے میں کج بحثی کرنے لگا جس کی مدد و نصرت کے بھروسہ پر وہ تن تنہا ایک جابر و قاہر پادشاہ کا مقابلہ کر رہے تھے، اور ڈرنے کی جگہ ڈرا رہے تھے! چونکہ وہ اپنے دیوتاؤں کی پرستش کرنے کے سوا اور کسی طریق عبادت سے آشنا نہ تھا، اس لیے اُس نے کہا: وہ تمہارا خدا کون ہے اور کہاں ہے جس کی مدد کے بھروسے پر میرے سامنے آ کھڑے ہوئے ہو، اور مجھ جیسے طاقتور پادشاہ کو بے باکانہ سرزنش کرنے کی جرات کرتے ہو؟ حضرت ابراہیم نے اس کے جواب میں کہا: " ربی الذی یحیی و یمیت " - تمہارے دیوتاؤں کی طرح میرا کوئی خاص دیوتا نہیں ہے - میرا ایمان تو اُس پروردگار عالم پر ہے جس کے قبضہ و تصرف میں تمام مخلوقات کی موت و حیات ہے -

حضرت ابراہیم کا یہ ارشاد کوئی فلسفیانہ استدلال نہ تھا - اُنہوں نے ایک ایسی سیدھی سادی بات کہدی تھی، جس کا فطری طور پر ہر انسان کے دماغ میں اذعان موجود ہے - بشرطیکہ اُس نے اپنی خلقی بصیرت بالکل ضائع نہ کر دی ہو - ہر انسان وجدانی طور پر محسوس کرتا ہے کہ موت و حیات ایک ایسی چیز ہے، جس کا اختیار صرف اُسی ذات کے ہاتھ میں ہے جو اِس تمام کارخانۂ ہستی کی خالق ہے - اُس کے سوا کوئی نہیں جو زندگی کا بخشنے والا اور پھر زندگی پر موت طاری کر دینے والا ہو - بات بالکل صاف اور واضح تھی - لیکن بابل کا متکبر پادشاہ جو اپنی پادشاہی کی طاقتوں کے نشہ میں چور تھا، حضرت ابراہیم کو زک دینے کے لیے اور ان کی دعوت ایمانی کی تحقیر کے لیے بول اُٹھا " انا احی و امیت " واہ، یہ تمہارے خدا کی کونسی بڑی طاقت ہوئی کہ مارتا ہے اور جلاتا ہے - یہ بات تو مجھے بھی حاصل ہے - ہزاروں لاکھوں انسانوں کی جان میرے قبضۂ و تصرف میں ہے - میں پادشاہ ہوں - جسے چاہوں قتل کر ڈالوں، جسے چاہوں بخشدوں -

بلا شبہ یہ جواب انتہا درجہ جہل و ضلالت کا جواب تھا - حضرت ابراہیم نے کیا بات کہی تھی، اور اس مغرور نے اُس کا مطلب کیا سمجھا - لیکن چونکہ حضرت ابراہیم کا طریق مخاطبت " ہدایت " کا طریقہ تھا - " جدل " کا نہ تھا، اسلیے اُسکی جاہلانہ بات پر بالکل متوجہ نہ ہوے - وہ سمجھ گئے - غذا اگرچہ نہایت عمدہ غذا تھی، لیکن اس بیمار کا معدہ ہضم نہ کر سکا - اسے دوسری غذا دینی چاہیے - چنانچہ انہوں نے فوراً دوسری بات فرما دی " فان اللہ یاتی بالشمس الخ " یہ بات سنکر اس متمرد کی ساری کج بحثی ختم ہو گئی، اور اچانک حقیقت کی جھلک سامنے آ گئی - موت اور حیات والی بات اگرچہ ایک حق پسند انسان کیلیے نہایت واضح بات تھی، لیکن اس مغرور و جاہل کی فکری حالت شدت طغیان و غفلت سے اس قدر مسخ ہو چکی تھی، کہ کج بحثی کی ایک راہ نکال ہی لی - لیکن یہ دوسری بات اُس کی فکری حالت کے مطابق اس درجہ اوقع فی النفس تھی، کہ حقیقت کی طرف سے آنکھ بند کر لینے کا کوئی موقعہ باقی نہ رہا - سورج سر پر چمک رہا تھا - اور وہ ہر روز کی طرح آج بھی مشرق ہی سے نکلتا ہوا دکھائی دیا تھا، اور مغرب ہی کی طرف غروب ہونے کیلیے ڈھل رہا تھا - صدیوں سے، ہزاروں برس سے، ہمیشہ سے، ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے - کبھی ایسا نہیں ہوا ہے کہ اسکی مقررہ رفتار میں یا طلوع و غروب کی جہتوں میں فرق پڑا ہو - پھر کیا دنیا کا کوئی حکمران، دنیا کا کوئی شہنشاہ، دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی ایسی ہے جو ایک دن کیلیے اُس کا رخ بدل دے؟ ایک دن کے لیے نہیں، ایک گھنٹہ کیلیے، ایک دقیقہ کیلیے، اُسکی رفتار میں اپنی مرضی سے فرق ڈال دے؟ یہ حقیقت تھی جو اُس جاہل و مغرور کے سامنے نمایاں ہو گئی - اگرچہ اُس کی غفلت و شقاوت اس درجہ تک پہنچ چکی تھی کہ وہ اب بھی سر جھکانے کیلیے طیار نہیں تھا، لیکن حقیقت کے سامنے آ جانے کے بعد شوخ چشمی سے کج بحثی کرنے کا دم خم بھی نہیں رہا تھا: " فبہت الذی کفر " - اور چونکہ باوجود حقیقت کے نمایاں ہو جانے کے وہ اعتراف حق پر آمادہ نہیں ہوا، اسلیے فرمایا " و اللہ لا یہدی القوم الظالمین " خدا کا قانون

پھر جب یہی عالم رائل سوسائٹی کا صدر منتخب ہوا ' تو اُس نے اپنی صدارتی تقریر میں اِس مذہب کی طرف اشارہ کرتے ہوے کہا :

" میں نے مسلسل ۳۵ - سال اِس مذہب کی تحقیق کی ہے - بہت سی نئی معلومات بھی حاصل کی ہیں - میں عنقریب ایک نئی کتاب شایع کرنے والا ہوں "

اِس مذہب کے ابتدائی ماننے والوں میں ایک جلیل القدر نام الفرڈ رسل ویلس کا بھی ہے - یہی وہ مشہور عالم ہے جس نے ٹھیک اُسی زمانہ میں مذہب نشؤ و ارتقاء کا اکتشاف کیا تھا ' جبکہ ڈارون کو اُس کا سراغ ملا تھا - اِس نے اِس مذہب کے بارے میں دو مستند کتابیں " دور جدید کے معجزات " اور " مذہب روحی کی مدافعت " کے نام سے شایع کیں - ازل الذکر کتاب میں لکھتا ہے :

" میں سراسر ملحد تھا - اپنے مادی مذہب کے سوا کسی بات پر بھی یقین نہیں رکھتا تھا - میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اِس عالم میں مادہ اور اس کی قوت کے سوا کوئی روحانی زندگی بھی موجود ہے - لیکن میں نے بے شمار تجربوں اور مشاہدوں کے بعد اپنے آپ کو مجبور پایا کہ اِس جدید مذہب کی تصدیق کروں - ...... یہ اُس وقت کی بات ہے جب میں روح کے وجود کا قائل نہ تھا - بہت مدت کے بعد مجھے ماں لینا پڑا کہ یہ امور واقعی روح ہی کے ذریعہ واقع ہوتے ہیں ' کیونکہ اُن کی کوئی دوسری تعلیل ممکن ہی نہیں ہے "

مشاہیر علماء میں ایک اٹالین عالم لومبروزو Lombroso ہے - یہ علم الجرائیم کا بانی ہے - پہلے یہ اِس مذہب کا سخت مخالف تھا اور اس کے ماننے والوں کو مجنون قرار دیتا تھا - لیکن تحقیقات اور ذاتی تجربہ کے بعد اُس کا پر جوش حامی بن گیا - اُس نے مشہور فرنچ عالم فلکیات فلا مریوں Camille Flammarean اور فرنچ اکاڈیمی کے پروفیسر چارلس ریشیے کے ساتھ ملکر اِس مذہب کا طویل مطالعہ کیا اور اپنی تحقیقات کے نتائج ایک کتاب کی صورت میں شائع کیے - اس کتاب کے مقدمہ میں وہ لکھتا ہے :

" اپنی خاص علمی تربیت اور نفسی میلان کی بنا پر میں مذہب روحی کا سب سے بڑا دشمن تھا - مجھے یہ بات بالکل بدیہی معلوم ہوتی تھی کہ ہر قوت مادہ ہی کا ایک خاصہ ہے ' اور ہر فکر ' دماغ ہی کا ایک فعل ہے - اس کے سوا میں کچھ تصور ہی نہیں کر سکتا تھا - میں اِس مذہب کے ماننے والوں کا مضحکہ اڑایا کرتا تھا - لیکن حق و حقیقت پر میری فریفتگی بالآخر میرے میلان نفس پر غالب آگئی - مسلسل تجربوں اور مشاہدوں کے بعد اب مجھے اس پر پورا یقین ہے "

اِن کے بعد پروفیسر ہاڈسن ' پروفیسر میرس (کیمبرج) سٹنون موزس (آکسفورڈ) سر جان کاکس ' پروفیسر پارکس ' مسٹر گلاڈسٹون ' مسٹر بالفور وغیرہ انگریز علماء اور مدبروں نے بھی اِس کی تحقیقات کی ' اور اعتراف پر مجبور ہو گئے -

اِسی طرح فرانسیسی علماء میں قابل ذکر چارلس ریشیے کیمیل فلا مریوں ' ڈاکٹر مکسویل ' پییر گانیہ ' پیر دورو ' باواترک وغیرہ ہیں - جرمنی اور امریکا کے بہت سے اقطاب علم بھی اِس کے معتقد ہو چکے ہیں - اُن کے نام اور مباحث آیندہ اپنے محل میں آئینگے -

مشہور فرانسیسی عالم فلسفہ ' جان وینو نے سنہ ۱۸۹۵ع میں کہا تھا :

" یہ فرض نہیں کیا جاسکتا کہ یہ تمام علماء فریب اور تدلیس کے ذریعہ ' اوہام و خرافات کی برباد شدہ حکمرانی پھر قائم کر دینی چاہتے ہیں - اِس خیال کی بھی گنجائش نہیں کہ یہ لوگ بالکل سادہ لوح ہیں ' اور اپنی حماقت کی وجہ سے اِن امور پر یقین لے آئے ہیں ' کیونکہ علمی تجارب میں اِن اکابر علم کی دقت نظر معلوم و مسلم ہے "

علم نفسیات کا مشہور ماہر پیر جانی اپنی کتاب میں جو اِسی موضوع پر ہے ' لکھتا ہے :

" مذہب روحی ' ہر اعتبار سے دقیق مطالعہ اور اصولی بحث کا مستحق ہے - اِس میں شک اور تضحیک کی بالکل گنجائش نہیں ہے - ہمیشہ فریب ' فریب ' پکارتے رہنا بھی صحیح نہیں ہے - کیونکہ یہ تحریک جس نے یورپ میں اپنے بے شمار مراکز قائم کرلیے ہیں اور عقلاء و علماء کا ایک جم غفیر اُس کا علم بردار بن گیا ہے ' سراسر دھوکا اور فریب نہیں ہوسکتی - ضرورت ہے کہ منکرین ایمانداری کے ساتھ اُس کا مطالعہ کریں "

پروفیسر چارلس ریشیے (رکن فرانسیسی اکاڈیمی اور مدرس طبی یونیورسٹی) اپنے ایک مقالہ میں جو اُسکے مقالات کے مجموعہ مطبوعۂ سنہ ۱۸۹۳ میں شایع ہوا ہے ' لکھتا ہے :

" یہ ناممکن ہے کہ انگلستان ' امریکا ' فرانس ' جرمنی ' اٹلی کے یہ تمام علماء و فلاسفہ فریب خوردہ ہوں - منکرین ' روحی مذہب پر جتنے بھی اعتراض کرتے ہیں ' سب کے سب اِن علماء کے پیش نظر تھے - فریب سے بچنے کے لیے بھی وہ پوری احتیاط برتتے تھے - میں ہرگز تسلیم نہیں کرسکتا کہ یہ تمام عقلاء سراسر وہم و مکر کا شکار ہوگئے ہوں "

مشہور فرانسیسی عالم گبریل دولی اپنی کتاب میں جو محاضرات ارواح پر لکھی ہے ' لکھتا ہے :

" جب رابرٹ ہیر ' موابس ' اور انھوں کے درجہ کے لوگ امریکا میں ' اور کروکس ' والس ' لواج ' انگلستان میں ' اکزاکوف ' بٹرولوف ' روس میں ' فیشنر ' زولنگ ' جرمنی میں ' کسی بات کی صحت پر زور دیں ' تو ہم یہ تسلیم کرلینے پر مجبور ہو جائینگے کہ یہ بات ضرور کوئی علمی حقیقت ہے ' اور ہر لحاظ سے بحث و نظر کی مستحق ہے - مذہب روحی کا بھی یہی حال ہے - یہ علماء اُس کے معتقد ہیں - لہذا اُسے سراسر خرافات قرار دینا ' عقلمندی سے بعید ہے "

یہ عجیب بات ہے کہ اِس مذہب کے تقریباً تمام ماننے والے مشاہیر علماء ' شروع شروع میں اِس کے سخت مخالف تھے ' اور اِس کی تحقیق پر محض اِس لیے مستعد ہوئے تھے کہ روحانیات کا فریب طلسم توڑ کر ضعیف الاعتقاد انسانوں کو نجات دلائیں ' مگر تحقیقات کے بعد اُن کی رائے بدل گئی ' اور خود معترف و مصدق ہوگئے !

روح کا ابتدائي ظہور
جیسا کہ استحضار ارواح کے معتقدوں کا خیال ہے

اِس واقعہ کے بعد روح کي بے قراري دور ہوگئي ' لیکن مسٹر جان فا کس کي دونوں لڑکیوں کے پاس وہ برابر آتي جاتي رہي - یہاں تک کہ یہ لڑکیاں اُس سے از حد مانوس ہوگئیں - پھر اُس کے ساتھہ کئي دوسري روحیں بھي آنے لگیں ' اور بات چیت کا طریقہ بھي زیادہ صاف اور معین ہوگیا - صورت یہ ہوئي کہ ایک بہن حروف ابجد ایک ایک کرکے پڑھتي جاتي تھي ' اور ہر حرف پر روح ایک یا دو مرتبہ کھٹکھٹا دیتي تھي - اِس طرح تمام حروف کي علامتیں طے پاگئیں ' اور گفتگو آساني سے سمجھي جانے لگي -

ایک دن روح نے آکر دونوں بہنوں سے درخواست کي کہ وہ ایک اعلان عام کے ذریعہ نیویارک کے کسي بڑے ایوان میں لوگوں کو جمع کریں اور روح کے وجود و بقا کا ثبوت پیش کردیں - مگر بہنوں نے اِس سے انکار کیا - وہ ڈرتي تھیں ' لوگ اُنھیں جادوگر خیال کرینگے - لیکن روح نے اصرار کیا " میں انسانوں کو یقین دلانا چاھتي ہوں کہ روح کبھي فنا نہیں ہوتي - محض اِسي غرض سے میں نے تم سے تعلقات قائم کرنے کي یہ سخت تکلیف برداشت کي ہے - اب اگر تم میري درخواست منظور نہیں کروگي ' تو تم سے قطع تعلق کرلونگي " بہنوں نے اب بھي انکار کیا - اِس پر روح نے اپني آمد و رفت موقوف کردي !

دونوں بہنیں روح کي ناراضگي سے نہایت غم گیں ہوئیں - کیونکہ وہ اُس سے حد درجہ مانوس ہوچکي تھیں - مجبوراً اُنھیں روح کا کہنا ماننا پڑا ' مگر اِس شرط پر کہ پہلے وہ تھوڑے آدمیوں کے روبرو یہ بات پیش کرینگي - پھر بتدریج عام مجمعوں کے سامنے ظاہر ہونگي - روح نے یہ شرط منظور کرلي ' اور دونوں بہنوں نے نیو کے مکانوں میں خاص خاص علماء کے سامنے یہ حیرت انگیز امور ظاہر کرنا شروع کردیے - پھر بتدریج جرأت پاکر عام اجتماعوں میں بھی تقریریں کیں - لوگوں نے یہ تمام امور دیکھے ' اور ہر طرح کي احتیاطیں کي گئیں ' مگر کسي فریب کا پتہ نہ لگا سکے - تھوڑي ھي مدت میں یہ خبریں تمام ملک میں مشہور ہوگئیں ' اور ہر جگہ اُن کا چرچا ہونے لگا -

سب سے پہلے مسٹر اڈمونڈس امریکن مجلس خواص کے صدر کو اِس معاملہ کي تحقیقات کا خیال پیدا ہوا - اُس نے علمي طور پر ہر پہلو سے جانچ کي - لیکن بالآخر اُس کي صحت پر ایمان لے آیا ' اور اپني تحقیقات کے نتائج اخبارات میں شائع کردیے - اس تحریر کے شایع ہوتے ھي تمام امریکہ میں ھلچل پڑگئي - اخبارات نے بري طرح اُس پر لے دے شروع کردي - بالآخر وہ مجبور ہوا کہ اپنے عہدے سے دست بردار ہوجائے اور آزادي کے ساتھہ اُس حقیقت کي مزید تحقیق و تجربہ میں مشغول ہوجائے - چنانچہ اُس کي سعی و ہمت سے اِس نئے مذہب کو بہت شہرت حاصل ہوگئي -

اُس کے بعد پروفیسر مابس ' جو امریکن اکاڈیمي میں علم کیمیا کے ماہر تھے ' اِس جانب متوجہ ہوئے - اُنھوں نے بھي اس کي تصدیق کي ' اور اپنے نتائج بحث پوري جرأت سے شایع کردیے -

اِن کے بعد پروفیسر روبرٹ ھیر اِس میدان میں آئے - طویل بحث و نظر کے بعد یہ بھي اس کے قائل ہوگئے - اور ایک نفیس کتاب " نفسي ظواہر پر مباحث " کے نام سے شایع کي -

اِن تحریروں کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام بحث شروع ہوگئي - امریکا میں کوئي عالم بھي ایسا نہ تھا جس نے موافقت یا مخالفت میں کچھہ نہ کچھہ نہ لکھا ہو -

امریکا سے یہ مذہب انگلستان پہنچا - یہاں سب سے پہلے مشہور کیمیاوي ولیم کروکس نے اُس پر نظر ڈالي - بعض انگریز وسیطوں کے ذریعہ خود بھي تجربے کیے - بالآخر اس کي صداقت کا معترف ہوگیا ' اور ایک کتاب بھي اسکي تائید میں لکھکر شایع کي - اِس کتاب کا نام بھي " نفسي ظواہر پر مباحث " تھا - اِس میں وہ ایک مقام پر لکھتا ہے :

" چونکہ میں اِن واقعات کي پوري طرح تحقیق کرچکا ہوں ' اِس لیے یہ میري سخت اخلاقي بزدلي ہوگي اگر اپني شہادت محض اِس خوف سے مخفي رکھوں ' کہ لوگ اُس کا مضحکہ اڑائیں گے - یہ وہ لوگ ہیں جو اِس بارے میں کوئي علم نہیں رکھتے - اُن کے پاس کوئي یقین اور برہان نہیں ہے - لیکن میں نے اِس معاملے کي پوري طرح تحقیق کرلي ہے ' اور اُس کي حقانیت پر پختہ یقین رکھتا ہوں "

روح کا تمثل اور تشکل
جیسا کہ اِس مذہب کے معتقدین کا خیال ہے

بریدِ فرنگ

حجاز اور سمرقند !

به بین تفاوت ره از کجاست تا بکجا ؟

پچھلي ڈاک کے انگریزي رسائل کے بعض مصور مضامین نہایت دلچسپ ہیں - ممکن ہے ' بعض نگاہوں کیلیے عبرتِ انگیز بھي ہوں !

ایک مصور رسالہ نے دو تصویریں بالمقابل شائع کي ہیں ' اور اُن کے لیے یہ سرخي تجویز کي ہے : " حجاز سے سمرقند تک ! "

ایک طرف سلطان عبدالعزیز ابن سعود کي تصویر ہے - اُس کے نیچے حکومت حجاز کے نئے احکام درج کیے ہیں جن میں احکام شرع کے اتباع و عمل پر زور دیا گیا ہے ' اور وہ تمام باتیں قانوناً لائق تعزیر قرار دي ہیں جو اخلاق و آداب شرع کے خلاف ہوں - حتی کہ باشندگان حجاز کے لیے ڈاڑھي منڈانا بھي حکماً روک دیا ہے -

دوسري طرف ترکستان کے مشہور تاریخي شہر سمرقند کے ایک اجتماع کا مرقع ہے - یہ اجتماع مردوں کا نہ تھا - خانہ نشین عورتوں کا تھا ' اور ایک جلوس کي صورت میں اس لیے " بازار سراے " میں جمع ہوا تھا ' تاکہ " آیندہ کے لیے نقاب اور برقع کے استعمال سے عورتیں انکار کردیں !

به بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ؟

اِس واقعہ کي اِطلاع خبر رساں ایجنسیوں کے ذریعہ دنیا میں مشتہر ہوچکي ہے ' لیکن اب تفصیلات بھي یورپ کے اخبارات میں آگئي ہیں -

قارئین الہلال کي دلچسپي کیلیے دونوں تصویریں نقل کردي جاتي ہیں - پہلي تصویر میں دراز قد صورت سلطان ابن سعود کي ہے - دوسرے مرقع میں سمرقند کي خواتین کا ہجوم نمایاں ہے ' جو ایک جلوس کي صورت میں بازاروں سے گزر رہا ہے -

میڈونا کیلیے ہندوستاني نمونہ

" سنیتا اور " انور "

انگلستان کا امریکن نژاد سنگ تراش جیکب ایسٹین Jacob Epstein کچھہ عرصہ سے " میڈونا " کا ایک نیا مجسمہ طیار کرنے میں مشغول تھا جسکي شہرت نے نہ صرف بر اعظم یورپ کي بلکہ امریکہ کے ماہرین فن کي بھي توجہ اور دلچسپي حاصل کرلي تھي -

رفتہ رفتہ یہ شہرت یہاں تک بڑھي کہ ابھي صناع اپنے کام سے فارغ بھي نہیں ہوا تھا کہ امریکہ کے قدر شناسان فن نے مجسمہ اپني سرزمین کے لیے حاصل کرلیا - اب مسٹر جیکب مجسمہ لیکر نیو یارک جا رہے ہیں ' تاکہ وہاں پہلي مرتبہ اس کي نمایش کریں - تازہ ڈاک کے اخبارات و رسائل میں کوئي پرچہ ایسا نہیں ہے جس نے اس معاملہ سے اپني دلچسپي ظاہر نہ کي ہو -

معاملہ کا نہایت دلچسپ پہلو یہ ہے کہ صناع نے " میڈونا " اور اسکے بچے کیلیے ایک ہندوستاني خاتون اور اس کے نہ سالہ بچے کا چہرہ بطور نمونہ کے استعمال کیا ہے - خیال کیا جاتا ہے کہ اس یوناني دیوي اور مسیحیت کي " مقدس کنواري " کا یہ پہلا مجسمہ ہے ' جسکے خال و خط میں ہندوستاني چشم و ابرو کا عنصر آمیز کیا گیا ہے - یہ آمیزش فن کے لحاظ سے کہاں تک قابل تحسین ہے ؟ اِس پر انگلستان اور امریکہ کے ماہرین فن نے ایک طول طویل سلسلۂ نزاع جاري کردیا ہے - امید کي جاتي ہے کہ نیو یارک کي نمایش کے بعد یہ نزاع اور زیادہ وسعت اور اہمیت پیدا کرلیگي !

آثار عتیقہ

فرانس کی نئی اثری دریافت

عہد حجري کي عجیب و غریب اشیاء

حال میں فرانس کي ایک جدید اثري دریافت نے علماء آثار کي غیر معمولي توجہ حاصل کرلي ہے -

فرانس کے وسطي حصہ میں ایک غیر معروف قریہ گلوزل Glozel نامي واقع ہے - یہاں ایک کاشتکار اپني زمین کا ایک حصہ کسي ضرورت سے کھدوا رہا تھا - یکایک اس طرح کي علامتیں نمایاں ہوئیں ' جیسے یہاں کبھي پتھر کي دیواریں رہ چکي ہیں - زیادہ کھودنے سے ایک ایسي راہ پیدا ہوگئي ' جو کسي مصنوعي غار کے دہانے سے مشابہ تھي !

جب یہ خبر مشہور ہوئي تو حکام نے موقعہ پر پہنچکر تحقیقات کي - کھدائي کا کام جاري رکھا گیا ' اور غار میں اتر کر اس کي اندروني ساخت اور حالت کا پتہ لگایا گیا - مختصر یہ کہ معلوم ہوگیا ' یہ حصہ کسي قدیم زمانہ کي انساني یادگاروں کا ذخیرہ ہے جسے انقلابات زمانہ نے زیر زمین دفن کردیا - یہاں نہ صرف پتھر کي دیواروں کے آثار ملے ' بلکہ تاریخي اشیاء کا ایک عجیب و غریب مجموعہ بھي برآمد ہوا - یہ پتھر کي بني ہوئي بے شمار چیزیں ہیں جن میں سے کچھہ تو اوزار ہیں جن کي نوعیت اچھي طرح سمجھہ میں آجاتي ہے ' لیکن بڑي تعداد اس قسم کي چیزوں کي ہے ' جن کي وضع و شکل سے ان کي اصلیت کا پتہ لگانا دشوار ہے - بعض مدور ہیں - بعض مربع ہیں - بعض پر اس طرح کے نقوش ہیں کہ معلوم ہوتا ہے ' شاید ان کے ذریعہ کسي عجیب الهئیت انسان یا حیوان کے سر کا نقشہ دکھلانا مقصود تھا - بعض پتھر کے ٹکڑے ایسے ہیں جنھیں کسي خاص وضع و هئیت کي شکل نہیں دي گئي ہے ' مگر ان پر مختلف قسم کے خطوط کندہ ہیں -

گلوزل کے آثار کا ایک حصہ ' جسمیں منقش پتھر دکھلائے گئے ہیں -

یہ تمام چیزیں بعض محققین علم الآثار کے سامنے پیش ہوئیں اور انھوں نے علمي نظر سے ان کا مطالعہ شروع کردیا -

علماء آثار میں سے ایک گروہ کي رائے میں یہ چیزیں قبل از تاریخ عہد کي ہیں - یعني دس سے تیرہ ہزار برس پیشتر تک کي پراني ہیں - وہ اسے نیولیتھک (Neolithic) عہد کا بقایا قرار دیتے ہیں - یعني ابتدائي انسان کے حجري عہد کا ' جب کہ وہ اپني ضروریات زندگي کے لیے صرف پتھر هي استعمال کرنا جانتا تھا -

لیکن ایک دوسرا گروہ انھیں اس قدر اهمیت نہیں دیتا - وہ کہتا ہے ' یہ زیادہ سے زیادہ سولہ سترہ سو برس کي پراني چیزیں ہیں جب سرزمین گال پر رومیوں کا قبضہ ہوا تھا - وہ اپني اس رائے کے ثبوت میں دو چیزوں سے استدلال کرتا ہے - پتھر کي بني ہوئي عجیب الهئیت صورتوں سے - اور پتھروں کے حروف و نقوش سے - اٹلي اور ایشائے کوچک سے بکثرت رومي عہد کي ایسي هي عجیب الهئیت صورتیں نکل چکي ہیں ' اور ان کي نسبت طے پاچکا ہے کہ یہ رومي ساحروں کے آلات سحر تھے - وہ ان صورتوں کے ذریعہ اپنے سحري علمیات انجام دیا کرتے تھے - حروف جو ان پتھروں پر کندہ ہیں ' فینیقي خط کے ہیں ' اور ظاہر ہے کہ یہ خطوط صرف رومیوں هي کے ذریعہ فرانس پہنچ سکتے تھے - ان اشیاء میں مچھلي کے شکار کي ایک بنسي بھي نکلي ہے جو ہرن کي ہڈي کي بني ہوئي ہے - اس سے بھي دوسرے گروہ کے خیال کي تصدیق ہوتي ہے -

لیکن پہلے گروہ کا استدلال پتھر کے ان بے شمار آلات سے ہے ' جن کي نوعیت ان کے حجري عہد سے تعلق رکھنے کا پوري طرح یقین دلاتي ہے -

حال میں ایک مشہور اور مستند اثري محقق ڈاکٹر کیمیلے جولیاں نے ان آثار کي نسبت اپني تحقیقات کا خلاصہ شائع کیا ہے - یہ تحقیقات ایک حد تک دونوں جماعتوں کے لیے تشفي بخش ہوسکتي ہے - ڈاکٹر موصوف کا خیال ہے کہ دونوں رائیں اپني اپني جگہ صحیح ہیں - اس لیے کہ دونوں کا استدلال برآمد شدہ اشیاء هي پر مبني ہے - پہلا گروہ حجري آلات و اسلحہ کي نوعیت اور قدامت سے استدلال کرتا ہے - دوسرا ان مورتوں اور نقوش سے جو بلا شبہ رومي ساحروں کے آلات سحر ہیں - لیکن کیا یہ ممکن نہیں کہ قدیم زمانے کے کسي حادثہ نے یہ دونوں قسم کي چیزیں اس مقام میں یک جا کردي ہوں ؟ حجري آلات و اسلحہ عہد حجري هي کا بقایا ہوں ' اور مورتیاں اور نقوش رومي عہد کي ہوں ؟

تاریخ و عبر

عرب خلفاء و سلاطین کے مختصر جواب

عرب خلفاء و سلاطین کی فصاحت و بلاغت مشہور ہے۔ یہ بلاغت سب سے زیادہ اُن کے مختصر جوابات میں ظاہر ہوا کرتی تھی جو وہ درخواستوں پر لکھ دیا کرتے تھے۔ ذیل میں چند نمونے ملاحظہ ہوں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

عمرو بن العاص کے جواب میں لکھا:

"اپنی رعیت کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو، جیسا سلوک امیر المومنین سے اپنے ساتھ چاہتے ہو"

مصر کے بعض لوگوں نے مروان بن الحکم کی شکایت لکھ بھیجی۔ آپ نے جواب میں یہ آیت لکھ دی،

"فان عصوک فقل انی بریٔ مما تعملون" (اگر وہ تیری نا فرمانی کریں تو کہدے، میں تمھارے عمل سے بَری ہوں)

حضرت سعد بن ابی وقاص نے اپنے لئے گھر بنانے کی اجازت طلب کی۔ آپنے جواب دیا۔

"ایسا گھر بنالے جو تجھے بادِ سموم اور مینہ سے چھپا سکے"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

ایک شخص نے اپنی مالی مشکلات کی شکایت بھیجی۔ آپنے جواب دیا:

"ضرورت بھر کا حکم بھیج دے دیا ہے۔ اللہ کے مال میں اسراف کی گنجایش نہیں"

حضرت علی علیہ السلام

حصین بن المنذر نے لکھا کہ قبائل ربیعہ کے بہت سے آدمی قتل ہوچکے ہیں۔ آپنے جواب دیا:

"بقیۃ السیف میں زیادہ فراوانی ہوتی ہے"

اشتر نخعی نے ایک شخص کی شکایت کی۔ آپنے جواب لکھا۔

"کامل مکمل آدمی اس دنیا میں کہاں ہے؟"

امیر معاویہ بن ابی سفیان

ہبیرہ ربعی نے لکھا کہ "میں بصرہ میں گھر بنانا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے کھجور کے بارہ ہزار تنے دیکر میری مدد کیجیے"

امیر معاویہ نے جواب لکھا:

"تمھارا گھر، بصرہ میں ہوگا، یا بصرہ، تمھارے گھر میں ہوگا؟"

عبد الملک بن مروان

حجاج بن یوسف والی عراق نے عراقیوں کی شکایت لکھی۔ عبد الملک نے رقعہ کی پشت پر لکھدیا:

"نرمی کر، کیونکہ نرمی میں بھلائی ہے۔ سختی میں برائی ہے"

ایک مرتبہ حجاج نے اجازت طلب کی کہ عراقی سرداروں کو قتل کرڈالے۔ عبد الملک نے لکھا:

"مُبارک حاکم وہ ہے جس سے مخالفوں کو بھی اُنس ہو جائے منحوس حاکم وہ ہے جس سے موافق بھی بدِل ہوجائیں"

ابن الاشعث کے خط کی پشت پر یہ شعر جواب میں لکھا:

فما بال من اسعیٰ لاجبر عظمہ   حفاظاً دینوی من سفاہتہ کسری

(اُس شخص کو کیا ہوگیا ہے جو حماقت سے مجھے توڑنے کی کوشش کرتا ہے، حالانکہ میں اُس کی ٹوٹی ہوئی ہڈی جوڑنے کی فکر میں ہوں؟)

عمر بن عبد العزیز

حاکم عراق نے عراقیوں کی شکایت لکھی۔ آپنے جواب دیا:

"جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، وہی اُن کے لئے پسند کرو۔ پھر انھیں جرم پر سزا دو"

ایک مظلوم نے فریاد لکھی۔ آپ نے جواب دیا:

"انصاف تیرے سامنے ہے"

ایک قیدی نے درخواست بھیجی۔ جواب لکھا:

"توبہ کر، رہا ہوجا"

ایک شخص نے اپنی بیوی کی شکایت لکھی۔ جواب دیا:

"تم دونوں حق میں یکساں ہو"

ایک عورت نے اپنے شوہر کے قید کی شکایت کی۔ جواب دیا:

"قید، حق پر ہونی چاہیئے"

ایک شخص نے اپنے بیٹے کی فریاد لکھی۔ جواب دیا:

"اگر میں نے تیری فریاد نہ سُنی تو ظالم ہوں"

حاکم حمص نے لکھا کہ شہر کو ایک قلعہ کی ضرورت ہے۔ جواب دیا:

"عدل اور سلامتی کا قلعہ اسمیں تعمیر کردے"

سفاح (اول خلیفۂ عباسی)

اپنے ایک گورنر کو لکھا:

"میں گمراہوں کو اپنا مددگار بنا نہیں سکتا"

اہل انبار نے شکایت کی کہ حکومت کی عمارت میں اُن کی زمین لے لی گئی ہے اور قیمت ادا نہیں کی گئی۔ جواب دیا:

"یہ عمارت تقویٰ پر قائم نہیں ہوئی"

پھر زمین کی قیمت ادا کردینے کا حکم دیدیا۔

ابو جعفر منصور

ایک شخص نے اپنا وظیفہ بند ہوجانے کی شکایت لکھی۔ جواب دیا:

"خدا کی رحمت کو کوئی روک نہیں سکتا"

حاکم مصر نے لکھا کہ اس سال دریائے نیل میں طغیانی نہیں آئی۔ جواب لکھا:

"اپنی فوج کو پاک کر۔ نیل میں برکت آجائے گی"

حاکم حمص نے خط لکھا۔ اسمیں عبارت غلط تھی۔ اس کو جواب دیا

"اپنی تحریر بدل، ورنہ میں تجھے بدل دوں گا"

سندھ کے حاکم نے لکھا کہ فوج نے شورش کردی ہے اور بیت المال کے قفل توڑ ڈالے ہیں۔ خلیفہ نے جواب لکھا:

"اگر تو نے انصاف کیا ہوتا تو شورش نہ ہوتی۔ اگر حقوق ادا کئے ہوتے تو قفل نہ ٹوٹتے"

ہارون الرشید

حاکم خراسان کو لکھا:

"اپنے گھاؤ کا علاج کر، ورنہ بڑھ جائے گا"

خزیمہ بن حازم نے لکھا کہ میں نے ارمینیا میں داخل ہوکر قتل عام کردیا۔ خلیفہ نے لکھا۔

"تیرا بُرا ہو، بے گناہوں کو کیوں..."

شاہ روم نے لکھا:

"میں اپنی سلطنت کی ہر صلیب اور ہر بہادر کو لے کر تیرے مقابلے پر آتا ہوں"

خلیفہ نے جواب دیا:

"عنقریب جان لے گا کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے؟"

ایک دوسرے خط میں لکھا:

"خط کے پیچھے میں آتا ہوں۔ فتح، خدا پر ہے"

ایک اور خط کے جواب میں لکھا:

"جواب، پڑھے گا نہیں، آنکھ سے دیکھ لے گا"

مامون الرشید

ایک شخص نے علی بن ہشام کی شکایت کی۔ مامون نے علی کو لکھا:

"شریف کی علامت یہ ہے کہ بالا دستوں پر ظلم کرتا ہے اور زیر دستوں کا ظلم سہتا ہے"

ایک دوسرے خط کے جواب میں لکھا۔

"میں تجھے اُس وقت تک اپنے قریب آنے نہیں دوں گا، جب تک تیرا فریادی میرے دروازہ پر ہے"

رستمی کی شکایت آئی۔ اسپر لکھا،

"یہ مردانگی کے خلاف ہے کہ تیرے برتن سونے چاندی کے ہوں، اور تیرا قرضخواہ تہی دست اور پڑوسی، فاقہ مست ہو"

عمرو بن مسعدہ کی شکایت کے جواب میں لکھا۔

"اے عمرو! اپنی خوشحالی کی عمارت، عدل سے قائم رکھ، کیونکہ ظلم اسے گرادے گا"

اپنے بھائی ابو عیسیٰ کی شکایت سُنکر یہ آیت لکھ بھیجی۔

"فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ" (جب صور پھونک دیا جائے گا تو رشتے ناتے باقی نہیں رہیں گے)

ابراہیم بن مہدی نے لکھا۔

"اگر آپ معاف کردیں تو یہ آپ کا احسان ہوگا، اگر سزا دیں تو آپ کو اس کا حق ہے"

خلیفہ نے جواب لکھا۔

"انتقام کی قدرت، کینہ کو دُور کردیتی ہے۔ خدا کا عفو سب سے بڑھ کر ہے"

ایک مرتبہ کسانوں نے شکایت کی کہ ٹڈی نے کھیت کھالئے۔ مامون نے لکھا:

"کسانوں سے زیادہ ٹڈیوں کی مہمان نوازی ہم پر واجب ہے۔ آدھا محصول معاف کردیا جائے"

بہرحال ہمارے لیے فنون لطیفہ کي اس سنجیدہ نزاع میں توکوئي دلچسپي نہیں ہے' البتہ یہ سوال یقیناً دلچسپي سے خالي نہیں کہ " مقدس کنواري " کے اس نئے مجسمہ کے لیے جس ہندوستاني خاتون کا چہرہ بطور نمونہ کے استعمال کیا گیا ہے' وہ کون ہے؟ رسالہ اسفیر ایک مرقع شائع کرتے ہوئے ہمیں بتلاتا ہے کہ یہ ایک ہندو خاتون مقیم انگلستان ہے جس کا نام سنیتا Sunita ہے' اور اُس کے دہ سالہ لڑکے کا نام " انور " ہے - اگر اسفیر نے ناموں کے نقل کرنے میں کوئي غلطي نہیں کي ہے تو " سنیتا " کے ساتھہ " انور " کا نام بجائے خود ایک دلچسپ واقعہ ہے' اور یقیناً قارئین الہلال کے لیے یہ کوئي ناپسندیدگي کي بات نہ ہوگي ' اگر وہ اِن دونوں صورتوں کا نظارہ کرسکیں - ہم اسفیر کا مرقع بجنسہ نقل کردیتے ہیں - یہ اُس موقعہ کي تصویر ہے جب صناع امریکہ کے لیے روانہ ہورہا ہے' اور اسفیر کے لفظوں میں " ہندوستاني لیڈي اور اُس کا لڑکا انور" اس کے ساتھہ کھڑے ہیں -

جیکب اپسٹین ' سنیتا ' اور انور

دوسرا طوفان نوح

اور

کشتي جس کا نام " بیت داؤد " ہے !

موجودہ زمانہ میں یہ بات کس درجہ عجیب سمجھي جائیگي کہ انسانوں کي ایک جماعت کرۂ ارضي کي تمام خشکیوں سے الگ ہوکر دریا میں آباد ہوجانا چاہتي ہے - کیونکہ " قدیم طوفان نوح کي طرح ایک دوسرا طوفان تمام دنیا کي بربادي کے لیے عنقریب ظہور میں آنے والا ہے ! "

بات کتني ہي عجیب سمجھي جائے ' لیکن واقعہ یہ ہے کہ یورپ میں ایک جماعت ایسي موجود ہے ' اور وہ نہایت خوف واضطراب کے ساتھہ اس دوسرے عالمگیر طوفان کا انتظار کر رہي ہے !

یہ یہودیوں کا ایک فرقہ ہے - اس نے اپنا یہ ہولناک اعتقاد عہد عتیق کي بعض پیشین گوئیوں سے اخذ کیا ہے - انگلستان میں اس فرقہ کي کافي تعداد موجود ہے - اس فرقہ کے سردار نے حال میں ایک نئي کشتي بھي طیار کرائي ہے جس کا نام " ہاؤس اف ڈیوڈ " یعنے " بیت داؤد " ہے - یہ کشتي آجکل دریاے ٹیمس میں موجود ہے - یہ فرقہ یقین کرتا ہے کہ آنے والے طوفان میں محفوظ رہنے کے لیے نئي دنیا کے ترقي یافتہ جہاز اس قدر مفید ثابت نہیں ہونگے ' جسقدر قدیم وضع کي یہ کشتي مفید ہوگي - کیونکہ یہ " اُن تفصیلات کے ٹھیک ٹھیک مطابق طیار کي گئي ہے ' جو حضرت نوح علیہ السلام کي کشتي کي نسبت عہد عتیق میں موجود ہیں ! "

جو مرقع آپ کے سامنے ہے ' اس میں آپ اس محتاط اور دور اندیش فرقہ کے سردار اور اسکے رفقاء کو مشغول اہتمام دیکھہ رہے ہیں !

ایک اسرائیلي فرقہ کا رہنما جو ایک عالمگیر طوفان کے ظہور کا انتظار کر رہا ہے !

دنیا میں روئی کی پیداوار بحساب ہنڈرڈویٹ

مجموعی پیداوار : ۹۹۶۰۰۰۰ ہنڈرڈویٹ

تفصیل

ملک	۱۹۱۳ء میں		۱۹۲۲ء میں	
ہندوستان	۲۱۴۰۰۰۰	ہنڈرڈویٹ	۱۵۶۰۰۰۰	ہنڈرڈویٹ
برازیل	۱۲۰۰۰۰	"	۲۹۰۰۰۰	"
مصر	۹۸۰۰۰۰	"	۳۲۰۰۰۰	"
ولایات متحدہ امریکہ	۹۱۴۰۰۰۰	"	۴۱۹۰۰۰۰	"
دوسرے ممالک	۴۶۰۰۰۰	"	۲۱۰۰۰۰	"
میکسیکو	۹۰۰۰۰	"	۱۵۰۰۰۰	"

برطانی ہندوستان میں روئی کی پیداوار ۱۹۲۲ء میں

صوبہ	ایکڑ	ہر ایکڑ میں پیداوار بحساب پونڈ
مدراس	۲۶۲۷۸۹۰	۶۸
بمبئی	۴۸۸۸۹۹۱	۱۰۲
بنگال	۵۵۰۰۰	۱۵۵
سی پی اور برار	۴۹۳۲۸۷۷	۸۹
یوپی	۹۳۸۹۹۸	۱۷۰
پنجاب	۱۷۴۹۳۳۸	۱۳۸
آسام	۳۹۲۹۹	۱۵۳
برما	۳۰۰۷۹۰	۹۰

ہندوستان میں روئی کے کارخانے

	روئی دھنے اور دبانے والے کارخانے	کاتنے اور بننے والے کارخانے
بمبئی	۵۲۱	۱۸۴
سی پی اور برار	۴۲۶	۱۴
یوپی	۱۵۶	۱۸
مدراس	۱۳۹	۳۱
بنگال	...	۱۲
پنجاب	۱۲۰	...
سنٹرل انڈیا	۱۰۷	...
حیدرآباد	۱۴۷	...
بڑودہ	۸۳	...

ہندوستان میں روئی کی درآمد و برآمد

	درآمد	
سوت	۹۶۶۳۱۰۰۰	روپیہ
سوتی کپڑے	۷۲۶۶۲۰۰۰۰	"
	برآمد	
خام روئی	۹۱۴۷۰۳۰۰۰	روپیہ
سوت	۳۷۰۱۱۰۰۰	"
سوتی کپڑے	۷۵۶۳۹۰۰۰	"

دنیا کی ۱/۵ روئی صرف ہندوستان میں پیدا ہوتی ہے۔

افسانہ

خط استوا کے افریقی قبائل

ملک نم نم

ایک افسانہ نما تاریخی سرگذشت

اسمٰعیل پاشا خدیو مصر کے زمانے میں مصری فوجیں، فتح کرتی ہوئی خط استوا تک پہنچ گئی تھیں یہ سرزمین ایسی تھی کہ مصریوں سے پہلے وہاں کوئی متمدن انسان کبھی نہیں پہونچا تھا۔ صرف بعض عرب بردہ فروش کبھی کبھی اُس کی سرحدوں تک پہنچ جاتے اور غلامی کے لئے آدمی پکڑ لاتے۔

اس سرزمین کی تمام قومیں اُسوقت (اور اب بھی) از حد وحشی تھیں۔ فاتح فوجوں کو نا قابل بیان مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک طرف موسم اور آب ہوا برداشت سے باہر تھی۔ شب و روز پانی برستا رہتا تھا۔ ہر طرف کیچڑ اور دلدلیں تھیں۔ دوسری طرف بڑی و بحری درندے حملے کرتے تھے۔ مچھروں کی مصیبت بھی کچھ کم نہ تھی۔ ایسے قاتل مچھر شاید ہی دنیا کے کسی حصہ میں ہوتے ہوں جیسے کہ اس لدلی زمین میں تھے۔ اس سے بھی بڑھ کر خود وہاں کے باشندوں کا خطرناک وجود تھا۔ وہ کسی نظام جنگ سے واقف نہ تھے منظم فوجیں، با قاعدہ لڑائیوں کی عادی تھیں۔ مگر وہاں کے باشندے بے قاعدہ لڑائی میں ماہر تھے۔ تیر انداز ایسے تھے کہ بندوقوں اور توپوں سے مسلح فوجوں کو بھگا دیتے تھے۔ اگر قیدی اُن کے ہاتھ پڑ جاتے تھے، تو اُن سے نہایت وحشیانہ سلوک کرتے تھے۔ ایسا وحشیانہ سلوک جس کا متمدن دنیا تصور بھی نہیں کر سکتی!

(۲)

کامل ۱۰ ماہ کی ہولناک جدوجہد اور خونریز جنگوں کے بعد مصری فوجیں خط استوار کے ایک بڑے علاقے میں پہنچیں۔ اُنھوں نے باشندوں کو اپنے مقابلے کے لئے مستعد پایا۔ فوجوں نے فوراً کانٹے جمع کر کے مورچے بنائے اور رات بسر کرنا چاہی۔ مگر آدھی رات کو وحشی باشندوں نے حملہ کر دیا، تمام مورچے جلا دئے، اور پوری تین پلٹنیں کاٹ کر ڈال دیں۔ بقیۃ السیف قید کر لئے گئے۔

تمام قیدی راستے ہی میں مر گئے تھے۔ صرف تیس آدمی نیم جان حالت میں اپنے لشکرگاہ تک پہنچ سکے۔ ان میں سے دو شخصوں کا حال ہم لکھنا چاہتے ہیں۔

(۳)

ایک قیدی، مصری تھا۔ اُس کا نام "شعبان عدوی" تھا۔ دوسرا سوڈانی تھا۔ اُس کا نام "بخیت کوکو" تھا۔ ان دونوں میں ایسی محبت اور دوستی تھی کہ اس کی نظیریں دنیا میں کم ملیں گی۔ دوستی اس طرح شروع ہوئی کہ ایک مرتبہ بخیت کوکو خرطوم میں تھا اور دریائے نیل میں نہا رہا تھا۔ اچانک دریا کی موجوں نے اُسے کھینچ لیا اور غرق ہونے لگا۔ فوج کے بہت سے آدمی موقع پر موجود تھے مگر کسی کو مدد کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن شعبان عدوی فوراً کود پڑا، اور اپنی جان خطرے میں ڈالکر ڈوبتے ہوئے سوڈانی کو بچا لیا۔ اس خدمت کے صلے میں بخیت کوکو نے قسم کھائی کہ عمر بھر اُس کا دوست رہے گا۔ اور ہمیشہ اُسی کے ساتھ زندگی بسر کرے گا۔ بخیت کوکو کا کوئی عزیز یا قریب مصر میں موجود نہ تھا۔ وہ دراصل ایک غلام تھا اور حکومت نے اُسے آزاد کر دیا تھا۔ اُس کا خاندان خط استوار ہی کے ایک علاقے میں موجود تھا۔ مگر وہ وہاں واپس جانا نہیں چاہتا تھا۔

اس واقعہ کے بعد پھر کبھی کسی نے ان دونوں دوستوں کو جُدا ہوتے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ ساتھ ہی رہتے تھے، حتی کہ رات کو بھی ساتھ ہی سوتے تھے۔ اتفاق سے وہ دونوں ساتھ ہی قید بھی

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۵)

گیہوں

دنیا کے مختلف ملکوں میں گیہوں کی پیداوار ایکڑ کے حساب سے سنہ ۱۹۲۳ء میں

ملک	ایکڑ
ہندوستان	۳۰۳۰۴۰۰۰
ارجنٹائن	۱۷۷۸۵۰۰۰
کینیڈا	۲۲۰۴۹۰۰۰
مصر	۱۳۱۵۰۰۰
فرانس	۱۳۶۱۴۰۰۰
اٹلی	۱۱۴۷۹۰۰۰
جرمنی	۳۶۱۲۰۰۰
جاپان	۱۱۳۹۰۰۰
رومانیہ	۷۸۳۵۰۰۰
برطانیہ	۱۵۹۹۰۰۰
ولایات متحدہ امریکہ	۵۴۴۸۹۰۰۰
الجزائر	۳۳۹۱۰۰۰

ہندوستان میں گیہوں کی پیداوار سنہ ۱۹۲۳ء میں

صوبہ	رقبہ بحساب ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
مدراس	۳۷۹۲	۰۰۰۰۰
بمبئی	۴۸۷۱۶۲	۳۷۸۰۰۰
بنگال	۱۲۹۰۸	۱۵۰۰۰
یوپی	۲۹۱۹۱۲۲	۲۲۳۹۰۰۰
پنجاب	۴۷۲۸۱۵۴	۵۸۱۰۰۰
بہار و اڑیسہ	۲۶۰۹۲۳	۴۷۳۰۰۰
سی پی	۳۶۴۴۰	۱۰۶۸۰۰۰
صوبہ سرحد	۳۱۹۱۱۵	۱۹۵۰۰۰

دنیا میں جوار کی پیداوار

ملک	ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
ہندوستان	۷۸۵۰۰۰۰	۲۲۰۷۱۰۰
الجزائر	۲۴۰۰۰	۰۰۰۰
ارجنٹائن	۹۱۵۲۰۰	۳۱۱۰۰۰۰
آسٹریلیا	۱۴۷۰۰	۰۰۰۰

ملک	ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
بلغاریہ	۱۳۶۴۰۰۰	۹۹۱۰۰۰
کینیڈا	۲۹۵۰۰۰	۰۰۰۰
فرانس	۸۴۵۰۰۰	۳۴۱۰۰۰
اٹلی	۳۸۰۵۰۰۰	۲۰۶۹۰۰۰
ہنگری	۲۴۷۸۰۰۰	۰۰۰۰۰
پولینڈ	۱۹۰۰۰۰	۰۰۰۰۰
رومانیہ	۸۹۴۵۰۰۰	۲۳۱۸۰۰۰
اسپین	۱۱۶۲۰۰۰	۶۷۶۰۰۰
سوئٹزرلینڈ	۴۰۰۰	۰۰۰۰
ٹیونس	۴۱۰۰۰	۰۰۰۰
ولایات متحدہ امریکہ	۱۰۳۹۹۸۰۰۰	۷۱۸۵۹۰۰۰
جاوا	۴۷۸۴۰۰۰	۲۹۳۰۰۰۰
مصر	۱۹۳۰۰۰۰	۱۹۵۸۰۰۰
جنوبی افریقہ	۳۳۵۰۰۰۰	۹۴۱۰۰۰

ہندوستان میں جوار کی پیداوار سنہ ۱۹۲۳ء میں

صوبہ	ایکڑ	پیداوار	ہر ایکڑ میں بحساب پونڈ
مدراس	۱۰۳۸۵۱۶	۴۵۰۰۰	۶۳۶
بمبئی	۲۰۷۹۳۷	۷۶۰۰۰	۰۰۰۰
بنگال	۸۱۹۰۰	۲۷۰۰۰	۸۲۰
یوپی	۱۸۳۸۲۲۴	۸۸۶۰۰۰	۱۱۰۰
پنجاب	۱۰۵۰۲۸۴	۴۰۲۰۰۰	۹۶۲
بہار و اڑیسہ	۱۳۷۹۸۰۰	۵۳۹۰۰۰	۸۲۰
سی پی اور برار	۱۵۳۶۹۷	۰۰۰۰۰۰	۰۰۰
برما	۱۸۸۴۱۲	۴۸۰۰۰	۷۰۰
صوبہ سرحد	۴۳۸۴۴۴	۱۹۰۰۰	۱۱۱۰

ہندوستان میں شکر کی پیداوار سنہ ۱۹۲۳ء

صوبہ	ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن	ہر ایکڑ کی پیداوار بحساب پونڈ
مدراس	۱۱۱۳۹۰	۲۲۲۳۰۰	۶۴۲۰
بمبئی	۷۳۰۳۹	۲۴۸۱۰۰	۶۹۵۰
بنگال	۲۰۷۹۰۰	۲۴۵۷۰۰	۳۰۰۴
یوپی	۱۵۴۳۹۰۲	۱۲۲۰۳۰۰	۲۶۰۰
پنجاب	۴۸۳۱۹۱	۳۱۳۰۰۰	۲۱۹۱
بہار و اڑیسہ	۳۰۷۳۰۰	۲۹۰۷۰۰	۲۴۶۰

ہندوستان میں شکر کی درآمد و برآمد

برآمد: مقدار	برآمد: قیمت	درآمد: مقدار	درآمد: قیمت
[illegible]۵ ٹن	۱۶۱۳۰۰۰ روپیہ	۵۱۰۰۸۹ ٹن	۱۵۳۱۹۸۰۰۰ روپیہ
سنہ [illegible] ۲۱۹۳۴	۵۴۴۷۰۰۰ "	۷۲۹۰۰۸ "	۲۰۹۰۲۴۰۰۰ "

ہندوستان میں چائے کی درآمد و برآمد

	برآمد: مقدار بحساب پونڈ	برآمد: قیمت بحساب روپیہ	درآمد: مقدار	درآمد: قیمت
سنہ [illegible]	۳۵۹۱۰۹۴۳۴	۱۷۹۷۳۶۰۰۰	۹۳۲۶۰۱۵	۶۰۸۳۰۰۰
سنہ [illegible]	۳۳۰۱۰۹۹۳۵	۳۳۳۹۴۴۰۰۰	۷۸۸۵۰۹	۷۴۸۳۰۰۰

دنیا میں دھان کی پیداوار سنہ ۱۹۲۳ء میں بحساب ایکڑ

ملک	ایکڑ
ہندوستان	۲۲۰۹۴۰۰۰
برازیل	۱۵۷۳۰۰۰
مصر	۱۸۵۵۰۰۰
ولایات متحدہ امریکہ	۴۱۲۴۳۰۰۰

غدر ۱۸۵۷ء

تصویر کا دوسرا رُخ

کئی ہفتے گزرے، الہلال میں ایک امریکن مصنف کی جدید انشیورنس ٹی کے بعض حصوں کا ترجمہ شایع کیا گیا تھا جو غدر ۱۸۵۷ء کے حوادث پر تاریخی حیثیت سے لکھی گئی ہو۔ یہ ترجمہ چودہری محمد علی صاحب وکیل ایبٹ آباد کے قلم سے نکلا تھا۔ اب اُنھوں نے کتاب کے بعض دیگر حصص کا ترجمہ بھی بغرض اشاعت بھیجا ہو۔ آج ہم پھر یہ سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ پہلی قسط درج ذیل ہو۔

جن دنوں یہ وحشیانہ مظالم ظہور پذیر ہو رہے تھے، بعض انگریزوں نے انکے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ ہم آجتک اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ اس قلیل جماعت نے اکثریت کی وحشیانہ حرکات کے خلاف نفرت کا اظہار کیا تھا۔ لارڈ کیننگ وائسرائے ہند نے ۳۱ جولائی ۱۸۵۷ء کو دیہاتوں کا جلانا ممنوع قرار دیدیا اور نہتے آدمیوں کو سزا دینے سے بھی حکماً روک دیا گیا۔ جن افسروں نے عوام الناس سے وحشیانہ سلوک کیا تھا، اُن سے اختیارات چھین لئے گئے۔ ۲۰ اگست ۱۸۵۷ء کو گرانٹ صوبجات متحدہ میں بطور لفٹنٹ گورنر مقرر کیا گیا تاکہ وہ الہ آباد اور دیگر مقامات میں ان لوگوں کو بچائے، جو بلا تمیز پھانسی دئے جا رہے تھے۔ مگر کیننگ اور گرانٹ ایسے نرم دل واقع ہوئے تھے کہ ماتحت افسران کے احکام کی مطلق پروا نہیں کرتے تھے۔ بایں ہمہ انگریزوں نے انکے خلاف بڑا شور مچایا۔ اور وائسرائے کو تو وہ نرم دل کیننگ کہا کرتے تھے!

ماہ اگست میں جب انگریزی فوج کا ایک دستہ کسی گاؤں کو جلا کر واپس آ رہا تھا، راہ میں وفادار سپاہیوں کی ایک تعداد مل گئی۔ وہ بھی انکی سنگینوں کا شکار ہو گئے۔ جرنیل اوٹرم اس واقعہ جانکاہ کو سفاکانہ قتل سے تعبیر کیا کرتا تھا۔ [illegible] مارٹن نے بھی ایسے بزدلانہ جرائم کے خلاف بہت کچھ لکھا تھا۔

یہ امر مسلم ہو کہ بہت سے ہندوستانی سپاہی ہمارے مظالم سے گھبرا گئے اور اپنی پلٹنیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بعد ازاں وہ بغاوت کرنے پر مجبور ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے جان توڑ کر ہمارا مقابلہ کیا جس سے ہمیں سخت نقصان برداشت کرنا پڑا۔ انھیں یقین تھا کہ جو کوئی بھی انگریزوں کے ہاتھ آ گیا اس کی جان سلامت نہیں رہیگی۔

لفٹنٹ رابرٹ جو بعد میں فیلڈ مارشل کے عہدے پر ممتاز ہوا، اپنی ہمشیر کو ایک خط میں لکھتا ہو۔

"میری پیاری ہریٹ تم کو ہرگز یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ جو سپاہی ہمارے خلاف بغاوت کر رہے ہیں، میں ان پر ترس کھاتا ہوں۔ میں ایسا سنگدل ہو گیا ہوں کہ مجھے ان کی بیکسی پر مطلق رحم نہیں آتا جب کوئی قیدی گرفتار کرکے پیش کیا جاتا ہو، تو سب سے پہلے میں ہی چلا اُٹھتا ہوں" فی الفور پھانسی پر لٹکایا جائے"

دہلی کے محاصرے کے دوران میں ایک افسر لکھتا ہو:

"دشمن نے صلح کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انگریز بغیر قتل کئے اور کسی شرط پر راضی نہیں ہونگے اور ان کا خیال بالکل درست ہو"

گریٹ ہیڈ ایک خط میں اس افسر کے بیان کی تائید کرتا ہو۔ سرجان کیمبل اپنی سوانح عمری میں اس بات پر زور دیتا ہو کہ سپاہیوں نے درحقیقت بغاوت کرکے سخت نمک حرامی کا ثبوت دیا لیکن جب [illegible] بغاوت پھیل گئی تھی۔ تو ہمیں ان کی وفاداری پر قطعاً امید نہیں کرنی چاہئے تھی۔ کیونکہ وہ ہمارے ہم وطن نہ تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ہماری طاقت معدوم ہو چکی ہو تو پھر انکا باغیوں سے جا ملنا اتنا سنگین جرم نہ تھا، جتنا ہم سمجھتے ہیں۔ بایں ہمہ ہمیں حیرت ہو کہ بہت تھوڑی فوجوں نے بغاوت میں حصہ لیا۔ جہاں کہیں کوئی فوج بغاوت کرتی تھی، وہ عموماً اپنے انگریز افسروں کو قتل کر دیتی تھی۔ لیکن برعکس اسکے عوام الناس نے اکثر ہماری امداد کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ کئی دفعہ ہندوستانیوں نے انگریزوں کی جان بچا کر اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال دیا۔ لیکن ہم نے ان لوگوں کی قربانی اور انسانیت کا بدلہ یوں دیا کہ باغی سپاہیوں کے ہمراہ انھیں بھی بلا تمیز قتل کرتے رہے!

ملکہ وکٹوریا اپنے خطوط میں (جو حال ہی میں کتاب کی شکل میں شائع ہوئے ہیں) غدر کے واقعات کے متعلق یوں لکھتی ہیں:

"ہماری فوجوں نے باغیوں سے سخت انتقام لیا۔ جس کی وجہ سے وہ سخت بدنام ہوئیں۔ کیونکہ انھوں نے سخت بے رحمی سے بدلہ لیا تھا مگر لارڈ کیننگ کو بھی اس کی نرم مزاجی کی وجہ سے بہالت [illegible] کیا جاتا ہو۔ عوام الناس کی رائے ہو کہ فوج اور سول کے افسروں نے غدر کو کچل دینے کے لئے جو کچھ انتقامات کئے تھے۔ وہ بالکل بیہودہ تھے اور اگر سپاہ [illegible] سے کام نہ لیتے۔ تو بغاوت اتنی جلد فرو ہو جاتی"

رسل نے اپنی ڈائری میں یہ سوال یوں حل کیا ہو۔

"یا تو یہ محض ایک [illegible] بغاوت تھی۔ یا عام بغاوت تھی۔ چونکہ یہ بغاوت محض فوجوں تک محدود تھی، اس لئے دیہات اور شہر کے باشندوں کو محض اس بنا پر موت کی سزائیں دینا کہ انھوں نے سپاہیوں کی بغاوت فرو کرنے میں انگریزوں کا ساتھ نہ دیا، کسی قدر تہذیب کو گرا ہوا فعل تھا۔ ہم لوگوں کے ہمدردانہ جذبات کو جرم نہیں قرار دے سکتے۔ ہمیں چاہئے تو یہ تھا کہ اپنے دشمنوں کو جنگ کے میدان میں تباہ کریں۔ لیکن تمام علاقے کو محض اس بنا پر سزا دینا کہ اسمیں کچھ جرائم واقع ہوئے تھے، یا باغی سپاہیوں نے اسمیں ڈیرا ڈالا تھا۔ ایک ایسا شنیع فعل ہو کہ کوئی سمجھدار آدمی اس سے نفرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس بغاوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر دو قوموں کے درمیان ایسی سخت نفرت قائم ہو گئی ہو کہ اس کے دور کرنے کے واسطے بہت عرصہ چاہئے باہمی اعتبار بالکل زائل ہو گیا ہو۔ اور امید نہیں کہ وہ پھر عود کر سکے"

ہڈسن ایک جگہ لکھتا ہو:

"دہلی کے باشندوں نے باغیوں کے جرائم کا کفارہ کئی گنا دیا۔ ہزارہا مرد اور عورتیں شہر کے مضافات میں آوارہ پھر رہے تھے۔ نہ انکے پاس سامان خورد و نوش تھا۔ نہ ہی انکے قیام کے لئے کوئی مکان تھا جو کچھ ان کا اثاث البیت تھا، وہ انگریزی سپاہیوں نے لوٹ لیا تھا۔ انھوں نے دہلی کی فتح کے بعد ہر ایک مکان کی تلاشی لی تھی اور جو کچھ وہاں ملا تھا، لوٹ لے گئے تھے۔ عورتوں کی بڑی تعداد نے اپنے آپکو ہمارے رحم پر چھوڑ دیا تھا۔ ہم نے انہیں ایک محفوظ جگہ پر پہونچا دیا تھا۔ ہمیں ان دنوں ایسی شریف زادیوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوتا تھا، جو بڑی مشکل سے اپنے بچوں کو کندھوں پر اُٹھائے ہوئے رستوں پر ڈگمگاتی پھرتی تھیں کیونکہ وہ اپنے گھر کی چار دیواری سے باہر چلنے کی عادی نہ تھیں!"

رومیش دت ہندوستان کی تاریخ کے صفحہ ۲۲۴ پر لکھتا ہو:

"ہر ایک سمجھدار انگریز اور ہندوستانی اس بات کا خواہاں ہو کہ بغاوت کے افسوسناک حوادث کو مدارس کی تعلیمی کتابوں سے حذف کر دیا جائے تاکہ بچوں کے دماغ میں یہ زہر سرایت نہ کر سکے۔ جب سے انگریزوں نے ہندوستان پر تسلط جمانا شروع کیا، ان کی راجوں اور نوابوں سے ہمیشہ لڑائیاں ہوتی رہی ہیں۔ لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ ماننا پڑتا ہو کہ ان لڑائیوں میں فریقین نے اس قدر ظلم برپا نہیں کئے تھے، جیسے کہ غدر کے دنوں میں ہوئے۔ باغیوں نے اس خیال سے بغاوت کا علم بلند کیا تھا کہ وہ اپنے مذہب اور قومیت کی خاطر لڑ رہے تھے۔ لیکن انھوں نے بے گناہ عورتوں اور بچوں کو قتل کرکے اپنی قوم اور مذہب کی سخت توہین کی۔ دوسری طرف سے انگریزی فوجوں نے بھی سیکڑوں میلوں کے محاذ میں بے شمار گاؤں جلا ڈالے اور بے شمار بے گناہوں کا خون بہایا۔ انھوں نے دہلی کے باشندوں کا قتل عام کیا۔ حالانکہ باغی سپاہ (جو واجب القتل تھی) شہر چھوڑ کر بھاگ گئی تھی۔ اسی طرح انگریزی کمشنروں نے شمالی ہند میں ہزاروں بے گناہ آدمیوں کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ جنھوں نے غدر میں مطلقاً حصہ نہیں لیا تھا"

جن واقعات کا میں نے ذکر کیا ہو، اُنھیں کسی خاص خصوصیت کی بنا پر منتخب نہیں کیا گیا۔ بہت سے حوادث غدر ان سے بھی زیادہ ہولناک قسم کے میرے [illegible] ہیں جن کا ذکر میں نہیں کرتا بعض لوگ [illegible] کہینگے، مجھے اس افسوسناک معاملہ کی یاد تازہ نہ کرنی تھی لیکن [illegible] اس لئے یہ داستان غم از سر نو چھیڑی گئی تاکہ ایک معاملہ کا فیصلہ ہو سکے۔ ایک طرف انگریز ہیں جو ابتک ۱۸۵۷ء کے ہندوستانی مظالم فراموش کرنا نہیں چاہتے اور یکے بعد دیگرے ایسی تاریخیں [illegible] جاری ہیں جن میں صرف تصویر کا ایک ہی رخ نمایاں کیا جاتا ہو۔ دوسری طرف ہندوستانی ہیں جو اسے بجا طور پر محسوس کرتے ہیں کہ آجتک اُنکے خیالات و احساسات کی بالکل شنوائی نہیں ہوتی۔ ایک مورخ نے بھی اس کی ضرورت نہ سمجھی کہ تصویر کا دوسرا رُخ دیکھنے کی بھی کوشش کرے۔ میری رائے میں انصاف اور دیانت داری کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو دونوں فریق یہ معاملہ یکقلم بھلا دیں۔ یا پھر دونوں کو اپنا اپنا نقطۂ خیال ظاہر کرنے کا موقعہ دیا جائے۔

لارڈ رابرٹ کے وہ خطوط جو غدر ۱۸۵۷ء میں انھوں نے لکھے تھے، اب ۱۹۲۴ء میں چھاپ کر شائع کئے گئے ہیں۔ اگر برطانیہ کو ہندوستان سے ذرا بھی ہمدردی ہوتی تو یہ کتاب اب ہرگز شائع نہیں کی جاتی ہندوستانیوں کے خلاف سخت زہر اگلا ہو۔ میں نے جان بوجھکر نیل (Neill) کی سفاکانہ حرکات کا (جو کانپور کے حادثہ سے بھی دہشتناک تھی) ذکر نہیں کیا ہو۔ نہ ہی میں نے ہڈسن کے شنیع افعال کو (جسنے ہمایوں کے مقبرے کے قریب دو مغل شاہزادوں کو بلا وجہ قتل کیا تھا) اس کتاب میں درج کرنا مناسب سمجھا ہو۔ میں نے

ہوئے، اور ایک ہی رسی میں باندھ دیئے گئے۔ وحشی فاتح جب انھیں اپنے لشکر میں لئے جا رہے تھے، تو بخیت کوکو نے اپنے دوست شعبان عدوی سے کہا "میں ان قبیلوں کی زبان اور عادات سے بخوبی واقف ہوں۔ یہ لوگ قیدیوں کو سخت تکلیف دینے کے بعد زندہ جلا دیتے ہیں۔ اگر تم منظور کرو تو ان سے میں درخواست کروں کہ ہم دونوں کو ساتھ ہی جلائیں۔ لیکن میں کوشش کروں گا، کسی تدبیر سے انھیں دھوکہ دیدوں" مصری از حد خائف تھا۔ تقریباً مجنون ہو چکا تھا اُسنے اپنے دوست کی تائید کی۔

(۴)

وحشی فاتحوں نے اپنے لشکر میں پہنچکر جشن شروع کیا۔ تقریب کا آغاز اس طرح ہوا کہ دو قیدی افسروں کو برہنہ کر کے ایک درخت کے تنہ سے باندھ دیا گیا اور نوجوانوں نے اُن پر تیر اندازی شروع کی۔ بر تیر پر مظلوم قیدیوں کی فریاد بلند ہوتی تھی، اور وحشی فاتحوں کے پُر مسرت نعرے ہوا میں گونج اُٹھتے تھے۔ ایک قیدی تو فوراً مر گیا مگر دوسرا دو دن تک زندہ رہا۔ روز صبح سے شام تک اُس کے زندہ جسم پر تیر افگنی کی مشق کی جاتی تھی!

اس تماشہ کے بعد جتنے قیدی خوف و دہشت سے مر نہیں چکے تھے، زندہ جلا دئے گئے۔ پھر ان دونوں دوستوں یعنی شعبان عدوی اور بخیت کوکو کی باری آئی۔ بخیت نے قبیلے کے سردار سے اُس کی زبان میں کہا "ہم دونوں ترک نہیں ہیں جیسا کہ تم خیال کرتے ہو ہم ملک کرکورو[1] کے رہنے والے ہیں۔ ہمیں ترک پکڑ لے گئے تھے اور زبردستی تم سے لڑنے پر مجبور کیا۔ مگر ہم نے کوئی ہتیار نہیں چلایا اور قید ہو گئے تاکہ تمھارے ساتھ ملکر ترکوں سے لڑیں۔ اگر تم ہمیں مار دگے نہیں تو ہمارے قبیلے بھی تمھاری مدد پر آجائیں گے"

بڑی حجت و تکرار کے بعد سردار نے دونوں قیدیوں کو زندہ رکھنا منظور کر لیا۔ زیادہ تر اس خیال سے کہ ان سے بطور ترجمان کے کام لیا جائے گا۔

(۵)

اس کے بعد دونوں قیدی وحشیوں کے ساتھ رہنے اور اُن کی وحشیانہ رسموں میں شریک ہونے لگے۔ اسپر ایک مدت گزر گئی۔ اب شعبان عدوی اُداس رہنے لگا، کیونکہ نجات سے نا امید ہو گیا تھا۔ بخیت کوکو ایک دن کسی ضرورت سے جدا ہوا۔ شعبان نے یہ موقع غنیمت سمجھا۔ درخت میں رسی باندھی اور اپنے گلے میں پھندا لگا کر لٹک گیا۔ درخت پر بلبلیں اور فوغائیاں بیٹھی تھیں۔ اچانک چلا اٹھیں اتفاق سے بخیت کوکو بھی اب پہنچ چکا تھا۔ چڑیوں کا شور سنکر نظر اُٹھائی تو اپنے دوست کو لٹکتے دیکھا۔ حیرت انگیز پھرتی سے وہ درخت پر چڑھ گیا، اور اپنے تیز خنجر سے پھانسی کی رسی کاٹ دی شعبان نیچے گرا۔ بخیت بھی ساتھ ہی پہلا اور دوست کی لاش پر نوحہ کرنے لگا!

بخیت کوکو ابھی نوحہ و فغاں کر ہی رہا تھا کہ شعبان نے آنکھ کھول دی۔ وہ مرا نہیں تھا۔ صرف بے ہوش ہو گیا تھا۔ بخیت بہت خوش ہوا اور بتایا کہ "میں نے قبیلے کے سردار کو راضی کر لیا ہے کہ ہم دونوں، وحشیوں کو بندوق چلانا سکھا دیں۔ جب ہتیار ہمارے ہاتھ آجائیں گے تو میں تمھیں لے کر ملک نم نم کی طرف بھاگ جاؤں گا۔ وہ یہاں سے صرف ۲۰ دن کے فاصلے پر ہے۔ مجھے راستہ اچھی طرح معلوم ہے"

"میں نم نم میں نہیں جاؤں گا کیونکہ وہاں آدمیوں کا گوشت کھایا جاتا ہے!" شعبان نے خوف زدہ ہو کر کہا۔

"دوست! یہ تم سے کس نے کہدیا؟" بخیت کوکو نے کہا "یہ بالکل جھوٹ ہے۔ نم نم میں صرف دو قبیلے، آدمی کھاتے ہیں۔ اور وہ بھی ہر طرح کا آدمی نہیں۔ صرف بیمار آدمیوں کا گوشت کھا لیتے ہیں۔ اُن میں کسی ایک قبیلے میں جب کوئی بیمار ہو جاتا ہے اور اچھا نہیں ہوتا، تو اُسے دوسرے قبیلے میں بھیجدیتے ہیں تاکہ اُسے بھون کر کھالیں۔ کیونکہ وہ آدمی کو دفن کرنا یا جلانا، انسانیت کے خلاف سمجھتے ہیں!"

(۶)

یہ سنکر شعبان بھاگنے پر راضی ہو گیا۔ کچھ مدت بعد کوٹ کی بندوقیں اور کارتوس آگئے۔ ایک رات جبکہ وحشی ناچ گانے میں مصروف تھے، دونوں دوستوں نے بندوقیں اُٹھائیں، کارتوس کی پیٹیاں کمر میں باندھیں، اور اندھیرے میں بھاگ کھڑے ہوئے۔

رات بھر چلنے کے بعد وہ ایک ایسے علاقے میں پہونچے جہاں ہر طرف دلدلیں تھیں۔ پورا ایک دن انہی دلدلوں کے عبور کرنے میں لگ گیا۔ اب وہ بہت تھک گئے تھے اور بھوک سے بے حال ہو رہے تھے۔ جوں ہی ایک خشک زمین پر پہنچکر اُنھوں نے چاہا کہ ستالیں، بخیت کوکو چلایا "فوراً درخت پر چڑھ جاؤ!" شعبان، بدحواس ہو گیا۔ مگر بخیت دوڑ کر اُس کے پاس آیا اور اُسے گود میں اُٹھا کر درخت پر چڑھا دیا، اور خود بھی اوپر پہنچ گیا۔ فوراً ہی اُنھوں نے دیکھا کہ ایک عظیم الشان کرگدن، تیر کی طرح دوڑتا ہوا چلا آرہا ہے۔ آتے ہی اُسنے قریب کے ایک درخت پر حملہ کیا اور پورا درخت اکھاڑ کر پھینک دیا۔ دونوں دوستوں کے پاس بندوقیں موجود تھیں۔ اُنھوں نے فیر کیا اور سہ گولیوں میں حیوان کو گرا دیا۔ اب وہ خوش خوش اُترے اور اُس کا گوشت بھون بھون کر کھانے لگے۔

مسلسل کئی دن تک اُنھوں نے جنگلی کیلے اور آم کے جنگلوں میں سفر کیا۔ راستے میں بہت سے دریا ملے۔ دونوں دوست درخت کاٹ کر کشتی بنالیتے تھے۔ اور دریا عبور کر جاتے تھے۔

کئی ہفتے کے سخت ہولناک سفر کے بعد وہ ملک نم نم کی سرحد پر پہنچ گئے۔ رات اُنھوں نے ایک اونچے پیڑ کی شاخوں پر گذاری۔ وہ مشورہ کرتے رہے کہ یہاں کے بادشاہ کو کیا ہدیہ پیش کرنا چاہئے؟ کیونکہ بادشاہ اگرچہ انصاف پسند تھا مگر کسی اجنبی کو بلا سبب ملک میں داخل ہونے نہیں دیتا تھا۔ آخر اُنھوں نے طے کیا کہ اپنے ہتیار اُس کے سامنے پیش کرینگے۔

صبح وہ چلے جا رہے تھے کہ ناگاہ اُنھیں زمین پر ایک آدمی کی لاش نظر آئی۔ پاس ہی ایک گٹھری بھی رکھی تھی۔ قریب کے درخت سے گدہا بندھا تھا۔ انھوں نے خیال کیا، کوئی مسافر تھا۔ گدہا باندھ کر اور گٹھری سر کے نیچے رکھ کر آرام کے لئے لیٹا ہوگا، مگر کسی درندے نے اُسے مار ڈالا۔ پھر اُنھوں نے گٹھری کھولی تو اُسمیں ریشمی اور کلابتونی کپڑے رکھے تھے۔ وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے "بادشاہ کے لئے یہ اچھا تحفہ ہے۔ گدہا دیکھ کر وہ بہت خوش ہوگا۔ کیونکہ اس ملک میں گدہا نا پید ہے"

اب اُنھوں نے چاہا یہ مال غنیمت لے کر آگے بڑھیں، مگر فوراً ہی پاس کی جھاڑی سے ایک شیر بر مہیب آواز سے چلاتا باہر نکلا۔ مگر وہ ڈرے نہیں۔ فوراً بندوق چلائی اور شیر کو مار ڈالا۔

(۷)

شاہ نم نم کا پائے تخت سامنے تھا۔ بندوق کی آواز وحشی باشندوں کے لئے بالکل نئی تھی۔ بہت سے آدمی گانوں سے نکل آئے اور آواز کی طرف دوڑے۔ خود بادشاہ، سب سے آگے تھا۔ بخیت کوکو نے بادشاہ کو دیکھا تو شاہانہ آداب و کورنش بجالایا، اور اپنا اپنے دوست کا پورا قصہ کہہ سنایا۔ پھر اُسنے کہا:

"میرا یہ دوست، اپنے وقت کا رستم ہے۔ خود اعلیٰ حضرت ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ اسنے کس آسانی سے شیر مار ڈالا، اور اس عجیب مخلوق (یعنی گدھے) کو اپنی سواری بننے پر مجبور کر دیا!"

بادشاہ بہت متحیر ہوا۔ گدھے کی صورت دیکھ کر اُس کو تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی۔

پھر بخیت کوکو نے بادشاہ سے کہا "گدہا اصل میں میرے اس دوست کے بھائی کی سواری ہے۔ وہ اسپر سوار ہو کر تمام دنیا میں سفر کرتا رہا۔ وہ اپنے اس گم شدہ بھائی کو تلاش کر رہا تھا جسے وحشی لوگوں نے قید کر لیا تھا۔ وہ اپنے ساتھ اعلیٰ حضرت کے لئے یہ کپڑے بھی لایا تھا۔ مگر افسوس کہ درندے نے اُسے سوتے میں مار ڈالا۔ اب میرا دوست اعلیٰ حضرت کی خدمت میں یہ کپڑے نیز یہ جھنبی ہتیار جس سے اُسنے چشم زدن میں شیر کو مار ڈالا، ہدیۃً پیش کرتا ہے!"

بادشاہ از حد مسرور ہوا اور ہدیئے قبول کر لئے۔ پھر بخیت نے بادشاہ کی اجازت سے شعبان کو حکم دیا کہ گدھے پر سوار ہو کر بادشاہ کے روبرو اُسے دوڑائے۔ شعبان گدھے پر سوار ہو گیا مگر سوء اتفاق سے گدہا چلانے لگا۔ اُس کی عجیب آواز سنکر وحشی باشندے اور خود بادشاہ پر سخت دہشت طاری ہوئی۔ وہ بے تحاشا بھاگ کھڑے ہوئے۔ بخیت کوکو نے دوڑ کر بادشاہ کو روکا، اور عرض کیا "یہ حیوان، سفر میں رہنے کی وجہ سے بدتمیز ہو گیا ہے! چند دن آرام کرنے کے بعد ٹھیک ہو جائے گا!"

بادشاہ نے اپنے کاہن سے مشورہ کیا۔ کاہن نے کہا "یہ مخلوق، اصل میں انسان ہی ہے اور جادو کے زور سے جانور بنا دیا گیا ہے"

تب بادشاہ کی آنکھوں میں غصہ ظاہر ہوا۔ بخیت کوکو سمجھ گیا۔ اُسنے بندوق اُٹھائی، اور گولی مار کر گدھے کا خاتمہ کر دیا۔

اب بادشاہ کے ہوش حواس درست ہوئے۔ اُس کا غصہ فرو ہو گیا۔ دونوں مہمانوں کو اپنے قصر شاہی میں اُتارا، جو پھونس کا ایک جھونپڑا تھا۔ پھر اُن کے اعزاز میں پر تکلف دعوت کی۔ دس سب سے زیادہ موٹے کتے ذبح کرائے اور اُن کے کباب مہمانوں کو کھلائے!

شاہی مہمان عزت و احترام سے رہنے لگے۔ اُنھیں ہر جگہ پھرنے کی اجازت تھی۔ اُنھوں نے دیکھا، یہاں مرد بالکل برہنہ رہتے ہیں۔ عورتیں، صرف سبز پتے باندھ کر ستر پوشی کرتی ہیں۔ جب پتے خشک ہو جاتے ہیں تو اُنھیں پھینک کر نئے پتے باندھ لیتی ہیں۔ تعدد ازدواج کی عادت عام ہے۔ خود بادشاہ کے محل میں ۴۰۰ بیویاں تھیں۔ باشندے بہت مطمئن زندگی بسر کرتے ہیں۔ غذا وافر ہے۔ ہر گھر میں شہد با فراط موجود ہے۔

(۸)

چند ماہ قیام کے بعد دونوں دوست بادشاہ کی اجازت سے خرطوم روانہ ہوئے۔ وہاں سے مصر پہنچے۔ شعبان عدوی نے اپنے چچا کی لڑکی سے شادی کر لی اور اپنے دوست بخیت کوکو سے اپنی بہن بیاہ دی۔

---

[1] کرکورو یا قورقرہ، خط استوا پر بحر غزال کے ممالک کا ایک جزو ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ یہاں کے باشندے بہت سُرخ سفید ہوتے ہیں۔ اُن کے بال بھورے اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں۔ بالکل یورپین معلوم ہوتے ہیں۔

بریدِ شرق

مکتوبِ حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم حجاز کے قلم سے)

لجنۂ تفتیش مدینۂ منورہ میں

قارئین الہلال لجنۂ تفتیش کے نام اور مقاصد سے واقف ہوچکے ہیں کہ مکۂ معظمہ اور جدہ کے انتظامات و اصلاحات سے فارغ ہوکر اب یہ مجلس گزشتہ ہفتہ مدینۂ منورہ گئی ہے۔ شیخ حافظ وہبہ اس کے صدر ہیں۔ مجلس نے مدینۂ طیبہ میں پہنچتے ہی علماء و فضلاء اور شہر کے سربرآوردہ آدمیوں کو جمع کیا اور صدر مجلس نے اُن کے روبرو حسب ذیل تقریر کی:

"میں تمہیں جلالۃ الملک کا سلام پہونچاتا ہوں۔ سلطان تمہارے لئے اور تمہارے پاک شہر کے لئے اپنے دل میں بہترین آرزوئیں رکھتے ہیں۔ سلطان نے ہمیں یہاں اس لئے بھیجا ہے کہ رعایا کے حالات اور حکام کے معاملات کی تفتیش کریں۔ جتنی اچھائیاں ہمیں نظر آئیں گی، برقرار رکھیں گے۔ جتنی برائیاں دکھائی دیں گی، مفقود کردیں گے۔ تم جانتے ہو آدمی اپنی انفرادی حالت میں کمزور ہے، لیکن جماعت کے ساتھ طاقتور ہے۔ پس ہم چاہتے ہیں تم اس مجلس میں شریک ہو۔ اس کی مدد کرو۔ اس کے سامنے اپنی شکایتیں پیش کرو۔ اپنے مشوروں سے اس کی رہنمائی کرو۔ ہم ہر معقول بات سننے اور کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم ہر ظالم کو گرا دینے پر تُلے ہوئے ہیں۔ تم ہرگز کسی کا خوف اپنے دلوں میں نہ رکھو۔ بڑے سے بڑے حاکم نے بھی اگر زیادتی کی ہے، تو صاف صاف کہدو۔ ہم فوراً اس کا تدارک کریں گے۔ ہماری غرض اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس مقدس شہر کو ترقی اور اس کے باشندوں کو خوش حالی حاصل ہو۔ اس پیغام کے بعد سلطان کی ذمہ داری ختم ہوگئی ہے۔ اگر تم اب بھی خاموش رہوگے اور اپنی شکایتیں پیش نہیں کروگے تو اس کی ذمہ داری سراسر تمہارے ہی سر ہوگی۔ پھر حکومت کو ملامت نہ کرنا، خود اپنی بزدلی اور غفلت پہ تاسف کرنا۔"

اس کے بعد مجلس نے حکومت کے تمام شعبوں اور دفتروں کی جانچ کی۔ پھر اپنی تحقیقات قلم بند کرکے خفیہ طور پر سلطان کو بھیجدیں۔ سلطان نے فوراً مدینۂ منورہ کے حاکم اور سپہ سالار کو طلب فرمایا اور انھیں معزول کرکے اپنے تیسرے بیٹے شاہزادہ محمد کو حاکم اعلیٰ، شیخ عبدالعزیز ابراہیم کو اُن کا نائب، اور شیخ یاسین رواف کو مساعد مقرر کردیا۔ نئے حاکم نے آتے ہی باشندوں کو جمع کیا اور سلطان کا حسب ذیل فرمان سُنایا:

"اے اہلِ مدینہ! تم اور تمہارے حاکم باہم نیکی اور تقویٰ میں مددگار بنائیں۔ ہواؤ ہوس اور گمراہیوں سے پرہیز کریں۔ باہم اتحاد رکھیں، نفاق سے بچیں۔ قیل وقال چھوڑدیں۔ خدا ہماری اور تمہاری اعانت کرے، اور سب کو نیکی کی توفیق بخشے۔"

پھر سلطان کا وصیت نامہ پڑھا گیا جو انھوں نے حاکم مدینہ کے نام لکھا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے:

"امن امان قائم کرنے میں پوری کوشش کرنا۔ تمام لوگوں سے یکساں برتاؤ کرنا، کیونکہ سب آدمی برابر ہیں۔ نہ عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت ہے، نہ عجمی کو عربی پر کوئی امتیاز۔ سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی کا پتلا تھا۔ ہاں، اگر کوئی امتیاز ہے تو وہ صرف تقویٰ کا امتیاز ہے۔ میرا مطالبہ یہ ہے کہ تمام رعایا تجھ سے خوش رہے۔ شہری باشندے بھی خوش رہیں، بدوی باشندے بھی خوش رہیں۔ کوئی معاملہ بھی اپنی رائے سے انجام نہ دینا ہمیشہ شرعی حاکم سے مشورہ کرو۔ کیونکہ اس میں اللہ کی اطاعت زیادہ ہے اور مخلوق کی رضامندی بھی اسی ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے۔ اپنے بارے میں لوگوں کا خیال بدل دو۔ تمہیں سب سخت گیر کہتے ہیں۔ نرم دل بنجاؤ۔ میری سب سے بڑی وصیت یہ ہے کہ شعائر دین قائم کرو، اوامر الٰہی جاری کرو، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قائم ہوجاؤ۔ شریعت کے نفاذ میں لومۃ لائم کی پرواہ نہ کرو۔ اپنے ماتحت عہدہ داروں کی نیکی میں مدد کرو۔ اگر اُن کی کوئی قابل اعتراض بات نظر آئے تو عوام وخواص میں اُن کی مذمت شروع نہ کردو، بلکہ انھیں اپنے پاس بُلاکر نصیحت کرو۔ اگر اس پر بھی اُن کی اصلاح نہ ہو تو مجھے یا میرے نائب عام کو اطلاع دو۔ عہدہ داروں کو اپنا جاسوس نہ بنانا۔ سب کو دل سے اپنا دوست بنائے رکھو۔"

سلطان کا سفرِ نجد

سلطان اپنے نجدی پائے تخت ریاض کو روانہ ہوگئے ہیں۔ سفر سے پہلے حرم میں نماز پڑھی اور طواف الوداع کیا۔ یہ سفر نجد میں بعض انتظامات کی تکمیل کے لئے ہے۔

عسیر کے لئے طبّی وفد

عسیر کا علاقہ جس وقت سے سلطان ابن سعود کے زیر حکومت آیا ہے، سلطان اصلاح و ترقی کی کوششوں میں سرگرم ہیں۔ اس علاقہ میں اسوقت تک نہ کوئی باقاعدہ معالج تھا، نہ شفاخانہ۔ اب سلطان کے حکم سے ایک طبّی وفد بھیجا جارہا ہے تاکہ وہاں ایک شفاخانہ قائم کرے۔ ڈاکٹر ... اس وفد کے رئیس ہیں جو کہ مکۂ معظمہ کے محکمۂ حفظان صحت کے مہتمم تھے۔

عدل و امان

اس ہفتہ ایک واقعہ ایسا پیش آیا جو اگرچہ حجاز میں اب کوئی غرابت نہیں رکھتا، لیکن بیرونی دنیا کے لئے وہ ضرور قابل ذکر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مسلہ کا ایک مسافر جدہ سے آرہا تھا۔ مگر پہونچکر اُس نے دیکھا کہ پندرہ ہزار روپیہ کی تھیلیاں اسباب سے غائب ہیں! وہ سخت پریشان ہوا۔ دوستوں نے مشورہ دیا کہ پولیس کو خبر کرے۔ مگر اُس نے انکار کردیا۔ کیونکہ اُسے معلوم نہیں تھا، یہ رقم کہاں ضائع ہوگئی؟ اچانک ... اُس کے ...

عالمِ مطبوعات وصحائف

کیا چاند تک پہنچنا ممکن ہے؟

امریکہ سے یورپ تک ڈو گھنٹے میں!

امریکہ اور یورپ میں اب تک مشہور فضائی سیاح لنڈبرگ کا چرچا پھیلا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جو نیویارک سے پیرس تک بغیر کہیں رُکنے کے اُڑنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

لیکن اب یورپ اور امریکہ کے ہوائی سفر کے ماہرین اس کامیابی پر متعجب نہیں ہیں۔ اُن کا خیال ہے، بہت جلد یہ بات ممکن ہوجائیگی کہ امریکہ سے یورپ تک کی مسافت صرف ڈو گھنٹے میں طے کرلی جائے!

اسوقت جرمنی میں تین شخص ایسے موجود ہیں جو چاند تک پہنچنے کے لئے علمی جدوجہد شروع کرچکے ہیں۔ یہ سب کے سب علوم کے بھی استاد ہیں اور اُن تدابیر پر علمی طریقے سے غور کرچکے ہیں جن کے ذریعہ ہوائی جہاز کا چاند تک پہنچ جانا ممکن ہے۔

حال میں پروفیسر آکس ویلیر نے (جو ان تین میں سے ایک ہے) ایک بیان بعض علمی رسائل میں شائع کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"انسان اب اپنی ایجادات کے زور سے مسافت کی دُوری پر غالب آگیا ہے۔ مثلاً سو میل کی مسافت پہلے ۴ دن میں طے کیجاتی تھی۔ بائسکل نے اسے ایک دن کی مسافت کردیا۔ ریل نے اسے ایک گھنٹہ کا سفر بنادیا۔ اور اب ہوائی جہاز کے لئے یہ صرف چند منٹوں کی بات ہے۔ پھر اگر توپ کے گولہ کی رفتار پر نظر ڈالی جائے، تو وہ سو میل کی مسافت ۳ منٹ میں طے کرلیتا ہے۔"

"بلاشبہ موجودہ ہوائی جہاز توپ کے گولہ کی سی رفتار نہیں پیدا کرسکتے ہیں۔ کیونکہ جہاز جوں جوں فضا میں بلند ہوتا جاتا ہے، ہوا لطیف ہوتی جاتی ہے، اور جہاز کی قوت میں کمی آتی جاتی ہے۔ لیکن اس سے ہماری کوششوں میں فرق نہیں آسکتا۔ ہمیں اپنی سعی برابر جاری رکھنی چاہئے۔ ہم ضرور کوئی ایسا طریقہ پیدا کرلیں گے کہ توپ کے گولہ کی طرح ہوائی جہاز بھی فضا میں بغیر کسی رُکاوٹ کے بلند ہوسکے۔"

"بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر ہوائی جہازوں میں ایسے محرک (موٹر) لگائے جائیں جو بلندی پر جاکے ہوا میں کثافت پیدا کرسکیں تو یہ مشکل حل ہوجائے گی۔ لیکن میرے خیال میں یہ صحیح نہیں ہے۔ اس صورت میں زیادہ سے زیادہ ۱۵ میل تک جہاز پہنچ سکے گا۔ اس کے بعد محرک بے کار ہوجائے گا۔"

"یہ مشکل صرف اس طرح حل کی جاسکتی ہے کہ محرک، خود جہاز میں نہیں بلکہ اس کے باہر ہو۔ یعنی ایسے آلات ایجاد کئے جائیں جو جہاز کو بلندی پر اسی طرح پہنچادیں جس طرح توپ اپنا گولہ اُڑادیتی ہے۔ اس صورت میں ہوا کی لطافت کا اُسپر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

ایک اور پروفیسر ریسویل کا خیال ہے۔

"اگر ہوائی جہاز، ۱۰۰ میل کی بلندی پر پہنچ سکے۔ اور اُس کا محرک ۸۰ ٹن وزن کا ہو، اور خود جہاز کا وزن ½ ۹ ٹن سے زیادہ نہ ہو تو وہ برلن سے نیویارک کا فاصلہ ۲ گھنٹے میں طے کرسکتا ہے۔ لیکن اگر جرمن پروفیسر کے نظریہ کے مطابق یہ جہاز، توپ کے گولے کی طرح ۰۰ درجہ کے زاویہ پر ہوا میں پھینکا جائے، تو ...

کئی چشمدید گواہوں کے بیانات بھی حذف کردئیے ہیں، جن کا بیان ہے کہ سیکڑوں دیہات جلا دیئے گئے اور ان میں بوڑھے مرد اور پردہ نشین عورتیں بھی جلکر راکھ ہوگئیں۔

غدر کے اثرات جنوبی ہند اور بنگال تک نہیں پھیلے لیکن بہار سے لے کر شمال مغربی سرحد تک غدر کی یاد ابتک تازہ ہے۔ اس علاقہ کے ہندوستانیوں اور انگریزوں دونوں نے ابھی تک فراموش نہیں کیا ہے۔ اس لئے اس کی یاد ان دونوں قوموں کے باہمی تعلقات میں رخنہ اندازی کرتی رہتی ہے۔ جب کبھی کہیں ذرا سا فساد ہوتا ہے تو ہندوستان کے انگریز باشندے چلا اٹھتے ہیں "مارشل لا فی الفور نافذ کیا جائے" کیونکہ انہیں ہر وقت اپنی جانوں کا خطرہ رہتا ہے اگر غدر کے افسانے انگریزی تواریخ میں ایسے خوفناک طریقہ سے درج نہ کئے جاتے تو انگریزوں کے دلوں میں اس قسم کا ہیجان ہرگز پیدا نہ ہوتا۔ جب کبھی انگریز یہ جھوٹے قصے پڑھتے ہیں۔ تو ان کے دلوں میں ہندوستانیوں کے خلاف ایک عالمگیر نفرت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور خواہ مخواہ کوئی بہانہ پیدا کرکے انتقام لینے پر تل جاتے ہیں میں ذیل میں تین ایسے واقعات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس سے عہد غدر کے بعد خیالات کا اندازہ لگ سکتا ہے:

تین واقعات

کوکوں کی بغاوت

(۱) ۱۳ر جنوری ۱۸۷۲ء کو تقریباً ایک سو انتہا پسند سکھوں نے (جنھیں پنجابی زبان میں کوکے بھی کہتے ہیں) مالیر کوٹلہ کے شہر پر دھاوا ماردیا۔ فریقین کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔ اور دونوں طرف سے بہت سے آدمی مقتول و مجروح ہوئے۔ سکھوں کی طرف سے ۶۸ آدمی (جن میں ۲۲ مجروح بھی تھے) بھاگ کر ریاست پٹیالہ میں پناہ گزیں ہوگئے۔ لیکن دوسرے ہی دن انھوں نے انگریزوں کے سامنے ہتیار ڈال دیئے اور انھیں شیرپور کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ کووَن نے جو لدھیانہ کا ڈپٹی کمشنر تھا، ان قیدیوں کو کوٹلہ میں بلوایا (جہاں وہ خود ۱۶ر تاریخ کو پہنچگیا تھا) اسنے اپنے کمشنر کو اسی وقت اطلاع بھیجی کہ اب امن و امان ہوگیا ہے اور کل صبح قیدیوں کو توپ کے ذریعے اڑا دیا جائے گا۔ ۱۷ر جنوری کو کمشنر نے کووَن کو حکم دیا کہ قیدی فی الحال شیرپور کے قلعہ ہی میں رکھے جائیں، لیکن کووَن نے تعمیل حکم سے گریز کیا اور اسی روز بغیر کسی تحقیقات کے ۴۹ قیدی توپ سے اڑادیئے گئے۔ شام کے ۷ بجے کمشنر کا ایک اور حکم ملا۔ اسوقت ۱۶ قیدی توپ کے سامنے بندھے ہوئے تھے۔ کمشنر نے لکھا تھا کہ تمام قیدی بلا تاخیر اس کے پاس بھیجدئے جائیں تاکہ وہ انکے مقدمہ کی سماعت کرے۔ لیکن کووَن نے اس حکم کی بھی مطلق پروا نہ کی۔ اور اس گروہ کو بھی توپ سے اڑا دیا۔ جب گورنمنٹ نے اس کی نافرمانی کے متعلق باز پرس کی۔ تو اسنے جواب دیا "جب مجھے کمشنر کا حکم ملا تھا تو میں نے سوچا، اگر اسوقت ان ۱۶ آدمیوں کو (جو توپ سے بندھے ہوئے ہیں) قتل نہ کیا گیا تو حاضرین پر برا اثر پڑیگا۔ اور اس تاخیر سے ہماری کمزوری ثابت ہوگی۔ اس لئے میں نے انہیں قتل کرادیا" ایک قیدی اپنے محافظوں سے بھاگ نکلا تھا اسنے آتے ہی کووَن پر حملہ کرکے اس کی داڑھی پکڑلی۔ لیکن ہندوستانی افسروں نے اسے تلواروں سے ڈھیر کردیا۔ فارستھ (کمشنر) نے کووَن کو کئی دفعہ حکم دیا تھا کہ قانون کے مطابق کارروائی کرنی چاہئے مگر اسنے نافرمانی کی! علاوہ ازیں کمشنر نے گورنمنٹ کو تار بھی دیا تھا کہ میں موقع پر موجود ہوں۔ اور میں ان قیدیوں کے مقدمات کا بغیر کسی تاخیر کے فیصلہ کرسکتا ہوں۔ مجھے اسوقت کسی فوری کارروائی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ کیونکہ ممکن ہے اس سے جوش زیادہ پھیل جائے۔ لیکن جب ڈپٹی کمشنر نے اسے اطلاع دی کہ اسنے بہت سے قیدی قتل کرا دئیے ہیں۔ تو کمشنر نے اس کا جواب یوں دیا۔ "میرے پیارے کووَن۔ جو کچھ آپنے کیا ہے۔ بہت اچھا کیا ہے۔ میں نے آپ کا طرز عمل نہایت پسند کیا۔ میں بھی آپکی تقلید کروں گا" چنانچہ جب بقیہ قیدی اس کے پاس بھیجے گئے تو اسنے بھی انہیں بھی موت دے دی۔ جب گورنمنٹ آف انڈیا کو ان واقعات کا علم ہوا تو اسنے ایک بڑا لمبا چوڑا حکم لکھا۔ اور کووَن کے فعل کی سخت مذمت کی۔ اور اسے وحشیانہ حرکت سے منسوب کیا۔ بالآخر کووَن برخاست کیا گیا۔ کمشنر کو بھی سخت ملامت کی گئی اور اسے ایک دوسرے صوبے میں اسی عہدے پر تبدیل کردیا گیا۔ جب لارڈ نارتھ بروک وائسرائے ہوئے تو فارستھ نے اس حکم کے خلاف اپیل کی وائسرائے نے اسے کاشغر ایک سیاسی وفد کا سرگردہ بنا کر بھیجدیا جہاں اسے سیاسی خدمات کے عوض سر کا خطاب دیا گیا۔

اسوقت تمام انگریز افسروں اور اخباروں نے کووَن اور فارستھ سے ہمدردی ظاہر کی تھی۔ میں نے اپنی تمام زندگی میں ایسا دہشتناک واقعہ نہیں دیکھا ہے۔ میری رائے میں گورنمنٹ نے ان دو افسروں کو برائے نام سزا دی۔ حالانکہ وہ سنگین سزا کے مستحق تھے"

میں نے یہ تمام واقعہ حرف بحرف کاٹن کی کتاب "یاد ایام" (Indian & Home memories) سے اخذ کیا ہے۔ کیونکہ میں اس سے بہتر اس واقعہ کی تفصیل نہیں لکھ سکتا تھا!

فارستھ اپنی سوانح عمری میں اسی واقعہ کی متعلق یوں لکھتا ہے:

"چونکہ میں کمشنر تھا اس لئے مجھے قتل کرنے کے کلی اختیارات تھے لیکن کووَن کو اس قسم کا کوئی اختیار نہ تھا۔ میں نے اسے لدھیانہ سے لکھ دیا تھا کہ وہ ان باغیوں کے مقدمہ کی سماعت کرے لیکن جب تک میں اس کے پاس نہ پہنچ جاؤں، وہ کسی صورت میں ان قیدیوں کو سزا نہ دے۔ لیکن اسنے میرے اختیارات چھین کر قانون اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور بغیر میرے حکم کے قتل کرادیا۔ ناچار اسکے فعل کی ذمہ داری مجھے اپنے سر لینی پڑی۔ اور اس سے متفق الرائے ہونا پڑا۔ کیونکہ میں اسے غلطی کے نتائج سے بچانا چاہتا تھا۔ جب اسے ملازمت سے برطرف کیا گیا۔ تو میں نے اس کی ہر طرح سے امداد کی اور اسکے واسطے ہندوستان میں ہی ایک نہایت معزز ملازمت مہیا کردی"

جنگ افغانستان

(۲) دوسرا واقعہ افغانستان کی دوسری جنگ سے تعلق رکھتا ہے میں اسوقت اس جنگ کے واقعات دہرانا نہیں چاہتا۔ کیونکہ یہ بڑی لمبی چوڑی داستان ہے۔ جب افغانستان اور برطانیہ کی آپس میں صلح ہوگئی۔ تو کیوگنری کو برطانیہ کی طرف سے بطور سفیر کابل میں متعین کیا گیا۔ چند دنوں کے بعد کیوگنری مع اسٹاف کے خود پٹھانوں کے ہاتھوں مقتول ہوا۔ جرنیل رابرٹس نے کابل پر چڑھائی کی۔ اور بڑی بہادری دکھاکر اکتوبر ۱۸۷۹ء میں فتح کرلیا۔ بعد ازاں انتقامانہ کارروائیاں شروع ہوگئیں۔ کیونکہ پٹھانوں نے ہمارے سفیر کو قتل کرکے ہمارے جھنڈے کی بڑی توہین کی تھی۔ کاٹن اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷۲ میں لکھتا ہے کہ مارشل لا (جنگی قانون) فوراً نافذ کیا گیا۔ لوگوں کو گروہ در گروہ پھانسی دی جاتی تھی۔ امیر یعقوب خاں کو جلاوطن کرکے ہندوستان بھیجا گیا۔ گرد و نواح کے علاقے سامان خورد و نوش کی خاطر تباہ کئے جاتے تھے۔ دیہاتوں کا جلانا تو ایک روزمرہ کی کارروائی تھی!

سر چارلس میگریگر جو لارڈ رابرٹس کا چیف آف اسٹاف تھا اپنی سوانح عمری کے صفحہ ۱۳۶ میں مندرجہ ذیل فقرات لکھتا ہے:

"جب تک مجھے افغان قیدیوں کے جرم کا یقین نہ ہوجائے تب تک میں انہیں بے فائدہ سزا نہیں دوں گا۔ دفتر امور خارجہ کی رائے ہے کہ ایسی سزائیں دی جائیں جو عبرتناک اور جارحانہ ہوں لیکن میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں ہر ایک مقدمہ میں پوری تفتیش کرنی چاہیے۔ میں بے گناہ لوگوں کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ اس سے برے نتائج نکلتے ہیں"

یہی جرنیل اپنے روزنامچہ میں ۲۲ر اکتوبر کا یہ واقعہ لکھتا ہے:

"میں نے آج ۵ آدمیوں کی زندگی بچائی ہے۔ یعنی اگر میں ان کے مقدمات میں پوری طرح غور و خوض نہ کرتا۔ تو انہیں یقیناً پھانسی دی جاتی۔ ان ملزموں میں سے ایک کا نام ابوبکر تھا جو سوداگر تھا۔ اسکے خلاف مقدمہ صریحاً بناوٹی تھا۔ کیونکہ اس کے جانی دشمن نے اسکے خلاف جھوٹی شہادت دی تھی"

ہاورڈ ہنسمین جو اخبار پانیر الہ آباد کا اس جنگ میں نامہ نگار تھا ایک جگہ کابل کا نقشہ یوں کھینچتا ہے:

"کابل شہر خموشاں بنا ہوا ہے۔ وہ بازار اور کوچے جہاں ہر وقت خونریزی اور فساد کا بازار گرم رہتا تھا اب قبرستان کی مانند چپ چاپ ہیں۔ شہر کے باشندوں نے پہلے پہل ہماری نرمی سے فائدہ اٹھایا تھا۔ لیکن جب سے ہم نے انتقام لینا شروع کیا ہے، انھیں ہماری وحشیانہ طاقت کا پوری طرح احساس ہوگیا ہے"

جب ہماری فوجوں کی ظالمانہ حرکات کی اطلاع انگلستان پہنچی۔ تو عوام الناس نے بڑا شور مچایا۔ افغانستان میں ابتک ہمارے وحشیانہ افعال کی یاد تازہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارا حقیقی دشمن چلا آتا ہے۔

خریدارانِ الہلال توجہ فرمائیں

جن جن حضرات سے ۶ ماہ کی قیمت وصول ہوئی تھی، اُن کا حساب الہلال نمبر (۲۳) پر ختم ہوجائے گا یعنی آئندہ نمبر سے بعد کے نمبر پر۔ اگر وہ آئندہ بھی الہلال کا مطالعہ جاری رکھنا چاہتے ہیں، تو دفتر نہایت شکرگذار ہوگا اگر وی۔ پی کی درخواست کی جگہ وہ بذریعہ منی آرڈر قیمت روانہ کردیں۔ وی۔ پی کی رقم وصول ہونے میں بہت تاخیر ہوتی ہے، اور اس لئے پرچہ کے سلسل اجرا میں خلل واقع ہوجاتا ہے۔ اگر وہ ایک ہفتہ کے اندر قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں تو رجسٹر میں نمبر ۲۳ کے بعد سے اُن کی جدید خریداری کا اندراج ہوجائے، اور پرچہ کی ترسیل بغیر کسی انقطاع کے جاری رہے۔

یہ کہنا ضروری نہیں کہ نئی ششماہی جلد سے الہلال کا نیا دورِ حیات شروع ہوگا، اور وہ اس حالت سے بالکل مختلف ہوگا، جس حالت میں اسوقت تک نکلتا رہا ہے۔ (مینجر)

بعد وہ تین ہزار میٹر کی بلندی پر پہنچ جائیگا۔ اُس کی تیزی ہر سکنڈ میں ۴۰۰ میٹر ہو جائے گی۔ ۲۵ سکنڈ کے بعد وہ ۲۰ ہزار میٹر بلندی پر ہوگا اور اس کی تیزی ہر سکنڈ میں ۸۰۰ میٹر زیادہ ہوتی جائے گی۔ پھر ۴۵ سکنڈ کے بعد ۵۰ ہزار میٹر کی افقی بلندی پر پہنچ جائے گا۔ اور اُسکی افقی سرعت، ہر سکنڈ میں دو ہزار میٹر ہو جائے گی۔ اس صورت میں یہ جہاز برلن سے نیویارک صرف ½ ۱ گھنٹہ میں پہنچ جائے گا!"

ایک دوسرے جرمن پروفیسر اوبرٹ کا خیال ہے۔

"دس پندرہ برس کی مدت میں ایسے ہوائی جہاز بنجائیں گے، جو ہر سکنڈ میں ۱۲۸۰۰ میٹر مسافت طے کر لیں گے۔ اُس وقت یہ ممکن ہوگا کہ انسان چاند اور دوسرے کواکب تک پہنچ سکے"

لیکن بہت سے علماء یہ نظریہ تسلیم نہیں کرتے۔ اُن کے دو بڑے اعتراض ہیں جن کا اب تک کوئی شافی جواب نہیں ملا ہے۔ ایک یہ کہ جو جہاز اس قوت سے توپ کے گولے کی طرح فضا میں پھینکا جائیگا، وہ ایک معین حد پر پہنچکر ضرور مشتعل ہو جائیگا یعنی جل جائیگا دوسرے یہ کہ اگر کوئی تدبیر ایسی کر بھی لی جائے کہ جہاز مشتعل نہ ہو، جب بھی اُس کے اُترنے کی صورت کیا ہوگی؟ یقیناً وہ اُسی تیزی سے نیچے گرے گا، جس تیزی سے اوپر پھینکا گیا ہو!

جرمن ہوا باز یہ اعتراض تسلیم کرتے ہیں، مگر ساتھ ہی اُمید کرتے ہیں کہ ہم جلد ان مشکلات پر غالب آجائیں گے۔

صناعی آنکھ جو رات کی تاریکی میں دیکھتی ہے!

Noctovision

جب آفتاب کا نور کسی منشور شیشے میں سے ہو کر گزرتا ہے، تو رنگ کا ظاہر ہوتا ہے۔ سب رنگ علحدہ علحدہ اوپر نیچے صفوں کی صورت میں ہوتے ہیں۔ سُرخ رنگ سب سے نیچے ہوتا ہے۔ اُس کے اوپر نارنجی، پھر زرد، پھر سبز، پھر اودا، پھر نیلا، پھر بنفشی یعنی بنفشی سب سے اوپر ہوتا ہے۔ سُرخ سب سے نیچے۔ توس قزح میں بھی یہی ساتوں رنگ دکھائی دیتے ہیں۔

لیکن تحقیقات سے ثابت ہوا کہ آفتاب کا نور، صرف ان سات رنگوں ہی میں تحلیل نہیں ہوتا، بلکہ اور بھی بہت سے رنگ اختیار کرتا ہے مگر وہ رنگ غیر مسلح آنکھ سے دکھائی نہیں دیتے۔ ان غیر مرئی رنگوں میں بعض رنگ سرخ رنگ کے نیچے ہوتے ہیں اور بعض بنفشی کے اوپر۔

سرخ شعاعوں کے نیچے جو شعاعیں ہیں، وہ گرم ہوتی ہیں۔ اگرچہ آنکھ سے دکھائی نہیں دیتیں لیکن جلد پر محسوس ہوتی ہیں۔ یہ شعاعیں "تاریک شعاعیں" کہلاتی ہیں۔ آفتاب کی جو قوت ہم تک پہنچتی ہے، اسکے اجزا میں غالب حصہ انہی تاریک شعاعوں کا ہوتا ہے۔

بنفشی شعاعوں کے اوپر جو شعاعیں ہیں، اُنکی موجیں بہت ہی چھوٹی ہوتی ہیں۔ یہ بھی دکھائی نہیں دیتیں۔ البتہ فوٹوگراف کی تختی پر ان کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے۔ ان کا نام ہے "شعاع ماورائے بنفشی" یا "شعاع کیمیاوی"

انسان کی آنکھ آفتاب کی اُنہی شعاعوں سے متاثر ہوتی ہے جو سُرخ اور بنفشی رنگوں کے درمیان ہیں۔ جب یہ تمام شعاعیں یا ان میں سے کوئی ایک شعاع کسی جسم سے منعکس ہوتی ہے، تو آنکھ متاثر ہوتی ہے، اور دیکھنے لگتی ہے۔ لیکن اگر ان ساتوں رنگوں کے علاوہ کسی دوسرے رنگ کی شعاع جسم سے منعکس ہوتی ہے، تو آنکھ اُس سے متاثر نہیں ہوتی، اس لئے وہ دیکھ بھی نہیں سکتی۔

لیکن اب انسان کی یہ مجبوری دُور ہو جائے گی۔ کیونکہ انگلستان میں جان بیرڈ نامی ایک عالم نے ایک ایسی کہربائی آنکھ ایجاد کر لی ہے، جو تاریکی میں بھی بخوبی ہر چیز دیکھ سکتی ہے۔ یہ صناعی آنکھ اس درجہ حدید البصر ہے کہ تاریک شعاعیں، یعنی وہ شعاعیں جو سُرخ رنگ کے نیچے ہیں۔ اُسے متاثر کر دیتی ہیں۔ اس آنکھ کے فعل کا نام Noctovision (یعنی رات میں دیکھنا) تجویز کیا گیا ہے

قارئین الہلال شاید واقف ہونگے کہ یہ موجد وہی نوجوان ہے جو پچھلے دنوں ایک نہایت مفید ایجاد کے سلسلہ میں مشہور ہو چکا ہے۔ اُسنے ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا تھا جس سے دُور کی چیزیں بھی ویسی ہی دکھائی دیتی ہیں، جس طرح قریب کی چیزیں انسان دیکھ لیتا ہے۔

لیکن یہ جدید ایجاد پہلی ایجاد سے زیادہ حیرت انگیز اور مفید ہے۔ یہ آلہ اس طرح بنایا گیا ہے کہ اس میں سرخ رنگ کے نیچے کی شعاعیں جمع ہو جاتی ہیں، اور اُسی طرح خارج ہوتی ہیں، جس طرح چور لیمپ سے روشنی نکلتی ہے۔ پھر سُرخ شعاعیں اتنی زیادہ مقدار میں تاریک جسم پر سطح آتی ہیں کہ کہربائی آنکھ فوراً متاثر ہو جاتی ہے، اور ایک خاص لوح پر صورتیں اسی طرح منعکس کرنے لگتی ہے جس طرح سینما کے پردے پر صورتیں ظاہر ہوتی ہیں!

برطانی حکومت نے سرکاری طور پر اس ایجاد کا امتحان کیا تھا۔ ایجاد کامیاب ثابت ہوئی۔ اور حکومت نے موجد سے اسکے حقوق حاصل کر لئے۔

زلزلے سے پہلے اُس کا اعلان

تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ سمندر کے مدوجزر کی طرح زلزلے میں بھی مدوجزر ہوتا ہے۔ حالت مد میں زلزلے بکثرت واقع ہوتے ہیں۔ حالت جزر میں تقریباً مفقود ہوتے ہیں۔ ان دونوں حالتوں کی علحدہ علحدہ مدت علماء نے ۷ سال، یا ۱۱ سال قرار دی ہے۔

بعض ملکوں میں زلزلے زیادہ آیا کرتے ہیں۔ پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ زلزلے اور آتش فشاں پہاڑوں میں باہمگر قوی علاقہ ہے جن ملکوں میں یہ پہاڑ زیادہ تعداد میں موجود ہیں وہاں زلزلے بھی زیادہ آتے ہیں مگر اب تک آتش فشانوں اور زلزلے کا باہمی علاقہ علمی طور پر ثابت نہیں ہوا ہے۔ اس لئے علماء یہ علاقہ تسلیم نہیں کرتے۔

حال میں علماء طبقات الارض کی ایک جماعت نے اعلان کیا ہے کہ وہ عنقریب ایک ایسا طریقہ ایجاد کر سکینگے جس سے زلزلے کا علم اُسکے وقوع سے بہت پہلے ہو جایا کرے گا۔ اگر اس کوشش میں کامیابی ہو گئی، تو ایسے ملکوں کے لئے جیسا کہ جاپان ہے، یہ ایک عظیم انکشاف ہوگا۔

چنانچہ انگریزی کے مشہور علمی رسالہ "نیچر" میں ایک مقالہ نگار لکھتا ہے:

"بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زلزلے سے پہلے زمین کی سطح میں کجی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ کجی بتدریج زیادہ ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ زلزلے پر پہنچکر ختم ہو جاتی ہے۔ کجی، آنکھ سے بھی مشاہدہ کی جاسکتی ہے، کیونکہ زمین کی ہموار سطح، نمایاں طور پر خم ہو جایا کرتی ہے۔ اگر یہ نظریہ صحیح ثابت ہو جائے، تو بآسانی ایک ایسا آلہ ایجاد کیا جاسکتا ہے جو زمین کی خفیف سے خفیف کجی بھی محسوس کرلے اور ایک گھنٹی کے ذریعہ خطرہ کا اعلان ہو جائے"!

گزشتہ ماہ شہر برگ میں علم مساحت ارض کے ماہرین کی کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اسمیں جاپان کا ایک مشہور ماہر طبقات الارض ڈاکٹر اآمو ابھی شریک تھا۔ "نیچر" کے مقالہ نگار نے اُس سے ملاقات کی اور اپنا نظریہ پیش کیا۔ جاپانی ڈاکٹر نے اس کی تائید کی اور بتلایا کہ ۷ مارچ ۱۹۲۷ء میں ٹانگو کے مہیب زلزلے سے ڈھائی گھنٹے پہلے زمین کی سطح میٹو اور سوتا کاٹا نامی دو مقاموں میں بلند اور خمیدہ ہو گئی تھی۔ بلندی ایک میٹر سے بھی زیادہ دیکھی گئی تھی۔

نیز ڈاکٹر نے بیان کیا کہ اُسنے ۱۷۹۳ء سے ۱۹۲۷ء تک کے ۵ ہولناک جاپانی زلزلوں کی تفصیلات جمع کرلی ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر زلزلے سے پہلے زمین کی سطح بلند اور خمیدہ ہو گئی تھی۔ بلندی ایک میٹر سے دو میٹر تک نمایاں تھی۔ بعض حالتوں میں یہ حالت زلزلے سے ۵ گھنٹے پیشتر پیدا ہو گئی تھی۔ بعض حالتوں میں ایک دو گھنٹے پیشتر۔

ایک دوسرے جاپانی پروفیسر اچیمونو نے ایک آلہ ایجاد کر لیا ہے اس کا نام "کلینو گراف" ہے۔ یہ وہی آلہ ہے، جس کا ذکر "نیچر" کے مقالہ نگار نے کیا ہے۔ اس آلہ سے سطح زمین کی ہر بلندی اور کجی معلوم ہو جاتی ہے۔

صناعی آفتاب

یہی رسالہ ناقل ہے کہ امریکہ میں ایک ایسا کہربائی فانوس ایجاد کیا گیا ہے جس میں ۱۳۸۵۰۰۰۰۰ بتیوں کی قوت موجود ہے۔ اس کی حرارت دس ہزار درجہ تک کی ہے اور اُس کی روشنی، فضاء آسمانی میں ایک ہزار میل تک پہنچتی ہے۔ یہ اندھیری رات کو ٹھیک اُسی طرح روشن کر دیتا ہے، جیسے دن کے وقت سورج کی دھوپ روشنی پھیلا دیتی ہے!

یہ عظیم الشان فانوس، شہر چارلس ویل میں نصب کیا گیا ہے۔ اس کے ایجاد سے مقصود یہ ہے کہ نور کے خواص پورے طور پر تحقیق کئے جائیں اور یہ معلوم ہو جائے کہ زندگی اور آفتاب کے درمیان کیا علاقہ ہے؟ نیز ماورائے بنفشی شعاعوں اور کہربائی اجزا کی ترکیب کی بھی جانچ کیجائے۔

ہم اوپر کہہ چکے ہیں کہ اس لیمپ کی حرارت، دس ہزار درجہ ہے۔ یہ حرارت کا وہ درجہ ہے، جسے علمی اصطلاح میں "سفید حرارت" کہتے ہیں۔ یہ اتنی سخت حرارت ہوتی ہے کہ دھات کو پگھلا کر سفید رنگ کی آگ بنا دیتی ہے۔ چونکہ اس فانوس کی حرارت اس درجہ سے بھی زیادہ کام دے سکتی ہے اس لئے اس کا نام "نیلگوں حرارت" رکھا گیا ہے۔ اس سے زیادہ تیز حرارت کا آج تک تصور نہیں کیا جاسکا۔

حجاز کی علمی سرگرمی

مدت سے سلطان کا ارادہ تھا کہ نجد و حجاز کے نوجوانوں کو علوم و فنون کی تحصیل کے لئے یورپ بھیجیں۔ لیکن حالات نے ایسی نوعیت نہیں اختیار کی تھی کہ اس قسم کے کام شروع کئے جاسکیں۔ اب سلطان نے نجد کے سفر سے پہلے ارکان حکومت سے اس بارے میں مشورہ کیا، اور بالاتفاق طے پایا کہ ایک کافی التعداد طلبہ کی اس غرض سے منتخب کرنی چاہیے۔ چنانچہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، اور جدہ سے ایک جماعت بالفعل شام بھیجی جارہی ہے، تاکہ کچھ عرصہ وہاں تعلیم حاصل کرکے اس قابل ہو جائے کہ یورپ کی مشہور درسگاہوں میں داخل ہو سکے۔ اُمید ہے، اب یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا۔

اگر آپ

علم وکتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کرلی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں

شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم وادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کرسکتے ہیں

ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ

کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونیکی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپ کو "شیفر" کا "لائف ٹائم" لینا چاہئیے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں

تو

یاد رکھئے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہے

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں، ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، قصبوں

قابل دید مقامات،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کر دے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے! ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹن

The Dunlop guide
To Great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہے

ہندوستان کے

تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی تھی جبکہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے؟ اور دنیا کی دینداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟ قیمت بارہ آنے (۱۲)
(منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپ کو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے

تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب تر دوا فروش کی دکان سے

فوراً

ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا

منگوا کر

استعمال کیجئے

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۱

نمبر ۲۵

قیمت ۵ ـ آنه

Printed and Published by

MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA

EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۵ — کلکتہ : جمعہ ۱۳ ۔ جمادی الثانیہ ۱۳۴۶ ہجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 9, December 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔
طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رہکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تک بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ہی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ہی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ہین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ، طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ہی ۔ ضروری ہی کہ اسکی تمام نقایص ایک بار دور کر دی جائین ۔

الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تک ۲۰۷۱ مراسلات وصول ہوی ہین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ہی :

عربی حروف کی حق مین	۷۵۵	اردو حروف کی حق مین	۵۳۵
موجودہ مشترک طباعۃ کی حق مین	۸۰۲	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۳۷۰	نستعلیق ہون	۱۹۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاہر کیا ہی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس باری مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ہی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ہی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاہر کرینگی مگر ضرورت ہی کہ جیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الہلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول - -	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے - -	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی - - -	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ - - -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں آنکے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تلفیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لا متناہی اور سراسر مجہول عالم پر سرسری نظر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے "

سر اولیور لج اپنی کتاب " روح انسانی کی ابدیت " میں لکھتا ہے :

" بہت سے عجیب و غریب حوادث کی صحت ثابت ہوچکی ہے۔ یہ حوادث ہر قوم اور ہر زمانے میں پیش آتے رہے ہیں - ممکن ہے ان کا بڑا حصہ اوہام و خواطر پر محمول کرکے رد کردیا جائے - مگر اُن سب کا رد کردینا ناممکن ہے - موجودہ علمی ترقی کی روشنی میں کوئی دعوی نہیں کرسکتا کہ انسانی روح کے تمام اعمال و خواص سے ہم واقف ہوچکے ہیں ' یا انسانی روح کا علم ہم نے اِس درجہ منضبط اور آسان کردیا ہے کہ ہرکس و ناکس اُسے سمجھہ لے - لیکن عجیب بات یہ ہے کہ بعض لوگ ایسا ہی یقین رکھتے ہیں - وہ ہر روز بغیر کسی اظہار حیرت کے علم الحیات ' کیمیا ' اور علم الآلات کے زیادہ سے زیادہ محیر العقول اکتشافات پر ایمان لاتے رہتے ہیں' اور کبھی یہ نہیں کہتے کہ ہم قدرت کے تمام رازوں سے واقف ہو گئے اور اب کوئی نیا اکتشاف قبول نہیں کرینگے - لیکن مذہب روحی کا نام آتے ہی ان میں انکار اور تعدی کا جوش پیدا ہوجاتا ہے - وہ بغیر کسی تامل کے مدعیانہ انکار کر بیٹھتے ہیں - یہ یقیناً ایک سادہ لوح ایمان ہے - یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ لوگ بلا دلیل عقیدہ قائم کرنے کی کتنی زیادہ استعداد رکھتے ہیں ؟ لیکن یاد رہے ' اُن کا یہ دعوی ' سراسر اساس علم کے خلاف ہے - وہ صرف اُسی حال میں کیا جا سکتا ہے جبکہ اپنے مخالف دلائل و براہین سے بلا کسی بحث کے اعراض کرلیا جائے "

پروفیسر سڈگوک صدر " انجمن مباحث نفسیہ " اپنے سنہ ۱۸۸۲ کے خطبۂ صدارت میں کہتا ہے :

" اب یہ سخت فضیحت کی بات ہوگئی کہ اِن روحی حوادث کی صحت میں جھگڑا کیا جائے جن کی تصدیق بڑے بڑے مسلم علماء کرچکے ہیں - یہ شرم کی بات ہے کہ مذہب روحی کے خلاف علمی دنیا اپنے احمقانہ انکار پر مصر رہے ... اب سے تیس برس پہلے لوگ خیال کرتے تھے کہ مسمریزم اور متحرک میزوں کا اعتقاد ' عملی تہذیب کے نقص و فقدان کا کافی ثبوت ہے - لیکن جب مشہور حکماء نے یکے بعد دیگرے اپنے تجارب و مشاہدات کی بنا پر اِن امور کی تصدیق کردی ' تو منکروں نے اپنا انکار جاری رکھنے کیلیے نئے وجوہ کی تلاش میں مضحکہ انگیز مہارت کا ثبوت پیش کیا - اِنھوں نے کہنا شروع کردیا کہ یہ علماء ' علماء نہیں ہیں' بلکہ دجال ہیں - یا صرف علم کی بعض شاخوں میں دخل رکھتے ہیں - لہذا اُن کی شہادت معتبر نہیں - پھر جب اسکے بعد ایسا ہوا کہ ایسے ایسے لوگوں نے شہادت دی ' جن کی فضیلت عالمگیر طور پر مسلم ہے ' تو اِن لوگوں نے رنج و الم کا اظہار شروع کردیا ' اور اِسے ایک افسوسناک واقعہ قرار دیا ! "

اِس مجمل بیان سے اندازہ ہوگیا ہوگا کہ مذہب روحی نے اِس قلیل مدت میں کتنی ترقی حاصل کرلی ہے - پروفیسر رسل ویلس اپنی کتاب " عصر جدید کے معجزات " میں کہتے ہیں کہ اِس مذہب کے معتقد صرف یورپ میں اِس وقت دو کرور سے بھی زیادہ آدمی ہیں !

آخری مملوک سلطان مصر

ساڑھے چارسو برس پہلے ایک مغربی سیاح مشرق میں

ایک سیاح کی چشم دید شہادت اور اہم تاریخی فوائد

یورپ میں چھاپہ خانے کی صنعت کا رواج چودھویں صدی مسیحی سے شروع ہوا ہے - چودھویں صدی سے لیکر سترھویں صدی کے وسط تک مطبوعات کی رفتار بہت سست رہی - تاہم اِس ابتدائی زمانے میں بھی ایک کافی تعداد ایسی کتابوں کی شائع ہوتی رہی ہے' جو علمی اور تاریخی حیثیت سے موجودہ زمانے میں بھی اپنی قدر و قیمت رکھتی ہیں -

جنیوا کی ایک علمی انجمن کچھہ عرصہ سے اس قسم کی قدیم اور نایاب مطبوعات کا سراغ لگا رہی ہے - اِس سلسلہ میں کئی نادر اور قیمتی چیزیں گوشۂ گمنامی سے نکل چکی ہیں - ازانجملہ مشرقی ممالک کے سفر نامے ہیں جو چودھویں اور پندرھویں صدی مسیحی میں لکھے گئے تھے ' اور جن میں مشرقی ممالک کے امراء و سلاطین اور وہاں کے آداب و رسوم کے متعلق بعض ایسی چشم دید تفصیلات موجود ہیں ' جو کسی دوسرے ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتیں - آج ہم ان میں سے ایک خاص سفر نامہ کا مختصراً ذکر کرنا چاہتے ہیں -

یہ سفرنامہ کئی اعتبار سے مخصوص تاریخی اہمیت رکھتا ہے - سنہ ۱۵۱۱ ع میں وینس کی جمہوری حکومت نے (جو اُس وقت یورپ کی ایک طاقتور حکومت تھی) ایک سفارتی وفد مصر بھیجا تھا جس کا رئیس اُس عہد کا مشہور مدبر ڈومینکو ٹریویزان تھا - یہ سفارت مصر پہنچی ' سلطان مصر کے دربار میں باریاب ہوئی ' اور ایک کافی عرصہ کے قیام کے بعد وینس واپس گئی - سفارت کا سکریٹری وینس کا ایک امیر جاکو باکانی نامی تھا - اِس شخص نے واپسی کے بعد اپنے سفر کی یاد داشتیں سفر نامہ کی صورت میں مرتب کرلیں' اور وہ تمام قلمی تصاویر بھی شامل کردیں جو سلاطین و امراء مصر کی اُس نے طیار کی تھیں - سفر نامہ کچھہ عرصہ تک وینس کے سرکاری کتب خانہ میں محفوظ رہا - پھر سنہ ۱۵۳۵ ع میں سفارت کے سفر سے تقریباً بائیس برس بعد ' حکومت نے اُسے سرکاری مطبع میں چھپوا کر شائع کردیا - اس مطبوعہ نسخہ کے ساتھہ وہ تمام تصاویر بھی چھاپی گئی تھیں جو اصل نسخہ میں محفوظ تھیں -

(سفرنامہ کی اہمیت)

یہ سفر نامہ فی الحقیقت ایک نہایت قیمتی تاریخی شہادت ہے - یہ اب سے ساڑھے چارسو برس پیشتر کی ایک اسلامی حکومت کے اُن چشم دید حالات کا ذخیرہ ہے جن کا علم کسی دوسرے ذریعہ سے حاصل نہیں کیا جا سکتا - مورخ اور سیاح میں یہی فرق ہے ' اور اسی لیے مورخ کی کتاب سے کہیں زیادہ ایک مستند سفر نامہ کا بیان قیمتی ہوتا ہے - مورخ کی نظر جزئیات پر نہیں جاتی - وہ صرف علمی ترتیب بیان کے ساتھہ بڑے بڑے واقعات جمع کردیتا ہے - لیکن سیاح زیر سیاحت شہر کے ایک ایک کوچہ کی سیر کرتا ہے ' اور ایک ایک جزئی معاملہ میں دلچسپی لیتا ہے - وہ بسا اوقات بہت سی ایسی جزئیات بیان کردیتا ہے ' جن سے

مقالات

جدید مذہب روحی

تاریخ ظہور - موافقین و مخالفین - اور نقد و تبصرہ

(۲)

جب انگلستان میں پہلے پہل یہ دعوت پہنچی ' تو علماء میں سخت بیچینی پیدا ہوگئی - وہ ترسے کہ صدیوں کے جہاد علم کے بعد خرافات و اوہام کی جس سلطنت کا اُنھوں نے خاتمہ کردیا تھا ' وہ اب پھر نئے ہتیاروں سے مسلح ہوکر علم کے مقابلے میں آرہی ہے - لہذا اُنھوں نے چاہا ' قدم جمنے سے پہلے ہی اِس کا خاتمہ کردیں - چنانچہ بے شمار علماء نے رائل سوسائٹی سے درخواست کی کہ اِس مذہب کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرے - انجمن نے درخواست منظور کرلی ' اور تحقیقات کے لیے تیس علماء کی ایک منتخب مجلس قائم کردی - اِس مجلس میں رسل ویلس ' ولیم کروکس ' ٹنڈل ' لارڈ ایوبری ' اور ھکسلے جیسے ائمۂ علم و حکمت بھی شامل تھے - مسلسل اٹھارہ مہینے تک یہ مجلس تحقیقات کرتی رہی - چالیس جلسے منعقد کیے ' اور ایک ضخیم کتاب میں اُنکی روداد شایع کی - یہ روداد دنیا کی اکثر زبانوں میں ترجمہ ہوچکی ہے - اِس کی ذیل کی عبارت قابل غور ہے :

" مجلس نے اپنے جلسے ارکان کے خاص مکانوں میں منعقد کیے تاکہ مخفی آلات کے ذریعہ فریب کھانے کا احتمال باقی نہ رہے - نیز اُن وسیطوں سے بھی کام نہیں لیا جو پیشہ ور وسیط سمجھے جاتے ہیں - خود ارکان ہی میں سے ایک شخص وسیط بنایا تھا گیا - یہ شخص سوسائٹی میں بہت عزت و احترام رکھتا ہے - اپنی ایمانداری اور اخلاق میں غیر مشتبہ ہے - مال و دولت کی بھی اسے کوئی طمع نہیں - کیونکہ خود مالدار ہے - ہم نے وہ تمام احتیاطیں بھی برتلیں ' جو ہمارے خیال میں فریب سے بچنے کے لیے ضروری تہیں - بار بار تجربے اور مشاھدے کیے - اِس روداد میں ہم نے صرف اُنھیں مشاھدات کا ذکر کیا ہے جو حواس کے ذریعہ واقع ہوئے ' اور جن کی صحت پر ہمیں کامل یقین ہے "

" مجلس کے بہت سے ارکان نے خود تجربے کیے - یہ سب کے سب اِس مذہب کے سخت مخالف تھے ' اور کامل یقین رکھتے تھے کہ یہ عجیب امور یا تو تدلیس کا نتیجہ ہیں یا وہم کا ' اور یا پھر عضلات و اعصاب جسم میں کسی غیر معمولی حرکت پیدا ہو جانے کی وجہ سے اس طرح کی حرکات ظہور میں آجاتی ہیں - یہ حد سے زیادہ منکر اُس وقت تک قائل نہ ہوئے ' جبتک کہ بکثرت مشاھدات اُنھوں نے اِس طرح نہ دیکھہ لیے ' کہ کسی قسم کا شک و شبہہ وارد نہیں ہوسکتا تھا - بالاخر اُنھیں تسلیم کرلینا پڑا کہ جو کچھہ اُنھوں نے بار بار دیکھا ہے ' وہ حقیقت ہے ' اور اُس کی صحت میں کلام کی گنجائش نہیں ... "

اِسی قدر نہیں بلکہ سنہ ۱۸۸۲ - میں ایک انجمن لندن میں قائم ہوئی - اِس کا نام " انجمن مباحث نفسیہ " رکھا گیا - اِس کا مقصد یہ تھا کہ مذہب روحی کو رسمی علم سے قریب تر کیا جائے اور علمی اصول پر اُسے اس طرح مرتب کردیا جائے کہ لوگوں کے لیے زیادہ قابل قبول بن جائے - اِس انجمن میں انگلستان ' امریکا ' اور فرانس کے مشاھیر علماء و فلاسفہ داخل ہیں - اِس وقت تک وہ بے شمار ضخیم جلدیں شایع کرچکی ہے -

نمونہ کے طور پر اِس انجمن کے بعض ارکان کی چند تحریروں کا ترجمہ دیا جاتا ہے - اِس سے معلوم ہوگا کہ اُن کا طریق بحث کیا ہے :

پروفیسر میرس (پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی) جو اس انجمن کا ممتاز رکن ہے ' لکھتا ہے :

" سنہ ۱۸۷۳ع میں جبکہ مذہب مادی ہمارے ملک کی عقلوں پر پوری طرح حاوی ہوچکا تھا ' کیمبرج میں احباب کی ایک مجلس منعقد ہوئی ' اور طے کیا گیا کہ مذہب روحی ' جس پر اِس قدر بحث و نزاع جاری ہے ' ہماری توجہ و تدقیق کا مستحق ہے - میری رائے تھی کہ اِس مذہب کی بحث میں نہ تو اساطیر اولین کی ورق گردانی مفید ہوسکتی ہے ' نہ معتقدین کی روایات کی تحقیق ' اور نہ منکرین کی تضحیک و انکار ہی کار آمد ہے - اس کی بحث و تحقیق کی صرف یہی صورت ہے کہ ہم خود تجربے کریں ' اور اپنی آنکھوں کے مشاھدات پر بھروسہ رکھیں - اگر عالم روحانی واقعی کوئی اصلیت رکھتا ہے ' تو تمام دوسری حقیقتوں کی طرح اُس کا ثبوت بھی تجربۂ و مشاھدہ پر مبنی ہونا چاہیے - چنانچہ اِسی اصول پر ہماری اِس انجمن نے اپنی بحث و تحقیق کا سلسلہ جاری کردیا "

اِس کے بعد مصنف منکرین کو مخاطب کرکے کہتا ہے :

" میں اِس عقیدے کو کیوں صحیح نہیں سمجھتا ؟ یہ سوال ہے جو ہر علمی بحث کے وقت ہر ایمان دار آدمی کے سامنے ہونا چاہئے - مذہب روحی کی بحث میں اِس کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے - مجھے اعتراف کرنا چاہئے کہ میرا علم اور میری معلومات جو یقینی نہیں ہیں ' بلکہ مرجح یا غیر مرجح ہیں ' کائنات کے رموز و اسرار کے فہم سے قاصر ہیں - اُن میں کوئی بھی علمی یا منطقی دلیل موجود نہیں ہے جس کی بنا پر میں اپنے مشاھدات کی تردید کردوں - خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ دیکھتا ہوں ' یہ تمام مشاھدات ' دوسرے یقینی مشاھدات و اصول سے کوئی تناقض نہیں رکھتے - علمی دلائل و براھین کا دائرہ کتنا ہی وسیع اور یقینی ہو ' مگر پھر بھی تمام مستند علماء کے اعتراف کے مطابق ' وہ ناموس قدرت کے

Le Grand Caire ' جیسا کہ خود اس سفر نامہ میں جا بجا یہی نام استعمال کیا گیا ہے -

مصر اور یورپ کے تعلقات کی یہ ابتدائی تاریخ بیان کر دینے کے بعد ہم اُن واقعات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو اس سفر نامہ کے مصنف نے بیان کیے ہیں -

سنہ ۱۵۰۰ - ع میں کئی سال کی پادشاہ گردی کے بعد سلطان ابو النصر ملک الاشرف قانصو غوری تخت نشین ہوا - اِس پادشاہ کے زمانے میں یکے بعد دیگرے ایسے حوادث پیش آئے ' کہ یورپ اور مصر کے تعلقات پھر منقطع ہوگئے -

جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جاچکا ہے ' اُس زمانے میں مصر ' هندوستان اور یورپ کی تجارت کی درمیانی کڑی تھا - سواحل عرب اور مصر کے عرب جہازران هندوستانی مصنوعات مصر لے جاتے تھے - وہاں سے وینس ' جنیوا ' اور فرانس کے تاجر بیش قرار قیمتیں دیکر اپنے اپنے ملکوں کیلیے حاصل کرلیتے تھے - خود مصری حکومت کے بھی بے شمار جہاز تھے - یہ سوئز سے لیکر کالی کٹ اور چٹاگاں تک سفر کرتے رہتے - سنہ ۱۵۰۳ع میں ایسا ہوا کہ واسکو ڈی گاما کا بیڑہ بحر هند میں پہنچ چکا تھا - مصری جہازوں سے اس کی مڈ بھیڑ ہوگئی - یہ جہاز هندوستان سے مال تجارت سوئز لیجا رہے تھے - پرتگالی بیڑہ نے ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا ' آدمی گرفتار کرلیے ' اور جہاز ڈبو دیے -

یہ خبر جب سلطان غوری کو پہنچی تو قدرتی طور پر نہایت برہم ہوا - اُس نے ارادہ کیا کہ تمام یوروپین تاجروں کو مصر و شام سے نکال دے - لیکن اس سفر نامہ کا مصنف لکھتا ہے کہ " اُس غیر معمولی عقل و بصیرت سے کام لیکر جو مشرق کے اس عظیم الشان پادشاہ کے حصے میں آئی ہے ' اُس نے اس کار روائی میں جلدی نہیں کی ' اور خیال کیا کہ پہلے اصلاح حال کی کوشش کرلی جاے " چنانچہ اس نے ایک سفیر یورپ روانہ کیا تا کہ اٹلی ' فرانس ' اور جنیوا ' جائے ' اور ان ملکوں کی حکومتوں کو حکومت پرتگال کی ان - زیادتیوں پر توجہ دلائے - یہ مصری سفیر بیت المقدس کی مسیحی خانقاهوں کا رئیس اعظم تھا - سفیر پہلے وینیس گیا - حکومت وینیس نے اس کے استقبال کے لیے ایسے انتظامات کیے ' جیسے پادشاهوں کے استقبال کے کیے جاتے ہیں - پھر جمہوریت کے ممبر جمع ہوئے ' اور سفیر کے پیام پر غور کیا - سفیر کا پیام یہ تھا کہ " اگر حکومت پرتگال نے اس طرز عمل کی تلافی نہ کی اور آئندہ مصری جہازوں کو کسی طرح کا نقصان پہنچا ' تو سلطان مصر نے ارادہ کرلیا ہے کہ بیت المقدس کا کنیسہ بند کردیگا ' اور تمام یوروپین تاجروں کو اپنی مملکت سے نکال دیگا " حکومت جمہوریہ نے مصر کی شکایات کے حق بجانب ہونے کا اعتراف کیا ' لیکن چونکہ اُسے پرتگال پر کوئی اقتدار حاصل نہ تھا ' اس لیے سفیر کو پوپ جولیس دوم کے پاس جانے کا مشورہ دیا ' اور اپنے سفرا بھی ساتھہ کر دیے - پوپ نے سفیر سے مل کر جب تمام حالات معلوم کیے ' تو بہت خائف ہوا - وہ سلطان مصر کی ناراضی کے نتائج سے بے خبر نہ تھا - اس نے حکومت پرتگال کے نام ایک تہدیدی مراسلہ روانہ کی - اسکے بعد مصر کا سفیر اسپین اور فرانس ہوتا ہوا مصر واپس آ گیا -

لیکن ابھی مصری سفارت یورپ سے واپس پہنچی ہی تھی کہ اچانک بعض حوادث ایسے پیش آگئے ' جنکی وجہ سے سلطان کا غیظ و غضب پھر یورپ کے برخلاف بھڑک اُٹھا ' اور اصلاح حال کی وہ تمام کوششیں ضائع گئیں ' جو مصری سفارت کے ذریعہ انجام پائی تھیں - اِن حوادث میں سب سے زیادہ اہم حوادث چار ہیں ' جنھیں اس سفر نامہ کے مصنف نے بڑی تفصیل کے ساتھہ لکھا ہے :

سب سے پہلا حادثہ پرتگالیوں کی دوبارہ تعدی تھی جو مصری جہازوں پر کی گئی - یہ جہاز کالی کٹ سے سوئز واپس جا رہے تھے -

دوسرا حادثہ یہ پیش آیا کہ جزیرۂ روڈس کے نائٹوں کا ایک بیڑہ اسکندریہ کے قریب پہنچ گیا - اُنھوں نے سلطان مصر کے اُن جہازوں پر حملہ کر دیا جو مراکش کے حاجی واپس لیجا رہے تھے -

اِسی اثنا میں ایک تیسرا واقعہ بھی پیش آگیا - مصر اور ترکوں میں مخالفت جاری تھی - سلطان مصر کو معلوم ہوا کہ کمال پاشا فوجی سامان و اسلحہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اناضول سے قسطنطنیہ لے جانے والا ہے - اس نے اپنے تیس جہاز گیلی پولی کی طرف روانہ کر دیے ' تاکہ اِس ذخیرہ پر قبضہ کرلیں - اتفاق سے روڈس کے بحری نائٹوں کے ایک بیڑہ سے اُنکا مقابلہ ہوگیا - مقابلہ میں مصری جہازوں کو شکست ہوئی ' اور کئی جہاز بالکل تباہ ہوگئے -

چوتھے حادثہ کی نوعیت ان تمام حوادث سے مختلف قسم کی تھی ' لیکن سلطان کی طبیعت پر اُس کا سب سے زیادہ اثر ہوا - عراق کے بعض سرحدی اضلاع میں مصری حاکم نے ایک یونانی کو مشتبہ حالات میں دیکھا اور گرفتار کرلیا - گرفتاری کے بعد تلاشی لی گئی ' تو اس کے کپڑوں میں سے ایک مخفی کاغذ نکلا - یہ شاہ اسماعیل صفوی کا خط تھا ' جو ٹامس کونٹرین قنصل وینیس متعینۂ اسکندریہ کے نام لکھا گیا تھا - حاکم نے یونانی قاصد مع خط کے قاهرہ بھیجوا دیا - جب سلطان نے یہ خط پڑھا ' تو اسے معلوم ہوگیا کہ حکومت ایران ' یورپ کی حکومتوں سے مل کر اُس کے خلاف سازش کر رہی ہے ' اور وینیس میں اور ایران میں عرصہ سے سلسلۂ مراسلت جاری ہے -

ان تمام واقعات نے سلطان کو یوروپین حکومتوں کے برخلاف اس درجہ غضب ناک کردیا ' کہ اُس نے حکم دیا - بیت المقدس کا کنیسہ بند کردیا جائے ' تمام یوروپین قنصل اور تاجر گرفتار کرلیے جائیں ' اور آئندہ کوئی فرنگی حدود مملکت میں قدم نہ رکھے - اُس نے بیت المقدس اور شام کی مسیحی خانقاهوں کے تمام راهبوں کی گرفتاری کا بھی

سلطان مصر کے وزراء

تاريخي مسائل كي عظيم كليات طيار كرلي جاسكتي هيں ۔ هندرستان كے عهد تغلق كي متعدد تاريخيں خود اُسي عهد ميں يا اس كے بعد لكهي گئي هيں ' ليكن ابن بطوطه كي زباني هميں جيسي چلتي پهرتي تصوير اُس عهد كی نظر آجاتي هے ' رہ برني اور فرشته كے صفحات پر نظر نهيں آسكتي !

(سفرنامه كا عهد)

اِس كے علاوہ اُس عهد كي مخصوص اهميت نے بهي اس سفر نامه كي قدر و قيمت بڑها دي هے - يه رہ رقت تها ' جب في الحقيقت دنيا آنے والے انقلاب كے ليے پهلي كروٹ بدل رهي تهي - مشرق كا دور اقبال رو به تنزل تها ' اور يورپ كا عهد عروج طلوع هو رها تها - اسپين ميں اسلامي عهد تمدن كا آخري نقش قدم بهي مت چكا تها ' اور غرناطه ميں مسلمانوں كا قتل عام هو رها تها - يورپ اور مشرق بعيد كي راہ تجارت بهي ايک نئے انقلاب كي طياوياں كر رهي تهي ' اور پرتگاليوں كے بيڑے هندرستان كي بحري راہ دريافت كرنے كے ليے ايک كے بعد ايک روانه هو رہے تهے - ٹهيک ٹهيک يهي زمانه تاريخ تجارت عالم كا رہ عظيم الاثر زمانه هے ' جب راسكو ڈي گاما نے ايک عرب معلم كے ذريعه راس اميد عبور كركے سواحل مالابار كا رخ كيا تها ' اور اس ايک واقعه نے تمام دنيا كي سياسي اور اقتصادي عظمت كي تاريخ پلٹ دي تهي !

(سفارت كا مقصد)

مصنف نے اِس سفارت كے مقاصد شرح و بسط سے بيان كيے هيں - مختصر لفظوں ميں اُن كي توضيح همارے ليے بهي ضروري هے - كيونكه اس سے رقت كے بعض اهم تاريخي حالات پر روشني پڑيگي -

ليكن قبل اسكے كه مصنف كے بيان كردہ اسباب پر متوجه هوں ' اُس عهد كے اُن سياسي و تجارتي تعلقات كي مختصر تاريخ بيان كردينا ضروري هے جو يورپ اور مصر ميں قائم تهے -

صليبي لڑائيوں كا سلسله تيرهويں صدي مسيحي تک جاري رها - يورپ كا آخري صليبي حمله رہ تها ' جو فرانس كے لوئس نهم نے مصر پر كيا تها - اس كا خاتمه منصورہ كي لڑائي پر هوا جس ميں توران شاہ نے لوئس كو گرفتار كر ليا - اسكے بعد سلطان بيبرس ' سلطان منصور قلاؤن ' اور ملک اشرف خليل ' يكے بعد ديگرے تخت مصر كے فرمانروا هوے ' اور پے در پے جنگوں كے بعد سنه ١٢٩٠ ميں تمام بلاد شام سے صليبي خارج كر ديے گئے - آخري جائے پناہ جو انكے هاتهه باقي رهگئي تهي ' عكا كا ساحلي شهر تها - اسي كو انهوں نے اپني مشرقي تجارت كا برزخي محل قرار ديا تها - ليكن يه بهي سنه مذكور ميں انكے هاتهه سے نكل گيا - اسكے بعد كچهه عرصه تک تخت مصر اپنے اندروني مناقشات ميں مشغول رها - ليكن سنه ١٣٣٠ - ميں جب ملک الناصر كي حكومت استوار هوئي ' تو اُس نے محسوس كيا كه يورپ كے صليبي ولولے اس رقت تک فرو نهيں هوگئے هيں - رہ رهكر اس طرح كے واقعات ظهور ميں آتے رهتے هيں جن سے اُنكي معاندانه سرگرميوں كا پته چلتا هے - چنانچه اس نے حكم ديا كه شام اور مصر سے تمام يورپين تاجر اور يورپين حكومتوں كے وكلاء چلے جائيں - اس سال كے بعد سے يورپ اور مصر كے تمام علائق منقطع هوگئے -

يهي رہ صورت حال هے جس نے يورپ كے دو مختلف تجارتي حلقوں ميں يه خيال پيدا كر ديا تها كه قديم عرب جغرافيه نويسوں اور ملاحوں كے اشارات كے مطابق مشرق بعيد كا براہ راست بحري راسته ڈهونڈه نكاليں اور مصر كے محتاج نه رهيں - چنانچه كولمبس نے بحر اطلانطک ميں عرب رويه جا كر ' مشرق كي جهت سے هندرستان پهنچنا چاها ' اور پرتگالي بيڑوں نے افريقه كے گرد طواف كرتے هوے بحر هند كا نقطهٔ اتصال دريافت كرنا چاها - كولمبس هندرستان كي جگه امريكه پهنچ گيا - ليكن بر تلم دياز نے سنه ١٤٨٦ - ميں راس اميد كا سراغ پا ليا - پهر سنه ١٤٩٧ - ميں راسكو ڈي گاما اسے عبور كركے مالا بار پهنچ گيا !

بهر حال تقريباً نصف صدي تک مصر اور يورپ كے علائق (بلكه كهنا چاهيے مشرق اور يورپ كے علائق كيونكه تمام مشرق اور يورپ كے تجارتي علائق مصر هي كے ذريعه تهے) منقطع رهے - يه صورت حال يورپ كيليے ناقابل برداشت تهي - اُسكے تمام بازار بے رونق هوگئے - بڑي بڑي منڈياں بند هوگئيں - يورپ اُس رقت تجارت اور مصنوعات ميں مشرق كا اسي طرح محتاج تها - جس طرح آج مشرق يورپ كا محتاج هے - بے شمار روز مرہ كي ضرورتوں كي مصنوعات تهيں ' جو مشرق هي سے جاتي تهيں اور يورپ كے هر امير و غريب گهر ميں برتي جاتي تهيں - اب انقطاع تجارت سے ايک عالمگير تجارتي قحط كي مصيبت پيدا هوگئي - يه صورت حال ديكهكر يورپ كي تمام بڑي بڑي حكومتيں مجبور هوئيں كه كسي نه كسي طرح مصر كا بند دروازہ پهر كهلوايا جائے - ان حكومتوں ميں سب سے پيش پيش وينس كي جمهوريت تهي - يه اُسوقت يورپ كي بحري تجارت كا سب سے بڑا طاقتور مركز تهي - حكومت وينس نے پے در پے سفارتيں بهجوائيں - عثماني اور صفوي حكومتوں كو درميان ڈالا ' قيمتي تحائف سے لبريز جهاز پر جهاز بهيجے ' پوپ كي طرف سے بهي پيام امن و صلح بهجوايا گيا - يورپ كي تجارت كے كهل جانے ميں مصر و شام كے وطني تاجروں كا بهي عظيم الشان نفع تها ' اسليے اُنهوں نے بهي كوششيں كيں - غرضكه ايک مدت كی سعي اور تدبير كے بعد مصر اور يورپ كے تجارتي اور دوستانه تعلقات پهر از سر نو قائم هوگئے -

يهي زمانه هے جب مصر دنيا كا سب سے بڑا تجارتي مركز بن گيا تها - هندرستان اور يورپ كي تجارتي كڑي يهيں آكر ملتي تهي - اُس كے باشندوں كي خوشحالي اور تاجروں كي شاهانه دولت كے افسانے جنيوا اور وينس كے بازاروں ميں قصوں كي طرح سنائے جاتے تهے - يورپ ميں عام طور پر قاهرہ كا نام " قاهرہ عظيم " تها - يعني

سلطان ملک الاشرف قانصوہ غوري
(آخري مملوک سلطان مصر)

سلطان نے تمام حالات معلوم کیے - لیکن اسکے بعد کیا ہوا ؟ اس کی کوئی تفصیل تاریخ میں نہیں ملتی - قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ مصر کا جو سلطان اپنے جہازوں کی حفاظت اور اپنے تجارتی مال و متاع کے فوائد کا اس درجہ خیال رکھتا تھا ' کہ جب کبھی یورپ کی کوئی قوم شرارت کرتی تھی ' تو بیت المقدس کا کنیسہ بند کر دینے اور یوروپین تاجروں کو نکال باہر کر دینے کی دھمکی دیکر فوراً راہ راست پر لے آتا تھا ' اس نے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کیلیے جو آٹھ سو برس کی حکومت کے بعد مسیحیوں کے مجنونانہ تعصبات کا شکار ہوگئے تھے اور زندہ جلائے جارہے تھے ' کیا کارروائی کی ؟

اس موقعہ پر یہ بات بھی یاد رہے کہ ابو البقاء صالح بن شریف الرندی کا وہ زہرہ گداز تاریخی مرثیہ جو در اصل مسلمانان عالم کے نام مسلمانان اندلس کا ایک مایوس استغاثہ تھا ' اسی زمانہ میں لکھا گیا تھا جیسا کہ مقری نے تصریح کی ہے ' اور خود یورپ کے مورخین ہمیں بتلاتے ہیں کہ سلطان مراکش نے اسکی نقلیں تمام مسلمان سلاطین عالم کے نام بھیج دی تھیں :

لكل شئ اذا ما تم نقصان
فلا يغر بطيب العيش انسان
أصابها العين فى الاسلام فارتزأت
حتى خلت منه أقطار و بلدان
على ديار من الاسلام خالية
قد اقفرت و لها بالكفر عمران
حيث المساجد قد صارت كنائس ما
فيهن الا نواقيس و صلبان
بالامس كانوا ملوكا فى منازلهم
واليوم فى بلاد الكفر عبدان
فلو تراهم حيارى لا دليل لهم
عليهم فى ثياب الذل ألوان
لمثل هذا يذوب القلب من كمد
ان كان فى القلب اسلام و ايمان !

قصیدہ کے آخر میں یہ اشعار فی الحقیقت مسلمانان عالم کے نام مظلوموں کا پیام الغیاث تھا :

يا راكبين عتاق الخيل ضامرة
كانها فى مجال السبق عقبان
و حاملين سيوف الهند مرهفة
كأنها فى ظلام النقع نيران
و راتعين وراء البحر فى دعة
لهم باوطانهم عز و سلطان
أعندكم نباء من اهل اندلس ؟
فقد سرى بحديث القوم ركبان
كم يستغيث بنا المستضعفون و هم
قتلى و أسرى فما يهتز انسان

ما ذا التقاطع فى الاسلام بينكم
و انتم يا عباد الله اخوان
الا نفوس أبيات لها همم ؟
أما على الخير أنصار و أعوان ؟

لیکن اس پیام کا جواب اُن مسلمان قوموں اور فرماں رواؤں نے کیا دیا جو بقول ابو البقاء کے " خوبصورت گھوڑوں پر سوار تھے ' ہندی تلواروں کی چمک دمک سے اُنکے ہاتھ شعلہ بار رہتے تھے ' اور اُپنے آزاد وطنوں میں عزت و فرمانروائی کی پر عیش زندگی بسر کر رہے تھے " ؟ تاریخ کے اوراق ہمیشہ اس واقعہ پر ماتم کرینگے کہ تمام عالم اسلامی میں ایک صدا بھی انکی حمایت میں بلند نہ ہوئی !

بہر حال جہانتک مصری حکومت کا تعلق ہے ' اس سفر نامہ سے بعض ایسی تفصیلات روشنی میں آجاتی ہیں ' جو اس وقت تک تاریکی میں تھیں - بلاشبہ یہ ایک قیمتی فائدہ ہے جو اس کتاب سے حاصل کیا جاسکتا ہے - سفر نامہ کا مصنف اُن حالات کی تفصیل کرتا ہوا جو سلطان غوری کے تخت نشین ہونے کے بعد پیش آئے تھے ' لکھتا ہے :

" یہ وہ وقت تھا کہ اسپین نے تمام موروں (مسلمانوں) اور یہودیوں کو ملک سے نکال دیا تھا ' اور سیکڑوں برس کے بعد پھر یہ سرزمین صرف مسیحیوں ہی کیلیے مخصوص ہوگئی تھی - یہ حالت دیکھکر مراکش ' تیونس ' اور الجزائر کے مسلمان امیروں نے سلطان مصر کی خدمت میں وفود بھیجے ' تاکہ اسپین کے مقابلہ میں اُنکی مدد کی جاے ' اور اُنھیں اس قابل کر دیا جاے کہ یہ ملک دوبارہ مسلمانوں کیلیے حاصل کر لیں - جب یہ وفود قاہرہ پہنچے تو سلطان غوری نے اُن کا بہت اچھی طرح استقبال کیا اور اس معاملہ میں پوری دلچسپی ظاہر کی - پہلے اُس نے ارادہ کیا کہ اسپین سے انتقام لینے کیلیے اور تمام شاہان یورپ پر اثر ڈالنے کیلیے بیت المقدس کا کنیسہ بند کر دے ' اور یورپ کے تاجروں کو اپنی مملکت سے نکال دے - لیکن پھر جب اس کارروائی کے نتائج پر نظر ڈالی ' تو اُس پر ظاہر ہوگیا کہ ایسا کرنا دانشمندی کے خلاف ہوگا - اسی اثنا میں ایسا ہوا کہ حکومت اسپین بھی امراء مراکش کی کوششوں پر مطلع ہوگئی - شاہ فرڈی ننڈ اور ملکہ ازابیلا کو خبر ملگئی کہ اُمراء مراکش مصر کو اپنی اعانت پر اُبھارنا چاہتے ہیں - انھوں نے بھی فوراً ایک سفیر مصر بھیج دیا تاکہ سلطان سے ملکر اسے مسلمانان اندلس کی اعانت سے باز رکھے - اس سفیر کا نام کونٹ پیٹر ڈینکر تھا - یہ اسکندریہ پہنچا ' اور فلپ دی پیریٹز کے یہاں اُترا جو اُس وقت مصر میں فرانس اور اسپین کا مشترک قنصل تھا - قنصل نے سفیر کی آمد کی باقاعدہ اطلاع سلطان کو بھیج دی ' اور درخواست کی کہ اسکے لیے قاہرہ جانے کا پروانۂ راہداری مرحمت ہو "

" سلطان کو جب اس معاملہ کی اطلاع ملی ' تو اُس نے امراء و علماء سے مشورہ کیا - علماء چونکہ مراکشی وفد کے ذریعہ مسلمانان اسپین کے مصائب کے واقعات معلوم کر چکے تھے ' اسلیے قدرتی طور پر اسپین کے خلاف اُنکے جذبات مشتعل ہو رہے تھے - انھوں نے بالاتفاق یہ راے دی کہ سلطان کا اس سفارت سے ملاقات کرنا بہتر نہیں - اسے واپس کر دیا جاے - سلطان نے بھی اس مشورہ سے اتفاق کیا ' اور سفیر کیلیے پروانۂ راہداری نہیں بھیجا -

حکم دیدیا تھا ' لیکن سفر نامہ کا مصنف لکھتا ہے کہ " انھوں نے خزائن بیت المقدس کی بڑی مقدار دیکر اپنی جانیں بچا لیں "

اس واقعہ نے تمام یورپ میں اضطراب پیدا کردیا - واسکو ڈی گاما نے اگرچہ ہندوستان کا براہ راست بحری راستہ معلوم کرلیا تھا' لیکن ابھی اس راہ سے ہندوستانی مال کی آمد و رفت شروع نہیں ہوئی تھی ' اور یورپ کی مشرقی تجارت کا دار و مدار بدستور مصر پر تھا - جونہی مصر کا دروازہ بند ہوا ' یورپ نے محسوس کیا کہ تمام مشرق کا دروازہ اس پر بند ہوگیا ہے - ایک سال کے اندر وینیس اور جنیوا کی تمام تجارتی منڈیاں بند ہوگئیں ' اور یورپ میں مشرقی مصنوعات کا پھر قحط شروع ہوگیا -

یہ حالت دیکھکر وینیس اور فرانس کی حکومتیں مجبور ہوئیں کہ کسی نہ کسی طرح حکومت مصر سے از سر نو دوستانہ تعلقات پیدا کریں - وینیس کی یہ سفارت (جس کی سیاحت مصر کی روئداد اس سفر نامہ میں قلمبند کی گئی ہے) اسی مقصد سے روانہ کی گئی تھی - قریب قریب اسی زمانے میں فرانس کی سفارت بھی روانہ ہوئی - سفر نامہ میں جا بجا فرانسیسی سفارت کے معاملات کا بھی ذکر کیا گیا ہے ' اگرچہ انداز بیان مبغلانہ جذبات سے خالی نہیں ہے - فرانسیسی سفارت شوبلیر کونٹ انکری کی زیر ریاست بھیجی گئی تھی -

وینیس کی یہ سفارت ۲۳ - جنوری سنہ ۱۵۱۲ع - کو وینیس سے روانہ ہوئی ' اور بے شمار مقامات میں ٹھہرتی ہوئی ' ۲۰ - مئی سنہ مذکور کو اسکندریہ پہنچی -

(سفرنامہ کے تاریخی فوائد)

سفر نامہ اس عہد کی ملکی اور معاشرتی حالت کے بے شمار فوائد و معلومات سے مملو ہے - ان کا استقصاء ایک تحریر میں ممکن نہیں - ہم مختصراً بعض اہم فوائد کا ذکر کرینگے -

(سلطان غوری اور وزراء کی تصاویر)

مصنف نے جا بجا لکھا ہے کہ اسے مصوری میں کافی دخل تھا - اس کا ثبوت ان تصاویر سے ملتا ہے جو اس نے سفر نامہ کے ساتھہ شامل کی ہیں - ہم ان میں سے دو تصویروں کی نقل اس تحریر کے ساتھہ شائع کرتے ہیں - پہلی تصویر سلطان قانصوہ غوری کی ہے - دوسری اس کے وزراء کی ہے - مصنف لکھتا ہے " میں نے سلطان سے اس کی اور اس کے درباریوں کی تصویر کھینچنے کی اجازت حاصل کرلی تھی "

ان تصاویر میں سلطان اور وزراء مصر کی جو وضع و ہئیت نظر آرہی ہے ' یہ اس عہد کے تمام ترک اور چرکس امراء کی عام وضع تھی - سلاطین و امراء عثمانیہ کا لباس اور عمامہ بھی تقریباً ایسا ہی تھا - یہ عمامہ جو اسقدر بلند اور عریض ہوتا تھا ' ایسے باریک کپڑے اور ہلکے مواد سے طیار کیا جاتا تھا ' کہ کوئی غیر معمولی وزن سر پر محسوس نہیں ہوتا تھا - ہندوستان میں یہ بات دلچسپی کے ساتھہ معلوم کی جائیگی کہ اکثر حالتوں میں یہ کپڑا ہندوستانی ساخت کا ہوتا تھا !

سلطان ملک الاشرف قانصوہ غوری جسکی تصویر آپکے سامنے ہے ' دراصل مصر کے چرکسی مملوکوں کا آخری فرمانروا ہے - سنہ ۹۲۲- ہجری مطابق ۱۵۱۶- ع میں جب سلطان سلیم اول نے مصر و شام پر حملہ کیا ' تو تخت مصر پر یہی سلطان متمکن تھا - یہ " مرج دابق " کے معرکہ میں پوری شجاعت اور پامردی کے ساتھہ لڑا ' لیکن بالآخر شکست کھائی ' اور میدان جنگ میں گھوڑے سے گرکر مارا گیا - اسکے بعد ملک اشرف طومان بائی نے کچھہ عرصہ تک لڑائی جاری رکھی ' لیکن مصر کی آخری لڑائی میں اس نے بھی شکست کھائی ' اور ہمیشہ کیلیے چرکسی مملوکوں کا سلسلۂ حکومت ختم ہوگیا -

سلطان غوری سنہ ۹۰۶- ہجری مطابق ۱۵۰۱- ع میں تخت نشین ہوا تھا - اس حساب سے تقریباً پندرہ برس تک حکمراں رہا

سفرنامہ کے مصنف نے اس سلطان کے غیر معمولی اوصاف شاہانہ کی بہت تعریف کی ہے ' اور اسے " حزم رائے اور دقت نظر" میں اپنے عہد کا بہترین فرمانروا قرار دیا ہے - مصر کے عام مورخین بھی اس کے بعض اوصاف کا اعتراف کرتے ہیں -

(سقوط غرناطۃ اور مصر)

من جملہ تاریخی فوائد کے ایک نہایت اہم اور عبرت انگیز واقعہ اس سفارت کا ہے ' جو غرناطہ اور مراکش کے امراء نے مصر بھیجی تھی ' اور جسکی تفصیلات سے مصر کی تمام تاریخیں خاموش ہیں -

اسپین سے مسلمانوں کا آخری اخراج سنہ ۱۴۹۱- ع میں ہوا ہے - یہی سنہ ہے جب تمام اسلامی حکومتوں کی اعانت سے مایوس ہوکر ابو عبد اللہ نے غرناطہ فرڈنینڈ کے حوالہ کردیا - اسکے بعد پچاس برس تک مسلمانوں پر ایسے ایسے وحشیانہ مظالم ہوتے رہے ' جنکی کوئی دوسری نظیر تاریخ عالم میں موجود نہیں - غرناطہ کے بقیۃ السیف مسلمانوں کے خلاف محکمۂ انکویزیشن Inquisition نے قتل و احراق کا آخری حکم سنہ ۱۵۰۹ - میں صادر کیا تھا ' اور کارڈنیل فرانسسکو زی میلس اور فرڈینینڈ ڈی ٹالویرا نے سرزمین اسپین میں اسلامی تمدن و آبادی کا آخری نقش بھی مٹا دیا تھا - یہ زمانہ ٹھیک ٹھیک وہی زمانہ ہے ' جب مصر میں سلطان محمد بن قائتبائی کے بعد پادشاہ گردی شروع ہوگئی ہے ' اور کئی سال کی طوائف الملوکی کے بعد اعیان سلطنت نے سلطان قانصوہ غوری کو تخت نشین کیا ہے -

تاریخ میں دو واقعات کا اجمالی ذکر ہم پڑھچکے تھے - ایک یہ کہ جب سلطان ابو عبد اللہ ' فرڈینند کے مقابلہ سے عاجز ہوگیا ' تو اس نے دو سال کیلیے عارضی صلح کرلی ' اور تمام مسلمان سلاطین عالم کی طرف سفارتیں روانہ کیں تاکہ انہیں مسلمانان اندلس کی نصرت و حمایت پر آمادہ کیا جاے - مسلمانان اندلس کو خصوصیت کے ساتھہ سلطان عثمانی اور سلطان مصر سے اعانت کی توقع تھی - لیکن دو سال کی مدت گزر گئی ' اور کسی نے بھی انکی خبر نہیں لی - دوسرا واقعہ سقوط غرناطہ کے بعد کا ہے - جب ابو عبد اللہ کی جلا وطنی کے بعد اسپین کی حکومت نے وہ تمام عہد و پیمان بھلا دیے ' جو مسلمانوں کی آزادی و حفاظت کیلیے کیے گئے تھے ' اور انکا قتل عام شروع ہوگیا ' تو یہ حالت دیکھکر مراکش اور ٹیونس کے سلاطین مضطرب ہوگئے - انہوں نے تمام مسلمان سلاطین عالم کے پاس وفود بھیجے ' اور انہیں مسلمانان اندلس کی بے بسی اور مظلومیت پر توجہ دلائی - ایک خاص سفارت جو مراکش کے بعض اکابر علماء و امراء سے مرکب تھی ' قاہرہ بھیجی گئی تھی - یہ سلطان قانصوہ غوری ہی کا زمانہ تھا - تاریخ کے صفحات ہمیں بتلاتے ہیں کہ سفارت قاہرہ پہنچی ' اور

بریدِ فرنگ

روسی انقلاب کی جوبلی

(دسویں سالگرہ کا جشن)

قارئین الہلال کو اخبارات کے ذریعہ معلوم ہو چکا ہے کہ گذشتہ اکتوبر میں روس کی سوویٹ حکومت نے آخری انقلاب روس کی دسویں سالگرہ منائی تھی' اور اس تقریب کو "کمیونیزم کی دہ سالہ جوبلی" سے تعبیر کیا تھا - اس تقریب میں شرکت کیلیے بعض ہندوستانی رہنماؤں کو بھی دعوت دی گئی تھی' لیکن ان میں سے کوئی شخص بھی نہ جا سکا - وقت کی کمی' حالات کی ناموافقت' اور زیادہ تر ہندوستانی حکومت کے پروانۂ راہداری دینے کے اشتباہ سے کسی شخص نے قصد ہی نہیں کیا -

اب یورپ کی پچھلی ڈاک کے اخبارات میں اس تقریب کی نہایت دلچسپ اور موثر تفصیلات آ گئی ہیں - معلوم ہوتا ہے کہ موسکو کا یہ اجتماع دنیا کے عظیم الشان اجتماعات میں سے تھا - نہ صرف تمام روسی صوبوں سے' بلکہ دنیا کے دور دراز حصوں سے بھی نمایندوں کی بے شمار تعداد شریک ہوئی تھی - وسط ایشیا کی تمام حکومتوں اور قوموں کے وکلاء موجود تھے - قفقاز اور ارمینیا نے علاوہ اسمیں حصہ لیا تھا - ایران سے بھی ایک وفد گیا تھا - چین اور جاپان کے بھی نمایندے موجود تھے -

تقریب کے رسوم و اعمال نہایت طول طویل تھے جو کئی دن تک متصل جاری رہے - سب سے زیادہ اہم اور عظیم اجتماع بین الاقوامی جلوس کا تھا جس سے جوبلی کی تقریب کا افتتاح ہوا - اس جلوس کی عظمت کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اسکے شرکاء کی تعداد دس لاکھ آدمیوں سے بھی زیادہ تھی' اور بیس گھنٹہ سے زیادہ وقت اسکے گذرنے میں لگ گیا تھا - جو لوگ جلوس نکلتے وقت شریک ہوے تھے' انہوں نے پورا ایک دن اور ایک رات سڑکوں پر بسر کر دی - جلوس کا ایک سرا شہر کے ایک کنارہ سے شروع ہوا تھا' اور دوسرا سرا کئی چکر کھا کر دوسرے سرے پر ختم ہوا تھا!

اس موقعہ پر یہ بات یاد رہے کہ موسکو کی آبادی عرض کی جگہ زیادہ تر طول ہی میں واقع ہوئی ہے - وہ دنیا کے ان شہروں میں سے ایک ہے جو سب سے زیادہ لمبے واقع ہوئے ہیں -

جلوس کے بعد سوویٹ کی بین الاقوامی مرکزی

لیکن ساتھہ ھي صاف لفظوں میں انکار بھي نہیں کیا - جب کبھي قنصل کي جانب سے عرضداشت پہنچي ' اسي نہ کسي طرح ٹالدیا گیا " •

" لیکن کچھہ عرصہ کے بعد سلطان نے محسوس کیا کہ علماء و امراء کا مشورہ مصالح حکومت کے مطابق نہیں ہے - یہ مصلحت کے خلاف ہوگا کہ حالات نے جو موقعہ یورپین حکومتوں سے مطلب براري کا پیدا کردیا ہے ' اُسے ضائع کردیا جائے - چنانچہ اُس نے اسپینی سفیر کے لیے پروانۂ راهداري بھیجوا دیا - وہ اسکندریہ سے چل کر ۱۲ - جنوري سنہ ۱۵۰۲ع - کو قاهرہ پہنچا - قاهرہ میں سرکاري ترجمان اُس کے استقبال کے لیے موجود تھا - حسب معمول شاهي مہمانسرائے میں اُتارا گیا - اور ایک ہفتہ کے بعد دربار شاهي میں پیش ہوا "

" اس موقعہ پر اس عظیم الشان مشرقي فرمانروا نے جو طرز عمل اختیار کیا ' وہ اُس کي سیاسي مہارت اور شاهانہ حکمت عملي کا بہترین نمونہ ہے - وہ علماء و اعیان سلطنت کو اپنا مخالف بنا لینا پسند نہیں کرتا تھا ' جو قدرتي طور پر مسلمانان اسپین سے همدردي رکھتے تھے اور اُن کي حمایت و اعانت کے دل سے خواهشمند تھے - دوسري طرف اس کے لیے بھي طیار نہ تھا کہ ایک دور دراز ملک کے مسلمانوں کے لیے خواہ مخواہ جنگ و خونریزي کے خطرات میں مبتلا ہو ' اور اپنے مصالح و فوائد کو نقصان پہنچائے - پس اُس نے ایسا طریقہ اختیار کیا ' جس سے ایک طرف علماء و امراء سلطنت کو بھي شکایت کا موقعہ نہیں ملا - دوسري طرف یورپ سے بھي اچھے تعلقات قائم ہوگئے - اُس نے اسپیني سفیر کو پہلي مرتبہ بر سر دربار بلوایا - اس موقعہ پر تمام امراء و علماء سلطنت موجود تھے - جب اُس نے اپنے بادشاہ کا سلام عرض کیا ' تو سلطان نے نہایت غضب ناک لہجہ میں اُس کا سلام قبول کرنے سے انکار کردیا ' اور کہا ' میں ایسے بادشاہ کا سلام نہیں سن سکتا جس نے مسلمانوں کے ساتھہ ظالمانہ سلوک کیا ہے اور جس کي حکومت میں اس وقت تک مسلمانوں کا خون بہایا جا رہا ہے - لیکن پھر دو دن بعد پوشیدہ محل میں بلا کر دوبارہ ملاقات کي ' اور اس ملاقات میں نہ صرف بادشاہ اسپین کا سلام پوري بشاشت و مرحمت کے ساتھہ قبول کرلیا ' بلکہ اُس کے جواب میں اپني جانب سے بھي دوستانہ تعلقات کا پوري طرح یقین دلایا - اس کے بعد سفیر اور سلطان میں اور بھي کئي پوشیدہ ملاقاتیں ہوئیں - بالآخر اس سفارت کا جو مقصد تھا وہ حاصل ہوگیا - یعنے سلطان نے اسپین سے دوستانہ معاهدہ کرلیا ' اور کچھہ عرصہ کے بعد تمام یورپ سے بھي از سر نو معاهدات کي تجدید ہوگئي - مراکش کا وفد کئي سال تک قاهرہ میں پڑا رہا - آخر مایوس ہوکر واپس چلا گیا "

اس بیان پر کسي اظہار رائے اور بحث کي ضرورت نہیں ہے - جو معاهدہ اسپین اور سلطان غوري میں اس سفارت کے ذریعہ ہوا تھا ' اور سفارت نے جو تحریر سرکاري طور پر سلطان کے سامنے پیش کي تھي ' اس کا اصلي نسخہ اس وقت تک اسپین کے شاهي کتب خانہ واقع اسکوریال میں موجود ہے -

---

مذاکرۂ علمیہ

قدماء کی مفقود صنعتیں

یہ مسلم ہے کہ قدیم قومیں بہت سي ایسي صنعتوں سے واقف تھیں جو اب مفقود ہو چکي ہیں - حال میں امریکہ کے ایک محقق علوم قدیمہ نے ایک مقالہ میں اُن پر نہایت دلچسپ بحث کي ہے - وہ لکھتا ہے :

بعض قدیم مصري قبروں میں قرمزي رنگ کا نہایت شفاف شیشہ پایا گیا ہے - علماء عصر حیران تھے کہ یہ کیونکر بنایا جاتا تھا ؟ بیان کیا جاتا ہے کہ پندرھویں صدي میں چینیوں کو اس صنعت کا طریقہ معلوم تھا - خوش قسمتي سے اب سر هربرٹ جیکسن نے اِسے معلوم کرلیا ہے ' اور لندن کي رائل سوسائٹي کے سامنے پیش کرکے اُس کي تصدیق بھي حاصل کرلي ہے -

یوناني اب سے دو ہزار برس پہلے بھیڑ کي اون سے ایک خاص قسم کا تیل بناتے تھے - یونان کي بربادي کے بعد یہ صنعت مفقود ہوگئي - یہاں تک کہ انیسویں صدي کے علماء اس کا کچھہ پتہ نہ لگا سکے - یہ روغن " لانولین " کے نام سے مشہور ہے -

روم کے معمار ایک ایسا روغن جانتے تھے ' جو دیوار پر لگاتے ھي فوراً خشک ہوجاتا تھا - صدیوں تک مفقود رہنے کے بعد یہ راز سنہ ۱۹۰۸ع میں ایک انگریز رنگساز نے از سر نو معلوم کرلیا -

روم کے صناع ایک ایسا شیشہ بھي بناتے تھے جو لچکدار ہوتا تھا - سنہ ۱۹۱۲ ع میں فلورنس کے ایک باشندے نے اِس شیشے کا ذکر کیا ہے - وہ لکھتا ہے " شہنشاہ تیبرس کے عہد میں روم والوں نے ایک لچکدار شیشہ ایجاد کیا تھا - مگر اب یہ راز گم ہوچکا ہے - اگر یہ همیں معلوم ہوجائے ' تو شیشہ کي قیمت ' چاندي سونے سے بھي زیادہ ہو جائیگي "

لیکن عین اُسي زمانے میں جبکہ فلورنس کا باشندہ یہ سطور لکھہ رہا تھا ' ایران میں یہ صنعت موجود تھي - چنانچہ سنہ ۱۶۱۰ ع میں شاہ ایران نے فلیپ سوم شاہ اسپین کو لچکدار شیشے کے چھہ جام بھیجے تھے - یہ جام کسي طرح بھي ٹوٹ نہیں سکتے تھے !

یہ راز صنعت بالآخر گم ہوگیا - یہانتک کہ کئي صدي کے بعد اب پچھلے سال ایک اسٹرین عالم نے اسے دوبارہ معلوم کرلیا ہے - اِس شیشے کا خاصہ یہ ہے کہ شیشے کي طرح شفاف ہوتا ہے ' مگر لچک اِتني زیادہ ہوتي ہے کہ ایک پورا تاب انگلي پر رکھہ کر تہہ کرلے سکتے ہیں ! تاب تہہ کرلینے کے بعد گیند کي طرح گول ہو جاتا ہے - یہ گیند اگر زمین پر زور سے مارا جائے تو ٹوٹتا نہیں ' بلکہ اس طرح اچھلتا ہے ' جیسے ربڑ کا گیند اچھلتا ہے -

خیال کیا جاتا ہے کہ موجودہ دنیا اس صنعت سے بہت فائدہ اٹھائیگي - اس سے موٹریں بنائي جائینگي ' اور اُنکے ٹوٹ جانے کا خطرہ دور ہو جائیگا -

اسي طرح قدیم زمانے میں تانبے کے اُسترے بنائے جاتے تھے جو لوہے کے اُستروں سے زیادہ اچھا کام دیتے تھے - مدتوں کے بعد اب معلوم ہوا ہے کہ امریکا کے ایک قیدي نے یہ صنعت زندہ کرلي ہے - اُسے قید سے رہا کر دیا گیا ہے تاکہ اسے مکمل کر لے -

سنه ۱۹۱۳ میں ترک خواتین کی ایک انجمن کا اجلاس

سنه ۱۹۰۸ع میں جب دستوری انقلاب ہوا ' تو تمام قسطنطنیه میں ایک مسلمان عورت بھی ایسی نہیں تھی جسے قسطنطنیه کی سڑکوں پر بغیر یشمک (ہلکے نقاب) کے نکلنے کی جرأت ہو - لیکن پانچ سال کے اندر ہی اندر یه حالت ہوگئی که فی صدی پچھتر نوجوان لڑکیاں ایسی تھیں جنھوں نے یشمک کی جگه ایک ایسا بالائی لباس اختیار کرلیا تھا جو اُن کے چہرہ کے کناروں کو ڈھانپ لیتا تھا ' اور درمیانی حصه بالکل کھلا رہتا تھا - چند سالوں تک یه وضع نہایت مقبول رہی - بڑے بڑے پاشاؤں کے گھرانے میں بھی اسی وضع کا لباس ڈرائنگ روم کی ملاقاتوں کے لیے پہنا جاتا تھا - لیکن سنه ۱۹۱۴ع میں جب عالمگیر جنگ شروع ہوئی ' تو بہت سی نوجوان ترک عورتیں اس پوشش سے اُکتا چکی تھیں - ایک بڑی تعداد ایسی لڑکیوں کی موجود تھی جس نے اسے ترک کردیا تھا - وہ اپنے سروں کو ایک خاص طریقه سے اچھی طرح ڈھانپ لیتیں ' لیکن چہرہ ٹھڈی کے پاس پوشیدہ نہیں کیا جاتا - وہ پوری طرح کھلا رہتا تھا "

" جہاں تک عام لباس کا تعلق ہے ' ترکی کی شہری عورتیں ' خصوصاً دارالحکومت کی عورتیں ایک عرصه سے یورپین لباس کے غالب اجزاء اختیار کرچکی تھیں - لیکن سنه ۱۹۰۸ع تک ایسی عورتیں زیادہ نه تھیں' جنھوں نے کامل طور پر یورپین لباس اختیار کر لیا ہو - عموماً اس طرح کا لباس پہنا جاتا تھا' جو یورپین لباس ہونے پر بھی بعض مشرقی قسم کی خصوصیات رکھتا تھا - سنه ۱۹۰۸ع کے انقلاب کے بعد یه خصوصیات رخصت ہونے لگیں - یہاں تک که سنه ۱۹۱۴ع میں دار الحکومت کے تمام گھرانوں میں نئی نسل کی لڑکیوں نے کامل فرانسیسی لباس اختیار کرلیا - ترکی زبان میں بھی لباس اور فیشن کے ترکی رسائل اُسی طرح نکلنے لگے ' جس طرح فرانس اور انگلستان میں نکلتے ہیں - دارالحکومت سے باہر بھی تمام بڑے بڑے شہروں میں کامل قسم کا یورپین لباس رائج ہوگیا - گذشته سال مجھے ایک دوست نے جو عرصه سے سمرنا میں مقیم ہے' بتلایا تھا که سمرنا کے ترک گھرانوں میں پیرس کے تازہ ترین زنانه فیشن سے ویسی ہی دلچسپی لی جاتی تھی ' جیسی دلچسپی یورپ کے کسی شہر میں لی جاسکتی ہے - فرق صرف اتنا تھا که پیرس کا جو فیشن ایک ہفته کے اندر لندن اور برلن کے درزیوں کے یہاں پہنچ جاتا تھا ' اُسے سمرنا تک پہنچتے پہنچتے کئی ہفتے لگ جاتے تھے ! "

" تاہم یه ساری تبدیلیاں گھر کی چار دیواری کے اندر ہی ہوتی رہیں - یه ممکن نه تھا که کوئی ترک عورت گھر سے باہر بھی اُسی لباس میں نکل سکے ' جس لباس کے اندر وہ گھر میں اپنے دوستوں کا استقبال کرتی تھی - باہر نکلنے کیلیے ایک خاص وضع کا بہت عریض فرغل استعمال کیا جاتا تھا ' جسے کمر کے پاس پیٹی سے کس لیا جاتا تھا' اور وہ ہمارے ملک کے پادریوں کے گاؤن کی سی ہیئت پیدا کرلیتا تھا - فرغل پہن لینے کے بعد نه صرف جسم ہی کامل طور پر چھپ جاتا تھا ' بلکه لباس کی تمام آرائش بھی پوشیدہ ہوجاتی تھی - امیر ہو یا غریب ' جوان ہو یا بوڑھی ' تعلیم یافته ہو یا غیر تعلیم یافته ' لیکن گھر سے باہر ہر ترک عورت ایک ہی طرح کے لباس میں نظر آئیگی - سنه ۱۹۱۴ - میں جب نوجوان

غازی مصطفی کمال پاشا اور آنکی سابق بیوی لطیفه هانم

مجلس کا اجلاس شروع ہوا - ممکن نہ تھا کہ کوئی عمارت اتنے بڑے اجتماع کی گنجایش رکھتی - اس لیے ایک کھلے میدان میں منعقد ہوا - اجتماع کئی ٹکڑوں میں تقسیم کردیا گیا تھا ' اور ہر ٹکڑے کے وسط میں لینین کا ایک مجسمہ رکھا گیا تھا - لینین کا ایک بہت بڑا مجسمہ میدان کے دروازہ پر بھی نصب کیا گیا تھا ' جو روس کے ایک بہت بڑے صناع نے سنہ ۱۹۲۴ میں بنایا تھا - یہ ایک بہت بڑے قطر کا کرۂ ارضی ہے ' اور اس کے قطبی حصہ پر لینین کھڑا ہے - مجسمہ کی یہ صورت اس رمز کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ کمیونزم کی دعوت تمام کرۂ ارضی کی سرمایہ پرستی پر غالب آگئی ہے !

ہم نے صفحات الہلال کے لیے دو مرقعوں کا انتخاب کیا ہے - پہلا مرقع اس موقعہ کا ہے جب سوویت کے اعلی حکام جلوس میں شریک ہونے کی طیاری کر رہے ہیں - بائیں جانب سیاہ استر خانی ٹوپی اوڑھے ہوئے صدر سوویت کھڑا ہے جسے آج کل تمام یورپ "کمیونزم کے زار" سے تعبیر کرتا ہے - اس کے ساتھ جدید کمیونسٹ فوج کی وردی پہنے ہوئے ' سوویت ارکان حکومت ہیں -

دوسرا مرقع جلوس کا ایک خاص حصہ ہے - اس میں زیادہ تر یورپ اور انگلستان کے نمایندے ہیں - اگر آپ بائیں جانب غور سے دیکھیں تو مسٹر سکلت والا کا چہرہ صاف دکھائی دے رہا ہے -

---

ترکی کی نسوانی تحریکات

الہلال نمبر (۲۳) میں عنوان مندرجۂ صدر سے ہم ایک فرانسیسی اہل قلم کے مقالات کا خلاصہ درج کرچکے ہیں - اب اس سلسلۂ مقالات کی تیسری قسط بھی شائع ہوگئی ہے - اس میں زیادہ تر ترکی کی موجودہ نسوانی تحریکات اور انکے مقاصد پر نظر ڈالی ہے -

بلاد اسلامیہ کے جدید معاشرتی تغیرات کے متعلق وقتاً فوقتاً جو مضامین مشرق و مغرب کے اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں ' اکثر حالتوں میں صورت حال کی معتدل اور حقیقی نوعیت پیش کرنے سے قاصر رہتے ہیں - عموماً ایسا ہوتا ہے کہ مضمون نگار کوئی خاص نقطۂ خیال رکھتا ہے ' اور اسی کے مطابق صورت حال کا نقشہ کھینچنا چاہتا ہے - مثلاً جب کبھی موجودہ عہد کا کوئی یورپین سیاح ترکی اور مصر کی سیر کریگا ' اور وہاں کی جدید معاشرتی تحریکات پر نظر ڈالیگا ' تو چونکہ پیشتر سے اس بارے میں ایک خاص نقطۂ خیال قائم کر چکا ہے ' اسلیے تغیر و اصلاح کی ہر حرکت کو اسی روشنی میں دیکھیگا ' اور مجموعی حیثیت سے ایک ایسی تصویر طیار کر دیگا ' گویا ترکی اور مصر کی جدید جماعتوں نے بہ یک دفعہ ارادہ کرلیا ہے کہ مشرقیت اور اسلامیت کے تمام عقائد و افکار سے دست بردار ہو جائیں !

دوسری طرف بعض مسلمان اہل قلم ہیں ' جو ہندوستان کے قدامت پسند مسلمانوں کے افکار و جذبات کی رعایت کرنی چاہتے ہیں - اسلیے پسند نہیں کرتے کہ نئی تحریکات کی حد سے بڑھی ہوئی آزادانہ صورت انکے سامنے عریاں ہو - وہ ہمیشہ ان تحریکات کے متعلق ایسی مبہم اور گول مول باتیں کہہ جاتے ہیں ' جن سے صورت حال مشتبہ ہوجاتی ہے ' اور لوگ خیال کرنے لگتے ہیں کہ ترکی اور مصر کی جدید تحریکات کی نسبت جو کچھہ کہا جاتا ہے ' صداقت سے یک قلم خالی ہے -

جدید ترکی نسبت کئی سال سے ایسا ہی ہو رہا ہے - ایک طرف وہ بیانات ہیں جو دنیا کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ جدید ترکی اپنے آپکو مسلمان کہنے کے لیے بھی طیار نہیں - دوسری طرف وہ خوش عقیدہ مسلمان ہیں جو اردو اخباروں کے مضامین پڑھکر خیال کرنے لگتے ہیں کہ ترکی کے نئی معاشرتی انقلاب کی نسبت جو کچھہ کہا جاتا ہے ' محض یورپین نامہ نگاروں کا سیاسی پروپگنڈا ہے - حقیقت سے اسے کوئی لگاؤ نہیں -

اس فرانسیسی مقالہ نگار کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ اس نے اپنے تاثرات کو کافی حد تک اس طرح کی بے اعتدالیوں سے محفوظ رکھا ہے ' اور کوشش کی ہے کہ بلاد اسلامیہ کی موجودہ انقلابی ذہنیت کا صحت نظر و تشخیص کے ساتھہ مطالعہ کیا جاے -

ہم اس مقالہ کا مختصر خلاصہ یہاں درج کرتے ہیں ' تا کہ مسلمانان ہند جدید ترکی کے فکری تغیرات صحت کے ساتھہ معلوم کرسکیں -

مقالہ نگار لکھتا ہے :

"گذشتہ دس سال کے اندر ترکی کی معاشرتی زندگی میں جو انقلاب رو نما ہوا ہے ' اس کا اندازہ کرنے کے لیے ہمیں نوجوان ترک عورت کی نئی تاریخ حیات پر نظر ڈالنی چاہئے '

جدید ترکی خواتین
سنہ ۱۹۱۲ - سے ۱۹۲۵ - تک !

تاریخ و عبر

غدر ۱۸۵۷ء

تصویر کا دوسرا رخ

(۲)

تین واقعات میں سے تیسرا واقعہ

جلیانوالہ باغ کا قتل عام

(۳) تیسرا واقعہ جلیانوالہ باغ کا قتل عام ہے۔ جو غدر سے ڈرے ہوئے دماغوں کے طفیل عالم وجود میں آیا تھا۔ یہ حادثہ جانگداز اپریل ۱۹۱۹ء میں واقع ہوا۔ ہندوستانی اسے اسوقت تک فراموش نہیں کرسکے ہیں۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ جنرل ڈائر کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا تھا۔ کیونکہ امرتسر میں (جو اکالی سکھوں کا صدر مقام ہے) فساد قابو سے باہر ہوچکا تھا۔ لوگوں نے کئی انگریز قتل کرڈالے تھے۔ اور عیسائی ارکین کی قیامگاہ جلانے کی بھی کوشش کی گئی تھی۔ جلیانوالہ باغ میں جو ہجوم اکٹھا ہورہا تھا، وہ امن پسند نہیں کہا جاسکتا۔ اگرچہ ان کے پاس کوئی اسلحہ نہیں تھا۔ جب ڈائر موقع پر پہنچا، تو ایک شخص تقریر کررہا تھا۔ ڈائر نے آتے ہی سپاہیوں کو فائر کرنے کا حکم دے دیا، اور دس منٹ کے اندر سیکڑوں آدمی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ قریبا ایک ہزار آدمی زخمی بھی ہوئے تھے (لیکن ہندوستانی مقتولین اور مجروحین کی تعداد اس سے زیادہ بتاتے ہیں) جب سپاہیوں کے کارتوس ختم ہوگئے تو یہ قتل عام خود بخود بند ہوگیا۔ عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ ڈائر نے مارشل لا کی تحقیقاتی کمیشن کے روبرو جو شہادت دی تھی، اس سے اسنے اپنے آپ کو سخت نقصان پہنچایا، کیونکہ وہ خود بتاتا ہے کہ عبرتناک سزا دیکر لوگوں کے دلوں میں خوف اور دہشت پیدا کرنی چاہتا تھا!

چونکہ مارشل لا کی وجہ سے لوگوں کو شام کے بعد گھر سے نکلنے کی اجازت نہ تھی۔ اس لئے اس شام کو کوئی شخص جلیانوالہ باغ کے مردوں اور زخمیوں کے پاس جانے کی جرأت نہ کرسکا، اور نہ ہی فوجی حکام نے ان کی طرف توجہ کی۔ میں اسوقت تمام خوفناک واقعات از سر نو بیان کرنا نہیں چاہتا۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بجائے اسکے کہ انگریز ڈائر کے فعل کے خلاف اظہار نفرین کرتے، انھوں نے ہر ممکن طریقے سے اس [illegible]۔ اس طرح پر بھی انگریزوں نے ہندوستانیوں سے وہی سلوک کیا جو غدر کے ایام میں کیا تھا۔ انھوں نے علانیہ طور پر یہ بات ثابت کردی کہ وہ محض تلوار کے زور سے ہندوستان کو غلام رکھنا چاہتے ہیں۔ جب گورنمنٹ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو وہ سخت گھبرا گئی لیکن اسے بھی مصلحتہً ڈائر کی حرکات کی تائید ہی کرنی پڑی۔ اس سختی کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ تمام ہندوستان میں اتحاد کی ایک برقی لہر دوڑ گئی۔ لوگوں نے باہمی نفاق بالائے طاق رکھکر ایک متحدہ تحریک گورنمنٹ کے خلاف جاری کردی۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں اسنے ایسی عظیم طاقت حاصل کرلی کہ تمام انگریز گھبرا گئے۔ انھوں نے گورنمنٹ آف انڈیا کو بڑے زور سے مشورہ دیا کہ یہ تحریک بالکل کچل ڈالی جائے۔ انہی دنوں میں انگریزوں نے (جو ہندوستان میں مقیم تھے) جنرل ڈائر کے واسطے ۲۰ ہزار پونڈ جمع کرکے بھیجدیا۔ کیونکہ اسے گورنمنٹ نے ملازمت سے برطرف کردیا تھا۔ مجھے یقین ہے ان میں سے بعض آدمی ایسے بھی ہونگے۔ جو ضرور خیال کرتے ہونگے کہ ان کی قوم نے ڈائر کی تائید کرکے اپنی حماقت کا ثبوت دیا ہے جب تک ہم ہندوستانی معاملات کو ٹھنڈے دل سے نہ سوچیں گے۔ ہم فوراً ایک معمولی بات پر مشتعل ہوجایا کرینگے۔ جس طرح کہ ہماری قوم کے ایک نمائندے (ڈائر) نے امرتسر میں مشتعل ہوکر قتل عام کردیا!

غدر کی انگریزی تاریخیں

میں حیران ہوں، میری قوم نے اسوقت تک تاریخی کتابوں میں غدر کے یکطرفہ افسانوں کا اندراج کیوں جاری رکھا ہے؟ ان میں ہندوستانیوں کے خلاف اس قدر زہر اگلا ہے کہ کوئی انگریز پڑھکر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ کتابیں محض اس غرض سے لکھی گئی تھیں کہ انگریزوں کے دلوں میں ہندوستانیوں کے خلاف نفرت پیدا کی جائے انگریز مورخوں نے بعض جرنیلوں کی شجاعت وہیبت کی اس قدر تعریف کی ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے فاتحوں کی بھی اس قدر تعریفیں نہیں کی گئی ہونگی۔ میں بچپن میں نکلسن کا نہایت مطیع تھا۔ میں نے اس کی سوانح حیات جو ٹراٹر نے لکھی ہے کئی دفعہ پڑھی ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اسمیں اصلی نکلسن کا خاکہ نظر نہیں آسکتا۔ اس کی موہوم بہادری کے قصوں نے اس کی حقیقی زندگی چھپادی ہے۔ بہتر تو یہ تھا کہ اس کی حقیقی سیرت دکھائی جاتی۔ اسمیں شک نہیں، نکلسن ایک بہادر سپاہی تھا۔ وہ اپنی قوم کی خاطر بڑی بہادری سے لڑا۔ لیکن اسے دنیا کے عظیم سپہ سالاروں کے زمرہ میں شامل کرنا انصاف سے بعید ہے۔ سر جارج فارسٹ نکلسن کے متعلق اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ وہ ایک تندخو آدمی تھا۔ اور عام طور پر بدزبانی کیا کرتا تھا۔ اس کی بہادری مسلمہ تھی۔ لیکن وہ نافرمان بھی تھا۔ اسنے لارنس کے ساتھ نہایت برا سلوک کیا تھا۔ کیسل بھی ان افسانوں کو جو نکلسن کے متعلق مشہور تھے، بے بنیاد قرار دیتا ہے۔ اسی طرح تواریخ میں نیل، ہیولاک، اور ہاڈسن کے کارہائے نمایاں کے متعلق بے شمار لغو کہانیاں مورخانہ جرأت وسنجیدگی کے ساتھ درج کردی گئی ہیں!

نیل کی کارگذاری کے متعلق ہومز لکھتا ہے:

"بنارس کے باشندوں میں یہ ڈر پیدا ہوگیا تھا کہ نیل شہر پر گولہ باری کرنے والا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے باشندے اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر شہر سے بھاگ گئے"

فارسٹ بھی ہومز کی تائید کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"نیل نے لوگوں پر ایسے مظالم برپا کئے تھے کہ اگر وہ زندہ رہتا، تو اس کی قوم بھی ضرور اسے لعن طعن کرتی۔ لیکن موت نے جلد ہی اس کے عیب ڈھانپ لئے۔ میں نیل کو اس کے مظالم کی وجہ سے ہرگز معاف نہیں کرسکتا۔ اگر وہ ظلم نہ کرتا تو لدھیانہ کی پلٹن کبھی تباہ نہ ہوتی۔ الہ آباد میں بھی اسنے فیروزپور کی پلٹن کو اپنے ظالمانہ سلوک کی وجہ سے مخالف بنالیا تھا۔ حالانکہ مجھے اس پلٹن کی وفاداری پر پورا اعتماد تھا۔ نیل کی عادت یہ تھی کہ وہ کسی پر بھی اعتبار نہیں کرتا تھا، اور لوگوں سے بڑی بے رحمی سے پیش آتا تھا"

مجھے یقین ہے کہ مورخین کی آیندہ نسل اس شخص کو بے شمار وحشیانہ مظالم سے بری الذمہ ثابت کرنے کی جرأت نہ کریگی!

برطانی راست بیانی!

جنگ یورپ میں بھی ہمارے اخباروں نے یہ افواہیں مشہور کرکھی تھیں کہ جرمنی کے سپاہیوں کو انکے افسر مار مار کے میدان میں بھیجتے تھے۔ کیونکہ وہ ایسے ڈرپوک تھے کہ دشمن سے مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں رکھتے تھے۔ لیکن یہ غلط بیانی جنگ کے واقعات نے جھوٹی ثابت کردی۔ جرمنی کی فوجیں ایسی جانفشانی سے لڑیں کہ انکے دشمن بھی عش عش کرگئے۔ اس قسم کی جھوٹی خبروں کے پھیلانے سے مدعا یہ ہوتا ہے کہ دشمنوں کی تضحیک کی جائے، اور انکے خلاف نفرت کا جوش پیدا کردیا جائے، اسی طرح غدر کے دنوں میں بھی انگریزوں نے اس قدر جھوٹے افسانے تاریخوں میں درج کرڈالے۔ کہ انھوں نے اصلی واقعات پوشیدہ کردیئے!

بعض حقائق کا اعتراف

ہمارے غدر کے مورخ بھی کہیں کہیں کسی ہندوستانی کی تھوڑی سی تعریف کردیتے ہیں۔ مثلاً جھانسی کی رانی کے متعلق تقریباً سب متفق ہیں کہ وہ ایک عظیم شخصیت تھی۔ سر ہیو روز نے (جسنے رانی موصوفہ کو شکست دی تھی) ایکدفعہ کہا تھا:

"وہ سب سے زیادہ بہادر اور لائق جرنیل تھی۔ اسنے لڑائی میں ایسے کارنامے دکھلائے کہ انگریز بھی تحسین کئے بغیر نہ رہ سکے"

انگریزوں نے اسے زندہ پکڑنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہے۔ کیونکہ اسنے لڑائی کے میدان میں اپنی جان دے دی۔ ہندوستانی اسے بجا طور پر ہندوستان کی جون آف آرک کہتے ہیں۔ ایک دن

لڑکیوں نے یشمک کا استعمال ترک کر دیا ' اور غریب خاندانوں کی تعلیم یافتہ لڑکیاں تار اور ٹیلی فون کے مرکزوں میں کام کرنے لگیں ' تو اُس وقت بھی اُنھیں اس بات کی جرأت نہیں ہوئی تھی ' کہ یورپین عورتوں کی طرح اپنے آرائشی لباس میں باہر نکلیں - دولت مند گھرانوں کی بے شمار عورتیں ہیں ' جو پیرس کے مشہور درزیوں کے یہاں اپنے کپڑے سلواتی ہیں ' اور اپنی بالوں کی آرایش اور لباس کی دیکھہ بھال کیلیے بیش قرار تنخواہوں پر فرانسیسی خادمائیں رکھتی ہیں ' تاہم وہ بھی جب گھر سے باہر نکلتی ہیں ' تو اپنا حسین اور فیشنیبل فرانسیسی لباس سیاہ و عریض فرغل کے اندر چھپا لیتی ہیں - یہ فرغل اُس وقت تک اُنکے جسم سے الگ نہیں ہوتا ' جب تک کہ وہ گھر کی چاردیواری کے اندر واپس نہ آ جائیں "

اسکے بعد مقالہ نگار نے اُن تغیرات کا ذکر کیا ہے جو جنگ کے بعد جدید قومی تحریک کے ساتھہ ساتھہ ظہور پذیر ہوئے ' اور جو اب نہایت تیزی کے ساتھہ عام ہو رہے ہیں :

" اِن تغیرات میں سب سے زیادہ اہم چیز ترک عورتوں کی معاشرتی ذہنیت ہے - یہ واقعہ ہے کہ گذشتہ چند سالوں کے اندر اُنہوں نے تغیر و انقلاب کی بہت بڑی مسافت طے کرلی ہے - سنہ ۱۹۱۴ع کی نوجوان ترک خاتون اگرچہ اپنی آزاد خیالی اور ذہنی استعداد کے لحاظ سے قدیم مشرقی عورتوں سے بالکل مختلف قسم کی ذہنیت رکھتی تھی ' تاہم اُس میں موجودہ عہد کی وہ بے خوف روح نہیں پائی جاتی تھی جو قدامت کے دائرۂ اثر سے پوری طرح آزاد ہو چکی ہے - اُس میں ایک ایسا محسوس تذبذب اور اضطراب باقی تھا ' جس کے اندر روح قدامت کی ایک دھندلی سی تصویر نظر آجاتی تھی - لیکن سنہ ۱۹۲۷ع کی ترقی یافتہ ترک عورت کامل معنوں میں آزاد خیال ہے - اُس کا تذبذب مٹ چکا ہے - اُس میں اضطراب فکر کی جگہ عزم اور فیصلہ پیدا ہوگیا ہے - وہ وقت کی روح سے لبریز ہے ' اور صرف مستقبل ہی کی طرف نگاہ رکھتی ہے - بلا شبہ یہ صورت حال اس وقت تک صرف اونچے طبقہ ہی میں محدود ہے - متوسط طبقہ کی عورتیں عموماً پچھلی حالت ہی میں باقی ہیں - لیکن اگر ترکی کی موجودہ حکمران جماعت کو فوری زوال پیش نہ آگیا ' تو یہ بات یقینی ہے کہ بہت جلد یہ روح تمام ترکی میں پھیل جائیگی "

جنگ سے پہلے ایک زمانہ اسکول کی ترک لڑکیاں

خالدہ ادیب خانم

عہد حاضر کی مشہور اہل قلم جو آجکل امریکہ میں مقیم ہے۔

" اب نو جوان عورتیں وہ پرانا فرغل بھی ترک کرتی جاتی ہیں " جو باہر نکلنے کیلیے اُنکی لازمی پوشش تھی - اسکی جگہ ایک ایسا لباس وضع کرلیا گیا ہے جو گھر اور گھر سے باہر ' دونوں حالتوں میں کام دیسکتا ہے - گزشتہ سال انگورہ میں یہ دیکھکر مجھے نہایت حیرت ہوئی تھی کہ ارکان حکومت کی بیویاں بغیر فرغل پہنے ہوئے باہر نکلتی تھیں اور مجلس (پارلیمنٹ) کی گیلریوں میں بیٹھی نظر آتی تھیں - بعد کو مجھے بتلایا گیا کہ یہ طریقہ اب روز بروز مقبول ہوتا جاتا ہے ' اور اعلی طبقہ کی کوئی ترک عورت ایسی نہیں ہے جو قدیم فرغل استعمال کرتی ہو "

ہ کیا ٹیگور وفادار ہے؟

میرا ایک دوست کسی پادری سے ٹیگور کے متعلق بات چیت کر رہا تھا وہ اسکی ادبی شہرت کا بہت معترف تھا۔ پادری نے بات کاٹ کر پوچھا "کیا وہ وفادار بھی ہے؟" اگر اسوقت سینٹ پال بھی برٹش گورنمنٹ کی رعیت ہوتا تو غالباً یہ پادری اس کے متعلق بھی یہی سوال کرتا۔ البتہ مجھے یقین ہے، وہ اسٹریلیا یا کینیڈا کے کسی باشندے کے متعلق یہ سوال پوچھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ جب تک انگریزوں کی ہندوستانی سیرت کے متعلق یہ رائے رہے گی، تب تک فریقین میں ہمیشہ غلط فہمی قائم رہے گی اور ان کی باہمی مخالفت روز بروز بڑھتی جائے گی۔

پنجاب کے فسادات میں سب سے زیادہ قبیح فعل امرتسر میں ہوا تھا۔ وہاں ایک کوچہ کے باشندوں کو حکم دیا گیا کہ گھر سے باہر نکلتے وقت یا گھر کی طرف جاتے وقت پیٹ کے بل رینگ کر چلیں۔ کیونکہ حکام کو یقین دلایا گیا تھا کہ اس کوچہ کے بعض باشندوں نے ایک میم پر حملہ کیا تھا۔ شہروں پر ہوائی جہازوں کے ذریعے گولہ باری کرنا بھی اس سے کم خوفناک واقعہ نہیں ہے۔ ہندوستانی کہتے ہیں کہ اگر لورپول یا مانچسٹر میں فساد ہو جائے۔ تو بلاشبہ حکام حفظ عامہ کی خاطر مفسدوں پر گولی چلانے سے دریغ نہیں کرینگے لیکن وہ کسی حالت میں بھی یہ نہیں کرسکتے کہ اس شہر پر آسمان سے بم کے گولے پھینکیں۔ اس قسم کے مظالم صرف اس صورت میں روا رکھے جاسکتے ہیں۔ جب قوموں کے درمیان جنگ چھڑ جائے۔

فچٹ نے ایک کتاب "غدر کی کہانی" میں مندرجہ ذیل سطور لکھی ہیں:

"ایشیائی دماغ کو سمجھنا ایک نہایت مشکل کام ہے۔ کیونکہ کوئی آدمی اس کے اسرار نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن یہ مسلم امر ہے۔ کہ غدر کی یاد لوگوں کے دلوں میں ہر وقت تازہ رہتی ہے۔ مجھے ایک پادری نے بتلایا کہ اسنے ایک دفعہ اسکول کے طالب علموں کو غدر پر جواب مضمون لکھنے کا حکم دیا تھا۔ مگر تمام لڑکوں نے خالی کاغذ پیش کر دیئے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا۔ کہ وہ یہ واقعہ اس قدر محسوس کرتے تھے۔ کہ ہمیں اپنے اندرونی خیالات سے آگاہ کرنا نہیں چاہتے تھے"

بعض واقف کار انگریزوں کی رائے ہے۔ کہ غدر کی یادداشتیں کچھ عرصے کے بعد معدوم ہو جائیں گی۔ لیکن میرے خیال میں جب تک ہماری کتابوں میں غدر کے افسانے درج رہیں گے، تب تک کوئی شخص بھی اُنھیں نہیں بھول سکتا۔ اس اسپرٹ کو زائل کرنے کے صرف دو طریق ہو سکتے ہیں۔ یا تو تمام اسکول اور کالج بند کر دیئے جائیں تاکہ آئندہ نسلوں کو پچھلی صدی کے واقعات کے متعلق کچھ علم نہ ہو۔ یا ہمیں چاہیئے کہ ان واقعات کو ان کی اصلی صورت میں لکھائیں اور اپنی طرز تحریر یکسر تبدیل کر دیں۔

ساورکار نے غدر کو آزادی کی جنگ سے تعبیر کیا ہے۔ اسنے ایک مکمل تاریخ ہند لکھی تھی۔ لیکن گورنمنٹ نے اس کی اشاعت بند کر دی کیونکہ گورنمنٹ کو یقین دلایا گیا تھا کہ اسمیں غلط واقعات درج کئے گئے ہیں جن سے انگریزوں کے خلاف نفرت پھیلنے کا اندیشہ ہے!

چونکہ ہم تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے اور ان سے نفرت کرتے ہیں۔ اس لئے وہ بھی ہم سے انتقام لینے کی خاطر ہمارے خلاف ہر قسم کی غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہندوستانی اخبارات اور رسائل اُٹھا کر دیکھئے ان میں ہمارے خلاف کس قدر زہر اگلا جاتا ہے۔

خاتمۂ سخن

ہمیں بلیک ہول والا واقعہ بالکل بھول جانا چاہیئے جس طرح کہ ہم شہر میرٹھ قیدیوں کا ریل کا ڈبے میں دم گھٹ کر مر جانے کے واقعہ کو بھول چکے ہیں۔ ہمیں کانپور کے مظالم پر بھی شور مچانا نہیں چاہیئے۔ جس طرح ہم دہلی۔ بنارس۔ الہ آباد وغیرہ میں اپنی کارگذاریاں فراموش کر چکے ہیں۔ جب ہم اپنے مظالم بھول چکے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہندوستانیوں کی زیادتیاں ہر دم یاد رکھیں!

سر چارلس ایچین نے لارنس کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے اسنے اس کے بت کا بھی جو لاہور کی ٹھنڈی سڑک پر استادہ ہے، ذکر کیا ہے اس بت پر یہ حروف کندہ ہیں "کیا تم ہماری حکومت تلوار کے زور سے تسلیم کرو گے۔ یا قلم کے زور سے"؟ ان الفاظ سے ہندوستانی قوم کو دھمکی دکھلائے جاتے ہیں۔ یا تو وہ خوشی سے ہماری اطاعت قبول کرے یا تلوار کے زور سے محکوم رہے۔ اسمیں شک نہیں کہ آجکل قلم کے زور سے حکومت کی جاتی ہے۔ لیکن تلوار بھی ہر وقت برہنہ رہتی ہے۔ اس قسم کے کتبوں سے ہندوستانیوں کے دلوں میں غصہ کی آگ بھڑکتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس بت کی شب و روز حفاظت کی جاتی ہے تاکہ اسے نقصان نہ پہنچایا جائے۔

رومیش دت نے تاریخ ہند میں کیا خوب لکھا ہے کہ غدر کے خوفناک مظالم کو اسکول کی کتابوں سے مٹا دینا چاہیئے۔ کیونکہ جب ہندوستانی طلبا کو نیل جیسے ظالم انگریزوں کے کارنامے نہیں پڑھائے جاتے۔ تو پھر انہیں کانپور کے کنوئیں کا افسانہ کیوں سنایا جائے؟ میں یقین کرتا ہوں کہ اسوقت ہماری قوم ماضی کو فراموش کر دینے کے لئے طیار ہے۔ اگر انگریزوں کی موجودہ نسل کو یقین دلایا جائے کہ ان کے بزرگوں نے ہندوستانیوں پر کس قدر ظلم و ستم ڈھائے تھے، تو وہ ان کی تلافی کے لئے یقیناً طیار ہو جائے۔

(مترجمہ چودھری محمد علی صاحب وکیل ایبٹ آباد)

بریدشرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا از سر نو انتخاب۔ سازشیوں کو سزا۔ ترکی کی آبادی۔ ترکی اور امریکہ۔ ترکی تیز اندیشہ۔

غازی کا از سر نو انتخاب

گذشتہ ہفتہ مجلس وطنی (پارلیمنٹ) کا از سر نو افتتاح ہوگیا۔ غازی کمال پاشا، دوبارہ، صدر جمہوریت منتخب کئے گئے عصمت پاشا بدستور وزیر اعظم رہے۔ مجلس وطنی کے سابق صدر، کاظم پاشا بھی نئے انتخاب میں کامیاب ہے۔

مجلس وطنی کے تمام ارکان نے ایک ایک کر کے، صدر مجلس کے سامنے حسب ذیل قسم کھائی:

"میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ کسی ایسے مقصد کے لئے کوشش نہیں کروں گا جو وطن کی سعادت، قوم کی سلامتی، اور اُس کی بے قید و شرط سیادت کے منافی ہو۔ نیز میں جمہوریت کے اصول سے برابر وفادار رہوں گا"

خلق فرقہ سی نے، جمہوریت کی صدارت کے لئے کوئی نام پیش نہیں کیا تھا، بلکہ اپنے ارکان کو آزادی دیدی تھی کہ جس شخص کو پسند کریں، اس منصب کے لئے منتخب کرلیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی غازی مصطفےٰ کمال پاشا ہی بالاتفاق صدر قرار دے دئے گئے۔ تب صدر مجلس وطنی نے اُنھیں قسم کھانے کے لئے طلب کیا۔ اُنھوں نے ان لفظوں میں قسم کھائی۔

"میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ صدر جمہوریت ہونے کی حیثیت سے جمہوریت کے قوانین اور قومی سیادت کے اصول کی حفاظت و مدافعت کروں گا۔ میں اپنی پوری قوت سے اور پورے اخلاص سے ترکی قوم کی بھلائی کے لئے کوشش کروں گا۔ میں پوری شدت سے ہر اُس خطرے کی مقاومت کروں گا جو ترکی حکومت کو لاحق ہوگا۔ ترکی خرافت کی حفاظت، اُس کی برتری اور اپنے فرائض ادا کرنے پر میں اپنی پوری زندگی وقف کر دوں گا!"

جب غازی قسم کھا رہے تھے تو اُنکے ہر جملہ پر تالیوں کا ایک شور بلند ہو جاتا تھا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ بعض سلطنتوں کے سفیر بھی تالیاں بجانے میں شریک تھے۔

قسم کے بعد غازی نے خطبہ دیتے ہوئے کہا:

"یہ منصب، صدر جمہوریت کا منصب، درحقیقت قوم کی پوری فضیلت، استقامت، اور معصومیت کا مظہر اور نمائندہ ہے۔ اس حقیقت سے میرا قلب و ضمیر پوری طرح باخبر ہے۔ میں اُن تمام اہم فرائض اور نازک ذمہ داریوں سے کما حقہ آگاہ ہوں جو صدارت کی اس کرسی نے مجھ پر عائد کر دی ہیں۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ اس جدید اعتماد کو بھی سچا ثابت کروں جس سے قوم نے مجھے سرفراز کیا ہے۔ یہ اعتماد اس امر کا ثبوت ہے کہ قوم ہماری خاکسارانہ کوشش پورے اطمینان سے پسند کرتی ہے۔ میری مسلسل کوشش رہے گی کہ قوم کی زیادہ سے زیادہ بڑی خدمتیں انجام دیتا رہوں"

اس کے بعد غازی نے کہا:

"یہ جمہوریت، جو خود مختاری، قومیت، اور تمدن پر قائم ہوئی ہے، اور جسنے گزشتہ برسوں میں اپنی اصلاحات و انقلابات سے اپنی قوت قاہرہ ثابت کر دی ہے، قوم کی اُمیدوں اور آرزوؤں کے بالکل

ہمیں یہ تحقیق کرنی پڑے گی کہ کیا وجہ تھی کہ ہندوستانی عورتیں بھی انگریزوں کے خلاف لڑنے پر آمادہ ہو گئی تھیں؟ جھانسی میں کئی انگریز اور عورتیں قتل کر دی گئی تھیں۔ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ رانی نے یہ خونریزی بلا سبب نہ کی ہوگی۔ جب جھانسی فتح ہو گیا، تو اس کے باپ کو سیکڑوں آدمیوں کے ساتھ پھانسی دی گئی۔

شہزادہ فیروز کے متعلق بھی عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ بڑا بہادر اور جرار آدمی تھا۔ اس نے دہلی میں ہمارے آدمیوں کو بچانے کے لئے بڑی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ جنگ کے میدان میں بڑی ثابت قدمی اور استقلال سے لڑتا رہا۔ حالانکہ اسے معلوم تھا کہ اگر ہمارے ہاتھوں میں پھنس گیا تو اسے فوراً پھانسی دے دی جائے گی۔ خود ہمارے آدمی بھی خفیہ طور پر خوش تھے کہ وہ پکڑا نہیں گیا۔ اس کی شہسواری اور اس کا سیکڑوں دفعہ موت کے منہ سے بال بال بچ جانا ایک افسانہ بن گیا ہے۔ بعض شعرا نے بھی اپنے اشعار میں اس کی بہادری کے تذکرے کئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ۱۸۶۲ء تک ہندوستان کے جنگلوں میں مارا مارا پھرتا رہا۔ بعد ازاں ۱۸۶۶ء میں وہ عرب میں آخری دفعہ دیکھا گیا۔[۱] کوئی وقت ایسا بھی آئے گا کہ ہندوستانی روایات بھی تاریخ کی کتابوں میں سمجھی جائیں گی۔ اور صحیح واقعات کی طرح مستند سمجھی جائیں گی۔ وہ داستان بھی کس قدر دل ہلا دینے والی ہوگی!

ہمارے مورخین لکھتے ہیں کہ یہ غدر ہندوستان کو آزاد کرانے کی خاطر برپا نہیں کیا گیا تھا۔ کیونکہ یہ محض چند فوجوں کی بغاوت تھی۔ اچھا، اگر ایسا ہی تھا تو بے گناہ آبادیوں کو موت کے گھاٹ اتارنا اور غیر محارب جماعتوں کو بھی بلا تمیز قتل کروانا، کس قدر انسانیت سوز حرکات تھیں! اگر اس قسم کے دردناک مظالم کسی دوسرے ملک میں ہوتے تو یقیناً پورا ملک متحد ہو کر برسر پیکار ہو جاتا۔ گو یہ دنیا زیادہ تر آگرہ کے صوبہ ہی میں رہی۔ لیکن پھر بھی اس صوبے کے عام لوگوں نے اس میں کسی طرح کا حصہ نہیں لیا۔ ہمیں ناچار تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ انہی لوگوں نے بہت سے انگریزوں کی جانیں بچا کر اپنی شرافت کا ثبوت دیا ہے حالانکہ ہندی سپاہی انکے مخالف ہو گئے تھے۔

فارسٹ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۱ پر لکھتا ہے:

"۱۰ دن کے اندر اودھ کے صوبے میں انگریزی راج خواب کی مانند غائب ہو گیا تھا۔ سپاہیوں نے بغاوت کا علم بلند کر دیا تھا۔ اور عوام الناس نے اطاعت کا جوا اتار کر پھینک دیا تھا لیکن کمال کی بات یہ ہے کہ پھر بھی کوئی ظلم برپا نہ ہوا۔ نہ ہی کسی نے انتقام لینے کی کوشش کی۔ انھوں نے انگریزوں کے ساتھ نہایت اعلیٰ درجہ کا سلوک کیا۔ بلکہ لکھنؤ کے نواب بھی ان کے ساتھ کمال شرافت سے پیش آتے رہے۔ حالانکہ ان میں سے بعض نوابوں کو انگریزوں سے بہت زیادہ نقصان پہنچا تھا۔"

میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں۔ کہ ہماری بے رحمی بلا وجہ نہ تھی کیونکہ غدر کے ابتدائی مرحلوں میں ہمیں اشتعال دلایا گیا تھا۔ باغی سپاہ نے قتل کی ابتدا کی تھی۔ سب سے پہلے میرٹھ کی ہندوستانی فوج کے ایک دستے نے اپنے افسروں کو قتل کر ڈالا کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں کی بے عزتی گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ بعد ازاں دہلی میں انہی باغیوں کے ہاتھ سے فرنگیوں کا قتل عام شروع ہو گیا۔ اس کے بعد بغاوت کا اثر دور دور تک پھیل گیا اور ۲۲ انگریزی چھاؤنیاں اس سے متاثر ہو گئیں۔ اسوقت دونوں طرف سے باقاعدہ خونریزی شروع ہو گئی تھی اور جنگ کا میدان گرم ہو گیا تھا۔ جھانسی اور کانپور میں انگریزوں کو سخت بے رحمی سے قتل کیا گیا۔ لیکن جب انگریزوں کی باری آئی تو انھوں نے تمام علاقے زیر و زبر کر دئے۔ جھانسی اور کانپور کے مظالم تو بعد میں ظہور پذیر ہوئے تھے۔

اس میں کچھ شک نہیں، کہ فریقین کے پاس ایسی غلط افواہیں پہنچائی جاتی تھیں جن سے خواہ مخواہ اشتعال پیدا ہو جاتا تھا۔ مثلاً باغیوں کو یقین دلایا گیا تھا، کہ انگریزی گورنمنٹ تمام ہندو مسلمانوں کی تباہی پر آمادہ ہے، اور اُن کا مذہب بگاڑنے کی تدابیر کر رہی ہے۔ اسی طرح ہمیں بھی ہندوستانیوں کی بے رحمی کے زہریلے قصے سنائے جاتے تھے جس سے ہمارا جام صبر لبریز ہو جاتا تھا۔ جنگ کے ایام میں عموماً جھوٹی خبریں محض اس غرض سے پھیلائی جاتی ہیں تاکہ دشمنوں کے خلاف سخت نفرت پھیل جائے۔ اُسوقت کسی کو ٹھنڈے دل سے خبروں کی چھان بین کرنے کی فرصت نہیں ہوتی۔ یہی حال امرتسر کے فسادات میں بھی ہوا۔ وہاں ایک میم پر حملہ کئے جانے سے تمام انگریز بھڑک اٹھے اور انکے غصے کی کچھ انتہا نہ رہی۔

لارڈ کیننگ نے ملکہ معظمہ کو ایک خط میں مفصل ذیل فقرات لکھے تھے جو قابل غور ہیں:

"اگر وہ انگریز جن کے اہل و عیال کو باغیوں کے ہاتھوں کچھ نقصان پہنچا ہے، انکے خلاف نفرت کا اظہار کریں، تو وہ حق بجانب ہیں۔ لیکن حیرانگی کی بات یہ ہے کہ سب سے زیادہ شور وا ویلا وہ لوگ مچا رہے ہیں جو بڑے آرام سے غدر کے حلقۂ اثر سے دور اپنے اپنے گھروں میں محفوظ بیٹھے ہیں۔ مثلاً کلکتہ کی انگریزی آبادی فسادات کے علاقے سے بہت دور تھی۔ بایں ہمہ وہ ہندوستانیوں کے خلاف بڑا زہر اگل رہی ہے مجھے ڈر ہے کہ انکے معاندانہ خیالات امن قائم کرنے میں سد راہ ہونگے۔ انگریزوں کی ایک بڑی تعداد ہندوستانیوں کو حقارت سے دیکھتی ہے اور ان سے قطع تعلق کرنے پر آمادہ ہے۔ لیکن ان لوگوں کو یہ خیال نہیں آتا کہ اگر برطانیہ کو ہندوستان پر حکومت کرنی ہے تو ہندوستانیوں کو دیوانی اور فوجی ملازمتیں بیکران پر اعتبار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ان کے بغیر حکومت کا انتظام ایک دن بھی نہیں چل سکتا۔ میں مبالغہ نہیں کرتا۔ یہ صحیح بات ہے کہ اگر ہم تمام ہندوستانیوں کو سرکاری ملازمت سے برطرف کر دیں تو بہت سے انگریز اسے بنظر تحسین دیکھیں گے۔ کیونکہ وہ صاف طور پر اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ انگریز اور ہندوستانیوں کے درمیان مستقل نفرت کی دیوار قائم کی جائے۔ بعض انگریز ہندوستانیوں کی وفاداری پر مطلق اعتبار نہیں کرتے حالانکہ انہی فسادات میں بہت سے ہندو اور مسلمانوں نے انگریزوں کو باغیوں کے مظالم سے بچایا ہے۔"

پنجاب کے فسادات کے دوران میں انگریزوں میں بہت جوش پھیلا ہوا تھا۔ کیونکہ انہیں ہر وقت اپنی جانوں کی فکر لگی رہتی تھی لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ شور مچانے والے زیادہ تر وہی لوگ تھے۔ جو بہت افزا پہاڑی مقامات پر یا بڑے بڑے شہروں میں امن امان سے مقیم تھے۔ ان کی حفاظت کے واسطے مکمل فوجی انتظام موجود تھا۔ علاوہ بریں وہ خود بھی خاصی تعداد میں ایک ہی جگہ رہتے تھے۔ برخلاف اس کے اضلاع کے حکام یا چائے کے کھیتوں کے مالکوں یا پادریوں کی جماعت نے کبھی چیخ و پکار نہ کی۔ حالانکہ انھیں ہر وقت اپنی جان کا خطرہ رہنا چاہیے تھا۔ وہ ایسے مقامات پر مقیم تھے جہاں کسی قسم کی بروقت امداد کا پہنچنا تقریباً ناممکن تھا حقیقت یہ ہے کہ متذکرہ بالا لوگوں کو اپنے اوپر بھروسہ تھا۔ وہ پہاڑوں اور شہروں میں بیٹھنے والوں سے بالکل الگ زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کا طرز معاشرت بالکل جداگانہ ہے۔ ہندوستانیوں سے انہیں کسی قسم کی بیگانگت یا ہمدردی نہیں ہے۔ وہ اپنے حلقۂ احباب ہی میں اپنی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس طرح انکے بھائی بند انگلستان میں کرتے ہیں۔ وہ اس ملک کے واقعات کی صحیح تصویر کے اخبارات پڑھنے کے عادی ہیں لیکن اضلاع کے افسروں یا پادریوں کو اپنے آپ پر کامل اعتماد ہوتا ہے اور برادری سے علٰحدہ رہتے ہیں۔ بدیں وجہ انہیں ہندوستانیوں سے معاشرتی تعلقات پیدا کرنے پڑتے ہیں، اور اپنے ساتھ ایسے احباب اکٹھے کر لیتے ہیں۔ جو فسادات کے موقع پر بھی مدد کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

جب ہم ہندوستان آتے ہیں تو ہم اس کے باشندوں کے متعلق براہ راست تجربہ حاصل کرنے کی مطلق کوشش نہیں کرتے۔ بلکہ جو کچھ ہمارے مصنفوں نے لکھ دیا ہے، وہی ہمارے دماغوں میں گونجتا رہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم ہر ہندوستانی کو یا تو بھیک مانگنے والا یا خوشامدی آدمی یا دغا باز سمجھنے لگتے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اس ملک کے باشندوں سے راہ و رسم پیدا کریں۔ تاکہ ان کے اصلی اخلاق و عادات سے واقف ہو سکیں۔

ایک ناقابل فراموش شہادت

پنجاب کے فسادات میں ہندوستانیوں نے سب سے زیادہ یہ بات محسوس کی کہ انگریز عورتوں نے بھی مارشل لا کے مظالم کی بڑی زور سے تائید کی تھی۔ حالانکہ یہ قدرتی امر ہے کہ عورتیں دہشتناک افعال سے نفرت کرتی ہیں۔ اور ان کے رقیق جذبات قتل و خونریزی کی سختیوں کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ میں ذیل میں ایک ہندوستانی عورت کا بیان جو اوڈوائر بنام سنکرن نائر کے مقدمہ میں دیا گیا تھا، درج کرتا ہوں۔ اس سے جلیانوالہ باغ کے حادثہ کی نوعیت ظاہر ہوگی:

"سوال:- تمھیں اپنے خاوند کے قتل کی کب اطلاع ملی؟

جواب: جب جلیانوالہ باغ میں گولی چلی۔ میں نے اپنے کوچہ کے باشندوں سے سنا کہ ہزاروں آدمی مارے گئے ہیں مجھے سخت تشویش ہوئی۔ کیونکہ میرا خاوند بھی اسی جگہ گیا ہوا تھا، میں فی الفور باغ میں چلی گئی۔ اسوقت شام ہو گئی تھی۔ تمام جگہ لاشوں سے اٹی ہوئی تھی۔ میں نے ہر جگہ اپنے خاوند کی لاش تلاش کی۔ بالآخر اُس کی لاش کئی لاشوں کے نیچے سے برآمد ہوئی۔ زخمیوں کے دردناک نالوں اور قریب الموت انسانوں کی چیخوں سے آسمان گونج رہا تھا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی شخص میرے خاوند کی لاش اُٹھا کر گھر تک پہونچا دے لیکن کسی نے شام کے بعد باہر نکلنے کی جرأت نہ کی۔ کیونکہ حکام نے شام کے بعد باہر نکلنا ممنوع قرار دیا تھا۔ ناچار میں نے تمام رات اسی باغ میں اپنے خاوند کی لاش کے پاس جاگتے گزار دی۔ کیونکہ کتے بڑی تعداد میں ادھر اُدھر منڈلا رہے تھے۔ اور مجھے ہر وقت انھیں چھڑی سے بھگاتے رہنا پڑتا تھا۔ رات کے ۲ بجے مجھے ایک سکھ زخمی کے کراہنے کی آواز آئی۔ میں نے اُس کی زخمی ٹانگ سیدھی کر دی۔ وہاں ایک بارہ برس کا بچہ بھی زخمی تھا جو تمام رات درد کی وجہ سے چیختا رہا تھا۔ ایک اور زخمی بھی پیاس کے مارے بلبلا رہا تھا۔ چونکہ وہاں پانی کا نام و نشان نہ تھا، اسواسطے میں لاچار تھی۔ میں تمام رات زخمیوں کے کراہنے کی آواز سنتی رہی۔ جب صبح ہوئی تو ایک شخص چارپائی لے کر آیا پھر میں اپنے خاوند کی لاش گھر لے گئی۔"

امرتسر کے حوادث سے پتہ لگتا ہے کہ غدر کے تاثرات دل سے ابتک بھی نہیں مٹ سکے۔ جب ہمیں کوئی شخص کہتا ہے کہ ہم ہندوستانیوں کے ساتھ غلاموں کی طرح سلوک کر رہے ہیں۔ تو ہم بڑے زور سے اس کی تردید کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہمارے باہمی تعلقات کو غور سے دیکھا جائے۔ تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم ہندوستانیوں کو غلاموں سے بہتر نہیں سمجھتے۔ جب ہماری آپس میں کسی ہندوستانی کے متعلق بات چیت ہوتی ہے، تو سب سے پہلے دریافت کرتے ہیں "آیا وہ وفادار اور نمک حلال بھی ہے"؟ ہمیں اس بات کی مطلق پرواہ نہیں۔ اگر وہ ایک نہایت لائق مدبر یا مشہور سیاست داں ہے۔

[۱] [illegible] شہزادہ فیروز کو قتل [illegible] (الہلال)

بُرطانی ہندوستان میں مدرسہ جانے والے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد (سنہ ۱۹۲۵)

	مدراس	بمبئی	بنگال	یو پی	پنجاب	سی پی	بہار اور اڑیسہ	آسام	برما
۶ سے ۱۰ برس کی عمر کے لڑکے	۱۹۰۷۱۵۵	۶۴۲۰۰۸	۱۳۱۰۰۶۴	۹۲۷۰۶۲	۳۵۸۲۵۸	۲۴۶۲۵۶	۶۹۶۴۶۰	۱۸۴۱۴۱	۱۴۶۵۱۹
لڑکیاں	۲۰۱۲۸۱	۱۱۵۵۱۸	۳۵۵۳۱۰	۴۶۴۶۰	۵۱۱۵۴	۱۹۱۱۶	۲۶۶۸۱	۱۱۹۳۸	۲۸۵۶۴
۱۱ سے ۱۵ برس کی عمر کے لڑکے	۱۵۰۸۲۹	۱۶۶۲۰۰	۳۵۲۹۰۴	۱۱۰۱۱۳	۲۳۶۶۹۰	۶۰۲۵۷	۷۴۸۰	۳۰۳۶۱	۱۵۱۲۹۹
لڑکیاں	۱۶۱۹۹	۱۱۴۹۶	۱۵۹۱۹	۲۰۹۶۶	۱۵۴۱۹	۴۶۹۵	۳۵۴۷	۳۶۱۶	۲۲۵۲۵

برطانی ہندوستان میں تعلیم گاہیں سنہ ۲۴-۱۹۲۵ میں

کالج		خاص فنون کی تعلیم کے مدرسے	قانون	ڈاکٹری	انجینری	ٹریننگ	زراعتی	بیطری	تجارتی	مجنون کی تعلیم	ہائی اسکول	انگریزی مڈل اسکول	دیسی مڈل اسکول	ابتدائی مدارس	[illegible]
آرٹس اور سائنس	۲۱۱	۷۷۰۴	۱۳	۸	۷	۲۱	۵	۳	۱۳	۲	۲۹۰۴	۳۲۲۰	۴۲۹۰	۱۷۵۵۹۱	۰۰۰۰
مردانہ	...	...	...	...	...	...	...	...	...	...	۲۲۷۰	۲۹۹۸	۳۸۵۳	۱۵۰۹۱۹	.....
زنانہ	...	...	...	...	...	...	...	...	...	...	۲۳۴	۲۵۲	۴۳۹	۲۴۶۷۷	....
مدراس	۳۰	۲۸۱	۱	۲	۱	۵	۱	۱	۱	۱	۳۸۰	۲۵۰	...	۴۳۳۱۱	۶٫۲
بمبئی	۱۴	۴۲۲	۲	۱	۲	۱	۱	...	۱	...	۳۱۳	۲۶۵	...	۱۲۸۹۲	۷٫۶
بنگال	۳۰	۲۶۸۲	۳	۳	۱	۹	...	۱	۵	...	۹۰۶	۱۵۷۵	۱۱۶	۵۰۴۵۰	۹٫۵
یو پی	۸	۴۵۱	...	...	۱	۳	۱	...	۸	۱	۱۹۰	۱۱۲	۶۸۵	۱۸۷۹۴	۹٫۴
بہار، اڑیسہ	۷	۴۵۲	۱	...	۱	۲	...	...	...	...	۱۷۶	۲۸۷	۲۱۹	۲۹۴۵۷	۵٫۲
پنجاب	۱۱	۲۲۴۵	۱	۱	۱	۳	۱	۱	...	...	۲۶۳	۲۱۱	۱۲۶۴	۹۵۹۱	۴٫۸
سی پی	۵	۵۰	۱	...	...	۱	۱	...	...	...	۵۰	۱۶۳	۳۵۰	۴۲۹۵	۴٫۲
آسام	۳	۱۲۰	۱	...	...	...	...	...	...	...	۴۷	۱۵۲	۱۵۳	۴۵۹۷	۵٫۵
برما	...	۵۴۵	...	...	...	...	...	...	...	...	۱۴۳	...	۱۴۳۳	۴۱۶۸	۱۳٫۲

برطانی ہندوستان میں تعلیم گاہوں کی آمدنی سنہ ۲۴-۱۹۲۵ میں

صوبے	سرکاری امداد	ڈسٹرکٹ بورڈ فنڈ سے	میونسپل فنڈ سے	فیس سے	دوسرے ذرائع سے	مجموعی رقم
مدراس	۷۱۳۸۵۴۰	۳۴۰۹۶۴۳	۱۲۲۴۴۹	۸۴۳۲۹۹۱	۸۸۲۳۱۱۸	۳۹۰۳۰۶۵۲
بمبئی	۱۸۴۳۴۱۹۵	۱۱۴۸۰۰۴۳	۳۹۱۸۶۱۳	۹۰۱۳۹۶۹	۴۲۵۷۸۵۴	۳۳۹۸۵۶۴۳
بنگال	۱۲۳۵۲۹۶۲	۱۵۴۵۸۰۵	۳۰۵۹۸۸	۱۳۹۳۹۱۲۹	۵۷۷۵۰۵۸	۳۵۶۳۵۹۳۹
یو پی	۱۷۲۲۸۴۹۰	۲۷۱۶۳۲۰	۹۸۶۲۳	۴۲۱۳۳۵۴	۵۲۴۰۲۲۰	۳۰۲۸۵۵۹۹
پنجاب	۱۸۴۲۳۳۹۴	۲۲۲۵۷۰۰	۹۲۱۱۰۵	۵۲۸۷۴۲۳	۳۱۲۱۵۹۴	۲۳۴۰۵۲۹۹
برما	۹۸۳۸۰۸	۱۵۱۱۳۹	۹۰۹۸۰۴	۲۹۲۰۱۲۵	۲۶۷۲۵۸۸	۱۳۵۵۱۰۵۳
سی پی	۵۰۰۹۱۳	۱۳۹۸۰۵۹	۹۶۳۰۳۱	۱۱۰۸۸۳۶	۷۵۴۳۵۰	۹۰۳۰۴۴۳
بہار و اڑیسہ	۴۹۹۱۵۴۰	۲۲۵۱۸۷۵	۱۲۳۴۸۷۰	۲۹۸۸۲۷۸	۲۲۲۱۴۳۶	۱۳۳۹۹۰۰۰
آسام	۲۳۶۲۲۳۶	۴۴۳۹۹۲	۴۱۲۸۷	۹۱۳۹۰۲۳	۴۲۸۸۲۵	۲۸۱۹۴۴۴
میزانِ کل	۹۹۸۰۱۵۹۳	۱۸۰۵۷۴۳۰	۹۲۱۸۴۰۹	۴۸۷۲۲۱۸۲	۴۶۷۷۴۴۵	۲۰۰۸۷۴۰۳۱۹

تحریری مقابلہ ـ انجمن اتحاد (جامعہ ملیہ اسلامیہ) نے طے کیا ہے کہ امسال ایک تحریری مقابلہ کیا جائے جس میں بہترین مضمون نویس کو جناب عبدالعزیز صاحب انصاری ایم۔ اے، ایل ایل۔ بی، وکیل بارہ بنکی کی جانب سے انکے مرحوم دوست اور ملک کے مشہور انشاپرداز جناب ولایت علی صاحب بمبوق کی یادگار میں ایک ۵۰ روپیہ کا طلائی تمغہ دیا جائے۔ عنوان حسب ذیل ہے: سنہ ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانان ہند کی تعلیمی جدوجہد اور اس کے نتائج۔ شرائط:۔ (۱) مضمون تقریباً ۵۰ صفحات پر مشتمل ہو۔ (۲) مضمون ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۲۷ء تک ناظم انجمن اتحاد جامعہ ملیہ اسلامیہ قرول باغ دہلی کے پتہ سے آجانا چاہئے۔ (۳) طلباء اور دیگر تمام حضرات اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔ مندرجہ ذیل حضرات سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ بہترین مضمون کا فیصلہ کریں: مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے، ناظم انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن۔ مولانا عبدالماجد صاحب بی اے، مدیر سچ لکھنؤ۔ ڈاکٹر ذاکر حسین خان صاحب ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی (برلن) شیخ الجامعہ۔ مضمون کی اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے امید ہے کہ ملک کے اکثر ادیب اور طلباء اس طرف توجہ فرمائیں گے۔

ـ ناظم انجمن اتحاد۔

مطابق ہے۔ ہماری حکومت کا آئندہ سالوں میں بھی یہی مسلک ہوگا کہ ہماری جمہوریت کی عزت، قوت، استقامت میں اضافہ ہو، قوم کی تمام قوتیں، خود اُس کی ترقی اور خوشحالی میں خرچ ہوں۔ ہمارے پیش نظر ہمیشہ یہی رہے گا کہ جمہوریت کی زندگی اور قوت بڑھتی جائے، ہر داخلی و خارجی خطرے سے قوم کے مفاد کی حفاظت کی جائے، سب سے ہماری دوستی رہے۔ امن و امان کی کوشش میں ہم کو ہر طرح کی امداد حاصل کرتی رہیں گی۔ ہم چاہتے ہیں ہماری قوم امن و سلامتی کے ساتھ ترقی کرے۔

غازی کے انتخاب کے بعد ملک بھر میں مسرت کے مظاہرے برپا ہوئے اور ہر جگہ ۲۱-۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ پھر غازی نے قوم کے نام حسب ذیل اعلان شائع کیا:

"عزیزانِ وطن! جمہوریت نے ترکی قوم کو خوشحالی اور برتر بنانے کی کوششوں میں جو عظیم کامیابی حاصل کی ہے، اُس کی نظیر صدیوں کی تاریخ میں بھی موجود نہیں۔ قوم کی آیندہ نسلیں، مزید ترقی، اُس کی ترقی و سعادت کے اسباب کی تحقیق و بحث کے بعد جن نتائج پر پہنچی ہے، وہ قوم کے لئے ایک نہایت درخشاں مستقبل کی خوشخبری دے رہے ہیں جو اس جمہوریت کے زیر سایہ بہت جلد آنے والا ہے۔ یہ بالکل یقینی ہے کہ عہد جمہوری کی آئندہ نسلیں، ہم سے کہیں زیادہ خوشحال اور خوش نصیب ہونگی۔

عزیزانِ وطن! میرا اس دور جدید میں سب سے بڑا فرض یہ ہوگا کہ ملک میں ہر طرف امن و سکون اور زیادہ عام کردوں۔ قومی وحدت کو قوی کروں۔ جمہوریت کی عزت بڑھاؤں۔ ہمارے لائحہ عمل کی بنیادی اصل یہ ہے کہ ہم مجلس وطنی کے قوانین کی تنفیذ ہی میں ہر طرح کی بہتری تصور کرتے ہیں۔ یہی باعث ہے کہ صدر جمہوریت، جو اس ملک کا ایک باشندہ ہونے سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتا، اپنے منصب کے جو عظیم اختیارات پورے عزم و حزم کے ساتھ قوم کی بہتری اور مجلس وطنی کے قوانین کی تنفیذ میں صرف کرے گا۔"

غازی کے اس آخری جملہ کو بہت اہمیت دی جا رہی ہے۔ کیونکہ اس اعلان سے اُنھوں نے ظاہر کردیا ہے کہ وہ ترکی قوم کے ڈکٹیٹر نہیں ہیں، جیسا کہ یورپ میں خیال کیا جاتا ہے، بلکہ وہ سراسر مجلس وطنی کے قوانین کے پابند اور اُن کی تنفیذ کرنے والے ہیں، حالانکہ ڈکٹیٹر کا مفہوم اس سے بالکل مختلف ہے۔ وہ کسی بھی قانون کا پابند نہیں ہوتا۔ اُس کی زبان، ہی اُس کی نظر میں قانون ہوتی ہے۔

نیز اپنی اس تقریر سے غازی نے اُن تمام لوگوں کو بھی جواب دے دیا ہے جو موجودہ جمہوریت کو ملوکیت کا ایک زینہ سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کا خیال تھا یہ تمام سوانگ صرف اس لئے بنایا گیا ہے کہ مصطفےٰ کمال پاشا، ترکی قوم کے بادشاہ بننے والے ہیں۔ اب اس تقریر کے بعد کسی کو یہ خیال کرنے کی جرأت باقی نہیں رہیگی

سازشیوں کو سزا

اپنے ایک پچھلے مکتوب میں اُس سازش کا ذکر کرچکا ہوں جو یونان میں پناہ گزین چند ترکی مجرموں نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے قتل کے لئے کی تھی۔ یہ لوگ، حاجی سامی بک کی زیر قیادت، یونان سے ترکی اس لئے گئے تھے کہ غازی جب استانہ سے انگورہ واپس جائیں تو اُن کی گاڑی، ڈائنامیٹ سے اُڑا دیں۔ پھر سابق خلیفہ عبدالمجید کے نام پر انگورہ کی حکومت پر قبضہ کرلیں۔

لیکن اُن کی سازش، بروقت کھل گئی۔ پولیس سے ایک معرکہ میں حاجی سامی مارا گیا مگر اُس کے رفقا رقید ہوگئے۔ عدالت نے تحقیقات کے بعد انھیں پھانسی کی سزا کا حکم سُنا دیا۔ عنقریب اس کا اجرا ہونے والا ہے۔

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دُنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۶)

کانیں

ہندوستان کی معدنی دولت (۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۲ء تک کے اعداد و شمار)

معدنیات	مقدار		قیمت	
نمک	۱۳۹۲۸۰۶	ٹن	۱۰۵۷۴۴۴۴	روپیہ
کوئلہ	۱۸۶۳۰۵۱۶	"	۸۵۵۷۴۴۴۴	"
سونا	۵۸۵۰۵۲	اونس	۲۲۷۵۲۰۰۰	"
پٹرول	۲۹۱۳۹۶۰۰۰	گیلن	۱۵۰۱۲۰۰۰	"
قلعی	۱۲۸۰۰	ٹن	۱۰۳۰۰۰	"
تانبا	۵۷۴۴	"	۱۳۳۰۰۰	"
کانسا	۲۰۹۱	"	۱۱۵۰۰۰	"
لوہا	۴۳۳۳۷۰	"	۵۹۸۰۰۰	"
سیسا	۱۱۹۴۸	"	۳۶۳۶۰۰۰	"
مقناطیس	۹۳۳۶۰۰	"	۱۵۷۵۵۰۰۰	"
ابرک	۳۸۵۰۰	ہنڈریڈ ویٹ	۱۳۲۰۷۰۰	"
یاقوت و زمرد	۲۵۳۰۰۰	"	۷۸۸۰۰۰	"
شورہ	۲۷۳۰۰۰	"	۵۳۰۷۰۰۰	"
چاندی	۶۰۳۰۰۰	اونس	۱۰۸۹۰۰۰	"
ٹین	۶۴۰۰	ہنڈریڈ ویٹ	۲۸۵۰۰۰	"

دنیا بھر میں سونے کی پیداوار

مجموعی مقدار ۱۹۲۳ء میں: ۵۴۰۶۲۱ کیلو

ملک	وزن بحساب کیلو
ٹرنسوال	۲۰۴۰۹۸
رہوڈیسیا	۲۰۱۲۴
برطانی مشرقی افریقہ	۶۰۳۲
آسٹریلیا	۲۴۱۰۵
ہندوستان	۱۱۸۳۲
کنیڈا	۳۹۵۷۸
ولایات متحدہ امریکہ	۷۷۲۹۱
میکسیکو	۲۴۳۶۱

دُنیا بھر میں کوئلے کی پیداوار ۱۹۲۲ء میں

مجموعی پیداوار: ۱۱۹۸۵۳۵۰۰۰ ٹن۔

ملک	بحساب ٹن
برطانیہ	۲۷۴۹۳۳۰۰۰
ہندوستان	۱۹۰۱۰۹۸۶
جرمنی	۱۱۸۸۲۹۰۰۰
فرانس	۴۴۰۱۰۰۰۰
ولایات متحدہ امریکہ	۵۰۵۸۴۹۰۰۰

دُنیا بھر میں پٹرول کی پیداوار ۱۹۲۲ء میں

مجموعی مقدار: ۱۴۳۹۴۳۵۰۰ میٹرک ٹن

ملک	وزن بحساب میٹرک ٹن
ولایات متحدہ امریکہ	۹۹۶۲۲۰۰۰
میکسیکو	۲۱۹۶۲۰۰۰
روس	۴۹۵۳۴۳۰
ایران	۴۹۰۳۲۰۰
رومانیہ	۱۸۱۴۳۰۰
ہندوستان	۱۱۸۷۰۰۰
فرانس	۵۶۰۰۰
جرمنی	۴۵۷۰۰
کنیڈا	۲۲۳۰۰
جاپان	۲۲۰۱۰۰

دنیا کے مختلف ملکوں میں تعلیم یافتہ آبادی (۱۹۲۳ء)

ملک	مرد فی صدی	عورت فی صدی
انگلینڈ	۹۳٫۴	۹۱٫۵
ولایات متحدہ امریکہ	۹۵٫۵	۹۳
ڈنمارک	۱۰۰	۱۰۰
جرمنی	۱۰۰	۱۰۰
جاپان	۹۸	۹۶
فلپائن	۷۰٫۵	۹۱
فرانس	۹۶٫۵	۹۴

ترکی کی آبادی

ٹرکی کی پہلی مردم شماری کے سرکاری اعداد و شمار اب شائع ہوگئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوا کہ آبادی ۱۳۶۰۰۰۰۰ سے بھی زیادہ ہے۔ یقیناً یہ اعداد، ٹرکی کے تمام دوستوں کے لئے موجب مسرت و اطمینان ہیں کیونکہ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ پچھلی مسلسل اور طویل جنگوں کے بعد ترکی آبادی صرف ۔ ملاکہ رہ گئی ہے۔

ٹرکی اور امریکہ

قارئین الہلال واقف ہو چکے ہیں کہ امریکہ نے سابقہ لوزان قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے معنی یہ تھے کہ ٹرکی اور امریکہ کے مابین سابق حالت جنگ بدستور قائم تھی۔ لیکن اب یہ یقین کر لینے کے بعد کہ ترک ان سیاسی چالاکیوں سے فریب کھانے والے نہیں ہیں، امریکہ نے از سر نو دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی خواہش کی ہے۔ چنانچہ اُسنے مسٹر گرو کو اپنا سفیر بنا کر انگورہ بھیجا ہے۔ ٹرکی نے بھی امریکہ کی دوستی طلبی کا خیر مقدم کیا ہے اور مختار بک کو سفیر مقرر کر کے واشنگٹن روانہ کر دیا ہے۔

ترکی میزانیہ

ٹرکی کا جدید میزانیہ، ۲۰۶۲۹۴۳۱۹ پونڈ (ترکی) ہے۔ پچھلا میزانیہ ۱۹۴۴۹۹۶۱۹ پونڈ (ترکی) تھا۔ اس میزانیہ میں دینی شعبہ کے لئے

اسپر ہمنے اس ودمت سے ملاقات کی اور دیر تک بحث کرتے رہے ہمنے آخری سوال یہ کیا "اگر ظالم قوت اس حرکت کا فوراً سر کچل ڈالے گی تو پھر کیا ہوگا؟" ہم نے فوراً جواب دیا "تم چلے جاؤ گے تو ہم تمھاری جگہ کھڑے ہوجائینگے!"

ہمارے جواب پر شخص مذکور مطمئن ہوگیا۔ اُسے یقین آگیا کہ ہم اپنے ارادے میں سچے ہیں۔ تب اُسنے ہمیں بتایا کہ تمھاری یہ تجویز نئی نہیں ہے۔ اور بھی بہت سے لوگوں نے یہی تجویز پیش کی ہے، اور سعد پاشا سے گفتگو جاری ہے۔

۱۰ر نومبر ۱۹۱۸ء کو ہمیں ایک ذریعہ سے معلوم ہوا کہ انگریزی ہائی کمشنر کو خبر پہنچ گئی ہے کہ سعد پاشا کے گھر خفیہ جلسے ہورہے ہیں اور وہ فوراً کوئی کارروائی کرنے والا ہے۔ ہم نے فوراً اپنی جماعت کو جمع کردیا۔ سب نے طے کیا کہ کل ہی ہائی کمشنر کے سامنے علانیہ اپنے مطالبات پیش کردیں یہ ۱۱ر نومبر کا دن تھا، اور التوائے جنگ کا معاہدہ اسی دن منعقد ہوا تھا، لہذا اسی دن مصر کے مطالبات پیش کرنے کے لئے نہایت موزوں بھی تھا۔

ہائی کمشنر نے اس دن ملاقات سے انکار کردیا اور ۱۳ر نومبر ۱۹۱۸ء کی تاریخ مقرر کی۔ چنانچہ سعد پاشا، علی شعراوی پاشا، اور عبدالعزیز فہمی بک، انگریزی مستقر میں پہنچے۔ ہائی کمشنر کو مطلق خبر نہ تھی، یہ لوگ کیا کہنے والے ہیں۔ اُسنے خیال کیا تھا یہ چاپلوس اس لئے آئے ہیں کہ فاتح برطانیہ کے حضور مبارکباد کا خاکسارانہ تحفہ پیش کرینگے مگر وہ یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ یہ لوگ مصر کی کامل خود مختاری کا دعوی لیکر آئے ہیں۔ ساتھ ہی یہ مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ انھیں یورپ جانے کی اجازت دی جائے تاکہ اپنے حق کے لئے کوشش کریں۔ ہائی کمشنر بہت چیں بجبیں ہوا، اور یہ کہہ کر انھیں رخصت کردیا کہ اپنی حکومت سے گفت و شنید کرکے جواب دونگا۔

مصری وَفد کی تشکیل

چند دن بعد ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ ہائی کمشنر وہ حیثیت معلوم کرنا چاہتا ہے جسنے انھیں اس مطالبہ کا حق بخشا ہے۔ جواب دیا گیا کہ سعد پاشا، مجلس تشریع کے سکریٹری ہیں، اور اُن کے باقی دونوں رفیق اس مجلس کے رُکن ہیں۔ تینوں قوم کے منتخب نمائندہ ہیں، اور انھیں ملک کی طرف سے بولنے کا پورا استحقاق ہے۔

لیکن سعد پاشا نے مناسب سمجھا کہ اس حیثیت کے ساتھ خاص اس مطالبہ میں بھی قوم کی طرف سے نمائندگی کا صریح حق حاصل کرلیں چنانچہ سات آدمیوں کا ایک وَفد مرتب کیا گیا، اور قوم کے نام اعلان شائع کیا کہ اس وَفد کو آزادی کی جد وجہد میں اپنا نمائندہ قرار دے۔ قوم نے اس صوت پر اتنی گرم جوشی سے لبیک کہا، کہ انگریز حکام خوف زدہ ہوگئے، اور باشندوں کو نمائندگی کے کاغذ پر دستخط کرنے سے جبراً روکنے لگے۔

انگریز حکام کی اس خلاف قانون حرکت پر سعد پاشا نے وزیر اعظم حسین رشدی پاشا کے سامنے صدائے احتجاج بلند کی: وزیر اعظم نے ۲۵ر نومبر ۱۹۱۸ء کو جواب دیا کہ وزارت داخلیہ کے انگریز مشیر نے یہ کاروائی کی ہے اور وجہ یہ بتائی ہے کہ بدامنی پھیل جانے کا اندیشہ ہے۔

لیکن یہ ظالمانہ حرکت کچھ مفید نہ ہوئی۔ وَفد باقاعدہ بن ہی گیا۔

قوم کی نمائندگی

وفد کی تشکیل کے بعد سعد پاشا نے وفد کے نام سے از سر نو مطالبہ کیا کہ اُسے سفر یورپ کی اجازت دیجائے۔ اسپر ہائی کمشنر نے یکم دسمبر کو لکھا کہ وہ مصر کے نظام حکومت کے متعلق تمام تحریکات و تجاویز پر غور کرنے کے لئے طیار ہے، بشرطیکہ یہ تجویزیں اُس مسلک کے خلاف نہ ہوں جو برطانی حکومت، مصر کے لئے پہلے سے متعین کرچکی ہے!

۲ر دسمبر کو سعد پاشا نے جواب دیا۔

"اس کا نہ مجھے اختیار ہے، نہ وفد کے کسی رکن کو، کہ ایسے حالات پر گفت و شنید کریں جو قومی مطالبہ کے خلاف ہیں۔ قوم نے ہمیں اپنا نمائندہ بنایا ہے۔ ہم اُس کی مرضی کے خلاف کچھ کر نہیں سکتے"

سعد پاشا کا ایک خطبہ

اس جواب پر ہائی کمشنر نے خاموشی اختیار کرلی اور وفد نے اپنی جد وجہد شروع کردی۔ ۱۳ر جنوری ۱۹۱۹ء کو سعد پاشا نے حمد باسل پاشا کے مکان میں تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا:

"خود مختاری کا خیال، مصر میں کوئی نیا خیال نہیں ہے۔ یہ جذبہ مصر کے دل میں قدیم زمانے سے موجود ہے۔ جب جب حالات مساعد ہوسکے اس جذبہ نے ظہور کیا، اور جب جب ظلم و قہر نے تسلط پالیا، یہ جذبہ دب گیا۔ مگر وہ کبھی مرا نہیں۔ موجودہ وقت اس جذبہ کے پورا ہونے کے لئے بہترین وقت ہے، کیونکہ ترکی سیادت، ختم ہوچکی ہے۔ پس انگریزی سیادت کا بھی اب خاتمہ ہوجانا چاہئے۔ یہی وقت ہے جس میں ۱۱ ملین مصریوں کی یہ آرزو پوری ہوسکتی ہے کہ "ہم اس کے سوا اور کوئی آرزو نہیں رکھتے کہ مصر سے عزت کے ساتھ واپس چلے آئیں؟!

"یہ انگریزی جنگی قبضہ جو سراسر ناانصافانہ تھا، حمایت (پروٹیکٹوریٹ) کی صورت میں بدل دیا گیا۔ یہ تبدیلی، برطانیہ نے صرف اپنی رائے سے کردی مصر سے استمزاج نہیں کیا گیا۔ لہذا سابق قبضہ کی طرح یہ حمایت بھی لغو اور باطل ہے۔ بین الاقوامی قوانین کے دربار اُس کی کوئی وقعت نہیں۔ وہ جدید اصول و مبادی جو اس جنگ کے بعد پیدا ہوگئے ہیں اُن کی نظر میں یہ حمایت بالکل بے معنی ہے۔ ہم انسانی قانون کی نظر میں ہر اجنبی تسلط و اقتدار سے آزاد ہیں۔ ہم کسی اجنبی کی قانونی ماتحتی میں نہیں ہیں۔ ہمیں اب جس چیز کی ضرورت ہے، وہ صرف یہ ہے کہ صلح کانفرنس بھی ہماری قانونی آزادی اور خود مختاری تسلیم کرلے۔ اسکے بعد ہم عملاً اپنے حق آزادی سے متمتع ہونے لگیں گے۔ اسی بلند مقصد کے لئے، جو تمام مصریوں کی دلی آرزو میں اپنے اندر رکھتا ہے، میرے اور میرے رفقا نے "مصری وفد" مرتب کیا ہے تاکہ مصر کی خود مختاری کا دنیا سے اعتراف کرائیں۔ اسی مقصد کے لئے قوم نے ہمیں اپنا نمائندہ بنایا ہے!"

یہ خطبہ، مصر کی جدید تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیگا، کیونکہ جنگ کے بعد سے کسی کو صاف صاف بولنے کی جرأت نہیں ہوئی تھی۔ سعد پاشا نے انگریزی رعب کا باطل طلسم توڑ ڈالا، اور تمام مصری پوری جرأت کے ساتھ بولنے لگے۔

سعد پاشا کی ایک اور تقریر

۶ر فروری ۱۹۱۹ء کو سعد پاشا نے ایک اور یادگار تقریر کی مسٹر برونیٹ نے جدید فوجداری قوانین پر ایک خطبہ سنایا تھا۔ اس جلسہ میں وزیر عدالت اور بہت سے ارکان حکومت موجود تھے۔ خطبہ کے بعد سعد زغلول پاشا کھڑے ہوگئے اور اپنی تقریر کے دوران میں کہا،

"برطانیہ نے مصر پر حمایت اپنی رائے اور ارادے سے قائم کردی ہے مصر سے کبھی رائے نہیں لی گئی۔ لہذا یہ حمایت سر تا سر باطل ہے اور قانوناً اس کا کوئی وجود نہیں۔ یہ ایک جنگی ضرورت بتائی گئی تھی۔ اب چونکہ جنگ ختم ہوگئی ہے، اس لئے اُس کی تمام ضرورتوں کے ساتھ یہ ضرورت بھی ختم ہوگئی۔ ناممکن ہے کہ جنگ کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی یہ صورت حال گوارا کی جاسکے"

سعد پاشا کو تنبیہ

اس تقریر نے ملک میں سخت جوش پیدا کردیا، اور ہر طرف سے آزادی کا اعلان ہونے لگا۔ یہ دیکھ کر ۶ر مارچ ۱۹۱۹ء کو انگریزی سپہ سالار نے (کیونکہ اب تک مارشل لا ملک میں جاری تھا) سعد پاشا اور اُنکے رفقاء کو طلب کرکے تنبیہ کی کہ "تم انگریزی حمایت کو اپنی گفتگو کا موضوع نہ بناؤ۔ ورنہ سخت جنگی سزا دی جائے گی!" سعد پاشا نے جواب دینا چاہا، مگر متکبر سپہ سالار نے فوراً یہ کہہ کر اُن کا منہ بند کردیا "بس خاموش"! سعد پاشا چلے آئے اور اس نامہذب برتاؤ پر بڑی سختی سے احتجاج کیا۔

سعد پاشا کی جلاوطنی

اس واقعہ کے دوسرے دن بعد انگریز سپہ سالار نے سعد پاشا، حمد باسل پاشا، اور اسمٰعیل صدقی پاشا کو گرفتار کرکے مالٹا بھیجدیا۔

اس واقعہ نے تمام ملک میں سخت غیظ و غضب پیدا کردیا۔ ہر طرف شورشیں برپا ہوگئیں۔ بہت سے فدائیوں نے اپنی جانیں تک قربان کرڈالیں۔ انگریزی فوج نے دیکھ لیا کہ "اب قوم کو مرعوب نہیں کرسکتی۔ اب انگریزی سپہ سالار نے وفد کے باقی ارکان کو دھمکانا شروع کیا۔ ۱۶۔ مارچ کو یہ لوگ طلب کئے گئے اور اُنھیں کہا گیا کہ اس تمام شورش کے ذمہ دار تم ہی ہو۔

ہمنے جواب دیا کہ اس بے چینی کی ذمہ داری انگریز سپہ سالار پر ہے کیونکہ مصری وفد کو سفر سے روک دیا گیا ہے، اور سعد پاشا اور اُنکے رفقاء کو جلاوطن کردیا گیا ہے۔

قوم کی پہلی فتح

ملک بھر میں سخت ہیجان تھا۔ عین اسوقت لارڈ النبی مصر پہنچے، اور اُنھوں نے یقین کرلیا کہ قوم کا یہ جوش مصنوعی نہیں ہے۔ اُسے کسی طرح دبایا نہیں جاسکتا۔ چنانچہ ۷ر اپریل کو ظلم و قہر کی قوت نے اپنی پہلی شکست تسلیم کی۔ جلاوطن قومی نمائندوں کو آزاد کردیا گیا اور مصریوں کو سفر کی اجازت دیدی گئی۔ اس اولین فتح مبین پر قوم کی مسرت بے حساب تھی۔ لیکن وفد اسپر قانع نہیں ہوسکتی تھی چنانچہ ۱۱۔ اپریل کو مصری وفد، صلح کانفرنس کے سامنے مصر کا دعوی پیش کرنے کے لئے روانہ ہوگیا۔

جب ہم مالٹا پہنچے، تو سعد پاشا اور اُن کے رفقاء ہمارے ساتھ ہوگئے۔ سعد پاشا نے سب سے پہلی بات جو مجھ سے کہی، یہ تھی:

"ہماری جلاوطنی تو ختم ہوگئی۔ مگر اُس کی خوشی نے ہمیں اُس ذمہ داری سے غافل نہیں کیا ہے جو اب ہم پر قوم کی جانب سے عائد ہوگئی ہے!"

اتحادیوں کے اخلاقی دعووں کی حقیقت

ہم پیرس پہنچے تو معلوم ہوا، دوَل اتحادی کے مدبر، صلح کانفرنس کے دروازے پہلے ہی سے بند کئے بیٹھے ہیں۔ ہم نے لاکھ لاکھ کوشش کی، مگر کانفرنس کے ایوان تک ہماری پکار نہیں پہنچ سکی۔ اسی قدر نہیں بلکہ اخبارات کے صفحات بھی ہمپر بند کردئے گئے تھے۔ کوئی اخبار بھی ہماری فریاد شائع کرنے پر طیار نہ تھا۔ اُسوقت ہمنے محسوس کیا کہ حق، عدل، آزادی، اخوت، یہ تمام الفاظ محض بے معنی ہیں ان الفاظ سے دوَل متحدہ کی غرض صرف یہ ہے کہ دنیا کو دھوکہ دیا جائے چنانچہ جنگ جیت لینے کے بعد حق و انصاف کے تمام دعوے پس پشت ڈال دئے گئے اور ظلم و جور کا دور دورہ شروع ہوگیا!

ہماری مصیبت یہیں پر ختم نہیں ہوگئی، بلکہ "پیغمبر صلح و انسانیت" مسٹر ولسن صدر جمہوریت امریکہ نے مصر پر انگریزی حمایت تسلیم کرکے ہماری مصیبت میں ایک نیا اضافہ کردیا۔ اسپر بھی ہم ناامید نہیں ہوئے برابر کوشش کرتے رہے۔ بالآخر ہماری کوششوں سے ایسی صورت حال پیدا ہوگئی کہ برطانیہ کو ہماری آواز سننے پر مجبور ہوجانا پڑا۔ اُسنے پھر دبا دینا چاہا تھا، اور ملنر کمیشن کا کھلونا ہمارے کھیلنے کے لئے بھیجدیا تھا۔ لیکن اب ہم سیاسات میں طفل مکتب نہ تھے کہ اس لچپ کھلونے سے کھیلنے لگتے۔ ملنر کمیشن نے مصر میں آکر وہ منظر دیکھا، جس کا اُسے

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

مصر کی موجودہ سیاست پر ایک نظر

مصر کے تازہ اہم واقعات، شاہ مصر اور وزیر اعظم کی یورپ سے واپسی ہے، اور مصری پارلیمنٹ کے تیسرے دور کا افتتاح ہے۔

قارئین الہلال واقف ہیں کہ شاہ مصر، یورپ کے مختلف ممالک کی سیاحت پر وہاں کے بادشاہوں اور حکومتوں کی دعوت پر گئے تھے۔ سب سے پہلے شاہ انگلستان کی دعوت آئی، پھر صدر جمہوریہ فرانس، شاہ اٹلی، اور شاہ بلجیم کی دعوتیں پہنچیں۔ اسی اثنا میں پوپ کی طرف سے بھی پیام دعوت روانہ کیا گیا۔

شاہ مصر کی یہ سیاحت، بے ضرورت نہ تھی۔ مصر کی موجودہ بیداری مطالبہ کر رہی ہے کہ ملک صحیح معنی میں آزاد ہو جائے۔ لیکن اُس کی آزادی کی راہ میں سب سے بڑی روک، برطانیہ ہے۔ پھر وہ مختلف دُوَل یورپ بھی ہیں جو قدیم معاہدوں کی بنا پر مصر میں حاکمانہ امتیازات رکھتی ہیں۔ شاہ مصر کی سیاحت کا اصلی مقصد یہی تھا کہ ان ممالک میں جاکر مصر کے موافق عام رائے پر اثر ڈالیں۔

بادشاہ کے ساتھ وزیر اعظم، عبدالخالق ثروت پاشا بھی تھے۔ ثروت پاشا نے جس تدبر و لیاقت سے یورپ کے مدبروں سے گفت و شنید کی، اس کا اعتراف خود یورپین اخبارات بھی کر رہے ہیں۔ ثروت پاشا کے لئے سب سے پہلی اور سب سے بڑی مشکل، انگلستان میں تھی۔ انگلستان کی فطرت یہ ہے کہ طاقت کے سوا کسی چیز سے متاثر نہیں ہوتا، اور ایک مرتبہ جب کوئی شکار پکڑ لیتا ہے، تو کسی طرح بھی چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ مصر تقریباً ۴۵ برس سے اُس کے چنگل میں ہے، اور وہ اس سے ہرگز دست بردار ہونا نہیں چاہتا۔

لیکن اب معلوم ہوتا ہے، انگلستان کو مصر سے سمجھوتہ کرنا ہی پڑیگا۔ ہتھیاروں کی قوت سے زیادہ مؤثر، قوم کی معنوی قوت ہوتی ہے۔ مصری قوم پوری طرح بیدار ہو گئی ہے اور انگلستان کی غلامی سے قطعی طور پر انکار کر رہی ہے۔

مسٹر میکڈانلڈ کی مزدور حکومت کے زمانے میں خود سعد زغلول پاشا انگلستان گئے تھے کہ معاملات مصر کے متعلق کوئی منصفانہ تصفیہ ہو جائے مگر انھیں کامیابی نہیں ہوئی، کیونکہ اُسوقت مصر کی بیداری مکمل نہ تھی۔ اب حالات میں عظیم تبدیلی ہو چکی ہے۔ معلوم ہوتا ہے، ان جدید حالات میں ثروت پاشا ناکام نہ رہینگے اور کوئی نہ کوئی صورت مفاہمت کی نکل آئے گی۔

اس گفت و شنید کے نتائج پر پیشین گوئی کرنا قبل از وقت ہے۔ لیکن حالات امید افزا ضرور ہیں۔ اس وقت ہمارے سامنے انگلستان اور مصر، دونوں کے سرکاری بیان موجود ہیں۔ مسٹر بالڈون نے اپنی ایک تقریر میں مصر کے متعلق حسب ذیل تصریح کی ہے:

"ہز اکسیلینسی ثروت پاشا کی انگلستان میں موجودگی سے فائدہ اُٹھا کر ہم نے دونوں ملکوں کے آئندہ تعلقات پر بحث کی ہے۔ امید ہے، اس گفت و شنید نے ہمیں اُس مرحلے تک پہونچا دیا ہوگا جہاں مصر اور انگلستان کی دوستی کی ایسی مستحکم عمارت کھڑی ہو سکتی ہے جس سے ایک طرف برطانی سلطنت کے اساسی مصالح بھی محفوظ رہیں، اور دوسری طرف مصر کو اپنی آزادی اور خود مختاری سے متمتع ہونے اور قوموں کے مجمع میں پسندیدہ مقام حاصل کرنے کا موقع بھی مل جائے۔"

دوسرا بیان خود مصر کا ہے۔ پارلیمنٹ کا افتتاح کرتے ہوئے شاہ مصر کی تقریر میں حسب ذیل اعلان کیا گیا ہے:

"ہمارے وزیر اعظم نے اپنی لندن میں موجودگی سے فائدہ اٹھا کر نہایت دوستانہ فضا میں انگریزی حکومت کے وزیر خارجہ سے طویل طویل گفت و شنید کی۔ اس گفت و شنید نے دونوں ملکوں پر عمدہ اثر ڈالا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ برطانی اور مصری، دونوں حکومتیں مصر اور سوڈان کے بارے میں ایک دوسرے کے نقطۂ نظر سے واقف ہو جائیں، تاکہ اگر دونوں نقطہائے نظر میں توافق ممکن ہو، تو ایک ایسے محالفہ (حلفیہ عہدنامہ) کے لئے گفت و شنید جاری کی جائے جس سے ہمارے ملک کی خود مختاری مکمل ہو جائے اور انگلستان کے علائق بھی متعین ہو جائیں۔ لیکن یہ محالفہ اس شرط سے ہوگا کہ ہماری پارلیمنٹ بھی اسے منظور کر لے۔"

"میں نہایت مسرت سے اُس محبت آمیز روح کا ذکر کرتا ہوں جو اس نازک گفتگو میں جاری و ساری تھی۔ فریقین نے اخلاص سے کوشش کی کہ دونوں کے نقطہائے نظر زیادہ سے زیادہ قریب کر دیں تاکہ دونوں قوموں کی یہ آرزو پوری ہو سکے کہ اُن کے درمیان دوستی کا ایک نیا عہد قائم ہو، دونوں اُس سے مرتبط ہو جائیں، اور باہمی اعتماد سے فائدہ اُٹھائیں۔"

ان دونوں بیانوں کی روشنی میں امید بندھتی ہے کہ جلد برطانیہ اور مصر کے مابین کوئی ایسا معاہدہ ہو جائے گا، جس سے مصر کی آزادی زیادہ محفوظ اور نمایاں ہو جائے گی، سوڈان کا معاملہ اگر طے ہو جائے اور نہر سویز کی طرف سے برطانیہ کو اطمینان حاصل ہو جائے، تو پھر مصر کی راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ اگر اس قسم کا کوئی معاہدہ انجام پا سکا، تو یقیناً یہ مصر کی بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ لیکن یہ کامیابی، ہندوستان کے لئے ایک سخت تازیانۂ عبرت ہوگی۔ کیونکہ ایک مٹھی بھر مشرقی قوم، جس کی آبادی سوا کروڑ سے بھی کم ہے، اپنی سچی وطنیت اور صادق استقامت کے زور سے برطانیہ جیسے جبار سے اپنی آزادی تسلیم کرا سکتی ہے۔ مگر ہندوستان، جو ایک چھوٹے بر اعظم کا درجہ رکھتا ہے، اور ۳۲ کروڑ انسانوں کا وطن ہے، بدستور برطانیہ کی شرمناک غلامی پر قانع رہتا ہے!

ہندوستان کو دھوکا دینے کے لئے ایک شاہی کمیشن انگلستان سے آ رہا ہے۔ ایک ایسا ہی کمیشن مصر میں بھی آیا تھا۔ یہ ملنر کمیشن کے نام سے مشہور ہے۔ مصریوں نے اس مضحکہ انگیز کمیشن کا مقاطعہ کیا۔ یہی دانشمندانہ مقاطعہ، اُن کی سیاسی زندگی کا اصلی سرچشمہ ہے۔ اب ایک ایسا ہی موقعہ ہندوستان کو بھی حاصل ہو رہا ہے۔ دیکھنا چاہئے وہ اس آزمائش سے کیونکر عہدہ برا ہوتا ہے؟

شاہ مصر کی سیاحت یورپ کی ایک غرض، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، یہ بھی تھی کہ دُوَل یورپ کو اُن حاکمانہ امتیازات سے دست بردار ہونے پر آمادہ کیا جائے، جو انھیں مصر میں حاصل ہیں۔ اس مقصد میں بھی کامیابی ہوئی ہے۔ شاہ مصر نے پارلیمنٹ کی تقریر میں اعلان کیا ہے کہ ہماری کوششیں کامیاب ہوئی ہیں۔ میری حکومت عنقریب ایک کانفرنس میں دُوَل یورپ کو مدعو کرنے والی ہے تاکہ اس مسئلہ کا آخری تصفیہ ہو جائے۔

مصری پارلیمنٹ کے سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مصطفےٰ نحاس پاشا اُس کے بالاتفاق صدر قرار پا گئے۔ مصطفےٰ پاشا جماعت وفد کے بھی صدر ہیں۔ یعنی مرحوم سعد پاشا زغلول کی جگہ پر قوم کے رہنما منتخب کئے گئے ہیں۔ اب پارلیمنٹ کی صدارت کے بعد وہ مرحوم رہنما کے دونوں منصبوں میں جانشین ہو گئے۔ یعنے جماعت وفد میں بھی اور قومی پارلیمنٹ میں بھی۔

مصر کی سیاسی بیداری کی تاریخ

مصطفےٰ نحاس پاشا مصری رہنما کی زبانی

۱۳ر نومبر ۱۹۱۸ء کا دن مصر کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیگا۔ یہی تاریخ ہے جب پہلے پہل مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کی بنیاد پڑی تھی۔ یہ دن ہر سال، ایک قومی عید کی طرح منایا جاتا ہے۔ اس سال بھی یہ عید منائی گئی۔ مرحوم سعد پاشا زغلول کے جانشین مصطفےٰ نحاس پاشا نے اس موقع پر ایک نہایت اہم خطبہ دیا۔ مصری ڈاک میں یہ ہم تک پہونچا ہے۔ اسمیں موصوف نے مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کی تاریخ بیان کی ہے۔ ذیل میں اس کا خلاصہ درج ہے:

سیاسی بیداری کا آغاز

"مصر پر ایسے سخت دَور گزر چکے ہیں، جب پرستاران طاقت کو یقین ہو گیا تھا کہ اُن کا جبر و تشدد، قومیت کا شرارہ بجھا سکتا ہے اور دلوں پر ناامیدی کی موت طاری کر دے سکتا ہے۔ حالانکہ اس کائنات میں کوئی قوت کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہو، کسی زندہ قوم کی آرزوئیں مٹا نہیں سکتی، اور نہ قوم کا اتحاد شکست کر سکتی ہے، اور یا قوت کی یہ کوششیں کبھی زمانے میں بھی بارآور نہیں ہوئیں۔ کیونکہ یہ کوششیں قانون الٰہی کے خلاف ہیں، مشیتِ الٰہی کے برعکس ہیں، خدا کی ٹھہرائی ہوئی فطرت میں تبدیل کرنے والی ہیں: ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا!

مصر میں یہ اجتماعی حقیقت ہم نے پوری طرح واضح مشہد میں دیکھ لی۔ ظلم و جور، اگرچہ بے حساب تھا، مگر قوم میں آزادی کا جذبہ برابر زندہ رہا۔ ظلم جتنا زیادہ ہوتا جاتا تھا، یہ جذبہ بھی اُتنا ہی زیادہ راسخ ہوتا جاتا تھا۔

جنگ عمومی کا جب صُور پھونکا گیا، تو مصر، دول اتحادی کی صف میں کھڑا ہوا، حالانکہ اُس پر سخت قزاقی کی گئی تھی۔ برطانیہ نے اُس پر پورا قبضہ کر لیا تھا اور اس قبضہ کو جنگی ضرورت سے تعبیر کیا گیا تھا۔ جنگ میں مصر نے جان و مال کی بڑی بڑی قربانیاں کیں اور اتحادیوں کا پلہ بھاری کر دیا۔ پھر جب جنگ کی آگ ٹھنڈی ہوئی، تو مصر نے اپنا حق مانگا۔ مگر اتحادی، حق لینے کے عادی تھے، حق دینے کا اُنھیں کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اُنھوں نے مصر کی آواز سننے سے انکار کر دیا!

اُنھوں نے صرف انکار ہی نہیں کیا، بلکہ مصر کی زبان بھی بند کر دی گئی۔ پھر اُس کی ہر ممکن تذلیل کی گئی۔ اُس کی قومیت کا گلا گھونٹ ڈالنے کے لئے وہ ہاتھ آگے بڑھے جو فاتحانہ جنگ میں خون آلود ہو چکے تھے۔

اُسوقت ہم چند دوستوں نے باہم مشورہ کے بعد طے کیا کہ ملک کی نجات کے لئے ایک عام حرکت کی ضرورت ہے۔ مگر یہ حرکت شروع کیونکر ہو؟ یہی سوال بنیادی سوال تھا۔ ہمیں ایسے رہنماؤں کی ضرورت تھی جن کی شخصیت مسلم ہو۔ ایسی شخصیت صرف مرحوم احمد سعد زغلول پاشا ہی کی تھی۔ ان میں وہ تمام صفتیں جمع تھیں جو ہماری سرداری کے لئے ضروری تھیں۔ وہ اُسوقت مجلس تشریع (لیجسلیٹو اسمبلی) کے سکریٹری بھی تھے۔

ہمنے اس مجلس کے ایک رکن سے درخواست کی کہ وہ سعد پاشا سے اُن کے کسی معتبر دوست کے ذریعہ گفت و شنید کرے۔ دوسرے دن اس رکن نے ہمیں اطلاع دی کہ سعد پاشا کا دوست اس تجویز کے خلاف ہے

اسلام اور سزائے قتل

ایک ناتمام بحث کی تکمیل

(از مولنا ابو الکلام)

اب کہ ایک عرصہ کی علالت کے بعد اس قابل ہوا ہوں کہ الہلال کے لئے وقت نکال سکوں، سب سے پہلے مجھے ان صفحات کی ایک ناتمام بحث مکمل کردینی چاہئے۔ یہ ایک طالب حق کے استفسار کا جواب تھا، جو کو مستفسر کو مختصراً لکھ کر بھیجد یا گیا تھا لیکن الہلال میں ناتمام رہ گیا۔

استفسار حسب ذیل سوالات کی شکل میں تھا:

(۱) کیا واقعی یہ اسلام کا قانون ہو کہ جو شخص بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اسے فوراً قتل کردینا چاہئے اور جس مسلمان کے سامنے ایسا کرے، اُس کا مذہبی فرض ہو کہ اُسی وقت اُس کا سر اُڑا دے؟

(۲) کیا اسلام کا یہ حکم ہو کہ اگر کسی قوم کا ایک آدمی حضرت پیغمبر اسلام کے خلاف بدزبانی کرے تو جب تک اس کے تمام ہم قوم (جنھوں نے شاید اُس بدزبانی کرنے والے کا نام بھی نہ سنا ہوگا) اسکو برا بھلا نہ کہیں تمام قوم کا بائیکاٹ کردینا چاہئے اور اپنی بستی سے نکال دینا چاہئے؟

(۳) کیا اسلام کا یہ قانون ہو کہ اگر کوئی غیر مسلمان ایسا کرے تو اسے گلا گھونٹ کر مار ڈالنا چاہئے جیسا کہ مولنا محمد علی صاحب نے فرمایا ہو؟

(۴) آپکے خیال میں یہ مطالبہ ٹھیک ہو کہ ہندوستان میں ایسا قانون بنانا چاہئے کہ جو شخص ایسا کرے اسے قتل کرڈالا جائے؟

(۵) کیا اسلام کا یہ قانون ہو کہ اگر ایسا شخص اپنی غلطی مان لے اور پر افسوس ظاہر کرے، تو وہ مسلمانوں کو قبول نہیں کرنا چاہئے اور اسے جانی سزا دلانے پر اڑ جانا چاہئے؟

(۶) جو کتابیں دیگر مذاہب کے خلاف خود مسلمان مولوی صاحبان لکھتے آئے ہیں اور اسمیں رنگیلا رسول جیسی زبان استعمال کی گئی ہو، کیا وہ بھی اسی طرح کی سزا کے مستحق نہیں ہیں جیسی رنگیلا رسول اور رسالہ ورتمان ہیں؟

(۷) سو دو سو برس سے جو سیکڑوں عیسائی مشنری اسلام کے خلاف سخت سے سخت کتابیں لکھتے آئے ہیں اور اسوقت ہزاروں کی تعداد میں وہ موجود ہیں، کیوں ان کے خلاف اس قدر جوش و خروش نہیں دکھایا گیا جس قدر اس مرتبہ دکھلایا گیا ہو؟

فقہ اسلامی کے تعزیری قوانین

قبل اس کے کہ اصل سوال کا جواب دیا جائے، دو باتیں بطور مقدمہ کے صاف کردینی ضروری ہیں:

(۱) جب کبھی تعزیر و سیاست جیسی ایسے معاملہ میں جیسا کہ یہ معاملہ ہے، اس طرح کی تعبیر بیان اختیار کی جاتی ہو کہ "اسلام کا قانون یہ ہو" اور "شریعت اسلامی کا حکم یہ ہو" تو حقیقتاً یہ ان تمام لوگوں کو جو اسلام کے نظام شرع سے واقفیت نہیں رکھتے، ایک سخت غلط فہمی واقع ہو جاتی ہو۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ جس طرح اسلام نے اپنے پیرؤں کو نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا ہو، اُسی طرح تعزیر و سیاست کے بھی یہ احکام دیدئے ہیں۔ مثلاً جب ایک غیر مسلم سنتا ہو کہ "اسلام کے قانون میں پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین کرنے والے کی سزا قتل ہو" تو وہ خیال کرتا ہو، اسلام نے اپنے پیرؤں کو حکم دیدیا ہو کہ جہاں کوئی غیر مسلم ایسی بات منہ سے نکالے جس سے اُنکے خیال میں توہین ہوتی ہو، تو فوراً چاقو نکالیں اور اُس کا گلا کاٹ کے رکھدیں!

حالانکہ اسلام کی نسبت ایسی مجنونانہ تعلیم کا تصور بھی کرنا، اُس کے خلاف سخت سے سخت اتہام ہو۔ نعوذ باللہ اگر اسلام کی ایسی تعلیم ہو، اور اُسنے اپنے پیرؤں کو قتل انسانی کا عام پروانہ دیدیا ہو۔ اسلام کے نزدیک تو انسان کی زندگی سے بڑھ کر دنیا کی کوئی چیز بھی محترم نہیں۔ وہ قتل نفس کو انسان کی سب سے بڑی شقاوت قرار دیتا ہو۔ اُس کی کتاب اپنے معجزانہ انداز بلاغت میں اعلان کرتی ہو کہ نوع انسانی کے کسی ایک فرد کا قتل، فرد کا قتل نہیں ہو، نوع کا قتل ہو:

من قتل نفساً بغیر نفس او فساد فی الارض، فکانما قتل الناس جمیعا، ومن احیاھا، فکانما احیا الناس جمیعا، ولقد جاءتھم رسلنا بالبینات، ثم ان کثیرا منھم بعد ذالک فی الارض لمسرفون! (۵ : ۳۵)

جس کسی نے کسی انسان کو بغیر اِن دو حالتوں کے کہ قصاص لینا ہو یا قتل و خونریزی اور ظلم و فساد روکنا ہو، قتل کرڈالا، تو وہ صرف ایک جان ہی کا قاتل نہیں ہو بلکہ تمام انسانوں کا قاتل ہو۔ اور اسی طرح جس کسی نے ایک انسان کو ہلاکت سے بچالیا، تو اُسنے صرف ایک فرد انسانی ہی کی جان نہیں بچائی۔ بلکہ تمام نوع انسانی کو زندگی بخشی!

بلاشبہ اسلام نے خاص خاص صورتوں میں قتل کی اجازت دی ہو۔ صرف اجازت ہی نہیں دی ہو بلکہ بغیر کسی جذبۂ اعتذار کے کہا جاسکتا ہو کہ ترغیب دی ہو، لیکن وہ صورتیں وہی ہیں جن میں نہ صرف اسلام نے بلکہ دنیا کے عالمگیر اخلاق و انسانیت نے بھی قتل انسانی کے ناگزیر ہونے کا اعتراف کیا ہو۔ کیونکہ قتل انسانی کی یہ ناگزیر صورتیں اس لئے گوارا نہیں کی گئی ہیں کہ انسانوں کو قتل کیا جائے، بلکہ اس لئے کہ انسانوں کو بچایا جائے:

ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب! (۲ : ۱۷۹)

ایسا قتل جو قاتلوں سے انسانوں کو بچانے کے لئے ہو، اگرچہ بظاہر خون بہانا ہو، لیکن فی الحقیقت اُس میں انسانی زندگی کی حفاظت پوشیدہ ہو!

قرآن بتلاتا ہو کہ یہ ناگزیر صورتیں کیا ہیں: جنگ، قصاص، اور ایسے جرائم کا انسداد جن کا انسداد بغیر انتہائی سزا کے ممکن نہ ہو۔ ان صورتوں کے علاوہ کسی حال میں بھی اسلام خدا کی اُس بنائی ہوئی مخلوق کا خون بہانا برداشت نہیں کرسکتا جس کا نام انسان ہو۔ جو شخص اس سے زیادہ قتل انسانی کا جواز اُس کی طرف منسوب کرتا ہو، وہ یا تو اسلام سے قطعاً بے خبر ہو، یا اسلام پر تہمت لگانے میں اُسے عار نہیں!

بہر حال تعزیری احکام قوانین کی یہ تعبیر اُن لوگوں کے لئے جو اسلام کے نظام شرع سے واقفیت نہیں رکھتے، سخت غلط فہمی کا باعث ہو جاتی ہو۔ وہ نہیں سمجھ سکتے کہ انکے اسلامی قانون ہونے کے معنی کیا ہیں؟ اور ان کی نوعیت عقائد و عبادات کے شرعی احکام سے کس درجہ مختلف ہو؟ بلاشبہ تعزیر و سیاست کے بے شمار احکام ہیں جو فقہاء اسلام نے یعنے مسلمان قانون سازوں نے وقتاً فوقتاً وضع کئے، اور مختلف عہدوں میں اُن وقتوں کے احوال و ظروف کے مطابق اُن کا اجراء و نفاذ ہوتا رہا۔ یہ تمام قوانین آج بھی قانون اسلام کی کتابوں میں موجود ہیں، اور اُنھیں اسلامی قانون ہی کہا جاتا ہو کیونکہ وہ اسلام کے اصولی اور اجمالی مبادیات ہی سے نکالے گئے ہیں۔ لیکن اُن کے "اسلامی قانون" ہونے کی نوعیت وہ نہیں ہو، جس نوعیت کے قوانین عقائد و عبادات کے ہیں۔ دونوں کا فرق کئی حیثیتوں سے واضح ہو:

اولاً، تعزیر و سیاست کے تفصیلی قوانین کا بڑا حصہ براہ راست شریعت کا ٹھہرایا ہوا نہیں ہو، بلکہ قانون سازی کے طریقوں پر شرعی اصول و مبادیات سے استنباط کیا ہوا ہو۔ اس بارے میں اسلام نے جو نظام تشریع اختیار کیا تھا، وہ یہ نہیں تھا کہ نپولین کے فرانسیسی مجموعۂ قوانین یا تعزیرات ہند کی طرح اُسنے تمام تفصیلی اور جزئی قوانین کا ایک مجموعہ بناکر نافذ کردیا ہو۔ اگر وہ ایسا کرتا، تو دنیا کا عالمگیر مذہب نہ ہوتا۔ محض کسی ایک قوم اور عہد ہی کا مذہب ہو سکتا تھا۔ پس اُسنے جو طریقہ اختیار کیا وہ یہ تھا کہ تفصیلات و جزئیات سے قطع نظر کرلی گئی، اور صرف ایسے اصولی اور اجمالی مبادیات وضع کردئے گئے، جن سے حسب ضرورت ہر طرح کے تفصیلی قوانین کا استخراج کیا جاسکتا ہو۔ اصل شرعی اس بارے میں یہ تھی کہ جمعیت بشری کی استعداد و ضرورت کے مطابق عدل و سعادت کا نظام قائم رہے اور مفاسد کے روک تھام اور مصالح کے حصول کے لئے جن جن وسائل کی ضرورت ہو، وہ صحیح طریقہ پر کام میں لائے جاسکیں۔ اسلامی حکومت کی ابتدا ایک محدود رقبہ اور محدود احوال و ظروف میں ہوئی تھی۔ اس لئے تعزیر و سیاست کی تفصیلات میں بھی زیادہ پھیلاؤ نہیں ہوا تھا۔ پھر جوں جوں دائرۂ اقتدار وسیع ہوتا گیا اور تعزیر و سیاست کی نئی نئی ضرورتیں پیش آتی گئیں، مقننین اسلام تفصیلی قوانین کا استنباط بھی کرتے گئے۔ یہاں تک کہ ہر طرح کے تعزیری قوانین کا ایک مکمل ذخیرہ مدون ہوگیا۔ پس اگرچہ یہ تمام تفصیلی قوانین بھی اپنی اصل کی بنا پر شرعی قوانین ہیں، لیکن یہ ظاہر ہو کہ اسلام کے براہ راست احکام نہیں ہیں، اور اسلام کے براہ راست احکام میں اور قانون سازوں کے استنباط کئے ہوئے احکام میں جو بنیادی فرق ہو، اُسے نظرانداز نہیں کرنا چاہئے۔ اسلام کی طرف دونوں کی نسبت، ایک طرح کی نسبت نہیں ہو سکتی۔ پہلے قسم کے احکام اس کے براہ راست ٹھہرائے ہوئے ہیں۔ دوسری قسم کے قوانین مقننین کے استنباط کئے ہوئے ہیں اور بسا اوقات اُن میں اور اسلامی اصول و مبادیات میں بے شمار کڑیاں نظر و تفریع اور قیاس و استخراج کی واقع ہوگئی ہیں۔

ثانیاً، یہ بات بالکل کھلی ہوئی ہو کہ یہ قوانین تعزیر و سیاست کے قوانین تھے، اور تعزیر و سیاست کے قوانین سلطنت کے لئے ہوتے ہیں، عام افراد امت کے لئے نہیں ہوتے۔ یعنے نماز روزہ کے احکام کی طرح ان کا خطاب افراد سے نہیں تھا۔ اسلامی سلطنت سے تھا۔ نماز روزہ کے احکام واجبات و فرائض ہیں؛ اس لئے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہو کہ انھیں ادا کرے۔ لیکن یہ احکام تعزیر و سیاست کے قوانین ہیں۔ واجبات و فرائض نہیں ہیں۔ اس لئے

ہرگز توقع نہ تھی۔ اُسنے دیکھا کہ پُوری قوم متحد و متفق ہو، اور یک زبان "مقاطعہ" کا اعلان کر رہی ہو!

ملنر کمیشن نے بہت کوشش کی۔ بہت پچکارا۔ مگر قوم کا صرف یہی ایک جواب تھا کہ "وفد سے باتیں کرو۔ ہم کچھ نہیں سنیں گے" کمیشن مایوس ہو کر لوٹا اور وفد کو گفتگو کے لئے لندن میں دعوت دینی پڑی۔ ابتدائی گفتگو کے بعد ہی معلوم ہو گیا کہ برطانیہ اب تک اپنی طفل تسلیاں ہی کافی سمجھتا ہو۔ اُس کے نقطۂ نظر میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں ہوئی ہو۔ حالانکہ خود لارڈ ملنر نے اپنی روداد میں تسلیم کر لیا تھا کہ مصر کی موجودہ حرکت، ایک حقیقی ملی حرکت ہو، اور یہ کہ وفد مصری، پورے ملک کا صحیح نمائندہ ہو۔ مگر برطانی حکومت نے اسپر کوئی توجہ نہ کی۔

قوم کی دوسری فتح

جد و جہد جاری رہی۔ حالات سخت سے سخت ہوتے گئے۔ اب برطانیہ نے دیکھا کہ نیا قدم اُٹھائے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں، چنانچہ نہایت مجبوری سے اعلان کر دیا کہ "مصر اور برطانیہ کے مابین حمایت ایک ناپسندیدہ علاقہ تھا!" یہ قوم کی دوسری فتح مبین تھی!

نا اتفاقی نے حالت بدل دی

اس اعلان کے بعد برطانیہ اُس منزل میں اُتر آیا تھا جہاں مفاہمت کی اُمید ہو سکتی تھی۔ چنانچہ سرکاری گفت و شنید کے لئے عدلی پاشا کی وزارت مرتب ہوئی۔ اُس وقت سعد پاشا یورپ سے لوٹ آئے تاکہ اپنے مفید مشوروں سے حکومت اور قوم کی رہنمائی کریں۔ مگر افسوس اس نازک گھڑی میں نا اتفاقی کے شیطان نے ہمارے اندر سر اُٹھایا قوم میں پھوٹ پڑ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برطانیہ جتنے قدم آگے بڑھا تھا اُتنے ہی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ مصر کی آواز سننے سے دوبارہ کان بند کر لئے گئے۔ ظلم و قہر کا از سرِ نو دور دورہ شروع ہو گیا۔

ایک اور برطانی وفد

جس زمانے میں مصری حکومت کا سرکاری وفد گفت و شنید کے لئے لندن گیا تھا، اُسی زمانے میں برطانی پارلیمنٹ کا ایک دوسرا وفد مصر آیا تاکہ اصلی حالات کی تحقیقات کرے۔ اس وفد نے آتے ہی حقیقت معلوم کر لی، کیونکہ وہ اس قدر روشن تھی کہ کوئی آدمی بھی اُس سے لاعلم نہیں رہ سکتا تھا۔ اس وفد نے واپس جا کر اپنی روداد شائع کر دی۔ اسمیں لکھا تھا کہ مسئلۂ مصر کا ایک ہی حل ہو۔ اور وہ یہ ہو کہ مصر کی کامل خود مختاری تسلیم کر لی جائے۔ اس وفد نے مصر کو بہت نفع پہنچایا، کیونکہ انگلستان کی عام رائے، حقیقت حال سے واقف ہو گئی تھی۔

علی گڑھ میگزین کا کانووکیشن نمبر

ہندوستان کے مشہور اور ممتاز علمی رسالہ علی گڑھ میگزین کا کانووکیشن نمبر خاص اہتمام اور نہایت آب و تاب کے ساتھ جنوری سنہ ۱۹۲۸ء میں شائع ہو گا۔ اس پرچہ میں تصاویر کے علاوہ ملک کے ممتاز انشا پردازوں کے مضامین اور بلند پایہ شعرا کے افکار عالیہ شائع ہونگے۔ اس نمبر کی ضخامت بھی غیر معمولی ہوگی اور اردو کتابت و طباعت کا بہترین منظر زیب نمونہ ہوگا۔ تمام اہل علم و ادب اور خصوصاً ان ادبا سے جن کا تعلق مسلم یونیورسٹی سے ہے یا رہا ہے استدعا کی جاتی ہے کہ اپنے ادبی و علمی کے اس رسالہ کے خاص نمبر کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔ مضامین اور منظومات ایڈیٹر صاحب علی گڑھ میگزین مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پتہ پر ۱۵ دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء سے قبل پہنچ جانا چاہئیں۔ خریداری رسالہ و اجرت اشتہارات کے واسطے منیجر صاحب مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ سے خط و کتابت کیجئے۔ منیجر علی گڑھ میگزین

عالم مطبوعات و صحائف

مشتری کے متعلق تازہ معلومات

مُشتری، نظام شمسی میں سب سے بڑا اور زہرہ کے بعد سب سے زیادہ چمکدار ستارہ ہو۔ وہ آفتاب سے ...... ۴۸۳۰۰۰۰۰۰ میل دُور ہو۔

ایک امریکن ہیئت داں نے حال میں ایک رسالہ لکھ کر مشتری کے متعلق تازہ ترین معلومات جمع کر دی ہیں۔ وہ کہتا ہو، "مشتری کی اہمیت صرف اسی لحاظ سے نہیں ہو کہ وہ سب سے بڑا اور زہرہ کے بعد سب سے زیادہ روشن ستارہ ہو، بلکہ اُس کی اہمیت اس لحاظ سے بھی ہو کہ وہ اجرام سماوی کے متعلق سدیمی نظریہ کا سب سے زیادہ واضح ثبوت پیش کرتا ہو۔

مشتری کا فلک ۸۸۷۰۰ میل کے دائرے میں ہو۔ وہ اپنے محور کے گرد ۹ گھنٹے ۵۰ منٹ میں گردش کرتا ہو۔ اس کا مطلب یہ ہو کہ اُس کی رفتار غائت درجہ تیز ہو۔ اُس کے خط استوا پر اُس کی حرکت ۲۶ ہزار میل فی گھنٹہ ہو جاتی ہو۔ مشتری کے مادہ کی کثافت زمین کے مادے کی کثافت کے مقابلے میں ۱/۴ کا درجہ رکھتی ہو۔ لیکن اُس کی قوت جاذبہ زمین کی قوت جاذبہ سے کہیں زیادہ ہو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مشتری میں چیزوں کا وزن، زمین میں چیزوں کے وزن سے بہت زیادہ ہوگا۔

مشتری کے اقمار

مشتری کے چاند، نو ہیں۔ ان اقمار کو علم ہیئت کی تاریخ میں بہت اہمیت حاصل ہو۔ کیونکہ:

(۱) اُس کے ہم چار چاند، اجرام فلکی میں سب سے پہلے انسان نے معلوم کئے۔ گلیلو نے اپنی کمزور دوربین سے یہ چاند دیکھے تھے۔

(۲) ان چاندوں کے گرہن کے اختلاف نے پروفیسر رومر کو موقع دیا کہ ۱۶۷۵ء میں نور کی سرعت دریافت کرے۔

(۳) ان چاندوں کی حرکت کے ذریعہ، مشتری کے مادہ اور اُس کی کثافت کی تحقیق میں بہت سہولت ہوئی۔

۱۸۹۲ء میں پروفیسر برنارڈ نے مقام لیک کے رصد خانہ سے مشتری کا پانچواں چاند دیکھا۔ یہ پہلے چار چاندوں سے بہت چھوٹا تھا۔ باقی ۴ چاند، ابھی حال میں فلکی عکاسی کی ترقی کے بعد دریافت ہوئے ہیں۔

دُمدار ستارے

مشتری کے قریب ۳۰ سے زیادہ دُمدار ستارے بھی موجود ہیں۔ ان ستاروں کے فلک، مشتری کے فلک سے تقریباً متصل ہیں۔ خیال کیا جاتا ہو، کسی قدیم ترین زمانے میں یہ ستارے مشتری کے قریب حرکت کرتے تھے، بتدریج اُسنے اُنھیں جذب کر لیا، یہاں تک کہ اب قریب ہو کہ مشتری بالکل جذب کر جائے، اگرچہ یہ ستارے ابتک آفتاب ہی کے گرد حرکت کر رہے ہیں۔

مشتری کے خطوط

دُوربین سے مشتری کو دیکھنے سے اُس کے قرص پر کچھ خطوط یا مختلف رنگوں کے متوازی مسافت کے ٹکڑے نظر آتے ہیں۔ یہ خطوط، زمین کے فرضی خطوط العرض کے بالکل مشابہ ہیں۔ یہ خطوط ہمیشہ نظر نہیں آتے۔ وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے ہیں اور چند ہفتے، چند مہینے اور کبھی کبھی چند سال باقی رہ کر غائب ہو جاتے ہیں۔ ان کے ظہور و غیبت کی اب تک کوئی تعلیل نہیں کی جا سکی۔ علماء کا خیال ہو کہ آفتاب کو اس بارے میں کوئی دخل نہیں۔ یہ تبدیلی کسی خاص وقت کی پابند نہیں ہو۔ یہ بھی عجیب بات ہو کہ مشتری کا قرص، مرکز کے نزدیک سے سیاہ ہونا شروع ہوتا ہو۔ یعنی اپنے قطبین پر مشتری کا رنگ مرکز کے مقابلہ میں کہیں زیادہ دھندلا بلکہ تاریک ہو۔

مشتری کی حرکت

مشتری کی اس درجہ چمک، اس امر کی دلیل ہو کہ اُس کی سطح، در اصل ایک کثیف ابر ہو۔ تحقیقات سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ ابر، آفتاب کی قوت سے نہیں بلکہ خود مشتری کی قوت سے بنتا ہو۔ مشتری کی یہ خصوصیت بھی عجیب ہو کہ اُس کا پُورا جسم ایک ساتھ اپنے محور پر گردش نہیں کرتا، بلکہ اُس کے بعض اجزا بہت تیزی سے حرکت کرتے ہیں، بعض سست رفتار ہیں!

مشتری کی حرارت، باوجود اسکے کہ وہ آفتاب سے اس قدر دُوری پر ہو، بہت ہی عظیم ہو۔ علمار کا خیال ہو کہ یہ حرارت آفتاب سے پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ خود مشتری ہی سے پیدا ہوتی ہو۔

انسان کا مستقبل

سر فلیپ گبز، انگلستان کا مشہور عالم اہل قلم ہو۔ پچھلے دنوں اُسنے مذکورۂ بالا عنوان پر ایک مضمون شائع کیا ہو۔ وہ لکھتا ہو:

"انسان، قدرت کی خفتہ قوتیں بیدار کر کے سخت خطروں میں پڑ گیا ہو۔ اب اُس کے لئے اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یا ان قوتوں کو آخری طور پر مغلوب کر کے مسخر کر لے، یا خود مغلوب ہو کر برباد ہو جائے۔ حالات بتا رہے ہیں کہ انسان، علم کی ترقی کے ساتھ ساتھ قدرت کی قوتوں پر برابر غالب ہوتا رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ زمین کا مطلق العنان حاکم بنجائے گا۔ اسی غرض سے بعض علماء نے تجویز پیش کی ہو کہ دنیا سے جنگ کا یہ طویل سلسلہ دس برس کے لئے منقطع کر دیا جائے یعنی التوار جنگ ہو جائے۔ تاکہ اس دوران میں انسان اسوقت کی تمام علمی فتوحات اچھی طرح استعمال میں لا سکے۔ اگر انسانی فتوحات کی یہ تیز رفتاری کچھ مدت کے لئے روکی نہ جائے گی، تو بہت جلد انسان کے دماغ کو مختل کر ڈالے گی۔ وہ مبہوت ہو کر رہ جائے گا اور ترقی تباہ کن شکست بنجائے گی۔"

"لیکن یقین نہیں کہ دنیا اس تجویز پر عمل کر سکے۔ کیونکہ انسانی دماغ اب رو کنے سے بھی رُکتا نظر نہیں آتا۔ ہزاروں برس کی قید کے بعد اب وہ آزاد ہو گیا ہو۔ اور برابر بے قید ہی رہنا چاہتا ہو"

"اب انسان کی کوشش یہ ہو کہ قدرت کا وہ سب سے بڑا اختیار بھی چھین لے جسپر اب تک نظر اُٹھانے کی اُسنے اجازت نہیں دی تھی۔ اب انسان چاہتا ہو کہ خود اپنی قسمت کا بھی حاکم بنجائے۔ اُسے شرم آتی ہو کہ خود اُس کی تکوین و تخلیق اور اُسکے نفس کی تکییف کا معاملہ، قدرت کے ہاتھ میں ہو، چنانچہ اب وہ چاہتا ہو کہ اپنی پسند کے مطابق اپنی نسل پیدا کرے، اور اپنی خواہش و ارادے سے اپنے اخلاق و اطوار بنائے۔"

"انسان نے اب معلوم کر لیا ہو کہ جسم اور اخلاق کی تکوین کا معاملہ سراسر اُن غدود یا گلٹیوں سے وابستہ ہو، جو ہر جسم میں موجود ہوتی ہیں۔ اگر مادہ کے جسم سے وہ خاص گلٹیاں نکال دی جائیں جنھوں نے اُسے مادہ بنا دیا ہو، اور اُن کی جگہ وہ گلٹیاں لگا دی جائیں جن کی وجہ سے دنیا میں نر، نر بنا کرتا ہو، تو فوراً جنسیت بدل جائے گی یعنی مادہ، نر بنجائے گی۔ اسی طرح نر کو مادہ بنا دیا جا سکتا ہو۔ اب معلوم ہو چکا ہو کہ سر کی ایک گلٹی سے جو مادہ خارج ہوتا ہو، اُس کی کمی بیشی سے انسان لانبا اور پست قد ہو جاتا ہو۔ اگر عمل جراحی کے ذریعہ اس گلٹی کے عمل میں ترمیم کر دی جائے، تو حسب مرضی قد دراز اور پست ہو جا سکتا ہو۔ اب قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہو کہ تمام چوروں کے جسم میں بعض خاص قسم کی گلٹیاں ہوتی ہیں۔ اُنھیں کے اثر سے وہ چوری کرتے ہیں۔ یہی حال

حقوق سے محروم ہوگئی!

لیکن اسلام نے مذہب اور اعتقاد کی آزادی کا اعلان کیا۔ آنحضور نے مذہبی رواداری اور انسانی حقوق کی ایک ایسی فضا پیدا کردی جس کا اُسوقت تک دنیا میں کوئی نمونہ موجود نہ تھا۔ ۵۰ برس کے بعد جب اسلامی حکومت کا دائرہ اقتدار وسیع ہوا، تو یہ ایک ایسی مملکت تھی جو اگرچہ خاص ایک مذہب کے پیرؤں کی تھی، لیکن اُس میں حکمران قوم کے دوش بدوش ہر مذہب و ملت کے لوگ آباد تھے اور سب کو بلا امتیاز ایک ہی طرح کے شہری و ملکی حقوق حاصل تھے۔ مذہب و اعتقاد کے اختلاف کی بنا پر کوئی انسان دوسرے انسان کے انسانی و ملکی حقوق تلف نہیں کرسکتا تھا!

جہاں تک غیر مسلموں کا تعلق ہے، اسلام کا طریق عمل یہ تھا کہ اُسنے فتح مکہ کے بعد عرب کی قدیم بت پرستی کے اقرار سے تو انکار کردیا۔ کیونکہ فی الحقیقت اب فعلاً اُس کا کوئی وجود باقی نہیں رہا تھا۔ تمام قبائل عرب بہ رضا و رغبت مسلمان ہوگئے تھے۔ لیکن باقی تمام غیر مسلم اقوام کے لئے یہ حکم دیا کہ وہ اسلامی حکومت کے ماتحت اُسی طرح زندگی بسر کرسکتے ہیں، جس طرح خود مسلمان رہتے سہتے ہیں۔ بہ حیثیت شہری ہونے کے انھیں وہ تمام حقوق حاصل ہونگے، جو خود مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ مذہبی اصطلاح میں انھیں "ذمّی" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ اسلامی حکومت نے اُن کی حفاظت جان و مال اور مذہبی آزادی و حقوق کے قیام کا ذمّہ لیا تھا۔ اصل اس بارے میں وہ طرز عمل ہے جو خود پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غیر مسلموں کے ساتھ وقتاً فوقتاً اختیار کیا تھا، اور اُنکے بعد خلفاء راشدین اُس پر عامل رہے تھے۔ ایران، شام اور مصر کی فتح کے بعد وہاں کے غیر مسلم باشندوں کے ساتھ جو معاہدے کئے گئے، وہ آجتک تاریخ و فقہ میں موجود ہیں۔ فقہاء نے انھیں سے ذمیوں کے حقوق کے مسائل کا استنباط کیا ہے۔

اسلامی احکام کی رُو سے غیر مسلم باشندوں کے جن حقوق کا بطور عہد و میثاق کے ذمّہ لیا گیا تھا، وہ مختصر لفظوں میں حسب ذیل ہیں:

(۱) انھیں پوری مذہبی آزادی ملے گی۔ اُن کی مذہبی عبادتگاہیں اور ہر طرح کی مذہبی عمارتیں محفوظ رہیں گی۔ صلیبوں اور مورتیوں کو نقصان نہیں پہونچایا جائے گا۔ وہ ناقوس بجانے سے نہیں روکے جائینگے۔ وہ اپنے تہواروں میں اپنے جلوس نکال سکیں گے۔ تمام مذہبی عہدے اور انتظامات اُسی طرح قائم رکھے جائیں گے، جس طرح پیشتر سے موجود ہیں۔ لا یغیّر ما کانوا علیہ۔

(۲) انھیں اُنکے مذہب سے برگشتہ نہیں کیا جائے گا (بلاذری نے فتوح البلدان میں یہ الفاظ لکھے ہیں: لا یفتنوا عن دینہم)

(۳) اُن کی جان مال اور ہر طرح کی جائداد محفوظ رہے گی۔ انھیں اُس میں تصرف کے تمام حقوق حاصل ہونگے۔ اگر اُن کا کوئی دشمن اُن پر حملہ کرے گا تو مسلمان اُن کی طرف سے لڑیں گے۔

(۴) اُن کا کوئی حق چھینا نہیں جائے گا۔

(۵) انھیں اُن کے مذہبی احکام کے خلاف کسی بات پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

(۶) قانون کی نظر میں اُن کی جان مسلمانوں کی جان کی طرح ہوگی، اور اُن کا مال مسلمانوں کے مال کی طرح سمجھا جائے گا۔

(۷) تجارت، کاروبار اور معیشت میں کسی طرح کی روک عائد نہیں کی جائے گی۔ اُنکے ساتھ ویسا ہی سلوک ہوگا، جیسا کہ مسلمانوں کے ساتھ ہوگا۔

(۸) وہ اُن تمام ٹیکسوں سے معاف رکھے جائینگے جو مسلمانوں کے لئے قرار دئے گئے ہیں۔ ان سے عُشر بھی نہیں لیا جائے گا۔

(۹) وہ فوجی خدمت سے بھی معاف رکھے جائیں گے۔

یہ اُن معاہدات کا خلاصہ ہے جو خود پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غیر مسلموں سے کئے تھے۔ مثلاً نجران کا معاہدہ جو سنہ ہجری میں ہوا تھا، اور جس کے پورے الفاظ فتوح البلدان اور کتاب الخراج وغیرہ میں موجود ہیں۔ لیکن خلفاء راشدین کے زمانے میں جب مشرق کے بڑے بڑے متمدن ممالک فتح ہوئے، اور مجوسیوں اور عیسائیوں کی بے شمار آبادیاں اسلام کے ماتحت آگئیں، تو ان مجمل شرائط میں اور زیادہ تفصیل ہوئی، اور مذہبی، ملکی، اور معاشرتی آزادی و حقوق کی وہ تمام باتیں پوری صراحت کے ساتھ تسلیم کرلی گئیں، جو آزاد باشندگی شہر کے لئے اُس عہد میں ہوسکتی تھیں۔

یہ محض معاہدہ ہی نہیں تھا۔ بلکہ ایک ایسا قطعی اور واضح طرز عمل تھا جس میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ مسلمان خلفاء جس درجہ غیر مسلموں کے حقوق کا احساس رکھتے تھے، اُسکا اندازہ صرف اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر خلیفۂ اوّل سے لیکر حضرت علی (رضی اللہ عنہم) تک، چاروں خلیفوں کے وہ کلمات وصیت دیکھ لئے جائیں جو مرتے وقت اُن کی زبان پر طاری ہوئے تھے۔ اُن میں سب پہلے یہ جملہ نظر آئے گا "غیر مسلموں کے حقوق کا خیال رکھنا، کیونکہ ہم نے اُن کا ذمّہ لیا ہے" ذمّیوں کے مذہبی و ملکی حقوق کے عام اعتقاد و اعتراف کا یہ حال تھا، کہ فی الحقیقت اُن کی جان، مسلمانوں کی جان کی طرح اور اُن کا مال مسلمانوں کے مال کی طرح محفوظ تھا۔ آج اسلام کی نسبت علانیہ کہا جارہا ہے کہ اُس کی نظروں میں ایک غیر مسلم انسان کی زندگی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اگر ایک مسلمان ایک غیر مسلم کو اس لئے مارڈالے کہ وہ بھی مسلمانوں کی طرح اپنا مذہب پھیلانا چاہتا ہے، تو یہ اسلام کی نظروں میں ایک مقدس جہاد ہوگا۔ لیکن کاش! معترضوں کو معلوم ہوتا کہ یہی اسلام ہے جسنے اپنے عروج سلطنت کے زمانے میں جب دُنیا انسانی جان و مال کے مساویانہ حقوق کا تحمل بھی نہیں کرسکتی تھی، اس قانون کا اعلان کیا تھا کہ من کان لہ ذمتنا، فدمہ کدمنا، ودیتہ کدیتنا (ا) ایک غیر مسلم ذمّی کا خون بھی ویسا ہی محترم ہے جیسا ہمارا خون، اور اُس کا خون بہا بھی ویسا ہی ہے جیسا ہمارا۔ یہ صرف زبان ہی کا اعلان نہیں تھا، بلکہ قانون کا دائم و جاری عمل بھی تھا۔ خلفاء راشدین کے زمانے سے لے کر اسلام کی آخری سلطنتوں تک، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ذمّیوں کا قتل اس لئے جائز کیا گیا ہو کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ خلفاء راشدین سے بڑھ کر اسلامی تعلیم کے کون پیکر ہوسکتے ہیں؟ لیکن ایک نہیں بے شمار واقعات موجود ہیں جن میں حضرت عمر، حضرت عثمان، اور حضرت علی (رضی اللہ عنہم) نے ایسے مسلمانوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جنھوں نے کسی عیسائی یا مجوسی باشندے کو قتل کردیا تھا۔

بہرحال اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ جس رواداری اور انسانی مساوات کا سلوک کیا، اُس کی کوئی مثال نہ تو اس سے پہلے مل سکتی ہے اور نہ اُسکے بعد میں۔ ایک یورپین مورخ (سیدیو) نے ان لفظوں میں اس کا اعتراف کیا ہے "اسلام نے ذمیوں کو بجز ایک حق کے اور تمام حقوق دیدئے تھے۔ یعنے وہ بادشاہ نہیں ہوسکتے تھے"

ان تمام حقوق کے معاوضہ میں اسلامی حکومت اُن سے کیا چاہتی تھی؟ اس پہلو سے بھی معاملہ پر غور کرلینا چاہئے۔ اسلامی حکومت قطعی طور پر اُن سے اس سلوک کی توقع رکھتی تھی کہ:

وہ حکومت کو اپنی حکومت تصوّر کرینگے، اور اس کے خلاف کسی بغاوت یا سازش میں حصہ نہیں لیں گے۔

مسلمان ہم وطنوں کے ساتھ شرافت اور رواداری کا برتاؤ کریں گے۔ جس طرح وہ اُن کے ساتھ بہتر برتاؤ کرتے ہیں۔

وہ کوئی بات ایسی علانیہ نہیں کرینگے جس سے حکومت کی توہین و تذلیل ہو یا حکومت کے مذہب کی توہین و تذلیل ہو۔

کیا ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی شخص ان توقعات کو بے اعتدالی قرار دے سکتا ہے؟ چھٹی صدی مسیحی کی دُنیا میں جب اسلام نے ان حقوق کا اعلان کیا تھا، اگر اسلامی حکومت غیر مسلموں کو ہر طرح کے مساویانہ حقوق دیکر اُن سے اس طرز عمل کی متوقع رہتی تھی، تو یقیناً یہ کوئی ظالمانہ طرز عمل نہ تھا۔ آج دُنیا میں کون قوم اور مذہب ہے جو اپنی تاریخ کے صفحات میں اس طرح کے طرز عمل کی ایک مثال بھی دکھلا سکتا ہے؟

مسئلہ کی نوعیت

یہ اسلامی حکومتوں کا طرز عمل تھا، اور یہ ذمّی اور اُن کا ذمّہ تھا، جن کی نسبت سوال پیدا ہوا کہ اگر وہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں علانیہ اور صریح گالیاں بکنے لگیں، اور عدالت میں قطعی شہادت و دلائل سے یہ بات ثابت ہوجائے، تو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے؟ فقہاء کی ایک جماعت اس طرف گئی کہ اس پر بھی انھیں قتل نہیں کرنا چاہئے۔ کوئی ایسی سزا دینی چاہئے جس سے اس شرارت کے بڑھنے اور پھیلنے کا سدباب ہوجائے۔ امام ابوحنیفہ اور فقہاء شافعیہ و حنبلیہ میں سے ایک جماعت کا یہی مذہب ہے۔ گذشتہ صدیوں میں جسقدر بڑی بڑی اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں، ان کا عمل فقہ حنفی ہی پر تھا۔ مثلاً ہندوستان کی حکومت مغلیہ اور قسطنطنیہ کی حکومت عثمانیہ۔ اس لئے تاریخ میں کئی واقعات ایسے موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسی مذہب کے مطابق عمل کیا گیا۔ سلطان مصطفیٰ خاں چہارم کے زمانہ میں ایک ارمنی پر یہ الزام عائد کیا گیا تھا کہ اُس نے مسلمانوں کے ایک مجمع کے سامنے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسم گرامی لیکر سب و شتم کیا۔ معاملہ شیخ الاسلام عبداللہ آفندی کے سامنے پیش ہوا، اور اُنھوں نے مقدمہ کی سماعت کے بعد قید کرنے کا حکم دیا۔ سلطان کو جب اس معاملہ کا حال معلوم ہوا تو اُسنے شیخ الاسلام سے دریافت کیا "کیا اس سے زیادہ سخت سزا نہیں دی جاسکتی تھی؟" شیخ الاسلام نے کہا! "شرعاً میں یہی سزا تجویز کرسکتا ہوں۔ اگر آپ کوئی دوسری سزا دینی چاہتے ہیں تو اپنے حکم سے دیجئے" سلطان خاموش ہوگیا!

لیکن فقہاء کی دوسری جماعت اس طرف گئی کہ اس صورت میں قتل کرنا چاہئے۔ امام مالک، امام احمد، اور امام شافعی سے ایسا ہی منقول ہے۔ اُن کی نظر اس طرف گئی تھی کہ اسلامی حکومت نے ذمیوں کو ہر طرح کے مذہبی، ملکی، اور معاشرتی حقوق دیئے ہیں اور باشندۂ ملک ہونے کے اعتبار سے اُن میں اور مسلمانوں میں کوئی امتیاز نہیں کیا ہے۔ اس طرز عمل کے بدلے وہ صرف یہ چاہتی ہے کہ جس طرح اُنکے مذہب کا لحاظ رکھا گیا ہے، وہ بھی اسلام کا لحاظ رکھیں، اور کوئی بات علانیہ ایسی نہ کریں جس سے توہین و تذلیل مقصود ہو۔ لیکن اگر اس پر بھی ذمیوں کی ایک جماعت ایسی ہے جو اسلام کا اتنا لحاظ رکھنا بھی گوارا نہیں کرتی کہ اُسکے پیغمبر کو خود مسلمانوں کے منہ پر صریح گالیاں نہ دی جائیں، تو ایسی جماعت کسی رعایت کی مستحق نہیں ہے اُسے قتل کردینا چاہئے۔

خلاصۂ بحث

یہاں تک جسقدر بیان کیا گیا ہے، اس سے واضح ہوگیا ہوگا کہ:

(۱) فقہ اسلامی کے جس قانون کا ذکر کیا گیا ہے، وہ اسلام کا کوئی براہ راست منصوص قانون نہیں ہے، بلکہ تعزیر و سیاست کا ایک فروعی حکم

(ا) حافظ زیلعی نے ہدایہ کی تخریج میں حضرت علی علیہ السلام کا یہ قول اور ایک فیصلہ نقل کیا ہے جو انھوں نے اپنے زمانۂ خلافت میں صادر کیا تھا، اور مسلمان قاتل کے قتل کا حکم دیا تھا۔

صرف اُسی حالت میں قابلِ عمل ہو سکتے ہیں جبکہ کوئی اسلامی حکومت موجود ہو، اور وہ اپنی عدالتوں میں انہیں نافذ کرے۔ اسلام نے احکامِ قضاء پر (جسے آج کل کے اُردو اخباروں کی زبان میں عدالتی کارروائی" کہنا چاہیے) اس قدر زور دیا ہے کہ شاید ہی اُس عہد میں دُنیا کی کسی قانونی حکومت نے اس قدر زور دیا ہو۔ اسلام کا نظمِ سیاست یہ ہے کہ "جرم" اور "تعزیر" ایک ایسی چیز ہے جس کی تشخیص اور حکم ہر حال میں صرف عدالت ہی کے ہاتھ میں ہے۔ عدالت کے سوا کوئی نہیں جسے کسی انسان کو "مجرم" قرار دینے، اور "سزا" دینے کا اختیار ہو۔ عدالت سے بھی مقصود محض کوئی خاص عدالتی منصب نہیں ہے۔ بلکہ سماعت، شہادت، اور تحقیق و حکم کے وہ تمام مراتب ہیں، جن کے مطابق حاکمِ عدالت کو کارروائی کرنی چاہیے۔ اگر کسی معاملہ میں یہ تمام عدالتی کارروائی نہیں ہوئی ہو، تو خلیفۂ وقت کو بھی اختیار نہیں ہے کہ اپنے علم اور مشاہدہ کی بنا پر کسی مجرم کو سزا دیدے۔ اگر خلیفۂ وقت کے ذاتی علم و مشاہدہ میں کسی شخص کا کوئی جرم آگیا ہو، تو اُس کی حیثیت محض ایک مدعی یا گواہ کی ہوگی۔ اسی حیثیت سے اُسے عدالت کے سامنے کھڑا ہونا چاہیے۔ یہ عدالت کا کام ہے کہ اُسکے دعوے یا گواہی کی نسبت رائے قائم کرے۔

موجودہ زمانے کی قانونی اصلاحات میں بہت زیادہ زور اس اصل پر دیا جاتا ہے کہ عدالتی اختیارات انتظامی اختیارات سے علیحدہ کردئیے گئے ہیں۔ یعنی جو قوت "سزا" کے نافذ کرنے کا اقتدار رکھتی ہو، اُسے "مجرم" قرار دینے کا اختیار نہیں ہے، اور اس ایک بنیادی اصلاح نے حاکمانہ اور شخصی ناانصافیوں کی بے شمار راہیں بند کردی ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک عظیم اصلاح ہے لیکن دنیا کو معلوم نہیں کہ ساتویں صدی مسیحی میں جبکہ دنیا کے سب سے بڑے متمدن ملک روم کے قوانین کا یہ حال تھا کہ ایک ہی شخص بہ حیثیت مجسٹریٹ کے ملزم پر الزام بھی عائد کرتا تھا اور بہ حیثیت جج کے اُسے سزا بھی دیدیتا تھا اسلامی حکومت میں نہ صرف عدالت کے اختیارات انتظامی مناصب سے الگ تھے، بلکہ اسلامی عدالتوں کو وقت کے حاکموں، گورنروں، اور خود بادشاہوں پر بھی حکم دینے اور بلا رُو و رعایت سزا تجویز کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ ویسا ہی اختیار، جیسا اختیار وہ ایک عام باشندۂ ملک کے لئے سزا تجویز کرنے کا رکھتے تھے!

اسلام نے تعزیر و سیاست کے باب میں عدالت کے نظام کو جس قدر اہمیت دی ہے، اُس کا اندازہ صرف اس بات سے کرلیا جاسکتا ہے کہ مسلمان قانون سازوں میں ایک بڑی جماعت اس طرف گئی ہے کہ کوئی آقا اپنے نوکر اور غلام کو بھی بطور خود سزا نہیں دے سکتا، اگرچہ قصور کتنا ہی بڑا اور سزا کتنی ہی ہلکی ہو۔ اُسے چاہیے کہ باقاعدہ عدالتی چارہ جوئی کرے!

ظاہر ہے کہ تعزیر و سیاست کے بارے میں جس قانون کا یہ حال ہو، کیونکر باور [illegible] سکتا ہے کہ وہ عدالتی اور آئینی نظم کے علاوہ کسی حال میں بھی سزا [illegible] ینا جائز رکھ سکتا ہے۔ خصوصاً قتل کی سزا جو انتہائی سزا ہے؟ آج اگر ہندوستان میں اسلامی حکومت موجود ہوتی، اور بغیر کسی ادنیٰ تغیر کے وہی قوانینِ سیاست نافذ ہوتے جو ساتویں اور آٹھویں صدی مسیحی میں دمشق اور بغداد کی عدالتوں میں نافذ تھے، اور ایسا ہوتا کہ ایک مسلمان ایک ذمّی (غیر مسلم شہری) کو قتل کر ڈالتا تو یقیناً وہ اُسی طرح قتلِ عمد کا مجرم قرار دیا جاتا، جس طرح دنیا کی تمام عدالتوں کے نزدیک قرار دیا جاسکتا ہے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی مسلمان یہ خیال نہیں کرسکتا تھا کہ اُسنے ایک غیر مسلم انسان کا خون بہا کر اسلام کا کوئی مقدس فرض انجام دیا ہے۔

غرضکہ تعزیر و سیاست کے قوانین کا "اسلامی قانون" ہونا

نوعیت نہیں رکھتا، جو نوعیت اسلام کے شرعی واجبات و فرائض کی ہے، اور چونکہ اس طرح کی تعبیر طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا کردیتی ہے، اس لئے چاہیے کہ تعبیر و بیان میں احتیاط سے کام لیا جائے۔ بہتر اور واضح تعبیر اس طرح کے قوانین کے لئے یہ ہے کہ انھیں اسلامی حکومت کے قانون سے تعبیر کیا جائے۔ یا یوں کہا جائے کہ فقہائے اسلام نے اس طرح کا قانون قرار دیا تھا۔

(۲) دوسری بات قابلِ غور یہ ہے کہ فقہ اسلامی کے قوانین اس بارے میں کچھ ہی کیوں نہ ہوں، لیکن کیا بحالتِ موجودہ اُن کا ذکر موزوں اور برمحل ہو سکتا ہے؟ کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے کہ اس قسم کے مواقع پر اُن کا حوالہ دیا جائے اگرچہ وہ حوالہ حکومت کے مقابلہ ہی میں کیوں نہ ہو؟ مجھے بغیر کسی تامل کے اس کا جواب نفی میں دینا ہے۔ میرے خیال میں جن لوگوں نے اس موقعہ پر اس قانون کا حوالہ دیا، اُنھوں نے نہ صرف ایک غیر ضروری بات کہی، بلکہ بے محل اور غیر متعلق بات کہی، اور جب کبھی کوئی بات بے موقعہ اور غیر متعلق کہی جائے گی، تو یقیناً طرح طرح کی غلط فہمیوں اور پیچیدگیوں ہی کا باعث ہوگی، بصلاح کار اور مصالحِ وقت کے مطابق نہ ہوگی۔ خود اسلام کے شرعی آدابِ حکم و افتا کے بھی یہ خلاف ہے کہ غیر عملی اور غیر وقوعی صورتوں کا ذکر کیا جائے۔ یہ جو ائمۂ سلف کی نسبت جابجا منقول ہے کہ بعض دقیقہ سنجانِ فقہ کی ایسی کاوشیں ناپسند کرتے تھے جن میں غیر وقوعی صورتیں پیدا کرکے بحثیں کی جاتی تھیں، تو اس کا بھی مطلب یہی تھا۔ کہنے کے لئے ہر موقعہ پر ہزاروں باتیں سامنے آجاتی ہیں۔ ایک اسی قانون پر کیا موقوف ہے؟ سیکڑوں قوانین دوسرے وقتوں اور حالتوں کے کتابوں میں بھرے پڑے ہیں لیکن یہ تو نہیں ہونا چاہیے کہ ہم ہندوستان کی موجودہ زندگی میں اُن کا بغیر کسی مناسبت کے حوالہ دیتے پھریں۔ خود اسلام کا نظم شرعی یہ ہے کہ ہر موقعہ اور حالت کا جو حکم ہو، وہی وقت کا اصلی حکم ہوگا۔ اُسکے خلاف جو کچھ ہے، وہ وقت کا حکم نہیں ہے۔ پس جب ایک بات موجود حالت سے شرعاً تعلق ہی نہیں رکھتی، تو اُس کا ذکر کرنا اور اُسے بنائے کار قرار دینا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟

یہ ظاہر ہے کہ فقہ اسلامی کے جس قدر تعزیری قوانین غیر مسلموں سے متعلق ہیں، وہ سب ایک خاص قسم کی صورتِ حال سے تعلق رکھتے تھے۔ یعنی یہ کہ ایک اسلامی حکومت ہو، جس نے غیر مسلموں کی حفاظتِ جان و مال کا ذمّہ لیا ہو، اور ذمیوں کے متعلق جو معاملات پیش آئیں، اُن میں اسلامی عدالتیں اپنے احکام نافذ کرسکیں۔ لیکن اب سرے سے وہ صورتِ حال باقی ہی نہیں ہے۔ نہ تو ہندوستان میں اسلامی حکومت ہے۔ نہ شرعی ذمّہ ہے۔ اور نہ ذمّی ہیں۔ پس فی الحقیقت اُن قوانین کا موجودہ حالات سے کوئی تعلق ہی نہیں رہا۔ غیر مسلموں کو کس معاملہ میں سزا دینی چاہیے اور کس میں نہیں دینی چاہیے؟ یہ بات تمام تر اس اصل پر مبنی تھی کہ اسلامی حکومت نے فتح یا معاہدہ کے بعد غیر مسلموں کی حفاظت کا ذمّہ لیا تھا، اور انھیں خاص شرائط پر ہر طرح کے شہری حقوق عطا کئے تھے۔ چونکہ حکومت نے ذمّہ لیا تھا، اس لئے یقیناً اُسے یہ حق بھی حاصل تھا کہ اپنے قوانین و عدالت کے ذریعہ اُنکے معاملات کا فیصلہ کرے، اور اگر وہ ظلم و تعدی پر اُتر آئیں تو انھیں سزا دے۔ لیکن اگر اسلامی حکومت موجود نہیں ہے، اور نہ غیر مسلموں کا ذمّہ باقی رہا ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ تمام قوانین یک قلم غیر متعلق ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ اب وہ ذمّہ ہی باقی نہ رہا جس پر تعزیر و سیاست کے تمام قوانین مبنی تھے، اور نہ حکومت ہی باقی رہی جسے عدالتی نظام کے ذریعہ سزائیں نافذ کرنے کا حق تھا۔ پس موجودہ حالت میں ان قوانین کا ذکر کرنا، اور انہیں اسلامی قانون، اسلامی قانون کہکر

پکارنا کس قدر بے معنی بات ہے؟ ایسی ہی غلطیاں ہیں جن کی وجہ سے اسلام کی صورت غیروں کی نظروں میں مشتبہ ہوگئی ہے۔ اور اُس کی صاف اور روشن تعلیم پر طرح طرح کی بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کے پردے پڑگئے ہیں۔

اصل سوال کا جواب

اصل مسئلہ کے متعلق جن لفظوں میں سوال کیا گیا ہے، اُس کا جواب بغیر کسی تامل کے یہ ہے کہ نہ تو اسلام کا یہ قانون ہے اور نہ کوئی ایسا قانون اسلام کا قانون ہو سکتا ہے۔

سوال کے الفاظ یہ ہیں:

"کیا واقعی اسلام کا یہ قانون ہے کہ جو شخص حضرت بانیِ (داعیِ) اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اُسے فوراً قتل کرڈالنا چاہیے، اور جس مسلمان کے سامنے وہ ایسا کرے، اُس کا مذہبی فرض ہے کہ اُسی وقت اُسکا سر اُڑا دے"؟

جواب یہ ہے کہ قطعاً نہیں، اور تفصیل اسکی اوپر گزرچکی۔

البتہ مسئلہ کی ایک بالکل دوسری قسم کی صورت ہے، اور وہ بلاشبہ فقہ اسلامی کے قوانین میں موجود ہے۔ وہ صورت یہ تھی کہ اگر ایک ذمّی (غیر مسلم باشندہ) اپنے مذہب کے مجنونانہ تعصب کی وجہ سے، یا مسلمانوں کے بغض و عداوت کی وجہ سے، یا حکومت کی تحقیر و تذلیل کے لئے ایسا رویہ اختیار کرلے کہ پیغمبرِ اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں سب و شتم کرنے لگے۔ یعنے گالیاں بکنے لگے۔ یا اس طرح کی بدزبانی کرنے لگے جو صریح سب و شتم کا حکم رکھتی ہو، تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ فقہا کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ اس طرزِ عمل کے بعد اُس کا ذمّہ و عہد باقی نہیں رہا۔ یعنے اسلامی حکومت نے اُسے جس باہمی سلوک کے معاہدہ پر ہر طرح کے شہری حقوق اور مذہبی آزادی دی تھی، اور اُس کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ دار ہوئی تھی، وہ خود اُسی کے طرف سے شکست ہوگیا، اس لئے اُسکو قتل کرنا چاہیے۔ دوسری جماعت اس طرف گئی ہے کہ اس کی وجہ سے عہد و ذمّہ شکست نہیں ہوتا۔ اس لئے قتل کی سزا نہیں دی جاسکتی البتہ عدالت کو اختیار ہے کہ وہ مصلحت کے مطابق ایسی کارروائی کرے جس سے اس کا سدِّ باب ہوجائے۔ پہلی رائے حضرت امام مالکؒ امام احمدؒ اور امام شافعی کی (کتاب الام میں) ہے۔ دوسری رائے حضرت امام ابو حنیفہؒ کی ہے اور حنبلیہ و شافعیہ میں سے بھی ایک جماعت اسی طرف گئی ہے۔

جو فقہاء اس طرف گئے کہ اس صورت میں قتل کرنا چاہیے، اُنھوں نے جن حالات میں اور جن وجوہ کی بنا پر ایسا حکم تجویز کیا، ضروری ہے کہ ٹھیک طور پر اُسے سمجھ لیا جائے۔ لیکن اُسکی وضاحت اُس وقت تک نہیں ہوسکے گی، جب تک کہ یہ بات واضح نہ ہوجائے کہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کی حیثیت کیا قرار دی گئی تھی، اور شرعاً "ذمّہ" اور "ذمّی" سے مقصود کیا ہے؟ مختصر لفظوں میں اس کی تشریح حسبِ ذیل ہے:

اسلامی حکومت اور غیر مسلم

چھٹی صدی مسیحی میں جب اسلام کا ظہور ہوا، تو مذہب و اعتقاد کا اختلاف انسانی قتل و خونریزی کا سب سے بڑا باعث تھا۔ دُنیا کی کوئی قوم ایسی نہ تھی جو حکومت کا اقتدار حاصل کرکے دوسرے مذہب کے پیرؤوں کے ساتھ انصاف کرسکتی ہو۔ جس مذہب کے پیرو طاقت و حکومت حاصل کرلیتے تھے، وہ اپنے مذہب کے سوا اور کسی مذہب کی موجودگی برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ رومیوں کی قوم اُس عہد کی سب سے بڑی متمدن قوم تسلیم کی گئی ہے، لیکن اُس کا بھی یہ حال تھا کہ جب تک اپنے قدیم مذہب پر قائم رہی، یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے امن نہ تھا۔ جب مسیحی مذہب قبول کرلیا، تو تمام غیر مسیحی رعایا زندگی اور معیشت کے

ہے جس میں خود فقہاء کی رائیوں میں اختلاف ہوا۔ ایک جماعت نے اُسے تجویز کیا ہو۔ دوسری کو اس سے اختلاف ہو۔ پس یہ فقہاء کا بھی کوئی متفقہ فیصلہ نہیں ہے۔

(۲) جو جماعت اس رائے کی طرف گئی کہ قتل کرنا چاہیے، اُسنے جن حالات میں یہ بات تجویز کی تھی، اُنھیں پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی منصف مزاج انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ مذہبی تعصب کا کوئی مجنونانہ حکم تھا۔ یا اس سے مقصود یہ تھا کہ محض غیر مسلم ہونے کی وجہ سے خدا کے بندوں کا خون بہالیا جائے۔

(۳) علاوہ بریں یہ بھی ٹھیک نہیں ہے کہ اس قانون کا ذکر کرتے ہوئے "توہین" کا لفظ استعمال کیا جائے۔ "توہین" کا لفظ بہت زیادہ عام ہے۔ بہت سی باتیں ایسی ہو سکتی ہیں جن سے ایک شخص کے خیال میں توہین نکلتی ہو۔ دوسرے کے خیال میں نہ نکلتی ہو۔ اسی لئے فقہاء نے اسے "سب" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ "سب" کے معنی صریح گالی دینے کے ہیں، یا ایسے الفاظ کہنے کے ہیں جو بمنزلہ دشنام ہوں۔

(۴) پھر جو کچھ بھی ہو، یہ قطعی ہے کہ اس قسم کے قوانین اور اُن کی بحثوں کو موجودہ حالت سے کوئی دور کی مناسبت بھی نہیں جیسا کہ مقدمات میں گزر چکا۔

(۵) باقی رہی وہ صورتِ حال جو اس قانون کے تذکرہ کا باعث ہوئی، تو اُس کا حال یہ ہے کہ موجودہ زمانہ قلم اور پریس کی آزادی کا زمانہ ہے۔ بسا اوقات اس آزادی کا استعمال غلط طریقہ پر کیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں سب سے پہلے بعض بدزبان مسیحی مشنریوں نے اسلام و پیغمبر اسلام کے خلاف اس قسم کی کتابیں لکھ کر شائع کیں جن کی ایک سطر بھی مہذب اور سنجیدہ نکتہ چینی نہیں کہی جا سکتی۔ اُنکے بعد آریا سماج کے نئے مشنری آئے۔ اُن میں سے بھی بہتوں نے مذہبی تحقیق اور سنجیدہ نکتہ چینی کی جگہ اُنہی کا نقش قدم اختیار کیا۔ "رنگیلا رسول" نامی رسالہ بھی اسی قسم کی ایک اخلاقی موت تھی۔ یقیناً حکومت اور قانونِ وقت کا فرض ہے کہ اس قسم کی دلآزار تحریروں کی اشاعت جائز نہ رکھے، اور جائز نکتہ چینی اور مذہبی دلآزاری میں امتیاز کرے۔ لیکن میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ طریق عمل پسند نہیں کر سکتا کہ مسلمان اپنی طبیعت کا یہ انداز بنالیں، کہ جہاں کسی ٹٹ پونجیے نے ایک چار ورقی رسالہ چھاپ کر شائع کر دیا، ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک تمام مسلمان شور و واویلا مچانا شروع کردیں کہ اسلام کی کشتی غرق ہو گئی، اور "تحفظ ناموس رسول" کا سوال پیدا ہو گیا۔ نعوذ باللہ، اگر چند جاہل اور کم چشم انسانوں کے بکواس کر دینے سے "ناموس رسول" کی حفاظت کا سوال پیش آسکے۔ یا اسلام اور مسلمانوں کے لئے یہ کوئی مصیبت ہو۔ ایسا سمجھنا اسلام کی عزت و شرف اور مسلمانوں کی مذہبی خودداری کو اس درجہ [illegible] کر دیں کہ میں سمجھ نہیں سکتا، کیونکر ایک مسلمان اس کا تصور بھی کر سکتا ہے؟ اس قسم کا ایک رسالہ کیا معنی اگر ایک ہزار بلکہ ایک لاکھ رسالے بھی چھاپ دئیے جائیں جب بھی نعوذ باللہ اسلام اور داعی اسلام کے ناموس کے تحفظ کا کوئی سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو کہ جس طرح ہمیشہ بُری زبان اور بُرے اخلاق کے لوگ موجود رہے ہیں، اب بھی موجود ہیں۔ اگر اُن کی تحریروں میں کوئی ایک سطر بھی ایسی موجود ہے جس میں کوئی سنجیدہ اعتراض کیا گیا ہو، تو چاہیے کہ اُس کا جواب دیدیا جائے۔ باقی جس قدر بدزبانی ہے، وہ بحکم "کل اناء یترشح بما فیہ" خود اُنھی کے لئے چھوڑ دینی چاہیے۔

اعلان - ۱

قارئین الہلال کے لئے

(۱) پہلے اعلان کیا گیا تھا کہ نمبر ۲۴ پر الہلال کی پہلی ششماہی جلد ختم ہو جاوے گی۔ لیکن بعد کو خیال ہوا کہ اگرچہ مہینوں کے حساب سے یہ اعلان غلط نہ تھا، لیکن نمبروں کی تعداد کے لحاظ سے اسمیں مزید مدت کی گنجائش ہے۔ اگر سال کی دو تعطیلیں وضع کر دی جائیں (جیسا کہ ہمیشہ دفتر الہلال کا قاعدہ تھا) تو اس صورت میں بھی سال بھر کے ۵۰ نمبر ہونے چاہئیں۔ نہ کہ ۴۸۔ بہرحال دفتر نے ارادہ کر لیا کہ پہلی جلد کا اختتام نمبر ۲۴ پر نہیں بلکہ ۲۵ پر کیا جائے، اور اس طرح خریداران الہلال کی حق تلفی کا کوئی اندیشہ باقی نہ رہے۔ چنانچہ یہ نمبر بھی پچھلی ششماہی جلد کے سلسلہ میں بھیجا جا رہا ہے۔ جن حضرات نے نئی جلد کے لئے وی۔ پی کی درخواست کی ہے، اُن کا نیا حساب اس نمبر سے نہیں بلکہ آئندہ نمبر سے شروع ہوگا۔

(۲) لیکن الہلال کی نئی ششماہی جلد کے آغاز کے لئے یہ صورت موزوں نہیں معلوم ہوئی کہ دسمبر کی ایک درمیانی تاریخ سے اس کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ اس طرح مہینوں کا حساب ہمیشہ بے ترتیب رہتا، اور بجائے سال کی ابتدا یا سال کے وسط کے، ایک درمیانی تاریخ سے جلد شروع ہوا کرتی۔ پس یہی مناسب معلوم ہوا کہ آئندہ جلد کی ابتدا جنوری سے کی جائے۔ جنوری سے جون تک، اور پھر جولائی سے دسمبر تک، ہمیشہ ششماہی اختتام و آغاز ہوتا رہے گا، اور حساب میں کسی طرح کی بے ترتیبی باقی نہیں رہے گی۔

دسمبر میں ۵ جمعہ واقع ہوئے ہیں۔ آخری جمعہ تعطیل کا تھا۔ اس لئے اگر یہ وقفہ اختیار نہیں کیا جاتا تو دو نمبر اور نکلتے۔ اب یہ دو نمبر نہیں نکلیں گے۔ جنوری کے پہلے جمعہ سے جو ۶ کو واقع ہوگا، نئی ششماہی جلد کا سلسلہ شروع ہوگا۔

(۳) اس وقفہ کے اندر مطبع کو مزید انتظامات کی تکمیل کا بھی موقع مل جائے گا جو پیش نظر ہیں، اور جن کی وجہ سے نئی ششماہی سے الہلال کے ترتیب مضامین اور حسن طباعت میں متعدد نئی تبدیلیاں نظر آئیں گی۔ اوپر چند نمبروں سے الہلال کی طباعت خصوصاً تصاویر کی تعداد و طباعت میں جو ترقی ہوئی ہے، اُمید ہے کہ قارئین الہلال نے محسوس کر لی ہوگی۔ یہ اب مطبع الہلال کا ذاتی انتظام ہے جس کی وجہ سے بلاک بہ لحاظ قسم و نوعیت کے بھی بہتر بننے لگے ہیں، اور اُن کی چھپائی بھی خاص طریق طباعت اختیار کرلینے کی وجہ سے زیادہ نمایاں اور خوشنما ہو گئی ہے۔ اُمید ہے کہ عنقریب بقیہ انتظامات کی تکمیل ان تمام چیزوں میں مزید رونق و اہتمام پیدا کر دیگی۔ — منیجر الہلال

اعلان - ۲

(۱) مجھے ندامت کے ساتھ اس کا اعتراف ہے کہ الہلال کی اشاعت کے وقت صورت حال کا جو اندازہ کیا تھا، وہ کسی اعتبار سے صحیح ثابت نہیں ہوا۔ سب سے زیادہ مجبوری صحت کی طرف سے پیش آئی۔ میں نے جب ارادہ کیا کہ الہلال کے کافی وقت نکالوں، صحت کی فوری ناموافقت دامنگیر ہوئی، اور قدم آگے بڑھا کر پھر رک جانا پڑا۔

(۲) میں اُن دوستوں کا خصوصیت کے ساتھ شکر گزار ہوں جو زیادہ تر میرے خاص مضامین کے شوق میں الہلال کی ورق گردانی کرتے تھے، تاہم اُنھوں نے رشتۂ انتظار ہاتھ سے نہ چھوڑا، اور برابر مطالعہ جاری رکھا۔ اگر میرے خاص مضامین کی قلت نہ رہی ہوتی تو بہ حیثیت مجموعی الہلال کے مضامین کی کثرت اور تنوع کا جو انداز یکساں طور پر برابر قائم رہا ہے، وہ اس کے لئے کافی تھا کہ میں اس موقعہ پر معذرت کی ضرورت محسوس نہ کرتا۔

(۳) بہرحال اُن دوستوں نے محسوس کر لیا ہوگا کہ جونہی پچھلی بیماری سے مجھے تھوڑی بہت مہلت ملی، میں نے الہلال کے لئے لکھنا شروع کر دیا، اور اب اُمید ہے کہ توفیق الٰہی سے یہ سلسلہ مزید ترقی و توجہ کے ساتھ جاری رکھ سکوں گا۔ افسوس ہے کہ وقت کے حالات و مسائل کے متعلق بے شمار ضروری باتیں شرح و بسط کے ساتھ لکھنی تھیں جو نہ لکھی جا سکیں۔ اب اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ جو کچھ ماضی میں نہ ہو سکا، اس کے لئے مستقبل کی طرف نظر اُٹھائی جائے!

(۴) مجھے چند الفاظ الہلال کی موجودہ قیمت کی نسبت بھی کہنے ہیں۔ ۱۹۱۴ء میں الہلال کی قیمت بارہ روپیہ سالانہ اور ساتھ روپیہ ششماہی تھی۔ ۱۹۱۶ء میں البلاغ نکلا، تو اُس کی قیمت بھی یہی تھی۔ یہی قیمت اس مرتبہ بھی رکھی گئی۔ لیکن دونوں حالتوں میں جو عظیم فرق ہو چکا ہے، وہ شاید بہت کم لوگوں نے محسوس کیا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں مختصر طور پر اس کی تشریح کر دوں۔

۱۹۱۴ء میں (یعنی جنگ سے پہلے) چھپائی کے تمام مصارف، موجودہ مصارف کے مقابلہ میں نصف سے بھی کم تھے۔ جنگ کے بعد سے جس طرح تمام چیزوں کی قیمت دوگنی سہ گنی ہو گئی ہیں، سامان طباعت کی بھی ہو گئی ہیں۔ ۱۹۱۴ء میں الہلال جس مشین پر چھپتا تھا، اُس کی قیمت ۶ ہزار روپیہ تھی۔ اب بارہ ہزار ہے۔ ۱۹۱۴ء میں الہلال کے لئے جو کاغذ استعمال کیا جاتا تھا، اُسکی قیمت تین روپیہ فی ریم تھی۔ اب اُسی کاغذ کی سات روپیہ ہے۔ روشنائی جو اُسوقت لگائی جاتی تھی، ڈیڑھ روپیہ فی پونڈ سے زیادہ کی نہ تھی۔ اب وہی روشنائی ۴ روپیہ میں آتی ہے۔ اُسوقت سینیر کمپوزیٹروں کی تنخواہ زیادہ سے زیادہ ۲۰ روپیہ ماہوار تھی۔ اب اس تنخواہ میں کوئی جونیر بھی نہیں مل سکتا۔ تصویروں کے بلاک اُسوقت ۳ر اسکوائر انچ میں بنتے تھے اب اُنہی کی اُجرت آٹھ آنہ سے بھی زیادہ ہے۔ لیتھو کی چھپائی میں کتابت کی اُجرت اُسوقت ۴۔ ۵ روپیہ جزء سے زیادہ نہ تھی۔ اب دس روپیہ کی اُجرت بھی اچھے خوشنویسوں کے لئے زیادہ نہیں ہے۔ ایسی حالت میں بہ آسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ الہلال کی جو قیمت ۱۹۱۴ء میں قرار دی گئی تھی، وہ ۱۹۲۷ء میں کیونکر موزوں ہو سکتی ہے؟ بیجا نہ تھا اگر اب بارہ روپیہ کی جگہ ۲۴ روپیہ قیمت رکھی جاتی۔ لیکن مناسب معلوم نہ ہوا کہ سابق قیمت میں کسی طرح کا اضافہ کیا جائے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ابھی وسیع اشاعت رکھنے پر بھی جو اسوقت کسی اُردو سلسلہ کی نہ ہوگی، اب تک اُس کے مصارف اور آمدنی کی میزان مساوی نہ ہو سکی!

یہ بھی یاد رہے کہ ۱۹۱۴ء میں اس کی ضخامت عام طور پر ۱۶ صفحوں کی ہوتی تھی۔ اور اب کم از کم ۲۴ ہے۔

یہ چند سطریں اس لئے لکھی گئیں کہ اگر بعض حضرات خیال کرتے ہوں کہ وہ ۱۲ روپیہ سالانہ یا ۶ روپیہ فی پرچہ قیمت دیکر الہلال کے ساتھ کوئی فیاضانہ سلوک کر رہے ہیں، تو اُمید ہے کہ اپنے اس خیال میں نظر ثانی کرنے سے انکار نہ فرمائیں گے!

ابوالکلام

مطبوعات الہلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزے

اس سلسله میں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اسوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرۂ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد ازهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپیه -

ائمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوہ ائمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الہلال بک ایجنسی

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھین اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے بازخوان این دفتر پارینه را
تازہ خواہی داشتن گر داغہاے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الہلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الہلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاسیات ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تہے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں - اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هولیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنهیں دوبارہ چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پهونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي هے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه

" " " چهارم ۱۰ روپیه " - " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الہلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ هے -

منیجر "البلاغ پریس"

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.